NOVEL : La Ilaj Ishq

AOUTHER : Faiza Noor

لاعلاج عشق: فائزہ نور کی کہانی :

عشق ایک ایسا جذبہ ہے جو انسان کو زندگی کی ہر مشکل کا سامنا کرنے کی طاقت دیتا ہے۔ فائزہ نور کی تحریریں اس جذبے کی گہرائیوں کو بیان کرتی ہیں، جہاں محبت کی خوشبو اور درد کا ملاپ ہوتا ہے۔ اس ای بک میں ہم فائزہ نور کے عشق کی داستانوں کا جائزہ لیں گے، جو نہ صرف دل کو چھو لینے والی ہیں بلکہ زندگی کی حقیقتوں کو بھی عیاں کرتی ہیں۔

عشق کبھی کبھی بے بسی کا احساس بھی دلاتا ہے فائزہ نور کی تحریریں عشق کی گہرائیوں کو بیان کرتی ہیں اور ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ عشق ایک لاعلاج جذبہ ہے جو زندگی کی خوبصورتیوں کو اجاگر کرتا ہے۔ اس ای بک کے ذریعے ہم

نے عشق کی مختلف جہتوں کا جائزہ لیا ہے اور امید کرتے ہیں کہ یہ آپ کے دل کو چھولے گی۔ یہ ای بک فائزہ نور کے عشق کی داستانوں کا ایک جامع جائزہ پیش کرتی ہے، جو نہ صرف محبت کی خوبصورتی کو بیان کرتی ہیں بلکہ اس کی مشکلات اور بے بسی کو بھی عیاں کرتی ہیں۔

NOVEL : La Ilaj Ishq

AOUTHER : Faiza Noor

ناول: لاعلاج عشق

یہ منظر تھا کراچی شہر کے ایک وسیع و عریض بنگلے کا جہاں اس وقت صبح کا سورج پورے آب وتاب سے چمک رہا تھا۔ کئی مربوں کی زمین پر پھیلا یہ بنگلہ اس وقت خاصہ خاموش نظر آرہا تھا۔ وسیع و عریض لان جس کے ایک سائڈ پر خوبصورت سا سوئمنگ پول بنا ہوا تھا۔ لان بے تحاشا خوبصورت گلاب کے پھولوں سے سجا ہوا تھا۔ جب کے اندر داخل ہونے پر سامنے ہی خوبصورت سا لاؤنج تھا۔ دائیں ہاتھ پر ڈرائنگ روم تھا۔ یہ ایک بہت بڑا بنگلہ تھا۔ جس میں اس وقت خاصی خاموشی کا راج تھا۔ کیوں کہ آج وہ آفت امتحان کی تیاری میں بری طرح مگن تھی۔ اشنا خان اس وقت اپنے کمرے میں

بیٹھی پڑھنے میں مصروف تھی۔ کیوں کہ تھوڑی ہی دیر بعد اس نے امتحان دینے جانا تھا۔ وہ اس وقت کتابوں میں بری طرح سر گھسائے پڑھ رہی تھی کہ اچانک سے دھاڑ کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا اور اکثم اندر داخل ہوا۔ اوئے ہوئے چھپکلی تیری گھر میں شادی کیا بات کیا چلی تو نے تو پڑھائی ہی کرنی شروع کر دی۔۔۔۔ دیکھ اکثم میرا دماغ نہ خراب کر۔ یہ شادی رکوانے کے لیے نہ میں کچھ بھی کر سکتی ہوں۔ یہ تو پھر بس ذرا سی پڑھائی ہے۔ تو میرا بھائی ہے نہ دعا کر میرے لیے کے تیری بہن اس جلاد کے ہاتھوں سے بچ جائے مجھے تایا جان نے کہا ہے کہ اگر میں اس بار پاس ہو گئی نہ تو وہ میری شادی نہیں کروائے گے۔۔ اس نے رونی صورت بنا کر کہا تو اکثم کو بے ساختہ ہی اس پر ترس سا آیا تھا۔۔ اتنے اچھے تو ہیں یار ابان بھائی تجھے مسئلہ کیا ہے آخر اُن سے۔۔ اس کے کہنے پر اشنا نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھا۔ کیا خاک اچھے ہیں شیطان بھی پناہ مانگے اُن کے غصے سے۔ اتنی لمبی عورتوں کی طرح کی

زبان ہے اُن کی۔۔ سارا دن بس میرے اوپر ہی بس چلتا ہے اُن کا میں کچھ کہتی نہیں نہ انہیں اس لیے۔ جس دن میں نے آگے سے کچھ کہہ دیا تو منہ چھپاتے پھرے گے پھر۔ میرا تو جینا حرام کر رکھا ہے انہوں نے۔ اللہ پوچھے ایسے جلاد سے مجھ معصوم کو بلاوجہ ڈانٹتے رہتے ہیں۔۔ وہ جو بولنے پر آئی تو پھر بولتی ہی چلی گئی۔ جبکہ اکثم مسلسل اس کا دھیان پیچھے کی طرف کروانا چاہ رہا تھا۔ مگر وہ تو فلحال اپنے ہی رونے رونے میں مصروف تھی۔ کہ اچانک اپنے پیچھے سے ایک بھاری مردانا آواز سن کر ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ ہو گیا تمھارا یا کچھ اور رہ گیا ہے۔۔ دونوں ہاتھوں کو پینٹ کی جیب میں اڑسے وہ بلکل اس کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔ ابان خان سرخ و سفید رنگت کا مالک، چھ فٹ دو انچ سے نکلتا قد، کسرتی بازو، چوڑا سینا بلاشبہ وہ وجاہت کا اعلیٰ شاہکار تھا۔ رنگت میں اس وقت اشنا خان کی باتیں سن کر سرخیاں سی گھل گئی تھی۔ خاص کر کے عورتوں والی بات اسے کچھ ہضم نہیں ہوئی تھی۔ نہیں

ابان بھائی بس اتنا ہی تھا۔ اکثم تو ابان کو دیکھتے ہیں باہر نکل گیا تھا۔ جبکہ اشنا کو اب اپنی شامت پکی نظر آ رہی تھی۔ آخر کو وہ مقابل کے بارے میں اتنی بکواس کر چکی تھی۔ نہیں نہیں کچھ اور رہ گیا تھا تو وہ بھی کہہ لو۔ اس کی بات پر اشنا نے رونی سی صورت بنا کر اُسے دیکھا۔ مقابل کے غصے سے اس گھر میں تقریباً سب کی ہی جان جاتی تھی۔ تم جتنی جاھل لڑکی میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔ تم سے شادی کرنے سے بہتر ہے کہ میں کسی اندھے کنویں میں چھلانگ لگا لوں۔ کاش کہ آج تمہارے ماں باپ زندہ ہوتے جو کم سے کم تمہیں تھوڑی تمیز تو سیکھا دیتے۔ وہ دو قدم چل کر اس کے قریب ہوا۔ اشنا خان اسے بھیگی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ ابان خان اس کے قریب ہو کر اسکے کان کے پاس جھکا۔۔ لیکن تمھیں پتہ ہے کہ اچھا ہی ہوا وہ مر گئے۔ تمہارے جیسی گندی اولاد انھیں دیکھنے کو نہیں ملی۔۔ اپنی بات کہہ کر وہ مڑ کر واپس جا چکا تھا۔ جبکہ اشنا نے اس کی بات پر کرب سے آنکھیں بند کیں۔۔

ابان خان سے اسے حد درجہ نفرت تھی۔۔ جو اسے تکلیف پہنچانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ صرف اس بنا پر کہ وہ زاویار شاہ جو کہ ابان خان کا سب سے بڑا دشمن تھا کی بچپن کی منگ تھی۔ نیلی آنکھیں، سفید رنگت کی مالک وہ شہزادی تھی۔۔ لیکن اس کا نصیب شہزادیوں والا نہیں تھا۔ محض ایک حادثہ تھا جو اس کا سارا بچپن تباہ کر گیا تھا۔ اس سے اسکا سب سے بہترین دوست چھین لیا گیا تھا۔ اسکے ماں باپ اس حادثے میں اپنی جان سے چلے گئے تھے۔ محض اسکا سب کچھ اُس ایک دن میں برباد ہو چکا تھا۔ مگر اس نے پھر بھی خود کو سمبھالا اس نے اپنے غم کو اپنی ہنسی میں چھپانا بہت چھوٹی سی عمر میں ہی سیکھ لیا تھا۔ لیکن ابان خان اسے تکلیف پہنچانے کا کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ ابھی بھی وہ اپنے لفظوں سے اس کے دل کے بری طرح سے ٹکڑے ٹکڑے کر گیا تھا۔ وہ ابھی کھڑی ہی تھی کے نیچے سے عزرا بیگم کی آواز آئی۔ وہ اسے ناشتے کے لیے بلا رہی تھی۔ اشنا نے اپنے

آنسو صاف کیے اور اپنی کتابیں سمیٹنا شروع کی۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس نے امتحان دینے بھی جانا تھا۔ یہ تھا خان ولا۔ جس میں امجد صاحب اپنے تمام بچوں سمیت مقیم تھے۔ امجد صاحب کے تین بیٹے اور ایک بیٹی تھی۔ سب سے بڑے بیٹے ارشاد خان جن کی شادی اپنی پھوپھو زاد سے ہوئی تھی۔ اور ان کے دو ہی بیٹے تھے۔ سب سے بڑا ابان خان جو کہ شہر کا ایک مشہور بزنس مین تھا۔ نہایت سنجیدہ طبیعت کا مالک۔ اور اس سے چھوٹا اکشم خان جو کہ ابھی یونیورسٹی میں اپنی تعلیم مکمل کر رہا تھا۔ ارشاد خان سے چھوٹے برہان خان جنہوں نے اپنی یونیورسٹی کی ہی ایک لڑکی سے پسند کی شادی کی تھی۔ ان کے تین بچے تھے۔ سب سے بڑی بیٹی فائزہ خان جو کے پیشے سے ڈاکٹر تھی۔ اس سے چھوٹا بالاج خان جو کہ ابان ہی کا ہم عمر تھا۔ پیشے سے فائٹر۔ منہ سے زیادہ ہاتھوں سے بات کرنے والا۔ وہ ابان کے مقابلے میں تھوڑی کم سنجیدہ شخصیت کا مالک تھا۔ اور سب سے چھوٹی رائنہ خان جو کہ ابھی بارہویں

جماعت میں ہی تھی۔اور پھر برہان خان سے چھوٹی امجد صاحب کی ایک بیٹی تھی۔آمنہ ناصر۔کچھ عرصے پہلے ہی ایک حادثے میں آمنہ اور ان کے شوہر دونوں کا انتقال ہو گیا تھا۔ان کی ایک ہی بیٹی تھی۔"اشنا خان" جو کے اب خان ولا میں ہی مقیم تھی۔آمنہ ناصر کے بعد امجد صاحب کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔رفیق خان جن کی اہلیہ کچھ عرصے پہلے ہی اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی۔۔ان کے دو ہی بچے تھے۔بڑا بیٹا راحیل خان جو کہ امریکہ میں پڑھائی کی غرض سے گیا ہوا تھا۔اور اس سے چھوٹی زارا خان جو کہ ابھی محض اٹھارہ سال کی تھی۔وہ خان ولا کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بچی تھی۔اشنا خان عزرا بیگم جو کہ ارشاد خان کی اہلیہ تھی کہ بلانے پر نیچے آئی۔۔

جی ممانی جان آپ نے بلایا تھا۔ان کے پاس آتی وہ ان سے استفسار کر رہی تھی۔ہاں بیٹا ناشتہ کرو اور پھر پیپر دینے جانا۔میں نے تمہیں یہ بتانا تھا کہ آج ڈرائیور کی ذرا طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو تمھیں ابان کے ساتھ جانا پڑے گا

یونیورسٹی۔ آبان کو میں نے سمجھا دیا تھا وہ تمھیں چھوڑ بھی آئے گا۔ تم ناشتہ کرو اور تیار ہو جاؤ۔ آفس جاتے ہوئے وہ لے جائے گا تمھیں بھی۔ عزرا بیگم کی بات پر اسے پھر سے صبح کا وہ منظر یاد آیا جب وہ بے حس انسان اسے بری طرح سے ہرٹ کر کے گیا تھا۔ نہیں ممانی میں چلی جاؤں گی۔ ڈرائیور انکل نہیں ہیں تو ٹیکسی میں چلی جاؤں گی۔ آپ آبان بھائی کو مت کہیے گا۔ ایسے ہی پریشان ہونگے وہ بھی۔ میں چلی جاؤں گی۔ اس نے انکار کرنے نے ہی عافیت جانی۔ ابھی وہ آبان خان کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ کجا کہ اس کے ساتھ سفر کرنا۔۔ اس کی بات پر عزرا بیگم ہلکا سا مسکرائی۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ ضرور پھر سے آبان نے ہی کچھ کہہ دیا ہو گا اسے۔۔ ورنہ اشنا خان ٹیکسی میں جانے کی بات کبھی نہ کرتی۔۔۔۔ بی بی میں بھی کوئی مرا نہیں جا رہا تمھیں اپنے ساتھ لے جانے کو۔۔ صرف ماما کے کہنے پر چھوڑ کر آ رہا تھا تمھیں۔ لیکن تم نہیں جانا چاہتی تو تمہاری مرضی۔ بلیک تھری پیس سوٹ میں ملبوس

آبان خان آفس جانے کے لیے بلکل تیار کھڑا تھا۔ وہ ناشتہ کرنے کی غرض سے نیچے آیا تھا کہ اپنی ماں اور اشنا کی باتیں سن کر اس نے اشنا کو بتانا ضروری سمجھا۔ کہ وہ بھی اسے اپنے ساتھ لے کر جانے کے لیے مرا نہیں جارہا۔ آبان بیٹا کتنی بار تمھیں سمجھایا ہے کے بچی سے ایسے بات مت کیا کرو۔ اپنے پیچھے سے داجی کی آواز سن کر وہ پلٹا اور پھر انھیں دیکھتے ہی ان سے بغل گیر ہوا۔ دا جی نے بھی اس کے گرد اپنا حصار بنایا تھا۔ داجی کو اپنا یہ خاندان کا پہلا چشم و چراغ بے حد عزیز تھا۔ اشنا خان اور آبان خان دونوں ہی میں داجی کی جان بستی تھی۔۔ داجی آپکی اس بچی کی اتنی لمبی زبان ہے۔ اسے کہیں اپنی زبان کو قابو میں رکھا کرے۔ کل کو اِسکی شادی ہو گی تو یہ وہاں بھی ایسے ہی زبان چلائے گی۔ کیا عزت رہ جائے گی ہم لوگوں کی کہ خانوں نے اپنی بیٹی کی یہ تربیت کی ہے۔ اسی لیے کہتا ہوں اسے تھوڑی سی تمیز سکھائے۔۔۔۔ اس کی بات پر جہاں اشنا نے منہ بسورا۔ وہیں داجی کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ ارے بیٹا

کس نے کہا کہ یہ دوسرے گھر جائے گی۔ ہم اپنی بیٹی کو ساری عمر اپنے گھر میں ہی رکھے گیں۔ اور رہی بات شادی کی تو ہم نے تو اس کے لیے تمھیں سوچا ہوا ہے۔۔ان کی بات پر پانی پیتی اشنا خان کو زبردست کھانسی کا دورہ پڑا تھا۔ جبکہ داجی بلکل اطمینان اور صاف گوئی سے اپنی خواہش آبان خان کے گوش گذار کر چکے تھے۔ایسا نہیں ہو سکتا داجی۔ میں مر تو جاؤں گی لیکن ان سے کبھی شادی نہیں کروں گی۔ آبان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اشنا چیخی تھی۔اُسے ہر گز بھی یہ شخص اپنے لیے قبول نہیں تھا۔۔۔۔اشنا کی بات پر آبان نے ایک سنجیدگی بھری نظر اس پر ڈالی۔اور پھر داجی سے مخاطب ہوا۔۔ داجی مجھے بھی اس رشتے پر اعتراض ہے۔ میں کسی اور کی منگ کو ہر گز بھی اپنے نکاح میں نہیں لوں گا۔اس میں چار چار لوگوں کی زندگی تباہ ہو گی۔ بس اور کچھ نہیں ہو گا۔ بہتر ہو گا آپ میرے اور اشنا کے بارے میں یہ بات اپنے دماغ سے نکال دیں۔۔ آپ کا ہر حکم سر انکھوں پر لیکن معذرت میں

آپکی یہ بات نہیں مان سکتا۔۔اس کی بات پر لاؤنج میں یک دم ہی سنّاٹا سا چھا گیا تھا۔ کسی کو بھی اس سے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ شادی سے انکار کے لیے زاویار شاہ کا یہاں ذکر کرے گا۔۔۔۔جس کا نام لینا بھی اس گھر میں گناہ سمجھا جاتا تھا۔ وہ بہت آسانی سے اس گھر کی بیٹی کو اس سے جوڑ چکا تھا۔ آبان خان۔۔ تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی اُس شخص کا اس گھر میں ذکر کرنے کی۔۔ ارشاد صاحب جو ابھی نیچے آئے تھے۔ اِسکی بات سن کر غصے سے دھاڑے۔۔۔شور کی آواز سن کر سب ہی لاؤنج میں اکٹھے ہونا شروع ہو گئے تھے۔ یہ پہلی بار تھا جب ارشاد صاحب نے آبان سے اس لہجے میں بات کی تھی۔ میں نے اس کا نام نہیں لیا بابا۔ میں نے بس اتنا کہا ہے کے میں اشنا سے شادی نہیں کر سکتا۔ وہ ہمارے پاس۔ کسی اور کی امانت ہے۔ اگر ابھی ہم اُن لوگوں کی امانت میں خیانت کرے گیں۔ تو یاد رکھیے گا اُن لوگوں کے گھر میں بھی میری ایک امانت ہے۔ بات کرتے وقت ایک گلابی آنچل اسکی

آنکھوں کے سامنے آیا تھا۔ مگر اگلے ہی پل وہ اپنا سر جھٹک گیا۔ کہنا کیا چاہتے ہو آخر تم۔اب کی بار داجی اس سے مخاطب ہوئے۔ صرف اتنا داجی کہ بجائے معاملات کو مزید الجھانے کے انہیں آپس میں مل بیٹھ کر سلجھانے کی کوشش کرے۔ یہاں معاملہ بیٹیوں کا ہے۔اور جہاں بات بیٹیوں کی آجائے وہاں جھکنے میں بھلا کیسی قباحت۔۔وہ اپنی بات مکمل کر چکا تھا۔ جبکہ داجی کسی گہری سوچ کا شکار نظر آرہے تھے۔اچھا چلیں چھوڑے سب۔۔ آئے داجی ناشتہ کرتے ہیں۔ بالاج خان معاملات کو سنگین ہوتے دیکھ سب کی توجہ ناشتے کی طرف کروانے لگا۔ اس کی بات پر سب ہی خاموشی سے ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھ گئے۔ ابھی کسی نے بھی مزید کوئی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔۔ ٹھیک ہے ماما میں چلتا ہوں۔ ورنہ لیٹ ہو جائوں گا۔ آبان خان جانے کی غرض سے باہر کی طرف قدم بڑھا گیا۔ارے رکو بیٹا ناشتہ تو کرتے جاؤ۔ عزرا بیگم اس سے مخاطب ہوئیں۔ نہیں ماما رہنے دے۔ میں آفس میں

جا کے کر لوں گا۔ ہلکا سا مسکرا کر کہتا وہ انھیں انکار کر گیا تھا۔ اچھا ٹھیک ہے۔ لیکن اشنا کو تو لیتے جاؤ۔ ان کی بات پر وہ پھر سے ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔۔ میں گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔ اسے کہیں کہ پانچ منٹ میں آ گئی ٹھیک ہے۔ ورنہ ٹھیک پانچ منٹ بعد میں چلا جاؤں گا۔ اپنی بات کہہ کر وہ جا چکا تھا۔ جبکہ اشنا بھی فوراً سے بیگ اٹھانے اپنے کمرے کی طرف بھاگی۔ ورنہ اس جلاد کا کوئی بھروسہ۔ بھی نہیں تھا۔ سچ میں ہی پانچ منٹ بعد چھوڑ کر چلا جاتا۔۔ وہ بیگ اٹھا کر نیچے آئی اور داجی سے مل کر سب کو خدا حافظ کرتے باہر کی جانب قدم بڑھا گئی۔ ناشتہ تو وہ ویسے ہی زیادہ تر یونی میں ہی کیا کرتی تھی۔ وہ باہر آئی تو آبان خان اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی اُس نے گاڑی سٹارٹ کی۔ اشنا خان پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ آبان کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔۔ بی بی میں تمہارے باپ کا ملازم یا ڈرائیور نہیں ہوں جو تم پیچھے بیٹھ رہی ہو۔ شرافت سے آگے آ کر بیٹھو۔ اسے

پیچھے بیٹھتے دیکھ ابان خان کا خون کھول اٹھا تھا۔ وہ اس کا ڈرائیور تو نہیں تھا جو وہ پیچھے بیٹھ رہی تھی۔ اس کی بات سن کر اشنا نے بھی مزید کوئی بحث کرنا ضروری نہیں سمجھا اور خاموشی سے آگے آکر بیٹھ گئی۔ لیکن دل میں اسے صلواتوں سے نوازنا بلکل بھی نہیں بھولی تھی۔ آبان خان کی گاڑی اب یونی کی طرف جانے والے راستے پر رواد واتھی۔۔

مام میرے جوتے نہیں مل رہے۔ کہاں رکھے ہیں آپ نے۔۔ وہ تقریباً بھاگتے ہوئے اپنی ماں کے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ نوین بیگم اپنی اس بھلکڑ بیٹی کو دیکھ کر رہ گئیں۔ جو ابھی تک چھوٹی چھوٹی چیزوں کے معاملے میں اپنی ماں کی محتاج تھی۔ وہیں ہو گی دیکھ لو آنکھیں نہیں ہیں کیا تمہارے پاس۔۔۔ اوہو مام بتادے نا پلیز مجھے یونی سے لیٹ ہو رہا ہے۔۔ ارے بیگم چھوڑو آپ ہمیں جائیں آپ بچی کو اُسکی چیزیں دیکھ کر دیں۔ ابھی نوین بیگم

اسے کچھ کہنے ہی لگی تھیں کہ مظہر شاہ اپنی بیٹی کے لیے بول پڑے۔ وہ اس وقت اپنے آفس جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ جس میں نوین بیگم آج بھی ہمیشہ کی۔ طرح ان کی مدد کر رہی تھی۔ کہ درفشاں شاہ نے آکر انہیں پکارا۔ نوین بیگم ایک گہرا سانس بھر کر رہ گئیں۔ وہ ان دونوں باپ بیٹی کے درمیان میں پھنس کر رہ گئی تھی۔۔ اگلے ہی لمحے وہ درفشاں کے ساتھ اسکے کمرے کی سمت بڑھیں۔۔۔

ماہ دیر شاہ اس وقت نیند میں مگن خواب و خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا کہ نائرہ شاہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اسے اس کی ماں نے کہاں تھا کہ وہ ماہ دیر کو جا کر جگائے۔ کیوں کہ اس نے آفس جانا تھا۔ وہ لیٹ اٹھتا تو نہیں تھا، لیکن اللہ جانے آج ایسا کیا تھا۔ جو وہ ابھی تک نہیں اٹھا تھا۔۔ نائرہ شاہ آہستہ سے اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اور اس کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ ماہ دیر کو کس طرح جگائے۔ تھوڑی دیر کشمکش کا شکار رہنے کے بعد اس نے بلکل آہستہ سے اسے پکارا۔۔ماہ دیر۔۔۔۔اٹھ جائیں تائی جان کہہ رہی ہیں۔ آپ نے آفس نہیں جانا کیا آج۔۔اس نے بہت ہلکی آواز میں پکارا تھا۔ کہ مقابل تک مشکل سے ہی پہنچی ہو گی۔۔اسے نہ اُٹھتے دیکھ نائرہ نے پھر سے پکارا۔ مگر اس بار بھی کوئی جواب نہیں آیا۔اب کی بار نائرہ نے گہرا سانس بھر کر اسے بازو سے پکڑ کر ہلایا۔اسکا بازو پکڑنے کی دیر تھی کہ نائرہ کو لگا جیسے اس نے تپتے چولہے پر ہاتھ رکھا ہو۔ماہ دیر شاہ بخار میں بری طرح پھنک رہا تھا۔ اسے ایسے دیکھ کر نائرہ کے چہرے پر پریشانی پھیلی۔۔ماہ دیر اٹھیں۔۔اس نے پریشانی سے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔ ماہ دیر نے بمشکل اپنی سرخ ہوتی آنکھیں کھول کر سامنے کھڑی نائرہ کو دیکھا۔ جو پریشانی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔اسے دیکھ کر ماہ دیر کے چہرے پر خود ہی مسکان چھائی تھی۔ماہ دیر آپ کو بہت تیز بخار ہے۔اُٹھیں میں تائی جان کو بلا

کر لاتی ہوں۔ نائرہ اسے کہہ کر پلٹنے ہی لگی تھی کہ ماہ دیر نے بنا دیری کیے جلدی سے اس کے ہاتھ کو پکڑ کے اسے اپنی طرف کھینچا۔ نائرہ کٹی ڈال کی طرح اسکے کشادہ سینے پر آ کر گری۔ وہ بد حواس ہوتے اس کے اوپر سے اٹھنے ہی لگی تھی کہ ماہ دیر کے آنکھیں دکھانے پر واپس سے اس کے سینے سے لگ گئی۔ ماہ دیر آپ کو بہت تیز۔۔۔۔ وہ اپنی بات ابھی مکمل کرتی کہ ماہ دیر نے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ وہ بہت شدت سے اس کے ہونٹوں کو سک کر رہا تھا۔ جبکہ نائرہ شاہ اسکی اتنی شدّت پر سسک کر رہ گئی۔ مقابل کی ار میں تپتی گرم سانسوں سے اسے اپنا آپ جھلستا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ مگر وہ تو اس وقت پیاسا بنا اپنی پیاس بجھانے میں مگن تھا۔۔۔۔ اس کے ہونٹوں کو بری طرح سے سک کرتے اب وہ اس کی زبان پر اپنی گرفت جما گیا۔ جبکہ ہاتھ اب قمیض کے اندر پیٹ پر سرسرا رہا تھا۔ نائرہ اسکی اتنی شدّت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ مگر وہ اس وقت بے رحم بنا ہوا تھا۔ اس کا ہاتھ پیٹ سے اوپر کی

طرف سر کتا دیکھ نائرہ نے جلدی سے اسکے ہاتھ کو تھاما۔۔ماہ دیر نے اسی لمحے آنکھیں کھولتے اسے سرخ آنکھوں سے گھورا۔نائرہ نے انکھوں ہی آنکھیں میں اس سے جیسے التجا کی تھی۔ مگر وہ اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے جھٹک کر اوپر کی طرف بڑھا گیا۔اور اس کی دھڑکنوں کو اپنے ہاتھوں سے بے دردی سے مسلنے لگا۔ نائرہ بن آب مچھلی کی طرح تڑپ رہی تھی۔ اسے اب سانس لینے میں مشکل ہونے لگی تھی۔ مگر وہ تو بری طرح اس کی سانسیں کھینچنے میں مگن تھا۔ سانس نا ملنے پر نائرہ کے جسم نے اچانک جھٹکا سا کھایا تھا۔ بالآخر ماہ دیر کو بھی اسکی حالت پر رحم آہی گیا تھا۔اس نے آہستہ سے نائرہ کے ہونٹوں کو چھوڑا۔ جبکہ ہاتھ ابھی تک اسکی دھڑکنوں پر ہی تھا۔۔۔نائرہ نڈھال ہوتی اسکے سینے پر سر رکھ گئی۔ اور ماہ دیر ایک ہاتھ سے اس کی پیٹھ تھپکنے لگا۔۔ کیا ہوا نائرہ جان۔ بخار کی وجہ سے اس کی آواز نقاہت زدہ سی تھی۔ نائرہ نے سر اٹھا کر شکوہ کنا نظروں سے اسے دیکھا۔ جو ہمیشہ ایسے ہی اس کی سانسیں چرایا کرتا

تھا۔۔۔اس کے ایسے دیکھنے پر ماہ دیر کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔ جس پر نائرہ مزید خفت کا شکار ہوئی۔ وہ غصے میں اس کے اوپر سے اٹھنے لگی تھی کہ ماہ دیر کے آنکھیں دکھانے پر رکی۔ مجھے نہ آپ سے بات ہی نہیں کرنی۔ میں تو اس وقت کو کوس رہی ہوں جب میں آپ کے کمرے میں آپکو جگانے آگئی تھی۔۔۔نروٹھے سے انداز میں کہتی وہ اپنا چہرہ پھیر گئی۔ جبکہ اب اس سے دور ہونے ہی غلطی نہیں کی تھی۔ جانتی جو تھی کہ اب یہ جن غصے میں آگیا تو اس کی شامت پکی تھی۔۔ماہ دیر نے سرد نگاہوں سے اس کی طرف دیکھتے اس کا جبڑا اپنی آہنی گرفت میں لیا۔ کتنی بار سمجھایا ہے تمھیں کے مجھ سے منہ مت پھیرا کرو۔ایک بار میں بات سمجھ نہیں آتی کیا تمھیں۔ماہ دیر نے بہت سختی سے اس کا جبڑا پکڑا ہوا تھا۔ نائرہ کی انکھوں میں آنسو چمکے۔۔ سوری۔۔ نظریں جھکا کر بس اتنا ہی جواب دیا گیا تھا۔اسے روتے دیکھ ماہ دیر نے اس کا جبڑا چھوڑ کر شدّت سے اسے خود میں بھینچا۔۔ سوری نہ کہو میری جان بس

مجھ سے دور جانے یا نظریں پھیرنے کی کوشش نہ کیا کرو۔ تمھیں پتہ ہے نہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔۔شدّت پسندی سے کہتا وہ اسے مزید سختی سے خود میں بھینچ گیا۔ماہ دیر آپ کو بہت تیز بخار ہے۔نائرہ نے اس کی توجہ بخار کی جانب کروائی۔ چھوڑو بخار کو تم پاس رھو بس یہ خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔اسے ایسے ہی بانہوں میں لیے وہ آنکھیں موند چکا تھا۔ جبکہ نائرہ بھی اس کے آرام کا سوچتی اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے خود بھی آنکھیں موند گئی۔

Ep : 2

درفشاں شاہ اس وقت لاؤنج میں کھڑی زاویار شاہ کا انتظار کر رہی تھی۔جو اسے پانچ منٹ کا کہتے نجانے کہاں گم ہو گیا تھا۔آج یونیورسٹی میں اس کا بہت اہم امتحان تھا۔اور ذاویار نے کہا تھا کہ وہی اسے یونیورسٹی چھوڑنے جائے گا۔

لیکن اب وہ اسے پانچ منٹ انتظار کرنے کا کہتے پچھلے بیس منٹ سے نجانے کہاں چلا گیا تھا۔ ابھی وہ غصے میں خود ہی باہر کی طرف بڑھتی کہ اس کی نظر سیڑھیوں سے اترتے اپنے بھائی کی طرف اٹھی۔ جو تھری پیس نیلے رنگ کے سوٹ میں ملبوس نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت لگ رہا تھا۔ سیاہ رنگ کی آنکھیں، لمبا قد، ہونٹ کے کنارے پر ایک تل جو اسکی شکل اور بھی خوبصورت بناتا تھا۔ بلاشبہ وہ ایک حسین مرد تھا۔۔۔ درفشاں شاہ نے زاویار کو دیکھتے ہی ناک سکوڑا۔ جس کی وجہ سے اسے اچھی خاصی دیر ہو چکی تھی۔ البتہ دل میں اس کی نظر اتارنا بلکل بھی نہیں بھولی تھی۔ وہ لگ ہی اتنا حسین رہا تھا۔ زاویار شاہ نے مسکرا کر اپنی لاڈلی بہن کی طرف دیکھا جو یقیناً اب اس سے ناراض ہو چکی ہو گی۔ اس کی ایک امپورتنٹ کال اگئی تھی۔ ورنہ وہ درفشاں کو کبھی انتظار نا کرواتا۔ چلیں۔۔۔ نیچے پہنچ کر اس نے درفشاں سے پوچھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کے پوچھنے پر درفشاں نے ہاں میں سر ہلایا

اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔پہلے ہی اسے بہت دیر ہو چکی تھی۔مزید بحث میں پڑ کر وہ اور دیر نہیں کرنا چاہتی تھی۔اسی لیے خاموشی سے باہر کی جانب چل دی۔۔

یہ تھا شاہ ولا جہاں اورنگزیب شاہ اپنے دو بیٹوں کے ساتھ مقیم تھے۔ان کے دو بیٹے اور دو ہی بیٹیاں تھیں۔سب سے بڑے بیٹے مظہر شاہ جن کی بیگم نوین شاہ تھی۔ان کے تین بچے تھے۔سب سے بڑا بیٹا ذاویار شاہ جو کہ شاہ گروپ آف انڈسٹریز کا مالک تھا۔اس سے چھوٹی نائرہ شاہ جو کے اپنی تعلیم مکمل کر چکی تھی اور اب گھر میں ہی ہوتی تھی۔اور پھر سب سے چھوٹی در فشاں شاہ جو ابھی یونیورسٹی میں ہی پڑھ رہی تھی۔مظہر شاہ کے بعد ان کی ایک بیٹی تھی۔جو کہ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ لندن میں مقیم تھیں۔ان کی ایک ہی بیٹی تھی۔ماورا جمیل۔جو کہ لندن میں ہی تعلیم حاصل کر رہی

تھی۔ سبینا بیگم کے بعد اورنگزیب صاحب کا ایک بیٹا تھا۔ جو کہ کچھ عرصے قبل ہی انتقال کر گئے تھے۔ ان کے چار بچے تھے۔ سب سے بڑا بیٹا ماہ دیر شاہ جو زاویار شاہ کے ساتھ ہی آفس میں ہوتا تھا۔ نائرہ شاہ اس کی بچپن کی منکوحہ تھی۔ اس سے چھوٹا حدائق شاہ جو پیشے سے وکیل تھا۔ تیسرے نمبر پر ہیر شاہ جو کے تعلیم مکمل کرنے کے بعد گھر میں ہی ہوتی تھی۔ اور سب سے چھوٹا معاذ شاہ جو تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ بشارت صاحب کے بعد سب سے چھوٹی اورنگزیب شاہ کی ایک بیٹی تھی پاکیزہ شاہ۔ ان کا ایک ہی بیٹا تھا۔ عدیل شاہ جو کے ایک پولیس والا تھا۔۔

زاویار شاہ کی گاڑی یونیورسٹی کے گیٹ کے عین سامنے آکر رکی۔ ٹھیک اسی ٹائم ایک اور گاڑی یونیورسٹی کے گیٹ کے سامنے آکر جھٹکے سے رکی تھی۔ زاویار شاہ نے ایک سَرسَری سی نظر سامنے موجود گاڑی پر ڈالی۔ وہ دونوں

گاڑیاں بلکل آمنے سامنے ہی کھڑی تھی۔ زاویار نے جیسے ہی سامنے دیکھا اور پھر وہ جیسے پلک تک جھپکنا بھول چکا تھا۔ سامنے ہی وہ دشمنِ جاں کسی گاڑی میں موجود تھی۔ اشنا خان کی نظر بھی زاویار پر پڑ چکی تھی۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ سیاہ آنکھیں نیلی آنکھوں سے ملی۔ اور پل بھر کو جیسے ساری دنیا رک سی گئی تھی۔ وہ دونوں آس پاس سے کے ماحول سے بیگانہ بس ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بے حس و حرکت بیٹھے تھے۔۔ اسے گاڑی سے نہ نکلتے دیکھ ابان خان نے جھنجھلا کر اسے دیکھا۔ اُترو گی یا بلڈوزر منگواؤں اب تمہارے لیے۔ مگر اشنا خان اسے سن ہی کہاں رہی تھی وہ تو بس سامنے دیکھنے میں مگن تھی۔ اسے جواب نہ دیتے دیکھ ابان نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔ جہاں وہ اور زاویار شاہ گاڑی میں بیٹھے انہی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اسے اشنا کے ساکت ہونے کی وجہ اب سمجھ میں آئی تھی۔۔۔۔ درفشاں شاہ کی آنکھوں میں ابان کو دیکھتے ہی نفرت سی پھیلی

تھی۔ جسے آبان خان بہت واضح طریقے سے دیکھ سکتا تھا۔اس کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھ کر دل میں تکلیف سی اُٹھی تھی۔ مگر وہ خود پر کنٹرول کرنا بہت اچھے سے جانتا تھا۔اس نے درفشاں سے نظریں ہٹا کر ایک نظر اشنا کو دیکھا اور اپنی گاڑی سے باہر نکل آیا۔اشنا نے بھی زاویار پر سے اپنی نظریں ہٹالی تھی۔زاویار شاہ بھی اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ چہرے پر موجود تھوڑی دیر پہلے والی نرمی آبان خان کو دیکھتے ہی غائب ہو چکی تھی۔درفشاں اور اشنا بھی باہر نکل آئی تھیں۔وہ دونوں ایک ہی یونیورسٹی میں پڑھتی تھی۔ لیکن دونوں کی کلاسز الگ الگ ہوتی تھی۔اسی لیے ان دونوں کی بہت کم ملاقات ہوتی تھی۔اور پھر کچھ درفشاں کی مغرور نیچر کو دیکھتے اشنا اس سے بات کرنا پسند بھی نہیں کرتی تھی۔ابھی اشنا بغیر کسی سے کوئی بات کیے اندر کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی کہ آبان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا۔اشنا نے حیرت سے آبان کو دیکھا۔اشنا کو یاد نہیں پڑتا تھا کہ اسے

کبھی آبان خان نے ہاتھ بھی لگایا ہو۔اور اب وہ اس کی کلائی پکڑے کھڑا تھا۔

یہ منظر دیکھتے زاویار شاہ کی آنکھوں میں جیسے خون اترا تھا۔اس نے مٹھیاں اتنی زور سے بھینچی کہ اشنا خان کو باآسانی آواز سنائی دی تھی۔ضبط کے باعث زاویار شاہ کی گردن کی رگیں تک پھول گئی تھی۔درفشاں نے پریشانی سے اپنے بھائی کے سرخ چہرے کی جانب دیکھا۔اُسے ڈر تھا کہ یہاں کوئی تماشا نہ لگ جائے۔۔کیا ہوا آبان بھا۔۔۔۔۔ابھی اشنا آبان سے اسے روکنے کی وجہ پوچھتی کہ آبان نے اسکے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کروایا۔

شّششش۔۔بات سنو میں لینے آؤں گا تمھیں چھٹی ٹائم مجھے کال کر لینا۔اس کی بات بیچ میں ہی کاٹ کر وہ بولا۔اشنا تو آج حیرت سے مرنے والی ہو رہی تھی۔لیکن اگلے ہی پل وہ چیخ کر اپنے منہ پر ہاتھ رکھ گئی۔زاویار نے آگے بڑھ کر ایک زوردار مکّہ آبان خان کے منہ پر جڑا تھا۔۔سالے ہمت کیسے ہوئی تیری اسے ہاتھ بھی لگانے کی۔میں جان سے مار دوں گا تجھے۔زاویار دھاڑتے

ہوئے اسے مارنے کے لیے پھر سے آگے بڑھا۔ لیکن اس سے پہلے کے وہ آبان تک پہنچتا اشنا خان نے جلدی سے ہوش میں آتے اس کا راستہ روکا۔ وہ مزید لڑائی نہیں چاہتی تھی۔۔ درمیان میں موجود اشنا خان کو دیکھتے زاویار رک سا گیا تھا۔ انکھوں میں زخمی سا تاثر اُبھرا۔ وہ آج بھی اس کے دشمن کو ہی بچا رہی تھی۔ آج بھی ہمیشہ کی طرح اشنا خان نے اسے تکلیف ہی دی تھی۔ ہٹو اشنا خان۔ میرا صبر مت آزماؤ۔ ورنہ آج میں کچھ غلط کر دوں گا۔ اور یقین کرو تم بھی مجھے نہیں روک سکو گی۔۔ اس کی بات پر اشنا نے زخمی آنکھوں سے اسے دیکھا جبکہ نیچ سے ابھی بھی نہیں ہٹی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو زخمی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ایک کی آنکھوں میں شکوہ تھا تو دوسرے کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ جبکہ پیچھے موجود آبان خان اپنا مقصد پورا ہوتے دیکھ ہلکا سا مسکرایا۔ لیکن ابھی وہ زاویار شاہ کو مزید آگ لگانا چاہتا تھا۔ اسی لیے پیچھے سے اپنے سامنے موجود اشنا خان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اور یہاں

زاویار شاہ کی بس ہوئی تھی۔اس نے اشنا کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ اشنا خان کٹی ڈال کی طرح اسکے چٹانی سینے سے آن ٹکرائی تھی۔کسی کو بھی زاویار شاہ سے ایسی حرکت کی اُمید نہیں تھی۔اشنا کو خود سے الگ کرتے زاویار شاہ آبان کی طرف بڑھا۔اور ایک مکّہ اس کے منہ پر مارنے ہی والا تھا کر آبان نے بیچ میں ہی اس کا ہاتھ روک کر دوسرے ہاتھ سے ایک زوردار مکّہ اس کے منہ پر مارا۔زاویار کا ہونٹ پھٹ چکا تھا۔وہ دونوں اب گتھم گتھا ہوئے ایک دوسرے کو جیسے جان سے مارنے کے درپر تھے۔اشنا اور درفشاں تو بوکھلا ہی گئی تھی۔زاویار کے منہ پر بس ایک ہی الفاظ تھے۔'ہاتھ کیسے لگایا تو نے میری چیز کو'یہی بات بار بار دہراتے وہ آبان خان کو مارے جا رہا تھا۔ سڑک پر لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہونا شروع ہو چکا تھا۔لوگ اُن دو مشہور بزنس مین کو جاہلوں کی طرح سڑکوں پر لڑتے دیکھ رہے تھے۔ہجوم میں چے میگوئیاں شروع ہو چکی تھیں۔کچھ لوگوں نے ویڈیوز بنانا شروع کر دی تھی۔

وہ دونوں ہی شہر کی مقبول ہستیاں تھی۔ شاید ہی کوئی ہو جو ان دونوں کو نا جانتا ہو۔۔ بالآخر تنگ آ کر اشنا ہی ان دونوں کی طرف بڑھی۔ زاویار شاہ جو کے آبان کہ منہ پر مارنے ہی لگا تھا بیچ میں موجود اشنا کو دیکھتے اس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔ اس کا حلیہ بہت برا ہو چکا تھا۔ دونوں کا یہی حال تھا۔۔ ناک اور منہ سے خون نکل رہا تھا۔ جبکہ کپڑے سارے مٹی میں لت پت ہو چکے تھے۔ اشنا کو دیکھتے اس نے ہاتھ کی مٹھی زور سے بند کی۔۔۔ بس کریں۔ اخر آپ ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں۔ سڑک پر تماشا لگانا ضروری ہے کیا؟ اشنا نے خون خوار نگاہوں سے زاویار سے دیکھتے کہا۔ آبان کو وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔ ایسا نہ ہوتا کہ وہ آبان کو کچھ کہتی اور بدلے میں وہ اسے ہی ایک تھپڑ مار دیتا۔ ابان سے تو اسے ویسے بھی بہت ڈر لگتا تھا۔ اسی لیے اپنا غصّہ زاویار پر نکالنا ہی مناسب سمجھا۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار اسے کبھی بھی ڈانٹ نہیں سکتا۔ نا ہی وہ اس پر کبھی غصّہ کر سکتا تھا۔ زاویار نے اس کی بات پر ایک نظر

ہجوم پر ڈالی۔ غصے میں وہ یہ تو بھول ہی چکا تھا کے وہ لوگ یونیورسٹی کے بلکل سامنے سڑک پر کھڑے تھے۔ لوگ ابھی تک تصاویر اور ویڈیوز بنانے میں مصروف تھے۔ زاویار نے ہجوم میں موجود ایک لڑکے کے ہاتھ سے موبائل کھینچا جو ان ہی کی ویڈیو بنا رہا تھا۔ اور اپنی گاڑی کے پیچھے موجود گارڈز کی گاڑی میں سے ایک کو باہر آنے کا اشارہ کیا۔ گارڈز اس کے حکم پر فوراً سے پہلے باہر نکلے تھے۔ انھیں زاویار نے اپنی اجازت کے بغیر گاڑی سے نکلنے سے سختی سے منع کیا ہوا تھا۔ اسی لیے وہ لڑائی کے دوران گاڑی میں ہی بیٹھے رہے تھے۔ گارڈ ادب سے ہاتھ باندھ کر زاویار کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں موجود لڑکے کا موبائل گارڈ کے ہاتھ میں پکڑایا اور بولا۔ جو جو ویڈیوز بنا رہا تھا اُن سب کو اٹھا لو۔ شام تک یہ سب مجھے اپنے فارم ہاؤس میں چاہیے ہیں۔ اور یاد رکھنا اگر ایک بھی ویڈیو یا تصویر سوشل میڈیا پر مجھے نظر آئی تو تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گا میں۔ مائنڈ اٹ۔۔۔ اپنی بات کہہ کر وہ ناک سے

نکلتا خون صاف کر کے گاڑی کی طرف بڑھا۔ ہجوم میں موجود لوگوں نے یک دم ہی اپنے موبائل نیچے کیے تھے۔ کچھ نے تو اسی وقت ویڈیو ڈیلیٹ کر دی تھی۔۔۔ گارڈز اب ہجوم میں موجود لوگوں کے موبائل کی تلاشی لے رہے تھے۔ اشنا گہری سانس بھر کر یونیورسٹی کی طرف بڑھ گئی۔ البتہ دل میں موجود محبت اس شخص کے لیے مزید بڑھی تھی۔ ایک یہی شخص تو تھا جو اس کی کبھی کوئی بات نہیں ٹالتا تھا۔ لیکن انجانے میں اشنا اسی شخص کے ساتھ بہت زیادتی کر چکی تھی۔ اور اُسے اس بات کا احساس بھی تھا۔ لیکن حالات اسکے بس میں نہیں تھے۔۔ درفشاں نے ایک نظر آبان خان کو دیکھا جو اب اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اور پھر اندر کی جانب بڑھ گئی۔ ابان خان اس کی نظروں کی تپش اپنے اوپر بخوبی محسوس کر چکا تھا۔ مگر پلٹنا گوارہ نہیں کیا۔ وہ انا پرست آدمی تھا۔ جو ایک بار منہ موڑ لیں دوبارہ ان لوگوں کو پلٹ کر دیکھنا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کے وہ دونوں ہی ایک جیسے

تھے انا پرست تو غلط نہیں ہو گا۔ در فشاں اور ابان دونوں ہی ایک جیسے تھے۔۔ آبان خان گاڑی میں آ کر بیٹھا اور ایک گہرا سانس لیا۔ اُسے پتہ تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ یہ لڑائی اس نے جان بوجھ کر ہی کی تھی۔ اب بس اسے اس دن کا شدّت سے انتظار تھا جب اس کا مقصد پورا ہونا تھا۔

راحیل خان ایئر پورٹ پر موجود تھا۔ وہ آج ہی امریکہ سے واپس آیا تھا۔ گھر میں اس نے کسی کو بھی اپنے آنے کی اطلاع نہیں دی تھی۔ وہ کسی کو بتانا ضروری نہیں سمجھتا تھا۔۔ راحیل خان کی پڑھائی مکمل ہو چکی تھی۔ اور اب وہ مستقل طور پر ہی پاکستان واپس آ چکا تھا۔ اس کے کچھ دوست استقبال کے لیے ایئر پورٹ پر ہی کھڑے تھے۔ راحیل جیسے ہی پہنچا انہوں نہ مل کر اس پر پھولوں کی برسات کی۔ راحیل خان باری باری سب سے گلے ملا۔ حال احوال پوچھنے کے بعد وہ سب کے ساتھ باہر کی جانب بڑھا۔ آج پورے پانچ

سال بعد اس نے پاکستان کی زمین پر قدم رکھا تھا۔ کیا کچھ نہیں بدل گیا تھا ان پانچ سالوں میں۔ خان ولا میں موجود ہر شخص ہی بدل گیا تھا۔۔۔۔ راحیل خان اس وقت بلیک کلر کی جینز کے اوپر وائٹ کلر کی ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔ چھّ فٹ سے نکلتا قد، گوری رنگت، بھوری آنکھیں، گولڈن بال جو اس وقت ماتھے اور بکھرے تھے۔ چوڑی جسامت وہ ایک بھرپور مرد تھا۔ چہرے پر ڈھیروں سنجیدگی لیے وہ لوگوں کو پلٹ کر خود کو دیکھنے پر مجبور کر رہا تھا۔ وہ تھا ہی اتنی پرکشش شخصیت کا مالک کہ ہر کوئی اسے مڑ کر دیکھنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ جبکہ وہ سب کی نظروں کو اگنور کرتا اپنے دوستوں کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھا۔ گاڑی میں چلاؤں گا۔۔ اپنے دوست سے گاڑی کی چابی لیتے اس نے جیسے حکم دیا تھا۔ اسکے دوست نے بھی کندھے اچکا کر چابی اسکے ہاتھ میں پکڑا دی۔ اور خود دوسری طرف جا کر پیسنجر سیٹ پر بیٹھا۔ ان لوگوں کی گاڑی اب کراچی کے راستوں پر رواں دواں تھی۔۔ اوئے کس طرف جانا ہے بتاؤ؟

راحیل نے اپنے دوستوں سے پوچھا۔اس کا ابھی گھر جانے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔اسی لیے دوستوں کے ساتھ تھوڑی دیر وقت گزارنے کا سوچا۔اس کی بات پر گاڑی میں خاموشی سی چھا گئی تھی۔اس کے دوستوں نے بے ساختہ ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔کیا مطلب کس طرف جانا ہے۔تو گھر نہیں جا رہا کیا؟ان میں سے ایک نے پوچھا۔نہیں یار گھر ابھی نہیں جا رہا میں ۔دل نہیں کر رہا میرا۔تم لوگ بتاؤ کہاں چلیں؟اس کی بات پر سب نے پھر سے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔راحیل نے ان کی یہ حرکت بخوبی نوٹ کی تھی۔اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔اگر تم لوگ میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتے تو کوئی بات نہیں میں فارم ہاؤس پر چلا جاتا ہوں۔راحیل خان انہیں دیکھ کر مخاطب ہوا۔وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں انکا بات کرنا بخوبی دیکھ رہا تھا۔وہ ایک زیرک نگاہ رکھنے والا شخص تھا۔اس کی بات پر سب دوستوں نے بے ساختہ ہی نفی کی۔پھر ایک بالآخر بول ہی اٹھا۔یار ہم سب یہاں

نزدیک ہی ایک کوٹھا ہے اُدھر جانا چاہ رہے تھے۔ سنا ہے آج نیا مال آیا ہے ادھر۔ تو سوچا ذرا ہم بھی نئے مال کا ذائقہ چکھ لیں۔۔ کمینی سے ہنسی چہرے پر سجائے وہ راحیل کو اصل بات بتا گیا تھا۔ راحیل نے اس کی بات سمجھ کر سر ہلایا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد بول اٹھا۔ کس طرف ہے کوٹھا بتاؤ مجھے۔ اس کے پوچھنے پر سب دوستوں نے بی حیرت سے اسے دیکھا۔ جبکہ وہ بلکل سکون سے ڈرائیو کر رہا تھا۔۔۔ تو ہمارے ساتھ جائے گا کوٹھے پر؟ ایک نے برت سے اس سے سوال کیا۔ کیوں کہ وہ سب ہی جانتے تھے کے پانچ سال پہلے تک راحیل کو ان سب چیزوں سے کس حد تک نفرت تھی۔ مگر آج وہ خود کوٹھے پر جانا چاہتا تھا۔ سب کا حیران ہونا تو بنتا ہی تھا۔۔ اوہ کم اون! میں امریکہ جیسے ملک میں رہ کر آیا ہوں۔ میرے لیے یہ سب اب بہت عام سی چیزیں ہیں۔ انفیکٹ اگر تم لوگ نہ بتاتے تو میں خود ہی یہاں کا کوئی اچھا سا

کوٹھا ڈھونڈ لیتا۔ اس کے دوست اس بات پر خاموش سے ہو گئے تھے۔ اور پھر اسے کوٹھے کہ راستہ بتایا۔

وہ لوگ تھوڑی ہی دیر میں کوٹھے کے اندر موجود تھے۔ راحیل بہت باریک بینی سے ہر چیز کا جائزہ لے رہا تھا۔ بہت سی لڑکیاں رقص کرنے میں مصروف تھی۔ پاؤں میں گھنگرو ڈالے وہ بہت مہارت سے رقص کر رہی تھی۔ جبکہ وہاں موجود لوگ ان لڑکیوں کا رقص دیکھتے ان پر پیسے لُٹا رہے تھے۔ ایک طرف ایک موٹی سی عورت چہرے پر ڈھیروں میک اپ لگائے بیٹھی تھی۔ شاید وہ اس کوٹھے کی بائی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سارے دوست ایک ایک لڑکی کو لیتے کمرے میں بند ہو چکے تھے۔ اب وہاں صرف راحیل ہی کھڑا رہ گیا تھا۔ اچانک ایک لڑکی آتے اس کے گلے میں بانہیں حائل کر گئی۔ راحیل نے ایک سنجیدہ سی نظر اس لڑکی پر ڈالی۔ جو بے باکی سے

اس کے سینے پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ کیا ہوا بابو تم ایسے کیوں کھڑے ہو۔ کوئی اچھی نہیں لگ رہی کیا؟ مسکرا کر کہتی وہ راحیل کے چہرے پر بھی مسکراہٹ کے آئی تھی۔ راحیل نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے نزدیک کیا۔ وہ اس کے سینے سے بری طرح ٹکرائی تھی۔ ابھی تک تو کوئی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ ہاں لیکن اب ایک لڑکی اچھی لگ گئی ہے۔ وہ طوائف اس کی بات پر قہقہہ لگا کر ہنسی۔ وہ سے کوٹھے کی سب سے حسین طوائف تھی۔ چندا بائی نے راحیل کو دیکھتے ہی اسے راحیل کے پاس بھیجا تھا۔ اسے راحیل بہت موٹی آسامی لگ رہا تھا۔ اور جیسے وہ ہر جگہ دیکھ رہا تھا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ ضرور اسے کوئی بھی لڑکی پسند نہیں آرہی ہو گی۔ اسی لیے چندہ بائی نے اس کوٹھے کی اب تک کی سب سے حسین لڑکی کو اس کے پاس بھیجا تھا۔ اچھا اور وہ کون ہے۔ جو تمھیں پسند آئی ہے۔ انگلی اس کے ماتھے سے ہونٹوں تک لاتے اس نے راحیل سے پوچھا۔ راحیل نے اس کی یہی انگلی دانتوں تلے دبائی تھی۔ اور

پھر اس کی گردن پر ہونٹ رکھتے اس سے پوچھا۔ اجازت ہے؟ لڑکی اس کی بات پر ایک بار پھر سے قہقہہ لگا کر ہنسی تھی۔ طوائفوں سے اجازت نہیں لیتے بابو۔ بس اُن کے جسم سے خود کو سکون پہنچا کر معاوضہ دیتے ہیں۔ راحیل نے اس کی بات پر سمجھ کر سر ہلایا۔ چلو پھر اندر کس بات کی دیر ہے۔ لڑکی راحیل کو لیے ایک کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ کمرہ زیادہ بڑا نہیں تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی لڑکی راحیل کی طرف مڑی۔ جو بیڈ پر جا کر اپنی شرٹ اُتار رہا تھا۔ پہلے کبھی دیکھا نہیں تمھیں یہاں پر؟ مہر ماہ نے اس کے قریب جا کر راحیل کی گود میں بیٹھتے پوچھا۔ ہاں پانچ سالوں بعد آج ہی امریکہ سے آیا ہوں۔۔ راحیل اپنے ہاتھ اس کی کمر کے گرد باندھتے اسے بتاتے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لے گیا۔ وہ مزید کوئی وقت ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ بارہ بجے سے پہلے اسے گھر بھی پہنچنا تھا۔ مہر ماہ اس کا پورا پورا ساتھ دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد راحیل نے آہستہ سے اس سے ہونٹوں کو

چھوڑا اور اسے اپنی گود سے اٹھایا۔۔

"Remove your clothes"

راحیل بیڈ پر آرام سے لیٹتے اسے حکم دے گیا۔ مہر ماہ نے فوراً سے ہی اس کے حکم کی تعمیل کی تھی۔۔ اپنی شرٹ ریمو کرتے اب وہ اپنا ٹراؤزر بھی اُتار گئی۔ وہ صرف نیٹ کے دو پردوں میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔ راحیل نہایت بے باکی سے اس کے بدن کا جائزہ لے رہا تھا۔۔۔ اِدھر آؤ۔۔۔ پھر سے حکم دیا گیا۔ مہر ماہ اس کے پاس پہنچی تو راحیل نے ہاتھ سے پکڑ کر اسے اپنے اوپر گرایا۔ اور پھر کروٹ بدل کر اسے اپنے نیچے کر گیا۔ اس کے سینے سے بلیک نیٹ کا یہ آخری پردہ بھی ہٹاتے وہ اس کی دھڑکنوں پر شدّت سے جھکا۔ اس کے ایک سینے کو ہاتھ سے مسلتا جبکہ دوسرے کو ہونٹوں سے چومتے وہ خود کو اور مہر ماہ کو سکون کی گہرائیوں میں لے گیا تھا۔ مہر ماہ کو یاد نہیں پڑتا تھا کہ کبھی اُسے اس سے پہلے کسی نے اتنے آرام سے چھوا ہو۔۔ کافی دیر اس کے

ابھاروں پر نشان چھوڑنے کے بعد وہ ایک جھٹکے سے اس کی روح میں اُترا۔ مہر ماہ بھی اس کا ساتھ دیتی خود کو اور اسے دونوں کو سکون پہنچا رہی تھی۔ تھوڑی دیر ایسے ہی اسکے بدن کے ساتھ کھیلنے کے بعد راحیل پیسے دیتا وہاں سے نکل گیا تھا۔ بارہ بجے سے پہلے اسے گھر بھی پہنچنا تھا۔ کوٹھے سے نکلنے سے پہلے مہر ماہ نے اس سے پوچھا تھا۔ پھر کب آؤ گے ؟ مہر ماہ راحیل خان کی دیوانی ہو چکی تھی۔ ایک اس شخص کی پرسنالٹی اور دوسرا اس نے جس طرح نرمی سے اسے چھوا تھا۔ وہ اس شخص کی دیوانی ہو چکی تھی۔ راحیل اس سے دوبارہ بہت جلد آنے کا وعدہ کرتا کوٹھے سے نکلتا چلا گیا۔ پیچھے مہر ماہ کو جیسے کوٹھا ویران لگنے لگا تھا۔۔۔

Ep : 3

زاویار شاہ طیش والم کی کیفیت میں آفس میں داخل ہوا۔اس کا چہرہ حد درجہ سپاٹ تھا۔آنکھیں گلابی ہو رہی تھی۔جبکہ اپنا حلیہ اب وہ کچھ حد تک درست کر چکا تھا۔آفس میں داخل ہوتے ہی کئی لوگ اس سے سلام کر کے آگے بڑھ رہے تھے۔وہ کسی کے بھی سلام کا جواب دیے بغیر سیدھا اپنے کیبن میں آیا۔پیچھے ہی اس کا پی اے بھی آفس میں داخل ہوا تھا۔سر آج آپ کی دس بجے لغاری انڈسٹریز کے مالک کے ساتھ میٹنگ ہے۔اس کے پی اے نے اسے اج کا شیڈول بتانا شروع ہی کیا تھا کہ زاویار نے ہاتھ کے اشارے سے اسے مزید کچھ بھی بولنے سے منع کیا۔زاویار کو اس وقت تنہائی چاہیے تھی۔

تم جاؤ آج کی ساری میٹنگز کینسل کر دو۔میری کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے آج۔۔۔۔لیکن سر آج بہت امپورٹنٹ میٹ۔۔۔۔ابھی پی اے مزید کچھ بولتا کہ زاویار دھاڑا۔کہاں نا کینسل کر دو تو بس کر دو۔میں تمھارا باس ہوں تم میرے نہیں۔دفع ہو جاؤ یہاں سے۔پہلی بار زاویار نے اس سے اس لہجے

میں بات کی تھی۔پی اے اس سے معذرت کرتا آفس سے باہر نکل گیا۔۔۔اس کے جاتے ہیں زاویار نے آفس میں موجود ایک ایک چیز کو اٹھا کر نیچے پھینکا۔غصے کی وجہ سے اس کے دماغ کی رگیں جیسے پھٹنے کو تھیں۔اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار وہی منظر لہرا رہا تھا۔جب آبان خان نے اشنا کے کندھے اور ہونٹوں پر ہاتھ رکھا تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ آبان اور اشنا دونوں کو ہی جان سے مار دے۔ہاں اشنا کو بھی بھلا وہ کیسے کسی غیر مرد کو خود کو ہاتھ لگانے دے سکتی تھی۔وہ صرف اس کی تھی۔صرف زاویار شاہ کی۔اس نے آبان خان کے منہ پر ایک تھپڑ کیوں نہیں مارا۔۔یہی بات زاویار کو اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔۔۔۔زاویار نے چیختے ہوئے ٹیبل پر موجود تمام فائلوں کو ہاتھ مار کے زمین اور پھینکا۔کچھ ہی دیر میں وہ پورے آفس کا حلیہ بگاڑ چکا تھا۔اب وہ چیختے ہوئے دیوار پر مکّے مار رہا تھا۔آفس کا کمرہ ساؤنڈ پروف تھا اسی لیے اس کی آوازیں باہر کوئی بھی نہیں سن سکتا

تھا۔۔۔ تھوڑی دیر مزید ایسے ہی اپنا غصّہ نکالنے کے بعد زاویار چیئر پر بیٹھا۔ ایک ہاتھ سے اپنا سر جکڑے وہ ہلکا ہلکا دبانے لگا۔اس کا دماغ جیسے پھٹنے کے در پر تھا۔ کچھ دیر ایسے ہی پڑے رہنے کے بعد وہ سیدھا ہوا۔اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ بالآخر ایک فیصلے پر پہنچ کر وہ اٹھا اور آفس سے باہر نکلا۔۔اس کا پی اے باہر ہی کھڑا تھا۔ رحیم کاکا سے بول کر میرے آفس کی صفائی کرواؤ۔ پی اے کو حکم دیتے وہ باہر کی طرف بڑھ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ جو بھی اس نے سوچا ہے وہ آسان نہیں تھا۔ لیکن ناممکن بھی ہر گز نہیں تھا۔۔ بس تھوڑا دماغ لگانے کی ضرورت تھی۔۔۔۔

راحیل خان بارہ بجنے سے بیس منٹ پہلے ہی گھر پہنچ چکا تھا۔ گارڈز نے گیٹ پر اسے دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا تھا۔ راحیل خان دبے پاؤں گھر میں داخل ہوا۔ لاؤنج میں سنّاٹا چھایا ہوا تھا۔ شاید سب لوگ اپنے کمروں میں سو رہے

تھے۔۔وہ اِدھر اُدھر دیکھتے اوپر کی جانب بڑھا۔ابھی وہ کسی سے بھی ملنا نہیں چاہتا تھا۔وہ صبح والے لباس میں ہی ملبوس تھا۔اوپر جاتے اس نے زارا خان جو کہ اس کی لاڈلی اور اکلوتی بہن تھی کہ کمرے کی جانب قدم بڑھائے۔ابھی وہ زارا کے کمرے کا دروازہ کھولنے ہی لگا تھا کہ زارا کے ساتھ والے کمرے میں سے اشنا خان دروازہ کھول کر بابر نکلی۔۔۔۔اشنا پانی لینے کے لیے کچن میں جانے کی غرض سے کمرے سے نکلی تھی۔اندھیرے میں ایک دیو ہیکل وجود کو دیکھتے اس کے پسینے چھوٹے۔اندھیرے میں وہ راحیل کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی تھی۔اسی لیے اسے کوئی چور تصّور کر رہی تھی۔راحیل بھی اشنا کو دیکھ چکا تھا۔ اور اس کے چہرے پر چھائے ڈر کے تاثرات بھی وہ مخوبی محسوس کر رہا تھا۔ کہ اچانک سے اشنا خان کی چیخ اس کے کانوں میں پڑی۔بچاؤ۔۔بچاؤ۔۔چور ۔۔۔۔چور وہ برے طریقے سے چیخنا شروع ہو چکی تھی۔۔راحیل نے جلدی سے آگے بڑھتے اسکے منہ پر ہاتھ رکھا۔ورنہ اس کا کوئی بھروسہ نہیں تھا وہ

چیخ چیخ کر سارے گھر کو اکٹھا کر لیتی۔۔اسے اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے دیکھ اشنا خان اپنا سانس تک روک چکی تھی۔راحیل اس کا سانس روکنا بھی بخوبی محسوس کر چکا تھا۔وہ اسے لیے ذرا سائڈ پر ہوا۔ہاتھ ابھی تک منہ پر ہی رکھا ہوا تھا۔سانس لو۔۔۔راحیل اس کے کان کے پاس جھک کر غرایا۔۔اشنا پر خوف اس قدر حاوی تھا کے وہ اس کی آواز بھی نہیں پہچان سکی تھی۔اس نے ابھی بھی سانس نہیں لیا تھا۔اسے ابھی تک سانس نا لیتے دیکھ راحیل نے اس کی کمر پر اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھایا۔۔سانس لو اشنا خان ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔مقابل کے منہ سے اپنا نام سن کر اشنا کے چہرے پر الجھن پھیلی۔اس نے چہرہ موڑ کر راحیل کی شکل دیکھنی چاہی۔لیکن اس سے پہلے ہی راحیل نے اپنا ہاتھ اس کے چہرے سے ہٹا کر اسے خود سے دور کیا۔وہ سمجھ چکا تھا کہ مقابل اسے پہچان گئی ہے۔راحیل بھائی آپ۔۔اشنا اسے دیکھتے ہی خوشی سے چہکی۔راحیل نے اسے نظر اٹھا کر ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔وہ اپنے جوتوں پر

نظریں جمائے ہوئے تھا۔ راحیل بھائی آپ نے تو میری جان ہی نکال دی تھی۔ ایسے اپنے ہی گھر میں چوری چھپے کون آتا ہے؟ اور آپ امریکہ سے کب آئے؟ اشنا کی زبان قینچی کی طرح کام کرنا شروع ہو چکی تھی۔ بس ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی امریکہ سے یہاں پہنچا ہوں۔ سیدھا گھر آ گیا۔ گھر میں کسی کو اس لیے نہیں بتایا کیوں کہ میں سب کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ ابھی تم میرا سرپرائز خراب کر دیتی۔۔۔ نظریں ہنوز جھکائے اس نے اشنا کی بات کا جواب دیا۔ اشنا اس کی بات پر ہلکا سا ہنسی۔ سوری راحیل بھائی لیکن مجھے بھی تو نہیں پتہ تھا نہ کے یہ آپ ہیں۔ ورنہ میں کبھی اس طرح شور نہ مچاتی۔۔۔ اور آپ یہ ایسے میرے سامنے نظریں کیوں جھکا کر کھڑے ہیں؟ اشنا نے الجھن بھرے انداز میں سوال کیا۔ اس کے سوال پر راحیل کے گلے میں گلٹی سی اُبھر کر معدوم ہوئی۔ اسے نظریں اٹھا کر دیکھنا کتنا مشکل تھا مقابل یہ بات کبھی سمجھ ہی نہیں سکتی تھی۔ راحیل نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔۔ اور پھر وہ

جیسے پلک تک جھپکنا بھول چکا تھا۔اشنا خان اس وقت سلک کی فل گاؤن نائیٹی میں ملبوس تھی۔ریڈ کلر کی سلک کی نائیٹی میں وہ اپنا حشر برپا کرتا بدن لیے اس کے سامنے کھڑی تھی۔اگلے ہی لمحے راحیل جلدی سے زارا کے کمرے کی طرف بڑھا۔پیچھے اشنا اسے آوازیں دیتی رہ گئی۔لیکن اس نے دوبارہ پیچھے مڑنے کی غلطی نہیں کی تھی۔وہ جانتا تھا کہ اشنا خان زاویار شاہ کی امانت ہے۔

آج سے ساڑھے پانچ سال پہلے اس کی منگنی کے دن ہی تو راحیل خان گھر چھوڑ کر گیا تھا۔اس کے اندر اشنا کو کسی اور کے ساتھ دیکھنے کی جیسے ہمت نہیں تھی۔۔۔۔۔اب یہ محبت تھی یا کچھ اور وہ آج تک خود بھی سمجھ نہیں سکا تھا۔کیا کچھ نہیں کیا تھا اس نے اشنا کو بھلانے کے لیے۔اپنا گھر تک چھوڑ چکا تھا۔حرام کام میں سکون ڈھونڈنا چاہا۔مگر وہ محض ایک لمحے میں ہی اس کی ساری محنت پر پانی پھیر گئی تھی۔اور وہ پھر سے وہی پانچ سال پہلے جا کھڑا ہوا تھا۔

راحیل زارا کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ زارا شاید سو رہی تھی۔ بارہ بج کر دس منٹ ہو چکے تھے۔ جلدی کرتے کرتے بھی وہ اشنا کی وجہ سے لیٹ ہو چکا تھا۔ گہری سانس بھر کر وہ زارا کے بیڈ کی طرف بڑھا۔

آج زارا خان کی سالگرہ تھی۔ گھر میں بھلے ہی کسی کو یاد ہو یا نہ ہو۔ لیکن راحیل خان اپنی اکلوتی بہن کی سالگرہ کیسے بھول سکتا تھا بھلا؟ بیڈ کے قریب پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ زارا سو نہیں

رہی تھی۔ وہ بس کمبل منہ پر ڈالے لیٹی تھی۔ اس کے منہ سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد سسکیاں اُبھر رہی تھی۔ شاید وہ بہت زیادہ رو رہی تھی۔

راحیل نے پریشانی سے اس کے بیڈ پر بیٹھ کمبل اس کے چہرے سے ہٹایا۔۔ کمبل ہٹانے پر معلوم ہوا وہ بری طرح رو رہی تھی۔ اس کی آنکھیں شدید سرخ ہو رہی تھی۔ راحیل نے اسے اس حالت میں دیکھ کر اپنی مٹھیاں بھینچی۔ وہ جانتا تھا کہ زارا خان کس وجہ سے رو رہی ہے۔ زارا خان اپنے

سامنے اتنے عرصے بعد اپنے بھائی کو دیکھتے بے یقین ہوئی۔۔ وہ اسے اپنا وہم سمجھ رہی تھی۔ لیکن ہوش تو تب آیا جب راحیل نے اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگاتے اس کے سر پر شفقت بھرا بوسا دیا۔ بھائی یہ سچ میں کیا آپ ہیں؟ زارا خان کو جیسے ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا۔ وہ تقریباً ساڑھے پانچ سالوں بعد اپنے بڑے بھائی کو دیکھ رہی تھی۔ یقین کرنا تھوڑا مشکل تھا۔ راحیل خان اسے آج بھی بلکل ویسا ہی لگا تھا جیسا وہ پانچ سال پہلے تھا۔ ہاں لیکن اب وہ پہلے سے زیادہ ہینڈسم اور پیارا ہو گیا تھا۔ میرا بچہ رو کیوں رہا تھا۔ کیا پریشانی ہے بتاؤ بھائی کو؟ وجہ جانتے بوجھتے بھی اس نے انجان بنتے پوچھا۔ کچھ نہیں بھائی وہ تو بس ایسے ہی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے۔ زارا نے مسکرا کر جواب دیا۔ وہ اپنی وجہ سے راحیل کو اُداس نہیں کرنا چاہتی تھی۔ راحیل نے بھی بات کو زیادہ کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ اچھا چلو اٹھو میرے ساتھ چلو تمھیں ایک چیز دکھانی ہے۔۔ زارا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ایسی کیا چیز

تھی جس کے لیے وہ اتنی جلدی مچا رہا تھا۔ بھائی کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ آپ امریکہ کی کسی گوری سے شادی کر آئے ہیں۔ اور اب سب سے پہلے مجھے بتانا چاہتے ہیں تاکہ گھر والوں کو منانے میں، میں آپ کا ساتھ دوں؟ زارا نے ابرو اچکا کر دادی اماں کی طرح پوچھا۔ اس کی بات پر بے ساختہ ہی راحیل کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری۔ وہ اس کا دھیان بٹانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اور زارا بھی اب رونا چھوڑ اپنی ٹون میں واپس آ چکی تھی۔ راحیل نے ہلکے سے اس کے سر پر چت لگائی۔ پاگل اگر ایسا کچھ ہوتا تو میں ڈنکے کی چوٹ پر اپنی بیگم کو اس گھر میں لاتا۔۔ تمھارا بھائی کسی سے ڈرتا تھوڑی ہے۔ زارا اس کی بات پر ہنس دی۔ اچھا چلو اب جلدی پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے۔ راحیل اسے اپنے بازو کے حلقے میں لیے کمرے سے باہر نکلا۔ اس کا رخ چھت کی جانب تھا۔ جہاں اُس نے زارا کی سالگرہ کا سارا انتظام کروایا تھا۔ چھت پر پہنچنے سے پہلے ہی وہ زارا کی آنکھوں پر پٹی باندھ چکا تھا۔ وہ دونوں چھت پر

آئے۔ جہاں بے حد خوبصورت ڈیکوریشن ہوئی ہوئی تھی۔ راحیل نے آہستہ سے زارا کی آنکھوں سے پٹّی اُتاری۔ سامنے کا منظر دیکھ کر زارا مبہوت ہوئی ۔ چھت پر جگہ جگہ سرخ رنگ کے غبارے بکھرے ہوئے تھے۔ آس پاس جگمگاتی روشنیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ اور سامنے ہی ٹیبل پر ایک بڑا سا کیک پڑا تھا۔ ٹیبل کے پیچھے، پیپی بر تھڈے پرینسیس غباروں کے الفابیٹس کی صورت میں لکھا ہوا تھا۔ ابھی وہ یہی اب دیکھ رہی تھی۔ کہ راحیل نے زارا کی توجہ اوپر آسمان کی طرف کروائی۔ جہاں پر، پیپی بر تھڈے زارا لکھا ہوا نظر آرہا تھا۔ اچانک ہی اس پر اوپر سے پھولوں کی برسات ہونا سٹارٹ ہو چکی تھی۔ شاید وہاں کوئی ہیلی کاپٹر تھا۔ زارا مبہوت ہوئی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ راحیل نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھاما۔ زارا پر جیسے سکتا ٹوٹا تھا۔ وہ بے اختیار ہی راحیل کے گلے سے جا لگی۔ بھائی آپ کو یاد تھا؟ بھیگی آواز میں اس نے راحیل سے پوچھا۔ میں بھلا اپنے بیٹے کی سالگرہ کیسے بھول سکتا ہوں۔

بھائی آپ کو پتہ ہے میں نے پچھلے پانچ سالوں میں ایک بار بھی اپنی سالگرہ نہیں منائی۔ اشنا کے علاوہ کوئی بھی مجھے وش بھی نہیں کرتا تھا۔ کہتے کہتے اس کی آنکھوں میں آنسو بھرتے جارہے تھے۔ اور راحیل نے اس سے نظریں چرائی۔ اس سب میں وہ اپنی بہن کو بلکل ہی بھول چکا تھا۔۔۔۔ بس میرا بچہ روتے نہیں ہیں۔ اب بھائی آگئے ہیں نہ اب سارا کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ بس پریشان نہیں ہونا۔ آؤ کیک کٹ کریں۔ بھول جاؤ سب پرانی باتیں۔ راحیل نے نرمی سے اسے سمجھایا۔ البتہ اپنا دل زارا کی حالت دیکھ کر شرمندگی کی گہرائیوں میں تھا۔ وہ اسے اپنے ساتھ لیے ٹیبل کی طرف بڑھا۔۔۔۔ زارا بھی رونا چھوڑ اب خوشی سے کیک کاٹ رہی تھی۔ راحیل نے سونگ پلے کیا۔ اور پھر زارا نے کیک کاٹا۔۔ اسی طرح ہنسی خوشی وہ دونوں بہن بھائی کسی کو بھی شامل کیے بغیر اپنی خوشی منا چکے تھے۔۔۔۔۔

زاویار شاہ شام کے سات بجے گھر میں داخل ہوا۔ آفس کے بعد وہ اپنے فارم ہاؤس چلا گیا تھا۔ جو اس نے سوچا تھا اب بس اس پر عمل کرنے کہ وقت تھا۔ وہ بنا کسی سے کوئی بھی بات لیے سیدھا اورنگزیب صاحب کے کمرے کی طرف بڑھا۔ لیکن اورنگزیب صاحب کمرے میں موجود نہیں تھے۔ زاویار نے کمرے میں ہی موجود اسٹڈی کا دروازہ کھولا۔ اور اس کی توقع کے عین مطابق دادا جی اسٹڈی ٹیبل کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھے شاید کسی کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر انہوں نے سر اٹھا کر اپنے سامنے موجود زاویار کو دیکھا۔ السلام و علیکم دادا جی ! زاویار نے ادب سے ان کے آگے جھک کر انھیں سلام کیا۔ وعلیکم السلام ! کیسے ہو برخوردار۔۔ دادا جی نے ساتھ ہی اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں ٹھیک دادا جی آپ بتائیں ؟ نرمی سے جواب دے کر زاویار نے اب کی بار ان سے پوچھا۔ بس شکر ہے اللہ کا۔ تم بتاؤ آج خیریت سے دادا کی یاد آگئی۔ ان کے اس طرح بولنے پر زاویار ہلکا

سا مسکرایا۔۔۔دادا جی مجھے آپ سے ایک ضروری بات کرنی تھی۔وہ اب سنجیدہ ہو چکا تھا۔اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے دادا جی بھی سیدھے ہو بیٹھے۔ بات یقیناً ضروری تھی۔ہاں بولو۔۔دادا جی میں شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔ نظریں جھکا کر بس اتنا ہی کہا گیا۔اس کی بات پر دادا جی ہلکا سا مسکرائے۔یہ تو بہت اچھی بات ہے بیٹا کے تم شادی کے لیے راضی ہوئے۔ تیس کے ہونے والے ہو اب شادی کر ہی لو تو بہتر ہے۔زاویار نے ہاں میں سر ہلایا اور پھر سے بولا۔دادا جی میں اشنا خان سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔میں چاہتا ہوں کے اب میری امانت اس گھر میں واپس آجائے۔اس کی بات پر دادا جی کے چہرے پر اچانک ہی سختی سی عود آئی۔ تمھیں پتہ ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟دادا جی غرائے تھے۔میں اچھے سے جانتا ہوں دادا جی کے میں کیا کہہ رہا ہوں۔ آپ ایک بار ساری دشمنی ساری لڑائی کو سائڈ پر رکھ کر ٹھنڈے دماغ سے سوچیں۔ہماری درفیشاں کا نکاح ہوا ہوا ہے اس گھر میں۔چار و ناچار ہمیں

جھکنا ہی پڑے گا۔اب ہم اپنے گھر کی لڑکی کو طلاق تو نہیں دلوائے گیں نا۔اور رخصتی کی بات وہ لوگ کبھی اپنے منہ سے نہیں کریں گے۔تو میرے پاس یہ ایک بہت اچھا راستہ ہے کہ آپ خان ولا میں اشنا اور میرے بارے میں بات کرنے جائے میں یقین سے کہہ سکتا ہوں آگے وہ لوگ درفشاں کی رخصتی کی بات خود ہی کر لے گیں۔۔ظاہر ہے سیکیورٹی بھی تو چاہیے ہو گی انہیں اپنی بیٹی کے لیے۔۔زاویار جانتا تھا کہ وہ اس وقت خود غرض بن کر سوچ رہا ہے۔وہ اپنی وجہ سے درفشاں کو پھنسا رہا ہے۔لیکن اسے اس وقت یہی سب سے بہتر لگا تھا۔وہ آبان کی طرف سے مکمل مطمئن تھا۔وہ جانتا تھا کہ آبان اس کی بہن کو خوش ہی رکھے گا۔۔اسی لیے بہت سوچ سمجھ کر اس نے یہ فیصلہ کیا تھا۔اس کی بات پر دادا جی کسی گہری سوچ میں گم ہو گئے تھے۔کہہ تو وہ بلکل ٹھیک رہا تھا۔خانوں کی بیٹی کی صرف منگنی تھی۔جو کہ ٹوٹ بھی جاتی تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔لیکن شاہ لوگوں کی بیٹی کا نکاح ہوا تھا۔۔اور دادا جی

کسی صورت بھی اپنے گھر کی بیٹی کو طلاق نہیں دلوا سکتے تھے۔ دادا جی نے ایک گہری سانس لی۔ انہیں زاویار کی بات بلکل ٹھیک لگی تھی۔ ٹھیک ہے بیٹا تم تیاری کرو کل ہم چلتے ہیں خان ولا تمہارے رشتے کی بات کرنے۔ لیکن اگر اُن لوگوں نے درفشاں کے رشتے کی بات خود نا کی تو۔۔۔۔۔ انہیں بس ایک یہی ٹینشن تھی۔ دادا جی کچھ نہیں ہو گا۔ وہ لوگ خود کریں گیں بات بے فکر رہیں آپ۔۔ بس آپ رشتہِ لے کر جائیں کل۔۔ اس کی بات پر دادا جی نے اثبات میں سر ہلایا اور واپس سے کتاب اٹھا کر پیچھے ہو بیٹھے۔ اشارہ صاف تھا کہ اب زاویار جا سکتا ہے۔ زاویار نے ایک گہرا سانس لیا اور کھڑا ہو گیا۔ دل میں جیسے لڈو پھوٹ رہے تھے۔ آخر کو اس کی محبت اس کی دسترس میں آنے والی تھی۔ وہ صرف اس کی ہو گی یہ سوچ ہی اس کے چہرے پر مسکراہٹ لے آئی تھی۔ زاویار شاہ نے سوچا ہوا تھا کہ وہ کسی عورت کو بھی اس کے قریب بھٹکنے نہیں دے گا۔۔۔ وہ اشنا خان کے لیے کچھ زیادہ ہی

جنونی ہو رہا تھا۔ آخر ہوتا بھی کیوں نہ اتنے سالوں بعد اس کی محبت اس کی دسترس میں آنے والی تھی۔ وہ مسلسل مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ اس کے جانے کے بعد دادا جی نے کتاب بند کی اور بند دروازے کو دیکھا۔ وہ اب کسی گہری سوچ میں گم تھے۔۔۔

اگلی صبح زاویار شاہ کے لیے بہت خوش گوار تھی۔ آج ان لوگوں نے خان ولا جانا تھا۔ دادا جی نے گھر میں سب کو زاویار کے رشتے کے متعلق بتایا تھا۔ البتہ درفشاں کے بارے میں انہوں نے ابھی کچھ بھی کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ چاہتے تھے کہ پہلے آبان خان خود ان سے درفشاں کی رخصتی کے متعلق بات کرے۔۔ زاویار کے رشتے والی بات پر کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا تھا۔ سوائے سائرہ بیگم کے۔ انہیں اس لڑکی کا وجود اپنے گھر میں ایک میں کے لیے بھی برداشت نہیں تھا جس کے خاندان کی وجہ سے ان کے بچے یتیم

ہوئے تھے۔ سائرہ بیگم بشارت صاحب کی بیوی تھی۔ جنکا پانچ سال پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ وہ سب اسی تیاریوں میں مگن تھے۔ خان ولا میں کسی نے بھی ان لوگوں کو اپنے آنے کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ وہ لوگ سب تیاری کر کے گھر سے نکلے۔ تین بڑی بڑی گاڑیوں میں وہ لوگ سب خان ولا کی طرف روانہ تھے۔ سائرہ بیگم بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی تھیں۔ وہ جانا تو نہیں چاہتی تھیں۔ لیکن دادا جی کے سختی سے کہنے پر سب کے ساتھ جانے پر راضی ہو ہی گئی۔۔

اشنا خان اس وقت اپنی یونیورسٹی جانے کی تیاریوں میں مگن تھی۔ وہ رائل بلیو کلر کی قمیض شلوار زیب تن کیے ساتھ اسی رنگ کا دوپٹہ سر پر اوڑھے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس کا دو آتشہ بدن اس سوٹ میں چاندی کی مانند دمک رہا تھا۔ اشنا اپنی تیاری مکمل کرتے نیچے کی طرف بڑھی۔ جہاں ڈائننگ

ٹیبل پر سب ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔ وہ بھی ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھی۔۔ لیکن اس سے پہلے کے وہ ڈائننگ ٹیبل کی طرف جاتی کچھ یاد آنے پر وہ کچن کی طرف بڑھی۔ کچن میں فریج کھول کر اس نے دیکھا۔ اپنی مطلوبہ چیز فریج میں نہ دیکھ وہ غصے سی اکشم کی جانب بڑھی۔ اسے یقین تھا کہ اُس کے ڈونٹس جو اس نے کل رات ہی فریج میں رکھے تھے کھائے ہونگے۔۔ اکشم جو سکون سے ناشتہ کر رہا تھا۔ اس آفت کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ فوراً سے بات سمجھ کر کھڑا ہوا اور باہر کی جانب بھاگا۔ اسے باہر کی طرف بھاگتا دیکھ اشنا نے ناشتے کی ٹیبل پر موجود کھیر کا باؤل اٹھا کر بنا سوچے سمجھے اکشم کی طرف پھینکا جو باہر کے دروازے کی طرف بھاگ رہا تھا۔ باقی سب گھر والے تو ہونکوں کی طرح ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ وہ لوگ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ آخر ہوا کیا ہے۔ مگر اچانک ہی ایک چیخ سن کر سب باہر کی جانب بھاگے۔ اشنا کی خود کی چیخیں نکل گئی تھی۔ کیوں کہ اس نے جو کھیر سے بھرا شیشے کا باؤل اکشم

کی طرف پھینکا تھا۔ وہ بد قسمتی سے اندر داخل ہوتے زاویار شاہ کے سر پر بری طرح لگا تھا۔ زاویار کی چیخ بے ساختہ تھی۔ کھیر ساری اس کے چہرے اور کپڑوں پر گر چکی تھی۔ جبکہ شیشے کا باؤل بھی نیچے گر کر ٹوٹ چکا تھا۔ ایک خون کا فوارہ تھا جو زاویار شاہ کے سر سے اچانک ہی نکلا۔ سائرہ بیگم نے ایک تمسخرانا نظر نوین بیگم پر ڈالی۔ جو اشنا کو اپنی بہو بنانا چاہتی تھیں۔ اشنا خان زاویار کے سر سے نکلتا خون دیکھ کر تڑپ کر اس کی جانب بڑھی۔۔ جبکہ باقی سب تو ابھی تک یہی نہیں سمجھ پا رہے تھے۔ کہ آخر ہو کیا رہا ہے۔ شاہ ولا کے لوگ اتنے سالوں بعد خان ولا میں آئے تھے۔ سب کا حیران ہونا بنتا تھا۔۔۔ اشنا روتے ہوئے جلدی سے زاویار کی طرف بڑھی۔ اور کسی کی بھی پرواہ کیے بغیر اپنا دوپٹہ زاویار کے سر پر رکھا۔ جہاں سے خون نکل رہا تھا۔ باقی سب لوگ اب ان دونوں کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اشنا زاویار کے سر پر اپنا دوپٹہ رکھے کھڑی تھی۔ جبکہ زاویار اسے سرد سرخ نظروں سے گھور رہا تھا۔ وہ

سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ اسکا اس طرح سے استقبال ہو گا۔ اشنا نے زاویار کو بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ لیے لاؤنج کے صوفے پر بٹھایا۔ اُسے جیسے اپنے آس پاس کسی بھی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ ہوش تھا تو بس یہ کہ زاویار کے سر پر چوٹ لگی تھی۔ زاویار اسے اپنے لیے روتے دیکھ کہیں اندر تک مطمئن ہوا تھا۔ جہاں ایک طرف اس کے رونے پر تکلیف ہو رہی تھی۔ وہیں پر دوسری طرف دل مطمئن تھا۔ کہ مقابل کے دل میں ابھی بھی اس کے لیے جگہ ہے۔ زاویار کی نظریں مسلسل اسکے چہرے کا ہی طواف کر رہی تھیں۔ اُسے اس وقت اشنا کوئی معصوم سی بچی معلوم ہو رہی تھی۔۔ شور کی آواز سن کر راحیل خان اپنے کمرے سے نکلا۔ گھر میں کسی کو بھی اسکی موجودگی کا علم نہیں تھا۔ وہ ابھی ہی سو کے اٹھا تھا۔ اور سامنے کا منظر دیکھ کر اس نے بے ساختہ ہی اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ وہ اس کے سامنے کسی اور کو تھامے کھڑی تھی۔ کسی اور کے لیے بے تحاشا رو رہی تھی۔ تکلیف راحیل خان کے کہیں

اندر تک جسم میں پھیل رہی تھی۔ راحیل ابھی واپس اپنے کمرے کی جانب مڑتا کہ عزرا بیگم کی نظر اس پر پڑ چکی تھی۔ انہوں نے اسے دیکھتے ہی پکارا۔۔

راحیل بیٹا تم۔۔۔ راحیل نے اپنی آنکھیں زور سے میچی۔ اُسے اس گھر میں کسی سے ملنا ہی نہیں تھا۔ لیکن اب وہ بری طرح پھنس چکا تھا۔ نہ چاہنے کے باوجود بھی وہ ان کی پکار پر نیچے کی جانب بڑھا۔ اب چھپنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔

Ep : 4

اشنا خان نے جلدی سے ملازمہ کو فرسٹ ایڈ باکس لانے کا کہا۔ چوٹ اتنی زیادہ نہیں تھی۔ جتنی وہ پریشان ہو رہی تھی۔ بس تھوڑا سا ہی خون نکلا تھا۔ زاویار اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جو اس کی فکر میں گھل رہی تھی۔ ملازمہ فرسٹ ایڈ باکس لے کر آئی تو جیسے ہی اشنا نے اس میں سے پٹی

لینے کی غرض سے ہاتھ بڑھایا عزرا بیگم نے فوراً ٹوک دیا۔ تم رہنے دو اشنا تمھیں کرنی نہیں آئے گی۔ فائزہ کو دو یہ کر دے گی پٹی۔ ویسے بھی یہ ڈاکٹر ہے چوٹ بھی دیکھ لے گی کے کتنی لگی ہے۔ عزرا بیگم کے کہنے پر اشنا خاموشی سے پیچھے ہٹ گئی تھی۔ اور پٹی فائزہ کی جانب بڑھائی۔ جو پریشانی سے یہ سب ہوتا دیکھ رہی تھی۔ جبکہ زاویار نے ان کی بات پر منہ بسورا۔ وہ چاہتا تھا کہ اشنا ہی اس کی بنڈ تیج کرے۔ لیکن سب کے سامنے بول بھی نہیں سکتا تھا۔ اسی لیے خاموشی سے بیٹھا رہا۔ فائزہ نے آگے بڑھ کر زاویار کو بینڈ تیج کی۔ اور ایک پین کلر بھی ساتھ میں دی۔ زاویار کی پٹی کے بعد سب لوگ لاؤنج میں ہی اکٹھے ہو گئے تھے۔ خان اور شاہ دونوں آمنے سامنے رکھے صوفوں پر براجمان ہوئے۔۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد بالآخر امجد صاحب بولے۔ اشنا بیٹی سے ابھی غلطی سے جو بھی کچھ ہوا ہم اس کے لیے آپ سے معذرت چاہتے ہیں۔ آپ لوگ ہمارے گھر میں مہمان بن کر آئے۔ ہمیں

ایسا سلوک کرنے پر نہایت شرمندگی ہے۔ کیا میں آپ کے یہاں آنے کا مقصد جان سکتا ہوں؟ نہایت شائستگی سے کہتے وہ سیدھا مدعے کی بات پر آئے۔ ان کی بات پر اورنگزیب شاہ نے سمجھ کر سر ہلایا۔ اور پھر بولے۔۔ آپ کو شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ بچے ہیں غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ اور رہی بات ہمارے یہاں آنے کی تو ہم یہاں آپ سے کچھ مانگنے آئے ہیں۔ اُمید ہے آپ ہمیں انکار نہیں کرے گیں۔۔ حیرت ہے شاہوں پر اتنا برا وقت کب سے آنے لگا۔ کہ وہ ہمارے در پر ہم سے کچھ مانگنے آئے ہیں۔ اس سے پہلے کے داجی کچھ بولتے بالاج خان کی تمسخرانہ آواز ابھری۔ اُسے یہ شاہ ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔ پانچ سال پہلے جو ہوا تھا وہ یہ سب بھولے ہی کب تھے آخر۔۔ اس کی بات پر لاؤنج میں یکدم ہی سنّاٹا سا چھا گیا تھا۔ خدا نہ کرے کہ کبھی ہم لوگوں پر اتنا برا وقت آئے کہ ہمیں خانوں سے کچھ مانگنا پڑے۔ اللہ کا دیا سب کچھ ہے ہمارے پاس تم لوگوں سے مانگنے کی کبھی نوبت

نہیں آئے گی۔انشاءاللہ ! اب کی بار حدائق شاہ مخاطب ہوا۔ بھلا وہ اپنے خاندان پر بات کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ جبکہ زاویاران دونوں کو گھورنے میں مصروف تھا۔جواس کے رشتے کی بات پر یہاں لڑائی لے کہ بیٹھ گئے تھے۔۔۔ہنہ ابھی تم لوگوں نے ہی کہا ہے کہ مانگنے آئے ہو کچھ۔تو مانگنے کا صحیح طریقہ بھی نہیں آتا کیا۔اتنی اکڑ سے نہیں مانگتے۔۔۔اور ابھی حدائق شاہ طیش میں آکر کوئی جواب دیتا کہ اورنگزیب صاحب نے اسے بازو سے پکڑ کر کچھ بھی کہنے سے باز رکھا۔ورنا کوئی بعید نہیں تھی۔کہ خان ولا میدانِ جنگ بن جاتا۔۔۔اگر تم دونوں کی بحث ختم ہو گئی ہو تو کیا اب ہم بڑے آپس میں کوئی بات کر سکتے ہیں۔امجد صاحب نے بالاج کو گھورتے ہوئے کہا۔وہ گھر میں آئے مہمانوں کی عزت کرنے والے انسان تھے۔خانوں کے گھر میں کوئی آئے اور بے عزت ہو کر جائے یہ ان کی غیرت گوارا نہیں کرتی تھی۔۔

ان کی بات پر بالاج خان فوراً خاموش ہو گیا تھا۔ امجد صاحب اب دوبارہ سے اورنگزیب صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔ جی تو بتائیں ہم کیا خدمت کے سکتے ہیں آپ کی؟ ہم اپنی امانت اب واپس لینے آئے ہیں۔ آپ کی اشنا سے ہمارے زاویار کی منگنی تو پانچ، چھ سال پہلے ہی ہو چکی تھی۔ ہم چاہتے ہیں کہ اب دونوں کی شادی کر دی جائے۔ ان کی بات پر آبان خان جو ابھی ہی لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ گہرا مسکرایا۔ آخر کو اس کا پلان کامیاب ہو چکا تھا۔ لیکن زاویار شاہ یہ سب اتنی جلدی کرے گا۔ اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔ آبان خان سنجیدگی سے جا کر امجد صاحب کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھا۔ اورنگزیب صاحب کی بات پر دو منٹ تک لاؤنج میں خاموشی چھائی رہی۔ جبکہ رشتے کی بات پر اشنا نے ایک نظر اٹھا کے زاویار کو دیکھا۔ جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی نظریں ملی۔۔۔ اشنا خان اسی وقت اپنی نظریں چرا چکی تھی۔ یہ تو طے تھا کہ وہ اس انسان کی کبھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر نہیں دیکھ

سکتی۔۔۔۔۔آپ لوگوں کا دماغ تو ٹھیک ہے؟ہم اشنا کی شادی کسی صورت اس گھر میں نہیں کرے گیں۔ بالاج خان تو ہتھے سے ہی اکھڑ گیا تھا۔وہ کھڑا ہو کر دھاڑا۔۔ بالاج بیٹھ جاؤ۔۔۔آرام سے بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔داجی نے اسے سختی سے ٹوکا۔۔ بالاج کی نظریں زاویار پر تھی۔اسے گھورتے ہوئے ہی وہ دوبارہ سے صوفے پر بیٹھ گیا۔راحیل خان نیچے منہ کر کے ہلکا سا مسکرایا۔اسے اپنے نصیب کا پہلے سے ہی پتہ تھا۔وہ شہزادی کبھی اس کی نہیں ہو گی وہ جانتا تھا۔ لیکن اس دل کا کیا کرتا۔جو لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی اشنا خان کیلئے تڑپ رہا تھا۔۔ ہماری طرف سے انکار ہے۔ہم اپنی بیٹی کو زاویار شاہ سے کبھی نہیں بیاہے گیں۔آپ لوگ ہمارے گھر رشتہِ لے کر آئے۔ہم آپ لوگوں کا احترام کرتے ہیں۔ لیکن ہم آپ لوگوں سے مزید کوئی رشتہِ نہیں جوڑ سکتے۔ان کی بات پر بالاج خان تمسخرانا ہنسا۔جبکہ آبان اور زاویار دونوں کا رنگ لٹھے کی مانند سفید ہو چکا تھا۔آبان خان تو یہی سوچ رہا تھا۔کہ

اگر اشنا کی شادی اس گھر میں نہ ہوئی تو یعنی اس کا بھی کوئی چانس نہیں بن سکتا تھا۔اسے اب اپنی شادی بمشکل ہی ہوتے ہوئے دکھائی دے رہی تھی۔ جبکہ اشنا خان کا بھی یہی حال تھا۔ابھی تو اُمید کی روشنی ملی تھی۔داجی منٹوں میں اس کی خوشیوں پر پانی پھینک چکے تھے۔۔کیا میں انکار کی وجہ جان سکتا ہوں ؟اورنگزیب صاحب نے نرمی سے کہا۔وہ یہاں بات بگاڑنے نہیں بنانے آئے تھے۔اسی لیے خاصی عقل مندی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔۔کیا پانچ سال پہلے جو ہوا۔وہ وجہ کافی نہیں ہے ؟داجی کی آواز اب کی بار لرزی تھی۔کیا کچھ تھا جو یاد نہیں آیا تھا۔۔۔کیا ہم پرانی باتوں کو بھول کر ایک نیا اغاز نہیں کر سکتے ؟نقصان صرف آپ لوگوں کا تو نہیں ہوا تھا۔ہمارا بھی برابر کا نقصان ہوا تھا۔پھر سزا صرف ہم لوگ ہی کیوں بھگتے۔۔اورنگزیب صاحب نے بھیگے لہجے میں کہا۔پانچ سال پہلے کی یاد ان سب کو ایسے ہی غم زدہ کر دیتی تھی۔داجی نے تھوڑی دیر غور سے اورنگزیب صاحب کا چہرہ

دیکھا۔۔اور پھر بولے۔ ہم اشنا بیٹی سے پوچھتے ہیں۔ جیسے وہ کہے گی ویسا ہی ہو گا۔ آخر کو ساری زندگی زاویار کے ساتھ اسی نے گزارنی ہے۔ داجی کے اس طرح بولنے پر سب نے بے ساختہ ہی اشنا کی طرف دیکھا۔ اشنا اس طرح سب کو خود کو تکتا پا کر بری طرح گڑ بڑائی۔ وہ کنفیوز ہو کر رہ گئی تھی۔ فائزہ نے اسے اس طرح کنفیوز ہوتے دیکھ اس کا ہاتھ تھاما۔ بتاؤ اشنا کیا چاہتی ہو تم؟ اس سب میں ارشاد صاحب پہلی دفعہ بولے تھے۔ اشنا نے ایک نظر زاویار کو دیکھا جو اُمید بھری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں میں التجا تھی۔ جو اشنا خان تک بخوبی پہنچ گئی تھی۔ اشنا نے ایک گہرا سانس لیا۔ اپنے لیے سوچنے کا اب وقت آ گیا تھا۔ اب وہ اپنی خوشیوں کو ہر چیز سے اول رکھے گی۔ اس نے یہ سوچ لیا تھا۔۔۔۔ داجی مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ نظریں جھکا کر کہتی وہ زاویار شاہ کے چہرے پر مسکراہٹ دے گئی تھی۔۔۔ آبان خان بھی اس کے جواب پر ہلکا سا مسکرایا۔ وہ جانتا تھا کے اشنا نے ہاں ہی کرنی

تھی۔اسی لیے آرام سے بیٹھا تھا۔۔داجی نے سر کو خم دیا۔اور پھر اورنگزیب صاحب کی طرف متوجہ ہوئے۔۔بس جب بچی کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔تو ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔آپ لوگ شادی کی تیاریاں کریں۔۔ایک منٹ دا جی۔۔آبان خان کی آواز پر سب نے اس کی طرف دیکھا۔داجی صرف ان لوگوں کی امانت ہمارے پاس تو نہیں تھی نہ۔۔ہماری بھی ایک امانت ان لوگوں کے پاس ہے۔کیوں زاویار شاہ؟ سہی کہہ رہا ہوں نہ میں؟ مسکرا کر کہتا وہ زاویار کو اس وقت سخت زہر لگا تھا۔لیکن اس کی بات پر وہ دل سے خوش بھی ہوا تھا۔مگر چہرے کے تاثرات کو نارمل ہی رکھا۔۔کیا کہنا چاہتے ہو صاف صاف کہو۔مطلب یہ کہ درفشاں شاہ میری منکوحہ ہے۔اگر آپ سب کو یاد ہو تو۔۔اگر اشنا کی شادی اس گھر میں ہو گی تو درفشاں کو بھی اس گھر میں آنا پڑے گا۔کیوں داجی میں بلکل ٹھیک کہہ رہا ہوں نہ۔؟اب کی بار اس نے داجی سے پوچھا۔داجی نے فقط اثبات میں سر ہلایا۔وہ خود بھی یہی کہنے

والے تھے۔۔ہاں تو ٹھیک ہے۔ ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے۔آپ لوگ جب چاہے درفشاں کو اپنے گھر کی بہو بنا سکتے ہیں۔۔اورنگزیب صاحب نے کہا۔ان کے اوپر سے جیسے منوں بوجھ اُتر گیا تھا۔ ٹھیک ہے پھر شادی کی ڈیٹ فائنل کرتے ہیں۔ بالاج خان اشنا کو گھورتے ہوئے اٹھ کر گھر سے ہی باہر جا چکا تھا۔ فائزہ بھی ڈیوٹی پر جانے کے لیے لیٹ ہو رہی تھی۔اسی لیے وہ بھی اپنے کمرے میں تیار ہونے کی غرض سے بڑھ گئی۔ جبکہ اشنا بھی زاویار کی نظروں سے کنفیوز ہوتی اپنے کمرے کا رخ کر گئی۔یونیورسٹی جانے کا ارادہ تو اب ویسے ہی وہ کینسل کر چکی تھی۔ جبکہ رائنہ اور زارا بھی تھوڑی دیر پہلے ہی کالج جا چکی تھی۔راحیل اور اکثم نیچے لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے۔ جہاں اب شادی کی ڈیٹ فائنل کی جا رہی تھی۔۔۔کیا خیال ہے پھر آپ لوگوں کا اس مہینے کے آخر میں تیس تاریخ کیسی رہے گی۔امجد صاحب نے اورنگزیب صاحب سے پوچھا۔ بلکل ٹھیک ہے جیسے آپ لوگوں کو مناسب لگے۔۔

ویسے بھی ہم خود اب زیادہ دیر نہیں کرنا چاہتے۔۔ جتنی جلدی ہو سب اتنا ہی بہتر ہے۔۔۔ لیکن داجی اتنی جلدی شادی کی تیاریاں کیسے ہو گی؟ عزرا بیگم نے پریشانی سے استفسار کیا۔ آخر کو شادی کے سارے انتظامات انہوں نے ہی تو کرنے تھے۔ اشنا کی ماں بن کر۔۔۔ ہو جائے گا بیٹا سب کچھ ہو جائے گا۔ ویسے بھی ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ آپ لوگ دو کپڑوں میں بھی بچی کو رخصت کر دے گیں تو ہم لے جائے گیں۔ بے فکر رہیں آپ لوگ۔۔۔ اورنگزیب صاحب نے شائستگی سے جواب دیا۔۔ بس پھر ٹھیک ہے انیتس تاریخ کو مہندی اور ساتھ ہی اشنا اور زاویار کا نکاح ہو جائے گا۔ اور پھر تیس کو دونوں کی بارات۔۔ یہ بلکل سہی رہے گا۔ ولیمہ پھر دو دن کے آرام سے بعد رکھ لے گیں۔ اب کی بار داجی مخاطب ہوئے۔ سب نے ہی ان کی بات پر اتفاق کیا تھا۔ اور تیس تاریخ طے پائی گئی تھی۔ زاویار شاہ شاید ہی اپنی زندگی میں کبھی اتنا خوش ہوا ہو جتنا وہ اس وقت تھا۔۔۔ جبکہ آبان خان بھی بے حد

مطمئن تھا۔اس کے دل دماغ میں اس وقت بے حد سوچیں چل رہی تھی ۔۔۔اور پھر وہ اٹھ کر اپنے آفس کی جانب بڑھ گیا۔پہلے ہی اسے بہت دیر ہو چکی تھی۔آج اس کی امپورٹنٹ میٹنگز بھی تھی۔۔۔جبکہ تھوڑی دیر اور ایسے ہی باتیں کرنے کے بعد شاہ لوگ بھی اٹھ کے چلے گئے تھے۔

زاویار شاہ سب کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہوا تو درفشاں اسی کے انتظار میں کھڑی تھی۔وہ بے صبری سے زاویار کو دیکھتے ہی اس کی جانب بڑھی۔ بھلے ہی دادا جی نے گھر میں کسی کو کچھ بتایا نہیں تھا۔لیکن وہ بچی نہیں تھی جو یہ نہ سمجھ پاتی کہ اگر زاویار کی شادی اس گھر میں ہوئی تو یقیناً اس کی بھی رخصتی کی بات لازمی ہوئی ہو گی۔اور وہ کسی صورت بھی آبان خان سے شادی نہیں کر سکتی تھی۔اُسے آبان خان کے نام سے ہی نفرت تھی۔۔بھائی کیا بنا؟ کیا کہا اُن لوگوں نے آپ کے رشتے کے لیے؟ درفشاں نے بے صبری سے

پوچھا۔۔زاویار اسے دیکھ کر رہ گیا۔وہ جانتا تھا کہ درفشاں آخر کیا جاننا چاہتی ہے۔ہاں کر دی ہے اُن لوگوں نے رشتے کے لیے۔۔اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتا زاویار لاؤنج میں اندر داخل ہوا۔۔ باقی سب پہلے ہی صوفوں پر بیٹھ چکے تھے۔اوہ اچھا مبارک ہو بھائی آپ کو۔۔اور کچھ نہیں کہا اُن لوگوں نے؟ کس خدشے کے تحت اس نے پھر سے پوچھا۔۔۔زاویار نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر دادا جی کو آنکھ کے اشارے سے اسے بتانے کا کہا۔دادا جی ایک گہری سانس بھر کر رہ گئے۔درفشاں بیٹے ادھر آؤ۔۔انہوں نے پیار سے درفشاں کو اپنے پاس بلایا۔اس کا دل کسی انجانے خدشے کے احساس سے زوروں سے دھڑکا تھا۔تو یعنی وہ بلکل صحیح سوچ رہی تھی۔۔۔دادا جی ایسے ہی بتائیں مجھے۔۔آپ لوگ میرا بھی رشتہِ کر آئے ہیں نہ اس آبان خان کے ساتھ۔بیٹا ہمیں رشتہِ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ہم سے زیادہ وہ لوگ حق رکھتے ہیں تم پر۔شاید تم بھول رہی ہو تم آبان خان کے نکاح میں ہو۔۔

دادا جی نے ایک نظر اسے دیکھ کر کہا۔ درفشاں نے ان کی بات پر بے یقینی سے انہیں دیکھا۔ کل تک تو وہ ان لوگوں کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ اور اب اچانک ہی ایسا کیا ہو گیا۔ کہ وہ اس کی شادی اس گھر میں کر رہے تھے۔ درفشاں تو انہیں دیکھ کر حیران تھی۔ اور پھر اس نے اچانک ہی زاویار کی جانب دیکھا۔ زاویار نے اس سے اپنی نظریں چرائی۔ اور درفشاں لمحے کے ہزارویں حصے میں ساری بات سمجھ گئی تھی۔۔۔ میں کسی صورت بھی اس آبان خان سے شادی نہیں کروں گی۔ سن لیں آپ سب۔ جس کو شوق ہے اس گھر میں شادی کرنے کا وہ میرے کندھے پر رکھ کر بندوق نا چلائے۔ اگر کسی نے میرے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش بھی کی تو میں اپنی جان لے لوں گی۔ سن لیں آپ سب لوگ۔۔۔ نہایت بدتمیزی سے کہتی وہ اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھنے ہی لگی تھی کہ دادا جی کی دھاڑ پر اس کے قدم سیڑھیوں میں ہی رک گئے۔ ہم نے جو فیصلہ کر لیا ہے۔ وہی ہو کر رہے گا۔ تم یا اس گھر میں

کوئی بھی اور ہمارے فیصلے کے خلاف ہے تو وہ یہ گھر چھوڑ کر جا سکتا ہے۔ در فشاں نے ان کی بات پر بے یقینی سے گردن موڑ کر انہیں دیکھا۔ اور پھر روتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔۔

کمرے میں آ کر اس نے بیڈ شیٹ کو بے دردی سے مٹھیوں میں جکڑ کر بیڈ سے نیچے پھینکا۔ اور پھر وہ رکی نہیں تھی۔ اپنا غصّہ ان بے جان چیزوں پر نکالتی چلی گئی۔۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ بری طرح کمرے کا حشر بگاڑ چکی تھی۔۔ پھر یک دم ہی پر سکون ہو کر وہ بیڈ کے ساتھ ہی نیچے بیٹھ گئی۔۔۔۔ اس کے دماغ میں ایک خیال آیا تھا۔ اور پھر وہ اپنی دل کی آواز پر لبیک کہتی اٹھی اور کمرے سے ملاحظہ ڈریسنگ روم کی جانب بڑھی۔ اس کا ارادہ اب کپڑے بدلنے کا تھا۔ دس منٹ بعد وہ گلابی رنگ کی چھوٹی سی شرٹ کے ساتھ وائٹ کلر کی جینز پہنے باہر آئی۔ شرٹ بہت مشکل سے ہی اس کے پیٹ کو ڈھانپ پا رہی تھی۔

درفشاں نے آئینے میں ایک تنقیدی نظر خود پر ڈالی اور پھر پنک کلر کی ہی لپسٹک اٹھا کے لبوں پر لگائی۔ آئی لائنر، مسکارا لگا کر اس نے میچنگ کی ہلکی پھلکی سے جیولری اٹھا کر پہنی۔ اپنی تیاری مکمل کر کے اس نے وائٹ کلر کی ہی ہیلز اٹھا کے پیروں میں پہنی۔ اور پھر سے آئینے میں اپنی مکمل تیاری کو دیکھا۔ بلاشبہ وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ شرٹ چونکہ چھوٹی اور فٹ تھی۔ اس میں سے اسکے نشیب و فراز جیسے اُبھر اُبھر کر باہر آنے کو تیار تھے۔ اس نے جان بوجھ کر ایسی ڈریسنگ کی تھی۔ آخر مقابل کو اپنے قیامت خیز بدن سے زیر بھی تو کرنا تھا۔ وہ اس وقت کسی بھی عابد و زاہد کا ایمان ڈگمگا سکتی تھی۔ آئینے میں مکمل اپنا جائزہ لینے کے بعد وہ کمرے سے باہر نکلی۔۔۔ وہ نیچے آئی تو تقریباً سب ہی اپنے اپنے کاموں پر جا چکے تھے۔ نوین بیگم ملازمہ سے صفائی کروا رہی تھی۔ جبکہ سائرہ بیگم تو جب سے آئی تھی اپنے کمرے میں ہی بند تھیں۔ درفشاں کو اتنا تیار ہو کر باہر جاتے دیکھ نوین بیگم نے اسے پُکارا۔۔

درفشاں کہاں جارہی ہو؟ وہ بھی اتنا تیار ہو کر۔۔۔ماما وہ ایک دوست کی برتھڈے پارٹی ہے تو بس سب دوستیں مل کر کسی ریستوران میں جارہے ہیں۔ میں جاؤں اگر آپکی اجازت ہو تو۔۔ نوین بیگم کو نا جانے کیا کھٹک رہا تھا۔ لیکن انہیں اپنی بیٹی پر مکمل اعتبار تھا۔اسی لیے اسے جانے کی اجازت دے دی۔۔درفشاں بھی دل میں شکر ادا کرتی جلدی سے باہر نکلی۔۔گاڑی کے پاس جا کر اس نے ڈرائیور سے چابی لی۔ میں خود چلی جائوں گی۔آپ کوئی اور کام دیکھ لیں۔ یہ کہتی وہ گاڑی میں بیٹھ کر زن سے گاڑی آگے بھگا کر لے گئی۔ اس کا رخ خان گروپ آف انڈسٹریز کی جانب تھا۔کیوں کہ وہ جانتی تھی۔ کہ اس وقت آبان خان اسے وہیں پر ملے گا۔۔۔

خان انڈسٹریز پہنچ کر وہ مبہوت ہوئی اِرد گرد دیکھ رہی تھی۔ان لوگوں کی کمپنی بھی بہت خوبصورت تھی۔اس نے دیکھی ہوئی تھی۔ لیکن جو بات خان

انڈسٹری میں تھی۔ وہ واقعی آبان خان کے ذوق کو سراہے بنا نہ رہ سکی تھی۔۔ ریسیپشن پر پہنچ کر اس نے آبان لڑکی سے آبان خان کو بلانے کہ کہا ۔۔۔ ریسپشنسٹ تو بس اس لڑکی کا ایٹیٹیوڈ ہی دیکھ کر رہ گئی۔ جس نے نہ سلام نہ دعا۔ سیدھا ہی آبان خان کو بلانے کی بات کی۔۔ مام آپ تھوڑی دیر صبر کریں۔ ابھی سر بہت امپورٹنٹ میٹنگ اٹینڈ کر رہے ہیں۔ ابھی میں انہیں کال نہیں کر سکتی۔ پروفیشنل لہجے میں کہتی وہ درفشاں کو آگ لگا گئی تھی۔ آخر وہ ہوتی کون تھی اسے انکار کرنے والی۔۔۔ اگلے ہی لمحے درفشاں بغیر اسے کوئی جواب دیے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ ریسپشنسٹ بھی اس کے پیچھے ہی بھاگی تھی۔ مام رک جائیں پلیز آپ بغیر اپوائنٹمنٹ کے سر سے نہیں مل سکتی۔۔ وہ بیچاری تقریباً بھاگتے ہوئے درفشاں کو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر درفشاں بغیر اسکی کوئی بات سنے یا اس کی بات کا جواب دیے سیدھا اندر کی جانب بڑھی۔ مام رک جائے ورنہ مجھے مجبوراً گارڈز کو بلانا پڑے

گا۔۔اب کی بار درفشاں کے قدم رکے۔اور رک کر اس نے اپنے پیچھے آتی ریسپشنسٹ کے منہ پر ایک زوردار تماچہ مارا تھا۔ریسپشنسٹ تو بس حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جس نے بلاوجہ ہی اسکے منہ پر ایک تھپڑ رکھ دیا تھا۔۔۔یونو واٹ۔۔پہلے میں نے کچھ کیا نہیں تھا اور تم نے گارڈز کو بلانے کی بات کر دی۔اب میں نے تمھیں تھپڑ مارا ہے۔اب بلاؤ اپنے گارڈز کو۔۔۔اب وجہ بنتی بھی ہے گارڈز کو بلانے کی۔۔اردگرد آفس کے ورکرز اکٹھے ہونا شروع ہو گئے تھے۔وہ اس لڑکی کو دیکھ رہے تھے۔جو دیکھنے میں تو کسی پڑھے لکھے اور امیر گھرانے کی لگ رہی تھی۔ لیکن حرکتوں سے اتنی ہی جاھل تھی۔درفشاں نے ایک نظر آس پاس سب کو دیکھا۔۔اور کسی نے روکنا ہے مجھے ؟اس کی بات پر سب نے بے ساختہ ہی نفی میں سر ہلایا۔ جبکہ ریسپشنسٹ تو بیچاری ابھی تک منہ پر ہی ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔شاید تھپڑ زیادہ ہی زور سے لگ گیا تھا۔۔۔درفشاں کندھے اچکا کر اندر کی جانب بڑھ

گئی۔اندر داخل ہوتے اس نے میٹنگ روم کا دروازہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ کھولا تھا۔آبان خان جو اس وقت ایک بہت ہی امپورٹنٹ میٹنگ ڈیل کر رہا تھا اس وقت درفشاں کو یہاں دیکھ کر حیران ہوئے بنا نہ رہ سکا۔اوپر سے اس کی ڈریسنگ کو دیکھتے آبان خان کی رنگت میں سرخیاں سی گھلی۔۔اور پھر اگلی نظر اس نے اپنے سامنے موجود لوگوں پر ڈالی۔میٹنگ روم میں موجود تقریباً ہر مرد کی نظر اس وقت درفشاں پر تھی۔جو شعلہ جوالہ بنی اپنے حولیے سے بے پرواہ میٹنگ روم میں داخل ہو چکی تھی۔آبان خان نے یہ سب دیکھتے اپنی مٹھیاں بھینچی۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا۔سامنے موجود عورت کے بخیے اڑا دے۔جو اس کی عزت کا تماشا لگا چکی تھی۔درفشاں کے پیچھے ہی گارڈز آفس میں داخل ہوئے۔ہیلو آبان خان کیسے ہو؟نہایت شیریں لہجے میں کہتی وہ آبان خان کو اس وقت زہر سے بھی بری لگی تھی۔گارڈز نے اندر داخل ہو کر آبان کو اس کی باہر کی جانے والی ساری کارستانی بتائی۔آبان خان

کا غصّہ اس وقت جیسے آسمان کو چھو رہا تھا۔۔۔ نظریں نیچے کر واپنی سارے۔ خبر دار جو اس عورت کی طرف کسی نے نظر اٹھا کر بھی دیکھا تو۔۔ آبان خان ٹیبل پر ہاتھ مار کر دھاڑا تھا۔ اس کی دھاڑ پر درفشاں نے تھوک نگلا۔ جبکہ تمام لوگوں سمیت گارڈز نے بھی اسی وقت اپنی نظریں جھکائی تھی۔ مقابل کے غصے سے آخر کون تھا جو واقف نہیں تھا۔۔۔۔ اگلے ہی لمحے آبان خان اپنی کرسی سے اٹھا اور درفشاں کا ہاتھ پکڑا۔ میٹنگ از اوور۔۔ یہ کہتا وہ درفشاں کو اپنے ساتھ لیے میٹنگ روم سے باہر نکل چکا تھا۔ جبکہ میٹنگ روم میں موجود حنان لغاری کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔ عجیب سرسراتی مسکراہٹ۔ وہ کب سے آبان خان کی کسی کمزوری کے ہاتھ لگنے کے انتظار میں تھا۔ اور اب تو سونے کی چڑیا مل گئی تھی۔ بس اس چڑیا کو اپنے قابو میں کیسے کرنا ہے۔ حنان لغاری یہی سوچ رہا تھا۔۔ اتنا تو وہ جان چکا تھا کہ جس طرح درفشاں

کمرے میں داخل ہوئی تھی۔اور جس طرح آبان خان نے سب کو نظریں جھکانے کا کہا تھا۔وہ آبان خان کے لیے بہت اہمیت کی حامل تھی۔۔

آبان خان درفشاں کی سختی سے کلائی جکڑے اپنے آفس میں لایا۔اس کے دماغ کی رگیں تک واضح ہو رہی تھی۔غصے سے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے موجود عورت کو جان سے مار دے۔جو اس کی عزت کا تماشا لگانے لگی تھی۔اندر داخل ہوتے آبان خان نے بے دردی سے اس کی کلائی چھوڑ کر اسے صوفے پر پھینکا۔۔وہ قہر بار نظروں سے اس کا سراپا دیکھ رہا تھا۔جس پر نجانے کتنے ہی مردوں کی گندی نظریں پڑ چکی تھی۔درفشاں اوندھے منہ صوفے پر گری تھی۔وہ یہاں آ تو چکی تھی لیکن اب اسے اپنا فیصلہ سراسر غلط لگ رہا تھا۔اگلے ہی لمحے آبان نے اسے بالوں سے پکڑ کر سیدھا کیا۔۔اس نے بہت سختی سے اسکے بالوں کو جکڑا تھا۔درفشاں کے منہ سے سسکی نکلی۔جسے

وہ اگنور کر گیا۔ کیا کر رہی تھی تم یہاں۔ہاں؟ آبان خان دھاڑا تھا۔ وہ زاویار نہیں تھا جو محبت کی خاطر سب کچھ برداشت کر لیتا۔ وہ آبان خان تھا۔ جو اپنی عزت کا تماشا لگانے والوں کو جان سے مارنا جانتا تھا۔ پھر چاہے مقابل اسکی محبت ہی کیوں نہ ہو۔۔ درفشاں نے روتے ہوئے اس کی جانب دیکھا۔ وہ اس پر جھکے بہت بے دردی سے اس کے بالوں کو جکڑے ہوئے تھا۔ وہ م۔۔ میں تت۔۔۔ تم سے مل۔۔۔ مل۔۔۔ ملنے آئی تھی۔ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں درفشاں نے اپنی بات مکمل کی۔ اوہ ریئلی۔۔۔۔ درفشاں شاہ جو خود کو بہت "Joke of the توپ چیز سمجھتی ہے۔ وہ مجھ سے ملنے آئے گی واہ۔۔۔ تمسخرانا سی ہنسی ہنس کے کہتا وہ درفشاں کو نظریں چرانے پر مجبور کر "day گیا تھا۔ اسے اب نظریں چراتے دیکھ آبان خان نے اسے بالوں سے ہی پکڑ کر اپنا چہرہ اس کے چہرے کے نزدیک کیا۔ اتنا تم خود کو نہیں جانتی درفشاں آبان خان جتنا میں تمھیں جانتا ہوں۔۔ تمہاری مغرور اور گھٹیا نیچر سے بھی میں

بہت اچھے سے واقف ہوں۔اس لیے اب نظریں مت چراؤ۔وہ جھک کر اس کے کان کے پاس غرایا۔اس کا غصّہ کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔جبکہ آبان کو اپنے نام کے ساتھ اس کہ نام جوڑتے دیکھ درفشاں نے غصے سے اس کی جانب دیکھا۔درفشاں آبان خان نہیں درفشاں شاہ ہوں میں۔۔۔تم جیسے انسان کا نام اپنے نام کے ساتھ جوڑنے سے بہتر ہے کہ میں خود کشی کر لوں۔وہ چیخی تھی۔آبان خان نے خاموشی سے اسے دیکھا۔اور پھر اس کے بالوں کو چھوڑ اس کے ساتھ ہی بیٹھ کر اس کا چہرہ اپنی طرف موڑتے شدّت سے اس کے لبوں پر جھکا۔۔درفشاں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھی۔۔پہلی بار کسی مرد نے اسے اس طرح چھوا تھا۔جبکہ آبان خان جو اسے جتانے کی غرض سے اس کے ہونٹوں پر جھکا تھا۔اس کے ہونٹوں سے لپٹتے ہی جیسے سارا غصّہ اُڑن چھو ہوا۔وہ بہت شدّت سے اس کے ہونٹوں کو سک کرنے میں مصروف تھا۔اس وقت جیسے وہ سب کچھ بھول چکا تھا۔درفشاں نے اس

کے لمس میں اتنی سختی محسوس کر کے اپنے ہاتھ پاؤں چلانے شروع کیے۔ وہ اس کی گرفت میں بن آب مچھلی کی طرح تڑپ کر رہ گئی تھی۔ اسے مزاحمت کرتے دیکھ آبان خان نے اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ کر اس کی کمر سے بینڈ کیا۔ اور دوسرا ہاتھ اس کے سر کے پیچھے رکھتے مزید شدّت سے اس کے ہونٹوں پر اپنا قہر ڈھانے لگا۔ درفشاں کو لگ رہا تھا آج وہ مر ہی جائے گی۔۔

اس نے اب کی بار اپنے پیروں کو چلانا شروع کیا۔ اسے مسلسل مزاحمت کرتے دیکھ آبان خان نے جھنجھلاتے ہوئے اسے اپنی گود میں ٹرانسفر کرتے اپنا ایک پاؤں اس کے نیچے جبکہ دوسرا پاؤں اس کی ٹانگوں کو کنٹرول کرنے کے لیے اس کی تھائز پر رکھا۔ درفشاں کی رنگت تانبے کی مانند سرخ ہوئی تھی۔ وہ مقابل کے جسم کی سختی اپنے جسم کے ساتھ ٹچ ہوتے بخوبی محسوس کر چکی تھی۔ جبکہ آبان خان اسے مزید اپنے قریب تر کرتا جا رہا تھا۔ اور درفشاں کی آدھی جان تو اسکے جسم کو اپنے جسم کے ساتھ لگتے دیکھ ہی نکل چکی تھی۔

اوپر سے وہ اور شدّت سے اسے خود کے ساتھ لپٹا رہا تھا۔ درفشاں اس کی گرفت میں مکمل بے بس ہو رک رہ گئی تھی۔ کس کا دورانیہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اسے اب سانس لینے میں بھی تکلیف ہونے لگی تھی۔ مگر وہ بے رحم بنا اس کی سانسیں چرانے میں مگن تھا۔ سانس نہ آنے پر درفشاں کے جسم نے جیسے جھٹکا سا کھایا تھا۔ آبان خان اسی وقت جیسے ہوش میں آیا۔ درفشاں کی شدید سرخ رنگت دیکھ کر جیسے اسے اس پر ترس سا آگیا تھا۔ اس نے آہستہ سے اپنے ہونٹوں سے اس کے ہونٹوں کو جدا کیا۔ البتہ پوزیشن ابھی بھی چینج نہیں کی تھی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ مقابل کا رنگ کس سے زیادہ اس کے جسم کی سختی کو محسوس کر کے سرخ ہوا ہے۔ درفشاں نے نڈھال ہوتے اس کے کندھے پر اپنا سر رکھا۔ اسے اپنے ہونٹوں پر شدید جلن محسوس ہو رہی تھی۔ مگر وہ فلحال کچھ بھی بولنے کی کیفیت میں نہیں تھی۔۔۔ اسی لیے چپ چاپ اپنا سر اس کے کندھے سے ٹکا دیا۔ آبان خان کی اپنی سانسیں بری

طرح سے پھول گئی تھی۔ تھوڑی دیر اپنی سانسوں کو بحال کرنے کے بعد اس نے درفشاں کے کان میں سرگوشی کی۔ کیا ہوا بے بی ڈول۔۔ نکل گئی ساری ہوا؟ لگ گیا پتہ کہ تم کیا ہو؟ اب بتاؤ مجھے تم درفشاں شاہ ہو یا درفشاں خان؟؟ مزاق اڑاتے لہجے میں کہتا وہ درفشاں کو رونے پر مجبور کر گیا تھا۔ درفشاں نے شکوہ کناں نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ آبان خان اتنا ظالم ہو گا۔۔ ایسے مت دیکھو مجھے۔۔ میں نے حق رکھتے ہوئے بھی آج تک تمھیں چھونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہ سب کرنے پر تم نے خود مجھے مجبور کیا ہے۔ بتاؤ شاباش تم کیا ہو۔۔ درفشاں خان یہ درفشاں شاہ۔ اسے مزید اپنے نزدیک کرتے آبان خان نے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔۔ درفشاں مسلسل روتے ہوئے اُسے دیکھ رہی تھی۔ ان دونوں کے درمیان میں اب ایک انچ کا بھی فاصلہ نہیں رہا تھا۔ بتاؤ۔۔۔ آبان خان پھر سے دھاڑا تھا۔ درفشاں نے اس کی دھاڑ پر سہمتے ہوئے اسے دیکھا۔ اور پھر تھوک

نگل کر لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ در۔۔ در فشاں خ۔۔ خان۔۔ در فشاں خان ہوں میں۔۔۔ اٹکتے ہوئے اس نے اپنی بات مکمل کی۔ اس کی بات پر آبان خان نے اپنی آنکھیں بند کی۔ بولتی رہو۔ یہی ایک بات بار بار دہراتی رہو۔ جب تک میں نہ کہوں تمہاری یہ گز بھر لمبی زبان بند نہیں ہونی چاہیئے۔۔۔ صوفے کے ہتھے سے ٹیک لگائے وہ اسے حکم دے رہا تھا۔ در فشاں نے روتے ہوئے پھر سے یہی بات دہرائی۔۔ ایسے نہیں بے بی ڈول ۔۔۔ جیسے ابھی تھوڑی دیر پہلے چیخ کر مجھے کہہ رہی تھی نا کہ تم در فشاں شاہ ہو بلکل ایسے ہی اب بولو کہ تم در فشاں خان ہو۔۔۔ اس کی بات پر در فشاں کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔ وہ اپنے یہاں آنے پر بے حد پچھتا رہی تھی۔ میں در فشاں خان ہوں۔۔ میں در فشاں خان ہوں۔ روتے ہوئے مسلسل اس نے چیختے ہوئے بولنا شروع کیا۔ جبکہ آبان خان سکون سے آنکھیں بند کئے لیٹا اس کی چیخیں سننے میں مصروف تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ مسلسل چیختی

رہی تھی۔اس کا گلا بھی اب بیٹھ چکا تھا۔آواز نکلنا جیسے بند ہو گئی تھی۔۔آبان خان نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور پھر اس کی تھائز سے اپنا پاؤں ہٹایا۔ اور اسے اپنی گود سے اٹھاتے صوفے پر بٹھایا۔درفشاں نے سکون کا سانس لیا تھا۔جس ورکر کو تم نے تھپڑ مارا تھا۔ابھی اسی وقت تم میرے ساتھ اس کے پاس جا کر معافی مانگو گی۔اور یہ میرا حکم ہے۔۔اس کی بات پر درفشاں نے گھور کر اسے دیکھا۔۔۔لیکن آبان خان کو اپنی طرف دیکھتا پا کر فوراً سے نظریں چرا گئی۔وہ شیر کی کچھار میں ہاتھ ڈال چکی تھی۔اب بچنا ناممکن تھا۔اسی لیے خاموشی سے اس کی بات پر اثبات میں سر ہلا دیا۔آبان خان اسے اپنے ساتھ لیے آفس سے باہر نکلا۔۔وہ دونوں اب ریسپشنسٹ کی جانب بڑھ رہے تھے۔جسے درفشاں نے تھپڑ مارا تھا۔۔

Ep: 5

درفشاں شاہ شدید غصے میں عالم میں گھر کے اندر داخل ہوئی۔ وہ اس سے ایک دو ٹکے کی لڑکی سے معافی منگوا چکا تھا۔ ہتک کے باعث درفشاں کا چہرہ جیسے خون چھلکا رہا تھا۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں کی جانب بڑھی۔ نوین بیگم جو لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں۔ اسے آوازیں دیتی رہ گئی مگر نہ اس نے سُننا تھا۔ اور نہ اس نے سنا۔ وہ بغیر کسی بات کا جواب دیے اپنے کمرے میں آئی۔ جس کا حشر ابھی تک بگڑا ہوا تھا۔ شاید اس کے جانے کے بعد کسی نے بھی اس کے کمرے میں نہیں جھانکا تھا۔ کمرے کی ویسی ہی حالت دیکھ درفشاں دوبارہ سے باہر کی جانب بڑھی۔ رضیہ۔۔۔ رضیہ۔۔۔ کہاں مر گئے ہیں سارے کے سارے۔ ریکنگ کے پاس کھڑی ہو کر وہ چیخی تھی۔ آبان خان کا سارا غصّہ اب ملازموں پر نکلنا تھا۔۔ تھوڑی ہی دیر بعد رضیہ تقریباً بھاگتی ہوئی اوپر کی جانب بڑھی۔ جبکہ نوین بیگم پریشانی سے اسے سارا گھر سر پر اٹھاتی ہوئی دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ باہر ایسا کیا ہو گیا جو درفشاں اس قدر غصے

میں ہے۔جی بی بی جی۔۔۔رضیہ نے ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے کھڑے ہوتے کہا۔کہاں مر گئی تھی تم۔۔اس گھر میں کیا بس مفت کی روٹیاں توڑنے آتی ہو تم لوگ۔کب سے میرا کمرہ گندا ہے۔نظر نہیں آرہا کیا تمھیں۔۔تمہارے باپ نے آکر صفائی کرنی تھی یہاں کی۔۔درفشاں چیخی تھی۔ملازمہ بے ساختہ اس کی چیخ پر دو قدم پیچھے ہوئی۔درفشاں بیٹا چھوڑ دو۔اس بیچاری کا کیا قصور ہے۔نہیں نظر پڑی ہو گی اُس کی تمہارے گندے کمرے پر۔۔۔نوین بیگم نے اسے پیار سے سمجھانا چاہا۔اوہ پلیز ماما۔آپ کو نہیں پتہ ان لوگوں کا۔کام ان سے ہوتا نہیں ہے بس آرام سے بٹھا کر روٹیاں ٹھسواتے رھو ان لوگوں کو۔۔اب کھڑی میری شکل کیا دیکھ رہی ہو۔دفع ہو جا کر پانچ منٹ کے اندر میرے روم کی صفائی کرو۔۔اپنی ماں کو جواب دیتی وہ پھر سے ملازمہ کی جانب مڑی۔رضیہ اس کی بات پر چپ کر کہ درفشاں کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔انہیں اس سب کی عادت تھی۔درفشاں یونہی ان

سب پر آئے دن چیختی تھی۔اب تواُن لوگوں نے اس کی باتیں دل پر لینا بھی چھوڑدی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ملازمہ صفائی کر کے باہر آئی۔اور درفشاں اسے گھورتے ہوئے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔۔عضّہ اب تھوڑا ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ مگر اسے آبان خان سے پہلے سے زیادہ نفرت محسوس ہو رہی تھی۔۔ جس نے اسکے ہونٹوں کا حشر بگاڑ دیا تھا۔۔

اشنا خان اس وقت اپنے کمرے میں موجود کھڑکی کے پاس کھڑی باہر کے نظارے دیکھنے میں مگن تھی۔بظاھر تو وہ یہیں کھڑی تھی لیکن اس کا دل اور دماغ جیسے کہیں اور اُلجھا ہوا تھا۔اس کے دماغ میں آج صبح کا سارا منظر بار بار جیسے کسی فلم کی طرح چل رہا تھا۔وہ زاویار سے اس کی طبیعت کے متعلق پوچھنا چاہتی تھی۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ اس سے رابطہ کیسے کرتی۔اس کے پاس زاویار کا کوئی کانٹیکٹ نمبر نہیں تھا۔ورنہ وہ اُسے فون ہی کر لیتی۔اشنا

خان پریشانی سے اپنے ناخن دانتوں تلے چبا رہی تھی۔اس کی ایک یہی بری عادت تھی۔پریشانی میں اس کے ناخن منہ سے نکلنے کا نام نہیں لیتے تھے۔

ابھی بھی وہ یہی کام کرنے میں مصروف تھی۔۔کہ اس کے موبائل پر بیل ہوئی۔اشنا چونک کر سیدھی ہوئی اور موبائل کی تلاش میں ادھر اُدھر دیکھا۔ موبائل سامنے ہی اسے بیڈ پر پڑا نظر آ گیا تھا۔اس نے موبائل اٹھا کر دیکھا تو کوئی ان نون نمبر تھا۔پہلے کچھ دیر تو وہ کشمکش کا شکار رہی کے اٹھائے یا نہیں۔ لیکن فون کرنے والا بھی کوئی ڈھیٹ ثابت ہوا تھا۔وہ مسلسل بیل دیے جا رہا تھا۔بالآخر تنگ آ کر اشنا نے کلک ریسیو کی۔ہیلو۔۔۔آگے سے کوئی جواب نہیں دیا گیا۔اشنا نے فون کان سے ہٹا کر سامنے کر کہ اسے گھورا۔جیسے سامنے فون نہیں بلکہ فون کرنے والا ہو۔۔اوہ بھائی جو بھی ہو بولنا ہی یا میں کال کٹ کر دوں؟اب کی بار اس نے تھوڑے غصے میں کہا۔مگر اگلے ہی لمحے آگے سے زاویار کی آواز سنتے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔استغفرُاللہ کیوں اپنے اور

میرے رشتے کو گالی دے رہی ہو۔۔۔وہ مم۔۔۔مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ ہیں۔اشنا دھیمی سی آواز میں بولی۔البتہ دل میں وہ کافی حیران تھی۔کیا حسرتیں ایسے بھی پوری ہوتی ہیں؟اچھا جی اگر پتہ ہوتا کہ میں ہوں تو کیا کہتی تم۔وہ اب شوخ ہوا تھا۔کچھ بھی کہتی مگر بھائی نہ بولتی۔۔اشنا نے روانی سے کہتے پھر سے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی۔آج اس کی زبان اسے مروانے کے درپر تھی۔۔زاویار اس کی بات سنتے خاموش ہو گیا تھا۔تھوڑی دیر دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی۔تنگ آکر اشنا نے ہی اس خاموشی کو توڑا۔

آپ کی چوٹ کیسی ہے اب۔۔اس کے اچانک پوچھنے پر زاویار چونکا تھا۔انکھوں کے آگے صبح کا منظر لہرایا جب وہ اس کی فکر میں روتے ہوئے نڈھال ہو رہی تھی۔زاویار کے ہونٹوں کو بے اختیار مسکراہٹ نے چھوا۔لیکن وہ ابھی اسے تنگ کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔اسی لیے سنجیدگی سے بولا۔پہلے سے تھوڑی بہتر ہے اب۔ورنہ تم نے تو مجھے جان سے مارنے میں کوئی کسر نہیں

چھوڑی تھی۔اشنانے اس کی بات سنتے ایک بار پھر اپنی جذباتی طبیعت کو کوسا تھا۔۔آئی ایم ریئلی سوری مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ اچانک ایسے سامنے آجائے گیں۔ورنہ میں کبھی بھی باؤل اٹھا کر نامارتی۔۔ہاں اگر تمھیں پتہ ہوتا کہ میں سامنے ہوں تو تم باؤل نامارتی ایسا ہی ہے نہ؟اس کی بات پر اشنانے زور وشور سے ہاں میں سر ہلایا۔جی بلکل ایسا ہی ہے۔۔ہاں تم باؤل نہ مارتی بلکہ کوئی صوفہ یا کرسی اٹھا کر میرے سر میں مارتی۔تاکہ میں مرتا اور تمہاری مجھ سے جان چھوٹ جاتی ہے نہ۔۔۔اس کی بات پر اشنا روہانسی ہوئی۔وہ اب رو دینے کو تھی بس۔زاویار اس کے بارے میں اتنا غلط سوچے گا۔وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ایسی کوئی بات نہیں ہے زاویار۔آپ غلط سمجھ رہے ہیں۔۔اشنا کی بھیگی آواز زاویار کے کانوں سے ٹکرائی۔جو اسے بری طرح تڑپا گئی تھی۔وہ تو بس مزاق کر رہا تھا۔اُسے نہیں پتہ تھا کہ اشنا اس کی بات کو اتنا سیریس لے جائے گی۔۔ہے اشنا میری جان بات سنو۔۔رو کیوں رہی ہو

جانا۔ میں صرف مزاق کر رہا تھا۔ اس کی بات پر اشنا کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔ نجانے اسے کس بات پر اتنا رونا آ رہا تھا۔ زاویار کی اب سہی معنوں میں جان نکلی تھی۔ اسے اب اپنا مزاق بھاری پڑ گیا تھا۔ اشنا۔۔۔ تھوڑی دیر بعد اس نے دوبارہ سے اسے نہایت پیار سے پُکارا۔ ج۔۔جی۔۔ اشنا نے فوراً ہی جواب دیا۔ میرا بچہ روتے نہیں۔ قسم سے میں صرف مزاق کر رہا تھا۔ چوٹ اتنی زیادہ نہیں تھی۔ یقین کرو میں بلکل ٹھیک ہوں۔۔ پکا نہ۔ اشنا نے کنفرم کرنا چاہا۔ جی میری جان پکا۔ اچھا ایک بات تو بتاؤ۔۔۔ کیسا فیل کر رہی ہو تم؟ مطلب اب ہماری شادی ہونے والی ہے۔ مجھ سے تو بلکل صبر نہیں ہو رہا۔ تم بتاؤ تم کیسا فیل کر رہی ہو۔ زاویار نے اس کا دھیان بٹانا چاہا۔ جس میں وہ کامیاب بھی رہا تھا۔ اشنا اب رونا چھوڑ شرم سے سرخ پڑ رہی تھی۔ زاویار اسے اس وقت بلکل کوئی ٹین ایجر بچہ لگ رہا تھا۔ وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔۔ ارے میں یہاں تم سے اتنی سیریس بات کر رہا ہوں اور تم ہو کہ

ہنس رہی ہو۔ عجیب پاگل عورت ہو یار تم۔ زاویار نے مصنوعی خفگی سے کہا۔

ہاہاایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ تو میں بس ایسے ہی ہنس پڑی تھی۔ آپ بولے کیا کہ رہے تھے آپ۔ اشنا نے انجان بنتے پوچھا۔ بات کرتے کرتے وہ بیڈ پر آ کر لیٹ گئی تھی۔ تھوڑی دیر دونوں کے درمیان پھر سے خاموشی حائل رہی۔

اب کی بار زاویار نے اس خاموشی کو توڑا۔ اشنا۔۔۔ جان چھلکاتا لہجہ۔۔۔ اشنا کے دل کی دھڑکن بے ساختہ ہی تیز ہوئی تھی۔۔ ج۔۔ جی۔۔ تم خوش تو ہو نہ اس رشتے سے۔ کسی خدشے کے تحت زاویار نے اس سے کنفرم کرنا چاہا۔

اگر میں کہوں نہیں تو۔۔۔ اب تنگ کرنے کی باری اشنا کی تھی۔ اس کے جواب پر زاویار اچانک ہی غصے سی دبی دبی آواز میں چیخا تھا۔ تو یہ یاد رکھنا مس اشنا خان کہ اب تمہارے پاس انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اب کی بار میں تمھیں اٹھا کر لے جاؤں گا۔ اگر کوئی بھی ہم دونوں کے درمیان میں آیا تو۔۔۔ اشنا تو اس کا ایک دم سے بدلتا لہجہ دیکھ کر ہی حیران تھی۔۔ میں مزاق

کر رہی تھی زاویار۔اس نے بتانا ضروری سمجھا۔مزاق میں بھی میں تمھیں خود سے دور جانے کی بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا ذاویار کی جان۔۔اشنا نے اس کی بات پر منہ بسورا۔وہ پل میں تولہ اور پل میں ماشا والا کام کر رہا تھا۔

چلے ٹھیک ہیں مجھے نیند آ رہی ہے۔میں بعد میں بات کرتی ہوں آپ سے۔۔۔وہ فون کاٹنے ہی لگی تھی کہ زاویار نے اسے ٹوکا۔رکو۔۔اور اس کے ہاتھ اچانک ہی تھم گئے تھے۔جی۔۔۔فون کٹ مت کرنا ایسے ہی سو جاؤ۔۔

لیکن ایسے کیسے۔۔۔۔مطلب فون ساری رات چلتا رہے گا کیا؟اشنا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ہاں تو اس میں کیا ہے چلنے دو۔زاویار تو اج جیسے ہر چیز سے بے پرواہ تھا۔ٹھیک ہے۔اللہ حافظ۔اشنا نے یہ کہہ کر فون تکیے کے پاس رکھا۔اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔تھوڑی ہی دیر میں وہ گہری نیند سو چکی تھی۔جبکہ زاویار کی آنکھوں سے نیند آج کوسوں دور تھی۔اس نے فون

اپنے سینے پر رکھا ہوا تھا۔ جیسے وہ فون نہیں اشنا خان خود ہو۔ کچھ دیر بعد اس نے بھی آنکھیں بند کی۔ اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔۔

نائرہ شاہ اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھی کوئی کتاب پڑھنے میں مگن تھی۔ کہ درفشاں اس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ دونوں تھی تو سگی بہنیں لیکن دونوں کی نیچر میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ نائرہ شاہ جتنی نیک اور سوبر تھی۔ اتنی ہی درفشاں منہ پھٹ اور جذباتی لڑکی تھی۔ نائرہ درفشاں کو اپنے کمرے میں دیکھتے فوراً سے سیدھی ہو بیٹھی۔ نائرہ اس سے دو سال بڑی تھی۔ لیکن درفشاں نے اسے کبھی آپی کہنے کا تکلف نہیں کیا تھا۔ وہ اسے نائرہ ہی بول کر بلاتی تھی۔ ارے آؤ درفشاں کوئی کام تھا کیا تمھیں؟ مسکرا کر نائرہ نے اس سے پوچھا۔ ہاں نا مجھے ایک بہت ضروری کام تھا تم سے۔ پریشانی سے کہتی درفشاں اس کے ساتھ ہی بستر میں گھسچکی تھی۔ ہاں بولو کیا ہوا۔ خیریت تو ہے

نہ سب۔ نائرہ نے پریشانی سے پوچھا۔اسے کو والے ہوئے کسی بھی واقعے کا علم نہیں تھا۔اسے بس ماہ دیر نے اتنا بتایا تھا کہ اس مہینے کی تیس تاریخ کو زاویار اور اشنا اور درفشاں اور آبان خان کی شادی ہے۔اس نے بھی زیادہ بات کو کریدنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔اسی لیے بس سر ہاں میں ہلا کر رہ گئی۔۔یار تم میری تھوڑی سے ہیلپ کر سکتی ہو۔۔ہاں بولو کیسی ہیلپ ؟ایسے نہیں پہلے تم وعدہ کرو کہ تم میری مدد لازمی کرو گی۔۔درفشاں نے اس کا ہاتھ تھاما۔ایسی کیا بات ہے جس کے لیے تم مجھ سے وعدہ کروا رہی ہو۔۔نائرہ نے تجسس سے پوچھا۔اسے دال میں کچھ کالا لگ رہا تھا۔کیا تمھیں مجھ پر اعتبار نہیں ہے ؟درفشاں نے خفگی سے کہا۔اعتبار ہے تم پر لیکن۔۔۔اچھا چھوڑو وعدہ میں تمہاری مدد کروں گی۔بتاؤ تم کیا بات ہے۔۔وہ ابھی کچھ اور کہنے لگی تھی کہ درفشاں کی شکل دیکھ کر حامی بھر گئی۔۔کیا واقعی۔۔درفشاں نے خوشی سے کہا۔ہاں بولو کیا بات ہے۔۔مجھے آبان خان سے شادی نہیں کرنی

نائرہ۔مجھے اس گھر سے بھگادو۔۔پلیز۔۔میں تمھارا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گی۔میں صرف کچھ دنوں کے لیے یہاں سے جاؤں گی۔اور پھر شادی کی ڈیٹ گزرتے ہی واپس آجاؤں گی۔واپس آکر کہہ دوں گی کہ مجھے کسی نے کیڈناپ کرلیا تھا۔درفشاں تو جیسے سارا پلان بنائے بیٹھے تھے۔۔اس کی بات سن کر نائرہ نے فوراً ہی اسکے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ کھینچے۔۔تم ہوش میں تو ہو کیا بکواس کررہی ہو تم۔۔نائرہ تو بس اس کے پلان پر عش عش کر اٹھی تھی۔درفشاں اپنا تو فائدہ دیکھ رہی تھی۔لیکن اس سب میں جوان کے خاندان کی عزت خاک میں ملتی۔اس کا کیا۔نائرہ کو اس پر کسی پاگل کا گمان ہوا تھا۔۔نائرہ تم تو میری بہن ہو نہ پلیز میری مدد کردو۔ویسے بھی اب تو تم وعدہ کرچکی ہو مجھ سے۔انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے تمہارے پاس۔بکواس بند کرو درفشاں اور چلی جاؤ میرے کمرے سے۔مجھے اگر پتہ ہوتا کہ تم نے یہ بکواس کرنی ہے۔تو کے کبھی حامی نا بھرتی۔۔نائرہ تم نہیں جانتی آبان خان یہ

اب صرف مجھ سے بدلہ لینے کے لیے کر رہا ہے۔ وہ صرف مجھے تکلیف دینا چاہتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔۔ تمھیں پتہ ہے کل میں اس کے آفس گئی تھی۔ اور اس نے مجھ سے بلاوجہ اپنی ایک ورکر سے پیروں میں پڑ کر معافی منگوائی تھی۔۔ درفشاں اب باقاعدہ رونے لگی تھی۔ جبکہ نائرہ تو اس کی بات پر اسے پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ کیا کہا تم نے؟ کیا واقعی ایسا ہوا تھا۔ درفشاں نے اثبات میں سر ہلایا۔۔ تو پاگل لڑکی تم بابا سے بات کرو۔ وہ اس شادی کو رکوائے گیں۔ تم گھر سے بھاگنے کے پلان بنا رہی ہو۔ یہ تو کسی مسئلے کا حل نہیں ہے نا۔۔۔ نائرہ نے پریشانی سے کہا۔۔۔ ہاں بابا سے بات کروں۔ تاکہ وہ اُلٹا مجھے ہی باتیں سنا دیں۔ کہ میں آبان کے آفس میں آخر کرنے کیا گئی تھی۔۔ درفشاں کی اب ہچکیاں بندھ گئی تھی۔ تمھیں پتہ ہے کل میں نے انکار کیا تھا اس رشتے سے۔ دادا جی نے صاف کہہ دیا مجھے۔ کہ مجھے اگر اس رشتے پر اعتراض ہے تو میں یہ گھر چھوڑ کر جا سکتی ہوں۔۔ یہ کیا

کہہ رہی ہو تم۔ کیا واقعی دادا جی نے ایسا کہا تم سے؟ ہاں قسم سے۔۔ نائرہ نے پریشانی سے روتی ہوئی اپنی جان سے عزیز بہن کو دیکھا۔۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر وہ کیا کرے۔ نائرہ پلیز تم بس کچھ دنوں کے لیے اس گھر سے میری بھاگنے میں مدد کے دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں واپس آجاؤں گی۔۔ تم بس گھر میں کسی کو بھی مت بتانا اس بارے میں۔ دو گی نہیں تم میرا ساتھ۔۔ اس کے ہاتھ پھر سے پکڑ کر در فشاں نے آنسوؤں بھری آنکھوں کے ساتھ پوچھا۔۔۔ نائرہ کا بے ساختہ ہی ہاں میں سر ہلا تھا۔ اچھا لیکن تم جاؤ گی کہاں۔ میرا ایک دوست ہے اسکے ساتھ لندن چلی جاؤں گی۔ اس سے میری بات ہو گئی ہے۔ ٹکٹس بک کروا چکا ہے وہ میری۔۔ بس تم گھر میں کسی کو بھی مت بتانا کہ میں کہاں ہوں۔۔ اوکے؟؟ نائرہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ در فشاں اب آگے بڑھ کر اس کے گلے سے لگی۔ شادی نے پندرہ دن رہ گئے ہیں۔ میں مہندی والے دن رات میں نکل جاؤں گی گھر سے ٹھیک ہے؟ دیکھ

لیناور فشاں خاندان میں ہم لوگ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے گیں۔۔ تمھیں ابھی بھی خاندان کی پڑی ہے۔اگر یہی سب دیکھتی رہی نہ تو تمہاری بہن ساری عمر اس جہنم میں سڑتی رہے گی۔اور اس آبان خان کے ساتھ رہنے سے تو بہتر ہے کہ میں اپنے ہاتھوں سے اپنی جان لے لوں۔ روتے ہوئے کہتی وہ بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر موجود پھلوں کی باسکٹ میں سے چھری اٹھا کر اپنی کلائی پر رکھ چکی تھی۔نائرہ نے دہل کر اس کی جانب دیکھا۔ جو سچ میں شاید پاگل ہو چکی تھی۔در فشاں لگ جائے گی نیچے رکھو اسے۔میں کر تو رہی ہوں تمہاری مدد۔میں وعدہ کرتی ہوں پوری پوری مدد کروں گی تمہاری۔بس تم یہ چھری نیچے رکھ دو پلیز۔نائرہ اب باقاعدہ رونے لگی تھی۔ بھلا کہاں دیکھ سکتی تھی وہ اپنی جان سے پیاری بہن کو اتنی تکلیف میں۔در فشاں نے کلائی سے چّھری ہٹائی اور ایک بار پھر سے نائرہ کے گلے سے لگی۔ تھوڑی دیر اور ایسے ہی نائرہ سے باتیں کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے کی

طرف بڑھ گئی۔۔۔نائرہ کے کمرے سے نکلتے ہی اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔اس کے چہرے پر اب مسکراہٹ تھی۔مکروہ مسکراہٹ۔۔اب تم دیکھو آبان خان درفشاں شاہ تمھیں کیسے تگنی کا ناچ نچاتی ہے۔تم نے مجھ سے اس دو ٹکے کی لڑکی سے معافی مانگنے کو کہا تھا نا۔اب تم دیکھو بھرے خاندان میں تمہاری عزت خاک میں نہ ملائی تو میرا نام بھی درفشاں شاہ نہیں۔۔زیرِ لب مسکرا کر کہتی وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔نائرہ کی جذباتی طبیعت سے وہ اچھے سے واقف تھی۔یہ بھی جانتی تھی کہ وہ اسے ہر گز بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔۔اسی لیے اپنے پلان میں صرف اسے ہی شامل کیا تھا۔۔

اگلے دن شاہ ولا میں سب صبح کے ناشتے کے لیے ڈائننگ ٹیبل پر موجود تھے۔سوائے معاذ اور ہیر کے۔کیوں کہ وہ دونوں ہی سبینا بیگم یعنی اپنی پھوپھو کے پاس کچھ دنوں کے لیے رہنے گئے ہوئے تھے۔اور نائرہ ابھی سو کر نہیں اٹھی

تھی۔اس نے درفشاں کی کو والی باتوں کو کچھ زیادہ ہی دل پر لگالیا تھا۔وایک سمجھ دار لڑکی تھی۔اچھے سے جانتی تھی کہ درفشاں کے اس طرح گھر سے بھاگنے پر نا صرف اس کی اپنی عزت بلکہ پورے خاندان کی عزت پر بات آئے گی۔لیکن بہن کی خوشی کے لیے وہ کچھ بھی کرنے کو تیار تھی۔اس گھر میں کوئی بھی اس کہ ساتھ نہیں دے رہا تھا۔تو ایسے وقت میں اُسے ہی اپنی بہن کے ساتھ کھڑا ہونا تھا۔۔۔۔ماما نائرہ کہاں ہے۔ماہ دیر نے ٹیبل پر نائرہ کی موجودگی کو نا پاتے اپنی ماں سے پوچھا۔مجھے کیا پتہ اپنے کمرے میں ہی ہو گی۔اور تم اپنے ناشتے پر توجہ دو۔لوگوں کی فکر کرنا چھوڑ دو۔۔سائرہ بیگم جو ویسے ہی بھری بیٹھی تھی۔اسکے پوچھنے پر اپنی بھڑاس اس اور نکالی۔ماما وہ آپ کے لئے لوگوں میں شمار ہوتی ہو گی۔میرے لیے وہ میرا سب کچھ ہے۔اور رہی ناشتے کی بات تو آپ کرے ناشتہ پیٹ بھر کر۔میں نائرہ کے بغیر ناشتہ نہیں کروں گا۔ماہ دیر ناشتے سے ہاتھ کھینچ چکا تھا۔سائرہ بیگم نے اس کی بات پر

سرخ چہرے کے ساتھ اسے گھورا۔ وہ سب کے سامنے سر عام اپنے عشق کا اظہار کر رہا تھا۔ دادا جی بھی اسے ہی گھورنے میں مصروف تھے۔ جبکہ زاویار نے ہنسی روکنے کی خاطر پانی کا گلاس اپنے ہونٹوں سے لگایا۔ اسے آج اپنی بہن کی پسند پر فخر محسوس ہوا تھا۔ اگلے ہی لمحے ماہ دیر کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ میں لے کر آتا ہوں اسے۔ سب کی طرف دیکھ کر کہتا وہ دھڑلے سے نائرہ کے کمرے کی طرف بڑھا۔ سائرہ بیگم غصے سے چمچ پلیٹ میں پٹختی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔ اُن کی یہ اولاد کچھ زیادہ ہی زن مرید نکلی تھی۔ جبکہ باقی سب پھر سے اپنے ناشتے میں مصروف ہو گئے۔ سائرہ کا موڈ کس بات پر خراب تھا۔ وہ سب اچھے سے جانتے تھے۔ اسی لیے کسی نے بھی انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

ماہ دیر شاہ نائرہ کے کمرے میں داخل ہوا تو وہ بتیاں بُجھائے ابھی تک سو رہی تھی۔ماہ دیر پریشانی سے اس کی طرف بڑھا۔نائرہ میری جان۔اٹھو۔اسے سیدھا کرتے ماہ دیر نے اس کا گال تھپتھپایا۔نائرہ کی اسی وقت آنکھ کھلی تھی۔ ماہ دیر کو اپنے اوپر جھکے دیکھ وہ اٹھ کر بیٹھی۔خیریت ہے میرا بچہ آج اتنی دیر تک سویا ہے۔چہرے پر جھولتی اس کی دو آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے اڑستے ماہ دیر نے پیار سے پوچھا۔۔ہاں جی بس پتہ نہیں کیسے اتنی دیر تک سوتی رہی میں۔ماہ دیر اس کے پاس ہی بستر پر بیٹھ چکا تھا۔نائرہ نے تھوڑا اس کے قریب ہوتے اس کے کندھے پر سر رکھا۔سامنے لگی گھڑی پر وہ وقت دیکھ چکی تھی۔ ماہ دیر کو نجانے کیوں وہ تھوڑی ڈھیلی ڈھیلی سی لگی۔جاناں طبیعت تو ٹھیک ہے نہ آپکی۔۔۔۔اس کے گرد آہستہ سے اپنا حصار بناتے ماہ دیر نے فکر مندی سے پوچھا۔جی بلکل ٹھیک ہوں میں۔آپ پاس ہیں نہ میرے اب بلکل ٹھیک ہوں۔ مسکرا کے کہتی وہ ماہ دیر کے چہرے پر بھی مسکراہٹ لے آئی

تھی۔ کیا بات ہے۔ آج لوگوں کو بڑا پیار آرہا ہے ہم پر۔ ماہ دیر نے شوخ لہجے میں کہا۔ شاید ہی یہ پہلی بار تھا جب نائرہ خود اس کے نزدیک آئی تھی۔ تو میں آپ کے نزدیک آنے کا پورا پورا حق رکھتی ہوں۔ میں نزدیک نہیں آؤں گی تو پھر کون آئے گا۔ نائرہ نے اسے گھور کر پوچھا۔ اسے اس وقت صرف اپنے دماغ میں چلتی سوچوں سے چھٹکارا چاہیے تھا۔ اور ماہ دیر جب بھی اسکے پاس ہوتا وہ کسی اور چیز کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتی تھی۔ اسی لیے ابھی بھی وہ چاہتی تھی کہ ماہ دیر اسی طرح اس کے پاس بیٹھا رہے۔ جی بلکل آپ ہی سارے حق رکھتی ہیں۔ لیکن اگر آپ حق جتا ہی رہی ہیں تو سہی سے جتایے نا۔ یہ اس طرح ہلکا سا ساتھ لگ جانے پر آپ کے شوہر کا دل نہیں بھرتا۔ ماہ دیر نے منہ بنا کر کہا۔ نائرہ نے آہستہ سے اس کے کندھے سے اپنا سر اٹھایا۔ اور پھر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ماہ دیر بھی اسے ہیدیکھ رہا تھا۔ چند پل وہ دونوں ہی ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بیٹھے رہے۔ اور پھر

دونوں نے ایک ساتھ اپنے چہرے نزدیک کرتے مقابل کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ماہ دیر سہی طریقے سے حیران بھی نہیں ہو پایا تھا۔کیوں کہ وہ ماہ دیر کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے اپنے مزید نزدیک کر چکی تھی۔۔۔ماہ دیر نے ایک نظر اسے دیکھا۔جو آنکھیں بند کیے اس کے ہونٹوں سے لپٹی ہوئی تھی۔وہ اپنی حرکت روک چکا تھا۔لیکن نائرہ تو شاید آج کسی اور ہی جہان میں گم تھی۔اس نے مقابل کے حرکت کرتے ہونٹ رکنے کا بھی کوئی اثر نہیں لیا تھا۔ماہ دیر نے تھوڑی دیر بعد اُسے خود سے الگ کیا۔اور بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا۔نائرہ جیسے اچانک ہوش میں آئی تھی۔اور پھر شرم سے سرخ پڑتے چہرے کے ساتھ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔میں ابھی آفس جا رہا ہوں۔شام میں تیار رہنا ایک دوست کے گھر ڈنر کرنے جانا ہے۔اور ہاں ابھی اٹھ کے ناشتہ کر لینا۔نائرہ نے ایک خاموش نظر اس پر ڈالی۔اسے شدید غصّہ آ رہا تھا۔جو وہ شخص اس کی آنکھوں میں واضح لکھا پیغام نہیں پڑھ پایا

تھا۔ماہ دیر شاہ اچھے سے جانتا تھا کہ وہ کیا چاہتی ہے۔ مقابل اس کی روح میں بستی تھی۔اس کی آنکھوں میں لکھی واضح تحریر وہ بھلا کیسے نہ پڑھ پاتا۔ لیکن ابھی سہی وقت نہیں تھا۔ باہر سب لوگ بیٹھے تھے۔ایسے میں وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔اسی لیے اپنے جذبات کو بے قابو ہونے سے پہلے ہی اس سے دور ہو گیا تھا۔ جبکہ نائرہ یہ سمجھ رہی تھی کہ ماہ دیر اسے ٹھکرا رہا ہے۔ وہ حد درجہ ماہ دیر سے بد گمان ہو چکی تھی۔ لیکن وہ کیا جانتی اس سے زیادہ اس کے لیے ماہ دیر شاہ تڑپ رہا تھا۔ بس آج تک اسے نائرہ کی اجازت نے ہی روکا ہوا تھا۔ جو آج وہ اسے بخوبی دے چکی تھی۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ آپ خود ہی چلے جاہیے گا۔۔۔اسے جواب دیتی وہ کمبل منہ تک اوڑھ کر لیٹ چکی تھی۔ جبکہ ماہ دیر نے ایک خاموش نظر اس پر ڈالی۔اور پھر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ نائرہ سے وہ آفس کے بعد نپٹنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ جبکہ نائرہ نے اس

کے جانے کے بعد ایک نظر بند دروازے کو دیکھا اور پھر سے کمبل میں منہ دیے رونے کا شغل فرمانے لگی۔۔۔۔

Ep : 6

ماہ دیر شاہ سارے دن کا گیا تھکا ہارا گھر میں داخل ہوا۔ جہاں اس کی زندگی اس سے ناراض ہوئی صبح سے اپنے کمرے میں بند تھی۔ اسے زاویار سے پتہ چلا تھا کہ نائرہ نے صبح سے اپنے کمرے کا دروازہ نہیں کھولا۔ ناہی اس نے صبح سے کچھ کھایا تھا۔ ماہ دیر اسی ٹائم گھر آجاتا لیکن اسے ایک بہت ہی ضروری میٹنگ میں جانا پڑ گیا تھا۔ ابھی وہ سیدھا میٹنگ اٹینڈ کر کے گھر ہی آیا تھا۔ وہ نائرہ کے کمرے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ سائرہ بیگم نے اسے پُکارا۔ ماہ دیر نے ایک گہری سانس بھری۔ وہ جتنا بے چین تھا اتنی ہی دیر ہو رہی تھی۔ جی مام بولیں۔ ان کی طرف مڑ کر اس نے پوچھا۔ ہاں ابھی تو آئے ہو تم۔ آتے ہی

نائرہ کے کمرے میں جانا ضروری ہے کیا۔ کھانا تو کھالو پہلے۔ سائرہ بیگم نے بھڑ بھڑ جلتے ہوئے کہا۔ انہیں اس وقت سب کچھ جیسے اپنے ہاتھ سے نکلتا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔ ایسا نہیں تھا کہ انہوں نے کبھی نائرہ سے کوئی بغض رکھا ہو۔ لیکن فلحال وہ اشنا کی وجہ سے سب سے ہی بد گمان ہو رہی تھی۔ مام میں کھانا کھالوں گا۔ ان فیکٹ آج میرے ایک دوست نے مجھے اور نائرہ کو کھانے پر بلایا ہے۔ تو آج وہیں کھائے گیں ہم دونوں۔ اور دوسری بات میں نائرہ کو اس کے کمرے میں یہی کہنے جا رہا تھا۔ کہ وہ تیار ہو جائے۔ تاکہ ہم دونوں وہاں وقت پر پہنچ سکے۔ ہلکا سا مُسکرا کر کہتا وہ مزید سائرہ بیگم کی کوئی بھی بات سنے نائرہ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ پیچھے سائرہ بیگم نے خون خوار نظروں سے اس کی پشت کو گھورا۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھیں اپنی اولاد کا۔۔۔

نائرہ کے کمرے کا دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔ نائرہ کہیں پر بھی نہیں تھی۔ واش روم سے پانی کے گرنے کی آواز آرہی تھی۔ شاید وہ شاور لے رہی تھی۔ ماہ دیر خاموشی سے جا کر اس کے بیڈ پر بیٹھ گیا۔ وہ اس وقت گرے کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا۔ جو کہ اب ہلکا سا شکن زدہ تھا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد بھی جب نائرہ کمرے میں نہ آئی تو وہ جھنجھلاتے ہوئے واش روم کی طرف بڑھا۔ باتھروم کے پاس پہنچ کر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ نائرہ دروازہ کھولو۔ جبکہ نائرہ جو پہلے واش روم سے نکلنے لگی تھی۔ کہ ماہ دیر کو اپنے کمرے میں دیکھ وہ واپس سے باتھروم میں بند ہو چکی تھی۔ اسے اب ماہ دیر کے کمرے سے باہر جانے کا انتظار تھا۔ لیکن وہ تو یہیں پر آ چکا تھا۔ نائرہ دروازہ کھولو ورنہ میں توڑ کر اندر آ جاؤں گا۔ اور یقین کرو اگر میں خود آیا تو تم بہت پچھتاؤ گی۔ نائرہ نے اس کی دھمکی پر تھوک نگلا۔ وہ ابھی بلکل بھی ماہ دیر کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسی لیے باہر جانے کہار سک نہیں لے رہی

تھی۔ نائرہ بے بی تمہارے پاس صرف دو منٹ ہیں اگر تم نے دروازہ نہیں کھولا تو تیسرے منٹ میں اندر ہو نگا۔ اور یقین کرو میں تمہاری ناز کی کی پرواہ کیے بغیر اپنی بے رحم شدتوں سے تمہارے پورے جسم کو نیلا کر کے رکھ دوں گا۔ کیا تمھیں اپنی جان پیاری نہیں ہے۔ جو مجھ سے پنگے لے رہی ہو۔۔۔ پر اسرار لہجے میں کہتا وہ نائرہ کی جان ہوا کر گیا تھا۔ اگلے ہی لمحے نائرہ نے آگے بڑھتے جلدی سے دروازہ کھولا۔ ورنہ اس سے کوئی بعید نہیں تھی اس نے جو کہا ہے وہ سچ میں کر دیتا۔ نائرہ کو دروازہ کھولتے دیکھ ماہ دیر جلدی سے اس کے ساتھ ہی باتھروم میں بند ہوا۔ وہ اس وقت پنک کلر کے باتھ روب میں ملبوس تھی جو کہ بمشکل ہی اس کے گھٹنوں تک آرہا تھا۔ اسے گہری بے باک نظروں سے اپنا جائزہ کرتے دیکھ نائرہ نے آنکھیں جھکائی۔ جبکہ ماہ دیر کو اسے ایسے دیکھ جیسے جھٹکا لگا تھا۔ وہ مقابل کو پہلی بار اس حلیے میں دیکھ رہا تھا۔ گلے میں گلٹی سے اُبھر کر معدوم ہوئی۔ جبکہ آنکھیں خمار سے سرخ پڑ

رہی تھی۔ تم میری سوچ سے زیادہ خوبصورت ہو جاناں۔ لیکن تمہاری اس خوبصورتی کا حق میں ابھی ادا نہیں کر سکتا۔ پہلے ہمیں میرے دوست کے گھر ڈنر کرنے جانا ہے۔ کپڑے پہنو اور چلو میرے ساتھ پانچ منٹ کے اندر تم باہر ہو۔ ازاٹ کلیئر؟ اپنی سنا کر اس نے نائرہ سے پوچھا۔ جبکہ نائرہ نے بمشکل اپنے آنسوؤں کو حلق میں اُتار کر اسے دیکھا۔ جواب پھر اس کے ساتھ زیادتی کر رہا تھا۔ ماہ دیر اس کی آنکھوں کو اگنور کرتے فوراً واشروم سے نکلا۔ ورنہ اسے آج اپنے جذبات کو قابو کرنا بہت مشکل لگ رہا تھا۔ لیکن وہ اپنے پلان پر پانی نہیں پھر سکتا تھا۔ اسی لیے باہر جانا ہی مناسب سمجھا۔۔ اس کے جانے کے بعد نائرہ نے اپنا غصّہ ٹھنڈا کرنے کے لیے ایک بار پھر سے شاور لیا۔ اور کچھ دیر بعد بلیک کلر کا فراک پہنے باہر نکلی۔ ماہ دیر بیڈ پر ہی بیٹھے اس کہ انتظار کر رہا تھا۔ اسے آتے دیکھ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ چادر لو اور چلو میرے ساتھ۔۔ اس نے جیسے حکم دیا۔ لیکن تیار تو ہو جاؤں میں۔۔۔ نائرہ کو اب غصّہ آ رہا تھا۔ جو وہ

کب سے اپنی ہی منوائے جا رہا تھا۔ چھوڑو بس ٹھیک ہے ایسے ہی اچھی لگ رہی ہو۔ جلدی چلو۔ ماہ دیر نے الماری سے شال نکال کر اس پر اوڑھائی اور اسکا ہاتھ پکڑے کمرے سے باہر نکلا۔ نائرہ تو بس اس کی سپیڈ دیکھ کر رہ گئی۔ اُسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر اسے کس بات کی جلدی ہے۔ وہ اسے ساتھ لیے گاڑی کے پاس آیا۔ اسے فرنٹ سیٹ پر بٹھاتے وہ خود بھی اپنی طرف کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھا۔ اور گاڑی سٹارٹ کی۔۔

تقریباً بیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ دونوں ایک بہت خوب صورت سے فارم ہائوس کے باہر موجود تھے۔ نائرہ نے کبھی یہ فارم ہاؤس نہیں دیکھا تھا اسی لیے اسے ماہ دیر کے دوست کا گھر سمجھ رہی تھی۔ ڈرائیو کے دوران وہ دونوں ہی خاموش رہے تھے۔ چلو اُترو۔۔ ماہ دیر نے خود بھی اترتے اسے بھی اترنے کا کہا۔ نائرہ ایک گہری سانس بھر کے باہر نکلی۔ اور وہ دونوں ہی اندر کی

جانب بڑھ گئے۔۔۔۔اندر داخل ہوتے نائرہ کنفیوز سی ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔وہ کیا سوچ رہی تھی۔لیکن یہاں تو کوئی موجود ہی نہیں تھا۔اسے اب تشویش ہونے لگی تھی۔اس نے ایک نظر ماہ دیر کی طرف دیکھا جو اس کا ہاتھ پکڑے اندر کی جانب بڑھ رہا تھا۔اور پھر بولی۔۔یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے۔آپ نے تو کہا تھا کہ آپ کے دوست نے ہم دونوں کو ڈنر پر بلایا ہے۔صبر کرو تھوڑا سا۔لگ جائے گا پتہ سب۔ماہ دیر نے بغیر اس کی جانب دیکھے کہا۔جو کہ نائرہ نے شدّت سے محسوس کیا تھا۔گاڑی میں بھی اس نے ایک بات بھی نظر اٹھا کر اسے نہیں دیکھا تھا۔یہی بات نائرہ کو بے حد چبھ رہی تھی۔۔۔۔تم یہاں کھڑی رہو میں بس دو منٹ میں آیا۔اسے لاؤنج میں کھڑا کرتے وہ اندر کی جانب بڑھنے ہی لگا تھا کہ نائرہ نے اس کا ہاتھ پکڑا۔آپ کہاں جا رہے ہیں؟اس نے گھبراتے ہوئے پوچھا۔اتنے بڑے فارم ہاؤس میں اکیلے پن سے اسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔میری زندگی میں بس دو منٹ میں آ رہا

ہوں۔ تم یہاں بیٹھو میں ابھی گیا اور ابھی واپس آیا۔ ماہ دیر نے اسے صوفے پر بٹھایا۔ اور خود اوپر موجود ایک کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ نائرہ کنفیوز سی اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آخر ہو کیا رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد ماہ دیر ہاتھ میں ایک شاپنگ بیگ اٹھائے باہر آیا۔ نائرہ کے پاس پہنچ کر اس نے ہاتھ میں موجود شاپنگ بیگ اسے تھمایا۔ یہ پکڑو اور سامنے کمرہ ہے ایک وہاں جا کر چینج کر کے آؤ۔ ہمم۔۔۔ اس کا گال تھپتھپا کر وہ اسے پھر سے حکم دے گیا تھا۔ نائرہ نے خاموشی سے ایک نظر اس کے ہاتھ میں موجود بیگ کو دیکھا۔ اور پھر اُسے تھام لیا۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ اب ماہ دیر سے کوئی بحث نہیں کرے گی۔ جب مقابل کو ہی اسکی کسی خواہش سے کوئی غرض نہیں تھا۔ تو وہ کیوں اس کے سامنے نخرے کرتی۔ اسی لیے خاموشی سے کمرے کی جانب بڑھی۔ اندر داخل ہو کر اس نے دروازے کو لاک کیا اور شاپنگ بیگ میں سے کپڑے نکالے۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس کی رنگت شدید سرخ

قندھاری ہوئی تھی۔ کیوں کہ شاپنگ بیگ میں موجود کپڑے، کپڑوں کے نام پر دھبّا تھا۔ اندر صرف ایک نیٹ کی نائیٹی تھی۔ جو کہ اتنی چھوٹی اور تنگ تھی کہ بمشکل ہی اِسکی تھائیز تک پوری آتی۔ اب نائرہ کو سمجھ میں آیا تھا۔ کہ وہ اسے کیوں یہاں پر لایا ہے۔ کچھ دیر نائیٹی کو ہاتھ میں پکڑے وہ کشمکش کا شکار رہی کہ پہنے یا نہیں لیکن پھر کچھ سوچ کر وہ ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔ اس کا ارادہ چینج کرنے کا تھا۔ چینج کرنے کے بعد وہ آئینے کے سامنے آکر اپنا جائزہ لینے لگی۔ جبکہ اس حالت میں اپنے آپ کو دیکھ کر وہ مزید شرم سے سرخ ہوئی۔ وہ اس وقت بلڈ ریڈ کلر کی نہایت شارٹ نائیٹی میں ملبوس تھی۔ جو کہ بمشکل ہی اس کی کمر کے نچلے حصے کو کور کر رہی تھی۔ جبکہ نائیٹی کی فٹنگ اتنی تھی کہ اس میں سے اس کے نشیب و فراز جیسے باہر نکل آنے کو تیار تھے۔

نائرہ نے ڈریسنگ ٹیبل سے ریڈ ہی کلر کی لپسٹک اٹھائے اپنے ہونٹوں پر لگائی۔ اس کا قیامت خیز بدن اس نائیٹی میں جیسے دمک رہا تھا۔ اپنے بالوں کو

جوڑے کی قید سے آزاد کرتے اس نے کمر پر کھلے چھوڑے۔ بلاشبہ وہ بہت حسین لگ رہی تھی۔ وہ اس وقت بلکل کسی اپسرا کی مانند لگ رہی تھی جو آج ماہ دیر شاہ کو چاروں خانے چت کرنے کے ارادے رکھتی تھی۔ نائرہ نے ایک آخری نظر اپنے سراپے پر ڈالی۔ اور پھر ہمت کرتی دروازے کی جانب بڑھی۔ لیکن دروازے تک پہنچتے ہی جیسے ساری ہمت ہوا ہو چکی تھی۔ وہ تو خود آئینے میں اپنے سراپے کو نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ تو مقابل تو پھر ماہ دیر شاہ تھا جو اسے سادگی میں بھی دیکھ کر جیسے پاگل ہو جاتا تھا۔ اب تو اس نے نہایت ولگر اور بولڈ نائیٹی پہن رکھی تھی۔ نجانے آج ماہ دیر شاہ نے اس کے ساتھ کیا کرنا تھا۔۔۔

جبکہ ماہ دیر شاہ مسلسل گھڑی پر نظریں ٹکائے بیٹھا تھا۔ اُسے اندر گئے ہوئے آدھا گھنٹہ ہونے والا تھا۔ لیکن وہ ابھی تک باہر نہیں نکلی تھی۔ ماہ دیر کو اب

غصّہ آرہا تھا۔ جسے وہ بمشکل کنٹرول لیے بیٹھا رہا۔ مزید پانچ منٹ گزرنے کے بعد بھی جب وہ کمرے سے نا نکلی تو ماہ دیر خود ہی کمرے کی جانب بڑھا۔۔ اس نے دروازہ بجانے کا تکلف نہیں کیا تھا۔ کیوں کہ نائرہ خود بھی دروازے کو لاک کرنا بھول گئی تھی۔ اگر وہ لاک کر بھی دیتی تو ماہ دیر کے پاس ڈپلیکیٹ چابی تھی۔ جس سے وہ باآسانی اندر داخل ہو جاتا۔ نائرہ نے گھبرا کے اس کی جانب دیکھا جو دھڑلے دے اندر داخل ہو چکا تھا۔ وہ آئینے کے سامنے ہی کھڑی تھی کہ ماہ دیر کو اندر آتے دیکھ بری طرح گھبرا گئی۔ جبکہ ماہ دیر تو جیسے اسے دیکھ پلک تک جھپکنا بھول چکا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ نائرہ خوبصورت ہے۔ لیکن وہ اتنی خوبصورت ہے کہ پریوں کو بھی مات دے دے۔ یہ ماہ دیر شاہ کو آج پتہ چکا تھا۔ وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اسے مسلسل اوپر سے نیچے تک دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں کی تپش نائرہ کی ٹانگوں سے جیسے جان نکال رہی تھی۔ ماہ دیر۔۔۔۔ نائرہ نے آہستہ سی آواز میں اسے پُکارا۔۔ ہاں بولو۔۔ ماہ

دیر جیسے کسی ٹرانس سے باہر نکلا تھا۔اور پھر اس کی جانب اپنے قدم بڑھائے۔ نائرہ کے دل کی دھڑکن بے ساختہ ہی تیز ہوئی تھی۔وہ قدم قدم چلتا اس کے نزدیک کھڑا ہوا۔

"You are looking so hot baby girl"

اس کے کان میں سرگوشی کرتا وہ اس کے کان کی لو کو اپنے دانتوں تلے دبا گیا۔نائرہ اس کی بات پر کانوں کی لو تک سرخ پڑی۔مقابل بے شرم تھا اور ساتھ میں اسے بھی سرخ کر رہا تھا۔۔اسے اب ماہ دیر سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔وہ جانتی تھی کہ ماہ دیر اس کے معاملے میں کتنا جنونی ہے۔ماہ دیر نے اسے نظریں جھکائے خاموش کھڑا دیکھ اپنی باہوں میں اٹھایا۔اور کمرے سے باہر کی جانب بڑھا۔وہ اسے لیے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔نائرہ اس کی گرفت میں بلکل خاموش تھی۔شرم سے جیسے وہ مرنے والی ہو رہی تھی۔کچھ خوف سے بھی اس کی جان نکل رہی تھی۔نجانے اس کے ساتھ اب کیا ہونے والا تھا۔

ماہ دیر اسے لیے اوپر موجود کمرے میں آیا۔ اندر داخل ہوتے ہی گلاب کے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو نائرہ کی ناک سے ٹکرائی۔ وہ مبہوت سی اِرد گرد دیکھ رہی تھی۔ وائٹ اور گرے کلر کے امتزاج کا یہ کمرہ نہایت خوبصورت تھا۔ بیڈ پر وائٹ کلر کی شیٹ بچھی تھی۔ جس پر گلاب کے پھولوں سے دل بنا کر بیچ میں ان دونوں کے نام کے پہلے حرف لکھے تھے۔ جبکہ جگہ جگہ موجود کینڈل لائٹس ماحول کو خواب ناک بنا رہی تھی۔ دروازے سے لے کر بیڈ تک پھولوں کی ایک روش بچھائی گئی تھی۔۔۔۔ جس اور چل کر وہ نائرہ کو لیے بیڈ کی طرف بڑھا۔ اس نے آہستہ سے نائرہ کو بیڈ پر بٹھایا اور خود تھوڑا پیچھے ہٹ کے کھڑا ہوا۔ کیسا لگا کمرہ؟ اس کی آواز خماری سے بھاری محسوس ہو رہی تھی۔ بہت خوبصورت۔۔۔۔ نائرہ نے جیسے کسی ٹرانس کی کیفیت میں ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔ ماہ دیر اس کے جواب پر سر ہلاتا بیڈ کی جانب بڑھا۔ ایک جھٹکے سے اسے لٹاتے وہ اس کیے اوپر آیا۔ نائرہ تو اسے دیکھ

کر رہ گئی تھی۔ جو سیکنڈز میں اس پر حاوی ہو چکا تھا۔ تو چلو اب شوہر کو خوش کرو شاباش۔۔۔ خمار زدہ آواز میں کہتا وہ اس کی گردن پر جھک کر لو بائٹس بنانے لگا۔ نائرہ کی سسکیاں بلند ہو رہی تھی۔۔ ابھی تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں بے بی گرل اور تمہاری سسکیاں نکل رہی ہیں۔ جب میں تمہاری روح میں اتروں گا تب تو مجھے لگتا ہے تم نے رو رو کر سارا گھر ہی سر پر اٹھا لینا ہے۔ اس کی گردن سے چہرہ اٹھاتے ماہ دیر نے شرارت سے اسے چھیڑا۔ نائرہ نے اسی وقت اپنی سسکیوں پر قابو پایا۔ اس کی زبان جیسے تالو سے چپک چکی تھی۔۔۔ کیا ہوا؟ کیا تم نہیں چاہتی کے ہم دونوں ایک ہو؟ اسے بلکل خاموش دیکھ ماہ دیر نے بالآخر اپنے دل میں پلتا سوال پوچھا۔ نائرہ نے بے ساختہ ہی فوراً نفی میں سر ہلایا تھا۔ تو پھر اتنی خاموش کیوں ہو؟ مجھ۔۔۔ مجھے آ۔۔ آپ سے ڈ۔۔ ڈر لگ رہا ہے اس لیے۔۔ نائرہ نے لرزتی آواز میں بمشکل اپنی بات مکمل کی۔ ماہ دیر نے سمجھ کر سر ہلایا۔ ریلکس میرا بچہ۔ میں کوئی

بھوت تھوڑی ہوں جو تمھیں کھا جاؤں گا۔ ریلکس رہو بلکل اور مُجھ پر بھروسہ رکھو!! ہمم؟؟ ماہ دیر شاہ نے بات مکمل کرتے آخر میں اس سے استفسار کیا۔ نائرہ نے سمجھ کر ہاں میں سر ہلایا۔ ماہ دیر نے کچھ دیر اسے دیکھنے کے بعد اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ فلحال وہ بہت نرمی سے اسے چھو رہا تھا۔ اس کے لمس میں نرمی محسوس کرتے نائرہ اپنا ہاتھ اس کے بالوں میں پھیرتے خود بھی اس کا ساتھ دینے لگی۔ اس کا ساتھ پاتے ہی ماہ دیر جیسے اچانک ہی بہت سخت ہوا۔ اس کا ایک ہاتھ اس کی ڈوریوں میں اُلجھا تھا۔ جبکہ دوسرے ہاتھ کو وہ اس کے سر کے نیچے رکھے شدّت سے اس کے ہونٹوں کو سک کرنے میں مصروف تھا۔ ڈوریوں کو کھول وہ اپنا ہاتھ اس کی دھڑکنوں پر رکھتا نائرہ کو جھٹپٹانے پر مجبور کر گیا تھا۔ نائرہ نے نامحسوس انداز میں اچانک ہی اسے خود سے دور دھکیلا۔ ماہ دیر جو مدہوشی کے عالم میں اس پر جھکا ہوا تھا۔ بری طرح دوسری طرف کو لڑکھڑایا۔ اسے اچانک ہی شدید غصّہ آیا تھا۔

مقابل قربت کے لمحات میں کیسے اسے خود سے دور دھکیل سکتی تھی۔ وہ جیسے پاگل ہوا تھا۔ اگلے ہی لمحے ماہ دیر پھر سے اس پر سایہ فگن ہوا۔ ہمت کیسے ہوئی تمہاری مجھے خود سے دور دھکیلنے کی ہاں؟ بولتے ہی ماہ دیر ایک جھٹکے سے اس کے جسم کو اس نائیٹی سے آزاد کیا۔۔ وہ اب صرف ریڈ کلر کے ہی دو پردوں میں اس کے سامنے موجود تھی۔ نائرہ کا اس وقت برا حال تھا۔ کچھ بھی بولنے یا سمجھنے کی جیسے اس کے اندر ہمت ہی نہیں تھی۔ ماہ دیر نے آہستہ سے اس کے جسم کو ہر پردے سے آزاد کیا۔ اب وہ مکمل عیاں اس کے سامنے تھی۔ ماہ دیر کے گلے میں گلٹی سی اُبھر کے معدوم ہوئی۔ اس کا انگ انگ جیسے نائرہ کو خود میں سمانے کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔ نائرہ نے شرم سے لال سرخ ہوتے کروٹ بدلی۔ ماہ دیر اسے بازو سے پکڑتے پھر سے سیدھا کر گیا۔ وہ اسے سرد نظروں سے گھور رہا تھا۔ نائرہ اس کی آنکھوں میں موجود سرد پن محسوس کرتے روہانسی ہوئی۔۔ پل۔۔۔ پلیز لائٹس آف کر دیں۔۔ نائرہ نے

جیسے التجا کی تھی۔ماہ دیر نے بالآخر اس پر ترس کھاتے ساری لائٹس آف کی۔ کمرے میں اب صرف ایک لیمپ کی روشنی جل رہی تھی۔ماہ دیر اس کے اوپر لیٹتے اپنا ایک ہاتھ اس کی انر تھائیز تک لے جاتے جبکہ دوسرا ہاتھ اس کی دھڑکنوں پر پھیرتے اسے ہے بس کر رہا تھا۔اب منظر کچھ یوں تھا کہ ماہ دیر کا ایک ہاتھ اس کی ٹانگوں کے درمیان انر تھائیز کو سہلا رہا تھا۔تو دوسرا اس کی دھڑکنوں کو بری طرح مسل رہا تھا۔نائرہ اس کی گرفت میں بن آب مچھلی کی طرح تڑپ کر رہ گئی تھی۔۔وہ اپنے ساتھ ساتھ اُسے بھی بری طرح مدہوش کر گیا تھا۔۔نائرہ نے بالوں سے پکڑ کر اس کہ چہرہ اپنے نزدیک کیا۔اور شدت سے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں لیے دانتوں سے کاٹنے لگی۔ماہ دیر بھی اس کا پورا پورا ساتھ دے رہا تھا۔وہ دونوں ہی اس وقت ایک دوسرے کے لیے جنونی معلوم ہو رہے تھے۔ماہ دیر۔اس کی انر تھائیز کو سہلاتے وہ گہری شرارتیں کرنے لگا تھا۔نائرہ شاہ نے بری طرح جھٹپٹاتے ہوئے چیختے

اس کے ہاتھ کو پکڑنے کی کوشش کی۔ وہ بری طرح بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔۔ ماہ دیر نے فوراً ہی اپنا ہاتھ اس کی تھائیز سے ہٹا لیا تھا۔ کچھ دیر اور یوں ہی اس کی دھڑکنوں کو اپنے لمس سے مہکاتے وہ خود کو بھی ہر پردے سے آزاد کرتا شدّت سے اس کے بدن میں داخل ہوا۔ نائرہ کے منہ سے ایک چیخ برآمد ہوئی تھی۔ جسے ماہ دیر اپنے ہونٹوں میں ہی دبا گیا۔ وہ خود بھی اس وقت بری طرح بے بس تھا۔ اگر رکتا تو خود پر ظلم کرتا۔ اسی لیے نائرہ کی چیخ کا کوئی اثر نہیں لیا۔ کئی آنسو اس کی پلکوں کی باڑ توڑ کر آنکھوں سے نکلے۔ ماہ دیر کی شدتوں سے اس کا پورا جسم لرز رہا تھا۔ مگر وہ بے رحم بنا اپنی شدتیں اس پر قہر کی مانند برسا رہا تھا۔۔ آہہہہ ریلکس بے بی بس کچھ دیر اور پھر تم بلکل ٹھیک ہو جاؤ گی۔ بس تھوڑی دیر۔۔۔۔ ماہ دیر اس کے آنسو صاف کرتا بھاری آواز میں بولا۔ دونوں کے جسم اس وقت پسینے سے بھرے پڑے تھے۔۔ نائرہ اس کی بات پر سمجھ کر سر ہلاتی اسے اپنے داخل مسلسل حرکت کرتا محسوس کر رہی

تھی۔ کمرے میں ان دونوں کے ملن کی آوازیں گونج رہی تھی۔ ساتھ ساتھ نائرہ کی سسکیاں اور آہیں بھی وقفے وقفے سے اس آواز کا حصہ بنتی اس بات کی گواہ تھی کہ وہ دو جسم ایک ہو چکے تھے۔۔

قسط نمبر: 7

نائرہ شاہ اس وقت ماہ دیر کے سینے پر سر رکھے سوئی ہوئی تھی۔ جبکہ ماہ دیر شاہ مسلسل اس کے بالوں میں اپنی اُنگلیاں چلاتا اسے سکون پہنچا رہا تھا۔ نیند تو اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ گزری رات کے سارے مناظر اس کی آنکھوں میں کسی خوبصورت فلم کی طرح چل رہے تھے۔ اس نے ساری رات نائرہ کو اپنے پیار کی بارش میں بھگو کر یہ بتایا تھا کہ وہ اس کے لیے کتنی خاص ہے۔ ابھی ہی فجر کی نماز دونوں ایک ساتھ پڑھ کر لیٹے تھے۔ نائرہ تو تھکن کی وجہ سے سو چکی تھی۔ لیکن ماہ دیر شاہ کی آنکھوں میں خمار کی سرخی

ابھی بھی واضح تھی۔ گزری رات کے بعد مقابل جیسے اس کے لیے ہر چیز سے زیادہ ضروری ہو چکی تھی۔ وہ ابھی ان ہی سوچوں میں گم تھا کہ نائرہ کی آنکھ کھلی۔۔ آپ سوئے نہیں کیا؟ اس کی کھلی انکھوں کو دیکھتے نائرہ نے سوال کیا۔ ماہ دیر نے ایک نظر اپنے سینے پر لیٹی اپنی متاعِ جاں کی طرف دیکھا۔ اور پھر ہلکا سا مسکرایا۔ جب اتنی حسین بیوی اتنی حسین رات گزرنے کے بعد آپ کے سینے پر سر رکھ کر سو رہی ہو۔ تو کوئی کافر ہی ہو گا جسے نیند آئے گی۔۔ اس کا ماتھا چوم کر کہتا وہ اسے شرمانے پر مجبور کر گیا تھا۔ نائرہ نظریں جھکا کر ہلکا سا مسکرائی۔ ماہ دیر آپ سے ایک بات پوچھوں؟ وہ اب اس کے سینے پر ہی لیٹے سیدھی ہو چکی تھی۔ اور پھر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔ جی جان من ایک نہیں دس باتیں پوچھیں۔ آج تو آپ کا یہ غلام آپ کی ہر بات کا جواب دینے کو تیار ہے۔ ہلکا سا اس کے ہونٹوں کو چھو کے کہتا ماہ دیر پھر سے پیچھے ہو کر لیٹ گیا۔ آپ مجھے کبھی چھوڑے گیں تو نہیں نا۔۔۔ نجانے کس

خدشے کے تحت نائرہ نے سوال کیا۔ پاگل بھلا اپنی روح کے بغیر بھی کوئی زندہ رہ سکتا ہے کیا؟ نہیں نا۔۔ بس یہی حال میرا تمہارے بغیر ہو جاتا ہے۔ تم ہی تو ایک میرے جینے کی وجہ ہو۔ تمھیں چھوڑ کر میں بھلا کیوں اپنی جان پر ظلم کروں گا۔ ہمممم۔۔۔ ماہ دیر نے پیار سے جواب دیا۔ نائرہ اس کے جواب پر تھوڑی بہت مطمئن ہو گئی تھی۔ لیکن پھر بھی ماہ دیر ابھی ہماری رخصتی نہیں ہوئی۔ اور یہ سب۔۔۔ ہونٹوں کو کاٹ کر کہتی وہ اپنی بات ادھوری چھوڑ گئی۔ کیا تمھیں مجھ پر اعتبار نہیں؟ اب کی بار ماہ دیر نے اسے سیدھا کرتے ہوئے سوال کیا۔ سب سے زیادہ اعتبار آپ پر ہی ہے ماہ دیر مجھے۔ لیکن پتہ نہیں کیوں میرے دل میں عجیب عجیب سے خیال آرہے ہیں۔ میں آپ سے یہ سوال کرنا تو نہیں چاہتی تھی۔ لیکن مجھے چین نہیں آرہا۔ نائرہ نے رونی صورت بنا کر کہا۔ ماہ دیر کو بے ساختہ ہی اس پر ڈھیر سارا پیار آیا تھا۔۔ میرے جگر کے ٹکڑے۔ سارے برے خیالات کو اپنے ذہن سے نکال دو۔ میں مر تو

سکتا ہوں لیکن تمھیں کبھی چھوڑ نہیں سکتا نائرہ نے اس کی بات پر خفا نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ اللہ نہ کرے ماہ دیر بولنے سے پہلے سوچ تو لیا کریں۔۔ اچھا چھوڑو چلو اٹھو آؤ ناشتہ کرتے ہیں۔ میں آرڈر کرتا ہوں ناشتہ۔ پھر دونوں مل کر کرتے ہیں۔ گھر بھی جانا ہے۔ میرا دل تو بلکل بھی نہیں کر رہا۔ مگر ہائے یہ ظالم سماج۔۔ صبح سے دو بار تمہارے اس جلاد بھائی کی کال آ چکی ہے۔ اور ایک بار میری مام کی۔ سب یہی پوچھ رہے ہیں کہ ہم کب تک پہنچے گیں۔ اور اگر تھوڑی دیر تک ہم لوگ نہیں پہنچے نہ گھر تو وہ لوگ ہی یہاں آجائے گیں۔ اسی لیے اٹھو جلدی۔ دہائی دیتے ہوئے کہتا وہ نائرہ کو ہنسنے پر مجبور کر گیا تھا۔ ہاں ہاں ہنس لو تمہاری یہ ہنسی کو میں نے اپنے طریقے سے بند کیا نہ تو بہت دیر ہو جائے گی۔ تم سے سارے حساب تو اب میں گھر جا کر لوں گا۔ آج رات کمرے کا دروازہ لاک نہیں کرنا۔ میں آؤں گا۔ ہمممم ؟اِسکی بات پر نائرہ کی ہنسی کو فوراً بریک لگی۔ بلکل بھی نہیں۔ مجھ میں مزید آپ کو

برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہے۔اس لیے پلیز اب میرے نزدیک آنے کا سوچیے گا بھی مت۔انگلی اٹھا کر کہتی وہ اسے وارن کر رہی تھی۔ماہ دیر نے اس کے انداز پر آئی برو اچکائی۔اور اس کی اسی انگلی کو پکڑ کر اپنی جانب کھینچا۔نائرہ اس کے کشادہ سینے سے بری طرح ٹکرائی تھی۔تم سے دور رہنا تو اب مناسب نہیں ہے۔میں دادا جی سے آج ہی زاویار اور درفشاں کی شادی کے ساتھ ہی ہماری رخصتی کی بات کروں گا۔اور تم اس میں میرا پورا پورا ساتھ دو گی۔دادا جی اگر تم سے تمہاری رضامندی پوچھے تو تم ہاں کر دینا۔اس کے عارض پر ہاتھ رکھے ماہ دیر نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔نائرہ اس کی بات پر اچانک ہی گھبرا گئی تھی۔لیکن ماہ دیر میری بہن اور بھائی دونوں کی شادی ہے۔میں ایسے انجوائے بھی صحیح سے نہیں کے پاؤں گی۔آپ پلیز تھوڑا سا انتظار کر لیں۔ایک بار درفشاں اور بھائی کی شادی ہو جائے اس کے بعد جب مرضی آپ کہے گیں میں رخصتی کے لیے تیار ہو نگی۔اچھا ریلیکس گھبرا کیوں رہی

ہو۔ جیسے تم کہو گی ویسے ہی کر لے گیں۔ ماہ دیر اس کا گھبرانا نوٹ کر چکا تھا۔ تبھی اب کی بار پیار سے بولا۔ نائرہ نے ایک سکون کی سانس خارج کی اور اس کے اوپر سے اٹھی۔ میں فریش ہونے جا رہی ہوں۔ آپ بھی اٹھے۔ ناشتہ آرڈر کریں۔ اور پلیز ٹیبل پر بھی لگا دیجئے گا۔ میرے اندر بلکل ہمت نہیں ہے کوئی بھی کام کرنے کی۔ ماہ دیر نے اس کی بات پر سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو خم دیا۔ جو حکم آپ کا ماہ رانی صاحبہ۔ کچھ اور بھی کرنا ہے تو وہ بھی عرض کریں۔ غلام حاضر ہے۔ نائرہ اسکے انداز پر ہنس دی تھی۔ اس کی ہنسی کی جلترنگ ماہ دیر کو اپنے کانوں میں رس گھولتی محسوس ہو رہی تھی۔ نائرہ واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ اور ماہ دیر بھی کمرے سے باہر ناشتہ منگوانے کی غرض سے بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ہی ہلکی پھلکی باتوں کے درمیان ناشتہ کرتے گھر کی جانب روانہ ہو گئے۔

اشنا خان اس وقت لاؤنج میں بیٹھی کوئی ناول پڑھنے میں مصروف تھی۔ کہ اکشم دھپ سے اس کے ساتھ صوفے پر آکر بیٹھا۔ اوئے چھپکلی تیری شادی ہو رہی ہے۔ تو اپنے گھر چلی جائے گی۔ ہے نہ؟؟ اشنا نے ناول کی کتاب سے سر اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ اور پھر کتاب بند کر کے سائڈ پر رکھی۔۔۔ وہ کافی غمزدہ لگ رہا تھا۔ ہاں یہ تو ہے۔ مجھے تم سب سے دور جانا پڑے گا۔ نائرہ نے بھی اداسی سے کہا۔ یار تیرے بدلے جو آرہی ہے وہ بھی اتنی بدتمیز اور نکچڑی سی ہے۔ مجھے درفشاں بھابھی بلکل بھی نہیں پسند۔ پتہ نہیں اب میرا سارا دن کیسے گزرا کرے گا۔ اشنا نے ایک نظر اسے دیکھا۔ اور پھر صوفے پر سرک کر اس کے تھوڑا نزدیک ہو کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ کوئی نہیں میرے بھائی اُداس مت ہو۔ دیکھ تو تو پھر یہیں پر سب کے ساتھ ہو گا۔ لیکن مجھے تو سب کو چھوڑ کر جانا پڑ رہا ہے۔ میں بھی تو بلکل نارمل ہوں۔ تو بھی تھوڑی ہمت کر۔ اکشم نے ایک نظر اسے دیکھا۔ اور پھر ایک لمبی سانس کھینچ کر ہاں

میں سر ہلایا۔اس کی سارے گھر میں سب سے زیادہ اشنا سے ہی بنتی تھی۔وہ دونوں جتنا آپس میں لڑتے تھے۔اتنی ہی ایک دوسرے پر جان بھی چھڑکتے تھے۔اسی لیے اب اکثم جب سے اشنا کا رشتہِ طے ہوا تھا۔ایسے ہی اُداس اُداس سا پھر رہا تھا۔ابھی وہ دونوں مزید کوئی بات کرتے کہ راحیل ان کے ساتھ والے صوفے پر آکر بیٹھا۔کیا باتیں ہو رہی ہیں دونوں میں۔اکثم کی طرف دیکھ کر اس نے پوچھا۔اشنا کی طرف وہ بہت کم ہی دیکھتا تھا۔کیوں کہ اسے اپنے جذبات سے خوف محسوس ہوتا تھا۔کہیں وہ اپنی محبت کے چکر میں اشنا کو ہرٹ ہی نہ کر دے۔اسی لیے احتیاط برتنی لازمی سمجھتا تھا۔کچھ نہیں راحیل بھائی یہ بندر میرے جانے پر اُداس ہو رہا ہے۔آپ ہی سمجھائے اسے۔کہ سب بہنوں کو ایک نہ ایک دن جانا ہی ہوتا ہے۔جواب اشنا کی طرف سے آیا تھا۔راحیل نے ہاں میں سر ہلایا۔اور پھر اکثم سے مخاطب ہوا۔جو اشنا کو خود کو بندر بولے جانے پر گھورنے میں مصروف تھا۔اکثم۔۔راحیل

نے اسے پکارا۔ بھائی میں کوئی نہیں ہو رہا اس چھپکلی کے جانے پر اُداس۔ ایسے شوخی ہو رہی ہے۔ جھوٹی کہیں کی۔ اچھا ہے جائے گی تو جان چھوٹے گی اس سے ہماری۔ کم سے کم ہمارے خرچے تو بچے گیں۔ جو یہ عورت ڈونٹس کے نام پر ہم سے کرواتی ہے۔ وہ بلکل اپنی بات سے ہی پلٹ گیا تھا۔ آخر خود کو بندر بولے جانے کا بدلا بھی تو لینا تھا۔ اشنا نے منہ کھولے اس کی طرف دیکھا۔ جو ابھی تو رونے والا ہو رہا تھا۔ اور اب اپنی بات سے ہی مکر گیا تھا۔ جبکہ راحیل ہنس دیا تھا۔ راحیل بھائی آپ بھی ہنس رہے ہیں۔ یہ مجھے بار بار چھپکلی بول رہا ہے۔ اور آپ ہنس رہے ہیں۔ اور تم میں تمہارے باپ کے پیسوں سے ڈونٹس نہیں لیتی۔ جو تم احسان جتا رہے ہو۔ ایک بار میرا شوہر ہوگا نہ اس سے پیسے لے کر تمہارے منہ پر ماروں گی تمہارے پیسے۔ جو کل تم نے زندگی میں پہلی بار مجھے ڈونٹس لا کے دے کر میرے اوپر احسان کیا تھا۔ راحیل کو ٹوکتے وہ پھر سے اکثم کی طرف متوجہ ہوئی۔ راحیل نے اسی ٹائم اپنی ہنسی کو

بریک لگائی تھی۔ بھلا وہ اسکی کسی بات کو کیسے جھٹلا سکتا تھا۔ ہمارے باپ کے پیسوں سے تم چیزیں نہیں لیتی تو کس کے باپ کے پیسوں سے لیتی ہو؟؟ مس اشنا خان۔ بتانا پسند کرے گیں آپ؟ ابھی اکثم کچھ بولتا۔ کہ اپنے عقب سے آبان کی آواز سنتے راحیل اور وہ دونوں ہی سنجیدہ ہوئے۔ جبکہ اشنا کے چہرے پر تکلیف دہ مسکراہٹ آئی۔ وہ تینوں ہی جانتے تھے کہ اب آبان اشنا کو ہرٹ کیے بغیر یہاں سے نہیں جانے والا۔ وہ بھی انہی کے ساتھ صوفے پر آکر بیٹھ گیا تھا۔ اور پھر سوالیہ نظروں سے اشنا کی جانب دیکھا۔ جیسے اپنے سوال کا جواب چاہ رہا ہو۔ آبان خاموش ہو جاؤ۔ اگر تم اپنی زبان سے اس کے لیے کچھ اچھا نہیں نکال سکتے تو کچھ بکواس کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ راحیل نے سنجیدگی سے کہا۔ اوہ میں تو بھول ہی گیا تھا۔ کہ اب ماہ رانی کا ایک اور چمچا آگیا ہے۔ اس کی حمایت کرنے۔ آبان تمسخرانہ سا ہنسا۔ جبکہ اشنا صوفے سے ہی کھڑی ہو چکی تھی۔ یہ شخص ہمیشہ ہی اسے ایسے ذلیل کرتا

تھا۔۔۔آبان بھائی اگر آج میرے ماں باپ زندہ ہوتے تو یقین کرے میں کبھی آپ لوگوں کے ٹکڑوں پر نہ پل رہی ہوتی۔میں معافی چاہتی ہوں اکشم میرے منہ سے نکل گیا تھا کہ میں تمہارے باپ کا نہیں کھاتی۔جبکہ میں تو شروع سے ہی تم لوگوں کے ٹکڑوں پر پلتی آئی ہوں۔مجھے اپنی اوقات یاد رکھ کر تم سے بحث کرنی چاہیے تھی۔اس کی آواز کرب میں ڈوبی تھی۔جو کہ راحیل اور اکشم بخوبی محسوس کر رہے تھے۔جبکہ آبان نے اسے تھمبز اپ کا اشارہ کیا۔جیسے کہنا چاہتا ہو کہ یہی تمہارے لیے بہتر ہو گا۔اشنا اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ورنہ کوئی بعید نہیں تھی کہ وہ یہیں پر کھڑی ہو کر آنسو بہانے لگ جاتی۔اور وہ کم سے کم آبان کے سامنے تو بلکل بھی نہیں رونا چاہتی تھی۔اسی لیے یہاں سے جانا ہی بہتر سمجھا۔جبکہ راحیل اور اکشم نے تاسف سے آبان کی طرف دیکھا۔انھیں سمجھ نہیں آتی تھی کہ آخر آبان کو اشنا سے کونسا بیر ہے۔جو وہ ہمیشہ ہی اُسے رُلا کر رکھ دیتا ہے۔جبکہ آبان اب

ریلکس سا صوفے کے پیچھے ٹیک لگا کے بیٹھا تھا۔ تھوڑی دیر بعد فائزہ اور بالاج بھی لاؤنج میں ہی آ گئے تھے۔ جبکہ رائنا اور زارا اوپر اپنے اپنے کمروں میں پڑھنے میں مصروف تھی۔ اُن دونوں کے ہی بارہویں کے امتحان چل رہے تھے۔ اسی لیے دونوں زیادہ تر اپنی پڑھائی پر توجہ دے رہی تھی۔

تم سناؤ فائزہ کیسی جا رہی ہے جاب؟ راحیل نے اب کی بار فائزہ سے پوچھا۔ جو ابھی ہی جاب سے آ کر بیٹھی تھی۔ ہاں شکر ہے اللہ کا صحیح جا رہی ہے۔ بس آج کل پولیس کیسز زیادہ آ رہے ہیں۔ تو اسی لیے بہت سختی چل رہی ہے ہسپتال میں۔ بلکہ ایک کا تو علاج بھی میں نے خود کیا ہے۔ اب آئے دن پولیس مجھ سے اس بندے کی رپورٹس کے متعلق پوچھ گچھ کرنے آتی رہتی ہے۔ میں تو تنگ آ گئی ہوں ان سب سے۔ پتہ نہیں کب ختم ہو گا یہ سب کچھ۔ اس کی بات پر وہ چاروں ہی سیدھے ہو بیٹھے تھے۔ بالاج نے پریشانی سے اپنی بہن کو دیکھا۔ کچھ زیادہ مسئلہ تو نہیں ہے نہ؟ مطلب کوئی تنگ تو نہیں کر رہا۔ اگر ایسا

کچھ ہو تو بتاؤ مجھے میں دیکھ لوں گا اسے۔ بالاج نے پریشانی سے رہتی ہے۔ میں تو تنگ آگئی ہوں ان سب سے۔ پتہ نہیں کب ختم ہو گا یہ سب کچھ۔ اس کی بات پر وہ چاروں ہی سیدھے ہو بیٹھے تھے۔ بالاج نے پریشانی سے اپنی بہن کو دیکھا۔ کچھ زیادہ مسئلہ تو نہیں ہے نہ؟ مطلب کوئی تنگ تو نہیں کر رہا۔ اگر ایسا کچھ ہو تو بتاؤ مجھے میں دیکھ لوں گا اسے۔ بالاج نے پریشانی سے پوچھا۔ ارے نہیں بھائی پولیس اپنا کام کر رہی ہے۔ اور میں اپنا۔ بھلا مجھے کوئی کیوں نقصان پہنچانے لگا۔ فائزہ نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ وہ اپنی وجہ سے کسی کو بھی پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بالاج مطمئن تو نہیں ہوا تھا۔ لیکن خاموش ضرور ہو گیا تھا۔ آپ لوگوں نے شاپنگ کرنے کب جانا ہے؟ شادی میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں۔ اور آپ سب لوگ ہیں کہ یہاں ایسے آرام سے بیٹھے ہیں۔ عظمیٰ بیگم نے وہاں پر آکر ان سب نوجوانوں کو ایک ساتھ بیٹھے دیکھ کر کہا۔ ماما میں بھی بلکل یہی کہنے والی تھی۔ کہ آخر کب سارے تیاریاں سٹارٹ

کرے گیں۔ فائزہ نے اپنی ماں کی بات پر اتفاق کیا۔ اس میں کونسی بڑی بات ہے۔ ہم سب کل چلتے ہیں شاپنگ پر۔ راحیل نے فوراً حل پیش کیا۔ ارے بھئی صرف تم لوگوں کی شاپنگ تھوڑی ہو گی۔ درفشاں کے لیے برات اور ولیمہ دونوں کا جوڑا لینا ہے۔ اور بری کا سامان بھی تو اکٹھا کرنا ہے نہ۔ تھوڑے سے دن رہتے ہیں تم سب ہی اپنی اپنی مصروفیات میں لگے ہوئے ہو۔ عزرا بیگم بھی یہیں پر آگئی تھی۔ درفشاں کیلئے کوئی بھی پریشان نہ ہو۔ اُسے میں خود ساری شاپنگ کروادوں گا۔ اس سے پہلے کوئی مزید کچھ اور بولتا۔ آبان نے اٹل لہجے میں کہا۔ نہیں ایسے کیسے۔ سب ایک ساتھ چلتے ہیں نہ وہاں سے اُن لوگوں کو بھی کہہ دے گیں۔ اور یہاں سے ہماری فیملی بھی ہو جائے گی۔ اچھا ہی ہے سب ہی اپنی اپنی پسند سے کر لے گیں شاپنگ۔ فائزہ نے آبان کی بات سے اختلاف کیا۔ اس کی بات پر سب نے تائیدی انداز میں سر ہلایا تھا۔ آبان نے ایک گہری سانس بھر کر ہاں میں سر ہلایا۔ وہ اس گھر میں ایک اشنا

کے علاوہ سب کے لیے ہی رحم دل تھا۔ بس پھر کل ڈن کرتے ہیں شاپنگ کا تم سب بچے چلے جانا۔ میں نوین بھابھی کو کل کر دوں گی وہ بچوں کو کہہ دے گی کہ کل وقت سے خان ولا پہنچ جائے۔ بالاج نے ان کی بات پر منہ بسورا۔ اسے شاہ ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے۔ لیکن ابھی اُسے یہ کڑوا گھونٹ بھرنا ہی تھا۔ ویسے بھی اب تو رشتے داری اور گہری ہونے والی تھی۔ ٹھیک ہے پھر کل سارے اپنے اپنے کام سے چھٹی کرے گیں۔ راحیل نے کہا۔ اوکے۔۔ اس کی بات پر سب نے ہم آواز میں اوکے کہا اور پھر سے باتوں میں مصروف ہو گئے۔ جبکہ راحیل اوپر اشنا کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ آبان اُسے بری طرح ہرٹ کر چکا تھا۔ اور راحیل کے لیے اشنا کو تکلیف میں دیکھنا سوہان روح تھا۔ اسی لیے اُس کا موڈ تھوڑا فریش کرنے کے لیے وہ اسے اور زارا دونوں کو باہر آئس کریم کھلانے لے کر جانے والا تھا۔۔۔

نائرہ اور ماہ دیر ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے گھر میں داخل ہوئے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ سب ہی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ ماہ دیر کی آج آفس سے بھی چھٹی ہو چکی تھی۔ وہ دونوں ابھی اندر داخل ہی ہوئے تھے کہ سائرہ بیگم اپنے کمرے سے نمودار ہوئی۔ تم دونوں کل دعوت کا کہہ کر گئے تھے۔ کیا ساری رات دعوت ہی چلتی رہی تھی کیا۔ وہ مخاطب تو ماہ دیر سے تھی لیکن نظریں نائرہ کے چہرے پر جمار کھی تھی۔ انہیں نائرہ کا چہرہ اس وقت کچھ اور ہی کہانی سنا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر بکھرے ماہ دیر کی محبت اور قوس و قزح کے رنگ جو بتا رہے تھے۔ وہ اسے سمجھ کر بھی نہیں سمجھنا چاہتی تھی۔ ماما دوست نے رات کو اپنے گھر پر ہی روک لیا تھا۔ وہ بہت زیادہ اسرار کر رہا تھا۔۔ اسی لیے منع کرنا مناسب نہیں لگا۔ اور ہم دونوں رات وہیں ٹھہر گئے۔ ماہ دیر نے احترام سے جواب دیا۔ وہ ان کی نظریں نائرہ کے چہرے پر بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔ سائرہ بیگم نے ایک نظر ماہ دیر پر ڈالی اور بنا کوئی

جواب دیے واپس اندر کی جانب بڑھ گئی۔ماہ دیر بھی نائرہ کو اس کے کمرے میں چھوڑا اپنے کمرے میں سونے کی غرض سے بڑھ گیا۔ساری رات تو نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔تو اس نے اب ہی سونا تھا۔۔

درفشاں شاہ اس وقت اپنے کمرے میں کھڑی کسی سے فون پر بات کرنے میں مصروف تھی۔ہاں تم نے میری ٹکٹ کنفرم کروادی ہے نا؟ میں رات کے ٹائم گھر سے نکل سکوں گی۔کیونکہ شادی والا گھر ہے بہت سے مہمان بھی ہونگے دن میں نہیں نکل سکتی میں۔شاید آگے سے کوئی لڑکا تھا جسے وہ اس وقت اپنی ٹکٹ کروانے کا کہہ رہی تھی۔ہاں ٹھیک ہے تم گاڑی تیار رکھنا میں آجاؤں گی۔اور یاد رہے وہ آبان خان بہت تیز اور شاطر آدمی ہے۔اُسے غلطی سے بھی ہمارے پلان کا علم نہیں ہونا چاہیے۔ہاں ٹھیک ہے میں فون

رکھ رہی ہوں۔اب جس دن گھر سے نکلوں گی تبھی کروں گی تمھیں فون۔

آگے والا شاید اس کی سبھی باتوں سے اتفاق کر رہا تھا۔وہ اپنی سنا کے فون بند کر چکی تھی۔فون رکھتے وہ اپنے بستر پر آ کر لیٹی۔جب سے گھر میں شادی کی بات ہوئی تھی تب سے ہی وہ یونیورسٹی بھی نہیں جا رہی تھی۔نا ہی کسی نے اس سے پوچھنا ضروری سمجھا۔وہ اپنی مرضی کی مالک تھی۔جو جی میں آئے وہی کرتی تھی۔۔۔

قسط نمبر:8

خان ولا میں اس وقت خاصی رونق لگی ہوئی تھی۔کیوں کہ آج تقریباً سب ہی ینگ جنریشن گھر پر موجود تھی۔ان سب نے تھوڑی دیر تک شادی کی شاپنگ کے لیے نکلنا تھا۔اور اب بس شاہ ولا کے لوگوں کا انتظار ہو رہا تھا۔تاکہ وہ سب ایک ساتھ جا کر شاپنگ کر سکے۔اشنا خان اپنے کمرے میں

تیار ہو رہی تھی کہ نیچے سے آوازیں آنی شروع ہوئی۔اس کے چہرے پر بے اختیار ہی ایک خوبصورت سی مسکراہٹ آئی تھی۔وہ جیسے دیکھنے کے لیے اشنا خان کو شدّت سے انتظار تھا۔وہ آچکا تھا۔اشنا نے ایک گہری سانس بھر کر آئینے میں ایک آخری نظر اپنی تیاری کو دیکھا۔وہ اس وقت پیچ کلر کی انار کلی فراک میں ملبوس ساتھ وائٹ کلر کی کیپری پہنے ہوئے تھی۔فراک تھوڑی شارٹ تھی۔ لیکن بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔اشنا ابھی آگے بڑھتی کہ کچھ یاد آنے پر واپس پیچھے مڑی۔اور آئینے کے آگے آتے کاجل اٹھا کر آنکھوں میں لگایا۔اس کی نیلی خوبصورت آنکھیں کاجل لگانے سے مزید خوبصورت لگ رہی تھی۔وہ اس وقت بلکل کسی کانچ کی گڑیا معلوم ہو رہی تھی۔کاجل لگا کر ہیلز پاؤں میں پہنتے اس نے ساتھ ایک چھوٹا سا سٹالر اٹھا کر گلے میں پہنا اور پرس اٹھا کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔جہاں سارے لاؤنج میں اکٹھے بیٹھے چائے اور دوسرے لوازمات کے ساتھ باتیں کرنے میں مصروف

تھے۔اشنا نے نیچے پہنچ کر سب سے سلام کیا۔اس کی نظریں جیسے ڈھونڈ رہی تھی وہ تو یہاں پر موجود ہی نہیں تھا۔۔اس نے بے ساختہ ہی منہ بنایا اور در فشاں کے پاس جا کر اس سے حال احوال پوچھنے لگی۔شاہ ولا میں سے ماہ دیر، نائرہ در فشاں، حدائق، ذاویار، اور عدیل آئے تھے۔عدیل بھی آج کل پاکستان میں ہی موجود تھا۔اسی لیے وہ بھی سب کے ساتھ شادی کی شاپنگ کرنے آگیا تھا۔ویسے بھی اب تو اسنے شادی کے بعد ہی واپس جانا تھا۔چلے پھر سب پہلے ہی بہت دیر ہو رہی ہے۔حدائق نے گھڑی میں ٹائم دیکھتے کہا۔ ہاں بس ذاویار بھائی آجائے پھر چلتے ہیں۔جواب در فشاں کی طرف سے آیا تھا۔ذاویار کا نام سن اشنا نے سکون کا سانس لیا۔یعنی وہ آیا تھا۔لیکن وہ تھا کہاں؟ابھی وہ یہی سب سوچ رہی تھی کہ داخلی دروازے سے ذاویار اندر داخل ہوا۔اس کی پہلی نظر سیدھا اشنا پر ہی پڑی تھی۔جو کہ اسے ہی دیکھنے میں مگن تھی۔ذاویار نے اسے دیکھتے آنکھ ماری۔اشنا کے چہرے پر گلابیاں بکھری

تھی۔لو بھئی آ گئے ذاویار بھائی چلواب نکلتے ہیں۔رائناخان جو کہ ابھی نیچے ہی آئی تھی ذاویار کواندر داخل ہوتے دیکھ فوراً سے بولی۔اسے شاپنگ پر جانے کی کچھ زیادہ ہی خوشی تھی۔باقی سب بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔صرف ینگ جنریشن ہی شاپنگ کرنے جارہی تھی۔باقی بڑے گھر پر ہی موجود تھے۔وہ سب ایک ساتھ گھر سے نکلتے اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھے۔ایک گاڑی میں آبان، فائزہ اور رائنا تھے تو دوسری گاڑی میں بالاج، راحیل اور اشنا موجود تھے۔اکشم اور زارا دونوں ہی نہیں جاسکے۔کیوں کہ اکشم کا یونیورسٹی میں ضروری ٹیسٹ تھا اور زارا اپنی دوست کے گھر گئی ہوئی تھی۔۔

شاہوں کی ایک گاڑی میں ماہ دیر اور نائرہ تھے۔تو دوسری گاڑی میں درفشاں اور ذاویار موجود تھے۔عدیل اپنی الگ ہی گاڑی میں آیا تھا۔تو اس کے ساتھ حدائق شاہ موجود تھا۔اُن سب کی گاڑیاں آگے پیچھے خان ولا سے نکلی۔۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ لوگ کراچی کے ایک بہت بڑے مال میں موجود تھے۔

گاڑیوں کو پارک کرتے وہ سب ہی ایک ساتھ اندر کی جانب بڑھے۔مال کا اؤنران سب کو بہت اچھے سے جانتا تھا۔آخر کو وہ شہر کے سب سے مشہور بزنس مین کے خاندان تھے۔۔۔

درفشاں مال میں اِدھر اُدھر گھوم رہی تھی کہ کسی نے پیچھے سے آکر اس کا ہاتھ پکڑا۔درفشاں اچانک ہی ڈر گئی تھی۔کہ اپنے پیچھے آبان خان کو دیکھتے اس نے سکون کا سانس لیا کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ ہاتھ چھوڑو میرا۔۔اس نے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔وہ ابھی تک آبان خان کا بے رحم لمس بھولی ہی کب تھی۔جبکہ آبان خاموشی سے اس کا ہاتھ پکڑے ایک کونے میں ہوا۔میں تمہارے منہ سے آج کے بعد اپنے لیے "تم" نہ سنوں۔سختی سے گھورتے آبان نے اسے باور کروایا۔کیوں میں تو تمھیں تم ہی بولوں گی۔کیا کر لوگے۔ہاں؟بد تمیزی سے کہتی وہ آبان کو غصّہ دلا گئی تھی۔میں تمہارے ساتھ جو کچھ کر سکتا ہوں،وہ تمھیں اس دن میرے آفس میں آکر اچھے سے پتہ چل

گیا ہو گا۔ آبان نے اسے پچھلی ملاقات یاد کروائی۔ تم جیسا گھٹیا انسان اور کر بھی کیا سکتا ہے۔ لیکن یاد رکھنا وہاں میں اکیلی تھی۔ یہاں میرے بھائی میرے ساتھ ہیں۔ جو تمہاری ہڈیاں توڑ کر رکھ دے گیں۔ درفشاں نے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا۔ اوہ اچھا تو چلو پھر ایک ٹریلر تو تمھیں دیکھا ہی دیتا ہوں۔ آبان نے کہتے بنا اسے سمجھنے کا موقع دیے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ درفشاں کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھلی تھی۔ وہ مقابل سے پبلک پلیس میں ایسی کسی حرکت کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ اس کی شدّت کی تاب نہ لاتے ہوئے درفشاں نے اس کا کوٹ اپنی مٹھیوں میں جکڑا۔ آبان نے اسی لمحے اس کے ہونٹوں کو چھوڑا اس کی مٹھیوں سے اپنا کوٹ آزاد کرواتے اسے ہلکا سا پیچھے کی طرف دھکیلا۔ درفشاں بری طرح پیچھے کو لڑکھڑائی تھی۔

افف چینج کرنا پڑے گا کوٹ۔ گندا ہو گیا۔ ہلکا سا مسکرا کر کہتے آبان نے ہاتھوں سے اپنا کوٹ جھاڑا۔ جیسے وہ درفشاں کے ہاتھ لگانے پر واقع میں گندا

ہو گیا ہو۔ یو بلڈی۔۔۔۔۔۔اس سے پہلے در فشاں اپنی گالی مکمل کرتی آبان نے سختی سے اس کا جبڑا اپنی آہنی گرفت میں لیا۔ بکواس مت کرنا کوئی میرے بارے میں ورنہ مجھے تم ابھی جانتی نہیں ہو۔ سختی سے کہتا وہ واپس مڑ کر کا چکا تھا۔ جبکہ اتنی تذلیل پر اس کا چہرہ جیسے خون چھلکا رہا تھا۔ آبان خان کے لیے دل میں پلتی نفرت نے جیسے پنجے گاڑے تھے۔ وہ پاؤں پٹختی ہوئی باقی سب کی جانب بڑھی۔ جبکہ یہ سارا منظر دیکھتے کسی کی آنکھوں میں اُمید کے دیے روشن ہوئے تھے۔ وہ شخص مسکراتے ہوئے آگے نکل گیا۔۔۔

اشنا خان اس وقت ایک نہایت خوبصورت لہنگے کے سامنے کھڑی اس کا جائزہ لینے میں مصروف تھی۔ یہ بلڈ ریڈ کلر کا ہیوی لہنگا تھا جس پر دبکے کا کام تھا۔ گلے پر بہت ہی خوبصورت گولڈن کلر کے موتیوں سے ڈیزائننگ کی گئی تھی۔ اشنا کو پہلی نظر میں ہی یہ لہنگا بہت پسند آیا تھا۔ بات سنیں۔ کیا آپ اس

کی پرائس بتا سکتی ہیں مجھے؟ پاس کھڑی ایک ورکر سے اشنا نے اس کی قیمت کے متعلق استفسار کیا۔۔

"Mam it's price is Two Lakhs"

پروفیشنل لہجے میں مسکرا کر کہتی وہ اشنا کا منہ حیرت سے کھلوا گئی تھی۔اس نے ہڑبڑا کر لہنگے سے اپنا ہاتھ ہٹایا۔اگر آبان اس دن اپنے ٹکڑوں پر پلنے والی بات نہ کرتا تو اشنا کیلئے دو لاکھ کوئی بڑی رقم نہیں تھی۔لیکن اب وہ اس کی باتوں کو کچھ زیادہ ہی دل سے لگا چکی تھی۔ابھی بھی اس کی یہی کوشش تھی کہ شادی پر زیادہ خرچہ نہ ہو۔اسی لیے بوجھل دل سے لہنگا چھوڑ کے ابھی آگے بڑھتی کہ ذاویار نے اس کا ہاتھ پکڑا۔اشنا نے بے ساختہ ہی اپنے پیچھے کھڑے ذاویار کو دیکھا جو اب اس کے بلکل ساتھ کھڑا ہو چکا تھا۔اس بوتیک کا سب سے قیمتی اور مہنگا برائیڈل ڈریس دکھائے۔بغیر اس کی طرف دیکھے ذاویار نے ورکر سے کہا۔اشنا نے حیرت سے ذاویار کو دیکھا۔کیا وہ اس کے لیے لہنگا لینے کیلئے

یہ کر رہا تھا؟ حیرت کی انتہا تھی اس وقت اشنا پر۔ اوکے سر آئے آپ ہمارے ساتھ۔۔۔ ور کر بھی آگے سے مسکرا کر کہتی انہیں اپنے ساتھ آنے کا کہنے لگی۔ ذاویار اسے اپنے ساتھ لیے آگے بڑھا۔۔۔ زاویار کیا آپ میرے لیے لہنگا خریدنے جا رہے ہیں؟ اس کے ہم قدم چلتے اشنا نے پوچھا۔ نہیں اپنے لیے۔ میں بھی اپنی شادی پر کچھ الگ کرنا چاہتا ہوں۔ مطلب ہر شادی میں لڑکی لہنگا پہنتی ہے نہ تو میں نے سوچا اس بار میں لہنگا پہن کر تاریخ رقم کر دوں۔ اس کی طرف ہلکا سا جھک کر کہتا وہ اشنا کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر گیا تھا۔ ذاویار نے اسے ایسے ہنستے دیکھ دل میں اس کی نظر اُتاری۔ یقین کرو اس وقت میرا اشدّت سے دل چاہ رہا ہے کہ کاش میرے پاس تمہارے ان رسیلے ہونٹوں کو چھونے کا پرمٹ ہوتا تو میں اپنے طریقے سے تمہاری ہنسی بند کرواتا۔ اشنا نے تھوک نگلا۔ اس کی بات پر دل کی دھڑکن معمول سے زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ ذاویار مسکراتے ہوئے ایک برانڈ شاپ میں داخل ہوا۔ جہاں

پر صرف لہنگے ہی تھے۔اشنا حیرت کی مورتی بنی اتنے خوبصورت سے جوڑوں کو دیکھ رہی تھی۔مام آپ پسند کریں۔جو آپکو اچھا لگے وہ آپ سامنے ٹرائل روم میں ٹرائے بھی کے سکتی ہیں۔ور کر اسے کہتی وہاں سے جا چکی تھی۔اشنا نے ہاں میں سر ہلایا اور پھر زاویار کی جانب دیکھا۔ چلیں جی لہنگا آپ نے پہننا ہے۔تو پسند بھی آپ ہی کریں۔شرارت سے کہتے اس نے زاویار کو چھیڑا۔ توبہ کرو لڑکی میں نے تو مزاق کیا تھا۔کیا کہے گیں لوگ کہ مشہور و معروف بزنس مین زاویار شاہ نے اپنی شادی پر لہنگا پہنا ہے۔اومائی گاڈ کیا عزت رہ جائے گی میری۔تو یہ لہنگا تمھیں ہی مبارک ہو تم ہی پہنو گی۔اور رہی بات سیلیکٹ کرنے کی تو وہ ہم دونوں مل کر کرے گیں۔ڈرامیٹک انداز میں کہتا وہ آخر سنجیدہ ہو گیا تھا۔اشنا نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا اور وہ دونوں ہی اس کا لہنگا سیلیکٹ کرنے لگے۔اشنا اس وقت اپنی قسمت پر رشک کر رہی تھی جس نے ہزاروں دکھوں کے بعد بالآخر اس کی زندگی میں زاویار شاہ کو داخل

کرنے کا فیصلہ کر ہی لیا تھا۔۔۔نائرہ اور ماہ دیر نے بھی اپنے اپنے لیے ڈریس لے لیے تھے۔ تقریباً سب کی ہی خریداری مکمل ہی چکی تھی سوائے درفشاں کے جس کا موڈ بری طرح خراب تھا۔جو بھی اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا وہ اسے بری طرح سے جھاڑ کر رکھ دیتی۔ کب سے وہ فوڈ کارٹ والی ایریا میں بیٹھی تھی۔بہت دفعہ سب نے اسے شاپنگ کرنے کا کہا لیکن اس نے کسی کی نہیں سنی تھی۔سب اپنی اپنی خریداری مکمل کرتے اسی کے ساتھ آکر بیٹھے۔ان سب کا ارادہ اب کچھ اچھا سا کھانا کھانے کہ تھا۔کیوں کہ سب کو ہی بھوک لگ رہی تھی۔ کپڑے خریدتے ان لوگوں کو کافی دیر ہو چکی تھی۔

درفشاں تم نے اگر کچھ نہیں لینا تھا تو ہمارے ساتھ آتی بھی نہ۔فائزہ نے ضبط سے کہا۔عزرا بیگم نے اس کی شاپنگ کی زمیداری فائزہ پر ڈالی تھی لیکن وہ تو یہاں جیسے کسی کو منہ لگانے کو ہی تیار نہیں تھی۔میں خود کر لوں گی شاپنگ۔ اگر میں نے کرنی ہوئی تو۔ تمھیں اتنا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔

زاویار نے ایک سنجیدہ نظر درفشاں پر ڈالی۔ جو آج کل کچھ زیادہ ہی بد تمیز ہوتی جارہی تھی۔ آپ رہنے دے فائزہ اسے۔ ماما کے ساتھ جا کے کر لے گی یہ شاپنگ۔ زاویار نے مسکرا کر فائزہ سے کہا۔ فائزہ نے ہاں میں سر ہلایا۔ ویسے بھی اتنی بد تمیز لڑکی کے ساتھ اس کا سر کھپانے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ جبکہ آبان اس سب میں بلکل خاموش تھا۔ وہ جانتا تھا کہ درفشاں کا موڈ اسی کی وجہ سے خراب ہے۔ لیکن اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ اس کی نظر میں اتنی گھمنڈی عورتوں کو ایسے ہی ٹریٹ کیا جانا چاہیئے۔۔۔

رائنا خان سب سے اینڈ میں اپنی شاپنگ مکمل کرتی سب کے ساتھ آ کر بیٹھی۔ لیکن یہاں پر کرسیاں پوری تھی۔ اس کے بیٹھنے کی جگہ بھی نہیں تھی۔ فوڈ کارٹ اچھا خاصا لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ ایسے میں وہ لوگ کسی اور کی ٹیبل سے بھی کرسی نہیں اٹھا سکتے تھے۔ بالاج بھائی میں کہاں بیٹھوں! اس نے رونی صورت بناتے کہا۔ ایک تو وہ اتنی تھک چکی تھی اوپر سے یہاں بیٹھنے کی

بھی جگہ نہیں تھی۔اسے اب رونا آرہا تھا۔عدیل ہم سب نے ہی کافی پھر کر شاپنگ کی ہے۔ایک تم ہی تھے جو ایک سوٹ لے کر آرام سے بیٹھ گئے تھے۔تو اب تم بچی کو بیٹھنے دو۔اس سے پہلے بالاج کچھ کہتا حدائق نے عدیل سے کہا۔جو اپنے موبائل میں غرق اِرد گرد سے جیسے بیگانہ بیٹھا تھا۔عدیل نے موبائل سے ایک نظر اٹھا کر اپنے پاس ہی کھڑی رائنا کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔اور پھر ایک نظر سب کی طرف دیکھا۔اس بچی کا ٹھیکہ نہیں اٹھایا ہوا میں نے۔ تمھیں اتنی ہمدردی ہو رہی ہے تو خود اپنی کرسی دے دو اسے۔اس نے بچی لفظ پر زور دیتے کہا۔رائنا کے اس کی بات پر آنکھوں میں آنسو سے چمکے۔بالاج فوراً ہی کھڑا ہو کر اپنی بہن کی طرف بڑھا۔ارے میرا بیٹا چھوڑو سب کو آپ میری جگہ پر بیٹھ جاؤ۔رائنا کو اپنے ساتھ لگاتے بالاج نے عدیل ہو گھورتے ہوئے کہا۔رائنا اب باقاعدہ رونا شروع ہو چکی تھی۔ نجانے اسے عدیل کی بات اتنی بری کیوں لگی تھی۔وہ ایسی ہی تھی حساس طبیعت کی

مالک۔ذراذراسی بات پر رونے والی۔ بالاج نے اسے روتے دیکھ ایک گہری سانس بھری۔۔رائنا بچے روتے نہیں ہیں۔آپ میری جگہ پر بیٹھ جاؤ بس بات ختم۔اس نے پیار سے کہا۔عدیل نے ایک نظر اٹھا کر اپنے سامنے روتی ہوئی رائنا کو دیکھا۔ لیکن اس کے بعد وہ جیسے اس پر سے نظر نہیں ہٹا سکا تھا۔ رائنا کی آنسو بھری آنکھیں دیکھتے جیسے وہ ان ہی میں ڈوب گیا تھا۔وہ روتے ہوئے بالاج کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔ جبکہ عدیل اب ٹکٹکی باندھے اسے دیکھنے میں مگن تھا۔اس کی نظریں اس منظر سے جیسے ہٹنے سے انکاری تھی۔ مقابل کی آنکھیں کیوں اسے اپنی طرف متوجہ کر رہی ہیں۔وہ خود نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ہیزل گرین کلر کی یہ آنکھیں جیسے اسے بے چین کر کے رکھ گئی تھی۔عدیل نے بری طرح اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔اسے اب پچھتاوا ہو رہا تھا کہ کیوں اس نے کرسی نہیں دی۔اگلے ہی لمحے وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔میں جا رہا ہوں بیٹھ جائے آپ۔ہلکا سا مسکرا کے رائنا سے کہتا وہ باہر کی

جانب بڑھ گیا۔ جبکہ رائنا نے پیچھے سے گھور کر عدیل کی پشت کو دیکھا۔ جو پہلے تو اسے رُلا چکا تھا اور اب اتنی آسانی سے کرسی چھوڑ کر چلا گیا۔ بالاج نے اسے عدیل کی چھوڑی ہوئی جگہ پر بٹھایا اور خود بھی اپنی جگہ پر آ کر بیٹھا۔ جبکہ باقی سب بھی اب کھانا آرڈر کرنے میں مصروف ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر میں کھانا کھانے کے بعد سب ہی اپنی اپنی گاڑیوں میں واپس گھر کو نکلے۔ وہ ساری ہی کافی تھک چکے تھے۔ اسی لیے گھر جا کر آرام کرنے کی غرض سے سب اپنی گاڑیوں میں بیٹھے اور زن سے آگے بھگا لے گئے۔۔۔

قسط نمبر: 9

وقت کا کام ہے گزرنا اور وہ گزر کے ہی رہتا ہے۔ ایسے ہی آج مہندی کا دن بھی آ گیا تھا۔ آج شاہ ولا اور خان ولا میں مہندی کی تقریب تھی۔ جو کہ ایک ساتھ کرنے کے لیے ان لوگوں نے شاہ ولا کے لان میں منعقد کروائی تھی۔

شاہ ولا کا لان کافی بڑا تھا۔ بڑا تو خان ولا کا بھی تھا لیکن سب نے یہیں پر کرنے کا کہا تو خان ولا کے لوگ بھی راضی ہو ہی گئے تھے۔ ابھی صبح کا وقت تھا۔ آج مہندی کی تقریب تھی۔ اسی لیے سارے صبح صبح ہی تیاریوں میں مگن تھے۔ سارے مہمان بھی آ چکے تھے۔ لندن سے سبینا بیگم بھی اپنی پوری فیملی کے ساتھ کل ہی شاہ ولا پہنچی تھی۔ عدیل کی بھی فیملی آ چکی تھی۔ گھر میں اس وقت اچھی خاصی گہما گہمی تھی۔ سب ابھی سو کر اٹھے ناشتے کی تیاریوں میں مگن تھے۔

جبکہ درفشاں شاہ اس وقت اپنے کمرے میں پریشانی سے چکر کاٹ رہی تھی۔ ہاتھ میں موبائل تھامے وہ اس وقت خاصی پریشان لگ رہی تھی۔ ولید فون اُٹھاؤ جاھل انسان ورنہ میں تمھارا سر پھاڑ دوں گی۔ ایک اور وائس نوٹ موبائل میں موجود ولید نامی بندے کو کرتے اس کے غصے سے موبائل بیڈ پر پٹخا۔ دراصل یہ ولید اس کا وہی دوست تھا جس کے ساتھ درفشاں نے آج کی

رات گھر سے بھاگنا تھا۔ لیکن اب وہ دو دن سے نہ تو درفشاں کی کوئی کال ریسیو کر رہا تھا اور نہ ہی اس کے کسی بھی میسیج کا کوئی جواب دے رہا تھا۔ اسے اب صحیح معنوں میں پریشانی ہونے لگی تھی۔ آبان خان سے وہ کسی صورت بھی شادی نہیں کر سکتی تھی۔ اور اگر ولید ابھی بھی فون نہ اٹھاتا تو اسے مجبوراً شادی ہی کرنی پڑتی۔ درفشاں نے بیڈ پر بیٹھ کے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھاما۔ نہیں آبان خان تمھیں اتنی آسانی سے میں جیتنے نہیں دے سکتی۔ میں مر تو جاؤں گی لیکن تمہاری دلہن کبھی نہیں بنوں گی۔ وہ اس وقت خود سے مخاطب تھی۔ کہ اس کے موبائل پر بیل ہوئی۔ درفشاں نے فوراً ہی موبائل کو اپنے ہاتھوں میں لے کر کال کرنے والے کا نمبر دیکھا۔۔۔ اور اگلے ہی لمحے اس نے ایک سکون کی سانس خارج کی تھی۔ کیوں کہ کال کرنے والا وہی تھا جس کا اسے شدّت سے دو دن سے انتظار رہا تھا۔ اس نے کال ریسیو کرتے فون کان سے لگایا۔ ہیلو! کہاں چلے گئے تھے تم؟ تمھیں اندازہ بھی ہے کہ

میں یہاں کتنی ٹینشن میں تھی۔ عجیب وسوسے آرہے تھے میرے دل میں کہ کہیں مجھے اس آبان سے شادی ہی نہ کرنی پڑ جائے۔اور تم ہو کے دو دن بعد آج مجھے کال کر رہے ہو۔وہ بغیر اگلے کو موقع دیے خود بولنا شروع ہو چکی تھی۔میری بات تو سن لوں درفشاں۔۔ولید نے بے بسی سے کہا۔ہاں بولو۔۔۔درفشاں کی زبان اسی لمحے خاموش ہوئی تھی۔یار اصل میں میرا ایکسڈنٹ ہو گیا تھا۔اسی لیے تم سے رابطہ نہیں کر سکا دو دن۔ابھی تھوڑی طبیعت بہتر ہوئی ہے تو سب سے پہلے تمھیں ہی کال کی ہے۔بلکہ ابھی بھی میں ہاسپٹل میں ہی ہوں۔ولید کی تکلیف زدہ سے آواز ابھری۔ایسے لگ رہا تھا جیسے اس وقت وہ بہت درد کی کیفیت میں بول رہا ہو۔اچھا اب کیسی ہے تمہاری طبیعت؟ درفشاں نے اس کی آواز میں موجود درد محسوس کرتے اب کی بار نارمل لہجے میں پوچھا۔پہلے سے کچھ بہتر ہوں۔لیکن چوٹیں ویسی ہی ہیں۔ صحیح پھر آج کا کیا پلان ہے؟ تم تو ہسپتال میں پڑے ہو۔ٹکٹ بھی

تمہارے پاس ہی ہے۔اب میں ایئرپورٹ تک کیسے جاؤں گی۔اس نے پریشانی سے پوچھا۔اس کی تم فکر نہیں کرو میں نے سارا انتظام کر لیا ہے۔تم بس ٹائم پر تیار رہنا۔میں ایک گاڑی بھیجوں گا ڈرائیور کے پاس ہی تمہاری ٹکٹ ہو گی۔اس گاڑی میں بیٹھ جانا۔وہ تمھیں سہی سلامت ایئرپورٹ تک پہنچادے گی۔لیکن اب میں تمہارے ساتھ نہیں جاسکوں گا۔آئی ایم رئیلی سوری۔۔نہیں تم سوری مت کہو۔تم پہلے ہی بہت کچھ کر چکے ہو میرے لیے۔ٹھیک ہے تم گاڑی بھیج دینا میں مہندی ختم ہونے کے فوراً بعد گھر سے نکل جاؤں گی۔اس کے ندامت بھرے لہجے کو محسوس کرتی درفشاں آہستہ سے بولی۔وہ اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔آخر کو وہ اس کی اتنی مدد بھی تو کر رہا تھا۔اسی لیے اس کی خفت مٹاتے کہا۔چلو ٹھیک ہے میں رکھتا ہوں فون۔نرس زخم کی ڈریسنگ کرنے کے لئے آرہی ہے۔جب تم گھر سے نکل جاؤ تو مجھے میسیج کر دینا۔اور آگے بھی مجھ سے مستقل رابطے میں رہنا۔

اوکے۔۔ فکر مند لہجے میں کہتے ولید نے آخر میں اس سے کنفرم کیا۔اوکے۔ ٹھیک ہے پھر۔ بائے۔ کہتے در فشاں نے فون سائڈ پر رکھا۔اب وہ ہر فکر سے آزاد تھی۔اسے بس ایک بار اپنے نام کے شوہر کی عزت کو خاک میں ملتے دیکھنا تھا۔اور اس کے بعد اس کے چہرے پر جو ہار اور دھتکار کا دکھ ہوتا در فشاں کو سوچ کر ہی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ ان کی شادی پر میڈیا بھی آنے والا تھا۔ آخر شہر کے اتنے جانے مانے بزنس مین کی شادی ہو اور میڈیا نہ آئے ایسا تو اب ممکن نہیں تھا۔اسی لیے بہت سوچ کر اس نے بھاگ کر آبان خان کی عزت کو سارے شہر میں رسوا کرنے کا سوچا تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے ساتھ نہ صرف آبان خان بلکہ اس کے اپنے باپ اور بھائیوں کی بھی عزت جڑی تھی۔ جنہیں وہ آبان سے بدلہ لینے کے چکر میں بھول ہی چکی تھی۔اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ اس کا یہ قدم

ان سب کی زندگیوں میں کتنا بڑا طوفان لانے والا تھا۔ اگر اسے ذرا بھی خبر ہوتی تو یقیناً کبھی بھی اتنا بڑا فیصلہ کرنے سے پہلے ہزار بار سوچتی۔۔۔

شاہ ولا کے بڑے سے لاؤنج میں اس وقت سب ناشتے میں مگن تھے۔ کافی عرصے بعد وہ سب اس طرح ایک ساتھ اکٹھے ہوئے تھے۔ کیوں کہ سبینا بیگم نے کافی عرصے بعد پاکستان اپنی فیملی کے ساتھ چکر لگایا تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پر سب بڑے ایک طرف جبکہ ساری ینگ جنریشن ایک طرف بیٹھی تھی۔ ماورا جمیل بھی اپنے ہوش میں پہلی دفعہ پاکستان آئی تھی۔ اسے اپنے یہاں سب کزنس سے مل کر بہت اچھا لگا تھا۔ فونز پر تو انہوں نے آپس میں بہت دفعہ بات کی تھی لیکن روبرو ایک دوسرے کو ابھی ہی دیکھ رہے تھے۔ ہیر اور معاذ جو سبینا بیگم کے گھر پر تھے وہ بھی انہی کے ساتھ ہی واپس آ گئے تھے۔ ماورا جمیل تئیس سال کی ایک بولڈ اور کنفیڈنٹ لڑکی تھی۔ وہ بچپن سے ہی

لندن میں پلی بڑھی تھی۔ لیکن پھر بھی اردو کافی اچھی بول رہی تھی۔اسکے علاوہ اس نے پاکستانیوں پر کافی اچھی خاصی ریسرچ بھی کر رکھی تھی۔شاید اسے پاکستان ہیں اور یہاں کے رہنے والے لوگوں میں کافی انٹرسٹ تھا۔وہ سب لوگ ناشتہ کر رہے تھے کہ ماورا کی ایکسائٹڈ سے آواز پر سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔وہ ماہ دیر سے مخاطب تھی۔ماہ دیر لالا میں نے سنا ہے پاکستان میں لڑکیاں اپنے بھائیوں کو لالا کہتی ہیں۔تو آج سے میں بھی آپ سب کو لالا کہوں گی۔اور تو اور یہاں کی شادی دیکھنے کے لیے تو میں بہت اکسائٹڈ ہوں۔میں نے اتنی ریسرچ کی تھی اس بارے میں اور یو نو پاکستانی شادیاں دیکھنے کا میرا کریز ہے۔یہاں ہوائی فائرنگ بھی ہوتی ہے۔اور وہ کیا ہوتا ہے۔۔۔پٹاخے ہاں وہ بھی جلاتے ہیں۔اور تو اور میری ایک دوست۔۔۔۔وہ جو بولنے پر آئی تو بولتی ہی چلی گئی۔جبکہ اس کا یوں خود کو لالا کہنے پر سب کے چہروں پر مسکراہٹ چھائی۔سب کو ہی اپنی یہ خوش مزاج

کزن بہت پسند آئی تھی۔ میری دوست بتاتی ہے کہ یہاں شادیوں میں ڈانسرز بھی بلاتے ہیں۔ کیا واقعی ایسا کچھ ہوتا ہے؟ ویسے ہوتا ہو گا میں نے بہت سی ویڈیوز بھی دیکھی ہیں ایسی۔ اس کی سرعام اتنی بے باک بات پر سب کے چہرے سرخ ہوئے۔ جبکہ دادا جی تو اپنی پلیٹ میں منہ گھسا چکے تھے۔ ماورا بیٹا چپ کر کے کھانا ختم کرو۔ پھر بات کرے گیں۔ سبینا بیگم نے سب کے سرخ چہرے دیکھتے اسے ٹوکنا ہی مناسب سمجھا۔ ان کی ایک ہی بیٹی تھی اور وہ ہی منہ پھٹ تھی۔ افہو ماما کیا ہو گیا پوچھنے دے نہ مجھے سب کچھ۔ ہاں تو میں کیا کہ۔۔۔۔۔ سبینا بیگم کو کہتے اس نے پھر سے اپنی بات جاری کرنی چاہی لیکن پھر سب کے سرخ چہرے دیکھتے وہ بیچ میں ہی رک گئی تھی۔ کیا ہو گیا آپ سب لوگ ایسے بلش کیوں کر رہے ہیں۔ اس نے حیرت سے پوچھا۔ اسے تو کچھ ایسا یاد نہیں آ رہا تھا جس بات پر چہرے پر لالی بکھرتی۔ کچھ نہیں ماورا تم بات مکمل کرو۔ حدائق نے سب کو دیکھتے مسکراہٹ دباتے

ہوئے کہا۔ہاں میں کہ رہی تھی کہ میں نے نیٹ پر بہت سی ویڈیوز بھی دیکھی ہیں۔اور وہ کو نہیں سنگر۔۔۔۔وہ باقاعدہ ماتھے پر اُنگلیاں بجاتے سوچ رہی تھی۔عاطف اسلم؟نائرہ نے کہا۔ارے نہیں وہ نہیں۔پھر؟سب ہی اب تجسس سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔آخر ایسا کون سا سنگر تھا جس کا نام وہ اتنی مشکل سے سوچ رہی تھی۔۔ہاں یاد آگیا۔۔۔سب نے بے ساختہ اس کی طرف دیکھا۔"نصیبو لال"افف کیا گانے گاتی ہیں وہ۔اچھے بھلے بندے کا موڈ خراب بھی ہو ناوہ بھی ٹھیک ہو جاتا ہے۔میں نے لندن میں بہت سنے ہیں ان کے گانے۔زندگی میں ایک بار تو میں اُن سے لازمی ملنا چاہوں گی۔۔اس کی بات پر اور اتنی اچھی سونگ کی چوائس پر سب کے چہرے پہلے سے زیادہ سرخ ہوئے۔جبکہ ذاویار جو پانی پی رہا تھا۔نصیبو کا نام سنتے ہی فوارے کی صورت میں پانی اس کے منہ سے نکلتے سامنے ٹیبل پر موجود اس کی ناشتے کی پلیٹ میں گرا۔جبکہ ماورا مسکراتی نظروں سے سب کو دیکھ رہی تھی۔جیسے

بہت بڑی بات کی ہو۔۔ہاں ہاں ہم تو ہر فنکشن میں نصیبو آنٹی کو لازمی بلاتے ہیں۔اور تو اور دادا جی تو ایک دور میں اس کے بہت بڑے فین بھی رہ چکے ہیں۔ کوئی ایسا گانا نہیں ہے اسکا جو ہمارے دادا جی نے نہ سنا ہو۔۔ حدائق شاہ جسے سب کے سرخ چہرے مزہ دے رہے تھے۔ بات کو مزید طول دیتے ہوئے بیچ میں اورنگزیب صاحب کو گھسیٹتے ہوئے بولا۔دادا جی نے سرخ چہرے کے ساتھ حدائق کو گھورا۔جوان کے بارے میں اتنا بڑا جھوٹ بول رہا تھا۔ کیا واقعی نانا جان۔۔ارے واہ آپ بھی یعنی بہت رومانٹک قسم کے ہونگے۔ کیوں کہ میں نے یہ بھی سنا ہے کہ نصیبو آنٹی کے گانے سننے والے لوگ بہت رومانٹک ہوتے ہیں۔ماورا اب ایکسائٹڈ سی دادا جان سے مخاطب ہوئی۔اس کے لیے تو جیسے یہ کوئی بڑی بات ہی نہیں تھی۔دادا جان خفیف سا مسکرا کر رہ گئے۔ان کی نواسی پہلی دفعہ گھر آئی تھی۔وہ اسے فلحال کے لیے کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے۔ جبکہ دل میں وہ حدائق شاہ کو ہزاروں گالیوں

سے نواز چکے تھے۔ماور ایٹا ایسی باتیں بڑوں کے درمیان نہیں کرتے۔چپ کر کے اپنا ناشتہ کریں۔ جمیل صاحب نے اسے مزید کچھ بھی کہنے سے باز رکھا۔داداجان کے تو رومانٹک ہونے کا پتہ نہیں لیکن شاید تمھیں دیکھ کر لگ رہا ہے کہ جمیل انکل کچھ کم نہیں تھے۔ماہ دیر کی زبان میں کھجلی ہوئی۔ جبکہ جمیل صاحب تو ہڑ بڑا گئے تھے۔یہ وار گھوم پھر کر ان پر آ گیا تھا۔اور انہیں پتہ تھا کہ ان کی بیٹی کیسی طبیعت کی مالک ہے۔ہاں نہ میرے بابا تو بہت رومانٹک ہیں۔ مطلب میں خود اپنے لیے اپنے بابا جتنا رومانٹک بندہ چاہتی ہوں۔یہ حب بھی آفس جاتے ہیں اور گھر واپس آتے ہیں لازمی ماما سے ہگ اور کس کرتے ہیں۔۔یہ تو مسٹ ان کی عادت ہے۔ جمیل صاحب نے زور سے اپنی آنکھیں بند کر کے کھولی۔وہی ہوا تھا جس کا ڈر تھا۔جبکہ سبینا بیگم کا تو شرم کے مارے سر ہی نہیں اٹھ رہا تھا۔یہی حال یہاں موجود باقی خواتین کا بھی تھا۔۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔داداجان بلند آواز میں بولتے ہوئے ناشتہ چھوڑ کر اٹھ

کھڑے ہوئے تھے۔اور پھر حدائق اور ماہ دیر کی طرف دیکھتے انہیں باقاعدہ ہاتھ سے لعنت دیتے وہاں سے اپنے کمرے کی طرف واک آؤٹ کر گئے۔

اگر ایک ایسی بے باک ہو ہی گئی تھی تو انہیں بھلا کیا ضرورت تھی اس سے بحث کرنے کی۔زاویار نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔ماہ دیر،عدیل،اور حدائق کا تو قہقہے لگانے کا دل کر رہا تھا۔یہ پہلی دفعہ تھا جب اس گھر میں کسی نے ایک منٹ میں سب کے منہ چپ اور چہرے سرخ کروا دیے تھے۔ماورا اب آواز نہ آئے تمہاری۔سبینا بیگم اپنی خفّت مٹاتے اس کی طرف دیکھ کر سختی سے گویا ہوئیں۔ماورا منہ کے زاویے بگاڑتی اپنے ناشتے پر جھک گئی۔

جبکہ زاویار اٹھ کھڑا ہوا۔مجھے افس میں کچھ کام ہے۔وہ کر کے تھوڑی دیر تک واپس آجاؤں گا۔سب کی طرف دیکھتے مسکرا کر کہتا وہ جانے ہی لگا تھا کہ ماہ دیر،حدائق اور عدیل نے اسے پکڑا۔ارے ارے میرے بھائی اتنی بھی کیا جلدی ہے جانے کی یہ دو دن ہی تو ہیں گھر بیٹھ سکون سے۔ہماری بنو۔ہم تجھے

آج اچھے سے ہلدی کا لیپ لگائیں گیں۔ذاویار کو ان کے ارادے کچھ خطرناک لگ رہے تھے۔وہ اسے ایسے جکڑے کھڑے تھے جیسے وہ کوئی قیدی ہو اور جیل سے بھاگ رہا ہو۔اس نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا۔ہاں ہاں دیکھ نا کتنا کالا رنگ ہو گیا ہے تیرا۔بیوی چھوڑ کر چلی جائے گی۔کہے گی کے یہ کیسا کالا بندہ میرے حوالے کر دیا۔اب کی بار عدیل باقاعدہ اس کے چہرے پر انگلی پھیرا انگلی اس کے سامنے کرتے اسے دیکھاتے ہوئے بولا۔

ذاویار نے بے ساختہ ہی اپنے پیچھے دیوار کے ساتھ لگے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا۔اسے تو وہ کہیں سے بھی کالا نہیں لگا تھا۔سالو بلکل ٹھیک ہوں میں۔اور بیوی چھوڑ کر جائے یا پاس رہے تم لوگوں کو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔اس نے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔مگر ان سب نے سختی سے اس کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔جان من تھوڑا سا ہلدی کا مساج ہی تو کروانا ہے کروالے ہم سے پھر نجانے کب تو

ہمارے ہاتھوں میں آئے۔ماہ دیر نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا۔ہاں تم لوگوں سے مساج کروانا مطلب اپنی عزت خطرے میں ڈالنا۔ چھوڑ مجھے میں کبھی بھی تم کمینوں کو خود کو ہاتھ لگانے نہیں دوں گا۔ذاویار دبی دبی آواز میں غرایا۔اس کی بات پر تینوں ہی قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔اوہو کنواری کنیا تو دیکھو۔ اوہ بھائی ہم نہ اپنی بیویوں کی عزت لوٹ لے کافی ہے۔ تیری عزت ہماری عزت ایک جیسی ہی ہے۔تُجھے لوٹ کر کوئی فائدہ نہیں ہونا ہمیں۔۔حدائق کی اتنی بے باک بات پر وہ تینوں پھر سے ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہوئے۔ جبکہ ذاویار کا چہرہ خون چھلکا رہا تھا۔اسے نہیں پتہ تھا کہ یہ سارے اتنے کمینے نکلے گیں۔اچھا ٹھیک ہے لیکن بس تھوڑی دیر ہی کرواؤں گا۔زیادہ دیر کی اگر تم لوگوں نے تو یاد رکھنا میں قتل کر دوں گا تم سب کا۔اس نے ان سب کو ناٹلتے دیکھ ہار مان ہی لی۔ لیکن انھیں دھمکانا نہیں بھولا تھا۔

ارے واہ کہاں جارہے ہیں آپ سب ذاویار لالا کو لے کر۔ابھی وہ آگے بڑھتے کے ماورا ان سب کے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔وہ ہم لالا کو ذرا ہلدی کا مساج کرنے لے کر جارہے ہیں۔پاکستان میں ایک یہ بھی رسم بہت فینسس ہے۔جس کی شادی ہوتی ہے آئی مین جو دولہا ہوتا ہے اسے مہندی والے دن صبح کے وقت ہلدی کا اچھے سے مساج دیتے ہیں۔اس سے رنگ بھی صاف ہوتا ہے۔اور برات والے دن روپ بھی بہت آتا ہے۔عدیل نے اسے تفصیل سے ساری بات سمجھائی۔چلے پھر تو میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہی چلوں گی۔لالا کو ہلدی کا مساج کرنے۔نہیں۔۔۔وہ تینوں ایک دم ہی زور سے چیخے تھے۔نہیں ت۔۔تم ہمارے ساتھ جا کر کیا کرو گی۔یہ رسم تو صرف لڑکے کرتے ہیں۔ماہ دیر نے زبردستی مسکراتے ہوئے کہا۔کچھ دیر پہلے جو کزن انہیں سویٹ اور پیاری لگ رہی تھی اب اس کی باتیں سن وہ سارے ہی اس سے محتاط ہو چکے تھے۔ارے لیکن ایسے کیسے لڑکے کرتے

ہیں۔ لڑکے لڑکی کچھ نہیں ہوتا رسم تو رسم ہوتی ہے۔ ہیں نہ لالا۔ بات کے آخر میں اس نے زاویار سے کنفرم کروانا چاہا۔ ہاں میری بہن بلک۔۔۔۔ زاویار ابھی کچھ کہتا کہ حدائق نے سختی سے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھا۔ ورنہ یقیناً وہ اپنی اس نئی نویلی بہن کو بھی ساتھ ہی لے چلتا۔ اور پھر اس کے سامنے ان تینوں کا پروگرام وڑ جانا تھا۔ ماورا یہ رسم لڑکے لڑکوں کے ساتھ کرتے ہیں اور لڑکیاں لڑکیوں کے ساتھ۔ شاباش تم لوگ جا کر در فشاں کے ساتھ یہ رسم کرو۔ اپنے ساتھ ساری لڑکیوں کو بھی اکٹھا کر لینا۔ حدائق نے دانت پیستے کہا۔ بس نائرہ کو نہ اٹھانا۔ وہ بیچاری ابھی ناشتہ کرنے کی سو گئی ہو گی۔ باقی تم لوگ جیسے مرضی رسم کرنا مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ابھی ماورا کچھ کہتی کہ ماہ دیر بول پڑا۔ اس کے لہجے میں نائرہ کے لیے فکر گھل رہی تھی۔ بندہ اتنا رن مرید نہ ہو کیوں عدیل بھائی صحیح کہہ رہا ہوں نہ میں۔ اپنے پیچھے سے معاذ کی آواز سنتے وہ سب ہی پیچھے مڑے۔ ہاں بلکل۔ عدیل

نے ماہ دیر کو گھورتے ہوئے اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔اوئے چھوٹے پیکٹ تو اپنی زبان بند ہی رکھ۔ورنہ یہی جس منہ سے بکواس کر رہا ہے نہ تو اسی کو میں نے توڑ کر بولنے لائق نہیں چھوڑنا۔ماہ دیر نے اسے کندھے سے پکڑتے اپنے برابر کرتے کہا۔اشارہ صاف تھا کہ وہ بھی ان سب کے ساتھ رسم میں شامل ہو گا۔معاذ تو بس اتنا سا منہ لے کر رہ گیا تھا۔جبکہ ماورا ابھی تک کھڑی ان سب کی باتوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ماورا آپی جائے آپ درفشاں آپی کے ساتھ کریں رسم۔معاذ نے مسکراتے ہوئے ماورا سے کہا۔وہ بھی آگے سے ہاں میں سر ہلاتے درفشاں کے کمرے کی جانب بڑھی۔۔جبکہ ان چاروں نے بھی سکون کا سانس لیتے ذاویار کو لیے ولا کی بیک سائڈ پر بڑھے۔جہاں انہوں نے ساری تیاریاں کی تھی۔

بیک سائڈ پر جاتے انہوں نے زاویار کو چھوڑا۔جو کہ ہلدی سے بھرا ٹب دیکھتے ہی گھبرا گیا تھا۔اسے تو پہلے ہی ان سب کی نیتوں پر شک تھا۔اور اب تو جیسے

اس ٹب کو دیکھتے شک پر مہر لگ چکی تھی۔۔۔۔ماہ دیر نے ایک نظر سب کو دیکھتے آنکھ سے اشارہ کیا۔وہ سب ہی شیطانی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اس کی طرف بڑھتے اسے دونوں طرف سے بازوؤں سے جکڑ گئے۔ذاویار نے نفی میں سر ہلایا تھا۔ مگر وہ چاروں اسے ایسے ہی بازو سے پکڑ کر اٹھائے ٹب کے قریب لے کر آئے۔ چل رکو یار اس بیچارے پر تھوڑا سا رحم کر دیتے ہیں۔ عدیل نے سب کو روکتے ہوئے کہا۔ذاویار نے اُمید بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس کی اُمیدوں پر پانی پھر چکا تھا۔اب اس نے اتنی محنت سے اتنا مہنگا سوٹ پہنا ہوا ہے۔ ہم ایسے خراب تو نہیں کر سکتے نہ۔ایک کام کرتے ہیں اس کے کپڑے اتار دیتے ہیں۔عدیل نے کہتے باقی سب کو قہقہہ لگانے پر مجبور کیا تھا۔سب ہی اس کی بات سے اتفاق کرتے زبردستی ذاویار کی قمیض اُتار گئے۔اب شلوار کی باری تھی۔اوئے پہلے بتا نیچے کچھ پہنا تو ہوا ہے نہ؟ حدائق نے معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپاتے ہوئے پوچھا۔ کیوں

کہ اس نے قمیض کے نیچے کوئی سینڈو نہیں پہنی ہوئی تھی۔ کمینوں تم سب بس ایک بار میرے ہاتھ چھوڑو پھر میں بتاتا ہوں تمھیں کہ میں نے نیچے کیا کچھ پہنا ہوا ہے۔ ذاویار سرخ چہرے کے ساتھ غرایا۔ دیکھ اب ہم شرافت سے آخری بار پوچھ رہے ہیں اگر کچھ نہیں پہنا ہوا تو بتادے۔ ورنہ ہم ایسے ہی تیری شلوار بھی اتار دے گیں۔ بعد میں ہم سے شکایت نہ کرنا۔ حدائق اس کی دھمکی کو ہوا نے اڑاتے بولا۔ ذاویار بڑے ضبط سے یہ سب کچھ برداشت کر رہا تھا۔ جبکہ معاذ کا تو ہنس ہنس کر ہی برا حال تھا۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ اس کے ہمیشہ سنجیدہ رہنے والے بھائی اتنے بے باک بھی ہو سکتے ہیں۔ پہنا ہوا ہے سالو میں نے نیچے۔۔۔ ذاویار نے آہستہ سے کہا۔ اسکے پاس بچنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ حدائق نے ہنستے ہوئے اس کی ٹانگوں کے پاس آتے کھینچ کر ایک جھٹکے سے شلوار اس کے بدن سے علیحدہ کی۔ اب وہ صرف ایک ہی پردے میں ان سب کے سامنے موجود تھا۔ زاویار کا چہرہ جیسے خون چھلکا رہا تھا۔ اسے

اُمید نہیں تھی کہ کبھی یہ دن بھی دیکھنا تھا۔اب ان چاروں نے اسے ایسے ہی پکڑتے تقریباً اچھالنے کے انداز میں ہلدی سے بھرے ہوئے ٹب میں پھینکا۔ذاویار اس وقت پورا پیلے رنگ میں نہا گیا تھا۔ہلدی کا لیپ جیسے اس کے منہ تک میں چلا گیا تھا۔جبکہ وہ چاروں سامنے کھڑے اس کی بے بسی کا تماشا دیکھ ہنستے ہوئے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔اگلے ہی لمحے اسے باہر نکلتے دیکھ معاذ اور ماہ دیر جلدی سے اس کی طرف بڑھتے سختی سے اسے جکڑ گئے۔ اپنے کپڑے وہ سب ناشتے سے پہلے ہی تبدیل کر آئے تھے۔وہ سب ہی رف سے کپڑوں میں ملوث تھے۔جو خراب ہو بھی جاتے تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ چھوڑو کمینوں مجھے تم جیسے بھائی ہونے سے بہتر تھا میں اکیلا ہی مر جاتا۔ذاویار ان لوگوں سے اپنا آپ چھڑواتے ہوئے غصے سے چیخا۔جبکہ اسے بے قابو ہوتے دیکھ حدائق اور عدیل بھی جلدی سے اس کی طرف بڑھے۔ارے ارے جان اتنی بھی کیا جلدی ہے باہر آنے کی تھوڑا صبر تو کریں۔عدیل اس

کے سینے پر ہاتھ پھیرتے چھچھورے طریقے سے بولا۔اور اگلے ہی پل وہ لوگ اس کی گردن کو پیچھے سے پکڑتے اس کا منہ ٹب کے اندر دے چکے تھے۔اور پھر وہ لوگ رکے نہیں تھے مسلسل چھ سے سات دفعہ ایسے ہی اس کا منہ باہر نکالتے اور پھر ٹب میں۔دے دیتے۔ذاویار کو اب سانس لینے میں مشکل ہونے لگی تھی۔وہ بری طرح ہانپ رہا تھا۔ان سب نے اس کی حالت دیکھتے بالآخر اس پر ترس کھاتے اسے چھوڑ کر آہستہ سے ٹب سے باہر نکالا۔ ذاویار بلکل چت زمین پر لیٹے اپنی سانسیں ہموار کرنے لگا۔اس نے آج قسم کھائی تھی کے ان چاروں میں سے کسی کی بھی شادی میں انہیں اس سے ڈبل طریقے سے ذلیل کرے گا۔جبکہ وہ چاروں اسے باہر نکالتے ہی اندر بھاگ گئے تھے۔انہیں پتہ تھا کہ ایک بار وہ اپنی سانسیں نارمل کر لے پھر ان چاروں کی خیر نہیں تھی۔اسی لیے پہلے ہی اپنا بچاؤ کرتے وہاں سے بھاگنا ضروری سمجھا۔۔۔

قسط نمبر:10

خان ولا میں اس وقت سب مہندی کی تیاریوں میں مگن تھے۔انہوں نے تھوڑی دیر تک شاہ ولا کے لیے نکلنا تھا۔اشنا خان پارلر تیار ہونے کے لیے جا چکی تھی۔اسے وہیں سے زاویار نے اپنے ساتھ شاہ ولا لے کر جانا تھا۔سب نے تو بہت منع کیا تھا۔ لیکن وہ بضد تھا کہ سب سے پہلے اپنی دلہن کو وہ خود ہی دیکھے گا۔آج ہی ان دونوں کا نکاح بھی تھا۔جو کہ شاہ ولا میں ہی منعقد تھا۔ماما آپ تیار نہیں ہوئیں ابھی تک۔اشنا کی کال آئی تھی۔وہ تیار ہو گئی ہے۔بس زاویار بھائی اُسے لینے جائے گیں تو وہ آدھے گھنٹے تک پہنچ جائے گی۔فائزہ اس وقت اپنی ماں عظمیٰ بیگم سے مخاطب تھی۔جو ابھی تک تیار ہی نہیں ہوئی تھیں۔بس بیٹا میں تیار ہونے ہی جا رہی تھی۔اب گھر کے بھی تو کام دیکھنے ہیں نہ۔سب کچھ تو ملازموں کے حوالے نہیں کر سکتے۔ مسکرا کر کہتی وہ اپنے

کمرے کی طرف تیار ہونے کی غرض سے بڑھ گئیں۔پہلے ہی وہ سب بہت لیٹ ہو چکے تھے۔

فائزہ خان اس وقت اورنج اور گرین کلر کرا متزاج کے لہنگے چولی میں ملبوس تھی۔ جبکہ ایسی ہی ڈریسنگ رائنا اور زارا نے بھی کے تھی۔ان تینوں نے ہی میچنگ کے کپڑے پہنے تھے۔ جبکہ فائزہ نے بالوں کی چٹیاں بنا کر اس پر گیندے کے پھولوں سے مزین پراندا لگایا ہوا تھا۔ چٹیاں کو آگے لٹکائے سر پر ماتھا ٹیکہ لگائے ہلکے سے میک اپ میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اسے میک آپ کا زیادہ شوق نہیں تھا۔اسی لیے وہ بس ہلکی پھلکی ہی تیار ہوئی تھی۔ لیکن اس تھوڑی سی تیاری میں بھی وہ غضب ڈھا رہی تھی۔اِسکی ہائٹ کافی اچھی تھی اسی لیے اس نے ہیلز پہننے کا تکلف کرنے کی بجائے سوٹ کے ہی میچنگ کے کھسے پہنے۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ سب لاؤنج میں شاہ ولا جانے کی غرض سے اکٹھے ہو گئے تھے۔۔۔۔ تمام لڑکوں نے وائٹ کلر کی شلوار

قمیض اور ساتھ میں گرین کلر کی چنری ٹائپ چھوٹا سا دوپٹہ گلے میں ڈالا تھا۔ انہیں اسپیشلی شاہ ولا سے لڑکوں نے یہی کلر پہننے کا کہا تھا۔ تاکہ تمام لڑکے آپس میں ٹوننگ کر سکیں۔ جبکہ آبان خان نے وائٹ شلوار قمیض پر گرین خوبصورت سی واسکٹ پہنی تھی۔۔۔

ہاں چلیں سب۔۔ رفیق صاحب نے لاؤنج میں آتے سب سے پوچھا۔ جی بڑے بابا چلتے ہیں۔ جواب اکثم کی طرف سے آیا تھا۔ اور پھر وہ سب ہی ایک ساتھ خان ولا سے نکلے۔۔ قطار در قطار در جنوں گاڑیاں خان ولا سے نکلی تھی۔ جبکہ ہر گاڑی میں سے ایک بندہ گاڑی کی روف سے باہر نکلے ہاتھ میں رائفل، گنز تھامے ہوئے تھا۔ وہ لوگ پورے جوش و خروش سے مہندی لے کر جا رہے تھے۔ سب سے آگے آبان خان کی گاڑی تھی جس کے اِرد گرد ڈھیر سارے انار جل رہے تھے۔ جبکہ اس کے پیچھے ان سب کے دوستوں اور راحیل، بالاج، اکثم اور باقی سب کی گاڑیاں تھی۔ جس میں سے

مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی۔ فضا گولیوں کی تھرتھراہٹ سے گونج رہی تھی۔ دیکھنے والوں کو یہ سب کسی خواب کا منظر معلوم ہوتا تھا۔ قطار در قطار ایسے ہی ان سب کی گاڑیاں آگے پیچھے ہوتی شاہ ولا کی طرف روانہ تھی۔۔۔

آپ نے آنا ہے یا نہیں۔ اگر ایسے ہی کرنا تھا تو مجھے پہلے بتا دیتے آپ۔ میں راحیل یا بالاج بھائی میں سے کسی کو کہہ دیتی وہ مجھے پک کر لیتے۔ اشنا خان اس وقت فون پر زاویار سے مخاطب تھی۔ وہ کب سے تیار ہو کر بیٹھی ہوئی تھی۔ لیکن زاویار تھا کہ پہنچنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اب تو بیٹھ بیٹھ کر اس کی کمر بھی اکڑ چکی تھی۔ لیکن وہ تھا کہ آنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ میری جان بس پانچ منٹ یار دوستوں نے روک لیا سیلون پر ہی۔ بہت مشکل سے جان چھڑوا کے آ رہا ہوں۔ تم بس پانچ منٹ میرا انتظار کرو میں بس ابھی آیا۔

زاویار نے پیار سے جواب دیا۔ کم سے کم آج کے دن تو وہ اس کی ہر بات ہر شکایت چپ کر کے سہہ سکتا تھا۔ اشنا نے بغیر کوئی جواب دیے کھٹاک سے فون بند کر دیا۔ جبکہ زاویار بس صبر کے گھونٹ بھر کر رہ گیا تھا۔ اشنا سے سارے بدلے وہ شادی کے بعد لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اسے واقعی میں اس کے دوستوں اور حدائق وغیرہ نے گھیرا ہوا تھا۔ ابھی بھی ان سب سے بہت مشکل سے جان چھڑوا کر وہ اشنا کو لینے جا رہا تھا۔ اپنے کہے کے مطابق وہ پورے پانچ منٹ بعد پارلر کے باہر موجود تھا۔ پارلر کے باہر پہنچ کر اس نے اشنا کو کال ملائی۔ آجاؤں باہر ہی کھڑا ہوں میں۔۔ مزید کوئی بھی بات کیے وہ فون رکھ چکا تھا۔ مقابل کا فون کٹ کرنا اس کے سارے موڈ کا بیڑا غرق کر گیا تھا۔ کیا وہ اس کا تھوڑی دیر بھی انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ جبکہ اس کے راحیل اور بالاج کو بلانے والی بات بھی اس نے بمشکل ہی ہضم کی تھی۔ وہ اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے پارلر کے دروازے کی طرف اپنی بیک کیے کھڑا

ہوااور جیب سے سگریٹ نکال کر سلگاتے اپنے لبوں میں دبایا۔اسے یہاں کھڑے کھڑے تقریباً پندرہ منٹ گزر چکے تھے۔ مگر وہ ابھی تک باہر نہیں آئی تھی۔زاویار کو اب صحیح معنوں میں غصّہ آنے لگا تھا۔وہ گاڑی کی ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوا۔اور پھر جیسے ہی پلٹ کے دیکھا سامنے ہی وہ پری پیکر اپنے بے پناہ حسن سے بے پرواہ اپنے گرارے کے ساتھ اُلجھی ہوئی تھی۔زاویار اسے دیکھ کر سٹل ہو گیا تھا۔کون سا غصّہ ؟ کہاں کا غصّہ ؟ وہ تو جیسے پلک تک جھپکنا بھول چکا تھا۔اشنا خان اس وقت وائٹ اور گولڈن کلر کے امتزاج کے گرارے کرتی میں ملبوس تھی۔ سر پر پنز سے دوپٹہ سیٹ کیے، گلے میں گولڈن کلر کا ہی چوکر پہنے، کانوں میں جھمکے، نیلی سمندر آنکھوں میں کاجل کی تہہ لگائے، لبوں پر ریڈ کلر کی لپسٹک لگائے وہ ایک منٹ میں اس چھبیس سالہ مرد کا ایمان ڈگمگا گئی تھی۔زاویار شاہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مقابل دلہن بن کر اس قدر خوبصورت لگے گی۔وہ ندیدو کی طرح اشنا کو دیکھتے اپنی

آنکھوں کی پیاس بجھانے میں مگن تھا۔ جبکہ اشنا خان اس وقت اپنے گرارے کے ساتھ اُلجھی ہوئی تھی۔ جو کہ اس کی ہیلز کے موتی میں پاؤں کے پاس سے اڑ گیا تھا۔ اور اب نکلنے کا بھی نام نہیں لے رہا تھا۔ کافی کوشش کے بعد بھی جب وہ نہ نکلا تو اشنا اُسے ایسے ہی چھوڑ آگے بڑھی۔ لیکن ایک قدم آگے چلتے ہی وہ بری طرح لڑکھڑائی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ نیچے گرتی دو مضبوط بانہیں اسے تھام چکی تھی۔ ذاویار شاہ اسے گرتے دیکھ ہوش میں آتے فوراً ہی اس کی طرف بڑھا۔ اشنا نے ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو اسے اپنی بانہوں میں بھینچے گہری گرم نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اشنا شرم سے سرخ پڑتے نگاہیں جھکا گئی۔ ذاویار اس کی پلکوں کا یہ رقص دیکھتے مبہوت ہوا تھا۔ مقابل اس کے پسند کیے ہوئے جوڑے میں ملبوس اس کے لیے پورپور سجی اس وقت اس کی بانہوں میں کھڑی تھی۔ ذاویار شاہ کے جذبوں میں جیسے طغیانی سی مچی۔ یہ پہلی بار تھا کہ اسے خود پر کنٹرول کرنا اس دنیا کا سب سے مشکل کام

لگ رہا تھا۔ زز۔۔۔ زاویار پلیز چھ۔ چھوڑیں۔ اشنا نے بمشکل اپنی کپکپاتی آواز پر قابو پاتے کہا۔ اس کی نگاہیں جیسے اشنا کو اپنے آر پار ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ بہت خوبصورت لگ رہی ہو تم۔ میری سوچ سے بھی زیادہ حسین۔ بلکل کسی پری کی طرح۔۔ ذاویار اس کے گال پر ہلکے سے لب رکھتے گویا ہوا۔ اشنا خان اس کے لمس پر سٹل ہوئی تھی۔ پہلی بار ذاویار نے اسے ایسے چھوا تھا۔ اس کا دل جیسے دھڑک دھڑک کر پاگل ہونے کو تھا۔ زاویار اس کے چہرے پر بکھرے قوس و قزح کے رنگ دیکھتے اسے سیدھا کھڑا کر گیا۔ اور پھر اس کے گرارے کا جائزہ لیتے وہ نیچے جھکا۔ ذاویار نے اس کے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اشنا ہوش میں آتی فوراً پیچھے ہوئی۔ ذاویار نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ آ۔۔ آپ رہنے دیں۔ میں خود کر لوں گی۔ اس نے جلدی سے جواب دیا۔ جبکہ زاویار بنا کچھ کہے پنجوں کے بل بیٹھے ہی تھوڑا آگے کو ہوتے اس کا پاؤں اٹھا کے ہیلز سمیت ہی اپنے گھٹنے پر

رکھتے اس کے گرارے کو احتیاط سے ہیل کے موتی سے علیحدہ کرنے لگا۔
اشنا ڈبڈبائی آنکھوں سے اس شاندار مرد کو اپنے قدموں میں بیٹھا ہوا دیکھ رہی تھی۔ وہ جو ذرا سی مٹی بھی کپڑوں پر لگ جانے پر وہ سوٹ دوبارہ نہیں پہنتا تھا۔ اس کے قدموں میں بیٹھا اس کے پاؤں کو ہیلز سمیت اپنے گھٹنے پر رکھے موتی علیحدہ کرنے میں مگن تھا۔ اشنا خان نے دل میں ہزار بار اپنے رب کا شکر ادا کیا۔ جس نے اسے اتنے اچھے ہمسفر سے نوازا تھا۔۔۔ ہو گیا چلو اب۔
ذاویار مسکراتے ہوئے زمین سے اٹھا اور پھر اس کا ہاتھ پکڑتے گاڑی کی طرف بڑھا۔ اسے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بٹھاتے وہ خود دوسری طرف آکر بیٹھا۔ اور گاڑی سٹارٹ کی۔ اشنا دروازے کا ساتھ لگی مسلسل اُنگلیاں چٹخانے میں مصروف تھی۔ جبکہ زاویار کا دھیان بار بار بھٹک کر اسی کی طرف جا رہا تھا۔ وہ بلکل بھی دھیان سے ڈرائیونگ نہیں کر پا رہی تھا۔ اچانک اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی روکی۔ سامنے اسے کچھ نظر آیا تھا۔ اشنا نے گاڑی رکنے

پر سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ تم بیٹھو میں بس ابھی آیا۔اسے کہتا وہ بغیر اس کی کوئی بھی بات سنے گاڑی سے نکل چکا تھا۔اشنا بھی کندھے اُچکاتی سیٹ سے ٹیک لگا کر اپنا سر پیچھے جو گراتی آنکھیں موند گئی۔ذاویار کے لبوں کا لمس ابھی تک اسے اپنے گال پر محسوس ہو رہا تھا۔اس کی بے تاب نظریں یاد کرتے اشنا شرمیلا سا مسکرائی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد زاویار واپس آیا۔اس کے ہاتھ میں ایک شاپر تھا۔اشنا نے آنکھیں کھول کر سیدھے بیٹھتے ہوئے اسے دیکھا۔ ہاتھ دو اپنا۔۔زاویار نے اپنا ہاتھ آگے کرتے اسے کہا۔اشنا نے اپنا ہاتھ آگے نہیں بڑھایا تھا۔وہ بری طرح گھبرا رہی تھی۔زاویار نے خود ہی آگے ہوتے اس کہ ہاتھ تھاما۔اور پھر شاپر سے گجرے نکالتے محبت سے اس کے ہاتھ میں پہنائے۔اشنا کے ہاتھ میں پہلے ہی بھر بھر کر چوڑیاں موجود تھی۔اس کے مہندی سے لبریز ہاتھ دیکھتے جس پر اب گجرے بہت زیادہ خوبصورت لگ رہے تھے۔زاویار نے بے خود ہوتے شدّت سے اپنے لب اس کے ہاتھوں پر

رکھے۔اشنا کے ہاتھ بری طرح لرز اٹھے تھے۔مقابل کے لبوں کی گرمائش اسے لرزنے پر مجبور کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر ایسے ہی اس کے ہاتھوں پر لب رکھنے کے بعد ذاویار نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔اس کی آنکھیں شدید سرخ ہو گئی تھی۔اشنا بری طرح گھبرا کر رہ گئی تھی۔یقین کرو جس طرح میں اس وقت خود پر جبر کر رہا ہوں یہ میں یا پھر میرا خدا جانتا ہے۔تم اتنی حسین لگ رہی ہو کہ میں جیسے تمھیں خود میں سمانے کے لیے بے چین ہو رہا ہوں۔ مجھے کل کے دن کا شدّت سے انتظار رہے گا۔۔اس کی آواز بوجھل اور جذبوں سے لبریز تھی۔اشنا نے کانپتے ہوئے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے چھڑواتے اپنا پورا رخ دروازے کی جانب پھیرا۔اس کا پورا بدن کپکپا رہا تھا۔ ذاویار اسے ایسے کانپتے دیکھ چند پل اسے دیکھنے کے بعد گاڑی سٹارٹ کر گیا۔ گاڑی میں اب مکمل خاموشی تھی۔دونوں میں سے کوئی بھی نہیں بول رہا تھا۔

زاویار نے بھی اب چپ رہنا ہی مناسب سمجھا۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھی کہ وہ ابھی یہیں پر ہی اپنے ہوش کھو بیٹھتی۔۔

شاہ ولا میں سب لوگ خان ولا کے لوگوں کا ہی انتظار کر رہے تھے کہ اچانک سے فضا میں تیز گولیوں کی تھرتھراہٹ گونجی۔ ماہ دیر وغیرہ بھی فوراً ہی باہر کی طرف بڑھے۔ وہ لوگ سمجھ چکے تھے کہ خان ولا کے لوگ ہی آئے ہونگے۔ ان سب کے ہاتھوں میں بھی پستول تھیں۔ باہر پہنچ کر انہوں نے ڈھول والوں کو ڈھول بجانے کا کہا۔ بیچ میں زاویار اور آبان خان کو کھڑا کرتے اِرد گرد وہ سب ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑے ڈال رہے تھے۔ جبکہ ان کے کچھ دوست فائرنگ کرنے میں مگن تھے۔ تو کچھ پٹاخے اور مختلف قسم کے انار جلا رہے تھے۔ زاویار اور اشنا بھی تھوڑی دیر پہلے ہی پہنچے تھے۔ اشنا کو اندر بھیج

زاویار کو انہوں نے آبان کے ساتھ کھڑا کیا۔ وہ سب شاہ ولا کے گیٹ کے سامنے ڈانس کرنے میں مگن تھے۔ اندر خواتین اور مردوں کا الگ الگ انتظام کیا گیا تھا۔ پردے کا خصوصی اہتمام تھا۔ ایسے ہی بھنگڑے ڈالتے ہوئے وہ سب ایک ساتھ اندر مردوں والی سائڈ پر بڑھے۔ اور پھر آبان اور زاویار کو ایک صوفے پر بٹھاتے وہ سب اب ان کے ساتھ فوٹو گرافر سے تصاویر بنوانے میں مگن تھے۔ پہلے زاویار اور اشنا کا نکاح ہونا تھا۔

امجد صاحب میں کہتا ہوں پہلے بچوں کا نکاح کروادیں۔ بعد میں بچے ہلا گلا کر لے گیں۔۔ اور نگزیب صاحب نے امجد صاحب سے کہا۔ جس پر انہوں نے بھی ہاں میں سر ہلاتے حامی بھری۔ چلو بچو سائڈ پر ہو جاؤ اب نکاح ہونے دو پہلے۔ دادا جی نے سب کی طرف دیکھتے کہا۔ مولوی صاحب بھی آ چکے تھے۔ آبان ان کی بات سنتے صوفے سے اٹھ کر باقی سب کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔ تھوڑی ہی دیر میں نکاح شروع ہو چکا تھا۔

زاویار شاہ ولد مظہر شاہ آپکا نکاح اشنا خان ولد رؤف خان کے ساتھ حق مہر پانچ کروڑ روپے سکہ رائج الوقت کیا جاتا ہے۔ کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟"

مولوی کے یہ الفاظ اس کے دل کی دھڑکن میں بتدریج اضافہ کر گئے تھے۔ وہ جس محبت کو پانے کے لیے اس نے چھ سال انتظار کیا تھا۔ آج بالآخر اس کی ہونے جا رہی تھی۔ صرف اس کی۔۔ قبول ہے۔ زاویار نے دھڑکتے دل کے ساتھ حامی بھری۔ تینوں دفعہ اشنا خان کو اپنے لیے قبول کرتے وہ اس وقت خود کو دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان تصّور کر رہا تھا۔ نکاح نامے پر سائن کرتے سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ فوٹو گرافر اور میڈیا دھڑا دھڑ ان کی تصاویر اور ویڈیوز اتارنے میں مگن تھے۔ زاویار کے بعد اب وہ سب اشنا کی طرف سے نکاح کیلئے اندر کی طرف بڑھے۔۔

سائڈ ہو جاؤ سارے نکاح کے لیے اندر آ رہے ہیں سارے۔ رائنا خان نے بلکل کسی رپورٹر کی طرح اندر آتے سب کو اطلاع دی۔ اِسکی بات سنتے اشنا

خان کا دل جیسے دھڑک دھڑک کر پاگل ہونے کو تھا۔ سب لڑکیاں سروں پر دوپٹہ لیتے ایک سائڈ پر ہو گئی تھی۔ سب سے پہلے بالاج اور اکثم نے اندر داخل ہوتے اشنا کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اشنا مولوی صاحب نکاح کے لیے آرہے ہیں۔ بالاج اس کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔ اشنا نے بے ساختہ ہی بالاج کا ہاتھ تھاما۔ اُسے وہ بلکل اپنے بڑے بھائیوں کی طرح عزیز تھا۔ اوئے چھپکلی گھبرانا مت۔ اکثم نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ آج کے دن بھی باز نہیں آیا تھا۔ بالاج جو اس کی سرگوشی سن چکا تھا اکثم کی کمر میں ایک مکّہ رسید کیا۔ وہ تو بس منہ ہی بنا کر رہ گیا تھا۔ ان کی ایسے ہی نوک جھوک جاری تھی کہ مولوی صاحب اندر داخل ہوئے۔ ساتھ دادا جی، راحیل اور آبان خان بھی موجود تھے۔ راحیل کا چہرہ اس وقت حد سے زیادہ سنجیدہ تھا۔ اس کے چہرے سے دل کا حال پتہ لگانا بہت مشکل تھا۔ لیکن وہ تو یہی جانتا تھا کہ کیسے وہ اس وقت خود پر جبر کر کے یہاں اور کھڑا تھا۔

اشنا خان ولد رؤف خان آپ کا نکاح زاویار شاہ ولد مظہر شاہ کے ساتھ حق"
مہر پانچ کروڑ روپے سکہ رائج الوقت کیا جاتا ہے۔ کیا آپ کو یہ نکاح قبول
ہے؟ مولوی صاحب کے الفاظ سنتے اشنا کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو جاری
ہوئے۔ اسے شدّت سے اپنے ماں باپ کی یاد آ رہی تھی۔ جو آج اس کے
اتنے بڑے دن میں اس کے ساتھ موجود نہیں تھے۔ اسے روتا دیکھ فائزہ اور
عزرا بیگم دونوں ہی فوراً آگے بڑھتی اسے تھام گئی۔ مولوی صاحب نے پھر
سے اپنے الفاظ دہرائے۔ قب۔۔۔ قبول ہے۔۔ بھیگی آواز میں اس نے
زاویار شاہ کو اپنے لیے قبول کیا۔ ایسے ہی تینوں بار اس کی طرف سے بھی
قبول ہے بولتے اس نے نکاح نامے پر سائن کیے۔ نکاح ہو چکا تھا۔ تمام مرد
حضرات واپس سے باہر کی جانب بڑھ گئے۔۔۔۔ مبارک ہو بھائی نکاح ہو گیا
ہے۔ اکشم نے سب سے پہلے باہر آتے اعلان کیا۔ اس کے بولتے ہی زاویار
کے چہرے پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ چھائی۔ فضا میں اچانک ہی پھر

سے گولیوں اور ڈھول کی آواز گونجنے لگی تھی۔ جبکہ بڑے سے لاؤڈا سپیکر پر گانے بھی چل پڑے تھے۔

رب نے بنادیا جو یہی رشتہِ "قبول ہے"۔۔ "

"پوچھے کوئی تو پیار سے کہنا ہاں "قبول ہے

لاؤڈا سپیکر پر یہ والا گانا چلتے ماحول کو خواب ناک بنا رہا تھا۔ سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ جبکہ ایک چہرہ تھا جو سب سے اپنے آنسو چھپاتے چپکے سے شاہ ولا سے ہی نکل چکا تھا۔ نکاح کے بعد اب مہندی کی رسم شروع ہو چکی تھی۔ زاویار اور آبان پھر سے ایک ساتھ اسٹیج پر چڑھتے صوفوں پر بیٹھے۔ سب ہی باری باری انہیں مہندی لگاتے ساتھ ہلا گلا بھی کر رہے تھے۔ اور پھر سب نے مل کر ایک بار پھر سے ان دونوں کو بیچ میں کھڑا کرتے بھنگڑا ڈالا۔۔۔۔ بے شمار نوٹوں کی گڈیاں ان دونوں کے سروں پر سے وار کر ہوا میں اچھالی جا رہی تھی۔ سب ہی آج بے تحاشا خوش تھے۔

دوسری طرف خواتین والی سائڈ پر بھی سب درفشاں اور اشنا کو ایک ساتھ بٹھاتے ان دونوں کو مہندی لگانے میں مگن تھے۔ چلو چلو بس کرو اب ہم سب ڈانس کرتے ہیں۔ ماورا نے آکر سب کو اپنے ساتھ اکٹھا کرتے کہا۔ وہ اس وقت اورنج اور گرین کلر کے ہی گرارے کرتی میں ملبوس تھی۔ ان سب نے بھی میچنگ کی تھی۔ جبکہ درفشاں پیلے رنگ کے خوبصورت سے لہنگا چولی میں ملبوس تھی۔ جس پر گولڈن کلر کے موتیوں سے مزین نفیس سا کام کیا ہوا تھا۔ بالوں میں کرل ڈالے ماتھا پٹی سر پر سجائے ساتھ پیئرز سے اچھی طرح سر پر دوپٹہ سیٹ کیے ہلکے سے میک اپ میں وہ غضب ڈھا رہی تھی۔ تقریب میں آئی تمام خواتین ان دو خوبصورت دلہنوں کو دعائیں دیتی نہیں تھک رہی تھی۔ وہ دونوں لگ ہی اتنی خوبصورت رہی تھی کہ ہر کوئی ان کی نظر اتارنے پر مجبور ہو رہا تھا۔ ہاں چلیں ماورا آپی میں نے بھی کرنا ہے ڈانس۔ رائنا خان نے سب سے پہلے اٹھ کر کہا۔ اس نے باقاعدہ اشنا کی شادی

کے لیے ڈانس پریکٹس کی تھی۔جو وہ اب یہاں پر کرنے والی تھی۔چلو پھر پہلے تم ہی کر لو۔ماورا نے خوش دلی سے کہا۔اور خود بھی سٹیج سے نیچے جاتی سامنے کرسی پر بیٹھی۔رائنا ایکسائٹڈ سے ڈانس کرنے کے لیے کھڑی ہوئی۔

مہندی لگا کے آئی۔بندیاں سجا کے آئی"۔"

چوڑی کنکھا کے آئی۔پایل چھنکا کے "

" آئی"۔"ہوو واب گیت ملن کے گانا ہے۔گانا ہے۔

"مجھے ساجن کے گھر جانا ہے۔"

گانے کے بول کے مطابق وہ بہت مہارت سے ڈانس کر رہی تھی۔سب ہی مبہوت ہوئے اس چھوٹی سی لڑکی کو اتنی مہارت سے ڈانس کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔انہیں اُمید نہیں تھی کہ رائنا خان کو اتنا اچھا ڈانس آتا ہو گا۔۔

عدیل شاہ جو ماورا سے کسی کام کی غرض سے عورتوں والی سائڈ پر آ رہا تھا

سامنے ہی اس پری پیکر کو دیکھتے سٹل اپنی جگہ جم سا گیا تھا۔ وہ تو پہلے ہی اس کے حواسوں پر بری طرح سوار تھی۔ اس کی ہیزل گرین آنکھوں نے عدیل شاہ کی جیسے راتوں کی نیندیں اڑا کے رکھ دی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کے اسے کیا ہوا ہے۔ وہ جو کسی ایک لڑکی کی طرف نظر اٹھا کے دیکھنا اپنی توہین سمجھتا تھا۔ اپنے سے اتنی کم عمر لڑکی کی طرف بری طرح اٹریکٹ ہو رہا تھا۔ بے بسی سے وہ اپنا نچلا لب بری طرح دانتوں تلے کچل گیا۔ مقابل اپنے بے پناہ حسن اور بے پناہ خوبصورت جسم سے لاپرواہ ڈانس کرنے میں مگن تھی۔ عدیل شاہ نے کسی ٹرانس کی کیفیت میں اپنی جیب سے موبائل نکالتے اس کی ویڈیو بنانا شروع کی۔ وہ اس ویڈیو کو ساری زندگی اپنے پاس محفوظ رکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ وہ اس ٹائم بلکل کوئی پری لگ رہی تھی۔۔۔

رائنا خان کی ڈانس کرتے اچانک نظر اپنے بلکل سامنے موجود تھوڑے فاصلے پر کھڑے عدیل شاہ پر گئی۔ جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں موبائل

دیکھتے رائنا فوراً ہی ڈانس چھوڑ کر سٹیج سے نیچے اتری۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ عدیل اسی کی ویڈیو بنا رہا تھا۔ سٹیج سے نیچے اترتے وہ عدیل کی طرف بڑھے۔ باقی سب بھی اب ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے۔ آپ نے میری ویڈیو بنائی ہے۔ اس کے پاس پہنچ کر رائنا نے غصے سے پوچھا۔ اس کے انداز پر عدیل نے ابرو اُچکائی۔ محترمہ غلط فہمی ہوئی ہے آپ کو۔ مجھے کیا ضرورت پڑی آپ کی ویڈیو بنانے کی۔ عدیل نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے صاف انکار کیا۔ جھوٹ مت بولیں۔ میں نے خود دیکھا ہے۔ رائنا پاگل ہو چھوڑو گھر کی بات ہے ایسے تماشا نہیں بناؤ۔ فائزہ نے اس کے پاس آتے اُسے سمجھانا چاہا۔ نہیں فائزہ آپی ان سے کہے ابھی یہ ویڈیو ڈیلیٹ کریں۔ رائنا تو ماننے کو تیار ہی نہیں تھی۔ جب کوئی ویڈیو بنی ہی نہیں تو ڈیلیٹ کیا کروں۔ عدیل بھی اپنی بات پر قائم تھا۔ یہ لیں آپ میرا موبائل چیک کر لیں۔ اگر ویڈیو مل جاتی ہے تو خود ہی ڈیلیٹ کر دیجئے گا۔ عدیل نے اپنا موبائل اس کی طرف بڑھایا۔ جسے رائنا نے

فوراً ہی تھام لیا تھا۔ وہ ابھی اسے کھولنے ہی لگی تھی کہ فائزہ کے اس کے ہاتھ سے موبائل لیا۔ پاگل ہو رائنا۔ جب وہ کہہ رہے ہیں کہ نہیں بنائی کوئی ویڈیو تو بات کو ختم کرو۔ اور اگر بن بھی گئی تو عدیل بھائی کوئی غیر تھوڑی ہیں۔ فائزہ نے اسے آنکھیں دیکھاتے کہا۔ ساری عورتیں انہیں دیکھ رہی تھی۔ اور فائزہ یہاں کوئی تماشا نہیں چاہتی تھی۔ نہیں آپ دیکھنے دیں انہیں۔ کوئی بات نہیں۔ مسکرا کر فائزہ سے کہتے عدیل نے موبائل دوبارہ رائنا کے ہاتھ میں تھمایا۔ جو اسے تقریباً گھورنے میں مصروف تھی۔ رائنا نے اچھی طرح پورا موبائل چیک کیا تھا۔ لیکن اسے حیرانی یہاں ہوئی جب اس کی ویڈیو موبائل میں موجود ہی نہیں تھی۔ وہ اب شرمندہ سی عدیل کے سامنے کھڑی تھی۔ سوری۔ نظریں جھکا کر اس نے عدیل سے اپنے رویے کی معافی مانگی۔ کوئی بات نہیں غلط فہمی ہو جاتی ہے کبھی کبھی معصومیت سے جواب دیتا وہ واپس مردوں والی سائڈ پر چلا گیا۔ جبکہ اس کے چہرے پر اب پراسرار

مسکراہٹ تھی۔ وہ ایک پولیس والا تھا۔ ہیر پھیر کیسے کرنی ہے وہ بہت اچھے سے جانتا تھا۔ ویڈیو اس لے موبائل میں ہی موجود تھی۔ وہ ایک زیرک نگاہ رکھنے والا شخص تھا۔ بھلا کیسے نہ سچویشن سمجھتا۔ ویڈیو بناتے ہی اس نے اسے ہائیڈ کر دیا تھا۔ جو کہ رائنا خان تو کیا کوئی بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کھول سکتا تھا۔۔۔

ایسے ہی ہلا گلا کرتے مہندی کا فنکشن اپنے اختتام کو پہنچا تھا۔ سب ہی کافی تھک چکے تھے۔ اس وقت رات کے دو بج رہے تھے۔ سارے مہمان اور ان کے دوست واپس اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ شاہ ولا میں اس وقت بس خان ولا کے ہی لوگ بچے تھے۔ اور کچھ مہمان جنہیں مہمان خانے میں ٹھہرایا گیا تھا۔ سب لوگ اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ زاویار شاہ کے بلکل ساتھ اشنا کو بٹھایا گیا تھا۔

زاویار لالا کچھ مدد چاہیے تو بتائیں۔ میں کر سکتی ہوں۔۔ماورا جو کب سے زاویار کا بے چین ہونا نوٹ کر رہی تھی اس کے پاس دوسری طرف بیٹھتے کان کے پاس جھکتے پوچھا۔زاویار نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر ماورا کو کیسے پتہ چلا۔وہ کب سے اشنا سے اکیلے میں ملنے کیلئے بے چین ہو رہا تھا۔ہاں میری بہن کرو میری مدد۔زاویار نے بے صبروں کی طرح کہا۔ماوراہاں میں سر ہلاتی اشنا کی طرف بڑھی۔"اشنا بھابھی آپ تھک گئی ہونگی نا آئیں میرے ساتھ اتنے سب لوگ بیٹھے ہیں آپ میرے کمرے میں آرام کر لیں۔پھر جب سارے جانے لگے گیں تو آپ آجایئے گا نیچے۔ ماورا نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا۔ہاں بیٹا جاؤ آپ۔نوین بیگم نے بھی مسکرا کر اسے جانے کا کہا۔جبکہ سائرہ بیگم کب کی اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔انہیں خان ولا والوں سے جیسے کوئی غرض ہی نہیں تھی۔اشنا ماورا کا ہاتھ تھامتی اوپر کی جانب بڑھی۔!!!اسے اوپر لاتے ماورا نے ایک قدرے سائڈ والے

کمرے میں اندر گھسایا۔ آپ یہاں بیٹھیں۔ میں آتی ہوں ابھی۔ وہ جانے ہی لگی تھی کہ اشنا نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑا۔ تم نے کہا تھا کہ اپنے کمرے میں لے کر جاؤ گی لیکن یہ تو زاویار کا کمرہ ہے۔ میں نے نہیں بیٹھنا یہاں پر تم مجھے نیچے ہی چھوڑ کر آؤ۔ وہ کمرے میں لگی زاویار کی پورٹریٹ دیکھ چکی تھی۔ تبھی گھبراتے ہوئے بولی۔ ارے بھابھی کوئی آتھوڑی رہا ہے یہاں۔ آپ تو ایسے ڈر رہی ہیں جیسے یہاں کوئی جن بھوت ہو۔ ماورا نے ہنستے ہوئے کہا اور پھر اپنا ہاتھ چھڑواتی بغیر اس کی کوئی بات سنے کمرے سے نکل گئی۔ پیچھے اشنا کنفیوز سی اُنگلیاں چٹخاتی بیڈ پر بیٹھی۔ وہ اس بڑے سے کمرے کا جائزہ لینے لگی۔ جو بلیک اور گرے کلر کے انٹیریئر پر مشتمل تھا۔ کمرے کو دیکھ کر پتہ چلتا تھا کہ زاویار کو بلیک کلر کچھ زیادہ ہی پسند ہے۔ یہاں تک کہ پردوں کا رنگ بھی بلیک تھا۔ جہازی سائز بیڈ کے اوپر دیوار پر اس کی ایک بڑی سی پورٹریٹ لگی تھی۔ جس میں وہ گن ہاتھ میں تھامے سائڈ پوز دیئے کھڑا بہت پرکشش

اور خوبصورت لگ رہا تھا۔اشنا مبہوت ہوئی اس کی تصویر دیکھنے میں مگن تھی۔

وہ ابھی کمرے کا جائزہ لے رہی تھی کہ کلک کی آواز سے دروازہ کھلا۔اشنا نے یکلخت ہی پیچھے مڑ کر دیکھا۔ لیکن اپنے پیچھے زاویار کو دیکھتے اس کا سانس خشک ہوا۔زاویار بڑی مشکل سے سب کی نظروں سے بچتے بچاتے اوپر آیا تھا۔ دروازہ بند کرتے وہ اس کی طرف بڑھا۔اس کے بھاری قدموں کی دھمک سنتے اشنا خان کا دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔مقابل کی گہری گرم نظریں یاد آئی تھی۔وہ کیسے اسے بے صبروں کی طرح دیکھ رہا تھا۔جبکہ زاویار اسے ایسے لرزتے دیکھ ہلکا سا مسکرایا۔اور پھر اس کے قریب جاتے اس کے ہاتھ تھامے۔ نکاح مبارک ہو میری زندگی۔بہت شکریہ تمھارا صرف میری بننے کے لیے۔اپنی پوری زندگی صرف میرے نام کرنے کے لیے۔اس کے کان کے پاس جھکتے زاویار نے ہلکے سے سرگوشی کی۔ساتھ ہی اس کی کان کی

لو کو اپنے لبوں سے ہلکے سے چھوتا پیچھے ہوا۔اشنا اس کی بات سنتے منہ نیچے کر کے شرمیلا سا مسکرائی۔!!آ۔۔آپ کو بھی۔۔اشنا نے دھیمے سے کہا۔زاویار نے سر کو خم دیتے مبارکباد وصول کی۔اور پھر اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنے قریب کیا۔ان دونوں کے چہرے ایک دوسرے سے کچھ دوری پر تھے۔زاویار گہری نظروں سے اس کے نقوش کا جائزہ لے رہا تھا۔قریب سے وہ اسے اور بھی زیادہ حسین لگ رہی تھی۔اشنا اس کے حصار میں نظریں جھکائے کھڑی تھی۔زاویار نے اس کے ماتھے پر لب رکھے۔اشنا اپنی آنکھوں میچ گئی۔اس کے ماتھے سے آنکھوں اور پھر ناک کی ٹپ پر اس کے دونوں گالوں پر لب رکھتے وہ ہونٹوں کی طرف آیا۔آنکھیں کھولو اشنا زاویار شاہ مجھے اپنی پہلی کس میں تمھارا پورا پورا ساتھ چاہیے۔زاویار اسے آنکھیں بند کیے دیکھ غرایا۔اشنا نے اسی لمحے اپنی آنکھیں کھولی تھی۔اس کا بدن ہولے ہولے کپکپا رہا تھا۔زاویار نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس کے سر کے پیچھے بالوں پر

ہاتھ رکھتے شدّت سے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں لیا۔اشنا اس کا تھوڑا تھوڑا ساتھ دے رہی تھی۔ جبکہ زاویار اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے گود میں اٹھا گیا۔ مقابل کا قد اس سے بہت ہی چھوٹا تھا۔اسے گود میں اٹھاتے وہ مزید شدّت پسند ہوا۔اشنا سے اس کی شدّت کا ساتھ دینا مشکل ہو رہا تھا۔اس کی ہونٹوں کو چومتے اس نے اپنی زبان سے اس کی زبان پر دستک دی۔اشنا نے اسکے لبوں میں ہی ایک گہری سانس بھرتے اپنے ہونٹ وا کیے۔زاویار اب شدّت سے اس کی زبان پر قابض ہوا۔اسے ایسے ہی گود میں اٹھاتے ہوئے وہ بیڈ پر لاتے خود بیڈ پر گرتے اشنا کو اپنے اوپر گرا گیا۔ جبکہ کس میں مزید شدّت آئی تھی۔اشنا اس کی اتنی شدّت پر تڑپ کر رہ گئی تھی۔اسے اب سانس لینے میں مشکل ہونے لگی تھی۔اشنا نے اس کا گریبان پکڑتے جھٹکا دیتے اسے ہوش دلانے کی کوشش کی جو اس کی سانسوں کا دشمن بنا ہوا تھا۔زاویار نے بے دلی سے اس کے ہونٹوں کو آزاد کیا۔اور اسے اپنے نیچے کرتے خود اوپر

آیا۔اشنا بستر پر لیٹ کر گہرے گہرے سانس لینے لگی۔دس منٹ تم مجھے برداشت نہیں کر سکی۔اور جو میرے میرے اندر تمھیں لے کر جز باتوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے کیسے ساری زندگی مجھے تم برداشت کرو گی۔اس کے گالوں پر ہاتھ رکھتے زاویار نے کہا۔جبکہ اشنا کی تو زبان ہی تالو سے چپک چکی تھی۔اس میں جیسے کچھ بھی بولنے کی ہمت نہیں بچی تھی۔اس کی سانسوں کا زیر و بم دیکھتے زاویار پر مدہوشی طاری ہوئی۔تیز سانس لینے سے اس کے نشیب و فراز جیسے سمندر کی لہروں کا منظر پیش کر رہے تھے۔زاویار نے بے خود ہوتے دوپٹہ اس کے سینے سے ہٹاتے قمیض کے اوپر سے ہی اس کے ایک ابھار پر اپنے لب رکھے۔جبکہ دوسرا ابھار اس کے ہاتھ کی گرفت میں جا چکا تھا۔اشنا کا جسم مزید کانپنے لگا تھا۔وہ دیوانہ وار اس کی دھڑکنوں پر اپنے ہونٹ رکھتے جا رہا تھا۔قمیض کو بیچ میں رکاوٹ بنتے دیکھ زاویار نے جھنجھلاتے ہوئے ایک ہی جست میں قمیض اس کے بدن سے علیحدہ کی۔اشنا نے آنکھیں

پھاڑے اس بے شرم کو دیکھا۔ شرم سے خود وہ جیسے مرنے والی ہو گئی تھی۔ زاویار اس کی پہنی ہوئی برا کے ساتھ بھی چھیڑ چھاڑ کرتے شدّت سے اس کی دھڑکنوں کو چومنے لگا۔ اشنا کی سانسیں بھاری ہو گئی تھی۔ وہ بہت بے دردی سے اس کے اس نازک حصے پر اپنا جنون دیکھا رہا تھا۔ سسس۔۔ آہہہ۔۔ زاویار ہاتھ ہٹالیں پلیز۔۔۔ اشنا نے تڑپ کر اس سے التجا کی۔ ابھی زاویار کچھ کہتا کہ ان کا دروازہ نوک ہوا۔

زاویار لالا جلدی کریں۔۔ اشنا بھابھی کی فیملی واپس جا رہی ہے۔ نیچے بلا" رہے ہیں سب۔ باہر سے ماورا کی آواز ابھری۔ جو ان کے کمرے کے باہر پہرا لگا کر کھڑی تھی۔ شدید بد مزہ ہوتے زاویار اس سے دور ہوا۔ اشنا نے بھی سکون کا سانس لیا تھا۔۔ آج تو تم بچ گئی ہو کل واپس میرے پاس ہی آنا ہے۔ اپنی یہ ناز کی ختم کر کے آنا۔ زاویار آہستہ کریں پلیز۔ یہاں سے ہاتھ ہٹا لیں۔ تو وہاں سے ہاتھ ہٹالیں۔ یہ سب کچھ نہیں چلے گا۔ زاویار نے اس کی

نکل اتارتے کہا۔اشنا نے روہانسی ہوتی اسے دیکھا۔جو اپنی باتوں سے ہی اس کی جان نکال رہا تھا۔ذاویار اس کا روہانسا چہرہ دیکھتے مسکراتے ہوئے اس کے نزدیک ہوتے اس کی بر*اسیٹ کرتے اسے قمیض پہنا گیا۔اشنا نظریں جھکائے مسلسل کانپ رہی تھی۔زاویار نے ایک سیکنڈ کے لیے بھی اس کے چہرے سے نظریں نہیں ہٹائی تھی۔اس کا دوپٹہ واپس سے سر پر دیتے زاویار نے پھر سے اس کا ماتھا چوما۔اپنا خیال رکھنا۔کیوں کہ تمہاری روح تمھارا جسم اب تمھارا نہیں ہے۔یہ سب کچھ اب میرا ہے۔اور یقین کرو اپنی چیزوں کے معاملے میں ذاویار شاہ کسی کے باپ کی بھی نہیں سنتا۔اور اگر انہیں نقصان پہنچ جائے اور اس نقصان کا ذمیدار کوئی اور ہو تو زاویار شاہ اس پوری دنیا کو آگ لگانے سے بھی باز نہیں آتا۔تو بے بی اپنا دھیان رکھنا۔ہولے سے اس کا گال تھپتھپاتے زاویار نے کہا اور پھر اس کہ ہاتھ پکڑتے باہر کی جانب بڑھا۔

جہاں سارے واپس خان ولا جانے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔۔۔

قسط نمبر:11

زاویار اشنا کو لیے نیچے آیا۔جہاں سب جانے کیلئے تیار کھڑے تھے۔یہاں پر سب موجود تھے سوائے ایک شخص کے۔اور وہ تھا راحیل خان۔جو نکاح ہوتے ہی جا چکا تھا۔سب نے اسے بہت کالز اور میسجز کیے تھے۔مگر اس نے کسی کے بھی میسیج کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔سب کو لگ رہا تھا کہ وہ گھر گیا ہو گا۔اسی لیے اب اس سے گھر جا کر ہی مہندی سے واپس آنے کا پوچھنے والے تھے۔!!ٹھیک ہے اب ہم چلتے ہیں۔کل ہال میں ملاقات ہوتی ہے پھر۔داجی نے اورنگزیب صاحب سے کہا جو رفیق خان سے باتوں میں مشغول تھے۔ہاں ٹھیک ہے۔کل ملتے ہیں پھر۔دادا جی نے خوش دلی سے انہیں اجازت دی۔اور وہ سب ہی اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے خان ولا کی طرف روانہ ہوئے۔اس وقت رات کے تین بج رہے تھے۔

درفشاں نے سب کو جاتے دیکھ سکون کا سانس لیا۔اب وہ آسانی سے اس گھر سے نکل سکتی تھی۔۔تم اندر چلو چینج مت کرنا میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔ماہ دیر نے اپنے پاس کھڑی نائرہ کے کان میں سرگوشی کی جو ابھی تک مہندی والے کپڑوں میں ہی ملبوس تھی۔نائرہ نے ایک نظر اسے دیکھا۔ٹینشن سے اس کے سر میں بہت درد ہو رہا تھا۔درفشاں نے اسے میسیج پر اپنے تھوڑی دیر میں گھر سے نکلنے کا بتایا تھا۔نائرہ بری طرح گھبرا کر رہ گئی تھی۔درفشاں کے گھر چھوڑنے سے نجانے کیا ہونے والا تھا۔اسے بس اپنے ماں باپ کی عزت کی فکر ستائے جا رہی تھی۔درفشاں کے گھر سے بھاگنے پر وہ کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہے گیں۔ہیلو تمھیں کہہ رہا ہوں میں۔سن رہی ہو؟اسے خیالوں میں گم دیکھتے ماہ دیر نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی۔نائرہ اچانک ہی ہوش میں آئی تھی۔ج۔۔جی سن لیا ہے۔!!غائب دماغی سے اس نے جواب دیا۔تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا۔ماہ دیر نے فکر

مندی سے پوچھا۔وہ ایسے بیہیو کرتی تو نہیں تھی جیسے اس وقت کر رہی تھی۔

جی ٹھیک ہوں میں بس تھک گئی ہوں بہت۔اب کی بار نائرہ نے سنبھل کر جواب دیا۔کمرے میں آؤں گا تو اچھے سے تمہاری تھکن اتاروں گا۔بلکہ ایک کام کرے گیں تم میری تھکن اتارنا میں تمہارے اُتار دوں گا۔تھکن بھی اور کپڑے بھی۔۔۔ماہ دیر نے نہایت بے باکی سے کہتے اس کا چہرہ سرخ کیا۔وہ اب دلچسپی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔جو اس کی بات پر خون چھلکانے لگا تھا۔۔نائرہ بغیر کوئی جواب دیے اپنے کمرے کی طرف رخ کر گئی۔پیچھے ماہ دیر بھی مسکراتے ہوئے سر جھٹک گیا۔۔

کمرے میں پہنچ کر اس نے درفشاں کو کال ملائی۔جو پہلی ہی بیل پر ریسیو کر لی گئی تھی۔ہاں بولو۔درفشاں میں تو کہتی ہوں تم نہ جاؤ۔دیکھو ماما بابا کی عزت خراب ہو جائے گی۔ویسے بھی میں نے آج دیکھا ہے۔آبان بھائی بہت اچھے انسان ہیں یار۔۔۔فون پر نائرہ کی پریشان سی آواز سنتے درفشاں نے جبڑے

بھینچے۔ تمھیں اب کونسے دورے پڑ رہے ہیں۔ جو تم مجھے روکنے پر لگ گئی ہو۔ درفشاں نے بیزاریت سے کہا۔ اور ویسے بھی میں اب نکلنے لگی ہوں بس۔ تو تمھارا روکنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ درفشاں تم میری با۔۔۔ اس کی بات ادھوری ہی رہ گئی تھی۔ کیوں کہ آگے سے وہ فون کاٹ چکی تھی۔ نائرہ اپنا سر پکڑتے بیڈ پر بیٹھی۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ درفشاں سے وعدہ کر چکی تھی۔ اس بارے میں کسی کو کچھ بتا بھی نہیں سکتی تھی۔ بے بسی کے احساس سے اس کی آنکھوں میں آنسو چمکے۔ جنہیں وہ اپنے انگوٹھے کے پور سے صاف کرتی ڈریسنگ روم کی طرف چینج کرنے کی غرض سے بڑھی۔ وہ یہ تک بھول چکی تھی کہ ماہ دیر نے اسے سختی سے چینج کرنے سے منع کیا تھا۔ وہ بس غائب دماغی سے کپڑے چینج کرتی بیڈ پر آ کر لیٹ گئی۔ اس کا دماغ جیسے سائیں سائیں کر رہا تھا۔ مگر وہ ایسے ہی آنکھیں بند کیے لیٹی نیند کا انتظار کرنے لگی۔

درفشاں نے کال کاٹتے کچھ ضروری سامان ایک بیگ میں رکھااور ایک آخری نظراپنے کمرے پر ڈالتی باہر کی جانب بڑھ گئی۔وہ اس وقت خلاف توقع شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔ساتھ چھوٹاسادوپٹہ گلے میں ڈالاہواتھا۔آہستہ سے وہ سیڑیاں اترتی نیچے آئی۔لاؤنج میں اس وقت سناٹاچھایاہواتھا۔درفشاں نے گلاس ونڈوسے پردہ ہٹاتے لان کے پارگیٹ کی طرف دیکھا۔جہاں دوگارڈز موجود تھے۔اوروہ دونوں ہی جاگ رہے تھے۔وہ ایک گہراسانس بھرتی کچن کی طرف بڑھی۔کچن میں جاتے اس نے ایک دروازہ کھولاجو بنگلے کے بیک لان والی سائڈپر کھلتاتھا۔اس دروازے سے باہر نکلتے درفشاں نے دوبارہ دروازہ اچھے سے بند کیا۔اور بنگلے کے پچھلے گیٹ کی طرف بڑھی۔جہاں کوئی گارڈ نہیں ہوتاتھا۔اوروہ گیٹ بھی مستقل بند ہی رہتاتھا۔گیٹ

کے پاس پہنچتے اس نے اپنے پرس سے موبائل نکالتے کسی کو کال ملائی۔دو سے تین بار ٹرائے کرنے پر بھی دوسری طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا۔تنگ آکر اس نے واٹساپ پر ولید کو میسیج کیا۔۔۔۔ولید کدھر مرا ہوا ہے تمھارا ڈرائیور۔میں نکل رہی ہوں گھر سے۔اور وہ میرا فون بھی نہیں اٹھا رہا۔دوسری طرف سے فوراً ہی میسیج سین ہوا تھا۔رکو تم میں بھیجتا ہوں اُسے۔ولید نے جواب دیا۔گھر کے مین گیٹ کی بجائے بیک والے دروازے پر بھیجنا۔میں وہیں کھڑی ہوں۔اس نے میسیج کرتے فون واپس اپنے بیگ میں رکھا۔۔اور وہ بڑا سا دروازہ کھولتی باہر کی جانب بڑھی۔شادی کی وجہ سے اس گیٹ پر سے تالا ہٹا دیا گیا تھا۔حدائق کے کچھ دوست تھے جو اس طرف سے شارٹ کٹ لیتے اندر داخل ہوئے تھے۔۔۔۔درفشاں باہر کی جانب بڑھی جہاں سامنے ہی سڑک پر اسے گاڑی کھڑی نظر آگئی تھی۔دل میں خود کو مضبوط کرتے وہ گاڑی میں جا کر بیٹھی۔اس کے بیٹھتے ہی گاڑی

سٹارٹ ہو چکی تھی۔ آگے کوئی ادھیڑ عمر آدمی بیٹھا تھا۔ جو گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ درفشاں ایک نظر اسے دیکھتی ونڈ سکرین پر نظریں جما گئی۔ اس کے دل میں کسی قسم کا کوئی ملال نہیں تھا۔ جب کسی کو اس کی پرواہ نہیں تھی تو اُسے بھی کسی کی عزت کی کوئی فکر نہیں تھی۔ وہ اس وقت اپنے اٹھائے گئے قدم پر بلکل مطمئن تھی۔۔۔۔

مہر ماہ اس وقت کوٹھے اور موجود ایک کمرے میں گم سم بیٹھی تھی کہ اسکی ایک ساتھی اندر داخل ہوئی۔ وہ بھی یہیں کی طوائف تھی۔ مہر ماہ سن وہ بکرا آیا ہے۔!! آج پھر لیکن حالت بہت بری ہے اس کی۔ چل نیچے چل کر دیکھتے ہیں۔ وہ تقریباً بھاگتے ہوئے آئی تھی۔ کون سا بکرا؟ مہر ماہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔ ارے وہی جو بلا کا ہینڈسم اور خوبصورت ہے۔ اب نام تو اس کا مجھے نہیں پتہ۔ اس نے منہ بناتے کہا۔ جو بھی ہے مجھے کیا۔ جا تو دیکھ لے اُسے۔ مہر

ماہ نے اس کی طرف سے رخ پھیرتے آئینے میں اپنا عکس دیکھتے کہا۔ارے مہر ماہ ہاں نام یاد آگیا اسکا۔راحیل خان۔وہ آیا ہے۔اِسکی بات سنتے مہر ماہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔کیا واقعی راحیل صاحب آئے ہیں؟اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ہاں بیچارہ بہت بری حالت میں ہے۔اسی لیے تو تجھے بلانے آئی تھی کہ چل کے دیکھ اُسے۔لیکن آج تو اس کے گھر میں شادی تھی۔بتایا تھا راحیل نے مجھے پچھلی دفعہ، تو آج ان کا یہاں آنے کا کیا مقصد بھلا۔مہر ماہ کہتے باہر کی جانب بڑھی۔کوٹھے کی سیڑھیاں اترتے وہ نیچے آئی تھی۔جہاں راحیل چندا بائی کے سامنے بیٹھا تھا۔وہ ان سے شاید مہر ماہ کا ہی پوچھ رہا تھا۔ راحیل خان یہاں اس دن کے بعد تین مرتبہ دوبارہ آچکا تھا۔اور ہر بار وہ صرف مہر ماہ کی ہی ڈیمانڈ کرتا تھا۔اسی نے مہر ماہ کو بتایا تھا کہ وہ اب ایک ہفتہ نہیں آسکے گا۔کیوں کہ ان کے گھر میں شادی تھی۔لیکن وہ آج کے دن آگیا تھا۔مہر ماہ کنفیوز سی آکر راحیل کے پاس بیٹھی۔راحیل نے ایک نظر اٹھاتے

اپنے ساتھ بیٹھی مہر ماہ کو دیکھا اور پھر چندا بائی سے مخاطب ہوا۔۔ میں نشے میں ہوں یا نارمل ہوں۔ کبھی جانور نہیں بن سکتا۔ یہ میرے پاس بیٹھی ہے پوچھ لو اس سے کبھی سختی سے بھی چھوا ہو اسے۔ اس نے سنجیدگی سے کہا۔ چندا بائی نے اسے آج کے لیے مہر ماہ کے پاس جانے سے منع کیا تھا۔ کیوں کہ اس وقت وہ نشے میں تھا۔ اور مہر ماہ اس کے لیے جیسے سونے کی چڑیا تھی۔۔ اگر راحیل نشے میں اسے کوئی نقصان پہنچا دیتا تو۔۔ اس لیے چندہ بائی نے اسے آج کے لیے مہر ماہ کے پاس بھیجنے سے منع کیا تھا۔ لیکن وہ تو جیسے سن ہی نہیں رہا تھا۔ مہر ماہ نے آنکھوں کے اشارے سے چندا بائی کو خاموش رہنے کا کہا۔ اور راحیل کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ راحیل صاحب چلے اندر۔ مجھے یقین ہے آپ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مہر ماہ نے آہستہ سے کہا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑتے اوپر کمرے کی جانب بڑھی۔

لگتا ہے یہ تو مہر ماہ کا دیوانہ ہو گیا ہے۔اُن دونوں کے پاس سے گزرتی ایک لڑکی نے تمسخر اڑاتے کہا۔راحیل کی شاندار پرسنلٹی کی وجہ سے سب ہی اس سے مرعوب ہونے لگی تھی۔ لیکن وہ تو یہاں صرف مہر ماہ کیلئے آتا تھا۔اُسے کسی اور سے کوئی غرض نہیں تھی۔ جبکہ اسی وجہ سے بہت سی لڑکیاں مہر ماہ سے بھی حسد کرنے لگی تھی۔وہ سب کی نظروں اور باتوں کو اگنور کرتی راحیل کو اپنے کمرے میں لائی۔۔۔راحیل اندر آتے ہی بیڈ پر ڈھے گیا تھا۔ جبکہ مہر ماہ پریشانی سے اس کے قریب آتے اسے دیکھ رہی تھی۔مقابل بخار میں آگ کی بھٹی کی مانند سلگ رہا تھا۔اس بات کا اندازہ مہر ماہ کو اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہی ہو چکا تھا۔ہر وقت نک سک سا تیار رہنے والا راحیل خان اس وقت کوئی اور ہی لگ رہا تھا۔اس کے کپڑے شکن زدہ تھے۔ جبکہ آنکھیں اتنی سرخ تھی جیسے خون چھلکا رہی ہو۔بخار کی حدت سے اس کا چہرہ بھی سرخ پڑ رہا تھا۔ بال ماتھے پر بکھرے تھے۔اور اس کے قریب سے

شراب کی سمیل آرہی تھی۔شاید وہ نشہ کر کے آیا تھا۔مہر ماہ نے اس کی حالت دیکھتے اپنی آنکھیں بند کی۔اسے اس حالت میں دیکھنا اس کے لیے سوہان روح تھا۔وہ تو کب کا اسے اپنا دل دے بیٹھی تھی۔لیکن اپنی اصلیت سے اچھے سے واقف تھی۔اسی لیے خاموش رہی۔راحیل صاحب۔۔۔مہر ماہ نے خود بیڈ پر راحیل کے سرہانے بیٹھتے اس کے بالوں میں اُنگلیاں پھیرتے آہستہ سے اسے پُکارا۔ہمم۔۔راحیل نے محض ہنکارا بھرا تھا۔آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے نہ؟؟۔اس نے سوال کیا۔نہیں میں ٹھیک نہیں ہوں مہر ماہ۔اس کی شادی ہو گئی ہے۔۔اس نے میرے سامنے کسی اور کے لیے تین مرتبہ قبول ہے بولا ہے۔میں بھلا ٹھیک کیسے ہو سکتا ہوں۔راحیل نے بند آنکھوں سے جیسے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔نشے اور کچھ بخار کی وجہ سے اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی۔مہر ماہ نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھا۔وہ سمجھ نہیں پائی تھی کے راحیل کس کی بات کر رہا ہے۔کس کا نکاح ہو گیا؟اس

نے نا سمجھی سے پوچھا۔اسی کا جیسے بھولنے کے لیے میں تمہارے پاس آتا ہوں۔مہرماہ نے کرب سے آنکھیں بند کی۔اپنی اوقات پھر سے یاد آگئی تھی۔۔۔تمھیں پتہ ہے مہرماہ میں نے زندگی میں ہمیشہ کھویا ہی ہے۔زندگی نے ہمیشہ میرے ساتھ زیادتی کی ہے۔اب کی بار وہ بولا تو اس کی آواز بھیگ گئی تھی۔آنکھوں سے آنسوں روانہ ہوتے اس کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔۔جبکہ لہجے میں ٹوٹے کانچ سی کرچیاں تھی۔میں نے بہت دعائیں کی تھی کہ کاش میں اُسے دل سے نکال سکوں۔لیکن میں نہیں کر سکا۔میرا دل میرے بس سے باہر تھا۔زندگی نے آج اُسے بھی چھین لیا مجھ سے۔تمھیں پتہ ہے پہلے میری ماں مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔مجھے کوئی سنبھالنے والا نہیں تھا۔سب نے کہا راحیل تو بڑا ہے۔اسے بھلا تسلی کی کیا ضرورت؟ پھر کچھ دن بعد خبر ملی کہ جسے میں بچپن سے پاگلوں کی طرح عشق کرتا ہوں۔وہ کسی اور کی محبت میں گرفتار ہے۔اسے چھ سال پہلے کی وہ رات یاد آئی تھی جب اس نے

اشنااور زاویار کو چھت پر دیکھا تھا۔وہ دونوں خوشی خوشی ایک دوسرے سے اپنی محبت کااظہار کر رہے تھے۔۔!! پھراس کی منگنی بھی ہو گئی۔میں خاموش ہو گیا۔جو خواب آنکھوں میں اس سے شادی کرنے کا سجایا تھاوہ کرچی کرچی ہو گیا۔میں نے پھر بھی خود کو سمبھالا۔مہرماہ مبہوت ہوئی اسے سن رہی تھی۔جبکہ وہ روتے ہوئے مسلسل بول رہا تھا۔۔۔میرے باپ نے کبھی میرے سر پر شفقت کا ہاتھ نہیں رکھا۔انہیں صرف پیسے سے غرض ہے۔میں اور میری بہن ہم دونوں ہی باپ کی شفقت اور محبت سے محروم رہے۔میں نے کبھی اُن سے شکایت نہیں کی۔خاموشی سے سب سے کنارہ کرتے پانچ سال کے لیے امریکا چلا گیا۔لیکن انسان ہوں میں بھی یار کیوں ہمیشہ میرے ساتھ ہی ایسا ہوتا ہے۔ان پانچ سالوں میں گھر کے کسی بڑے نے ایک بار بھی مجھے کال کر کے میری خیریت نہیں پوچھی۔میں انتظار کرتا رہا لیکن کسی کا فون نہیں آیا۔۔میں رشتوں کے معاملوں میں کیوں اتنا

بد قسمت ہوں مہر ماہ؟ کیوں میرے اپنے ہی مجھے نہیں سمجھ پاتے۔ کیوں میں جس سے بھی محبت کرتا ہوں۔ وہی بچھڑ جاتا ہے۔ میں نے اپنی زندگی میں دو عورتوں کو ٹوٹ کر چاہا ہے۔ اور وہ دونوں ہی مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔ ایک اللہ کو پیاری ہو گئی تو دوسری خوشی خوشی اس وقت کسی اور کی بانہوں میں موجود ہو گی۔ رہا میں تو سب ابھی بھی یہی کہے گیں کہ راحیل تو بڑا ہے۔ اُسے بھلا تسلی کی کیا ضرورت۔ لیکن وہ سب غلط ہیں یار۔ کبھی کبھی بڑوں کو بھی کسی کندھے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ضروری نہیں جو صبر کرنا سیکھ جائے اُسے صبر ہی تھما دیا جائے۔ اس کی اب باقاعدہ ہچکیاں بندھ چکی تھی۔ جبکہ مہر ماہ کی خود کی آنکھوں سے بھی آنسوں جاری تھے۔ اُسے نہیں یاد پڑتا تھا کہ وہ آج کتنے عرصے بعد رو رہی ہے۔ لیکن وہ رو رہی تھی۔ راحیل کے غم نے اسے رونے پر مجبور کر دیا تھا۔ مجھے کب میرے حصے کی خوشیاں ملے گیں مہر ماہ۔ کب میں سکون کی زندگی گزار سکوں گا۔ اس نے آنکھیں کھولتے مہر ماہ کی

طرف دیکھتے پوچھا۔ جو خود بھی روتے ہوئے اس کے بالوں میں اُنگلیاں چلا رہی تھی۔۔!! ہمیں لگتا تھا کہ امیروں کی زندگی میں کوئی غم نہیں ہوتا۔ لیکن تمھیں دیکھ کے لگتا ہے کہ سارے غم امیروں کی ہی زندگیوں میں ہوتے ہیں۔ مہرماہ آہستہ سے گویا ہوئی۔ راحیل استزاہیہ مسکرایا تھا۔ غم اگر امیری غریبی دیکھنے لگے نہ تو آج خودکشی کی شرح اتنی زیادہ نہ ہوتی۔!! "اس کا نام کیا ہے؟" مہرماہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔ اسے اس لڑکی کو دیکھنے کا شدّت سے دل چاہ رہا تھا کہ جس کے لیے یہ شاندار مرد ہچکیوں سے رویا تھا۔ "اشنا۔ اشناز اویار شاہ۔" راحیل نے آہستہ سے کہا۔ اس کا پورا نام لیتے دل میں تکلیف سی اٹھی تھی۔ جبکہ آنکھوں کی سرخی میں مزید اضافہ ہوا۔ اس کے ماتھے کی رگیں تک پھول کر واضح ہو رہی تھی۔۔۔ نام تو بہت اچھا ہے۔ خود بھی اتنی ہی اچھی ہو گی۔ جو تم اس کے لیے اتنے پاگل ہو۔ مہرماہ نے کہا۔ جھلی سی ہے وہ۔ سارے گھر میں اُدھم مچا کر رکھتی ہے۔ بہت معصوم

سی۔ کسی بھی مطلب سے بے نیاز۔ بس اپنی مستیوں میں گم رہنے والی۔

راحیل نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔ انکھوں سے آنسو ابھی تک جاری تھے۔ لیکن اب رفتار تھوڑی کم ہو چکی تھی۔ اس کا جسم جیسے درد سے ٹوٹ رہا تھا۔ کچھ نشے کی وجہ سے بھی اس پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ لیکن وہ بول رہا تھا۔ مسلسل بول کر اپنے دل کا غبار آنسوؤں کی صورت میں باہر نکال رہا تھا۔ سالوں کا غبار تھا جو آج مہر ماہ کے سامنے اس نے نکالا تھا۔ اور پھر اس نے اپنی آنکھیں بند کر لی۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ مہر ماہ نے اپنا ہاتھ اس کے بالوں سے ہٹاتے اس کا سر تکیے پر صحیح سے سیٹ کیا اور خود بھی اس کے ساتھ ہی لیٹ گئی۔ لیکن نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ وہ تو اپنے دل کا غبار نکال چکا تھا لیکن مہر ماہ کے دل کو بری طرح بے چین کر گیا تھا۔ اس کی یہ محبت لاحاصل ہے وہ جانتی تھی لیکن جو انکشاف اس نے راحیل کے منہ سے

سنا تھا وہ اس کے لیے بہت بڑی بات تھی۔۔۔۔کچھ پل غائب دماغی سے چھت کو گھورتے وہ اپنی بھی آنکھیں موند گئی۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ماہ دیر شاہ آہستہ سے نائرہ کے کمرے میں داخل ہوا۔وہ دروازہ بند کر کے مڑا ہی تھا کہ سامنے چین سے اسے بیڈ پر سوتے دیکھ غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچ گیا۔اس نے نائرہ کو اپنا انتظار کرنے کو کہا تھا۔لیکن وہ نا صرف سو چکی تھی بلکہ کپڑے بھی تبدیل کر لیے تھے۔ماہ دیر غصے سے اس کی طرف بڑھا۔اس کے پاس جاتے اپنے جوتے اُتار کے ماہ دیر خود بھی بیڈ پر چڑھتے اس پر قابض ہوا۔ وہ اپنا پورا وزن اس پر ڈالے لیٹا تھا۔نیند میں اپنے اوپر وزن محسوس کرتے نائرہ کی ایک جھٹکے سے آنکھ کھلی۔لیکن اپنے اوپر ماہ دیر کو لیٹا دیکھ وہ بری طرح بدحواس ہو کر رہ گئی تھی۔۔ماہ دیر آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟اس نے نیند سے بھری آنکھیں کھولتے پوچھا۔وہ سچ میں بلکل بھول چکی تھی۔جب میں

نے منع کیا تھا کہ تم کپڑے چینج نہیں کرو گی تو کیوں چینج کیا تم نے۔ماہ دیر اس کا جبڑا اپنی آہنی گرفت میں لیتے غرایا۔نائرہ نے خوفزدہ ہوتے اسے دیکھا۔جو اتنی سی بات پر اتنا غصّہ کر رہا تھا۔م۔۔میں بھول گئی تھی۔!! سوری۔ نظریں جھکا کر اس نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔اوہ واؤ اب تم میری کہی ہوئی باتیں بھی بھولنے لگی۔۔اس کا تو یہی مطلب ہوا نہ کہ میں تمہارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔نہ میری کہیں ہوئی بات تمہارے لیے اہم ہے۔ماہ دیر غصے سے دھاڑا تھا۔نائرہ اس کی دھاڑ پر بر طرح لرزی۔جبکہ جبڑے پر اس کی گرفت مزید سخت ہوئی تھی۔ا۔۔ایسا کچھ نہ۔۔ نہیں ہے۔آپ پلیز میرا جبڑا چھوڑ دیں۔نائرہ نے جیسے التجا کی۔ایک تو وہ اپنا پورا وزن اس پر ڈالے لیٹا تھا۔اس کا پہاڑ جیسا وزن نائرہ سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔اوپر سے جبڑے پر اس کی گرفت بھی اتنی سخت تھی۔۔درد ہو رہا ہے نہ۔مجھے بھی ہی رہا ہے۔یہ سوچ کر کہ میری کہی ہوئی بات کی تمہارے نزدیک کوئی اہمیت

ہی نہیں ہے۔ماہ دیر پھر سے دھاڑا تھا۔غصے سے اس کے دماغ کی رگیں تک پھول کر واضح ہو رہی تھی۔مقابل کیسے اس کی بات کو رد کر سکتی تھی۔۔۔آپ بہت زیادہ اوورری ایکٹ کر رہے ہیں۔کیا ہو گیا اگر میں بھول بھی گئی تو۔اب کی بار نائرہ بھی چیخی تھی۔ایک تو پہلے ہی درفشاں کی وجہ سے اس کا دماغ۔جیسے پھٹنے کو تھا۔اوپر سے اب ماہ دیر بھی اس پر چیخ رہا تھا۔ماہ دیر نے اس کے چیخنے پر بے یقینی سے اسے دیکھا۔نائرہ کی پہلی دفعہ اس کے سامنے آواز اتنی بلند ہوئی تھی۔میرے اوپر سے اُٹھیں۔نائرہ نے روتے ہوئے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔نہیں اٹھ رہا کیا کر لو گی؟ماہ دیر نے بھی دوبدو جواب دیا۔ماہ دیر یہ میرے جڑے ہوئے ہاتھ دیکھیں میرے سر میں پہلے بہت درد ہے۔اگر آپ مجھے سکون نہیں دے سکتے تو پلیز مجھ سے سائڈ پر ہو جائے۔نائرہ نے باقاعدہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ماہ دیر نے تڑپتے ہوئے اس کے ہاتھ تھامے۔مقابل کی حالت دیکھتے سارا غصّہ جیسے

جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔۔۔۔ کیا ہوا ہے میری زندگی۔؟ کس بات پر اتنی پریشان ہو؟ ماہ دیر نے اس کے اوپر سے ہٹتے سائڈ پر لیٹتے اسے اپنے حصار میں لیتے فکر مندی سے پوچھا۔ جبکہ نائرہ کو تو جیسے کوئی سہارا مل گیا تھا۔ وہ اس کے سینے میں منہ دیتی بری طرح سسک پڑی۔ ماہ دیر نے پریشانی سے اس کا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے اپنے سامنے کیا۔ کیا بات ہے کیوں رو رہی ہو؟ سوری میرا بچہ میں بہت ریوڈ ہو گیا تھا۔ لیکن تم ایسے تو نہ رو نہ پلیز۔ ماہ دیر سمجھ رہا تھا کہ نائرہ اس کے غصّہ کرنے کی وجہ سے رو رہی ہے۔ اسی لیے معافی مانگی۔

میرے سر میں بہت درد ہے ماہ دیر۔ ایسے لگ رہا ہے جیسے ابھی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔ اس نے دوبارہ سے ماہ دیر کے سینے میں اپنا چہرہ دیتے کہا۔ اللہ نہ کرے۔ کبھی تو سوچ سمجھ کے بول لیا کرو۔ ماہ دیر نے تھوڑے سخت لہجے میں کہا۔ اور پھر اسے بیڈ پر لٹاتے خود اٹھ کر سائڈ ڈرار سے پیناڈول کی گولی لیتے اسے اٹھایا۔ کھانا کھایا تھا تم نے؟؟ ماہ دیر نے اس سے پوچھا۔ نائرہ نے

صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔ماہ دیر نے خاموشی سے دوائی اس کے ہاتھ میں پکڑائی اور اسے کھانے کا اشارہ کیا۔نائرہ نے برا سا منہ بنایا تھا۔لیکن پھر ماہ دیر کے گھورنے پر جلدی سے دوائی اپنے منہ میں رکھتے اوپر سے پانی پی گئی۔ماہ دیر دوبارہ سے بیڈ پر بیٹھتے اسے اپنی گود میں بٹھا گیا۔آج تم بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔اس کی گردن میں منہ چھپاتے ماہ دیر نے اس کی خوشبو کو انہیل کرتے کہا۔۔نائرہ مسکراتی اس کے گلے میں اپنی بانہیں حائل کر گئی۔آپ بھی بہت اچھے لگ رہے تھے۔میں نے آپ کو بھنگڑا ڈالتے ہوئے بھی دیکھا تھا۔میں اندر گلاس ونڈو کے پاس کھڑی تھی جب آپ ڈانس کر رہے تھے۔

نائرہ نے صدق دل سے اس کی تعریف کی۔ماہ دیر نے مسکراتے ہوئے تعریف وصول کی۔کچھ دیر ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے ان دونوں نے آہستہ سے ایک دوسرے کو ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔وہ دونوں ہی شدت سے ایک دوسرے کی سانسیں انہیل کر رہے تھے۔نائرہ اس کا پورا

پورا ساتھ دے رہی تھی۔ نجانے کتنے ہی لمحے وہ دونوں ایک دوسرے کے ہونٹوں کو سک کرنے میں مصروف رہے۔ لمحے سرک رہے تھے، سانسیں تھم رہی تھی لیکن دونوں ہی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھے۔ ماہ دیر آہستہ سے اس سے دور ہوا کیوں کہ نائرہ کا چہرہ سانس نا آنے کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا۔ نائرہ اس کے سینے پر سر رکھتی گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ ماہ دیر بے تابی سے اس کی گردن پر جھکتے اسے اپنی شدتوں سے سرخ کرنے لگا۔ ابھی وہ مزید اپنی جسارتیں بڑھاتا کہ کمرے میں نائرہ کے فون کی آواز گونجی۔۔

ماہ دیر چونک کے سیدھا ہوا تھا۔ جبکہ نائرہ کا بھی یہی حال تھا۔۔ اس وقت کس کا فون ہے۔ نائرہ نے کہتے سائڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھایا۔ لیکن اگلے ہی لمحے وہ بری طرح گھبرائی تھی۔ کیوں کہ فون پر درفشاں کی کال تھی۔ یہ اس وقت تمھیں کیوں کال کر رہی ہے۔ ماہ دیر نے اسے ایسے گھبراتے دیکھ جانچتے لہجے میں پوچھا۔ وہ ایسے گھبرا رہی تھی جیسے کوئی چوری پکڑی گئی

ہو۔۔۔پ۔پتہ نہیں شاید غلطی سے ہو گیا ہو گا۔نائرہ کہتے ابھی کال کٹ کرتی کہ ماہ دیر نے اس کے ہاتھ سے موبائل جھپٹا۔جو مسلسل بج رہا تھا۔ماہ دیر نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھتے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔اور خود کال اٹینڈ کرتے فون اسپیکر پر ڈالا!!ہی۔۔۔ہیلو نائرہ۔۔نائرہ میں یہاں بری طرح پھنس گئی ہوں۔پلیز کچھ کرو مجھے بچالو۔و۔۔وہ درندے میرے جسم کو نوچ ڈالے گیں۔پلیز نائرہ کچھ کرو۔۔فون پر سے درفشاں کی روتی ہوئی آواز ابھری۔ماہ دیر اچانک ہی بیڈ سے کھڑا ہوا تھا۔جبکہ نائرہ بھی پریشانی سے روتے ہوئے بیڈ سے اُٹھی۔پتہ نہیں وہ کس حال میں تھی۔تم کہاں ہو در فشاں اس وقت۔ماہ دیر نے پوچھا۔لیکن پھر فون پر سے آتی آوازوں پر وہ بری طرح اپنے جبڑے بھینچ گیا۔۔یہ رہی مل گئی سا۔۔لی ک۔ت۔ی۔۔۔اور اس کے ساتھ ہی درفشاں کی چیخ ابھری تھی۔اور پھر موبائل بند ہو گیا تھا۔ماہ دیر نے پریشانی سے دوبارہ نمبر ڈائل کیا لیکن اب وہ بند جا رہا تھا۔۔

قسط نمبر:12

ماہ دیر نے فون سے نظریں ہٹاتے نائرہ کو دیکھا جو روتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ کہاں گئی ہے در فشاں؟؟ وہ نائرہ کے قریب جاتے اسے بازو سے جکڑے غرایا۔ اگر در فشاں نے اسے کال کی تھی تو یقیناً وہ جانتی ہو گی کہ در فشاں کہاں گئی ہے۔ جبکہ نائرہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ بولو کہاں گئی ہے در فشاں؟ اسے مسلسل خاموش دیکھ ماہ دیر دھاڑا تھا۔ نائرہ اس کی دھاڑ پر ڈر کے دو قدم پیچھے ہوئی۔ ماہ دیر اسے بازو سے جکڑے پھر سے اپنے قریب کر گیا۔ بولو جلدی ٹائم نہیں ہے ہمارے پاس۔ اب کی بار اس نے نرمی سے کہا۔۔ نائرہ اس کے لہجے میں نرمی محسوس کرتے روتے ہوئے اسے ساری بات بتا گئی۔ کہ کیسے در فشاں اس کے پاس آئی اور اس نے اُسکی مدد کرنے کی حامی بھری۔ ماہ دیر جیسے جیسے سن رہا تھا اس کا خون کھولتا جا رہا تھا۔۔ جبکہ جبڑے

اتنی زور سے بھینچے تھے کہ اس کی ماتھے کی رگیں بھی واضح نظر آنے لگی تھی۔ آنکھیں شدید سرخ ہو رہی تھی۔۔۔ میں نے اس کے گھر سے نکلنے سے پہلے اسے منع بھی کیا تھا کہ نا جائے۔ لیکن وہ پھر بھی۔۔!! وہ ابھی بول ہی رہی تھی کہ منہ پر پڑنے والے تھپڑ سے خاموش ہوئی۔ وہ بے یقینی سے منہ پر ہاتھ رکھے ماہ دیر کو دیکھ رہی تھی۔ جس نے زندگی میں پہلی دفعہ اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔۔۔ بیوقوف عورت اب منع کرنے سے کیا ہونا تھا۔ پہلے تو تم حامی بھر کر اُسے شہ دے چکی تھی نہ۔ ماہ دیر غصے سے پاگل ہوتا دھاڑا۔ اسے مقابل سے اس درجے بیوقوفی کی اُمید نہیں تھی۔۔۔ اندازہ ہے تمھیں کہ تمہاری یہ ایک غلطی ہم سب کی زندگیوں کو کتنا نقصان پہنچا سکتی ہے۔ نجانے کن غلیظ لوگوں کے ہاتھ لگ چکی ہے وہ۔ پیچھے سے آوازیں سنی تھی نہ کسی آ رہی تھی۔ ماہ دیر اس کے بال گدی سے پکڑتے دھاڑا۔ نائرہ بری طرح سسک رہی تھی۔ کل برات ہے اس کی پورا گھر مہمانوں سے بھرا پڑا ہے۔ کیا

جواب دے گیں ہم سب کو۔۔اور آبان خان کو کیا جواب دے گیں ہم۔کہ ہم اس کی بیوی کی ہی حفاظت نہیں کر سکے۔ماہ دیر دھاڑتے ہوئے اسے ایک جھٹکے سے چھوڑتے دروازے کی طرف بڑھا۔اب اسے ہی کچھ کرنا تھا۔نائرہ بری طرح لڑکھڑاتی بیڈ پر گری۔ماہ دیر کو دروازے کے پاس جاتا دیکھ وہ فوراً سے پہلے اٹھ کر اس کی طرف بڑھی۔ماہ دیر پلیز اُسے ڈھونڈھے۔پتہ نہیں کس مصیبت میں ہو گی میری بہن۔۔نائرہ روتے ہوئے اس سے التجا کر رہی تھی۔ماہ دیر نے سرد نظروں سے اس کی جانب دیکھتے اسے پھر سے پیچھے دھکا دیا۔نائرہ بری طرح لڑکھڑائی تھی۔جبکہ وہ بغیر کچھ کہے اور بغیر اس پر مزید کوئی نظر ڈالے باہر کی جانب بڑھ گیا۔پیچھے وہ زمین پر بیٹھتے روتے چلی گئی۔۔

ماہ دیر باہر آتے سیڑھیاں چڑھتے اوپر کی جانب بڑھا۔اس کا رخ زاویار کے کمرے کی طرف تھا۔اس کے کمرے کے باہر پہنچتے ماہ دیر نے زور سے دروازہ کھٹکھٹایا۔وہ بری طرح پریشان تھا۔آخر گھر کی عزت کا سوال تھا۔جبکہ اس کا دل کر رہا تھا کہ نائرہ اور درفشاں دونوں کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اُتار دے۔جو اتنی بڑی حماقت کرتے اپنی اور ان سب کی عزتوں کو خطرے میں ڈال چکی تھی۔۔۔۔زاویار کو اشنا سے کال پر بات کر رہا تھا اپنے کمرے کے دروازے پر ہوئی دستک پر چونک کر بیٹھا۔اس وقت کون ہو سکتا ہے۔وہ خود سے بڑبڑایا تھا۔ایک منٹ۔اشنا سے کال پر کہتے وہ دروازے کی طرف بڑھا۔جبکہ کال ایسے ہی چل رہی تھی۔دروازہ کھول کر سامنے ماہ دیر کو دیکھتے وہ حیران ہوا تھا۔جبکہ اس کی حالت دیکھتے اسے تشویش ہوئی۔اتنی رات کو میرے کمرے میں آنے کا مقصد؟زاویار نے نارمل لہجے میں کہا۔زاویار بہت بڑا مسئلہ ہو گیا ہے۔ماہ دیر نے پریشانی سے کہا۔پریشانی اس کے چہرے سے

جھلک رہی تھی۔۔ کیا ہوا؟ خیریت تو ہے۔اور تو اتنا پریشان کیوں ہے؟؟اب کی بار زاویار نے بھی پریشانی سے پوچھا۔ جبکہ فون پر موجود اشاان کی ساری باتیں سن رہی تھی۔ماہ دیر اسے ساری بات بتاتا چلا گیا۔ جبکہ یہ سن کر زاویار کے ہاتھوں سے فون چھوٹ کر زمین پر گرا۔ پورے بنگلے کی چھت اسے اپنے سر پر گرتی محسوس ہو رہی تھی۔ کیا بکواس کر رہا ہے تو؟ ہوش میں تو ہے۔ زاویار اس کا گریبان پکڑتے دھاڑا۔۔!! میں بکواس نہیں کر رہا قسم سے در فشاں گھر سے بھاگ گئی ہے۔اور تو اور اس کی عزت بھی خطرے میں ہے۔ بجائے مجھ سے لڑنے کے چل در فشاں کو ڈھونڈھتے ہیں۔ماہ دیر نے اسے سرد نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ زاویار اس کا گریبان چھوڑتے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہاں میں سر ہلا گیا۔اس کا جیسے خون کھول اٹھا تھا۔ آخر اس کی بہنیں اتنی بڑی بیوقوفی کیسے کر سکتی تھی۔ نائرہ کو نیچے لاؤنج میں بلا۔ جس دوست نے اس کی ٹکٹ کروا کر دی تھی۔ وہ اسے جانتی ہو گی۔ کوئی کانٹیکٹ

نمبر تو ہو گا ہی۔ زاویار خود کو سنبھالتے اس سے گویا ہوا اور اندر جوتے پہننے کی غرض سے بڑھ گیا۔ یہ وقت ہوش سے کام لینے کا تھا۔ ابھی وہ کوئی جلد بازی نہیں کر سکتا تھا۔۔ میری بیوی کو کچھ کہنا تو دور کی بات اگر اس سے سخت لہجے میں بھی بات کی نہ تو یقین کر مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔ ماہ دیر نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا۔ وہ جانتا تھا کہ نائرہ نے جو کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ اس کے بدلے سارے گھر والوں نے اسے کچھ نہ کچھ کہنا تھا۔ اسی لیے زاویار کو وارن کرنا ضروری سمجھا۔۔۔۔ تیری بیوی سے پہلے وہ میری بہن ہے۔ جو غلطی اس نے کی ہے اس کی سزا تو اسے ضرور ملے گی۔ زاوّیار جوتے پہن کر آتے غرایا۔ ابھی ماہ دیر شاہ زندہ ہے۔ اپنی بیوی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے والوں کو بھی زندہ زمین میں گاڑ دوں گا۔ سزا تو پھر دور کی بات ہے۔ اپنی بات کہتے وہ واپس مڑتے نیچے نائرہ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ ذاویار بھی جلتے کڑتے اسی کے پیچھے گیا۔

انہیں نائرہ کو بلانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی کیوں کہ وہ بھی لاؤنج سے ہوتے کچن کی طرف جا رہی تھی۔ کہ زاویار کی آواز پر اس کے قدم رکے۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر کے کھولی۔ اب جو کچھ کیا تھا اس کا انجام تو بھگتنا ہی تھا۔ ج۔۔۔جی بھائی۔ اس نے پیچھے مڑتے کہا۔ ساری بات بتاؤ مجھے کیسے وہ نکلی گھر سے۔ اور اس کے دوست کا نمبر دو۔ نکالا ہے اُسے تم نے تو یقیناً وہ جس کے ساتھ گئی ہے اس کا نمبر بھی دے کر گئی ہو گی نہ۔ جلدی کرو ٹائم بہت کم ہے ہمارے پاس۔ صبح ہونے سے پہلے پہلے اُسے ڈھونڈھنا ہے۔ جلدی بتاؤ۔۔۔اس کی بات سنتے نائرہ اچانک ہی گھبرائی۔ اس نے تو ایسا کوئی نمبر نہیں لیا تھا۔ بلکہ درفشاں نے کہا تھا کہ دوست کے ساتھ جاؤں گی۔ اس نے تو نام بھی نہیں بتایا تھا دوست کا۔ بھ۔۔۔بھائی میرے پاس نہیں ہے کسی کا بھی نمبر۔۔۔اس نے بس یہ کہا تھا کہ دوست امریکہ کی ٹکٹ کروا دے گا۔ اسی کے ساتھ جائے گی۔ اس نے تو دوست کا نام بھی نہیں بتایا تھا۔

نظریں جھکا کر نائرہ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔اور اگلے ہی لمحے زاویار کا ہاتھ اٹھا تھا۔نائرہ نے زور سے اپنی آنکھیں میچی۔ لیکن تھپڑ اُسے پڑا نہیں تھا۔ماہ دیر جلدی سے زاویار کا ہاتھ تھام چکا تھا۔ کہا تھا نا میری بیوی کو ہاتھ بھی مت لگانا۔ میں تیرے ہاتھ توڑ دوں گا۔ماہ دیر اس کا ہاتھ سختی سے جھٹکتے دھاڑا تھا۔ سالے اتنا عظیم کارنامہ کیا ہے تیری اس بیوی نے۔ماروں نہ تو کیا تمغہ امتیاز سے نوازوں اسے۔دو گھنٹے میں صبح ہو جائے گی۔سارے مہمان اٹھ جائے گیں۔ کل برات ہے۔ کیا جواب دے گیں سب کو کہ کہاں گئی دلفشاں۔۔ زاویار بھی اب دھاڑا تھا۔غصے سے اس کا برا حال تھا۔کچھ نہ کچھ کر لے گیں لیکن ہاتھ اٹھانا مسئلے کا حل نہیں ہے۔ماہ دیر تو خود اپنے نائرہ کو تھپڑ مارنے پر شدید پچھتا رہا تھا۔اب زاویار کو یہ غلطی کیسے کرنے دیتا بھلا۔یہ جس نے بھگایا ہے نہ اسے۔اسی سے کہہ ڈھونڈ کے لائے اُسے۔ نجانے کہاں ہو گی وہ۔ زاویار پھر سے دھاڑا تھا۔ماہ دیر نے سرد سرخ نظروں سے اس کی جانب

دیکھا۔ شور کی آواز سنتے گھر والے بھی لاؤنج میں اکٹھے ہونا شروع ہو رہے تھے۔ سب بڑوں کے کمرے نیچے ہی تھے۔۔ اسی لیے آواز اُن تک آسانی سے جا سکتی تھی۔۔۔۔

کیا ہوا ہے کیوں صبح صبح ایسے کتوں کی طرح لڑ رہے ہو تم دونوں۔ دادا جی نے سب سے پہلے ان دونوں کی طرف دیکھتے پوچھا۔ وہ تہجّد کی نماز پڑھنے کے لیے جاگ رہے تھے۔ کہ ان کی آوازیں سنتے یہیں

ہ

کے گوش گذار کر گیا۔ مظہر شاہ یہ سنتے دل پر ہاتھ رکھتے اچانک ہی صوفے پر ڈھے سے گئے تھے۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ ان کی بیٹی ایسی حرکت بھی کے سکتی ہے۔ جبکہ نوین بیگم کا بھی حال مختلف نہیں تھا۔ سارے ہی دم سادھے بے یقینی سے اس کی بات سن رہے تھے۔ تو تم لوگ اِدھر لڑ رہے ہو بجائے اسے ڈھونڈنے کے۔ دادا جی گرجے تھے۔۔ کیا کرے ہم۔ پولیس میں بتائے تاکہ ساری میڈیا پر یہ خبر پھیل جائے۔ زاویار غصے سے بولا۔ کیسے مرد ہو تم لوگ۔ بلکہ مرد ہو بھی یا نہیں۔ بہن تمھارا گھر سے غائب ہے۔ اور تم عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھے لڑنے میں مصروف ہو۔ بہت خوب۔ سائرہ بیگم غصے سے ان دونوں کی طرف دیکھتے بولی۔ وہ نوین شاہ کو سمبھال رہی تھی۔ جو مسلسل روئے چلے جا رہی تھی۔ اوپر سے بھی سب ینگ جنریشن نیچے لاؤنج میں اکٹھے ہونا شروع ہو چکی تھی۔ سائرہ بیگم کی آخری بات سنتے انہیں سچویشن کا کچھ کچھ تو علم ہو ہی گیا تھا۔ مرد ہیں تو یہاں کھڑے ہیں۔۔ اور اب

جاہی رہے ہیں۔جواب ماہ دیر نے سرخ چہرے کے ساتھ دیا تھا۔عدیل چل ساتھ۔ماہ دیر نے عدیل کو کہا۔کیوں کہ وہ پولیس میں تھا۔زیادہ اچھے سے انویسٹیگیشن کر سکتا تھا۔ہاں چل۔عدیل نے بغیر کوئی سوال لیے حامی بھری۔میں بھی چلتا ہوں۔حدائق نے ان دونوں کے پیچھے باہر کی طرف بڑھتے کہا۔زاویار بھی انہیں دیکھتے باہر کی جانب بڑھا۔ان چاروں کی گاڑیاں ایک ساتھ شاہ ولا سے نکلی۔ماہ دیر نے نائرہ کا فون بھی اٹھالیا تھا۔تاکہ اس میں سے درفشاں کی لوکیشن کو ٹریس کر سکے۔جس پر لاسٹ ٹائم کال آئی تھی۔۔

درفشاں شاہ نے گاڑی چلاتے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔بات سنیں۔ولید نے آپ کو ٹکٹس دیے ہونگے میرے۔وہ دے دے مجھے۔بی بی جی جاتو رہے ہیں ایئرپورٹ ہی تو وہیں پر جا کر لے لیجئے گا۔ڈرائیور نے رسانیت سے کہتے ایک نظر فرنٹ مرر سے درفشاں کو دیکھتے واپس سے سامنے دیکھتے کہا۔درفشاں

اس قدر اندھا اعتماد کر رہی تھی کہ اس کے لہجے کو بھی نہیں سمجھ پائی۔ ٹھیک ہے۔ کہتے وہ پھر سے باہر کی جانب دیکھنے لگی۔ اس کے دماغ میں اس وقت مسلسل آبان خان کی سوچیں چل رہی تھی۔ اس کے گھر سے چلے جانے کر بعد وہ ساری دنیا میں منہ چھپاتا پھرے گا۔ یہ سوچ ہی اطمینان بخش رہی تھی۔ گاڑی مسلسل آدھے گھنٹے سے چل رہی تھی۔ جبکہ ان کے گھر سے ایئرپورٹ کا راستہ بیس منٹ کی دوری پر تھا۔ درفشاں نے ابھی ہی نوٹ کیا تھا۔ یہ راستہ تو ایئرپورٹ کی طرف جاتا ہی نہیں تھا۔ اس نے ڈرائیور کی طرف دیکھا۔ جو مصروف سا ڈرائیو کر رہا تھا۔ یہ کہا جا رہے ہیں ہم۔ میں نے ایئرپورٹ جانا ہے۔ خود پر قابو پاتے وہ غصے سے بولی۔ جبکہ ڈرائیور بلکل خاموش تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسے بولنے کا حکم ہی نہیں تھا۔ اسے خاموش دیکھ درفشاں کو مزید غصّہ آیا۔ انکل میں آپ سے کہہ رہی ہوں۔ کہاں جا رہے ہیں ہم۔ وہ پھر سے چیخی تھی لیکن جواب ندارد۔ گاڑی کو جنگل کی طرف جاتا دیکھ

اس کی صحیح معنوں میں جان نکلی۔دل جیسے کسی انجانے خدشے کے خوف سے تیزی سے دھڑک رہا تھا۔اس نے گاڑی کا دروازہ کھولنے کی کوشش کی لیکن وہ لاک تھا۔دوسری طرف سے بھی ایسے ہی لاک تھا۔۔۔یو ب۔ل۔ڈ۔ی بوڑھے دروازہ کھولو!!کہاں لے کر جا رہے ہو مجھے تم۔وہ اتنی بدحواس ہو چکی تھی کہ اپنے ہاتھ میں موجود کی طرف بھی دھیان نہیں گیا۔کہ وقت پر کسی کو کال ہی کر لے۔جبکہ ڈرائیور مسلسل خاموش تھا۔اس نے درفشاں کی گالی کا بھی کوئی اثر نہیں لیا۔۔۔جبکہ وہ روتے ہوئے مسلسل چیخ رہی تھی۔کہ اچانک ایک جھٹکے سے گاڑی رکی۔درفشاں نے مرر سے بابر دیکھا۔۔لیکن اگلے ہی لمحے اس جان مزید ہوا ہوئی۔یہ ایک جنگل تھا۔جہاں سامنے ایک چھوٹا سا لکڑی کا کاٹیج بنا ہوا تھا۔۔کاٹیج کی حالت اتنی خستہ تھی کے دیکھنے والوں کو یہ کوئی ہانٹڈ ہاؤس معلوم ہوتا تھا۔چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔خوف سے جیسے اس کی جان نکلنے والی ہو رہی تھی۔ڈرائیور اپنی

طرف کا دروازے کھولتے باہر نکلا۔ گاڑی کے سامنے کوئی آدمی آکر کھڑا ہوا تھا۔ جسے ڈرائیور نے گاڑی کی چابی تھمائی۔ اور پھر آگے چلتے وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ درفشاں ابھی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی کہ اس کی طرف کا دروازہ کھلا۔ وہ اچانک ہی خوف سے اچھل کر پیچھے ہوئی۔۔!!

ویلکم پرنسز!!۔ تو آ ہی گئی آپ۔ کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا نہ آنے میں۔ ایک لمبا چوڑا انسان اس کی طرف جھکے مکروہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے اسے گہری نظروں سے دیکھتے مخاطب ہوا۔ مجھ۔۔۔ مجھے جا۔۔۔ جانے د۔۔۔ دو پلیز۔ اس نے روتے ہوئے التجا کی۔ مقابل اس کی بات سنتے قہقہ لگا کر ہنسا تھا۔۔ درفشاں اس کے قہقہے سے مزید خوفزدہ ہوئی۔ جانے دے گیں پرنسز تمھیں پہلے ذرا تمہارے پرنس سے بدلہ تو لے لیں۔ وہ مزید اس پر جھکتے غرایا۔ درفشاں اندھیرا زیادہ ہونے کی وجہ سے ابھی تک اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی

تھی۔۔ چلو شاباش اچھے بچوں کی طرف گاڑی سے باہر نکلو۔اس شخص نے اپنا ہاتھ آگے کرتے کہا۔درفشاں مزید پیچھے کو کھسکتی نفی میں سر ہلانے لگی۔!!

قسط نمبر:13

درفشاں خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ سامنے موجود انسان تھا ہی اتنا خوفناک۔اس کا لہجہ اور اپنے وجود کے آر پار ہوتی اس کی نظریں درفشاں کو کانپنے پر مجبور کر رہی تھی۔اسے باہر نہ نکلتے دیکھ مقابل مزید گاڑی کے اندر ہوا۔درفشاں مزید پیچھے دروازے میں گھسی تھی۔!! ارے ارے پرنسز ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔اپنا سمجھو مجھے۔اگر تو کاپریٹ کرو گی تو تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائے گیں۔ لیکن اگر کوئی بھی چالاکی دیکھائی تو تمہاری عزت کی میں کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔۔وہ شخص اس پر جھکے دھمکی آمیز لہجے میں بولا۔ک۔۔ کیا کرنا ہو گا مجھے۔اس نے بمشکل اپنی لرزتی آواز پر قابو

پاتے کہا۔ بتاتے ہیں۔ بتاتے ہیں۔ پہلے اندر چلو۔ پھر تمھیں اچھے سے بتاؤں گا کہ کیا کرنا ہو گا تمھیں۔ وہ اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے غلیظ نظریں اس کے نشیب و فراز پر گاڑے بولا۔ جہاں دوپٹے کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔ اس کا قیامت خیز بدن اور بل کھاتی کمر تک واضح ہو رہی تھی۔ دوپٹہ اسی وقت اس کے گلے سے اتر چکا تھا جب وہ سخت پر پیچھے کو کھسکی تھی۔ اس وقت دوپٹہ مقابل کے نیچے تھا۔ اس کی نظریں محسوس کرتے درفشاں جیسے مرنے والی ہو رہی تھی۔ نکلو باہر۔ وہ شخص اسے بازو سے جکڑتے غرایا۔!!ن۔۔ نہیں تمھیں خدا کا واسطہ

ہے چھوڑ دو مجھے۔ وہ اب منتوں پر اتر آئی تھی۔ لیکن سامنے والے پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ اس نے اسے بازو سے پکڑے بے دردی سے کھینچتے ہوئے گاڑی سے نکالا۔۔ درفشاں اس کی گرفت میں کٹی ڈال کی طرح کھینچتی چلی آئی تھی۔ وہ اسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے اندر لے جا رہا تھا۔ جبکہ درفشاں مسلسل

چیختے روتے ہوئے خود کو چھڑوانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔ لیکن ایسا ممکن کہاں تھا بھلا۔ کہاں وہ نازک سی لڑکی۔ اور کہاں وہ لمبا چوڑا مرد۔ وہ شخص اسے ایسے ہی گھسیٹتے ہوئے کاٹیج تک لایا۔۔ کاٹیج لاک تھا۔ پرس در فشاں نے اپنے گلے میں ایک طرف سے ڈالتے بازو سے نکالا ہوا تھا۔ اسی لیے ابھی صحیح سلامت اس کے گلے میں موجود تھا۔ موبائل بھی اسی پرس میں موجود تھا۔ اس شخص نے ایک ہاتھ سے در فشاں کی کلائی جکڑی۔ جبکہ دوسرے ہاتھ سے وہ اپنی پینٹ کی جیب سے چابی نکالے لاک کھولنے میں مصروف تھا۔ در فشاں نے ایک نظر اسے دیکھا۔ اور پھر وہ ہمت کرتے اس کے ہاتھ پر جھکے بے دردی سے کاٹ گئی۔۔ مقابل اس حملے کے لیے بلکل بھی تیار نہیں تھا۔ اسی لیے تڑپتے ہوئے اپنا ہاتھ اس سے چھڑواتے دو قدم پیچھے ہٹا۔ اس کے ہاتھ سے خون نکلنے لگا تھا۔ در فشاں نے اپنے منہ میں موجود اس کے خون کو ایک طرف تھوکا۔ اور پھر وہ اندھا دھند پیچھے کی طرف بھاگنے لگی

تھی۔ راستے میں نیچے جھکتے اس نے ایک نوک دار لکڑی کا ٹکڑا بھی اٹھالیا۔ یہ جنگل تھا اور یہاں جگہ جگہ ہی ایسے بہت سے ٹکڑے مل جاتے تھے۔ وہ سمت کا تعین کیے بغیر بس بھاگتی جا رہی تھی۔ جبکہ اسے بھاگتا دیکھ وہ شخص بھی اپنا درد بھلائے اسے گالیاں بکتے ہوئے اس کے پیچھے ہی بھاگ رہا تھا۔ درفشاں اپنی پوری فورس لگائے بھاگ رہی تھی۔۔ اسے بس اپنی عزت کی فکر تھی۔ اس کے پیچھے لوگ اب ایک سے چار ہو چکے تھے۔ وہ نہیں جانتی تھی یہ باقی تین کہاں سے آئے لیکن وہ چاروں اسی کے پیچھے تھے۔ اچانک بھاگتے بھاگتے درفشاں ایک درخت کی اوٹ میں ہوئی۔ اس کا سانس بری طرح پھول رہا تھا۔ ٹانگیں بھاگتے بھاگتے جیسے شل ہونے کو تھی۔ وہ لوگ اس سے تھوڑے فاصلے پر تھے۔ اور کچھ اندھیرے کی وجہ سے بھی وہ اسے درخت کی اوٹ میں چھپتا ہوا نہیں دیکھ سکے تھے۔ درفشاں روتے ہوئے مسلسل کانپ رہی تھی۔ کہ اس کی نظر اچانک اپنے پرس پر گئی۔ اس نے بے ساختہ ہی دل میں

اللہ کا شکر ادا کیا۔اور کانپتے ہاتھوں سے پرس سے موبائل نکالتے نائرہ کو کال ملائی۔وہ اسی کو کہہ سکتی تھی۔کسی اور کو کہتی تو اسی کی ذات پر سوالیہ نشان بننے تھے۔بیل جا رہی تھی لیکن آگے سے کوئی اٹھا نہیں رہا تھا۔درفشاں نے روتے ہوئے دوبارہ نمبر ٹرائے کیا۔وہ لوگ اسے ڈھونڈھتے بہت قریب آ چکے تھے۔دوسری طرف سے کال ریسیو ہوتے دیکھ درفشاں جلدی سے بولی۔!!ہی۔۔ہیلو نائرہ۔نائرہ میں بری طرح پھنس گئی ہوں۔یہ درندے میرے جسم کو نوچ ڈالے گیں۔پلیز کچھ کرو نائرہ پلیز۔اس نے روتے ہوئے بمشکل اپنی بات مکمل کی۔اپنے بلکل قریب قدموں کی چاپ سنتے وہ منہ پر ہاتھ رکھ گئی۔جبک فون کان سے لگایا ہوا تھا۔جہاں سے ماہ دیر کی آواز ابھری تھی۔کہاں گئی وہ س۔ا۔ل۔ی ک۔ت۔ی ڈھونڈو اسے۔ان چاروں میں موجود ایک شخص نے کہا۔ماہ دیر فون پر اس سے جگہ کا پوچھ رہا تھا۔ابھی درفشاں اسے کچھ بتاتی کے پیچھے سے اسے کسی نے بالوں نے پکڑتے

کھینچا۔اس کے منہ سے ایک چیخ برآمد ہوئی تھی۔موبائل اس کے ہاتھ سے چھوٹتے نیچے گرا۔وہ لوگ اس تک پہنچ چکے تھے۔

اس شخص نے اسے غلیظ الفاظ بکتے ہوتے اس کے دوسرے ہاتھ سے لکڑی کھینچ کے زمین پر پھینکی۔"چ۔۔چھوڑ دو مجھے۔میں نے بگاڑا کیا ہے آخر تم لوگوں کا۔درفشاں نے روتے ہوئے کہا۔ابھی بتاتے ہیں کیا بگاڑا ہے۔وہ چاروں اس کے گرد گھیرا کیے اسے غلیظ نظروں سے اوپر سے نیچے تک دیکھ رہے تھے۔درفشاں جیسے زمین میں گڑنے والی ہو رہی تھی۔اسے آج دوپٹے کی کمی اپنے وجود پر شدت سے محسوس ہوئی تھی۔درفشاں نے غصے میں آتے ان میں موجود ایک شخص کے منہ پر تھوکا۔اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی ثابت ہوئی تھی۔۔۔اس شخص نے طیش میں آتے ایک زوردار تماچہ درفشاں کے منہ پر مارا۔تھپڑ اتنا شدید تھا کہ وہ اوندھے منہ زمین پر گری۔اسے اپنی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھاتا محسوس ہو رہا تھا۔جبکہ زمین پر

گرنے سے لاتعداد کانٹے اس کے ہاتھوں اور پیٹ پر ایک سائڈ میں کھب گئے تھے۔ درفشاں درد سے بری طرح سسک پڑی تھی۔ ان چاروں میں موجود ایک شخص آگے بڑھتے اسے مزید مارتا کہ دوسرے نے فوراً چیختے ہوئے اُسے درفشاں سے دور کیا۔ پاگل ہے کیا تو۔ آبان خان کی بیوی ہے یہ۔ وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا ہمارے۔ اگر اسے خراش بھی پڑی تو۔۔ آبان خان کا نام لیتے ہوئے بھی اس کے لہجے میں خوف تھا۔ جسے درفشاں سمیت وہاں موجود ہر شخص نے بخوبی محسوس کیا تھا۔ ابے ہٹ۔!! تو کیا اس چڑیا کو ہم یہاں بس دیکھنے کے لیے لائے ہیں۔ دیکھ کتنا قیامت خیز بدن ہے اس کا۔ آج تو ہم سب اس کے جسم کا ذائقہ چکھے بغیر اسے جانے نہیں دے گیں۔ جس شخص کے ہاتھ پر درفشاں نے کاٹا تھا وہ آگے بڑھتے بولا۔ درفشاں نے شدت سے اس لمحے اپنی موت کیا دعا مانگی تھی۔ وہ اپنے بارے میں اتنے غلیظ الفاظ نہیں سن سکتی تھی۔ ہاں چل لے کر چلتے ہیں اسے کاٹیج میں۔ اور آج اس پھڑ پھڑاتی

چڑیا کے پر کاٹتے اس کے جسم سے سکون حاصل کرتے ہیں۔ وہ شخص اس کے ڈیپ گلے سے نظر آتی دودھیا گردن پر نظریں گاڑے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے بولا۔ اور پھر وہ چاروں اس کی طرف بڑھتے اسے گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ انہوں نے اسے اٹھانے کی بھی زحمت نہیں کی۔ بس ایسے ہی بازو سے پکڑے گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ بے شمار کانٹے درفشاں کی کمر میں کھب رہے تھے۔ وہ مسلسل روتے ہوئے چیخ رہی تھی، منتیں کر رہی تھی۔ انھیں واسطے دے رہی تھی۔ لیکن وہ لوگ اپنے کان بند کیے اسے ایسے ہی گھسیٹتے آگے بڑھتے رہے۔

اشنا اپنے کمرے میں لیٹی زاویار سے کال پر بات کر رہی تھی کہ زاویار کے کہنے پر خاموش ہوئی۔ آگے سے ماہ دیر کی آواز آ رہی تھی۔ اشنا نے ان دونوں کی باتیں سنتے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ فون زاویار کے ہاتھ سے چھوٹتے کارپیٹ پر

گرا تھا۔اسی لیے کال چل رہی تھی۔اشنا ہیلو ہیلو کرتی رہی لیکن اسکے بعد آگے سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔اشنا نے کال کاٹتے پریشانی سے ایک چکر کمرے میں لگایا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کے کیا کرے۔درفشاں سے اسے کوئی اچھی اُمید تو نہیں تھی۔لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ وہ اس حد تک گر جائے گی۔پریشانی سے پانچ دس منٹ تک سوچتے وہ بالآخر ایک فیصلے پر پہنچتے کمرے سے نکلی۔اس کا رخ آبان کے کمرے کی طرف تھا۔آبان کی پاور سے وہ اچھے سے واقف تھی۔وہ جانتی تھی کہ صبح ہونے سے پہلے پہلے آبان اسے ڈھونڈ لائے گا۔اسی لیے بہت سوچ سمجھ کر اس نے آبان کو بتانے کا فیصلہ کیا تھا۔اس کے کمرے کے باہر پہنچتے اشنا نے جھجھکتے ہوئے دستک دی۔وہ کیا سوچے گا کہ میں اتنی رات کو اس کے کمرے میں کیا کر رہی ہو۔اس کے دل سے آواز آئی۔جو مرضی سوچے۔ایک تو میں اس کی بیوی کے بارے میں اتنی اہم بات بتانے آئی ہوں۔اپنے کسی مقصد کے لیے تھوڑی نہ

آئی ہوں۔ جو مجھ پر غصّہ کرے گا۔ دماغ نے جیسے فوراً ہی حل پیش کیا تھا۔ اس ان ہمت کرتے دوبارہ دستک دی۔ لیکن اب بھی اندر سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ تین سے چار بار بھی جب کوئی جواب نہیں آیا تو اشنا نے جھنجھلاتے ہوئے دروازہ کھولا۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ اسے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔ لیکن پھر اپنی حیرت پر قابو پاتی اندر بڑھی۔ خالی کمرہ اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ یہ اس وقت کہاں گیا۔ اشنا نے سوچتے ڈریسنگ روم، باتھ روم، کمرے سے اٹیچیڈ اسٹڈی روم ہر جگہ چیک کیا۔ لیکن وہ کہیں نہیں تھا۔ "ہائے اللہ جی۔ یہ تو دونوں ہی میاں بیوی بھگوڑے نکلے۔ وہاں سے وہ بھاگ گئی یہاں سے آبان بھائی۔ ہائے اب میری شادی بھی رک جائے گی۔ اللہ پوچھے تم دونوں کو۔ مجھ غریب کی شادی نہ ہونے دینا بس۔ اشنا اپنے سر پر ہاتھ مارتی بیڈ پر بیٹھتے خود ہی سے مخاطب ہوتے ان دونوں کو کوسنے دے رہی تھی۔ اگر بھاگنا ہی تھا تو تھوڑے دن رک کے بھاگ جاتے۔ کم سے کم میری شادی تو

سکون سے ہونے دیتے۔ لیکن نہیں آبان خان میری زندگی میں سکون آنے دے دے ایسا بھلا کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ پاگلوں کی طرح خود سے ہی بولے جا رہی تھی۔۔۔ تھوڑی دیر اور ایسے ہی خود سے باتیں کرنے کے بعد وہ اٹھتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔ اب تو صبح جو ہونا تھا اسی کا انتظار تھا۔۔

عدیل شاہ باقی سب کے ساتھ اس وقت تھانے میں موجود تھا۔ اس کے ساتھ حدائق تھا۔ جبکہ زاویار، ماہ دیر اور معاذ در فشاں کو ڈھونڈنے نکلے ہوئے تھے۔ وہ دونوں بھی یہاں کنٹرل روم میں بیٹھے لوکیشن ٹریس کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ نمبر آف تھا۔ اسی لیے انہیں لوکیشن ٹریس کرنے میں خاصی مشکل ہو رہی تھی۔ عدیل ہیکنگ اور کمپیوٹرز میں تیز تھا۔ اسی لیے آسانی سے کام کر رہا تھا۔ کتنی دیر اور لگے گی۔ حدائق نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ اسے یہاں کھڑے کھڑے آدھے گھنٹے سے زیادہ ہونے والا تھا۔۔ باہر

تھوڑی تھوڑی روشنی ہونے لگی تھی۔ کچھ ہی دیر میں سورج نکل آتا۔ بس تھوڑی دیر اور۔ ہونے والا ہے۔ عدیل نے مصروف سا جواب دیا۔ حدائق ہاں میں سر ہلاتے ساتھ ہی چیئر پر بیٹھ گیا۔ اسے آبان خان کی ٹینشن ہو رہی تھی۔ اگر در فشاں نہ ملی وہ تو پورا شہر سر پر اٹھالے گا۔ ہو گیا۔ لیکن یہ تو جنگل کی لوکیشن شو ہو رہی ہے۔ عدیل نے پر جوش سا کہتے آخر میں نا سمجھی سے کہا۔ بھلا جنگل میں اس کا کیا کام۔ حدائق نے بھی اٹھ کر اس کے پاس آتے کہا۔ ہاں نائرہ نے تو کہا تھا کہ وہ امریکہ جا رہی ہے۔ تو اس حساب سے اُسے ایئر پورٹ اور ہونا چاہیے۔ لیکن اگر وہ ایئر پورٹ پر نہیں ہے تو۔۔۔ عدیل نے بات ادھوری چھوڑتے حدائق کی جانب دیکھا۔۔۔ تو اس کا مطلب وہ بہت بڑی مصیبت میں ہے۔ ہمیں جلد سے جلد اس تک پہنچنا ہو گا۔ حدائق بات مکمل کرتے باہر کی جانب بڑھا۔ اس کے ساتھ ہی عدیل بھی نائرہ کا فون اٹھاتے باہر کی جانب بڑھا۔ ان دونوں کی گاڑی کا رخ اب جنگل کی طرف

تھا۔ جو یہاں سے صرف دس منٹ کی ہی دوری پر تھا۔ عدیل اس تھانے کا اے ایس پی تھا۔ اسی لیے یہاں بغیر کسی کو بھی بھنک لگے وہ اپنا کام کر کے جا چکا تھا۔

وہ لوگ درفشاں کو گھسیٹتے ہوئے کاٹیج تک لائے۔ اب کی بار وہ لوگ لاک پہلے ہی کھول چکے تھے۔ اسے گھسیٹتے ہوئے اندر انہوں نے ایک گندے قالین پر ڈالا۔ اس کی کمر ساری خون سے رنگتی کپڑوں کو خراب کر گئی تھی۔ جبکہ ہاتھوں سے بھی ایسے ہی خون رس رہا تھا۔ جہاں تھپڑ پڑا تھا وہ والا گال اب سوج چکا تھا۔ ہونٹ پھٹا ہوا تھا۔ غرض کے اس وقت وہ لہولہان ہوئی پڑی تھی۔ لیکن ان ظالموں کو اس پر ذرا بھی ترس نہیں آ رہا تھا۔ چاروں مل کر کریں۔ یا ایک ایک کر کے۔؟؟ ان میں سے ایک نے اپنے پیلے دانت باہر نکالتے باقیوں سے استفسار کیا۔ نازک سی ہے۔ مر ہی نہ جائے کہیں۔ سب

ایک ایک کر کے مزے لیتے ہیں اور پھر پھینک دے گیں کہیں کچرے میں۔ آبان خان کو تحفہ بھی مل جائے گا۔اور ہمارا نام بھی نہیں آئے گا۔۔ایک نے مکروہ مسکراہٹ چہرے پر سجاتے کہا۔ چل ٹھیک ہے پھر میں جاتا ہوں پہلے۔ درفشاں نے کرب سے اپنی آنکھیں بند کی۔اسے اپنا آپ بازار میں پڑی کسی چیز کی مانند لگ رہا تھا۔ جس کی یہ غلیظ لوگ بولیاں لگا رہے تھے۔اُن میں سے ایک شخص اس کی طرف بڑھا۔ جبکہ باقی تین کاٹیج سے کے اندر بنے ایک کمرے میں چلے گئے تھے۔درفشاں میں جیسے حرکت کرنے کی بھی ہمت نہیں بچی تھی۔وہ اس وقت زخموں سے چور ہوئی پڑی تھی۔وہ شخص اس کی طرف بڑھتے ابھی اس پر جھکنے ہی لگا تھا کہ کسی نے پیچھے سے بری طرح چھرا اس کی کمر میں گھونپا۔وہ ایک ہی دم درد سے چیختے ہوئے درفشاں سے پیچھے ہٹا تھا۔اس نے گردن موڑتے خود کو مارنے والے کو دیکھنا چاہا۔ لیکن اس سے پہلے ہی اس کے پیچھے موجود شخص نے بری طرح اس کی گردن کو جھٹکا دیا۔

ایک چٹاخ کی آواز آئی تھی۔اور وہ شخص زمین پر پڑا تھا۔اس کی چیخ کے ساتھ ایک اور نسوانی چیخ بھی ابھری تھی۔درفشاں نے یہ سب دیکھتے چیختے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔اس کا جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔وہ ابھی تک مقابل کہ چہرہ نہیں دیکھ سکی تھی۔لیکن وہ یہ جانتی تھی کہ جو کوئی بھی ہی بے حد خطرناک انسان ہے۔جبکہ دل میں اس نے اپنی عزت کے بچ جانے پر بارہاں اپنے رب کا شکر ادا کیا۔۔۔۔

قسط نمبر 14

باہر سے چیخ وپکار کی آوازیں سنتے اندر بیٹھے وہ تینوں شخص بھی فوراً چکنے ہوتے کمرے سے باہر نکلے۔لیکن باہر نکلنے پر انہیں حیرت ہوئی۔کیوں کہ یہاں درفشاں کے علاوہ کوئی بھی نہیں تھا۔درفشاں ایک طرف سکڑی سمٹی بیٹھی خوف زدہ نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔اے لڑکی شبیر کہاں گیا؟

ان میں سے ایک شخص نے درفشاں کے پاس جاتے اس سے اپنے ساتھی کے متعلق استفسار کیا۔۔"و۔۔وہ باہر گیا ہے۔اس نے بمشکل اپنی لرزتی آواز پر قابو پاتے کہا۔تو یہاں پر چیخا کون تھا؟؟اس نے پھر سے پوچھا۔"م۔۔مجھے کچھ نہیں پتہ۔مجھے جانے دو پلیز۔درفشاں روتے ہوئے اُن کے سامنے ہاتھ جوڑ گئی تھی۔ابے چھوڑ شبیر کو۔ کہیں گیا ہو گا وہ۔اب ہماری باری ہے۔اس کے جسم کے ساتھ کھیلنے کی۔ان تینوں میں سے ایک بے باکی سے درفشاں کے جسم پر نظریں گاڑے بولا۔ہاں ٹھیک ہے۔وہ بھی مان گیا تھا۔ابھی ان تینوں میں سے کوئی بھی درفشاں کے نزدیک جاتا کہ ان کے پیچھے سے دو تین فائر ایک ساتھ ہوئے۔ گولی صرف ایک کو لگی تھی۔وہ تینوں فائر اسی پر کیے گئے تھے۔ایک گولی کندھے پر جبکہ دو اس کی کمر میں لگی تھی۔اور وہ شخص وہیں پر ڈھیر ہوا۔باقی دو نے یہ سب دیکھتے خوف زدہ ہوتے سامنے دیکھا۔ جہاں سر پر ہڈی جمائے ایک لمبا چوڑا آدمی کھڑا تھا۔اس نے ہڈی سے اپنا چہرہ

ڈھانپ رکھا تھا۔اسی لیے وہ دونوں ہی اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتے تھے۔

"ک۔۔کون ہو تم۔۔؟؟ان دونوں میں سے ایک نے ہمت کرتے پوچھا۔

جبکہ وہ شخص بنا کچھ کہے آگے بڑھتے انہی کی طرف آرہا تھا۔دیکھو وہیں رک جاؤ۔کون ہو تم۔ہم سے کیا دشمنی ہے۔اُن دونوں نے اسے روکنے کی بھرپور کوشش کی۔مقابل کے ہاتھ میں گن تھی۔جبکہ اس وقت ان لوگوں کے پاس کوئی بھی اسلحہ موجود نہیں تھا۔اسی لیے ان لوگوں کی ساری ہوا نکل گئی تھی۔اس شخص نے آگے آتے شیر ونامی شخص جو درفشاں کے نزدیک کھڑا تھا اس کے منہ پر ایک زوردار مکّہ جڑا۔ابھی وہ اپنا توازن کھوتے درفشاں کے پاس ہی گرتا کہ مقابل اس کے گریبان سے پکڑتے اسے پھر سے سیدھا کھڑا کر گیا۔درفشاں تو یہ سب دیکھتے تھر تھر کانپ رہی تھی۔کہاں دیکھا تھا کبھی ایسا خون خرابا۔۔۔اس کی آنکھوں میں سامنے موجود شخص کے لیے خوف ان چاروں سے زیادہ تھا۔وہ بہت مشکل سے اپنی چیخیں حلق میں دبائے بیٹھی

تھی۔تو کیا کہہ رہا تھا تو کہ اس کے جسم کا ذائقہ چکھتے ہیں۔ ہمم؟؟اس شخص نے درفشاں کی طرف اشارہ کرتے کہا۔ہاں تم بھی آجاؤ بیشک۔ شیرو نے کمینگی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ جبکہ درفشاں مزید خود میں سمٹتے خوف زدہ ہوتے پیچھے کی طرف کھسکی۔اس کی بات سنتے مقابل ہلکا سا ہنسا۔"یہ تو ہے ہی میری جب چاہے جیسے چاہوں اسے چکھ سکتا ہوں۔ لیکن تو آج کے بعد اسے تو کیا کسی بھی عورت کے جسم کا ذائقہ چکھنے کا قابل نہیں رہے گا۔اس کی بات پر درفشاں کی آنکھوں میں بے یقینی آئی۔۔ جبکہ جسم کی کپکپاہٹ میں مزید اضافہ ہوا تھا۔"آبان خان۔

اس کے لب بے آواز پھڑ پھڑائے۔وہ بے یقینی سے اپنے سامنے کھڑے شخص کو دیکھ رہی تھی۔ہاں وہ وہی تھا۔۔ لیکن یہ یہاں کیسے۔اس نے بے ساختہ سوچا۔ کہیں اسے میرے بھاگنے کا تو نہیں پتہ چل گیا۔اس نے سوچتے ہی بے ساختہ جھرجھری سی لی۔اللہ نہ کرے ایسا ہو۔اگر ایسا ہوا تو یہ شخص

مجھے انہی لوگوں کے ساتھ زندہ دفنادے گا۔یہ سب سوچتے اس کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔!!"ک۔۔۔کیا مطلب کون ہو تم۔شیرو نے خوف زدہ ہوتے اسے دیکھتے پوچھا۔آبان خان کے نام سے جانا جاتا ہے مجھے۔جس کی عزت پر تم لوگوں نے بری نظر ڈالنے کی کوشش کی ہے۔اب تم لوگوں کو موت ہی مجھ سے بچا سکتی ہے۔آبان خان دو قدم آگے بڑھاتے دھاڑا۔شیرو کو گریبان سے پکڑتے اس نے پے در پے کئی مکّے اس کے منہ پر مارے۔وہ بنا رکے اسے مار رہا تھا۔جبکہ دوسرا شخص یہ سب دیکھتے ابھی چپکے سے کاٹیج سے باہر نکلتا کہ آبان نے اپنی جیب سے پسٹل نکالتے اس کی ٹانگ پر فائر کیا۔وہ چیختے ہوئے وہیں زمین پر ڈھے گیا تھا۔درفشاں یہ سب دیکھتے مزید اپنی آواز نہیں دبا سکتی تھی۔اس کے لبوں سے ایک زوردار چیخ برآمد ہوئی۔آبان خان نے شیرو کو چھوڑتے اس کی طرف قدم بڑھائے۔۔درفشاں تھر تھر کانپتے ہوئے مزید پیچھے سرکی تھی۔اُسے اس وقت مقابل سے بے حد خوف

محسوس ہو رہا تھا۔اس کے قریب جاتے آبان نے اسے بازو سے پکڑے بے دردی سے کھینچ کے کھڑا کیا۔اب آگے تمہارے حلق سے ایک ذرا سی بھی آواز نکلی تو اگلے گولی تمہارے سینے میں ہو گی۔آبان خان اسے بازو سے پکڑتے اپنے نزدیک کیے غرایا۔درفشاں نے روتے ہوئے اسی وقت اثبات میں سر ہلایا تھا۔آبان خان اسے چھوڑتے واپس سے شیرو کی طرف بڑھا۔درفشاں نے کھڑے ہونے کی بلکل بھی ہمت نہیں تھی۔اس کا جسم اس وقت زخموں سے چور تھا۔سیدھی کھڑی رہو۔۔ابھی وہ واپس سے نیچے بیٹھتی کہ آبان خان اس کے پاؤں کے بلکل پاس فائر کرتے دھاڑا۔درفشاں چیختے ہوئے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتے اپنی جگہ سے اچھلی۔لیکن پھر اس کی دھمکی یاد کرتے اپنے منہ پر سختی سے ہاتھ جما گئی۔اب وہ کانپتے ہوئے لرزتے قدموں کے ساتھ کھڑی خوفزدہ نگاہوں سے آبان خان کو دیکھ رہی تھی۔جو اسے قہر بار نگاہوں سے گھورتے ہوئے اپنی جیب سے چھوٹا سا پلاس نما آلہ نکال رہا

تھا۔ شیرو کے پاس بیٹھتے اس نے اس کا ہاتھ پکڑتے پلاس سے بے دردی سے اس کے ناخن کھینچے۔ شیرو کی چیخیں پورے کاٹیج میں گونج رہی تھی۔ تھپڑ کس نے مارا تھا تمھیں؟؟ اپنا کام ختم کرتے اس نے درفشاں کے نزدیک آتے اس سے پوچھا۔ درفشاں نے روتے ہوئے جلدی سے دروازے کے پاس موجود شخص کی طرف اشارہ کیا۔ آبان خان اسی لمحے اس تک پہنچتے چاقو سے اس کے دونوں ہاتھ کاٹ گیا۔ درفشاں کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھلی تھی۔ مقابل اتنا بے رحم ہو گا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ شیرو اور وہ شخص دونوں ہی چیختے چلاتے اب بے ہوش ہو چکے تھے۔ درفشاں بھی مزید اپنے حواس قائم نہیں رکھ سکتی تھی۔ اس کی ٹانگوں سے جیسے جان نکل رہی تھی۔ آبان خان نے کاٹیج کا دروازہ کھولتے ان دونوں کے بے ہوش وجود کو گھسیٹتے باہر لایا۔ درفشاں کے قدم بھی بے ساختہ ہی باہر کی طرف بڑھے تھے۔ ان دونوں کو باہر پہلے سے موجود ایک لاش کے پاس پھینکتے آبان نے ان پر

پیٹرول چھڑکا۔ پیٹرول چھڑکتے اس نے اپنے قدم درفشاں کی طرف بڑھائے۔

درفشاں اسے اپنی طرف آتا دیکھ پیچھے کی طرف بڑھی تھی۔ ہوڈی وہ اپنے سر سے ہٹا چکا تھا۔ اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا۔ جبکہ آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ درفشاں اس کی آنکھوں میں دیکھتے مسلسل پیچھے کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔ آبان خان ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے اس کے بالوں کو اپنی آہنی گرفت میں لے گیا۔ درفشاں کے منہ سے سسکی برآمد ہوئی۔ آبان نے بہت بے رحمی سے اس کے بالوں کو پکڑا ہوا تھا۔ اسے ایسے ہی بالوں سے پکڑتے وہ ان تینوں کے پاس لایا۔ آگ لگاؤ انہیں۔ اسکے ہاتھ میں ماچس تھماتے آبان خان نے جیسے حکم دیا۔ اس کی بات سنتے درفشاں کے کانپنے میں مزید اضافہ ہوا۔ وہ نفی میں سر ہلاتے دو قدم پیچھے بڑھاتی کے اس سے پہلے ہی آبان اس کا جبڑا سختی سے دبوچ گیا۔ آگ لگاؤ درفشاں آبان خان۔ ورنہ

میں نے آگ لگائی تو تمھیں بھی ان تینوں کے ساتھ ہی آگ میں جلاؤں گا۔

وہ اس کے چہرے پر اپنی تپش زدہ سانسیں چھوڑتے دھاڑا۔!!پل۔پلیز یہ مجھ سے نہیں ہو گا۔ت۔۔تم مجھے کوئی اور سزا دے لو۔لیکن یہ نہ کرواؤ پلیز۔درفشاں باقاعدہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ چکی تھی۔اس نے روتے ہوئے جیسے التجا کی۔لیکن مقابل پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔وہ اس کا جبڑا مزید سختی سے دبوچے اس کے ہاتھ میں زبردستی ماچس تھما گیا۔"پانچ منٹ ہیں تمہارے پاس۔اگر آگ نہیں لگی تو میں قسم کھاتا ہوں تمھیں ان کے ساتھ جلادوں گا۔درفشاں نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔وہ قسم کھا چکا تھا۔یعنی وہ سچ میں اس پر کوئی رحم نہیں کرے گا۔آبان خان اسے چھوڑے وہاں موجود ایک پتھر پر بیٹھا۔وہ اپنی جیب سے سگریٹ نکالے لبوں میں دبا گیا۔جبکہ نظریں مستقل اپنے سامنے کانپتی کھڑی اس نازک سی لڑکی پر جمی تھی۔چار منٹ۔۔۔۔اسے ایسے ہی کھڑا دیکھ آبان خان نے کہا۔اس کا لہجہ اتنا سرد

تھا کہ درفشاں کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی۔اس نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود ماچس کو دیکھا اور پھر روتے ہوئے تیلی جلانے کی کوشش کی۔

اس کے ہاتھ بری طرح کانپ رہے تھے۔تیلی اس سے جل ہی نہیں رہی تھی۔آبان خان سامنے بیٹھا سگریٹ کے گہرے کش لیتے اسے سرد نگاہوں سے گھور رہا تھا۔سورج ان دونوں کے بلکل سر پر تھا۔صبح کے سات بج گئے تھے۔۔اس سے ماچس نہ جلتے دیکھ آبان کھڑے ہوتے اپنے بھاری قدموں سے اس کی طرف بڑھا۔درفشاں نے خوفزدہ ہوتے تیزی سے ماچس جلانے کی کوشش کی۔اور اس بار وہ کامیاب ہو گئی تھی۔ماچس کو جلتا دیکھ آبان نے اپنے قدم روکے۔اور آنکھوں سے اسے تیلی کو ان لوگوں پر پھینکنے کو کہا۔درفشاں نے آنکھیں بند کرتے جلدی سے تیلی ان لوگوں کی طرف پھینکی۔

اچانک ہی فضا میں آگ کے شعلے سے دہک اٹھے تھے۔اور وہ تینوں ہی اس آگ کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔درفشاں نے چیختے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔

اور دوسرے ہی لمحے میں وہ بری طرح چیختے ہوئے زمین پر بیٹھتے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ گئی۔!! یہ شخص اس سے جیتے جاگتے انسانوں کو آگ لگوا چکا تھا۔وہ جس نے آج تک مکھی نہیں ماری تھی۔آج دو زندہ لوگوں کو آگ میں جلا چکی تھی۔ابھی آبان اس کی طرف بڑھتا کہ تین گاڑیاں ایک جھٹکے سے در فشاں کے پیچھے آکر رکی۔آبان خان فوراً سے پہچان گیا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں۔

زاویار سب سے پہلے اپنی گاڑی سے اترتے در فشاں کی طرف بڑھا۔جو زمین پر بیٹھے روتے ہوئے ہزیانی انداز میں چیخیں مار رہی تھی۔عدیل, حدائق اور ماہ دیر بھی اپنی اپنی گاڑیوں سے نکلتے اسی طرف بڑھے۔وہ چاروں ہی آبان کو یہاں دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔اور پریشان بھی۔!! زاویار کو در فشاں کی طرف بڑھتے دیکھ آبان خان جلدی سے در فشاں کے سامنے آتے کھڑا ہوا۔ وہیں رک جاؤ زاویار شاہ۔!! اس نے انگلی اٹھا کر زاویار کو آگے بڑھنے سے

روکا۔زاویار کے قدم اسی ٹائم رکے تھے۔درفشاں کی حالت ایسی نہیں تھی کہ اسے اس کے بھائی بھی دیکھ سکتے۔اس کی قمیض جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی۔۔آبان نے بھی یہ باہر روشنی میں آتے ہوئے نوٹ کیا تھا۔جبکہ اس کی کمر کا تو برا حال تھا۔اور ایسی حالت میں آبان خان اپنی بیوی کو کسی کے بھی سامنے نہیں جانے دے سکتا تھا۔چاہے وہ پھر اس کا بھائی ہی کیوں نہ ہو۔تم جاؤ یہاں سے میں اسے خود لے کر آؤں گا۔آبان نے زاویار کی آنکھوں میں دیکھتے سرد لہجے میں کہا۔زاویار نے بھی فلحال چپ رہنا ہی بہتر سمجھا۔۔ان لوگوں کے لیے یہی بہت تھا کہ درفشاں مل گئی ہے۔۔جو غلطی اس نے کی تھی اس کے بعد تو کسی کو بھی اسکی حالت سے فرق نہیں پڑتا تھا۔وہ چاروں خاموشی سے اپنے قدم پیچھے کی جانب لے گئے۔اور پھر تھوڑی ہی دیر میں ان کی گاڑیاں دھول اڑاتی جنگل سے باہر نکلی۔۔۔

درفشاں کی چیخوں کی آواز آنا اب بند ہو گئی تھی۔ آبان خان کی اس کی طرف پیٹھ تھی۔ اپنے پیچھے سے کوئی بھی آہٹ یا آواز نا سنتے آبان خان نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اور درفشاں کو زمین پر ہوش و خرد سے بیگانہ پڑے دیکھتے وہ جلدی سے آگے بڑھتے خود بھی زمین اور بیٹھتے اسے اپنی گود میں ٹرانسفر کر گیا۔۔۔

اس کی نظریں درفشاں کے چہرے کا بڑی گہرائی سے جائزہ لے رہی تھیں۔ ابنا خان نے اپنی انگلیوں کے پوروں سے نرمی سے اس کے سوجے ہوئے گال کو چھوا۔ بہت بیوقوف ہو تم۔ میری پناہوں سے بھاگنے کی کوشش کر رہی تھی نہ۔ اب دیکھو ساری زندگی کے لیے میرے پاس آگئی ہو۔ میں جیسا چاہوں تمہارے ساتھ سلوک کروں۔ اب تو تمہارے گھر والے بھی کچھ نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ وہ تو تمھیں اپنے گھر میں بھی ایک سیکنڈ برداشت

نہیں کرے گیں۔ تو ایسے میں تمہارے پاس ایک ہی ٹھکانہ ہو گا۔ اور وہ ہو گی میری پناہیں۔ ! ! چچچ۔۔۔ تم تو بہت بری طرح پھنس گئی ہو۔ میری بیوقوف بیوی"۔۔ آبان خان اس کے چہرے کی طرف دیکھتے گویا ہوا۔ اس کے گال پر تھپڑ کا نشان دیکھتے وہ جیسے پاگل ہو رہا تھا۔ اگر اس بندے کے ہاتھ بھی نہ جلائے ہوتے تو یقیناً وہ ان کا قیمہ بنا دیتا۔۔ اسے نرمی سے اپنی بانہوں میں اٹھاتے آبان خان اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔ آبان نے اسے دوسری سیٹ پر نہیں بٹھایا تھا۔ بلکہ اسے ایسے ہی اپنی گود میں لیے وہ گاڑی میں بیٹھتے گار سٹارٹ کر گیا۔ اس کا رخ سب سے پہلے کسی مارکیٹ کی طرف تھا۔ تاکہ پہلے درفشاں کے لیے کوئی چادر لے سکے۔

زاویار شاہ، ماہ دیر، حدائق اور عدیل چاروں ایک ساتھ گھر میں داخل ہوئے۔ سب لاؤنج میں بیٹھے ان لوگوں کا ہی انتظار کر رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر نوین

بیگم فوراً صوفے سے اُٹھتے ان کی طرف بڑھیں۔ رو رو کر وہ بے حال ہو رہی تھیں۔ کہاں ہیں درفشاں۔ لائے نہیں اُسے اپنے ساتھ تم لوگ۔ وہ ان کے پیچھے درفشاں کو ڈھونڈھتے ہوئے گویا ہوئیں۔ زاویار نے اپنی ماں کی حالت دیکھتے کرب سے آنکھیں بند کی۔ اسے درفشاں پر انتہا کا غصّہ تھا۔ جس نے چند لمحوں میں ہی ان سب کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ مام وہ بلکل ٹھیک ہے۔ آبان خان کے ساتھ ہے وہ۔ آپ فکر نہ کریں اس کی۔ زاویار نے انہیں بازو سے پکڑتے صوفے پر بٹھاتے خود انکے قدموں میں بیٹھتے کہا۔۔ باقی سب بھی اب لاؤنج میں موجود صوفوں پر بیٹھے تھے۔ اس کی بات سنتے سب نے ہی سکون کا سانس خارج کیا۔ ماہ دیر کی نظریں نائرہ کی ڈھونڈ رہی تھی جو یہاں کہیں بھی موجود نہیں تھی۔ لیکن بیٹے آبان کے پاس کیسے گئی وہ۔ دادا جی نے الجھن بھرے انداز میں سوال کیا۔ اب یہ تو مجھے بھی نہیں پتہ کے آبان وہاں کیسے پہنچا۔ لیکن اگر آج درفشاں کی عزت سلامت ہے۔ اور اگر آج وہ زندہ ہے تو

صرف اور صرف آبان خان کی وجہ سے۔ دیکھا تھا ہم لوگوں نے کیسے اس نے درفشاں کو کڈنیپ کرنے والوں کو زندہ جلا رکھا تھا۔۔۔ایک بات تو ہے میری دونوں بہنوں کی قسمت میں شوہر بہت اچھے آئے ہیں۔ لیکن دونوں کو ہی اُن کی قدر نہ کرنی آئی۔ان سب کو تفصیل سے ساری بتاتے زاویار آخر میں افسوس سے گویا ہوا۔اس کی بات سے سبھی نے اتفاق کیا تھا۔۔ جبکہ ماہ دیر جو شروع میں اپنی تعریف پر مسکرا رہا تھا۔اس کی آخری بات پر اسے زبردست گھوری سے نوازا۔وہ سب کے سامنے بیٹھا اس کی بیوی کی برائی کر رہا تھا۔ بھلا کہاں برداشت کرتا ماہ دیر شاہ یہ سب ؟؟!! مہمانوں سے کہنا ہے کہ درفشاں سیڑھیوں سے گر گئی تھی۔کافی چوٹیں آئی ہیں اُسے۔اسی لیے ابھی اس کی رخصتی میں فلحال کے لیے تاخیر کے دی ہے۔سب اپنا بیان ایک ہی رکھے گیں۔تاکہ معاملہ جتنا ہو سکے دب جائے۔!! دادا جی نے سب کی طرف دیکھتے کہا۔سب نے ہاں میں سے ہلایا۔آخر گھر کی عزت کا سوال

تھا۔۔! چلو اب سب زاویار کی بارات کی تیاریاں کرو۔ درفشاں والا معاملہ آبان خود سمبھال لے گا۔ مجھے یقین ہے اس پر۔ دادا جی کہتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔!! باقی عورتیں بھی اب ناشتے کی تیاریوں کے لیے کچن کی طرف بڑھ گئیں۔۔! سب ہی آبان خان کے بے حد شکر گزار تھے۔ کہ جس نے ان کے گھر کی عزت کو صحیح وقت پر بچا لیا تھا۔

درفشاں کے لیے شال خریدتے آبان خان نے نرمی سے اس کے وجود کو شال سے کور کیا۔ اب اس کے انداز میں نرمی ہی نرمی تھی۔ سختی کا کہیں شائبہ تک بھی نہ تھا۔۔ درفشاں ابھی تک بے ہوش تھی۔ آبان خان کی گاڑی کا رخ اب ہسپتال کی جانب تھا۔۔ ہسپتال پہنچتے آبان خان اسے اپنی باہوں میں بھرے ایمرجنسی وارڈ کی طرف لایا۔ وہاں موجود لوگ حیرت سے اس وجیہہ اور شاندار مرد کی باہوں میں ایک لڑکی کو دیکھ رہے تھے۔ جس کا پورا

وجود ایک کالی چادر میں چھپا ہوا تھا۔۔ آبان خان کی آنکھیں سرخ متورم تھیں۔ جبکہ بال ماتھے پر بکھرے تھے۔ وہ اس حلیے میں بھی نظر لگ جانے کی حد تک پر کشش اور خوبصورت لگ رہا تھا۔ درفشاں کو سٹریچر پر لٹاتے ڈاکٹرز اندر لے گئے تھے۔۔ جبکہ آبان خان باہر ہی کھڑا تھا۔ اس نے زاویار کو کال کر کے بتا دیا تھا کہ وہ ہسپتال میں ہے۔ وہ لوگ بھی کچھ دیر تک پہنچنے ہی والے تھے۔۔۔!! آبان خان مسلسل پریشانی سے اِدھر اُدھر چکر کاٹ رہا تھا۔ ڈاکٹرز کو اندر گئے بیس منٹ سے زیادہ ہو چکے تھے۔ اس کے اپنے گھر سے عزرا بیگم اور دلشاد صاحب کی بے تحاشہ کالز آ چکی تھی۔ مگر اس نے کسی کی بھی کال ریسیو نہیں کی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ سب کو ایسا کیا بہانہ بنائے کہ اس کی برات کینسل ہو جائے۔ کیوں کہ درفشاں کی حالت بلکل بھی ٹھیک نہیں تھی۔ ابھی وہ یہی سب سوچ رہا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھولے ایک نرس باہر آئی۔۔ آبان فوراً سے اس کی طرف بڑھا۔ کیسی ہیں میری

وائف اب۔۔اس نے بنا کوئی تمہید باندھے سیدھا در فشاں کے بارے میں سوال کیا تھا۔ جبکہ نرس تو بس اس شاندار مرد کو اپنی بیوی کے لیے اتنا پریشان ہوتے دیکھ مسکرا کر رہ گئی۔۔!!"مسٹر آبان آپ کو ڈاکٹر اپنے کیبن میں بول رہی ہیں۔آپ کی وائف کے متعلق انہوں نے کوئی بات کرنی ہے۔ مسکرا کر کہتی وہ واپس مڑ گئی۔ جبکہ آبان بھی ہاں میں سر ہلاتا اسی کے پیچھے گیا۔۔آیئے مسٹر آبان۔۔۔پلیز ہیو آسیٹ۔ڈاکٹر نے اسے دیکھتے خوش دلی سے اپنے سامنے موجود کرسی پر بیٹھنے کو کہا۔۔آبان خان سپاٹ سا چہرہ لیے اس کے سامنے بیٹھا۔۔

ڈاکٹر میری وائف۔؟؟جی جی مسٹر آبان آپ بے فکر رہیں۔وہ ہر قسم کے" خطرے سے باہر ہیں۔۔لیکن وہ بلکل ٹھیک ہیں اس کا میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔۔ابھی آبان کچھ کہتا کہ ڈاکٹر اس کی بات کاٹتی گویا ہوئی۔۔کیا مطلب ہے آپ کی اس بات کا۔آبان خان کرسی پر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔دیکھیں بات یہ

ہے کہ دراصل آپ کی وائف کو کسی تشدد کا نشانہ بنایا گیا ہے جیسے۔اُن کی کمر پوری کانٹوں سے بھری ہوئی تھی۔ایسے لگتا تھا جیسے انہیں بے دردی سے گھسیٹا گیا ہے۔۔اس کے علاوہ اُن کے پورے جسم پر زخموں کے نشان ہیں۔ مینٹلی اسٹریس بھی انہیں بہت زیادہ ہے۔چہرے کا بھی حشر بگڑا ہوا ہے۔ اُن کے ساتھ کیا ہوا ہے یہ تو اب آپ ہی بہتر جانتے ہونگے۔لیکن فلحال انہیں ریکور کرنے میں تھوڑا وقت لگے گا۔وہ جیسے جیسے بول رہی تھی۔ویسے ویسے آبان خان کی مٹھیاں بھینچتی جا رہی تھیں۔ہم نے ان کے زخموں کی ڈریسنگ کر دی ہے۔جب انہیں ہوش آئے گا آپ لے کر جا سکتے ہیں انہیں۔لیکن ان کے زخموں پر پراپر ڈریسنگ کرنی ہے روز آنہ۔اور اس کے علاوہ انہیں اسٹریس سے دور رکھیے گا۔ورنہ ان کے دماغ پر بری طرح اثر ہو گا۔اور کچھ بھی ہو سکتا ہے۔میں یہ کچھ میڈیسن لکھ کر دے رہی ہوں جو انہیں صبح شام کھلانی ہیں۔پروفیشنل لہجے میں مسکرا کر کہتی وہ آبان کے ہاتھ

میں ایک پرچی تھما گئیں۔ جس پر دوائیوں کے نام لکھے تھے۔ تھینک یو ڈاکٹر۔ آبان خان نے کرسی سی کھڑے ہوتے کہا اور باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

درفشاں کے کمرے کی طرف جاتے اس کے قدم رکے تھے۔ کیوں کہ سامنے ہی زاویار شاہ, مظہر شاہ اور جمیل صاحب ہسپتال کی راہداری میں کھڑے تھے۔ وہ لوگ بھی آبان کو دیکھ چکے تھے۔ مظہر شاہ آبان کو دیکھتے اس کی طرف بڑھے۔ آبان خاموشی سے کھڑا انہیں اپنی طرف آتے دیکھ رہا تھا۔ "بیٹا میں تمھارا کس منہ سے شکر ادا کروں۔ اگر آج تم نہ ہوتے تو نجانے کیا ہو جاتا۔ مظہر شاہ اس کے آگے ہاتھ جوڑتے بولے۔ کئی آنسو ان کی آنکھوں سے گر کر بے مول ہو رہے تھے۔ آبان خان نے جلدی سے ان کے ہاتھ تھامے۔ آپ کی بیٹی میری بھی کچھ لگتی ہے۔ میری بھی عزت ہے وہ۔ اور اپنی عزت پر آبان خان کسی کی بری نظر برداشت نہیں کرتا۔ ان کے ہاتھ تھامے وہ اٹل لہجے میں بولا۔ مظہر شاہ نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ یہ درفشاں

کے لیے میڈیسن لانی ہے۔ تم لے آنا۔ مجھے تھوڑا کام ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ زاویار کے ہاتھ میں پرچی تھماتے وہ آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ مظہر شاہ کی آواز پر اس کے قدم رکے۔۔

ہم درفشاں کو اپنے گھر نہیں لے کر جائے گیں۔۔ وہ اب تمہارے ساتھ جائے گی۔ آگے مرضی ہے تمہاری۔ چاہے تو اسے جان سے مار دینا ہم لوگ کچھ نہیں کہے گیں۔ جو لڑکی ہماری عزت نہیں رکھ سکتی۔ اس کی ہمارے گھر میں بھی کوئی جگہ نہیں ہے۔ اپنے گھر والوں کو کچھ بھی کہہ دینا لیکن درفشاں ہمارے ساتھ نہیں جائے گی۔۔ مظہر شاہ سختی سے کہتے باہر کی جانب بڑھے۔ جبکہ ان کی بات پر آبان خان نے بری طرح اپنے جبڑے بھینچے۔ انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا تھا۔ اور ایسا کرنے کے لیے بھی انہیں دادا جی نے کہا تھا۔ زاویار اور جمیل صاحب بھی ایک نظر آبان خان کو دیکھتے انکے پیچھے ہی باہر کی جانب بڑھے۔

جبکہ آبان خان جبڑے بھینچے کھڑا تھا۔اس کا سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ایک وہ پوری رات سویا نہیں تھا۔اوپر سے درفشاں کی ٹینشن وہ بس ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔اب اسے ہی کچھ کرنا تھا۔اپنی بیوی کے لیے اسے خود ہی اسٹینڈ لینا تھا۔

قسط نمبر:15

آبان خان آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولے اندر داخل ہوا۔وہ ابھی تک ہسپتال میں ہی تھا۔گھر والوں کو اس نے فون کر کے اپنی خیریت کا بتا دیا تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ درفشاں کا ایکسڈینٹ ہو گیا ہے۔اس لیے وہ درفشاں کے پاس ہی ہسپتال میں موجود ہے۔سب پریشان تو بہت ہوئے تھے لیکن وہ ان لوگوں کو تسلی دیتے اپنی رخصتی سادگی سے کرنے کا کہہ گیا۔سب نے بھی یہی مناسب سمجھا تھا۔دلشاد صاحب تو ہاسپٹل آنے کی کر رہے تھے۔لیکن

پھر آبان خان کے منع کرنے پر رکے۔گھر میں بہت مہمان تھے۔ایسے میں باتیں بنتی۔اسی لیے آبان نے انہیں آنے سے منع کر دیا تھا۔۔۔۔

آبان خان نے اندر داخل ہوتے دروازہ آہستہ سے بند کیا۔درفشاں کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔وہ دھیمے قدموں سے اس کے قریب جاتے اس کے پاس ہی جگہ بنائے بیڈ پر بیٹھا۔درفشاں کے دونوں ہاتھوں پر ڈرپ لگی ہوئی تھی۔جبکہ جگہ جگہ جسم پر زخموں پر پٹیاں کی گئی تھیں۔آبان خان نے اس کے پاس بیٹھتے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا۔اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے اس نے بہت نرمی سے ڈرپ پر اپنے لب رکھے۔"درفشاں آبان خان تم بلکل میرے ٹکر کی ہو۔وہ آبان خان جو کسی کے مرنے پر بھی نہیں روتا اُسے لمحوں میں تم نے تڑپا کر رکھ دیا۔سہی کہتے ہیں لوگ جو جیسا ہو اسے ویسا ہی ملتا ہے۔مجھ انا پرست کو تم جیسے ہی کوئی ملنی تھی۔"۔آبان خان اس کے چہرے پر نظریں جمائے گہرے لہجے میں بولا۔اس کی آنکھوں میں ہلکی

سی نمی تھی۔۔تم سے لاکھ عشق صحیح لیکن اس غلطی کی سزا تمھیں لازمی ملے گی۔یہ وعدہ ہے آبان خان کا تم سے۔آبان خان نے کہتے تھوڑا آگے جھکتے اس کے ماتھے پر شدت سے لب رکھے۔وہ یہاں لب رکھتے کچھ دیر ٹھہر گیا تھا۔ماتھے کے بعد اس کی آنکھوں، ناک، اور گالوں پر اپنے لب رکھے وہ انہیں اپنے لمس سے مہکا رہا تھا۔گالوں سے سفر کرتے اس کے لب درفشاں کے ہونٹوں کے قریب آکر رکے۔کچھ دیر رکتے آبان خان نے دل کی آواز پر لبیک کہتے شدت سے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔وہ بغیر اس کی بے ہوشی کی پرواہ کیے اس کی سانسیں بہت شدت سے انہیل کر رہا تھا۔در فشاں ہلکا سا کسمسائی۔اپنی سانسیں بلکل بند ہوتی محسوس کرتے اس کی آنکھ ایک جھٹکے سے کھلی تھی۔اُسے ہوش آچکا تھا۔مگر اس کا دماغ جیسے ابھی تک نہیں جاگا تھا۔آبان خان کو اپنے اوپر جھکے دیکھ اس کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھلی۔اس کا سانس بلکل بند ہونے والا تھا۔مگر آبان خان کو ذرا بھی ترس

نہیں آرہا تھا۔ وہ اس کا ہوش میں آنا بھی نوٹ کر چکا تھا۔ لیکن پھر بھی اس ہونٹوں کو اپنی گرفت سے آزاد نہیں کیا۔

درفشاں نے اس کے کندھے پر مکے برساتے اسے ہوش دلانے کی کوشش کی۔ جو آنکھیں بند کیے اس کی سانسوں کا دشمن بنا ہوا تھا۔ اس کے ایسے اپنے کندھے پر مکے مارنے سے آبان خان ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوا۔۔ درفشاں تکیے پر اپنا سر پٹخے گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ "دماغ خراب ہے تمھارا۔ اندھی ہو نظر نہیں آرہا کہ ہاتھوں پر ڈریپ لگی ہوئی ہے۔ جو ایسے پاگلوں کی طرح ہاتھ چلانا شروع کر دیے۔ آبان خان پھولتی سانسوں کے درمیان غصے سے بولا۔ اس کا اپنا سانس بری طرح پھول چکا تھا۔ درفشاں نے ایک نظر اسے دیکھا۔ تھوڑی دیر پہلے کا سارا منظر اس کی آنکھوں میں جیسے کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔ وہ آنکھوں میں ڈھیروں خوف لیے بے ساختہ ہی پیچھے کی طرف کھسکی۔ آبان خان اس کی آنکھوں میں اپنے لیے بے پناہ خوف

دیکھتے استہزائیہ مسکرایا۔اگر یہ خوف تم مجھ سے پہلے کھا لیتی تو یقین کرو گھر سے بھاگنے سے پہلے ہزار بار سوچتی۔۔آبان خان اسے بازو سے پکڑے دوبارہ اپنے نزدیک کرتے غرایا۔درفشاں کا جسم اس کے اپنے نزدیک کرنے پر بری طرح لرزنے لگا تھا۔"م۔۔مجھے مت جلانا پلیز۔۔درفشاں نے اپنی سہمی آنکھیں اس کی آنکھوں میں ڈالے کہا۔آبان خان نے افسوس سے اسے دیکھا۔تمھیں لگتا ہے میں تمھیں جلا سکتا ہوں؟اس نے بہت دھیمے سے سوال کیا۔کہ بمشکل ہی درفشاں تک اس کی آواز پہنچی تھی۔"ہاں ت۔۔۔تم نے قسم اٹھائی تھی۔درفشاں نے روتے ہوئے کانپتے لہجے میں کہا۔ہاں جلاؤں گا تمھیں۔اگر آئندہ تم نے میری کسی بھی بات کو رد کیا۔یا میری پناہوں سے بھاگنے کی کوشش کی تو میں تمہیں زندہ جلادوں گا یاد رکھنا۔۔۔آبان خان نے ایک گہری سانس بھرتے کہا۔مقابل اس وقت بلکل کوئی معصوم سی بچی لگ رہی تھی۔!!ہی۔۔ہاں میں مانوں گی تمہاری

ساری بات۔اس نے خوفزدہ ہوتے جلدی سے حامی بھری۔پکا ساری باتیں مانو گی۔؟؟آبان خان اسے اپنے مزید نزدیک کرتے بوجھل آواز میں سوال پوچھا۔۔درفشاں نے صرف ہاں میں سر ہلایا تھا۔"اوکے کس می۔۔"درفشاں نے اس کے حکم پر آنکھیں پھاڑے اسے دیکھا۔آبان خان اس سے ایسی فرمائش کرے گا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔اس کا چہرہ بری طرح سرخ پڑا۔

کرو کس۔ورنہ جانتی ہو تم مجھے۔اسے ایسے ہی سرخ پڑتے دیکھ آبان خان اپنے لہجے کو سخت بناتے بولا۔درفشاں نے آنکھوں میں ڈھیروں خوف لیے جلدی سے اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھے۔اسے فلحال اس دنیا میں سب سے زیادہ ڈر آبان خان سے لگ رہا تھا۔اس کا بے رحم روپ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی۔آبان خان اس کا لمس اپنے ہونٹوں پر محسوس کرتے سٹل ہوا۔اُسے اُمید نہیں تھی کہ درفشاں واقعی میں اسے کس کرے گی۔ابھی وہ اس کا لمس صحیح سے محسوس بھی نہیں کر سکا تھا کہ وہ اپنے لب

اس کے ہونٹوں سے ہٹاتے پیچھے ہو چکی تھی۔۔اس کا لال سرخ چہرہ دیکھتے آبان خان اپنا منہ نیچے کیے ہلکا سا مسکرایا۔ لیکن وہ اس کی آخری مسکراہٹ تھی۔اب اس کا چہرہ بلکل سپاٹ ہو چکا تھا۔ جبکہ آنکھیں جو پہلے ہی لال تھیں۔اب جیسے ان میں پہلے والی ہی وحشت ٹپک رہی تھی۔۔! تمہارے گھر والوں نے کہہ دیا ہے کہ میں چاہوں تو تمھیں جان سے مار دوں۔وہ لوگ اب تمھیں نہ تو اپنے گھر میں رکھے گیں۔اور نہ ہی دوبارہ تمہاری شکل دیکھے گیں۔آبان خان نے کہتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ جہاں اب کوئی تاثر نہیں تھا۔ جبکہ اس کی آنکھوں سے آنسو مسلسل گر رہے تھے۔۔مجھے اندازہ تھا کہ ایسا ہی کچھ ہو گا۔درفشاں نے اپنے آنسو صاف کرتے کہا۔ تو کس نے کہا تھا اتنا عظیم کام کرنے کو؟؟ آبان خان سختی سے اس کا جبڑا پکڑے غرایا۔"اس دوست کا نمبر دو جس کے ساتھ جانے والی تھی تم۔؟؟اس کی بات پر درفشاں کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔اپنے اوپر بیتا ہر درد یاد آگیا

تھا۔!!م۔۔۔میرے موبائل میں تھا۔وہ وہیں جنگل میں گر گیا تھا۔اس نے نظریں جھکائے جواب دیا۔دل تو کر رہا ہے تمہارے جسم کے اتنے ٹکڑے کروں کہ کوئی بھی تمھیں پہچان نہ سکے۔لیکن پھر عزت بیچ میں آجاتی ہے۔یقین کرو آج اگر ہماری شادی نہ ہوتی تو اپنے ہاتھوں سے تمہاری قبر کھودتا میں۔اور اس قبر کے ساتھ ہی اس گھٹیا ولید کی قبر ہوتی۔یقین کرو ایسا کرتے مجھے ذرا برابر بھی افسوس نہیں ہونا تھا۔کیوں کہ تم یہی ڈیزرو کرتی ہو۔آبان خان اس کا جبڑا مزید سختی سے پکڑے دھاڑا۔درفشاں کو لگ رہا تھا آج اس کا جبڑا ٹوٹ ہی جائے گا۔آپ کو کیسے پتہ تھا کہ میں وہاں ہوں؟؟ بالآخر کب سے اپنے دل میں پلتا سوال درفشاں نے پوچھ ہی لیا تھا۔اس کی بات سنتے بے ساختہ ہی آبان خان کی آنکھوں کے سامنے کل رات کا منظر لہرایا۔جب اسے ایک انجانے نمبر سے میسیج آیا تھا۔۔

:کل رات

آبان خان سب کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھا اپنے موبائل میں مصروف تھا۔ بظاہر تو وہ موبائل میں مگن تھا لیکن اس کا سارا دھیان اپنے سامنے بیٹھی در فشاں پر تھا۔ جو کب سے بے چینی سے بار بار لاؤنج میں موجود گھڑی کی طرف رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ در فشاں آخر اتنی بے چین کیوں ہے۔ ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اسے اپنے پرسنل نمبر پر کسی انجانے نمبر سے میسیج موصول ہوا۔ آبان خان تھوڑا بہت میسیج باہر سے ہی پڑھ چکا تھا۔ تجسس کے مارے اس نے فوراً سے میسیج اوپن کرتے پڑھا۔۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں نا سمجھی سی پھیلی۔ میسیج کچھ یو تھا کہ۔۔ "وقت ہوا چاہتا ہے آبان خان سے اپنے ساتھ ہوئی ایک ایک زیادتی کا بدلہ لینے کا۔ جس عزت کی خاطر تم اپنی جان تک دے سکتے ہو اسی عزت کو سارے شہر میں نیلام نہ کیا تو میں بھی اپنے باپ کا نہیں۔" تمھارا دشمن "۔۔ یہ میسیج لکھتے اینڈ میں نام کی جگہ تمھارا دشمن لکھا گیا تھا۔ یہ سیدھا سیدھا ایک دھمکی بھرا میسیج

تھا۔ لیکن کچھ تھا اس میں جو اسے کھٹک رہا تھا۔ اسی لیے بار بار اس میسیج کو سمجھ کر پڑھنے لگا۔ میری عزت کو سارے شہر میں نیلام کس طرح کر سکتا ہے کوئی۔ آبان خان نے اپنے دماغ پر زور ڈالتے سوچا۔ کہ اس کی اچانک نظر اپنے سامنے بیٹھی درفشاں پر پڑی۔ جو پریشانی سے کبھی اپنے موبائل کو تو کبھی گھڑی کو دیکھ رہی تھی۔ آبان خان اسے دیکھ کر چونکا تھا۔ اس کے ذہن میں جیسے جھماکا سا ہوا۔ اسی لمحے آبان خان کے دل نے شدت سے دعا کی تھی۔ کہ جیسا وہ سوچ رہا ہے ویسا بھی نہ ہو۔ لیکن پھر دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے اس نے اپنے پی اے کو درفشاں کے گھر کے باہر ایک گارڈ کھڑا کرنے کو کہا۔ پر ساتھ ہی اس نے اُسے وہ نمبر بھی سینڈ کر دیا تھا جس سے میسیج آیا تھا۔ تاکہ اس کا پی اے اس نمبر کی ڈیٹیلز نکلوا کر دے سکے۔ تھوڑی دیر کے انتظار کے بعد ہی اس کے پاس نمبر سے متعلق ساری انفارمیشن پہنچ چکی تھی۔ وہ نمبر حنان لغاری کا تھا۔ جو بزنس کی دنیا میں اس کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ آبان

خان نے ساری انفارمیشن دیکھتے اپنی پیشانی انگوٹھے اور ایک انگلی سے سہلائی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی اگر یہ نمبر حنان لغاری کا ہے تو درفشاں کا اس سب سے کیا تعلق۔ حنان لغاری کی دی گئی دھمکیوں کی اسے ذرا برابر پرواہ نہیں تھی۔ وہ صرف گرج سکتا تھا۔ برسنا اس کے بس کی بات ہی نہیں تھی۔ وہ پہلے بھی آبان خان کو خالی خولی دھمکیاں دے چکا تھا۔ جس کا اس نے کوئی اثر نہیں لیا تھا۔ لیکن اب کی بار اسے معاملہ تھوڑا سیریس لگ رہا تھا۔ آبان خان نے جھنجھلاتے ہوئے دوبارہ سے اپنے پی اے کو کال ملائی۔ وہ لاؤنج سے اُٹھتے تھوڑا سائڈ پر ہو گیا تھا۔ ایک نمبر تمھیں سینڈ کر رہا ہوں۔ اس سم پر جتنی بھی ریسینٹ کالز آئی ہیں۔ سب کی انفارمیشن تفصیل سے چاہیے مجھے۔ ہری اپ صرف دس منٹ ہیں تمہارے پاس۔ کچھ بھی کرو دس منٹ میں مجھے سارا ڈیٹا چاہیے ہے۔ اپنی سنا کر وہ بغیر اگلے کی کوئی بات سنے کال کٹ کر گیا۔ جبکہ اس کا پی اے تو بس تلملا کر رہ گیا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ

اس کے باس کو رات کے ڈھائی بجے کونسے دورے پڑ رہے ہیں۔ جو وہ اپنی اور اس کی دونوں کی نیندیں حرام کیے ہوئے ہے۔ آبان خان اسے نمبر سینڈ کر چکا تھا۔ وہ مسلسل اِدھر سے اُدھر چکر لگاتے پی اے کی طرف سے میسیج کا انتظار کر رہا تھا۔ سب ہی آپس نے باتوں میں مشغول تھے۔ اسی لیے اس کی غیر موجودگی کا کسی نے بھی کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا۔ جبکہ درفشاں کو تو جیسے اِرد گرد کا ہوش ہی نہیں تھا۔ وہ تو بس سب کے یہاں سے جانے کا انتظار کر رہی تھی۔ ! ! اپنے فون پر نوٹیفکیشن بجتے محسوس کرتے آبان خان نے جلدی سے اسے اوپن کر کے دیکھا۔ اس کے پی اے نے ساری ریسنٹ کالز کی ہسٹری نکال کر دے رکھی تھی۔ آبان خان نے ولید نامی بندے کی اتنی ساری کالز دیکھتے اپنی مٹھیاں بھینچی۔ اس کی آنکھیں پل میں سرخ ہوئی تھی۔ اب اسے معاملہ کچھ کچھ سمجھ آنے لگا تھا۔ اس نے اپنے پی اے کو دوبارہ

کال کرتے ایک گارڈ بنگلے کی بیک سائڈ پر کھڑا کروانے کو کہا۔اُسے صبح تک در فشاں کی حفاظت کرنی تھی۔

گارڈز کھوا کر تسلی کرواتے وہ سب کے ساتھ گھر کی جانب بڑھ گیا تھا۔لیکن اس کا دل اور دماغ بری طرح در فشاں میں اٹکا ہوا تھا۔ساری رات اس نے اپنا موبائل اپنی آنکھوں کے سامنے رکھا۔کہ کہیں کال آنے پر دیر نا ہو جائے۔ اور پھر ساڑھے تین بجے کے قریب اسے کال آ ہی گئی تھی۔کال اس کے گارڈ کی تھی۔جو اس نے در فشاں لوگوں کے گھر کی بیک سائڈ پر کھڑا کروایا تھا۔ آبان خان نے فوراً سے کال ریسیو کی۔عموماً اس شخص نے آج تک اپنے کسی گارڈ سے بات نہیں کی تھی۔ہمیشہ اس کا پی اے ہی سب کو دیکھتا تھا۔لیکن آج وہ کر رہا تھا۔اپنی بیوی کے لیے وہ آج ایک گارڈ سے بات کر رہا تھا۔۔اور پھر اسے جو خبر آگے سے ملی تھی۔وہ اس کے تمام شک کو یقین میں بدل چکی تھی۔در فشاں گھر سے نکل چکی تھی۔گارڈ نے اسے بتایا تھا کہ وہ کسی گاڑی

میں بیٹھ کر گئی ہے۔وہ چھپ کے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔آبان خان کے کہنے پر اس نے گاڑی کا نمبر بھی نوٹ کر لیا تھا۔آبان خان گارڈ کو گاڑی کا پیچھا کرنے کو کہتے الماری سے کپڑے نکالتے واشروم کی طرف بڑھ گیا۔اسے جلد سے جلد وہاں پہنچنا تھا۔جہاں درفشاں گئی تھی۔!! باہر آکر وہ ابھی موبائل اٹھانے ہی لگا تھا کہ اس کا موبائل آف تھا۔اس نے حیرت سے ایک بار فون کو دیکھا۔جو ابھی تک بلکل ٹھیک چل رہا تھا۔اور ابھی آف بھی ہو گیا تھا۔اور دوبارہ آن بھی نہیں ہو رہا تھا۔آبان خان نے دو تین بار اسے آن کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں ہوا تھا۔اس نے غصے سے پاگل ہوتے فون سامنے دیوار میں مارا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی اب کیا کرے۔کچھ سوچ کر وہ اُٹھتے فائزہ کے کمرے کی طرف بڑھا۔فائزہ کے کمرے کا دروازہ کھٹکٹاتے اسے شدید سبکی کا احساس ہو رہا تھا۔لیکن فلحال اُسے یہ کرنا ہی تھا۔فائزہ جو سونے کے لیے لیٹی تھی اپنے کمرے کے دروازے پر ہوتی دستک پر بری طرح چونکی۔

اس وقت کون آگیا۔؟؟اس نے حیرت سے سوچتے دروازہ کھولا۔ لیکن سامنے آبان خان کو دیکھتے تو جیسے وہ بے ہوش ہونے والی تھی۔دی اناپرست آبان خان اس وقت اس کے کمرے میں موبائل مانگنے آیا تھا۔اوہ گاڈ وہ مانگ رہا تھا۔فائزہ حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں تھی۔اسے سوچوں میں گم دیکھتے آبان نے اس کے سامنے چٹکی بجائی۔اگر نہیں دے سکتی ہو تو بتادو۔آبان کہتے واپس مڑنے ہی لگا تھا کہ فائزہ کی آواز پر رکا۔لے جائیں۔آبان بھائی۔ فائزہ نے کہتے اپنا موبائل اسے تھمایا۔آبان خان فوراً سے موبائل پکڑتے اپنے کمرے کی جانب بڑھا۔اپنے فون سے سم نکالتے اس نے فائزہ کے فون میں ڈالی۔اور پھر اس میں سے گارڈ کا نمبر ڈائل کیا۔دوسری طرف سے پہلے تو چار پانچ بیلز پر بھی فون نہیں اٹھایا گیا۔آبان خان جتنا پریشان تھا اتنی ہی دیر ہو رہی تھی۔اس نے جھنجھلاتے ہوئے دوبارہ نمبر ٹرائے کیا۔اب کی بار فون اٹھالیا گیا تھا۔کہاں مر گئے تھے تم؟؟۔آبان خان فون ریسیو ہوتے دیکھ

دھاڑا۔دوسری طرف گارڈ فون پر بھی اس کی دھاڑ سنتے جی جان سے لرز اٹھا تھا۔سر وہ جنگل کی طرف سگنل نہیں آتے۔اس لیے نہیں اٹھا سکا۔جنگل تم جنگل میں کیا کر رہے ہو۔آبان نے سخت لہجے میں پوچھا۔سر میڈیم کی گاڑی جنگل میں آکر رکی تھی۔اس کی بات سنتے آبان ایک جھٹکے سے اپنے بیڈ سے کھڑے ہوتے باہر کی جانب بڑھا۔اس کا چہرہ حد سے زیادہ سپاٹ تھا۔دشمن اس کی طاق میں بیٹھے تھے۔اور اس کی بیوی انہیں سب سے اچھا موقع فراہم کر گئی تھی۔آبان خان سے بدلے لینے کا۔اسے سب سے زیادہ غصّہ در فشاں پر تھا۔مقابل اگر اس کی محبت نا ہوتی وہ اسے زندہ دفنا دیتا۔سوچتے اس نے گاڑی میں بیٹھتے گاڑی کو گیٹ سے باہر نکالا۔گارڈ سے وہ مسلسل رابطے میں تھا۔بھلے ہی سگنل ایشو ہو رہا تھا۔لیکن پھر بھی اس نے کال کٹ نہیں کی تھی۔اس کی گاڑی فراٹے بھرتی کراچی کے راستوں پر گامزن تھی۔۔۔

حال:

کیسے پتہ چلا تھا آپ کو۔ درفشاں نے اسے سوچوں میں گم دیکھتے پھر سے سوال کیا۔ آبان خان نے سوچوں سے باہر نکلتے ایک خاموش نظر اس پر ڈالی۔ اور پھر اٹھ کر باہر کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ اسے جاتا دیکھ درفشاں بھی سکون کا سانس لیتے سیدھی ہو کر لیٹی۔ ورنہ جب تک وہ اس کے پاس بیٹھا تھا خوف سے اس کی سانسیں اٹکی ہوئی تھیں۔

شاہ ولا میں برات کی تیاریاں چل رہی تھی۔ سب ہی تیار ہونے میں مصروف تھے۔ اس وقت شام کے پانچ بج رہے تھے۔ خان ولا والے سارے ہال میں پہنچ چکے تھے۔ ان لوگوں کو کافی دیر ہو چکی تھی۔ وہ سب تیار بس اب جانے

کے لیے کھڑے تھے۔۔۔زاویار شاہ آف وائٹ کلر کی شیر وانی پہنے جس پر سلک وائٹ فیبرک کا کام ہوا تھا۔ سر پر سرخ رنگ کا سہرا پہنے، پاؤں میں آف وائٹ رنگ کے جینٹس کھسے پہنے۔ وہ نظر لگ جانے کی حد تک خوبصورت اور وجیہہ دکھ رہا تھا۔ نوین بیگم کو اسے دولہا بنے دیکھ آنکھوں سے آنسو رک ہی نہیں رہے تھے۔ وہ ہزاروں نوٹ اس کے سر پر سے وار چکی تھیں۔ زاویار شاہ مسکراتے ہوئے انہیں خود پر اتنا پیار نچھاور کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ارے بھئی بس کریں۔ کب سے خان ولا والے لوگوں کی کالز آ رہی ہیں۔ کہ ہم لوگ پہنچے نہیں ابھی تک۔ چلیں اب سب لوگ۔ گاڑیاں نکالیں۔ مظہر صاحب مسکرا کر کہتے باہر کی جانب بڑھے۔ انہوں نے سب مہمانوں کو یہی بتایا تھا کہ آج صرف زاویار کی برات ہے۔ درفشاں شاہ سیڑھیوں سے گر گئی تھی۔ اسی لیے اس کی رخصتی کو فلحال کے لیے ڈیلے کر دیا گیا ہے۔ سب نے کافی باتیں تو بنائی تھیں۔۔ لیکن شاہ ولا کے لوگوں نے

زیادہ دھیان نہیں دیا۔ خان ولا کے لوگوں کو بھی درفشاں کے بارے میں یہی کچھ بتایا گیا تھا۔ وہاں پر ساری بات صرف اشنا اور آبان خان جانتے تھے۔ زاویار نے اشنا کو کسی کو بھی کچھ بتانے سے سختی سے منع کر دیا تھا۔ اور پھر وہ خود بھی سمجھدار تھی۔ اسی لیے اس معاملے کا ذکر کسی سے نہیں کیا۔۔ زاویار شاہ کو سفید رنگ کے پھولوں سے سجی ہوئی لینڈ کروزر میں بٹھاتے باقی سب بھی اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھے۔ ایک ساتھ درجنوں گاڑیاں شاہ ولا سے نکلی تھی۔ ان کی گاڑیاں باہر نکلتے ہی سب نے اپنی گاڑیوں کے شیشوں سے ہاتھ باہر نکالتے فائر کرنا شروع کیے۔۔ فضا میں اچانک کی گولیوں کی تھرتھراہٹ گونج اٹھی تھی۔ زاویار شاہ نے مسکراتے ہوئے ایک نظر اپنے پیچھے آتی گاڑیوں کو دیکھا۔ جہاں پر ان سب نے تیز آواز میں میوزک چلاتے ساتھ فائرنگ کر رہے تھے۔ ایسے ہی ہلا گلا کرتے بارات ہال کی طرف گامزن تھی۔۔۔

اشنا خان اس وقت ہال کے برائیڈل روم میں بیٹھی تھی۔ وہ مکمل طور پر تیار تھی۔ برات کے آنے میں ابھی وقت تھا۔ اشنا خان اس وقت سرخ رنگ کے عروسی لہنگا چولی میں ملبوس تھی۔ اس کا لہنگا کافی گھیر دار تھا۔ جبکہ بلاؤز کا گلا آگے اور پیچھے سے کافی ڈیپ اور فٹ تھا۔ بلاؤز میں سے اس کے نشیب و فراز جیسے باہر چھلک آنے کو بے تاب تھے۔ آگے اور پیچھے دوپٹہ اچھے سے سیٹ کیا گیا تھا۔ جس میں سے کچھ بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ مگر یہ تو وہی جانتی تھی کہ اس کا یہ لباس کتنا ولیگر تھا۔ یہ اس کے لیے خود زاویار شاہ نے پسند کیا تھا۔۔ ساتھ گولڈ کی بھاری جویلری پہنے وہ کوئی چھوٹی سی دلہن معلوم ہو رہی تھی۔ آنکھوں پر آئی شیڈ اور مسکارا لگائے، گالوں پر بلشن لگائے، جبکہ لبوں پر بلڈ ریڈ کلر کی لپسٹک تھی۔ وہ آسمان سے اتری ہوئی کوئی پری معلوم ہو رہی

تھی۔ وہ آج یقیناً زاویار شاہ کو چاروں خانے چت کرنے جو بلکل تیار تھی۔

برائیڈل روم میں اس کے ساتھ زارا اور رائنا موجود تھیں۔ جبکہ فائزہ باہر مہمانوں کو دیکھ رہی تھی۔ آپی آپ کتنی پیاری لگ رہی ہے نہ۔ یہ کوئی چوتھی مرتبہ تھا جب رائنا نے اس کی تعریف کی تھی۔ ہمیشہ کی طرح اشنا پھر سے مسکرادی۔!! تم بھی بہت پیاری لگ رہی ہو۔ اشنا نے صدق دل سے اس کی تعریف کی۔ اپنی تعریف سنتے وہ کھل کر مسکرائی تھی۔ ابھی وہ دونوں باتیں کر رہی تھی کہ باہر سے بارات کہ شور اُبھرا۔۔ اشنا کے دل کی دھڑکن بے ساختہ تیز ہوئی تھی۔۔ چلو رائنا باہر چلیں۔ بارات دیکھیں گیں۔ زارا خان رائنا کے پاس آتی اس کا ہاتھ تھامتے باہر کی جانب بڑھی۔ ارے ارے تم دونوں جا رہی ہو تو میرے پاس کون رکے گا۔؟؟ اشنا نے دونوں کو جاتے دیکھ انہیں روکا۔ افھو آپی میں بھیجتی ہوں چچی کو۔ زارا اسے کہتی رائنا کو لیے باہر کی طرف بڑھ گئی۔۔۔

بارات پہنچ چکی تھی۔ آبان خان اور درفشاں دونوں ہی بارات میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ وہ دونوں ہسپتال میں ہی تھے۔ آبان خان اپنی پوری تسلی کرواتے درفشاں کو گھر لانا چاہتا تھا۔ اسی لیے بہت مشکل سے سب کو مناتے اس نے درفشاں کے پاس ہی رکنے کا فیصلہ کیا۔ دلشاد خان اور داجی سب سے آگے بارات کے استقبال کے لیے کھڑے تھے۔ جبکہ دوسری سائڈ پر بالاج خان، اکشم خان اور راحیل خان کھڑے تھے۔ راحیل کا چہرہ حد درجہ سپاٹ تھا۔ اس کے چہرے سے دل کا حال پتہ لگانا کافی مشکل تھا۔ کل رات مہر ماہ سے اپنے سارے دکھ بانٹنے کے بعد اس کا دل کچھ ہلکا ہوا تھا۔ پہلی مرتبہ اپنے دل کا حال اس نے کسی پر آشکار کیا تھا۔ راحیل خان خود بھی حیران تھا کہ آخر وہ کیسے کسی کے ساتھ اپنی اتنی پرسنل باتیں شیئر کر سکتا ہے۔ لیکن نشے میں

ہی سہی وہ مہر ماہ کو سب کچھ بتا چکا تھا۔اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔زاویار شاہ گاڑی سے باہر نکلتے آگے بڑھا۔باقی سب بھی اپنی اپنی گاڑیوں سے اترتے اندر کی جانب بڑھے۔داجی نے آگے بڑھتے زاویار کے گلے میں نوٹوں سے بھرا ہار پہنایا۔انٹرینس پر ڈھول والے کھڑے ڈھول بجا رہے تھے۔جبکہ ماہ دیر اور حدائق مسلسل اس کے سر پر سے نوٹوں کی گڈیاں وارتے ہوا میں اچھال رہے تھے۔سب سے بغل گیر ہوتے وہ سب اندر کی طرف بڑھے۔اندر داخل ہوتے دونوں سائڈ پر خواتین کھڑی ان پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کر رہی تھی۔شاہ ولا کی خواتین بھی ان سب کے ساتھ ہی تھی۔سب کے چہروں پر اس وقت مسکراہٹ رقصاں تھی۔رائنا خان جو خوشی چہرے پر سجائے پلیٹ میں سے پھول کی پتیاں اٹھاتے ان سب پر پھینک رہی تھی۔بے دھیانی میں اپنے بلکل پاس سے گزرتے عدیل شاہ کے منہ پر پھول پھینک گئی۔عدیل شاہ نے ایک نظر سائڈ پر دیکھا۔اور پھر وہ جیسے پلک تک جھپکنا بھول چکا

تھا۔وہ مانتا تھا کہ رائنا خان خوبصورت ہے۔لیکن وہ اتنی حسین ہے یہ راز عدیل شاہ پر آج آشکار ہوا تھا۔رائنا نے اپنے سامنے عدیل کو دیکھتے فوراً سے ہاتھ نیچے کیا۔انجانے میں ہی سہی لیکن اس طرح کسی کے ڈائریکٹ میں پر پھول مارنا۔وہ بھی باراتیوں کے۔اُسے لگ رہا تھا جیسے وہ بہت بڑی غلطی کر چکی ہے۔عدیل شاہ بنا پلک جھپکے اسے دیکھ رہا تھا۔"سوری"۔رائنا نے نظریں جھکا کر معافی مانگی۔وہ اس کے بلکل قریب تھا اسی لیے آسانی سے سن لیا تھا۔عدیل شاہ نے حیرت سے اس حد درجہ معصوم سی لڑکی کو دیکھا۔آپ اگر ان پھولوں کی جگہ پتھر بھی مارتی تو بھی یہ بندہ ناچیز آپ کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔دل پر ہاتھ رکھتے اس نے تھوڑا آگے کو جھکتے کہا۔رائنا نے الجھن بھرے انداز میں اسے دیکھا۔عدیل شاہ کی بات اس کے پلے نہیں پڑی تھی۔اس کی آنکھوں میں نا سمجھی دیکھتے عدیل شاہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ایک

بات تو وہ اچھے سے سمجھ گیا تھا کہ اس کی یہ شہزادی نہایت معصوم ہے۔!!

رائنا بھی کندھے اچکاتی آگے بڑھ گئی۔

تھوڑی دیر ایسے ہی ایک دوسرے سے ملنے کے بعد نوین شاہ نے عزرا بیگم کو رائنا کو بلانے کے لیے کہا۔نوین بیگم مسکرا کر سر کو خم دیتی برائیڈل روم کی طرف بڑھ گئیں۔

ماہ دیر شاہ کی نظریں مسلسل نائرہ کے اوپر تھی۔جو سادہ سی زنک کلر کی میکسی پہنے بلکل ایک سائڈ پر سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی۔جو یلری کے نام پر اس نے صرف کانوں میں جھمکے اور ہاتھ میں ایک خوصورت سا بریسلیٹ پہنا ہوا تھا۔جبکہ میک اپ میں اس نے پلکوں پر ہلکا سا مسکارا لگاتے نیوڈ کلر کی لپسٹک لگائے وہ سادگی میں بھی کافی حسین دکھ رہی تھی۔اپنے گال پر موجود

تھپڑ کا نشان اس نے اس کے اوپر میک اپ کرتے چھپایا ہوا تھا۔ جب سے وہ اپنے کمرے سے نکلی تھی اس نے ایک نظر بھی ماہ دیر شاہ کی طرف نہیں دیکھا تھا۔ اور ایک یہی چیز تھی جو اسے بری طرح چبھ رہی تھی۔ اپنے اوپر وہ مسلسل ماہ دیر کی نظریں بخوبی محسوس کر رہی تھی۔ لیکن اس کی طرف دیکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ ماہ دیر شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے اپنی پچھلی گردن رب کی۔ اُسے احساس تھا کہ اسے ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا۔ لیکن اس وقت سچویشن ہی ایسی تھی کہ بے اختیاری میں کا ہاتھ اٹھ گیا تھا۔ لیکن اب وہ بری طرح پچھتا رہا تھا۔ ابھی وہ نائرہ کی طرف اپنے قدم بڑھاتا کہ تمام لائٹس آف ہوئی۔ بیچ میں صرف ایک سپاٹ لائٹ آن تھی۔ دلہن کی انٹری ہو رہی تھی۔ ماہ دیر شاہ اپنے قدم وہیں پر روک گیا۔

بالاج خان سے باتیں کرتے زاویار شاہ کی اچانک نظر سامنے پڑی۔ اور اس کا دل اچھل کر حلق میں آیا تھا۔ سامنے ہی وہ پری پیکر اپنے بے پناہ حسن کے

ساتھ دھیمے دھیمے قدم اٹھاتی اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ صرف دیکھتا ہی رہے گا یا جا کر پکڑے گا بھی اُسے۔۔اسے سٹل بیٹھے ندیدوں کو طرح سامنے اشنا کو تکتے دیکھ صوفے کے پیچھے کھڑے حدائق نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔زاویار شاہ جیسے اچانک چونکا تھا۔اور پھر وہ جی جان سے گہرا مسکرایا۔اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے وہ سٹیج سے نیچے اترے اشنا کی طرف اپنے قدم بڑھا گیا۔

سپاٹ لائٹ کی روشنی میں وہ دھیمے دھیمے قدم اٹھاتی آگے بڑھ رہی تھی۔اس کے دونوں طرف لاتعداد انار جل رہے تھے۔جبکہ تیز آواز میں یہ والا میوزک بھنک شروع ہو چکا تھا۔

"تو مجھے قبول، میں تُجھے قبول "

"ہو اس بات کا گواہ خدا, خدا گواہ "

"تو مجھے قبول، میں تُجھے قبّول"

"تیرے میرے پیار کی، ہائے، تیرے میرے پیار کی "

"بارات کا گواہ خدا، خدا گواہ"

"تو مجھے قبول، میں تُجھے "

اشنا اپنے دونوں ہاتھوں سے دونوں طرف سے اپنا گھونگھٹ پکڑے اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔ زاویار شاہ نے اس کی طرف جاتے اپنی جیب سے ڈھیروں پانچ ہزار والے نوٹ نکالتے اس کے سر پر سے وارے۔ کئی لوگ ان کو حسد بھری نظروں سے تو کئی لوگ ان کو رشک بھری نظروں سے اس بے پناہ خوبصورت جوڑے کو دیکھ رہے تھے۔ یہ ان سب کو بلکل کوئی خواب ناک منظر معلوم ہو رہا تھا۔۔۔۔اس کے سر سے نوٹ وارتے زاویار شاہ نے گھونگھٹ کے اوپر سے ہی اس کے ماتھے پر اپنی محبت کا شدت بھرا بوسا دیا۔۔اس کی حرکت پر ہال میں زبردست قسم کی ہوٹنگ ہوئی تھی۔ جبکہ اشنا شاہ سرخ پڑتے نظریں جھکا گئی۔ زاویار شاہ مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھامے

اسٹیج کی جانب بڑھا۔اس کے چہرے پر سے ایک منٹ کے لیے بھی مسکراہٹ غائب نہیں ہوئی تھی۔ صبح تک جس چہرے پر درفشاں کی پریشانی تھی اب اس چہرے پر خوشی دیدنی تھی۔اس کے چہرے سے اس کی خوشی کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا تھا۔۔!!

ان دونوں کے سٹیج پر بیٹھتے ہی کھانے کا دور شروع ہوا۔سب کی ٹیبلز پر درجنوں ویٹرز کھانا لگا رہے تھے۔ جبکہ زاویار شاہ اپنے ہاتھوں سے خود بھی کھا رہا تھا اور اشنا کو بھی کھلا رہا تھا۔بس میرا پیٹ بھر گیا۔اسے مسلسل نوالے بناتے خود کو کھلاتے دیکھ بالآخر اشنا بول پڑی۔ایک تو سب کے سامنے وہ اس کی اس حرکت پر شرم سے جیسے مرنے والی ہو رہی تھی۔اوپر سے وہ تھا کہ اسے کھلائے ہی جا رہا تھا۔"کھالو جان زاویار شاہ۔ورنہ ساری رات مجھے کیسے برداشت کرو گی تم؟؟۔زاویار شاہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔اشنا خان اس کی بات اور اس اور تضاد اس کہ

ہاتھ اپنی کمر پر محسوس کرتے جی جان سے لرزی تھی۔اس نے روہانسی ہوتے زاویار کی طرف دیکھا۔زاویار اس کی آنکھوں میں دیکھتے اسے آنکھ ونک کر گیا۔اشنا سرخ پڑتے نظریں جھکا گئی۔زاویار بھی مسکراتے ہوئے سیدھا ہی بیٹھا۔

رائنا خان کھانا کھانے میں مگن تھے کہ ایک لڑکا اس کے قریب آکر بیٹھا۔وہ دیکھنے میں کوئی بیس اکیس سال کا لگ رہا تھا۔اس ٹیبل پر وہ اکیلی بیٹھی تھی۔ باقی سب کھانا کھا کر اب اٹھ کر اپنی تصاویر وغیرہ بنانے میں مصروف ہو گئے تھے۔جبکہ رائنا خان نے پہلے اپنا فوٹو شوٹ مکمل کرایا تھا۔اب وہ آرام سے بیٹھی کھانا کھا رہی تھی کہ ایک نوجوان لڑکا اس کے بلکل ساتھ والی چیئر پر آکر بیٹھا۔۔!! کیسی ہیں آپ؟؟اس کے ساتھ بیٹھتے لڑکے نے خوش دلی سے پوچھا۔میں ٹھیک اللہ کا شکر۔آپ بتائیں؟؟رائنا اسے اچھے سے جانتی تھی۔

یہ ان لوگوں کی خالہ کا بیٹا تھا۔ جس سے ان سب کی ہی کافی عرصے بعد ملاقات ہوئی تھی۔ابروز نامی یہ لڑکا کب سے رائنا پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ اسے اپنی یہ چھوٹی سی کزن پہلی نظر میں ہی بہت اچھی لگی تھی۔اسی لیے دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے وہ اس سے بات کرنے کے لیے آ ہی گیا۔وہ کوئی آوارہ لڑکا نہیں تھا۔بلکہ خاصہ شریف سا دکھتا تھا۔رائنا خان اسے ایک نظر میں ہی بہت پسند آگئی تھی۔۔۔"میں بھی ٹھیک ہوں الحمدللہ۔۔!!اس نے مُسکرا کر خوش دلی سے جواب دیا۔اب وہ دونوں اِدھر اُدھر کی باتوں میں مصروف ہو چکے تھے۔

عدیل شاہ جو سب کے ساتھ کھڑا باتوں میں مصروف تھا کہ اس کی نظر اچانک سامنے کچھ دور ٹیبل پر بیٹھی رائنا پر پڑی۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس کی آنکھوں میں مرچی سے بھری تھی۔ایک لڑکا مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ آکر بیٹھا تھا۔اور رائنا بھی مسکراتے ہوئے اس سے بات کر رہی تھی۔یہ سب دیکھتے

اس نے بری طرح اپنے جبڑے بھینچے۔وہ تو اس پر کسی کا سایہ بھی برداشت نہ کرے اور وہ یہاں بیٹھی ہنس ہنس کر کسی غیر مرد سے باتوں میں مصروف تھی۔عدیل شاہ کا خون جیسے کسی لاوے کی طرح بھڑک اٹھا تھا۔اپنے دوستوں سے ایکسکیوز کرتے وہ رائنا خان کی ٹیبل کی طرف بڑھا۔"کیا ہو گیا ہے آپ کو ابھی کہاں سے شادی ابھی تو میں بہت چھوٹی ہوں"۔رائنا خان ہنس کر ابروز کی بات کا جواب دے رہی تھی۔اس کی بات سنتے عدیل شاہ کا جیسے اچانک ہی میٹر شارٹ ہوا تھا۔وہ اس سے شادی کی بات کر رہی تھی۔یعنی مقابل نے یقیناً اسے شادی کی پیشکش کی ہو گی۔یہ سوچتے ہی اس کے غصے میں مزید اضافہ ہوا۔وہ ایک ہی جست میں ابروز تک پہنچتے اسے گریبان سے پکڑے کرسی سے کھڑا کر گیا۔رائنا اور ابروز دونوں ہی اس حملے پر بری طرح گھبرائے تھے۔دور رہ اس سے!!عدیل شاہ نے انگلی اٹھاتے صاف صاف لفظوں میں اسے وارن کیا۔کوئی کچھ بھی سوچے اسے کسی کی پرواہ نہیں تھی۔

ابروز نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔جو پاگلوں کی طرح اس کا گریبان پکڑے کھڑا تھا۔آپ کون ہوتے ہیں مجھے اس سے دور کرنے والے۔دوسرے ہی لمحے وہ اس کا ہاتھ اپنے کالر سے جھٹکتے ہوئے بولا۔جبکہ رائنا تو حیرت سے آنکھیں پھاڑے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔یہاں جو کچھ ہو رہا تھا اس کی سمجھ سے باہر تھا۔عدیل شاہ کیوں ابروز کو اس سے دور رہنے کے لیے کہہ رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں سکی تھی۔اگر اپنی زندگی سلامت چاہتا ہے تو تیرے لیے یہی بہتر ہے دور رہ اس سے۔یہ صرف میری ہے۔آئی بات سمجھ میں۔۔عدیل شاہ دو قدم چل کر اس کے نزدیک ہوتے غرایا۔رائنا نے حیرت سے اسے دیکھا۔یہ کب ہوا تھا؟؟۔وہ کب سے عدیل شاہ کی تھی۔؟؟اس نے منہ کھولے حیرت سے عدیل کی طرف دیکھا۔جو اتنی آسانی سے اتنی بڑی بات کر گیا تھا۔ابروز کا بھی یہی حال تھا۔وہ آنکھیں پھاڑے عدیل شاہ کو دیکھ رہا تھا۔چل اب نکل یہاں سے۔عدیل شاہ اسے بازو سے پکڑتے ایک سائڈ پر

دھکا دیتے گویا ہوا۔ابروزاسے گھورتے ہوئے وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔

ہتک کے باعث اس کا چہرہ شدید سرخ ہو گیا تھا۔۔۔

اس کے جانے کے بعد عدیل نے ایک نظر رائنا کو دیکھا۔اور پھر اس کے قریب ہوتے اس کے چہرے پر پھونک ماری۔رائنا جو حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی اچانک جیسے ہوش میں آئی۔عدیل شاہ کی سانسیں اپنے چہرے پر محسوس کرتے وہ جیسے مرنے والی ہو رہی تھی۔اس نے بے ساختہ ہی اپنے قدم پیچھے کی جانب بڑھائے۔اس کا دل جیسے دھڑک دھڑک کر پاگل ہونے کو تھا۔عدیل شاہ بھی اپنے قدم آگے بڑھاتے دوبارہ اس کے نزدیک کھڑے ہوتے اسے گہری نظروں سے دیکھتے گویا ہوا۔دور سے وہ جتنی حسین دکھ رہی تھی۔پاس سے وہ اس سے کہیں زیادہ خوبصورت تھی۔اس بات کی گواہی عدیل شاہ کے دل نے دی تھی۔۔۔۔

میں نے جب آپ کو پہلی بار دیکھا"

تب مجھے معلوم ہوا۔

"دل کا دھڑکنا کسے کہتے ہیں؟"

"باغوں کی حقیقت کیا ہے؟"

"پھول کے ساتھ خوشبو کا تعلق کیوں ہے؟"

"چاند تاروں کی روشنی، چھاؤں کی ٹھنڈک، دن کی خوشگواری اور مسکرانا کیا ہوتا ہے!!"

"آپ سے شناسائی زندگی کے روشن پہلوں سے آگاہی تھی".

اس کے کان میں دھیمے سے سرگوشی کرتے عدیل شاہ واپس مڑ کر جا چکا تھا۔ جبکہ اس کے اتنے خوبصورت الفاظوں کے چناؤ اور اظہار پر رائنا خان سٹل ہوئی۔ اس کا دل جیسے دھڑک دھڑک کر باہر آنے کو تھا۔ جبکہ چہرہ جیسے خون

چھلکا رہا تھا۔اسے پہلی بار کسی نے اتنے خوبصورت الفاظ میں پرو پوز کیا تھا۔
رائنا خان سرخ چہرے کے ساتھ ہلکا سا مسکراتے سر جھٹک گئی۔

قسط نمبر:16

تھوڑی ہی دیر بعد ہال میں رخصتی کا شور اٹھا۔اورنگزیب صاحب نے شائستگی سے امجد صاحب سے رخصتی کی اجازت مانگی۔جس پر انہوں نے بھی مسکرا کر ہاں میں سر ہلاتے انہیں اجازت دی۔زاویار اشنا کا ہاتھ تھامے سٹیج سے نیچے اترا۔بالاج اس کے پیچھے ہی اشنا کے سر پر قرآن رکھے ہوئے تھا۔اشنا خان کے جسم پر بری طرح لرزہ طاری تھا۔بھلے ہی یہ لوگ اس کے نانکے والے تھے۔لیکن اشنا خان سالوں سے یہیں پلی بڑھی تھی۔ان لوگوں نے بھی اسے ہمیشہ بیٹیوں والا ہی مان اور پیار بخشا تھا۔سوائے آبان خان کے گھر میں سب سے ہی اشنا بے حد اٹیچ تھی۔اسی لیے اب ان لوگوں کو چھوڑنے کی

باری پر ہر لڑکی کی طرح اس کا دل بھی بھر آیا تھا۔ اشنا سٹیج سے اترتے سب سے پہلے دادا جی سے ملی۔ دادا جی کی اپنی آنکھیں جیسے برسنے کو تیار تھیں۔ انہوں نے محبت سے اسے اپنے ساتھ لگایا۔ اشنا ان کے سینے سے لگی بری طرح سسک پڑی تھی۔ زاویار شاہ اسے ایسے روتے دیکھ اپنا نچلا ہونٹ بری طرح دانتوں تلے چبا گیا۔ دادا جی نے اسے آہستہ سے خود سے الگ کرتے اس کے آنسو صاف کیے۔ اشنا عزرا بیگم کی طرف بڑھی۔ جو خود بری طرح رو رہی تھیں۔ ان کی کوئی بیٹی نہیں تھی۔ لیکن اشنا کو ہمیشہ سے انہوں نے اپنی بیٹی کی طرح ہی رکھا تھا۔ اگر یوں کہا جائے کہ اشنا نے ان کی بیٹی کی کمی کو پورا کیا تھا تو غلط نہیں ہو گا۔ اور آج اسی بیٹی کو خود سے جدا ہوتے دیکھ وہ جیسے اپنے آپ پر سے کنٹرول کھو بیٹھی تھیں۔ دلشاد صاحب انہیں چپ کروانے کی ناکام کوششیں کر رہے تھے۔ اشنا ان سے ملتی رائنا اور زارا سے بھی ملی۔ جو روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ فائزہ نے بھی اسے پیار سے اپنے ساتھ لگاتے ڈھیر

ساری دعائیں دی۔ فائزہ کے گلے لگتے اس کے رونے میں اضافہ ہوا تھا۔ اسے فائزہ بلکل اپنی بڑی بہنوں کی طرح عزیز تھی۔۔!! یہ منظر ہی ایسا تھا کہ سب کی آنکھیں بھر آئیں تھی۔ اسے اور زیادہ روتے دیکھ زاویار شاہ کی جیسے بس ہوئی تھی۔ وہ آگے بڑھتے اشنا کو فائزہ الگ کرتے اپنے ساتھ لگا گیا۔ سب کے سامنے اس کی حرکت پر اشنا کے جسم میں مزید لرزہ طاری ہوا۔ جبکہ چہرہ کانوں کی لو تک سرخ پڑ چکا تھا۔۔ "بس کریں آپ سب رُلائے جا رہے ہیں میری بیوی کو۔ زاویار شاہ نے سب کی طرف دیکھتے جھنجھلاتے ہوئے گویا ہوا۔ اس کی بات پر سب ہی مسکرا دیے تھے۔ جبکہ راحیل خان جو سنجیدہ چہرے کے ساتھ کھڑا تھا۔ زاویار کی حرکت پر اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ اس نے یہاں سے جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔ سب پر ایک نظر ڈالتے وہ اپنی گاڑی میں بیٹھتے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ جو کسی اور نے نوٹ کیا ہو یا نہیں لیکن

زاویار شاہ نے بہت غور سے کیا تھا۔اُسے نجانے کیوں لیکن راحیل خان سے ایک الگ سا احساس ہوتا تھا۔اسے یہ شخص پتہ نہیں کیوں اپنا رقیب لگتا تھا۔۔

زاویار اپنا سر جھٹکتے اشنا کی طرف متوجہ ہوا۔جو اس کے ساتھ لگی لرزتی جا رہی تھی۔زاویار نے مسکراتے ہوئے اسے گاڑی میں بٹھایا۔اور خود بھی دوسری طرف جاتے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ان لوگوں کی گاڑیاں آگے پیچھے شاہ ولا کی طرف روانہ تھی۔۔جبکہ ان لوگوں کے جاتے ہی خان ولا کے لوگ بھی اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔

میں تو کہتا ہوں درفشاں بیٹی کے پاس ہسپتال میں کوئی بھی پتہ لینے نہیں گیا۔ہم سب ہی شادی میں اتنا مگن تھے۔اب فارغ ہو ہی گئے ہیں تو ہسپتال چل لیتے ہیں پہلے۔۔داداجی نے رفیق صاحب کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ان کی گاڑی میں رفیق صاحب،دلشاد صاحب اور برہان خان تھے۔۔خواتین

پیچھے موجود گاڑیوں میں بالاج اور ڈرائیور کے ساتھ تھیں۔ان کی بات سنتے رفیق صاحب نے ہاں میں سے ہلایا۔گاڑی وہی ڈرائیو کر رہے تھے۔اور اپنی گاڑی کو ہسپتال کے راستے پر موڑ گئے۔انہیں گاڑی موڑتے دیکھ بالاج نے انہیں کال کرتے پوچھا۔جس پر انہوں نے اپنے ہسپتال جانے کی اسے خبر دی۔بالاج بھی مطمئن ہوتے کال کٹ کر گیا۔۔

زاویار شاہ کی گاڑی کراچی کے راستوں پر رواں تھی۔اس کی گاڑی میں صرف اشنا اور وہ ہی موجود تھے۔اشنا اس کے ساتھ بیٹھی روتے ہوئے وقفے وقفے سے ہچکیاں بھر رہی تھی۔اس کے چہرے پر گھونگھٹ تھا۔لیکن زاویار شاہ اس کے لرزتے وجود اور وقفے وقفے سے ابھرتی ہچکیوں سے سمجھ گیا تھا کہ مقابل بری طرح رو رہی ہے۔زاویار نے ایک نظر بیک ویو مرر سے پیچھے آتی گاڑیوں کو دیکھا۔اور پھر اچانک ہی اپنی گاڑی کی سپیڈ فل تیز کرتے اپنی گاڑی

ان سب کی نظروں سے اوجھل کر گیا۔۔اشنا گاڑی کی اتنی تیز سپیڈ محسوس کرتے الجھن بھری نظروں سے گھونگھٹ کی اوڑ سے زاویار کی طرف دیکھنے لگی۔کہ زاویار گاڑی ایک سائڈ پر لگاتے روک چکا تھا۔اسے کچھ بھی سمجھنے کا موقع دیے اس نے اشنا کو بازو سے پکڑتے اپنی جانب کھینچا۔اشنا بری طرح اس کے چٹانی سینے سے ٹکرائی تھی۔وہ رونا بھولے حیرت سے زاویار کی جانب دیکھ رہی تھی۔۔۔زاویار نے آہستہ سے گھونگھٹ ہٹاتے اس کے چاند سے چہرے کو دیکھا۔جسے دیکھے دیکھتے اس کا دل ہی نہیں بھر رہا تھا۔اس کی گردن کو ہلکی سی اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے اس نے بہت نرمی سے اشنا کے نچلے لب کو اپنے ہونٹوں میں دبایا۔اشنا جی جان سے کانپ کر رہ گئی تھی۔وہ جب جب اسے نرمی سے چھوتا تھا وہ ایسے ہی کانپتی تھی۔اس بات کا تو زاویار کو بھی بخوبی اندازہ ہو چکا تھا۔زاویار نے اس کے نچلے لب کو ہی کچھ دیر تک سک کرتے آہستہ سے اس کے ہونٹوں سے اپنے ہونٹ دور کیے۔اشنا کا چہرہ خون

چھلکا رہا تھا۔اس نے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے اب کی بار اس کے اوپر والے لب کو اپنے ہونٹوں میں لیا۔اسے بھی تھوڑی دیر تک سک کرتے وہ پیچھے ہٹ چکا تھا۔پھر سے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے اس نے دوبارہ اس کے نچلے لب کو اپنی ہونٹوں میں لیا۔اور پھر وہ رکا نہیں تھا۔وہ ایسے ہی کبھی اس کے اوپر والے ہونٹ کو اپنی گرفت میں لیتا تو کبھی نچلے لب کو۔اشنا کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر زاویار کرنا کیا چاہتا ہے۔ تقریباً دس منٹ تک یہی عمل دہراتے اس نے بہت نرمی سے اشنا کو اپنے سینے میں بھینچا۔۔اشنا کے چہرے پر ہلکی سی شرمیلی سی مسکان چھائی۔زاویار اسے اپنے سینے میں بھینچے سکون سے آنکھیں موند گیا۔گاڑی کے شیشے بلیک تھے۔ اسی لیے زاویار بلکل بے فکر تھا۔اشنا بھی اس کے سینے سے اپنا سر ٹکاتی آنکھیں موند گئی۔اسے زاویار کی آغوش میں دنیا جہاں کا سکون محسوس ہو رہا تھا۔۔۔تھوڑی دیر تک ایسے ہی دونوں آنکھیں موندے ایک دوسرے

محسوس کر رہے تھے۔زاویار اسے آہستہ سے خود سے الگ کرتے اس کا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام گیا۔اب رونا نہیں ہے۔!!ہمم۔جب بھی گھر والوں کی یاد آئے گی میں لے جایا کروں گا اپنی زندگی کو اُن لوگوں سے ملوانے۔لیکن آئندہ میں کسی کی بھی وجہ سے تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ دیکھوں۔زاویار نے بے حد نرمی سے کہتے اس کے ماتھے پر عقیدت اور محبت بھرا بوسہ دیا۔۔اشنا بھی اثبات میں سے ہلاتی پیچھے ہو بیٹھی۔۔۔زاویار بھی سیدھے ہوتے اپنی گاڑی سٹارٹ کر گیا۔ان کی گاڑی پھر سے مختلف راستوں سے ہوتی شاہ ولا کی طرف روانہ تھی۔

آبان خان ہسپتال کے کوریڈور میں ایک بینچ پر بیٹھے دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔اس کی حالت کافی پسماندہ سی تھی۔اسے دو دن ہو چکے تھے بغیر

نیند پوری کیے ہوئے۔اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے۔یہ سردی کے دن تھے۔آٹھ بجے بھی ایسا لگتا تھا جیسے رات کے بارہ بج رہے ہو۔۔دادا جی برہان خان کا ہاتھ تھامے ہسپتال کی راہداری میں داخل ہوئے۔آبان خان کی حالت دیکھتے وہ ایک پل کے لیے ٹھٹھکے تھے۔رفیق خان اور دلشاد خان کا بھی یہی حال تھا۔انہیں نہیں یاد پڑتا تھا کہ اُن لوگوں نے آبان خان کو کبھی شکن آلود کپڑوں میں دیکھا ہو۔آج پہلی بار وہ اتنے رف سے حلیے میں چیئر سے ٹیک لگائے شاید سو رہا تھا۔اس کے بال سارے ماتھے پر بکھرے تھے۔۔دو دن سے لے کے اب تک وہ ایک منٹ کے لیے بھی ہسپتال سے گھر نہیں گیا تھا۔سارا ٹائم وہ درفشاں کے ساتھ ہی تھا۔۔دادا جی نے اس کی طرف بڑھتے اس کا نام پکارا۔لیکن وہ بہت گہری نیند میں تھا شاید۔اسی لیے ان کی پکار پر بھی نہیں اٹھا۔اسے نہ اُٹھتے دیکھ رفیق صاحب نے آگے بڑھتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے جھنجھوڑا۔آبان خان جیسے اچانک گہری نیند سے جاگا تھا۔

اپنے سامنے دادا جی اور باپ چاچو کو دیکھتے وہ فوراً سے سیدھا ہوا۔ آپ لوگ یہاں؟ اس نے اپنی آنکھیں مسلتے ان لوگوں سے پوچھا۔ جبکہ وہ سب تو بس اس کی خون چھلکاتی آنکھیں دیکھ رہے تھے۔ ان لوگوں کو اسکی حالت بلکل بھی ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ بیٹا تم گھر جا کر آرام کرو۔ ہم میں سے کوئی رک جائے گا درفشاں بیٹی کے پاس۔ برہان خان نے اس کے پاس بیٹھتے کہا۔۔ نہیں چاچو۔ میں ٹھیک ہوں۔ آئیں آپ لوگوں کو ملواتا ہوں درفشاں سے۔ جاگ رہی ہو گی وہ۔ آبان خان کھڑے ہوتے بولا۔ اور پھر وہ ان سب کے ہمراہ درفشاں جس وارڈ میں تھی وہاں داخل ہوا۔ سامنے ہی وہ بیڈ پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔ وہ مریضوں والے لباس میں موجود تھی۔ جس پر آبان خان نے اسے شال اوڑھنے کو کہا تھا۔ لیکن وہ درفشاں شاہ ہی کیا جو آبان خان کی بات مان لے۔ وہ اس کے باہر جاتے ہی یہ شال اپنے وجود سے اتارتے سائڈ پر رکھ چکی تھی۔ آبان خان اسے بغیر کسی دوپٹے یا شال کے

دیکھتے جبڑے بھینچ گیا۔ جبکہ دادا جی اور باقی سب نے تو فوراً سے اپنی نظریں پھیری۔ مقابل اپنی حشر برپا کرتی سامانیاں لیے اپنے حسن سے بے پرواہ بیٹھی تھی۔ اس نے ان لوگوں کے کمرے میں داخل ہونے کا بھی کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔

آبان خان ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے اسے خون آشام نظروں سے گھورتے ہوئے بازو سے جکڑ گیا۔ درفشاں نے اچانک سے اپنی سہمی آنکھیں اس کی سرد سرخ آنکھوں میں گاڑی۔ آبان خان کو اپنے سامنے خود کو خون خوار نگاہوں سے تکتا پا کر وہ بری طرح گھبرائی۔ بدن پر لرزہ طاری ہو گیا تھا۔ آبان خان اسے ایسے سہمتے اور ڈرتے دیکھتے استہزائیہ مسکرایا۔ مقابل کو اگر اتنا ہی اس کا خوف ہوتا تو وہ اس کی اوڑھائی ہوئی شال اپنے وجود سے اتارنے سے پہلے ہزار بار سوچتی۔ آبان خان نے تھوڑا آگے ہوتے اس کے پاس سے شال اٹھاتے اس کے منہ پر پھینکی۔ وہ اس کے بلکل آگے کھڑا تھا۔۔ درفشاں

اس کے لمبے چوڑے وجود کے آگے بلکل چھپ کر رہ گئی تھی۔ آبان خان اس کے بازو کو مزید سختی سے جکڑے اس کے کان میں پھنکارا۔ "اگر اب یہ چادر تمہارے جسم سے اُتری تو یقین کرو تمہارے جسم کا کوئی ایسا حصہ نہیں چھوڑوں گا جس پر نیل نہ ہو۔ اتنا قہر بن کر ٹوٹوں گا تم پر کہ سانس بھی نہیں لے پاؤ گی۔ اور یاد رکھنا یہ دھمکی نہیں ہے۔۔۔ زہریلے لہجے میں پھنکارتے وہ سیدھا ہوا۔ درفشاں نے کانپتے ہاتھوں سے جلدی سے شال اچھی طرح اپنے سینے اور سر پر جمائی۔ اسے یہ اتنی بڑی چادر یا دوپٹہ لینے کی عادت نہیں تھی۔ اسی لیے اس نے شال اتارتے سائڈ پر رکھی تھی۔ لیکن اب وہ بری طرح پچھتا رہی تھی اپنے شال اتارنے پر۔

اسے اچھی طرح شال سے خود کو کور کرتے دیکھ آبان خان پیچھے ہٹا۔ اس کے پیچھے ہٹتے ہی دادا جی اور باقی لوگ آگے بڑھتے درفشاں سے ملے۔ وہ بہت محبت اور نرمی سے اس کا حال احوال پوچھ رہے تھے۔ درفشاں بھی آبان خان

کے ڈر سے ان لوگوں سے ٹھیک طرح بات کرنے پر مجبور تھی۔ ورنہ جتنے برے اسے یہ خان ولا کے لوگ لگتے تھے یہ تو وہی جانتی تھی۔

آبان خان اسے سب سے صحیح طرح بات کرتے دیکھ اٹھ کے باہر کی جانب بڑھ گیا۔ وہ کو رات سے بھوکا تھا۔ کھانے کا تو اسے ہوش ہی نہیں تھا جیسے۔ اسی لیے اب اپنے لیے بھی اور باقی سب کے لیے بھی کچھ کھانے کے لیے لینے جا رہا تھا۔۔ وہ اپنے موبائل میں مصروف سا آگے بڑھ رہا تھا کہ ایک لڑکی جو بھاگتی ہوئی سامنے سے آ رہی تھی۔ اس سے بری طرح ٹکرائی۔ اچانک ایسے ٹکرانے پر آبان خان کے ہاتھ سے فون چھوٹتے زمین پر گرا تھا۔ جبکہ وہ دونوں خود بھی اپنا توازن کھوتے بری طرح زمین بوس ہوئے۔ اب منظر کچھ یو تھا کہ آبان خان نیچے تھا اور وہ لڑکی اس کے اوپر۔ اس کے سارے بال آبان خان کے چہرے پر بکھر رہے تھے۔ اس نے بری طرح اپنے ہونٹ

بھینچے۔۔اٹھو گی یا ساری زندگی ایسے ہی پڑے رہنے کا ارادہ ہے۔اسے نہ اُٹھتے دیکھ آبان خان جھنجھلاتے ہوئے بولا۔مقابل کی دھڑکنیں اسے اپنے سینے میں بجتی محسوس ہو رہی تھی۔اس کی بات سنتے مشال اس کے اوپر سے اٹھنے ہی لگی تھی کہ اپنے پیچھے سے آتے دو لڑکوں کو دیکھتے وہ بدحواس ہوتے واپس سے اس کے ساتھ لپٹی۔آبان خان حیرت سے اس کی لڑکی کو دیکھ کر رہ گیا۔ جبکہ اسکی ناز کی اپنے سینے سے ٹچ ہوتی محسوس کرتے اس کی رنگت میں بری طرح سرخیاں گھلی۔پلیز مجھے ان دونوں سے بچالو۔پلیز۔ورنہ وہ لوگ مجھے پکڑ لے گیں۔مشال نے آبان کی گردن میں منہ چھپائے بھیگی آواز میں کہا۔ آبان خان اسے بس گھور کر رہ گیا۔وہ دونوں ہی ابھی تک ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھ سکے تھے۔تنگ آتے خود ہی آبان خان نے اسے بازو سے پکڑتے سائڈ پر پٹخا۔۔اور خود زمین سے اُٹھتے سیدھا کھڑا ہوا۔مشال حیرت سے اس جنگلی انسان کی طرف دیکھا تھا۔جو اسے بری طرح زمین پر تقریباً

پھینکنے کے انداز میں پٹخ چکا تھا۔اُن دو لڑکوں میں سے ایک ابھی مشال کو ہاتھ لگاتا کہ اس سے پہلے ہی آبان خان اس کا وہی ہاتھ پکڑتے بری طرح مروڑ گیا۔ چٹخ۔۔ کی آواز آئی تھی اور اس کی چیخیں پورے ہسپتال میں گونج رہی تھی۔ آبان خان نے بہت بری طرح اس کا ہاتھ مروڑا تھا۔اس کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔اپنے دوست کو مصیبت میں دیکھتے دوسرا فوراً آگے بڑھتے ابھی آبان خان پر وار کرتا کہ آبان نے اپنا پاؤں بری طرح اس کے ٹانگوں کے درمیان میں مارا۔وہ بھی وہیں پر چیختے ہوئے زمین پر بیٹھا۔۔وہ دونوں ہی دیکھنے میں کوئی آوارہ اور بد معاش ٹائپ کم عمر لڑکے لگ رہے تھے۔آبان خان نے ایک زوردار تھپڑ دونوں کے منہ پر جڑا۔وہ دونوں ہی بری طرح زمین پر گرے۔شور کی آوازوں پر ہاسپٹل کا عملہ یہاں اکٹھا ہونا شروع ہو گیا تھا۔آبان خان کو ان لوگوں کو بری طرح پٹتے دیکھ انہوں نے اس کے پاس جاتے اسے اُن لڑکوں سے دور کرنے کی کوشش کی۔آبان خان

بھی اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے پیچھے ہٹ گیا تھا۔اتنی دھلائی کافی تھی ان لوگوں کی۔ڈاکٹرز ان دونوں لڑکوں کو لیتے وارڈ میں گئے۔تاکہ ان دونوں کی مرہم پٹی کر سکیں۔آبان خان کو کچھ کہنے کی ان لوگوں میں ہمت نہیں تھی۔

جبکہ مشال ابھی تک زمین پر بیٹھی ٹکٹکی باندھے آبان خان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ لڑتے ہوئے کتنا پیارا لگ رہا تھا یہ کوئی مشال لغاری سے پوچھتا۔اسے آگے بڑھتے دیکھ وہ فوراً زمین سے کھڑی ہوتے آبان خان کے سامنے آئی۔آبان خان نے ایک نظر بھی اس پر نہیں ڈالی تھی۔اسے اپنے سامنے کھڑے دیکھ وہ بھی اپنے قدم روک گیا۔۔!!تھینک یو سو مچ۔اگر آج آپ نہیں ہوتے تو پتہ نہیں کیا ہو جاتا۔۔مشال نے مسکراتے ہوئے کہا۔آبان خان ایک سنجیدہ سی نظر اس پر ڈالتے پھر سے نظریں موڑ گیا۔مقابل اس وقت جینز اور شارٹس میں ملبوس تھی۔بالوں کا میسی جوڑا بنایا ہوا تھا۔جو گرتے وقت کھل چکا تھا۔ اس کے بے پناہ خوبصورت بال کمر پر بکھرے تھے۔جبکہ شارٹس اتنی فٹ

اور چھوٹی تھی کہ اس میں سے اس کے نشیب و فراز جیسے ابھر ابھر کر باہر آنے کو بے تاب تھے۔ یقیناً اگر یہاں کوئی اور مرد ہوتا تو ضرور بہک جاتا۔ لیکن وہ آبان خان تھا۔ اپنے نفس کو کیسے کنٹرول میں رکھنا ہے وہ اچھے سے جانتا تھا۔۔! میرا نام مشال اور آپکا؟ مشال نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے آگے کرتے کہا۔ آبان خان نے ایک سنجیدہ نظر اس کے ہاتھ پر ڈالی اور پھر آنکھیں گھماتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ اشارہ صاف تھا کہ اسے مشال میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ پیچھے مشال بس ارے ارے کرتی رہ گئی۔ لیکن وہ راہداری عبور کرتے نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا۔۔ "ہائے غرور جچتا ہے شہزادے پر۔۔"۔ وہ اپنے دل پر ہاتھ رکھتی مسکراتے ہوئے سامنے دیکھتی گویا ہوئی۔ اس کا سیکرٹری بھی اس تک پہنچ چکا تھا۔ مادام آپ ٹھیک ہیں؟؟ اس نے پریشانی سے مشال کی طرف دیکھتے پوچھا۔ اگر اسے کچھ ہو ہو جاتا تو حنان لغاری کے ہاتھوں اس کی موت پکی تھی۔ نہیں اریبی میں ٹھیک نہیں

ہوں۔ وہ انسان جو ابھی یہاں سے گیا ہے۔ وہ جاتے ہوئے میرا دل بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ مشال نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔ اریبی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ جو مردوں کو اپنے جوتے کی نوک پر رکھتی تھی۔ ایسا کون تھا کہ جسے پہلی نظر میں دیکھتے ہی وہ اپنا دل دے بیٹھی تھی۔ اریبی کو اس شخص کو دیکھنے کا شدت سے اشتیاق ہوا تھا۔ اریبی پتہ لگاؤ کون تھا وہ۔ مجھے آدھے گھنٹے میں اس کی ساری انفارمیشن چاہیے۔ اور ان دونوں لڑکوں کو شُکریہ بول کر قتل کر دینا۔ اپنا حکم سناتے وہ آگے بڑھتی کہ اریبی کے سوال پوچھنے پر وہ رکی۔ جب مارنا ہی ہے تو شکریہ کیوں بولنا ہے۔ اس نے حیرت سے سوال کیا۔ مشال مسکرادی تھی۔ اگر وہ دونوں میرے پیچھے نہ پڑتے تو میں کیسے اس شہزادے سے ملتی۔ اس لیے لازمی شکریہ بول دینا دونوں کو۔ مسکرا کر کہتی وہ آگے بڑھ گئی۔ پیچھے اریبی کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا تھا۔ وہ بھی اپنا سر جھٹکتے وارڈ کی طرف بڑھ گیا۔ تاکہ ان دونوں لڑکوں کا کام

تمام کر سکے۔ جس نے بہت غلط لڑکی پر نظر رکھ کے اپنی جان خطرے میں ڈال لی تھی۔

زاویار شاہ کی گاڑی ایک جھٹکے سے شاہ ولا کے وسیع و عریض کار پورچ میں آتے رکی۔ وہ اپنی طرف کا دروازہ کھولتے باہر نکلا۔ اور پھر اشنا کی طرف آتے اس کی طرف کا بھی دروازہ کھولتے اسے بھی باہر نکالا۔ باقی سب لوگ ان سے پہلے ہی گھر پہنچ چکے تھے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آگے بڑھے۔۔ داخلی دروازے سب لڑکے کھڑے تھے۔ ویسے تو یہ رسم بہنوں نے کرنی تھی۔ لیکن نائرہ آتے ہی اپنے کمرے میں بند ہو چکی تھی۔۔ شاہ ولا میں کوئی بھی اس سے بات نہیں کر رہا تھا۔ اور نہ ہی اس نے کسی سے بات کرنے کی کوشش کی۔ جبکہ درفشاں تو ویسے ہی ہسپتال میں تھی۔ تو سب لڑکوں نے فیصلہ کرتے خود ہی یہ رسم کرنے کہا سوچا۔ ماورا اور ہیر بھی ان

لوگوں کے ساتھ ہی مل گئی تھیں۔ زاویار نے اُکتاہٹ سے ان لوگوں کی طرف دیکھا۔ جو سارے اس کا راستہ روکے کھڑے تھے۔ ہاں تو بھائی نکال سب کے پانچ پانچ لاکھ روپے۔ آج تک جتنا بھی کمایا ہے اب خرچ ہونے کا وقت ہو آچاہتا ہے۔ حدائق نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔ ڈنگرو یہ رسم کمرے کے باہر ہوتی ہے نہ کہ گھر کے دروازے پر۔ زاویار نے اسے گھورتے ہوئے اس کی انفارمیشن میں اضافہ کیا۔ ہم تُجھے کمرے کی طرف جانے دے گیں۔ تب ہوتی یہ رسم کمرے کے باہر۔ اب جب تُجھے آج ہم نے کمرے میں ہی نہیں جانے دینا تو کیسے کرتے رسم؟ اسی لیے یہ رسم تو یہیں پر ہو گی۔ عدیل نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اسے گھبرانے پر مجبور کر دیا تھا۔ کتنے ارمان تھے آج رات کے اس کے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے ارمان سارے خاک میں مل جائیں۔ اس نے سوچتے بے ساختہ ہی جھرجھری لی۔ اوہ بھائی نکال پیسے۔۔ ماہ دیر نے اسکے آگے ہاتھ کرتے کہا۔

زاویار نے ایک نظر اشنا کو دیکھا جو مسکراتے ہوئے یہ سب دیکھ رہی تھی۔اور پھر بغیر کوئی بحث کیے اپنی جیب سے کارڈ نکالتے ان لوگوں کے ہاتھ میں تھمایا۔خالی تو نہیں ہے نہ۔ماہ دیر نے کارڈ پکڑتے مشکوک نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔جبکہ زاویار کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ان سب کا سر پھاڑ دے۔جو اس کا پورا کارڈ لے کر بھی خوش نہیں ہوئے تھے۔اس نے ماہ دیر کے ہاتھ سے اچانک سے کارڈ جھپٹا۔خالی ہے نہ یہ تو کوئی ضرورت نہیں تم لوگوں کو لینے کی۔نکلو یہاں سے۔ابھی وہ سب کو گھورتے کارڈ واپس اپنی جیب میں رکھتا کہ اچانک ہی سارے چیخ اٹھے تھے۔نہیں نہیں بھائی ہم تو مزاق کر رہے تھے۔لادے واپس ہمیں کارڈ۔عدیل نے جلدی سے آگے بڑھتے کہا۔زاویار نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود کارڈ کی طرف دیکھا۔اور پھر اشنا کی طرف مڑتے اس کارڈ کو سات دفعہ اس کے سر پر سے وارا۔سب حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہے تھے۔کیا وہ ان لوگوں کو

اپنی بیوی کا صدقہ دینے والا تھا۔ جبکہ اشنا جو مسکرا کر زاویار کو کنگلا ہوتے دیکھ رہی تھی۔ اس کی حرکت پر اس کی آنکھوں میں نمی آئی۔ ایک یہی چیز تھی جس کی ہمیشہ سے وہ خواہش کرتی آئی تھی۔ اس کے بابا ہمیشہ اس کا صدقہ دیا کرتے تھے۔ اور ان کی وفات کے بعد یہ کام کسی نے نہیں کیا تھا۔ اس کی حسرت ہی رہ گئی تھی کہ کوئی اس کے نام کا صدقہ دے۔ اور آج یہ شاندار مرد دوسری بار سب کے سامنے اس کے سر پر سے پیسے وار رہا تھا۔ اشنا نے دل میں اپنے رب کا بے شمار شکر ادا کیا۔ !! زاویار نے کارڈ اس کے سر سے کرتے حدائق کے ہاتھ میں پکڑایا۔ پہلے عزت راس نہیں آ رہی تھی نہ تم لوگوں کو۔ اب یہ لو عیاشی کرو جیسے مرضی۔ مسکرا کر ان سب کو آگ لگاتے وہ اشنا کہ ہاتھ تھامے آگے بڑھا۔ نوین بیگم نے اشنا کو احتیاط سے صوفے پر بٹھایا۔ جبکہ اپنی اتنی بے عزتی پر ان چاروں کی شکلیں دیکھنے لائق تھیں۔ ماورا اور ہیر کا بھی یہی حال تھا۔ آخر کو پیسے انہوں نے بھی تو لینے تھے۔ نوین بیگم نے اشنا

اور زاویار کو لاؤنج میں بٹھاتے لڑکیوں کو دودھ کا باؤل لینے کو کہا۔ماورا اور ہیر باقی اپنی کزنز کے ساتھ کچن کی طرف بڑھیں۔جبکہ وہ چاروں بھی آکر صوفوں پر بیٹھ گئے تھے۔دادا جی اور باقی سب بھی صوفوں پر بیٹھے مسکراتے ہوئے ان لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔

ماورا نے دودھ کا باؤل لاتے ان دونوں کے سامنے موجود ٹیبل پر رکھا۔اس میں ایک انگوٹھی ہو گی۔جو آپ دونوں نے ڈھونڈنی ہے۔جو بھی پہلے وہ انگوٹھی ڈھونڈھے گا اس کا مطلب ہے ساری زندگی اسی کی چلے گی گھر میں۔ مطلب وہ حکمرانی کرے گا دوسرے پر۔ہیر نے ان دونوں کی طرف دیکھتے انہیں رسم کے بارے میں سمجھایا۔دونوں نے ہی اثبات میں سر ہلایا تھا۔اور پھر وہ دودھ کا باؤل جس کے اوپر پھول کی پتیاں بھی بکھری ہوئی تھی اس میں سے انگوٹھی ڈھونڈھنے لگے۔سب لڑکیاں اشنا کی سائڈ پر تھی۔جبکہ لڑکے سب زاویار کی سائڈ پر تھے۔بھابھی ناک نہیں کٹوانی لڑکوں کے سامنے ہم

نے۔ جلدی ڈھونڈھے نہ انگوٹھی۔ماورا بے صبری سے اشنا کی طرف دیکھتے گویا ہوئی۔اوئے اگر آج توہارا تو یقین کر کمرے میں جانے نہیں دے گیں ہم تُجھے۔ایک کمرے میں بند کر دے گیں تُجھے۔ منا لینا پھر دیواروں کے ساتھ اپنی گولڈن نائیٹ۔عدیل نے اسکے کان میں خوفناک سرگوشی کی۔زاویار کے گلے میں گلٹی سی ابھر کا معدوم ہوئی۔یقیناً یہ لوگ جو کہہ رہے تھے وہ کر بھی دیتے۔انگوٹھی اس کے ہاتھ پہلے ہی لگ چکی تھی۔ لیکن وہ چاہتا تھا کہ اشنا جیتے۔اسی لیے اس کے ہاتھ میں اندر سے ہی انگوٹھی تھمارہا تھا۔ کہ عدیل کی بات سنتے واپس سے اشنا کے ہاتھ سے انگوٹھی چھینتے ہاتھ باہر نکال گیا۔اشنا نے حیرت سے اسے دیکھا۔جو پہلے خود انگوٹھی اسے تھمارہا تھا۔اور پھر فوراً ہی چھین بھی چکا تھا۔اسے جیتتے دیکھ سب لڑکوں نے مل کر ہوٹنگ کی۔انہیں پتہ تھا کہ عدیل کی دی گئی دھمکی کے بعد یقیناً زاویار نے ہی جیتنا تھا۔۔ جبکہ لڑکیوں نے منہ بناتے اشنا کی طرف دیکھا۔اشنا تو بس مسکرا کر رہ گئی۔وہ

بیچاری اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ایسے ہی ہنستے مسکراتے باتیں کرتے ان لوگوں کو رات کے دس بج چکے تھے۔سبینا بیگم نے اشنا کی تھکن کا خیال کرتے اسے کمرے میں بھیجنے کو کہا۔ماورا اور ہیر اسے پکڑے زاویار کے کمرے کی طرف لے گئیں۔

ابھی زاویار بھی اس کے پیچھے ہی آگے بڑھتا کہ عدیل نے فوراً سے اس کا ہاتھ پکڑتے اسے روکا۔کدھر؟اس نے ابرو اُچکاتے زاویار کی طرف دیکھتے کہا جیسے اسے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ وہ کدھر جا رہا ہے۔ابھی زاویار کوئی جواب دیتا کہ دادا جی کی آواز پر سب ان جانب متوجہ ہوئے۔۔۔۔جانے دو اسے اور تم چاروں ہسپتال درفشاں کے پاس جاؤ۔آبان خان کل سے مسلسل اسکے پاس ہے۔امجد خان نے بھی ہسپتال میں چکر لگایا ہے۔انہیں معاملے کہ نہیں پتہ اس لیے وہ کچھ غلط نہ سوچ رہے ہو کہ ہم میں سے کوئی درفشاں کے پاس کیوں نہیں رکا۔اس لیے تم چاروں جا کر ہاسٹل درفشاں کی خیر خیریت پتہ کر

کے آؤ۔ سنجیدگی سے کہتے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ جبکہ پیچھے وہ چاروں ہی منہ بنا کر رہ گئے۔ جتنا انہیں اس شادی کا انتظار تھا در فشاں کی وجہ سے اتنی ہی ہر چیز خراب ہوئی تھی۔ زاویار نے بھی دل میں شکر ادا کیا۔ اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جبکہ وہ چاروں باہر نکلتے اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے ہسپتال کے راستے پر نکلے۔

قسط نمبر: 17

شال لغاری اپنے کمرے میں پریشانی سے چکر کاٹ رہی تھی۔ وہ گھر پہنچ چکی تھی۔ لیکن ابھی تو اریبی نے اسے آبان خان کی انفارمیشن نہیں نکال کر دی تھی۔ اسے تو اس کا نام بھی نہیں پتہ تھا۔ تقریباً آدھے گھنٹے سے کھڑی وہ اریبی کا نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ مگر وہ تھا کہ ایک بار بھی اس کی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ مشال نے غصے میں آتے اپنا فون دیوار میں مارا۔ یہ دو ٹکے کا

گارڈ میری کالز کیسے اگنور کر سکتا ہے۔ یہی بات اس کے غصے کا باعث بن رہی تھی۔ تنگ آتے وہ بیڈ سے اُٹھتے کمرے سے باہر نکلی۔ اس کا رخ حنان لغاری کے کمرے کی طرف تھا۔ جو آج کل امریکہ گیا ہوا تھا۔ حنان لغاری درفشاں کو اپنے آدمیوں کے حوالے کرتے امریکہ کے لیے روانہ ہو گیا تھا۔ تبھی آبان خان اُسے کچھ نہیں کہہ سکا۔ اسے بس حنان لغاری کے پاکستان واپس آنے کا انتظار تھا۔ ساری حقیقت تو وہ پہلے ہی جان چکا تھا۔ حنان لغاری کے کمرے میں داخل ہوتے مشال نے تمام لائٹس آن کی۔ اور پھر اس کے کمرے میں موجود موبائل سے اریبی کا نمبر ڈائل کیا۔ حنان لغاری نے اپنے کمرے میں ایک فون رکھا ہوا تھا۔ جس کا نمبر صرف اریبی کے ہی پاس تھا۔ یہ فون ہر وقت اس کے پاس موجود ہوتا تھا۔ تاکہ وہ اریبی کو کال کرتے مشال کے متعلق پوچھ سکے۔ کہ وہ کہاں اور کس کے ساتھ ہے۔ اسے اپنی یہ بہن بہت عزیز تھی۔ مشال نے نمبر ڈائل کرتے فون کان سے لگایا۔ اسے

یقین تھا کہ اس نمبر سے کال آنے پر اریبی چاہے کہیں بھی ہو وہ یہ کال لازمی ریسیو کرے گا۔اور اس کی توقع کر عین مطابق پہلی ہی بیل پر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔ہیلو سر آپ آ گئے پاکستان؟ فون چھوٹتے ہی اریبی کی حیرت زدہ سی آواز ابھری۔اس نمبر سے آج تک حنان کے علاوہ کسی اور نے کال نہیں کی تھی۔اسی لیے اریبی تھوڑا حیران تھا کہ حنان پاکستان واپس بھی آ گیا اور اسے خبر بھی نہیں ہوئی۔یو بلڈ۔ی تم دو ٹکے کے گارڈ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری کالز اگنور کرنے کی۔آنے دو بھائی کو۔تمہاری ہڈیاں نہ تڑوائی میں نے تو میرا نام بھی مشال لغاری نہیں۔مشال غصے سے چیخی تھی۔اریبی نے اکتاہٹ سے فون کان سے ہٹاتے اسے گھورا۔جیسے یہ فون نہیں مشال خود ہو۔میم میں آپ کا ہی کام کر رہا تھا۔اس نے صبر کے گھونٹ بھرتے دھیمے سے جواب دیا۔میرا کام کر رہے تھے یا احسان کر رہے تھے جو میری کال اٹھانا ضروری نہیں سمجھا تم نے۔اسے نجانے کیوں یہ بات بے حد چبھ رہی تھی۔

کہ آخر اریبی اس کی کال کیسے اگنور کر سکتا ہے۔ سوری میم۔ اریبی نے معافی مانگنے میں ہی مصلحت جانی۔ ورنہ اس نے اتنی آسانی سے جان نہیں چھوڑنی تھی۔ اچھا جلدی بتاؤ کون ہے وہ؟ کہاں سے ہے؟ کیا کرتا ہے؟ مشال نے بے صبری سے پوچھا۔ اریبی بس ایک گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔ جو انفارمیشن ملی تھی۔ وہ اس بارے میں اس سے پہلے حنان لغاری سے بات کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ وہی اپنی بہن کو اپنے سب سے بڑے دشمن کے پیار میں پڑنے سے اسے بچا سکے۔ منہ میں ایلفی جمالی ہے کیا۔ جواب جواب نہیں دے رہے۔ اسے خاموش دیکھ مشال نے پھر سے غصے میں کہا۔ اریبی بس ایک گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔ اس نے اتنی آسانی سے جان نہیں چھوڑنی تھی وہ جانتا تھا۔ میم اُن کا نام آبان خان ہے۔ بہت بڑے بزنس مین ہیں شہر کے۔ بہت اثر ورسوخ رکھتے ہیں۔ اس نے بالآخر بتا ہی دیا تھا۔ اور سنگل تو ہے نہ۔ اسے خاموش ہوتے دیکھ مشال نے اپنا وہم دور کرنا چاہا۔ نو میم اُن کی کل برات تھی۔ لیکن

پھر اُن کی ہونے والی بیوی کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔ اسی لیے برات کچھ دنوں کے لیے پوسٹپونڈ کر دی گئی ہے۔ اس نے مشال کو سب سچ سچ بتا دیا تھا۔ چھپانے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔ سوائے اس ایک بات کے کہ آبان خان اس کے بھائی کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ مشال نے ساری بات سنتے خاموشی سے کال کٹ کی۔ اریبی اس کی خاموشی پر تھوڑا حیران ہوا تھا۔ لیکن پھر اسے طوفان سے پہلے کی خاموشی سمجھتا کندھے اچکا کر رہ گیا۔

مشال نے فون بیڈ پر پٹختے خود بھی گرنے کے انداز میں بیڈ پر لیٹی۔ "آبان خان۔ نام بھی شہزادوں والا ہی ہے۔ لیکن ایک مسئلہ ہے۔ تمہاری شہزادی صرف میں بنوں گی۔ وہ جو کوئی بھی ہے بیچاری پچ پچ۔ مجھے اس کی قسمت پر افسوس ہو رہا ہے۔ فضول میں اب میرے ہاتھوں ماری جائے گی۔ وہ خیالوں میں آبان خان کو تصّور کرتے گویا ہوئی۔ اس کے ارادے بہت پختہ اور خطرناک لگ رہے تھے۔ نجانے اب درفشاں پر کونسی مصیبت آنے والی

تھی۔مشال مسلسل آبان خان سے اپنے خیالوں میں بات کرتے کب سوئی اسے اندازہ ہی نہیں ہوا۔

زاویار شاہ آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولے اندر آیا۔سامنے ہی وہ پری پیکر پھولوں سے سجے بیڈ پر اس کے کمرے میں پورے حق کے ساتھ بیٹھی تھی۔ اس کے ہونٹوں کو بے اختیار ہی ایک خوبصورت سی مسکراہٹ نے چھوا۔ زاویار شاہ کمرے کا دروازہ لاک کرتے اپنے قدم بیڈ کی جانب بڑھا گیا۔اس کے بھاری قدموں کی دھمک سنتے اشنا کے دل کی دھڑکن بے ساختہ ہی تیز ہوئی تھی۔اسے آج اپنی ننھی سی جان پر ترس آرہا تھا۔زاویار کی بے تابیاں یاد کرتے وہ جیسے مرنے والی ہو رہی تھی۔اس کے قریب جاتے زاویار نے بیڈ پر بیٹھتے اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیا۔اس کے مہندی سے لبریز ہاتھوں میں وہ کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔اشنا نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

"میرا نام کہاں ہے اس میں؟اس کی سوالیہ نظروں کو دیکھتے زاویار نے پوچھتے پھر سے نظریں اس کے ہاتھوں پر جمائی۔میں کیوں بتاؤں۔آپ خود ڈھونڈیں۔اشنا نے مسکراتے ہوئے شوخ لہجے میں کہا۔زاویار پوری طرح اپنا نام ڈھونڈھنے میں مگن ہو چکا تھا۔جبکہ اشنا مزے سے اسے دیکھ رہی تھی۔ بہت کوشش کے بعد بھی جب زاویار کو اپنا نام نہیں ملا۔تو اس نے غصے سے اشنا کی طرف دیکھا۔نام لکھوایا بھی ہے یا نہیں؟اشنا اس کی بات سنتے قہقہہ لگا کر ہنسی۔اس کی ہنسی کی جلترنگ زاویار کے کانوں میں جیسے رس گھول رہی تھی۔ظاہر ہے لکھوایا ہے۔اب آپ نکمے ہیں ایک نام تک نہیں ڈھونڈھ سکے۔تو میں کیا کر سکتی ہوں۔اشنا نے شرارت سے اسے چھیڑا۔اس کی آنکھوں میں ناچتی شرارت کو سمجھتے زاویار نے ابرو اُچکائی۔نکما نہیں ہوں میں۔الحمدللہ ہر کلاس میں ٹاپر رہا ہوں۔اس نے اشنا کی غلط فہمی دور کرنا ضروری سمجھا۔ہاں جی ہاں جی وہ تو دکھ بھی رہا ہے۔ تبھی تو آپ ایک نام تک

نہیں پڑھ پا رہے۔اشنا تو آج جیسے اسے فل تنگ کرنے کے موڈ میں تھی۔ اسے زاویار کی حالت مزہ دے رہی تھی۔زاویار نے اس کے ہاتھ چھوڑتے ایک جھٹکے سے اسے اپنی جانب کھینچا۔اشنا بری طرح اس کے چٹانی سینے سے ٹکرائی تھی۔اس کی ہنسی فوراً ہی غائب ہوئی تھی۔زاویار اس کی ہنسی غائب ہوتے دیکھ اپنی مسکراہٹ دبا گیا۔ڈارلنگ تمھیں لگتا ہے کہ آج تم مجھ سے مزاق کرنے کی پوزیشن میں ہو؟اس نے بوجھل لہجے میں اشنا کے کان میں سرگوشی کرتے اس کے کان کی لو کو اپنے دانتوں سے کاٹا۔اشنا کی سسکی نکلی تھی۔کیا ہوا میرا بچہ؟آواز نہیں نکل رہی تمہاری اب؟بتاؤ نہ مجھے کہ میں کتنا نکما ہوں۔زاویار اس کی حالت سے حظ اٹھاتے بولا۔اشنا کی زبان تو جیسے تالو سے چپک چکی تھی۔زاویار اسے خاموش دیکھ کروٹ بدل کر اسے اپنے نیچے کر گیا۔خاموش مت ہوا کرو۔ایسے مجھے لگتا ہے کہ تم میری قربت میں خوش نہیں ہو۔زاویار نے اس کے نقوش کو گہری نظروں سے دیکھتے کہا۔نہیں ایسا

کچھ نہیں ہے۔اشنا نے فوراً ہی جواب دیا تھا۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ اسے اپنے من پسند مرد کی قربت بری لگے۔اس قربت کے لیے تو وہ کتنا صبر کرتی آئی تھی۔تو بھلا اب اسے یہ بری کیسے لگ سکتی تھی۔زاویار بے ساختہ ہی مسکرا دیا تھا۔اسکے اوپر سے اُٹھتے اس نے سائڈ ٹیبل سے چند باکس نکالے۔ اشنا بھی سیدھی ہو بیٹھی تھی۔زاویار نے تین ڈبے اس کی طرف بڑھائے۔ اشنا الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔زاویار نے اسے آنکھوں سے باکس کھولنے کا اشارہ کیا۔اشنا نے پہلے ایک باکس کھولا۔ جس میں بے حد خوبصورت ڈائمنڈ کا نیکلس تھا۔اس پر "Z Love U" لکھا ہوا تھا۔ اشنا اس خوبصورت سے پینڈینٹ کو دیکھتے خوبصورت سا مسکرا دی۔

May I?

زاویار نے اس سے اجازت چاہی۔اشنا نے نیکلس اس کے ہاتھ میں تھماتے اسے اجازت دی تھی۔زاویار نے مسکراتے ہوئے اس کے گلے میں نیکلس

پہنایا۔اب زیادہ پیار الگ رہا ہے۔زاویار نے کہتے جھک کر اس پر اپنے لب رکھے۔اشنا گلابی پڑتے نظریں جھکا گئی تھی۔یہ تین گفٹ کس لیے۔اگلا گفٹ کھولتے اشنا نے سوال کیا۔ہمارے نکاح پر بھی تمھیں کچھ نہیں دیا تھا۔اور نہ ہی ڈیٹ فکس ہونے پر۔اس لیے تینوں تحفے ایک ساتھ دے دیے۔اشنا اس کی بات پر کھلکھلا کر ہنسی تھی۔تو کیا ہوا اگر نہیں دیے تھے تو۔ضروری تھوڑی تھا۔آپ ہیں نہ میرے پاس میرے لیے بس یہی بہت ہے۔اس نے محبت سے زاویار کی طرف دیکھتے کہا۔"اہمم لوگوں کو بڑا پیار آرہا ہے مجھ پر۔زاویار نے بالوں میں ہاتھ پھرتے شوخ لہجے میں کہا۔لوگوں کو نہیں صرف مجھے۔اشنا نے اسے گھورتے ہوئے اس کی تصیح کی۔جی جی بلکل آپ کو ہی۔لیکن آپ یہ پیار تھوڑی دیر بعد جتایئے گا۔کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اصل میں پیار جتانے کی باری آئی تب آپ کہیں کہ زاویار بس کریں،زاویار آہستہ کریں۔مجھے درد۔۔۔ابھی وہ اپنی بات مکمل کرتا کہ اشنا نے جلدی سے اس

کے منہ پر ہاتھ رکھا۔اس کا چہرہ خون چھلکا رہا تھا۔ جبکہ کانوں سے دھواں نکل رہا تھا۔زاویار نے اس کا ہاتھ اپنے منہ سے ہٹاتے اس کی ہتھیلی پر اپنے لب رکھے۔اس کے آگے سے تینوں باکسز اٹھاتے زاویار نے سائڈ ٹیبل پر رکھے۔ اور خود بیڈ پر لیٹتے اشنا کو اپنے سینے پر ٹرانسفر کر گیا۔میں نے باقی دو تو کھول کر ہی نہیں دیکھے۔اشنا نے منہ بناتے کہا۔کوئی بات نہیں تمہارے اپنے ہی ہیں۔جیسے مرضی کھول لینا۔اس نے خمار سے لبریز آواز میں کہتے اشنا کی گردن میں منہ چھپایا۔اشنا کے جسم پر لرزہ طاری ہو چکا تھا۔جان زاویار ابھی تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں۔تم ابھی سے گھبرا گئی۔زاویار نے اس کی گردن کو سائڈ سے سک کرتے کہا۔اشنا بلکل خاموش ہو چکی تھی۔ہمیشہ کی طرح اب بھی اس کینقربت میں وہ چاہ کے بھی کچھ نہیں بول پا رہی تھی۔اسے خاموشی دیکھتے زاویار نے آہستہ سے اس کے سر سے دوپٹے کو علیحدہ کیا۔کوئی مسئلہ ہے تو تم بتا سکتی ہو مجھے۔ایسے خاموش مت رہا کرو۔زاویار کو اس کی

خاموشی جھنجھلانے پر مجبور کر رہی تھی۔اسی لیے اس سے پوچھا۔اشنا نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر اس کی گردن میں منہ چھپا گئی۔

آپ کو ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ مجھے کوئی مسئلہ ہے۔ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

اس نے دھیمے سے کہتے اس کی گردن کو ہلکے سے اپنے ہونٹوں سے چھوا۔

لیکن زاویار اس کا لمس محسوس کر چکا تھا۔اس نے اشنا کو اپنے نیچے کرتے آہستہ آہستہ اس کی ساری جویلری اتارنی شروع کی۔نوزپن پر آتے وہ رکا تھا۔

کیا تم میرے لیے ایک کام۔کر سکتی ہو؟زاویار نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔اشنا نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔کل جویلر کے پاس چل کے تمہاری ناک سلواتے ہیں۔پلیز انکار مت کرنا۔اشنا کی ناک نہیں سلی ہوئی تھی۔یہ نوزپن بھی چٹکی والی تھی۔اسی لیے زیادہ پتہ نہیں چلا تھا۔زاویار نے بھی ابھی نزدیک سے دیکھتے ہوئے یہ بات نوٹ کی تھی۔اسے نوزپن بہت پسند تھی۔

گفٹس میں بھی ایک باکس میں نوزپن ہی تھی۔اسی لیے زاویار نے اس سے

اپنی خواہش کا اظہار کیا۔اشنا نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ اس کا محبوب شوہر کوئی خواہش کرے اور اشنا وہ پوری نہ کرے۔زاویار نے اس کا ماتھا چومتے پنز بھی اُتاری۔ شُکریہ میری خواہش کا احترام کرنے کے لیے۔اس نے اشنا کے کان میں سرگوشی کی۔اشنا مسکراتے ہوئے اس کے گلے میں بانہیں حائل کر گئی۔ذاویار اس کی ادا پر جی جان سے مسکرایا تھا۔اس نے اشنا کی ساری جیولری اتارتے اس کی نیلی آنکھوں پر شدت سے لب رکھے۔ جنہیں پہلی بار دیکھتے ہی وہ اپنا دل ہار بیٹھا تھا۔ آنکھوں سے سفر کرتے اس کے ہونٹ اشنا کے ہونٹوں کے قریب آ کر رکے تھے۔اس نے بہت نرمی سے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔اشنا اس کی قمیض کو اپنے دونوں ہاتھوں سے مٹھیوں میں دبوچ گئی۔ بھلے ہی اس کے عمل میں نرمی تھی لیکن پھر بھی اشنا اسے برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔۔ تھوڑی دیر تک اس کے ہونٹوں کو سک کرتے وہ گردن کی طرف

آیا۔ جبکہ ہاتھ پورے جسم پر بے باکی دیکھا رہا تھا۔ اشنا اس کے ہاتھوں کی بے باکی پر سرخ پڑتی جا رہی تھی۔ زاویار اس کی گردن پر آتے اپنی جنون خیزی اس کی گردن پر رقم کرنے لگا۔ اشنا کی سسکیاں پورے کمرے میں گونج رہی تھیں۔ جبکہ وہ جگہ جگہ سے اس کی گردن کو اپنی شدتوں سے سرخ کرتا جا رہا تھا۔ اس کا ہاتھ اپنے بلاؤز کی ڈوریوں میں اُلجھتے دیکھ اشنا کی جان ہوا ہوئی۔ وہ اس کی قمیض چھوڑ بیڈ شیٹ کو اپنی مٹھیوں میں جکڑے سختی سے آنکھیں میچ گئی۔ زاویار نے ایک نظر اس کی بند آنکھوں کو دیکھتے اس کے ہونٹ پر بے دردی سے کاٹا۔ اشنا نے چیختے ہوئے اپنی آنکھیں کھولی تھی۔ اس کے ہونٹ سے خون کی ایک ننھی سے بوند نکلی تھی۔ جسے ذاویار نے اپنے ہونٹوں سے چنا۔ اشنا گہرے سانس لیتے اُسے دیکھ رہی تھی۔ جس نے بہت بے رحمی سے اس کے ہونٹ پر کاٹا تھا۔ میں نے پہلے تمھیں وارن کیا تھا کل کہ میری قربت میں تمہاری آنکھیں بند نہ ہو۔ ذاویار اس کی آنکھوں میں دیکھتے غرایا۔

اُسے ایک اسی چیز سے سخت نفرت تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ جیسے خود وہ اسے محسوس کر رہا ہے ویسے ہی مقابل بھی ان خوبصورت لمحوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے محسوس کرے۔ لیکن اشنا اپنی آنکھیں ہر بار بند کر لیتی تھی۔ "مجھے شرم۔۔۔۔ اتنا کہتے اشنا اپنے الفاظ روک گئی۔ اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولا سا اٹک گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی دیکھتے ذاویار نے اپنے غصّہ کرنے پر سو بار لعنت بھیجی۔ وہ خود نیچے ہوتے اشنا کو اپنے سینے پر لٹا گیا۔ سارا غصّہ ہوا ہو گیا تھا۔ اتنی سی بات پر رونے لگ گئی تم۔ ذاویار نے اس کے بالوں کا جوڑا کھولتے کہا۔ جوڑا کھولنے سے اسکے سلکی بال آدھے ذاویار کے کندھے پر اور آدھے اس کی اپنی کمر پر بکھر گئے تھے۔ اشنا اس کی گردن میں منہ چھپائے خاموشی سے آنسو بہا رہی تھی۔ وہ اتنی سینسیٹو تھی تو نہیں۔ لیکن پتہ نہیں کیوں ذاویار کے سنگ وہ بلکل بچی بن جاتی تھی۔ یہ بات ذاویار بھی نوٹ کر چکا تھا۔ اور اس بات کے پیچھے چھپی وجہ کو بھی وہ بہت اچھے سے جانتا تھا۔ "اشنا۔۔

اسے مسلسل آنسو بہاتے دیکھ ذاویار نے نہایت محبت سے اسے پکارا۔ بہت برے ہیں آپ۔ اشنا نے اسکے سینے پر مکّے مارتے سوسو کرتے کہا۔ ذاویار کو بے ساختہ ہی اس پر ڈھیروں پیار آیا تھا۔ وہ اس وقت لگ ہی اتنی کیوٹ رہی تھی۔ اس نے اشنا کے گال پر زوردار انداز میں لب رکھے۔ صدقے میں قربان اپنے بچے کے۔ اچھا آئندہ نہیں غصّہ کروں گا۔ پرامس۔ بس۔ ذاویار نے اسے اپنے سینے میں بھینچے وعدہ کیا۔ اشنا روتے روتے مُسکرادی تھی۔

اجازت ہے پھر!! ذاویار نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اجازت چاہی۔ اشنا کا دل زور وسے دھڑکا تھا۔ آنے والے لمحات کے بارے میں سوچتے ہی اسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جلدی بتاؤ جان ذاویار۔ تم اس وقت قیامت بنی میرے اوپر لیٹی ہوئی ہو۔ میں جس طرح خود پر کنٹرول رکھے ہوئے ہوں۔ یہ تو میں یا پھر میرا خدا ہی جانتا ہے۔ ذاویار نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہا۔۔۔ا۔۔ اگر میں اجازت نہ

دوں تو۔اشنا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اپنی لرزتی آواز پر قابو پاتے کہا۔
ذاویار نے ایک خاموش نظر اس پر ڈالی۔اور پھر اسے سائڈ پر لٹاتے ابھی وہ بیڈ
سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ اشنا نے اس کا ہاتھ تھاما۔کہاں جا رہے ہیں آپ؟اس
نے اس کا ہاتھ تھامے پوچھا۔سو جاؤ میرا بچا۔کہیں نہیں جا رہا میں۔ذاویار اس
کا ماتھا چومتے دوبارہ بیڈ سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ اشنا نے اسے بازو سے پکڑتے اپنا
پورا زور لگاتے اسے اپنی طرف کھینچا۔ذاویار اس چیز کے لیے بلکل بھی تیار
نہیں تھا۔تبھی ایک جھٹکے سے واپس بیڈ پر گرا۔اشنا اس کے سینے پر آئی تھی۔
میں نے صرف پوچھا تھا۔یہ نہیں کہا تھا کہ آپ اٹھ کے ہی چلے جائیں۔اشنا
نے نروٹھے سے انداز میں کہتے واپس اسکی گردن میں منہ چھپایا۔ذاویار اس
کی رضامندی پر گہرا مسکرایا تھا۔اچھا تو یعنی تم کہنا چاہ رہی ہو کہ آج ہم اپنی
گولڈن نائٹ منالیں۔اس نے ہنسی روکتے اشنا کو تنگ کیا۔اشنا کا چہرہ مزید
سرخ ہو گیا تھا۔جسے فلحال ذاویار دیکھنے سے قاصر تھا۔کیوں کہ اشنا میڈم نے

اس کی گردن میں منہ چھپایا ہوا تھا۔اشنا نے ایک زوردار مکہ اس کے سینے پر مارا۔اہہہہہہ۔ظالم عورت شوہر کو مارتے ہوئے شرم نہیں آرہی تمھیں۔

اس کے ڈرامیٹک انداز میں کہنے پر اشنا کا قہقہہ گونجا۔البتہ گردن سے چہرہ ابھی تک نہیں اٹھایا تھا۔شوہر خود بی مار کھانے والی حرکتیں کر رہا ہے۔اشنا نے ہنستے ہوئے کہا۔یار میری گردن سے تو منہ باہر نکالو۔ذاویار نے اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے کہا۔لیکن اشنا پھر سے اس کی گردن میں منہ چھپا گئی تھی۔

نہیں میرا کمفرٹ زون ہے یہ۔مجھے اچھی لگ رہی ہے آپ کی گردن۔ذاویار اس کی بات پر اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبا گیا۔مقابل اپنی بات سے اس کے دل کی دھڑکنیں بری طرح منتشر کر گئی تھی۔ذاویار نے کچھ بھی کہے بغیر اس کے لہنگے کی زپ کھولی۔اشنا اس کا ہاتھ اپنے لہنگے پر محسوس کرتے لرز کر رہ گئی تھی۔ذاویار اسے بیڈ پر لٹاتے خود اس کے اوپر آیا۔اور شدت سے اس کے ہونٹوں پر جھکا۔وہ بری طرح اس کی سانسوں کے ساتھ کھلواڑ کر رہا تھا۔

اشنا کا جسم ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مزید لرزتا جا رہا تھا۔ ایک ڈیپ کس پر ہی اس کا برا حال ہو چکا تھا۔ کافی دیر بعد زاویار اس کی سانسیں بلکل رکتی محسوس کرتے آہستہ سے پیچھے ہٹا۔ اشنا اس کے سینے سے لگی گہرے گہرے سانس لینے لگی۔ زاویار نے اس کی گردن پر جھکتے شدت سے اپنے دانت گاڑے۔ اشنا کے منہ سے بلند سسکیاں بر آمد ہو رہی تھیں۔ زاویار نے آہستہ سے بلاؤز کی ڈوریاں کھولتے اسے اس کے جسم سے علیحدہ کیا۔ ساتھ وہ اپنی بھی قمیض اور سینڈو اُتار گیا تھا۔ اشنا نے دوبارہ آنکھیں بند کرنے کی غلطی نہیں کی تھی۔ لیکن شرم سے وہ جیسے مرنے والی ہو رہی تھی۔ زاویار اس کے جسم پر اپنی مرضی دیکھا رہا تھا۔ اس کے جسم سے نیٹ کا یہ بلیک پردہ بھی اتارتے زاویار شدت سے اس کی دھڑکنوں پر جھکا۔ اشنا بری طرح کانپ رہی تھی۔ وہ اس کے کانپتے کی پرواہ کیے بغیر شدت سے اس کی دھڑکنوں کو سک کرنے میں مصروف تھا۔ وہ کبھی ایک پر اپنی شدت دکھاتا تو کبھی دوسرے پر۔ کافی دیر

یہاں اپنی من مانیاں کرتے وہ نیچے کی طرف آتے اپنے سلگتے لب اسکی ناف پر رکھ گیا۔اشنا کے کانپنے میں مزید اضافہ ہوا تھا۔زاویار اس کے پیٹ پر جگہ جگہ اپنے لبوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔جبکہ اس کے ہاتھ اشنا کے لہنگے کو اس کے جسم سے علیحدہ کرنے میں مصروف تھے۔اس نے ایک جھٹکے سے لہنگے کو اس کے جسم سے ریموو کرتے خود کو اور اس کو ہر پردے سے آزاد کیا۔ساری لائٹس وہ پہلے ہی آف کر چکا تھا۔کمرے میں صرف ایک ڈم لائٹ جل رہی تھی۔ زاویار اس کے پیٹ سے چہرہ اٹھاتے اوپر کی طرف آتے اسکے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیے گیا۔اس کے ہونٹوں کو چومتے وہ اپنا آپ ایک جھٹکے سے اس کے جسم میں منتقل کر گیا۔اشنا کی چیخ اس کے ہونٹوں میں ہی کہیں دب گئی تھی۔اس کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو روانہ ہوئے۔اپنا سر اِدھر اُدھر کرتے وہ زاویار سے اپنے ہونٹ آزاد کروانے کی کوشش کر رہی تھی۔اس نے بری طرح زاویار کے کندھے میں اپنے ناخون گاڑے۔زاویار اسے حد

سے زیادہ مچلتے دیکھ اپنی حرکت روک گیا تھا۔ وہ اپنی کمر کو اوپر اٹھاتے بری طرح تڑپ رہی تھی۔ اس نے آہستہ سے اشنا کے ہونٹوں کو چھوڑا۔ لبوں کے آزاد ہونے کی دیر تھی کہ اشنا نے بری طرح روتے ہوئے زاویار کو خود سے دور کرنے کی کوشش کی۔

"Relax Baby, Just Feel It"

تھوڑی دیر درد ہو گا بس اس کے بعد تم نارمل ہو جاؤ گی۔ اس نے اشنا کو بہلانے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اسے سن ہی کب رہی تھی وہ تو بری طرح رو رہی تھی بس۔ زاویار نے ایک گہری سانس بھرتے آہستہ آہستہ اس کے جسم میں حرکت کرنا شروع کی۔ اشنا مزید زور سے روتے ہوئے اس کی کمر میں اپنے ناخون گاڑ گئی۔ درد کی شدت سے ذاویار نے اپنے ہونٹ بھینچے تھے۔ اس نے بہت بری طرح ناخن چبھوئے تھے۔ زاویار نے اس کلائیاں پکڑتے تکیے سے پن کی۔ اور اپنے جسم کو اس میں حرکت دینے لگا۔ اشنا تکیے پر سر

پٹختی اِدھر اُدھر سر ہلا رہی تھی۔ "آہہہہ۔۔۔زاوی بس کریں۔۔۔اشنا نے روتے ہوئے اس سے التجا کی۔زاویار اس کے منہ سے اپنے لیے اتنا پیارا نام سنتے اپنی حرکت مزید تیز کر گیا تھا۔بس کچھ دیر جان زاوی اس کے بعد تم بلکل ٹھیک ہو جاؤ گی۔پھر تمھیں بھی مزا آئے گا۔بس تھوڑی دیر۔۔زاویار مسلسل اس کے جسم میں جھٹکے دیتا اس کے ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھتے بولا۔

اشنا کے رونے میں اب کمی آئی تھی۔کیوں کہ اسے واقعی اب درد کم ہوتے محسوس ہو رہا تھا۔وہ اس سے اپنے ہاتھ چھڑواتی زاویار کے گلے میں بانہیں حائل کر گئی۔اسے ریلکس ہوتے دیکھ زاویار اس کے جسم میں آخری حد تک داخل ہوتا بیڈ کو اور اشنا کو لرزنے پر مجبور کر رہا تھا۔کمرے میں ان دونوں کے ملن کی آوازیں گونج رہی تھی۔اشنا کی سسکیاں اور آہیں بھی اس آواز کا حصہ بن رہی تھی۔ مسلسل اس کے جسم میں سفر کرتے وہ ایک جھٹکے سے اس پر گرا۔اشنا کی گردن میں منہ چھپاتے وہ سکون سے اپنی آنکھیں موند۔گیا تھا۔

اشنا نے بھی شکر کا سانس لیتے اس کے بالوں میں اپنی اُنگلیاں چلائی۔ میری سوچ سے زیادہ نازک ثابت ہوئی ہو تم۔ زاویار نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اشنا نے لال سرخ چہرے کے ساتھ نظریں جھکائی تھی۔ کچھ بولنے کی ہمت ہوتی تو وہ کچھ بولتی۔ زاویار اسے اب بلکل خاموش دیکھتے دوبارہ سے اس کے ہونٹوں پر جھکا۔ اشنا اس کی نرم گرم شدت میں اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ زاویار اسے ایسے ہی بیڈ سے اٹھاتے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف لایا۔ اشنا اسے الجھن بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اسے احتیاط سے ڈریسنگ ٹیبل پر بٹھاتے زاویار شدت سے ایک بار پھر اس کی پہلے سے سرخ دھڑکنوں پر مزید نشان بنانے لگا۔ اشنا مرر سے ٹیک لگائے اس کی شدتیں سہہ رہی تھی۔ کچھ دیر اس کی گردن اور دھڑکنوں کو سک کرتے وہ ایک بار پھر سے اس کے جسم میں شدت سے داخل ہوا۔ اب پہلی بار والا انداز تھا نہ ہی نرمی۔ وہ اپنی پوری قوت سے اس میں سمایا تھا۔ اشنا کی سسکیاں

پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔ زاویار اس کے کان میں بے باک سرگوشیاں کر رہا تھا۔ اشنا کو کہیں چھپنے کی جگہ چاہیے تھی بس۔ لیکن ایسا ممکن نہیں تھا۔ "زاوی میری کمر۔۔۔ اشنا نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے اپنی حالت کا احساس دلایا۔ اِسکی کمر بری طرح پیچھے مر رہی تھی۔ لیکن وہ بے رحم بنا قہر کی مانند اس پر ٹوٹ کر برس رہا تھا۔ زاویار اس کی آنکھوں میں تکلیف دیکھتے اسے لیے واپس بیڈ کی طرف بڑھا۔ اشنا نے بھی سکون کا سانس لیا تھا۔ اسے آہستہ سے بیڈ پر لٹاتے زاویار اس پر اور خود پر کمفرٹر اوڑھے اسے اپنے سینے پر لٹا گیا۔ اشنا بھی اس کے سینے پر سر رکھے آنکھیں موند گئی۔ جبکہ زاویار مسلسل مسکراتے ہوئے اس کے بالوں میں اُنگلیاں چلا رہا۔ تھا۔ یہ اس کی زندگی کی سب سے خوبصورت رات تھی۔ اشنا اسکے سینے پر لیٹے ہی نیند کی وادیوں میں گم ہو چکی تھی۔ اس کی چھوٹی چھوٹی سانسوں کی تپش زاویار اپنے سینے پر محسوس کرتا خود بھی سکون سے آنکھیں موند گیا۔۔۔

قسط نمبر:18/19

ماہ دیر شاہ نائرہ کے کمرے کے باہر کھڑا تھا۔اس وقت رات کے ساڑھے بارہ کا وقت تھا۔وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی ہسپتال سے واپس گھر آیا تھا۔اس نے نائرہ کے کمرے کے دروازے کی نوب گھمائی۔ لیکن اسے حیرت تب ہوئی جب ڈور لاک تھا۔ماہ دیر اپنے جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔مقابل جانتی بھی تھی کہ وہ اسے منانے لازمی اس کے کمرے میں آئے گا پھر بھی کمرہ لاک کر چکی تھی۔ماہ دیر شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے اپنی پچھلی گردن سہلائی۔اس نے صبر کے گھونٹ بھرتے دو سے تین بار دروازہ کھٹکھٹایا۔ لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔نہ ہی اس نے دروازہ کھولا۔ماہ دیر کے جبڑے مزید سختی سے آپس میں پیوست ہوتے جا رہے تھے۔نائرہ کی یہ حرکت اسے سوئیوں کی طرح چبھی تھی۔ جبکہ اس کی آنکھیں لال سرخ ہو چکی تھی۔ماہ

دیر دروازے پر لات مارتے لاؤنج میں موجود ٹیبل کی طرف بڑھا۔ جہاں سب کے کمروں کی ڈپلیکیٹ چابی دراز میں رکھی تھی۔اس نے چابیوں کا ایک گچھا نکالتے اس میں سے نائرہ کے کمرے کی چابی ڈھونڈھنے کی کوشش کی۔ لیکن وہ بہت ساری چابیاں تھیں۔اور ایسے وہ ڈھونڈھ بھی نہیں پا رہا تھا۔اس نے جھنجھلاتے ہوئے چابیاں اٹھائی اور نائرہ کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ ایک ایک کر کے وہ ساری چابیاں اس کے لاک میں لگا کر دیکھ رہا تھا۔ مگر کوئی بھی نہیں تھی جو نائرہ کے کمرے کی تھی۔ماہ دیر اس وقت بہت مشکل سے اپنے غصے پر کنٹرول کیے کھڑا تھا۔اسے بس کمرے کا دروازہ کھلنے کا انتظار تھا۔ وہ اپنے کھولتے خون پر قابو پاتے ساری چابیاں لاک میں لگا کر ٹرائے کر رہا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ تک مستقل چابیاں ٹرائے کرنے کے بعد بالآخر ایک لگ ہی گئی تھی۔ کلک کی آواز کے ساتھ ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا۔ماہ دیر نے شکر کا سانس لیا۔ جبکہ نائرہ جو کب سے اپنے دروازے پر ہوتی ٹک ٹک کی

آواز سن رہی تھی۔ماہ دیر کو ایک جھٹکے سے اندر داخل ہوتے دیکھ اس کا سانس خشک ہو چکا تھا۔اس نے تو سوچا تھا کہ دروازہ لاک کر دیا اب ماہ دیر اس کے پاس نہیں آسکے گا۔ لیکن وہ ضرورت سے زیادہ ہی چالاک نکلا تھا۔یا نائرہ ضرورت سے زیادہ ہی بیوقوف۔"نائرہ اسے دیکھتے فوراً سے اُٹھتے واشروم کی طرف بھاگی۔اسے کسی بھی صورت اس شخص کا سامنا نہیں کرنا تھا۔جس نے سارے گھر میں اس کا تماشا بنا کر رکھ دیا تھا۔ایسا نائرہ کو لگتا تھا۔ ماہ دیر اسے خود سے دور بھاگتے دیکھ اپنی مٹھیاں بھینچ گیا۔اس کے ماتھے کی رگیں پھولنی شروع ہو چکی تھی۔ جبکہ آنکھوں میں غصے کی سرخی مزید گہری ہوئی تھی۔ابھی نائرہ واشروم کا دروازہ بھی لاک کرتی کہ ماہ دیر ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے دروازے کے بیچ میں اپنی ٹانگ اڑا گیا۔نائرہ نے خوفزدہ نگاہوں سے اس کی سرد سرخ آنکھوں میں دیکھا تھا۔جو اسے ہی اپنی براؤن آنکھوں سے گھور رہا تھا۔ماہ دیر اپنے ایک ہاتھ سے دروازہ کھولتے اندر

داخل ہوتے واشروم کا دروازہ لاک کر گیا۔ کیا بتمیزی ہے یہ؟؟ پیچھے ہٹیں میں نے باہر جانا ہے۔ نائرہ اسے دروازہ لاک کرتے دیکھ بغیر اس کی طرف دیکھتے بولی۔ ماہ دیر اس کی بات پر استہزائیہ مسکرایا تھا۔ واؤ بتمیزی۔۔ وہ اس کے الفاظ دہراتے مدھم سا ہنسا۔ نائرہ آگے بڑھتے دروازہ کھولنے ہی لگی تھی کہ ماہ دیر اسے کلائی سے جکڑے اپنی طرف کھینچ گیا۔ نائرہ کٹی ڈال کی طرح اس کے چٹانی سینے سے ٹکرائی تھی۔ کیوں دور بھاگ رہی ہو مجھ سے۔ ماہ دیر نے سراسیمگی سے کہا۔ جبکہ نائرہ کا چہرہ اب بلکل سپاٹ ہو چکا تھا۔ ہاتھ چھوڑیں میرا۔ اس نے پھر سے بغیر اس کی طرف دیکھتے کہا۔ وہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ یہی چیز ماہ دیر شاہ کو بری طرح چبھ رہی تھی۔ چھوڑنے کے لیے تھوڑی پکڑا ہے۔ ماہ دیر نے کہتے اسے مزید اپنے نزدیک کیا۔ وہ بہت مشکل سے خود کے غصے پر قابو کیے کھڑا تھا۔ پہلے ہی وہ غصے میں اس پر ہاتھ اٹھا چکا تھا۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ مزید اب کوئی تماشا ہو۔ اس لیے

پیار سے نائرہ کو منانا چاہا۔ لیکن اب اس کا ایٹیٹیوڈ ماہ دیر شاہ کے ضبط کا امتحان لے رہا تھا جیسے!!

ماہ دیر شاہ ہاتھ چھوڑیں میرا۔ ورنہ۔۔۔۔ نائرہ چیختے ہوئے کہتے اچانک رک گئی تھی۔ کیوں کہ ماہ دیر سختی سے اس کا جبڑا دبوچ گیا تھا۔ جو بھی بات کرنی ہے اپنی آواز کو آہستہ رکھ کر کرو۔ میرے سامنے دوبارہ یہ آواز اونچی نہ ہو۔ ماہ دیر اس سے بھی ڈبل آواز میں دھاڑا۔ نائرہ اُسے بھیگی نگاہوں سے شکوہ کناں انداز میں دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں ڈھیروں شکوے دیکھتے ماہ دیر نے بری طرح اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ اسے اس وقت سکون چاہیے تھا۔ جو کہ صرف مقابل کی باہوں میں تھا۔ لیکن وہ فلحال کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ نائرہ مسلسل روتے ہوئے یک ٹک اُسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کا جھنجھلانا بھی وہ بخوبی محسوس کر چکی تھی۔ ماہ دیر اس سے دو قدم دور ہوتے گھٹنوں کے بل

واشروم کے سفید ٹائلوں والے فرش پر بیٹھا۔ نائرہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ وہ کیا کرنا چاہ رہا تھا نائرہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ ماہ دیر نے اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے اس کی طرف دیکھا۔ نائرہ کی حیرت دوگنی ہو گئی تھی۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ماہ دیر جیسا انسان اس کے سامنے گھٹنوں کے بل جھک کر معافی مانگے گا۔ "ایم ریئلی سوری میرا بچہ۔ میں نے جو بھی زیادتی کی تمہارے ساتھ۔ نہیں کرنی چاہیے تھی۔ تم پر ہاتھ اٹھایا تم چاہو تو جیسے مرضی اپنا بدلہ لے سکتی ہو۔ لیکن پلیز یہ بے رخی کی موت مت مارو۔ ماہ دیر اسکی حیران آنکھوں میں دیکھتے گویا ہوا۔ نائرہ دو قدم پیچھے ہوئی۔ کسی صورت بھی نہیں۔ آپ نے سمجھ کیا لیا ہے آخر مجھے۔ کیسے بھی تھپڑ مارے گیں۔ اور بعد میں معافی مانگے گیں تو میں آپ کو معاف کر دوں گی۔ ہر گز بھی نہیں۔ نائرہ اس کی طرف دیکھتے روتے ہوئے ہزیانی ہوتے چیخی۔ تمھیں میرا مارا ہوا تھپڑ یاد ہے۔ اپنی حرکت نہیں یاد۔ اور یہ بھی یاد نہیں ہو گا کہ سارے گھر

والوں کے تھپڑوں سے میں نے ہی بچایا ہے تمھیں۔ماہ دیر فرش سے کھڑے ہوتے بولا۔احسان نہیں کیا مجھ پر۔اور نہ ہی میں نے کہا تھا بچانے کو!!نائرا سپاٹ سے لہجے میں کہتی ابھی واشروم سے باہر نکلتی کہ ماہ دیر اسے کلائی سے پکڑتے اپنے ساتھ لیے شاور کے نیچے کھڑا ہوا۔مجھے لگتا ہے تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ماہ دیر اس کی آنکھوں میں دیکھتے غرایا۔دماغ میرا نہیں آپکا خراب ہے۔اور اب میرا بھی کر رہے ہیں۔چلے جائیں یہاں سے۔ نائرہ جھنجھلاتے ہوئے بولی۔اسے ماہ دیر سے بات ہی نہیں کرنی تھی۔لیکن وہ شخص تھا کہ جانے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ماہ دیر نے اسے گھورتے ہوئے شاور آن کیا۔نائرہ اچانک ہی ٹھنڈ سے جھرجھری سی لیتی ماہ دیر کے سینے سے چپکی۔شاور کا پانی ٹھنڈا یخ تھا۔یہ ویسے بھی سردیوں کے دن تھے۔ماہ دیر اسے بازو سے جکڑے پھر سے شاور کے نیچے کر گیا۔ابھی وہ کچھ بولتا کہ اس کی نظر نائرہ کے چہرے پر سفر کرتی ایک پانی کی بوند پر پڑی۔وہ پانی کا قطرہ اس

کی آنکھوں کے پاس سے ہوتے اس کے لبوں پر آ کر رکا۔اور پھر وہ نائرہ کی گردن سے ہوتے اس کی گہرائیوں میں کہیں گم ہو گیا تھا۔ماہ دیر کی نظر جیسے اسی ایک قطرے پر تھی۔نائرہ کی قمیض بلکل اس کے بدن سے چپک چکی تھی۔جبکہ وہ خود کپکپاتے ہوئے روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ماہ دیر کی آنکھوں میں خمار کی سرخی چھائی۔اس کی آنکھیں خمار کی وجہ سے پہلے سے زیادہ سرخ ہو گئی تھی۔مقابل کے نشیب و فراز دعوت عام کا منظر پیش کر رہے تھے۔ماہ دیر اس کی آنکھوں سے آنسوں اپنے لبوں سے چن گیا۔وہ اس پانی میں بھی مقابل کے آنسو بہت اچھے سے پہچانتا تھا۔کیا ایک بار معافی نہیں مل سکتی۔۔وہ پھر سے اپنی انا سائڈ پر رکھتے اس کی گردن میں منہ چھپاتے بولا۔شاور سے گرتا ٹھنڈا پانی ان دونوں پر تڑاتڑ برس رہا تھا۔نائرہ نے اس کے کندھے پر مکے برسائے۔میں کبھی معاف نہیں کروں گی آپ کو اس تھپڑ کے لیے۔اس کی بات سنتے ماہ دیر ہلکا سا مسکرایا تھا۔میں ساری زندگی

معافی مانگوں گا تب بھی نہیں؟ وہ اس کی گردن سے چہرہ اٹھائے اس کی آنکھیں میں دیکھتے بولا۔ نہیں۔ تب بھی نہیں۔ نائرہ نروٹھے سے انداز میں کہتی اس کے سینے پر ہاتھ رکھ گئی۔ وہ مان تو چکی تھی لیکن پھر نخرے دیکھانا بھی اپنا فرض سمجھا۔ میں تمہارے پیروں میں بیٹھ کر معافی مانگنے کو بھی تیار ہوں۔ بلکہ اگر تم کہتی ہو تو یہ ہاتھ ہی کاٹ دیتا ہوں جس نے تمھیں تکلیف دینے کی جرت کی۔ ماہ دیر نے جنونی انداز میں کہتے اپنے سینے پر موجود اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا۔ اس سب کی ضرورت نہیں ہے۔ تھپڑ آپ نے مجھے مارا تھا تو سزا بھی آپ کو میں ہی دوں گی۔ ماہ دیر نے سر کو خم دیا۔ جیسے کہنا چاہتا ہو تم جو سزا دو گی مجھے قبول ہو گی۔ پکا نہ بعد میں مت کہیے گا کہ نائرہ اتنی زیادہ سزا دے دی تم نے۔ نائرہ نے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے آگے بڑھایا۔ "پکا پرومیس افف بھی نہیں کروں گا۔ جو مرضی کرو۔ ماہ دیر اس کا ہاتھ تھامتے وعدہ کر گیا۔ نائرہ اس کی براؤن آنکھوں میں دیکھتے دو قدم چل کر اس کے

مزید نزدیک ہوئی۔ماہ دیر اپنی آنکھیں بند کر گیا تھا۔جبکہ ایک ہاتھ نائرہ کے پیچھے لے جاتے اس نے شاور بھی بند کیا۔وہ دونوں مکمل طور پر بھیگ گئے تھے۔نائرہ اس کے گال پر اپنا ہاتھ رکھتے اس کے ہونٹوں پر جھکی۔ماہ دیر کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کی حد تک کھلی تھی۔وہ جو اس سے کوئی تھپڑ یا کوئی اور سزا ایکسپیکٹ کر رہا تھا لیکن یہاں تو نائرہ نے اسے شاک کر دیا تھا۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ نائرہ اسے یہ سزا دے گی۔جبکہ نائرہ آنکھیں بند کئے اس کے ہونٹوں کو اپنے دانتوں سے کاٹنے میں مگن تھی۔ماہ دیر ایک ہاتھ اس کے بالوں میں اُلجھاتے شدت سے اس کا ساتھ دینے لگا۔اس کے انداز میں جنون بول رہا تھا۔وہ اسے مزید اپنے نزدیک کرتے ایک جھٹکے سے گود میں اٹھا گیا۔نائرہ گرنے کے ڈر سے اپنی ٹانگیں اس کی کمر پر لپیٹ گئی تھی۔ماہ دیر اس کے ہونٹوں کو سک کرتے اس کی زبان پر دستک دے گیا۔لیکن اس سے پہلے ہی نائرہ اس کی زبان اپنی گرفت میں لے چکی تھی۔وہ دونوں ہی آنکھیں بند

کئے ایک دوسرے کو ڈیپ کس کرنے میں مگن تھے۔ماہ دیر اسے ایسے ہی لیے واشروم سے باہر نکلتے بیڈ کی طرف بڑھا۔دونوں کی سانسیں بری طرح پھول رہی تھی۔ لیکن دونوں ہی ایک دوسرے کے ہونٹوں کو نہیں چھوڑ رہے تھے۔لمحے سرکتے رہے۔سانسیں گھٹتی رہی۔ لیکن دونوں ہی پیچھے نہیں ہٹے تھے۔ بالآخر نائرہ اپنی سانس بلکل ختم ہوتے محسوس کرتی ایک جھٹکے سے اپنی ہونٹ اس سے علیحدہ کر گئی۔ماہ دیر نے بھی آسانی سے چھوڑ دیا تھا۔ کیوں کہ اس کا خود کا اب سانس رکنے لگا تھا۔!! مجھے نہیں پتہ تھا کہ سزائیں اتنی خوبصورت بھی ہوتی ہیں۔ تھوڑی دیر بعد اپنی سانسیں بحال کرتے ماہ دیر نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔نائرہ نے جواباً اس کے کندھے پر مکا جڑا۔میرے ایک تھپڑ پر تم نے اتنا تماشا بنایا تھا۔اور اب کب سے تم مجھے مکے مار رہی ہو۔میں نے تو کچھ نہیں کہا۔ماہ دیر اسے دیکھتے دانت پیستے ہوئے بولا۔یہ کوئی پانچواں مکا تھا جو مقابل نے اپنا پورا زور لگاتے اسے

مارا تھا۔اب ایسا بھی نہیں تھا کہ نائرہ میں بلکل ہی طاقت نا ہو۔تو کیا ہو گیا۔ میں تو بیوی ہوں نا آپ کی۔بیویاں مار سکتی ہیں۔شوہر کو۔شوہر بیویوں کو نہیں مار سکتے۔نائرہ کی اپنی ہی منطق تھی۔ماہ دیر نے اس کی چالاکی پر اسے گھورتے اس کی گردن پر جھکتے وہاں اپنے لبوں کا لمس بکھیرنے لگا۔ایک ہاتھ بڑھا کر وہ دونوں پر کمبل بھی اوڑھا گیا تھا۔دونوں کے درمیان سرکتی رات کے ساتھ پردے اترتے گئے، سسکیوں کا کھیل شروع ہو چکا تھا۔اور وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے جسم کے ساتھ لپٹے گزری رات کے ساتھ سکون حاصل کر رہے تھے۔۔۔

زاویار کی آنکھ صبح نو بجے کھلی۔اپنے سینے پر پھولوں سا وزن محسوس کرتے اس نے اپنے سینے کی طرف دیکھا۔جہاں وہ ساری دنیا سے بیگانہ خواب و

خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی۔ زاویار کے ہونٹوں پر اسے دیکھتے ہی ایک خوبصورت سی مسکان چھائی۔ گزری رات کا ایک ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا تھا۔ جبکہ اشنا پوری طرح اس کے سینے پر پھیل کر سو رہی تھی۔ "گڈ مارننگ جان زاوی۔۔ زاویار نے تھوڑا نیچے کی چہرہ جھکاتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ لیکن اشنا پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ شاید وہ بہت گہری نیند میں تھی۔ ابھی وہ اسے دوبارہ اٹھاتا کہ ان کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ زاویار نے ایک نظر اشنا کو دیکھتے آہستہ سے اسے اپنے سینے سے ہٹانے کی کوشش کی۔ لیکن اشنا بجائے اس سے دور ہونے کے مزید اس کے ساتھ لپٹی۔ اگر وہ ہوش میں ہوتی تو یقیناً یہ حرکت کبھی نہ کرتی۔ لیکن وہ نیند میں تھی۔ زاویار اسے بری طرح خود کے ساتھ لپٹتے دیکھ ایک گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔ اس کے پورے جسم میں جیسے سپارک سے پیدا ہو رہے تھے۔ دروازے پر ایک بار پھر سے دستک ہوئی۔ زاویار نے ایک جھٹکے سے اشنا کا

چہرہ اپنے مقابل کرتے اس کے اوپر والے لب کو ہلکا سا اپنے دانتوں سے کاٹا۔ کیوں کہ اشنا کے ہونٹ اس کی رات کی شدتوں سے پہلے ہی زخمی تھے۔اشنا کی سسکتے ہوئے ایک دم ہی آنکھ کھلی تھی۔اپنے سامنے زاویار کا چہرہ دیکھتے پہلے تو اس کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ آئی۔ لیکن پھر اچانک ہی یہ مسکراہٹ گھوریوں میں بدل گئی تھی۔!!کیا ہوا؟؟کیوں صبح صبح اپنے معصوم سے شوہر کو گھور رہی ہو؟زاویار نے نہایت معصومیت سے سوال کیا۔ جیسے اسے تو پتہ ہی نہ ہو کہ کیا ہوا ہے۔دروازہ کھول کر آئے آپ پھر بتاتی ہوں کیا ہوا ہے۔۔اشنا دانت پیس کر کہتی اس کے سینے سے ہٹی۔ دروازے پر ہوتی دستک کی آواز وہ سن چکی تھی۔زاویار نے بھی اُٹھتے اپنی شرٹ پہنی اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔دروازے پر ماورا تھی۔

السلام وعلیکم لالا۔ماورا نے اسے دیکھتے ہی خوش دلی سے سلام کیا۔وعلیکم السلام!!کیسے ہو بچے۔زاویار نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا۔ماورا مسکرا دی

تھی۔لالا نیچے بھابھی کے گھر والے آگئے ہیں۔آپ دونوں کو ناشتے کے لیے بلا رہے ہیں۔آجائیں آپ دونوں۔ماورا کہہ کر واپس جانے کے لیے مڑ گئی۔ جبکہ زاویار بھی اچھا کہتے کمرے میں واپس آیا۔

اشنا کو ایک دم بیڈ سے اترتے دیکھ وہ اس کی طرف بڑھا۔کیا ہو گیا ہے آرام سے۔زاویار اس کے پاس جاتے اسے پیچھے سے ہگ کرتے بولا۔مقابل اس وقت اسی کے شرٹ پر ٹراؤزر میں ملبوس تھی۔چھوڑیں نہ۔نیچے میرے گھر والے آئے ہیں۔کیا سوچے گیں میرے بارے میں۔کہ اتنی دیر تک میں کیا کر رہی ہوں روم میں۔اشنا اپنے پیٹ سے اس کے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کرتے گویا ہوئی۔کیا سوچے گیں کا کیا مطلب ہے۔انہیں بھی پتہ ہے کہ نیولی میرڈ کپل ہے۔اتنا ٹائم تو لگ ہی جاتا ہے۔زاویار کہتے اسے ایک جھٹکے سے گود میں اٹھا گیا۔وہ اسے لیے واشروم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ک۔۔کہاں جا رہے ہیں زاویار؟۔اشنا اسے واشروم کی طرف بڑھتے دیکھ تھوک نگلتے

ہوئے بولی۔۔زاویار نہیں وہی بولو جو کل رات میں بول رہی تھی۔زاویار نے اس کی گردن اپنی زبان سے ہلکا سے لک کرتے کہا۔اس کی حرکت پر اشنا جی جان سے کانپی تھی۔جبکہ جواب دینے کی ہمت تو پھر سے ختم ہو گئی تھی۔ زاویار اسے لیے واشروم کے اندر آیا۔اسے باتھروم کے سفید ٹائلوں والے فرش پر کھڑا کرتے اس نے اپنی شرٹ اتاری۔اشنا اس کے سکس پیکس اور ایبس دیکھتے نظریں جھکا گئی۔زاویار مسکراتی نگاہوں سے اس کے چہرے کے ایکسپریشنز دیکھ رہا تھا۔چلو اب تم اپنی شرٹ اتارو۔زاویار اس کے قریب ہوتے اس کی کان میں بے باک سرگوشی کر گیا۔اشنا کا چہرہ خون چھلکانے لگا تھا۔!!پل۔۔۔پلیز زاوی۔۔۔اشنا نے نظریں جھکائے التجائیہ لہجے میں کہا۔ زاویار کے برجستہ قہقہہ گونجا تھا۔مقابل کی زبان دو منٹ میں قابو کیسے کرنی ہے وہ اچھے سے جانتا تھا۔ویسے بھی تو اتارنی ہی ہے۔تم نہیں اتارو گی تو میں اُتار دوں گا۔اور ویسے بھی اب مجھ سے کیسی شرم۔رات میں سب کچھ تو میں

دیکھ چکا ہوں۔ زاویار نے اسے آنکھ مارتے شرارتی لہجے میں کہا۔ اشنا اس کی اتنی بے باک باتیں نہیں سہہ سکتی تھی۔ تبھی روہانسی ہوتے اس کی طرف دیکھا۔ زاویار کو بھی جیسے اس پر ترس سا آگیا تھا۔ تبھی اسے لیے باتھ ٹب میں گھسا۔ ہاتھ آگے بڑھاتے اس نے گرم پانی آن کیا۔ مزید دیر وہ لوگ نہیں کر سکتے تھے۔ سب ہی نیچے ان دونوں کا انتظار کر رہے تھے۔ زاویار باتھ ٹب سے ٹیک لگائے ہوئے تھا جبکہ اشنا اس کے سینے سے لگی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اشنا۔۔ جان چھلکاتا لہجہ۔۔ اشنا نے اپنی نیلی آنکھیں اس کی خمار سے لبریز لال سرخ آنکھوں میں گاڑی۔ بس ایک بار اور پھر نہا کر نیچے چلتے ہیں۔ زاویار بوجھل لہجے میں بولا۔ مقابل کا قیامت خیز بدن اسے بری طرح بے چین کیے ہوئے تھا۔ اشنا نے نظریں نیچے کرتے اس کے سینے میں منہ چھپایا۔ جبکہ زبان سے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ زاویار ایک ہاتھ اس کی شرٹ پر رکھتے ایک جھٹکے سے اس کی شرٹ بھی ریموو کر گیا۔ اشنا نے مزید اس کی سینے

میں جائے پناہ تلاش کی۔ کیوں کہ اس نے نیچے کچھ بھی نہیں پہنا ہوا تھا۔ شکر ہے مجھے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی۔ زاویار اسے چھیڑتے ہوئے بولا۔ اشنا نے اس کے سینے پر اپنا پورا زور لگاتے دانت گاڑے تھے۔ وہ کب سے اپنی بے باک باتوں سے اسے لرزنے پر مجبور کر رہا تھا۔ آہہہ اشنا۔ زاویار کراہتے ہوئے چیخا۔ اس کے دانت کچھ زیادہ ہی تیز تھے۔ پہلے ہی اس کی پوری کمر پر اشنا کے ناخن کے نشان تھے۔ اور اب اس کے دانت۔ "جی اشنا کی جان۔۔۔ اسے کراہتے دیکھ اشنا نے آنکھیں جھپکاتے معصومیت اور پیار سے اسے پکارا۔ زاویار تو جیسے اس کے لفظوں میں ہی کہیں اٹک گیا تھا۔ کیا کہا ہے ابھی تم نے پلیز دوبارہ بولو۔ زاویار اس کے چہرے کے دونوں اطراف میں ہاتھ رکھتے بولا۔ جی اشنا کی جان۔۔ اشنا کہتے اس کی گردن میں منہ چھپاتی کہ زاویار اس کے ہونٹوں پر جھکا۔ اشنا اپنی آنکھیں زور سے میچ گئی تھی۔ جبکہ وہ گھونٹ گھونٹ اس کے لبوں کا جام پینے میں مگن تھا۔ تھوڑی دیر اس کے ہونٹوں کو

چومتے زاویار اس کی گردن پر جھکے وہاں لو بائٹس بنانے لگا۔اشنا کی سسکیاں پورے واشروم میں گونج رہی تھی۔زاویار ایک ہاتھ سے اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کر گیا۔اشنا آنکھیں موندے اس کی من مانیاں اپنے جسم پر سہہ رہی تھی۔اس میں زاویار کو سہنے کی بلکل بھی ہمت نہیں تھی۔لیکن پھر اسے خود سے دور جھٹکنا مناسب نہیں سمجھا۔اسی لیے سکون سے آنکھیں موند گئی۔جبکہ زاویار اس کی دھڑکنوں کو اپنے لبوں سے نرمی سے چوم رہا تھا۔ اسکے ہر انداز میں نرمی تھی۔مقابل کی حالت سے وہ اچھے سے واقف تھا۔ لیکن خود پر کنٹرول نہ رکھتے ہوئے وہ مجبور تھا۔کچھ دیر ایسے ہی اس کی دھڑکنوں کو اپنے لمس سے مہکاتے وہ اپنی پوری قوت سے اس میں سمایا۔اشنا نے اس کے سینے پر دانت گاڑتے اپنی چیخ روکی۔جبکہ آنکھوں سے آنسوں مسلسل جاری تھے۔زاویار اسے اپنے نیچے کرتے مسلسل اس کے جسم میں سرایت کر رہا تھا۔ساتھ ساتھ وہ کبھی اسکی دھڑکنوں کو نرمی سے چھوتا تو کبھی

اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتا۔اس نے فلحال اشنا کے آنکھیں بند کرنے کا بھی کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔اسے پتہ تھا کہ مقابل اس وقت تھوڑی تکلیف میں ہو گی۔اپنی ضرورت پوری کرتے وہ ایک دم سے اشنا پر ڈھے گیا۔ اشنا نے بھی سکون کا سانس لیا تھا۔آریواو کے ! ! زاویار اس کی بند آنکھوں کو دیکھتے فکر مندی سے پھولتی سانسوں کے درمیان بولا۔اشنا نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔زاویار اسے اور خود کو اچھے سے شاور دلواتے باتھ ٹب سے باہر نکلا۔ اس نے بے حد نرمی سے اشنا کو باتھ روب گاؤن پہنایا۔اور خود بھی پہنا۔اس کے بعد وہ دونوں ہی باتھ روم سے نکلتے تیار ہونے لگے تھے۔کیوں کہ پہلے ہی بہت دیر ہو چکی تھی۔۔۔

شاہ ولا میں سب ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے زاویار اور اشنا کا انتظار کر رہے تھے۔ خان ولا سے فائزہ، عظمیٰ بیگم، عزرا بیگم، رائنا، اکثم، برہان خان اور بالاج ناشتہ لے کر آئے تھے۔ زارا کو آج راحیل کے ساتھ کہیں جانا تھا۔ اسی لیے وہ نہیں آئی تھی۔ رائنا کے بلکل سامنے والی چیئر پر عدیل شاہ بیٹھا اسے ہی مسلسل دیکھنے میں مگن تھا۔ رائنا اس کی نظریں کب سے خود پر محسوس کر رہی تھی۔ برات والے دن جو الفاظ اس نے رائنا سے کہے تھے وہ بھولی ہی کب تھی اب تک۔ رائنا نے ایک نظر اٹھاتے سامنے دیکھا۔ عدیل نے اسے خود کی طرف دیکھتا پا کر آنکھوں سے کوئی اشارہ کیا تھا۔ رائنا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ عدیل نے کیا اشارہ کیا ہے۔ جبکہ عدیل کا دل کیا اپنا سر پیٹ لے۔ اس نے رائنا کو کچن کی طرف جانے کہ اشارہ کیا تھا جو کہ اس وقت خالی تھا۔ تاکہ وہ اس سے بات کر سکے۔ لیکن مقابل کچھ زیادہ ہی معصوم تھی۔ جو اس کا اتنا واضح اشارہ بھی نہیں سمجھ سکی تھی۔ کچھ یاد آنے پر

عدیل نے اپنا فون اٹھایا اور رائنا سے نظریں ہٹاتے فون پر نگاہیں جمائی۔ رائنا بھی کندھے اچکاتی اپنے فون میں لگ گئی۔ کہ اسے ایک ان نون نمبر سے ہائے کا میسج موصول ہوا۔ رائنا نے الجھن بھری نگاہوں سے اس میسیج کو دیکھا۔ ابھی وہ کوئی جواب دیتی کہ ایک اور میسیج آیا۔ "کچن میں جاؤ"، میسج کچھ اس طرح کا تھا۔ رائنا نے یکلخت ہی اپنے سامنے بیٹھے عدیل کو دیکھا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ یقیناً یہ نمبر عدیل کا ہی ہوگا۔ عدیل اسے خود کی طرف دیکھتا پا کر پھر

سے کچن میں جانے کا اشارہ کر گیا۔ "پہلی بات میں کیوں جاؤں کچن میں اور دوسری بات آپ نے نمبر کہاں سے لیا میرا؟؟ رائنا نے اسے گھورتے ہوئے موبائل میں میسج ٹائپ کرتے اسے سینڈ کیا۔ اس کی بات پر عدیل اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبا گیا۔ یہ نمبر اس نے ماورا سے لیا تھا۔ جس نے خود رائنا کا نمبر مہندی والے دن رائنا سے ہی لیا تھا۔ کچن میں چلو پھر بتاتا ہوں۔ عدیل نے

لکھتے اسے سینڈ کیا۔ میں نہیں جا رہی۔ فوراً ہی جواب آیا تھا۔ او کے مت جاؤ۔

عدیل نے غصے سے لکھتے موبائل بند کرتے سائڈ پر رکھا۔ مقابل اس کے جذبات سمجھ ہی نہیں رہی تھی۔ حالانکہ وہ بہت صاف لفظوں میں اپنی محبت کا اظہار بھی کر چکا تھا۔ لیکن رائنا تھی کہ پھر بھی اسے تڑپا رہی تھی۔ اشنا اور زاویار بھی نیچے سب کے ساتھ آ کر بیٹھ چکے تھے۔

رائنا جو اس سے اب کسی جواب کی توقع کر رہی تھی۔ اسے خاموشی سے موبائل سائڈ پر رکھتے دیکھ اور اس کا جواب پڑھتے اسے دیکھ کر رہ گئی۔ وہ منتیں بھی کر رہا تھا اور ایٹیٹیوڈ بھی ساتھ ہی دکھا رہا تھا۔ عدیل بلکل اپنے کھانے پر جھک چکا تھا۔ اس نے دوبارہ رائنا کی طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی۔ جبکہ رائنا اس کی طرف سے پھر سے کسی پیش قدمی کے انتظار میں تھی۔ اسے نجانے کیوں عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔ وہ اب پچھتا رہی تھی کہ کیوں اس نے پہلے عدیل کو منع کیا۔ ارے رائنا بیٹا ناشتہ کرو۔ اسے موبائل کی طرف

دیکھتے پا کر نوین بیگم نے کہا۔ رائنا مسکرا کر موبائل سائڈ پر رکھتے ناشتہ کرنے لگی۔ عدیل نیچے منہ کر کے ہلکا سا مسکرایا تھا۔ وہ مقابل کا بے چین ہونا بہت اچھے سے نوٹ کر چکا تھا۔۔

اپنا ناشتہ مکمل کرتے سب لاؤنج میں آ کر بیٹھے۔ رائنا بار بار عدیل کی طرف دیکھتے اپنے موبائل کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل تھا کہ عدیل کو میسج کر کے کہہ دے کہ وہ اب کچن میں چلی جائے گی۔ لیکن پھر جھجک آڑے آ رہی تھی۔ اسی لیے خاموشی سے بیٹھی رہی۔ جبکہ عدیل خود اس کی طرف سے میسج کا انتظار کر رہا تھا۔ "میری سالی ہے وہ۔ تیری ہڈیاں توڑ سکتا ہوں میں یاد رکھنا۔ زاویار جو جب سے نیچے آیا تھا ان دونوں کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔ بالآخر عدیل کے پاس بیٹھتے بول ہی دیا۔ "پہلی بات تیری بیوی کی کزن ہے وہ۔ سگی بہن نہیں۔ اور دوسری بات میں نے چوڑیاں نہیں پہنی ہوئی۔ نہ ہی میں کوئی غلط کام کر رہا ہوں۔ پسند کرتا ہوں اُسے۔ شادی ہی کروں گا بس کچھ

زیادہ نہیں کرتا۔عدیل مسکرا کر اس کے کان میں سرگوشی کر گیا۔زاویار نے گھور کر اسے دیکھا پہلے تو اسے شک تھا۔لیکن عدیل اس شک پر مہر لگا چکا تھا۔کیا وہ بھی راضی ہے؟زاویار نے آہستہ سے پوچھا۔وہ دونوں سب کے درمیان بیٹھے تھے اسی لیے بہت آہستہ آواز میں ایک دوسرے سے بات کر رہے تھے۔اگر نہیں بھی ہوئی راضی تو کر لے گیں۔لڑکی کو راضی کرنا کونسا مشکل کام ہے؟؟عدیل نے ایسے کہا جیسے یہ تو کوئی بڑی بات ہی نہیں تھی۔

غلط کہہ رہا ہے تو۔سب سے مشکل کام لڑکی کو ہی منانا ہوتا ہے۔"یہ اگر ضد پر ایک بار اڑ جائیں تو کسی کا باپ بھی ان لڑکیوں سے وہ بات نہیں منوا سکتا۔اور اگر یہی لڑکیاں کسی کام کے لیے حامی بھر لیں تو اپنی جان پر بھی کھیل کر کرتی ہیں۔اب تو میرے والی کو ہی دیکھ لے ساڑھے پانچ سال بعد ترس آیا ہے۔اُسے مجھ پر۔زاویار کہتے خاموش ہو گیا۔"تیری یہ فلاسفی میرے سر پر سے گزری ہے۔۔بہر حال میں تجھے یہ بتاتا چلوں کہ لڑکی مان چکی ہے۔

عدیل نے کہتے موبائل اس کی نظروں کے سامنے کیا۔ جہاں رائنا کا میسج جگمگا رہا تھا۔ زاویار نے حیرت سے پہلے اسے دیکھا۔ اور پھر موبائل کو۔ سالے بچی ہے وہ!!۔ زاویار اس کے کان میں غرایا تھا۔ عدیل نے گویا ناک سے مکھی اڑائی۔ اور اٹھ کر کچن کی طرف بڑھ گیا۔ جہاں ابھی رائنا گئی تھی۔ رائنا نے بالآخر ہمت کرتے اسے خود ہی میسج کر دیا تھا۔ کہ وہ کچن کی طرف جا رہی ہے!! جبکہ زاویار نے گھور کر عدیل کی پشت کو دیکھا۔ جو اس کے سسرال !! میں اپنی عاشقی لڑا رہا تھا۔ کیا کہتا بھلا وہ ان دونوں کو

کچن میں داخل ہوتے عدیل نے رائنا کی طرف دیکھا جو دو ملازماؤں کے ساتھ کھڑی کوئی بات کر رہی تھی۔ بات سنو۔ عدیل نے ایک ملازمہ کو مخاطب کیا۔ جی صاحب!! باہر تم دونوں کو ممانی بلا رہی ہیں۔ جاؤ۔ عدیل ان دونوں

سے کہتے واپس جانے کیلئے مڑ گیا۔ رائنا کو سمجھ نہیں آئی تھی کہ اب یہ واپس کیوں جا رہا ہے۔ جبکہ دونوں ملازمہ بھی کچن سے نکلتی باہر کی طرف بڑھیں۔ رائنا اکیلی کھڑی رہ گئی تھی۔۔ ابھی وہ بھی غصے میں باہر نکلتی کچن کے دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ عدیل جو دروازے کی اوٹ میں چھپ کے کھڑا تھا۔ اسے باہر کی طرف بڑھتے دیکھ اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچ گیا۔ رائنا ایک جھٹکے سے اس کے سینے میں سمائی تھی۔ عدیل کے دل کی دھڑکن بے ساختہ ہی تیز ہوئی۔ وہ دونوں اس وقت ایک دوسرے کے بہت قریب کھڑے تھے۔ جبکہ رائنا کا بھی یہی حال تھا۔ عدیل نے آہستہ سے اس کا ہاتھ چھوڑتے کچن کا دروازہ بند کیا۔ رائنا نے گھبراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔ ریلکس کچھ نہیں کر رہا میں۔ صرف تھوڑی سی بات کرنی ہے۔ عدیل اسے گھبراتے دیکھ اسے ریلکس کرتے بولا۔۔ رائنا نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔ باہر کیوں جا رہی تھی واپس؟؟ عدیل اس سے دو قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوتے

بولا۔ "م۔۔مجھے لگا آپ چلے گئے ہیں۔تو میں بھی جا رہی تھی۔رائنا نے صاف گوئی سے کام لیا تھا۔ ہمم۔کیا سوچا پھر تم نے؟ کس بارے میں؟رائنا نے الجھن سے کہا۔۔میرے آئی مین ہمارے بارے میں؟؟عدیل نے رائنا سے پوچھا۔کیا سوچنا تھا۔میں سمجھی نہیں۔رائنا سب کچھ جانتے بوجھتے بھی انجان بن رہی تھی۔وہ کچن میں بنی جدید شیلف سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ جبکہ عدیل اس سے دو قدم کے فاصلے پر ہاتھ کمر پر باندھے کھڑا تھا۔میں نے برات والے دن کچھ کہا تھا آپ سے۔ لمحوں میں اس نے تم سے آپ تک کا سفر طے کیا تھا۔کیا کہا تھا آپ نے مجھے یاد نہیں؟رائنا مزید نخرے دکھاتی بولی۔اسے عدیل کو تنگ کرنے میں مزا آرہا تھا۔عدیل نے چند پل رک کر اس کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر اُن دو قدموں کا فاصلہ بھی طے کر گیا۔وہ رائنا کے بلکل قریب آ کے کھڑا ہو گیا تھا۔اپنے دونوں ہاتھ اس کے اطراف میں بنی شلیف پر رکھتے اُسے مکمل طور پر محصور کر گیا۔رائنا کے گلے میں گلٹی

سے ابھر کر معدوم ہوئی۔عدیل کی اتنی نزدیکی اس کا سانس خشک کر رہی تھی۔اس کی آگ کی مانند سلگتی سانسیں رائنا کے چہرے پر بکھرتی اس کے چہرے کو جیسے جھلسا رہی تھی۔!!تو تمھیں نہیں یاد کہ میں نے کیا کہا تھا؟وہ پھر سے تم پر آگیا تھا۔!!"ی۔۔یاد ہے۔آ۔۔۔آپ پلیز۔۔۔تھ۔۔۔تھوڑی دورہ۔۔ہو جائیں۔رائنا نے بمشکل لرزتے ہونٹوں سے اپنی بات مکمل کے۔عدیل کے چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ نے احاطہ کیا۔مقابل اسے محسوس کر رہی تھی۔اس کے اٹکتے الفاظ اور لرزتا جسم اس بات کا گواہ تھا کہ وہ عدیل کی نزدیکی کو محسوس کر رہی ہے۔لیکن ساتھ یہی نزدیکی اس کی جان بھی نکال رہی تھی۔کیا یاد ہے چلو ورڈ ٹو ورڈ مجھے بتاؤ۔ایک لفظ بھی اِدھر اُدھر نہیں ہونا چاہیے۔عدیل اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں دیکھتے بولا۔جبکہ اس کی دور ہونے والی بات کو وہ ہوا میں اڑا گیا تھا۔۔"آ۔۔آپ نے۔۔ک۔۔۔کہا تھا کہ۔۔۔۔"بنا اٹکے بات ختم کرو گی تم

اوکے ؟؟عدیل اس کی بات بیچ میں کاٹتا انگلی اٹھاتے اسے وارن کرتے بولا۔

رائنا نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔اور پھر بولنا شروع کیا۔

جب میں نے تمھیں پہلی دفعہ دیکھا تھا تب مجھے معلوم ہوا،"

"دل کا دھڑکنا کسے کہتے ہیں۔باغوں کی حقیقت کیا ہے۔

پھول کے ساتھ خوشبو کا تعلق کیوں ہے۔چاند تاروں کی روشنی، چھاؤں کی

ٹھنڈک،دن کی خوشگواری اور مسکرانا کیا ہوتا ہے۔

."آپ سے شناسائی زندگی کے روشن پہلو سے آگاہی تھی

رائنا ایک ہی سانس میں بنا اس کی آنکھوں میں دیکھتی حرف با حرف اس کے الفاظ دوہرا گئی۔ جنہوں نے اس کی راتوں کی نیند اڑا رکھی تھی۔عدیل اسے اپنے لفظوں کو اس طرح یاد رکھتے دیکھ گہرا مسکرایا۔۔تو کیا مطلب نکلتا ہے ان سب باتوں کا!!اس نے رائنا کے کان کے پاس جھکتے سرگوشی نما انداز میں

پوچھا۔ "آ۔۔آپ تھوڑا پیچھے تو ہو پھر بتاؤں گی۔ رائنا روہانسی ہوتے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔ لیکن وہ ایک انچ بھی اسے نہیں ہلا سکی تھی۔ کہاں وہ نازک سی لڑکی اور کہاں وہ لمبا چوڑا مرد۔ عدیل اپنے سینے پر موجود اس کا ہاتھ تھامتے اس پر اپنے سلگتے لب رکھ گیا۔ رائنا بری طرح کانپ اُٹھی تھی۔ اس نے جلدی سے عدیل سے اپنے ہاتھ چھڑوائے۔ اس کے ہاتھ کھینچنے پر وہ جیسے اچانک ہوش میں آیا تھا۔ عدیل فوراً ہی اس سے دو قدم کے فاصلے پر ہوا۔ ایم رئیلی سوری۔ مجھے نہیں پتہ یہ کیسے۔۔ سوری۔ اس نے رائنا کے خون چھلکاتے چہرے کی طرف دیکھتے کہا۔

رائنا نظریں جھکا گئی تھی۔ جبکہ کوئی جواب نہیں دیا۔ عدیل اپنی پچھلی گردن رب کرتے واپس جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ رائنا کے الفاظ سنتے اس کے قدم زنجیر ہوئے۔ پاؤں نے آگے چلنے سے انکار کر دیا تھا۔

آپ نے پوچھا تھا کہ ان لفظوں کا کیا مطلب ہے۔ تو اس کا مطلب تو یہی ہوا"
کہ آپ نے مجھے پرپوز کیا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی آپ کے یہ الفاظ ذہن
سے نکالنے کی۔ لیکن میں یہ نہیں کر سکی۔ آپ کے الفاظ سحر تھے۔ جس میں
میں بری طرح جکڑی گئی ہوں۔ نظریں جھکا کر وہ بڑی معصومیت سے اپنے
دل کا راز اس پر آشکار کر گئی تھی۔ عدیل شاہ نے بے یقینی سے مڑتے اسے
دیکھا۔ کیا دعائیں ایسے بھی قبول ہوتی ہیں!! وہ جیسے بے یقین تھا۔ ساری
رات وہ یہی دعا کرتا رہا تھا کہ کاش مقابل کے ذہن سے اس کا خیال ایک پل
کے لیے بھی نہ نکلے۔ عدیل شاہ نے اسے جتنا بیوقوف سمجھ رہا تھا اسے تو یہی تھا
کہ اس کے الفاظ رائنا کے سر پر سے گزرے ہونگے۔ لیکن وہ تو انہیں حفظ
کیے ہوئے تھی۔۔۔ تو کیا میں رضامندی سمجھوں آپ کی؟ عدیل واپس سے
اپنی جگہ پر کھڑے ہوتے اس سے پوچھ رہا تھا۔ رائنا نے گردن مزید جھکائی۔
البتہ کوئی جواب نہیں دیا۔ بتائیں پلیز۔ آپ صرف ایک بار ہاں کر دیں باقی

سب کچھ میں سمبھال لوں گا۔اسے خاموش دیکھ عدیل نے ملتجی لہجے میں کہا۔

کس بارے میں رضامندی پوچھ رہے ہیں آپ!!رائنا کی زبان سے پھسلا۔

اسے سمجھ نہیں آرہی تھی وہ کیا بول رہی ہے۔عدیل نے چند پل اسے دیکھا اور پھر آگے بڑھتے اس کے سامنے گھٹنوں کے بل جھکا۔رائنا حیرت سے اسے اپنے پیروں میں بیٹھا دیکھ رہی تھی۔

"کیا آپ اپنی ساری زندگی میرے نام کرے گیں؟یقین کریں آپ کی زندگی کی حفاظت میں اپنی جان سے بڑھ کر کروں گا۔اپنا ہاتھ آگے کرتے وہ اس سے اس کی زندگی مانگ رہا تھا۔رائنا نے کسی ٹرانس کی کیفیت میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔عدیل جی جان سے مسکرایا تھا۔اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھامتے وہ زمین سے کھڑا ہوا۔رائنا مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔کہ اچانک ہی اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔وہ فوراً سے عدیل کے

ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوا گئی تھی عدیل نے حیرت سے اسے دیکھا۔وہ ابھی مسکرا رہی تھی اور اب بلکل سنجیدہ ہو چکی تھی۔

Is everything ok??

عدیل نے پوچھا۔ نہیں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے۔بہت سے مسئلے ہیں۔رائنا نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں چٹخاتے ہوئے کہا۔عدیل نے نہ سمجھی سے اسے دیکھا۔ کھل کر بات کرو کیا کہنا چاہتی ہو۔"وہ اصل میں، آپ بہت بڑے ہیں مجھ سے۔۔رائنا نے نظریں جھکائے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔تو کوئی بات نہیں میں پیار بھی زیادہ کر لوں گا!!اور کچھ ؟"میں شادی جیسا رشتہِ ابھی نہیں سمبھال سکتی۔!!آپ بس مجھے سمبھال لیجئے گا، باقی یہ "شادی جیسا رشتہِ میں خود سمبھال لوں گا"اس نے شادی جیسے رشتے پر خصوصاً زور دیا تھا۔۔میں بہت ضدی ہوں۔بچپنا بھی بہت ہے میرے اندر۔۔ساری زندگی آپ کی ہر ضد پوری کرنے کے لیے یہ خادم حاضر ہے۔اور رہی بات بچپنے کی

تو یقین کریں۔ آپ کا یہ بچپنا میری بے رونق زندگی میں چار چاند لگا دے گا۔
اس کے پاس جیسے ہر بات کا حل موجود تھا۔ وہ اس کا ہر بہانہ رد کر رہا تھا۔ آپ
اُکتا جائے گیں مجھ سے۔ رائنا جیسے اپنا ہر خدشہ اس پر بیان کر رہی تھی۔ اگر
کبھی آپ کو لگے کہ میں آپ سے اُکتا گیا ہوں۔ تو بس ایک بار پیار سے میرا
نام پکار لیجئے گا۔ یقین کریں آپ کی یہ غلط فہمی اسی وقت دور ہو جائے گی۔
عدیل نے محبت سے چور لہجے میں کہا۔ مجھے گھر کا کوئی بھی کام کرنا نہیں آتا۔
ایک اور مسئلہ پیش کیا گیا تھا۔ یقین کریں میں آپ کو کام کروانے کے لیے
لے کر بھی نہیں جا رہا۔ رائنا اس کے جواب پر بری طرح بلش ہوئی۔ اسے
مقابل نے بری طرح ایمپریس کر دیا تھا۔!! اور کوئی مسئلہ ہے تو بتائیں۔ یہ
خادم فوراً حل کر دے گا۔ لیکن۔۔۔ وہ دو قدم چل کر اس کے نزدیک ہوا۔
لیکن دلہن آپ میری ہی بنے گیں۔ کیوں کہ اپنی چیزوں سے دستبرداری
"حاصل کرنا عدیل شاہ نے کبھی نہیں سیکھا۔

اس کی امپریسو نظروں میں اپنی براؤن آنکھیں گاڑ کر کہتے وہ واپس مڑ کر جا چکا تھا۔۔ لیکن وہ اکیلا نہیں گیا تھا۔ رائنا خان کا دل بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔ رائنا مسکراتے ہوئے خود بھی باہر کی جانب بڑھی۔ اس کے چہرے پر ایک الوہی چمک تھی۔۔

شاہ ولا میں سب شام کے ولیمے کے لیے تیاریاں کر رہے تھے کہ داخلی دروازے سے دو وجود نمودار ہوئے۔۔۔ خان ولا کے لوگ صبح ہی واپس جا چکے تھے۔ جبکہ اب سارے لاؤنج میں بیٹھے ولیمے کی تیاریوں کے متعلق ڈسکس کر رہے تھے کہ ان دو وجود کو دروازے پر دیکھتے سب ہی اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہوئے۔ دروازے پر درفشاں خان اور آبان خان موجود تھے۔ آبان خان نے درفشاں کو اپنے ہاتھ کے حلقے میں لیا ہوا تھا۔ جبکہ اس کا پورا وجود ریڈ کلر کی ویلوٹ کی شال سے ڈھانپا ہوا تھا۔ ریڈ شال کے ہالے میں

صرف اس کا سفید چہرہ نظر آ رہا تھا۔ جس پر زخموں کے نشان ابھی تک موجود تھے۔ لیکن وہ پھر بھی خوبصورت اور صاف ستھری معلوم ہو رہی تھی۔ جبکہ آبان خان سیاہ رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس براؤن کلر کی گرم شال اوڑھے ہوئے تھا۔ اپنے گھر والوں کو دیکھتے درفشاں کی آنکھوں سے آنسوں روانہ ہوئے۔ ہسپتال میں ایک بار بھی کوئی اس سے ملنے نہیں آیا تھا۔ وہ چاروں بھی کل رات باہر سے واپس آ گئے تھے۔ درفشاں کے پاس کوئی بھی نہیں گیا تھا۔ اُن لوگوں کے آنے کی خبر بھی اسے آبان نے دی تھی!! کیوں لائے تو بیٹا تم اسے یہاں؟؟ مر گئی ہے ہمارے لیے یہ۔ مظہر شاہ آبان خان کی طرف دیکھتے سخت لہجے میں گویا ہوئے۔ درفشاں پر ایک نظر ڈالنا بھی انہوں نے گوارا نہیں کیا تھا۔ درفشاں کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔ جبکہ نوین بیگم بھی روتے ہوئے خود کو درفشاں کے پاس جانے سے روکے ہوئے تھیں۔ وہ ماں تھیں۔ آخر کیسے اپنی اولاد کو اتنی تکلیف میں دیکھ کر ان کا دل نہ

پگھلتا؟؟انکل میری ایک بار تحمل سے بیٹھ کر بات سن لیں۔اس کے بعد جیسے آپ لوگوں کا فیصلہ ہو گا مجھے منظور ہو گا۔آبان خان درفشاں کا ہاتھ تھامے آگے بڑھتے بولا۔وہیں رک جاؤ تم۔ایک قدم بھی اس گھر میں مت رکھنا۔ درفشاں کو بھی گھر کے اندر آتے دیکھ مظہر شاہ چیخے۔درفشاں ہچکیوں سے روتے ہوئے اپنے قدم وہیں پر روک گئی تھی۔مظہر شاہ کھانستے ہوئے صوفے پر بیٹھے۔اچانک چیخنے کی وجہ سے انہیں زبردست کھانسی کا دورہ پڑا تھا۔اشنا نے جلدی سے اُٹھتے انہیں پانی کا گلاس پکڑایا۔آبان خان سچویشن دیکھتے درفشاں کا ہاتھ چھوڑ کر خود ہی اندر داخل ہوا۔بیٹھو بیٹا۔اورنگزیب شاہ نے اسے شائستگی سے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔آبان خان بھی سنجیدگی سے بیٹھ گیا تھا۔جبکہ درفشاں روتے ہوئے دروازے پر کھڑی یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اُسے اندازہ تھا کہ یہی سب ہو گا۔

انکل دراصل میں بات یہ ہے کہ میرے گھر میں کسی کو بھی نہیں پتہ اس بارے میں کچھ بھی۔ سب یہی سمجھ رہے ہیں کہ درفشاں سیڑھیوں سے گر گئی ہے۔ تو ایسے میں، میں اسے گھر لے بھی جاؤں تو سو طرح کے سوال بنے گیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ آج ولیمے کی ساتھ ہی آپ لوگ اسے اپنے گھر سے رخصت کر دیں۔ آبان خان نے ان سب کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کی۔ داداجی اس کی بات پر متفق نظر آرہے تھے۔ جبکہ مظہر شاہ کا چہرہ انتہائی سخت تاثرات دے رہا تھا۔۔ "داجی مجھے اس شخص کے ساتھ نہیں رہنا۔ اس سے پہلے کہ داجی کچھ کہتے درفشاں چیخی تھی۔ آبان خان نے ضبط سے پیچھے مڑتے اسے دیکھا۔ رسی جل گئی تھی پر بل نہیں گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں طیش و اشتعال کی سرخی واضح ہوئی۔ "کیا بکواس ہے یہ سب؟؟ ابھی بھی تمھیں عقل نہیں آئی کیا۔ داجی درفشاں کی طرف دیکھتے دھاڑے۔ "پلیز داجی یہ انسان نہیں درندہ ہے۔ آپ لوگوں کے

سامنے اچھا بننے کا ناٹک کر رہا ہے۔اس کے اصل روپ سے صرف میں واقف ہوں۔" درفشاں ہزیانی ہوتے پھر سے چیخی۔ابھی تک وہ صرف آبان خان کے خوف کی وجہ سے خاموش تھی۔لیکن اپنے گھر والوں کو دیکھتے اس کی تھوڑی ہمت بڑھی تھی۔!کچھ بھی ہو شادی تو تمہاری اسی سے ہو گی۔ ویسے بھی مین چیز نکاح ہے جو آج سے کئی سالوں پہلے ہی ہو چکا تھا۔تم مانو یا نہ مانو یہی شخص تمھارا سب کچھ ہے۔!زاویار نے خود پر کنٹرول کرتے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔جو نادانی میں اپنا نقصان کر رہی تھی۔کچھ بھی تھا لیکن کبھی یہ بہن اس کی سب سے لاڈلی تھی۔جبکہ آبان خان کی آنکھوں کی سرخی مزید گہری ہوتی جا رہی تھی۔اس نے جبڑے اتنی سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کر رکھے تھے کہ اس کی ماتھے کی رگیں پھٹنے کی حد تک پھول چکی تھی۔مقابل بار بار اسے دھتکار کر اس کی انا پر گہرا وار کر جاتی تھی۔ اس نے اپنی مٹھیاں سختی سے بھینچیں۔وہ بہت مشکل سے خود پر ضبط کیے

بیٹھا تھا۔ ورنہ تو اس کا بس نہیں تھا کہ اٹھ کر اس نازک وجود کے چھیتڑے اڑا دے۔ جو بار بار اس کی تذلیل کر رہی تھی۔ یہ تو طے تھا کہ آبان خان اس سے ایک ایک چیز کا بدلہ لینے والا تھا۔ ماما ماما آپ ان لوگوں سے کہیں پلیز۔ آپ لوگ چاہے تو کسی سے بھی میری شادی کروا دیجئے گا۔ میں کچھ نہیں کہوں گی۔ لیکن اس سے طلاق دلوا دیں پلیز ماما۔ مجھے نہیں رہنا اس شخص کے ساتھ!! درفشاں آگے بڑھتے اپنی ماں کے ہاتھ تھامتے گڑگڑاتے ہوئے روتے ہوئے بولی۔ اس کی شال سرکتے کندھوں تک آگئی تھی۔ اس کے سلکی لمبے بال کمر پر بکھرے تھے!! آبان خان کا جیسے پارہ ہائی ہوا۔ درفشاں کے منہ سے طلاق کی بات سنتے وہ جیسے پاگل ہونے کو تھا۔ اس کا چہرہ طیش و اشتعال کے مارے شدید سرخ ہوا۔ جبکہ آنکھیں جیسے لہو ٹپکانے کو تھی۔ بازو کی نیلی موٹی رگیں پھولنا شروع ہو چکی تھی۔ وہ اپنے اوپر سے کنٹرول کھوتے ایک ہی جست میں صوفے سے اُٹھتے درفشاں کی طرف بڑھا۔ درفشاں اسے

خطرناک تیور چہرے پر سجائے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر نوین بیگم کے پیچھے چھپی۔ لیکن نوین بیگم فوراً ہی پیچھے ہٹ گئی تھی۔ فلحال وہ اگر بیٹی کے لیے سٹینڈ لیتی تو اس کا ہی نقصان کرتی۔ اس لیے پیچھے ہٹنا ہی مناسب سمجھا۔ جبکہ باقی سب خاموشی سے تماشا دیکھنے میں مگن تھے۔ ان سب کو ہی درفشاں پر افسوس ہو رہا تھا۔ جو اتنے اچھے ہمسفر کی ناقدری کر رہی تھی۔ آبان خان اس تک پہنچتے اسے بازو سے جکڑے اپنا آپا کھوتے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مار گیا۔ درفشاں بری طرح چکراتے ہوئے زمین پر گری تھی۔ اس کا پہلے سے زخمی ہونٹ مزید پھٹ گیا تھا۔ جبکہ گالوں پر آبان خان کی پانچوں انگلیوں کے نشان ثبت تھے!! نوین بیگم نے کرب سے اپنی آنکھیں بند کی۔ اپنی بیٹی کو اپنی آنکھوں کے سامنے پٹتے دیکھنا ان کا دل جیسے پھٹنے کو تھا۔ لیکن وہ بے بس تھیں۔ زاویار نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے رخ بدلا۔ اپنی نازوں میں پلی بہن کو وہ اس حالت میں دیکھے گا وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔ نائرہ کا بھی

یہی حال تھا۔ جبکہ باقی سب ترحم بھری نگاہوں سے درفشاں کو دیکھ رہے تھے۔

آبان خان اس کے پاس فرش پر بیٹھتے اسے بازو سے پکڑتے سیدھا کر گیا۔ اس کا جیسے خون کھول رہا تھا۔ وہ اتنے غصے میں تھا کہ یہ بھی خیال نہ کیا کہ وہ اس کے ہی گھر میں کھڑا ہے۔ ویسے بھی اسے کسی کا کوئی ڈر نہیں تھا۔ درفشاں خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کا زخمی چہرہ دیکھتے ایک پل کو آبان خان کا دل کانپ اٹھا تھا۔ وہ تو اسے زمانے کی گرم سرد ہواؤں سے بچانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ تھی کہ خود ہی اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہی تھی۔ "میرا خیال ہے تمھارا دماغ ٹھکانے پر آ ہی گیا ہو گا۔ شام میں تیار رہنا بارات آئے گی۔ اپنی یہ گز بھر لمبی زبان بند رکھنا سب کے سامنے۔ آبان خان اس کی خوفزدہ نگاہوں میں اپنی سرخ آنکھیں گاڑے غرایا۔ "میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں آبان خان۔ چلے جاؤ میری زندگی سے۔ مجھے نفرت ہے تم

سے۔شدید نفرت!!درفشاں شدت گریہ سے چیخی۔اسے کسی صورت بھی آبان خان سے شادی نہیں کرنی تھی۔جس سے وہ شدید نفرت کرتی تھی۔وہ اپنے ہاتھ بھی اس کے آگے جوڑ گئی تھی۔آبان خان اسے ایک ہی ضد پر اڑے دیکھ اس کا جبڑا اپنی آہنی گرفت میں لے گیا۔اُسے تو لگا تھا کہ مقابل کو عقل آگئی ہو گی۔لیکن یہ تو اس کی سوچ سے بڑھ کر ڈھیٹ نکلی تھی۔جو اتنا سب کچھ ہو جانے کے بعد بھی اپنی ضد سے پیچھے نہیں ہٹ رہی تھی۔لمحوں میں اس نے ایک فیصلہ کیا تھا۔"درفشاں کو بازو سے پکڑتے اس نے سیدھا کھڑا کیا۔درفشاں مسلسل اس سے خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔اُسے آبان خان کی اُنگلیاں اپنے بازو میں دھنستی ہوئے محسوس ہو رہی تھی!!"لے کر جا رہا ہوں میں اسے۔یہ اس قابل ہی نہیں ہے کہ اسے مہلت دی جائے۔آبان خان سب کی طرف دیکھتے غراتے ہوئے درفشاں کو تقریباً گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔درفشاں مسلسل رو رہی تھی،

چیخ رہی تھی لیکن نہ اس پر اثر پڑنا تھا اور نہ ہی پڑ رہا تھا۔ اس کی چیخیں پُورے شاہ ولا کی دیواروں سے ٹکراتی واپس آ رہی تھیں۔۔ کوئی بھی اسے بچانے کے لیے آگے نہیں بڑھا۔ سب جانتے تھے کہ آبان خان ان کی بیٹی کا محافظ ہے۔ بس ایک درفشاں ہی تھی جو یہ بات نہ سمجھ سکی۔ آبان خان اسے لیے دروازہ عبور کر چکا تھا۔

نوین بیگم شدید روتے ہوئے اچانک ہی صوفے پر ڈھے سی گئی۔ ان کا دل درفشاں کی حالت دیکھتے جیسے پھٹنے کو تھا۔ زاویار کی خود کی آنکھوں سے آنسوں جیسے برسنے کو تیار تھے۔ وہ بہت مشکل سے خود پر ضبط کیے کھڑا تھا۔ درفشاں کے بہتر مستقبل کے لیے ان سب کو اپنے دلوں کو پتھر کرنا ہی تھا۔ ہیر نے جلدی سے آگے بڑھتے نوین بیگم کو سہارا دیا۔ وہ روتے روتے بے ہوش ہو چکی تھی۔ سب جلدی سے ان کی طرف بڑھے۔ زاویار ڈاکٹر کو فون کریں۔

اشنا نے زاویار کو جھنجوڑتے ہوئے کہا۔جو سکتے کی کیفیت میں اپنے گھر والوں کی حالت دیکھ رہا تھا۔"کر دیا ہے میں نے فون۔ابھی زاویار کچھ کہتا کہ حدائق نے اشنا کی بات کا جواب دیا۔اشنا نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔تھوڑی ہی دیر میں ڈاکٹر بھی پہنچ چکی تھی۔یہ ان لوگوں کی فیملی ڈاکٹر تھی!!ڈاکٹر پلیز دیکھیں انہیں کیا ہوا ہے۔نائرہ نے روتے ہوئے ڈاکٹر سے کہا۔ماہ دیر اسے اپنے بازو کے حلقے میں لیے کھڑا تھا۔جو مسلسل روئے جا رہی تھی!! زیادہ ٹینشن کی بات نہیں ہے۔ان کا بی پی شوٹ کر گیا تھا۔میں نے انجیکشن لگا دیا ہے۔یہ دوائیاں لکھ کر دے رہی ہوں۔انہیں صبح شام لازمی کھلائیں۔اور جتنا ہو سکے انہیں ٹینشن اور اسٹریس سے دور رکھیں۔یہ ان کی صحت کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔باقی انشاءاللہ تھوڑی دیر تک انہیں ہوش آجائے گا۔"نوین بیگم کا اچھے سے چیک اپ کر کے پروفیشنل لہجے میں مسکرا کر کہتی وہ ان سب کی اٹکی ہوئے سانسیں بحال کر گئی تھیں۔سب نے بے ساختہ ہی

دل میں خدا کا ڈھیروں شکر ادا کیا۔ڈاکٹر اٹھ کر باہر جا چکی تھی۔ مظہر شاہ جھکے ہوئے کندھوں کے ساتھ اپنی بیوی کو دیکھ رہے تھے۔انہیں اُمید نہیں تھی کہ بڑھاپے میں پہنچ کر جوان اولاد انہیں یوں ذلیل کرے گی!!زاویار اپنی ماں کو کمرے میں لے جاؤ۔آرام کرے گی تو بہتر محسوس کرے گی۔داجی نے زاویار کی طرف دیکھتے کہا۔اور خود بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

زاویار بھی ہاں میں سر ہلاتا نوین بیگم کو اٹھائے ان کے کمرے کی بڑھ گیا۔ ابھی انہیں ہوش نہیں آیا تھا۔باقی سب بھی اپنے اپنے کاموں میں مصروف شام کے ولیمے کی تیاریوں میں مگن ہو گئے۔۔

آبان خان کی گاڑی جیسے ہواؤں سے باتیں کر رہی تھی۔وہ سرخ چہرے کے ساتھ بہت تیز ڈرائیو کر رہا تھا۔وحشت اس کے چہرے سے ہی ٹپک رہی تھی۔اسٹیئرنگ پر رکھے اس کے ہاتھ کی نیلی موٹی رگیں حد سے زیادہ پھولی

ہوئی تھی۔ جبکہ درفشاں اس کے ساتھ بیٹھی مسلسل رو رہی تھی۔ وقفے وقفے بعد گاڑی میں اس کی ہچکیوں کی آواز گونجتی۔ اسے تو لگا تھا کہ آبان خان اسے مارے گا تو کوئی بھی اسے آبان خان کے حوالے نہیں کرے گا۔ اتنا تو یقین تھا اسے اپنے گھر والوں پر۔ لیکن یہاں تو سب کچھ غلط ہو گیا تھا۔ اس کے گھر والوں نے اسے آبان خان سے طلاق دلوانا تو دور کی بات کسی نے آگے بڑھ کر اسے بچایا بھی نہیں تھا۔ یہی سب سوچتے اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسوں بہتے جا رہے تھے۔ آبان خان کو اس کی سسکیاں اب جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہی تھی۔ وہ بہت مشکل سے اپنا غصّہ اور قہر مقابل پر اتارنے سے خود کو باز رکھے ہوئے تھا۔ درفشاں پہلے ہی بہت تکلیف میں تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اسے مزید کوئی نقصان پہنچائے۔ لیکن اب اسے یہ سب ناممکن لگ رہا تھا۔ وہ خود پر سے ضبط کھو رہا تھا۔ اب اگر تمہاری آواز نکلی میں تمہاری زبان کاٹ دوں گا یاد رکھنا۔ پھر سے اس کی ہچکیوں کی آواز سنتے آبان خان

اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتے اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔اس کی دھاڑ سے گاڑی تک بری طرح لرز اُٹھی تھی۔درفشاں سہمتے ہوئے گاڑی کے دروازے میں سمائی۔اس کے آنسوں اسی وقت رک گئے تھے۔ حتیٰ کہ وہ اپنا سانس تک روک گئی تھی۔آبان خان اسے خود سے ایسے ڈرتے دیکھ استہزائیہ مسکرایا۔"نہیں ججبتی تم پر یہ معصومیت۔یقین کرو نہیں ججبتی۔ آبان خان اس کی طرف اپنی سرخ آنکھوں سے دیکھتے آہستہ سے بولا۔"اور دوسرے ہی لمحے وہ چیختے ہوئے اسٹیئرنگ پر بری طرح اپنا ہاتھ مارنے لگا تھا۔ یہ وہی ہاتھ تھا جو اس نے درفشاں پر اٹھایا تھا۔درفشاں دروازے کے ساتھ لگی تھر تھر کانپتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔جو بری طرح چیختے ہوئے اپنا ہاتھ بے دردی سے اسٹیئرنگ پر مار رہا تھا۔آبان خان کے ہاتھ سے اب خون نکلتے اسٹیئرنگ سے بھی نیچے بہہ رہا تھا۔لیکن وہ تھا کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔اس کی خوفناک چیخوں سے گاڑی تک بری طرح لرز رہی تھی۔آبان

خان چیختے ہوئے پھر سے اپنا ہاتھ اسٹیئرنگ پر مارتا کہ درفشاں کی چیخ ابھری۔ وہ اس کا اتنا سارا خون دیکھتے خوفزدہ ہوتے چیخ اُٹھی تھی۔ آبان خان نے خطرناک تیوروں سے اس کی جانب دیکھا۔ جو اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر کانپتے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ گئی تھی۔ اسے خطرناک تیور کے ساتھ خود کو گھورتے پا کر درفشاں مزید دروازے میں سمائی۔ اسے مقابل سے کل سے زیادہ خوف محسوس ہو رہا تھا۔ آبان خان اسے بازو سے جکڑے ایک ہی جست میں اپنی طرف کھینچ گیا۔ درفشاں کی پھر سے چیخ ابھری تھی۔ اس کے ہاتھ سے نکلتا خون درفشاں کی قمیض کی آستین کو بھی گندا کر رہا تھا۔ آبان خان ایک جھٹکے سے اسے مزید نزدیک کرتے اپنی گود میں بٹھا گیا۔ درفشاں نے اس کی شال اپنی مٹھیوں میں دبوچی۔ وہ اس کی گود میں بیٹھی سانس روکے کانپتے ہوئے خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی!! منع کیا تھا نہ میں نے کوئی تماشا مت کرنا۔ ہاں؟ آبان خان نے اس کے نیلے سوجن زدہ

گال پر نظریں جمائے سرد برفیلے لہجے میں استفسار کیا۔ درفشاں کی ریڑھ کی ہڈی میں اس سنسناہٹ سی ہوئی تھی۔ وہ خاموشی سے روتے ہوئے نظریں جھکا گئی۔ کچھ جواب دینے کی ہمت تو ویسے بھی نہیں تھی!!"سانس لو۔۔ آبان خان نے اسے مسلسل سانس روکے دیکھ نرمی سے کہا۔ درفشاں کے جسم پر مزید لرزہ طاری ہوا تھا۔ اس کی نرمی پر وہ زیادہ کانپنا شروع ہو چکی تھی۔ "سانس لو درفشاں آبان خان۔ اگر میں نے یہ سانسیں کھینچی تو بہت پچھتاؤ گی تم۔ مگر سانس نہیں لے سکو گی۔" اسے پھر سے سانس نہ لیتے دیکھ آبان خان دھاڑا تھا۔ درفشاں اس کی دھاڑ پر بر طرح اچھلتے ہوئے اسی وقت گہرے گہرے سانس لینے لگی۔۔ آبان خان کی نظریں پھر سے اس کے گال پر جمی تھی۔ اب بتاؤ کیا تھا نہ میں نے منع؟؟ وہ پھر سے اپنا سوال دوہرا گیا۔ درفشاں نے خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھتے ہاں میں سر ہلایا۔ مقابل کے خوف سے اس کی جسم میں موجود خون جیسے خشک ہو رہا تھا۔ وہ جیسے چاہے جو

مرضی اب اس کے ساتھ سلوک کرتا اب تو اس کے پیچھے اس کے گھر والے بھی نہیں تھے۔یہی بات درفشاں کو مزید خوفزدہ کر رہی تھی۔"جب میں نے منع کی تھا تو کیوں تم نے تماشا لگایا تھا!! کیا ملا تمھیں تماشا لگا کر!! واپس سے میرے پاس میری گود میں بیٹھی ہو تم۔"آبان خان پاگل ہوتے اس کا جبڑا اپنی آہنی گرفت میں لیتے پھر سے دھاڑا۔اس کی دھاڑ پر درفشاں بری طرح لرزتے ہوئے اونچا اونچا رونا شروع ہو چکی تھی۔آبان خان نے سرد سرخ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔اسے ترس بھی آرہا تھا اور غصّہ بھی۔ مقابل اس کا عشق تھی۔اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ وہ درفشاں کے ساتھ ایسا سلوک کرے گا۔لیکن وہ اپنی حرکتوں سے اسے یہ سب کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔اس کے الفاظ آبان خان کی سماعتوں میں گونجتے جیسے اسے پاگل کر رہے تھے۔وہ اسے درندہ کہہ رہی تھی۔آبان خان یاد کرتے استہزائیہ ہنسا۔"درندہ کہہ رہی تھی تم مجھے!! ہاں؟آبان خان نے ڈیش بورڈ

سے سیگرٹ اٹھاتے اپنے لبوں میں لیے اسے لائٹر سے جلاتے ہوئے برفیلے لہجے میں استفسار کیا۔ درفشاں ابھی تک اسی کی گود میں بیٹھی کانپتی چلی جا رہی تھی!! نہ۔۔ نہیں۔۔۔" درفشاں نے ڈرتے ہوئے فوراً سے انکار کیا۔ لیکن آبان خان کی ایک گھوری پر ہی ہاں میں سر ہلا گئی تھی!! ہمم!! کہاں ہیں میری درندگی کے نشان۔ دیکھانا ذرا۔ آبان خان اس کے جسم پر نظریں جمائے سگریٹ کا دھوا اس کے منہ پر چھوڑتے غرایا۔ درفشاں اس کی شال پھر سے مٹھیوں میں دبوچے بری طرح کھانسنا شروع ہو چکی تھی۔ اسے سگریٹ کی سمیل سے ویسے ہی شدید نفرت تھی۔ اس کے گھر میں بھی کوئی بھی سگریٹ نہیں پیتا تھا۔ آبان خان خود بھی کبھی سگریٹ نوشی کا عادی نہیں تھا۔ لیکن پچھلے کچھ دنوں سے وہ بہت زیادہ سگریٹ پی رہا تھا۔ آبان خان اسے بری طرح کھانستے دیکھ ہلکا سا مسکراتے ہوئے سیگریٹ کا ایک گہرا کش لیتے درفشاں کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتے اس کی سانسوں کو قید

کر گیا۔ درفشاں بری طرح مچلنا شروع ہو چکی تھی۔ سگریٹ کی مہک اسے اپنی سانسوں میں گھلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اوپر سے آبان خان بے دردی سے اسے کمر سے جکڑے اپنی پوری شدت سے اسکے لبوں کو قندھاری کر رہا تھا۔ اسے مچلتے دیکھ آبان خان اپنا دوسرا ہاتھ اس کے بالوں میں الجھاتے اسے مزید اپنے نزدیک کرتے مزید شدت سے اس کے ہونٹوں سے لپٹا۔ درفشاں کے لیے سانس تک لینا محال ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوں بہتے آبان خان کے گال پر گرنے لگے تھے!! اپنے گال پر نمی سے محسوس کرتے آبان خان ایک جھٹکے سے اسے چھوڑتے گاڑی کی سیٹ سٹل لگائے گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ دونوں کا سانس بری طرح پھولا ہوا تھا۔ آنسوں نہ نکلیں تمہاری آنکھوں سے اب۔۔ ہمم!! تھوڑی دیر تک اپنی سانسیں بحال کرتے آبان خان نے نرمی سے اس کے گال سے آنسو صاف کرتے بے حد نرمی سے کہا۔ درفشاں نے اسی وقت اپنے آنسوں روکتے ہوئے اثبات میں

سر ہلایا۔ آبان خان نرمی سے اسے دوسری سیٹ پر بٹھاتے گاڑی سٹارٹ کر گیا تھا۔۔اس کی گاڑی پھر سے ہواؤں کے دوش سے باتیں کرتی خان ولا کی طرف روانہ تھی۔

قسط نمبر:20

آبان خان درفشاں کا ہاتھ پکڑے خان ولا کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا۔ سب گھر والے سامنے لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے۔ آج اتوار بھی تھا۔ اور پھر کچھ زاویار اور اشنا کے ولیمے کی وجہ سے سب گھر پر ہی موجود تھے۔اس وقت سب دوپہر کے کھانے کے بعد اکٹھے بیٹھے چائے پی رہے تھے۔۔ کہ داخلی دروازے سے آبان خان کے ساتھ درفشاں کو دیکھتے سب نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ان لوگوں کو درفشاں کے یہاں آنے کا مقصد سمجھ نہیں آیا تھا۔۔آبان خان درفشاں کو لیے آگے بڑھتے لاؤنج میں

موجود صوفے پر بیٹھا۔ وہ صوفے کی بیک سے ٹیک کھائے آنکھیں موند گیا تھا۔ جبکہ درفشاں اس کے ساتھ کھڑی اُنگلیاں چٹخاتے ہوئے کنفیوز سی سب کو دیکھ رہی تھی!!"کوئی تمیز ہوتی ہے آبان خان۔ گھر میں داخل ہوتے بڑوں کو سلام کیا جاتا ہے۔ مگر ماشاءاللہ سے تم تو دونوں میاں بیوی ایک جیسے ہو۔ آکر گدھوں کی طرح صوفے پر ڈھے گئے۔ سلام کرنا گوارہ نہیں کیا۔" دادا جی اسے ایسے ہی بغیر سلام دعا کے صوفے پر بیٹھتے دیکھ گلا کھنکھارتے ہوئے غصے سے بولے۔ باقی سب بھی حیرت سے ان دونوں کی ہی دیکھ رہے تھے!! آبان خان ان کی بات سنتے اپنی سرخ آنکھیں انگلی اور انگوٹھے سے مسلتے سیدھا ہو بیٹھا۔ اس کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔ اس لیے تھوڑی دیر ایسے لیٹ گیا تھا۔ سوری دادا جان اپنے جوتے پر نظریں جمائے اس نے آہستگی سے کہا۔ دادا جان نے تحیر سے اسے دیکھا۔ آبان خان اور اتنی آسانی سے معافی مانگ لے قیامت کی نشانی تھی۔۔ بیٹا بیٹھو تم بھی۔ کھڑی کیوں ہو!!

ابھی وہ اسے کچھ کہتے کہ عزرا بیگم نے درفشاں کی طرف دیکھتے کہا۔ جو صوفے کے ساتھ کھڑی کسی غیر مرئی نکتے کو گھور رہی تھی۔ اس نے اپنا پورا وجود چادر سے کور کیا ہوا تھا۔ جبکہ آدھے چہرے پر بھی نقاب تھا۔ جو آبان خان نے اسے کرنے کو کہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ درفشاں کے چہرے پر موجود تھپڑ کا نشان اور اس کا سوجن زدہ گال کوئی بھی دیکھے۔ اسی لیے اسے سختی سے کسی کے بھی سامنے نقاب اپنے چہرے سے ہٹانے سے منع کیا تھا۔ درفشاں نے عزرا بیگم کی بات پر آبان خان کی طرف دیکھا۔ جیسے اس سے اجازت چاہتی ہو۔ آبان خان اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر اسے آنکھوں سے اپنے ساتھ بیٹھنے کو اشارہ کر گیا تھا۔ درفشاں اسی لمحے اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔۔ اب طبیعت کسی ہے بیٹے آپ کی!! عزرا بیگم نے پیار سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے پوچھا۔ "ٹھ۔۔۔ ٹھیک ہوں!! درفشاں نے آہستگی سے جواب دیا۔ اس کے حلق میں آنسوؤں کے گولے سے اٹک

رہے تھے۔اُسے وہ منظر بھول ہی نہیں رہا تھا جب آبان خان نے سب کے سامنے اسے تھپڑ مارا تھا۔اور اس کے اپنے ہی اسے بچانے کے لیے آگے نہیں بڑھے تھے۔اسے ابھی تک اپنے گال پر شدید جلن محسوس ہو رہی تھی۔ مقابل کا ہاتھ کچھ زیادہ ہی بھاری تھا۔یا پھر وہ کچھ زیادہ ہی نازک!!"ویسے تو بیٹا یہ تمھارا اپنا ہی گھر ہے۔لیکن ایسے اچانک کیا میں تمہارے یہاں آنے کا مقصد پوچھ سکتا ہوں؟ارشاد خان نے درفشاں سے پوچھا۔کچھ تھا جو انہیں بری طرح کھٹک رہا تھا۔ہسپتال میں بھی جب وہ لوگ درفشاں کی عیادت کرنے گئے تھے تب بھی اس کے گھر والوں میں سے کوئی بھی وہاں موجود نہیں تھا۔اور اب پھر وہ اس حالت میں آبان خان کے ساتھ ان کے گھر آئی تھی۔بجائے اپنے گھر جانے کے۔درفشاں نے لب کاٹتے ہوئے آبان خان کی طرف دیکھا۔"میری بیوی ہے یہ ڈیڈ۔جیسے مرضی آئے اس گھر میں۔ کوئی بھی اس سے یہ سوال پوچھنے کا حق نہیں رکھتا۔انفیکٹ میں آپ لوگوں کو

بتاتا چلوں کہ رخصتی کروا کر لایا ہوں میں اس کی۔ آج سے یہ یہیں اس گھر میں میری بیوی اور آپ کی بہو کی حیثیت سے رہے گی!!" اس نے گویا سب کے سروں پر دھماکہ کیا تھا۔ سب نے حیرت سے پہلے اسے اور پھر درفشاں کو دیکھا۔ کیا بکواس کر رہے ہو۔ شادی کوئی مزاق ہے جو تم اکیلے جا کر رخصتی بھی کروا لائے۔ ہم لوگ مان تو چکے تھے شادی کے لیے۔ آخر ایسی کونسی آگ لگی ہوئی تھی تمھیں جو دو دن صبر نہیں ہوا۔۔ دادا جان آبان خان کو گھورتے ہوئے طیش سے چیخے۔ انہیں اپنے اتنے سمجھدار پوتے سے اس بیوقوفی کی اُمید نہیں تھی۔۔ جبکہ آبان نے خفت سے اپنا نچلا لب بری طرح دانتوں تلے کچلا۔ ساری زندگی جس باپ دادا کے منہ سے اپنے لیے ہمیشہ تعریف ہی سنتے آیا تھا۔ آج درفشاں کی وجہ سے وہ دوسری مرتبہ سب کے سامنے بیعزت ہو رہا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ پسند کی شادی کے لیے اتنا ذلیل بھی ہونا پڑتا ہے گھر والوں سے۔۔ کچھ مجبوری تھی اس لیے مجھے در

فشاں کو اپنے ساتھ ہی رکھنا تھا۔ اگر شادی تک کا انتظار کرتا تو اس کی جان کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔ اس لیے مجھے مجبوراً یہ سب کرنا پڑا۔ انگوٹھے کے پور سے اپنی ناک رگڑتے اس نے بڑی مہارت سے جھوٹ بولا۔ اب سب کے چہروں پر پریشانی واضح جھلک رہی تھی۔ کیا مطلب ہے کھل کے بات کرو۔ کیا کہنا چاہتے ہو!! بالاج نے سیدھے ہو کر بیٹھتے آبان کی طرف دیکھتے پوچھا۔ جبکہ آبان خان کا دل کر رہا تھا کہ اس کا سر پھاڑ دے۔ جو بات کو مزید طول دے رہا تھا۔ ہاں بیٹا صحیح سے بتاؤ۔ آخر مسئلہ کیا ہے۔ جو تمھیں اتنی جلدی رخصتی کرنی پڑی۔ وہ بھی اکیلے جا کر! عظمیٰ بیگم نے بھی بالاج کی ہاں میں ہاں ملائی۔ آبان خان بس ایک گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔ سب لوگ اسی کے جواب کے منتظر تھے۔۔ میری بزنس لائف کے کچھ دشمن ہیں جو اب گھر پر وار کر رہے ہیں۔ در فشاں پر ہسپتال میں بھی حملہ ہو چکا ہے۔ میں جلد از جلد دشمن تک پہنچنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ لیکن ساتھ احتیاط بھی ضروری

چیز ہے۔اسی لیے مجھے مجبوراً یہ سب کرنا پڑا۔اور ویسے بھی میں کونسا بغیر نکاح کے لایا ہوں اسے۔ نکاح تو ہو چکا تھا نہ پہلے ہی اس لیے بغیر کسی فکر کے لے آیا اسے اپنے گھر۔ لیکن اب مجھے لگ رہا ہے کہ نہیں لانا چاہیے تھا۔آپ لوگوں کے تو سوال ہی ختم نہیں ہو رہے!! تفصیل سے ان سب کو ساری بات سمجھاتے آخر میں اس نے طنزیہ کہا۔ارے نہیں نہیں بیٹا یہ اس کا اپنا گھر ہے۔ جیسے مرضی رہے۔ ہم تو بس ایسے ہی پوچھ رہے تھے۔دادا جان نے ساری بات سمجھتے درفشاں کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا۔درفشاں اپنا چہرہ جھکا گئی تھی۔زارا بھابھی کو میرے کمرے میں چھوڑ کے آؤ۔آبان درفشاں کے آرام کی غرض سے اسے کمرے میں بھیجنا چاہتا تھا اسی لیے زارا کو مخاطب کیا۔جو صوفے پر بیٹھی چپس کھانے میں مگن تھی۔"جی بھائی۔زارا مسکرا کر کہتی درفشاں کی طرف بڑھتے اس کا ہاتھ پکڑ کر اوپر آبان خان کے کمرے کی

طرف بڑھ گئی۔ درفشاں نے بھی سکون کا سانس لیا تھا۔ نیچے سب کے ساتھ بیٹھتے تو جیسے اس کا دم گھٹ رہا تھا۔

چلو سب ولیمے کی تیاری کرو پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے۔ برہان خان نے وقت دیکھتے سب کو مخاطب کیا۔ "میں اور درفشاں نہیں جائے گیں ولیمے میں!! آپ سب چلے جایئے گا۔ ابھی کوئی کچھ کہتا کہ آبان خان کی آواز اُبھری۔۔ کہہ تو تم ایسے رہے ہو۔ جیسے پوری شادی میں تم نے شرکت کی ہو۔ راحیل نے طنزیہ کہا۔ ہاں تو جیسے شادی میں نہیں کی ایسے ہی ولیمے میں بھی نہیں کروں گا۔ تمہاری سگی ہے نہ وہ اشنا تم کرنا شوق سے اس کے ولیمے میں شرکت!! آبان کہاں باز آنے والے تھا۔ تم دونوں کو لڑنے کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہے کیا۔ ابھی راحیل کوئی جواب دیتا کہ برہان خان نے دونوں کو سخت لہجے میں کہا۔ آبان سر جھٹکتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جبکہ باقی سب بھی ولیمے کی تیاریوں میں مگن ہو گئے۔۔۔۔

شاہ ولا کے لوگ سب ہال پہنچ چکے تھے۔۔اس وقت رات کے سات بج رہے تھے۔خان ولا میں سے کوئی بھی ابھی ہال میں نہیں آیا تھا۔سب کو ہی درفشاں کی پریشانی کھائے جا رہی تھی کہ نجانے خان ولا کے لوگوں نے اس اچانک کی رخصتی پر کیا ردِ عمل دیا ہو گا۔اشنا اور زاویار شاہ سٹیج پر بیٹھے تھے۔اشنا اس پنک کلر کے باربی فراک میں ملبوس تھی۔آنکھوں پر گلٹری میک اپ کیے، ہلکی پھلکی سے جیولری کے ساتھ اس نے سر پر تاج پہنا ہوا تھا۔ہونٹوں پر پنک کلر کی ہی لپسٹک لگائے وہ خود بھی کوئی چھوٹی سی گڑیا ہی معلوم ہو رہی تھی۔اس کے ساتھ بیٹھا زاویار وائٹ کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس ہمیشہ کی طرح وجیہہ اور ہینڈسم دکھ رہا تھا۔لیکن اس کے چہرے پر واضح پریشانی تھی۔جسے اس نے چھپانے کی بہت کوشش کی مگر پھر بھی صاف پتہ

چل رہا تھا۔اسے درفشاں کی ٹینشن کھائے جا رہی تھی۔۔زاویار آپ پریشان نہ ہو۔اتنے بھی ظالم نہیں ہیں میرے گھر والے۔رکھ لیا ہو گا درفشاں کو۔۔ اسے مسلسل پریشان دیکھ اشنا نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے اسے تسلی دی۔

اسے پورا یقین تھا کہ خان ولا کے لوگوں نے اس بات کا اتنا ایشو نہیں بنایا ہو گا۔زاویار نے ایک نظر اشنا کی طرف دیکھتے ہاں میں سر ہلایا۔اللہ کرے ایسا ہی ہو۔اس نے بے ساختہ ہی دعا کی۔۔ایسا ہی ہو گا دیکھ لیجئے گا انشاءاللہ۔۔اشنا نے بھی مسکرا کر کہا اور سامنے کی طرف متوجہ ہو گئی۔جہاں خان ولا کے لوگ انٹر ہو رہے تھے۔

السلام و علیکم کیسے ہیں آپ سب؟؟دادا جی نے ارشاد خان کی طرف دیکھتے سلیقے سے مسکرا کر سب کی خیریت دریافت کی۔۔الحمدللہ ٹھیک ہیں!!وہ بھی مسکرا کر جواب دیتے اندر کی طرف بڑھ گئے۔آبان بیٹے نہیں آئے!! دادا جان نے جھجھکتے ہوئے امجد خان سے آبان کے متعلق استفسار کیا۔نہیں

وہ درفشاں کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔اس لیے پھر آبان اور وہ گھر پر ہی رک گئے۔امجد خان نے بغیر انہیں محسوس کروائے ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیا۔دادا جان نے بھی ان کے انداز پر سکون کا سانس لیا تھا۔انہیں تسلی ہو گئی تھی کہ خان ولا کے لوگوں نے درفشاں کی رخصتی کو قبول کر لیا ہو گا۔

ماشاءاللہ لوگ تو بہت چمک رہے ہیں۔فائزہ نے اشنا کے پاس سٹیج پر آتے مسکرا کر شرارت سے کہا۔وہ ابھی ہی اشنا سے مل رہی تھی۔جب شوہر اتنا اچھا مل جائے تو چمکتا ہی ہے انسان۔اشنا نے بھی محبت سے زاویار کی طرف دیکھتے جواب دیا۔اس کے جواب پر زاویار جی جان سے مسکرا دیا تھا۔ہاں ہاں اللہ ایسے ہی تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔فائزہ نے اسکے گلے ملتے پیار سے دعا دی۔"آمین!!زاویار اور اشنا دونوں نے ہی ہم آواز میں آمین کہا۔"آپی مجھ سے تو مل لیں۔ابھی وہ لوگ کوئی اور بات کرتے کہ رائنا نے سٹیج پر چڑھتے

خفگی سے کہا۔اس کے پیچھے پیچھے ہی زارا بھی اسٹیج پر چڑھ گئی تھی۔ تمھیں کیسے بھول سکتی ہوں میں آؤادھر۔اشنا نے خوشی سے کہتے اسے اپنے پاس بلایا۔زاویار اٹھ کر سٹیج سے نیچے اتر گیا تھا۔جبکہ اب وہ تینوں ہو سٹیج پر اشنا کے ساتھ بیٹھی باتیں کرنے میں مگن تھیں۔"ماورا میری بات سنو۔۔ماورا جو بلیک کلر کی میکسی پہنے اِدھر اُدھر گھوم رہی تھی زاویار کے آواز دینے پر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔!!جی لالا؟؟"ایک کام کردو یار پلیز۔زاویار نے منت بھرے لہجے میں کہا۔لالا آپ بس حکم کریں۔ماورا نے مسکرا کر کہا۔فائزہ یا خان ولا کے لوگوں میں سے کسی سے بھی باتوں باتوں میں درفشاں کے دیا اس کی رخصتی reaction متعلق پوچھو۔خان ولا کے لوگوں نے کیا پر پوچھ کر بتاؤ مجھے جلدی۔۔لیکن باتوں باتوں میں پوچھنا۔کسی کو شک نہ ہو۔ زاویار نے سرگوشی نما انداز میں اسے اچھے سے سمجھایا۔ماورا نے ہاں میں سر

ہلا دیا تھا۔اور پھر وہ فائزہ کی تلاش میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑانے لگی۔زاویار بھی اپنے دوستوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔

ماورا فائزہ کو ڈھونڈھ ہی رہی تھی کہ اسے وہ تینوں ہی سٹیج پر اشنا کے ساتھ بیٹھی ہوئی نظر آئیں۔ عظمیٰ بیگم بھی وہیں پر تھیں۔یہ تو سب کے ساتھ بیٹھی ہے۔اب کیا کروں ؟۔ماورا نے اپنا نچلا لب کاٹتے سوچا۔کہ اسے اپنے سامنے ہی بالاج خان کھڑا نظر آیا تھا۔زاویار لالا نے کہا تھا کسی سے بھی پوچھ لوں۔تو اسی سے پوچھ لیتی ہوں۔ مسکرا کر سوچتی وہ بالاج کی طرف بڑھی۔۔ بالاج کی اس کی طرف پیٹھ تھی۔وہ یہاں کھڑا اپنے کسی دوست کا انتظار کر رہا تھا۔ماورا پہلے تو کچھ دیر کشمکش کا شکار رہی۔ لیکن پھر ہمت کرتے بالاج کا ہلکا سا کندھا تھپتھپایا۔ لیکن پھر فوراً ہی اپنا ہاتھ پیچھے کر گئی تھی!!تو بہ انسان ہے یا لوہا۔اتنا سخت!!ماورا نے سوچتے بے ساختہ ہی جھرجھری سی لی۔جبکہ کندھا

تھپتھپانے پر بھی بالاج خان نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ شاید اسے پتہ نہیں چلا ہو گا۔ ماورا نے کچھ دیر اس کے مڑنے کا انتظار کیا۔ اور پھر اسے نا مڑتے دیکھ غصے سے اب کی بار تھوڑی زور سے اس کا کندھا تھپتھپایا۔ "کیا مسئلہ ہے؟؟ بالاج خان جو پہلے ہی اپنے دوست کی وجہ سے غصے میں کھڑا تھا۔ مسلسل اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس کرتے مڑ کر غصے سے گویا ہوا۔ "او ہیلو مسٹر تمیز نہیں ہے آپ میں بات کرنے کی!! ماورا تو بس اس کا ایٹیٹیوڈ ہی دیکھ کر رہ گئی تھی۔ بندہ تمیز سے ہی جواب دے دیتا ہے۔ اسی لیے کھری کھری سنائی۔ بات سنیں محترمہ۔ بلا آپ مجھے رہی تھیں۔ میں آپ کو نہیں۔ جو بھی بات ہے بولیں اور جائیں یہاں سے۔ دماغ نہ خراب کریں میرا۔۔ بالاج خان نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ "مجھے کوئی شوق نہیں ہے تم سے بات کرنے کا۔ جاہل انسان۔۔ ماورا نے بھی اب آپ سے تم پر آتے بتمیزی سے کہا۔ یہ شخص ہوتا کون تھا اس کی انسلٹ کرنے والا؟ یو!! ابھی

بالاج کوئی سخت الفاظ کہتا کہ اس کا دوست ماورا اور اس کے درمیان میں آ کر کھڑا ہوا۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھی کہ تھوڑی دیر میں یہاں جنگ شروع ہو جاتی۔ بالاج کو اسے بیچ میں دیکھتے مزید غصّہ چڑھا۔ اسی کی وجہ سے تو اس کا موڈ خراب تھا۔۔ اس نے آگے بڑھتے ایک زوردار مکّہ حسن نامی اپنے دوست کے منہ پر جڑا۔ ماورا اپنے منہ پر ہاتھ رکھ گئی تھی۔۔ "سالے تیری وجہ سے ہی ہو رہا ہے سب کچھ۔ میں نے منع کیا تھا نہ میرا نام لیسٹ میں ڈالنے کو۔ پھر بھی تو نے ڈال دیا۔۔" بالاج اس کا گریبان پکڑتے دبی دبی آواز میں غرایا۔ وہ لوگ تھوڑی سائڈ پر کھڑے تھے۔ اسی لیے کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ حسن نے بغیر بالاج کی اجازت کے اس کا نام لندن میں ہونے والی انٹرنیشنل فائٹ کی لسٹ میں ڈال دیا تھا۔ اب اسے بھی لندن جا کر اس میں شمولیت کرنی پڑتی۔ جو کہ وہ بلکل بھی نہیں چاہتا تھا۔ اسی لیے اسے حسن پر شدید غصّہ تھا۔۔ ابھی وہ دوسرا مکّہ بھی اس کے منہ پر مارتا کہ ماورا جلدی سے

حسن کے آگے آئی۔ "کیا جہالت ہے یہ۔ کیسے مار رہے ہو تم انہیں۔ ہاتھ دیکھو اپنا۔ بلڈوزر سے بھی بھاری ہو گا۔۔" ماورا اپنے دونوں ہاتھ حسن کے آگے کرتے چیخی تھی۔ اسے بیچارے حسن پر ترس آ رہا تھا۔ جو کہ بیچارہ تو بلکل بھی نہیں تھا۔۔ حسن نے حیرت سے اپنے سامنے کھڑی بے انتہا خوبصورت لڑکی کو۔ دیکھا۔ "محترمہ یہ میرا دوست ہے میں اسے ماروں یا پھر جان سے ہی ماردوں۔ تم۔ کون ہوتی ہو مجھے روکنے والی!!" بالاج تو ہتھے سے ہی اکھڑ گیا تھا۔!! میں انسانیت کے ناتے کہہ رہی ہوں۔ دیکھو بیچارے کے ہونٹ سے پہلے ہی خون نکل رہا ہے۔۔۔ ماورا نے ترحم بھری نگاہوں سے حسن کو دیکھتے کہا۔ جو مظلوم بننے کی فل ایکٹنگ کر رہا تھا۔۔

O Please Stop this bullshit!!

انسانیت کا اتنا ہی بھوت چڑھ رہا ہے تو کسی اور کے پاس جاؤ۔ بالاج نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ بتمیز انسان تمیز نہیں ہے تمھیں لڑکی سے بات کرنے

کی۔۔ماورا کا تو جیسے دماغ خراب ہونے کو تھا۔یہ پہلی دفعہ تھا جب اس کی کسی لڑکے سے لڑائی ہو رہی تھی اور وہ بھی اتنے بد تہزیب انسان سے۔ابھی بالاج کوئی جواب دیتا کہ اسے حدائق اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔وہ ماورا کو دیکھ کر ہی اس طرف آ رہا تھا۔حدائق لے جاؤ یار اسے۔ سمجھاؤ اپنی کزن کو۔بہت اچھل رہی ہے!! بالاج نے ماورا کو گھورتے ہوئے حدائق سے کہا۔اپنی زبان کو لگام دو تم۔ مسٹر کب سے بتمیزی کیے جا رہے ہو۔ماورا اپنا آپا کھوتے چیخی۔ جبکہ حدائق اور حسن تو ہونکو کی طرح ان دونوں کو لڑتا ہوا دیکھ رہے تھے!! لگام نہ گھوڑوں کو ڈلتی ہے اور کبھی کبھی تم جیسی گھوڑیوں کو بھی ڈال دی جاتی ہے۔میرے جیسے شیروں کو نہیں!! بالاج نے سکون سے جواب دیا۔ماورا تو اس کے جواب پر تلملا ہی گئی تھی۔۔"کیا فرق پڑتا ہے شیر ہو یا گھوڑا۔رہے تو تم جانور ہی نہ!! استہزائیہ مسکرا کر کہتی وہ بالاج خان کے تن بدن میں بری طرح آگ لگا گئی تھی۔اس کے جواب پر بے ساختہ ہی حدائق اور حسن

دونوں کا قہقہہ چھوٹا۔ہتک کے باعث بالاج خان کا چہرہ دیکھنے لائق تھا۔اس کا چہرہ شدید سرخ جبکہ ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچتی جا رہی تھی۔۔وہ کھڑا خون خوار نظروں سے ماورا کو گھور رہا تھا۔اس سے پہلے کے لڑائی ہاتھا پائی تک پہنچتی حدائق نے ماورا کو وہاں سے لے کر جانا ہی مناسب سمجھا۔وہ ماورا کو بازو سے پکڑتے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔جبکہ حسن نے بھی وہاں سے جانا ہی مناسب سمجھا۔ورنہ اب اس کی خیر نہیں ہونی تھی۔۔پیچھے کھڑا بالاج شدید غصے کے عالم میں ہال سے ہی باہر نکل گیا تھا۔۔

--

رائنا خان سٹیج سے اُترتی اِدھر اُدھر دیکھتی بے چینی سے عدیل کو تلاش کر رہی تھی۔وہ جب سے اِدھر آئی تھی اسے عدیل دکھائی ہی نہیں دیا تھا۔اب تو ولیمے کا فنکشن بھی اینڈ ہونے والا تھا۔وہ اس وقت سفید رنگ کی میکسی پہنے

جس اور گولڈن کلر کے نگینوں کا خوبصورت سا کام ہوا تھا۔ گلے میں بھاری دوپٹہ لٹکائے ہلکا سا میک اپ کیے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ وہ پریشانی سے اِدھر اُدھر گھومتی عدیل کی تلاش میں نظریں دوڑا رہی تھی کہ کسی نے اس کا ہاتھ پکڑتے اپنی جانب کھینچا۔ رائنا کی چیخ بھی اس کے حلق میں ہی دب گئی تھی۔ کیوں کہ مقابل اس کے منہ پر ہاتھ رکھ گیا تھا۔ رائنا نے اپنے سامنے عدیل کو دیکھتے سکون کا سانس لیا۔ ورنہ تو اسکی جان ہی نکل جاتی۔ عدیل اسے لیے ایک سائڈ پر ہوا۔ جہاں ان دونوں کو کوئی بھی نہ دیکھ سکے۔ جبکہ اس کے منہ پر ہاتھ ابھی تک رکھا ہوا تھا۔ سائڈ پر ہوتے عدیل اسے دیوار سے پن کیے اس کے نقوش کو بہت گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ مقابل اسے کچھ زیادہ ہی خوبصورت لگ رہی تھی۔ خاص کر اس کی ہیزل گرین آنکھیں۔ "کسے ڈھونڈھ رہی تھی!! عدیل نے اس کے منہ سے ہاتھ ہٹاتے اس کے دونوں اطراف میں اپنے ہاتھ دیوار پر رکھتے اسے محصور کرتے کہا۔ وہ اس کے بے

حد نزدیک کھڑا تھا۔ کسی کو بھی نہیں۔۔ میں نے کسے ڈھونڈھنا۔ رائنا نے نظریں جھکاتے آہستہ سے جواب دیا۔ جھوٹ مت بولو۔ تمہاری یہ آنکھیں میری منتظر تھیں۔ میں جانتا ہوں۔۔ رائنا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ کیسے اس کے دل کا حال بغیر کہے جان گیا تھا۔ حیران مت ہو۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ تمہاری یہ ہیزل گرین آنکھیں سب کچھ بتا دیتی ہیں مجھے۔ عدیل اس کی حیران آنکھوں میں دیکھتے مسکراتے ہوئے بولا۔۔ رائنا نے فوراً ہی نظریں جھکائی تھی۔۔ بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔ عدیل نے تھوڑا جھکتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ رائنا کا قد اس سے بہت چھوٹا تھا۔ "آ۔۔ آپ بھی اچھے لگ رہے ہیں۔۔ رائنا نے نظریں جھکائے ہی صدق دل سے اس کی تعریف کی۔ جو واقعی اسے بہت دلکش اور ہینڈسم لگ رہا تھا۔ عدیل شاہ اس وقت سیاہ رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس ساتھ آف وائٹ شال اوڑھے ہوئے تھا۔۔ دیکھ تو نہیں رہی تم میری طرف۔ اگر اچھا لگ رہا ہوتا تو تم دیکھتی مجھے۔ جیسے

میں تمھیں دیکھ رہا ہوں!!عدیل نے مصنوعی خفگی سے کہا۔"ن۔۔نہیں دیکھا ہے میں نے آپ کو۔رائنا نے فوراً ہی نظریں اٹھاتے اسے جواب دیا تھا۔

عدیل اس کی معصومیت پر مسکرا کر رہ گیا۔اور پھر تھوڑا اور آگے کو ہوتے اپنے سلگتے لب ہلکے سے اس کے بالوں پر رکھے۔رائنا نے بے ساختہ ہی تھوک نگلا۔وہ سٹل کھڑی اس کا لمس اپنے بالوں پر محسوس کر رہی تھی۔

عدیل شاہ نے تھوڑا پیچھے ہوتے اپنی جیب سے ڈھیروں نوٹ نکالتے۔اس سر پر سے وارے۔رائنا اس کے ایکٹ پر بری طرح بلش ہوئی تھی!!میری ایک چھوٹی سی بات مانو گی؟عدیل نے بوجھل لہجے میں اسکے سرخ چہرے کی طرف دیکھتے سوال کیا۔رائنا نے نظریں اٹھا کے اسے دیکھا۔جیسے پوچھنا چاہتی ہو کونسی بات!!عدیل نے خاموشی سے اس کے گلے میں موجود دوپٹے کو اس کے سر پر اوڑھاتے اچھے سے سیٹ کیا۔یہ دوپٹہ ہمیشہ اپنے سر

پر رکھا کرو۔ ہمم!! پیار سے اس کا گال تھپتھپاتے عدیل نے نرمی سے کہا۔

رائنا نے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔

"That's like my girl"

عدیل نے مسکرا کر کہا۔اُسے رائنا کی یہ فرمابرداری بہت بھائی تھی۔شادی کے فنکشنز ختم ہونے والے ہیں۔میں ماما سے بات کروں تمہارے اور اپنے لیے!! عدیل نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے رائنا کی جان لبوں پر سجائی۔۔۔اس نے پریشان ہوتے بے ساختہ ہی نفی میں سر ہلایا تھا۔۔

"کیوں؟اس کے نفی میں ہلتے سر کو دیکھتے عدیل نے الجھن بھرے انداز میں سوال کیا۔بالاج بھائی، فائزہ آپی یہ دونوں مجھ سے بڑے ہیں۔پہلے ان کی ہو گی شادی۔میری ابھی کیسے ہو سکتی ہے۔۔اور ویسے بھی اب میں نے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینا ہے۔رائنا نے ہونٹ کاٹتے جواب دیا۔۔عدیل اس کے جواب پر چند لمحے خاموش ہو گیا تھا۔۔"کونسی یونیورسٹی میں ایڈمیشن

لینا ہے تم نے؟ کچھ دیر خاموشی کے بعد عدیل نے ایک گہرا سانس بھرتے سوال کیا۔ رائنا نے نظریں جھکائے ہی اسے یونیورسٹی کا نام بتا دیا تھا۔ ہمم!! تم کسی بھی چیز کی فکر نہیں کرو۔ ابھی صرف نکاح کر لے گیں ہم۔ رخصتی تمہاری پڑھائی کے بعد۔۔ اور تم بلکل بے فکر رہو یہ سب کیسے ہو گا، کب ہو گا میں خود سمبھال لوں گا۔ تمھیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ عدیل ہلکے سے اس کا گال تھپتھپاتے مسکراتے ہوئے کہتا پیچھے ہوا۔ رائنا نے پریشانی سے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ جاؤ اب تمہارے گھر والے واپس جا رہے ہیں۔ عدیل ایک نظر سامنے دیکھتے رائنا سے مخاطب ہوا۔ رائنا بھی اثبات میں سے ہلاتی ابھی آگے بڑھتی کہ کچھ یاد آنے پر اس کے قدم رکے۔۔ وہ واپس سے عدیل کی طرف مڑ گئی تھی۔ عدیل اسے واپس سے اپنی طرف مڑتے دیکھ ابرو اچکا گیا۔ جیسے پوچھنا چاہتا ہو کہ اب کیا ہوا!! اپنی نظر اُتار لیجئے گا۔ آپ واقعی بہت اچھے لگ رہے ہیں۔ نظریں جھکا کر کہتی وہ شرما کر

واپس سے اپنے گھر والوں کی طرف بڑھ گئی۔ جہاں سب واپس جانے کی تیاری کر رہے تھے۔۔عدیل اس کی بات پر دل کھول کر مسکرایا۔اب تو اپنی نظر اتارنا اس پر فرض ہو گیا تھا۔۔پاگل!! سوچوں میں رائنا سے مخاطب ہوتے وہ بھی آگے حدائق اور معاذ کی طرف بڑھ گیا۔۔

ولیمے کا فنکشن اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا۔۔اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔حدائق نے بالاج اور ماورا کے درمیان ہوئی لڑائی کو زاویار کو بھی بتا دیا تھا۔اس سے پہلے کہ وہ کسی اور سے درفشاں کے متعلق پوچھتا کہ اشنا نے اسے سب کچھ بتا کر تسلی دے دی تھی۔۔اشنا کو بھی فائزہ نے بتایا تھا۔زاویار نے سکون کا سانس لیا۔ورنہ تو اس کی جان اٹکی ہوئی تھی۔۔ولیمے کا اختتام ہوتے ہی سب اپنے اپنے گھر کی جانب بڑھ گئے۔وہ سب کی کافی تھک چکے تھے۔۔۔

قسط نمبر:21

آبان خان آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ درفشاں جو صوفے پر ایک سائڈ پر سکڑی سمٹی بیٹھی تھی۔ آبان کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ فوراً اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ آبان خان اسے ایسے کھڑے ہوتے دیکھ مُسکرا کر رہ گیا۔ جتنی معصوم اس کی حرکتیں تھیں۔ کاش یہ خود بھی اتنی ہی معصوم ہوتی۔ آبان خان بس سوچ کر رہ گیا۔ "بیٹھ جاؤ تم تو ایسے کھڑی ہوئی ہو جیسے میں تمھارا ٹیچر ہوں اور تم میری اسٹوڈنٹ۔ استہزائیہ انداز میں مسکرا کر کہتے اس نے اپنی گھڑی اُتار کر بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر رکھی۔ درفشاں اس کے کہنے کہ باوجود بھی واپس سے نہیں بیٹھی تھی۔ آبان خان اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے اپنا کوٹ اتارتے سائڈ پر رکھا۔ وہ اس کی طرف قدم بڑھاتے اسے بہت گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے اب اپنی شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔ در

فشاں نے اسے شرٹ کے بٹن کھولتے دیکھ بے ساختہ ہی تھوک نگلا۔ وہ اس کے ساتھ ایک چھت کے نیچے ایک کمرے میں موجود تھی۔ اور سب سے بڑھ کر مقابل اس پر اور اس کے جسم پر پورا پورا حق رکھتا تھا۔ وہ جو چاہے جیسے چاہے اس کے ساتھ کرتا۔ درفشاں خود بھی اسے نہیں روک سکتی تھی۔ یہ سب سوچتے ہی درفشاں کو خوف محسوس ہو رہا تھا۔ وہ جتنی نفرت آبان خان سے کرتی تھی۔ اس کی قربت تو وہ بلکل بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔۔۔

یہی سب سوچتے درفشاں کی آنکھوں میں خوف اُبھرا۔ آبان خان مسلسل اس کی طرف دھیمے دھیمے قدم بڑھا رہا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ اپنی شرٹ کے بٹن بھی کھول رہا تھا۔۔ درفشاں اسے اپنی گلابی بھیگی خوفزدہ نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ آبان خان اس کے قریب جاتے اپنے قدم روک گیا۔ شرٹ کے سارے بٹن وہ کھول چکا تھا۔ مگر ابھی شرٹ اُتاری نہیں تھی۔!! بٹن کھلنے سے سامنے سے اس کا بلڈ اپ چوڑا سینا اور اس کے سکس پیکس واضح نظر

آرہے تھے۔ آبان خان مقابل کی آنکھوں میں اپنا خوف واضح دیکھ رہا تھا۔ وہ بہت گہری نظروں سے ایک عجیب سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اس کے ایک ایک نقش کو آنکھوں کہ راستے دل میں اُتار رہا تھا۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ مقابل اس سے کس بات کا خوف کھا رہی ہے۔۔ اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ایک چمک تھی۔ سب کچھ فتح کر لینے والی مسکراہٹ۔ اپنی کسی پسندیدہ چیز کے ملنے پر جو چمک چہرے پر ہوتی ہے ویسی چمک۔۔ درفشاں اگر غور سے نفرت کو سائڈ پر رکھتے اس کے چہرے کی یہ چمک دیکھ لیتی تو شاید اسے اندازہ ہو جاتا کہ آبان خان اس سے کتنی محبت کرتا ہے۔ ہاں اس نے آج تک اظہار نہیں کیا تھا۔ نہ ہی اپنے کسی عمل سے درفشاں کو کبھی یہ احساس دلایا تھا کہ وہ اس سے آخری حد تک عشق کرتا ہے۔ نہ ہی اسے اظہار کرنا آتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ مقابل خود ہی اس کی آنکھوں میں اپنے لیے موجود محبت کو سمجھے۔ لفظوں میں اظہار اسے کرنا بھی نہیں آتا تھا۔ لیکن ایسا کبھی ممکن نہیں

ہو سکا۔ کیوں کہ درفشاں نے کبھی اس کی آنکھوں میں دیکھتے اسے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ وہ تو جب بھی اس سے نظریں ملاتی تھی۔ اس کی نظروں میں ہمیشہ ہی نفرت کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔

درفشاں شرٹ سے نظر آتے اس کے چٹانی سینے کو دیکھتے اپنی نگاہیں چرا گئی۔ تھا۔ اس بات کی بے attractive اس کا سکس پیکس بلڈ اپ سینا بہت ساختہ ہی درفشاں کے دل نے گواہی دی۔ جسے وہ ڈپٹتے فوراً ہی اپنی سوچ کو جھٹک گئی تھی۔۔ آبان خان اس کے بے حد قریب کھڑا اپنی سلگتی سانسیں اس کے چہرے پر چھوڑ رہا تھا۔ اس کی سانسوں کی تپش سے درفشاں کو جیسے اپنا آپ جھلستا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے بے ساختہ ہی اپنے قدم پیچھے کی طرف بڑھانے چاہے۔ لیکن آبان خان اسی لمحے اسے بازو سے جکڑے مزید اپنے نزدیک کر گیا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بے حد نزدیک کھڑے

تھے۔۔دونوں میں سے اگر کوئی بھی ذرا سی بھی حرکت کرتا تو دونوں کے لب آپس میں بری طرح مس ہوتے۔درفشاں کے سر سے شال سرکتے اس کے ایک کندھے پر آکر لٹک گئی تھی۔وہ اپنی بھیگی سہمی نگاہوں سے آبان خان کی طرف دیکھ رہی تھی۔گال پر تھپڑ کا نشان اب نیلا پڑ چکا تھا۔ہونٹ کا کنارہ پھٹا ہوا تھا۔اس کے سلکی لمبے بال کمر پر بکھرے تھے۔لیکن وہ اس حلیے میں بھی اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ بری طرح کسی کے بھی دل کی دھڑکنیں منتشر کر سکتی تھی۔۔"شرٹ اتارو میری!!اس کی طرف گرم گہری نگاہوں سے دیکھتے آبان خان نے جیسے حکم دیا تھا۔اس کے حکمیہ لہجے پر درفشاں کی آنکھوں میں موجود گلابی پن نے شدت اختیار کی۔۔وہ جو کسی کی ایک بھی نہیں سنتی تھی۔ہمیشہ اپنی ہی کرتی آئی تھی۔اس شخص کا ہر حکم ماننے پر بے بس تھی!!"ت۔۔تم خود اُتار لو۔۔اس نے اپنے آنسوں روکتے دھیمے سے جواب دیا۔کہ بمشکل ہی آبان خان تک آواز جاتی۔لیکن وہ اپنی

مضبوط قوت سماعت کی وجہ سے سن چکا تھا۔ بات کرتے وقت اس کے ہونٹ بری طرح آبان خان کے ہونٹوں سے مس ہوئے۔ لیکن وہ پیچھے بھی نہیں ہٹ سکتی تھی۔ کیوں کہ یہ شخص بہت سختی سے اس کا بازو دبوچے ہوئے تھا۔ اس کا جواب سنتے آبان نے دوسرے ہاتھ سے اس کا جبڑا سختی سے اپنی گرفت میں لیا۔ اسے زہر لگتا تھا مقابل کے منہ سے اپنے لیے تم کا لقب۔ وہ بہت دفعہ اسے منع بھی کر چکا تھا۔ لیکن وہ درفشاں ہی کیا جو آبان خان کی بات مان لے!! آ۔۔۔ آ۔۔ تم نہیں آپ!! آپ بولو گی تم مجھے۔ پہلے بھی کتنی بار سمجھایا ہے کہ مجھے آپ بولنے کی عادت ڈال لو۔ لیکن مجھے لگتا ہے تمہاری اس موٹی عقل میں فساد، جھگڑوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں آتا۔ آبان خان سختی سے اس کا جبڑا پکڑے دبی دبی آواز میں چیخا۔ درفشاں نے درد سے سسکی لیتے بمشکل اثبات میں سر ہلایا تھا۔ اس کی آنکھوں سے گرم سیال بہتے گالوں پر گر رہا تھا۔ جبکہ اسے اپنے گال پر شدید قسم کی جلن محسوس ہو

رہی تھی۔اسے ویسے بھی بہت جلن ہو رہی تھی گال پر لیکن اب آبان خان کی سخت کھردری اُنگلیاں سختی سے اس کے گال میں پیوست ہوتے جیسے درد کی شدت کو آخری حد تک لے گئی تھی۔درد کے مارے اس کی سسکیاں بڑھتی ہی جا رہی تھی۔۔آبان خان اسے بری طرح درد سے سسکتے دیکھ ایک جھٹکے سے اس کا جبڑا چھوڑ گیا۔ابھی درفشاں لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے کی طرف گرتی کہ وہ پھر سے اسے بازو سے جکڑے اپنے مقابل کر گیا تھا۔

"شرٹ اتارو میری۔جلدی کرو۔اسے سیدھا کھڑا کرتے آبان خان نے سرد سپاٹ لہجے میں دوبارہ سے حکم دیا۔وہ جتنا مقابل پر غصّہ کرنے سے خود پر کنٹرول کرتا تھا۔وہ اتنا ہی اسے غصّہ دلاتی تھی۔درفشاں نے کانپتے ہاتھوں سے بہتی آنکھوں کے ساتھ جلدی سے اس کی شرٹ اس کے بازوؤں سے نکالتے اس کے جسم سے علیحدہ کی۔وہ اب اس کے سامنے نظریں جھکائے کھڑی تھی۔جیسے اس کے اگلے حکم کی منتظر ہو۔اس کی اپنی شال کندھوں

سے بھی سرکتے زمیں بوس ہو چکی تھی۔ وہ اب صرف سیاہ رنگ کی فیٹڈ فراک میں ملبوس اس کے سامنے کھڑی تھی۔ سیاہ فراک میں اس کے کندن سے نشیب و فراز سمندر کی لہروں کا منظر پیش کر رہے تھے۔۔ اس کا دو آتشہ روپ دیکھتے آبان خان کے جواں جذبوں میں جیسے آگ سی لگ رہی تھی۔ اس کی نظریں درفشاں کے نشیب و فراز پر ہی گڑھی تھی۔ آبان خان اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے ایک ہی جست میں اسے اپنی گود میں اٹھا گیا۔۔ درفشاں کی آنکھوں میں خوف بڑھا تھا۔ وہ کیا کرنے والا تھا! یہ سوچ ہی اسے کانپنے پر مجبور کر رہی تھی۔۔ درفشاں اس کے سینے پر ہاتھ جمائے اسے سہمی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ آبان خان اس کی آنکھوں میں اپنے لیے بے تحاشہ خوف دیکھتے ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ اسے مقابل کا خود سے اس حد تک خوف کھانا اب جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر رہا تھا۔۔ وہ اسے لیے بیڈ کی طرف بڑھا۔ اسے بے حد نرمی سے بعد پر لٹاتے آبان خان خود بھی اپنے جوتے

اتارتے بیڈ پر چڑھ کر اس کے ساتھ لیٹا۔ درفشاں اس کے سینے پہ ہاتھ جما گئی تھی۔ وہ اپنا پورا وزن اس کے سینے پر ڈالے اسے پوری طرح اپنی قید میں جکڑے ہوئے تھا۔ آبان خان کو اس کی دھڑکنیں اپنے سینے میں بجتی محسوس ہو رہی تھی۔ مقابل کے قیامت خیز بدن کا نشہ اس پر خمار بن کر اُتر رہا تھا۔ ایک ہی کمرے میں اپنی پسندیدہ عورت کے ساتھ رہنا۔ حقِ ملکیت کا احساس جیسے اس کی رگوں میں دوڑتے خون کے ساتھ اسے وہ سب کرنے پر مجبور کر رہا تھا جو وہ ابھی بلکل بھی نہیں چاہتا تھا۔ درفشاں بغیر پلکے جھپکائے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے ہوئے تھے۔ ایک کی آنکھوں میں خوف تھا تو دوسرے کی آنکھوں میں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ خمار کی سرخی گہری ہوتی جا رہی تھی۔ آبان خان کی آنکھیں شدید سرخ ہو چکی تھی۔ اس کا انگ انگ جیسے مقابل کو خود میں سمانے کے لیے جیسے بے چین ہو رہا تھا۔ وہ مزید خود پر کنٹرول نہ رکھتے

ہوئے شدت سے درفشاں کے ہونٹوں سے لپٹا۔ درفشاں اس کی اتنی شدت برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ پہلے ہی اس کے ہونٹ کے کناروں پر زخم تھے۔ اوپر سے گاڑی میں بھی آبان خان کی شدت کے نشان اس کے ہونٹوں پر ابھی تک موجود تھے۔ اور اب پھر سے وہ اپنی پوری قوت سے اس کے ہونٹوں سے لپٹا اپنی پیاس بجھانے میں مگن تھا۔ درفشاں نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے خود سے دور دھکیلنے کی کوشش کی۔ مگر وہ اس کی دونوں کلائیاں سختی سے جکڑے بیڈ کے ساتھ پن کرتے اپنی شدت مزید بڑھا گیا تھا۔ وہ اس کی سانسوں کو شدت سے انھیل کرتے جیسے اس کے جسم میں موجود ایک ایک سانس کو کھینچ لینا چاہتا تھا۔ درفشاں کو اب اپنا سانس بلکل ختم ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ اسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی تھی۔ مگر وہ بے رحم بنا اس پر ذرا بھی ترس نہیں کھا رہا تھا۔۔ سانس نہ ملنے پر درفشاں کا جسم جیسے بے جان ہونے لگا تھا۔ جبکہ چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ کوئی اور حل

نہ دیکھتے بالآخر اس نے اپنا ایک ہاتھ آبان خان سے چھڑواتے اس کے بالوں میں اُلجھاتے اس کی سانسیں انہیل کی۔ وہ اپنی آنکھیں موندے اس کے ہونٹوں سے سانس کھینچنے میں مگن تھی۔ آبان خان نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ اپنی حرکت بھی روک چکا تھا۔۔ مگر درفشاں بغیر کسی بھی چیز کی پرواہ کیے آنکھیں موندے اپنا ایک ہاتھ اس کے بالوں میں الجھائے شدت سے اس کی سانسیں انھیل کر رہی تھی۔ اسے اُمید نہیں تھی کہ مقابل کبھی خود سے اس کے ہونٹوں کو چھوئے گی۔ آبان خان کے ہونٹوں کو بے اختیار ہی ایک خوبصورت سی مسکراہٹ نے چھوا۔ جو درفشاں کے ہونٹوں میں ہی کہیں دب گئی تھی۔ اپنی سانسیں تھوڑی بحال ہوتی محسوس کرتے درفشاں جیسے اچانک ہی ہوش میں آئی تھی۔ اس نے مقابل کی حرکت رکنے کا نوٹس بھی ابھی لیا تھا۔ وہ ایک دم سے آبان خان کے ہونٹوں کو چھوڑتے تکیے پر اپنا سر گرا گئی۔ آبان خان مسکراتی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ درفشاں نے

اس کی آنکھوں میں دیکھتے خفت سے اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔ مقابل کی آنکھوں کے تقاضے وہ بخوبی سمجھ رہی تھی!!"آ۔۔۔آبے بی گرل!!اس کے لیے میں ہوں نہ؟؟ تمھیں اپنے دانتوں کو تکلیف دینے کی ضرورت نہیں ہے۔۔آبان خان نے اس کے ہونٹ دانتوں سے آزاد کرواتے سرد لہجے میں اس کے کان کے پاس جھکتے سرگوشی کرتے اس کے کان کی لو کو اپنے دانتوں سے کاٹا۔درفشاں کے منہ سے سسکی برآمد ہوئی تھی۔۔آبان خان کے ہونٹ اس کے کان کی لو سے سفر کرتے گردن کے پاس آکر رکے۔وہ شدت سے اس کی گردن پر جھکا لو بائٹس بنا رہا تھا۔درفشاں کی سسکیاں بڑھتی ہی جا رہی تھی۔وہ اپنا پورا وزن اس پر ڈالے لیٹا تھا۔درفشاں کو اپنی دھڑکنوں میں واضح درد ہوتا محسوس ہو رہا تھا لیکن وہ بے رحم تھا وہ بے رحم بنا ہوا تھا۔۔بے بسی کے احساس سے اس کی آنکھوں سے گرم سیال بہتا تکیے میں جذب ہو رہا تھا۔وہ اس کے دونوں ہاتھ بھی اپنی گرفت میں لیتے تکیے سے پن

کر چکا تھا۔ درفشاں پوری طرح مقابل کے رحم و کرم پر تھی۔ آبان خان پوری طرح اس کی گردن کو اپنی شدتوں سے لال سرخ کرتے مزید نیچے کی طرف سرکا۔ اس نے بہت نرمی سے قمیض کے اوپر سے ہی اس کی دھڑکنوں پر اپنے تپتے سلگتے لب رکھے۔ جبکہ ایک ہاتھ بے باکی سے اس کے پورے جسم پر حرکت کر رہا تھا۔ درفشاں کے پورے جسم پر کپکپی سی طاری ہوئی تھی۔ اس کے بے باک لمس پر وہ جی جان سے کپکپا اٹھی تھی۔۔ جبکہ آنکھوں سے مسلسل آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔ وہ بے جان سے گڑیا کی طرح اس کی بانہوں میں سمٹی پڑی تھی۔۔ آبان خان نے قمیض کو بیچ میں رکاوٹ بنتے دیکھ ایک ہی جست میں اس کی قمیض اتارنی چاہی۔ مگر وہ اپنے ہاتھ روک گیا تھا۔ درفشاں کی آنکھوں سے بہتے آنسوں اس نے ابھی ہی دیکھے تھے۔

کیا ہوا کس چیز کا ماتم منا رہی ہو؟! آبان خان نے اس کے گال پر نرمی سے ہاتھ رکھتے سرد برفیلے لہجے میں استفسار کیا۔۔اپنی قربت کے دوران مقابل کا رونا اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔سارا خمار جیسے بھک سے اڑا تھا۔پلیز مجھے دور رہو۔میں ابھی اس سب کے لیے تیار نہیں ہوں۔درفشاں نے شدید روتے ہوئے اس سے التجا کی۔اس کی اب باقاعدہ ہچکیاں بندھ چکی تھی۔

"کیوں رہوں دور! حق ہے یہ میرا۔اپنا حق کیسے چھوڑوں بتاؤ مجھے۔تم ایک کمرے میں میرے ساتھ میرے ہی بیڈ پر اپنا یہ قیامت خیز بدن لیے لیٹی ہوئی ہو۔میں کیسے نہ لوں اپنا حق۔ہاں؟ آبان خان سختی سے اس کے اطراف میں اپنے ہاتھ مارتا غرایا۔"م۔۔میں دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہوں۔

درفشاں نے اپنی عقل کے مطابق جیسے فوراً ہی حل پیش کیا۔وہ تو ویسے بھی اس انسان کی پناہوں سے دور بھاگنا چاہتی تھی۔اس کی بات پر آبان نے زخمی نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔چھن سے کچھ اس کے اندر ٹوٹا تھا۔مقابل

اس سے دور بھاگنا چاہتی تھی۔ وہ اپنے لفظوں سے ایک بار پھر اسے دھتکار گئی تھی۔ آبان نے کچھ دیر خاموشی سے زخمی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا۔۔

"تم چاہتی ہو نہ کہ میں تم سے دور رہوں؟ وہ بولا تو اس کے لہجے میں ٹوٹے کانچ جیسی کرچیاں تھیں۔ درفشاں نے فوراً ہی اثبات میں سر ہلایا۔ "میں آبان خان تمھیں یہ زبان دیتا ہوں کہ اب جب ہی تمہارے نزدیک آؤں گا۔ جب تم خود میری طرف قدم بڑھاؤ گی۔ وعدہ نہیں کر سکتا میں۔ کیوں کہ یہ میرے لیے بہت مشکل ہے۔ لیکن زبان ضرور دے سکتا ہوں۔ اور یقین کرو درفشاں آبان خان تم ترسو گی میری قربت کے لیے۔ مگر میں میسر نہیں ہونگا تمہارے پاس۔" اپنی بات مکمل کرتے وہ ایک جھٹکے سے اس کے پاس سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ سائڈ ٹیبل سے سگریٹ کیس اٹھاتے وہ کمرے سے ملحقہ ٹیرس کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ درفشاں نے بھی سکون کا سانس لیا تھا۔۔۔ ہمم! آیا بڑا ترسو گئی تم۔۔ ترس ہی نہ جاؤں میں اس کی قربت کے

لیے۔ شکر ہے جان چھٹی میری۔ اللہ کرے اپنی زبان پر قائم رہے بس اب یہ۔۔ اپنے خیالوں میں سوچتے درفشاں آرام سے کمبل خود پر اوڑھتے سونے کی تیاری پکڑنے لگی۔۔ یہ جانے بغیر کہ بہت جلد آبان خان کا کہا ایک ایک لفظ سچ ثابت ہونے والا تھا۔ جس سے وہ دونوں ہی بے خبر تھے۔۔

درفشاں ابھی کمبل اوڑھتے سونے ہی لگی تھی کہ آبان خان کا فون رنگ ہوا۔ اس نے یکلخت ہی کمبل خود پر سے ہٹاتے فون کو گھورا۔ خود چلا گیا تو اس عذاب کو چھوڑ کر چلا گیا میری نیند حرام کرنے کے لیے۔ منہ بنا کر سوچتے اس نے تھوڑا سا اٹھ کر ٹیرس کے بند دروازے کو دیکھا۔ جہاں آبان خان اس وقت موجود تھا۔۔ فون کرنے ولا بھی کوئی ڈھیٹ انسان تھا۔ جو مسلسل بیل دیے ہی جا رہا تھا۔ فون شد و مد سے بج رہا تھا۔ بالآخر ایک گہرا سانس بھرتے درفشاں بستر سے اٹھی۔ سائڈ ٹیبل سے موبائل اٹھاتے اس نے نمبر دیکھا۔ کسی ان نون نمبر سے کال آ رہی تھی۔ اس نے پہلے تعجب سے نمبر کو

دیکھا۔ "مجھے کیا جس مرضی کی کال ہو۔۔اگلے ہی لمحے سوچتے وہ ٹیرس کی طرف بڑھی۔آبان خان جو کھڑا سیگریٹ پر سیگریٹ پھونک رہا تھا۔اپنے پیچھے سے درفشاں کی آواز سنتے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ "تم۔۔میرا مطلب آپ کا فون بج رہا تھا۔درفشاں نے موبائل اس کی طرف بڑھاتے کہا۔وہ تم بولنے ہی لگی تھی لیکن پھر اپنے جبڑے پر ترس سا آگیا تھا اسے۔اسی لیے آپ کا سفر جلد ہی طے کر گئی۔آبان خان نے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ نجانے کیوں ایک پل کے لیے اسے لگا تھا کہ درفشاں اپنے رویے کی معافی مانگنے آئی ہو گی۔لیکن فوراً ہی اس کی یہ غلط فہمی دور ہو گئی تھی۔آبان خان نے ایک گہری سانس بھرتے اس کے ہاتھ سے موبائل لے کر ٹیرس پر موجود چیئر کے آگے پڑی ٹیبل پر رکھا۔اتنے میں فون پھر سے بج اٹھا تھا۔در فشاں اس کے سامنے ہی کھڑی تھی۔وہ انتظار میں تھی کہ کب آبان اسے جانے کا کہے اور وہ کمرے میں جائے۔آبان خان نے نمبر کو ایک نظر دیکھتے

فون اٹینڈ کرتے اسپیکر پر کیا۔ فون کو واپس ٹیبل پر رکھتے وہ دوبارہ سے ریکنگ پر ہاتھ جمائے سیگریٹ پینے میں مصروف ہو چکا تھا۔ اسے لگا تھا کہ درفشاں چلی گئی ہو گی۔۔ "ہیلو۔ آبان خان اسپیکنگ! اس کی بھاری بارعب آواز سنتے دوسری طرف موجود مشال لغاری نے بے ساختہ ہی اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ "ہائے! میں مشال۔ اس دن ہسپتال میں ملاقات ہوئی تھی آپ سے۔ مشال نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنا طرف کروایا۔ آبان خان نے ناسمجھی سے فون کو دیکھا۔ اسے تو ایسی کوئی مشال یاد نہیں تھی جس سے اس کی ہاسپٹل میں ملاقات ہوئی ہو۔ جبکہ درفشاں جو واپس جانے کے لیے اپنے قدم آگے بڑھا رہی تھی۔ فون سے کسی لڑکی کی آواز سنتے اس کے قدم رکے۔ فون اسپیکر پر تھا اسی لیے اسے صاف آواز آ رہی تھی۔ "محترمہ مجھے تو کوئی مشال لغاری نہیں یاد۔ کسی اور کو کال کرنی ہو گی آپ نے۔ اللہ حافظ! اپنی سنا کے وہ ابھی فون بند کرتا کہ مشال نے جلدی سے اسے ٹوکا۔۔ "رکے پلیز فون بند مت

کیجئے گا۔ میں وہی ہوں جسے آپ نے اُن غنڈوں سے بچایا تھا۔اس نے جلدی سے تفصیل سے آبان کو اپنا تعارف دیا۔ آبان خان فون ہاتھ میں اٹھا چکا تھا۔ اسے بلکل بھی درفشاں کی اپنے پیچھے موجودگی کا علم نہیں تھا۔۔اس کے دماغ میں اچانک ہی جھماکا سا ہوا۔اس دن ہوئی سرسری سی ملاقات یاد آگئی تھی۔ جبکہ درفشاں اس کے پیچھے کھڑی ساری باتیں سن رہی تھی!!"جی محترمہ۔ فرمائیں۔کال کرنے کا مقصد! آبان خان نے ٹو دی پوائنٹ بات کرنی چاہی۔ اتنا تو وہ پہلی ملاقات میں ہی جان چکا تھا کہ یہ لڑکی کوئی چپکو ٹائپ کی ہے۔وہ دراصل میں آپ سے ملنا چاہتی تھی۔دوسری طرف سے مشال کی آواز ابھری۔آبان خان کے ابرو تعجب سے سکڑے۔اور میں آپ سے کیوں ملنے لگا محترمہ!اس نے تھوڑا غصے سے کہا۔"پلیز پلیز صرف ایک بار۔مجھے بہت ضروری بات کرنی ہے آپ سے۔مشال منتوں پر اُتر آئی تھی۔

آبان خان کی پیچھے مڑتے ہوئے اچانک ہی نظر درفشاں پر پڑی۔ جو اُنگلیاں چٹخاتے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ آبان نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اسے تو لگا تھا وہ چلی گئی ہو گی۔ لیکن وہ اب تک یہیں کھڑی تھی۔ فون پر موجود مشال مستقل اس کی منتیں کر رہی تھی۔۔ آبان خان کے دماغ میں ایک جھماکا سا ہوا۔ "ٹھیک ہے کل چار بجے کے بعد آجایئے گا میرے آفس۔ فون پر موجود مشال کو ملنے کا کہتے وہ ٹھک سے فون بند کر گیا۔ مشال تو خوشی سے جھوم ہی اٹھی تھی۔ جبکہ درفشاں پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ "ابھی تک کھڑی کیوں ہو جاؤ یہاں سے۔ آبان خان اس کی طرف دیکھتے سرد سپاٹ لہجے میں کہتے واپس سے ریلنگ کی طرف اپنا رخ کرتے سیگریٹ جلا گیا۔ درفشاں منہ بناتی واپس کمرے میں آگئی!!"میری بلا سے جس مرضی سے ملے۔ بلکہ مل ہی کیوں رہا ہے شادی کر لے اس سے۔ خود سے بڑبڑاتے ہوئے وہ واپس سے کمبل سر

تک اوڑھے سونے کے لیے لیٹ گئی۔ پیچھے آبان خان کے ہونٹوں پر ایک مسکراہٹ سی چھائی تھی۔ وہ اس کی بڑبڑاہٹ سن چکا تھا۔۔

اشنا اس وقت زاویار کے سینے پر سر رکھے اس کے سینے کے بالوں میں اپنی اُنگلیاں چلا رہی تھی۔۔۔ وہ دونوں ابھی ہی چینج کر کے آرام کرنے کی غرض سے لیٹے تھے۔ ولیمے کی تھکن اور پھر کچھ درفشاں کی پریشانی وہ دونوں ہی کافی تھک چکے تھے۔۔ "اشنا۔۔۔ زاویار نے نہایت محبت سے اس کے بالوں میں اپنی اُنگلیاں چلاتے اسے مخاطب کیا۔ "جی۔ فوراً ہی جواب آیا تھا۔ تمہاری طبیعت کیسی ہے اب؟؟ اشنا نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ اسے سمجھ نہیں آئی تھی کہ اس کی طبیعت کو آخر کیا ہوا ہے۔ اس نے تھوڑا سر اوپر اُٹھاتے زاویار کی آنکھوں میں دیکھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں موجود تقاضے کو دیکھتے وہ فوراً ہی نظریں جھکا گئی تھی۔ اسے اب سمجھ آئی تھی۔ زاویار نے یہ سوال آخر کیا

کیوں ہے۔زاویار پلیز میری پہلے ہی کمر میں بہت درد ہے۔اور بھی بہت جگہوں پر درد ہے۔میں آپ کو برداشت نہیں کر سکتی۔روہانسی سی آواز میں کہتی وہ زاویار شاہ کو پریشان کر گئی تھی۔"تو پہلے کیوں نہیں بتایا تم نے مجھے۔ اس نے پریشانی سے اشنا کو اپنے نیچے کرتے کہا۔جبکہ اس پر اپنا وزن نہیں ڈالا تھا۔"وہ بس میں نے سوچا آپ ایسے ہی پریشان ہونگے تو اس لیے۔۔کہاں درد ہے بتاؤ مجھے ؟؟زویار نے پریشانی سے پوچھا۔۔"کمر میں اور پیٹ کے نیچے۔۔۔اشنا نے نظریں جھکائے سرخ چہرے کے ساتھ اسے بتایا۔زاویار اس کی آدھی ادھوری بات بہت اچھے سے سمجھ گیا تھا۔وہ خاموشی سے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے اس کے اوپر سے اُٹھتے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھا۔اشنا اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔زاویار ڈریسنگ ٹیبل سے ایک ٹیوب اٹھاتے واپس اس کے پاس بیڈ پر آکر بیٹھا۔الٹی ہو کر لیٹو۔یہ کریم لگاؤں گا تو صبح تک بلکل ٹھیک ہو جاؤ گی تم۔زاویار نے مصروف سے انداز میں

کہا۔زاویار میں خود۔۔اس سے پہلے اشنا بات مکمل کرتی وہ اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ گیا تھا۔"ششش!!میں کر رہا ہوں نہ۔تم بس آرام سے لیٹو۔۔ آہستہ سے کہتے اس نے اشنا کو بازو سے پکڑے لٹایا۔اشنا بھی چپ کر کے لیٹ گئی۔وہ بولتی بھی تو کونسا زاویار نے سن لینی تھی اس کی بات۔اس لیے شرم کو ایک سائڈ پر رکھتے خاموشی سے لیٹنے میں ہی عافیت جانی۔زاویار ٹیوب اپنے ہاتھ میں لیتے اس کی کمر سے قمیض اوپر کو اٹھاتے ہلکے ہاتھوں سے مساج کرنے لگا۔۔۔اشنا نے بے ساختہ ہی سکون سے اپنی آنکھیں موندی۔اسے واقعی سکون سا محسوس ہو رہا تھا۔اور پھر جس طرح ہلکا ہلکا زاویار مساج کر رہا تھا۔اسے سارے درد غائب ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔زاویار اُسے سکون سے آنکھیں موندے دیکھ ہلکا سا مسکرایا۔کافی دیر تک اس کی کمر پر اچھے سے مساج کرنے کے بعد زاویار نے اسے بازو سے پکڑے سیدھا کیا۔۔اشنا نے ابھی تک آنکھیں نہیں کھولی تھی۔۔ہوا کچھ درد کم؟؟اس کے چہرے پر آئے

بالوں کو پیچھے کرتے زاویار نے فکر مندی سے پوچھا۔اشنا نے آنکھیں بند کئے ہی ہاں میں سر ہلادیا تھا۔۔زاویار دل میں شکر ادا کرتے اس کے ساتھ ہی لیٹا۔اس نے نامحسوس انداز میں آہستہ سے اشنا کے پیٹ سے قمیض سرکائی۔۔ لیکن اشنا محسوس کر چکی تھی۔اس نے بے ساختہ ہی زاویار کا ہاتھ تھاما۔ "م۔۔میں خود کرلوں گی۔پلیز آپ نے اتنا کردیا کافی ہے۔اشنا نے شرم سے مرتے ہوئے کہا۔لیکن زاویار نے اس کی بھلا کہاں سننی تھی؟وہ پھر سے اس کے ہونٹوں پر اپنی انگلی رکھتے اسے خاموش کروا گیا تھا۔۔اشنا ایک گہری سانس بھرتے پھر سے اپنی آنکھیں موند گئی۔۔زاویار اپنے ہاتھ میں ٹیوب لیتے آہستہ سے اس کی گہرائیوں پر لگاتے دھیمے دھیمے ہاتھوں سے مساج کرنے لگا۔اشنا کے بدن پر کپکپی سی طاری ہو گئی تھی۔اس نے بے ساختہ ہی زاویار کی سینڈو اپنی مٹھی میں بھینچی۔زاویار اسے ایسے گھبراتے دیکھ اسے مزید اپنے نزدیک کرتے آہستہ آہستہ ہی مساج کر رہا تھا۔۔گھبراؤ مت میری

جان! تھوڑی دیر میں سارے درد غائب ہو جائے گیں۔زاویار نے ہلکے سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔اشنا نے آنکھیں موندے ہی ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔وہ کافی دیر تک اس کی گہرائیوں میں مسلسل مساج کر رہا تھا۔اشنا کو واقعی اب درد ختم ہوتے محسوس ہو رہا تھا۔اسے اب نیند آنے لگی تھی۔۔وہ کب نیند کی وادیوں میں اتری اسے معلوم ہی نہیں ہوا۔زاویار اسے سکون سے سوتے دیکھ ٹیوب کو بند کرتے اس کے پاس سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔۔واشروم میں جا کر ہاتھ دھوتے وہ واپس آتے پھر سے اشنا کے پاس لیٹا۔۔ہلکے سے اس کے ہونٹوں کو چھوتے وہ اشنا اور خود پر اچھے سے کمبل اوڑھاتے اسے اپنی باہوں میں لیے خود بھی نیند کی وادیوں میں اُتر گیا۔اتنے دن کے فنکشنز کی وجہ سے وہ دونوں ویسے بھی بہت تھک چکے تھے۔۔۔

قسط نمبر:22

بابا جان اجازت دیجئے ہم لوگ نکلتے ہیں پھر۔۔۔پاکیزہ شاہ اس وقت اپنے شوہر اور عدیل کے ساتھ اپنے گھر جانے کی تیاری کر رہی تھی۔وہ لوگ شادی کی وجہ سے ہی اِدھر رکے ہوئے تھے۔بیٹا رک جاتی تھوڑے دن!! اورنگزیب شاہ نے ان کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا۔نہیں بابا جان بس اب گھر بھی سمبھالنا ہے۔عدیل نے بھی جاب پر جانا ہے۔اس لیے بس چلتے ہیں۔میں پھر چکر لگالوں گی بعد میں۔شائستگی سے جواب دیتی وہ سامان اٹھائے باہر کی جانب بڑھ گئیں۔عدیل باہر گاڑی میں بیٹھا انہی کا انتظار کر رہا تھا۔۔سب سے ملتے وہ لوگ گاڑی میں بیٹھتے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ان لوگوں کی گاڑی کراچی کے راستوں پر رواں دواں تھی۔۔

آبان خان اس وقت اپنے آفس کے پر تعیش روم میں بیٹھا کافی پینے میں مصروف تھا۔کہ اس کے انٹر کام پر رنگ ہوئی۔جی!!اس نے انٹر کام اپنے

کان سے لگاتے کہا۔۔ سر کوئی مشال نامی لڑکی آئی ہیں۔ وہ کہہ رہی ہیں کہ آپ نے انھیں بلایا ہے۔ میں بہت منع بھی کر چکی ہوں۔ لیکن وہ بات ہی نہیں سن رہی۔ آپ کہیں تو بھیج دوں آپ کے آفس میں!! فون پر سے ریسیپشنسٹ کی آواز ابھری۔ آبان خان نے حیرت سے اپنے ہاتھ میں پہنی برانڈڈ گھڑی میں وقت دیکھا۔ اس نے مشال کو چار بجے ملنے کے لیے کہا تھا۔۔ لیکن وہ کچھ زیادہ ہی ایڈوانس نکلی تھی۔ ابھی صرف دو ہی بجے تھے اور وہ پہنچ بھی چکی تھی۔۔ آبان بس ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔۔ "انہیں بٹھائے ابھی۔ کہہ دیں کہ میں کسی میٹنگ میں بزی ہوں۔ ابھی میرے آفس میں کسی کو بھی نہیں بھیجے گی آپ۔ ازاٹ کلیئر!! اپنی بات کہتے اس نے ریسپشنسٹ سے تائید چاہی۔ لیکن سر وہ بہت ضد۔۔۔ "میں نے کہ دیا مس کہ ابھی میں کسی سے نہیں ملنا چاہتا بات ختم۔ کون کیا ضد کر رہا ہے یہ میرا مسئلہ نہیں ہے۔۔ ابھی وہ کچھ کہتی کہ آبان سختی سے اس کی بات کاٹ گیا تھا۔

اوکے سر! ریسیپشنسٹ نے فون کاٹتے اپنے سامنے کھڑی مشال لغاری کو دیکھا۔ جو بے صبری سے اسی کے جواب کی منتظر تھی۔۔ "میم سر ابھی ایک بہت امپورٹنٹ میٹنگ میں بزی ہیں۔ ابھی وہ آپ سے نہیں مل سکتے۔ آپ پلیز تھوڑی دیر ویٹ کریں۔ پروفیشنل لہجے میں کہتی وہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔۔ جبکہ مشال لغاری کا تو خون ہی کھول اٹھا تھا۔ یہ شخص آخر اسے کیسے انتظار کرنے کا کہہ سکتا تھا۔ جس نے کبھی کسی سے سیدھے منہ بات تک نہیں کی تھی۔ وہ اس سے خود ملنے کے لیے منتیں تک کر گئی تھی۔ اور وہ تھا کہ پھر بھی اسے انتظار کرنے کا کہہ رہا تھا۔ اس سے یہی بات برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ "تم نے میرا نام صحیح سے بتایا ہے انہیں۔ اس نے خود پر قابو پاتے پھر سے کوشش کرنی چاہی!! یس میم! آپ کے سامنے ہی بات کی تھی میں نے۔۔ ریسیپشنسٹ نے دانت پیستے جواب دیا۔ بھاڑ میں جاؤ تم۔ میں خود ہی جا رہی ہوں اندر۔ پھاڑ کھانے والے انداز میں کہتے وہ اندر کی جانب بڑھ گئی۔

پیچھے بیچاری ریسپشنسٹ بس ارے ارے ہی کرتی رہ گئی تھی۔ لیکن وہ بغیر اس کی کسی بھی بات پر کان دھرے جا چکی تھی۔۔

کچھ ور کرز سے آبان کے آفس کا راستہ پوچھتے وہ ایک جھٹکے سے آبان خان کے آفس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔۔ آبان خان جو گلاس ونڈو کے پاس کھڑا کافی پینے میں مصروف تھا۔ کسی کی موجودگی آفس روم میں محسوس کرتے اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ جہاں مشال لغاری ہاتھ باندھے اسے ہی گھورنے میں مصروف تھی۔ اسے دیکھتے ہی آبان خان کے ابرو نامحسوس انداز میں سکڑے۔ "کیا بتمیزی ہے یہ محترمہ؟؟ اس نے تنے ہوئے نقوش کے ساتھ سوال کیا۔ "اوواؤ بتمیزی! اور وہ کیا تھا آبان خان جو آپ نے کیا ہے! مجھے تو یہاں کوئی بہت ضروری میٹنگ نظر نہیں آرہی۔ لگتا ہے میری نظر خراب ہو گئی ہے۔ مشال نے غصے سے بھڑ بھڑ جلتے ہوئے کہا۔ محترمہ

میرا آفس میری مرضی جس مرضی کو ویٹ کرنے کا کہوں۔اور جس مرضی کو اپنے آفس میں بلاؤں۔ تم کون ہوتی ہو مجھے طعنے دینے والی؟ آبان خان نے اپنی کرسی پر بیٹھتے کہا۔اسے بیٹھتے دیکھ مشال بھی میز کے پار رکھی کرسی پر اس کے مقابل ہی بیٹھ گئی تھی۔ بلکل ٹھیک کہا آپ نے مسٹر آبان خان۔ لیکن شاید آپ بھول رہے ہیں آپ نے مجھے خود ہی بلایا تھا ملنے کے لئے۔ پھر اب یہ بہانے کیوں؟؟" محترمہ میں نے بلایا نہیں تھا۔آپ نے ملنے کے لئے میری منتیں کی تھی۔ آبان خان نے ماتھے پر بے شمار بل لیے اس کی تصیح کی۔ "جی ٹھیک ہے میں نے کی تھی لیکن آپ نے بھی تو کہہ دیا تھا نہ پھر کہ آجانا۔ مشال نے کافی حد تک خود پر کنٹرول رکھتے اب کی بار نارمل لہجے میں کہا۔ورنہ مقابل کا اٹیٹوڈ اس کا صبر آزما رہا تھا۔۔ فضول بحث کے لیے وقت نہیں ہے میرے پاس۔جو بھی بات کرنی ہے تم نے جلدی بولو۔اور جاؤ یہاں سے!! آبان خان نے اپنی جیب سے سگریٹ نکال کے جلاتے اپنے ہونٹوں تلے

دباتے کہا۔۔ "وہ ایکچولی میں۔۔۔۔ مشال اپنی جگہ سے کھڑی ہو چکی تھی۔

آبان خان کی نظریں اپنی سیگریٹ پر جبکہ دھیان مقابل کی باتوں پر تھا۔

"آگے بولو گی یا یہیں اٹک گئی ہو۔ اسے مزید نہ بولتے دیکھ آبان خان نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ اسے اب پچتاوا ہو رہا تھا۔ درفشاں کو جلانے کے لیے اس نے عذاب اپنے گلے میں ڈال لیا تھا۔ کم از کم آبان خان کو تو یہی لگتا تھا۔۔ لیکن اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی۔ کیوں کہ مشال اپنی جگہ سے اٹھتی اس کے بلکل قریب کرسی کے پاس آکر کھڑی ہو چکی تھی۔ وہ اس کی طرف تھوڑی جھک کر کھڑی تھی!! آبان خان نے ایک نظر اس پر ڈالی۔ لیکن فوراً ہی گڑبڑاتے ہوئے اپنی نظروں کا زاویہ بدل گیا تھا۔۔ مشال لغاری اس وقت بے حد فٹڈ جینز اور ٹاپ میں ملبوس تھی۔ یہ ٹاپ بمشکل ہی اس کے پیٹ کو ڈھانپ رہی تھی۔ جبکہ فٹنگ میں وہ اتنی تھی کہ اس میں سے جیسے اس کے نشیب و فراز جھلک جھلک کر باہر آنے کو بیتاب تھے۔ جھکنے کی وجہ

سے آبان خان کی سیدھی نظر اس کے واضح طور پر نظر آتے نشیب و فراز پر ہی گئی تھی۔۔

آبان خان فوراً اپنی نظروں کا زاویہ بدلتے اپنی کرسی سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔۔ اسے اُٹھتے دیکھ مشال بھی سیدھی ہو کر کھڑی ہو گئی تھی۔ "اس سے زیادہ نازیبا اور بیہودہ لباس نہیں ملا تھا تمھیں پہننے کو!! ناچاہتے ہوئے بھی آبان خان اس کی ڈریسنگ پر ٹونٹ کر گیا تھا۔۔ "کیوں ایسی بھی کیا برائی ہے اس لباس میں؟؟ مشال نے حیرت سے اپنے برانڈڈ جینز اور ٹاپ کی طرف دیکھتے کہا۔ اسے تو اس میں کوئی بھی برائی نظر نہیں آ رہی تھی۔ 'نہیں اس میں تم کم عیاں ہو رہی ہو! اس سے زیادہ بیہودہ لباس پہن کر آتی۔ تاکہ مکمل طور پر عیاں ہوتی تم! آبان خان نجانے کیوں اس سے بحث کر رہا تھا۔ وہ مرد تھا۔ اپنی عورت تو کیا کسی دوسری عورت کی بھی اس طرح کی نازیبا ڈریسنگ اُسے ایسے ہی چبھتی تھی۔۔ "اوہ تو آپ کہنا چاہ رہے ہیں۔ کہ آپ اس لباس کی وجہ

سے میری طرف مائل ہو رہے ہیں؟؟ مشال نے آبان کے قریب ہی گلاس ونڈو کے پاس کھڑے ہوتے کہا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی اسے اتنی چڑ کس بات کی ہے!!"ہنہہہ تھوکتا نہیں ہے تم جیسی لڑکیوں پر آبان خان!! مائل ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔ اس دنیا میں صرف ایک ہی عورت ہے جو اپنی کرنا جانتی ہے۔ اور وہ ہے" در seduse سادگی سے بھی آبان خان کو فشاں آبان خان!!"۔۔ یقین کرو ابھی جو حرکت تم نے کی ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کس لیے کی ہے۔ لیکن افسوس مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اتنا کمزور نفس نہیں ہے میرا!! تمسخرانہ سے انداز میں کہتے وہ مشال لغاری کے اندر جیسے آگ کے شعلے سے بھڑکا گیا تھا۔ احساس توہین کے باعث اس کا چہرہ گردن تک سرخ پڑ چکا تھا۔ آبان خان کھڑا غصے سے گھورتے ہوئے اس کے کر رہے ہو آبان insult ایک ایک تاثر کو ملاحظہ کر رہا تھا۔۔"تم میری خان۔ مشال لغاری کی!! مشال نے اپنے نام پر زور دیتے انگلی اٹھاتے جیسے

اسے اپنے نام کی پاور سے واقف کر رہی تھی۔ میرے سامنے مشال لغاری ہو یا کوئی بھی اور عورت۔ یقین کرو ایسی حرکتیں کرے گی تو ایسے ہی دھتکاری جائے گی۔ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔ اور بھی بہت کام ہیں میرے پاس! آبان خان دھاڑ کر کہتے اسے باہر کا رستہ دکھا گیا۔ غصے میں وہ اس کا پورا نام بھی صحیح سے نہیں سن پایا تھا۔۔ "میری بات سنیں آبان خان۔ میں بہت محبت کرتی ہوں آپ سے۔ یقین کریں جب سے آپ کو پہلی بار دیکھا ہے میری راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں۔ میں یہی بتانے آئی تھی آپ کو یہاں۔" بہت جلد ہی وہ پھر سے تم سے آپ تک کا سفر طے کر گئی تھی۔ آبان خان نے تنے ہوئے نقوش کے ساتھ اس ڈھیٹ لڑکی کو گھورا۔ جو اتنی تذلیل کے بعد بھی نہیں جا رہی تھی۔۔ "اوہ ریئلی! تم نے مجھے ایک نظر ہسپتال میں دیکھا اور تم میرے پیچھے اتنی پاگل ہو گئی کہ یہاں اپنی عزت ہتھیلی پر رکھ کر آ گئی۔ رائٹ!

Wao what a excellent jock!!

ایمپریس ہوا ہوں ویسے میں تم سے۔استہزائیہ مسکرا کے کہتے آبان خان نے سیگریٹ کا ایک گہرا کش لیا۔ہاں بلکل ایسے ہی ہے۔مشال نے اس کی ہر بات پر مہر لگادی تھی۔اور یہ جوک نہیں ہے۔میں واقعی میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں۔مشال نے دو قدم اس کی طرف بڑھاتے کہا۔آبان خان ایسے ہی اپنے دو قدم پیچھے کی جانب لے گیا تھا۔"میری بات سنو مشال لغ۔۔۔۔ اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ابھی آبان خان کچھ کہتا کہ وہ اس کا پورا نام پکارتے اچانک رک گیا تھا۔آبان خان نے اچھنبے سے اسے دیکھا۔۔مشال لغاری! اس نے اپنے دماغ میں ایک بار پھر اس نام کو دہرایا۔"اوہ تو حنان لغاری کی بہن ہو تم!!آبان خان نے چہرے پر مسکراہٹ سجائے اس سے تائید چاہی!! مشال نے کنفیوز سا ہاں میں سر ہلادیا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ ابھی یہ شخص خون خوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔اور اس کے بھائی کا نام لیتے ہی

اس کے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی تھی۔ آپ جانتے ہیں میرے بھائی کو؟ مشال نے کنفیوز سا اس سے سوال کیا۔ مجھ سے زیادہ بہتر طریقے سے اُسے کوئی نہیں جانتا۔ محترمہ!! آبان خان مسکرا کر کہتے دروازے کے پاس جا کر دروازہ کھول کر کھڑا ہوا۔ اشارہ صاف تھا کہ مشال لغاری جا سکتی ہے۔ "مگر میری بات... ابھی مشال کچھ کہتی کہ آبان خان نے غصے سے اونچی آواز میں گارڈز کو پکارا۔ "گارڈز۔ گارڈز۔ وہ دروازے کے پاس کھڑا مشال کو گھورتے ہوئے مسلسل گارڈز کو پکار رہا تھا۔ "جی سر!! ایک ساتھ ہی وہاں پر چار سے پانچ گارڈز نمودار ہوئے۔ "میڈم کو عزت سے باہر چھوڑ کر آؤ۔ دوبارہ کبھی یہ مجھے میرے آفس کے ارد گرد بھی نظر آئیں۔ تو تم لوگ اپنی نوکری کی خیر منا لینا۔ سختی سے گارڈز کو تنبیہ کرتے وہ دروازے کے پاس سے ہٹ کر کھڑا ہوا۔ گارڈز فوراً ہی اندر داخل ہوتے مشال کی طرف بڑھے تھے!! ہاتھ مت لگانا مجھے۔ خود جا سکتی ہوں میں۔ مشال ان سب کو

اپنی طرف بڑھتا دیکھ آبان خان کو غصے سے گھورتے ہوئے چیخی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سرد سرخ نظروں سے ایک دوسرے کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے۔ احساس توہین سے مشال لغاری کے تن بدن میں جیسے آگ کے شعلے سے دہک رہے تھے۔ اس کی رگوں میں دوڑتا خون لاوے کی طرح اُبل رہا تھا۔ دو قدم چل کر وہ آبان خان کے پاس آکر کھڑی ہوئی۔ اس بے عزتی کا بدلہ بہت جلد لوں گی میں آبان خان۔ تم سے محبت کا اظہار کرنے آئی تھی میں۔ لیکن تم نے تو یہاں so called نفرت کی ایک نئی تاریخ رقم کر دی۔ اور بہت جلد تمہاری وہ درفشاں سب سے پہلے اس نفرت کی آگ میں جلے گی۔!!

"mind it"

اپنی سنا کر وہ آنکھوں پر چشمہ لگاتے آفس سے نکلتی چلی گئی۔ پیچھے آبان خان نے اس کے الفاظوں پر مٹھیاں بھینچی۔ اس کے منہ سے درفشاں کا نام آبان

خان کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔اسے کسی کا بھی کوئی ڈر نہیں تھا۔کیوں کہ در فشاں اس کے گھر میں اس کے کمرے میں ہی موجود تھی۔وہ در فشاں کی کی حفاظت کے لیے اس کے پاس ہی موجود تھا۔"جیسا گھٹیا بھائی۔اس سے چار ہاتھ آگے گھٹیا بہن!!"آبان خان بڑبڑاتے ہوئے واپس سے اپنی کرسی پر بیٹھتے سر جھٹکتے اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔۔

سبینا بیگم اس وقت اپنا سامان پیک کرنے میں مصروف تھی۔ صبح ان لوگوں کی واپس لندن کی فلائٹ تھی۔ویسے تو ان کا کچھ دن رکنے کا ارادہ تھا لیکن پھر جمیل صاحب کی بزنس کے سلسلے میں کچھ ضروری میٹنگز آگئی تھی۔اسی لیے ان لوگوں کو جلدی واپس جانا پڑ رہا تھا۔وہ ابھی سامان پیک کر کے فارغ ہی ہوئی تھیں کہ ماورا اور نائرہ ان کے کمرے میں داخل ہوئیں۔۔"السلام وعلیکم پھوپھو!نائرہ نے اندر داخل ہوتے انہیں سلام کیا۔!وعلیکم اسلام بیٹا آؤ

بیٹھو۔ سبینا بیگم نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے کہا۔ وقت کے ساتھ ساتھ وہ سب ہی اس کے ساتھ ٹھیک ہونے لگے تھے۔ ویسے بھی نائرہ کی اتنی غلطی بھی نہیں تھی۔ اسی لیے سب نے کچھ دن کی ناراضگی دیکھاتے در گزر کرنا ہی بہتر سمجھا۔ "پھوپھو مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی۔ نائرہ نے ماورا کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھتے کہا۔ "ہاں ہاں بیٹا بولو۔ کیا بات ہے۔ سبینا بیگم بھی انہی کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھیں۔ پھوپھو آپ ماورا کو یہیں چھوڑ جائیں۔ یہ بعد میں آجائے گی واپس۔ لیکن ابھی اچانک ایسے آپ سب ہی چلے گئے تو گھر سنسان ہو جائے گا۔ ویسے بھی یہ بتا رہی تھی کہ اس کی یونیورسٹی کی بھی چھٹیاں چل رہی ہیں۔ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ آپ پلیز اسے یہیں پر چھوڑ دیں۔۔ نائرہ نے دھیمے سے کہا۔ وہ سب تو ٹھیک ہے بیٹا لیکن بعد میں یہ اکیلی واپس کیسے آئے گی؟؟ سبینا بیگم نے پریشانی سے ماورا کی طرف دیکھتے کہا۔ "ماما میں پہلے بھی بہت ملکوں میں اکیلی جا چکی ہوں۔ کم سے کم اب تو آپ اس بات

کی ٹینشن لینا چھوڑ دیں۔ کوئی کھا نہیں جائے گا مجھے "۔۔ماورا نے خفگی سے کہا۔ سبینا بیگم ہر بار ہی اس کے اکیلے آنے جانے پر ایسے ہی پریشان ہوتی تھیں!! چپ کرو تم۔ میں ماں ہوں اس لیے پریشان ہوتی ہوں۔ جب کبھی تمہاری اولاد ہو گی نہ تب دیکھوں گی تم کیسے پریشان نہیں ہوتی اپنی اولاد کے لیے۔۔ "ارے اچھا بس بس آپ دونوں لڑنے نہ بیٹھ جایئے گا۔ پھوپھو آپ پلیز رہنے دیں اسے۔ نائرہ نے جلدی سے ان دونوں کے بیچ میں بولتے پھر سے سبینا بیگم سے ریکویسٹ کی۔ "اچھا میں اس کے بابا سے پوچھ لوں۔ پھر بتاتی ہوں تم لوگوں کو۔ سبینا بیگم نے نیم رضامندی کا اظہار کیا۔ نائرہ تو اسی پر خوش ہو گئی تھی۔۔ بہت شکریہ پھوپھو آپ دنیا کی سب سے بیسٹ پھوپھو ہیں۔ نائرہ نے ان کے گلے ملتے صدق دل سے کہا۔ اسے واقعی اپنی دونوں پھوپھو بہت عزیز تھیں۔ اچھا بس کرو یہ مکھن لگانا۔ میں ذرا کپڑے پیکنگ کر لوں۔ پھر صبح تمہارے پھوپھا نے ہنگامہ مچا دینا ہے۔ کچھ بھی رہ گیا تو۔ سبینا

بیگم مسکرا کر کہتی پھر سے سوٹ کیس کی جانب بڑھ گئیں۔ جبکہ نائرہ اور ماورا بھی کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔۔انہیں پتہ تھا کہ اب جمیل صاحب کو سبینا بیگم خود ہی راضی کر لے گیں۔ماورا کے یہاں رکنے کے لیے۔۔

عدیل شاہ اس وقت اپنی ڈیوٹی سے تھکا ہارا گھر میں داخل ہوا۔اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ویسے بھی وہ روز ہی اسی وقت گھر آتا تھا۔۔داخلی دروازے سے اندر داخل ہوتے سامنے ہی اسے پاکیزہ بیگم لاؤنج میں بیٹھی نظر آئیں۔وہ روز اس کے انتظار میں لاؤنج میں ہی بیٹھ جاتی تھی۔۔عدیل گھر آتا تو اسے کھانا دے کر اپنے کمرے میں جاتی۔شروع سے ان کی یہی روٹین تھی۔۔انہیں دیکھتے بے ساختہ ہی عدیل کے چہرے پر مسکراہٹ چھائی۔ ساری تھکن جیسے غائب ہو گئی تھی۔۔"السلام و علیکم ماما! عدیل نے ان کے پاس جاتے جھک کر انہیں سلام کیا۔وہ اس وقت پولیس کی یونیفارم میں

ہینڈسم اور وجیہہ دکھ رہا تھا۔اس کے براؤن بال ماتھے پر بکھرے تھے۔ جبک چہرے پر تھکن کے آثار واضح تھے۔۔"وعلیکم السلام میرا بچہ! پاکیزہ بیگم نے اسے اپنے پاس بیٹھاتے اس کے سر پر شفقت بھرا بوسا دیا۔عدیل ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔اور انہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔عدیل ان کی محبت پر محض مسکرا کر رہ گیا۔۔تم جا کر چینج کرو بیٹا۔میں کھانا لگواتی ہوں رضیہ کو بول کر۔اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ابھی وہ اٹھ کر جاتی کہ عدیل نے ان کا ہاتھ تھاما۔پاکیزہ بیگم نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔"ماما چھوڑیں کھانا۔مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔بیٹھیں آپ میرے پاس۔ان کا ہاتھ تھامتے عدیل نے واپس انہیں اپنے پاس بٹھایا۔وہ اب سنجیدہ ہو چکا تھا۔۔بیٹا بعد میں کر لے گیں بات۔میں کونسا کہیں جا رہی ہوں۔تم پہلے کھانا تو کھالو۔پاکیزہ بیگم نے اس کے سنجیدہ چہرے کی طرف الجھن بھری نظروں سے دیکھا۔وہ بہت کم ہی سنجیدہ ہوتا تھا۔۔ماما مجھے بلکل

بھوک نہیں ہے پہلے آپ غور سے میری بات سنیں!! ہاں بولو! ایک گہری سانس بھرتے وہ مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔ "ماماوہ۔۔ میں شادی۔۔ آئی مین مجھے شادی کرنی ہے۔ عدیل نے نچلا لب دانتوں تلے چباتے اپنی بات مکمل کر ان کے چہرے کو بغور دیکھتے ان کے ایکسپریشن جاننے چاہے۔ لیکن وہ ناکام رہا تھا۔ پاکیزہ بیگم نے اس بات پر کوئی خاص رسپانس نہیں دیا تھا۔۔ لیکن دوسرے ہی لمحے وہ قہقہہ لگا کر ہنسی۔

For god sake mama:

آپ ہنس رہی ہیں۔ میں سیریس بات کر رہا ہوں۔ مجھے واقعی شادی کرنی ہے۔ عدیل نے خفگی سے کہا۔ "بیٹا تمھیں یہ اچانک شادی کا بھوت کیسے چڑھ گیا۔ کتنی لڑکیاں دکھائیں تھی میں نے تمہیں۔ لیکن تب تو تم شادی کا نام بھی نہیں لینا چاہتے تھے۔ اب ایسا کیا ہو گیا کہ تمھیں فوراً شادی کرنی ہے۔ پاکیزہ بیگم نے اپنی ہنسی روکتے خود بھی سنجیدہ ہوتے کہا۔ "ماما سمجھیں نہ

آپ! اب پسند آگئی ہے کوئی۔ عدیل نے نظریں جھکائے انہیں اپنی پسند کا بتایا۔ "میں جانتی ہوں بیٹا تمھیں کون پسند آئی ہو گی۔ عدیل نے حیرت سے انہیں دیکھا تھا۔ وہ کیسے جانتی تھی یہ بات۔ آپ کو کیسے پتہ۔ اس نے حیرت سے سوال کیا۔ بیٹا ماں ہوں تمہاری اچھی طرح جانتی ہوں تمھیں۔ سچ بتاؤں تو میرے دل میں بھی یہی بات تھی۔ بڑی ہی پیاری بچی ہے!! ہے نہ ماما؟؟ واقعی پیاری تو وہ بہت ہے۔ عدیل نے ان کی بات سے اتفاق کیا۔ "ٹھیک ہے پھر میں کروں گی بات تمہارے نانا جان سے۔ کرتے ہیں تمہاری شادی کا بھی کچھ۔ "تھینک یو سو مچ ماما۔ آپ بہت اچھی ہیں۔ عدیل نے خوشی سے جھومتے ان کے گلے میں اپنی بانہیں حائل کی۔ پاکیزہ بیگم مسکرا کر رہ گئی تھی۔۔ چلو اب تو کھانا کھاؤ گے نہ۔ یا ابھی بھی بھوک نہیں ہے؟ انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا! جی بلکل۔ بلکہ خوشی سے بھوک مزید بڑھ گئی ہے۔ میں چینج کر لوں پھر دونوں مل کر کھانا کھاتے ہیں۔۔ عدیل کھڑا ہو کر کہتے

اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ جبکہ پیچھے پاکیزہ بیگم بھی کچن میں اس کے لیے کھانا لینے کی غرض سے بڑھ گئیں۔۔

قسط نمبر: 23

مشال لغاری غصے سے گھر میں داخل ہوئی۔ اریبی بھی اس کے پیچھے ہی تھا۔ وہ جس طرح غصے میں لگ رہی تھی آج کسی کی بھی خیر نہیں تھی۔ اتنا تو اریبی کو اندازہ ہو ہی گیا تھا۔ تم کیا میرے پیچھے آرہے ہو لنگوروں کی طرح۔ دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔ مشال اپنے پیچھے اریبی کو آتے دیکھ پیچھے مڑ کر چیخی۔ اریبی نے بے ساختہ ہی اپنی اُنگلیاں کان میں ٹھونسی تھی۔۔ سوری ٹو سے میم لیکن میں آپ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا۔۔ سر کے سختی سے آرڈرز ہیں کہ آپ کو ایک منٹ کے لیے بھی اکیلا نہیں چھوڑنا۔ نظریں جھکائے اس نے سہولت سے انکار کیا۔ "یو بھاڑ میں جاؤ تم! چیخ کر کہتی وہ اپنے کمرے میں بند ہو گئی۔

جبکہ کمرے کا دروازہ اس قدر زور سے بند کیا تھا کہ مینشن کی دیواریں تک ہل گئی تھیں۔۔" پاگل عورت! اللہ بچائے ایسی عورتوں سے تو۔ پیچھے اریبی غصے سے دروازے کو گھورتے بڑبڑاتے ہوئے لاؤنج میں موجود صوفے پر بیٹھا۔ وہ لیپ ٹاپ کھولے اپنا کام کرنے میں مصروف ہو گیا تھا۔ جبکہ حنان لغاری کو کال کرتے وہ مشال کی آبان خان سے پہلی ملاقات سے لے کر آج اس کے آفس جانے تک ہر ایک بات بتا چکا تھا۔ اسے حنان لغاری نے ہی سختی سے تنبیہ کی تھی کہ اب ایک پل کے لیے بھی مشال کو اکیلا نہیں چھوڑے۔۔۔ جبکہ خود وہ بہت جلد پاکستان آنے والا تھا۔

مشال لغاری کمرے میں داخل ہوتے ہر چیز کو اٹھا اٹھا کر نیچے پھینک رہی تھی۔ غصے کے مارے اس کا چہرہ خون چھلکا رہا تھا۔ تھوڑی سی دیر میں ہی وہ کمرے کا بری طرح حشر بگاڑ چکی تھی۔۔ نہیں چھوڑوں گی آبان خان میں

تمھیں۔اور تمہاری اس درفشاں کو۔۔ نہیں چھوڑوں گی۔یہ وعدہ ہے مشال لغاری کا۔۔ڈریسنگ ٹیبل سے آخری پرفیوم کی بوتل اٹھا کر زمین پر پھینکتے وہ شدت گریہ سے چیخی۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا آبان خان اور درفشاں دونوں کو زندہ زمین میں دفنادے۔اپنی اتنی توہین وہ بھول ہی نہیں پا رہی تھی۔۔ہر چیز کو زمین بوس کرتے وہ خود بھی زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔۔ جبکہ اس کے ہونٹوں پر ایک ہی الفاظ تھے۔ نہیں چھوڑوں گی میں تم دونوں کو۔ نہیں چھوڑوں گی۔۔ مسلسل ایک ہی الفاظ گردانتے ہوئے وہ کوئی پاگل معلوم ہو رہی تھی۔۔

سبینا بیگم اس وقت لاؤنج میں کھڑی لندن کی فلائٹ کے لیے نکل رہی تھیں۔ جمیل صاحب اور ماورا بھی ان کے ساتھ ہی تھے۔۔نائرہ نے بہت کوشش کی ماورا کو یہیں پر روکنے کی لیکن جمیل صاحب کا اپنی اکلوتی بیٹی کے

بغیر دل نہیں لگنا تھا۔اسی لیے سب کی لاکھ ضد کے باوجود بھی وہ ماورا کو یہاں چھوڑنے پر راضی نہیں ہوئے تھے۔پھر ماورا نے بھی زیادہ ضد کرنا مناسب نہیں سمجھا۔وہ خود بھی زیادہ دیر اپنے والدین کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔۔سب سے ملتے وہ لوگ ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔تھوڑی ہی دیر میں ان لوگوں کی فلائٹ کا وقت تھا۔زاویار نے کہا تھا کہ وہ ان لوگوں کو چھوڑ آئے گا ایئرپورٹ تک۔لیکن جمیل صاحب نے سہولت سے انکار کر دیا تھا۔اسی لیے گھر میں ہی سب لوگوں سے ملتے وہ تینوں ایئرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔

گھر کتنا سنسان ہو گیا ہے نہ؟؟شاہ ولا میں اس وقت سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب دادا جی نے اداسی سے کہا۔شادی کی وجہ سے پچھلے کافی دنوں سے گھر میں خاصی رونق تھی۔لیکن اب

ایک دم سب کے جانے سے جیسے سناٹا سا چھا گیا تھا۔ "ایسے ہی ہے بابا جان۔ اب کیا ہی کر سکتے ہیں۔ اب تو کوئی اور شادی ہو گی گھر میں تبھی سب دوبارہ اس طرح اکٹھے ہونگے۔۔ مظہر شاہ نے ان کی بات سے تائید کرتے کہا۔ "حدائق بھائی کی شادی کروا دیتے ہیں۔ کیسا رہے گا!! حدائق جو ابھی ہی لاؤنج میں داخل ہو رہا تھا اسے دیکھتے معاذ نے مشورہ دیا۔ وہ بھی سب کے ساتھ ہی آ کر بیٹھ گیا تھا۔ "ہاں یہ ٹھیک ہے۔ عمر ہو گئی ہے اس کی بھی۔ گھوڑی چڑھا ہی دینا چاہیے اب اسے۔۔۔ زاویار نے بھی حدائق کی ٹانگ کھینچتے مفید مشورے سے نوازا۔ "تو نے کر لی ہے نہ شادی کافی ہے۔ میرا ابھی ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔ حدائق صوفے پر بیٹھتے ٹانگ پر ٹانگ چڑھاتے بولا۔ اچھے اچھوں کی ارادے بن جاتے ہیں۔ تو بس ایک بار ہاں کر کے دیکھ۔ ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی ڈھونڈھے گیں تیرے لیے!! ماہ دیر نے بھی بات میں حصہ ڈالا۔۔ "اوہ بھائی معاف کرو مجھے ان عورتوں کے چکر سے!

میں کنوارا ہی ٹھیک ہوں۔ حدائق نے سرے سے انکار کیا۔۔ "ویسے تسلی اچھی ہے۔ زاویار نے اسے تھمبز اپ ک اشارہ کرتے کہا۔ سب نے ہی نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔ کس بات کی تسلی؟ حدائق نے سب سے پہلے پوچھا۔۔ کوئی لڑکی منہ نہیں لگاتی ہو بیشک۔ اور لوگوں کے سامنے فلیکس مارو کہ بھئی میں تو کنوارا ہی ٹھیک ہوں۔ زاویار نے تمسخر اڑاتے کہا۔ "تو نے بہت ہلکے میں لے لیا ہے مجھے۔ وکیل ہوں میں۔ ایک دنیا پاگل ہے میرے پیچھے۔ حدائق نے فرضی کالر جھاڑے۔ "اندھی ہو گی یقیناً وہ دنیا۔ بے ساختہ ہی معاذ کے منہ سے پھسلا۔ اس کے جواب پر جہاں لاؤنج میں سب کے قہقہے گونجے تھے وہیں حدائق نے اپنے پاؤں سے چپل اتارتے معاذ کی جانب پھینکی۔ جو اس نے بڑی مہارت سے کیچ کر لی تھی!! ویسے حدائق بچے نے بات بلکل صحیح کی ہے۔ منہ کون لگائے گی تُجھے۔ زاویار نے اپنی ہنسی روکتے اسے مزید چھیڑا۔ "نہ مجھے کسی کو منہ لگانا ہے اور بہتر ہے کوئی مجھے بھی منہ نا

لگائے۔ میں کنوارا ہی ٹھیک ہوں!! دانت پیس کر کہتے وہ ابھی بھی اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹا تھا۔ "اگر یہ شادی نہیں کر رہا تو کسی اور کی شادی کا بھی سوچا جا سکتا ہے۔ ماہ دیر کی آواز سنتے سب اس کی جانب متوجہ ہوئے۔۔

کس کی؟ زاویار نے سیدھے ہو کے بیٹھتے بے صبری سے پوچھا۔ "آف کورس میری اور تیری بہن کی۔۔ ماہ دیر نے اسے آنکھ مارتے بے باکی سے کہا۔ اس کی بات اور انداز پر جہاں زاویار نے اسے خون خوار نظروں سے گھورا وہیں اس کے سامنے ہی بیٹھی نائرہ کا چہرہ جیسے خون چھلکانے لگا تھا۔ "اتنا اتاولا ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمھیں رخصتی کے لیے۔ پہلے گھر میں حدائق کی شادی ہو گی۔۔ پھر تمہارے بارے میں کچھ سوچے گیں۔ سائرہ بیگم نے ماہ دیر کو گھورتے ہوئے بات میں حصہ ڈالا۔ میں مزاق کر رہا تھا ماما۔ آپ اس طرح بات کیوں کر رہی ہیں۔۔ ماہ دیر کو ان کا لہجہ بلکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔ اسی لیے صاف الفاظ میں کہا۔ ایسا بھی کیا کہہ دیا میں نے۔ صرف یہی تو کہا

ہے کہ رخصتی ابھی نہیں ہو گی۔اب تم اتنے بڑے ہو گئے ہو کہ ماں کو اس کی غلطیاں گنواؤ گے۔سائرہ بیگم تو جیسے ایمو شنل ہی ہو گئی تھی۔۔اچھا بس کرو سائرہ تمھارا لہجہ واقعی ہی شروع میں سخت تھا۔اس لیے بچے نے ٹوک دیا۔ بات کو اتنا بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے۔اس سے پہلے ماہ دیر کچھ کہتا دادا جی نے سمجھانے والے انداز میں سائرہ بیگم کو کہا۔"میں ہی غلط ہوں اس گھر میں بس۔باقی سب ٹھیک ہیں۔سائرہ بیگم بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔پیچھے ماہ دیر نے تاسف سے اُن کی پشت کو دیکھا۔زاویار کی شادی سے ہی وہ ہر چھوٹی چھوٹی بات پر اسی طرح ری ایکٹ کرتی تھیں۔اور تو اور اب انہیں نائرہ سے بھی سو مسائل ہونے لگے تھے۔ماہ دیر نے بہت دفعہ انہیں سمجھانے کی بھی کوشش کی لیکن وہ تھی کہ ہر مرتبہ اس طرح امو شنل ہو جاتی تھیں۔۔

اچھا چھوڑو سب۔دیکھتے ہیں کیا ہو گا۔جاؤ تم سب لوگ اپنے اپنے کاموں پر۔
دادا جان نے سب کی طرف دیکھتے کہا۔

دادا جان میں نے بات کرنی ہے آپ سے۔زاویار کی آواز پر وہ اس کی "
طرف متوجہ ہوئے۔ہاں بولو۔کیا بات ہے۔"دادا جان میں اور اشنا کہیں باہر
ملک گھومنے جانے کا پلان کر رہے ہیں۔تو آپ کی اجازت ہو تو ہم لوگ چلے
جائیں؟؟اشنا نے ایک جھٹکے سے گردن موڑتے اس جھوٹے انسان کو دیکھا۔
زاویار نے اسے بتانا تو دور کی بات اس کے سامنے ایسے کسی پلان کی بات تک
نہیں کی تھی۔اور اب دادا جی کے سامنے کہتا ہم دونوں پلان کر رہے ہیں۔۔
ارے بیٹا یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔بلکل جاؤ تم۔تمہاری نئی نئی شادی
ہوئی ہے۔دونوں انجوائے کرو اپنے یہ دن۔۔دادا جان کھڑے ہو کر کہتے اشنا
کے سر پر ہاتھ رکھتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے۔ان کی دوائی کا وقت ہو
گیا تھا۔"کہاں جانے کہ پلان ہے پھر؟؟ماہ دیر نے پلیٹ سے بسکٹ اٹھا کر

کھاتے زاویار کی طرف دیکھتے ابرو اُچکائی۔ "سوئزرلینڈ فلحال تو یہیں کا ہے دیکھتے ہیں پھر کیا پتہ عین وقت پر کہیں اور کا بن جائے۔ زاویار نے عام سے انداز میں جواب دیا۔۔ حدائق اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے اس کے پاس آیا۔ اچھی بات ہے انجوائے کرنا اور مجھے چاچو بنا کے ہی واپس آنا۔ مطلب کہ ساتھ آتے ہوئے خوش خبری بھی لیتے آنا۔ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتے وہ باہر کی جانب بڑھ گیا۔ زاویار نے ایک گھوری حدائق کی پشت پر ڈالتے معنی خیز نظروں سے اشنا کی جانب دیکھا۔ جو خوامخواہ ہی بلش کر رہی تھی۔۔

"تمھارا کچھ نہیں ہو سکتا بیگم۔ بات بات پر بلش کرتی ہو تم! مجھے لگتا ہے کم سے کم تمہارے لیے مجھے کبھی زندگی میں بلشن نہیں خریدنا پڑے گا۔ اشنا کی طرف جھکتے اس نے دھیمے سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اشنا فوراً ہی اُٹھتے اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھیں۔ اس نے جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ جبکہ پیچھے زاویار بس ایک سرد آہ بھر کر رہ گیا۔۔۔

آبان خان شام کے چھ بجے گھر میں داخل ہوا۔ سارے دن کا گیا وہ ابھی ہی واپسی آرہا تھا۔۔ "السلام و علیکم ماما۔ سامنے عزرا بیگم کو بیٹھے دیکھ وہ انہی کی طرف بڑھ گیا۔ وعلیکم السلام میرا بچہ۔ کیسے ہو!! عزرا بیگم نے محبت سے پوچھا۔ آبان خان نے انہیں جواب دیتے لاؤنج میں اِدھر اُدھر اپنی نظریں دوڑائی۔ درفشاں کو کہیں بھی نہ پاتے اس کے ماتھے پر بے شمار بل پڑے۔ یہ شام کا وقت تھا۔ اُسے سب کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ مامادرفشاں نیچے نہیں آئی۔ بالآخر اس نے اپنی ماں سے پوچھ ہی لیا۔ نہیں بیٹا نہ وہ سارا دن سے نیچے آئی ہے اور نہ ہی اس نے صبح سے کچھ بھی کھایا ہے۔ میں اس کی طبیعت کا پوچھنے بھی گئی تھی۔ لیکن اس نے دروازہ نہیں کھولا۔ شاید سو رہی ہو گی۔۔ عزرا بیگم اس کی بے چینی بہت اچھے سے محسوس کر رہی تھیں۔ لیکن واقعی درفشاں نہ تو صبح سے نیچے آئی تھی اور اتنا زیادہ دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد بھی

اس نے روم کا دروازہ نہیں کھولا تھا۔ "ماما سوری وہ اصل میں وہ یہاں نئی ہے تو تھوڑا کمفرٹیبل ہونے میں اسے وقت لگ سکتا ہے۔ آپ پلیز برا مت مانیے گا۔۔ آبان خان نے شرمندگی سے ان سے معذرت کی۔۔ اسے اندازہ تھا کہ درفشاں جاگ رہی ہو گی۔ اور کہیں نہ کہیں یہ بات عزرا بیگم بھی جانتی تھیں۔ لیکن آبان خان شرمندہ نہ ہو اس لیے انہوں نے بات کو زیادہ طول نہیں دیا تھا۔۔ ارے بیٹا تم کیوں معذرت کر رہے ہو۔ میں نے کہا نہ وہ سو رہی ہو گی۔ جاؤ شاباش تم کمرے میں فریش ہو جا کر۔ اور درفشاں کے لیے کچھ کھانے کو بھی لے جانا۔ بچی صبح سے بھوکی ہے۔۔ انہوں نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ آبان خان سر ہلاتے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ پیچھے وہ بھی ملازمہ کو درفشاں کے لیے کھانا نکالنے کا کہنے کے لیے کچن کی طرف بڑھ گئیں۔

آبان خان ایک جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھولے جارہانہ تیور کے ساتھ اپنے کمرے میں داخل ہوا۔اس کی نظر سیدھا درفشاں پر پڑی تھی۔جو بیڈ پر اپنے لمبے سیاہ بال ایک طرف تکیے پر پھیلائے سونے میں مصروف تھی۔اس نے گردن تک کمبل اوڑھا ہوا تھا۔اسے ایسے دیکھتے آبان خان کو مزید تپ چڑھی۔وہ صبح جب آفس گیا تھا تب بھی درفشاں سو ہی رہی تھی۔اور اب جب وہ واپس آیا تھا۔تب بھی مقابل سوتے ہوئے ہی ملی تھی۔۔آبان خان ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے اسے بازو سے جکڑے بیڈ سے اتارتے اپنے مقابل کھڑا کر گیا۔درفشاں کی اچانک ہی ہڑبڑاتے ہوئے آنکھ کھلی تھی۔وہ بری طرح آبان خان کے سینے سے ٹکرائی۔جبکہ آبان خان تو اسے دیکھتے جیسے سٹل اپنی جگہ پر جم سا گیا تھا۔درفشاں اس وقت اسی کے شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھی۔شرٹ کا گلا اتنا بڑا تھا کہ وہ بمشکل ہی اسے ڈھانپ رہا تھا۔جبکہ شرٹ اس کے گھٹنوں سے بھی نیچے تھی۔بازو آدھے لٹک رہے

تھے۔اور ایسا ہی کچھ حال ٹراؤزر کا بھی تھا۔وہ اس لباس میں بلکل جیسے چھپ سی گئی تھی!!"تم۔۔۔میرا مطلب آپ کب آئے!!درفشاں نے تھوک نگلتے اس کی سرخ آنکھوں میں جھانکتے کہا۔۔اسے تو لگنے لگا تھا کہ آبان خان کی آنکھوں کا رنگ ہی سرخ ہے!!کیوں کہ درفشاں نے جب بھی اس کی آنکھیں دیکھی تھی ہمیشہ سرخ ہی ہوتی تھیں۔۔لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اس کی آنکھوں میں موجود سرخی کا رنگ ہر بار مختلف ہوتا تھا۔"میں ابھی آیا تھا جب تم مزے سے سو رہی تھی!!آبان خان نے بغور اس کے چہرے پر موجود نشان کو دیکھتے کہا۔۔تھپڑ کا نشان ابھی تک پورے آب و تاب سے چمک رہا تھا۔آبان خان کو آج اندازہ ہوا تھا کہ اس کا ہاتھ بہت بھاری ہے۔نجانے مقابل نے یہ تھپڑ کیسے برداشت کیا ہوگا۔'تم نے شاور لیا ہے۔اس نے درفشاں کے چہرے پر موجود دو لٹوں کو اپنی انگلیوں میں الجھاتے کہا۔بات کرتے کرتے وہ اس کے نزدیک آچکا تھا۔۔"جی وہ میں بہت گندی۔۔۔

درفشاں نے ہونٹ کاٹتے بات ادھوری چھوڑ دی تھی!! اگر شاور لے ہی لیا تھا تو میرے کپڑے پہننے کی کیا ضرورت تھی۔ اپنے پہنتی!! آبان خان نے شرارت سے اسے چھیڑا۔ "ہمم آپ نے تو مجھے یہاں کپڑوں کی پوری دکان کھول کر دی تھی۔ کہ یہ لو درفشاں جو نسا سوٹ تمھیں پسند آئے اٹھانا اور پہن لینا۔۔ ناچاہتے ہوئے بھی وہ شکوہ کر گئی تھی۔ آبان خان نے پہلے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ لیکن پھر بات سمجھ آنے پر وہ اپنے سر پر ہاتھ مار کر رہ گیا۔ "آئی ایم رئیلی سوری میرا بچہ! میں کل ہی تمہاری ساری شاپنگ کر آؤں گا۔ پتہ نہیں کیسے تمہاری ضرورت کی چیزوں کا ہوش ہی نہیں رہا مجھے۔ اور پھر تم۔۔۔۔ بات کرتے وہ اچانک رک گیا تھا۔۔ درفشاں حیرت سے تقریباً منہ کھولے اسے دیکھے رہی تھی!! کیا ہوا ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟؟ اس نے درفشاں کے آگے چٹکی بجاتے جیسے اسے ہوش دلانی چاہی۔۔ "نہیں کچھ نہیں۔ آپ نے شاید غلطی سے وہ الفاظ بول دیے ہونگے۔ ہے نہ؟ اس نے پھیکی سی ہنسی

ہنستے پوچھا۔ "کونسے الفاظ؟ آبان خان نے ناسمجھی سے پوچھا۔۔یہی میرا بچہ! یہ سب کچھ تو وہاں ہوتا ہے نہ جہاں محبت ہو۔اور ہمارے درمیان ایسا کچھ بھی نہیں ہے!! ہاں ایسا ہی ہے۔منہ سے نکل گیا غلطی سے۔اصل میں آج سارا دن مشال کے ساتھ تھا نہ تو اُسے یہی بول رہا تھا۔تمہارے سامنے بھی نکل گیا منہ سے۔آبان خان زبردستی مسکرا کر جھوٹ بولتے واشروم کی طرف بڑھ گیا۔۔

پیچھے نجانے کیوں درفشاں کے دل میں ایک ٹھیس سی اُٹھی تھی۔"مجھے کیا جس مرضی سے ملے۔مشال ہو یا کوئی بھی اور۔مر جائے اللہ کرے اس کی زندگی میں موجود ساری لڑکیاں۔۔منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے اسے خود بھی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ کیا بول رہی ہے۔واپس سے بیڈ پر بیٹھتے اس نے پانی کا ایک گلاس پیا۔آبان خان کے لفظ مسلسل اس کی سماعتوں میں گونج رہے تھے۔

آبان خان واشروم کے اندر داخل ہوتے دروازہ بند کرتے اس سے ٹیک لگا گیا۔ "ایسے الفاظ تو وہاں ہوتے ہیں جہاں محبت ہوتی ہے۔ ہمارے درمیان تو ایسا کچھ بھی نہیں ہے!" درفشاں کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجتے اسے شدید تکلیف دے رہے تھے۔۔ کیوں درفشاں کیوں! ایک تمھیں ہی حق ہے مجھے ہرٹ کرنے کا۔ اور یقین کرو تم یہ کام اپنا فرض سمجھ کر بخوبی سرانجام دیتی ہو۔ میرے جذبات میرے احساسات کبھی سمجھے ہی نہیں تم نے!! دروازے سے اپنا سر ٹکائے آنکھیں بند کئے وہ خیالوں میں درفشاں سے مخاطب تھا۔ اُسے کبھی کبھی سمجھ نہیں آتی تھی کہ درفشاں کیوں ہمیشہ اس سے اتنی بدگمان رہتی ہے۔ اس نے تو کبھی درفشاں کا برا بھی نہیں چاہا تھا۔ پھر بھی وہ ہر بار ہی اسے نئے طریقے سے اپنے الفاظوں سے تکلیف دیتی تھی۔ ایک گہری سانس بھرتے وہ کپڑوں سمیت ہی شاور کے نیچے آکر کھڑا ہوا۔ شاور کے نیچے کھڑا وہ ٹھنڈا پانی آن کر گیا تھا۔ درفشاں کے الفاظ مسلسل

اس کی سماعتوں میں گونجتے اسے پاگل کرنے کے درپر تھے۔" صحیح کہا تھا تم نے۔ محبت نہیں ہے۔ محبت نہیں ہے ہمارے درمیان۔ عشق ہے۔اور وہ بھی یک طرفہ ! کرب سے سوچتے اس نے اپنی آنکھیں بند کی۔ شاور سے گرتا ٹھنڈا پانی اسے مکمل طور پر بھگو کر اس کے اندر لگی آگ کو جیسے سکون پہنچا رہا تھا۔۔"تم میری دسترس میں تو ہو۔ لیکن افسوس کہ تم میری نہیں ہو! لیکن بھلے ہی تم میری نہ ہو۔ کسی اور کے لیے چھوڑوں گا بھی نہیں میں تمھیں۔ ساری زندگی اپنے نزدیک مت آنے دو۔ میں نہیں آؤں گا۔ لیکن کسی اور کے لیے چھوڑ بھی نہیں سکتا میں تمھیں۔ آبان خان اپنی چیزیں کبھی نہیں چھوڑتا۔ خوشی سے رہو یا ساری عمر رو کر گزار و رہو گی تم میرے ساتھ ہی درفشاں آبان خان۔۔" وہ اپنے خیالوں میں مسلسل درفشاں سے مخاطب تھا۔اسے کافی دیر ہو چکی تھی اسی حالت میں شاور کے نیچے کھڑے ہوئے۔۔

اپنی حالت کچھ بہتر ہوتی محسوس کرتے اس نے شاور بند کیا۔اور پھر اپنے گیلے کپڑے بدن سے علیحدہ کرتے وہ باتھ روب پہنتے واش روم سے باہر نکلا۔

درفشاں بیڈ پر بیٹھی واشروم کی طرف ہی نظریں کیے ہوئے تھی۔اسے باہر نکلتے دیکھ اس نے فوراً سے پہلے اپنی نظروں کا زاویہ بدلہ۔جبکہ آبان خان کے چہرے پر اب پہلے والی نرمی کہیں بھی نہیں تھی۔اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا۔ آنکھوں کی سرخی میں مزید اضافہ ہو چکا تھا۔آبان خان اس کی طرف بڑھے پھر سے اسے بازو سے سختی سے جکڑ گیا۔"دن میں ماما آئی تھی۔تمھیں کھانا دینے۔دروازہ کیوں نہیں کھولا تم نے۔اس نے سختی سے درفشاں سے پوچھا۔"وہ میرا حلیہ ٹھیک نہیں تھا۔اس لیے میں نے مناسب۔۔۔درفشاں ابھی ڈرتے ڈرتے جواب دیتی کہ وہ سختی سے اس کی بات کاٹ گیا۔"اوہ تم نے مناسب نہیں سمجھا۔کہ میری بوڑھی ماں تمہارے لیے اسپیشلی تمہارے لیے اتنی سیڑھیاں چڑھ کر کھانا لے کر آئی ہیں۔اور تم نے دروازہ

مناسب نہیں سمجھا۔واؤ۔۔"میرا حلیہ۔۔۔۔درفشاں اتنا کہتے پھر سے خاموش ہو گئی تھی۔"کیا ہے تمہارے حلیے کو۔مجھے تو کہیں سے خراب نہیں لگ رہا۔ یا ننگی تھی تم اس وقت۔جو تمھارا حلیہ صحیح نہیں تھا۔۔آبان خان نے بنا لگی لپٹی کے بے باکی کی حد پار کرتے کہا۔درفشاں کے چہرے پر بے ساختہ ہی حیا کی لالی چھائی۔وہ لاکھ اوپن مائنڈ لڑکی صحیح لیکن یہ شخص ہمیشہ اسے سرخ پڑنے پر مجبور کر دیتا تھا۔۔"بولو گی اب یا زبان کرائے پر دے دی ہے۔ آبان خان نے اسے خاموش دیکھ اسے بازو سے پکڑتے جھنجھوڑا۔۔"میں نے اگر دروازہ نہیں بھی کھولا تو انہیں آپ کو بتانے کی کیا ضرورت تھی۔آگ لگانے والا کام کیا ہے آپ کی ماما نے ویسے۔"درفشاں اپنی پوری قوت لگاتے اس سے اپنے بازو چھڑواتے ہوئے دبی دبی آواز میں چیخی!!"بکواس بند کرو ماں ہیں وہ میری۔آبان خان غصے سے دھاڑتے سختی سے اس کا جبڑا دبوچ گیا تھا۔مقابل کیسے اس کی ماں کے بارے میں اس طرح کے الفاظ استعمال کر

سکتی تھی۔ وہ جیسے غصے سے پاگل ہونے کو تھا۔ "یہی کہہ رہی ہوں میں بھی کہ وہ آپ کی ماں ہے۔ میری نہیں جو میں دروازہ کھول کر کسی بھی حلیے میں ان کے سامنے چلی جاتی!! یو نو واٹ درفشاں مجھے لگتا تھا تمھیں صرف مجھ سے ہی مسئلے ہیں۔ لیکن میں غلط تھا تمھیں تو میرے گھر کے ہر فرد سے ہی مسئلے ہیں۔ آج تم میری ماں کے بارے میں ایسے بات کر رہی ہو کل کو کسی اور کے بارے میں کرو گی۔ لیکن اس میں قصور تمھارا بھی نہیں ہے۔ تمہاری خود غرض نیچر اور تمھارا یہ غرور تم سے یہ سب کچھ کرواتے ہیں!! وہ بول رہا تھا اور درفشاں ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ لیکن یاد رکھنا غرور کا سے ہمیشہ نیچے ہوتا ہے۔ خیال کرنا کہیں منہ کے بل گر جاؤ اور تمھیں اٹھانے کے لیے میں بھی تمہارے پاس موجود نہیں ہوں۔ اپنی بات مکمل کرتے وہ ایک جھٹکے سے اس کا جبڑا چھوڑتے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔ درفشاں بھیگی نگاہوں سے اس کی پشت کو دیکھ رہی تھی۔ اسے نجانے کیوں آج مقابل

کے الفاظوں سے اتنا فرق پڑ رہا تھا۔ نجانے کیوں آج اسے بات بات پر رونا آرہا تھا۔۔ دوسرے ہی لمحے درفشاں بیڈ پر اوندھے منہ لیٹتے زار و قطار رونا شروع ہو چکی تھی۔ اسے اپنے گھر والوں کی یاد آرہی تھی۔ کچھ بھوک کے مارے بھی اس کا حال برا تھا۔ اس نے کل دوپہر کا کھانا کھایا ہوا تھا۔ اور اب رات کے آٹھ بجنے کو تھے۔ دن میں تو اس نے واقعی اپنے حلیے کی وجہ سے دروازہ نہیں کھولا تھا۔ لیکن اب وہ پچھتا رہی تھی۔ کہ کاش دروازہ کھول دیتی۔

آبان خان ڈریسنگ روم سے نائٹ سوٹ پہن کر آتے اس کے لرزتے وجود کو دیکھتے اسی کی طرف بڑھا۔ اس کا سب سے بڑا مسئلہ یہی تھا کہ وہ درفشاں پر جتنا بھی غصّہ کر لے کچھ دیر بعد ہی اس کا مقابل پر سارا غصّہ جیسے جھاگ کی طرح بیٹھ جاتا تھا۔ ابھی بھی اس کے لرزتے وجود کو دیکھتے وہ پریشانی سے اس کی طرف بڑھا۔۔ خود بیڈ پر بیٹھتے اس نے کسی ننھے بچے کی طرح درفشاں کو

اپنی گود میں سمیٹا۔ درفشاں کے رونے میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ اس شخص کی نرمی نے بھی ہمیشہ اسے یا تو خوف میں مبتلا کیا تھا یا رُلایا ہی تھا۔ وہ اس کے سینے میں منہ دیے بری طرح رونے میں مگن تھی۔۔ آبان خان خود بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نرمی سے اس کے بال سہلا رہا تھا۔ "کیوں ظلم کر رہی ہو ان آنکھوں پر؟ تھوڑی دیر بعد آبان خان نے اس کے بالوں پر نرمی اس لب رکھتے جیسے اسے خاموش کروانا چاہا۔ "آپ کو کیا ہے۔ آپ بس غصّہ کریں مجھ پر۔ میں نے سچ میں اپنے حلیے کو دیکھ کر دروازہ نہیں کھولا تھا۔ مجھے لگا سب کیا سوچے گیں کہ اس کے پاس کپڑے بھی نہیں ہیں اپنے۔ اس لیے نہیں کھولا تھا۔ "اس کے سینے سے چہرہ نکالتے درفشاں نے ہونٹ باہر نکالتے ایک بار پھر سے اپنی صفائی پیش کی۔ آبان خان کو بے ساختہ ہی اس پر ڈھیروں پیار آیا تھا۔ وہ اس وقت بلکل کوئی چھوٹی سی معصوم سی بچی معلوم ہو رہی تھی!! بس کرو جو ہونا تھا ہو گیا۔ میں کل سب سے پہلے تمہارے لیے شاپنگ کروں

گا۔ پھر یہ مسئلہ بھی ختم ہو جائے گا۔اس کے چہرے پر آئی دو آوارہ لٹوں کو پیچھے کرتے آبان خان نے محبت سے چور لہجے میں کہا۔ درفشاں پھر سے اس کے سینے میں منہ دے گئی تھی!! رونا نہیں ہے اب درفشاں۔اب اگر تم روئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ آبان خان پھر سے اس کا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکالتے اسے ٹوک گیا۔ جو پھر سے رونے کی تیاری پکڑ رہی تھی۔۔ در فشاں نے اسی وقت اپنے آنسوں صاف کیے۔ لیکن آنسوں تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ کئی آنسوں پلکوں کی باڑ توڑتے قطار در قطار اس کی آنکھوں سے باہر نکلے!! "میں نے کل سے کچھ بھی نہیں کھایا۔آپ کو کوئی احساس نہیں ہے میرا۔ صحیح کہتے ہیں سب کہ آبان خان کو بس اس کی ذات اور اس کی انا پیاری ہے۔ کسی دوسرے کا کوئی احساس نہیں ہے اس میں۔۔ در فشاں نے ہچکی بھرتے ایک اور شکایت درج کروائی۔ لیکن اس شکایت میں آبان خان کی برائی بھی شامل تھی!! واقعی صحیح کہتے ہیں لوگ۔ لیکن وہ یہ

نہیں جانتے کہ اس سب میں ایک اور ذات ہے جو آبان خان کو اپنی ذات سے اور اپنی انا سے بڑھ کر عزیز ہے۔اور وہ ہے!!" وہ مشال ہی ہو گی یقیناً۔در فشاں اس کی بات کاٹتے جملہ مکمل کر گئی۔آبان خان نے کرب سے اس جانب دیکھا۔مقابل واقعی اسے کبھی نہیں سمجھ سکتی تھی!!" نہیں کوئی اور ہے!اس نے کہتے آرام سے در فشاں کو اپنی گود سے ہٹاتے سائڈ پر لٹایا۔در فشاں سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہی تھی۔جیسے پوچھنا چاہتی ہو کہ پھر کون ہے وہ!!" میں کھانا منگواتا ہوں تمہارے لیے۔نرمی سے اسے کہتے آبان خان نے کمرے میں موجود وائرلیس سے ملازمہ کو کال ملائی۔لیکن اس سے پہلے ہی دروازہ نوک ہوا تھا۔۔آبان خان وہ وائرلیس اپنی جگہ پر رکھتے دروازے کی طرف بڑھا۔دروازے میں ملازمہ تھی۔جو عزرا بیگم کے کہنے پر در فشاں کے لیے کھانا دینے آئی تھی۔۔آبان خان نے اس سے کھانے کی ٹرے پکڑتے واپس سے دروازہ بند کیا۔در فشاں کے آگے کھانے کی ٹرے

رکھتے وہ اپنا موبائل اٹھائے ٹیرس کی طرف بڑھنے ہی لگا تھا کہ کچھ یاد آنے پر ایک دم رکا۔ "آج کے بعد میں یہ نا سنوں کہ تم سارا دن کمرے میں تھی۔ کپڑے صبح آجائے گیں تمہارے۔لاؤنج میں سب کے ساتھ بیٹھا کرو۔ آئندہ جب تک میں گھر واپس نہ آجاؤں تم کمرے میں قدم بھی نہیں رکھو گی۔انگلی اٹھا کر سختی سے درفشاں کو تنبیہ کرتے وہ مزید اس پر ایک بھی نظر ڈالے ٹیرس کی طرف بڑھ گیا۔درفشاں نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اس کی پشت کو دیکھا۔ جس طرح وہ حکم سنا کر گیا تھا۔اسے پھر سے رونا آرہا تھا۔ آنکھوں میں موجود نمی کو صاف کرتے وہ کھانے کی طرف متوجہ ہوئی۔۔

ٹیرس کا دروازہ بند کرتے آبان خان نے حنان لغاری کے نمبر پر کال ملائی۔ اس نے آج ہی اپنے پی اے سے کہتے حنان لغاری کا نمبر نکلوایا تھا۔ بیل جا رہی تھی!!"ہیلو کون؟فون پر سے حنان لغاری کی آواز ابھری۔آبان خان

کے ہونٹوں پر ایک شاطر مسکراہٹ سی رینگی تھی۔ "تمھارا دشمن! دو لفظوں میں اس نے اپنا طرف کروایا۔ دوسری طرف موجود حنان لغاری بہت اچھے سے سمجھ گیا تھا کہ فون پر کون ہے۔ "حیرت ہے آبان خان مجھے کال کر رہا ہے۔ واہ اپنی قسمت پر یقین نہیں آرہا مجھے۔ حنان نے حیرت سے کہا۔ "ارے واہ تم تو میری آواز سے ہی پہچان گئے مجھے۔ امپریسو۔!! فون کرنے کا کوئی خاص مقصد! حنان نے سپاٹ سے لہجے میں پوچھا۔ میں نے سوچا بتادوں تمھیں کہ تمہاری بہن میرے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوب چکی ہے۔ افسوس بھرا لہجہ!! جانتا ہوں پتہ نہیں اس بیوقوف کو تم جیسے انسان میں نظر کیا آگیا۔۔ حنان لغاری نے بڑے ضبط سے جواب دیا۔ "اب دیکھو نہ یہ تو وہی والا حال ہو گیا۔ شکار خود چل کر شکاری کے پاس آگیا۔ ویسے تمھیں ایک اور راز کی بات بتاؤں!! آبان خان نے تمسخرانہ انداز میں اس سے پوچھا۔ دوسری طرف موجود حنان کے ماتھے پر بل گہرے ہوتے جا رہے

تھے۔اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ آبان خان خود ہی گویا ہوا۔"تمہاری بہن آج آفس میں آئی تھی میرے۔اپنی عزت داؤپر لگا کر۔کیا ہوتا جو میں بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کرتا جو تم نے اپنے غنڈوں سے کہتے میری بیوی کے ساتھ کروانے کا سوچا تھا۔؟؟ چچ چچ حنان لغاری تو کسی کو منہ دکھانے کے بھی قابل نا رہتا۔۔۔پھر سے وہی افسوس بھرا لہجہ۔جیسے اسے مقابل کی بے بسی پر ترس آرہا ہو۔میری بہن کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھا تو نے تو میں ہڈیاں توڑ دوں گا سالے تیری۔فون کی دوسری طرف حنان لغاری دھاڑا تھا۔"میں نے تو کچھ نہیں کیا۔وہ تو خود ہی اپنے جسم کے نظارے کروا رہی تھی۔آبان خان نے اسی سکون کے ساتھ جواب دیا۔مقابل کو آگ لگا کر اسے ایک کمینی سی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔"بکواس بند کر اپنی۔ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔جانتا ہوں میں۔میری بہن اس حد تک نہیں گر سکتی۔وہ صرف پسند کرتی ہے تجھے۔اس کے آگے کچھ غلط وہ سوچ بھی نہیں سکتی۔اتنا

یقین ہے مجھے اس پر۔ حنان لغاری پھر سے دھاڑا تھا۔ اپنی بہن کے بارے میں ایسی باتیں سنتے وہ جیسے پاگل ہونے کے در پر تھا۔ "گریٹ اتنا یقین ہونا چاہیے بہنوں پر۔ لیکن کیا ہے نہ حنان لغاری غلطی سے میرے آفس میں لگے کیمرے میں تمہاری بہن کی ویڈیو ریکارڈ ہو گئی ہے۔ اب دیکھو میں تو کچھ کا نام سنا ہو گا تم AI editing بھی کر سکتا ہوں اس ویڈیو کے ساتھ۔ نے۔ ہے نہ؟ کچھ. بیغیرتی تمہاری بہن نے دکھادی کچھ میں چینج کر دوں گا۔ پھر تمہاری بہن وائرل۔ کیسا رہے گا؟" بکواس بند کر آبان خان۔ تو نے ایسا کچھ بھی کیا میں جان سے مار دوں گا تُجھے۔ حنان لغاری پاگل ہوتے فون پر چیخا۔ تو ٹھیک ہے پھر آجاؤ پاکستان۔ لے لو اپنی بہن کی ویڈیو۔ کر والو مجھ سے ڈیلیٹ آکر وہ ویڈیو۔ کل شام تک کا ٹائم ہے تیرے پاس۔ پاکستان واپس آکر ویڈیو ڈیلیٹ کروا سکتا ہے تو کروالے۔ ورنہ تیری بہن کو سارے جگ میں بدنام کر دوں گا۔ سرد سپاٹ لہجے میں کہتے میں فون بند کر گیا۔ فون بند کرتے

اس نے ایک نظر آسمان کی طرف دیکھا۔۔اور پھر وہ شاطرانہ مسکرایا تھا۔ اس کے پاس ویڈیو تو دور مشال لغاری کی کوئی تصویر بھی نہیں تھی۔اور نہ ہی وہ کبھی اتنا گھٹیا کام کر سکتا تھا۔اس کے آفس میں کوئی کیمرا بھی نہیں لگا تھا۔ یہ تو صرف ایک ٹریپ تھا۔حنان لغاری کو پاکستان بلا کر اس سے درفشاں کے ساتھ کیے ہر ظلم کا بدلہ لینے کے لیے۔وہ جانتا تھا حنان لغاری کتنا بھی گھٹیا ہو۔اپنی بہن کے معاملے میں وہ ایسے ہی پاگل ہو جائے گا۔اسی لیے بس ایک جال بچھایا تھا اس نے۔اب بس اسے حنان لغاری کے پاکستان آنے کا انتظار تھا۔

راحیل خان اس وقت مہر ماہ کے کمرے میں موجود بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔آج مہر ماہ نے اسے خود یہاں بلایا تھا۔ورنہ پچھلے ایک ہفتے سے اس نے کوٹھے پر چکر نہیں لگایا تھا۔۔راحیل کی مہر ماہ سے کافی حد تک اچھی بننے لگی

تھی۔ وہ اپنی ہر بات اس سے شیئر کرنے لگا تھا۔ مہر ماہ بھی اس کے ساتھ پورے دل سے مخلص تھی۔ اپنی محبت کو اس نے دل کے ایک کونے میں ہی دفن کیا ہوا تھا۔ "ایک بات پوچھوں راحیل۔ مہر ماہ نے اس کی بند آنکھوں کو دیکھتے سوال کیا۔ ہمم! راحیل نے محض ہنکارا بھرا تھا۔ "اشنا کی شادی والی رات جب تم آئے تھے۔ اس کے بعد سے تم اتنے اتنے پیسے دے کر یہاں خالی ساتھ بیٹھ کر وقت گزار کر چلے جاتے ہو۔ تمہارے پیسے ہی ضائع ہوتے ہیں۔ تم سمجھ رہے ہو نہ میں کیا کہنا چاہ رہی ہوں؟؟ مہر ماہ نے ہونٹ کاٹتے بات کو گھماتے ہوئے اس سے سوال کیا۔ "دل نہیں کرتا اب تمھیں یا کسی بھی اور عورت کو چھونے کو۔ جب دل کرے گا تو ضرور ان پیسوں کو حلال کروں گا۔ "آنکھیں بند کئے ہی اس نے نارمل لہجے میں جواب دیا۔ وجہ جان سکتی ہوں میں اس کی؟ ایک گہری سانس بھرتے مہر ماہ جیسے اس کے دل کا حال جاننا چاہتی تھی۔!! "میرا دل آج کل ہر چیز سے اُچاٹ ہو گیا ہے۔ کچھ

بھی کرنے کو دل نہیں کرتا تو میں تمھیں اس کی کیا وجہ بتاؤں! راحیل نے سیدھے ہو کر بیٹھتے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ صرف تم سے ملنے آجاتا ہوں یہاں پر۔ ورنہ میں تو یہاں آنا بھی چھوڑ دوں!!" میں صرف یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ میخانے میں کوئی شخص اگر بیٹھا ہے، بیشک اس کے ہاتھ میں شراب کی جگہ دُودھ کا گلاس ہو۔ لوگ اُسے شرابی ہی سمجھے گیں۔ کیوں کہ وہ بیٹھا میخانے میں ہے۔ تم جب کچھ کر نہیں رہے ہو یہاں آکر تو یہاں آیا ہی مت کرو۔ بلاوجہ کی بدنامی اپنے سر لینے کا کیا فائدہ۔ مہر ماہ نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ "تمھیں اس بات سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے کہ میں کہاں بدنام ہوتا ہوں۔ اور کہاں میرا نام ہوتا ہے۔ بلکہ تم صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتی کہ تمہارے جسم کی گرمی تمھیں چین نہیں لینے دے رہی۔ قصور تمھارا بھی نہیں ہے طوائف ہو نہ تم اس لیے!!" غصے سے کہتے وہ ایک جھٹکے سے بیڈ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ مہر ماہ کے دل کے جیسے ٹکڑے

ٹکڑے ہو گئے تھے۔اس شخص کے موڈ کا کوئی بھروسہ نہیں ہوتا تھا۔کب مقابل کو سر پر بٹھالے اور کب منٹوں میں سر سے اتارتے اگلے کو اُسکی اوقات یاد کروادے!!راحیل دروازہ کھولتے کمرے سے نکلتا چلا گیا۔۔جبکہ پیچھے وہ ایک بار پھر حسرت سے دروازے کو دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔۔

قسط نمبر:24

پاکیزہ شاہ اس وقت شاہ ولا کے پر تعیش لاؤنج میں صوفے پر بیٹھی دادا جان سے محو گفتگو تھیں۔۔انہیں صبح ہی عدیل یہاں پر چھوڑ کر گیا تھا۔آج کراچی میں بارش زور و شور سے برس رہی تھی۔ صبح کی شروع ہوئی بارش ابھی تک نہیں رکی تھی۔اس وقت سب دوپہر کے کھانے کے بعد لاؤنج میں چائے پینے کی غرض سے بیٹھے تھے۔پاکیزہ شاہ آج بہت خاص مقصد کے تحت یہاں آئی تھی۔وہ تو چاہتی تھی کہ سبینا جمیل کو پاکستان بلوا کر ہی بات کریں۔لیکن

عدیل کی بارہاں ضد پر انہیں مجبوراً اورنگزیب شاہ سے ہی بات کرنے آنا پڑا تھا۔۔

بابا جان میں یہاں آپ سے ایک بہت ضروری بات کرنے آئی ہوں۔ سہی" وقت دیکھتے پاکیزہ شاہ نے بات کا آغاز کیا۔ "ہاں بیٹا بولو۔ چائے کا ایک سپ لیتے دادا جان نے پیار سے کہا۔ "بابا جان میں عدیل کی شادی کرنا چاہ رہی ہوں۔ اچھا خاصا کماتا بھی ہے میرا بیٹا۔ اور پھر اب تو ماشاءاللہ سے اٹھائیس کا ہونے والا ہے۔ عمر گزرتی جا رہی ہے اس کی شادی کی۔ ہاں ہاں بیٹا کیوں نہیں دیکھو تم رشتہِ ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ دادا جان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ انہیں پاکیزہ شاہ کا یہ فیصلہ بہت اچھا لگا تھا۔۔ "ایک لڑکی ہے میری نظر میں۔ بلکہ صرف میری نظر میں ہی نہیں عدیل کو بھی بہت پسند ہے۔ بلکہ اس نے ہی مجھ سے درخواست کی تھی کہ میں اس لڑکی کے گھر رشتہِ لے کر جاؤں ! ! ارے واہ پھوپھو۔ کون پسند ہے عدیل بھائی کو ! نائرہ

نے ایکسائٹڈ سے انداز میں پوچھا۔ گھر کے بڑے چھوٹے سب ایک ساتھ ہی بیٹھے تھے!!" ہاں بیٹا بتاؤ کون ہے وہ لڑکی۔ پھر مل کر رشتہِ لینے چلے گیں۔ داداجان نے بھی نائرہ کی بات سے اتفاق کرتے کہا۔" باباجان وہ ماورا کو پسند کرتا ہے۔ میں چاہتی تھی کہ پہلے سبینا کو پاکستان بلوا کر اس سے اور آپ سے ایک ہی دفعہ بات کر لیتی لیکن پھر عدیل کی ضد پر جلدی آنا پڑا۔ کیوں تو وہ شادی کے لیے مان ہی نہیں رہا تھا۔ اور اب ماورا سے محبت کے بعد اتاولا ہو رہا ہے۔ ایک گہری سانس بھرتے پاکیزہ بیگم نے داداجان کو ساری بات بتائی۔ "اوہ مائی گاڈ! عدیل تو بڑا چھپا رستم نکلا۔ ہماری ناک کے نیچے اپنی عاشقی لڑا لی۔ اور ہمیں بھنک بھی نہیں لگنے دی۔ زاویار نے اپنے ساتھ بیٹھے حدائق کے کان میں سرگوشی کی۔ ماہ دیر آفس گیا ہوا تھا۔ زاویار کی چھٹیوں کی وجہ سے آفس کے سارے کام اسی نے سمبھالے ہوئے تھے۔۔ جبکہ معاذ بھی یونیورسٹی میں تھا۔ ارے واہ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ گھر کی بچی گھر میں

ہی رہ جائے گی۔ بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے پاکیزہ!! داداجان نے دل سے ان کے فیصلے کو سراہتے ہوئے کہا۔ انہوں نے پہلے حدائق کے لیے ماورا کو سوچا ہوا تھا۔ لیکن اب عدیل کی پسند کا سنتے انہوں نے کوئی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ ویسے بھی عدیل اور حدائق دونوں ہی انہیں ایک جتنے عزیز تھے۔ "پولیس والا ہے سالہ۔ کام پکا ہی کرنا تھا اس نے۔ کیسے کسی کو شق ہونے دے سکتا تھا۔ حدائق نے بھی جواباً زاویار کے کان میں سرگوشی کی!! "مل جائے ایک بار یہ ہمیں۔ پھر پوچھتے ہیں کیسے اکیلے اکیلے ہماری ناک کے نیچے عشق لڑایا ہے اس نے۔ زاویار نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہا۔ "ڈن کر۔ شام میں آئے گا نہ پھوپھو کو لینے۔ تب پوچھے گیں۔ ڈن۔ وہ دونوں ہی عدیل کی خبر لینے کا پکا ارادہ کرتے داداجان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ جو رشتے کی ہی باتیں کر رہے تھے!! باباجان ہم فون پر رشتے کی بات کر لیتے ہیں سبینا سے۔ پھر نکاح کے لیے اسے پاکستان بلوا لے گیں۔ کیسا رہے

گا۔ پاکیزہ شاہ نے عقلمندی سے مشورہ دیا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ میں بھی کروں گا فون سبینا کو۔ تم بھی کر لینا۔ مجھے پورا یقین ہے وہ ہاں ہی بولے گی۔ دادا جان نے جیسے یقین کے ساتھ کہا۔ پاکیزہ شاہ نے بھی ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔۔

راحیل خان کی گاڑی ایک جھٹکے سے خان ولا کے وسیع و عریض کار پورچ میں آ کر رکی۔ وہ بہت تیز ڈرائیونگ کرتے خان ولا پہنچا تھا۔ ٹیرس پر کھڑے آبان خان نے اس کی گاڑی کر پورچ میں رکتے دیکھ اپنے قدم کمرے کی جانب بڑھائے۔ اسے راحیل سے کچھ بات کرنی تھی۔ اور راحیل سے اکیلے میں بات کرنے کا اس سے اچھا موقع اسے نہیں ملنا تھا۔ اسی لیے ابھی بات کرنے کا سوچا۔ کمرے میں داخل ہوتے اس نے ایک نظر در فشاں پر ڈالی۔ جو سر کے نیچے ہاتھ رکھے بیڈ پر آڑی ترچھی ہو کر سونے میں مصروف تھی۔ اسے دیکھتے آبان خان کے لب آہستہ سے مسکرائے۔ یہ لڑکی ایک تو سوتی

بہت ہے۔اللہ ہی جانے اتنی نیند کہاں سے لاتی ہے یہ ! !اپنے دل میں سوچتے وہ مسکراتے ہوئے آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولے باہر نکلا۔در فشاں کی نیند کا خیال کرتے وہ بہت دبے قدموں سے باہر نکلا تھا۔۔

سیڑھیوں سے اترتے وہ نیچے لاؤنج میں آیا۔جہاں سامنے داخلی دروازے سے راحیل اندر داخل ہو رہا تھا۔آبان خان کو اپنے سامنے دیکھتے ایک پل کے لیے راحیل کے قدم رکے تھے۔لیکن پھر دوسرے ہی لمحے وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ آگے بڑھا۔"رکو بات کرنی ہے مجھے تم سے۔اسے خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف جاتے دیکھ آبان خان نے خود ہی اسے مخاطب کیا۔۔"دیکھو اگر تمھیں مجھ سے لڑائی کرنی ہے تو پلیز ! میرا کوئی موڈ نہیں ہے آج تم سے لڑنے کا۔راحیل نے بیزاریت سے کہا۔آبان خان نے اس کے انداز پر اپنے سلگتے دل پر بمشکل ہی قابو پایا تھا۔"میں نے کب کہا کہ مجھے تم سے لڑائی کرنی ہے۔صرف بات کروں گا۔بیٹھو تم ایک منٹ ! !راحیل ہاں میں

سر ہلاتے صوفے کی جانب بڑھ کر بیٹھا۔ وہ اس وقت سفید رنگ کی جینز کے ساتھ آسمانی بلیو رنگ کی ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔ ٹی شرٹ کے سامنے گلے پر ہمیشہ کی طرح بلیک کلر کا چشمہ لٹکا ہوتھا۔ وہ عموماً عام حالات میں بھی ایسے ہی ڈریسڈ اپ ہو کر تیار ہو کر رہتا تھا۔ "کہاں سے آرہے ہو تم اس وقت ؟؟۔ آبان خان نے اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھتے اپنی گھڑی میں وقت دیکھتے بات کا آغاز کیا۔۔ "تم سے مطلب ؟؟ میں جہاں مرضی جاؤں ! ! راحیل نے پھر سے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ اسے ہر ایک سے بیزاریت سی محسوس ہو رہی تھی ! ! ہمم ! اتنے اکتائے ہوئے کیوں ہو۔ کچھ ہوا ہے کیا؟ آبان خان نے اس کے لہجے کو اگنور کرتے کہا۔ وہ جانتا تھا مقابل کی اس وقت کیا حالت ہو گی۔ نہیں کچھ بھی نہیں ہوا۔ تمھیں جو کام ہے وہ بولو۔ تاکہ میں جا کے سو سکوں۔ نیند آرہی ہے مجھے ! ! "میں جانتا ہوں تم کہاں سے آرہے ہو۔ اور یہ بھی جانتا ہوں کہ آج ہی نہیں تم آئے روز اس غلیظ جگہ پر جاتے ہو۔ آبان

خان نے کہتے اس کے چہرے کے تاثرات جانچنے چاہے۔ لیکن راحیل پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ "تو کیا کروں میں اگر پتہ ہے تو تمھیں! پھر سے وہی اکتاہٹ بھرا انداز۔ آبان خان ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ شرمندگی تو دور کی بات اسے تو کسی کے پتہ چل جانے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ "دیکھو راحیل ہمارے خاندان میں آج تک کوئی بھی غیرت مند مرد اس غلیظ جگہ پر نہیں جاتا۔ میں چاہوں گا کہ تم بھی اب وہاں نہ جاؤ۔ پڑھائی مکمل ہو گئی ہے تمہاری۔ اپنا بزنس کرو کوئی۔ نام بناؤ اپنا۔ میں بھائی ہوں تمھارا یقین کرو کبھی تمھارا برا نہیں چاہوں گا۔ آبان خان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ "اوہ بھائی! یہ اپنی ہمدردیاں تم لوگ اپنے تک رکھو۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کتنے غیرت مند ہیں اس گھر کے مرد۔ دوبارہ میرے معاملات میں ٹانگ مت اڑانا"۔۔ اپنے کندھے سے اس کا ہاتھ جھٹکتے اس نے انگلی اٹھا کے آبان خان کو جیسے وارن کیا تھا۔۔ "بکواس بند

کرو۔ میں کب سے تم سے پیار سے بات کر رہا ہوں اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ تم بتمیزی پر اتر آؤ۔ آبان خان بھی اب اپنی پر آتے غرایا تھا۔ وہ کب سے اس کا اٹیٹیوڈ برداشت کر رہا تھا، اسے سمجھا رہا تھا۔ لیکن مقابل تھا کہ سمجھنے کی بجائے الٹا اسی کو باتیں سنا رہا تھا۔۔ "میں نے نہیں کہا تمھیں کہ تم مجھے سمجھاؤ۔ خود ہی یہاں بیٹھ کر تم اپنا اور میرا دونوں کا وقت ضائع کر رہے ہو۔ سپاٹ سے لہجے میں کہتے وہ ابھی صوفے سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ آبان خان اسے بازو سے پکڑتے پھر سے صوفے پر بٹھا گیا۔ "کل سے میرا آفس جوائن کر رہے ہو تم۔ بس بات ختم! آبان خان نے حتمی لہجے میں کہا۔ "اور تم سے کس نے کہہ دیا کہ میں کبھی اس آفس میں قدم بھی رکھوں گا؟؟ گال کے نیچے ہاتھ رکھتے اس نے آبان کو گھورتے ہوئے کہا۔ جو اس کی جان ہی نہیں چھوڑ رہا تھا۔ راحیل تو اب اپنے گھر آنے پر ہی پچھتا رہا تھا۔۔ "تم کرو گے آفس جوائن۔ ورنہ تمہارے یہ کارنامے میں داجان کو پروف کے ساتھ دیکھا

دوں گا۔دیتے رہنا پھر اپنی صفائیاں انہیں! دل جلانے والی مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھا۔راحیل نے بڑے ضبط سے اس کی جانب دیکھا تھا۔جو خوامخواہ ہی اسے دھمکیاں دے رہا تھا۔"تمھیں تمہاری بیوی منہ نہیں لگا رہی کیا۔جو تم یہاں مجھے ذلیل کرنے کے لیے ٹپک پڑے ہو؟؟"بیوی کو چھوڑو تم۔اپنی فکر کرو۔فیصلہ کرو جلدی اور فوراً مجھے بتاؤ۔دا جان کے ہاتھوں سے گولی کھانی ہے یا پھر میرے ساتھ آفس جوائن کرنا ہے!!"آبان تمھیں پتہ ہے تم بغیر بیوی کے ہی اچھے تھے۔کم سے کم اتنے نرم دل تو نہیں تھے۔اپنے کام سے کام رکھتے تھے۔ہائے کیا دن تھے وہ بھی!! سرد آہ بھرتے اس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔جیسے مقابل کے بدل جانے سے واقعی اسے بہت افسوس ہو رہا ہو!!"بکواس نہ کر راحیل۔اللہ اللہ کر کے تو بیوی ملی ہے۔اور ویسے بھی میں پہلے بھی ایسا ہی تھا۔تم لوگوں کو ہی قدر نہیں ہے میری!!"میں جاؤں؟؟موقع دیکھتے راحیل نے فوراً وہاں

سے کھسکنا چاہا۔ لیکن وہ بھول گیا تھا شاید کہ مقابل آبان خان ہے۔ جو اتنی آسانی سے جان چھوڑنے والا نہیں تھا۔ "ابھی اسی وقت فیصلہ کر کے بتاؤ راحیل۔ ورنہ میں صبح ہونے کا بھی انتظار نہیں کروں گا۔ بلکہ ابھی داجان کے کمرے میں جا کر سب کچھ انہیں بتاؤں گا۔۔ آبان خان نے اب کی بار سیریس انداز میں کہا۔ اس کے لہجے میں چٹانوں جیسی سختی تھی!!" یہ دیکھ میرے باپ آجاؤں گا میں۔ جان چھوڑ اب میری! راحیل اس کے سامنے باقاعدہ ہاتھ جوڑتے جھنجھلاتے ہوئے بولا۔ آبان خان کے ہونٹوں پر بے اختیار ہی مسکراہٹ رینگی تھی۔ آخر کو وہ اپنے مقصد میں کامیاب جو ہو گیا تھا۔۔ "صبح دس بجے تم مجھے میرے آفس میں ملو۔ اسے ٹائمنگ کا بتاتے آبان خان صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ راحیل بھی اسے گھورتے ہوئے اس کے ساتھ ہی اٹھ کر کھڑا ہوا۔ "او کے آجاؤں گا! ہاتھ جھلا کر کہتے ابھی وہ اپنے کمرے میں جانب بڑھتا کہ آبان کی آواز پر پھر سے اس کے قدم رکے!! اب

کیا مسئلہ ہے؟ راحیل نے پیچھے مڑتے دانت پیس کر کہا۔۔ آبان خان دو قدم چل کر اس کے نزدیک آیا تھا۔ اور پھر اس نے وہ کیا جو راحیل خان اپنی پوری زندگی میں نہیں سوچ سکتا تھا کہ آبان خان کبھی یہ حرکت کرے گا۔ یہ آخری چیز تھی جس کی توقع راحیل خان نے کبھی کم از کم آبان سے تو نہیں کی تھی۔ وہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "آبان خان اس کی طرف بڑھتے بہت نرمی سے اسے اپنے گلے سے لگا چکا تھا۔ اس کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار بناتے اس نے راحیل کی پیٹھ کو تھپکا۔ راحیل خان ابھی تک شاکڈ کی کیفیت میں تھا۔ بچپن سے لے کر اب تک یہ پہلی دفعہ تھا جب آبان خان نے یہ حرکت کی تھی۔ ورنہ تو وہ لوگ عید پر بھی گلے نہیں ملتے تھے۔ آبان خان سے تو ویسے بھی سارے دور ہی بھاگتے تھے۔ وجہ بچپن سے ہی اس کی غصیلی نیچر تھی!!" بھائی ہو تم میرے۔ سگے نہیں ہو لیکن سگوں سے بڑھ کر عزیز ہو۔ کبھی جتایا نہیں میں نے لیکن ہمیشہ سے ہی سب میں تم میرے فیورٹ

رہے ہو۔ بھول جاؤ اشنا کو۔ خوش ہے وہ اپنی زندگی میں۔ تمہارے نصیب میں اللہ نے کچھ بہتر ہی لکھا ہو گا۔ خود کو اذیت دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے!!

آبان خان نے اس گلے لگے ہی آہستہ سے کہا۔ راحیل خان کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ مقابل اشنا کے بارے میں کیسے جانتا تھا؟؟ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ اس نے تو آج تک کسی کو بھی اس بارے میں نہیں بتایا تھا۔ اس نے ابھی تک اپنے بازوؤں کا حصار آبان خان کے گرد نہیں باندھا تھا۔

"خوش رہو میرے بھائی۔ خدا تمھیں دنیا کی ہر خوشی دکھائے۔ آہستہ سے اس سے الگ ہوتے آبان خان نے صدق دل سے اسے دعا دی!!

"تم۔۔ تمھیں اشنا کے بارے میں کیسے پتہ۔ راحیل خان اپنی پوری زندگی میں پہلی دفعہ کسی میں سامنے بات کرتے ہوئے اٹکا تھا۔ "آج سے نہیں میں شروع سے جانتا ہوں۔ کہ تم اشنا کو کس حد تک چاہتے ہو۔ میں بھلے ہی تم سب کے ساتھ مل کر بیٹھتا یا کھیلتا نہیں تھا۔ لیکن میں کبھی بھی تم لوگوں سے

بے خبر نہیں رہا۔ تمہاری امریکہ میں کی گئی بھی ایک ایک سرگرمی پر میری نظر تھی۔۔اس کی باتیں سنتے راحیل کی حیرانی میں اضافہ ہوتا جارہا تھا۔کیا میں وجہ جان سکتا ہوں اتنی مہربانی کی؟؟کیوں نظر رکھتے تھے تم مجھ پر؟؟ راحیل نے سینے پر ہاتھ باندھتے پوچھا۔اس کے ایٹیٹیوڈ میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔"ابھی تو بتایا ہے بچپن سے تم میرے سب سے فیورٹ رہے ہو۔یاد ہوگا تمھیں کہ میں صرف تمھیں بچانے کے لیے آتا تھا جب تمہاری کسی سے بھی لڑائی ہوتی تھی۔بالاج کو آج تک میں نے نہیں بچایا۔۔آبان خان نے بھی اسی کے انداز میں سینے پر ہاتھ باندھتے جواب دیا۔دونوں ایک دوسرے کے مقابل ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑے تھے!!تم میرے بھائی ہو راحیل۔میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ تم بربادی کی طرف جاؤ۔میں تمھیں دوبارہ کوٹھے پر جاتا ہوا نہ دیکھوں۔آبان خان نے انگلی اٹھا کر اسے سختی سے تنبیہ کی۔راحیل استہزائیہ مسکرایا تھا۔اور پھر دو قدم چلتے

اس کے قریب ہوا۔ "اوہ ریئلی! تب کہاں تھا تمھارا یہ بھائی چارہ جب راحیل اپنی ماں کے غم میں تڑپ تڑپ کر مر رہا تھا؟؟ یا پھر تب کہاں تھا جب اشنا کے نکاح والے دن میں اپنی زندگی میں سب سے زیادہ رویا تھا؟؟ تب نہیں آئے تم۔ تب نہیں کہا تم نے کہ راحیل تم۔ میرے فیورٹ ہو۔ اب آج یوں اچانک سے میں تمھارا پسندیدہ ہو گیا۔ واؤ آبان خان۔ بہت اچھے۔ ویسے اگر کوئی کام ہے تو بتا دو۔ اتنے مسکے لگانے کی ضرورت نہیں ہے تمھیں۔ میں ویسے ہی کر دوں گا وہ کام۔۔ لیکن یہ محبت کا کھیل مت کھیلنا میرے ساتھ۔

ارے مجھ سے تو میرا باپ محبت نہیں کرتا۔ تم تو پھر صرف کزن ہو!! الفاظوں کے ذریعے وہ اپنے دل کا زہر باہر نکال رہا تھا۔ وہی زہر جو سالوں سے اس کے اندر پلتا جیسے اب ناسور بننے کو تھا۔ وہی زہر جو اس کی رگوں کو اب چیرنے لگا تھا۔ "چچی کی وفات کے اگلے دن ہی تم امریکہ چلے گئے تھے۔ قل تک بھی نہیں رکے تھے تم۔ ہم سب نے تمھیں بے شمار کالز اور میسجز کیے۔

تم نے ایک کا بھی ریپلائے کرنا ضروری نہیں سمجھا۔ میں مانتا ہوں یہ بات کہ گھر کے کسی بھی بڑے نے تم سے تمہاری خیریت دریافت نہیں کی کیوں کہ اُن لوگوں کو تم پر غصّہ بہت تھا۔ تم بغیر بتائے ہی چلے گئے تھے۔ اور رہی بات اشنا کے نکاح والے دن کی۔ تو میری اپنی مہندی تھی اس دن۔ اگر میں آ بھی جاتا تمہارے پاس تو کہاں آتا اس جگہ پر جہاں تم سوگ منانے گئے تھے۔ یا رات رنگین کرنے بندہ کنفیوز ہی ہو کر رہ جائے!!" تم سے بحث میں کبھی کوئی نہیں جیت سکتا۔ جان چھوڑو میری!! اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے کھینچتے اس نے جھنجھلاہٹ بھرے انداز میں کہا۔ آبان خان کی باتیں اس کے سارے دکھ ہرے کر رہی تھیں۔ ہر وہ غم یاد آ رہا تھا اسے جس پر وہ فاتحہ پڑھ چکا تھا۔ "کل آجانا میرے آفس۔ میں کوئی بھی بہانہ نہیں سنوں گا۔ آبان خان اسے تنبیہ کرتے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ پیچھے راحیل کی آنکھوں میں موجود نمی آنسوؤں کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ یہ پہلی بار تھا جب گھر

میں اس طرح کسی نے اس سے بات کی تھی!!"رکو!راحیل نے اپنی آنکھیں صاف کرتے سیڑھیوں پر چڑھتے آبان خان کو آواز لگائی۔آبان خان کے قدم وہیں پر رک گئے تھے۔اس نے پیچھے مڑتے سوالیہ نظروں سے راحیل کو دیکھا۔اس کی آنکھوں میں موجود نمی آبان خان کی نظروں سے مخفی نہیں رہی تھی۔۔راحیل کچھ بھی کہے بغیر بس آبان خان کو تقریباً گھور رہا تھا۔

آبان خان سیڑھیوں سے اترتے مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔۔

"اور پھر۔۔۔۔پھر راحیل آگے بڑھتے اسے اپنے گلے سے لگا گیا تھا۔۔وقتاً فوقتاً وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو بھی صاف کر لیتا۔اتنے عرصے بعد اسے یہ احساس ہوا تھا جیسے ہے کوئی اپنا۔جیسے ہے کوئی جو اسے بھی کھونے سے ڈرے۔ورنہ تو اسے اپنی ذات ہمیشہ سے ہی بے مول لگتی تھی۔"اچھا ہی ہوا ویسے تمہاری بیوی آگئی۔بندہ بدل کر رکھ دیا ہمارا اس نے!!راحیل نے آہستہ سے اس سے علیحدہ ہوتے بھیگی آنکھوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے

کہا۔"اس کا کوئی کمال نہیں ہے۔میں شروع سے ہی ایسا تھا۔بس تم لوگوں کو قدر نہیں ہے میری۔آبان نے ناک سکوڑتے کہا۔راحیل ہنس دیا تھا۔آبان خان بھی ہنس دیا۔وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہنستے جا رہے تھے۔!!جاؤ اپنے کمرے میں صبح آفس چلنا ہے میرے ساتھ۔ریسٹ کرو۔تھوڑی دیر بعد نرمی سے اس کا گال تھپتھپا کر کہتے آبان خان اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔راحیل نے بھی مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کیطرف قدم بڑھائے۔نیند بھی بہت آ رہی تھی اسے۔۔۔

زاویار شاہ آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔سامنے ہی اشنا بیڈ پر بیٹھی موبائل میں مصروف تھی۔اس وقت رات کے نو بج رہے تھے۔صبح سے بارش کی وجہ سے اب یخ ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔سردی کی وجہ سے کمرے میں الیکٹرک ہیٹر آن کیے ہوئے تھے۔جس سے کمرہ کافی

گرم تھا۔زاویار کمرے میں داخل ہوتے دروازہ بند کر گیا۔۔اسے دیکھتے اشنا موبائل سائڈ پر رکھتے سیدھی ہو بیٹھی تھی!!زاویار اس کے قریب جاتے اس کے ساتھ ہی کمبل میں گھسا۔"کس سے بات کر رہی تھی؟؟اس نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔گھر میں فائزہ سے بات کر رہی تھی۔بہت منتیں کر رہے ہیں سب کہ چکر لگالوں۔اشنا نے اپنے ہاتھوں پر نظریں جمائے کہا۔"ہمم پھر تم نے کیا جواب دیا؟"یہی کہا ہے کہ آپ اجازت دے گیں تو آجاؤں گی۔ورنہ نہیں۔اشنا نے نظریں جھکائے گی بلکل کسی فرمابردار بچے کی طرح کہا۔زاویار کے ہونٹوں کو بے اختیار ہی مسکراہٹ نے چھوا تھا۔"کل ملوانے لے چلوں گا تمھیں۔کال کر کے بتادینا آنٹی کو۔زاویار نے آہستہ سے اس کے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار بناتے کہا۔"سچی آپ لے چلے گیں نہ؟اشنا یک دم ہی ایکسائٹڈ ہوئی تھی۔اس نے جیسے کنفرم کرنا چاہا۔"دو شرطوں پر لے کر جاؤں گا۔اگر تم میری وہ دونوں باتیں مانتی ہو تو۔ورنہ بھول جاؤ پھر۔

زاویار نے موقع کی مناسبت دیکھتے اپنی باتیں منوانا ضروری سمجھا۔ "منظور ہیں آپ کی دونوں شرطیں! اشنا نے بغیر سوچے سمجھے فوراً حامی بھری۔ اس کے لیے یہی بہت تھا کہ وہ کل سب سے ملنے جائے گی!!۔ ارے پہلے سن تو لو۔ بعد میں مکر مت جانا۔ زاویار نے اس کے ایک ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے رب کرتے کہا۔ اشنا کے ہاتھ بہت ٹھنڈے ہو رہے تھے!! نہیں مکرتی وعدہ بس۔ اشنا نے وعدہ کرنا ہی مناسب سمجھا۔ زاویار بس مسکرا کر رہ گیا تھا۔ مقابل وعدہ تو کر چکی تھی لیکن اسے پتہ تھا کہ شرط سنتے ہی اس کی ساری ہوا نکل جانی ہے!!۔ پہلی بات تو یہ کہ تم گھر رکنے کی ضد بلکل نہیں کرو گی۔ کوئی لاکھ رکنے کا کہے لیکن ہم نے گھر آ کر ہی سونا ہے۔ میرے ساتھ جاؤ گی تم اور میرے ساتھ ہی واپس آؤ گی۔ دن میں کتنی مرضی دیر بیٹھ جانا سب کے ساتھ۔ شام میں ہم دونوں ساتھ واپس آئے گیں۔ اوکے؟؟ اپنی بات ختم کرتے اس نے اشنا سے تائید چاہی!! "ٹھیک ہے۔ بوجھل دل کے ساتھ

اشنا نے حامی بھری۔اس کا وہاں رکنے کا ارادہ تھا۔لیکن اب زاویار نے کہہ دیا تھا تو اسے واپس ہی آنا تھا۔"اور دوسری شرط یہ ہے کہ۔۔زاویار کہتے رک گیا تھا۔اشنا نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔مقابل سسپنس پھیلا رہا تھا۔۔"اٹھو الماری میں جا کر دیکھو ریڈ کلر کے بیگ میں کچھ ہے تمہارے ہے۔جا کر وہ پہن کر آؤ۔زاویار نے اس کے اوپر سے کمبل ہٹاتے اسے اٹھنے کا کہا۔ اشنا نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ایسی بھی کیا چیز تھی جس کے لیے وہ اسے اٹھنے کا کہہ رہا تھا۔۔"جاؤ بھی۔جلدی پہن کر آنا۔اسے نہ اٹھتے دیکھ زاویار نے اپنی ہنسی دباتے اسے دھکیلنے کے انداز میں بیڈ سے اتارا۔"اچھا جا رہی ہوں اتنی بھی کیا جلدی ہے آپ کو! اشنا نے حیرت سے اسے دیکھا۔جو بے صبرا ہو رہا تھا۔سر جھٹکتے وہ بیڈ سے اٹھتے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔اب تو اسے بھی وہ چیز دیکھنے کا اشتیاق ہونے لگا تھا۔۔ڈریسنگ روم میں داخل ہوتے اس نے الماری کھولی جس میں سامنے ہی اسے وہ ریڈ کلر کا شاپنگ بیگ مل گیا

تھا۔اشناوہ بیگ اٹھاتے واپس سے کمرے میں زاویار کی طرف بیڈ پر آئی۔اس نے ابھی تک بیگ کھول کر نہیں دیکھا تھا۔۔"یہی ہے!زاویار سے پوچھتے اس نے شاپنگ بیگ کھولا۔زاویار بھی اس کے ساتھ بیٹھا اپنی مسکراہٹ دبائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اسے پتہ تھا اب کیا ہونے والا ہے!!بیگ کھولنے کی دیر تھی کہ اشنا نے بے ساختہ ہی تھوک نگلا۔یہ شخص اسے سکون لینے دے دے ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟سرخ چہرے کے ساتھ اس نے بیچارگی سے زاویار کی طرف دیکھا۔اس کی شکل دیکھتے برجستہ ہی زاویار کا قہقہہ بلند ہوا تھا۔اشنا اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبائے مزید خفت کا شکار ہوئی!!"جاؤ بے بی جا کر اپنا وعدہ پورا کرو۔اور اچھی بیویوں کی طرح بیڈ پر آ کر میرے حقوق ادا کرو۔چلو شاباش۔اپنی ہنسی روکتے زاویار نے محبت سے لبریز لہجے میں کہا۔"زاویار میری کمر میں درد ہے۔کوئی اور راستہ نہ دیکھتے اشنا نے کمر درد کا بہانہ بنایا۔۔زاویار نے اس کی چالاکی پر ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔یہ پہن

کر آؤ پھر کرتے ہیں تمہاری کمر درد کا علاج۔ جاؤ میرا بچہ شاباش۔ وہ اس کے بہانے کو ہوا میں اڑا گیا تھا۔ "زاویار آپ اتنے بے شرم نکلے گیں میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اشنا نے روہانسی ہوتے کہا۔ "میری بے شرمی کا لیول ابھی دیکھا نہیں ہے تم نے۔ جس دن میں نے تمھیں دیکھا دیانہ اس دن چھپتی پھرو گی مجھ سے!! زاویار نے بغیر برا مانے ہنستے ہوئے کہا۔ "میں تو آپ سے شادی کر کے پچھتا رہی ہوں۔ بیگ کو واپس سے بند کرتے وہ جو بھی منہ میں آیا بول گئی تھی!! زاویار کا چہرہ اس کی بات پر اچانک ہی سپاٹ سا ہوا۔ وہ تھوڑا آگے کو جھکتے اشنا کے بازو کو اپنی سخت گرفت میں لے گیا تھا۔ "کیا کہا ہے تم نے ابھی؟؟ اس نے سختی سے اشنا کے بازو کو دبوچے سرد لہجے میں پوچھا۔ "آپ کو کیا ہوا اچانک؟ اشنا تو حیران تھی۔ اُسے تو یاد بھی نہیں تھا کہ اس نے کوئی بھی ایسی بات کی ہو جس سے زاویار کو غصّہ آئے۔ ابھی تم نے کیاں بکواس کی ہے۔ پھر سے کرنا ذرا! زاویار نے اسے گھورتے ہوئے پھر

سے لفظ چبائے!! میں تو آپ سے شا۔۔۔اشنا نا سمجھی سے کہتے اچانک رک گئی تھی۔اسے اب اپنے لفظوں کا احساس ہو رہا تھا۔۔"رک کیوں گئی بولو۔ جملہ پورا کرو اپنا۔۔۔"زاویار آئی ایم رئیلی سوری مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں نے پتہ نہیں کیسے بول دیا۔قسم سے میرا ایسا کوئی مقصد نہیں تھا۔اشنا نے اپنی صفائی دینی چاہی!!"سچ ہی پہلے نکلتا ہے منہ سے۔تم مجھ سے شادی کر کے صرف اس وجہ سے پچھتا رہی ہو کہ میں تم سے اپنے حقوق مانگ رہا ہوں۔ سیریسلی اشنا؟؟میں نے تو ابھی تک اپنی آدھی شدتیں بھی تم پر نہیں ڈھائی۔ اور تم ابھی سے تنگ آ گئی ہو۔جب میں اپنی پر آ گیا تب تو تم چھوڑ کر ہی چلی جاؤ گی مجھے!!غرا کر کہتے وہ ایک جھٹکے سے اس کا بازو چھوڑے کمبل سیدھا کرتے لیٹ گیا تھا۔۔زاویار میری با۔۔۔"لائٹس آف کرو اور جا کر سو جاؤ۔ تم چاہتی ہو میں نزدیک نہ آؤں تمہارے تو ٹھیک ہے میں نہیں آؤں گا۔ سونے دو مجھے۔"سختی سے اس کی بات کاٹتے وہ اپنی آنکھیں موند گیا۔اشنا کی

اس بات نے اسے بے حد تکلیف پہنچائی تھی۔ بھلے ہی اس نے بے دھیانی میں یہ بات کی ہو۔ لیکن وہ غلطی سے بھی اتنی بڑی بات کیسے کر سکتی تھی۔ یہی چیز زاویار کو تکلیف پہنچا رہی تھی۔۔ اشنا نے ہونٹ کاٹتے بے بسی سے اسے دیکھا۔ جبکہ اپنی زبان پر اس نے سو دفعہ لعنت بھیجی تھی۔ جو کبھی اس کی سگی تھی ہی نہیں۔ ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود بیگ کو دیکھتے وہ ایک گہری سانس بھرتے بیگ اٹھائے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔ زاویار کو وہ ایک منٹ کے لیے بھی ناراض نہیں رہنے دے سکتی تھی۔ ابھی ان لوگوں کی شادی کو دن ہی کتنے ہوئے تھے جو ان میں ابھی سے لڑائیاں شروع ہو جاتی۔ یہی سب سوچتے وہ شرم کو ایک سائڈ پر رکھے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔ زاویار اسے ڈریسنگ روم میں بند ہوتے دیکھ چکا تھا۔ اُسے لگا تھا کہ اشنا بیگ وارڈراب میں رکھنے کے لیے گئی ہو گی!! ڈریسنگ روم میں جاتے بیگ کو کھولتے اس کے اندر موجود نائیٹی کو دیکھتے وہ جیسے شرم سے مرنے والی ہو رہی

تھی۔۔اگر اس نے کہا تھا زاویار بے شرم ہے تو غلط نہیں کہا تھا۔وہ واقعی انتہا کا بے شرم تھا۔"اس بیگ میں بلیک کلر کی ایک بیک لیس اور سلیو لیس نائیٹی تھی۔آگے سے گلا بھی کافی ڈیپ تھا۔جبکہ وہ خود بھی صرف اشنا کی تھائیز تک ہی آتی۔یہ ایک نہایت ولیگر نائیٹی تھی جو زاویار اس کے لیے خرید کر لایا تھا۔۔"ریلکس اشنا پہلی دفعہ تھوڑی ہے۔ویسے بھی اس سے کچھ چھپا ہوا نہیں ہے۔شوہر ہے میرا۔صرف اسی کے سامنے تو جانا ہے!!منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی وہ جیسے خود کو تسلیاں دیتے یہ نائیٹی پہننے کے لیے تیار کر رہی تھی۔۔کچھ دیر کے لیے شرم کو بلکل ایک سائڈ پر رکھتے اس نے نائیٹی پہنی۔نائیٹی پہن کے وہ شیشے کے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔لیکن پھر اپنا سراپا دیکھتے وہ کانوں کی لو تک سرخ پڑی۔نائیٹی میں سے اس کا انگ انگ اپنی جھلک دکھا رہا تھا۔جبکہ جو بنا پہنے اسے تھائیز تک لگ رہی تھی ایسا بلکل بھی نہیں تھا۔یہ نائیٹی اس کی تھائیز سے بھی اوپر تھی۔وہ تو خود کو خود ہی نہیں دیکھ پا رہی تھی۔زاویار کے

سامنے کیسے جاتی؟؟اس کی دودھیا رنگت بلیک کلر میں مزید جچ رہی تھی۔۔۔

اپنی اوشن بلیو آنکھوں میں بھر بھر کر کاجل لگاتے اس نے مزید انہیں خوبصورت بنایا۔اس کی آنکھیں جیسے قاتلانہ لگ رہی تھیں۔ڈریسنگ مرر سے بلڈ ریڈ کلر کی لپسٹک اٹھائے اس نے اپنے پنکھڑی جیسے ہونٹوں کو سرخ رنگ سے رنگا۔اپنے بالوں کا بنایا ہوا جوڑا کھولتے اس نے بالوں میں کنگی کرتے انہیں کھلا ہی رہنے دیا تھا۔اس کے لمبے اور گھنے بالوں سے جیسے اس کی برہنہ کمر چھپ سی گئی تھی۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ اپنے بے پناہ حسن سے لبریز مقابل کو زیر کرنے کے لیے بلکل تیار تھی!!اتنی سی تیاری میں بھی وہ جیسے آفت لگ رہی تھی۔ایک نظر اپنی مکمل تیاری پر ڈالتے اس نے ایک گہری سانس بھرتے باہر جانے کی ٹھانی۔ لیکن دروازے تک پہنچتے ہی ساری ہمت جواب دے رہی تھی۔۔"اشنا گھبرانا نہیں ہے۔شوہر پہلے ہی ناراض

ہے اسے منانا ہے۔ تو ہمت تو کرنی پڑے گی۔ خود کو حوصلہ دیتے وہ باہر کی جانب بڑھی۔

زاویار کی اس کی طرف پیٹھ تھی۔ اس نے بے ساختہ ہی دل میں شکر ادا کیا۔ اور پھر دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے بیڈ کی جانب بڑھی!!"زاویار بات سنیں! کانپتے ہاتھوں سے اس کا بازو ہلاتے اشنا نے اسے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا۔ وہ جانتی تھی کہ زاویار سویا نہیں ہوگا۔"اشنا سنائی نہیں دے رہا تمھیں کہ سو جاؤ اور مجھے بھی سونے دو۔ زاویار نے بغیر کروٹ بدلے اسے سختی سے ڈپٹا۔"ایک بار سن تو لیں میری بات۔ پھر سو جایئے گا۔۔ اشنا نے ڈھیٹ بنتے پھر سے اس کا بازو ہلایا۔ اس نے اسے منانے کے لیے اتنی محنت کی تھی۔ ایسے ہی تھوڑی اپنی محنت کو رائیگاں جانے دے سکتی تھی؟؟"دماغ خراب ہے تمھارا۔ کہ رہا ہوں نہ میں سو جاؤ پھر کیوں ضد۔۔۔۔ دھاڑ کر کہتے وہ اس

کی طرف کروٹ بدل گیا تھا۔ لیکن اس پر نظر پڑتے ہی جیسے اس کے باقی کے الفاظ حلق میں ہی کہیں اٹک گئے تھے۔ وہ حیرت سے بنا پلکے جھپکائے اپنی نظریں اس کے سراپے پر گاڑے ہوئے تھا۔ اس کی دھاڑ پر اشنا کی آنکھوں میں نمی سی آئی۔ لیکن وہ جلد ہی خود پر قابو پا گئی۔ ابھی اسے مقابل کو منانا تھا۔ جبکہ زاویار تو مبہوت ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے جیسے ابھی تک یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ جو کچھ بھی اشنا نے کیا ہے اسے منانے کے لیے کیا ہے۔ اس کے سرخی سے لبریز ہونٹ دیکھتے زاویار کو اپنے حلق میں جیسے کانٹے سے چبھتے محسوس ہو رہے تھے۔ اشنا اسے مسلسل بنا پلکیں جھپکائے خود کو تکتا پا کر اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے چبا گئی۔ زاویار نے بے چین ہوتے فوراً ہی اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے اس کے ہونٹ کو دانتوں سے آزاد کروایا تھا۔ "سوری۔ نظریں جھکائے اشنا نے آہستہ سے سوری کہا۔ زاویار اپنی مسکراہٹ دبا گیا۔ مقابل جہاں اتنی بولڈ نیس دکھا چکی تھی وہیں زاویار اسے تھوڑا سا اور تنگ

کرنا چاہتا تھا۔ ناراض تو وہ اس سے پہلے بھی نہیں تھا۔ بس اسے غصّہ تھا اشنا پر جو اس کا دو آتشہ روپ دیکھتے ہی جیسے ہوا ہو گیا تھا۔۔ "لائٹس آف کرو اور سو جاؤ۔ سیدھے ہو کے لیٹتے اس نے سپاٹ لہجے میں حکم دیا۔۔ اشنا نے حیرت سے سر اٹھاتے اُسے دیکھا تھا۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ اس کا قیامت خیز حسن بھی مقابل کو بہکا نہیں سکا تھا۔ اس کے جواں جذبوں میں طغیانی نہیں مچی تھی۔ اشنا کو اب غصّہ آنے لگا تھا۔ ایک تو وہ اتنا ولیگر لباس پہن کر اس کے سامنے اسے منانے کے لئے بیٹھی تھی۔ اور اس کا تھا کہ ایٹیٹیوڈ ہی ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ "کیوں! نہیں اٹھ رہی۔ کیا کر لے گیں آپ۔ ساری رات یہیں بیٹھوں گی۔ آپ کو کوئی مسئلہ ہے؟؟ روہانسی سی آواز میں کہتے وہ اپنے پاؤں اوپر کرتے مزید جم کر بیٹھ گئی تھی!! زاویار نے آنکھیں کھولتے گھور کر اسے دیکھا۔ اشنا نے بھی اسی کے انداز میں اسے گھورا تھا۔۔ "کیا چاہتی ہو تم؟؟ ایک گہری سانس بھرتے زاویار نے اس سے پوچھا۔ "کچھ بھی نہیں

چاہتی میں۔آپ بس غصّہ کر لیں مجھ پر۔اس کے باقاعدہ آنسوں نکلنا شروع ہو چکے تھے!!ہاتھ ہٹاؤ!زاویار اسے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے دیکھ فوراً ہی ٹوک گیا۔اشنا کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔اب وہ اسے خود کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دے رہا تھا۔"کیوں!نہیں ہٹا رہی میرا شوہر ہے میری مرضی۔جہاں مرضی ہاتھ رکھوں۔روکر کہتے وہ اس وقت کوئی ضدی بچی معلوم ہو رہی تھی!!اور یہاں زاویار اپنا قہقہہ نہیں روک سکا تھا۔اس نے اچانک چھت پھاڑ قہقہہ لگایا۔اس کے ہنسنے پر اشنا کے رونے میں مزید اضافہ ہوا تھا۔اسے لگ رہا تھا جیسے مقابل اس کہ مزاق بنا رہا ہو!!"ہنس لیں آپ بلکہ سو جائیں۔بہت نیند آ رہی تھی نہ آپ کو!!نروٹھے سے انداز میں کہتے وہ ابھی بیڈ سے اٹھتی کہ زاویار نے بازو سے پکڑتے اسے اپنی جانب کھینچا۔اشنا کٹی ڈال کی طرح اس کے سینے پر آ کر گری۔اسے اب صحیح معنوں میں گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔جبکہ گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی!!"میرے پورے جسم

میں اپنی طلب جگا کر کہاں بھاگ رہی تھی تم!!زاویار نے خمار آلود آواز میں اس کے کان میں سرگوشی کی!!"کہیں بھی تو نہیں!اشنا نے اپنے ہونٹوں کو تر کرتے کہا۔"ایک بات تو بتاؤ۔زاویار نے اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے پوچھا۔اشنا نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔جیسے پوچھنا چاہتی ہو کیا بات!!تم نے جو کہا تھا تھوڑی دیر پہلے واقعی غلطی سے کہا تھا۔یا تم سچ میں تنگ ہو مجھ سے؟؟ اسے ابھی تک وہی بات پکڑے دیکھ اشنا ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی۔اور پھر وہ کچھ بھی کہے بغیر مکمل طور پر اس کے سینے پر آگئی تھی۔اپنے پاؤں اس کی ٹانگوں پر رکھتے اشنا اپنا پورا وزن مقابل پر ڈالے لیٹی تھی۔زاویار کے جسم میں جیسے سپارک سے پیدا ہو رہے تھے!!"آپ کو لگتا ہے میں ایسا کبھی سوچ بھی سکتی ہوں۔اس کے گال پر ہاتھ رکھتے اشنا نے دلفریب انداز میں سوال کیا۔زاویار تو اس کے ہونٹوں کی حرکت میں ہی کہیں کھو گیا تھا۔اس نے کسی ٹرانس کی کیفیت میں نہ میں سر ہلایا۔اشنا اس کا نہ میں ہلتا سر دیکھتے گہرا

مسکرائی۔ لیکن بہت جلد ہی اس کی یہ مسکراہٹ زاویار کے ہونٹوں میں دب چکی تھی!! زاویار اپنا ایک ہاتھ اس کے بالوں میں اُلجھاتے جبکہ دوسرے ہاتھ کو اس کے گال پر رکھتے اس کے مخملی نرم ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔ اس کے انداز میں اتنی شدت تھی کہ جیسے کسی صدیوں کے پیاسے کو عرصے بعد پانی کا کنواں ملا ہو۔ گھونٹ گھونٹ کرتے وہ جیسے اس کے ہونٹوں کی ساری نمی کو چرا لینا چاہتا تھا۔ ایک جھٹکے سے اسے اپنے نیچے کرتے وہ مزید شدت سے اس کے ہونٹوں کو اپنے لبوں اور دانتوں سے سک کر رہا تھا۔۔ اشنا اس کی اتنی شدت پر سسک کر رہ گئی تھی۔ اپنی سانس بلکل بند ہوتی محسوس کرتے اشنا نے اس کے کندھے پر مکے برسائے۔ زاویار جیسے اچانک ہوش میں آیا تھا۔ مقابل کا سرخ چہرہ دیکھتے اس نے آہستہ سے اپنے ہونٹ اشنا سے علیحدہ کیے!! اشنا تکیے اور اپنا سر پٹختے گہرے گہرے سانس لینے لگی تھی۔ اس کی نائیٹی ساری بے ترتیب ہوتے گلے سے کھسک چکی تھی۔ نائیٹی میں سے اس

کا چاند سا سراپا ہر رخ سے واضح ہو رہا تھا۔ گہرے سانس لینے کی وجہ سے اس کے نشیب و فراز میں جیسے طغیانی سے مچی ہوئی تھی!! زاویار اس کے نشیب و فراز پر نظریں گاڑے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کر دل کی آواز پر لبیک کہتے شدت سے اس کی دھڑکنوں پر جھکا۔ "شُکریہ بیگم۔ مجھے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑے گی۔ اشنا کو بے باکی سے آنکھ مارتے اس نے نیچے کچھ بھی نہ پہننے کیلئے اس کا شکریہ ادا کیا۔ اشنا نے صرف نائیٹی ہی زیب تن کی تھی۔ نیچے کچھ بھی نہیں پہنا ہوا تھا اس نے۔ اشنا شرم سے سرخ پڑتے اپنی آنکھیں موند گئی۔۔ وہ پھر سے بھول گئی تھی کہ مقابل نے اپنی قربت کے دوران اسے آنکھیں بند کرنے سے سختی سے منع کیا ہوا تھا۔ زاویار اسے آنکھیں موندے دیکھ اس کی دھڑکنوں پر بے دردی سے اپنے دانت گاڑھ گیا۔ اشنا نے چیختے ہوئے اپنی آنکھیں کھولی تھی۔ اس نے بے بسی سے زاویار کی طرف دیکھا۔ جو اس کی طرف دیکھتے نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ زاویار اس کی نائیٹی مزید بے

ترتیب کرتے اس کے پیٹ پر جھکے اپنی شدتیں ڈھانے لگا۔اشنا کی سسکیاں پورے کمرے میں گونج رہی تھیں۔زاویار کی شدتوں سے اس کا پورا جسم سرخ پڑ رہا تھا۔کچھ دیر تک اس کے پورے جسم کو اپنے لمس سے مہکاتے وہ واپس سے اوپر کی طرف آتے اس کے ہونٹوں کو پھر سے اپنی گرفت میں لے گیا۔وہ جتنا اس کے ہونٹوں کا جام پیتا تھا اتنی ہی پیاس مزید بڑھتی تھی!!

اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کرتے زاویار ایک جھٹکے سے اس کی گہرائیوں میں خود کو اُتار گیا۔اشنا کی چیخ اس کے ہونٹوں میں کہیں دب کر رہ گئی تھی۔آج زاویار کے انداز میں نہ نرمی تھی اور نہ ہی مقابل کی نازکی کا احساس! وہ اپنی پوری شدت سے اس میں سمایا تھا۔۔اشنا اس کی کمر پر اپنے ناخون گاڑتے اس کی شدتیں اپنے جسم پر سہہ رہی تھی۔زاویار اپنے ہونٹوں کو آہستہ سے اس سے علیحدہ کرتے اس کی گردن پر جھکے مزید اپنی شدتیں دکھانے لگا۔۔اشنا کی سسکیاں پورے کمرے میں گونجتی زاویار کو مزید

شدت پسند ہونے پر مجبور کر رہی تھی۔۔آج اس کی شدتوں سے اشنا کے جسم کے ساتھ ساتھ بیڈ تک بری طرح لرز رہا تھا۔۔۔"زاویار بس کریں پلیز۔ اشنا نے روہانسی ہوتے اس سے التجا کی۔آج نہیں جان! آج نہیں آج ساری رات برداشت کرو گی تم مجھے!! یہ نائیٹی پہن کر تم نے اپنے پاؤں پر خود ہی کلہاڑی ماری ہے!! پھولتی سانسوں کے درمیان بولتے وہ ایک جھٹکے سے اپنے بدن کو اس سے علیحدہ کر گیا۔دونوں کے گہرے سانس لینے کی آوازیں کمرے میں گونجتی ماحول کو معنی خیز بنا رہی تھی۔۔اشنا ابھی صحیح سے ریلکس بھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ پھر سے اس میں اپنی پوری شدت کے ساتھ سمایا۔ اشنا بن آب مچھلی کی طرح تڑپ کر رہ گئی تھی۔مقابل کی بے رحم شدتوں نے اس کے چودہ طبق روشن کر کے رکھ دیئے تھے۔زاویار اس کی دھڑکنوں کو اپنے ہاتھوں میں لیتے مسلسل اس کے جسم میں گھلتا سکون کی آخری حد تک پہنچا ہوا تھا۔اشنا مسلسل اسے اپنے جسم میں حرکت کرتا محسوس کر رہی تھی۔

آج اسے اپنے جسم پر اس شخص کو سہنا ہی تھا۔ بلکہ ساری زندگی ہی اسے زاویار کو ہی سہنا تھا۔ اسی لیے ایک گہری سانس بھرتے وہ چپ چاپ اس کی بے باکیاں اپنے جسم پر برداشت کرنے لگی!! زاویار اپنی ضرورت پوری کرتے اسے اپنی آغوش میں لے گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس سے زیادہ اشنا اسے نہیں برداشت کر سکتی۔۔ اگر اب اس نے کچھ کیا بھی تو مقابل یہیں پر بے ہوش ہو جائے گی جو کم از کم زاویار بلکل بھی نہیں چاہتا تھا۔ "تم ٹھیک ہو۔ اس کے بالوں کو پیچھے کرتے زاویار نے اس کی پینک ہوتی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں میں الجھاتے محبت سے پوچھا۔ "ہاں بلکل ٹھیک ہوں۔ انسان تھوڑی ہوں میں۔ طنزیہ انداز میں کہتی وہ اس کی گردن پر اپنی پوری شدت سے دانت گاڑ گئی۔ اس کے انداز پر زاویار کا برجستہ قہقہہ گونجا تھا۔ اگر تم بلکل ٹھیک ہو تو کیا خیال ہے پھر ایک اور راؤنڈ لگا لیں؟ زاویار نے اسے تنگ کرتے بے باکی کی حد پار کرتے شرارت سے کہا۔۔ زاویار میں آپ کا سر پھاڑ

دوں گی۔اگر اب آپ نے مجھے ہاتھ بھی لگایا تو۔اشنا اس کے سینے پر مکا مارتی چیخی تھی!!زاویار ہنستے ہوئے شدت سے اسے خود میں بھینچے آنکھیں موند گیا۔اشنا بھی اس کی آغوش میں آنکھیں موندتی سکون محسوس کرنے لگی۔ ایک دوسرے کی بانہوں نے لیٹے وہ دونوں کب نیند کی وادیوں میں اترے دونوں کو ہی پتہ نہیں چلا تھا۔۔

قسط نمبر:25

آبان خان اس وقت اپنے آفس میں موجود کام کرنے میں مصروف تھا۔اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے۔آج راحیل بھی اسکے ساتھ ہی آفس آیا تھا۔ لیکن آج پہلا دن ہونے کی وجہ سے اس نے کوئی خاص کام نہیں کیا تھا۔ابھی بھی وہ آبان کے آفس میں بیٹھا موبائل پر گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔ایسا نہیں تھا کہ اسے بزنس کا پتہ نہیں تھا۔اسے سارا کچھ پتہ تھا۔امریکہ میں اس

نے بزنس کی ہی تعلیم حاصل کی تھی۔ آج پہلا دن ہونے کی وجہ سے آبان نے اسے بس آفس کے امپلائز سے ہی ملوایا تھا۔ باقی کا سارا کام وہ اسے کو سمجھانے اور اس کے ذمے لگانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

آبان خان کافی پیتے ساتھ لیپ ٹاپ پر کام کرنے میں مصروف تھا جب دھاڑ کی آواز سے اس کے آفس روم کا دروازہ کھلا۔ آبان خان نے نظریں اٹھاتے بے ساختہ ہی سامنے دیکھا۔ جہاں سے حنان لغاری اپنے درجنوں گارڈز کے ساتھ اندر داخل ہو رہا تھا۔ تمام گارڈز کے ہاتھ میں ویپنز موجود تھی۔ حنان لغاری یہاں اپنی پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا۔۔ جبکہ اس کے پیچھے ہی ریسپشنسٹ تقریباً بھاگنے کے انداز میں داخل ہوئی۔۔ آبان خان کو حنان لغاری کو یہاں دیکھتے ذرا بھی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ اُسے اس بات کا اندازہ تھا کہ اپنی بہن کے بارے میں بکواس سنتے وہ ایسے ہی فوراً سے پہلے پاکستان پہنچے گا۔۔ "سر میں نے انہیں بہت روکنے کی کوشش کی لیکن۔۔۔۔

ریسپشنسٹ گھبراتے ہوئے اپنی بات مکمل کرتی کہ آبان خان ہاتھ کے اشارے سے اسے خاموش کروا گیا۔وہ اسی وقت اپنا منہ بند کر گئی تھی!!

آبان خان کرسی سے ٹیک لگائے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بیٹھا تھا۔اس کے سکون میں رتی برابر بھی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔۔جبکہ اس کے مقابلے میں راحیل حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔وہ تو حنان لغاری کو جانتا تک نہیں تھا۔۔"آپ جائیں مس۔ان دونوں بہن بھائی کی عادت ہے دوسرے کے آفس کو اپنے باپ کی جاگیر سمجھ کر بڑے دھڑلے سے اندر گھسنے کی۔اب دیکھے نا کچھ دن پہلے ان کی بہن آئی تھی۔وہ بھی ایسے ہی داخل ہوئی تھی۔اور اب یہ موصوف آ گئے۔ٹائمنگ الگ تھی۔لیکن طریقہ دونوں کا ایک جیسا ہی ہے۔نائس!!آبان خان نے متاثر کن نظروں سے حنان لغاری کے سرخ چہرے کی طرف دیکھتے کہا۔وہ بات ریسپشنسٹ سے کر رہا تھا لیکن اس کی نظریں حنان لغاری پر ہی جمی تھیں۔جو کھا جانے والی نظروں سے آبان خان

کو کھڑا گھورنے میں مصروف تھا۔۔"اوکے سر! ریسپشنسٹ کہتے باہر کی طرف بڑھ گئی۔۔حنان لغاری آگے بڑھتے آبان خان کے سامنے میز کے آگے کھڑا ہوا۔"میری بہن کی ویڈیو ڈیلیٹ کر آبان خان۔ورنہ میرے یہ سارے گارڈز یہیں پر تیری قبر بنا کر جائے گیں!! تھوڑا سا میز پر جھکتے حنان لغاری ٹیبل پر اپنے دونوں ہاتھ مارتے غرایا۔ہاتھ مارنے سے ٹیبل پر موجود پانی کا گلاس چھلک کے نیچے گرتے چکنا چور ہو گیا تھا۔۔جبکہ وہ کھڑا سرد سرخ نظریں آبان خان کے چہرے پر گاڑے ہوئے تھا۔۔"نہیں کرتا کھود یہاں میری قبر! آبان خان نے اسی سکون کے ساتھ جواب دیا۔موت کو اپنے سر پر منڈلاتے دیکھ بھی اس کے اطمینان میں کوئی کمی نہیں آئی تھی!! میں سچ کہہ رہا ہوں آبان۔اگر تم نے ویڈیو ڈیلیٹ نہ کی تو یقین کرو بہت نقصان اُٹھاؤ گے تم۔حنان لغاری نے پھر سے اسے وارن کیا۔اس کی آنکھوں کی سرخی مقابل کا سکون دیکھتے جیسے خون چھلکانے لگی تھی۔اس کے دل میں جیسے بھانبھڑ سے

جل رہے تھے۔ آبان خان پر اسے رتی برابر بھی بھروسہ نہیں تھا۔ اسے ڈر تھا کہیں وہ اپنا کہا سچ ہی نہ کر دے۔ اس سے نہ صرف اس کی بہن بلکہ وہ خود بھی بدنام ہوتے سڑک پر آجائے گیں۔ تم میرے ہی آفس میں کھڑے ہو کر مجھے ہی دھمکی دے رہے ہو۔ آبان خان نے ابرو اُچکاتے جیسے اسے یاد دلایا تھا کہ وہ اس وقت اسی کے آفس میں کھڑا ہے!! مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں آج یہاں یا تو تمھیں مار کر جاؤں گا یا پھر ویڈیو ڈیلیٹ کروا کر۔ حنان لغاری اپنی پوری قوت لگاتے دھاڑا تھا۔۔ جبکہ راحیل تو حیرت کی مورتی بنا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ "ہمم ویڈیو! کروالو ڈیلیٹ کہہ تو رہا ہوں۔ ڈھونڈھ لو خود وہ ویڈیو اور خود ہی ڈیلیٹ بھی کر دینا۔ میں ڈیٹا آگے ٹرانسفر کر چکا ہوں۔ آبان خان نے بڑے نارمل لہجے میں کہتے اگلے کا سکون برباد کیا۔ اسے ایک الگ ہی سکون سا محسوس ہو رہا تھا حنان لغاری کو تڑپتے دیکھ۔ ویڈیو تو ویسے بھی اس کے پاس کوئی تھی ہی نہیں۔۔ "تو ایسا کیسے کر سکتا ہے آبان خان۔

تیرے اپنے گھر میں ماں بہنیں بھی ہیں۔تو کسی اور کی بہن کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا ہے!!حنان لغاری پاگل ہوتے چیخا۔اس کی بہن کی ویڈیو زوہ آگے ٹرانسفر کر چکا تھا۔حنان لغاری کی جیسے جان پر بن آئی تھی۔۔ابھی وہ مقابل کو مار بھی نہیں سکتا تھا کیوں کہ اسے ہی پتہ تھا کہ آگے اس نے ڈیٹا کسے سینڈ کیا ہے۔۔"ایگزیکٹلی میں بھی یہی کہنا چاہ رہا تھا۔تیرے گھر میں بھی تو ماں بہنیں تھیں۔پھر میری بیوی۔۔۔۔ٹیبل پر ہاتھ مار کر دھاڑ کر کہتے ہیں وہ اچانک ہی رک گیا تھا۔۔اس کی نظر راحیل پر پڑی تھی جو حیرانی سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔گھر میں کسی کو بھی درفشاں کے ساتھ ہوئے حادثے کے بارے میں علم نہیں تھا۔اور آبان خان نہیں چاہتا تھا کہ اُس کی بیوی کا کسی کے بھی سامنے تماشا بنے۔اس لیے خاموشی میں ہی عافیت جانی!!ورنہ اس کا بس نہیں تھا کہ ابھی اپنی پسٹل کی ساری گولیاں حنان لغاری کے سینے میں اُتار دے!!دیکھ آبان جو ہونا تھا ہو گیا تیری بیوی کی عزت سلامت ہے۔میں

آئندہ کبھی تیرے کسی معاملے میں ٹانگ نہیں اڑاوں گا۔ تو ویڈیو ڈیلیٹ کروا۔ حنان لغاری نے صلح جو لہجے میں کہا۔۔ آدھی ادھوری بات تو راحیل کی سمجھ میں آگئی تھی۔ اسے آبان خان کی اچانک رخصتی اور درفشاں کے اچانک ہاسپٹل پہنچنے کے پیچھے کی وجہ اب سمجھ آئی تھی۔۔ کوئی ویڈیو اس کے پاس نہیں ہو گی وہ یہ بھی سمجھ گیا تھا۔ کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ لاکھ کسی سے دشمنی صحیح آبان خان اتنی گری ہوئی حرکت کبھی نہیں کر سکتا۔ اسے پورا یقین تھا آبان پر۔۔ آبان خان حنان لغاری کو صاف لفظوں میں بات کرتے دیکھ اپنی مٹھیاں بھینچ گیا۔ وہ جتنی بات دبانے کی کوشش کر رہا تھا اتنی ہی بات راحیل کے سامنے آرہی تھی!! دفعہ ہو جا یہاں سے حنان۔ اس سے پہلے میں تجھے جان سے مار دوں۔ آبان خان اپنی سرد سرخ نظریں حنان لغاری کے چہرے پر گاڑے سرد برفیلے لہجے میں غرایا۔۔ "یاد رکھنا آبان۔ اگر میں یہاں سے گیا تو تیرے مقدر میں صرف بربادی ہو گی۔ میں صلح کا

کہہ رہا ہوں۔ میری بہن کی ویڈیو ڈیلیٹ کر دے اس کے بعد تو اپنے راستے اور میں اپنے راستے۔ حنان نے خود پر کنٹرول کرتے صلح کرنی چاہی!!"آبان خان کے اوپر ابھی اتنا برا وقت نہیں آیا کہ وہ تُجھ جیسے کیڑوں جتنی حیثیت رکھنے والے دشمنوں سے صلح کرتا پھرے!!استہزائیہ مسکرا کر کہتا وہ مقابل کو بری طرح سلگا گیا تھا۔"میں تُجھے جان سے مار دوں گا آبان خان۔ حنان لغاری اپنی ٹیبل سے پیپر ویٹ اٹھا کر دیوار میں مارتے اپنی پوری قوت سے دھاڑا۔۔اس کی دماغ کی نسیں جیسے پھٹنے کی حد تک پھول چکی تھی۔۔آستین سے نظر آتے بازووں کے مسلز بری طرح پھولے ہوئے تھے۔اس کا بس نہیں تھا پورے آفس کو آبان خان سمیت آگ لگا دے!!جب سے تو یہاں آیا ہے یہی بات تو کوئی پانچویں مرتبہ دوہرا رہا ہے۔ لیکن ابھی تک تو مجھے مار نہیں سکا۔ پتہ ہے کیوں؟ سپاٹ سے لہجے میں کہتے وہ اپنی کرسی سے کھڑا ہو کر حنان لغاری کے مقابل آ کر کھڑا ہوا۔ کیوں کہ تو اور میں بہت اچھے سے

جانتے ہیں کہ۔مجھے مارنے کی تیری اوقات ہے اور نہ ہی ہمت۔مارنا تو بہت دور کی بات تو مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔۔"مزاق اڑاتا لہجہ۔مقابل کو زیر کرنے والی لفظوں میں چٹانوں سی سختی تھی۔۔وہ اپنے لفظوں کے تیر بہت بری طرح مقابل پر برسا رہا تھا۔حنان لغاری نے غصے سے پاگل ہوتے آگے بڑھتے ایک مکا آبان خان کے منہ پر مارنا چاہا۔لیکن اس کا ہاتھ بیچ میں ہی ہوا میں معلق رہ گیا تھا۔۔راحیل خان بیچ میں آتے اس کا ہاتھ اپنی سخت گرفت میں لے گیا تھا۔اس کی آنکھوں میں مقابل کے لیے صاف وارننگ تھی۔۔

آبان خان اسے اپنے سامنے دیکھتے حنان لغاری کی طرف دیکھتے استہزائیہ مسکرایا۔"دوبارہ ہاتھ مت لگانا میرے بھائی کو۔بات کرنی ہے تو منہ سے کرو۔ہاتھ اُٹھاؤ گے تو زندہ واپس نہیں جا سکو گے یہاں سے!!حنان لغاری کے ہاتھ کو جھٹکا دے کر چھوڑتے راحیل نے اسے انگلی اٹھا کر وارن کیا۔حنان لغاری غصے سے آبان خان اور راحیل خان کو گھورتے ہوئے آفس سے نکلتا

چلا گیا تھا۔اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ آج وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔اس لیے جانے میں ہی عافیت جانی۔البتہ اس کے دل میں آبان خان کے لیے نفرت اور بدلے کی آگ مزید بھڑک گئی تھی۔۔۔راحیل خان کو بھی چھوڑنے کا ارادہ وہ نہیں رکھتا تھا۔

حنان لغاری کے جانے کے بعد آبان خان واپس سے اپنی کرسی پر بیٹھا۔ راحیل بھی واپس سے اپنی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔"کیا میں تم پر بھروسہ کر سکتا ہوں راحیل!!کچھ لمحوں کے توقف کے بعد آفس روم میں آبان خان کی بھاری رعب دار آواز گونجی!!"کس معاملے میں؟سب کچھ جانتے ہوئے بھی راحیل نے انجان بنتے پوچھا۔"زیادہ بچے مت بنو۔مجھے پتہ ہے کہ تم ہماری باتوں سے سب کچھ جان گئے ہو گے۔آبان خان نے کرسی سے ٹیک لگائے چھت پر نظریں گاڑے کہا۔"میں کچھ نہیں کہہ سکتا تمھیں۔میں

تمھارا یہ راز رکھ سکتا ہوں یا نہیں اس بارے میں تمھیں وقت کے ساتھ خود ہی علم ہو جائے گا۔ میں صرف اتنا کہوں گا کہ میں لاکھ گنہگار صحیح لیکن اتنا بغیرت نہیں ہوں کہ دوسروں کی بیویوں، بیٹیوں کے قصے اچھالتا پھروں!! آگے تم خود سمجھدار ہو!! کندھے اچکا کر نارمل سے لہجے میں کہتے وہ صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہوا تھا۔ "مجھے تم سے یہی اُمید تھی!! آبان خان نے مسکرا کر جواب دیتے واپس سے لیپ ٹاپ آن کیا۔ ابھی راحیل خان آفس کا دروازہ کھولتے باہر نکلتا کہ آبان کی آواز سنتے اس نے زور سے اپنی آنکھیں میچی۔ کہاں جا رہے ہو تم؟ اسے دبے قدموں سے باہر نکلتے دیکھ آبان خان نے فوراً سے اسے پکارا۔ "میں۔۔۔ہاں میں۔۔ میں کھانا، کھانا کھانے جا رہا تھا۔۔ اٹک اٹک کر سوچتے اس نے بہانہ پیش کیا۔ "بیٹھو تم میں یہی منگوا دیتا ہوں۔ آبان خان اس کی چالاکی اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ اسی لیے پھر سے اسے بیٹھنے کا کہا۔۔ "تم مجھے ایک بات تو بتاؤ؟؟ راحیل نے دانت پیستے ضبط سے اس کے

وجیہہ خوبصورت چہرے کی طرف دیکھا۔جو اس وقت اسے زہر لگ رہا تھا۔۔"یہاں بیٹھ کر جو بھی پوچھنا ہو پوچھ لو۔آبان خان جیسے آج اس کی جان کسی بھی قیمت پر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔۔"کیا یار یہاں بیٹھ یہاں بیٹھ لگا رکھی ہے۔تم تو ایسے چپک گئے ہو مجھ سے جیسے میری کوئی بچھڑی ہوئی محبوبہ ہو اور سالوں بعد مجھے ملی ہو۔کہ راحیل اب تم نے میرے پاس سے ہلنا بھی نہیں!!راحیل نے جھنجھلاتے ہوئے اسے گھورتے ہوئے آخر میں باقاعدہ ایکٹنگ کرتے کہا۔اس کے انداز پر آبان خان کا برجستہ قہقہہ آفس کے کمرے کی زینت بنا۔۔"رضیہ غنڈوں میں پھنس گئی!اس وقت راحیل کا یہ والا حال تھا۔"میں جا رہا ہوں ہنستے رہو تم۔اسے مسلسل ہنستے دیکھ راحیل نے دروازے کی ناب پر ہاتھ رکھا۔"کوٹھے پر نہیں جاؤ گے راحیل تم!آبان خان نے سنجیدہ ہوتے جیسے اسے وارن کیا تھا۔نجانے اسے کیسے پتہ چل گیا تھا کہ راحیل کوٹھے پر ہی جانے والا تھا۔۔آبان میں وہاں رنگ رلیاں منانے

نہیں جارہا۔ایک دوست ہے وہاں اس سے بہت مس بیہیو کر دیا تھا میں نے غصے میں۔بس اسی سے مل کر معافی مانگنے جارہا ہوں!!راحیل نے نارمل سے لہجے میں کہا۔وہ جانتا تھا کہ مقابل اس کی رگ رگ سے واقف ہے۔اگر ابھی راحیل جھوٹ بولتا تو آبان خان کو بعد میں پتہ چل جانا تھا۔اسی لیے جھوٹ بولنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔"کیا بکواس ہے۔کوٹھا ہی ملا تھا تمھیں دوست بنانے کو۔اور ساری دنیا کے لڑکے مر گئے تھے کیا؟؟آبان کو تو حیرانی ہو رہی تھی اس کی باتیں سن کر۔۔لڑکا نہیں لڑکی ہے وہ۔اور پلیز اب بھاشن دینے مت بیٹھ جانا۔جارہا ہوں میں۔ہاتھ جھلا کر کہتے وہ بغیر اس کی مزید کوئی بھی بات سنے آفس روم سے باہر نکلتا چلا گیا۔۔پیچھے آبان خان بس سلگ کر ہی رہ گیا تھا۔مقابل اتنی آسانی سے باز نہیں آئے گا۔اتنا تو اسے اندازہ ہو چکا تھا۔۔

اشنااس وقت زاویار کے ساتھ خان ولا میں موجود تھی۔ان لوگوں کو یہاں آئے تقریباًایک گھنٹہ ہونے والا تھا۔سب کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھے وہ سب باتیں کرنے میں مصروف تھے۔۔رائنااور زارا تو بلکل اس کے ساتھ جڑ کے بیٹھی تھیں۔یونیورسٹی میں ابھی ان دونوں کے فارمز جمع کروائے تھے۔ابھی کلاسز شروع ہونے میں وقت تھا۔۔اسی لیے دونوں ہی فلحال گھر میں ہی پائی جاتی تھیں۔۔جبکہ فائزہ کی آج کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے وہ بھی اپنی ڈیوٹی سے آف لیتے آج گھر میں ہی موجود تھی۔اشنااس وقت ریڈ کلر کے ویلوٹ کے سوٹ میں ملبوس ساتھ ریڈ کلر کی میچنگ کی ہی شال اوڑھے ہوئے تھی۔۔اس کی گوری رنگت پر ریڈ کلر جیسے بہت کھل رہا تھا۔۔ہونٹوں پر لائٹ پینک لپسٹک لگی ہوئی تھی۔پاؤں میں ہیلز پہنے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔۔عزرا بیگم تو اس کے چہرے پر موجود زاویار کی محبت کے رنگ دیکھتے جیسے اس کے صدقے واری جا رہی تھیں۔خوبصورت

تووہ پہلے بھی تھی لیکن شادی کے بعد جیسے اس کا نکھار مزید بڑھ گیا تھا۔ چہرے پر پہلے سے بھی زیادہ رونق آگئی تھی۔اس کے گالوں میں سرخیاں سی گھلی تھی۔جو مصنوعی رنگ نہیں ہے یہ دیکھنے سے ہی صاف پتہ چلتا تھا۔۔

جبکہ زاویار اس وقت براؤن کلر کے تھری پیس پینٹ کوٹ میں ملبوس، بالوں کو سلیقے سے سیٹ کیے ہمیشہ کی طرح ہینڈسم دکھ رہا تھا۔وہ وجیہہ تھا اور وجیہہ نظر آرہا تھا۔۔

آنٹی درفشاں کو بلادیں! یہ کوئی تیسری مرتبہ تھا جب زاویار نے ایک بار پھر سے عزرا بیگم کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔۔پہلے دو مرتبہ بھی عزرا بیگم ملازمہ کے ہاتھ درفشاں کو بلوانے کے لیے بھیج چکی تھیں۔لیکن وہ دروازہ نہیں کھول رہی تھی۔۔ملازمہ نے دونوں مرتبہ آکر ایک ہی جواب دیا تھا۔ کہ ناوہ اندر سے کوئی جواب دے رہی ہے اور نہ ہی دروازہ کھول رہی ہے۔۔

زاویار درفشاں سے ملنا چاہتا تھا۔اس کی حالت دیکھنا چاہتا تھا۔اس لیے اس سے ملے بغیر تو وہ یہاں سے نہیں جا سکتا تھا۔۔اسی لیے ایک مرتبہ پھر سے عزرا بیگم سے درخواست کی۔"تائی امی میں جا کر دیکھتی ہوں۔ہو سکتا ہے کہ وہ سو رہی ہو۔عزرا خان کا سنیجدہ ہوتا چہرہ دیکھتے فائزہ نے جیسے انہیں تسلی دی۔۔ایک گہری سانس بھرتے عزرا خان ہاں میں سر ہلا گئی تھی۔ انہیں درفشاں کی یہ عادت بہت بری لگ رہی تھی۔چلو ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا تو وہ گوارہ نہیں کرتی تھی کم از کم اپنے بھائی سے تو ملنے آ جاتی۔لیکن اس کا تو ایٹیٹیوڈ ہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔فائزہ مسکرا کر اُٹھتے ڈرائنگ روم سے باہر نکلتے اوپر کی طرف بڑھی۔زاویار دل میں شدت سے دعا کر رہا تھا کہ اب درفشاں دروازہ کھول دے۔اسے دیکھنے کے لیے جیسے وہ بے چین ہو رہا تھا۔۔

فائزہ نے آبان خان کے کمرے کے پاس آتے دروازہ نوک کیا۔۔جو کہ پہلی بار نوک کرنے پر ہی کھول دیا گیا تھا۔۔"سوری میں پہلے نہار ہی تھی تو دروازہ کیسے کھولتی اس لیے۔۔درفشاں نے گھبراتے ہوئے دروازہ کھولتے ہی اپنی صفائی پیش کی!!فائزہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔جو ایسے گھبرا رہی تھی جیسے کوئی جن بھوت دیکھ لیا ہو!!"ریلیکس بھابھی!کیا ہو گیا۔اگر نہیں بھی کھولا دروازہ تو کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔آپ ایسے گھبرانا تو بند کریں۔فائزہ نے ہنستے ہوئے کہتے اسے نارمل کرنا چاہا۔جبکہ درفشاں کی تو جان پر بنی ہوئی تھی۔یہ ویسے بھی آبان خان کے گھر واپسی آنے کا وقت تھا۔اس کے کہنے کے باوجود بھی آج وہ پورا دن کمرے سے باہر نہیں نکلی تھی۔۔اور اب دروازہ بھی دو بار نوک ہوتے وہ سن چکی تھی۔لیکن واشروم میں ہونے کی وجہ سے وہ دروازہ کھول نہیں سکتی تھی۔اسی لیے اب آبان خان کے ڈر سے وہ گھبرا رہی تھی۔پہلے تھپڑ کا نشان اب مدھم پڑ چکا تھا۔مزید تھپڑ وہ کھانا

نہیں چاہتی تھی!!"اوکے میں جارہی ہیں بھابھی۔میں تو بس یہ کہنے آئی تھی کہ نیچے آپ کے بھائی آئے ہوئے ہیں اشنا بھی ساتھ ہی ہے۔وہ کب سے آپ کو بلا رہے ہیں۔آجائیں آپ نیچے!!اسے کچھ بھی نہ بولتے دیکھ فائزہ نارمل لہجے میں کہتے نیچے کی جانب بڑھ گئی۔

جبکہ درفشاں کی آنکھوں میں زاویار کا سنتے ہی آنسوں سے چمکے تھے۔ایک طرف جہاں دل بھائی کو دیکھنے کی ضد کر رہا تھا تو دوسری طرف دماغ سب کے مخالف تھا۔آبان خان سے تھپڑ پڑتے وقت وہ چیخ رہی تھی چلا رہی تھی کسی نے بھی اسے نہیں بچایا تھا۔۔یہی سب باتیں سوچتے دماغ اسے نیچے جانے سے منع کر رہا تھا۔۔وہ ابھی ہی نہا کر نکلی تھی۔بالوں سے پانی ٹپکتا اس کی قمیض میں جذب ہو کر آدھی سے زیادہ قمیض گیلی کر چکا تھا۔۔درفشاں اس وقت سفید رنگ کی کیپری پر لیمن کلر کی لانگ قمیض پہنے ہوئے تھی۔گیلے بال کمر پر بکھرے تھے۔۔وہ اس وقت بغیر دوپٹے کے دروازے میں

کھڑی اسی کشمکش میں تھی کہ نیچے جائے یا نہیں۔۔اپنی بھیگی آنکھیں صاف کرتے وہ دماغ کی باتیں ایک سائڈ پر کرتے بالآخر نیچے جانے کے لیے تیار ہوئی۔اس سب میں وہ دوپٹہ لینا بھی بھول گئی تھی۔ویسے بھی وہ کمرے میں بھی دوپٹہ نہیں لیتی تھی۔اور نہ ہی اسے عادت تھی۔۔اپنے کندن سے بدن اور حسن سے بے پرواہ وہ کمرے سے نکلتی نیچے کی طرف بڑھی!!

نیچے ڈرائنگ روم کے سامنے جاتے اس کے قدم رکے۔سامنے ہی زاویار اشنا کے ساتھ بیٹھا سب سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔اتنے دنوں بعد زاویار کو اپنے سامنے دیکھتے اس کی آنکھوں سے آنسوں جیسے پانی کی طرح بہنے لگے تھے۔"بھائی! بھیگی سی آواز میں پکارتے اس نے زاویار کو اپنی طرف متوجہ کروانا چاہا۔۔"زاویار ڈرائنگ روم کے دروازے میں کھڑی درفشاں کو دیکھتے صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔درفشاں تقریباً بھاگتے ہوئے اس کے

سینے میں سمائی۔ زاویار اسے اپنے سینے سے لگائے ہلکے سے اس کے بالوں پر اپنے لب رکھ گیا۔۔ درفشاں اس کے ساتھ لگی زار و قطار رونے میں مصروف تھی۔ زاویار خود بمشکل اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیل رہا تھا۔۔ جبکہ باقی سب حیرت سے درفشاں کو دیکھ رہے تھے۔ جو ایسے رو رہی تھی جیسے اسے زبردستی اس گھر میں رکھا گیا ہو!!" کیسی ہو؟ تھوڑی دیر بعد زاویار نے اپنے اور درفشاں پر سب کی جمی نظریں محسوس کرتے آہستہ سے اسے خود سے علیحدہ کرتے پوچھا۔ درفشاں کی آنکھوں سے جیسے آنسوں رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ زاویار اپنے انگوٹھے کے پوروں سے اس کے آنسوں صاف کر رہا تھا لیکن آنسوں تھے کہ خشک ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ اس نے زاویار کے سوال کا بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کتنا تڑپ رہی تھی وہ سب سے ملنے کے لئے۔ اپنے ماں باپ سے ملنے کے لیے لیکن کوئی بھی اس سے ملنے کے لیے راضی نہیں تھا۔ اب زاویار کو دیکھتے اس کی ہمت

جیسے جواب دے گئی تھی!!زاویار نے اسے بری طرح روتے دیکھ پریشان ہوتے آہستہ سے صوفے پر بیٹھایا۔خود بھی وہ اس کے ساتھ بیٹھتے اسے اپنے سینے سے لگا گیا تھا۔۔"رونا بند کرو در فشاں۔میرا بچہ ایسے روگی تم تو کیسے چلے گا۔زاویار نے نرمی سے اس کی پیٹھ تھپکتے محبت سے کہا۔اسے در فشاں پر ترس سا آرہا تھا۔۔"بھائی میں نے نہیں رہنا یہاں پلیز مجھے لے چلیں۔در فشاں کی ابھی تک جیسے وہی ایک بات تھی۔زاویار اسے ابھی بھی ایک ہی ضد پر اڑے دیکھ گہری سانس بھر کر رہ گیا۔۔جبکہ عزرا خان اور باقی سب حیرانی سے در فشاں کو دیکھ رہے تھے!!"وہ اصل میں اسے عادت نہیں نہ گھر والوں سے دور رہنے کی تو اس لیے ایسے بول رہی ہو گی۔ابھی کل میں بھی زاویار کو ایسے ہی کہہ رہی تھی کہ میں نے گھر جانا ہے۔اور وہیں پر رہنا ہے۔بڑی ضد کی تبھی تو آج تھوڑی دیر کے لیے ملوانے لے آئے۔سب کی حیرت بھری نظریں در فشاں پر گڑھے دیکھ اشنا نے ان لوگوں کا دھیان در فشاں پر سے ہٹانا

چاہا۔ ورنہ ابھی یہاں سوال شروع ہو جاتے کہ درفشاں ایسے ٹریٹ کیوں کر رہی ہے جیسے ہم نے اسے زبردستی یہاں رکھا ہے۔ اسی لیے اشنا نے سب کو نارمل کرنا چاہا۔۔ "بیٹا گھر تو بسانا پڑتا ہے اب۔ ہر عورت کو اپنا گھر چھوڑ کر دوسرے گھر جانا ہوتا ہے۔ خود میں ہمت پیدا کرنی پڑتی ہے!!۔ عظمیٰ بیگم نے درفشاں پر نظریں گاڑے سنجیدگی سے کہا۔ اشنا نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔

جبکہ زاویار مسلسل درفشاں کو چپ کروانے میں مصروف تھا۔ جس کے رونے میں اب کافی حد تک کمی آچکی تھی۔ لیکن زاویار کے سینے سے وہ ابھی تک لگی ہوئی تھی۔۔ عزرا بیگم کی نظریں تو بس درفشاں کے جسم کے ساتھ چپکی ہوئی قمیض پر تھیں۔ انہیں غصّہ آرہا تھا جس حالت میں درفشاں نیچے آگئی تھی۔ کم از کم اسے دوپٹہ تو لینا چاہیے تھا۔ یہی بات عزرا بیگم کو کانٹوں کی طرح چبھ رہی تھی۔ یہ لڑکی آبان خان کے لیے ٹھیک ہے بھی یا نہیں وہ یہ بات سوچنے پر مجبور ہو رہی تھیں!!

آبان خان داخلی دروازے سے گھر کے اندر داخل ہوا۔وہ ابھی ہی آفس سے آیا تھا۔ڈرائنگ روم سے آتی آوازوں کو سنتے اس کے قدم ڈرائنگ روم کی طرف بڑھے!!"السلام وعلیکم!ڈرائنگ روم کے دروازے پر کھڑے ہوتے اس نے ایک نظر سب کو دیکھتے سلام کیا۔۔درفشاں پر ابھی اس کی نظر نہیں پڑی تھی۔ویسے بھی درفشاں کی آبان خان کی طرف پیٹھ تھی۔وہ ابھی تک زاویار کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔نہ زاویار نے اسے پیچھے ہٹایا تھا اور نہ ہی درفشاں خود سے پیچھے ہٹی تھی۔!!"وعلیکم اسلام میرا بچہ!آؤ اندر آؤ۔عزرا بیگم نے محبت سے سلام کا جواب دیتے اسے اندر بلایا۔۔آبان خان اپنے قدم اندر کی طرف بڑھا گیا تھا۔۔درفشاں نے مزید زاویار کے سینے میں اپنا منہ گھسایا۔آبان خان کی آواز سنتے اس کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا تھا۔کہیں اسے پھر سے دروازہ نہ کھولنے والی بات کوئی بتا نا دے۔یہی چیز درفشاں کو

خوف کھانے پر مجبور کر رہی تھی۔۔اسے اپنے جبڑے پر ترس سا آرہا تھا۔

جسے ہر بات پر مقابل بے دردی سے دبوچتا تھا۔۔آبان خان زاویار کے مقابل صوفے پر بیٹھا۔زاویار کے سینے سے لگی لڑکی کو دیکھتے اس کے ماتھے پر بے شمار بل پڑے تھے!!وہ ابھی تک اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکا تھا۔کیوں کہ اپنا منہ اس نے زاویار کے سینے میں گھسایا ہوا تھا۔اس نے غور سے ایک بار لڑکی کی طرف دیکھتے اپنا وہم دور کرنا چاہا۔لیکن اگلے ہی لمحے اس نے اپنی مٹھیاں زور سے بھینچی۔مقابل وہی تھی جس کا اسے ڈر تھا۔اس کی بھیگی قمیض دیکھتے آبان خان کی رنگت میں سرخیاں سی گھلی!!"سب کے درمیان ایسپشلی زاویار کے سامنے وہ بغیر دوپٹے کے گیلی قمیض کے ساتھ بیٹھی تھی۔

آبان خان جیسے دہک کر تندور ہو رہا تھا۔اس کے خون میں اُبال سے اٹھ رہے تھے۔اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے وہ زاویار تک جاتے ایک جھٹکے سے در فشاں کو بازو سے پکڑ کھڑا کر گیا۔۔در فشاں نے آنکھوں میں خوف لیے اسے

دیکھا۔جو کھڑا خون خوار نظروں سے اسے ہی گھور رہا تھا۔۔"میری بیوی سے دور رہو تم۔آئندہ گلے لگانا تو دور کی بات اسے ہاتھ بھی مت لگانا۔انگلی اٹھا کر سختی سے زاویار کو تنبیہ کرتے اس نے درفشاں کو شدت سے اپنے سینے میں بھینچا۔سب کے سامنے اس کی حرکت پر درفشاں جیسے شرم سے زمین میں گڑنے والی ہو رہی تھی۔جبکہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہر شخص کا چہرہ اس کی بے باکی پر سرخ پڑا۔عزرا بیگم تو اپنے بیٹے کی اس حرکت اور حیران تھیں۔۔پلس اتنی بے باک Possessive انہیں اندازہ نہیں تھا کہ ان کی اولاد ہو گی!!تمہاری بیوی سے پہلے میری بہن ہے یہ۔زاویار نے اسے گھورتے ہوئے جیسے یاد دلایا تھا۔"بہن تھی۔اب میری بیوی ہے۔دوبارہ اس کے آس پاس بھی نہ بھٹکو تم۔سرخ آنکھوں کے ساتھ غرا کر کہتے وہ بغیر کسی کی بھی پرواہ کیے درفشاں کو اپنی گود میں اٹھاتے ڈرائنگ روم سے باہر نکلا۔۔ڈرائنگ روم میں موجود سبھی افراد تو بس اس بے باک شخص کو دیکھ کر رہ

گئے۔ جسے بڑوں کا بھی لحاظ نہیں تھا۔ دلشاد خان نے گھور کے عزرا بیگم کو دیکھا جیسے کہنا چاہتے ہو دیکھ لو اپنے ہونہار بیٹے کی حرکتیں!! عزرا خان نے جواباً کندھے اُچکائے۔ یہ سب کیا ہو رہا ہے ان کی سمجھ سے باہر تھا۔۔

اور بتائیں بیٹا! آپ کی دونوں پھوپھو ٹھیک ہیں۔ ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کے لئے عظمیٰ بیگم نے زاویار کی طرف دیکھتے سوال کیا۔ جی بلکل ٹھیک ہیں۔ زاویار نے جواب دیتے ایک نظر رائنا کی طرف دیکھا جو اشنا سے باتیں کرنے میں مصروف تھی!!" پھوپھو سے یاد آیا۔ اب تو گھر میں ایک اور شادی آ رہی ہے۔ زاویار نے عظمیٰ بیگم کی طرف دیکھتے تھوڑی اونچی آواز میں کہا ایسے کہ سبھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ رائنا بھی اس کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔۔ ارے واہ اب کس کی شادی ہے؟ برہان خان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ زاویار نے ایک نظر پھر سے رائنا کی طرف دیکھا تھا۔ جو اسی کے آگے بولنے کے انتظار میں تھی!!" عدیل کی شادی ہے۔ نکاح کر رہے ہیں عدیل

کا۔زاویار نے گویا دھماکا کیا تھا۔رائنا کے چہرے پر نا سمجھی سے پھیلی۔اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو اس کے گھر والوں سے بات کی جاتی۔پھر ہی نکاح ہونا تھا۔ بغیر اس کے گھر والوں سے بات کیے عدیل نے خود ہی نکاح بھی طے کر لیا تھا۔یہ بات رائنا کو سمجھ نہیں آرہی تھی!!"کس سے ہو رہی ہے شادی؟؟ ارے بھئی لڑکی کا نام تو بتاؤ؟؟برہان خان نے پھر سے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔۔زاویار کی نظریں رائنا کے چہرے پر ہی جمی تھیں۔وہ اس کے چہرے پر موجود نا سمجھی کو بخوبی دیکھ رہا تھا۔۔"ماورا سے۔ماورا سے طے ہوا ہے اس کا نکاح۔پسند کرتا تھا ماورا کو!!زاویار نے رائنا کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہتے جیسے اس کے سر پر دھماکہ کیا تھا۔۔رائنا کے چہرے کی رنگت اچانک ہی تبدیل ہوئی تھی۔جبکہ مسکراہٹ اب چہرے سے بلکل ختم ہو چکی تھی۔ جبکہ وہ خود حیرت سے زاویار کی طرف دیکھ رہی تھی۔اسے لگ رہا تھا جیسے اسے سننے میں غلطی ہو گئی ہو!!"ک۔۔کس سے ہو رہا ہے نکاح؟رائنا نے

شدت سے دل میں دعا کی تھی جو اسے پہلے سنائی دیا تھا وہ غلط ہو۔!! اس نے زاویار سے ایک مرتبہ پھر کنفرم کرنا چاہا۔ "ماورا سے بچے۔ ماورا سے ہو گا اس کا نکاح۔ پھوپھو گھر آئی تھیں کچھ دن پہلے۔ وہی بتا رہی تھیں کہ پاگل ہوا پھر رہا ہے عدیل ماورا کے پیچھے۔ جلد از جلد شادی کرنا چاہتا ہے بس۔ زاویار نے کہتے محفوظ نظروں سے اس کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو بغور دیکھا۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں!! زاویار کو بے ساختہ ہی اس چھوٹی سی بچی پر ترس سا آ رہا تھا۔۔ عدیل نے اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا وہ نہیں جانتا تھا۔ لیکن جو بھی ہوا بہت ہی برا ہوا تھا۔ عدیل نے رائنا کے ساتھ ایسا کیوں کیا اس معاملے میں بھی زاویار اُس کی سخت کلاس لینے والا تھا۔ بھئی مبارک ہو بہت بہت۔ اچھی بات ہے شادی ہو جائے تو!! عظمیٰ خان نے مسکراتے ہوئے صدق دل سے مبارک باد دی۔۔ "زاویار محض پھیکا سا مسکرا کر سر ہلا کر رہ گیا تھا۔۔ اسے رائنا کے لیے برا محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر

رائنا کے سامنے یہ بات کی تھی۔تاکہ اسے بھی پتہ چلے کہ جسے وہ دل دے چکی ہے وہ کسی اور سے نکاح کے خواب دیکھ رہا ہے!! میں آتی ہوں ابھی۔ زبردستی مسکرا کر کہتے رائنا وہاں سے اٹھ کر اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔اس نے بہت مشکل سے اپنے امڈتے آنسوں پر قابو پایا ہوا تھا۔۔رائنا کے جانے کے بعد سب پھر سے اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے۔کسی نے بھی رائنا کی حالت پر غور نہیں کیا تھا۔۔

رائنا خان نے اپنے کمرے میں داخل ہوتے کمرے کا دروازہ لاک کیا۔اندر داخل ہوتے ہی اس کے آنسوں برسات کی صورت میں باہر نکلنے لگے تھے۔۔دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے وہ نیچے بیٹھتی چلی گئی۔اسے ابھی تک جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ نیچے وہ جو کچھ بھی سن کے آئی ہے۔ کیا وہ واقعی میں سچ ہے۔اگر عدیل نے شادی ماورا سے ہی کرنی تھی تو اس کے

ساتھ محبت کا کھیل رچانے کی کیا ضرورت تھی؟؟ رائنا بری طرح اپنے بال مٹھیوں میں جکڑے شدت سے رونے میں مصروف تھی۔ اس کا دل جیسے پھٹنے کو تھا۔۔ پہلی دفعہ کسی نے دل میں گھر کیا تھا۔ چاہے جانے کا احساس کتنا خوبصورت ہے اس احساس سے وہ پہلی دفعہ واقف ہوئی تھی۔ ابھی تو دل میں محبت کے دیپ جلنے شروع ہوئے تھے۔ کچی عمر کی پہلی محنت شاید اس کی ادھوری ہی رہ جانی تھی۔ سب خواب ٹوٹ کر چکنا چور ہو گئے تھے۔ کیا کچھ نہیں سوچا تھا اس نے اپنے اور عدیل کے بارے میں۔۔ لیکن شاید قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ دروازے سے ٹیک لگائے وہ مسلسل لرزتے بدن کے ساتھ ہچکیوں سے بچوں کی طرح رو رہی تھی۔۔ اگر عدیل ماورا کو پسند کرتا ہے تو کیا اس کے ساتھ وہ وقت گزاری کر رہا تھا؟ کیا وہ وقت گزاری کا سامان تھی؟ وہ محبت کی باتیں، وہ خوبصورت لفظوں میں اس کا اظہار کرنا، وہ اس کے سر سے عدیل کا پیسے وارنا، اسے دوپٹہ اوڑھا کر اس کے سر پر عقیدت

سے بوسہ دینا، وہ اس کا گھٹنوں کے بل جھک کر اسے شادی کے لیے پرپوز کرنا۔۔۔"ہر ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا کر اسے اب صرف اذیت میں مبتلا کر رہا تھا۔۔عدیل نے اس کے ساتھ ٹائم پاس کیا۔یہی چیز اسے سکون لینے نہیں دے رہی تھی۔اسے اپنا آپ اس وقت بے مول لگ رہا تھا۔جو کوئی بھی آیا اور اسے استعمال کر کے چلا گیا۔۔اس کا دل ٹوٹا تھا اور آواز صاف اسے اپنے کانوں تک سنائی دے رہی تھی۔دروازے کے ساتھ لگی وہ نیچے ٹھنڈی زمین پر لیٹتی چلی گئی۔دل میں جلتی آگ کو بجھانے کے لیے یہ ٹھنڈا یخ فرش بھی ناکافی تھا۔اس میں اب جیسے بیٹھنے کی بھی سکت نہیں رہی تھی۔عدیل نے اسے دھوکہ دیا یہی ایک بات اس کے دماغ میں چلتی اس کا جواز دماغ خراب کر رہی تھیں۔اسے اپنے دماغ کی رگیں پھٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔اپنے سر کو دونوں طرف سے جکڑے وہ بے بسی سے چیخیں مار مار کر رو رہی تھی۔رونے کے علاوہ اور بچا ہی کیا تھا اس کے پاس؟؟اسے اب

پچھتاوا بھی ہو رہا تھا نا محرم کی محبت پر یقین کرنے کا۔ کل تک چہرے پر جو چاہے جانے کے احساس کا نکھار تھا۔ منٹوں میں جیسے وہ غائب ہو گیا تھا۔۔ اپنے دل ٹوٹنے پر وہ نازک سی لڑکی بے تحاشہ رو رہی تھی۔۔۔

عدیل شاہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود کھڑکی کے پاس کھڑا رائنا کے بارے میں سوچنے میں مصروف تھا۔۔اس کے چہرے پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ رقصاں تھی۔وہ اس وقت سرمئی رنگ کے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس تھا۔۔رات کے وقت وہ اکثر ہی نائٹ سوٹ کی بجائے اس میں زیادہ کمفرٹیبل محسوس کرتا تھا۔۔مردانہ نقوش میں اس وقت سرخیاں سی گھلی ہوئی تھی۔باہر ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔کھڑکی سے آتی ٹھنڈی ہوا اس کے نقوش میں سرخیاں سی گھول گئی تھی۔۔مونچھوں تلے انابی لبوں پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ قائم تھی۔جبکہ ذہن کے پردوں پر مسلسل

رائناخان کاخوبصورت اور معصوم چہرہ لہرا رہا تھا۔۔رائنا کا تصور ہی اس کا موڈ خوشگوار کر گیا تھا۔۔"سردیوں کی راتیں، ہلکی پھلکی بوندا باندی، ہاتھ میں گرم چائے کا کپ اور ذہن کے پردوں پر اپنے پسندیدہ شخص کی سوچیں۔ موڈ خوشگوار ہی نہیں بلکہ کچھ زیادہ ہی اچھا ہو جاتا ہے۔۔عدیل شاہ بھی اس وقت ایسے ہی کسی سرور کی کیفیت میں تھا۔۔ہر تھوڑی دیر بعد چائے کا سپ لیتے وہ باہر ہوتی ہلکی بارش کو مسکراتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔چائے ختم ہونے پر اس نے کپ کو کمرے میں موجود سینٹرل ٹیبل پر رکھا۔اور ساتھ ہی اپنا موبائل بھی اس پر سے اٹھالیا تھا۔موبائل اٹھائے وہ واپس سے کھڑکی کے پاس آتے کھڑا ہوا۔اس کے ہاتھ مہارت سے موبائل پر ٹائپنگ کرتے رائنا کو میسج کرنے میں مصروف تھے۔اس نے کچھ دن پہلے ہی رائنا کا نمبر نکلوالیا تھا۔ جو کہ اس کے لیے کوئی بڑی بات نہیں تھی۔۔رائنا کو میسج کرتے وہ کھڑکی سے ٹیک لگائے اب اس کے ریپلائے کا انتظار کر رہا تھا۔دس منٹ گزرنے

تک کوئی جواب نا آتے اس نے پھر سے ایک اور میسج کیا۔ وہ سوچ رہا تھا شاید رائنا سو رہی ہو گی۔

اسی لیے اس کے میسج کا جواب نہیں دے سکی۔ تقریباً پندرہ منٹ مزید انتظار کرتے ہوئے جب کوئی ریپلائے نہیں آیا تو بالآخر اس نے رائنا کو کال ملائی۔۔ اسے عجیب سی بے چینی ہو رہی تھی۔ دل تھا کہ بس ایک بار رائنا کی آواز سن لے۔ پاکیزہ بیگم نے گھر آ کر اسے سب کچھ بتا دیا تھا۔ ساتھ یہ بھی بتایا تھا کہ دا جان بہت جلد نکاح کی ڈیٹ رکھ دے گیں۔ اسی بات کی مبارک باد وہ رائنا کو دینا چاہتا تھا۔ اور اس سے پوچھنا بھی تھا کہ اسے سرپرائز کیسا لگا؟؟

اپنے کمرے میں موجود رائنا کی بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر بجتے فون کی آواز سے آنکھ کھلی۔ وہ روتے روتے زمین پر لیٹے ہی کب سوئی اسے علم ہی نہیں ہو سکا تھا۔ اس کے سر میں شدید درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ جبکہ آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے تھے۔ کچھ لمحوں میں ہی اس کی حالت جیسے اجڑ کر رہ گئی تھی۔۔

بمشکل اپنے سوجے ہوئے پپوٹوں کو کھولتے وہ زمین سے اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ بیڈ کی سائڈ ٹیبل سے موبائل اٹھاتے اس نے ناسمجھی سے نمبر کو دیکھا۔یہ کوئی ان نون نمبر تھا۔فون مسلسل شدومد سے بج رہا تھا۔۔کچھ دیر کے توقف کے بعد اس نے کال اٹینڈ کرتے موبائل کان سے لگایا۔۔

ہیلو رائنا! دوسری طرف سے فون اٹینڈ ہوتے دیکھ عدیل نے محبت سے" لبریز لہجے میں اسے پکارا۔اس شخص کی آواز سنتے رائنا نے تکلیف سے دکھتی اپنی آنکھیں بند کی۔ایک سیکنڈ کے اندر وہ مقابل کی آواز پہچان گئی تھی۔۔ رائنا کچھ بولو تو سہی!! کیا تم مجھے سن رہی ہو؟ عدیل نے بے چینی سے اسے دوبارہ پکارا۔وہ جیسے رائنا کی آواز سننے کے لیے تڑپ رہا تھا۔اس کی آواز سے اس کی بے چینی کا اندازہ لگایا جاسکتا تھا۔رائنا کے اندر جیسے کھڑے رہنے کی سکت ختم ہوگئی تھی۔وہ بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھی۔دوسری طرف موجود عدیل کی آواز وہ بخوبی سن رہی تھی۔۔"ہمم! رائنا نے محض ہنکارا

بھرا۔الفاظ جیسے اس کے حلق سے نکلنے سے انکاری تھے!!"کیسی ہو!شکر ہے تم کچھ بولی تو سہی۔ورنہ مجھے لگ رہا تھا فون اٹینڈ کر کے بھول گئی ہو تم۔ عدیل نون سٹاپ بولنا شروع ہو چکا تھا۔"اس کی باتیں سنتے رائنا کی آنکھوں سے آنسوں نکلتے کنپٹی میں جذب ہو رہے تھے۔مقابل کی آواز نے جہاں جلتے تپتے دل کو سکون سا پہنچایا تھا۔وہیں اس کا دھوکا یاد کرتے دل کے جیسے ٹکڑے ہو رہے تھے۔۔"رائنا میں نے پوچھا ہے طبیعت تو ٹھیک ہے نہ تمہاری؟اسے مسلسل خاموش دیکھ عدیل نے پریشانی سے پوچھا۔"ہاں زندہ ہوں۔رونے کی وجہ سے اس کی آواز تھوڑی بھاری ہو گئی تھی!!کیا مطلب زندہ ہوں۔کچھ ہوا ہے کیا؟اور تمہاری آواز سے مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم بہت زیادہ روئی ہو۔۔عدیل نے پریشانی سے تڑپ کر دوبارہ سوال کیا۔ رائنا رو رہی ہے اسے یہ سوچتے ہی شدید بے چینی ہونے لگی تھی!!"آپ نے کیا بات کرنی ہے جو اس وقت فون کیا ہے۔رائنا نے ٹوداپوائنٹ بات

کرنی چاہی!!"ہاں میں نے تمھیں مبارک باد دینی تھی۔ سرپرائز کا تو پتہ چل ہی گیا ہو گا تمھیں۔ بتاؤ پھر کیسا لگا سرپرائز؟؟ عدیل نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ایکسائٹیڈ سے انداز میں سوال کیا۔۔"ہاں بہت اچھا تھا۔ اتنا اچھا کہ میری روح تک کو جھنجھوڑ کے رکھ گیا ہے۔ رائنا نے اپنی سسکی روکتے بمشکل جواب دیا۔ عدیل کی ایکسائٹیڈ سی آواز جیسے اسے اپنا مزاق اڑاتی محسوس ہو رہی تھی!!ء کیا ہو گیا ایسے کیوں بول رہی ہو تم؟ عدیل اس کی بات پر سنجیدہ ہوا تھا۔ اس نے سنجیدگی سے سوال کیا۔۔ حیرت ہے میری باتوں کے مطلب اب آپ کو سمجھ نہیں آ رہے!! رائنا نے تمسخر زدہ انداز میں کہا۔" بات کو گھماؤ مت رائنا۔ جو بھی بات ہے صاف صاف کہو۔ مجھ سے کوئی شکایت ہے تو بتاؤ۔ لیکن ایسے بات مت کرو پلیز۔۔ عدیل نے التجایہ انداز میں کہا۔۔ "بہت مبارک ہو آپ کو نکاح ہونے والا ہے آپ کا۔""ہاں تمھیں بھی بہت مبارک ہو۔ میری تو جیسے دلی خواہش پوری ہو گئی ہے۔ جس کو چاہو

اُسے بغیر کوئی محنت کیے پالینا یہ احساس سب سے خوبصورت ہے۔مجھے اندازہ نہیں تھا کہ محبت اتنی آسانی سے بھی مل جاتی ہے"۔۔عدیل نے محبت سے کہا۔۔"اتنی آسانی سے بھی نہیں ملتی۔اس کی بات کے جواب میں رائنا آہستہ سے بولی۔اس کی آواز اتنی آہستہ تھی کہ عدیل صرف منمناہٹ ہی سن پایا تھا۔۔"کیا کہا تم نے؟اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔"کچھ نہیں آپ مجھے کیوں مبارک باردے رہے ہیں۔جس سے نکاح ہے آپ کا اسے مبارک دیں جا کر۔رائنا نے طنزیہ انداز میں کہا۔مقابل ایسے بن رہا تھا جیسے اسے کسی بھی بات کا علم ہی نہ ہو!!پاگل ہو گئی ہو کیا؟تم سے نکاح ہے تو تمھیں ہی مبارک دوں گا نہ۔عدیل نے اس کے انداز پر اپنے ماتھے کو مسلتے کہا۔رائنا کا یہ رویہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔"ہاں میں ہی پاگل ہوں جو آپ کی جھوٹی محبت پر یقین کر بیٹھی تھی۔آپ جتنا گھٹیا انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔اگر آپ نے شادی اس ماورا سے کرنی تھی تو مجھے دھوکا دینے کی کیا ضرورت

تھی۔ بگاڑا کیا تھا آخر میں نے آپ کا۔ رائنا شدت گریہ سے چیختے ہوئے بری طرح رو پڑی۔ اس کا ضبط جیسے جواب دے گیا تھا۔ "کیا بکواس کر رہی ہو ماورا کہاں سے آگئی ہم دونوں کے درمیان میں؟ عدیل فون پر اپنے ہاتھ کی گرفت بڑھاتے چیخا۔ رائنا کے منہ سے لفظ گھٹیا سنتے اس کا چہرہ سرخ ہوا تھا۔ اسے اب غصّہ آرہا تھا رائنا پر جو سہی سے بات ہی نہیں کر رہی تھی۔ نجانے مقابل اپنے دل میں کیا کچھ رکھ کے بیٹھی تھی!! "آپ لائے ہیں اسے ہمارے بیچ میں۔ میں نے خود سنا ہے کہ آپ کا نکاح اس ماورا سے طے ہوا ہے!! رائنا پھر سے چیخی تھی۔۔ مجھے لگتا ہے تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

You need to take rest!

ریسٹ کرو اور اپنے دماغ میں موجود فضول خناس کو نکال کر باہر پھینک دو۔ میری شادی تم سے ہی طے ہوئی ہے۔ کوئی ماورا نہیں ہے ہم دونوں کے

درمیان میں۔اور نہ ہی کبھی کوئی تیسرا آسکتا ہے۔ایک گہری سانس بھرتے عدیل نے جیسے اسے ریلکس کرنا چاہا۔اسے لگ رہا تھا مقابل کو کوئی غلط فہمی ہو گئی ہے!!ریسٹ کی مجھے نہیں آپ کو ضرورت ہے۔آج کے بعد اپنی شکل مت دکھایئے گا مجھے۔پہلے ہی میرا بہت نقصان کر چکے ہیں آپ۔مزید دھوکے کھانے کی ہمت نہیں ہے میرے اندر!!چیخ کر کہتے رائنا فون کٹ کر گئی۔اسے مقابل کی یہ بے خبر بننے کی اداکاری زیادہ تکلیف پہنچا رہی تھی۔اس کا اتنا مزاق بنا کر بھی مقابل کو سکون نہیں پہنچا تھا جواب پھر سے اسے اپنے جال میں پھنسانا چاہتا تھا۔"نہیں عدیل شاہ اب رائنا خان تمہاری باتوں میں کبھی نہیں آئے گی!!سوچوں میں عدیل سے مخاطب ہوتے وہ موبائل بیڈ پر پھینکتے خود بھی اوندھے منہ بیڈ پر گرتے پھر سے رونے میں مصروف ہو گئی۔۔

جبکہ عدیل کی اس کی باتوں پر رگیں پھٹنے کے قریب تھی۔اسے سب سے پہلے رائنا کی غلط فہمی دور کرنی تھی۔ لیکن اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ ایسا کیا ہوا ہے جس کی وجہ سے اسے غلط فہمی ہو رہی ہے۔عدیل نے غصے سے اپنے ہاتھ میں موجود موبائل کو سامنے دیوار میں مارا۔فون ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا تھا۔۔

جبکہ وہ خود ایک جھٹکے سے کمرے سے نکلتے باہر کی جانب بڑھا۔اسے فلحال اپنے غصے اور جذبات کو کنٹرول میں رکھ کر سچویشن کو ہینڈل کرنا تھا۔۔

قسط نمبر:26

آبان خان درفشاں کو گود میں اٹھائے کمرے میں داخل ہوا۔اسنے دوبارہ ایک نظر بھی درفشاں کے چہرے پر نہیں ڈالی تھی۔جبکہ درفشاں اس کی شرٹ اپنی مٹھیوں میں جکڑے خوفزدہ نگاہوں سے اس کے سرخ و سفید چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔اندر بڑھتے آبان خان نے پاؤں کی ٹھوکر

سے دروازہ بند کیا۔ درفشاں کو بیڈ کے پاس لے جاتے اس نے بری طرح اسے بیڈ پر پٹخا۔ درفشاں کی بے ساختہ ہی ہلکی سی چیخ نکلی تھی!! آبان خان اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے کمرے میں اُدھر سے اُدھر چکر لگانے لگا۔ وہ اپنا غصّہ کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ورنہ اس کا بس نہیں تھا مقابل کی اس حرکت پر اسے جان سے مار دے۔ وہ بہت مشکل سے خود پر قابو پائے ہوئے تھا۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھی کہ ابھی اسی وقت آبان خان اس کا منہ تھپڑوں سے لال کر دیتا۔ جو کہ وہ بلکل بھی نہیں چاہتا تھا۔۔ درفشاں کی طرف بڑھتے وہ سختی سے اس کے بال بے دردی سے اپنی سخت گرفت میں جکڑ گیا۔

"دوپٹہ نہیں لے کر جا سکتی تھی نیچے۔ یا تمھیں میری عزت کو مٹی میں ملانے کا کچھ زیادہ ہی شوق ہے؟؟ ارے اپنی نہیں تو کم از کم میری ہی عزت کا خیال کر لیا کرو!! آبان خان اس کے بالوں کو بے دردی سے کھینچتے اپنی پوری قوت سے دھاڑا۔۔ درفشاں بری طرح سسک اٹھی تھی۔ شدید درد کے مارے

اس کی آنکھوں میں آنسوں چمکے۔ جسے آبان خان دیکھتے ہوئے بھی فلحال کے لیے اگنور کر گیا تھا۔اس کا غصّہ کسی صورت بھی کنڑول میں نہیں آرہا تھا۔ نیچے سب کے ساتھ اکثم بھی موجود تھا۔اور بھی سب بڑے بیٹھے ہوئے تھے۔اس کی بیوی بغیر دوپٹے کے اپنی حشر برپا کرتی سامانیوں کے ساتھ سب کے سامنے بیٹھی ہوئی تھی۔وہ جیسے دہک کر تندور بن رہا تھا۔اسکے خون میں اُبال سے اٹھ رہے تھے!!"بھا۔۔۔بھائی آئے ہوئے تھے توخ۔۔۔خیال نہیں رہا۔درد کی شدت سے سسکتے بمشکل درفشاں نے اپنی صفائی پیش کی!! "تمھیں کبھی کسی چیز کا خیال رہتا بھی ہے؟جب بھاگی تھی تب بھی تمھیں کسی چیز کا خیال نہیں تھا ہوگا ہے نہ؟اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کا جبڑا دبوچے آبان خان پھر سے دھاڑا تھا۔اس کی بات پر درفشاں کی آنکھوں سے بہتے آنسوئوں میں مزید روانی آئی۔ کتنی مشکل سے تو درفشاں وہ سیاہ رات بھولنے لگی تھی۔ لیکن مقابل پھر سے اسے یاد دلا کر سارے زخم ہرے کر گیا

تھا۔ "تم نرمی کے قابل ہی نہیں ہو۔ تم جیسی عورتیں ہی ہوتی ہیں جن کے لیے یہ بات ہے کہ انہیں جوتے کی نوک پر رکھا جائے!!" اس کے بالوں کو جھٹکا دے کر چھوڑتے آبان خان پیچھے ہوتے اپنی ٹائی اُتار کر پھینکتے ٹیرس کی طرف بڑھ گیا۔۔ لیکن درفشاں کا دھیان تو اس کے لفظوں میں ہی کہیں اٹک گیا تھا۔ اگر وہ کہتی تھی مقابل ظالم ہے۔ اپنے لفظوں سے اگلے پر ظلم کرنا جانتا ہے تو وہ غلط نہیں تھی۔ آبان خان واقعی میں اپنے لفظوں سے ہمیشہ ہی درفشاں جیسی لڑکی کو بھی بری طرح برٹ کر کے رکھ دیتا تھا۔۔ ابھی بھی وہ اپنے لفظوں سے جیسے اس کے دل کے ٹکڑے کر گیا تھا۔ اسے اپنا آپ حقیر معلوم ہونے لگا تھا۔ بے بسی اتنی تھی کہ وہ اپنا دکھ کسی سے شیئر بھی نہیں کر سکتی تھی۔ سوائے رونے کے اور اپنی قسمت پر آنسوں بہانے کے وہ اور کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ درفشاں بیڈ پر اوندھے منہ لیٹتے بری طرح

سسک پڑی۔ ہمیشہ کی طرح اپنا قصور بھول وہ صرف مقابل کی سزائیں یاد رکھے ہوئے تھی۔

سبینا جمیل اس وقت اپنے گھر میں موجود کچن میں کھڑی کھانا بنا رہی تھیں۔ لندن میں آج صبح سے ہی برفباری ہو رہی تھی۔ جس کی وجہ سے موسم کافی خوشگوار تھا۔ ماورا بھی گھر پر ہی موجود تھی۔ وہ باہر بیٹھی سبینا بیگم کے پکوڑے لے کر آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ سبینا بیگم نے ہی آج موسم کو دیکھتے پکوڑے بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ ابھی کچن میں کھڑی وہ یہی بنا رہی تھیں۔ جبکہ ماورا لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی۔ اپنا کام ختم کرتے وہ پکوڑے لیے ماورا کے ساتھ ہی آ کر بیٹھیں!!"ماما پاکستان سے کوئی کال آئی؟ ماورا نے ایک پکوڑا اٹھا کر منہ میں رکھتے اپنے ساتھ بیٹھی سبینا بیگم سے استفسار کیا۔

"ہاں آئی تھی۔اور میں نے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے۔سبینا بیگم کہتے مکمل طور پر اس کی طرف مڑی!!"جی کریں۔ماورا بھی ٹی وی کو بند کرتی ان کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔بیٹا تمہارے لیے رشتہ آیا ہے۔سبینا بیگم نے کہتے اس کے چہرے کے تاثرات جانچنے چاہے!!"ارے واہ کون ہے لڑکا۔ماورا نے ایکسائٹیڈ سے انداز میں پوچھا۔سبینا بیگم تو بس اپنا سر پکڑ کر رہ گئی تھیں۔مجال ہے جو اس لڑکی میں ذرہ بھی مشرقی لڑکیوں کہ طرح شرم حیا ہو!!آپا کا بیٹا عدیل۔اُسکا رشتہِ آیا ہے۔تمہارے بابا بھی راضی ہیں۔میں نے سب سے پہلے اُن سے ہی پوچھا تھا۔اب بس تم رضامندی دے دو تو میں بابا لوگوں کو ہاں کر دوں۔ایک گہری سانس بھرتے انہوں نے ساری بات ماورا کے گوش گزار کی!!"عدیل لا۔۔اوہ سوری۔روانی میں وہ ابھی عدیل کو لالا بولتی کہ سبینا بیگم کی گھوری پر زبان دانتوں تلے دبا گئی۔۔"ماما آپ اور بابا جیسے خوش ہیں میرے لیے یہی کافی ہے۔بس نکاح والے دن بتا دیجئے گا مجھے

کہ ماورا تمھارا اس سے نکاح ہونے جارہا ہے۔ تیار ہو جاؤ۔ میں آپ لوگوں کو بلکل تیار ملوں گی۔ باقی آپ لوگ جس مرضی سے میری شادی کروادیں مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے آپ لوگ میرے لیے ہمیشہ بہتر ہی سوچے گیں!!" محبت سے سبینا بیگم کے گلے میں اپنی بانہیں حائل کر کے کہتے وہ انہیں معتبر کر گئی تھی۔ دبینا بیگم کو اپنی بیٹی سے اس حد تک سمجھداری کی جیسے توقع نہیں تھی۔ انہوں نے ڈبڈبائی آنکھوں سے ماورا کی طرف دیکھا۔۔ "میرا بچہ۔ ہمیشہ خوش رہو۔ تمھیں نہیں پتہ تم نے میری کتنی بڑی مشکل حل کر دی ہے۔ اب کم سے کم مجھے تمہاری فکر نہیں ہو گی۔۔ ایک تسلی سی ہو گی دل میں کہ تم میری اپنی بہن کے گھر جاؤ گی۔۔ اس کے گال پر ہاتھ رکھ کر کہتے انہوں نے ماورا کا ماتھا چُوما۔ ماورا ان کی اتنی محبت پر مسکرا کر رہ گئی تھی!! بیٹھو تم میں ابھی تمہارے نانا جان کو کال کر کے خوشخبری سناتی ہوں۔ دیکھنا وہ کتنا خوش ہونگے۔ پر جوش سا ہو کر کہتے سبینا بیگم کمرے میں

اور نگزیب شاہ کو کال کرنے کی غرض سے بڑھ گئیں۔ان کی خوشی کا اندازہ بخوبی ہی ان کے چہرے سے لگایا جا سکتا تھا۔۔

عدیل شاہ۔۔ ہمم، نائس ! بندہ ہے تو ویسے بہت ہینڈسم۔اور پولیس کی" وردی میں تو اور بھی غضب ڈھاتا ہے۔۔ پیچھے ماورا مسکرا کر اپنے دماغ میں عدیل کے بارے میں سوچتے پکوڑے اٹھا کر کھانے لگی۔وہ پہلی دفعہ عدیل کے بارے میں اس طرح سے سوچ رہی تھی۔ورنہ ابھی تک تو وہ عدیل کو زاویار اور باقی سب کی طرح بھائی ہی مانتی آئی تھی۔۔ لیکن اب رشتہِ بدل رہا تھا تو دل میں جیسے احساسات بھی بدلنے لگے تھے۔۔

فائزہ شاہ اس وقت اپنی گاڑی میں بیٹھی ہسپتال جا رہی تھی۔وہ روزآنہ خود ہی ڈرائیو کرتے ہسپتال تک جایا کرتی تھی۔ویسے بھی اسے کسی اور ڈیپینڈ ہونا پسند نہیں تھا۔وہ اس وقت اپنے ڈاکٹر کی یونیفارم میں ملبوس اوپر لیب کوٹ

پہنے بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ بالوں کا ہلکا سا آگے سے ڈیزائن بناتے پیچھے سے کھلے چھوڑے ہوئے تھے۔۔ چہرے پر سنجیدگی سجائے وہ اپنا دھیان پوری طرح ڈرائیونگ پر لگائے ہوئے تھی!! ٹریفک سگنل پر اپنی گاڑی روکتے وہ سیٹ سے ٹیک لگا گئی۔ سگنل رکا ہوا تھا۔۔ تھوڑی دیر بعد سگنل کی ہری بتی جلنے پر اس نے سیدھے ہوتے گاڑی سٹارٹ کی۔ اگنیشن میں چابی گھماتے اس نے حیرت سے گاڑی کو دیکھا۔ جو سٹارٹ ہی نہیں ہو رہی تھی۔ دو سے تین بار چابی پھر سے گھماتے اس نے پھر سے کوشش کرنی چاہی۔ لیکن اب کی بار بھی گاڑی سٹارٹ نہیں ہوئی تھی۔۔ ایک گہری سانس بھرتے اس نے اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارا۔۔ "یہاں اِرد گرد کوئی میکینک کی دکان بھی اسے نظر نہیں آ رہی تھی!!" کیا مصیبت ہے۔ سارے مسئلے آج ہی ہونے تھے۔۔ جھنجھلا کر خود سے بڑبڑاتے وہ گاڑی سے باہر نکلی!! اِدھر اُدھر نظریں گھماتے اس نے کسی کو اپنی مدد کے لیے دیکھنا چاہا لیکن ناکام رہی

تھی۔ یہ چلتا روڈ تھا۔ ہر بندہ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھا۔۔اب کیا کروں!! کسے بلاؤں مدد کے لیے!! انگلی دانتوں تلے دبائے وہ خود سے ہی کچھ سوچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کہ اسے گاڑی میں پڑا اپنا فون نظر آیا۔ شکر ہے۔ ایک گہری سانس بھرتے اس نے شکر ادا کیا۔ اور گاڑی میں سے اپنا فون اٹھایا۔ تاکہ گھر میں سے کسی کو کال کر کے یہاں بلا سکے!! لیکن اگلے ہی لمحے اس کا بس نہیں چلا تھا کہ فون کو سڑک پر دے مارے۔ فون کی بیٹری ڈیڈ تھی اور فون آف تھا۔ "اوہ شٹ اللہ اب کیا کروں! فون کو واپس سے گاڑی میں رکھتے اس نے سڑک کی طرف دیکھا۔ جہاں سے روانی میں بہت سی گاڑیاں گزر رہی تھیں!! اس کی نظر اچانک ہی سڑک کے تھوڑا سائڈ پر بیٹھے ایک بلی کے بچے پر پڑی۔ وہ بھاگتا ہوا سڑک کے بیچ میں جا رہا تھا۔۔ سفید رنگ کا وہ بہت خوبصورت اور چھوٹا سا بلی کا بچہ تھا۔ اگر وہ سڑک کے بیچ میں چلا جاتا تو یقیناً اس میں کسی گاڑی کے نیچے کچلا جانا تھا۔ فائزہ کے قدم بے ساختہ ہی

اِسکی طرف بڑھے۔اسے ویسے بھی جانوروں سے بہت محبت تھی۔اس بلی کے بچے کو وہ ایسے ہی مرنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتی تھی!!فائزہ تقریباً بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھی۔کیوں کہ بلی کا بچہ سڑک کے عین بیچ وبیچ آگیا تھا۔اور ایک گاڑی تیز رفتار سے بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔فائزہ بھاگتے ہوئے اس بلی کے بچے کی طرف بڑھتی اسے اپنی گود میں اٹھا گئی۔لیکن وہ چیختے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ گئی تھی!!کیوں کہ گاڑی عین اس کے پاؤں کے پاس آکر رک گئی تھی۔اندر موجود شخص نے بروقت بریک لگائی تھی۔ورنہ اس کا بہت برا ایکسیڈنٹ ہو جانا تھا۔بہت سے لوگ رک رک کر حیرت سے اس لڑکی کو دیکھ رہے تھے جو خود ہی اپنی جان خطرے میں ڈالنے آگئی تھی۔۔

حدائق شاہ جو تیز رفتار میں ڈرائیونگ کرتے عدالت جا رہا تھا۔آج اس کا ایک بہت امپورٹنٹ کیس تھا۔جس کے سلسلے میں اسے جلد ہی عدالت پہنچنا

تھا۔ عموماً وہ تیز رفتار ڈرائیونگ کرتا نہیں تھا لیکن اسے پہلے ہی بہت دیر ہو چکی تھی۔ مزید دیر کرتا تو یہ کیس اس کے ہاتھ سے چلا جانا تھا۔۔ اس لیے جلدی نے ڈرائیونگ کرتے اس کی گاڑی عدالت کے راستے پر گامزن تھی۔۔ کہ اچانک ہی ایک لڑکی کو سامنے دیکھتے اس نے بروقت بریک پر پاؤں رکھا۔ ورنہ دونوں کا ہی بہت برا ایکسیڈنٹ ہو جانا تھا۔۔ اس نے غصے سے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا جو منہ پر ہاتھ رکھے چیختی جا رہی تھی۔ اپنی سیٹ بیلٹ ہٹاتے وہ گاڑی کا دروازہ کھولے نیچے اترا۔ فائزہ بھی اپنے منہ سے ہاتھ ہٹا چکی تھی۔ دونوں کی نظروں کا زبردست تصادم ہوا تھا۔ ہیزل براؤن آنکھیں ہیزل گرے آنکھوں سے ٹکرائی تھی۔ دونوں ہی ایک دوسرے کو پہچان چکے تھے۔ حدائق شاہ اپنا بلیک کوٹ آگے سے جھاڑتے فائزہ کی طرف بڑھا۔ "محترمہ روڈ ہے یہ۔ اگر کچھ ہو جاتا آپ کو تو آپ کے گھر والوں نے اس کا الزام بھی ہمارے سر ہی ڈال دینا تھا۔ حدائق نے اس کے قریب جاتے

طنزیہ انداز میں کہا۔ وہ دونوں تھوڑا سڑک کے بیچ سے تھوڑا سائڈ ہو گئے تھے۔ ورنہ لوگ رک رک کر ان دونوں کو گالیاں دیتے!! فائزہ کے ماتھے پر بل سے پڑے۔ کیا کہنا چاہتے ہیں آپ؟ اس نے کڑے تیوروں سے پوچھا۔ "کچھ نہیں آئندہ کسی جانور کے لیے اپنی جان خطرے میں مت ڈالیے گا۔ ورنہ ہر کوئی وقت پر بریک نہیں لگا لیتا۔" خود پر قابو پاتے اس نے فائزہ کے ہاتھ میں موجود بلی کے بچے کی طرف دیکھتے سنیجدگی سے کہا۔۔ "آپ اپنے مشورے اپنے پاس رکھیں۔ کیا ہوتا اگر یہ اتنا پیارا بے زبان جانور آپ کی گاڑی کے نیچے کچلا جاتا تو۔ آپ کے اندر انسانیت نہیں ہو گی لیکن میرے اندر انسانیت اور رحم بہت زیادہ ہے۔ میں اسے مرنے کے لیے نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ فائزہ نے بھی اسی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔۔ "میں بحث ہی کیوں کر رہا ہوں آپ سے! ایک گہری سانس بھرتے اس نے خود سے سوال کیا تھا یا فائزہ سے سمجھ نہیں آئی تھی۔ کیا مطلب ہے اس بات کا؟ کہ میں پاگل

ہوں جو یہاں کھڑی آپ سے بحث کر رہی ہوں! فائزہ نے اس کی بات کا الگ ہی مطلب نکالا تھا۔ "میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ آپ خود سے غلط مطلب نکال رہی ہیں!! حدائق نے اپنی صفائی پیش کی۔ لیکن فائزہ ابھی بھی کھڑی اسے گھورنے میں ہی مصروف تھی!!"اوکے سوری۔ ساری غلطی میری ہے۔اس کی شکل دیکھتے حدائق نے اپنی غلطی نہ ہوتے ہوئے بھی نجانے کیوں معافی مانگ لی تھی!!"ہمم! فائزہ نے محض ہنکارا بھرا۔اس کے دماغ میں حدائق کو دیکھتے اب ایک جھماکا سا ہوا تھا۔۔"آپ میرا ایک کام کر دے گیں پلیز۔اس نے اپنی آنکھیں جھپکتے منت بھرے لہجے میں پوچھا۔۔ خزاں اچانک ہی بدل گیا تھا۔۔"جی بولیں؟؟ کیا کام ہے۔اس کی آنکھوں سے نظریں چراتے حدائق نے سنجیدگی سے پوچھا۔"میری گاڑی خراب ہو گئی ہے۔اور فون کی بیٹری بھی ڈیڈ ہے۔ تو آپ پلیز مجھے ہاسپٹل تک چھوڑ دے گیں۔ میرا آج ڈیوٹی پر جانا بہت ضروری ہے۔ ورنہ میں آپ کو نا کہتی!!

فائزہ نے پھر سے جیسے منت کی!! مشکل وقت میں گدھے کو باپ بنانے میں بھلا کیسی شرم؟؟"اوکے آجائیں!! اسے خود کو بہت دیر ہو رہی تھی۔ لیکن فائزہ کے منت بھرے لہجے پر وہ اسے انکار نہیں کر سکتا تھا۔اس کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تب بھی اس نے یونہی مدد کرنی تھی۔فائزہ اپنی گاڑی سے فون اٹھاتے گاڑی کو لاک کرتے حدائق کی گاڑی کی جانب بڑھی!! گاڑی کا پیچھے والا دروازہ کھولتے وہ ابھی بیٹھنے ہی لگی تھی کہ حدائق کی آواز اس کے کانوں میں پڑی!!"ڈرائیور نہیں ہوں میں آپ کا محترمہ۔آگے آکر بیٹھیں۔ حدائق یہ جملے بولتے خود بھی حیران ہوا تھا۔اس نے بس ایسے ہی بول دیا تھا۔ وہ آگے بیٹھے یا پیچھے اسے اتنا فرق کیوں پڑ رہا تھا اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔ فائزہ منہ بناتے بغیر کوئی جواب دیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے آگے آکر بیٹھی۔اس کے منہ کے عجیب سے زاویے بن رہے تھے!! بلی کے بچے کو اپنی گود میں بٹھاتے وہ سیٹ سے ٹیک لگا گئی۔حدائق ایک نظر اس پر ڈالتے سر

جھٹکتے ہوئے اپنی گاڑی سٹارٹ کر گیا۔اس کی گاڑی ہسپتال کے راستے پر گامزن تھی۔

کس چیز کی ڈاکٹر ہیں آپ ؟ڈرائیونگ کرتے حدائق نے ونڈ سکرین پر نظریں گاڑے سوال کیا۔"گائنا کولوجسٹ ہوں ! فائزہ نے حدائق کی طرف دیکھتے جواب دیا۔حدائق نے اچھا کی صورت میں سر ہلا دیا تھا۔فائزہ کا دھیان اپنی گود میں موجود بلی کے بچے کی طرف گیا جو اس کی گود سے نکلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کے ہاتھ کی وجہ سے نکل نہیں پا رہا تھا۔۔فائزہ نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے اوپر سے ہٹایا۔اسے یہ بلی کا بچہ پہلی نظر میں ہی بے انتہا پیارا لگا تھا۔ تبھی تو وہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اسے بچانے کیلئے پہنچ گئی تھی۔۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس کی یہ مسکراہٹ غائب ہوئی۔وہ بلی کا بچہ تیزی سے اس کی گود سے چھلانگ لگاتے حدائق کی گود میں ٹرانسفر

ہو گیا تھا۔۔ حدائق نے غصے سے اس بچے کی طرف دیکھا۔اسے جانوروں سے ویسے ہی عجیب سی چڑ تھی۔اور اب یہ بلی کا بچہ اس کی گود میں چڑھ کر اس کے ڈرائیونگ کرتے ہاتھ پر اپنے پنجے مار رہا تھا۔۔ حدائق نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن کو نرمی سے دبوچتے اسے فائزہ کی گود میں پھینکا۔ لیکن وہ پھر سے حدائق کی گود میں جانے کے لیے مچل رہا تھا۔ "مجھے لگتا ہے آپ اسے زیادہ پسند آ گئے ہیں۔فائزہ نے مسکراتے ہوئے اپنی لاجک پیش کی!!" مجھے بلیوں سے الرجی ہے۔پلیز آپ اسے مجھ سے دور ہی رکھیں۔

حدائق نے ایک نظر بلی کے بچے کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔۔ "توبہ ہے۔بلیوں سے کسے الرجی ہوتی ہے۔اتنی پیاری تو ہوتی ہیں یہ۔فائزہ نے خفگی سے کہا۔اسے جیسے حدائق کی بات پسند نہیں آئی تھی!!" مجھے ہوتی ہے۔الرجی اور بہت زیادہ ہوتی ہے۔تو پلیز اسے دور رکھیں مجھ سے۔حدائق

نے ونڈ سکرین پر نظریں جمائے التجا کی!! فائزہ محض کندھے اچکاتی پھر سے اپنی توجہ اس بچے کی طرف کر گئی جو اس کی گود میں بری طرح مچل رہا تھا۔ کچھ سوچتے فائزہ پھر سے اپنا ہاتھ اس کے اوپر سے اٹھا گئی۔ بلی کا بچہ چھلانگ لگاتے پھر سے حدائق کی گود میں شفٹ ہو گیا تھا۔ حدائق کے جیسے صبر کا پیمانہ لبریز ہوتا جا رہا تھا۔۔ بلی کے بچے نے حدائق کے اسٹیئرنگ پکڑے ہاتھ پر بری طرح اپنے پنجے گاڑے۔ حدائق نے چیختے ہوئے اسے گردن سے بری طرح دبوچا تھا۔ اس نے بہت زور سے پنجے گاڑے تھے۔ حدائق کے بازو پر لکیریں پڑتی ان میں سے ہلکا ہلکا خون رسنے لگا تھا۔ اپنی طرف کا شیشہ کھولتے اس نے بلی کے بچے کو گردن سے پکڑے نہی باہر کی طرف پھینکنا چاہا۔۔ لیکن اس سے پہلے ہی فائزہ آگے کو ہوتی اس کا ہاتھ تھام گئی تھی۔ حدائق نے غصے سے ایک نظر اس کی طرف دیکھا جس کی وجہ سے اسے اس بلی کے بچے کو بھگتنا پڑ رہا تھا۔۔ "پلیز چھوڑ دیں اسے اب نہیں آئے گا آپ کے پاس یہ پکا۔

فائزہ نے منت کرتے اس سے بلی کے بچے کو چھڑوانا چاہا۔ "ہاتھ چھوڑو میرا۔ اسے گاڑی سے باہر پھینک کر ہی مجھے چین ملے گا۔۔ حدائق نے اپنا ہاتھ چھڑواتے ابھی اسے باہر پھینکنے ہی لگا تھا کہ فائزہ حواس باختہ ہوتے مزید آگے کو ہوتی اس کے ہاتھ کو روک گئی۔ وہ بچہ ابھی تک حدائق کے ہاتھ میں ہی تھا۔۔ اس ساری کھینچا تانی میں فائزہ جانے انجانے حدائق کے بہت نزدیک ہو چکی تھی۔۔ دونوں کی سانسیں ایک دوسرے کے چہرے پر پڑ رہی تھی جس سے ابھی دونوں ہی انجان تھے۔۔ "پلیز چھوڑ دیں اسے میں ریکویسٹ کر رہی ہوں پلیز۔ فائزہ نے پھر سے منت کرتے اس کے ہاتھ سے بچے کو لینا چاہا۔ حدائق نے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ لیکن پھر وہ جیسے اپنی نظریں نہیں ہٹا سکا تھا۔ فائزہ کی اتنی نزدیکی کو اس نے ابھی ہی نوٹ کیا تھا۔ اس کے جسم سے اٹھتی کستوری خوشبو حدائق کو اپنی سانسوں میں گھلتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔ وہ بنا پلک

جھپکائے یک ٹک اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ حدائق شاہ نے اپنا سانس تک روکا ہوا تھا۔۔اس کی نرم گرم سانسیں اپنے چہرے پر پڑتی محسوس کرتے حدائق کے دل کی دھڑکن معمول سے زیادہ رفتار میں بھاگنے لگی تھی۔اس کا بے ساختہ ہی پاؤں بریک پر لگا تھا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رک چکی تھی۔۔"دیکھیں پلیز اسے چھوڑ۔۔۔۔فائزہ ابھی پھر اس سے التجا کرتی کہ اسے بغیر پلکیں جھپکائے خود کو تکتا پا کر وہ اچانک ہی خاموش ہوئی تھی۔ اس نے ایک نظر خود کو دیکھا۔وہ آدھی حدائق کی گود میں چڑھی ہوئی تھی۔ تھوک نگلتے شرمندگی سے ابھی وہ پیچھے ہوتی کہ حدائق نے اسے بازو سے پکڑتے اس کا چہرا اپنے تھوڑا اور نزدیک کیا۔فائزہ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔جس کی پلکیں جھپکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔وہ کیا کرنا چاہ رہا تھا فائزہ کو سمجھ نہیں آرہی تھی!! حدائق نے اپنے ہاتھ میں موجود بلی کے بچے کو گاڑی کے شیشے سے باہر پھینکتے شیشہ واپس سے اوپر کیا۔وہ بلی کا بچہ گر کر کھڑا

ہوتے آگے بھاگ گیا تھا۔۔اپنا کام ہوتے دیکھ حدائق نے آہستہ سے فائزہ کے بازو کو چھوڑا۔۔"فائزہ دھڑکتے دل کے ساتھ واپس اپنی سیٹ پر سیدھی ہو بیٹھی تھی۔دونوں کی دھڑکنیں اس وقت ایک ہی لے پر دھڑک رہی تھی۔۔بلی کے بچے کا تو جیسے فائزہ کو ہوش ہی نہیں رہا تھا۔وہ تو بس سیٹ پر نظریں جھکائے شرمندگی سے بیٹھی تھی!!حدائق نے ایک مسکراتی نظر اس کی جھکے سر پر ڈالتے خاموشی سے گاڑی سٹارٹ کی۔پہلی دفعہ کسی کو لفٹ دے کر اسے دلی خوشی محسوس ہو رہی تھی۔اپنے دل کی بدلتی کیفیت کو وہ بہت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔سر جھٹکتے اس نے اپنا دھیان ڈرائیونگ کی طرف لگانا چاہا۔لیکن دل اور دماغ ساتھ بیٹھے اس نازک سے وجود میں کہیں الجھ کر رہ گیا تھا۔۔

بالاج خان اس وقت ایئرپورٹ پر کھڑا لندن جانے کے لیے ویٹنگ ایریا میں موجود تھا۔ جہاز کی پرواز میں ابھی وقت تھا۔ وہ اکیلا ہی ایئرپورٹ تک آیا تھا۔ گھر میں صرف آبان خان اور راحیل کو ہی اس کے لندن جانے کا علم تھا۔ اگر برہان خان یعنی اس کے باپ کو پتہ چل جاتا کہ وہ لندن جا رہا ہے تو یقیناً اسے کبھی بھی نہ جانے دیتے۔ اسی لیے بالاج خان بغیر کسی کو بتائے صرف آبان اور راحیل کو بتا کر ہی جا رہا تھا۔ آبان اور راحیل کو بھی اس نے قسم دیتے کسی کو بھی بتانے سے منع کیا تھا۔۔ اُن دونوں نے بھی پھر مزید کوئی بحث کیے حامی بھر لی تھی۔ فلائٹ کا ٹائم ہونے پر وہ جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا۔ جہاز میں بیٹھتے وہ سیٹ سے ٹیک لگائے اپنے دماغ میں خود کو فائٹ کے لیے جیسے تیار کر رہا تھا۔ اس پر اس فائٹ کے لیے بہت پریشر تھا۔ اس کے ٹرینرز اس کے کولیگز سب ہی اس پر یہ فائٹ جیتنے کے لیے پریشر ڈالے ہوئے تھے۔ اور یہ سارا صرف اس کے دوست حسن کی مہربانی سے ہوا تھا۔۔ اگر وہ اس کا نام

لسٹ میں نہ ڈالتا تو بالاج خان کا لندن جا کر اس فائٹ میں حصہ ڈالنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔خود حسن نے بھی اس کے ساتھ ہی جانا تھا لیکن عین وقت پر اس کے گھر میں کوئی مسئلہ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے اُسے پاکستان ہی رُکنا پڑا۔

لیکن اس نے بالاج سے کل ہی لندن آنے کا وعدہ بھی کر لیا تھا کہ فائٹ شروع ہونے سے پہلے وہ لندن میں ہو گا۔ بالاج خان بھی ریلکس ہوتے اپنی آنکھیں موند گیا۔۔

آبان خان تقریباً دو گھنٹے بعد کمرے میں داخل ہوا تھا۔ باہر ہوتی بوندا باندی سے وہ مکمل طور پر بھیگ چکا تھا۔ان دو گھنٹوں میں نجانے کتنی سیگریٹ پھونکتے اس نے اپنے سلگتے دل پر قابو پایا تھا۔اس کا غصّہ اب کافی حد تک کم ہو چکا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے اس نے پہلے کپڑے چینج کیے اور پھر بیڈ کی طرف نظر دوڑائی!! جہاں اس کی بے حد خوبصورت اور ضدی بیوی

اوندھے منہ لیٹے ابھی بھی رونے کا شغل فرما رہی تھی۔اس کے لرزتے وجود کو دیکھ کر تو آبان خان نے یہی اندازہ لگایا تھا۔۔ایک گہری سانس بھرتے آبان خان نے اپنے قدم بیڈ کی جانب بڑھائے۔۔ایک تو اسے اپنی بیوی کی سمجھ نہیں آتی تھی۔وہ ایسے بن جاتی تھی جیسے اس سے زیادہ مظلوم ہی کوئی نہ ہو۔اور آبان خان جیسے اس پر بہت ظلم ڈھاتا ہو۔درفشاں کی طرف جاتے اس نے بازو سے پکڑتے اسے سیدھا کیا۔درفشاں نے اپنی سرخ متورم آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں شدید سرخ ہوتے سوج چکی تھی۔۔آبان خان کا دل اس کی حالت دیکھتے جیسے تکلیف سے جلنے لگا تھا۔اس نے بیڈ پر بیٹھتے درفشاں کو اپنے بازو کے حلقے میں لیا۔بڑی نرمی سے دونوں پر کمبل سیٹ کرتے وہ درفشاں کو اپنی بانہوں میں بھینچے ہوئے تھا۔۔درفشاں اس کے ساتھ لگی لرزتے ہوئے مزید روتی جا رہی

تھی۔۔آبان خان نے بھی اسے رونے اسے نہیں روکا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ یہ اپنے دل کا سارا غبار نکال لے۔۔

تم بہت ظالم ہو در فشاں ! تھوڑی دیر بعد کمرے میں آبان خان کی آواز " ابھری ! ! در فشاں نے اس کے سینے سے ٹھوڑی اٹھاتے اسے دیکھا جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے ہوئے تھا۔"میں کیا کروں۔میں نہیں رہ سکتی آپ کے ساتھ۔نفرت ہے مجھے آپ سے۔کیوں مجھے بھی اپنے ساتھ اس جہنم میں جلا رہے ہیں؟؟در فشاں نے روتے ہوئے اس کے سینے میں منہ دیے ہی اپنے دل کی بات کی۔وہ تھک چکی تھی اس آگ میں جلتے ہوئے۔اس کی اب جیسے بس ہو رہی تھی سب کے سامنے رو رو کر۔پہلے ہی وہ اپنا بہت تماشا بنا چکی تھی۔مزید اس میں ہمت نہیں تھی ! ! "تمھیں نفرت نہیں بس ضد ہے کہ تمھیں میرے ساتھ نہیں رہنا۔جس دن یہ ضد ختم ہو گئی تم میرے ساتھ ہی رہنے کے لیے تڑپو گی۔اور میں دعا کرتا ہوں وہ دن

بہت جلد آئے۔ شدت سے انتظار ہے مجھے اس دن کا۔ آبان خان نے آنکھیں بند کئے ہی کرب زدہ لہجے میں کہا۔ اس کے لفظوں میں حسرت تھی کہ کبھی تو مقابل نفرت کو چھوڑ کر اس سے محبت کا اظہار کرے۔ کبھی تو وہ بھی اس کے لیے تڑپے جیسے آبان خان تڑپ رہا تھا درفشاں کے لیے!!"میں نہیں جانتی یہ کیا ہے۔ لیکن آپ مجھے اچھے نہیں لگتے بس۔ درفشاں نے سو سو کرتے کہا۔ آبان خان ہلکا سا مسکرا کر رہ گیا تھا۔ کرب زدہ مسکراہٹ!!"لگ جاؤں گا ایک دن اچھا بھی۔ نجانے کیوں اسے اُمید تھی!!"آپ تھکتے نہیں ہیں اس سارے تماشے سے! درفشاں نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے پھر سے سوال کیا۔ آبان خان کی آنکھیں ابھی تک بند تھیں۔"تماشا تم کرتی ہو درفشاں۔ اگر تم نارمل رہو تو ہم دونوں بہت اچھی زندگی گزار سکتے ہیں۔ آبان خان نے آنکھیں کھول کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے حقیقت بیان کی!! "آپ کہنا چاہ رہے ہیں کہ میں ابنارمل ہوں! درفشاں نے خفگی سے اس سے

استفسار کیا۔ آبان خان گہرا مسکرایا تھا۔ "نہیں میں یہ کہنا چاہ رہا ہوں کہ تم حرکتیں ایسی کرتی ہو جس سے مجھے غصّہ آئے اور پھر میں تمہارے ساتھ وہ سلوک کروں جو میں کبھی نہیں کرنا چاہتا۔ آبان خان نے اس کے بال اپنی انگلیوں سے سلجھاتے محبت سے کہا۔ اس کا ایک ہاتھ درفشاں کی کمر پر جبکہ دوسرا ہاتھ اس کے بالوں کو سلجھانے میں مصروف تھا۔ "آپ میرے ساتھ برا سلوک نا بھی کریں تو آپ کی زبان کافی ہے مجھے ہرٹ کرنے کے لیے۔ ویسے بہت کڑوی زبان ہے آپ کی!! درفشاں نے طنز کیا تھا۔ آبان خان نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔ اور پھر وہ خاموشی سے بغیر کچھ بھی بولے اس کو تھوڑا اوپر کی طرف کرتے شدت سے اس کے ہونٹوں پر جھکا۔ درفشاں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھی۔ جبکہ وہ اپنی آنکھیں بند کئے اپنی زبان کے ساتھ اس کی زبان الجھاتے کبھی اس کے اوپر والے لب پر اپنی شدت دکھاتا تو کبھی نچلے لب پر۔ گھونٹ گھونٹ کرتے وہ اس کے رسیلے

ہونٹوں کا جام پی رہا تھا۔ درفشاں اسے مسلسل گھورنے میں مصروف تھی۔ جو انتہائی واحیات طریقے سے اسے کس کر رہا تھا۔۔ آبان خان تو جیسے کسی اور ہی جہان میں پہنچا ہوا تھا۔ اسے مقابل کی سانسوں کے ختم ہونے پر بھی کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔۔ درفشاں نے اس کے کندھے پر مکے برساتے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی۔ جو پیچھے ہٹنا ہی بھول گیا تھا۔۔ آبان خان ہوش میں آتے اس سے تھوڑا دور ہوا۔ وہ مسکراتی نظروں سے اس کے چہرے کے بگڑے تیور دیکھ رہا تھا۔ "ہائے نجانے کب تک ایک کس پر ہی گزارا کرنا پڑے گا! ایک ٹھنڈی آہ بھرتے اس نے بیڈ کراؤن کے ساتھ اپنا سر ٹکایا۔ اس کی بات پر درفشاں پہلے سے زیادہ سرخ پڑی تھی۔ وہ فوراً سے پہلے اس کی گود سے اُٹھتے بیڈ پر بیٹھی۔۔ "مجھے نیند آ رہی ہے۔ درفشاں جلدی سے کہتے خود پر کمبل اوڑھ کر لیٹی۔ اسے آبان خان کے ارادے خطرناک لگ رہے تھے!!" ہاں سو جاؤ میری نیندیں حرام کرنے کے علاوہ کیا ہی کیا ہے تم نے

میری زندگی میں آکر۔خود سکون سے سو جاتی ہو اور میں یہاں ساری رات تڑپتا ہوں!!سلگ کر کہتے آبان خان خود بھی اس کے ساتھ ہی کمبل میں گھسا۔کمبل کے اندر سے وہ سختی سے اسے اپنی بانہوں میں بھینچ گیا تھا۔در فشاں کی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں سے لاک کرتے وہ اپنی آنکھیں موند گیا۔۔در فشاں اس کی باتوں پر گہرا مسکرائی تھی۔لیکن پھر سر جھٹکتے جلدی سے خود بھی آنکھیں موند گئی۔۔

قسط نمبر:27

بالاج خان اسی وقت اپنے فائٹنگ کلب میں کھڑا تھوڑی دیر میں منعقد ہونے والی فائٹ کی تیاری کر رہا تھا۔۔اس کے ٹرینرز ابھی اسے سختی سے یہ فائٹ جیتنے کی تاکید کر کے گئے تھے۔اسے کسی بھی صورت یہ فائٹ جیت کر گولڈ کی ٹرافی حاصل کرنی ہی تھی۔اپنا نام اناؤنس ہوتے دیکھ وہ دل میں اللہ کا نام

لیتے رنگ کی طرف بڑھا۔اس کے مقابل بھی اسی کے جیسا ہٹا کٹا نوجوان تھا۔ جس کے ساتھ اس نے پہلے راؤنڈ میں فائٹ کرنی تھی۔۔اپنے مقابل بندے کو تھمبز اپ کا اشارہ کرتے اس نے امپائر کی طرف دیکھا۔امپائر ان دونوں کا ہاتھ ملواتے بیچ سے پیچھے ہٹ چکا تھا۔فائٹ شروع ہو چکی تھی۔اور وہ دونوں ہی پہلے ایک دوسرے کا وار ناکام بنا رہے تھے۔دونوں ہی بڑی مہارت کے ساتھ لڑ رہے تھے۔۔ہزاروں کی تعداد میں عوام بیٹھی اپنے پسندیدہ فائٹر کا نام پکارتے شور مچا رہی تھی۔کوئی بالاج خان کا نام پکار رہا تھا تو کوئی اس کے مقابل فائٹر کا۔۔

ماورا جمیل اس وقت اپنی ایک دوست کے ساتھ اسی فائٹنگ کلب میں موجود تھی۔ویسے تو اسے ریسلنگ میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔لیکن زبردستی اپنی دوست کے کہنے پر اسے مجبوراً آنا پڑا تھا۔یار تو کہاں لے آئی ہے مجھے۔فضول

سی فائٹ ہے۔اس سے اچھا تھا میں گھر میں بیٹھ کر کوئی مووی دیکھ لیتی۔ماورا نے اپنے ساتھ چلتی اپنی دوست کی طرف دیکھتے خفگی سے کہا۔۔یار تمھیں کیا پتہ پاکستان سے فائٹر آئے ہیں دو۔دونوں ہی بے انتہا ہینڈسم ہیں۔میں نے آج تک بالاج خان کو بس ٹ وی میں دیکھا ہے آج ریئل میں بھی دیکھوں گی!!عینا نامی ماورا کی اس دوست نے ایکسائٹیڈ سے انداز میں کہا۔اسے پاکستانی فائٹرز کو دیکھنے کا کچھ زیادہ ہی کریز تھا۔ماورا منہ بسورے اس کے ساتھ چل رہی تھی۔بالاج خان کے نام پر اس کے دماغ میں ایک شخص کی تصویر ابھری تھی لیکن وہ فوراً ہی اپنا سر جھٹک گئی۔بھلا کہاں یہ انٹرنیشنل فائٹرز اور کہاں وہ بالاج خان۔اپنے دماغ میں سوچتے وہ لوگ رنگ سے تھوڑا پیچھے ہٹ کر ہجوم کے ساتھ کھڑے ہوئے۔۔بالاج خان بڑی مہارت سے لڑتا مقابل کو مات دے رہا تھا۔آخر کو اس پر اتنا پریشر تھا کیسے نہ لڑتا وہ۔مقابل بھی اس کا پرزور مقابلہ کر رہا تھا لیکن بالاج خان کے سامنے وہ جیسے ٹک نہیں

پار ہا تھا۔۔عینا نے بالاج خان کو دیکھتے زور سے ہوٹنگ کی۔ جبکہ ماورا تو حیرانی سے سامنے بالاج خان کو لڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی!!اسے اُمید نہیں تھی کہ یہ وہی شخص ہو گا جس کے بارے میں وہ سوچ تھی۔

فرسٹ راؤنڈ ختم ہو چکا تھا۔اس میں جیت بالاج خان کی ہوئی تھی۔ مقابل زمین پر لیٹا اپنی سانسیں بحال کر رہا تھا۔اس کا جسم زخموں درد سے چور تھا۔ جبکہ بالاج خان نے رنگ سے باہر آتے اپنا پسینہ صاف کرتے پانی پیا۔ عوام کا شور ویسے ہی جاری تھا۔ایک منٹ کے لیے بھی جیسے خاموشی نہیں چھائی تھی!!"سر سر پلیز آٹو گراف!عینا نے بالاج خان کے پاس جاتے اس کے آگے پین اور ساتھ ایک کاغذ کیا۔ماورا نے ناگواری سے اسے دیکھا تھا۔اسے تو بالاج خان میں ایسا کچھ نظر نہیں آ رہا تھا جو اس کی اتنی فیم اور اتنی کریزی فین فالونگ تھی۔ بالاج خان نے اپنے چہرے سے پسینہ صاف کرتے ٹاؤل ساتھ کھڑے۔ورکر کو پکڑایا۔ سیکنڈ راؤنڈ شروع ہونے سے پہلے ان لوگوں

کو تقریباً دس منٹ کے لیے ریسٹ دیا گیا تھا۔ شیور! ہلکا سا مسکرا کر کہتے اس نے عینا کے ہاتھ سے پین لیا۔ ان کے ارد گرد اور بھی بہت سے لوگ جمع ہونا شروع ہو چکے تھے۔ پین پکڑتے ٹائم اچانک ہی بالاج خان کی نظر ماورا پر پڑی۔ اس لڑکی کو بھلا وہ کیسے بھول سکتا تھا جس کی زبان سے پہلی ملاقات میں ہی اسے سخت قسم کی چڑ ہوئی تھی۔۔ اس کی آنکھوں میں شناسائی کی رمک دیکھتے ماورا نے آنکھیں گھمائی۔ بالاج خان اس کے آنکھیں گھمانے پر تمسخرانا سا مسکرایا۔ اس کی آنکھوں میں فخر سا تھا۔ جیسے مقابل کو اپنی اہمیت جتا رہا ہو۔۔ عینا کو آٹو گراف دیتے اس نے اپنا ہاتھ ماورا کے آگے کیا۔ ماورا نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔۔ ہاتھ دکھائیں محترمہ آٹو گراف لینے آئی ہو گی آپ بھی یہاں یقیناً! بالاج خان نے ایسے کہا تھا جیسے اس پر کوئی احسان کر رہا ہو۔ اسکے اِرد گرد کھڑی لڑکیاں اپنے ہاتھ آگے کرتی اس سے آٹو گراف لینے کے لیے جیسے مچل رہی تھیں۔ لیکن اس وقت اس کا سارا دھیان

ماورا پر تھا۔ کسی اور کو وہ دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔ "اتنے برے دن نہیں آئے میرے کہ تم جیسوں کا آٹو گراف لیتی پھروں۔ بالاج خان کو گھورتے اس نے اپنے بال جھٹکتے کہا۔۔ "اللہ تم پر یہ برے دن بہت جلد لائے آمین! ہلکا سا مسکرا کر کہتے وہ دوسری لڑکیوں کو آٹو گراف دینے لگا۔ ماورا اس کی بد دعا پر بس جل بھن کر ہی رہ گئی تھی۔۔

اپنے دوسرے راؤنڈ کی اناؤنسمنٹ سنتے وہ ہجوم کو چیرتے ہوئے واپس سے اپنے رنگ کی طرف بڑھا۔ حسن بھی اس سے مل چکا تھا۔ اسے اب خاصی تسلی تھی کہ کم از کم اس کا ایک دوست تو ساتھ ہی تھا۔ کچھ اکیلے کی وجہ سے بھی اس کا دل عجیب سا ہو رہا تھا۔ یہ ٹوٹل تین راؤنڈ ہونے تھے۔ جن میں سے ایک راؤنڈ وہ جیت چکا تھا۔ اب بس دو راؤنڈ کا اور دیکھنا تھا کہ کون جیتتا ہے۔۔ رنگ پر جاتے اس نے ایک نظر پیچھے ماورا کی طرف دیکھتے آنکھ ونک کی۔ نجانے کیوں اسے مقابل کو جلا کر الگ ہی سکون سا ملتا تھا۔ ماورا نے اس

کے آنکھ ونک کرنے پر اپنی درمیانی انگلی اٹھا کر اسے دیکھاتے پھر سے اپنی آنکھیں گھمائی۔ بالاج خان کی رنگت اس کے اشارے پر ہلکی سی سرخ ہوئی۔ اسے جیسے مقابل سے اس درجے کی اُمید نہیں تھی!! سیٹی کی آواز سنتے وہ سامنے کی طرف متوجہ ہوا جہاں اس کا مقابل شخص اس پر حملہ کرنے ہی لگا تھا لیکن بروقت بالاج خان اس کا وار روک چکا تھا۔۔ لڑائی کا یہ کھیل پھر سے شروع ہو چکا تھا۔

ماورا کھڑی بالاج کو ہی دیکھنے میں مگن تھی کہ ایک انگریز لڑکا اس کے " نزدیک آکر کھڑا ہوا۔ ہائے! اس نے ماورا کی طرف دیکھتے خوشدلی سے ہائے کیا۔ ماورا نے بھی مسکراتے اسے ہائے بول دیا تھا۔ ویسے بھی لندن جیسے ملک میں یہ عام سی بات تھی۔

Can I take your few minutes?

لڑکے نے انگلش میں سوال کیا۔وہ دکھنے میں کوئی اکیس بائیس سال کا لڑکا معلوم ہوتا تھا جو بڑی تمیز کے ساتھ ماورا سے مسکرا کر سوال کر رہا تھا۔

Yeah Sure!

Actually You are so beautifull!

لڑکے نے ماورا کی تعریف کی۔ماورا بے ساختہ ہی مسکرادی تھی۔

Thank you!

مسکرا کر کہتے ماورا نے سامنے دیکھا جہاں بالاج خان اپنے مقابل شخص کی بری طرح دھلائی کر رہا تھا۔ کبھی مقابل اس پر حاوی ہوتا تو کبھی وہ سامنے والے کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیتا۔دونوں ہی پروفیشنل فائٹرز تھے۔اور دونوں ہی ہار ماننے کو تیار نہیں تھے۔ بالاج خان کی ناک سے خون بہنے لگا تھا۔شاید اسے مقابل کا مکا لگا تھا ناک پر جبکہ سامنے والے کا ایک گال بری طرح پھٹا

ہوا تھا۔۔ بالاج کی ناک سے بہتے خون کو ماورا نے ناگواری سے دیکھا۔اسے اسی وجہ کی بنا پر ریسلنگ بلکل بھی پسند نہیں تھی۔خون خرابہ تو ویسے بھی اسے ہمیشہ سے ہی ناپسند رہا تھا۔اگر آج عینا اسے زبردستی نہ لاتی اس نے کبھی نہیں آنا تھا۔۔اس کے ساتھ کھڑے جیک نامی انگریز لڑکے نے اسے سامنے مصروف سا کھڑی ریسلنگ دیکھتے پا کر اپنا ہاتھ غیر معمولی انداز میں اس کی کمر سے گزارا۔ماورا اچانک ہی دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔۔بھلے ہی اس کا دھیان سامنے تھا لیکن وہ اتنی بھی بے خبر نہیں تھی کہ جیک کا ہاتھ اپنی کمر سے گزرتا محسوس نہ کرتی۔۔

What happen girl it's normal۔ Just chill!

لڑکے نے مسکرا کر کہتے پھر سے اس کا بازو پکڑنا چاہا جب ماورا سختی سے اس کا ہاتھ روک گئی تھی۔۔

Stay in your limits men،Otherwise I will call the police!

انگلی اٹھا کے دھمکی آمیز لہجے میں کہتے وہ تھوڑا دور ہو کر کھڑی ہوئی۔وہ اچھے سے جانتی تھی ان آوارہ لڑکوں کو۔اور ان سے کیسے نبٹنا ہے اس بات کا اندازہ بھی اسے بہت اچھے سے تھا۔۔

جیک تو جیسے پیچھے ہی پڑ گیا تھا اس کے۔پولیس کی دھمکی پر بھی اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔وہ بھی اپنے اور اس کے درمیان کا فاصلہ ختم کرتے واپس سے ماورا کے نزدیک آ کر کھڑا ہوا۔۔

"Can we spend a night together?

انتہائی گھٹیا طریقے سے اسے آفر کرتے وہ بری طرح ماورا کو گھبرانے پر مجبور کر گیا تھا۔مقابل اگر کوئی آوارہ سا لڑکا ہوتا تو تھوڑا بہت چھیڑ کر پولیس کی

دھمکی سنتے اس کی ساری ہوا نکل جانی تھی۔ لیکن وہ تو اس کے دھمکی دینے کے بعد بھی اسے رات ساتھ گزارنے کی آفر کر رہا تھا۔

Stay away from me!

ماورا نے بمشکل اپنے لہجے کو سخت بناتے کہا۔ ورنہ اندر سے جیسے اس کی ساری ہمت جواب دے رہی تھی۔ ابھی لوگ فائٹ دیکھنے میں لگے ہوئے تھے۔ یہ شخص اسے بیہوش کر کے لے بھی جاتا کسی نے بھی اس بات کو نوٹ نہیں کرنا تھا۔ یہاں بہت سے لوگوں کو وہ خود سڑک پر زیادہ ڈرنک کرنے کی وجہ سے سڑک پر ہی بیہوش ہوتا دیکھ چکی تھی۔ اسی لیے اس چیز کو کوئی بھی اتنا سیریس نہیں لیتا وہ جانتی تھی۔ جیک نے مسکراتے ہوئے اپنا ایک ہاتھ سختی سے اس کے منہ پر رکھا۔ ماورا کی آنکھیں خوف سے پھیلی تھی۔ یہ سب اتنی اچانک ہوا تھا کہ اسے چیخنے کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا۔ ویسے بھی اگر وہ چیخ بھی لیتی تو کونسا اتنے شور میں کسی نے اس کی آواز کو نوٹ کرنا تھا۔۔ جیک نے اپنی

جیب سے رومال نکالتے اپنا ہاتھ اسکے منہ سے ہٹاتے رومال اس کی ناک پر رکھا۔ماورا فوراً ہی اپنا سانس روک گئی تھی۔جیک سختی سے اسے اپنے شکنجے میں جکڑ چکا تھا۔ماورا ہاتھ پیر مارتی خود کو بچانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن تھی تو وہ ایک لڑکی ہی۔کیسے ایک مرد کا مقابلہ کر سکتی تھی؟

بالاج شاہ جو اپنے مقابل شخص کو مارتے رسیوں کے نزدیک لاتے اس کا سر رسیوں پر رکھتے اسے مارنے ہی لگا تھا کہ اس کی نظر غیر ارادی طور پر ہی سامنے کی طرف اٹھی۔اس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔سامنے ماورا کے منہ پر رومال رکھ کر جیک کو اسے گھسیٹتے ہوئے وہ دیکھ چکا تھا۔جیک اسے لے کر باہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ماورا کی آنکھیں کھلی تھی۔اس کا مطلب وہ ابھی تک سانس روکے ہوئے تھی۔۔بالاج خان نے اپنے ہاتھ پیچھے کھینچتے ایک جھٹکے سے رنگ سے باہر کی طرف چھلانگ لگائی۔اسے فائٹ کے دوران اس طرح گیم چھوڑ کر باہر نکلتے دیکھ شور میں مزید اضافہ ہوا تھا۔۔

حسن نے پریشانی سے اس کی طرف دیکھا۔ جو بھاگتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سب ہی حیران تھے کہ آخر ایسا کیا ہوا ہے جو بالاج خان اتنی اہم لڑائی چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور وہ بھی اس صورت میں جب بازی اس کے ہاتھ میں تھی۔ یہ اس کا آخری وار تھا اور اس کے بعد دوسرا راؤنڈ بھی اس نے جیت جانا تھا۔ لیکن شاید قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ ور کرز نے آگے بڑھتے اسے پکڑ کر روکنا چاہا لیکن وہ بدحواسی کے عالم میں اپنا آپ ایک جھٹکے سے ان لوگوں سے چھڑواتے باہر کی طرف بھاگا۔ اسے جیسے اس وقت کسی بھی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔۔ نا ہی اپنے کریئر کی اور نا ہی اس بات کی کہ وہ اتنی اہم فائٹ جسکے لیے اس کے ٹرینرز نے اس پر اتنی محنت کی ہے ایسے ہی ادھوری چھوڑ کر جا رہا تھا۔ فائٹنگ کلب سے نکلتے وقت جو آخری لفظ اس کے کانوں میں پڑے تھے وہ یہ تھے کہ:

"Balaj Khan is disqualified from this game"

اوراس کے بعد وہ کلب سے نکلتے جیک کے پیچھے بھاگ گیا تھا۔دوسرے راؤنڈ میں جیت اس کے مقابل شخص کی ہو چکی تھی۔۔باہر پہنچتے بالاج خان نے جیک کے پاس جاتے ایک جھٹکے سے ماورا کو اس سے چھڑوایا۔جیک نے حیرت سے بالاج خان کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا تھا۔جو آندھی طوفان کی طرح آکر اس کے ہاتھ سے ماورا کو چھڑوا چکا تھا۔۔ماورا ابھی بھی ہوش میں ہی تھی۔زیادہ دیر وہ اپنا سانس روک سکتی تھی۔ تبھی اب تک ہوش میں تھی۔ بالاج خان نے اسے بازو سے پکڑتے سڑک کے ایک سائڈ پر رکھے بینچ پر بٹھایا۔ماورا خود حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔اس کے بعد وہ جیک کی طرف متوجہ ہوا۔جو کھڑا عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

She is mine men! If you want so you find another girl!!

سنجیدگی سے کہتے وہ دوبارہ سے ماورا کی طرف بڑھتا کہ بالاج نے اس کا ہاتھ پکڑتے بری طرح مروڑا تھا۔ جیک بری طرح چیختے ہوئے اپنا ہاتھ اس سے چھڑوانے کی کوشش کر رہا تھا۔ سالے دیتا ہوں تجھے یہ صبر کر ذرا! میرے خاندان کی عورت ہے وہ۔ آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ تیری آنکھیں نہ نکال دوں تو میں۔ مزید سختی سے اس کا ہاتھ مروڑتے بالاج خان پھولتی سانسوں کے ساتھ پھنکارا تھا۔ وہ غصے میں یہ بھی بھول چکا تھا کہ مقابل انگریز ہے جس کے پلے اس کی اردو ذرا بھی نہیں پڑی تھی!! چیخ کے ساتھ ایک آواز آئی تھی اور جیک کا وہ ہاتھ جو اس نے ماورا کے منہ پر رکھا تھا اس کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ اس کی چیخیں پوری سڑک پر گونج رہی تھیں۔ کلب سے اس کے بہت سے فینز باہر نکلتے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ لوگوں کا ایک ہجوم اس کے

اِرد گرد پھر سے اکٹھا ہونے لگا تھا۔ سب حیرت سے اسے ایک لڑکے کو بری طرح مارتے پٹتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔۔ وہ لوگ ویسے بھی کلب کے نزدیک ہی کھڑے تھے اس لیے ہر کوئی باآسانی ان لوگوں تک پہنچ پا رہا تھا۔

بالاج خان نے جیک کا ہاتھ چھوڑتے ایک ساتھ ہی کئی مکے اس کے منہ پر جڑے۔ وہ بنا رکے اپنے بھاری ہاتھ کے مکے بناتا اس کے منہ پر مارے جا رہا تھا۔ جیک کے ہونٹ اور ناک سے فوارے کی صورت میں خون بہنے لگا تھا۔

لیکن بالاج خان کا غصّہ ٹھنڈا نہیں ہونے میں آ رہا تھا۔ اس کی اپنی ناک سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ خون کی ایک لکیر اس کے ہونٹوں سے ہوتی زمین پر ٹپکوں کی صورت میں گر رہی تھی۔ لیکن یہاں پرواہ کسے تھی؟ اس کے دماغ میں تو بس ایک ہی بات گونج رہی تھی کہ اگر وہ بروقت ان دونوں کو نہ دیکھتا تو آج رات نجانے ان لوگوں پر کونسی قیامت گزر جانی تھی!! ہجوم کو چیرتے ہوئے حسن بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ وہ اپنی پوری فورس

لگائے بالاج خان کو پیچھے سے پکڑتے جیک سے دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ باقی عوام خاموش تماشائی بنی کھڑی تھی۔ جبکہ بالاج خان جیک کو زمین پر گراتے اپنے پاؤں کی ٹھوکریں لگاتار اس کے منہ پر مارتا جا رہا تھا۔ جیک کی شکل کا نقشہ بگڑ چکا تھا۔ لیکن وہ پیچھے ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ حسن اپنی پوری فورس لگاتے اسے جیک سے دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن وہ ایک انچ بھی بالاج خان کو اس کی جگہ سے نہیں ہلا سکا تھا۔ پولیس کے سائرن کی آواز سنتے حسن نے مزید اپنی پوری قوت لگاتے اسے جیک سے پیچھے کیا۔ دماغ خراب ہے تیرا۔ جاہل انسان تیرا پاکستان نہیں ہے یہ !لندن ہے۔ اسے کچھ ہو گیا تو ساری زندگی قتل کے الزام میں یہاں جیل میں بیٹھے رہنا یا پھر خود بھی اسی کے ساتھ اوپر چلے جانا۔ حسن اس کے سینے پر ہاتھ مارتے اپنی پوری قوت سے دھاڑا تھا۔ بالاج نے اپنی سرخ آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔ پولیس ان لوگوں کی طرف پہنچ گئی تھی۔ جیک زمین پر پڑا بری طرح کراہ رہا تھا۔ اگر

حسن تھوڑی اور دیر سے پہنچتا تو یقیناً آج اس کی سانسیں ختم ہو جانی تھی!!

"تو کیا کروں اور میں! میری خاندان کی عزت کی طرف میلی نگاہ سے دیکھے گا تو میں اس کی آرتی تو اتارنے سے رہا۔ ایک نظر ماورا کے لرزتے وجود کی طرف دیکھ کر کہتے بالاج خان پولیس کی طرف متوجہ ہوا۔۔ جبکہ ماورا تو بس جیسے مرنے کی سی کیفیت میں تھی۔ کیا تھا یہ شخص؟ جس سے ہمیشہ اس کی لڑائی ہی ہوتی آئی تھی وہ ہمیشہ اسے باتیں سناتی آئی تھی۔ آج وہی شخص اس کیلئے اپنی اتنی امپورٹنٹ فائٹ چھوڑتے اس کی عزت بچانے کے لیے آیا تھا۔ اور پھر بار بار جیسے وہ اسے اپنے خاندان کی عزت بول رہا تھا۔ ایک ساتھ ماورا کے دل نے کئی بیٹ مس کیں۔۔ جیک کے لیے اسے ایک فوڈ بھی برا نہیں لگا تھا اس کی نظر میں جیک کا۔ اس سے بھی برا حشر ہونا چاہیے تھا۔۔ خاموشی سے پولیس کی طرف بڑھتے بالاج خان نے اپنے ہاتھ آگے کرتے ہتھکڑی پہنی اور خاموشی سے پولیس کی گاڑی میں بیٹھا۔ وہ جانتا تھا کہ دو گھنٹے سے

زیادہ وہ جیل میں نہیں رہے گا اسی لیے فلحال کے لیے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔۔ایمبولینس کو بلاتے جیک کو ہسپتال بھیج دیا گیا تھا۔یقیناً آئندہ وہ کسی بھی لڑکی کو چھیڑنے کی قابل نہیں رہا تھا۔۔اسے اس کے گھر چھوڑ کر آاور پھر آ کے بیل کروامیری۔ایک گھنٹہ ہے تیرے پاس۔۔ایک سخت گھوری ماورا پر ڈالتے اس نے حسن کو جیسے حکم دیا تھا۔جیسے وہ اس کا غلام ہو۔وہ اپنی بیل کروانے سے پہلے حسن کو اسے صحیح سلامت گھر چھوڑنے کا کہہ رہا تھا۔ ابھی بھی اسے خود سے زیادہ مقابل کی فکر تھی۔۔یہاں بھی ایک ساتھ ہی ماورا کے دل نے بری طرح بیٹ مس کی۔پولیس کی گاڑی بالاج خان کو لے کر جا چکی تھی۔پیچھے حسن بس دانت ہی پیس کے رہ گیا۔اس کے پھیلائے ہوئے رائیتے کو اب حسن نے ہی سمیٹنا تھا۔ہجوم بھی اب چھٹنے لگا تھا۔تماشا ختم ہو چکا تھا۔

چلیں محترمہ چھوڑ دیتا ہوں آپ کو آپ کے گھر! دانت پیس کر بڑے ضبط"
کا مظاہرہ کرتے حسن نے ماورا کو مخاطب کیا۔۔۔ نہیں میں پولیس اسٹیشن
جاؤں گی تمہارے ساتھ۔ ہلکا سا مسکرا کر کہتے ماورا اسے مزید غصّہ چڑھا گئی
تھی۔ کیوں آپ نے وہاں جا کر انڈے دینے ہیں؟ اسے گھورتے ہوئے وہ
نہایت سخت لہجے میں بولا۔ ماورا کی مسکراہٹ کو اچانک ہی بریک لگی تھی۔
تمیز سے بات کرو مجھ سے۔ ورنہ منہ توڑ دوں گی تمھارا میں۔ جیسا خود بتمیز
ہے ویسے ہی دوست رکھے ہوئے ہیں!! حسن کو گھورتے ہوئے شروع میں
اونچی آواز میں کہتے اس نے آخر کے لفظ اپنے منہ میں بڑبڑائے تھے۔ "آپ
صرف یہاں کھڑی میرا اور اپنا وقت ضایع کر رہی ہیں۔ اور دوسری بات
ایک ریکویسٹ ہے آپ سے اس کھوتے کو کہیں کہ گارڈز رکھ لیا کرے اپنے
ساتھ۔ خدا نے فیم دے دیا ہے اسے لیکن سمبھالنا نہیں آیا اسے ابھی تک۔
اگر آج اس کے گارڈز ساتھ ہوتے تو تھانے نہ پہنچا ہوتا وہ۔ جل بھن کے کہتا

وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔اس کے پاس بالاج کے ٹریز ز کی کالز آنا شروع ہو گئی تھی۔ موبائل شدومد سے بج رہا تھا۔ تنگ آتے اس نے اپنی پینٹ کی پاکٹ سے موبائل نکالتے اسے آف کیا۔اپنی گاڑی تک پہنچتے وہ ڈرائیونگ سیٹ پڑ بیٹھا۔ابھی وہ گاڑی سٹارٹ کرنے ہی لگا تھا کہ فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے ماورا بڑے دھڑلے سے اندر آکر بیٹھی۔ حسن تو حیرانی سے بس اسے گھور کر رہ گیا تھا۔ کتنی ڈھیٹ لڑکی تھی یہ۔اپنے دماغ میں سوچتے اس نے سر جھٹکتے ہوئے گاڑی سٹارٹ کی۔ان کی گاڑی پولیس اسٹیشن کے راستے پر گامزن تھی۔

"ایک بات پر اعتراض ہے مجھے آپ سے! تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد گاڑی میں ماورا کی آواز ابھری۔ حسن نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔یہی کہ آپ نے بالاج خان کو کھوتا کہا ہے۔وہ کھوتے نہیں ہیں بلکہ وہ اڑیل گھوڑے ہیں۔یہاں شاید آپ نے غلطی سے کہہ دیا

ہو گا۔ معصومیت سے پلکیں جھپکا کر کہتے وہ حسن کو نا چاہتے ہوئے بھی ہنسنے پر مجبور کر گئی تھی۔ ایسپشلی اس کا بالاج کو ایسے لفظوں میں بھی عزت سے مخاطب کرنا۔ حسن ہنستا ہی جا رہا تھا۔۔ "ویسے لگتا کیا ہے وہ آپ کا؟ حسن نے سرسری سے انداز میں پوچھا۔ اس کا موڈ اب تھوڑا بحال ہو گیا تھا۔ "میں نے سنا ہے کہ خان فیملی سے اسٹارٹنگ سے ہماری بہت اچھی بونڈنگ ہے۔ اور پھر بالاج کی خالہ کی بیٹی میرے ماموں کے بیٹے کی وائف ہیں۔ اور ایسے ہی بہت سارے رشتے بن جاتے ہیں۔ لیکن ہم جانتے نہیں ایک دوسرے کو۔ پہلی ملاقات بھی بالاج خان سے آپ کے سامنے ہی ہوئی تھی اور دوسری ملاقات بھی آپ کے سامنے ہی ہوئی ہے۔ اس کے علاوہ میں بس انکا نام جانتی ہوں!! اس نے تفصیل سے حسن کی بات کا جواب دیا۔۔ "آپ کے لیے لڑ تو وہ ایسے رہا تھا جیسے کوئی معشوقہ ہوں آپ اُسکی۔ اندازہ ہے آپ کو اس سب کے وجہ سے اس کا کریئر داؤ پر لگ چکا ہے۔ ساری زندگی کبھی ریسلنگ نہیں

کر سکے گا وہ۔ مزاق نہیں ہوتی ہر چیز۔ حسن نے طنزیہ سے انداز میں کہا۔ ماورا بس پھیکا سا مسکرا کر رہ گئی تھی۔ اسے حسن کی باتیں گلٹ میں مبتلا کر رہی تھیں۔۔ گاڑی میں اب بلکل خاموشی چھائی تھی۔ دونوں ہی خاموش بیٹھے راستے کے کٹنے کے انتظار میں تھے۔۔

زاویار شاہ کی گاڑی اپنے فارم ہاؤس کے باہر آ کر ایک جھٹکے سے رکی۔ وہ آج بہت عرصے بعد فارم ہاؤس چکر لگا رہا تھا۔ اس نے عدیل کو بات کرنے کے لیے یہاں بلایا تھا۔ جانتا تھا کہیں بھی اور اکیلے سکون سے بات نہیں ہو سکے گی۔ اسی لیے اُسے فارم ہاؤس میں بلانا ہی بہتر سمجھا۔۔ گاڑی سے اترتے وہ چابی چوکیدار کو پکڑاتے اندر کی جانب بڑھ گیا۔ پارکنگ میں کھڑی عدیل کی گاڑی وہ دیکھ چکا تھا۔۔ لیکن وہ رک گیا تھا کیوں کہ

عدیل لان کے سائڈ پر بنے پول کے پاس کھڑا تھا۔زاویار نے بھی اپنے قدم اسی طرف بڑھائے!!"کیسا ہے؟اس کے پاس جاتے زاویار نے اس سے حال احوال پوچھا۔عدیل نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔۔"خیریت مجھے یہاں بلایا اتنی ایمرجنسی میں۔عدیل نے اپنا رخ اس کی طرف موڑتے سوال کیا۔۔"ہاں تُجھے اسپیشل لعنت دینی تھی۔اس لیے اکیلے میں بلالیا۔زاویار نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔عدیل کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی تھی!!بکواس بند کر اور سہی سے بتا کیوں بلایا ہے!عدیل نے بھی اسی کے انداز میں سوال کیا۔۔"سالے مجھے نہیں پتہ تھا کہ تو اتنا بغیرت نکلے گا کہ ایک لڑکی کے جذبات کے ساتھ کھیلے گا۔زاویار نے افسوس بھرے انداز میں کہا۔عدیل کی ابرو سکڑی تھی۔جبکہ ماتھے پر ہلکے سے بل پڑے۔کیا کہنا چاہتا ہے تو سیدھی طرح بول۔کیوں کہ مجھے تو یاد نہیں کہ میں نے ایسا کچھ کر کے کسی کے جذبات کے ساتھ کھیلا ہو!!اوہ تو اب تُجھے یاد بھی نہیں ہے واہ!زاویار

تمسخرانہ ہنسا تھا۔عدیل کے ماتھے پر بل گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ہاں نہیں یاد بتا اب تو۔کس کے ساتھ کیا میں نے کچھ۔تُجھے اچھے سے پتہ ہے میں ان چکروں میں نہیں پڑتا۔اس نے جیسے اپنی صفائی دینی چاہی تھی!!لگتا تو مجھے بھی یہی تھا لیکن تیری بیغیرتی دیکھ کر ساری خوش فہمی ختم ہو گئی ہے!!تو بکواس کرے گا کہ ہوا کیا ہے؟عدیل نے جھنجھلاتے ہوئے پوچھا۔اسے جب تک بات کا ہی پتہ نہیں ہونا تھا وہ کیسے مقابل کو اپنا یقین دلوا سکتا تھا۔رائنا کے ساتھ کیا گیم کھیلا ہے تو نے۔تُجھ سے اس گھٹیا پن کی اُمید نہیں تھی مجھے۔زاویار نے پھر سے افسوس سے کہا۔عدیل نے خاموشی سے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے آگے کو بڑھتے ایک زوردار مکا زاویار کے منہ پر جڑا۔زاویار تو ہکا بکا اسے دیکھ رہا تھا۔دوبارہ رائنا کا نام اپنی زبان سے مت لینا۔میں کسی اور مرد کے منہ سے اس کا نام برداشت نہیں کروں گا۔چاہے میرا اپنا ہی سگا بھائی کیوں نہ ہو۔اور دوسری بات کوئی گیم نہیں کھیلا میں نے

اسکے ساتھ۔ رائنا میری تھی، میری ہے اور میری ہی رہے گی۔ انگلی اٹھا کر عدیل نہایت سرد لہجے میں پھنکارا۔ "تو شادی ماورا سے کیوں کر رہا ہے سالے۔ زاویار اسے خون خوار نگاہوں سے گھورتے ہوئے چیخا تھا۔ "تم سب کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میں کسی ماورا سے شادی نہیں کر رہا۔ عجیب پاگل ہو تم سب۔ کہا کس نے ہے تم لوگوں کو یہ کہ میں ماورا سے شادی کروں گا۔ عدیل نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ رائنا نے بھی اس سے ایک یہی بات کی تھی اور اب زاویار بھی یہی بات کر رہا تھا۔ پہلے تو اسے لگا تھا کہ رائنا کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔ لیکن اب اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ معاملہ سیریس ہے۔ پھوپھو دادا جان کے پاس ماورا کا ہاتھ مانگنے آئی تھیں تمہارے لیے!! وہ کہہ رہی تھیں کہ تم ماورا کو پسند کرتے ہو اور دادا جان سبینا پھوپھو سے جلد از جلد تمہاری شادی کی بات کریں!!" اوہ شٹ! عدیل بے ساختہ بولتے اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ اسے اب جیسے ہر بات کی سمجھ آ رہی تھی۔ لیکن اگر یہ بات

صرف گھر میں ہوئی ہے تو رائنا تک کیسے پہنچی؟ عدیل نے ابرو اُچکاتے سوال کیا۔ زاویار اس کے سوال پر بری طرح گڑبڑایا تھا۔ "وہ میں نے بتایا تھا رائ۔۔۔ اُسے۔ زاویار ابھی رائنا بولتا کہ اس کی آنکھوں میں وارننگ دیکھتے اسے لفظ بول گیا۔۔ "بہت افسوس ہے مجھے زاویار کہ میرے بھائی ہو کر تم مجھ پر اعتبار نہیں کر سکے۔ آج تک کتنی لڑکیوں کی زندگی سے کھیلا ہے میں نے جو تمھیں مجھ پر ذرا بھی اعتبار نہیں تھا؟؟ عدیل نے افسوس بھرے انداز میں کہا۔ یہی افسوس اسے رائنا پر بھی ہو رہا تھا۔ کیا وہ اس کے دل میں اتنی بھی جگہ نہیں بنا سکا تھا کہ وہ اس پر اندھا اعتبار کر لیتی!! میں کیا کرتا اس وقت سچویشن ہی ایسی تھی۔ پھوپھو نے بات ہی اس طریقے سے کی تھی کہ ہم سب کو لگا تم واقعی ماورا کو پسند کرتے ہو!! ماورا میری بہنوں کی طرح ہے۔ میں صرف رائنا کو پسند کرتا ہوں۔ اور شادی بھی اسی سے کروں گا۔ ماما کو غلط فہمی ہوئی ہو گی۔ آج جا کر میں وہ غلط فہمی بھی دور کر دوں گا۔ بہت شکریہ تمھارا

آگے رائنا تک یہ بات پہنچانے کا۔دوبارہ کہیں آگ لگوانی ہوئی تو تمھیں ہی یاد کروں گا میں۔اپنی بات مکمل کرتے وہ داخلی دروازے کی سمت بڑھ گیا۔ جبکہ پیچھے زاویار بس اس کی پشت کو گھور کر ہی رہ گیا تھا۔" کمینا سالہ۔ایک تو ان لوگوں کے مسئلے سلجھاؤ اور پھر باتیں بھی سنو!! منہ میں بڑبڑاتے وہ بھی لان کے دوسری طرف بڑھ گیا۔اب اسے تھوڑی بہت تسلی تھی کہ عدیل سمبھال لے گا۔ورنہ تو اسے رائنا کی کافی فکر لگی ہوئی تھی۔اس نے یہ بھی شکر ادا کیا تھا کے یہ صرف ایک غلط فہمی تھی۔جواب سولو ہو جانی تھی۔۔اب وہ آرام سے کل اشنا کے ساتھ سوئٹزرلینڈ جا سکتا تھا۔ان دونوں کی کل دوپہر کی فلائٹ تھی۔۔

عدیل شاہ نے گھر میں داخل ہوتے لاؤنج میں دیگر اُدھر نظر دوڑائی۔اس کی نظریں پاکیزہ شاہ کو ڈھونڈھ رہی تھی۔۔ماما ماما!اس نے لاؤنج میں کھڑے ہی

تھوڑی بلند آواز میں انہیں پکارا۔۔ پاکیزہ شاہ جو کچن میں ملازماؤں کے ساتھ کام کر رہی تھیں عدیل کی آواز سنتے کچن سے باہر نکلیں۔۔!! خیریت ہے بیٹا؟۔ایسے کیوں چیخ رہے ہو۔انہوں نے عدیل کے پاس جاتے پوچھا۔ عدیل انہیں دونوں بازوؤں سے پکڑتے صوفے پر بٹھا گیا تھا۔۔"ماما ایک بات بتائیں آپ شاہ ولا میں میری شادی کی بات کس سے کرنے گئی تھیں۔ اس نے صوفے کے قریب ہی ان کے پاؤں کے پاس بیٹھتے نرمی سے پوچھا۔۔"تمہارے نانا جان سے اور کس سے کرنی ہے میں نے بات۔پاکیزہ شاہ نے جواب دیا۔"نہیں مطلب لڑکی کون ہو گی۔کس کا رشتہ لینے گئی تھیں آپ؟عدیل نے پھر سے سوال کیا۔"ماورا سے تم بھی تو ماورا کو ہی پسند کرتے ہو نہ!کسی خدشے کے تحت انہوں نے عدیل سے کنفرم کرنا چاہا۔ماما آپ نے بہت بڑی غلطی کر دی ہے یار۔میں ماورا کو پسند نہیں کرتا۔مجھے لگا آپ سمجھ گئی ہو نگی کہ میں رائنا کو پسند کرتا ہوں۔لیکن میں غلط تھا۔عدیل

نے نظریں جھکائے انہیں اپنی پسند کا بتایا۔ پاکیزہ شاہ کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی۔ کون رائنا؟ انہیں تو واقعی میں کوئی رائنا یاد نہیں تھی۔۔ "خان ولا سے۔ بالاج کی بہن! عدیل نے انہیں یاد دلایا۔ پاکیزہ شاہ کے چہرے کے تیور بگڑتے وہ بغور دیکھ رہا تھا۔۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو تم عدیل۔ تمھیں سارے جہان میں وہ اپنے سے سات آٹھ سال چھوٹی لڑکی ہی ملی تھی۔ اور عمر چلو میں دیکھتی ہی نہیں۔ تمھیں خان ولا کی ہی لڑکی کو پسند کرنا تھا۔ بھول گئے ہو تم کہ آج سے پانچ سال پہلے تمہارے بابا انہی لوگوں کی وجہ سے مرے تھے؟؟ پاکیزہ شاہ نے بے یقینی سے کہا۔ انہیں کسی صورت رائنا اپنے بیٹے کے لیے قبول نہیں تھی!! ماما وہ صرف ایک حادثہ تھا۔ کسی نے کسی کو نہیں مارا تھا اس دن۔ نا ہی کوئی کسی کے وجہ سے مرا تھا۔ ان سب کی موت لکھی تھی آگئی بس۔ اس میں بھلا کسی کا کیا قصور! عدیل نے ان کے ہاتھ تھامتے جیسے انہیں سمجھانا چاہا۔ پاکیزہ شاہ نے فوراً ہی اس سے اپنے ہاتھ چھڑوا لیے تھے۔ تم بھول

سکتے ہو اپنے باپ کی موت، میں نہیں بھول سکتی۔ بہر حال تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم بھول جاؤ اس رائنا کو۔ ہم لوگ زاویار کی وجہ سے خان ولا کے لوگوں سے مسکرا کر مل لیتے ہیں یہی بہت ہے۔ اس سے زیادہ کی مجھ سے اُمید مت رکھنا۔ میں تمہارے نانا جان سے بات کر چکی ہوں رشتہِ ہو گیا ہے تمھارا۔ میں اب اپنی زبان سے پیچھے نہیں ہٹ سکتی۔ سختی سے کہتے وہ صوفے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں!! عدیل بھی ان کے ساتھ ہی زمین سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔ وہ بے یقینی سے اپنی ماں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ماما میں محبت کرتا ہوں اس سے۔ نہیں رہ سکتا میں اس کے بغیر۔ عدیل نے آہستہ سے کہا۔ پاکیزہ شاہ کے کمرے کی طرف بڑھتے قدم رکے تھے۔ چار دن کا پیار ہے جب ماورا سے شادی ہو گی تو بھول جاؤ گے تم اُسے۔ کہتے وہ دوبارہ سے اپنے کمرے کی طرف بڑھتی کہ عدیل کی بات پر انہوں نے بے یقینی سے پیچھے مڑتے اُسے دیکھا۔ "میں کسی صورت ماورا سے شادی نہیں کروں گا ماما۔ رائنا

کو بھلے ہی مجھے بھگا کر نکاح کرنا پڑے میں کر لوں گا۔ پچھتاتی رہیے گا پھر آپ!! اپنی بات کرتے وہ تیز تیز قدموں سے داخلی دروازے کی طرف بڑھتے باہر نکل گیا۔ جبکہ پاکیزہ شاہ تو اپنی جگہ پر جیسے جم سی گئی تھیں۔ بے یقینی تھی کہ ختم ہونے کہا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ ان کا فرمابردار بیٹا کبھی ان کی مرضی کے خلاف جائے گا انہیں جیسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ بھی روتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ جبکہ دل میں رائنا کو کوسنے دینا وہ بلکل بھی نہیں بھولی تھیں۔۔

بالاج خان حسن اور ماورا کے ساتھ پولیس اسٹیشن سے باہر نکلا۔ اس کی اُمید کے مطابق دو گھنٹوں کے اندر اندر اس کی بیل ہو چکی تھی۔ حسن تو اس سے بات ہی نہیں کر رہا تھا۔ جبکہ دونوں نے اپنے فونز آف کیے ہوئے تھے۔ آبان خان کو نجانے کیسے اس کے جیل میں جانے کی اطلاع مل گئی تھی۔ وہ

بھی بار بار اس کا نمبر ٹرائے کرنے کو کوشش کر رہا تھا۔ لیکن بالاج صاحب کا تو فون ہی آف تھا۔ وہ تو ابھی بھی ایسے تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ اسے جیسے کسی سے کوئی غرض ہی نہیں تھی۔ اپنی قابلیت پر اسے پورا پورا یقین تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی قابلیت کی بنا پر اسے کبھی بھی ریسلنگ سے باہر نہیں نکالا جا سکتا۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کے ٹرینرز اور کوچ ایسا کرنے سے پہلے ہزار دفعہ سوچے گی!! تیرا منہ اب سیدھا ہو گا یا میں کروں؟ حسن کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بالاج نے اسے منایا تھا یاد دھمکی دی تھی ماورا اور حسن دونوں کو ہی سمجھ نہیں آئی تھی!! میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔ اور ہاں اب خود چھوڑنا اپنی اس کزن کو اس کے گھر۔ میں جا رہا ہوں۔ گاڑی کی چابی بالاج کے ہاتھ میں تھماتے حسن وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اس کا اتنی جلدی ماننے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

پیچھے بس بالاج اور ماورا کھڑے رہ گئے تھے۔ میں اصل میں سور۔۔۔۔ماورا ابھی بات مکمل کرتی کہ بالاج بغیر اس کی بات سنے آگے گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔۔ پیچھے وہ بس دانت پیس کر۔ہی رہ گئی تھی۔۔ "اٹیٹوڈ تو ایسے دکھا رہا ہے جیسے کہیں کا بادشاہ ہو ہنہہہہ۔دانت پیس کر سوچتے وہ بھی گاڑی میں جا کر بیٹھی۔اس کے بیٹھتے ہی بالاج نے گاڑی سٹارٹ کر دی تھی۔گاڑی میں مکمل طور پر خاموشی تھی۔دونوں ہی کچھ بھی بولنے کو تیار نہیں تھے!!

"تھینک یو! تھوڑے وقفے کے بعد ماورا کی آواز گاڑی میں گونجی۔۔

"تمہاری جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو اس کی بھی ایسے ہی مدد کرتا میں۔کسی بھی قسم کی خوش فہمی پالنے کی ضرورت نہیں ہے۔بالاج نے ونڈ سکرین پر نظریں جمائے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔ابھی تو تم نے میری مدد کی ہے نہ۔تو ابھی کیلئے میرا تھینک یو ایکسیپٹ کرو۔اور میں کسی قسم کی خوش فہمی بھلا کیوں پالنے لگی۔اس کی طرف دیکھتے ماورا نے نارمل سے انداز میں کہا۔فلحال اسے

اس شخص کی کسی بھی بات کا برا نہیں لگ رہا تھا۔ بالاج نے کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ اسے تو ماورا سے بات ہی نہیں کرنی تھی۔ جو اشارہ اس نے فائٹنگ کلب میں اسے کیا تھا۔ بالاج خان کا غصّہ اس پر ساتویں آسمان پر پہنچا ہوا تھا۔

وہ اسے کچھ کہنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ گھر کا ایڈریس بتاؤ۔ کچھ لمحوں کے توقف کے بعد بالاج خان نے مصروف سے انداز میں سوال کیا۔ ماورا نے بھی تمیز کے ساتھ اسے ایڈریس بتا دیا تھا۔ بالاج خان کی گاڑی اسکے گھر کی طرف روانہ تھی۔ تقریباً پندرہ منٹ کی ڈرائیو کرتے وہ لوگ ماورا کے گھر کے باہر پہنچے۔ اس پورے وقت میں گاڑی میں مکمل طور پر خاموشی تھی۔۔ ماورا اپنی سیٹ بیلٹ ہٹاتے گاڑی کا دروازہ کھولتے اس کی طرف دیکھا۔ بالاج نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے رکنے کی جیسے وجہ جاننی چاہی!!

"بہت بہت شکریہ آپ کا۔ اگر آج آپ نہیں ہوتے تو پتہ نہیں کیا ہو جاتا۔

اور سوری بھی۔ میں ہمیشہ آپ سے لڑتی آئی ہوں اس لیے۔ ہو سکے تو معاف کر دیجئے گا۔ ہلکا سا مسکرا کر دھیمے سے کہتی وہ گاڑی سے باہر نکل کر اندر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

بالاج خان اس کے نظروں سے اوجھل ہونے تک اس کی پشت کو دیکھتا رہا تھا۔ اس کے بعد وہ اپنی سیٹ سے ٹیک لگا گیا۔۔ تھکن جیسے اس کی ہڈیوں تک میں اتری ہوئی تھی۔ اس کا پورا جسم اس وقت درد سے ٹوٹ رہا تھا۔ ناک سے بہتا خون رک چکا تھا۔ اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے اس نے گاڑی سٹارٹ کی۔ اس نے جیسے سوچا تھا ویسے کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ سب کچھ غلط ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی گاڑی کا رخ اب اپنے ہوٹل کی جانب تھا۔ جہاں اس نے رات کاٹنے کرنا تھا۔۔

یہ منظر ہے کراچی کے ایک چھوٹے سے علاقے کا جہاں نسیم صاحب اپنے بیوی اور بچوں کے ساتھ ایک چھوٹے سے گھر میں مقیم تھے۔ان کی اہلیہ کا آج سے دس سال پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔اب اس گھر میں ان کی دوسری بیوی اور دو بچے رہتے تھے۔ بڑی بیٹی "مدحا نسیم "جو کہ ابھی ہی یونیورسٹی سے بی ایس کر کے فارغ ہوئی تھی۔اور اس سے چھوٹا بیٹا ضیغم نسیم۔جو ابھی محض ششم جماعت میں ہی تھا۔ان کے اس چھوٹے سے گھر میں بس چار لوگ ہی مقیم تھے!!

مدحا آپی جلدی تیار ہو جاؤ۔امی بہت غصّہ کر رہی ہیں۔ ضیغم نسیم نے کمرے" میں آتے مدحا کو مخاطب کیا جو شیشے کے آگے بیٹھی تیار ہونے میں مصروف تھی۔آج اس کے رشتے والے دیکھنے آرہے تھے۔اُسی سلسلے میں یہ ساری تیاریاں کی جارہی تھیں!!ہاں بس ہو گئی ہوں تیار. مدحا نے کہتے ایک آخری نظر اپنی تیاری پر ڈالی۔پرفیکٹ!بے ساختہ ہی اس کے منہ سے پھسلا تھا۔وہ

اس وقت آتشی بلیو کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس تھی۔ نیلا رنگ اس کی گوری رنگت پر بے حد جچ رہا تھا۔ سفید دودھیا رنگت، گرے آنکھیں جن میں اس وقت بھر بھر کر کاجل لگایا گیا تھا، تیکھی ناک، بھرے بھرے گال اور ہنسنے پر ان گالوں میں اُبھرتے دو گڑھے، تیکھے نین نقش، پتلی جسامت، درمیانہ قد، بلاشبہ وہ اپنے آپ میں ایک قیامت تھی۔ دیکھنے والوں کو خود کو پلٹ کر دیکھنے پر مجبور کر دیتی تھی اتنی خوبصورت تھی وہ۔ یقیناً وہ جس کے بھی نصیب میں جاتی وہ بہت خوش قسمت انسان ہونا تھا۔ ہونٹوں پر نیوڈ کلر کی لپسٹک لگائے وہ کرسی سے کھڑی ہوئی۔ پاؤں میں کھوسہ پہنتے اس نے اپنے بھائی کی طرف دیکھا جو آنکھوں میں ستائش لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ کیا ہوا ایسے کیوں دیکھ رہی ہو؟ دوپٹے کو اپنے سر پر لیتے مدحا نے سوال کیا۔ "آپی آپ لگ ہی اتنی پیاری رہی ہیں۔ میں تو حیران ہوں آپ میری ہی بہن ہیں نہ؟ ضیغم نے شاید ہی آج پہلی بار اس کی تعریف کی تھی۔ مدحا بے ساختہ ہی مسکرا دی۔ ہاں

تمہاری ہی بہن ہوں یقین کر لو اس بات پر۔ لیکن کاش نصیب بھی اتنے پیارے ہوتے۔۔ مدحا نے بیڈ پر بیٹھتے اداسی سے کہا۔ ضیغم اس کے اُداس ہونے پر اسی کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ آپی اللہ پر یقین رکھیں۔ بس ایک بار آپ کی شادی ہو جائے پھر آپ مجھے بھی یہاں سے لے جایئے گا۔ ہم دونوں کی اس جہنم سے جان چھوٹے گی۔ ہاں دعا کرو کوئی اللہ کا بندہ ہو جو ہم دونوں کو رکھ لے۔ ویسے ڈھونڈا امی نے ہے میرے لیے رشتہ۔ کوئی اچھی اُمید نہیں ہے مجھے۔۔ مدحا نے دعا کرتے آخر میں اداسی سے کہا۔ "آپی اچھی اُمید رکھیں۔ انشاءاللہ سب کچھ اچھا ہی ہو گا۔ آمین۔ آمین! مدحا نے بھی کہتے اسے اپنے بازو کر حلقے میں لیا۔ ضیغم نے بھی اس کے کندھے پر اپنا سر ٹکا دیا تھا۔ وہ دونوں بہن بھائی ہی تو تھے ایک دوسرے کے ہمراز، ایک دوسرے کے جینے کی وجہ۔ دونوں کو بس ایک دوسرے کا ہی آسرا تھا۔۔ سوتیلی ماں ظلم کے پہاڑ توڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتی تھی۔ جبکہ نسیم صاحب کو جو

اُن کی بیگم کہہ دے وہی اُن کے لیے پتھر پر لکیر ہو جاتا تھا۔ بچے وہ دونوں بہن بھائی جن میں بھلے ہی لڑائی چلتی رہتی تھی۔ لیکن اتنی ہی وہ دونوں ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے۔

بی بی تیار ہو گئی ہو تو کچن میں جا کر کھانا دیکھو۔ مہمان پہنچنے والے ہیں بس۔ کسی بھی چیز کی کمی نہیں ہونی چاہیے۔ فرحت نسیم جو کہ ان کی سوتیلی ماں تھی نے کمرے میں داخل ہوتے مدحا کو مخاطب کیا جو بیڈ پر ضیغم کے ساتھ بیٹھی تھی۔۔ اچھا جا رہی ہوں۔ مدحا کہتے اٹھ کر باہر کچن کی جانب بڑھ گئی۔ جبکہ اس کے پیچھے ہی ضیغم بھی کمرے سے باہر نکلتا کہ فرحت بیگم نے اسے بازو سے پکڑتے روکا۔۔ "جب میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ کرکٹ نہیں کھیلنی پھر بھی تم باہر دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھیلنے گئے تھے کیوں! سختی سے ضیغم کا بازو دبوچے وہ غصیلے لہجے میں غرائی تھی۔ درد کی شدت سے

ضیغم نے اپنے ہونٹ بھینچے۔ان کے ناخن بہت بری طرح اس کی جلد میں پیوست ہو رہے تھے!!آئندہ نہیں جائوں گا۔دوست زبردستی لے گئے تھے کل بھی۔۔کہتے اس نے پھر سے اپنے ہونٹ بھینچے۔فرحت بیگم نے جھٹکا دے کر اس کے ہاتھ کو چھوڑتے انگلی اٹھا کر اسے دیکھا۔تمھیں تو میں مہمانوں کے جانے کے بعد پوچھتی ہوں۔اسے دھمکی دے کر وہ مڑ کے اپنے کمرے کی طرف جا چکی تھی۔پیچھے ضیغم اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتا کچن کی جانب بڑھ گیا۔یہ ویسے بھی روز کا ہی تماشا تھا۔۔۔

قسط نمبر:28

ارے مدحا تم کچن میں کھڑی ہوا بھی تک؟؟ایک تو یہ لڑکی بہت ہی کوئی سست قسم کی لڑکی ہے۔مجال ہے کوئی کام یہ جلدی کر لے!!فرحت نسیم کچن میں داخل ہوتی مدحا پر چیخی۔مہمان باہر گیسٹ روم میں بیٹھے تھے۔ان کے

ساتھ نسیم صاحب بھی موجود تھے۔اور مدحا کچن میں کھڑی کھانا بنانے میں مصروف تھی۔وہ تقریباً آدھے گھنٹے سے مسلسل مختلف ڈشیز بنا رہی تھی۔جو اسے فرحت بیگم نے بنانے کو کہا تھا۔اب تو اس کی کمر کی بھی جیسے بس ہو کر رہ گئی تھی۔۔ بریانی دم پر ہے اور بس رائتہ بنانا رہ گیا ہے۔باقی کا سارا کام مکمل ہو چکا ہے۔آہستہ سے کہتے اس نے رائتے کے لیے فریج سے دہی نکالی!! میں کر لوں گی یہ دونوں کام۔تم آجاؤ مہمانوں کے پاس آکر بیٹھو۔ فرحت بیگم اسے بازو سے پکڑتے کمرے کی طرف لے گئی تھی۔مدحا نے بے ساختہ ہی سکون کا سانس لیا۔۔کمرے میں جا کر پھر سے اس کے لبوں پر لپسٹک لگاتے فرحت بیگم اسے لیے گیسٹ روم کی طرف بڑھیں۔مدحا تو بس ان کے ساتھ کھینچتی چلی جا رہی تھی۔

السلام وعلیکم! گیسٹ روم میں جاتے اس نے بلند آواز میں سب سے سلام" کیا۔سب نے یکلخت ہی نظریں اٹھاتے اس کی جانب دیکھا تھا۔۔ ضیغم بھی

یہیں پر موجود تھا۔ "وعلیکم السلام! ماشاءاللہ! ارے بیٹا آؤ بیٹھو ہمارے پاس۔ مہمانوں میں موجود ایک موٹی سی عورت نے صوفے پر سائڈ کھسکتے اسے اپنے پاس بلایا۔ مدحا نظریں جھکائے انہی کی جانب بڑھ گئی تھی۔۔ بھئی بچی تو بہت پیاری ہے آپ کی۔ انہی میں سے ایک عورت نے مدحا کی تعریف کی۔ مہمانوں میں تین عورتیں اور ایک ادھیڑ عمر شخص موجود تھا۔ جو شاید لڑکا تھا۔ جس کا یہ تینوں عورتیں رشتہِ دیکھنے آئی تھیں۔ دیکھنے سے وہ چاروں آپس میں بھائی بہن معلوم ہوتے تھے۔ آدم کی عمر دیکھنے سے کوئی پینتیس سے چالیس سا معلوم ہوتی تھی۔ ضیغم کب سے بیٹھا عجیب نظروں سے اس لڑکے نما آدمی کو ہی گھور رہا تھا۔ جسے اپنی بیٹی کی عمر کی لڑکی سے شادی کرتے ہوئے شرم بھی نہیں آرہی تھی!! ہاں جی بس بچیاں تو سب کی ہی پیاری ہوتی ہیں۔ نسیم صاحب نے آہستگی سے اس عورت کی بات کا جواب دیا۔ کھانا تیار ہے۔ میں لگاتی ہوں۔ فرحت بیگم نے کہتے اٹھ کر جانا چاہا لیکن

اس سے پہلے ہی وہ تینوں عورتیں بول پڑی تھی!!ارے کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔بس رشتہِ پکا کرنے آئے تھے ہم لوگ تو۔کھانا پھر کبھی کھالے گیں۔لیکن ایسے اچھا تھوڑی لگتا ہے بہن۔تھوڑا سا کھا لیتے آپ لوگ!!بیٹا آپ تو لیں۔نسیم صاحب نے منصور نامی آدمی کی طرف دیکھتے کہا۔جو مدحا کو دیکھنے میں مگن تھا۔۔جبکہ مدحا نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔جی بس شُکریہ۔منصور نے مسکرا کر نسیم صاحب کو جواب دیا۔اس کی نظریں بھٹکتے پھر سے مدحا پر جا کر ٹھہر گئی تھیں۔ہمیں تو لڑکی پسند ہے۔آپ لوگ بتائیں ہمارا بھائی آپ لوگوں کو کیسا لگا؟ان میں سے ایک عورت نے فرحت بیگم سے پوچھا۔۔ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔فرحت بیگم کی تو جیسے دل کی خواہش پوری ہو گئی تھی۔انہوں نے فوراً ہی بغیر کسی سے بھی مشورہ کیے خود سے ہی ہاں کر دی تھی۔۔اور بیٹا آپ کو؟!اس عورت نے اب مدحا سے پوچھا۔مدحا نے نظریں اٹھاتے ایک نظر اس آدمی کی طرف دیکھتے شکوہ کنا

نظروں سے اپنے باپ کی طرف دیکھا تھا۔ "ارے نہیں اسے کیا اعتراض ہو گا۔ ابھی شرما رہی ہو گی اسی لیے جواب نہیں دے رہی۔ مدحا کو نسیم صاحب کی طرف دیکھتا پا کر فرحت بیگم نے جلدی سے انہیں جواب دیا۔ کیوں کہ مدحا نے ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ جبکہ نسیم صاحب تو بس مدحا سے نظریں چرا رہے تھے۔ وہ اس معاملے میں کچھ بول ہی نہیں رہے تھے۔ جو بھی کر رہی تھیں فرحت بیگم ہی کر رہی تھیں۔ "بس تو پھر رشتہِ پکا سمجھیں۔ عورت نے کہتے پیار سے مدحا کے ہاتھ میں گولڈ کی ایک انگوٹھی پہنائی۔ مدحا کو اس وقت شدت سے اپنی ماں کی یاد آ رہی تھی۔ اگر آج وہ زندہ ہوتی تو کبھی اس کے ساتھ یہ سب کچھ نہ ہونے دیتی۔ اس کی آنکھوں میں نمی واضح تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ بنا بنایا کام کیسے بگاڑنا ہے۔ اس لیے اپنی آنکھوں کی نمی چھپاتے اس نے ایک نظر ضیغم کی طرف دیکھتے آنکھوں سے اسے سامنے ٹیبل پر موجود کھانے کی طرف اشارہ کیا۔ ضیغم نے

اسے تھمزاپ کا اشارہ کیا تھا۔ وہ دونوں آنکھوں سے بھی ایک دوسرے کی بات اچھے سے سمجھ گئے تھ!! عورتیں اس پر سے پیسے وارتی اسے دعائیں دینے میں مصروف تھیں۔ نسیم صاحب نے اپنی جگہ سے اُٹھتے منصور کو انگوٹھی پہنائی۔ تمام رسمیں ادا کرنے کے بعد وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ فرحت بیگم کے چہرے پر آج خوشی دیدنی تھی۔ وہ لوگ بھی ان کے ساتھ ہی اٹھ کر کھڑے ہوئے۔۔ جبکہ مدحا اور ضیغم آمنے سامنے بیٹھے ہی تھے۔ ان دونوں کے درمیان میں میز رکھی تھی۔ جس پر اس وقت پلیٹ میں ایک سموسہ بچا ہوا پڑا تھا۔ یہ ایک سموسہ بھی نجانے ان تین عورتوں نے کیسے چھوڑ دیا تھا۔ ورنہ باقی کی ساری چیزیں میز پر ختم ہوئی پڑی تھیں۔ وہ چاروں بیٹھک کے دروازے کی طرف بڑھ گئے تھے۔ ان کے ساتھ ہی فرحت بیگم اور نسیم صاحب بھی انہیں باہر تک چھوڑنے کے لیے جا رہے تھے۔۔ ابھی وہ سب دروازے تک ہی پہنچے تھے کہ اپنے پیچھے سے آوازیں

سنتے ان سب نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ لیکن جلد ہی سب کی آنکھیں شدید حیرت سے پھیلی تھی!! ان لوگوں کو دروازے کی طرف پہنچتے دیکھ مدحا نے ضیغم کو اشارہ کیا۔ اشارہ سمجھتے ان دونوں نے ایک ساتھ ہی اس سموسے پر جھپٹا مارا تھا۔ پلیٹ میں موجود سموسے پر آدھا ہاتھ مدحا کا تھا تو آدھا ہاتھ ضیغم کا۔ میں کہہ رہی ہوں چھوڑ دے ضیغم۔۔ مدحا نے سب کو پیچھے مڑتے دیکھ سیریس انداز میں ضیغم کو کہا۔ میں نہیں چھوڑ رہا آپی آپ چھوڑ دیں۔ ضیغم نے بھی دوبدو جواب دیا تھا۔ دونوں ہی سموسے کو پورا ہتھیانے کے چکر میں تھے!! جبکہ اس سب میں سموسے کا برا حشر ہوتے کچومر بن چکا تھا۔ بیٹھک کے دروازے میں کھڑے سبھی لوگ ان دونوں کو ایک سموسے کے پیچھے لڑتے ہوئے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔۔ کب سے میری نظر اس سموسے پر تھی۔ اتنی مشکل سے تو چھوڑا ہے ان موٹی آنٹیوں نے۔ اب تجھے ایسے کیسے دے دوں میں۔ یہ تو میں ہی کھاؤں گی۔ مدحا نے بولتے ایک جھٹکے سے

آدھے سے زیادہ سموسہ پلیٹ سے اٹھاتے ایک ساتھ ہی سارا اپنے منہ میں رکھا۔ سموسہ کم اور وہ کچومر زیادہ تھا! اس کا پورا منہ بھر چکا تھا۔ جبکہ ضیغم نے اسے گھورتے ہوئے باقی تھوڑا سا بچا ہوا سموسہ پلیٹ سے اٹھاتے اپنے منہ میں رکھا۔ سموسہ کھاتے ان دونوں نے سامنے دیکھا۔ جہاں سارے دروازے میں کھڑے انہی دونوں کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ جبکہ فرحت بیگم کھڑی خون خوار نظروں سے مدحا کو گھور رہی تھیں۔ مدحا نے ان کے خطرناک تیور دیکھتے اپنے منہ سے سموسہ نکالتے سامنے پلیٹ میں واپس رکھا۔ اس نے سموسہ ابھی تک چبایا نہیں تھا۔۔ وہ دونوں ہی ایسے پریٹنڈ کر رہے تھے جیسے پہلے ان دونوں نے دیکھا ہی نہ ہو کہ سارے ابھی دروازے میں ہی کھڑے ہیں!!" وہ بس بچے ہیں تو۔۔۔ فرحت بیگم نے شرمندگی سے ان چاروں کی طرف دیکھتے کچھ کہنا چاہا۔ "نہیں بہن آپ ایک کام کریں۔ پہلے اپنی بیٹی کو تھوڑی تمیز سکھائیں۔ پھر شادی کر دیجئے گا اس کی۔

توبہ کیسے جھپٹے تھے دونوں ایک سموسے پر۔اور پھر اسی کو منہ سے نکال کر واپس پلیٹ میں بھی رکھ دیا۔ کیا خاک گھر سمبھالے گی یہ۔ان میں موجود ایک موٹی سی عورت نے فرحت بیگم کی طرف دیکھتے انہیں کھری کھری سنائی تھیں۔ فرحت بیگم اور نسیم صاحب تو بس شرمندہ ہی ہو کر رہ گئے تھے۔

انگوٹھی دو بی بی ہماری۔وہ عورت مدحا کی طرف بڑھتے اس کے ہاتھ سے انگوٹھی اُتار گئی۔ مدحا نے بھی دل میں مسکراتے خوشی خوشی اپنے ہاتھ سے انگوٹھی اُتار کر ان کے ہاتھ میں تھمادی تھی۔انگوٹھی واپس لیتے وہ لوگ گھر سے باہر نکلتے چلے گئے۔۔ جبکہ مدحا نے ضیغم کو ہاتھ سے پکڑ کر کھڑا کرتے اپنے پیچھے کر لیا تھا۔وہ جانتی تھی اب کیا تماشا ہو گا۔۔

ان کے جاتے ہی فرحت بیگم کڑے تیوروں سے مدحا کی طرف بڑھی۔غصے سے ان کا برا حال تھا۔۔ مدحا کی طرف بڑھتے وہ سختی سے اسے بازو سے پکڑ

گئی تھیں!! کیا بتمیزی تھی یہ ہاں؟ کبھی کھانے کو نہیں دیا کیا میں نے تم لوگوں کو۔ جو ایک سموسے پر کتوں کی طرح لڑنے بیٹھ گئے تھے تم لوگ۔۔ اس کا بازو سختی سے دبوچے فرحت بیگم غصے سے پھنکاری تھیں!! مجھے نہیں پتہ تھا کے سب دروازے میں ہی کھڑے ہیں۔ مدحا نے جیسے اپنی صفائی پیش کی۔ نسیم صاحب سامنے صوفے پر بیٹھے اپنا سر پکڑے ہوئے تھے۔ وہ جانتے تھے یہ تماشا ضیغم اور مدحا نے جان بوجھ کر لگایا تھا۔۔ "پاگل سمجھا ہوا ہے تو نے مجھے ہاں! فرحت بیگم غصے سے چیخی۔ چھوڑو بیگم جو ہونا تھا ہو گیا بس ختم کرو اس بات کو۔ نصیب میں ہی نہیں لکھا ہو گا اس کے اس جگہ پر رشتہِ ہونا۔ نسیم صاحب نے سنجیدگی سے فرحت بیگم کی طرف دیکھتے کہا۔۔ "ہاں نصیب پر ڈال دوں میں۔ اور یہ ساری زندگی نصیب کا کر کے میرے سر پر بیٹھی رہے۔ فرحت بیگم کا غصّہ تو جیسے کسی صورت کم نہیں ہو رہا تھا۔ کتنی مشکل سے انہوں نے اچھی خاصی نوکری والا لڑکا والا ڈھونڈا تھا۔ جو مدحا کے ساتھ

ساتھ ان لوگوں کا بھی خرچہ اٹھانے کو تیار تھا۔ مدحا کی ایک غلطی کی وجہ سے ان کے سارے کیے کرائے پر پانی پھر گیا تھا۔۔اس کی ماں خود تو ان لوگوں کو پیدا کر کے سکون سے مر گئی۔اور ان دونوں آفتوں کو ساری زندگی مجھے بھگتنا پڑ رہا ہے۔ایک جھٹکے سے مدحا کا بازو چھوڑتے وہ بہت سخت الفاظ بول گئی تھیں۔میری ماں کے بارے میں اپنی زبان سے ایک لفظ بھی مت نکالیے گا۔ مدحا اپنی ماں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں سن سکتی تھی۔اسے سب سے زیادہ پیار اپنی ماں سے تھا۔ تبھی فرحت بیگم کی بات پر اس نے انگلی اٹھا کر انہیں وارن کیا۔ارے دیکھو اب یہ دن آ گئے ہیں کہ تمہاری بیٹی میرے اوپر اُنگلیاں اٹھا کر مجھے دھمکیاں دے گی۔یہی عزت ہے میری اس گھر میں بس۔ فرحت بیگم کو تو جیسے نسیم صاحب کے سامنے اپنے نمبر بنانے اور تماشا کرنے کا موقع مل گیا تھا۔۔میں نے آپ سے صرف اتنا کہا ہے کہ میری ماں کے بارے میں کوئی سخت الفاظ استعمال مت کیا کریں۔اس میں دھمکی کہاں سے

دے دی میں نے ؟؟ مدحا نے انہیں واویلا مچاتے دیکھ حیرت سے کہا۔ہاں میں جھوٹی ہوں۔ارے آپ کچھ بولتے کیوں نہیں۔آپ کی اولاد اب مجھ سے یہ سلوک کر رہی ہے۔آگے ان لوگوں کا کیا بھروسہ کہ مجھے گھر سے ہی باہر نکال دیں۔فرحت بیگم اپنے سینے پر ہاتھ مارتی ماتم کدہ انداز میں بولی۔۔

مدحا تو حیرت سے بس ان کا ڈراما دیکھ رہی تھی۔میں نے آپ کو اتنا کچھ کہا نہیں ہے جتنا آپ واویلا مچا رہی ہیں۔اور ویسے بھی۔۔۔۔اس کے باقی کے الفاظ منہ میں ہی کہیں دب گئے تھے۔نسیم صاحب نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ایک زوردار تماچہ اس کے گال پر رسید کیا تھا۔مدحا نے اپنے گال پر ہاتھ رکھتے حیرت اور بے یقینی کے ملے جلے تاثرات سے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔۔ضیغم آنکھوں میں آنسوں لیے یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔بیٹھک میں جیسے اچانک ہی خاموشی سی چھا گئی تھی۔فرحت بیگم اسے تھپڑ پڑتے دیکھ شاطرانہ انداز میں مسکرائی تھی۔اس کے دل پر جیسے ٹھنڈی پھوار سی پڑ گئی

تھی!! معافی مانگو اپنی ماں سے ابھی اور اسی وقت۔ نسیم صاحب نے سختی سے اسے فرحت بیگم سے معافی مانگنے کو کہا۔ لیکن ابو میں نے کچھ کیا ہی نہیں ہے جب۔۔ مدحاد ھیمے سے کہتے جیسے ابھی بھی اپنی صفائی دینا چاہ رہی تھی۔ میں کہہ رہا ہوں نا معافی مانگو اپنی ماں سے۔ ورنہ مار مار کر حشر بگاڑ دوں گا تمھارا میں۔ نسیم صاحب چیخے تھے۔ سوری! آہستہ سے کہتے اس نے ایک شکوہ کنا نظر اپنے باپ پر ڈالی اور پھر وہ ضیغم کا ہاتھ پکڑے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ آپ اتنا غصّہ نہ کرتے اس پر۔ جوان بچی ہے باغی ہو گئی تو کیا کر لے گیں ہم۔ فرحت بیگم نے نسیم صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔ جبکہ دل میں تو ان کے جیسے لڈو پھوٹ رہے تھے!! تم بھی کم تماشا لگایا کرو بیگم۔ نسیم صاحب انہیں گھور کر بولتے گھر سے ہی باہر نکل گئے تھے۔ پیچھے فرحت بیگم بس منہ بنا کر ہی رہ گئیں۔

کمرے میں داخل ہوتے مدحا ضیغم کا ہاتھ چھوڑتے بیڈ پر جا کر بیٹھی۔اس کی آنکھیں جیسے برسنے کو تیار تھیں۔ لیکن وہ کسی صورت بھی ضیغم کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی۔اس لیے بہت مشکل سے خود پر کنٹرول کیے بیٹھی تھی!!آپی آپ پریشان نا ہو۔دیکھیے گا ایک دن سب کچھ بہت اچھا ہو جائے گا۔ابو کو امی کی سچائی پتہ چل جائے گی۔اور آپ کی شادی کسی پیارے سے لڑکے سے ہو جائے گی۔۔"ایسا صرف کہانیوں میں ہوتا ہے ضیغم کہ آخر میں سب کچھ ٹھیک ہو جاتا ہے۔اصل زندگی میں حالات ٹھیک ہوتے ہوتے صدیاں بیت جاتی ہیں۔دل مردہ ہو جاتے ہیں۔احساسات ختم ہو جاتے ہیں!!بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر کہتے وہ جیسے مکمل طور پر نااُمید تھی۔ ضیغم اس کے سامنے بیٹھا اسے ترحم بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔۔آپی اُداس نہ ہو آپ پلیز۔اللہ پر توکل رکھیں۔سب ٹھیک ہو گا۔۔اس نے بہت اُمید سے کہی تھی یہ بات۔ جیسے اسے پورا یقین ہو خدا پر کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر دے

گا۔ ہمم! مدحا نے محض ہنکارا بھرا تھا۔ ویسے آپی سارا کچھ چھوڑیں جب ہم لوگ سموسہ کھا رہے تھے افف سب کی شکلیں دیکھنے والی تھیں۔ ضیغم نے ہنس کر کہتے جیسے اس کا موڈ ٹھیک کرنا چاہا۔۔ہاں اور سب سے زیادہ اس انکل کی۔ بیچارہ میرے خواب دیکھ رہا تھا۔ سارے مٹی میں مل گئے ہونگے۔ مدحا نے قہقہہ لگاتے ضیغم کی بات کا جواب دیا۔ ضیغم اس کا دھیان بٹانے میں کامیاب بھی ہو چکا تھا۔ اب وہ دونوں ہنستے ہوئے اپنے آج کے کیے کارنامے کے بارے میں سوچتے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔۔۔

رائنا خان اس وقت زارا کے ساتھ یونیورسٹی میں موجود تھی۔ آج ان دونوں کا ہی یونیورسٹی کا پہلا دن تھا۔ رائنا کی پچھلے کچھ دنوں سے طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ ابھی بھی اسے بخار تھا۔ لیکن پھر بھی اس نے آج یونی آنا بہتر سمجھا۔ گھر میں بیٹھے تو جیسے وہ پاگل ہو رہی تھی۔ سب نے ہی اسے منع کیا تھا کہ آج نہ

جائے۔ لیکن پھر بھی وہ ضد کر کے آ ہی گئی تھی۔۔ان دنوں میں عدیل نے اس سے بلکل کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ نا ہی اس نے کسی قسم کی پیش قدمی کی۔ وہ تو ابھی تک اس کے دیے گئے دھوکے کے غم میں جی رہی تھی۔ عدیل کا اچانک ہی یوں منظر عام سے غائب ہو جانا اسے تکلیف دے رہا تھا۔۔ وہ چاہتی تھی کہ ایک مرتبہ عدیل خود آ کر اس سے بات کرے۔ اُسے دیکھنے کے لیے بھی وہ تو جیسے ترس رہی تھی۔ لیکن خود سے کیسے کہے یہ سب۔ اسی لیے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔ لیکن یہ تو اس کا دل ہی جانتا تھا کہ اُسے عدیل کی کتنی ضرورت تھی۔ بہت کم عرصے میں جیسے عدیل شاہ اس کے دل کے بہت نزدیک ہو گیا تھا۔۔ لیکن وہ اس کے نصیب میں نہیں تھا۔ یہ بات سوچتے ہوئے بھی جیسے اس کا دل بند ہونے کو آتا تھا۔۔ یہ اس کی کچی عمر کی پہلی محبت تھی۔ جو بری طرح دل پر اپنا نقش چھوڑ چکی تھی۔۔۔ رائنا اور زارا دونوں اس وقت یونی کے کیفٹیریا میں بیٹھی تھیں۔ ان کی کلاس میں ابھی

وقت تھا۔اسی لیے دونوں یہاں آکر بیٹھ گئی تھی۔رائنا اُداس سی دماغ میں مسلسل عدیل شاہ کو سوچتے کتاب پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔اس کا چہرہ بخار کی حدت سے سرخ پڑ رہا تھا۔۔بخار شاید بہت زیادہ تیز ہو چکا تھا۔جب وہ صبح یونی آئی تھی تب اتنا تیز نہیں تھا بخار۔لیکن اب یہ زور پکڑ چکا تھا۔۔جبکہ اس کے سامنے ہی بیٹھی زارا چپس کھانے میں مصروف تھی۔۔اس نے رائنا کو بھی آفر کی تھی چپس کی۔لیکن اس نے گلا خراب ہے کہہ کر منع کر دیا تھا۔ویسے بھی آج کل کہاں اسے کھانے پینے یا کسی بھی اور چیز کا دھیان رہتا تھا۔۔

اٹھو رائنا لیکچر کا ٹائم ہو گیا ہے۔زارا نے کرسی سے کھڑے ہوتے اپنے سامنے بیٹھی رائنا کو مخاطب کیا جو سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ زارا کی آواز بھی نہیں سن سکی تھی۔۔"رائنا کہاں گم ہو یار۔اسے اپنی بات پر متوجہ نا ہوتے دیکھ زارا نے اس کے پاس جاتے کندھے سے پکڑ کر اسے جھنجھوڑا۔ہاں بولو!

رائنا جسے اچانک ہوش میں آئی تھی!! چلو لیکچر کا ٹائم ہو گیا ہے۔ زارا نے پھر سے اپنی بات دہرائی۔ میرے سر میں بہت درد ہے۔ اور بخار بھی لگتا تیز ہو رہا ہے۔ میں نہیں لے سکتی لیکچر۔ رائنا نے اپنا سر پکڑتے اسے کہا۔ اس کے واقعی سر میں بہت درد تھا۔ اور بخار بھی اب پہلے سے زیادہ تیز ہو چکا تھا۔ تو میں ڈرائیور کو کال کر دیتی ہوں تم گھر چلی جاؤ۔ زارا نے اس کا بخار چیک کرتے پریشانی سے کہا۔ مقابل واقعی آگ کی بھٹی کی مانند تپ رہی تھی!! تمہیں اکٹھے چلے گیں گھر۔ تم جاؤ لیکچر لینے میں یہیں پر بیٹھی ہوں۔ رائنا نے فوراً انکار کیا۔ آج کل ویسے بھی گھر میں اسے وحشت سی ہونے لگی تھی!! پکا تم بیٹھ جاؤ گی نا؟ تمہاری طبیعت بھی ٹھیک نہیں ہے۔ زارا نے ہونٹ کاٹتے سنجیدگی سے کہا۔ آج پہلا دن تھا کسی ایک کو تو لیکچر لینا ہی تھا۔۔ ہاں جاؤ تم۔ اور میری فکر مت کرنا۔ دھوپ کی وجہ سے زیادہ گرم ہو رہا ہو گا جسم۔ ورنہ ٹھیک ہوں میں۔ ہلکا سا زبردستی مسکرا کر اسے ریلیکس کرتے رائنا نے جانے

کا کہا۔ زاراہاں میں سر ہلاتی اپنی کلاس کی جانب بڑھ گئی تھی۔ پریشان تو وہ بہت تھی رائنا کے لیے لیکن پھر اسے تھوڑا ریلکس دیکھ کر اس نے لیکچر میں جانا بہتر سمجھا۔ پیچھے رائنا کیفیٹیریا میں اکیلی بیٹھی رہ گئی تھی۔۔ میز پر اپنا بیگ رکھتے وہ اپنا سر بھی اسی پر ٹکا گئی۔ اُداسی تھی جیسے رگوں میں گھل رہی تھی۔ اس کے دماغ کی سوچیں مسلسل عدیل شاہ کو سوچنے میں مگن تھیں۔ یہ شخص تو ویسے بھی دل اور دماغ دونوں پر بری طرح حاوی تھا۔۔ "سوچتے سوچتے کب اس کی آنکھوں سے نمی نکلتے اس کے گالوں پر بہتی جا رہی تھی۔ اسے اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا۔۔

ابھی اسے بیٹھے پندرہ منت بھی نہیں گزرے تھے کہ کوئی شخص اس کے پاس آتے اسے بازو سے پکڑے کھڑا کر گیا۔ رائنا اس اچانک اُفتاد پر بری طرح خوفزدہ ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ شخص اسے کلائی سے پکڑتے اپنے ساتھ لیے آگے بڑھ رہا تھا۔ اور حیرت کی بات یہ تھی کہ رائنا کوئی مزاحمت بھی نہیں کر

رہی تھی۔ وہ تو بس اس شخص کی پشت پر نظریں جمائے اس کی گرفت میں کھینچتی چلی جا رہی تھی۔ اسی شخص کا تو اسے انتظار تھا۔ اسی ایک شخص کے دیدار کے لیے تو وہ بری طرح تڑپ رہی تھی۔ ہاں یہی تو تھا وہ شخص جس کے غم میں وہ پاگل ہوئے جا رہی تھی۔ کہ اسے اپنے ارد گرد کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ ہاں وہ وہی تھا۔ عدیل شاہ! پھر بھلا کیسے رائنا اس کا دیدار میسر آنے پر چیخ سکتی تھی۔ وہ اس کی کلائی پکڑے اور رائنا ہاتھ جھٹک دے ایسا بھلا کہاں ممکن تھا؟ عدیل شاہ سنجیدگی سے اس کی کلائی پکڑتے یونی کی بیک سائڈ پر جا رہا تھا۔

جہاں اکا دکا لوگ ہی موجود ہوتے تھے۔ وہاں پر زیادہ تر درخت موجود تھے۔۔ اس نے ایک نظر بھی رائنا پر نہیں ڈالی تھی۔ جبکہ رائنا اس کے ساتھ کھینچتی اس کی پشت کو بھیگی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس شخص کو دیکھتے اس کے آنسوں جیسے رکنے میں ہی نہیں آ رہے تھے۔ عدیل شاہ نے اسے بیک سائڈ پر لاتے اسے درخت کے ساتھ لگایا۔ خود وہ اسکے مقابل اپنے دونوں

ہاتھ درخت کے اطراف میں رکھے اسے مکمل طور پر محصور کیے کھڑا تھا۔۔ رائنا اس کے وجود کے آگے جیسے چھپ کر رہ گئی تھی۔عدیل شاہ اس وقت پولیس کی یونیفارم میں ملبوس نظر لگ جانے کی حد تک ہینڈسم دکھ رہا تھا۔اس کے چہرے پر موجود سنجیدگی اس کی بارعب شخصیت میں جیسے چار چاند لگا رہی تھی۔ گھنی مونچھوں تلے عنابی لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست تھے۔اور وہ خود رائنا کے چہرے کی طرف دیکھتے جیسے اپنے اتنے دنوں کی پیاس بجھانے میں مصروف تھا۔۔رائنا بھی اس کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہی تھی۔دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بلکل خاموش کھڑے تھے۔کوئی بھی جیسے بات کا آغاز کرنے کو تیار ہی نہیں تھا۔کرتے بھی کیسے ؟فلحال تو دونوں کو ہی اپنی اتنے دنوں کی پیاس بجھانی تھی۔اس کی کلائی پکڑتے ٹائم عدیل شاہ کو اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ مقابل بری طرح بخار میں تپ رہی ہے۔اسے کا سرخ چہرہ اور متورم آنکھیں جیسے اس کے دل کا

حال بیان کر رہے تھے۔ کچھ دنوں میں ہی چہرے کی رونق جیسے ماند پڑ گئی تھی۔ اور وہ موم کی گڑیا ان چند دنوں میں ہی جیسے خود بھی ٹوٹ سی گئی تھی۔۔ تقریباً دس منٹ بعد عدیل شاہ نے ہولے سے اس کے چہرے پر پھونک ماری۔ رائنا اپنی آنکھیں بند کر گئی تھی۔ سحر ٹوٹ گیا تھا۔ لیکن آنکھوں کی پیاس جیسے ابھی بھی نہیں بجھی تھی۔ بخار ہے تمھیں اتنا آج یونی کیوں آئی ہو؟ عدیل شاہ نے آہستہ آواز میں اس سے سوال کیا۔۔ "آپ کو اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے مجھے چاہے بخار ہو یا میں مر جائوں۔ آپ اپنے کام سے کام رکھیں۔ رائنا نے نظریں جھکائے بھیگی سی آواز میں کہا۔ آنسوؤں کا گولا سا تھا جو اس کے حلق میں اٹکا ہوا تھا۔ اللہ نا کرے۔ تمھیں میری بھی عمر لگ جائے۔ عدیل شاہ نے تڑپتے ہوئے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے کہا۔ اس کے منہ سے مرنے کی بات سنتے وہ جیسے تڑپ اٹھا تھا۔ رائنا کو اس کی فکر جتانے پر مزید رونا آ رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی مقابل کسی طرح اسے

سمبھال لے۔اس کا دل جیسے بند ہونے کو تھا۔اس شخص کو اپنے سامنے دیکھتے اسے بار بار وہ الفاظ یاد آ رہے تھے جو زاویار نے اسے بتائے تھے۔۔"رائنا اِدھر دیکھو۔عدیل شاہ نے نرمی سے اس کی ٹھوڑی پکڑتے اسکا چہرہ اوپر کرتے اپنے چہرے کی طرف دیکھنے کو کہا۔رائنا نے فوراً ہی نظریں اٹھاتے اسے دیکھا تھا۔کیا کیا نہیں سوچا تھا اس نے کہ کبھی بھی اگر یہ شخص سامنے آگیا تو پاس سے گزر جائے گی۔کبھی اس شخص کی کسی بھی بات کا یقین نہیں کرے گی۔لیکن اس کے سامنے آتے ہی جیسے ارادوں پر پانی پھر گیا تھا۔وہ پھر سے اسی لے پر کھڑی تھی کہ مقابل اسے سمبھال لے۔ایک بار کہہ دے کہ رائنا جو کچھ تم نے سنا ہے وہ سب جھوٹ تھا۔میں صرف تم سے محبت کرتا ہوں۔اس کے کان یہ الفاظ مقابل کے منہ سے سننے کے لیے ترس رہے تھے!! مجھ سے محبت کرتی ہو؟عدیل شاہ نے اسکی آنکھوں میں جھانکتے نجانے کیوں یہ سوال کیا تھا۔۔رائنا کی آنکھوں سے بہتے سیال میں مزید

اضافہ ہوا۔ مقابل نے بہت مشکل سوال پوچھ لیا تھا۔اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔بتاؤ رائنا۔ کرتی ہو مجھ سے محبت ؟اسے مکمل خاموش دیکھ عدیل شاہ نے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔ہاں ! رائنا کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز بر آمد ہوئی۔اس شخص کے سامنے اپنے محبوب کے سامنے بھلا وہ جیسے جھوٹ بول سکتی تھی۔عدیل شاہ کے چہرے پر اس کی ہاں پر اُداس سی مسکراہٹ چھائی۔۔جب محبت کرتی ہو تو تھوڑا اعتبار بھی دکھا لیتی۔اس نے کرب زدہ لہجے میں کہا۔یہی دکھ تو اسے کھائے جا رہا تھا کہ مقابل کو اس اور بھروسہ نہیں تھا۔جب سارا کچھ سامنے تھا۔میں اپنے کانوں سے ہر بات سن چکی تھی پھر کیسے اعتبار دکھاتی آپ پر ؟ یا پھر تب تک انتظار کرتی جب تک وہ ماورا آپ کی دلہن بن کر آپ کے کمرے میں بیٹھی ہوتی۔۔رائنا نے ہچکی لیتے کہا۔ عدیل شاہ کی آنکھوں میں مقابل کے آنسوں دیکھتے نمی سی جما ہونا شروع ہو گئی تھی۔اسے اس کے آنسوں تکلیف دے رہے تھے !!"مجھ سے نکاح کرو

گی رائنا؟اس نے رائنا کے چہرے کے دونوں اطراف میں ہاتھ رکھتے اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے جیسے التجا کی تھی۔رائنا کی زبان تو جیسے تالو سے چپک چکی تھی!!بتاؤ رائنا ابھی اور اسی وقت نکاح کرو گی مجھ سے!اسے مکمل خاموش دیکھ عدیل نے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔۔"م۔۔میں کیسے اتنی جلدی۔۔رائنا نے تھوک نگلتے بمشکل کہا تھا۔تو تم کیا چاہتی ہو کہ واقعی میں میری ماما مجھے اِموشنل بلیک میل کر کے میری شادی اس ماورا سے کروادیں۔ تب کریں ہم نکاح؟عدیل نے طنزیہ انداز میں کہا۔اس کے چہرے سے ہاتھ ابھی تک نہیں ہٹائے تھے۔بات کرتے وہ اس کے بہت نزدیک آچکا تھا۔ دونوں میں صرف ایک قدم کا ہی فاصلہ بچا تھا۔میرے گھر والے۔۔۔اتنا کہتے رائنا نے پھر سے ہچکی لی۔اس کی آنکھوں سے آنسوں بہتے مسلسل زمین پر گر رہے تھے۔۔چھوڑو سب کو۔یہ دنیا کبھی ہمیں ایک نہیں ہونے دے گی۔صرف اپنے بارے میں سوچو فلحال۔صرف یہ سوچو کہ میں تمہارے

بغیر میں نہیں جی سکتا۔ تم میرے لیے بہت اہم ہو رائنا۔ اپنے لیے نہیں تو میرے لیے مان جاؤ پلیز۔ عدیل نے پھر سے التجا کی۔ میں دو دن کی محبت کے لیے اپنے گھر والوں کا خلوص اور ان کا پیار بھلا کر انہیں دھوکا نہیں دے سکتی۔۔ رائنا نے نظریں جھکاتے بڑی مشکل سے یہ الفاظ اپنے منہ سے نکالے تھے۔۔ عدیل کی آنکھوں میں کرب کے اثرات واضح تھے۔۔ اچھا ایک کام کرتے ہیں۔ جب بھی یہ نکاح والی بات سامنے آئے گی تم سارا الزام میرے اوپر ڈال دینا کہ میں نے زبردستی نکاح کیا تھا تم سے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کسی کو تم پر انگلی اٹھانے نہیں دوں گا۔ ہر مشکل میں تمہاری ڈھال بن کے کھڑا ہونگا میں۔ خدا کا واسطہ ہے تمھیں مان جاؤ۔ عدیل جیسے اسے ہر صورت منانا چاہتا تھا۔ اس کی خود کی آنکھوں سے گرم سیال بہنے لگا تھا۔۔ اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوں اس بات کے گواہ تھے کہ عدیل شاہ مقابل سے عشق کرتا ہے!! میں نہیں کر سکتی پلیز آپ چلے جائیں یہاں سے۔ رائنا نے اس کے

ہاتھ اپنے چہرے کے اطراف سے ہٹاتے کہا۔وہ کسی صورت اپنے گھر والوں کو دھوکا دینے پر تیار نہیں تھی۔۔عدیل نے ایک نظر اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھتے رائنا کی طرف دیکھا۔۔اور پھر وہ مزید تھوڑا آگے کو ہوتے اپنا ماتھا اس کے ماتھے سے ٹکا گیا تھا۔اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوں رائنا کے چہرے پر گر رہے تھے۔رائنا حیرت سے اسے روتا ہوا دیکھ رہی تھی۔میں اگر چلا گیا رائنا تو ساری زندگی تمھیں اپنی شکل نہیں دکھاؤں گا۔یقین کرو تم ترس بھی رہی ہو گی تب بھی میں تمھیں میسر نہیں ہونگا۔۔اس نے روتے ہوئے آنکھیں بند کیے کہا۔اس کی بات پر رائنا کے رونے میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے ماتھے سے ماتھا ٹکائے بری طرح رو رہے تھے۔ دونوں کی ہی آنکھیں بند تھیں۔وہ جیسے ایک دوسرے کی آخری بار موجودگی کو محسوس کرنا چاہتے تھے!! جائیں چلے جائیں آپ۔جہاں میں اتنے دن رہی ہوں آگے بھی رہ لوں گی۔۔رائنا نے گھٹی گھٹی آواز میں اپنے حلق سے آواز

نکالی۔۔جتنے مقابل کو یہ الفاظ سننے میں تکلیف دے رہے تھے اتنے ہی اُسے بولنے میں تکلیف دے رہے تھے۔دونوں کی ہی کیفیت ایک جیسی تھی۔

میں سچ میں چلا جاؤں گا۔عدیل نے آہستہ سے کہا۔جائیں چلے جائیں۔رائنا نے بھی دوبدو جواب دیا۔لیکن دونوں کے ہی رونے میں کمی نہیں آئی تھی۔۔ٹھیک ہے۔میں وعدہ کرتا ہوں دوبارہ تمھیں اپنی شکل بھی نہیں دکھاؤں گا۔اس سے پیچھے کو ہوتے عدیل شاہ نے اپنے بازو سے اپنی آنکھیں صاف کرتے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔۔رائنا نے کرب سے ہچکی لی تھی۔یہ وقت کتنا بے حس تھا کوئی اس سے پوچھتا۔وہ بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔۔

مقابل کے بغیر تو اس کی لئے جیسے سانس لینا بھی محال ہو جاتا تھا۔ان کچھ دنوں میں اپنی زندگی میں عدیل شاہ کی اہمیت سے وہ بخوبی واقف ہو گئی تھی۔

مقابل کبھی اپنی شکل نا دکھانے کا وعدہ کر چکا تھا۔اس کے بغیر تو اس کی سانسیں گھٹ جائے گی۔عدیل شاہ اسے خاموش دیکھ اپنے قدم واپسی کی

جانب بڑھا گیا۔ وہ جا رہا تھا اور رائنا کا دل جیسے بند ہونے کو تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بھی وقت زمیں بوس ہو جائے گی۔ کھڑے رہنے کی سکت بلکل ختم ہو چکی تھی۔ جہاں پہلے ان دونوں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ اب وہاں صرف پرندوں کی چہچاہٹ اور خاموشی کا سکوت تھا۔ عدیل کے جانے سے اسے جیسے ہر چیز ویران معلوم ہو رہی تھی۔۔ "میں نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر! رائنا نے اسے جاتے دیکھ تھوڑی اونچی آواز میں کہا۔ وہ کہتے بری طرح روتے ہوئے زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ عدیل شاہ کے قدم اس کے الفاظوں پر زنجیر ہوئے۔ اس کے قدموں نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا تھا۔ آنکھوں سے بہتے سیال میں اضافہ ہوا تھا۔۔ دوسرے لمحے وہ پیچھے مڑتے بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ رائنا روتے ہوئے اسے اپنی طرف آتا دیکھ رہی تھی۔۔ اس کے پاس جاتے عدیل شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے زمین سے کھڑا کیا۔ وہ پھر سے اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھتے اس کا چہرہ اپنے مقابل

کر گیا تھا۔۔تو پھر نکاح کے لیے ہاں کر دو رائنا پلیز۔عدیل شاہ نے پھر سے التجا کی۔۔کسی کو بھی پتہ چلا اگر تو میں کہہ دوں گی آپ نے اغوا کر کے نکاح کیا تھا مجھ سے۔ بھگتیے گا پھر سب کو اکیلے۔رائنا نے سوسو کرتے کہا۔۔عدیل شاہ کے چہرے پر بے ساختہ ہی مسکراہٹ پھیلی تھی۔۔"میں وعدہ کرتا ہوں کسی کو بھی تم پر بات کرنے نہیں دوں گا۔سارا الزام اپنے سر لے لوں گا۔ عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے وعدہ کیا۔اس کی آنکھیں ابھی بھی بھیگی ہوئی تھیں۔بہت برے ہیں آپ۔اتنا ڑلایا ہے آپ نے مجھے۔رائنا نے اس کے سینے پر مکا مارتے نروٹھے سے انداز میں کہا۔عدیل شاہ کا برجستہ قہقہہ گونجا تھا۔میں بھی زندگی میں شاید ہی کسی عورت کے لیے پہلی دفعہ رویا ہوں۔ اس نے رائنا کے بال ماتھے سے پیچھے کرتے محبت سے کہا۔رائنا نے ہاتھ آگے بڑھاتے اس کی آنکھوں سے آنسو اپنے انگوٹھے کے پوروں سے چنے تھے۔ عدیل شاہ اس کے لمس پر اپنی آنکھیں موند گیا۔رائنا مسکراتے ہوئے اسے

دیکھ رہی تھی۔۔ چلیں۔اسے مسلسل آنکھیں بند کئے دیکھ رائنا نے شرارت سے کہا۔۔ نیکی اور پوچھ گچھ ؟عدیل شاہ کہتے اسے بازو سے پکڑے اپنے ساتھ لیے آگے بڑھا۔۔رائنا مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔ ایک منٹ۔اس نے اچانک ہی رکتے عدیل سے کہا۔عدیل نے رک کر سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔۔میرا فون کیفیٹیریا میں ہی ہے بیگ کے پاس۔پہلے وہ اٹھالیں۔میں زارا کو فون کر کے کہہ دوں گی کہ میں گھر جا رہی ہوں۔۔رائنا نے کہتے اپنے قدم دوسری جانب بڑھائے۔عدیل شاہ نے بھی سر ہاں میں ہلاتے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔اور خود وہاں پر کھڑے ہوتے رائنا کا انتظار کرنے لگا۔جو پانچ منت بعد ہی بیگ ہاتھ میں اٹھائے واپس آگئی تھی!!"چلیں۔عدیل شاہ نے اپنا فون جیب میں رکھتے اس سے پوچھا۔وہ اپنے دوستوں کو کال کر کے ایک نکاح خواں کو لے کر اپنے فلیٹ میں آنے کو کہہ رہا تھا۔۔جہاں اس نے رائنا سے نکاح کرنا تھا۔"جی چلیں۔رائنا نے کہا۔

اور پھر وہ دونوں ہی یونیورسٹی سے باہر نکل گئے تھے۔ایک نئے سفر پر۔ایک نئی زندگی کا آغاز کرنے!

عدیل شاہ کی گاڑی ایک جھٹکے سے اس کے فلیٹ کے باہر آکر رکی۔وہ تقریباً بیس سے پچیس منٹ کی ڈرائیو کے بعد یہاں پہنچا تھا۔رائنا اس کے ساتھ بیٹھی ہونٹ کاٹتے اسے دیکھ رہی تھی۔اس کا دل جیسے دھڑک دھڑک کر پاگل ہونے کو تھا۔۔عدیل شاہ اپنی طرف کا دروازہ کھولتے باہر نکلا۔رائنا کی طرف آتے اس نے اس کی طرف کا دروازہ بھی کھول دیا تھا۔۔آجاؤ باہر میری جان۔مجھ سے مزید انتظار نہیں ہوگا۔اسے باہر نہ نکلتے دیکھ عدیل دروازے سے تھوڑا اندر کو جھانکتے محبت سے لبریز لہجے میں گویا ہوا۔اس کے طرز تخاطب پر رائنا کے دل کی دھڑکن میں مزید اضافہ ہوا تھا۔اس کا دل جیسے باہر آنے کو تھا۔۔رائنا آہستہ سے گاڑی سے باہر نکلی۔وہ اپنے لرزتے

جسم پر بہت مشکل سے قابو پانے ہوئے تھی۔ عدیل شاہ گاڑی کا دروازہ بند کرتے اس کی طرف مڑا۔ اس کے کانپتے ہاتھوں کو وہ اپنی گرفت میں لے گیا تھا۔ ریلیکس کچھ بھی سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہارے لیے ہر چیز سوچنے کے لیے میں ابھی موجود ہوں۔ سب کو اپنے ذہن سے نکال دو۔ بس یہ یاد رکھو کہ عدیل شاہ سے نکاح ہونے جا رہا ہے تمھارا۔ نہایت محبت اور نرمی سے کہتے وہ آخر میں شوخ ہوا تھا۔۔ رائنا نے مسکرا کر ہاں میں سر ہلایا۔ اور پھر وہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے فلیٹ کے اندر کی جانب بڑھے۔ فلیٹ کا دروازہ کھلا تھا۔ یعنی اس کے دوست نکاح خواں کو لے کر پہنچ چکے تھے۔ فلیٹ کی ایک ڈپلیکیٹ چابی اس کے دوستوں میں سے ایک کے پاس بھی موجود تھی۔ وہ لوگ اکثر ہی اس کا فلیٹ استعمال کرتے رہتے تھے۔ اسی لیے عدیل شاہ نے چابی بنواتے اسے دے رکھی تھی۔ یہ ایک چھوٹا سا فلیٹ تھا جس میں دو کمرے سامنے ایک چھوٹا سا لاؤنج اور لاؤنج کے دائیں

طرف کھلا کچن تھا۔ یہ فلیٹ تھا تو چھوٹا سا۔ لیکن نہایت صاف ستھرا اور سلیقے سے سیٹ کیا گیا تھا۔۔ رائنا اندر داخل ہوتے چاروں طرف نظریں دوڑا رہی تھی۔ اندر ایک کمرے سے آوازیں آ رہی تھیں۔ یقیناً عدیل کے دوست اسی کمرے میں موجود تھے!!

دوسرے کمرے میں جاؤ تم۔ چادر اچھے سے کور رکھنا خود پر ہاں! اور گھبرانا بلکل نہیں ہے۔ عدیل نے اس کی چادر سے اچھے طریقے سے اس کے بال ڈھانپتے محبت سے کہا۔ رائنا نے اچھا کی صورت میں سر ہلا دیا تھا۔۔ اور پھر وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ عدیل شاہ بھی کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا جہاں اس کے دوست موجود تھے۔ اس نے پہلے ماہ دیر کو بلانے کا سوچا تھا۔ لیکن پھر معاملہ رائنا کا تھا اس لیے دوستوں کو ہی بلانا مناسب سمجھا۔ ورنہ ماہ دیر نے بہت سے سوال کرتے اسے جینے نہیں دینا تھا۔۔ اندر داخل ہونے پر اس کی نظر سامنے بیڈ پر پڑی۔ جہاں اس کے پانچ دوست بیڈ پر بیٹھے تھے۔

سامنے صوفے پر مولوی صاحب بیٹھے تھے۔۔اوہ آ گئے اچانک کے دولہا صاحب!! عدیل کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ اس کے ایک دوست نے بیڈ سے کھڑے ہوتے کہا۔۔"اچانک کے سے کیا مراد ہے تیرا؟ عدیل نے ابرو اچکاتے سوال کیا تھا۔۔"بھائی تیری شادی اتنی اچانک ہو رہی ہے تو اچانک کا دلہا ہی کہوں گا نہ؟ اس کے دوست نے اپنی لوجیک پیش کی۔۔ عدیل نے مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔اور پھر وہ آگے بڑھتے اپنے سارے دوستوں سے بغل گیر ہوا۔۔مولوی صاحب سے گلے ملتے وہ ان کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔مولوی صاحب کو ساری انفو نکاح نامے پر لکھواتے اس نے ایک گہری سانس بھری!! نکاح شروع کریں مولوی صاحب۔اس نے پر مسرت لہجے میں کہا۔۔

عدیل شاہ ولد انصر شاہ آپ کا نکاح رائنا خان ولد برہان خان سے بعوض پانچ" کروڑ روپے سکار احیلوقت کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟ مولوی

کے یہ الفاظ اس کے کانوں میں جیسے رس گھول رہے تھے۔ شاید ہی اپنی زندگی میں عدیل شاہ نے اس سے زیادہ مسرت کن الفاظ سنے ہو!! قبول ہے۔ دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے رائنا خان کو اپنی زندگی! میں قبول کیا تھا۔ تینوں مرتبہ قبول ہے بولتے اس نے نکاح نامے پر سائن کیے!! اس کی طرف سے نکاح کا مرحلہ طے ہوتے مولوی صاحب اور عدیل رائنا کے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔۔ عدیل نے اپنے دوستوں کو ساتھ آنے سے منع کر دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کے اس کی بیوی کو اس کے علاوہ کوئی بھی اور دیکھے۔ کمرے کا دروازہ کھولتے وہ دھیرے سے اندر داخل ہوا۔ مولوی صاحب بھی اس کے پیچھے ہی تھے۔۔

عدیل شاہ نے آگے بڑھتے اس کی چادر کا گھونگھٹ سارا رائنا کے چہرے پر گرا دیا تھا۔۔ رائنا خان جو ہونٹ کاٹتے ہوئے مسلسل کمرے میں اِدھر اُدھر

نظریں دوڑا رہی تھی عدیل شاہ کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ اس کے کانپنے میں اضافہ ہوا تھا۔ وہ اپنے دل کی کیفیت بیان کرنے سے جیسے قاصر تھی۔

مولوی صاحب نے اس کے سامنے کرسی رکھ کر بیٹھتے نکاح شروع کیا۔

"رائنا خان ولد برہان خان آپ کا نکاح عدیل شاہ ولد انصر شاہ سے بعوض پانچ کروڑ روپے سکارا حیلوقت کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟ مولوی کے الفاظوں پر اس نے سختی سے اپنے کانپتے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچی!!

عدیل شاہ اس کے سامنے مولوی کے پاس کھڑا بے صبری سے اس کی ہاں کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے بلکل خاموش دیکھ مولوی صاحب نے پھر سے اپنے الفاظ دہرائے!! "رائنا! عدیل شاہ نے محبت سے اسے پکارا۔ وہ سمجھ سکتا تھا کہ یہ وقت کسیبھی لڑکی کے لیے آسان نہیں ہوتا۔ رائنا بھی اسی لیے گھبرا رہی تھی!! "قب۔۔۔ قبول ہے۔ اس نے اٹکتے بمشکل اپنے حلق سے آواز نکالی۔ عدیل شاہ نے سرور کی کیفیت میں مسکراتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کی

تھی۔ آج اس کی دلی مراد پوری ہو گئی تھی۔ تینوں دفعہ قبول ہے بولتے اس نے بھی کانپتے ہاتھوں سے نکاح نامے پر سائن کیے!! مولوی صاحب باہر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ کمرے کے باہر ہی اس کے سارے دوست کھڑے تھے۔

باہر جاتے اس نے مسکراتے ہوئے سب کے گلے ملتے مبارکباد وصول کی۔ اس کے چہرے پر موجود چمک دیدنی تھی۔ رائنا خان اب رائنا عدیل شاہ بن چکی تھی۔۔ اس کے لیے جیسے آج کا دن عید کا دن تھا۔۔ "اوئے نکاح کے چھوارے کھلاتا کہ ہماری بھی شادی ہو جلدی جلدی۔ اس کے ایک دوست نے عدیل کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔ عدیل نے اپنی جیب سے ڈھیروں نوٹ نکالتے بغیر کوئی چوچراں کیے اس کے ہاتھ میں تھما دیے تھے!! جا چھوارے لے کر کھا لینا۔ آج کے دن تو تو جان بھی مانگ لے عدیل شاہ خوشی خوشی دے دے گا۔۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔ مسکراہٹ تو

جیسے اس کے چہرے پر جم سی گئی تھی!! اللہ تُجھے ایسے ہی خوش رکھے۔اس کے دوستوں نے صدق دل سے دعا دی۔ان کا دوست خوش تھا۔انہیں بھلا اور کیا چاہیے تھا۔۔آمین! چلو اب نکلو سارے۔پھر کبھی ملوں گا تم لوگوں سے۔بہت بہت شکریہ میرے نکاح میں شامل ہونے کا۔۔عدیل شاہ نے ان پانچوں کو دروازے کی طرف گھسیٹتے ہوئے کہا۔۔اوہ پھر ٹھیک ہے۔چل پھر ملتے ہیں۔اس کے دوستوں نے سمجھتے ہوئے کہا۔۔اوکے۔عدیل شاہ کہتے ان سب کو دروازے تک چھوڑنے کے لیے بڑھ گیا تھا۔ان لوگوں کو بھیجتے عدیل نے ایک گہرا سانس لیتے دروازہ بند کیا۔اس کے دل کی کیفیت نکاح کے بعد جیسے بلکل بدل سی گئی تھی۔وہ رائنا کے لیے خود کو مزید شدت پسند اور جنونی محسوس کر رہا تھا۔اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے وہ کمرے کی طرف بڑھا۔جہاں اس کی جان سے عزیز بیوی موجود تھی۔

آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوا تھا۔ سامنے ہی رائنا بیڈ پر بیٹھے اُنگلیاں چٹخا رہی تھی۔ وہ بہت کنفیوز دکھ رہی تھی۔ گھونگھٹ اپنے چہرے سے وہ مولوی کے کمرے سے جاتے ہی ہٹا چکی تھی۔۔ اس کا چاند سا چہرہ عدیل شاہ کی نظروں کے سامنے تھا۔ رائنا ایک نظر اسے دیکھتے اپنی نظریں جھکا گئی۔ اس کا دل جیسے باہر آنے کو تھا۔ رشتہِ بدل گیا تھا۔ اب وہ اس کا شوہر تھا۔ رائنا اپنے دل کا حال جیسے بیان کرنے سے قاصر تھی۔۔ عدیل شاہ آہستہ سے اس کی طرف بڑھتے اسے نرمی سے کلائی سے پکڑتے بیڈ سے کھڑا کر گیا۔۔ رائنا ابھی تک نظریں جھکائے ہوئے تھی۔ "نکاح مبارک ہو میری زندگی! بہت بہت شکریہ میری زندگی میں آکر اسے گلزار بنانے کا۔ میرے چہرے کو رونق اور تازگی بخشنے کے لیے۔ تم میرے لیے خدا کی طرف سے بہترین تحفہ ہو۔ جس کے لیے میں ساری عمر اپنے رب کا شکر گزار رہوں گا۔۔" دھیمے سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے عدیل شاہ نے آہستہ سے

اس کی کان کی لو پر اپنے لب رکھے۔ رائنا اس کے لمس پر آنکھیں بند کر گئی تھی۔۔ اس کی آنکھوں سے آنسو روانہ ہو چکے تھے۔ نجانے کیوں اسے بے تحاشہ رونا آرہا تھا۔۔ عدیل شاہ اسے روتے دیکھ نرمی سے اسے اپنے سینے میں بھینچ گیا۔ رائنا اس کے گلے میں اپنی بانہیں حائل کرتی مزید شدت سے رونے لگی تھی۔۔ عدیل شاہ کی اپنی آنکھوں سے برسات جاری ہو چکی تھی۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگے رو کر جیسے اپنے اتنے دنوں کا غبار نکال رہے تھے۔ جو ایک دوسرے سے دور رہ کر ان کے دلوں میں بھرا ہوا تھا۔ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگے ہچکیوں سے رونا شروع ہو چکے تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کیسے اپنے رب کہ شکر ادا کریں جس نے ان دونوں کو ایک دوسرے کے نصیب میں لکھ دیا تھا۔۔ کافی دیر بعد عدیل شاہ اپنے آنسوں صاف کرتا رائنا کو خود سے الگ کرتے نرمی سے اس کے آنسوں بھی صاف کر گیا۔۔ بس رونا نہیں ہے اب۔ جتنا رونا تھا رو لیے ہم لوگ۔

اب ہمارے خوشی کے دن ہیں۔ تم میری ہو صرف میری۔ تمھیں دیکھنے کا تمھیں چھونے کا تم سے ہر بات کرنے کا حق صرف میرے پاس ہے۔اور یہی سارے حق میرے لیے تمہارے پاس ہیں۔۔ ہمارے رونے کے دن ختم ہو چکے ہیں۔ عدیل شاہ نے محبت سے کہتے اس کے آنسوں صاف کیے۔

رائنا نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔ عدیل شاہ مسکراتے ہوئے اس کے سر اور ماتھے کو نرمی سے چوم گیا۔ رائنا اس کی قمیض مٹھیوں میں جکڑ گئی تھی!! اسی تسلی اسی لمس کے لیے تو وہ تڑپ رہی تھی۔ جو آخر کار اس کے نصیب میں آ ہی گیا تھا۔۔ "رائنا! اسے آنکھیں بند کیے دیکھ عدیل شاہ نے خمار زدہ آواز میں اسے پکارا۔ رائنا نے فوراً ہی اپنی آنکھیں کھول دی تھی۔۔ اس کی آنکھوں میں موجود خمار کی سرخی دیکھتے رائنا واپس سے اپنی نظریں جھکا گئی۔۔

عدیل شاہ اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ اوپر کرتے ہلکے سے اس کے ہونٹوں کو چھوتے پیچھے ہٹا۔ رائنا کی گرفت اس کی شرٹ پر مضبوط ہوئی

تھی۔۔ "چلو تمھیں گھر چھوڑ دیتا ہوں۔اس سے دو قدموں کے فاصلے پر ہوتے عدیل شاہ نے شرارت سے کہا۔رائنا نے آنکھیں اٹھاتے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔۔اس کی آنکھوں میں ناچتی شرارت وہ سمجھ ہی نہیں سکی تھی!! "کیا ہوا تم کچھ اور ایکسپیکٹ کر رہی تھی کیا؟اِسکی آنکھوں میں حیرت دیکھتے عدیل شاہ نے اپنی مسکراہٹ دبائے شرارت سے کہا۔"ن۔۔ نہیں تو۔رائنا نے فوراً ہی نفی کی تھی۔حالانکہ عدیل شاہ سچ کہہ رہا تھا۔رائنا واقعی اس سے کچھ اور ایکسپیکٹ کر رہی تھی۔ چلیں گھر؟رائنا نے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔عدیل شاہ نے اس کے سوال پر ابرو اچکاتے اسے دیکھا تھا۔۔ "اتنا شریف نہیں ہوں میں۔رائنا کی آنکھوں میں دیکھ کر کہتے وہ واپس سے اس کے نزدیک ہوا۔۔ "اندازہ تھا مجھے۔ نظریں جھکاتے ہلکا سا مسکرا کر کہتے رائنا نے اپنے دل کی بات کی تھی!! عدیل شاہ اس کی بات سنتے قہقہہ لگا گیا تھا۔رائنا اس کے قہقہے کو سنتے خود بھی مسکرا دی تھی۔۔اس کے بالوں میں

ہاتھ اُلجھاتے عدیل شاہ نے نرمی سے اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا۔۔رائنا اس کی شرٹ پھر سے اپنی گرفت میں لے گئی تھی۔۔نرمی سے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتے عدیل شاہ انہیں بہت نرمی سے چوم رہا تھا۔اس کے انداز میں صرف نرمی ہی نرمی تھی۔رائنا اس کی نرم گرم شدت اپنے ہونٹوں پر کھڑی سہہ رہ تھی۔وہ اس طرح اس کے ہونٹوں کو چوم رہا تھا کہ رائنا بھی جیسے جذبات کی رو میں پگھلتی ہی جا رہی تھی۔۔رائنا اپنا ہاتھ اس کی شرٹ سے ہٹاتے اس کے بالوں میں پھنسا گئی۔۔۔وہ بھی اس کی نرم گرم شدت میں اس کا ساتھ دے رہی تھی۔عدیل شاہ اسے مزید اپنے نزدیک کرتے اچانک ہی شدت پسند ہوا تھا۔وہ کبھی اس کے بالائی لب کو دانتوں سے سک کرتا تو کبھی نچلے لب پر اپنی شدت دکھاتا۔رائنا اس کی اتنی شدت پر اس کے بالوں سے ہاتھ ہٹاتے پھر سے اس کی شرٹ مٹھیوں میں دبوچ گئی تھی۔۔اس کے رسیلے ہونٹوں کا جام پیتے عدیل شاہ سرور کی آخری حد تک پہنچا ہوا

تھا۔اُسے آس پاس کا جیسے کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔وہ تو بس آنکھیں بند کئے ایک ہاتھ اس کے بالوں میں الجھائے تو دوسرا ہاتھ اس کی کمر پر پھیرتے گھونٹ گھونٹ اس کے نشیلے لبوں کا جام پی رہا تھا۔رائنا کی اس کی شدت برداشت کرتے جیسے بس ہو گئی تھی۔لیکن وہ تھا کہ پیچھے ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھا۔۔رائنا نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے دور دھکیلنے کی کوشش کی۔

عدیل شاہ جیسے اچانک ہوش میں آیا تھا۔وہ آہستہ سے اس کے ہونٹوں کو چھوڑتے پیچھے ہوا۔۔رائنا اس کے سینے پر سر رکھتے اپنی سانسیں بحال کرنے لگی۔جو مقابل کی شدتوں سے بری طرح پھول گئی تھیں۔۔عدیل شاہ نرمی سے اس کی کمر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔"گھر چھوڑ دیں مجھے۔یونی کا ٹائم آف ہونے والا ہے۔مجھے زارا سے پہلے گھر پہنچنا ہے۔اس کے سینے سے سر اٹھاتے رائنا نے آہستہ سے کہا۔"میرا دل نہیں کر رہا تمھیں گھر چھوڑنے کو۔عدیل شاہ نے اس کی کمر کو دونوں طرف سے پکڑے اداسی سے کہا۔اس کا واقعی

مقابل کو چھوڑنے کا دل نہیں کر رہا تھا۔۔ابھی تو محبوب کی قربت میسر ہوئی تھی۔اور اتنی جلدی وقت ختم بھی ہو گیا تھا۔" جانا تو ہے مجھے۔رائنا اس کے کالر سے نادیدہ گرد جھاڑتے مسکراتے ہوئے بولی۔عدیل شاہ نے اُداسی سے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔۔" چلیں بھی اب ورنہ اور دیر ہو جائے گی۔رائنا نے اس کے ہاتھ اپنی کمر کے اطراف سے ہٹاتے اس کا رخ موڑتے پیچھے سے ہلکا سا اسے باہر کی طرف دھکیلا۔۔" دوبارہ کب ملو گی۔عدیل واپس سے اس کی طرف مڑتے بے صبری سے گویا ہوا۔وہ رائنا کو اس وقت کوئی چھوٹا سا بچہ معلوم ہو رہا تھا۔ابھی تو چھوڑ دیں آپ۔پھر دوبارہ بھی مل لوں گی۔رائنا نے مسکراتے ہوئے کہتے اپنے سر پر اچھے سے چادر سیٹ کی۔۔عدیل شاہ اسے گردن سے پکڑتے ایک بار پھر اپنے ہونٹوں کو کھولتے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لے گیا تھا۔۔رائنا کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔یہاں اسے دیر ہو رہی تھی اور مقابل کا رومانس ہی ختم نہیں ہو رہا تھا۔۔اس نے

عدیل کے کندھے پر اپنے دونوں ہاتھوں سے مکے برساتے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کی۔عدیل شاہ ایک آخری مرتبہ اس کی زبان پر اپنے دانت گاڑتے پیچھے ہٹ گیا تھا۔۔اس نے اپنی پچھلی گردن پر ہاتھ پھیرتے رائنا کی طرف دیکھا جو کھڑی اسے گھورنے میں مصروف تھی!!"اب تمھیں دیر نہیں ہو رہی؟عدیل شاہ اسے مسلسل کھڑے دیکھ جل بھن کر گویا ہوا۔بہت برے ہیں آپ!رائنا نے اس کے بارے میں اپنی رائے دی تھی۔۔

" تھنکس جان من!عدیل شاہ نے مسکرا کر کہتے اس کا ہاتھ تھامتے کمرے سے باہر نکلا۔فلیٹ سے باہر نکل کر وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے۔ان کی گاڑی خان ولا کی طرف روانہ تھی۔۔

قسط نمبر:30/29

زاویار شاہ اس وقت سوئزرلینڈ میں موجود ایک مال پر شاپنگ کے لیے کھڑا تھا۔۔اشنا اور وہ پرسو کی فلائٹ سے سویزرلینڈ پہنچے تھے۔آج اشنا کی برتھڈے تھی۔اور زاویار اسی کے لیے گفٹ لینے آیا تھا۔اشنا اس سب سے بلکل انجان تھی۔۔زاویار اس سے کسی دوست سے ملنے کا بہانہ بنا کر یہاں شاپنگ کرنے آیا تھا۔وہ اس وقت بلیو کلر کی جینز پر وائٹ اونی شرٹ پہنے اوپر جیکٹ پہنے ساتھ گلے میں مفلر، آنکھوں پر گلاسز ٹکائے جاذبِ نظر لگ رہا تھا۔یہاں پر سردی بہت زیادہ تھی۔وہ لوگ جب سے یہاں آئے تھے تبھی سے وقفے وقفے سے برفباری ہو رہی تھی۔دیکھنے میں یہ برفباری کا منظر جتنا خوبصورت لگتا تھا سردی کے لحاظ سے اتنا ہی خطرنک بھی تھا۔ابھی بھی باہر برفباری جاری تھی۔لیکن مال کے اندر خاصی گرمائی تھی۔وجہ الیکٹرک ہیٹرز تھے جو یہاں جگہ جگہ لگے ہوئے تھے۔۔زاویار یہاں اشنا کے لیے کوئی ساڑھی ڈھونڈ رہا تھا۔جو کہ اسے مسلسل آدھے گھنٹے سے ڈھونڈھتے ہوئے

بھی نہیں مل رہی تھی۔ کافی حد تک۔ اسے اندازہ تھا کہ سویزرلینڈ جیسے ملک سے اسے ساڑھی مشکل ہی ملنی تھی۔ لیکن وہ ایک بار ڈھونڈنا چاہتا تھا۔۔ کہ کیا پتہ اسے مل جائے۔۔ بہت ڈھونڈنے پر بھی جب اسے اپنی مطلوبہ چیز نہیں ملی تو وہ اشنا کے لیے بس ایک ڈائمنڈ کا پینڈنٹ لے کر واپس سے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔۔ وہ لوگ یہاں ایک لکڑی کے فلیٹ ٹائپ گھر میں رہ رہے تھے۔ جس کے ارد گرد کا علاقہ زیادہ تر سنسان تھا۔۔ دور دور تک بس برف ہی نظر آتی تھی۔۔ زاویار نے جان بوجھ کر یہ جگہ بک کروائی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ ہنی مون کے دنوں میں اشنا کی ساری توجہ بس اسی کی طرف رہے۔ وہ اسے اپنے علاوہ ساری دنیا سے بے خبر کر دینا چاہتا تھا۔۔۔

تقریباً پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد زاویار کی گاڑی اپنے فلیٹ کے باہر آ کر رکی۔ گئی سے اتر کر وہ باہر آتے گاڑی کو لاک کرتے اندر کی جانب بڑھا۔

بر فباری پھر سے سٹارٹ ہو چکی تھی۔ چابی سے دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوا۔ بائیں سائڈ پر اشنا جدید اوپن کچن میں کھڑی کچھ بنا رہی تھی۔ زاویار کی پہلی نظر ہی اس پر گئی تھی۔۔ "السلام و علیکم! زاویار کو دیکھتے اشنا نے سلام کیا۔ زاویار نے بھی مسکرا کر جواب دیا تھا۔ اپنی جیکٹ اور مفلر اتارتے اس نے صوفے پر رکھا۔ باہر کی نسبت اندر سردی کم تھی۔ الیکٹرک ہیٹرز کی وجہ سے یہ چھوٹا سا فلیٹ اچھا خاصا گرم تھا۔۔ اسے دیکھتے زاویار نے اپنے قدم بھی کچن کی جانب ہی بڑھائے۔ زاویار اس کے پیچھے کھڑے ہوتے اپنے دونوں ہاتھ اس کے پیٹ پر باندھ گیا تھا۔ کیا بنا رہی ہو؟ نرمی سے اس کی بیک گردن پر ہونٹ رکھتے زاویار نے محبت سے پوچھا۔۔ فش فرائی کر رہی ہوں۔ میرا بہت دل تھا فش کھانے کا۔ تو بس اس لیے۔ اُشنا نے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔ لیکن میں تو فش کھاتا ہی نہیں ہوں۔ انفیکٹ مجھے پسند ہیں نہیں ہے فش۔ زاویار نے منہ بناتے کہا۔ اسے شروع سے ہی فش کی اسمیل

سے بھی نفرت تو۔ کھانا تو بہت دور کی بات تھی!! میں نے یہ کہا بھی نہیں کہ میں آپکے لیے بنا رہی ہوں۔ اشنا نے اپنا چہرہ تھوڑا سا پیچھے کی طرف موڑتے اسے شرارت سے جواب دیا۔ زاویار تو اس کے جواب پر عش عش کر اٹھا تھا۔ "ہمم میرے لیے کچھ اور بنا دینا پھر۔۔ زاویار نے منہ بناتے کہا۔ آپ یہاں مجھے ہنی مون پر کام کروانے لائے ہیں؟ اشنا نے پیچھے کی طرف مڑتے سلیب کے ساتھ اپنی کمر ٹکائے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔ حالانکہ یہ دو دن میں پہلی مرتبہ تھا جب اشنا نے کچن میں قدم رکھا تھا۔ ورنہ تینوں وقت کا کھانا وہ لوگ یا تو باہر سے منگواتے تھے یا پھر زاویار کچن میں کوکنگ کرتا تھا۔ بیگم جس کام کے لیے میں تمھیں یہاں لایا ہوں اس میں بھی تمہاری جان جاتی ہے۔ زاویار نے اس کی گردن میں چہرہ چھپاتے اس کا چہرہ سرخ کیا۔ اشنا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اسے خاموش دیکھ زاویار مسکراتے ہوئے اِسکی گردن پر اپنے دانت گاڑتے جگہ جگہ لو بائٹس بنا رہا تھا۔ اشنا سلیب سے ٹیک

لگائے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھاتے اپنی آنکھیں موند گئی۔ مقابل کو خود سے دور کرنے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔ زاویار اپنا ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈالتے مزید اسے اپنے نزدیک کرتے اس کی گردن پر مزید اپنی شدتیں دکھانے لگا۔ اشنا کی سسکیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ کافی دیر تک اس کی گردن کو اپنی شدتوں سے داغدار کرتے زاویار نے تھوڑا پیچھے ہٹتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اشنا ایک نظر اسے دیکھتے اپنی آنکھیں جھکا گئی تھی!! زاویار کی آنکھیں خمار کی سرخی سے حد درجہ لال سرخ ہو چکی تھی۔۔ چھوڑو فش کو تم تیار ہو جاؤ ہم نے باہر جانا ہے۔۔ زاویار نے اس سے تھوڑا دور ہوتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ میں نے اتنی محنت سے بنائی ہے یہ۔ ایسے کیسے چھوڑ دوں۔ اشنا نے روٹھے سے انداز میں کہا۔ اسے اپنی ساری محنت ضائع ہوتی دکھائی دے رہی تھی۔۔ جب گھر آئے گیں ہم میں تمھیں دوبارہ فرائی کر کے دے دوں گا۔ لیکن ابھی کوئی بہانہ نہیں۔ چلو شاباش تیار

ہوتے ہیں۔۔ تیار ہوتے ہیں ! اشنا نے تھوک نگلتے اس کے الفاظ دہرائے ! !

ہاں جی۔ میں تمھیں کپڑے چینج کرواؤں گا تم مجھے کروادینا۔ اور اگر تم نہیں بھی کرواتی تو میں تو تمھیں لازمی چینج کرواؤں گا۔۔ زاویار نے اپنی مسکراہٹ روکتے اس کے کان میں بے باک سرگوشی کی۔۔ اشنا نے روہانسی ہوتے اسے دیکھا تھا۔ پلیز زاویار میں بس پانچ منٹ میں تیار ہو کر آجاؤں گی۔ اشنا نے کسی طرح اسے ٹالنا چاہا۔ لیکن مقابل بھی زاویار شاہ تھا جو اپنی بات منوانا ہر صورت میں جانتا تھا۔۔ وہ خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے اسے اپنی گود میں اٹھا گیا۔ بہت برے ہیں آپ۔ اشنا نے اس کے کندھے پر ہلکا سا مکا مارتے نروٹھے سے انداز میں کہا۔ زاویار مسکرا دیا تھا۔۔ نو وہ ہنستے ہوئے اسے لیے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں داخل ہوتے اس نے اشنا کو نیچے اتارتے زمین پر کھڑا کیا۔ اسے کھڑا کرتے وہ الماری کی طرف بڑھ گیا تھا۔ جہاں ان دونوں کے کپڑے موجود تھے۔ اشنا کھڑی خاموشی سے اس کی

ساری کارروائی ملاحظہ فرمارہی تھی۔الماری میں سے مختلف قسم کے کپڑے دیکھتے وہ تقریباً سب کو ہی ریجیکٹ کر رہا تھا۔اگر آپ اپنی ضد چھوڑ دیں تو میں آپ کو ایک سرپرائز دونگی۔اپنے پیچھے سے اشنا کی آواز سنتے اس نے سوالیہ نظروں سے اشنا کی طرف دیکھا۔جبکہ ہاتھ ابھی بھی کپڑوں پر ہی تھے۔۔ایسے کیسے بتادوں۔کہا تو ہے سرپرائز ہوگا وہ۔۔اس کی سوالیہ نظروں میں دیکھتے اشنا نے جواب دیا۔۔ہمم سوچا جاسکتا ہے۔لیکن صرف اس صورت میں کہ میرے مطابق ڈریسنگ کروگئی تم۔اور میرے مطابق کا مطلب تم بہت اچھے سے جانتی ہو۔زاویار نے ایبرو اچکاتے جیسے شرط رکھی تھی۔ہاں جی مجھے نہیں پتہ ہوگا تو اور کسے پتہ ہوگا۔اشنا نے دانت پیستے اسے زبردستی مسکراتے جواب دیا۔مقابل کچھ زیادہ ہی بے شرم تھا۔اس کی بات کا مطلب وہ اچھے سے سمجھ رہی تھی۔۔آرام سے جیسی مرضی ڈریسنگ کرنا۔اور اگر چاہو تو بھلے کچھ بھی مت پہننا۔وہاں میرے اور تمہارے علاوہ کوئی

بھی نہیں ہو گا۔اور مجھے زیادہ محنت بھی نہیں کرنی پڑے گی۔اشنا کے قریب جاتے اس نے بے باک سر گوشی کی۔اشنا بے ساختہ ہی اس سے دو قدم دور ہوئی تھی۔۔زاویار اسے گھبراتے دیکھ مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ورنہ کوئی بعید نہیں تھی مقابل کچھ اٹھا کر اس کے سر میں مار دیتی۔ جیسی وہ شکلیں بنا رہی تھی اور جیسے اسے گھور رہی تھی کم سے کم زاویار نے تو یہی اندازہ لگایا تھا۔۔زاویار کے کمرے سے نکلتے اس نے اپنے قدم الماری کی جانب بڑھائے۔اپنی مطلوبہ چیز نکالتے وہ چینج کرنے کی غرض سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گئی تھی۔۔جبکہ دل میں زاویار کے ہوش ٹھکانے لگانے کا ارادہ پکا تھا۔۔

زاویار باہر لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا پچھلے آدھے گھنٹے سے اشنا کا انتظار کر رہا تھا۔اسے اب جھنجھلاہٹ ہونے لگی تھی۔کہ اشنا آخر باہر کیوں نہیں آ رہی! گھڑی پر پھر سے وقت دیکھتے اس نے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔۔وہ

کب کا دروازہ کھول کر اندر چلا جاتا لیکن اشنا نے اندر دروازہ لاک کیا ہوا تھا۔۔ وہ اندر بھی نہیں جا سکتا تھا۔۔ تھک ہار کر وہ کمرے کی طرف بڑھا۔ کمرے کے باہر جاتے اس نے تھوڑی زور سے دروازہ نوک کیا تھا۔ دو سے تین مرتبہ بھی اندر سے کوئی جواب نہ آنے پر اسے اب پریشانی ہونے لگی تھی۔ اشنا اتنی دیر سے اندر تھی اس کا پریشان ہونا بنتا تھا۔۔ اشنا دروازہ کھولو یار۔۔ زاویار نے پریشانی سے لاک کو پاگلوں کی طرح گھماتے اسے آواز لگائی۔۔ لیکن جواب ندارد! اندر سے پھر کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ زاویار ڈپلیکیٹ چابی سے بھی دروازہ نہیں کھول سکتا تھا۔ اشنا نے اندر سے کنڈی بھی لگائی ہوئی تھی۔۔ اندر ڈریسنگ مرر کر سامنے بیٹھی اشنا مسکراتے ہوئے باہر سے آتی زاویار کی آوازیں سن رہی تھی۔ وہ ہمیشہ اسے تنگ کرتا تھا اب اشنا کی باری تھی۔ وہ کب سے مکمل تیار تھی۔ لیکن پھر اس نے سوچا کہ تھوڑا سا زاویار کو تنگ کر لیا جائے۔ اس لیے وہ ابھی تک باہر نہیں نکلی تھی۔ وہ زاویار کو تھوڑا

بہت اپنے لیے تڑپانا چاہتی تھی۔اور کافی حد تک وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گئی تھی۔ باہر زاویار پاگلوں کی طرح دروازے کو پیٹ رہا تھا۔۔اس کا بس نہیں تھا کہ کسی طرح دروازے کو توڑ کر اندر چلا جائے۔اور اشنا کو ایک نظر دیکھ لے۔اس کے دل میں مختلف وسوسے آ رہے تھے۔۔پتہ نہیں اشنا کو اندر کچھ ہو نہ گیا ہو۔یہ بات اس کے دل میں آتے اسے ڈرنے پر مجبور کر رہی تھی۔۔"تقریباً پندرہ منٹ تک اشنا اچھے سے اسے تنگ کرتے دروازہ کھولنے کے لیے اٹھی۔تیار تو وہ ویسے بھی ہو چکی تھی۔۔اس پندرہ منٹ میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی زاویار کی دروازے کے ساتھ زور آزمائی بند نہیں ہوئی تھی۔اس نے دو سے تین مرتبہ دروازہ توڑنے کی بھی کوشش کی تھی۔ لیکن دروازہ زیادہ مضبوط تھا۔۔دروازے کو کھولتے اشنا نے مسکراتی نگاہوں سے زاویار کو دیکھا۔جو بدحواسی کے عالم میں اس تک پہنچتے پریشانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔"تم ٹھیک تو ہو؟ کہیں کوئی چوٹ لگی ہے کیا۔تم جواب کیوں

نہیں دے رہی تھی؟اس کے ہاتھ چہرے پر ہاتھ پھیرتے زاویار نے ایک ساتھ ہی اتنے ساری سوال کر لیے تھے۔۔اشنا حیرت سے اس کی پھلی ہوئی سانسوں اور اس کے ماتھے پر بکھرے ہوئے بالوں کو دیکھ رہی تھی۔اور جیسے وہ بدحواس ہوتے اس کی طرف بڑھا تھا۔اشنا کو اب شرمندگی سی ہو رہی تھی۔وہ تو بس اسے تنگ کرنا چاہتی تھی لیکن اس چکر میں وہ جیسے مقابل کی جان نکال گئی تھی۔۔بولو کچھ۔تم ٹھیک ہو۔جان نکال دی تھی تم نے میری! زاویار اس کے چہرے پر ہاتھ رکھتے پریشانی سے گویا ہوا۔اس نے شکر ادا کیا تھا کہ اشنا کو کچھ نہیں ہوا۔میں تو بس ایسے ہی مزاق کر رہی تھی۔مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ اس طرح سیریس ہو جائے گیں۔اشنا نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے نرمی سے کہا۔زاویار نے اس کی تیاری پر بھی دھیان نہیں دیا تھا۔کیا بکواس ہے یہ۔ہر چیز تمہارے لیے مزاق ہوتی ہے؟یہاں میری سانسیں رک گئی تھیں۔اور تمھارا مزاق ہو گیا واؤ. زاویار غصے سے دھاڑا تھا۔اسے اشنا

سے اس حد تک بیوقوفی کی توقع نہیں تھی۔اشناِ اسکی دھاڑ اور سہمتے ہوئے دو قدم پیچھے ہوئی۔زاویار اسے بازو سے جکڑے پھر سے اسی جگہ پر کھڑا کر گیا تھا۔غصے سے جیسے اس کا برا حال تھا۔۔شادی کے بعد یہ پہلی مرتبہ تھا جب زاویار اس طرح اس پر غصّہ کر رہا تھا۔ورنہ ابھی تک اس نے اشنا سے اونچی آواز میں بھی بات نہیں کی تھی۔اشنا نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا۔اس کا پرینک اب اسی پر بھاری پڑ رہا تھا۔مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ اتنا پریشان ہو جائے گیں۔اشنا نے نظریں جھکائے آہستہ سے کہا۔زاویار نے گھور کر اُسے دیکھا تھا جس نے غلطی بھی خود کی تھی اور اب آنسو بھی خود ہی بہا رہی تھی۔۔۔یہی تو مسئلہ ہے تمھارا بچپنا ہی ختم ہونے میں نہیں آرہا۔کچھ تو عقل کرو یار شادی شدہ عورت ہو اب تم۔تھوڑی تو میچوریٹی دکھاؤ۔زاویار نے اسے بازو سے پکڑتے نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔اس نے تو اتنا کچھ کہا بھی نہیں تھا اور مقابل بری طرح رونا شروع ہو چکی تھی۔۔نہیں جائیں آپ غصّہ

کریں بس۔آپ اس لائق ہی نہیں ہیں کہ آپ کے لیے تیار ہوا جائے۔میں اتنی محنت سے تیار ہوئی تھی۔اور آپ نے ایک نظر دیکھنا تو دور بلکہ آتے ہی مجھ اور غصّہ کرنے لگ گئے۔اشنا نے سوسو کرتے کہا۔اسے یہی غم کھائے جا رہا تھا کہ زاویار نے اس کی تیاری پر ایک نظر بھی نہیں ڈالی!!اب تم زیادہ بول رہی ہو۔حرکتیں تم خود ایسی کرتی ہو اور الزام سارا مجھ پر آجاتا ہے۔۔ زاویار نے اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے ہونٹ بھینچتے کہا۔غصّہ اتنا اس کے دماغ پر حاوی تھا کہ اشنا کی تیاری سے بھی اس پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔نہ تو آنکھوں میں خمار کی سرخی چھائی تھی اور نہ ہی کوئی جواں جذبات میں آگ لگی تھی۔وہ تو بس کھڑا سپاٹ نظروں سے اشنا کو دیکھ رہا تھا۔ہاں میں ہی غلط ہوں۔تو جائیں جہاں مرضی۔اب نزدیک مت آیئے گا میرے۔اشنا انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتے ابھی چینج کرنے کے لیے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھتی کہ زاویار اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنے نزدیک کر گیا۔اشنا بری طرح

اس کے سینے سے ٹکرائی تھی۔زاویار کو اس کی نازکی بخوبی اپنے سینے سے ٹچ ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔ تمھیں لگتا ہے تم مجھے خود سے دور کر سکتی ہو؟ ابرو اچکا کر کہتے زاویار نے ہاتھ پیچھے لے جاتے بے دردی سے اس کا جوڑا کھینچ کر کھولا!!جوڑے پر لگی بیٹس گر کر جگہ جگہ زمین پر بکھر گئی تھی۔اشنا نے درد سے سسکی لی۔مقابل نے بے دردی سے اس کے بال کھینچے تھے۔ "لگ تو تم اتنی حسین رہی ہو کہ میرا دل کر رہا ہے تمہاری ساری تیاری کا حشر نشر کر دوں۔اتنی شدت سے تم میں سماؤں کہ تمہاری چیخیں اس پورے کمرے میں گونجیں۔اور تمہاری عقل ٹھکانے لگ جائے۔۔زاویار اس کی تیاری پر ایک نظر ڈالتا دبی دبی آواز میں غرایا۔اشنا اس وقت بلیک کلر کی ساڑھی پہنے جس کہ بلاؤز بہت فٹ اور چھوٹا تھا۔بازو پر کام کیا گیا تھا میں ملبوس تھی۔جبکہ یہ ایک سلک کی ساڑھی تھی۔آنکھوں پر بلیک سمو کی میک اپ کیے،ہونٹوں پر بلڈ ریڈ کلر کی لپسٹک لگائے،کانوں میں جھمکے پہنے،وہ

بہت خوبصورت دکھ رہی تھی۔ بالوں کا آگے سے دو لٹیں نکال کر پیچھے سے اس نے جوڑا بنایا تھا۔ جسے زاویار بے دردی سے کھول چکا تھا۔ اشنا نے آنکھوں میں ڈھیروں آنسوں لیے اس کی طرف دیکھا۔ اسے لگ رہا تھا زاویار کچھ زیادہ ہی ری ایکٹ کر رہا ہے۔ آپ زیادہ بول رہے ہیں۔ میں نے بس تھوڑی دیر کے لیے ایک مزاق کیا کر دیا آپ اس طرح بیہیو کرے گیں مجھے اندازہ نہیں تھا۔ تمہاری اس تھوڑی دیر کے چکر میں میری جان نکل رہی تھی۔۔ زاویار نے اسے گھورتے ہوئے دو بدو جواب دیا۔ اسے مزید غصّہ آرہا تھا۔ اشنا معافی مانگنے کی بجائے آگے سے مزید بحث کر رہی تھی۔ وہ ایک مرتبہ اپنی غلطی مان لیتی زاویار اپنا غصّہ کسی طرح دبا لیتا۔ لیکن اشنا تو اپنی غلطی ماننے کو ہی تیار نہیں تھی۔۔ دور رہو مجھ سے۔ مرنا جانا کہیں میرے ہاتھوں سے۔ زاویار اسے ایک جھٹکے سے خود سے علیحدہ کرتے کمرے سے ہی باہر نکل گیا تھا۔ اشنا نے حیرت سے دروازے کو دیکھا۔ جسے وہ اتنی زور سے بند کر

کے گیا تھا کہ دروازے کے ساتھ ساتھ کمرے کے در و دیوار بھی بری طرح لرز اٹھے تھے۔ گھر کے باہر سے گاڑی کے سٹارٹ ہونے کی آواز سنتے اشنا بھاگتے ہوئے باہر کی طرف بڑھی۔ مین ڈور تک جاتے اس نے حیرت سے باہر دیکھا تھا جہاں وہ اپنی گاڑی لے کر اس کی نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔۔

اشنا دروازے کو لاک کرتے اندر لاؤنج میں آتے صوفے پر بیٹھی!! ایک غلطی وہ کر چکی تھی دوسری دروازہ کھلا چھوڑ کر نہیں کر سکتی تھی۔ زاویار نے اسے سختی سے تنبیہ کی تھی کہ جب وہ گھر نا ہو تو اشنا دروازے کو لاک ہی رکھے۔ اسی لیے اشنا نے دروازے کو اچھے سے لاک کر دیا تھا۔۔ صوفے سے پیچھے ٹیک لگاتے اس نے اوپر چھت کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔ صرف ایک غلطی کی بنا پر اس کی ساری محنت ضائع ہو گئی تھی۔ اشنا نے صوفے سے ٹیک لگائے ہی اپنی آنکھیں

موندی۔روتے روتے وہ کب نیند کی وادیوں میں اُتر گئی تھی اسے علم ہی نہیں ہو سکا تھا۔۔۔

زاویار شاہ آہستہ سے فلیٹ کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔وہ تقریباً ایک گھنٹے بعد ہی گھر آ گیا تھا۔اس وقت رات کے بارہ بجنے میں پانچ سے دس منٹ تھے۔بارہ بجے سے اشنا کی سالگرہ سٹارٹ ہو جانی تھی۔اسی کی سلیبریشن کے لیے زاویار نے اشنا کے لیے سرپرائز پلان کیا ہوا تھا۔لیکن کچھ اشنا کی وجہ سے اور پھر کچھ اس کے غصے کی وجہ سے ساری محنت برباد ہو کر رہ گئی تھی۔ابھی بھی باہر وہ ایک گھنٹہ شدید ٹھنڈ میں باہر گاڑی میں گزار کر آیا تھا۔بہت مشکل سے اس نے اپنے غصے پر کنٹرول کیا تھا۔مسلسل ایک گھنٹے میں اس نے گاڑی میں بیٹھے سیگریٹ پھونکی تھی۔اسے قہر برساتی سردی میں جیسے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔اشنا کے پرینک سے زیادہ اسے اشنا کے بحث کرنے پر

غصّہ آیا تھا۔ایک تو غلطی بھی اس کی اپنی تھی اور اوپر سے وہ اسے ہی کہہ رہی تھی کہ زاویار اوور ریاکٹ کر رہا ہے۔۔اس بات پر زاویار کو زیادہ غصّہ چڑھا تھا۔ لیکن اب وہ اپنے اندر جلتی آگ اور اپنے غصے کو کافی حد تک دبا کر ہی گھر واپس آیا تھا۔وہ جانتا تھا کہ ان دونوں میں غلطی جس کسی کی بھی ہو معافی ہمیشہ زاویار نے ہی مانگنی ہوتی تھی۔اگر کبھی وہ ناراض ہوتا تو اشنا بجائے اسے منانے کے خود ہی ناراض ہو کر بیٹھ جاتی تھی۔اور اسے خود معافی مانگنے میں کبھی کوئی قباحت بھی محسوس نہیں ہوتی تھی۔ بھلا پسندیدہ عورت کو منا کر اس سے معافی مانگنے میں کیسی شرم؟ یہی سوچتے وہ ہمیشہ اس کے نخرے اٹھاتا تھا۔ لیکن اب پہلی مرتبہ تھا جب اس نے مقابل پر کچھ زیادہ ہی غصّہ کر دیا تھا۔ لیکن پھر وہ اسی لیے گھر سے باہر چلا گیا تھا تاکہ اشنا اس کے عتاب کا نشانہ نا بنے۔۔اگر اُس وقت زاویار اس کے قریب چلا جاتا تو یقیناً اشنا نے ایک ہفتہ بستر سے نہیں اٹھنا تھا۔اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا ہنی مون خراب ہو۔اس

لیے اُس وقت گھر سے باہر جا کر پہلے اپنا غصّہ ٹھنڈا کرنا مناسب سمجھا۔۔

زاویار نے دروازہ واپس سے لاک کرتے اپنی نظریں لاؤنج میں دوڑائی۔ دروازے کی ایکسٹرا چابی اس کے پاس بھی موجود تھی جس سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تھا۔اسے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی تھی۔سامنے ہی اس کی نظر اشنا پر پڑ گئی تھی۔جو صوفے پر سکڑی سمٹی شاید سو رہی تھی۔باہر برفباری ابھی بھی جاری تھی۔پورے گھر میں شدید سردی ہو رہی تھی۔اشنا لاؤنج میں رکھا جدید آتش دان جلائے بغیر ہی صوفے پر سوئی ہوئی تھی۔

زاویار نے جلدی سے آگے بڑھتے سب سے پہلے آتش دان میں آگ جلائی۔ گلاس ونڈو کے پردے برابر کرتے وہ اشنا کے پاس صوفے پر آ کر بیٹھا تھا۔اشنا بغیر کسی کمبل کے صوفے پر جیسے سکڑ کے سو رہی تھی۔گہری نیند میں بھی ٹھنڈ سے اس کا جسم ہلکا ہلکا لرز رہا تھا۔اس کی ساڑھی کا پلوں بری طرح بے ترتیب تھا۔جبکہ اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلکی ہوئی تھی۔وہ بیٹھے بیٹھے

ہی سو گئی تھی۔۔زاویار نے اس کی گردن کو سیدھا کرتے اپنے کندھے پر اس کا سر رکھا۔اشنا نیند میں ہلکا سا کسمسائی تھی۔اس کے بعد وہ زاویار کے سینے میں منہ چھپاتے جیسے اس میں گھستے ٹھنڈ سے بچنے کی کوشش کر رہی تھی!!زاویار اِسکی بچکانہ حرکت پر بے ساختہ ہی مسکرا کر رہ گیا۔دوسرے لمحے وہ اسے گود میں اٹھاتے شدت کے ساتھ اپنے سینے میں بھینچ گیا تھا۔خود صوفے پر پاؤں اوپر کو کر کے بیٹھتے وہ اسے کسی چھوٹے سے بچے کی طرح اپنی آغوش میں بھینچے ہوئے تھا۔زاویار کو یہ لمحہ اتنا حسین لگ رہا تھا کہ اس نے اشنا کو اٹھانا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا۔بارہ بجنے میں صرف دو منٹ رہ گئے تھے۔سامنے لگی وال کلاک پر نظریں جماتے اس نے شدت سے اپنے سلگتے ہونٹ اشنا کے بالوں پر رکھے۔۔

"Happy Birthday Zindagi"

پورے بارہ بجنے پر اس نے ہولے سے اشنا کے کان میں سرگوشی کرتے اس کا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکالا۔ اس کا سارا پلان جو اس نے اشنا کے لیے سوچا ہوا تھا خراب ہو گیا تھا۔۔ لیکن مقابل بھی زاویار شاہ تھا۔ موقع کے مطابق ماحول بنانا وہ جانتا تھا! اشنا نے نیند میں ہی واپس سے اس کے سینے میں چہرہ چھپانا چاہا۔ لیکن زاویار نرمی سے اس کا جبڑا اپنے ہاتھ میں لے گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں کا پائوٹ بناتے زاویار نے ہولے سے اس کے ہونٹوں پر اپنے دانت گاڑے۔ اس کے بالائی لب پر ہولے سے دانت گاڑتے وہ نچلے ہونٹ کی طرف آیا تھا۔ لیکن یہاں پہلے والی نرمی غائب تھی۔ اس نے اتنی زور سے دانت گاڑے تھے کہ اشنا نے سسکتے ہوئے اپنی سرخ آنکھیں کھولی۔ زاویار کو اپنے اوپر جھکے دیکھ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی تھیں۔ اس کی آنکھوں پر رونے کی وجہ سے ہلکی سی سوجن دیکھتے زاویار نے نرمی سے اس کی آنکھوں پر اپنے لب رکھے۔ اس کی سب سے پسندیدہ چیز پر مقابل رج کے ظلم کرتی

تھی۔ ہنسی ہو یا غم اشنا نے ظلم ان آنکھوں پر ہی کرنا ہوتا تھا۔ "دور رہو مجھ سے۔ یہی کہہ کر گئے تھے نا آپ؟ تو اب آپ خود نزدیک کیوں آرہے ہیں میرے! اشنا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔۔ زاویار بے ساختہ ہی مسکرا دیا تھا۔ اسے یہی اُمید تھی اشنا سے۔ اور مقابل اس کی اُمید پر پورا اتری تھی۔ اندازہ تھا اسے کہ اشنا خود ہی ناراض ہو گئی ہو گی۔ اور یہی ہوا تھا۔ اب اسے ہی محنت کر کے اشنا کو منانا تھا۔۔ "میں تو تمہارے نزدیک نہیں آیا۔ میں تو بس یہاں صوفے پر آ کر بیٹھا تھا۔ تم خود ہی سردی سے ٹھٹرتے میری گود میں چڑھ کر لیٹ گئی تھی۔۔ تو پھر میں ٹھہرا نرم دل انسان۔ اب تمھیں سردی میں میری ضرورت پڑ ہی گئی تھی تو میں نے تمہیں خود سے دور کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ زاویار نے ایسے کہا تھا جیسے واقعی میں اس نے ترس کھا کر اشنا کو اپنی گود میں لیٹنے دیا ہو!! جتنے آپ شریف اور نرم دل ہیں میں بہت اچھے سے جانتی ہوں۔ جھوٹ بولنا تو کوئی آپ سے

سیکھے۔اشنااس کی آنکھوں میں ناچتی شرارت بہت اچھے سے دیکھ رہی تھی۔ اسی لیے پھر سے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔اس کا چہرہ حد درجہ سپاٹ تھا۔اسے لگ رہا تھا جیسے زاویار اسے دھتکار کر گیا ہو۔ایک مرتبہ پہلے بھی اسے یہی محسوس ہوا تھا۔آج بھی اسے یہی محسوس ہو رہا تھا۔مزید اپنی تذلیل وہ مقابل کے ہاتھوں برداشت نہیں کر سکتی تھی۔صرف ایک مذاق پر زاویار اسے مارنے کا کہہ رہا تھا۔۔اشنا جیسے بے یقین تھی۔اب ایسے ناراض ہو گی تم مجھ سے ؟اس کی آنکھوں میں موجود سرد پن اور اس کا سپاٹ چہرہ دیکھتے زاویار نے منہ بناتے پوچھا۔اسے اشنا پہلے کی طرح ہنستی مسکراتی چاہیے تھی۔ ناراض؟ میں کون ہوتی ہوں آپ سے ناراض ہونے والی۔جائیں آپ ابھی بھی باہر چلے جائیں۔جیسے پہلے چلے گئے تھے۔۔اشنا کے انداز میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔میں صرف اس لیے باہر گیا تھا تاکہ میں تم پر غصّہ نا کر سکوں۔تم سوچ بھی نہیں سکتی غصّہ کس قدر میرے دماغ پر حاوی تھا اس وقت۔ایسے

میں میں تمھیں کوئی نقصان پہنچا دیتا تو؟ بعد میں بھی تم نے ہی شکوے کرنے تھے۔۔زاویار نے نرمی سے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے اپنی صفائی دینی چاہی۔۔جو بھی تھا اب میرے نزدیک مت آیئے گا۔اشنا اس کا ہاتھ اپنے گال سے جھٹکتے چیخی تھی!! یہ مت کرنا دوبارہ۔ورنہ حشر بگاڑ دوں گا تمھارا۔میں پیار سے منا رہا ہوں تو سر پر چڑھ رہی ہو تم! زاویار اس کے بال گدی سے پکڑتے اس سے ڈبل آواز میں دھاڑا تھا۔اشنا اچھے سے جانتی تھی کہ زاویار اس کا خود کو جھٹکنا کبھی بھی برداشت نہیں کرتا۔لیکن غصے میں وہ یہی حرکت کرتے زاویار کا پارہ ساتویں آسمان پر پہنچا گئی تھی۔اشنا نے اس کی دھاڑ پر سہمتے ہوئے اسے دیکھا۔وہ اس کی گود میں بیٹھی بری طرح لرز اُٹھی تھی۔اسے کبھی زاویار کو خود سے دور جھٹکنے کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔لیکن غصے میں بس اچانک ہی اس سے یہ حرکت ہو گئی تھی۔۔اس کی آنکھوں میں آنسوں جمع ہوتے دیکھ زاویار اپنے منہ پر ہاتھ کر رہ گیا۔دوسرے لمحے وہ اس

کا جبڑا اپنی آہنی گرفت میں لیتے اس کے ہونٹوں سے لپٹا۔اس کے انداز میں نرمی کا شائبہ تک نہیں تھا۔وہ بری طرح اپنے دانتوں سے اس کے ہونٹوں کا حشر بگاڑ رہا تھا۔اشنا اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے مسلسل اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔شاید ہی قربت کے لمحات میں یہ پہلی مرتبہ تھا جب زاویار اتنا زیادہ جنونی ہو رہا تھا اور اشنا اسے خود سے دور دھکیل رہی تھی۔۔کافی دیر اس کے ہونٹوں کو اپنے لمس سے مہکاتے زاویار آہستہ سے اس سے علیحدہ ہوا۔وہ اپنا سارا غصّہ اس کے ہونٹوں پر اُتار چکا تھا۔اشنا بری طرح روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔زاویار نے اس کے نچلے لب سے نکلتے خون کو دیکھتے اپنے ہونٹ دانتوں تلے کچلے۔وہ اس کے ہونٹوں پر کچھ زیادہ ہی بے رحمی دکھا چکا تھا۔دوسرے لمحے وہ جھکتے ہوئے نرمی سے اس کے زخم پر اپنی زبان پھیرتے وہ خون کی بوند اپنی زبان سے چن گیا تھا۔اشنا بری طرح آنسوں بہاتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔اسے اپنے ہونٹوں پر بہت

بری جلن محسوس ہو رہی تھی۔زاویار سے اسے اس بے رحمی کی اُمید نہیں تھی!!"سوری میرا بچہ۔اسے روتے دیکھ زاویار نے شرمندگی سے کہا۔اسے واقعی میں ریگریٹ ہو رہا تھا۔جبکہ اپنے غصے پر اس نے ہزار دفعہ لعنت بھیجی تھی۔اشنا نے اس کے سوری کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔وہ تو بس اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھے بری طرح رو رہی تھی۔۔زاویار نرمی سے اس کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتے اس کے آنکھوں پر پھر سے اپنے لب رکھ گیا۔سوری بول رہا ہوں نہ میں۔اب تم بھی موڈ ٹھیک کرو۔پہلے ہی تمہاری بر تھڈے کا دن بہت خراب ہو گیا ہے۔میں نہیں چاہتا مزید تمہاری بر تھڈے خراب ہو۔نرمی سے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے زاویار نے محبت سے کہا۔اشنا بلکل خاموش تھی۔اپنی زبان پر جیسے وہ تالا لگا چکی تھی۔جب مقابل کو اس کا احساس ہی نہیں تھا تو شکایتیں کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔زاویار اپنے

غصے کے چکر میں بری طرح اسے ہرٹ کر چکا تھا۔اسے ابھی بھی خاموش

دیکھ زاویار ایک گہری سانس

بھر کر رہ گیا۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر ایسا کیا کرے جو اشنا

اسکی بات مان جائے۔وہ سوری کر تو رہا تھا۔لیکن پھر بھی اشنا کی

طرف سے نو لفٹ کا ہی بورڈ لگا ہوا تھا۔۔

کیا چاہتی ہو تم؟اپنی پچھلی گردن رب کرتے اس نے اشنا کی آنکھوں میں دیکھتے

سوال کیا۔۔

مجھے سونا ہے۔آپ پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔فوراً ہی جواب حاضر تھا۔

پہلے تو جیسے ساری ساری رات میں تمھیں سونے دیتا ہوں ہے نہ؟

زاویار نے طنزیہ سے انداز میں اس سے سوال کیا تھا۔

ہاں تو بجھالیں آج بھی اپنی آگ۔میرے جذبات یا میری ناراضگی

کا خیال پہلے کبھی آپ نے کیا ہے جواب کریں گیں !اشنا نے بھی اسیکے انداز میں جواب دیا تھا۔زاویار کی آنکھوں میں سرخی گہری ہوئی

تھی۔اشنا کیسے اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کر سکتی تھی۔

ایک بار بھی گنوادو جب میں نے تمہاری ناراضگی اور جذبات کا دھیان

نا رکھا ہو۔اگر ایسا کچھ ہوتا تو یہاں بیٹھا پچھلے آدھے گھنٹے سے تمھیں

منا نہیں رہا ہوتا۔بلکہ کمرے میں لے جا کر تمہارے مطابق اپنی

آگ تمہارے جسم سے بجھا رہا ہوتا۔۔۔زاویار ایک جھٹکے سے اسے اپنی گود

سے صوفے پر پٹختے دبی دبی آواز

میں غرایا۔اشنا کے الفاظوں نے اسے حیران کے ساتھ ساتھ بہت

بری طرح ہرٹ بھی کیا تھا۔اس نے تو ہمیشہ اشنا کے کمفرٹ کا

دھیان رکھا تھا۔ جس دن وہ کہہ دیتی اس کی کمر میں درد ہے۔اس دن

وہ خود پر جبر کرتے سو بھی جاتا تھا۔ لیکن اس سب کے باوجود بھی

اشنا یہ بات اتنی آسانی سے کر گئی تھی۔۔۔تم اس لائق ہی نہیں ہوں تمھیں

منایا جائے۔زاویار صوفے سے

اٹھ کر کہتے ابھی کمرے کی جانب بڑھتا کہ اشنا نے صوفے سے کھڑے ہوتے جلدی سے اس کا بازو تھاما۔ وہ اسے کھینچ کر پھر سے صوفے پر بٹھا گئی تھی۔ زاویار نجانے کیوں اس کی گرفت میں کھینچتا چلا گیا تھا۔ اس نے نے بازو سے اشنا کا ہاتھ جھٹکنا مناسب نہیں سمجھا۔

ناراض میں تھی آپ سے! اشنا نے اسے صوفے پر بٹھاتے خود دوبارہ سے اس کی گود میں چڑھ کر بیٹھتے جیسے اسے یاد دلایا تھا۔

تم ناراض ہی اچھی ہو۔ میں منا ہی رہا تھا تمھیں۔ آگے سے اپنے

الفاظ دیکھے تھے تم نے۔ زاویار نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ اپنے ہاتھ

اس نے اشنا کی کمر پر نہیں باندھے تھے۔وہ خود ہی اپنے سہارے پر

اس کی گود میں چڑھ کر بیٹھی تھی۔۔۔

غلطی سے نکل گئے تھے منہ سے۔پتہ تو ہے آپ کو میری زبان کا۔آپ اتنا

دھیان نہ دیا کریں میری باتوں پر۔اشنا نے خود ہی اس

کے ہاتھ پکڑتے اپنی کمر پر باندھتے کہا۔اسے اب احساس ہو رہا تھا

کہ اس نے غصے میں کچھ زیادہ ہی بول دیا تھا۔اس لیے اب اپنے

لفظوں کا کسی طرح ازالہ کرنا چاہتی تھی۔۔ جبکہ اپنی زبان کو کوسنا

بلکل بھی نہیں بھولی تھی۔اس کی زبان واقعی میں اس کی سگی نہیں

تھی۔جو مرضی جس مرضی کے سامنے بول دیتی تھی۔۔ تمھیں غلطی ہو
جائے اور اگلے بندے کے دل پر لگیں تمہارے الفاظ۔

تمھیں اس بات کا تھوڑا بھی احساس ہے یا نہیں! زاویار کے انداز

میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔وہ ابھی بھی اسے گھور ہی رہا تھا۔۔

کہہ تو رہی ہوں سوری۔اب دیکھیں پہلے آپ نے مجھے ہرٹ کیا تھا۔

پھر بھی میں سوری کر رہی ہوں۔اشنا نے اس کی شرٹ کے بٹنوں

کے ساتھ کھیلتے دھیمے سے کہا۔۔احسان ہے محترمہ آپ کا میری زندگی پر کہ
آپ نے مجھ سے سوری

کہہ دیا۔زاویار نے دانت پیستے طنزیہ انداز میں کہا۔

کوئی بات نہیں۔ایسے چھوٹے موٹے احسانات میں کرتی رہتی ہوں۔

اشنا نے اپنی لٹ پیچھے کرتے شوخ انداز میں ایک ادا سے کہا تھا۔

لیکن جواباً زاویار کے گھورنے پر جلدی سے سیدھی ہوئی۔۔

اچھا نا اب ایسے غصّہ کریں گیں مجھ پر؟ اسے مسلسل خود کو گھورتے دیکھ اشنا نے ہونٹ باہر نکال کر کہتے اس کی گردن یعنی کہ اپنی سب

سے پسندیدہ جگہ پر اپنا منہ چھپایا۔ زاویار اس کی اداؤں پر بے ساختہ

ہی ہلکا سا مسکرا دیا تھا۔ لیکن پھر فوراً ہی اپنے چہرے کے ایکسپریشنز

پہلے جیسے کیے۔اسے اتنی جلدی نہیں ماننا تھا۔۔

پیچھے ہو جاؤ مجھ سے سونا ہے میں نے۔زاویار نے سپاٹ سے لہجے

میں کہتے اسے ہلکے سے بازو سے تھامتے پیچھے کرنا چاہا۔۔اشنا مزید اس کے ساتھ لپٹتے اس کی گردن میں اپنی پوری شدت سے

دانت گاڑھ گئی۔زاویار نے جبڑے بھینچتے اس کا وار برداشت کیا

تھا۔مقابل اپنی پوری فورس لگا کر اس کی گردن میں اپنے دانت

گاڑھتی تھی۔

یہی اگر میں نے کیا ہوتا تو تمہاری چیخیں پورے گھر میں گونجنی تھی۔

زاویار نے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھاتے اسے مزید اپنے سینے میں بھینچتے
کہا۔اشنا کی دھڑکنیں اسے اپنے سینے سے بری طرح مس ہوتے

محسوس ہو رہی تھی۔اس کے پورے جسم میں جیسے سپارک سے

پیدا ہو رہے تھے۔اسے مزید اپنے نزدیک کرتے زاویار بخوبی

اس کی نازکی کو محسوس کر رہا تھا۔اشنا اس کی گردن میں چہرہ گھسائے

فلحال کے لیے اس کی بے باکیاں خاموشی سے سہہ رہی تھی۔

رک کیوں گئی ہو۔میری گردن پر نشان بننے چاہیے۔ تبھی مانوں گا۔۔۔زاویار نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے ماننے کے لیے شرط

رکھی۔اسے پتہ تھا ویسے تو اشنا نے ہاتھ آنا نہیں تھا۔اس لیے

ناراضگی کی آڑ میں اپنی حسرت پوری کروانی چاہی۔۔

اشنا نے اسکے بالوں میں ہاتھ الجھاتے فوراً ہی اس کے حکم کی تعمیل

کی۔اس کے لیے بس یہی کافی تھا کہ کسی طرح زاویار مان جائے۔

زاویار نے صوفے سے سر ٹکاتے سکون سے اپنی آنکھیں موندی۔۔اس کی
سانسیں بھاری ہو رہی تھیں۔اشنا مسلسل اس کی گردن پر
جھکے لو بائٹس بنانے میں مصروف تھی۔
زاویار اپنا آپا کھوتے ایک جھٹکے سے اس کی ساڑھی کا پلو اس کی دھڑکنوں
سے ہٹا گیا۔مقابل بری طرح اس کے جسم میں اپنی طلب جگا گئی تھی۔
اشنا اس کی گردن میں منہ چھپائے اپنی حرکت بلکل روک گئی تھی۔

وہ تھک چکی تھی اتنی سی ہی لو بائٹس بناتے۔ پتہ نہیں زاویار کیسے ساری رات

بغیر تھکے اس کے پورے جسم کو اپنے ہونٹوں سے چھوتا

اور اپنے لمس سے مہکاتا تھا۔۔

زاویار اسے پیچھے صوفے پر لٹاتے اس پر جھکا۔ اشنا خاموشی سے

اس کی ساری کارروائی دیکھ رہی تھی۔ اس کی گردن پر جھکتے زاویار

اسے اپنی شدتوں سے داغدار کر رہا تھا۔ اشنا اس کے بالوں میں

ہاتھ الجھائے مسلسل سسکیاں بھر رہی تھی۔۔زاویار کے ہونٹ گردن سے

سفر کرتے اس کے بلاؤز کے پاس آ کر رکے۔۔

اس کے بلاؤز کے ساتھ چھیڑ خانیاں کرتے وہ اس کی دھڑکنوں کو بے دردی

سے اپنے دانتوں سے چھو رہا تھا۔ہمیشہ یہاں پر آ کر وہ ایسے ہی جنونی

بن جاتا تھا۔۔اشنا کی سسکیوں کی آواز بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

زاویار اس کی سسکیاں اپنے کانوں میں گھلتی محسوس کر کے مزید

شدت پسند ہو رہا تھا۔۔۔اپنے اور اس کے لباس کے ساتھ چھیڑ خانیاں کرتے وہ ایک جھٹکے

سے دونوں کے بدن کو ہر پردے سے آزاد کر گیا تھا۔۔۔

اشنا نظریں جھکائے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے مسلسل

سسکیاں بھر رہی تھی۔قربت کے لمحات میں اسے تو آنکھیں بند کرنے

کی بھی اجازت نہیں تھی۔اور اس بات کا دھیان وہ اچھے سے رکھتی

تھی۔زاویاراس کے ہونٹوں کی طرف آتے انہیں اپنی گرفت میں لے گیا۔۔اس کے ہونٹوں کواپنی گرفت میں لیتے وہ ایک جھٹکے سے دونوں کی

جان ایک کر گیا تھا۔۔اشنا کی گرفت اس کے بالوں پر مضبوط ہوئی

تھی۔شادی کو مہینے سے زیادہ ہو گیا تھا۔لیکن زاویار کو برداشت

کرنے کی ہمت اس میں ابھی تک پیدا نہیں ہوئی تھی۔۔ہر مرتبہ وہ

ایسے ہی سسک کر رہ جاتی تھی۔۔

زاویاراس کے جسم میں مسلسل خود کو داخل کرتے نرمی سے اسکے چہرے پر
آئے بالوں کو پیچھے کر گیا۔صوفے پر وہ صحیح سے

ایڈجسٹ نہیں ہو رہا تھا۔خود کو اس سے علیحدہ کرتے زاویار

اپنی ایک ٹانگ زمین پر رکھتے جبکہ دوسری کو صوفے پر رکھے پھر

سے اپنی پوری قوت سے خود کو اس میں داخل کر گیا۔اشنا کی

سسکیاں عروج پر تھیں۔۔زاویار کی شدتوں سے اس کا پورا بدن

بری طرح لرز رہا تھا۔اس کی زیر ہوتی حالت دیکھتے بالآخر زاویار اس سے الگ ہوتے صوفے

پر اس کے اوپر لیٹا۔اس نے اپنا وزن اشنا پر نہیں ڈالا تھا۔

دونوں کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔جبکہ اشنا کا جسم ابھی

تک ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

ریلیکس جان۔اسی لیے کہتا ہوں تمھیں کہ کچھ کھا پی لیا کرو۔نہیں مانتی تم میری بات۔پھر بعد میں ایسے ہی کانپتی ہو۔۔زاویار نے نرمی سے اس کے چہرے پر جگہ جگہ اپنے ہونٹ رکھتے

اسے ڈپٹا۔اشنا خاموشی سے اپنی آنکھیں موند گئی تھی۔اس نے

جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ نا ہی اس کے اندر ہمت تھی۔

زاویار تاسف سے اسے دیکھتے سختی سے اسے اپنے سینے میں بھینچے

آنکھیں موند گیا۔۔اس لڑکی کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ ساری

زندگی اسے ہی اپنی ضرورت تھوڑی تھوڑی پوری کر کے کمپرومائز کرنا تھا۔
ابھی بھی اس کا دل نہیں بھرا تھا۔ لیکن مقابل کی حالت

پر اسے ترس سا آرہا تھا۔

اللہ اتنی نازک بیوی کسی کو نہ دے۔ بے ساختہ ہی دل میں دعا کرتے

وہ اشنا کی لرزتی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں سے لاک کر گیا۔

اشناِ اسکی گردن میں چہرہ چھپائے کب سے نیند کی وادیوں میں اُتر گئی

تھی۔ زاویار اس کی دھیمی دھیمی سانسیں اپنی گردن پر محسوس کرتے سمجھ گیا
تھا کہ اشنا سو گئی ہے۔ مسکراتے ہوئے وہ اس کے

بالوں پر اپنے لب رکھتے خود بھی سکون سے آنکھیں موند گیا۔

فائزہ خان اس وقت اپنے ہسپتال میں موجود آپریشن تھیٹر میں

تھی۔آج صبح سے ہی کافی رش کی وجہ سے وہ ایک منٹ کے

لیے بھی فارغ نہیں ہوئی تھی۔۔ابھی بھی وہ ایک اپریٹ کر کے ابھی ہی فارغ ہوئی تھی۔وہ اس

وقت نیلے رنگ کی مخصوص اپنی ڈاکٹر کی یونیفارم میں ملبوس اوپر

لیب کوٹ پہنے ہوئے تھی۔۔گلے میں سٹریتھوسکوپ لٹکائے

جبکہ آنکھوں پر گلاسز لگائے وہ بہت خوبصورت دکھ رہی تھی۔

صرف کسی کے آپریشن کے ٹائم ہی وہ گلاسز لگاتی تھی۔ورنہ تو

وہ زیادہ تر بغیر چشمے کے ہی پھرتی تھی۔اور واللہ اس پر گلاسز بہت سوٹ بھی کر رہے تھے۔بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ گلاسز اس

کی خوبصورتی میں چار چاند لگا رہے تھے تو غلط نہیں ہو گا۔۔

انہیں ڈرپ لگادیں اور بے بی کو باہر ان کے گھر والوں کو پکڑادیں۔

اپنے ہاتھ سے گلوز اُتار کے نرس کو تنبیہ کرتے وہ اپنے کیبن کی

جانب بڑھی۔وہ ابھی ہی آپریشن سے فارغ ہوئی تھی۔کچھ سارا

دن کام کرنے کی وجہ سے وہ کافی تھک بھی چکی تھی۔۔اپنے کیبن میں داخل ہوتے وہ کرسی پر ٹیک لگا کر بیٹھی۔اس کا سر

شدید درد سے پھٹ رہا تھا۔ایک ہاتھ سے اپنا سر دباتے وہ کرسی سے

ٹیک لگائے آنکھیں موندے ہوئے تھی۔۔ابھی اسے تھوڑی ہی دیر

ہوئی تھی ایسے بیٹھے کہ اس کے انٹر کام پر رنگ ہوئی۔

فائزہ نے ناگواری سے انٹر کام کو دیکھا تھا۔وہ حد سے زیادہ تھکی ہوئی

تھی۔اب پھر کوئی کام کرنے کی ہمت نہیں تھی۔۔جی بولیں !انٹر کام کو

اٹھاتے اس نے دانت پیسٹ ریسیپشنسٹ

سے پوچھا۔

!میم آپ سے کوئی ملنے آیا ہے۔ کیا میں آپ کے کیبن میں بھیج دوں

دوسری طرف سے ریسیپشنسٹ کی مصروف سی آواز ابھری۔

فائزہ نے ناسمجھی سے انٹر کام کو دیکھا۔اس سے ملنے کون آسکتا تھا۔

نام پوچھیں کون ہیں وہ پھر بھیجیے گا۔ریسیپشنسٹ کو ہدایت کرتیا بھی وہ فون رکھتی کہ اس سے پہلے ہی وہ بول پڑی تھی۔۔

میم وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کے گھر سے ہیں۔نام نہیں بتا رہے وہ۔

فائزہ کی حیرت میں اضافہ ہو رہا تھا۔گھر سے ہاسپٹل میں اس سے ملنے

بھلا کوئی کیوں آئے گا۔۔

اچھا ٹھیک ہے میں خود ہی آ کر دیکھتی ہوں۔ریسیپشنسٹ کو کہتے اس

نے انٹر کام کو واپس میز پر رکھا۔۔ایک گہری سانس بھرتے وہ اٹھ کھڑی
ہوئی تھی۔

آپ ویٹ کریں میم خود آرہی ہیں۔دوسری طرف موجود ریسیپشنسٹ

حدائق شاہ کو کہتے پھر سے اپنے کام مصروف ہو گئی تھی۔

حدائق شاہ ہاں کی صورت میں سر ہلاتے وہاں رکھے ایک بینچ پر بیٹھ

کے فائزہ کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگا۔۔جی کہاں ہیں وہ؟ ریسیپشنسٹ

کے پاس پہنچتے فائزہ نے اِدھر اُدھر

دیکھتے سوال کیا۔اسے تو یہاں کوئی اپنے گھر کا شخص نظر نہیں آرہا تھا۔

میم وہ سامنے چیئر پر بیٹھے ہیں۔ رسپیشنسٹ نے اسے دیکھتے سامنے

کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں حدائق شاہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھا

اسی کا انتظار کر رہا تھا۔۔

اسے دیکھتے فائزہ کی آنکھوں میں مزید حیرانی چھائی۔ آخر حدائقشاہ اس کے ہاسپٹل اس سے ملنے کیوں آیا تھا۔ تعجب کی بات تھی۔

حدائق بھی اسے دیکھ چکا تھا۔ اسے دیکھتے ہی وہ اپنی کرسی سے اٹھ

کر کھڑا ہوا۔ فائزہ نے بھی اپنے قدم اس کی جانب بڑھائے تھے۔

السلام و علیکم ! فائزہ کے پاس آنے پر حدائق نے سلام کیا۔

فائزہ نے سر کو خم دے کر ہلکے سے اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔

کیا میں پوچھ سکتی ہوں آپ یہاں مجھ سے ملنے کیوں آئے ہیں ؟ اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے فائزہ نے الجھن بھرے انداز میں

سوال کیا۔۔

حدائق کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔اس نے تو کچھ

سوچا ہی نہیں تھا۔وہ تو یہاں بس ایسے ہی فائزہ کو دیکھنے کے

لیے آگیا تھا۔یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ مقابل اس سے کوئی ایسا

سوال کرے گی۔اس کے پاس تو کوئی بہانہ بھی نہیں تھا کہ وہ یہاں فائزہ سے
ملنے کیوں آیا ہے۔

بتائیں مسٹر آپ کے آنے کا کوئی خاص مقصد؟اسے خاموش دیکھ

فائزہ نے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔

حدائق نے اپنی پچھلی گردن رب کرتے دماغ میں کچھ سوچنا چاہا۔ لیکن

اسے ایسا لگ تھا تھا کہ جیسے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نے

کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ دماغ میں کچھ آ ہی نہیں رہا تھا۔۔ آپ یہاں پر کیا کرتی ہیں؟ تھوڑی دیر بعد خود کو سنبھالتے حدائق شاہ

نے ابرو اچکا کر سوال کیا۔ وہ تھوڑا شوخ ہوا تھا۔

میں یہاں ڈاکٹر ہوں اور مریضوں کا علاج کرتی ہوں۔ فائزہ نے نا سمجھی

سے اس کے سوال کیا جواب دیا۔ اسے سمجھ نہیں آئی تھی کہ آخر

حدائق شاہ نے یہ سوال کیا کیوں ہے۔۔

تو بس پھر آپ ڈاکٹر ہیں اور لوگ آپ سے علاج کروانے آتے ہونگے تو میں بھی یہاں علاج کروانے ہی آیا ہوں۔ حدائق نے جیسے سامنے

والے کی عقل پر افسوس کرتے کہا تھا۔۔

فائزہ نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔دوسرے لمحے وہ کاریڈور سے

گزرتی ایک نرس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔۔

نرس سٹریچر لے کر آئیں ایمرجنسی ہے۔جلدی کریں پلیز۔۔اس نے

تھوڑی ملند آواز میں نرس کو مخاطب کیا۔۔حدائق سمیت کاریڈور میں
موجود باقی تمام لوگوں نے حیرت سے

اِدھر اُدھر دیکھا تھا۔ان لوگوں کو تو یہاں کوئی ایمرجنسی نظر نہیں

آرہی تھی۔۔

ارے حیران مت ہو آپ کے لیے ہی منگوایا ہے۔ویسے نارمل

ڈیلیوری ہے یا آپریشن؟اس کی حیران آنکھوں میں دیکھتے فائزہ نے

اپنی ہنسی دباتے سوال کیا۔۔حدائق کی حیرت میں اضافہ ہوا تھا۔اسے فائزہ کی

بات سمجھ نہیں

آئی تھی۔کیا مطلب؟اس نے ناسمجھی سے پوچھا۔۔

مطلب یہ کہ اب میں تو گائنا کولوجسٹ ہوں۔ لوگ یہاں مجھ سے

علاج کروانے آتے ہیں یعنی بچے پیدا کروانے آتے ہیں۔ تو آپ بھی یقیناً

اسی لیے آئے ہونگیں۔ ویسے میں پہلی مرتبہ کسی مرد کو بچہ پیدا

کرتے ہوئے دیکھوں گی۔ کتنی ایکسائیٹڈ بات ہے نا! فائزہ نے اپنی ہنسی روکتے
چہرے پر مصنوعی سنجیدگی سجاتے کہا۔

اس کی بات پر کاریڈور میں موجود لوگوں کی بے ساختہ ہی ہنسی کی چھنکار

گونجی۔ جبکہ حدائق تو بری طرح گڑبڑا کر رہ گیا تھا۔ ساری شوخی پل

میں ہوا ہوئی تھی۔ اسے نے کھسیانی سی ہنسی ہنستے فائزہ کی طرف

دیکھا۔ جو خود اپنی ہنسی روکے کھڑی تھی۔۔

حدائق تو بری طرح شرمندہ ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ تو اب اپنے یہاں آنے پر پچھتا رہا تھا۔ زبان جیسے تالو سے چپک گئی تھی۔ یہ پہلی دفعہ تھا جب

مشہور وکیل حدائق شاہ کی کسی کے سامنے بولتی بند ہوئی تھی۔

میرے کیبن میں آجائیں۔اسے شرمندہ ہوتے دیکھ فائزہ کو جیسے اس

پر ترس سا آگیا تھا۔ تبھی اسے اپنے کیبن میں آنے کا کہتے خود بھی اسی

طرف بڑھ گئی تھی۔حدائق نے ناچاہتے ہوئے بھی اس کے پیچھے

اپنے قدم بڑھائے۔۔۔اپنے کیبن میں داخل ہوتے فائزہ نے کرسی پر بیٹھتے

اسے اپنے

سامنے رکھی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

حدائق ہاں میں سر ہلاتے اس کے مقابل بیٹھ گیا تھا۔۔

اب بتائیں مسٹر حدائق شاہ۔آپ کے یہاں آنے کا مقصد! فائزہ

نے پھر سے اپنا ایک وہی سوال دہرایا۔

دل کر رہا تھا آپ کو دیکھنے کے لیے تو آ گیا بس۔اب کی مرتبہ حدائق سچ بولنا

ہی مناسب سمجھا۔ جھوٹ بول کر وہ پہلے ہی پھنس

چکا تھا۔اتنا تو وہ سمجھ چکا تھا کہ اس لڑکی کے سامنے اس کی زبان

ساتھ نہیں دیتی۔۔

اور دل کیوں کر رہا تھا وجہ جان سکتی ہوں میں ! فائزہ نے کڑے تیور

لیے پھر سے سوال کیا۔

بس ایسے ہی۔دل تو پاگل ہے۔۔ کبھی بھی کسی بھی چیز کی فرمائش کر دیتا ہے۔
جیسے آج آپ کے دیدار کی فرمائش کی تو میں چلا آیا

یہاں پر۔حدائق نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے محبت اور نرمی

سے جواب دیا۔اس کی آنکھوں میں مقابل کے لیے بے پناہ عزت

اور محبت بہت واضح تھی۔۔

فائزہ اس کے جواب اور اس کی آنکھوں میں موجود تحریر پڑھتے بری

طرح کنفیوز ہو کے رہ گئی تھی۔اگر ایسا کچھ تھا جو وہ سمجھ رہی تو بہت غلط ہو گیا

تھا۔

ڈائلاگ بازی اچھی کر لیتے ہیں آپ۔لیکن سوری میں آپ کی باتوں

میں نہیں آنے والی۔جا سکتے ہیں آپ یہاں سے۔دوسرے لمحے وہ

خود پر کنٹرول کرتے تھوڑے سخت لہجے میں بولی۔۔

سوچ لیں دل توڑ رہی ہیں آپ کسی کا۔حدائق نے پھر سے اس کی

آنکھوں میں دیکھتے کہا۔۔مسٹر حدائق شاہ اس سے پہلے میں گارڈز بلا کر آپ
کو یہاں سے رخصت

کرواؤں آپ خود ہی تشریف لیے جائیں تو اچھا ہو گا۔اب اچھا تو

کو میں نے اپنے lawyer نہیں لگے گا نا کہ حدائق شاہ دی فیمس

ہاسپٹل سے دھکے دے کر نکلوایا ہے۔فائزہ سپاٹ سے لہجے میں کہتے

اپنے سامنے رکھی فائل اوپن کی۔

حدائق اُداس سا مسکرا کر رہ گیا تھا۔ٹھیک ہے ابھی تو میں چلتا ہوں۔پھر ہوتی
!ہے آپ سے ملاقات آپ کے گھر پر۔میرے رشتے کے ساتھ

اپنے بات مکمل کرتے وہ ایک جھٹکے سے کرسی سے اُٹھتے باہر نکلتا چلا

گیا۔ پیچھے فائزہ حیرت سے بس دروازے کو دیکھ کر رہ گئی تھی۔

یہ شخص اسے پرپوز کر کے گیا تھا یا دھمکی دے کر۔ فائزہ کو

! سمجھ نہیں لگی تھی۔ عجیب پاگل انسان ہے

سوچوں میں حدائق شاہ کو مخاطب کرتے وہ سر جھٹکتے اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

ماورا جمیل اس وقت ہوٹل کے سامنے کھڑی تھی۔ یہ وہی ہوٹل تھا

جہاں بالاج خان نے سٹے کیا ہوا تھا۔ آج نجانے کیوں وہ اس سے

ملنے کے لیے اس کے ہوٹل چلی آئی تھی۔ اسے خود کو بھی علم نہیں

تھا۔ ماورا جمیل اس وقت لائٹ پنک کلر کی شرٹ اور ساتھ کریم کلر کیبیگی

جینز پہنے بالوں کا میسی جوڑا بنائے ساتھ کندھے پر چھوٹا سا

پرس لٹکائے بہت معصوم اور پیاری سی لڑکی معلوم ہو رہی

تھی۔اس کی لمبی ہائٹ پر یہ ڈریسنگ کافی سوٹ کر رہی تھی۔

اپنی آنکھوں سے بلیک گلاسز اُتار کر بیگ میں رکھتے اس نے اپنے

قدم ہوٹل کے اندر کی جانب بڑھائے۔

"I have to meet Balaj Khan. Can you please tell me their room number"

ریسیپشن پر کھڑے لڑکے کو مخاطب کرتے اس نے کہا۔

"Sure mam۔ Wait a minute"

لڑکے نے خوشدلی سے کہتے کمپیوٹر پر اپنی اُنگلیاں دوڑائی۔ تھوڑی ہی

دیر میں اس نے بالاج خان کا نام ڈھونڈتے ماورا کو مخاطب کیا۔۔

Room #125

ہلکا سا مسکرا کر ماورا سے پروفیشنل لہجے میں کہتے وہ پھر سے اپنے

کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

ماورا نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے اپنے قدم اوپر کمرے کی جانب

بڑھائے۔اسے بالاج خان کی رہائش کا پتہ حسن نے دیا تھا۔بلکہ اگر

یوں کہا جائے کہ ماورا نے زبردستی اس سے نکلوایا تھا تو غلط نہیں ہو گا۔۔ تقریباً دو دن بعد اس نے یہاں چکر لگایا تھا۔ بالاج خان بھی کچھ دن اپنے دماغ کو فریش رکھنا چاہتا تھا اسی لیے ابھی تک پاکستان واپس نہیں گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ واپس جا کر سب کی جلی کٹی باتیں ہی سننی ہیں۔ کیوں کہ برہان خان کو بھی اس کے لندن آنے کا پتہ چل گیا تھا۔ اب تو گھر پہنچ کر اس کی خیر نہیں تھی۔ اسی لیے وہ کچھ دن سکون سے یہاں گزارنا چاہتا تھا۔ اب عزت تو ہونی ہی تھی۔ تو کیوں نہ سہی سے انجوائے کر کے ہوتی۔ یہی کچھ سوچتے وہ واپس نہیں جا رہا تھا۔

کمرے کے دروازے پر پہنچ کر ماورا نے آہستہ سے دروازے کو

نوک کیا۔

اندر موجود بالاج خان جو ابھی ہی نہا کر روم میں آیا تھا۔اس نے ایک نظر گھڑی کی طرف دیکھتے دروازے کی طرف دیکھا۔۔اس نے ابھی ہی انٹر کام سے چائے کا آرڈر دیا تھا۔اور اتنی جلدی آ بھی گیا تھا۔کندھے اچکا کر سوچتے وہ دروازے کی طرف بڑھا۔

بالاج خان اس وقت بغیر شرٹ کے صرف جینز میں ملبوس تھا۔ اس کا چوڑا سینا، سکس پیکس، اور ایبس دیکھتے کسی کو بھی تھوک نگلنے پر مجبور کر دیتے تھے۔اس کی باڈی تھی ہی ایسی باڈی بلڈرز جیسی۔اور یہ روز آنہ باقاعدگی سے جیم کا اثر تھا۔۔گیلے بال ماتھے پر بکھرے تھے۔جبکہ بالوں سے ٹپکتی بوندیں اس کے

سینے پر گر رہی تھیں۔ وہ اس حلیے میں بھی کسی کے بھی دل کی دھڑکن

بری طرح منتشر کر سکتا تھا۔

اتنی فاسٹ سروس! دروازہ کھول کر مسکراتے ہوئے وہ بول ہی رہا

تھا کہ دروازے میں موجود شخص کو دیکھتے اس کی زبان کو بریک لگی۔

اس کی آنکھوں میں شدید حیرت ابھری تھی۔۔ہائے! ماورا نے مسکرا کر ہاتھ

ہلاتے اسے ہائے بولا۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ بالاج خان نے اپنی حیرت پر جلد ہی قابو

پاتے اس سے پوچھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر ماورا اس

کے ہوٹل تک کیسے پہنچی۔ اسے پتہ کس نے دیا تھا اس کی رہائش کا!

اندر تو آنے دیں پھر بتا دوں گی کہ کیا کر رہی ہوں۔ ماورا نے مخصوص

مسکراہٹ چہرے پر سجائے کہا۔۔۔ بالاج خان نے ایک گہری نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔اور پھر کچھ

سوچتے اس ماورا کو اندر آنے کی اجازت دے دی تھی۔ باہر بہت سے لوگ گزرتے ان لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔ بالاج خان کو بلکل اچھا نہیں لگ رہا تھا اس لیے ماورا کو اندر بلانے میں ہی عافیت جانی۔

ماورا بے تکلفی سے اندر آتے اس کے بیڈ پر بیٹھی۔ بالاج خان اس کے سامنے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا اسے گھورنے میں مصروف تھا۔۔ماورا نے ابھی ہی نوٹ کیا تھا کہ بالاج خان بغیر شرٹ کے کھڑا تھا۔

اس کی نظریں بالاج خان کے کٹاؤ دار سینے پر تھی۔۔وہ بنا پلک جھپکے مسلسل اس کر سینے پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔۔

بالاج خان اسے خود کی طرف اس طرح دیکھتا پا کر بری طرح گڑبڑایا تھا۔اس نے فوراً ہی صوفے کی طرف بڑھتے اپنی شرٹ پہنی۔

شرٹ تو ایسے پہنی ہے جیسے میں عزت لوٹ رہی تھی اس کی۔ہنہہ! منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے اس نے اپنی نظروں کا رخ بدلا۔

اس نے کافی ہلکی اواز میں یہ کہا تھا لیکن بالاج خان کے تیز کان اس کی بڑبڑاہٹ سن چکے تھے۔

بکواس بند رکھو اپنی۔بے شرم عورت! بالاج خان سرخ چہرے کے ساتھ دبی دبی آواز میں غرایا۔آج تو وہ جتنا حیران ہو رہا تھا اتنا کم تھا۔سوری۔ماورا نے نظریں جھکائے شرمندگی سے کہا۔مقابل اس کی

بڑبڑاہٹ سن چکا تھا اور اجیسے شرم سے مرنے والی ہو رہی تھی۔

یہاں کیا کرنے آئی ہو یہ بتاؤ۔اور تمھیں میرے ہوٹل کا پتہ کس نے

بتایا؟ بالاج خان نے کڑے تیوروں کے ساتھ سوال کیا۔۔

میں یہاں آپ سے مل کر آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی تھی۔اور دوسری

بات مجھے آپ کے ہوٹل کا ایڈریس حسن بھائی نے دیا تھا۔۔ماورا نے اپنے

ہاتھوں پر نظریں جمائے اسے حقیقت بیان کی۔

واٹ حسن بھائی! یہ حسن سے تمہاری اتنی اچھی انڈرسٹینڈنگ

کب سے ہو گئی۔ بالاج نے ناگواری سے پھر سے سوال کیا۔اسے

جیسے یہ بات پسند نہیں آئی تھی۔

اوہو بس ایڈریس ہی پوچھا تھا اس دن پولیس اسٹیشن آنے سے پہلے۔

ورنہ میری کوئی بات نہیں ہوتی اُن سے۔اور بھائی تو ایسے ہی لگا دیا تھا میں نے

ساتھ۔ماورا نے معصومیت سے پلکیں جھپکاتے اس

کی عقل پر ماتم کرتے کہا۔

دیکھو ماورا میں یہاں اکیلا اس کمرے میں رہتا ہوں۔مجھے بلکل پسند

نہیں آیا تمھارا یو نہی منہ اٹھا کر مجھ سے ملنے کے لیے آجانا۔ تمھیں

اندازہ بھی ہے اس اکیلے کمرے میں میں کچھ بھی کر سکتا ہوں تمہارے

ساتھ۔ بالاج نے نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔اسے واقعی بہت برا لگا تھا ماورا کا

یوں ہی منہ اٹھا کر دھڑلے سے اس کے کمرے میں آجانا۔

ابھی تو مقابل بالاج خان تھا۔۔لیکن اگر اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو۔۔

اسی لیے بالاج نے اسے سمجھانا چاہا۔

مجھے آپ پر پورا یقین ہے۔اس لیے آ گئی کمرے میں۔ورنہ میں کسی کے بھی کمرے میں کبھی نہیں گئی اس طرح۔ماورا پر تو جیسے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔وہ مکمل طور پر مطمئن تھی۔۔مرد پر کبھی اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔اور اکیلے مرد پر تو کبھی بھی نہیں۔

بالاج نے اس کے سامنے کرسی رکھ کے بیٹھتے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

اوکے آئندہ دھیان رکھوں گی۔لیکن اب تو آ گئی ہوں نہ؟ خلاف توقع ماورا بہت نارمل رہ کر جواب دے رہی تھی۔۔یہ پہلی مرتبہ تھا جب وہ دونوں لڑنے کی بجائے ایک دوسرے کی بات کو سمجھ رہے تھے۔۔گڈ۔اب بتاؤ یہاں کیوں آئی ہو! بالاج نے اسے شرافت سے بات مانتے

دیکھ نرمی سے پوچھا۔

آپ کا شکریہ ادا کرنے آئی تھی میں۔۔اور کچھ بتانے بھی۔ماورا

نے اپنے ہاتھوں پر نظریں جمائے آہستہ سے کہا۔وہ اچانک ہی

بہت اُداس سی دکھ رہی تھی۔۔

کیا بتانا تھا؟ بالاج نے ابرو اچکاتے پوچھا۔ایسی کیا بات تھی جسے بتاتے ہوئے

مقابل اتنی اُداس ہو رہی تھی۔

ہم پاکستان جا رہے ہیں۔دو دن بعد کی فلائٹ ہے۔اس کے آہستہ

سے بات شروع کی۔بالاج نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا تھا۔

تو پھر!اسے خاموش ہوتے دیکھ بالاج نے اسے بات جاری رکھنے کے

لیے کہا۔

تو پھر میری شادی ہے پاکستان اس لیے جا رہے ہیں۔اس میں اُداس ہونے والی کیا بات ہے؟ بلکہ یہ تو خوشی کی بات ہے

کہ تمہاری شادی ہو رہی ہے۔اچھا ہے تمھیں بھی عقل آجائے گی۔

اس نے طنزیہ سے انداز میں کہا۔۔ماورا نے گھور کر اسے دیکھا تھا۔

کہاں سے خوشی کی بات ہے میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں۔عدیل لالا سے شادی نہیں کر سکتی۔اس نے پھر سے اپنے ہاتھوں پر نظریں جماتے اپنا مسئلہ بیان کیا۔۔تو یہ سب تم مجھے کیوں بتا رہی ہو؟ بالاج نے حیرانی سے سوال کیا۔

اسے جیسے ماورا کی عقل پر شبہ ہو رہا تھا۔

کوئی دوست نہیں تھا جس سے دکھ بانٹ سکوں۔ تو آ گئی آپ کے

پاس اپنے دکھڑے سُنانے۔ ماورا فل ایکٹنگ کر رہی تھی۔ اگر اس

وقت کوئی اسے ایسے دیکھ لیتا تو یقیناً بے ہوش ہو جاتا۔۔

اپنی آنکھوں سے ندیدّے آنسوں صاف کرتے اس نے بالاج کی طرف
دیکھتے کہا۔ بالاج کو بے ساختہ ہی اس پر ترس سا آ رہا تھا۔ وہ ایکٹنگ

ہی اتنی زبردست کر رہی تھی۔۔

اب تم کیا چاہتی ہو یہ بتاؤ مجھے ! ایک گہری سانس بھرتے بالاج

نے اس کے دل کا حال جاننا چاہا۔

بس آپ دوستی کر لیں مجھ سے۔ کبھی کبھی آپ کو کال کر کے اپنے

دکھ سنا دیا کروں گی۔ اس کے علاوہ کبھی تنگ نہیں کروں گی۔ معصومیت سے
پلکیں جھپکاتے فوراً ہی جواب حاضر ہوا تھا۔

میں لڑکیوں سے دوستی نہیں کرتا۔ بالاج نے عجیب سا منہ بناتے

کہا۔ جیسے یہ بات سنتے ہی اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا ہو۔

تو اب کر لیں نہ۔ اور ویسے بھی ہم دونوں تو تھوڑے بہت دور کے

رشتے دار بھی ہیں۔ تو میں آپ کے خاندان کی لڑکی ہوئی۔ اس دن بھی

تو آپ یہی کہہ رہے تھے۔ اس حساب سے کزن سے دوستی کرنے میں بھلا کیا
حرج؟ ماورا جیسے ہر حال میں اسے منانا چاہتی تھی۔

نو سوری! بالاج کے چہرے پر نو لفٹ کا ہی بورڈ لگا تھا۔

پلیز۔مجھے ایک سچا دوست بھی مل جائے گا۔میرے دکھ سنیں

گیں تو یقین کریں آپ کو ثواب ملے گا۔ماورا نے التجایہ انداز میں

معصومیت سے کہا۔بالاج ناچاہتے ہوئے بھی اِسکی باتوں میں آرہا

تھا۔۔اُسے دال میں کچھ کالا لگ رہا تھا لیکن پھر بھی ماورا کی باتیں ماسے ہاں
کرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

بیڈ کی سائڈ ٹیبل سے اس نے اپنا کارڈ اٹھاتے ماورا کی جانب بڑھایا۔

یہ پکڑو کارڈ۔ زیادہ سر مت کھانا۔ اب جاؤ یہاں سے مجھے باہر جانا ہے۔

اس کارڈ پر اس کا نمبر اور ریسلنگ کے حوالے سے کچھ انفو تھی۔

ماورا نے جھٹ سے اس کے ہاتھ سے کارڈ پکڑا۔ تھینک یو سو مچ!

اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔ دیکھیے گا میری جیسی پیاری سید دوست پا کر آپ کی زندگی حسین ہو جائے گی۔ مسکرا کر کہتے وہ بیڈ

سے اپنا پرس اٹھاتے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ بالاج نے پر سوچ

نظروں سے اس کی پشت کی جانب دیکھا تھا۔ دوسرے لمحے وہ کمرے

میں لگی گلاس ونڈو کی طرف آیا۔ جہاں سے باہر سڑک کا سارا منظر

واضح تھا۔ گلاس ونڈو سے پردہ ہٹاتے وہ باہر کھڑی ماورا کی گاڑی کی

طرف دیکھ رہا تھا۔۔ماورا نے گاڑی کی طرف آتے ایکسائٹڈ سے انداز میں
کارڈ کو اپنی آنکھوں

کے سامنے کرتے دیکھا۔ دوسرے لمحے وہ خوشی سے جھومتے ہوئے

اس کے کارڈ پر پاگلوں کی طرح اپنے لب رکھ رہی تھی۔

اوپر گلاس ونڈو کے پاس کھڑے بالاج خان کو اسے ایسے اپنے کارڈ

کو چومتے دیکھ اس کے ہونٹوں پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ

چھائی۔ وہ سینے پر ہاتھ باندھتے کھڑا اسے دیکھ کر مسکراتا ہی جا رہا تھا۔ وہ اچھے سے مقابل کی ایکٹنگ سمجھ رہا تھا۔ آخر کو وہ بالاج

خان تھا۔ تیر کی نظر رکھنے والا۔ اس کی آنکھوں سے مقابل کی اداکاری

مخفی نہیں رہی تھی۔ لیکن نجانے کیوں اس نے ماورا کی ایکٹنگ میں

اس کا ساتھ دیا تھا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا۔۔

پاگل ! ہلکا سا بڑبڑاتے وہ پردے برابر کرتا بیڈ پر آ کر لیٹا۔

نیچے ماورا ابھی اپنی گاڑی میں بیٹھتی گھر کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔

قسط نمبر:31

فائزہ شاہ تھکی ہاری خان ولا میں داخل ہوئی۔آج سارے دن کی مصروفیت کی وجہ سے وہ تھوڑی دیر سے گھر واپس آئی تھی۔اس وقت شام کے ساتھ بج رہے تھے۔۔ تھکن سے اس کا پورا جسم چور تھا۔گھر میں داخل ہوتے اس کی نظر لاؤنج میں صوفوں پر بیٹھے اپنے گھر والوں پر گئی!! سبھی شام کی چائے کے لیے لاؤنج میں اکٹھے بیٹھے تھے۔آبان خان بھی آفس سے گھر واپس آچکا تھا۔اس لیے درفشاں بھی سب کے ساتھ ہی موجود تھی۔راحیل اکثم اور گھر کے باقی بزرگ بھی لاؤنج میں ہی موجود تھے!! سب کو مسکرا کر دیکھتے فائزہ نے بھی اپنے قدم اسی طرف بڑھائے۔لاؤنج میں اچھی خاصی رونق لگی ہوئی تھی۔ سبھی خوش گپیا کرتے باتوں میں مصروف شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے!!"السلام وعلیکم ! لاؤنج میں داخل ہوتے فائزہ نے مسکراتے ہوئے سب سے سلام کیا۔اپنے گھر والوں کو اس طرح ایک ساتھ دیکھتے جیسے اس کی ساری تھکن اُتر گئی تھی!! "وعلیکم السلام!! میری شیر بیٹی آئی ہے۔آؤاُدھر بابا کے پاس۔ہنستے ہوئے اس کے سلام کا جواب دیتے برہان خان نے اپنے بازو فائزہ کے لیے وا کئے!! ان کا موڈ آج کچھ زیادہ ہی اچھا تھا۔ فائزہ مسکراتے ہوئے ان کی طرف بڑھتے ان کے سینے سے لگتی صوفے پر بیٹھی۔لاؤنج

میں بیٹھے سبھی افراد ان باپ بیٹی کو دیکھتے مسکرا دیے تھے!! رائنا نے منہ بناتے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔اس کے بابا ہمیشہ ہی اس سے زیادہ فائزہ سے پیار کرتے تھے۔ بلکہ انہیں اپنے تینوں بچوں میں سب سے عزیز فائزہ تھی۔اور یہ بات وہ سب کے سامنے بھی بہت دفعہ کہہ چکے تھے!! "کیسا رہا بیٹا دن تمھارا آج کا؟؟ برہان خان نے نرمی سے فائزہ کے ہاتھ چومتے شفقت سے پوچھا۔ان کے مطابق ان کی ایک یہی بیٹی تھی. جو کام کی نکلی تھی۔ رائنا تو ویسے ہی ابھی چھوٹی تھی اور بالاج کی ریسلنگ سے انہیں شدید نفرت تھی۔اسی بات پر ان کی کافی دفعہ بالاج خان سے بحث بھی ہوئی تھی!! لیکن بالاج تھا کہ کسی بھی صورت اپنی ضد سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھا۔اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس نے ریسلر ہی بننا ہے۔ پھر ہزاروں لوگوں کے منع کرنے پر بھی اُسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔۔وقت کے ساتھ ساتھ اب تو برہان خان نے اسے کہنا بھی چھوڑ دیا تھا۔لیکن باہر ملک جا کر لڑنے کے لئے وہ اسے ہمیشہ ہی منع کرتے تھے۔اور وہ ہمیشہ ہی انہیں بغیر بتائے نکل جاتا تھا۔۔!! "بابا بہت تھک گئی ہوں میں۔آج اتنا کام تھا ہاسپٹل میں کیا بتاؤں؟ فائزہ نے اپنے سر پر ہاتھ رکھتے انہیں اپنی آج کی مصروفیت کے بارے میں بتایا۔۔"تھک گئی ہو گی پھر تو میری بیٹی۔ انہوں نے اسی شفقت کے ساتھ مسکراتے ہوئے پوچھا۔۔ باقی سب مسکراتے

ہوئے ان دونوں کو دیکھے رہے تھے!!"ہاں جی سر میں بہت درد ہے۔فائزہ نے اپنے ہاتھ سے اپنے سر کو ہلکا سا دباتے انہیں بتایا۔اسے واقعی اپنا سر درد سے پھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ "ادھر میری گود میں سر رکھو میں دبا دیتا ہوں پھر بلکل ٹھیک ہو جائے گا۔اسے نرمی سے خود سے الگ کرتے وہ صوفے پر اپنے دونوں پاؤں اوپر کر کے بیٹھے!! فائزہ ان کی اتنی محبت پر مسکرا کر رہ گئی تھی۔۔اس کے بابا آج بھی اسے کسی چھوٹی سی بچی کی طرح ٹریٹ کرتے تھے۔ برہان خان کی گود میں سر رکھ کر وہ صوفے پر ہی سیدھی ہو لیٹی۔ برہان خان بہت نرمی سے اس کا سر دبا رہے تھے۔۔ فائزہ نے بے ساختہ ہی سکون سے اپنی آنکھیں موندی۔ اسے واقعی تھوڑا بہت سکون محسوس ہونے لگا تھا۔ باپ تو پیار سے بات بھی کر لے تو اولاد سکون محسوس کرتی ہے وہ تو پھر اس کا سر دبا رہے تھے!! فائزہ کو کیسے نا سکون آتا؟ "بیٹا کوئی پریشانی تو نہیں ہوتی تمھیں ہسپتال میں؟ کچھ دیر کے توقف کے بعد برہان خان نے محبت سے پوچھا۔۔"فائزہ نے اپنی آنکھیں کھولتے ان کی گود میں سر رکھے ہی ان کے چہرے کی طرف دیکھا تھا۔"نہیں بابا بھلا مجھے کیا مسئلہ ہو گا! آہستہ سے جواب دیتے اس نے واپس سے اپنی آنکھیں موندی!! نجانے کیوں ان کی بات پر اسے حدائق شاہ یاد آیا تھا۔ آج جیسے وہ اس کے ہاسپٹل میں آیا تھا۔اور پھر جو کچھ وہ کہہ کر گیا تھا۔ فائزہ

اس کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو رہی تھی!! "بیٹا اگر کوئی بھی مسئلہ ہو تو اپنے بابا کو بلا کسی جھجھک کے بتانا۔ عظمیٰ بیگم جو اس کے سامنے والے صوفے پر ہی بیٹھی تھیں۔ انہوں نے فائزہ کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔۔ "ماما پہلی بات تو یہ کہ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ اگر کوئی مسئلہ ہوا بھی تو آپ کی بیٹی بہت مضبوط ہے۔ اس دنیا سے اکیلے کیسے لڑنا ہے فائزہ خان بہت اچھے سے جانتی ہے!! پہلے انہیں تسلی دیتے وہ بعد میں شوخ ہوئی تھی۔ لیکن اس کے لفظوں میں پختگی تھی!! جیسے واقعی وہ کسی بھی چٹان کا سامنا اکیلے کرنے کی طاقت اپنے اندر رکھتی ہو!! "ہاں نا میری بیٹی بہت بہادر ہے۔ اکیلے سب کچھ ہینڈل کر سکتی ہے!! برہان خان نے اس کی بات سے اتفاق کرتے فخر سے کہا۔ پچھلے دو دن سے فائزہ کی طرف سے ان کا دل بہت گھبرا رہا تھا۔ لیکن اب فائزہ کو خوش اور مطمئن دیکھتے ان کے اندر بھی جیسے سکون سا بھر گیا تھا۔ "آپ دونوں باپ بیٹی سے بحث میں کوئی نہیں جیت سکتا۔ عظمیٰ بیگم نے فائزہ کو گھورتے ہوئے تاسف سے کہا۔ فائزہ اور برہان خان بے ساختہ ہی ہنس دیے تھے۔ باقی سب چائے کے ساتھ ان تینوں کی نوک جھونک انجوائے کر رہے تھے۔۔

درفشاں سامنے صوفے پر بیٹھی آنکھوں میں نمی لیے ان دونوں باپ بیٹی کو دیکھ رہی"
تھی!! آبان خان صوفے سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا اس لیے وہ اس کی آنکھوں میں موجود
نمی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ درفشاں کو اپنے باپ کی یاد آرہی تھی۔ کبھی وہ بھی اس کے ایسے ہی
نخرے اٹھاتے تھے۔ اسے آج بھی یاد تھا اگر اس کے ہاتھ میں ایک کانٹا بھی چبھتا تو وہ جیسے
تڑپ اٹھتے تھے۔ یہی حال نوین بیگم کا تھا۔ وہ ان لوگوں کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی بیٹی
تھی۔ لیکن اس کی ایک غلطی کی وجہ سے سب کچھ تباہ ہو گیا تھا۔ اس کے ماں باپ اس سے
بات کرنا تو دور کی بات اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ ایک مہینے سے اس نے
اپنے ماں باپ کو نہیں دیکھا تھا۔ جن کے بغیر وہ ایک پل نہیں رہتی تھی اب دن رات اُن
کے بغیر گزر رہے تھے۔۔ اس کا دل کر رہا تھا کہ دھاڑیں مار مار کر روئے۔ لیکن یہاں اس
معاملے میں بھی وہ بے بس تھی۔ آبان خان کے ہوتے ہوئے وہ اپنی مرضی سے رو بھی
نہیں سکتی تھی۔ وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے سامنے کا منظر دیکھتے مسلسل اپنے دماغ میں اپنے
ماں باپ کو سوچ رہی تھی!! سامنے برہان خان جھکتے فائزہ کے بالوں پر اپنے ہونٹ رکھ
رہے تھے۔ اور یہاں جیسے اس کی بس ہوئی تھی۔ وہ ایک دم سے صوفے سے اٹھتے تیز تیز
قدموں سے اوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھی۔ اس سے زیادہ وہ خود پر کنٹرول نہیں کر سکتی

تھی۔لاؤنج میں موجود سبھی لوگوں نے حیرت سے اسے اتنی تیزی سے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جاتے دیکھا تھا۔آبان خان کا بھی کچھ یہی حال تھا۔اسے غصہ بھی آرہا تھااور فکر بھی ہو رہی تھی۔۔"اپنی بیوی کو تمیز اور کچھ آداب سکھاؤ برخوردار۔اکیلے جا کر بیاہ تو لائے ہو تم اسے لیکن خوش بلکل نہیں ہے تمہاری بیوی اس گھر میں!!داجی نے سیڑھیوں کی طرف دیکھتے آبان خان کو گھورتے ہوئے کہا۔درفشاں کا رویہ گھر میں سب ہی نوٹ کر رہے تھے۔وہ کسی سے ملتی جلتی نہیں تھی۔نیچے بھی صرف آبان خان کی موجودگی میں آتی تھی!!ورنہ تو وہ سارا دن اپنے کمرے میں ہی بند ہوتی تھی۔۔ابھی بھی آبان کے کہنے پر ہی وہ لاؤنج میں سب کے ساتھ بیٹھی تھی!!"اتنا ایڈجسٹ ہونے کی کوشش کر تو رہی ہے وہ بیچاری اور کیا کرے؟اب وہ آپ لوگوں کی اشنا تو ہے نہیں جو کسی کے بھی ماحول میں فوراً سے ایڈجسٹ ہو جائے۔میری بیوی تھوڑی الگ ہے۔اُسے تھوڑا ٹائم لگے گا سب کے ساتھ سیٹ ہونے میں!!آبان خان نے سب کی طرف دیکھتے درفشاں کی سائڈ لی۔اسے دادا جان کا سب کے سامنے یوں اپنی بیوی کے بارے میں بات کرنا بلکل پسند نہیں آیا تھا۔"وہ کسی سے بات کرے گی تو ایڈجسٹ ہو گی نا!وہ تو اس گھر میں کسی سے بات کرنا بھی اپنی توہین سمجھتی ہے۔اتنا تو غرور ہے تمہاری بیوی میں!!عزرا بیگم نے بھی آبان خان

کے کان کھولے تھے!! انہیں جس دن زاویار آیا تھا اس دن کا بہت غصہ تھا در فشاں پر۔ جس کا اظہار بھی انہوں نے کیا تھا در فشاں سے۔ لیکن اس نے معافی بھی نہیں مانگی تھی۔ اُسے معافی مانگنی ہی نہیں آتی تھی!! "چلو جی!! اور کسی کو کوئی شکایت ہے تو وہ بھی بتا دے۔ نہیں آپ لوگوں کو آخر در فشاں سے مسئلے کیا ہیں ایک ہی بار بتا دیں ذرا؟ آبان خان جھنجھلاتے ہوئے بولا۔۔ وہ جتنا بات کو کور کر رہا تھا بات اتنی ہی بڑھ رہی تھی!! "تمہاری ا تمہاری ری آنکھوں پر اس نے پٹی باندھ رکھی ہے ا باندھ رکھی ہے اپنے حسن کی۔ جو تمھیں کچھ اور نظر نہیں آرہا۔ عزرا بیگم اس کے انداز پر چیخی تھیں۔ انہیں در فشاں سے کوئی پرسنل مسئلہ نہیں تھا۔ وہ بس یہ چاہتی تھیں کہ در فشاں اپنے انداز و اطوار اچھی بہوؤں والے کر لے۔ اس کے علاوہ انہیں اور کوئی شکایت نہیں تھی اس سے۔ "بس کر دیں ماما وہ لاؤنج سے کیا اٹھ کر چلی گئی آپ لوگ ایسے ریاکٹ کر رہے ہیں جیسے قتل کر دیا ہو اس نے کسی کا۔۔ حد ہوتی ہے ویسے۔ افسوس سے کہتے وہ خود بھی صوفے سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ "اب تم اس کے لیے اپنی ماں سے بات کرنے کی تمیز بھی بھول گئے ہو؟؟ دلشاد خان نے اسے گھورتے ہوئے ڈپٹا۔ ابھی اس کا لہجہ واقعی بہت روڈ ہو گیا تھا۔ آبان خان اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔۔ "راحیل صوفے پر بیٹھا چپس

کھاتے ہوئے مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔اسے ترس سا آرہا تھا آبان خان پر۔جو بیوی اور گھر کے درمیان میں پھنس کر رہ گیا تھا۔اب تو جیسے یہ سب روز کا معمول تھا۔کچھ بھی ہوتا درفشاں کے حوالے سے طعنے آبان خان کو ہی ملنے ہوتے تھے۔اور اس کے حصے کی باتیں بھی یہی سنتا تھا۔۔"رہنے دیں آپ اسے۔بیوی آگئی ہے اب کہاں اسے ماں نظر آئے گی!! عزرا بیگم نے اپنے آنسوں صاف کرتے کہا۔انہیں آبان خان کا لہجہ بہت دکھ پہنچا رہا تھا۔"ماما میں نے تمیزی نہیں کی آپ سے۔اور نا ہی میں ایسا کبھی کرنے کے بارے میں سوچ سکتا ہوں۔بس آپ سب لوگ درفشاں کو ہر بات کے لیے بلیم کرتے ہیں یہ مجھے بلکل اچھا نہیں لگتا۔آبان خان اپنی ماں کے پاس جاتے نیچے زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھتے ان کے ہاتھ تھامتے نرمی سے بولا۔۔"تمہاری بیوی کو بلیم نا کریں تو اور کیا کریں۔اس کا رویہ ہی ایسا ہے .ورنہ شروع میں ہم سب بہت اچھے تھے اس کے ساتھ!! بلکل بیٹیوں کی طرح رکھ رہے تھے اُسے!! عزرا بیگم نے اپنے آنسوں صاف کرتے اسے حقیقت سے روشناس کروایا۔وہ واقعی میں صحیح کہہ رہی تھیں۔"ماما آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن آپ اگلے کی نیچر کو بھی تھوڑا سا سمجھیں نا!اگر وہ آپ سے بات نہیں کرتی تو آپ اس سے بات کر لیا کریں۔اب ایسا تو نہیں نا کہ وہ آپ کی کسی بات کا جواب ہی نہ دے۔۔

آج آپ بات سٹارٹ کریں کل کو وہ خود ہی آپ کو مخاطب کرے گی۔ لیکن اگر آپ لوگ ہی اس سے دور رہے گیں تو کیسے وہ آپ لوگوں کے ساتھ گھل مل سکتی ہے!! ان کے ہاتھ تھامتے آبان خان نے نرمی سے کہا۔ وہ درفشاں کا ساتھ چھوڑنے پر کسی صورت راضی نہیں تھا۔ وہ مکمل طور پر اس کے لیے اسٹینڈ لے رہا تھا۔ "ویسے تائی امی آبان بھائی بلکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ پہلے درفشاں بھابھی مجھ سے بھی بات نہیں کرتی تھیں۔ میں نے دو سے تین مرتبہ خود بات سٹارٹ کی تو اب وہ تھوڑا بہت تو خود ہی مجھ سے بات کر لیتی ہیں۔ کیوں کہ انہیں پتہ ہے کے یہ بندی مجھ سے بات کر لیتی ہے۔ کوئی اور اُن سے بات کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتا۔ تو وہ کیسے خود ہی بات کر لیں گی۔ اب نیو ماحول میں سب ایسے ہی ہوتے ہیں!! آہستہ آہستہ ہی گھل مل جائے گیں سب کے ساتھ!! فائزہ نے برہان خان کی گود سے سر اٹھاتے آبان خان کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ درفشاں سے واقعی اس کی تھوڑی بہت بننے لگی تھی۔ درفشاں بھی نائرہ کی طرح اس کے ساتھ بات کر لیتی تھی!!" دیکھا یہی سمجھا رہا تھا میں آپ لوگوں کو۔۔ آبان خان نے فائزہ کو تھمبز اپ کا اشارہ کرتے ایک نظر سب کی طرف دیکھتے کہا۔ عزرا بیگم نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا تھا۔ "تمہاری خاطر یہ بھی کر کے دکھ لیتے ہیں ہم۔ لیکن اگر پھر بھی اس کے انداز میں

بدلاؤ نہیں آیا تو مجھ سے کوئی اُمید مت رکھنا پھر۔۔انہوں نے ساتھ ہی آبان خان کو تنبیہ کرنا نہیں بھولی تھیں!!"پکا بس یہ آخری بات مان کر دیکھ لیں میری۔وہ آپ سب کے ساتھ بلکل سیٹ ملے گی۔آبان خان نے شکر کا سانس لیتے کہا۔اسے تو لگا تھا کہیں یہاں ساس بہو والی لڑائی ہی شروع نا ہو جائے۔لیکن شکر تھا کہ اس کی ماں سمجھدار عورت تھی۔ جلدی ہی ہر بات سمجھ جاتی تھیں!!"میں دیکھتا ہوں اُسے۔۔کیوں گئی تھی وہ اس طرح اوپر۔آبان خان کھڑے ہو کر کہتے سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔۔"اسے واپس سب کے ساتھ آکر بیٹھنے کا کہو۔اپنے پیچھے سے عزرا بیگم کی آواز سنتے اس نے فوراً ہی پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔"اگر طبیعت ٹھیک ہوئی اس کی تو آجائے گی نیچے۔ورنہ صبح مل لیجئے گا آپ اس سے!! نرمی سے کہتا وہ سیڑھیوں سے اوپر بڑھتا چلا گیا۔"رن مرید ہے تمھارا بیٹا اور کچھ نہیں۔ کیسے بیوی کے لیے لڑ رہا تھا۔!!اس کے جاتے ہی دلشاد خان نے عزرا بیگم کی طرف دیکھ کر کہتے اپنے قدم کمرے کی جانب بڑھائے۔انہیں اپنے اتنے میچور بیٹے سے بیوی کی اتنی غلامی کی توقع نہیں تھی۔۔

اور تم برخوردار مفت کی روٹیاں توڑنے آئے ہو کیا امریکہ سے یہاں؟؟ دادا جان کی "
توپوں کا رخ اب راحیل کی جانب تھا۔ان کے انداز اور الفاظوں پر ایک پل کے لیے راحیل
کا چپس کھاتا ہاتھ رکا۔۔دوسرے پل وہ پھر سے چپس کھانے میں مصروف ہو گیا تھا۔البتہ
کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔"بابا تم سے بات کر رہے ہیں راحیل! اسے جواب نہ
دیتے دیکھ برہان خان نے راحیل کو مخاطب کرتے اسے بتانا چاہا۔"سن لیا ہے میں نے۔اور
دوسری بات بے فکر رہیں۔ابھی تک آپ کی کوئی روٹی نہیں توڑی۔جب سے آیا ہوں
آپ کے گھر سے پانی کے علاوہ کچھ نہیں کھایا پیا میں نے!! نہیں آپ کے خزانون میں
کوئی کمی آئی ہو گی۔اپنے ہاتھ ٹشو سے صاف کرتے اس نے بغیر کسی کے بھی طرف دیکھ کر
کہتے ان لوگوں کو بہت کچھ جتا دیا تھا!!،"تمیز سے بات کرو بابا سے راحیل۔تم بڑوں کے
آداب بھول گئے ہو گیا؟ اس کے تڑخ کر جواب دینے پر اب کی بار رفیق خان نے اسے
گھورتے ہوئے کہا۔۔"آپ تو میرے معاملات سے دور ہی رہیں۔اپنے کام سے کام رکھا
کریں آپ!! راحیل نے بڑے ضبط سے رفیق خان کی طرف دیکھتے انہیں اپنے معاملات
سے دور رہنے کو کہا۔اس کی طبیعت اس کے حالات پوچھنے کوئی نہیں آتا تھا۔اور اب
نصیحتیں دینے کے لیے ہر کوئی ایک سے بڑھ کر ایک تھا۔۔"باپ ہوں میں تمہارا۔تمیز

شعور ہے کہ نہیں تمہارے اندر؟اس کے انداز پر رفیق خان دھاڑ اٹھے تھے!! لاؤنج میں موجود سبھی لوگ دم سادھے ان باپ بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔ جہاں ایک نئی جنگ شروع ہو گئی تھی!! "اوہ بڑی جلدی نہیں یاد آگیا آپ کو کہ باپ ہیں آپ میرے؟ تمسخرانا سا مسکرا کر کہتے راحیل ان کے ضبط کا امتحان لے رہا تھا۔ خود راحیل کی کیفیت بھی کم نہیں تھی۔ جب سے وہ امریکہ سے آیا تھا رفیق خان کے ساتھ یہ اس کی پہلی کنورسیشن تھی۔ جو کہ اچھی تو بلکل بھی نہیں تھی!! "تم حد سے بڑھ رہے ہو راحیل!! دادا جان اس کی طرف دیکھتے دبی دبی آواز میں غرائے۔ انہیں آبان بالاج اور بالاج کی طرف سے ہمیشہ فرما برداری دیکھنے کو ملی تھی۔ راحیل کی بتمیزی ان سے جیسے برداشت نہیں ہو رہی تھی!! ان کا بس نہیں تھا کہ اٹھ کر ایک لگائیں راحیل کے منہ پر۔ تاکہ اس کی عقل ٹھکانے لگ جائے!! "میں تو حد سے بڑھ رہا ہوں آپ نے اپنے الفاظ دیکھے تھے؟ راحیل کے انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ صوفے پر رکھے اس کے ہاتھ کی مٹھیاں بھینچتی ہی جا رہی تھی۔ وہ بڑے صبر کے ساتھ وہاں بیٹھا ان لوگوں سے لڑ رہا تھا۔ باپ دادا نے اتنے عرصے بعد مخاطب کیا بھی تو کس لیے۔ کہ وہ ان کے گھر میں مفت کی روٹیاں توڑ رہا ہے۔ یہی بات اسے اندر کھائے جا رہی تھی۔ ایک بات پر تو وہ آج مہر لگا چکا تھا۔ کہ رشتے اس

کے لیے بنے ہی نہیں۔اس کے سگے ہی اس کے دشمن بن رہے تھے!!"تو کچھ غلط تو نہیں کہا میں نے۔ہے کیا تمہارے پاس؟نہ تو تم کماتے ہو۔نہ تم کوئی جاب کر رہے ہو۔گھر میں بیٹھ کر مفت کا کھانا ہی ہوا پھر یہ!!داجان نے اسے گھورتے ہوئے لفظ چبائے!!راحیل ان کی بات پر گہرا مسکرایا تھا۔اس کے بعد اس کا قہقہہ پورے لاؤنج میں گونجا تھا۔سب حیرت سے اسے پاگلوں کی طرح ہنستے ہوئے دیکھ رہے تھے!!جہاں ابھی لڑائی کی آوازیں گونج رہی تھی وہاں اب راحیل کے قہقہے گونج رہے تھے!!"اتنا آپ کا بینک بیلنس نہیں ہو گا۔جتنا پیسہ اس وقت میرے اکاؤنٹ میں موجود ہے۔اندازہ تھا مجھے آپ لوگوں نے پیسے کے پیچھے ایسے ہی اوقات دکھانی ہے۔پانچ سال امریکہ میں جھک نہیں ماراامیں نے۔جتنا آپ لوگ ایک مہینے میں کمارہے ہیں اتنا میں نے ایک دن میں کمایا ہے وہاں۔یہی سے اندازہ لگالیں آپ لوگ کہ امریکہ جیسے ملک میں خرچے کے لیے میں نے کبھی آپ جیسے لوگوں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا۔۔اپنی ہنسی روکتے وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ صوفے سے تھوڑا آگے ہو کر بیٹھتے دبی دبی آواز میں چیخا تھا۔اس کی آنکھوں میں جیسے خون اُترا ہوا تھا۔جبکہ چہرہ اتنا سرد اور سپاٹ تھا کہ حد نہیں۔لہجے میں برف جیسا سرد پن اور چٹانوں سی سختی موجود تھی!!"تو پھر ہمارے گھر میں کیوں رہ رہے ہو۔اتنا ہی پیسہ ہے تو جاؤ جہاں

مرضی رہو۔ واپس اس گھر میں آکر گند پھیلانے کی کیا ضرورت تھی تمھیں؟ رفیق خان بھی اسی کے انداز میں بیٹھتے بولے تھے۔ وہ دونوں باپ بیٹا ایک دوسرے کے مقابل ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سرد نظروں سے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے!!"اس گھر میں میری ماں کی یادیں نا ہوتی تو میں پلٹ کر نہ دیکھتا آپ جیسے لوگوں کی طرف۔ راحیل صوفے سے کھڑا ہوتے بولا۔۔ مزید بحث کرنے کی اس میں جیسے ہمت ختم تھی۔ مقابل باپ تھا، زیادہ نا صحیح تھوڑا بہت تو اس کے دل میں درد اٹھ رہا تھا ان کے رویے کو دیکھ کر۔ اس لیے اٹھنا مناسب سمجھا۔۔"ہمارے جیسے لوگوں سے کیا مراد ہے تمہاری؟ کبھی خود پر غور کیا ہے تم نے! رفیق خان بھی صوفے سے اٹھتے دھاڑے تھے!! انہیں اس وقت راحیل کی شکل زہر لگ رہی تھی۔۔"آپ جیسے لوگوں سے مطلب آپ جیسے مطلبی اور انا پرست لوگ۔ راحیل نے سکون سے جواب دیتے ان کا غصہ ساتویں آسمان پر پہنچا دیا تھا۔ ابھی وہ آگے بڑھتا کہ منہ پر پڑنے والے زور دار تماچے پر اس کے قدم رکے۔۔ رفیق خان نے آگے بڑھتے اس کے گال پر اپنی پانچوں انگلیاں ثبت کی تھی!! معاملہ زیادہ سیریس ہوتے دیکھ سب ہی اپنی جگہوں سے کھڑے ہو چکے تھی۔۔ اگر یہ تھپڑ تمھیں پہلے مارتا تو آج یہ نوبت نہیں آتی۔ رفیق خان انگلی اٹھا کے پھر سے

دھاڑے تھے!! "آج تو ہاتھ اٹھا لیا آپ نے۔ آئندہ کوشش بھی مت کیجئے گا۔ ورنہ میرا ہاتھ اٹھ جائے میں گارنٹی نہیں دے سکتا۔ اپنی عزت پیاری ہے تو مجھ سے دور ہی رہے گا۔۔" انگلی اٹھا کر وہ بھی انہی کے انداز میں دھاڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں خون کی لالی گہری ہو رہی تھی۔۔ جبکہ غصے کے مارے ماتھے کی رگیں بھی بری طرح پھول رہی تھیں!! آبان خان جو نیچے اپنا فون اٹھانے آرہا تھا رفیق خان کو راحیل کو تھپڑ مارتے ہوئے وہ دیکھ چکا تھا۔ سیڑھیاں اترتے وہ بھی سب کے ساتھ آکر کھڑا ہوا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی لڑائی ہو کس بات پر رہی ہے۔ اور وہ بھی اس حد تک کہ دونوں باپ بیٹا ایک دوسرے کو مارنے پر تلے ہوئے تھے!! دادا جان نے راحیل کی طرف جاتے اسے بازو سے پکڑتے داخلی دروازے کی طرف دھکا دیا۔ "نکلو اس گھر سے اور دوبارہ یہاں قدم بھی مت رکھنا۔ سختی سے اسے کہتے ابھی دادا جان آگے بڑھتے کہ آبان کی بات پر انہوں نے پیچھے مڑتے ناگواری سے اسے دیکھا۔ "راحیل اس گھر سے کہیں نہیں جائے گا۔۔ جتنا آپ سب کا ہے یہ گھر اتنا ہی اس کا بھی ہے۔ اگر یہ اس گھر سے گیا تو میں بھی ساتھ ہی جاؤں گا۔ یاد رکھیے گا آپ سب یہ بات!! داخلی دروازے کی طرف بڑھتے راحیل کا ہاتھ تھام کر اسے روکتے آبان خان سب کی طرف دیکھتے اٹل لہجے میں بولا۔۔ "چھوڑ آبان۔ ان لوگوں

کا محتاج نہیں ہوں میں ! ! راحیل خان اپنا ہاتھ اس سے چھڑوانے کی کوشش کرتے بولا۔
" جانے دو اسے آبان۔ ایسے بیٹوں کو پیدا ہوتے ہی مار دینا چاہیے ! ! آج بات کر رہا ہے کل کو میرے اوپر ہاتھ اٹھا بھی دے اس کا کیا بھروسہ ! ! رفیق خان آبان کی طرف دیکھتے سختی سے بولے تھے۔۔ "آپ میرے معاملات سے دور رہیں پہلے بھی کہا تھا اب پھر کہہ رہا ہوں۔ راحیل انہیں بولتے دیکھ اپنی پوری قوت سے دھاڑا۔۔ اسے اس وقت اپنے باپ سے نفرت سی ہو رہی تھی ! ! "بس کریں آپ سب۔ بچہ ہے یہ ابھی۔ پیچھے ناپڑ جایا کریں ایک بندے کے۔ راحیل تم کمرے میں چلو ! ! رفیق خان کو جواب دینے کے لیے منہ کھولتے دیکھ آبان خان نے ہاتھ اٹھاتے سب کو خاموش رہنے کو کہا۔ ساتھ ہی راحیل کو تقریباً کھینچتے ہوئے وہ کمرے میں لے کر جا رہا تھا۔۔ " پتہ نہیں کونسا گناہ کیا تھا جو ایسی اولاد بھگتنی پڑ رہی ہے۔ دادا جان بڑبڑاتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ رفیق خان بھی کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔۔ باقی سب بھی افسوس سے رفیق خان کو دیکھتے واپس سے صوفے پر بیٹھے۔ انہیں لگتا تھا کہ رفیق خان راحیل کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔ تبھی وہ اتنا تمیز ہو گیا ہے۔ صوفے پر ایک کونے میں بیٹھی زارا خان آنکھوں میں ڈھیروں آنسوں لیے اپنے باپ اور بھائی کو لڑتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ اسے دونوں ہی بے حد عزیز تھے۔

ان دونوں کو ایک ساتھ دیکھنے کہ سپنہ شاید اس کا سپنا ہی رہ جانا تھا۔ دوسرے لمحے وہ اپنے آنسوں صاف کرتے صوفے سے اٹھتے راحیل کے کمرے کی طرف بڑھی۔

آبان خان راحیل کو لے کر اس کے کمرے میں آیا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی راحیل نے سائڈ ٹیبل پر پڑا شو پیس اٹھاتے اپنی پوری قوت سے سامنے موجود ایل ای ڈی میں مارا۔۔ اس کا خون جیسے کھول رہا تھا غصے سے۔ آخر ہر بار اس کے ساتھ ہی یہ سب کیوں ہونا ہوتا ہے؟ اسے سمجھ نہیں آتی تھی!! آبان خان سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑا اسے کمرے کی چیزیں توڑ پھوڑ کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس نے راحیل کو روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اب یہ اپنا غصہ ان بے جان چیزوں پر ہی نکالے گا۔ کچھ ہی دیر میں وہ بری طرح کمرے کا حشر بگاڑ چکا تھا۔ پورے کمرے میں جیسے کانچ بکھرا ہوا تھا۔۔ بیڈ شیٹ زمین پر پڑی تھی۔ کمرے کے درمیان میں موجود سینٹرل ٹیبل تک کا شیشہ ٹوٹا ہوا تھا۔ ابھی راحیل صوفے کو پاؤں سے گراتا کہ دروازے میں موجود زارا کو دیکھتے وہ رکا تھا۔۔ آبان خان کی نظر بھی ابھی ہی زارا پر گئی تھی۔ ان دونوں بہن بھائی کو اسپیس دینے کیلئے وہ اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا گیا۔ دروازے میں کھڑی زارا کے اس نے سر پر ہاتھ رکھتے اسے بڑے بھائیوں والا مان بخشا تھا۔۔ زارا روتے ہوئے اپنی آنکھیں جھکا گئی۔ دوسرے

لمحے آبان خان کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔۔"ادھر آؤ بیٹا۔راحیل خان نے اپنی بانہیں زارا کے لیے وا کی۔۔وہ سمجھ سکتا تھا کہ ان لڑائیوں میں زارا کے دل پر کیا گزرتی ہو گی۔اپنے چکر میں وہ ہر مرتبہ ہی زارا کو بھول جاتا تھا۔اور رفیق خان نے تو ویسے بھی اس کا دھیان کبھی کیا ہی نہیں تھا۔زارا بھاگتے ہوئے آگے بڑھتے اس کے سینے سے لگی۔راحیل اس کے بالوں پر اپنے لب رکھ گیا تھا۔زارا شدید روتے ہوئے اس کے سینے سے لگی کھڑی تھی۔۔"بھائی آپ اور بابا کیوں ایسے لڑتے ہیں! اس کے سینے سے چہرہ نکالتے زارا نے روتے ہوئے سوال کیا۔

بیٹا تم ان سب بارے میں مت سوچا کرو۔یہ چھوٹی موٹی لڑائی ہر گھر میں ہو جاتی ہے۔" زیادہ سیریس نا لیا کرو!! راحیل نے اسے نارمل کرنا چاہا۔لیکن وہ تھی کہ بری طرح رو رہی تھی!! "نہیں ہوتی بھائی۔سب کے بابا اچھے ہوتے ہیں ایک میرے ہی بابا ایسے ہیں!! زارا نے راحیل کی بات کی نفی کرتے کہا۔"ایسے نہیں بولتے زارا۔بابا ہیں وہ ہمارے۔اور دوسری بات جاؤ اپنے کمرے میں مجھے کچھ کام ہے باہر۔واپس آکر تم سے بات کرتا ہوں۔رونا نہیں ہے اب ہمم؟ راحیل نے اس کے ماتھے پر شفقت سے اپنے لب رکھتے اسے اپنے کمرے میں جانے کو کہا۔

زارا بھی ہاں میں سر ہلاتے اچھے بچوں کی طرح خاموشی سے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔ پیچھے راحیل بھی اپنی گاڑی کی چابیاں اٹھاتے کمرے سے باہر نکلا۔۔ پتہ نہیں اب وہ غصّہ ٹھنڈا کرنے کی خاطر کہاں جانے والا تھا۔۔

آبان خان آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ وہ پہلے کمرے میں آیا ہی نہیں تھی۔ ابھی وہ دروازے کے پاس ہی پہنچنا تھا کہ اپنے فون کا خیال آتے وہ واپس سے نیچے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اس کے بعد ابھی ہی وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔ کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑاتے اس نے درفشاں کو ڈھونڈنا چاہا۔ لیکن وہ کمرے میں کہیں پر بھی نہیں تھی۔ اسے کہیں بھی نا پاتے آبان خان کے ماتھے پر بے شمار بل پڑے۔ آئی تو وہ اوپر ہی تھی پھر کمرے میں نہیں گئی تھی تو اور کہاں تھی! ڈریسنگ روم، واشروم ساری جگہ دروازہ کھول کر وہ چیک کر رہا تھا لیکن درفشاں کہیں پر بھی موجود نہیں تھی!! کچھ سوچتے وہ ٹیرس کی طرف بڑھا۔ ایک یہی آخری جگہ تھی جہاں اس کے ہونے کا گمان ہو سکتا تھا۔ باقی تو وہ پورا کمرہ چھان چکا تھا۔ ٹیرس کا دروازہ کھولتے وہ باہر آیا۔ لیکن درفشاں یہاں بھی نہیں تھی۔ آبان خان کو اب سہی معنوں میں پریشانی ہونے لگی تھی۔ درفشاں

آخر گئی کہاں وہ یہی سوچ رہا تھا۔۔ابھی وہ ٹیرس سے واپس کمرے کی طرف بڑھتا کہ اس کی نظر ٹیرس کے کونے میں دبک کر بیٹھی درفشاں پر پڑی۔ وہ اپنے گھٹنوں میں منہ دیے بیٹھی تھی۔

آبان خان نے سکون کا سانس لیتے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ اتنا بڑا کمرہ اور پورا ٹیرس چھوڑ کر ایک کونے میں گھسی ہوئی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے اپنے قدم درفشاں کی جانب بڑھائے۔۔۔جو زمین پر پنجوں کے بل بیٹھی گھٹنوں میں منہ چھپائے ہوئے تھی۔ اس کے قریب جانے پر آبان خان کو معلوم ہوا اس کا جسم بالکا ہلکا لرز رہا تھا۔ آبان خان پریشانی سے اس کے قریب ہی خود بھی پنجوں کے بل بیٹھا۔

درفشاں!!اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے آبان نے پریشانی سے اسے پکارا۔اس کے لہجے " میں ہی مقابل کے لیے فکر گھل رہی تھی۔۔اس کی آواز سنتے درفشاں مزید خود میں سمٹی۔ البتہ گھٹنوں سے منہ ابھی تک نہیں اٹھایا تھا۔"درفشاں ادھر دیکھو۔۔آبان خان نے اس کے ہاتھ ہٹاتے پھر سے اسے پکارا۔اب کی مرتبہ درفشاں نے اپنا چہرہ گھٹنوں سے اٹھالیا تھا۔۔آبان خان نے حیرت سے اس کی لال سرخ آنکھیں اور اس کے چہرے پر موجود آنسوں کے نشان دیکھے۔اب تو آبان نے بھی اسے کچھ نہیں کہا تھا پھر وہ کیوں رو رہی

تھی۔ آبان خان کو سمجھ نہیں آرہی تھی!! "کیا ہوا ہے۔ اب کس بات پر یہاں بیٹھی آنسوں بہارہی ہو؟ آبان خان نے نرمی سے اسے اپنی طرف کھینچتے سوال کیا۔۔ درفشاں اس کے سینے سے آکر ٹکرائی تھی۔ آبان خان خود زمین سے کھڑے ہوتے اسے اپنی گود میں اٹھا گیا۔ باہر بہت ٹھنڈ تھی۔ درفشاں بیمار بھی پڑ سکتی تھی۔ اسی لیے آبان خان اسے کمرے میں لے کر جارہا تھا۔ اس وقت بھی درفشاں کا جسم برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔۔ درفشان اس کی شرٹ کندھوں سے اپنی مٹھیوں میں جکڑے اس کے سینے میں منہ دیے ہوئے تھی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ "کیا ہوا ہے درفشاں۔ جب تک مجھے بتاؤ گی نہیں میں کیسے تمہاری پریشانی حل کروں گا۔ بتاؤ شاباش!! آبان خان نرمی نے کمرے میں آتے اسے نرمی سے صوفے پر بٹھایا۔ خود بھی وہ اس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ "کچھ نہیں ہوا۔ درفشاں نے نظریں جھکائے آہستہ سے جواب دیا۔ اسے ابھی بھی رونا آرہا تھا۔ وہ بلکل سہی تھی اس معاملے میں آبان خان اسے اس کی مرضی سے رونے بھی نہیں دیتا تھا۔ ابھی بھی اس کے دل کا بوجھ بلکل ہلکا نہیں ہوا تھا۔ اور وہ اٹھا کر اسے کمرے میں لے آیا تھا۔ جہاں پر اس کا دم گھٹتا تھا۔۔ "اگر کچھ نہیں ہوا تو تم ایسے کیوں رو رہی تھی۔ سچ سچ بتاؤ۔ کوئی مسئلہ ہے۔ یا کوئی پریشانی! آبان خان نے فکر مندی سے پھر سے سوال دہرایا۔

اسے درفشاں کی فکر ہو رہی تھی۔ "ہاں آپ ہیں میرا مسئلہ ! درفشاں نے اس کی طرف بھیگی آنکھوں کے ساتھ دبی دبی آواز میں چیختے ہوئے کہا۔۔!! "یہ مسئلہ تو تمھیں ساری زندگی بھگتنا ہے۔اس کے علاوہ کوئی اور مسئلہ ہے تو بتاؤ؟؟ آبان خان نے اسی سکون کے ساتھ جواب دیا۔اسے درفشان مینٹلی طور پر کچھ پریشان لگ رہی تھی!! "آبان میری زندگی میں ہر مسئلہ صرف آپ کی وجہ سے ہی ہے۔کاش آج آپ میری زندگی میں نا ہوتے تو کم از کم میرے والدین تو میرے ساتھ ہوتے۔آپ کی وجہ سے مجھ سے میرا ہر رشتہ بچھڑ گیا۔۔درفشاں نفرت سے اس کے خوبصورت چہرے کی طرف دیکھتے پھر سے چیخی تھی۔اس کے آنسوں کسی صورت بھی رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے!! آبان خان کو اس کے الفاظوں سے زیادہ اس کی آنکھوں میں موجود اپنے لیے بے تحاشہ نفرت تکلیف دے رہی تھی!! "میں نے کچھ نہیں چھینا تم سے۔یہ سب تمہاری اپنی غلطی کی وجہ سے ہوا ہے۔اگر تم وہ کارنامہ سرانجام نا دیتی تو آج سب ساتھ ہوتے تمہارے!! آبان خان نے سپاٹ سے چہرے کے ساتھ کہا۔لہجے میں پہلے والی نرمی اور فکر زائل تھی۔ "جب سب کچھ میں نے کیا ہے تو چھوڑ دیں آپ مجھے۔کیوں زبردستی اپنے ساتھ رکھا ہوا ہے۔درفشاں کی ایک ہی ضد تھی۔وہ آج بھی اس شخص کے ساتھ رہنے کے لیے تیار

نہیں تھی!!"تمھیں ساتھ اس لیے رکھا ہوا ہے کیوں کہ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔ میں محب....ایک ہی سانس میں دھاڑ کر بولتے وہ اچانک رک گیا تھا۔۔درفشاں آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ رہی تھی!!"تم میرے صبر کا امتحان مت لو درفشاں۔۔ میں جتنا اچھا تمہارے ساتھ بن رہا ہوں تم اتنا ہی سر پر چڑھ رہی ہو۔ جس دن میں نے تمھیں سر سے اتار کر پھینک دیا نا پھر روتی ربنا ساری زندگی!!اپنے الفاظ بدلتے وہ اسی صورت میں پھر سے دھاڑا تھا۔روزانہ درفشاں کی ایک یہی بات ایک اسی ضد سے وہ تنگ آچکا تھا۔اسے بس آبان خان کی پناہوں سے آزادی چاہیے تھی۔جو کہ آبان خان کبھی نہیں دے سکتا تھا۔پہلے کی بات اور تھی۔وہ اس کے بغیر رہ رہا تھا۔لیکن اب ایک کمرے میں درفشاں کے ساتھ رہنے سے اسے عادت سی ہو گئی تھی۔۔اسے اپنی محبت سے زیادہ اپنی عادت خطرناک لگ رہی تھی۔وہ کسی صورت بھی اب درفشاں کو خود سے دور کرنے کا نہیں سوچ سکتا تھا۔لیکن مقابل اسکے ساتھ رہنا نہیں چاہتی تھی۔اسے تو بس آزادی چاہیے تھی آبان خان کے نام سے!!"کیوں چڑھایا ہے آپ نے مجھے سر پر اُتار کر پھینک دیں۔تاکہ میری بھی جان چھٹے اس جہنم سے۔پلیز آبان مجھے طلاق دے دیں میں نہیں۔۔۔"درفشاں روتے ہوئے ابھی اپنی بات مکمل کرتی کہ اس کی طلاق والی بات سنتی

آبان خان سختی سے اس کا جبڑا اپنی گرفت میں لے گیا تھا۔۔ اس کی آنکھوں میں جیسے اچانک ہی خون اتر آیا تھا۔ جبکہ اس نے جبڑے اتنی سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کر رکھے تھے کہ اس کی گردن کی رگیں پھولتی کسی بھی وقت پھٹنے کو تھیں۔ایک مرتبہ پہلے بھی درفشا اس سے طلاق کا مطالبہ کر چکی تھی۔ لیکن تھپڑ پڑنے کے بعد اس نے آج یہ بات کی تھی۔ شاید وہ پچھلے والا تھپڑ بھول چکی تھی۔ جس کا نشان اس کے گال پر چار سے پانچ دن تک ثبت رہا تھا۔۔ "غلطی میری ہے جو تمھیں ڈھیل دی ہوئی ہے۔۔ تمھیں اوقات سے رکھ کر دن رات تمہارے جسم سے اپنا بستر گرم کرتا تو آج یہ نوبت نہیں آئی تھی۔ وہ کہتے ہیں نا لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔ وہی حال ہے تمھارا بھی۔ لیکن کوئی بات نہیں ابھی بھی دیر نہیں ہوئی۔ ابھی تمہاری عقل ٹھکانے آجائے گی!! شدید غصے کے عالم میں دھاڑ کر کہتے اس نے درفشاں کے گلے سے قمیض پکڑتے ایک ہی جست میں چاک کی۔۔ چررر کی ایک آواز آئی تھی اور اس کی قمیض سینے سے نیچے تک چاک ہو چکی تھی!! درفشاں کی آنکھوں میں خوف پھیلا تھا۔ اس نے بے ساختہ ہی نفی میں سر ہلاتے پیچھے ہونا چاہا لیکن آبان خان اسے بالوں سے ہے دردی سے پکڑتے اس کے گال پر اپنی پوری قوت سے دانت گاڑ گیا تھا۔۔ درفشاں کی چیخ بے ساختہ تھی۔ غصے میں وہ

پہلے والے آبان خان سے بلکل مختلف لگ رہا تھا. آج نا مقابل کے لیے رعایت تھی اور نا ہی اس کے لمس میں نرمی وہ بے دردی سے اس کے گالوں پر اپنے دانت گاڑتے اس کی گردن پر جھکا تھا۔ درفشاں نے روتے ہوئے اسے کندھوں سے پکڑتے خود سے دور کرنا چاہا۔ آبان خان اسی لمحے اس کے اسی گال جہاں اس نے دانت گاڑے تھے پر بے دردی سے ایک زوردار تماچہ رسید کر گیا تھا۔ مارے غصے کے وہ جیسے پاگل ہونے کو تھا۔ ایک مہینے سے زیادہ اس نے درفشاں کا ہر نخرہ ہر بد تمیزی چپ چاپ برداشت کی تھی۔ لیکن آج اس کے منہ سے طلاق کا لفظ سنتے جیسے اس کے دماغ کی شریانے پھٹنے والی ہو رہی تھیں۔ وہ اس کے لیے اپنے گھر والوں سے لڑتا پھر رہا تھا۔ اپنی ماں سے بحث کرتا تھا اور یہاں محترمہ اس سے طلاق مانگ رہی تھی!! درفشاں اپنے گال پر ہاتھ رکھے پیچھے صوفے پر گری تھی۔ یہ تھپڑ پہلے والے سے زیادہ جاندار تھا۔ اس کا کان بلکل سن ہو چکا تھا۔ جبکہ وہ مزید خوفزدہ ہوتے آبان خان کی خون اتری آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔۔۔ آبان خان تھوڑا آگے کو جھکتے اس کے بال گدی سے دبوچتے پھر سے سیدھا ہوتے اسے اپنے مقابل کر گیا۔۔

"دوبارہ اگر مجھے خود سے دور جھٹکا تو میں حشر بگاڑ دوں گا تمھارا۔ اس کے بالوں کو جھٹکا دیتے وہ طیش سے دھاڑا تھا۔ درفشاں نے سراسیمگی کی کیفیت میں خوفزدہ ہوتے ہاں میں سر

بلایا۔ زبان تالو سے چپک چکی تھی۔ کچھ بولنے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔ آبان خان اس کی قمیض سے نظر آتے نشیب و فراز پر بہت بے رحمی سے اپنے دانت گاڑ گیا۔ درفشاں نے چیختے ہوئے شدید روتے ہوئے صوفی کو پکڑا تھا۔ اس نازک سے حصے پر اس کا بے درد وار وہ برداشت نہیں کر سکتی تھی!! جبکہ آبان خان بنا رکے اس کے سیاہ رنگ کے پردے کو بھی اتارتے بر گزرتے لمحے کے ساتھ مزید بے دردی دکھا رہا تھا۔ درفشاں جیسے بے ہوش ہونے کو تھی۔ ایک لمحہ بھی ایسا نہیں تھا جب اس کی چیخیں رکی ہو۔ آبان خان اس کی دھڑکنوں پر جہاں بھی دانت گاڑتا درفشان کی چیخ ساتھ ہی ابھرتی تھی!! آبان خان اپنے کان لپیٹے اس کی دھڑکنوں کو اپنے دانتوں سے نیلو نیل کر رہا تھا۔ جبکہ ایک ہاتھ ابھی تک اس کے بالوں پر ہی تھا۔ درفشاں ذرا سا پیچھے ہونے کی کوشش کرتی وہ بے دردی سے اس کے بالوں کو دبوچے پھر سے اسے ہلنے سے منع کر دیتا۔ "مجھے معاف کر دیں آبان پلیز!! درفشاں نے شدید روتے ہوئے بمشکل ہی اپنے حلق سے آواز نکالتے اس سے معافی مانگنی چاہی ورنہ کوئی بعید نہیں تھی کہ اس کی گرفت میں درفشاں نے صبح تک زندہ نہیں بچنا تھا۔ وہ تو ابھی سے ہی جیسے بے ہوش ہونے کے در پر تھی۔ "اتنے سے میں ہی عقل ٹھکانے آگئی تمہاری؟ ابھی تو میں نے صرف تمہاری دھڑکنوں کو چھوا ہے!! جب

میں تمہارے پور پور پر اپنی ظالم شدتیں برسا کر تمھارا پورا جسم نیل سے بھروں گا تب کیا ہو گا تمھارا؟ ابھی تو میں تم میں سماتے تم پر قہر بن کر برسا نہیں ہوں تو ابھی معافی مانگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ معافی تب کے لیے بچا کر رکھو جب تم میری شدتوں سے ٹوٹ کر بستر پر مرنے کی حالت میں پڑی ہو گی۔ اس کی دھڑکنوں سے اپنا سر اٹھاتے آبان خان نے پھر سے اس کا جبڑا اپنی اپنی گرفت میں لیتے دبی دبی آواز میں غرا کر کہا۔۔ درفشان کو اس کی انگلیاں اپنے گالوں میں دھنستی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ اسے لگ رہا تھا کہ ابھی ہی اس کا جبڑا ٹوٹ جائے گا۔ آبان خان اپنی پوری طاقت سے اس کا جبڑا پکڑا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ کے مسلز طرح پھولے ہوئے تھے!! "پل۔۔۔ یز آبان میں آئن۔۔ دہ۔۔ نہیں لوں گی۔۔ طل۔۔ طلاق کا لفظ آ.. آپ کے سا۔۔ منے۔۔ میرے سا۔۔۔ ساتھ یہ ظلم مت کریں پلیز!!" درفشاں اس کے سامنے ہاتھ جوڑتے ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں کہتے ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔ وہ کسی صورت بھی آبان خان کے ساتھ ازدواجی تعلق قائم نہیں کر سکتی تھی۔ بھلا وہ کیسے ایک ایسے شخص کے ساتھ رشتہ بناتی جس کے نام سے ہی اسے نفرت تھی!!" بہتر بھی یہی ہو گا تمہارے لیے۔ آئندہ میرے سامنے اپنی یہ گز بھر لمبی زبان بند رکھنا۔ ورنہ اسے کاٹنے میں ایک لمحہ نہیں لگاؤں گا۔ اچھا ہو گا میری ہی ساری

زندگی سکون میں گزرے گی!! اس کے بالوں کو جھٹکا دے کر چھوڑتے وہ صوفے سے کھڑا ہوا۔ کہیں نا کہیں اسے بھی درفشاں کی حالت اور ترس آ ہی گیا تھا۔۔اس کا حشر بگاڑ چکا تھا آبان خان۔۔۔ درفشاں نے شدید آنسوں بہاتے اپنی پھٹی ہوئی قمیض اپنے اوپر صحیح سے درست کی۔اس کا جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔ جبکہ اسے اپنے گال اور اپنی دھڑکنوں پر بری طرح جلن اور درد محسوس ہو رہا تھا۔ آبان خان نے واقعی میں بے رحمی دکھائی تھی۔ آبان خان ایک سپاٹ نظر اس پر ڈالتے بیڈ کی سائڈ ٹیبل کی طرف بڑھتے اپنا سیگرٹ کیس اٹھاتے واپس سے اس کی طرف آیا۔۔ "دو منٹ میں اپنی حالت سہی کرو۔ میں واپس آؤں تو بیڈ پر ملو تم مجھے۔اس کے بازو کو دبوچ کر اسے صوفے سے کھڑا کرتے آبان خان نے جیسے حکم دیا تھا۔۔ درفشاں کی آنکھوں میں خوف گہرا ہوا تھا۔ جبکہ جسم کی کپکپاہٹ میں بھی اضافہ ہوا تھا۔ وہ اسے بیڈ پر ملنے کا کہہ رہا تھا۔ مطلب وہ ابھی تک اپنی بات سے پیچھے نہیں ہٹا تھا۔ آبان خان اپنی بات پر اس کی آنکھوں میں بڑھتا خوف واضح دیکھ رہا تھا۔۔ "بے فکر رہو جدھر تمہاری سوچ جا رہی ہے۔ وہ بھی بہت جلد کروں گا۔ مزید ڈھیل تمھیں دینا میرے لیے ہی نقصان دہ ہو گا۔ ابھی فلحال کے لیے میری بانہوں میں سونے کے لیے بیڈ پر ملو تم مجھے۔ وہ کیا ہے نہ تمہارے بغیر نیند نہیں آتی اب!!

استہزائیہ مسکرا کر کہتے وہ اس کے گال کو آہستہ سے تھپکتے اپنے قدم ٹیرس کی طرف بڑھا گیا تھا۔ اپنے دل میں جلتی آگ کو بجھانے کے لیے اسے سیگریٹ کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ ہمیشہ کی طرح وہ آج پھر شدید ٹھنڈ میں ٹیرس پر کھڑے ہو کر سیگریٹ پھونکنے والا تھا۔

اس کے کمرے سے جاتے ہی درفشاں پھر سے شدید روتے ہوئے زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ اس کا دل کر رہا تھا دھاڑیں مار مار کر روئے۔ اپنے ماں باپ کو اپنے ساتھ ہوئے ہر ظلم کے بارے میں بتائے۔ لیکن یہاں تو اسے اس کے والدین بھی میسر نہیں تھے۔ وہ تو اس کی شکل دیکھنے کو بھی راضی نہیں تھے۔ خیر خیریت پوچھنا تو پھر بہت دور کی بات تھی۔ یہاں ناآبان خان اسے سمجھ رہا تھا اور نہ ہی اس کے گھر والے اسے سمجھنے کو تیار تھے۔۔ ہر کسی کو بس درفشاں غلط لگتی تھی۔ ایک ناپسندیدہ انسان کے ساتھ زندگی گزارنا دن رات اس کی بانہوں میں رہنا، کوئی غلط بات کر دو تو اس کے تھپڑ بھی سہنا اس وقت زندگی جتنی درفشاں کے لیے بے رحم تھی کوئی اس سے پوچھتا۔ جسے کانٹا بھی لگتا تھا تو وہ سارے گھر میں وبال مچا دیتی تھی!! آبان خان کی مار خاموشی سے سہہ رہی تھی۔ کیوں کہ اس کا ساتھ دینے کے لیے کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ جو لوگ کل تک اس پر جان چھڑکتے تھے۔ اج

انہی لوگوں کے لیے وہ جان کا عذاب بن گئی تھی۔ اس کی آنکھیں ترس رہی تھیں اپنے ماں باپ کو دیکھنے کے لیے۔ لیکن وہ بے بس تھی۔ اس وقت وہ ہر معاملے میں ہی بے بس تھی۔۔ دماغ میں مسلسل یہ باتیں سوچتے اس کے رونے میں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اضافہ ہو رہا تھا۔ بیڈ کی طرف کھسکتے وہ بیڈ کے ساتھ اپنا سر لگاتے روئے چلی جا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بری طرح سوج چکی تھی۔ جبکہ رو رو کر حلق بلکل خشک ہو چکا تھا۔ اس وقت اس کی حالت بلکل اجڑی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ قمیض پھٹی ہوئی تھی آنکھیں شدید سوجن زدہ تھیں گال پر زخم اور اس زخم کے ساتھ ہی آبان خان کی پانچوں انگلیاں ثبت تھیں۔ پورا گال نیلا ہوا پڑا تھا۔ جبکہ اسے اپنے سر میں شدید درد محسوس ہو رہا تھا۔ پہلے ہی اس کے سر میں بہت درد تھا۔ اوپر سے آبان خان نے اس کے بالوں کو پکڑتے بری طرح انہیں کھینچا تھا۔ جس کی وجہ سے اب تو اسے اپنے دماغ کی رگیں پھٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ غرض کہ درفشاں کی حالت اس وقت قابل رحم تھی۔ اس کا پورا جسم درد سے ٹوٹ رہا تھا۔۔ بیڈ کے کنارے سے ٹیک لگائے وہ اپنی آنکھیں موند گئی۔ ناتو اس کے اندر اٹھنے کی ہمت تھی اور نا ہی کپڑے چینج کرنے کی۔ آبان خان کا حکم وہ ایک مرتبہ پھر رد کر رہی تھی۔ لیکن اس کا قصور نہیں تھا۔ اس کے واقعی پاؤں سے جیسے جان ختم تھی۔

آبان خان اسے پھر اسی حالت میں دیکھ کر کیا کرے گا۔ درفشاں سوچتے ہی بری طرح رونے لگی تھی۔ روتے روتے آنکھیں موندے کب وہ نیند کی وادیوں میں اتری اسے معلوم ہی نہیں ہو سکا تھا۔ خدا نے اسے درد سے چھٹکارا دینے کے لیے نیند کو اس پر غالب کر دیا تھا۔ جیسے وہ ہمیشہ کرتا تھا۔ آج بھی ویسے ہی درفشاں روتے روتے زمین پر بیٹھے بی سکون کی نیند سو گئی تھی۔

بابر ٹیرس پر کھڑا آبان خان سیگریٹ پھونکتے اپنے اندر جلتی آگ کو بجھانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ نجانے محبت نے اس پر کب رحم کرنا تھا۔ کب اسے بھی اپنی زندگی میں سکون میسر ہونا تھا۔ یہ تو خدا ہی جانتا تھا۔۔

قسط نمبر:32

درفشاں کی آنکھ اپنے کمرے میں ہوتی کھٹ پٹ کی آواز سے کھلی!! رات میں روتے روتے وہ کب سوئی اسے علم ہی نہیں ہو سکا تھا۔ اس کی پہلی نظر آبان خان پر گئی تھی جو بیڈ کی سائڈ ٹیبل کی دراز سے چیزیں اِدھر اُدھر کرتے کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے دیکھتے رات کا ایک ایک منظر درفشاں کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگا تھا۔ وہ ابھی تک

اسی حلیے میں زمین پر ہی بیڈ سے ٹیک لگائے نیم دراز تھی۔ آبان خان نے رات میں اسے کہا تھا کہ اپنا حلیہ درست کرے!! لیکن اس وقت اس کے اندر سے چلنے پھرنے کی سکت جیسے ختم تھی۔ اب وہ کمرے میں ہی تھا۔ یعنی وہ اسے دیکھ بھی چکا ہوگا۔ درفشاں کی آنکھوں میں پھر سے خوف پھیلا تھا۔ نجانے یہ شخص اب اس کے ساتھ کیا کرنے والا تھا۔ سوچتے ہی خوف سے اس اعصاب چٹخنے لگے تھے!! اس نے اپنے ہاتھوں پر وزن ڈالتے زمین سے اٹھنا چاہا لیکن فوراً ہی کراہتے ہوئے واپس سے زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کے سر میں شدید درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ جبکہ اسے اپنا پورا جسم جیسے اکڑا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ساری رات ایک ہی پوزیشن میں سونے کی وجہ سے اس کی کمر بری طرح اکڑی ہوئی تھی!! درفشاں نے درد سے کراہتے ہوئے اپنی کمر کو جکڑا۔ آبان خان نے رات میں اسے دیکھ کر بھی اٹھانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ تو جیسے درفشاں کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ ابھی بھی وہ آفس کی تیاری کے لیے کمرے میں آیا تھا۔ ورنہ ساری رات اس میں باہر ٹیرس پر شدید سردی میں سگریٹ پھونک کر گزاری تھی!! پوری رات ایک منٹ کے لیے بھی اس کے ہاتھ میں سیگریٹ نہیں بجھا تھا۔ ایک ختم ہونے پر وہ فوراً دوسری جلا لیتا۔ ساری رات اِس کی ایسے ہی گزری تھی۔ اس کی آنکھوں میں رت جگے کی

سرخی بہت واضح تھی۔اپنے پیچھے سے درفشاں کی آواز سنتے اس نے یکلخت ہی پیچھے مڑ کر دیکھا تھا۔ جہاں درفشاں اپنی کمر کو پکڑے رونے کا شغل فرما رہی تھی۔اسے روتے دیکھ آبان خان کے ماتھے پر بے شمار بل پڑے تھے!!"یہ صبح صبح کیا منحوسیت پھیلا رکھی ہے؟ اٹھو زمین سے! ناگواری سے اسے دیکھتے آبان خان حلق کے بل دھاڑا تھا۔آج اس میں پہلے والے آبان خان کی جھلک نظر آرہی تھی۔بلکہ نہیں وہ اس دفعہ پہلے سے زیادہ ظالم بنا ہوا تھا۔اسے درفشاں کی حالت پر بھی کوئی ذرا سا بھی ترس نہیں آرہا تھا۔اس کی نظر میں ایسی لڑکیوں کی عقل ایسے ہی ٹھکانے لگانی چاہیے تھی۔پیار اور نرمی سے وہ اسے بہت مرتبہ ٹریٹ کر کے دیکھ چکا تھا۔۔"درفشاں خان اس کی دھاڑ پر اچھلتے ہوئے اپنی جگہ سے پیچھے ہوئی!! جبکہ کسی چابی کی گڑیا کی طرح اپنا درد بھلائے وہ اس کے حکم پر فوراً کھڑی ہو گئی تھی۔اس کی آنکھوں میں مقابل کا خوف جیسے رچ بس گیا تھا۔رات اس شخص نے کم ظلم نہیں ڈھایا تھا اس پر۔اور اب بھی صرف اپنی ہی چلا رہا تھا۔۔

آبان خان دو قدم چلتے اس کے نزدیک جا کر کھڑا ہوا تھا۔۔درفشاں نے اسے اپنے اتنے" نزدیک کھڑا ہوتے دیکھ بے ساختہ ہی تھوک نگلا تھا۔آبان خان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے انگوٹھے کے پوروں سے اس کے آنسوں صاف کیے۔درفشاں اپنی آنکھیں میچ گئی تھی۔

جبکہ اس کے جسم کی کپکپاہٹ اور اس کی دھڑکنوں کی آواز آبان خان بخوبی محسوس کر رہا تھا۔ اس کے آنسوں صاف کرتے آبان خان اس کی آدھی برہنہ دھڑکنوں کو اپنی مٹھی میں جکڑ گیا۔۔ درفشاں نے درد سے سسکتے اپنی آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ وہ رات والی پھٹی ہوئی قمیض میں ہی ملبوس تھی!! "چینج کرو جا کر۔ اور نیچے جا کر ناشتہ بناؤ میرے لیے۔ اس کی ہرنی جیسی سہمی ہوئی آنکھوں میں اپنی سرخ آنکھیں گاڑتے وہ نہایت سرد لہجے میں غرایا تھا۔ جبکہ دھڑکنوں پر رکھے ایک ہاتھ کی گرفت میں بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔۔ درفشاں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے بمشکل ہی ہاں میں سر ہلایا۔ اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولا سا اٹکا ہوا تھا۔ بمشکل ہی اس کی آواز نکلنی تھی!! آبان خان اسے اپنے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے دیکھ فوراً ہی اس کا ہاتھ جھٹک گیا تھا۔۔ "دوبارہ مجھے ہاتھ مت لگانا۔ اس قابل نہیں ہو تم کہ آبان خان کے جسم کے کسی بھی حصے کو چھو سکو۔ اسے ہلکا سا پیچھے کی طرف دھکا دیتے آبان خان پھر سے دھاڑا تھا۔ اس کے لہجے میں غرور جھلک رہا تھا۔ جیسے مقابل کو اپنی اہمیت سے باور کروانا چاہتا ہو!! درفشاں بری طرح پیچھے کو لڑکھڑائی تھی۔ لیکن وہ خود کو گرنے سے بچا چکی تھی۔ اس نے آبان خان کی طرف دیکھتے اچھا کی صورت میں پھر سے اپنا سر ہلایا۔ "جاؤ یہاں سے اور اب اپنی شکل صرف ناشتہ لے کر آؤ تب ہی

دیکھانا۔اسے سختی سے کہتے وہ پھر سے بیڈ کی سائڈ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔"درفشاں نے اپنے قدموں کو گھسیٹتے ہوئے واشروم کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ایک ایک قدم اسے من بھر کا لگ رہا تھا۔۔ پہلے ڈریسنگ روم کی طرف جاتے اس نے اپنے کپڑے نکالے۔اور پھر وہ شاور لینے کی غرض سے واشروم کی طرف بڑھ گئی تھی!!ابھی تو اسے ایک اور امتحان پاس کرنا تھا۔آبان خان کے ڈر سے وہ ہاں تو کر چکی تھی لیکن اسے ناشتے میں انڈہ بنانا بھی نہیں آتا تھا۔۔نااس نے اپنی زندگی میں کبھی کچن میں کچھ بنانے کی غرض سے قدم رکھا تھا۔جو کچھ اسے کھانا ہوتا نوین بیگم کوک کو کہہ کر اس کے لیے فوراً ہی بنوا دیتی تھیں۔اسے کبھی کچھ سیکھنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی۔لیکن آج اسے پچھتاوا ہو رہا تھا۔۔کہ کاش کچھ سیکھ ہی لیتی تو آج یہ نوبت نہیں آنی تھی!!"واشروم میں شاور کے نیچے کھڑے ہوتے اس کی آنکھوں سے آنسوں بہتے پانی کے ساتھ مکس ہو رہے تھے۔شاید ہی وہ اپنی پوری زندگی میں اتنا روئی ہو جتنا وہ ان پچھلے کچھ دنوں میں رو چکی تھی!!اب تو رو رو کر جیسے آنسوں بھی خشک ہو رہے تھے!!کیوبیکل کے شیشے سے اپنا سر ٹکائے وہ اپنی قسمت پر روئے چلی جا رہی تھی۔شاور سے گرتے ٹھنڈے پانی کی پھوار سیدھا اس

کے چہرے پر آ رہی تھی۔اس کے گال پر موجود زخم پانی لگنے سے بہت برا نظر آنے لگا تھا۔ جبکہ وہ والا گال پورا نیلا ہوا پڑا تھا۔۔

جلدی باہر آؤ تمہاری طرح ہر کوئی فارغ نہیں ہوتا۔میں نے بھی آفس جانا ہے ! واشروم" کے دروازے کے پاس سے آبان خان کی آواز سنتے وہ ایک جھٹکے سے سیدھی ہوئی تھی۔ اس نے اپنے آنسوں صاف کرتے دروازے کی طرف دیکھا۔اب یہ شخص اسے واشروم میں بھی چین لینے نہیں دے رہا تھا۔درفشاں نے ہچکی لیتے جلدی سے شاور لیا۔۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھی آبان خان نے دروازہ توڑ کر خود ہی اندر آ جانا تھا۔ویسے بھی درفشاں آبان خان سے کچھ بھی ایکسپکٹ کر سکتی تھی۔۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد درفشاں واشروم کا دروازہ کھولتے باہر نکلی۔۔اسے شدید ٹھنڈ لگ رہی تھی۔پہلے تو اس نے ٹھنڈے پانی سے نہاتے وقت ٹھنڈ کا اتنا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔ اس کا دماغ پانی کی طرح تھا ہی کب ! لیکن اب اسے پتہ چل رہا تھا کہ اس میں ٹھنڈے پانی سے نہایت کر غلطی کر دی ہے۔اس کا اکڑا ہوا جسم جیسے مزید اکڑ گیا تھا۔درفشاں ٹھنڈ سے کانپتے ہوئے بیڈ کے پاس آ کر کھڑی ہوئی ! ! آبان خان اسے ہی سرد سرخ نظروں سے

گھور رہا تھا۔ اس کا سرخ چہرہ دیکھتے آبان خان نے بری طرح اپنے جبڑے بھینچے!!
دوسرے لمحے وہ پھر سے خود پر بے حسی کی چادر اوڑھا گیا تھا۔۔"کھڑی میری شکل کیا دیکھ رہی ہو میک اپ سے کور کرو یہ گال کو نشان اور نیچے جا کر ناشتہ بناؤ میرے لیے!! خبر دار جو کسی کو بھنک بھی پڑی تو کہ کل ہمارے درمیان کیا ہوا ہے!! انگلی اٹھا کر سختی سے اسے تنبیہ کرتے آبان خان اپنے قدم واشروم کی طرف بڑھا گیا۔۔ درفشاں جلدی سے ہاں میں سر ہلاتے ڈریسنگ مرر کے سامنے آ کر کھڑی ہوئی۔اس کے لیے یہی بہت تھا کہ کچھ دیر کے لیے ہی سہی وہ اس کی نظروں سے دور تو جائے گی۔اس نے بھی تب ہی سکون کا سانس لینا تھا۔ بھلے ہی اُسے کچھ بنانا نہیں آتا تھا۔ لیکن اس کے لیے یہی بہت تھا کہ اسے اس کمرے سے تھوڑی دیر کے لیے رہائی مل جائے گی!! وہ کانپتے ہاتھوں سے جلدی جلدی اپنے منہ پر بیس لگا رہی تھی۔ لیکن اس کے ہاتھ ٹھنڈ سے بری طرح کانپ رہے تھے۔وہ خود بھی بری طرح کانپ رہی تھی!! آبان خان واشروم کے دروازے کے پاس کھڑا اپنی سرخ نظروں سے اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔اسے بری طرح کانپتے دیکھ وہ اپنے قدم نا چاہتے ہوئے بھی واشروم میں جانے سے روک گیا تھا۔۔ درفشاں مسلسل بیس سیٹ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ایک آبان خان کی نظریں اور دوسرا ہاتھوں کی

کپکپاہٹ اس سے بیس سیٹ ہی نہیں ہونے میں آ رہی تھی۔ وہ پھیلتی ہی جا رہی تھی۔ آبان خان نے اپنے قدم اِس کی جانب بڑھائے۔ درفشاں مرر میں اپنے پیچھے سے اسے اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ رہی تھی!! مرر میں سے وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے!! آبان خان اس کے پاس جاتے اسے بازو سے پکڑتے ایک جھٹکے سے اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔۔ درفشاں کے ہاتھ سے بیس چھوٹ کے گری تھی۔ جیسے بروقت ہی آبان خان اپنے ہاتھ میں لے چکا تھا۔۔ "تمہارے گھر والوں نے زبان چلانے کے علاوہ اور کچھ نہیں سکھایا کیا تمھیں؟؟ آبان خان نے کڑے تیور لیے سوال کیا۔۔!! "م۔۔ میرے ہ۔۔ ہاتھ کا۔۔ کانپ رہے ہیں تو اس ل۔۔۔ لیے ن۔۔ نہیں لگ رہی!! درفشاں نے روہانسی ہو کر کہتے ٹوٹے لفظوں میں بمشکل اپنی بات مکمل کی!! آبان خان ایک خاموش نظر اس پر ڈالتے اپنے ہاتھ میں موجود بیس اس کے چہرے پر لگاتے صحیح سے سیٹ کر گیا تھا۔ اس نے خاص دھیان رکھا تھا کہ درفشاں کے چہرے پر موجود نشان ذرا بھی کسی کو نظر نہیں آئے!! ورنہ آبان خان کی پورے گھر والوں سے خیر نہیں ہونی تھی۔ اس کے گھر والے جتنا بھی درفشاں پر بول لیں لیکن وہ یہ بات کبھی برداشت نہیں کرتے کہ ان کے گھر کی بہو بیٹیوں پر ہاتھ اٹھایا جائے۔ آبان خان کی خود کی بھی یہی سوچ تھی۔

لیکن درفشاں کے منہ سے طلاق کا لفظ سنتے وہ اپنا آپا کھو دیتا تھا۔اور مقابل جانتے بوجھتے وہ لفظ دہرا کر اپنی جان خطرے میں ڈال لیتی تھی!! "جاؤ نیچے۔ چادر اچھے سے لے لینا سردی نہیں لگے گی۔ بے اختیاری میں نرمی سے کہتے وہ ہلکے سے اس کے گال پر اپنے لب رکھ گیا تھا۔۔ جہاں کل بے رحمی دکھائی تھی اب وہیں پر نرمی سے اپنا لمس چھوڑتے وہ جیسے خود کو تسلی دے رہا تھا۔۔ "درفشاں اسے پھر سے اپنے گال پر جھکتے دیکھ اپنی سانس تک روک گئی تھی۔ اس شخص کی نرمی بھی جان کا وبال تھی!! آبان خان اسے سانس روکتے دیکھ اس سے دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوا۔ سحر ٹوٹ گیا تھا۔نرمی بھی فوراً ہی غائب ہو گئی تھی!! اس کے چہرے کے تاثرات پھر سے پہلے جیسے ہو چکے تھے!! درفشاں اس کے پاس سے گزرتے دروازے کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی کہ پھر سے اس ظالم کی آواز سنتے اس نے روہانسی ہوتے اس کی طرف دیکھا۔ اب صحیح معنوں میں اس کی جان نکلی تھی!! "اس گھر کے ایک ایک کوک کے ہاتھ کا ذائقہ مجھے اچھے سے پتہ ہے اور ماما کے ہاتھ کا بھی۔ تو کوئی ہوشیاری مت کرنا۔ ورنہ مجھ سے برا کسی کو نہیں پاؤ گی۔۔ پھر سے اسے تنبیہ کرتے وہ واشروم کی طرف بڑھ گیا تھا۔ آخر کو وہ آبان خان تھا کیسے نا جانتا درفشاں کو؟؟ "تم سے برا اس دنیا میں کوئی ہو بھی نہیں سکتا آبان خان! اپنے دل میں سوچتے وہ

آنکھوں سے آنسوں صاف کرتے نیچے کی جانب بڑھی۔اب جیسا بھی بنتا ناشتہ اسے ہی بنانا تھا۔

درفشاں نے نیچے پہنچتے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔پورا لاؤنج خالی تھا۔اس نے بے ساختہ شکر ادا کرتے اپنے قدم کچن کی جانب بڑھائے۔کچن میں اس وقت دو تین ملازمہ کھڑی تھیں۔جو خان ولا کے لوگوں کے لیے ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں!!درفشاں کو کچن میں داخل ہوتے دیکھ ایک ملازمہ فوراً ہی اس کی طرف بڑھی۔درفشاں نے بھی پہلی بار ہی کچن میں قدم رکھا تھا۔۔وہ اس وقت سیاہ رنگ کے لانگ فراک نیچے چوڑی پجاما پہنے ساتھ سیاہ رنگ کی ہی گرم موٹی شال اوڑھے ہوئے تھی۔اسے اس شال میں سردی سے کچھ راحت ملی تھی۔جبکہ جسم کی کپکپاہٹ میں بھی کافی حد تک کمی آچکی تھی۔۔لیکن ایک جسم کا درد تھا جو جانے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ساتھ سر بھی جیسے پھٹنے کو تھا۔لیکن اسے فلحال آبان خان کے حکم پر عمل کرنا تھا۔اسی لیے اپنے درد کو وہ بلکل اگنور کیے ہوئے تھی!!بی بی جی آپ کو کچھ چاہیے کیا؟؟ملازمہ نے اس کے پاس آتے ادب سے پوچھا۔درفشاں ہلکا سا مسکرا کر رہ گئی تھی!!"بی بی جی۔اتنی عزت بھی صرف ملازمین ہی دے سکتے

ہیں۔ اپنے دل میں سوچتے وہ چولہے کی طرف آئی!! "میں نے ناشتہ بنانا ہے آبان خان کے لیے۔ وہ کیا کھاتے ہیں ناشتے میں آپ پلیز بتادے گیں مجھے؟؟ ملازمہ سے کہتے وہ اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتی پورے کچن کا جائزہ لے رہی تھی۔۔ "جی وہ بریڈ اور ساتھ میں آملیٹ لیتے ہیں بس۔ اور چائے بھی ساتھ۔ ملازمہ نے مسکرا کر جواب دیا۔ انہیں درفشاں بہت پیاری لگ رہی تھی۔ ویسے بھی وہ اس وقت بلکل کوئی گڑیا معلوم ہو رہی تھی!! اس کے گال بیس کے باوجود سرخ ٹماٹر ہوئے پڑے تھے۔ شاید سردی کی وجہ سے! درفشاں نے ہونٹ کاٹتے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ بریڈ تو وہ اٹھا لیتی لیکن ساتھ آملیٹ اسے بنانا ہی نہیں آتا تھا۔۔ "آ۔۔ آپ ایک کام کر دیں۔ مجھے آملیٹ نہیں بنانا آتا۔ تو آپ۔ پلیز طریقہ بتادیں!! درفشاں نے کچھ سوچتے ملازمہ کو پھر سے مخاطب کیا جواب پر اٹھے بنا رہی تھی!! "بہو بیگم آپ رہنے دیں۔ یہ ابھی دو منٹ میں خود ہی بنادے گی!! ملازمین میں موجود ایک ادھیڑ عمر عورت نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے کہا۔ نجانے کیوں درفشاں کو انہیں دیکھتے اپنی ماما کی یاد آگئی تھی۔ اُن کا لہجہ بھی ایسے ہی نرم اور شیریں ہوتا تھا۔۔ "نہیں بنانا تو میں نے ہی ہے۔ آپ بس طریقہ بتادیں۔ درفشاں نے اپنے آنسوں روکتے ان کی آفر کو رد کیا۔۔ "اچھا جی۔ رضیہ تو انڈے اٹھا کر دے بہو بیگم کو!! درفشاں کو

کہتے وہ ملازمہ کی طرف متوجہ ہوئیں۔ وہ بہت محبت سے درفشاں کو طریقہ بتا رہی تھیں اور درفشاں ان کے طریقے پر عمل کرتے اپنے ہاتھ سے پیاز وغیرہ کاٹتے آملیٹ بنانے میں مصروف تھی!! جتنا مشکل وہ سمجھ رہی تھی یہ سب اتنا بھی مشکل نہیں تھا۔ آملیٹ کا ٹیکسچر تیار کرتے اس نے فرائی پین میں ڈالا۔ لیکن اگلے ہی لمحے وہ چیختے ہوئے اپنا ہاتھ پیچھے لے گئی تھی!! سارا ٹیکسچر اس کے ہاتھ سے چھوٹتے شیلف اور فرش پر گر گیا تھا۔ جبکہ اس کا دایاں ہاتھ آگے سے بری طرح جل گیا تھا۔ ٹیکسچر ڈالتے وقت وہ بے دھیانی میں اپنی اُنگلیاں گھی میں ڈال چکی تھی!! سارے ملازمین نے پریشانی سے اسے دیکھا۔ جو بری طرح روتے ہوئے اپنے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھی!! شور کی آواز سنتے عزرا بیگم بھی کچن میں داخل ہوئیں۔ لیکن درفشاں کو کچن میں اپنا ہاتھ پکڑ کر کھڑے دیکھ وہ پریشانی اور حیرت سے فوراً سے اس کی طرف بڑھیں!! "یہ کیا کر لیا تم نے درفشاں۔ تم سے کہا کس نے تھا کچن میں آنے کو؟ اس کا ہاتھ پکڑ کر سنک کی طرف لاتے انہوں نے ٹھنڈے پانی والی ٹیپ کو آن کیا۔ ہاتھ پر ٹھنڈا پانی گرنے سے درفشاں کو تھوڑا بہت سکون ملا تھا۔ لیکن اس کے رونے میں کمی نہیں آئی تھی۔ عظمیٰ بیگم بھی کچن میں داخل ہوتیں پریشانی سے درفشاں کو دیکھ رہی تھی!! "بیٹے کچن میں کیوں آئی تھیں آپ۔ صبح صبح اتنی چوٹ

لگوالی!! عظمیٰ بیگم نے اس کے آنسوں صاف کرتے محبت سے پوچھا۔انہیں اس گھر کی ہر بچی ہی اپنی بیٹیوں کی طرح عزیز تھی!!"انہوں نے کہا تھا ناشتہ بنانے کو تو میں آگئی تھی۔ لیکن یہ سب ہو گیا۔۔ درفشاں نے سوسو کرتے جواب دیا۔ وہ اس وقت کوئی چھوٹی بچی معلوم ہو رہی تھی!!"انہوں نے؟ عظمیٰ بیگم نے نا سمجھی سے اس کا لفظ دہرایا۔انہیں سمجھ نہیں آئی تھی۔"ارے عظمیٰ حد کرتی ہو تم بھی۔آبان کی بات کر رہی ہے وہ۔ عزرا خان نے ان کی عقل پر افسوس کرتے کہا۔۔"اوہ ہاں۔ماشاءاللہ! مسکراتے ہوئے بولتے بے ساختہ ہی ان کے منہ سے نکلا تھا۔"اچھا آپ رونا تو بند کرو۔ میں کان کھینچو گی آبان کے۔ صبح صبح ہماری بہو کو کچن کے کاموں میں لگا دیا اس نے۔۔ عظمیٰ بیگم نے اس کے آنسوں صاف کرتے اٹل ارادے سے کہا۔درفشاں روتے روتے ہنس دی تھی۔ جبکہ عزرا خان ملازمہ سے ٹیوب منگواتے اب وہ درفشاں کے ہاتھ پر لگا رہی تھیں۔آبان کی خبر لینے کا ارادہ تو ان کا بھی تھا۔جب اتنے ملازمین گھر میں موجود تھے تو اسے کیا ضرورت تھی درفشاں کو کچن میں بھیجنے کی!انہوں نے آبان سے درفشاں کو سب کے ساتھ بیٹھنے کیلئے کہنے کا بولا تھا۔ ناکہ یہ کے اسے کچن میں بھیج دے!!"آؤ باہر ملازمین دے دے گیں اُسے ناشتہ۔روزانہی کے ہاتھ کا کرتا ہے۔۔آج نواب کو نخرے آرہے ہیں۔ چھوڑو تم اُسے۔۔

عزرا خان درفشاں کو اپنے ساتھ لیتے کچن سے باہر کی طرف بڑھیں۔ عظمیٰ بیگم بھی انہی کے پیچھے مسکراتے ہوئے نکلی تھیں۔۔

آبان خان کمرے میں بیڈ پر بیٹھا ناشتے کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ کافی دیر پہلے سے ہی شاور لیتے تیار ہو چکا تھا۔ اب بس ناشتہ کر کے اس نے اپنے آفس کے لیے نکلنا تھا۔۔ سائڈ سے اپنا موبائل اٹھاتے اس نے ٹائم دیکھا۔ پینتالیس منٹ ہو گئے تھے درفشاں کو نیچے گئے ہوئے۔ لیکن ابھی تک وہ واپس نہیں آئی تھی۔ آبان خان کو آفس کے لیے بھی دیر ہو رہی تھی۔ سامنے لگی وال کلاک پر نظر ڈالتے وہ بیڈ سے کھڑا ہوا۔ اس کا ارادہ نیچے جا کر درفشاں کو دیکھنے کا تھا جو نیچے جا کر بھول ہی چکی تھی!!

سیڑھیوں سے اترتے اس کی نظر سامنے صوفے پر بیٹھی درفشاں پر گئی تھی جو فائزہ کے ساتھ بیٹھی ہنس کر اس کی کسی بات کا جواب دے رہی تھی۔ اسے ایسے ہنستے دیکھ آبان خان کے قدم ایک پل کے لیے رکے تھے۔ اس نے خان ولا میں درفشاں کو پہلی مرتبہ ہنستے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ ہنستے ہوئے زیادہ پیاری لگتی ہے! اس بات کی گواہی اس کے دل نے دی تھی!! دوسرے لمحے وہ اپنے قدم اسی کی جانب بڑھا گیا۔۔ درفشاں کی اچانک ہی نظر

اس پر پڑی تھی۔ لاؤنج میں اس وقت کوئی بھی پر موجود نہیں تھا۔ سب ہی اپنی اپنی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔ اس کے بعد سب نے ناشتہ کرنا تھا۔۔ آبان خان کو اپنے سامنے کھڑا دیکھ درفشاں فوراً ہی صوفے سے کھڑی ہوئی۔ پل میں ہنسی چہرے سے غائب ہو گئی تھی۔ جبکہ اس کی جگہ اب خوف نے اپنا بسیرا کر لیا تھا۔ اس نے آبان خان کے کہنے پر بھی ناشتہ نہیں بنایا تھا۔ وہ بناتی بھی کیسے اس کے ہاتھ میں پہلے ہی بہت جلن ہو رہی تھی!!

"ناشتے کا کہا تھا تم سے! آبان خان اسے بازو سے پکڑتے اپنے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھتے نارمل سے انداز میں بولا۔ اکیلے میں الگ بات تھی کسی کے سامنے وہ اپنی بیوی کو ڈسریسپکٹ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اسی لیے حد درجہ خود پر کنٹرول رکھے ہوئے تھا۔۔ "وہ م۔۔ میں بنا رہی تھی لی۔۔ لیکن۔۔۔ درفشاں اٹکتے ہوئے بات مکمل کرتی کہ فائزہ نے اس کا جملہ مکمل کیا۔ درفشاں نے سکون کا سانس لیا تھا۔۔ "لیکن یہ کہ بھابھی کا ہاتھ جل گیا تھا بہت بری طرح۔۔ اس لیے بڑی ماما نے انہیں سختی سے کچن میں جانے سے منع کیا ہے!! صوفے سے اٹھ کر کہتے فائزہ بھی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔ اسے بھی تیار ہونا تھا۔ لیکن درفشاں کے کہنے پر وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔ اب آبان آ گیا تھا تو اس کا وہاں کیا کام! اس لیے اٹھ کر اپنی تیاری کرنا مناسب سمجھا۔۔

دکھائو ہاتھ کہاں سے جلا ہے ؟ آبان خان نے اپنا رخ درفشاں کی طرف موڑتے پریشانی" سے پوچھا۔۔ درفشاں نے اپنا ہاتھ اس کے آگے کر دیا تھا۔۔ آبان خان پریشانی سے اس کے زخم کا معائنہ کرتے اس پر پھونک مار رہا تھا۔۔ جبکہ درفشاں تو حیرت سے اس کا پل میں تولہ پل میں ماشا والا روپ دیکھ رہی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ اسے کمرے میں جان سے مارنے کو آرہا تھا اور اب اس کے زخم پر فکر مندی سے جھکا پھونک مار کر جیسے اسے سکون پہنچانا چاہتا تھا۔۔ "پہلی دفعہ کچن میں گئی تھی ؟ آبان خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے نرمی سے سوال کیا۔۔ "درفشاں نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔ جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اس کی حالت سے ہی پتہ چل رہا تھا کہ اسے کچھ بھی نہیں آتا۔۔ "یہ ٹیوب ویسے اچھی ہے سہی ہو جائے گا اس سے زخم۔ اگر نا ہو تو دیکھتے ہیں پھر شام میں ڈاکٹر کے پاس چلے گیں ! ! آبان خان نے اس کا ہاتھ آگے پیچھے کرتے زخم کا معائنہ کرتے کہا۔۔ زخم زیادہ نہیں تھا۔ بس انگلیوں کے پاس سے تھوڑا جلا ہوا تھا۔۔ "اس سے زیادہ گہرے زخم رات میں آپ نے مجھے دیے ہیں۔ جب وہ آرام سے سہہ لیے تو بے فکر رہیں۔ اتنا سا ہاتھ جلنے سے مر نہیں جاؤں گی میں ! ! اپنے آنسوں روک کر کہتے وہ نا چاہتے ہوئے بھی شکوہ کر

گئی تھی!!" تمھیں آج بھی میرا قصور نظر آرہا ہے۔ اگر تم طلاق کا لفظ اپنے منہ سے نہ نکالتی تو میں کبھی تم پر ہاتھ نہیں اٹھاتا۔ تم خود سوچو پچھلے چار سے پانچ ہفتوں میں، میں نے تم سے ہمیشہ پیار سے بات کی ہے۔ کبھی تم پر سختی نہیں کی۔ ناہی کسی قسم کی کوئی پابندی لگائی ہے۔ لیکن اب تمہارے الفاظ ایسے تھے میرا خود پر سے کنٹرول ختم ہو گیا تھا۔!! آبان خان نے اس کے زخم پر ہولے سے لب رکھتے اس کے ہاتھ پر نظریں جمائے اسے بہت کچھ باور کروادیا تھا۔۔

یہ تمہارے ہی کارنامے ہیں بیٹا جی۔ نا تم اسے کچن میں بھیجتے نا یہ نوبت آتی۔ ابھی در" فشاں کچھ کہتی کہ عزرا بیگم لاؤنج میں داخل ہوتے صوفے پر بیٹھتی آبان خان کو گھورتے ہوئے بولیں!! آبان نے فوراً ہی در فشاں کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔۔ جسے کسی اور نے تو نہیں لیکن در فشاں نے شدت سے محسوس کیا تھا۔۔ "ماما آپ کی بہو نالائق ہے۔ کچھ بھی نہیں آتا اسے۔ اب دیکھیں ہاتھ جلا لیا۔ تاکہ میں کوئی کام نا کرواسکوں اس سے۔ عزرا بیگم کی طرف دیکھتے اس نے مسکراتے ہوئے شرارت سے جواب دیا۔۔ "خبردار آبان! جواب تم نے اس سے کوئی کام کروایا بھی تو۔۔، میں ہڈیاں توڑ دوں گی تمہاری. عزرا بیگم سختی سے

بولی۔ وہ درفشاں پر کچھ زیادہ ہی ترس کھا رہی تھیں!! "میری مجال میں اپنی ماں کا حکم ٹالوں! سر کو خم دیتے اس نے مسکراتے ہوئے کہتے عزرا بیگم کے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔ ان دونوں ماں بیٹا کے درمیان درفشاں کو اپنا آپ جیسے بلکل مس فٹ لگ رہا تھا۔ لیکن وہ اٹھ بھی نہیں سکتی تھی۔ کیوں کہ اس کے ساتھ آبان خان بیٹھا تھا۔۔ "ماما ناشتہ لگوادیں بہت دیر ہو رہی ہے مجھے! کچھ دیر کے توقف کے بعد آبان خان نے عزرا بیگم کی طرف دیکھتے کہا۔ عزرا بیگم بھی ہاں میں سر ہلاتے کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں!! "تم ریسٹ کرنا آج۔ دوائی یاد سے لے لینا۔ میں کہہ دوں گا سب کو کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تو کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا۔ درفشاں کی طرف متوجہ ہوتے وہ سپاٹ سے لہجے میں کہتے ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔ پیچھے درفشاں اس کی پشت کو پر سوچ نظروں سے بس دیکھتی ہی رہ گئی تھی۔۔۔

مدحا نسیم اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھی کسی سوچوں میں مصروف تھی۔ وہ ابھی ہی گھر کا سارا کام کر کے فارغ ہو کر بیٹھی تھی۔ ضیغم بھی اپنے کالج گیا ہوا تھا۔ جبکہ نسیم صاحب آج گھر پر ہی موجود تھے۔ مدحا کے دماغ مسلسل اس وقت کسی بات پر جنگ چل تھی۔ وہ جاب

کرنا چاہتی تھی۔ لیکن نسیم صاحب اسے کبھی بھی جاب کرنے کی اجازت نہیں دے گیں وہ جانتی تھی!! لیکن اسے آگے پڑھنا تھا۔ جس کے لیے اسے پیسوں کی ضرورت تھی۔ اور نسیم صاحب کا اتنا کاروبار نہیں تھا جو وہ اس کے آگے پڑھائی کے خرچے اٹھا سکیں۔ اُن کی تنخواسے تو گھر کا گزارا بہت مشکل سے ہو رہا تھا۔ اس کی فیس کہاں سے پوری ہوتی!! اسی لیے پہلے جاب کر کے کچھ عرصے پیسے اکٹھے کرتے اس کے بعد یونی میں ایڈمیشن لینے کا وہ سوچ رہی تھی!! کچھ دیر ایسے ہی بیٹھ کر سوچتے وہ بالآخر ایک فیصلہ کر کے اٹھی تھی۔ چپل پاؤں میں اڑستے وہ کمرے سے باہر نکلی۔۔ گھر میں بلکل سناٹا چھایا تھا۔ نسیم صاحب اور فرحت بیگم بھی اپنے کمرے میں تھے شاید۔ مدحا نے اپنے قدم نسیم صاحب کے کمرے کی !! طرف بڑھائے۔ اس دن تھپڑ پڑنے کے بعد وہ آج ان سے مخاطب ہونے والی تھی

دروازے کو نوک کرتے وہ اندر داخل ہوئی۔ جہاں نسیم صاحب بیڈ پر بیٹھے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔۔ فرحت بیگم صوفے پر بیٹھیں کپڑے طے لگا رہی تھیں۔ مدحا کو اپنے کمرے میں آتے دیکھ ان کے ہاتھ رک چکے تھے۔۔ وہ تعجب سے اسے دیکھ رہی تھیں!! "ابو آپ سے بات کرنی ہے ایک! مدحا نے ایک نظر فرحت بیگم کو دیکھتے نسیم صاحب کو مخاطب کیا۔۔ "ہاں بولو! نسیم صاحب بھی اپنا چشمہ اتارتے سیدھے ہو بیٹھے تھے!! "وہ ابو

دراصل بات یہ ہے کہ میں جاب کرنا چاہتی ہوں!! مدحا نے تھوک نگلتے ان کے چہرے کے تاثرات جاننے چاہے!! فرحت بیگم بھی اپنی جگہ سے اُٹھتے بیڈ پر ہی آ بیٹھی تھیں۔ جبکہ نسیم صاحب کے چہرے کے تاثرات میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔۔ "کوئی خاص وجہ جاب کرنے کی؟ میں کما تو رہا ہوں۔ اللہ کے فضل سے گھر کے سارے خرچے بھی پورے ہو رہے ہیں۔ پھر تمھیں کیا ضرورت ہے کمانے کی؟ نسیم صاحب نے اس سے وجہ پوچھنی چاہی!! "ابّو بات گھر کے خرچوں کی نہیں ہے۔ میں نے آگے پڑھنا ہے۔ اس کی فیس کے لیے پیسے جمع کرنے ہیں۔ تو بس اس لیے کچھ عرصہ جاب کرنا چاہتی ہوں!! مدحا نے انہیں سچ سے آگاہ کیا۔ اس کے دل میں ڈر تھا کہ کہیں نسیم صاحب انکار ہی نہ کر دیں!! "آگے پڑھا کون رہا ہے تمھیں؟ جتنا پڑھ لیا ہے اتنا کافی ہے۔ آگے سسرال میں جا کر ویسے بھی تم نے ہانڈی روٹی ہی کرنی ہے۔ پڑھائی کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا لڑکیوں کا۔ نسیم صاحب نے سرے سے اس کو بات کو رد کر دیا تھا۔۔ "چلیں میری چھوڑیں ابو۔ آگے ضیغم نے تو پڑھنا ہے نا۔ پیسہ آئے تو کہیں نا کہیں کام آ ہی جاتا ہے۔۔ مدحا نے ایک اور جواز پیش کیا۔ وہ اتنا پڑھ لکھ کر گھر میں فارغ نہیں بیٹھ سکتی تھی!! "ایک مرتبہ کہہ دیا تم کہیں نہیں جاؤ گی تو بس۔ بحث مت کرو۔ نسیم صاحب نے اس کا یہ بہانہ بھی سختی سے کہتے

رد کر دیا تھا۔ جبکہ ان کے ساتھ بیٹھی فرحت بیگم کی پر سوچ نظریں مدحا پر ہی جمی تھیں!! "ویسے مدحا کہہ تو ٹھیک رہی تھی۔ اور اچھا ہی تھا اگر وہ جاب کرتی تو۔ تنخواتو ساری فرحت بیگم کے ہاتھ میں ہی آنی تھی۔ وہ یہی سوچ رہی تھیں!! "آپ ایک مرتبہ بچی کی سن تو لیں۔ سہی کہہ رہی ہے وہ۔ مہنگائی دیکھیں کتنی بڑھ گئی ہے۔ اس گھر کو جیسے میں چلا رہی ہوں مجھے پتہ ہے۔ اچھا ہے یہ بھی نوکری کرے گی تو ہمارے لیے بھی آسانی ہو گی!! فرحت بیگم نے نسیم صاحب کی طرف دیکھتے کہا۔ لالچ میں وہ مدحا کی سائڈ لے رہی تھیں!! مدحا نے حیرت سے فرحت بیگم کو اپنی سائڈ لیتے دیکھا۔ یہ شاید ہی پہلی مرتبہ تھا جب وہ اس کے حق میں بول رہی تھیں!! "ہاں ابو دیکھیں اب تو امی کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ پلیز آپ بھی اجازت دے دیں!! مدحا نے نسیم صاحب سے کہا جو کسی سوچ میں گم نظر آرہے تھے!! "مان جائیں بچی اتنی منتیں کر رہی ہے۔ فرحت بیگم نے بھی ان پر زور لگایا تھا۔ وہ چاہتی تھیں کہ نسیم صاحب کسی طرح ہاں کر دیں بس!! "اچھا ٹھیک ہے لیکن دن دن کی دیکھنا کوئی نوکری۔ مغرب سے پہلے گھر ہونا چاہیے تمھیں۔ نسیم صاحب نے حامی بھرتے ساتھ اسے سختی سے تنبیہ بھی کر دی تھی!! "پکا مغرب سے پہلے

گھر آجایا کروں گی۔ مدحا نے اکسائٹڈ سے انداز میں کہا۔اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

فرحت بیگم اسے باہر جاتے دیکھ خود بھی اس پیچھے ہی باہر کی طرف بڑھیں۔ مدحا جو اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی فرحت بیگم کو سختی سے اپنا بازو پکڑے دیکھ اس کے قدم رکے!!"میری بات سن۔تُجھے اجازت تو دلوادی میں نے۔ لیکن سارے گھر کے کام کر کے جانا۔اور دوسری بات تنخوا بھی ساری میرے ہاتھ میں لا کر رکھے گی تو۔ ورنہ جس طرح تجھے اجازت دلوائی ہے اسی طرح انکار بھی کروادوں گی۔ فرحت بیگم نے اسے گھورتے سختی سے تنبیہ کی!!"اچھا ٹھیک ہے۔ جیسے آپ کہے گی ویسے ہی ہو گا۔ مدحا نے آسانی سے حامی بھر لی تھی۔اس کے لیے فلحال یہی بہت تھا کہ اجازت مل گئی ہے۔ تنخواتو بہت دور کی بات تھی۔جب آئے گی تو دیکھی جائے گی۔یہی سوچتے اس نے حامی بھر دی تھی!! فرحت بیگم بھی اپنی تسلی کرتے اس کا بازو چھوڑتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں!! پیچھے مدحا نے بھی مسکراتے ہوئے اپنے قدم کمرے کی طرف بڑھائے۔ اب

اسے جاب ڈھونڈنی تھی۔ پہلے ایک دو جابز پر اس کی نظر تھی۔ انہی میں اپلائی کرنے کا سوچتے وہ کمرے کی طرف بڑھی۔۔

درفشاں کیا کر رہی ہو بیٹے تم؟ درفشاں جو لاؤنج میں بیٹھی بور ہو رہی تھی عزرا بیگم کی آواز سنتے سیدھی ہو بیٹھی۔ آج صبح سے وہ اپنے کمرے میں نہیں گئی تھی۔ اسے کمرے سے عجیب سی وحشت ہو رہی تھی۔ اس لیے لاؤنج میں بیٹھنا ہی مناسب سمجھا۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں کو چلے گئے تھے۔ گھر میں اس وقت اچھا خاصا سناٹا تھا۔ رائنا اور زارا بھی یونیورسٹی گئی ہوئی تھی!! "میں کچھ بھی نہیں بس ایسے ہی۔ ہلکا سا مسکراتے درفشاں نے انہیں جواب دیا۔ وہ بھی اس کے مقابل ہی آ کر بیٹھ گئی تھیں!! "بیٹے تمہارے پاس موبائل نہیں ہے کیا؟؟ یہاں بور ہو رہی ہو موبائل استعمال کر لیا کرو!! عزرا بیگم نے حیرت سے پوچھا۔ انہیں آبان خان سے یہ اُمید نہیں تھی کہ وہ اسے موبائل بھی نہیں دلائے گا۔۔ "نہیں میں زیادہ موبائل استعمال نہیں کرتی۔ اس لیے نہیں لیا بس!! درفشاں نے سرے سے جھوٹ بولا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ اُسے آبان خان نے واقعی موبائل نہیں دلایا تھا۔ شاید اُسے اس پر یقین نہیں تھا اس لیے!! "استعمال نہیں کرتی لیکن پھر بھی

ضرورت پڑ جاتی ہے بندے کو۔ سو کام ہوتے ہیں موبائل کے۔ آج آجائے آبان میں بات کرتی ہوں اس سے!! عزرا بیگم نے دوٹوک لہجے میں کہا۔۔ درفشاں محض ہاں میں سر ہلا کر رہ گئی تھی!! اور وہ کیا کہتی اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آرہی تھی!! "اچھا چھوڑو تم تیار ہو جاؤ میرے ساتھ مال چلنا۔ اچھا ہے تمہاری بھی آؤٹنگ ہو جائے گی۔ مہینے سے زیادہ ہو گیا تمھیں گھر میں بیٹھے ہوئے۔ عزرا بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔ درفشاں کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرایا تھا۔ "نہیں میں کہیں نہیں جاؤں گی آپ چلی جائیں پلیز۔ اس نے سرے سے انکار کیا۔۔ ءبیٹے میں اکیلی کیسے جاؤں؟ سب تو اپنے اپنے کاموں پر ہیں۔ تم ہی ہو بس گھر میں۔ ہم دونوں ڈرائیور کے ساتھ چل لے گیں!! عزرا بیگم نے پھر سے اسے منانا چاہا۔۔ "وہ آبان سے پوچھ لیں آپ۔ درفشاں نے آہستہ سے کہتے اپنے دل کا ڈر بیان کیا تھا۔ اُسے ڈر تھا کہ بغیر پوچھے جانے پر کہیں پھر سے آبان خان اسے تھپڑ ہی نا مار دے۔ جو کہ سہنے کی اب اس میں ہمت نہیں تھی!! "کوئی بات نہیں بیٹے۔ کچھ نہیں کہے گا وہ۔ اب اٹھو چلو شاباش جا کر تیار ہو کر آؤ۔ میں بھی تیار ہو لوں پھر چلتے ہیں ساتھ!! عزرا بیگم نے مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھا تھا۔ انہیں آج اندازہ ہوا تھا کہ آبان خان نے کافی ڈرا کر رکھا ہوا ہے درفشاں کو۔۔ اس بات کا اندازہ انہوں نے اس کے چہرے پر موجود

ڈر کے تاثرات سے لگایا تھا۔ بہت سی باتیں تھی ہو آج ان پر آشکار ہوئی تھیں!!"پکا کچھ کہے گے تو نہیں ناوہ! درفشاں نے پھر سے ان سے تسلی چاہی!!"ہاں بیٹے کچھ نہیں کہتا۔ اور اگر کچھ کہے تو مجھے بتانا۔ میں ہڈیاں توڑ دوں گئ اس کی۔ مسکرا کر کہتے وہ تیار ہونے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئ تھیں۔ پیچھے درفشاں بھی صوفے سے اُٹھتے اوپر کی جانب بڑھی۔۔

عزرا بیگم کی گاڑی مال کے باہر آکر رکی تھی۔ وہ دونوں ڈرائیور کے ساتھ یہاں آئے تھے۔ درفشاں بھی ان کے ساتھ ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔۔ عزرا بیگم اپنی طرف کا دروازہ کھولتے باہر نکلی۔ درفشاں کی طرف کا دروازہ سڑک کی طرف تھا۔ وہ بھی گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلی!! ڈرائیور گاڑی آگے بڑھاتے پارکنگ کی طرف لے گیا تھا۔"آؤ بیٹے اندر چلیں۔ عزرا بیگم درفشاں سے کہتے اندر کی طرف بڑھتی کہ اس سے پہلے ہی ایک ویگن ان کے پاس آکر رکی تھی!! ان دونوں کے اپنے قدم یکلخت روک لیے تھے۔ ویگن بلکل ان دونوں کے سامنے آکر رکی تھی!! ویگن میں سے دو نقاب پوش افراد نے نکلتے درفشاں کو پکڑا۔ ایک نے درفشاں کے منہ پر ہاتھ رکھا تھا تو دوسرے نے عزرا بیگم کے سر پر

پسٹل تانی ہوئی تھی۔ وہ دونوں چیخ بھی نہیں سکتے تھے۔ اوپر سے یہ علاقہ بھی تھوڑا سنسان تھا۔۔ اکا دکا ہی لوگ نظر آرہے تھے۔ وہ نقاب پوش درفشاں کو اپنے ساتھ لیے گاڑی میں بیٹھا چکا تھا۔ درفشاں ہاتھ پاؤں چلاتے ان کی گرفت سے نکلنا چاہ رہی تھی۔۔ لیکن وہ ہٹے کٹے مرد تھے۔ جن کی گرفت مضبوط تھی!! درفشاں کو ویگن میں ڈالتے وہ دونوں بھی گاڑی میں بیٹھتے زن سے ویگن آگے بڑھا کر لے گئے!!" پیچھے عزرا بیگم بس چیختی ہی رہ گئی تھیں۔ یہ سب اتنی اچانک ہوا تھا کہ ان لوگوں کو کچھ سمجھنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔ ایک گاڑی جھٹ سے آتے درفشاں کو اٹھا کر لے گئی تھی۔۔

قسط نمبر: 33

ارے کوئی دیکھو لے گئے وہ اسے کوئی بچاتا کیوں نہیں۔ عزرا خان سڑک پر کھڑی چیخ رہی تھیں۔۔ آس پاس لوگ جمع ہونے شروع ہو چکے تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کریں۔ وہ آبان خان کو کیا جواب دے گیں۔ اوپر سے درفشاں کو کون لوگ لے کر گئے ہیں؟ کیوں لے کر گئے ہیں؟ نجانے وہ کس حال میں ہو گی؟ سارے سوال جواب ان کے دماغ میں گڈ مڈ ہو رہے تھے۔۔ ڈرائیور بھاگتے ہوئے ان کے پاس آیا۔ وہ گاڑی پارک

کرنے گیا تھا۔ لیکن شور کی آواز سن کر واپس یہیں پر آ گیا تھا۔۔ ویگن نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی!! "بڑی بیگم صاحبہ آپ گاڑی میں بیٹھیں میں آبان بابا کو کال کرتا ہوں۔ ایسے تماشا کرنے سے بات مزید بگڑے گی۔۔ ڈرائیور نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے عزرا خان کو گاڑی میں بیٹھنے کا کہا۔ وہ خود بہت پریشان ہو گیا تھا کیونکہ ان دونوں کو لے کر تو وہی آیا تھا۔ اوپر سے ان کے ساتھ کوئی گارڈز کی گاڑی بھی نہیں تھے!! وہی خان ولا کے لوگوں کی گارڈز نا رکھنے والی ازلی لاپرواہی آج رنگ لے آئی تھی۔ ڈرائیور نے بے ساختہ ہی سوچتے سر جھٹکا۔۔ تم آبان کو فون لگاؤ میری شکل کیا دیکھے رہے ہو۔ عزرا بیگم ڈرائیور پر چیخی تھیں۔ وہ انہیں بول رہا تھا اور خود سکون سے کھڑا تھا۔۔ ڈرائیور نے اپنی جیب سے فون نکالتے آبان خان کا نمبر ڈائل کیا۔ جبکہ عزرا بیگم نے پریشانی سے اپنا ماتھا مسلتے گاڑی سے ٹیک لگائی۔۔

آبان خان اس وقت اپنے آفس کے پرتعیش کیبن میں بیٹھا لیپ ٹاپ پر مصروف کام کر رہا تھا کہ دروازے کے نوک ہونے پر سامنے کی طرف متوجہ ہوا۔۔ "کیا میں اندر آ سکتا ہوں سر جیی! شیشے کے دروازے سے اندر جھانکتے راحیل نے شرارت سے اس سے اندر آنے

کی اجازت مانگی۔ آبان خان نے ابھی اسے کال کر کے سختی سے اپنے آفس آنے کو کہا تھا۔۔ راحیل کو دیکھتے آبان خان کے تیور بگڑے۔ اس نے راحیل کو صبح کال کی تھی اور وہ اب چار گھنٹوں بعد آرہا تھا۔ اسے شدید غصہ تھا راحیل پر جو نا تو کل گھر واپس آیا تھا اور آج آفس بھی لیٹ تھا۔۔ "نہیں تمہاری سزا ہے جس طرح چار گھنٹے لیٹ ہو اسی طرح چار گھنٹے باہر کھڑے رہو ہاتھ باندھ کر۔۔ آبان خان نے کرسی سے ٹیک لگاتے اسے گھورتے ہوئے سزا سنائی!! راحیل سر کو خم دیتے دروازہ پورا کھولتے اندر آگیا تھا۔ اندر آتے وہ آبان خان کے مقابل کرسی پر بیٹھا۔ اس کا موڈ اس وقت خاصا خوشگوار معلوم ہو رہا تھا۔۔ "اور کوئی حکم سردار صاحب! بتیس کے بتیس دانت نکال کر کہتے وہ آبان خان کو مزید سلگا گیا تھا۔۔ "بکواس بند کرو راحیل۔ تم کب زندگی میں سیریس ہوگے؟ کب تک ایسے ہی زندگی کو ضائع کرنے کا ارادہ ہے۔ آبان خان نے سلگتے ہوئے سوال کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ راحیل اس کے ساتھ بزنس پارٹنر بنے۔ لیکن ایک وہ تھا کہ کسی بھی کام کو سیریس ہی نہیں لے رہا تھا۔ وہ بس آفس آتا تھا اور سارا دن موبائل میں گیم کھیل کر چلا جاتا تھا۔ آبان خان کو اب اس کی بری عادتوں سے چڑ ہونے لگی تھی۔ "آبان میرا موڈ تھوڑا اچھا ہے۔ پلیز اسے خراب مت کرنا۔ راحیل نے پہلے ہی انگلی اٹھا کر اسے کچھ بھی کہنے سے خبردار کر

دیا تھا۔ "ٹھیک ! ! رات میں گھر کیوں نہیں آئے تم؟ اور کہاں تھے پوری رات؟ آبان خان نے سر کو خم دیتے پھر سے سوال داغا۔ "پہلی بات وہ گھر اب تمھیں ہی مبارک ہو۔ آج آکر سامان بھی اٹھالوں گا میں اپنا وہاں سے ! ! اور دوسری بات میں پوری رات اپنے ذاتی اپارٹمنٹ میں تھا۔ اب سے وہیں رہوں گا۔۔ راحیل نے اسے وضاحت دی تھی ! ! آبان خان کے ماتھے پر بے شمار بل پڑے تھے ! ! "کیا بکواس ہے۔ تم نے اپارٹمنٹ کب خریدا؟ اور کس خوشی میں گھر چھوڑ رہے ہو ! آبان خان نے کڑے تیور کے ساتھ پھر سے سوال کیا تھا۔ ایک تو یہ لڑکا اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ "یار آبان میں صحیح تھا تمھیں واقعی تیری بیوی منہ نہیں لگاتی۔ جو تو بھائیوں کی ٹو میں لگا رہتا ہے ! ! مطلب حد ہے ! ! راحیل نے جھنجھلاتے ہوئے منہ بناتے کہا۔ آبان خان کے سوال اسے اکتانے پر مجبور کر دیتے تھے۔۔ "اگر میں تم لوگوں کی فکر کرتا ہوں تو تم لوگ اسے ٹو لگانا کہتے ہو۔ جس دن میں نہیں ہونگا فکر کرنے کے لیے اس دن ترسو گے تم تینوں میرے لیے۔ ایک وہاں لندن میں میرا نمبر بلاک کر کے بیٹھا ہے اور یہاں تمہارے نخرے نہیں ختم ہوتے۔ ایک اکشم بچا ہے بڑا ہو کر وہ بھی یہی کچھ کرے گا میرے ساتھ۔ آبان خان نے اسے گھورتے ہوئے کہتے واپس سے اپنا لیپ ٹاپ آن کیا۔ ان لوگوں سے بات کرنا ہی فضول تھا۔ وہ کچھ زیادہ

ہی ایمو شنل ہو گیا تھا۔ لیکن اس کی ایک ایک بات سچ تھی!! "اوہ بھائی تم تو ایمو شنل ہو گئے۔ یار میرا وہ مطلب نہیں تھا۔ راحیل نے شرمندہ ہوتے کہا۔ اسے ریگریٹ ہونے لگا تھا۔ آبان خان صحیح کہہ رہا تھا۔ واقعی ایک وہی تھا جو ان تینوں کی ان کے باپ سے زیادہ فکر اور پرواہ کرتا تھا۔ ان پر نظر رکھتا تھا۔۔ "دفعہ ہو جا راحیل یہاں سے۔ دوبارہ کوئی کتا ہو گا جو تم لوگوں کو کچھ کہہ لے گا۔ آبان خان نے لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے ہی اسے یہاں سے جانے کا کہا۔ "سوری یار اب تو زیادہ دل پر لے رہا ہے بات کو۔ راحیل نے ہونٹ کاٹتے اب کی مرتبہ معافی مانگنے میں ہی بھلائی سمجھی!! "راحیل چلا جا پلیز۔ اگر تو یہاں کام نہیں کر سکتا تو چلا جا آفس سے۔ آبان خان کی ایک ہی ضد تھی!! "اچھا بتا کیا کام ہے۔ بلکہ ایک کام کر مجھے میرا کام بتا۔ آج سے میں تیرا ایمپلائے ہوں بس!! راحیل نے مسکراہٹ روک کر کہتے اس اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھے!! "تو سچ کہہ رہا ہے نا؟؟ آبان خان نے اس سے کنفرم کرنا چاہا تھا۔۔ "ہاں میں جھوٹ کیوں بولنے لگا۔ راحیل نے اسے یقین دلایا تھا۔۔ "اچھا رک میں تجھ۔۔۔ مسکرا کر بولتے ابھی آبان خان اپنی بات مکمل کرتا کہ اس سے پہلے ہی اس کا فون بج اٹھا تھا۔ آبان خان نے یکلخت ہی موبائل اٹھاتے نمبر دیکھا۔۔ "رک ایک منٹ!! "گھر کے ڈرائیور کی کال ہے۔ راحیل سے کہتے

آبان خان نے کال اٹینڈ کرتے موبائل کان سے لگایا۔۔ راحیل اچھا کی صورت میں سر ہلاتے کرسی سے ٹیک لگا گیا تھا۔ "چھوٹے مالک وہ درفشاں بی بی کو وہ لوگ اٹھا کر لے گئے ہیں۔ فون کے دوسری طرف سے ڈرائیور کی گھبرائی ہوئی سی آواز ابھری۔ ایک پل کو آبان خان کو لگا تھا اُس سے سننے میں غلطی ہوئی ہے!! "کیا کہا آپ نے؟ آبان خان نے بھنویں سکیڑتے اپنی غلط فہمی دور کرنی چاہی۔ لیکن ڈرائیور کی اگلی بات سنتے اس کے صحیح معنوں میں ہوش اڑے تھے!! "میری اجازت کے بغیر اُسے گھر سے باہر لے کر کیوں گئے تھے آپ لوگ؟؟ آبان خان کرسی سے کھڑے ہوتے دھاڑا تھا۔ دوسری طرف موجود ڈرائیور فون پر بھی اس کی دھاڑ سنتے لرز اٹھا تھا۔۔ راحیل کرسی سے ٹیک چھوڑتے خود بھی کھڑا ہوا۔ آبان خان کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ بات کوئی چھوٹی نہیں ہے!! "ماما کو گھر لے کر جائیں اور مال کی لوکیشن سینڈ کریں مجھے۔ اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے اس نے تھوڑا غصے کو کنٹرول کرتے اطمینان سے ڈرائیور کو ہدایت دی!! دوسری طرف موجود ڈرائیور نے اس کی بات سے حامی بھرتے فون بند کر دیا تھا۔

"کیا ہوا خیریت ہے؟ کیا ہوا تائی امی کو!! اس کے فون کاٹتے ہی راحیل نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ آبان خان کی باتوں سے اس نے یہی اندازہ لگایا تھا کہ شاید عزرا کے

ساتھ کچھ ہوا ہے!!"نہیں چھوڑوں گا میں اُسے میں جان سے مار دوں گا اُسے اب اگر کچھ بھی ہوا تو!!آبان خان ٹیبل پر پڑا پیپر ویٹ اٹھا کر سامنے دیوار پر مارتے حلق کے بل دھاڑا تھا۔اس کی دھاڑ سے آفس کے در و دیوار تک لرز اٹھے تھے۔مارے غصے کے اس کا برا حال تھا۔اسے یہ سب درفشاں کی ہی کوئی چال لگ رہی تھی۔جب وہ ایک مرتبہ بھاگ سکتی تھی تو دوسری مرتبہ بھاگنا اُس کے لیے کوئی بڑی بات تو نہیں تھی!!اور اگر یہ سچ ہوتا تو آبان خان نے واقعی اسے جان سے مار دینا تھا۔"ہوا کیا ہے کچھ بتا تو سہی؟؟راحیل نے آگے بڑھ کر اسے کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑتے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔!!"میرے ساتھ چل درفشاں اور ماما مال گئی تھی۔وہاں سے کسی نے درفشاں کو کڈنیپ کیا ہے۔ہمیں مال پہنچنا ہے جلد سے جلد۔آبان خان موبائل کی طرف دیکھتے راحیل سے مخاطب ہوا۔موبائل میں ڈرائیور نے لوکیشن بھیجی ہوئی تھی!!"لیکن یہ سب کیسے؟بھابھی سے کس کی دشمنی ہو گی؟راحیل نے پریشانی سے پوچھا۔اس کے سوال ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے!!"یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے راحیل۔چپ کر کے میرے ساتھ چل سکتا ہے تو چل۔ورنہ یہیں رہ!!آبان خان غرا کے کہتے باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔۔راحیل نے بھی ٹیبل سے اپنا فون اٹھاتے اسی کے پیچھے اپنے قدم بڑھائے!!

آبان خان کی گاڑی ایک جھٹکے سے مال کے باہر آکر رکی۔ وہ آدھے گھنٹے کا فاصلہ دس منٹ میں طے کر کے یہاں پہنچا تھا۔اس کے پیچھے ہی اس کے گارڈز کی گاڑی بھی موجود تھی۔ جو راحیل نے احتیاطی طور پر زبردستی ساتھ تیار کروائی تھی!! آبان خان اپنی طرف کا دروازہ کھولتے باہر نکلا۔ راحیل بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکلا تھا۔ "راحیل عدیل کو کال کر کی بلا جلدی!! وہ پولیس میں ہے ہمیں اس کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ آبان خان ایک نظر راحیل کی طرف دیکھ کر کہتے مال کے اندر کی طرف بڑھا۔ پیچھے راحیل نے اپنی جیب سے فون نکالتے عدیل کا نمبر ڈائل کیا تھا۔

عدیل شاہ جو اس وقت پولیس اسٹیشن میں کھڑا تھا اپنے فون پر راحیل خان کی کال آتے دیکھ اس کے ابرو تعجب سے سکڑے!! خان ولا کے لوگوں کو ایسا کیا کام پڑ گیا تھا اس سے جو اسے کال کر رہے تھے!! بے ساختہ ہی سوچتے اس نے کال اٹینڈ کی!! "ہیلو عدیل؟ دوسری طرف سے راحیل کی آواز ابھری!! "ہاں بولو۔ عدیل نے جواب دیتے اپنے قدم پولیس اسٹیشن سے باہر کی جانب بڑھائے۔ اندر شور بہت تھا۔!! دوسری طرف سے

راحیل جیسے جیسے اسے بات بتاتا جارہا تھا اس کے ماتھے کی رگیں پھولتی ہی جارہی تھیں!!

"تم لوگوں سے اگر درفشاں کی حفاظت نہیں ہونی تھی تو لے کے کیوں گئے تھے اُسے؟؟

عدیل دبی دبی آواز میں چیخا تھا۔اسے فکر الگ ہو رہی تھی۔ نجانے درفشاں کس حال میں ہو گی!!"بجائے چیخنے کے تم یہاں آجاؤ تو زیادہ اچھا ہو گا۔۔اللہ حافظ!! راحیل نے دو ٹوک لہجے میں کہتے فون بند کیا۔عدیل نے اپنے کان سے فون ہٹاتے اسے گھورا تھا۔"اگر میری بیوی کا اس گھر سے تعلق نہیں ہوتا تو بتاتا میں ان لوگوں کو!!اپنے دل میں غصے سے سوچتے وہ پولیس وین میں بیٹھا۔اس کی گاڑی کا رخ اب راحیل کی بتائی ہوئی لوکیشن پر تھا۔۔

"چیک کرنے ہیں!!آبان خان نے مال CCTV اپنے مینیجر کو بلائیں ہمیں مال کے کے اندر داخل ہوتے ایک ورکر کو سپاٹ سے لہجے میں کہا۔"سوری سر لیکن ہم ایسے ہی کسی کو بھی کیمرے چیک نہیں کروا سکتے۔آپ بات کو سمجھیں پلیز!!سامنے موجود شخص نے ادب سے کہتے اس کے غصے کو مزید ہوا دی تھی!!آبان خان نے آگے بڑھتے اسے گریبان سے پکڑا۔ابھی وہ اس کے منہ پر مکا مارتا کہ پیچھے سے آتے راحیل نے بروقت اس

کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ "چھوڑ راحیل میں بتاتا ہوں اسے کیسے نہیں دکھاتا یہ ہمیں کیمرے۔ آبان خان اپنا آپ راحیل سے چھڑواتے دھاڑا تھا۔ یہاں وہ ایک ایک پل مر رہا تھا۔ در فشاں کی فکر اور غصہ اسے کھائے جا رہے تھے۔ اور یہاں ان لوگوں کے نخرے ہی ختم نہیں ہونے میں آ رہے تھے!! "سر پلیز چھوڑ دیں۔ وہ ورکر اپنا گریبان چھڑوانے کی کوشش کرتے گھٹی گھٹی آواز میں بولا۔ لیکن آبان خان تھا کہ چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ آس پاس باقی کے ورکرز بھی جمع ہونے شروع ہو چکے تھے۔ آبان خان نے اپنی جیب سے پسٹل نکالتے اس کے سر پر تانی!! ورکر نے خوف سے بے ساختہ ہی تھوک نگلا تھا۔ وہ تو انکار کر کے پچھتا رہا تھا۔ "کنٹرول روم میں لے کر چل جلدی۔ آبان خان اس کے ماتھے پر پستول رکھتے سپاٹ سے لہجے میں بولا۔ اس کا گریبان وہ چھوڑ چکا تھا۔ جبکہ راحیل تاسف سے اسے دیکھ رہا تھا جس کی یہاں غنڈا گردی ہی ختم نہیں ہو رہی تھی۔ آبان خان کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر کوئی بھی شخص اس کے نزدیک نہیں آ رہا تھا۔!! ورکر نے دروازے سے عدیل شاہ کو پولیس کی یونیفارم میں دیکھتے شکر ادا کیا۔ اُسے سکون آیا تھا کہ پولیس آ گئی ہے۔ جو اسے آبان خان سے بچا لے گی!! "کیا ہو رہا ہے یہاں؟ عدیل شاہ نے راحیل کے پاس آتے اس سے سوال کیا۔ پولیس اسٹیشن سے اس مال کا راستہ

کم تھا اس لیے عدیل شاہ پانچ منٹ کے اندر ہی مال پہنچ گیا تھا۔۔ "سر یہ یہاں وائلینس پھیلا رہے ہیں!" جواب اسی ورکر کی طرف سے آیا تھا جس کے سر پر آبان خان پسٹل رکھے کھڑا تھا۔۔ آبان خان نے اس کی بات پر ابرو اچکائی۔ وہ جان گیا تھا کہ یہ عدیل کو دیکھ کر شیر ہوا ہے!!" تو سالے کیمرے دکھا۔ لے کے چل ہمیں کنٹرول روم میں۔ ورنہ یہیں دفنا دوں گا۔ عدیل شاہ راحیل سے ساری داستان سنتے آگے بڑھتے اس ورکر کے منہ پر ایک مکا مارتے غرایا تھا۔ اس سمیت سارے ورکرز نے حیرت سے عدیل شاہ کو دیکھا۔ یک ناشد دو شد!!" جی سر چلیں۔ ورکر فوراً ہی لائن پر آیا تھا۔ یہاں تو ایک سے بڑھ کر ایک کھڑا تھا۔۔ پھر سے منع کرتا تو اب کی مرتبہ واقعی زندہ نہ بچتا۔۔ وہ تینوں بھی ورکرز کے ساتھ کنٹرول روم کی طرف بڑھے!!

کنٹرول روم میں عدیل شاہ کمپیوٹر پر بیٹھا مال کے باہر موجود کیمرے کی فوٹیج چیک کر رہا تھا۔ لیکن یہاں تو انہیں ابھی تک کچھ نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔ آبان خان کی بے صبر نظریں بھی سکرین پر ہی جمی تھی!!" ایک منٹ یہیں پر روک!! درفشاں اور عزرا خان کو گاڑی سے اترتے دیکھ آبان خان نے اسے روکنے کو کہا۔ ان لوگوں کی گاڑی رکنے پر ایک ویگن کی رفتار بھی آہستہ ہوئی تھی۔۔ آبان خان کی نظر اس ویگن پر ہی تھی!! آگے چلا۔ آبان

خان نے پھر سے عدیل سے کہا۔ عدیل نے ویڈیو پلے کر دی تھی۔۔ اور پھر جو آبان خان کو دیکھنے کو ملا تھا وہ اس کا دماغ مزید خراب کرنے کے لیے کافی تھا۔ ویگن میں سے دو افراد نکلتے درفشاں کو اپنے ساتھ لیے ویگن میں بیٹھے تھے۔ درفشاں خود کا بچاؤ کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن وہ بے دردی سے اسے کھینچ کر بٹھا چکے تھے!! ایک بات تو آبان خان کو کلیئر ہو چکی تھی کہ یہ سب درفشاں کی خود کی سازش نہیں تھی۔ یہ اس کے بچاؤ کرنے اور ان لوگوں کے ذرا بھی احتیاط نا کرنے سے ہی واضح پتہ چل رہا تھا۔ لیکن پھر اسے کس نے کیڈنیپ کیا تھا آبان خان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی!! یہاں سے زوم کر اور گاڑی کا نمبر نوٹ کر۔ اسے ٹریس کرنا ہے ہم نے!! آبان خان نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے عدیل کو ہدایت دی۔۔ عدیل نے بھی اچھا کی صورت میں سر ہلاتے ویگن کا نمبر نوٹ کیا۔ سے اور پھر وہ تینوں ہی کنٹرول روم سے باہر نکل گئے تھی۔ اب انہیں گاڑی کا نمبر ٹریس کرنا تھا۔ ایک بار گاڑی کی لوکیشن پتہ چل جاتی درفشاں کو ڈھونڈنا آسان ہو جاتا ان لوگوں کے لیے۔۔

وہ لوگ ابھی مال سے باہر نکل ہی رہے تھے کہ آبان خان کے فون پر بیل ہوئی۔ آبان خان نے فون پر موجود حنان لغاری کا نمبر دیکھتے بے ساختہ ہی اپنی مٹھیاں بھینچی۔ اسے ساری گیم سمجھ میں آ گئی تھی۔۔ فون اٹینڈ کرتے اس نے کان سے لگایا۔ راحیل اور عدیل

بھی اس کے ساتھ ہی کھڑے تھے!! "میری بیوی کو اگر ایک آنچ بھی آئی تو میں تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا حنان لغاری۔ آبان خان فون اٹینڈ کرتے ہی دھاڑا تھا۔۔ دوسری طرف موجود حنان لغاری کا برجستہ قہقہہ گونجا تھا۔۔ "ارے واہ آبان خان تو بڑا سمجھدار نکلا۔ میرے بتانے سے پہلے ہی جان گیا کہ تیری بیوی میرے قبضے میں ہے!! بھونکنا بند کر۔ اور سچ سچ بتا کہاں رکھا ہے میری بیوی کو۔ ورنہ تیری بہن کی میں کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا۔ یاد رکھنا۔ دونوں کو زندہ قبر میں اُتار دوں گا۔۔ آبان خان پھر سے دھاڑا تھا۔ غصے سے اس کی نیلی موٹی رگیں ابھر کر باہر آنے کو تھیں۔ جبکہ اس کا چہرہ خون چھلکا رہا تھا۔ آنکھوں سے جیسے وحشت سی ٹپک رہی تھی!! "چچ چچ اتنی بھی کیا جلدی ہے بیوی کو ڈھونڈنے کی؟ بتا دوں گا بتا دوں گا لوکیشن تھوڑی دیر تک!! حنان لغاری جیسے آبان خان کی حالت سے حظ اٹھا رہا تھا۔ وہ جانتا تھا آبان خان کی جان بستی ہے اپنی بیوی میں۔ راحیل اور عدیل کھڑے پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے!! "تو میرا منہ کیا دیکھ رہا ہے جا کر لوکیشن ٹریس کر۔ اس کتے کے پاس ہے وہ۔ اگر اُسے کچھ ہو گیا میں اس پوری دنیا کو آگ لگا دوں گا۔ آبان خان فون کاٹتے عدیل کی طرف دیکھتے دھاڑا۔ وہ دونوں ابھی تک کھڑے اس کی باتیں ہی سن رہے تھے!! عدیل اسے گھورتے ہوئے مال سے باہر نکل گیا

تھا۔ وہ ان لوگوں کا ہر درجہ لحاظ کر رہا تھا۔ اور وجہ تھی "رائنا عدیل شاہ!!"۔۔ آبان خان نے دوبارہ حنان لغاری کا نمبر ٹرائے نہیں کیا تھا۔ ایک مرتبہ اس کی کال بھی آئی تھی لیکن آبان خان نے اٹھانی ضروری نہیں سمجھی تھی!! وہ جانتا تھا کہ جنان لغاری نے اس کی بے بسی کا مزاق بنانا ہے!! اس کے علاوہ وہ لوکیشن خود اپنے منہ سے کبھی نہیں بتائے گا۔ اسی لیے اب اس کی کال اٹینڈ کر کے آبان خان نے اپنا وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا۔۔ آبان خان اور راحیل بھی مال سے باہر نکلتے اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے عدیل کے پیچھے ہی گئے۔۔

عزرا خان اس وقت ڈرائنگ روم میں پریشانی سے چکر کاٹ رہی تھی۔ انہیں پہلے ہی بی پی کا مسئلہ تھا اور اب ٹینشن کی وجہ سے انہیں چکر سے آرہے تھے۔ پتہ نہیں درفشاں کہاں ہو گی؟ کیسی ہو گی؟ یہی دو باتیں تھی جو ان کے دماغ میں گونج رہی تھیں۔ دادا جان کو وہ سب کچھ بتا چکی تھیں۔ وہ بھی پریشانی سے صوفے پر بیٹھے تھے۔ آبان کو ان لوگوں نے کال کی تھی۔ اس نے انہیں تسلی تو دے دی تھی لیکن پھر بھی ان کا دل تھا کہ بھاری سا ہو رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کچھ بہت غلط ہونے والا ہو۔ برہان خان بھی صوفے پر بیٹھے اپنا ماتھا

مسل رہے تھے۔ ان کا دل صبح سے گھبرا رہا تھا۔ دماغ میں غلط غلط خیالات آرہے تھے جنھیں وہ بارہاں جھٹکتے جارہے تھے۔ ایسا ہی کچھ حال عظمیٰ بیگم کا بھی تھا۔ رائنا اور زارا ابھی ہی یونیورسٹی سے واپس آئی تھیں۔ جبکہ فائزہ اپنی ڈیوٹی پر ہی تھی!! "کال کریں آپ آبان کو پوچھیں اس سے درفشاں ملی ہے یا نہیں؟ عزرا بیگم نے صوفے پر بیٹھتے دلشاد خان کو کہا جو خود پریشان سے بیٹھے تھے!! "بیگم صبر کرلیں تھوڑا سا۔ ابھی تو کال کی تھی اُسے۔ اب وہ ہم سے بات کرے یا درفشاں کو ڈھونڈے۔ اُسے تسلی سے اس کا کام کرنے دیں!! دلشاد صاحب نے انہیں بازو سے پکڑتے اپنے ساتھ بٹھاتے آرام سے سمجھایا۔ یہ وقت کسی کو بھی بلیم کرنے کا نہیں تھا۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا تھا اب آگے کچھ غلط نہ ہو اس لیے سب کو ایک دوسرے کا سہارا بننا تھا۔۔ عزرا بیگم نے ہاں میں سر ہلایا۔۔ وہ سہی کہہ رہے تھے!! ان سب کے منہ پر درفشاں کے لیے دعائیں تھی!!

ویگن کی لوکیشن ٹریس ہو چکی تھی۔ وہاں جنگل کی لوکیشن آرہی تھی۔ مغرب کا وقت ہونے لگا تھا۔ وہ لوگ دوپہر ایک بجے سے درفشاں کو ڈھونڈنے میں لگے ہوئے تھے۔ ویگن کو جلا دیا گیا تھا اس لیے بہت مشکل سے وہ لوگ اس کا پتہ لگا پائے تھے۔ یہ ویسے بھی

سردیوں کے دن تھے۔ دن ایسے گزرا تھا کہ کچھ پتہ ہی نہیں چل سکا تھا۔ اب ہلکی ہلکی سیاہی پھیلنے لگی تھی۔ سردی تھی کہ بڑھتی ہی جارہی تھی۔ موسم کے تیور کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔ ایسے لگتا تھا کہ آسمان کسی بھی وقت برس پڑے گا۔۔ آبان خان کے ساتھ راحیل اور عدیل کی گاڑیاں بھی ہوا کے دوش پر جنگل کی طرف روانہ تھیں۔ ان تینوں کی گاڑیاں ہوا سے باتیں کر رہی تھی۔ راستے سنسان تھے۔ اس لیے ہی وہ تینوں بے فکر تھے۔ اکثم بھی ان لوگوں کے ساتھ آنا چاہتا تھا لیکن آبان خان کے سختی سے منع کرنے پر اُسے گھر ہی رکھنا پڑا۔ جبکہ بالاج ویسے ہی لندن میں تھا۔ شاہ ولا میں سے ابھی کسی کو بھی در فشاں کے بارے میں نہیں پتہ تھا نا ہی عدیل نے کسی کو بتایا تھا۔۔ خوامخواہ بات پھیلانے والی بات تھی۔ اس لیے اس نے خاموشی میں ہی عافیت جانی!!

جنگل میں پہنچتے ان کی گاڑیاں ویگن کے پاس آکر رکی تھی جس کا جلا کر بہت برا حشر کیا" ہوا تھا۔ وہ لوگ ابھی اسی کا معائنہ کر رہے تھے کہ آبان خان کے فون پر پھر سے رنگ ہوئی۔ آبان خان نے یکلخت ہی فوراً کال اٹینڈ کی تھی۔ کیوں کہ کال حنان لغاری کی تھی!! "ویلکم آبان خان!! جنگل میں تمھارا سواگت ہے!! فون پر سے حنان لغاری کی تمسخراتی سی آواز ابھری۔ وہ ایک کمرے میں بیٹھا سامنے رکھے کمپیوٹر پر ان تینوں کو دیکھ رہا تھا۔۔

"حنان بتادے کہاں رکھا ہے درفشاں کو!! تو جتنا ہمیں خوار کروائے گا تیری موت اتنی ہی بدتر ہو گی۔ آبان خان کی دھاڑتی آواز سنتے اس نے بے سکتا ہے فون کان سے تھوڑی دور ہٹایا تھا۔۔ "چل اب تو اتنا ہی فورس کر رہا ہے تو بتا دیتا ہوں تجھے۔ جہاں تو کھڑا ہے اس سے دو سو قدموں کی دوری پر درفشاں موجود ہے۔ قدم اٹھا اور گن گن کر آگے بڑھا۔ دو سو قدموں کے بعد تجھے وہ زمین کے اندر دفن مل جائے گی!! حنان لغاری نے اپنی بات کرتے خوفناک قہقہہ لگایا تھا۔ آبان خان کو ذلیل کرنے میں کتنا مزا آرہا تھا کوئی اس سے پوچھتا۔ "اسے اگر ایک خراش بھی آئی تو میں آبان خان اپنی ماں کی قسم اٹھاتا ہوں تجھے اتنی بدتر موت دوں گا کہ موت بھی کانپ اٹھے گی!! دھاڑ کے کہتے آبان خان ایک جھٹکے سے فون سامنے درخت میں مار گیا تھا۔۔ اس سے بات کرنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔ اس نے مزاق ہی بنانا تھا۔۔ ٹینشن سے اس کا دماغ ترخ کر دو حصوں میں تقسیم ہونے کو تھا۔ کہیں درفشاں کو کچھ ہو نا جائے یہ سوچ ہی اس کے اعصاب بھاری کر رہی تھی۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا ویسے ویسے اس کا خوف بھی بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اس کے گارڈز جنگل میں چاروں طرف پھیلتے درفشاں کو ڈھونڈھنے میں مصروف تھے۔ راحیل اور عدیل بھی یہاں کھڑے ہو کر وقت ضائع کرنے کی بجائے آگے بڑھ چکے تھے۔ رات کی سیاہی مزید گہری

ہوتی جارہی تھی!!ایک آبان خان ہی تھا جو بے حس و حرکت اپنی جگہ پر جم کر کھڑا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی سی تھی جو جمع ہو رہی تھی۔اپنا کل کا رویہ اور صبح درفشاں کی حالت کا سوچتے وہ جیسے مرنے والا ہو رہا تھا۔اس کی طبیعت تو پہلے ہی ٹھیک نہیں تھی!!وہ بیچاری تو پہلے ہی اس کے دیے گئے زخموں سے چور ہوئی پڑی تھی۔اگر ان لوگوں نے اسے کچھ کر دیا تو مزید درد وہ کیسے برداشت کرے گی۔۔ آبان خان سوچتے ہی جیسے مرنے کی سی کیفیت میں تھا۔اس کے پیروں سے جان نکل رہی تھی۔وہ ہمت ہار رہا تھا۔ صبح سے رات ہو چکی تھی درفشاں کا کوئی اتا پتہ نہیں تھا۔۔"اللہ اسے کچھ ہو گیا تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔اس کی حفاظت کرنا میرے مولا!!"آسمان کی طرف آنسوؤں بھری آنکھوں سے دیکھتے اس نے شدت کے ساتھ پورے دل سے دعا کی تھی!!وہ رو رہا تھا۔اُسے خود نہیں پتہ تھا کہ آنسوں اس کی آنکھوں سے نکلتے اس کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔اور وہ آسمان کی طرف دیکھتے خدا سے درفشاں کی حفاظت کے لیے دعائیں مانگ رہا تھا۔۔اس پر آج آشکار ہوا تھا کہ درفشاں اس کی سانسوں سے زیادہ اسے عزیز ہے۔اگر کبھی اس کے لیے جان داؤ پر لگانی پڑی تو آبان خان اس۔ لبھی پیچھے نہیں ہٹے گا۔!!"آبان ادھر آ۔دور کہیں سے راحیل کی ہلکی سی آواز سنتے اس نے آواز کے تعاقب میں دیکھا۔ جہاں صرف

اندھیرا اور درخت نظر آرہے تھے!! اگلے ہی لمحے وہ اپنے آنسوں صاف کرتا اپنی پسٹل لوڈ کرتے آگے کی طرف بڑھا جہاں سے ابھی بھی راحیل کی ہلکی سی آواز آرہی تھی۔ وہ آواز کی سمت میں ہی اپنے قدم آگے بڑھا رہا تھا۔ رات کے اس وقت جنگل حد درجہ خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔ ارد گرد سے خوفناک جانوروں کے بولنے کی آوازیں آرہی تھی۔ آبان خان سب کچھ اگنور کرتے ایک ہاتھ میں ٹارچ جبکہ دوسرے ہاتھ میں لوڈ کی ہوئی پسٹل تھامے مسلسل آواز کی سمت میں آگے بڑھ رہا تھا۔۔ کچھ دیر چلنے پر اسے راحیل نظر آگیا تھا۔ آبان خان تقریباً بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ عدیل بھی راحیل کے ساتھ ہی کھڑا تھا۔۔ کمرے میں بیٹھا حنان لغاری مسکراتے ہوئے ان تینوں کو اپنے کاٹیج کے بلکل سامنے کھڑا دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک سب کچھ بلکل اس کے پلان کے مطابق ہی چل رہا تھا۔ جیسے اس نے سوچا ہوا تھا ویسے ہی تھا سب کچھ!! کاٹیج میں ارد گرد سے وہ اپنے بندے بھی ہٹا چکا تھا۔ اب صرف وہ تینوں ہی تھے جو کاٹیج کے سامنے کھڑے تھے۔ اس کے شاطر دماغ میں کچھ اور ہی چل رہا تھا۔۔ کچھ بہت برا جو خان فیملی کے ساتھ ساتھ اسے خود کو بہت بری طرح برباد کرنے والا تھا۔۔

سامنے دیکھ یہ کاٹیج ضرور اس کے اندر ہو گی درفشاں!! ہمیں بہت سوچ سمجھ کر کام لینا ہو گا۔ عدیل نے آبان خان کو سامنے کی طرف متوجہ کرتے ساتھ ہدایات بھی دی!! لیکن آبان خان تو پہلی بات سنتے ہی بغیر کچھ بھی سوچے سمجھے اس کی طرف اپنے قدم بڑھا گیا تھا۔۔ اسے کسی بھی چیز کی پرواہ نہیں تھی۔ ناتو اپنی جان کی اور ناہی کسی اور کی۔ اسے پرواہ تھی تو درفشاں کی اگر اسے کچھ ہو جاتا تو اس کے جینے کا مقصد بھی ختم ہو جانا تھا۔ عدیل اسے اندھا دھند بھاگ کر کاٹیج کی طرف بڑھتے دیکھ اپنے جبڑے بھینچ گیا۔ اندر کوئی خطرہ بھی ہو سکتا تھا۔ اسلئے وہ احتیاط سے کام لے رہا تھا۔۔ لیکن آبان خان کو کون سمجھائے؟؟ کاٹیج کی طرف بڑھتے اس نے ایک ہی جھٹکے سے اپنا پاؤں دروازے پر مارتے اسے توڑا۔ لکڑی کا دروازہ ٹوٹ کر دو حصوں میں بکھرتے اندر کی طرف گرا تھا۔ دروازہ ٹوٹنے پر اس کی آواز کے ساتھ ایک اور نسوانی چیخ ابھری تھی!! آبان خان نے بھاگتے ہوئے اندر کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ سامنے درفشاں کو اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیختے دیکھ وہ بدحواسی کے عالم میں اس کی طرف بڑھا تھا۔ درفشار زمین پر بیٹھی آنکھیں بند کئے خوف سے مسلسل چیخیں مار رہی تھی۔ آبان خان نے اس کی طرف بڑھتے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ درفشاں نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا تھا۔ دونوں کی نظروں کا زوردار

تصادم ہوا تھا۔اور اگلے ہی لمحے درفشاں شدید روتے ہوئے شدت سے اس کے سینے سے لپٹی ! ! آبان خان بھی اس کے گرد اپنے بازو باندھتے اسے سختی سے خود میں بھینچ گیا تھا۔در فشاں کو سینے سے لگائے وہ دل سے اپنے رب کا شکر ادا کر رہا تھا۔ جس نے درفشاں کو سہی سلامت اسے واپس لوٹا دیا تھا۔راحیل اور عدیل بھی اندر آ چکے تھے۔ان دونوں نے بھی درفشاں کو سہی سلامت دیکھتے بے ساختہ ہی شکر ادا کیا۔۔ "تمھیں کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟ کچھ ہوا ہے؟ کچھ کیا تو نہیں کسی نے بتاؤ مجھے؟ آبان خان درفشاں کو خود سے الگ کرتے اس کے چہرے اور ہاتھوں کو ٹٹولتے ہوئے نان سٹاپ اس سے سوال کر رہا تھا. در فشاں نے نفی میں سر ہلاتے پیچھے کھڑے راحیل اور عدیل کو دیکھا۔وہ جیسے یہاں آئی تھی صبح سے اسی حالت میں اس کاٹیج میں پڑی تھی۔ کسی نے اسے نا تو کچھ کہا تھا اور نا ہی اس نے سارا دن کاٹیج کے اندر آتے کسی کو دیکھا تھا۔ وہ لوگ بس اسے یہاں ڈال کر چلے گئے تھے۔اس کے علاوہ ان لوگوں نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔۔ "مجھے معاف کر دو میں تمہاری حفاظت نہیں کر سکا۔ آبان خان نے پھر سے اسے اپنے سینے میں بھینچتے بھیگی سی آواز میں کہا۔ ! ! راحیل اور عدیل کاٹیج سے باہر چلے گئے تھے ! ! "آپ کا کوئی قصور نہیں ہے۔ مجھے ہی گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے تھا۔ درفشاں نے اس کی بھیگی سی آواز سنتے بے

یقین سے لہجے میں کہتے اس کا گلٹ ختم کرنا چاہا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ آبان خان اس کے لیے رو رہا ہے۔ "درفشاں تم نہیں جانتی میں کتنی محبت کرتا ہوں تم سے۔ ابھی تم نہیں تھی میرے پاس تو جیسے میری سانسیں رک رہی تھیں!! آج آبان خان نے اپنے منہ سے ہی اقرار کر دیا تھا۔ وہ جذبات کی رو میں بہہ کر بھیگی سی آواز میں اپنی محبت کا اظہار کر گیا تھا۔ درفشاں کے حیرت اور بے یقینی میں اضافہ ہوا تھا۔ مقابل اس سے محبت کرتا ہے وہ یہ مان ہی نہیں سکتی تھی۔ بھلا محبت کرنے والے ایسے ہوتے ہیں؟؟ بے ساختہ ہی سوچتے اس نے سر جھٹکا۔!! "ایک منٹ۔۔ کچھ سوچتے آبان خان اسے نرمی سے خود سے الگ کر گیا تھا۔ راحیل عدیل ادھر آؤ!! پیچھے کی طرف مڑتے اس نے دونوں کو آواز لگائی!! راحیل اور عدیل فوراً بی کاٹیج میں داخل ہوئے تھے۔ وہ دونوں باہر ہی کھڑے تھے!! "ہاں بول؟ اندر داخل ہوتے دونوں نے ہم آواز میں کہا۔۔ حنان لغاری بہت شاطر انسان ہے۔ اگر درفشاں کو کچھ کرنا نہیں تھا اس نے تو اسے اغوا کیوں کروایا؟ یہ بات مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہی۔ آبان خان نے ان دونوں کی طرف دیکھتے پر سوچ انداز میں کہا۔ اس کا دماغ اب بہت تیزی سے کام کر رہا تھ رہا تھا۔۔ "تجھے اس بات سے کیا مطلب کہ اس نے درفشاں کو کچھ کیوں نہیں کہا؟ تو بس شکر ادا کر کہ درفشان مل گئی ہے!! عدیل نے اس کی عقل پر

افسوس کرتے کہا۔اُسے حیرت ہو رہی تھی اس شخص پر جو بجائے شکر ادا کرنے کہ یہ سوچ رہا تھا کہ کڈنیپرز نے اس کی بیوی کو کوئی نقصان کیوں نہیں پہنچایا۔ "بکواس بند کر حنان لغاری کی رگ رگ سے واقف ہوں میں ! ! اتنا سیدھا بندہ نہیں ہے وہ ! ! آبان خان نے عدیل کو گھورتے ہوئے دو چار سنائی۔ وہ اسے کم عقل سمجھ رہا تھا۔۔ جبکہ درفشاں تو کھڑی بس ان تینوں کی شکلیں دیکھ رہی تھی۔ جبکہ اس کے دماغ میں آبان خان کے الفاظ گونج رہے تھے۔ابھی جب اس نے محبت کا اظہار کیا تھا اس سے۔ درفشاں کی سوچ وہیں پر اٹکی ہوئی تھی۔ مقابل نے محبت کا اظہار کیا بھی تھا تو کس حال میں اور کہاں پر ! !

تو سوچتا رہ میں گھر جا رہا ہوں۔ ماما کی کالز آ رہی ہیں۔ عدیل شاہ موبائل کی طرف دیکھ کر " آبان سے مخاطب ہوا۔۔ موبائل پر پاکیزہ شاہ کی کالز آ رہی تھیں ! ! "نہیں رک ابھی ایک کام ہے تجھ سے۔ آبان خان نے کہتے اسے روکنا چاہا۔ نجانے اب اسے عدیل شاہ سے کیا کام تھا۔۔ "اچھا بعد میں بتانا کام پہلے یہاں سے تو نکلو۔ گھنا جنگل ہے خطرناک جانور ہو سکتے ہیں یہاں۔۔ ابھی آبان کچھ بولتا کہ راحیل نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے یہاں سے نکلنے کے لیے کہا۔ باہر ان کے گارڈز کھڑے تھے۔ لیکن پھر بھی احتیاط اچھی چیز تھی۔ اس وقت رات کے آٹھ بج رہے تھے۔ آبان خان نے اس کی بات سے اتفاق کرتے درفشاں

کی طرف مڑتے اس کی چادر سے چہرہ اچھے سے کور کیا۔ حنان لغاری کو تو اس کا چھوڑنے کا ارادہ نہیں تھا۔ جتنا آج سارا دن اس نے آبان خان کو ذلیل کیا تھا اتنی بی بدتر موت آبان خان اسے دینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ اسے ڈھیل دے کر وہ دیکھ چکا تھا۔ ایک بات جو اس نے آج کے دن سیکھی تھی وہ یہ تھی کہ دشمن کی خاموشی کو کبھی ہلکے میں نہیں لینا چاہیے!! کیوں کہ یہ طوفان کے آنے سے پہلے کی خاموشی ہوتی ہے!! درفشاں کو اپنے ساتھ لیے ابھی وہ چاروں آگے بڑھتے کہ اپنے کانوں میں پڑنے والی آواز پر ان چاروں کے قدم رکے تھے!! "ویلڈن آبان خان!! بہت اچھا کیا تم نے اسے ڈھونڈ لیا۔!! کمرے میں کہیں اسپیکر پر سے حنان لغاری کی آواز ابھری تھی۔ ان چاروں نے بے ساختہ ہی ادھر اُدھر دیکھتے اسپیکر کو ڈھونڈنا چاہا۔ لیکن وہ ان سب کی نظروں سے اوجھل تھا۔۔ "تو نے آج ثابت کر دیا حنان لغاری کے تو نامرد ہے۔ پیٹھ پیچھے سے وار کرنا اور عورتوں کو نشانہ بنانا مردوں کو زیب نہیں دیتا۔ آبان خان ادھر اُدھر دیکھتے اونچی آواز میں دھاڑا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ضرور حنان لغاری ان سب کی باتیں سن رہا ہو گا۔۔ "نانا آج ہی تو میری مردانگی کسی پر اچھے سے آشکار ہوئی ہے۔ اگر تمھیں یقین نہیں آتا تو اس سے پوچھ لینا بیشک!! حنان لغاری نے غلیظ انداز میں کہتے آبان خان سمیت باقی سب کو بھی ٹھٹھکنے پر

مجبور کر دیا تھا۔اس کی اس بیہودہ بات کا مطلب وہاں کھڑا ہر شخص اچھے سے سمجھ گیا تھا۔ ان تینوں نے بے ساختہ ہی درفشاں کی طرف دیکھا۔۔درفشاں نے فوراً ہی نفی میں سر ہلایا تھا۔وہ اپنے ہونٹ کاٹتے شرمندہ ہو کر رہ گئی تھی!!اسپیکر پر سے حنان لغاری کے غلیظ قہقہے گونج رہے تھے!!"ارے اس کی طرف مت دیکھو۔اُسے تو ہاتھ بھی نہیں لگایا میں نے۔لیکن تمھیں ایک بات بتاؤں؟ حنان لغاری نے پر اسرار لہجے میں کہا۔۔۔وہ ان چاروں کو بخوبی دیکھ اور سن سکتا تھا۔۔"حنان میرے ہاتھوں بہت برے طریقے سے مرے گا تو یقین کر چھوڑوں گا نہیں میں تُجھے!!آبان خان وہاں رکھی کرسی پر لات مارتے غرایا تھا۔"ارے پہلے بات تو سن لو۔۔اس کے بعد تم زندہ بچے تو لازمی مجھے مار دینا۔حنان لغاری نے کہتے پھر سے قہقہ لگایا تھا۔اسے آبان خان کو تڑپانے میں الگ ہی مزہ آرہا تھا۔۔ "ایک کو تم لوگوں نے بچا لیا۔لیکن دوسری۔۔۔چچ چچ بیچاری اُسے نہیں بچا سکے تم!! حنان لغاری کی بات پر ان تینوں کے چہروں کے سہی معنوں میں رنگ اڑے تھے۔جسے کیمرے سے دیکھتے بھی حنان لغاری بخوبی محسوس کر سکتا تھا۔!!"کہ۔۔کون ہے وہ دوسری!!راحیل نے حلق سے بمشکل آواز نکالتے پوچھا۔۔حنان لغاری رابطہ منقطع کر چکا تھا۔ایک ٹوٹو کی آواز آئی تھی اور ان سب کی سانسیں سینے میں اٹک گئی تھیں۔ایک

دوسرے کی طرف دیکھتے ان تینوں نے بے ساختہ ہی اپنے فون اٹھانے چاہے۔ لیکن صرف ایک فون تھا وہ بھی عدیل شاہ کا۔۔ آبان خان اپنا فون توڑ چکا تھا۔ جبکہ راحیل کے فون کی بیٹری بلکل ڈیڈ تھی۔ اس کا فون ہی آف تھا۔۔ "گھر کے نمبر پر کال کر پوچھ سب گھر پر ہی ہیں نہ؟ آبان خان نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے عدیل سے کہا۔۔ عدیل نے ہاں میں سر ہلاتے رائنا کے نمبر پر کال ملائی تھی۔ گھر کا نمبر بھی تھا اس کے پاس لیکن اسے فلحال بس رائنا کی فکر تھی!! "بیلو رائنا تم ٹھیک ہو۔ کہاں ہو تم؟ فون اٹینڈ ہوتے دیکھ عدیل نے بے صبری سے سوال داغا.. در فشاں سمیت آبان خان اور راحیل نے بھی حیرت سے عدیل کو دیکھا تھا۔ پہلی بات اس کے پاس رائنا کا نمبر آیا کہاں سے؟ اور دوسری بات اس نے رائنا کو ہی کیوں کال کی؟؟ جبکہ اس کے پاس گھر کے ہر فرد کا نمبر موجود تھا۔ اور تیسری بات جیسے وہ تڑپتے ہوئے رائنا سے اس کی حالت پوچھ رہا تھا۔ وہ تینوں ہی حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں تھے۔ جبکہ عدیل شاہ بغیر ان کے تاثرات جانے رائنا کی خیریت معلوم کر رہا تھا۔۔ "میں بلکل ٹھیک ہوں اور گھر پر ہی ہوں۔ آپ اتنے گھبرائے ہوئے کیوں ہیں؟؟ فون پر سے رائنا کی آواز سنتے ان سب کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ وہ ایسے جواب دے رہی تھی جیسے عدیل شاہ سے بات کرنا اس کا روز کا معمول ہو۔ عدیل شاہ

گھبراہٹ میں یہ بھی بھول گیا تھا کہ فون اسپیکر پر ہے!!"شکر اللہ کا تم ٹھیک ہو۔اچھا میں بعد میں کرتا ہوں تمھ۔۔۔" عدیل شاہ شکر ادا کر کے کہتے ابھی کال کٹ کرتا کہ اس کی اچانک ہی نظر ان تینوں کے حیران چہروں پر پڑی تھی۔اس کے لفظ بیچ میں ہی ادھورے رہ گئے تھے!! گلا کھنکھارتے اس نے کال کٹ کی!!" بلکل ٹھیک ہیں سب!! عدیل شاہ نے کھسیانی سی ہنس کر کہتے انہیں مطمئن کرنا چاہا۔ "سالے اور بھی لوگ ہیں اس گھر میں!! آبان خان اس کے سر پر چت لگا کر کہتے اسے گھورتے ہوئے اس کے ہاتھ سے موبائل چھینا۔عدیل شاہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے شرمندہ ہو کر رہ گیا تھا۔اس کے دماغ میں اُس وقت رائنا کے علاوہ کوئی اور تھا ہی نہیں۔اس لیے بے دھیانی میں اس نے سب کے سامنے رائنا کو ہی کال ملا دی تھی۔ لیکن ان تینوں کو شکی نظروں سے خود کی طرف دیکھتے پا کر وہ پچھتا رہا تھا اپنی جلد بازی پر!! آبان خان نے گھر کے نمبر پر کال ملاتے فون کان سے لگایا۔فون دلشاد خان نے اٹھایا تھا۔۔" بابا در فشاں مل گئی ہے۔آپ مجھے یہ بتائیں باقی سب گھر پر ہیں؟؟ زارا رائنا اور فائزہ اسپشلی یہ تینوں گھر پر تو ہیں نہ؟؟ آبان خان نے پہلے انہیں در فشاں کی طرف سے تسلی دیتے آخر میں باقی سب کے بارے میں پوچھا۔۔"بیٹا فائزہ کا کچھ پتہ نہیں ہے۔باقی سب تو گھر پر ہی ہیں۔ہم سب در فشاں کی اتنی

ٹینشن میں تھے کہ ہمیں دھیان ہی نہیں رہا فائزہ کا۔ بہت لیٹ ہو گیا ہے اسے آج!! دلشاد صاحب مسلسل بول رہے تھے۔ جبکہ آبان خان کا دماغ تو لفظ فائزہ پر ہی اٹک کر رہ گیا تھا۔ یہی حال باقی تینوں کا بھی تھا۔۔ آبان خان کے ہاتھ سے فون چھوٹتے زمین پر گرا۔ جو بات اس کے دماغ میں آ رہی تھی وہ کبھی سوچنا نہیں چاہتا تھا۔۔ عین اسی لمحے پھر سے اسپیکر پر سے حنان لغاری کی آواز ابھری تھی!! "آہہہ۔۔ کیا ذائقہ تھا اس کے جسم کا۔ ویسے ایک بات ہے آبان خان تمہارے گھر کی ساری عورتیں ہیں بہت حسین۔۔۔" قہقہ لگا کر نہایت گھٹیا لہجے میں کہتے وہ پھر سے رابطہ منقطع کر گیا تھا۔ ان تینوں نے بے ساختہ ہی اپنی مٹھیاں بھینچی۔ اس کی بات پر تینوں کے چہرے کی رنگت سرخ ہوئی تھی!! "ہم۔۔۔ ہمیں ایسے اس پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔ پہلے ہاسپٹل چل کر پتہ کرتے ہیں۔ کیا پتہ فائزہ صحیح سلامت ہو!! عدیل شاہ نے انہیں امید کی ایک کرن دکھائی تھی۔ جبکہ راحیل اور آبان خان تو سکتے کی سی کیفیت میں کھڑے تھے۔ اگر فائزہ کو کچھ ہو جاتا تو وہ لوگ تو کبھی خود کو معاف نہیں کر پاتے!! "آبان یہ وقت ہوش سے کام لینے کا ہے۔ جلدی چل اس سے پہلے مزید دیر ہو ہمیں فائزہ کو ڈھونڈنا ہے!! عدیل نے اسے بے حس و حرکت کھڑے کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتے دیکھ اسے جھنجھورتے ہوئے کہا۔ ایک وہی تھا

اُن چاروں میں جو ہوش و حواس میں رہ کر سوچ رہا تھا۔۔ "ہاں چل جلدی!! آبان خان بھی اچانک جیسے ہوش میں آیا تھا۔ عدیل سے کہتے وہ درفشاں کا ہاتھ پکڑتے کاٹیج سے باہر نکلا۔۔ راحیل بھی ان تینوں کے پیچھے ہی باہر نکلا تھا۔ کچھ دیر چل کر اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے ان تینوں کی گاڑیاں ہاسپٹل کے راستے پر گامزن تھیں۔

کیا کہہ رہا تھا آبان؟ دلشاد صاحب کو فون رکھتے دیکھ عظمیٰ بیگم نے ان کے پاس آتے کہا۔" ان کا دل شدید گھبرا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے دھڑک دھڑک کر ابھی باہر آجائے گا۔ کچھ غلط ہونے کا احساس تھا جو ان کے رگ وپے میں اترا ہوا تھا۔۔ "بچیوں کا پوچھ رہا تھا کہ سب گھر پر ہیں یا نہیں۔ میں نے کہا فائزہ نہیں ہے اس کے بعد فون کاٹ دیا اس نے!! عجیب گھبرایا ہوا تھا آبان حالانکہ درفشاں بھی مل گئی ہے!! دلشاد صاحب نے انہیں جواب دیتے اپنے قدم لاؤنج میں صوفے کی جانب بڑھائے!! "درفشاں مل گئی تھی ان سب کو خوش ہونا چاہیے تھا۔ لیکن سب کے ہی دل نجانے کس بات پر اداس تھے۔ کسی کے بھی چہرے پر خوشی کی کوئی رمک نہیں تھی۔۔ "فائزہ کو بہت دیر ہو گئی ہے آج۔ آئی نہیں ابھی تک!!" عظمی بیگم نے اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کرتے برہان خان سے کہا۔۔ "ہاں

میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ اگر دیر ہوتی ہے اُسے تو کال کر کے بتا دیتی ہے۔ لیکن آج تو اس کی کال بھی نہیں آئی!! برہان خان نے بھی ان کی بات سے اتفاق کرتے کہا۔ "میں اور اکثم جاتے ہیں ہسپتال پتہ کرتے ہیں اس کا۔ موبائل تو ویسے بھی وہ سائلینٹ پر رکھتی ہے ڈیوٹی کے ٹائم کال نہیں اٹھاتی نا کسی کی بھی تو ہم خود ہی جا لے دیکھ لیتے ہیں!! برہان خان کہتے صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے!! "اکثم چلو میرے ساتھ!! اکثم کو مخاطب کرتے وہ اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا گئے!! "آجائے گی وہ بچی تھوڑی ہے۔ کبھی کبھی ایسے دیر ہو جاتی ہے اُسے!! رفیق خان نے برہان خان کو مخاطب کرتے انہیں جانے سے روکنا چاہا۔ ان کی خود کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ سفر کر کے مزید ان کی طبیعت خراب ہو۔ اس لیے انہیں ریلکس کرنا چاہا۔۔ "نہیں رفیق میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا ہے ویسے ویسے میری گھبراہٹ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ میں جب تک فائزہ کو اپنی آنکھوں سے نا دیکھ لوں دل کو سکون نہیں ملے گا۔۔ برہان خان نے اپنا سینا مسلتے رفیق خان کو جواب دیا۔۔ "اچھا پھر میں بھی چلتا ہوں تمہارے ساتھ۔ تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی مجھے!! رفیق خان کہتے صوفے سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔۔ باقی سب بیٹھے ان لوگوں کی باتیں سن رہے تھے۔ ان سب کی خود

کی حالت بھی برہان خان سے مختلف نہیں تھی۔ برہان خان بھی ہاں میں سر ہلاتے باہر کی جانب بڑھے۔۔۔ وہ تینوں گاڑی میں بیٹھتے اپنی گاڑی خان ولا سے باہر نکال گئے تھے۔ ان کی گاڑی کا رخ ہسپتال کی جانب تھا۔ پتہ نہیں آج کا دن مزید ان لوگوں کے لیے کیا کیا آزمائشیں لانے والا تھا۔۔۔

قسط نمبر:34

آبان خان سمیت راحیل اور عدیل کی بھی گاڑیاں ہسپتال کے باہر آکر رکی۔۔ وہ لوگ پندرہ منت کی ڈرائیو کے بعد ہسپتال پہنچے تھے!! "تم گاڑی میں ہی بیٹھو۔ میں گاڑی لاک کر کے جا رہا ہوں۔ اور فائزہ کو لے کر واپس آؤں گا۔ آبان خان نے اپنی سیٹ بیلٹ اتارتے درفشاں سے کہا۔ جو اس کے ساتھ والی سیٹ پر آنکھیں موندے بیٹھی تھی۔ اس کی بات سنتے وہ فوراً ہی سیدھی ہو کر بیٹھی۔۔ میں آپ کے ساتھ چلوں گی پلیز۔ درفشاں نے آنکھوں میں خوف لیے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے کہا۔ پہلے بھی ایک حادثہ اور پھر اس حادثے کے بعد ایک ڈر سا تھا اس کے دل میں جو رچ بس گیا تھا۔ آبان خان اس کی آنکھوں میں بے پناہ خوف دیکھتے اپنے جبڑے بھینچ کر رہ گیا۔ کہاں پسند تھا مقابل کی

آنکھوں میں اپنے علاوہ کسی اور کا خوف؟؟ تم میری ہو۔ تمھیں کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ حنان لغاری جیسے نامرد صرف بھونک سکتے ہیں۔اور کچھ نہیں کر سکتے وہ۔اس کے چہرے کے دونوں اطراف میں ہاتھ رکھتے آبان خان نےاسے ہر خوف سے آزاد کرنا چاہا تھا۔۔ نہیں آپ پلیز مجھے ساتھ لے چلیں۔اپنے گال پر رکھے ہاتھ پر اس نے اپنا ہاتھ رکھتے جیسے ضد کی تھی۔آبان خان ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھتے اپنے سلگتے لب شدت کے ساتھ اس ماتھے پر رکھ گیا۔درفشاں بے ساختہ ہی اپنی آنکھیں موند گئی تھی۔شاید ہی پوری زندگی میں آبان خان کا یہ پہلا لمس تھا جو اس نے دل و جان سے محسوس بھی کیا تھا اور اسے بہت اچھا بھی لگا تھا۔۔"چلو اترو گاڑی سے۔آبان خان اسے آنکھیں موندے دیکھ ہلکا سا اس کے گال کو تھپکتے اس کی ضد پوری کر گیا تھا۔۔درفشاں نے سکون کا سانس لیتے اپنے قدم گاڑی سے باہر نکالے۔ورنہ تو گاڑی میں اس کی سانسیں ہی اٹک جاتی۔جتنا وہ ڈری ہوئی- تھی۔آبان خان کے بغیر اب کہیں برانے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔یہ بھی آبان خان کی ہی دی ہوئی ہمت تھی جو وہ نارمل رہ کر چل پھر رہی اور سب سے بات کر رہی تھی۔پہلے دل میں آبان خان کا خوف تھے۔لیکھی اس گھنے جنگل اور حنان اداری کا خوف آبان خان کے خوف پر غالب آگیا تھا۔ایک بات تو وہ سمجھ گئی تھی کہ آبان خان ہی

اس کا اصل محافظ ہے۔اس بات کو تو اس نے دل سے تسلیم کر لیا تھا۔۔آبان خان بھی اپنی طرف کا دروازہ کھولتے گاڑی سے باہر نکلا۔راحیل اور عدیل پہلے ہی ہاسپٹل میں اندر کی جانب بڑھ گئے تھے۔آبان خان نے بھی درفشاں کا ہاتھ پکڑتے اندر کی طرف قدم بڑھائے۔۔ان سب کے دلوں میں ایک یہی دعا تھی کہ فائزہ سہی سلامت ہسپتال میں ہی موجود ہو۔۔اندر داخل ہوتے وہ لوگ ریسپشنسٹ کی طرف بڑھے تھے!! "یس سر ریسپشنسٹ نے مصروف سے انداز میں ان لوگوں سے یہاں آنے کہ مقصد جاننا چاہا۔وہ ان میں سے کسی کو بھی نہیں جانتی تھی۔راحیل عدیل سے فون لیتے ایک کال کرنے ہاسپٹل کے باہر ہی کھڑا تھا۔جبکہ ریسپشنسٹ کے پاس صرف آبان خان، درفشاں اور عدیل ہی موجود تھے۔۔ڈاکٹر فائزہ۔انہیں بلا دیں۔کہیے گا ان کے گھر سے آئے ہیں۔ آبان خان نے دھڑکتے دل کے ساتھ ریسپشنسٹ کو فائزہ کو بلانے کے لیے کہا۔"سوری سر لیکن آج تو ڈاکٹر فائزہ ہاسپٹل آئی ہی نہیں ہیں۔نا انہوں نے کسی قسم کی چھٹی لی تھی۔ اور نا ہی بتایا ہے۔یہ پہلی مرتبہ ہے جب انہوں نے بنا بتائے چھٹی کی ہے۔۔ریسپشنسٹ نے جیسے ان سب کے سروں پر دھماکا کیا تھا۔آبان خان سمیت ان تینوں کو لگ رہا تھا جیسے ہسپتال کی چھت ان کے سروں پر آکر گری ہو۔ان سب کے چہروں کا رنگ جیسے لٹھے کی

مانند سفید ہو گیا تھا۔۔ آبان خان اپنی پوری زندگی میں پہلی مرتبہ خوفزدہ نظر آرہا تھا۔ دشمن اس کے تھے۔ اگر فائزہ کو کچھ ہو گیا وہ گھر والوں کو کیا جواب دے گا۔ یہ سوچ ہی اسے خوف کھانے پر مجبور کر رہی تھی۔ اور جتنی غلیظ بکواس حنان لغاری کر رہا تھا۔ خدا نخواستہ اگر ایسا کچھ سچ میں ہوا تو آبان خان نے تو جیتے جی مر جانا تھا۔ "آ۔۔ آپ ایک مرتبہ پھر سے دیکھیں۔ وہ ہسپتال میں ہی ہو گی۔۔ عدیل شاہ نے آبان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ایک مرتبہ پھر سے ریسیپشنسٹ سے کنفرم کرنے کو کہا۔ امید بلکل ٹوٹ چکی تھی لیکن پھر بھی وہ ایک مرتبہ دوبارہ ٹرائے کرنا چاہتا تھا۔۔ ہمیں پتہ ہوتا ہے کون آتا ہے اور کون نہیں۔ آج ڈاکٹر فائزہ نہیں آئی مجھے کنفرم ہے یہ بات۔۔ ریسیپشنسٹ نے ایک نظر عدیل کیطرف دیکھتے پھر سے مودبانہ انداز میں کہا۔۔ "اُمید کی ایک چھوٹی سی کرن بھی ختم ہو چکی تھی۔ ان لوگوں کو بری طرح ڈسٹریکٹ کیا گیا تھا۔ درفشاں کو مہرہ بنا کر اصل ٹارگٹ فائزہ برہان خان کو بنایا گیا تھا۔۔ آبان خان کو اب سمجھ آرہی تھی کہ حنان لغاری نے درفشاں کو صحیح سلامت کیوں چھوڑ دیا تھا۔ کیوں کہ وہ اس کا اصل ٹارگٹ تھی ہی نہیں۔ اس کا اصل ٹارگٹ فائزہ خان تھی۔ ریسیپشنسٹ کی بات پر جہاں آبان خان اور عدیل کے چہروں پر پریشانی کی لکیریں واضح ہوئی تھیں۔ وہیں ان کے پیچھے کھڑے برہان خان نے

بے ساختہ ہی اپنے دل کو تھاما تھا۔ برہان خان اکثم اور رفیق خان کے ساتھ ابھی ہی ہسپتال میں داخل ہوئے تھے۔ آبان خان لوگوں کو ریسپشنسٹ کے پاس کھڑے دیکھ وہ تینوں بھی اپنے قدم اسی طرف بڑھا گئے تھے۔۔ لیکن ریسپشنسٹ کی بات نے انہیں رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

رفیق یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ میری بیٹی کہاں جا سکتی ہے۔ برہان خان اپنے دل کو" تھامے گھٹی گھٹی آواز میں بولے۔۔ سارے خدشے درست ثابت ہو رہے تھے۔ کچھ دنوں سے جوان کا دل گھبرا رہا تھا وہ کسی انہونی کا خدشہ تھا۔ جو آج ہو گئی تھی۔ برہان خان کو اپنا زندگی بھر کا اثاثہ داؤ پر لگا نظر آ رہا تھا۔۔ اپنے پیچھے سے برہان خان کی آواز سنتے آبان خان سمیت درفشاں اور عدیل نے بھی پیچھے مڑتے دیکھا۔ جہاں برہان خان اپنے دل پر ہاتھ رکھے تقریباً گرنے والے تھے۔ وہ بہت مشکل سے اپنے پاؤں پر وزن ڈالے کھڑے تھے۔ ورنہ پائوں سے جیسے جان نکلنے لگی تھی۔۔ انہیں دیکھتے آبان خان نے اپنے قدم ان کی جانب

بڑھائے۔ اب بات منظر عام پر آ کر ہی رہنی تھی۔ کچھ بھی چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ درفشاں بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔ اس نے ایک سیکنڈ کے لیے بھی آبان خان کا ہاتھ

نہیں چھوڑا تھا۔ اب تک وہ مسلسل اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی۔۔ "چاچو بیٹھیں آپ پلیز۔ اکثم نے برہان خان کی حالت بگڑتے دیکھ انہیں کاریڈور میں موجود ایک کرسی پر بٹھایا۔۔ "کیسے بیٹھوں میں! یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ میری بیٹی ہسپتال نہیں آئی آج۔ پھر کہاں گئی میری بیٹی۔ رات کے نو بجنے کو ہیں۔ وہ سارا دن سے غائب ہے۔ کسی کا دھیان بھی اس کی طرف نہیں گیا۔۔ برہان خان اکثم کی طرف دیکھنے چیخے تھے!! چیخنے سے ان کے دل میں مزید تکلیف اٹھ رہی تھی۔ اپنے دل پر ہاتھ رکھتے وہ کھانستے ہی جا رہے تھے۔۔ راحیل بھی اندر داخل ہو چکا تھا۔ برہان خان کی بات وہ سن چکا تھا۔ اس نے ایک نظر آبان خان کو دیکھا جو سکتے کی کیفیت میں کھڑا برہان خان اور نظریں گاڑے ہوئے تھا۔ عدیل اپنی پچھلی گردن پر ہاتھ پھیرتے کاریڈور میں ادھر سے اُدھر چکر لگا رہا تھا۔۔ راحیل نے آبان کی طرف بڑھتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ "راحیل وہ میری وجہ سے فائزہ۔ میرے دشمن تھے یار وہ۔ آبان خان راحیل کی طرف دیکھتے کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولا۔ راحیل نے تعجب سے اپنے ایبروسکیڑے تھے۔ اسے اب سمجھ آئی تھی کہ آبان خان اس طرح بے حس و حرکت کیوں کھڑا ہے!! "یہ وقت پچھتاوے کا نہیں ہے آبان۔ ہمیں فائزہ کو ڈھونڈنا ہے۔ راحیل نے سمجھداری کا مظاہرہ کرتے اسے

سمجھانے والے انداز میں کہا۔۔ "اسے کچھ ہو گیا تو میں خود کو معاف نہیں کر پاؤں گا راحیل!! کبھی معاف نہیں کر پاؤں گا۔ آبان خان اسے سن ہی کب رہا تھا۔ وہ تو بس کسی ٹرانس کی کیفیت میں بولتا ہی جا رہا تھا۔ اس کے دل اور دماغ میں اس وقت صرف فائزہ کی ٹینشن چل رہی تھی!! آبان خان کی حالت دیکھتے ناچاہتے ہوئے بھی درفشاں کی آنکھوں سے خود بخود آنسوں روانہ ہو رہے تھے۔۔ ایک فائزہ کی فکر، اور پھر دوسرا برہان خان اور آبان خان کی حالت درفشاں کو آنسوں بہانے پر مجبور کر رہے تھے۔۔ راحیل اسے مسلسل بولتے دیکھ اس کے کندھے سے ہاتھ ہٹاتے اس کے مقابل آکر کھڑا ہوا۔ اور اگلے ہی لمحے اس نے ایک زور دار مکا آبان خان کے منہ پر جڑا۔۔ آبان نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے حیرت سے راحیل کو دیکھا جس نے بلاوجہ ہی اس کے منہ پر مکا مار دیا تھا۔ جبکہ باقی سب کا بھی یہی حال تھا۔ برہان خان بھی کرسی سے کھڑے ہو چکے تھے۔ سب کی نظریں ہی راحیل پر جمی تھی۔ "ساری ہمت کیا بیوی کے معاملے میں ہی تھی تیرے اندر۔ بات بہن پر آئی ہے تو تیرا ریگریٹ ختم نہیں ہو رہا۔ کیسا مرد ہے تو؟ راحیل آبان کو گریبان سے پکڑتے دبی دبی آواز میں چیخا تھا۔۔ "میری وجہ سے پتہ نہیں کہاں ہو گی وہ۔۔ تو میری جگہ تو خود کو رکھ کر دیکھ کیسا محسوس کر رہا ہوں میں اس وقت۔ پتہ نہیں کہاں ہو گی وہ۔ آدھی

رات ہونے کو ہے۔ کہاں ڈھونڈیں اُسے۔ تو بتا کہاں جائوں میں ؟اس سالے کا نمبر بھی موبائل کے ٹوٹتے ہی چلا گیا تھا۔ میں کہاں سے کانٹیکٹ کروں اس سے۔ فائزہ کی گاڑی کا نمبر تک تو ہم لوگوں سے کسی کو بھی پتہ نہیں ہے!! آبان خان اس کے ہاتھوں سے اپنا گریبان چھڑواتے اس کے منہ پر بھی اسی طرح مکا مارتے دھاڑا تھا۔ وہ سہی ہی کہہ رہا تھا۔ اس وقت وہ لوگ کہاں ڈھونڈتے فائزہ کو!! کاریڈور میں سے گزرتے لوگ حیرت سے ان نمونوں کو دیکھ رہے تھے۔ جو یہاں پر ہی تماشا کرنا شروع کر چکے تھے۔ "تم دونوں لڑتے رہو!! یہاں کھڑے ہو کر لڑنے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔۔ جا کر ڈھونڈو فائزہ کو۔۔ کوئی تو سراغ ملے گا۔۔ دشمن نے کوئی تو سراغ چھوڑا ہو گا ہمارے لیے۔۔ تاکہ ہم فائزہ تک پہنچ سکیں!! رفیق خان ان دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرتے بیچ میں کھڑے ہوتے غرائے تھے!! جو ایک دوسرے کو مارنے کے لیے پھر سے اگے بڑھ رہے تھے!! آبان خان راحیل کو سرد سرخ نظروں سے کھڑا گھور رہا تھا۔ جبکہ راحیل کا بھی یہی حال تھا۔ البتہ دل میں وہ مطمئن تھا۔۔ آبان خان کی انکھوں میں یہی سرخ پن وہ دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ آبان خان بجائے ریگریٹ کرنے کے فائزہ کو ڈھونڈے!! آبان خان درفشاں کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑتے ابھی ہسپتال سے باہر کی جانب قدم بڑھاتا کہ

رفیق خان کی اواز پھر سے اس کے کانوں میں پڑی۔ "درفشاں کو یہی چھوڑ کر جاؤ۔ اسے اکثم گھر لے جائے گا۔ رفیق خان نے آبان کی پیٹھ پر نظریں جمائے حکم دیا تھا۔ درفشان نے بے ساختہ ہی آبان خان کا بازو مضبوطی سے پکڑا۔۔ وہ آبان خان سے دور ہونے کو تیار ہی نہیں تھی۔ آبان نے سوالیہ نظروں سے تھوڑا سر کو جھکاتے درفشاں کی طرف دیکھا تھا ۔درفشاں نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ جانے کو تیار ہی نہیں تھی!! "میری بیوی میرے ساتھ ہی رہے گی۔ آپ لوگ چاچو کو گھر لے جائیں میں وعدہ کرتا ہوں صبح ہونے سے پہلے فائزہ گھر پر ہو گی!! آبان خان ایک گہری سانس بھر کر کہتے درفشاں کو ساتھ لیے باہر کی جانب بڑھا۔ عدیل اور راحیل بھی اس کے پیچھے ہی باہر نکلے تھے!! "چاچو آپ گھر چلیں۔ بھائی نے وعدہ کر لیا ہے نا! فائزہ آپی بھی جلدی گھر آ جائیں گیں۔ اکثم نے کہتے برہان خان کو بازو سے پکڑتے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔ رفیق خان بھی ان دونوں کے ساتھ ہی گاڑی کی طرف بڑھے تھے!! ان تینوں کی زبان پر اس وقت درفشاں کے حفاظت کے لیے دعائیں تھیں-کاش وہ بلکل ٹھیک ہوتی!!

کیاہوافائزہ کو نہیں لائے آپ؟اتنی دیر تک تو کبھی ڈیوٹی نہیں دی فائزہ نے؟اسے ساتھ" لاتے اپنے!! برہان خان کو داخلی دروازے سے اندر داخل ہوتے دیکھ عظمی خان نے اپنی جگہ سے اٹھتے ان کے پاس آکر کہا۔وہ ان کے ساتھ فائزہ کو نہ آتے دیکھ چکی تھیں!! تبھی ٹینشن میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔۔"فائزہ کہاں ہے برہان؟ائی کیوں نہیں تمہارے ساتھ۔۔اور یہ آبان اور راحیل کہاں ہیں۔وہ دونوں بھی درفشاں کو لے کر نہیں آئے!! دادا جان نے بھی صوفے سے کھڑے ہوتے برہان خان سے سوال داغا تھا۔"نہیں پہنچی فائزہ آج ہسپتال۔پتہ نہیں کہاں ہو گی میری بیٹی۔ کس حال میں ہو گی!! برہان خان اپنا آپا کھوتے پھر سے چیخے تھے۔ان کی آنکھوں میں آنسوں روانہ ہو چکے تھے۔صبر تھا کہ اب جواب دے گیا تھا۔"درفشاں کو اس لیے اغوا کیا گیا تھا تاکہ کسی کا بھی دھیان میری بیٹی کی طرف نہ جائے!! درفشاں تو صحیح سلامت گھر واپس آگئی۔لیکن آبان کی دشمنی کی بھینٹ میری بیٹی چڑھ گئی ہے۔پتہ نہیں کن لوگوں کے پاس ہو گی!! کیا حال کریں گے وہ لوگ اس کا۔ برہان خان چیختے ہوئے مسلسل بول رہے تھے۔فائزہ کی فکر تھی کہ انہیں کھائے جا رہی تھی۔ ان کے بات پر لیونگ روم میں تمام لوگ اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہو چکے تھے!! ایک وقت کے لیے لیونگ روم میں موت کا سا سناٹا چھا گیا تھا۔

سب حیران پریشان کھڑے برہان خان کے بعد کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے!!

"ک۔۔ کیا مطلب ہے آپ کا؟ کہاں ہے میری بیٹی؟ عظمی خان نے برہان خان کا بازو پکڑتے ان سے سوال کیا۔ وہ ابھی تک بے یقین تھیں کہ ان کی بیٹی صبح سے غائب ہے۔ اور ان لوگوں کو اس کی خبر تک نہیں تھی۔ مجھے پتہ ہوتا تو میں اب تک گھر نہ لے آتا اسے!! برہان خان اپنا سر دونوں ہاتھوں میں جکڑتے چیخے تھے۔ان کے دل میں اور سر میں بری طرح درد اٹھ رہا تھا۔ یہاں معاملہ بیٹی کا تھا، عمر بھر کی ریاضت تھی جو ختم ہونے کو تھی!! عظمی بیگم بری طرح روتے ہوئے ابھی زمین پر گرتی کہ اکثم نے بروقت آگے بڑھتے انہیں پکڑا۔ ورنہ وہ بری طرح زمین بوس ہو جاتی!! "انہیں یہاں لٹاؤ صوفے پر۔۔ عزرا خان پریشانی سے اکثم سے کہتے صوفے کی جانب بڑھیں۔ عظمی بیگم بے ہوش ہو چکی تھیں!! سب لوگ پریشانی سے عظمی بیگم کو دیکھ رہے تھے۔۔ وہ پہلے ہی دل کی مریضہ تھیں۔اور اب فائزہ کی ٹینشن اللہ ہی خیر کرے! ڈاکٹر کو کال کرو تم۔ دادا جان نے دلشاد خان کی طرف دیکھتے کہا۔ دلشاد خان ہاں میں سر ہلاتے اپنی فیملی ڈاکٹر کو کال کی۔ جو جلدی پہنچنے کی حامی بھر چکی تھی۔

آبان خان پریشانی سے گاڑی اِدھر اُدھر گھماتے فائزہ کو ڈھونڈنے میں مصروف تھا۔۔ در فشاں اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھے خود پریشانی کے عالم میں اپنے ناخن کتر رہی تھی۔ فائزہ کے لیے تو وہ خود دل سے دعا گو تھی۔اسے خود فائزہ بہت پسند تھی۔راحیل اور عدیل کی گاڑیاں مختلف سمت میں فائزہ کو تلاش کر رہی تھیں!! عدیل پاکیزہ شاہ کو کال کرتے !!انہیں تسلی دے چکا تھا کہ وہ پریشان نہ ہوں

عدیل شاہ مصروف انداز میں گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا کہ اس کے فون پر رنگ ہوئی۔ کوئی انکنون نمبر دیکھتے اس نے فوراہی کال ریسیو کر لی تھی۔ یہ وقت ایسا تھا کہ وہ لوگ ہوا کے جھونکے پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتے تھے۔تو پھر نمبر کو اگنور کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔"میں ایک لوکیشن سینڈ کر رہا ہوں آبان خان کو لے کر اس جگہ پر پہنچ جاؤ۔ فون پر حنان لغاری کی آواز ابھری۔۔ابھی عدیل کوئی جواب دیتا کہ حنان لغاری فون کٹ کر چکا تھا۔۔عدیل نے اسٹیرنگ پر مکہ مارتے دوبارہ سے اس کا نمبر ٹرائی کیا۔ایک بات تو طے تھی وہ جتنا انہیں خوار کروا رہا تھا۔ان تینوں نے مل کر اسے اتنی ہی بدتر موت دینی تھی!! اس بات اس بات کا وعدہ تو عدیل شاہ نے خود اپنے دل سے کیا ہوا تھا۔اس کے دوبارہ کال کرنے پر دوسری طرف سے کال کاٹ دی گئی تھی۔ جبکہ عین اسی لمحے اسے واٹس ایپ پر

ایک میسج ریسیو ہوا۔ حنان لغاری نے ایک لوکیشن بھیجی ہوئی تھی اور اس کے فورا بعد اس کا نمبر بلاک کر دیا گیا تھا۔۔ عدیل شاہ نے لوکیشن دیکھتے گاڑی کو روکتے اپنا سر اسٹیرنگ پر ٹکایا تھا۔ صبح سے پھر پھر کر ان لوگوں کا حشر ہو چکا تھا۔ ایک کی ٹینشن ختم ہوئی تھی تو اب دوسرے کی ٹینشن شروع ہو چکی تھی۔ وہ صبح سے بھوکا پیاسا اب ان لوگوں کے ساتھ گھن چکر بنا ہوا تھا۔ اس وقت رات کے گیارہ بجنے کو تھے اس نے صبح سے ہی اپنے حلق میں ایک پانی کا قطرہ بھی نہیں ڈالا تھا۔ یہی حال آبان خان اور راحیل خان کا تھا۔ ان لوگوں نے بھی صبح سے پانی تک نہیں پیا تھا۔ عدیل نے اسٹیرنگ سے سر اٹھاتے ایک مرتبہ پھر لوکیشن دیکھی!! یہ ایک فارم ہاؤس کی لوکیشن تھی۔ جو جنگل کے قریب ہی تھا۔ جہاں اس وقت عدیل شاہ تھا، اسے کم سے کم وہاں جانے میں بیس پچیس منٹ لگنے تھے۔ ایک کام تھا جو ان سب میں سے عدیل شاہ نے اچھا کیا تھا۔۔ وہ یہ تھا کہ اس نے فلحال کے لیے آبان خان کو اپنا دوسرا فون تھما دیا تھا۔ وہ لینے کو تیار نہیں تھا لیکن عدیل کے اسرار کرنے پر اسے مجبوراً یہ موبائل اپنے پاس رکھنا پڑا تھا۔ ان تینوں کی گاڑیاں الگ الگ سمت میں تھی۔ ایسے میں ایک دوسرے سے رابطے کے لیے ان لوگوں کو فون کی لازمی ضرورت پڑنی تھی۔ عدیل شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے لوکیشن اپنے دوسرے نمبر پر سینڈ کی جو اس

وقت آبان خان کے پاس تھا۔۔ "یہ لوکیشن حنان نے سینڈ کی ہے اس طرف گاڑی موڑ اور گارڈز کو بھی لوکیشن سینڈ کر کے کہہ کہ اسی فارم ہاؤس کی طرف گاڑیاں لے کر چلیں۔۔ ہو نہ ہو فائزہ یہی کہیں ہو گی!!" عدیل شاہ نے آبان خان کو وائس کرتے اپنا موبائل ساتھ والی سیٹ پر پھینکا۔

آبان خان جو سرخ چہرے کے ساتھ ونڈ سکرین پر نظر جمائے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔ موبائل پر مائے نمبر کے نام سے میسج آتے دیکھ اس نے فوراً ہی موبائل اٹھاتے اپنی آنکھوں کے سامنے کیا۔ یقیناً عدیل شاہ کا ہی دوسرا نمبر تھا۔ جس سے کوئی لوکیشن اور وائس نوٹ آیا ہوا تھا۔۔ آبان خان نے جلدی سے وائس آن کی۔ عدیل کی بات سنتے وہ لوکیشن اوپن کرتے اپنی نظروں کے سامنے کر گیا تھا۔ "پھر سے جنگل۔ ایک تو اس ا آدمی کو جنگل سے کوئی خاص آبسیشن ہے۔ اسی جنگل میں اس کی قبر نہ کھودی تو میرا نام بھی آبان خان نہیں!! آبان خان لوکیشن دیکھتے اسٹیرنگ پر مکا مارتے غرایا۔۔ یہ تیسرا جنگل تھا جہاں وہ حنان لغاری کی وجہ سے جانے والا تھا۔۔ پہلے در فشاں کو بچانے، پھر دوبارہ در فشاں کے لیے ہی اور اب فائزہ کے لیے وہ تیسرے جنگل میں جا رہا تھا۔ جس کے

پاس پاس ہی فارم ہاؤس موجود تھا۔ موسم کے تیور مزید بگڑتے جا رہے تھے۔ باہر بجلی کڑکنے لگی تھی۔ ساتھ ہلکی ہلکی بوندا باندی بھی شروع ہو چکی تھی۔ آبان خان ایکسلیٹر پر اپنا پاؤں رکھ کے مزید سپیڈ بڑھا گیا تھا۔ اب جب سراغ مل ہی گیا تھا تو ان لوگوں کو جلد از جلد فائزہ تک پہنچنا تھا۔ آبان خان کی گاڑی کا راستہ اس جنگل سے تھوڑا کم تھا۔ وہ اسی طرف اپنی گاڑی بڑھا گیا۔۔

آبان خان مصروف سی ڈرائیونگ کر رہا تھا اس کے ساتھ میں درفشاں شیشہ نیچے کیے " باہر دیکھنے میں مگن تھی۔ اسے گاڑی میں گھبراہٹ سی ہو رہی تھی۔ اسی لیے اس نے شیشہ نیچے کیا ہوا تھا۔ "آبان گاڑی روکیں۔۔۔۔ " درفشاں نے آبان خان کے ہاتھ پر ہاتھ مارتے گھبرائی سی آواز میں گاڑی روکنے کو کہا۔ آبان خان نے فوراً بریک پر پاؤں رکھا تھا۔ گاڑی ایک جھٹکے سے رک چکی تھی!! "کیا ہوا؟ تم ٹھیک ہو؟ آبان خان نے اس کا ہاتھ پکڑتے فکر مندی سے پوچھا۔ لیکن درفشاں اسے سن ہی کب رہی تھی؟؟ وہ تو شیشے سے اپنا چہرہ باہر نکالے کہیں باہر دیکھنے مصروف تھی۔ "درفشاں بتاؤ بھی کیا دیکھ رہی ہو؟ آبان خان نے اسے بازو سے پکڑتے اپنی جانب کھینچتے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔ "آبان وہ باہر دیکھیں وہ سا۔۔ سامنے درخت کے پیچھے کوئی ہے!! درفشاں نے خوف سے جواب دیا تھا

اسے درخت کی اوٹ میں کوئی چمکتی چیز نظر آئی تھی۔ جو کہ ابھی بھی ویسے ہی پڑی تھی!!
آبان خان نے تھوڑا سا اس کی طرف جھکتے اس کی طرف سے شیشے سے چہرہ باہر نکالتے دیکھا۔۔ اندھیرے میں کچھ بھی واضح نظر نہیں آرہا تھا۔۔ لیکن تھوڑی دیر کے بعد جب بجلی کڑکتی تب وہاں ایسا معلوم ہوتا جیسے کسی کا ہاتھ پڑا ہو!! درفشاں نے بجلی کڑکنے کی روشنی میں وہاں دیکھا تھا" آبان خان اپنی جگہ سیدھا ہوا تھا۔ درخت کی اوٹ میں شاید کوئی لاش پڑی تھی جس کا ہاتھ باہر نکلا ہوا تھا۔ آبان خان تقریبا جنگل میں داخل ہو چکا تھا۔ اس کی گاڑی کے پیچھے عدیل، راحیل اور گارڈز کے گاڑیاں قطار در قطار آکر رکی۔ آبان خان کی گاڑی آگے کھڑے ہوتے وہ لوگ بھی اپنی گاڑیاں روک چکے تھے۔ "ابھی آبان کچھ کہتا فون پر رنگ ہوئی!! عدیل کی کال تھی۔ ہاں بول آبان خان نے فون اٹھا کر کان سے لگاتے اس سے پوچھا۔۔ باہر تیز بارش ہونے لگی تھی!! بادل گرجنے کی آواز جنگل سے خوفناک جانوروں کی آوازیں، ماحول کو ہی خوفناک بنا رہی تھیں!! "گاڑی کیوں روکی ہے تو نے۔ ہم سب بھی پہنچ چکے ہیں تیرے پیچھے ہی ہیں۔ دوسری طرف سے عدیل کی آواز سن کے آبان خان فرنٹ مرر سے پیچھے کھڑی ان سب کی گاڑیاں دیکھ چکا تھا۔ "گاڑی سے باہر نکلو درخت کے پیچھے کسی کی لاش پڑی ہے شاید!! آبان خان نے اسے گاڑی سے باہر

نکلنے کا کہتے درفشاں کو بھی اشارہ کیا۔ خود وہ بھی اپنی طرف دروازہ کھولتے باہر نکلا تھا۔۔!! عدیل کال کٹ کرتے دروازہ کھولتے باہر نکلا۔ ان دونوں کو دیکھتے راحیل بھی اپنی گاڑی سے اتر آیا تھا۔

یہ کوئی چال بھی ہو سکتی ہے حنان کی ہمیں سوچ سمجھ کر سمجھداری سے کوئی قدم اٹھانا" چاہیے!! عدیل نے ابان خان کی طرف بڑھتے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے عقلمندی کا مظاہرہ کیا تھا۔ "لاش پڑی ہے وہاں اس میں کیا چال نظر ارہی ہے تجھے؟؟ کیا پتہ واقعی کسی بھی ہماری مدد کی ضرورت ہو!! دیکھ لیتے ہیں ایک مرتبہ وہاں جا کر!! آبان خان نے اس ہاتھ پر اپنی نظریں گاے جواب دیا۔۔ ہاتھ لڑکے کا ہے یا لڑکی کا اتنی دور سے دیکھتے ان میں سے کوئی بھی نہیں سمجھ پایا تھا۔ درفشاں آبان خان کا بازو سختی سے تھامے آنکھوں میں ڈھیروں خوف لیے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔ وہ چاروں ہی مکمل بھیگ چکے تھے۔ بارش اپنے زور و شور سے جا رہی تھی۔ سردی بھی حد سے زیادہ زور پکڑ چکی تھی۔ لیکن وہ چاروں کسی بھی چیز کی پرواہ کیے بغیر وہاں کھڑے تھے!! "چل آگے چل کر دیکھتے ہیں کیا ہوا ہے۔ راحیل نے آبان خان سے کہتے اپنے قدم اس درخت کی جانب بڑھائے۔ آبان در

فشاں کو اپنے بازوں کے حلقے میں لیے آگے بڑھا۔۔!! درفشاں کا جسم ہلکا ہلکا لرز رہا تھا۔ آبان خان جانتا تھا کہ وہ خوف سے لرز رہی ہے۔اس لیے اسے تحفظ دینے کے لیے اس نے درفشاں کے گرد نرمی سے بازوں کا حصار بنایا تھا۔وہ چاروں ہی اپنے ہاتھ میں ٹارچ لیتے ایک ساتھ آگے کی طرف قدم بڑھا رہے تھے۔

تھوڑی قریب سے ہاتھ دیکھتے آبان خان نے ساختہ ہی اپنے قدم روکے!! باقی سب بھی اس کے ساتھ ہی رکے تھے۔عدیل نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔"کچھ نہیں چلو!! آبان نے دھڑکتے دل سے ہونٹوں پر زبان پھیرتے جواب دیا۔جیسے جیسے وہ لوگ قریب جا رہے تھے نہ جانے کیوں آبان خان کا دل سکڑتا جا رہا تھا۔۔جبکہ اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔اتنا تو وہ سمجھ چکا تھا کہ ہاتھ کسی لڑکی کا ہے۔یہ اس کے ہاتھ میں موجود انگوٹھی سے ہی پتہ چل رہا تھا۔جو کچھ زیادہ ہی چمک رہی تھی۔درخت کی اوٹ میں آگے کو بڑھتے ان تینوں نے ایک جھلک محض ایک جھلک دیکھتے ہی بے ساختہ فوراً اپنے چہرے پیچھے کی طرف موڑے تھے!! جبکہ درفشاں نے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے اپنی چیخ روکی!!"وہاں فائزہ برہان خان تھی!!"جو ہوش و خرد سے بیگانہ آدھی برہنہ حالت میں درخت کے پاس پڑی تھی۔اس کے جسم کے کئی حصوں سے خون رس رہا تھا۔۔جو کہ

بارش کے پانی کے ساتھ مکس ہوتے ارد گرد کی زمین کو سرخ کیے ہوئے تھا۔ جبکہ اس کے جسم پر تھوڑے بہت جو کپڑے موجود تھے وہ بھی بارش کی وجہ سے اس کے جسم کے ساتھ چپکے ہوئے تھے!! غرض کہ وہ مکمل طور پر عیاں پڑی تھی۔ صرف ایک چہرہ تھا جہاں گال پر تھپڑ کے علاوہ اور کوئی نشان نہیں تھا۔ اس کے علاوہ اس کا پورا جسم زخموں سے چور تھا۔ جسم کے ہر حصے سے خون رس رہا تھا۔ آبان خان سمیت باقی دونوں بھی ایک جھلک میں ہی فائزہ کو پہچان چکے تھے۔ انہوں نے محض ایک جھلک دیکھی تھی اور ان تینوں کے دل جیسے پھٹنے کو تھے۔ وہ تینوں اس کی طرف سے رخ کیے کھڑے تھے۔ جبکہ درفشاں فائزہ پر نظریں جمائے ہونٹوں پر ہاتھ رکھے بری طرح رو رہی تھی۔ وہ خود بھی ایک عورت تھی۔ فائزہ کی حالت سے ہی اچھے سے معلوم ہو رہا تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے!! "وہیں رہو۔۔ اگر ایک قدم بھی کسی نے آگے بڑھایا تو میں جان سے مار دوں گا ایک ایک کو!!" گارڈز کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ راحیل اپنی جب سے پستول نکالتے ان کے پاؤں کے پاس فائر کرتے بری طرح دھاڑا تھا۔ وہ تینوں جیسے اپنی حالت پر قابو کیے کھڑے تھے وہی جانتے تھے۔ گارڈز اپنے قدم وہیں پر روکتے واپس سے پیچھے کی جانب بڑھ گئے تھے!! راحیل نے پسٹل واپس سے اپنی جیب میں رکھی۔۔

شال ہے کسی کے پاس؟؟ کچھ دیر کے توقف کے بعد آبان خان کی مردہ سی آواز نکلی۔"
اس کے حلق میں فائزہ کی حالت دیکھتے آنسوؤں کے گولے سے اٹک رہے تھے۔اس سب
کا ذمیدار وہ خود کو سمجھ رہا تھا۔۔"اگر ہوتی تو اب تک اس پر ڈال چکے ہوتے۔راحیل نے
اپنی آنکھیں رگڑتے جواب دیا۔ فائزہ اسے بہنوں کی طرح عزیز تھی۔ آبان خان نے
خاموشی سے اپنی گیلی قمیض اتارتی درفشاں کے ہاتھ میں تھمائی!! وہ سیاہ رنگ کی قمیض
شلوار میں ملبوس تھا جو کہ اب ساری بھیگی ہوئی تھی۔۔ مگر اب ان کے پاس کوئی اور چارہ
نہیں تھا۔۔"کور کرو اسے اچھی طرح جلدی!! آبان خان نے درفشاں کے ہاتھ میں اپنی
قمیض تھماتے بھیگی سی آواز میں کہا۔۔"میں نہیں۔ آبان پلیز درفشاں کے اندر اتنی ہمت
نہیں تھی کہ فائزہ کے وجود کے پاس بھی جاسکے۔اسے کور کرنا تو بہت دور کی بات تھی!!
"یہ تمھیں ہی کرنا ہے درفشاں میرا بہادر بچہ پلیز میری بہن ہے وہ زیادہ دیر اسے اس
حالت میں مت پڑا رہنے دو!! آبان خان نے اس کے چہرے کے دونوں اطراف میں ہاتھ
رکھتے اس کی بھیگی آنکھوں میں اپنی سرخ آنکھیں گاڑتے کہا۔"درفشاں نے اچھا کی
صورت میں سر ہلایا۔واقعی یہ اسے ہی کرنا تھا۔فائزہ کی طرف جاتے اس نے کانپتے ہاتھوں
سے آبان خان کی قمیض فائزہ کے جسم پر زیب تن کروائی!! قمیض پہنتے وقت اس کے اپنے

ہاتھوں پر خون لگ چکا تھا۔ فائزہ کا وجود اس قمیض میں جیسے چھپ سا گیا تھا۔ ویسے بھی وہ کچھ زیادہ ہی دبلی پتلی تھی!! "ہو گیا۔۔ درفشاں نے اپنا چہرہ پیچھے کی طرف موڑتے آبان خان کی پیٹھ پر نظریں جمائے کہا.. آبان خان سمیت ان دونوں نے بھی پیچھے مڑتے اب فائزہ کی طرف دیکھا تھا۔۔ "عدیل ایمبولینس کو کال کر!! آبان خان نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے عدیل سے کہا۔ عدیل ہاں میں سر ہلاتے اپنی جیب سے فون نکالتے ایمبولینس کو فون کرنے کے لیے بڑھ گیا تھا۔ جبکہ آبان خان نے نیچے زمین پر بیٹھتے فائزہ کی ناک کے آگے اپنا ہاتھ کرتے اس کی سانسیں چیک کی!! اس نے بے ساختہ ہی شدید روتے ہوئے اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔۔ فائزہ کی سانسیں بہت مدھم سی چلتی محسوس ہو رہی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا یہ سانس کبھی بھی رک سکتی ہے!! "عدیل ایمبولینس کو چھوڑ گاڑی سٹارٹ کر جلدی اتنا وقت نہیں ہمارے پاس!! آبان خان نے چیخ کر کہتے فائزہ کو اپنی گود میں اٹھایا۔ وہ اسے گود میں اٹھائے تیز تیز قدموں سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ عدیل نے بھی شکر ادا کرتے فوراً سے گاڑی کی طرف بڑھا۔ آبان خان بھاگتے ہوئے ابھی آگے برہ رہا تھا کہ راحیل نے آگے بڑھتے آبان خان کے ہاتھ سے فائزہ کو پکڑا۔۔ آبان خان نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔۔ "درفشاں بھابی!!" راحیل اتنا کہتے تقریباً بھاگتے

ہوئے فائزہ کو لیے گاڑی کی طرف بڑھا۔۔آبان خان نے اس کی بات پر نا سمجھی سے پیچھے کی طرف مڑتے دیکھا تھا۔۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس کے پیروں سے جیسے جان نکل گئی تھی۔۔

قسط نمبر:35

:ماضی

فائزہ خان کی گاڑی ایک جھٹکے سے ہسپتال کے باہر آکر رکی۔وہ اس وقت اپنی خاص ڈاکٹر کی یونیفارم میں ہی ملبوس تھی۔آج اس کا ہسپتال آنے کہ کوئی ارادہ تو نہیں تھا۔لیکن کچھ ایمر جنسی کی وجہ سے اس کے سینیئر ڈاکٹرز نے کال کر کے اسے بلایا تھا۔اسی لیے ناچاہتے ہوئے بھی فائزہ کو آج ہسپتال آنا پڑا۔۔اپنی گاڑی کو پارکنگ میں کھڑا کرتے وہ گاڑی سے باہر نکلی۔ہاسپٹل کے باہر معمول کا رش تھا۔تمام لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔۔البتہ پارکنگ ایریا میں معمول سے ہٹ کر آج عجیب سی خاموشی تھی۔یا فائزہ کو لگ رہی تھی وہ کچھ سمجھ نہیں سکی تھی۔پارکنگ ایریا ہسپتال کے دائیں طرف تھوڑا پیچھے کو کر کے بنا ہوا تھا۔مین گیٹ سے اینٹری کے بعد دائیں طرف پہلے پارکنگ ایریا تھا اور پھر

مین ڈور تک جایا جا سکتا تھا۔ فائزہ نے اِرد گرد دیکھتے سر جھٹکتے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے!! ابھی فائزہ خان نے آگے کی طرف قدم بڑھایا ہی تھا کہ اسے اپنے پیچھے سے ایک آواز آئی۔ یہ کسی بچے کے رونے کی آواز تھی۔ فائزہ نے حیرت سے پیچھے کی طرف مڑتے دیکھا۔ آواز پارکنگ کے پیچھے موجود بیسمنٹ سے آرہی تھی۔ جہاں اس وقت ہو کا عالم تھا۔۔ "بچے کو یہاں کون چھوڑ سکتا ہے! بے ساختہ ہی سوچتے اس نے دھیرے دھیرے اپنے قدم اٹھائے۔۔ وہ آہستہ آہستہ لاتعداد گاڑیوں کے پاس سے گزرتے پیچھے بیسمنٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ بچے کی رونے کی آواز مسلسل اسے اپنے کانوں میں واضح سنائی دے رہی تھی!! بیسمنٹ کے اندر جاتے اس نے اِدھر اِدھر اپنی نظریں دوڑائیں!! لیکن یہاں تو اسے کوئی بچہ ہی نظر نہیں آرہا تھا۔ آواز بھی آنا بند ہو چکی تھی۔ ورنہ وہ آواز کا ہی تعاقب کر لیتی!! "ابھی تو یہاں سے آواز آرہی تھی۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے وہ مزید آگے کی طرف گئی۔ ایک شک سا تھا جو اس کے دل میں بیٹھ گیا تھا۔ اگر یہاں واقعی کوئی بچہ نہیں تھا تو آواز کیوں اور کہاں سے آئی تھی۔ اس کا سارا دن یہی کچھ سوچنے میں گزر جانا تھا۔ اس لیے اوور تھینکنگ سے بچنے کے لیے اس نے تھوڑا ڈھونڈنا ہی مناسب سمجھا۔۔ بیسمنٹ میں اِدھر سے اُدھر جاتے وہ مسلسل اس بچے کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی

تھی۔ لیکن یہاں پر کوئی بچا تو کیا بڑا بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔۔ "کیا پتہ میرا وہم ہو! اپنے سر پر ہلکی سی چت لگا کر سوچتے وہ ابھی واپسی کے لیے مڑی ہی تھی کہ کسی نے پیچھے سے آتے اس کی ناک پر رومال رکھا۔۔ رومال پر بیہوشی کی دوا ملی ہوئی تھی!! فائزہ کی آنکھیں خوف سے پھیلی۔ جبکہ وہ اپنے پیچھے موجود آدمی کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے مسلسل خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی!! لیکن کہاں وہ نازک سی لڑکی اور کہاں اس کے پیچھے موجود ہٹا کٹا سیاہ فام مرد!! وہ اس شخص کا ہاتھ ہٹانا تو بہت دور ہلا بھی نہیں پا رہی تھی۔۔ اپنے منہ پر رکھے اس کے ہاتھ کی وجہ سے چیخ کر اپنی مدد کے لیے کسی کو بلا بھی نہیں سکتی تھی۔ یہ صبح کا وقت تھا۔ ہسپتال میں رش نا ہونے کے برابر تھا۔۔ "کچھ ہی لمحوں کا کھیل تھا اور فائزہ خان کو اپنی آنکھیں بند ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کا دماغ جیسے بلکل سن ہو چکا تھا۔ جبکہ ہاتھ پاؤں جیسے اکڑتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے!! آخری چیز جو اس نے بیہوش ہونے سے پہلے محسوس کی تھی وہ یہ تھی کہ اس کے پیچھے موجود شخص نے اس کی ناک سے رومال ہٹاتے اسے اپنے کندھے پر ڈالا تھا۔ اور اس کے بعد فائزہ خان مکمل ہوش و خرد سے بیگانہ چین کی نیند سو چکی تھی۔۔ اسے کوئی علم نہیں تھا کہ آگے اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے!! نجانے یہ کون لوگ تھے اور اس کے ساتھ کیا سلوک کرنے والے تھے۔۔ وہ سیاہ

فام شخص فائزہ کو گاڑی میں ڈالتے بیسمنٹ سے اپنی گاڑی ہسپتال کی بیک سائڈ پر لے گیا تھا۔

بیسمنٹ میں ہر جہاں کیمرے موجود تھے جن کے کنڑول پر اس وقت حنان لغاری بیٹھا تھا۔۔ اس کے چہرے پر ایک کمینی سی مسکراہٹ تھی۔ سب کچھ تباہ کرنے والی مسکراہٹ ! اپنے سر پر کیپ اوڑھے جو کے اس نے ناک تک کرتے آدھا چہرہ بھی چھپایا ہوا تھا۔۔ وہ بہت شاطرانہ طریقے سے مسکرا رہا تھا۔ ہسپتال کے کنڑول روم میں موجود سارے کمپیوٹرز اس وقت اس کے ہاتھ میں تھے ! ! وہ جیسے چاہے جہاں مرضی کی فوٹیج بدلتا۔ اس وقت یہ سب اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔۔ " یہ ڈیلیٹ اور یہ ٹھک ! قصہ تمام۔ " ہلکا سا مسکرا کے بولتے اس نے بیسمنٹ سے فائزہ کو لے کر جاتے ہوئے والی ویڈیو ڈیلیٹ کی ! ! اپنی کیپ کو مزید تھوڑا نیچے کی طرف سرکاتے وہ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ ابھی اسے ایک اور کام کرنا تھا۔ اور وہ تھا درفشاں کو کیڈنیپ کرنا. تاکہ سب کو ڈسٹریکٹ کیا جا سکے۔ خان ولا کے تمام لوگوں نے درفشاں کو ڈھونڈنے میں لگ جانا تھا۔ اور وہ آرام سے اپنا کام کر سکتا تھا۔ درفشاں کے لیے اپنے بندوں سے کہتے اس نے کاٹیج کا انتظام پہلے

ہی کروایا ہوا تھا۔ وہاں صرف اُسے کچھ دیر کے لیے نظر بند کرنا تھا۔ ورنہ درفشاں کے ساتھ اس کا اور کوئی معاملہ نہیں تھا۔۔

فائزہ خان کی آنکھ اپنے منہ پر گرنے والے ٹھنڈے پانی سے ایک جھٹکے سے کھلی!! اس کے سامنے کرسی پر بیٹھے حنان لغاری نے بالٹی بھر کر ٹھنڈا پانی اس کے منہ پر پھینکا تھا۔۔ فائزہ نے بمشکل اپنے سوجے ہوئے پپوٹے کھولتے اِدھر اُدھر دیکھا۔اس کا سر شدید بھاری ہو رہا تھا۔ جبکہ اپنا جسم اسے رسیوں سے جکڑا ہو معلوم ہو رہا تھا۔۔ وہ اس وقت حنان لغاری کے فارم ہاؤس میں موجود تھی۔ یہاں ایک کمرے میں کرسی پر اسے باندھا گیا تھا۔۔ تقریباً چار گھنٹوں بعد اسے ہوش میں لایا گیا تھا۔ بہت ہیوی ڈرگز تھیں جو رومال پر لگا کر اسے بیہوش کیا گیا تھا۔ چار گھنٹوں بعد بھی وہ خود سے ہوش میں نہیں آئی تھی۔ بلکہ اسے ہوش میں لایا گیا تھا۔۔ یہ وہی فارم ہاؤس تھا جس کی لوکیشن حنان لغاری نے عدیل کے موبائل پر سینڈ کی تھی!! "فائزہ نے اپنے ہاتھ رسیوں سے آزاد کروانے کی کوشش کرتے ناسمجھی سے اِرد گرد دیکھا۔اس کا دماغ جیسے ابھی تک بیدار نہیں ہوا تھا۔ یہ ایک خالی کمرہ تھا۔ جس میں اس وقت صرف دو ہی کرسیاں رکھی تھیں۔ایک پر فائزہ کو باندھا گیا تھا

تو دوسری کرسی پر حنان لغاری بیٹھا تھا۔۔ حنان لغاری کی کرسی کے اِرد گرد چار پانچ سیاہ فام یونیفارم میں ملبوس ہاتھ میں رائفل تھامے سپاٹ چہرے کے ساتھ کھڑے تھے۔ وہ حنان لغاری کے گارڈز معلوم ہوتے تھے۔ ان کے علاوہ اور کوئی بھی کمرے میں موجود نہیں تھا۔۔

۔جب میں یہاں ہوں تو تمھیں کہیں اور "cutie pie" اِدھر اُدھر مت دیکھو" دیکھنے کی کیا ہی ضرورت ہے بھلا؟ حنان لغاری نے پر اسرار مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے اسے شیریں لہجے میں کہا۔ فائزہ نے اپنی گردن موڑتے اپنے سامنے بیٹھ حنان لغاری کو اجنبی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ وہ حنان کو اپنی پوری زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھ رہی تھی۔۔ اور اگلے ہی لمحے اس کے دماغ میں صبح کا ہوا ایک ایک واقعہ فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔ اس کا دماغ آہستہ آہستہ بیدار ہونا شروع ہو چکا تھا۔ اب اسے سب کچھ یاد آرہا تھا۔۔ "ک۔۔ کون ہو تم؟ فائزہ نے تھوک نگلتے بمشکل ہی اپنے حلق سے آواز نکالتے حنان لغاری سے سوال کیا۔ حنان لغاری نے پہلے اس کی آنکھوں میں موجود اجنبیت اور پھر خوف دیکھتے ایک جاندار قہقہہ لگایا۔۔ فائزہ اس کے قہقہے پر بری طرح لرز اُٹھی تھی۔ مقابل کا قہقہہ تھا ہی اتنا خوفناک! "ارے واہ لوگ بہت جلدی بھول جاتے ہیں ہمیں۔

فائزہ خان آپ کو آخر ڈاکٹر بنا کس نے دیا؟ آپ کو تو بھولنے کی بیماری ہے!! حنان لغاری نے اپنا قہقہہ روکتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔۔ "م۔۔ میں سچ میں ن۔۔ نہیں جانتی تمھیں۔ فائزہ نے اپنی بات پر زور دیتے کہا۔ اُسے تو یاد نہیں آرہا تھا کہ وہ کبھی حنان لغاری سے ملی ہو۔ تو پھر یہ شخص کیوں اس طرح بول رہا تھا۔ "چلیں مان لیتے ہیں آپ کی بات۔ ہم نہیں ملے آج سے پہلے۔ لیکن آپ کو یہ تو یاد ہو گا کہ آپ نے ایک مرتبہ ہاسپٹل کے کوریڈور میں ایک آدمی کو تھپڑ مارا تھا؟؟ حنان لغاری کی بات پر وہ بے ساختہ ہی سوچ میں پڑ گئی تھی۔ اور پھر اچانک ہی اس کے چہرے پر موجود خوف مزید بڑھا تھا۔ اسے یاد آیا تھا کہ ایک مرتبہ آپریشن کے ٹائم پر کوئی کوریڈور میں لڑائی کر رہا تھا۔ جس کی وجہ سے سارے ہاسپٹل کا ماحول خراب ہو رہا تھا۔ تب فائزہ نے باہر جاتے ان لوگوں کو لڑائی سے روکنے کی کوشش کی۔ جو اُلٹا اسی سے بتمیزی کرنا شروع ہو چکے تھی۔۔ تب اُن لوگوں میں ایک آدمی تھا جو کچھ زیادہ ہی بتمیزی کر رہا تھا۔ وہ فائزہ کو ہاتھ لگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ تب ہی فائزہ نے ایک تماچہ اس کے منہ پر جڑا تھا۔ اور وہ شخص کوئی اور نہیں بلکہ "حنان لغاری" تھا۔ جو اس دن تو تھپڑ کھا کر بغیر فائزہ کو کوئی نقصان پہنچائے وہاں سے چلا گیا تھا۔ لیکن اپنے دل میں بدلہ لینے کا ارادہ کرنا نہیں بھولا تھا۔!! بعد میں فائزہ کی

انفارمیشن نکلوانے پر اسے معلوم ہوا تھا کہ وہ آبان خان اس کے سب سے بڑے دشمن کی ہی کزن ہے۔ اس کے بعد تو حنان لغاری کے دل میں بدلے اور نفرت کی آگ مزید بھڑک اٹھی تھی۔ اس نے بہت سوچ سمجھ یہ پلان بنایا تھا۔ جو کہ آج تکمیل بھی پا گیا تھا۔۔ "حنان لغاری اس کے چہرے پر بڑھتا خوف بخوبی دیکھ رہا تھا۔۔ "ارے لگتا ہے تمھیں یاد آ گیا۔ چلو شکر ہے ڈاکٹر فائزہ کی یاداشت سلامت ہے!! حنان لغاری نے تمسخرانہ سا ہنستے کہا۔ وہ بخوبی سمجھ رہا تھا کہ مقابل اسے پہچان گئی ہے!! "کیا چاہتے ہو تم! یہاں کیوں باندھ کر رکھا ہوا ہے مجھے۔ فائزہ نے اپنے خوف پر قابو پاتے سپاٹ سے لہجے میں اس سے سوال کیا۔۔ اپنے چہرے کے تاثرات پر تو وہ قابو پا چکی تھی۔ لیکن اندر سے اس کا دل خوف سے جیسے سوکھے پتّے کی مانند لرز رہا تھا۔ وہ اکیلی یہاں اس کمرے میں اس کے فارم ہاؤس میں موجود تھی۔ حنان لغاری اس کے ساتھ جو چاہے مرضی کر سکتا ہے۔ یہی سوچ اسے خوف کھانے پر مجبور کر رہی تھی!! "ارے بتا دیں گیں کہ کیا چاہتے ہیں ہم آپ سے۔ لیکن دھیان رہے اگر بتا دیا تو تکلیف آپ کو ہی ہو گی!! حنان لغاری نے اپنی نظریں اس کے رسیوں میں جکڑے جسم پر گاڑتے بے باک لہجے میں کہا۔۔ "بکواس بند کرو اپنی۔ اور اپنی نظروں کو حد میں رکھو ورنہ۔۔۔۔ "فائزہ اس کی غلیظ نظریں اپنے جسم پر

محسوس کرتے سرخ چہرے کے ساتھ غراتے ہوئے اچانک خاموش ہو گئی تھی۔ کیوں کہ حنان لغاری اپنی کرسی سے کھڑا ہو چکا تھا۔۔ "ارے بولو بولو خاموش کیوں ہو گئی تم۔ ورنہ کیا؟ حنان لغاری نے اپنے قدم اس کی طرف بڑھاتے اسے مزید بولنے کو کہا۔۔ "د۔۔ دیکھو م۔۔ میں۔۔ ری طرف مت آ۔۔ آنا! فائزہ اپنے ہاتھ رسیوں سے آزاد کروانے کی کوشش کرتے لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ حنان لغاری مسلسل اس کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔ اور فائزہ خان کا حلق خشک ہوتا جا رہا تھا۔۔ "بولو ورنہ کیا؟ کیا بگاڑ سکتی ہو تم میرا؟ خود کو تو آج تم مجھ سے بچا نہیں سکتی۔ میرا کیا بگاڑو گی تم؟؟ حنان لغاری اس کے قریب جاتے کرسی پر تھوڑا سا جھکتے غرایا تھا۔ فائزہ نے بے ساختہ ہی اپنا منہ پیچھے کی طرف کیا۔ حنان لغاری کے منہ سے آتی شراب کی بدبو سے اسے الٹی آنے والی ہو رہی تھی!! "دیکھو پلیز مجھے جانے دو۔ میں نے تھپڑ مارا تھا نا تمھیں تو میں معافی بھی مانگ لیتی ہوں۔ جیسے تم کہو گے ویسے ہی معافی مانگ لوں گی۔ لیکن مجھے جانے دو۔ فائزہ نے معافی مانگنے میں ہی بھلائی جانی!! فلحال وہ کمزور تھی اور مقابل طاقتور! وہ حنان لغاری کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی!! "چلو ٹھیک ہے تمہارے مارے ہوئے تھپڑ کے لیے میں نے تمہیں معاف کیا۔ اب اتنا تو بڑا دل ہے میرا۔ حنان لغاری کے مکروہ مسکراہٹ چہرے پر سجا کے کہنے پر

فائزہ نے بے یقین نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ اتنی آسانی سے مان جائے گا فائزہ کو یقین نہیں تھا۔۔ "پھر مجھے چھوڑ دو میں جاؤں؟ فائزہ نے اپنی آواز کی لرزاہٹ پر قابو پاتے کہا۔۔ "ہاں ہاں جاؤ۔ تمھیں چھوڑنے کے لیے ہی تو لایا تھا میں یہاں!! حنان لغاری نے تمسخراتی سی آواز میں کہتے اس کے ہاتھ کے پاس سے رسیاں کھولنی شروع کی۔ فائزہ کو اس پر یقین تو نہیں تھا لیکن پھر اسے رسیاں کھولتے دیکھ اس نے سکون کا سانس لیا۔ اس کے لہجے میں موجود تمسخر وہ محسوس ہی نہیں کر پائی تھی!! حنان لغاری آہستہ آہستہ کرتے اسے ساری رسیوں سے آزاد کرتا جا رہا تھا۔۔ "چلو اٹھو۔ بس ایک کام کر دو میرا اور چلی جانا پھر تم۔ حنان نے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کرتے شاطرانہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے کہا۔ فائزہ کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی تھی۔ بھلا حنان لغاری کو اس سے کیا کام ہو سکتا تھا؟ "چلو دوسرے کمرے میں پھر بتاتا ہوں۔ اس کے چہرے پر موجود نا سمجھی دیکھتے حنان نے اس کی کلائی پر اپنی گرفت مضبوط کرتے کہا۔۔ "ن۔۔ نہیں تم یہیں پر بتاؤ مجھے۔ فائزہ اس کی گرفت سے اپنی کلائی آزاد کروانے کی کوشش کرتے بولی۔ کسی انہونی کے احساس سے اس کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔۔ مجھے غصّہ مت دلاؤ پرنسز! جتنا مجھے غصّہ آئے گا تمہارے لیے اتنا ہی نقصان دہ ہو گا یاد رکھنا۔!! حنان لغاری اس کا جبڑا اپنی گرفت میں

لیتے سرد چہرے کے ساتھ غرایا تھا۔اس کے موڈ کا بھی کوئی پتہ نہیں تھا۔ابھی وہ ہنس رہا تھااور ابھی اس کے چہرے پر نہایت سرد تاثرات تھے!! حنان لغاری اس کی کلائی پر اپنے ہاتھ کی گرفت میں بتدریج اضافہ کرتے اسے کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ لیے کمرے سے باہر نکلا۔۔ فائزہ مسلسل چیختے ہوئے اپنی کلائی آزاد کروانے کی کوشش کر رہی تھی۔اسے لگ رہا تھا کسی بھی لمحے اس کی کلائی ٹوٹ کر ہاتھ میں آجائے گی!!

حنان لغاری اسے کھینچتے ہوئے ساتھ ہی موجود دوسرے کمرے میں لایا۔ فائزہ کو ایک جھٹکے سے بیڈ پر پٹختے وہ دروازے کو لاک کر گیا تھا۔۔ فائزہ اوندھے منہ بیڈ پر گری تھی۔ دروازہ لاک ہونے کی آواز سنتے اس نے اپنا چہرہ پیچھے کو موڑ کر دیکھا۔۔ حنان لغاری دروازے کو لاک کرتے اپنی شرٹ کے بٹن کھولتا اس کی طرف اپنے قدم بڑھا گیا۔۔ فائزہ کی آنکھوں میں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ خوف گہرا ہوتا جا رہا تھا۔وہ کیا کرنے والا تھا یہ سوچ ہی فائزہ خان کے رونگٹے کھڑے کر رہی تھی۔اسے اپنی عزت اپنی جان سے بڑھ کر عزیز تھی!! حنان لغاری چہرے پر فریبی مسکراہٹ کے ساتھ اس کی طرف بڑھتے بیڈ کے پاس آکر رکا۔۔ "دیکھو مجھ سے دور رہو۔ تمھیں خدا کا واسطہ ہے دور رہنا مجھ سے!! فائزہ نے اپنے کانپتے ہاتھوں کی انگلی اٹھاتے اسے خود سے دور رہنے کو کہا۔ حنان لغاری اپنی

شرٹ اتارتے زمین پر پھینک گیا تھا۔۔ "م۔۔میرے قریب مت آنا۔ تمھیں خدا کا واسطہ ہے۔فائزہ نے آنکھوں سے آنسوں بہاتے بیڈ پر پیچھے کی طرف سرکتے کہا۔۔اسے اپنی عزت خطرے میں لگ رہی تھی۔یہ ایک مکمل طور پر سنسان علاقہ ہے اتنا تو وہ پچھلے کمرے سے اس کمرے تک آنے میں ہی سمجھ چکی تھی۔چیخ چلا کر اس نے صرف اپنا گلا ہی خشک کرنا تھا۔یہاں کوئی بھی نہیں تھا جو اس کی مدد کرتا۔۔حنان لغاری نے بیڈ پر اپنا ایک گھٹنا رکھتے فائزہ کو بالوں سے پکڑتے اس کا چہرہ اپنے نزدیک کیا۔۔"جتنا میرا ساتھ دو گی اتنی تمھیں تکلیف کم ہو گی۔ورنہ چیختی چلاتی بھی رہو گی تو یہاں کوئی نہیں آئے گا تمہارے لیے!! سختی سے اس کے بالوں کو گدی سے پکڑتے وہ بے باکی سے کہتے اس کی گردن پر اپنے دانت گاڑ گیا تھا۔۔"فائزہ کا اسی لمحے ہاتھ اٹھا تھا اور حنان لغاری کے چہرے پر نشان چھوڑتا چلا گیا تھا۔۔"تھو ہے تم جیسے لوگوں پر۔اپنے ایک ہاتھ سے اپنی گردن کو اچھے سے رگڑتے اس نے حنان لغاری کے منہ پر تھوک پھینکا۔!! کسی بھی طرح وہ اس کا ناپاک لمس اپنی گردن سے مٹانا چاہتی تھی!! اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی ثابت ہوئی تھی!!"تیری اتنی اوقات تو میرے منہ پر تھوکے گی! حنان لغاری نے آگ بگولا ہو کر کہتے اپنی پوری طاقت سے فائزہ کے منہ پر تماچہ رسید کیا۔۔فائزہ چیختے ہوئے اوندھے منہ

بیڈ پر گری تھی۔ تھپڑ اتنا جاندار تھا اس کی ناک سے خوب بہنے لگا تھا۔ جبکہ ہونٹ کا کنارہ بھی پھٹ چکا تھا۔۔ حنان لغاری نے تھوڑا آگے کو جھکتے اس کی بیک سے قمیض پکڑتے چاک کی۔ قمیض ایک جھٹکے سے پھٹتی چلی گئی تھی!! "خدا ک۔۔کا وا۔۔وسط۔۔واسطہ ہے۔۔ تمہیں۔۔ر۔۔۔رحم۔۔کرو!! فائزہ نے سیدھے ہوتے لرزتی سی آواز میں شدید روتے ہوئے اس سے التجا کی۔ایک تھپڑ میں ہی اسے پوری دنیا گھومتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ مقابل نے اپنی پوری جان لگا کر یہ تھپڑ مارا تھا۔۔"چپ کر۔یہ واسطے اب اگر تو نے دیے تو اس سے زیادہ برا حشر کروں گا تیرا۔ حنان لغاری پھر سے اس کے بالوں کو کھینچتے دھاڑتے ہوئے اسے چپ کروا گیا تھا۔۔ وہ وقت کا فرعون بنا ہوا تھا جس پر خدا کے واسطے بھی کوئی اثر نہیں کر رہے تھے۔ کسی مظلوم کی آہ و بکا سے تو پھر اسے کیا ہی فرق پڑنا تھا؟ باہر شدید بارش شروع ہو چکی تھی۔ مغرب کا وقت ہونے والا تھا۔ دور کہیں سے اذانوں کی آواز آنا شروع ہو چکی تھی۔ بارش اپنے جوبن پر تھی۔ ہر تھوڑی دیر بعد بجلی کڑکنے کی آواز ساتھ بادلوں کے گرجنے کی آواز۔ ایسا لگتا تھا کہ اس پر ہونے والے ظلم پر آج آسمان بھی دل کھول کر رو رہا ہو!! اندر فائزہ کے بدن سے ہر کپڑا بے ترتیب ہو چکا تھا۔ آدھے سے زیادہ اس کا جسم برہنہ تھا۔ وہ چیخ رہی تھی چلا رہی تھی، سسکیاں بھر رہی تھی، خدا کے

واسطے دے رہی تھی۔ لیکن حنان لغاری اپنے کان لپیٹے اس کے جسم پر اپنی وحشت اُتار رہا تھا۔ فائزہ کا جسم سارا نیل و نیل ہو چکا تھا۔ کوئی ایسا حصہ نہیں تھا جہاں اس ظالم نے اپنی بربریت اپنا ظلم نہ ڈھایا ہو!! اور پھر وہ۔۔۔۔ وہ اس کے جسم میں خود کو داخل کرتے فائزہ کو موت کے دہانے پر کھڑا کر گیا تھا۔ اس وقت اس لمحے فائزہ نے شدت سے اپنے دل میں موت کی دعا مانگی تھی!! اس کی عزت، اس کے خاندان کی عزت، اس کے ماں باپ کی عزت سب کچھ تھا جو خاک میں مل گیا تھا۔ برسوں کی کمائی ہوئی عزت پر پانی پھر گیا تھا۔!!! ایک زور دار دھماکے کی آواز آئی تھی۔ ایسا لگتا تھا کہیں آس پاس ہی بجلی گری ہو۔ مغرب کی اذانوں کی آواز بھی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ باہر بھی برسات جاری تھی۔ اور اندر بھی برسات جاری تھی۔۔ باہر رحمت کی بارش زحمت بن گئی تھی۔ بجلی کسی شخص پر گری تھی!! اور اندر۔۔۔ اندر ظلم ہو رہا تھا۔ ایک معصوم کے ساتھ، ایک کمزور کے ساتھ۔ حنان لغاری ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی کانوں کو پھاڑ دینے والی چیخوں، اس کی سسکیوں، اس کی آہوں کو اگنور کرتا اپنا ناپاک لمس اس کے جسم پر بکھیرتا جا رہا تھا۔۔

اور عین اسی لمحے کوئی اور بھی تھا جو مغرب کی نماز ادا کرنے مسجد کی دہلیز پر بے چین دل کے ساتھ کھڑا تھا۔اس کے دھڑکتے دل کی آواز اس کے قریب سے گزرتا کوئی بھی انسان بخوبی سن سکتا تھا۔۔ مسجد کی دہلیز پر وہ ابھی قدم رکھنے ہی لگا تھا کہ اپنے ہی پاؤں میں اُلجھتے وہ بری طرح زمین پر گرا! اس کے آس پاس سے گزرتے لوگوں نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ جو اپنے ہی پاؤں میں اُلجھتے زمیں بوس ہو چکا تھا۔ دو سے تین نمازیوں نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھتے اسے زمین سے اٹھنے میں مدد دی!! وہ بھی ہلکا سا مسکراتے ان کے مدد کرنے پر ان کا شُکریہ ادا کر گیا تھا۔ وہ شخص خود بھی حیران تھا۔ کیوں کہ یہ پہلی ہی دفعہ تھا جب وہ اس طرح زمین پر گرا تھا۔۔ "بیٹا دھیان سے چلو۔ اللہ جو کرتا ہے بہتری کے لیے ہی کرتا ہے!! ایک بزرگ نے اس کے پاس آتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہتے اسے تاکید کی تھی یاد لاسہ دیا تھا۔ وہ شخص خود بھی سمجھ نہیں سکا تھا۔ نا ہی اسے ان کی بات کا مطلب سمجھ میں آیا تھا۔۔ ہلکا سا مسکرا کر سر کو خم دیتے وہ نماز کی غرض سے آگے کی طرف بڑھا۔ وضو وہ پہلے ہی کر چکا تھا۔۔

فائزہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جگہ جیسے لہو بہہ رہا تھا۔اس کی زبان پر خدا کا نام جبکہ دل میں موت کی دعائیں چل رہی تھی!! حنان لغاری کو اچانک ہی نجانے کیا غصّہ چڑھا تھا کہ اس نے فائزہ سے پیچھے ہوتے زمین سے اپنی بیلٹ اٹھاتے ایک زور دار ضرب اس کے پیٹ پر لگائی۔۔ایک آخری دلخراش چیخ ابھری تھی فائزہ برہان خان کی۔اور اس کے بعد وہ اپنی آنکھیں موند گئی تھی۔وہ بیہوش ہوئی تھی یا زندگی کی بازی ہی ہار گئی تھی یہ تو خدا ہی جانتا تھا۔لیکن مزید ظلم برداشت کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی!! اس کی عزت،اس کی نسوانیت،اس کی معصومیت،سب کچھ داؤ پر لگ چکا تھا۔اس ریپ نے نا صرف اس کے جسم بلکہ اس کی روح پر بھی گہرے زخم چھوڑے تھے!! حنان لغاری کو ابھی بھی جیسے اس پر ترس نہیں آیا تھا۔وہ اپنے ہاتھ پر بیلٹ لپیٹے اس کے مردہ جسم پر بری طرح ضربیں لگا رہا تھا۔۔اتنے عرصے کی نفرت کی آگ اور غصّہ تھا جو آج وہ اس کے جسم پر اتار کر خود کو پر سکون کر رہا تھا۔۔اس کے سفید دودھیا جسم کو بلکل داغدار کرتے بھی اس کو جیسے سکون نہیں مل رہا تھا۔۔

باہر سے دروازہ کھٹکنے کی آواز پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔فائزہ کو بیلٹ مارتا ہاتھ رک چکا تھا۔اس نے ایک نظر فائزہ کے جسم پر ڈالتے بیلٹ زمین پر پھینکی۔آج کے دن کی مخصوص

مسکراہٹ اس کے مکروہ چہرے پر دوبارہ واضح ہو چکی تھی!! اپنی پینٹ کو درست کرتے اس نے اپنے قدم دروازے کی جانب بڑھائے!! دل میں سکون اترنے سے موڈ خود بخود خوشگوار ہو گیا تھا۔۔ دروازے کا لاک کھولتے اس نے باہر جھانکا۔ جہاں مشال لغاری کھڑی تھی!! "بھائی یہ آپ نے بلکل اچھا نہیں کیا۔ درفشاں کو کیوں چھوڑا ہے آپ نے؟ مجھے اُس سے بدلہ لینا تھا۔ مشال لغاری اسے دیکھتے ہی اگلے بگولا ہوتے چیخی۔ اسے اپنے بھائی پر شدید غصّہ تھا جس نے اسے بتائے بغیر ہی درفشاں کو آبان خان کے حوالے کر دیا تھا۔۔ "ریلیکس بچے۔ آبان خان کے خاندان سے بدلہ میں لے چکا ہوں!! اور یقین کرو ایسا بدلہ لیا ہے کہ ہمارے اگلے پچھلے سارے حساب برابر ہو گئے ہیں۔ ان کے خاندان کی عزت کو مٹی میں ملا چکا ہوں میں۔ درفشاں کا کوئی فائدہ نہیں تھا ہمیں!! حنان نے مسکرا کر کہتے ہلکا سا اس کا گال تھپتھپایا۔ مشال لغاری فوراً اس کا ہاتھ اپنے چہرے سے جھٹک گئی تھی!! یہاں غصے سے اس کا برا حال تھا اور اس کا بھائی صرف اپنے بدلے لینے پر تلا ہوا تھا۔ "مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں ہے بھائی۔ مجھے صرف درفشاں چاہیے!! مجھے آبان خان کے غرور کو خاک میں ملتا ہوا دیکھنا ہے۔ مجھے اپنے ہاتھوں سے اس درفشاں کا قتل کرنا ہے۔ مشال لغاری پھر سے غصے سے چیخی تھی!! "اوکے ٹھیک ہے۔ تھوڑی دیر رک جاؤ

بس۔ درفشاں پھر سے تمہارے سامنے موجود ہو گی بس۔ ایک گہری سانس بھرتے حنان لغاری نے اسے تسلی دی!! اگر سب کچھ آگے بھی اس کے تیار کیے گئے پلان کے مطابق چلتا تو ایسا ہر صورت ممکن تھا۔۔ "پکا نا؟ مشال نے اس سے کنفرم کرنا چاہا۔۔ "ہاں پکا اور اب تم جاؤ یہاں سے۔ حنان لغاری نے اسے تسلی کروا کے بھیجتے واپس سے دروازہ بند کیا۔!! مکروہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے وہ قدم قدم چلتا واپس سے بیڈ پر فائزہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ "ویسے ایک بات ہے۔ خان ولا کی عورتیں ہیں تو اپنے آپ میں پوری قیامت! کتنا نشیلا بدن ہے فائزہ خان تمھارا! فائزہ کے قریب جاتے وہ اس کے چہرے پر اپنی انگلی ٹریس کرتے اس سے مخاطب تھا۔ جو اپنی دنیا اجڑتے دیکھ چین کی نیند سوئی ہوئی تھی!! حنان لغاری نے ایک آخری مرتبہ اس کی گردن پر اپنی پوری شدت کے ساتھ دانت گاڑے۔ اور پھر اس کے بعد وہ بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔!! زمین سے اپنی شرٹ اٹھا کر پہنتے اس نے ایک نظر بیڈ پر ڈالی۔ جہاں جگہ جگہ خون بکھرا ہوا تھا۔ فائزہ کے جسم سے نکلتا خون اس بیڈ شیٹ میں جذب ہو رہا تھا۔ اس کے جسم کے ہر حصے پر دانتوں کے نشان تھے۔ جیسے اسے بہت بری طرح نوچا گیا ہو!! اگر حنان لغاری کی جگہ کوئی اور ہوتا تو فائزہ کی حالت دیکھتے اس کا دل پھٹ جانا تھا۔!! "ہنہہہ میرے منہ پر تھوک رہی تھی۔ اب

اوقات سے میرا بستر گرم کر کے پڑی ہے۔اب سکون ہو گا اسے ! ! تمسخرانہ سے انداز میں سوچتے اس نے اپنے قدم کمرے سے باہر کی طرف بڑھائے۔ پیچھے فائزہ خان بے حس و حرکت پڑی رہ گئی تھی۔۔

حنان لغاری نے فارم ہاؤس میں ایک کمرے میں جاتے کمپیوٹر پر اپنی اُنگلیاں چلائی۔ جب آبان خان اور باقی سب درفشاں کو ڈھونڈنے پیدل چل کر جنگل کی طرف بڑھے تھے۔ حنان لغاری اپنے آدمیوں سے کہتے تبھی ان لوگوں کی گاڑیوں میں چپ لگوا چکا تھا۔تاکہ ان کی گاڑیاں جہاں بھی ہو حنان لغاری تک لوکیشن پہنچ سکے۔۔ان تینوں کی گاڑیوں کی لوکیشن ہسپتال کی شو ہو رہی تھی۔ حنان لغاری اچھے سے جانتا تھا کہ یہ کونسا ہسپتال ہے ! ! اسے بس انتظار تھا تو اس بات کا کہ آبان خان کی گاڑی کسی طرح جنگل سے کچھ فاصلے پر آجائے ! ! اور تھوڑی ہی دیر بعد اس کا یہ پلان بھی کامیاب ہو گیا تھا۔آبان خان کی گاڑی جنگل سے دس منٹ کے راستے پر ہی تھی۔ کہ حنان لغاری نے عدیل کے نمبر پر فارم ہاؤس کی لوکیشن سینڈ کی۔ آبان خان کا فون ٹوٹ چکا ہے وہ جانتا تھا اسی لیے عدیل کے نمبر پر لوکیشن سینڈ کرتے ان لوگوں کو فارم ہاؤس تک پہنچنے کا راستہ بتایا۔ ورنہ تو ان لوگوں نے

کبھی بھی فارم ہاؤس نہیں پہنچ پانا تھا۔ یہ فارم ہاؤس جنگل کے بلکل اندر جا کر بنا ہوا تھا۔ جہاں تک پہنچ پانا کسی کے بھی بس کی بات نہیں تھی !!

"مشال فائزہ کو اُٹھاؤ کمرے سے !! آبان خان کی گاڑی کو جنگل کی حدود میں داخل ہوتے دیکھ حنان لغاری نے مشال کی طرف دیکھتے کہا۔ جو خود اس کے ساتھ کھڑی لوکیشن دیکھ رہی تھی !! لیکن اب کیا کرنا ہے آپ نے اس کا؟ مر چکی ہے وہ۔ مشال نے اپنے چہرے پر آئی لٹ کو پیچھے کرتے نا سمجھی سے پوچھا۔ "ارے پاگل ! فائزہ کی لاش کو جنگل میں پھینکنا ہے۔ تاکہ آبان خان اس کی لاش کو دیکھ کر ذلت سہہ سکے۔ آہہہہ ! کتنا مزا آئے گا آبان خان کے چہرے پر ذلت دیکھ کر !! مکروہ قہقہہ لگا کر کہتے وہ اس وقت کوئی بھیڑیا معلوم ہو رہا تھا۔ جو کسی کو بھی چیر پھاڑ دینے کی صلاحیت اپنے اندر رکھتا تھا۔ وہ واقعی میں وقت کا فرعون بنا ہوا تھا۔ !! لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اُس خدا کی لاٹھی بے آواز ہے۔ آج سے طویل عرصے پہلے جیسے فرعون اپنے انجام کو پہنچا تھا بلکل ایسے ہی اس کی قسمت میں بھی انجام لکھا جا چکا تھا۔ اپنے غرور اور نفرت کی آگ میں وہ اتنا اندھا ہو چکا تھا کہ اُسے خدا بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ بس نظر آ رہا تھا تو اپنی پاور ! ایک مظلوم کے جسم پر اپنی مردانگی دکھا کر

وہ خود کو بہت بڑا فنکار سمجھ رہا تھا۔۔ لیکن وہ جانتا نہیں تھا کہ ہر عروج کو زوال بھی ہے۔ ہر چیز نے مٹی میں مل جانا ہے!

آبان کی گاڑی کو مسلسل آگے بڑھتے دیکھ وہ دوسرے کمرے کی طرف بڑھا۔ جہاں فائزہ خان کا مردہ وجود پڑا تھا۔۔ مشال بھی اس کے پیچھے ہی کمرے کی طرف بڑھی۔۔ فائزہ کو اپنے کندھے پر اٹھاتے وہ اپنی گاڑی کی طرف لایا۔ ان کے پاس فلحال کے لیے وقت بہت کم تھا۔ آبان خان کی گاڑی آگے سے آگے بڑھتی جا رہی تھی!! فائزہ کو گاڑی میں پچھلی سیٹ پر بٹھاتے وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ مشال لغاری بھی اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔۔ ان لوگوں کی گاڑی جنگل کے راستے پر گامزن تھی!! جنگل میں پہنچتے حنان لغاری اور مشال نے ملتے فائزہ کی لاش کو درخت میں اوٹ میں لٹایا۔ انہیں نے اس طرح فائزہ کو سیٹ کر کے لٹایا تھا کہ صرف اس کا ہاتھ ہی دیکھا جا سکتا تھا۔ اگر آبان نے اس کا ہاتھ نا دیکھا تو؟ مشال نے سیدھے کھڑے ہوتے حنان لغاری سے سوال کیا۔ تم ایک کام کرو اپنی یہ انگوٹھی اس کی انگلی میں پہنا دو!! حنان لغاری نے مشال کی انگلی میں موجود انگوٹھی پر نظریں جمائے کہا۔ مشال نے فوراً ہی اپنا ہاتھ پیچھے کیا تھا۔ "بھائی یہ میری ڈائمنڈ

کی انگوٹھی ہے۔ایسے کیسے اسے دے دوں!! مشال نے منہ بناتے کہا۔ یہ اس کی پسندیدہ انگوٹھی تھی۔ وہ کسی بھی صورت فائزہ کے ہاتھ میں نہیں پہنا سکتی تھی۔۔ "مشال میں تمھیں بلکل ایسی نئ بنوادوں گا۔ ابھی کے لیے کمپرومائز کرو پلیز۔ حنان لغاری نے کہتے ایک جھٹکے سے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑتے انگوٹھی اُتار لی تھی!! مشال نے منہ بناتے اسے دیکھا۔ جواب جھکتے فائزہ کے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا رہا تھا۔۔ حنان لغاری نے اپنے موبائل میں آبان خان کی گاڑی کی لوکیشن دیکھتے مشال کا ہاتھ پکڑتے ایک درخت کے پیچھے ہوا۔۔ آبان خان کی گاڑی بلکل قریب پہنچ چکی تھی۔ حنان اور مشال لغاری درخت کے پیچھے چھپے ان سب کو دیکھ رہے تھے۔۔

حال:

آبان خان نے راحیل کی بات سنتے نا سمجھی سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ابھی تو سب کچھ ٹھیک تھا۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس کے پیروں کے نیچے سے زمین سرک گئ تھی!! درفشاں ان سب کو فائزہ کو اٹھاتے دیکھ خود بھی اٹھنے ہی لگی تھی کہ مشال لغاری نے اپنی پینٹ میں اڑسی ہوئی پستول نکالی!! حنان اپنا سر پیٹ کر رہ گیا تھا۔ اس کی بہن اس سے بھی چار ہاتھ

آگے تھی۔ مشال اپنی پستول درفشاں پر تانے ہوئے تھی لیزر لائٹ سے وہ صحیح نشانہ لینے کی کوشش کر رہی تھی تاکہ ایک ہی مرتبہ میں درفشاں کا کام تمام کے سکے!! آبان خان ریڈ کلر کی ایک ڈاٹ جتنی روشنی کو درفشاں پر پڑتے دیکھ تقریباً بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔۔ درفشاں ناسمجھی سے آبان خان کو بھاگ کے اپنی طرف آتا دیکھ رہی تھی۔ وہ ابھی تک زمین پر ہی بیٹھی تھی!! راحیل اور عدیل فائزہ کو لے کر ہاسپٹل کی طرف روانہ ہو چکے تھے!! دور کہیں یا تو گارڈز کی گاڑیاں کھڑی تھیں یا پھر ایک گاڑی آبان خان کی کھڑی تھی!! بارش کے برسنے میں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔۔ مشال نے ٹریگر پر اپنی انگلی رکھتے اسے دبا دیا تھا۔ پسٹل سے گولی نکلتی درفشاں کی طرف بڑھ رہی تھی!! لیکن بروقت ہی آبان خان اس کے آگے آتے وہ گولی اپنے اوپر کھا چکا تھا۔ درفشاں کے حلق سے ایک فلک شغاف چیخ برآمد ہوئی۔ گولی آبان خان کے پیٹ میں آکر پیوست ہوئی تھی!! درد کی شدت سے اس نے بری طرح اپنے جبڑے بھینچے!! آبان خان کو گولی لگتی دیکھ حنان لغاری نے مشال کے ہاتھ سے پستول چھینی!! اور اگلے ہی لمحے حنان لغاری نے اندھا دھند سامنے کی طرف دیکھتے پسٹل سے فائرنگ کی۔ اب جب شکار ہاتھ آ ہی گیا تھا تو اسے سہی سے مارنا تو بنتا تھا۔ آبان خان بروقت نیچے کو جھکتے اپنا بچاؤ کر گیا

تھا۔ لیکن پھر بھی دو مزید گولیاں تھیں جو اسے لگ چکی تھی۔ ایک گولی اس کے کندھے پر جبکہ دوسری اس کے سینے میں عین دل کے مقام کے پاس لگی تھی!! آبان خان زمین پر لیٹا بری طرح کراہ کر رہ گیا تھا۔ درفشاں اس کے پاس بیٹھی بری طرح روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی!! ابھی مشال لغاری درفشاں کی طرف اپنے قدم بڑھاتی کہ حنان نے سختی سے اس کا بازو پکڑتے اس روکا۔۔ مشال نے رک کر سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ "اتنا نقصان کافی ہے خان فیملی کا۔ ان کے دو ہونہار بچوں کو مار چکے ہیں ہم لوگ۔ اب باقی خاندان کو بعد میں دیکھیں گیں۔ بارش بڑھتی جا رہی ہے۔ چلو یہاں سے!! مشال کو سختی سے بازو سے پکڑتے وہ اپنے گاڑی کی طرف بڑھا۔ مشال نے ایک آخری تمسخراتی نظر آبان خان کے وجود اور روتی ہوئی درفشاں پر ڈالی۔ اس کے دل میں کچھ کچھ ٹھنڈک تو پڑ گئی تھی۔ آبان خان نے جس طرح اسے بے عزت کیا تھا۔ اپنا بدلہ وہ لے چکی تھی اس سے۔۔۔

درفشاں نے کانپتے ہاتھوں سے آبان خان کے زمین پر بے سدھ پڑے وجود کو آہستہ سے ہلایا۔ آبان خان کے جسم سے بہتا خون بارش کے پانی کے ساتھ مکس ہوتے اِرد گرد زمین

کو لال سرخ کیے ہوئے تھا۔ "آ۔۔آبان اٹھیں۔ درفشاں نے اس کے بازو سے ہلکا سا ہلاتے مری مری سی آواز میں کہا۔اس کا دل آبان خان کا خون سے لت پت وجود دیکھتے جیسے پھٹنے کو تھا۔ سردی سے اس کا اپنا جسم بری طرح ٹھٹھر رہا تھا۔ جبکہ آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شد و مد سے جاری تھی!! لیکن وہ کیسے اٹھتا؟ آبان خان اس کے حصے کی گولیاں خود پر کھائے بے سدھ زمین پر پڑا تھا۔!! درفشاں نے مدد کے لیے اِرد گرد دیکھنا چاہا۔آس پاس سوائے گھنے جنگل کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کرے۔ آبان خان کو جلد سے جلد ہاسپٹل لے کر جانا تھا۔ ورنہ اُسے کچھ بھی ہو جاتا۔ درفشاں خود زندگی میں پہلی مرتبہ اس طرح کی سچویشن کا سامنا کر رہی تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کرے!! اپنے آنسوں صاف کرتے وہ زمین سے کھڑی ہوئی۔ کچھ دیر پہلے بولے گئے آبان خان کے الفاظ اس کے کانوں میں مسلسل گونج رہے تھے۔ خاص کر کہ "میرا بہادر بچہ"!! یہ بھی اسے ہی کرنا تھا۔ آج اسے ہی ہمت دکھانی تھی۔ !!فون بھی نہیں تھا جو وہ کسی کو کال ہی کر لیتی

زمین سے اٹھ کر وہ بھاگتے ہوئے پیچھے کی طرف بڑھی۔ جہاں ان لوگوں کی گاڑیاں کھڑی تھی۔ راحیل کے کہنے پر گارڈز بھی اپنی گاڑیوں میں واپس بیٹھ چکے تھے۔ درفشاں تو یہ بھی

نہیں جانتی تھی کہ گارڈز کی گاڑیاں وہاں کھڑی ہیں کہ نہیں!! بجلی پورے زور سے کڑکی تھی۔ ایک لمحے کے لیے درفشاں کے بھاگتے قدم رکے!! گھنے جنگل کا خوف اس کے اعصاب بھاری کر رہا تھا۔ اس نے تھوک نگلتے اِرد گرد دیکھا۔ جہاں خاموشی اور وحشت کے علاوہ کچھ بھی نہیں تھا۔۔ اگلے ہی لمحے وہ واپس سے بھاگنے لگی تھی۔ اسے ہمت دکھانی تھی!! آبان خان کی زندگی کے لیے اسے اپنے خوف پر قابو پانا ہی تھا۔ بادل مسلسل گرج رہے تھے!! بھاگتے بھاگتے درفشاں کا پاؤں زمین پر پڑے کسی پتھر سے ٹکرایا۔ وہ چیختے ہوئے بری طرح زمین بوس ہوئی تھی۔ درفشاں نے شدید روتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ جو زمین پر لگنے سے چھل چکے تھے۔ اسے اپنے گھٹنوں میں بھی شدید جلن محسوس رہو رہی تھی۔ اس کی کہنیوں پر رگڑ لگی تھی۔ جبکہ قمیض آگے سے پوری کیچڑ میں بھر چکی تھی۔۔ اس نے روتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو دیکھا۔ جو بری طرح دکھ رہے تھے۔ اسے اُمید نہیں تھی کہ زندگی میں کبھی یہ لمحہ بھی دیکھنا پڑے گا۔ جب وہ بری طرح بے بس ہو گی۔ اپنے کپڑے جھاڑتے وہ زمین سے کھڑی ہوئی۔ آج اسے علم ہوا تھا کہ آبان خان کی زندگی اس کے لیے کتنی معنے رکھتی ہے۔ درفشاں دوبارہ بھاگنا شروع ہو چکی تھی۔۔ بھاگتے وقت اسے اپنے گھٹنوں میں شدید تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا لیکن وہ پھر بھی بھاگ

رہی تھی!! تھوڑی دیر مزید ایسے ہی اپنے قدموں کو گھسیٹتے وہ گاڑی کی طرف بڑھی۔ اس کی شال بھی پیچھے ہی کہیں گر چکی تھی۔ اُسے شال کا ہوش ہی کہاں تھا؟ اسے تو اس وقت صرف ایک ہی شخص کا خیال تھا اور وہ تھا آبان خان! صد شکر کہ گارڈز کی گاڑی یہیں پر کھڑی تھی۔ ان کی گاڑیوں کی طرف بڑھتے درفشاں نے شیشے پر ہاتھ مارتے انہیں دروازہ کھولنے کو کہا۔ گارڈز نے شیشے نیچے کرتے اسے دیکھا تھا۔ درفشاں کو دیکھتے وہ سب ہی اپنی گاڑیوں سے باہر نکلے!! "وہ وہاں آبان۔۔ اُسے گولیاں لگی ہیں۔ پلیز اُسے بچاؤ۔ درفشاں نے پیچھے کی طرف اشارہ کرتے گارڈز سے روتے ہوئے درخواست کی!! وہ تمام کے تمام اس کی بات سنتے فوراً ہی بھاگتے ہوئے آبان خان کی طرف بڑھے!! درفشاں نے ہچکیوں سے روتے ہوئے گاڑی سے ٹیک لگائی۔ مزید بھاگنے اس کے اندر ہمت نہیں تھی۔ رات کے بارہ بجنے کو تھے!! ٹھنڈ سے وہ جیسے مرنے والی ہو رہی تھی۔ صبح سے بھوکی پیاسی اس کی ہمت اب جواب دے گئی تھی!! کچھ دیر کے توقف کے بعد گارڈز کو آبان خان کو اٹھاتے اپنی طرف آتا دیکھ درفشاں اپنے آنسوں صاف کرتے گاڑی سے ٹیک ہٹائی!! اس نے جلدی سے گاڑی کی پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا۔۔ گارڈز نے دروازہ کھولتے آبان خان کو اندر ڈالا۔ اس کے جسم سے خون فوارے کی طرح باہر نکل رہا تھا۔!! در

فشاں آبان کے ساتھ ہی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی۔۔ ایک گارڈ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے گاڑی سٹارٹ کر گیا تھا۔ان سب کو تو ابھی تک یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ آبان خان زندہ ہے بھی یا نہیں ! آگے پیچھے دو سے تین گاڑیاں ہاسپٹل کے راستے پر گامزن تھیں۔۔

در فشاں نے آبان خان کے چہرے کی طرف دیکھتے اس کا سر اپنی گود میں رکھا۔ وہ روتے ہوئے اس کے وجیہہ چہرے کے ایک ایک نقش کو اپنی آنکھوں کے راستے دل میں اُتار رہی تھی۔ آبان خان کا چہرہ اس وقت بلکل پیلا زرد ہوا پڑا تھا۔ سیٹ ساری خون میں لت پت ہوئی پڑی تھی۔ وہ سفید رنگ کی سینڈو میں ملبوس تھا۔ جو اس وقت بلکل لال سرخ ہوئی پڑی تھ ! ! در فشاں سے اس کی حالت دیکھنا سوہان روح تھا۔۔ "جلدی چلائیں گاڑی پلیز ! در فشاں نے بھیگی سی آواز میں ڈرائیور کو مخاطب کرتے اسے گاڑی کی رفتار تیز کرنے کو کہا۔ " بارش ہو رہی ہے بی بی جی۔ اوپر سے راستے بھی کچے ہیں۔ اور رات کا وقت ہے۔ میں اس سے زیادہ تیز گاڑی نہیں چلا سکتا۔۔ گاڑی پھسلے گی۔ ایسے ایکسیڈنٹ ہو سکتا ہے ! ! ڈرائیور نے مؤدبانہ انداز میں اسے تفصیل سے سمجھایا۔۔ "اور اگر آپ گاڑی تیز نہیں چلائیں گیں تو آبان کو کچھ ہو جائے گا۔۔ پلیز آپ جلدی چلائیں گاڑی۔ کچھ نہیں

ہو گا۔!! در فشاں کے رونے میں اضافہ ہو رہا تھا۔ اسے اس وقت آبان کی فکر کھائے جا رہی تھی!! ڈرائیور نے در فشاں کے کہنے پر گاڑی کی رفتار میں اضافہ کیا۔ "یہاں سے ہسپتال تک کا راستہ پچیس منٹ سے آدھے گھنٹے کا تھا۔۔ "میں آپ کو نہیں کھو سکتی آبان۔ آج ہی اپنی محبت کا اظہار کر کے میرے دل کی دھڑکنیں منتشر کر کے آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتے!! میں کبھی معاف نہیں کرو گی آپ کو!! در فشاں نے تھوڑا نیچے کو جھکتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ جانتی تھی کہ آبان خان اسے نہیں سن رہا۔ لیکن پھر بھی وہ پاگلوں کی طرح اس کے کان میں سرگوشیاں کر رہی تھی!! وہ چاہتی تھی کہ آبان خان بس ایک مرتبہ اپنی آنکھیں کھول دے!! اس سے بات کرے۔ لیکن ایسا ممکن کہاں تھا بھلا؟ آبان خان کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجتے اسے پاگل کرنے کے در پر تھے!! آبان خان نے کہا تھا کہ وہ پچھتائے گی۔ اور آج وہ پچھتا رہی تھی!! ہر اس لمحے پر جب اسنے آبان خان کو خود سے دور جھٹکا تھا۔ "اس سے تو اچھا تھا آپ مجھے گولیاں لگنے دیتے۔ کم از کم میں ایسے تڑپ تو نہ رہی ہوتی!! در فشاں نے روتے ہوئے پھر سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اس کے آنسوں آبان خان کے چہرے پر گر رہے تھے!! اس کے چہرے کی طرف دیکھتے در فشاں نے بہت نرمی سے اپنے لب اس کے ماتھے پر رکھے۔۔ وہ اس کے

ماتھے پر اپنے لب رکھتے کچھ دیر ٹھہر گئی تھی۔اس کی بند آنکھوں سے برسات بھی ساتھ ہی جاری تھی۔"بی بی جی ہسپتال آگیا!ڈرائیور کی آواز سنتے اس نے اپنا چہرہ آبان خان سے دور کیا۔گارڈز نے بھی گاڑیوں سے اترتے آبان خان کو گاڑی سے باہر نکالا۔۔وہ سب اسے لیے ہسپتال کے اندر کی جانب بڑھ گئے تھے۔۔

قسط نمبر:36

راحیل خان اس وقت ہاسپٹل کے کاریڈور میں کھڑا دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ عدیل بھی اس کے ساتھ ہی موجود تھا۔۔آنکھیں بند کیے ایک ٹانگ کو دیوار سے لگانے وہ کب سے ایسے ہی بے حس و حرکت کھڑا تھا۔فائزہ کو آئی سی یو میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔اس کا علاج جاری تھا۔۔راحیل میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ گھر والوں کو کال کر کے کچھ بھی بتا سکے۔عدیل اسے بارہاں گھر والوں کو کال کرنے کا کہہ چکا تھا۔۔لیکن راحیل کے اندر اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ کسی کو بھی فائزہ کی حالت کے بارے میں کچھ بھی بتا سکے۔اس کے نمبر پر کئی مرتبہ برہان خان اور دلشاد خان کی کالز آچکی تھی۔لیکن وہ کسی کی بھی کال اٹھانے کو تیار ہی نہیں تھا۔۔"راحیل میں پھر کہہ رہا ہوں کر دے کال۔آبان بہت غصّہ کرے گا اگر اُسے پتہ چلا تو!! عدیل نے بھی دیوار سے ٹیک لگاتے ایک مرتبہ پھر راحیل کو سمجھایا۔۔"تو کر دے۔میرے اندر ہمت نہیں ہے کسی کو بھی کچھ بتانے کی!! راحیل خان کی ایک ہی ضد تھی!! اپنے فون پر پھر سے برہان خان کی کال آتے دیکھ اس نے عدیل کا ہاتھ پکڑتے فون اس کے ہاتھ میں تھمایا۔مقصد صاف تھا کہ خود بات کر لے!! عدیل نے اسے گھورتے ہوئے ایک گہری سانس بھرتے کال اٹینڈ کی!! "بیٹا فائزہ ملی؟

دوسری طرف سے برہان خان کی بے چین سی آواز ابھری۔ان کے جگر کا ٹکڑا غائب تھا۔ انہیں کسی پل سکون نہیں آرہا تھا۔۔ "جی انکل مل گئی ہے فائزہ۔ عدیل نے دھیمے سے جواب دیا۔۔ "شکر ہے اللہ کا! بیٹا تم لوگ اسے لے کر گھر کیوں نہیں آئے ابھی تک؟ کہاں ہے وہ ٹھیک تو ہے نا؟ بات کرواؤ میری اس سے!! برہان خان نے سوالوں کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ وہ بس کسی طرح ایک مرتبہ فائزہ کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا چاہتے تھے!! عدیل نے بے ساختہ ہی ضبط سے اپنی آنکھوں میچیں۔یہ وقت کتنا ظالم تھا کوئی ان سب سے پوچھتا! "انکل آپ سب ہسپتال آجائیں پلیز! عدیل نے ان کی کسی بھی بات کا جواب دیے بغیر انہیں ہسپتال آنے کو کہا۔۔اسے اب سمجھ آئی تھی کہ راحیل کے اندر کسی کو کچھ بھی بتانے کی ہمت کیوں نہیں ہو رہی تھی!! "خیریت ہسپتال کیوں؟ فائزہ ہاسپٹل میں ہی تھی کیا؟ مجھے تو پہلے ہی پورا یقین تھا کہ میری بیٹی کو کچھ نہیں ہو سکتا۔۔ برہان خان خود سے ہی بولے جا رہے تھے۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ فائزہ اپنے ہی ہاسپٹل میں ہو گی۔۔ "انکل فائزہ ہسپتال میں ایڈمٹ ہے۔اُسے کچھ چوٹیں آئی ہیں۔ باقی سب ٹھیک ہے۔اس لیے آپ سب بھی ہسپتال آجائیں!! عدیل نے کہتے فوراً کی فون بند کیا۔اس نے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ مزید برہان خان سے کوئی بات کر سکے۔ایک باپ کے لیے اس کی بیٹی

کیا معائنے رکھتی ہے وہ اچھے سے جانتا تھا۔!! "ہسپتال کا ایڈریس سینڈ کر دے گھر کے نمبر پر!! راحیل کے ہاتھ میں واپس سے فون تھما کر کہتے وہ دیوار سے ٹیک لگا گیا۔ راحیل نے بھی خاموشی سے ایڈریس سینڈ کر دیا تھا۔۔ جبکہ دوسری طرف برہان خان تو فائزہ کے بارے میں سنتے ہی تڑپ اٹھے تھے۔ پتہ نہیں وہ کس حال میں ہو گی!! "مل گئی ہے فائزہ۔ تھوڑی بہت چوٹیں آئی ہیں اُسے اس لیے ہاسپٹل میں ہے۔ ہم بھی چلتے ہیں اس کے پاس۔۔۔ عظمیٰ بیگم کو خوشی سے بتاتے وہ سب کی جان میں جان لے آئے تھے۔ صوفے پر بیٹھی رائنا نے بھی بے ساختہ ہی اللہ کا شکر ادا کیا۔۔ "زیادہ تو نہیں لگی اُسے؟ عظمیٰ بیگم نے برہان خان نے سوال کیا۔" پتہ نہیں اب یہ تو جا کر ہی پتہ چلے گا۔ عدیل کہہ تو رہا تھا کہ بس تھوڑی بہت ہی چوٹیں آئی ہیں!! برہان خان نے انھیں جواب دیتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے!! انہیں جلد جلد کسی طرح فائزہ کے پاس پہنچنا تھا۔ دلشاد خان بھی ان کے پیچھے ہی گئے تھے!! "باباجان آپ گھر پر ہی رکیں۔ دونوں بھابیاں چل لے گیں ساتھ۔ آپ کی ویسے بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ رفیق خان نے امجد خان کو صوفے سے اُٹھتے انہیں واپس سے بٹھاتے کہا۔ ان کی طبیعت آج کل ویسے ہی ٹھیک نہیں تھی۔ آگے ہسپتال میں جا لے مزید خراب ہو جاتی۔ اس لیے انہوں نے امجد خان کو گھر روکنا ہی

مناسب سمجھا۔۔"چاچو میں بھی چلوں گی ساتھ۔رائنا بھی فائزہ سے ملنا چاہتی تھی!!اس لیے صوفے سے کھڑے ہوتے اس نے رفیق خان کو مخاطب کرتے کہا۔۔"میں باہر گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں۔آپ تینوں آجائیں۔۔رفیق خان عظمیٰ بیگم کی طرف دیکھ کر کہتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا گئے تھے۔وہ رائنا کو لے جانے کے لیے آسانی سے مان گئے تھے۔رائنا کے لیے یہی بہت تھا۔۔وہ مسکراتے ہوئے اپنے کمرے میں چادر لینے کی غرض سے بڑھی!! عظمیٰ بیگم، عزرا خان اور رائنا تینوں ہی رفیق خان کے ساتھ ہسپتال کیلئے روانہ ہو گئے تھے!! جبکہ گھر پر صرف زارا اور دادا جی ہی بچے تھے۔زارا اپنے ٹیسٹ کی تیاری کر رہی تھی۔ جبکہ دادا جی بھی دوائی لینے کی غرض سے اپنے کمرے کی طرف بڑھے۔۔۔

درفشاں نے گاڑی سے نکلتے ڈرائیور کے ساتھ آبان خان کو باہر نکالنے میں مدد کی۔ میل نرس سٹریچر لے کر یہاں آگئے تھے۔۔آبان خان کا پورا جسم زرد پڑ رہا تھا۔ بہت زیادہ خون تھا اس کا جو بہہ چکا تھا۔ سٹریچر پر لٹاتے آبان خان کو اندر لے کر جایا گیا۔۔درفشاں بھی سٹریچر کے ساتھ ساتھ ہی چل رہی تھی۔اس کی حالت اس وقت اتنی بری تھی کہ

لوگ مڑ مڑ کر اس کی اجڑی ہوئی حالت دیکھ رہے تھے۔ وہ دوپٹے سے بے نیاز اپنا سراپا لیے آبان خان کے لیے بے حد پریشان نظر آ رہی تھی!!

اچانک اُبھرتے شور پر عدیل نے تھوڑا آگے کی طرف بڑھتے اس طرف دیکھنا چاہا کہ "آخر ہوا کیا ہے!" کیا ہوا؟ راحیل نے اسے آگے بڑھتے دیکھ پوچھا۔۔ پتہ نہیں لگتا ہے کوئی پیشنٹ آیا ہے بہت بری حالت میں ہے شاید!! عدیل نے کندھے اُچکاتے جواب دیا۔ وہ ابھی تک سٹریچر پر لیٹے شخص کی شکل نہیں دیکھ سکا تھا۔۔ لیکن ان دونوں کے پیروں کے نیچے سے زمین تو تب نکلی جب سٹریچر کو ان کے پاس سے گزارا گیا۔ درفشاں بھی ساتھ ہی موجود تھی!! راحیل تو پھٹی پھٹی آنکھوں سے سٹریچر پر خون سے لت پت پڑے آبان خان کو دیکھ رہا تھا۔ جبکہ عدیل نے درفشاں کا بازو پکڑتے اسے روکا۔ وہ آئی سی یو میں آبان خان کے سٹریچر کے ساتھ ہی داخل ہونے لگی تھی!! "عدیل وہ آبان! درفشاں نے عدیل کو دکھتے آنسوں بہاتے آئی سی یو کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں ابھی آبان خان کو لے کر گئے تھے!! "شال کہاں ہے تمہاری؟ عدیل نے سختی سے اس کا بازو دبوچتے پوچھا۔ دنیا اِدھر سے اُدھر ہو جانی تھی لیکن درفشاں کو کبھی عقل نہیں آنی تھی!! "دماغ خراب ہے تمھارا۔ وہاں میرا شوہر مر رہا ہے۔ اور تمھیں شال کی پڑی ہے۔ درفشاں شدت گریہ سے

چیخی۔ یہاں وہ مرنے والی ہو رہی تھی اور مقابل کو شال کی پڑی تھی!! وہ کیوں آبان خان کے لیے اتنا تڑپ رہی ہے۔ اپنے دل کا حال وہ خود بھی جاننے سے قاصر تھی!! "بکواس بند کرو۔ بڑی جلدی یاد آگیا تمھیں کہ شوہر ہے تمھارا وہ!! عدیل نے سرخ چہرے کے ساتھ غراتے اسے کاریڈور میں موجود چیئر پر بٹھایا۔ خود وہ اس کے آگے اس طرح کھڑا ہو گیا تھا کہ درفشاں اس کے آگے بلکل چھپ سی گئی تھی!! جو بھی تھا درفشاں ان کے خاندان کی عزت تھی۔ جس پر عدیل شاہ مر کر بھی کمپرومائز نہیں کر سکتا تھا۔ اُسے لاکھ شوہر کا روگ صحیح لیکن کم سے کم اپنی چادر کا تو خیال کرتی وہ۔ ایسے ہی گیلے کپڑوں میں بے ترتیب حلیے کے ساتھ وہ نجانے کس کس کے سامنے گئی ہو گی!! عدیل شاہ سوچتے بری طرح اپنے جبڑے بھینچ گیا۔ ایک تو آبان خان کی اب نئی ٹینشن آگئی تھی!! "درفشاں کے اندر بھی جیسے ہر چیز کی ہمت ختم ہو چکی تھی۔ کرسی پر بیٹھے وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھامتے بری طرح آنسوں بہانے لگی۔ اسے کسی بھی صورت سکون نہیں تھا۔!! "گھر کال کر کے کہہ دے کہ ایک شال لیتے آئیں وہ لوگ ساتھ!! راحیل نے عدیل سے کہتے کرسی پر درفشاں کے ساتھ بیٹھا۔ اسے فلحال درفشاں سے پوچھنا کہ آبان خان کو گولیاں کیسے لگی!! "بھابھی یہ سب کیسے ہوا۔ کس نے کیا ہے یہ؟ ہلکی سی آواز میں درفشاں سے پوچھتے

راحیل خان ضبط کی انتہا پر تھا۔۔ایک آبان خان ہی تو تھا جو اسے اب اپنا لگنے لگا تھا۔اس کے ساتھ یہ سب جس نے بھی کیا ہے اُسے اپنے ہاتھوں سے مارنے کا راحیل خان دل میں پکا عزم کر چکا تھا۔۔"یہ دیکھو راحیل! خدا کے لیے چپ کر جاؤ۔میں نہیں یاد کر سکتی وہ لمحہ دوبارہ۔میرا دل پھٹ جائے گا۔!! درفشاں نے اپنے ہاتھ راحیل کے آگے جوڑتے پست لہجے میں کہا۔۔وہ واقعی اندر سے بلکل ٹوٹ چکی تھی!! راحیل ابھی کچھ نا پوچھ اس سے۔یہ بھی یقیناً حنان لغاری کا ہی کام ہو گا۔اس کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا یہ۔ایک مرتبہ صرف ایک مرتبہ فائزہ اور آبان کو ہوش آجائے۔خدا کی قسم ان دونوں بہن بھائیوں کے چھیتڑے نہ اڑا دیے تو میرا نام بھی عدیل شاہ نہیں!! عدیل شاہ نے راحیل نے کندھے پر ہاتھ رکھتے پختہ لہجے میں کہا۔اس کے لہجے میں چٹانوں سی سختی تھی!! وہ خود ابھی صرف آبان خان اور فائزہ کی وجہ سے رکا ہوا تھا۔ورنہ وہ کب کا ان دونوں بہن بھائیوں کو گرفتار کر لیتا۔لیکن اس کے ہاتھ صرف آبان خان کے ساتھ کیے گئے ایک وعدے نے روکے ہوئے تھے۔اب وہ آبان کے ہوش میں آنے کے بعد ہی کچھ کر سکتا تھا۔!! راحیل اچھا کی صورت میں سر کو ہلاتے کرسی سے کھڑا ہوا۔ان سب کو فلحال کے لیے اپنے غصے اور

جذبات پر قابو رکھنا تھا۔ اگر یوں کہا جائے کہ ابھی وقت کی بازی ان لوگوں کے ہاتھ میں نہیں تھی تو زیادہ درست ہو گا۔ سہی وقت کا انتظار سب کو کرنا تھا۔

ڈاکٹر کو آئی سی یو سے باہر نکلتے دیکھ عدیل جلدی سے آگے بڑھتے ان کی طرف متوجہ ہوا۔ یہ ڈاکٹر آبان خان کا علاج کر رہے تھے!! فائزہ کا علاج بھی جاری تھا۔ کوئی بھی ڈاکٹر ابھی تک آئی سی یو سے باہر نہیں نکلا تھا۔ پچھلے پینتالیس منٹ سے ڈاکٹر اندر رہی تھے!! فائزہ کی طرف سے انہیں کوئی بھی تسلی بخش جواب نہیں دے رہا تھا۔!! "ڈاکٹر آبان کی حالت کیسی ہے؟ عدیل نے آگے بڑھتے آبان خان کے متعلق ڈاکٹر سے استفسار کیا۔ درفشاں بھی کرسی سے کھڑی ہو چکی تھی!! دیکھیں انہیں تین گولیاں لگی ہیں۔ خون بہت ضائع ہو چکا ہے۔ آپ لوگ دعا کریں بس۔ اور خون کا ارینج کریں کہیں سے۔ جتنی جلدی ہو سکے ہمیں اُن کا آپریشن کرنا ہے۔ ڈاکٹر پروفیشنل لہجے میں کہتے واپس سے اندر کی طرف بڑھے!! ویسے تو یہ ایک پولیس کیس تھا۔ لیکن عدیل شاہ پولیس کی ہی یونیفارم میں ملبوس تھا۔ اس لیے ڈاکٹرز دونوں کو ہی ہسپتال میں ایڈمٹ کر چکے تھے!! "تو یہیں رک اس کے پاس۔ میں جاتا ہوں بلڈ کا ارینج کرنے۔ عدیل نے ایک نظر راحیل کو دیکھتے اسے در

فشاں کے پاس ہی رکنے کو کہا۔۔اور خود وہ بلڈ کا اریج کرنے جانے ہی لگا تھا کہ اپنے پیچھے ارشاد خان کو دیکھتے اس کے قدم رکے۔وہ ابھی ہی کاریڈور میں داخل ہوئے تھے۔ڈاکٹر کی ساری بات وہ سن چکے تھے!!

"کسے لگی ہیں گولیاں؟ برہان خان جو دلشاد خان کے ساتھ ہی موجود تھے انہوں نے بمشکل اپنے لڑکھڑاتے قدموں کو سنبھالتے پوچھا۔انکل آبان کو لگی ہیں۔ایک گہری سانس بھرتے عدیل نے انہیں سچ ہی بتادیا تھا۔ہاسپٹل تک تو وہ لوگ آچکے تھے۔اب ان سے جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔"کیا مطلب ہے آبان کو گولیاں لگی ہیں۔کہاں ہے وہ۔اور ایسے کیسے لگ گئی اُسے گولیاں تم سب کہاں مرے ہوئے تھے!!دلشاد خان عدیل پر چیخے تھے۔آبان ان کے بیٹے کو گولیاں لگی تھیں وہ ہسپتال میں ایڈمٹ تھا۔اور انہیں خبر بھی نہیں تھی!!"تایاابو آپ اس پر مت چیخیں۔ہم لوگ فائزہ کے پاس تھے۔اُسے بروقت ہسپتال پہنچانالازمی تھا۔۔دلشاد خان کو عدیل پر چیختے دیکھ راحیل نے اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے انہیں بتایا۔وہ خوامخواہ ہی عدیل پر چیخ رہے تھے!!"کیا مطلب ہے تم نے تو کہا تھا ہلکی پھلکی چوٹیں آئی ہیں فائزہ کو۔آخر ہوا کیا ہے۔ساری بات کھل کر بتاتے کیوں نہیں تم لوگ ہمیں؟!برہان خان ایبرو سکیڑتے اب راحیل پر چیخے۔ان دونوں کو

اپنے مقابل کھڑے دونوں نوجوانوں پر شدید غصّہ آرہا تھا۔ "تایا ابو ریپ ہوا ہے فائزہ کا۔ اور آبان کو تین گولیاں لگی ہیں۔ دونوں اس وقت آئی سی یو میں زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہے ہیں!! اس سے زیادہ صاف الفاظ میں، میں آپ لوگوں کو کچھ نہیں بتا سکتا۔ راحیل سرخ آنکھوں کے ساتھ ضبط سے جواب دیتے کاریڈور سے باہر کی طرف نکلا۔!! لیکن پیچھے وہ کھڑے لوگوں پر قیامت برپا کر گیا تھا۔ اس کے الفاظ نہیں خنجر تھے۔ جو برہان خان سمیت وہاں کھڑے ہر ایک شخص کے جسم میں پیوست ہوتے انہیں ساکت کر گئے تھے!! "رفیق خان بھی باقی سب کو لے کر ہسپتال پہنچ چکے تھے۔ راحیل کی بات سنتے ان سب کو پورے ہسپتال کی چھت اپنے سر پر گرتی محسوس ہو رہے تھے!! برہان خان نے اپنے دل کے مقام کو رب کرتے دیوار کا سہارا لیا۔ جبکہ باقی سب تو جیسے شاک کی کیفیت میں کھڑے تھے!! ایک باپ کا دل تھا۔ اتنے دنوں سے فائزہ کی طرف سے جو ان کا دل ڈر رہا تھا۔ وہ ڈر سچ ثابت ہو گیا تھا۔ وہ باپ تھے۔ آخر کیسے ان کا دل انہیں پہلے سے اشارہ نہ دیتا کہ ان کی بیٹی، ان کی زندگی بھر کی عزت مٹی میں ملنے والی ہے!! عدیل نے آگے بڑھتے انہیں تھامنا چاہا لیکن وہ ہاتھ کے اشارے سے اسے منع کر گئے تھے۔ انہیں سانس لینے میں تکلیف ہو رہی تھی۔ حالانکہ دیوار کے سہارے وہ بہت مشکل

سے اپنے پیروں پر کھڑے تھے!! لیکن پھر بھی عدیل کا سہارا لینے سے وہ انکار کر چکے تھے!! ان کے پیچھے کھڑی دو ماؤں کی تو جیسے پوری دنیا ہی اجڑ گئی تھی۔ ایک کے بیٹے کو گولیاں لگی تھیں تو دوسری کی بیٹی کی عزت چلی گئی تھی!! "بھابھی یہ جھوٹ بول کر گیا ہے نہ؟ "فائزہ۔۔ میری بیٹی! عظمیٰ خان نے اپنے ساتھ ساکت کھڑی عزرا بیگم کے کندھے کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ انہیں راحیل کے لفظوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔!! "آنٹی پلیز سنبھالیں خود کو۔ اللہ سب بہتر کریگا۔!! عدیل نے ایک نظر اپنے سامنے کھڑی روتی ہوئی رائنا پر ڈالتے عظمیٰ بیگم کو دلاسہ دیتے انہیں وہاں رکھی کرسی پر بٹھایا۔ یہ وقت ہی اتنا ظالم تھا وہ کسی کو بھی رونے سے روک نہیں سکتا تھا۔ عظمیٰ بیگم شدید روتے ہوئے اپنے سر کو جکڑ گئی تھیں۔ ان کا سر جیسے پھٹنے کے در پر تھا۔

اپنے اوپر مسلسل کسی کی نظروں کی تپش کو محسوس کرتے رائنا خان نے اپنے آنسوں صاف کرتے سامنے دیکھا۔ جہاں عدیل شاہ آنکھوں میں ڈھیروں تپش لیے اسے ہی دیکھنے میں مصروف تھا۔۔ رائنا کو اپنی طرف دیکھتا پا کر عدیل نے آنکھوں سے اسے ساتھ پڑی کرسی

پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔ رائنا گڑبڑاتے ہوئے فوراً سے کرسی پر بیٹھی۔ اسے تو کسی کا خیال بھی نہیں تھا۔

تقریباً صبح کا وقت ہونے والا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں فجر ہو جاتی!! بارش بھی اب رک چکی تھی۔ جتنا آج آسمان جم کر برسا تھا اب اتنی ہی یخ برفیلی ہوائیں چلتی ماحول کو مزید سرد بنا گئی تھیں۔ سردی اتنی تھی کہ ہر زی روح کو ٹھٹھرنے پر مجبور کر رہی تھی!! فائزہ کے بارے میں ابھی تک کسی ڈاکٹر نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ آبان خان کے لیے خون کا انتظام راحیل کر چکا تھا۔ اب اس کا اندر آپریشن جاری تھا۔ باہر کاریڈار میں بیٹھا ہر شخص روتے ہوئے اندر موجود دونوں نفوس کے لیے دعا گو تھا۔ برہان خان ایک طرف جھکے ہوئے کندھوں کے ساتھ بیٹھے تھے۔ چند لمحوں میں ہی وہ برسوں کے بوڑھے لگنے لگے تھے۔ آخر لگتے بھی کیوں نہ! ان کی عمر بھر کی عزت تھی جو اب ختم ہو چکی تھی۔ وہ دنیا والوں کو کیا جواب دے گیں۔ کہ ان سے ایک بیٹی کی حفاظت نہیں ہوئی!! جبکہ ان کے سامنے بیٹھی دونوں خواتین شدید رونے میں مصروف تھیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسوں جبکہ دل سے اتنا ظلم کرنے والوں کے لیے بددعائیں نکل رہی تھیں۔ رائنا بھی انہی کے ساتھ بیٹھی آنسوں بہانے میں مگن تھی!!

ڈاکٹر کو آئی سی یو سے باہر نکلتے دیکھ عدیل آگے بڑھتے ان کی طرف متوجہ ہوا۔ "ڈاکٹر آبان؟ عدیل سے پہلے ہی راحیل نے آتے ان سے پوچھا تھا۔ "دیکھیں ہم کچھ نہیں کر پا رہے۔ آبان سر کا آپریشن ہو گیا ہے۔ اُن کا بہت خون بہہ چکا ہے۔ ہم بلڈ لگا بھی رہے ہیں۔ لیکن ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے!! اور مس فائزہ ہمیں کوئی رسپانس نہیں دے رہیں۔ ایسا لگتا ہے جیسے وہ خود بھی زندہ نہ رہنا چاہتی ہو۔ زیادہ تر ریپ کیسز میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ ہم انہیں بچانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن ان کا دماغ کوئی رسپانس دے ہی نہیں رہا۔ ایسے میں ہمارے لیے بہت مشکلات آ رہی ہیں۔ آپ دعا کریں اور ہم کوشش کرتے ہیں!! پروفیشنل لہجے میں کہتی وہ آگے بڑھ گئی تھی۔ عظمیٰ بیگم اور رائنا کے رونے میں اضافہ ہوا۔ جبکہ برہان خان تو بلکل بے حس و حرکت بیٹھے تھے۔ ان کے ساتھ بیٹھے دلشاد خان اور رفیق خان کب سے انہیں تسلیاں دے رہے تھے!! عزرا خان بھی عظمیٰ بیگم اور رائنا کو سمبھال رہی تھیں۔ ان کا اپنا دکھ بھی تھا۔ لیکن عظمیٰ بیگم کا دکھ زیادہ بڑا تھا۔ کیونکہ یہاں بیٹی کا معاملہ تھا۔ اسی لیے اپنی حالت پر قابو پاتے وہ عظمیٰ خان کو سمبھال رہی تھیں!!

صرف ایک درفشاں تھی جو ایک کونے میں کرسی پر بیٹھی اپنے ہاتھوں پر نظریں جمائے ہر وقفے کے بعد اپنی آنکھوں سے بہتے سیال کو صاف کرتی!!"کسی نے بھی اس کوئی بات نہیں کی تھی۔نہ ہی کوئی اسے چپ کروانے کے لئے آگے بڑھا تھا۔۔ہر کسی کے پاس اپنا دکھ تھا۔۔وہ کب سے ایسے بیٹھی آبان خان کے لیے بے تحاشہ دعائیں کر رہی تھی۔لیکن ساتھ ساتھ ایک نظر سامنے بھی ڈالتی جہاں سارے ہی کسی نہ کسی کو دلاسہ دینے میں مصروف تھے۔ایک وہی تھی اکیلی۔جس سے کسی نے کچھ پوچھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا۔۔ رائنا سے شال لیتے وہ اپنے اوپر اچھے سے لپیٹ چکی تھی۔اس کے کپڑے بھی تھوڑے بہت سوکھ چکے تھے۔لیکن ان کی حالت کیچڑ لگنے کی وجہ سے کافی خراب تھی۔کاریڈار میں بھی الیکٹرک ہیٹرز آن تھے۔یہاں اچھی خاصی گرمائی تھی۔اس لیے اسے تھوڑا بہت سکون محسوس ہو رہا تھا۔ورنہ آج تو وہ ٹھنڈ سے مر ہی جاتی۔۔

شاہ ولا میں اس وقت تمام کے تمام لوگ جاگ رہے تھے۔سبینا جمیل کی فیملی ابھی ہی پاکستان پہنچے تھے۔وہ لوگ بس ابھی آکر گھر میں بیٹھے ہی تھے۔انہیں ایئرپورٹ سے لینے

حدائق شاہ گیا تھا۔ ویسے تو ان لوگوں نے پہلے ہی پہنچ جانا تھا۔ لیکن فلائٹ میں کچھ خرابی کی وجہ سے انہیں خاصی دیر ہو گئی تھی۔ اس

وقت صبح کے تین بج رہے تھے!! سبھی لوگ لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں مشغول تھے۔ تقریباً سارے گھر والے ہی جاگ رہے تھے۔ صرف ایک ہیر تھی جو اپنے کمرے میں نیند کے مزے لے رہی تھی۔ اُسے اپنی نیند سے بہت پیار تھا۔ اسی لیے سبینا جمیل اور باقی سب سے صبح ملنے کا سوچتے وہ سو چکی تھی!! ابھی سب باتوں میں ہی مشغول تھے کہ لاؤنج میں بجنے والی فون کی گھنٹی پر سب اس کی طرف متوجہ ہوئے!! "اس وقت کس کی کال آ گئی؟ نوین شاہ الجھن بھرے انداز میں کہتے صوفے سے کھڑی ہوئیں۔ باقی سب کے چہروں پر بھی یہی الجھن تھی۔ آخر رات کے تین بجے کس کی کال آسکتی تھی!! فون کے پاس جاتے نوین شاہ نے فون اٹھاتے کان سے لگایا۔ آگے پاکیزہ شاہ کی کال تھی!! "ہیلو پاکیزہ سب خیریت ہے۔ تم نے اتنی صبح کال کی؟ نوین بیگم نے پریشانی سے پوچھا۔ باقی سب انہی کی طرف متوجہ تھے!! "نہیں بھابی کچھ بھی خیریت نہیں ہے! آگے سے پاکیزہ شاہ کی گھبرائی ہوئی سی آواز ابھری۔ وہ حواس باختہ معلوم ہو رہی تھی!! "اللہ خیر کرے پاکیزہ ہوا کیا ہے۔ عدیل ٹھیک ہے؟ نوین بیگم نے پریشانی سے پوچھا۔ انہیں ٹینشن ہونے لگی

تھی!! "بھابی میرے گھر میں سب ٹھیک ہے۔ لیکن خان ولا میں قیامت آگئی ہے!! پاکیزہ شاہ نے بات کو گھماتے ہوئے کہا۔ وہ ان سب کو مزید پریشان کر رہی تھیں!! "پاکیزہ سیدھی طرح بولو کیا ہوا ہے۔ خان ولا میں! درفشاں تو ٹھیک ہے نہ؟ کسی خدشے کے تحت انہوں نے درفشاں کے متعلق پوچھا۔۔اور پھر آگے سے جو خبر انہیں سننے کو ملی تھی ان کو دہلنے پر مجبور کرنے کے لیے کافی تھی۔۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو پاکیزہ۔ ہمیں تو کسی نے کچھ نہیں بتایا۔ ہو سکتا ہے تمھیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔! "ارے نہیں بھابی۔ عدیل ہسپتال میں ہی ہے۔ وہاں سب اپنی اتنی ٹینشن میں ہیں۔ آپ لوگوں کو کال کر کے کیا بتاتے بھلا۔۔ پاکیزہ شاہ نے ان کو ساری بات بتادی تھی۔۔انہیں بھی ابھی ہی عدیل نے ان کے بہت اسرار کرنے پر سب کچھ بتایا تھا۔۔ "اچھا تم رکھو فون میں دیکھتی ہوں۔ نوین بیگم نے پریشانی سے کہتے مزید ان کی کوئی بھی بات سنے فون رکھا۔ وہ خود بھی بیٹیوں والی تھیں!! بیٹی کا دکھ کیا ہوتا ہے وہ اچھے سے جانتی تھیں۔!! "کیا ہوا ہے نوین؟ خیریت ہے سب۔ مظہر شاہ نے انہیں پریشان دیکھتے بے ساختہ ہی سوال کیا۔ باقی سب بھی ان کی طرف دیکھتے انہی کے جواب کے منتظر تھے!! "آبان کو گولیاں لگی ہیں! ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کہ خطرے میں ہے ابھی!! کوئی تسلی نہیں دے رہے ڈاکٹرز۔ نوین بیگم نے ان

لوگوں کو پہلے آبان کے بارے میں بتانا مناسب سمجھا۔۔ "اللہ خیر۔ ہمیں تو کسی نے نہیں بتایا۔ سب ہی اپنی جگہوں سے کھڑے ہو چکے تھے۔ نوین شاہ نے بات ہی ایسی بتائی تھی۔ جو بھی تھا آبان خان اس گھر کا داماد تھا۔ اور در فشاں والے معاملے کے بعد تو وہ سب ویسے بھی دل سے آبان خان کے شکر گزار تھے!! اور اس دل سے عزت بھی کرتے تھے۔ ایسے میں اب اس کو یوں اچانک گولیاں لگنا ان سب کے لیے شاک سے کم نہیں تھا۔۔ "اچھا چھوڑیں سب چلیں ہم بھی ہاسپٹل چلتے ہیں۔ آخر کو ہمارا بھی اس گھر سے رشتہِ ہے۔ اور اب اُن کے دکھ میں ہمیں ان کے ساتھ ہونا چاہیئے۔۔ مظہر شاہ نے سمجھداری سے کام لیا تھا۔ باقی سب نے بھی ان کی بات سے اتفاق کیا۔۔ "لیکن صرف یہی نہیں ہوا۔ اور بھی کچھ ہوا ہے۔ اس سے پہلے وہ لوگ آگے قدم بڑھاتے نوین شاہ بول اٹھی تھیں۔ جو بھی تھا انہیں اب سب کو بتانا تو تھا ہی!! "ایک مرتبہ پھر سب کی سوالیہ نظریں نوین بیگم پر گڑھی تھیں!! صرف ایک حدائق ہی تھا جو آرام سے صوفے پر بیٹھا چائے پینے میں مصروف تھا۔ اسے آبان خان سے کوئی غرض ہی نہیں تھی!! اور ویسے بھی وہ بہت تھکا ہوا تھا۔ اب ہاسپٹل جانے کی اس کے اندر بلکل بھی ہمت نہیں تھی!! ماورا بھی اس کے سامنے ہی صوفے پر بیٹھی اپنی سوچوں میں گم تھی!! یہاں کیا چل رہا ہے اُسے کوئی ہوش ہی نہیں

تھا۔۔ "بالاج کی بہن کا ریپ ہوا ہے۔۔ اسے کسی نے اغوا کیا تھا۔ اور پھر ریپ کر کے جنگل میں پھینک دیا۔!! اور یہاں حدائق سمیت سب کے سہی معنوں میں ہوش اڑے تھے۔ حدائق نے ایک جھٹکے سے گردن موڑتے نوین بیگم کی طرف دیکھا۔ چائے اس کے ہاتھ سے چھلکتے ہاتھ پر گر چکی تھی۔ گرم چائے سے تھوڑا بہت اس کا ہاتھ جل بھی گیا تھا۔۔ "تمھیں پتہ ہے تم کیا بول رہی ہو؟ مظہر شاہ نے بے یقینی سے ان سے استفسار کیا۔ یہ بات ہی اتنی بڑی تھی کہ کسی کے لیے بھی یقین کرنا مشکل تھا۔ "ہاں مجھے تو جو پاکیزہ نے بتایا ہے وہی بتا رہی ہوں۔ عدیل ہاسپٹل میں ہی ہے۔ خان فیملی کے ساتھ۔ نوین شاہ نے پختہ لہجے میں کہا۔ "لیکن بالاج کی تو دو بہنیں ہیں۔ کونسی والی کا ریپ ہوا ہے؟ یہ سوال کرنے والی سائرہ شاہ تھیں!! حدائق بھی صوفے سے کھڑا ہوتے نوین بیگم کی طرف آ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ جو نام اس کے ذہن میں ہے وہ نوین بیگم کی زبان سے ادا نا ہو۔ اس وقت اس کے دل نے شدّت سے دُعا کی تھی۔ لیکن شاید یہ قبولیت کا وقت نہیں تھا۔!! "فائزہ وہ جو ڈاکٹر ہے۔ اس کا ہوا ہے!! نوین بیگم نے دھیمے سے جواب دیا۔ لیکن ان کے جواب پر کسی کی سانسیں سینے میں اٹک چکی تھیں!! ایک لمحے کے لیے دل کی دھڑکن جیسے رک گئی تھی۔ حدائق شاہ اچانک ہی کھڑے کھڑے جیسے لڑکھڑا گیا تھا۔ اس کے چہرے کا رنگ

لٹھے کی مانند سفید ہو گیا تھا۔ جیسے کسی نے اچانک ہی خون کی ایک ایک بوند کو بڑی بے دردی سے جسم سے نکال لیا ہو۔ ایک لمحے کے لیے جسم حرکت کرنا چھوڑ چکا تھا۔!!

"ک۔۔ کس کا نام لیا ہے تائی امی آپ نے؟ اسے اپنے کانوں پر رتی برابر بھروسہ نہیں تھا۔ ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ اسے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔ اس کے ماتھے پر پسینے کی ننھی ننھی بوندیں نمایاں ہونے لگی تھیں۔ حدائق شاہ اپنی پوری زندگی میں پہلی مرتبہ بولتے ہوئے لڑکھڑایا تھا۔ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے اس نے دوبارہ کنفرم کرنا چاہا۔ لیکن بدقسمتی سے دوبارہ بھی وہی جواب آیا تھا جو پہلے تھا۔۔!! نوین شاہ نے اپنی بات پر مہر لگاتے اسے جیسے بے جان کر دیا تھا۔۔ ابھی تو دل میں محبت کا جذبہ اُبھرنے لگا تھا۔ ابھی تو فائزہ خان نے اس کے دل میں اپنے لیے جگہ بنائی تھی۔ اس نے تو کچھ کیا بھی نہیں تھا۔ بس خاموشی سے آکر اس کے دل کی سب سے اونچی مسند پر بیٹھ چکی تھی۔ حدائق شاہ نے بھی دل سے اسے اپنے لیے تسلیم کر بھی لیا تھا۔ لیکن اچانک دل کی دنیا پلٹ گئی تھی!! اس کی محبت کو اس سے پہلے کوئی اور چھو گیا تھا۔۔ اور وہ۔۔ وہ کچھ بھی نہیں کر سکا تھا۔

حدائق نے خاموشی سے انجان نظر سے سب کو دیکھتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ اس کا دل ٹوٹ رہا تھا۔ اور چھن کی آواز باہر تک آرہی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کے

دل کے حال سے کوئی بھی اور واقف ہو۔اس لیے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا گیا۔۔ پیچھے سب ارے ارے کرتے اسے بلاتے ہی رہ گئے۔ لیکن وہ سن ہی کب رہا تھا؟اس کا دماغ اور کان تو جیسے سائیں سائیں کر رہے تھے۔ سپاٹ چہرے کے ساتھ اپنی گاڑی میں بیٹھتے اس نے ہسپتال کے راستے پر گاڑی نکالی۔اسے خود دیکھ کر ایک مرتبہ کنفرم کرنا تھا۔ابھی تک وہ خود کو اس بات کا یقین نہیں دل سکا تھا۔۔

حدائق شاہ کی گاڑی ہسپتال کے سامنے آکر رکی۔ گاڑی روکتے ہی وہ آندھی طوفان کی طرف گاڑی سے نکلا تھا۔۔ تقریباً بھاگتے ہوئے اس نے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے!!کاریڈور میں پہنچتے اس کے قدم رکے تھے۔خان فیملی کے سبھی لوگ کاریڈار میں چیئرز پر بیٹھے تھے۔ کوئی رو رہا تھا تو کوئی شکستہ حالت میں دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔۔"عدیل جو ابھی ہی تھوڑی دیر کے لیے بیٹھا کرسی پر بیٹھا تھا حدائق کو دیکھتے واپس سے کھڑا ہوا۔ سارے دن کا تھکا ہارا وہ ابھی ہی کرسی پر دو گھڑی کے لیے بیٹھا تھا لیکن حدائق کو دیکھتے اس نے پھر سے اپنے قدم اس کی طرف بڑھائے!! حدائق اکیلا کیوں آیا ہے وہ یہی سوچ رہا تھا۔!!"تو یہاں کیا کر رہا ہے؟اور ماموو غیرہ کو نہیں لآیا ساتھ؟؟اس

کے پاس جاتے عدیل نے سوال داغا۔ "عدیل وہ سب جھوٹ بول رہے ہیں۔ مجھے خدا اتنی بڑی آزمائش میں نہیں ڈال سکتا۔ تو کہہ دے پلیز کہ سب کو غلط فہمی ہوئی ہے!! حدائق نے اپنی لرزتی آواز پر قابو پاتے عدیل کو دونوں بازو سے پکڑتے کہا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کا دل خوف سے سکڑتا جا رہا تھا۔۔ "کیا کہہ رہا ہے تو؟ کون جھوٹ بول رہا ہے؟ عدیل نے نا سمجھی سے پوچھا۔ اسے سمجھ ہی نہیں آئی تھی کہ حدائق شاہ کس بارے میں بات کر رہا ہے!! "ف۔۔ فائزہ کو ک۔۔ کیا ہوا ہے؟ حدائق نے اٹکتے اٹکتے اس سے پوچھا۔ وہ کسی صورت خود پر قابو نہیں پا سکتا تھا۔۔ "اور یہاں عدیل کو ساری بات سمجھ میں آگئی تھی۔ وہ تو خود ایک عاشق تھا۔ کیسے کسی اور کو نہ سمجھتا؟ حدائق کی سرخ آنکھیں، لرزتا بدن، اٹکتے الفاظ، ہوائیاں اڑا چہرہ اسے بہت کچھ سمجھا رہا تھا۔۔ "حدائق حوصلہ رکھ۔ اللہ نے کچھ بہتر ہی سوچا ہو گا۔ عدیل نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے سمجھانا چاہا۔۔ لیکن حدائق فوراً ہی اس کا ہاتھ جھٹک گیا تھا۔ اسے تسلیوں کی ضرورت نہیں تھی۔ اُسے بس کوئی ایک مرتبہ یہ کہہ دیتا کہ فائزہ بلکل ٹھیک ہے!! اور حدائق شاہ کو جیسے زندگی کی نئی نوید مل جانی تھی!! "تو مجھے یہ بتا کہ یہ جو سب لوگ کہہ رہے ہیں۔ یہ جھوٹ بول رہے ہیں نہ؟ فائزہ بلکل ٹھیک ہے نہ؟ "یہ سب لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں

حدائق۔مان لے تو بھی اس بات کو۔فائزہ کے ساتھ یہی سب کچھ ہونا تھا۔جو ہو گیا ہے۔ تو یا میں ہم میں سے کوئی بھی کچھ نہیں کر سکا۔!! عدیل نے اس بات پر مہر لگاتے آخری اُمید بھی ختم کر دی تھی۔اُمید کا آخری سرا بھی اس کے ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا۔اب شک کی کوئی گنجائش ہی نہیں تھی۔سب کچھ ہی اس کی آنکھوں کے سامنے تھا۔۔وہ لوگ باقی سب سے تھوڑا ہٹ کر کھڑے تھے۔اسی لیے کوئی بھی ان کی باتیں نہیں سن سکتا تھا۔ ویسے بھی ہر کوئی اپنے غم میں ملوث تھا۔سب ہی ایک دوسرے سے نظریں چراتے پھر رہے تھے۔بیٹھے بیٹھے آج کی تاریخ میں ان لوگوں پر یہ قیامت گزر جائے گی ان سب میں سے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔!! حدائق کی آنکھیں اچانک ہی بنجر نظر آنے لگی تھیں۔ اس کے چہرے سے واضح اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ اس وقت ضبط کی انتہا پر ہے!! اسے لگ رہا تھا کہ اس کے سینے سے خون رس رہا ہو!! "کس نے کیا یہ؟ حدائق نے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے سپاٹ سے لہجے میں پوچھا۔۔"عدیل کو بے ساختہ ہی اس پر ترس سا آرہا تھا۔وہ جانتا تھا کہ مقابل بہت مشکل اپنے آنسوؤں پر کنٹرول کر کے کھڑا ہے۔یہ اس کے بار بار ہونٹ کاٹنے اور اس کے سرخ چہرے سے ہی پتہ چل رہا تھا۔ "یہ سب بعد کی بات ہے۔ابھی کے لیے فائزہ کی زندگی امپورٹنٹ ہے۔ڈاکٹرز جواب

دے چکے ہیں۔ وہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ فائزہ خود ہی کوئی رسپانس نہیں دے پا رہی۔ اس کے دماغ نے جیسے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ صرف چند سانسیں ہیں جو چل رہی ہیں!! تو زیادہ بہتر ہے تو دعا کر اس کے لیے ابھی۔۔ عدیل نے عقلمندی سے کام لیتے کہا۔۔ "اسے کچھ نہیں ہو سکتا سنا تو نے۔ اُسے زندہ رہنا ہو گا میرے لیے!! ایک مرتبہ میرے ساتھ زیادتی ہی چکی ہے۔ مزید اپنے ساتھ کوئی ناانصافی میں برداشت نہیں کروں گا۔۔!! حدائق آگے بڑھتے اس کے گریبان کو تھامتے ہوئے غرایا۔ مقابل کیسے اس کی محبت کے لیے ایسے لفظ استعمال کر سکتا تھا! اس کے گریبان کو جھٹکا دے کر چھوڑتے حدائق شاہ نے اپنے قدم پیچھے کی جانب بڑھائے!!

عدیل لڑکھڑا کر اپنی جگہ سے دو قدم پیچھے ہوا تھا۔ اس وقت وہ حدائق کو کچھ کہنے کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ جو کچھ آج اسے پتہ چلا تھا۔ اسے حدائق کے لیے ہمدردی محسوس ہو رہی تھی!! مرد تو اپنی پسندیدہ عورت کی طرف کسی کو دیکھنے بھی نہیں دیتا۔ وہ خود بھی رائنا کے لیے اتنا ہی پاگل تھا۔ کسی کی نظر تو کیا وہ کسی کے منہ سے رائنا کا نام بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔ اور پھر حدائق شاہ کی پسندیدہ عورت کی تو عزت ہی لوٹ لی گئی تھی۔ اس کی عورت کو کوئی غیر مرد ہر طریقے سے چھو چکا تھا۔ حدائق شاہ کا صبر تھا کہ وہ ابھی تک خود پر

قابو کیے کھڑا تھا۔۔ وہ سہی کہہ رہا تھا۔ واقعی میں اس کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی!! عدیل نے سوچتے بے ساختہ ہی ہر لڑکی کی عزت سلامت رہنے کی دعا کی!! ریپ کیسز میں ایک لڑکی کی عزت تو جاتی ہی جاتی ہے۔ لیکن ساتھ میں اس کے گھر کے مردوں کا غرور اور فخر بھی چھین لیا جاتا ہے!! ابھی بھی برہان خان کے جھکے کندھے اس بات کے گواہ تھے کہ برہان خان اپنی برسوں کی کمائی ہوئی عزت کھو چکے تھے۔ ان کا فخر خاک میں مل چکا تھا۔۔ عدیل نے سوچتے ترحم بھری نظروں سے برہان خان کو دیکھا۔۔ اگلے ہی لمحے وہ بھی واپس سے اپنی جگہ پر آ کر کھڑا ہو چکا تھا۔ اب اس کی نظریں اپنے سامنے بیٹھی روتی ہوئی رائنا پر تھیں۔۔ رو رو کر اس کی آنکھیں سوج چکی تھیں۔ کوئی ایک لمحے کے لیے بھی کوریڈور سے نہیں ہلا تھا۔ ورنہ عدیل شاہ کم سے کم اسے چپ ہی کروا دیتا۔ سب کے سامنے تو اب وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ جبکہ رائنا کو تو کسی عدیل کا ہوش ہی نہیں تھا۔!! عدیل کو کب سے اس کے آنسوں دیکھ دیکھ کر جھنجھلاہٹ ہونے لگی تھی۔ مقابل ان دو گھنٹوں میں دو سو کلو آنسوں بہا چکی تھی!! اب تو اس نے عدیل کی نظروں کی تپش پر بھی اپنا چہرہ اٹھا کر اسے نہیں دیکھا تھا۔۔ وہ بس رونے کے شغل میں مصروف تھی!!

"اکیلے ملے یہ پھر بتاتا ہوں۔ جتنے آنسوں بہا رہی ہو ایک ایک کا حساب لوں گا۔ اپنے دل

میں رائنا سے مخاطب ہوتے اس نے اپنی نظریں دوسری طرف کیں!! ورنہ مقابل کو دیکھ دیکھ کر اس نے ایسے ہی جلتے کڑتے رہنا تھا۔۔

قسط نمبر: 37

حدائق شاہ ہسپتال سے نکلتے اپنی گاڑی میں آکر بیٹھا۔اس کا دل پھٹنے کو ہو رہا تھا۔۔دائیں ہاتھ سے اپنے سینے کو رب کرتے اس نے گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگائی۔چند لمحوں کا کھیل تھا اور اس کی دنیا اجڑ گئی تھی۔حدائق شاہ کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ زندگی اس کے ساتھ یوں بھی دغا کرے گی!!اس کی آنکھوں سے آنسوں نکلتے گالوں پر بہہ رہے تھے۔شاید ہی وہ زندگی میں اپنے باپ کے مرنے کے بعد دوسری مرتبہ رو رہا تھا۔۔باہر قہر برساتی سردی پڑ رہی تھی۔ٹھنڈی یخ ہوائیں چلتی ہڈیوں کو چیرنے کے دم پر تھیں۔جتنی شدت سے آج بارش ہوئی تھی اسی شدت کے ساتھ اب ہوائیں چل رہی تھیں!! حدائق شاہ سیٹ سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے مسلسل آنسوں بہاتے ہوئے اپنے دل اور دماغ میں پنتی جنگ سے لڑ رہا تھا۔پہلے تو جو ہوا سو ہوا۔لیکن اب بھی اس کی آزمائش ختم نہیں ہوئی تھی۔اب بھی اس کی محبت آئی سی یو میں اپنی زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی

تھی۔ اگر اُسے کچھ ہو گیا تو۔۔۔ حدائق شاہ نے سوچتے ہی بے ساختہ نفی میں سر ہلایا۔ وہ ایسا کچھ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ پہلے تو اُسے صرف لگتا تھا کہ تھوڑی بہت پسند یا محبت ہو گی اسے فائزہ کے ساتھ۔ لیکن آج اس پر آشکار ہوا تھا کہ فائزہ خان اسے ہر انسان، ہر چیز سے زیادہ اپنی زندگی میں عزیز ہے۔ اگر اسے تھوڑی بہت پسند ہوتی تو کبھی وہ اب یہاں گاڑی میں بیٹھا اس کیلئے آنسوں نا بہا رہا ہوتا۔۔ دور کہیں سے فجر کی اذانوں کی آواز سنتے حدائق نے سیٹ سے ٹیک ہٹائی۔ اپنے آنسوں صاف کرتے وہ ابھی گاڑی سٹارٹ کرتا کہ۔۔ "اللہ اکبر اللہ اکبر" کے الفاظ اپنے کانوں میں سنتے اس نے ہارتے ہوئے اپنا سر اسٹیئرنگ سے ٹکایا۔ اور پھر اس کی ہچکیاں پوری گاڑی میں گونجنے لگی تھیں۔ اذان کی آواز مسلسل اسکے کانوں میں پڑ رہی تھی۔ وہ دل ہی دل میں اذان کا جواب بھی دے رہا تھا۔ لیکن جیسے جیسے وہ اذان سن رہا تھا۔ ویسے ویسے اس کا دل خون کے آنسوں رو رہا تھا۔ وہ صبر کرنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ خدا کی رضا میں راضی رہے۔ لیکن وہ بشر تھا۔ گنہگار بشر! صبر کرنا کتنا مشکل کام ہے کوئی اس وقت حدائق شاہ سے پوچھتا۔۔ اسٹیئرنگ سے اپنا سر ٹکائے وہ اذان کے دوران روتا ہی رہا تھا۔ اذان کے ختم ہونے پر وہ اپنی بھیگی آنکھیں صاف کرتے سیدھا ہوا۔ لیکن آنکھیں تو جیسے خشک ہونے کو تیار ہی نہیں تھیں!! حدائق نے اگنیشن میں چابی

گھماتے گاڑی سٹارٹ کی۔ اس کی گاڑی کا رخ مسجد کی جانب تھا۔ فجر کی ازانیں ہو چکی تھیں۔ اسے فجر کی نماز ادا کرنی تھی!! تقریباً پانچ منٹ کی دوری پر ہی مسجد واقع تھی۔

حدائق شاہ مسجد کے آگے گاڑی روکتے باہر نکلا۔ نمازیوں کی آر جار ہو رہی تھی۔ بہت" سے لوگ فجر کی نماز ادا کرنے مسجد میں داخل ہو رہے تھے۔۔ حدائق نے بھی شکستہ سے قدم مسجد کے اندر بڑھائے۔۔ وضو کرتے وہ صف پر آ کر کھڑا ہوا۔ اس سب کے دوران بھی اس کی آنکھیں ایک سیکنڈ کے لیے بھی خشک نہیں ہوئی تھیں۔ شاید یہ وہی دل کا غبار تھا جو وہ لوگوں کے آگے نکالنے سے کترا رہا تھا۔ لیکن خدا کے سامنے جیسے وہ اپنا دل کھول کر رکھ چکا تھا۔ بھلا خدا سے کیسا کترانہ؟ کسی شرم؟ وہ نا بھی چاہتا تب بھی خود بخود اس کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔۔ حدائق نے صف پر کھڑے ہوتے نماز کی نیت باندھی۔ اس کے آنسوں نیچے صف پر گر رہے تھے۔ اب تو ہاتھ بھی بندھے تھے وہ اپنے آنسوں صاف بھی نہیں کر سکتا تھا۔۔ سجدے میں جاتے وہ جیسے ہمت ہار رہا تھا۔ لیکن اُسے نماز پڑھنی تھی۔ اپنی عبادت مکمل کرنی تھی۔ اگر خدا کی طرف سے یہ آزمائش تھی۔ تو حدائق شاہ کو یہ آزمائش دل و جان سے قبول تھی۔۔" سامنے تسبیح پڑھتے بزرگ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے۔۔ یہ وہی بزرگ تھے جنہوں نے اس دن اسے سہارا دے کر زمین سے

اٹھایا تھا۔۔!!" حدائق شاہ نے سلام پھیرتے ایک خالی نظر آسمان پر ڈالی۔۔ عبادت مکمل ہو چکی تھی۔ اب وہ وقت آگیا تھا جب وہ بلا جھجھک اپنے دل کا حال خدا کو بتا سکتا تھا۔۔" یا اللہ دیکھیے نا اس کے ساتھ ظلم ہوا ہے اللہ!! تیری معصوم بندی کے ساتھ ظلم ہوا ہے!! آسمان کی طرف دیکھتے حدائق شاہ دل میں اپنے خدا سے مخاطب تھا۔ اس نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتے ایک ہچکی بھری۔ اور پھر وہ اپنے اٹھے ہوئے ہاتھوں پر سر رکھتے بری طرح سسک پڑا تھا۔ گھٹنوں کے بل صف پر بیٹھے وہ ہاتھوں میں سر گرائے بچوں کی طرح بلک رہا تھا۔ سارے دل کا غبار وہ جیسے ابھی ہی نکالنا چاہتا تھا۔ اس کے اِرد گرد لوگ حیرت سے اس شاندار مرد کو نماز میں روتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ اور اب دعا کے وقت بلکتا ہوا دیکھ رہے تھے!! کوئی بھی اسے چپ کروانے آگے نہیں بڑھا تھا۔ بھلا خدا اور بندے کی بات کے درمیان میں ان لوگوں کا کیا کام؟؟" اللہ میں تیری اس آزمائش پر بھی راضی ہوں۔ میں اُن مردوں میں سے نہیں ہوں یارب جو عورت کے کردار پر الزام لگا کر اُسے چھوڑ دیں۔ میں جانتا ہوں یارب تو کسی ایسی عورت کی محبت کو میرے دل میں ڈال ہی نہیں سکتا جس کا کردار صاف نہ ہو۔ اور اگر تو نے میرے دل میں فائزہ کی محبت ڈالی ہے تو یقیناً وہ پاک ہے۔ مجھے پہلے تُجھ پر اور پھر فائزہ پر پورا یقین ہے!! ساری دنیا بھی اس عورت کے خلاف

کھڑی ہو میں حدائق شاہ تیری قسم کھا کر کہتا ہوں ہمیشہ چیخ چیخ کر اس کے کردار کی گواہی دوں گا۔ وہ میرے لیے آج بھی اسی طرح معصوم ہے۔ اُسی طرح پاک ہے۔ فائزہ خان کا میرے دل میں آج بھی وہی مقام ہے۔ مجھے اس آزمائش میں سرخرو کر دے میرے مولا۔ مجھے ہمت دے!!" حدائق شاہ ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے خدا سے مخاطب تھا۔ وہ اپنے دل کی ہر ایک بات خدا سے کر رہا تھا۔ اس کا پورا جسم لرز رہا تھا۔ جبکہ وہ آس پاس کی دنیا سے بیگانہ خدا سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔!!"تیری طرف سے اس آزمائش پر میں راضی ہوں میرے رب۔ لیکن میرے لیے وہ کل کائنات بن چکی ہے۔ اسے میری عمر بھی لگا دے میرے مولا۔ میں تُجھ سے فائزہ خان کی زندگی کی بھیک مانگتا ہوں۔ مجھے خالی ہاتھ نہ لوٹانا۔ میں جانتا ہوں یا اللہ وہ میرے لیے ایک نامحرم ہے اور تو نے ہر نامحرم کو مجھ پر حرام کیا ہے۔ لیکن میرے دل میں اس کی محبت ڈالنے والا بھی تو ہی تھا یا اللہ۔ فائزہ کو ایک نئی زندگی بخش کر میری اس محبت کو حلال کر دے!! میں تُجھ سے بھیک مانگتا ہوں اللہ۔ جیسے ہمیشہ تو نے مجھ ناچیز کو ہر آسائش سے نوازا ہے۔ بلکل ایسے ہی اپنی پاک بندی کو میرے نصیب میں لکھ دے۔ اس کے ساتھ ناانصافی کرنے والوں کو غرق کرنا میرے مولا۔ اور مجھے صبر دے۔ اللہ مجھے صبر دے!!"اپنا سر ہاتھوں سے اٹھاتے وہ

سجدے میں گر پڑا تھا۔ دل تھا کہ کسی صورت ہلکا ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔ ! ! "میں گنہگار ہوں اللہ میں جانتا ہوں۔ ہو سکتا ہے میں اس کے قابل بھی نہ ہو۔ لیکن تو بیشک مجھے اس کے قابل بنا کر اُسے مجھے دے دے۔ اُسے زندگی بخش کر اُسے مجھے دے دے میرے مولا۔ میں وعدہ کرتا ہوں اپنی جان سے بڑھ کر اُس کی حفاظت کروں گا۔ پہلے میں اس کے ساتھ نہیں تھا۔ تبھی دشمن آسانی سے اس تک رسائی حاصل کر گئے۔ لیکن میں اب وعدہ کرتا ہوں اللہ تُجھ سے کہ سرد ہوا کے جھونکے کو بھی اس کے پاس سے گزرنے نہیں دوں گا۔ اسے مجھ پر حلال کر دے اللہ۔ مجھے اس قابل کر دے کہ میں اس کے ہر زخم پر مرہم رکھ سکوں۔ میں کسی انسان سے نہیں مانگ رہا اسے۔ جو مجھے کسی بھی چیز کی دلیل دینی پڑے۔ میں تو اُسے تُجھ سے مانگ رہا ہوں۔ اُس سے جس نے اُسے پیدا کیا ہے۔ یہاں میں اس کے قابل بننے کی تُجھ سے دعا کر سکتا ہوں۔ مجھے کوئی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اُسے ایک نئی زندگی بخش کر میری زندگی میں شامل کر دے مولا۔ بیشک یہ تو ہی کر سکتا ہے ! ! میں لاکھ ہمت والا سہی لیکن اُسے کھونے کی ہمت ابھی بھی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ اور میں جانتا ہوں تو کبھی اپنے بندے پر اس کی برداشت سے زیادہ کا بوجھ نہیں ڈالتا۔ تو مجھ پر بھی اتنا بوجھ نہیں ڈالے گا کہ میری کمر اس بوجھ تلے دب جائے۔ اُسے

لمبی عمر عطا کر دے مولا۔!!" گڑگڑاتے ہوئے خدا سے وہ فائزہ کے لیے لمبی عمر کی دعا کر رہا تھا۔اُسے واقعی کسی بھی اور چیز سے فرق نہیں پڑتا تھا۔اُسے ابھی بھی فائزہ برہان خان ہی چاہیے تھی!! کیونکہ وہ جانتا تھا کہ فائزہ آج بھی پاک ہے۔اس نے نا تو کسی سے کچھ سنا تھا۔اور نہ ہی وہ مزید کچھ بھی سننا چاہتا تھا۔اسے خود سے زیادہ اس عورت پر یقین تھا۔۔ یہاں آنے سے پہلے ایک لمحے کے لیے اس کے دل نے خدا سے شکایت کی تھی۔کہ آخر اس کے ساتھ ہی ایسا کیوں ہونا تھا۔لیکن اگلے ہی لمحے وہ اپنی سوچ کو جھٹک گیا تھا۔خدا سے شکایت کرنے کی اس کی اوقات نہیں تھی۔اسی لیے وہ صبر کرنا چاہتا تھا۔لیکن صبر اتنا آسان ہوتا تو ہر انسان کر لیتا!! سجدے میں گڑگڑاتے وہ مسلسل خدا سے فائزہ خان کی زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ایک صدمہ وہ اپنے دل پر سہہ چکا تھا۔مزید کچھ بھی سہنے کی ہمت اس کے اندر نہیں تھی۔وہ تو پہلے ہی مکمل طور پر ٹوٹ چکا تھا۔۔اس کا دل پھٹنے کو تھا۔لیکن زبان سے شکوہ ادا نہیں ہوا تھا۔بلکہ وہ ہر طرح سے خدا کی رضا میں راضی تھا۔۔ اگر فائزہ نے اس کی زندگی میں ایسے ہی آنا تھا تو وہ اسے ایسے بھی قبول تھی!! کیونکہ حدائق شاہ نے فائزہ کی معصومیت اس کی روح سے محبت کی تھی۔جسم پر تو ابھی تک اس کی نظر بھی نہیں گئی تھی۔۔

اس کے سامنے بیٹھے بزرگ نے مسکراتے ہوئے اُٹھتے اپنے قدم اس کی جانب بڑھائے۔ اسے یہاں بیٹھ کر روتے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا۔۔ صبح کی چاندنی ہر سو پھیلنے لگی تھی۔ تمام لوگ اسے ترحم بھری نظروں سے دیکھتے یہاں سے جا چکے تھے۔ کچھ لوگوں کی تو آنکھوں میں باقاعدہ آنسوں آگئے تھے۔ وہ روہی اس طریقے سے رہا تھا۔ جیسے کوئی چھوٹا بچہ کسی رش بھری جگہ پر اپنی ماں سے کھو گیا ہو۔ اور اتنے انسانوں میں گھبرا کر وہ بری طرح رونے لگے۔ بلکل اسی طرح وہ بھی پہلے دعا کے لیے اٹھے ہوئے ہاتھوں میں سر گرائے اور پھر سجدے میں مسلسل آدھے گھنٹے سے بری طرح رو رہا تھا۔ بزرگ اس کی طرف بڑھتے اس کے پاس ہی صف پر بیٹھے۔ حدائق کے کندھے کو ہلکا سا تھپکتے وہ شفقت سے اسے دیکھ رہے تھے۔ حدائق نے سجدے سے سر اٹھاتے اپنے ساتھ بیٹھے ان بزرگ کو دیکھا۔ انہیں وہ کل بھی دیکھ چکا تھا۔۔ "صبر رکھو بیٹا۔ میں جانتا ہوں یہ وقت تم پر مشکل ہو گا۔ لیکن یاد رکھو ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔ بس زبان سے کبھی ناشکری مت کرنا۔ ورنہ اپنا نقصان کرواؤ گے۔ ہمیشہ شکر کا کلمہ ادا کرنا۔!! بزرگ نے دھیمے سے لہجے میں کہتے اسے بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔۔ "باباجی وہ۔۔ اُسے کچھ ہو نا جائے کہیں۔ میرا دل ڈر رہا

ہے۔اب تو ہسپتال جاتے ہوئے بھی میرا دل ڈر رہا ہے۔۔حدائق نے روتے ہوئے انہیں اپنے دل کا ڈر بتایا۔یہ بزرگ دیکھنے سے ہی کوئی پہنچی ہوئی ہستی معلوم ہو رہے تھے!!"کہا نہ صبر رکھو۔اگر اُسے کچھ ہو بھی گیا تو اللہ نے تمہارے نصیب میں کچھ بہتر ہی لکھا ہو گا۔ یہ سارے فیصلے اسی کے ہیں۔ ہم تو بس گنہگار عاجز بندے ہیں۔ جو اس کی مصلحت کے آگے سر جھکا سکتے ہیں!! حدائق نے ان کی بات پر نفی میں سر ہلایا۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔اسے فائزہ ہی چاہیے تھی۔ وہ اس کے دل کی ضد تھی۔۔ حدائق شاہ فائزہ کے معاملے میں خود کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔"اس کے ساتھ ریپ ہوا ہے۔اس بات پر بھی اس کی محبت اس کے دل میں فائزہ کے لیے عزت اور رتبے میں کمی نہیں آئی تھی!! "آ۔۔آپ دعا کریں پلیز۔آپ تو بہت نیک لگتے ہیں۔آپ دعا کریں خدا سے کہ وہ اسے زندگی بخش دے۔ میں نہیں رہ سکتا اس کے بغیر!! حدائق نے ان کے ہاتھ تھامتے التجا کی تھی۔۔اس کی آنکھیں رو رو کر شدید سرخ ہو چکی تھیں۔آنکھوں کے پپوٹے بری طرح سوج چکے تھے۔ سردی سے اس کا چہرہ خون چھلکانے کو تھا۔لیکن وہ بیٹھا یہاں فائزہ کے لیے گڑگڑا رہا تھا۔اگر کوئی اسے ایسے روتا ہوا دیکھ لیتا تو یقیناً فائزہ کی قسمت پر رشک کرتا۔ جہاں اس کے ساتھ زیادتی ہوئی تھی۔وہیں پر خدا نے اُسے حدائق شاہ جیسا چاہنے والا بھی

نواز دیا تھا۔۔ نیک اور گنہگار تو ہم دیکھتے ہیں بیٹا۔ وہ تو خدا ہے۔ وہ نواز دیتا ہے!! گنہگار ہو چاہے نیک انسان کوئی بھی اس سے مانگے وہ کبھی رد نہیں کرتا۔ تم اتنی دیر سے اس سے کسی کی زندگی کی بھیک مانگ رہے ہو!! وہ بھلا کیسے تمھارا گڑگڑانا رد کر سکتا ہے۔ بزرگ نے اس کے ماتھے پر بکھرے ہوئے بالوں کو پیچھے کرتے اسے بہت محبت سے سمجھایا۔ وہ پہلے بھی یہاں کئی نوجوانوں کو دیکھ چکے تھے!! "آپ سچ کہہ رہے ہیں نہ؟ اُسے کچھ ہو گا تو نہیں۔ حدائق نے ان سے پوچھا۔ وہ جیسے تسلی دے رہے تھے حدائق کے دل میں اُمید کی کرن جاگ رہی تھی۔!! "میں اس معاملے میں کچھ نہیں کہہ سکتا بیٹا۔ یہ سب کچھ تو خدا کو پتہ ہو گا۔ اسی نے سب کے مرنے کا وقت مقرر کیا ہے۔ لیکن کہتے ہیں نا دعائیں تقدیر بدل دیتی ہیں۔ تو بس جا کر دیکھ لو تمہاری تقدیر بدلی ہے کہ نہیں۔ اور ہاں اگر اللہ کچھ چھین لے تو بے صبرے مت ہو جانا۔ کیونکہ جو چھینا ہے وہ تم قطعی بھی اپنے ساتھ نہیں لائے تھے!! بزرگ اسے کہتے اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تھے۔ جبکہ حدائق شاہ کا ذہن تو ان کے الفاظوں میں ہی کہیں اٹک گیا تھا۔ وہ اس "وقت یک ٹک ایک نقطے پر نظریں جمائے ان کے لفظوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

اپنے آنسوں صاف کرتے وہ صف پر سے کھڑا ہوا۔ کافی دیر بیٹھے رہنے سے اس کی کمر اکڑ چکی تھی۔ لیکن اس وقت وہ اپنا درد نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اسے فلحال کسی اور کے درد کی فکر تھی۔ کسی اور کو کھونے کا ڈر تھا۔!! ایک آخری نظر تسبیح میں مشغول بزرگ پر ڈالتے وہ مسجد سے باہر نکلا۔ اس کے آنسوں رک چکے تھے۔ لیکن حالت بگڑی ہوئی تھی!! اپنی گاڑی میں بیٹھتے اس نے گاڑی سٹارٹ کی۔ صبح کا وقت ہو چکا تھا۔ سورج کی کرنیں نظر آنے لگی تھیں۔ حدائق نے اپنی گاڑی کا رخ ہسپتال کی جانب موڑا۔۔!! اس کے جاتے ہی بزرگ نے ایک مسکراتی نظر آسمان پر ڈالتے سچے دل سے اس شخص کے لیے دعا کی تھی۔۔ اگلے ہی لمحے وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے واپس سے اپنی تسبیح میں مشغول ہو گئے تھے۔۔

مظہر شاہ ابھی ہی ہسپتال پہنچے تھے۔ ان کے ساتھ نوین شاہ، سائرہ بیگم، ماہ دیر، اور جمیل صاحب موجود تھے۔ حدائق کے جانے کے بعد وہ لوگ بھی فوراً ہی گھر سے نکل آئے تھے!! جب خان فیملی کے سکھ میں وہ لوگ ایک ساتھ تھے تو دکھ میں بھی ساتھ ہی کھڑا ہونا تھا۔ شاہ ولا کے لوگ بھی سمجھ گئے تھے کہ اتنے دکھ میں ان لوگوں کو اپنی ہوش نہیں

ہونی۔ تو یہ لوگ ان کو کیسے کچھ بتاتے۔ لیکن پھر بھی اب تو پتہ چل ہی گیا تھا سب کو۔ تو اب آنا ان سب کا فرض بنتا تھا۔۔ مظہر شاہ نے گاڑی سے اترتے اپنے قدم ہسپتال کے اندر کی جانب بڑھائے!! نوین شاہ بھی ان کے ساتھ ہی چل رہی تھیں۔ جبکہ سائرہ بیگم اور ماہ دیران سے پچھلی گاڑی میں تھے۔ وہ لوگ ابھی پہنچنے والے تھے بس!!" درفشاں جو ایک طرف کرسی پر نڈھال سی بیٹھی تھی سامنے سے اپنے ماں باپ کو آتے دیکھ اس کی آنکھوں میں موجود آنسوؤں کی رمک گہری ہوئی!! اسے شدت سے اس وقت کسی سہارے کی ضرورت تھی۔ اور کسی نے تو اسے پوچھا بھی نہیں تھا۔ کم از کم اپنی ماں کے سینے سے لپٹ کر ہی وہ انہیں اپنے اوپر بیتی ہر کہانی سنانا چاہتی تھی!! اپنے آنسوں صاف کرتے وہ کرسی سے کھڑی ہوئی!! مظہر شاہ اور نوین بیگم اسی طرف آرہے تھے۔ مظہر شاہ نے نوین بیگم کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔!!" وہ مسکراتے ہوئے ان لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ اتنے دنوں بعد تو اس نے اپنے ماں باپ کو دیکھا تھا۔ جن کی یاد میں وہ گھٹ گھٹ کر مر رہی تھی۔ بھیگی آنکھوں کے ساتھ وہ مسکراتے ہوئے کھڑی تھی!! لیکن اگلے ہی لمحے اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ ساری اُمیدوں پر پانی پھر گیا تھا۔ "نوین بیگم اور مظہر شاہ اس کے بلکل پاس سے گزرتے آگے باقی سب کی جانب بڑھ گئے تھے۔ وہ ایک مرتبہ پھر خالی ہاتھ رہ گئی تھی!!

وہ جانتی تھی کہ مظہر شاہ نے اسے دیکھا ہے۔ نوین بیگم کا تو اسے نہیں پتہ تھا۔ لیکن مظہر شاہ نے اسے لازمی ایک جھلک دیکھا تھا۔۔ لیکن پھر بھی وہ اس کی طرف نہیں آئے تھے۔ کم سے کم آکر سر پر ہاتھ ہی رکھ دیتے درفشاں کے لیے یہ بھی بہت تھا۔ لیکن انہوں نے اس سے بات کرنا تو دور اسے دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا تھا۔ درفشاں نے پیچھے مڑتے اپنے سامنے موجود باقی تمام لوگوں کو دیکھا۔۔ ہر کوئی کسی نا کسی کو تسلی دے رہا تھا۔ سب کے پاس ہی دلاسے دینے کے لیے لوگ موجود تھے!! ایک وہی تھی جو تنہا کھڑی تھی۔ آج اسے اپنی آغوش میں چھپانے والا خود اپنی زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔۔ اور وہ۔۔۔ وہ اکیلی تھی آج۔!! درفشاں واپس سے کرسی پر بیٹھی۔ قطار در قطار آنسوں پھر سے بہنے لگے تھے۔ دل کا بوجھ مزید بڑھ گیا تھا۔۔ آخر کس سے وہ اپنا دکھ بانٹتی۔ کوئی بھی تو اس سے بات کرنے کو تیار نہیں تھا۔ وہ سب اس سے ایسے نظریں چرا رہے تھے جیسے سب کچھ اِس کی وجہ سے ہوا ہو۔۔ درفشاں اس وقت بے بسی کی انتہا پر تھی!! "تم بہت پچھتاؤ گی درفشاں۔ جب میں نہیں ہونگا تب تمھیں پتہ چلے گا آبان خان کیا تھا تمہاری زندگی میں" آبان خان کے لفظ اس کے کانوں میں گونجتے اسے پاگل کرنے کے درپر تھے۔ اس شخص کا کہا ایک ایک لفظ سچ ہو گیا تھا۔ آبان خان نے اسے بددعا تو نہیں دی تھی۔ وہ اسے کبھی

بد دعا دے ہی نہیں سکتا تھا۔اُس نے تو صرف ایک بات کی تھی!! جواب سچ ہو چکی تھی۔ لیکن درفشاں کو یہ حقیقت کانٹوں کی طرح چبھ رہی تھی۔ ٹھیک ہے وہ پچھتا رہی تھی۔ وہ مانتی بھی تھی یہ بات۔!! جب جب اس نے آبان خان کو دھتکارا تھا اس اس لمحے کیلئے اسے شدید پچھتاوا ہو رہا تھا۔ کاش وہ جب میسر تھا تب درفشاں اس کی قدر کر لیتی!! لیکن چیزیں جب میسر ہو تب قدر کہاں کی جاتی ہے! چیز کی اصل قدر تب کی جاتی ہے جب وہ ہم لوگوں سے چھین جائے!! درفشاں نے سوچتے اپنا سر دونوں طرف سے ہاتھوں میں جکڑا۔ واقعی میں آبان خان کے علاوہ اس کا کوئی محافظ، کوئی ہمدرد نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک وہی تھا جو سب کے آگے سب کے سامنے اسے تحفظ دیتا تھا۔ آج وہ اکیلی تھی کوئی اس سے پوچھنے والا نہیں تھا۔۔

ڈاکٹر کو آئی سی یو سے باہر نکلتے دیکھ وہ سب کے ساتھ ہی کھڑی ہوتی ان کی طرف بڑھی۔۔ اس کے کان آبان خان کی صحت یابی کی نوید سننے کے لیے جیسے ترس گئے تھے۔ جبکہ باقی سب کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ ڈاکٹر راحیل کو کسی انجیکشن کے بارے میں بتا رہے تھے۔ دونوں میں سے اب بھی کسی کو بھی ہوش نہیں آیا تھا۔!!"یہ لے آئیں۔اور باقی دعا کریں

آبان کو ہوش آجائے۔ ورنہ وہ کوما میں بھی جا سکتے ہیں۔ آپریشن بہت مشکل تھا۔ پیٹ اور کندھے پر لگی گولی تو ہم نے نکال لی تھی۔ لیکن ایک گولی بلکل دل کے مقام کے پاس لگی تھی۔ اس کی وجہ سے بہت کمپلیکیشنز کا سامنا کرنا پڑا ہے ہمیں۔ تو بس دعا کریں آپ لوگ۔ کہ انہیں ہوش آجائے۔ ورنہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے!! ڈاکٹر ان لوگوں کو ساکت چھوڑ کر واپس سے آگے کی طرف بڑھ گئے تھے!!"راحیل نے مردہ سے قدم ڈسپنسری کی طرح بڑھائے۔ اسے جلد سے جلد یہ انجیکشن لا کر دینا تھا۔ اس کا دماغ بلکل ماؤف ہو چکا تھا۔ ابھی کچھ بھی سوچنے یا سمجھنے کی اس کے اندر ہمت اور صلاحیت دونوں ہی نہیں تھیں۔۔ صرف اس کا ہی نہیں باقی سب کا بھی یہی حال تھا۔ خان ولا کے لوگوں پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ ایک ساتھ گھر کے دو بچوں پر مصیبت آئی تھی۔ اور دونوں ہی زندگی اور موت کی کشمکش میں تھے۔۔

ابھی ڈاکٹر آئی سی یو سے نکلتی اپنے کیبن کی طرف بڑھ ہی رہی تھی کہ درفشاں نے آواز دیتے انہیں روکا۔۔ جی؟ ڈاکٹر نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔۔ باقی سب بھی اسی کی طرف متوجہ ہو چکے تھے!!"ڈاکٹر میں آبان کو دیکھ لوں ایک مرتبہ پلیز!

صرف دور سے ایک مرتبہ دیکھوں گی بس۔۔اپنے آنسوں صاف کرتے اس نے التجا کی تھی!! "سوری میم لیکن ہم ایسے نہیں ملوا سکتے آپ کو اُن سے!! ڈاکٹر نے ہلکا سا مسکراتے سہولت سے انکار کیا۔۔"ایک مرتبہ دور سے دیکھوں گی بس پلیز! صرف ایک مرتبہ مجھے اس کو دیکھنے دیں۔درفشاں ضد پر آگئی تھی۔اسے کسی بھی صورت آبان خان کو دیکھنا ہی تھا۔ورنہ کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ اس کی اپنی سانسیں رک جاتی!!"درفشاں ضد مت کرو ایک مرتبہ منع کر دیا ہے نہ ڈاکٹر نے!" عدیل نے آگے بڑھتے اسے روکنا چاہا۔!!"تمھیں میرے معاملات میں بولنے کی ضرورت نہیں ہے۔درفشاں نے فوراً ہی انگلی اٹھاتے اسے سختی سے وارن کیا۔وہ پہلے ہی اس کا بہت دماغ خراب کر چکا تھا۔اب مزید درفشاں اس کی کوئی بھی بات نہیں سہہ سکتی تھی!! عدیل نے اسے گھورتے واپس سے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی۔اس لڑکی کی زبان سے آخر کون ہی تھا جو واقف نہیں تھا۔۔"ڈاکٹر پلیز! درفشاں نے واپس سے ڈاکٹر کی طرف مڑتے بہت مان سے اس سے دوبارہ التجا کی!!"لے جائیں اسے دور سے دیکھ کر آجائے گی آبان کو!! ابھی ڈاکٹر کچھ بولتی کہ اس سے پہلے ہی رفیق خان بول پڑے تھے!!"آئیں میرے ساتھ۔ڈاکٹر نے ایک گہری سانس بھرتے درفشاں کو اپنے ساتھ آنے کو کہا۔درفشاں لرزتے قدموں سے

ان کے ساتھ ہی آگے کی طرف بڑھی!! وہ اپنے اندر ہمت پیدا کر رہی تھی آبان خان کو بے حس و حرکت بستر پر پڑا دیکھنے کی!! آپ بس یہیں پر کھڑی ہو سکتی ہے۔ ڈاکٹر نے اسے آئی سی یو کے دروازے کے پاس لگی کھڑکی کے پاس کھڑا کرتے کہا۔۔!! درفشاں نے اچھا !! کی صورت میں سر ہلایا۔ اس کے لیے اتنا بھی کافی تھا۔ ڈاکٹر یہاں سے جا چکی تھی

درفشاں نے کھڑکی کے پاس کھڑے ہوتے اندر جھانکا۔ یہاں سے آئی سی یو کے اندر کا" منظر واضح نظر آ رہا تھا۔۔ سامنے ہی وینٹیلیٹر پر آبان خان مختلف مشینوں کے درمیان جکڑا پڑا تھا۔۔ اس کے پیٹ سے لے کر کندھے تک جسم پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔۔ جبکہ دونوں ہاتھوں پر ڈرپ لگی ہوئی تھیں۔ اور وہ خود ہوش و خرد سے بیگانہ نجانے کونسے جہاں میں پہنچا ہوا تھا۔۔ درفشاں نے اسے دیکھتے بے ساختہ ہی اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھی کہ اس کی بری طرح سسکی نکلتی۔ پہلے ہی اسے بہت مشکل سے ڈاکٹر نے یہاں کھڑے ہونے کی اجازت دی تھی!! ذرا سے شور کرنا پر وہ لوگ اسے پھر سے واپس بھیج دیتے۔ جو کہ درفشاں تو بلکل بھی نہیں چاہتی تھی!! کتنی دیر بعد تو آبان خان کا دیدار نصیب ہوا تھا۔ وہ اس موقعے کو گوانا نہیں چاہتی تھی!! اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوں بہہ رہے تھے۔ اپنے منہ پر ہاتھ رکھے وہ بہت مشکل سے اپنی ہچکیوں کو روکے

ہوئے تھی!! وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح آبان خان اٹھ کے اسے گلے سے لگا لے!! جیسے وہ ہمیشہ لگاتا تھا۔ بھلے ہی وہ اس پر غصّہ کر لے درفشاں وہ بھی چپ چاپ سہہ لیتی۔ لیکن اس طرح خاموشی کی مار مت مارے!! صحیح کہتا تھا آبان خان۔"جب میں نہیں ہو نگا تب تم ترسو گی میری قربت کے لیے"۔ وہ واقعی تڑپ رہی تھی۔ آبان خان کا یہ کہا بھی سچ ہو چکا تھا۔۔اس وقت درفشاں کو لگ رہا تھا وہ کسی بھی لمحے زمیں بوس ہو جائے گی۔ بھوک، نقاہت اور پھر ساری رات جاگنے کی وجہ سے اس کا برا حشر ہوا پڑا تھا۔ جبکہ رونے کی اور کچھ ٹھنڈ کی وجہ سے اس کا سر پھٹنے کو تھا۔۔ لیکن وہ یہاں کسے بتاتی کچھ ؟اس کے پاس تو کوئی بھی نہیں تھا جسے سے وہ اپنا درد بیان کر سکتی!! آج اسے سمجھ آ رہی تھی کہ آبان خان کے علاوہ واقعی اس کا پوری دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔ وہ ہوتا تھا تو ہمیشہ اسے سہارا دیتا تھا۔ آج وہ نہیں تھا تو درفشاں بے آسرا تھی!! درفشاں نے اپنی آنکھیں رگڑتے اپنے قدم واپسی کی جانب بڑھائے۔مزید وہ یہاں کھڑی نہیں ہو سکتی تھی۔۔

عدیل شاہ ناشتے کی ٹرے ہاتھ میں لیے برہان خان کی طرف آیا۔ صبح کا وقت ہو چکا تھا۔ کل رات سے سب بھوکے تھے۔ کسی نے ایک نوالہ بھی اپنے حلق سے اُتار کر نہیں دیکھا تھا۔اندر موجود

لوگوں کا غم ایک طرف مگر سب کو اپنی صحت کا بھی خیال رکھنا تھا۔ یہی سوچتے عدیل سب کے لیے ناشتہ لایا۔!!"انکل یہ کھالیں تھوڑاسا۔آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی ورنہ۔ عدیل نے برہان خان کے پاس بیٹھتے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔۔ برہان خان نے اپنی سرخ آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔ وہ ایک ہی دن میں برسوں کے بیمار نظر آنے لگے تھے۔ فائزہ کے ریپ کی خبر جنگل میں لگی آگ کی طرح پھیلتی ہی جارہی تھی۔ صبح سے خان ولا کے لوگوں کے فون بج بج کر تھک چکے تھے!! نجانے پھیلانے والا کون تھا؟؟ لیکن سارے خاندان میں فائزہ کے ساتھ ہوئے حادثے کی خبر پھیل چکی تھی۔ ہر کوئی زخموں پر نمک چھڑکنے کو تیار بیٹھا تھا۔ان لوگوں نے تو تنگ آکر اپنے اپنے فون بھی آف کر دیے تھے!!"بھوک نہیں مجھے۔ تم باقی سب کو کروادو۔ برہان خان نے ایک نظر اسے دیکھتے سہولت سے انکار کیا۔۔ جب تک فائزہ کو ہوش نہیں آنا تھاان کے حلق سے ایک نوالہ بھی نیچے نہیں اُتر سکتا تھا۔۔"انکل لیکن ایسے تو آپ بیمار ہو جائے گیں۔ پلیز کچھ

کھالیں!! عدیل نے ترحم بھری نگاہوں سے انہیں دیکھتے ایک مرتبہ پھر ریکویسٹ کی۔ "میں تھوڑی دیر بعد کھالوں گا۔ تم پہلے عظمیٰ اور بھابی وغیرہ کو کھلاؤ!! اسے ریکویسٹ کرتے دیکھ برہان خان نے ٹالنا مناسب سمجھا۔۔ابھی عدیل کچھ کہتا کہ حدائق شاہ کاریڈور میں داخل ہوتے اس کے ہاتھوں سے ٹرے لے چکا تھا۔۔عدیل سمیت برہان خان نے بھی حیرت سے اسے دیکھا۔۔

جاؤ تم باقی سب کو کھلاؤ۔ میں کرواتا ہوں انکل کو ناشتہ !عدیل کو کہتے حدائق شاہ اس کے " کرسی سے اٹھنے کے انتظار میں تھا۔تاکہ خود بیٹھ سکے!! عدیل کندھے اُچکاتے کرسی سے کھڑا ہوا۔اچھا ہی تھا بھلے حدائق ہی برہان خان کو کچھ کھلا دے۔ لیکن وہ کھالیں بس!! حدائق نے ان کے پاس کرسی پر بیٹھتے خاموشی سے ایک نوالہ بناتے ان کے منہ کے آگے کیا۔۔ "بیٹے میرے حلق سے ایک نوالہ بھی نہیں اُترے گا۔ تم پلیز اسے لے جاؤ یہاں سے!! اپنے آنسوں روکتے برہان خان نے بڑی مشکل اسے انکار کیا تھا۔۔"انکل کچھ نہیں ہوا ہے۔ایک برا خواب سمجھ کر بھول جائیں سب!! میں وعدہ کرتا ہوں آپ سے کچھ نہیں ہوگا۔کچھ بھی نہیں ہوگا۔میرا عقیدہ ہے اس پاک ذات پر۔وہ کبھی فائزہ کو کچھ نہیں ہونے دے گا۔" حدائق نے ان کے پیٹھ رب کرتے انہیں جیسے حوصلہ دینا چاہا۔۔اسے

واقعی میں پورا یقین تھا کہ فائزہ کو کچھ نہیں ہو گا۔!!"تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟ برہان خان نے اپنی آنکھوں میں آئے آنسوں صاف کرتے اس سے پوچھا۔!!"بس یقین ہے خدا پر۔ آپ بھی اچھی اُمید رکھیں۔ دیکھیے گا اُمید اچھی رکھے گیں تو سب اچھا ہو گا۔ حدائق نے ہلکا سا مسکراتے ان سے زیادہ خود کو یہ بات سمجھائی تھی!!اپنی حالت پر وہ کافی حد تک قابو پا چکا تھا۔ اب اسے دوسروں کو سمبھالنا تھا۔۔"اُمید تو پہلے بھی اچھی تھی۔ لیکن دیکھو کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا.!! برہان خان کے آنسوؤں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔۔ "انکل بھول جائیں سب۔ اللہ فائزہ کو بھی اتنی خوشیاں دے گا کہ وہ بھی اپنے سارے غم بھول جائے گی۔ دیکھیے گا آپ ایک دن وہ پھر سے آپ کو ہنستی مسکراتی ملے گی!!"آمین! برہان خان نے اس کی بات پر بے ساختہ ہی آمین بولا۔!!" چلیں اب کھانا ٹھنڈا ہو رہا تھا۔ آپ یہ کھائیں۔ بیٹا سمجھ کر میرے ہی ہاتھ سے کھالیں۔۔ حدائق نے ٹرے میں رکھا نوالہ اٹھاتے پھر سے ان کے منہ کے آگے کیا۔!! برہان خان نے اپنے آنسوں صاف کرتے وہ نوالہ منہ میں رکھ ہی لیا تھا۔ مقابل اتنی محبت سے کھلا رہا تھا۔ اب انہوں نے انکار کرنا مناسب نہیں سمجھا۔!!"بہت شکریہ بیٹا۔ تمہاری باتوں نے دل میں اُمید کی کرن جگادی ہے۔ اب تو بس خدا سے دیا ہے کہ فائزہ کو ہوش آجائے!! برہان خان نے ہلکا سا اس کا

کندھا تھپکتے مشکور دل کے ساتھ کہا۔۔ حدائق نے مسکراتے سر کو خم دیا۔ جبکہ دل میں آمین بولنا وہ بلکل نہیں بھولا تھا۔۔ اپنے ہاتھ سے نوالے بناتے وہ برہان خان کو کھانا کھلا رہا تھا۔ دوسری طرف عدیل بھی باقی سب کے لیے ناشتہ لے آیا تھا۔۔ باقی سب نے بھی زندہ رہنے کے لیے دو چار نوالے حلق سے نیچے اُتار ہی لیے تھے۔ "حدائق برہان خان کو ناشتہ کرواتے ان کے پاس سے کھڑا ہوا۔ صد شکر کے انہوں نے بعد میں بغیر کچھ بھی بولے خاموشی سے ناشتہ کر لیا تھا۔ ابھی وہ ٹرے واپس لے کر جاتا کہ ڈاکٹر کو اس کی طرف آتا دیکھ اس کے قدم رکے !! یہ ڈاکٹر فائزہ کا علاج کر رہی تھی۔ وہ اچھے سے جانتا تھا۔ اسی لیے رک گیا تھا۔۔

برہان خان بھی اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ ان سب کے دلوں میں اس وقت ایک ہی دعا تھی کہ فائزہ کو ہوش آگیا ہو !! ڈاکٹر فائزہ کیسی ہے اب؟ برہان خان نے آگے بڑھتے ان سے سوال کیا۔ حدائق بھی انہی کے ساتھ کھڑا تھا۔ !! "فائزہ کو ہوش آگیا ہے۔ لیکن ابھی وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی۔۔ ڈونٹ وری! اُنہیں بارہ سے تیرہ گھنٹے بعد ہوش آیا ہے۔ ایسے میں یہ سب بہت نارمل ہے۔ کچھ دیر تک تو وہ سب کو پہچاننے میں بھی وقت

لگائے گیں۔ آپ میں سے فلحال کوئی ایک جا کر اُن سے مل سکتا ہے بس!!" ڈاکٹر پروفیشنل لہجے میں کہتی ان سب کی جان میں جان لے آئی تھی!! حدائق شاہ کو ایسے لگ رہا تھا جیسے اسے نئی زندگی کی نوید سنادی گئی ہو۔اس کی دعائیں رد نہیں ہوئی تھیں۔اس کا سجدے میں گڑگڑا کر مانگنا رائیگاں نہیں گیا تھا۔اسے وہ عطا کر دیا گیا تھا جو وہ چاہتا تھا۔ برہان خان نے چھت کی طرف دیکھتے دل میں ڈھیروں خدا کا شکر ادا کیا۔!!"م۔۔میں مل لوں اس سے! ہسپتال آنے کے بعد اب تک کا یہ پہلا جملہ تھا جو عظمیٰ خان کی زبان سے ادا ہوا تھا۔ورنہ تو وہ ایک طرف بیٹھی بس روئے ہی جا رہی تھیں!! برہان خان خود فائزہ سے ملنا چاہتے تھے۔لیکن ڈاکٹر نے ایک کو ہی ملنے کی اجازت دی تھی۔وہ تو پھر صبر کر لیتے لیکن عظمیٰ خان کی حالت بہت خراب لگ رہی تھی!! اس لیے انہوں نے بھی خاموشی سے عظمیٰ بیگم کو ملنے کے لیے جانے دیا۔خود وہ واپس سے کرسی پر بیٹھ گئے تھے!! حدائق شاہ بھی اپنی سرخ آنکھیں رگڑتے واپسی کے لیے قدم بڑھا گیا۔اس نے فائزہ کی صحت یابی کے لیے شکرانے کے نوافل مانگے تھے۔اب وہ نوافل ہی ادا کرنے مسجد جا رہا تھا۔۔

فائزہ خان نے دھیرے دھیرے کرتے بمشکل ہی اپنی دکھتی آنکھیں کھولی۔اس کا دماغ ابھی بلکل بلینک تھا۔ ہسپتال کے کمرے میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑاتے وہ سمجھنے کی کوشش کررہی تھی کہ وہ اس وقت کہاہے!!آئی سی یو سے اسے وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔کیونکہ اب صرف باقاعدگی سے اس کے زخموں کی بینڈ یج ہونی تھی!!اپنی آنکھیں کھولتے ایک لمحے کے لیے اس نے پھر سے اپنی آنکھیں بند کی۔کمرے میں موجود تیز لائٹ کی روشنی اس کی آنکھوں میں بری طرح چبھ رہی تھی۔اتنی دیر تک اندھیرے میں رہنے سے جیسے روشنی اب اس کی آنکھوں کو پسند نہیں آئی تھی!!فائزہ خان نے اپنے ہاتھ کو حرکت دیتے آنکھوں پر رکھنا چاہا۔لیکن فوراًہی کراہتے ہوئے اس نے واپس سے ہاتھ نیچے کیا۔۔اس کے دونوں ہاتھوں پر ڈرپ لگی ہوئی تھی!!ہاتھ اوپر کی طرف کرنے سے اس پر لگی ڈرپ میں موجود بری طرح اس کے ہاتھ میں چبھی تھی!!فائزہ نے اپنے ذہن پر زور دیتے کچھ یاد کرنا چاہا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس کے جسم پر جگہ جگہ پٹیاں اور دونوں ہاتھوں پر ڈرپ آخر کیوں لگی ہوئی ہے!!جبکہ اس کا جسم بھی بری طرح دکھ رہا تھا۔ سر میں الگ درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں!!"میم ہاتھ مت ہلایئے گا اب۔ ورنہ بلینڈنگ سٹارٹ ہو جائے گی!!اسے کراہتے دیکھ وارڈ روم میں موجود نرس نے فوراًاس

کے پاس آتے کہا۔ وہ یہیں پر اس کے پاس موجود تھی!! فائزہ نے ہلکی سی گردن موڑتے انجان نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔!! "م۔۔میں کہا ہوں! اپنے حلق سے بمشکل آواز نکالتے اس نے نرس سے پوچھا۔ کافی چیخنے کی وجہ سے اس کا گلا بیٹھ چکا تھا۔ آواز بہت مشکل سے حلق سے نکل رہی تھی۔ بلکہ ایسا لگتا تھا جیسے اس کا گلا اور آواز دونوں خراب ہو گئی ہو!! "آپ ہاسپٹل میں ہیں۔ کچھ طبیعت ٹھیک نہیں تھی آپ کی تو اس لیے آپ کے گھر والے یہاں لائے ہیں!! نرس نے اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھتے کہا۔ وہ فائزہ کی کنڈیشن کو اچھے سے سمجھ رہی تھی۔ پہلے بھی بہت سے کیسز وہ اس طرح کے دیکھ چکی تھی۔۔ خود بھی ایک عورت ہونے کے ناطے وہ بس فائزہ کی حالت پر افسوس کرتے اس کے لیے دعا ہی کر سکتی تھی!! اسے اس پیاری سی لڑکی پر ترس آرہا تھا جس کی زندگی تباہ ہو چکی تھی!! "ابھی فائزہ مزید کچھ پوچھتی کہ عظمیٰ خان دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئیں۔ فائزہ اور نرس نے دروازہ کھلنے کی آواز پر یکلخت ہی اس جانب گردن موڑتے دیکھا جہاں سے عظمیٰ خان اندر داخل ہو رہی تھیں۔۔ نرس نے انھیں دیکھتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ جبکہ فائزہ واپس سے اپنی آنکھیں موند گئی تھی۔۔ اس کا دماغ جیسے بلکل ماؤف ہوا پڑا تھا۔ کسی کو بھی پہچاننے کی صلاحیت ہی نہیں تھی!! عظمیٰ خان اس کی طرف بڑھتی

اس کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھیں!! اپنی بیٹی کو کبھی اس حال میں وہ دیکھے گیں وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔ اس کا پورا جسم پٹیوں میں لپٹا ہوا تھا۔ جگہ جگہ اس ظالم کی درندگی کے نشان واضح نظر آرہے تھے۔ جن پر اس وقت کوئی دوائی لگائی گئی تھی!! عظمیٰ خان نے اپنے دوپٹے کا پلو منہ پر رکھتے اپنی سسکی روکی۔ وہ درندہ جو کوئی بھی تھا۔ ان کے دل سے اس شخص کے لیے بد دعائیں نکل رہی تھیں۔ جس نے ان کی ہنستی کھیلتی بیٹی کا یہ حال کر دیا تھا۔۔!! عظمیٰ خان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے محبت سے اس کے ماتھے پر بکھرے بال پیچھے کیے۔ فائزہ کے چہرے پر تھپڑ کا نشان دیکھتے جو کہ اب نیلا پڑ چکا تھا، ان کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔!! ان کی نازوں میں پلی بیٹی جسے کبھی ان لوگوں نے کانٹا بھی نہیں چبھنے دیا تھا۔ اس کا ایک شخص نے اتنا برا حال کر دیا تھا کہ وہ اپنی ماں کو بھی نہیں پہچان پا رہی تھی!! "فائزہ بیٹے اِدھر میری طرف دیکھو۔ اس کے ماتھے پر شفقت بھرا بوسا دیتے عظمیٰ خان نے اسے اٹھانا چاہا۔۔ لیکن فائزہ نے اپنی آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔ شاید وہ پھر سے غنودگی میں جا چکی تھی!! عظمیٰ بیگم نے واپس سے کرسی پر بیٹھتے مختلف آیتوں کو پڑھ کر اس کے چہرے پر پھونک ماری۔ اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھے وہ مسلسل کچھ نہ کچھ پڑھ کے اس پر پھونک رہی تھیں۔۔

عظمیٰ خان وارڈ سے نکلتی واپس سے کاریڈار کی طرف آئیں۔ فائزہ کو دوبارہ ہوش نہیں آیا تھا۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وہ غنودگی میں ہے!! تھوڑی دیر بعد خود ہی جاگ جائے گی۔ اسی لیے پھر وہ بھی کچھ دیر اس کے آرام کی غرض سے واپس کاریڈار کی طرف آئیں!! سامنے ہی سب کرسیوں پر پریشان سے بیٹھے تھے۔ آزمائش ابھی بھی پوری نہیں ہوئی تھی۔ آبان خان کی حالت کافی تشویش ناک تھی۔ ڈاکٹرز نے ان لوگوں کو کسی بھی بری خبر کے لیے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔!! سب کی زبانوں پر آبان خان کی زندگی کے لیے دعائیں چل رہی تھیں!! ایک طرف درفشاں نڈھال سی بیٹھی مسلسل خدا سے آبان خان کی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی!! عظمیٰ خان سائرہ بیگم کے ساتھ رکھی خالی کرسی پر جا کر بیٹھی۔ ایک یہی جگہ تھی جو خالی تھی۔ باقی سب کرسیوں پر کوئی نا کوئی بیٹھا ہی تھا۔۔

آگیا ہوش فائزہ کو؟ سائرہ بیگم نے انہیں اپنے ساتھ بیٹھتے دیکھ پوچھا۔ "نہیں دوبارہ سو" گئی ہے۔ ڈاکٹر نے کہا ہے تھوڑی دیر تک جاگ جائے گی۔ عظمیٰ خان نے تسبیح ہاتھ میں لیتے انہیں جواب دیا۔۔ سائرہ خان نے اچھا کی صورت میں سر ہلا دیا تھا۔۔ "ویسے ایک بات ہے۔ ہمت ہے تم لوگوں کی جو اتنی بڑی بات کو آسانی سے جھیل گئے۔ تم لوگوں کی

جگہ کوئی اور ہوتا تو اب تک منہ چھپاتا پھر رہا ہوتا۔!! سائرہ بیگم نے ایک نظر ان کے چہرے کی طرف دیکھتے تمسخراتے لہجے میں کہا۔ وہ زخموں پر نمک چھڑکنے والا کام کر رہی تھیں!! برہان خان جو عظمیٰ بیگم کے ساتھ واپس کرسی پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ ان کی بات سنتے کرسی سے ٹیک چھوڑتے سیدھے ہوئے!! "جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا بھابی۔ اب زیادہ بات کے پیچھے تھوڑی پڑ سکتے ہیں!! عظمیٰ خان نے ضبط سے کہا۔ ان کے دل میں سائرہ بیگم کی بات پر ایک ہوک سی اٹھی تھی!! "ہاں ویسے اچھی بات ہے۔ لیکن اب تم خود دیکھو ہم تو بھول جائے گیں یہ بات۔ لیکن دنیا تھوڑی نا بھولتی ہے۔ اب سارے زمانے کو پتہ چل گیا ہے کہ فائزہ پر پہلے سے کوئی ہاتھ پھیر کر جا چکا ہے!! انہوں نے ایسے کہا تھا جیسے انہیں اس بات کا بہت افسوس ہو۔ لیکن اصل میں انہیں نہ تو اس بات کا کوئی افسوس تھا اور نہ ہی خان ولا کے لوگوں کے لیے دل میں کسی قسم کی ہمدردی۔ یہاں ہسپتال میں بھی وہ صرف اور صرف دادا جی کے کہنے پر آئی تھیں!! ورنہ انہیں کوئی شوق نہیں تھا خان فیملی کے دکھوں میں شرکت کا۔!! "کیسی باتیں کر رہی ہیں یہ آپ۔ میری بیٹی کے ساتھ ناانصافی ہوئی ہے!! وہ مظلوم ہے!! عظمیٰ بیگم شدت گریہ سے دبی دبی آواز میں چیخیں۔ بھلے ہی یہ سچ تھا۔۔ لیکن اپنی بیٹی کے بارے میں وہ ایسے الفاظ بھلا کیسے

سن سکتی تھیں! "لو بھئی یہاں تو جو بھلائی کی بات کرے اسی پر چیخنے لگ جاؤ۔ بی بی کوئی غلط بات نہیں کی میں نے۔ سچ ہی تو کہا ہے۔ اور ویسے بھی جن لڑکیوں پر پہلے سے ہاتھ پھرا ہوا ہو کوئی نہیں آتا انہیں بیاہنے۔ بٹھا کے رکھنا ساری زندگی اس کو اپنے سر پر۔۔!! سائرہ بیگم ان سے ڈبل آواز میں چیخی تھیں۔ باقی سب بھی ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ سب حیرت اور افسوس سے سائرہ بیگم کو دیکھ رہے تھے۔ ان کی بات پر کاریڈار میں ایک لمحے کے لیے سناٹا سا چھا گیا تھا۔۔ "بھابی میں ہاتھ جوڑتی ہوں آپ کے آگے۔ خدا کے لیے میری بیٹی کے بارے میں اس طرح مت کہیں۔ اگر اس کے نصیب میں ہوا تو ضرور ہم اس کی شادی کرے گیں۔ اب جو ہوا بھلا اس میں میری بچی کا کیا قصور! عظمیٰ خان نے روتے ہوئے ان کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ سائرہ بیگم اپنے لفظوں کے تیر چلا رہی تھیں۔ جو سیدھا ان کے دل میں پیوست ہو رہے تھے!! "میرے آگے ہاتھ جوڑنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ اپنی بیٹی کے لچھن ٹھیک کرنے تھے۔ ہمیں کیا پتہ کے اس کا سچ میں ریپ ہوا ہے یا خود ہی اس نے یہ سب کروایا ہو۔ اب مرد کو درندہ بنتے دیر تھوڑی لگتی ہے۔ مجھے سے پوچھ رہی ہیں قصور کیا ہے میری بیٹی کا! ہنہہ!!" تمسخراتے لہجے میں کہتی وہ برہان خان کا جھکا سر مزید جھکا گئی تھیں!! عظمیٰ بیگم نے روتے ہوئے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔

یہ بہت بڑی بات تھی جو سائرہ شاہ اتنی آسانی سے کر گئی تھیں!! "بس کر جاؤ سائرہ۔ یہ کیا طریقہ ہے کسی سے بات کرنے کا۔ نوین شاہ نے سائرہ بیگم کی طرف آتے انہیں خاموش کروانا چاہا۔ وہ خان ولا کے لوگوں کے زخموں کو مزید کرید رہی تھیں۔ ایک تو پہلے ہی وہ لوگ بہت مشکل سے اپنی حالت پر قابو کیے ہوئے تھے اوپر سے سائرہ بیگم کی باتیں! "بھابی میں کچھ غلط تھوڑی بول رہی ہوں۔ صرف اتنا کہا ہے کہ ایسی لڑکیوں کو کوئی بھی نہیں اپناتا۔ دیکھیے گا اب کوئی رشتہِ بھی نہیں ملے گا فائزہ کا۔ ساری زندگی باپ کے گھر پر بیٹھی رہے گی!! اور زمانے بھر میں جو رسوائی ہوئی وہ الگ۔!! عظمیٰ خان کو گھور کر کہتے وہ ابھی بھی باز نہیں آئی تھیں!! جبکہ عظمیٰ خان اور برہان صاحب میں تو ہمت ہی نہیں تھی کہ ان کی کسی بات کا جواب دیں۔ بات کڑوی تھی لیکن وہ سچ ہی تو کہہ رہی تھیں۔ بھلا ایسی لڑکیوں کو کون اپناتا ہے!

حدائق شاہ جو کاریڈار میں تھوڑی دیر پہلے ہی داخل ہوا تھا سائرہ شاہ کی تھوڑی بہت بات" وہ سن چکا تھا۔ اور بہت اچھے سے سمجھ بھی گیا تھا۔ اسے کم از کم اپنی ماں سے ان باتوں کی اُمید نہیں تھی!! حدائق نے خاموشی سے اپنے قدم اپنی ماں کی جانب بڑھائے۔ انہیں خاموش کرنے کے لیے اسے ہی کچھ کرنا تھا۔!! "ماما اُٹھیں یہاں سے چلیں گھر چلتے

ہیں!! حدائق نے ان کی طرف جاتے انہیں بازو سے پکڑتے اٹھایا۔ سائرہ بیگم کے بازو پر اپنی گرفت اس نے نرم ہی رکھی تھی۔ جو بھی تھا وہ اس کی ماں تھیں۔!! "ارے اتنی اچانک تمھیں کیا ہوا ہے جو مجھے گھر لے جانے کی پڑ گئی ہے تمھیں!! سائرہ شاہ نے کرسی سے اُٹھتے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔ "ایسے ہی بس کچھ کام ہے۔ آپ چلیں تو سہی! حدائق انہیں اپنے ساتھ لیتے آگے بڑھ رہا تھا۔۔ سائرہ شاہ اس کی گرفت میں کھینچتی ہی جا رہی تھیں۔ انہوں نے مزید کچھ بھی نہیں پوچھا۔ وہ تو بس حدائق شاہ کی انہیں یہاں سے لے جانے کی جلد بازی دیکھ رہی تھیں!! سائرہ شاہ کو جاتے دیکھ سب نے ہی سکون کا سانس لیا۔ ورنہ تو وہ یہاں بیٹھیں ان سب کے دل بھاری کر رہی تھیں۔۔ بہت کڑوی باتیں تھی جو وہ یہاں بیٹھی کر رہی تھیں۔ سائرہ شاہ خود تو چلی گئی تھیں مگر برہان خان کو ایک نئی سوچ میں گم کر گئی تھیں۔ برہان خان واپس کرسی سی ٹیک لگائے آنکھیں موندے اپنے دماغ میں مسلسل کچھ سوچ رہے تھے۔۔۔

قسط نمبر:38

بالاج خان کی گاڑی خان ولا کے بڑے سے گیٹ کو کراس کر تیکار پورچ میں آکر رکی۔اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے!! وہ آج صبح ہی لندن سے واپس آیا تھا۔پہلے دوستوں کے ساتھ کچھ دیر رہنے کے بعد وہ اب گھر آرہا تھا۔کیونکہ وہ جانتا تھا کہ گھر جا کر کسی نے بھی اس سے بات نہیں کرنی۔سب ہی اس سے بغیر بتائے لندن جانے کی وجہ سے ناراض ہونگے۔۔اس لیے وہ تسلی سے اب گھر آرہا تھا۔۔گاڑی سے اترتے اس نے اپنا بیگ اٹھاتے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔بالاج خان اس وقت بلیک جینز پر وائٹ ٹی شرٹ اور اوپر بلیک ہی جیکٹ پہنے جاذب نظر لگ رہا تھا۔۔لاؤنج میں پہنچتے اس نے اپنا بیگ صوفے ایک طرف پر پھینکا۔اور وہ خود بھی گرنے کے انداز میں صوفے پر لیٹا تھا۔اتنے لمبے سفر کے بعد اب جیسے اس کی بس ہوئی پڑی تھی۔۔خالی لاؤنج دیکھ کر وہ ایک پل کے لیے ٹھٹھکا ضرور تھا لیکن پھر یہ سوچتے کہ سب اپنے اپنے کاموں پر ہونگے وہ تھوڑا ریلکس ہوا۔کیونکہ اس وقت زیادہ تر گھر میں کوئی بھی نہیں ہوتا تھا۔سوائے دو چار لوگوں کے۔باقی سب کام کی غرض سے باہر ہوتے تھے۔بالاج خان نے صوفے سے ٹیک لگاتے اپنی آنکھیں موندی۔اس کے سر میں بھی شدید درد تھا۔کچھ ٹھنڈ اور پھر کچھ تھکاوٹ کی وجہ سے اس کے سر کی رگیں جیسے پھٹنے کو تھیں۔باہر ابھی تک ہوائیں ہی چل رہی تھی!!

کبھی تھوڑی بہت دھوپ آجاتی تو کبھی موسم پھر سے بارش کی پیشنگوئی دیکھاتا۔ صبح سے یہی کچھ چل رہا تھا۔۔۔ "پہلے دادا جی سے مل لیتا ہوں۔ وہ تو کمرے میں ہی ہونگے۔ اپنے ذہن میں خود سے بڑبڑاتے وہ صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ اس کے قدموں کا رخ دادا جی کے کمرے کی جانب تھا۔۔

دا جی کے کمرے کی طرف جاتے اس کے دروازہ کھٹکھٹایا۔ گھر میں موجود نامعلوم خاموشی اسے نجانے کیوں کھٹک رہی تھی!! دروازہ کھٹکھٹاتے وہ اندر سے دا جی کے اجازت ملنے کے انتظار میں تھا۔ تک اندر جا سکے۔ مگر اندر کوئی ہوتا تو دروازہ کھولتا۔۔ دا جی اور زارا بھی کچھ دیر پہلے ہی دلشاد خان کے ساتھ ہسپتال گئے تھے!! اس وقت گھر بلکل خالی تھا۔ سوائے ملازموں کے گھر پر کوئی بھی موجود نہیں تھا۔۔ "پانچ منٹ تک بھی اندر سے کوئی جواب نا ملنے پر بالاج میں آہستہ سے دروازہ کھولا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا تھا۔۔ کمرے کے اندر داخل ہوتے اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ کمرے میں کسی کو بھی نہ پاتے اسے حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ اس وقت زیادہ تر دا جی یا تو لاؤنج میں ہوتے تھے یا پھر اپنے کمرے میں۔ اور اب وہ دونوں ہی جگہ پر موجود نہیں تھے!! ان کے کمرے سے نکلتے وہ واپس سے لاؤنج میں آیا۔ جہاں ایک ملازمہ کھڑی صفائی کر رہی تھی!! "بات سنو! بالاج نے اسے دیکھتے

مخاطب کیا۔ "جی صاحب! ملازمہ کو حیرت ہوئی تھی بالاج کو دیکھ کر۔ اس کی بہن ہسپتال میں تھی اور وہ بے خبر گھر میں پھر رہا تھا۔ "سب گھر والے کہاں ہیں؟ اتنی خاموشی کیوں ہے گھر میں؟ لاؤنج میں رکھی سینٹرل ٹیبل سے پھلوں کی ٹوکری سے سیب اٹھاتے اس نے ملازمہ سے سوال کیا۔ اسے لگ رہا تھا سب گھر والے کہیں گئے ہونگے شاید! "آپ کو نہیں پتہ صاحب؟ ملازمہ نے پھر سے حیرت سے پوچھا۔ اس کی بہن کے ساتھ اتنا بڑا حادثہ ہو گیا اور بالاج خان کو علم ہی نہیں تھا۔ ملازمہ کا حیران ہونا بنتا تھا۔ "سیدھی طرح بتاؤ کیا ہوا ہے۔ اور یہ تمھیں حیرانی کس بات پر ہو رہی ہے؟ بالاج نے کڑے تیور لیے پوچھا۔ وہ ایسے حیران ہو رہی تھی جیسے بالاج نے نجانے اس سے کوئی بہت بڑی بات پوچھ لی ہو! "صاحب وہ سارے گھر والے ہسپتال گئے ہیں۔ ملازمہ نے منمنانے کے سے انداز میں آہستہ سے جواب دیا۔ "کیوں ہسپتال کیوں؟ خبریں تو تم گھر کی ساری رکھتی ہو۔ اب یہ بھی بتا دو سب ہسپتال کیوں گئے ہیں! بالاج نے ابرو اُچکاتے طنزیہ انداز میں کہا۔ وہ مسلسل سیب کھاتے اس سے سوال پر سوال کر رہا تھا۔ ملازمہ تو بس گڑبڑا کر رہ گئی تھی۔ وہ تو اس لمحے کو پچھتا رہی تھی جب وہ لاؤنج میں صفائی کرنے آئی تھی!! "صاحب وہ آبان صاحب ہسپتال میں ہیں۔ انہیں گولیاں لگی ہیں تو اس لیے سبھی ہسپتال

میں گئے ہے۔۔ ملازمہ نے منہ بناتے ابھی بھی اسی طرح جواب دیا تھا۔!! بالاج کا منہ کی طرف جاتا ہاتھ رک چکا تھا۔ اسے لگا تھا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہو۔ آبان خان کو کوئی ایسے ہی گولیاں مار کر چلا جائے یہ سننے میں واقعی تھوڑا عجیب تھا۔ کیونکہ اسے لگتا تھا کہ آبان خان کی کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے!! "کسے گولی لگی ہے؟ اس نے اب کی مرتبہ اپنی ساری توجہ ملازمہ کی طرف کرتے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔ "آبان صاحب کو! ملازمہ کی طرف سے پھر سے وہی جواب آیا تھا۔!! "شٹ! مجھے تو کسی نے کچھ نہیں بتایا.. پھر سے وہی جواب سنتے وہ بس اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔ "صاحب اور بھی کچھ ہوا ہے۔ ملازمہ نے ڈرتے ڈرتے اسے اہم بات بتائی چاہی!! "اور کیا ہوا ہے؟ بالاج نے ایبرواچکاتے سوال کیا۔ اب ایسا کیا تھا جو رہتا تھا۔!! "فائزہ بی بی کو کسی نے اغوا کر لیا تھا۔ اب وہ ملی ہیں تو ہسپتال میں ایڈمٹ ہیں۔ ملازمہ نے تھوک نگلتے اپنی بات مکمل کی!! "تمھیں پتہ ہے تم کیا بکواس کر رہی ہو؟ بالاج سیب زمین پر پھینکتے دھاڑا تھا۔۔ اب تو اسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ لڑکی فضول کی ہانک رہی ہے!! ملازمہ ڈرتے ہوئے اپنی جگہ سے دو قدم پیچھے ہٹی۔ ابھی تو اس نے اصل بات اسے بتائی ہی نہیں تھی۔ اس پر بھی ملازمہ نے شکر ادا کیا تھا کہ اس نے اصل بات نہیں بتائی۔ ورنہ تو شاید بالاج خان اسے جان سے ہی مار

دیتا۔!! "دفعہ ہو جاؤ میری نظروں کے سامنے سے۔ایک ہاتھ کی چٹکی بجاتے اس نے ملازمہ کو جانے کا کہا۔اس کی شکل بالاج خان کو زہر لگ رہی تھی!! ملازمہ شکر ادا کرتے فوراً ہی وہاں سے نو دو گیارہ ہوئی۔

ایک گہری سانس بھرتے بالاج نے اپنی جیب سے فون نکالتے راحیل کا نمبر ملایا۔اگر ایسا کچھ ہوا تھا تو وہ راحیل سے پوچھ لیتا۔۔ تھوڑی دیر کے توقف کے بعد راحیل نے کال اٹھالی تھی۔ وہ اس وقت ہسپتال میں ہی موجود تھا۔۔ "کہاں ہو تم سب! دوسری طرف سے فون اٹینڈ ہوتے دیکھ بالاج خان بنا کوئی غیر ضروری بات کیے سیدھا مدعے پر آیا۔۔ "تمھیں کیا فرق پڑتا ہے۔ تم گھومو پھرو لندن میں! دوسری طرف سے راحیل کی طنزیہ سی آواز ابھری۔ سب سمیت اسے بھی بالاج خان پر بے حد غصّہ تھا۔۔ "بکواس بند کرو۔ باپ نہیں لگتے تم میرے جو طنز کر رہے ہو!! سیدھی طرح جو بات پوچھی ہے اس کا جواب دو!! بالاج جو پہلے ہی تپا ہوا تھا راحیل کی بات پر اس کا پارہ مزید ہائی ہوا۔۔ "اچھا پھر یہ بات بھی اپنے باپ سے ہی پوچھ لے۔ مجھے کال نہ آئے دوبارہ تیری! راحیل کا تو ویسے بھی دماغ گھوما ہوا تھا۔ آبان کی حالت دیکھ دیکھ کر اس کا خون کھول رہا تھا۔ اوپر سے اب بالاج خان کی اکڑ! اسے سناتے وہ فون کٹ کر چکا تھا۔" بالاج نے فون کٹتے دیکھ کان سے

ہٹاتے فون کو گھورا۔۔ جیسے یہ فون نہیں راحیل خان ہو!! آبان خان کے نمبر پر اس نے کال کرنی چاہی۔ لیکن آبان خان کا نمبر بند جا رہا تھا۔ بالاج کو حیرت ہوئی تھی کیونکہ آبان اپنا نمبر عموماً کبھی بھی بند نہیں کرتا تھا۔اب پتہ نہیں کیوں اس کا نمبر آف تھا۔ایک گہری سانس بھرتے اس نے رائنا کے نمبر پر کال ملائی۔ برہان خان کو تو وہ کسی صورت بھی کال نہیں کر سکتا تھا۔۔ دو دفعہ بیل دینے پر رائنا نے کال اٹھالی تھی۔ بالاج نے شکر کا سانس لیا۔ "بچے کہا ہو آپ سب ؟ دوسری طرف سے فون ریسیو ہوتے دیکھ بالاج نے نرمی سے سوال کیا۔ دونوں بہنوں کے ساتھ اس کا لہجہ ایسا ہی ہو جاتا تھا۔!! "بھائی! دوسری طرف سے رائنا اتنا کہتے بری طرح رونے لگی۔ بالاج کی طرف تو اس کا دھیان ابھی ہی گیا تھا۔ اسے تو کچھ پتہ ہی نہیں تھا۔۔ "کیا ہوا بچے ؟؟ رو کیوں رہی ہو؟ اور کہاں ہو تم سب ! بالاج کو اب سہی معنوں میں ٹینشن ہونے لگی تھی۔اس نے ایک ہی سانس میں تین چار سوال ایک ساتھ داغے !! "بھائی وہ آپی ! آپ ہسپتال آجائیں پلیز ! رائنا نے سو سو کرتے اسے ہسپتال آنے کو کہا۔ پوری بات بتانے کی اس کے اندر ہمت نہیں تھی !! "اچھا تم رونا تو بند کرو ہسپتال کا نام بتاؤ مجھے۔ میں ابھی آیا۔ اپنا ماتھا مسلتے اس نے رائنا سے ایڈریس پوچھا۔

اس کا دل کسی انجانے خدشے کے تحت زوروں سے دھڑک رہا تھا۔!! رائنا سے ہسپتال کا نام معلوم ہوتے وہ واپس سے باہر کی طرف بڑھا۔۔اسے جلد سے جلد ہسپتال پہنچنا تھا۔۔

فائزہ خان نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولتے اِرد گرد دیکھا۔اسے دوسری مرتبہ ہوش آیا تھا۔۔پہلی مرتبہ ہوش آنے پر تو اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا تھا۔اس کا دماغ تب بلکل ہی ماؤف تھا۔کچھ بھی سمجھنے یا کسی کو بھی پہچاننے کی اس کے اندر صلاحیت ہی نہیں تھی۔ لیکن اب اسے سب کچھ یاد تھا۔ابھی آنکھیں کھولی ہی تھی اس نے کہ اپنے اوپر بیتا ایک ایک لمحہ اس کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگا تھا۔اسے لگ رہا تھا جیسے ابھی اس وقت بھی اس کے ساتھ وہی سب کچھ ہو رہا ہو جو کچھ لمحوں پہلے ہوا تھا۔۔فائزہ نے اپنا سر اِدھر اُدھر پٹختے جیسے خود کو بچانا چاہا۔دماغ میں وہی منظر گھوم رہا تھا جب حنان لغاری اس پر جھکا تھا۔اپنے ہاتھوں کو ایک جھٹکے سے ڈرپ سے کھینچتے وہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتے بری طرح چیخی تھی!! اچانک ہاتھ کھینچنے سے اسے بری طرح اپنے ہاتھوں میں درد محسوس ہوا تھا۔لیکن یہاں اس وقت اس چھوٹے موٹے درد کی پرواہ کسے تھی؟ڈرپ اس کے ہاتھوں سے اُتر چکی تھی۔ہاتھوں سے سوئی چبھنے کی وجہ سے خون نکلنے لگا تھا۔لیکن وہ اپنے کانوں پر ہاتھ

رکھے سر کو تکیے پر اِدھر اُدھر پٹختے چیختی ہی جا رہی تھی۔۔ شور کی آواز سنتے نرسز تقریباً بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئیں!! وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی باقی مریضوں کو دیکھنے کے لیے دوسرے وارڈ میں گئی تھی۔ لیکن اب یہاں سے شور کی آوازیں سنتے انہیں واپس سے آنا پڑا۔ اندر داخل ہوتے ان دو نرسز نے دونوں طرف سے فائزہ کے ہاتھوں کو پکڑا۔ جن سے خون رس رہا تھا۔۔ "فائزہ نے خوفزدہ ہوتے مزید اونچی آواز سے چیخنا شروع کر دیا تھا۔ نرس سے مستقل اپنے ہاتھوں کو چھڑوانے کی کوشش کرتے وہ اور زیادہ خوفزدہ ہوتے چیخ رہی تھی۔ یہ بلکل ویسے ہی چیخیں تھی جیسی حنان لغاری کی گرفت میں اس کے حلق سے نکل رہی تھیں!! "ڈاکٹر جو فائزہ کا ٹریٹمنٹ کر رہی تھی وہ بھی کمرے میں داخل ہو چکی تھی!! "یہ کیا کر رہی ہو تم؟ ایک نرس کو انجیکشن بھرتے دیکھ ڈاکٹر نے حیرت سے سوال کیا۔ وہ بیہوشی کا انجیکشن بھر رہی تھی۔۔ "ان کو لگانا ہے میم۔ ورنہ یہ ایسے ہی چیختی رہے گیں۔ نرس نے ڈاکٹر کی طرف دیکھتے جواب دیا۔ جبکہ دوسری نرس فائزہ کو سنبھالنے میں مصروف تھی۔ جو سنبھل ہی نہیں رہی تھی۔۔ "پاگل ہو تم! پہلے ہی اسے اتنے ٹائم بعد ہوش آیا ہے۔ باہر جا کر اس کے گھر والوں کو بلا کر لاؤ۔۔ ڈاکٹر نے اس کی عقل پر ماتم کرتے فائزہ کی طرف اپنے قدم بڑھائے!! نرس نے بھی انجیکشن میز پر رکھتے

اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے تھے!!"دیکھیں ریلکس ہو جائے آپ۔ بلکل محفوظ ہیں آپ ہمارے پاس۔۔ڈاکٹر نے فائزہ کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے نرمی سے کہتے اسے ریلکس کرنا چاہا۔۔ لیکن فائزہ اپنے حواسوں میں ہی نہیں لگ رہی تھی۔اس کا دماغ اب بھی کہیں اسی دردناک لمحوں میں اٹکا ہوا تھا۔وہ کسی کی بات سن ہی نہیں رہی تھی!!ڈاکٹر ایک گہری سانس بھرتے اس سے دور ہوئی۔ اسے فائزہ کی حالت دیکھ کر رونا بھی آرہا تھا اور اس نازک سی لڑکی پر ترس بھی۔۔آخر کو وہ خود بھی ایک عورت تھی۔کسی بھی عورت کے لیے ریپ کیا ہوتا ہے وہ بہت اچھے سے جانتی تھی۔۔ایسی عورتیں نازندوں میں رہتی ہیں اور نا ہی مردوں میں۔۔

آپ کی پیشنٹ کو ہوش آگیا ہے۔وہ بہت ہنگامہ کر رہی ہیں۔پلیز آپ میں سے کوئی چل" کر انہیں سمبھالے۔ ہماری کوئی بات نہیں سن رہیں وہ۔۔۔نرس نے باہر کاریڈور میں آتے برہان خان کی طرف دیکھتے کہا۔اتنا تو وہ جانتی تھی کہ فائزہ برہان خان کی بیٹی ہے!! "جی چلیں! برہان خان نے پریشانی سے کہتے نرس کے ساتھ ہی اپنے قدم وارڈ کی جانب بڑھائے!! عظمیٰ خان اور حدائق شاہ بھی انہی کے پیچھے گئے تھے۔حدائق شاہ تھوڑی دیر

پہلے ہی سائرہ شاہ کو گھر چھوڑ کر واپس آگیا تھا۔ ابھی نرس کی بات سنتے وہ خود کو وارڈ کی جانب جانے سے روک نہیں سکا۔ کوئی کیا سوچتا ہے اسے کوئی پرواہ نہیں تھی!؛ باقی سب نے پریشانی سے فائزہ کی خیریت کے لیے دعائیں کی۔ وارڈ کی طرف زیادہ لوگوں کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ اس لیے وہ سب خاموشی سے واپس اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔ آخر کو آبان خان کی پریشانی بھی تھی ان لوگوں پر۔ فائزہ کو تو ہوش آگیا تھا۔ اس کی تو زندگی بچ گئی تھی۔ لیکن آبان خان کا کوئی اتا پتہ نہیں تھا۔ ڈاکٹرز نے ساری بات دعاؤں پر چھوڑ رکھی تھی۔ اپنی طرف سے وہ ہر طرح کا ٹریٹمنٹ کر کے دیکھ چکے تھے۔ باقی جو قسمت کو منظور!

برہان خان وارڈ روم کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئے۔ عظمیٰ خان بھی انہی کے ساتھ موجود تھیں۔ پریشانی ان دونوں کے چہروں پر صاف عیاں تھی۔ سامنے فائزہ کو بری طرح چیختے دیکھ انہوں نے اپنے قدم اس کی جانب بڑھائے!! اس کی آوازیں وارڈ کے باہر تک آرہی تھیں۔ "حدائق شاہ نے دانستہ طور پر اپنے قدم وارڈ کے دروازے پر ہی روک لیے تھے۔۔ دروازے کے ساتھ کھڑا وہ اندر سے آتی دردناک چیخیں واضح سن رہا تھا۔

بیٹا سنبھالو خود کو! برہان خان نے فائزہ کی طرف بڑھتے اس کے دونوں ہاتھوں کو کان" سے ہٹاتے اسے اپنے سینے سے لگایا۔۔ فائزہ کی چیخیں اچانک ہی رکی تھیں۔ کسی اپنے کے ساتھ ہونے کا احساس اس کے رگ وپے میں اترتے اسے تسلی دے گیا تھا۔۔ برہان خان کا چہرہ وہ نہیں دیکھ پائی تھی۔ لیکن اپنے باپ کی خوشبو وہ بہت اچھے سے پہنچانتی تھی!! عظمیٰ خان روتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ چلا رہی تھی۔ جو بہت اُلجھے ہوئے تھے۔ ایسا لگتا تھا صدیوں سے ان کو سلجھانے والا کسی گھنے درخت کی چھاؤں میں جا کر مستقل چین کی نیند سو گیا ہو!! چند لمحوں کا کھیل تھا اور فائزہ خان مرجھا کر رہ گئی تھی!!" بابا آپ بہت دیر سے آئے ہیں بابا! برہان خان کے سینے سے چہرہ اٹھاتے فائزہ نے اپنے چہرے سے ان کے ہاتھ ہٹاتے کہا۔!!" مجھے معاف کر دو میرے بچے۔ میں تمہاری حفاظت نہیں کر سکا۔ برہان خان کی آنکھوں میں آنسوں آگئے تھے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ فائزہ کے آگے جوڑتے اپنے ناکردہ فعل کی معافی مانگی۔۔" بابا آپ کے معافی مانگنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ میرے ساتھ بہت ظلم ہوا ہے بابا۔ وہ بہت ظالم تھا۔ فائزہ نے روتے ہوئے ان کے ہاتھ پکڑتے چیختے ہوئے کہا۔۔ اس کا دل پھٹنے کو تھا۔ اپنے اوپر بیتا ہر دردناک لمحہ اسے

موت کی طرف گھسیٹ رہا تھا۔۔" حدائق شاہ دروازے کے پاس کھڑا اس کی باتیں بہت اچھے سے سن رہا تھا۔ فائزہ کی آوازیں باہر تک آ رہی تھیں!!

میری بیٹی تو بہت بہادر ہے نہ؟ خدا پر یقین رکھو بچے۔ ہر ظالم کے لیے ایک دن عدالت" لگنی ہے۔ برہان خان نے اس کے ہاتھ تھامتے جیسے اسے تسلی دینی چاہی۔ ان کی بچی کی زندگی برباد ہو گئی تھی!! نہیں ہوں میں بہادر بابا۔ نہیں ہوں میں بہادر! اس لفظ سے بھی اب وحشت ہو رہی ہے مجھے۔۔ فائزہ ان سے اپنے ہاتھ چھڑواتے شدید روتے ہوئے پھر سے چیخی!!" بابا دنیا زیادہ ظالم ہے۔ مجھے لگتا تھا میں ہر چٹان کا مقابلہ کر سکتی ہوں لیکن ایسا نہیں ہے بابا۔ عورت ہمیشہ سے کمزور رہی ہے۔ عورت کمزور تھی، کمزور ہے اور ہمیشہ کمزور ہی رہے گی!! فائزہ ہزیانی انداز میں چیختی ہی جا رہی تھی۔ وہ اپنے دل میں چھپا درد لفظوں کی صورت میں باہر نکال رہی تھی۔۔ وارڈ روم میں کھڑا ہر شخص اس کی حالت دیکھتے رونے لگا تھا۔۔ وہ چیخ ہی اس طرح رہی تھی کہ سب کی آنکھوں میں ناچاہتے ہوئے بھی آنسوں آ رہے تھے۔ اونچی آواز سے روتے ہوئے وہ ان سب کو بھی اپنے ساتھ ہی رلا رہی تھی۔۔" باہر دروازے کے پاس کھڑے حدائق شاہ کا بھی حال ان سے مختلف نہیں

تھا۔ دروازے کے ساتھ دیوار سے اپنا سر ٹکائے وہ خاموشی سے آنسوں بہا رہا تھا۔۔ اس کی آنکھیں بند جبکہ کان مکمل طور پر فائزہ کی طرف متوجہ تھے۔

"چپ کر جاؤ فائزہ۔ خدا کے لیے چپ کر جاؤ۔۔ عظمیٰ خان نے دوپٹے کے پلو سے اپنی آنکھیں رگڑتے فائزہ کو خاموش رہنے کو کہا۔ "میں کیوں چپ کروں ماما۔۔ آپ کو نہیں پتہ کیا ہوا ہے میرے ساتھ؟ ماما وہ۔۔ وہ نوچ رہا تھا مجھے۔" عظمیٰ خان کی طرف دیکھ کر کہتے اس نے برہان خان کی طرف دیکھا۔ "سچ میں بابا اس نے یہاں یہاں ہر جگہ اپنی درندگی دکھائی ہے۔ برہان خان کو اپنے ہاتھ پاؤں چہرہ دیکھاتے وہ بزیانی سے انداز میں چیختی ہی جا رہی تھی۔۔ وہ برہان خان کو اپنے زخم شدہ بازو اور چہرے پر موجود نیل کے نشان دکھا رہی تھی!! برہان خان نے روتے ہوئے اس کے ہاتھوں سے پکڑتے پھر سے اپنے سینے سے لگانا چاہا۔ ان کی زبان تو جیسے تالو سے چپک چکی تھی۔ کچھ بھی بولنے کی ہمت نہیں تھی ان کے اندر۔ جبکہ عظمیٰ خان تو روتے ہوئے وارڈ سے ہی باہر نکل گئی تھیں۔۔ فائزہ کی باتیں سنتے وہ جیسے ہمت ہار رہی تھی جو کہ بہت مشکل سے انہوں نے اپنے اندر جمع کی تھی۔!! "بابا اس نے مجھے یہاں چھوا، یہاں، اور م۔۔ میں چیخ رہی تھی بابا تو ا۔۔ اس

نے تھپڑ ہاں تھپڑ بھی مارا تھا۔ میرا قصور کیا تھا بابا۔" فائزہ مسلسل بولتے انہیں اپنے اوپر بیتی کہانی سنا رہی تھی۔ برہان خان کا دل پھٹنے کو تھا۔ "میرا قصور صرف اتنا تھا بابا کہ میں لڑکی تھی! فائزہ نے روتے ہوئے کہتے ان کے سینے سے سر ٹکایا۔۔ برہان خان روتے ہوئے اس کی کمر رب کرتے جیسے ایسے حوصلہ دینے کی کوشش کر رہے تھے!؛ جبکہ فائزہ تو دوبارہ سے بیہوش ہونے کو تھی۔ چیخ چیخ کر اس کا گلا بری طرح دکھ رہا تھا۔ آواز نے حلق سے نکلنے سے جیسے انکار کر دیا تھا۔ وہ خود بھی اب بہت تھک چکی۔ خود سے، اس دنیا سے، اور سب سے زیادہ زندہ رہنے سے۔۔ اس کی آواز آنا بند ہو چکی تھی۔ اب وہ صرف خاموشی سے آنسوں بہا رہی تھی۔ برہان خان کے سینے سے اپنا سر ٹکائے وہ درد کی آخری حد پر تھی!! خود تو وہ خاموش ہو گئی تھی لیکن وہاں کھڑے لوگوں کو ایک نئی آزمائش میں ڈال گئی تھی۔ برہان خان کا ضبط تھا جو وہ ان حالات کا ڈٹ کر سامنا کر رہے تھے۔ انہیں لگ رہا تھا کہ خدا نے اس آزمائش کے لیے انہیں ایک نئی ہمت دی ہے۔ ورنہ ان کے اندر اس قدر ہمت بلکل بھی نہیں تھی۔

باہر کھڑا حدائق شاہ ابھی بھی دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے آنسوں بہا رہا تھا۔ خدا گواہ تھا کہ وہ تو اس آزمائش کے لیے بلکل بھی تیار نہیں تھا۔ اصل ظلم تو قسمت نے اس

شخص کے ساتھ کیا تھا۔۔اس کی ہمت اس کی طاقت سے بڑھ کر اسے آزمایا جا رہا تھا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ جس عورت کو وہ اپنی روح میں بسائے گا اُس کے ساتھ یہ سب کچھ ہوا ہو گا۔

مجھے سونا ہے بابا۔اور اتنا سونا ہے کہ یہ دنیا ختم ہونے تک آنکھ نہ کھول سکوں۔ میں آپ" پر بوجھ بننے سے پہلے منوں مٹی تلے سونا چاہتی ہوں۔تاکہ آپ مزید تکلیف نا سہیں۔اور میری بھی اس عذاب سے جان چھوٹے۔ میرا دل پھٹ رہا ہے بابا۔ میرا جگر چھلنی ہو گیا ہے۔آپ کی لاڈلی اجڑ گئی ہے بابا۔" کچھ دیر خاموشی کے بعد فائزہ کی دھیمی سی آواز نکلی۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ کھوئے کھوئے ذہن کے ساتھ بڑبڑا رہی ہو۔۔" برہان خان نے بے ساختہ ہی تکلیف سے اپنی آنکھیں موندی۔اسی چیز کے لیے انہیں زیادہ ڈر لگ رہا تھا۔جو لوگ مرنے پر راضی ہو جائیں پھر انہیں زندہ رہنے کے لیے کوئی بھی فورس نہیں کر سکتا۔۔فائزہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال لگ رہا تھا۔۔اپنے سینے پر فائزہ کی بھاری ہوتی سانسیں محسوس کرتے برہان خان نے اسے نرمی سے خود سے الگ کرتے تکیے پر لٹایا۔ وہ روتے ہوئے اپنے لب نرمی سے اس کے بالوں پر رکھ گئے تھے۔۔فائزہ خان پھر سے سکون کی

وادیوں میں جا چکی تھی۔اس کا دماغ اتنا زیادہ بوجھ برداشت کرنے سے قاصر تھا۔وہ پھر سے اس حالت میں جا چکی تھی جس میں اسے فلحال کے لیے سکون میسر تھا۔۔ڈاکٹرز اور نرس پہلے ہی کمرے سے نکلتے باہر جا چکی تھیں۔اب کمرے میں صرف برہان خان اور فائزہ ہی موجود تھی!! فائزہ کو تکیے پر صحیح سے سیٹ کرتے برہان خان نے بھی اپنے شکستہ سے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔وہ دیوار کا سہارا لے کر چل رہے تھے۔جبکہ آنکھیں مسلسل برس رہی تھیں۔۔

حدائق شاہ برہان خان کو باہر کی طرف آتے دیکھ دیوار سے ٹیک ہٹاتے ایک سائڈ پر ہوا۔۔ وہ دیوار کی اوٹ میں اس طرح چھپ گیا تھا کہ کمرے سے نکلتے برہان خان اسے دیکھ ہی نہیں سکتے تھے۔۔اگر دیکھ بھی لیتے تو کچھ نہیں ہونا تھا۔انہیں کون سا اس وقت کسی بھی چیز کی پرواہ تھی! برہان خان کو کمرے سے نکلتے آگے کی طرف بڑھتے دیکھ حدائق نے اپنے قدم وارڈ روم کے اندر کی جانب بڑھائے۔۔اس کا ارادہ بس ایک جھلک فائزہ کو دیکھنے کو تھا۔اتنا اندازہ تو اسے ہو ہی گیا تھا کہ فائزہ خان دوبارہ بیہوش ہو چکی ہے!! "اندر کی طرف بڑھتے وہ بیڈ کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔فائزہ بے سود نیند کی وادیوں میں گم کسی چھوٹی

سی بچی کی مانند لگ رہی تھی!! حدائق شاہ بنا پلکیں جھپکائے مسلسل اس کے چہرے کی طرف دیکھتے جیسے اپنی بنجر آنکھوں کی پیاس بجھا رہا تھا۔۔ابھی وہ اس عورت کی چھونے کے قابل نہیں تھا۔ اسے اجازت نہیں تھی ابھی اس عورت کو چھونے کی۔ لیکن دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ اسے دیکھنے پر بھی مجبور تھا۔۔ فائزہ کے چہرے پر موجود نیلا تھپڑ کا نشان دیکھتے حدائق شاہ نے سختی سے اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے۔ اتنا تو طے تھا کہ جس نے بھی فائزہ کے ساتھ یہ سب کچھ کیا تھا حدائق شاہ نے اسے اتنے دردناک طریقے سے ٹارچر کرنا تھا کہ وہ زندوں میں رہتا اور نا ہی مردوں میں!!"صرف ایک مرتبہ میری دسترس میں آجاؤ فائزہ خان۔ وعدہ کرتا ہوں تمھارا ہر دکھ ہر غم خود میں سمیٹ لوں گا۔ تمھیں پہلے سے زیادہ مضبوط نہ بنا دیا تو میرا نام بھی حدائق شاہ نہیں۔ تمہارے ساتھ زیادتی کرنے والوں کو تمہارے سامنے اتنی دردناک موت دوں گا۔ کہ تمہارے ہر دکھ اور غم کا ازالہ ہو جائے گا۔ یہ وعدہ ہے تم سے حدائق شاہ کا"۔۔ تھوڑا سا نیچے کی طرف جھکتے حدائق شاہ نے فائزہ خان کے کان میں سرگوشی کی!! وہ جانتا تھا کہ فائزہ اسے سن نہیں پائی ہو گی لیکن پھر بھی وہ بول رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسوں لیے وہ لہجے میں چٹانوں سی سختی کے ساتھ اس سے وعدہ کر چکا تھا۔۔ حدائق شاہ ابھی بھی اس پر تھوڑا

جھک کر کھڑا تھا۔ وہ نزدیک سے اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے ایک آنسوں نکلتا فائزہ کے چہرے پر گرا۔ حدائق شاہ گڑبڑاتے ہوئے فوراً ہی سیدھا ہوا۔ اسے ڈر تھا کہیں فائزہ کی نیند میں خلل نا پڑ جائے۔ وہ آنسوں کی بوند ابھی تک فائزہ کے گال پر موجود تھی۔۔ حدائق شاہ ہونٹ کاٹتے ہوئے اس ایک بوند کو دیکھ رہا تھا۔ جو فائزہ کے گال پر جاتے اٹک ہی گئی تھی۔ پہلے اس نے سوچا تھا کہ اپنے ہاتھ سے صاف کر دے۔ لیکن پھر فوراً ہی اپنے دماغ سے یہ سوچ جھٹک گیا۔ وہ نکاح سے پہلے اسے چھونا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔ ایک گہری سانس بھرتے حدائق شاہ نے اپنے آنسوں صاف کیے۔ سیدھا کھڑے ہوتے وہ ایک آخری نظر فائزہ کے چہرے پر ڈالتے وارڈ روم سے نکلتا چلا گیا تھا۔۔

اس کے باہر جاتے ہی فائزہ خان نے اپنی آنکھیں کھولتے ایک نظر دروازے کی طرف" دیکھا۔ اپنے گال پر موجود آنسوں کی وہ ایک بوند وہ اپنے انگوٹھے سے صاف کر گئی تھی۔۔ اس کی خود کی آنکھوں سے آنسوں روانہ تھے۔ حدائق شاہ کی کہی بات وہ سن چکی تھی!! ایک آخری نظرم دروازے کی طرف ڈالتے اس نے واپس سے اپنی آنکھیں موندی۔ حدائق شاہ کی کی گئی سرگوشی اس کے کانوں میں مسلسل گونج رہی تھی۔ لیکن وہ نااُمید تھی۔ اور ہر مرد سے خوفزدہ بھی۔ کسی سے شادی کرنا تو دور وہ اب کسی مرد سے بات

کرنے کرنے کا حوصلہ بھی اپنے اندر نہیں رکھ پا رہی تھی۔۔ حدائق شاہ کے بھی کمرے میں ہوتے ہوئے وہ چیخنا چاہتی تھی چلانا چاہتی تھی۔ لیکن اس کے حلق سے آواز تک نکلنے سے انکاری تھی!! چیخ چیخ کر اس کا گلا بیٹھ چکا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اب ساری زندگی بول نہیں پائے گی۔ اپنے جسم کو صدیوں سے ایک ہی تکلیف میں جکڑا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ ہاتھوں سے خون رستا بھی وہ بخوبی محسوس کر رہی تھی۔ اپنے غموں میں کوئی بھی اس کے ہاتھوں پر دھیان نہیں دے پایا تھا۔ جن سے ڈرپ کی وجہ سے خون آ رہا تھا۔۔ وہ خود بھی اس تکلیف کو بھلائے ہوئے تھی!! جب زندگی نے بڑے بڑے درد دکھائے ہو تب ان چھوٹے موٹے زخموں کی پرواہ کوئی بھی نہیں کرتا۔ وہ بھی نہیں کر رہی تھی۔ یا شاید وہ کر ہی نہیں پا رہی تھی!! اپنے جسم کو وہ حرکت دینا چاہتی تھی۔ لیکن جسم حرکت کرنے سے انکاری تھا۔ نجانے کیسے وہ تھوڑی دیر پہلے اپنے باپ کے سامنے ہمت کر کے چیخ پڑی تھی۔۔ اسے اپنے جسم پر کسی کے حرکت کرتے ہونٹ بخوبی محسوس ہو رہے تھے۔ وہ کسی طرح اس لمس سے اپنا پیچھا چھڑوانا چاہتی تھی۔ جو کسی سانپ کی طرح اس کے جسم پر لوٹتے اسے خوفزدہ کیے ہوئے تھا۔ آنکھوں سے آنسوں بہاتے وہ چت لیٹی چھت کی طرف دیکھتے مسلسل کچھ نا کچھ سوچ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ظلم ہوا تھا اور اس ظلم میں

اس کا جسم کام کرنے سے انکاری ہو گیا تھا۔۔اس کی آنکھوں سے آنسوں بہتے تکیے میں جذب ہو رہے تھے۔

بالاج خان کی گاڑی ہاسپٹل کے آگے آتے رکی۔رائنا خان نے جو اسے ایڈریس بتایا تھا وہ اسی ایڈریس پر آیا تھا۔اس کے دل میں مسلسل ایک ہی دعا چل رہی تھی کہ سب کچھ ٹھیک ہو۔کچھ بھی بہت برا نہ ہوا ہو! ابھی وہ آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ اسے زاویار کی گاڑی اپنی گاڑی کے پاس ہی رکتی نظر آئی۔۔فرنٹ مرر سے وہ اشنا کو دیکھ چکا تھا۔۔اسے دیکھ کر ہی بالاج کے قدم رکے تھے۔۔زاویار بھی بالاج کو دیکھ چکا تھا۔اس نے گاڑی سے باہر نکلتے اس کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔اشنا بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔اشنا کی آنکھیں متورم تھیں۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ رو کر آئی ہو!! زاویار شاہ بالاج کی طرف جاتے اس سے بغل گیر ہوا۔بالاج نے بھی خوشدلی سے اس سے مصافحہ کیا تھا۔زاویار کے ساتھ کبھی اس کی ان بن ہوئی ہی نہیں تھی!! "کیسی ہو! اشنا کے سر پر ہاتھ رکھتے اس نے خوشدلی سے پوچھا۔ابھی تک تو وہ اتنے ریلکس موڈ میں رہتے اشنا اور زاویار دونوں کو ہی حیران کر رہا تھا۔۔"بالاج بھائی میں بلکل ٹھیک ہوں۔آپ ٹھیک ہیں نہ؟ اشنا نے حیرانی سے سوال

کیا۔ "ہاں مجھے کیا ہونا ہے۔ شکر ہے اللہ کا۔ بالاج نے ہلکا سا مسکراتے جواب دیا۔ اشنا کو نجانے کیوں شک سا پڑا تھا کہ بالاج کو فائزہ کے بارے میں کچھ بھی نہیں پتہ۔۔ وہ لوگ خود بھی آج صبح ہی سویٹزرلینڈ سے واپس آئے تھے۔ جانتے تو وہ دونوں بھی کچھ نہیں تھے۔ لیکن سائرہ بیگم نے گھر جاتے ہی سب سے پہلا کام جو کیا تھا وہ یہی تھا کہ زاویار اور اشنا کو ایک کی چار کر کے بتائی تھی۔ زاویار تو یہاں آنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ لیکن پھر اشنا کو بری طرح روتے دیکھ اور اس کی ضد پر اسے اشنا کو یہاں لانا ہی پڑا۔ اور پھر خود بھی وہ درفشاں سے ملنا چاہتا تھا۔ اس لیے اشنا کو ساتھ لیے وہ ہسپتال آیا تھا۔۔ "چلو اندر چلتے ہیں۔ بالاج نے زاویار سے کہتے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ اشنا نے الجھن بھرے انداز میں زاویار کو دیکھا۔ یا تو ان لوگوں کو غلط خبر دی گئی تھی یا پھر بالاج واقعی کچھ نہیں جانتا تھا۔۔ زاویار بھی محض کندھے اُچکاتے اندر کی جانب بڑھا۔ اسے کوئی غرض ہی نہیں تھی بالاج کچھ جانتا ہے یا نہیں!! اشنا بھی اسی کے ساتھ اندر کی جانب بڑھی۔

بالاج خان کاریڈور میں داخل ہوتے پریشانی سے اپنی ماں کی طرف بڑھا۔ اس کی سب سے پہلی نظر ہی عظمیٰ خان پر گئی تھی۔ جو کرسی پر بیٹھی بری طرح رو رہی تھیں۔ ان کے ساتھ

نوین شاہ اور عزرا خان بھی موجود تھیں جو کب سے انہیں چپ کروا رہی تھیں۔۔ "ماما کیا ہوا ہے۔ ایسے کیوں رو رہی ہیں آپ! بالاج خان ان کی طرف جاتے کرسی کے پاس ہی گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھتے پوچھا۔۔ "دفعہ ہو جاؤ بالاج یہاں سے۔ کیسے بھائی ہو تم! عظمیٰ خان بالاج کو

دیکھتے ہی بھڑک اٹھی تھیں۔ اپنے ہاتھ بالاج کی گرفت سے آزاد کرواتے انہوں نے دبی دبی آواز میں چیختے ہوئے کہا۔ "ماما ہوا کیا ہے۔ کوئی بتائے گا مجھے؟ بالاج نے نا سمجھی سے پوچھا۔ اسے ابھی تک کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہا تھا۔۔

ریپ ہوا ہے تمہاری بہن کا۔ مر رہی ہے وہ اندر۔ سن لیا تم نے!! عظمیٰ خان شدت" گریہ سے پھر سے چیخ کے کہتے بالاج خان کو ساکت کر گئی تھیں۔ کچھ لمحوں تک تو وہ عظمیٰ خان کی بات کو سمجھ ہی نہیں پایا تھا۔۔ برہان خان ایک طرف بیٹھے جھکے ہوئے کندھوں کے ساتھ بالاج خان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے سوچا ہوا تھا کہ بالاج سے کبھی بات نہیں کرے گیں۔ لیکن یہ وقت ہی ایسا تھا کہ سب کو ایک دوسرے کے دکھ سکھ کا ساتھی بننا تھا۔ نا کہ ایک دوسرے سے ناراض رہنا تھا۔ اگر وہ باپ تھے تو بالاج بھی بھائی تھا فائزہ کا۔ یہ خبر سن کے جو حال ان کا ہوا تھا وہ جانتے تھے کہ بالاج کا بھی کچھ ایسا ہی حال

ہو گا۔۔ "آ۔۔آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی ماما۔ف۔۔فائزہ کے ساتھ یہ! اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے اس نے بہت مشکل سے حلق سے آواز نکالتے کہا۔ جو انکشاف عظمیٰ بیگم نے اس پر کیا تھا وہ اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکالنے کے لیے کافی تھا۔ "راحیل نے آگے بڑھتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ لاکھ چھوٹی موٹی لڑائیاں سہی وہ سب ہی ایک دوسرے کو بھائی مانتے تھے۔ "سمبھال خود کو۔ جو ہونا تھا ہو گیا ہے۔اب آگے کچھ برا نہ ہو اس کے لیے تُجھے ہمت کرنی ہے!! اس کے کندھے کو تھپکتے راحیل خان نے اسے اپنی طرف سے حوصلہ دیا تھا۔ "کس نے کیا یہ سب؟ اور تم سارے کہاں تھے اس ٹائم؟ بالاج نے زمین سے کھڑے ہوتے راحیل کی طرف دیکھتے سرد لہجے میں پوچھا۔۔اسے وہ شخص اپنے سامنے چاہیے تھا بس ایک مرتبہ!! "پتہ نہیں میں وہاں تھا ہی نہیں۔ آبان کو پتہ ہے اس کے بارے میں بس!! راحیل نے کندھے اُچکاتے صاف جھوٹ بولا تھا۔ اصل میں تو وہ بھی عدیل شاہ کی طرح مجبور تھا۔ آبان خان نے دونوں سے ایک ساتھ ہی وعدہ لیا تھا۔ انہیں آبان کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔ "فائزہ کہاں ہے؟ اپنی پچھلی گردن رب کرتے بالاج نے اب فائزہ کے بارے میں پوچھا۔۔ "وارڈ میں ہے۔ ہوش آیا تھا اُسے۔ لیکن ٹینشن زیادہ لینے کی وجہ سے دوبارہ بیہوش ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر نے کہا اب بہتر ہے وہ۔

شام تک ڈسچارج کر دے گیں۔!! راحیل نے تفصیل سے اسے فائزہ کے بارے میں بتایا۔"اور آبان؟ بالاج خان کو آبان کا خیال تو ابھی ہی آیا تھا۔اس نے بے ساختہ ہی آبان کے بارے میں پوچھا۔۔"کچھ نہیں کہہ رہے ڈاکٹرز۔دعاؤں پر ہے سب۔ابھی تک بہت مشکل ہی سانس لے رہا ہے وہ۔کتنا مشکل تھا آبان خان کے بارے میں کسی کو یہ سب کہنا کوئی راحیل خان سے پوچھتا۔۔اب تو آنسوں بھی رو رو کر خشک ہو چکے تھے۔یہاں موجود ہر شخص کی آنکھیں سرخ تھیں۔سب پر ایک ہی غم گزرا تھا۔۔بالاج نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے اپنے قدم برہان خان کی جانب بڑھائے۔ایک وہی تھا جس کی آنکھیں تو سرخ ہوئی تھیں۔لیکن وہ رویا نہیں تھا۔اس کی نظر میں مرد کا رونا جیسے حرام تھا۔تو پھر وہ بھی تو ایک مرد تھا۔بھلا وہ کیسے رو سکتا تھا؟"ہمت رکھیں بابا۔فائزہ کے ساتھ جو کچھ بھی ہوا وہ اس کی قسمت میں ہو گا۔آپ ہی ایسے روئے گیں تو فائزہ کو کون ہمت دے گا بھلا؟؟ بالاج نے برہان خان کی طرف جاتے ان کے آنسوں صاف کرتے کہا۔برہان خان کے رونے میں اضافہ ہوا تھا۔اب انہیں لگ رہا تھا کہ ان کا بھی کوئی سہارا ہے۔کوئی ہے جو ان کے بعد ان کی بیٹیوں کو سمبھال لے گا۔جب تک بالاج نہیں تھا ان کے کندھے جھکے ہی ہوئے تھے۔بالاج کی اٹھی ہوئی گردن انہیں ایک آسرا دے گئی تھی!!

اتنی بڑی خبر سن کر بھی بالاج خان کی گردن نہیں جھکی تھی۔ وہ اسی طرح تھا جیسے یہ خبر سننے سے پہلے تھا۔۔ "بابا ایسے مت روئیں آپ پلیز! انہیں مزید روتے دیکھ بالاج خان نے ان کے پاس ہی کرسی پر بیٹھتے انہیں اپنے گلے سے لگاتے کہا۔ سب ہی رو رہے تھے یہاں۔ کوئی ایسا بھی تو ہونا چاہیے تھا نا جو تسلی رکھے۔ اپنے غم کو دل میں چھپا کر باقی سب کو حوصلہ دے سکے۔ بالاج خان یہی کر رہا تھا۔ برہان خان نے اپنے آنسوں صاف کرتے بالاج کی پیٹھ کو تھپکا۔۔ "جاؤ فائزہ سے مل لو۔ آہستہ سے بالاج خان کو کہتے وہ اس سے دور ہوئے۔ بالاج بھی اچھا کی صورت میں سر کو ہلاتے کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ ابھی وہ آگے قدم بڑھانے ہی لگا تھا کہ برہان خان کی بات نے اسے رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔ "جب تک اپنی بہن کے گنہگاروں کو موت کے تختے پر نا چڑھا دو تب تک گھر میں قدم مت رکھنا۔!! سختی سے کہتے وہ کرسی سے ٹیک لگاتے اپنی آنکھیں موند گئے تھے!!" بے فکر رہیں بابا۔ میرا وعدہ ہے آپ سے جب تک فائزہ کا بدلہ نہیں لوں گا تب تک گھر نہیں آؤں گا۔ چاہے اس میں میری اپنی ہی جان کیوں نہ چلی جائے۔۔ برہان خان کی طرف مڑ کر سرد لہجے میں کہتے وہ وارڈ کی جانب بڑھ گیا تھا۔

جبکہ برہان خان کے دل میں مسلسل کچھ نا کچھ چل رہا تھا۔ وہ کوئی فیصلہ کرنا چاہتے تھے لیکن کر نہیں پا رہے تھے۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ جو وہ سوچ رہے ہیں اس بات کو دوسروں پر کیسے آشکار کریں۔ بات ہی کچھ ایسی تھی۔۔

درفشاں خان زاویار شاہ کو اندر داخل ہوتے دیکھ اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔ ماں باپ نہیں ملے تھے تو کیا۔ اپنے بھائی پر اسے یقین تھا کہ وہ اسے کبھی تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔ اور وہ غلط بھی نہیں تھی!! زاویار شاہ سب کو نظر انداز کیے پریشانی سے سب سے پہلے اسی کی طرف بڑھا تھا۔۔ درفشاں کی طرف جاتے زاویار نے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔ اس کی بہن کا کیا سے کیا حشر ہوا پڑا تھا۔۔ کہاں وہ اپنے کپڑوں پر ایک ذرہ بھی مٹی کا نہ لگنے دینے والی کہاں کیچڑ سے لت پت کپڑوں میں ملبوس چادر اچھے سے اپنے وجود پر کور کیے کھڑی تھی۔ اسے اس حلیے میں دیکھتے بے ساختہ ہی زاویار کے دل میں ایک ٹیس سی اُٹھی تھی!! درفشاں اس کے سینے سے لگی بے آواز روئے ہی جا رہی تھی۔ "کیسی ہو؟ اسے نرمی سے خود سے الگ کرتے زاویار نے نرمی سے پوچھا۔ "میں ٹھیک نہیں ہوں بھائی۔ وہ آبان۔۔ درفشاں نے روتے ہوئے اسے آدھی ادھوری بات کی۔ ابھی تو کوئی ملا تھا جسے وہ کھل کر اپنے دل کا

حال بتا سکتی تھی۔ ورنہ تو وہ اپنے اندر ہی ہر بات رکھے گھٹ گھٹ کر مر رہی تھی۔۔ "کچھ نہیں ہو گا اُسے۔ ہم سب کی دعائیں ہیں اسکے ساتھ۔ تم ہمت رکھو۔ رونا مت اب۔!! زاویار نے اس کے آنسوں صاف کرتے اسے تنبیہ کی۔ لیکن درفشاں کے بس میں ہی کہا تھا کہ وہ اپنے آنسوں روک سکتی۔۔ "بھائی آپ سچ کہہ رہے ہیں نہ۔۔ کچھ ہو گا تو نہیں آبان کو؟ درفشاں نے جیسے اس سے کنفرم کرنا چاہا۔ اُسے بس کسی طرح تسلی چاہیے تھی کہ آبان خان کو کچھ نا ہو۔!! زاویار شاہ تھوڑا حیران ہوا تھا۔ کل تک جو درفشاں آبان خان سے دور بھاگ رہی تھی آج اسی درفشاں نے اس شخص کے لیے رو رو کر اپنا برا حشر کیا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں کچھ زیادہ ہی سوجی ہوئی تھیں۔ "ہاں تم صبر کرو۔ اور دعا کرو بس۔ کچھ نہیں ہو گا اُسے۔ ایسے ہی تھوڑی میری اتنی پیاری بہن کو چھوڑ کر چلا جائے گا وہ۔ اپنی حیرت پر قابو پاتے اس نے تھوڑی شرارت سے کہا۔۔ درفشاں روتے روتے ہلکا سا مسکرا دی تھی۔ "کھانا کھایا ہے تم نے؟ نجانے کس خدشے کے تحت زاویار نے اس سے کھانے کا پوچھا۔ درفشاں نے آہستہ سے نفی میں سر ہلا دیا تھا۔۔ اس نے واقعی کل صبح کا ناشتہ کیا ہوا تھا بس۔ اس کے بعد اب تک اس نے پانی بھی نہیں پیا تھا۔ جس طرح وہ اپنے قدموں پر کھڑی تھی یہ تو درفشاں ہی جانتی تھی۔!! "بیٹھو اِدھر میں کھانا لاتا ہوں۔ اور تم لازمی

کھاؤ گی۔ اسے کرسی پر بٹھاتے زاویار نے اس کا نفی میں ہلتا سر دیکھتے سختی سے کہا۔ "در فشاں بھی خاموشی سے بیٹھ گئی تھی۔ اسے خود بھی کھانے کی بہت ضرورت تھی۔ بھوک سے وہ جیسے نڈھال ہوئی پڑی تھی!! زاویار نے ایک نظر عظمیٰ خان کے ساتھ کھڑی اشنا پر ڈالتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔۔

برہان خان اپنے دماغ میں مسلسل مختلف باتیں سوچتے بالآخر ایک فیصلے پر پہنچے تھے۔ انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر ہی یہ فیصلہ کیا تھا۔ انہیں لگتا تھا کہ ان کے اس فیصلے سے سب کی ہی زندگی سنور جائے گی۔ فائزہ کو اس وقت کوئی ایسا چاہیے تھا جو اسے سمبھال سکے۔ اس کے غموں کو بانٹ سکے۔ اور برہان خان اچھے سے جانتے تھے کہ وہ شخص کون ہو گا۔ بس اب کسی بھی طرح انہیں یہ شخص کو راضی کرنا تھا۔ تاکہ وہ ان کی بیٹی کو اپنا سکے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ابھی فائزہ پر بہت سی باتیں اٹھنی ہیں۔ سارے خاندان میں تو یہ بات پھیل ہی چکی تھی۔ اور ہر کسی نے اس بات کو اپنے نظریے سے دیکھا ہو گا۔ کوئی فائزہ پر الزام لگا رہا ہو گا تو کسی کو اس پر ترس آ رہا ہو گا۔ لیکن باتیں سب نے ہی کرنی تھی۔۔ بہلے انہوں نے کچھ ایسا سوچا بھی نہیں تھا لیکن اب جب سے سائرہ بیگم باتیں کر کے گئی تھیں

اور پھر فائزہ کی حالت دیکھتے وہ یہ سب سوچنے پر مجبور ہو رہے تھے۔۔ابھی تو صرف ایک سائرہ شاہ نے ہی باتیں کی تھیں جو ان کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہوئی تھیں۔آگے ساری دنیا کی باتیں وہ بھلا کیسے سنتے۔۔وہ چاہتے تھے کہ فائزہ کا نکاح اس شخص سے کروا دیں۔تاکہ وہ اس کی طرف اٹھتی ہر انگلی کو کاٹ سکے۔کوئی بھی ان کی بیٹی کے کردار کے بارے میں بکواس نا کر سکے۔کوئی ایسا شخص ہو جو ان کی بیٹی کو ہر سرد گرم ہوا سے بچا لے۔!!ء تھے تو وہ بھی اس کے باپ۔اپنی بیٹی پر اٹھتی باتوں کے جواب وہ بہت اچھے سے دے سکتے تھے۔۔لیکن جس طرح ایک شوہر اپنی بیوی کی حفاظت کر سکتا ہے۔جس طرح وہ فائزہ کے کردار کی گواہی دے سکتا ہے۔اس طرح وہ نہیں دے سکتے تھے!؛ راحیل خان کی طرف دیکھتے وہ مسلسل یہی کچھ سوچ رہے تھے۔وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح راحیل ان کی بیٹی کو اپنا لے۔فلحال انہیں راحیل سے بہتر آپشن یہاں نظر ہی نہیں آرہا تھا۔۔اس طرح ان کی بیٹی بھی ان کی نظروں کے سامنے ہی رہتی۔آخر کو راحیل سے شادی کے بعد فائزہ نے اسی گھر میں رہنا تھا۔۔بالآخر ایک فیصلے پر پہنچتے وہ ایک کرسی سے کھڑے ہوئے۔ان کے قدموں کے رخ اپنے سامنے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے راحیل کی جانب تھا۔!! حدائق شاہ بھی راحیل کے ساتھ ہی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔۔

راحیل کی طرف جاتے انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ راحیل برہان خان کو اپنے سامنے دیکھتے سیدھا ہو گیا تھا۔ اسے ان کے اپنے پاس آنے کا مقصد سمجھ نہیں آیا تھا۔۔ "اگر میں تم کچھ مانگوں راحیل تو کیا تم مجھے دو گے؟ برہان خان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے آہستہ سے کہا۔۔ ان کے لہجے میں مان تھا جیسے راحیل ان کی بات کو کبھی رد نہیں کرے گا۔۔ "کیسی باتیں کر رہے ہیں تایا ابو! آپ بس حکم کریں!! راحیل نے جیسے ان کا مان رکھ لیا تھا۔ ابھی وہ اس بات سے انجان تھا کہ برہان خان کیا کہنے والے ہیں۔۔ "میری بیٹی سے شادی کر لو راحیل۔ نکاح کر لو فائزہ سے!! تمھارا ساری زندگی میرے سر پر احسان رہے گا۔ تم کہو تو میں پائوں پکڑ کر تمہاری منت کر سکتا ہوں۔ لیکن میری بیٹی کو اپنا لو۔ اس کے سامنے روتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر کہتے انہوں نے راحیل سمیت سب کے سروں پر دھماکہ کیا تھا۔!! حدائق شاہ نے یکلخت ہی دیوار سے ٹیک ہٹاتے اپنی سرخ آنکھیں راحیل پر گاڑی۔ وہ شدت سے راحیل کے جواب کا انتظار کر رہا تھا۔ اگر تو راحیل ہاں کر دیتا تو اس کا کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ حدائق شاہ نے اسے یہیں کھڑے کھڑے قتل کر دینا تھا۔۔ جبکہ باقی سب سمیت راحیل خان کو بھی جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔

قسط نمبر:39

میری بیٹی سے نکاح کر لو راحیل۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں تمہارے آگے ! ! برہان خان راحیل کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑے اسے کسی بھی طرح فائزہ سے نکاح کے لیے منانا چاہتے تھے۔ وہ اسے منانے کے لئے اس کے پاؤں تک میں بھی پڑنے کو تیار تھے۔۔ جبکہ راحیل اور باقی سب کو تو جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ کوئی بھی برہان خان سے اس بات کو ایکسپکٹ نہیں کر رہا تھا۔ راحیل نے اپنی حیرت پر قابو پاتے اپنے سامنے جڑے ہوئے برہان خان کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ اسے بلکل اچھا نہیں لگا تھا برہان خان کا یوں اپنے آگے ہاتھ جوڑ کر بات کرنا۔ وہ اس سے اتنے بڑے تھے۔ وہ صرف حکم کرتے ہوئے ہی اچھے ہی لگتے تھے۔ ہاتھ جوڑتے ہوئے نہیں ! ! حدائق شاہ راحیل خان کے ساتھ کھڑا شدت سے اس کے جواب کا منتظر تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ راحیل خان صاف صاف انکار کرے۔۔ ایک مرتبہ وہ برداشت کر گیا تھا۔ اب اگر فائزہ کو کسی نے بھی اس سے چھیننے کی کوشش کی حدائق شاہ نے اس شخص کا قتل کر دینا تھا۔۔ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ وہ اب فائزہ کے لیے حد سے زیادہ جنونی ہے۔ وہ اس عورت کو پانے کے لیے کسی بھی حد تک جا سکتا تھا۔۔ "

مجھے معاف کر دیجئے گا تایا ابو! لیکن میں یہ نہیں کر سکتا۔ آپ اس کے علاوہ مجھ سے "
میری جان بھی مانگ لیں میں دے دوں گا۔۔ لیکن پلیز اس طرح ہاتھ جوڑ کر مجھے
شرمندہ مت کریں۔ راحیل نے ان کے جڑے ہاتھ تھامتے آہستہ انکار کیا۔ وہ ہمیشہ سے
فائزہ کو اپنی بہنوں کی طرح مانتا آیا تھا۔ جیسے زارا تھی ویسے ہی اس کے لیے فائزہ اور رائنا
بھی تھی۔۔اس نے کبھی فائزہ کو اس نظر سے دیکھا ہی نہیں تھا۔ایسے میں اس سے شادی۔
راحیل خان یہ بات کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔ "حدائق شاہ کا اٹکا ہوا سانس بحال ہوا۔
اس نے بے ساختہ ہی اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔۔ جبکہ برہان خان کے چہرے پر بے بسی واضح
تھی۔ ہاتھ تک تو وہ جوڑ چکے تھے انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ مزید کیا کریں جو راحیل
مان جائے فائزہ سے شادی کے لیے۔۔ "بیٹا تمہاری جان کا میں کیا کروں گا۔ تم میری بیٹی
کی عزت رکھ لو اسی میں ساری زندگی مجھے اپنا مشکور پاؤ گے۔ تمھیں خدا کا واسطہ ہے راحیل
میری بیٹی کو رسوا ہونے سے بچا لو۔ یہ تم ہی کر سکتے ہو۔!! برہان خان نے ایک اور مرتبہ
اسے منانا چاہا۔ ہاتھ پھر سے آپس میں جڑ چکے تھے۔ انہیں یاد نہیں پڑتا تھا کہ اپنی پوری
زندگی میں کبھی انہوں نے کسی کے آگے ہاتھ جوڑے ہو۔۔ لیکن آج زندگی انہیں اس
مقام پر لے آئی تھی۔ بیٹی کے معاملے میں سارا غرور ساری اکڑ خاک میں مل چکی تھی۔

اپنی پوری زندگی میں وہ پہلی مرتبہ راحیل خان کے آگے ہاتھ جوڑ رہے تھے۔!!"تایاابو آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔پلیز میرے سامنے ہاتھ مت جوڑیں۔میں فائزہ کے لائق نہیں ہوں۔یقیناً خدانے اس کے نصیب میں کچھ مجھ سے بہتر لکھاہو گا۔میں نے کبھی فائزہ کو اس نظر سے دیکھا ہی نہیں۔۔راحیل نے پھر سے ان کے ہاتھ تھامتے کہا۔لاکھ باتیں صحیح لیکن وہ فائزہ سے کسی صورت نکاح نہیں کر سکتا تھا۔کہاں فائزہ اور کہاں وہ خود۔ابھی برہان خان کو اس کے کرتوت نہیں پتہ تھا اسی لیے اپنی بیٹی کے لیے راحیل خان کو منتخب کر رہے تھے۔اگر پتہ ہوتا کہ راحیل کوٹھے پر جاتا ہے تو کبھی بھی اسے فائزہ کے لیے نا چنتے۔ راحیل خان خود بھی اپنے آپ کو فائزہ کے لائق نہیں سمجھتا تھا۔برہان خان تو انجان تھے۔ لیکن وہ خود سے تو واقف تھانا۔اس لیے بنا کسی لگی لپٹی کے انکار میں ہی عافیت جانی۔۔ابھی برہان خان کچھ بولتے کہ داجی اور رفیق خان ان کے ساتھ آکر کھڑے ہوئے۔ان دونوں کی نظر میں برہان خان نے بہت اچھا فیصلہ کیا تھا۔ایسے میں فائزہ بھی ساری زندگی ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہی رہتی۔!!"بھائی بلکل ٹھیک کہہ رہے ہیں راحیل۔تم نکاح کروگے فائزہ سے۔اور یہ میرا حکم ہے!!رفیق خان نے انگلی اٹھاتے راحیل کو سخت لہجے میں جیسے حکم دیا تھا۔راحیل کے ابرو تنے۔اسے رفیق خان کا خود کو حکم دینا ایک آنکھ

نہیں بھایا تھا۔ ابھی کچھ دنوں پہلے جو ہوا وہ راحیل بھولا نہیں تھا۔ "اور آپ کو یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ میں کسی بھی صورت آپ کا کوئی بھی حکم مانوں گا؟ انہی کی طرح اپنے لہجے کو سخت بناتے راحیل نے اُلٹا ان سے سوال کیا۔۔ "یک نہ شد دو شد!" بے ساختہ ہی حدائق شاہ نے سوچتے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ کیا برہان خان کم تھے جو سارے ہی یہاں راحیل خان کو نکاح کے لیے راضی کرنے پہنچ گئے تھے!! اسے بے چینی سی ہو رہی تھی۔ کچھ کھونے کا خوف اس کے اعصاب بھاری کر رہا تھا۔ خون خرابا وہ یہاں چاہتا نہیں تھا۔ ابھی تک جو چیز اسے تسلی دیے ہوئے تھی وہ یہ تھی کہ راحیل انکار کر رہا ہے۔۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ خود برہان خان کے دل میں اپنا خیال کیسے ڈالے کہ وہ فائزہ کے لیے اسے چن لیں۔!! "تم دونوں اب یہاں لڑائی شروع مت کر دینا۔ اور تم راحیل! جو بڑے کہہ رہے ہیں وہ چپ کر کے مان لو۔ اسی میں سب کی بھلائی ہے۔!! رفیق خان کو آگے سے بولتے دیکھ داجی نے دونوں کو سختی سے لتاڑا۔۔ راحیل سب کی ایک ہی ضد پر ایک گہری سانس بھر کے رہ کر گیا۔۔ یہاں سب کو اپنی پڑی تھی۔ کوئی اسے سمجھ ہی نہیں رہا تھا۔ "دا جی میں کسی صورت بھی فائزہ سے نکاح نہیں کر سکتا۔ آپ لوگ سب ضد مت کریں۔ میں اگر ہاں کر بھی دوں تب بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اس سے صرف فائزہ کی زندگی مزید

تباہ ہو گی اور کچھ نہیں ہو گا۔۔ راحیل نے پھر سے انہیں سمجھانا چاہا۔ کافی حد تک وہ سہی ہی کہہ رہا تھا۔ اس سے واقعی فائزہ کی زندگی ہی تباہ ہونی تھی۔!! "بکواس مت کرو۔ میں قاضی کو بلوا رہا ہوں۔ ابھی اسی وقت نکاح کرو گے تم۔ ورنہ یاد رکھنا ساری زندگی زارا اور ہم سب کی شکل دیکھنے کو ترسو گے تم! داجی دھمکیوں پر اُتر آئے تھے۔ ایسے نہیں تو پھر ایسے صحیح۔ وہ جانتے تھے کہ راحیل زارا سے کتنا پیار کرتا ہے۔ اس کے بغیر راحیل کبھی نہیں رہے گا۔ اپنی طرف سے نشانہ لگاتے وہ تیر کمان سے نکال چکے تھے۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ تیر نشانے پر لگنا تھا یا نہیں۔ راحیل نے جبڑے بھینچتے داجی کی طرف دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ داجی نے جان بوجھ کر اس کی کمزوری کو پوائنٹ آوٹ کیا ہے۔ لیکن ابھی بھی وہ ماننے کو تیار نہیں تھا۔!! حدائق شاہ ہونٹ کاٹتے بے چینی اور پریشانی سے خان ولا والوں کے تماشے دیکھ رہا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اگر راحیل انکار کر رہا ہے تو بندہ اس کے ساتھ کھڑے انسان پر بھی نظر ڈال لے۔ کوئی آخر اسے کیوں نہیں کہہ رہا تھا۔ وہ لوگ اسے ایک مرتبہ فائزہ سے نکاح کرنے کو کہتے اور حدائق شاہ خوشی خوشی تینوں مرتبہ قبول ہے ایک ساتھ ہی بول دیتا۔۔ لیکن یہاں تو کوئی اس پر دھیان ہی نہیں دے رہا تھا۔ زاویار کی طرح دادا جی کے ساتھ اس کی بانڈنگ بھی نہیں تھی جو وہ اُنہیں کہتا اور

دادا جی ایک مرتبہ میں ہی اس کے رشتے کی بات کر لیتے۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے دادا جی نے اس کی مرتبہ میں انکار ہی کرنا تھا۔ بے بسی کی انتہا تھی اس وقت حدائق شاہ پر۔۔ اسے اپنے منہ سے ہی اپنی شادی کی بات خود کرنی تھی۔

میری طرف سے اب بھی انکار ہی ہے۔ اپنے مطلب کے لیے میں کسی معصوم اور نیک" عورت کی زندگی برباد نہیں کر سکتا۔ آپ لوگ چاہے مجھے جائیداد سے عاق کریں یا پھر ساری زندگی اپنے گھر میں نا گھسنے دیں۔ فائزہ سے نکاح میں کسی صورت نہیں کروں گا۔ میرا یہی جواب ہر مرتبہ آپ لوگوں کو سننے کو ملے گا۔۔ اس لیے مزید منتیں مت کریں۔۔ اکثم کھڑا ہے اس کا کروادیں نکاح فائزہ سے۔ وہ بھی تو اسی گھر میں رہتا ہے۔۔ اپنی بات مکمل کرتے وہ ان لوگوں کی طرف سے مڑتے تھوڑی سائڈ پر ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔ "اکثم بہت چھوٹا ہے فائزہ سے۔ ورنہ تم جیسے بتمیز انسان کی منتیں ہم لوگ کبھی نا کرتے۔۔ رفیق خان نے غصے سے راحیل کو گھورتے کہا۔ دادی بھی راحیل کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے۔ ایک یہی انسان تھا گھر میں جو ان کو منہ پر جواب دیتا تھا۔۔ "ہاں فیڈر میں دودھ پیتا ہے وہ تو۔ کوئی چھوٹا نہیں ہے۔ صرف دو تین سال ہی چھوٹا ہو گا۔ اس سے کچھ نہیں ہوتا۔ شروع میں طنزیہ سے انداز میں کہتے اس نے باقی تمیز سے کہا۔!! اکثم کھڑا

خون خوار نظروں سے راحیل کو گھور رہا تھا۔ اپنے ہاتھ کو راحیل پر اٹھنے سے وہ صرف اس وجہ سے روکے ہوئے تھا کہ راحیل خان اس سے عمر میں بڑا ہے۔ ورنہ اس کا بس نہیں تھا کہ آگے بڑھ کر راحیل کے منہ پر مکا مارتے اس کا منہ توڑ دے۔ فائزہ کو وہ آپی کہتا تھا۔ اور یہ شخص کھڑا سب کا دھیان نکاح کے لیے اسی کی طرف کروا رہا تھا۔۔ رفیق خان نے بے ساختہ ہی پیچھے کی طرف مڑتے اکثم کی جانب دیکھا۔ اکثم نے گڑبڑاتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔۔ "میرا بیٹا حاضر ہے برہان۔ تم چاہو تو اکثم نکاح کر لے گا فائزہ سے۔!! دلشاد خان نے آگے بڑھتے برہان خان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔۔ اُنہیں یقین تھا کہ اکثم کبھی ان کے فیصلے کے خلاف نہیں جائے گا۔ جبکہ اکثم کا بس نہیں تھا اپنا سر دیوار میں مار لے۔!! اور ساتھ راحیل خان کو پستول سے اڑا دے۔

کچھ ایسا ہی حال حدائق شاہ کا بھی تھا۔ ایک مرتبہ راحیل خان اس کے ہاتھ لگ جاتا بس۔" آخر کو وہ اکثم کی جگہ اس کا نام بھی تو لے سکتا تھا۔ لیکن نہیں خان برادرز اور اس کا بھلا سوچ لیں ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟ ایک گہری سانس بھرتے حدائق شاہ ایک فیصلے پر پہنچا۔ اب اسے ہی اپنے لیے کچھ کرنا تھا۔ فائزہ خان کو وہ کسی صورت نہیں کھو سکتا تھا۔ اسے خود ہی اپنے بنائے ہوئے منصوبے پر عمل کرنا تھا۔ ایک آخری گھوری راحیل پر

ڈالتے وہ باہر کی جانب بڑھا۔۔ اس کے قدموں کا رخ کاریڈور سے باہر کی جانب تھا۔ نجانے اب اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔۔

برہان خان نے اپنا چہرہ پیچھے کی طرف موڑتے ایک نظر اکشم پر ڈالی جو دیوار سے ٹیک لگائے ناخن چبانے میں مصروف تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کسی طرح برہان خان انکار کر دیں اس کے لیے بس۔۔ "نہیں دلشاد بھائی مجھے اپنی بیٹی کے لیے ایک۔ مضبوط مرد چاہیے تھا جو سرد گرم ہواؤں سے اُسے بچا سکے۔ اکشم واقعی میں ابھی بچہ ہی ہے۔ اس سے میں فائزہ کی شادی نہیں کروا سکتا۔۔ برہان خان نے سہولت سے انکار کیا۔ اکشم کی آنکھوں میں موجود انکار بھی وہ بخوبی دیکھ سکتے تھے۔!! ایک آخری نظر راحیل خان پر ڈالتے وہ واپس سے کرسی کی جانب بڑھے۔ ان کے جھکے ہوئے کندھے مزید جھک گئے تھے۔ کیا یہ دکھ کم تھا کہ کوئی بھی ان کی بیٹی کو نہیں اپنا رہا تھا اور انہیں لوگوں کے آگے ہاتھ جوڑنے پڑ رہے تھے! برہان خان کا شکستہ سا چہرہ دیکھتے راحیل کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھ رہی تھی۔ وہ انہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کسی صورت بھی وہ ایسا کر ہی نہیں کر سکتا تھا۔۔ لیکن وہ فائزہ سے شادی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ خود کو فائزہ کے قابل سمجھ ہی نہیں رہا تھا۔ پھر بھلا

کیسے وہ اس سے نکاح کر لیتا؟؟ ایک گہری سانس بھرتے اس نے اپنی نظروں کا زاویہ بدلہ۔ جو بھی تھا اب سب کی نظروں میں تو وہ برا بن ہی چکا تھا۔ اب کچھ بھی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ بہتر تھا کہ وہ خاموشی سے ہی کھڑا رہتا۔

ضیغم نسیم اس وقت اپنے دوستوں کے ساتھ موجود کرکٹ کھیلنے میں مصروف تھا۔ آج فرحت بیگم اپنے کسی رشتے دار کے گھر گئی ہوئی تھیں۔ اسی لیے ضیغم با آسانی اپنے دوستوں کو گھر بلا کر ان کے ساتھ کرکٹ کھیل سکتا تھا۔ ورنہ تو فرحت بیگم کے ڈر سے اس نے کرکٹ کھیلنی ہی چھوڑ رکھی تھی۔ اپنے دوستوں کے ساتھ گھر میں موجود صحن میں وہ کرکٹ کھیل رہا تھا۔۔ "مدحا نسیم جو کمرے میں موجود موبائل چلانے میں مصروف تھی باہر صحن سے تھوڑا بہت شور سنتے وہ بیڈ سے اٹھ کر سیدھی ہوئی۔ وہ اس وقت پستہ کلر کی انارکلی فراک کے ساتھ نیچے چوڑی پجامے میں ملبوس کوئی چھوٹی سی گڑیا معلوم ہو رہی تھی۔ بالوں کی چوٹی بنا کر کندھے پر ایک طرف ڈالا گیا تھا۔ جبکہ گرے آنکھیں بھر بھر کر کاجل سے لبریز تھیں۔!! چپل پہنتے اس نے اپنے قدم باہر صحن کی جانب بڑھائے۔ اج ضیغم اور وہ گھر میں اکیلے ہی تھے۔ نسیم صاحب اپنے کام پر جبکہ

فرحت بیگم اپنے کسی رشتے دار کے گھر گئی ہوئی تھیں۔!!"ضیغم تمھیں منع کیا ہے گھر میں کرکٹ مت کھیلا کرو۔ لیکن کب سنو گے تم میری۔امی کو پتہ چلا تو تمہاری ہڈیاں توڑ دے گیں۔۔ صحن میں ضیغم کو کرکٹ کھیلتے دیکھ وہ برآمدے میں ہی کھڑے ہی چیخی۔ اگر ابھی بال لگنے سے کچھ ٹوٹ جاتا تو ان دونوں کی شامت پکی تھی۔!!"آپی کم سے کم آپ تو روک ٹوک مت کریں۔آج امی نہیں ہیں آج تو آزادی دے دیں تھوڑی سی۔۔ ضیغم نسیم مصروف سے انداز میں کرکٹ کھیلتے مسکراتے ہوئے اس کی بات کا جواب دیا۔ اب اتنے برے دن بھی نہیں آئے تھے اس پر کہ وہ مدحا کی کسی بات کو سیریس لے لیتا۔۔"ضیغم میں کہہ رہی ہوں میں نہیں بچاؤں گی تمھیں بلکل بھی۔پٹتے رہنا بیشک امی سے۔ مدحا نے ایک مرتبہ پھر اسے وارن کرنا چاہا۔ لیکن یہاں اس کی سننی کس نے تھی؟؟"آپی آپ بھی آجائیں۔صرف کرکٹ ہی تو کھیل رہے ہیں تھوڑی دیر۔ ضیغم نے تو اس کی بات کو ہوا میں اڑا دیا تھا۔ ضیغم کا ایک دوست جو باؤلنگ کروا رہا تھا اس نے مدحا کو دیکھتے اسے بھی اپنے ساتھ کھیلنے کی پیشکش کی۔ وہ سب ہی محلے کے ہی لڑکے تھے۔ ضیغم کے توقف سے سارے ہی مدحا کو جانتے تھے۔!!"ہاں نا آپی آپ بھی آجائیں۔مزا آئے گا بہت۔ایک اور لڑکے نے مدحا کو آواز دیتے بلایا۔آج اتنے دنوں بعد تو ان سب کو ایک

ساتھ کھیلنے کا موقع ملا تھا۔ بھلا وہ اس موقع کو کیسے گنوا دیتے۔!! "امی کو پتہ چلا تو ڈانٹ تم سنو گے ضیغم۔ میں صاف مکر جاؤں گی۔!! مدحا خود بھی بہت بور ہو رہی تھی۔ اس لیے ان کے ساتھ کھیلنے میں عافیت جانی۔ لیکن ساتھ ہی ضیغم کو وارن کرنا بھی نہیں بھولی تھی۔ "پکا ساری ڈانٹ میں خود سن لوں گا۔ آجائیں اب آپ بھی۔ ضیغم نے بیٹ سے بال کو ہٹ کرتے مدحا کو بھی بلاتے حامی بھری۔ اس کا پورا پورا دھیان اس وقت صرف اپنے میچ پر تھا۔!! مدحا بھی مسکراتے ہوئے برآمدے سے نکلتے صحن کی طرف آئی۔ اپنے گلے میں موجود دوپٹہ وہ بازوؤں سے گزارتے کمر پر ایک طرف باندھ چکی تھی۔ جبکہ چپل بھی اتارتے اس نے ایک سائڈ پر رکھی۔ ضیغم اپنی باری کھیلتے آؤٹ ہو چکا تھا۔ اب بیٹنگ کی باری کسی اور کی تھی۔۔ "اِدھر دو بیٹ اب میں کھیلوں گی۔ مدحا نے ضیغم کے دوست سے بیٹ پکڑتے تھوڑے رعب سے کہا۔ آخر بڑے ہونے کا کچھ تو فائدہ ہوتا۔ "آپی آپ کی نہیں اس کی باری ہے اب۔ آپ ایک سائڈ پر کھڑی ہو جائیں فلحال۔ ضیغم نے کمر پر ہاتھ باندھتے اسے کہا۔ اپنی بہن سے وہ اچھے سے واقف تھا۔ جبکہ اس کا دوست تو خاموشی سے ایک طرف جا کر کھڑا ہوا۔ وہ مدحا کو کچھ بول بھی نہیں سکتا تھا۔ "زبان بند رکھو تم۔ اب میری باری ہے۔ دیکھو تم سے اچھا تو تمھارا دوست ہے۔ کتنی آسانی سے ایک سائڈ پر جا کر

کھڑا ہو گیا۔ اب تم بھی شرافت سے باؤلنگ کرواؤ۔۔ اپنے بازو کہنیوں تک فولڈ کرتے مدحا نے ضیغم کو لتاڑا۔ بھلا وہ کون ہوتا تھا اُسے بیٹنگ سے روکنے والا۔۔!! ضیغم بس اسے گھور کر ہی رہ گیا تھا۔ انہیں بلانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ اپنے دماغ میں سوچتے اس نے منہ بنائے باؤلنگ کروائی۔!! "آؤٹ! آپی شاباش اب بیٹ واپس کریں!! پہلی ہی مرتبہ میں مدحا آؤٹ ہو چکی تھی۔ اسے جتنی اچھی کرکٹ کھیلنی آتی تھی یہاں کا بچہ بچہ جانتا تھا۔۔ "ارے یہ تو ٹرائے تھی۔ پہلی تین باری ویسے بھی معاف ہوتا ہے۔۔ دو مرتبہ اور ٹرائے ہو گا پھر اصل گیم شروع کریں گیں۔!! مدحا نے بیٹ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے کہا۔ وہ چیٹنگ کر رہی تھی اور یہاں موجود بچوں کو اسے بلانے کا فیصلہ ہی سراسر غلط لگ رہا تھا۔۔ "ایسے نہیں ہوتا آپی! ایک دوست نے ہمت کرتے مدحا کو بتانا ضروری سمجھا۔۔ "اوہ اچھا پھر کیسے ہوتا ہے؟ اب تم کل کے بچے مجھے کرکٹ سمجھاؤ گے۔ بھولو مت میری ہی وجہ سے کھیل رہے ہو تم لوگ یہاں کرکٹ۔ ابھی اماں کو ایک کال کرنے کی دیر ہے۔ اور تم سارے کے سارے گھر سے باہر ہو گے۔ اور تمہارا یہ بیٹ اور بال کوڑے میں۔" مدحا نے ہاتھ اپنی کمر کے اطراف میں رکھتے ان ساروں کو گھورتے ہوئے دھمکی لگائی۔ بھئی اگر وہ بیٹنگ کرنا چاہ رہی تھی تو یہ لوگ اسے خاموشی سے بیٹنگ کرنے دیتے۔ لیکن

شرافت کا زمانہ ہی کہاں ہے۔اس نے دھمکی دینی ہی ضروری سمجھی۔۔"آپی اللہ پوچھے گا آپ سے۔دیکھیے گا بچوں سے چیٹنگ کی سزا ملے گی۔۔ ضیغم نے منہ بنا کر کہتے اسے پھر سے باؤلنگ کرائی۔اب جو بھی تھا اگر ان لوگوں نے سکون سے کھیلنا تھا تو اس کی بات ماننی ہی تھی!! مدحا کے مطابق تینوں مرتبہ ٹرائے کرنے میں بھی وہ ہار چکی تھی۔اب اصل کھیل شروع تھا۔۔"اللہ اس مرتبہ آؤٹ ناہوں میں۔ورنہ یہ سارے چھوڑے گے نہیں مجھے۔۔ دل میں اللہ سے دعا کرتے اس نے بیٹ کو مضبوطی سے پکڑا۔ ضیغم باؤلنگ کروانے ہی لگا تھا۔۔ بال بیٹ سے ہٹ ہو چکی تھی۔اور اڑتے اڑتے دروازے کی طرف گئی۔یہ اس کی پہلی بال تھی جو بیٹ سے ہٹ ہو کر سہی گئی تھی۔لیکن شاید قسمت اس کے ساتھ نہیں تھی۔یا ضیغم کی بددعا دیتے وقت قبولیت کا وقت تھا۔وہ ہارنے سے تو بچ گئی تھی لیکن اب شاید زندہ نہ رہتی۔کیونکہ بال دروازے سے اندر داخل ہوتی فرحت بیگم کے سر پر بری طرح لگی تھی۔فرحت بیگم نے بے ساختہ ہی چیختے ہوئے اپنے سر کو تھاما۔۔ وہ ابھی باہر سے آتے دروازے سے اندر داخل ہی ہوئی تھیں کہ بال ان کے سر پر لگی تھی۔خون تو نہیں نکلا تھا۔لیکن وہ جگہ جہاں بال لگی تھی وہ سرخ ہوتے اسی وقت سوج گئی تھی۔!! مدحا کے ہاتھ سے بیٹ چھوٹتے زمین پر گرا۔۔ ضیغم اور مدحا دونوں کے چہروں کا

رنگ فق ہو چکا تھا۔ اب ان لوگوں کے ساتھ نجانے فرحت نسیم نے کیا کرنا تھا۔۔ جبکہ ضیغم کے دوستوں کے دانت ہی اندر نہیں جا رہے تھے۔ بہت تیز بن رہی تھی مدحا۔ اب اسے پتہ چلنا تھا۔ اس سے پہلے ان لوگوں کی بھی شامت آتی ان سب نے اپنا سامان سمیٹتے باہر نکلنے میں ہی عافیت جانی۔ دروازہ کھلا تھا۔ فرحت بیگم دروازے سے تھوڑا سائڈ ہو کر کھڑی چیخ کر ضیغم کو برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ جبکہ انہوں نے آنکھیں بند کرتے ہاتھ اپنے ماتھے پر رکھا ہوا تھا۔۔ انہیں لگا تھا کہ ضیغم کرکٹ کھیل رہا ہو گا۔ کیونکہ ایک وہی تھا جو کرکٹ کھیلتا تھا۔ اسی لیے اسے برا بھلا کہہ رہی تھیں۔!! مدحا تھوک نگلتے اپنے دوپٹے کو کھولتے ان کی طرف بڑھی۔ اسے بلکل اندازہ نہیں تھا کہ دروازے سے ایسے اچانک فرحت بیگم نمودار ہو جائے گی۔ ورنہ وہ کبھی ان لوگوں کے ساتھ نا کھیلتی۔۔ لیکن فرحت بیگم کے پاس جاتے اس کے قدم رک چکے تھے۔

دروازے سے ایک لڑکی اندر داخل ہوئی تھی۔!! بلیک کلر کی جینز ساتھ وائٹ ٹی شرٹ میں ملبوس بالوں پر آگے چشمہ لگائے وہ کافی ماڈرن اور اسٹائلش لڑکی تھی۔۔ مدحا اسے پہچانتی تھی۔ لیکن اس کا اپنے گھر میں آنے کا مقصد وہ سمجھ نہیں سکی تھی۔۔ "پھوپھو آپ ٹھیک ہیں۔ آئزہ نامی اس لڑکی نے پریشانی سے فرحت بیگم کی طرف بڑھتے ان کے ماتھے

پر لگی چوٹ کو دیکھنا چاہا۔ وہ فرحت بیگم کے ساتھ ہی آئی تھی۔ بس کچھ سامان اٹھانے دو منٹ باہر رک گئی تھی۔۔ لیکن ابھی اندر داخل ہوتے یہ سب۔۔

امی آپ ٹھیک ہیں۔ مدحا نے آئزہ کو اگنور کرتے فرحت بیگم کی طرف بڑھتے ان سے " پوچھا۔ "ارے ہٹ تم دونوں بہن بھائی جس دن سے میرے پلے پڑے ہو میں بھلا ٹھیک ہوئی بھی ہوں۔ اپنے ہاتھ پر موجود مدحا کا ہاتھ جھاڑتے فرحت بیگم نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔۔ آئزہ نے بے ساختہ ہی دوسری طرف منہ کرتے اپنی ہنسی روکتے روکی۔! جو کہ مدحا نسیم بخوبی دیکھ چکی تھی۔ "اور تو آج تو تیری ہڈیاں توڑتی ہوں میں۔ آئندہ کرکٹ کھیلنا تو دور اس کے بارے میں سوچے گا بھی نہیں۔ مدحا کو خود سے پرے دھکیلتے وہ ضیغم کی طرف بڑھیں۔۔ مدحا پریشانی سے جلدی سے ضیغم کے آگے آتے کھڑی ہوئی۔ جب غلطی اس کی تھی تو ضیغم کو وہ کیسے پٹنے دے سکتی تھی۔۔ "امی میں بیٹنگ کر رہی تھی۔ غلطی میری ہے۔ اسے کچھ مت کہیے گا۔۔ اپنے دونوں ہاتھ ضیغم کے آگے کرتے مدحا نے اپنی غلطی تسلیم کی۔ وہ اسے مار لیں مدحا کو منظور تھا۔ لیکن ضیغم کو وہ کچھ نہیں کہنے دے سکتی تھی۔۔ "ارے ہٹ تیری ہی وجہ سے یہ اتنا بگڑا ہوا ہے۔ ہزار دفعہ منع کیا ہے اسے کہ گھر میں کرکٹ مت کھیلا کرے۔ لیکن نہیں تم دونوں بہن بھائی کی اتنی اچھی تربیت

نہیں ہے کہ کسی بڑے کی بات مان لیں۔ لیکن کوئی بات نہیں۔ تم جیسوں کو سیدھا کرنا میں اچھے سے جانتی ہوں۔" انگلی اٹھا کے کہتی وہ صحن میں موجود زمین پر پڑے بیٹ کی طرف بڑھیں۔ یہ ضیغم کا بیٹ تھا۔ باقی اس کے دوست سارا سامان لے گئے تھے۔!! فرحت بیگم کو بیٹ اٹھاتے دیکھ ضیغم کی آنکھوں میں موجود خوف بڑھا۔ اس نے بے ساختہ ہی مدحا کو کندھے سے تھاما تھا۔ بیٹ کو اٹھاتے فرحت بیگم آگ بگولا ہوتے ضیغم کی طرف بڑھیں۔ مدحا ابھی تک اس کے سامنے ہی کھڑی تھی۔۔ "امی میں کہہ رہی ہوں آپ سے کہ میں بیٹنگ کر رہی تھی۔ مجھ سے لگی ہے بال۔ آپ ضیغم کی کیوں مارنے پر تلی ہوئی ہیں؟ مدحا نے ایک اور مرتبہ انہیں سمجھانا چاہا۔ آئزہ سامنے کھڑی سینے پر ہاتھ باندھے مسکراتے ہوئے یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔۔ "آئزہ پکڑ اس کو۔ اپنے بھائی کو بچانے کیلئے آگے آ رہی ہے۔ اس کے سامنے اس کے بھائی کا حشر کر دوں گی میں۔!! مدحا کو بازو سے پکڑتے ایک جھٹکے سے پیچھے موجود آئزہ کی طرف دھکا دیتے فرحت بیگم نے مضبوطی سے بیٹ کو پکڑا۔۔ مدحا واپس سے آگے بڑھنے ہی لگی تھی کہ آئزہ سختی سے اس کی کلائی پکڑ چکی تھی۔۔ مدحا کی آنکھوں سے آنسوں روانہ ہو چکے تھے۔ اس کے کیے کی سزا بیچارے ضیغم کو بھگتنی پڑ رہی تھی۔۔!! فرحت بیگم نے اپنے ہاتھ میں موجود بیٹ بے

دردی سے ضیغم کے پیٹ کے اطراف میں مارا۔ ضیغم بے ساختہ ہی چیختے ہوئے زمین پر گرا تھا۔ بیٹ اس کی پسلیوں میں بہت زور سے لگا تھا۔ جبکہ اس نے روتے ہوئے اپنی پسلیوں پر ہاتھ رکھا۔۔ "مدحا چیختے ہوئے اس کی طرف بڑھنا چاہتی تھی لیکن آئزہ نے بے دردی سے اپنے ناخن اس کی کلائی میں گاڑتے اس کی کلائی کو دونوں ہاتھوں سے جکڑا ہوا تھا۔ مدحا چاہ کر بھی آگے نہیں بڑھ پا رہی تھی۔!! "امی میں سچ کہہ رہی ہوں میں نے کیا تھا۔ اتنی ظالم مت بنیں آپ۔!! بے بسی کے احساس سے مدحا نے روتے ہوئے چیخ کر کہا۔ وہ اس وقت چیخ کر انہیں روکنے کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔۔ "چپ بلکل چپ۔ ورنہ تُجھے بھی اسی طرح مار مار کر آدھا کر دوں گی۔ نازک سی ہے تو تو۔ ایک بیٹ لگتے ہی بیہوش ہو جائے گی۔ فرحت بیگم نے مدحا کی طرف دیکھ کر اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر کہتے اسے خاموش رہنے کو کہا۔۔ اور اگلے ہی لمحے وہ ضیغم کی ٹانگوں پر پھر سے بے دردی سے بیٹ مار چکی تھی۔۔ ابھی پسلیوں کا درد وہ بچہ برداشت بھی نہیں کر پا رہا تھا کہ اب ٹانگوں پر ہوا یہ بے دردوار۔ ضیغم نے چیختے ہوئے اپنا دوسرا ہاتھ ٹانگ پر رکھا۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل آنسوں بہہ رہے تھے!! چوٹ کسی ایک حصے پر لگ رہی تھی مگر درد جیسے پورے جسم میں سرائیت کر رہا تھا۔۔ ابھی فرحت بیگم دوبارہ سے اسے بیٹ مارتی کہ

ضیغم نے ہمت کرتے اپنی طرف بڑھتے بیٹ کو ہاتھ سے پکڑتے روکا۔ نجانے اس میں اتنی ہمت کہاں سے آگئی تھی۔۔ایک جھٹکے سے ان کے ہاتھ سے بیٹ چھینتے وہ زمین پر پھینک چکا تھا۔۔ فرحت بیگم تو ہکا بکا ضیغم کی طرف دیکھ رہی تھی۔ یہ پہلی مرتبہ تھا جب ضیغم نے مار کھاتے وقت اس طرح انہیں روکا تھا۔۔ مدحا نے دل میں شکر ادا کیا۔ جو بھی تھا وہ بھی یہی چاہتی تھی۔ اپنے آنسوں صاف کرتے ضیغم زمین سے کھڑا ہوا۔ لاکھ درد سہی مگر وہ اور برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اسے لگ رہا تھا اگر ایک اور مرتبہ فرحت بیگم اسے مارتی تو اس کی ہڈیاں واقعی ٹوٹ جانی تھی۔۔اپنے لیے انہیں خود ہی اسٹینڈ لینا تھا۔۔

"دوبارہ مجھے ہاتھ بھی مت لگایئے گا۔ ورنہ میں جان سے مار دوں گا آپ کو۔ یہ بھی بھول جائوں گا کہ سوتیلی ماں ہیں آپ۔!! انگلی اٹھا کر دھاڑ سے کہتے وہ فرحت بیگم کو دو قدم پیچھے ہٹنے پر مجبور کر گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں موجود بغاوت فرحت بیگم بخوبی دیکھ رہی تھیں۔ وہ جتنا حیران ہوتی اتنا کم تھا۔۔ "مدحا کی طرف جاتے ضیغم نے آئزہ کو پیچھے کی طرف دھکا دیتے ایک جھٹکے سے اس سے مدحا کی کلائی آزاد کروائی۔ آئزہ پیچھے گرتے گرتے بچی تھی۔۔ مدحا خود بھی حد سے زیادہ حیران تھی۔ اچانک یہ ضیغم کو ہوا کیا تھا، اس کے اندر اتنی ہمت کہاں سے آئی تھی۔ کوئی بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ لیکن جو بھی ہوا تھا

بلکل سہی تھا۔ آخر کب تک وہ دونوں چپ چاپ فرحت بیگم کے ظلم سہتے۔ کبھی نہ کبھی تو کسی کو بولنا ہی تھا۔ اور ضیغم کا ویسے گرم خون تھا۔ وہ جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہا تھا۔ اس عمر میں بغاوت بہت عام سی چیز تھی۔ لیکن وہ غلط بات پر ہی بولا تھا۔!! "دوبارہ مجھے یا پھر میری بہن کو ہاتھ بھی مت لگایئے گا۔ مجھے قتل کر

کے جیل جانے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن آپ کو اوپر جانے سے کتنا ڈر لگتا, کتنا آپ کو مرنے کا خوف ہے۔ یہ ہم سب جانتے ہیں۔ تو آئندہ سے احتیاط کیجئے گا۔۔ انگلی اٹھا کے نہایت سرد لہجے میں کہتے وہ فرحت بیگم کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا کر گیا تھا۔۔ فرحت بیگم نے بے ساختہ ہی اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ ضیغم کے لہجے میں موجود پختگی انہیں واقعی خوف کھانے پر مجبور کر رہی تھی۔ اس کے لہجے سے لگ رہا تھا کہ وہ واقعی میں ایسا کر گزرے گا۔۔ مدحا کی طرف ایک نظر دیکھتے ضیغم نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے!! وہ اس وقت گھر سے باہر جانا چاہتا تھا۔ جس ہمت کے ساتھ وہ یہاں کھڑا فرحت بیگم کو دھمکیاں دے رہا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔۔

گھر سے باہر نکلتے اس نے دیوار پر ہاتھ رکھتے آسمان کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے۔ اندر جو ہمت دکھائی تھی اب ساری ہمت ہوا ہو چکی تھی۔ وہ پھر سے وہی ڈرا سہما سا ضیغم نسیم بن چکا تھا۔۔ اس کی پسلیوں میں اس قدر درد تھا کہ اس سے کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔ ٹانگ کا درد تو پھر قابل برداشت تھا لیکن پسلیوں کا درد اس کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا۔ فرحت بیگم نے بہت بے دردی سے اس حصے پر مارا تھا کہ وہ تڑپ کر رہ گیا تھا۔۔ اسے لگ رہا تھا جیسے اس کی ایک آدھی پسلی واقعی میں ٹوٹ گئی ہو۔۔ ایک گہری سانس بھرتے اس نے اپنی جیب میں موجود پیسے دیکھنے چاہے۔ وہ ڈاکٹر کے پاس جا کر ایک مرتبہ چیک کروانا چاہتا تھا۔ درد نا قابل برداشت تھا۔۔ لیکن اس کی جیب میں بھی سوائے پچاس روپے کے اور کچھ بھی نہیں پڑا تھا۔ اتنے میں تو کچھ بھی نہیں ہونا تھا۔ بے بسی کے احساس سے وہ بس روئے ہی جا رہا تھا۔ پیسے واپس سے اپنی جیب میں رکھتے اس نے اپنے لڑکھڑاتے قدم آگے کی جانب بڑھائے۔ وہ جانتا تھا کہ اب گھر واپس جا کر نسیم صاحب کے ہاتھوں اس کی پھر سے پٹائی ہونی تھی۔ کیونکہ فرحت بیگم کی فطرت سے وہ بخوبی واقف تھا۔۔

اندر گھر میں موجود مدحا نے بھی ایک خاموش نظر فرحت بیگم پر ڈالتے اپنے قدم کمرے کی جانب بڑھائے۔ آج تو ضیغم نے اس کا دل خوش کر دیا تھا۔ آج اسے لگا تھا کہ واقعی اس کی حفاظت کے لیے ایک بھائی موجود ہے۔۔

زاویار شاہ جو درفشاں کے ساتھ بیٹھا نجانے کب سے اسے تسلیاں دے رہا تھا۔ اپنے فون پر کال آتے دیکھ اس نے فون کو جیب سے نکالتے نظروں کے سامنے کیا۔۔ وہ جب سے یہاں آیا تھا درفشاں کے پاس ہی بیٹھا تھا۔ اشنا عظمیٰ خان کے پاس جبکہ وہ یہیں درفشاں کے پاس موجود تھا۔۔ فون پر حدائق شاہ کی کال آتے دیکھ اس نے بے ساختہ ہی آگے کی طرف ہوتے کاریڈور میں دیکھا۔ حدائق کو جاتے ہوئے وہ نہیں دیکھ سکا تھا۔ اسے لگا تھا کہ حدائق شاہ یہیں کاریڈور میں موجود ہو گا۔ اسے کہیں بھی نا پاتے زاویار نے فون اٹینڈ کرتے کان سے لگایا۔ "باہر آ ایک کام ہے تُجھ سے۔" محض اتنی بات کہتے حدائق شاہ فون کٹ کر چکا تھا۔ زاویار آگے سے کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ ٹوٹو کی آواز سنتے اس نے فون کان سے ہٹایا۔ اگلا اپنی بات کرتے فون کٹ بھی کر گیا تھا۔ زاویار محض دل میں اسے صلواتیں ہی نواز کر رہ گیا۔ "درفشاں تم بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔ اور رونا بلکل نہیں ہے اب۔ اچھا؟

اسے نرمی سے تنبیہ کرتے زاویار نے آخر میں اس سے استفسار چاہا۔ درفشاں نے مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔ زاویار کے آنے سے وہ کافی حد تک سمبھل چکی تھی۔!! زاویار نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ پتہ نہیں اب حدائق کو اس سے کیا کام پڑ گیا تھا۔۔

باہر پہنچتے وہ اِدھر اُدھر حدائق کو ڈھونڈ ہی رہا تھا کہ ایک طرف حدائق شاہ کو ایک بزرگ آدمی کے ساتھ کھڑے دیکھ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی۔ جو وہ دیکھ رہا تھا وہ زاویار چاہ کر بھی سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔ اپنی حیرت پر قابو پاتے وہ آگے کی طرف بڑھتے حدائق کی طرف گیا۔ "السلام وعلیکم! بزرگ کی طرف جاتے اس میں مسکراتے ہوئے ان سے ہاتھ ملاتے سلام کیا۔ وہ کسی مسجد کے امام معلوم ہوتے تھے۔ مولوی صاحب نے بھی خوشدلی سے مسکرا کر اس کے سلام کا جواب دیا۔۔ "مولوی صاحب آپ دو منٹ پلیز انتظار کر سکتے ہیں۔ میں بات کر لوں اس سے دو منٹ پلیز! حدائق شاہ نے زاویار کو آتے دیکھ مولوی صاحب سے اجازت چاہی۔ وہ انہیں یہاں پاس کی ہی مسجد سے لایا تھا۔ نجانے اب اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔۔ "زاویار کو بازو سے پکڑتے وہ تھوڑا سائڈ پر ہوا۔ زاویار

اس کے ساتھ چلتے اسے گھورنے میں مصروف تھا۔ "یہاں کیا تو نے نعت خوانی کروانی ہے۔ جو مولوی کو لایا ہے؟؟ ایک سائڈ پر کھڑے ہوتے زاویار نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "میرے بھائی آج ساتھ دے دے پلیز۔ کبھی زندگی میں تُجھے کام پڑا تو میں بھی پکا تیرا ساتھ دوں گا۔!! حدائق شاہ نے اس کے ہاتھ پکڑتے ملتجی لہجے میں کہا۔ وہ مشکل وقت میں گدھے کو بھی باپ بنانے والا انسان تھا۔ جیسے اس وقت زاویار کی منتوں پر اترا ہوا تھا۔ "کرنا کیا ہے تو نے! جو میں سمجھ رہا ہوں حدائق وہ بلکل ممکن نہیں ہے۔!! اپنے ہاتھ چھڑواتے زاویار نے سختی سے انکار کیا۔ وہ جو سمجھ رہا تھا اسے یقین تھا کہ ایسا ہی ہے۔ ورنہ مولوی کا بھلا یہاں کیا کام! "کیوں ممکن نہیں ہے۔ تیری والی کے بارے میں ممکن تھا سب کچھ؟ بات مجھ پر آئی تو سب ایک دوسرے کے دشمن بن جائے گیں!! حدائق نے جلتے بھنتے کہا۔ اگر صرف زاویار بھی مان جاتا تو دادا جی کی اسے کوئی ٹینشن ہی نہیں تھی۔۔ "حدائق فائزہ کی کسی صورت بھی تُجھ سے شادی نہیں ہو سکتی۔ بہتر ہے تو انسانوں کی طرح سمبھل جا۔ اور مولوی صاحب کو عزت سے واپس چھوڑ کر آ۔ اور جہاں تک رہی بات میری تو میری بچپن کی منگ تھی اشنا۔ میری شادی اسی سے ہونی تھی۔۔!! اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے زاویار نے دو ٹوک بات کی۔ وہ اس معاملے میں سوائے

حدائق کو سمجھانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ "شادی تو میری فائزہ سے ہی ہو گی۔ تو مان یا نہ مان۔ اگر وہ نہ ملی تو کنوارا مر جاؤں گا۔ لیکن شادی صرف فائزہ سے ہی کروں گا۔ سن لے تو۔ اور میں تُجھے یہ کر کے دکھاؤں گا۔!! اپنے کندھے سے اس کا ہاتھ جھٹکتے حدائق شاہ نے سخت لہجے میں کہا۔ اسے زاویار سے بلکل یہ اُمید نہیں تھی۔۔ "اچھا پھر ایک عدد گھر بھی ڈھونڈ لینا اپنے لیے۔ کیونکہ دادا جی تو اس کے بعد تُجھے گھر میں گھسنے نہیں دے گیں۔ اور فائزہ کے گھر والوں کو بھی خود ہی منا۔ میں اس گھر کا داماد ہونے کے ناتے تیری کوئی سفارش نہیں کروں گا یاد رکھنا۔۔ زاویار بھی اسی کے لہجے میں دوٹوک انکار کر گیا تھا۔ اگر وہ بیچ میں ٹانگ اڑاتا تو یقیناً سارے گھر والوں کو جواب دہ بھی اسی نے ہونا تھا۔۔ اسی لیے وہ کسی صورت نہیں مان سکتا تھا۔۔ "سہی جا دفعہ ہو۔ خود کر لوں گا میں سب کچھ۔ لیکن یاد رکھنا تیری میرے سے ختم ہے بلکل۔ مر گیا میرے لیے تو۔ جو میرے مشکل وقت میں میرا ساتھ نہیں دے سکتا وہ میرے لیے ایسے ہے جیسے کبھی تھا ہی نہیں۔!! زاویار کے سینے پر انگلی ٹھوک کر کہتے وہ واپس سے مولوی کی طرف بڑھا۔ اسے اب خود ہی کچھ کرنا تھا۔۔ جبکہ پیچھے زاویار تو بس حیرت سے اسے گھور کر ہی رہ گیا تھا۔ اس جذباتی انسان سے زاویار کو یہ اُمید نہیں تھی کہ اتنی سی بات پر رشتے ختم کر دے گا۔ لیکن یہ بات

صرف زاویار کے لیے اتنی سی تھی۔ وہ ابھی حدائق شاہ کی دیوانگی سے واقف نہیں تھا۔ تبھی اتنی آسانی سے انکار کر رہا تھا۔ اگر وہ صرف اسے فائزہ کے لیے روتے ہوئے بھی دیکھ لیتا تو کبھی انکار نا کرتا۔۔

مولوی صاحب آپ چلیں اندر۔ مولوی کی طرف بڑھتے حدائق انہیں اپنے ساتھ لیے" اندر کی جانب بڑھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب اسے کیا کرنا ہے۔۔ زاویار بھی اسے گھورتے اس کے پیچھے ہی اندر کی جانب بڑھا۔ لاکھ بھائی چارہ سہی لیکن اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اس معاملے میں بولے گا ہی نہیں۔ نکاح ہو گیا تب بھی نہ ہوا تب بھی حدائق شاہ نے مولوی صاحب کے ہمراہ کاریڈور میں داخل ہوتے انہیں ایک طرف کھڑے ہونے کو کہا۔ مولوی صاحب خاموشی سے ایک طرف کھڑے ہو گئے تھے!! اصل مرحلہ تو اب شروع ہوا تھا۔ کسی بھی طرح حدائق کو سب کو راضی کرنا تھا۔ جو کہ وہ جانتا تھا کہ بلکل آسان نہیں ہے۔۔ باقی سب حدائق کے ہمراہ مولوی صاحب کو حیرانی اور تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ کوئی بھی کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔۔ حدائق شاہ نے ایک نظر مظہر شاہ کی طرف دیکھتے اپنے قدم برہان خان کی طرف بڑھائے۔ اُسے سب سے پہلے ان سے بات

کرنا ہی بہتر لگا تھا۔!! برہان خان کی طرف جاتے وہ کرسی کے پاس گھٹنوں کے بل ان کے سامنے زمین پر بیٹھا۔۔ برہان خان حیرت سے اسے اپنے سامنے بیٹھا ہوا دیکھ رہے تھے۔ باقی سب کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ خاص کر مظہر شاہ کا۔۔ "انکل میں آج آپ سے کچھ مانگنے آیا ہوں۔ بیٹا سمجھ کر پلیز انکار مت کیجئے گا۔" حدائق شاہ نے برہان خان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے انہیں کہا۔ وہ بہت تمیز اور عاجزی سے ان کے سامنے بیٹھا تھا۔۔ "بیٹا اوپر بیٹھو۔ تم میرے لیے بالاج جیسے ہو۔ اچھا نہیں لگتا تم ایسے بیٹھے ہو۔ برہان خان نے اسے بازوؤں سے پکڑتے سب سے پہلے زمین سے اٹھانا چاہا۔ انہیں بلکل اچھا نہیں لگ رہا تھا حدائق کا یوں اپنے پاؤں میں بیٹھنا۔۔ "بیٹا بھی کہہ رہے ہیں اور پاؤں میں بیٹھنے بھی نہیں دے رہے؟ حدائق نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔ اپنی جگہ سے وہ ابھی تک نہیں ہلا تھا۔۔ برہان خان محض اس بچے کو دیکھ کر رہ گئے۔ شاہ برادرز کے بارے میں ان کی رائے غلط ثابت ہو رہی تھی۔ پہلے کل سے عدیل کا ان کے ساتھ رہنا اور پھر حدائق کا اتنی سعادت مندی دیکھانا۔ انہیں اس وقت اپنے گھر کے بچوں سے زیادہ شاہ برادرز خوش اخلاق لگ رہے تھے۔ "بولو بیٹے کیا چاہیے تمھیں؟ جو مانگو گے اگر ممکن ہوا تو میں لازمی دوں گا تمھیں۔۔ حدائق کے کندھوں پر ہاتھ رکھتے انہوں نے اسے جیسے کھلے دل سے

اجازت دی تھی۔!!"انکل فائزہ چاہیے مجھے۔آپ کی بیٹی۔میں نکاح کرنا چاہتا ہوں فائزہ سے۔اگر آپ کو کوئی اعتراض نا ہو تو۔"ہونٹ کاٹ کر کنفیوز سے انداز میں کہتے اس نے سب کے سروں پر دھماکا کیا تھا۔کوئی بھی اس سے یہ ایکسپکٹ نہیں کر رہا تھا سوائے زاویار کے جو کہ ابھی ہی اندر داخل ہوا تھا۔۔سب ہونک بنے حدائق شاہ کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے!!اسپیشلی مظہر شاہ!انہیں اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ اس بات کے لیے حدائق نے دادا جی کو کچھ نہیں بتایا۔اگر انہیں پتہ ہوتا تو وہ خود ہی بات کرتے۔یوں منہ اٹھا کر حدائق شاہ کو بات کبھی نہیں کرنے دیتے۔حدائق کی بے تاب نظریں برہان خان پر گڑھی تھیں۔اسے شدت سے ان کے جواب کا انتظار تھا۔باقی سب کیا سوچ رہے ہیں اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔۔برہان خان نے ایک نظر دادا جی کی طرف دیکھا۔جو چلتے ہوئے اسی طرف آ رہے تھے۔برہان خان کرسی پر تھوڑا سائڈ ہو کر بیٹھے۔انہوں نے دادا جی کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی تھی۔!!"بیٹے تمھیں پتہ ہے نہ کہ فائزہ کے ساتھ۔۔۔آدھی ادھوری بات کرتے برہان خان خاموش ہو گئے تھے۔۔اپنی خود کی بیٹی کے لیے اس طرح کی بات کرنا کتنا تکلیف دہ تھا کوئی ان سے پوچھتا۔۔حدائق نے نفی میں سر ہلایا۔شاید ہی اس کی پوری زندگی میں یہ پہلی بات تھی جس کے ذکر پر ہی حدائق شاہ کے حلق میں

آنسوؤں کا گولا سا اٹک گیا تھا۔ لیکن وہ بلکل رونا نہیں چاہتا تھا۔ اسی لیے ہونٹ کاٹتے اپنے آنسوں اندر ہی حلق میں اُتارے۔۔ "میں سب جانتا ہوں انکل۔ ذکر نا کریں اس بات کا جو آپ کو اور ہم سب کو صرف تکلیف کے سوا کچھ بھی نہ دے۔۔ حدائق نے ایک گہری سانس بھرتے تکلیف زدہ لہجے میں کہا۔ "ابھی تمہاری ماں جو کچھ کہہ کر گئی ہے۔ ہم سب اس سے اچھے سے واقف ہیں۔ ابھی تو وہ تھوڑی دیر کے لیے آئی تھی اور اتنا سنا کے چلی گئی۔ اگر ہم اپنی بچی کو ساری زندگی کے لیے اس گھر میں بھیج دیں پھر تو وہ اس کا جینا ہی حرام کر دے گی۔!! یہ داجی تھے جو ہر طرف سے عقلمندی سے سوچ رہے تھے۔ انہیں حدائق شاہ میں کوئی برائی تو نظر نہیں آرہی تھی لیکن وہ بس سائرہ بیگم کی طرف سے تھوڑے خوفزدہ تھے۔۔ "میں وعدہ کرتا ہوں ماما کی طرف سے فائزہ کو کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔ آپ لوگ چاہیں تو کسی بھی طرح کی گارنٹی لے لیں مجھ سے۔۔ حدائق شاہ نے بے تابی سے کہتے ان سے وعدہ کیا۔ اسے اب ریگریٹ ہو رہا تھا کہ سائرہ بیگم کے منہ کھولتے ہی انہیں فوراً گھر چھوڑ کر کیوں نہیں آیا۔۔ "برخوردار تم خود تو کہہ رہے ہو لیکن مجھے نہیں لگتا کہ تمہارے گھر والوں میں سے کوئی بھی راضی ہے۔ رفیق خان نے بھی اس کے پاس آتے سمجھداری سے کام لیتے کہا۔۔ "نہیں میں نے کسی کو بتایا ہی نہیں۔ اگر میں بتاتا تو

سب مان بھی جاتے۔ اور ویسے بھی نکاح میں نے کرنا ہے تو بس میرا ماننا لازمی تھا۔ میں راضی ہوں۔ حدائق نے ان کا یہ بہانہ بھی رد کر دیا تھا۔۔ "کوئی خاص وجہ میری بہن سے نکاح کی؟ یہ سوال پوچھنے والا بالاج خان تھا۔ جو اس کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔۔ حدائق نے دانت پیستے بے ساختہ ہی اپنی آنکھیں میچ کر کھولی۔۔ اسے لگ رہا تھا وہ کسی کوئز کمپٹیشن شو میں آ گیا ہے۔ سارے اس سے سوال پر سوال پوچھے جا رہے تھے۔ اور سب سے مشکل سوال بالاج خان کا تھا۔ اب وہ لڑکی کے باپ کے سامنے یہ تو نہیں کہہ سکتا تھا کہ ان کی بیٹی کے پیار میں گھٹنوں گھٹنوں ڈوبا ہوا ہے۔ اسے کوئی تمیز والا جواب ہی سوچنا تھا۔۔ نیچے بیٹھے ہی پنجوں کے بل پیچھے کی طرف مڑتے اس نے بالاج خان کی طرف دیکھا۔ جو خود جانچتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔!! "میں۔۔ ہاں۔۔ میں۔۔ میں! اپنا ماتھا کھجاتے اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ آخر کیا جواب دے۔ اپنی عاشقی تو وہ کسی صورت نہیں بتا سکتا تھا۔۔ جبکہ اس کا دل تھا بالاج خان کا سر پھاڑ دے۔ جس نے اچھی بھلی گیم چلتے آخر میں اسے مشکل میں ڈال دیا تھا۔ "کیا میں میں لگا رکھی ہے۔ آسان سی بات پوچھی ہے میں نے۔ سیدھی طرح جواب دے دو۔!! اتنا کنفیوز ہونے والی کیا بات ہے؟؟ بالاج نے اکتائے سے لہجے میں کہا۔ اُسے حدائق شاہ فائزہ کے لیے کچھ خاص پسند بھی نہیں تھا۔ حتیٰ کہ اُسے

وکیل ہی پسند نہیں تھے۔!!"میں ویسے ہی دل کر رہا تھا تمہاری بہن سے شادی کرنے کا تو لے آیا مولوی صاحب کو۔ دانت پیستے حدائق نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "دن میں اور کتنی لڑکیوں سے نکاح کرنے کو دل چاہتا ہے تمہارا؟ بالاج خان نے بھی اسی کے انداز میں طنز کرتے کہا۔!"قسم لے لو پہلی مرتبہ تمہاری بہن سے کرنے کو دل چاہا ہے بس۔۔! اپنی جگہ سے اُٹھتے حدائق شاہ نے بالاج کی طرف بڑھتے آہستہ سی آواز میں اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے کہا۔۔اپنی بات سے وہ اسے اچھی خاصی آگ لگا چکا تھا۔ بالاج ابھی اس کے گریبان تک ہاتھ لے کر جا ہی رہا تھا کہ حدائق نے رستے میں ہی اسکے دونوں ہاتھوں کو نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔۔"نکاح کی بات کر رہا ہوں گندی سوچ !اس کے ہاتھوں کو جھٹکتے حدائق شاہ نے اسے آنکھ ونک کرتے کہا۔ وہ بہت آہستہ آواز میں اس سے بات کر رہا تھا۔ ظاہر ہے اونچی آواز میں بول کر اپنے ہونے والے سسر کے سامنے اپنا امیج تھوڑی خراب کرنا تھا۔۔ بالاج خان کو تو وہ اچھا خاصا تپا چکا تھا۔ آخر کو وہ بھائی تھا بھلا اپنی بہن کے بارے میں کیسے اس طرح کی بات برداشت کرتا۔ وہ الگ بات تھی کہ حدائق نے واقعی نکاح کی بات کی تھی۔اس کا اپنا دماغ کہیں اور گیا تھا۔۔"بابا اس شخص کی کسی صورت فائزہ سے شادی نہیں ہو گی۔ مائنڈ اٹ ! حدائق کو ایک ہاتھ سے سائڈ پر کرتے بالاج خان نے

اپنے باپ کی طرف دیکھتے کہا۔۔ "چپ رہو بالاج تم۔ میری بیٹی ہے اور اس کے بارے میں فیصلہ بھی میں خود ہی لوں گا۔!! برہان خان نے سختی سے کہتے اسے خاموش کروادیا تھا۔ حدائق شاہ نے اپنے منہ میں زبان گول کرتے اپنی ہنسی روکی۔ برہان خان کے سامنے اچھے بننے کا کوئی تو فائدہ ہوا تھا۔۔ جبکہ بالاج خان تو غصے سے بس حدائق کو گھور کر ہی رہ گیا تھا۔۔ "میں گارنٹی دے رہا ہوں حدائق کی۔ ہمارے گھر میں فائزہ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ان بچوں کی باپ بن کر پرورش کی ہے میں نے۔ حدائق کے لیے فائزہ کو میں آپ سے مانگتا ہوں۔ اُمید ہے آپ لوگ انکار نہیں کرے گیں اس رشتے کو!! مظہر شاہ نے آگے بڑھتے داجی کے سامنے کھڑے ہوتے ان سے کہا۔ کافی سوچ بچار کے بعد وہ اس فیصلے پر پہنچے تھے۔!! حدائق کی آنکھوں میں بے ساختہ ہی نمی سی جمع ہوئی۔ صد شکر کوئی تو تھا جو اس کے ساتھ تھا۔۔ "ہمیں بس حدائق کی ماں کی طرف سے خطرہ لاحق ہے۔ باقی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے اس رشتے پر۔ داجی کی سوئی ابھی تک وہیں پر اٹکی تھی۔اور کافی حد تک وہ سہی بھی سوچ رہے تھے۔!! "میں وعدہ کرتا ہوں بھابی کی طرف سے فائزہ کو ایک سوئی چبھنے جتنی تکلیف بھی نہیں ہوگی۔ آپ لوگ بس ہاں کر دیں۔ مظہر شاہ نے ان کی یہ پریشانی بھی دور کر دی تھی۔!! داجی نے سوالیہ نظریں سے برہان

خان کی جانب دیکھا۔ اگر مظہر شاہ وعدہ کر چکے تھے تو بھلا انہیں اس رشتے سے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اب ان کی سوالیہ نظریں برہان خان پر گڑھی تھی۔۔ حدائق شاہ بھی ہونٹ کاٹتے انہی کے جواب کے انتظار میں تھا۔۔ "آپ سب بیٹھیں میں فائزہ کو بتا کر آتا ہوں۔ کچھ دیر میں نکاح شروع کر لیجئے گا۔۔ ہلکا سا مسکرا کر کہتے وہ ان سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیر گئے تھے۔ خاص کر حدائق شاہ کے چہرے پر۔ اس کا دل بے ساختہ ہی زوروں سے دھڑکا تھا۔ جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو۔ کہ فائزہ واقعی میں اس کی ہونے جا رہی تھی۔۔۔

قسط نمبر:40

برہان خان کاریڈور سے اُٹھتے وارڈ روم کی طرف بڑھ گئے تھے۔ خود تو وہ فیصلہ کر چکے تھے!! لیکن ابھی فائزہ کو نکاح کے لیے راضی کرنے جیسا ایک مشکل ترین مرحلہ انہوں نے طے کرنا تھا۔ اگر حدائق شاہ شادی کے لیے مان ہی گیا تھا تو وہ نہیں چاہتے تھے کہ وہ اس موقع کو گنوائے۔ پہلے ہی سارے خاندان میں ان لوگوں کی بہت بدنامی ہو چکی تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے اب فائزہ کو گھر بٹھا کر وہ مزید بدنامی اور لوگوں کی باتیں اپنے سر

لیں۔۔ان کے دل میں یہی دعا تھی کہ کسی طرح فائزہ مان جائے۔آخر کو وہ باپ تھے۔ بیٹی کے دل میں کیا چل رہا ہے وہ کیسے نا جان پاتے۔!! فائزہ کس حد تک مردوں سے خوفزدہ ہو گی وہ اچھی طرح جانتے تھے۔لیکن وہ خود بھی مجبور تھے۔وقت نے انہیں مجبور کر دیا تھا۔اب وہ ساری زندگی فائزہ کے اسی ڈر کے تحت اسے گھر میں تو نہیں بٹھا سکتے تھے نہ! کبھی نہ کبھی اس کی شادی کرنی ہی تھی۔۔تو ابھی ہی کیوں نہیں۔اگر حدائق شاہ اُسے اچھے سے رکھے گا تو انہیں یقین تھا کہ ان کی بیٹی اس ٹراما سے بہت جلدی باہر نکل آئے گی۔ لیکن اس کے لیے حدائق کو بہت محنت کرنے کی ضرورت تھی۔باپ اتنے اچھی طریقے سے بیٹی کے ساتھ بیہیو نہیں کر سکتا۔جیسے حدائق شاہ شوہر ہونے کے ناتے کھل کر اس سے کر سکتا تھا۔اسی لیے وہ بس کسی بھی صورت فائزہ کی شادی کروانا چاہتے تھے۔!! وارڈ روم کے باہر پہنچتے انہوں میں ایک گہری سانس خارج کرتے ہوا کر سپرد کی۔انہیں بس کسی بھی طرح اپنے آنسوؤں پر کنٹرول رکھنا تھا۔اگر پیار سے نہ سہی تو وہ ڈانٹ سے فائزہ کو مناتے لیکن اس شادی کے لیے فائزہ کو انہوں نے منا کر رہنا تھا۔۔وارڈ روم کا دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوئے۔کمرے میں سوائے فائزہ کے اور کوئی بھی نہیں تھا۔نرس فائزہ کے ہاتھ کی پٹی کرتے جا چکی تھی۔فائزہ بھی بیڈ پر آنکھیں موندے لیٹی تھی۔جتنا

وقت بیہوشی میں گزر چکا تھا وہ گولڈن ٹائم تھا۔ کیونکہ اس کی آنکھوں سے اب نیند جیسے روٹھ گئی تھی۔۔ کہاں فائزہ خان ہمیشہ کے لیے سونا چاہتی تھی اور کہاں اب دو گھڑی آنکھیں بند کرنا بھی محال تھا۔۔ اپنے ہی دماغ نے عین لمحوں پر اس طرح دغا دیا تھا کہ سونے کے لیے آنکھیں بند کرتے ہی وہ دردناک لمحے فلم کی طرح چلا دیتا تھا۔ زندگی تو اجیرن ہو ہی گئی تھی اب دو گھڑی سونا بھی محال تھا۔۔ "کمرے میں کسی کی آہٹ کو محسوس کرتے فائزہ خان نے بیڈ پر موجود سفید رنگ کی بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑا۔ وہ جاگ رہی تھی اور سب کچھ محسوس بھی کر رہی تھی۔۔ اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھی!! آنکھیں کھولنے سے اسے خوف آرہا تھا۔ کہ کہیں پھر سے وہی درندہ نا آجائے۔۔ "برہان خان نے بیڈ کے قریب جاتے نرمی سے اس کے بالوں پر ہاتھ رکھا۔ فائزہ کی آنکھیں ابھی تک بند تھی۔ لیکن وہ اس کی لرزتی پلکوں سے بخوبی اندازہ لگا چکے تھے کہ یہ جاگ رہی ہے۔۔ "فائزہ بیٹے آنکھیں کھولو! برہان خان نے بیڈ کر قریب رکھی کرسی پر بیٹھتے محبت اور نرمی سے اسے آنکھیں کھولنے کو کہا۔۔ "فائزہ خان نے بھی اپنے باپ کی آواز سنتے پٹ سے آنکھیں کھولی تھی۔ شاید اسی لیے باپ کا رتبہ بہت افضل رکھا گیا ہے۔ کہاں وہ ہر طرح کے مردوں سے ڈر رہی تھی۔ اور کہاں باپ کی ایک آواز پر آنکھیں کھول دی تھی۔

انہی کی آغوش میں پناہ چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ساری دنیا کے مرد بھی درندے بن جائے باپ باپ ہوتا ہے!! ایک بیٹی کو اس کا باپ کانٹا بھی نہیں چبھنے دیتا۔۔ فائزہ نے آنکھیں کھولتے برہان خان کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔ ویسے بھی اب یہ آنکھیں خشک ہونے کا نام ہی کب لیتی تھیں بھلا؟" کیسی طبیعت ہے اب؟ برہان خان نے ہاتھ سے اس کے بال سلجھاتے نرمی سے پوچھا۔ فائزہ نے محض اوپر سے نیچے سر ہلا دیا تھا۔ زبان بات کرنے سے قاصر تھی۔!!" بچے یہ جو زندگی ہے نا بڑی بے رحم ہوتی ہے۔ یہ اپنی طرف سے ہر طرح سے آپکو گرانے کی کوشش کرے گی۔ ہر طرف سے آپ کو ناکامی کا سامنا کروائے گی۔ زندگی گزار تو بہت لوگ لیتے ہیں۔ لیکن اصل فاتح وہ ہوتے ہیں جو زندگی جی کر دکھاتے ہیں۔ جب زندگی آپ کو گرائے آپ اٹھ کر کھڑے ہو کر دکھائیں اسے۔ آپ دکھائیں کہ آپ زندگی جینے والوں میں سے ہیں۔ کسی طرح کی ناکامی سے آپ کی محنت پر کوئی فرق نہیں پڑنے والا۔ زندگی آپ کو کتنے بھی ظالموں سے ملوادے۔ آپ بتائیں اسے کہ خدا کے علاوہ آپ کو کسی کا خوف نہیں ہے۔ میرا بچہ ہمت کرو۔ اس بستر پر پڑی تم بلکل اچھی نہیں لگ رہی۔ میری بیٹی تو وہی ہے نا جو کہتی تھی کہ بابا آپ کی بیٹی کسی بھی چٹان کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ تو بیٹا کرو مقابلہ۔ زندگی اس سے زیادہ ظالم

ہو سکتی ہے۔ تم تو ابھی سے ہمت ہار کر بستر پر پڑ گئی۔!!"اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے برہان خان بہت نرمی اور محبت سے اسے زندگی کے اُتار چڑھاؤ کے بارے میں سمجھا رہے تھے۔۔" کبھی کبھی اٹھنا محال ہو جاتا ہے بابا۔ زندگی برداشت سے زیادہ ظلم کر دیتی ہے۔ مجھے معاف کر دیجئے گا بابا میں نے تو آپ کا سر فخر سے بلند کرنا تھا۔ لیکن یہاں تو کچھ اور ہی ہو گیا۔ میں ہی آپ کے لیے بدنامی کا باعث بن گئی۔!! اپنی بات مکمل کرتے فائزہ نے آنسوؤں بھری آنکھوں سے انہیں دیکھا۔۔اس کی باتوں سے برہان خان کے دل میں ایک ٹیس سی اُٹھی تھی۔"ایسا کچھ نہیں ہے بچے۔ میری بیٹی آج بھی میرے لیے ویسے ہی ہے جیسے پہلے تھی۔ دنیا کیا کہتی ہے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔ برہان خان نے اس کے ماتھے پر شفقت بھرا بوسا دیتے اس کی غلط فہمی دور کرنی چاہی۔!!"لیکن مجھے فرق پڑتا ہے بابا۔ میں اب ساری زندگی عزت سے سر اٹھا کر نہیں جی پاؤں گی۔ یہ معاشرہ نہیں جینے دے گا مجھے۔ آپ جانتے ہونگے بابا۔ اس دنیا میں لوگ بہت ظالم ہیں۔ انسان ہی دوسرے انسان کو نوچنے پر تلا ہوا ہے۔!! مسلسل چھت پر نظریں گاڑے وہ بہت گہری باتیں کر رہی تھی۔ اور کہیں نا کہیں کافی حد تک اس کی باتیں درست بھی تھیں۔۔"اسی معاشرے کی باتوں سے بچانے کے لیے میں نے ایک فیصلہ لیا ہے بیٹا۔ اُمید ہے تم اپنے باپ کے اس

فیصلے میں میرا ساتھ دو گی۔اس کے بالوں میں اپنی اُنگلیاں چلاتے وہ اب اصل مدعے کی بات پر آئے تھے!! فائزہ نے یکلخت ہی چھت سے نظریں ہٹاتے ان کے چہرے کی طرف دیکھا۔ جیسے جاننا چاہتی ہو کہ کیا فیصلہ ؟"بیٹے نکاح کروانا چاہتا ہوں میں تمھارا۔یقین کرو یہ تمہارے لیے اور ہم سب کے لیے بہتر ہے۔ بہت اچھا لڑکا ہے میری نظر میں۔ برہان خان نے گویا اس کے سر پر دھماکا کیا تھا۔ وہ اپنے باپ سے کچھ بھی ایکسپکٹ کر سکتی تھی سوائے اس بات کے۔۔ کیا برہان خان نہیں جانتے تھے کہ وہ ابھی کس فیز میں ہے۔ کس ٹراما سے گزر رہی ہے اس کے باوجود بھی۔!!"بابا کم از کم آپ تو میرے ساتھ اس طرح مت کریں۔ نکاح تو دور میں کسی مرد کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔ آپ کچھ بھی اور کہہ لیں آپ کی ساری باتیں مان لوں گی لیکن نکاح نہیں کر سکتی میں۔اپنی حیرت پر قابو پاتے اس نے اپنے آنسوں صاف کرتے صاف انکار کیا۔اس کا ابھی تو کیا کبھی بھی شادی کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ خوف جیسے اس کی رگ رگ میں اُترا ہوا تھا۔۔"تم نکاح کرو گی بیٹے۔ میں پہلے ہی سارے خاندان میں بدنام ہو چکا ہوں۔ مزید ہمت نہیں ہے میرے اندر کسی کی باتیں سہنے کی۔!! برہان خان نے روتے ہوئے کہا۔ان کی آنکھوں سے آنسوں فائزہ کے ہاتھ پر گر رہے تھے۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ وقت کبھی اس موڑ پر بھی لا کے کھڑا کر

دے گا۔ "میں نہیں کروں گی بابا۔ آپ لوگ کیوں نہیں سمجھ رہے آخر۔ فائزہ کی ابھی بھی وہی ضد تھی۔ نکاح کی سوچ ہی اسے خوفزدہ کیے ہوئے تھی۔ پھر سے کسی مرد کے ساتھ ساری عمر گزارنا! افف! "یہ میرے جڑے ہوئے ہاتھ دیکھ لو فائزہ۔ تمہاری وجہ سے پہلے ہی بہت بدنام ہو چکا ہوں میں۔ اپنے باپ کا سر اور کتنا شرم سے جھکاؤ گی۔ ابھی بھی ہم سب تمہارے بارے میں ہی سوچ رہے ہیں تو یہ ہمارا بڑا پن ہے۔ ورنہ غیرت کے نام پر روز کتنے قتل ہوتے ہیں تم بہت اچھے سے جانتی ہو گی!! فائزہ کے سامنے ہاتھ جوڑتے وہ بہت سخت الفاظ کہہ گئے تھے۔ وہ بلکل ایسا بولنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن فائزہ کے انکار نے انہیں مجبور کر دیا تھا یہ سب کہنے پر۔!!! فائزہ نے بے بسی سے ان کی طرف دیکھا۔ ان کی بات پر جیسے اس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے۔ اور کوئی یہ بات کرتا فائزہ اتنا دل پر نہ لیتی لیکن برہان خان کے منہ سے یہ بات جیسے تیر کی طرح اس کے دل پر لگی تھی۔!! "لے آئیں مولوی کو بابا۔ جس سے بھی کہیں گیں میں کر لوں گی نکاح۔۔ اپنے آنسوں صاف کرتے فائزہ نے واپس سے چھت پر نظریں گاڑے نکاح کے لیے حامی بھری۔ بخدا جس دل کے ساتھ اس نے حامی بھری تھی یہ اس کا خدا جانتا تھا۔۔ "ہمیشہ خوش رہو۔ خدا تمہیں ہر تکلیف ہر دکھ سے رہائی دے۔!! کرسی سے کھڑے

ہوتے برہان خان نے اس کے ماتھے پر بوسا دیتے صدق دل سے دعا دی۔۔ فائزہ نے دوبارہ اپنی آنکھیں نہیں پھیری تھیں۔ وہ یک ٹک چھت پر نظریں گاڑے ہوئے تھی۔!! برہان خان ایک نظر اسے دیکھتے باہر کی جانب بڑھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ وقتی دکھ ہے۔ حدائق ان کی بیٹی کو بہت خوش رکھے گا۔ اتنا یقین تھا انہیں حدائق شاہ پر۔!!

"ان کے کمرے سے باہر جاتے فائزہ نے آنکھیں پھیرتے دروازے کی طرف دیکھا۔ اور پھر وہ اپنے ہاتھ اپنے چہرے پر رکھتے بری طرح سسک پڑی تھی۔۔ وہ برہان خان کو بتا نہیں سکی تھی کہ اب وہ کسی بھی مرد کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کر سکتی۔ وہ انہیں یہ بھی نہیں بتا سکی تھی کہ اسے سب سے زیادہ خوف اس دنیا میں مرد ذات سے لگنے لگا ہے۔ وہ تو اب بالاج خان تک سے ڈر رہی تھی۔ بالاج خان جب کمرے میں اس سے ملنے آیا تھا تب بھی اس نے اپنی آنکھیں نہیں کھولی تھی۔۔ وہ جاگ رہی تھی۔ سب کچھ سن بھی رہی تھی۔ لیکن آنکھیں نہیں کھولی۔ کیونکہ سچ تو یہ تھا کہ اپنے بھائی تک سے وہ خوفزدہ تھی۔ وہ انہیں یہ بھی نہیں بتا سکی کہ اس کا جسم اب کسی بھی کام کا نہیں رہا۔ بھلا جس جسم پر پہلے سے کسی نے بغیر کسی رشتے کے اپنی چھاپ چھوڑ رکھی ہو ایسی لڑکیوں کو کون اپناتا ہے بھلا۔ اگر برہان خان کے اسرار پر کوئی اس سے نکاح کے لیے مان بھی گیا ہو گا تو یقیناً وہ

ساری زندگی اس کے قریب آنا تو دور اُسے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گا۔ اور وہ ساری زندگی ایسے ہی گھٹ گھٹ کر گزار دے گی۔۔ ایسا فائزہ خان کو لگتا تھا۔۔ برہان خان اسے اس طرح مجبور کرے گیں وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اگر وہ اس سے یہ بات نہ کہتے جو وہ ابھی بول کر گئے تھے تو فائزہ کبھی رشتے کے لیے ہاں نا کرتی۔ لیکن یہاں بھی ایک کمزور عورت کو بے بس کر دیا گیا تھا۔ حدائق شاہ جیت تو گیا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اپنی جیت کے چکر میں وہ فائزہ خان کو مکمل توڑ چکا تھا۔۔

برہان خان نے کاریڈور میں آتے ان سب کو فائزہ کے مان جانے کی خوشخبری سنائی۔ سب نے ہی سکون کا سانس لیا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ اب ان لوگوں کی آزمائش میں کمی آجاتی۔۔ حدائق شاہ نے صدق دل سے خدا کا شکر ادا کیا۔ خدا نے اس کی سن لی تھی۔۔ اسے نواز دیا تھا فائزہ سے۔ اب اس کی باری تھی۔ خدا سے کیے گئے ہر وعدے کو پورا کرنے کی۔ جو کہ وہ پورا کرنے کا ہر طرح سے ارادہ رکھتا تھا۔۔ "میرا خیال ہے وارڈ روم میں اتنا رش لگانا مناسب نہیں ہو گا۔ حدائق کا نکاح یہیں پر کروا لیتے ہیں۔ اور فائزہ کا وارڈ روم میں ہو جائے گا۔۔ دا جی نے ایک نظر سب کی طرف دیکھتے مظہر شاہ کو مخاطب کرتے

کہا۔!!"ہمیں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔ جیسا آپ سب کو مناسب لگے۔ مظہر شاہ نے مسکراتے ہوئے اجازت دی تھی۔!! مولوی صاحب کو کرسی پر بٹھاتے حدائق کو بھی انہی کے ساتھ بٹھایا گیا۔اس کے عین سامنے کھڑا عدیل شاہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ آخر کو اس نے بھی دعا کی تھی حدائق شاہ کے لیے۔رائنا اور عظمیٰ خان اندر وارڈ روم میں فائزہ کی طرف بڑھ گئی تھیں۔!!"نکاح شروع کریں مولوی صاحب! برہان خان نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے مولوی صاحب کی نکاح شروع کرنے کو کہا۔!! حدائق شاہ مسکراتے ہوئے دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھا تھا۔خوشی اس کے چہرے سے ہی عیاں تھی۔۔ بالاج خان منہ کے زاویے بگاڑتے اس کے سامنے ہی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔اس کے بس میں ہوتا تو کبھی اپنی بہن کا نکاح حدائق شاہ سے نہ ہونے دیتا۔۔

حدائق شاہ ولد بشارت شاہ آپ کا نکاح فائزہ خان ولد برہان خان کے ساتھ بعوض ایک "کروڑ روپے حق مہر سکہ راجی الوقت کیا جاتا ہے۔کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟"

مولوی صاحب کے الفاظ اسے کانوں میں رس گھولتے محسوس ہو رہے تھے۔دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے اپنے سامنے کھڑے بالاج خان کی طرف دیکھتے آنکھ ونک کرتے "قبول ہے" کہا۔۔اس وقت میں بھی وہ باز نہیں آیا تھا۔ بالاج کی بگڑی ہوئی شکل ہی بتا رہی تھی

کہ وہ اس نکاح سے کتنا ناخوش ہے۔ اسی لیے حدائق شاہ نے اسے مزید سلگانا اپنا فرض سمجھا۔۔ بالاج خان اسے آنکھ ونک کرتے دیکھ اپنے جبڑے بھینچ گیا۔ اگر سب یہاں کھڑے نا ہوتے تو وہ اس خبیث انسان کا منہ توڑ دیتا۔۔ "تینوں مرتبہ قبول ہے بولتے حدائق شاہ اپنے پورے ہوش و حواس میں خدا کو حاضر ناظر جان کر فائزہ خان کو اپنے نکاح میں لے چکا تھا۔۔!! برہان خان کو ایسا لگ رہا تھا جیسے منوں بوجھ ان کے سر سے اُتر گیا ہو۔ کم از کم اب معاشرے میں وہ سر اٹھا کر جی سکتے تھے۔!! حدائق شاہ کی طرف سے نکاح کا مرحلہ طے کرتے مولوی صاحب برہان خان کے ہمراہ وارڈ روم کی طرف بڑھے۔۔اب فائزہ کی طرف سے نکاح کی باری تھی۔!! "مولوی صاحب کے ساتھ برہان خان اور سارے بڑوں کو جاتے دیکھ حدائق شاہ مسکراتے ہوئے کرسی سے کھڑا ہوا۔ مسکراہٹ اس کے چہرے سے جدا ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔!! "مبارک ہو یار! عدیل شاہ نے آگے بڑھتے حدائق سے بغل گیر ہوتے اسے مبارک باد دی۔ وہ واقعی حدائق کے لیے بہت خوش تھا۔ "خیر مبارک! تُجھے بھی مبارک ہو بہت۔!! حدائق شاہ نے نجانے اسے کس چیز کی مبارک باد دی تھی۔ عدیل شاہ سمجھ نہیں سکا تھا۔ "مجھے کس چیز کی مبارک ہو۔ نکاح تیرا ہوا ہے میرا نہیں۔اس کے سر پر ہلکی سی چت لگاتے عدیل شاہ نے

جیسے اسے یاد دلایا تھا۔۔ "جاہل انسان مارنا لازمی تھا۔ حدائق نے دانت پیستے اسے دیکھا۔ وہ تھپڑ کے چکر میں اس کے بال خراب کر چکا تھا۔۔ "اوہ لوگوں کا نکاح کیا ہوا تیور ہی بدل گئے۔ عدیل نے اسے گھورتے مزید اس کے بال خراب کرتے کہا۔!! "ارے ابھی تھوڑی بدلے گیں تیور۔ تیور تو تب بدلے گیں جب ہم لوگوں کو ماموبنائے گیں۔ افف مزا آجائے گا۔!! حدائق شاہ نے اپنے سامنے کھڑے بالاج خان پر نظریں گاڑے کہا۔ اسے تپانے کا اپنا ہی مزا تھا۔ بالاج خان بھی کھڑا ان دونوں کو ہی گھور رہا تھا۔۔ حدائق شاہ کی بات پر اس کے چہرے پر ہلکی سی سرخی واضح ہوئی۔۔ جبکہ عدیل شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔!! "بیٹا اللہ کرے ساری زندگی بیوی قریب نہ آنے دے تُجھے۔ بالاج خان کی طرف جاتے عدیل شاہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے باقاعدہ ہاتھ اٹھائے حدائق کو بددعا دی۔۔!! حدائق شاہ جانتا تھا یہ پارٹی کس لیے بدلی گئی ہے۔ جبکہ بالاج خان کو تھوڑی بہت حیرت ہوئی تھی۔۔ "خدا کرے جو یہاں کھڑا مجھے بددعائیں دے رہا ہے اُسے سسرال میں سالے سے جوتے پڑیں آمین!! حدائق شاہ نے بھی اسی کے انداز میں ہاتھ اٹھاتے بددعا کی تھی۔ عدیل شاہ نے اچانک ہی گڑبڑاتے ہوئے بالاج خان کے کندھے سے ہاتھ ہٹایا۔ وہ بس حدائق شاہ کو گھور ہی سکا تھا۔۔ جبکہ بالاج خان بڑے ضبط سے ان

دونوں کے پاس کھڑا ان کی باتیں سہہ رہا تھا۔ اگر اس کی بہن کا معاملہ نا ہوتا تو وہ حدائق شاہ کو یہیں پر زندہ گاڑ دیتا۔۔ "ویسے بالاج خان اب تو عزت کرے گیں ہماری۔ آخر کو بہنوئی ہیں ہم اس کے۔!! حدائق نے بالاج خان کے چہرے پر نظریں گاڑے اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرتے کہا۔۔ "ہم؟ یہ پہلی بات تھی جو بالاج خان کے منہ سے نکلی تھی۔!! "آ۔۔ہاں ہم مطلب یہ خود کو ہی ہم کہہ رہا ہے۔ عدیل شاہ نے آگے بڑھتے حدائق کے گلے میں ہاتھ ڈالتے بالاج کی طرف مسکراہٹ اچھالتے کہا۔ جبکہ اس کے دل میں حدائق شاہ کے لیے بے تحاشہ گالیاں چل رہی تھیں۔۔ اتنا تو وہ سمجھ چکا تھا کہ حدائق اس کے راز سے واقف ہے۔ لیکن اسے یہ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر حدائق شاہ کو پتہ کیسے چلا۔ بس اب یہی بات اس نے پتہ لگوانی تھی!!! "مزاق اور دشمنی سے ہٹ کر حدائق۔ میری بہن کا دھیان رکھنا۔ وہ بہت بڑے ٹراما سے گزر رہی ہے۔۔ اُمید ہے تم اُسے واپس سے نارمل زندگی کی طرف لاؤ گے۔ میری بہن کو اگر ایک سوئی چبھنے جتنی بھی تکلیف ہوئی تمہارے گھر میں تو یاد رکھنا اس کا ایک عدد بھائی زندہ ہے۔ ہڈیاں توڑنے میں نام کافی مشہور ہے میرا۔۔" بالاج خان نے آگے بڑھتے اس کی آنکھوں میں اپنی سرخ آنکھیں گاڑتے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔ اُسے لاکھ حدائق سے مسئلے سہی لیکن وہ چاہتا تھا کہ

حدائق اس کی بہن کی خوش رکھے۔۔ "پہلی بات چوڑیاں پہن کے میں بھی نہیں بیٹھا۔ اینٹ کا جواب پتھر سے دینا آتا ہے مجھے۔ اور دوسری بات تمہاری بہن اب میری بیوی ہے۔ اور حدائق شاہ اپنی عورت کو حفاظت کرنا اُسے خوش رکھنا بہت اچھے سے جانتا ہے۔!! حدائق نے اسے گھورتے ہو کہا۔ جس طرح بالاج خان نے اسے دھمکی دی تھی حدائق شاہ کا دل تھا اسے زمین میں گاڑ دے۔ "دوبارہ اپنی شکل مجھے نا ہی دکھانا تو اچھا ہو گا۔ بالاج خان کو خاموشی سے آگے بڑھتے دیکھ پیچھے سے حدائق شاہ نے ہانک لگائی۔ بالاج خان کے ایک لمحے کو قدم رکے تھے لیکن اگلے پل وہ واپس سے اپنے قدم آگے کی طرف بڑھا گیا۔!! عدیل شاہ ان دونوں کے معاملے میں بلکل چپ تھا۔ وہ کچھ بولنا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔ "تُجھے تو میں پوچھتا ہوں سالے۔ نکاح کی مٹھائی تیرے دادا نے کھلائی ہے۔ عدیل کی طرف مڑتے وہ اب اس پر شروع ہو گیا تھا۔!! اور یہاں عدیل شاہ کا شک یقین میں بدل چکا تھا۔ حدائق شاہ جانتا تھا اس کے نکاح کے بارے میں۔!!! "تُجھے کس نے بتایا؟ عدیل شاہ نے حیرت سے سوال کیا۔ "بس لگ گیا پتہ جہاں سے بھی لگنا تھا۔ اب تو مٹھائی کا بندوبست کر بس۔ اور یاد رکھنا زاویار کی طرح دھوکا نہیں دوں گا۔۔ تیرا بھائی تیرے ساتھ ہے ہمیشہ۔ عدیل کی طرف جاتے حدائق نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ

کہا۔ عدیل شاہ کے چہرے کے اچانک ہی اڑتے رنگ وہ دیکھ چکا تھا۔۔ جبکہ عدیل شاہ تو بس مسکرا ہی سکا۔ وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

برہان خان مولوی کے ہمراہ وارڈ روم میں داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے ہی باقی سب بھی موجود تھے۔۔ عظمیٰ خان فائزہ کو بٹھاتے چادر سے اسے اچھے سے کور کر چکی تھیں۔ رائنا بھی ایک طرف بیڈ پر فائزہ کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔۔ فائزہ خان بے حس و حرکت کسی کٹھ پُتلی کی طرح بیڈ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اس کا دماغ کہیں اور ہی پہنچا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی زندہ لاش ہو جو یہاں رکھی گئی ہو۔ مولوی صاحب نے کرسی پر بیٹھتے نکاح شروع کیا۔

فائزہ خان ولد برہان خان آپ کا نکاح حدائق شاہ ولد بشارت شاہ کے ساتھ بعوض ایک "
" کروڑ روپے حق مہر سکہ راحی الوقت کیا جاتا ہے۔ کیا آپکو یہ نکاح قبول ہے؟

مولوی صاحب کے پوچھنے پر بھی اس نے کوئی ریکشن نہیں دیا تھا۔ وہ سن رہی ہوتی تو کچھ بولتی نا۔ وہ تو بس یک ٹک کسی غیر مرعی نقطے کو گھورنے میں مگن تھی۔ یہاں کیا ہو رہا ہے کیوں ہو رہا ہے وہ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی۔۔ اسے بلکل خاموش دیکھ مولوی صاحب

نے پھر سے اپنے الفاظ دہرائے۔!! برہان خان پریشانی سے فائزہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ کہیں وہ عین ٹائم پر انکار ہی نہ کر دے۔ انہوں نے عظمیٰ خان کی طرف دیکھتے آنکھوں سے انہیں اشارہ کیا۔۔ عظمیٰ خان نے فائزہ کے کندھے کو پکڑتے ہلکا سا ہلایا۔۔ فائزہ خان جیسے ہوش میں آئی تھی۔ اس نے یکلخت ہی آنکھیں پھیرتے عظمیٰ خان کی طرف دیکھا۔۔ "بیٹے مولوی صاحب کچھ پوچھ رہے ہیں۔ جواب دو۔ عظمیٰ خان نے اس کے سر پر دوپٹہ سیٹ کرتے اسے مولوی صاحب کی طرف متوجہ کروایا۔۔ مولوی صاحب نے ایک گہری سانس بھرتے پھر سے اپنے الفاظ دہرائے تھے۔!! "ق۔۔ قبول ہے۔!! "لرزتی سی آواز میں کہتے وہ برہان خان کا اٹکا ہوا سانس بحال کر گئی تھی۔ انہوں نے بے ساختہ ہی سکون کا سانس لیا۔ جبکہ پہلی مرتبہ قبول ہے بولتے فائزہ کی آنکھ سے آنسوں اس کے ہاتھ پر گرا۔۔ اور آخری قبول ہے تک اس کا ہاتھ گیلا ہو چکا تھا۔۔ کچھ لوگ نکاح ہونے پر خوش ہوتے ہیں۔ ایک وہ تھی کہ نکاح ہونے پر اپنی قسمت کو رو رہی تھی۔۔ آخر کو قسمت نے ظلم بھی تو بہت کیے تھے۔ اس کا رونا بنتا تھا۔!! فائزہ کی طرف سے بھی نکاح کا مرحلہ طے کرتے برہان خان مولوی صاحب کے ہمراہ باہر کی طرف بڑھے۔۔ پیچھے فائزہ عظمیٰ خان کے سینے اس لگی پھر سے بری طرح سسک پڑی تھی۔

مولوی صاحب کو بھیجتے برہان خان کرسی پر بیٹھے۔ حدائق ان کے سامنے ہی کھڑا تھا۔ صد شکر تھا کہ نکاح ہو گیا تھا۔اب وہ کم از کم فائزہ کی طرف سے ہر قسم کی فکر سے آزاد تھے۔۔ لیکن دوسرا مسئلہ ابھی بھی رہتا تھا۔ فائزہ کو تو شام تک ڈاکٹرز نے گھر لے جانے کا کہہ دیا تھا لیکن آبان خان کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔اس کی طرف سے ڈاکٹرز کا ہر مرتبہ ایک ہی جواب تھا۔ کہ ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ یہ ایک ہی جواب سن سن کر اب تو یہ لوگ بھی تنگ آنے لگے تھے!! نجانے آبان خان کو کب ہوش آنا تھا۔۔ برہان خان نے اپنے سامنے کھڑے حدائق شاہ کو دیکھتے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پاس آنے کو کہا۔۔ حدائق فوراً ہی ان کے پاس جاتے کرسی پر بیٹھا تھا۔ بھلا ان کی بات وہ کیسے ٹال سکتا تھا۔!! "بیٹا میری بیٹی کی حفاظت کرنا۔ وہ مردوں سے بہت خوفزدہ ہے۔اس کا یہ ڈر تم نے ختم کرنا ہے۔ میں نے اعتبار کیا ہے تم پر۔اُمید ہے تم میرے اعتبار کو ٹھیس نہیں پہنچاؤ گے۔ اگر فائزہ سے کسی بھی قسم کی کوئی غلطی ہو جائے تو بیٹا اُسے معاف کر دینا اسے کبھی تکلیف مت دینا۔ یہ ایک باپ کی گذارش ہے تم سے۔!! اپنے ساتھ بیٹھے حدائق شاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے برہان خان باپ ہونے کے ناطے اسے اپنی بیٹی کی حفاظت کرنے کو کہہ رہے

تھے۔وہ باپ تھے آخر کو۔اپنی بیٹی کے لیے وہ بہت خوفزدہ تھے۔۔"کیسی باتیں کر رہے ہیں انکل آپ۔ میں نے شادی کی ہے آپ کی بیٹی سے۔تو ظاہر ہے اُسے خوش بھی رکھو گا۔۔اور رہی بات اس کی غلطیوں کو معاف کرنے کی تو بے فکر رہیں۔ میں اُسے اس کی غلطیوں پر سکھاؤں گا۔ ناکہ ڈانٹنا یا مارنا شروع کر دوں گا۔اور تیسری بات وہ مردوں سے خوفزدہ ہے۔تو میرے علاوہ اب ساری زندگی وہ کسی اور مرد کی طرف دیکھے گی تو اس سے خوفزدہ ہو گی نا۔ وہ بس میرے ساتھ کمفرٹیبل ہو جائے باقی سارے مرد جائیں بھاڑ میں!!شروع میں ہلکا سا مسکرا کر کہتے وہ آخر میں شرارت سے کہتے برہان خان کے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھیر گیا تھا۔ انہیں اس وقت اپنی بیٹی کے لیے حدائق سب سے زبردست آپشن لگ رہا تھا۔۔"خوش رہو ہمیشہ۔خدا تم دونوں کی جوڑی سلامت رکھے۔ اس کی پیٹھ تھپکتے برہان خان نے صدق دل سے دعا کی۔۔حدائق شاہ نے بھی سچے دل سے آمین کہا تھا۔

رائنا خان وارڈ روم سے نکلتے ابھی کاریڈور کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی کہ کسی نے اس کا ہاتھ پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔۔رائنا خان اچانک ہی بری طرح مقابل کے سینے سے ٹکرائی

تھی۔۔ وہ ابھی فائزہ کے پاس سے عظمیٰ خان کے کہنے پر باہر جا رہی تھی کہ عدیل شاہ جو موقع کے انتظار میں تھا اب وارڈ روم کے باہر ہر طرف سے خالی رستہ دیکھتے رائنا کو اپنی طرف کھینچا۔۔ رائنا کا سر اس کے سینے سے بہت زور سے ٹکرایا تھا۔۔ اس نے کراہتے ہوئے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھتے عدیل شاہ کو گھورا جو مصروف سے انداز میں اسے ساتھ لیے آگے بڑھ رہا تھا۔۔ عدیل شاہ اسے لیے ایک بلکل ہی سنسان سائڈ پر ہوا۔ اسے یقین تھا کہ اس طرف کوئی نہیں آتا ہو گا۔ رائنا کو دیوار سے پن کرتے وہ خود اس کے آگے کھڑا تھا۔ رائنا خان اس کے آگے بلکل چھپ سی گئی تھی۔۔ عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے رائنا کی طرف دیکھا جو کھڑی اسے گھورنے میں مصروف تھی۔ اس کا ہاتھ ابھی تک ماتھے پر ہی تھا۔ "کیا ہوا زور سے لگ گئی کیا؟ عدیل شاہ نے اس کا ہاتھ ہٹاتے اس کے ماتھے کو دیکھتے کہا۔ جہاں اسے تو کچھ بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔۔ "کیوں لائے ہیں آپ مجھے یہاں؟ رائنا نے اس کے سینے پر ہاتھ جماتے نروٹھے سے انداز میں پوچھا۔ اگر وہ اسے کھینچ ہی رہا تھا تو بندہ آہستہ بھی کھینچ سکتا تھا۔۔ لیکن نہیں عدیل شاہ نے کسی دن اسے ہرٹ اٹیک کروا کر رہنا تھا۔!! "تمھیں قریب سے دیکھنا تھا اس لیے۔۔ عدیل شاہ نے اس کے چہرے پر آئی ایک آوارہ لٹ کو پیچھے کرتے اپنی تپش زدہ سانسیں اس کے چہرے پر چھوڑتے کہا۔۔

"کیوں دور سے اچھی نہیں لگ رہی تھی کیا؟ فوراً ہی جواب آیا تھا۔۔ "نہیں قریب سے زیادہ اچھی لگتی ہو!! جیسے اب لگ رہی ہو۔ میری! عدیل شاہ نے بھی دوبدو جواب دیا۔۔ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے کھڑے تھے۔۔ رائنا نے اس کے جواب پر سرخ پڑتے اپنی نظریں جھکائی۔۔ عدیل شاہ ہلکا سا مسکرا کر رہ گیا تھا۔۔ "تمہارے لیے کچھ لایا تھا میں! عدیل شاہ نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے کہا۔۔ رائنا کی سوالیہ نظریں اسی پر گڑھی تھی۔!! عدیل شاہ نے اپنی ایک جیب سے چار سے پانچ چاکلیٹس نکالتے اس کے ہاتھ میں تھمائی!!؛ رائنا سہی طرح سے مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔ ٹھیک ہے اسے چاکلیٹس بہت پسند تھی لیکن اتنے دنوں سے وقت نے ان سب کی مسکراہٹ چھین رکھی تھی۔۔ ابھی بھی یہ چاکلیٹس دیکھتے رائنا کو فائزہ کی ہی یاد آئی تھی۔!! "کیا ہوا تمھیں پسند نہیں کیا چاکلیٹس؟ عدیل نے اس کے چہرے پر خوشی کی کوئی رمک نا دیکھتے پوچھا۔ "عدیل آپی کی حالت بلکل ٹھیک نہیں ہے۔ حدائق بھائی انہیں خوش تو رکھے گیں نا؟؟ اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیلتے رائنا نے عدیل کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔ ان سب کا ایک ہی ڈر تھا۔۔ عدیل نے بے ساختہ ہی ایک گہری سانس لیتے رائنا کو اپنے سینے میں بھینچا تھا۔ وہ جانتا تھا اس وقت رائنا پر کیا گزر رہی ہو گی۔!!

"میرا بچہ تم پریشان مت ہو۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمہاری بہن شاہ ولا میں خوش رہے گی۔ حدائق بہت اچھا انسان ہے اور سب سے بڑی بات وہ بہت محبت کرتا ہے فائزہ سے۔ میں نے خود اسے فائزہ کے لیے روتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ کبھی فائزہ کو کوئی تکلیف نہیں ہونے دے گا۔" اسے اپنے سینے میں بھینچتے عدیل نے جیسے اسے تسلی دینے چاہی۔۔ رائنا نے اس کے سینے سے چہرہ نکالتے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔۔ "کیا واقعی حدائق بھائی فائزہ آپی سے محبت کرتے ہیں؟ اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ ان میں سے کسی کو بھی دور دور تک اس بات کہ علم نہیں تھا۔ ابھی تک تو سب کو یہی لگتا تھا کہ حدائق شاہ نے فائزہ کو اپنا کر خان فیملی پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔۔ "تو تمھیں کیا لگتا ہے وہ کیا ہر دوسری لڑکی کے گھر والوں کے پاس مولوی لے کر پہنچ جاتا ہے۔ ظاہر ہے یار وہ فائزہ کو پسند کرتا تھا تو خود اپنے نکاح کی بات کی تھی تمہارے بابا سے۔ ورنہ کون بھلا ایسے کرتا ہے آج کے دور میں۔!! عدیل شاہ نے اس کی بے یقین آنکھوں پر باری باری اپنے لب رکھتے کہا۔۔ رائنا بے ساختہ ہی خود میں سمٹی تھی۔۔ تھوڑی بہت تو عدیل کی بات سے اس کے دل میں تسلی ہو ہی گئی تھی کہ حدائق شاہ اگر فائزہ سے محبت کرتا ہے تو یقیناً اُسے خوش بھی رکھے گا۔۔ "ویسے کتنی کوئی ظالم عورت ہو تم! شوہر صبح سے بھوکا پیاسا ہے مجال ہے تم نے ایک پانی کا

گلاس بھی پوچھا ہو مجھ سے۔اوپر سے صبح ناشتہ بھی خود ہی کر لیا۔۔عدیل شاہ نے ابرو اُچکاتے اب اس کی کلاس لینی چاہی!! جس کے لیے وہ کب سے انتظار کر رہا تھا۔۔"دو نوالے ہی کھائے تھے میں نے بھی۔۔رائنا نے منہ بنا کر کہتے اسے بتانا ضروری سمجھا۔ "،ہمم سہی! چلو اب دو نوالے نہ سہی دو گھونٹ پانی ہی مجھے بھی پلا دو۔پیاس بہت لگی ہے۔۔اسے مزید اپنے سینے میں بھینچے عدیل شاہ نے خمار سے لبریز آواز میں کہا۔رائنا کی نازکی وہ اپنے سینے سے مس ہوتی بخوبی محسوس کر رہا تھا۔اس کی آنکھیں خمار سے جیسے ہلکی سی سرخ ہو چکی تھی۔!!"تو پی لیں آپ پانی۔مجھے چھوڑیں عدیل کوئی آجائے گا۔رائنا نے سرخ چہرے کے ساتھ کہتے اس سے دور ہونا چاہا۔۔لیکن عدیل شاہ اسے مزید اپنے سینے میں بھینچ گیا تھا۔رائنا کی دھڑکنیں اس کے سینے سے لگتی جیسے بلکل دب رہی تھی۔ جبکہ شرم سے وہ جیسے زمین میں گڑنے والی ہو رہی تھی۔۔"چاکلیٹ کھولو۔عدیل شاہ نے اس کے ماتھے پر لب رکھتے اسے حکم دیا۔وہ اس کی بات کو سرے سے ہی نظر انداز کر گیا تھا۔۔"عدیل پلیز اگر آپ نے چاکلیٹ کھانی ہے تو کھا لیں۔لیکن مجھے چھوڑ دیں پلیز۔ رائنا کی ایک ہی ضد تھی۔وہ بس کسی طرح عدیل سے تھوڑا پیچھے ہونا چاہتی تھی۔!!"رائنا ! عدیل شاہ نے اپنے لہجے کو جان بوجھ کر سخت بناتے اس کا نام ہی پکارا تھا کہ رائنا کی

مزاحمت فوراً ہی ختم ہوئی۔!! وہ آنکھیں میں نمی لیے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ "اچھے خاصے رومانٹک موڈ کا بیڑا غرق کرنا کوئی تم سے سیکھے۔ جاؤ چلی جاؤ!! نہایت خراب موڈ کے ساتھ عدیل شاہ نے اس کی کمر سے ہاتھ ہٹاتے اسے جانے کی اجازت دی۔۔ وہ صرف اس کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر اسے جانے دے رہا تھا۔ ورنہ اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا اب رائنا کو چھوڑنے کا۔!! رائنا اسے غصے میں دیکھتے وہیں جم کر کھڑی ہوئی۔ ایک تو اس شخص کا موڈ بہت جلدی خراب ہو جاتا تھا۔۔ "جاؤ اب کھڑی کیوں ہو! اسے یہیں کھڑے دیکھ عدیل شاہ نے پھر سے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ مقابل کی پہلے ضد ختم نہیں ہو رہی تھی اور اب اپنی جگہ پر جم کر کھڑی تھی۔!! "چاکلیٹ کھانی تھی آپ نے تو یہ لیں! اپنے ہاتھ میں موجود چاکلیٹ کا ریپر کھولتے رائنا نے اس کے سامنے کی۔ اب وہ اسے کیا بتاتی کہ وہ اس کے غصے کی وجہ سے نہیں جا رہی تھی۔۔ "خود ہی کھالو تم۔ میں نے کھالی ہے۔ اس کا ہاتھ اپنے سامنے سے پیچھے کرتے عدیل شاہ خود بھی آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ رائنا نے اس کا ہاتھ پکڑتے اسے روکا۔۔ "مجھے درد ہو رہا تھا اس لیے آپ کو پیچھے ہونے کو کہا تھا۔!! سرخ چہرے کے ساتھ نظریں جھکائے رائنا نے اسے اب اصل وجہ بتائی۔!! عدیل شاہ نے بے ساختہ ہی اپنی مسکراہٹ روکی تھی۔ مقابل ایسے سر جھکائے

کھڑی تھی جیسے کوئی بچہ اپنی غلطی تسلیم کرتے وقت سر جھکا کر کھڑا ہو۔۔ "اچھا کہاں ہو رہا تھا درد یہاں؟ عدیل شاہ نے اس کی دھڑکنوں پر اپنی انگلی گول گول گھماتے معصومیت سے پوچھا۔ رائنا نے لال بھبوکا چہرے کے ساتھ فوراً ہی اس کی انگلی تھامی تھی؛! "ارے بتاؤ تو۔ عدیل شاہ اس کے سرخ چہرے کی طرف دیکھتے اسے تنگ کر رہا تھا۔۔ رائنا نے روہانسی ہوتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ عدیل شاہ اسے کچھ زیادہ ہی بے باک اور ہے شرم لگ رہا تھا۔۔ اسے روہانسے ہوتے دیکھ عدیل نے اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ ترک کیا۔ وہ رائنا کے ہاتھ میں موجود چاکلیٹ اس سے پکڑ گیا تھا۔۔ رائنا اس کے سینے پر ہاتھ جمائے نا سمجھی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔!! عدیل شاہ نے چاکلیٹ اس کے منہ کے آگے کرتے اسے کھانے کا اشارہ کیا۔!! رائنا نے چاکلیٹ کی ایک بائٹ لے لی تھی۔ وہ ابھی اسے چبانے ہی لگی تھی کہ اس سے پہلے ہی عدیل شاہ اس کے ہونٹوں پر جھکا۔۔ رائنا اس کی شرٹ سختی سے اپنی مٹھیوں میں جکڑ گئی تھی۔ اسے پہلے ہی اندازہ تھا کہ یہ انسان اتنا شریف اور سیدھا تو نہیں ہے۔۔ عدیل شاہ ایک ہاتھ اس کے بالوں میں الجھاتے اس کے منہ سے چاکلیٹ چننے میں مصروف تھا۔۔ ساتھ ساتھ وہ اس کے ہونٹوں کو بھی سک کر رہا تھا۔ چاکلیٹ دونوں کے ہونٹوں پر لگ چکی تھی۔ جسے عدیل شاہ اپنے ہونٹوں سے ہی چننے

میں مصروف تھا۔۔ جبکہ اس کا دوسرا ہاتھ بے باکی سے رائنا کی کمر پر رینگتا نیچے کی طرف بڑھنے لگا تھا۔۔ رائنا نے اس کے ہاتھ کی بے باکی محسوس کرتے بے ساختہ ہی اس کے سینے میں مکے برسائے۔۔ عدیل شاہ جان بوجھ کر اپنے ہاتھ کو مزید نیچے لے جاتے اس کے کمر کے نچلے حصے کو مٹھیوں میں جکڑ گیا تھا۔۔ رائنا کا چہرہ شرم سے جیسے خون چھلکانے کو تھا۔ یہ شخص اس کی سوچ سے اوپر کی چیز تھا۔۔ اپنی سانسیں بلکل ختم ہوتی محسوس کرتے رائنا نے پھر سے اس کے سینے پر مکے برسائے۔ جو پیچھے ہٹنا ہی بھول گیا تھا۔۔ چاکلیٹ بلکل ختم ہو چکی تھی۔ جبکہ عدیل شاہ کبھی اس کے نچلے لب کو تو کبھی بالائی لب کو سک کرتے گھونٹ گھونٹ اس کے لبوں کا جام پینے میں مصروف تھا۔۔ وہ اس کام میں اتنا مگن تھا کہ اپنے سینے پر پڑتے رائنا کے مکے بھی محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔۔ رائنا کی آنکھوں میں آنسوں جمع ہونے شروع ہو چکے تھے۔ اسے لگ رہا تھا کہ سانس نا ملنے پر وہ ابھی زمیں بوس ہو جائے گی۔ اسے ابھی بھی پیچھے نہ ہٹتے دیکھ رائنا نے تنگ آتے اس کے بالوں کے پیچھے سے پکڑتے کھینچا۔ عدیل شاہ کراہتے ہوئے جیسے اچانک ہوش میں آیا تھا۔۔ اپنے بالوں پر ہاتھ رکھتے وہ رائنا سے پیچھے ہوا۔۔ رائنا اسے ہی گھورنے میں مصروف تھی۔ جو اس کی سانسوں کا دشمن بنا ہوا تھا۔ جبکہ عدیل شاہ بھی اسے گھور ہی رہا تھا جس نے اس کی اچھی

خاصی کس خراب کر دی تھی۔!!"میں بات ہی نہیں کروں گی اب آپ سے۔رائنا نے نروٹھے سے انداز میں اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے کہا۔۔"تمھیں بندہ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آنسوں کی ٹینکی تو ساتھ لے کر پھرتی ہو تم۔مجھے بے بس کرنے کے لیے سہی ہتھیار رکھتی ہو اپنے پاس۔!!عدیل شاہ اسے ابھی بھی گھور ہی رہا تھا۔اور وہ سہی ہی کہہ رہا تھا۔۔ابھی بھی مقابل کی آنکھوں میں آنسوں تھے جو کہ عدیل شاہ کو زہر لگتے تھے۔۔",میں جا رہی ہوں۔رائنا نے سو سو کرتے اس کی بات کو نظر انداز کرتے یہاں سے جانے سے پہلے اسے بتانا ضروری سمجھا۔۔عدیل شاہ نے زبردستی مسکراتے اسے ہاتھ سے اشارہ کیا تھا۔۔جیسے کہنا چاہتا ہو وہ رہا راستہ جاؤ یہاں سے۔"میں سچ میں جا رہی ہوں۔رائنا نے پھر سے اسے بتانا چاہا۔وہ جانا بھی چاہتی تھی اور نہیں بھی۔یہ بات وہ خود بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی۔ "اچھا سوری اِدھر آؤ!ایک گہری سانس بھرتے عدیل شاہ نے اسے زبردستی ہاتھ سے پکڑتے اپنے سینے سے لگایا۔۔رائنا اس سے دور ہونے کی کوشش کرتے مسلسل آنسوں بہا رہی تھی۔۔"اچھا نا میرے جگر کے ٹکڑے سوری!اب رونا بند کرو شاباش۔آئندہ کس کے دوران تمہاری سانسوں کا پکا خیال رکھوں گا۔۔اس کے سر پر ٹھوڑی ٹکاتے عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے اسے اعتماد میں لینا چاہا۔۔"بہت برے ہیں آپ۔اس کے سینے پر مکا

مارتے رائنا نے اپنی ایک ہی بات دہرائی۔۔ "رومانس کے معاملے میں تم مجھے برا ہی پاؤ گی۔۔ عدیل شاہ نے بنا کسی لگی لپٹی کے مسکراتے ہوئے سیدھی بات کی تھی۔۔ رائنا نے حیرت سے اس بے شرم انسان کو دیکھا۔ وہ اس بات کی جگہ اسے کوئی تسلی بھی دے سکتا تھا۔۔ لیکن نہیں عدیل شاہ نے قسم کھا رکھی تھی اس کے ساتھ بے شرمی کی ساری حدیں پار کرنے کی۔!!"مجھے آپی کے پاس جانا ہے چھوڑیں مجھے۔اس سے فاصلہ بناتے رائنا نے اپنی چادر درست کرتے کہا۔اُسے ایک منٹ بھی مزید یہاں کھڑا نہیں ہونا تھا۔۔ "ہاں جاؤ۔تم سے تفصیلی ملاقات تو ویسے بھی میرے نصیب میں نہیں ہے۔جل بھن کر عدیل شاہ نے دل کی بات کہی تھی۔۔ جب سے نکاح ہوا تھا اس دن کے بعد سے وہ آج اسے ملی تھی اور وہ بھی اتنی سی دیر کے لیے۔عدیل شاہ بس ایک آہ بھر کر رہ گیا۔رائنا اس کی بات سنی ان سنی کرتے واپس وارڈ روم کی طرف بڑھ گئی تھی!! پیچھے عدیل شاہ دیوار سے ٹیک لگاتے گہرا مسکرایا۔۔ ملاقات چاہے تھوڑی دیر کی ہو۔اس کا دن بنا دیتی تھی۔۔اس بات کا اقرار عدیل شاہ کے دل نے کیا تھا۔۔

قسط نمبر: 41

کاریڈور میں موجود ہر شخص پریشانی کے عالم میں کھڑا تھا۔ کیونکہ ان لوگوں کو بتایا گیا تھا کہ آبان خان کو اگر ایک مزید گھنٹے میں ہوش نہیں آیا تو وہ کوما میں جا سکتا ہے۔۔ ابھی ہی ڈاکٹرز ان سب کے سروں پر جیسے دھماکہ کر کے گئے تھے۔۔ جہاں سب ابھی تھوڑی دیر پہلے فائزہ کے لیے دل سے خوش تھے وہیں اب آبان خان کی پریشانی نے ان لوگوں کی کمر توڑ دی تھی۔ خوشی خان ولا کے لوگوں کو جیسے راس ہی نہیں تھی۔۔ درفشاں خان ایک طرف بیٹھی بری طرح رو رہی تھی۔ زاویار اس کے ساتھ بیٹھا کتنی ہی دیر سے اسے تسلی دے رہا تھا۔ لیکن وہ تھی کہ سننے کو تیار ہی نہیں تھی۔۔ اسے بس کسی بھی طرح آبان خان زندہ صحیح سلامت چاہیے تھا۔ جب وہ میسر تھا تب وہ قدر نہیں کرتی تھی۔ اور اب آبان خان نہیں تھا تو جیسے اس کی اپنی سانسیں رک رہی تھیں۔!! عزرا خان کا حال بھی کچھ مختلف نہیں تھا۔ ان کی جوان اولاد تھی جو کہ انہیں بہت زیادہ عزیز تھی۔ اگر آبان خان کو کچھ ہو جاتا تو انہوں نے تو جیتے جی ہی مر جانا تھا۔۔ سب کا ایک ہی حال تھا۔ ہر کوئی غمگیں تھا۔ دلشاد خان کی ہمت تھی کہ وہ اپنی حالت پر قابو پا کر عزرا خان کو سمبھال رہے تھے۔ ورنہ تو اولاد تو ان کی بھی تھی۔ اور انہیں بھی اتنی ہی عزیز تھی۔۔ سب کے دل میں ایک

ہی دعا چل رہی تھی کہ کسی طرح آبان خان کو ہوش آجائے۔۔ شاہ ولا کے لوگ بھی ابھی تک یہیں پر موجود تھے۔ حدائق شاہ کا ارادہ برہان خان نے رخصتی کی بات کرنے کا تھا۔ لیکن عین اسی لمحے ڈاکٹرز آکر ان لوگوں کو آبان خان کے متعلق اطلاع دے گئے تھے۔۔ پھر حدائق شاہ نے بھی کوئی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ بس اب آبان کے ہوش میں آنے کے انتظار میں تھا۔ ڈاکٹرز کو گئے ہوئے آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا۔ اور خان ولا کے لوگوں کی جیسے جان پر بن گئی تھی۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ان لوگوں کی جان سولی پر لٹک رہی تھی۔۔ کوئی بھی کچھ بولنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ آبان خان گھر کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔ ہر کسی کو وہ بہت عزیز تھا۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ اس میں سب کی جان بستی تھی تو یہ بات غلط نہیں ہو گی۔!! فائزہ شاہ وارڈ روم میں ہی تھی۔ اُسے نیند کی گولیاں دی گئی تھیں۔ ورنہ تو رو رو کر اُس لڑکی نے اپنا حشر نشر کر لیا تھا۔ یہ نیند کی گولیاں بھی ڈاکٹر نے اس کے دماغی سکون کیلئے اسے دے دی تھی۔ ورنہ کوئی بعید نہیں تھی کہ زیادہ ٹینشن لینے کی وجہ سے وہ اب مزید کسی دماغی بیماری کو اپنے سر لے لیتی۔۔ غرض کہ ہر کوئی کسی نہ کسی وجہ سے غمگیں تھا۔۔

ڈاکٹر کو آئی سی یو سے نکلتے دیکھ راحیل خان نے جلدی سے آگے بڑھتے ان سے آبان خان کے متعلق استفسار کیا۔۔ باقی سب بھی اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہو چکے تھے۔۔ "ڈاکٹر آبان کو ہوش آیا؟ دھڑکتے دل کے ساتھ سب سے پہلے راحیل خان نے بے چینی سے سوال کیا۔۔ مزید کوئی بھی بری خبر سننے کی ان میں سے کسی میں بھی ہمت نہیں تھی۔۔ "جی ہاں مبارک ہو آپ لوگوں کو۔ انہیں ہوش آگیا ہے۔ ہم اُن کا ایک مرتبہ مکمل چیک اپ کر کے وارڈ میں شفٹ کر دیں۔ پھر آپ سب اُن سے مل سکتے ہیں!! پروفیشنل لہجے میں مسکرا کر کہتے ڈاکٹر ان سب کی جان میں جان لے آئے تھے۔ سب نے ہی بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا۔۔ درفشاں نے روتے ہوئے زاویار کے سینے میں منہ چھپایا۔ جس طرح اس نے ان مشکل حالات کا سامنا کیا تھا وہ یہ جانتی تھی یا پھر اس کا خدا۔۔ لیکن ایک چیز تھی جو اس سب میں اچھی ہوئی تھی اور وہ یہ تھی کہ اسے اپنی زندگی میں آبان خان کی اہمیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ آبان خان بلکل سہی کہتا تھا درفشاں کو اس سے نفرت نہیں بلکہ اس کے ساتھ نا رہنے کی صرف ضد تھی۔!! جو کہ آبان خان کے دور جانے پر درفشاں کو اچھے سے سمجھ بھی آگیا تھا۔ اپنے گزرے ہوئے ایام سے اسے نفرت سی ہوتی تھی اب۔ جب وہ آبان خان کو دھتکارتی تھی، اس سے بتمیزی کرتی تھی۔ ہر وقت اس شخص سے

نفرت کا راگ الاپتی تھی۔ اسے اب احساس ہوا تھا کہ اس شخص میں تو اس کی جان بستی ہے۔ وہ دور کیا گیا تھا اپنی اہمیت در فشاں پر بہت اچھے سے باور کروا گیا تھا۔ "گڑیا اب کیوں رو رہی ہو؟ اب تو ہوش آ گیا ہے اُسے۔ زاویار نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے اسے کو کروانا چاہا۔ آبان خان کے ہوش میں آنے کی خبر سنتے وہ زیادہ رونے لگ گئی تھی۔۔!! "بھائی مجھے معاف کر دیں۔ در فشاں نے اس کے سینے سے چہرہ نکالتے نجانے کس چیز کی معافی مانگی۔ زاویار شاہ سمجھ نہیں سکا تھا۔۔ "کس چیز کے لیے گڑیا؟ پاگل کیوں معافی مانگ رہی ہو؟ زاویار شاہ نے اس کے آنسوں صاف کرتے نا سمجھی سے پوچھا۔ "بھائی میں نے بہت ہرٹ کیا ہے آپ کو، بابا کو، آبان کو سب کو ہرٹ کیا ہے میں نے۔ پلیز مجھے معاف کر دیں۔!! در فشاں کو سچ میں ریگریٹ ہو رہا تھا۔ اس لیے معافی مانگنا ضروی سمجھا۔ زاویار کے چہرے پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ چھائی۔ آخر کار اس کی بھولی بہن کو اپنی غلطی کا احساس ہو ہی گیا تھا۔۔ "مجھ سے نہیں چندہ! بابا سے معافی مانگنا۔ مجھے یقین ہے وہ تمھیں معاف کر دے گیں۔ اور پہلے کی طرح تم سے بات بھی کرنے لگے گیں۔۔ زاویار نے سامنے کاریڈور میں کرسی پر بیٹھے مظہر شاہ پر نظریں جمائے سنجیدگی سے کہا۔ در فشاں کی وجہ سے وہ جتنا ہرٹ ہوئے تھے زاویار اچھے سے جانتا تھا۔۔ "ہمم میں آؤں گی گھر آبان

ٹھیک ہو جائیں پھر اگر بابا نے معاف نہ کیا تو؟ درفشاں نے ہونٹ کاٹتے اپنا ڈر بیان کیا۔ جتنی وہ بتمیزی کر چکی۔ تھی زیادہ چانسز تھے کے مظہر شاہ درفشاں کو گھر میں بھی داخل نہ ہونے دیتے۔!! "کچھ نہیں ہو گا بچے۔ آجانا تم جب بھی تمھارا دل کرے۔۔ زاویار نے اسے تسلی دی۔ اب مظہر شاہ اتنے بھی ظالم نہیں تھے۔ درفشاں نے محض اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ "بھائی آپ مجھے گھر چھوڑ آئیں۔۔ درفشاں کے کہنے پر زاویار نے اسے حیرت سے دیکھا۔ کہاں اس نے رو رو کر اپنا حشر بگاڑ رکھا تھا اور کہاں اب آبان خان کے ہوش میں آتے ہی اسے گھر جانے کی لگ گئی تھی۔!! "دماغ سیٹ ہے تمھارا۔ اب ہوش آگیا ہے تمہارے شوہر کو جس کے لیے کل سے رو رو کر تم نے برا حال کر رکھا ہے اپنا۔ اس سے ملے بغیر ہی چلی جاؤ گی کیا؟؟ زاویار نے حیرت سے پوچھا۔ اسے درفشاں کی دماغی حالت پر شبہ ہو رہا تھا۔۔ "بھائی میرے کپڑے سارے کیچڑ میں گندے ہیں۔۔ مجھے بہت اریٹیشن ہو رہی ہے۔ گھر جا کر کپڑے چینج کر کے پھر آجاؤں گی واپس!! مدھم سا مسکراتے درفشاں نے اس کے حیران چہرے کی طرف دیکھتے کہا۔۔ "اوہ اچھا پھر چلو۔ زاویار نے کہتے اُسے ساتھ لیے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔۔ درفشاں بھی چادر سیٹ کرتے اس کے ساتھ ہی ہسپتال سے نکلی۔!!

آبان خان کو وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔اسے ہوش میں آئے تقریباً آدھا گھنٹہ ہونے والا تھا۔ڈاکٹرز کے اجازت دینے پر دلشاد خان عزرا بیگم کے ہمراہ وارڈ روم میں آبان خان کی سے ملنے کی غرض سے گئے۔ عزرا بیگم نے رو رو کر اپنی حالت بہت قریب کر رکھی تھی۔ یہ آخری آدھا گھنٹہ ان پر بہت بھاری گزرا تھا۔

آبان خان نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولتے کمرے میں اِرد گرد دیکھا۔ اس کی" گردن سے کے کر پیٹ تک سارا حصہ پٹیوں سے جکڑا ہوا تھا۔تینوں گولیاں ایک ہی اطراف میں لگی تھیں۔۔ آبان خان نے اپنی آنکھیں وا کرتے وارڈ روم میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ پھر اس کی نظر اپنے ہاتھ پر گئی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھوں پر ڈرپ لگائی گئی تھی۔۔اسے اپنا جسم بلکل سن محسوس ہو رہا تھا۔اپنے جسم کو حرکت دیتے آبان خان نے کروٹ لینی چاہی۔ لیکن فوراً ہی کراہتے ہوئے وہ واپس سے سیدھا ہوا تھا۔۔زخموں پر لگے ٹانکوں میں بری طرح کھچ پڑی تھی۔ آبان خان نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے بمشکل سانس لینے کی کوشش کی۔ درد اتنا شدید تھا کہ اس سے سانس بھی نہیں لیا جا رہا تھا۔۔اس وقت وارڈ روم میں کوئی ڈاکٹر یا نرس بھی موجود نہیں تھی۔ جو اس وقت اس کے زخموں کا

معائنہ کر دیتی۔ آواز دے کر بلانے کی اس کے اندر ہمت نہیں تھی۔۔ اسے تو یہ بھی یاد نہیں تھا کہ وہ کتنے گھنٹے بیہوش رہا ہے۔ ابھی وہ اِدھر اُدھر دیکھ ہی رہا تھا کہ اس کے دماغ میں اچانک ہی رات ہوا سارا واقعہ کسی فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔۔!!"درفشاں! آبان خان نے بمشکل زیر لب درفشاں کا نام دہرایا۔ اس کے بیہوش ہونے کے بعد نجانے درفشاں کے ساتھ کیا ہوا ہونا۔ کہیں اسے کچھ ہو نہ گیا ہو! کہیں حنان لغاری نے اُسے کوئی نقصان نا پہنچا دیا ہو۔ اپنا درد بھلائے وہ درفشاں کے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔ وہ تو ہل بھی نہیں پا رہا تھا باہر جا کر درفشاں کو کیسے دیکھتا۔۔ بے بسی سے آبان خان بس ایک گہری سانس بھی کے !!رہ گیا۔ درد کی شدت سے اس کی آنکھیں لال سرخ ہو چکی تھی۔

عین اسی لمحے عزرا خان وارڈ روم میں داخل ہوتے روتے ہوئے آبان خان کی طرف بڑھیں۔۔ دلشاد خان اور باقی سب بھی انہی کے پیچھے اندر داخل ہوئے تھے۔!! آبان خان نے دروازے سے داخل ہوتے ہر ایک شخص کے چہرے پر نظریں جمائی۔ ان سب میں وہ نہیں تھی جس کا آبان خان کو انتظار تھا۔ شاہ ولا سے بھی بہت سے لوگ تھے۔ لیکن ایک وہی نہیں تھی جس دیکھنے کے لیے آبان خان اس وقت ترس رہا تھا۔۔"میرا بیٹا کیسا

ہے؟عزرا خان نے آبان کی طرف بڑھتے اس کے گال پر ہاتھ جمائے روتے ہوئے اس کی خیریت پوچھی۔!! "مادر فشاں کہاں ہے؟ وہ ٹھیک تو ہے نہ؟ آبان خان نے اپنی سرخ آنکھیں عزرا بیگم پر گاڑتے ان کی بات کو نظر انداز کیے بے چینی سے در فشاں کا پوچھا۔۔ اسے صرف اس وقت ایک ہی عورت اپنی آنکھوں کے سامنے چاہیے تھی اور وہ تھی در فشاں۔اسے حنان لغاری سے خطرہ تھا۔اسے اچھے سے یاد تھا کہ جب اسے گولیاں لگی تھی تب کوئی بھی وہاں موجود نہیں تھا۔ حتیٰ کہ گارڈز بھی نہیں۔۔اور آبان خان تو ویسے بھی بیہوش ہو گیا تھا۔ایسے میں حنان لغاری نے در فشاں کو کوئی نقصان نا پہنچا دیا ہو۔ عزرا بیگم کی طرف دیکھتے وہ شدت سے ان کے جواب کے انتظار میں تھا۔۔ عزرا خان اچانک ہی اس سے پیچھے ہوئی تھیں۔انہیں یہ اُمید تو نہیں تھی آبان خان سے۔ یہاں وہ لوگ اس کی فکر میں گھل کر مر رہے تھے اور آبان خان کو ہوش میں آتے ہی صرف اپنی بیوی کی فکر تھی۔!! "تمھیں کہیں درد تو نہیں ہے آبان؟ دلشاد خان نے آگے بڑھتے اس سے درد کا پوچھا۔ کیونکہ انہیں واضح آبان خان کے چہرے پر درد کے اثرات نظر آرہے تھے۔" بابا میری چھوڑیں در فشاں کہاں ہے۔ وہ ٹھیک تو ہے نہ! مجھے یہاں تک کون لایا تھا یہ بتائیں؟ آبان خان نے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔ سب اس کا پوچھ رہے تھے۔ جبکہ در فشاں کے

بارے میں اسے کوئی کچھ بتا ہی نہیں رہا تھا۔۔ "ٹھیک ہے وہ بلکل۔ گھر پر ہے۔ اب تم اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم ٹھیک تو ہو نہ ؟ ایک گہری سانس بھرتے دلشاد خان نے اسے بتایا۔ در فشاں اور زاویار جاتے ہوئے انہیں بتا کر گئے تھے کہ وہ گھر جا رہی ہے ! ! آبان خان نے بے ساختہ ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا۔ اس کی جان سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔۔ "میں بلکل ٹھیک ہوں ماما۔ بس تھوڑا بہت درد ہے وہ بھی ہی جائے گا ٹھیک انشاءاللہ ! آبان خان نے اب اپنے سر کے پاس کھڑی عزرا بیگم کا ہاتھ تھامتے کہا۔ ان کا اچانک ہی بنتا منہ وہ محسوس کر چکا تھا۔ لیکن اس وقت اسے خود بے چینی اتنی تھی۔ کسی اور کو وہ کیا دیکھتا۔۔ "زیادہ درد ہے تو ڈاکٹر کو بلائیں ! دلشاد خان نے پریشانی سے پوچھا۔۔ جبکہ عزرا خان بس مسکرا کر رہ گئی تھی۔ انہوں نے آبان کی بات پر کوئی جواب نہیں دیا تھا۔۔ "نہیں بابا یہ نارمل ہے درد ہو جائے گا ٹھیک ! آبان خان نے انہیں تسلی دینی چاہی جو خوامخواہ ہی پریشان ہو رہے تھے۔ ! ! امجد خان نے آگے بڑھتے اس کے سر سے ڈھیروں نوٹ وارے۔ نجانے کل سے اب تک کتنے ہی بکرے وہ صدقے میں دے چکے تھے۔ ! ! آبان خان مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہا تھا۔ جو سارے اس کی فکر میں گھل رہے تھے۔۔ سب لوگوں باری باری اس کے پاس سے ملتے باہر جا چکے تھے۔ ڈاکٹرز نے ابھی آبان خان کو زیادہ بات

کرنے سے منع کیا تھا۔اور پھر وارڈ روم میں بھی اس کے پاس زیادہ رش لگانے سے وہ منع کر چکے تھے۔اسی لیے سب لوگ آبان خان کے آرام کی غرض سے وارڈ روم سے باہر نکلے۔!!سب کو باہر جاتے دیکھ آبان خان نے سکون کا سانس لیا۔تکیے پر سر ٹکائے وہ اپنی نظریں چھت پر گاڑ گیا تھا۔۔"کیا فائدہ سب کے ملنے کا۔جس کا اسے انتظار تھا جسے دیکھنے کی اس کے دل میں خواہش تھی ایک وہی نہیں آئی تھی۔درفشاں گھر میں ہے۔یہ سن کر بھی جہاں ایک طرف آبان خان کو سکون ملا تھا وہیں پر اسے دکھ بھی بہت ہوا تھا۔۔یہاں وہ موت کے منہ سے باہر آیا تھا اور درفشاں اس کے لیے ہسپتال بھی نہیں آسکی۔ایسا آبان خان کو لگ رہا تھا۔کیونکہ دلشاد خان نے تو اسے یہی بتایا تھا کہ درفشاں گھر پر ہے۔نہ کہ یہ کے وہ کب گھر گئی تھی۔۔"بھلا وہ کیوں آنے لگی مجھ سے ملنے۔۔وہ تو سوچ رہی ہو گی اچھا ہے مر جاؤں میں۔جان چھوٹے گی اس کی مجھ سے۔!!مسلسل چھت پر نظریں جمائے وہ اپنے دل میں بہت تلخ باتیں سوچ رہا تھا۔ویسے بھی اب تک درفشاں کے منہ سے اس نے اپنے لیے نفرت کا الاپ ہی سنا تھا۔ہر وقت تو وہ عورت اس سے نفرت کی دعویدار رہتی تھی۔آبان خان کے دل میں بھی اب یہی آرہا تھا کہ درفشاں اسے گولیاں لگتے دیکھ خوش ہی ہوئی ہو گی۔"آبان خان مان لو محبت تمہارے نصیب میں ہی نہیں ہے۔اپنے دل میں

سوچتے وہ تلخی سے ہلکا سا مسکرایا۔ جس عورت کے لیے وہ خود پر گولیاں کھا چکا تھا اُسے اس کی اتنی بھی فکر نہیں تھی کہ وہ اسے دیکھنے کے لیے ایک مرتبہ ہسپتال ہی چکر لگا لیتی۔۔ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے آبان خان نے اپنی آنکھیں موندی۔ ڈاکٹر نے اسے انجیکشن لگا دیا تھا لیکن پھر بھی زخموں میں درد شدید تھا۔ کچھ سردی کی وجہ سے اسے اپنا جسم اکڑا ہوا لگ رہا تھا۔۔ حالانکہ وارڈ روم میں الیکٹرک ہیٹرز سے اچھی خاصی گرمائی تھی۔ لیکن پھر بھی اسے سردی لگ رہی تھی۔۔ اپنی آنکھیں موندتے وہ مسلسل دل میں ایک ہی عورت کو سوچ رہا تھا۔ کاش کہ وہ اس کے پاس ہوتی!! آبان خان نے شدت سے دل میں دعا کی۔ اسے بس کسی طرح دیدار چاہیے تھا در فشاں کا۔ وہ کچھ بھی نہ کہتی بس دو گھڑی اس کے سامنے کھڑی ہو جاتی آبان خان کے لیے اتنا بھی بہت تھا۔۔ لیکن وہ تو آئی ہی نہیں تھی اسے اپنا چہرہ دیکھانا تو پھر دور کی بات تھی۔۔۔

حدائق شاہ اس وقت کاریڈور میں برہان خان کے ہمراہ کرسی پر بیٹھا تھا۔ آبان خان کو ہوش بھی آچکا تھا۔ فائزہ کو بھی ڈاکٹرز نے ڈسچارج کر دیا تھا۔ اُسے گھر لے کر جا سکتے تھے۔!! برہان خان سے رخصتی کی بات کرنے کا اس سے اچھا موقع حدائق شاہ کو پھر

نہیں مل سکتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہسپتال سے سیدھا فائزہ خان اس کے ساتھ ہی اس کے گھر جائے۔ ابھی تک فائزہ سے وہ ملا نہیں تھا۔ نہ ہی وہ ابھی ملنا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ بیٹھ کر تسلی سے فائزہ سے بات کرے۔ تاکہ وہ اسے سمجھ سکے۔ اور وہ خود بھی کھل کر اس سے بات کر سکے۔۔ "انکل میں چاہتا ہوں فائزہ میرے ساتھ شاہ ولا جائے۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض نا ہو تو؟؟ حدائق نے دھیمے سے کہتے بات شروع کی۔ اسے کسی بھی طرح برہان خان کی منانا ہی تھا۔ "بیٹا تمہیں نہیں لگتا کہ ابھی مناسب نہیں ہے یہ سب۔ مطلب تمہارے گھر میں بھی کسی کو نہیں پتہ ابھی۔ ایسے میں اچانک فائزہ چلی جائے گی تمہارے ساتھ تو بہت باتیں بنے گیں۔ تھوڑا صبر کر لو پھر کر دیں گیں رخصتی کچھ دن بعد تک !! برہان خان نے سمجھانے کے انداز میں کہا۔ اس کی اچانک فرمائش پر وہ پریشان ہو گئے تھے۔ پہلے ہی انہوں نے بہت مشکل فائزہ کا دل دُکھا کر اسے نکاح کے لیے راضی کیا تھا اور اب رخصتی۔!! حدائق شاہ نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔ لیکن وہ اپنے موقف سے پیچھے ہٹنے والا نہیں تھا۔ جیسی فائزہ کی مینٹل کنڈیشن تھی۔ حدائق شاہ چاہتا تھا کہ وہ اسی کے ساتھ رہے۔ تاکہ حدائق شاہ واپس سے اسے جلد سے جلد نارمل زندگی کی طرف لا سکے۔!! "انکل آپ کی ساری بات ٹھیک ہے۔ لیکن جب میں فائزہ کو اپنے نام سے

متعارف کرواؤں گا تو یقین کریں کسی کی ہمت نہیں ہو گی اس پر باتیں بنانے کی۔ بھروسہ رکھیں مجھ پر آپ۔!!"بیٹا تم پر بھروسہ ہے تو اپنی بیٹی کو تمہارے حوالے کیا ہے۔ برہان خان نے ہلکا سا مسکراتے کہا۔"تو بس پھر آپ رخصتی بھی دے دیں۔ مسئلہ کیا ہے پھر۔ اچھا ہے نا میرا بھلا ہو جائے گا۔۔شوخی سے کہتا وہ برہان خان کو بھی مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔۔"بیٹا مسئلہ میرا نہیں ہے۔ مسئلہ اندر بیٹھی تمہاری بیوی کا ہے!!پہلے نکاح کے لیے میں نے جس طرح اس سے حامی بھروائی تھی تم نہیں جانتے۔اور اب اچانک رخصتی۔۔ وہ نہیں مانے گی۔!! برہان خان نے پریشانی سے اسے اب اصل وجہ بتائی۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے فائزہ کبھی نہیں مانے گی۔۔"اسے چھوڑیں آپ۔ابھی وقت ایسا ہے فائزہ پر کہ وہ کسی بھی چیز کے لیے واقعی حامی نہیں بھرے گی۔ آپ سب کچھ مت کہیے گا اُسے۔!! انفیکٹ آپ لوگ رخصتی کی کوئی بات بھی مت کیجئے گا۔ بس میری گاڑی میں بٹھا دیجئے گا کسی طرح اُسے۔ باقی میں خود سمبھال لوں گا سب کچھ۔!! ایک گہری سانس بھرتے حدائق نے چٹکیوں میں ان کا مسئلہ حل کیا۔اسے اندازہ تھا کہ فائزہ شاہ نے مشکل ہی نکاح کے لیے حامی بھری ہو گی۔ اور اب برہان خان اس کے شک پر مہر لگا چکے تھے۔۔"تم بھول رہے ہو کہ تم ایک باپ سے اُسی کی بیٹی کو دھوکا دینے کے لیے کہہ رہے ہو۔ برہان

خان نے ابرو اچکاتے کہا۔ حدائق شاہ منہ نیچے کیے گہرا مسکرایا تھا۔ وہ برہان خان کی شرافت کا کچھ زیادہ ہی فائدہ اُٹھا رہا تھا۔ لیکن برہان خان اب اتنے بھی انجان نہیں تھے۔۔ "دھوکا دینے کو نہیں کہہ رہا۔ بس چاہتا ہوں کہ کسی طرح رخصتی ہو جائے۔ اور فائزہ میرے گھر میں آجائے۔!! اس مرتبہ حدائق شاہ نے سنبھلتے صاف گوئی سے کام لیا۔ بس کسی بھی طرح کر کے وہ ایک مرتبہ برہان خان کے منہ سے ہاں سننا چاہتا تھا۔ "ٹھیک ہے لے جاؤ فائزہ کو! لیکن اتنا یاد رکھنا میری بیٹی پر کسی قسم کی بھی کوئی انگلی نا اٹھے۔ تم میرے لیے اتنا بھی کر دو تو میں ساری زندگی تمھارا احسان مند رہوں گا۔۔ اور برہان خان نے وہ بات کر ہی دی تھی جسے سننے کے لیے وہ بے چین تھا۔ لیکن ان کی آخری بات پر حدائق شاہ نے خفگی سے انہیں دیکھا۔!! "آپ کی بیٹی اب صرف آپ کی بیٹی نہیں بلکہ میری بیوی بھی ہے۔ کیوں فکر کر رہے ہیں آپ اس کی؟ میں وعدہ کرتا ہوں کوئی کچھ نہیں کہے گا فائزہ کو۔ اور اگر کسی نے اسے کچھ کہنے کی کوشش بھی کی تو یقین کریں میں اس کی زبان حلق سے کھینچنا جانتا ہوں۔۔ اور جہاں تک رہی احسان کی بات۔ تو احسان تو آپ نے مجھ پر کیا ہے۔ فائزہ خان کو فائزہ شاہ بنانے نے میرا ساتھ دے کر۔ حدائق نے ان کے ہاتھ تھام کر کہتے ان کے دل میں اپنا مقام مزید اونچا کر دیا تھا۔ برہان خان صدق دل سے اپنے رب

کے شکر گزار تھے جس نے ان کی بیٹی کے نصیب کھول دیے تھے۔سچ ہی کہا ہے کسی نے کہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔!! "خوش رہو بیٹا۔ اللہ تم جیسا داماد سب کو دے۔ برہان خان اس کا کندھا تھپکتے کرسی سے کھڑے ہو گئے تھے۔ابھی انہوں نے عظمیٰ خان سے بھی بات کرنی تھی۔آخر کو وہ ماں تھیں۔اُن کا اپنی بیٹی کے بارے میں ہر بات جاننے کا پورا حق تھا۔ان کے قدموں کا رخ وارڈ روم کی جانب تھا۔ جہاں عظمیٰ خان فائزہ کے پاس ہی رکی ہوئی تھیں۔!! انہیں جاتے دیکھ حدائق شاہ بھی کرسی سے کھڑا ہوا۔ایک کام تو اس نے کر لیا تھا لیکن ابھی دوسرا کام باقی تھا۔سب سے اہم کام! "اپنے سامنے چپس کھاتے عدیل شاہ اور راحیل کو اشارہ کرتے حدائق شاہ وارڈ روم کی طرف بڑھا۔۔جہاں پر آبان خان ایڈمٹ تھا۔۔زاویار شاہ جو ایک طرف کھڑا تھا ان لوگوں کو آبان کی طرف جاتے دیکھ وہ خود بھی انہی کے پیچھے ہوا۔۔وہ چاروں ایک ساتھ وارڈ روم میں داخل ہوئے تھے۔

سامنے ہی اکشم آبان خان کے بیڈ کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھا تھا۔وہ ابھی ہی آبان سے ملنے کے لیے آیا تھا۔اور اب بیٹھا اسے فائزہ کے نکاح کے بارے میں ہی بتا رہا تھا۔۔جبکہ آبان

خان بیڈ پر لیٹا اپنے پیچھے ہوئے ساری کہانی اس کے بقول سن رہا تھا۔۔ان چاروں کو ایک ساتھ کمرے میں داخل ہوتے دیکھ اکشم خاموشی سے کرسی سی کھڑا ہوا۔ "اکشم! آبان خان کے آواز دینے پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا تھا جو بیڈ پر اٹھ کے بیٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔اکشم نے فوراً ہی آگے بڑھتے اس کی بیٹھنے میں مدد کی۔آبان خان ان سب کو آتے دیکھ ہی اٹھا تھا۔وہ ان سب کا ایک ساتھ کمرے میں آنے کا مقصد بھی سمجھ گیا تھا۔اکشم کی چھوڑی ہوئی کرسی کی طرف حدائق شاہ اس پر بیٹھا۔بیڈ کے قریب ایک ہی کرسی پڑی تھی۔ باقی سب تھوڑی دور تھیں۔اسی لیے راحیل خان ،زاویار اور عدیل بھی اکشم کے ساتھ بیڈ کے اطراف میں کھڑے ہوئے۔!! حدائق شاہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے بنا پلک جھپکائے جانچتی نظروں سے آبان خان کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ابھی ان میں سے کوئی بھی کچھ کہتا کہ دروازے سے بالاج خان اندر داخل ہوا۔سب کو ایک ہی چیز کا انتظار تھا اور وہ تھا آبان خان کے ہوش میں آنے کا۔جو کہ اسے آچکا تھا۔۔بالاج خان بھی اسی مقصد کے لیے کمرے میں آیا تھا۔باقی سب کو پہلے سے کمرے میں موجود دیکھتے وہ بھی ان تینوں کے ساتھ جا کر بیڈ کے اطراف میں کھڑا ہوا۔ان پانچوں کی نظریں آبان خان پر گڑھی تھیں۔ جو باری باری سب کے چہرے نہار رہا تھا۔۔

اتنا پیار الگ رہا ہوں کیا جو تم سب بنا پلکیں جھپکائے مجھے دیکھ رہے ہو؟ آبان خان نے ان" سب کی طرف دیکھتے شوخی سے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ سبھی کو اس پر بہت غصّہ ہو گا۔۔ "زہر لگ رہا ہے۔ حدائق شاہ نے منہ کے زاویے بگاڑتے کہا۔!! "پھٹکار برس رہی ہے تیری شکل پر۔ عدیل شاہ نے جلتے بھنتے کہا۔ خود تو یہ شخص ان سے وعدہ لے کر بیہوش ہو گیا تھا بعد میں سب کے سوالوں کے جواب عدیل شاہ اور راحیل کو دینے پڑے تھے۔!! "شیشے میں ایک مرتبہ شکل دیکھ لیتا تو یہ بات ہم سے کبھی نہ پوچھتا۔ زاویار شاہ نے منہ بناتے کہا۔ اس شخص کی وجہ سے اس کی بہن کل رات سے مسلسل روئے ہی جا رہی تھی۔۔

خدا تیرے جیسا بھائی کسی دشمن کو بھی نہ دے! راحیل خان نے اسے گھورتے کہا۔ اس" انسان نے ان سب کو پھنسا دیا تھا۔!! "دل کر رہا ہے مار مار کر تیری اس منحوس شکل کو مزید بگاڑ دوں!! بالاج خان نے بھی اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ اگر یہ شخص عدیل اور راحیل سے وعدہ نہ لیتا تو ابھی تک وہ فائزہ کے گنہگاروں کو پکڑ چکا ہوتا۔!! "میں کچھ نہیں کہوں گا۔ کیونکہ آپ بڑے ہو تو بعد میں پٹنا نہیں ہے میں نے۔ سب کو کمنٹس پاس کرتے دیکھ اکشم نے معصومیت سے کہا۔ سبھی بول چکے تھے تو اب اسی کی باری تھی۔!! جبکہ آبان خان دانت کچکچاتے ان منحوس لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ جو آتے ہی اس پر برس

پڑے تھے۔ کسی نے دعا دینا تو دور اس کی طبیعت کے بارے میں بھی نہیں پوچھا تھا۔ بلکہ سارے ہی اپنے اپنے دل کی بھڑاس اس پر نکال رہے تھے۔۔!!"اوہ بھائی کے چمچے۔ باہر نکل یہاں سے! بالاج خان نے اکثم کو پیچھے گردن سے پکڑتے اسے دروازے کا رستہ دکھایا۔ پہلے ہی اس کا دماغ خراب تھا۔ کوئی بھی اس کے عتاب کا نشانہ بن سکتا تھا۔۔ "رہنے دے اسے یہیں پر بالاج۔ کہیں نہیں جائے گا یہ۔۔ راحیل خان نے اکثم کو واپس سے بازو سے پکڑتے اپنے پاس کھینچا۔۔ جبکہ اکثم تو بس اتنا سا منہ لے کر رہ گیا تھا۔ وہ چھوٹا تھا تو گھر میں عزت بھی چھوٹی ہی تھی۔!!"تم سب اپنے اپنے آنے کا مقصد بتاؤ اور نکلو یہاں سے! آبان خان نے سب کو گھورتے جانتے بوجھتے بھی ان سب کے یہاں آنے کی وجہ پوچھی۔!!"کون تھا وہ سیدھی طرح بتادے۔ اب اگر تو نے کوئی بھی بہانہ بنایا تو یقین کر آبان میں سچ میں تُجھے جان سے مار دوں گا۔۔ بالاج خان نے انگلی اٹھاتے اسے سختی سے تنبیہ کی۔ مزید انتظار اس سے ہو ہی نہیں رہا تھا۔ کسی طرح فائزہ کے گنہگار اس کے ہاتھ لگ جاتے بس۔!!"مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو تم لوگ کہ وہ کون تھا جس کے پاس وہ اس وقت قید ہے اس سے پوچھو! حدائق شاہ پر نظریں جمائے آبان خان نے تمسخراتے انداز میں کہا۔ جبکہ حدائق شاہ کے سکون میں کسی طرح کا کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ جانتا تھا

کہ آبان خان بہت اوپر کی چیز ہے۔۔ "کیا بکواس کر رہا ہے۔ کس کے پاس قید ہے وہ؟ راحیل خان نے نا سمجھی سے پوچھا۔!! "ان صاحب کے پاس قید ہے فائزہ کا گنہگار۔ بہت ہی کوئی کمینی چیز ہے حدائق شاہ تو۔ ہاتھ سے حدائق کی طرف اشارہ کرتے آبان خان نے آخر میں دانت پیستے اس کی شان میں قصیدے پڑھے۔۔ ابھی اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا کسی کو بھی حنان لغاری کے بارے میں بتانے کا۔ لیکن اس کی بیہوشی کے دوران ہی حدائق شاہ اپنا کام کر چکا تھا۔!! سب نے بے ساختہ ہی حیرت سے حدائق شاہ کی طرف دیکھا۔ اگر حدائق کو پتہ چل ہی گیا تھا تو اس نے کسی کو بتایا کیوں نہیں تھا۔ اور ان لوگوں کو بلکل کوئی بھنک بھی نہیں پڑنے دی تھی۔!! جبکہ حدائق شاہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے اسی سکون کے ساتھ بیٹھا تھا۔ سب کو شاک میں ڈالتے وہ خود آرام میں تھا۔۔ "تیرے جیسے کمینوں کے ساتھ کمینہ بننا پڑتا ہے۔ آبان خان کی طرف دیکھتے حدائق شاہ نے اپنے ہاتھ میں موجود انگوٹھی کو گھماتے کہا۔۔ "ویسے تجھے حنان کو قید کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ آبان خان نے اس کی بات کو ہوا میں اڑاتے سنجیدگی سے کہا۔ باقی سب خاموشی سے فلحال ان دونوں کی باتیں سن رہے تھے۔!! "تو تیرا کیا خیال تھا کہ اپنی بیوی کے گنہگار کو تمغہ امتیاز سے نوازتا۔ کہ یہ لے بھائی تو نے بہت اچھا کام کیا ہے۔۔ حدائق شاہ نے نہایت سرد لہجے

میں کہتے آبان خان کو سختی سے گھورا۔ حنان لغاری کے نام پر ہی اس کے دماغ کی شریانے پھٹنے لگی تھیں۔!! "جو مرضی کہہ لیکن تو ابھی حنان کو جان سے نہیں مارے گا۔ آبان خان نے اسی سنجیدگی سے کہتے حدائق شاہ کو مزید غصّہ چڑھا دیا تھا۔۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر یہ شخص کیوں حنان کو بچانے پر تلا ہوا ہے!! حالانکہ اسی شخص نے اس کی اپنی بیوی کو بھی اغوا کیا تھا۔۔ "بے فکر رہ اتنی آسانی سے نہیں ماروں گا اُسے۔تڑپا تڑپا کر ماروں گا۔اور مارنے کے بعد اسپیشلی تیرے لیے اس کی ڈیڈ باڈی بھی بھیج دوں گا۔ روتے رہنا پھر اس کی میت کو دیکھ دیکھ کر۔۔ حدائق شاہ کرسی پر آگے ہو کر بیٹھتے غصے سے غرایا تھا۔ اس کا بس نہیں تھا اٹھ کر آبان خان کا منہ توڑ دے۔۔ آبان خان بس اسے گھور ہی سکتا تھا۔اتنا اندازہ تو اسے تھا کہ حدائق شاہ بڑی ٹیڑھی چیز ہے۔اتنی آسانی سے وہ اس کی کوئی بات نہیں مانے گا۔۔ "تم دونوں ہمیں بھی بتاؤ گے کچھ یا آپس میں ہی لڑتے رہو گے۔!! راحیل خان نے تنگ آتے ان دونوں کو گھورتے کہا۔ جو آپس کی کی باتوں میں ان ساروں کو فراموش کر چکے تھے۔۔ "جو تم سن رہے ہو وہی بات ہو رہی ہے بس۔ حنان لغاری میرے پاس ہے سیمپل!! حدائق شاہ نے کندھے اُچکاتے ایسے کہا جیسے یہ تو کوئی بات ہی نہیں تھی۔۔ "آبان کو گولی حنان لغاری کی بہن نے ماری تھی۔ میں جب وہاں سے فائزہ کو

لے کر آرہا تھا تب درخت کے پاس ہلکی سی کسی لڑکی کی جھلک دیکھی تھی میں نے۔یقیناً وہ حنان کی وہی بہن تھی جو تمہارے پیچھے پاگل تھی شاید!! شروع میں حدائق کی طرف دیکھتے راحیل خان نے آخر میں آبان خان کو جیسے یاد دلایا۔اپنی طرف سے اس نے آبان خان کو بہت پتے کی بات بتائی تھی۔۔!! آبان خان بس ان معصوموں کو دیکھ کر ہی رہ گیا۔ اسے اس وقت حدائق شاہ سب میں سمجھدار لگ رہا تھا۔۔"تمھیں پتہ ہے راحیل۔اگر بیغیرتی کی حد ختم ہوتی ہے نہ تو وہ آبان خان پر آکر ختم ہوتی ہے۔اس انسان کو مرتے مرتے بھی سکون نہیں تھا۔۔حدائق شاہ نے آبان پر نظریں جمائے اپنے دل کی بات کی۔ اس نے اپنی زندگی میں آبان خان سے زیادہ شاطر انسان نہیں دیکھا تھا۔"کیا مطلب؟ بالاج خان نے نا سمجھی سے پوچھا۔ان دونوں کی باتیں ان سب کے سروں پر سے گزر رہی تھیں۔۔زاویار اور باقی دونوں کی نظریں بھی حدائق شاہ پر ہی تھیں۔!!"مطلب یہ کہ حنان لغاری کی بہن اس خبیث انسان کے پاس ہے۔!! اس مرتبہ حدائق شاہ نے ان سب کر سروں پر دھماکہ کیا تھا۔سب نے حیرت سے آبان خان کو دیکھا۔ان سب کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آبان خان مشال لغاری کو اغوا کروا سکتا ہے۔۔"بھائی تو نے کیا بیہوشی میں فرشتوں سے کانٹیکٹ رکھا ہوا تھا؟ کہ جاؤ جا کر میرا بدلہ لو اور اس لڑکی

کو اغوا کر لو۔۔!! بالاج خان نے اپنی حیرت پر قابو پاتے طنزیہ سے انداز میں آبان خان کی طرف دیکھتے کہا۔۔"پانچ منٹ کی گیم ہے ساری۔لڑکی اٹھوانا کونسا مشکل کام ہے!!آبان خان نے ایسے کہا تھا جیسے یہ تو کوئی بڑی بات ہی نہ ہو۔اکشم نے منہ کھولے اپنے بڑے بھائی کو دیکھا۔اسے یہ اُمید نہیں تھی آبان خان سے۔۔"شرم کر آبان بچے کھڑے ہیں۔ راحیل نے اکشم کا کھلا منہ ہاتھ سے بند کرتے آبان خان کی طرف دیکھتے کہا۔!!"تب بچہ نہیں تھا جب تو فائزہ کے لیے سب کا دھیان اس کی طرف کروا رہا تھا۔؟طنزیہ سے انداز میں کہتے آبان خان اکشم کو صبح کا منظر یاد کروا گیا تھا جب راحیل نے کہا تھا کہ فائزہ کی شادی اس سے کروادو۔!!"دور رہیں راحیل بھائی آپ مجھ سے۔میں کبھی معاف نہیں کروں گا آپ کو صبح والی بات کے لیے۔فائزہ آپی ہیں میری یار۔!!راحیل سے دو قدم کے فاصلے پر ہوتے اکشم نے سنجیدگی سے کہا۔وہ واقعی میں صبح بہت ڈر گیا تھا جب دلشاد خان بھی حامی بھر چکے تھے۔!!"تم دونوں میں سے کوئی بھی اب سوچ سمجھ کر میری بیوی کا نام اپنی زبان سے نکالنا۔میں قسم کھاتا ہوں کسی ایک کا سر پھاڑ کے جاؤں گا۔حدائق شاہ جو کب سے ان لوگوں کو برداشت کر رہا تھا اب انہیں پھر سے صبح والی بات یاد کرتے دیکھ اس نے دونوں کو گھورتے ہوئے کہا۔وہ لوگ بار بار اس کی بیوی کو بیچ میں لا رہے تھے اور حدائق

شاہ کا بس نہیں تھا واقعی ان کا سر پھاڑ دے۔ خیر سے اب تو وہ قسم بھی اٹھا چکا تھا۔۔ راحیل نے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔۔ وہ اکثم کو بعد میں منانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ جبکہ حدائق شاہ اب پھر سے آبان خان کی طرف متوجہ ہوا۔ ابھی بہت سی ایسی باتیں تھی جو حدائق شاہ کو پتہ چلی تھیں اور اس نے وہ سب باتیں آبان خان سے کنفرم کروانی تھیں۔!!

"حنان لغاری کو کیوں بچانا چاہتا ہے تو پہلے یہ بتا۔ تو مجھے اصل وجہ بتائے گا تو ہی میں اُسے زندہ رکھوں گا۔۔ حدائق شاہ کب سے دل میں پلتا سوال بالآخر زبان پر لایا۔۔ "ایسے ہی میں نے سوچا پہلے اُسے اس کے باپ سے ملوادیں۔ آدھی جان تو اس کی اپنے باپ کو دیکھ کر ہی نکل جانی تھی۔ جو مزہ دشمن کا غرور توڑنے میں ہے وہ اُسے مارنے میں کہاں۔!! آبان خان نے کندھے اُچکاتے سادہ سے انداز میں کہا۔ اور واقعی میں وہ یہی چاہتا تھا۔۔

"اس کے باپ کو کیا تو جیب میں لے کر پھر رہا ہے؟. راحیل نے بیڈ کے پاس رکھی سائڈ ٹیبل سے پانی کی بوتل اٹھاتے آبان خان کے پاؤں کے پاس بیڈ پر بیٹھتے کہا۔۔ اسے پیاس لگ رہی تھی۔!! "ہاں اور میں نے تو سنا ہے کہ حنان لغاری کا باپ مر گیا ہے۔ حدائق شاہ نے تعجب سے پوچھا۔ اس کے دماغ میں چلتی پہیلی مزید الجھ گئی تھی۔۔ "جو مرا ہے وہ اس کا سگا باپ نہیں تھا۔ اس کے سگے باپ سے ہم سب بہت اچھے سے واقف ہیں۔!! آبان

خان پہیلیاں بجھا رہا تھا۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ وہ سسپنسیس پھیلا رہا تھا تو غلط نہیں ہو گا۔۔

"اچھا اور کون ہے اس کا سگا باپ جسے ہم سب بھی جانتے ہیں۔ یقیناً کوئی بہت ہی بغیرت قسم کا آدمی ہو گا اُس کا باپ بھی۔۔!! راحیل خان نے اپنے ہاتھ میں موجود پانی کی بوتل کا ڈھکن کھولتے کہا۔ "رفیق خان!" رفیق خان نام ہے اس کے باپ کا۔ آبان خان نے یہ نام لیتے پھر سے ان سب کے سروں پر دھماکہ کیا تھا۔۔ راحیل خان جو پانی پی رہا تھا منہ سے فوارے کی صورت میں نکلتا اس کے عین سامنے کرسی پر بیٹھے حدائق شاہ کے منہ پر گرا۔۔ حدائق شاہ کے منہ سے بے ساختہ ہی راحیل کے لیے گندی گالی نکلی تھی۔ وہ اچانک ہی جیسے کرسی سے کھڑا ہوا۔ پانی اس کے عین منہ آ کر گرا تھا۔ کچھ بولنے کے لیے وہ جو لب وا کر رہا تھا تھوڑے بہت پانی کے چھینٹے اس کے منہ میں بھی جا چکے تھے۔۔ اس کا غصّہ جائز تھا۔۔ جبکہ حدائق کی حالت دیکھتے اکشم کا چھت پھاڑ قہقہہ کمرے میں گونجا تھا۔ جبکہ بالاج خان راحیل سمیت زاویار بھی منہ کھولے حیرت سے آبان خان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ انہیں جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ راحیل کو کچھ زیادہ فرق نہیں پڑتا تھا لیکن وہ ایسا کچھ اکسپکٹ نہیں کر رہا تھا۔ اسی لیے وہ حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں تھا۔۔ جبکہ آبان خان سکون سے بیٹھا مسکراتے ہوئے حدائق کی حالت دیکھ رہا تھا۔ جو مسلسل زمین پر

تھوکتا ہی جا رہا تھا۔۔ "حدائق تیزاب سے منہ دھو لینا۔ چل اسی بہانے تیری شکل بھی چمک جائے گی۔ آیا بڑا میری شکل پر کمنٹ کرنے والا۔ لے تھوک دیا میرے بھائی نے تیری شکل پر۔۔" آبان خان نے مسکراتے ہوئے اس سے اپنا بدلہ لیا۔ کسی کی اُدھار وہ اپنے سر رکھ ہی نہ لے۔۔!! "نہیں حدائق بھائی تین مرتبہ کلمہ پڑھ کر دھو لینا منہ کافی ہو گا۔۔ اکثم نے بری طرح ہنستے اسے مفید مشورہ دیا۔ لیکن حدائق شاہ انہیں سن ہی کب رہا تھا۔ وہ تو بس تھوکتا ہی جا رہا تھا۔ "لعنت ہے راحیل تیری شکل پر! حدائق شاہ نے ایک آخری مرتبہ فرش پر تھوک پھینکتے باقاعدہ ہاتھ اٹھاتے راحیل خان کو لعنت دی۔۔ وہ تو اس لمحے کو پچھتایا تھا جب وہ کرسی پر بیٹھ گیا تھا۔۔ راحیل کی اب نظر حدائق شاہ پر گئی تھی۔۔ اپنے کیے گئے کارنامے پر بھی وہ ابھی ہی غور فرما رہا تھا۔ پہلے حیرانی اور صدمہ اتنا تھا کہ وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔ لیکن اب وہ اپنی حیرت پر قابو پا چکا تھا۔ اُسے سب کو یہی شو کروانا تھا کہ اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا۔ بیشک ایسے چار پانچ اس کے اور بھائی نکل آتے۔ راحیل خان نے بس اتنا ہی سا ہی ریکشن دینا تھا۔ جب اسے رفیق خان سے ہی کوئی فرق نہیں پڑتا تھا تو اُن کی اولاد سے کیوں ہی پڑتا۔۔ "سوری یار وہ بس ایسے ہی غلطی سے ہو گیا۔ راحیل خان نے بیڈ سے اُٹھتے حدائق کی طرف بڑھاتے معافی مانگی۔ یہ واقعی اس نے

بہت غلط حرکت کی تھی۔!! حدائق شاہ کی طرف بڑھتے وہ اپنی جیب سے رومال نکالتے اس کے آگے بڑھا گیا تھا۔۔ "کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دفعہ ہو جا میری نظروں کے سامنے سے۔۔اپنی طرف بڑھا ہوا راحیل خان کا ہاتھ جھٹکتے حدائق شاہ وارڈ روم سے اٹیچڈ واشروم کی طرف بڑھا۔۔اب جب تک اس نے صابن سے منہ نہیں دھو لینا تھا تب تک اسے سکون نہیں آنا تھا۔۔اس کے واشروم میں گھستے ہی راحیل خان کا کب سے رکا ہوا قہقہہ برآمد ہوا۔وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کبھی اس سے یہ سب ہو جائے گا۔۔آبان خان سامنے بیڈ پر بیٹھا مسکراتے ہوئے راحیل خان کو ہنستے ہوئے دیکھ رہا تھا۔اوپر سے وہ جتنا بھی ہنس لے لیکن آبان خان جانتا تھا کہ راحیل کے دل میں پھر سے توڑ پھوڑ ہو گئی ہو گی۔جو بات بہت آسانی سے وہ اپنے منہ سے نکال چکا تھا وہ اگلے کے دل میں تیر کی طرح پیوست ہوئی ہے۔وہ واقف تھا اس بات سے۔اپنے غم کو وہ ہنسی میں چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔لیکن آبان خان بخوبی اس کا دکھ سمجھ رہا تھا۔۔لیکن وہ بھی کیا ہی کرتا۔یہ ایک کڑوا سچ تھا جو کہ کبھی نا کبھی سامنے آنا ہی تھا۔تو آج ہی کیوں نہیں! آبان خان کو بھی یہ بات اسی دن معلوم ہوئی تھی جس دن اس نے پہلی مرتبہ راحیل کو گلے سے لگایا تھا۔اُسے شروع سے راحیل سے انسیت تھی وہ الگ بات! لیکن اس دن سچ پتہ چلنے کے بعد آبان خان کے

دل میں مزید راحیل کے لیے ہمدردی اور محبت بڑھ گئی تھی!!"اِدھر آ راحیل!آبان خان نے بمشکل ہی اپنا ہاتھ اٹھاتے راحیل کو اپنے پاس آنے کو کہا۔ باقی سب بھی حیرت سے نکلتے ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔!!"ہاں بول!راحیل نے ہنستے ہوئے آبان خان کے بیڈ کے پاس جاتے اس کے پاس ہی بیٹھتے پوچھا۔۔"میرا شیر ہے تو۔ کبھی بھی خود کو ٹوٹنے مت دینا۔۔آبان خان کی بات پر اس کی ہنسی کو اچانک ہی بریک لگی تھی۔یہی وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی بھی اسے کسی قسم کی تسلی دے۔اسی لیے وہ ہنس رہا تھا۔لیکن آبان خان کی نظروں سے اللہ بچائے۔!!"میں نہ بھی ٹوٹ رہا ہوں تو بول کر مجھے سب کچھ یاد کروادے۔اس نے آبان خان کی طرف دیکھتے طنزیہ انداز میں کہا۔۔آبان خان جواباً محض ہلکا سا مسکرا کر رہ گیا تھا۔شاید واقعی وہ بات کو کرید کر اس کے زخموں پر نمک چھڑکنے والا کام کرتا۔"ٹھیک ہے تم لوگ بیٹھو میں آتا ہوں۔ تین چار دن تو تو ہسپتال میں ہی ہے۔ ملتے رہے گیں پھر!بیڈ سے کھڑے ہوتے راحیل خان نے آبان سے ہاتھ ملاتے کہا۔وہ مزید یہاں نہیں بیٹھ سکتا تھا۔۔"تین چار دن کوئی نہیں رک رہا میں یہاں۔ کل ہی ڈسچارج کرواؤ مجھے بلکل ٹھیک ہوں میں اب گھر جا کر آرام کروں گا۔آبان خان تو تین چار دن کا سن کر ہی صدمے میں جانے والا تھا۔ بھلا وہ اتنے دن درفشاں کو دیکھے بغیر کسی رہ

سکتا تھا۔ وہ تو ابھی چاہتا تھا کسی طرح اڑ کر درفشاں کے پاس پہنچ جائے۔ یہاں یہ لوگ اسے مزید رکنے کا کہہ رہے تھے!! "کوئی نہیں ٹھیک تو۔ شرافت سے آرام کر یہیں پر۔ گھر میں مجھے اندازہ ہے تُجھے کتنا سکون ہے۔۔ راحیل نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ گھر جا کر آبان خان کو آفس جانے کی ضد لگ جانی تھی۔ اسی لیے راحیل چاہتا تھا کہ وہ کچھ دن ہسپتال میں ہی رہے۔۔ "ہاں راحیل بلکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔ تو چار سے پانچ دن یہیں پر رہ۔ اچھا ہے میری بہن بھی سکون میں رہی گی۔۔ زاویار شاہ نے بھی بات میں حصہ ڈالا تھا۔۔ "تیری بہن کو سکون تبھی آئے گا جب میں مر جاؤں گا۔ اب اس کے سکون کی خاطر میں مر تو نہیں سکتا نا؟ آبان خان نے جلتے بھنتے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ ایک وہ پہلے ہی درفشاں کے لیے ترس رہا تھا اوپر سے زاویار شاہ کی بات نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔۔ "بکواس نا کر وہ میری بہن ہی تھی جو تُجھے مرنے سے بچانے کے لیے ہسپتال لے کر آئی تھی۔ اور ساری رات سردی میں باہر کاریڈور میں بیٹھ کر تیرے لیے آنسوں بہائے ہیں!! زاویار نے اسے گھور کر کہتے حقیقت سے آگاہ کیا تھا۔ آبان خان نے یکلخت ہی حیرت سے اسے دیکھا۔ کیا وہ سچ کہہ رہا تھا؟؟ کیا واقعی اسے درفشاں ہسپتال لائی تھی۔ اور وہ ساری رات کاریڈور میں۔۔ اس کا مطلب وہ ہسپتال میں ہی تھی۔!! آبان خان نے

سوالیہ نظروں سے راحیل کی جانب دیکھا۔ جیسے جاننا چاہتا ہو کہ یہ سچ بھی ہے یا نہیں!
اسے زاویار شاہ کی بات پر اتنا اعتبار نہیں تھا۔ جتنا وہ راحیل کی بات پر کر لیتا۔۔"ہاں ٹھیک
کہہ رہا ہے۔ بھابی کی واقعی بہت بری حالت تھی جب وہ تجھے یہاں لائی تھیں۔ اور پھر اس
کے بعد بھوکی پیاسی بیٹھ کر مسلسل تیرے لیے روئے جا رہی تھیں۔!! آبان خان کی
سوالیہ نظریں خود پر گڑھی دیکھ راحیل نے زاویار شاہ کی بات کی تصدیق کر دی تھی۔!!
آبان خان نے اچانک ہی اپنی آنکھیں سختی سے میچتے کھولی۔ کتنا غلط سمجھ رہا تھا وہ درفشاں
کو۔ اور یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔"اب کہاں ہے وہ؟ اپنی آنکھیں کھولتے اس نے
راحیل سے پوچھا۔"گھر گئی ہیں یہ چھوڑ کر آیا تھا۔ راحیل نے زاویار کی طرف اشارہ کر کے
کہتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ وہ یہاں مزید نہیں رک سکتا تھا۔!! جبکہ آبان
خان شرمندگی کی گہرائیوں میں تھا۔ کم سے کم اتنا تو اعتبار رکھتا وہ درفشاں پر۔ لیکن اس
وقت تو تلخی اس کے اندر گھلی ہوئی تھی۔ وہ مثبت طریقے سے کیسے سوچتا بھلا؟؟ اسے اب
مزید بے چینی ہونے لگی تھی۔ یہ لوگ کہہ رہے تھے کہ درفشاں کی حالت ٹھیک نہیں
ہے۔ نجانے اب وہ کیسی ہو گی۔ پریشانی سے سوچتے آبان خان نے اپنی آنکھیں موندی۔
کاش کہ وہ ایک مرتبہ اس کے پاس آجاتی۔۔۔

قسط نمبر:42

حدائق شاہ ہسپتال کی پارکنگ میں اپنے گاڑی کے پاس کھڑا فائزہ خان کا انتظار کر رہا تھا۔۔ اسے فائزہ کو گھر لے کر جانا تھا۔ خود تو اس نے فائزہ سے کوئی بات نہیں کی تھی لیکن برہان خان نے اسے خود گاڑی کے پاس جا کر دو گھڑی انتظار کرنے کو کہا تھا۔۔ وہ خود اس کے پلان کے مطابق ہی فائزہ کو اس کے ساتھ بھیج رہے تھے۔ کیونکہ ان میں سے سب کو معلوم تھا کہ فائزہ خود سے رخصتی کے لیے کسی صورت بھی راضی نہیں ہو گی۔!! حدائق شاہ پچھلے پندرہ منٹ سے دل میں دعائیں پڑھتا فائزہ کے انتظار میں تھا۔ ابھی تو اسے بہت مشکل مرحلہ فیز کرنا تھا۔ سائرہ بیگم کو نکاح کے بارے میں پتہ چلتا وہ تو پورا گھر سر پر اٹھا لیتی۔ حدائق کو فائزہ سے زیادہ ان کے ریکشن کی فکر تھی۔۔ فائزہ کو تو پھر وہ کسی بھی طریقے سے سمبھال لیتا۔۔ لیکن سائرہ بیگم کو سمبھالنا اسے بہت مشکل لگ رہا تھا۔۔ ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہا تھا کہ سامنے سے برہان خان کے ہمراہ اپنی شریک حیات کو آتے دیکھ وہ گاڑی کے پاس سے ایک سائڈ پر ہوا۔۔ فائزہ خان بلیک کلر کی ویلوٹ کی شال اچھی طرح خود پر لپیٹے برہان خان کا ہاتھ پکڑتے اسی طرف آ رہی تھی۔ عظمیٰ بیگم بھی انہی

دونوں کے ساتھ موجود تھیں۔!! برہان خان نے گاڑی کے پاس آتے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے فائزہ کو اندر بٹھایا۔۔ فائزہ خان کا اپنا دماغ اتنا ماؤف ہوا پڑا تھا کہ وہ گاڑی کو بھی پہچان نہیں پائی تھی اسے اپنے گھر کے موجود ہر گاڑی کا علم تھا۔ اور یہ والی گاڑی حدائق شاہ کی تھی۔ لیکن صد شکر کہ فائزہ پہچان ہی نہیں سکی تھی۔!! "ماما آپ بھی بیٹھیں۔ عظمیٰ خان کو ایک سائڈ پر ہوئے دیکھ فائزہ نے گاڑی کی کھڑکی سے جھانکتے انہیں بیٹھنے کو کہا۔ "خوش رہو بیٹا۔ کوشش کرنا کہ اپنے ٹراما سے جتنی جلدی ہو سکے نکل آنا۔ ہمیشہ سلامت رہو۔!! عظمیٰ خان نے کھڑکی کے کھلے شیشے سے اندر جھانکتے اس کے ماتھے پر بوسا دیتے کہا۔ ان کی بیٹی رخصت ہو رہی تھی۔ اور وہ بھی ان حالات میں۔ جس کے بارے میں وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔۔ فائزہ نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔ "کیا مطلب ماما۔ گھر ہی تو جا رہے ہیں ہم۔ آپ بھی آئیں نا بیٹھیں۔ ان کے ہاتھ تھامتے فائزہ نے پھر سے انہیں بیٹھنے کو کہا۔ "نہیں بیٹا میں ابھی ہسپتال میں ہی رکوں گی۔۔ تم جاؤ اپنے گھر۔!! عظمیٰ خان نے پیچھے ہٹتے اپنے آنسوں صاف کیے۔۔ ان کی باتیں فائزہ خان کے سر پر سے گزر رہی تھی۔ لیکن پھر آبان خان کی وجہ سے ان کے ہسپتال میں رکنے کا سوچتے وہ کندھے اچکا کر رہ گئی۔۔

برہان خان فائزہ کو گاڑی میں بٹھاتے ایک طرف کھڑے حدائق شاہ کی طرف آئے۔۔
"اپنے گھر کی رونق تمہارے حوالے کر رہا ہوں حدائق۔ میری بیٹی کا دھیان رکھنا۔ میں ساری زندگی تمھارا احسان مند رہوں گا۔!! برہان خان نے حدائق شاہ کے سامنے اپنے ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ وہ باپ تھے۔ کتنا بھی دیکھ بھال کر رشتہِ کر لیتے لیکن بیٹی کی طرف سے ان کی فکر پھر بھی جائز تھی!! حدائق شاہ نے فوراً ہی اپنے سامنے بندھے ان کے ہاتھ تھامے۔۔ وہ اچھی طرح سمجھتا تھا ان کی کیفیت کو۔۔ "مجھے شرمندہ کر رہے ہیں انکل آپ۔ اگر آپ نے نکاح کروا ہی دیا ہے اپنی بیٹی کا مجھ سے تو مجھ پر اعتبار بھی رکھیں۔ میں فائزہ کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچنے دوں گا۔ یہ وعدہ ہے میرا آپ سے!! حدائق شاہ نے پھر سے انہیں تسلی دی۔ آخر وہ باپ تھے وہ اس سے اپنی بیٹی کے لیے ہزار مرتبہ بھی ایک ہی وعدہ مانگتے حدائق شاہ انہیں ہر مرتبہ ایسے ہی تسلی دے کر ان سے وعدہ کرتا۔ "خوش رہو بیٹا۔ اللہ تم دونوں کو ہمیشہ خوش رکھے۔ برہان خان نے اس کا کندھا تھپتھپاتے اسے صدق دل سے دعا دی۔!! حدائق شاہ مسکراتے سر کو ہلاتے برہان خان کے ساتھ ہی آگے گاڑی کی طرف بڑھا۔ فائزہ کو ساتھ لے جانے کا وقت ہو گیا تھا۔۔ "میں یہی رکتا

ہوں بیٹا۔ تم لے جاؤ اسے۔ مجھے دیکھے گی تو پھر سے ضد کرے گی۔ تھوڑی آگے جاتے ہی برہان خان رک گئے تھے۔ دراصل تو بات یہ تھی کہ بیٹی کو رخصت ہوتے دیکھنے کی ان کے اندر ہمت نہیں تھی۔۔ حدائق شاہ مسکراتے ہوئے ان سے بغل گیر ہوا۔ برہان خان نے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے کھینچتے اس کی پیٹھ کو تھپکا۔۔ "چلتا ہوں۔ بے فکر رہیے گا آپ بلکل۔ حدائق شاہ جاتے جاتے بھی انہیں تسلی دینا نہیں بھولا تھا۔ برہان خان نے نم آنکھوں کے ساتھ مسکراتے اسے جانے کا کہا۔ فائزہ خان گاڑی میں بیٹھی اپنی طرف کے شیشے سے باہر دیکھتے کچھ سوچنے میں مصروف تھی۔ عظمیٰ خان اسے چھوڑتے کب کی اندر جا چکی تھی۔۔ اُسے یہی لگ رہا تھا کہ برہان خان کسی کال یا پھر کسی کام میں مصروف ہونگے۔اسی لیے ابھی تک نہیں آئے۔

حدائق شاہ گاڑی کا دروازہ کھولتے اندر بیٹھا۔اس کا خود کا دل آج رفتار سے زیادہ دھڑک رہا تھا۔ گلے میں بار بار گلٹی سی تھی جو ابھر کر معدوم ہو رہی تھی۔۔اپنی پسندیدہ عورت کو نکاح میں لے کر اپنے برابر میں بیٹھانے کے احساس سے ہی اس کے پیٹ میں تتلیاں سی اڑ رہی تھیں۔ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے اس نے اپنے یخ ہاتھ اسٹیئرنگ پر

رکھے۔" بابا آپ نے اتن۔۔۔ فائزہ خان جو گاڑی کا دروازہ کھلتا محسوس کر کے کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ اپنے برابر میں بیٹھے شخص کو دیکھتے اس کے الفاظ حلق میں ہی کہیں دب گئے تھے۔ حدائق شاہ اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔!! "با۔۔با ک۔۔ کہاں! لرزتی سی آواز میں بولتے وہ بے ساختہ ہی سیٹ پر پیچھے کو کھسکی۔اس کا چہرہ خوف سے جیسے اچانک ہی لٹھے کی مانند سفید ہو چکا تھا۔۔ اگلے ہی لمحے اس نے پیچھے کی طرف مڑتے دروازہ کھول کر گاڑی سے اترنا چاہا۔ لیکن اس سے پہلے ہی حدائق شاہ اسی لمحے گاڑی کو لاک کر گیا تھا۔۔!! "ریلیکس ہو جائیں۔ میں کوئی جن بھوت نہیں ہوں جو آپ کو کھا جاؤں گا۔۔ اسے مسلسل دروازے کے لاک کے ساتھ زور آزمائی کرتے دیکھ حدائق شاہ نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔!! "م۔۔مج۔۔مجھے جا۔۔جانے د۔۔د۔۔وپل۔۔ پلیز! فائزہ نے اس کی طرف دیکھتے روتے ہوئے لرزتی آواز میں التجا کی۔۔اس کا جسم کانپنے لگا تھا۔ جبکہ خوف سے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ وہ بس کسی طرح یہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔ خوف اتنا اس کے اعصاب پر بھاری تھا کہ اس کے حلق سے بولنے کے لیے بھی آواز نہیں نکل رہی تھی۔۔ چیخنا تو پھر بہت دور کی بات تھی۔ حدائق شاہ نے ایک لمبی سی سانس فضا میں خارج کرتے خاموشی سے گاڑی سٹارٹ

کی۔!! فائزہ کی التجا،اس کے رونے کو وہ سرے سے ہی اگنور کر گیا تھا۔"نہیں۔ نہیں پلیز مو۔مجھے جانے۔دو۔۔ بابا۔۔!گاڑی سٹارٹ ہوتے دیکھ فائزہ شاہ نے حدائق سے مخاطب ہوتے آخر میں شیشے پر ہاتھ مارتے اپنے باپ کو آواز دینی چاہی۔۔وہ روتے ہوئے پاگلوں کی طرح گاڑی کے شیشے پر ہاتھ مارتے جیسے اسے توڑنے کے درپر تھی۔!!سچ تو یہ تھا کہ اسے اندازہ ہی نہیں تھا حدائق شاہ اس کا شوہر ہے۔۔نکاح کے وقت وہ نام بھی سہی سے نہیں سن پائی تھی۔نہ ہی اس کے بعد کسی نے بھی اسے یہ بتایا تھا کہ اس کا نکاح کس کے ساتھ ہوا ہے۔اور اگر اسے پتہ بھی ہوتا تو کیا ہی ہو جاتا۔حدائق شاہ بھی تو ایک مرد ہی تھا۔ اور وہ تو اپنے بھائی تک سے خوفزدہ تھی۔اس نئے بنائے گئے رشتے کے ساتھ کیسے کمفرٹیبل ہو جاتی۔۔جبکہ حدائق شاہ اپنے کان لپیٹے اپنا مکمل دھیان ڈرائیونگ پر لگائے ہوئے تھا۔ وہ جتنا ابھی فائزہ کو خاموش کروانے کی کوشش کرتا فائزہ نے اتنا زیادہ ہی تماشا کرنا تھا۔جو کم از کم حدائق شاہ تو بلکل بھی نہیں چاہتا تھا۔۔اسی لیے فلحال اس کی چیخوں اور مسلسل گاڑی کے شیشوں پر پڑتے اس کے ہاتھوں کو وہ اگنور کیے ہوئے تھا۔ایسا نہیں تھا کہ وہ اس سے بلکل ہی بے خبر ہو گیا تھا۔۔وہ گاہے بگاہے اس پر ایک نظر بھی ڈال لیتا تھا۔لیکن بس وہ کچھ بول نہیں رہا تھا۔حدائق شاہ نے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔۔اس کی گاڑی

ہسپتال سے نکلتے سڑکوں پر ڈولتی شاہ ولا کے رستے پر گامزن تھی۔!! فائزہ خان دروازے کے ساتھ زور آزمائی کرتے کسی بھی طرح بس اس گاڑی سے نکلنا چاہتی تھی۔۔وہ حدائق شاہ کی طرف سے کسی بھی طرح کے کوئی رسپانس کو نا دیکھتے مسلسل خود ہی دروازے کے لاک کو کھولنے میں مصروف تھی۔کچھ اس کے ہاتھ بھی بہت زیادہ کانپ رہے تھے۔بلکہ اس کا تو پورا جسم ہی کانپ رہا تھا۔آنکھوں سے آنسوؤں کا ریلا جاری تھا۔شال سر سے سرکتے کندھے پر آچکی تھی۔اس کے سلکی براؤن بال سارے کمر پر بکھرے تھے۔۔اسے یہاں اپنا ہوش نہیں تھا شال کا خیال کہاں سے کرتی۔وہ تو بس حدائق شاہ سے خوفزدہ تھی۔نجانے یہ شخص اسے کہاں لے کر جا رہا تھا۔۔لاک کے ساتھ زور آزمائی کرتے فائزہ شاہ نے اچانک ہی کراہتے ہوئے اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔۔دروازے کے لاک پر کوئی نوکیلی چیز تھی شاید جو اس کے ہاتھ پر لگ چکی تھی۔!! اس کی کراہ پر حدائق شاہ کا پاؤں اچانک ہی بریک پر پڑا تھا۔گاڑی کو سڑک کے ایک طرف روکتے وہ پریشانی سے فائزہ کی طرف مڑا۔۔"دکھائیں ادھر زیادہ تو نہیں لگی! فائزہ کی طرف مڑتے اس نے اس کا ہاتھ تھامتے پریشانی سے پوچھا۔۔فائزہ کے ہاتھ پر ایک چھوٹا سا کٹ لگا تھا۔ہلکی سی خون کی بوند تھی جو اس زخم سے نکل رہی تھی۔!! حدائق شاہ پریشانی سے اس زخم پر اپنا ہاتھ رکھے خون

روکنے میں مگن تھا۔ جبکہ فائزہ شاہ کا تو خون خشک ہی ہو چکا تھا۔ وہ اپنا سانس تک روکے ہوئے تھے۔ حدائق شاہ اس سب میں اس کے بہت نزدیک آ چکا تھا۔ اپنی ہرنی جیسے سہمی ہوئی نگاہیں حدائق شاہ پر گاڑے وہ سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے گاڑی میں رکھے میڈیکل باکس سے کاٹن نکالتے اس کے زخم پر رکھی۔ زخم زیادہ نہیں تھا ہلکا سا کٹ ہی لگا تھا۔ لیکن حدائق شاہ کو پریشان کرنے کے لیے کافی تھا۔۔!! میڈیکل باکس کو واپس اس کی جگہ پر رکھتے اس نے ایک نظر فائزہ کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔ جو بے حس و حرکت بیٹھی سانس روکے ہوئے تھی۔ وہ اپنی پلکیں بھی نہیں جھپک رہی تھی۔۔ حدائق شاہ کو بے ساختہ ہی اس پر ٹوٹ کر پیار آیا تھا۔ مقابل اس وقت کوئی ڈری سہمی معصوم سی بچی لگ رہی تھی۔!! "سانس لو! حدائق شاہ نے مزید تھوڑا آگے کو سرکتے حکم دیا۔ مگر وہ فائزہ کو مزید آزمائش میں ڈال چکا تھا۔ اس نے تھوڑا اور پیچھے کو سرکتے نفی میں سر ہلایا۔۔ آنکھوں سے روانہ آنسوؤں میں بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔۔ "مجھ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے فائزہ۔ میں آپ پر حلال ہوں اور آپ مجھ پر۔ ساری زندگی اب آپ نے میرے ساتھ ہی گزارنی ہے۔ تو یہ ڈر کر گزارنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔!! اس کے ہاتھ پر اپنا انگوٹھا نرمی سے ٹریس کرتے حدائق شاہ اس کی آنکھوں

میں اپنی آنکھیں گاڑے بول رہا تھا۔۔اس کی یہ بات فائزہ کے سر پر سے گزری تھی۔وہ تو بس اس سے کسی بھی طرح اپنا ہاتھ چھڑوا کر اس سے دور ہونے کے چکروں میں تھی۔ "ہ۔۔ہاتھ چو۔۔ چھوڑ دو۔۔۔اسے مسلسل جذبے لٹاتی نظروں سے خود کی طرف دیکھتا پا کر بالآخر فائزہ نے ہمت کرتے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا۔۔"ایک شرط پر چھوڑوں گا کہ اب تم بلکل بھی شور نہیں کرو گی۔!! حدائق شاہ نے موقع کی مناسبت دیکھتے شرط رکھی۔!! "مجھ۔۔مجھے ب۔۔بابا کے پپ۔۔۔پاس جا۔۔نا ہے۔۔!! فائزہ نے دوسرے ہاتھ سے اپنے آنسوں صاف کرتے بلکل کسی بچے کی طرح کہا تھا۔جیسے کوئی بچہ اپنے گھر والوں سے گم گیا ہو اور پھر وہ کسی اجنبی کو مل کر روتے ہوئے اس سے التجا کرے کہ مجھے اپنے گھر جانا ہے۔!!"رخصتی ہو چکی ہے جان من آپ کی۔میری بیوی ہیں آپ۔ میرے ساتھ آپ میرے گھر میں رہے گیں۔ہاں کبھی کبھی انکل سے ملوانے کے لئے لے کر چلا جاؤں گا میں آپ کو۔ لیکن رہے گیں اب سے آپ میرے ساتھ ہی!! حدائق شاہ نے اس کے زخم سے روئی کا ٹکڑا ہٹاتے اس کا معائنہ کرتے مصروف سے انداز میں کہا۔۔!؛"ش۔۔شوہر! فائزہ نے بے ساختہ ہی اس ایک لفظ کو دہرایا تھا۔"ہاں جی شوہر! اور آپ میری بیوی۔ بے فکر رہیں آپ کے گھر والوں کی اجازت سے ہی لے کر جا رہا

ہوں آپ کو۔!! زخم سے خون رسنا بند ہو چکا تھا۔ حدائق شاہ نے کاٹن گاڑی سے باہر پھینکتے نرمی سے ہلکی سی بینڈ یج زخم پر لگائی۔!!" بابا ایسا نہیں کر سکتے۔ میری اجازت کے بغیر رخصتی۔۔ فائزہ ہلکے سے اپنے منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ یہ پہلا جملہ تھا جو وہ بنا اٹکے ایک ہی سانس میں خود سے بول گئی تھی۔۔ لیکن حدائق شاہ اپنے تیز کانوں سے اس کی یہ بڑبڑاہٹ سن چکا تھا۔ "رخصتی ہو چکی ہے فائزہ۔ اب اس بارے میں زیادہ مت سوچیں۔ حدائق شاہ نے فوراً ہی اُسے ٹوکا۔ کہیں وہ برہان خان کے لیے اپنے دل میں غلط ہی نہ سوچ لے۔!! لیکن فائزہ کے دماغ میں تو بس ایک رخصتی کی ہی گونج چل رہی تھی۔ برہان خان نے یہاں بھی اپنی ہی چلائی تھی۔ اس سے پوچھنا تو دور اسے کچھ بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔ اس کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔ برہان خان اس کے معاملے میں بہت ظالم ہو چکے تھے۔ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ وہ ابھی شادی جیسا رشتہِ نہیں سمبھال سکتی۔ لیکن اس کے باوجود بھی انہوں نے بنا بتائے اسے حدائق شاہ کے حوالے کر دیا تھا۔۔ ونڈ سکرین پر اپنی نظریں جمائے وہ مسلسل روتے ہوئے سوچ رہی تھی۔ وہ بلکل خاموش ہو چکی تھی۔ حدائق شاہ کے ہاتھ میں ابھی تک اس کا ہاتھ ہے وہ محسوس کر رہی تھی۔ لیکن اب چیخنا یا پھر ضد بند ہو چکی تھی۔ جب اس کے

باپ نے ہی اسے اس دلدل میں دھکیل دیا تھا تو وہ کیا کرتی چیخ چلا کر۔۔ یہاں بھی ایک بیٹی کو ہی بے بس کیا گیا تھا۔ معاشرہ باتیں نہ بنائے اسی ڈر سے اس کی اجازت کے بغیر اُسے بیاہ دیا گیا تھا۔ خود تو برہان خان بدنامی سے بچ چکے تھے۔ لیکن وہ اسے تکلیف میں مبتلا کر گئے تھے۔ جس شخص کو پسند کرنا تو بہت دور کی بات وہ جانتی تک نہیں تھی ایک ایسے شخص کے ساتھ اُسے ساری زندگی کے لیے باندھ دیا گیا تھا۔ یہ ظلم ہی تو تھا۔ پہلے اس پر زندگی نے ظلم کیے تھے۔ اور اب اس کے اپنے گھر والے ہی اس کی سانسیں گھوٹنے میں لگے ہوئے تھے۔ فائزہ خان یہاں بھی بے بس تھی۔ سب کچھ اس کے بس سے باہر تھا۔۔

حدائق شاہ نے اسے چپ چاپ ونڈ سکرین پر نظریں جما کر روتے دیکھ تاسف سے اسے دیکھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ مقابل اپنے دماغ میں کچھ فضول ہی سوچ رہی ہے۔ جس طرح وہ آنسوں بہا رہی تھی صاف پتہ چل رہا تھا جیسے وہ بہت ہرٹ ہوئی ہو۔۔ اس کے ہاتھ کو نرمی سے چھوڑتے حدائق شاہ نے بہت نرمی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اٹھاتے اپنی گود میں بٹھایا۔!! فائزہ کی چیخ بے ساختہ تھی۔ جبکہ حدائق شاہ مصروف سے انداز میں اسے اپنی گود میں سہی سے ایڈجسٹ کرتے بیٹھا چکا تھا۔۔ فائزہ نے اس کی شال اپنی مٹھیوں میں جکڑی۔ خوف پھر سے غالب ہو چکا تھا۔ وہ اچانک ہی ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔!!

"چپ ہو جاؤ میری جان۔ کیوں اس طرح رو کر مجھے اور خود کو اذیت میں مبتلا کر رہی ہو؟؟ اس کے آنسوں اپنے ہاتھ سے چنتے حدائق شاہ نے بہت نرمی کے ساتھ پریشانی سے کہا۔ اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ مقابل اسے بہت ٹف ٹائم دینے والی ہے۔!! فائزہ خان کی آواز تو جیسے حلق میں ہی دب گئی تھی۔ وہ اس سے دور ہونا چاہتی تھی۔ اسے کہنا چاہتی تھی کہ اسے واپس سے سیٹ پر بیٹھنے دے۔ لیکن خوف اعصاب بھاری کرتے اس کی آواز کو کہیں حلق میں ہی گھونٹ رہا تھا۔ صرف رونا اس کے بس میں تھا اور وہ زور و شور سے یہ کام کر بھی رہی تھی۔!! "تم بلکل چپ کرو گی تو میں بٹھاؤں گا واپس سے سیٹ پر۔ ورنہ سارے راستے ایسے ہی تمھیں گود میں بٹھا کر ڈرائیونگ کرنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے مجھے۔۔ وہ آپ سے تم پر آ چکا تھا۔ فائزہ خان کے دل میں جو چل رہا تھا وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ اسے گود میں بیٹھانے کا مقصد بھی صرف اسے فضول کا سوچنے سے بعض رکھنے کے لیے تھا۔ جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہو چکا تھا۔۔ فائزہ نے اسی وقت اپنے دانت پر دانت جمائے آنسوں روکنے کی کوشش کی۔ ہچکیاں رک چکی تھی۔ لیکن آنسوں پھر بھی برس رہے تھے۔۔ "یہ خود ہی آ رہے ہیں۔ میں نہیں رو رہی! حدائق شاہ کی نظریں اپنے آنسوؤں پر دیکھتے فائزہ نے معصومیت سے کہا۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی تاکہ یہ شخص اسے

واپس سے سیٹ پر بٹھادے۔ لیکن آنسوؤں پر کس کا بس چلا ہے بھلا؟ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اپنی ان حرکتوں سے وہ حدائق شاہ کو کس حد تک اپنی طرف مائل کر رہی تھی۔۔ اس کا دل تو پہلے ہی دھڑکنے کی رفتار پکڑے ہوئے تھا۔اب تو جیسے دھڑک دھڑک کر باہر آنے کو تھا۔ مقابل اس کی گود میں بیٹھی تھی اور حدائق شاہ اتنا بے بس تھا کے اسے اپنی مرضی سے چھو بھی نہیں سکتا تھا۔۔وہ جیسے ترسی ہوئی نگاہوں سے فائزہ کے حسین چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جیسے چیز دسترس میں ہو لیکن اپنی مرضی سے اسے صرف دیکھ ہی سکے۔ چھونے کا کوئی اختیار ہی نہ ہو۔۔ایک سرد سانس ہوا کے سپرد کے کرتے حدائق شاہ نے نرمی سے اسے دوسری سیٹ پر بٹھایا۔ مقابل اپنے ساتھ ساتھ اس کے بھی بولنے کی صلاحیت ختم کرواچکی تھی۔!! فائزہ کا کب سے رکا ہوا سانس بحال ہوا۔ صد شکر کہ یہ شخص اسے چھوڑ چکا تھا۔۔"اب آواز نا آئے آپ کی۔ ورنہ اب کی مرتبہ میں چھوڑوں گا نہیں۔اسے وارن کرتے حدائق شاہ نے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے گاڑی سٹارٹ کی۔۔فائزہ نے بھی اسی لمحے اپنے آنسوں صاف کیے تھے۔۔

آبان خان وارڈ روم میں لیٹا سونے میں مگن تھا۔ سبھی اس کے آرام کی غرض سے اس کے پاس سے جا چکے تھے۔ اس وقت رات کے نو بج رہے تھے۔ زیادہ تر تو سب ہی گھر جا چکے تھے۔ آبان خان کے پاس ہسپتال میں صرف بالاج خان رکا تھا۔ باقی سب کو وہ زبردستی کہتے گھر بھیج چکا تھا۔۔ آبان خان کی زخموں میں شدید درد تھا جس کی وجہ سے وہ بھی دوائی کھاتے سو گیا تھا۔ وارڈ روم میں اس وقت وہ اکیلا ہی تھا۔ درفشاں خان آہستہ سے وارڈ روم کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی۔ وہ ابھی ہی اکثم کے ساتھ ہسپتال آئی تھی۔ اکثم اسے چھوڑ کر واپس جا چکا تھا۔ اس کا دوبارہ ہسپتال آنے کا کوئی ارادہ تو نہیں تھا۔ لیکن پھر آبان خان کی یاد اسے کھینچ لائی تھی۔!! تبھی سب کے لاکھ منع کرنے کے باوجود وہ ضد کرتے اکثم کے ساتھ آ ہی گئی تھی۔۔ درفشاں خان اس وقت بے بی پینک کلر کی لانگ فراک میں ملبوس نیچے چوڑی پجاما پہنے ہوئے تھی۔ آبان خان نے اسے جتنے بھی کپڑے لا کر دیے تھے سب میں زیادہ تر لانگ فراکس ہی تھیں۔ شاید آبان خان کو فراک میں وہ زیادہ اچھی لگتی تھی۔۔ جبکہ سر پر گرم ویلویٹ کی شال اچھے سے اوڑھے وہ ہمیشہ کی طرح خوبصورت لگ رہی تھی۔ رونے کے باعث گیلی آنکھیں سرخ پپوٹے اس کے چہرے کو مزید خوبصورت بنا رہے تھے۔۔!! آہستہ سے وارڈ کا دروازہ کھولتے وہ اندر داخل ہوئی۔ اُسے

اندازہ تھا کہ آبان خان یقیناً سو رہا ہو گا۔ اسی لیے وہ کمرے میں آ گئی تھی۔ ورنہ تو وہ کبھی اس طرح نا آتی۔!! دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے وہ آگے بیڈ کی طرف بڑھی۔ جہاں آبان خان موجود تھا۔ اس کی آنکھوں سے پھر سے آنسوں بہنے لگے تھے۔ اس شخص کے لیے کتنا ترسی تھی وہ۔ کتنا روئی تھی۔ کتنی دعائیں کی تھیں۔ خدا نے بالآخر اس کی سن ہی لی تھی۔۔ دھیرے دھیرے چلتے وہ بیڈ کے پاس آبان خان کے سر کی طرف جا کر کھڑی ہوئی۔۔ روتے ہوئے وہ ایک ہاتھ سے اپنی شال کو تھامے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھانے میں مصروف تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ زندگی میں آبان خان کبھی اسے اتنا عزیز ہو جائے گا۔ کہ وہ اس کے لمس کے لیے ترسے گی۔۔ اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے اس نے اپنی اُبھرنے والی ہچکی روکی۔ وہ قطعی بھی آبان خان کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔ لیکن وہ بے اختیار ہی روتی جا رہی تھی!! دل کی آواز پر لبیک کہتے درفشاں اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھی۔ وہ بلکل دھیمے سے بیٹھی تھی کہ آبان خان کو ذرا بھی بھنک نا پڑے۔ وہ آنسوں بہاتے تھوڑا آگے کو جھکتے اس کے چہرے کو نہارنے میں مصروف تھی۔ کاش کہ آبان خان کبھی اسے سمجھ پاتا۔ کاش کہ وہ ایک مرتبہ اٹھ کر اسے گلے سے لگا لیتا۔۔ درفشاں کے دل پر ایک بوجھ سا تھا۔ وہ آبان خان کے گلے سے لگ

کر اپنے اوپر ہوئی ایک ایک کہانی اسے سنانا چاہتی تھی۔ اسے بتانا چاہتی تھی کہ وہ اس کے لیے کتنا روئی۔ کتنا تڑپی تھی۔ آبان خان ابھی نیند کی وادیوں میں گم تھا۔ اس کا چہرہ ابھی تک زرد ہی تھا۔ وہ ٹھیک تو ہو گیا تھا لیکن خون کی کمی اسی طرح تھی۔ جس کی وجہ سے چہرے کی رنگت بھی بدل گئی تھی۔!!"مجھے معاف کر دیں آبان! سرگوشی نما آواز میں آبان خان کے کان کے پاس اپنے ہونٹ لے کر جا کہتے درفشاں تھوڑا پیچھے ہوئی۔ نجانے وہ کس چیز کی معافی مانگ رہی تھی۔ یہ بتا وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔

تھوڑا مزید آگے کو جھکتے اس نے اپنے تپتے سلگتے لب آبان خان کے ماتھے پر رکھے۔۔ وہ یہاں کچھ دیر ٹھہر گئی تھی۔ جبکہ آنکھوں سے آنسوں نکلتے آبان خان کے چہرے پر گر رہے تھے!! اپنا صبر ختم ہوتے دیکھ وہ ایک جھٹکے سے بیڈ پر سے کھڑی ہوئی۔ مزید وہ یہاں رکتی تو کوئی بعید نہیں تھی کہ ہچکیوں سے رونے بیٹھ جاتی۔ آبان خان کی نیند خوامخواہ ہی خراب ہو جانی تھی۔ اسی لیے یہاں سے جانا ہی مناسب سمجھا۔۔ ابھی اس نے ایک قدم ہی آگے بڑھایا تھا کہ کسی نے پیچھے سے اس کے ہاتھ کی کلائی کو اپنی گرفت میں لیا۔ درفشاں کے بے ساختہ ہی قدم رکے تھے۔ اس نے روتے ہوئے بے بسی سے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ جو وہ بلکل نہیں چاہتی تھی وہی ہو گیا تھا۔ آبان خان نیند سے بیدار ہو چکا تھا۔۔ وہی

اس کی کلائی کو اپنی گرفت میں لیے ہوے تھا۔!!"مجھ سے مل کر نہیں جاؤ گی؟ نیند کے باعث اپنی سرخ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑتے آبان خان نے سوال کیا۔ ساتھ ہی وہ اسے کلائی سے پکڑتے اپنی طرف کھینچ گیا تھا۔ درفشاں اس کے پاس ہی دوبارہ سے بیڈ پر بیٹھی۔ پتہ نہیں کیوں اسے اب مزید رونا آرہا تھا۔۔"روکیوں رہی ہے۔ مر تھوڑی رہا ہوں میں !اس کے آنسوں صاف کرتے آبان خان نے نرمی سے کہا۔ درفشاں نے تڑپتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا تھا۔ کس قدر ظالم انسان تھا یہ۔ پہلے اسے اتنا رُلا کر سکون نہیں ملا تھا کیا جواب پھر سے ایسی باتیں کر رہا تھا۔۔"اللہ نا کرے آپ کو کچھ ہو۔ اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھے درفشاں نے روتے ہوئے دل سے کہا۔"ہمم! آبان خان نے محض ہنکارا بھرا۔ مقابل جس طرح رو رہی تھی۔ کہیں نہ کہیں آبان خان کو بہت کچھ سمجھ میں آرہا تھا۔ جب درفشاں پہلے اس کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تب بھی آبان خان جاگ رہا تھا۔ وہ کمرے میں کسی کی آہٹ محسوس کر کے ہی جاگ گیا تھا۔ جب درفشاں نے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے تھے تب بھی آبان خان کو اپنے دل میں سکون سا دوڑتا محسوس ہوا تھا۔ پہلی مرتبہ مقابل کا لمس محسوس کیا تھا۔ یہ آبان خان کے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں تھا۔"آپ سو جائیں میں چلتی ہوں! اس کے ہاتھ سے اپنی کلائی آزاد کرواتے در

فشاں نے یہاں سے جانا چاہا۔۔ آبان خان اسی لمحے اسے بازو سے پکڑتے اپنے اوپر گرا گیا تھا۔ در فشاں نے بیڈ پر ہاتھ رکھتے خود کو اس کے زخموں پر لگنے سے بچایا۔ ورنہ وہ بری طرح اس کے زخموں پر گرتی۔ آبان خان اس کے احتیاط کرنے پر گہرا مسکرایا تھا۔۔ مقابل کو اس کا خیال تھا! "آپ کی چوٹ پر لگ جائے گا۔ چھوڑیں مجھے۔ در فشاں نے پریشانی سے اس کے زخموں پر نظر جمائے خود کو اس سے چھڑوانے کی ناکام کوشش کی۔۔ "مجھے بے چین کر کے تم ایسے نہیں جا سکتی۔ اب ساری رات یہاں میرے اوپر ہی سو گی تم۔ یہ سزا ہے تمہاری میری نیند خراب کرنے کی۔۔ اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے آبان خان نے سزا بھی اپنے مطلب کی ہی دی تھی۔۔ در فشاں نے اپنا سارا وزن اس کی ٹانگوں پر ڈالا ہوا تھا۔ وہ بہت آڑھے ترچھے طریقے سے اس کے اوپر لیٹی تھی کہ وہ خود کو دیکھتے ہوئے بھی شرمندہ ہو رہی تھی۔۔ "اِدھر میری طرف دیکھو۔ اسے اِدھر اُدھر دیکھتا پا کر آبان خان نے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔۔ در فشاں نے فوراً ہی اس کے حکم پر عمل کیا تھا۔ مانا کہ مقابل کی آنکھوں میں دیکھنا فلحال اس کے بس کی بات نہیں تھی لیکن پھر بھی وہ اس کا کوئی بھی حکم ٹالنا نہیں چاہتی تھی۔ "رونا مت اب! اگر تم روئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ در فشاں کو پھر سے رونے کی تیاری پکڑتے دیکھ آبان خان نے فوراً ہی

اسے وارن کیا۔ وہ تنگ آ گیا تھا اس کے آنسوں دیکھ دیکھ کر۔ "آپ سے برا کوئی ہے بھی نہیں! پلکیں جھپکتے در فشاں نے دل کی بات کہی تھی۔ آبان خان اس کی بات پر گہرا مسکرایا۔ "اچھا اور کیا کیا ہے میں نے جو میں برا بن گیا؟ اسے مزید خود میں بھینچتے آبان خان نے اس کی ٹانگیں اپنی ٹانگوں سے لاک کی۔ وہ اسے اب سہی طریقے سے ایسے خود پر لٹا گیا تھا کہ اس کے زخموں پر در فشاں بلکل بھی ٹچ نا ہو۔۔ "یہ پوچھیں کیا نہیں کیا آپ نے؟ اس نے سوسو کرتے ہونٹ باہر نکالتے کہا۔ یہ شخص سب کچھ جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا۔ "اچھا کیا نہیں کیا میں نے؟ پھر سے انجان بنتے سرگوشی نما آواز میں سوال کیا گیا۔۔ "میں اتنا روئی تھی۔ آبان خان کی گردن میں منہ چھپاتے در فشاں نے اس کی بات کو اگنور کرتے کہا۔۔ "وہ تو تم ابھی بھی رو رہی ہو۔۔ کوئی نئی بات بتاؤ۔۔ آبان خان نے گہرا مسکراتے پھر سے سرگوشی کی۔ وہ اس سے سرگوشیوں میں بات کر رہا تھا۔۔ "میں گری بھی تھی۔ چوٹ بھی لگی تھی اتنی زیادہ۔ در فشاں نے پھر سے سوں سوں کرتے کہا۔ وہ بلکل کسی بچے کی طرح اسے اپنی چوٹ کا بتا رہی تھی۔!! "ہمم کہاں لگی تھی چوٹ؟؟ آبان خان نے مسکراتے پوچھا۔ جو بھی تھا اُسے یہ لمحے زندگی کے سب سے خوبصورت ترین لمحے لگ رہے تھے۔ یہی تو وہ چاہتا تھا کہ مقابل اس سے اپنی ہر ایک بات شیئر

کرے۔۔"گھٹنے پر لگی تھی لیکن میں جب گھر گئی تھی تب دوائی لگالی تھی!!آبان خان نے اس کی عقلمندی پر اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔اور وہ کیا ہی کہتا اسے۔۔"عدیل نے ڈانٹا بھی تھا مجھے۔درفشاں نے اسے ایسے کہا تھا جیسے کوئی بچہ شکایت لگا رہا ہو۔اور یہاں آبان خان کے ماتھے پر بے شمار بل پڑے تھے۔اس نے درفشاں کا چہرہ اپنی گردن سے نکالتے اپنے مقابل کیا جو روتے ہوئے اسے ساری داستان سنا رہی تھی۔!!"عدیل نے کیوں ڈانٹا تھا تمھیں؟ ساری بات بتاؤ؟ آبان خان نے ماتھے پر بل لیے اس سے پوچھا۔ بھلا اس کی بیوی کو کچھ کہنے کی عدیل شاہ کی ہمت بھی کیسے ہوئی۔۔"میں آئی سی یو میں آپ کے ساتھ جانے کی ضد کر رہی تھی تب اس نے ڈانٹا تھا۔غیر دانستہ طور پر وہ اصل بات چھپا گئی تھی۔ ورنہ ابھی تو عدیل سے ڈانٹ پڑی تھی۔اس کے بعد آبان خان سے بھی پڑ جاتی۔!!"صبح ہی اس کی خبر لیتا ہوں میں۔ بھلا وہ کون ہوتا ہے میری زندگی کو کچھ کہنے والا۔!!آبان خان نے اس کی کمر پر اپنے ہاتھوں کو پھیرتے شاید ہی آج پہلی مرتبہ اسے اس طرح کے لقب سے نوازا تھا۔۔درفشاں کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔مقابل اطمینان کے ساتھ ایک لفظ میں ہی اس کی دھڑکن بڑھا گیا تھا۔!!"بہت محبت کرتا ہوں درفشاں میں تم سے۔ایک تم کبھی سمجھ نہیں سکی۔۔آبان خان نے کو روتے دیکھ کہا۔اس کے لہجے سے ہی

اس کے دکھ کا اندازہ لگ رہا تھا۔ جیسا وہ چاہتا تھا ویسا نہیں ہوا تھا۔ آخر اسے خود اپنے منہ سے ہی اقرار کرنا پڑا تھا۔ "آپ نے کبھی بتایا ہی نہیں جو میں سمجھتی۔ اس کے گال پر اپنا ہاتھ رکھتے درفشاں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔۔ "تم اپنی نفرت کا خول خود پر سے ہٹاتی تو یقیناً میری محبت نظر آجاتی تمھیں۔ لیکن تم نے کبھی کوشش ہی نہیں کی۔ آبان خان ناچاہتے ہوئے بھی پھر سے شکوہ کر گیا تھا۔ درفشاں نے شرمندگی سے اپنے ہونٹ دانتوں تلے چبائے۔ مقابل سہی ہی تو کہہ رہا تھا۔۔ "یہ مت کرو ان کاموں کے لیے میں ہوں۔ آبان خان نے ناگواری سے اسے دیکھتے ہاتھ آگے بڑھاتے اس کے ہونٹوں کو دانتوں کی قید سے آزاد کروایا۔ درفشاں بے ساختہ ہی اپنی نظریں جھکا گئی تھی۔!! "اب تم خود کرو گی کچھ یا میں کروں؟ آبان خان نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے شرارت سے پوچھا۔ مقابل کا شرمندہ ہونا وہ محسوس کر رہا تھا۔ اور اس کے لیے اتنا بھی بہت تھا۔۔ درفشاں نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ آبان کیا کرنے کا کہہ رہا تھا اسے سمجھ نہیں آئی تھی۔۔ آبان خان نے اسے ناسمجھی سے خود کی طرف دیکھتا پا کر بے باکی سے اس کے ہونٹوں کی طرف اشارہ کیا۔۔ درفشاں تو بس جھینپ کر ہی رہ گئی تھی۔ اس انسان کو بیماری میں بھی سکون نہیں تھا۔۔ کمر پر پھرتا آبان خان کا ہاتھ مزید بے باکی دکھانے لگا تھا۔ در

فشاں نے کسمساتے اس سے دور ہونا چاہا۔ آبان خان اسی لمحے اسے مزید اپنے نزدیک کر گیا۔۔ لیکن خود ہی کراہتے ہوئے اس نے درفشاں کی کمر سے ہاتھ ہٹائے تھے۔ درفشاں کا ہاتھ اس کے زخم پر بری طرح لگا تھا۔ آبان خان نے درد کی شدت سے اپنے جبڑے بھینچے۔!! "ہنس لو تم۔ یہاں درد سے جان نکل رہی ہے میری۔ درفشاں کو اپنی ہنسی روکتے دیکھ آبان خان نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ مقابل ہنس رہی تھی اور اس کا بس نہیں تھا یہیں اس کے ہوش ٹھکانے لگا دے۔۔ "اچھا سوری! درفشاں نے مسکراتے تھوڑا نیچے کو جھکتے نرمی سے اس کی بینڈیج والی جگہ پر اپنے لب رکھے۔۔ آبان خان نے سکون سے اپنی آنکھیں موندی۔ زخموں کا تو پتہ نہیں لیکن درفشاں کے لمس پر اسے اپنے جلتے تپتے دل پر ٹھنڈی پھوار برستی محسوس ہو رہی تھی۔۔ درفشاں نرمی سے اس کے زخموں کی جگہ پر اپنے لب رکھتے اپنا چہرہ اس کے نزدیک لائی۔۔ آبان خان اپنی مدہوش کن آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔ مقابل اپنے لمس سے اس کے جواں جذبات میں بری طرح آگ لگا گئی تھی۔ لیکن وہ بے بس اتنا تھا کہ کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ آبان خان نے خاموشی سے اپنا ایک ہاتھ اس کے بالوں میں الجھاتے جبکہ دوسرے ہاتھ کو اس کی کمر کے نچلے حصے پر پھیرتے اس کے ہونٹوں کو اپنی ہونٹوں میں لیا۔ درفشاں اس کے گال پر اپنے

ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔۔ آبان خان پہلے بہت نرمی سے اس کے ہونٹوں کو اپنی زبان سے لک کر رہا تھا۔ درفشاں اس کے گالوں پر ہاتھ رکھے آنکھیں بند کیے اس کے ہاتھوں کی بے باکیاں اپنے جسم پر سہہ رہی تھی۔ وہ خود بھی اسے نہیں روکنا چاہتی تھی۔ پہلی مرتبہ مقابل کا لمس اسے سکون دے رہا تھا۔ وہی سکون جو وہ چاہتی تھی۔ جس کے لیے وہ پچھلے اتنے دنوں سے ترس رہی تھی۔۔ گھونٹ گھونٹ کرتے اس کے رسیلے لبوں کا جام پیتے آبان خان کسی اور ہی جہاں میں پہنچا ہوا تھا۔ اس کے انداز میں نرمی تھی لیکن وہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ درفشاں کو مزید اپنے نزدیک کرتا جا رہا تھا۔ درفشاں نے اس کے گالوں سے ہاتھ ہٹاتے اس کے گلے میں اپنی بانہیں حائل کی۔۔ جذبات کی رو میں بہکتے وہ انجانے میں خود بھی اس کا ساتھ دینے لگی تھی۔ کچھ جس طرح آبان خان اس کے جسم پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ درفشاں پر خود بھی مدہوشی طاری ہو رہی تھی۔ اچھی طرح اس کے ہونٹوں کو سرخ کرتے آبان خان نے ہلکا سا پیچھے ہوتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ درفشاں بھی اپنی سرخ آنکھیں کھولتے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ "سو جاؤ اس سے پہلے میں ہمارے درمیان موجود تمام پردے گرا دوں۔!! درفشاں کے کان میں بے باکی سے سرگوشی کرتے آبان خان نے اس کے کان کی لو پر اپنی زبان پھیری۔ "آپ مجھے سونے کا بول رہے ہیں جبکہ

آپ جانتے ہیں کہ ایسے مجھے کبھی نیند نہیں آئے گی۔۔ درفشاں نے نظریں جھکائے سرخ چہرے کے ساتھ اسی کے انداز میں سرگوشی کرتے ہلکے سے اس کے کان کی لو پر لب رکھے۔ آبان خان اس کے انداز پر مدھم سا ہنسا۔ مقابل آج اسے اپنی اداؤں سے مارنے کے درپر تھی۔۔ءمیری طبیعت ٹھیک ہوتی تو قسم لے لو تمھیں سونے کا کبھی نا کہتا۔ آبان خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے افسوس سے کہا۔ کاش کہ آج کی رات وہ ٹھیک ہوتا۔۔ درفشاں مسکرا کر رہ گئی تھی۔ وہ جانتی تھی مقابل کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کا ایسا کچھ کرنے کا ارادہ تھا۔ وہ تو بس اس نے ایسے ہی کہہ دیا تھا۔۔ آبان خان نے تھوڑی سی کروٹ لیتے اس کی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں میں الجھایا۔ وہ جیسے اسے خود میں قید کرنا چاہتا تھا۔۔ اپنے منہ کو اس کے بالوں میں چھپاتے اس نے ایک گہری سانس بھرتے ان کی خوشبو کو اپنی سانسوں میں اتارا۔ مقابل کا نشہ جیسے آج اس کے سر چڑھ کر بول رہا تھا۔ لیکن ہائے یہ بے بسی! "تھوڑا سا! درفشاں نے اپنی ٹانگوں کو حرکت دیتے سرخ چہرے کے ساتھ اتنے ہی لفظ بولے۔ وہ تھوڑا سا اس سے دور ہونا چاہتی تھی۔ آبان خان کے جسم کی سختی اسے بری طرح اپنی تھائیز سے مس ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔۔ اور خود وہ شرم سے جیسے مرنے والی تھی۔۔ "چپ کر کے لیٹی رہو۔ اور شرافت سے سو جاؤ۔ آواز نا آئے

اب تمہاری۔ میری نیند حرام کر دی تم نے۔اب تھوڑا تو سکون لینے دو مجھے۔ آبان خان مزید اسے خود میں بھینچتے بے باکی کی تمام حدیں پار کر رہا تھا۔ درفشاں نے منہ بناتے اپنی آنکھیں موندی۔ کچھ بھی بولنے کا فائدہ نہیں تھا۔اس شخص نے کرنا وہی تھا جو اس کا دل چاہتا۔اسی لیے موقع ملتے سونے میں ہی عافیت جانی۔۔

قسط نمبر: 43

اس وقت شام کا سورج اپنے عروج پر تھا۔ سردی کے دنوں میں ٹھٹھرتی شامیں کسی کے لیے باعث سکون تھی تو کسی کے لیے محض اذیت۔ یہ اُداس سی شام ہر کسی کے لیے ایک جیسی نہیں تھی۔ ہر کوئی اپنے مسئلے میں اُلجھا ہوا تھا۔ کوئی خوشی منانے کے مسئلے میں تو کوئی غم سے نبٹنے میں۔ ہر انسان رات کے ڈھلنے سے پہلے اپنے اپنے گھروں کو لوٹنا چاہتا تھا۔ آج پھر موسم کے تیور بدلے بدلے تھے۔ایک سردی اور پھر بارشوں نے کچھ لوگوں کو انجوائے کرنے کا تو کچھ لوگوں کا پریشان کرنے کا ٹھیکا اٹھایا ہوا تھا۔۔آج پھر ایسا لگتا تھا جیسے بادل جم کر برسے گے۔ کالی گھٹائیں آسمان پر اکٹھی ہونا شروع ہو چکی تھی۔۔ ان کالی گھٹاؤں کی چادر میں نیلا آسمان جیسے چھپ سا گیا تھا۔ ہر کوئی جلد از جلد بارش ہونے سے

پہلے اپنے گھر کو لوٹنا چاہتا تھا۔ "ایسے میں وہی ایک تھا جو فرصت سے گاڑی سڑکوں پر دوڑاتا اپنے کسی غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کہتے ہیں ہر انسان کی ایک تھیراپی ہوتی ہے۔ جب وہ اُداس ہو یا غمگیں تو جو کام کرنے سے اُسے سکون ملتا ہے وہ وہی کرتا ہے۔ کچھ لوگ نماز پڑھ کر دل ہلکا کرتے ہیں۔ تو کچھ میوزک سن کر۔ ہر کسی کی الگ کہانی، ہر کسی کا الگ انداز! بلکل ایسے ہی اُسے بھی سکون ملتا تھا سردیوں کی اُداس شاموں میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے تیز رفتار میں ڈرائیونگ کرنے سے۔ گاڑیوں کا شوق تو اس شخص کو ویسے بھی تھا۔ اور ڈرائیونگ سے تو کوئی خاص قسم کی رغبت تھی۔ ایسے ہی آج ایک اور زخم تھا جو اس کے دل پر لگا تھا۔ ایک اور سچ تھا جو آنکھوں کے سامنے آیا تھا۔ ایک اور شخص کی حقیقت سامنے آگئی تھی۔۔ ایک اور راز سے پردہ فاش ہو گیا تھا۔ نجانے اب کتنے راز اور کھلنے باقی تھے۔ زندگی نے اس پر اور کتنے ستم کرنے تھے۔ ہر ستم پر وہ لوگوں کے سامنے تو مضبوط رہ لیتا تھا۔ لیکن اندر ہی اندر وہ گھٹ گھٹ کر مر رہا تھا۔ اس کی ہمت جواب دے رہی تھی۔ پریشانیوں کے بوجھ تلے دب کے جوانی جیسے ختم ہو رہی تھی۔ سب سمجھتے تھے اُسے فرق نہیں پڑتا۔ لیکن نہیں اُسے فرق پڑتا تھا۔ اب ضروری تو نہیں نہ جو شخص لوگوں کے سامنے ہنستا رہتا ہو اسے رونا نا آتا ہو۔ بس فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ ایسے

لوگوں کو دوسروں کے سامنے رو کر ہمدردیاں بٹورنے کا کوئی شوق نہیں ہوتا۔ وہ اپنے آپ میں ہی رہتے ہیں۔ ہنستے بولتے سب کے ساتھ ہیں۔ لیکن غم صرف اکیلے میں! رونا بھی ہو تو اکیلے میں۔ تاکہ کوئی انہیں مفلس سمجھ کر ان پر ترس نا کھائے۔۔ بلکل ایسے ہی وہ بھی بھیگی سرخ آنکھوں کے ساتھ فل تیز رفتار میں پچھلے آدھے گھنٹے سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ گاڑی کس سمت میں ہے۔ اس کا دماغ حاضر ہوتا تو وہ کچھ سمجھ پاتا۔ اس کا دماغ تو آبان خان کے کہے گئے دو الفاظوں میں اٹکا ہوا تھا۔ اور وہ دو الفاظ تھے۔ "رفیق خان"۔ ہاں وہ راحیل خان ہی تھا۔ جو آج پھر سے نئے سرے سے ٹوٹ گیا تھا۔۔ کبھی کبھی اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اس دنیا میں غم ہی جھیلنے کے لیے آیا ہو۔ رشتے اس کے لیے بنے ہی نہیں تھے۔ تقریباً ہر رشتے نے ہی اس کے ساتھ دغا دکھائی تھی۔ جس کو وہ اپنا سمجھتا تھا وہی ایسے زخم دے کر جاتا تھا کہ راحیل خان سنبھلنا تو دور گر کر اٹھ بھی نہیں سکتا تھا۔۔ ایسے ہی ابھی بھی اس کا دل چکنا چور ہو گیا تھا۔ زندگی کے ہر ستم پر اسے باقاعدہ محسوس ہوتا تھا جیسے اس کے دل میں ایک دراڑ آئی ہو۔ اگر ایسے ہی چلتا رہتا تو اسے لگتا تھا یقیناً اس نے دل کی کسی بیماری سے ہی ایک دن ختم ہو جانا تھا۔۔ اپنی آنکھوں کے سامنے آئی دھند کو انگوٹھے کے پوروں سے صاف کرتے راحیل خان نے

اپنا مکمل دھیان ڈرائیونگ پر دینا چاہا۔ کچھ باہر سے ونڈ سکرین پر پڑتی ہلکی ہلکی بارش کی بوندیں۔ اور کچھ آنکھوں سے برستی بوندوں کی وجہ سے ان کے سامنے آتی دھندلاہٹ۔ وہ سہی سے ڈرائیونگ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ درد کی شدت سے دماغ کی رگیں پھٹنے کے در پر تھیں۔ اسے لگ رہا تھا آج واقعی اس کے دماغ کی کوئی ایک آدھی رگ پھٹ ہی جائے گی۔ ماتھے کی رگیں اُبھرتی اس کے درد کا واضح پتہ دے رہی تھیں۔ راحیل خان مسلسل اپنے بازو سے بار بار اپنی سرخ آنکھیں رگڑ رہا تھا۔ لیکن آنکھوں نے بھی جیسے آج خشک نہ ہونے کی قسم کھائی تھی۔ اس کے دماغ میں وہی کچھ چل رہا تھا۔ جو وہ مر کر بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔۔ اسے اس بات کا اتنا غم نہیں تھا کہ حنان لغاری اس کے باپ کی اولاد ہے۔ بلکہ اسے یہ غم زیادہ تھا کہ اس کا باپ اس کی ماں کے ساتھ بھی مخلص نا رہ سکا۔ اولاد کو تو وہ کچھ سمجھتا ہی نہیں تھا۔ کم از کم اپنی بیوی کے ساتھ تو اتنا بڑا دھوکا نا کرتا۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ حنان لغاری اس کی ماں کے پیٹ سے کبھی پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ اسے سو فیصد یقین تھا کہ یہ گند رفیق خان نے کہیں باہر ہی پھیلایا ہے۔ اگر حنان لغاری اس کی ماں کے پیٹ سے ہوتا تو کم از کم اتنا بغیرت اور گھٹیا انسان نا ہوتا۔ اس شخص نے فائزہ کے ساتھ جو کیا یہ بھی مسلسل اس کے دماغ میں چل رہا تھا۔ اگر حنان لغاری کے بارے میں خان ولا کے کسی بھی

بڑے کو پتہ ہوتا تو وہ اس طرح باہر تو اسے پلنے نا دیتے۔ اس بات کا بھی یہی مطلب تھا کہ گھر میں کسی بھی بڑے کو حنان لغاری کے بارے میں نہیں پتہ تھا۔۔ کبھی کبھی اس کا دل کرتا تھا کہ اپنے باپ سے ہر سوال کا جواب مانگے۔ ہر اس زیادتی کا بدلہ لے جو وہ بچپن سے لے کر آج تک ان کے ساتھ کرتے آئے تھا۔۔ اور صرف انہی کے ساتھ نہیں۔ دیکھا جائے تو انہوں نے حنان لغاری کے ساتھ بھی زیادتی کی تھی۔ اگر انہوں نے پیدا کیا تھا تو اسے ایک اچھی تربیت بھی دیتے۔ بھلے ہی انہیں اس چیز کے لیے حنان لغاری کی ماں کو ہی کیوں نا اپنانا پڑتا۔ کم از کم اگر حنان لغاری کی اچھی تربیت ہوتی تو آج ایک معصوم ظلم سہنے سے تو بچ جاتی۔۔ مسلسل کچھ نہ کچھ سوچتے اس کے دماغ کی شریانیں پھٹنے کو تھیں۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار اندھیرا آرہا تھا۔ کچھ کل سے آبان خان کی پریشانی اور اب اچانک یہ اتنا بڑا دھچکا۔ اس کے دل و دماغ نے جیسے سہنے سے انکار کر دیا تھا۔ دل تھا کہ رک رک کر دھڑک رہا تھا۔۔ بار بار اپنے سر کو جھٹکتے وہ آنکھوں کے سامنے آتے اندھیرے کو دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن ڈرائیونگ نہیں رکی تھی۔ مجال تھی جو پچھلے پونے گھنٹے سے اس شخص نے ایک مرتبہ بھی بریک پر پاؤں رکھا ہو یا پھر گاڑی کی رفتار ہی کم کرنے کی کوشش کی ہو۔ بھلے ہی اسے اب دیکھنے میں مسئلہ ہو رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے آتا

اندھیرا اور ونڈ سکرین پر پڑتی بارش کی بوندیں! دونوں میں ہی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اضافہ ہو رہا تھا۔۔اس کے دماغ میں آبان خان کی کہی ہوئی ایک ایک بات چل رہی تھی۔ سب کچھ ایک ساتھ دماغ میں چلتا جیسے گڈ مڈ ہو رہا تھا۔ وہ مسلسل اپنے سر کو دائیں سے بائیں جھٹکا دیتے آنکھوں کی دھندلاہٹ پر قابو پانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔

دعا کرو جب راز کھلے تو کوئی سنبھالنے والا ہو"

کانپتے جسم پر کوئی چادر ڈالنے والا ہو"۔۔۔"

ابھی بھی وہ اندھا دھند ڈرائیونگ کر رہا تھا۔۔رکنے کا کوئی جواز ہی نہیں تھا۔ لیکن پھر اسے گاڑی کو مجبوراً روکنا پڑا۔ کیونکہ اس کی گاڑی سامنے سے آتے بچے سے بری طرح ٹکرائی تھی۔ راحیل خان کے اچانک ہی چہرے کی ہوائیاں اڑ گئی تھی۔ آنکھوں کے سامنے جو اندھیرا آرہا تھا اچانک ہی سب واضح دکھنے لگا تھا۔۔ وہ حواس باختہ ہوتے سیٹ بیلٹ کھولتے اپنی گاڑی سے باہر نکلا۔ وہ بچہ اس کی گاڑی کے سامنے ہی ہوش و خرد سے بیگانہ خون سے لت پت حالت میں پڑا تھا۔ اس کے سر سے خون نکل رہا تھا۔ راحیل خان نے حواس باختہ ہوتے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ اس کا دماغ جیسے اچانک ہی بلینک ہو گیا تھا۔ وہ اس وقت کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔۔یہ اس سے کیا ہو گیا تھا! اپنے غم کے چکر میں وہ

کسی دوسرے کو نقصان پہنچا چکا تھا۔ نجانے یہ بچہ زندہ بھی تھا یا نہیں۔ راحیل خان مسلسل اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ٹکٹکی باندھے اس کے سر سے نکلتے خون کو دیکھ رہا تھا۔۔ اسے سمجھ ہی نہیں آرہی تھی کہ کیا کرے۔ آس پاس لوگ اکٹھے ہونا شروع ہو چکے تھے۔۔ کچھ لوگ راحیل خان کو برا بھلا کہہ رہے تھے تو کچھ ایمبولینس کو کال کرنے نے مصروف تھے۔ جبکہ کچھ لوگ تو باقاعدہ اس کی ویڈیو بنانے لگے تھے۔ ایک کام جو کسی نے نہیں کیا تھا وہ یہ تھا کہ بچے کو اٹھا کر جلد سے جلد ہسپتال لے کر جانے کا۔ اس کے علاوہ ہر کوئی اپنی طرف سے مکمل کوشش کر رہا تھا۔۔ جبکہ راحیل خان کا چہرہ تو لٹھے کی مانند سفید تھا۔ آس پاس کیا چل رہا ہے وہ کچھ بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا۔۔ اچانک ہی سڑک پر جیسے ہنگامہ سا مچ گیا تھا۔ اِرد گرد سے لوگ تماشا دیکھنے یہیں پر آ کر کھڑے ہو چکے تھے۔ بچے کو پھر بھی ہاتھ لگانے کا تکلف کوئی بھی نہیں کر رہا تھا۔۔ کچھ لوگوں نے تو باقاعدہ پولیس کو کال کرنا شروع کر دی تھی۔ کچھ دیر تک ایسے ہی تماشا کرتے پولیس کے سائرن کی آواز سنتے سبھی ایک سائڈ پر ہوئے۔

ایک راحیل خان ہی تھا جو تب سے ایک ہی کیفیت میں کھڑا تھا۔ اس کے دل کی دھڑکن رکی ہوئی تھی۔ جبکہ نظریں مسلسل بغیر پلک جھپکائے اس بچے پر تھی۔ جو پچھلے پندرہ منٹ

سے یہیں سڑک پر پڑا تھا۔۔ "سائڈ پر ہو جائیں۔ سائڈ ہو جائیں۔۔!! تمام پولیس والے اپنی پولیس موبائل سے نکالتے عوام کے رش کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ یہاں کچھ ہی دیر میں اچھی خاصی عوام اکٹھی ہو چکی تھی۔ بارش اپنے عروج پر تھی۔ ہڈیوں کو جما دینے والی سردی تھی جو یہاں پر پڑ رہی تھی۔۔ لیکن پھر بھی ہر کوئی یہاں تماشا دیکھنے کھڑا تھا۔!! "عدیل شاہ جو پولیس کی یونیفارم میں ملبوس آگے بڑھ رہا تھا حادثے والی جگہ پر پہنچتے اس نے پریشانی سے راحیل کو دیکھا۔ آدھی سے زیادہ عوام ویڈیوز بنا رہی تھی۔ جو یقیناً سوشل میڈیا پر جاتی۔ اور یہاں راحیل خان تھا کہ بجائے کچھ بھی کرنے کے آرام سے کھڑا تھا۔۔ اس نے جلدی سے آگے بڑھتے راحیل خان کو بازو سے تھاما۔۔ ایمبولینس بھی آ چکی تھی۔ پولیس والوں کی مدد سے ریسکیو والے بچے کو ایمبولنس میں لٹا رہے تھے۔ تاکہ جلد از جلد اسے ہسپتال لے کر جایا جا سکے۔!! "دماغ خراب ہے تیرا۔ لوگ ویڈیوز بنا رہے ہیں چل میرے ساتھ۔!! راحیل خان کو بازو سے تھامتے عدیل شاہ نے سختی سے اسے جھنجھوڑا۔ اسے راحیل کی دماغی حالت پر شبہ ہو رہا تھا۔ راحیل خان جیسے اچانک ہوش میں آیا تھا۔ اس نے بے ساختہ ہی ایک نظر عدیل کی طرف دیکھتے اِرد گرد دیکھا۔ جہاں لوگ کھڑے اسے ہی برا بھلا کہنے میں مصروف تھے۔۔ ایمبولنس بچے کو لے کر جا چکی

تھی۔ اب یہاں صرف پولیس موبائل اور عوام کھڑی تھی۔ جو راحیل خان کے گرفتار ہونے کے انتظار میں تھی۔ صرف عدیل شاہ اکیلا ہی تھا جو آگے راحیل خان کے پاس کھڑا تھا۔ باقی سب پولیس والے پیچھے ہی کھڑے تھے۔ آخر کون تھا جو راحیل خان سے واقف نہیں تھا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ شخص ایس ایس پی عدیل شاہ کی فیملی سے ہے۔ اسی لیے کسی نے بھی آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔۔ عدیل شاہ کو خود ہی یہ معاملہ ہینڈل کرنا تھا۔۔ صد شکر کہ جس جگہ پر یہ ایکسیڈنٹ ہوا تھا یہ جگہ عدیل شاہ کے علاقے میں ہی آتی تھی۔ اِدھر سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھانہ موجود تھا۔ اسی لیے یہ کیس عدیل شاہ کے ہاتھ میں ہی تھا۔ اگر کسی اور کے علاقے میں یہ حادثہ ہو جاتا اور یہ کیس کوئی اور لے لیتا تو یقیناً راحیل خان سمیت سارے خان ولا کے لوگوں کو ہی پریشانی اٹھانی پڑتی۔!! لیکن ابھی بھی کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ عدیل شاہ کو کسی بھی چیز کا مسئلہ نہیں تھا۔ لیکن یہ جو لوگوں نے ویڈیوز بنائی تھی۔ اگر یہ سوشل میڈیا پر وائرل ہو جاتی تو یقیناً خان امپائر کی ساکھ پر بہت برا اثر پڑنا تھا۔۔ "عدیل وہ بچہ! میں قسم کھاتا ہوں میں نے جان کے نہیں مارا۔۔ راحیل خان نے بدحواسی کے عالم میں عدیل کو بازو سے پکڑتے اسے اپنا یقین دلانا چاہا۔ وہ اس وقت بلکل بھی اپنے ہوش میں نہیں لگ رہا تھا۔ ایک کے بعد ایک مصیبت! راحیل خان کا بس نہیں

تھا کہ کسی پستول سے خود کو گولی مار لے۔ سکون شاید اس کے نصیب میں تھا ہی نہیں۔!!

"بکواس بند رکھ اب تو! ابھی کے لیے ہتھکڑی لگا رہا ہوں۔ چپ کر کے تھانے چل۔ اور دعا کر کہ بچے کو کچھ نہ ہو۔ ورنہ تُجھے یہ دنیا جینے نہیں دے گی۔۔ عدیل شاہ نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پہناتے مصروف سے انداز میں سختی سے اسے ڈپٹا۔ اب جو یہ میس کریئٹ ہوا تھا یہ سارا اسے ہی سمبھالنا تھا۔۔ "میں نے نہیں مارا اُسے!! یار میں۔۔ وہ اچانک خود۔۔۔ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے راحیل خان نے اسے اپنی صفائی میں کچھ بتانا چاہا۔ لیکن لفظ نکلنے سے انکاری تھے۔ بدحواسی اتنی تھی کہ بولنے کے لئے اسے الفاظوں کو سوچنے کی ضرورت پڑ رہی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ صحیح سے اپنا موقف بیان نہیں کر سکا تھا۔ "چپ کر جا۔ کچھ نہیں ہو گا بچے کو۔ عوام ویڈیوز بنا رہی ہے خاموشی سے میرے ساتھ چل۔ اور منہ پر ہاتھ رکھ لے۔۔ اسے ہتھکڑی پہناتے عدیل شاہ نے سختی سے تنبیہ کی۔ بیٹھے بیٹھے یہ سہی عذاب اس کے گلے پڑ گیا تھا۔ راحیل خان نے اس کے کہے کے مطابق اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ اتفاقاً وہ آج اپنی کیپ بھی ساتھ نہیں لایا تھا۔ نا ہی کوئی ماسک لگایا تھا۔ اسی لیے ہاتھ ہی رکھنا سہی سمجھا۔۔ عدیل شاہ پھر سے عوام کے رش کو چیرتے ہوئے راحیل خان کو لیے اپنی پولیس موبائل کی طرف بڑھا۔ وہ بہت تیز تیز قدم

اٹھا رہا تھا۔ عوام کا رش تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ لوگوں میں ہوتی چے میگویا عروج پر تھی۔!! راحیل خان کو پولیس موبائل میں بیٹھاتے عدیل شاہ خود بھی اندر بیٹھا۔ وہ فوراً ہی گاڑی کو سٹارٹ کرتے اسے یہاں سے بھگا کر لے گیا تھا۔ زیادہ دیر یہاں رکنا ان سب کے لیے نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ جبکہ راحیل خان کی گاڑی کو بھی ایک پولیس والا لے کر انہی کے پیچھے تھانے ہی جا رہا تھا۔۔

مدحا نسیم اپنے کمرے میں ٹہلتے پریشانی سے اِدھر اُدھر چکر کاٹ رہی تھی۔ ضیغم نسیم کو گھر سے گئے آج دوسرا دن تھا۔ کل صبح کی لڑائی کے بعد وہ اب تک گھر ہی نہیں آیا تھا۔۔ کل کی رات تو جیسے تیسے کٹ گئی تھی۔ لیکن اب اس کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ اس کا ایک ہی اکلوتا بھائی تھا۔ جسے کچھ نا جائے یہ خوف ہی اسے کھائے جا رہا تھا۔۔ اس کے دماغ میں مسلسل مختلف وسوسے آتے اسے خوفزدہ کر رہے تھے۔ لیکن خود وہ کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔ کہاں جاتی وہ؟ کس سے کہتی کہ اس کے بھائی کو ڈھونڈ کر لا دیں۔۔ کل نسیم صاحب کے گھر میں آتے ہی فرحت بیگم نے جو تماشا کھڑا کیا تھا۔ انہوں نے نسیم صاحب کو ایک کی چار کر کے ہر بات بتائی تھی۔ اور پھر کچھ قدرت کا کرشمہ! ان کے ماتھے پر موجود چوٹ کا

نشان۔ جو کہ پختہ ثبوت تھا کہ وہ جھوٹ نہیں بولا رہیں۔ کل گھر میں اچھا خاصا تماشا وہ لگا چکی تھیں۔۔اسی وجہ سے نسیم صاحب اب اس سے بات بھی نہیں کر رہے تھے۔ کل سے وہ گھر میں پیٹ پیٹ کر تھک گئی تھی کہ ضیغم کو ڈھونڈنے چلے جائیں۔ اگر خود نہیں بھی جا رہے تو کم سے کم اسے ہی جانے دیں۔ لیکن نسیم صاحب نا تو خود ضیغم کو ڈھونڈنے جا رہے تھے اور مدحا کے بھی گھر سے نکلنے پر انہوں نے پابندی لگا رکھی تھی۔ وہ اپنا دل پتھر لیے ہوئے تھے۔ اور اس کے پیچھے ہاتھ بھی فرحت بیگم کا ہی تھا۔۔ وہ بچہ تھا اگر اس سے کوئی غلطی ہو بھی گئی تھی تو انہیں معاف کرنا چاہیے تھا۔ معاف نہیں بھی کر رہے تو اُسے ڈھونڈ کر گھر تو لے آتے۔ لیکن وہ تو بلکل ہی ہر چیز سے بے خبر تھے۔ مدحا نے لاکھ ان کی منتیں کی تھی۔ لیکن ان پر کسی بھی چیز کا کوئی اثر ہی نہیں پڑ رہا تھا۔۔ ضیغم کو تو یہاں کے راستے بھی نہیں پتہ تھے۔ وہ اتنا زیادہ گھر سے باہر نکلتا ہی نہیں تھا۔ گھر سے اسکول اور اسکول سے محلے میں بچوں کے ساتھ کھیلا تو ٹھیک ورنہ پھر سے گھر۔ یہی اس کی روزانہ کی روٹین تھا۔ نجانے کل سے اب وہ سڑکوں پر کہاں دھکے کھا رہا ہو گا۔۔ مدحا نے روتے ہوئے کھڑکی سے باہر برستی بارش کو دیکھا۔ پتہ نہیں اس کا معصوم سا بھائی کہاں چلا گیا تھا۔۔ وقت اسی طرح اپنی رفتار پکڑے ہوئے تھا۔ نا وہ پہلے کبھی کسی کے لیے رکا ہے اور نہ ہی اس نے اب

رکنا تھا۔ وقت اپنی ہی رفتار سے گزر رہا تھا۔ پھر سے رات ہونے کو تھی۔ آج دوسری رات تھی ضیغم کو گھر سے باہر نکلے ہوئے۔ اپنے آنسوں صاف کرتے مدحا نے دوپٹہ سہی سے اپنے سر پر سیٹ کیا۔ ابھی مغرب کی اذانیں ہونے والی تھیں۔۔ لیکن نماز سے پہلے وہ ایک مرتبہ پھر نسیم صاحب کی منتیں کر کے دیکھنا چاہتی تھی۔ کیا پتہ اپنی ہی اولاد کے لیے اب ان کے دل میں رحم آگیا ہو۔ اور وہ ضیغم کو ڈھونڈ کر گھر لے آتے۔۔ کل سے تو وہ چیخ دیکھ کر تھک چکی تھی۔ اب ایک اور مرتبہ کوشش کرنے میں کسی قباحت! ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے وہ کمرے سے باہر نکلی۔۔ اس کے قدموں کا رخ نسیم صاحب کے کمرے کی طرف تھا۔ جو آج گھر پر ہی موجود تھے۔ کچھ موسم کی وجہ سے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ اسی لیے وہ آج گھر پر ہی آرام کر رہے تھے۔ کمرے کے دروازے تک پہنچتے اس نے آہستہ سے دروازہ ناک کیا۔ فرحت بیگم وغیرہ کے ساتھ والے کمرے میں ہی آئزہ موجود تھی۔ وہ فرحت بیگم کے اسرار پر یہاں کچھ دن رکنے کے لئے آئی ہوئی تھی۔!! "بولو بی بی کیا مسئلہ ہے؟ فرحت بیگم نے دروازہ کھولتے مدحا کو اپنے سامنے دیکھتے ناگواری سے پوچھا۔ کل سے ان کے دل میں جیسے ٹھنڈی پھوار برس رہی تھیں۔ ان سے پنگا لینے کا بہت برا انجام ان دونوں بہن بھائی کو بھگتنا پڑ رہا تھا۔۔ "ابو سے بات کرنی

ہے میں نے۔ مدحا نے اندر جھانکتے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔ وہ ان کے منہ ہی نہیں لگنا چاہتی تھی۔!! "سو رہے ہیں تمہارے ابو۔ صبح بات کرنا جو بھی کرنی ہے۔۔ فرحت بیگم اتنا کہتے واپس سے دروازہ بند کرنے ہی لگی تھیں کہ مدحا نسیم نے بروقت دروازے کو تھاما۔۔ "مجھے ابو سے بات کرنی ہے آپ اندر آنے دیں بس مجھے۔۔ اس نے بڑے ضبط کے ساتھ پھر سے سپاٹ سے انداز میں کہا۔ اس کی حالت دیکھ کر فرحت بیگم کو کتنی خوشی ہو گی وہ اچھے سے جانتی تھی۔!! فرحت بیگم نے ابرو اُچکاتے کمرے کے دروازے کے دروازے کو اچھے سے بند کیا۔ خود وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔ مدحا بے بسی سے انہیں دروازہ بند کرتے دیکھ کر رہ گئی۔ اب وہ اپنی مرضی سے اپنے ہی باپ سے بات بھی نہیں کر سکتی تھی۔!! کیوں بی بی؟ ایک مرتبہ میں عقل ٹھکانے نہیں آئی کیا۔ جو پھر سے میرے ساتھ زبان لڑا رہی ہو۔ مدحا کو سختی سے بازو سے پکڑتے فرحت بیگم نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ درد کی شدت مدحا کے منہ سے سسکی برآمد ہوئی۔ ان کے ناخن بہت بری طرح اسے اپنی جلد میں کھبتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔!! "امی پلیز مجھے ایک مرتبہ بات کرنے دیں۔ ضیغم کل سے گھر نہیں آیا۔ پھر سے رات ہونے کو ہے۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ اگلے ہی لمحے اپنے درد کو اگنور کرتے مدحا نے منت کرنے میں ہی عافیت

جانی۔ وہ جتنا فرحت بیگم کے آگے بولتی انہوں نے اتنی ہی بے دردی دکھانی تھی۔۔اور فلحال وہ اس پوزیشن میں بھی نہیں تھی کہ ان سے بحث کرتی۔اسے بس ضیغم کی فکر تھی۔ اُس کے لیے وہ ان کی مار بھی برداشت کر لیتی۔ لیکن بس ایک مرتبہ وہ نسیم صاحب سے کہہ کر ضیغم کو ڈھونڈنے کیلئے بھیج دیں بس۔!! "ضیغم۔۔۔اوہ ہاں تمھارا وہ بھائی!! چچ۔۔چچ۔بہت برا ہوا بیچارے کے ساتھ۔ مجھ سے بتمیزی کر کے گیا تھا نہ۔اب میرے ہی ڈر سے گھر میں قدم نہیں رکھ رہا۔ میں بھی تمہارے باپ کو نہیں بھیجوں گی اس کے پیچھے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ جیسے وہ گیا تھا ویسے خود ہی واپس بھی آجائے۔!! تمسخراتے سے انداز میں کہتی وہ مدحا کو اس وقت دنیا کی ظالم ترین عورت لگ رہی تھیں۔۔"ایسے مت کہیں امی۔بچہ ہے وہ۔ جیسے ہی گھر آئے گا میں اس سے کہوں گی وہ معافی مانگ لے گا آپ سے۔۔ لیکن ابھی آپ پلیز بھیج دیں ابو کو۔!! اپنے ہاتھوں کو ان کے آگے جوڑتے وہ مسلسل منت کر رہی تھی۔ کاش کہ خدا ان کے دل میں رحم ڈال دے۔اور وہ نسیم صاحب کو باہر ضیغم کو ڈھونڈنے کے لیے بھیج دیں۔! "اپنے پاس رکھو اپنی معافیاں! ارے میں تو کہتی ہوں اچھا ہی ہے باہر ہی رہے۔ گھر میں رہ کے اس نے کونسے تیر مار لینے ہیں۔ فرحت بیگم نے ناگواریت سے اپنے سامنے بندھے اس کے ہاتھ

جھٹکے۔۔ "ایسے مت کہیں امی۔ میرا بھائی ہے وہ! مدحا نے روتے ہوئے جیسے انہیں یاد دلانا چاہا۔ "ارے جاؤ بی بی۔ جس طرح وہ مجھے بول کر گیا تھا نا خدا کرے سڑک پر ہی کسی گاڑی کے نیچے آ کر مر جائے۔ تاکہ جان چھوٹے میری اس عذاب سے۔!! بیزاریت سے اسے دیکھتے فرحت بیگم نے باقاعدہ ہاتھ اٹھاتے ضیغم کو بددعا دی تھی۔ درحقیقت دل سے وہ چاہتی بھی یہی تھیں کہ ضیغم گھر واپس ہی نا آئے۔!! مدحا نے تڑپ کر انہیں دیکھا۔ اس کے رونے میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔ آخر وہ کیسے اتنی بے دردی سے اس کے بھائی کو بددعا دے سکتی تھیں۔ وہ بھی ایک بچے کو۔ اولاد نہ مانتی ہو۔ لیکن کم از کم اگلے کو انسان سمجھ کر ہی وہ تھوڑی تو انسانیت دکھاتی۔!! "پچھتائے گی آپ ایک دن۔ کیونکہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ یاد رکھیے گا۔۔ اپنے کانوں میں پڑتی اذان کی آواز سنتے مدحا انگلی اٹھا کر روتے ہوئے انہیں کہتی واپس سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔!! "ہنہہہ پچھتائے گی ایک دن! خود تو جیسے بڑی پارسا ہے نہ! ایک زہر آلود نظر مدحا کی پشت پر ڈالتے وہ بڑبڑاتے ہوئے واپس سے اپنے کمرے میں بند ہوئیں۔۔ نسیم صاحب کی طبیعت واقعی میں ٹھیک نہیں تھی۔ صبح سے ہی وہ جیسے بیہوشی کی سی کیفیت میں اپنے کمرے میں ہی پڑے تھے۔ ٹھیک ہے کل انہیں غصّہ تھا ضیغم پر۔ لیکن آج وہ خود اسے ڈھونڈنے کے لیے جانا

چاہتے تھے۔ لیکن ان کی اپنی طبیعت نے انہیں باہر نکلنے کی اجازت ہی نہیں دی۔ اگر ان کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو وہ لاکھ فرحت بیگم کے منع کرنے کے باوجود بھی لازمی ضیغم کو ڈھونڈنے جاتے۔ ابھی بھی وہ ہوش و خرد سے بیگانہ بستر پر ہی پڑے تھے۔

حدائق شاہ کی گاڑی شاہ ولا کے بڑے سے کار پورچ میں آتے رکی۔ ان لوگوں کو آتے آتے آدھا گھنٹہ لگ گیا تھا۔ وہ راستے میں ہی تھے تبھی بارش بھی شروع ہو گئی تھی۔ اگر وہ اکیلا ہوتا تو یقیناً دس منٹ میں ہی گھر پہنچ جاتا۔ لیکن اس کے ساتھ اب فائزہ تھی۔ اسی لیے اس نے بڑے بے فکر انداز میں اطمینان سے گاڑی چلائی تھی۔ کچھ اسے گھر والوں کے ریکشن سے بھی ڈر لگ رہا تھا۔ نجانے اب گھر پر کونسا تماشا لگتا! اپنی طرف کا دروازہ کھولتے وہ گاڑی سے باہر نکلا۔ فائزہ خان ابھی بھی بلکل خاموش تھی۔ بلکہ اس کے بعد سارے راستے اس کے منہ سے چوں کی آواز بھی نہیں نکلی تھی۔ حدائق شاہ کی دھمکی نے کافی حد تک اثر دکھایا تھا۔ ہلکا ہلکا وہ رو تو رہی تھی۔ لیکن پھر اس نے کسی قسم کا کوئی ہنگامہ نہیں کیا تھا۔۔ حدائق شاہ بھی پھر سارے راستے سکون سے ڈرائیونگ کرتا آیا تھا۔ وہ تو ویسے بھی کچھ بولنے کی کیفیت میں تھا ہی نہیں۔۔

آجائیں محترمہ باہر۔اپنی طرف سے مڑ کر فائزہ کی طرف آتے حدائق شاہ نے گاڑی کا" دروازہ کھولتے تھوڑا جھک کر اسے مخاطب کیا۔ جو ابھی تک گاڑی میں ہی بیٹھی تھی۔!! "میں؟ فائزہ جو اپنی ہی سوچوں میں گم تھی حدائق شاہ کی آواز سنتے بدک کر ہلکا سا پیچھے ہوئی۔ وہ خود کی طرف انگلی کر کی اس سے معصومیت سے پوچھ رہی تھی آیا کہ حدائق شاہ نے اسے ہی مخاطب کیا ہے یا نہیں۔!! "جی ہاں آپ۔ آپ کے علاوہ یہاں کوئی اور ہے کیا جسے میں اتنی عزت سے مخاطب کر سکتا ہوں۔۔ ہلکا سا مسکراتے وہ میٹھا سا طنز کر گیا تھا۔ لیکن کافی حد تک یہ سچ بھی تھا۔ وہ فائزہ کی دل سے عزت کر رہا تھا۔!! "ک۔۔ کیسے نکل۔۔ نکلوں؟ اپنی اُنگلیاں چٹخاتے اس نے معصومیت سے پوچھا۔ حدائق شاہ کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی تھی۔ مقابل اس سے یہ پوچھ رہی تھی کہ گاڑی سے باہر کیسے نکلے۔ اسے کچھ سمجھ نہیں لگی تھی اس بات کی۔!! "جیسے نکلتے ہیں۔ میرا نہیں خیال کہ آپ پہلی مرتبہ گاڑی میں بیٹھی ہیں۔!! اس نے ہلکا سا مسکراتے نا سمجھی سے کہا۔ وہ ابھی تک گاڑی کا دروازہ پکڑے فائزہ کی طرف جھک کر کھڑا تھا۔۔ "آ۔۔ آپ پی۔۔ پیچھے ہونگے ت۔۔ تو آؤں گ۔۔ گی با۔۔ باہر! ہونٹ کاٹتے اس نے دل میں حدائق شاہ کی عقل پر ماتم کرتے کہا۔ وہ شخص دیوار کی طرح اس کے آگے کھڑا تھا اور ساتھ ہی اسے یہ بھی کہہ رہا تھا کہ

گاڑی سے باہر نکلے۔ فائزہ شاہ اب اڑ کر تو گاڑی سے نکلنے سے رہی۔!!"اوہ سوری! کھسیانہ سا ہنستے حدائق شاہ پیچھے ہو کر کھڑا ہوا۔ فائزہ شاہ بھی ایک گہری سانس بھرتے گاڑی سے باہر نکلی۔ صد شکر کہ اس کی آنکھیں اب خشک تھیں۔۔"فائزہ رکیں! اسے آگے بڑھتے دیکھ حدائق شاہ نے پیچھے سے اسے مخاطب کیا۔ فائزہ کے قدم اسی لمحے رکے تھے۔ اس نے پیچھے مڑتے سوالیہ نظروں سے حدائق شاہ کی طرف دیکھا۔"میرے ساتھ چلیں۔ زندگی نے ہمیں ایسے باندھ دیا ہے کہ اب ہم دونوں کو ساری زندگی ایک دوسرے کے ساتھ ہی چلنا ہے۔۔ قدم قدم چل کر اس کے نزدیک آتے حدائق شاہ نے ہولے سے مسکراتے ہوئے کہا۔ فائزہ بھی کوئی بحث نا کرتے خاموشی سے اس کے ساتھ ہی اندر کی جانب بڑھی۔ وہ خاموش ہو گئی تھی۔ نجانے کیوں لیکن مزید تماشا نا کرنے کہ تہیہ وہ اپنے دل میں کر چکی تھی۔ ڈر ابھی بھی ویسے ہی غالب تھا۔ لیکن وہ خود پر قابو پائے ہوئے تھی۔۔

حدائق شاہ نے دروازے تک پہنچتے ایک گہری سانس بھری۔ اس کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔ جبکہ دل میں یہ دعا تھی کہ سائرہ بیگم زیادہ تماشا نا کریں۔ وہ بس کسی طرح

فائزہ کو ایکسپٹ کر لیں حدائق شاہ ساری زندگی ان کا احسان مند رہتا۔۔ دروازے کا ایک پٹ کھلا تھا۔ سامنے ہی لاؤنج میں شاہ ولا کے سارے لوگ بیٹھے چائے اور پکوڑوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔۔ اتفاقاً اس وقت ہر کوئی گھر پر موجود تھا۔ اور سبھی لاؤنج میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ حدائق شاہ نے مظہر شاہ کو بھی منع کیا تھا کہ وہ گھر میں کسی کو کچھ بھی نہ بتائیں۔ زاویار اور اشنا کو بھی وہ منع کر گیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ خود ہی ایک ہی مرتبہ سب کو فائزہ کے بارے میں بتائے۔ اگر سب کو پہلے پتہ چل جاتا تو اس کا نکاح ہی نہیں ہونا تھا۔ اسی لیے حدائق شاہ نے بعد میں خود ہی سب کو بتانے کا فیصلہ کیا۔

اپنے ماتھے پر آئے ننھے ننھے پسینے کے قطرے صاف کرتا حدائق شاہ فائزہ شاہ کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیتا گھر کے اندر داخل ہوا۔ فائزہ شاہ کے ہاتھ شدید ٹھنڈے ہو رہے تھے۔ ابھی تک تو اُسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ حدائق کے گھر والوں کو کچھ نہیں پتہ! لیکن پھر بھی نجانے کیوں اسے ایک خوف سا آ رہا تھا۔ نئی جگہ اور پھر اتنے سارے لوگ۔۔ پتہ نہیں اس کے ساتھ کیا بنتا۔۔ "السلام وعلیکم! حدائق شاہ نے لاؤنج میں صوفوں کے قریب جاتے بلند آواز میں سلام کیا۔۔ اس کی آواز پر سب ہی اس کی جانب متوجہ ہو گئے

تھے۔ فائزہ شاہ کو حدائق کے ساتھ دیکھے سبھی حیرت سے اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہوئے۔ صرف ایک زاویار شاہ ہی تھا جو سکون سے ابھی تک ویسے ہی صوفے پر بیٹھا تھا۔ وہ جانتا تھا اب کیا ہو گا۔ سائرہ بیگم جو معاذ کی کسی بات پر مسکرا رہی تھیں حدائق شاہ کے ساتھ فائزہ کو دیکھتے ان کی مسکراہٹ اچانک ہی سمٹی۔۔ وہ بے ساختہ ہی حیرت کے ساتھ صوفے پر سے کھڑی ہوئیں۔۔ فائزہ کا حدائق شاہ کے ساتھ ہونا انہیں کچھ غلط ہونے کا خدشہ دے رہا تھا۔ اور پھر جیسے وہ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کھڑے تھے۔ انہیں کسی انہونی کا احساس ہو رہا تھا۔۔ "یہ یہاں کیا کر رہی ہے حدائق۔ تم اسے یہاں کیوں لائے ہو؟ دادا جی نے حدائق کی طرف مڑتے حیرت سے اس سے سوال کیا۔ وہ کبھی یہ سوال نہ کرتے اگر حدائق شاہ نے فائزہ کا ہاتھ نہ پکڑا ہوتا۔ اس گھر میں فائزہ کی بہن تھی۔ اشنا زاویار شاہ۔ وہ اس سے ملنے کے لیے بھی آسکتی تھی۔ انہیں کوئی اعتراض تو نہیں تھا۔ لیکن ابھی وہ حدائق شاہ کے ساتھ تھی۔۔ اس لیے سب کے دماغوں میں سوال گونج رہے تھے۔!! "دا جی آپ پلیز تحمل سے بیٹھ کر میری بات سنیں۔ حدائق شاہ نے آرام سے انہیں بیٹھنے کو کہا۔۔ جس طرح سب ہی اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہوئے تھے۔ اور جس طرح سب اسے دیکھ رہے تھے۔ حدائق شاہ کو اپنا آپ کوئی مجرم لگ رہا تھا۔ "ہم کیوں

بیٹھیں؟تم پہلے بتاؤ یہ لڑکی اس گھر میں کیا کر رہی ہے؟اور تم ہاتھ چھوڑو میرے بیٹے کا۔۔
حدائق شاہ کو سختی سے کہتے انہوں نے آخر میں فائزہ پر نظریں جمائے پھاڑ کھانے والے
انداز میں کہا۔انہیں تو ویسے بھی اس لڑکی کے لچھن ٹھیک نہیں لگتے تھے۔اور اب وہ انہی
کے بیٹے کے ساتھ بے شرمی سے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کھڑی تھی۔۔فائزہ نے فوراً ہی
حدائق شاہ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔جس طرح سائرہ بیگم نے اسے ہاتھ چھوڑنے کو
کہا تھا۔اس کی آنکھوں سے آنسوں روانہ ہو گئے تھے۔۔حدائق شاہ نے اسے یہاں بھی
کٹہرے میں لا کر کھڑا کر دیا تھا۔سب کی سوالیہ نظریں وہ اپنے اوپر جمی بہت اچھے سے
محسوس کر رہی تھی۔۔اور ویسے بھی حدائق شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔اس نے
نہیں۔!!حدائق شاہ نے ایک نظر اپنے خالی ہاتھ کو دیکھتے دوسری نظر فائزہ کے چہرے پر
ڈالی۔!!!دوسرے ہی لمحے وہ پھر سے اس کا ہاتھ تھام گیا تھا۔"یہ ہاتھ چھوڑنے کے
لئے نہیں تھاما میں نے!فائزہ کی طرف دیکھ کر سپاٹ سے لہجے میں کہتے حدائق شاہ باقی
سب کی طرف متوجہ ہوا۔اس کا دماغ خراب تو وہیں سے خراب ہو چکا تھا جب فائزہ نے اپنا
ہاتھ پیچھے کیا تھا۔"ماما آرام سے بات کریں اس سے۔بیوی ہے یہ میری!"سائرہ بیگم کی
طرف دیکھ کر اس نے کافی حد تک خود پر قابو پاتے نارمل سے لہجے میں کہا۔۔لیکن وہ یہاں

سب کے سروں پر دھماکہ کر گیا تھا۔ سب کی ہی حیرت میں دوگنا اضافہ ہو گیا تھا۔ سوائے ان کے جن کو پہلے سے ہی نکاح کے بارے میں پتہ تھا۔ سائرہ بیگم کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھلی کی کھلی رہ گئی تھی۔۔ جِس لڑکی کے کردار پر سارا زمانہ تھو تھو کر رہا تھا۔ وہی ان کے گھر میں بہو بن کر آ گئی تھی۔ ابھی کچھ دن پہلے ہی تو وہ اسی لڑکی کے کردار پر الزام لگا کر آئیں تھی۔ اور اب وہ انہی کے گھر میں معصوم شکل بنائے ان کے بیٹے کے ساتھ کھڑی تھی۔ ان پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے تھے۔ یہاں وہ خان ولا کے لوگوں سے بات کرنا بھی پسند نا کریں۔ مگر ان کی اولاد کو کون سمجھائے؟ "تمھیں اندازہ ہے تم کیا بکواس کر رہے ہو؟ سائرہ بیگم شدت گریہ سے حدائق شاہ کی طرف دیکھ چیخی۔۔ کاش کہ حدائق شاہ کہہ دے کہ اس نے جو ابھی کہا وہ جھوٹ ہے۔!! "یہ کیا مزاق ہے حدائق۔ شادی کوئی گڈا گڈی کا کھیل ہے جو تم اتنی آسانی سے یہ بات کر گئے ہو۔۔ داجی نے بھی حدائق شاہ کو گھورتے سختی سے کہا۔۔ "میں کوئی مزاق نہیں کر رہا۔ فائزہ حدائق شاہ ہے یہ۔ میری بیوی۔ نکاح کیا ہے میں نے اس سے۔ ایسے ہی نہیں لے آیا اسے۔!! حدائق شاہ نے داجی کی طرف دیکھتے نرمی سے کہا۔ یہاں وہ جتنا ہائپر ہوتا بات اتنی ہی بگڑتی۔ اُسے نارمل رہ کر ہی یہ معاملہ ہینڈل کرنا تھا۔ "ایسے کیسے نکاح کر لیا تم نے۔ کس قدر گھٹیا

لوگ ہے خان فیملی میں۔ اپنی بدنام زمانہ بیٹی کو میرے بیٹے کے ساتھ باندھ دیا۔!! سائرہ بیگم پھر سے چیخی تھی۔ مارے غصے کے ان کا برا حال تھا۔ ان کا بس نہیں تھا فائزہ کو پکڑ کر گھر سے باہر پھینک دیں۔۔ فائزہ نے آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے ایک شکوہ کنا نظر حدائق شاہ پر ڈالی۔ اپنے لیے ایسے الفاظ سننا کس قدر باعث تکلیف تھا کوئی اس وقت فائزہ شاہ سے پوچھتا۔ اور یہ سب کچھ حدائق شاہ کی مہربانی سے ہی ہو رہا تھا۔ اگر وہ پہلے ہی اپنے گھر والوں کو اس نکاح کے بارے میں بتا دیتا تو شاید آج اس کا ایسے تماشا نہیں لگتا۔۔ "یہ کس طرح کے الفاظ استعمال کر رہی ہیں ماما آپ؟ یاد رکھیں اب یہ لڑکی آپ کے بیٹے سے جُڑی ہے۔ آپ اسے نہیں مجھے گالی دے رہی ہیں۔!! اپنی ماں کی طرف کرب سے دیکھتے حدائق شاہ نے افسوس سے کہا۔۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس کی ماں کسی عورت کے لیے اس طرف کے الفاظ استعمال کر سکتی ہے۔ وہ بھی تب جب وہ خود ہی ایک عورت تھیں۔ "ایسی لڑکیوں کو ایسے ہی کہا جاتا ہے۔ ارے پتہ نہیں پہلے کس کس کے ساتھ منہ کالا کر کے آئی ہے۔ اور اب اپنی خوبصورتی کے جال نے تمھیں پھنسا لیا۔۔ سائرہ بیگم نے ہزیانی سے انداز میں چیختے فائزہ کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ مزید وہ ایک منٹ بھی اسے اپنے بیٹے کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتی تھیں۔۔ فائزہ نے انہیں اپنی طرف بڑھتا دیکھ

بے ساختہ ہی حدائق شاہ کے بازو کو مضبوطی سے تھاما۔۔ "وہیں پر رک جائیں ماما۔۔ بس بہت ہو گیا۔ میں مزید ایک لفظ برداشت نہیں کروں گا فائزہ کے خلاف۔ حدائق شاہ نے دھاڑتے ہوئے انگلی اٹھاتے سائرہ بیگم کو وہیں رکنے کو کہا۔۔ شاید ہی زندگی میں پہلی مرتبہ حدائق شاہ نے اپنی ماں سے اس طرح بات کی تھی۔۔ وہ ایسا کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن جس طرح کے الفاظ سائرہ بیگم فائزہ کے لیے استعمال کر رہی تھیں۔ حدائق شاہ کا دماغ دو حصوں میں تڑخ کر تقسیم ہونے کو تھا۔۔ آخر کو وہ کیسے اس کی من پسند عورت کو بد کردار کہہ سکتی تھی۔ باقی سب کھڑے ان دونوں ماں بیٹے کا تماشا دیکھنے میں مصروف تھے۔ ان سب کو سائرہ بیگم حق پر لگ رہی تھی۔ ان کی جگہ کوئی بھی اور ہوتا تو یہی کچھ کہتا۔ اگر فائزہ کے ساتھ وہ سب کچھ نہ ہوا ہوتا تو الگ بات تھی۔ لیکن یہاں سارا مسئلہ یہی تھا کہ فائزہ کے کردار پر سارا خاندان باتیں بنا رہا تھا۔۔ اوپر سے بھلے ہی سب افسوس کریں اور لیکن اندر ہی اندر سب کہیں نہ کہیں اسے ہی غلط سمجھ رہے تھے۔ ایسی لڑکی کوئی اپنی بہو بنانا کسی کے لیے بھی بہت مشکل ہو سکتا تھا۔۔!! "اب تم اس ناپاک عورت کے لیے میرے اوپر چلاؤ گے۔ سائرہ بیگم نے بے یقینی سے حدائق کی طرف دیکھا۔ اپنے سینے پر انگلی رکھ کر کہتی وہ بلکل ہی بے یقین تھیں۔!! "ناپاک نہیں

ہے یہ۔ میرے ساتھ جُڑی ہے یہ عورت پاک ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں فائزہ پاک ہے۔ آپ اپنے الفاظوں کو سوچ سمجھ کر استعمال کریں۔۔!! اپنے سامنے موجود صوفے پر ٹانگ مارتے حدائق شاہ پھر سے دھاڑا۔ اس کے دماغ کی شریانیں پھٹنے کو تھیں۔ غصے سے آنکھیں اور چہرہ جیسے خون چھلکا رہا تھا۔۔ اپنے ہاتھ میں موجود فائزہ شاہ کے ہاتھ پر گرفت میں بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔۔ اس کے بازو کی ویینز تک پھولنے لگی تھیں۔!! سائرہ بیگم آگ بگولا ہوتے فائزہ کی طرف بڑھیں۔ نجانے اس لڑکی نے کیا پڑھ کر پھونکا تھا ان کے بیٹے پر۔ جو وہ اس کے لئے زندگی میں پہلی مرتبہ ان کے ساتھ بتمیزی کر رہا تھا۔۔ فائزہ کی طرف بڑھتے انہوں نے بے دردی سے اس کے بالوں کو اپنی گرفت میں لیتے بری طرح کھینچا۔ فائزہ کی چیخ بے ساختہ تھی۔ یہ سب انہوں نے اتنی اچانک کیا تھا کہ کوئی بھی کچھ بھی سمجھ ہی نہیں سکا تھا۔ سائرہ بیگم بری طرح اسے بالوں سے پکڑتے اپنی طرف کھینچتی جا رہی تھیں۔ فائزہ کی چیخیں سارے لاؤنج میں گونج رہی تھی۔ انہوں نے جڑ سے اس کے بالوں کو پکڑا ہوا تھا۔۔ "چھوڑیں اسے ماما۔ کیا جاہلیت ہے یہ! حدائق شاہ نے حواس باختہ ہوتے سائرہ بیگم کے ہاتھوں سے فائزہ کے بال چھڑوانے چاہے۔ لیکن وہ بھی ناکام ہو رہا تھا۔ وہ اگر انہیں کھینچتا تو فائزہ کو مزید تکلیف ہوتی۔ وہ ایک ہاتھ سے فائزہ کے

بالوں کو تو دوسرے ہاتھ سے سائرہ بیگم کی بندھی ہوئی مٹھی کو پکڑ کر ان سے چھڑوانے کی کوشش کر رہا تھا۔ سائرہ شاہ پر تو نجانے کونسا جنون سوار تھا۔ وہ فائزہ کے بارے میں غلیظ الفاظ بولتے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اپنی گرفت میں اضافہ کرتی جا رہی تھیں۔۔!! "اشنا شاہ جو کھڑی روتے ہوئے کب سے تماشا دیکھ رہی تھی۔ اس نے پریشانی سے فائزہ کی طرف بڑھنا چاہا۔ زاویار شاہ اسی لمحے اسے بازو سے پکڑتے روک گیا تھا۔۔ "یہ ان کے گھر کا معاملہ ہے۔ تم بیچ میں نہیں پڑو گی۔ اسے بازو سے پکڑتے زاویار شاہ نے سختی سے تنبیہ کی۔ "آپ کا دماغ خراب ہے۔ میری بہن ہے وہ۔ ایک جھٹکے سے اس سے اپنا بازو چھڑواتے اشنا روتے ہوئے جلدی سے آگے بڑھی۔ اُسے بس فائزہ کو تکلیف سے بچانا تھا۔۔ پیچھے زاویار شاہ بس اس کی پشت کو گھور کر ہی رہ گیا۔۔

"ماما چھوڑیں اسے۔ حدائق شاہ نے دھاڑتے ہوئے ایک جھٹکے سے سائرہ بیگم کو فائزہ سے دور کیا۔ سائرہ بیگم اپنی جگہ سے دو قدم لڑکھڑا کر پیچھے ہوئی تھیں۔ وہ آج جتنا بے یقین ہوتی کم تھا۔ حدائق شاہ اپنی بیوی کی خاطر انہیں دھکا دے چکا تھا۔ ایسا سائرہ بیگم کو لگتا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے تھر تھر کانپتے ہوئے اپنے چکراتے سر کو تھاما۔۔ حدائق شاہ اُسی لمحے اسے سختی سے اپنے سینے میں بھینچ گیا تھا۔ اس کی سانسیں بری طرح پھول رہی تھی۔ فائزہ

نے روتے ہوئے کانپتے ہوئے اس کے بازوؤں کو سختی سے تھاما۔ اتنا اندازہ تو اسے تھا کہ صرف ایک حدائق شاہ ہی اس گھر میں اس کا محافظ ہے۔۔ وہ بری طرح مزید خوفزدہ ہو چکی تھی۔ وہ روتے ہوئے حدائق شاہ کے سینے میں اپنا چہرہ چھپائے جیسے اسی میں سمانے کی کوشش کر رہی تھی۔ حدائق شاہ بھی مزید سختی سے اسے خود میں بھینچ رہا تھا۔ کتنا ڈر گیا تھا ابھی وہ۔!! اگر مقابل اس کی سگی ماں نا ہوتی تو آج حدائق شاہ کے ہاتھوں ایک قتل لازمی ہو جانا تھا۔۔ "بس وہیں رہیے گا۔ ایک قدم اور آپ نے اس کی طرف بڑھایا۔ میں بھول جائوں گا کہ آپ میری ماں ہیں۔!! دوبارہ سے سائرہ بیگم کو فائزہ کی طرف بڑھتے دیکھ حدائق شاہ لاؤنج میں رکھی ایک کرسی کو اٹھاتے بیچ میں موجود سینٹرل ٹیبل پر مارتے دھاڑا۔ اس کا بس نہیں تھا کہ پورے شاہ ولا کو آگ لگا دے۔ ٹیبل کا کانچ ٹوٹتے اڑتے ہوئے سارے لاؤنج میں پھیل چکا تھا۔ کرسی بھی ٹوٹ چکی تھی۔ تمام خواتین کی چیخیں بے ساختہ تھیں۔ فائزہ شاہ خود بری طرح خوفزدہ ہوتے چیخ اُٹھی تھی۔!! "میری بیوی کو دوبارہ کسی نے کچھ کہنے کی کوشش کی یا اس کے کردار پر کسی نے بات کی۔ میں حدائق شاہ اپنے ہاتھوں سے اُسے آگ لگاؤں گا۔۔ سب کی طرف دیکھتے حدائق شاہ پھولتی سانسوں کے درمیان بری طرح دھاڑا۔ اس کی دھاڑ پر شاہ ولا کے در و دیوار بھی بری طرح لرز

اٹھے تھے۔۔خاص کر سائرہ بیگم کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہوئی۔ان کا بیٹا تو یہاں پاگل ہوا پڑا تھا اس عورت کے لیے۔۔!! "یہ پاک ہے یا نہیں کسی اور کو اس بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔یہ میری بیوی ہے حدائق شاہ کی۔آپ سب کے لیے اتنا ہی بہت ہونا چاہیے۔۔سب کی طرف دیکھ کر نہایت سرد لہجے میں کہتے حدائق شاہ نے فائزہ کو پھر سے اپنے بازو کے حلقے میں لیا۔وہ ہولے سے اس کے بالوں پر اپنے لب رکھتے اسے کمرے میں لے جانے ہی لگا تھا کہ سائرہ بیگم کی بات پر پھر سے اس کے قدم رکے۔ اس نے بے ساختہ ہی اپنی آنکھیں سختی سے میچ کر کھولی۔!! "تم طلاق دو گے اسے حدائق۔اگر تم ضدی ہو تو میں بھی تمہاری ہی ماں ہوں۔یہ لڑکی آج ہی اس گھر سے باہر جائے گی۔۔سائرہ بیگم نے فائزہ کی پشت کو قہر بار نگاہوں سے گھورتے کہا۔وہ بھڑ بھڑ جل رہی تھیں اس لڑکی سے۔۔"اگر جو طلاق ہی دینی ہوتی تو میں اس سے نکاح ہی نہ کرتا۔ دوبارہ یہ لفظ آپ اپنے منہ سے نا ہی نکالیں تو اچھا ہو گا۔۔ان کی طرف مڑتے حدائق شاہ نے اپنی سرخ آنکھیں ان پر گاڑے حتمی لہجے میں کہا۔!! "ہیر۔اپنی بھابی کو میرے کمرے میں چھوڑ کے آؤ۔۔اپنی بہن کو مخاطب کرتے حدائق شاہ نے فائزہ کو کمرے میں چھڑوانا چاہا۔وہ ایک مرتبہ نرمی سے پھر سے سائرہ بیگم کو منانا چاہتا تھا۔۔آخر کو وہ اس کی

ماں تھیں۔ حدائق شاہ چاہتا تھا کہ وہ اسے ایک بار سمجھیں۔ اور فائزہ کو قبول کر لیں۔!!

"کہیں نہیں جائے گی یہ۔ آج یہیں پر فیصلہ ہو گا۔ یا تو یہ لڑکی اس گھر میں رہے گی یا پھر میں۔ سائرہ بیگم نے اپنے آنسوں صاف کرتے اٹل لہجے میں کہتے ڈائننگ ٹیبل کی طرف جاتے پھلوں کی ٹوکری سے چھری اٹھائی۔۔ حدائق شاہ سمیت باقی سب بھی تعجب سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ وہ کیا کرنے لگی تھیں کوئی بھی نہیں سمجھ سکتا تھا۔۔ اگلے ہی لمحے ان سب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی۔۔ سائرہ بیگم وہ چھری اپنی کلائی پر رکھ چکی تھی۔!

"طلاق دو حدائق اُسے۔ ورنہ میں قسم کھاتی ہوں اپنا ہاتھ کاٹ لوں گی۔ تمھیں ابھی فیصلہ کرنا ہے۔ یا تو یہ کل کی آئی لڑکی۔ یا پھر تمہاری ماں جس نے تمھیں پال پوس کر بڑا کیا ہے۔!!" ماما لگ جائے گی آپ کو چھری چھوڑیں اسے۔ معاذ شاہ اور ماہ دیر شاہ نے ہم آواز میں چیختے ہوئے سائرہ بیگم کی طرف بڑھنا چاہا۔۔ باقی سب بھی پریشانی سے سائرہ بیگم کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اچانک بیٹھے بیٹھے یہ سب کیا ہو گیا تھا۔۔ "وہیں رک جاؤ۔ تم دونوں بیچ میں مت بولو۔ اور تم طلاق دو اسے ابھی اسی وقت۔!! دو قدم مزید پیچھے ہوتے سائرہ بیگم ان دونوں کو وہیں روکتے حدائق کی طرف دیکھتے پھر سے چیخی۔۔ حدائق شاہ نے بے بسی سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ بے بسی کا اصل مطلب کیا ہوتا ہے اسے آج

سمجھ لگی تھی۔ایک طرف جان سے عزیز ماں تھی تو دوسری طرف وہ عورت جسے اس نے بذاتِ خود کسی انسان سے بھی نہیں بلکہ خدا سے رو رو کر مانگا تھا۔ دونوں میں سے کسی کو بھی چھوڑتا تو وہ خود ہی گنہگار ہوتا۔ وہ دونوں سے ہی بے تحاشہ محبت کرتا تھا۔ کسی ایک کو بھی چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ "طلاق دو حدائق اسے۔ سائرہ بیگم کی پھر سے ایک ہی رٹ تھی۔ وہ چھری اتنی زور سے اپنی کلائی پر رکھے کھڑی تھیں کہ ہلکا سا کٹ بھی ان کی کلائی پر لگ چکا تھا۔۔ حدائق شاہ تڑپتے ہوئے اُن کی طرف بڑھنا چاہتا تھا لیکن سائرہ بیگم نفی میں سر ہلاتی مزید پیچھے ہوئیں۔

قسط نمبر:44

حدائق شاہ نے بے بسی سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ بے بسی کا اصل مطلب کیا ہوتا ہے اسے آج سمجھ میں آیا تھا۔ایک طرف جان سے عزیز ماں تھی تو دوسری طرف وہ عورت جسے اس نے رو رو کر خدا سے مانگا تھا۔ وہ دونوں میں سے کسی کو بھی کسی بھی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ دونوں میں ہی اس کی جان بستی تھی۔ سائرہ بیگم اپنی کلائی پر چھری کو رکھے مسلسل ایک ہی بات دہرا رہی تھیں کہ حدائق شاہ فائزہ کو طلاق دے۔ اتنا تو انہیں یقین تھا اپنے ہونہار بیٹے پر کہ وہ انہیں کبھی خودکشی نہیں کرنے دے گا۔ وہ فائزہ کو یقیناً طلاق دے

ہی دے گا۔ "ماما چھری لگ رہی ہے آپ کو پلیز چھوڑ دیں اسے ! ! حدائق شاہ نے تڑپتے ہوئے اپنی ماں کو چھری چھوڑنے کا کہا۔ وہ ہلکی سی ان کے ہاتھ پر لگ بھی چکی تھی۔ ہلکا سا کٹ تھا جو چھری سے سائرہ بیگم کے ہاتھ پر لگ گیا تھا۔ حدائق شاہ آنکھوں میں نمی لیے اپنی ماں کی ضد کو دیکھ رہا تھا۔ باقی سب بھی پریشانی سے سائرہ بیگم پر نظریں جمائے ہوئے تھے۔ کسی کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ بات یہاں تک پہنچ جائے گی۔ جبکہ فائزہ شاہ ایک طرف دیوار کے ساتھ لگی منہ پر ہاتھ رکھے تھر تھر کانپتے ہوئے سائرہ بیگم کو دیکھ رہی تھی۔۔۔اس کا جسم ابھی تک بری طرح لرز رہا تھا۔ جبکہ آنکھوں سے برسات بھی جاری تھی۔ شال کندھوں پر آئی ہوئی تھی۔ جس کا کسی کو بھی ہوش نہیں تھا۔اس کے سارے بال بھی بکھرے ہوئے تھے۔ گھر آتے ہی اس کا حشر پھر سے بگڑ چکا تھا۔ جبکہ وہ خود حدائق شاہ کے منہ سے طلاق کے الفاظ نکلنے کا انتظار کر رہی تھی۔ شاید اس جیسے لڑکیوں کہ یہی انجام ہوتا ہو گا۔ وہ خود کو اس قابل بھی نہیں سمجھتی تھی اب کہ کسی کے سامنے سر اٹھا کر جی سکے۔ کوئی اسے اپنی زندگی میں اپنائے گا یہ تو پھر بہت دور کی بات تھی۔ نجانے حدائق شاہ نے کس طرح دل پر پتھر رکھ کر برہان خان کے کہنے پر اس سے نکاح کیا ہو گا۔ ایسا فائزہ شاہ کو لگتا تھا۔۔ وہ جانتی تھی کہ حدائق شاہ اب اسے طلاق دے دے گا۔ ساری

زندگی وہ پھر سے اپنے ماں باپ کے سر پر بوجھ بن کر رہے گی!! اس جیسی لڑکیوں کے لیے یہ معاشرہ زندگی جینا حرام کر دیتا ہے۔ اور وہ سہی ہی سوچ رہی تھی۔ واقعی قصوروار عورت ہو یا نہیں! اس معاشرے کے لوگوں نے عورت کا قصور خود سے نکال کر اس پر الزام لازمی لگانے ہوتے ہیں۔۔ اپنی خود کی کہانی میں بھی وہ بے قصور تھی۔ پھر۔ بھی ہر کوئی اسے ہی قصوروار ٹھہرا رہا تھا۔ ہر کوئی اس کے ہی کردار کی دھجیاں اڑا رہا تھا۔۔ خاص کر سائرہ بیگم کے الفاظ تو جیسے اس کے دل پر نقش ہو گئے تھے۔ خدا کبھی کسی بیٹی پر اتنا برا وقت نہ لائے! اس نے بے ساختہ ہی اپنی حالت دیکھتے دل میں شدت سے دعا کی۔۔!!

"تم طلاق نہیں دے رہے حدائق! تم نے یہ ثابت کر دیا کہ تم میرا خون ہو ہی نہیں سکتے۔ تم اس کل کی آئی لڑکی کے لیے اپنی ماں کو مرتا ہوا دیکھ سکتے ہو۔ سائرہ بیگم نے بے یقینی سے حدائق شاہ کی طرف دیکھتے کہا۔ وہ ابھی تک بجائے فائزہ کو تین لفظ بول کر فارغ کرنے کے ویسے ہی کھڑا تھا۔ سائرہ بیگم واقعی بے یقین تھیں۔۔ "طلاق دے دو حدائق۔ یہ قصہ ہی ختم کرو۔ تمہاری ماں واقعی میں خود کو کسی قسم کا نقصان نا پہنچا لے۔۔ داجی نے بھی سائرہ بیگم کی بات کی تائید کی۔ وہ صرف اس لیے کہہ رہے تھے تاکہ سائرہ بیگم خود کو کوئی نقصان نا پہنچائے۔۔ "حدائق تیری وجہ سے ماما کو کچھ ہوا میں ساری زندگی تجھے

معاف نہیں کروں گا یاد رکھنا۔۔ ماہ دیر شاہ نے اپنی سرخ آنکھیں حدائق شاہ پر گاڑے نہایت سرد لہجے میں کہا۔اس کی وجہ سے ان کی ماں مشکل میں تھی۔۔ "طلاق دو حدائق اسے ! سائرہ بیگم نے ایک مرتبہ پھر اپنی بات دہرائی۔ ہر کوئی اس کے خلاف ہو گیا تھا۔ سب ہی اسے فائزہ کو طلاق دینے کے لیے کہہ رہے تھے۔ ہر کوئی الگ طریقے سے اسے بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ حدائق شاہ نے بے ساختہ ہی اپنی آنکھیں میچی۔ وہ دل میں اپنے رب سے مخاطب تھا۔ جس نے اسے اس آزمائش میں ڈالا تھا۔اب وہی اسے آزمائش سے نکال بھی سکتا تھا۔ بس اسے ثابت قدم رہنا تھا۔ لاؤنج میں جیسے یکدم ہی شور سا اٹھ گیا تھا۔ ہر کوئی اسے فائزہ کو چھوڑنے کے لیے کہہ رہا تھا۔۔

میں حدائق شاہ اپنے پورے ہوش و حواس میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ میں فائزہ حدائق شاہ" کو۔۔۔ ! ! اس کی آواز پر پورے لاؤنج میں یکدم ہی جیسے سناٹا سا چھایا۔ سب ہی دم سادھے اسے سن رہے تھے۔ شاہ فیملی میں پہلی مرتبہ کسی کو طلاق دی جا رہی تھی۔ ! ! سائرہ بیگم نے ایک تمسخراتی سی نظر فائزہ پر ڈالی۔ جو روتے حدائق شاہ کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں کسی قسم کا کوئی شکوہ نہیں تھا۔ بلکہ وہ تو اس شخص کی شکر گزار تھی۔ جس نے مشکل وقت میں ان لوگوں کا ہر ممکن طریقے سے ساتھ دیا تھا۔۔ اشنا نے روتے ہوئے

زاویار کے سینے میں منہ چھپایا۔اس کی بہن کی زندگی برباد ہو گئی تھی۔اور وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔۔ سائرہ بیگم چھری ہاتھ سے ہٹا چکی تھیں۔اب جب حدائق شاہ فائزہ کو طلاق دے ہی رہا تھا تو اس کا بھلا کیا کام! حدائق شاہ فائزہ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے خاموش ہو گیا تھا۔وہ الفاظ اس کے ابھی مکمل کیے ہی نہیں تھے۔!!"چپ کیوں ہو گئے ہو۔طلاق دو حدائق۔اس کی خوبصورتی پر نہ جانا۔یہ دھوکا ہے فریب ہے سب۔تم۔۔تم طلاق دو اسے جلدی۔!! سائرہ بیگم نے حدائق شاہ کو فائزہ کی دیکھتا پا کر ہزیانی سے انداز میں کہا۔یہ جادو گرنی پھر سے ان کے بیٹے پر کوئی جال نا بچھا دے۔"میں حدائق شاہ اپنے پورے ہوش و حواس میں یہ اقرار کرتا ہوں کہ میں فائزہ حدائق شاہ کو۔۔!! بولتے ہوئے حدائق شاہ نے ایک ہی جست میں سائرہ بیگم کی طرف بڑھتے ان کے ہاتھ سے چھری چھینی۔ چھری اس کے ہاتھ پر بڑا سا کٹ لگاتے زخم کر چکی تھی۔۔یہ سب اس نے اتنی تیزی سے کیا تھا کہ کوئی بھی کچھ سمجھ ہی نہیں سکا تھا۔وہ تقریباً سات سے آٹھ قدموں کا فاصلہ ایک ہی جست میں طے کر کے سائرہ بیگم تک پہنچ بھی گیا تھا۔سائرہ بیگم کا سارا دھیان فائزہ پر تھا۔حدائق نے کب آتے ان سے چھری چھینی وہ محسوس ہی نہیں کر سکی تھی۔لیکن اب اپنے خالی ہاتھ ضرور اچھے سے محسوس ہو رہے تھے۔۔!!"مرتے دم تک

طلاق نہیں دوں گا۔ وہ کل بھی میری تھی۔ وہ آج بھی میری ہے۔ وہ مرتے دم تک اور مرنے کے بعد بھی میری ہی رہے گی۔ کیونکہ اسے بنایا ہی میرے لیے گیا ہے۔ جب رشتے دلوں سے جُڑ جائیں نا تو اُن میں طلاقیں نہیں ہوا کرتی۔۔" سائرہ بیگم کی آنکھوں میں دیکھتے حدائق شاہ نے اپنا ادھورا جملہ مکمل کیا۔ اس کی آواز اتنی تو تھی کہ لاؤنج میں موجود ہر شخص اسکی آواز بخوبی سن رہا تھا۔۔" فائزہ نے حیرت سے اس انسان کو دیکھا۔ کیا تھا یہ شخص؟ جس نے آج اسے حیران در حیران کرنے کی قسم اٹھا رکھی تھی۔ جبکہ سائرہ بیگم کا حال بھی کچھ مختلف نہیں تھا۔ سارا تماشا ختم ہو چکا تھا۔ حدائق شاہ طلاق دینے سے انکار کر چکا تھا۔ حدائق شاہ نے چھری کو دوراچھالتے اپنے قدم فائزہ شاہ کی جانب بڑھائے۔ اس کے ہاتھ سے خون نکلتے سفید ماربل کے فرش کو گندا کر رہا تھا۔ زخم بہت گہرا تھا۔ لیکن اسے پرواہ ہی کب تھی؟ دل پر لگے زخموں کا درد اتنا تھا کہ اسے ظاہری زخموں کی پرواہ ہی نہیں تھی۔ ماں کو چھوڑ کر وہ بیوی کو چن چکا تھا۔ اور یہ حدائق شاہ کے لیے کتنا تکلیف دہ تھا کوئی اس سے پوچھتا! فائزہ کی طرف حدائق شاہ نے سپاٹ سے انداز میں ہاتھ سے اسکے بال سنوارتے شال کو اچھے سے اس کے سر پر سیٹ کیا۔ فائزہ روتے ہوئے سرخ آنکھیں اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی۔ جس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ سپاٹ

چہرے کے ساتھ اس کے سر پر شال سیٹ کر رہا تھا۔۔ "چلو کمرے میں۔ اپنا کام مکمل کرتے حدائق شاہ اس کا ہاتھ پکڑتے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ "مر گئے ہو تم میرے لیے آج سے۔ یاد رکھنا تمھیں دودھ نہیں بخشوں گی میں۔ جہنم میں جاؤ گے تم ماں کی نا فرمانی کرنے پر۔۔!! سائرہ بیگم اسے فائزہ کا ہاتھ پکڑتے خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے دیکھ پھر سے ہزیانی سے انداز میں چیخی۔ وہ جیسے پاگل ہونے کے در پر تھیں۔ آخر کو جوان جہاں بیٹا جو ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ ان کی بد دعا پر ایک لمحے کے لیے حدائق شاہ کے قدم رکے تھے۔۔ دوسرے لمحے وہ اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو صاف کرتے واپس سے فائزہ کے ہمراہ سیڑھیوں سے ہوتے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ پیچھے سب بس اس کی پشت کو دیکھ کر رہ گئے تھے۔ اتنا تو سب ہی سمجھ گئے تھے کہ یہاں معاملہ محبت کا ہے۔ ورنہ مجبوری میں کسی سے شادی کرنے پر کوئی بھی انسان اس طرح اپنی ماں کے خلاف تو نہیں جاتا۔!!

ماہ دیر شاہ، معاذ اور ہیر نے آگے بڑھتے اپنی ماں کو سہارا دیا۔ وہ تیز تیز سانس لیتے کسی بھی لمحے جیسے زمیں بوس ہونے کو تھیں۔ وہ تینوں پریشانی سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ جو سیڑھیوں پر ہی اپنی نظریں جمائے اپنے سینے کو جکڑے تیز تیز سانس لے رہی تھیں۔۔

"ماما بیٹھ جائیں۔ آپ کی طبیعت خراب ہو جائے گی ایسے۔۔ ہیر شاہ نے پریشانی سے انہیں صوفے پر بیٹھانا چاہا۔ "دفعہ ہو جاؤ تم سب بھی۔ ایک بڑے نے تو یہ حال کر دیا ہے میرا۔ تم سب بھی یہی کچھ کرو گے۔ دفعہ ہو جاؤ میرے پاس سے تم سب۔۔ ایک جھٹکے سے ہیر سے اپنا ہاتھ چھڑواتے سائرہ بیگم اپنے آنسوں صاف کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھیں۔۔ انہیں ہر چیز جیسے خود پر ہنستی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ سارے گھر میں ان کا مذاق بن کر رہ گیا تھا۔ ایسا سائرہ بیگم کو خود کو لگتا تھا۔

کمرے میں پہنچتے حدائق شاہ نے فائزہ کا ہاتھ چھوڑا۔ جس طرح وہ اپنے دل کی کیفیت پر قابو پانے ہوئے تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔ فائزہ کو سمبھالنے کے لئے تو پھر وہ خود موجود تھا۔۔ لیکن اسے سنبھالنے کے لیے، اس کا ساتھ دینے کے لیے کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں تھا۔ حدائق شاہ سب سے پہلے ہاتھ دھونے کی غرض سے واشروم کی طرف بڑھا۔ جہاں جہاں سے وہ چل کر آیا تھا وہاں وہاں خون اس کے ہاتھ سے نکلتے فرش کو داغدار کر گیا تھا۔ لیکن یہاں فکر کسے تھی؟؟ اچھی طرح ہاتھ سے نکلتے خون کو صاف کرتے حدائق شاہ نے واشروم نے باہر آتے الماری سے میڈیکل باکس نکالا۔۔ وہ اسے کھول کر اپنے ہاتھ پر

بینڈیج کرنے ہی لگا تھا کہ کچھ یاد آنے پر اس نے اپنے سامنے کھڑی فائزہ پر نظریں جمائی۔۔ فائزہ شاہ دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑی یک ٹک اس کے ہاتھ کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔۔ "اِدھر آ کر پٹی کرو ہاتھ پر۔ تمہارے ڈاکٹر ہونے کہا کوئی فائدہ ہو۔!! حدائق شاہ نے اس کی طرف دیکھتے اسے پٹی کرنے کو کہا۔ وہ جانتا تھا مقابل بہت ڈری ہوئی ہو گی۔۔ فائزہ نے بے ساختہ ہی نفی میں سر ہلایا۔ وہ اس کے پاس بھی نہیں جانا چاہتی تھی کجا کے اس کے ہاتھ کی پٹی کرتی! "تم نہیں آ رہی اِدھر؟ حدائق شاہ نے ابرو اُچکاتے جیسے اس سے وارن کرتے کہا۔ وہ پھر سے آپ سے تم پر آ گیا تھا۔ اس شخص کا بھی کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ "نہیں! اپنے آنسوں صاف کرتے فائزہ نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔ مقابل وارننگ تو ایسے دے رہا تھا جیسے بات نا ماننے پر جان سے مار دے گا۔۔ "کھڑی رہنا ساری رات اُدھر ہی! اپنے سامنے سے میڈیکل باکس اٹھاتے حدائق شاہ نے دور اچھالا۔ میڈیکل باکس اڑتے اڑتے دور جا گرا تھا۔ اسے نجانے کس بات کا غصّہ تھا۔ لیکن اس وقت اس کا دماغ واقعی میں بہت خراب ہوا پڑا تھا۔ اوپر سے فائزہ ایسے اس سے دور کھڑی تھی جیسے قریب آنے پر وہ اسے کھا جائے گا۔۔ فائزہ اپنی جگہ سے اچھلتی دو قدم سائڈ پر ہوئی۔ مقابل کا غصے سے ہوتا سرخ چہرہ دیکھتے فائزہ کو مزید خوف آ رہا تھا۔ اوپر سے وہ اس

کمرے میں تھی بھی اس کے ساتھ اکیلی! حدائق شاہ جوتوں سمیت ہی بیڈ پر لیٹ چکا تھا۔ اس کا سر جیسے درد سے پھٹنے کو تھا۔ جبکہ دل میں سائرہ بیگم کی کہی ہوئی ایک ایک بات گونج رہی تھی۔ اسے خوف آرہا تھا۔ کہیں وہ اپنی ماں کو کھو ہی نا دے۔ اس کی ماں ضد کی کتنی پکی ہے وہ اچھے سے جانتا تھا۔ عین ممکن تھا کہ وہ ساری زندگی اس کی شکل بھی نہ دیکھتی۔ اور اسے یہی غم کھائے جا رہا تھا۔ لیکن وہ بے بس تھا۔ اس نے اگر فائزہ کو چھوڑنا ہی ہوتا تو وہ اسے اپنے نکاح میں ہی نہ لیتا۔ اس نے کسی انسان سے نہیں مانگا تھا اس عورت کو۔ اس نے خدا سے مانگا تھا۔ اس کی حفاظت کی ذمے داری کا وعدہ بھی اس نے خدا سے ہی کیا تھا۔ پھر وہ کیسے اپنے وعدے سے پیچھے ہٹ سکتا تھا۔ لیکن اس سب میں وہ اپنی جان سے پیاری ماں کو دکھ پہنچا گیا تھا۔ جتنا اس نے سوچا ہوا تھا اس سے کہیں بڑھ کر سائرہ بیگم کا ریکشن تھا۔ لیکن اب کیا ہی ہو سکتا تھا بھلا۔۔ "آپ مجھے طلاق کیوں نہیں دے دیتے۔ سہی تو کہہ رہی تھیں آنٹی۔ مجھ جیسی۔۔۔!! فائزہ کی آواز سنتے وہ اپنی سوچوں سے باہر نکلا۔۔ "کچھ بھی بکواس کرنے سے پہلے سوچ لینا تم میرے ساتھ میرے ہی کمرے میں کھڑی ہو۔ حدائق شاہ اپنی سرخ آنکھیں اس پر گاڑتے بیچ میں ہی اس کی بات کاٹتے نہایت سرد برفیلے لہجے میں غرایا۔ مقابل پھر سے اپنے بارے میں کوئی بکواس ہی کرے گی وہ جانتا

تھا۔اسی لیے اسے بیچ میں ہی سختی سے ٹوکا۔۔اس کے سرد لہجے پر فائزہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ ہوئی۔ حدائق شاہ کی آنکھوں میں اس وقت جیسے خون اُترا ہوا تھا۔ جو فائزہ کو مزید ڈرا رہا تھا۔ لیکن وہ اپنی وجہ سے حدائق شاہ کو اس کی ماں سے دور ہوتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔اگر وہ چاہتی تھیں کہ حدائق شاہ اسے طلاق دے تو فائزہ کو کوئی اعتراض نہیں تھا۔وہ تو ویسے بھی خود کو حدائق کے قابل ہی نہیں سمجھتی تھی۔۔"بکواس نہیں کر رہی میں۔ مجھے طلاق چاہیے آپ سے۔ میں خود بھی آپ کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی!!اپنے آنسوں صاف کرتے اس نے اٹل لہجے میں کہا۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی اپنی اس بات سے وہ مقابل کو مزید اذیت میں مبتلا کر رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے سختی سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچی!!اس کی بند مٹھیوں کی کڑکڑاہٹ فائزہ شاہ نے بھی بخوبی سنی تھی۔وہ جتنا اپنے غصے پر قابو کرنے کی کوشش کر رہا تھا مقابل کے منہ سے طلاق کا لفظ سنتے اتنے ہی اس کے خون میں اُبال اٹھ رہے تھے۔ماتھے کی رگیں تھی کہ پھٹنے کی حد تک پھولتی ہی جا رہی تھیں۔"خدا کا واسطہ ہے فائزہ۔ میں پہلے بہت پریشان ہوں۔مزید میرا دماغ خراب مت کرو۔۔ چھت پر نظریں جمائے اس نے ایک مرتبہ نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔"تو یہ ساری پریشانی میری ہی وجہ سے تو ہے۔آپ طلاق دے دیں مجھے۔ساری پریشانیوں سے

بھی چھٹکارا مل جائے گا۔اور۔۔۔فائزہ اپنی بات کرتے رک گئی تھی۔!!کیونکہ مقابل بیڈ سے اُٹھتے ایک ہی جست میں اس تک پہنچ چکا تھا۔حدائق شاہ کی جیسے یہاں پر بس ہو گئی تھی!! یہ لڑکی ایسے باز نہیں آئے گی۔وہ سمجھ گیا تھا۔۔"اب بولو کیا کہہ رہی تھی تم؟ اپنے خون آلود ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے کف لنکس کھولتے حدائق شاہ نے اس کے قریب ہوتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔۔فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی تھوک نگلا تھا۔وہ پیچھے بھی نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ پیچھے دیوار تھی۔اور حدائق شاہ اس کے قریب ہوتا ہی جا رہا تھا۔۔!!"م۔۔مجھے طل۔۔طلاق۔۔۔!اتنے خوف کے باوجود بھی وہ اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹی تھی۔!! حدائق شاہ نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی سختی سے اپنا خون آلود ہاتھ اس کے بالوں میں اُلجھاتے اس کے لبوں پر جھکا۔۔اسے افسوس ہو رہا تھا اس عورت پر جسے اپنی جان پیاری نہیں تھی۔فائزہ نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے حدائق شاہ کی طرف دیکھا جو مصروف سے انداز میں آنکھیں بند کئے اس کے ہونٹوں پر جھکا ہوا تھا۔اس کا جسم بری طرح کانپنے لگا تھا۔جبکہ وہ اپنے کانپتے ہاتھ اس کے کندھے پر مارتے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔حدائق شاہ نے اسی لمحے اپنا دوسرا ہاتھ اس کی کمر پر رکھتے اسے مزید اپنے نزدیک کرتے اس کی زبان کو اپنے دانتوں کی

گرفت میں لیا۔ جس سے وہ کب سے طلاق طلاق کی گردان لگائے ہوئے تھی۔!! فائزہ شاہ مسلسل اس کے کندھوں پر مکے برساتے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ بری طرح پینک ہونے لگی تھی۔ ٹانگوں نے زمین پر کھڑے رہنے سے جیسے انکار کر دیا تھا۔ حدائق شاہ نے اس کی زبان کو اپنے دانتوں سے سک کرتے مزید سختی سے اس کی کمر کو اپنی مٹھیوں میں جکڑا۔ مقابل بری طرح کانپ رہی تھی۔ اسے اندازہ تھا اس بات کا۔ لیکن وہ آئندہ اس کی زبان سے طلاق کا لفظ سنتا تو شاید اس کے ساتھ اس سے زیادہ برا کرتا۔ اسی لیے ابھی ہی سزا دے رہا تھا۔ تاکہ یہ عورت آئندہ محتاط رہے۔ فائزہ کی آنکھوں سے آنسوں نکلتے حدائق شاہ کے چہرے پر گرنے لگے تھے۔۔ لیکن وہ پھر بھی پیچھے نہیں ہٹ رہا تھا۔ وہ تو بس اس کی زبان کو اپنی شدتوں سے سرخ کرنے میں مصروف تھا۔ فائزہ کو اپنی زبان پر جلن سی محسوس ہونے لگی تھی۔ اس شخص نے ایک مرتبہ بھی اپنے ہونٹوں کا لمس نہیں چھوڑا تھا۔ وہ مسلسل اپنے دانتوں سے پہلے اس کے ہونٹوں اور اب اس کی زبان پر غالب تھا۔۔ ایک آخری کٹ شدت سے اس کی زبان پر لگاتے حدائق شاہ آہستہ سے پیچھے ہوا۔ جبکہ ہاتھ ابھی تک اپنی جگہوں پر ہی تھے۔!! فائزہ اسے پیچھے ہوتے دیکھ بری طرح آواز کے ساتھ ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔ وہ اتنی شدت کے ساتھ لرز رہی

تھی کہ اگر مقابل نے اسے کمر سے نا تھام رکھا ہوتا تو یقیناً وہ کسی بھی لمحے زمیں بوس ہو جاتی۔۔اس کی زبان پر ہلکی سی خون کی بوندیں نکل رہی تھی۔آخری کٹ کچھ زیادہ ہی زور سے لگ گیا تھا۔۔"آئندہ طلاق نہیں مانگو گی تم مجھ سے رائٹ؟ حدائق شاہ نے اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے سپاٹ سے لہجے میں اس سے استفسار چاہا۔جو کام کرنے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا مقابل اسے غصّہ دلا کر وہی عمل کروا گئی تھی۔!! فائزہ نے اسی لمحے کسی کٹھ پُتلی کی طرح ہاں میں سر ہلاتے اس کی تائید کی۔۔ جتنا اسے اس وقت حدائق شاہ سے خوف آرہا تھا وہ اسے مرنے کا بھی کہتا تو فائزہ نے یقیناً اپنی کلائی کاٹ لینی تھی۔۔ حدائق شاہ نے اسے ایسے ڈرتے دیکھ لاکھ مرتبہ اپنے غصے پر لعنت بھیجی۔اپنا غصّہ تو وہ اس کی زبان پر اُتار گیا تھا۔لیکن اس سب میں وہ فائزہ کو مزید خوفزدہ کر گیا تھا۔۔"چپ کرو۔ رونا نہیں اب! اس کے آنسوں صاف کرتے حدائق شاہ نے پھر سے حکم دیا۔۔فائزہ نے اسی لمحے اپنے آنسوں صاف کیے تھے۔لیکن وہی بات۔آنسوں خشک ہونے کا نام ہی کب لیتے ہیں بھلا۔حدائق شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے اسے اپنی گود میں اٹھایا۔وہ اسے چھوڑتا تو یقیناً فائزہ زمین پر گر جاتی۔۔فائزہ روتے ہوئے اس کے سینے میں اپنا چہرہ چھپا گئی تھی۔خوف بھی اسی سے تھا۔اور جائے پناہ بھی اسی کے پاس تھی۔حدائق شاہ کے ہاتھ

سے نکلتا خون اس کے بالوں اور کپڑوں پر بھی لگ چکا تھا۔ جو اس نے تو لیکن حدائق شاہ نے خود اچھے سے نوٹ کیا تھا۔۔ اسے نرمی سے بیڈ پر لٹاتے حدائق شاہ اس کے ساتھ ہی بیڈ پر لیٹا۔!! جب اس نے میڈیکل باکس نیچے پھینکا تھا تب ایک پٹی بیڈ پر ہی رہ گئی تھی۔۔ اس نے وہ پٹی اٹھاتے وقتی طور پر اپنے ہاتھ پر باندھی۔ ورنہ خون نے تو ایسے ہی نکلتے رہنا تھا۔۔ فائزہ تکیے میں منہ چھپائے لرزتے ہوئے ابھی تک ہچکیوں سے ہی رو رہی تھی۔۔ حدائق شاہ بری طرح جھنجھلاہٹ میں مبتلا ہو رہا تھا۔۔ ایک اس کی اپنی مصیبتیں کم تھیں جواب فائزہ نے رو رو کر سارا کمرہ سر پر اٹھا رکھا تھا۔ اپنے پھٹتے سر کو ہاتھ سے دباتے حدائق شاہ بیڈ سے کھڑا ہوا۔ اگر وہ دو منٹ مزید یہاں رکتا تو یقیناً اس کے دماغ کی کوئی رگ پھٹ ہی جانی تھی۔۔ صوفے سے اپنی گرم شال اٹھاتے حدائق شاہ نے کندھوں پر ڈالی۔۔ اس کے قدموں کا رخ کمرے سے باہر کی جانب تھا۔ فائزہ کو ایسے ہی روتا ہوا چھوڑ کر وہ باہر جا رہا تھا۔۔ اگر وہ اسے مناتا تو فائزہ نے مزید رونا تھا۔ اس لیے فلحال اسے اس کے حال پر چھوڑتے وہ گھر سے باہر نکلنے کی تیاری میں تھا۔۔ کمرے سے باہر نکلتے اس نے دھاڑ سے دروازہ بند کیا۔ اندر موجود بیڈ پر لیٹی فائزہ پھر سے بری طرح اچھلی تھی۔ دروازہ اتنی زور سے بند کیا گیا تھا کہ کمرے کے در و دیوار بھی لرز اٹھے تھے۔ ایک نظر بند دروازے کو

دیکھتے فائزہ پھر سے تکیے میں منہ چھپاتے رونے میں مصروف ہو گئی۔رونے کے علاوہ وہ اور کر بھی کیا سکتی تھی بھلا۔۔

قسط نمبر: 45

عدیل شاہ ہسپتال کے کاریڈور میں کھڑا پریشانی سے اُدھر اُدھر چکر کاٹ رہا تھا۔ راحیل خان جیل میں تھا۔اور آبان خان نے اس کا جینا حرام کیا ہوا تھا۔وہ بضد تھا کہ کسی بھی طرح راحیل خان کو جیل سے نکالے۔۔چاہے بچے کو ہوش آیا ہو یا نہیں۔ اور عدیل شاہ ایسا کر ہی نہیں کر سکتا تھا۔۔راحیل خان کو وہ ہزاروں کی عوام کے سامنے پکڑ کر لایا تھا۔ عوام کے پاس باقاعدہ ثبوت تھے کہ راحیل خان نے ایکسیڈنٹ کیا ہے۔ جب تک بچے کو ہوش نہیں آجاتا وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ابھی ہسپتال میں بھی وہ اس بچے کی ہی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔چوٹ اتنی زیادہ نہیں تھی اگر اسے وقتی طور پر ہسپتال لے آتے تو۔۔ بروقت طبّی امداد نہ ملنے پر اس کے سر سے کافی خون بہہ گیا تھا۔ڈاکٹرز ابھی آئی سی یو میں اسی کا علاج کر رہے تھے۔اور عدیل شاہ پولیس یونیفارم میں ملبوس ڈاکٹرز کے باہر آنے کا انتظار کر رہا تھا۔اُسے یہاں کھڑے تقریباً آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی تک ڈاکٹرز باہر نہیں نکلے تھے۔اپنے فون پر ہوتی بیل پر عدیل شاہ اپنی سوچوں سے باہر نکلا۔اس نے

ایک لمبی سی سانس لیتے جیب سے فون نکالتے آنکھوں کے سامنے کیا۔ شاید اُسے پہلے سے ہی اندازہ تھا کہ کس کی کال ہو گی۔ اور اس کا اندازہ ٹھیک نکلا تھا۔۔ کال اسی انسان کی تھی جس نے پچھلے دو گھنٹوں سے اس کی جان سولی پر لٹکائی ہوئی تھی۔ وہ بے بس اتنا تھا کہ مقابل نے فون آف کرنے سے بھی سختی سے منع کر دیا تھا۔ ورنہ وہ اس انسان کی ایک بھی نہ سنتا۔!! "ہاں بول! ایک گہری سانس عدیل شاہ نے کال اٹینڈ کرتے فون کان سے لگایا۔۔ "عدیل میں کہہ رہا ہوں اگلے ایک گھنٹے میں اگر راحیل یہاں میرے پاس نہیں ہوا تو میں تُجھے جان سے مار دوں گا۔۔ دوسری طرف سے آبان خان کی چنگاڑھتی ہوئی آواز گونجی۔ جب سے راحیل جیل میں گیا تھا اسے ایک منٹ کے لیے بھی سکون میسر نہیں آیا تھا۔۔ "تو بھول رہا ہے کہ تو ایک پولیس والے کو جان سے مارنے کی دھمکی دے رہا ہے۔ اسی جرم میں، میں تُجھے بھی اندر کر سکتا ہوں۔!! عدیل شاہ نے دانت پیستے جواب دیا۔ سارے کے سارے حکم تو ایسے چلا رہے تھے جیسے اس نے راحیل کو اریسٹ کر کے بہت بڑا گناہ کر دیا ہو۔ بلکہ اب وہ خود بھی پچھتا ہی رہا تھا کہ کاش راحیل نے یہ ایکسیڈنٹ کسی اور

علاقے میں کیا ہوتا۔ کم از کم وہ یہ کیس لے کر گھر والوں کے ہاتھوں ذلیل تو نہیں ہو رہا ہوتا۔۔ "بکواس بند کر۔ پولیس والا ہو گا تو اپنے تھانے میں۔ ابھی شرافت سے راحیل کو جیل سے باہر نکال۔ مجھے نہیں پتہ تو یہ کیسے کرے گا۔ لیکن مجھے اگلے ایک گھنٹے میں راحیل خان اپنے پاس چاہیے بس۔ آبان خان نے دوسری طرف سے جیسے حکم دیا تھا۔ عدیل شاہ نے تلملاتے ہوئے اپنی مٹھیاں بھینچی۔ وہ ایک پولیس آفیسر تھا۔ لیکن تاریخ گواہ تھی کہ چاہے خان ولا کے لڑکے ہوں یا چاہے شاہ ولا کے۔اس کی عزت کبھی کسی نے کی ہی نہیں تھی۔!! "اتنی ہی جو تجھے بے چینی ہو رہی ہے تو خود کروا لے اُسے آزاد۔ جب تک بچے کو ہوش نہیں آئے گا۔ میں تب تک راحیل کو جیل سے نہیں نکال سکتا۔ آگے جواب دینا ہوتا ہے ہم نے۔!! عدیل شاہ نے جلتے بھنتے اپنی بات اسے سمجھائی۔ وہ سہی ہی کہہ رہا تھا۔۔ "آجائے گا بچے کو ہوش۔ ڈاکٹرز نے کہا تو ہے خطرے والی کوئی بات نہیں۔ تھوڑی دیر پہلے عدیل نے ہی اسے بچے کی کنڈیشن کے بارے میں تسلی دی تھی کہ پریشانی والی کوئی بات نہیں ہے۔!! "بچے کے سر سے خون بہت ضائع ہو چکا ہے بھائی۔ وہ ڈنگر

ایکسیڈنٹ کر کے گھنٹہ وہیں اپنی نمائش کرنے کے لیے کھڑا رہا۔ یہ نہیں ہوا کہ بچے کو جلد سے جلد ہسپتال ہی لے آئے۔!! عدیل شاہ نے جبڑے بھینچتے اب اسے ساری حقیقت بتائی تھی۔ "پہلی بات اپنا طرز تخاطب ٹھیک کر۔ ڈنگر نہیں ہے میرا بھائی۔ اور دوسری بات تو جانتا ہے وہ کس قدر مینٹلی ڈسٹرب ہے۔ ایسے میں نارمل ہے یہ چیز۔ ایکسیڈنٹ ہوتے دیکھ وہ اور زیادہ گھبرا گیا ہو گا۔ آبان خان نے ہونٹ کاٹتے تحمل سے جواب دیا۔ اسے عدیل شاہ کے الفاظوں پر غصّہ تو بہت آیا تھا لیکن وہ اپنا غصّہ پی گیا تھا۔ کیونکہ فلحال کے لیے وہ خود بستر سے اٹھنے کی کیفیت میں نہیں تھا۔ ایسے میں عدیل شاہ ہی راحیل کے لیے کچھ کر سکتا تھا۔ "ہاں تو بھگتے اب خود ہی۔ میں کوشش کر سکتا ہوں صرف۔ حدائق کو کال کر کے کہہ کیس فائل کر کے لے آئے تھانے میں۔ "دیکھتے ہیں آگے کیا بنتا ہے۔ ویسے تو دعا کر بچے کو ہی ہوش آجائے سارا مسئلہ بغیر کسی کچ کچ کے یہیں ختم ہو جائے گا۔۔ اپنی بات کرتے وہ فون کٹ کر چکا تھا۔ مزید آبان خان کی باتیں سننے اور اس کے حکم ماننے کی اس کے اندر ہمت نہیں تھی۔!! فون کو واپس سے جیب میں رکھتے وہ کاریڈور سے باہر

کی جانب بڑھا۔اس کا ارادہ پولیس اسٹیشن جانے کا تھا۔سچ تو یہ تھا کہ اس کے خود بھی راحیل کو لاک اپ میں ڈالا ہی نہیں تھا۔وہ تھا تو پولیس اسٹیشن میں ہی۔لیکن سکون سے تھا وہاں بھی!!عدیل شاہ اس کی مینٹل کنڈیشن سے خود بھی باخبر تھا۔۔ صرف عوام کے زور کی وجہ سے اس نے راحیل کو روکا ہوا تھا۔ورنہ وہ کب کا اسے چھوڑ دیتا۔بلکہ اریسٹ ہی نہ کرتا۔لیکن ابھی وہ مجبور تھا۔وہ ایک ایماندار آفیسر ہے یہ بات ہر کوئی جانتا تھا۔ایسے میں راحیل کو بلاوجہ چھوڑنے سے اس کی ساکھ پر بھی اثر پڑتا اور راحیل کو بھی مزید عوام کی طرف سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔بہتر یہی تھا کہ وہ سب بچے کے ہوش میں آنے کا انتظار کرتے۔۔

آبان خان نے عدیل شاہ سے بات کرتے ابھی فون سائڈ پر رکھا ہی تھا کہ کمرے میں درفشاں داخل ہوئی۔وہ خود ابھی تک ہسپتال میں ہی تھا۔ڈاکٹرز نے ابھی اسے دو دن مزید یہاں رکنے کا کہا تھا۔وہ تو گھر جانا چاہتا تھا۔لیکن داجی اور اپنے باپ کے کافی زور دینے پر اسے مجبوراً یہاں رہنا پڑا۔۔اب اسے یہ دو دن گزرنے کا شدت

سے انتظار تھا۔ اس کے زخموں میں تو درد کافی حد تک کم تھا۔ زخم بھی وقت کے ساتھ ساتھ بھر ہی جانے تھے۔ روزانہ کی بنیاد پر دوائی لینے اور اچھی خوراک کی وجہ سے وہ کافی جلدی ریکور کر رہا تھا۔۔ درفشاں کو دیکھتے بے ساختہ ہی آبان خان کے منہ کے زاویے بگڑے۔۔ وہ صرف ایک کام کے لیے ہی کمرے میں آتی تھی اور وہ کام تھا اسے دوائی کھلانا۔ جب بھی دوائی کا وقت ہوتا درفشاں اسے اپنے وارڈ میں ملتی تھی۔ اس کے علاوہ وہ اُسے بلاتا بھی رہ جائے۔ پر درفشاں نے کونسا اس کی بات سننی تھی۔۔

یہ جو مجھے دیکھتے ہی آج کل آپ کے منہ پر بارہ بج جاتے ہیں میں سب بہت اچھے " سے سمجھ رہی ہوں۔۔ درفشاں نے اس کی شکل کے بگڑتے زاویے دیکھتے اپنی کمر کے اطراف میں ہاتھ رکھتے ابرو اُچکاتے کہا۔ وہ جانتی تھی مقابل آج کل اس سے کتنا تنگ ہے۔!! "تمہاری شکل اتنی اچھی ہے کہ دیکھتے ساتھ ہی خود ہی میرا منہ ایسا بن جاتا ہے کیا کروں میں؟ زبردستی کا مسکراتے اس نے درفشاں کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ جانتا جو تھا کہ یہ آگئی ہو گی پھر سے دوائی کی ٹوکری لے کر۔۔ "آپ

سے تو اچھی ہی ہے میری شکل ہنہہہہ ! اسے گھورتے در فشاں نے اپنے بال ایک ادا سے جھٹکتے کہا۔ آبان خان تو اس کی بال جھٹکنے والی ادا میں ہی کہیں کھو گیا تھا۔ جواب تو پھر اسے کیا ہی دیتا۔۔ "پاس آؤ! کسی ٹرانس کی کیفیت میں آبان خان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے اسے پاس آنے کے لیے کہا۔۔ "آپ کی دوائی کا ٹائم ہو گیا ہے۔ پاس آنے کا ٹائم ابھی نہیں ہے۔ تو اس لیے سوری ! مسکرا کر جواب دیتی در فشاں ٹیبل پر رکھی آبان خان کی دوائیوں کی طرف بڑھی۔!! "شوہر کی بات نہ ماننے والی بیویاں جہنم میں جاتی ہیں۔ آبان خان نے اپنی نشیلی آنکھیں اس پر جماتے جیسے اسے زیر کرنا چاہا۔۔ "جنت تو بیویوں کو مارنے والے مردوں کو بھی نہیں ملتی ! اور یہاں منٹ سے پہلے آبان خان کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ سارا خمار جیسے بھک سے اڑ گیا تھا۔!! در فشاں ہلکا سا مسکراتے واپس سے دوائیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس کا کوئی مقصد نہیں تھا یہ بات کرنے کا۔ لیکن انجانے میں پتہ نہیں کیوں اس کے منہ سے یہ بات نکل گئی تھی۔!! "میں نے کبھی بلاوجہ تو ہاتھ نہیں اٹھایا تم پر ! اپنی نظریں چراتے آبان خان نے جیسے اپنے حق میں بات کرنی چاہی۔ وہ مقابل

پر تب ہی ہاتھ اٹھاتا تھا جب وہ اسے غصّہ دلاتی تھی۔ ورنہ آبان خان نے تو اس پر تب بھی ہاتھ نہیں اٹھایا تھا جب وہ عین شادی والے دن گھر سے بھاگی تھی۔ بس ایک طلاق کے لفظ پر اس کا دماغ خراب ہو جاتا تھا۔ اور درفشاں یہی لفظ بولتے اسے غصّہ دلاتی تھی۔۔ " کبھی مجھے سمجھنے کی کوشش بھی تو نہیں کی۔ میں روتی تھی تو آپ مار کر یا غصّہ کر کے مجھے اور زندگی سے نفرت کروا دیتے تھے۔ کبھی میرے احساسات کا خیال ہی نہیں کیا آپ نے!! دوائی اٹھاتے درفشاں نے پر شکوہ آنکھوں سے آبان خان کی طرف دیکھتے کہا۔ کیا کیا تھا جو اسے یاد نہیں آیا تھا۔۔ " سمجھنے کی کوشش تو تم نے بھی نہیں کی۔ میں نے تو کبھی شکوہ بھی نہیں کیا تم سے۔ بس ہر وقت اسی انتظار میں رہتا تھا کب تم اپنی یہ سو کالڈ نفرت کا خول خود پر سے اتارو گی۔!! وہ کسی صورت پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھا۔ اگر ایک دو مرتبہ آبان خان نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا تو کم تو درفشاں نے بھی نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے لفظوں سے ہی اسے جیتے جی مار دیتی تھی۔ آبان خان کو مارنے کے لیے درفشاں کو کبھی ہاتھ اٹھانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔ اس کے الفاظ ہی کافی تھے آبان خان کے دل کو

چیرنے کے لیے۔!! "جسے آپ سو کالڈ کہہ رہے ہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقی نفرت ہو۔ آبان خان کی طرف دوائی بڑھاتے در فشاں نے اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتے کہا۔ آبان خان نے دوائی اس کے ہاتھ سے لیتے ساتھ ہی اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیتے ہلکا سا اپنی طرف کھینچا تھا۔۔ در فشاں ہلکا سا آگے کو ہوتی جھکتے اس کے نزدیک ہوئی۔ اگر اس کا دوسرا ہاتھ بیڈ پر نا ہوتا تو یقیناً وہ اس وقت آبان خان کے اوپر گری پڑی ہوتی۔ اس شخص کو اپنی چوٹ کا بلکل کوئی خیال نہیں تھا۔ "اگر وہ نفرت حقیقی ہوتی تو یقین کرو اس وقت میرے لیے تمہاری آنکھوں میں محبت کے دیپ بلکل بھی نہ جل رہے ہوتے!! پر اسرار لہجے میں کہتے وہ در فشاں خان کو نظریں چرانے پر مجبور کر گیا تھا۔ جو راز وہ خود ابھی تک دل میں رکھے ہوئے تھی وہ راز نجانے کب سے اس کی آنکھیں مقابل پر آشکار کر رہی تھیں۔!! "بہت خوشی فہمیاں ہیں آپ کو خود کے بارے میں۔ کہ میں آپ سے محبت کرتی ہوں؟ نظریں جھکائے اس نے دھیمے سے پوچھا۔ بھلا اتنی آسانی سے ہار کیسے مان سکتی تھی وہ۔۔ "اس سے زیادہ میں تمھیں اور کیا ثبوت دوں کہ تم اپنا راز

کھلنے پر مجھ سے نظریں بھی نہیں ملا پا رہی۔۔ آبان خان اس کے ایک ایک ایکسپریشن کو بہت اچھے سے دیکھ اور سمجھ رہا تھا۔ یہ جو بات اس نے ابھی کی تھی اسے اس بات کا سو فیصد یقین تھا۔ تبھی اتنے دھڑلے سے یہ بات کہہ گیا تھا۔ در فشاں کے دل کا حال تو اس نے اس دن اسے روتے ہوئے دیکھتے ہی جان لیا تھا۔ سب سے پہلے آبان خان کے لمس کو وہ محسوس کرنے لگی تھی۔ اور اُسے یہ اچھا بھی لگ رہا تھا۔ پھر اسے آبان خان کو کھونے کا خوف تھا۔ پھر اسے اپنے رویے پر ریگریٹ تھا۔ پھر اسے احساس ہوا۔ اور پھر۔۔۔ پھر اسے آبان خان سے محبت ہوئی تھی!!! بہت منزلوں سے گزر کر وہ یہاں تک پہنچی تھی۔!! اور سوائے کھونے کے خوف کے آبان خان نے اس کا ہر روپ دیکھا تھا۔ مقابل کو دیکھ کر ہی وہ بتا سکتا تھا کہ اس کے دل میں کیا چل رہا ہے۔ اب اتنا تو وہ در فشاں کو جانتا ہی تھا۔۔ "مجھے آپ سب محبت۔۔۔" اس کی آنکھوں میں واپس سے دیکھتے در فشاں نے کچھ بولنا چاہا۔۔ "کہہ دو کہ نہیں ہے؟؟" آبان خان بیچ میں ہی اس کی بات کاٹ گیا تھا. اور یہاں در فشاں خان کی زبان کو جیسے کوئی تالا لگا گیا تھا۔ وہ آبان خان کی آنکھوں میں

آنکھیں گاڑے بلکل خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیا ہی جواب دیتی بھلا وہ اب اسے۔!! "دوائی لے لیں ورنہ طبیعت خراب ہو جائے گی آپ کی۔ بلکل غیر ارادی طور پر اس نے بات کو بیچ میں ادھوری چھوڑتے آبان خان کی توجہ دوائی پر کروائی۔۔ تم بات کو بدل رہی ہو! ابرو اُچکاتے آبان خان نے اسے واپس سے ٹاپک پر لانا چاہا۔ وہ ایک مرتبہ اس کے منہ سے اقرار سننا چاہتا تھا بس۔۔ "میں کوئی بات کو نہیں بدل رہی۔ آپ ہی خود سے کچھ کچھ سوچتے جا رہے ہیں۔ ایسے میں، میں کیا ہی کہہ سکتی ہوں آپ کو بھلا۔ وہ بھی درفشاں تھی۔ مقابل کیا سننا چاہتا ہے بہت اچھے سے جانتی تھی۔ اور بھلا اتنی آسانی سے وہ ہار کیسے مان سکتی تھی؟ "دیکھ لینا درفشاں آبان خان! تم جتنا مجھے تڑپا رہی ہو نہ۔ جس دن میں تمہاری روح کی گہرائیوں میں اُترا۔ تمھیں اس سے زیادہ بے بس کر کے تڑپاؤں گا۔۔ دوائی منہ میں رکھتے دھمکی خیز انداز میں کہتے آبان خان درفشاں کو جھینپنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔ "بدلے لینے کے علاوہ اور آتا بھی کیا ہے آپ کو؟ سائڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھا کر اسے تھماتے درفشاں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ اپنی ایک بات سے ہی وہ اس

کے کانوں سے دھوئے نکال چکا تھا۔ "اور بھی بہت کچھ آتا ہے۔ تم ہی پاس نہیں آتی بس! تم پاس آؤ تو میں تمہیں دنیا کے سب سے لذت آشنا احساس سے روشناس کرواؤں! اپنی جذبے لٹاتی نظریں اس پر گاڑتے آبان خان نے دلفریب انداز میں کہا۔ جب سے درفشاں کی آنکھوں میں اس نے اپنے لیے محبت دیکھی تھی۔ تب سے اس کے لیے اس کے بغیر رہنا اور بھی زیادہ مشکل ہو گیا تھا۔ آبان خان کو بس اب گھر جانے کا انتظار تھا۔ "اچھا اور کیا ہے وہ لذت آشنا احساس؟ اس کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھتے درفشاں نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔ مقابل دوائی لے چکا تھا۔ لیکن ابھی اس کا خود کا باہر جانے کا کوئی موڈ نہیں تھا۔ "وہی احساس جب تم اور میں، اندھیری رات میں ہر حد سے گزر جائیں، ہر غم بھلا دیں، سارے پردے اُتار دیں، اور۔۔ "اسی کے انداز میں سرگوشی کرتے آبان خان ایک لمحے کے لیے رکا۔ "اور؟ درفشاں نے بے ساختہ ہی اس سے پوچھا تھا۔ شرم کو ایک طرف آرام سے رکھے وہ فرصت سے اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔۔ "اور پھر میں تمہارے جسم میں خود کو داخل کر کے تمہیں اور خود کو سکون کے کسی اور ہی جہاں میں لے جاؤں!

یقین کرو اس سے زیادہ لذت تمھیں اور کہیں نہیں ملے گی۔ جتنی دو بے چین جسموں کے آپس میں ملاپ کی ہے۔!! اس کے کان میں سرگوشی کرتے آبان خان نے آنکھیں بند کئے اس کے کان کی لو پر اپنے دانت گاڑے۔ درفشاں کی سسکی بے ساختہ تھی!! وہ سرخ چہرے کے ساتھ مقابل کی بند آنکھیں دیکھ رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ یہ سب محسوس کر رہا ہو۔۔ درفشاں خاموشی سے بس یک ٹک اس کے چہرے کی طرف ہی دیکھ رہی تھی۔ اپنی بات مکمل کرتے وہ خاموش ہو چکا تھا۔ اس کی طرف سے کوئی رسپانس نا پاتے آبان خان نے اپنی سرخ آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ جو خود بنا پلکیں جھپکائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ آبان خان کی آنکھیں خمار کی شدت سے لال سرخ ہوئی پڑی تھیں۔۔

بدن تیرا بانہوں میں آئے تو راحت سی ملے۔۔"

!!تو حور ہے، نشہ ہے، لمس محبت ہے، کیا ہے"

اس کی دھڑکنوں پر ہلکا سا اپنے ہاتھ کا لمس چھوڑتے آبان خان نے خمار سے بوجھل آواز میں اس کے کان میں پھر سے سرگوشی کی۔۔ درفشاں نظریں جھکائے سرخ

چہرے کے ساتھ اس کی بے باک باتیں سن رہی تھی۔ اسے تو آبان خان کی جذبات سے لبریز بوجھل آواز سے ہی خوف سا محسوس ہو رہا تھا۔ "میں جاؤں؟ نظریں جھکائے اس نے آبان خان سے دور جانا چاہا۔ وہ یہاں بیٹھ تو گئی تھی۔ لیکن پچھتانا بلکل بھی نہیں بھولی تھی۔ "چلی جانا اتنی بھی کیا جلدی ہے! اس کی گردن کے پاس سے دوپٹہ ہٹاتے آبان خان نے بدمزہ ہوتے کہا۔ درفشاں ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی۔ اسے خود سے دور جھٹکنے کے بارے میں تو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔ آبان خان اس کی گردن پر جھکتے اسے اپنی شدتوں کے ساتھ لال سرخ کر رہا تھا۔ وہ پہلی مرتبہ مقابل کی گردن پر لو بائٹس بنا رہا تھا۔ درفشاں اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے سسکتے ہوئے اس کے بے باک لمس کو اپنی گردن پر برداشت کر رہی تھی۔۔ "آبان دروازہ لاک نہیں ہے!! یاد آنے پر درفشاں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے ہوش دلانی چاہی۔۔ "کوئی نہیں آتا تم چپ کر کے بیٹھی رہو!! آبان خان کچھ سننے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھا۔ وہ اس کی بات کو سرے سے ہی ہوا میں اڑا گیا تھا۔ درفشاں بھی کندھے اچکاتی پھر سے اپنا ہاتھ اس

کے بالوں میں اُلجھا گئی۔اس کے پیچھے کوئی سپورٹ نہیں تھی جس سے ٹیک لگاتی۔ اگراس نے آبان خان کے بالوں کو نہ پکڑا ہوتا تو یقیناً پیچھے کی پیچھے ہی گر جاتی۔!! آبان خان اسے انکمفرٹیبل ہوتے دیکھ اپنا ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈالتے اسے اپنے بے حد نزدیک کر گیا۔اس عمل سے اس کے سٹیچیز میں بری طرح کھچاؤ پڑا تھا۔ لیکن یہاں فلحال ہوش کسے تھا بھلا؟اس کی گردن کو اچھی طرح اپنی شدتوں سے سرخ کرتے آبان خان نے قمیض کے اوپر سے ہی اس کے دھڑکنوں پر اپنے لب رکھے۔درفشاں بے ساختہ ہی اپنی آنکھیں موند گئی تھی۔!!آبان خان کچھ یاد آنے پر ایک دم ہی اس سے پیچھے ہوا۔وہ اس کی دھڑکنوں پر نظریں جمائے کچھ سوچ رہا تھا۔۔اس کی طرف سے مزید کوئی لمس نا پاتے درفشاں نے آنکھیں کھولتے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔۔"درد تو نہیں ہے اب؟ ہلکا سا اس کی دھڑکنوں پر ہاتھ پھیرتے آبان خان نے فکرمندی سے پوچھا۔اسے اب یاد آیا تھا جو اس نے کچھ دن پہلے اس نازک جگہ پر بے دردی دکھائی تھی۔۔درفشاں نے نفی میں سر ہلایا۔آبان خان کا یہ بات پوچھنے کا مقصد وہ اچھے سے سمجھ گئی تھی۔!!"مجھے

معاف!! آبان خان ابھی اس سے معافی مانگتا کہ اس سے پہلے ہی درفشاں نے اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ جمایا۔۔"بھول جائیں پرانی باتیں۔میں بھی بھول گئی ہوں تو آپ بھی بھول جائیں۔میں کبھی نہیں چاہوں گی کہ زندگی میں کبھی ان بدترین دنوں کو یاد کر کے اپنا آج خراب کروں۔آپ بھی اپنے دماغ سے ہر پرانی بات نکال دیں پلیز!! التجائیہ سے انداز میں کہتی درفشاں اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔ آبان خان نے اس کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے ہٹاتے اپنے لب شدت سے اس کے ہاتھوں پر رکھے۔!!"میں نا کہتا تھا۔تمھیں مجھ سے محبت ہے۔اب بس مجھے اس دن کا انتظار ہے جب تم اپنے منہ سے اقرار کرو گی۔۔ہلکا سا مسکراتے آبان خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔۔"کرتے رہیں انتظار آپ!! میں کیا کہوں اب آپ کو!! ہونٹ کاٹتے درفشاں نے اسے کوئی آس اُمید کچھ بھی دلانا ضروری نہیں سمجھا۔نجانے اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔۔"آہہہ! کر رہے ہیں انتظار۔ایک اُمید پر ہی تو جی رہی ہیں۔ایک سرد آہ بھرتے آبان خان نے چھت پر نظریں جمائے کہا۔درفشاں کی کمر پر ہاتھ ابھی تک رکھا تھا۔۔درفشاں اپنی مسکراہٹ

روکتے اسے دیکھ رہی تھی۔ مقابل کو دیکھ کر ہی پتہ چل رہا تھا کہ وہ کتنا بے چین ہے۔۔ تھوڑا سا مزید آگے کو ہوتے درفشاں نے اپنے تشنہ لب آبان خان کے گال پر رکھے۔ گالوں سے سفر کرتے لب آنکھوں پر آئے تھے۔ اس کے لمس میں عقیدت تھی، محبت تھی اور کیا کچھ نہیں تھا جو آبان خان نے دل سے محسوس کیا تھا۔۔ اس نے بے ساختہ ہی سکون کی گہرائیوں میں جاتے اپنی آنکھیں موندی۔ اس اچانک کی نوازش پر اس حیرانی تو ہوئی تھی لیکن پھر اپنی حیرت پر اس نے جلد ہی قابو کیا۔۔ درفشاں اپنا ایک ہاتھ اس کے سینے پر رکھے جبکہ دوسرا بیڈ پر رکھے اس کے منہ پر جگہ جگہ اپنے لب رکھتے اس کے نقوش کو اپنے لمس سے مہکا رہی تھی۔!! "تم اپنی جان لیوا اداؤں سے کسی دن مجھے مار کر رہو گی۔ آنکھیں بند کئے ہی آبان خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مقابل کے لمس سے اس کے اندر مزید بے چینی پھیل رہی تھی۔ اس کے دل کی دھڑکن میں بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ درفشاں نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے اس کی گردن پر جھکتے یہاں اپنے ہونٹوں کا لمس چھوڑا۔۔ "مت کرو درفشاں! ہسپتال کے بیڈ پر میں پہلے ہی بہت بے چین

ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ میں آج رات کو ہی ڈسچارج ہو کر گھر پہنچ جائوں۔ اور پھر تمہاری خیر نہیں ہے۔۔ آبان خان نے اس کی دھڑکنوں کو نرمی سے مٹھی میں جکڑتے آنکھیں بند کیے ہی کہتے درفشاں کی جان لبوں پر سجائی۔۔ درفشاں جو اس کی گردن پر لب رکھتی ہی جا رہی تھی، اچانک ہی ہوش میں آتی فوراً سے پیچھے ہوئی۔ ہونٹ کاٹتے وہ شرمندگی سے آبان خان کو دیکھ رہی تھی۔۔ جذبات کی رو میں بہکتے وہ بس ایسے ہی آبان خان کو اپنے لمس سے بخش رہی تھی۔۔ یہ شخص اپنے ساتھ ساتھ اسے بھی سیڈیوز کر دیتا تھا۔۔ اسے پیچھے ہٹتا محسوس کرتے آبان خان نے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ "یقین مانو جان من!! میرے لیے یہ کسی اعزاز سے کم نہیں تھا۔ تم اگر روز ایسے ہی مجھے اپنے لمس سے مہکاتی رہو۔ میں تو تمہارے قدموں کا ہار بن کر رہ جاؤں گا۔۔ اسے شرمندہ ہوتے دیکھ آبان خان نے ہلکا سا مسکراتے کہا۔ درفشاں اس کا ہاتھ اپنی دھڑکنوں سے ہٹاتے فوراً ہی بیڈ سے کھڑی ہوئی۔!! "اب اتنی بھی اچھی نہیں ہوں میں!! زبان باہر نکال کر بچوں کی طرح اسے چڑانے والے انداز میں کہتے درفشاں مسکراتے ہوئے کمرے سے باہر نکلی۔۔

اپنے پیچھے سے آبان خان کا قہقہہ اسے باہر تک سنائی دیا تھا۔ آبان خان نفی نے سر ہلاتا بیڈ پر لیٹا۔ اس کی در فشاں واقعی میں سب سے الگ تھی۔۔ چھت پر نظریں جمائے وہ مسکراتے ہوئے۔ مسلسل اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔

حدائق شاہ کی گاڑی تیز رفتا سے سڑکوں پر دوڑتی ایک سنسان ویران علاقے کی طرف رواں دواں تھی۔ اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا۔ آنکھیں وحشت کا پتہ دے رہی تھی۔۔ پچھلے پندرہ منٹ سے وہ فل تیز سپیڈ سے ڈرائیونگ کرتے اپنی منزل کی جانب رواں تھا۔ وہ فائزہ کو چھوڑ تو آیا تھا۔ لیکن ٹینشن اس کے سر پر سوار تھی۔ نجانے اس لڑکی نے رونا بند کیا بھی ہو گا یا نہیں؟ کہیں اُس کی حالت خراب نہ ہو گئی ہو! یہی سوچتے اس کا سر پھٹنے کے در پر تھا۔ پہلے تھوڑے مسئلے تھے جواب ایک اور ٹینشن اس کے دماغ میں گھوم رہی تھی۔۔ لیکن پہلے اسے ایک کام کرنا تھا۔ اس کے بغیر وہ گھر نہیں جا سکتا تھا۔ اگر گھر جاتا تو یقیناً مزید لڑائی ہوتی۔ جتنا اس ٹائم اس کے

دماغ پر غصّہ سوار تھا۔اس سے کچھ غلط سرزد ہو جانا تھا۔جو وہ بلکل بھی نہیں چاہتا تھا۔۔اسی لیے گھر سے باہر نکلنا ہی مناسب سمجھا۔۔

حدائق شاہ کی گاڑی ایک بڑے سے گیٹ سے گزرتی کار پورچ میں آکر رکی۔ایک سائڈ پر میلوں میں پھیلا لان تھا۔تو سامنے ہی کوئی عالیشان عمارت!! دیکھنے سے یہ ایک فارم ہاؤس معلوم ہوتا تھا۔ حدائق شاہ نے گاڑی سے اُترتے گاڑی کی چابی گیٹ کیپر کو تھمائی۔اس کا اشارہ گاڑی کو ایک سائڈ پر لگانے کا تھا۔کیونکہ اسے اندر جانے کی کچھ زیادہ ہی جلدی تھی۔یہ اس کے دوست کا فارم ہاؤس تھا۔جو فلحال کے لیے اس کے قبضے میں تھا۔کچھ دنوں پہلے سے حدائق شاہ نے اپنے دوست سے یہ فارم ہاؤس لیا تھا۔کیونکہ یہ تھوڑا ویران اور آبادی سے بلکل ہٹ کر بنا تھا۔اور پھر اس کے پاس جو کچھ بھی تھا سب کو ہی ہر جگہ کی لوکیشن کے بارے میں پتہ تھا۔ حتیٰ کہ آبان خان کو بھی اس کے سارے فارم ہاؤس اور اپارٹمنٹس کی خبر تھی۔۔اور حدائق شاہ نہیں چاہتا تھا کہ جو وہ کر رہا ہے کسی کو بھی اس کے بارے میں علم ہو۔

اس لیے اسے اپنے دوست کا فارم ہاؤس سب سے بہتر آپشن لگا۔۔اپنی شال کو سہی کرتے وہ اندر کی طرف بڑھا۔ باہر ہڈیوں کو جمانے والی سردی پڑ رہی تھی۔۔اپنی جیب سے چابی نکالتے حدائق شاہ نے اینٹری گیٹ کے پاس ہی بنے ایک چھوٹے سے دروازے کا لاک کھولا۔ یہ دروازہ بیسمنٹ کی طرف کھلتا تھا۔ دروازے کے کھلتے ساتھ ہی نیچے کی طرف جاتی سیڑھیاں تھیں۔۔ سیڑھیوں سے نیچے اُترتے حدائق شاہ اندر بیسمنٹ میں داخل ہوا۔اس کا چہرہ پہلے سے زیادہ سپاٹ اور سرخ ہو چکا تھا۔۔ خون میں مزید شرارے دوڑنے لگے تھے۔ آنکھیں بے حد ضبط کا پتہ دے رہی تھی۔!!"دروازہ کھولو!اندر جاتے اس نے سامنے موجود ایک آدمی سے دائیں جانب موجود کمرے کا دروازہ کھولنے کو کہا۔ ساتھ ساتھ وہ اپنی جیب سے سگریٹ نکالتے بھی اسے سلگاتے ہونٹوں سے لگا گیا۔اس میں ایک یہی بری عادت تھی۔ وہ سیگریٹ بہت زیادہ پیتا تھا۔ دو دن ہاسپٹل میں جیسے اس نے بغیر سگریٹ پیئے گزارا کیا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔ کچھ ٹینشن بھی اتنی تھی کہ اسے کسی بھی چیز کا ہوش ہی نہیں رہا تھا۔ لیکن اب پھر سے وہی روٹین شروع ہو چکی تھی۔۔ جتنا اس

کے سر میں درد تھا۔ سیگریٹ کے بغیر اس کا گزارا بھی نہیں تھا۔۔ وہاں موجود شخص نے خاموشی سے ہاں میں سر ہلاتے کمرے کا لاک کھولا۔ حدائق شاہ ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کرتے اندر داخل ہوا۔ باہر موجود شخص خاموشی سے دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا۔ اندر داخل ہوتے ہی خون کی گندی بدبو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی۔ حدائق شاہ نے بے ساختہ ہی اپنی ناک پر ہاتھ رکھا تھا۔ پورے کمرے میں جتنی گندی بدبو پھیلی تھی کہ سانس تک لینا محال تھا۔۔ "خورشید سپرے کرو یہاں! باہر موجود شخص کو آواز لگاتے حدائق شاہ نے کمرے میں موجود تمام لائٹس آن کی۔ حنان لغاری نے بے ساختہ ہی روشنی کو پاتے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ اتنے دن اندھیرے میں رہنے سے اب جیسے روشنی آنکھوں میں چبھ رہی تھی۔!! خورشید نے سپرے لاتے اچھے سے کمرے میں سپرے کیا۔ اتنا تو ہو ہی گیا تھا کہ اب انسان کھڑا سانس لے سکتا تھا۔ اپنے سامنے حنان لغاری کو دیکھتے حدائق شاہ کے ہونٹوں پر ایک تمسخراتی سی مسکراہٹ چھائی۔ حنان لغاری خون میں لت پت ٹھنڈے یخ فرش پر تقریباً نیم مردہ حالت میں پڑا تھا۔۔ اس کے

پاؤں اور ایک ہاتھ زنجیروں سے جکڑے ہوئے تھے۔ جبکہ ایک ٹانگ پر گولی بھی لگی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ ٹانگ ناکارہ ہی ہو گئی ہو۔ پچھلے دو دن سے اسے بھوکا پیاسا یہاں پر قید کر کے رکھا گیا تھا۔ اس کے زخم پر مرہم رکھنا تو دور اسے کھانا تک نہیں دیا گیا تھا۔ بس خورشید نے دو سے تین مرتبہ اسے پانی لا کر دیا تھا۔ آیا کہ وہ کہیں مر ہی نہ جائے۔۔ اپنے سوجے پپوٹے کھولتے حنان لغاری نے بمشکل ہی آہستہ سے آنکھیں کھولتے کمرے میں آنے والے شخص کو دیکھا۔ وہ بہت غور سے حدائق شاہ کو دیکھتا اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ کمرے میں موجود ایک کرسی اٹھاتے حدائق شاہ حنان لغاری کے پاس رکھتے اس پر بیٹھا۔ سیگریٹ ابھی تک ہونٹوں میں دبا تھا۔ "دیکھو دیکھو! پہچانو مجھے! بتاؤ کون ہوں میں؟؟ مدھم سا مسکراتے حدائق شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ وہ جانتا تھا مقابل اسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہے۔ کیونکہ حدائق شاہ نے ابھی تک پہلی مرتبہ یہاں چکر لگایا تھا۔ پہلے اسے وقت ہی نہیں ملا تھا۔ فائزہ کے چکر میں ہی وہ اتنا پھنسا ہوا تھا۔ لیکن اب وہ بلکل فارغ اور بے فکر تھا۔ اس کی بیوی اس کے گھر میں بیٹھی تھی۔ بھلا

اب اسے کیا فکر ہونی تھی!! "پ۔۔پ۔۔پانی!! حنان لغاری نے مردہ سی آواز میں اس سے پانی مانگا۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ یہ کون ہے۔ فلحال کے لیے اسے پانی کی شدید پیاس لگ رہی تھی۔۔ "ہمم! پانی چاہیے تمھیں؟ حدائق شاہ نے سوچنے کے انداز میں اس کی بات دہراتے سائڈ پر رکھے واٹر کولر کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ کولر سے گلاس میں پانی ڈالتے وہ واپس سے کرسی پر آتے بیٹھا۔ "یہ لو پانی پیو! گلاس کو اس کی طرف بڑھاتے حدائق شاہ نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔ حنان لغاری کا جو ایک ہاتھ آزاد تھا اس نے آگ بڑھاتے حدائق شاہ کے ہاتھ سے پانی لینا چاہا۔۔ لیکن بروقت ہی وہ اپنا ہاتھ پیچھے کر گیا تھا۔۔ حنان لغاری نے التجائیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ اسے واقعی میں شدید پیاس لگی تھی۔ زنجیریں بندھی ہونے کی وجہ سے وہ بس ترستی۔ نگاہوں سے سامنے رکھے واٹر کولر کو دیکھ ہی سکتا تھا۔ شاید واٹر کولر کو اس کے پاس کمرے میں رکھا بھی اسی لیے گیا تھا تاکہ وہ مزید۔ پانی کی ایک ایک بوند کو ترستے اپنی قسمت کو روئے۔!! "اُمم ہمم! ایسے مت دیکھو۔ ترس کھانے لائق نہیں ہو تم۔ حدائق شاہ نے آگ بگولا ہوتے اس

کے پیٹ پر اپنا پاؤں مارتے چیختے ہوئے کہا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ کبھی اتنا ظالم بن جائے گا کہ کسی انسان کو پانی کے لیے ترسائے گا۔ لیکن اسی شخص نے اسے ایسا بننے پر مجبور کیا تھا۔ وہ خود تو ایسا نہیں بنا تھا۔۔ حنان لغاری اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے بری طرح کراہا۔ پہلے ہی بھوک۔ کی وجہ سے اس سے سانس لینا محال ہو رہا تھا۔ اور اب حدائق شاہ کا بے دردی سے اپنے بھاری بوٹ والا پاؤں مارنا۔ وہ تڑپ کر رہ گیا تھا۔ "چلو شاباش پانی پیو۔ پھر کھانا بھی دینا ہے تمھیں۔ اب حدائق شاہ یہاں آیا ہے۔ تو تم پر اتنا تو ترس میں کھا ہی سکتا ہوں۔ پانی کا گلاس پھر سے اس کے آگے بڑھاتے حدائق شاہ نے کہا۔۔ حنان لغاری نے بے ساختہ ہی شکر ادا کیا تھا۔ اسے آج پورے دو دن بعد کھانا دیا جا رہا تھا۔ ابھی وہ گلاس پکڑنے ہی لگا تھا کہ حدائق شاہ نے پہلے ہی پانی کا گلاس اپنے ہاتھ سے چھوڑتے افسوس بھری نظروں سے حنان لغاری کو دیکھا۔ گلاس دھم سے نیچے گرا تھا۔ سارا پانی حنان لغاری کے آگے زمین پر پھیل گیا تھا۔ "اوہو یہ تو گر گیا۔۔ چلو کوئی بات نہیں تم ایسے ہی چاٹ سکتے ہو اسے۔ اب پیٹ کے لیے تو انسان پتہ نہیں کیا کیا کر جاتا ہے۔۔ نہایت

افسوس بھرے انداز میں حدائق شاہ نے پانی پر اپنی نظریں گاڑتے ایسے کہا جیسے اس سے واقعی میں غلطی سے گلاس گرا ہو۔ حنان لغاری آنسوؤں بھی آنکھوں سے پہلے حدائق شاہ اور پھر زمین پر پڑے پانی کو دیکھ رہا تھا۔ کہاں وہ کروڑوں میں کھیلنے والا حنان لغاری۔ اب بوند بوند پانی کو بھی ترس رہا تھا۔ پہلے والے حنان لغاری کی تو جھلک بھی اسمیں نظر نہیں آرہی تھی۔ کہاں وہ ہمیشہ سوٹڈ بوٹڈ رہنے والا، اور اب پھٹے ہوئے کپڑوں میں مردہ سی حالت میں زمین پر پڑا تھا۔ دیکھنے سے پیاس تھوڑی مٹ جائے گی۔ چلو شاباش پیو اسے ایسے ہی!! اسے مسلسل زمین پر دیکھتا پا کر حدائق شاہ نے اس کے سامنے چٹکی بجاتے کہا۔ اِسکی آنکھوں میں آنسوں وہ بخوبی دیکھ رہا تھا۔۔ حنان لغاری نے بے بسی سے نیچے کی طرف جھکتے پانی کی طرف زمین پر اپنی زبان لگائی۔ خشک حلق کو طر کرنے کے لیے کچھ تو چاہیے تھا نہ! پیٹ حالات تھوڑی دیکھتا ہے؟ اُسے تو بس بھرنے کے لیے کسی نہ کسی چیز کی لازمی ضرورت ہوتی ہے۔ حدائق شاہ کرسی سے ٹیک لگائے سیگریٹ پھونکتے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو زمین پر مسلسل اپنی زبان رگڑتے اسے تر کر رہا تھا۔۔

دروازے کے نوک ہونے پر حنان لغاری نے پیچھے مڑتے دیکھا۔ جہاں ایک نوجوان کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ سیاہ شلوار قمیض پہنے، ہاتھ میں برانڈڈ گھڑی، گرم براؤن شال کندھوں پر لٹکائے، پاؤں میں کھیڑی وہ ایک پر کشش نوجوان تھا۔اسے دیکھتے حدائق شاہ مسکراتے ہوئے کرسی سے کھڑا ہوا۔ وہ۔اچھے سے اس انسان کو جانتا تھا۔۔اس کی طرف جاتے حدائق شاہ مسکراتے ہوئے اس سے بغلگیر ہوا۔ مقابل بھی گرم جوشی کے ساتھ اس سے ملا تھا۔۔"کیسا ہے؟ حدائق شاہ نے اس کی پیٹھ تھپکتے پوچھا! "اس انسان کو اس کے انجام تک دیکھ لیا۔اب بلکل ٹھیک ہوں۔ مقابل نے بھی مسکراتے ہوئے حنان لغاری پر اپنی نظریں جمائے جواب دیا۔۔"بہت بڑا کمینہ ہے تو! میرے پیچھے اسے پانی بھی نہیں دیا تھا کیا؟ حدائق شاہ نے قہقہہ لگاتے حنان لغاری کی حالت دیکھتے کہا۔ اس کے پیچھے یہی شخص حنان لغاری کے پاس تھا۔اور تو اور اس کا یہ حال بھی اسی شخص نے کیا تھا۔۔"سیریسلی! ابھی بھی تجھے لگتا ہے کہ یہ انسان اس قابل ہے اسے پانی دیا جائے۔

"Don't you dare to say؛

کہ تُجھے اس انسان پر ترس آرہا ہے۔اس شخص نے افسوس سے حدائق کی طرف دیکھتے کہا۔ "آہی نہ جائے مجھے اس پر ترس! پانی کا میں اس لیے کہہ تھا کیونکہ ابھی مجھے اسے زندہ رکھنا ہے۔ آبان کے کہے بغیر میں اسے نہیں مار سکتا۔۔ حدائق شاہ نے کندھے اُچکاتے اسے سچ بتایا۔ ورنہ واقعی اسے کوئی حنان لغاری پر ترس نہیں آرہا تھا۔ وہ پٹاخہ دے تو دی ہے آبان کو! اب کیوں بیچ میں رکاوٹ ڈال رہا ہے وہ؟ مقابل شخص نے بدمزہ ہوتے کہا۔ وہ آج یہاں حنان لغاری کو مارنے کے لیے ہی آیا تھا۔ لیکن اب سارا مزہ خراب ہو چکا تھا۔ "ہے ایک سچ جو ابھی حنان کے سامنے آنا باقی ہے۔ میں خود چاہتا ہوں کہ ابھی اسے نہیں مارے گیں ہم۔ دشمن کو ایک ہی مرتبہ مارنے سے زیادہ مزہ اسے تڑپانے میں ہے۔۔ حنان لغاری پر اپنی نظریں جمائے حدائق شاہ نے سیگریٹ کو جوتے تلے مسلتے کہا۔ مقابل نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا تھا۔۔ "لیکن موڈ تو پھر بھی اس کا بری طرح خراب ہو چکا تھا۔ آخر کو وہ پکا ارادہ کر کے آیا تھا۔ "خیر اس کی بہن کا بتا کیا کیا آبان نے اس کے ساتھ؟ ایک

گہری سانس بھرتے اس نے مشال لغاری کے بارے میں پوچھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے مشال لغاری کو آبان خان کے حوالے کیا تھا۔ حنان لغاری اور اس کی بہن تو اس شخص کو محافظ سمجھتے تھے۔ لیکن یہ شخص تو ان لوگوں کا ہی دشمن نکلا تھا۔۔ جو انہی کے درمیان میں رہ کر نا صرف ان کی جڑیں۔ کھوکھلی کر رہا تھا بلکہ حنان لغاری کے سارے راز بھی آبان خان کے حوالے اسی شخص نے کیے تھے۔ یہی شخص تھا جو کہانی کا مین گیم چینجر تھا۔ وہ کہانی میں آیا تھا اور ساری کہانی ہی الٹ پلٹ کر رکھ دیای تھی اس شخص نے۔۔

اپی:46

حدائق شاہ نے اپنے سامنے موجود شخص کو کرسی پر بٹھایا۔ وہ تو حنان لغاری کی خبر لے چکا تھا۔ اب اس کی باری تھی۔ "آنکھیں کھولیں سر! دیکھیں نا اب میں آپ سے ملنے کے لیے آیا ہوں۔ اور آپ ایسے پڑے ہیں۔ اچھی بات تو نہیں ہے یہ!! اس شخص نے کرسی پر بیٹھتے حنان لغاری کے وجود کو ٹھڈا مارتے مؤدبانہ انداز میں

کہا۔ جیسے وہ اسے پہلے مخاطب کرتا تھا۔۔ حدائق شاہ بھی کرسی کے پاس ہی کھڑا مسکراتی نظروں سے حنان لغاری کو ہی دیکھ رہا تھا۔۔ "مت کر یار میری ہنسی نہیں رک رہی!! حدائق شاہ نے ہنستے ہوئے اسے حنان لغاری کے ساتھ اتنے پیار سے بولنے کے لیے منع کیا۔ حنان لغاری اپنی آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ پانی تو کیا ہی منہ میں آنا تھا۔ اس کی زبان مزید خشک ہو چکی تھی۔ بھوک اور پیاس سے نڈھال وہ اپنی آنکھیں ہی موند گیا تھا۔ لیکن اب اس شخص کے پاؤں مارنے پر اس نے واپسی سے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔۔ "تم نمک حرام ہو!! تمھیں خدا کبھی معاف نہیں کرے گا۔ حنان لغاری نے کانپتا ہاتھ اٹھاتے کرسی پر بیٹھے شخص کی طرف اشارہ کرتے لرزتی سی آواز میں کہا۔ کتنا بھروسہ کیا تھا اس نے اتنے سال اس شخص پر!! اریبی کا بے ساختہ ہی چھت پھاڑ قہقہہ کمرے کی زینت بنا۔ وہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنستا ہی جا رہا تھا۔۔ ہاں وہ اریبی ہی تھا۔ حنان لغاری اور اس کی بہن کا واحد پی اے جسے ان کے سارے رازوں کا علم تھا۔ ایک یہی تھا جس پر حنان لغاری اپنی بہن سے بھی زیادہ اعتبار رکھتا تھا۔ اسی لیے اپنی بہن کے لیے بھی اس نے اریبی کو

ہی مختص کیا ہوا تھا۔ لیکن ہر وہ شخص جو اوپر سے کچھ اور نظر آتا ہو۔ ضروری تو نہیں کہ وہ اندر سے بھی ویسا ہی ہو!! وہ شخص اریبی ہی تھا جس نے نہ صرف حنان لغاری کے سارے راز ثبوت سمیت حدائق شاہ کے حوالے کیے تھے۔ بلکہ اُن دونوں بہن بھائی کے کھانے میں بیہوشی کی دوا ملاتے حنان لغاری کو حدائق شاہ کے حوالے اور مشال لغاری کو آبان خان کے کہنے پر اس کے حوالے کیا تھا۔۔ حدائق شاہ سے وہ پہلے تو واقف نہیں تھا۔ لیکن فائزہ کے ساتھ ہوئی زیادتی کے بعد وہ اچھے سے اس شخص سے واقف ہو چکا تھا۔ اور آبان خان سے تو وہ بہت پہلے سے ہی واقف تھا۔ نا صرف واقف تھا بلکہ آبان خان کے ساتھ اس کی اچھی خاصی سلام دعا بھی تھی۔ اگر حنان لغاری اس سے چھپا کر فائزہ اور درفشاں کو اغوا کرنے کا پلان نا بناتا تو اریبی ایسا کچھ ہونے ہی نہ دیتا۔ لیکن حنان لغاری کافی شاطر انسان ثابت ہوا تھا۔ اس نے اپنے پلان کے بارے میں سوائے مشال لغاری کے اور کسی کو بھنک بھی نہیں لگنے دی تھی۔۔ تبھی وہ لیٹ ہو گیا تھا اور فائزہ کے ساتھ یہ سب کچھ ہو گیا تھا۔۔

اور تمھیں کیا لگتا ہے۔ لڑکیوں کی عزت لوٹنے والے کو خدا بخش دے گا؟؟ زیادہ" ہنسنے کے باعث آنکھ میں آتی ہلکی سی نمی کو صاف کرتے اریبی نے اس پر نظریں جمائے پوچھا۔۔ وہ اسے کہہ تو ایسے رہا تھا جیسے خود کوئی عالم فاضل ہو!! "پانی!! تم نے میرا نمک کھایا ہے۔ اب کچھ تو ہمدردی دکھائو!! حنان لغاری کی ایک ہی رٹ تھی۔ اسے لگ رہا تھا اگر فوری طور پر اسے پانی نا ملا تو وہ اسی حالت میں مر جائے گا۔۔ "مجھے بول رہا تھا تو! اور اب خود تو جیسے اسے پانی کی ٹینکی پلا دی۔ اریبی نے اسے پانی مانگتے دیکھ کر سی کے ساتھ کھڑے حدائق شاہ پر نظریں جمائے کہا۔ اس سے پہلے وہ یہاں پر تھا۔ تو یقیناً حنان لغاری نے اس سے بھی پانی مانگا ہی ہو گا۔۔ "دیا تھا میں نے تو۔ اب اسے پیاس زیادہ تھی اس میں میرا قصور نہیں ہے۔۔ حدائق شاہ نے کندھے اُچکاتے معصومیت سے پلکیں جھپکاتے کہا۔ جیسے اس نے واقعی میں حنان لغاری کو بہت پانی دیا ہو۔۔ "ہاں زمین پر گرا پانی دیکھ رہا ہوں میں!! اریبی طنزیہ سے انداز میں کہتے محض مسکرا کر رہ گیا۔ حدائق شاہ کو وہ کیا ہی کہتا!! یہ شخص اس سلوک کا حقدار تھا۔۔ حدائق شاہ نے ایک نظر حنان کے لرزتے وجود پر ڈالتے

اپنے قدم واٹر کولر کی جانب بڑھائے۔ اگر اُسے اب پانی نا ملتا تو واقعی وہ مر ہی جاتا۔ گلاس میں پانی نکالتے حدائق شاہ نے حنان لغاری کے ہاتھ میں تھمایا۔۔ وہ بے صبروں کی طرح پانی اس کے ہاتھ سے لیتے ایک ہی گھونٹ میں سارا پی گیا تھا۔ آدھا پانی اس کے منہ میں گیا تھا تو آدھا وہ اپنے اوپر ہی گرا چکا تھا۔!! "میں نے کیا بگاڑا تھا تم دونوں کا۔ کیوں تم لوگوں نے مجھے یہاں قید کر رکھا ہے؟؟ پانی پیا تھا تو اب تھوڑی ہمت بھی آگئی تھی۔ حنان لغاری نے لرزتی سی آواز میں ان لوگوں سے اپنے دل میں پلتا سوال پوچھا۔ اسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ کبھی اس نے ان دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی کچھ برا کیا ہو۔!! "ہمم!! اچھا سوال ہے۔ چل بھئی پہلے تو بتا۔۔ حدائق شاہ نے سگریٹ سلگاتے اریبی کے ہاتھ میں تھماتے پہلے اسے ہی جواب دینے کو کہا۔ وہ اگر جواب دیتا تو منہ سے تو بلکل بھی نہیں دینا تھا۔۔ حنان لغاری کی سوالیہ نظریں بھی اریبی پر ہی گڑھی تھیں۔۔ اریبی ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ کیا کچھ تھا جو اسے یاد نہیں آیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کرب واضح طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔ "یاد ہو گا تُجھے آیت؟؟ حنان لغاری کی طرف تھوڑا سا جھکتے بس

اس نے فقط ایک نام لیا تھا۔اس سے زیادہ وہ آگے کچھ بول بھی نہیں سکتا تھا۔ جانتا جو تھا مقابل کو بہت اچھے سے یاد آگیا ہو گا۔اس شخص کو سب کچھ۔!! اور ایک یہ نام ہی تھا اور حنان لغاری کا چہرہ ایسے ہو گیا تھا جیسے اس میں سے کسی نے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا ہو۔ وہ لٹھے کی مانند سفید چہرے کے ساتھ اریبی کی شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کہ ماضی میں کیا گناہ اس طرح سامنے آئے گا۔ جبکہ حدائق شاہ تعجب سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ کچھ بھی جانتا تو نہیں تھا لیکن اتنا تو ضرور سمجھ گیا تھا کہ یقیناً حنان لغاری نے اریبی کے خاندان کی کسی عورت کے ساتھ کچھ کیا ہو گا۔ تبھی ایک عورت کے نام لینے پر ہی ایک کی آنکھوں میں کرب واضح ہوا تھا تو دوسرے کا چہرہ حد درجہ سفید ہو چکا تھا۔ "ت۔۔تم کے۔کیسے جان۔۔جانتے!! تھوک نگلتے حنان لغاری نے کانپتی سی آواز میں آدھا ادھورا سوال پوچھا۔ جس شخص پر وہ سب سے زیادہ یقین رکھ رہا تھا۔ وہی اس کے سب سے بڑے گناہ کے بارے میں جانتا تھا۔ نا صرف جانتا تھا بلکہ وقت آنے پر اب وہ اس سے بدلہ بھی لے رہا تھا۔!! "بہن تھی وہ میری!! او بویسلی مجھے نہیں

پتہ ہو گا تو اور کسے پتہ ہو گا؟؟ کرسی سے ٹیک لگائے اریبی نے دھیمے سے کہا۔اس کی نظریں یک ٹک حنان لغاری پر ہی جمی تھیں۔۔ جبکہ حنان لغاری کی تو زبان کی تالو سے چپک چکی تھی۔!! "وہ۔۔مم۔۔میں نے۔۔نن۔۔نہیں کیا تھا!! حنان لغاری نے کانپتے ہاتھ سے خود کی طرف اشارہ کرتے جھوٹ بولا۔حالانکہ وہ جانتا تھا کہ مقابل کو سب کچھ پتہ ہے۔ لیکن پھر بھی وہ جھوٹ بول رہا تھا۔۔!! "ہمم!! اریبی نے محض ہنکارا بھرا۔اس کے دماغ میں تو وہ منظر چل رہا تھا جب اس نے اپنی چھوٹی سی بہن کو مٹی تلے دفنایا تھا۔۔

وہ بھی کوئی ایسی ہی اندھیری رات تھی۔جب ایک اور مظلوم پر ظلم ہو رہا تھا۔آیت نامی لڑکی حنان لغاری جیسے انسان کے پیار میں پڑ کر اس پر بری طرح فدا ہو چکی تھی۔۔ صد افسوس کہ اس کا اکلوتا بھائی ہی اس بات سے بے خبر تھا۔اریبی کو اندازہ بھی نہیں تھا کہ ایسا کچھ بھی ہو سکتا ہے۔بلکہ وہ تو تب حنان لغاری کے نام سے بھی واقف نہیں تھا۔۔ یہ آج سے تقریباً دو سے تین سال پہلے کی بات تھی جب۔۔۔

آیت نے حنان لغاری کو پہلی مرتبہ انسٹا گرام پر دیکھا تھا۔ وہیں سے اس سترہ سالہ لڑکی کو وہ شخص بہت اچھا لگا تھا۔ آیت خود بھی ابھی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھے رہی تھی۔ ایسے میں کسی کا اچھا لگنا بہت عام سی بات تھی۔۔ لیکن جس شخص نے اس معمولی سی پسند کو محبت تک پہنچایا تھا وہ تھی آیت کی دوست۔۔ اسے ایک مرتبہ آیت نے حنان لغاری کے بارے میں بتایا تھا۔ حالانکہ آیت کی کوئی بات نہیں ہوتی تھی حنان سے۔ وہ تو بس ایسے ہی اسے اچھا لگا تھا۔ لیکن اس کی دوست نے آیت کے موبائل سے نا صرف حنان لغاری کو میسج کیا بلکہ کہہ کہہ کر آیت کی اس چھوٹی سی پسند کو حقیقی محبت میں بدلوایا تھا۔ حنان لغاری تو ٹھہرا ایک عیاش قسم کا انسان۔ ابھی اس کے ماں باپ زندہ نہیں تھے تو وہ بزنس کی طرف لگ گیا تھا۔ ورنہ تو اسے بزنس میں کسی قسم کا کوئی انٹرسٹ ہی نہیں تھا۔ آیت والے معاملے کے وقت بھی اس کے ماں باپ زندہ تھے۔ اور تب ہی حنان لغاری ہر قسم کے حرام کام میں ملوث تھا۔۔ اگر کہا جائے کہ وہ انتہائی آوارہ اور عیاش قسم کا انسان تھا تو بلکل غلط نہیں ہوگا۔ لڑکیوں کا شوق تو جیسے اسے بچپن سے تھا۔ ہر روز نئی لڑکی کے ساتھ

رات گزارنا اس کے لیے بہت معمولی سی بات تھی۔۔انہی دنوں میں آیت کا میسج موصول ہونے پر حنان لغاری کے چہرے پر شاطرانہ مسکراہٹ چھائی۔ اُسے صرف ایک ہی مطلب تھا ہر لڑکی سے۔اور پھر اب تو لڑکی خود اس کے چنگل میں پھنس رہی تھی۔پہلے دو دن تو اس نے آیت کو اگنور کیا۔ لیکن پھر مسلسل روزانہ میسج موصول ہونے پر ایک دن وہ اسے ریپلائے کر ہی بیٹھا تھا۔اور وہیں سے شروع ہوا تھا آیت کی بربادی کا سفر۔۔"اپنے بھائی سے چھپ کر روز رات کو حنان لغاری سے باتیں کرنا جیسے اس کے روز کا معمول بن گیا تھا۔ کچی عمر تھی!! کسی کی طرف ذرا سا جھکاؤ ساری عمر لے ڈوبا تھا۔۔اریبی کو اپنی بہن پر بھائی اندھا یقین تھا۔اس کے ماں باپ تو بچپن میں ہی ان دونوں بہن بھائی سے منہ موڑ کر آخرت کو سفر کو نکل گئے تھے۔ایسے میں وہی دونوں ایک دوسرے کا سہارا تھے۔ بچپن سے آیت کو اریبی نے ہی پالا تھا۔ شاید ہی کوئی ایسی چیز ہو جس کی آیت نے فرمائش کی ہو اور اریبی نے اسے نہ لا کر دی ہو۔۔وہ اس کے منہ سے نکلنے سے پہلے ہر چیز اسے مہیا کر دیتا تھا۔۔آیت بھی اس سے اپنی ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات شیئر

کرتی تھی۔ سوائے اس ایک بات کے کہ وہ کسی کے پیار میں ہر طرح سے ڈوب چکی ہے۔۔ ایک یہی بات تھی جو آیت نے پہلی مرتبہ اپنے بڑے بھائی اریبی سے چھپائی تھی۔ باتوں کا سلسلہ روز ایسے ہی جاری تھا۔ ساری ساری رات اس ایک شخص سے باتیں کرنے پر اس کی گندی لت لگ چکی تھی۔۔ حنان لغاری اس سے بات کرتا تھا تو سارا دن خوشگوار!! اگر کبھی وہ بات نا کرتا تو کھانے پینے تک کا بھی کوئی ہوش نہیں رہتا تھا۔ اور پھر ایک دن جب حنان لغاری کا باتوں سے اچھی طرح من بھر گیا تب اس نے آیت کو ملنے کے لیے بلایا۔۔ آیت کافی حد تک خوفزدہ تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ حنان لغاری اس کے بھائی کے پاس اس کا رشتہِ بھیجے۔۔ اس سلسلے میں اس نے حنان لغاری سے بات بھی کی تھی۔ لیکن وہ فلحال کے لیے اسے ٹال گیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ؛ "ابھی ہم پہلے ایک دوسرے کو اچھی طرح جان تو لیں۔ اور ویسے بھی پہلے مجھے کریئر بنانا ہے۔ پھر وعدہ تمہارے بھائی کے پاس رشتہ بھیج کر ہم دونوں دھوم دھام سے شادی کریں گیں"۔۔ یہی ایک اس کا جھوٹا وعدہ تھا۔ اور آیت اس کے وعدوں کے زیر اثر پھسلتی ہی گئی تھی۔ کوئی اصلاح کرنے

والا نہیں تھا۔ دوست کے پاس جاتی تو وہ اسے اور زیادہ شے دیتی۔ اور یہیں سے آیت کی مزید ہمت بندھی تھی۔۔ حنان لغاری مسلسل اسے ملنے کیلئے فورس کر رہا تھا۔ لیکن آیت کو ابھی اریبی کا خوف تھا۔ اس لیے ہر مرتبہ اسے ٹال دیتی تھی۔ لیکن وہ آخر کب تک ہی اسے منع کر سکتی تھی؟؟ اور پھر ایک دن ایسے ہی جون جولائی کے مہینے میں شدید گرمی کے دنوں میں اس دن بادل جم کر برسا تھا۔۔ آیت اپنے دل سے ہر ڈر خوف بھلائے دوستوں کی دی گئی ہمت اور حوصلے پر حنان لغاری سے ملنے کراچی کے ایک مشہور کیفے میں گئی۔۔۔ یہ دن شاید ہی اریبی اپنی پوری زندگی میں کبھی بھول سکتا تھا۔ آخر کو اسی دن تو اس نے اپنی لاڈوں میں پلی بہن کو منوں مٹی تلے اپنے ہاتھوں سے دفنایا تھا۔ وہ بہن جس کا وہ ہر ایک نخرہ لاڈ برداشت کرتا تھا۔ اس کی ہر ضد پوری کرتا تھا۔ اسے ہی اپنے ہاتھوں سے دفنانا کتنا تکلیف دہ تھا کوئی اریبی سے پوچھتا۔۔ آیت حنان لغاری سے پہلی مرتبہ مل رہی تھی۔ پہلے تو صرف فون پر باتیں ہوتی تھیں۔ اب پہلی مرتبہ وہ دونوں ایک دوسرے سے بظاہر ہمکلام تھے۔ کیفے میں باتیں کرتے اور ایک دوسرے کے ساتھ ملنے کے بعد

جیسے ہی آیت کیفے سے نکلنے لگی تبھی اسے حنان لغاری نے اپنی گاڑی میں گھر چھوڑنے کی آفر کی۔ وہ کیفے تک رکشے میں آئی تھی۔ ایسے میں اگر حنان لغاری اسے گھر چھوڑنے کی آفر کر ہی رہا تھا تو اچھا ہی تھا۔ ویسے بھی اب تو اسے ساری دنیا بھی غلط لگے تو صرف حنان لغاری ہی تھا جو سب سے سچا لگتا تھا۔ اُسے حنان لغاری پر اندھا یقین تھا۔۔ تبھی بغیر کسی ہچکچاہٹ کے اس کی آفر کو قبول کر گئی۔ حنان لغاری نے اپنی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر اسے بٹھاتے گاڑی سٹارٹ کی۔۔ اس کے دماغ میں مقابل کو پھنسانے کا بہت شاطرانہ پلان چل رہا تھا۔ جو آدھے سے زیادہ تو مکمل بھی ہو چکا تھا۔۔ کچھ دیر گاڑی میں خاموشی کے بعد حنان لغاری کی بھاری آواز گاڑی میں گونجی۔۔ میں تمہیں مکمل طور پر حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ تم جانتی ہو نہ میں تم سے کتنی محبت کرتا ہوں۔۔ حنان لغاری نے آیت کا ہاتھ پکڑتے اسے اعتماد میں لینا چاہا۔۔ "جی پتہ ہے مجھے۔۔ آیت نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔ اِس کی بات کے پیچھے چھپا اصل مقصد وہ سمجھ ہی نہیں سکی تھی۔۔ "ہاں تو۔۔ کیا تم میرے ساتھ میرے فلیٹ میں چلو گی۔ صرف ایک رات کے لیے۔۔ ڈھکے چھپے لفظوں

میں حنان لغاری نے اسے بات سمجھانی چاہی کہ وہ اصل میں اس سے چاہتا کیا ہے۔۔ آیت کی پل میں مسکراہٹ سمٹی تھی۔ اس کی بات کا مطلب وہ اب اچھے سے سمجھ گئی تھی۔۔ "مجھے میرے گھر چھوڑ دیں آپ پلیز۔ خود پر قابو پاتے اس نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔ حنان لغاری سے اسے اس بات کی اُمید نہیں تھی۔ لاکھ اس سے محبت سہی لیکن وہ شادی سے پہلے زنا جیسا گناہ نہیں کر سکتی تھی۔ پہلے ہی حنان لغاری کی محبت میں اندھی ہو کر وہ اپنے بھائی کو دھوکا دے رہی تھی۔ خود بھی گنہگار ہو رہی تھی۔ اب مزید حد سے آگے بڑھ کر زنا کرنا وہ مر کر بھی یہ کام نہیں کر سکتی تھی۔۔ تھی وہ نابالغ لیکن اتنا تو سمجھتی تھی کہ زنا کے مطلب کیا ہوتے ہیں۔۔ یہ بھی دوستوں کی مہربانی تھی۔۔ حنان لغاری نے خاموشی سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ چاہے آیت منع کرے، اسے کونسا فرق پڑنا تھا۔ اپنا مقصد تو اس نے آج کسی بھی صورت پورا کرنا ہی تھا۔۔ آخر کو آیت کے ساتھ اتنے عرصے تک باتیں کر کے اس نے جھک تھوڑی مارا تھا۔ وہ اُسے اپنے اعتماد میں لینا چاہتا تھا۔ لیکن خیر!! شاید قسمت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔۔ گاڑی کو گھر کی بجائے کسی اور

راستے پر دیکھتے آیت نے پریشانی سے حنان لغاری کو طرف دیکھا۔ جو ونڈ سکرین پر نظریں جمائے خاموشی سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔۔اس کی پہلے کی گئی بات آیت کے دماغ میں بہت اچھے سے چل رہی تھی۔ تبھی اسے زیادہ پریشانی ہونے لگی تھی۔۔ کسی انجانے خدشے کے احساس سے اس کا دل زوروں سے دھڑکا۔ نجانے حنان لغاری اسے کہاں لے کر جا رہا تھا۔۔"حنان!! گاڑی روکیں۔ میں یہیں سے چلی جاؤں گی اپنے گھر۔ آپ یہیں اُتار دیں مجھے۔۔ آیت نے پریشانی سے اسے کہا۔ اسے اب زیادہ فکر ہونے لگی تھی۔ لیکن حنان لغاری سن ہی کب رہا تھا۔ اس کے سر پر تو شیطان سوار تھا۔ وہ گاڑی اپنے فلیٹ کے راستے پر لیے ہوئے تھا۔۔ وہ جانتا تھا کہ آیت چیخے گی چلائے گی۔ لیکن اُسے آج ہی اپنا مقصد پورا کرنا تھا۔ آخر کو اس دن کے لیے اس نے اتنی محنت کی تھی۔ ویسے بھی آیت سے اب اس کا دل بھرنے لگا تھا۔ تبھی آخری مرتبہ وہ اسے اچھے سے استعمال کر کے چھوڑنا چاہتا تھا۔۔ فلیٹ کے باہر گاڑی روکتے حنان لغاری گاڑی سے اُترتے نیچے آیا۔ اس پورے راستے وہ مکمل خاموش تھا۔ جبکہ اس کے برعکس آیت پورے راستے اس کی منتیں کرتے

گاڑی روکنے کا کہتے چیختی آئی تھی۔ لیکن مجال تھی جو حنان لغاری نے اس کی کسی بھی بات پر ایک مرتبہ بھی کان دھرا ہو۔۔ آیت کی طرف کا دروازہ کھولتے اس نے بازو سے پکڑتے آیت کو گاڑی سے نیچے اتارا۔ وہ چیخ رہی تھی، چلا رہی تھی، لیکن اس شخص پر نا اثر ہونا تھا اور نہ ہی ہو رہا تھا۔۔ آیت کو بازو سے پکڑے تقریباً گھسیٹنے کے انداز میں لیے حنان لغاری فلیٹ کے اندر داخل ہوا۔ اپنے پیچھے وہ فلیٹ کا دروازہ لاک کر گیا تھا۔۔ اور پھر وہی دن تھا جب کسی کو سزا ملی تھی ایک نامحرم پر بھروسہ کرنے کی۔ اپنے گھر والوں کو دھوکا دینے کی۔ اور پیار میں اندھا اعتبار کرنے کی۔۔ اس معصوم سے کم عمر لڑکی کی عزت، آبرو سب کچھ خاک میں مل گیا تھا۔ حنان لغاری نے اس کی نسوانیت پر گہرا وار کیا تھا۔ وہ اس معصوم سی لڑکی کی عزت تار تار کرتے اسے موت کے دہانے تک لے گیا تھا۔۔ آیت کی وہ دوستوں جنہوں نے اسے اس دہانے پر لا کر کھڑا کیا تھا۔ وہ آج بھی سلامت تھیں۔ اُن کی عزت آج بھی محفوظ تھی۔ لیکن اس کی اپنی عزت مٹی میں مل گئی تھی۔ نا صرف اس کی بلکہ اس کے گھر والوں کی بھی۔۔ آیت کی فلک شگاف چیخیں فلیٹ سے باہر

تک آرہی تھی۔اس دن بھی باہر بارش جم کر برسی تھی۔۔ بادلوں کے گرجنے کی آواز آیت کی چیخوں کو دبانے کے لیے ناکافی تھی۔ لیکن کوئی اسے بچانے والا نہیں تھا۔ منظر وہی تھا۔ حال بھی وہی تھا۔ایک معصوم کی عزت لوٹی جارہی تھی۔ بس جگہ اور عورت میں فرق تھا۔ایک کو تھپڑ مارنے کی سزا ملی تھی تو دوسری کو اندھا اعتبار کرنے کی۔۔ لیکن ظلم دونوں کے ساتھ ایک جیسا ہی ہوا تھا۔۔اپنا مقصد پورا کرتے حنان لغاری نے آیت کے ٹوٹے بکھرے وجود کو اس کے گھر کے پاس کچرے میں پھینک دیا تھا۔اُسے یہ گمان تھا کہ آیت زندہ ہو گی۔ بس بیہوش ہوئی ہو گی۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ تو اس کے ظلم برداشت کرتے وقت ہی زندگی کی بازی ہار گئی تھی۔۔آیت ختم ہو چکی تھی۔اپنی سزا سہتے سہتے وہ مر گئی تھی۔۔

اس رات اریبی نے جس بہن کو اپنے ہاتھوں سے پالا تھا۔انہی ہاتھوں سے اس کی قبر کھودی تھی۔۔ برستی بارش میں تن تنہا کھڑا وہ قبرستان میں قبر کھود رہا تھا۔آیت کے ساتھ جو کچھ ہوا تھا وہ اس کی حالت دیکھ کر ہی کوئی بھی اندازہ لگا سکتا تھا۔اس کے وجود پر چادر تک تو اریبی نے خود ڈھکی تھی۔ ورنہ اس ظالم سے تو اتنا۔ بھی نہیں

ہوا تھا کہ پھینکتے وقت اسے ڈھانپ ہی دے۔۔ ابھی تک اریبی کو کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ اپنی بہن کے ساتھ زیادتی کرنے والے شخص کو وہ پاگلوں کی طرح ڈھونڈ رہا تھا۔ لیکن کوئی بھی سراغ اس کے ہاتھ لگا ہی نہیں تھا۔ آیت کے فون پر بھی پاسورڈ تھا۔ جو کم از کم اریبی کو تو بلکل نہیں پتہ تھا۔ ویسے بھی فون چیک کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اسے اپنی بہن پر اندھا اعتبار تھا۔۔ لیکن یہ اندھا اعتبار بھی بہت جلد ہی ختم ہو گیا تھا۔ جب آیت کی دوست گھر آئی تھی۔ آیت حنان لغاری سے ملنے جانے سے پہلے اسے بتا کر گئی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ ضرور حنان لغاری نے ہی آیت کے ساتھ کچھ کیا ہو گا۔ آیت کے فون کا پاسورڈ بھی وہ بہت اچھے سے جانتی تھی۔ اور پھر اسی نے اریبی کو ایک ایک بات بتائی تھی۔۔ اریبی یقین تو کسی صورت نہ کرتا لیکن ثبوت دیکھ کر اسے یقین کرنا پڑا۔ موبائل میں آیت اور حنان لغاری کی ایک ایک چیٹ محفوظ تھی۔ جو اس کی دوست نے ساری کی ساری اریبی کو دکھائی تھی۔ وہ خود بھی چاہتی تھی کہ حنان لغاری کو سزا ملے۔ اسی لیے وہ اریبی کو سارے سچ سے آگاہ کر رہی تھی۔۔ اور پھر وہیں سے آغاز ہوا تھا

نفرت اور انتقام کا۔۔ بہن پر سے تو اعتبار اٹھ ہی گیا تھا۔ لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اس کی بہن اپنے کیے کی بہت بڑی قیمت چکا گئی تھی۔ لیکن اپنی بہن کے قاتل کو وہ معاف نہیں کر سکتا تھا۔ حنان لغاری کے پورے خاندان کا ڈیٹا نکالتے بہت چالاکی سے اریبی ان کے گھر میں ایک پورے پلان کے تحت داخل ہوا تھا۔ یہی وہ دن تھا جب اس شخص کے اندر سے ہمدردی، محبت غرض کہ اچھائی کا ہر جذبہ ختم ہو گیا تھا۔اس کے اندر بچی تھی تو صرف اور صرف نفرت!!اس دن کے بعد وہ ایک بہت الگ انسان بن گیا تھا۔ دنیا نے اسے الگ انسان بننے پر مجبور کیا تھا۔۔ اسے پہلے حنان لغاری کا اعتماد جیتنا تھا۔ لیکن اس سے پہلے اریبی نے حنان لغاری کے باپ کا اعتماد جیتا تھا۔ تبھی وہ ان لوگوں کے گھر میں بہت اچھے سے ایڈجسٹ ہوتا چلا گیا تھا۔۔اس دو سے تین سال کے عرصے میں وہ جتنا اچھا حنان کی فیملی کے ساتھ بن سکتا تھا اتنا اچھا تھا۔ پہلے اس کے باپ کے ساتھ وفاداری دیکھائی۔ اور پھر حنان لغاری کے ساتھ بھی اچھی خاصی اسن نے وفاداری دکھائی تھی۔۔ لیکن ساتھ ساتھ وہ حنان لغاری کے خلاف ایک ایک ثبوت بھی اکٹھا کر رہا

تھا۔۔حنان لغاری کے باپ کے آخری دنوں میں اسے علم ہوا تھا کہ حنان لغاری تو ان کی سگی اولاد تھا ہی نہیں۔اور یہ بات اریبی کے لیے کسی شاک سے کم نہیں تھی۔ساتھ اسے یہ بھی پتہ چلا تھا کہ حنان لغاری کسی رفیق خان کا بیٹا ہے۔۔تب وہ خان فیملی میں کسی سے بھی واقف نہیں تھا۔اسی لیے وہ رفیق خان کو بھی نہیں جانتا تھا۔۔حنان لغاری کے باپ کی وفات کی بعد سارے بزنس کی ذمیداری حنان لغاری پر ہی تھی۔اور تبھی اس شخص کی دشمنی ہوئی آبان خان سے۔۔اور پھر حنان لغاری کا دشمن ہو اور اس سے اریبی ہاتھ نہ ملائے ایسا تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ پہلے بھی حنان لغاری کے سارے دشمنوں سے اس کی اچھی خاصی بنتی تھی۔۔اگر یہ کہا جائے کہ آبان خان کی ہر معاملے میں مدد اریبی کر رہا تھا۔۔تو یہ بلکل غلط نہیں ہو گا۔رفیق خان حنان کا باپ ہے اس بارے میں بھی اریبی نے ہی آبان کو بتایا تھا۔ جس دن فائزہ کے ساتھ زیادتی ہوئی اس دن پہلی مرتبہ حنان لغاری نے اریبی سے کوئی بات چھپائی تھی۔۔اگر اریبی کو ذرا بھی بھنک ہوتی کہ حنان لغاری کیا کرنے جا رہا ہے تو وہ کسی نہ کسی طرح فائزہ کو بچا ہی لیتا۔۔جو کچھ اس کی اپنی بہن کے ساتھ ہو

چکا تھا بھلا وہ کسی اور کی بہن کے ساتھ ہوتا دیکھ کیسے برداشت کر سکتا تھا؟؟ لیکن یہاں معاملہ سارا الٹ پلٹ ہو گیا تھا۔ حنان لغاری نے بہت چالاکی اور خاموشی سے مشال کے ساتھ مل کر یہ پلان بنایا تھا۔۔اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو گیا تھا۔۔ لیکن اس مرتبہ قسمت نے اس کا ساتھ نہیں دیا تھا۔ پہلی مرتبہ میں تو وہ بچ گیا تھا۔ لیکن اس مرتبہ میں اریبی کی جیسے بس ہو گئی تھی۔ ابھی اسے مزید ثبوت اکھٹے کر کی حنان لغاری کو سخت سے سخت سزا دلوانی تھی۔ لیکن جب قانون کے رکھوالے ہی اس کے ساتھ تھے تو اسے قانون اپنے ہاتھوں میں لینے کی کیا ہو ضرورت بھلا!! ابھی تک تو وہ چپ تھا تاکہ حنان لغاری کو قانونی طور پر سزا دلوا سکے۔ اسے خود مار کر وہ ایک قاتل نہیں بننا چاہتا تھا۔ لیکن اب جب ایک وکیل اور ایک پولیس آفیسر بھی اس کے ساتھ تھے تو سمجھو قانونی سزا والا ہی کام ہو گیا تھا۔۔

آبان خان کے توسط سے ہی وہ حدائق شاہ اور پھر عدیل شاہ سے ملا تھا۔ آبان خان نے عدیل اور راحیل سے تو وعدہ لے لیا تھا کہ وہ دونوں کسی کو کچھ بھی نہ بتائیں۔ لیکن وہ اریبی سے وعدہ لینا بھول گیا تھا۔۔ فارم ہاؤس کے جس کمرے میں ریپ ہوا

تھا اس کمرے میں کیمرے لگے ہوئے تھے۔ فائزہ کے ساتھ ہوئی زیادتی کی ایک ایک ویڈیو حنان لغاری کے پاس پڑی تھی۔۔ جو اسے اغوا کرواتے وقت اریبی کے ہاتھ لگی تھی۔۔ لیکن وہ حنان لغاری کو اکیلے اغوا نہیں کر سکتا تھا۔ اسے آبان خان کی مدد کی ضرورت تھی۔ لیکن تبھی اسے پتہ چلا تھا کہ آبان خان کو بھی گولیاں لگی ہیں۔ اس کے بعد اریبی نے عدیل شاہ سے مدد مانگی تھی۔ جو کرنے سے عدیل شاہ صاف صاف انکار کر چکا تھا۔ وجہ آبان خان سے کیا گیا وعدہ تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی عدیل شاہ ایک طریقے سے اس کی بہت اچھے سے مدد کر بھی گیا تھا۔۔ اسے حدائق شاہ کے بارے میں بتا کر۔ اس نے اریبی کو یہی بتایا تھا کہ حدائق شاہ لازمی اس کی مدد کرے گا۔ کیونکہ وہ فائزہ کو پسند کرتا تھا اس لیے۔۔ اور پھر اریبی نے حدائق شاہ سے مدد مانگی تھی۔ جو اس نے بہت اچھے سے کی بھی تھی۔ حنان لغاری ان دونوں کی قید میں آ چکا تھا۔ اور وہ ویڈیو بھی بغیر دیکھے اریبی نے حدائق شاہ کے حوالے کر دی تھی۔ جو کہ لیے ہی حدائق شاہ یو ایس بی کو توڑ کر پھینک چکا تھا۔ جو چیزیں انسان کو اندر سے توڑنے کے لیے کافی ہوں ان کو توڑ کر پھینکنا ہی مناسب

ہوتا ہے۔اس سے پہلے وہ آپ کے دل کو زخم دیں۔آپ انہیں توڑ کر کچرے میں پھینک دیں۔تاکہ خود کو اور دوسروں کو ہر طرح کی اذیت سے بچا سکیں۔۔

حال:

اپنے پاؤں پر کسی کا ہاتھ محسوس کرتے اریبی اپنی سوچوں کے سمندر سے باہر نکلا۔۔ حنان لغاری اس کے پاؤں پکڑے ہوئے تھا۔جبکہ حدائق شاہ کرسی کے ساتھ ہی کھڑا بغور اس کے چہرے کے اُتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا۔اریبی نے حنان لغاری کو اپنا پاؤں پکڑے دیکھ فوراً ہی اپنا پاؤں پیچھے کھنچا۔"دوبارہ اپنے ان غلیظ ہاتھوں سے مجھے ہاتھ مت لگانا۔۔اپنے وہی بھاری بوٹ والا پاؤں بے دردی سے حنان لغاری کے منہ پر مارتے اریبی بری طرح چیخا تھا۔حنان لغاری چیختے ہوئے واپس سے زمیں بوس ہوا۔ایک بوٹ پر ہی اسے دن میں تارے دکھائی دینے لگے تھے۔"غصّہ ٹھنڈا کر اپنا۔اس کنڈیشن میں نہیں ہے وہ کہ تیرے بے درد وار سہہ سکے۔ایک مرتبہ آبان اس کے باپ سے ملوادے اسے پھر ہم دونوں مل کر مارے گیں۔!!

اریبی کا کندھا تھپکتے حدائق شاہ نے آہستہ سے کہا۔ وہ جانتا تھا کہ یقیناً اسے کوئی بہت گہرا زخم یاد آیا ہو گا۔۔"جا رہا ہوں میں۔۔ورنہ آج یہاں اس کی قبر کھود دوں گا۔ غرا کر کہتے اریبی ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا۔ بغیر حدائق شاہ پر ایک بھی نظر ڈالے وہ کمرے سے ہی باہر نکل گیا تھا۔ پیچھے حدائق شاہ کی پر سوچ نظروں نے آخر تک اس کی پشت کا پیچھا کیا۔

خورشید بیلٹ اور کھانا لے کر آؤ!! باہر خورشید کو آواز لگاتے حدائق شاہ وہاں رکھی کرسی پر بیٹھا۔۔اریبی تو چلا گیا تھا اب وہ آسانی سے اس پر اپنا غصّہ اُتار سکتا تھا۔ پہلے تو اریبی کو روکنے کے لیے ایک چھوٹا سا ناٹک تھا بس۔۔اب وہ اتنا بھی اچھا نہیں تھا کہ آبان خان کی ہر ایک بات مانے۔ جو غصّہ وہ گھر سے اپنے اندر بھر کر آیا تھا۔ اسے بھی کسی نہ کسی پر نکالنا ہی تھا۔ تو پھر وہ شخص حنان لغاری ہی کیوں نہیں؟؟"خورشید نے اندر داخل ہوتے کھانا اور بیلٹ دونوں چیزیں اسے تھمائی۔ "شکریہ خورشید بھائی۔ اب ذرا دروازہ اچھی طرح بند کر دیجئے گا۔۔ مسکرا کر کہتے حدائق شاہ واپس

سے حنان لغاری کی طرف متوجہ ہوا۔ خورشید کمرے سے نکل چکا تھا۔ اپنے پیچھے اس نے دروازے کو اچھے سے بند کیا۔!؛"یہ لے کھانا کھا!! پلیٹ کو نیچے حنان کے پاس رکھتے حدائق شاہ نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔۔ حنان لغاری نے بری طرح کھانستے ہوئے پلیٹ کی جانب دیکھا تھا۔ لیکن جلد ہی بدبو سے واپس سے اپنا چہرہ پیچھے کیا۔۔ پلیٹ میں گلا سڑا سا ایک پیاز اور سوکھی ہوئی ایک روٹی پڑی تھی۔ یہ کھانا تو بہت دور کی بات دیکھنے لائق بھی نہیں تھا۔ دور سے ہی اس میں سے اتنی گندی بدبو اٹھ رہی تھی کہ کسی کو بھی الٹی آسکتی تھی۔!!"کھانا کھالے حنان!! ورنہ میں نے اپنے طریقے سے کھلایا تو تو بہت زیادہ پچھتائے گا۔ سیگریٹ کو اپنی ہتھیلی میں بھینچتے حدائق شاہ نے صاف لفظوں میں اسے وارن کیا۔۔۔"اس میں سے بد..)کھانسی(بدبو آرہی ہے۔!!"تو یہاں میں تُجھے چکن یا مٹن تولا کر دینے سے رہا۔ جو مل رہا ہے چپ چاپ کھالے۔۔ پاؤں سے پلیٹ کو مزید اس کے آگے کرتے حدائق شاہ نے طنزیہ اس انداز میں کہا۔"نہیں کھانا میں نے!! لے جاؤ اسے یہاں سے۔!! اس کی اکڑ ابھی تک ختم نہیں ہوئی تھی۔ کھانے کو ایک ہاتھ سے وہ پیچھے

سر کا چکا تھا۔۔ حدائق شاہ نے ابرو اُچکاتے بیلٹ کو بے دردی سے اس کے پیٹ پر مارا۔ حنان لغاری کی چیخیں سارے کمرے میں گونجی تھی۔ بیلٹ اس کے پیٹ پر بری طرح لگی تھی۔۔ "کھا اسے!! حدائق شاہ نے واپس سے پاؤں سے پلیٹ اس کے آگے کرتے دھاڑتے ہوئے کہا۔۔ حنان لغاری نے کانپتے ہاتھ سے ایک نوالہ توڑتے پیاز کا ایک چھلکا اس کے ساتھ لگایا۔ روٹی کم اور پاپڑ زیادہ تھا۔۔ نوالہ منہ میں رکھتے ہی وہ پھر سے بری طرح کھانسنے لگا تھا۔ نوالے نے حلق سے نیچے اترنے سے جیسے انکار کر دیا تھا۔۔ اس نے کھانستے ہوئے واپس سے نوالہ منہ سے اُگلا۔۔ وہ آنکھوں میں آنسوں لیے اکلائیاں کرنے لگا تھا۔ حدائق شاہ نے اسی لمحے ایک اور بیلٹ اس کے پیٹ پر ماری۔ حنان لغاری کی چیخیں کمرے سے باہر تک جا رہی تھیں۔ وہ پیٹ پر ہاتھ رکھے ہزیانی سا چیخ رہا تھا۔ "کھا اس نوالے کو واپس سے اٹھا کر۔۔ حدائق شاہ نے اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتے جبڑے بھینچے پھر سے حکم دیا۔۔ "رحم کرو مجھ پر! حدائق شاہ کے آگے اپنے ہاتھ جوڑتے حنان لغاری نے اس سے رحم کی بھیک مانگی۔ لیکن شاید وہ بھول گیا تھا۔ کہ یہی مکافات عمل ہے۔

پہلے وہ کسی پر رحم نہیں کھاتا تھا۔اور اب اس پر کوئی رحم نہیں کھا رہا تھا۔۔"تو نے کیا تھا میری بیوی پر رحم!! جو میں کروں تُجھ پر!! دھاڑ کر کہتے حدائق شاہ کرسی سے کھڑا ہوا۔۔اپنی شال اُتار کر ایک سائڈ پر رکھتے وہ بیلٹ کو اچھی طرح اپنے ہاتھ میں باندھ گیا تھا۔۔ تھوڑا بہت جو خود پر کنڑول تھا۔فائزہ کی حالت یاد کرتے وہ اب ختم ہو چکا تھا۔اپنا آپا کھوتے حدائق شاہ نے بیلٹ سے پھر سے اس پر بے درد وار کیا۔۔ حنان لغاری کی فلک شگاف چیخیں برآمد ہو رہی تھیں۔ جبکہ حدائق شاہ بنا رکے اسے مارتا ہی جا رہا تھا۔اس کے ذہن میں فائزہ کی کنڈیشن چل رہی تھی۔اس کے ساتھ ہوا ظلم چل رہا تھا۔اور وہ خود بنا سانس لیے اسے مارتا ہی جا رہا تھا۔۔ وہ اس وقت یہ بھی بھول چکا تھا کہ اسے حنان لغاری کو زندہ رکھنا تھا۔!! شاید ہی حنان لغاری کے جسم کا کوئی ایسا حصہ رہ گیا تھا جہاں پر حدائق شاہ نے اسے بیلٹ نا ماری ہو۔وہ تو پہلے ہی زخموں سے چور تھا۔اور اب تو بلکل ہی مرنے والا ہو گیا تھا۔۔آخر کار ہمت ختم ہونے پر حنان لغاری اپنے ہوش و حواس کھوتے بیہوش ہو چکا تھا۔۔ اس کی گردن ایک طرف کو لڑھک گئی تھی۔اسے بیہوش ہوتے دیکھ حدائق شاہ

نے اپنا ہاتھ روکا۔۔ اس کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھی۔ ہاتھ میں بیلٹ تھامے وہ کھڑا خود بھی بری طرح ہانپ رہا تھا۔۔ وہ حنان لغاری کو اتنا مار چکا تھا کہ اس کے جسم کے ہر حصے سے خون رس رہا تھا۔۔ لیکن ابھی بھی اس کا غصّہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ ابھی بھی اس کے خون میں جیسے شرارے دوڑ رہے تھے۔!! "تھو ہے تیرے جیسے لوگوں پر!! حنان لغاری کے منہ پر تھوکتے حدائق شاہ نے کرسی سے اپنی شال اٹھائی۔ شال کو خود پر اوڑھتے وہ اس کی طرف پھر سے متوجہ ہوا۔ ایک آخری مرتبہ اپنی پوری طاقت سے حنان لغاری کے منہ پر اپنا پاؤں مارتے حدائق شاہ تیز تیز قدموں کے ساتھ کمرے سے باہر نکلا۔ اگر وہ ایک منٹ بھی مزید رکتا تو اس کا قتل آج کی تاریخ میں پکا تھا۔۔

خورشید بھائی اسے ہوش میں لا کر اس کی مرہم پٹی کر دیجئے گا۔ مصروف سے انداز" میں خورشید کو حکم سناتے حدائق شاہ بیسمنٹ سے باہر نکلا۔ اپنی گاڑی میں بیٹھتے وہ تھکے ہارے انداز میں اسٹیئرنگ پر اپنا سر ٹکا گیا تھا۔ سوچیں اس کے دماغ پر حاوی ہوتے جیسے اسے اندر سے ختم کر رہی تھیں۔۔ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد

کرتے حدائق شاہ نے اپنی گاڑی سٹارٹ کی۔ اس کی گاڑی پھر سے ہواؤں کے دوش پر باتیں کرتی شاہ ولا کی طرف روانہ تھی۔۔

Episode: 47

حدائق شاہ کی گاڑی شاہ ولا کے گیٹ سے گزرتی اندر آ کر رکی۔۔اس وقت رات کے بارہ بجنے کو تھے۔ حنان لغاری کے پاس سے ہو کر وہ اب گھر آ رہا تھا۔اس کا غصّہ تو ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ لیکن اب دماغ میں مسلسل فائزہ کے بارے میں ہی فکر چل رہی تھی۔ گاڑی سے نکلتے وہ تیز تیز قدموں سے اندر داخل ہوا۔اسے بس جلد سے جلد فائزہ کو دیکھنا تھا۔۔لاؤنج میں داخل ہوتے اس نے ایک نظر سائرہ بیگم کے کمرے کے بند دروازے پر ڈالی۔اس کے دل میں ایک ٹیس سی اُٹھی تھی۔۔ایک وقت تھا جب وہ گھر لیٹ آتا تھا تب سائرہ بیگم اسے کھانا دینے کے لیے جاگ رہی ہوتی تھیں۔ یہ آج پہلی مرتبہ ہی تھا جب وہ بغیر اسے پوچھے سو بھی گئی تھیں۔۔اپنی محبت کو تو وہ جیت گیا تھا۔ لیکن ماں کو ہار گیا تھا۔ نجانے سائرہ بیگم کی ناراضگی کب

تک چلنی تھی۔۔اپنی آنکھوں میں آئی ہلکی سی نمی کو صاف کرتے حدائق شاہ تیز تیز قدموں کے ساتھ سیڑھیوں سے اوپر کی طرف بڑھا۔اوپر دائیں طرف اس کا کمرہ تھا۔کمرے کے دروازے پر پہنچتے حدائق شاہ نے ماؤتھ فریشنر نکالتے اچھی طرح اپنے منہ میں سپرے کیا۔یہ اس کی روز کی عادت تھی۔رات میں آخری سیگریٹ پینے کر بعد وہ سپرے کر کے ہی سوتا تھا۔۔اور اب تو پھر ایک نازک وجود اس کے ساتھ جڑا تھا۔حدائق شاہ کو اندازہ تھا لڑکیوں کو سیگریٹ کی سمیل سے کتنی الرجی ہوتی ہے۔اسی لیے احتیاطی طور پر اس نے پہلے ہی ماؤتھ فریشنر استعمال کر لیا تھا۔۔اچھی طرح تسلی کرتے حدائق شاہ کمرے کے اندر داخل ہوا۔۔جہاں سامنے ہی وہ نازک وجود بیڈ پر پڑا تھا۔۔اپنی شال اتارتے اس نے صوفے پر رکھی۔فائزہ ہوش و خرد سے بیگانہ بیڈ پر شاید سو رہی تھی۔اس کے وجود پر کوئی کمبل بھی نہیں تھا۔اور نہ ہی کمرے میں کسی قسم کا کوئی ہیٹر آن تھا جس کی وجہ سے گرمائی ہوتی۔کمرہ اس وقت فل ٹھنڈا تھا۔۔حدائق شاہ نے کمرے میں رکھے الیکٹرک ہیٹر کی طرف جاتے سب سے پہلے اسے آن کیا۔۔دروازہ وہ پہلے ہی اچھے سے بند کر چکا تھا۔بیڈ

کی طرف جاتے حدائق شاہ نے بہت نرمی سے فائزہ کو بازو سے پکڑتے سیدھا کیا۔ خود بھی وہ اس کے ساتھ ہی لیٹ گیا تھا۔۔ فائزہ کے چہرے پر ابھی تک آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ بہت دیر تک روتی رہی ہو۔۔ حدائق شاہ نے پریشانی سے اس کے آنسوں صاف کرتے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ پریشانی سے فائزہ کا ٹمپریچر چیک کر رہا تھا۔ مقابل بخار میں آگ کی بھٹی کی مانند سلگ رہی تھی۔ فائزہ کو بہت تیز بخار تھا۔۔ حدائق شاہ اپنے سر پر ہاتھ رکھتے فکر مندی سے ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔پریشانیوں نے جیسے اس کے پاس ہی بسیرا کر لیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے وہ بیڈ سے اُترتے کھڑا ہوا۔۔اس کے قدموں کا رخ کمرے میں رکھے چھوٹے سے ڈی فریزر کی جانب تھا۔ فریزر سے ایک پانی ہی بوتل نکالتے حدائق شاہ نے باؤل میں پانی نکالا۔یہ ٹھنڈا پانی تھا۔اس کا ارادہ فائزہ کے سر پر پٹیاں کرنے کا تھا۔تاکہ اس کا بخار کچھ کم ہو سکے۔۔ایک کپڑا اٹھاتے وہ واپس سے بیڈ پر آتے بیٹھا۔۔ باؤل کو سائڈ پر رکھتے حدائق شاہ نے سب سے پہلے فائزہ شاہ پر اچھے سے کمبل سیٹ کیا۔ شاید یہ بخار سردی کی وجہ سے ہی ہوا تھا۔ سائڈ ٹیبل سے باؤل

اٹھاتے حدائق شاہ نے نرمی سے فائزہ کے ماتھے پر پٹیاں رکھنی شروع کی۔۔اس کے خود کے سر میں بے تحاشہ درد تھا۔پہلے سے زیادہ اب رگیں پھٹنے کے در پر تھیں۔ لیکن اسے پوچھنے والا کون ہی تھا بھلا؟ وہی بات کہ فائزہ شاہ کے لیے وہ موجود تھا۔ لیکن اس کے لیے کوئی بھی نہیں تھا۔شاید اسے فائزہ کے ساتھ ساتھ خود کو بھی خود ہی سمبھالنا تھا۔نرمی سے مستقل حدائق شاہ اس کے ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھتا ہی جا رہا تھا۔۔ ساتھ ساتھ وہ ہلکا ہلکا فائزہ کے بالوں میں بھی اُنگلیاں چلا رہا تھا۔۔ فکر تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔اسے اب اپنے باہر جانے پر پچھتاوا ہو رہا تھا۔کاش کہ وہ اسے اس حالت میں چھوڑ کر ہی نہیں جاتا۔لیکن ہونی کو کون ہی ٹال سکتا ہے بھلا!! کافی دیر تک اس کے ماتھے پر پٹیاں رکھتے حدائق شاہ نے تھرمامیٹر اٹھاتے اس کا ٹمپریچر چیک کیا۔۔ بخار ابھی بھی تھا۔لیکن پہلے سے کم ہو چکا تھا۔وہ تقریباً پچھلے ایک گھنٹے سے اس کے ماتھے پر پٹیاں رکھ رہا تھا۔کچھ تو فرق پڑنا ہی تھا۔ حدائق شاہ کو اب اندازہ ہوا تھا کہ فائزہ سو نہیں رہی۔بلکہ وہ بیہوش ہے۔کیونکہ وہ اگر وہ سو رہی ہوتی تو اب تک جاگ جاتی۔ لیکن وہ ابھی تک ہوش و خرد سے بیگانہ

ہی پڑی تھی۔۔ حدائق شاہ نے پریشانی سے سامنے لگی وال کلاک پر ٹائم دیکھا۔ایک سے اوپر کا وقت ہو چکا تھا۔اس وقت وہ ڈاکٹر کہاں سے لاتا۔ ہونٹ کاٹتے وہ اپنے دماغ میں مسلسل کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا۔ کہ اس وقت ایسا کیا کرے کہ فائزہ کو ہوش آجائے۔ کسی ڈاکٹر کا کانٹیکٹ نمبر بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ کبھی ایسی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی۔۔ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس کے دماغ میں اچانک سے ہی ایک نام کلک ہوا۔"معاذ شاہ!!"وہ میڈیکل کا سٹوڈنٹ تھا۔بلکہ اب تو اس کی ڈگری بھی مکمل ہونے والی تھی۔ اتنا علم تو اسے ہونا ہی تھا کہ بیہوش انسان کو ہوش میں کیسے لاتے ہیں۔۔ سائڈ ٹیبل سے اپنا فون اٹھاتے حدائق شاہ نے معاذ کا نمبر ڈائل کیا۔ آگے سے دو سے تین مرتبہ بھی بیل دینے پر کوئی رسپانس نہیں دکھایا گیا تھا۔ شاید وہ فون سائلینٹ پر لگا کر خود سو رہا ہو گا۔۔ حدائق شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے پھر سے نمبر ٹرائے کیا۔ لیکن اب کی بار بھی وہی۔ بیل جا رہی تھی لیکن کوئی جواب نہیں مل رہا تھا۔"فائزہ حدائق شاہ!! چن چن کر بدلے لوں گا تم سے!! نہایت خراب موڈ کے ساتھ فائزہ کے ہونٹوں پر ہلکا سا لمس چھوڑتے

حدائق شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ جتنا وہ اسے پریشان کر رہی تھی۔ ارادے تو حدائق شاہ کے کچھ ایسے ہی تھے۔۔اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے وہ بیڈ سے نیچے اُترا۔اس کا ارادہ معاذ کے کمرے میں جا کر اسے جگانے کا تھا۔تاکہ اس سے کوئی ٹپس لے سکے فائزہ کو ہوش میں لانے کی۔۔اس کا دماغ اتنا ماؤف تھا کہ اتنا بھی خیال نہیں آیا کہ ایک مرتبہ فائزہ کو ہوش میں لانے کے لیے اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے ہی مار لے۔بلکہ اس طرف تو اس کا دھیان گیا ہی نہیں تھا۔۔پاؤں میں چپل پہنتے حدائق شاہ کمرے سے باہر نکلا۔اوپر والے لاؤنج سے گزر کر معاذ شاہ کا کمرہ تھا۔حدائق شاہ کے قدموں کا رخ اسی طرف تھا۔۔

معاذ کے کمرے تک پہنچتے وہ ناک کرنے کا تکلف کیے بغیر ہی اندر داخل ہو چکا تھا۔ چھوٹے بھائی کا کمرہ تھا۔اب وہ اس میں کیا ہی دروازہ ناک کرتا!!کمرے میں گپ اندھیرا دیکھتے حدائق شاہ نے لائٹس آن کی۔سامنے ہی بیڈ پر معاذ شاہ آڑھا ترچھا لیٹا سونے میں مگن تھا۔اس کا موبائل بیڈ کے سائڈ ٹیبل پر پڑا تھا۔۔حدائق شاہ نے

ایک گہری سانس بھرتے اس کے کمرے میں موجود وال کلاک پر نظر دوڑائی۔اب سوا ایک ہو چکا تھا۔آدھی سے زیادہ رات گزر چکی تھی۔ایسے میں اسے معاذ کو اٹھانا بھی مناسب نہیں لگ رہا تھا۔لیکن پھر فائزہ کو بھی جلد سے جلد ہوش میں لانا تھا۔ وہ بیچارہ پھنس کر رہ گیا تھا۔۔اپنی دکھتی آنکھوں کو انگوٹھے کے پوروں سے مسلتے حدائق شاہ نے اپنے قدم بیڈ کی جانب بڑھائے۔"بھاڑ میں جائے اس کی نیند۔مجھے میری بیوی کی طبیعت زیادہ عزیز ہے.!! منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے وہ بیڈ کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔معاذ شاہ اُلٹا لیٹا سونے میں مصروف تھا۔وہ اکثر اُلٹا ہی لیٹ کر سوتا تھا۔۔"معاذ اٹھ!! حدائق شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے ہلکا سا ہلایا۔۔لیکن اس پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔وہ ابھی تک ویسے ہی سونے میں مگن تھا۔۔"اوئے اٹھ یار!! حدائق شاہ نے تھوڑی بلند آواز میں کہتے اسے اب کی مرتبہ تھوڑی زور سے ہلایا۔ "امم!! جان سونے دو نا۔۔معاذ شاہ بند انکھوں کے ساتھ ہی ہلکا سا بڑبڑاتے واپس سے نیند کی وادیوں میں جا چکا تھا۔۔ہاں البتہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ بھی اس کے چہرے پر آئی تھی۔شاید وہ خواب کی وادیوں میں گھوم رہا تھا۔۔حدائق شاہ نے

حیرت اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے اس بے شرم انسان کو دیکھا۔ جو خواب میں نجانے کیا دیکھ رہا تھا۔ "معاذ اٹھ ورنہ منہ توڑ دوں گا تیرا۔۔؛ حدائق شاہ نے غصے سے اسے بازو سے پکڑتے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "تنگ نہیں کرو نا جان۔۔ آجاؤ تم بھی سو جاؤ!! حدائق شاہ کے اپنے بازو پر رکھے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیتے وہ ہلکا سا مسکرا کر کہتے آرام سے اس کے ہاتھ کو اپنے سینے میں بھینچ رہا تھا۔۔ البتہ آنکھیں ابھی تک بند تھیں۔ نجانے ایسی کونسی نیند تھی جو وہ ابھی تک اٹھ ہی نہیں رہا تھا۔۔ یا شاید وہ یہ سب کوئی خواب سمجھ رہا تھا۔۔ حدائق شاہ نے دانت پیستے بڑے ضبط سے اس انسان کو دیکھا۔ اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو رہا تھا۔ جبکہ معاذ شاہ تسلی سے اس کا ہاتھ خود میں بھینچے خواب بن رہا تھا۔ اور اگلے ہی لمحے حدائق شاہ نے غصے سے ایک زور دار لات معاذ شاہ کی کمر میں ماری۔ معاذ شاہ بری طرح پلٹی کھاتے بیڈ کی دوسری طرف سے سیدھا زمین پر گرا۔ ساری نیند بھک سے اڑی تھی۔ خواب ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا تھا۔۔ اور وہ بیچارہ اپنی کمر پر ہاتھ رکھے بری طرح کراہ رہا تھا۔ ویسے تو نیچے بچھے قالین کی وجہ سے تھوڑی بہت بچت ہو گئی تھی۔

لیکن پھر بھی اسے کمر میں بہت زور سے لگی تھی۔۔ حدائق شاہ اسے گھورتے ہوئے مڑتے بیڈ کی دوسری طرف آیا۔ "واحیات انسان فون دے اپنا۔ ایسا کیا دیکھتا ہے تو فون میں جو تُجھے اتنے بیہودہ خواب آتے ہیں۔۔!! اس کے پاس جاتے حدائق شاہ دبی دبی آواز میں چیخا۔ آج تک اسے تو ایسے کوئی خواب نہیں آئے تھے۔۔ "کیا مطلب میں تو کوئی خواب نہیں دیکھ رہا تھا۔ معاذ شاہ نے گڑبڑاتے نظریں چراتے کہا۔ اسے تو کچھ یاد بھی نہیں تھا۔۔ "جان میرے پاس ہی سو جاؤ! مت جگاؤ!!" یہ سب تو جیسے ابھی میں بول رہا تھا۔ ہے نہ؟؟ اپنی آواز کو تھوڑا سا لچکدار کرتے حدائق شاہ نے معاذ کی نقل اتارتے اسے بتایا۔۔ "بھائی نیند میں پتہ نہیں کیسے بول دیا ہوگا۔ ان آپ اس طرح تو مت کریں۔ معاذ شاہ نے اپنی غلطی مانتے کہا۔ جو خواب وہ دیکھ رہا تھا۔ اُسے خود پر یقین ہی نہیں تھا۔ اگر حدائق کہہ رہا ہے کہ اس نے یہ سب کہا ہے۔ تو یقیناً اس نے یہ سب کہا ہی ہوگا۔ "آپ مجھے یہ بتائیں کہ میرے کمرے میں اس وقت آپ کیا کر رہے ہیں؟؟ اور اگر آ ہی گئے تھے تو اتنے برے طریقے سے کون جگاتا ہے؟؟ معاذ شاہ نے منہ بناتے بات کو بدلنا چاہا۔ اسے

ابھی تک اپنی کمر میں درد محسوس ہو رہا تھا۔۔ "کھڑا ہو نیچے سے!! اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے حدائق شاہ نے زمین سے اٹھنے میں اس کی مدد کی۔ چھوٹا بھائی تھا۔ تھوڑا بہت ترس تو اسے آ ہی گیا تھا۔!! "تُجھ سے ایک کام تھا۔اسے بیڈ پر بٹھاتے حدائق شاہ نے ہولے سے کہا۔ معاذ کی یکلخت ہی نظر گھڑی پر گئی تھی۔ رات کے ڈیڑھ بجے اس کے بھائی کو نجانے اس سے کیا کام پڑ گیا تھا۔۔ "ایسا کیا کام ہے جو آپ سے صبح تک کا بھی انتظار نہیں ہوا۔۔ پیچھے بیڈ سے ٹیک لگاتے معاذ نے ابرو اُچکاتے پوچھا۔ "تو یہ بتا کسی بیہوش انسان کو ہوش میں کیسے لاتے ہیں؟ ہونٹ کاٹتے حدائق شاہ مین بات پر آیا۔۔ "کون بیہوش ہے! ماما تو ٹھیک ہے نہ؟ معاذ فوراً ہی سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔اس نے پریشانی سے حدائق کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ "ہاں ماما کو کیا ہونا ہے۔وہ بلکل ٹھیک ہیں۔!! ایک گہری سانس بھر کر کہتے حدائق شاہ نے اس کی پریشانی دور کی۔ "پھر کون بیہوش ہے؟ دوبارہ ابرو اُچکاتے معاذ نے تعجب سے پوچھا۔ "تیری بھابھی!! پتہ نہیں یار وہ کیسے بیہوش ہو گئی۔اب ہوش میں کیسے لاؤں اُسے یہ بھی سمجھ نہیں آ رہا۔۔ ہونٹ کاٹ کر پریشانی سے کہتے وہ معاذ شاہ کو

منہ کھولنے پر مجبور کر گیا تھا۔ "یہ اُمید نہیں تھی مجھے آپ سے بھائی! افسوس سے حدائق شاہ کی طرف دیکھتے معاذ شاہ نے تاسف سے کہا۔۔ حدائق شاہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا تھا۔ یہاں وہ اسے اپنی پریشانی بتا رہا تھا اور وہ تھا کہ نجانے کیا کہہ رہا تھا۔۔ "کیا اُمید نہیں تھی۔ میں نے کیا کیا ہے؟ حدائق شاہ نے حیرت سے کہتے وجہ جاننی چاہی۔ 'چلے جائیں یہاں سے آپ! ہمیں نہیں پتہ تھا کہ اپنے گھر میں ہم لوگوں نے ایک وحشی درندہ پال رکھا ہے۔!! ڈرامیٹک انداز میں کہتے معاذ شاہ نے باقاعدہ ہاتھ اٹھاتے اسے کمرے سے باہر نکلنے کو کہا۔ حدائق شاہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ کیا سمجھ رہا تھا یہ حدائق شاہ بلکل بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا۔ اس کی خود پر گڑھی افسوس بھری نظریں بھی حدائق شاہ کو کچھ نہیں سمجھا پائی تھیں۔۔ "کیا بکواس کر رہا ہے۔ منہ توڑ دوں گا میں تیرا۔ تمیز سے بات کر۔ دوسرے ہی لمحے اس کا اٹھا ہوا ہاتھ سختی سے پکڑتے حدائق شاہ نے سختی سے کہا۔۔ "خود آپ جو مرضی کریں۔ بیچاری میری بھابھی۔ ارے اتنا ظلم تو کوئی جانور بھی نہیں کرتے۔ ہمیں نہیں پتہ تھا اتنی آگ ہے آپ کے اندر!! پھر سے دہائی دیتے وہ ابھی بھی باز نہیں

آیا تھا۔ وہ حدائق شاہ کو کچھ زیادہ ہی غلط سمجھ رہا تھا۔۔اس کی بات پر حدائق شاہ کا دماغ بھک سے اڑا۔ اسے اب سمجھ آئی تھی مقابل کیا سوچ اور سمجھ رہا ہے۔۔ "بکواس بند کر گھٹیا انسان۔ میں تو کب سے باہر تھا۔ ابھی گھر آیا تو دیکھا وہ بیہوش تھی۔ اس میں میری کیا غلطی بھلا؟ سردی کی وجہ سے بیہوش ہوئی ہے وہ۔۔ سٹپٹاتے حدائق شاہ نے فوراً ہی اپنی صفائی دی۔ یہ بتمیز انسان اسے کتنا غلط سمجھ رہا تھا۔!! "اوہ اچھا پھر سہی ہے!! معاذ شاہ نے سکون کا سانس لیا۔ ورنہ تو اسے لگ رہا تھا کہ اس کا بھائی واقعی میں بے رحم نکلا۔ "تُجھ سے واقعی موبائل لینا پڑے گا۔ کتنی گندی سوچ ہے تیری۔ اب اس کی کلاس لینے کا وقت تھا۔ وہ حدائق شاہ کے بارے میں ایسا سوچ بھی کیسے سکتا تھا۔۔ "گندی سوچ میری نہیں ہے۔ آپ کی حرکتیں ایسی ہیں۔ اب آدھی رات کو اپنی شادی کی پہلی رات پر آپ میرے پاس آئیں ہیں کہ میری بیوی بیہوش ہو گئی ہے۔ تو میری کیا سب کی سوچ ہی اسی طرف جائے گی۔ میرا کوئی قصور نہیں ہے اس میں!! منہ بناتے معاذ شاہ نے اسے حقیقت بیان کی۔ مقابل بات بات پر فون لینے کا تو ایسے کہہ رہا تھا جیسے وہ کوئی چھوٹا بچا ہو۔۔

"اب زیادہ بک بک نا کر۔ اور بتا کیسے ہوش میں لاؤں اُسے۔ ابھی تک بیہوش ہے وہ۔ پتہ نہیں کتنی دیر ہو گئی ہو گی۔!! حدائق شاہ اب اصل مدعے پر آیا۔ اسے پھر سے پریشانی ہونے لگی تھی۔ "اب میں دیکھوں گا تو کچھ بتا سکوں گا۔ ڈاکٹر ہوں نجومی نہیں ہوں۔ اپنی بیوی کو میں تُجھے کیوں دکھاؤں؟ کسی لیڈی ڈاکٹر کا نمبر دے۔ اُسے چیک کروالوں گا۔۔ اسے گھورتے حدائق شاہ نے صاف انکار کیا۔۔ "توبہ ہے بھائی اتنا تو اعتبار رکھیں مجھ پر۔ آپ کا ہی سگا بھائی ہوں میں!! منہ بنا کر کہتے وہ حدائق شاہ پر افسوس کرنے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔ "بات یقین کی نہیں ہے۔ یار!! اچھا چل آجا۔۔ ایک گہری سانس بھرتے حدائق شاہ بیڈ سے کھڑا ہوا۔۔ اب وہ اس وقت کیا کرتا بھلا۔ رات کے ڈیڑھ بجے ڈاکٹر تو ملنا نہیں تھا۔ ایس میں معاذ اس کی مدد کر دیتا تو اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اور ویسے بھی ابھی تو فائزہ بیہوش تھی۔ تو حدائق شاہ کو اس کی طرف سے کسی تماشے کا بھی خطرہ نہیں تھا۔ اسی لیے معاذ شاہ کو ساتھ لے جانے پر حامی بھری۔۔ معاذ بھی ہاں میں سر ہلاتے بیڈ سے کھڑا ہوا۔ ابھی وہ پورا ڈاکٹر بنا نہیں تھا اور پہلے ہی ڈاکٹرز والی وائب

آرہی تھی۔اس کے دل میں تو جیسے لڈو پھوٹ رہے تھے۔۔ حدائق شاہ کے پیچھے پیچھے چلتے وہ دونوں کمرے سے باہر نکلے۔ان کے قدموں کا رخ حدائق شاہ کے کمرے کی جانب تھا۔۔

حدائق شاہ نے کمرے میں داخل ہوتے معاذ شاہ کو بھی اندر بلایا۔پہلے اس نے تسلی کی تھی کہ فائزہ پر کمبل اچھے سے سیٹ تھا۔کیونکہ اس کی شال اُتار کر وہ پہلے ہی ایک سائڈ پر رکھ چکا تھا۔۔ کمبل سے صرف فائزہ شاہ کا منہ ہی نظر آرہا تھا۔۔"چیک کر اور بتا اسے ہوش میں کیسے لائیں؟؟ معاذ کو آگے کرتے حدائق شاہ نے سینے پر ہاتھ باندھتے کہا۔ وہ دعا کر رہا تھا بس کوئی پریشانی والی بات نا ہو۔۔ معاذ شاہ نے آگے بڑھتے فائزہ کے پاس کھڑے ہوتے ابھی اسے ہاتھ لگانے ہی لگا تھا کہ حدائق شاہ کے چیخنے پر وہ فوراً پیچھے ہوا۔"ہاتھ نہیں لگائے گا تو اسے! بغیر ہاتھ لگائے دیکھ۔۔ حدائق شاہ نے اسے فائزہ کو ہاتھ لگاتے دیکھ چیختے ہوئے کہا۔وہ فائزہ کے لیے کچھ زیادہ ہی پوسیسیو ہو رہا تھا۔۔"بھائی ایک کام کریں۔آپ صبح ہونے کا انتظار کر

لیں۔ مطلب حد ہے۔ میری بھی بھابھی لگتی ہیں یہ۔ اب میں صرف دیکھ کر کیسے بتاؤں کہ انہیں کیا ہوا ہے۔ تھوڑا بہت تو چیک اپ کرنا پڑے گا۔۔ منہ بناتے معاذ شاہ آگے بڑھتے دروازے کی طرف ہوا۔ اس کا ارادہ کمرے سے باہر جانے کا تھا۔ اس کے تو سگے بھائی کو بھی اس پر اعتبار نہیں تھا۔ اور کسی سے وہ کیا ہی کہتا؟؟ "اچھا رک۔ ہلکا سا ہاتھ لگانا۔ زیادہ ٹچ نا ہو تیرا ہاتھ اس کے چہرے پر۔ مجبوری میں حدائق شاہ نے حامی بھری۔ اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔۔ "نہیں کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جب آپ کو اعتبار ہی نہیں تو رہنے دیں۔!! معاذ شاہ نے کہتے پھر سے کمرے سے باہر جانا چاہا۔ لیکن حدائق شاہ اسے بازو سے پکڑ گیا تھا۔۔ "اعتبار کی بات نہیں ہے۔ میرا بھائی ہے تو۔ خود سے زیادہ مجھے تُجھ پر اعتبار ہے۔ لیکن بس میں نہیں چاہتا میری بیوی کو کوئی بھی اب ہاتھ بھی لگائے۔ جب تیری اپنی بیوی ہو گی تب تُجھے یہ بات سمجھ میں آئے گی۔ کہ میں ابھی ایسے کیوں کر رہا ہوں۔۔ نرمی سے کہتے حدائق شاہ نے اسے سمجھایا۔ معاذ نے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ وہ سمجھ سکتا تھا اپنے بھائی کی کیفیت۔ اور اب اس کے سمجھانے پر تو اور بھی

اچھے سے سمجھ گیا تھا۔ دوبارہ سے فائزہ کی طرف جاتے معاذ شاہ نے ہاتھ سے باری باری اس کی دونوں آنکھیں کھولتے معائنہ کیا۔ اب اتنا تو اسے پتہ ہی تھا۔ حدائق شاہ اپنے ہونٹ دانتوں تلے چباتے اسے دیکھ رہا تھا۔ ایک تو ہونٹ چبانے والوں عادت نجانے اسے کیسے لگ گئی تھی۔ "کوئی پریشانی والی بات نہیں ہے۔ صبح تک خود ہی ٹھیک ہو جائیں گیں۔ اور دوسری بات یہ سردی سے نہیں درد کی شدت سے بیہوش ہوئی ہیں۔ دیکھ لیجئے گا کہاں درد ہے انہیں۔!! سنجیدگی سے کہتے معاذ شاہ نے واپس سے اپنے قدم حدائق شاہ کی طرف بڑھائے۔ لیکن وہ حدائق شاہ کو مزید پریشان کر گیا تھا۔ اب نجانے اسے کہاں درد تھا جو وہ بیہوش ہی ہو گئی تھی۔ "چلتا ہوں میں۔ جب یہ ہوش میں آجائیں تو دوائیاں ٹائم پر دے دیجئے گا انہیں۔ ورنہ ایسا نہیں ہو کہ مزید طبیعت بگڑ جائے۔۔ سنجیدگی سے کہتے وہ کمرے سے باہر نکلا۔ پیچھے وہ حدائق شاہ کو بے بسی سے آنکھیں میچنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔

حدائق شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے کمرے کے دروازے کو لاک کیا۔ اپنے دکھتے سر کو ہاتھ سے دباتے حدائق شاہ میں سائڈ ٹیبل سے پیناڈول کی گولی اٹھاتے ایک ساتھ تین گولیاں لیں۔۔ اس کا سر جتنا پھٹ رہا تھا وہ تین کی بجائے دس گولیاں بھی لے لیتا اسے آرام نہیں آنا تھا۔ نیند تو جیسے اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ پریشانی ہی اتنی تھی کہ وہ نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔۔ بیڈ پر بیٹھتے اس نے نرمی سے فائزہ کو بیڈ سے اپنی گود میں ٹرانسفر کیا۔ خود بیڈ سے ٹیک لگائے وہ فائزہ شاہ کے بیہوش وجود کو اچھی طرح اپنی گود میں ایڈجسٹ کر گیا تھا۔ اسے وجہ جاننی تھی کہ کہاں درد ہے فائزہ کو۔ وہ بھی اتنا کہ وہ بیہوش ہی ہو گئی ہے۔۔ اس کی گردن پر دانتوں کے نشان دیکھتے حدائق شاہ نے سختی سے اپنے جبڑے بھینچے۔ پہلی مرتبہ وہ مقابل کے خدوخال اور جسم پر پورے استحقاق سے نظریں جما رہا تھا۔۔ اور پہلی مرتبہ دیکھنے میں ہی اس کے خون میں اُبال سے اٹھ رہے تھے۔۔ اس کی گردن سے بال سائڈ پر کرتے حدائق شاہ نے یہاں نرمی سے اپنے لب رکھنے شروع کیے۔۔ وہ جیسے ہر جگہ اپنا لمس بکھیرنا چاہ رہا تھا۔ حدائق شاہ

دیوانگی کے عالم میں آنکھیں بند کئے بے حد نرمی سے اس کی گردن پر اپنے لبوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔۔ جگہ جگہ فائزہ شاہ کی گردن پر اس درندے کے دانتوں کے نشان تھے۔۔ اور حدائق شاہ ہر جگہ ہی اب اپنا لمس چھوڑ رہا تھا۔ جبکہ ایک ہاتھ پورے حق سے فائزہ کے بدن پر گھوم رہا تھا۔ حدائق شاہ آنکھیں بند کیے کسی اور ہی جہاں میں پہنچا ہوا تھا۔۔ اس کا ہاتھ ابھی فائزہ کے پیٹ پر رینگ ہی رہا تھا کہ فائزہ کو بیہوشی میں جھٹکا کھاتے دیکھ وہ اچانک ہوش میں آیا۔ فائزہ کے جسم نے نجانے کیوں ایک جھٹکا سا کھایا تھا۔۔ حدائق شاہ نے اتنا تو محسوس کیا تھا کہ اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھتے یہ ہوا ہے۔۔ مارے تجسس کے حدائق شاہ نے نرمی سے فائزہ شاہ کے پیٹ پر سے قمیض ہٹائی۔۔ لیکن جلد ہی وہ اپنی آنکھیں میچ گیا تھا۔ مقابل کا پیٹ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے جلایا گیا ہو۔ لیکن وہ بیلٹ سے مارنے کے نشان تھے۔ اس کے پورے پیٹ پر گہرے زخم تھے۔ اور سونے پر سہاگہ ان کی ڈریسنگ کرنا تو دور۔ ان پر مرہم بھی نہیں رکھی گئی تھی۔۔ زخموں سے خون رستے اب خود ہی خشک ہو چکا تھا۔ لیکن ان کی حالت بہت بری تھی۔۔ حدائق شاہ کو فائزہ کے

بیہوش ہونے کی وجہ اب اچھے سے سمجھ لگی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ دھان پان سی لڑکی خود پر اتنے ظلم سہہ گئی۔۔ حنان لغاری پر اس کا غصّہ دوبارہ عود آیا تھا۔ فائزہ سے فارغ ہو کر اس کا ارادہ ایک مرتبہ پھر سے حنان لغاری کے پاس چکر لگانے کا تھا۔۔

نرمی سے فائزہ کو بیڈ پر لیٹاتے حدائق شاہ بیڈ سے کھڑا ہوا۔ اس کا ارادہ ان زخموں کی ڈریسنگ کرنے کا تھا۔۔ زمین سے میڈیکل باکس اٹھاتے حدائق شاہ واپس سے بیڈ پر آتے بیٹھا۔۔ فائزہ کے پیٹ سے قمیض ہٹاتے وہ بہت نرمی سے اس کے پیٹ کے زخم صاف کر رہا تھا۔ پہلے وائپس سے وہ انہیں صاف کر رہا تھا۔ تاکہ جما ہوا خون صاف ہو اور ڈریسنگ کرنے میں آسانی ہو سکے۔ فائزہ شاہ کے جسم نے بیہوشی میں بھی دوبارہ سے جھٹکا کھایا تھا۔ شاید اسے بہت زیادہ درد تھا۔۔ حدائق شاہ نے پریشانی سے اسے دیکھتے مزید نرمی سے اس کے زخم صاف کیے۔ فائزہ کی تکلیف اپنی جگہ مگر یہاں ڈریسنگ کرنی ضروری تھی۔ ورنہ انفیکشن بھی ہو سکتا تھا۔۔ اچھی طرح زخموں کو صاف کرتے حدائق شاہ نے ٹیوب ہاتھ میں لیتے بہت دھیمے دھیمے ہاتھوں

سے اس کے پیٹ پر لگانی شروع کی۔ ٹیوب لگاتے وہ صحیح سے اس کے پیٹ پر پٹی باندھ گیا تھا۔ اچھی طرح اپنی تسلی کرتے حدائق شاہ اس سے دور ہوا۔ وہ اس کا رخ پلٹتے ایک مرتبہ اس کی کمر کو بھی چیک کر گیا تھا۔ لیکن کمر پر سوائے چھوٹے موٹے زخموں کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ حدائق شاہ نے سکون کا سانس لیتے میڈیکل باکس سائڈ پر رکھا۔ اس کی آنکھیں ضبط کے مارے خون چھلکا رہی تھیں۔ یہ رات آج کتنی لمبی اور اس پر کتنی بھاری تھی۔ کوئی حدائق شاہ سے پوچھتا۔ انگوٹھے کے پوروں سے اپنی آنکھیں مسلتے وہ فائزہ کے ساتھ ہی بیڈ پر آتے لیٹا۔ "مجھے معاف کرنا زندگی۔ میرے بس میں ہوتا تو تمھیں کانٹا بھی نہیں چبھنے دیتا۔ لیکن یقین کرو سب کچھ میرے بس سے باہر تھا۔ لیکن اب میں وعدہ کرتا ہوں۔ آئندہ تمھیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔!! حدائق شاہ تمہاری ہر تکلیف خود پر لینے سے کبھی نہیں کترائے گا۔۔ فائزہ شاہ کے کان میں ہلکے سے سرگوشی کرتے حدائق شاہ نے شدت سے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔ اس کی سوچ سے زیادہ یہ لڑکی تکلیف میں تھی۔ اور بے بس اتنی تھی کہ کسی کو اپنی تکلیف بتا بھی نہیں سکتی تھی۔ حدائق شاہ کے دل

میں اس کے لیے محبت جیسے مزید بڑھ گئی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح فائزہ شاہ کو اپنے اندر بسا لے۔ اسے چھپا لے اس بے رحم دنیا سے۔ اسے لے کر کسی ایسے جہاں میں چلا جائے جہاں کوئی تکلیف کوئی غم نا ہو۔۔ اور بہت جلد حدائق شاہ کا یہی کرنے کا ارادہ تھا۔۔ اس کے ماتھے کو نرمی سے چومتے حدائق شاہ نے بھی اپنی آنکھیں موندی۔ نیند تو کہاں آنی تھی۔ وہ بس ایسے ہی آنکھیں موندتے لیٹ گیا تھا۔ ویسے بھی کچھ ہی دیر میں فجر کی نماز کا وقت بھی ہونے والا تھا۔ نماز کے لیے اسے دوبارہ سے اٹھنا بھی تھا۔۔ اسی لیے تھوڑی دیر کمر سیدھی کرنے کا سوچتے آنکھیں موند گیا۔۔

عدیل شاہ کی گاڑی تھانے کے بھی آتے رکی۔ اتنی رات میں وہ نیند سے اٹھ کر تھانے آیا تھا۔ مقصد ایک بہت ضروری کام کرنا تھا۔ ورنہ آبان خان کال کر کر کے اس کا جینا حرام کر دیتا۔ اسے ابھی ہی ہسپتال سے کال آئی تھی۔ کہ بچے کو ہوش آ چکا تھا۔ سکون کا سانس لیتے وہ ابھی ہی راحیل کو تھانے سے لینے خود آیا تھا۔ شکر تھا

کہ بچے کی جان بچ گئی تھی۔ گاڑی سے نکلتے عدیل شاہ نے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ تھانے میں اس وقت ہو کا عالم تھا۔ ہر کوئی اتنی سردی میں رات کے وقت آرام کرنے میں مصروف تھا۔ایسے میں صرف ایک عدیل شاہ ہی تھا جو خوار ہو رہا تھا۔!! سامنے ہی راحیل خان کرسی پر بیٹھا سگریٹ پھونک رہا تھا۔ اس کی ٹانگیں سامنے رکھی کرسی پر تھی۔ جبکہ اپنی کرسی پر سر رکھے وہ چھت پر نظریں جمائے سگریٹ پی رہا تھا۔۔ عدیل شاہ کی وجہ سے اسے لاک اپ میں نہیں ڈالا گیا تھا۔ لیکن ابھی بھی وہ یہاں شدید سردی میں ایسے ہی پڑا تھا۔ سردی سے بچنے کے لیے کوئی چادر بھی نہیں تھی اس کے پاس۔۔ عدیل شاہ نے اسے دیکھتے اپنے قدم اسی کی طرف بڑھائے۔اسے نجانے کیوں راحیل پر ترس سا آتا تھا۔۔ثابت ہوا تھا کہ راحیل خان مر بھی جائے تب بھی کسی کو اس کا کوئی خیال نہیں تھا۔ ابھی بھی سوائے آبان خان کے پورے خان ولا میں سے کسی نے بھی تھانے آنا تو دور کال کر کے بھی نہیں پوچھا تھا۔۔ صرف ایک مرتبہ عدیل شاہ کے پاس بالاج کی کال آئی تھی۔ جسے اس نے تسلی دے دی تھی۔ اس کے علاوہ کسی بڑے نے پوچھنا بھی

گوارہ نہیں کیا تھا۔۔ حالانکہ عدیل شاہ جانتا تھا کہ یہ بات گھر میں سب کو پتہ ہو گی۔ سوشل میڈیا پر ویڈیو تھوڑی دیر کے لیے کسی نے اپلوڈ کی تھی۔ لیکن عدیل شاہ وہ وائرل ہونے سے پہلے ہی ڈیلیٹ کروا چکا تھا۔۔ اس کے علاوہ بھی جب آبان خان تک خبر جا سکتی تھی تو باقی سب کو بھی پتہ چلا ہی ہو گا۔ لیکن اسے تو سب نے ایسے سمجھ رکھا تھا جیسے راحیل خان ان کی سگی اولاد ہو ہی نہیں !!

راحیل کی طرف بڑھتے عدیل شاہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ "اٹھ میرے ساتھ چل۔ بچے کو ہوش آ گیا ہے۔ شکر ہے جان چھٹی ہم سب کی اس عذاب سے۔!! ایک گہری سانس بھرتے عدیل شاہ نے اسے ساری بات بتائی۔ راحیل کی کب سے اٹکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔ کب سے وہ خود کو کوس رہا تھا۔ وہ گلٹ میں مبتلا تھا۔ لیکن عدیل شاہ نے اسے خوشخبری سنا کر جیسے اس کے سر سے منوں بوجھ اتار دیا تھا۔۔ "شکر ہے اللہ کا!! عدیل کی طرف دیکھ کر کہتے راحیل خان کرسی پر سیدھا ہوا۔۔ "ہاں چل میرے ساتھ!! عدیل شاہ نے اس کے ہاتھ سے سگریٹ لیتے کہا۔ "نہیں تو جا۔ میں خود اپنی گاڑی میں جاؤں گا۔ مجھے کہیں اور جانا

ہے۔!! کرسی سے کھڑے ہو کر کہتے راحیل خان نے اپنی شرٹ جھاڑی۔اس کی شرٹ پر سگریٹ کا کچرا گرا ہوا تھا۔۔"چپ کر کے میرے ساتھ چل۔آج رات گھر پر رہ لینا۔۔اس کے بعد صبح ہسپتال جانا ہے بچے کو دیکھنے۔اُسے اُس کے گھر پہنچا دیں پھر جہاں مرضی چلے جانا تو۔۔اسے بازو سے پکڑتے عدیل شاہ نے روکتے ہوئے کہا۔جو آگے بڑھتے باہر جا رہا تھا۔۔"صبح تک کا ٹھیک ہے۔۔لیکن ابھی مجھے ایک بہت ضروری کام ہے۔تو تو پلیز زیادہ فورس مت کر۔اب تک تو نے میرے لیے جتنا کیا بہت بہت احسان ہے تیرا۔کبھی ضرورت پڑی تو میں یہ اُتار بھی دوں گا۔لیکن ابھی کے لیے مجھے میرے حال پر چھوڑ دے۔!! سپاٹ سے لہجے میں کہتے راحیل خان اس سے اپنا بازو چھڑواتے تھانے سے باہر نکلا۔پیچھے عدیل شاہ دانت پیستے اس کی پیٹھ کو دیکھ کر رہ گیا۔"میری بلا سے جہاں مرضی جائے۔۔اپنے دماغ میں سوچتے عدیل شاہ سر جھٹکتے خود بھی تھانے سے باہر نکلا۔اس کا ارادہ گھر جانے کا تھا۔پاکیزہ بیگم کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔اس کا گھر ہونا لازمی تھا۔۔

راحیل خان نے اپنی گاڑی میں بیٹھتے اس کے رخ قبرستان کی طرف لیا۔اس کا چہرہ حد درجہ سپاٹ تھا۔۔آج دل زیادہ بھاری تھا تو وہ اپنا غم ہلکا کرنے اپنی ماں کی قبر پر جا رہا تھا۔سب سوچ رہے تھے کہ اس نے نوٹ نہیں کیا ہو گا۔ لیکن اسی نے سب سے زیادہ نوٹ کیا تھا کہ گھر میں سے کسی بڑے نے بھی ایک مرتبہ بھی اس کی خیریت نہیں پوچھی تھی۔۔کسی اور سے وہ کیا ہی گلا کرتا۔جب اس کے اپنے سگے باپ کو ہی اس کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔۔اس کی گاڑی ہواؤں سے باتیں کرتی قبرستان کی طرف روانہ تھی۔اس کی زندگی میں اپنے غم اتنے تھے کہ وہ قہر برساتی سردی کو بھی محسوس نہیں کر پا رہا تھا۔۔اب تو وہ اپنے پاکستان آنے پر بھی پچھتا رہا تھا۔ وہ امریکہ میں ہی صحیح تھا۔کم سے کم ایک تسلی تو تھی وہاں کوئی اپنا ہے ہی نہیں۔جو اسے پوچھے۔!! لیکن اب جب سارے اپنے پاس تھے۔وہ تب بھی تنہا ہی تھا۔نا اس کے پاس پہلے کوئی تھا اور نا ہی اب!! "قبرستان کے گیٹ پر گاڑی روکتے راحیل خان گاڑی سے باہر نکلا۔ یہاں اسے اپنی ماں کی قبر اچھے سے یاد تھی۔۔بھلے ہی وہ یہاں چھ، سات سال بعد آ رہا تھا۔لیکن پھر بھی اسے ایک ایک

چیز۔ یاد تھی۔۔اپنے عزیز لوگوں کی قبریں کہاں بھولتی ہیں بھلا؟؟آسمان کی طرف دیکھ کر ایک گہری سانس بھرتے راحیل خان آگے بڑھا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہا تھا ویسے ویسے اس کا دل مزید بھاری ہو رہا تھا۔۔گلے میں آنسوؤں کا گولا سا اٹک رہا تھا۔۔اسے لگ رہا تھا جیسے دل پر کسی نے ایک بھاری پتھر رکھ دیا ہو۔ جس کا بوجھ وہ اپنے اوپر لینے سے قاصر تھا۔۔اپنی ماں کی قبر کے پاس پہنچتے راحیل خان کے قدم رکے۔ قبر پر چھوٹے چھوٹے پودے اُگنے لگے تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے برسوں سے اس قبر پر کسی نے چکر ہی نہ لگایا ہو۔ آس پاس کی ساری قبریں گیلی تھیں۔ ایک یہی قبر تھی جو سوکھی اور ویران معلوم ہو رہی تھی۔ راحیل خان کے دل میں ہول سے اٹھ رہے تھے۔ اپنے باپ سے وہ اور کیا ہی اُمید کر سکتا تھا بھلا!! وہ خود تو چلو امریکہ میں تھا۔ پیچھے سے اس کے باپ نے بھی یہاں چکر لگانا مناسب نہیں سمجھا۔ اسے یہی بات کھائے جا رہی تھی۔۔نیچے مٹی پر بیٹھتے راحیل خان نے چاند کی روشنی میں ہاتھ سے پودے چننے شروع کیے۔ یہ زیادہ نہیں تھے۔ راحیل خان اکیلے بھی پانچ منٹ میں یہ کام کر سکتا تھا۔۔سارے چھوٹے چھوٹے پودے چنتے راحیل خان نے

ہاتھ قبر پر پھیرا۔ وہ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔ یہاں بیٹھ کے اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کی ماں اس کے سامنے ہی موجود ہو۔ اور وہ ان کے سامنے بلکل کسی بچے کی طرح بیٹھا ہو۔۔

"آپ اتنی جلدی کیوں چلی گئیں ماما۔ اپنے راحیل کو چھوڑ کر!! بچوں کی طرح ہونٹ باہر نکال کر کہتے راحیل خان نے نیچے قبر پر اپنا سر ٹکایا۔۔اس کے آنسوں قبر پر گر رہے تھے۔ دل کا بوجھ تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ آخر وہ بھی انسان تھا۔ کب تک سہتا؟؟ یہ دنیا بہت ظالم ہے ماما۔ لوگ بہت ستاتے ہیں۔ آپ کا راحیل اندر سے خالی ہوتا جا رہا ہے ماما۔۔ مجھے آپ کی بے حد ضرورت ہے۔ میں آپ کے پاس آنا چاہتا ہوں ماما۔ سسکتے ہوئے وہ جیسے اپنی ماں کو وہ اپنے دل کا حال بتا رہا تھا۔ اس وقت پورے قبرستان میں ہو کا عالم تھا۔ کوئی انسان تو کیا جانور بھی یہاں نظر نہیں آ رہا تھا۔ ایسے میں ایک وہی تھا جو گھٹنوں کے بل بیٹھے بری طرح سسک رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی ماں کچھ نہیں سن رہی ہو گی۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہا تھا۔ آخر کو ماں تھی۔ اس کے سامنے آتے وہ ساری ہمت ہار گیا تھا۔۔ "مجھے آپ کی

گود میں سر رکھنا ہے ماما۔ بلکل ایسے ہی جیسے میں بچپن میں رکھتا تھا۔ جیسے بچپن میں آپ کے پاس آکر اپنا ہر غم ہر دکھ آپ کو بتاتا تھا۔ بلکل ایسے ہی۔ کدھر چلی گئی ہیں آپ ماما۔ مجھے چھوڑ دیا آپ نے بھی باقی سب کی طرح۔ آخر کوئی مجھے میرا قصور کیوں نہیں بتاتا۔ بس سارے دکھ دینے پر تلے ہوتے ہیں۔ کوئی یہ کیوں نہیں سوچتا کہ میں بھی انسان ہوں۔۔ میرے سینے میں بھی دل ہے۔ مجھے درد ہوتا ہے ماما۔ میرا دل پھٹتا ہے۔ پلیز ماما واپس آجائیں۔۔ پلیز اپنے راحیل کے پاس آجائیں۔ لوگوں کے سامنے مضبوط بننے کی اداکاری کرتے کرتے میں تھک گیا ہوں۔ میرا دل مزید نہیں سہہ سکتا۔۔!! ہونٹ باہر نکالتے وہ بچکیوں سے روتے ہوئے ان سے باتیں کر رہا تھا۔ یہاں آکر وہ بلکل ایک بچہ بن گیا تھا۔۔ شاید ماں کے سامنے ہر کوئی ہی ایسے ہو جاتا ہے۔ دور کہیں پر فجر کی اذانیں ہونا شروع ہو چکی تھی۔ لیکن راحیل خان مسلسل روئے جا رہا تھا۔ بوجھ تھا کہ ہلکا ہونے میں ہی نہیں آرہا تھا۔ اسے آج اپنے اگلے پچھلے سارے غم یاد آرہے تھے۔۔ اور وہ ہر غم باقاعدہ بول کے اپنی ماں کو بتا رہا تھا۔ شاید ہی کوئی رہ گیا تھا جس کی راحیل خان نے شکایت نا لگائی

ہو۔۔ جیسے کسی بچے کو تھپڑ مارا جائے اور وہ روتے روتے اپنی ماں کے پاس آکر خود کو مارنے والے کی شکایت لگا رہا ہو۔ بلکل ایسے ہی وہ بھی انہیں سب کے بارے میں بتا رہا تھا۔ کون کیا سلوک کرتا ہے! کس نے کہاں کہاں اسے ہرٹ کیا!! کوئی ایسی بات نہیں تھی جو آج وہ اپنے دل میں رکھ رہا تھا۔ یہ دل کا غبار تھا جو چھ سالوں بعد آج نکل رہا تھا۔ بھولا وہ کچھ بھی نہیں تھا۔ ایک ایک بات اس کے دل میں نقش تھی۔ لوگوں کی باتیں، ان کے رویے سب کچھ اسے یاد تھا۔ معاف تو وہ اسی وقت کر دیتا تھا۔ لیکن باتیں دل میں آج بھی نقش تھیں۔ کچھ بھولنے والوں میں سے نہیں تھا وہ!! ایک گھنٹے سے اوپر ہو گیا تھا۔ لیکن اس کی باتیں ابھی تک ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔۔ نا تو آنسوں خشک ہونے کا نام لے رہے تھے اور نہ ہی باتیں ختم ہو رہی تھیں۔ آج ہر دکھ دل سے نکل رہا تھا۔۔

اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس کرتے راحیل خان نے سر اٹھاتے اپنے دائیں طرف دیکھا۔۔ جہاں ایک بڑی سی داڑھی والے بزرگ اس کے پاس کھڑے تھے۔ راحیل نے فوراً ہی اپنے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں صاف کی۔۔ "شکر ہے

کوئی تو آیا اس قبر پر۔ ورنہ مجھے تو لگا تھا کہ اس قبر کا کوئی والی وارث ہی نہیں ہے۔ ایک عرصے سے میں یہاں رہتا ہوں اور دیکھتا آرہا ہوں۔ ایک واحد قبر ہے جہاں پر کوئی بھی نہیں آتا۔ بزرگ نے اس کا کندھا چھوڑتے سیدھا ہوتے کہا۔ راحیل بھی فوراً ہی اپنے کپڑے جھاڑتے زمین سے کھڑا ہوا تھا۔ بزرگ کی بات پر اس میں شرمندگی سے ہونٹ کاٹتے نظریں جھکائی۔ "ارے تمھیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیا لگتے ہو تم اس کے؟ ہلکا سا مسکرا کر اسے ریلکس کرتے بزرگ نے قبر کی طرف اشارہ کرتے پوچھا۔۔ "ماں ہیں یہ میری۔ بیٹا لگتا ہوں میں ان کا!! بزرگ کی طرف دیکھتے راحیل خان نے دھیمے سے جواب دیا۔۔ بزرگ نے اچھا کی صورت میں سر ہلایا تھا۔۔ "آپ باقی قبروں کے ساتھ اس کی بھی دیکھ بھال کر دیجئے گا پلیز۔ خشک نا ہونے دیجئے گا اسے۔ اور لپائی بھی کر دیجئے گا۔ راحیل خان نے کہتے اپنی جیب سے پیسے نکالے۔ وہ قبر کی دیکھ بھال کے لیے انہیں پیسے دینا چاہتا تھا۔۔ لیکن ایک اور ارادہ آج اس نے کیا تھا۔ ہر جمعے کو اس قبر پر آنے کا۔ تاکہ خود بھی دیکھتا رہے۔۔ بزرگ نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔ راحیل خان نے ہلکا سا

مسکراتے ان کے ہاتھ میں پیسے تھمائے۔ بزرگ نے بنا کسی تردد کے اس سے پیسے لے لیے تھے۔ آخر کو کام بھی تو اسی کا تھا۔۔ ایک آخری نظر قبر پر ڈالتے راحیل خان نے اپنے قدم آگے بڑھائے۔ ہلکی ہلکی روشنی ہونا شروع ہو چکی تھی۔ صبح بس ہونے ہی والی تھی۔ راحیل خان کا ارادہ اب ہسپتال جانے کا تھا۔ سکون کی نیند تو شاید اس کے نصیب میں ہی نہیں تھی۔۔

قسط نمبر:48

راحیل خان کی گاڑی ہسپتال میں آتے رکی۔۔ صبح کا وقت تھا۔ اور وہ قبرستان سے سیدھا اِدھر ہی آیا تھا۔ اس کے دل پر سے بوجھ تبھی اترنا تھا۔ جب وہ بچے کو سہی سلامت اس کے گھر پہنچاتا۔ ابھی تک تو کسی بھی بچے کی گمشدگی کی کو رپورٹ عدیل کے پاس نہیں آئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ بچے کے گھر والوں کو علم ہی نہیں تھا۔ نجانے کیوں ابھی تک اس کے گھر والوں نے پولیس سے رابطہ نہیں کیا تھا۔۔ اپنے دل میں سوچتے راحیل خان سب سے پہلے ڈاکٹر کے کیبن میں گیا۔ اسے پہلے ڈاکٹر

سے بچے کی کنڈیشن کے بارے میں پوچھنا تھا۔!! "ہیلو مسٹر راحیل!! راحیل کو اپنے کمرے میں دیکھتے ڈاکٹر نے کھڑے ہوتے خوشدلی سے اس کا ویلکم کیا۔ وہ راحیل خان کو اچھے سے جانتے تھے۔ بلکہ وہ خان ولا میں سب سے ہی واقف تھے۔۔ "کیسے ہیں آپ؟ راحیل خان نے مسکراتے ان کا حال پوچھا۔۔ "میں ٹھیک آپ بیٹھیں پلیز!! ڈاکٹر نے کرسی پیچھے کرتے اسے بیٹھنے کو کہا۔خود بھی وہ کھڑے ہی تھے۔!! "نہیں میں بیٹھوں گا نہیں۔ بس اس بچے کے بارے میں بتا دیں اور اس وقت وہ جاگ رہا ہے یا نہیں؟ مجھے کچھ بات کرنی ہے اس سے۔۔ راحیل خان نے سیدھا مدعے پر آنا چاہا۔ایک بات تھی جو کل سے اس کے دماغ میں کھٹک رہی تھی۔اب بچے سے مل کر ہی اسے اس بات کا جواب ملنا تھا۔۔ "جی وہ ٹھیک ہے بلکل۔ کچھ چوٹیں تھی۔ پسلی کے پاس سے کافی سوجن تھی وہاں بھی علاج کر دیا ہے ہم نے۔اور سر پھٹا تھا اس پر بھی مرہم پٹی کر دی ہے۔بس دوائیاں ٹائم پر دیجئے گا اُسے۔۔ انشاءاللہ بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔!! ڈاکٹر نے مسکراتے پروفیشنل لہجے میں کہا۔انہیں تو یہی چوٹیں نظر آئی تھیں۔۔ راحیل نے سمجھنے کے

انداز میں سر ہلایا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ پسلی پر بھی چوٹ لگی ہو گی۔۔"اب جاگ رہا ہے وہ؟؟ "جی جاگ رہا ہے۔آپ مل سکتے ہیں۔ مسکرا کر کہتے ڈاکٹر نے اسے بچے سے ملنے کی اجازت دی۔ جو ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی نیند سے جاگا تھا۔ ہوش میں آنے کے کچھ دیر بعد ہی وہ واپس سے نیند میں جا چکا تھا۔اور ابھی ہی اٹھا تھا۔۔ راحیل نے ہاں میں سر ہلاتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔۔اس کے قدموں کا رخ وارڈ روم کی جانب تھا۔ جہاں پر بچے کو رکھا گیا تھا۔۔

وارڈ روم کا دروازہ ناک کرتے راحیل خان اندر داخل ہوا۔ جہاں سامنے ہی بیڈ پر وہ معصوم جان چھت پر نظریں جمائے لیٹی ہوئی کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔۔ راحیل خان نے آگے بڑھتے گلا کھنکھارتے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔ نجانے اتنا سا بچہ کونسی سوچوں میں مگن تھا۔ کہ اس کے کمرے میں آنے کا نوٹس بھی نہیں لے پایا تھا۔۔بچے نے کسی کی آواز سنتے اپنے دائیں طرف دیکھا۔ جہاں راحیل خان ہلکا سا مسکراتے اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔ "ہائے چیمپ کیسے ہو؟؟ مسکراتے

راحیل خان نے بیڈ کے پاس جاتے اس کا حال پوچھا۔۔"آپ کون؟ بچے نے اس کی طرف انجان نظروں سے دیکھتے بغیر اس کی بات کا جواب دیے اپنا سوال پوچھا۔۔"میں!! میں راحیل خان۔اصل میں میری ہی گاڑی سے تمھارا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔اور پھر تمہیں ہاسپٹل پولیس لائی تھی۔کیونکہ مجھے بھی پولیس ہی پکڑ کر لے گئی تھی۔!! کندھے اچکا کر افسوس سے کہتے راحیل خان نے تفصیل سے اسے اپنا تعارف دیا تھا یا ساری ڈیٹیل بتائی تھی۔۔وہ بچہ سمجھ نہیں سکا تھا۔"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟؟اس کے پاس ہی بیڈ کی طرف اشارہ کرتے راحیل خان نے معصومیت سے پوچھا۔"بچے نے نجانے کیوں اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔حالانکہ اسے راحیل خان کوئی خاص پسند نہیں آیا تھا۔اور نہ ہی اس پر اعتبار ہو رہا تھا۔"تو بتاؤ نام کیا ہے تمھارا؟؟آرام سے اس کے پاس بیڈ پر جگہ بنا کر بیٹھتے راحیل خان نے جان پہچان بنانی چاہی۔وہ ابھی ہی اس بچے کو دیکھ رہا تھا۔اور اسے یہ کیوٹ بھی لگا تھا۔پہلے تو اس کا دماغ ہی اتنا ماؤف تھا کہ اُسے بچے کی شکل یاد ہی نہیں تھی۔لیکن اب وہ خود کو کافی ہلکا پھلکا سا محسوس کر رہا تھا۔۔"ضیغم نام ہے میرا۔۔ضیغم نسیم!!"

ضیغم نے آہستہ سے بولتے اسے اپنا نام بتایا۔ "ہمم! تمہاری طرح تمھارا نام بھی بہت کیوٹ ہے۔ اس کے بال بگاڑتے راحیل خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ مقابل کو اپنے ساتھ گھلنا ملانا چاہتا تھا۔ تاکہ وہ جو بھی اس سے پوچھے۔ ضیغم بلا جھجھک اسے بتا سکے۔۔ "میرے بال خراب مت کیجئے گا اب۔۔ منہ کے خراب سے زاویے بناتے ضیغم نے سختی سے جوٹوکا۔ اسے مدحا کی بھی ایک یہی عادت زہر لگتی تھی۔ اور اب راحیل خان بھی ہی حرکت کر رہا تھا۔۔ "اوکے تم تو غصّہ ہی کر گئے۔۔ سرنڈر کرنے کے انداز میں اپنے ہاتھ اٹھاتے راحیل خان نے ہار مانی۔!! "اچھا اب اپنے گھر والوں کا نمبر دو تاکہ میں انہیں کال کروں۔ اور وہ تمہیں یہاں سے آکر لے جائیں۔۔ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے راحیل خان نے موبائل نکالتے اس سے گھر والوں کا نمبر مانگا۔!! ضیغم کے چہرے پر فوراً ہی خوف سا اُمڈ آیا تھا۔ اپنا کیا گیا کارنامہ اور پھر فرحت بیگم کی مار۔ سب کچھ یاد آتے اسے خوف کھانے پر مجبور کر رہا تھا۔۔ "نمبر بتاؤ بیٹا!! اسے خاموش دیکھ راحیل خان نے پھر سے بات دہرائی۔!! "میرے کوئی گھر والے نہیں ہیں۔ میں اکیلا ہی ہوں۔۔ تھوک نگلتے

ضیغم نے صاف جھوٹ بولا۔ وہ مارے ڈر کے گھر جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔ راحیل خان نے جانچتی نظروں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ایسا تو نہیں ہو سکتا تھا کہ اس بچے کا کوئی گھر ہی نہ ہو۔۔"میری گاڑی کے سامنے تم خود آئے تھے نا؟؟ کیا میں اتنی سی عمر میں تمہارے خودکشی کی کوشش کرنے کی وجہ جان سکتا ہوں؟؟اور یہاں راحیل خان نے اپنے دل میں کھٹکتا سوال پوچھ ہی لیا تھا۔ اسے چکر ضرور آرہے تھے۔ لیکن وہ اتنا بھی بے خبر نہیں تھا۔ ڈرائیونگ کا ایک عرصے کا ایکسپیرینس تھا اس کا۔ جب وہ نشے کی حالت میں بحفاظت گاڑی چلا سکتا تھا تو معمولی سے چکر نے اس کا کیا ہی بگاڑ لینا تھا؟؟ آج تک اس سے کبھی کوئی ایکسیڈنٹ نہیں ہوا تھا۔ یہ اس کی پوری زندگی میں پہلا ایکسیڈنٹ تھا۔ جس میں غلطی سراسر بھی اس کی نہیں تھی۔ ضیغم نسیم خود ہی خودکشی کرنے کی کوشش کرتے جان بوجھ کر اس کی گاڑی کے سامنے آیا تھا۔!! ضیغم نے سفید چہرے کے ساتھ نفی میں سر ہلایا۔اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ بچ جائے گا۔۔"جھوٹ مت بولو میرے ساتھ۔ اندھا نہیں ہوں میں۔ میں تمھیں کچھ کہہ بھی نہیں رہا۔بس تمہاری خودکشی کی وجہ

جاننا چاہتا ہوں۔ چودہ پندرہ سال کے ہو گے تم۔ اتنی سی عمر میں خودکشی۔ افف میرے خدایا۔۔ "راحیل خان نے تاسف سے اسے دیکھتے کہا۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ ضیغم کی وجہ سے جیل گیا ہے۔۔ وہ واقعی میں بس اس سب کے پیچھے کی اصل وجہ جاننا چاہتا تھا۔۔ جبکہ ضیغم تو بلکل خاموش ہو چکا تھا۔ کچھ جواب دینے کے لیے تھا ہی نہیں اس کے پاس۔۔ "بتاؤ بچے۔ بڑا بھائی سمجھ کر بتاؤ۔ کوئی پریشانی ہے۔ پیسوں کی ضرورت ہے کیا مسئلہ ہے؟؟ اسے بلکل خاموش دیکھ راحیل خان نے نرمی سے پوچھنا چاہا۔۔ "مجھے گھر نہیں جانا پلیز!! ضیغم نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھاتے راحیل کی طرف دیکھتے معصومیت سے کہا۔ بے بسی سے وہ رونا شروع ہو چکا تھا۔!! "اچھا ٹھیک ہے نہیں بھیجتے تمھیں گھر۔ اب وجہ بتاؤ!! اسے روتے دیکھ راحیل خان نے فلحال اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ وہ ابھی بس اس سے وجہ اُگلوانا چاہتا تھا۔۔ "امی مارتی ہیں بہت۔ ابھی بھی میں گھر جاؤں گا تو وہ ابّو سے کہہ کر جان سے مروادے گیں مجھے۔۔ کیونکہ میں اُن سے بتمیزی کر کے گھر سے نکلا

تھا۔!! اپنی اُنگلیاں مروڑ کر کہتے وہ راحیل خان کو حیرت سے منہ کھولنے پر مجبور کر گیا تھا۔ مقابل ماں کی ڈانٹ سے بچنے کے لیے خودکشی کرنے جارہا تھا۔ حد ہے۔!! "ابھی ماں ہے تو غلط باتوں پر ڈانٹ بھی لیتی ہے اور مار بھی۔ میری ماں نہیں ہے مجھ سے پوچھو ان سب کی اہمیت۔۔" ہلکا سا مسکراتے راحیل خان نے اسے نرمی سے سمجھایا۔ وہ سوچ رہا تھا پتہ نہیں کتنی بڑی بات ہو گی۔ لیکن یہاں تو کچھ تھا ہی نہیں۔!! "میری بھی ماں نہیں ہے۔ میں بھی جانتا ہوں اس سب کی اہمیت!! اسی کے انداز میں مسکراتے ضیغم نے جواب دیا۔۔ راحیل خان کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا تھا۔ ابھی وہ کہہ رہا تھا کہ امی مارتی ہے۔ اور اب کہہ رہا تھا کہ ماں ہے ہی نہیں۔!! "تم ہوش میں تو ہو نہ؟؟ اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ کرتے راحیل خان نے حیرت سے پوچھا۔۔ ضیغم نیچے منہ کر کے مسکرا دیا تھا۔ مقابل کی حیرانی کی وجہ وہ جانتا تھا۔۔ "سوتیلی ماں ہیں میری۔ سگی ماں کی وفات ہو چکی ہے۔ راحیل خان کی طرف دیکھتے اس نے وضاحت دی۔ ورنہ مقابل نے سوچ سوچ کر ہی آدھا ہو جانا تھا۔۔ "اوہ اچھا پھر سہی ہے!! ہونٹوں کو

گول کرتے راحیل خان نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔۔"چلو شاباش اب ساری بات بتاؤ!! اتنی بڑی حرکت کیسے کر لی تم نے؟ آج تک میری ہمت نہیں ہوئی یہ کرنے کی۔ بہت بار سوچا بھی ہے لیکن نہیں بھئی پہلے گناہ کم ہیں، جو اب حرام موت بھی مر جاؤ۔!! پاؤں اوپر کر کے آرام سے بیٹھتے راحیل خان نے اس سے ساری داستان سننی چاہی۔۔ "آپ پہلے وعدہ کریں مجھے میرے گھر نہیں بھیجے گیں۔آپ جو کہیں گیں میں وہی کر لوں گا۔ کوئی بھی کام کر دوں گا آپ کا۔۔ لیکن گھر نہیں جانا۔ مجھے وحشت ہوتی ہے اس گھر سے۔!! اس کی باتیں راحیل خان کو حیران در حیران کر رہی تھیں۔ تھا تو وہ بچہ لیکن اس کا دماغ بلکل بچوں والا نہیں تھا۔۔ "وحشت کا مطلب بھی پتہ ہے تمھیں؟؟ راحیل خان نے ابرو اُچکاتے حیرانی سے پوچھا۔ "ہمم پتہ ہے!! حالات سب سیکھا دیتے ہیں۔اس کی آنکھوں میں دیکھتے ضیغم نسیم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اچھا چھوڑو تم بتاؤ ایسا کیا ہوا ہے گھر میں۔ جو تمھیں وہاں سے وحشت ہو رہی ہے۔ راحیل خان نے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔۔ اور پھر ضیغم اسے ساری داستان سناتا چلا گیا تھا۔ اپنے اوپر گزری

ساری روداد، اپنی ماں کے ظلم، باپ کی مار، گھر کے لڑائی جھگڑے، ہر ایک بات وہ اس شخص کو بتا رہا تھا جس پر ابھی تھوڑی ہی دیر پہلے وہ اعتبار کرنے سے بھی کترا رہا تھا۔ اور اب بیٹھا اس اجنبی شخص کو ساری داستان سنا رہا تھا۔ جبکہ راحیل خان بھی خاموشی سے اس کی ساری بات سن اور سمجھ رہا تھا۔۔ اسے نجانے کیوں یہ بچہ بلکل اپنی ہی پرچھائی لگا تھا۔ جو کچھ وہ اس عمر میں فیس کر رہا تھا۔ اس سب کچھ کا یہ بچہ بہت چھوٹی عمر میں مقابلہ کر رہا تھا۔!! ضیغم نسیم اسے ایک ایک بات بتاتے خاموش ہوا۔ بات کے درمیان میں ہی وہ رونے بھی لگا تھا۔ سارے غم ایک طرف اور اسے وہ نہیں بھولتا تھا جب فرحت بیگم نے بیٹ کو بے دردی سے اس کے اطراف میں پسلی پر مارا تھا۔ اسے ابھی تک اپنی پسلی کے پاس درد محسوس ہوتا تھا۔۔ اپنی بات مکمل کرتے وہ سوالیہ نظروں سے راحیل خان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ "تمھیں اگر میں رکھ بھی لوں تو تمہاری بہن۔ کیا تم رہ لوگے اس کے بغیر؟؟ اس کی باتوں سے تو راحیل خان کو یہی لگا تھا کہ یہ اپنی بہن سے بہت محبت کرتا ہے۔ اسی لیے اس سے پوچھا۔۔ "وہ بڑی ہے اور مضبوط بھی۔ میرے اندر ہمت نہیں ہے

مزید کچھ بھی سہنے کی۔ میں اگر گھر گیا تو عین ممکن ہے میری لاش ہی اس گھر سے باہر نکلے گی۔ اپنی بھیگی نظریں اس پر جمائے ضیغم نے آہستہ سے جواب دیا۔ مدحا کے بغیر تو وہ واقعی نہیں رہ سکتا تھا۔ لیکن فلحال کے لیے وہ خود بھی مجبور تھا۔ اس جہنم میں جا کر اب اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔۔ "ہمم ٹھیک ہے تم بیٹھو۔ سوچتا ہوں میں کچھ۔ یہ میرے لیے بھی آسان نہیں ہے۔ کسی کے بچے کو ایسے ہی اپنے پاس رکھنا۔ تم جانتے ہو گے اس سے بہت سے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اگر کل کو تمہارے ابّو نے میرے اوپر اغوا کا کیس کروا دیا تو میں تو پھنس جاؤں گا نہ!! اس لیے بہت سوچ سمجھ کر یہ رسک لینا پڑے گا۔ اُمید ہے تم مجھے سمجھو گے۔۔ دوبارہ سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے راحیل خان نے کافی عقلمندی سے کام لیا۔۔ اور حیرت کی بات تھی اس مرتبہ ضیغم نسیم نے بال خراب پر منہ نہیں بنایا تھا۔۔ "نہیں آئے گیں ابو!! مجھے پورا یقین ہے۔ اور اگر آ بھی گئے تو آپ شکل سے بہت امیر لگ رہے ہیں۔ امی تو آپ پر کیس کروانے ہی نہیں دے گیں۔ میں جانتا ہوں وہ بہت لالچی ہیں۔۔ بس تھوڑے پیسے لگ سکتے ہیں آپ کے۔۔ ضیغم نے اس کی طرف

دیکھتے اسے حوصلہ دینا چاہا۔ "بیٹا جتنے تم ہو نہ!! اتنی تمہاری عقل نہیں ہے۔ تمھیں بڑا پتہ ہے کہ میں امیر ہوں۔ حالانکہ میرے پاس تو دس روپے بھی نہیں ہیں۔ راحیل خان نے منہ بنا کر کہتے صاف جھوٹ بولا۔ وہ بس اسے جانچنا چاہ رہا تھا۔۔ "پھر بھی کوئی بات نہیں۔ ہم دونوں مل کر کوئی کام کر لیں گیں۔ آپ مجھے بتا دیجیے گا میں وہی کر لوں گا۔ ایسے دونوں پیسے کما لے گیں۔ ہلکا سا مسکراتے ضیغم نسیم نے اس بات کا بھی ہو نکالا۔ اسے اندازہ تھا کہ راحیل خان جھوٹ بول رہا ہے۔ لیکن اگر وہ سچ بھی کہہ رہا تھا تو ضیغم کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔۔ "اچھا بیٹھو تم ڈسچارج پیپرز بنوالوں میں۔ چلتے ہیں ہم لوگ پھر۔ اب وعدہ کیا ہے تو نبھانا تو پڑے گا۔۔ کندھے اُچکاتے راحیل خان نے حامی بھری۔ اسے ضیغم کو اپنے ساتھ رکھنے میں کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی کوئی فکر۔ وہ اسے اپنے اپارٹمنٹ میں رکھنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔ ویسے بھی آج کل وہ خود بھی وہیں پر شفٹ تھا۔ لیکن اسے بس ضیغم کے گھر والوں کی فکر تھی۔ وہ لوگ کوئی ہنگامہ نا کر لیں۔ بس اسے یہی ٹینشن تھی۔۔ اور پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا، کے توسط سے راحیل خان

نے اسے اپنے ساتھ رکھنے کی حامی بھری۔ جبکہ ضیغم کو تو جیسے زندگی کی نوید مل گئی تھی۔ مدحا کی یاد ایک۔ طرف۔ لیکن وہ اپنے گھر سے جان چھوٹنے پر بے حد خوش تھا۔ راحیل خان ابھی باہر کی جانب قدم بڑھاتا کہ کچھ یاد آنے پر وہ واپس سے ضیغم کی طرف مڑا۔۔ "آج کے بعد کبھی کسی اجنبی انسان پر اعتبار مت کرنا۔ ہر کوئی راحیل خان نہیں ہوتا۔ اس دنیا میں بہت دھوکے ہیں۔ تم بچے ہو اس لیے سمجھا رہا ہوں۔ اپنے گھر کی باتیں کسی بھی اجنبی کو نہیں بتاتے۔ کون کب پیٹھ پر وار کر جائے کچھ علم نہیں ہوتا۔ اسی لیے آج کے بعد جیسے تم نے مجھ پر اعتبار کیا ہے۔ ایسے دوبارہ کسی اجنبی شخص پر اعتبار مت کرنا۔ تم فائدے میں رہو گے۔۔ انگلی اٹھا کر اسے اچھے سے سمجھاتے راحیل خان نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔۔ پیچھے ضیغم نسیم نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلا دیا تھا۔۔

ماہ دیر شاہ اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا آفس کا کام کرنے میں مصروف تھا۔ آج کل زاویار کم ہی آفس آتا تھا اسی لیے سارے کام کی زمیداری اسی کے سر پر تھی۔

سارا دن اور ساری رات اسے کام کرتے کرتے ہی گزر جاتے تھے۔ زاویار شاہ کی شادی میں اس کے لیے کوئی پلس پوائنٹ نہیں آیا تھا۔ بلکہ کام کا بوجھ اس پر دگنا ہو گیا تھا۔ ابھی بھی رات کے وقت نائٹ سوٹ میں ملبوس وہ کرسی پر بیٹھا مہارت سے لیپ ٹاپ پر اپنی اُنگلیاں چلاتے کام میں مصروف تھا۔ وہ بیڈ پر نہیں بیٹھا تھا۔ اگر بیڈ پر بیٹھ کر کام کرتا تو یقیناً نیند آجانی تھی۔ اسی لیے کرسی پر بیٹھا کام کر رہا تھا۔۔ اپنے کمرے کے دروازے پر ہوتی دستک کی آواز سنتے ماہ دیر شاہ نے تعجب سے دروازے کی جانب دیکھا۔ دوسری نظر اس نے گھڑی پر ڈالی تھی۔ جہاں رات کے گیارہ بج رہے تھے۔۔ اس وقت بھلا اس کے کمرے میں کون آسکتا تھا۔۔

"آجائیں!! حیرت سے سوچتے ماہ دیر شاہ نے جو کوئی بھی تھا اُسے اندر آنے کی اجازت دی۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ کوئی بھی آسانی سے اندر آسکتا تھا۔۔ نائرہ شاہ کو دروازے سے اندر داخل ہوتے دیکھ اس کے چہرے پر خوبصورت سی مسکراہٹ چھائی۔۔ نائرہ شاہ بے بی پنک کلر کی فل نائیٹی گاؤن میں ملبوس اپنے سینے پر چادر لپیٹے ہوئے تھی۔۔ وہ اندر آتو گئی تھی۔ لیکن دروازے کے پاس ہی منہ پھلا کر

کھڑی ہونا بلکل نہیں بھولی تھی۔خود کو چادر کے بوجھ سے آزاد کرتے نائرہ شاہ اپنے سینے پر ہاتھ باندھے سامنے کرسی پر بیٹھے ماہ دیر شاہ کو گھورنے میں مصروف تھی۔۔ ماہ دیر شاہ کے چہرے پر بے ساختہ ہی مسکراہٹ گہری ہوئی۔۔وہ جانتا تھا کہ مقابل کھڑی خون خوار نظروں سے اسے کیوں گھور رہی ہے۔اصل میں آج کل وہ کام میں ہی اتنا مصروف تھا کہ اسے وقت ہی نہیں مل سکا تھا نائرہ پر دھیان دینے کا۔۔ پچھلے کافی دنوں سے اس نے نائرہ کو بلکل کوئی ٹائم نہیں دیا تھا۔ بس لاؤنج میں دونوں سرسری سا ایک دوسرے کو دیکھ لیتے تھے بس۔اس کے علاوہ ان دونوں کی کوئی بات چیت بھی نہیں ہوئی تھی۔آج اتنے دنوں بعد بھی نائرہ شاہ خود ہی اس کے پاس آگئی تھی۔"اِدھر آؤ میرا بچہ!!اُدھر کیوں کھڑی ہو۔۔ہلکا سا مسکراتے ماہ دیر شاہ نے نہایت محبت سے اسے اپنے پاس بلایا۔لیپ ٹاپ وہ سائڈ پر کر چکا تھا۔ لاکھ مصروفیت سہی لیکن اس سب میں وہ واقعی نائرہ کو وقت نا دیتے اس کے ساتھ زیادتی کر رہا تھا۔"ابھی بھی رہیں آپ اپنے کام میں مصروف۔کوئی ضرورت نہیں ہے بیوی کی فکر کرنے کی۔جا رہی ہوں میں۔!! بھیگی سی آواز میں کہتے نائرہ شاہ نے

واپس سے چادر اپنے گرد لپیٹی۔اس کا ارادہ باہر جانے کا تھا۔وہ صرف یہاں ماہ دیر شاہ کو احساس کروانے آئی تھی کہ اس کی ایک عدد بیوی بھی ہے۔جسے وہ بلکل ہی بھول گیا تھا۔۔ابھی وہ دروازہ کھول کر باہر نکلتی کہ اس سے پہلے ہی ماہ دیر شاہ نے ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے روکا۔ایک ہاتھ سے پیچھے دروازے کو لاک کرتے وہ نائرہ کو دروازے سے ہی پن کر گیا تھا۔۔نائرہ شاہ بھیگی نگاہوں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔"آئی ایم ریئلی سوری جان من!!لیکن یقین کرو میں خود کام کی وجہ سے اتنا مصروف تھا کہ کسی اور کام کی طرف میرا دھیان ہی نہیں گیا۔۔اس کی آنکھوں سے آنسوں صاف کرتے ماہ دیر شاہ نے معصوم سا منہ بناتے کہا۔وہ سچ ہی کہہ رہا تھا۔"ہاں تو جائیں کس نے منع کیا ہے آپ کو۔جا کر ابھی بھی کام ہی کر لیں۔کوئی ضرورت نہیں ہے کسی اور انسان پر دھیان دینے کی۔!!سوں سوں کرتے کرتے نائرہ شاہ نے اپنے چہرے پر موجود اس کا ہاتھ جھٹکا۔۔"اُمم ہمم!!یہ مت کرنا دوبارہ۔۔پھر تم کہتی ہو کہ میں غصّہ کرتا ہوں۔خود پر کنٹرول کرتے ماہ دیر شاہ نے اسے ٹوکا۔مقابل پہلے ہی

غصے میں اس سے ناراض تھی۔اور اگر اب ماہ دیر اس پر غصّہ کرنے بیٹھ جاتا تو بات زیادہ بڑھ جانی تھی۔اسی لیے فلحال کے لیے اس کی حرکت کو اگنور کیا۔۔"آتا ہی کیا ہے اور آپ کو۔سوائے غصّہ کرنے کے۔اس کے سینے پر مکا جڑتے نائرہ شاہ نے روتے ہوئے کہا۔نجانے کیوں اسے رونا آرہا تھا۔اور مقابل پر حد سے زیادہ غصّہ بھی۔"اور بھی بہت کچھ آتا ہے۔کہو تو کر کے دکھاؤں؟؟اس کے کان میں بوجھل سی آواز میں سرگوشی کرتے ماہ دیر شاہ نے اس کے کان کی لو پر اپنی زبان پھیری۔!!"دور رہیں مجھ سے۔خبردار میرے نزدیک بھی آئے تو آپ۔اس کی شرٹ کو اپنی مٹھیوں میں جکڑتے نائرہ شاہ نے کہا۔البتہ اب اسے خود سے دور نہیں کیا تھا۔وہ جانتی تھی اس چیز سے اس شخص کو کتنی گندی چڑ ہے۔!!"میرا حق ہے تمہارے پاس۔تمہارے نزدیک انے سے تم خود بھی مجھے نہیں روک سکتی۔۔ہلکا سا مُسکرا کر کہتے ماہ دیر شاہ نے ایک جھٹکے سے اس کی شال اتارتے سائڈ پر پھینکی۔وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔"اپنے سارے حق یاد ہیں۔میرا ایک بھی نہیں یاد آپ کو!!شکوہ کناں نظروں سے اس کی طرف دیکھتے نائرہ شاہ نے شکوہ کیا۔۔"میرا بچہ یہ

سب کچھ تمہارے بھائی کی وجہ سے ہوا ہے۔ سالا خود۔ تو شادی کر کے بیوی سے چپک ہی گیا ہے۔ سارے کام کا برڈن اب میرے اوپر ہے۔ تم خود بتاؤ میں کیا کروں!! ایک گہری سانس بھرتے ماہ دیر شاہ نے دانت پیستے اسے حقیقت سے آگاہ کیا۔۔ "میرے بھائی کو گالی مت دیں آپ۔ نائرہ شاہ تو اس کے لفظ سالا پر ہی تلملا کر رہ گئی تھی۔۔ "گالی نہیں ہے یہ سالا ہی لگتا ہے وہ میرا۔۔ تو سالا ہی کہوں گا۔ ہلکا سا مسکراتے ماہ دیر شاہ نے فوراً تصیح کی۔۔ "اچھا اب بلکل چپ۔ میں نے سوری کر لی تم نے معاف کر دیا اب مجھے سکون لینے دو پلیز!! اسے پھر سے منہ کھولتے دیکھ ماہ دیر شاہ نے اس کے ہونٹوں کو دونوں انگلیوں سے پکڑتے اسے خاموش کروایا۔۔ "میں نے کوئی معاف نہیں کیا آپ کو۔ اور میرے قریب مت آیئے گا۔ پہلے بھی کہا ہی میں نے۔ اس کی انگلیوں کو اپنے ہونٹوں سے ہٹاتے نائرہ شاہ نے منہ بناتے کہا۔ یہ شخص حد سے زیادہ چالاک تھا۔۔ "لیکن میں تو تمہارے نزدیک آؤں گا۔۔۔

اتنا!!) س کے مزید نزدیک ہوتے ماہ دیر شاہ نے دھیمے سے کہا(۔۔

اتنا!!)اس کے ہونٹوں پر ہلکے سے اپنی اُنگلیاں پھیرتے ماہ دیر شاہ مزید اس کے نزدیک ہوا(۔۔

اس سے بھی زیادہ!!)مزید ہولے سے سرگوشی کرتے ماہ دیر شاہ نے اس کی دھڑکنوں پر ہاتھ پھیرا(۔۔

یا پھر آخری حد تک!!)اس کی ٹانگوں کے درمیان ہلکا سا ہاتھ رکھتے ماہ دیر شاہ نے" نہایت بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی کی(۔۔

نائرہ شاہ نے تھوک نگلتے اس بے شرم انسان کو دیکھا۔جو ابھی تک اپنا ہاتھ وہیں رکھے ہوئے تھا۔اس کے گلے میں گلٹی ابھر ابھر کر معدوم ہو رہی تھی۔۔اب اسے پچھتاوا ہو رہا تھا کہ مقابل کو احساس دلانے کے چکر میں وہ اپنی جان مشکل میں ڈالتے شیر کے بل میں ہاتھ دے چکی تھی۔۔"ماہ دیر ہاتھ ہٹالیں۔مجھے نیند آرہی ہے۔میں نے جانا ہے۔۔اپنے اندر ہمت جمع کرتے نائرہ شاہ نے اسے ہاتھ ہٹانے کو کہا۔ماہ دیر شاہ کا ایک ہاتھ اس کی کمر پر جبکہ دوسرا ہاتھ تھائیز پر آچکا تھا۔

"I am really sorry babe!"

تم نے یہاں آکر بہت بڑی غلطی کر دی ہے۔اب میں ایسے ہی تھوڑی تمھیں جانے دوں گا؟اس کی انر تھائیز کو سختی سے اپنی مٹھی میں بھینچتے ماہ دیر شاہ نے مسکراتے ہوئے سرگوشی نما انداز میں کہا۔ مقابل کے اس کے جواں جذبوں میں طغیانی مچا کر خود بھاگنے کے چکروں میں تھی۔ لیکن آگے بھی ماہ دیر شاہ تھا۔اتنی آسانی سے تو وہ اسے چھوڑنے والا نہیں تھا۔۔ نائرہ شاہ کی سسکی بے ساختہ تھی۔اس شخص کے ہاتھ کبھی کنٹرول میں نہیں رہتے تھے۔ "حد سے زیادہ برے ہیں آپ! اس کے کندھے پر مکہ جڑتے نائرہ شاہ نے ہمیشہ والا اپنا جملہ دہرایا۔۔ "تمھیں اچھا لگا ہی کب ہوں میں۔ ہمیشہ تم نے برا ہی بنایا ہے مجھے۔ماہ دیر شاہ نے منہ بنا کے کہتے اس کی نائیٹی کے گاؤن کی ڈوریوں میں اپنی اُنگلیاں الجھائی۔!! "ماہ دیر پلیز نہیں کریں۔ مجھے سچ میں بہت نیند آئی ہے۔!! نائرہ شاہ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے اسے روکنا چاہا۔ وہ پہلے ہی بہت تھکی ہوئی تھی۔اور اب ماہ دیر!! "ایسی کی تیسی تمہاری نیند کی!! اتنے دنوں بعد شوہر نزدیک آرہا ہے۔اور تمھیں اپنی نیند کی پڑی ہے۔ تف ہے تم جیسی بیوی پر۔۔!! نہایت خراب موڈ کے ساتھ ماہ دیر شاہ نے خفگی سے

کہا۔۔ "ہاں اب تو بری ہی لگوں گی میں آپ کو۔ میرے اوپر تف ہے تو آپ بھی کم نہیں ہیں۔۔ نائرہ شاہ نے اس سے زیادہ خفگی سے کہا۔ بجائے اسے منانے کے مقابل خود ناراض ہو رہا تھا۔۔ "اچھا چپ کرو اب۔ میں ویسے بھی بہت تھکا ہوا ہوں۔ خود بھی سکون سے رہو اور مجھے بھی سکون لینے دو۔۔ اس کی خفگی بھری آنکھوں پر باری باری اپنے لب رکھتے ماہ دیر شاہ نے آہستہ سے کہا۔ نائرہ شاہ بھی خاموش ہو گئی تھی۔ کہیں اندر وہ خود بھی اس کے لمس، اس کی محبت کے لیے ترس ہی رہی تھی۔ اسی لیے مزید ناراضگی بعد میں دیکھانے کا ارادہ کرتے خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھایا۔۔ ماہ دیر شاہ اس کی گردن پر جھکا اپنی شدتیں وہاں پر ڈھا رہا تھا۔ جبکہ اس کے ہاتھ گاؤن کی ڈوریوں میں اُلجھے تھے۔۔ نائرہ شاہ بھاری سانسوں کے ساتھ اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے دروازے سے اپنا سر ٹکائے ہوئے تھی۔۔ اس کے گاؤن کی تمام ڈوریاں کھولتے ماہ دیر شاہ نے اسے نیچے پھینکا۔۔ نائرہ شاہ ایک شارٹ سی نائیٹی میں اس کے سامنے تھی۔ وہ دروازے سے اپنا سر ٹکائے آنکھیں موندے ہوئے تھی۔۔ "آنکھیں کھولو!! ماہ دیر شاہ نے اس

کی دھڑکنوں پر گول گول اپنی انگلی گھماتے اس کے چہرے پر اپنی خمار زدہ آنکھیں گاڑے حکم دیا۔ نائرہ شاہ نے اسی وقت اپنی آنکھیں کھولی۔ اس کی آنکھیں ہلکی سی گلابی ہونے لگی تھی۔۔ جبکہ پورے جسم میں جیسے سپارک سے اٹھ رہے تھے۔ اُسے ایسا لگ رہا تھا جیسے مقابل پہلی مرتبہ اس کے نزدیک آرہا ہو۔۔ "تم دن بدن مزید خوبصورت ہوتی جارہی ہو یا پھر مجھے لگ رہی ہو۔۔!! اس کی آنکھوں میں اپنی خمار زدہ آنکھیں گاڑے ماہ دیر شاہ نے سرگوشی نما آواز میں پوچھا۔۔ "پتہ نہیں آپ کو ہی پتہ ہوگا۔۔ نائرہ شاہ نے دھیمے سے جواب دیا۔ اب وہ اپنے بارے میں کیا بتاتی اسے!! ماہ دیر شاہ نے ہلکا سا مسکراتے اسے اپنی گود میں اٹھایا۔ نائرہ شاہ اپنی دونوں ٹانگیں گرنے کے ڈر سے اس کی کمر کے گرد لپیٹ گئی تھی۔ اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتے ماہ دیر شاہ نے اپنے قدم کرسی کی جانب بڑھائے۔۔ اسے نرمی سے کرسی پر بیٹھاتے ماہ دیر شاہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ جبکہ نائرہ شاہ اس کے سامنے سرخ چہرے کے ساتھ نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔۔ نرمی سے اس کے جسم سے یہ برائے نام کی نائیٹی بھی ریموو کرتے ماہ دیر شاہ نے اپنی بھی شرٹ اتارتے سائڈ پر

پھینکی۔ نائرہ کا چہرہ مزید مزید خون چھلکانے لگا تھا۔ وہ بلکل برہنہ اس کے سامنے نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ یہ نائیٹی اتنی چست تھی کہ نائرہ شاہ نے نیچے کچھ پہننا ضروری ہی نہیں سمجھا تھا۔ اور اب اسے پچھتاوا ہو رہا تھا۔۔ "کم آن نائرہ!! تم تو ایسے شرما رہی ہو جیسے میں تمھیں پہلی مرتبہ دیکھ رہا ہوں۔۔ ماہ شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے اس کی جھکی نظریں دیکھی۔ اسے مقابل کا پورا پورا ساتھ چاہیے تھا۔ لیکن یہاں تو نائرہ شاہ نظریں جھکائے مزید خود میں سمٹتی خود کو اس سے چھپانے کی کوشش کر رہی تھی۔ "اِدھر دیکھو میری طرف!! اس کوئی رسپانس نا دکھاتے دیکھ ماہ دیر شاہ نے اس کی ٹھوڑی پکڑتے چہرہ اپنے مقابل کیا۔۔ وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اسی لیے نائرہ سے بات کرنے کے لیے اسے جھکنا پڑ رہا تھا۔ نائرہ شاہ نے بمشکل ہی اپنی آنکھیں اٹھاتے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔ "ابھی تک ناراض ہو؟؟ ماہ دیر شاہ نے نرمی سے اس کے بال سنوارتے سوال کیا۔ اسے لگ رہا تھا مقابل ابھی تک ناراض ہے اسی لیے اس طرح کر رہی ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ تو فطری شرم وحیا تھی آڑے آ رہی تھی۔۔ "نہیں!! نائرہ شاہ نے نفی میں سر ہلاتے دھیمے

سے کہا۔اس کی آواز اتنی کم تھی کہ ماہ دیر شاہ کا چہرہ اگر اس کے بلکل نزدیک نہیں ہوتا تو وہ سن ہی نہیں پاتا۔۔"ہمم پھر میرا بچہ ٹراؤزر ریموو کرو میرا۔شاباش!!"ماہ دیر شاہ نے مسکراہٹ دبا کر بے باکی سے کہتے اس کی جان سولی پر لٹکائی۔۔نائرہ شاہ نے گھبراہٹ سے فوراً ہی نفی میں سر ہلایا۔یہ کام وہ مر کر بھی نہیں کر سکتی تھی۔۔"اُمید بھی یہی تھی تم سے!!منہ بنا کے کہتے ماہ دیر شاہ نے خود ہی اپنے جسم کو اس آخری پردے سے بھی آزاد کیا۔نائرہ شاہ نے اپنا چہرہ مزید نیچے جھکایا۔مقابل نے بے شرمی میں پی ایچ ڈی کر رکھی تھی۔لیکن ابھی اس میں شرم باقی تھی۔۔اسے کرسی سے تھوڑا آگے کو کرتے ماہ دیر شاہ نے اس کی دونوں ٹانگیں سائڈ پر کی۔۔اس کے دونوں ہاتھ مقابل کی تھائیز پر تھے۔نائرہ شاہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔کیا وہ کرسی پر کر کے اسے مارنا چاہتا تھا؟؟"ایسے حیرانی سے مت دیکھو۔تمھیں پین نہیں ہونے دوں گا پگلا!!اسے حیرت سے خود کی طرف دیکھتا پا کر ماہ دیر شاہ نے ہمیشہ والا اپنا خالی خولی وعدہ دہرایا۔یہ بس اس کی باتیں ہی تھیں۔!!"مجھے اگر کچھ ہوا میں جان سے مار۔۔۔آہہہہہ!!نائرہ شاہ کا ابھی جملہ مکمل بھی نہیں ہوا

تھا کہ وہ پہلے ہی اس میں سماتے اسے چیخنے پر مجبور کر گیا تھا۔ "بعد میں مجھے جان سے مار دینا۔ پہلے خود بچ جاؤ!! مسکرا کر کہتے ماہ دیر شاہ نے اپنی شدت میں اضافہ کیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اس کی تھائیز کو پکڑے مسلسل اس میں حرکت کرتا جا رہا تھا۔ جبکہ نائرہ شاہ بری طرح سسکتے ہوئے کرسی کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے اسے اپنے جسم میں گھلتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔ اسے بری طرح درد ہو رہا تھا۔ آنکھوں میں نمی اکٹھی ہونی شروع ہو چکی تھی۔ ماہ دیر شاہ نے اس کی آنکھوں میں آنسوں دیکھتے پھولتی سانسوں کے دوران اس کی کمر کے نچلے حصے پر ہاتھ رکھتے اسے کرسی سے اپنی گود میں شفٹ کیا۔ نائرہ شاہ اس کی کمر کے گرد اپنی ٹانگیں لپیٹ گئی تھی۔ اسے بہت زیادہ درد ہو رہا تھا۔ جبکہ ماہ دیر شاہ نے اسے دیوار سے پن کرتے اپنی حرکت کو روکا۔ مقابل کے چہرے سے ہی اس کی تکلیف کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ وہ اپنی حرکت روکے ہوئے تھا۔ لیکن خود کو اس سے علیحدہ نہیں کیا تھا۔ یہاں وہ خود بھی بے بس تھا۔ "ریلیکس ہو جاؤ!! مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تمھیں اتنا درد ہو گا۔ ہونٹ کاٹتے ماہ دیر شاہ نے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے اسے ریلکس

کرنا چاہا۔۔ "میں آج کے بعد کبھی آپ کے پاس نہیں آؤں گی۔۔ نائرہ شاہ نے روتے ہوئے کہتے اپنے نچلے حصے کو مزید آگے کیا۔ مقابل اسے جانے انجانے میں اچھی طرح تڑپا رہا تھا۔۔ ماہ دیر شاہ نے ہلکا سا مسکراتے اپنے جسم کو نرمی سے حرکت دینا شروع کیا۔ وہ اسے دیوار کے ساتھ لگائے خود کو آخری حد تک اس میں شامل کر رہا تھا۔۔ کمرے میں دونوں کی بھاری سانسوں کی آواز ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔ نائرہ شاہ نے اس کے بالوں میں ہاتھ اُلجھاتے اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے شدت سے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ ماہ دیر شاہ کی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں میں ہی کہیں دب گئی تھی۔ وہ تو بس اس کے ہونٹوں کو اپنے ہونٹوں میں دبائے اس کے لبوں کو جیسے کھانے کے درپر تھی۔۔ ماہ دیر شاہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ ایز آلویز وہ دونوں ہی ان لمحات میں ایک دوسرے کے لیے اگریسیو ہو رہے تھے۔!! "میں تھک گئی ہوں ماہ دیر!! اس کے ہونٹوں سے اپنے ہونٹ آزاد کرواتے نائرہ شاہ نے دیوار سے سر ٹکائے کہا۔۔ آج اس کی کمر کی واٹ لگ گئی تھی۔۔ "لیکن میں نہیں تھکا!! پھولتی سانسوں کے درمیان بولتے ماہ دیر شاہ نے

اس کی دھڑکنوں کے ابھرے حصے پر اپنی زبان پھیری۔۔ نائرہ شاہ ایک گہری سانس بھر کے رہ گئی تھی۔اس شخص نے اپنی منمانی کر کے ہی پیچھے ہٹنا تھا۔کمرے میں دونوں کے ملن کی آوازیں گونجتی ماحول کو خواب ناک بنائے ہوئے تھیں۔۔

قسط نمبر:49

یہ رات کے دس بجے کا وقت تھا۔شدید سردی کے باعث ہر کوئی جلدی ہی بستر میں غروب ہوتے آرام کر رہا تھا۔۔ایسے میں وہ بھی سکون سے خود پر کمبل اوڑھے لمبی تان کر سونے میں مصروف تھا۔" بالاج خان اکثر ہی جلدی سونے کا عادی تھا۔اس وقت بھی اپنے گھر میں وہ سکون کی نیند سونے میں مصروف تھا۔ویسے تو اسے برہان خان نے سختی سے گھر آنے پر منع کیا تھا۔لیکن پھر یہ جان کر کہ فائزہ کے مجرم حدائق شاہ کی گرفت میں ہیں۔وہ خود ہی اسے گھر لے کر آئے تھے۔فائزہ والے معاملے کے بعد اب وہ اپنی اولاد کے معاملے میں کافی حساس ہو گئے تھے۔پھر چاہے وہ بیٹی ہو یا بیٹا۔انہیں ہر ایک کی حفاظت عزیز تھی۔۔ بالاج خان کی آنکھ

اپنے فون پر ہوتی بیل کی آواز سنتے کھلی۔ اگر اسے جلدی نیند آتی تھی تو ساتھ ایک یہ بھی مسئلہ تھا کہ اس کی نیند بہت زیادہ کچی تھی۔۔ کوئی پاس سے گزرتے ذرا سا پاؤں کا شور بھی کرے تب بھی اس کی آنکھ کھل جاتی تھی۔ ایک یہی اس کے ساتھ بہت برا مسئلہ تھا۔ اپنی سرخ آنکھیں کھولتے بالاج خان نے سائڈ ٹیبل پر رکھے موبائل فون کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھیں اچانک نیند سے جاگنے کی وجہ سے لال سرخ ہوئی پڑی تھیں۔۔ سائڈ ٹیبل سے فون اٹھاتے بالاج خان نے اسے اپنی نظروں کے سامنے کیا۔ کوئی انکون نمبر دیکھتے بالاج خان نے کوفت سے سر جھٹکا۔ نجانے کون پاگل تھا جسے رات کے اس وقت بھی سکون نہیں تھا۔۔ فون بج بج کر اب بند ہو چکا تھا۔ اس کے بند ہونے سے بھی کمرے میں جیسے بلکل خاموشی چھا گئی تھی۔۔ بالاج خان نے سکون کا سانس لیتے واپس سے موبائل اس کی جگہ پر رکھا۔ ویسے بھی اس وقت اس کا کسی سے بات کرنے کا موڈ تھا۔ شکر تھا کہ فون خود ہی بند ہو چکا تھا۔۔ اُباسی لیتے بالاج خان نے کمبل سر تک تانتے دوبارہ سے نیند کی وادیوں میں جانا چاہا۔ آخر کو یہ سونے کا ہی وقت تھا۔۔ ابھی اس نے آنکھیں بند ہی کی تھیں

کہ کمرے میں پھر سے فون کے بجنے کی آواز گونجی۔۔ بالاج خان نے کمبل سر سے اتارتے چھت کی طرف نظریں جمائی۔۔ یہ جو بھی اسے کال کر رہا تھا اب اس کی خیر نہیں ہونی تھی۔ یہ اس کے چہرے پر موجود غصے سے ہی پتہ چل رہا تھا۔۔ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے بالاج خان نے دوبارہ سے فون اٹھاتے نظروں کے سامنے کیا۔ پھر سے اسی نمبر سے کال آ رہی تھی۔۔ بالاج خان نے کال یس کرتے فون کان سے لگایا۔۔

ہیلو!! دوسری طرف سے کوئی نسوانی باریک سی آواز ابھری تھی۔ بالاج خان" نے شکل کے زاویے بگاڑتے چھت کو دیکھا۔ یہ یقیناً کسی فین نے اس کا نمبر نکلوایا ہو گا اور اب اسے تنگ کر رہی تھی۔ پہلے بھی بہت دفعہ اس کے ساتھ ایسا ہو چکا تھا۔ اسی لیے اسے لگ رہا تھا شاید ابھی بھی ایسا ہی ہو۔۔ "کون محترمہ بات کر رہی ہیں؟؟ دانت پیستے بالاج خان نے ضبط سے پوچھا۔ یہ بھی بھلا کوئی وقت تھا کسی کو کال کرنے کا۔۔ "میں!! مخالف طرف سے کنفیوز سے انداز میں محض ایک لفظ کہا گیا۔ آگے خاموشی ہو گئی تھی۔!! "میں کیا؟؟ بکری ہو؟؟ سیدھی طرح نام بتاؤ

اپنا۔۔اکھڑ لہجے میں بولتے وہ دوسری طرف بیچاری کو ڈرا رہا تھا۔۔ جہاں پہلے ماورا جمیل اس کی سلیپی وائس کے صدقے واری جا رہی تھی۔اب وہیں اس کے لہجے سے اسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔رات کے دس ہی تو بجے تھے ابھی۔آدھی رات بھی نہیں ہوئی تھی۔اس کے لحاظ سے!! "اب دہی منہ میں جمالی ہے کیا؟؟ دوسری طرف سے بلکل خاموشی محسوس کرتے بالاج خان نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔ایک تو مقابل نے اس کی نیند خراب کر دی تھی اور اب چپ رہ کر اسے مزید غصّہ دلا رہی تھی۔۔"نہیں میں بول رہی ہوں!! بیڈ پر بیٹھتے ماورا جمیل نے ہونٹ کاٹتے جواب دیا۔اس کی بتمیزی وہ اگنور کر رہی تھی۔۔"اوہ محترمہ پھر نام بھی بتا دیں۔اور اپنے کال کرنے کا مقصد بھی۔!! کیونکہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔۔بالاج خان کی پھر سے غصے بھری آواز سنتے ماورا جمیل ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی۔اسے لگتا تھا کہ صرف اسی کے ساتھ یہ آدمی ایسا ہو گا۔لیکن آج اسے پتہ چلا تھا کہ وہ ساری لڑکیوں کے ساتھ ہی ایک جیسا ہے۔۔بتمیز!! ابھی تو بالاج خان کو پتہ نہیں تھا کہ مقابل ماورا جمیل ہے۔اور وہ ابھی بھی آگ بگولا ہو رہا

تھا۔۔ "ماورا بات کر رہی ہوں۔" دھیمے سے کہتے ماورا نے اسے اپنا نام بتایا۔ "تو میں کیا کروں؟؟)وہی بیزار لہجہ !!(۔ یہ کتنا شرمندگی سے بھرا لمحہ تھا کوئی مارا جمیل سے پوچھتا۔ ایک تو وہ لڑکی ہو کر، اپنی سیلف ریسپکٹ مار کر اسے خود سے اپروچ کر رہی تھی اور یہاں بالاج خان کا اٹیٹوڈ ہی ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔۔ "کچھ نہیں کریں آپ۔ میں نے بس بات کرنی تھی آپ سے تو اس لیے کال کر لی۔۔ پھر سے اس کی بتمیزی کو اگنور کرتے ماورا نے تحمل سے جواب دیا۔ اس کا دل تھا کہ اس شخص سے بات کرنے پر۔ بضد تھا۔ وہ خود بھی مجبور تھی۔ ورنہ کسی کی اتنی باتیں بلکل بھی نہیں سہتی۔!! "مجھے ایک بات بتاؤ۔ رات کے اس وقت تم نے ایسی کونسی بات کرنی ہے جو تمھیں صبح کا بھی انتظار نہیں ہوا۔ یا پھر تم نے ٹھیکہ اٹھایا ہوا ہے میرا جینا حرام کرنے کا۔!! بالاج خان نے اٹھ کر بیٹھتے بیڈ سے ٹیک لگائے پھر سے اکھڑ لہجے میں کہا۔ اس کا غصّہ کسی صورت کم ہونے میں نہیں آرہا تھا۔۔ "میں نے ایسا تو کچھ نہیں کیا۔۔ غلطی ہو گئی آپ کو اس وقت کال کر لی۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ آپ سو رہے ہونگے۔۔ اپنی آواز کو حد درجہ نارمل رکھتے ماورا نے

معافی مانگی۔ جس طرح مقابل اس سے بات کر رہا تھا اس کے حلق میں آنسوؤں کے گولے سے اٹک رہے تھے۔!! "کام بتاؤ۔ کس لیے کال کی ہے!! بالاج خان نے اُکتاہٹ بھرے لہجے میں بات کو مختصر کرنا چاہا۔۔ "میرا دل کر رہا تھا آپ سے بات کرنے کو۔ تو بس کر لی کال!! ماورا نے دھیمے سے سچ بولا۔ آج وہ اس کے سامنے بھیگی بلی بن گئی تھی۔ "بہن تم تو ہو گی فارغ۔ لیکن میں نہیں ہوں۔ تو پلیز آئندہ اس فضول سے دل کے پیچھے مجھے کال مت کرنا۔۔ بالاج خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔ مقابل نے اتنی سی بات کی خاطر اس کی نیند حرام کر دی تھی۔!! اور یہاں ماورا جمیل کا جیسے حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔ جسے وہ سیاں بنانے کے خواب دیکھ رہی تھی وہی اسے بہن بول گیا تھا۔۔ "استغفر اللہ!! آپ نے کال کٹ کرنی ہے کر دیں۔ بہن بول کر بیعزتی تو مت کریں میری!! بے ساختہ ہی اس کے منہ سے پھسلا۔ دوسری جانب موجود بالاج خان کے ابرو تعجب سے سکڑے تھے۔ آخر اس لڑکی کی بات کا مطلب کیا تھا۔۔ "ایک تو تمھیں بہن بول کر عزت دے رہا ہوں۔ اور تمھیں یہ بیعزتی لگ رہی ہے۔ عجیب عورت ہو تم!! بالاج خان نے

حیرت سے کہا۔!! "مجھے نہیں چاہیے یہ عزت۔ یہ والی عزت آپ میرے علاوہ ساری دنیا کی لڑکیوں کو دے دیں۔ لیکن مجھے بخشیں۔ عجیب آدمی ہیں۔ سیدھا بہن ہی بنالیا۔۔غصے سے کہتی وہ ٹھک سے فون بند کر چکی تھی۔ جہاں پہلے دل اس سے بات کرنے کی مچل رہا تھا۔ اب اس کا حلق تک کڑوا تھا۔!! "بہن استغفراللہ!! یہاں میں شادی کے خواب دیکھ رہی ہوں۔ اور ان نواب صاحب کے نخرے نہیں ختم ہو رہے۔ "اللہ جی!! اس کے دل میں میرے لیے محبت ڈال دو ڈھیر ساری آمین!! منہ بنا کے سوچتے ماورا نے آخر میں چھت کی طرف دیکھتے سچے دل سے دعا مانگی۔۔

جبکہ دوسری طرف بالاج خان فون واپس سے ٹیبل پر رکھتے اس کے بولے گئے الفاظ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ تھوڑا تھوڑا شق تو اسے اس دن ماورا جمیل کو کارڈ چومتے دیکھ ہی ہو گیا تھا۔ اور اب شق پر مہر لگ چکی تھی۔۔ لیکن وہ نا تو اسے کوئی اُمید دلا سکتا تھا۔ اور نہ ہی خود کسی خوش فہمی میں مبتلا ہو سکتا تھا۔۔ "اللہ ہدایت دے اس لڑکی کو اور مجھ سے دور رکھے آمین!! چھت کی طرف دیکھ کر سچے دل

سے دعا مانگتے وہ واپس سے کمبل میں غروب ہوا۔ نیند تو اب آنی ہی نہیں تھی۔ لیکن سردی بہت تھی۔ کمبل کے بغیر گزارا نہیں تھا۔۔

فائزہ خان نے آنکھیں کھولتے چھت پر اپنی نظریں جمائی۔اس وقت صبح کے سات بج رہے تھے۔ رات کے بعد اسے ابھی ہی ہوش آیا تھا۔ وہ اس وقت کمرے میں بلکل اکیلی تھی۔ حدائق شاہ نجانے کہاں گیا ہوا تھا۔۔ چھت پر نظریں گاڑے فائزہ شاہ کسی گہری سوچ میں مگن تھی۔۔ آنکھ کھلتے ہی ذہن میں سوچوں کا تسلسل شروع ہو چکا تھا۔رات کی ہوئی ساری داستان فلم کی طرح ذہن میں چلنے لگی تھی۔ فائزہ شاہ بنا پلکیں جھپکائے مسلسل چھت پر موجود سیلنگ فین کو دیکھ رہی تھی۔ شکر تھا کہ اس وقت کمرے میں حدائق شاہ نہیں تھا۔اتنا تو وہ محسوس کر چکی تھی کہ وہ کمرے میں اکیلی ہے۔اسی لیے سکون سے اپنی جگہ پر ہی پڑی تھی۔۔

جبکہ دوسری طرف حدائق شاہ گھر میں نیچے والے پورشن پر تھا۔ ساری رات وہ سویا تو ویسے بھی نہیں تھا۔ اور اب فریش ہو کر وہ فائزہ کے لیے ناشتہ لینے نیچے ہی آ چکا تھا۔ تاکہ اس کے ہوش آنے پر وہ اُسے کچھ کھلا سکے۔ اتنا تو اُسے اندازہ تھا کہ فائزہ شاہ نے کل صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا ہوا۔۔ وہ ابھی ہی سیڑھیاں اُترتے نیچے آیا۔ جہاں ڈائننگ روم میں بیٹھے سب صبح کا ناشتہ کرنے میں مصروف تھے۔ سب کو ہی اپنے اپنے کام پر جانا تھا۔ اسی لیے صبح صبح ہی سارے اکٹھے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے ناشتے میں مصروف تھے۔۔ ان سب کو دیکھتے حدائق شاہ نے بھی اپنے قدم انہی سب کی جانب بڑھائے۔ کیونکہ ملازمہ بھی یہیں پر کھڑی ٹیبل پر ناشتہ لگا رہی تھی۔ اس نے اسے کہہ کر فائزہ کے لیے ناشتہ بنوانا تھا۔۔ حدائق شاہ کو ڈائننگ ہال میں داخل ہوتے دیکھ تقریباً سبھی کے کھانے پر سے ہاتھ رکے۔ وہ سب اُسے ایسے دکھ رہے تھے جیسے حدائق شاہ کوئی انوکھی چیز ہو۔۔ یا پھر پہلی مرتبہ اس گھر میں آیا ہو۔ خاص طور پر سائرہ بیگم !! حدائق شاہ کو دیکھتے ان کا خون کھولنے لگا تھا۔ کل کا ہوا واقعہ وہ بھولی نہیں تھیں !! حدائق شاہ نے ایک نظر سب کی طرف دیکھتے

ملازمہ کی طرف دیکھا۔۔سب کا کھانے سے ہاتھ روکنااور اسے عجیب نظروں سے دیکھنا وہ بخوبی محسوس کر رہا تھا۔ لیکن اس نے زیادہ نوٹس لینا مناسب نہیں سمجھا۔ اسے اندازہ تھا کہ کچھ دنوں تک سب کا ایسا ہی ریکشن ہو گا۔ اب وہ زاویار شاہ تو نہیں تھا۔ جس کی لو میرج کو ہر کوئی سپورٹ کرتا۔ وہ حدائق شاہ تھا۔ جس کی شادی کے خلاف اس کی ماں ہی سب سے آگے کھڑی تھی۔!!"رفعت بی!!ایک ٹرے میں فروٹس اور جوس رکھ کر دے دیں۔ فائزہ نے ناشتہ کرنا ہے۔۔حدائق شاہ نے ملازمہ کی طرف دیکھتے اسے مخاطب کرتے کہا۔"کوئی ضرورت نہیں ہے رفعت تمھیں یہاں سے ہلنے کی۔ جس کی بیوی ہے وہ اپنے خرچے سے باہر سے جیسے مرضی کھلائے اُسے۔ اس گھر سے اُس لڑکی کو پانی کی ایک بوند تک نہیں ملنے والی۔!!اپنے ہاتھ میں موجود چمچے کو پلیٹ پر پٹختے سائرہ بیگم نے سختی سے ملازمہ پر نظریں جمائے حدائق شاہ کو سنایا تھا۔ان کی آواز بھی قدرے بلند تھی۔!!حدائق شاہ نے تاسف سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ جو کچھ زیادہ ہی ظالم ساس بن رہی تھیں۔۔"شاید آپ بھول رہی ہیں یہ میرا بھی گھر ہے۔اور اب میری بیوی کا بھی

اتنا ہی ہو گا جتنا کہ میرا ہے۔ آپ اس طرح کی پابندیاں نہیں لگا سکتیں میری بیوی پر۔۔ حدائق شاہ نے اپنی ماں پر نظریں جمائے نرمی سے کہا۔ اس کا مقصد بلکل بھی سائرہ بیگم سے بتمیزی کرنے کا نہیں تھا۔ وہ بس نرمی سے انہیں سمجھانا چاہتا تھا۔۔

"برخوردار یہ گھر میرا ہے!! اور سائرہ بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے۔ تم اچھا خاصا کماتے ہو۔ اپنی بیوی اور اپنا کھانا ہم سے الگ کر لو۔ تمھیں دیکھ کر کھانا حرام ہو گیا ہے۔ جاؤ اپنی بیوی کے پاس۔ تم وہیں پر سہی ہو!! اس سے پہلے سائرہ بیگم کوئی جواب دیتی داجان نے حدائق شاہ کی طرف دیکھتے سائرہ بیگم کی ہاں میں ہاں ملائی۔ سائرہ بیگم کے بعد اگر کسی کو اس شادی پر اعتراض تھا تو وہ داجان تھے۔۔ کم از کم آپ سے تو یہ اُمید نہیں تھی مجھے۔ کسی کی بیٹی ہے وہ بھی۔!! "آپ لوگ خود بیٹیوں والے ہیں۔ تھوڑا تو احساس کریں!! حدائق شاہ نے افسوس سے کہا۔ یک نہ شد دو شد والا کام ہو گیا تھا یہاں!! "ہماری بیٹیاں غیر مردوں کے ساتھ گل چھڑے نہیں اڑاتی!! یہ سائرہ بیگم تھیں جو پھر سے اپنے الفاظوں سے گہرے وار کر گئی تھی۔۔ وہ حدائق شاہ کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ ابھی بھی پلیٹ پر نظریں جمائے وہ

بہت بڑی بات کر گئی تھیں۔ جو حدائق شاہ نے بھی بخوبی محسوس کیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے اس کے دل میں ٹیس سی اٹھی تھی کہ اس کی ماں اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی۔ لیکن اب ان کی باتیں سن کر وہ گلٹ ختم ہو چکا تھا۔۔ اس کی آنکھیں سیکنڈ سے پہلے سرخ ہوئی۔ جبکہ ہاتھ کی مٹھیاں اتنی سختی سے بند کی تھی کہ ان کی کڑکڑاہٹ وہاں موجود ہر شخص نے بخوبی سنی تھی۔۔ "آپ لوگوں سے بات کرنا ہی فضول ہے۔ مجھے نہیں پتہ تھا کہ میرے گھر والے ہی اتنے سفاک نکلے گیں۔ میں ہی پاگل تھا جو آپ لوگوں کو منانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب جسے اعتراض ہے رہے اعتراض میری بلا سے!! بھاڑ میں جائیں سارے کے سارے۔!! شدید غصے کے عالم میں ٹیبل پر رکھی پلیٹس کو ہاتھ مار کر نیچے گراتے حدائق شاہ چیخ کر کہتے ڈائننگ ہال سے باہر نکلا۔ اس کا ارادہ اب باہر جا کر فائزہ کے لیے کچھ خریدنے کا تھا۔ آخر کو اُسے تو کھلانا تھا۔۔!! جبکہ پیچھے تمام پلیٹس نیچے گر کر چکنا چور ہو چکی تھیں۔ داجان اور سائرہ بیگم نے گھور کر حدائق شاہ کی پشت کو دیکھا۔۔ "نافرمان اولاد!! ایسی گندی اولاد اللہ کسی کو بھی نہ دے!! غصے سے بڑبڑاتے داجان واپس سے ناشتے

کی طرف متوجہ ہوئے۔ جبکہ سائرہ بیگم بھی پھر سے ناشتہ کرنے لگی تھیں۔اپنے مقصد میں تو وہ کامیاب ہو ہی گئی تھیں۔۔

اشنا شاہ ناشتے کی پلیٹ کو سائڈ پر کرتے کرسی سے کھڑی ہوئی۔ جس ضبط کے " ساتھ وہ اس گھر میں کل سے اپنی بہن کے کردار پر باتیں سن رہی تھی اور خود کو سائرہ بیگم کو کچھ بھی سخت سنانے سے باز رکھے ہوئے تھی یہ تو وہی جانتی تھی۔ورنہ اس کا بس نہیں تھا کہ سائرہ بیگم کو ایسا جواب دے کہ وہ دوبارہ فائزہ کے خلاف کچھ بولنے کے قابل ہی نہ رہیں!! اگر وہ خاموش تھی تو صرف اور صرف زاویار شاہ کی وجہ سے۔ جو اسے سختی سے فائزہ کے معاملے سے دور رہنے کا کہہ چکا تھا۔ اسے کرسی سے کھڑے ہوتے دیکھ زاویار شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑتے اسے روکا۔۔"کہاں جا رہی ہو۔ ناشتہ کرو بیٹھ کر!!"نہیں آپ کے گھر والوں کی باتوں سے پیٹ بھر گیا ہے میرا!! تلخ لہجے میں کہتے اشنا شاہ اس سے اپنا ہاتھ چھڑواتے ڈائننگ ہال سے باہر نکلی۔اس کے قدموں کا رخ اپنے کمرے کی جانب تھا۔۔ناچاہتے ہوئے بھی اس کا لہجہ خود بخود تلخ ہو گیا تھا۔۔"اور لے کر آؤ خان ولا کی لڑکیاں اس گھر میں!! ابھی تو

سب زبان درازی کر رہی ہیں میں تو کہتی ہوں جو دو تین وہاں بچی ہیں انہیں بھی یہیں لے آؤ۔ مل کر ہم سب بڑوں کو اس گھر سے نکال دے گیں۔ ویسے بھی ہم تو ہیں ہی برے!! سائرہ بیگم کو بہانہ مل چکا تھا اشنا شاہ پر بات کرنے کا۔ ابھی تک وہ اس کی طرف سے مکمل خاموش تھیں۔ لیکن اب اشنا کو برا بنانے کا سرہ ہاتھ لگ چکا تھا۔۔ زاویار شاہ نے سختی سے اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے۔۔ جس طرح اشنا شاہ سب کے سامنے اس سے ہاتھ چھڑوا کر گئی تھی اس کا غصّہ سوا نیزے پر پہنچ چکا تھا۔ اس کے لاکھ منع کرنے کے باوجود بھی وہ فائزہ کے معاملے میں خود کو انوالو کر رہی تھی۔ بجائے یہ بات کہنے کے وہ خاموشی سے بھی تو جا سکتی تھی۔ زاویار شاہ نے سوچتے سختی سے جبڑے بھینچے۔!! "کچھ غلط تو نہیں کہا اس نے۔ اس کی بہن ہے فائزہ!! آپ سب اس کے سامنے ہی اس طرح کی باتیں کرے گیں تو وہ تو یہی بولے گی۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس سے زیادہ کچھ کہتا آپ سب کو۔۔ وہ بیچاری تو پھر مختصر سی بات کر کے گئی ہے۔۔ زاویار شاہ کو اشنا کے حق میں نہ بولتے دیکھ نوین بیگم نے سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔۔ وہ خود بھی بیٹیوں

والی تھیں۔ اشنا شاہ اور فائزہ پر کیا گزر رہی ہو گی وہ اچھے سے جانتی تھیں۔۔ اور انہیں احساس بھی تھا۔ فائزہ کے لیے وہ خاموش تھیں کیونکہ وہ سائرہ بیگم کی بہو تھی۔ لیکن اشنا شاہ ان کی بہو تھی۔ اس کے حق میں وہ بول سکتی تھیں۔۔ "چلو جی۔ اب بیٹے کے ساتھ ساتھ اس کی ماں پر بھی کوئی جادو کر دیا اس لڑکی نے۔!! سائرہ بیگم نے نوالہ منہ میں رکھتے تلخی سے کہا۔ اشنا کے لیے نفرت میں مزید اضافہ ہوا تھا۔۔ جبکہ نوین شاہ نے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔ ان لوگوں کو سمجھانا بھینس کے آگے بین بجانے والی بات تھی۔ بحث سے بہتر تھا وہ ان کو ان کے حال پر ہی چھوڑ دیتی۔۔

مدحا نسیم اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھی کسی گہری سوچ کا شکار نظر آ رہی تھی۔ وہ ابھی ہی صبح کا ناشتہ بنا کر اپنے کمرے میں آتے بیٹھی تھی۔ نسیم صاحب کی طبیعت بھی زیادہ ہی خراب ہوتی جا رہی تھی۔ آج اسے سمجھ میں آیا تھا کہ گھر میں اگر بڑے بھائی ہو تو وہ کتنی بڑی نعمت ہوتے ہیں۔۔ ایک ضیغم کو غائب ہوئے آج

تیسرا دن تھا۔اوپر سے نسیم صاحب کی طبیعت خراب تھی۔اور پھر فرحت بیگم کی باتیں!!پریشانیوں نے جیسے اسے ہر طرف سے جکڑا ہوا تھا۔اور اس سب میں اسے سب سے زیادہ ٹینشن ضیغم کی تھی۔ کہیں وہ کسی غلط ہاتھوں میں نہ لگ جائے!! یہی فکر اسے کھائے جا رہی تھی۔۔ لیکن وہ بے بس تھی۔آخر کہاں ڈھونڈھتی وہ ضیغم کو؟؟ مدحا نسیم اس وقت براؤن کلر کے سادہ سے شلوار قمیض میں ساتھ سوٹ کے ساتھ کا ہی دوپٹہ گلے میں ڈالے سادہ سے حلیے میں بھی کافی پیاری دکھ رہی تھی۔۔ ابھی وہ اپنی سوچوں میں ہی گم تھی کہ باہر سے اُٹھتے شور کو آواز سنتے وہ سوچوں سے باہر نکلی۔۔ باہر سے فرحت بیگم کے رونے اور چیخنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔!!"یااللہ خیر!!پریشانی سے کہتے مدحا نے جوتے پاؤں میں پہنتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ جس طرح کی آوازیں آ رہی تھی ایسا لگتا تھا کچھ بہت غلط ہو گیا ہو۔۔ باہر برآمدے کی طرف جاتے مدحا نسیم کے قدم رکے۔سامنے ہی فرحت بیگم زمین پر بیٹھی اونچی اونچی رونے میں مصروف تھی۔ان کے سامنے ہی نسیم صاحب ہوش و خرد سے بیگانہ زمین پر مردہ سی حالت میں پڑے تھے۔ان کے ہاتھ

پاؤں مڑے ہوئے تھے۔ جبکہ گردن ایک طرف کو ڈھلکی تھی۔!! "ابو!! مدحا نسیم چیختے ہوتے ان کی طرف بڑھی!! نجانے اب کونسی پریشانی ان لوگوں کے ساتھ تھی۔۔ "امی کیا ہوا ہے ابو کو؟؟ نسیم صاحب کو سیدھا کرتے مدحا نے روتے ہوئے فرحت بیگم سے پوچھا۔۔ "ارے پتہ نہیں ابھی تو باہر جانے کی ضد کر رہے تھے۔ میں منع بھی کر رہی تھی انہیں لیکن انہوں نے نہیں سنی میری۔ اب دیکھ یہ سب کیا ہو گیا!! فرحت بیگم نے روتے ہوئے مدحا کو ساری بات بتائی!! وہ دھاڑیں مار مار کر بری طرح رو رہی تھیں۔ آئزہ بھی اپنے کمرے سے نکلتی ایک طرف کو کھڑی بیزاریت سے یہ سارا تماشہ دیکھ رہی تھی۔۔ مدحا نے خاموشی سے اپنا کانپتا ہاتھ آگے بڑھاتے نسیم صاحب کی ناک کے پاس کیا۔ وہ ان کی سانس چیک کر رہی تھی۔ اس دوران وہ اپنی سانس بھی روک گئی تھی۔ آخر کو مقابل اس کا باپ تھا۔۔ کچھ دیر تک کچھ بھی محسوس نہ کرتے مدحا کرب سے روتے ہوئے ہاتھ ہٹانے ہی لگی تھی کہ اسے اپنے ہاتھ پر بلکل ہلکی سی ہوا محسوس ہوئی۔۔ نسیم صاحب زندہ تھے۔ لیکن ان کی سانسیں بہت مدھم چل رہی تھیں۔!! "امی اٹھو!!

م۔۔میں ایمبولینس کو کال کرتی ہوں۔ کچھ نہیں ہوگا ابو کو۔۔ فرحت بیگم کے کندھے کو ہلاتے مدحا نسیم فوراً سے پہلے زمین سے کھڑی ہوئی۔ شکر تھا کہ نسیم صاحب کی سانس چل رہی تھی۔ ورنہ خوف اس کے دل میں پنجے گاڑے ہوئے تھا۔۔ تقریباً بھاگتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے مدحا نے بیڈ سے اپنا موبائل اٹھایا۔۔اس کے ہاتھ پاؤں بری طرح کانپ رہے تھے۔ لیکن وہ آرام سے بیٹھ نہیں سکتی تھی۔اپنے باپ کے لیے اسے ہی کچھ کرنا تھا۔اپنے گھر کا بڑا بیٹا اسے ہی بننا تھا۔۔اپنے آنسوں صاف کرتے مدحا نے ایمبولینس کو کال ملائی!! اپنی کمر پر ہاتھ رکھے وہ روتے ہوئے انہیں گھر کا ایڈریس بتا رہی تھی فون کٹ کرتے مدحا نے دوپٹہ سر پر اوڑھا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایمبولینس پہنچنے والی تھی۔۔اس کے قدموں کا رخ پھر سے باہر کی جانب تھا۔ جہاں سے فرحت بیگم کے ابھی تک رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔بچوں سے لاکھ بیر سہی لیکن نسیم صاحب میں ان کی جان بستی تھی۔ کہیں انہیں کچھ ہو نہ جائے سب کو ایک یہی خوف تھا۔!! "امی اُٹھیں زمین سے۔ایمبولنس آنے والی ہے ہمیں ابو کو ہسپتال لے کر جانا ہے۔ہمت

کریں پلیز!! فرحت بیگم کو بازو سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کرتے مدحا نسیم نے پریشانی سے کہا۔ لیکن وہ ان کے بھاری بھر کم وجود کو ایک فیصد بھی نہیں ہلا سکی تھی۔۔ "ارے چھوڑ سب کچھ تم دونوں بہن بھائیوں کی وجہ سے ہوا ہے۔۔ نا یہ اُس منحوس ضیغم کی ٹینشن لیتے اور نہ ہی آج ان کی یہ حالت ہوتی۔ ہائے اپنے باپ کو بھی نہیں چھوڑا تم دونوں نے!! کھا گئے تم دونوں میرے شوہر کو۔!! ایک جھٹکے سے مدحا نسیم سے اپنا بازو چھڑواتے فرحت بیگم نے دہائی دی۔ کوئی تو موقع ہو جب وہ ان دونوں بہن بھائی کو بخش دیں!! مدحا نسیم کے قدم پیچھے کو بری طرح لڑکھڑائے۔۔ اس نے پلر کو پکڑتے بمشکل ہی خود کو گرانے سے روکا۔ ورنہ وہ یہیں زمیں بوس ہو کر اپنی ایک آدھی ہڈی تڑوا لیتی۔ مدحا نے افسوس سے انہیں دیکھا۔ جنہیں اب ایک نیا بہانہ مل گیا تھا ان لوگوں کو ذلیل کرنے کا۔۔!! باہر سے ایمبولنس کی آواز سنتے مدحا نے فوراً سے پہلے آگے بڑھتے دروازہ کھولا۔۔ آپس میں لڑنے سے بہتر تھا کہ پہلے نسیم صاحب کو ہسپتال تک پہنچایا جاتا۔۔ ایمبولنس والوں نے سٹریچر پر لٹاتے نسیم صاحب کو ایمبولنس میں ڈالا۔۔ محلے سے بہت سے افراد

بھی اکٹھا ہونا شروع ہو چکے تھے۔۔ فرحت بیگم اور مدحا بھی نسیم صاحب کے ساتھ ہی ایمبولنس میں بیٹھی۔ جو کہ اب ہسپتال کی طرف روانہ تھی۔۔

ہسپتال پہنچتے نسیم صاحب کو ایمر جنسی وارڈ میں شفٹ کیا گیا تھا۔ ان کی طبیعت بہت زیادہ بگڑ رہی تھی۔ ہاتھ پاؤں بلکل ہی مڑ گئے تھے۔۔ مدحا اور فرحت بیگم کاریڈور میں بیٹھے پریشانی سے ان کے لیے دعائیں کر رہی تھیں۔ ایک کا شوہر تھا تو دوسری کا باپ!! دونوں کو ہی نسیم صاحب بے حد عزیز تھے۔!! فرحت بیگم کو روتے روتے کھانسی ہونے لگی تھی۔ وہ گلے پر ہاتھ رکھے بری طرح کھانس رہی تھیں۔ مدحا نسیم نے پریشانی سے اب ان کی طرف دیکھا۔ اب پتہ نہیں انہیں کیا ہو گیا تھا۔۔ "پانی!! فرحت بیگم نے بری طرح کھانستے ہوئے مدحا سے پانی مانگا۔۔ ان کے گلے میں اچانک ہی پتہ نہیں کیا ہو گیا تھا۔۔ مدحا نسیم نے پریشانی سے کاریڈور میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ اسے تو یہاں کوئی واٹر کولر نظر نہیں آ رہا تھا۔ جہاں سے وہ فرحت بیگم کو پانی ہی لا دیتی۔۔ "امی آپ پلیز دو منٹ رکیں۔ میں کسی سے پوچھ کر

ڈھونڈھ کر لاتی ہوں پانی!! فرحت بیگم کی پیٹھ کو رب کرتے مدحا نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائے کہا۔ فرحت بیگم نے بمشکل ہی اثبات میں سر ہلاتے کرسی سے ٹیک لگائی۔ گلے میں کوئی پھندا سا ابھی تک اٹکا ہوا تھا۔ ان کی سانس بھی بری طرح پھولی ہوئی تھی۔۔ مدحا نے ایک بار انہیں دیکھتے اپنے قدم دائیں جانب بڑھائے۔۔ ہو سکتا تھا کہ اسے یہاں کہیں پانی مل جائے۔۔

راحیل خان ہسپتال کے پارکنگ ایریا میں کھڑا ضیغم کو گاڑی میں بٹھا رہا تھا۔ اس نے ضیغم کو ساتھ رکھنے کہ ارادہ بہت سوچ سمجھ کر ہی کیا تھا۔ اب کوئی کچھ بھی بولے۔ اسے اس بچے سے کیا ہوا وعدہ تو نبھانا ہی تھا۔!! "ضیغم احتیاطی طور پر اپنے گھر میں سے کسی کا نمبر دے دو پلیز۔ اگر کچھ بھی ہو جاتا ہے تو میں ان لوگوں کو کال تو کر دوں تاکہ وہ پریشان نا ہو!! خود بھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے راحیل خان نے ایک مرتبہ پھر اس کی منت کی۔ وہ یہی بات کوئی چوتھی مرتبہ دہرا رہا تھا۔ "راحیل بھائی پلیز مجھے فورس مت کریں۔ جب ایسا کچھ ہو گا تو میں آپ کو مدحا آپی کا نمبر دے

دوں گا۔ان کے علاوہ اور کسی کو بھی کچھ بھی مت بتایئے گا پلیز!! ضیغم نسیم کی ابھی بھی وہی ضد تھی۔ وہ مدحا کے علاوہ اور کسی سے بات کرنا ہی نہیں چاہتا تھا۔اور نہ ہی یہ چاہتا تھا کہ کسی کو بھی اس کے بارے میں کچھ پتہ چلے۔۔ "اچھا ابھی دو پھر اپنی آپی کا نمبر۔اگر وہ تم سے اتنا ہی پیار کرتی ہے تو مجھے یقین ہے وہ تمہیں ضرور سمجھے گی۔۔راحیل خان نے اس کی طرف مڑتے پر سوچ انداز میں کہا۔وہ بس ایک مرتبہ اس کے گھر میں کسی کو بھی کال کر کے بتانا چاہتا تھا۔تاکہ بعد میں اس کے لیے کوئی بڑا مسئلہ نا بنے۔۔لیکن میں گھر واپس نہیں جاؤں گا۔آپ وعدہ کریں مجھے اپنے ساتھ ہی رکھے گیں۔!! کسی انجانے خدشے کے احساس سے ضیغم نے اس سے وعدہ لینا مناسب سمجھا۔۔ "ہاں پکا وعدہ نہیں بھیجتا تمھیں گھر!! اب دو نمبر۔۔ایک گہری سانس بھرتے راحیل خان نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے وعدہ کیا۔یہ وعدہ وہ پہلے بھی اس سے کر چکا تھا۔لیکن ضیغم تھا کہ اسے اعتبار ہی نہیں ہو رہا تھا۔۔ "لکھیں نمبر!! اور اسے زیادہ کچھ مت بتایئے گا۔امّا بننے لگ جاتی ہے۔!! ناک چڑھا کر کہتے وہ راحیل خان کو مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔راحیل خان نے

مسکراتے ہوئے اپنی جیب سے فون نکالنا چاہا۔ وہ اپنی جیبوں میں ہاتھ مارتے کچھ ٹٹولنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ "کیا ہوا؟؟ ضیغم نے اسے کچھ ڈھونڈھتے دیکھ نا سمجھی سے پوچھا۔ "میرا موبائل نہیں ہے جیب میں!! راحیل خان نے گاڑی میں اِدھر اُدھر دیکھتے جواب دیا۔ اسے اچھی طرح یاد تھا جب وہ اندر تھا تب تو موبائل اس کے پاس ہی تھا۔ "اندر کہیں نا بھول آئے ہو آپ۔ ایک مرتبہ اندر جا کر چیک کر لیں۔ ضیغم نے اس کی طرف دیکھتے عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔ اس نے خود بھی اندر راحیل خان کے ہاتھ میں موبائل دیکھا تھا۔۔ "اچھا تم بیٹھو۔ میں بس پانچ منٹ میں آیا دیکھ کر!! اس کے بالوں کو ہاتھ سے بگاڑتے راحیل خان گاڑی سے نیچے اترا۔ اس کے قدموں کا رخ ہسپتال کے اندر کی جانب تھا۔۔ جبکہ پیچھے ضیغم پھر سے منہ بنا کر رہ گیا۔ آخر ہاتھ چلانے کی بجائے منہ سے بھی یہی بات ہو سکتی تھی۔ لیکن نہیں!! ایک اس کی آپی اور دوسرا یہ اب راحیل۔ دونوں کی ایک سی عادت تھی۔۔

راحیل خان نے ہسپتال کی راہداری میں داخل ہوتے ادھر اُدھر دیکھا۔ یا تو وہ فون کو کہیں رکھ کر بھولا تھا۔ یا پھر غلطی سے کہیں گر گیا تھا اور اس کا دھیان نہیں گیا ہو گا۔۔ نیچے زمین پر دیکھتے وہ مصروف سے انداز میں راہداری میں آگے بڑھ رہا تھا۔ سامنے سے کون کیسے آرہا ہے اسے کوئی غرض ہی نہیں تھی۔ وہ تو بس اپنے ہی کم میں مصروف تھا۔۔ وہ آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ سامنے سے آتی مدحا نسیم سے بری طرح ٹکرایا۔ دونوں کا زبردست تصادم ہوا تھا۔ مدحا نسیم جو اپنے ہی دھیان میں سامنے سے آرہی تھی کسی سے ٹکر کر اپنے ہی پیروں میں اُلجھتے نیچے گرنے ہی لگی تھی کہ راحیل خان نے بروقت اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے گرنے سے بچایا۔ مدحا نسیم کی چیخ بے ساختہ تھی۔۔ اس نے گرنے کے ڈر سے راحیل خان کی شرٹ کو سینے کی طرف سے مٹھیوں میں جکڑا۔ وہ اپنی آنکھیں تک میچے ہوئے تھی۔!! "بچ گئی ہو محترمہ۔ چیخنے کی ضرورت نہیں ہے!! اسے بری طرح چیختے دیکھ راحیل خان نے کوفت سے اس کے چہرے کو دیکھتے کہا۔ "بچ گئی ہوں تو چھوڑ دیں آپ۔ پکڑ کر کھڑے رہنا ضروری ہے۔!! مقابل بھی مدحا نسیم تھی۔ اپنی آنکھیں کھولتے

اس نے ٹکا سا جواب دیا۔۔ راحیل خان نے فوراً ہی اسے چھوڑتے سیدھا کیا۔ اس کی آنکھوں میں راحیل خان نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔۔ مدحا نے سکون کا سانس لیتے اس کی طرف دیکھا جو پھر سے نیچے کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔۔ دوسرے ہی لمحے وہ اپنا سر جھٹکتے پیچھے کی طرف مڑی۔ اس نے فرحت بیگم کے لیے پانی لانا تھا۔۔

راحیل خان بھی آگے کی طرف مڑتے جانے ہی لگا تھا کہ اسے پھر سے رکنا پڑا۔۔ اپنے ہاتھ کی طرف دیکھتے اس نے سختی سے اپنی آنکھیں میچ کر کھولی۔۔ مدحا نسیم بھی رک چکی تھی۔ وہ بھی اسی کی طرف مڑتے اس کی پیٹھ پر نظریں جمائے اس کے پیچھے مڑنے کے انتظار میں تھی۔۔ اس کا دوپٹہ راحیل خان کے ہاتھ میں موجود گھڑی میں اٹک چکا تھا۔ وہ دونوں ہی فلحال کے لیے اپنی اپنی منزلوں پر جانے سے قاصر تھے۔۔ راحیل خان نے پیچھے کی طرف مڑتے مصروف سے انداز میں اپنی گھڑی میں اٹکا اس کا دوپٹہ نکالنے کی کوشش کی۔۔ مدحا نسیم سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ جو کھڑا مصروف سے انداز میں دوپٹہ نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن دوپٹہ بھی کوئی ڈھیٹ تھا۔ جو بری طرح اٹک چکا تھا۔

راحیل کی اتنی کوششوں کے باوجود بھی یہ نکلنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ مدحا نسیم نفی میں سر ہلاتے خود دو قدم چلتے اس کے نزدیک ہوئی۔ راحیل خان فوراً ہی پیچھے بڑھتے وہ دو قدموں کا فاصلہ پھر سے بنا گیا تھا۔!! "دور رہیں محترمہ!! میں کوشش کر رہا ہوں نکل جائے گا یہ!! گھڑی پر نظریں جما کر کہتے راحیل خان نے اس کی پچھلی بات کا بدلہ لیا تھا۔ اس کے چہرے کی طرف راحیل خان نے ابھی بھی نہیں دیکھا تھا۔۔ مدحا نسیم کا حیرت کی زیادتی سے پورا منہ کھلا۔ وہ تو صرف دوپٹہ نکالنے کے لیے اس کے تھوڑی سی نزدیک ہوئی تھی۔!! "بتمیز انسان!! منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے مدحا مزید ایک قدم پیچھے ہوئی۔ ورنہ یہ انسان دوبارہ اس کی بیعزتی کر دیتا۔۔ راحیل خان نے جھنجھلاتے ہوئے اپنی گھڑی کو دیکھا۔ نہ تو وہ مقابل کا دوپٹہ پھاڑ سکتا تھا اور نہ ہی اپنی فیورٹ گھڑی توڑ سکتا تھا۔ یہ گھڑی پچھلے ایک سال سے وہ اپنے ہاتھ میں پہنتا آرہا تھا۔ اس کی سب سے پسندیدہ گھڑی تھی یہ!! اوپر سے ضیغم بھی کب سے گاڑی میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہونا۔ وہ جھنجھلاتے ہوئے منہ بنائے اپنے ہاتھوں کو اور تیزی سے چلا رہا تھا۔۔ "ایک مرتبہ

مجھے کوشش کرنے دیں۔ ہو سکتا ہے نکل جائے۔۔ مدحا نے ہونٹ کاٹتے اب کی بار اس سے اجازت چاہی۔ اسے بھی جلدی تھی۔ وہاں فرحت بیگم کا کھانس کھانس کر برا حال ہو گیا ہو گا۔ "نہیں بہت مہربانی تمہاری!! بلکہ ایک کام کرو تم ہی رکھ لو یہ بھی۔!! منہ بنا کر کہتے راحیل خان اپنے ہاتھ سے گھڑی ہی اُتار چکا تھا۔ اسے مزید وقت یہاں ضائع نہیں کرنا تھا۔ اور بھی بہت کام تھے اسے۔۔ مدحا نسیم نے حیرت سے اس شخص کو دیکھا۔ جو ہاتھ سے گھڑی اُتار کر اسی کو تھما گیا تھا۔۔ راحیل خان نے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے۔ اپنی پسندیدہ چیزیں کھونے کی اب تو عادت سی ہو گئی تھی۔۔ ایک گھڑی اور سہی!! جب وہ اپنے پسندیدہ انسانوں کے بچھڑنے پر زندہ رہ سکتا تھا تو یہ تو پھر معمولی سی گھڑی تھی۔!! جبکہ پیچھے مدحا نسیم حیرت سے بس اس کی پشت کو دیکھ کر رہ گئی۔ گھڑی اس کے ہاتھ میں ہی موجود تھی۔۔ اگلے ہی لمحے اس نے اپنے ہاتھ میں موجود گھڑی کو اوپر نیچے کرتے اچھی طرح اس کا معائنہ کیا۔ یہ گھڑی دیکھنے میں ہی کوئی بہت مہنگی لگ رہی تھی۔۔ "یہاں فیس بھرنے کے پیسے نہیں ہوتے۔ اور لوگوں کے پاس اتنا پیسہ آرہا ہے کہ اتنی مہنگی

چیزیں ایسے ہی کسی کو بھی تھما دیتے ہیں۔ پیسے کی قدر نہیں ہے ان امیروں میں۔!!
منہ بنا کر دل میں سوچتے مدحا نسیم نے بھی اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے۔۔
اسے پانی لانا تھا۔۔

آبان خان اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ وہ کل شام میں ہی ہسپتال سے ڈسچارج ہوا تھا۔ اور اب اپنے کمرے میں سکون سے بیڈ پر بیٹھا آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ درفشاں تھوڑی دیر پہلے ہی نہانے کے لئے واشروم میں گئی تھی۔ آبان خان نے اسے جانے تو نہیں دینا تھا لیکن وہ بڑی چالاکی سے اندر جاتے اندر سے دروازہ لاک کر گئی تھی۔۔ اسی لیے اب آبان خان سکون سے بیٹھا اس کے باہر آنے کے انتظار میں تھا۔ بہت سے حساب نکلتے تھے اس عورت کی طرف۔۔ جو اسے ہر مرتبہ تڑپاتی تھی۔۔ دروازے کو کلک کی آواز کے ساتھ کھلتا محسوس کرتے آبان خان نے اپنی سرخ خمار زدہ آنکھیں کھولتے واشروم کے دروازے کی طرف دیکھا۔ جہاں سے ٹھٹھرتے ہوئے درفشاں باہر نکل رہی

تھی۔اس کا چہرہ سردی کی شدت سے سرخ ہوا پڑا تھا۔ جبکہ وہ اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے کے ساتھ رب کرتے واشروم سے باہر نکل رہی تھی۔۔

کہا تھا نا میرے بغیر مت جاؤ۔اب سردی سے کیا حالت ہو گئی ہے تمہاری!! بھگتو" اب خود ہی۔ اسے ٹھٹھرتے ہوئے اپنی طرف آتا دیکھ آبان خان نے طنزیہ سے انداز میں کہا۔ اگرچہ وہ خود بھی اسے اپنے پاس لانا چاہتا تھا لیکن پہلے اپنی بھڑاس نکالنا ضروری سمجھا۔۔"آپ کو اپنے زخموں کا خیال نہیں۔ لیکن مجھے ہے۔چپ کر کے بیڈ پر رہیں اور اپنے زخموں کو پانی لگنے سے بچائیں۔۔ڈریسنگ مرر کے سامنے جاتے درفشاں نے سختی سے اسے ٹوکا۔ مقابل کو اپنی کوئی فکر ہی نہیں تھی۔بس ہر وقت اسے رومانس چاہیے تھا۔۔"میری ماں ابھی زندہ ہے۔ تم جس کام کے لیے ہو میرے پاس وہی کیا کرو۔ میری امّا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔!آبان خان نے جلتے بھنتے ناک سکوڑتے جواب دیا۔اس کی بیوی اس سے چار ہاتھ آگے تھی۔۔درفشاں نے اپنی ہنسی دباتے ڈریسنگ مرر کے شیشے سے اس کا سرخ چہرہ اور خمار زدہ آنکھیں دیکھی۔ یہ شخص اسے مکمل حاصل بھی کر لے تب بھی اس کا خمار نہیں اترنا تھا۔اتنا

تو درفشاں یقین سے کہہ سکتی تھی۔۔ دوسرے ہی لمحے اسے مزید تنگ کرنے کا ارادہ کرتے درفشاں نے بلڈ ریڈ کلر کی لپسٹک اٹھاتے اچھی طرح ہونٹوں پر لگائی۔ وہ دو سے تین کوٹ لگاتے اسے گہرا کرتی جا رہی تھی۔۔ آبان خان شیشے سے اسے دیکھتا بے بسی سے اپنے ہونٹ بری طرح دانتوں تلے چبا کر رہ گیا۔ وہ اٹھ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ پہلے ہی بے احتیاطی کی وجہ سے اس کے سٹریچز کھل چکے تھے۔۔ اب مزید بد احتیاطی اسی کے لیے نقصان دہ ہو سکتی تھی۔!! "تم بہت پچھتاؤ گی درفشاں۔ وعدہ ہے میرا ایک ایک چیز کا حساب لوں گا تم سے۔ بس ایک مرتبہ میری دسترس میں آجاؤ تم۔۔ سختی سے اسے وارن کرتے آبان خان نے اس سے اپنی نظریں پھیری۔ اس کے انگ انگ میں بے چینی سی پھیلی ہوئی تھی۔ کسی طرح مقابل ایک مرتبہ اس کے نزدیک آجائے بس!! درفشاں نے اپنی ہنسی روکتے اپنے بالوں کے گرد لپٹے ٹاول کو اُتار کر ایک سائڈ پر پھینکا۔ اسے آبان خان کو تنگ کرنے میں مزا آرہا تھا۔ آبان خان کی نظریں ناچاہتے ہوئے بھی پھر سے بھٹک کر اسی کی طرف جا رہی تھیں۔۔ درفشاں ہنسی دباتے تھوڑے سے قدم چلتی آبان خان کے

نزدیک ہوئی۔ وہ بیڈ سے تھوڑے ہی فاصلے پر آ کر کھڑی ہو چکی تھی۔۔ درفشاں نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ایک ادا سے بالوں کو اِدھر سے اُدھر جھٹکا۔۔ بالوں سے نکلتے پانی کے چھینٹے آبان خان کے منہ پر گرے تھے۔ آبان خان نے بے ساختہ ہی اپنی آنکھیں موندتے ان کی دلفریب خوشبو کو اپنے اندر اُتارا۔۔ ایک تو مقابل کا دو آتشہ بدن، اوپر سے کالے رنگ کے سوٹ میں چمکتی دمکتی اس کی دودھیا رنگت، کھلے بال اور پھر ہونٹوں پر آبان خان کے پسندیدہ رنگ کی لپسٹک وہ اس کے سامنے پوری طرح زیر ہو چکا تھا۔ اسے ایک مرتبہ درفشاں اپنے پاس میسر ہوتی۔ وہ اسے اچھی طرح بتاتا کہ کیسے شوہر کو ادائیں دکھا کر تڑپاتے ہیں۔۔

"آبان!! درفشاں نے اسے آنکھیں موندے دیکھ نہایت دلفریب لہجے میں محبت سے پُکارا۔۔ "جی میری جان!! آنکھیں کھولتے بے ساختہ ہی اس کے منہ سے پھسلا تھا۔ آخر کو درفشاں نے پکارا بھی تو اتنے پیار سے تھا۔۔ درفشاں نے اسے خود کی طرف تکتا پا کر اپنے دوپٹہ اتارتے سائڈ پر پھینکا۔۔ اس شخص کو تڑپا کر وہ اپنے سارے بدلے لے رہی تھی۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ یہ سب بعد میں اسی پر

بھاری پڑے گا۔ آبان خان کے گلے میں گلٹی سی ابھر کر معدوم ہوئی۔ گیلی قمیض بلکل اس کے جسم کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔ اس فراک سے مقابل کے نشیب و فراز جیسے ابھر ابھر کر باہر آنے کو تھے۔ آبان خان اس کے نشیب و فراز پر نظر جمائے جیسے سانس تک لینا بھول گیا تھا۔ اس کے جواں جذبات میں طغیانی سی مچی ہوئی تھی۔ دل تھا کہ مقابل کی قربت کے لیے باقاعدہ ترس رہا تھا۔۔ "پاس آجاؤ درفشاں۔ مت اتنا تڑپاؤ پلیز!! تمھیں ذرہ احساس نہیں اپنے شوہر کی فیلینگز کا۔۔ اسے ایسے نامانتے دیکھ آبان خان نے اسے ایموشنلی بلیک میل کرنا چاہا۔ "اب ایسے تومت کہیں۔ اتنی بھی ظالم نہیں ہوں میں!! منہ بنا کر کہتے درفشاں نے اپنے قدم بیڈ کی جانب بڑھائے۔ مقابل اسے اپنے جال میں پھنسا رہا تھا۔ اور وہ پھنس بھی گئی تھی۔ آبان خان ہلکا سا مسکراتے اسے اپنی طرف آتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ بیڈ سے دو قدموں کے فاصلے پر رکتے درفشاں نے اپنے ہونٹوں کا گول کیوٹ سا پاؤٹ بنایا۔۔ آبان خان نے نفی میں سر ہلاتے خود بھی اسی کی طرح اپنے ہونٹوں کو گولائی میں کیا۔ اس لڑکی کی یہی حرکتیں تو اسے اچھی لگتی تھیں۔ ساتھ ہی وہ اپنی آنکھیں بھی

بند کر گیا تھا۔ اب مقابل خود ہی آ کر اسے کس کرتی۔۔ در فشاں نے مسکراتے ہوئے یہ دو قدموں کا فاصلہ بھی سمیٹتے آبان خان کے نزدیک ہوتے اس کے گول شیپ میں بنے ہونٹوں کو دیکھا۔۔ آبان خان اسے بخوبی محسوس کر رہا تھا۔۔ اور اگلے ہی لمحے در فشاں نے تھوڑا سا جھکتے اس کے خشک ہونٹوں پر اپنی تر زبان پھیری۔۔ اسی کے ساتھ ہی وہ فوراً سے پہلے پیچھے ہٹ گئی تھی۔ آبان خان مزید اس کی طرف سے پیش قدمی کے انتظار میں تھا۔ لیکن قدموں کی آواز سنتے اس نے اپنی آنکھیں کھولتے سامنے دیکھا۔ جہاں در فشاں زبان باہر نکال کر کھڑی اسے چڑانے میں مصروف تھی۔۔ "یہ چیٹنگ ہے در فشاں!! تم ایسا نہیں کر سکتی میرے ساتھ۔۔ آبان خان نے بے بسی سے دہائی دی۔ "کوئی چیٹنگ نہیں ہے۔ آرام کریں اور آپ کے سوپ کا ٹائم بھی ہو گیا ہے۔ تو میں نیچے جا کر وہ بنواتی ہوں آپ کے لیے۔۔ تب تک آپ میرے خواب دیکھیں اور انجوائے کریں۔!! صوفے سے اپنی چادر اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہتے در فشاں جلدی سے کمرے سے باہر

نکلی۔۔ ورنہ جتنا تنگ وہ اسے کر چکی تھی کوئی بعید نہیں تھی کہ آبان خان سب کچھ بھاڑ میں جھونک کر اسے اپنے شکنجے میں قید کر لیتا۔۔

پیچھے آبان خان نے غصے سے اپنے پاس سے تکیہ اٹھاتے دروازے پر مارا۔ جہاں سے درفشاں ابھی باہر نکلی تھی۔۔ اور دوسرے ہی لمحے وہ اپنی زبان کو ہونٹوں پر پھیرتے درفشاں کے لمس کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح اپنے ہی ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ ابھی کے لیے وہ بیچارہ اور کر بھی کیا سکتا تھا بھلا؟؟

Episode : 50

حدائق شاہ بازار سے سامان لیتے گھر واپس آیا۔ وہ تقریباً آدھے گھنٹے بعد اب گھر واپس آ رہا تھا۔ سارا سامان تو لے لیتے لیکن مسئلہ یہ تھا کہ یہ سب ڈش آئوٹ اسے خود کرنا پڑتا۔ اس نے تو آج تک کچن میں بھی قدم نہیں رکھا تھا۔ اور اب ناشتہ خود ہی بنانا پڑتا۔۔ لیکن خیر اپنی پسندیدہ عورت کے لیے وہ یہ سب کر سکتا تھا۔ حدائق

شاہ سامان ہاتھ میں لیتے سیدھا کچن کی طرف بڑھا۔۔لاؤنج میں بیٹھے کسی بھی شخص کی طرف نظریں دوڑانہ اس نے ضروری نہیں سمجھا۔حالانکہ وہ جانتا تھا کہ سارے اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔!! خاموشی سے کچن میں جاتے حدائق شاہ نے رفعت بی کو مخاطب کیا۔اسے تو یہ بھی نہیں پتہ تھا پلیٹس کہاں پڑی ہیں۔ساری زندگی ڈائننگ ٹیبل پر کھانا ملا تھا۔کبھی ان چیزوں پر نظر ثانی کرنے کا سوچا بھی نہیں تھا اس نے۔۔"رفعت بی پلیٹس دے دیں مجھے۔اور دو منٹ میرے پاس کھڑی ہو جائیں۔یہ فریش جوس بنانا ہے اور انڈے بوائل کرنے ہیں۔تو مجھے آپ کی مدد کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔شاپر سے سب کچھ باہر نکالتے حدائق شاہ نے مصروف سے انداز میں انہیں کہا۔۔رفعت بی مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھیں۔جو بیچارہ صبح صبح بیوی کے لیے خوار ہو رہا تھا۔یہ ایک ادھیڑ عمر خاتون تھی اور ایک عرصے سے شاہ ولا میں کام کر رہی تھیں۔۔"چھوڑو بیٹا تم۔میں بنا دیتی ہوں فائزہ بیٹی کے لیے ناشتہ۔!حدائق شاہ کو فروٹس کے ساتھ جنگ لڑتے دیکھ رفعت بی نے آگے بڑھتے اس کے ہاتھ سے چھری لی۔۔"ارے آپ رہنے۔۔۔"خبردار رفعت تم نے ہاتھ

بھی لگایا تو کسی چیز کو۔ وہ کر رہا ہے کرنے دو اُسے۔ اچھا ہے اُسے بھی تو پتہ چلے ایسی لڑکیوں کے پیچھے کیسے کیسے ذلالت ہوتی ہے۔ ابھی تو وہ صرف ناشتہ بنوا رہی ہے۔ کل کو اس سے جھاڑو پوچا بھی کروائے گی۔ ابھی حدائق شاہ انہیں منع کر ہی رہا تھا کہ سائرہ بیگم نے کچن میں داخل ہوتے رفعت بی پر نظریں جمائے کہا۔ انہوں نے پھر سے ایک نظر بھی حدائق شاہ کو طرف نہیں دیکھا تھا۔۔ "چھوڑ دیں آپ رفعت بی۔ جائیں ان کا پورا کر دیں پہلے۔ اپنی بیوی کے لیے میں خود ہوں۔ جھاڑو پوچا کیا وہ ساری عمر اپنے قدموں کا غلام بھی بنا کر رکھے تو میں فخر سے رہوں گا۔۔ مسکرا کر رفعت بی سے کہتے حدائق شاہ نے نرمی سے ان کے ہاتھ سے چھری لی۔۔ لیکن وہ اپنی اس بات سے سائرہ بیگم کے تن بدن میں بری طرح آگ سلگا گیا تھا۔۔ "ہاں اسی دن کے لیے تمھیں پال پوس کر بڑا کیا تھا کہ لوگوں کی بیٹیوں کی غلامی کرتے پھرو۔ ذرا جو مردانگی بچی ہو تم میں۔!! خاصی بلند آواز میں کہتے انہوں نے حدائق شاہ کا چہرہ سرخ کیا۔ جان جائے پر مردانگی پر بات نہ آئے۔ اگر یہاں اس کی اپنی ماں کی جگہ کوئی اور ہوتا تو حدائق شاہ منٹ سے پہلے اُسے یہیں پر زندہ گاڑ دیتا۔ لیکن

وہ یہاں بھی بے بس تھا۔۔ "ماما میرا کوئی موڈ نہیں ہے آپ سے بحث کرنے کا۔ مہربانی کر کے خود بھی جائیں اور احتیاطی طور پر اپنی ساری ملازماؤں کو بھی لے جائیں۔ میں اکیلا کر سکتا ہوں سب کچھ!! شیلف پر رکھے فروٹس کو کٹ کرتے حدائق شاہ نے سختی سے کہا۔اس کا لہجہ سخت ضرور تھا۔لیکن اس میں بتمیزی کا کوئی عنصر نہیں تھا۔۔ "بھاڑ میں جاؤ تم!! کرو غلامی اس بدکردار عورت کی۔ آخر میں تمھیں ماں یاد آئے گی کہ صحیح کہتی تھی میں۔۔اس کی پیٹھ کو گھور کر کہتے سائرہ بیگم پاؤں پٹختے ہوئے کچن سے باہر نکلیں۔ان کا بیٹا بیوی کا ہو کر رہ گیا تھا۔ان کا غم اور غصّہ جائز تھا۔۔ حدائق شاہ نے پھر سے ان کی بات کو ہوا میں اڑایا۔اسے اندازہ تھا کہ دن رات اسے ایسے ہی الفاظ سننے کو ملے گیں۔ کوئی کچھ بھی کہے اسے تو اپنی بیوی پر پورا پورا یقین تھا۔اور یہی اس کے لیے کافی تھا۔۔ سارے فروٹس کو کٹ کرتے حدائق شاہ نے جوس کے لیے الگ سے فروٹس نکالے۔ صرف اسی کام میں اسے بیس سے پچیس منٹ لگ چکے تھے۔اور پھر بھی فروٹس ٹیڑھے میڑھے ہی کٹے تھے۔ لیکن اب وہ بیچارہ بھی اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔جوس

بناتے حدائق شاہ نے ٹرے میں اچھے سے سارا کچھ سیٹ کیا۔ ابھی انڈے ابالنا باقی تھا۔۔ اسے پانی کی کوانٹٹی کا نہیں پتا تھا کہ کتنی لے۔ تھوڑا بہت تو اسے اندازہ تھا لیکن پھر وہی بات وہم!! کچھ دیر انڈوں کو گھورتے حدائق شاہ نے اس کا بھی ایک جگاڑ نکالا۔ پچھلے دس منٹ اسے سوچنے میں لگے تھے۔۔ اپنی جیب سے موبائل نکالتے حدائق شاہ نے یوٹیوب پر وائس سرچ کو آن کیا۔۔ "انڈے کیسے اُبالتے ہیں؟ اور دو انڈوں کے لیے پانی کی کتنی مقدار رکھیں؟" یوٹیوب پر وائس سرچ میں بولتے حدائق شاہ نے آگے موجود ساری ویڈیوز کو دیکھا۔ کچھ دیر سوچتے کہ کونسی ویڈیو دیکھے بلآخر حدائق شاہ نے ایک ویڈیو کو پلے کیا۔۔ جیسے جیسے ویڈیو میں بتا رہے تھے وہ بلکل ویسے ہی کر رہا تھا۔۔ چولہے پر باؤل رکھتے حدائق شاہ نے ویڈیو کے مطابق دس منٹ تک انتظار کیا۔ اس دوران وہ کچن میں بنی شیلف پر ہی بیٹھ گیا تھا۔ آج تو صبح صبح ہی اس کا دماغ سہی سے خراب ہو چکا تھا۔ ساری باتیں ایک طرف۔ لیکن اس نے زندگی میں کبھی نہیں سوچا تھا کہ یہ دن بھی دیکھنا پڑے گا۔ آج اسے زندگی سہی معنوں میں ظالم لگی تھی۔۔ کہاں وہ اس وقت اپنے شاندار آفس میں بیٹھا کام

کر رہا ہوتا تھا۔ اور کہاں اب کچن میں بیٹھا ناشتہ بنا رہا تھا۔۔ باؤل میں سے پانی کو باہر نکلتے دیکھ حدائق شاہ سیکنڈ سے پہلے شیلف سے نیچے اترا۔ پانی ابل ابل کر باہر نکل رہا تھا۔ حدائق شاہ نے چولہے کے پاس جاتے ایسے ہی اسے ہاتھ سے پکڑتے اٹھانا چاہا۔۔ بے دھیانی میں وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ کوئی اسپیچولا ہی استعمال کر لے۔۔ ہاتھ سے پکڑتے اس نے گرم سٹیل کے باؤل کو اٹھاتے سائڈ پر رکھا۔ اور اب وہ اپنی اس کارکردگی کے نتیجے میں خود کا جلا ہوا ہاتھ دیکھ رہا تھا۔ درد تو بہت تھا لیکن وہ جبڑے بھینچے اسے برداشت کر رہا تھا۔۔ پتہ نہیں انڈے ابل تھے یا نہیں!! اپنے ہاتھ کو جھٹکتے حدائق شاہ نے پانی میں سے انڈے نکالے۔ اس مرتبہ احتیاط کرنا بلکل نہیں بھولا تھا۔ پہلے ہی جل کر اس کا دایاں ہاتھ بلکل سرخ ہو چکا تھا۔ عین ممکن تھا کہ کچھ دیر میں اس پر چھالے بن جاتے۔۔ شکر تھا کہ انڈے بھی ابل چکے تھے۔ ورنہ حدائق شاہ نے اب اپنا سر کسی دیوار میں مار کر ہی سکون لینا تھا۔ اس چھوٹے سے ناشتے میں بھی اسے آدھے گھنٹے سے اوپر ہی لگ چکا تھا۔ لیکن خیر!! آہستہ آہستہ عادت ہو ہی جانی تھی!! انڈوں کو بھی ڈش میں سیٹ کرتے حدائق

شاہ نے ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی۔ ناشتہ تو اس نے خود بھی نہیں کیا تھا لیکن فلحال اس کی بیوی کے لیے ناشتہ زیادہ ضروری تھا۔۔ٹرے کو اٹھاتے حدائق شاہ کچن سے باہر نکلا۔اس کے قدموں کا رخ سیڑھیوں کی جانب تھا۔تاکہ اوپر اپنے کمرے میں جا کر فائزہ کو ناشتہ کروائے۔۔

لاؤنج میں بیٹھے سارے ہی اسے تقریباً گھورنے میں مصروف تھے۔خاص کر کے دا جان۔ جو ان کے خاندان کی ناک کٹوا رہا تھا۔ "لعنت ہو برخوردار تم پر!! نوکری چھوڑ کر زنانیوں والے کام سمبھال لو۔ دا جان نے اس کی پیٹھ کو دیکھتے باقاعدہ ہاتھ اُٹھاتے اسے لعنت دی۔ ساتھ میں انہوں نے ایک مفت کا مشورہ بھی دے دیا تھا۔ ان کی بات سنتے ایک لمحے کے لیے حدائق شاہ کے قدم رکے۔ اپنے پیچھے پڑتی لعنت بھی وہ بخوبی محسوس کر چکا تھا۔۔ دوسرے ہی لمحے وہ بغیر کچھ کہے خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ اگر اس گھر میں رہنا تھا تو بہتر یہی تھا کہ وہ ان لوگوں کے طعنوں اور باتوں کو ایک کان سے سنتا اور دوسرے سے نکال دیتا۔ ورنہ اس کا اپنا ہی جینا حرام ہونا تھا۔۔

حدائق شاہ نے کمرے میں داخل ہوتے پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ بند کیا۔ دروازہ لاک نہیں ہوا تھا۔ ہلکا سا کھلا ہی رہ گیا تھا۔ لیکن اس کے ہاتھ میں فلحال ٹرے تھی۔۔ فائزہ شاہ ابھی تک سیدھی لیٹی چھت پر ہی نظریں جمائے ہوئے تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی تو وہ ہوش میں آئی تھی۔۔ حدائق شاہ دور سے ہی اس کی کھلی آنکھیں محسوس کر چکا تھا۔ دل میں خدا کا لاکھ شکر ادا کرتے حدائق شاہ نے اپنے قدم بیڈ کی جانب بڑھائے۔۔ فائزہ خان ابھی تک بے حس و حرکت ہی پڑی تھی۔!! "اٹھ جائیں فائزہ۔ اٹھ کر ناشتہ کر لیں۔۔ حدائق شاہ نے بیڈ پر ٹرے رکھتے نہایت محبت سے اسے مخاطب کیا۔ کمرے میں کسی اور کی موجودگی اور آواز محسوس کرتے یکلخت ہی فائزہ شاہ نے اپنی گردن موڑتے دائیں طرف دیکھا۔ جہاں حدائق شاہ کھڑا مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ اس نے بے ساختہ ہی دونوں طرف سے بیڈ شیٹ کو سختی سے اپنی مٹھیوں میں جکڑا۔ یہ انسان پھر سے اس کے سامنے آگیا تھا۔ جس کی رات کی حرکت کے بعد اسے حدائق شاہ سے وحشت

ہونے لگی تھی۔ ابھی بھی خوف اسکے چہرے سے ہی واضح عیاں تھا۔ بیڈ شیٹ کو دونوں طرف سے پکڑے وہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوؤں کے ساتھ ڈھیروں خوف لیے حدائق شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جبکہ پیچھے ہونے کے لیے کمر میں ہوتی حرکت بھی بخوبی دکھائی دے رہی تھی۔۔ "ریلیکس ہو جائیں کچھ نہیں کر رہا میں!! اسے ایسے ہرنی کی طرح سہمی ہوئی آنکھوں سے خود کی طرف تکتا دیکھ حدائق شاہ نے نرمی سے کہتے اُسے ریلکس کرنا چاہا۔۔ "دور رہو پلیز!! حدائق شاہ کو بیڈ پر بیٹھتے دیکھ فائزہ شاہ نے منٹ سے پہلے بیڈ سے کھڑے ہوتے کہا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔۔ جبکہ اس کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ حدائق شاہ نے اس کے ہونٹوں کے ہلنے سے اندازہ لگایا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے۔۔ "میں دور ہی ہوں صرف بیڈ پر بیٹھ ہوں۔ آپ ناشتہ کریں بس۔ حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے ناشتے کی ٹرے اٹھاتے اس کے سامنے کی۔ اسے اندازہ تھا کہ مقابل اس کی کل کی حرکت کے بعد کافی ڈری ہوئی ہو گی۔۔ حدائق شاہ مسکراتے ہوئے ٹرے اس کے آگے کر گیا تھا۔ فائزہ شاہ نے نفی میں سر ہلاتے ٹرے پر ہاتھ مارا۔ حدائق شاہ کی گرفت ٹرے پر

بہت ہلکی تھی۔ فائزہ شاہ کے ہاتھ مارنے پر پوری ٹرے ناشتے سمیت نیچے گری۔۔ گلاس ٹوٹنے کی آواز پر فائزہ شاہ کی چیخ بھی ساتھ ہی نکلی۔ جبکہ حدائق شاہ کی مسکراہٹ منٹ سے پہلے سمٹی تھی۔ سارے فروٹس زمین پر اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تھے۔ جوس بھی سارا گر چکا تھا۔ انڈے تو نظر ہی نہیں آ رہے تھے۔ شاید بیڈ کے نیچے چلے گئے تھے۔۔ جو ناشتہ اس نے اتنی محنت سے بنایا تھا اس کی ساری محنت پانی میں مل چکی تھی۔ ہونٹ کاٹتے حدائق شاہ ان فروٹس پر ہی اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا۔!! "دور۔۔ دور ہو جاؤ پلیز!! ابھی بھی اسے وہیں جم کر بیٹھے دیکھ فائزہ شاہ نے بری طرح سسکتے ہوئے اسے خود سے دور ہونے کو کہا۔ حالانکہ وہ بیڈ کی دوسری طرف بیٹھا تھا۔ لیکن اتنی دور سے بھی حدائق شاہ کے خوف سے اس کا جسم کانپنے لگا تھا۔۔ "میں قریب آیا ہی کب ہوں؟؟ کیا چاہتی ہو تم اس کمرے میں ہی نا آؤں میں!! فروٹس سے نظریں ہٹا کر اس کی طرف دیکھتے حدائق شاہ نے سپاٹ سے انداز میں سوال کیا۔ جس طرح وہ خود پر ضبط کر کے بیٹھا تھا یہ وہی جانتا تھا۔۔ "ہاں!! فائزہ شاہ نے بلا توقف ہاں میں سر ہلایا۔۔ اور حدائق شاہ کے دل کو کسی

نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی اسے مقابل کی باتیں ہرٹ کر رہی تھیں۔۔ "میرا کمرہ ہے یہ! اور مجھے اپنے کمرے میں آنے کے لیے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور دوسری بات تم بھی میری بیوی ہو۔ تمہارے قریب آنے کے لیے بھی مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔۔ حدائق شاہ نے سپاٹ سے لہجے میں کہتے اپنے قدم بیڈ سے نیچے اُتارے۔۔ فائزہ یک ٹک اسے ہی دیکھتے اس کے الفاظوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔!! حدائق شاہ بیڈ سے کھڑے ہوتے گھوم کر آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہا تھا ویسے ویسے فائزہ شاہ پیچھے کی طرف سرک رہی تھی۔ حدائق شاہ کی نظریں اسی پر جمی تھی۔ فائزہ شاہ کی خود کی آنکھیں بھی اسی پر ٹکی تھیں۔۔ ایک کی آنکھوں میں خوف تھا تو دوسرے کی آنکھوں میں سرد پن!! "دو۔۔ دور!! پیچھے بیڈ کراؤن میں گھسنے کی کوشش کرتے فائزہ شاہ نے گھٹی گھٹی آواز نکالی۔۔ لیکن حدائق شاہ نے اس کی نہ تو سننی تھی اور نہ ہی وہ سن رہا تھا۔ اسے بلکل پاس آتے دیکھ فائزہ شاہ کے منہ سے بے ساختہ ہی چیخ نکلی۔ وہ اتنی شدت سے کانپ رہی

تھی کہ ایسا لگتا تھا جیسے بیڈ بھی لرز رہا ہو۔۔ حدائق شاہ کے قدم ابھی بھی نہیں رکے تھے۔ وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ مقابل کا خوف کس حد تک ہے۔!! فائزہ شاہ نے آنسوں بہاتے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے۔ اسے رکتے نا دیکھ وہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتے حزیانی ہوتے چیخنے لگی تھی۔۔ گھٹنوں کو فولڈ کیے وہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے آواز کے ساتھ روتے ہوئے چیخ رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے کرب سے اسے دیکھتے اپنے قدم وہیں روکے۔ وہ بلکل بیڈ کے ساتھ کھڑا تھا۔۔ "نہیں آرہا میں آگے۔ چپ ہو جاؤ۔۔ ابھی بھی اسے چیختے دیکھ حدائق شاہ نے اسے چپ کروانے کی ناکام کوشش کی۔ لیکن وہ سن ہی کب رہی تھی؟؟ وہ تو کانوں پر ہاتھ رکھے بری طرح پینک ہو رہی تھی۔ آنکھیں بھی بند تھیں۔ اور بند آنکھوں سے ہی آنسوؤں کا ریلا جاری تھا۔۔ بے بسی سے حدائق شاہ ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ ایسے وقت میں کیا کیا جائے۔ جبکہ اپنی کل والی حرکت پر وہ پچھتانا بلکل بھی نہیں بھولا تھا۔ ہر منٹ میں وہ اپنے غصے پر لعنت بھیج رہا تھا۔۔ بے بسی سے اسے دیکھتے حدائق شاہ نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ یہ تو طے تھا کہ اس وقت وہ

فائزہ کو ہینڈل نہیں کر سکتا۔ وہ ذرہ سا قریب جاتا تو مقابل نے مزید چیخنا شروع کر دینا تھا۔ فائزہ شاہ ابھی بھی ویسے ہی چیخ رہی تھی۔ سارا کمرہ اس وقت اس نے اپنے سر پر اٹھا رکھا تھا۔ کمرے سے باہر نکلتے حدائق شاہ نے دروازہ اچھے سے بند کیا۔ اسے اب پتہ چلا تھا کہ پہلے دروازہ کھلا تھا۔ یعنی ساری آوازیں باہر آرام سے جا رہی ہونی۔ لیکن وہ بیچارہ کیا کر سکتا تھا بھلا!! ریکنگ کے پاس جاتے حدائق شاہ نے نیچے لاؤنج میں جھانکا۔ پورا لاؤنج خالی پڑا تھا۔ صرف ایک اشنا شاہ تھی جو ملازمہ کے ساتھ کھڑی شاید اسے کوئی کام بتا رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے دل میں شکر ادا کرتے اِرد گرد دیکھا۔ وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ کوئی اور لاؤنج میں نہ ہو۔۔ اچھی طرح اپنی تسلی کرتے حدائق شاہ نے اشنا کو آواز لگائی۔ "بھابی!! اس نے اپنی آواز کو نارمل ہی رکھا تھا۔۔ اشنا شاہ نے یکلخت ہی آواز کی سمت میں دیکھا۔ جہاں اوپر حدائق شاہ ریکنگ کے ساتھ کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ حدائق شاہ نے اُسے اپنی طرف دیکھتا پا کر ہاتھ سے اوپر آنے کا اشارہ کیا۔۔ ابھی کے لیے مجبوری میں اسے اشنا کی مدد لینی ہی تھی۔ ورنہ فائزہ کی طبیعت مزید بگڑ جاتی۔ "جاؤ تم!! ملازمہ سے کہتے اشنا شاہ نے اپنے

قدم اوپر کی جانب بڑھائے۔ زاویار شاہ اپنے آفس گیا ہوا تھا۔ اس لیے وہ سن سکتی تھی حدائق شاہ کی بات۔۔ اشنا کو اوپر آتے دیکھ حدائق شاہ سیڑھیوں کے پاس جا کر کھڑا ہوا۔۔ "ہمم بولیں حدائق بھائی!! اوپر جاتے اشنا نے اس سے خود کو بلانے کی وجہ جاننی چاہی۔ "بھابھی اُسے دیکھ دیں پلیز!! کل سے بھوکی ہے وہ۔ کچھ کھلا دیں اسے۔ میں نے سارا سامان کچن میں رکھ دیا تھا۔ اگر آپ اس کے پاس جا کر اُسے ریلکس کر کے کچھ کھلا سکتی ہیں تو پلیز۔ احسان ہو گا آپ کا۔" حدائق شاہ نے اس کی طرف دیکھتے پریشانی سے اسے فائزہ کے بارے میں بتایا۔ اب اشنا ہی تھی جو اسے سمبھال سکتی تھی۔ "اچھا آپ رکیں میں بنا کر لاتی ہوں کچھ!! ایک گہری سانس بھرتے اشنا نے حامی بھری۔ آخر کو مقابل اس کی بہن تھی۔ کوئی کچھ بھی بولے اشنا اسے نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ "نہیں پہلے اُسے چپ کروائیں جا کر۔۔ ورنہ طبیعت خراب ہو جائے گی اس کی۔ وہ پینک ہو رہی ہے بہت زیادہ!! ہونٹ کاٹتے حدائق شاہ نے اسے اصل بات سے آگاہ کیا۔ اسے پورا یقین تھا وہ لڑکی اب تک چیخ رہی ہو گی۔۔ اشنا نے پریشانی سے بغیر کچھ کہے اپنے قدم حدائق شاہ کے کمرے کی جانب

بڑھائے۔ جہاں اس وقت فائزہ شاہ موجود تھی۔۔ حدائق شاہ باہر ہی رک گیا تھا۔ وہ جانتا تھا اب اشنا سمبھال لے گی۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اب اگر وہ اندر گیا تو فائزہ کبھی خاموش نہیں ہو گی۔ اسی لیے اوپر والے لاؤنج کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ کمرہ تو ویسے ہی اس سے چھن چکا تھا۔اب یہ لاؤنج ہی سہی !!

ابھی وہ لاؤنج کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ سائرہ بیگم کو سامنے سے آتے دیکھ اس کے قدم رکے۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ سائرہ بیگم اوپر ہی ہو نگی۔۔ "ایسے ہی ذلیل و خوار ہو گے تم۔ ارے بد کردار کے ساتھ ساتھ نفسیاتی بھی ہے وہ لڑکی۔ ابھی بھی وقت ہے حدائق۔ مان لو اپنی ماں کی بات۔ میں تمہارے بھلے کے لئے ہی بول رہی ہوں۔ اسے دیکھتے سائرہ بیگم نے موقع پر چوقا مارا۔ اندر ہوئی ساری داستان وہ کان لگا کر سن رہی تھیں۔!! "پہلی بات میری بیوی کے بارے میں دوبارہ یہ مت کہیے گا۔ اور دوسری بات آپ کی باقی اولاد بھی ہے۔ آپ اُن کی بھلائی کے بارے میں سوچیں۔ اپنے بارے میں سوچنے کے لیے میں خود ہوں۔!! زبردستی مسکرا کر کہتے حدائق شاہ نے اپنے قدم آگے بڑھائے۔ اندازہ تو اسے ہو ہی چکا تھا کہ سائرہ بیگم

نے سب سن لیا ہو گا۔ پیچھے سائرہ بیگم نے ایک قہر برساتی نظر اس کی پشت پر ڈالی۔ انہیں شدت سے اس دن کا انتظار تھا جب حدائق شاہ فائزہ سے بلکل اکتا جاتا۔ خدا کرے یہ دن بہت جلد آئے!!! دل میں دعا کرتے سائرہ بیگم بھی نیچے کی جانب بڑھیں۔۔

راحیل خان کی گاڑی کو ٹھے کہ باہر آتے رکی۔ وہ آج بہت دنوں بعد یہاں چکر لگا رہا تھا۔ پہلے آبان خان کی وجہ سے اور پھر ضیغم کا ایکسیڈنٹ۔ اس سب میں وہ مہر ماہ کو بلکل بھول ہی چکا تھا۔ ابھی بھی ضیغم نسیم کو اپارٹمنٹ میں چھوڑتے وہ سب سے پہلے یہیں پر آیا تھا۔ فلحال کے لیے ضیغم نسیم کے پاس اکشم کو رکنے کا کہہ کر وہ خود یہاں آگیا تھا۔ اکشم بھی اتفاقاً ہی اس کے اپارٹمنٹ میں گیا تھا تو اس لیے راحیل خان نے موقع کا فائدہ اٹھاتے اکشم کو اپنے پاس ہی رکنے کا کہا۔ وہ مان تو نہیں رہا تھا لیکن پھر راحیل خان کے زیادہ اسرار کرنے پر اسے ماننا پڑا۔۔

راحیل خان گاڑی روکتے گاڑی سے باہر نکلا۔ وہ اس وقت اپنے مخصوص لباس جینز اور شرٹ کے ساتھ اوپر جیکٹ اسی میں ملبوس تھا۔ شلوار قمیض ویسے بھی وہ بہت کم ہی پہنتا تھا۔ اسے زیادہ عادت بھی نہیں تھی شلوار قمیض پہننے کی۔ لیکن وہ اس ڈریسنگ میں بھی غضب ڈھا رہا تھا۔ آنکھوں پر سیاہ رنگ کا چشمہ لگائے وہ کسی بھی لڑکی کا دل دور سے بھی دھڑکا سکتا تھا۔۔ بلاشبہ وہ وجاہت کا اعلیٰ شاہکار لگ رہا تھا۔ اپنی جیکٹ کو سیدھا کرتے راحیل خان نے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ اس کا خود کا بہت دل تھا مہر ماہ سے ملنے کا۔ یہاں وہ آیا بھی صرف اسی ایک عورت کے لیے تھا۔ سردی ایسے ہی اپنے عروج پر تھی۔ آج پھر سورج نہیں نکلا تھا۔ دھند ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے تھی۔ ! ! اندر داخل ہوتے راحیل خان نے اِرد گرد نظریں دوڑائی۔ ہر چیز ویسے ہی تھی۔ سب کچھ ویسے ہی چل رہا تھا۔ عیاش قسم کے لوگ ایک طرف بیٹھے رقص دیکھنے میں محو تھے۔ جبکہ بہت سے لوگ اندر کمروں میں اپنی راتیں رنگین کر رہے تھے۔ راحیل خان کی نظریں جسے ڈھونڈ رہی تھیں وہ تو کہیں پر تھی ہی نہیں۔ ہر طرح کی لڑکی وہاں پر موجود تھی۔ لیکن ایک بس وہی

نہیں تھی جس کی راحیل خان کو تلاش تھی۔!! "کیا ڈھونڈ رہے ہو شہزادے!! ایک لڑکی نے راحیل خان کے پاس آتے اس کے گلے میں بانہیں حائل کرتے ایک ادا سے کہا۔ "دور رہو!! راحیل خان فوراً سے پہلے اسے خود سے دور کر گیا تھا۔ شاید یہ کوئی کوٹھے پر نئی آئی تھی جو اسے جانتی نہیں تھی۔ ورنہ یہاں جتنی بھی پرانی لڑکیاں تھیں سب کو اندازہ تھا کہ راحیل خان یہاں مہر ماہ کے لیے ہی آتا ہے۔ اس کے آتے ہی صرف ساری مہر ماہ کو مخاطب کرتے اُسے اطلاع دے دیتی تھی کہ راحیل خان اس سے ملنے آیا ہے۔ کیونکہ سب جانتی تھیں راحیل خان ان کی قسمت میں کہاں!! "لو بھلا دور ہی رہنا ہے تو تم یہاں کرنے کیا آئے ہو؟؟ لڑکی نے منہ بناتے کہا۔ توہین خجالت کے احساس سے اس کا چہرہ ہلکا سا سرخ پڑا تھا۔۔ "مہر ماہ کہاں ہے؟؟ راحیل خان نے اسی سے مہر ماہ کے بارے میں پوچھا۔ اب باقی سب تو اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھیں۔ "مہر ماہ کے پاس بھی وہی کچھ ہے جو میرے پاس ہے۔ کیا فرق پڑتا ہے مہر ماہ ہو یا پھر میں!! اس طوائف نے دوبارہ سے راحیل خان کی طرف بڑھتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے نہایت بے باکی سے کہا۔ راحیل

خان کو کوفت ہونے لگی تھی۔ جو بار بار آ کر اس سے چپک رہی تھی۔ ابھی وہ پھر سے اسے خود سے دور کرنے ہی لگا تھا کہ اس سے پہلے ہی کسی نے آتے لڑکی کو راحیل خان سے دور کرتے پیچھے دھکا دیا۔۔ وہ بہت مشکل سے پیچھے گرتے گرتے بچی تھی۔۔ راحیل خان کے ہونٹوں کو بے اختیار ہی ایک خوبصورت سی مسکراہٹ نے چھوا۔ یہ وہی تھی جسے وہ ڈھونڈ رہا تھا۔ "دور رہنا آئندہ اس سے!! انگلی اٹھا کے سختی سے لڑکی کو وارن کرتے مہر ماہ نے راحیل خان کا ہاتھ تھاما۔۔ "تم ہوتی کون ہو مجھے اس سے دور رہنے کا کہنے والی؟؟ وہ لڑکی تو بھڑک ہی اٹھی تھی۔ اپنی بیعزتی اسے واضح محسوس ہو رہی تھی۔!! "یہ میری دوست ہوتی ہے تمھیں کہنے والی۔ نئ آئی ہو تم شاید یہاں پر۔ اسی لیے غلطی کر بیٹھی ہو۔ آئندہ میرے نزدیک مت لگنا۔۔" "ورنہ میں تمہاری ہڈیاں توڑ دوں گی۔ جا کر باقی گاہکوں کو دیکھو۔" پہلے راحیل خان نے اسے کہتے جملہ ادھورا چھوڑا۔ جسے مہر ماہ نے مکمل کیا تھا۔ اسے راحیل خان سے چپکتے دیکھ مہر ماہ کے جیسے تن بدن میں آگ سی لگ گئ تھی۔ راحیل خان نے مسکراتے مہر ماہ کو اپنے حصار میں لیا۔ وہ بہت نرمی سے اس کے گرد اپنا

ایک ہاتھ لپیٹ گیا تھا۔ لڑکی سامنے کھڑی خون خوار نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ "آجاؤ اوپر!! راحیل خان کو رکھتے مہرماہ نے اپنے قدم سیڑھیوں کی جانب بڑھائے۔۔ "جو حکم!! اس لڑکی کی طرف مسکرا کر دیکھتے راحیل خان بھی اسی کے پیچھے ہوا۔ نجانے کیوں اسے اس لڑکی کو جلا کر ایک الگ ہی خوشی ملی تھی۔ خاص کر تب جب مہرماہ نے جلن کے احساس سے آکر اسے اس سے دور کیا تھا۔۔ اس لڑکی کی نظروں نے دور تک ان دونوں کا پیچھا کیا۔ یہاں تک کہ وہ دونوں ایک کمرے میں بند ہو گئے تھے۔اس کی آنکھوں میں حسد بہت واضح تھا۔۔۔

کمرے میں داخل ہوتے راحیل خان بیڈ پر بیٹھا۔ مہرماہ دروازہ بند کر رہی تھی۔۔ "میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ یہاں مت آنا۔ پھر کیوں آئے ہو تم یہاں؟؟ مہرماہ نے اس کے سامنے جاتے سینے پر ہاتھ باندھتے پوچھا۔ وہ اس وقت سفید رنگ کا گھاگھرا چولی پہنے راحیل خان کے ٹکر کی لگ رہی تھی۔ سفید رنگ اس پر بہت جچتا تھا۔ "تم سے ملنے آیا تھا۔ دل کر رہا تھا میرا۔ راحیل خان نے بیڈ سے ٹیک لگاتے

مسکراتے ہوئے کہا۔ جس طرح کھڑی وہ اسے گھور رہی تھی۔ راحیل خان کو لگ رہا تھا جیسے دونوں میں بہت گہرا رشتہ ہو۔۔ "تو تمہیں نہیں پتہ میں اوپر ہوتی ہوں۔ پھر بھی نیچے کھڑے ہو جاتے ہو دوسری لڑکیوں کی نیت لگوانے کے لیے۔ پہلی بات تو تم یہاں آیا ہی مت کرو۔ اور دوسری بات اگر آ بھی جاؤ تو سیدھا اوپر آیا کرو۔ میں اوپر ہی ہوتی ہوں۔ اسی کمرے میں۔ خفگی سے اس کی طرف دیکھتے مہرماہ نے اسے تنبیہ کی۔ نجانے کیوں وہ جل کر آگ ہو رہی تھی۔۔ "میں تو کچھ بھی نہیں کرتا۔ اب باقی ساری لڑکیاں خود نیت لگاتی ہیں تو اس میں میرا کیا قصور بھلا؟؟ اسے تنگ کرنے میں مزا آرہا تھا راحیل کو۔ اسی لیے تھوڑا سا مزید تنگ کیا۔ اُسے اندازہ تھا کہ مقابل کو جلن ہو رہی ہے۔ "اتنے تم شریف ہو نہیں جتنے بن رہے ہو۔ راحیل تمھیں کچھ نہیں کہہ سکتی میں۔ تم نے کونسا سننی ہے میری!! خفگی سے کہتے مہرماہ بیڈ کے کنارے پر بیٹھی۔ "اچھا چھوڑو اُسے سناتو دی ہیں باتیں۔ تم اِدھر آؤ۔ بہت ساری باتیں بتانی ہیں میں نے تمہیں۔۔ بیڈ سے ٹیک چھوڑ کر سیدھے ہوتے راحیل خان نے تھوڑا آگے کو ہوتے اس کا ہاتھ تھاما۔۔ مہرماہ اسے ایک نظر دیکھتے

خاموشی سے بیڈ پر چڑھتے اس کے ساتھ ہی بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے بیٹھی۔اتنے دنوں سے وہ خود بھی راحیل خان کی آواز سننے کو ترس رہی تھی۔اب جب وہ آ ہی گیا تھا تو مہر ماہ اسے دھتکار نہیں سکتی تھی۔۔"اتنے دنوں سے کہاں تھے تم؟؟اس کے پاس بیٹھتے مہر ماہ نے دھیمے سے پوچھا۔وہ اپنے پاس چاہیے بھی تھا اور اس کے یہاں کوٹھے پر آنے پر اعتراض بھی تھا اسے۔۔"وہی گھر کے مسئلے۔اور پھر میری گاڑی سے ایک بچے کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا۔تمھیں اندازہ ہے ایک رات جیل میں گزار کر آیا ہوں میں۔!!راحیل خان نے اس کی طرف مڑتے کہا۔وہ اسے ایسے بتا رہا تھا جیسے کوئی بہت بڑی ہو۔حالانکہ اس کے لیے یہ معمولی سی بات تھی۔لیکن مہر ماہ کے سامنے وہ ایسے ہی ایک ایک بات اسے بتاتا تھا۔ایک مہر ماہ ہی تو تھی۔جسے وہ اپنے دل کی ہر ایک بات بتا دیتا تھا۔۔"تم ٹھیک ہو۔کچھ زیادہ ہوا تو نہیں۔اور ایکسیڈنٹ کیسے ہوا؟؟مہر ماہ نے اس کا ہاتھ تھامتے پریشانی سے پوچھا۔وہ تڑپ ہی تو گئی تھی۔۔"ہاں میں بلکل ٹھیک ہوں۔راحیل خان نے کہتے اسے ایکسیڈنٹ کی ساری روداد سنائی۔ساتھ یہ بھی بتایا تھا کہ ضیغم نسیم اسی کے پاس ہے۔وہ ہر چھوٹی

سے چھوٹی بات اس سے شئیر کر رہا تھا۔اور مہر ماہ خاموشی سے گھٹنوں کو فولڈ کیے اس کی باتیں سن رہی تھی۔اسی لیے تو راحیل خان کو مہر ماہ کو ہر بات بتانا اچھا لگتا تھا۔کیونکہ وہ خاموشی سے اسے سنتی تھی۔ کبھی بھی اس نے راحیل خان کو جج نہیں کیا تھا۔ کہیں پر وہ غلط ہوتا تو مہر ماہ اس کی بات مکمل ہونے کے بعد نرمی سے اسے سمجھاتی۔اس کی یہی ایک ادا راحیل خان کو بھاتی تھی۔۔"اور اگر کوئی مسئلہ ہو گیا پھر؟؟مہر ماہ کی پریشانی ابھی بھی ختم نہیں ہوئی تھی۔"نمبر لے لیا ہے اس کی آپی کا میں نے۔جب تک رہتا ہے رہے میرے پاس۔جب گھر کی یاد آئے گی تب اس کی بہن کو کال کر کے ساری بات بتا کر اسے واپس بھیج دوں گا۔اور اگر کوئی مسئلہ ہوا بھی تو بچے کو زبردستی تو نہیں رکھا میں نے۔وہ اپنی مرضی سے رہ رہا ہے میرے پاس۔۔راحیل خان نے فر فر اسے مسئلے کا حل بتایا۔اسے تو کوئی ٹینشن نہیں تھی اب کسی بھی چیز کی۔۔مہر ماہ نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔اب وہ اس انسان کو کیا ہی کہتی بھلا؟؟راحیل خان کے پاس باتیں ختم ہو چکی تھیں۔وہ سب کچھ ہی اسے بتا گیا تھا۔۔"پانی پلانا پلیز ایک گلاس!!مہر ماہ سے کہتے راحیل خان نے بیڈ کراؤن

سے ٹیک لگائی۔ اس کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔ بلکل ایسے ہی جیسے اپنے حصے کا بوجھ کسی اور پر ڈال کر انسان سکون سے ہو!! ایسے ہی جیسے وہ ہمیشہ اُسے اپنی باتیں بتا کر خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتا تھا۔ مہر ماہ ہاں میں سر ہلاتے بیڈ سے نیچے اتری۔۔ کمرے کے ایک کونے میں ہی گھڑا پڑا تھا۔ مہر ماہ کے قدم پانی لینے کی غرض سے اسی جانب تھے۔۔ راحیل خان نے بیڈ کراؤن کے ساتھ اپنا سر ٹکاتے آنکھیں موندی۔ مہر ماہ سامنے کھڑی گلاس میں پانی بھر رہی تھی۔ پانی کو بھرتے مہر ماہ پھر سے بیڈ کی جانب آئی۔ راحیل خان کی بند آنکھیں وہ دور سے ہی محسوس کر چکی تھی۔۔ بیڈ کے پاس پہنچتے مہر ماہ نے محبت سے اسے دیکھا۔ مقابل کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ جیسے مرضی اسے دیکھ سکتی تھی۔ ابھی تو محبت بھری نظروں سے دیکھنے کا وقت ملا تھا۔ وہ آنکھیں بند کئے اتنا خوبصورت اور وجیہہ لگ رہا تھا کہ مہر ماہ کا دل ہی نہیں تھا اسے مخاطب کر کے اس نظارے سے محروم ہو۔۔ پانی کے گلاس کو سائڈ پر رکھی ایک ٹیبل پر رکھتے مہر ماہ دبے پاؤں بہت آرام سے بیڈ پر آتے بیٹھی۔۔ اس نے اس بات کا بہت خیال رکھا تھا کہ راحیل خان کی آنکھیں نا کھلیں۔۔ آہستہ سے بیڈ پر بیٹھتے

مہر ماہ نے ہمیشہ کی طرح اپنے گھٹنے سینے تک فولڈ کرتے ان پر اپنا سر رکھا۔ پھر سے وہ اسی انداز میں بیٹھی ہمیشہ کی طرح اسے محبت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ آخر کو یہ اس کا پسندیدہ نظارہ تھا۔۔ راحیل خان ابھی تک آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ شاید وہ نیند کی وادیوں میں جا رہا تھا۔۔ مہر ماہ اس کے سامنے بیٹھی اسے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی غریب بچہ کسی بہت مہنگی چیز کو شیشے کے پار سے دیکھ تو سکتا ہو۔ لیکن اسے چھونے یا اُسے حاصل کرنے کا اختیار اس کے پاس نا ہو۔ وہ اس وقت بلکل ایسے کسی بچے کی مانند معلوم ہو رہی تھی۔۔ گھٹنوں پر اپنا گال ٹکائے وہ بغیر پلکیں جھپکائے اسے دیکھنے میں اتنی محو تھی کہ اسے آس پاس کا بھی کو خیال نہیں تھا۔ اسے کبھی کبھی سمجھ نہیں آتی تھی کہ اسے محبت کیسے ہو سکتی ہے!! آج تک نجانے کتنے ہی مرد اس کے جسم تک رسائی حاصل کر چکے تھے۔ کتنے ہی مردوں کی وہ راتیں رنگین کر چکی تھی۔ لیکن کبھی کسی کو لے کر یہ احساسات اس کے اندر نہیں جاگے تھے۔۔ یہ سب کچھ پہلی مرتبہ راحیل خان کے ساتھ رات گزار کر ہی ہوا تھا۔ اسے محبت کا مطلب ہی اس رات سمجھ میں آیا تھا۔ اور پھر اس کی کوئی بھی رات

سکون سے نہیں گزری تھی۔ لا حاصل محبت اس کی راتوں کی نیند چین سب کچھ اپنے ساتھ ہی کہیں لے گئی تھی۔ دل اور دماغ پر بری طرح راحیل خان کا قبضہ تھا۔ وہ نہیں آتا تھا تو اسے دیکھنے کی خواہش!! وہ اگر آجاتا تھا تو محبت میں خود کے برباد ہونے کا خوف!! مہرماہ بلکل بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ راحیل خان کو یہاں آنے سے منع کرتی تھی۔ وہ یہاں آکر اپنا دل تو ہلکا کر لیتا تھا۔ لیکن ہمیشہ اس کے دل پر بوجھ ڈال کر چلا جاتا تھا۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مہرماہ کی محبت میں اضافہ ہی ہوتا جارہا تھا۔ دماغ میں سوچتے کب اس کی آنکھوں سے گرم سیال نکلتے اس کے مومی گالوں پر بہنا شروع ہوا مہرماہ کو اندازہ ہی نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ وہ پورے گیارہ سال بعد راحیل خان کے ساتھ روئی تھی۔ اور پھر اس کی ہر رات ہی رو کر گزرتی تھی۔ ایسے نا ہوتا تو ایسے ہو جاتا۔ ہر رات دماغ یہی حساب لگاتا رہتا تھا۔ اور وہ!!! وہ مکمل طور پر دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔۔

ایسے مت دیکھا کرو مہر ماہ!! کچھ چیزیں ہمارے نصیب میں نہیں ہوتیں۔ ہم کتنی" ہی کوشش کریں وہ پھر ہمیں نہیں ملتی۔ کچھ چیزوں کا نا ملنا ہی ہمارے لیے اچھا ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ مل جائیں تو پھر ہماری زندگیوں میں سوائے خسارے کے کچھ نہیں بچتا۔۔ بند آنکھوں کے ساتھ ہی دھیمے سے کہتے راحیل خان اسے گھبرانے پر مجبور کر گیا تھا۔ "کیا وہ جانتا تھا؟؟ اوہ خدایا وہ جانتا تھا کہ مہر ماہ کے دل میں اس کے لیے جذبات ہیں۔ راحیل خان اچھے سے واقف تھا۔ مہر ماہ کو اندازہ نہیں تھا اس بات کا۔ اس کا حیران ہونا بنتا تھا۔۔ "تم۔۔ تمھیں کیسے پتہ؟؟ لرزتی سی آواز میں مہر ماہ نے اس سے پوچھا۔ اب وہ جان ہی گیا تھا تو مہر ماہ کیا کر سکتی تھی بھلا۔ "میں تو خود محبت کا مارا ہوں۔ کسی اور کی آنکھوں میں جلتے محبت کے دیپ میں نا دیکھوں یہ کیسے ممکن ہے بھلا؟؟ بہت پہلے سے اندازہ ہے مجھے کہ تم میری محبت میں بلکل ڈوب چکی ہو۔ اور یہ تمہارے لیے بہت نقصان دہ ہے!! راحیل خان نے پھر سے بند آنکھوں کے ساتھ کہا۔۔ "جب تم جانتے ہو تو کیوں آتے ہو یہاں مجھے اذیت دینے۔ تم یہاں آیا ہی مت کرو راحیل۔ احسان ہو گا تمھارا۔۔ مہر ماہ نے اپنے

آنسوں صاف کرتے بھیگی سی آواز میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے بہتے سیال میں اضافہ ہوا تھا۔ مقابل سب کچھ جانتا تھا لیکن پھر بھی اسے تکلیف پہنچا رہا تھا۔ "تمھیں چھوڑ دیا تو میں خود کہاں جائوں گا؟؟ راحیل خان نے آنکھیں کھولتے اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتے نرمی سے کہا۔ "اور بھی بہت سے کوٹھے ہیں اس دنیا میں۔ تم کہیں بھی چلے جایا کرو لیکن یہاں مت آیا کرو!! مہرماہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کانپتی سی آواز میں کہا۔ اس کا دل تھا کہ دھاڑیں مار مار کر روئے۔۔ "ہاں بہت سے کوٹھے ہیں۔ لیکن ان سب پر تم نہیں ہو گی۔ اور مجھے تمہارے علاوہ کسی کے پاس سکون نہیں ملتا۔ راحیل خان نے سنجیدگی سے کہتے اسے حقیقت سے آگاہ کیا۔ مہرماہ روتے روتے ہلکا سا مسکرائی۔ چلو کچھ تو ویلیو تھی اس کی مقابل کی زندگی میں۔۔ "کیا اتنی ضروری ہوں میں تمہارے لیے؟؟ مہرماہ نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتے معصومیت سے پوچھا۔ راحیل خان بے ساختہ ہی مسکرا دیا تھا۔ "ہاں اگر دوست کی حیثیت سے دیکھا جائے تو اتنی ہی ضروری ہو تم میری زندگی میں۔ اس کی طرف دیکھتے راحیل خان نے بلا جھجھک کہا۔ لیکن ساتھ ہی وہ دوست بول کر اس

کے دل کے ٹکڑے بھی کر گیا تھا۔۔ "یہی فرق ہے تم میں اور مجھ میں۔ تم مجھے صرف ایک دوست کی نظر سے دیکھتے ہو۔اور میں تمھیں اپنا سب کچھ مانتی ہوں۔ مہرماہ نے اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوں صاف کرتے سپاٹ سے انداز میں کہا۔اسے بے تحاشہ رونا آرہا تھا۔۔ مقابل کا سچ بولنے کا انداز آج اسے زہر لگ رہا تھا۔۔ راحیل خان نے خاموشی سے ایک ہاتھ آگے بڑھاتے مہرماہ کو بازو سے تھامتے اسے اپنی طرف کھینچا۔مہرماہ اس کے چٹانی سینے سے آکر بری طرح ٹکرائی تھی۔۔راحیل خان نے اسے سیدھا کرتے اپنا ایک بازو اس کے گرد باندھا۔وہ سمجھ سکتا تھا اس وقت مہرماہ پر کیا گزر رہی ہو گی۔وہ خود بھی اس وقت سے گزر چکا تھا۔۔مہرماہ نے ہچکی لیتے اس کے سینے میں اپنا منہ چھپایا۔وہ اس کے سینے میں منہ دیے بری طرح سسک پڑی تھی۔راحیل خان خاموشی سے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اس کی کمر تھپکتے جیسے اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ منہ سے کچھ نہیں بول رہا تھا۔ کیونکہ وہ کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں تھا۔مقابل آج اسی کی وجہ سے اس حال میں تھی۔۔ لیکن وہ بھی بے بس تھا۔سچ تو یہ تھا کہ وہ آج تک اشنا شاہ کو اپنے دل سے

نہیں نکال سکا تھا۔ اسے نجانے کیوں آج بھی یہ خوش فہمی رہتی تھی کہ ایک دن اشنا اسے مل جائے گی۔ اسی اُمید کے تحت وہ ابھی تک زندہ تھا۔ اشنا آج بھی اس کے پاس آجاتی وہ خوشی خوشی اسے اپنالیتا۔ لیکن غور فکر بات تو یہ تھی کہ اشنا زاویار شاہ اس کے پاس آنے ہی کیوں لگی؟؟ "تم روتے ہوئے بلکل اچھی نہیں لگتی مہرماہ۔ تمہاری آواز روتے ہوئے اتنی بری لگ رہی ہے کہ میرے کانوں میں درد ہونے لگا ہے۔!! اسے مسلسل روتے دیکھ راحیل خان نے مسکراتے ہوئے اسے خاموش کرنا چاہا۔ وہ مزاق کر رہا تھا۔۔ مہرماہ نے روتے ہوئے اپنی پوری قوت سے اس کے کندھے پر مکا جڑا۔ راحیل خان کی کراہ بے ساختہ تھی!! مقابل نے اپنی پوری جان لگا کر مکا مارا تھا۔۔ "تمھیں کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا راحیل۔ تم بہت عجیب آدمی ہو۔ مہرماہ نے اس کے سینے سے چہرہ باہر نکالتے یہاں اپنی ٹھوڑی ٹکائے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ "تم میرے سے مار کھاؤ گی۔ اتنی زور سے مارتا ہے کوئی۔۔ راحیل خان نے اس کی بات کو اگنور کرتے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ وہ اس کا دھیان بٹانا چاہ رہا تھا۔ "تم اب مجھے مارو گے؟؟ مہرماہ نے صدمے سے پوچھا۔ اسے جیسے یقین ہی

نہیں آرہا تھا۔ "تم نے بھی تو مارا ہے ابھی!! راحیل خان نے کہتے تھوڑا سر نیچے کو جھکاتے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھنے چاہے۔ مہرماہ فوراً سے پہلے اپنا چہرہ اس سے دور کر گئی تھی۔ پیچھے کو ہوتے اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہم طوائفیں یہ عقیدے بھرے بوسے ڈیزرو نہیں کرتیں۔ اس کی سوالیہ نظروں میں اپنی آنکھیں گاڑے مہرماہ نے کرب سے کہا۔ مقابل کے لمس میں ہمیشہ عزت ہوتی تھی۔۔ وہ آج کوئی تیسری مرتبہ اسے اپنے لبوں سے چھو رہا تھا۔ ورنہ وہ یہاں صرف باتیں کرنے ہی آتا تھا۔۔ "بکواس مت کیا کرو!! راحیل خان نے اسے بازو سے پکڑتے واپس سے اسے ایسے ہی لٹاتے اس کے ماتھے پر نرمی سے لب رکھے۔ مہرماہ خاموشی سے اپنی آنکھیں موند گئی تھی۔۔ یہ لمس اسے ہر چیز سے زیادہ عزیز تھا۔۔ راحیل خان نے اس کا سر تھپکتے واپس سے اپنی آنکھیں موندی۔ مہرماہ بھی خاموشی سے اپنی آنکھیں موند گئی تھی۔ آج ہی تو سکون کی نیند میسر ہونی تھی۔ نجانے کتنے دنوں بعد !!

قسط نمبر: 51

صبح کا سورج ہمیشہ کی طرح اپنے وقت پر طلوع ہوا تھا۔ کسی کے لیے آج کا دن بہت خاص تھا تو کسی کے لیے بہت برا۔ یہ سب کچھ زندگی کے ساتھ ہی چلتا رہتا تھا۔ یہ زندگی تھی اور اس میں روز ایسے ہی ہوتا تھا۔ بلکل ایسے ہی خان ولا اور بھی سورج چھایا ہوا تھا۔ صبح کا وقت تھا اور سب ہی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کوئی ڈیوٹی پر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا تو کوئی یونیورسٹی جانے کے لیے۔ سب کی اپنی اپنی مصروفیات تھیں۔۔ ایسے میں ایک وہ بھی تھا جو دو ہفتوں بعد آج اپنے آفس کا رخ کر رہا تھا۔ پچھلے دو ہفتوں سے وہ بیڈ ریسٹ پر تھا۔ کیونکہ ڈاکٹرز نے اسے سختی سے آرام کرنے کو کہا تھا۔ اور بیوی نے ڈنڈے کے زور پر اسے خوب آرام کروایا بھی تھا۔ لیکن آج جیسے اس کی بس ہو گئی تھی۔ لڑ جھگڑ کر وہ آج کام پر جا ہی رہا تھا۔ گھر بیٹھنے کی عادت نہیں تھی نا اس لیے!! اور ان محترم کی بیوی ناراض ہو کر کمبل میں منہ دیے بیٹھی تھیں۔ کیونکہ اس کا کہنا تھا کہ ابھی آبان خان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوئی۔۔ اسے مزید آرام کرنا چاہیے۔ وہ بلکل ٹھیک ہے اب وہ اسے کیسے

سمجھاتا بھلا؟؟ ایک بیوی اور دوسری اپنی ماں۔ دونوں کے سامنے وہ بے بس تھا۔ ان دونوں نے مل کر اس کی جان سولی پر لٹکائی ہوئی تھی۔۔ آبان خان نے شیشے میں دیکھتے اپنی تیاری پر ایک آخری نظر ڈالی۔ سفید رنگ کے تھری پیس سوٹ میں بلاشبہ وہ بہت وجیہہ دکھ رہا تھا۔ شیشے میں دیکھتے ہی بے ساختہ اس کی نظر بیڈ پر لیٹی اپنی ناراض بیوی پر گئی۔ جو اسے تڑپاتی بھی خود تھی۔ اور اب ناراض بھی خود ہی ہو کر بیٹھی تھی۔۔

"اٹھ جاؤ درفشاں!! شوہر اتنے دنوں بعد کام پر جا رہا ہے۔ تھوڑی سی تیاری میں ہی ہیلپ کروا دو یار۔ آبان خان نے بلند آواز میں اسے پکارتے چھیڑنے والے انداز میں کہا۔ تیار تو وہ بلکل ہو چکا تھا۔ لیکن اسے تنگ کیے بغیر آبان خان کی روٹی ہضم کہاں ہونی تھی بھلا۔۔ جو کہ اس نے ابھی کھائی بھی نہیں تھی!! درفشاں نے کمبل سے ہاتھ باہر نکالتے اپنے پاس سے تکیہ اٹھاتے اس کے پاس پھینکا۔ اور اس کا اندازہ بھی اتنا سہی لگا تھا کہ تکیہ سیدھا جاتے آبان خان کے منہ پر لگا۔ غصے سے اپنے ہاتھ میں تکیہ پکڑتے آبان خان نے اس کے کمبل کی طرف دیکھا۔ کیونکہ منہ تو وہ اسی

میں چھپائے ہوئے تھی۔ "تم سے بات کرنا فضول ہے۔ رہو ناراض میں کوئی نہیں منا رہا تمھیں۔ آبان خان نے اسے گھورتے واپس سے اپنے بال سیٹ کیے۔ جو پھر سے خراب ہو چکے تھے۔ "میں نے کہا بھی نہیں کہ آپ مجھے منائیں۔ جہاں مرضی جائیں۔ لیکن مجھ سے بات مت کیجئے گا آئندہ!! کمبل کے اندر سے درفشاں کی اکھڑ آواز نکلی۔ اس کا انداز اور لہجہ دونوں ہی پھاڑ کھانے والا تھا۔ ایک تو وہ اس کا خیال کر رہی تھی اور مقابل غصّہ بھی اسی پر کر رہا تھا۔ بجائے اسے منانے کے آبان خان اُسے یہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ وہ رہے ناراض؟؟ "بھاڑ میں جاؤ تم۔ بتمیز عورت!! آبان خان نے اسی کے انداز میں کہتے اپنے جوتے اٹھاتے پہنے۔ درفشاں خاموش ہو گئی تھی۔ اس نے آبان خان کے منہ لگنا ضروری نہیں سمجھا۔ جب اس شخص کو اس کی ناراضگی کی پرواہ ہی نہیں تھی۔ تو وہ اس سے بحث کر کے کیا کرتی!! آبان خان ایک نظر اسے دیکھتے کمرے سے باہر نکلا۔ جس انداز میں درفشاں نے اسے جواب دیا تھا۔ آبان خان کا غصّہ سوا نیزے پر تھا۔ لیکن اسے کچھ بھی کہنے سے وہ خود کو بعض رکھے ہوئے تھا۔ ورنہ اس کے لیے آبان خان اسے بہت بری سزا دیتا۔۔۔

نیچے معمول کے مطابق سب اس وقت ناشتہ کر رہے تھے۔ گھر سے دو بیٹیاں چلی گئی تھیں۔ ایسے لگتا تھا جیسے سارا گھر ہی سنسان ہو گیا ہو۔۔ ہر چیز ویران معلوم ہونے لگی تھی۔۔ "السلام و علیکم!! ڈائننگ ہال میں جاتے آبان خان نے بلند آواز میں سب سے سلام کیا۔ ساتھ ہی وہ اپنی کرسی گھسیٹتے بھی بیٹھ گیا تھا۔ "وعلیکم السلام!! عزرا بیگم مسکرا کر جواب دیتی اپنی کرسی سے کھڑی ہوئیں۔ سب ناشتہ چھوڑے انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔ جو گھوم کر آبان خان کی طرف جا رہی تھیں۔۔ آبان خان انہیں اپنی طرف آتا دیکھ کرسی سے کھڑا ہوا۔ اُسے سمجھ نہیں آیا تھا اُن کے یہاں آنے کا مقصد۔ لیکن پھر بھی وہ احتراماً کھڑا ہو گیا تھا۔!! "ہیپی برتھڈے بیٹے!! ہمیشہ خوش رہو۔ خدا تمہیں زندگی میں ہر وہ خوشی دکھائے جس کے تم نے خواب دیکھے ہیں۔۔ آبان خان کے قریب جاتے عزرا بیگم نے اس کا ماتھا چومتے اسے سالگرہ کی مبارک باد دی۔ وہ ماں تھیں۔ اپنے لاڈلے بیٹے کی پیدائش کا دن وہ کیسے بھول سکتی تھیں بھلا۔۔ وہاں بیٹھے سب لوگوں کو ابھی ہی یاد آیا تھا کہ آج آبان

خان کی سالگرہ ہے۔!! "تھینک یو سو مچ ماما!! آپ اس دنیا کی سب سے اچھی ماما ہیں۔ آبان خان نے مسکرا کر کہتے انہیں اپنے سینے سے لگایا۔ سچ تو یہ تھا کہ اسے خود بھی یاد نہیں تھا اپنی سالگرہ کا۔ ابھی عزرا بیگم کے وش کرنے پر ہی اسے معلوم ہوا تھا۔۔ "ہیپی برتھڈے بھائی!! آبان خان کی طرف جاتے اکشم نے بھی اسے وش کیا۔۔ آبان خان شُکریہ ادا کرتے اس سے بھی بغلگیر ہوا۔ باری باری سب لوگ اسے وش کر رہے تھے۔ اور وہ مسکرا کر سب کی وش قبول کر رہا تھا۔۔ لیکن پھر بھی دل میں ایک خلش سی تھی۔ کیونکہ جسے سب سے پہلے وش کرنا چاہیے تھا وہ تو آج صبح صبح ہی اس سے لڑائی کر کے بیٹھی تھی۔۔ اسے پورا یقین تھا کہ درفشاں کو تو پتہ بھی نہیں ہو گا کہ آج اس کی سالگرہ ہے۔۔ آبان خان واپس سے اپنی کرسی پر بیٹھا۔ ہر رنگ جیسے پھیکا پڑنے لگا تھا۔ دل اُداس ہو کر بیٹھ گیا تھا۔ لیکن چہرے پر سب کو دکھانے کیلئے ایک فیک سمائل ضروری تھی۔۔ "درفشاں نہیں آئی بیٹا۔ وہ بھی آ کر ہم سب کے ساتھ ناشتہ کر لیتی۔ واپس سے اپنی کرسی پر بیٹھتے عزرا خان نے درفشاں کی عدم موجودگی کو دیکھتے آبان خان سے پوچھا۔ یہاں پر سب ہی موجود تھے

سوائے ایک درفشاں کے۔۔ "سوئی ہوئی تھی وہ۔ سر میں درد تھا اس کے۔ تو میں نے ہی کہا تھا کہ ریسٹ کر لے۔ بعد میں اٹھ کے کر لے گی ناشتہ ! ! آبان خان نے بڑی مہارت سے جھوٹ بولا۔ اب وہ انہیں یہ نھوڑی بتا سکتا تھا کہ وہ محترمہ صبح صبح ہی اس سے جنگ لڑنے کے لیے بیٹھی تھیں۔۔ "زیادہ طبیعت خراب تو نہیں ہے ؟؟ عزرا خان نے پریشانی سے پوچھا۔ "نہیں نہیں ہلکا سا سر میں درد ہے۔ دوائی لے گی تو ہو جائے گی ٹھیک۔ آپ فکر نہیں کریں۔ ! ! آبان خان نے ہلکے پھلکے انداز میں جواب دیتے انہیں ریلکس کیا۔ ایک تو یہ عورتیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر پریشان ہو جاتی تھیں۔ عزرا بیگم سمجھنے کے انداز میں سر کو ہلاتی اپنے ناشتے کی طرف متوجہ ہوئیں۔۔ باقی سب بھی خاموشی سے اپنا اپنا ناشتہ کرنے لگے تھے۔۔

درفشاں خان سیڑھیوں سے اُترتی نیچے آئی۔ اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے۔ اور وہ ابھی ہی فریش ہو کر نیچے آئی تھی۔ صبح سے ویسے بھی اس کا موڈ بہت زیادہ خراب تھا۔ کچھ بھی کرنے کا دل ہی نہیں تھا۔ تو وہ کیسے نیچے آتی ! ! نیچے جاتے اس

نے لاؤنج میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ صرف ملازمین ہی کام کر رہے تھے۔ باقی گھر کا کوئی بھی افراد لاؤنج میں موجود نہیں تھا۔۔ "بات سنو!! درفشاں نے موقع دیکھتے ایک ملازمہ کو مخاطب کیا۔ "جی بی بی جی!! ملازمہ فوراً ہی کام چھوڑتے اس کے پاس حاضر ہوئی تھی۔۔ "راحیل گھر آیا تھا کیا؟؟ نجانے کیوں وہ اس سے راحیل خان کا پوچھ رہی تھی۔!! "نہیں بی بی جی!! صاحب پچھلے کافی عرصے سے گھر نہیں آئے۔ انہوں نے لڑائی کے بعد ایک مرتبہ بھی گھر پر چکر نہیں لگایا۔ ملازمہ نے کسی خبری کی طرح فر فر اسے جواب دیا۔ اتنی خبریں گھر والوں کو نہیں ہوتی۔ جتنی خبریں یہ ملازم اپنے پاس رکھتے ہیں۔ اس بات کو درفشاں بہت اچھے سے جانتی تھی۔ ان کے اپنے گھر کے ملازم بھی ایسے ہی تھے۔۔ "اچھا جاؤ تم اور کسی کو مت بتانا کہ میں نے تم سے کیا پوچھا ہے۔ درفشاں نے ہاں میں سر ہلاتے ساتھ ہی اسے سختی سے تنبیہ کی۔ "بی بی جی ہم بھلا کسے بتانے لگے!! منہ بنا کر کہتے ملازمہ واپس سے اپنے کام میں مصروف ہوئی۔۔ درفشاں بھی سر جھٹکتے واپس سے اوپر کی طرف بڑھی۔ نیچے وہ صرف یہی پوچھنے آئی تھی۔۔

اوپر اپنے کمرے میں جاتے در فشاں نے ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔ وہ بہت سوچ سمجھ کر راحیل خان کا نمبر ڈائل کر رہی تھی۔ جو آج صبح ہی اس نے آبان خان کے فون سے نکالا تھا۔ اسے راحیل خان سے کچھ انفارمیشن چاہیے تھی۔ صرف اسی مقصد کے لیے وہ اُسے کال کر رہی تھی۔ آبان خان نے بہت پہلے ہی اسے ایک نیا موبائل دلوا دیا تھا۔!! دوسری طرف آبان خان اپنے آفس میں بیٹھا کام میں مصروف تھا۔ راحیل خان بھی اسی کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔ آبان خان کام میں مصروف تھا۔ اتنے دنوں سے کافی زیادہ کام اکٹھا ہو چکا تھا۔ کچھ تو راحیل خان نے کر دیا تھا۔ لیکن پھر بھی کام زیادہ تھا تو اس لیے اسے محنت بھی زیادہ کرنی پڑ رہی تھی۔۔ راحیل خان صوفے پر بیٹھا گیم کھیلنے میں مصروف تھا۔ اب آبان خان واپس آ گیا تھا تو اب وہ کام کی ٹینشن سے آزاد تھا۔ اسے کسی چیز کی فکر ہی نہیں تھی اب۔ ورنہ آبان خان کے بعد آفس تقریباً وہی سمبھال رہا تھا۔ کچھ کام کر دیا تھا اور زیادہ تر اس نے آبان خان کے لیے چھوڑ رکھا تھا۔۔

کام چور انسان یونو!! اپنے فون پر کسی انکون نمبر سے کال آتے دیکھ راحیل خان کے ابرو تعجب سے سکڑے۔ اسے بھلا کون کال کر رہا تھا۔۔ آبان خان کی ایک لمحے کے لیے کی بورڈ پر چلتی اُنگلیاں رکی تھیں۔ دوسرے لمحے وہ پھر سے اپنا کام کرنے لگا تھا۔ کسی کی بھی کال ہو اسے کیا بھلا!! راحیل خان نے صوفے سے ٹیک لگاتے کال کو یس کرتے فون کان سے لگایا۔ ویسے بھی وہ آج فرصت سے یہاں بیٹھا تھا۔ کیونکہ ضیغم اپنے اسکول تھا۔ راحیل خان اس کا قریب ہی ایک اسکول میں ایڈمیشن کروا چکا تھا۔ جب تک وہ اس کے پاس تھا کم سے کم اس کی پڑھائی تو ضائع نا ہوتی۔ یہی سوچ کر وہ اسے اسکول میں داخلہ دلوا آیا تھا۔ آبان خان یا گھر میں کسی بھی اور کو ضیغم نسیم کے بارے میں نہیں پتہ تھا۔ سوائے اکثم کے۔ اور راحیل خان اس سے وعدہ لے چکا تھا کہ کسی کو بھی مت بتائے۔ لیکن پتہ نہیں کیوں اسے شک ہوتا تھا کہ آبان خان کو پتہ ہو گا۔ آخر کو وہ اتنا چالاک انسان ہے۔ اور ان تینوں پر آبان خان کی پوری پوری نظر ہوتی ہے۔ تو یقیناً اسے یہ بھی پتہ ہی ہو گا۔ لیکن بس وہ کچھ بھی شو نہیں کروا رہا تھا۔

ہیلو کون؟؟ راحیل خان نے فون کان سے لگاتے پہلے اگلے کا نام جاننا چاہا۔ "ہیلو" راحیل بھائی!! دوسری طرف سے درفشاں کی آواز ابھری تھی۔ شکر تھا کہ فون اسپیکر پر نہیں تھا۔۔ راحیل خان نے فون کان سے ہٹاتے ایک نظر کام میں مصروف آبان خان کی طرف دیکھا۔۔ اسے شک سا گزرا تھا کہ یہ اسی شخص کی بیوی کی آواز ہے۔ "میں درفشاں بات کر رہی ہوں راحیل بھائی!! دوسری طرف سے خاموشی دیکھ درفشاں نے اپنا تعارف کروایا۔۔ راحیل خان کو تھوڑی بہت حیرت ہو رہی تھی۔ بھلا آبان خان کی بیوی کو اس سے کیا کام؟؟ اور اس نے نمبر کہاں سے لیا تھا اس کا۔۔ "جی جی بولیں!! آبان خان کو کچھ بھی کہنے سے پہلے راحیل خان نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے پہلے اس سے کام پوچھنا چاہا۔ اگر وہ خود اسے کال کر رہی تھی تو یقیناً کوئی اہم بات ہو گی۔۔ "راحیل بھائی وہ میں نے آپ سے ایک کام کہنا تھا۔ لیکن پلیز آبان کو مت بتایئے گا۔۔ ہونٹ کاٹتے درفشاں نے اسے آدھی ادھوری بات کی۔!! راحیل خان کے ابرو تعجب سے سکڑتے جا رہے

تھے۔ ایک نظر پھر سے آبان خان کی طرف دیکھتے راحیل خان فون کی طرف متوجہ ہوا۔۔ "جی حکم کریں!! راحیل خان نے کھڑے ہوتے اس سے پوچھا۔ وہ باہر جارہا تھا تاکہ اس سے کھل کر بات کر سکے۔ اب اس نے جو منع کر دیا تھا آبان خان کو کچھ بھی بتانے سے۔!! "کہاں جارہا ہے؟؟ اسے باہر جاتے دیکھ آبان خان نے ابرو اچکاتے پوچھا۔ "کہیں نہیں تو کام کر لے اپنا۔ آرہا ہوں میں بھی!! مصروف سے انداز میں جواب دیتے راحیل خان آفس سے باہر نکلا۔ آبان خان سر جھٹکتے واپس سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔ اس کے روز کے یہی کام تھے۔۔

جی بھابی اب بولیں!! کیفیٹریا کی طرف جاتے راحیل خان نے ایک گہری سانس" بھرتے پوچھا۔ "راحیل بھائی آبان کا ایک فارم ہاؤس ہے۔ اس کی چابی شاید آپ کے پاس ہے۔ تو وہ چاہیے تھی مجھے۔ میں واپس کر دوں گی آپ کو۔ صرف ایک دن کے لیے چاہیے!! درفشاں نے اُنگلیاں مروڑتے کنفیوز سے انداز میں کہا۔ پتہ نہیں مقابل اس کے بارے میں کیا سوچ رہا ہو گا۔ "توبہ ہے بھابی۔ آپ نے ڈرا ہی دیا تھا مجھے۔ آپ کے شوہر کا فارم ہاؤس ہے۔ آپ بجائے ریکویسٹ کرنے کے

دھڑلے سے حکم دیں کہ میرے شوہر کا فارم ہاؤس واپس کرو!! راحیل خان نے مسکراتے ہوئے کرسی پر بیٹھتے کہا۔ وہ ایسے ہی سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا کہ پتہ نہیں درفشاں کو کیا کام ہو گا۔۔ کچھ دنوں پہلے ہی اس نے آبان خان سے فارم ہاؤس کی چابی لی تھی۔ اسے کچھ دوستوں کے ساتھ یہاں پر پارٹی کرنی تھی۔ صرف اس لیے۔ اور بعد میں وہ واپس کرنا بھی بھول چکا تھا۔ جواب درفشاں نے ہی اسے یاد دلوایا تھا۔ اور آبان خان خود اس سے کچھ دے کر مانگ لے۔ یہ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اور یہ بات راحیل خان اچھے سے جانتا تھا۔۔ ساتھ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ یہ آفر صرف اور صرف راحیل خان کے لیے ہی ہے۔ ورنہ بالاج خان اور اکثم خان کو کبھی آبان خان نے اپنی کوئی چیز نہیں دی تھی۔۔ آبان خان کی خود سے محبت سے وہ اچھی طرح واقف تھا۔۔ "نہیں بس آج آج کے لیے چاہیے۔ اگر آپ چابی دے جائیں تو پلیز۔ ورنہ فارم ہاؤس کا گیٹ کھلوا دیں خود۔ میں چلی جاؤں گی۔ درفشاں نے شکر ادا کرتے کہ چابی اسی کے پاس تھی کہا۔ "سوری بھابی۔ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں آپ وہاں کیوں جا رہی ہیں؟؟ مطلب اگر آبان کو پتہ چلا تو

شاید وہ غصّہ کر جائے اس لیے۔!! راحیل خان اس سے پوچھے بغیر نہیں رہ سکا تھا۔

"انہی کے لیے تو سرپرائز پلان کرنا ہے۔آج برتھڈے ہے نہ آبان کی؟؟ درفشاں خان بے خبر نہیں تھی۔دو ہفتوں پہلے ہی اسے آبان خان کی تاریخ پیدائش کا پتہ چلا تھا۔اور پچھلے دو ہفتوں سے اسے اس دن کا انتظار بھی بہت تھا۔جو کہ آج آ تو گیا تھا۔ لیکن صبح صبح لڑائی کروانا بلکل نہیں بھولا تھا۔درفشاں نے جان بوجھ کر آبان خان کو یہ شو کروایا تھا کہ وہ بلکل کچھ نہیں جانتی۔کیونکہ آج کے دن کے لیے اس نے کچھ بہت خاص سوچا ہوا تھا۔۔"اوہ شٹ!! آج آبان کا برتھڈے ہے مجھے یاد ہی نہیں تھا۔۔راحیل خان نے ہلکا سا ٹیبل پر ہاتھ مارتے افسوس سے کہا۔اسے واقعی میں ابھی یاد آیا تھا۔بیچارہ آبان خان!! سب ہی اس کی برتھڈے کو بھول گئے تھے۔!!"بھابی آپ بتائیں کیا کرنا ہے۔ارینجمنٹس میں، میں تھوڑی بہت آپ کی ہیلپ کروا سکتا ہوں۔!! راحیل خان نے اسے مدد کی آفر دی۔اب وہ اپنے بھائی کے لیے اتنا تو کر ہی سکتا تھا۔"نہیں تھینکس۔آپ بس مجھے یہ بتادیں کہ آبان کو پھول کس رنگ کے پسند ہیں۔اور دوسری بات کسی طرح پلیز آبان کو فارم ہاؤس

بھیج دیجیے گا۔ آٹھ بجے تک۔ آپ اتنا کر دیں بہت مہربانی ہو گی آپ کی۔!! در فشاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ آبان خان نے اسے راحیل کے متعلق ایک ایک بات بتائی تھی۔ یہ بھی کہ وہ اسی کے ساتھ کام پر ہوتا ہے۔ اسی لیے در فشاں کو راحیل خان سب سے بیسٹ آپشن لگا مدد کے لیے۔ کیونکہ آبان خان نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ اُسے اکثم سے زیادہ راحیل جانتا ہے۔ اسی لیے وہ آبان خان کی پسند اس سے پوچھ رہی تھی۔۔ باقی سب چیزوں کے بارے میں تو وہ جانتی تھی بس ایک پھولوں کے بارے میں ہی اسے نہیں پتہ تھا۔۔ "گلاب کے پھول پسند ہیں اُسے۔ اور آپ فکر ہی نہ کریں میں پورے آٹھ بجے آبان کو فارم ہاؤس بھیج دوں گا۔ اور رہی چابی کی بات تو میں وہاں کے گارڈ کو کال کر کے کہہ دیتا ہوں۔ ڈپلیکیٹ چابی ہے اس کے پاس تو وہ دیکھ لے گا۔۔ راحیل خان نے مسکرا کر کہتے سارے مسئلے حل کیے۔ باقی در فشاں وہاں اکیلی ہو گی۔ تو راحیل خان کا ارادہ اپنے پرسنل سیکیورٹی گارڈز کو بھیجنے کا بھی تھا۔ تاکہ کسی قسم کا کوئی خوف نا ہو۔ "تھینک یو سو مچ!! اللہ

حافظ ! ! در فشاں نے خوشی سے کہتے فون کٹ کیا۔ ابھی اسے بہت ساری تیاری بھی کرنی تھی۔۔

راحیل خان بھی فون جیب میں رکھتے کرسی سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اب اندر جا کر اسے بھی آبان خان کو وش کرنا تھا۔ اسے گلٹ سا ہو رہا تھا کہ وہ بھول بھی گیا اور یہ بندہ اس سے کوئی گلہ بھی نہیں کرتا تھا۔۔ ہونٹ کاٹتے راحیل خان نے آبان خان کے آفس کا دروازہ کھولا۔ وہ کنفیوز ہو رہا تھا۔۔ "راحیل تھوڑا سا کام کروا دے پلیز۔۔ میں زیادہ نہیں کر پا رہا کام۔ سستی سی ہو رہی ہے۔ دل نہیں کر رہا۔۔ اسے آفس میں داخل ہوتے دیکھ آبان خان نے کرسی سے ٹیک لگاتے کہا۔ وہ کافی دنوں بعد کام کر رہا تھا اس لیے کام کرنے میں اُکتاہٹ ہونے لگی تھی۔۔ راحیل خان خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے اس کی کرسی کے پاس بڑھا۔ آبان خان اسے ہی تشویش سے دیکھ رہا تھا۔ جو سنجیدگی سے اسی کی طرف آ رہا تھا۔ "کھڑا ہو ! ! راحیل خان نے اس کے پاس جاتے اس کا ہاتھ پکڑتے کہا۔ "کیوں تو نے ایسا کیا کرنا ہے ؟؟ آبان

خان نے حیرت سے پوچھا۔ ابھی تو وہ یہاں سے سہی سلامت گیا تھا۔ اب اسے کیا ہوا تھا۔۔ "کھڑا تو ہو پھر بتاتا ہوں!! راحیل خان نے پھر سے اس کا بازو پکڑتے تھوڑا سا کھینچا۔ اشارہ اسے اٹھانے کا تھا۔۔ آبان خان کنفیوز سا کرسی سے کھڑا ہوا۔ "ہیپی برتھڈے میرے بھائی!! راحیل خان نے مسکرا کر کہتے اس کے گرد نرمی سے اپنے ہاتھ باندھے۔ "افف راحیل تو مرے گا میرے ہاتھوں!! مجھے لگا پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔۔ آبان خان نے اسے گھور کر کہتے خود بھی اپنے بازو اس کے گرد حائل کیے۔ اُسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ مقابل کو ابھی یاد آیا ہے۔ یا پھر صبح ہی یاد تھا۔۔ "خدا تُجھے زندگی کی ہر خوشی دے۔ اور ساتھ مجھے ایک پیارا سا میرا بھتیجا بھی دے۔ قسم سے آبان۔ تیرے بچے دیکھنے کا بہت کریز ہے مجھے۔۔ راحیل خان نے مسکراتے شرارت سے کہا۔ لیکن یہ شرارت تھی نہیں۔ وہ واقعی بہت بے صبری سے انتظار کر رہا تھا۔ "بیوی منہ نہیں لگاتی یہاں۔ بچے کیا پلے سٹور سے ڈاؤنلوڈ کروں؟ آبان خان نے اس سے دور ہوتے سڑیل سے انداز میں کہا۔ صبح سے ویسے بھی وہ جل بھن کر خاک ہو رہا تھا۔۔ راحیل خان کے قہقہہ بے ساختہ

تھا۔۔"کوئی نہیں میرے بھائی۔دیکھنا میری دعا ہے آج ہی تیری نیا پار لگ جائے۔ آمین!!راحیل خان نے اپنی ہنسی روکتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ایسے دعا دی جیسے وہ تو کچھ جانتا ہی نہیں۔۔"ہو ہی نا جائے یہ کام۔جس دن میری بیوی کو مجھ پر ترس آگیا مجھے لگتا ہے وہ دن ہی میرا اس دنیا میں آخری ہو گا۔۔واپس سے کرسی پر بیٹھتے آبان خان بڑبڑایا۔لیکن آواز اتنی تھی کہ راحیل خان بخوبی سن سکتا تھا۔۔ "بکواس نا کیا کر۔پہلے مرتے مرتے بچا ہے ابھی بھی سکون نہیں آیا تُجھے؟؟اسے گھورتے راحیل خان نے سختی سے کہا۔آخر کو یہ بندہ کیسے اپنے بارے میں اس طرح بول لیتا تھا۔کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ اس سے جُڑے لوگوں کی جان بستی ہے اس میں؟؟"اچھا باپ نا بنا کر۔آئندہ نہیں بولتا کچھ۔۔آبان خان نے اسی کے انداز میں کہتے اسی کی بات سے تائید کی۔"سن شام سات بجے تک کام مکمل کر لے۔بلکہ دونوں مل کر کرتے ہیں۔پھر تیرے فارم ہاؤس چل کر برتھڈے سلیبریٹ کرے گیں۔اس کے سامنے کرسی پر بیٹھتے راحیل خان نے خوشی سے کہا۔وہ ایسے شو کروا رہا تھا جیسے خود سے یہ سب پلان کر رہا ہو۔۔"یہ چونچلے مجھ سے نہیں

ہوتے۔بس ٹھیک ہے بر تھڈے ہے ختم ہو جائے گی بارہ بجتے ہی۔ کیا فائدہ پارٹی کر کے چھوڑ!! آبان خان نے بیزاریت سے کہا۔ اسے آج بیوی اپنے پاس چاہیے تھی۔ لیکن وہ بھلا اس کی قسمت میں کہا!! "صاف صاف کہہ کہ بھابی کے ساتھ ٹائم سپینڈ کرنا ہے تو نے!! راحیل خان نے کہتے بات کو کریدنا چاہا۔ وہ آج اسے بہت بیزار اور چڑچڑا لگ رہا تھا۔اور راحیل خان اسی کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔۔ "تیری بھابی نے جس دن خوشی خوشی میرے ساتھ وقت گزار لیا وہ قیامت کا دن ہو گا۔اتنا اُسے احساس ہوتا تو صبح صبح لڑائی نا کرتی مجھ سے!! لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے آبان خان غصیلے لہجے میں پھنکارا۔۔ سوچ سوچ کر بھی اسے غصّہ آرہا تھا۔۔ "اچھا چل چھوڑ۔ شام میں یہاں سے سیدھا فارم ہاؤس چلنا ہے۔ پورے سات بجے تو مجھے میری گاڑی میں نظر آنا چاہیے۔ راحیل خان نے انگلی اٹھاتے اسے سختی سے کہا۔ اب اس نے ایسے ہی ماننا تھا۔۔ "بالاج اور اکثم کو بھی بلا لینا۔چاروں مل جائے گیں اچھا ہو گا۔۔ آبان خان نے اسے ضد کرتے دیکھ حامی بھری!! ویسے بھی گھر میں جا کر کونسا اسے سکون ملنا تھا!! "وہ سب تو مجھ پر چھوڑ دے۔ میں خود دیکھ لوں گا۔۔

راحیل خان مسکرا کر کہتے کرسی سے کھڑا ہوا۔ شکر تھا کہ یہ مان تو گیا تھا۔اب اس کے قدموں کا رخ باہر کی جانب تھا۔ابھی اسے فارم ہاؤس کا دروازہ بھی کھلوانا تھا۔ درفشاں کا اسے ابھی میسج آیا تھا کہ وہ گھر سے نکل چکی تھی۔۔اس کے جاتے آبان خان نے ایک نظر دروازے کی طرف دیکھا۔دوسرے لمحے وہ سر جھٹکتے پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔

یہ شام کے چھ بجے کا وقت تھا۔ سردیوں کے دن تھے تو چھ بجے تک تقریباً رات ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے رات کا نجانے کونسا پہر ہو۔۔ایسے میں آبان خان ابھی تک اُسی کرسی پر بیٹھا بلکل ویسے ہی اپنے کام میں مصروف تھا۔اس کے سامنے ہی لیپ ٹاپ لے کر بیٹھا راحیل خان بھی اس کی ہیلپ کروا رہا تھا۔ کافی حد تک تو وہ دونوں کام نمٹا چکے تھے۔ لیکن ابھی تھوڑا سا رہتا تھا۔اور آبان خان چاہتا تھا کہ آج کا کام آج ہی ہو۔تاکہ کل سے وہ پھر نیو پروجیکٹس لاؤنچ کر سکے۔۔اپنے موبائل پر ہوتی میسج کی بیپ پر راحیل خان نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹاتے موبائل کی طرف

دیکھا۔۔"درفشاں کا میسج تھا۔جو کہ اسے آبان خان کو جلدی لانے کا کہہ رہی تھی۔ شاید وہ ساری ارینجمنٹس کر چکی تھی۔۔راحیل خان نے میسج پڑھتے بے ساختہ ہی پہلے وقت دیکھا۔سات بج کر دس منٹ ہو رہے تھے۔۔یعنی وہ بھی کام میں اتنا الجھ گیا تھا کہ وقت کا اندازہ ہی نہیں رہ سکا تھا۔۔درفشاں کو اوکے کا میسج کرتے راحیل خان نے لیپ ٹاپ کی سکرین بند کی۔درفشاں کا نمبر وہ صبح ہی سیو کر چکا تھا۔۔ایک گہری سانس بھرتے وہ صوفے سے کھڑا ہوا۔اس کے خود کے سر میں درد ہو گیا تھا اتنا کام کر کے۔اور پھر آبان خان کی کیا حالت ہو گی جو صبح سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا یک ٹک سکرین پر نظریں گاڑے ہوئے تھا۔۔آبان خان کی طرف بڑھتے راحیل خان نے اس کے سامنے رکھے لیپ ٹاپ کی سکرین بھی نیچے گرائی۔۔آبان خان سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔جو اس کے پاس کھڑا نیند سے ابا سی لے رہا تھا۔۔"چل چلتے ہیں۔ٹائم ہو گیا ہے۔کل کریں گیں باقی کام۔آدھا اسٹاف بھی اپنے گھر جا چکا ہے۔اور باقی بس جا ہی رہے ہیں۔ایک ہم دونوں ہی پاگلوں کی طرح کام میں لگے ہوئے ہیں۔۔راحیل خان نے ٹیبل پر جھکتے اپنا سر اس پر رکھتے کہا۔

اسے نیند آرہی تھی۔ لیکن پہلے ایک کام بھی تو پورا کرنا تھا۔۔ "اسٹاف چلا گیا ہے کیونکہ اُن کا یہ آفس نہیں ہے۔ میرا آفس ہے مجھے کام ختم کر کے ہی چین کی نیند آئے گی۔اور تو بھی شرافت سے میرے ساتھ بیٹھ۔!! آبان خان نے سنجیدگی سے کہتے واپس سے لیپ ٹاپ آن کرنا چاہا۔ لیکن راحیل خان بروقت لیپ ٹاپ پیچھے کر گیا تھا۔ "اوہ چنگیز خان کی اولاد۔ رہتا نہیں تو اتنا محنتی انسان۔ سیدھی طرح کھڑا ہو اور ساتھ چل۔ سارا انتظام ہوا پڑا ہے پارٹی کا فارم ہاؤس میں۔ جھنجھلا کر کہتے راحیل خان اسے ابرو اُچکانے پر مجبور کر گیا تھا۔ جبکہ راحیل خان تو فل سیریس موڈ میں تھا۔اسے جلدی سے آبان خان کو چھوڑ کر ضیغم کے پاس جانا تھا۔ کیونکہ وہ گھر میں اکیلا تھا۔ "یہی بات تو تمیز سے بھی کہہ سکتا تھا؟؟ آبان خان نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "اچھا نا میرے بھائی۔ چل اب کھڑا ہو پلیز۔ راحیل خان نے باقاعدہ ہاتھ جوڑ دیے تھے۔ اس سے زیادہ تمیز اور وہ نہیں دکھا سکتا تھا۔۔ "اچھا چل!!

آبان خان کہتے کرسی سے کھڑا ہوا۔۔ راحیل خان نے بھی شکر کا سانس لیا۔

اور پھر وہ دونوں ہی آفس سے باہر نکلتے باہر کی طرف بڑھ گئے تھے۔ گاڑی میں بیٹھتے ان کی گاڑیوں کا رخ فارم ہاؤس کی جانب تھا۔۔

آبان خان کی گاڑی فارم ہاؤس کے بڑے سے دروازے کو پار کرتی فارم ہاؤس کے اندر داخل ہوئی۔ غیر دانستہ طور پر راحیل خان اپنی گاڑی پیچھے ہی روک گیا تھا۔ وہ آبان خان کو اس کی منزل تک پہنچا چکا تھا اب وہ اندر جا کے کیا کباب میں ہڈی بنتا۔۔ اسی لیے دروازے کے باہر ہی تھوڑی سی دیر کے لیے اپنی گاڑی روکی۔۔ "تجھے کیا خاص انویٹیشن دوں اندر آنے کے لیے؟؟ اسے باہر ہی گاڑی روکتے دیکھ آبان خان نے اپنی گاڑی سے باہر نکلتے اس کی طرف بڑھتے بلند آواز میں کہا۔ "نہیں تو اندر چل۔ میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔ بس پانچ منٹ۔۔ ایک کام یاد آگیا ہے۔ وہ کر کے آیا۔۔ راحیل خان نے بھی بلند آواز میں جواب دیتے اپنی گاڑی سٹارٹ کی۔ اسے اب جلد سے جلد اپارٹمنٹ جانا تھا۔ رات ہو چکی تھی ایسے میں اسے ضیغم کی ٹینشن تھی۔ کہیں وہ اکیلے میں گھبرا نا جائے۔ "تیرے سے بڑا کمینہ اس دنیا میں پیدا

نہیں ہوا ہو گا۔۔ آبان خان نے دانت پیستے با آواز بلند کہا۔ اگر اس نے یہی کچھ کرنا تھا تو اسے لایا ہی کیوں تھا یہاں ! ! راحیل خان بس مسکرا کر رہ گیا۔ بس تھوڑی دیر اور پھر اسی آبان نے اسے دعائیں دینی تھیں۔ مسکرا کر سوچتے راحیل خان نے اپنی گاڑی واپسی کی راہ پر لی۔ وہ جتنی اس سے بحث کرتا دونوں کو اتنی ہی دیر ہوتی۔۔

آبان خان نے ایک گہری سانس بھرتے اندر کی جانب اپنے قدم بڑھائے۔۔ یہ اس کا فیورٹ فارم ہاؤس تھا۔ کیونکہ یہاں وہ بچپن سے آتے تھے۔ اور پھر امجد خان نے یہ اسے ہی گفٹ کر دیا تھا۔۔ یہاں اس کی بہت ساری پرانی یادیں بھی تھی۔ جنہیں وہ ساری زندگی قید کر کے رکھنا چاہتا تھا۔۔ بڑے سے لان کو پار کرتے آبان خان انٹرنس سے اندر داخل ہوا۔ انٹرنس پر دروازے سے ہی ڈھیروں گلاب کے پھولوں کی روش زمین پر بچھی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر پہلا خیال جو آبان خان کے ذہن میں آیا تھا وہ یہی تھا کہ یہ سب راحیل خان نے اس کے لیے کیا ہو گا۔ کچھ اور اس کے ذہن میں تھا ہی نہیں ! ! ہلکا سا مسکراتے آبان خان نے پھولوں کی روش پر

پاؤں رکھا۔ یہ پورے گھر میں اندر گلاب کے پھولوں کی خوشبو ہوئی پڑی تھی۔ آبان خان مسکراتے ہوئے امپر سیو نظروں سے اِرد گرد کی ڈیکوریشن دیکھ رہا تھا۔ جگہ جگہ ریڈ ہارٹ شیپ غبارے لگے ہوئے تھے۔ جبکہ پھولوں کی روش چلتی سیڑھیوں کی طرف جارہی تھی۔۔ یہ غبارے دیکھتے آبان خان کو حیرت تو ہو رہی تھی۔ کیونکہ صرف بھائی تو اس طرح کے غبارے لگانے سے رہا۔ یہاں اسے کوئی کپل وائب آرہی تھی۔۔ قدم قدم آگے بڑھاتے آبان خان سیڑھیوں پر چڑھا۔۔ انداز اًتو اُسے یہی لگ رہا تھا کہ جدھر پھولوں کی روش جارہی ہے وہیں پر باقی ساری ارینجمنٹ ہو گی۔ آبان خان مارے تجسس کے تیز تیز قدموں سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اسے اُمید نہیں تھی کہ راحیل خان اتنا سب کچھ کرے گا۔ اب پتہ نہیں اوپر ایسا کیا تھا۔ پھولوں کو دیکھتے آبان خان نے اپنے قدم کمرے کی جانب بڑھائے۔۔ کیونکہ پھولوں کی روش سیڑھیوں سے ہوتی ایک کمرے کی طرف جارہی تھی۔۔ اسے لگ رہا تھا کہ بالاج خان اور اکشم یہیں پر ہونگے۔ ابھی تک تو کوئی دوسری سوچ اس کے دماغ میں آئی ہی نہیں تھی۔ کیونکہ راحیل خان نے ایکٹنگ ہی اتنی زبردست

کی تھی۔ آبان خان کو شک تو کیا بھنک بھی نہیں پڑی تھی۔۔ نجانے کیوں اسے اپنا آپ اسپیشل لگ رہا تھا۔ مطلب کوئی اس کے لیے یہ سب کچھ کر رہا تھا۔ آبان خان تو کیا کسی کے لیے بھی یہ بہت بڑی بات تھی۔ اس کا موڈ بھی تھوڑا خوشگوار ہو گیا تھا۔ صبح سے طبیعت میں جو چڑچڑا پن تھا اب ختم ہو چکا تھا۔ ڈیکوریشن ہی اتنی شاندار تھی کہ کسی کا بھی موڈ خوشگوار ہو سکتا تھا۔ آبان خان نے اس سب کو دل سے داد دی تھی۔۔

کمرے کا دروازہ کھولتے آبان خان مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ "مجھے اندازہ نہیں۔۔۔ مسکراتے ہوئے ابھی وہ کچھ بول ہی رہا تھا کہ اس کی زبان کو یکلخت ہی بریک لگی۔ خوشی کی جگہ بے تحاشہ حیرت نے لے لی تھی۔۔ آبان خان دروازے کے ساتھ کھڑا حیرانی سے سامنے بیڈ پر بیٹھی دوشیزہ کو دیکھ رہا تھا۔۔ سامنے ہی بیڈ پر ایک نازک وجود سرخ رنگ کے دلہن کے لباس میں موجود گھونگھٹ سر پر ڈالے بیڈ پر نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔ گھونگھٹ جالی دار دوپٹے کا تھا۔ دور سے بھی آبان خان دیکھ کر بتا سکتا تھا کہ یہ کون ہے۔ وہ نہ بھی دیکھتا تو کمرے میں موجود اس

عورت کی ایک خاص خوشبو محسوس کر کے ہی وہ اسے پہچان جاتا۔ اتنا تو وہ جانتا تھا اپنی عورت کو!! آبان خان نے اس سے نظریں ہٹاتے اب کمرے پر اپنی نظریں دوڑائیں۔ کمرے میں بھی ہر کونے پر غبارے لگے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ ڈریسنگ ٹیبل، میز پر پھولوں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی کینڈلز جلائی گئی تھیں۔ کمرے میں صرف ایک نیلگوں روشنی تھی۔ جو ماحول کو رومانوی اور خواب ناک بنا رہی تھی۔ جبکہ نجانے کہاں سے مدھم مدھم گانے کی آواز آرہی تھی۔۔ پورا کمرہ اس وقت اتنا خوبصورت لگ رہا تھا کہ آبان خان اسے داد دیے بغیر رہ ہی نہیں سکا تھا۔ سفید رنگ کی بیڈ شیٹ پر بیٹھی وہ سرخ رنگ کے جوڑے میں ملبوس دلہن!! آبان خان مسمرائز ہو کر رہ گیا تھا۔ اُسے یہ کسی خواب سے کم تو نہیں لگ رہا تھا۔ یہاں صرف درفشاں تھی۔ تو اس کا مطلب ڈیکوریشن بھی ساری اسی نے کی تھی۔۔ آبان خان حیران کے ساتھ ساتھ بے یقین بھی تھا۔ ابھی صبح ہی تو وہ اسے پھاڑ کھانے کو آرہی تھی۔ اور اب یہ سب کچھ!! دھڑکتے دل کے ساتھ دروازے کو لاک کرتے آبان خان نے اپنے قدم بیڈ کی جانب بڑھائے۔ اس کے دل کی دھڑکن کمرے میں چلتے

ساز کے ساتھ مکس ہوتے ایک آواز کر رہی تھی۔ دل الگ ہی لے پر دھڑک رہا تھا۔!! "در فشاں خان نے اس کے اپنی طرف بڑھتے قدم محسوس کرتے اپنے ہاتھوں کی سختی سے مٹھی بنائی۔ اس کی ہتھیلیاں گھبراہٹ سے بار بار بھیگ رہی تھیں۔ لیکن آج اس نے پکاارادہ کیا تھا کہ آبان خان کو اس کا حق دے کر رہے گی۔ اب وہ خود بھی چاہتی تھی کہ دونوں کی جان ایک ہو جائے اور ان کا رشتہ مکمل ہو۔ لیکن آنے والے لمحات کا سوچتے ہی وہ لرز رہی تھی۔۔

بیڈ کی طرف جاتے آبان خان آہستہ سے بیڈ پر بیٹھا۔ مقابل کے بدن سے اٹھتی خوشبو دور سے بھی اس کے حواسوں پر سوار ہو رہی تھی۔ در فشاں نے اس کی پسندیدہ خوشبو بہت تیز لگائی ہوئی تھی۔ بلکہ آبان خان پہچان گیا تھا کہ یہ اس کا خود کا ہی پرفیوم تھا۔ وہ بیٹھ تو گیا تھا لیکن اس کی سمجھ سے باہر تھا کہ کیا بولے۔ وہ کچھ بھی بولنے کی کیفیت میں رہا ہی کب تھا بھلا؟؟ آبان خان نے خاموشی سے اپنے بوٹ اتارتے بیڈ پر اوپر پاؤں کیے۔ اسے ایسی فیلنگ آرہی تھی جیسے ارینج میرج میں اس کی شادی کی پہلی رات ہو۔ اور دلہن کو وہ جانتا ہی نہ ہو۔۔ خاموشی سے بغیر کچھ بھی

بولے آبان خان نے ہاتھ آگے بڑھاتے در فشاں کے چہرے سے گھونگھٹ ہٹایا۔۔ لیکن یہاں بھی وہ خود کو ہی مشکل میں ڈال گیا تھا۔۔ آبان خان بنا پلکیں جھپکائے آدھ کھلے منہ کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ وہ جیسے سانس تک لینا بھول چکا تھا۔۔ "در فشاں خان اس وقت ریڈ کلر کے لہنگے میں ملبوس تھی۔ جس کی بلاؤز کی آستین فل تھی۔ لیکن بلاؤز کندھوں سے ڈھلکا ہوا تھا۔ بیک سے یہ بلاؤز صرف ایک ڈوری پر منحصر تھا۔ وہ اس وقت دلہن کے اس لہنگے میں ملبوس تھی۔۔ بالوں میں کرل ڈال کر آگے سے ان پر بٹس لگائے گئے تھے۔ آنکھوں پر گلیٹری میک اپ کیے، ہونٹوں پر آبان خان کے پسندیدہ رنگ کی لپسٹک کا بھر بھر کر کوٹ لگایا گیا تھا۔ اس کے ہونٹ اس وقت بلکل سرخ رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ناک میں نتھ پہنے، گلے میں بھاری گلوبند سٹائل کا ہار اور اسی کے ساتھ کے جھمکے پہنے وہ بلکل ایک دلہن لگ رہی تھی۔ ! ! آج اس نے آبان خان کی سانسیں رکوا کر رہنا تھا۔ اس نے پکا ارادہ کیا تھا آج آبان خان کو زیر کرنے کا۔ اور وہ یہ اپنے قیامت برپا کرتے روپ سے کر بھی گئی تھی۔ آبان خان چاروں شانے چت ہو گیا تھا۔ وہ کچھ بھی

بولنے کی پوزیشن میں ہی نہیں تھا۔"اسے کافی دیر تک مسلسل خود کی طرف دیکھتا محسوس کرتے بالآخر درفشاں نے اپنی آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔۔اور آبان خان کا دل اچھل کر جیسے حلق میں آگیا تھا۔پہلے ہی وہ اس پر مر مٹا تھا۔اور اب تو جیسے آبان خان واقعی مرنے کی کیفیت میں تھا۔کہاں دیکھا تھا بھلا مقابل کو پہلے کبھی ایسے روپ میں؟

آبان خان نے ہاتھ آگے بڑھاتے اسے چھو کر جیسے یقین کرنا چاہا۔آیا کہ یہ سچ بھی ہے یا وہ خواب دیکھ رہا ہے۔۔ہاتھ آگے بڑھاتے آبان خان نے درفشاں کے گالوں پر ہاتھ رکھا۔یہ حقیقت تھی۔اس کی نکچڑی بیوی حقیقت میں اس کے لیے پور پور سجی بیٹھی تھی۔آج کا دن آبان خان کے لیے کسی عید سے کم نہیں تھا۔۔"میں بتا نہیں سکتا کہ میں کیسا محسوس کر رہا ہوں۔تم نے مجھ سے میری بولنے کی صلاحیت چھین لی ہے۔۔آبان خان نے اس کے قریب ہوتے اپنے دونوں ہاتھ اس کے گالوں پر رکھتے بوجھل آواز میں سرگوشی کی۔اس کا دل اسی رفتار پر دھڑک رہا تھا۔

جبکہ آنکھیں خمار کی تاب نہ لاتے سرخ ہونے لگی تھیں۔۔ "یہی تو میں چاہتی تھی!! درفشاں نے اپنی ہنسی روکتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔۔ "ہمم!! اپنی خوبصورتی کا سہی استعمال کرنا آتا ہے تمھیں!! آبان خان ہلکا سا مسکرا کر سرگوشی کرتے مزید اس کے نزدیک ہوا۔ وہ سہی ہی کہہ رہا تھا۔۔ "اب خدا نے خوبصورتی دی ہے تو اسے استعمال تو کروں گی نہ!! مقابل بھی درفشاں آبان خان تھی۔ فوراً ہی دوبدو جواب آیا تھا۔ "تم ہمیشہ مجھے سرپرائز کر دیتی ہوں۔ اپنی حرکتوں سے بھی اور اپنی باتوں سے بھی۔۔ تمھیں سہی میرے لیے ہی بنایا گیا ہے۔ آبان خان نے دھیمے سے کہتے اس کی گردن میں اپنا چہرہ چھپایا۔ اس کی گردن میں چہرہ گھسائے وہ لمبی لمبی سانسیں لیتے اس کی خوشبو کو انہیل کر رہا تھا۔۔ "کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا ہے بھلا!! آج مجھے سچ میں ایسے لگ رہا ہے جیسے چاند زمین پر اُتر آیا ہو۔۔ آبان خان نے اپنی کھردری اُنگلیاں اس کی کمر پر چلاتے سچے دل سے تعریف کی۔۔ "دیکھنے والے کی نظر کا کمال ہے۔ ورنہ مجھ میں وہ بات کہاں!! اس کے بالوں پر نرمی سے لب رکھتے درفشاں نے دھیمے سے اسی کے انداز میں سرگوشی کی۔۔ آبان

خان گہرا مسکرایا تھا۔۔ "آبان پہلے کیک!! اس کی اُنگلیاں بے باکی سے اپنی کمر پر رینگتی محسوس کرتے درفشاں نے اس کا چہرہ اپنی گردن سے نکالتے اس کی توجہ کیک کی طرف کروائی۔ جو کہ سائڈ ٹیبل پر پڑا تھا۔ آبان خان نے ابھی ہی کیک کی طرف دھیان دیا تھا۔۔ "شیور!! مسکرا کر کہتے آبان خان نے تھوڑا آگے کو ہوتے سائڈ ٹیبل سے کیک اٹھایا۔۔ کیک بھی اسی کی پسند کا تھا۔ چاکلیٹ کیک!! درفشاں ہونٹوں پر ایک خوبصورت سی مسکان لیے اسے دیکھ رہی تھی جو ہاتھ میں کیک پکڑے سرخ آنکھوں سے اسے محبت سے تک رہا تھا۔۔ درفشاں کو بے ساختہ ہی اس پر ڈھیروں پیار آیا تھا۔ کب سوچا تھا کہ یہ شخص اسے اتنا عزیز ہو جائے گا۔۔ آبان خان نے کینڈل کو پھونک مار کر بجھاتے کیک کٹ کیا۔۔ "ہیپی برتھڈے ٹو یو!!" درفشاں نے ہلکے سے تالی بجاتے اسے برتھڈے وش کی۔!! "تھینک یو سو مچ لٹل پرنسز!! یہ میرا آج تک کا سب سے بہترین برتھڈے ہے۔ کیونکہ یہ تمہارے سنگ ہے۔۔ آبان خان نے مسکرا کر کہتے کیک کا ایک پیس ہاتھ۔ میں اٹھایا۔۔ باقی کا کیک وہ سائڈ پر رکھ گیا تھا۔۔ درفشاں نے کھانے کے لیے منہ کھولا

ہی تھا کہ آبان خان نے اس کیک کے ٹکڑے کو اپنے منہ میں رکھا۔ درفشاں منہ بنا کر رہ گئی تھی۔۔ آبان خان اپنے منہ میں کیک رکھتے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے اس کے ہونٹوں کے ساتھ لپٹا۔۔ درفشاں کی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں میں ہی کہیں دب گئی تھی۔ کیونکہ وہ اس کا اشارہ بہت اچھے سے سمجھ چکی تھی۔ نرمی سے اس کے گلے میں بانہیں حائل کرتے درفشاں مزید تھوڑا سا آگے کو ہوئی۔ ہاتھ اٹھانے سے اس کی چوڑیوں کی کھنکھار پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔۔ درفشاں خان بہت نرمی سے اس کے منہ سے اپنے ہونٹوں کے ساتھ کیک چن رہی تھی۔ وہ اس سے کیک لیتی اور آبان خان واپس سے اس سے لے کر وہ نگل لیتا۔ ساتھ ساتھ وہ اسے خود میں بھینچتا ہی جا رہا تھا۔ دونوں کی زبانیں ایک دوسرے سے جیسے جنگ لڑنے میں مصروف تھیں۔ کیک کو ختم ہوتے دیکھ آبان خان نے اس کی زبان کو ہی اپنی گرفت میں لیا۔۔ ساتھ درفشاں بھی اس کے نچلے لب کو اپنی گرفت میں لے گئی تھی۔ وہ دونوں بہت رفلی ایک دوسرے کو کس کرنے میں مگن تھے۔ کمرے میں بہتا دھیما ساز بلکل ویسے ہی بج رہا تھا۔۔

"ذرا ذرا مہکتا ہے بہکتا ہے آج تو میرا، تن بدن میں پیاسا ہوں "

"مجھے بھر لے تو اپنی باہوں میں"

گانے کہ یہ بول چلتے ماحول کو مزید رومانوی بنا رہے تھے۔۔ آبان خان کو اپنے بلاؤز کی ڈوریوں میں اُنگلیاں پھنساتے محسوس کر کے در فشاں نے ہلکا سا اسے خود سے دور کیا۔۔اس کے سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھی۔ ساری لپسٹک ہونٹوں سے غائب ہو چکی تھی۔ آبان خان جو جذبات کی رو میں بہکتا ہی جا رہا تھا اچانک جیسے ہوش

میں آیا۔۔ در فشاں سینے پر ہاتھ رکھے گہرے گہرے سانس لیتے اسے دیکھ رہی تھی جو سانسوں کے کھیل میں ہی اسے ہرا گیا تھا۔ آبان خان نے مسکراتے اس کی حالت دیکھی۔ وہ زیادہ ہی رف ہو گیا تھا۔۔ "کبھی جو انسانوں کی طرح کس کی ہو آپ نے!! اسے گھورتے در فشاں نے اپنا گھونگھٹ والا دوپٹہ اتارتے سائڈ پر رکھا۔۔ "یہ انسانوں والے طریقے ہی ہیں محترمہ۔ جانوروں کو کس کرنے کا شعور کہاں؟؟ بیڈ پر لیٹتے آبان خان نے آہ بھرتے کہا۔ دل اس کا ابھی بھی نہیں بھرا تھا۔۔ کچھ

سوچتے درفشاں اسے تنگ کرنے کی غرض سے خاموشی سے اس کے پیٹ کی طرف آئی۔۔ آبان خان تعجب سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کیا کرنے والی تھی اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ درفشاں نے مسکراتے پیٹ کی طرف سے ایک ادا سے اس کے اوپر لیٹتے اپنی مسکراہٹ دبائی۔ مقابل کی غائب ہوتی مسکراہٹ وہ بہت اچھے سے محسوس کر سکتی تھی۔۔ "تنگ مت کیا کرو۔ ایسا نہ ہو میں تم پر قہر بن کر نازل ہو کر اپنے اگلے پچھلے سارے حساب برابر کر لوں۔۔ آبان خان نے اس کے بالوں کو ہلکا سا اپنی گرفت میں دبوچتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔ وہ خود کو کسی خوش فہمی میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اور نہ ہی اسے درفشاں سے کوئی اچھی اُمید تھی کہ وہ اسے آج رات خود میں سمانے دے کر اپنی بے چینیاں اس پر اُتارنے دے گی۔۔ "کس نے منع کیا ہے یہ کرنے کو۔ جسم بھی آپ کا، روح بھی آپ کی اور مرضی بھی آپ کی!! درفشاں نے اس کی گردن کو اپنی زبان سے لک کرتے دھڑکتے دل کے ساتھ بہت ہمت کرتے یہ بات کہی۔ وہ جتنی بولڈ بن رہی تھی اتنی اس میں ہمت نہیں تھی۔۔ "میں اعتبار ہی نہیں کر سکتا تمہاری بات پر۔ تم مکر جاؤ گی ہمیشہ کی

طرح میرے جذبات جگا کر پیچھے ہٹ جاؤ گی۔ اور میں ساری رات سیگریٹ پھونکتے اس کے دھوئے میں اپنے جذبات جلاتا رہوں گا۔۔ آبان خان نے تیز سانس لیتے کہا۔ جس طرح مقابل اپنی زبان اس کی گردن پر لک کر رہی تھی آبان خان کی سانسیں بھاری ہو رہی تھیں۔ "ہمم سمجھدار ہیں آپ!! اچھے سے جانتے ہیں مجھے۔۔ درفشاں نے کہتے اس کے دل میں موجود ہلکی سی اُمید کی کرن کو بھی بجھا دیا تھا۔ "ہمم!! آبان خان نے ہنکارا بھرتے نرمی سے اس کی کمر کے گرد اپنے ہاتھ باندھے۔ وہ اپنا پورا وزن اس پر ڈالے لیٹی تھی۔ درفشاں نے دانت پیستے اس ڈھیٹ انسان کو دیکھا۔۔ جو اس کے بہت واضح اشارے بھی نہیں سمجھ سکا تھا۔ اس نے اپنے منہ سے بھی کہہ دیا تھا لیکن پھر بھی مقابل کو یقین نہیں آرہا تھا اس پر۔ اسے اب غصّہ آنے لگا تھا اس انسان پر۔۔ خاموشی سے اسے دیکھتے درفشاں نے اس کے سینے پر اپنے دانت گاڑے۔ اسے کسی طرح قائل کر کے رہے گی یہ تو درفشاں نے سوچ لیا تھا۔۔ "مت کرو درفشاں۔ تم کچھ کیے بغیر ہی مجھ پر غسل فرض کروا دیتی ہو۔۔ آبان خان نے بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی نما آواز میں کہا۔

اس کا خود پر سے کنٹرول ختم ہو رہا تھا۔۔ درفشاں کا چہرہ اس کی بے باکی پر ہلکا سا سرخ ہوا۔ بے شرمی کی انتہا تھی اس انسان پر۔۔ "میں نے تو ابھی کچھ کیا ہی نہیں!! جب کچھ کر دیا تو کیا بنے گا آپ کا؟؟ اگلے ہی لمحے خود کی شرم پر قابو پاتے درفشاں نے بھی اسی کے انداز میں بے باکی سے کہا۔ اس کے ہاتھ آبان خان کے سینے کو رب کر رہے تھے۔۔ ء کیا کرو گی تم؟؟ آبان خان نے ابرو اُچکاتے پوچھا۔ مقابل کیا ہی کر سکتی تھی بھلا اس کے ساتھ!! "بہت کچھ کر سکتی ہوں۔ آپ کی سوچ سے بڑھ کر۔ آپ کے ضبط سے آگے، اور آپ کی اُمیدوں پر پانی پھیر کر!! اس کے چہرے پر انگلی ٹریس کرتے درفشاں نے ایک ادا سے ہونٹوں پر زبان پھیرتے کہا۔ "دعویٰ اتنا کرو جتنا بعد میں سہہ سکو۔ ایک جھٹکے پر ہی تمہاری چیخیں نکل جانی ہیں۔ اس کی برہنہ کمر کو مٹھیوں میں جکڑتے آبان خان نے اسے ڈرانا چاہا۔ "جو چیخیں نا نکلوائے پھر وہ مرد کیسا؟؟" درفشاں نے کہتے اسے مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔ واقعی بہت ہمت تھی اس کی بیوی میں۔ اس بات کا اندازہ آبان خان کو آج ہی ہوا تھا۔ درفشاں نے تھوڑا نیچے کو ہوتے اس کی شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کیے۔ وہ مصروف سے

انداز میں اس کے بٹن کھول رہی تھی اور آبان خان بھاری سانسوں سے درمیان اسے دیکھ رہا تھا۔ یقین اسے ابھی بھی نہیں آیا تھا۔۔ جو عورت پچھلے پانچ چھ مہینوں میں اس پر اعتبار نہ کر سکی۔ وہ اب کیسے کر سکتی تھی بھلا۔۔ اس کی شرٹ کو جسم سے ریمو کرتے درفشاں نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔ نجانے اس میں اتنی ہمت کہاں سے آرہی تھی۔ آبان خان بہت سراسیمگی کی کیفیت میں اپنے بھڑکتے جذبات پر قابو پاتے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ پہلے دیکھنا چاہتا تھا کہ درفشاں کس حد تک جاسکتی ہے۔ درفشاں نے نیچے کو جھکتے نرمی سے اس کے سینے پر اپنے لب رکھنے شروع کیے۔۔ آبان خان کا دل باہر نکلنے کو تھا۔ وہ سر کو تکیے پر پٹخے بھاری ہوتی سانسوں کے ساتھ درفشاں کا لمس اپنے پورے سینے اور پیٹ پر محسوس کر رہا تھا۔ جو بھی تھا۔ لیکن آج اس کا ایک خواب پورا ہو گیا تھا۔ بیوی اُسے ہمیشہ سے ہی بے باک قسم کی چاہیے تھی۔ جو اسے خاموش کروانے کی صلاحیت اپنے اندر رکھتی ہو۔ جسے دور سے دیکھ کر ہی کوئی بھی کہہ دے کہ یہ آبان خان کے ٹکر کی لڑکی ہے۔ اور اب اس کا یہ خواب پورا ہو گیا تھا۔ اسے اس کی پسندیدہ عورت اسی کے

رنگ میں ڈھل کر مل چکی تھی۔ "یہ مت کرو در فشاں!! تم بہت پچھتاؤ گی!! اس کا پاؤں اپنی ٹانگوں کے درمیان محسوس کرتے آبان خان نے پھولتی سانس کے ساتھ کہا۔ "پچھتانے کا وقت چلا گیا ہے۔!! در فشاں نے دھیمے سے کہتے اس کے سینے پر دانت گاڑے۔ آبان خان کا جیسے خود پر سے ضبط ختم ہو چکا تھا۔ اس سے زیادہ وہ خود پر کنٹرول کرتا تو یقیناً جان سے جاتا۔ آبان خان نے در فشاں کو بازو سے پکڑتے اسے بیڈ پر پٹخا۔ در فشاں اپنی مسکراہٹ دبائے اسے دیکھ رہی تھی۔ آخر کو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکی تھی۔۔ ایک ہی جست میں اسے دوپٹے کے بوجھ سے آزاد کرتے آبان خان اس کے ہونٹوں سے لپٹا۔ اس کے اوپر لیٹے وہ جیسے اپنی تشنگی، اپنا جنون سب کچھ اس کے ہونٹوں پر اُتار رہا تھا۔ اب آبان خان اس پر اپنا وزن ڈالے لیٹا ہوا تھا۔ در فشاں اس کے گلے میں بانہیں حائل کیے اس کا جنون اپنے ہونٹوں پر سہہ رہی تھی۔۔ آبان خان کے ہاتھ اس کے بلاؤز کی ڈوری میں اُلجھے۔ البتہ ہونٹ ابھی تک نہیں چھوڑے تھے۔۔ ڈوری کو کھولتے وہ ایک جھٹکے سے اس کے بلاؤز کو اُتارتے اس کے جسم سے علیحدہ کر گیا تھا۔ در فشاں ابھی بھی

اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے ہوئے تھی۔ اسے روکنے ٹوکنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔۔ آبان خان نے اس کے ہونٹوں کو آزاد کرتے اس کی گردن پر جھکتے وہاں اپنا لمس چھوڑا۔ البتہ یہاں تھوڑی نرمی رکھی تھی۔ ساتھ ساتھ وہ اس کے لہنگے کی زپ میں بھی اپنا ہاتھ اُلجھا گیا تھا۔ درفشاں بمشکل ہی اپنی سسکیاں روکے اس کے دانتوں کے وار اپنی گردن پر سہہ رہی تھی۔ نرمی بس ایک مرتبہ میں ہی تھی۔ اب درفشاں چیخ نہیں سکتی تھی۔ اگر وہ کچھ ذرا سا سسک کر اسے کچھ کہتی تو سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے۔ اسی لیے وہ سسک نہیں سکتی تھی۔ بات اب عزت پر تھی!! اس کے جسم سے لہنگا ریموو کرتے آبان خان نے درفشاں کی آنکھوں میں دیکھتے بے باکی سے آنکھ ونک کی۔ وہ اپنے اصل روپ میں واپس آ چکا تھا۔۔ درفشاں ہلکا سا مسکرا کر رہ گئی۔ اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔۔ جتنی بولڈ نیس پہلے دکھادی تھی اب اتنی ہی اس کی ہوا ٹائٹ ہو رہی تھی۔ لیکن اُسے برداشت کرنا تھا۔۔ خود کو اور اسے ہر پردے سے آزاد کرتے آبان خان بے صبری سے اس کی دھڑکنوں پر جھکا۔ وہ اس کی دھڑکنوں کو ایک ہاتھ سے دباتے جبکہ

دوسری پر دانتوں سے لو بائٹس بناتے بہت آگریسیو ہو رہا تھا۔۔ درفشاں اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے ہونٹ سختی سے دانتوں تلے دبائے اسے برداشت کر رہی تھی۔ایک بھی سسکی ابھی تک اس کے منہ سے نہیں نکلی تھی۔آبان خان کے ہاتھ بہت بے باکی سے اس کے پورے جسم پر حرکت کر رہے تھے۔وہ پورے حق سے اس کے جسم کو ہاتھوں سے محسوس کر رہا تھا۔۔ "اپنے اندر ہمت پیدا کرو مجھے برداشت کرنے کی۔ سسکیاں لو درفشاں!! ایسے مزا نہیں آتا۔۔ آبان خان نے مسکراہٹ دباتے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس کے کان کی لو پر اپنی زبان پھیری۔درفشاں نے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔شکر تھا کہ اس نے خود ہی کہہ دیا تھا۔ورنہ اس کی برداشت جواب دے رہی تھی۔اس کے گالوں پر باری باری اپنی زبان پھیرتے آبان

خان نیچے کی طرف آیا۔وہ حد سے زیادہ رفلی طریقے سے اس کے پورے جسم پر لمس چھوڑ رہا تھا۔ "ٹانگیں کھولو!! اسے اپنی ٹانگیں جوڑے دیکھ آبان خان نے بے چینی سے حکم دیا۔اس کی سانسیں پھول رہی تھیں۔وہ ضبط کی آخری حد پر تھا۔۔ در

فشاں نے آنکھیں بند کرتے آہستہ سے اپنی ٹانگوں میں تھوڑا سا فاصلہ بنایا۔ جسے آبان خان اپنے ہاتھ سے زیادہ کر گیا تھا۔ درفشاں نے زور سے آنکھیں میچتے تکیے کو سختی سے اپنی مٹھیوں میں جکڑا۔ اس کی آنکھیں بھی بند تھیں۔۔ آبان خان نے ایک مسکراتی نظر اس پر ڈالتے اپنے ہاتھ کو اس کی گہرائیوں تک کے جاتے نرمی سے اسے سہلایا۔۔ درفشاں نے اپنی کمر کو اٹھاتے تکیے کو مزید سختی سے پکڑا۔۔ آبان خان ایک ہاتھ اس کی تھائیز پر رکھے دوسرے ہاتھ سے بہت نرمی سے اس کی ٹانگوں کے درمیان گہرائیوں کو سہلا رہا تھا۔ جبکہ اس کی مسکراتی نظریں درفشاں کے چہرے کی طرف تھیں۔ خاص کر اس کی بند آنکھوں پر۔۔ اپنی انگلیوں سے مزید بے باکی دکھاتے آبان خان نے اپنے ہاتھ سے اب سختی دکھائی۔ وہ سخت ہاتھوں سے تیزی سے اس کی گہرائیوں کو سہلاتے اس کے پیٹ پر جھکا۔۔ اس کی ناف پر اپنی زبان کی نوک پھیرتے آبان خان اسے سسکنے پر مجبور کر رہا تھا۔ درفشاں اپنی کمر کو اوپر اٹھاتے سسکتے ہوئے تڑپ کر رہ گئی تھی۔۔ ہاتھوں میں مزید سختی آتی جا رہی تھی۔ اور درفشاں کی سانسیں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ پھولتی جا رہی تھی۔

وہ اس طریقے سے اس کی گہرائیوں پر ہاتھ سے مہارت دکھا رہا تھا کہ درفشاں پر بھی بری طرح مدہوشی طاری ہونے لگی تھی۔ کمرے میں دونوں کی بھاری سانسوں کا رقص چل رہا تھا۔ "آب۔۔آبان!! درفشاں نے کمر کو اطراف میں موڑتے شدت سے اس کا نام پُکارا۔۔اپنے ہونٹوں کو دانتوں سے کاٹتے وہ بری طرح بے چین ہو رہی تھی۔ "یس لٹل پرنسز!! اس کی ناف سے لے کر دھڑکنوں تک زبان پھیرتے آبان خان نے بھاری آواز کے ساتھ کہا۔ہاتھ ابھی بھی وہیں پر تھا۔۔اسے اچھی طرح مدہوش ہوتے دیکھ آبان خان ہلکا سا مسکرایا۔ وہ اچھی طرح تڑپ رہی تھی۔۔

آبان خان پیچھے ہوتے سکون سے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے بیٹھا۔اپنے برہنہ جسم پر وہ کمبل ڈال گیا تھا۔۔ درفشاں نے آنکھیں کھولتے حیرت سے اس انسان کو دیکھا۔ وہ پیچھے کیوں ہٹا تھا اسے سمجھ نہیں آئی تھی۔ آنکھیں کھولے وہ حیرانی کی آخری حد پر تھی۔ جبکہ جسم میں سپارک سے اُٹھتے اُسے بری طرح بے بس کر رہے تھے۔۔ "سو جاؤ میرا پیارا سا بچہ!! نرمی سے اس کی حیران آنکھوں پر باری باری

لب رکھتے آبان خان نے مسکراہٹ دبائے کہا۔ خود کی جان جاتی تھی تو جائے لیکن جتنا مقابل نے اسے تڑپایا تھا۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ اس سے بدلہ نا لے؟؟ در فشاں نے اپنی گلابی مدہوش کن آنکھوں میں نمی لیے اس ظالم انسان کو دیکھا۔۔ جو اسے ایسے ہی ادھورا چھوڑ رہا تھا۔۔ "آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔ در فشاں نے خود پر ضبط کرتے اس کی نگاہوں میں دیکھتے شکوہ کیا۔ "اچھا ایک کام کرو۔ یہ رہا میں۔ تم خود آ کے کر لو۔ کیونکہ میں تو کچھ نہیں کرنے والا۔۔ آبان خان نے مسکراہٹ دبائے پھر سے اسے تنگ کرنے کی غرض سے کہا۔۔ در فشاں کی آنکھوں میں نمی کی رمک گہری ہوئی۔ مقابل اتنا ظالم نکلے گا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ اور جو وہ کہہ رہا تھا یہ کام تو در فشاں کبھی بھی خود سے نہیں کر سکتی تھی۔ باتوں کی حد تک تو ٹھیک تھا۔ لیکن اس حد تک جانا۔ در فشاں مر کے بھی یہ نہیں کر سکتی تھی۔۔ خاموشی سے ایک شکوہ کناں نظر اس پر ڈالتے در فشاں نے اوندھے منہ لیٹتے تکیے میں اپنا چہرہ چھپایا۔ وہ بے آواز رو رہی تھی۔ کیونکہ اسے بے تحاشا رونا آ رہا تھا۔۔۔

آبان خان نے ایک مسکراتی نظر اس پر ڈالتے اسے تنگ کرنے کا ارادہ ترک کیا۔ جتنا وہ اسے تڑپا رہا تھا اس سے زیادہ خود تڑپ رہا تھا۔۔ وہ محسوس کر چکا تھا کہ مقابل رو رہی ہے۔ اسی لیے مزید دیر کیے بغیر آبان خان نے نرمی سے اسے بازو سے پکڑتے سیدھا کیا۔ درفشاں اس کا بازو جھٹکتے واپس سے تکیے میں منہ دینے ہی لگی تھی کہ آبان خان نے اس کے رسیلے لبوں کو اپنے لبوں میں لیا۔ درفشاں اسے پیچھے کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ آبان خان نے دونوں ہاتھوں سے اس کی تھائیز کو پکڑتے اپنے جسم کو سختی سے اس کی نازکی پر پھیرا۔۔ درفشاں نے پھر سے کمر اوپر کو اٹھائی تھی۔ پہلے وہ کم بے بس ہو رہی تھی جو یہ شخص اسے مزید تڑپا رہا تھا۔۔ آبان خان نے اس کی کمر پر ایک ہاتھ رکھتے اپنے جسم کو اس میں بے چینی سے داخل کیا۔۔ "آہہہہ!!! اب۔۔ آبان۔۔" درفشاں کی چیخ بے ساختہ تھی۔ جبکہ آبان خان نے سکون کے احساس سے اپنی آنکھیں موندی۔ کتنے عرصے سے وہ اس سکون کے لیے ترس رہا تھا۔ جو آج اسے مل ہی گیا تھا۔۔ آبان خان ایک مرتبہ میں

ہی اپنے پورے جسم کو اس میں داخل کر گیا تھا۔۔ یہاں نا تو نرمی کا کوئی عنصر تھا۔ اور نہ ہی مقابل کی نازکی کا خیال۔ وہ اپنی پوری قوت لگاتے اس میں اندر باہر ہو رہا تھا۔۔ درفشاں نے چیختے ہوئے اس کی کمر کے گرد اپنے ہاتھ لپیٹے۔ "آہہہہ!! اب۔۔ آبان مج۔۔ مجھے درد ہو رہا ہے۔" آنکھوں سے آنسوں بہاتے درفشاں نے اسے اپنے درد سے آگاہ کیا۔ جس کا مقابل کو تو کوئی احساس ہی نہیں تھا۔۔ "برداشت کرو میری زندگی۔ تمھارا ہی قصور ہے سارا۔ اتنے عرصے سے جو تشنگی، جنون، برداشت میں اپنے اندر لیے پھر رہا تھا اب اسے تمہارے جسم پر ہی تو اُتاروں گا نہ۔. بس تھوڑا سا برداشت کر لو میری جان۔ تم تو میرا بہادر بچا ہو۔" آبان خان نے پھولتی سانسوں کے ساتھ کہتے اس کے ہونٹوں پر اپنی زبان پھیرتے انہیں تر کیا۔۔ وہ اسے تسلیاں دے رہا تھا۔ کیونکہ یہاں وہ خود بے بس تھا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اس پر قہر بن کر برسے گا۔ اور وہ برس بھی رہا تھا۔ اپنا کہا ایک ایک قول اس انسان نے سچ کیا تھا۔ درفشاں نے درد کی شدت کی تاب نا لاتے اس کی کمر پر سختی سے ناخن گاڑے۔ ہر جھٹکے کے ساتھ اس کی چیخ ابھر رہی تھی۔۔ درد اس کی

برداشت سے باہر تھا۔۔ آبان خان نے تھوڑا سا رکتے اس کی دھڑکنوں کو ایک ہاتھ سے پکڑتے دبایا۔ مقابل درد سے زیادہ ہی تڑپ رہی تھی۔ اسی لیے آبان خان اسے تھوڑا ریلکس کرنا چاہ رہا تھا۔۔ درفشاں نے آنکھیں کھولتے بھاری سانسوں کے درمیان اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ جو خود بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا آبان خان کی آنکھیں حد درجہ سرخ تھیں۔ درفشاں نے نڈھال سے انداز میں اپنا ہاتھ آگے کرتے اسے پاس ہونے کا اشارہ کیا۔۔ آبان خان فوراً ہی اپنا چہرہ اس کی طرف لے گیا تھا۔ درفشاں نے ہلکا سا مسکراتے اس کے ہونٹوں پر نرمی سے اپنے لب رکھے۔ اسے اندازہ تھا کہ اس نے پہلے ہی مقابل کے ساتھ بہت زیادتیاں کی ہے۔ شوہر کو اس کا حق نہ دے کر وہ پہلے ہی بہت گنہگار بن چکی تھی۔۔ اور اب بھی مقابل اسی کا احساس کرتے بیچ میں ہی رک گیا تھا۔ آبان خان نے اس کا احساس کیا تھا درفشاں کے لیے یہی بہت تھا۔ مزید وہ اس کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتی تھی۔۔ اشارہ صاف تھا کہ وہ اپنا کام کر سکتا ہے۔۔ "تھینک یو سو مچ!! آبان خان نے ہلکا سا اس سے دور ہو کر کہتے پھر سے اپنی پوزیشن سیٹ کرتے اس میں اپنے

بدن کو داخل کیا۔ درفشاں نے پھر سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔ جبکہ ہاتھ اِس کی کمر کے گرد باندھے وہ پھر سے اس کی شدتیں اپنے جسم پر سہہ رہی تھی۔۔ درفشاں کی ٹانگوں کو اپنے کندھے پر ارد گرد رکھتے آبان خان مزید آخری حد تک اس میں شامل ہوا۔ جبکہ ہونٹ ابھی تک اس کے ہونٹوں میں ہی دبے تھے۔ درفشاں اپنے دانتوں سے اس کے لبوں کو کترتے خود بھی اب کافی حد تک ریلکس ہو چکی تھی۔۔ آبان خان سرور کی آخری حد تک پہنچے ہوئے تھا۔ کمرے میں ان دونوں کے ملن کی آوازیں گونجتی ماحول کو خواب ناک بنا رہی تھی۔ اور وہ دونوں ایک دوسرے کے جسم کے ساتھ لپٹے لذت کی آخری حدود تک تھے۔۔ آبان خان کی شدتوں سے درفشاں کے ساتھ بیڈ بھی بری طرح لرز رہا تھا۔۔ آج ساری رات ہی اسے آبان خان کی شدتیں سہنی تھیں۔۔ اور وہ خوشی خوشی یہ کر بھی لیتی۔ جیسے آبان خان کہتا درفشاں آبان خان نے اب ویسے ہی کرنا تھا۔ اس بات کا تو وہ دل میں عہد کر چکی تھی۔!! کھڑکی کے پار آسمان پر چاند بھی ان دونوں

کے ملن کو دیکھتے شرماتے ہوئے بادلوں کو اوٹ میں چھپ گیا تھا۔۔ہر شے گواہ تھی ان دو بے چین جسموں کا آپس میں ملاپ ہو چکا تھا۔

قسط نمبر:52

مدحا نسیم پریشانی سے اس وقت ہسپتال کی راہداری میں بیٹھی اندر آئی سی یو میں موجود اپنے باپ کے لیے دعا گو تھی۔دو گھنٹوں سے اوپر ہو چکے تھے۔لیکن ڈاکٹرز نے ابھی تک کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا تھا۔بلکہ ڈاکٹرز نے ابھی تک کچھ کہا ہی نہیں تھا۔وہ آئی سی یو میں ہی نسیم صاحب کا علاج کر رہے تھے۔۔اور مدحا نسیم ساتھ فرحت بیگم باہر ٹھنڈی راہداری میں بیٹھیں ان کے لیے دعائیں کر رہی تھی۔۔ان سب کا ایک واحد سہارا نسیم صاحب تھے۔گھر میں ان کے علاوہ کوئی اور مرد بھی نہیں تھا۔ ضیغم ابھی بچہ تھا اور ویسے بھی وہ ابھی تک گھر سے غائب تھا۔۔ مدحا نسیم اصل معنوں میں پریشان ہوئی بیٹھی تھی۔ایک طرف چھوٹے بھائی کی ٹینشن تو دوسری طرف باپ کی خراب طبیعت!! وہ انہی مسئلوں میں اُلجھ کر رہ گئی

تھی۔!! ڈاکٹرز کو آئی سی یو سے باہر نکلتے دیکھ مدحا نسیم سیکنڈ سے پہلے کرسی سے کھڑی ہوئی۔ فرحت بیگم بھی اسی کے ساتھ ہی اٹھی تھیں۔ وہ خود بھی بہت پریشان تھیں۔!!

"ڈاکٹر میرے بابا۔۔ کیا ہوا ہے انہیں؟ وہ ٹھیک تو ہیں نہ؟؟ ڈاکٹر کے پاس جاتے مدحا نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔ کچھ برا نا ہو گیا ہو۔ یہی خوف اسے کھائے جا رہا تھا۔۔ اس نے ایک ساتھ ہی تین سے چار سوال داغ دیے تھے۔

"We are really sorry "

اُن کی جان تو بچ گئی ہے۔ لیکن وہ ساری زندگی کے لیے چلنے اور بولنے سے محروم ہو چکے ہیں۔ فالج کا بہت بڑا اٹیک ہوا تھا انہیں۔ شکر کریں کہ وہ زندہ بھی ہیں ابھی تک!! ڈاکٹر نے پروفیشنل لہجے میں کہتے ان دونوں کے سروں پر دھماکہ کیا۔ مدحا نسیم نے روتے ہوئے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔ کس کو خبر تھی کہ بیٹھے بیٹھے یہ سب کچھ ہو جائے گا۔۔ "آپ نے اچھے سے چیک کیا ہے؟؟ ہو سکتا ہے کوئی غلطی ہو گئی ہو دیکھنے میں۔ آپ پلیز ایک مرتبہ دوبارہ دیکھیں۔ ابھی صبح تک تو میرے ابو

بلکل ٹھیک تھے۔!! ڈاکٹر کی طرف دیکھتے اس نے ایک مرتبہ پھر کنفرم کرنا چاہا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اتنی بڑی آزمائش ان لوگوں پر آسکتی ہے۔ "دیکھیں یہ ہمارا روز کا کام ہے۔ ہم نے اچھے سے ہی چیک کیا ہے۔ آپ بل کلیئر کروادیں ہسپتال کے۔ پھر انہیں وارڈ میں شفٹ کر دیا جائے گا۔!! ڈاکٹر نے پروفیشنل لہجے میں کہتے اپنے قدم آگے بڑھائے۔ عجیب لڑکی تھی جو انہیں ہی قصوروار ٹھہرا رہی تھی۔۔ فرحت بیگم سکتے کی کیفیت میں کرسی پر بیٹھیں۔ وہ نڈھال سی نظر آرہی تھیں۔ شوہر کا یہ حال ہو گیا تھا کہ اب وہ ساری زندگی کے لیے دوسروں کا محتاج ہو گیا تھا۔ ان کا صدمہ گہرا تھا۔۔ جو بھی تھا سب کی طرح انہیں بھی اپنے شوہر سے بے تحاشہ پیار تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ کبھی یہ دن بھی آئے گا اُن پر۔۔ مدحا نسیم نے آنسوں بہاتے دیوار کا سہارا لیا۔ کس کس غم کو اپنے اندر جذب کرتی وہ۔ ان لوگوں کا واحد اور آخری سہارا بھی خدا کی دی گئی نعمتوں سے محروم ہو چکا تھا۔ اور وہ ٹوٹ کر اندر سے کرچی کرچی ہو رہی تھی۔ باپ باپ ہوتا ہے۔ اسے کانٹا

بھی چبھ جائے تو بیٹیاں پریشان ہو جاتی ہیں۔اور یہاں تو اتنا سب کچھ ہو گیا تھا۔ وہ صبر کرنا چاہتی تھی لیکن صبر اتنا آسان تھوڑی ہے بھلا۔!!

صبح کا سورج اپنے وقت پر طلوع ہو چکا تھا۔ ہر کسی کو پھر سے اپنے اپنے کاموں کی پڑ گئی تھی۔ کوئی کچھ کر رہا تھا تو کوئی کچھ !! ایسے میں ایک سنسان علاقے کی طرف موجود بڑے سے فارم ہاؤس کے عارضی مکیں ابھی تک نیند کی وادیوں میں گم خواب بن رہے تھے۔ ساری رات جاگنے کے باعث اب نیند پوری کرنا ان دونوں کے لیے ضروری تھا۔۔ درفشاں آبان خان اس وقت ہوش و خرد سے بیگانہ اپنے شوہر کے سینے پر سر رکھے آرام سے نیند کی وادیوں میں تھی۔۔ جبکہ آبان خان بھی اسے اپنی باہوں میں سختی سے قید کیے سکون کے کسی اور ہی جہاں میں پہنچا ہوا تھا۔۔ وہ دونوں ابھی فجر کے وقت ہی ساتھ نماز ادا کر کے سوئے تھے۔

کمرے میں آتی سورج کو ہلکی سی روشنی کی چمک سے درفشاں آبان خان کی آنکھ " کھلی۔ نیند پوری تو نہیں ہوئی تھی لیکن اب آنکھ کھل گئی تھی تو کیا ہی ہو سکتا تھا

بھلا۔۔ وہ اس وقت آبان خان کی ہی ٹی شرٹ میں ملبوس تھی۔ اس انسان نے نماز کے بعد بھی اسے سکون سے سونے نہیں دیا تھا۔ آبان خان کی بے رحم شدتوں سے اس کا پورا جسم ٹوٹ رہا تھا۔!! رات کو اتنا زیادہ پتہ نہیں چلا تھا۔ لیکن اب اس میں حرکت کرنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ آبان خان کے سینے پر اُنگلیاں چلاتے در فشاں آبان خان نے اس کے سینے پر نرمی سے ہلکے سے اپنے لب رکھے۔ آج کی صبح اس کے لیے سب سے حسین صبح تھی۔ درد ایک طرف، لیکن وہ اس سب کے لیے دل سے خوش بھی تھی۔!! "صبح صبح جان لینے کا ارادہ ہے کیا؟؟ وہ ابھی اپنے لب رکھ کر تھوڑا سا سائڈ پر ہی ہوئی تھی کہ آبان خان کی آواز اپنے کانوں میں سنتے در فشاں کے چہرے پر بے ساختہ ہی ایک خوبصورت سی مسکراہٹ چھائی۔!! آبان خان جو نجانے کب سے اٹھ چکا تھا اس کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا۔۔ "میں بھلا کیوں لینے لگی آپ کی جان!! اس کے سینے پر ہاتھ جما کر تھوڑا اوپر ہوتے در فشاں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔ آبان خان کی آنکھیں ابھی تک بے تحاشہ سرخ تھیں۔ رات کا نشہ، خمار ابھی تک قائم تھا یا پھر یہ نیند سے جاگنے کی وجہ

سے تھی، کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔۔ "ہمم!! گڈ مارننگ!! آبان خان نے مسکرا کر کہتے اس کے ماتھے پر نرمی سے لب رکھے۔ درفشاں نے سکون کے احساس سے اپنی آنکھیں موندی۔ آبان خان کے لمس میں عقیدت، محبت محسوس کرتے وہ ہمیشہ ہی پر سکون ہو جاتی تھی۔ اسے ہمیشہ یہی چاہیے تھا ان انسان سے۔۔ "تمہیں پتہ ہے درفشاں۔ آج تم نے میری ہر قسم کی خواہش پوری کر دی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہ سب میرے نصیب میں ہو گا۔ آبان خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہتے اسے مزید اپنے اوپر کیا۔ درفشاں آدھی سے زیادہ اس کے اوپر شفٹ ہو چکی تھی۔ درفشاں کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی۔۔ بھلا وہ مقابل کی خواہش کو کیسے پورا کر سکتی تھی۔۔ "اور ایسا کیا کیا ہے میں نے؟؟ درفشاں نے اپنے دل میں پلتا سوال پوچھا۔۔ "میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش تھی تمھیں دلہن کے لباس میں اپنے لیے پور پور سجے دیکھنا۔ تمہارے ہاتھوں پر اپنے نام کی مہندی دیکھنا۔۔ جو کہ کل رات تم نے پوری کر دی۔ بہت شکریہ تمھارا۔ اور پھر دوسری خواہش تمھیں بکھری ٹوٹی حالت میں اپنی شدتوں سے چور بدن کے ساتھ اپنی باہوں میں

اپنی ہی ٹی شرٹ میں دیکھنا۔ یہ نظارہ دنیا کا سب سے خوبصورت نظارہ ہے۔!! اس کے مومی گالوں پر ہاتھ رکھتے آبان خان نے دھیمے سے کہتے اسے اپنے دل کی بات بتائی۔ درفشاں خاموشی سے اپنی نظریں جھکا گئی تھی۔ وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ اس کی خواہش کے چکر میں درفشاں کے پورے جسم میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی ہیں۔ لیکن وہ کہہ نہ سکی۔ وہ اس کی خوشی کو پریشانی میں نہیں بدلنا چاہتی تھی۔۔ "ہزار دفعہ بتایا ہے کہ یہ مت کیا کرو۔ لیکن تم کبھی میری بات نہ سننا۔۔ اسے خاموشی سے اپنے ہونٹ کاٹتے دیکھ آبان خان نے ناگواری سے ٹوکتے اپنے انگوٹھے کے مدد سے اس کے ہونٹ دانتوں کی قید سے آزاد کروائے۔۔ اسے مقابل کا یہ ایکٹ زہر لگتا تھا۔۔ "سوری!! درفشاں نے مسکراتے اپنی غلطی مانی۔ جانے انجانے میں وہ یہی کر بیٹھتی تھی۔ آبان خان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ مقابل کچھ زیادہ ہی فرمانبردار بن رہی تھی۔۔ آبان خان نے خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے نرمی سے اس کے خشک ہونٹوں پر اپنی زبان کا لمس چھوڑا۔ درفشاں فوراً ہی اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے اس کا لمس جیسے خود میں جذب کر چکی تھی۔!!

"تمہاری انہی حرکتوں پر آبان خان دل و جان سے فدا ہے۔ میں ہر طرح سے تمھارا دیوانہ ہو چکا ہوں لٹل پرنسز۔۔ خدارا مجھے کسی اور کام کا بھی رہنے دو۔۔ اس کی ادا پر جان نثار لہجے میں کہتے آبان خان نے سختی سے اسے خود میں قید کیا۔ اسے سینے میں بھینچے وہ اس کی نازکی کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔۔ "آبان!! درفشاں نے سرخ چہرے کے ساتھ دھیمے سے اسے پکارا۔ جو آنکھیں بند کیے اس کی نازکی کو اپنے سینے میں بھینچے ہوئے انہیں محسوس کر رہا تھا۔۔ "جی جان!! آبان خان نے آنکھیں بند کئے ہی محبت سے جواب دیا۔ "آبان آپ مجھے کبھی چھوڑیں گیں تو نہیں نہ؟؟ وعدہ کریں ساری زندگی بلکل ایسے ہی میرے ساتھ رہے گیں۔!! نجانے کس خدشے کے احساس سے وہ اس سے ساتھ رہنے کا وعدہ مانگ رہی تھی۔ کل رات کے بعد سے اس کے دل میں آبان خان کو کھونے کا خوف اور زیادہ گہرا ہو گیا تھا۔ یہ شخص اب اسے ہر چیز سے زیادہ عزیز تھا۔ اسے کھونے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اسی لیے وہ اس سے وعدہ لینا چاہتی تھی۔ تاکہ اپنے دل میں پلتے وہم کو ختم کر سکے۔۔ "زیادہ مت سوچو۔ آبان خان آج بھی تمھارا ہے، کل بھی تمھارا

تھا، اور آنے والے کل میں بھی صرف اور صرف تمھارا ہوگا۔ میرا دل، میری جان، میرا جسم، میرے دماغ کی ہر سوچ، سب کچھ تم سے منسوب ہیں۔ تمھیں چھوڑ کر کہاں جاؤں گا بھلا!! آبان خان نے آنکھیں کھولتے محبت سے کہتے اس کے وہم کو کچھ دیر کیلئے اس سے دور کیا۔۔ "پھر وعدہ کرنے میں کیا حرج ہے؟؟ وعدہ کرلیں پلیز کہ آپ صرف اور صرف میرے رہے گیں ساری زندگی۔۔ درفشاں نے بے چینی سے اپنا ہاتھ آگے کرتے ضدی سے انداز میں کہا۔ وعدہ لے کر ہی اسے سکون ملنا تھا۔۔ "پکا وعدہ!! آبان خان کی ساری زندگی تمہارے نام۔ کیا یاد کرو گی تم۔ جاؤ خوشی منائو۔!! آبان خان نے مسکرا کر ڈرامیٹک انداز میں کہتے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ اس سے وعدہ لے چکا تھا اور دور کہیں قسمت کھڑی مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔ درفشاں کے چہرے پر بھی خوبصورت سی مسکان چھائی۔ اس کے لیے اتنا بھی بہت تھا۔۔ "تھینک یو سو مچ آبان!! آپ بس میرے رہنا۔ میں ساری زندگی آپ کے ساتھ وفاداری کرنے کو تیار ہوں۔ آپ جیسے کہیں گیں میں ویسے بن جاؤں گی۔ لیکن مجھ سے دغا مت کیجئے

گا کبھی۔!! مسکراتے ہوئے کہتی درفشاں شدت سے اس کے ہونٹوں پر جھکی۔ آبان خان کی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں میں ہی کہیں دب گئی تھی۔ آبان خان نے اس کی کمر کے نچلے حصے کو مٹھی میں بھرتے اسے پورا اپنے اوپر کیا۔۔اس کی ٹانگوں کو اپنی ٹانگوں میں لاک کرتے وہ خود بھی درفشاں کے ہونٹوں کو چبانے کے درپر تھا۔ درفشاں بہت مشکل سے اس کا ساتھ دے پا رہی تھی۔ آبان خان کے ہاتھ بے باکی سے اس کے جسم کے ہر حصے کو جیسے محسوس کر رہے تھے۔ وہ ساتھ ساتھ ہر جگہ اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑ رہا تھا۔اس کی اُنگلیاں شرٹ کے بٹنوں میں اُلجھتے دیکھ درفشاں کی جان ہوا ہوئی۔ پہلے ہی ساری رات اس کی بے درد شدتیں اپنے جسم پر سہتے وہ اب مرنے والی ہو رہی تھی۔ اس انسان نے فجر کے بعد بھی اس کی جان نہیں چھوڑی تھی۔ آبان خان کی ڈکشنری میں ترس نام کا تو جیسے کوئی لفظ ہی نہیں تھا۔اس بات کا اندازہ درفشاں کو گزری رات میں اچھے سے ہو چکا تھا۔۔ آبان خان نے تو پہلی مرتبہ کا بھی خیال نہیں کیا تھا۔ وہ قہر بن کر ٹوٹا تھا اس پر اور درفشاں کی جان سکھا گیا تھا۔۔ "آبان پلیز!! اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھتے درفشاں نے

التجائیہ سے انداز میں کہا۔اب اس نے سچ میں مر جانا تھا۔۔"یہ تمھیں کس کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔اب میرے جسم میں اپنی طلب جگا کر تم ایسے پیچھے نہیں ہٹ سکتی۔!!آبان خان نے خفگی سے کہتے اس کے چہرے پر آئی بالوں کی دو آوارہ لٹوں کو پیچھے کیا۔اسے مقابل کا احساس تھا لیکن وہ خود بھی اپنی ضرورت کے ہاتھوں مجبور تھا۔اب وہ درفشاں کے علاوہ کسی اور سے تو یہ نہیں کر سکتا تھا نا!!"میں مر جاؤں گی اب آبان!!اس سے زیادہ ہمت نہیں ہے میرے اندر۔آپ کو ساری رات جھیلا ہے کیا اتنا کافی نہیں ہے؟؟درفشاں نے اسی کے انداز میں خفگی سے کہتے تھوڑا سا اس سے دور ہونا چاہا۔آبان خان اسی لمحے اسے مزید اپنے سینے میں بھینچ گیا تھا۔۔"ساری زندگی اب تمھیں ہی جھیلنا ہے مجھے۔وعدہ تم مجھ سے ویسے ہی لے چکی ہو۔بھگتو اب خود ہی۔آبان خان نے منہ بنا کر کہتے اس کے گال پر ہولے سے دانت گاڑے۔۔درفشاں نے ایک بے بسی بھری نظر اس انسان پر ڈالی۔جو اب اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا۔۔دوسرے لمحے وہ اس کے ہاتھ پکڑتے پھر

سے اپنی شرٹ کے بٹنوں پر رکھتے خاموشی سے آنکھیں موند گئی تھی۔اس کے لیے تو وہ ویسے بھی کچھ بھی جھیل جاتی۔یہ تو صرف مقابل کی بے رحم قربت تھی۔۔

آبان خان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ سی رینگی۔خدا نے اب اسے نوازا تھا تو چھپر پھاڑ کے نوازا تھا۔اس کی حسرت، دعائیں سب کچھ قبول کر لیا گیا تھا۔اس عورت کے دل میں اس کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی۔۔"رہنے دو!! مسکرا کر کہتے آبان خان تھوڑا سا اٹھتے بیٹھا۔درفشاں ابھی بھی اس کے اوپر ہی تھی۔!! "آپ ناراض تو نہیں ہیں؟؟اس کی گردن میں چہرے چھپاتے درفشاں نے کسی خدشے کے احساس سے پوچھا۔ساتھ دل میں جان چھوٹنے پر شکر بھی ادا کیا تھا۔۔ "ساتھ شاور لیں؟اب یہ مت کہنا اس میں بھی ہمت نہیں ہے۔آبان خان نے اس کی بات کو اگنور کرتے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے پوچھا۔!! "جیسے آپ چاہیں۔۔میں نہیں کر رہی اب کسی بھی چیز کے لیے منع۔جسم بھی آپ کا، روح بھی آپ کی۔جو مرضی چاہیں کریں اس کے ساتھ۔!! اس کی آواز میں ہلکی سی

خفگی محسوس کرتے درفشاں نے اپنی قربانی دیناہی مناسب سمجھا۔وہ اس کی گردن میں منہ چھپائے ہی کہتے اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔!! "یہ کی نہ تم نے آبان خان کی بیوی والی بات۔ ٹرسٹ می!! میں بہت کوشش کروں گا کہ اب تمھیں تکلیف نہ ہو۔ میں تمھاراہر کام کرنے کو تیار ہوں۔ تم بیشک بستر سے نیچے قدم بھی مت رکھنا۔سب کچھ میں خود کردوں گا۔ لیکن پلیز اس کے لیے مت روکا کرو مجھے۔ چھ سال تک انتظار کیا ہے میں نے اس کے لیے۔ ہزار چاہنے والیاں تھیں۔ لیکن پھر بھی اپنا جنون، اپنی شدتیں، اپنا لمس، صرف اور صرف تمہارے لیے سمبھال کر رکھا۔ کیونکہ اس جسم اور اس دل کی واحد حقدار تم تھی۔ میں چاہتا تو حرام طریقے سے بھی اپنی ضرورت پوری کر لیتا۔اور بہت دفعہ ایسا ہوا بھی کہ میں نے سوچ لیا تھا کہ میں کرلوں گا۔ لیکن پھر دل تمہارے حق میں بول پڑتا تھا۔ اور میں ہمیشہ کی طرح خود کو بچالیتا تھا۔یقین کرو دوسروں کے سامنے جتنا میرا نفس مضبوط ہے، تمہارے سامنے اتناہی کمزور ہے۔۔ تم سادگی میں بکھرے بالوں کے ساتھ گندی مندی حالت میں بھی میرے سامنے آؤ میں تب بھی بہک سکتا ہوں۔

میرے بہکنے کے لیے صرف تمھارا میرے سامنے ہونا ضروری ہے۔ تم کسی بھی حلیے میں مجھ جیسے انسان کو پاگل کر سکتی ہو۔!!" اس کے گالوں پر ہاتھ جمائے جذب کے عالم میں شدت سے کہتے آبان خان نے اسے سختی سے خود میں قید کیا۔۔ درفشاں کی آنکھوں میں نمی سی اکٹھی ہو گئی تھی۔ کتنی پاگل تھی وہ جو ایسے انسان سے نفرت کا راگ الاپتی رہتی تھی۔ حالانکہ یہ انسان تو صرف محبت کے لائق تھا۔۔ اس کے بالوں میں ہاتھ اُلجھاتے درفشاں نے سکون سے اپنی آنکھیں موندی۔ وہ ساری زندگی اس کے ساتھ ایسے ہی رہنے کو تیار تھی۔ آبان خان اسے اپنی گود میں لیے بیڈ سے کھڑا ہوا۔ درفشاں گرنے کے ڈر سے اپنی ٹانگیں اس کی کمر کے گرد لپیٹے ہوئے تھی۔ جبکہ چہرہ ابھی تک گردن میں ہی چھپا ہوا تھا۔۔ آبان خان اسے لیے واشروم کی طرف بڑھا۔ وہ خود بس ایک ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔ اور درفشاں صرف شرٹ میں جو کہ اس کے گھٹنوں تک آ رہی تھی۔ کیونکہ یہ شرٹ بھی آبان خان کی تھی۔ جو صبح اس کو عارضی طور پر آبان خان نے خود ہی پہنائی تھی۔!!" مجھے تمھارا رات والا موڈ چاہیے لٹل پرنسز!! گردن سے منہ باہر نکالو۔

اور محسوس کروان لمحات کو جو ہم ایک دوسرے کے ساتھ گزار رہے ہیں۔ زندگی بہت چھوٹی ہے۔ کل کو کچھ ہو جائے کسی کو معلوم نہیں۔۔!! واشروم میں داخل ہوتے آبان خان نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ درفشاں نے اس کی بات سنتے خاموشی سے اپنا چہرہ باہر نکالا۔ اسے

ڈر بھی لگ رہا تھا کہیں وہ چلنے پھرنے کے قابل ہی نہ رہے۔ لیکن وہ اسے روک بھی نہیں سکتی تھی۔۔ آبان خان نے اس کے ماتھے پر نرمی سے لب رکھتے اسے نیچے زمین پر کھڑا کیا۔ اسے دیوار کے ساتھ لگائے وہ ساتھ ہی اپنے ہاتھ کو پیچھے لے جاتے شاور آن کر گیا تھا۔۔ ٹھنڈا یخ پانی اپنے اوپر گرتا محسوس کرتے درفشاں آبان خان کے سینے میں گھسی۔ اسے پہلے ہی سردی لگ رہی تھی اور اب آبان خان نے شاور آن کر دیا تھا۔۔ "کم آن درفشاں!! اتنا ٹھنڈا بھی نہیں ہے پانی۔۔ آبان خان نے اس کا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ اسے تو کوئی سردی نہیں لگ رہی تھی۔۔ "آبان ہر معاملے میں اپنی مرضی مت کریں۔ مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔ گرم پانی آن کریں۔ درفشاں نے اسے گھورتے خود ہی ہاتھ

پیچھے لے جاتے گرم پانی آن کیا۔ یہ بندہ ہر معاملے میں ہی اپنی چلا رہا تھا۔۔

"سوری!!اس کی گردن میں منہ چھپاتے آبان خان نے دھیرے سے معافی مانگی۔

وہ تو بس ایسے ہی اسے تنگ کر رہا تھا۔۔ درفشاں خاموش ہو گئی تھی۔ اس نے خاموشی سے ہاتھ اٹھاتے آبان خان کے بالوں میں الجھائے۔۔آبان خان نے بہت نرمی سے اس کی گردن پر بوسوں کی بوچھاڑ کرنی شروع کی۔اب وہ نرمی دیکھا رہا تھا۔پہلے ہی اس کی رات کی دی گئی سوغاتیں درفشاں کے پورے جسم پر آب وتاب سے چمک رہی تھیں۔اس لیے اب وہ نرمی ہی دکھا رہا تھا۔۔درفشاں پانی کے اندر کھڑی بمشکل ہی سانس لیتے اس کا نہایت نرم لمس اپنی گردن پر جگہ جگہ محسوس کر رہی تھی۔ گرم پانی کی وجہ سے اسے تھوڑا سکون مل رہا تھا۔وہیں آبان خان کے لمس سے اس کے سکون میں اضافہ ہو رہا تھا۔درفشاں خان پوری طرح گیلی ہو چکی تھی۔ بھیگ تو آبان خان بھی گیا تھا۔ لیکن وہ تھوڑا پیچھے تھا اس لیے وہ کم بھیگا ہوا تھا۔۔کافی دیر تک اس کی گردن کو اپنے لمس سے مہکاتے آبان خان نے اپنا چہرہ اٹھاتے اس کے مقابل کیا۔درفشاں پیچھے دیوار سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے

ہوئے تھی۔۔ "شرٹ اتارو اپنی!!" اسے آنکھیں موندے دیکھ آبان خان نے آہستہ سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ اسے کل کی طرح ہی دیکھنا چاہتا تھا۔۔ درفشاں نے اپنی آنکھیں کھولتے اس کی لہو چھلکاتی آنکھوں میں دیکھا۔ آبان خان کی آنکھیں سرخ اور آواز خمار سے بوجھل ہو رہی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے خاموشی سے بغیر کچھ کہے اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کیے۔ آبان خان مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے مقابل سے یہی اُمید تھی۔۔ اپنی شرٹ کے سارے بٹن کھولتے درفشاں نے ہاتھوں کو روکا۔ وہ بس اتنا ہی کر سکتی تھی۔ آگے آبان خان جانے اور اس کا کام!! آبان خان نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھتے ایک جھٹکے سے اس کے جسم سے یہ شرٹ ریموکی۔ درفشاں بس اس ایک شرٹ میں ہی ملبوس تھی۔ اور اب وہ بھی اتر چکی تھی۔ وہ اس کے سامنے بلکل برہنہ ہو چکی تھی۔۔ آبان خان نے اس کا رخ پیچھے کی طرف موڑتے اس کی کمر اپنے سامنے کی۔ درفشاں خاموشی سے اس کی من مانیاں سہہ رہی تھی۔ آبان خان نے نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھتی نرمی سے اس کی کمر پر اپنے لب رکھنے شروع کیے۔ وہ اس کے پیٹ پر

دونوں ہاتھ جمائے بہت نرمی سے اس کی کمر پر بوسوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔ شاور سے گرتا پانی ان دونوں پر مسلسل برس رہا تھا۔ لیکن یہاں پانی کی فکر کسے تھی!! اوپر سے نیچے تک اچھی طرح اس کی کمر پر اپنا لمس چھوڑتے آبان خان نے محبت سے اس کی کمر کے نچلے حصے پر لب رکھے۔ آگے

موجود ہاتھ بھی نیچے سرکنے لگے تھے۔ درفشاں خاموشی سے اسے اس کی من مانی کرنے دے رہی تھی۔ دونوں کی آنکھیں بند تھیں۔ جبکہ واشروم میں آبان خان کے لمس چھوڑنے کی آواز اور درفشاں کی بھاری سانسوں کی آواز گونجتے ماحول کو معنی خیز بنا رہی تھی۔ آبان خان نے زمین سے کھڑے ہوتے درفشاں کو کمر سے پکڑے وینٹی کے ساتھ لگایا۔ شاور وہ بند کر چکا تھا۔۔ درفشاں وینٹی پر آدھی لیٹی اور آدھی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔ جو گہری بے باک نظریں بے شرمی سے اس کی گہرائیوں پر جمائے ہوئے تھا۔۔ "آبان!! اپنی ٹانگوں کو کلوز کرتے درفشاں نے روہانسے ہوتے اسے پکارا۔ آبان خان نے بے شرمی میں پی ایچ ڈی کر رکھی تھی۔ "کیا آبان؟؟ کل رات دیکھ چکا ہوں میں سب کچھ۔ چھپانے کا کوئی فائدہ نہیں

ہے۔!! واپس سے اس کی ٹانگوں میں فاصلہ بناتے آبان خان نے ناگواری سے کہا۔ مقابل خود کو اس سے کیسے چھپا سکتی تھی۔۔ درفشاں خاموشی سے آنکھیں موند گئی تھی۔ اسے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی وہ!! آبان خان نے مسکراتے خود کو ہر پردے سے آزاد کیا۔ وہ وینٹی کے اوپر لگے شیشے میں دونوں کا عکس دیکھ رہا تھا۔۔ تھوڑا آگے کو ہوتے آبان خان نے درفشاں کے ہونٹوں پر نرمی سے اپنے لب رکھے۔!! ساتھ ہی وہ بلکل دھیمے سے اپنے جسم کو اس میں حرکت دے گیا تھا۔ درفشاں نے درد کی شدت سے اس کے کندھوں پر زور سے اپنے ناخن گاڑے۔ اس کے انداز میں نرمی تھی لیکن وہ پہلے ہی رات کے بعد کافی زیادہ تھکی ہوئی تھی۔۔۔

"Stay relaxed. I am moving inside you very slowly so that you don't feel too much pain"

اس کے ہونٹوں سے اپنے لب ہٹاتے آبان خان نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ درفشاں نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا تھا۔ آبان خان ایک ہاتھ اس کی کمر پر جمائے جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس کی انر تھائیز پکڑے بہت نرمی سے اس میں

سرائیت کر رہا تھا۔ اور جیسے وہ خود پر ضبط کر کے آرام سے کر رہا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔۔ اس کی دھڑکنوں کے ابھرے حصے کو اپنے منہ میں لیتے آبان خان نے مزید اسے اپنے نزدیک کیا۔ وہ داخل تو اس میں آخری حد تک تھا لیکن نرمی بھی ساتھ ہی دکھا رہا تھا۔۔ درفشاں خاموشی سے آنکھیں بند کئے سسکتے ہوئے اسے پھر سے سہہ رہی تھی۔۔ جبکہ آبان خان سرور کی کیفیت میں اس کے جسم میں گھل رہا تھا۔

"آبان میں سر پھاڑ دوں گی آپ کا۔ اسے اپنی دھڑکنوں میں دانت گاڑتے محسوس کرتے درفشاں شدت سے چیخی۔ پہلے وہ تھوڑی تکلیف میں تھی جو مقابل اب پھر سے وائلڈ ہو رہا تھا۔۔ آبان خان محض منہ بگاڑ کر رہ گیا۔ اسے لگ رہا تھا وہ بس برائے نام ہی اپنی ضرورت پوری کر رہا ہے۔ تھوڑی دیر بعد نرمی سے اس سے الگ ہوتے آبان خان نے سلیب سے ٹیک لگائی۔ درفشاں نڈھال سی ایک طرف کھڑی تھی۔ اس کی اب بلکل ہمت ختم ہو چکی تھی۔ آبان خان نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیئے تھے۔۔ "یہ نرمی صرف ابھی کے لیے تھی۔ آئندہ مجھ سے ایسی کوئی بھی اُمید مت رکھنا۔ کھاؤ پیو خود کو مضبوط بناؤ۔ میں ہر مرتبہ خود پر ضبط نہیں

رکھ سکتا۔ ابھی چھوڑ رہا ہوں تمھیں لیکن پلیز رات تک ٹھیک ہو جانا۔ اس سے الگ ہوتے آبان خان نے شاور کے پاس جاتے کہا۔ وہ ابھی بھی اسے ہی وارن کر رہا تھا۔۔ درفشاں نے ایک خوں خوار نظر اس پر ڈالی۔ جیسے اسے ابھی ہی کچہ چبا جائے گی۔۔ "بہت ظالم ہیں آبان آپ!! درفشاں نے نفی میں سر ہلا کر کہتے اس کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ وہ ابھی تک اس کے پہلے والے الفاظوں میں ہی اٹکی ہوئی تھی۔!! "لٹل پرنسز عادت ڈال لو اس سب کی!! اب تمھیں دن رات یہی سہنا ہے اپنے اس قیامت بدن پر!! مسکرا کر کہتے آبان خان نے تھوڑا آگے کو ہوتے اسے ہاتھ سے پکڑتے اپنے نزدیک کیا۔۔ "وہاں کھڑی ہو کر گھورنا بند کرو اور ادھر آؤ۔ شاور لیتے ہیں۔ پھر گھر بھی جانا ہے۔ اور مجھے آفس جا کر تمہارے اس چمچے کی خبر بھی لینی ہی جو جھوٹ بول کر مجھے یہاں لایا تھا۔!! شاور کے نیچے کھڑے ہو کے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے آبان خان نے اسے اپنے پاس بلایا۔ ساتھ ہی وہ اسے راحیل کی خبر لینے کا بھی بتا گیا تھا۔۔ شاور کے نیچے کھڑا وہ اپنے

ساتھ ساتھ اسے بھی نہلا رہا تھا۔ جبکہ در فشاں خاموشی سے منہ بنائے کھڑی پھر سے اسے اس کی مرضی کرنے دے رہی تھی۔

شاہ ولا کے لاؤنج میں اس وقت خاصی گہما گہمی تھی۔ سارے بڑے ایک ساتھ لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ وہاں سبھی موجود تھے سوائے اشنا، حدائق شاہ اور فائزہ کے۔۔ اشنا کی آج صبح سے طبیعت خراب نہیں تھی اس لیے وہ صبح سے ہی اپنے کمرے میں تھی۔ جبکہ حدائق شاہ اور فائزہ کو تو ویسے بھی ان سب کے ساتھ بیٹھنا منع تھا۔۔ سبینا بیگم کو بھی یہاں آئے کافی دن ہو چکے تھے۔ پہلے تو گھر میں ہوئے مسئلوں کی وجہ سے وہ بات ہی نہیں کر سکتی تھیں۔۔ لیکن اب سب کچھ سیٹ تھا۔ وہ باآسانی داجی سے بات کر سکتی تھیں۔ دراصل میں جمیل صاحب کے بزنس پر اثر پڑ رہا تھا۔ اتنی چھٹیاں کرنے کے باعث۔ وہ لوگ پچھلے کافی دنوں سے یہیں پر تھے۔ اسی لیے اب وہ جلد سے جلد کام نبٹا کر واپس سے لندن جانا چاہتے تھے۔۔ آج انہیں کسی بھی صورت داجی سے بات کرنی تھی۔۔ "بابا مجھے آپ سے کچھ بات

کرنی ہے!! سبینا بیگم کی آواز سنتے سب ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ماورا جمیل کی مسکراہٹ فوراً ہی سمٹی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس کی ماں نے کیا بات کرنی ہے۔ اسے آزادی بس اتنے دنوں کی ہی ملی ہوئی تھی۔اب اس کی ماں جس مقصد کے لیے یہاں آئی تھی وہ یہی بات کرنے والی تھیں۔!! عدیل شاہ اور پاکیزہ بیگم بھی شاہ ولا ہی آئے ہوئے تھے۔وہ بھی ان سب کے ساتھ ہی بیٹھے تھے۔۔"بولو بیٹا!! داجان نے نرمی سے سبینا بیگم کو بات جاری رکھنے کا کہا۔"بابا میں یہاں جس مقصد کے لیے آئی تھی اب بہتر ہے وہ کام ہو جائے۔ماورا کا نکاح ہو جائے تو میں بھی پریشانی سے آزاد ہو جاؤں۔آپ مجھے کوئی تسلی تو دے دیں۔۔اُنگلیاں مروڑتے سبینا بیگم نے ایک نظر سب کی طرف دیکھتے کہا۔بیٹی کی ماں ہو کر خود سے یہ بات کرنے میں انہیں عجیب سا لگ رہا تھا۔لیکن وہ بھی کیا ہی کر سکتی تھیں بھلا۔"مجھے معاف کرنا سبینا۔مجھے خود یہ بات کرنی چاہیے تھی۔لیکن کوئی بات نہیں اگر تم نے کہہ دیا تو۔ہم لوگ ضرور عدیل اور ماورا کے نکاح کی ڈیٹ رکھے گیں۔!! اس سے پہلے داجان کچھ کہتے پاکیزہ بیگم نے مسکرا کر انہیں تسلی دی۔۔وہ خود بھی تو یہی

چاہتی تھیں۔۔ جبکہ ان کے ساتھ بیٹھا عدیل بس ایک گہری سانس ہی بھر سکا۔ ہزار دفعہ منع کرنے پر بھی پاکیزہ بیگم اپنی ضد سے پیچھے نہیں ہٹی تھیں۔ اور اب سب کے سامنے وہ نکاح کے لیے زبان بھی دے گئی تھیں۔!! "یہ تو اچھی بات ہے پھر۔ جتنی جلدی ہو سکے یہ نیک کام انجام دیتے ہیں۔ میرا خیال ہے ابھی صرف نکاح ہی کر لیں گیں۔ شادی دو تین سال بعد!! داجان نے مسکرا کر کہتے ان سب کے چہروں پر بھی مسکان بکھیری۔ ماورا جمیل ایک طرف اپنے آنسوں روکے بیٹھی تھی۔ اس شخص نے ہی جب اسے کوئی اُمید دلاسہ نہیں دیا تھا تو وہ کس منہ سے اور کس وجہ کی بنیاد پر عدیل شاہ کے لیے انکار کرتی؟؟ لیکن اس کے دل میں پھر بھی بالاج شاہ ہی تھا۔ اسے بھولنا اس کے بس سے باہر تھا۔۔ "ہاں نیک کام میں دیری کیسی۔ مجھے تو آپ لوگ کہے گیں تو میں کل ہی اپنے عدیل کی بارات لے آؤں گی۔ پاکیزہ بیگم نے ایکسائٹڈ سے انداز میں کہا۔ عدیل شاہ خاموشی سے زمین کی طرف دیکھتے جبڑے بھینچے اپنی ماں اور ان سب کی باتیں سن رہا تھا۔ اس کے عین سامنے بیٹھے زاویار شاہ کی پر سوچ نظریں اسی پر جمی تھیں۔۔ "میرا خیال ہے اگلے مہینے کا

پہلا جمعہ ٹھیک رہے گا نکاح کے لیے۔ ویسے بھی تین چار دنوں میں اگلا مہینہ لگنے والا ہے۔۔ داجان نے سب کی طرف دیکھتے حتمی لہجے میں کہا۔۔ "عدیل بیٹا تمھیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے؟؟ کسی خدشے کے احساس سے سبینا بیگم نے عدیل کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ عدیل شاہ نے آواز پر ان کی طرف متوجہ ہوتے ایک نظر ماورا کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے وہ خاموشی سے صوفے سے کھڑے ہوتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا گیا تھا۔ وہ وہاں مزید بیٹھتا تو کچھ غلط بول جاتا۔ اسی لیے چپ چاپ اٹھنا مناسب سمجھا۔!! "وہ خوش ہے بہت۔ مجھے گھر میں تو خوشی خوشی بے صبروں کی طرح بتا رہا ہوتا ہے۔ یہاں شاید شرم آگئی ہو گی۔!! ان سب کی مسکراہٹ غائب ہوتے دیکھ پاکیزہ بیگم نے زبردستی مسکراتے انہیں تسلی دی۔۔ "اور تم بتاؤ ماورا بیٹا تمھیں تو کوئی اعتراض نہیں ہے؟؟ پاکیزہ بیگم نے بات کو ٹالنے کے لیے ماورا سے پوچھا۔!! ماورا ابھی ایک گہری سانس بھرتے خاموشی سے کھڑی ہو چکی تھی۔ وہ یہاں بیٹھتی تو سچ بول دیتی۔ اسی لیے اٹھنا مناسب سمجھا۔ وہ بغیر جواب دیے خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ پیچھے سب کے

چہروں پر اب واضح پریشانی نمودار ہوئی۔ یقیناً کوئی تو بات تھی جو دونوں بچے ہی ایسے چلے گئے تھے۔!!"شرما گئی ہو گی شاید!! پاکیزہ بیگم نے سبینا جمیل کی طرف دیکھتے کہا۔ لیکن یہ تو سبینا بیگم ہی جانتی تھیں کہ ان کی بیٹی میں شرمانے لجھانے والا کوئی کیڑا نہیں ہے۔ وہ اگر خوش ہوتی تو منہ پر بول کے جاتی۔ لیکن انہوں نے پہلے خود ماورا سے پوچھا تھا اس رشتے کے بارے میں۔ اور ماورا نے خوشی خوشی حامی بھی بھر دی تھی۔ تو اب ایسا کیا ہو گیا تھا کہ وہ ایسے ہی چلی گئی تھی۔۔ "پریشان نا ہو آپ سب۔ بچے ایسے ہی جھجھک رہے ہونگے بڑوں کے سامنے۔ ورنہ دل میں تو لڈو پھوٹ رہے ہونگے دونوں کے۔ سائرہ بیگم نے مسکراتے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔ وہ خود اس شادی کے لیے بہت خوش تھیں۔۔ "ہاں شاید!! سبینا بیگم بھی کہتے واپس سے ان سب کے ساتھ باتوں میں مصروف ہوئیں۔

ماورا جمیل اس وقت اپنی گاڑی میں بیٹھی سپاٹ سے انداز میں گاڑی چلانے میں مصروف تھی۔اس وقت شام کے چار بج رہے تھے۔اور وہ تھوڑی دیر پہلے ہی گھر سے باہر نکلی تھی۔ سپاٹ چہرے کے ساتھ گاڑی چلاتے وہ دماغی طور پر بہت سی سوچوں میں الجھی ہوئی تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ کہاں جائے!!

"عدیل شاہ سے شادی!! یہ سوچتے ہی اسے کچھ کچھ ہو رہا تھا۔ہاں اگر اس نام کی جگہ بالاج خان ہوتا تو شاید وہ خوشی خوشی ہاں کر دیتی۔ لیکن اب وہ کیا کر سکتی تھی بھلا۔ یہاں اسے اپنی ماں کے چہرے پر خوشی دیکھ کر شادی کے لیے انکار کرتے ہوئے بھی کچھ ہو رہا تھا۔ ورنہ وہ کم از کم اکیلے میں ہی سبینا بیگم کو ساری سچائی بتا دیتی۔ لیکن فلحال کے لیے وہ بیچاری ہر طرف سے مجبور تھی۔۔

جینٹس جم کے باہر اپنی گاڑی روکتے ماورا جمیل اپنی گاڑی سے باہر نکلی۔ وہ یہاں بہت سوچ سمجھ کر ایک حتمی فیصلہ کر کے آئی تھی۔"آخری مرتبہ ہی سہی!!لیکن وہ بس ایک مرتبہ بالاج خان سے بات کرنا چاہتی تھی۔اس نے پراپر طریقے سے بالاج خان کو ابھی تک پرپوز نہیں کیا تھا۔اور اسے یہ کرنے میں کوئی مسئلہ بھی نہیں

تھا۔اس کے لیے اپنی محبت کا اظہار کرنا بہت عام سی بات تھی۔۔ لیکن جس چیز سے اسے ڈر لگتا تھا وہ تھی ریجکشن !! اگر بالاج خان نے اسے ریجیکٹ کر دیا تو وہ واقعی میں ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔اور یہی بات اسے ڈرائے ہوئے تھی۔ لیکن پھر بھی دل پر پتھر رکھتے وہ ایک مرتبہ اپنی محبت کا اظہار کرنا چاہتی تھی۔تاکہ بعد میں کوئی پچھتاوا نا رہ جائے۔۔ اپنے گلاسز آنکھوں پر لگاتے وہ جم کے اندر داخل ہوئی۔ اسے اندازہ تھا کہ بالاج خان اس وقت جم میں ہی موجود ہو گا۔اسی لیے وہ سیدھا یہیں آگئی تھی۔ ماورا جمیل اس وقت جینز شرٹ میں ملبوس اوپر لانگ کوٹ پہنے ہوئے تھی۔ گل میں چھوٹا سا مفلر لٹکائے، آنکھوں پر بلیک گلاسز، بالوں کی اونچی پونی کیے وہ ہمیشہ کی طرح بہت خوبصورت دکھ رہی تھی۔۔ اپنے پرس کو کندھے پر سہی سے لٹکاتے ماورا جمیل نے اپنے قدم جم کے اندر کی جانب بڑھائے۔ وہ یہاں آتو گئی تھی لیکن ساتھ ہی گھبراہٹ بھی بے تحاشا تھی۔ نجانے کیا بنے گا اس کے ساتھ یہاں !!

جم کے اندر داخل ہوتے اس نے ادھر اُدھر اپنی نظریں دوڑائیں۔ یہ مردوں کا جم تھا۔ تو یہاں ہر جگہ صرف لڑکے ہی موجود تھے۔ پورے جم میں صرف ایک وہی لڑکی تھی جو کھڑی اُدھر اُدھر دیکھتے کسی کو ڈھونڈنے کی کوشش کر رہی تھی۔!! "محترمہ لگتا ہے آپ غلط جگہ آگئی ہیں!! ایک لڑکا جو سامنے ہی ورک آؤٹ کر رہا تھا ماورا کو دیکھتے اس کے پاس آتے کہا۔ کیونکہ یہاں کسی لڑکی کا آنا ناممکن سی بات تھی۔!! "جی نہیں میں بلکل سہی جگہ پر ہوں!! آپ پلیز بالاج خان کو بلا دیں۔ ماورا نے سپاٹ سے انداز میں اسے بالاج خان کو بلانے کا کہا۔ اتنا تو اسے پورا یقین تھا کہ بالاج خان اسی جم میں ہوتا ہے۔ "ہمم بالاج خان!! کیا لگتی ہیں ویسے آپ اس کی؟؟ اپنے ہاتھ میں موجود بوتل کھولتے لڑکے نے تعجب سے استفسار کیا۔ اسے اس کے بارے میں جاننے کی کچھ زیادہ ہی دلچسپی تھی۔ وہ خود بالاج خان کا دوست تھا۔ اور بالاج خان کو اچھے سے جانتا تھا۔ "بیوی ہوں میں اُن کی!! اور کچھ پوچھنا ہے آپکو؟؟ جھنجھلا کر جواب دیتے ماورا جمیل اگلے کو پورا منہ کھولنے پر مجبور کر گئی تھی۔ بالاج خان نے شادی کب کی؟؟ وہ یہی سوچ رہا تھا۔ "میں مان ہی نہیں سکتا۔

بالاج کی یہ ٹائپ تو نہیں ہے۔اسے تو معصوم سی لڑکیاں پسند ہیں۔اور آپ تو ماشاء اللہ دیکھنے سے ہی پٹاخہ لگ رہی ہیں۔!! منہ بناتے دو بدو جواب آیا تھا۔اب وہ اتنا بھی پاگل نہیں تھا کہ کوئی بھی آکر کہے وہ بالاج خان کی بیوی ہے اور وہ مان لے۔۔

"شٹ اپ!! آپ اگر بالاج کو نہیں بلا سکتے تو بکواس بھی مت کریں یہاں کھڑے ہو کر!! اسے گھورتے ماورا جمیل نے تھوڑی بلند میں آواز میں کہا۔اسے یہ شخص بالاج خان جیسا ہی کوئی بتمیز لگا تھا۔!!"اوکے مادام آپ تو غصہ ہی کر گئیں۔آئیں میں آپ کو بالاج سے ملواتا ہوں!! مسکرا کر سیدھے طریقے سے کہتے اس لڑکے نے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ماورا جمیل بھی منہ بناتے اسی کے پیچھے ہو لی تھی۔جبکہ دل میں پلتی گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

ایک کمرے کی طرف جاتے لڑکے کے قدم رکے۔۔ راستے میں دونوں ہی خاموش رہے تھے۔یہ سپریٹ ایریا ہے۔فائٹرز کے لیے۔تو یہیں پر ہوتا ہے بالاج بھی۔لڑکے نے ماورا کو اُدھر اُدھر دیکھتا پا کر وضاحت دی۔یہ جگہ تھوڑی سنسان

تھی اور ماورا کہیں غلط نہ سوچے اس لیے لڑکے نے وضاحت دینا مناسب سمجھا۔
ماورا جمیل نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔ ورنہ خود ابھی وہ یہی سوچ رہی تھی۔۔

کمرے کا دروازہ کھولتے وہ دونوں اندر داخل ہوئے۔ یہ ایک بہت بڑا حال کمرہ تھا۔ جس میں جگہ جگہ بہت بھاری مشینری رکھی ہوئی تھی۔ یہاں بھی بہت سارے لڑکے موجود تھے جو اپنی اپنی ایکسر سائز کرنے میں مصروف تھے۔۔ ایک طرف بالاج خان کھڑا ڈمبلز اٹھائے ایکسر سائز کرنے میں مصروف تھا۔ وہ اس وقت صرف ایک پتلی سی شرٹ اور ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔ آدھے سے زیادہ جسم پسینے میں بھیگا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ بہت دیر سے ورک آؤٹ کر رہا ہو۔۔ "بالاج سن!! لڑکے نے اسے اپنے کام میں مصروف دیکھ بلند آواز میں پکارتے اپنی طرف متوجہ کیا۔۔ بالاج خان کی نظر یکلخت ہی سامنے کی طرف اٹھی تھی۔ صرف اسی کی نہیں باقی سب بھی سامنے دیکھنے میں مصروف تھے۔ جہاں اس لڑکے کے ساتھ ایک انتہائی خوبصورت لڑکی کھڑی بالاج خان کو دیکھنے میں مصروف تھی۔ بالاج خان نے ماورا جمیل کو اُدھر دیکھتے حیرت سے ڈمبلز نیچے پھینکے۔۔ اسے ماورا کی دماغی

حالت پر شبہ ہوا تھا جو ایسے ہی منہ اٹھا کر اتنے لڑکوں کے سامنے بغیر سوچے سمجھے آگئی تھی۔۔ انگوٹھے کی مدد سے اپنے ماتھے پر آئے پسینہ صاف کرتے بالاج خان تیز تیز قدموں سے ان دونوں کی طرف بڑھا۔ سب اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور بالاج خان کا بس نہیں تھا یا تو ان سب کی آنکھیں نکال دے یا آج ماورا جمیل کو ہی یہیں دفن کر دے۔!! جبکہ ماورا جمیل تھوک نگلتے اسے اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ بالاج خان کے چہرے پر موجود کڑے تیور اسے ڈرنے پر مجبور کر رہے تھے۔!! وہ بچپن سے لندن جیسے ملک میں پلی بڑھی تھی۔ لڑکوں کے جم میں آنا اس کے لیے بہت معمولی سی بات تھی۔ وہ ایک آزاد خیال لڑکی تھی۔!! "ماورا جمیل کی طرف بڑھتے بالاج خان کے قدم رکے۔ وہ اس کے آگے آتے اس طرح کھڑا ہو گیا تھا کہ پیچھے موجود لڑکوں کو ماورا جمیل نظر نہ آئے۔ ماورا جمیل اس کے چوڑے سینے کے آگے جیسے چھپ سی گئی تھی۔!! "لے بھائی تیری بیوی تُجھ سے ملنے آئی تھی۔ میں نے ملوا دیا۔ اب بھگت لے خود ہی۔۔ ماورا کے ساتھ موجود لڑکے نے بالاج خان کی طرف دیکھتے شرارت سے کہا۔ وہ اس کے کانوں میں یہ

بات ڈالنا چاہ رہا تھا کہ ماورا جمیل نے یہاں خود کو بالاج خان کی بیوی کے طور پر متعارف کروایا تھا۔ بالاج خان نے حیرت سے پہلے لڑکے کو اور پھر ماورا جمیل کو دیکھا۔ یہ کب ہوا اسے خود کو ہی نہیں پتہ تھا؟؟ "بالاج تو نے شادی کر لی اور بلایا بھی نہیں؟؟ ایک لڑکے نے پیچھے سے آتے بے تکلفی سے بالاج خان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے مصنوعی خفگی سے استفسار کیا۔۔ "بکواس کر رہا ہے یہ!! یہ لڑکی میری کچھ نہیں لگتی۔ بالاج خان نے ناگواری سے اس کا ہاتھ اپنے کندھے سے جھٹکتے ماورا جمیل کی طرف دیکھتے کہا۔ اسے اُمید نہیں تھی یہ لڑکی اس حد تک چلی جائے گی۔!! "اچھا لیکن محترمہ آپ تو کہہ رہی تھیں کہ یہ آپ کے شوہر ہیں!! ماورا کے ساتھ کھڑے لڑکے نے اب اس کی طرف دیکھتے شرارت سے پوچھا۔ اتنے لوگوں کے سامنے وہ ماورا کو سہی امتحان میں ڈال گیا تھا۔۔ جبکہ ماورا جمیل گلاسز کے پیچھے چھپی آنکھوں میں نمی لیے بالاج خان کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے تو بس ایسے ہی غصے میں جھوٹ بول دیا تھا۔ لیکن بالاج خان اتنے لوگوں کے سامنے اس کے جھوٹ کا پردہ بھی نا رکھ سکا۔ بلکہ وہ صاف انکار ہی کر گیا تھا۔۔ "مجھے آپ سے کچھ

بات کرنی تھی۔ اگر آپ کے پاس وقت ہے تو پلیز میری بات سن لیں۔!! اس لڑکے کو اگنور کرتے ماورا نے بالاج خان کی طرف دیکھتے دھیمے سے کہا۔ بہتر یہی تھا وہ جلد سے جلد یہاں سے باہر نکلتی۔!!"ہمم بولو!! بالاج خان نے ابرو اُچکاتے پوچھا۔ بات ہی کرنی تھی تو یہ لڑکی اسے فون بھی کر سکتی تھی۔ یہاں اتنے مردوں کہ سامنے آنا ضروری تو نہیں تھا۔ اسے یہی بات کھٹک رہی تھی۔ سوچ تو وہ ایسے رہا تھا جیسے وہ ماورا جمیل کی کال پک کرتا ہو۔ وہ تو اس کا نمبر ہی بلاک لسٹ میں ڈال چکا تھا۔۔"یہاں نہیں کر سکتی۔ آپ اکیلے میں۔۔۔"اُنگلیاں مروڑ کر کنفیوز سا کہتے ماورا نے بات ادھوری چھوڑی۔ باقی سب اپنا اپنا کام چھوڑے انہی دونوں کو دیکھنے میں مصروف تھے۔!!"چلو!! ایک گہری سانس بھرتے بالاج خان نے ہاتھ سے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ خود بھی یہی چاہ رہا تھا کہ کسی طرح سب کی نظروں سے اس لڑکی کو بچا لے۔۔ ماورا نے ہاں میں سر ہلاتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ بالاج خان بھی اسی کے پیچھے تھا۔ باقی سب انہیں جاتے دیکھ اپنے اپنے کاموں میں پھر سے مصروف ہوئے۔ پتہ نہیں ایسی کیا بات تھی جو وہ دونوں اکیلے میں کرنے

والے تھے۔۔ماورا کے ساتھ آیا لڑکا بھی کندھے اُچکاتے واپس سے باہر کی طرف بڑھا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

فرماؤ محترمہ!! ایسی کیا مجبوری تھی تمہاری جو تم منہ اٹھا کر یہاں چلی آئی؟؟ باہر" پہنچتے بالاج خان نے دیوار سے ٹیک لگائے جبڑے بھینچے پوچھا۔ اسے غصّہ آرہا تھا اس لڑکی پر۔ جسے اپنی عزت پیاری نہیں تھی۔"دل کر رہا تھا آپ سے ملنے کو تو آگئی میں!! ماورا جمیل نے ہونٹ کاٹتے اس کے سامنے والی دیوار سے ٹیک لگاتے کہا۔۔ یہاں صرف وہ دونوں ہی کھڑے تھے۔اور کوئی بھی اس طرف موجود نہیں تھا۔ بالاج خان جان بوجھ کر ماورا کو اس طرف لایا تھا۔"ایک تو تمہارے دل سے بہت تنگ ہوں میں۔ کبھی یہ آدھی رات کو مجھے فون کرنے کا کہہ دیتا ہے، کبھی بار بار مجھے فون کر کے تنگ کرنے کا،اور کبھی اس واحیات ڈریسنگ میں بوائز کے جم میں مجھ سے ملنے کا۔ تمھارا دل بہت عجیب ہے۔!! بالاج خان نے ایبرو اچکاتے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ جو پچھلے کتنے دنوں سے ماورا کے لیے اس کے دل میں بھری

ہوئی تھی۔ "آپ میری ڈریسنگ پر ایسے ٹونٹ نہیں مار سکتے۔ آپ کو بلکل کوئی حق نہیں ہے میرے کپڑوں کو تنقید کا نشانہ بنانے کا!! ماورا نے آنکھوں سے گلاسز اتارتے سپاٹ سے انداز میں سختی سے کہا۔ ساری باتیں ایک طرف لیکن یہ انسان کیسے اس کی ڈریسنگ پر بات کر سکتا تھا۔ حالانکہ ان کپڑوں میں اس کا جسم بلکل بھی کہیں سے بھی نمایاں نہیں تھا۔ اسے تو اپنے کپڑوں میں کوئی خرابی نہیں لگ رہی تھی۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ بالاج خان کی نظر میں یہ واحیات ڈریسنگ ہی تھی۔۔ "یہ سب کچھ تمھیں یہاں آنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ جس طرح تم دندناتے ہوئے یہاں آئی ہو شکر کرو میں نے صرف تمہارے کپڑوں پر چوٹ کی ہے۔ تمہارے کردار پر نہیں!! بالاج خان نے بھی اسی کے انداز میں اپنے لہجے میں سختی کا عنصر نمایاں کیا۔ وہ بہت سخت الفاظ کہہ گیا تھا۔۔ "آپ میرے کردار پر کچھ کہہ بھی نہیں سکتے۔ کیونکہ میں اور میرا خدا جانتے ہیں کہ میرا کردار کیسا ہے۔ آپ کے یا پھر کسی اور کے الزام لگانے سے میرا کردار خدا کی نظر میں بدل نہیں جائے گا۔!! پھر سے وہی سپاٹ انداز!! انداز تو سپاٹ تھا لیکن وہی جانتی تھی کہ بالاج

خان کے الفاظ اس کے دل پر تیر کی طرح لگ رہے تھے۔اپنی محبت کے منہ سے خود کے لیے ایسے الفاظ سننا کس درجے تکلیف دہ ہے اس بات کا اندازہ ماورا جمیل کو آج ہوا تھا۔۔"تم یہاں شاید کوئی بات کرنے آئی تھی؟؟جو بات ہے بولو۔میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں ہے کہ میں تمہاری باتیں سنوں۔۔کوئی جواب نہ بنتے دیکھ بالاج خان نے اسے یاد دلوایا۔کہ وہ یہاں کوئی بات کرنے آئی تھی۔۔"ہاں میں نے کرنی ہے آپ سے بات!! ماورا جمیل بھی بحث چھوڑ کر اسی طرف آگئی تھی۔وہ کافی حد تک خود کو سمبھال چکی تھی۔"تو بولو بھی اب!! بالاج خان نے منہ بناتے پوچھا۔اس کی شکل ہمیشہ کی طرح بگڑی ہوئی تھی۔۔ماورا کے سامنے آتے ہی خود ہی اس کی شکل ایسے ہو جاتی تھی۔"ہماری لڑائیاں، باتیں سب کچھ ایک طرف۔لیکن سچ تو یہ ہے کہ میں نے کبھی دل سے آپ کو برا بھلا نہیں کہا۔ماورا نے ایک گہری سانس بھرتے بات کا آغاز کیا۔بالاج خان سینے پر ہاتھ باندھے غور سے اس کی بات سن رہا تھا۔۔"میرے گھر والے عدیل لالا سے میری شادی طے کر رہے ہیں۔۔جو کہ میں بلکل بھی کرنا نہیں چاہتی۔۔ماورا نے بات کے

دوران وقفہ لیا۔ وہ ہونٹ کاٹتے بالاج خان کی طرف دیکھتے اس کے چہرے کے ایکسپریشنز دیکھ رہی تھی۔ "تو میں کیا کروں؟؟ بالاج خان نے پھر سے اکھڑے لہجے میں کہا۔ اسے ماورا کی بات میں کوئی لاجیک نظر نہیں آئی تھی۔ بھلا اس میں وہ کیسے اس لڑکی کی مدد کر سکتا تھا۔۔ "میں محبت کرتی ہوں آپ سے بالاج!! میں نہیں جانتی یہ سب کیسے ہوا، کب ہوا، لیکن یہ ہو گیا ہے۔ اور میں مکمل طور پر آپ کے حصار میں جکڑی گئی ہوں۔!! دھڑکتے دل کے ساتھ ماورا جمیل نے اپنے دل کی بات کی۔ اسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ کہیں یہ انسان اسے ریجیکٹ نا کر دے۔ "میرا مسئلہ نہیں ہے یہ!! بالاج خان نے سپاٹ سے انداز میں کہتے اسکے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے تھے۔ جس بات کا ڈر تھا وہی ہو گیا تھا۔ بالاج خان سفاکیت سے کہتے اسے ریجیکٹ کر گیا تھا۔۔ "لیکن اب تو ہو گئی ہے مجھے محبت۔ مجھے بتائیں آپ میں کیا کروں؟ ماورا نے ایک اور مرتبہ مزید اسے سمجھانا چاہا۔ اس کی آنکھوں میں نمی اکٹھی ہونا شروع ہو چکی تھی۔ کیا پتہ مقابل کو اب ہی ترس آجاتا اس پر!! "تم نے پہلے مجھ سے پوچھ کر محبت کی تھی جو اب مجھ سے پوچھ رہی ہو؟ میری بلا

سے جو مرضی کرو۔ لیکن میرا پیچھا چھوڑ دو!! سفاکیت سے کہتے بالاج خان نے دیوار سے ٹیک ہٹائی۔ اسے ماورا جمیل میں کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی۔ وہ خود ہی اس کے پیچھے پاگل ہوئی پھر رہی تھی۔۔ "محبت اگر کسی سے پوچھ کر یا پھر سوچ سمجھ کر ہوتی تو یقین کریں مجھے آپ سے تو بلکل بھی نہیں ہوتی۔ آپ جیسے ظالم انسان سے محبت کرنے سے بہتر تھا میں اندھے کنوے میں چھلانگ لگا لیتی۔!! ماورا نے اپنے گالوں پر بہتے آنسوں صاف کرتے اسے حقیقت سے آگاہ کیا۔ جس طرح مقابل نے انکار کیا تھا اسے اپنی توہین واضح محسوس ہو رہی تھی۔!! "جاؤ بی بی۔ تو تمھیں کس نے کہا ہے کرو مجھ سے محبت۔ مت کرو میں بھی کوئی مرا نہیں جا رہا تمہارے لیے۔ تمہارے جیسی ہزاروں کو میں روز ریجیکٹ کرتا ہوں۔ عجیب فضول لڑکی ہو تم!! اس کے لہجے میں تھوڑا سا غرور آگیا تھا۔ اب یہ غرور اپنی شہرت اور خوبصورتی کا تھا یا پھر مقابل کو جتانے کے لیے تھا۔ کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔۔ "یاد رکھیے گا انہی چاہنے والوں میں ایک دن آپ مجھے ڈھونڈھتے پھرے گیں۔ لیکن میں آپ کو نہیں ملوں گی۔!! بھیگی سی آواز میں کہتے ماورا جمیل نے اپنے قدم

راہداری میں آگے کی جانب بڑھائے۔۔"اب کیا کسی اور عاشق کے پاس جانے کا ارادہ ہے؟؟ اسے جاتے دیکھ بالاج خان نے پیچھے سے طنزیہ سی آواز میں ہانک لگائی۔۔اسے ماورا کی یہ محبت محض جھوٹی اور کھوکھلی لگ رہی تھی۔ بھلا لندن جیسے ملک میں پلی بڑھی لڑکی کیسے اس سے محبت کر کے اس کے ساتھ لویل رہ سکتی تھی۔ ایسی لڑکیوں کے پاس بہت سے آپشنز موجود ہوتے ہیں۔اسے لیے بالاج خان نے یہ بات کی تھی۔!! ماورا جمیل کے آگے بڑھتے قدم رکے۔ وہ واپس سے دو قدم پیچھے چلتی بالاج خان کے مقابل ہوئی۔ وہ اس سے دو قدموں کے فاصلے پر کھڑی تھی۔۔"اپنی بہن کی طرح سمجھا ہے کیا ہر لڑکی کو؟؟ آنسوؤں بھری آنکھیں بالاج خان پر گاڑ کر کہتے وہ گہرا وار کر گئی تھی۔۔ کب سے وہ اس کی ہر بتمیزی سہہ رہی تھی۔ لیکن برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ آخر وہ کب تک چپ رہتی۔۔ بالاج خان کا چہرہ دھواں دھوا ہو چکا تھا۔ آنکھوں میں اچانک ہی جیسے خون کی گہری لالی اتر چکی تھی۔۔اور اگلے ہی لمحے اس کا ہاتھ اٹھتے ماورا جمیل کے چہرے پر نشان ثبت کر گیا تھا۔ آخر یہ لڑکی کیسے اس کی بہن کے بارے میں بات کر سکتی تھی۔اس

کا تو خون ہی کھول اٹھا تھا۔۔ ماورا جمیل اپنے گال پر ہاتھ رکھتے دو قدم پیچھے ہوئی۔ تھپڑ اتنا جاندار تھا کہ اس کا دماغ گھوم کر رہ گیا تھا۔ ایک لمحے کے لیے ماورا جمیل کی آنکھوں کے آگے اندھیرا پھیل چکا تھا۔ بالاج خان کے ہاتھ کا تھپڑ تو کوئی مرد بھی آج تک برداشت نہیں کر سکا تھا۔ وہ تو پھر دھان پان سی کمزور سی لڑکی تھی۔۔ "کیا بکواس کر رہی تھی دوبارہ کرنا ذرا۔ ہمت کیسے ہوئی میری بہن کے بارے میں اپنی غلیظ زبان سے ایسے الفاظ نکالنے کی۔۔ بالاج خان تو ہتھے سے ہی وہ اکھڑ گیا تھا۔ وہ دیوار پر مکا مارے ماورا کی آنکھوں میں دیکھتے دھاڑا۔۔ اس کا خون کھول رہا تھا ماورا کی بات یاد کر کر کے۔۔ ماورا نے خاموشی سے اپنے گال سے ہاتھ ہٹاتے ایک دھندلی نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔۔ آنکھوں میں آنسوں کی موٹی سی تہہ ہونے کی وجہ سے وہ اس کا چہرہ واضح نہیں دیکھ سکی تھی۔۔ اور دوسرے ہی پل اس نے اپنی پوری جان لگاتے بالاج خان کے گال پر بھی کچھ اسی طرح تھپڑ جڑا۔ بالاج خان نے حیرت سے اپنے گال پر ہاتھ رکھا۔ اسے جیسے مقابل سے یہ اُمید نہیں تھی۔۔ "محبت ضرور کرتی ہوں تم جیسے گھٹیا انسان سے۔ لیکن اتنی بھی کوئی گئی گزری

لڑکی نہیں ہوں جو تمہارے تھپڑ کھاتی پھروں!! ارے میرے تو باپ نے آج تک میرے اوپر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ تم کون ہوتے ہو مجھے مارنے والے۔ یو بلڈی باسٹرڈ!! ایک اور تھپڑ اس کے دوسرے گال پر بھی مارتے ماورا جمیل شدت سے چیخی۔ اس کا بس نہیں تھا کہ اس شخص کو جان سے مار دے۔ بھلا وہ ہوتا کون تھا اس پر ہاتھ اٹھانے والا؟؟ زندگی میں پہلی مرتبہ کسی مرد نے اس پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ اور وہ جیسے پاگل ہونے کو تھی۔ "زبان قابو میں رکھو اپنی سائیکو عورت!! دوبارہ اگر مجھے تم نے گالی دی تو میں تمہاری زبان کاٹ دوں گا۔۔" اس کے ہاتھ کو پکڑتے پیچھے کی موڑتے بالاج خان نے دوسرے ہاتھ سے سختی سے اس کا جبڑا دبوچے دھاڑتے ہوئے اسے وارن کیا۔۔ اس کے دماغ کی رگیں پھٹنے کی حد تک پھول چکی تھیں۔ یہ پانچ فٹ کی لڑکی اسے دو دو تھپڑ مار چکی تھی۔ بالاج خان جیسے بے یقین تھا۔ "ہاتھ قابو میں رکھو اپنے نامرد کہیں کے۔ دوبارہ تم نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا میں تمہارے ہاتھ کاٹ دوں گی۔۔" ماورا جمیل بھی اس کی خون چھلکاتی آنکھوں میں اپنی سرخ آنکھیں گاڑے اس سے زیادہ تیز آواز میں چیخی۔ مقابل اس کا جبڑا دبوچے اس کے

کافی نزدیک کھڑا تھا۔ لیکن پھر بھی ماورا جمیل خوفزدہ نہیں ہوئی تھی۔ فلحال غصّہ اس کے سر پر سوار تھا۔۔ "دو منٹ میں تمھیں اچھی طرح بتا سکتا ہوں کے کتنی مردانگی ہے مجھ میں۔۔ لیکن میرا ٹیسٹ ابھی اتنا گندا نہیں ہوا کہ بدلے کی خاطر بھی میں تم جیسی لڑکی کو اپنی قربت بخشوں!! جھٹکے سے اس کا جبڑا چھوڑتے بالاج خان نے ہتک آمیز لہجے میں کہا۔ بالاج خان کو اس کی یہ بات پچھلی والی گالی سے زیادہ چبھی تھی۔۔ ماورا جمیل پیچھے کو ہوتے ہلکا سا لڑکھڑائی۔۔ اس نے ایک آخری نظر اس کے مکروہ خوبصورت چہرے پر ڈالی۔ کاش کہ جتنا خوبصورت یہ چہرہ تھا اس انسان کا دل بھی اتنا ہی خوبصورت ہوتا۔ لیکن یہ انسان تو بے حس تھا، ظالم تھا، بے مروت تھا۔۔ جسے عورتوں کی عزت کرنا بھی نہیں آتی تھی۔ "بہت پچھتاؤ گے تم بالاج خان!! خدا کرے کہ ساری زندگی تم مخلص محبت کے لیے ترسو۔۔ اپنے آنسوں صاف کرتے ماورا جمیل ایک آخری نظر اس پر ڈالتے یہاں سے نکلی۔ وہ مزید تھوڑی دیر اور رکتی تو یقیناً یہیں پھوٹ پھوٹ کر رو دیتی۔ جو وہ اس انسان کے سامنے تو بلکل بھی نہیں چاہتی تھی۔۔

پیچھے بالاج خان نے اس کی بد دعا کو ہوا میں اڑایا۔ بھلا اس کے پاس محبتوں کی کمی تھوڑی تھی جو وہ کبھی محبت کو ترستا۔۔ سر جھٹکتے بالاج خان بھی واپس سے اپنی منزل کی طرف بڑھا۔ اس کا موڈ تو بڑی طرح خراب ہو چکا تھا۔ اب اس کا واپس سے گھر جانے کا ہی ارادہ تھا۔۔

عدیل شاہ کی گاڑی یونیورسٹی کے باہر کھڑی تھی۔ اس وقت یونی میں تقریباً چھٹی کا وقت ہونے والا تھا۔ اور وہ پچھلے ایک گھنٹے سے چھٹی ہونے کا ہی انتظار کر رہا تھا۔۔ رائنا خان کو میسج کر کے وہ کب سے بتا چکا تھا کہ وہ باہر کھڑا ہے۔ آگے سے رائنا بھی اسے تھوڑی دیر انتظار کا کہہ چکی تھی۔ جس وقت عدیل شاہ نے اسے میسج کیا تھا وہ کلاس میں تھی۔ وہ اپنا آخری لیکچر لے رہی تھی۔ عدیل شاہ نے گھڑی میں وقت دیکھتے پھر سے یونیورسٹی کے گیٹ کی طرف دیکھا۔۔ انتظار کرتے کرتے اس کی بس ہو گئی تھی۔ لیکن ابھی تک وہ لڑکی نہیں آئی تھی۔!! یونیورسٹی کے گیٹ سے باقی سٹوڈنٹس کو نکلتے دیکھ عدیل شاہ نے شکر ادا کیا۔ یعنی کہ چھٹی ہو چکی تھی اور رائنا

خان بھی آنے ہی والی تھی۔۔اسٹیئرنگ پر ہاتھ رکھے وہ اسی طرف نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ سامنے سے پنک کلر کے سوٹ میں ملبوس ساتھ بلیک کلر کا حجاب کیے کندھے پر بیگ لٹکائے رائنا خان کو آتے دیکھ بے ساختہ ہی اس کے چہرے پر خوبصورت سی مسکان چھائی۔اسی کے کہنے پر رائنا خان نے حجاب کرنا شروع کیا تھا۔اور وہ جیسے اس کی بات ماننے والی ادا پر صدقے واری جا رہا تھا۔۔اس کے لیے یہ بہت بڑی بات تھی کہ اس کی عورت خود کو دوسروں سے صرف اس کی خاطر چھپا رہی تھی۔عدیل شاہ کے لیے یہ کسی اعزاز سے کم نہیں تھا۔!!"عدیل شاہ کی گاڑی کی طرف جاتے رائنا خان گاڑی کا دروازہ کھولتے فرنٹ سیٹ پر بیٹھی۔وہ دور سے عدیل شاہ کی گاڑی کو پہچان گئی تھی۔آج زارا خان یونیورسٹی نہیں آئی تھی اسی لیے وہ تھوڑی ریلکس تھی۔ورنہ اس کے ساتھ ہزاروں جھوٹ بولنے پڑتے.!!

"السلام وعلیکم!!اسے خاموشی سے آکر بیٹھتے دیکھ عدیل شاہ نے مسکراتے خود ہی سلام میں پہل کی۔اس کی نازک سی بیوی چہرے سے ہی بہت تھکی تھکی لگ رہی تھی۔!!"وعلیکم السلام!سوری وہ میں کرنے ہی والی تھی سلام!!رائنا خان نے

اس کی طرف دیکھتے دھیمے سے کہا۔ "کوئی بات نہیں میرا بچہ!! عدیل شاہ نے محبت سے جواب دیا۔۔ رائنا خان نے محض ہنکارا بھرتے سیٹ سے ٹیک لگائی۔ وہ آج حد سے زیادہ تھکی ہوئی تھی۔ کچھ اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی اس لیے اسے زیادہ تھکن اور طبیعت میں چڑچڑاپن محسوس ہو رہا تھا۔۔ "خیریت ہے۔ تھکی تھکی لگ رہی ہو بہت۔ طبیعت تو ٹھیک ہے نہ؟ عدیل شاہ نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھامتے استفسار کیا۔۔ وہ اسے مقابل بہت ڈاؤن لگ رہی تھی۔!! "جی ٹھیک ہوں میں کچھ نہیں ہوا۔۔ ہلکا سا مسکراتے رائنا خان نے جیسے اسے تسلی دینے چاہی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ عدیل شاہ فضول میں پریشان ہو۔۔ "ہمم!! عدیل شاہ نے ہنکارا بھرتے گاڑی سٹارٹ کی۔ اس کا ارادہ رائنا خان کو اپنے فلیٹ پر لے کر جانے کا تھا۔ وہ اس کے ساتھ تھوڑا وقت گزارنا چاہتا تھا۔ ویسے بھی کل سے جو پریشانی اس کے دماغ میں چل رہی تھی وہ اسے کچھ دیر کے لیے ختم کرنا چاہتا تھا۔ رائنا خان خاموشی سے سیٹ کے ساتھ ٹیک لگائے آنکھیں موندے ہوئے تھی۔ اس کے لوئر بیلی میں بے تحاشہ درد تھا۔ پتہ نہیں کیا سوچ کر وہ آج یونیورسٹی آگئی تھی۔ اور اب پچھتا

بھی رہی تھی کہ کاش چھٹی ہی کر لیتی۔!! عدیل شاہ خاموشی سے گاڑی ڈرائیو کرتے گاہے بگاہے اس پر ایک نظر ڈال لیتا۔ جو اپنے درد کو اس سے چھپا رہی تھی۔ لیکن پھر بھی عدیل شاہ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتے بخوبی اندازہ لگا رہا تھا کہ مقابل تکلیف میں ہے۔۔

طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو آج یونیورسٹی آنے کی کیا ضرورت تھی؟ عدیل شاہ نے" واپس سے اس کا ہاتھ تھامتے ونڈ سکرین پر نظریں جمائے استفسار کیا۔۔ "آپ کو ایک مرتبہ کہہ دیا کہ میری طبیعت بلکل ٹھیک ہے تو بار بار کیوں پوچھ رہے ہے؟؟ سیٹ سے سر ہٹاتے رائنا خان نے جھجھلاتے ہوئے کہا۔ ایک ہی سوال بار بار۔ اسے اب چڑ چڑھنے لگی تھی۔!! عدیل شاہ نے محض ہاں میں سر ہلایا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ مقابل غصے میں ہے۔ دوسرے ہی لمحے تھوڑی آگے کو جاتے عدیل شاہ نے گاڑی کو سڑک کے ایک سائڈ پر روکا۔۔ "رائنا خان ابھی کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ اس سے پہلے ہی عدیل شاہ اسے کمر سے پکڑتے ایک جھٹکے سے اپنی گود میں شفٹ کر گیا تھا۔۔ رائنا خان نے خفت سے اپنا نچلا لب دانتوں تلے مسلا۔ جس طرح وہ

مقابل کی گود میں بیٹھی تھی مقابل کے کپڑے گندے ہو سکتے تھے۔!!"ہمم اب بولو کیا مسئلہ ہے؟ کیوں میری چھوٹی سی جان کو اتنا غصّہ آرہا ہے؟؟اس کی ناک پکڑ کر کھینچتے عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے نہایت محبت سے پوچھا۔ وہ اپنا ایک ہاتھ سختی سے اس کی کمر سے لپیٹے ہوئے تھا۔۔"مجھے چھوڑ دیں پلیز۔ یہی بات سیٹ پر بیٹھ کر بھی ہو سکتی ہے۔۔رائنا خان نے ہونٹ کاٹتے التیجائیہ انداز میں کہا۔ وہ اس کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتی تھی۔۔"کیوں یہاں کیا مسئلہ ہے!! میں تو تمھیں یہیں بٹھا کر بات کروں گا۔ عدیل شاہ نے دوبدو جواب دیا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔"آپ سمجھ کیوں نہیں رہے میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے!! نظریں جھکائے سرخ چہرے کے ساتھ رائنا نے دھیمے سے کہا۔ ساتھ ہی اس کی عقل پر افسوس کرنا بھی وہ بلکل نہیں بھولی تھی۔!!"وہی تو پوچھ۔۔۔عدیل شاہ نے جملہ ادھورا چھوڑتے ایک گہری سانس بھری۔ اسے واقعی اب سمجھ میں آئی تھی رائنا کی بات۔"تو اس میں کیا ہے پاگل!! کپڑے دھل بھی سکتے ہیں۔ فضول میں مجھے ڈرا رہی تم!! اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے عدیل شاہ نے ہلکے پھلکے انداز

میں کہا۔ وہ مقابل کا شرمندہ ہونا نوٹ کر چکا تھا۔۔ رائنا خان نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس کی گردن میں اپنا چہرہ چھپایا۔ وہ پھر بھی شرمندہ ہو رہی تھی۔۔ عدیل شاہ نے ہلکا سا مسکراتے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا۔ "میرا بچہ زیادہ درد ہو رہا ہے کیا؟؟ عدیل شاہ نے اس کے کان میں دھیمے سے سرگوشی کرتے پوچھا۔۔ "بہت زیادہ!! رائنا خان نے روہانسی ہوتے جواب دیا تھا۔ اسے واقعی میں بہت درد تھا۔۔ عدیل شاہ نے نرمی سے اس کے پیٹ پر اپنا گرم ہاتھ رکھا۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ ایسی سچویشن میں کیا کیا جائے۔ تبھی اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔ "اچھا میرا بچہ تھوڑی سی دیر برداشت کرو بس۔ ابھی فلیٹ چل کر پھر کوئی حل نکالتے ہیں اس درد کا۔۔ ایک گہری سانس بھرتے عدیل شاہ نے دھیمے سے کہا۔ یہاں سے فلیٹ کا راستہ بس پانچ منٹ کا ہی تھا۔۔ "ہمم!! نڈھال سے انداز میں ہنکارا بھرتے رائنا خان نے مزید اپنا چہرہ اس کی گردن میں گھسایا۔ عدیل شاہ ایک ہاتھ سے اسٹیئرنگ تھامے جبکہ دوسرے ہاتھ سے نرمی کے ساتھ اس کی ٹانگوں کو ہلکا ہلکا دباتے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ رائنا خان اس کی گردن میں چہرہ چھپائے مسلسل اس کا

ہاتھ اپنی ٹانگوں پر محسوس کر رہی تھی۔اسے تھوڑا تھوڑا سکون بھی محسوس ہونے لگا تھا۔۔

فلیٹ کے باہر گاڑی روکتے عدیل شاہ نے رائنا خان کی کمر کو تھپکا۔"میری جان تھوڑی سی ہمت کر لو۔مزید اسے اپنے نزدیک کرتے عدیل شاہ نے جیسے اسے اٹھانا چاہا۔وہ بے حس و حرکت اس کی گردن میں منہ چھپائے اس کی گود میں بیٹھی تھی۔ سارے راستے عدیل شاہ اس کی ٹانگوں کو دباتے آیا تھا۔۔اپنی طرف سے وہ جیسے ہر ممکن کوشش کرنا چاہتا تھا۔۔"مجھے درد ہو رہا ہے۔آپ کو ہوتا نا یہ درد تب پتہ چلتا آپ کو کیسے ہمت کرتے ہیں اتنے درد میں!!روہانسی ہو کر کہتے رائنا خان نے مزید اس کے نزدیک ہوئی۔درد کی شدت سے اس کی آنکھوں سے آنسوں برسنے لگے تھے۔ہر مرتبہ ہی اسے اتنا ہی درد ہوتا تھا۔اور اس دوران عظمیٰ بیگم اس کی ایک ایک چیز کا خیال خود رکھتی تھیں۔وہ اس کا غصّہ اس کے موڈ سونگز خاموشی سے سہہ بھی لیتی تھیں۔!!عدیل شاہ نے نیچے منہ کرتے اپنی ہنسی دبائی۔رائنا خان نے بات

ہی ایسی کر دی تھی۔۔ "اچھا نہ میری چھوٹی سی دنیا اندر تو چلنا ہے نا!! تم چلو اندر میں گاڑی پارک کر کے آتا ہوں۔ عدیل شاہ نے اس کے بالوں پر لب رکھتے محبت سے کہا۔ "تو کیا یہ گاڑی پارک میرے ساتھ نہیں ہو سکتی؟؟ رائنا خان نے اس کی گردن سے چہرہ باہر نکالتے خفگی سے سوسو کرتے کہا۔ وہ کب سے رو رہی تھی۔۔ عدیل شاہ نے تڑپتے ہوئے رائنا خان کے دونوں گالوں پر اپنے ہاتھ جمائے۔ اس کی آنکھوں میں آنسوں دیکھتے وہ تڑپ ہی تو گیا تھا۔ "ہو سکتی ہے چندہ!! اچھا چپ کرو تم ساتھ ہی اندر چلے گیں۔ لیکن رونا بند کرو پلیز!! عدیل شاہ نے نرمی سے کہتے اس کے ماتھے پر اپنے سلگتے لب رکھے۔ اس کے آنسوں صاف کرتے ہی وہ گاڑی سٹارٹ کر گیا تھا۔ تاکہ اسے پارک کر کے جلد سے جلد اندر جا سکے۔!! رائنا خان نے روتے ہوئے پھر سے اس کی گردن میں منہ چھپایا۔

گاڑی پارک کرتے عدیل شاہ رائنا خان کو گود میں لیے ہی گاڑی سے باہر نکلا۔ آس پاس کوئی بھی نہیں تھا۔ اسی لیے وہ آسانی سے اسے لے کر اندر جا سکتا تھا۔۔ رائنا

خان ابھی تک اس کی گردن میں منہ دیے ہوئے تھی۔ عدیل شاہ اسے لیے فلیٹ کے اندر داخل ہوا۔ اندر داخل ہوتے وہ دروازہ پھر سے لاک کر گیا تھا۔۔ چھوٹے سے لاؤنج میں موجود صوفے پر اسے نرمی سے بیٹھاتے عدیل شاہ اس کے سامنے زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھا۔۔ رائنا سوں سوں کرتے اسے دیکھ رہی تھی۔ آنسوں اس کے ابھی بھی نہیں رکے تھے۔۔ عدیل شاہ نے اس کے پاؤں کے پاس جھکتے نرمی سے اس کے پاؤں سے جوتے اتارتے سائڈ پر رکھے۔۔ اس کے پاؤں کو جوتوں کے بوجھ سے آزاد کرواتے وہ خود بھی اٹھ کر اسی کے ساتھ صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔۔ عدیل شاہ نے بہت محبت سے واپس سے اسے اپنی گود میں لیا۔ "کچھ ہو گیا تو مجھے مت کہیے گا۔ رائنا خان نے ساتھ ہی اسے وارننگ دے دی تھی۔۔ "خیر ہے!! عدیل شاہ نے مسکرا کر کہتے ساتھ ہی اپنی جیب سے چاکلیٹ نکالی۔ وہ تو ہمیشہ کی طرح ایسے ہی اس کے لیے چاکلیٹ لایا تھا۔ لیکن آج موقع بلکل صحیح تھا۔ رائنا خان کو واقعی چاکلیٹ کی بہت کریونگ ہو رہی تھی۔۔ اس کے ہاتھ سے فوراً سے چاکلیٹ لیتے رائنا خان نے اسے ان ریپ کیا۔۔ چاکلیٹ کھولے وہ بے صبروں کی

طرح اسے کھانے میں مگن تھی۔!! عدیل شاہ دھیمے دھیمے ہاتھوں سے اس کی تھائیز کو دباتے مسکراتے ہوئے اسے چاکلیٹ کھاتا دیکھ رہا تھا۔ رائنا خان کی چاکلیٹ کے ساتھ محبت سے وہ اچھے طریقے سے واقف تھا۔ اسی لیے ہر مرتبہ ملنے سے پہلے اسکے لیے لازمی چاکلیٹ خریدتا تھا۔۔ "بندہ صلح ہی مار لیتا ہے!! منہ بنا کر کہتے عدیل شاہ نے اسے تنگ کیا۔۔ "کیوں یہ میری ہے۔ آپ بعد میں اپنی لے کر کھا لیجئے گا۔۔ بھرے ہوئے منہ کے ساتھ فوراً ہی کھٹاک سے جواب آیا تھا۔ عدیل شاہ نے آنکھیں چھوٹی کرتے اپنی اس چھوٹی سی بیوی کو گھورا۔ جو دن بدن چالاک ہوتی جا رہی تھی۔۔ "یہ بھی تو میں ہی لایا ہوں۔ تو یہ تمہاری کیسے ہو گئی؟؟ عدیل شاہ نے مصنوعی خفگی سے کہا۔۔ "آپ کس کے ہیں؟؟ ایک ختم کر کے دوسری چاکلیٹ اٹھاتے رائنا خان نے محبت سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔ اپنا رونا، اپنا درد سب کچھ وہ فلحال کے لیے بھولی ہوئی تھی۔!! "اوبویو سلی تمھارا۔۔ عدیل شاہ کے منہ سے بے ساختہ ہی نکلا۔۔ "تو آپ کی ساری چیزیں بھی میری ہوئیں نا۔ اب آپ کا کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ میرے تو آپ کی ساری چیزیں بھی میری!!

معصومیت سے پلکیں جھپکتے رائناخان نے اپنی لاجیک پیش کی۔۔عدیل شاہ اس سے بات ضرور کر رہا تھا لیکن اس کے ہاتھ پھر بھی نہیں رکے تھے۔وہ بنا رکے اس کی ٹانگیں دبا رہا تھا۔۔"میں قربان!!عدیل شاہ نے مسکرا کر کہتے سر کو خم دیا۔اسے رائناخان کی یہ لاجیک دل کو چھوتی محسوس ہوئی تھی۔۔رائناخان واپس م سے اپنے کام میں مصروف ہوئی۔وہ مزے سے عدیل شاہ کی گود میں بیٹھی اس سے ٹانگیں دبواتے ہوئے چاکلیٹ کے ساتھ انصاف کر رہی تھی۔اس کا حجاب عدیل شاہ پہلے ہی اُتار چکا تھا۔اس کے سلکی لمبے بال ساری کمر پر بکھرے تھے۔اتنی وہ خود نہیں تھی جتنے لمبے اس کے بال تھے۔۔ساری چاکلیٹ ختم کرتے اس نے منہ بناتے عدیل شاہ کی طرف دیکھا جو اتنی کم چاکلیٹس لایا تھا۔۔وہ کم تو بلکل بھی نہیں تھیں۔عدیل شاہ تین سے چار بڑی بڑی چاکلیٹس لایا تھا۔جو کہ یہ لڑکی پندرہ سے بیس منٹ میں ہی ختم کر گئی تھی۔!!"اب کیا ہوا؟؟اسے پھر سے روہانسی ہوتے دیکھ عدیل شاہ نے نرمی سے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے استفسار کیا۔۔"مجھے درد ہو رہا ہے۔۔رائناخان نے ہونٹ باہر نکالتے کسی معصوم سے بچے کی طرح کہا۔۔اور

عدیل شاہ کا دل تھا اپنا سر کسی دیوار میں مار لے۔ یا پھر مقابل کو اچھے سے مزا چکھائے۔۔ "چاکلیٹ کھاتے ٹائم کچھ یاد نہیں آیا تمھیں۔ چاکلیٹ کے ختم ہوتے ہی تمھیں سارے درد یاد آرہے ہیں۔۔ اسے گھورتے عدیل شاہ نے مصنوعی غصے سے کہا۔ "نہیں تو آپ کیا سوچ رہے ہیں میں ناٹک کر رہی ہوں۔ چھوڑیں مجھے کوئی محبت نہیں کرتے آپ مجھ سے۔ ایک تو مجھے درد ہے اوپر سے آپ ڈانٹ بھی رہے ہیں۔!! اس کی گود سے اترنے کی کوشش کرتے رائنا خان نے آنسوں بہاتے شکوہ کیا۔ اسے یہ اُمید نہیں تھی عدیل شاہ سے۔۔ "سوری میرا بچہ!! میں نے تو ایسے ہی مذاق میں کہہ دیا تھا۔ تم تو برا ہی مان گئی۔!! عدیل شاہ نے ہڑ بڑاتے واپس سے اسے گود میں سیٹ کیا۔ وہ تو بس اسے تنگ کر رہا تھا۔ رائنا نے خفگی سے اس کی طرف دیکھتے اس کے گلے میں بانہیں حائل کی۔ اسے مزید چاکلیٹ کھانی تھی۔ جو کہ فلحال یہی انسان اسے دلوا سکتا تھا۔۔ "عدیل!! رائنا خان نے اسے دھیمے سے نہایت محبت سے پکارا۔!! "بولو عدیل کی جان!! محبت کے انداز میں فوراً جواب آیا تھا۔ رائنا خان کا منہ اس کی گردن میں منہ چھپا تھا۔ ورنہ جتنے پیار سے اس نے پکارا

تھا عدیل شاہ کا دل تھا اس کے ہونٹ چوم لے۔ "میں نے چاکلیٹ کھانی ہے اور زیادہ۔ آپ اتنی سی لے کر آئے تھے۔ اب اور منگوادیں پلیز!! رائنا خان نے اسی انداز میں کہتے اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیری۔!! عدیل شاہ کو اندازہ تھا کہ وہ کچھ ایسی ہی بات کرے گی۔۔ "ہمم پہلے میرا منہ بھی میٹھا کرواؤ۔ پھر وعدہ جتنی چاہے چاکلیٹس لے لینا۔۔ عدیل شاہ نے جیسے شرط رکھی۔ چاکلیٹ تو وہ اسے ویسے بھی دلا دیتا لیکن پھر اپنا مقصد کیسے پورا کرتا!! "میں کیسے؟؟ اس کی آنکھوں میں دیکھتے رائنا نے تجسّس سے پوچھا۔ "اپنے رسیلے ہونٹوں کو میرے ہونٹوں میں دے کر، اپنی زبان کے ساتھ میری زبان لڑا کر اپنے لمس کو میرے اندر چھوڑ کر!! عدیل شاہ نے اس کے ہونٹوں پر نرمی سے انگوٹھا پھیرتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔۔ "آپ کس نہیں کرتے کھاتے ہیں۔ اس لیے میں یہ رسک نہیں لے سکتی۔!! رائنا خان نے منہ بنا کر کہتے صاف انکار کیا۔ وہ اس کی عادت سے اچھی طرح واقف تھی۔ اسے کس کر کے اپنی جان مشکل میں ڈالنے والی ہی بات تھی۔۔ "تو تم ہو ہی اتنی پیاری۔ دل کرتا ہے تمھیں سارا کھا جاؤں۔ قہقہہ لگاتے عدیل شاہ

نے شرارت سے کہا۔ مقابل اسے جانتی تھی۔!! "نہیں پلیز۔ بعد میں میرے ہونٹوں پر جلن ہوتی ہے۔اس لیے آج سے نو کس!! انگلی اٹھا کر اس نے حتمی انداز میں کہا۔ کہہ تو وہ ایسے رہی تھی جیسے عدیل شاہ نے اس کی بات مان لینی تھی۔!! عدیل شاہ نے ابرو اُچکاتے اس کے پیچھے بالوں میں ہاتھ الجھایا۔ اسے اچانک ہی اپنے قریب کرتے وہ سختی سے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں دبا گیا تھا۔۔ رائنا خان نے گھور کر اس بے شرم انسان کو دیکھا۔ جس نے قسم اٹھا رکھی تھی اس کی کوئی بھی بات نا ماننے کی۔۔ عدیل شاہ نے اسے آنکھ ونک کرتے مزید اس کے منہ میں زبان کے ساتھ چھیڑ خانیاں کی۔ وہ بہت شدت اور سختی سے اس کی زبان کے ساتھ اپنی زبان لڑائے جیسے اسے کھانے کے درپر تھا۔۔ رائنا خان اس کے کندھوں کو پکڑے اس کی شدت برداشت کر رہی تھی۔ اسے غصّہ تو بہت آرہا تھا۔ لیکن غصے کا اظہار وہ تبھی کر سکتی تھی جب عدیل شاہ اس کے ہونٹوں کی جان چھوڑتا۔۔ عدیل شاہ تو مسلسل اپنے کام میں مصروف تھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اسے چھوڑنا بھول چکا تھا۔ آنکھیں بند کئے وہ ہمیشہ کی طرح کسی اور ہی جہاں میں پہنچ چکا تھا۔۔ رائنا خان نے

اس کے کندھے پر مکے برساتے روتے ہوئے اسے خود سے دور کرنا چاہا۔۔اس کی آنکھوں سے برسات پھر سے جاری ہو چکی تھی۔عدیل شاہ نے آہستہ سے اس کے ہونٹوں کو آزاد کرتے اس کے آنسوں صاف کرنے کی غرض سے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔وہ پتہ نہیں کیوں ہمیشہ ہی مقابل کے لمس میں کھو جاتا تھا۔رائنا خان نے روتے ہوئے اس کا ہاتھ طرح جھٹکا۔اسے ایسی ہی کچھ اُمید تھی اس شخص سے۔۔

"اچھا سوری۔یار میں کیا کروں۔تمھیں دیکھ کر خود ہی یہ سب کچھ ہو جاتا ہے۔میں کھو جاتا ہوں تمھیں کس کرتے ٹائم!! اسے مسلسل اپنے کندھے پر مکے برساتے دیکھ عدیل شاہ نے اس کے ہاتھ تھامتے مسکراتے ہوئے کہا۔۔"میں اب بہت ساری چاکلیٹس لوں گی۔اتنی کہ آپ کے سارے اکاؤنٹس خالی ہو جائے گیں۔!! سوں سوں کر کے بچوں کی طرح کہتے وہ عدیل شاہ کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر گئی تھی۔۔"تم بیشک پوری بیکری خرید لینا۔میرے اکاؤنٹس کی فکر مت کرو۔بہت پیسہ ہے تمہارے شوہر کے پاس۔!! مسکرا کر عدیل شاہ نے فخر سے کہا۔ایک کس اسے بہت مہنگی پڑنے والی تھی۔۔"کنگلا نا کر دیا آپ کو تو میں بھی رائنا خان نہیں!!

پھر سے اس کے بازو پر مکا مارتے رائنا خان نے خفگی سے کہا۔۔"پہلی بات اب رائنا شاہ ہو تم!! اور دوسری بات ابھی تو تم کہہ رہی تھی کہ میرا سب کچھ تمھارا ہے۔تو میرا پیسہ بھی تمھارا۔جو چاہے مرضی کرنا اس کے ساتھ۔!! شروع میں اسے تنبیہ کرتے عدیل شاہ نے آخر میں مسکراتے ہوئے کہا۔۔رائنا خان نے خاموشی سے اس کے گلے میں واپس سے بانہیں حائل کی۔اب مقابل اتنا پیار دکھا رہا تھا تو وہ ایک کس کے لیے اسے معاف کر ہی سکتی تھی۔!! عدیل شاہ نے بھی مسکراتے سختی سے اسے خود میں قید کیا۔ایک دوسرے کی بانہوں میں سکون محسوس کرتے وہ دونوں ہی اپنی آنکھیں موند گئے تھے۔

Episode : 54

ماورا جمیل کی گاڑی عدیل شاہ کے گھر کے باہر آتے رکی۔سارے راستے وہ روتے ہوئے اور اپنے دماغ میں بہت کچھ سوچتے ہوئے آئی تھی۔جم سے وہ سیدھا ہی عدیل شاہ کے گھر آئی تھی کیونکہ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ اس وقت عدیل شاہ گھر

پر اور پاکیزہ بیگم شاہ ولا میں ہو نگی۔۔لاکھ بالاج خان سے لڑائی سہی لیکن وہ پھر بھی عدیل شاہ سے شادی کرنے کی تیار نہیں تھی۔جب دل ہی کسی اور کے پاس تھا تو وہ عدیل شاہ سے شادی کر کے کیوں اُس کی زندگی برباد کرتی!!اپنی گاڑی سے اترتے اس نے واپس سے گلاسز اپنی آنکھوں پر چڑھائے۔وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی بھی اس کی سوجی آنکھیں دیکھے۔گال پر تھپڑ کا نشان تو وہ فلحال نہیں چھپا سکتی تھی۔لیکن آنکھوں پر تو گلاسز لگ سکتے تھے نہ!!اندر کی طرف بڑھتے ماورا جمیل نے انٹرنس ڈور کی بیل بجائی۔مین گیٹ سے گارڈز نے اسے آسانی سے اندر آنے دے دیا تھا۔کیونکہ ایک مرتبہ پہلے بھی ماورا جمیل یہاں آچکی تھی۔اسی لیے وہ سبھی اس سے اچھے سے واقف تھے!!

عدیل شاہ جو لاؤنج کے صوفے پر بیٹھا ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھا۔سامنے" دروازے پر ہوتی بیل کی آواز سنتے اس نے اپنے ہاتھ میں موجود گھڑی میں وقت دیکھا۔اس وقت شام کے سات بج رہے تھے۔تھوڑی ہی دیر بعد اس نے خود پاکیزہ بیگم کو شاہ ولا سے پک کرنے جانا تھا۔"ماما اکیلی تو نہیں آسکتیں۔پھر اس وقت

کون آگیا!! اپنے دماغ میں سوچتے عدیل شاہ صوفے سے کھڑا ہوا۔ وہ ایک پولیس والا تھا اور چھوٹی چھوٹی بات پر چوکنا ہونا اس کے کام میں شامل تھا۔ دھیمے دھیمے قدم اٹھاتے عدیل شاہ دروازے کی طرف بڑھا۔۔ "کون!! اپنی بھاری آواز میں رعب سے پوچھتے عدیل شاہ نے دروازے کے لاک پر ہاتھ رکھا۔۔ "میں ہوں عدیل لالا۔۔ دروازہ کھولیں!! دوسری طرف سے ماورا جمیل کی آواز ابھری تھی۔!! عدیل شاہ نے حیرانی سے فوراً دروازہ کھولا۔ ماورا اور یہاں۔ وہ بھی اس کی ماں کی غیر موجودگی میں، اسے کچھ سمجھ نہیں لگی تھی۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ ماورا جمیل جانتی ہوگی یہ بات کہ پاکیزہ بیگم گھر پر موجود نہیں ہیں۔۔ دروازہ کھولتے عدیل شاہ تھوڑی سائڈ پر ہوا۔ ماورا جمیل دروازے میں ہی کھڑی تھی۔ عدیل شاہ اتنا بھی سائڈ نہیں ہوا تھا کہ وہ اندر آسکتی۔!! "کیسے ہیں آپ عدیل لالا؟؟ ماورا نے ہلکا سا مسکراتے اس سے پوچھا۔۔ "میں ٹھیک ہوں بچے۔ لیکن تم اس وقت یہاں۔ میرا مطلب ہے ماما شاہ ولا ہی گئی ہوئی ہیں۔۔ عدیل شاہ نے نرمی سے جیسے اسے بتانا چاہا۔ "میں جانتی ہوں عدیل لالا۔ اور مجھے آپ سے ہی بات کرنی ہے۔ کیا میں اندر آسکتی

ہوں؟؟ایک گہری سانس بھرتے ماورا جمیل نے اس سے اجازت چاہی۔۔"ایم رئیلی سوری ماورا۔ لیکن میں گھر میں اکیلا ہوں۔اور ایسے میں تمہیں میں اندر آنے نہیں دے سکتا۔ مطلب میں نہیں چاہتا کوئی کہیں سے بھی تمہارے بارے میں کچھ غلط سوچے۔ تم سمجھ رہی ہو نا میں کیا کہنا چاہتا ہوں؟؟عدیل شاہ نے نرمی سے کہتے صاف انکار کیا۔ وہ گھر میں اکیلا تھا اور ایسے میں کوئی بھی اوپر سے آ کر ان دونوں کو اکیلا دیکھ لیتا تو دونوں کے کردار پر مختلف باتیں بن سکتی تھیں۔احتیاط اچھی چیز ہے۔اسی لیے عدیل شاہ نے صاف انکار کر دیا تھا۔اگر یہاں رائنا خان کے علاوہ ماورا کی جگہ کوئی بھی اور عورت ہوتی، تو عدیل شاہ ایسے ہی اسے انکار کرتا۔ صرف رائنا خان کے علاوہ وہ سب کو منہ پر منع کر سکتا تھا۔۔ وہ تو ملازماؤں کو بھی باہر لان کی بیک سائڈ پر بنے کوارٹرز میں بھیج دیتا تھا جب بھی وہ گھر میں اکیلا ہوتا تھا۔ تمام خواتین ملازم صرف پاکیزہ بیگم کی موجودگی میں ہی گھر کے اندر آ سکتی تھیں۔اور ایک یہی چیز عدیل شاہ میں حد سے زیادہ اچھی تھی۔۔ عورتوں کا احترام کرنا وہ جانتا تھا۔۔ماورا جمیل نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔وہ اچھی طرح اس کی بات کو سمجھ

گئی تھی۔ اور اسے عدیل شاہ کی سوچ نے ایمپریس بھی کیا تھا۔ "یہیں پر بولو کیا بات ہے؟؟ عدیل شاہ نے اپنی جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ اڑستے اس کے یہاں آنے کا مقصد جاننا چاہا۔۔ "عدیل لالا مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی۔ پلیز آپ برا مت مانیے گا اور نا ہی مجھے غلط سمجھیے گا۔۔ اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے ماورا جمیل نے بات کا آغاز کیا۔ وہ دروازے کے پار کھڑی اسے دیکھتے ہوئے بات کر رہی تھی۔۔ "نہیں کرتا اب بتاؤ کیا بات ہے۔ ویسے تم اپنی بات مکمل کرو پھر مجھے بھی تم سے کچھ کہنا ہے۔ اور میری بھی بلکل یہی ریکویسٹ ہو گی تم سے!! عدیل شاہ نے نرمی سے کہتے اسے بات جاری رکھنے کا کہا۔ ساتھ ہی اسے یاد بھی آگیا تھا کہ اُس نے بھی ماورا سے بات کرنی تھی۔۔ "میں آپ سے شادی نہیں کر سکتی لالا۔ آپ پلیز اس رشتے کے لیے انکار کر دیں۔!! ہونٹ کاٹتے ماورا جمیل نے سراسیمگی کی کیفیت میں کہا۔ کہیں مقابل برا ہی نہ مان جائے۔۔ عدیل شاہ نے بے ساختہ ہی دل میں ڈھیروں شکر ادا کیا تھا۔ وہ خود ماورا سے یہی بات کرنے والا تھا۔ لیکن اسے ڈر تھا کہ کہیں ماورا کو وہ ہرٹ نا کر دے۔ اسی لیے وہ اس سے بات نہیں کر رہا تھا۔ "ہمم!!

مرضی ہے تمہاری۔ میری طرف سے کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ جیسا تم چاہو گی بلکل ویسے ہی ہو گا۔۔ ہلکا سا مسکراتے عدیل شاہ نے ہلکے پھلکے سے انداز میں کہا تھا۔ اس سے زیادہ بھلا خوشی کسے ہو سکتی تھی اس انکار سے ؟؟"" تھینکس !! ماورا جمیل نے بھی مسکراتے شکریہ ادا کیا۔ دل میں وہ خود بھی بہت خوش تھی کہ کم از کم اب عدیل شاہ سے شادی تو نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اپنے ساتھ ساتھ اس کی زندگی برباد ہونے سے بھی بچا گئی تھی۔ !! "ویسے کیا میں وجہ جان سکتا ہوں انکار کی ؟؟ اور یہ چہرے پر کس سے تازہ تازہ تھپڑ کھا کر آ رہی ہو ؟؟ عدیل شاہ نے اب اس کے چہرے پر غور کیا تھا۔ اس کے گال پر کسی کی پانچوں اُنگلیاں چھپی ہوئی تھیں۔ اور پورا گال بے تحاشہ سرخ ہوا پڑا تھا۔۔ اس کی بات سنتے ماورا جمیل نے بے ساختہ ہی فوراً اپنے گال پر ہاتھ رکھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر سے وہ منظر چلنے لگا تھا جب اس ظالم انسان نے اپنی پوری جان لگا کر اسے مارا تھا۔۔ "بتاؤ بھی ؟؟ اسے بلکل خاموش دیکھ عدیل شاہ نے پھر سے استفسار کیا۔ !! "کسی سے نہیں۔ یہ بس ایک دوست نے مذاق مذاق میں مار دیا تھا لیکن تھوڑی زور سے لگ گیا۔۔ ہلکا سا

مسکراتے اس نے صاف جھوٹ بولا۔اپنے حلق میں اٹکے آنسوؤں کے گولے کو وہ بہت مشکل سے روکے ہوئے تھی۔۔ جبکہ چشمے کے پیچھے چھپی آنکھوں میں نمی بہت واضح تھی۔!! "سہی!! اور انکار کی وجہ؟؟ کیا تم کسی اور کو پسند کرتی ہو؟؟ عدیل شاہ نے بات کو کریدنا چاہا۔ وہ ایک زیرک نظر رکھنے والا پولیس آفیسر تھا۔ سامنے والا جھوٹ بول رہا ہے یا سچ وہ ایک نظر میں دیکھ کر بتا سکتا تھا۔ابھی بھی وہ جانتا تھا کہ ماورا جمیل جھوٹ بول رہی ہے۔۔ لیکن اس نے بات کی گہرائی میں جا کر ماورا کے پرسنلز میں گھسنا مناسب نہیں سمجھا۔۔ "کیا فرق پڑتا ہے کسی کو پسند کرنے سے۔ جب اگلا بندہ ہی آپ کو پسند نہ کرے تو!! بات کرتے وہ ہلکا سا ہنسی تھی۔ جیسے اسے خود پر ہنسی آئی ہو۔ عدیل شاہ کی پرسوچ نظریں اسی پر گڑھی تھیں۔ وہ آج اسے بہت ڈسٹرب اور الجھی الجھی لگ رہی تھی۔ یہ وہ ماورا تو نہیں تھی جس سے وہ سب پہلی مرتبہ میں مل کر توبہ توبہ کر رہے تھے۔ یہ تو کوئی اور ہی تھی۔!! "ہمم!! میری کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہو تو تم بتا سکتی ہو۔ بندے کو گھر سے اٹھوانا میرے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔۔ عدیل شاہ نے اس کے موڈ کی خاطر شرارت

سے کہا۔۔ "وہ خود ہی بہت توپ چیز ہے لالا۔ ایک مشہور انسان ہے۔ اسے اٹھوانا کسی کے بس کی بات نہیں۔!! ہلکا سا مسکراتے ماورا جمیل نے اس کی خوش فہمی دور کی۔ اب اس بات کی تو وہ گارنٹی دے سکتی تھی۔!! "اہمم کوئی ایکٹر ویکٹر ہے کیا؟؟ نجانے کیوں عدیل شاہ کو جاننے کا تجسس ہو رہا تھا۔ آخر وہ کون انسان ہے جس کے پیچھے ماورا جمیل پاگل ہوئی پھر رہی تھی۔۔ جس طرح اس نے کہا تھا کہ مشہور ہے عدیل شاہ نے تو یہی اندازہ لگایا تھا کہ ایکٹر ہو گا۔۔ ماورا جمیل محض ایک گہری سانس بھر کر رہ گئی۔ اسے عدیل شاہ کو نام بتانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اسے باآسانی بالاج خان کے متعلق بتا سکتی تھی۔۔ "بالاج خان!! "جانتے ہیں آپ اسے خان فیملی سے ہے!! ایک مشہور انٹرنیشنل فائٹر!! اس کی آنکھوں میں دیکھتے دھیمے سے ماورا جمیل نے اسے آگاہ کیا۔ عدیل شاہ کا کھلا منہ کھلا ہی رہ گیا تھا۔ وہ دور دور تک بھی اس نام کو ایکسپکٹ نہیں کر سکتا تھا۔ بالاج خان!! اس کا سڑیل سالہ۔ وہ مکمل طور پر بے یقین تھا۔۔ "کیا تمھیں ساری دنیا میں وہی ملا تھا؟؟ عدیل شاہ نے خود کو سمبھالتے ناگواری سے سوال کیا!! "محبت

سوچ مجھ کر تو نہیں ہوتی۔ یہ تو کہیں بھی کسی سے بھی ہو جاتی ہے۔ مصنوعی مسکراتے ماورا جمیل نے دل کی بات کہی۔!! "نہیں پھر بھی ایک ٹیسٹ ہوتا لڑکیوں کا لڑکوں میں۔ مطلب تم نے خان ولا میں پسند ہی کرنا تھا لڑکا تو راحیل کو کر لیتی۔ اتنا پیارا ہے وہ!! اس سڑے ہوئے انسان میں نظر کیا آیا تھا تمھیں؟؟ عدیل شاہ کو بالاج خان سے کوئی پرسنل دشمنی تھی شاید!! تبھی وہ ناگواری سے مسلسل دل میں جل رہا تھا۔ "راحیل کو میں نہیں جانتی۔ لیکن بالاج خان کو بہت اچھے سے جانتی ہوں۔ کیونکہ وہ دل میں رہتا ہے۔ اور جو دل میں رہنے لگ جائے پھر چاہے وہ کتنا ہی سڑیل ہو۔ آپ اسے نہیں بھول سکتے۔!! پھر سے وہی اُداس سا انداز!! "ہمم سہی!! ویسے ایک بات ہے جس طرح ہم سب ہی خان ولا میں سے اپنا اپنا ہمسفر پسند کر رہے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ ہمارے بڑوں نے سب کو ایک لائن میں کھڑا کر کے گولیوں سے اڑا دینا ہے۔ جتنی وہ لوگ خان ولا کے لوگوں سے دشمنی رکھتے ہیں ہم سارے کے سارے اسی حساب سے ان کی طرف گئے ہیں!! عدیل شاہ نے مسکراتے کھری بات کی۔ وہ صحیح ہی کہ رہا تھا۔ لیکن ماورا جمیل کے یہ

بات پلے نہیں پڑی تھی۔ وہ ہم سب کا مطلب نہیں سمجھ سکی تھی۔!! "ہم سب کیا مطلب آپ بھی؟؟ اوہ مائی گوڈ!! شکر ہے میں نے سہی وقت پر انکار کر دیا۔ ایم رئیلی سوری عدیل لالا آپ میری وجہ سے اتنے پریشان ہوئے ہونگے۔!! ہونٹ کاٹتے ماورا جمیل نے شرمندگی سے کہا۔ اس کے دل میں ریگریٹ سا پیدا ہو گیا تھا۔!! "اٹس اوکے!! میں بھی تمھیں یہی بات کہنے والا تھا۔ اگر تم انکار نہیں کرتی تو میں خود بھی یہی کرنے لگا تھا۔ خیر شاہ ولا چل کر دونوں ایک ساتھ انکار کر دے گیں۔ کل چکر لگاؤں گا میں وہاں!! مسکرا کر عدیل شاہ نے ہلکے پھلکے سے انداز میں اس کا ریگریٹ ختم کرنا چاہا۔!! "میں چلتی ہوں۔ بیسٹ آف لک!!! خدا جلد ہی آپ کے نصیب میں آپ کی محبت ڈال دے۔۔ کندھے پر موجود پرس کو سیٹ کرتے ماورا جمیل نے مسکراتے سچے دل سے دعا کی۔ اس کا خود کا تو کچھ بنا نہیں تھا۔ لیکن دوسروں کے لیے تو وہ دعا کر ہی سکتی تھی۔۔ اسے کہتے وہ دروازے سے ہی واپسی کی راہ لے چکی تھی۔۔

نصیب میں تو آگئی ہے اب دسترس میں آجائے بس۔ آمین!! مسکرا کر اپنی" معصوم سی بیوی کو سوچتے عدیل شاہ نے واپس سے دروازہ بند کیا۔۔ وہ واپس سے لاؤنج میں آتے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔اور اب اس کا ارادہ رائنا خان سے فون کر کے اس کی طبیعت کے بارے میں دریافت کرنے کا تھا۔۔

مدحا نسیم اس وقت اپنے گھر کے کچن میں کھڑی کھانا بنانے میں مصروف تھی۔ وہ لوگ آج صبح ہی ہسپتال سے گھر واپس آئے تھے۔ نسیم صاحب کی حالت دیکھ دیکھ کر جیسے اس کا دل کٹ رہا تھا۔۔ایک طرف نسیم صاحب کی بگڑتی حالت تو دوسری طرف ضیغم نسیم کے گھر سے غائب ہونے کی پریشانی!! اسے بلکل کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ ہر چیز یہاں اس کے بس سے باہر ہوئی پڑی تھی۔ سوائے دعاؤں کے ان لوگوں کے پاس کوئی اور آپشن تھا ہی نہیں!! آئزا بھی ابھی تک انہی لوگوں کے گھر رکی ہوئی تھی۔ وہ تو جیسے یہاں ڈیرہ جما کر ہی بیٹھ چکی تھی۔۔

اف اللہ میں کیا کروں مدحا تیرا!! چولہے پر رکھے دودھ کو اُبل اُبل کر نیچے گرتے" دیکھ فرحت بیگم بھاگتے ہوئے کچن میں آتے چیخی۔۔ مدحا نسیم اپنی سوچوں میں اس قدر گم تھی کہ اسے خیال ہی نہیں رہا تھا دودھ کا۔اس کا دھیان ابھی ہی فرحت بیگم کی آواز پر دودھ کی طرف گیا تھا۔۔ فرحت بیگم نے چولہا بند کرتے اپنی کمر کے اطراف میں ہاتھ رکھتے اسے سختی سے گھورا جو سارا دودھ ضائع کر چکی تھی۔۔"میں منگوادوں گی ابھی دوبارہ باہر سے۔آپ پریشان نا ہو!! انہیں خود کی طرف دیکھتا پا کر اپنے نچلے لب کو دانتوں سے کاٹتے مدحا نسیم نے جیسے تسلی دی۔۔"بات دودھ کی نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ اب گھر کا خرچ کہاں سے چلے گا؟؟روز آنہ کا ہزاروں روپے کا تو صرف تمہارے باپ کی دوائیوں کا خرچہ ہے۔اس کے علاوہ گھر میں سب کے کھانے پینے کا، بجلی گیس کے بل اور بھی بے شمار خرچے کہاں سے لائے گیں ہم دونوں اتنا پیسہ؟؟ میں تو بوڑھی جان کچھ کر نہیں سکتی۔ لیکن تم تو کم از کم کر سکتی ہو نہ کچھ!! فرحت بیگم نے نرمی سے اسے تمام خرچے گنوائے۔ شاید ہی پہلی مرتبہ تھا جب فرحت بیگم نرمی سے بات کر رہی تھیں۔خاص کر مدحا نسیم سے۔وہ

بس یہ چاہتی تھی کہ مدحا کہیں نوکری پر لگ جائے۔ "میں نے اپلائی کیا ہے دو تین جگہ۔ بہت پہلے ہی اپلائی کر دیا تھا۔ دعا کریں وہاں سے جواب آجائے تو میں انٹرویو کے لیے جاؤں۔ ویسے مجھے پورا یقین ہے کہیں نا کہیں تو لگ ہی جائے گی جاب!! اپنے سامنے رکھی سبزی کاٹتے مدحا نسیم نے مصروف سا جواب دیا۔ اس نرمی کے پیچھے چھپی چالاکی کو بھی وہ اچھے سے سمجھ رہی تھی۔ "تمہاری پڑھائی اتنی تھوڑی ہے کہ اب تمھیں کسی دفتر میں نوکری ملے۔ میری مانو تو کسی کے گھر جھاڑو پوچا کر لو۔ یہ آگے گلی میں ایک گھر ہے۔ وہاں ضرورت ہے نوکرانی کی۔ سوچ رہی ہوں تمھیں چھوڑ آؤں!! فرحت بیگم نے سوچنے کے انداز میں کہا۔۔ ان کی بات پر مدحا نسیم کے ایک لمحے کے لیے سبزی کاٹتے ہاتھ رکے۔ دوسرے لمحے وہ سر جھٹکتے پھر سے اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی۔۔ "میں کر لوں گی اس کے علاوہ کچھ نہ کچھ!! اتنی تعلیم میں نے دوسروں کے گھر میں نوکرانی بننے کے لیے حاصل نہیں کی۔ آپ فکر مت کریں۔۔ جہاں میں نے اپلائی کیا ہے مجھے یقین ہے وہاں سے میل آجائے گی۔!! مصروف سے انداز میں جواب دیتے وہ فرحت بیگم کو کافی کچھ

جتا گئی تھی۔۔ "چلو مان لیتی ہوں تمہاری بات۔ لیکن صرف دو دن کا وقت ہے تمہارے پاس۔ نوکری ڈھونڈو ورنہ میں خود ہی چھوڑ آؤں گی تمھیں کہیں۔ پھر مت کہنا امّا نے زبردستی کی ہے میرے ساتھ!! منہ بنا کر کہتے فرحت بیگم کچن سے باہر نکلی۔!! پیچھے مدحا نسیم کے ہاتھ پھر سے رک چکے تھے۔ وہ آنکھوں میں نمی لیے ان کی پشت پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ فرحت بیگم سے اسے کچھ ایسی ہی اُمید تھی۔ اسی لیے اسے زیادہ حیرانی نہیں ہوئی تھی۔ لیکن نجانے کیوں پھر بھی اسے رونا آرہا تھا۔

پاکیزہ بیگم تھکی ہاری گھر میں داخل ہوئی۔ آج وہ سب کے ساتھ شاپنگ کر گئی تھیں اور واپسی پر عدیل شاہ کے جانے سے پہلے ہی ماہ دیر شاہ انہیں گھر چھوڑ چکا تھا۔۔ پاکیزہ بیگم کو گھر کے اندر داخل ہوتے دیکھ عدیل شاہ نے ٹی وی کی آواز بند کی۔ وہ انہیں واضح تھکی تھکی لگ رہی تھیں۔ آخر کو اس کی کبھی نا ہونے والی شادی کی شاپنگ چل رہی تھی۔۔ ایسا عدیل شاہ کو لگتا تھا!! پاکیزہ بیگم اپنی چادر سر سے

اتارتے صوفے پر آکر بیٹھی۔ سامنے ہی جگ میں پانی رکھا تھا جو عدیل شاہ نے ان کے لیے گلاس میں ڈالا۔۔ "کر لی شاپنگ ؟؟ ان کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھماتے عدیل شاہ نے ہلکے پھلکے سے انداز میں پوچھا۔۔ "ابھی کہاں۔ ابھی تو بس دو چار جوڑے لیے ہیں۔ باقی ماورا کے نکاح کا سوٹ اور جویلری تم اور ماورا دونوں ساتھ جا کر اپنی پسند کا لے کر آنا۔ پاکیزہ بیگم نے مسکراتے جواب دیا۔ انہیں بے تحاشہ خوشی تھی کہ یہ نکاح ہو رہا ہے۔ ماورا کو وہ بس جلد سے جلد اپنی بہو بنانا چاہتی تھیں۔۔ "بہتر نہیں ہے جس کے ساتھ نکاح ہو رہا ہے اسی کو ساتھ لے جایا جائے۔ زمین پر نظریں جمائے عدیل شاہ نے دھیمے سے کہا۔ پاکیزہ بیگم کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی تھی۔ انہیں اس کی بات کا مطلب سمجھ نہیں لگا تھا۔۔ "کیا مطلب ہے تمہاری اس بات سے ! ! پانی کا گلاس واپس سے ٹیبل پر رکھتے انہوں نے عدیل کی طرف رخ کرتے پوچا۔۔ "مطلب یہ ہے کہ میں تو ماورا سے نکاح نہیں کر رہا۔ تو کس کی بارات لے جانے کی تیاریاں کر رہی ہیں آپ ؟ مجھے تو یاد نہیں پڑتا میرے علاوہ کوئی اور بھی بیٹا ہو آپ کا ! ! ان کی طرف دیکھ کر کہتے عدیل شاہ انہیں

غصے سے لال پیلا ہونے پر مجبور کر گیا تھا۔۔"کیا بکواس ہے۔یہ تمھیں ہر دوسرے دن کونسے دورے پڑتے ہیں جو تم دو دن چُپ رہتے ہو اور تیسرے دن پھر انکار کر دیتے ہو۔!! دانت پیستے پاکیزہ بیگم نے اسے گھورتے ہوئے استفسار کیا۔وہ واقعی جاننا چاہتی تھی کہ عدیل شاہ کے ساتھ آخر مسئلہ کیا ہے!! میں نے کبھی حامی بھری ہی نہیں اس نکاح کے لیے۔شروع سے میں نے انکار ہی کیا ہے۔آپ خود ہی ساری باتیں آگے شاہ ولا میں کر کے آرہی ہیں۔اس میں بھلا میرا کیا قصور!! یہ آپ کو سوچنا چاہیے تھا جب اولاد ہی نہیں راضی۔تو کیسے آپ رشتہ پکا کر سکتی ہیں۔!! عدیل شاہ کی آواز ہلکی سی بلند ہوئی تھی۔ایک ہی بات وہ انہیں سمجھا سمجھا کر تھک چکا تھا۔لیکن پاکیزہ بیگم تھیں کہ اپنی کرنے پر ہی تلی ہوئی تھیں۔۔"میرا بیٹا مسئلہ بتاؤ کیا ہے؟؟اتنی اچھی لڑکی ہے ماورا۔ساری زندگی خوش رہو گے تم اس کے ساتھ۔ میچور ہے، تمہاری ہم عمر ہے، اور سب سے بڑی بات بے تحاشہ خوبصورت ہے۔!! اسے غصّہ کرتے دیکھ پاکیزہ بیگم نے نرمی سے سمجھانا چاہا۔اگر دونوں غصّہ کرنے لگ جاتے تو لڑائی مزید بڑھ سکتی تھی۔۔"بات یہ نہیں ہے ماما۔

مجھے بھی پتہ ہے کہ وہ اچھی لڑکی ہے۔ لیکن وہ مجھے میری شریک حیات کے طور پر پسند نہیں ہے!! وہی حتمی لہجہ!! "پھر کون پسند ہے تمھیں؟؟ وہ اٹھارہ سال کی بچی۔ بلکہ بچی تو کہیں سے نہیں ہے وہ۔ اگر ہوتی تو تمھیں اپنی جال میں کبھی نہ پھنساتی۔ پاکیزہ بیگم کی بھی ٹون بدل چکی تھی۔ اچھی طرح جانتی تھیں وہ کہ وقت عدیل شاہ رائنا خان کی مٹھی میں قید ہے۔!! "فور گاڈ سیک ماما!! اتنی معصوم سی ہے وہ۔ اور دوسری بات اس کا کوئی قصور نہیں ہے اس سب میں۔۔ مجھے خود کو پسند ہے وہ۔ عدیل شاہ نے ان کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ رائنا خان کے خلاف نجانے کیوں اپنی ماں کے منہ سے بھی وہ کچھ نہیں سن سکتا تھا۔۔ "ہاں دیکھ لیا ہے میں نے کتنی شریف ہے۔ اگر اتنی شریف ہوتی تو تمھیں اپنی خوبصورتی کے جال میں نا پھنسا رکھا ہوتا۔ دونوں بہنیں ایک جیسی ہیں۔ ایک نے حدائق پر قبضہ کیا ہوا تو دوسری نے تم پر۔!! پاکیزہ بیگم تو پھٹ ہی پڑی تھیں۔ انہیں ڈر تھا جیسے حدائق شاہ نے اپنی ماں کو بیوی کے لیے آسانی سے چھوڑ دیا ہے۔ ویسے ہی عدیل شاہ بھی انہیں نا چھوڑ دے۔!! "کسی کے کردار پر الزام لگانے سے پہلے سوچ لیا کریں ماما۔ آپ کو اندازہ

نہیں ہے کتنا بڑا گناہ ہے یہ ! ! افسوس سے ان کی طرف دیکھتے عدیل شاہ نے سہی کہا تھا۔۔ "الزام کیوں لگانے لگی میں۔ سب کچھ تو آنکھوں کے سامنے ہے ! اور دوسری بات تمھیں ماں کی نافرمانی کرتے وقت گناہ ثواب یاد نہیں آرہا؟؟ پاکیزہ بیگم کی آواز ہے گزرتے لمحے کے ساتھ بلند ہو رہی تھی۔ان کا غصّہ آسمان کو چھوتا جا رہا تھا۔۔ "میں نے کوئی نافرمانی نہیں کی۔ پسند کی شادی حق ہے میرا۔۔ عدیل شاہ نے اپنے حق میں بولنا چاہا۔ یہ اس پر سراسر الزام لگ رہا تھا۔ پاکیزہ بیگم کی نافرمانی کرنے کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ان کے اور رائنا خان کے علاوہ اس کا اس دنیا میں اور تھا ہی کون ؟؟ "جو بھی ہے عدیل۔ لیکن تمہاری شادی صرف اور صرف ماورا سے ہو گی۔ اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔۔ حتمی انداز میں کہتے وہ صوفے سے کھڑی ہو چکی تھیں۔ مزید بات کو طول وہ دینا ہی نہیں چاہتی تھیں۔۔ صوفے سے کھڑے ہوتے انہوں میں اپنے قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھائے۔ لیکن اپنے پیچھے سے عدیل شاہ کی بات نے انہیں رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

میں نکاح کر چکا ہوں ماما۔ دوسرا نکاح کر کے کسی کے ساتھ بے وفائی میں نہیں کر"
سکتا۔۔ میری زندگی، میرے دل میں صرف ایک عورت ہے اور وہ ہے رائنا عدیل
شاہ!! میری بیوی!! زمین پر نظریں جما کر کہتے وہ پاکیزہ بیگم کے سر پر دھماکہ کر گیا
تھا۔ وہ چاہتا تو ماورا جمیل کے انکار کے بارے میں بھی انہیں بتا سکتا تھا۔ لیکن عدیل
شاہ ابھی اتنا کمزور نہیں ہوا تھا کہ کسی عورت کے کندھے پر رکھ بندوق چلائے۔
اپنے مسئلے خود اسے سلجھانے تھے۔۔ پاکیزہ بیگم سٹل کھڑی حیرت سے اسے دیکھ
رہی تھی۔ انہیں اپنے کانوں پر یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ یہ بہت بڑی بات تھی جو
عدیل شاہ نے اتنی آسانی سے کر دی تھی۔!! "تم۔۔ تم مذاق کر رہے ہو نا؟؟
میری تربیت ایسی تو نہیں تھی۔ تم ایسا کیسے کر سکتے ہو عدیل!! پاکیزہ بیگم شدت
گریہ سے چیخیں۔ وہ ابھی تک بے یقین تھیں۔!! "میں اور کیا کرتا؟ یہاں آپ
نے شادی شادی لگا رکھی تھی۔ وہاں میں کسی اور کو سنہرے خواب دکھا چکا تھا۔
تربیت تو آپ نے میری یہ بھی نہیں کی کہ میں کسی لڑکی کے جذبات کا ساتھ
کھیلوں!! پھر کیسے میں اس معصوم کو دھوکہ دے سکتا تھا۔ جسے دیکھے بغیر میرا دن

بھی نہیں گزرتا!! عدیل شاہ نے صوفے سے کھڑے ہوتے سنجیدگی سے کہا۔اسے اندازہ تھا کہ پاکیزہ بیگم کا کچھ ایسا ہی ریکشن ہو گا۔"میں نے نہیں کہا تھا تمھیں کہ تم اس چھٹانک بھر کی لڑکی کو سنہرے خواب دکھائو۔ یہ تمھیں منہ مارنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ بلکہ تمہیں بھی کیا کہوں میں!! مرد تو ہوتے ہی پاگل ہیں۔ لڑکی نے چار ادائیں دکھائی نہیں اور لٹوں ہو گئے اس کے پیچھے۔ رہی نا پھر دونوں بہنیں بدکردار!! ویسے ماننا پڑے گا۔ بڑی چالاکی سے دونوں بہنوں نے جادو کیا ہے اپنا تم پر اور حدائق پر!! خدا غرق کرا یسی خوبصورتی کو۔ جو ایک ماں بیٹے میں لڑائیاں کروا دے۔۔ پاکیزہ بیگم نے چیختے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ عدیل شاہ نے انہیں بتائے بغیر نکاح بھی کر لیا تھا۔ ان کا غصّہ جائز تھا۔!!"میں حدائق نہیں ہوں ماما جو اپنی بیوی کے بارے میں بدکردار جیسے الفاظ برداشت کروں گا۔ آئندہ مجھ سے جُڑی عورت کے بارے میں سوچ سمجھ کر بولیے گا۔ آپ مجھے برا بھلا بول لیں جائز ہے آپ کا۔ لیکن میری بیوی کو بیچ میں مت گھسیٹے!! یقین کریں وہ بہت معصوم ہے۔!! عدیل شاہ نے اپنی آواز کو بتدریج دھیمے رکھتے کہا۔اس کا لہجہ دھیما تھا لیکن

الفاظ سخت تھے۔۔ "ورنہ کیا کرو گے تم۔ مجھے گھر سے نکال دو گے ؟ ویسے بھی اب یہی تو کرنا باقی ہے۔ اس لڑکی کی خاطر اپنی ماں کے مقابل تو تم ہو ہی گئے ہو۔ کل کو میرا سامان اٹھا کر بھی باہر پھینک دو گے۔۔ پاکیزہ بیگم بھی اسی کی ماں تھیں۔ وہ ایموشنل ہو چکی تھیں۔ آنکھوں سے آنسوں برستے زمین پر گر رہے تھے۔!! "خدا کی قسم ایسا کچھ نہیں ہے۔ آپ کیوں نہیں سمجھ رہی ماما۔ آپ کو اپنے بیٹے کی خوشی سے زیادہ دوسرے عزیز ہیں!! عدیل شاہ نے بے بسی سے انہیں سمجھانا چاہا۔ وہ رو رہی تھیں اور عدیل شاہ کے دل میں گلٹ پیدا ہو رہا تھا کہ اس کی ماں اس کی وجہ سے تکلیف میں ہے۔!! "دفعہ ہو جاؤ یہاں سے۔ کوشش کرنا مجھے اپنی شکل مت دکھانا۔ جب تمھیں عقل آجائے کہ ماں کی بات ماننی چاہئے۔ تو آجانا میرے پاس۔ اس سے پہلے مجھے اپنی شکل مت دکھانا۔ پاکیزہ بیگم نے حتمی انداز میں بات کو ختم کرتے اپنے قدم کمرے کی جانب بڑھائے۔ وہ اس بحث کو ختم کر چکی تھیں۔۔ پیچھے عدیل شاہ نے بے بسی سے ان کی پشت کو دیکھا۔ معاملہ سنجیدہ ہوتا جا رہا تھا۔ وہاں ماورا کی بات سننے کے لیے کوئی تیار نہیں تھا اور یہاں اس کی!! دونوں پر

شادی کے لیے فیملی کا پریشر تھا۔۔"اب دیکھنا یہ تھا کہ دونوں میں سے فتح کس کی ہونی تھی۔محبت کی یا ضد کی!!

ماہ دیر شاہ اس وقت نائرہ شاہ کے کمرے میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔وہ پچھلی کافی دیر سے کچن میں تھی۔آج سائرہ بیگم نے اسے کچن میں صبح سے کاموں پر لگایا ہوا تھا۔۔ماہ دیر شاہ کو ابھی ہی پتہ چلی تھی یہ بات۔وہ جا تو کچن میں رہا تھا لیکن پھر سائرہ بیگم کو بھی کچن میں ہی دیکھتے اس نے کمرے میں بیٹھ کر نائرہ شاہ کا انتظار کرنا ہی مناسب سمجھا۔۔ابھی بھی وہ پچھلے کافی ٹائم سے یہاں بیٹھا تھا۔اسے حیرت ہو رہی تھی کہ آخر سائرہ بیگم کو ایسی بھی کیا مجبوری آگئی جو انہوں نے نائرا شاہ کو کچن کے کاموں میں لگایا ہوا ہے۔۔کمرے کے دروازے سے تھکی ہاری اپنی بیوی کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ ماہ دیر شاہ نے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔جیسے وہ اسے اپنے پاس بلانا چاہتا ہو۔۔"پلیز ماہ دیر دور رہیں مجھ سے۔پہلے ہی بہت دماغ خراب ہے میرا۔ناگواری سے ماہ دیر شاہ کو اپنے کمرے میں دیکھتے نائرہ شاہ نے منہ

بناتے کہا۔۔اسے فلحال ہر کوئی زہر لگ رہا تھا۔ جس طرح وہ کچن میں کھڑی صبح سے ذلیل ہو رہی تھی یہ تو وہی جانتی تھی۔ سائرہ بیگم نے ایک لمحے کے لیے بھی اسے آرام نہیں کرنے دیا تھا۔اسے تو ایسا لگ رہا تھا جیسے فائزہ کا سارا غصّہ وہ اس پر نکال رہی ہوں۔۔اور تو اور گھر میں سے بھی کسی نے اسے آرام کرنے کہا نہیں کہا۔سب کی یہی سوچ تھی کہ یہ ساس بہو کا معاملہ ہے۔۔ کوئی بھی بیچ میں نہیں بولا تھا۔

"میں نے کیا کیا ہے جو تم میرے اُوپر غصّہ کر رہی ہو؟؟ ماہ دیر شاہ نے بیڈ سے کھڑے ہوتے اسی کے انداز میں کہا۔ اسے تو کہیں سے بھی اپنی غلطی نظر نہیں آرہی تھی۔۔ "میں نے کچھ نہیں کہا آپ کو۔بس یہ کہا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے مجھے اکیلا چھوڑ دیں۔۔ نروٹھے سے انداز میں کہتے نائرہ شاہ بعد پر بیٹھی۔ اسے کچن میں داخل ہوتا وہ دیکھ چکی تھی۔ لیکن پھر بھی ماہ دیر شاہ اس کے لیے کچھ نہیں بولا تھا۔اور یہی چیز نائرہ کو ہرٹ کر رہی تھی۔!! "زہر لگتی ہے مجھے تمہاری یہ عادت۔ غصّہ کسی اور کا ہے اور تم نکال مجھ پر رہی ہو!! اس کے ساتھ بیٹھتے ماہ دیر شاہ نے اس کے ہاتھ تھامے۔۔ "ماہ دیر میں!! نائرہ شاہ ابھی کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ فوراً

سے پہلے ماہ دیر شاہ سے اپنے ہاتھ چھڑواتے وہ واشروم کی طرف بھاگی۔ اسے وومیٹنگ ہونے لگی تھی۔۔ماہ دیر شاہ بھی پریشانی سے فوراً سے پہلے بیڈ سے اٹھتے اس کے پیچھے ہی بھاگا۔ وہ اچانک ہی جیسے بہت زیادہ پریشان ہو چکا تھا۔ نائرہ شاہ سنک کے آگے کھڑی کھایا پیا سب کچھ اُگل رہی تھی۔۔"کیا ہوا ہے۔ تم ٹھیک تو ہو!!ماہ دیر شاہ نے پریشانی سے اس کی کمر کو رب کرتے پوچھا۔اس کی خود کی سانسیں اٹک گئی تھیں۔ نائرہ شاہ اس کی سن ہی کب رہی تھی۔ وہ تو بس سنک پر جھکی اپنے کام میں مصروف تھی۔۔ماہ دیر شاہ نے اس کی کمر کے گرد اپنا حصار بناتے خاموشی سے پانی اپنے ہاتھ میں لیتے اسے کلی کروانی چاہی۔۔ نائرہ شاہ الٹی کر چکی تھی۔ وہ کلی کرنے ہی لگی تھی کہ اس سے پہلے ہی ماہ دیر شاہ کے ہاتھ میں پانی دیکھتے اس نے خاموشی سے اس کے ہاتھ سے ہی پانی منہ میں لیتے کلی کی۔۔ اچھی طرح اس کا منہ صاف کرواتے ماہ دیر شاہ نے اپنے کندھوں پر اوڑھی شال سے اس کا منہ صاف کیا۔۔ نائرہ شاہ نڈھال سے انداز میں کھڑی اس کی ساری کارروائی ملاحظہ کر رہی تھی۔ جو اپنے کام میں مصروف تھا۔۔"کل ہی ماما کو منع کرتا ہوں کہ کوئی ضرورت نہیں ہے

تم سے اتنا کام کروانے کی۔ نازک سی تم ہو۔ دیکھو اب کیسے طبیعت خراب ہو گئی!! اسے اپنے سینے میں بھینچتے ماہ دیر شاہ نے فکر مندی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے کہا۔۔ "بڑی جلدی یاد آ گیا آپ کو۔ صبح سے آپ گھر ہیں اور دیکھ بھی رہے ہیں۔ تب یاد نہیں تھا آیا۔۔ نائرہ شاہ نے اس کے سینے میں منہ دیے ناچاہتے ہوئے بھی شکوہ کیا۔ وہ کہنا نہیں چاہتی تھی لیکن بس خود ہی منہ سے نکل گیا تھا۔ "نائرہ ماما پہلے ہی حدائق کی وجہ سے بہت ڈسٹرب ہیں۔ ایسے میں اگر میں بھی اُن کی مرضی کے خلاف چلا جاؤں تو وہ ٹوٹ کے بکھر جائے گیں۔!! میری تم سے ایک ریکویسٹ ہے اگر وہ کچھ کہیں تو چپ کر کے سن لیا کرو۔ بعد میں بیشک تم مجھ پر غصّہ اُتار لینا۔ لیکن ان کے سامنے کچھ مت بولنا پلیز۔ میری ماں ہیں وہ۔۔ میں کبھی بھی اُن سے بتمیزی کر کے ان کا مان نہیں توڑنا چاہتا۔ سمجھ رہی ہو نا تم!! نرمی سے اسے خود سے الگ کرتے ماہ دیر شاہ نے اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھتے سمجھایا۔۔ نائرہ شاہ نے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ ماہ دیر شاہ کے لیے سائرہ بیگم کس قدر عزیز ہیں۔ اس معاملے میں وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی۔۔ "طبیعت کیوں خراب ہوئی

ہے۔کچھ الٹا سیدھا کھایا تھا کیا؟؟اسے گود میں اٹھاتے ماہ دیر شاہ نے استفسار کیا۔۔

"نہیں دوپہر میں کھانا ہی کھایا تھا بس۔اس کے بعد تو کچھ نہیں کھایا۔لیکن پچھلے دو تین دن سے میری طبیعت ایسے ہی خراب ہے۔کچھ بھی کھاتی ہوں تو الٹی آجاتی ہے۔اور ویکنیس بھی بہت ہو رہی ہے۔لگتا ہے شاید فوڈ پوائزنگ ہو گئی ہے۔!!

اس کی گردن میں منہ چھپائے نائرہ شاہ نے دھیمے سے اسے ساری تکلیف بتائی۔کل صبح سے وہ ایسے ہی الٹی کر رہی تھی۔۔"اور تم مجھے یہ اب بتا رہی ہو۔ویری گڈ!!

اسے کمرے میں لا کر نرمی سے بیڈ پر بٹھاتے ماہ دیر شاہ نے مصنوعی غصے سے کہا۔۔

"مجھے لگا تھا نارمل سی بات ہو گی۔پہلے بھی بہت اکثر ہی الٹی آتی رہتی ہے مجھے۔اس میں غور فکر بات تو کوئی نہیں تھی۔لیکن اس مرتبہ کمزوری بہت ہو رہی ہے۔۔

پلکیں جھپکتے اس نے معصومیت سے کہا۔۔"چلو ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں!!بیڈ سے کھڑے ہوتے ماہ دیر شاہ نے ساتھ اسے بھی بازو سے پکڑا۔"آپ کی فلائٹ کا ٹائم ہے ماہ دیر جائیں آپ۔میں بھائی کے ساتھ چلی جاؤں گی ڈاکٹر کے پاس!!نائرہ نے اپنا ہاتھ چھڑواتے اس کی توجہ گھڑی کی طرف کروائی جہاں رات کے آٹھ بجنے کو

تھے۔۔ماہ دیر شاہ نے بزنس کے سلسلے میں باہر ملک جانا تھا۔آج رات نو بجے کی اس کی فلائٹ تھی۔اسی لیے وہ آج گھر پر ہی موجود تھا۔تاکہ کچھ وقت نائرہ شاہ کے ساتھ گزار سکے۔لیکن اتفاقاً آج ہی سائرہ بیگم کو نائرہ شاہ سے اتنے سارے کام پڑ گئے تھے۔۔اور اب وہ اگلے پورے ایک ہفتے کے لیے جا رہا تھا۔"پکا چلی جاؤ گی نہ؟؟ بلکہ میں خود بھی زاویار سے کہہ کر جاؤں گا کہ تمہیں ڈاکٹر کو چیک کروائے۔ واپس سے اس کے پاس بیٹھتے ماہ دیر شاہ نے اس کا سر اپنے سینے سے ٹکاتے تنبیہ کی۔۔اسے واقعی دیر ہو رہی تھی ورنہ وہ خود ہی نائرہ شاہ کو ہسپتال لے جاتا۔۔"ماہ دیر پلیز جلدی آجایئے گا۔نائرہ نے اس کے سینے پر ٹھوڑی ٹکاتے محبت سے جیسے ریکویسٹ کی۔۔"میری جان جیسے ہی کام سے فارغ ہونگا میں اگلی فلائٹ پکڑ کر تمہارے پاس آجاؤں گا۔پکا وعدہ!!ماہ دیر شاہ کا خود کا دل بھی نہیں تھا جانے کا۔ لیکن اب کام تو زندگی کے ساتھ ساتھ ہی چلنا تھا۔اس کا جانا بھی ضروری تھا۔ورنہ وہ کبھی نہ جاتا۔۔"ہمم!!نائرہ شاہ نے ہنکارا بھرتے اس کے گال پر نرمی سے لب رکھے۔۔ماہ دیر شاہ مسکراتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر ایک طویل بوسا دیتے پیچھے

ہٹا۔۔ ساتھ ہی وہ بیڈ سے کھڑا ہو گیا تھا۔ اسے اب جانا تھا۔ مزید دیر کرتا تو فلائٹ مس ہو جاتی۔۔ "اللہ حافظ !! خیال رکھنا اپنا۔ اور ڈاکٹر کو لازمی چیک کروا لینا۔ میں کال کر کے پوچھوں گا لازمی !! کمرے سے نکلتے بھی وہ اسے تنبیہ کرنا بلکل نہیں بھولا تھا۔۔ نائرہ شاہ نے نم آنکھوں کے ساتھ مسکراتے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ وہ جا رہا تھا اور نائرہ شاہ کا دل ڈوبتا جا رہا تھا۔ جیسے کچھ بہت برا ہونے والا ہو۔ لیکن وہ کچھ بھی غلط سوچ کر پریشان نہیں ہونا چاہتی تھی۔ اس لیے کب سے اپنے وہم کو جھٹلانے میں مصروف تھی۔

Episode : 55

پاکیزہ بیگم اس وقت اپنے کمرے میں کھڑی کہیں پر جانے کی تیاریوں میں مگن تھیں۔ عدیل شاہ کل ساری رات گھر واپس ہی نہیں آیا تھا۔ پاکیزہ بیگم اچھے سے جانتی تھیں کہ وہ اپنا غصّہ اُتار کر ہی گھر آئے گا۔ اور ایک طرف سے وہ شکر بھی ادا کر رہی تھیں۔ کہ ابھی عدیل شاہ گھر نہیں آیا۔۔ انہیں آج ایک بہت ضروری کام کرنا

تھا۔ جو وہ کسی بھی صورت آج لازمی کرنے والی تھیں۔ لیکن عدیل شاہ کے ہوتے یہ کام ناممکن ہوتا۔ اسی لیے وہ اس کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھاتے یہ کام کرنے والی تھیں۔ اس وقت صبح کے نو بج رہے تھے۔ وہ جانتی تھیں کہ عدیل شاہ سیدھا تھانے چلا گیا ہوگا۔ اُس کی کوئی فکر نہیں تھی پاکیزہ بیگم کو۔ اپنی چادر اٹھا کر اچھے سے اپنے گرد لپیٹتے پاکیزہ بیگم نے ڈریسنگ ٹیبل سے اپنا پرس اٹھایا۔۔ اپنی تیاری پر ایک نظر ڈالتے وہ کمرے سے باہر نکل آئی تھیں۔۔ شاید ہی وہ آج پہلی مرتبہ ڈرائیور کے ساتھ کہیں جانے والی تھیں۔ ورنہ ہمیشہ عدیل شاہ خود ہی انہیں ہر جگہ چھوڑ کر آتا تھا۔ لیکن آج وہ نہیں تھا تو پاکیزہ بیگم کا ارادہ ڈرائیور کے ساتھ جانے کا تھا۔ دروازے کو لاک کرتے پاکیزہ بیگم گارڈز کی طرف آئیں۔ ڈرائیور اسی طرف گارڈز کے ساتھ بیٹھا تھا۔۔

"بات سنو!! گاڑی نکالو جلدی۔ مجھے کام سے جانا ہے۔۔ مصروف سے انداز میں ڈرائیور کو حکم دیتے پاکیزہ بیگم ایک طرف کھڑی ہوئیں۔ وہ ڈرائیور کو کہہ چکی تھیں۔ ڈرائیور نے خاموشی سے ہاں میں سر ہلاتے اپنے قدم گاڑی کی طرف

بڑھائے۔ وہ تو ان لوگوں کے حکم کا پابند تھا۔ آگے سے وہ کیا ہی سوال کرتا پاکیزہ بیگم سے!! گھر کے بڑے سے گیٹ سے گاڑی پارک کرتے ڈرائیور نے باہر جاتے گاڑی روکی۔ وہ پاکیزہ شاہ کے باہر آنے کے انتظار میں تھا۔ جو اندر ہی کھڑی کسی سے کال پر مصروف ہو چکی تھیں۔!! "جی بھابی بس میں نکل رہی ہوں گھر سے!! جی جی بے فکر رہیں آپ۔ بلکل ایسے ہی ہو گا جیسے آپ کہہ رہی ہو!! کچھ ایسے الفاظ کہتے پاکیزہ بیگم نے فون کان سے ہٹاتے واپس سے پرس میں رکھا۔۔ اُدھر اُدھر دیکھتے وہ اپنے قدم باہر کی طرف بڑھا گئی تھیں۔!! "چلو!! گاڑی میں بیٹھتے انہوں نے ڈرائیور کو گاڑی سٹارٹ کرنے کا کہا۔ ڈرائیور گاڑی شاہ ولا سے آگے لے گیا تھا۔ ان کی گاڑی کراچی کے رستوں پر ڈولتی اپنی منزل کی جانب رواں تھی۔!! "میڈم کہاں جانا ہے۔ لوکیشن بتادیں!! ایک نظر فرنٹ مرر سے پاکیزہ بیگم کی طرف دیکھتے ڈرائیور نے مؤدبانہ سے انداز میں پوچھا۔ وہ گاڑی تو چلا رہا تھا لیکن یہ خبر ہی نہیں تھی کہ کس طرف جانا ہے۔۔ "خان ولا کی طرف لے لو گاڑی!! کھڑکی سے باہر دیکھتے پاکیزہ بیگم نے پر سوچ انداز میں جواب دیا۔ وہ بہت

کچھ سوچ سمجھ کر ساری رات فیصلہ کرنے کے بعد اس انجام پر پہنچی تھیں۔۔ابھی بھی وہ اسی لیے خان ولا جارہی تھیں۔تاکہ جو سوچا ہے اس پر عمل کر سکیں۔۔ ڈرائیور نے خاموشی سے ہاں میں سر ہلاتے گاڑی خان ولا کے راستے پر موڑی۔۔ نجانے پاکیزہ بیگم کو اب خان ولا جانے کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی۔اور وہ بھی صبح صبح ہی!!

پاکیزہ شاہ کی گاڑی خان ولا کے باہر آتے رکی۔ گیٹ بند تھا۔اس لیے گاڑی اندر نہیں جاسکتی تھی۔انہوں نے گاڑی اندر لے کر جانی بھی نہیں تھی۔گاڑی سے نیچے اترتے انہوں نے ایک سنجیدگی بھری نظر اس عالیشان بنگلے پر ڈالی۔جو مربوں کی زمین پر پھیلا ہوا تھا۔۔ یہ عالیشان عمارت جو باہر سے دیکھنے پر بھی کسی کی بھی آنکھیں چندھیا سکتی تھیں۔ شاہ ولا سے زیادہ خوبصورتی تھی خان ولا میں!! امپریسیو نظروں سے ایک پوری نظر خان ولا پر ڈالتے پاکیزہ بیگم ڈرائیور کی طرف متوجہ ہوئیں۔جو ابھی تک یہیں کھڑا تھا۔۔"تم جاؤ میں خود واپس آجاؤں گی۔اور

اگر عدیل آکر پوچھے کہ میں کہاں ہوں تو کہہ دینا شاہ ولا میں!! ٹھیک ہے؟؟ سنجیدگی سے اسے سمجھاتے پاکیزہ بیگم نے آخر میں اس سے بات کی تصدیق چاہی۔۔"جی بہتر!! ڈرائیور ہاں میں سر ہلاتے گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔اس کا بس اتنا ہی کام تھا۔اور رہی بات پاکیزہ بیگم کے کہنے پر جھوٹ بولنے کی۔تو وہ ان کا نمک کھاتا تھا۔ وہ آسانی سے ان کے لیے جھوٹ بول سکتا تھا۔۔ پاکیزہ بیگم نے آگے بڑھتے اپنے ہاتھ میں موجود کی چین سے دروازے پر زور سے دستک دی۔ گارڈز دروازے کے ساتھ ہی بیٹھے ہوتے ہیں وہ جانتی تھیں۔!! دروازہ ایک گارڈ نے ہی کھولا تھا۔ چھوٹا سا گیٹ کھولے وہ سوالیہ نظروں سے پاکیزہ بیگم کو دیکھ رہا تھا۔۔ "اندر کہو شاہ ولا سے آئے ہیں۔ وہ بلا لے گیں اندر!! گارڈ کو دیکھتے پاکیزہ بیگم نے اسے اپنا تعارف دیا۔!!"رکے بی بی میں پوچھ کر بتاتا ہوں آپ کو!! آبان خان کے کہنے پر سیکیورٹی سخت تھی۔ وہ شاہ ولا کا سن کر بھی انہیں ایسے ہی اندر نہیں جانے دے سکتا تھا۔ اسی لیے انہیں انتظار کرنے کا کہا۔۔ پاکیزہ بیگم محض ہاں میں سر ہلاتے ایک سائڈ پر ہوئیں۔۔ گارڈ واپس سے دروازہ بند کرتے اندر ہو چکا تھا۔!!

تقریباً پانچ منٹ کے انتظار کے بعد گارڈ نے واپس سے دروازہ کھولا۔اندر سے عزرا بیگم نے انٹر کام اٹھایا تھا۔اور شاہ ولا کا سنتے ہی انہوں نے فوراً سے پہلے انہیں اندر بھیجنے کا حکم دیا تھا۔ "آجائیں بی بی۔۔ گارڈ نے ایک طرف کھڑی پاکیزہ بیگم کو مخاطب کرتے انہیں اندر بلایا۔۔ پاکیزہ بیگم نے شکر ادا کیا تھا۔ورنہ کھڑے کھڑے ان کی ٹانگیں رہ گئی تھیں۔ اندر داخل ہوتے پاکیزہ بیگم آگے کی طرف بڑھی۔ بڑے سے ڈرائیوے کو کراس کرتے وہ مین گیٹ کی طرف بڑھیں۔۔ جہاں سامنے ہی دروازہ کھولے عزرا بیگم کھڑی تھی۔ وہ شاہ ولا والوں کی آؤ بھگت زیادہ کرتی تھیں کیونکہ ان کی بیٹی اشنا شاہ ان کے گھر میں بیاہی ہوئی تھی۔۔اور کچھ در فشاں کی وجہ سے بھی!!

"السلام وعلیکم بہن!! کیسی ہیں آپ!! ان کے قریب پہنچتے عزرا بیگم نے مسکراتے خوش دلی سے سلام کیا۔انہیں پاکیزہ بیگم کو دیکھ کر تھوڑی بہت حیرت بھی ہوئی تھی۔ بھلا ان کو خان ولا کے لوگوں سے کیا کام؟؟ "وعلیکم السلام! میں ٹھیک ہوں۔کچھ بات کرنی تھی آپ لوگوں سے۔اسی سلسلے میں مجھے صبح صبح یہاں

آناپڑا۔ اگر بات ضروری نا ہوتی تو میں صبح صبح آپ لوگوں کو کبھی تکلیف نا دیتی۔ سلام کا جواب دیتے پاکیزہ بیگم نے دو ٹوک بات کی۔ وہ جیسے کوئی دوسری بات کرنے ہی نہیں آئی تھیں۔ "جی جی بلکل آپ کا اپنا گھر ہے!! آئیں اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔ عزرا بیگم نے مسکراتے انہیں اندر بلایا۔ جس طرح دو ٹوک ان کا لہجہ تھا عزرا بیگم کو کچھ بہت عجیب لگ رہا تھا۔۔

اندر داخل ہوتے انہوں نے پاکیزہ بیگم کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا۔ خود بھی وہ ان کے مقابل ہی صوفے پر بیٹھ چکی تھیں۔۔ "آپ بیٹھیں میں چائے کا کہہ کر آتی ہوں۔ اور ساتھ درفشاں کو بھی لے آؤں گی۔ عزرا بیگم نے مسکراتے یہاں سے جانا چاہا۔ وہ یہی سوچ رہی تھیں کہ شاید پاکیزہ بیگم درفشاں سے ملنے آئی ہونگی۔!! "ساتھ عظمیٰ بھابی اور برہان بھائی کو بھی بولا دیجئے گا۔ اُمید ہے وہ دونوں آج گھر پر ہی ہونگے۔ اور ساتھ ذرا کیا نام ہے اُن کے بیٹے کا۔۔۔ "ادھوری بات چھوڑتے انہوں نے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ شاید نام یاد کر رہی تھیں۔ "بالاج؟؟ عزرا بیگم نے نا

سمجھی سے انہیں نام یاد کروایا۔ اب عظمیٰ بیگم کا ایک ہی تو بیٹا تھا۔۔ "ہاں بالاج خان!! اسے بھی بلا لیجئے ساتھ۔ مجھے کچھ کام ہے ان لوگوں سے۔ در فشاں کو آپ ابھی مت بتایئے گا کہ میں آئی ہوں۔ پاکیزہ بیگم نے ہلکا سا مسکراتے انہیں ہدایت دی۔ خود وہ صوفے پر سیدھی ہوتے بڑے آرام سے بیٹھ چکی تھیں۔۔ "میں بلا کر لاتی ہوں!! عزرا بیگم مسکرا کر کہتی صوفے سے کھڑی ہوئیں۔!! وہ باہر کی طرف بڑھتے مسلسل کچھ نہ کچھ سوچ رہی تھیں۔ انہیں نجانے کیوں عجیب سا تجسس ہو رہا تھا جاننے کا۔ کہ آخر پاکیزہ بیگم کو عظمیٰ خان کی فیملی سے کیا کام پڑ سکتا ہے!! ایک طرف ان کے دل میں خدشات پیدا ہو رہے تھے کہ کہیں فائزہ کی وجہ سے وہ ادھر نا آئی ہوں۔ تو دوسری طرف دل کہہ رہا تھا کہ بات کچھ اور ہے۔ اب یہ تو تھوڑی دیر بعد ہی پتہ چلنا تھا۔۔

لاؤنج میں جاتے انہوں نے ملازمہ سے عظمیٰ بیگم کو بلانے کے لیے کہا۔ ساتھ بالاج خان کا بھی کہہ دیا تھا۔۔ "کیا ہوا تائی امی کون آیا ہے؟؟ رائنا خان کو لاؤنج میں ابھی آ کر ہی بیٹھی تھی عزرا بیگم کی طرف دیکھتے ان سے استفسار کیا۔۔ اتفاقاً

آج وہ یونی نہیں گئی تھی۔ عدیل شاہ نے اسے سختی سے آج یونی جانے سے منع کیا تھا۔اس کا کہنا تھا کہ ابھی رائنا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔اسی لیے وہ گھر میں بیٹھ کر آرام کرے۔اور جب تک طبیعت ٹھیک نہیں ہو جاتی وہ یونی نہیں جائے گی۔اسی کے حکم کے مطابق رائنا خان آج چھٹی پر تھی۔!!"بیٹا عدیل شاہ کی امی آئی ہیں شاہ ولا سے۔ تمہارے امی ابّو کو بلا رہی ہیں اب پتہ نہیں انہوں نے کیا بات کرنی ہے اُن لوگوں سے!! عزرا بیگم نے مسکرا کر کہتے اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑا دی تھیں۔!! منہ کو جاتا چاکلیٹ کھاتا ہاتھ بیچ میں ہی کہیں معلق رہ گیا تھا۔ وہ لٹھے کی مانند سفید چہرہ لیے عزرا بیگم کو دیکھ رہی تھی جیسے اسے ان کی بات کا یقین نہ آرہا ہو۔۔ "عدیل شاہ کی امی، وہ بھی اس کے والدین سے ملنے آئی ہیں۔ کسی انجانے خدشے کے احساس سے اس کا دل الگ ہی لے پر دھڑک رہا تھا۔۔ "کیوں آئی ہیں وہ؟ کچھ بتایا ہے کیا انہوں نے؟؟اپنے خشک حلق کو سامنے رکھے پانی سے تر کرتے رائنا خان نے دھڑکتے دل کے ساتھ سوال کیا۔۔ "پتہ نہیں اب یہ تو تمہارے امی ابو کے سامنے بات ہو گی تو کچھ پتہ چلے گا۔ عزرا بیگم نے کندھے اُچکاتے جواب دیا۔

رائنا خان کے چہرے کی طرف ان کی توجہ تھی ہی نہیں!! "امی ابو!! منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے رائنا خان صوفے سے کھڑی ہوئی۔ وہ ایسے ہی ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھ سکتی تھی۔اسے جلد سے جلد اس بارے میں عدیل شاہ کو انفورم کرنا تھا۔ حالانکہ وہ کچھ جانتی نہیں تھی کہ عدیل شاہ نے اپنی ماں کو نکاح کے بارے میں بتادیا ہے۔ عدیل شاہ نے اسے کچھ بتایا ہی نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی وہ بس ایک مرتبہ عدیل شاہ سے بات کر کے اس سے پوچھنا چاہتی تھی کہ پاکیزہ بیگم اتنی صبح آخر کس مقصد کے تحت یہاں آئی ہیں۔ عزرا بیگم کے سامنے سے گزرتے وہ تیز تیز قدموں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ اس کا موبائل اوپر کمرے میں تھا۔ اسی لیے وہ عدیل شاہ کو کال کرنے کی غرض سے اوپر کمرے میں جارہی تھی۔ "اسے کیا ہوا؟؟ عزرا بیگم ہے حیرت سے اس کی پھرتیاں دیکھتے نا سمجھی سے اس کی پشت کو دیکھا۔ جس طرح وہ گئی تھی عزرا بیگم کو وہ بہت پریشان سی لگی تھی۔!! " عظمیٰ بیگم اور برہان خان کو کمرے سے نکلتے دیکھ ان کا دھیان ان دونوں کی طرف ہوا۔ "آئیں بھابی وہ کب سے ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہیں۔ عظمیٰ بیگم کی طرف دیکھ کر کہتے وہ

ان دونوں کے ہمراہ ڈرائنگ روم کی طرف بڑھیں۔ بالاج خان بھی انہی کے پیچھے ہو لیا تھا۔ ویسے اسے کوئی انٹرسٹ نہیں تھا لیکن ایسی بھی کیا بات ہے جو پاکیزہ بیگم یہاں آئی ہیں یہ جاننے کا اسے تجسس ہو رہا تھا۔ اسی لیے یہاں چلا آیا۔

رائنا خان نے کمرے میں داخل ہوتے پریشانی سے اپنا موبائل اٹھاتے عدیل شاہ کا نمبر ڈائل کیا۔ بیل پوری جا رہی تھی لیکن دوسری طرف سے کوئی بھی فون ریسیو نہیں کر رہا تھا۔۔ "عدیل فون اٹھائیں!! اپنے ناخن چباتے رائنا خان نے ادھر اُدھر چکر لگاتے کہا۔ عدیل شاہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ بیل جا رہی تھی لیکن دوسری طرف سے کوئی بھی نہیں اٹھا رہا تھا۔ اسے اب سہی معنوں میں پریشانی ہونے لگی تھی۔ چھ سے سات مرتبہ ٹرائے کرنے پر بھی کوئی رسپانس نہیں دیا گیا تھا۔۔ غصے سے فون بیڈ پر پٹختے رائنا خان اپنا سر تھامتے بیڈ پر بیٹھی۔ اب جو بھی ہونا تھا اسے اکیلے ہی فیس کرنا تھا۔ اس کے دل میں دعا تھی کہ بس کچھ بھی برا نا ہو!!

جی بولیں بھابی کوئی کام تھا کیا آپ کو ہم سے ؟؟ عظمیٰ خان نے مسکراتے اپنے" سامنے بیٹھی پاکیزہ بیگم سے استفسار کیا۔۔داجان بھی ڈرائنگ روم میں آچکے تھے۔ ایک طرف بیٹھے وہ خود بھی پاکیزہ بیگم کے جواب کے منتظر تھے۔۔"جی بس ایک بہت ضروری بات آپ لوگوں کے کانوں میں ڈالنی تھی۔۔پاکیزہ بیگم نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "جی جی بولیں!! جواب برہان خان کی طرف سے آیا تھا۔ "دیکھیں بھئی میں کرتی ہوں سیدھی اور کھری بات۔کوئی جھوٹ بولنے کی عادت نہیں ہے میری۔اگر آپ لوگوں نے بیٹیاں پیدا کر ہی لی تھیں تو اُن کی حفاظت بھی کرنی چاہیے تھی۔!! پاکیزہ بیگم نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ان کے مقابل بیٹھے تمام لوگوں کی مسکراہٹ پل میں سمٹی تھی۔یہ بھی یہاں انہیں فائزہ کا طعنہ دینے آگئی تھیں۔ان سب کو جیسے شاہ ولا کے لوگوں سے یہ اُمید نہیں تھی۔!! عظمیٰ خان نے نم آنکھوں سے برہان خان لیے طرف دیکھا۔اب تو دن رات سارے خاندان والوں سے ان لوگوں کو یہی باتیں سننے کو ملتی تھیں۔۔"دیکھیں بہن!! میری بیٹی کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ اس کی بدقسمتی تھی۔اور حادثہ تو کسی کے

ساتھ بھی ہو سکتا ہے۔ خدانہ کرے کسی اور کی بیٹی پر اتنا برا وقت آئے۔ جتنا دکھ ہماری فائزہ نے جھیلا ہے۔ برہان خان نے زمین پر نظریں جمائے شکستہ سے لہجے میں بات کا آغاز کیا۔ فائزہ شاہ کے ذکر پر خود بخود ان کر کندھے جھک جاتے تھے۔ بالاج خان نے ایک طرف بیٹھا جبڑے بھینچے پاکیزہ بیگم کی بات کو ہضم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے ان کی بات سے نجانے کیوں ماورا جمیل یاد آئی تھی۔ اور اس کے غصے میں مزید اضافہ ہو چکا تھا۔ ابھی جس طرح وہ یہاں بیٹھا یہ تو وہی جانتا تھا۔۔

"میں آپ کی بڑی بیٹی کی نہیں آپ کی چھوٹی بیٹی کی بات کر رہی ہوں۔ بڑی نے تو ماشاءاللہ پورا پورا چاند چڑھایا تھا۔ چھوٹی بھی اس سے کم نہیں نکلی۔۔ نہایت کڑوے الفاظ کہتی وہ عظمیٰ خان اور برہان خان کو ایک نئی مشکل میں ڈال گئی تھیں۔ اب رائنا نے ایسا کیا کر دیا تھا جو یہ اس کی شکایت لے کر گھر آئیں تھیں۔۔ "پہلی بات دوبارہ میں فائزہ کے خلاف ایک لفظ نہیں سنوں گا۔ اور دوسری بات سیدھی طرح بات کریں۔ ایسے پہیلیاں مت بھجائے!! بالاج خان نے سرخ چہرے کے ساتھ ضبط سے پاکیزہ بیگم کی طرف دیکھتے کہا۔ وہ اس کی بہنوں کے بارے میں بکواس کر

رہی تھیں۔ "ارے جاؤ برخوردار!! اتنی تمہاری غیرت جاگ رہی ہے تو پہلے اپنی بہنوں پر نظر رکھتے تاکہ ہمیں بولنے کا موقع ہی نہیں ملتا۔۔ مقابل بھی پاکیزہ بیگم تھیں۔ بھلا وہ کیسے اس کی باتیں برداشت کر سکتی تھیں۔۔ "بالاج تم چپ رہو۔ بڑوں کے بیچ میں مت بولنا اب!! اور آپ بہن سیدھی طرح بتائیں آخر ہوا کیا ہے؟ ہماری رائنا سے کوئی غلطی ہوئی ہے کیا؟؟ برہان خان نے بالاج کو چپ کرواتے پاکیزہ بیگم کی طرف دیکھتے ابان سے استفسار کیا۔۔ "غلطی؟؟ دھوکہ دیا ہے آپ کی بیٹی نے آپ لوگوں کو۔ میرے بیٹے کو اپنی خوبصورتی کے جال میں پھنسا کر وہ میرے ہی خلاف کر رہی ہے۔ اور آپ لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ ارے بہن کچھ اچھی تربیت ہی کر لیتی آپ اپنی بیٹیوں کی۔ خدا ایسی بیٹیاں کسی کو بھی نہیں دے۔!! پاکیزہ بیگم نے زہر اُگلتے ان سب کے چہرے سرخ کر دیے تھے۔ وہ کڑوے لہجے میں ایسے الفاظ کہہ رہی تھیں جو سیدھا ان کے سامنے بیٹھے بے بس ماں باپ کے دل میں پیوست ہو رہے تھے۔۔ "میری بیٹی ایسی نہیں ہے۔ آپ کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے!! عظمیٰ بیگم نے گھٹی گھٹی آواز میں رائنا

کے حق میں صفائی دینی چاہی۔!! "ایسی نہیں وہ ویسی بھی ہے۔ میرے بیٹے سے چھپ کر نکاح کر چکی ہے وہ۔ بھئی مجھے تو لگا تھا بچی ہے معصوم سی ہو گی۔ لیکن اس معصوم چہرے کے پیچھے اتنا شاطر پن!! توبہ توبہ!! نجانے ایسا کیا گھول کر پلا دیا میرے بیٹے کو جو اسے ساری دنیا میں اس کے علاوہ اور کوئی نظر ہی نہیں آرہا۔!! دانت پیس کر کہتی وہ پورے خان ولا کی چھت اپنے مقابل بیٹھے لوگوں پر گرا چکی تھیں۔۔ برہان خان سمیت داجی اور باقی سب کے دل ایک لمحے کے لیے سکڑ سے گئے تھے۔ یہ جو بات پاکیزہ بیگم نے کہی تھی یہ چھوٹی تو ہر گز بھی نہیں تھی۔ بہت بڑا دعویٰ کر چکی تھیں وہ۔۔ بالاج خان پتھرائی آنکھوں سے پاکیزہ بیگم کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔۔ "ایک اور بدنامی!! پھر سے وہی طعنے وہی الفاظ!! ایک مرتبہ پھر ان لوگوں کی عزت خاک میں مل چکی تھی۔!! "آ۔۔آپ کو پتہ ہے آپ کیا کہہ رہی ہیں!! عظمیٰ بیگم اور باقی سب کو سٹل دیکھتے عزرا خان نے ہمت کرتے پاکیزہ بیگم سے پوچھا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا انہیں غلط انفارمیشن دی گئی ہو۔۔ "اچھے سے پتہ ہے مجھے۔ یہ دیکھیں ثبوت بھی ہی میرے پاس!! پاکیزہ بیگم نے کہتے اپنے پرس سے

ایک کاغذ کا ٹکڑا نکالا۔ اسے عزرا بیگم کے ہاتھ میں تھماتے وہ واپس سے صوفے پر بیٹھ چکی تھیں۔ عزرا بیگم نے ایک نظر کاغذ کو دیکھتے بے ساختہ ہی اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ یہ عدیل شاہ اور رائنا خان کا نکاح نامہ تھا۔۔ جو آج صبح ہی پاکیزہ بیگم نے عدیل شاہ کے سارے کمرے کو اُلٹ پلٹ کر کے بڑی مشکل سے ڈھونڈا تھا۔ صرف ایک پاکیزہ بیگم ہی تھیں جنہیں عدیل شاہ کے ہر لاکر کا پاسورڈ پتہ تھا۔ اور اسی بات کا فائدہ اٹھاتے وہ صبح صبح ہی عدیل شاہ کے کمرے میں پہنچ گئی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ نکاح نامہ عدیل شاہ کے پاس ہی ہو گا۔ اور ان کی اُمید ضائع نہیں گئی تھی۔ نکاح نامہ عدیل شاہ کے لاکر میں ہی موجود تھا۔ بہت سمبھال کر کسی قیمتی چیز کی طرح رکھا گیا تھا اسے۔!! عظمیٰ خان نے عزرا بیگم کے چہرے کے تاثرات دیکھتے ان کے ہاتھ سے نکاح نامہ لیا۔ برہان خان اور عظمیٰ بیگم نکاح نامہ دیکھتے جیسے زمین میں گڑھنے والے ہو رہے تھے۔ برہان خان کے جھکے ہوئے کندھے مزید جھکے۔ اچانک ہی ان کے بائیں طرف دل میں درد شروع ہونے لگا تھا۔ پہلے کیا وہ لوگ کم بدنام تھے جو اب رائنا نے بھی ان کے چہرے پر کالک مل دی تھی۔!!

برہان خان کے ہاتھ سے پیپرز چھوٹتے زمین پر گرے۔ ان کے ہاتھوں نے ان معمولی سے کاغذوں کا بوجھ اٹھانے سے منع کر دیا تھا۔ اپنے بائیں طرف سینے کو رب کرتے برہان خان نے نڈھال سے انداز میں صوفے سے ٹیک لگائی۔ عظمیٰ خان پر تو خود سکتہ طاری تھا۔ وہ برہان خان کو کیا ہی سنبھالتی۔ بالاج خان نے ایک نظر اپنے والدین کی طرف دیکھتے زمین سے پیپرز اٹھائے۔ وہ خود شکستہ حالت میں بیٹھا تھا۔ دو دو بہنوں کا غم جھیلنا کوئی آسان بات تو نہیں تھی۔۔ پیپرز اٹھاتے بالاج خان نے لرزتے ہاتھوں سے اسے اپنے سامنے کیا۔ اسے سامنے لیے وہ اچھی طرح پڑھتے جیسے اپنی تسلی کرنا چاہ رہا تھا۔۔ اتنا برا حال اس کا فائزہ خان کی مرتبہ میں نہیں ہوا تھا جتنی تکلیف اس رائنا خان نے پوشیدہ نکاح کے بارے میں پتہ چل کر ہو رہی تھی۔ اس کی چھوٹی سی بہن نادانی میں اپنی زندگی برباد کر چکی تھی۔ آج بالاج خان کا خود کا سر جھک چکا تھا۔ "اب تو یقین ہو گیا آپ لوگوں کو!! اب اگر تھوڑی بہت بھی غیرت باقی ہو آپ لوگوں میں تو برائے مہربانی خلا کے پیپرز میرے بیٹے کے پاس بھجوا دیجئے گا۔ وہ تو لٹو ہوا پڑا ہے آپ کی بیٹی کے پیچھے۔ طلاق تو وہ اسے کسی صورت

دے گا نہیں۔ تو بہتر ہے آپ اپنی بیٹی سے کہہ کر خلا کے پیپرز تیار کروائیں۔۔
پاکیزہ بیگم حتمی انداز میں کہتے صوفے سے کھڑی ہوئیں۔۔انہیں تو کوئی ترس نہیں
آرہا تھا ان لوگوں پر۔ان کی نظر میں ان لوگوں کو اپنی بیٹیوں کی تربیت پر دھیان
دینا چاہیے تھا۔۔ برہان خان کی آنکھوں سے آنسوں برستے ان کے گالوں پر بہہ
رہے تھے۔کچھ ایسا ہی حال عظمیٰ خان کا بھی تھا۔وہ دونوں میاں بیوی اتنے بوڑھے
پہلے نہیں تھے جتنے ان کچھ ہی دنوں میں اولاد کی پریشانیوں کی وجہ سے نظر آنے
لگے تھے۔۔یہ نکاح نامہ نہیں ان دونوں کے لیے جیسے موت کا پیغام تھا۔ بڑی کے
لیے تو پھر وہ لوگ دلیلیں دے سکتے تھے۔ لیکن چھوٹی نے تو خود ہی اپنی زندگی داؤ
پر لگا کر ان لوگوں کو دوسروں کے سامنے شرمندہ کر دیا تھا۔۔ پاکیزہ بیگم ایک
آخری تمسخراتی نظر ان دونوں میاں بیوی پر ڈالتے ڈرائنگ روم سے باہر نکلی۔ وہ
اپنا کام کر چکی تھیں۔انہیں یقین تھا کہ اب یہ لوگ خود ہی خلا کے پیپرز عدیل شاہ
کے پاس بھیج دے گیں۔ان کا مقصد تو پورا ہو چکا تھا۔!! برہان خان نے خود کو
سنبھالتے صوفے سے اٹھتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ بالاج خان کے ہاتھ

سے نکاح کے پیپرز بھی وہ جھپٹنے کے انداز میں لے چکے تھے۔۔ "یا اللہ خیر!!
عظمیٰ خان کے منہ سے بے ساختہ ہی نکلا۔ جس طرح کڑے تیور لیے برہان خان
باہر نکلے تھے عظمیٰ خان کو ڈر تھا وہ کچھ غلط ہی نہ کر بیٹھیں۔۔ داجان اور باقی سب
بھی برہان خان کے پیچھے ہی ڈرائنگ روم سے باہر نکلے۔

برہان خان نے لاؤنج میں آتے رائنا خان کو آواز لگائی۔ وہ بے حد اونچی آواز میں اوپر
سے رائنا کو بلا رہے تھے۔ پاکیزہ بیگم جو دروازے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ برہان
خان کو جارحانہ تیور لیے رائنا کو بلاتے دیکھ وہ بھی واپس سے ان کی طرف مڑی۔۔
اس لڑکی کا تماشا اور وہ نا دیکھیں۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟

رائنا خان جو اندر کمرے میں پریشانی سے بیٹھی بار بار عدیل شاہ کا نمبر ڈائل کر رہی
تھی۔ باہر سے برہان خان کی چنگاڑھتی آواز سنتے اپنی جگہ سے اچھلی۔ آواز اتنی تیز
تھی جیسے کوئی بہت غصے میں دھاڑتے ہوئے اس کا نام پکار رہا ہو۔۔ کسی انجانے

خدشے سے اس کا دل بہت زوروں سے دھڑک رہا تھا۔ صبح صبح بیٹھے بیٹھے مصیبت ان کے سر پر آگئی تھی۔اس نے لرزتے ہاتھوں سے ایک مرتبہ پھر عدیل شاہ کا نمبر ٹرائے کیا۔اور اس مرتبہ تو حد ہی ہو گئی تھی۔ نمبر آف جا رہا تھا۔۔ رائنا خان نے خوف سے ایک مرتبہ دروازے کو دیکھا۔ نیچے سے ابھی تک برہان خان کی آواز آرہی تھی۔۔ دوسرے لمحے وہ اپنے لٹھے کی مانند سفید چہرے پر ہاتھ پھیرتے کانپتے ہوئے کمرے سے باہر نکلی۔ موبائل اس کے ہات میں ہی تھا۔اگر وہ نیچے نہیں جاتی تو یقیناً برہان خان نے اوپر ہی آجانا تھا۔اسی لیے اس نے نیچے جانا ہی مناسب سمجھا۔ اب جو ہوتا دیکھا جاتا۔

نیچے آوازیں سنتے باقی سب بھی اکٹھا ہونا شروع ہو چکے تھے۔۔ سب ہی اپنے اپنے کمروں سے نکلتے برہان خان کو دیکھ رہے تھے۔ جو سیڑھیوں کے پاس کھڑے بڑی طرح دھاڑتے ہوئے رائنا خان کو اوپر سے بلا رہے تھے۔۔ درفشاں اور آبان خان بھی ایک طرف کھڑے انہی کو دیکھ رہے تھے۔ ابھی انہیں پتہ نہیں تھا کہ ہوا کیا

ہے۔۔ رائنا خان لرزتے قدموں کے ساتھ سیڑھیوں سے نیچے اتری۔ اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے بہت نمایاں تھے۔!! "اِدھر آؤ!! ابھی دو تین سیڑھیاں رہتی تھیں اسے نیچے اترنے میں کہ اس سے پہلے ہی برہان خان نے اسے بازو سے پکڑتے زور سے کھینچا۔ رائنا خان بری طرح گرتے گرتے بچی تھی۔۔ اس کے جسم کی کپکپاہٹ میں مزید اضافہ ہوا۔ سارے خدشے درست ثابت ہو چکے تھے۔۔ اسے جو لگ رہا تھا برہان خان کے ہاتھ میں پیپرز دیکھتے وہ جان گئی تھی کہ یہی ہوا ہے۔ عدیل شاہ اسے دھوکہ دے چکا تھا۔ اپنی ماں کے ہاتھ اس کے گھر والوں کے پاس نکاح نامہ بھیج کر وہ اسے اس کے والدین کی نظروں میں گرا گیا تھا۔ ایسا رائنا خان کو لگتا تھا!! "کیا یہ سچ ہے؟؟ برہان خان نے نکاح کے پیپرز اس کے منہ پر مارتے دھاڑتے ہوئے پوچھا۔ جس طرح مقابل لرز رہی تھی انہیں یقین ہو چکا تھا کہ یہ سچ ہی ہے۔ رائنا خان نے واقعی میں ان سب کی آنکھوں میں دھول جھونکی تھی۔۔ پیپرز رائنا کے منہ پر لگتے زمین بوس ہوئے۔ رائنا خان کے کانپنے اور رونے میں مزید اضافہ ہوا۔ وہ نظریں جھکائے کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ "بتاؤ یہ سچ

ہے یا نہیں؟؟ کہہ دو رائنا کہ یہ جھوٹ ہے۔۔اسے بلکل خاموش دیکھ عظمیٰ خان نے روتے ہوئے اسے بازو سے پکڑتے جھنجھوڑا۔ وہ بس اس کے منہ سے نہ سننا چاہتی تھیں۔ انہوں نے یہ تربیت تو نہیں کی تھی اپنی بیٹیوں کی۔!! "مجھ سے غلطی ہو گئی ماما!! رائنا خان نے بھیگی سی آواز میں نظریں جھکائے اپنی غلطی کا اعتراف کیا۔ وہ ان سب کی آخری امید پر بھی پانی پھیر گئی تھی۔۔ بالاج خان نے کرب سے اپنی آنکھیں میچی۔ آخر سب کچھ اس کی بہنوں کے ساتھ ہی کیوں ہونا ہوتا ہے۔۔ جبکہ پاکیزہ بیگم کھڑی تمسخراتی نظروں سے رائنا خان کو دیکھ رہی تھیں۔ انہیں زہر لگ رہی تھی یہ لڑکی۔ جس کی وجہ سے ان کا بیٹا ان کے مقابل کھڑا ہو گیا تھا۔ ان کی آنکھوں میں اپنی فتح کی خوشی تھی۔ اور ساتھ ہلکا سا غرور بھی۔۔!! برہان خان نے اس کے منہ سے اعتراف سنتے ایک زوردار تماچہ اس کے منہ پر جڑا۔ تھپڑ اتنا جاندار تھا کہ رائنا خان بے ساختہ ہی بری طرح زمین بوس ہوئی۔۔ برہان خان نے اپنا پورا زور لگا کر تھپڑ مارا تھا۔ اور شاید ہی یہ زندگی میں پہلی مرتبہ انہوں نے بیٹی ذات پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ سارے دم سادھے تماشہ دیکھنے میں

مصروف تھے۔۔ صبح صبح خان ولا پر جیسے قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ "ارے اس سے تو بہتر تھا تم مر جاتی۔ شرمندہ ہوں میں کہ میں تم جیسی اولاد کا باپ ہوں!! برہان خان نے اپنا سر پیٹتے روتے ہوئے بہت بڑی بات کی۔ وہ رائنا خان کا دل ٹکڑوں میں تقسیم کر گئے تھے۔ اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ صرف اپنی محبت کو حاصل کرنے کی اسے اتنی بڑی سزا ملے گی۔!! کوئی بھی اسے زمین سے اٹھانے آگے نہیں بڑھا تھا۔ ان کی نظر میں یہی انجام تھا رائنا خان کا جو ان سب کی عزت خاک میں ملا چکی تھی۔ برہان خان طیش کے مارے زمین پر پڑی رائنا کی طرف بڑھے۔ ان کا بس نہیں تھا کہ اسے جان سے مار دیں۔ انہیں تو اُمید بھی نہیں تھی کہ کبھی یہ دن بھی دیکھنا پڑے گا۔۔ وہ اس کی طرف بڑھ کر زمین پر بیٹھتے اسے گلے سے پکڑ چکے تھے۔ رائنا خان کی چیخ بے ساختہ تھی۔ برہان خان بہت بے دردی سے اسے گلے سے جکڑے ہوئے تھے۔!! "تائی امی روکیں تایا ابو کو۔۔ رائنا مر جائے گی پلیز آپ روکے انہیں!! زار اخان جو کب سے چپ چاپ کھڑی تھی برہان خان کو جارحانہ طریقے سے رائنا خان کا گلا پکڑے دیکھ وہ عظمیٰ بیگم کا بازو ہلاتے چیخی۔، "اچھا ہے مر جانے

دواسے۔ یہ سب کچھ اسے ہماری عزتوں کو داغدار کرنے سے پہلے سوچنا چاہئے تھا۔ پہلے کیا فائزہ کی وجہ سے ہم لوگ کم تکلیف میں تھے جواب اس میں بھی کسر پوری کر دی۔!! اپنا بازو اس کے نازک سے ہاتھوں سے چھڑواتے عظمیٰ بیگم اس سے زیادہ بلند آواز میں چیخی تھی۔ وہ تو اس لمحے کو پچھتا رہی تھیں جب انہوں نے اپنے ہاتھوں سے بیٹیوں کو پال پوس کر بڑا کیا تھا۔۔ رائنا خان کو سانس لینے میں مشکل ہونے لگی تھی۔ اس کی آنکھیں پوری کی پوری باہر اُبل آئی تھیں۔ برہان خان کے ہاتھوں پر اپنے بے جان سے ہاتھ رکھے وہ کمزور سی مزاحمت کر رہی تھی۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں تھا۔ برہان خان کی پکڑ بہت مضبوط تھی۔۔ اس کا چہرہ پیلا زرد ہو چکا تھا۔ جبکہ آنکھوں سے برسات ابھی تک جاری تھی۔۔

راحیل خان جو زارا سے ملنے کی خاطر اتنے عرصے بعد گھر میں چکر لگا رہا تھا۔ پاکیزہ" بیگم کو دروازے میں کھڑے دیکھ اس نے تعجب سے انہیں دیکھا۔ وہ یہاں کیا کر رہی تھیں اور وہ بھی دروازے میں؟ اسے کچھ سمجھ نہیں لگی تھی۔۔ ایک نظر پاکیزہ بیگم کو دیکھتے راحیل خان گھر کے اندر داخل ہوا۔ لیکن تھوڑا آگے آتے ہی اس کے

قدم رکے۔۔ سامنے لاؤنج میں ہی تو تماشہ لگا ہوا تھا۔ برہان خان زمین پر بیٹھے خون اُتری آنکھوں سے رائنا خان کو گلے سے تھامے ہوئے تھے۔ جبکہ باقی سب ارد گرد کھڑے خاموشی سے تماشہ دیکھنے میں مصروف تھے۔ کوئی بھی اسے بچانے کے لیے آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔۔ وہ دور سے دیکھ کے بھی بتا سکتا تھا کہ رائنا خان کی کسی بھی لمحے سانسیں رکنے والی ہیں۔!! دوسرے ہی لمحے راحیل خان تقریباً بھاگتے ہوئے برہان خان کی طرف بڑھا۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ کیا ہوا ہے، کیا نہیں!! اسے بس برہان خان کو اپنی ہی بیٹی کا قتل کرنے سے بچانا تھا۔ کیونکہ وہ اپنے سینے میں دل رکھتا تھا۔ باقی سب کی طرح پتھر نہیں تھا اس کے سینے میں!! برہان خان کی طرف بڑھتے اس نے انہیں کندھے سے پکڑتے پیچھے کرنا چاہا۔ "تایا ابو چھوڑیں اسے۔ مر جائے گی وہ!! خدا کے لیے چھوڑ دیں اسے۔!! راحیل خان نے اپنا پورا زور لگاتے رائنا خان کی گردن ان کے ہاتھوں کی گرفت سے آزاد کروانی چاہی۔۔ اور وہ اس میں تھوڑا بہت کامیاب بھی ہوا تھا۔ برہان خان کی گرفت ہلکی سی کمزور پڑی تھی۔ اور اسی کا فائدہ اٹھاتے راحیل خان نے رائنا کو بازو سے پکڑتے

اپنی طرف کھینچا۔۔رائناخان ایک جھٹکے سے اس کی طرف سرکی تھی۔ برہان خان کے ہاتھ خالی رہ گئے تھے۔۔راحیل خان نے رائنا کو بازو سے پکڑتے زمین سے کھڑا کیا۔رائناخان بری طرح کھانستے ہوئے پیلے زرد چہرے کے ساتھ راحیل خان کے رحم وکرم پر تھی۔اس کا پورا جسم بری طرح شدت سے کانپ رہا تھا۔۔راحیل خان نے ایک افسوس بھری نظر برہان خان اور باقی سب پر ڈالتے رائناخان کو اپنے حصار میں لیا۔۔ وہ بیچاری تو کھڑی بھی اسی کے آسرے پر تھی۔ اگر راحیل خان اسے چھوڑتا تو وہ کب کی زمین بوس ہو جاتی۔!! "چھوڑو۔۔ چھوڑو اسے!! تمہیں ہمارے گھر کے معاملوں میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ برہان خان نے خود بھی پھولتی سانسوں کے ساتھ دھیمے سے کہتے راحیل خان کو اس سے دور رہنے کا کہا۔ان کا خود کا سانس پھول رہا تھا۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ خود بھی کسی بھی لمحے زمین پر ڈھے جائے گیں۔!! "بس کر دیں تایا ابو!! حد ہوتی ہے ہر چیز کی۔ایسا بھی کیا کر دیا اس نے جو آپ اسے جان سے مارنے پر تلے ہوئے ہیں۔۔ راحیل خان نے برہان خان کی طرف دیکھتے ہولے سے کہا۔رائنا نے کچھ بھی کیا ہو۔کم از کم برہان

خان کو اسے مارنا تو نہیں چاہیے تھا۔ ایسا راحیل خان کو لگتا تھا!! "نکاح کر کے آگئی ہے یہ عدیل سے!! ہمارے سروں میں خاک ڈال دی ہے اس لڑکی نے۔۔ پہلے پورا خاندان ہم پر تھو تھو کر رہا تھا۔ اور اب تو ہمیں کوئی جینے بھی نہیں دے گا۔۔ جواب عظمیٰ بیگم کی طرف سے آیا تھا۔۔ "تو نکاح ہی کیا ہے۔ خدانخواستہ زنا تو نہیں کیا نا کسی کے ساتھ۔۔ بیٹی کی فکر نہیں ہے آپ سب کو۔ لیکن لوگوں کی فکر ہے۔ اولاد چاہے گھٹ گھٹ کر مر جائے۔ آپ لوگ لوگوں کو خوش کریں بس۔ ایک مرتبہ بھی اس سے پوچھا ہے کسی نے کہ کیا پتہ کسی مجبوری میں اس نے یہ قدم اٹھایا ہو!! لیکن نہیں مجھے یقین ہے یہ تو کسی نے نہیں پوچھا ہوگا۔ اپنی غیرت دکھانے کے لیے مارنے پہنچ گئے بس اسے۔!! نہایت افسردہ لہجے میں کہتے راحیل خان نے ان کی آنکھیں کھولی۔ اس کا دل ان سب کی عقلوں پر ماتم کرنے کا کر رہا تھا۔۔ "کوئی مجبوری نہیں تھی۔ بس میرے بیٹے کو میرے خلاف کرنا تھا اس لڑکی نے جو یہ کر چکی ہے۔ امیر لڑکا دیکھا نہیں اور آجاتی ہیں رال ٹپکانے۔۔ پاکیزہ بیگم تماشہ ختم ہوتے دیکھ بیچ میں کودی۔ راحیل خان کی طرف دیکھتے وہ ہاتھ نچا نچا کر کہہ رہی

تھیں۔۔ "آپ ہمارے گھر کے معاملے سے دور رہیں۔ جو آگ آپ نے لگانی تھی وہ آپ لگا چکی ہیں۔ دوبارہ بہتر ہو گا اس گھر میں اپنی منحوسیت لے کر مت آیئے گا۔ کیونکہ آپ کے آنے پر ہوتا فساد میں دیکھ چکا ہوں۔ اور دوسری بات رائنا خان کے خود کے چار چار بھائیوں کے پاس اتنا پیسہ ہے کہ وہ اس شہر کو خرید سکتے ہیں۔ اسے کسی بھی اور لڑکے کے پیسوں کی ضرورت نہیں ہے۔۔ بہتر ہو گا اب آپ یہاں سے چلی جائیں۔۔ مقابل بھی پھر راحیل خان تھا۔ سختی سے انگلی اٹھا کر کہتے وہ ان بولتی بند کروا گیا تھا۔۔ پاکیزہ بیگم نے جلتے کڑھتے قہر بار نظروں سے رائنا خان کی طرف دیکھا۔ جو راحیل خان کے حصار میں کھڑی ابھی تک بری طرح کانپ رہی تھی۔ وہ شدید روتے ہوئے راحیل خان کی شرٹ مٹھیوں میں جکڑے بمشکل ہی اپنے قدموں پر کھڑی تھی۔۔

خلع کے پیپرز آپ کے گھر پہنچ جائے گیں۔ بہتر یہی ہے کہ اب آپ یہاں سے " چلی جائیں۔ اپنی بیٹی کی طرف سے میں ہاتھ جوڑ کر آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ وہ نادان ہے۔ ہو سکے تو اسے معاف کر دیجئے گا۔!! برہان خان نے لڑکھڑاتے

قدموں سے پاکیزہ بیگم کی طرف جاتے ان کے آگے ہاتھ جوڑے۔ذات کا غرور تو خاک میں مل ہی چکا تھا۔ اب لوگوں کے سامنے ہاتھ جوڑنے میں بھلا کیسی قباحت!!"ہنہہ!!اچھا یہی ہو گا آپ سب کے لیے۔آج شام تک خلا کے پیپرز میرے گھر پہنچ جانے چاہیے۔اور بہتر ہو گا اپنی بیٹی سے کہیں کہ میرے بیٹے سے ہر طرح کا رابطہ ختم کرے۔ دوبارہ میں اس کا سایہ بھی اپنے بیٹے کی زندگی میں برداشت نہیں کروں گی۔۔ایک آخری نظر رائنا خان پر ڈال کر سختی سے کہتے پاکیزہ بیگم گھر سے باہر نکلی!!جاتے جاتے وہ اسے تنبیہ کرنا بلکل بھی نہیں بھولی تھیں۔۔

بالاج خان نے آگے بڑھتے برہان خان کو جلدی سے تھاما۔جو ابھی زمین پر گرنے ہی لگے تھے کہ بالاج خان وقتی طور پر انہیں سہارا دے چکا تھا۔۔"چھوڑ دو مجھے بالاج!!زندگی میں اب مزید کچھ میں نہیں دیکھ سکتا۔اچھا ہے موت آجائے تو جان چھوٹے اس جھنجھٹ سے۔۔ لرزتے ہاتھوں سے بالاج خان کے ہاتھ ہٹانے کی کوشش کرتے برہان خان نے بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ آخری جملے ادا کئے۔ان

کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ شاید وہ بے ہوش ہو رہے تھے۔۔اور اگلے ہی لمحے وہ بالاج خان کے بازوں میں ہی جھول گئے تھے۔" بابا آنکھیں کھولیں!! بالاج خان نے حواس باختہ ہوتے انہیں بمشکل ہی گرنے سے سنبھالا۔۔ آبان خان بروقت آگے آتے دوسری طرف سے انہیں سہارا دے گیا تھا۔ آبان خان اور بالاج خان نے ملتے برہان خان کو اٹھاتے صوفے پر لٹایا۔

زارا اسے اندر لے کر جاؤ!! راحیل خان نے نرمی سے رائنا کو خود سے الگ کرتے" زارا کو مخاطب کیا جو سامنے کھڑی روتے ہوئے اپنے بھائی کو ہی دیکھ رہی تھی۔!! آہستہ سے راحیل خان کی طرف بڑھتے اس نے رائنا خان کو بازو سے تھاما۔۔"کچھ نہیں ہوا میرا بچہ!! ایٹ لیسٹ تم تو ہمت رکھو!! زارا خان کے آنسوں صاف کرتے راحیل خان نے نرمی سے اس کے بالوں پر لب رکھتے جیسے اسے ہمت دینی چاہی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا اس کی بہن کا دل کتنا چھوٹا ہے۔۔ زارا نے محض ہاں میں سر ہلایا۔ اور پھر وہ رائنا خان کو بازو سے تھامتے اوپر کی طرف بڑھ گئی تھی۔۔ در

فشاں بھی اس کے ساتھ ہی رائنا خان کو لیے اوپر کی طرف بڑھی۔اسے تو ابھی تک !!یقین ہی نہیں آرہا تھا کہ یہ سارا فساد اس کی اپنی پھوپھو کروا کر گئی ہیں

راحیل خان نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے اپنی جیب سے فون نکالا۔اس کا ارادہ ڈاکٹر کو کال کرنے کا تھا۔ برہان خان کی طبیعت واقعی بہت خراب تھی۔ جس طرح وہ کھڑے تھے تبھی راحیل خان کو لگ رہا تھا کہ وہ کسی بھی لمحے زمین پر گر جائے گیں۔ اور وہی ہوا تھا۔۔گھر کے فیملی ڈاکٹر کو کال ملاتے راحیل خان نے انہیں یہاں بلایا۔ اتنا تو سب کو پتہ تھا کہ برہان خان محض بے ہوش ہوئے ہیں۔!! "آبان چھوڑو اسے ڈاکٹر دیکھ لے گا۔ تم جا کر خلا کے پیپرز تیار کروائو۔۔آبان خان جو صوفے پر ہی برہان خان کے پاس بیٹھا ان کے ہاتھ رب کر رہا تھا۔داجی کی آواز اپنے کانوں میں سنتے اس کے ہاتھ رکے۔ "تھوڑی دیر رک جائیں داجی!! چاچو کی طبیعت تو سمبھل جانے دیں۔ پھر یہ جو فیصلہ کرے گیں ہم سب بھی وہی کر لے گیں۔۔داجان کی طرف دیکھتے آبان خان نے سنجیدگی سے کہا۔اب یہ زیادہ ہو رہا

تھا۔۔ "کیا فیصلہ کرے گا اب یہ!! پہلے اس کی اولاد کی خاطر ہم سب اتنی بدنامی سہہ رہے ہیں کیا کافی نہیں ہے۔ میں ایک نہیں سنوں گا اب تم میں سے کسی کی بھی۔ اٹھو یہاں سے اور جا کر کسی اچھے سے وکیل کا بندوبست کرو۔۔ داجان دبی دبی آواز میں چیخے تھے۔ وہ عاجز آ چکے تھے ہر روز کے نئے تماشے سے۔ سارا خاندان ان لوگوں کے خلاف تھا۔ مزید بدنامی وہ اپنے سر نہیں لے سکتے تھے۔۔ "بس کر دیں داجی!! پہلے رائنا سے تو پوچھ لیا وہ خلا چاہتی بھی ہے یا نہیں!! آپ سب آخر کیوں اپنی مرضی تھوپنے پر لگے ہوئے ہیں؟؟ تف ہے آپ سب کی عقلوں پر۔۔ راحیل خان نے افسردہ سے انداز میں کہتے رائنا کی سائڈ لی۔ اسے حیرت ہو رہی تھی اپنے گھر والوں کے جہالت پنے پر۔ حالانکہ یہاں موجود ہر شخص پڑھا لکھا تھا۔ لیکن پھر بھی اولاد کے حقوق میں زیادتی کی جا رہی تھی۔۔ "تم چپ رہو۔ اپنا منہ بند ہی رکھا کرو تم تو بہتر ہے۔ جیسے تم خود ناجائز ہو بلکل ویسے ہی تمہارے مشورے!! شدید غصے کے عالم میں داجان دھاڑے تھے۔ وہ یہ بھی بھول چکے تھے کہ وہ بول کیا رہے ہیں۔۔ "داجان سوچ سمجھ کر بولیں!! آبان خان نے داجان کو گھورتے بہت

مشکل سے اپنے لہجے کو دھیما رکھتے کہا۔ کبھی کبھی بڑے بھی ایسی باتیں کر جاتے ہیں کہ ان کے سامنے اپنی آواز کو نیچا رکھنا بہت مشکل کام بن جاتا ہے۔۔ راحیل خان نیچے منہ کرتے ہلکا سا مسکرایا۔ آخر کار سچ داجان کی زبان پر آ ہی گیا تھا۔۔ بلکہ نہیں سچ نہیں!! غلط فہمی۔ وہ حقیقت سے اچھے سے واقف تھا۔ اور یہ بھی راحیل خان کو یقین تھا کہ وہ ناجائز نہیں ہے۔ ناجائز اولاد حنان لغاری تھا۔۔ صرف وہی نہیں وہاں موجود بالاج خان، اکثم خان اور آبان سب ہی جانتے تھے کہ راحیل خان ناجائز نہیں ہے۔ لیکن ان بزرگوں کو کون سمجھائے بھلا!! "چھوڑ دے آبان!! رہنے دے۔ کرو تم لوگ جو مرضی!! بلکہ ایک کام کرو سب رائنا کو سڑک پر کھڑا کر کے پھانسی پر چڑھا دو۔ آخر نکاح جیسا عظیم گناہ سرانجام دیا ہے اس نے!! آبان خان کو کچھ بولتے دیکھ راحیل خان نے بیچ میں ہی اسے ٹوکا۔ آخر میں اس نے داجان کی طرف دیکھتے طنز کیا تھا۔۔ "ہم نے جو کرنا ہو گا کر لے گیں۔ تم نکلو پہلے یہاں سے!! داجان نے انگلی سے باہر کی طرف اشارہ کرتے اسے باہر نکلنے کو کہا۔ نجانے کیوں اس شخص کو اپنی عزت پیاری نہیں تھی جو منہ اٹھا کر بار بار

یہاں چلا آتا تھا۔۔راحیل خان نے ایک نظر آبان کی طرف دیکھتے اپنے قدم اسی کی جانب بڑھائے۔اسے آبان خان سے ایک بات کرنی تھی۔۔"اگر رائنا کو کچھ ہوا تو، تو میرے ہاتھوں مرے گا۔عدیل سے بات کر۔اسے ساری سچویشن بتا اور پھر جیسا عدیل اور رائنا چاہے گیں تو بلکل ویسے ہی کرے گا۔بھاڑ میں جائیں یہ ڈھونگ کے بڑے!! تو اس معاملے کو انسانوں کی طرح سب کو سمجھا کر خود سولو کر۔ورنہ میری شکل نا دیکھنا ساری زندگی!! آبان خان کی طرف بڑھتے راحیل خان نے بہت دھیمے سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔اس کی آواز اتنی تھی کہ صرف آبان خان ہی سن سکے۔۔آبان خان نے گھور کر اس منحوس کو دیکھا جو کوئی موقع نہیں جانے دیتا تھا اسے بلیک میل کرنے کا۔۔اپنے پسندیدہ ہونے کا وہ بھرپور فائدہ اٹھاتا تھا۔۔"دفعہ ہو!! جیسا تو کہہ رہا ہے ویسے ہی ہوگا۔اب نکل جا یہاں سے اور شرافت کے ساتھ کل آفس میں مل مجھے۔۔آبان خان نے جلتے کڑھتے اس کے کان میں بھی اسی طرح سرگوشی کی۔وہ ایک مرتبہ کہتے ہی مان گیا تھا۔۔"شکریہ میرے بھائی!! خدا تجھے ہمیشہ خوش رکھے!! راحیل خان نے مسکرا کر کہتے اپنے

قدم باہر کی جانب بڑھائے۔۔وہ یہاں صرف زارا کی خاطر آیا تھا۔ورنہ اسے خود کو بھی کوئی شوق نہیں تھا خان ولا کے لوگوں کے منہ لگنے کا۔۔

پیچھے ڈاکٹر بھی آتے برہان خان کا علاج کر رہے تھے۔۔آبان خان اور بالاج خان انہی کے پاس کھڑے تھے۔جبکہ داجان اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔۔

Episode : 56

خان ولا میں اس وقت ایک عجب سا سکوت چھایا ہوا تھا۔ ہر کوئی خاموشی سے لاؤنج میں بیٹھا مسئلے کا حل ڈھونڈنے میں مگن تھا۔ رائنا خان اس کے بعد نیچے نہیں آئی تھی۔ کسی نے بھی اسے نیچے آنے ہی نہیں دیا تھا۔۔ برہان خان کو بھی ڈاکٹر ٹینشن سے دور رکھنے کا کہتے جا چکے تھے۔ انہیں ایک مائنر سا ہرٹ اٹیک آیا تھا۔ باقی وہ ٹھیک تھے۔ ڈاکٹر کے جانے کے ایک گھنٹے بعد ہی انہیں ہوش آگیا تھا۔ ابھی بھی صوفے پر ایک طرف زمین پر نظریں جمائے بیٹھے وہ کسی گہری سوچ کا شکار نظر آرہے تھے۔۔ دا جان نے بارہا آبان خان سے کہا تھا کہ خلا کے پیپرز بنوانے چلا جائے۔ لیکن آبان خان تھا کہ اپنی جگہ سے ٹس سے مس ہونے کا بھی نام نہیں لے رہا تھا۔ وہ ایک طرف صوفے پر بیٹھا اپنے موبائل میں مصروف تھا۔۔ درحقیقت تو وہ عدیل شاہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو کہ اتنی کوششوں کے باوجود بھی ہونے میں نہیں آرہا تھا۔ اب تک بے شمار ہی کالز تھیں جو وہ اسے کر چکا تھا۔۔

لیکن کبھی نمبر ہی آف ملتا تو کبھی آن ہو کر پُوری پوری بیل چلی جاتی، مگر آگے سے کوئی بھی کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔ نجانے کیا مسئلہ تھا!!

بالاج خان جو کافی دیر کا گھر سے نکلا ہوا تھا دروازے سے واپس سے اندر داخل ہوا۔۔ آبان خان کی اچانک ہی نظر اٹھتے سامنے گئی تھی جہاں بالاج خان دروازے سے داخل ہوتا اسی طرف آرہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چند پیپرز تھے۔ اور آبان خان دور سے بھی دیکھ کر بتا سکتا تھا کہ یہ کس چیز کے پیپرز ہیں!! پہلی نظر کاغذات پر اور پھر دوسری قہر برساتی نظر آبان خان نے بالاج خان کے چہرے پر ڈالی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر اس شخص کو جلدی کیا ہے۔ بھلا اپنی ہی بہن کو اپنے ہاتھوں سے طلاق کون سا بھائی دلواتا ہے؟؟ بالاج خان خاموشی سے آتا برہان خان کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا۔۔ داجان اور باقی سب بھی یہیں پر موجود تھے۔۔ "بابا خلا کے پیپرز بنوا لیے ہیں میں نے!! رائنا سے کہیں سائن کرے ان پیپرز پر!! عدیل شاہ کے پاس یہ لے کر میں خود جاؤں گا۔۔ بالاج خان نے زمین پر نظریں جمائے

دھیمے سے کہا۔ وہ زندگی میں مر کے بھی یہ کام نہ کرتا اگر پاکیزہ بیگم صبح اتنا تماشہ نہیں لگاتی تو!! اور وہ جانتا تھا کہ اب اگر ان لوگوں نے خلا نہیں لی تو پاکیزہ بیگم کا اگلا وار خاندان کی طرف سے ہوگا۔ ایک بہن بدنام ہو گئی تھی دوسری کو ہوتے ہوئے وہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ حالانکہ دونوں ہی بے قصور تھیں۔ لیکن پھر بھی جتنے منہ اتنی باتیں!! "دکھاؤ!! برہان خان نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے اس کے ہاتھ سے پیپرز لیے۔ ان کے ہاتھوں میں ابھی بھی لرزاہٹ بہت واضح تھی۔ شاید ابھی وہ صحیح سے ٹھیک نہیں ہوئے تھے۔۔ پیپرز کو کھولے وہ خاموشی سے انہیں پڑھنے میں مصروف تھے۔ "چاچو میری بات مانیں تو ایک مرتبہ عدیل کو گھر بلا لیتے ہیں!! ہو سکتا ہے اسے کچھ معلوم ہی نہ ہو!! فائزہ کی مرتبہ میں بھی اس لڑکے نے ہماری بہت مدد کی تھی۔ میں گارنٹی دیتا ہوں وہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ آپ ایک مرتبہ اسے دیکھ تو لیں!! آبان خان نے بے چینی سے آگے ہو کے بیٹھتے انہیں سمجھانا چاہا۔۔ "اتنی جلدی خلا، اسے بھی کچھ تھا جو بہت غلط لگ رہا تھا۔۔ "آبان تم سب کے سب میرے گھر کے معاملات سے دور رہو۔ تم سب کی آج تک جتنی بھی لڑائی ہو جائے

میں کبھی بیچ میں نہیں بولا۔ تو بہتر ہے آج میرے اور میری بیٹی کے بیچ میں بھی کوئی نا بولے۔ میں اسے جان سے مار دوں یا پھر خلا دلوا کے ساری زندگی معذور کر کے گھر میں بٹھا دوں، تم میں سے کوئی بھی کچھ کہنے کا حق نہیں رکھتا۔ برہان خان نے آبان کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے لفظ چبائے۔ وہ اسے اتنے سخت الفاظ کہتے بلکل خاموش کروا چکے تھے۔۔اور ایک یہی چیز تھی جس سے آبان خان کو ڈر لگ رہا تھا۔ اسی لیے وہ رائنا کو بچانے آگے نہیں بڑھا تھا۔ برہان خان نے تب بھی اسے یہی کہہ کر پیچھے کر دینا تھا۔ وہ راحیل خان نہیں تھا جو جلی کٹی بھی سنتا اور سب کی مدد بھی کر دیتا۔!! برہان خان کی نیچر سے وہ واقف تھا۔ نا تو وہ خود کسی کے لڑائی جھگڑے والے معاملات میں بولتے تھے اور نہ ہی اپنے بیچ میں کسی کو آنے دیتے تھے۔ اگر پہلے ان کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو عین ممکن تھا وہ راحیل کو بھی دھکے دے کے گھر سے نکالتے!! "ٹھیک ہے کریں جو مرضی!! اپنے ہاتھوں سے ہی اپنی بیٹی کی زندگی برباد کرے گیں آپ یہ کر کے!! خلا کے پیپرز کی طرف اشارہ کرتے آبان خان نے سنجیدگی سے کہا۔ "میری بیٹی ہے، میں چاہے اس کی زندگی برباد کروں یا

آباد، تم اپنی آنے والی بیٹیوں کی زندگی آباد کر لینا کافی ہو گا!! مستحکم لہجہ، اور سرد تاثرات کے ساتھ کہتے وہ ایک مرتبہ پھر اس کی زبان تالو سے چپکا گئے تھے۔۔

"جیسے آپ لوگوں کی مرضی! میں آئندہ آپ کے گھر کے معاملات میں انٹرفیئر کرنے کی بلکل کوئی کوشش نہیں کروں گا۔۔ آپ کے گھر کے معاملات پر خاصا زور دے کر کہتے وہ صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ برہان خان نے محض ہاں میں سر ہلایا۔ مزید بحث کو وہ نہیں بڑھانا چاہتے تھے۔ اچھا تھا کہ یہ شخص فلحال یہاں سے چلا ہی جاتا۔۔ آبان خان نے ایک آخری نظر ان پر ڈالتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ اس کا ارادہ اب آفس یا پر راحیل خان کے اپارٹمنٹ میں جانے کا تھا۔ تاکہ اسے ساری سچویشن بتا سکے۔ وہ چاہتا تھا کہ راحیل خان اور وہ مل کر ایک مرتبہ عدیل شاہ کے پولیس اسٹیشن چکر لگائیں۔ فون تو وہ اٹھا نہیں رہا تھا، کیا پتہ پولیس اسٹیشن میں ہی مل جاتا۔۔ گھر میں تو اب وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ کسی نا کسی طریقے سے برہان خان رائنا سے سائن کروا لے گیں۔۔ لیکن وہ اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی اپنی بہن ہوتی تو معاملہ کچھ اور ہوتا۔ لیکن

یہاں رائنا خان کا سگا بھائی اور باپ زندہ تھے اس کے فیصلے کرنے کے لئے۔۔اب منہ سے کہہ دینے سے کوئی بہن بن تو نہیں جاتی نا؟؟

برہان خان پیپرز کو پکڑتے صوفے سے کھڑے ہوئے۔ان کا ارادہ اوپر جانے کا تھا۔ تاکہ ان خلا کے پیپرز پر رائنا خان کے دستخط لے سکیں!! جتنی جلدی ہو سکے وہ اس معاملے میں کلوز کرنا چاہتے تھے۔تاکہ ٹینشن سے ان کی بھی جان چھوٹے!! شکستہ سے دھیمے دھیمے قدموں کے ساتھ وہ آگے سیڑھیوں کی طرف بڑھے۔ بالاج خان بھی انہی کے پیچھے ہی گیا تھا۔۔بہت آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھتے وہ اوپر کی جانب بڑھ رہے تھے۔اور اوپر بیڈ کے ایک کونے میں دبک کر بیٹھی رائنا خان کا دل باہر آنے کو تھا۔۔اسے لگ رہا تھا کوئی اس کے دل میں تیر پیوست کر رہا ہے۔اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ وہ مزید بے دردی سے گھونپتا ہی جا رہا ہے۔۔ایک طرف دماغ عدیل شاہ کے خلاف وسوسے ڈال رہا تھا تو دوسری طرف دل پھر بھی اسی شخص کی حمایت کر رہا تھا۔کیا پتہ عدیل شاہ کو کسی بھی چیز کے بارے میں علم ہی

نہیں ہو!! کیا پتہ یہ سب واقعی اتفاق ہو!! دل مسلسل اس شخص کے حق میں گواہی دیتے اسے ایک اُمید دیے ہوئے تھا۔۔عدیل شاہ جس سے اس کے کبھی بے تحاشہ محبت کی تھی، اب اس کی محبت میں ایک خلش سی پیدا ہو گئی تھی۔۔اب یہ اتفاق تو نہیں ہو سکتا تھا کہ عدیل شاہ اسے جس دن چھٹی کرنے کا بولے اسی دن اُس کی ماں نکاح نامہ لے کر گھر پہنچ جائے، اور اسی دن عدیل شاہ کا فون بھی آف ہو۔۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بہت بڑی سازش کا حصہ بن گئی ہو۔۔اپنے کمرے کے دروازے پر ہوتا دستک سن کر رائنا خان نے چونکتے دروازے کو دیکھا۔ نجانے اب کون اسے مارنے آگیا تھا۔۔ وہ بے ساختہ ہی بیڈ پر بیٹھی مزید خود میں سمٹی۔ آنسوؤں کی برسات میں اضافہ ہوا تھا۔مزید مار کھانے کی اس کے اندر ہمت نہیں تھی۔ دروازہ کھلا تھا۔ کوئی بھی اندر آسکتا تھا۔اسی لیے وہ ابھی تک بیڈ پر ہی بیٹھی تھی۔۔ "برہان خان دو سے تین مرتبہ دروازے پر دستک دیتے اندر داخل ہوئے۔ بالاج خان بھی ان کے ہمقدم ہی چل رہا تھا۔۔رائنا خان نے برہان خان کو اندر داخل ہوتے دیکھ فوراً سے پہلے اپنے مومی گالوں پر بہتے پانی کے قطرے صاف

کیے۔۔ برہان خان خاموشی سے ایک نظر اس کی اجڑی حالت دیکھتے بیڈ پر بیٹھے۔!!
چند ہی گھنٹوں میں وہ انہیں صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔ خیر ان سب کا ہی کچھ ایسا
ہی حال تھا۔۔ بالاج خان خاموشی سے بیڈ کی دوسری طرف سے جاتے رائنا کے
پاس بیٹھا۔ وہ اس کے ساتھ بلکل جڑ کر بیٹھا تھا۔۔

سائن کروان پیپرز پر!! برہان خان نے خاموشی سے خلا کے پیپرز اور پین اس"
کے آگے بڑھاتے اسے سائن کرنے کو کہا۔۔ رائنا خان نے چونک کر پہلے برہان
خان کو اور پھر ان پیپرز کو دیکھا تھا۔ یہ خلا کے پیپرز تھے۔ اوپر صاف صاف اس کا
اور عدیل شاہ کا نام لکھا ہوا تھا۔۔ دوسرے لمحے وہ نفی میں سر ہلاتے مزید بیڈ
کراؤن میں گھسی۔۔ عدیل شاہ سے نکاح اس نے اس دن کے لیے تھوڑی کیا تھا،
کہ ذرا سی مشکل آتی اور وہ اسے چھوڑ دیتی!! بھلا اپنی محبت سے دستبردار ہونے کی
ہمت کس انسان میں آئی ہے آج تک؟؟ محبت بھی وہ جو خدا نے بحفاظت آپ کی
دسترس آپ کے نصیب میں ڈال دی ہو!! لاکھ عدیل شاہ سے شکوے سہی، وہ
کبھی نہ کبھی مل بیٹھ کر انہیں سولو کر لیتی۔ لیکن خلا کے پیپرز پر سائن وہ مر کے بھی

نہیں کر سکتی تھی۔ایسے تو سیدھا سیدھا اس پر بے وفائی کا ٹیگ لگتا۔۔"سائن کروان پر۔اور ختم کرو اس قصے کو۔میری بوڑھی ہڈیوں میں اتنی ہمت نہیں بچی کہ مزید تم لوگوں کی پریشانیوں کو جھیل سکوں!!اسے مسلسل نفی میں سر ہلاتے دیکھ برہان خان نے سختی سے تنبیہ کی۔ان کی خود کی آنکھوں سے آنسوں برسنے کو تیار تھے۔!! "بابا)ہچکی(... بابا میں مح۔۔محبت کرتی ہوں اس)ہچکی(سے۔ میں نہیں۔۔کر سک۔۔سکتی ان پر سائن!! بری طرح ہچکیوں سے روتے رائنا خان ان کے حکم سے نفی کر گئی تھی۔۔یہ خلا کے پیپرز نہیں اسے اپنی موت کا پیغام لگ رہے تھے۔ برہان خان اور بالاج خان نے اس کی بات پر سختی سے اپنے جبڑے بھینچے۔۔انہیں یہ اندازہ نہیں تھا کہ رائنا خان عدیل شاہ کو پسند کرتی ہو گی۔اس بات کا ادراک ان دونوں پر ہی اب ہوا تھا۔اور یہ کوئی اچھی پیشنگوئی نہیں تھی۔!! "دیکھو رائنا مجھے مجبور مت کرو میں دوبارہ تم پر ہاتھ اٹھاؤں۔کیونکہ اب میں نے تمہیں مارا تو میں تمہاری آخری سانس ختم ہونے تک بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ تمہاری اور ہم سب کی بھلائی اسی میں ہے کہ تم ان پیپرز پر سائن کرو۔تاکہ میں یہ

عدیل شاہ کے منہ پر مار سکوں ! پیپرز مزید اس کے آگے کرتے برہان خان نے اب کی مرتبہ تھوڑی نرمی سے کہا۔ان کے لہجے میں نرمی تھی لیکن الفاظ سخت تھے۔!! رائنا خان نے ابھی بھی نفی میں ہی سر ہلایا تھا۔اسے موت قبول تھی لیکن ان پیپرز پر دستخط نہیں کر سکتی تھی وہ۔کیونکہ اگر وہ دستخط کرتی تو ساری زندگی گھٹ گھٹ کر مرتی۔اس سے بہتر تھا کہ برہان خان ایک ہی مرتبہ اسے اپنے ہاتھوں سے مار دیتے۔۔اور اگلے ہی لمحے برہان خان کا ایک مرتبہ پھر ہاتھ اٹھا تھا۔یہ ان کا زندگی میں دوسرا تھپڑ تھا۔جو وہ اپنی ہی لاڈلی کو مار رہے تھے رائنا خان اپنے گال پر ہاتھ رکھتے چیختے ہوئے بالاج خان کی طرف گری۔جو بروقت ہی اسے تھام چکا تھا۔یہ تھپڑ پہلے والے سے زیادہ جاندار تھا۔رائنا خان کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا ہو۔۔برہان خان نے اتنی اچانک تھپڑ مارا تھا کہ بالاج خان کو بھی اس کا بچاؤ کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔۔"بابا بس کریں۔جوان بچی ہے۔کب تک ہاتھ اٹھا کر اس سے زور زبردستی کرواتے رہے گیں۔وہ نہیں کرنا چاہتی سائن تو بس!! برہان خان کو پھر سے اسے مارنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتے دیکھ بالاج

خان نے رائنا کو اپنے سینے میں بھینچتے ان سے دور کیا۔۔اس کی نازوں میں پلی بہن آج صبح سے مار کھا رہی تھی اور بالاج خان کے ضبط کی انتہا تھی۔اس کا بس نہیں تھا عدیل شاہ کو آگ لگا دے جس کی وجہ سے یہ سارا تماشا ہو رہا تھا۔۔"بکواس بند کرو تم۔دیکھتا ہوں میں کیسے نہیں کرتی یہ سائن۔باپ کے منہ پر کالک ملنی باقی رہ گئی ہے بس تم لوگوں کی۔وہ بھی ایک دن کر دو گے۔میں اب اور تم میں سے کسی پر بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔یہ اعتبار ہی تھا جو آج میں یہاں تم تینوں کے وجہ سے سارے جگ میں بدنام ہوا پڑا ہوں۔!! برہان خان نے دھاڑتے رائنا خان کو بازو سے پکڑتے واپس سے بیڈ پر کیا۔وہ غصے میں جو منہ میں آیا وہی بول گئے تھے۔۔لیکن ان کے الفاظ ان دونوں بچوں کے دل چیرنے کے لیے کافی تھے۔!!"سائن کرو ان پر تم!! رائنا خان کے ہاتھ میں زبردستی پین تھماتے برہان خان پھر سے دھاڑے تھے۔۔رائنا خان کے ہاتھ سے پین چھوٹتے واپس سے بیڈ پر گر چکا تھا۔اس کے ہے جان ہاتھوں میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ اس پین کا بوجھ اپنے ہاتھوں میں اٹھا سکے۔"بابا پلیز آپ جو کہے گیں میں کر لوں گی۔لیکن پلیز یہ مت کروائیں

مجھ سے۔ میں مر جاؤں گی اس کے بغیر!! رائنا خان نے ہچکیوں سے روتے ان کے آگے ہاتھ جوڑے۔ اس کے دونوں گالوں پر برہان خان کی دس کی دس اُنگلیاں چھپی تھیں۔۔ برہان خان نے ایک قہر برساتی نظر سے اسے گھورتے خود ہی زبردستی اس کے ہاتھ میں پین تھمایا۔ اس مرتبہ انہوں نے پین کو چھوڑا نہیں تھا۔ رائنا خان مسلسل ان سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن برہان خان کی پکڑ مضبوط تھی۔۔ برہان خان نے بہت مشکلوں سے کاغذات کو آگے کرتے ان پر رائنا خان کے دستخط لیے۔ سائن ایسے ہوئے تھے جیسے کسی نے کانپتے ہاتھوں سے پہلی مرتبہ انگریزی کے کوئی حروف لکھے ہو۔۔ لیکن یہ کچھ قابل قبول تھے۔ غور سے دیکھنے پر سمجھ لگ سکتی تھی کہ رائنا خان کے ہی سائن ہیں!! برہان خان نے ہر کاغذ پر دستخط مکمل ہوتے دیکھ سکون کا سانس لیا۔۔ وہیں رائنا خان کے جسم سے جیسے کسی نے روح کھینچ لی تھیں۔ پین اچانک ہی چھوٹتے اس کے ہاتھ سے نیچے گرا۔ اور رائنا خان بھی اسی لمحے بالاج خان کے بازوں میں جھول گئی تھی۔۔ بالاج خان نے حواس باختہ ہوتے اس کے گال کو تھپتھپایا۔ لیکن کوئی اثر نہیں ہوا

تھا۔ "ڈاکٹر کو بلواؤ اور علاج کروائو پہلے اس کا۔ شام تک دیکھیں گیں عدیل کو یہ کاغذات پہنچا دے گیں۔۔ برہان خان نے کہتے اپنے قدم پھر سے باہر کی جانب بڑھائے۔ ان کا کام مکمل ہو چکا تھا۔ لیکن جلد ہی اپنے پیچھے سے بالاج خان کی چنگاڑھتی ہوئی آواز سنتے انہیں مجبوراً رکنا پڑا۔۔ بالاج خان چیختے ہوئے رائنا خان کو اپنے بازووں میں اٹھائے ہوئے تھا۔ رائنا خان کی ناک سے بے تحاشا خون آرہا تھا۔ اچانک ہی اس کی ناک سے جیسے خون کا فوارہ چھوٹ چکا تھا۔۔" بابا میں اسے ہسپتال لے کے جارہا ہوں۔ خون بہت زیادہ بہہ رہا ہے۔!! بالاج خان نے جلد بازی میں برہان خان سے کہتے رائنا خان کو گود میں اٹھائے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔۔ اچانک نجانے اسے کیا ہو گیا تھا۔۔ برہان خان نے پتھرائی آنکھوں سے پہلے بالاج خان کی پشت اور پھر بیڈ پر پڑے رائنا خان کے خون کے چھینٹے دیکھے۔ ان کا کلیجہ منہ کو آرہا تھا۔ سوچا نہیں تھا کبھی زندگی میں اپنی ہی اولاد جسے انہوں نے اتنے نازوں سے پالا تھا، ان کے منہ سے نکلی ہر فرمائش پوری کی تھی۔ اب انہی کے ساتھ اتنی سختی برتنی پڑے گی۔!! سب سمجھ رہے تھے وہ شوق سے یہ

سب کچھ کر رہے ہیں۔ بلکل بھی نہیں انہوں نے اولاد کی پسند کو ترجیح دینے کا ہمیشہ سے سوچا ہوا تھا۔ آخر پسند کی شادی ہر مسلمان کا حق ہے۔۔ لیکن یہاں حالات ایسے تھے کہ وہ چاہتے ہوئے بھی رائنا خان کو سپورٹ نہیں کر سکتے تھے۔ جب عدیل شاہ کی ماں ہی نہیں چاہتی کہ رائنا ان لوگوں کی بہو بنے۔ تو وہ کیا ہی کر سکتے تھے۔!! اپنی بیٹی کو زبردستی کسی کے پلے باندھنے سے بہتر تھا کہ وہ وقتی زور زبردستی کر کے ہی اسے گہری کھائی میں گرنے سے بچا لیتے۔ "مجھے معاف کر دینا میرے خدا۔۔ میں اولاد کے معاملے میں نہایت بے بس انسان نکلا۔ لیکن میں باپ ہوں، میں جانتا ہوں میں نے کس دل سے اپنی بیٹیوں کے کردار پر باتیں سنی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیل رہا ہو۔۔ خدا کسی بیٹی کے باپ پر اتنا بڑا وقت نہ لائے!! بہتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ چھت کی طرف دیکھتے وہ اپنے رب سے مخاطب تھے۔ ان کا دل پھٹنے کو تھا۔ یہ سوچ سوچ کر کے ان کی بیٹی ان کی وجہ سے اس حالت میں ہے۔۔ دیوار کا سہارا لیتے بہت ہلکے ہلکے قدموں سے انھوں نے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے۔ ان کی خود کی حالت

ایسی تھی جیسے کسی کا بلکل آخری وقت چل رہا ہو اور فرشتے کسی بھی لمحے آکر اسے موت کی نوید سنا دیں۔ اس وقت برہان خان کی کیفیت بھی بلکل اسی طرح تھی۔ لیکن پھر بھی وہ چل پھر رہے تھے۔ کیونکہ اپنی بیٹیوں کے لیے انہیں نے دنیا سے لڑنا تھا۔۔

بالاج خان تقریباً بھاگتے ہوئے نیچے آتے رائنا خان کو اٹھائے باہر کی طرف بڑھا۔ لاؤنج میں سبھی لوگ اسے اس طرح بھاگتے دیکھ اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہو چکے تھے۔ جہاں جہاں سے وہ گزر رہا تھا وہاں وہاں رائنا خان کا خون گر رہا تھا۔ ناک سے خون تھا کہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مزید نکلتا جا رہا تھا۔۔ "عظمیٰ خان روتے ہوئے دوبارہ سے صوفے پر ڈھے سی گئی تھیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے آئیں کی بیٹی کی زندگی برباد ہو گئی تھی۔ "اکشم اپنی چاچی اور داجی کو ہسپتال لے جاؤ۔ میری کچھ طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں!! برہان خان نے اوپر ہی ریلنگ کے پاس کھڑے ہوتے اکشم کو آواز لگائی۔ جو خود پریشان سا ایک طرف

صوفے پر بیٹھا کسی سوچ میں گم تھا۔۔ اکثم نے ان کی آواز پر متوجہ ہوتے اچھا کی صورت سر ہلایا۔۔ دوسرے لمحے وہ صوفے سے کھڑے ہوتے عظمیٰ خان اور دا جی کے ہمراہ باہر کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔ بالاج خان کے ساتھ ہی اس کی بھی گاڑی گھر سے نکلتے ہسپتال کے راستے پر گامزن تھی۔

بالاج خان کی گاڑی ہسپتال کے باہر آتے رکی۔اس کے پیچھے ہی اکثم خان کی گاڑی بھی تھی جس میں دا جان اور عظمیٰ بیگم اس کے ساتھ ہی تھیں۔۔ تھوڑے ہی فاصلے پر برہان خان اور دلشاد خان بھی ہسپتال ہی آرہے تھے۔ برہان خان کے اندر ہمت تو نہیں تھی لیکن دلشاد خان کے کہنے پر انہیں مجبوراً آنا پڑا۔۔ بالاج گاڑی سے اترتے دوسری طرف آتے رائنا خان کو اپنی میں اٹھاتے بھاگتے ہوئے ہسپتال کے اندر کی طرف بڑھا۔۔ وہ سب کے سب خاموش تھے۔ کسی کو سمجھ نہیں آرہا تھی کہ آج کا سورج آخر کیوں ان اب کے لیے اتنی مشکلات لے کر نکلا ہے۔ نجانے رائنا خان کو کیا ہوا تھا کہ ایک لمحے کے لیے بھی اس کی ناک سے خون نکلنا بند نہیں

ہو رہا تھا۔۔ بالاج خان آدھے گھنٹے کا رستہ دس منٹ میں طے کر کے آیا تھا۔ کیونکہ اسے فلحال اپنی بہن کو بچانا تھا۔۔ اندر داخل ہوتے بالاج خان نے رائنا کو سٹریچر پر لٹایا۔ ڈاکٹرز اسے علاج کے لیے اندر لے جا چکے تھے۔۔ بالاج خان کی اپنی ساری شرٹ رائنا خان کے خون میں لت پت ہو چکی تھی۔!! اس کا خون کھول رہا تھا عدیل شاہ کے متعلق سوچ سوچ کر۔ جس کی وجہ سے اس کی بہن آج اس حالت میں تھی۔۔ اپنے ہاتھ میں موجود خون کو ایک نظر دیکھتے بالاج خان نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا۔ نقوش میں غصے کی وجہ سے سرخیاں گھلی ہوئی تھیں۔ اور یہ سارا غصّہ صرف اور صرف اسے عدیل شاہ پر تھا۔۔ اکثم اور باقی سب بھی اندر داخل ہو چکے تھے۔ کاریڈور میں کھڑے وہ سب دل سے رائنا خان کے لیے دعا گو تھے۔ جس نے اتنی چھوٹی سی عمر میں اتنا بڑا روگ پال لیا تھا۔۔

بابا پیپرز مجھے دیں۔عدیل کے پاس جانا ہے میں نے!! برہان خان کے پاس جاتے" بالاج خان نے اپنا ہاتھ آگے کرتے ان سے پیپرز مانگے۔اسے جلد از جلد اس قصے کو تمام کرنا تھا۔۔"ابھی رہنے دو۔کچھ دیر بعد چلے جانا۔ برہان خان جو کرسی پر بیٹھے تھے، بالاج خان کی طرف دیکھتے انہوں نے سنجیدگی سے منع کیا۔"میں انتظار نہیں کر سکتا۔آپ سب ہیں ہسپتال میں۔اب کاغذات مجھے دیں تاکہ جتنی جلدی ہو سکے یہ مصیبت ختم ہو۔۔ بالاج خان کی پھر سے وہی ضد تھی۔اس کا لہجہ اتنا اٹل تھا کہ صاف پتہ چل رہا تھا وہ فلحال کسی کی نہیں سنے گا۔۔"لڑائی جھگڑا مت کرنا وہاں جا کر۔بس خاموشی سے پیپرز سائن کروا کر واپس آجانا۔ہمارے لیے اتنا ہی بہت ہو گا کہ عدیل شاہ میری بیٹی کی جان چھوڑ دے۔اسے پیپرز دینے سے پہلے برہان خان نے سختی سے تنبیہ کی۔وہ اپنے بیٹے کی نیچر سے اچھے طریقے سے واقف تھے۔!! "پیپرز کہاں ہے؟؟ بالاج خان نے ان کی بات کو ہوا میں اڑاتے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔۔"گاڑی میں پڑے ہیں اٹھالو۔اور میں تمھیں پھر منع کر رہا ہوں بالاج۔ میں کوئی خبر نا سنوں کہ تم۔۔۔۔" برہان خان کی بات بیچ میں ہی رہ گئی تھی کیونکہ

بالاج خان ان کی پہلی بات پر ہی اپنے قدم آگے بڑھا چکا تھا۔۔"گندی اولاد!! منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے برہان خان نے ایک زہر آلود نظر بالاج خان کی پشت پر ڈالی۔ جو اتنا کچھ ہونے کے بعد بھی ان کی ایک نہیں سن رہا تھا۔۔

عدیل شاہ اس وقت پولیس اسٹیشن میں بیٹھا اپنے کام میں مصروف تھا۔۔اس نے آج ایک بہت ضروری مشن سرانجام دیا تھا۔ جن مجرموں کو وہ پچھلے دو مہینوں سے پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا بلآخر وہ سب اس کے ہاتھ لگ چکے تھے۔۔ پچھلے دو مہینوں سے عدیل شاہ نے اس کیس پر محنت کی تھی جو آج رنگ لے آئی تھی۔۔ صبح سے وہ اپنے اسی کام پر نکلا تھا۔اور ابھی ہی مجرموں کو لاک آپ میں بند کر کے اس نے سکون کا سانس لیا تھا۔۔ابھی بھی وہ انہی کے کیس کے متعلق ڈسکس کر رہا تھا۔کل کی ساری رات اور آج صبح سے وہ تھانے میں ہی تھا۔۔جب وہ مشن پر گیا تھا تبھی غلطی سے اس کا موبائل تھانے میں ہی رہ گیا تھا۔جو اسی کے ایک ساتھی کے پاس تھا۔اور حقیقت میں عدیل شاہ کو فون کا خیال ہی نہیں تھا۔۔وہ آج اپنے کام

میں اس قدر جت گیا تھا کہ اسے ایک لمحے کے لیے بھی موبائل یا کسی اور چیز کی طرف دھیان ہی نہیں گیا تھا۔۔ کرسی سے ٹیک لگاتے عدیل شاہ نے سنجیدگی سے فائل اپنے سامنے کرتے اس کے مین پوائنٹس پڑھنے شروع کیے۔ یہ انہی مجرموں کی فائل تھی۔ وہ ابھی کیس ریڈ کر ہی رہا تھا کہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ اس کے قدم کا چھوٹا سا دروازہ کھلا۔۔ عدیل شاہ نے یکلخت ہی نظریں اٹھاتے غصے سے سامنے دیکھا۔ اس کے تھانے میں کسی کی اتنی جرات نہیں تھی جو دھڑلے سے اس کے کیبن کی طرف آجاتے۔ نجانے آج کا کی شامت آئی تھی۔ اپنے سامنے بالاج خان کو کھڑے دیکھ عدیل شاہ کی آنکھوں میں حیرت نمایاں ہوئی۔ بھلا بالاج خان کا اس کے تھانے میں کیا کام؟؟" کھڑا ہو مجھے بات کرنی ہے تُجھ سے!! بالاج خان نے اس کے سامنے ٹیبل پر تھوڑا جھکتے جیسے حکم دیا تھا۔۔ اس کے خون آلود دل ہاتھ جن پر خون اب جم چکا تھا وہ ٹیبل پر تھے۔

جبکہ بازو کے کف فولڈ ہونے کی وجہ سے اس کے مضبوط بازووں کے مسلز بہت نمایاں تھے۔ اس کے بازوں کی نیلی موٹی رگیں بھی ابھری ہوئی تھیں۔۔ عدیل

شاہ نے اس کے انداز اور لہجے پر ابرو اُچکائی۔ مقابل اسی کے تھانے میں کھڑا اسے ہی حکم دے رہا تھا۔۔ "میں تو نہیں کھڑا ہو رہا۔ ایسے ہی بات کرتے ہوئے تیری پھٹ رہی ہے کیا؟ عدیل شاہ نے کرسی سے آرام سے ٹیک لگاتے اسے آگ لگائی۔ وہ اس وقت تھانے میں ایک پولیس آفیسر تھا۔ بھلا وہ کسی کا حکم کیوں مانتا؟؟ وہ بھی اپنے ہی سالے کا۔۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔۔ بالاج خان نے چہرہ اس کی بات پر ہلکا سا مزید سرخ پڑا۔ غصے میں بھی اضافہ ہوا تھا۔۔ "بکواس بند کر عدیل شاہ۔ میری بہن کا معاملہ نا ہوتا تو میں یہیں کھڑے کھڑے تیرے سینے میں گولیاں اُتار دیتا۔ باقی پولیس والے بھی کھڑے دیکھ رہے ہیں اس لیے بہتر ہے میرے ساتھ باہر چل۔ میں نہیں چاہتا میری بہن کی عزت کا تماشا بنے۔۔ اپنی سرخ خون چھلکاتی آنکھیں عدیل شاہ پر گاڑے بالاج خان نہایت سرد لہجے میں دبی دبی آواز میں غرایا۔۔ اس کے ماتھے کی رگیں پھول کر واضح ہونے لگی تھیں۔ عدیل شاہ کے چہرے پر موجود ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ پل میں سمٹی۔ اس کا پہلا خیال رائنا خان کی طرف ہی گیا تھا۔۔ اور دوسری نظر اس کی بالاج خان کے کپڑوں پر لگے خون پر

گئی۔ نجانے کیوں اسے کسی انہونی کا احساس ہو رہا تھا۔۔ "رائنا کہاں ہے؟؟ عدیل شاہ نے کرسی سی کھڑے ہوتے اپنے دل میں پلتا سوال پوچھا۔ اسے اس وقت یہ فکر بھی نہیں تھی کہ وہ بالاج خان کے سامنے کھڑا اسی کی بہن کے متعلق پوچھ رہا ہے۔ اسے فکر تھی تو بس رائنا خان کی۔!! بالاج خان نے ایک طنزیہ سی نظر اس کی تڑپ پر ڈالی۔ مقابل کو پل میں شیر سے بھیگی بلی بنتے وہ دیکھ چکا تھا۔۔ "جہاں بھی ہے صرف تیری وجہ سے ہے۔ باہر آ۔۔!! بالاج خان نے دھیمے سے سخت لہجے میں کہتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ یہاں اور بھی باقی سب کھڑے تھے۔ اور وہ کسی کے بھی سامنے اپنی بہن کا ذکر نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ عدیل شاہ نے پریشانی سے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ ایک بات کا تو اسے علم ہو چکا تھا کہ بالاج خان کو ان کے نکاح کے بارے میں علم ہو چکا ہے۔ اور اسے اس بات سے کوئی فرق بھی نہیں پڑتا تھا۔ اسے بس رائنا خان سے مطلب تھا۔

باہر پہنچتے ایک سائڈ پر عدیل شاہ بالاج خان کے مقابل کھڑا ہوا۔ اس کی بے چین سوالیہ نظریں بالاج خان پر گڑھی تھیں۔اور کچھ اس کے کپڑوں پر لگا خون دیکھ دیکھ کر عدیل شاہ کو کچھ ہو رہا تھا۔ "سائن کر ان پیپرز پر۔اور جان چھوڑ ہم سب کی۔ ورنہ تُجھے یہیں جان سے مار کر میں قصہ ختم کر کے جاؤں گا۔!! بالاج خان نے پیپرز عدیل شاہ کی طرف بڑھاتے اپنی سرد سرخ آنکھیں اس پر گاڑے صاف صاف دھمکی دی۔۔ "تو میرے ہی تھانے میں کھڑا مجھے ہی دھمکی دے رہا ہے۔ مت بھول کہ میں تُجھے اس کے بدلے ساری زندگی کے لیے اندر کر سکتا ہوں۔!! عدیل شاہ کو اس کا اٹیٹوڈ ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔ تبھی اس کے ہاتھ سے پیپرز کو جھپٹنے کے انداز میں لیتے عدیل شاہ سرد برفیلے لہجے میں غرایا۔ مقابل ہوتا کون تھا اسے تیور دکھانے والا۔۔ عدیل شاہ نے ابھی پیپرز کھول کر نہیں دیکھے تھے۔۔ اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ یہ کس چیز کے پیپرز ہونگے!! "زندہ بچے تو ضرور اپنا یہ شوق بھی پورا کر لینا۔ فلحال اس پر سائن کر۔ میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں ہے جو یہاں کھڑا ہو کر تیری بکواس سنوں!! بالاج خان نے اس کی توجہ پیپرز کی

طرف کروائی۔ اسے کچھ رائنا کی فکر بھی ہو رہی تھی۔ یہاں سے کام نبٹا کر وہ جلد سے جلد ہسپتال جانا چاہتا تھا۔۔ عدیل شاہ نے ایک زہر آلود نظر اس کے چہرے پر ڈالتے اپنے ہاتھ میں موجود فولڈ کیے ہوئے کاغذوں کو کھولا۔ کاغذوں کو کھولے وہ ان میں لکھی ایک ایک تحریر پڑھتے جیسے اس پر یقین کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ اور جیسے جیسے وہ پڑھ رہا تھا ویسے ویسے اس کی آنکھوں میں خون کی لالی گہری ہوتی جا رہی تھی۔ جبڑے بھینچتے جا رہے تھے اور ماتھے کی رگیں پھٹنے کی حد تک پھول چکی تھی۔ ! ! ان کاغذات میں جو سب سے زیادہ تکلیف دہ الفاظ تھے وہ رائنا خان کے نام کے دستخط تھے۔ جو ایک مرتبہ میں دیکھتے ہی عدیل شاہ پہچان چکا تھا۔۔ اس نام کو بار بار پڑھتے اس کے دل میں ٹیسیں آٹھ رہی تھیں۔ کیا صرف اتنی سی تھی رائنا خان کی محبت کہ وہ اتنی آسانی سے خلانامے پر سائن بھی کر چکی تھی؟؟ عدیل شاہ کو ایک یہی چیز حد سے زیادہ تکلیف دے رہی تھی۔ ! ! "ساری زندگی پڑھتا ہی رہے گا یا سائن بھی کرے گا۔ اسے مسلسل خلانامہ پڑھتے دیکھ بالاج خان نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ اسے جلد سے جلد نکلنا تھا یہاں سے ! ! عدیل شاہ نے

اپنی سرخ آنکھیں اٹھاتے بالاج خان کی طرف دیکھا۔اس کے چہرے سے ہی جیسے وحشت ٹپک رہی تھی۔۔اور دوسرے ہی لمحے وہ اپنے ہاتھ میں موجود کاغذات کو پھاڑ کر چھوٹے چھوٹے حصوں میں تقسیم کرتے بالاج خان کے منہ پر مار چکا تھا۔۔

"تو کیا تیرا باپ بھی مجھے رائنا شاہ سے الگ نہیں کر سکتا۔رائنا خود بھی چاہے تب بھی مجھ سے دور نہیں جاسکتی۔یہ سب اسے نکاح سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔اب وہ عدیل شاہ کی قید میں ہے۔جہاں سے رہائی اسے میری موت کے بعد ہی مل سکتی ہے۔بلکہ موت کے بعد بھی رہائی کیوں!! ساتھ لے کے مروں گا تیری بہن کو!!"خوشی خوشی مرنے کے بعد جنت میں رہے گیں دونوں!!اپنی خون اُتری آنکھیں بالاج خان کی سرخ آنکھوں میں گاڑے عدیل شاہ دبی دبی آواز میں غرایا۔۔اس کا تو خون ہی کھول اٹھا تھا۔رائنا خان سے ان کاغذات پر دستخط کرنے کی وجہ تو وہ بعد میں پوچھ ہی لیتا۔اتنا تو وہ جانتا تھا کہ اُس نے خوشی سے خود سائن نہیں کیے ہونگے۔یقیناً اسے مجبور کیا گیا ہوگا۔رائنا خان کی خود سے محبت سے وہ واقف تھا۔اور اسے اُس لڑکی پر خود سے زیادہ اعتبار تھا۔۔کاغذ کے ٹکڑے بالاج خان کے

منہ پر لگتے زمین بوس ہوئے۔ عدیل شاہ نے اتنی جلد بازی میں کاغذات پھاڑے تھے کہ بالاج خان کچھ سمجھ ہی نہیں سکا تھا۔۔ "اس کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ کیونکہ اس سے پہلے ہی میں تُجھے جان سے مار دوں گا۔۔ بالاج خان نے دھاڑتے اپنی جیب سے پستول نکالتے عدیل شاہ کے ماتھے پر تانی۔۔مارے غصے کے وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ وہ پولیس اسٹیشن میں ہی کھڑا ہے۔۔ عدیل شاہ اس کے ہاتھ میں پستول دیکھتے مدھم سا مسکرایا۔ وہ اسے اس چیز سے ڈرا رہا تھا جس کے ساتھ عدیل شاہ دن رات بچوں کی طرح کھیلتا تھا۔۔اپنے ماتھے سے پستول ہٹاتے عدیل شاہ نے عین دل کے مقام پر رکھی۔۔ مسکراہٹ ابھی تک چہرے پر رقصاں تھی۔۔ "میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ یہاں گولی مارنے سے بندہ جلدی مر جاتا ہے۔اب تم ٹھہرے بچے۔ان کھلونوں سے کیسے کھیلتے ہیں تمھیں علم تھوڑی ہو گا؟؟ چلو کوئی بات نہیں مجھ پر ٹرائے کر لو۔۔اب اپنے ہونے والے بچوں کے اکلوتے ماموں کے لیے میں اتنا تو کر ہی سکتا ہوں۔ چل شاباش گولی چلا!! عدیل شاہ نے اس بچکارتے گولی چلانے کا کہا۔ چہرے پر مسکراہٹ ابھی بھی رواں تھی۔۔ "بکواس بند کر۔ یہ گولی تیرے

سینے کے آر پار ہونے کی دیر ہے۔ اور تیری ساری اکڑ نکل جائے گی۔!! اس کا گریبان پکڑتے بالاج خان دھاڑا تھا۔ عدیل شاہ کی باتوں سے اس کے چہرے پر موجود سرخی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔۔ عدیل شاہ نے اسے گھورتے اس کا ہاتھ اپنے گریبان سے بری طرح جھٹکا۔ "دوبارہ گریبان تک مت آنا۔ اور دوسری بات میں نے منع تو نہیں کیا گولی چلانے سے۔ چلا گولی۔ میں بھی دیکھوں انٹرنیشنل فائٹر میں کتنا دم خم ہے۔!! عدیل شاہ نے پستول کو مزید اپنے سینے میں ٹھوکتے سرد لہجے میں جیسے اسے اکسانا چاہا۔ وہ جان بوجھ کر اسے گولی چلانے پر اکسا رہا تھا۔۔ بالاج خان نے پستول پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ٹریگر دبایا۔۔ وہ ٹریگر دبا چکا تھا۔ پستول سے گولی نکل چکی تھی۔۔ لیکن عدیل شاہ بروقت بڑی مہارت سے اس کا ہاتھ نیچے کی طرف کر چکا تھا۔ بالاج خان تھوڑا سا مزید آگے کو ہوتا تو گولی عین اس کی ٹانگوں کے درمیان میں لگتی۔ عدیل شاہ نے اس کا ہاتھ مروڑا ہی اس طریقے سے تھا۔ گولیاں زمین پر لگی تھیں۔ وہ دونوں ہی بچ چکے تھے۔!! "اوہ آرام سے مارنی تھی گولی۔ ابھی تمھارا کروڑوں کا نقصان ہو جاتا۔۔ اسے ڈر کر پیچھے ہوتے دیکھ عدیل

شاہ نے افسردہ سے لہجے میں کہا۔اس سے تھوڑی سی غلطی ہوئی تھی۔اس نے ہاتھ دوسری سائڈ پر کرنا تھا لیکن بالاج خان کی وجہ سے ہاتھ غلط ڈائریکشن میں مڑا تھا۔ اگر عدیل شاہ تھوڑا سا زور نا لگاتا تو یقیناً بالاج خان کی عین ٹانگوں کے درمیان میں لگتی گولی۔!! لیکن پھر بھی خود کو سمبھالتے وہ مسکراتے ہوئے طنز کرنا بلکل نہیں بھولا تھا۔۔ بالاج خان کے چہرے کی تو ہوائیاں ہی اڑی ہوئی تھیں۔ایک لمحے کے لیے اس کی جان واقعی میں نکل گئی تھی۔اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔۔ "سالے ک۔۔ت۔۔ے کی موت مرے گا تو!! بالاج خان نے دھاڑتے آگے بڑھتے ایک زور دار مکا عدیل شاہ کے منہ پر جڑا۔۔ عدیل شاہ ہنستے ہوئے دو قدم پیچھے کو لڑکھڑایا تھا۔اس کا غصّہ جائز تھا۔ بالاج خان نے آگے بڑھتے ایک اور مکا اس کے دوسرے گال پر بھی مارا۔ وہ بنا رکے اسے مارنا شروع ہو چکا تھا۔۔ عدیل شاہ کے ناک سے خون آنے لگا تھا۔اس بندے کا ہاتھ بھی ہتھوڑے سے کم نہیں تھا۔ابھی تک تو اس نے کوئی جواب کارروائی بھی نہیں کی تھی۔۔ وہ بس ہنستے ہوئے خاموشی سے اس کے بے درد مکے اپنے منہ پر سہہ رہا تھا۔!! کچھ ہی لمحوں میں اس

کے دونوں گالوں سے اور ناک سے خون آنے لگا تھا۔ چہرے کا حشر بگڑ چکا تھا۔۔
"دوبارہ سے اس کا ہاتھ اپنی طرف آئے دیکھ عدیل شاہ نے اس کی بند مٹھی کو اپنے ہاتھ میں لیتے نفی میں سر ہلایا۔۔ "اب میری باری!! اتنا کہتے عدیل شاہ نے بے دردی سے اپنا پاؤں بالاج خان کے پیٹ میں مارا۔ بالاج خان کراہتے ہوئے دو قدم پیچھے کو ہوا تھا۔۔عدیل شاہ نے آگے بڑھتے اس کے منہ پر بھی بلکل اسے طرح مکے مارے۔ وہ دونوں زمین پر گرتے بری طرح گتھم گتھا ہو چکے تھے۔ کبھی عدیل شاہ بالاج خان کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیتا تو کبھی بالاج خان بازی لے جاتا تھا۔۔ دونوں کے منہ سے خون ٹپک رہا تھا۔ لیکن کوئی بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھا۔ اگر ایک فائٹر تھا تو دوسرا بھی کم نہیں تھا۔ دن رات ایسے ہی غنڈوں کے ساتھ لڑائی دھڑائی اس کے لیے معمول کی بات تھی۔ ان کا رخ پولیس اسٹیشن کے اندر کی جانب تھا۔ تھانے کے تھوڑا سا سائڈ پر ہوتے سڑک پر گرے وہ دونوں ہی ایک دوسرے کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھے۔۔

آبان خان اور راحیل خان جو ایک ہی گاڑی میں بیٹھتے عدیل شاہ سے ملنے آئے تھے۔ گاڑی کو پولیس اسٹیشن کے باہر روکتے وہ دونوں ہی گاڑی سے باہر نکلے۔۔ وہ دونوں یہاں عدیل شاہ کو سارے حالات سے آگاہ کرنے آئے تھے۔ کیونکہ موبائل اس شخص کا ابھی بھی آف جارہا تھا۔۔ وہ دونوں ابھی اندر کی طرف بڑھ ہی رہے تھے کہ ایک طرف ان دونوں کو بری طرح لڑتے دیکھ ان دونوں کے ہی قدم رکے۔ وہ بار بار اوپر نیچے ہوتے ایک دوسرے کو جان سے مارنے کے در پر تھے۔۔ عدیل شاہ اور بالاج خان دونوں کا چہرہ اور ہاتھ خون سے لت پت ہوئے پڑے تھے۔ان کی ہمت ختم ہورہی تھی لیکن پھر بھی پیچھے ہٹنے کو کوئی بھی تیار نہیں تھا۔۔ "یہ دونوں مر ہی جائیں تو اچھا ہے!! آبان خان غصے سے بڑبڑاتے ان دونوں کی طرف بڑھا۔ راحیل خان بھی اسی کے ساتھ تھا۔۔ ان دونوں کی طرف جاتے راحیل خان نے عدیل شاہ کو جبکہ آبان خان نے بالاج خان کو پیچھے سے پکڑتے ان دونوں کو ایک دوسرے سے دور کیا۔ "چھوڑ آبان اسے میں دیکھتا ہوں۔)گالی(۔۔۔ بالاج خان خود کو چھڑوانے کی کوشش کرتے عدیل شاہ پر چیخا۔ وہ

واپس سے اس کی طرف بڑھنا چاہتا تھا۔ ابھی اس کا غصّہ کم ہوا ہی کب ہوا تھا بھلا؟؟"بکواس بند کر ورنہ میں منہ توڑ دوں گا تیرا۔ وہاں تیری بہن ہسپتال میں مر رہی ہے اور تو یہاں کتوں کی طرح لڑ رہا ہے۔ کچھ تھوڑا تو خیال کر۔۔ آبان خان اسے بازو سے پکڑ کر واپس سے اپنے مقابل کرتے چیخا۔ عدیل شاہ تو پھر پیچھے ہٹ گیا تھا۔ لیکن بالاج خان کا تو بس نہیں تھا اسے جان سے مار دے۔!!"عدیل شاہ جو اپنے منہ سے نکلتا خون ایک طرف تھوک رہا تھا آبان خان کی بات پر اس نے ٹھٹھکتے ہوئے جھٹکے سے پیچھے مڑتے دیکھا۔ وہ لمحے کی دیر کیے بغیر بھاگتے ہوئے آبان خان تک پہنچا تھا۔۔"کون ہے ہسپتال میں؟؟ کیا کہا ہے تو نے ابھی۔ جلدی بکواس بھی کر اب۔ رائنا کہاں ہے؟؟ عدیل شاہ آبان خان کے مقابل جاتے اس کا بازو تھامتے پاگلوں کی طرح چیخا۔ یعنی جو خون بالاج خان کی شرٹ پر دیکھ کر اس کے دماغ میں وسوسے آ رہے تھے۔ وہ بلکل ٹھیک تھے۔۔"ہسپتال میں ہے۔ صرف اور صرف تیری وجہ سے!! سالے جب نکاح کر ہی لیا تھا تو ساتھ بھی کھڑا ہوتا اس کے۔ تیری ماں آئی تھی گھر پر اور تیری بیوی کا اچھی طرح کردار اچھال کر

گئی ہے۔ خبیث انسان تو نے اس بچی کی زندگی برباد کر دی۔!! آبان خان مزید ایک مکا اس کے منہ پر مارتے دھاڑا۔ کوئی سو سے زیادہ کالز کر چکا تھا وہ صبح سے اسے۔ اور اب بھی اس کا نمبر آف جا رہا تھا۔ اگر عدیل شاہ وقت پر کال اٹھا لیتا تو اتنا تماشا بنتا ہی نہیں۔ آبان خان کو لگتا تھا یہ سب کچھ ہوا ہی عدیل شاہ کی وجہ سے ہے۔۔ آبان خان کے الفاظ اسے اپنے کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی مانند معلوم ہو رہے تھے۔ اس کی اپنی ماں خان ولا گئی تھی۔ اور اسے علم ہی نہیں تھا۔۔ اسے لگا تھا کہ پاکیزہ بیگم کو اب شاید عقل آ گئی ہو گی۔ لیکن وہ تو مزید بگڑ گئی تھیں۔۔ "کونسے ہسپتال میں ہے وہ؟؟ عدیل شاہ نے مردہ سی آواز نکالتے آبان خان سے پوچھا۔ ساری بات جاننے کا ابھی اس کے پاس وقت نہیں تھا۔!! سب سے پہلے اسے رائنا کے پاس جا کر اس کی طبیعت کے بارے میں دیکھنا تھا۔ پھر وہ پاکیزہ بیگم یا کسی اور کے بارے میں سوچتا۔۔ "اب وہاں جا کر اپنے سسر سے گولیاں کھانے کا ارادہ ہے کیا؟؟ آبان خان نے اسے گھورتے ہوئے طنز کیا۔۔ "بھونکنا بند کر آبان۔ وہ جان سے بھی مار دیں مجھے کوئی مسئلہ نہیں۔ بس ایک مرتبہ مجھے رائنا کو دیکھنا ہے۔ اس سے ملنا

ہے۔!! عدیل شاہ نے جبڑے بھینچے سرد لہجے میں اسے سچائی بتائی۔۔ بالاج خان اس کے پیچھے ہی کھڑا قہر برساتی نظروں سے اس کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔ "چھوڑ ان سب کو۔ تو چل میں تجھے چھوڑتا ہوں ہسپتال۔ اور وہاں جا کر ذرا اپنی بھی مرہم پٹی کروا لینا۔۔ راحیل خان نے آگے بڑھتے عدیل شاہ کو بازو سے تھامتے سنجیدگی سے کہتے اپنی طرف کھینچا۔۔ "کوشش کرنا چاچو کے سامنے نا جائے یہ!! ڈاکٹر عرفان ہیں وہاں انہیں کہہ دینا چھپ کے ملوا دے گیں اسے رائنا سے۔۔ آبان خان نے دونوں کو آگے بڑھتے دیکھ پیچھے سے آواز لگائی۔ عدیل شاہ نے جھٹکے سے پیچھے مڑتے آبان خان کو دیکھا تھا۔ وہ کھڑا خون اُتری آنکھیں آبان خان پر گاڑے ہوئے تھا۔!! "میں نے کہا ہے کہ ڈاکٹر عرفان ملوا دے گا۔ یہ نہیں کہا کہ رائنا کا علاج وہی کر رہا ہے۔ بے فکر رہ اتنی عقل ہم سب کے اندر بھی ہے۔ آبان خان اس کی نظروں کا مفہوم بہت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ تبھی دانت پیستے اسے وضاحت دی۔۔ "پھر سہی ہے!! عدیل شاہ نے بولتے اپنے قدم واپس سے آگے بڑھائے۔ جہاں راحیل خان گاڑی سٹارٹ کیے بیٹھا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔۔

خلا کے پیپرز کہاں ہیں!! ان دونوں کو جاتے دیکھ آبان خان نے بالاج خان کی" طرف مڑتے اس سے پوچھا۔۔ بالاج خان تو کھڑا بس اسے گھورنے میں مصروف تھا۔ وہ دوسروں سے کیا شکوہ کرتا جب اپنا سکا ہی کھوٹا تھا۔۔ آبان خان اسی کے سامنے عدیل شاہ کو اس کی بہن سے ملاقات کے لیے بھیج چکا تھا۔اور بالاج خان کچھ بول بھی نہیں پایا تھا۔ "اب ایسے نہ گھور۔ جیسے بھی سہی شوہر ہے عدیل اس کا۔ تیرے سے زیادہ حق ہے اس کا رائنا پر۔ آبان خان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے سنجیدگی سے کہا۔ وہ اسے ایسے گھور رہا تھا جیسے ابھی سالم نگل جائے گا۔۔ "کیسی ہے رائنا؟ ہسپتال گیا تھا تو؟ بالاج خان نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے اس سے رائنا کے متعلق پوچھا۔۔ "ہاں ماما کی کال آئی تو راحیل اور میں پہلے ہسپتال ہی گئے تھے۔ وہیں سے آرہے ہیں یہاں!! اور رائنا کے متعلق ابھی ڈاکٹرز کچھ نہیں کہہ رہے۔ خون رک گیا ہے لیکن ابھی ہوش نہیں آیا۔ آبان خان نے سنجیدگی سے اسے ساری سچویشن بتائی۔!! بالاج خان نے اچھا کی صورت میں سر ہلا

دیا تھا۔اور پھر وہ دونوں ہی آگے بڑھتے گاڑی میں بیٹھتے ہسپتال کی جانب بڑھے۔
ان کی گاڑی کراچی کے رستوں پر ڈولتی ہسپتال کی طرف روانہ تھی۔۔

Episode : 57

یہ شام کے پانچ بجے کا وقت تھا۔جب ہر کوئی اپنے اپنے کاموں کو نبٹاتے گھروں کو لوٹنے کی تیاریوں میں تھا۔۔ایسے میں شاہ ولا کے لاؤنج میں معمول کے مطابق سب ایک ساتھ مل کر بیٹھے شام کی چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔سردیوں کے دن تھے اس لیے ہر کوئی لان میں بیٹھنے کی بجائے لاؤنج میں ہی بیٹھا چائے سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔۔پاکیزہ بیگم بھی آج صبح سے یہیں پر آئی ہوئی تھیں۔وہ خان ولا سے سیدھا اُدھر ہی آگئی تھیں۔۔خلاف توقع انہوں نے شاہ ولا کے لوگوں میں سوائے سائرہ بیگم کے اور کسی کو بھی عدیل شاہ کے نکاح کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔اور نہ ہی وہ بتانا چاہتی تھیں۔خاص کر ماورا اور سبینا بیگم کو تو بلکل بھی نہیں!! کیونکہ انہیں لگتا تھا کہ اس سے ماورا اور عدیل کے نکاح پر اثر پڑتا۔اسی لیے انہوں

نے کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا۔۔"لاؤنج میں بیٹھے سب ایک دوسرے سے باتوں میں مشغول تھے۔نائرہ شاہ کو آج پھر سائرہ بیگم نے کچن میں کھڑا کر رکھا تھا۔آج کل صبح سے لے کر رات تک کا کھانا نائرہ شاہ ہی بنا رہی تھی۔نوین بیگم نے کافی مرتبہ اس بارے میں بولنے کی کوشش بھی کی تھی۔ان کی بیٹی سارا دن کچن میں اکیلی لگی رہتی تھی۔اور کوئی گھر کی بچی کچن میں جھانک کر بھی نہیں دیکھتی تھی۔۔ لیکن مظہر شاہ سختی سے انہیں بیچ میں بولنے سے منع کر چکے تھے۔ان کا کہنا تھا کہ یہ ساس اور بہو کا معاملہ ہے۔وہ بیچ میں بولے گی تو کہیں ایسا نا ہو کہ گھر میں لڑائی ہو جائے۔اسی لیے انہوں نے سختی سے نوین بیگم کو خاموش رہنے کا کہہ رکھا تھا۔۔ کیونکہ سائرہ بیگم کی بات کا بتنگڑ بنانے والی عادت سے سب ہی واقف تھے۔۔

نائرہ شاہ نے کچن سے سموسے لاتے لاؤنج میں رکھی سینٹرل ٹیبل پر رکھے۔آج" ہی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔بلکہ تب سے اس کی طبیعت ٹھیک ہوئی ہی نہیں تھی۔۔اس کے چہرے پر کمزوری اور پیلا پن بہت واضح تھا۔ہر وقت کچن میں کھڑے رہنے اسے کمر میں الگ درد رہتا تھا۔اور الٹیاں تو تب سے رکی ہی نہیں

تھیں۔ وہ کچھ بھی کھاتی تو فوراً سارا کھانا باہر نکل جاتا۔ اسی وجہ سے وہ اپنا کھانا بھی بہت کم کیے ہوئے تھی۔ ماہ دیر شاہ کو گئے ہوئے آج دوسرا دن تھا۔ اور اس نے ایک کال کر کے بھی نہیں پوچھا تھا۔ وہ جو وعدہ کر کے گیا تھا کہ جاتے ساتھ ہی کال کر کے خیریت معلوم کرے گا۔ ابھی تک ایک مرتبہ بھی اس نے خبر نہیں لی تھی۔۔ بس زاویار شاہ سے اسے پتہ چلا تھا کہ وہ بحفاظت وہاں پہنچ گیا ہے۔!!

"سموسوں کی پلیٹ سینٹرل ٹیبل پر رکھتے نائرہ شاہ نے واپس سے اپنے قدم کچن کی جانب بڑھائے۔ ابھی باقی سموسے بنانا رہتے تھے۔ ابھی وہ آگے بڑھ ہی رہی تھی کہ پاکیزہ بیگم کی آواز پر اسے رکنا پڑا۔ "نائرہ بیٹے آؤں ہم سب کے پاس بیٹھو!! تم تو آج کل نظر ہی نہیں آتی ہو گھر میں۔ کہاں ہوتی ہو سارا دن!! پاکیزہ بیگم نے مسکراتے پیار سے اسے اپنے پاس بلایا۔!! "پھوپھو میں ضرور بیٹھتی لیکن میں نے سموسے فرائی کرنے کے لیے گھی میں ڈالے ہوئے ہیں۔ بس وہ ہو جائیں پھر آتی ہوں میں۔ آپ لوگ تب تک یہ کھائیں!! اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کرتے نائرہ شاہ نے مدھم سا مسکراتے جواب دیا۔ وہ دیکھنے سی ہی نڈھال لگ رہی تھی۔۔

"چھوڑو اسے ہیر دیکھ لے گی۔ آؤ تم بیٹھو ہم سب کے ساتھ۔!! پاکیزہ بیگم نے مسکراتے اس کے سامنے اپنا ہاتھ کیا۔ وہ اسے اپنے پاس بلانا چاہ رہی تھیں۔!! پاکیزہ ہیر گھر پر نہیں ہے۔ اپنی دوستوں کے ساتھ باہر گئی ہے۔ آپ رہنے دیں کر لے گی یہ خود!! کام ختم کر کے بیٹھ جائے گی ہم سب کے ساتھ!!" ابھی نائرہ کچھ کہتی کہ سائرہ بیگم نے بات کے درمیان حصہ لیا جی میں آتی ہوں ابھی!! زبردستی مسکرا کر کہتی نائرہ شاہ اپنے قدم واپس سے آگے بڑھا گئی تھی۔۔ اسے کبھی کبھی لگتا تھا کہ فائزہ شاہ کا سارا غصّہ سارا بدلہ سائرہ بیگم اس سے لے رہی ہیں۔ آج سے پہلے تو وہ کبھی ایسی نہیں تھیں۔ یہ فائزہ کے آنے کے بعد ہی وہ کچھ زیادہ ظالم ہو گئی تھیں۔ ایک مرتبہ ان کے سامنے بھی نائرہ شاہ کو الٹی آئی تھی۔ لیکن پھر بھی انہوں نے ذرا ترس کھانا مناسب نہیں سمجھا۔۔ بس یہی کہہ کر ٹال دیا تھا کہ کچھ الٹا سیدھا کھا لیا ہو گا تم نے۔۔ اور نائرہ شاہ کو خود کو بھی یہی لگتا تھا۔۔

ابھی نائرہ شاہ تھوڑا آگے ہی بڑھی تھی کہ آنکھوں کے سامنے بری طرح اندھیرا آنے پر اس نے بر وقت دیوار کا سہارا لیا۔۔ اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھے وہ بمشکل ہی اپنے سہارے پر دیوار کا سہارا لیے کھڑی تھی۔!! "ماما۔۔ اپنا جی متلاتے دیکھ بے ساختہ ہی اس نے اونچی آواز میں اپنی ماں کو پکارا۔ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا جبکہ دل بہت عجیب سا ہو رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ابھی الٹی کر دے گی۔ لیکن اتنی ہمت نہیں تھی اس میں کہ واشروم تک جا سکے۔!! نوین بیگم اور باقی سب جو اپنی باتوں میں مصروف تھے نائرہ شاہ کی آواز سنتے وہ سب ہی اس کی طرف متوجہ ہوئے۔۔ نوین بیگم سب سے پہلے اٹھتے تڑپتے ہوئے اس کی طرف بڑھیں۔ انہیں تو پہلے ہی اپنی بیٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ نائرہ شاہ جو گرنے ہی لگی تھی نوین بیگم بروقت اسے سہارا دے چکی تھیں۔!! "بیٹے تم ٹھیک ہو؟؟ نوین بیگم نے پریشانی سے اس کا گال تھپکتے اس سے استفسار کیا۔۔ لیکن وہ سن ہی نہیں رہی تھی۔ اس کی آنکھیں آہستہ آہستہ بند ہو رہی تھیں۔ ابھی وہ بیہوش ہوتے نوین بیگم کے بازوں میں گرتی۔ کہ زاویار شاہ نے بروقت آگے آتے اسے تھاما۔۔ سارے

پریشانی سے اس کے ارد گرد اکٹھے ہو چکے تھے۔!! "زاویار اسے ہسپتال لے کر چلو۔ کیا حال ہو گیا ہے میری بچی کا۔۔ نوین شاہ نے روتے ہوئے زاویار شاہ سے کہا جو نائرہ شاہ کو گود میں ہی اٹھا رہا تھا۔ ان کا تو کلیجہ منہ کو آ گیا تھا۔۔ "اسے صوفے پر لٹاؤ۔ صرف بیہوش ہوئی ہے۔ گھر پر ہی آ جائے گی ڈاکٹر۔۔ معاذ تم ڈاکٹر کو کال کرو۔!! سائرہ بیگم نے زاویار شاہ کے پاس جاتے اسے نائرہ کو صوفے پر لٹانے کا کہتے آخر میں معاذ شاہ کی طرف دیکھتے کہا۔ زاویار شاہ نے ہاں میں سر ہلاتے آگے بڑھتے نائرہ شاہ کو صوفے پر لٹایا۔ نوین بیگم اس کے پاس ہی بیٹھی اس کے ہاتھ رب کر رہی تھیں۔!! معاذ شاہ نے بھی فوراً سے پہلے سائرہ بیگم کے نمبر سے لیڈی ڈاکٹر کو کال ملائی۔!! "ڈاکٹر آ رہی ہے۔ آپ سب پریشان نا ہو۔ کچھ نہیں ہو گا اسے۔ سائرہ بیگم نے صوفے پر بیٹھتے ایک نظر سب کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ انہیں تو یہ بھی کام سے بچنے کے لیے اس کا ناٹک لگ رہا تھا۔ "بس کر دیں بھابی آپ۔ آپ کی وجہ سے ہی میری بیٹی کی یہ حالت ہے۔ انسان ہے وہ بھی۔ پچھلے کتنے دنوں سے ملازموں کو چھٹی دے کر آپ نے اسے کاموں میں لگایا ہوا ہے۔ تو یہی انجام ہونا

تھا۔۔ ہم سب کچھ بول نہیں رہے اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم سارے اندھے ہیں!! نوین بیگم تو پھٹ ہی پڑی تھیں۔ اتنے دنوں سے سب کچھ دیکھ کر بھی وہ جیسے برداشت کر رہی تھیں یہ تو وہی جانتی تھیں۔ آخر وہ ماں تھی کب تک بیٹی کے ساتھ ایسا سلوک برداشت کرتی؟؟ سائرہ بیگم نے حیرت سے منہ کھولتے نوین بیگم کا چہرہ دیکھا۔ جن کی پہلی مرتبہ ان کے سامنے زبان کھلی تھی۔۔ "بھئی رفعت کے بیٹے کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اسی لیے وہ اپنی بیٹی کو لے کر چند دن کی چھٹی پر چلی گئی ہے۔ اس میں بھلا میرا کیا قصور؟؟ اپنی بیٹی چھوئی موئی ہے آپ کی۔ اور آپ سارا الزام مجھ پر ڈال رہی ہیں!! سائرہ بیگم نے اپنی آواز کو بمشکل نارمل رکھتے اپنی صفائی دی۔!! "بس کر دیں آپ دونوں۔ اب آپ دونوں لڑنے بیٹھ جائے گی تو کیا خاک گھر میں سکون ہو گا۔ نوین اب آواز نا آئے آپ کی۔ مظہر شاہ نے نوین بیگم کو کچھ بولتے دیکھ بیچ میں ٹوکتے انہیں سختی سے منع کیا۔۔ اسی لڑائی جھگڑے کی خاطر وہ نوین بیگم کو نائرہ کے معاملات سے دور رہنے کا کہتے تھے۔ اب ان کی بیٹی پرائی تھی۔ اس کے سسرال کے معاملات الگ تھے۔ تو بہتر تھا وہ انہیں

خود ہی سنبھالتی۔تاکہ آئندہ آگے بھی نائرہ شاہ گھر سنبھالنے کے قابل بنتی۔آخر کب تک ماں باپ بیچ میں بولتے۔!!نوین بیگم نے ایک شکوہ کناں نظر مظہر شاہ پر ڈالی۔جواب بھی انہیں ہی چپ کروا گئے تھے۔انہیں لگتا تھا کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں!!

ڈاکٹر کو گیٹ سے اندر داخل ہوتے دیکھ نوین بیگم صوفے سے کھڑی ہوئیں۔۔وہ صوفے پر ایک طرف ہی نائرہ شاہ کے پاس کھڑی ہو گئی تھیں۔"ڈاکٹر پلیز اسے دیکھیں اور بتائیں کہ کیا مسئلہ ہے!!نوین بیگم نے ڈاکٹر کی طرف دیکھتے پریشانی سے کہا۔نائرہ شاہ کا رنگ پیلا پڑتا جا رہا تھا۔۔"پریشان مت ہو آپ میں دیکھتی ہوں!! مسکرا کر کہتے ڈاکٹر نے نائرہ شاہ کا چیک اپ شروع کیا۔۔وہ ان کی فیملی ڈاکٹر تھیں اور زیادہ تر یہی شاہ ولا میں کسی کو بھی کچھ ہونے پر چیک کرنے آتی تھیں۔!!سب ایک طرف کھڑے نائرہ شاہ کے لیے دعا گو تھے۔!!"آ۔۔مبارک ہو آپ سب کو۔۔

"She is three weeks pregnent!!"

زبردستی مسکراتے ڈاکٹر نے اچھی طرح اپنی تسلی کرتے ان لوگوں کے سروں پر دھماکہ کیا۔وہ خود بھی یہ بات بتاتے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔کیونکہ وہ خود بھی اکثر ہی یہاں آتی تھیں اور اچھی طرح جانتی تھی کہ نائرہ شاہ کا ابھی صرف نکاح ہوا ہے۔!!اسی لیے اس نے دو سے تین مرتبہ چیک کر کے ہی ان لوگوں کو بتایا تھا۔

"آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔اس کی رخصتی نہیں ہوئی ابھی۔میرا بیٹا اپنی حدود جانتا ہے پھر ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟؟ سائرہ بیگم نے بے یقینی سے ڈاکٹر کی طرف دیکھتے کہا۔انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ایسا کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔کچھ ایسا ہی حال وہاں موجود سبھی لوگوں کا تھا۔۔"دیکھیں میں بھی یہ بات جانتی ہوں۔اسی لیے دو سے تین مرتبہ چیک کر کے تسلی کی ہے۔یہ واقعی میں پریگنینٹ ہیں۔اور تو اور بچہ اور ماں دونوں ہی بہت کمزور ہیں۔میں کچھ دوائیاں لکھ رہی ہوں یہ باقاعدگی سے انہیں دیں۔اور ان کی ڈائیٹ کا اچھے سے خیال رکھیے گا۔باقی آپ مزید تسلی کیلئے ہسپتال سے الٹراساونڈ کروالیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔!!" سنجیدگی سے سائرہ بیگم کی

طرف دیکھتے ڈاکٹر نے پروفیشنل لہجے میں کہا۔ان کا کام بس یہیں تک تھا۔اب یہ بچہ کہاں سے آیا، یہ سوچنا ان کا کام نہیں تھا۔۔"میں چلتی ہوں!! ہلکا سا مسکراتے ڈاکٹر نے ان سب کو دنگ چھوڑے اپنا سامان اٹھاتے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔!!اس کا کام ختم ہو چکا تھا۔!!

نوین بیگم ڈاکٹر کے جاتے صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھیں۔سچویشن ایسی تھی کہ فلحال سبھی ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے۔کوئی بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ یہ سب ہوا کیسے!!

"زاویار اٹھاؤ اسے۔ہم ابھی ہسپتال جائے گیں اس کا الٹرا ساؤنڈ کروالے گیں۔ایسا بھی تو ہو سکتا ہے نہ اس ڈاکٹر سے غلطی ہو گئی ہو۔تم لے کر جاؤ اسے ہسپتال!! نوین بیگم نے زاویار شاہ کی طرف دیکھتے اس کا بازو پکڑتے کہا۔انہیں اپنی بچی پر پورا یقین تھا۔ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا کہ وہ ان کا مان توڑ دیتی۔۔"سہی کہہ رہی ہے تمہاری ماں!! جاؤ لے کر اسے۔اور اچھی طرح چیک اپ کرواؤ۔باقی اللہ خیر

کرے گا۔۔ مظہر شاہ نے بھی زاویار کی طرف دیکھتے نوین بیگم کی بات سے تائید کی۔!! زاویار شاہ نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے نائرہ شاہ کے بیہوش وجود کو واپس سے اپنی گود میں اٹھایا۔اس کے قدم باہر کی جانب تھے۔تاکہ نائرہ شاہ کو ہسپتال لے کر جاسکے۔!! غیر ارادی طور پر صرف وہ اکیلا ہی نائرہ شاہ کو لے کر گیا تھا۔۔ باقی سب پریشانی کے عالم میں سکتے کی کیفیت میں بیٹھے تھے۔۔ کوئی بھی اس خبر پر یقین کرنے کو تیار ہی نہیں تھا۔سائرہ بیگم کو اتنا تو ماہ دیر شاہ پر اندھا یقین تھا کہ وہ رخصتی سے پہلے اپنی حدود کو نہیں توڑ سکتا۔ان کا بیٹا بلکل بھی ایسا نہیں تھا۔۔ لیکن اگر یہ سب ماہ دیر کی وجہ سے نہیں ہوا تھا تو پھر نائرہ شاہ کسی اور کے ساتھ۔۔" یہ بات سوچتے ہی سائرہ بیگم نے اپنے سامنے تسبیح ہاتھ میں تھامے بیٹھی نوین بیگم کی طرف دیکھا۔اگر ایسا کچھ ہوتا تو نائرہ شاہ کو وہ مزید ایک لمحے کے لیے بھی اپنے بیٹے کی زندگی میں برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ایک مرتبہ بس نائرہ شاہ کی رپورٹس نیگیٹیو آجاتی۔ تھی ان سب کے لیے بہتر تھا۔۔

حدائق شاہ جو اوپر ریلنگ پر کھڑا نیچے ہوا سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔ وہ اوپر والے لاؤنج میں بیٹھا کام کر رہا تھا۔ جب شور کی آواز سنتے وہ یہاں آ کر کھڑا نیچے ہوا ایک ایک منظر دیکھ اور سن رہا تھا۔ حدائق شاہ ایک گہری سانس بھرتے ریلنگ سے پیچھے ہوا۔ ماہ دیر شاہ اگر فائزہ کے معاملے میں اس کی تھوڑی سی بھی مدد کرتا تو حدائق شاہ بھی آج یقیناً اس کا ساتھ دیتا۔۔ لیکن وہ بے حس ہو چکا تھا۔ سب نے مل کر اسے جس طرح فیملی سے ہی باہر نکالا تھا، حدائق شاہ یہ سب کچھ بھولا ہی کب تھا۔ اور نہ ہی وہ ساری زندگی یہ بات بھول سکتا ہے۔ اسے اتنی بھی اجازت نہیں تھی کہ شام کے وقت سب کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھ سکے۔ اوپر والے لاؤنج میں اکیلا بیٹھا وہ نیچے سے آتے قہقہوں کی گونج سن رہا ہوتا تھا۔۔ اب تو فائزہ شاہ بھی اسے کمرے میں نہیں بھٹکنے دیتی تھی۔ دن بدن اس کی حالت بگڑتی ہی جا رہی تھی۔ وہ حدائق شاہ کو دیکھتی تھی اور بری طرح چیخنے چلانے لگ جاتی تھی۔ اسی لیے حدائق شاہ بھی کوشش کرتا تھا کہ کم سے کم ہی کمرے میں جائے۔ آج کل اشنا شاہ ہی فائزہ کو سنبھالتی تھی۔ اور حدائق شاہ اکیلا باہر لاؤنج میں بیٹھتے دن رات سگریٹ پھونکتا

تھا۔ غرض کہ وہ آج کل مکمل طور پر اکیلا ہو چکا تھا۔ ہر کوئی اپنی اپنی زندگی میں مصروف تھا۔ صرف ایک وہی تھا جس کی زندگی مکمل طور پر رک چکی تھی۔۔

زاویار شاہ نائرہ شاہ کو اٹھائے ڈاکٹر کے کیبن میں داخل ہوا۔ وہ غیر دانستہ طور پر اسے گائنا کولجسٹ کے پاس لایا تھا۔ تاکہ اگر ایسا کوئی مسئلہ ہوتا بھی تو کوئی شک باقی نہ رہتا۔۔ نرمی سے اسے بیڈ پر لٹاتے زاویار شاہ نے ڈاکٹر کو تمام سچویشن سے آگاہ کیا۔۔ "آپ باہر جائیں میں چیک کر کے بلاتی ہوں آپ کو!! پروفیشنل لہجے میں کہتے ڈاکٹر نے نائرہ شاہ کا چیک اپ شروع کیا۔۔ "زاویار شاہ بھی کیبن سے باہر نکل گیا تھا۔۔ وہ دعا کر رہا تھا کہ پہلے والی ڈاکٹر کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہو۔ اگر اس کا کہا سچ ہوتا تو بہت بڑا مسئلہ بن جانا تھا۔ ماہ دیر شاہ کو وہ بہت اچھے سے جانتا تھا۔ وہ اس ٹائپ کا بندہ تھا کہ ماں کے آگے بیوی کو بھی بھول جائے۔ سب کی طرح اس کا بھی ڈر یہی تھا کہ اگر یہ سب ماہ دیر کی وجہ سے نہیں ہوا پھر۔۔۔ "ایسا نہیں تھا کہ اسے اپنی بہن پر یقین نہیں تھا، اسے خود سے زیادہ نائرہ شاہ پر یقین تھا۔ لیکن جس یقین کے

ساتھ سائرہ بیگم نے تھوڑی دیر پہلے کہا تھا کہ میرا بیٹا اپنی حدود جانتا ہے۔ وہیں سے اسکے دل میں بھی ایک خوف سا بیٹھ گیا تھا۔

آپ کو اندر ڈاکٹر بلا رہی ہیں!! ایک جیسے نے زاویار شاہ کے پاس آتے اسے ڈاکٹر" کا پیغام دیا۔۔ شاید وہ نائرہ شاہ کا چیک اپ کر چکی تھی۔ زاویار شاہ ہاں میں سر ہلاتے نرس کے ساتھ ہی اندر داخل ہوا۔ اس کا دل ایسے دھک دھک کر رہا تھا جیسے ابھی باہر نکل کر آجائے گا۔ "بیٹھیں مسٹر زاویار!! ڈاکٹر نے ہلکا سا مسکراتے اسے بیٹھنے کو کہا۔ زاویار شاہ بھی خاموشی سے اس کے سامنے بیٹھ چکا تھا۔۔ "دیکھیں مسٹر زاویار!! آپ کی بہن تین ہفتے سے زیادہ کی پریگنینٹ ہے۔ اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ کسی قسم کی کوئی احتیاط، یا پھر کوئی علاج کچھ بھی نہیں کروایا گیا۔ بچہ بہت زیادہ کمزور ہے۔ ان کی ڈیلیوری میں بہت مسئلے آئے گیں اگر بروقت احتیاط نا کی گئی تو۔ میں دوائیاں لکھ رہی ہوں یہ انہیں باقاعدگی سے دیں اور ان کے کھانے پینے کا بے حد خیال رکھیں۔ آپ ان کے ہسبنڈ سے کہیے گا ہر ہفتے ان کا چیک اپ ضرور

کروائیں۔!! ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے بولتے جان زاویار شاہ کے ہر شک پر مہر لگا دی تھی۔ وہیں اس کے دائیں طرف بیڈ پر پڑی نائرہ شاہ پر جیسے حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔۔نائرہ شاہ ابھی ہی ہوش میں آئی تھی۔ غرض کہ ڈاکٹر کی بات وہ سن چکی تھی۔۔"تھینک یو ڈاکٹر!! سنجیدگی سے کہتے زاویار شاہ کرسی سے کھڑا ہوا۔ وہ تو رسمی طور پر مسکرا بھی نہیں سکا تھا۔دل میں بس ایک دعا چل رہی تھی کہ اس کی بہن کے کردار پر کوئی سوال نا اٹھائے۔!! اپنی بہن کو اپنی آنکھوں کے سامنے رسوا ہوتے وہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔

بیڈ کی طرف جاتے اس نے سپاٹ سے چہرے کے ساتھ نائرہ شاہ کو بازو سے" پکڑتے نرمی سے کھڑا کیا۔ جو ابھی تک حیرانی سے ڈاکٹر کو ہی دیکھ رہی تھی۔ ڈاکٹر کے الفاظ ابھی تک اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ زاویار شاہ نرمی سے اسے اپنے ساتھ لیے روم سے باہر نکلا۔اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا جبکہ دماغ سوچوں کے جال میں الجھا ہوا تھا۔!! وہیں نائرہ شاہ کے چہرے پر خوف اور حیرانی تھی۔ جبکہ دماغ بلکل سن ہوا پڑا تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی اس خبر پر خوش ہونا چاہیے یا

غمگیں!! کیونکہ وہ جانتی تھی زاویار کو پتہ چلا ہے تو یقیناً اب سارے گھر والوں کو پتہ چل جائے گا۔ اور اسے یہی فکر کھائے جا رہی تھی۔ کاش کہ یہ سب محض ایک خواب ہوتا۔۔ اسے فرنٹ سیٹ پر بٹھاتے زاویار شاہ خاموشی سے اپنی سائڈ پر آیا۔۔ وہ تو نائرہ شاہ سے کوئی بات پوچھتے ہوئے بھی ہچکچا رہا تھا۔ پھر اسے کیا ہی کہتا بھلا؟؟ اپنی سائڈ پر آکر بیٹھتے زاویار شاہ نے گاڑی سٹارٹ کی۔ اس کی گاڑی ہچکولے بھرتی !! ہسپتال سے نکلتے شاہ ولا کے راستے پر گامزن تھی۔

گاڑی میں مسلسل خاموشی محسوس کرتے نائرہ شاہ نے بلکل مدھم سی آواز میں اس خاموشی کو توڑنا چاہا۔۔ "بھائی!! تھوک نگلتے نائرہ شاہ نے دھیمے سے اسے پکارا۔ وہ کم از کم ایک مرتبہ اس سے بات تو کر لیتا۔!!! "ماہ دیر جانتا ہے اس بارے میں؟؟ نجانے کس خدشے کے احساس سے زاویار شاہ نے ایک آخری اُمید کے تحت پوچھا۔۔ "نہیں!! ایک لفظی جواب آیا تھا اور زاویار شاہ کے دل میں مدھم سی اُمید بھی بجھ گئی تھی۔۔ جبکہ نائرہ شاہ نے سچ بولا تھا۔ ماہ دیر شاہ واقعی اس بارے میں کچھ

نہیں جانتا تھا۔اسے تو خود کو ابھی آج ہی پتہ لگا تھا۔۔اس کے بعد گاڑی کے مکمل خاموشی تھی۔ناتو زاویار شاہ نے کچھ بولنا مناسب سمجھا۔اور ناہی نائرہ شاہ کچھ بول رہی تھی۔۔

زاویار شاہ نے گھر کے اندر گاڑی روکتے گاڑی سے نکلتے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔اس کے ہاتھ میں نائرہ شاہ کی رپورٹس تھیں۔سارے راستے وہ خاموشی سے دل میں دعائیں پڑھتا آیا تھا۔نائرہ شاہ نے بھی گاڑی سے نکلتے دھیمے دھیمے سے قدموں سے اندر کی جانب بڑھی۔اسے خوف آرہا تھا کہ نجانے کیسے سب کو فیس کرے گی۔!!"کیا بناسب کچھ ٹھیک تو ہے نا؟ وہ ڈاکٹر جھوٹ بول رہی تھی نہ!! اس کے اندر داخل ہوتے ہی سب سے پہلے نوین بیگم نے اس کی طرف آتے سوالوں کو بوچھاڑ کی۔۔ باقی سب بھی سیدھے ہو کر بیٹھتے شدت سے اس کے جواب کے منتظر تھے۔زاویار شاہ نے خاموشی سے آگے بڑھتے فائل ٹیبل پر رکھی۔ساتھ ہی وہ خود بھی صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔۔جبکہ نائرہ شاہ دروازے سے تھوڑا آگے

کھڑی اُنگلیاں مروڑتے کنفیوزڈ سی نظر آرہی تھی۔ اس کے چہرے کے رنگ اڑے ہوئے تھے۔۔ کیونکہ اس نے تو سوچا تھا کہ گھر میں کسی کو نہیں پتہ ہوگا۔ لیکن یہاں تو سب ہی پہلے سے باخبر تھے۔اور اسے یہی بات پریشانی میں مبتلا کر رہی تھی۔!!"سہی کہہ رہی تھی وہ ڈاکٹر!! تین ہفتے پہلے سے پریگنینٹ ہے یہ!! زاویار شاہ نے دھیمے سے کہتے سب کی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔"نوین بیگم نے حیرت سے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا۔انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کی تربیت ایسی بھی ہو سکتی ہے۔۔"توبہ حد ہے بھئی آج کل کی لڑکیوں کی۔ شادی سے پہلے ہی ماں بن رہی ہیں!! ارے نجانے کس کا گند ہے جو لا کر ہمارے سروں پر ڈال رہی ہے۔!! یہ سائرہ بیگم تھیں جنہوں نے جلے کٹے انداز میں کہتے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔۔ وہیں ان کی بات سنتے نائرہ شاہ کی سانس تک رکنے والی ہو گئی تھی۔اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں یہ سب اس کے کردار پر شک کرنے لگ جائے گیں۔ وہ تو یہی سمجھ رہی تھی کہ سب سمجھ جائے گیں یہ ماہ دیر کی اولاد ہے۔!! "بس کر دیں چچی!! میری بہن ایسی نہیں ہے!! زاویار شاہ نے سنجیدگی سے سائرہ

بیگم کی طرف دیکھتے صفائی دی۔ باقی سب تو ابھی تک ہکا بقا تھے۔۔انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ ایسے موقع پر کیا ریکشن دیں۔۔ "ارے رہنے دو۔ مجھے سو فیصد یقین ہے اپنے بیٹے پر۔ وہ اپنی حدیں بہت اچھے سے جانتا ہے۔ وہ مر کے بھی یہ کام نہیں کرے گا جس سے اس کی ماں کی تربیت پر سوال اٹھے۔ سائرہ بیگم نے زاویار کی طرف دیکھتے بلند آواز میں کہا۔ان کے لفظوں سے ماہ دیر شاہ کے لیے بے تحاشا مان چھلک رہا تھا۔ نائرہ شاہ ابھی بھی دروازے میں ہی کھڑی بھیگی آنکھوں کے ساتھ سائرہ بیگم کو دیکھ رہی تھی۔ جو اپنے بیٹے کو پاک صاف بنا کر سارا الزام اس پر ڈال چکی تھیں۔!! "بس کر دیں بھابی۔ یہ تو میں بھی کہہ سکتی ہوں مجھے اپنی بیٹی پر سو فیصد یقین ہے۔ وہ ایسا کوئی کام کر ہی نہیں سکتی۔ آپ سیدھا سیدھا میری بیٹی کے کردار کو مشکوک بنا رہی ہیں!! نوین بیگم نے روتے ہوئے سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے کہا۔ ایک وہ لوگ پہلے پریشان تھے اوپر سے سائرہ بیگم جلے پر نمک چھڑک رہی تھیں۔۔ "کردار مشکوک ہو چکا ہے اس کا۔ پوچھے ذرا اس سے کس کے ساتھ گل چھرے اڑا کر آئی ہے۔ ارے کسی اور کا کیا گناہ اب یہ میرے بیٹے کے سر پر

تھوپے گی!! سائرہ بیگم نائرہ شاہ کی طرف دیکھتے چیخی تھیں۔ان کا تو خون ہی کھول اٹھا تھا۔۔

اوپر ریلنگ کے پاس سیب کھاتے ہوئے جھک کر کھڑا احدائق شاہ سائرہ بیگم کی" بات پر دھیمے سے مسکرایا۔ وہ کب سے فرصت کے ساتھ یہیں پر کھڑا تھا۔ آخر کو تماشے کا اینڈ بھی تو دیکھنا تھا۔ سیب کھاتے ہوئے وہ تسلی سے یہ ساری مووی انجوائے کر رہا تھا۔

چچی ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں قسم کھاتی ہوں آپ ایسا کچھ نہیں ہے۔آپ غلط سوچ" رہی ہیں میرے بارے میں۔ نائرہ شاہ نے آگے بڑھتے روتے ہوئے اپنی صفائی دینی چاہی وہ انہیں یقین دلانے کی خاطر قسم تک اٹھا چکی تھی۔ "ارے جاؤ بی بی۔ آجانے دو ذرا ماہ دیر کو۔ تمھارا فیصلہ کرواتی ہوں میں اس سے۔ جس کا گند لیے پھر رہی ہو اپنے پیٹ میں۔ خوشی خوشی اسی کے ساتھ جا کر زندگی بتانا۔!! سائرہ بیگم نے ہاتھ نچا کر کہتے صاف گوئی سے کام لیا۔ وہیں وہ نائرہ شاہ کے دل میں خنجر

گھونپ رہی تھیں۔۔نوین بیگم اور باقی سب کا بھی کچھ یہی حال تھا۔ماہ دیر اور نائرہ شاہ بچپن سے نکاح میں تھے۔ایسے میں عین جوانی کو پہنچ کر وہ دونوں قطعی بھی الگ نہیں ہو سکتے تھے۔!! مظہر شاہ اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے نائرہ شاہ کے مقابل آتے کھڑے ہوئے۔!!"کس کا ہے یہ بچہ ؟؟ یہ سوال پوچھتے وہ نائرہ شاہ کو زمین پر اندر جیسے زندہ دفن کر گئے تھے۔وہ اپنے ہاتھوں سے اسے مار دیتے نائرہ شاہ کو اتنی تکلیف نا ہوتی۔لیکن اس پر اعتبار نا دکھا کر مظہر شاہ اسے دگنی تکلیف میں مبتلا کر گئے تھے۔!! نائرہ شاہ نے بے بسی سے شکوہ کناں نظروں سے اپنے باپ کو دیکھا۔"میں نے پوچھا کس کا ہے یہ بچا؟؟ کہاں سے آیا ہے۔ باپ کون ہے اس کا؟؟ تم۔کچھ بولو گی بھی اب!! مظہر شاہ نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑتے ایک ساتھ ہی کئی سوال داغے۔انہیں یقین تھا نائرہ پر۔لیکن وہی سائرہ بیگم کی باتوں نے ان کے دل میں شک ڈال دیا تھا۔اگر وہ کہہ رہی تھیں کہ ماہ دیر ایسا کچھ نہیں کر سکتا رخصتی سے پہلے۔تو ہو سکتا ہے کہ وہ ٹھیک ہو۔۔انہیں اپنی بیٹی سے زیادہ لوگوں کی باتوں پر یقین تھا۔۔"بابا آپ تو مجھ پر اعتبار دکھائیں۔میں کبھی بھی آپ کو شرمندہ

نہیں کر سکتی!! گھٹی گھٹی آواز حلق سے نکالتے نائرہ شاہ نے روتے ہوئے بے بسی سے کہا۔۔جب باپ نے ہی کٹہرے میں کھڑا کر دیا تھا تو کسی اور سے وہ کیا ہی اُمید لگاتی!!" باباخدا کے لیے۔آپ کی اپنی بیٹی ہے یہ!! تھوڑا تو اعتبار دکھائیں۔زاویار شاہ صوفے سے کھڑا ہوتے نائرہ شاہ کے پاس آتے چلایا۔کیا پتہ یہ واقعی میں ماہ دیر شاہ کی اولاد ہوتی۔۔اس کے دل میں ابھی بھی ایک اُمید کی کرن باقی تھی۔!!"تم چپ رہو۔اعتبار ہی دکھایا تھا میں نے درفشاں پر بھی اور اس پر بھی!! آج اعتبار کی مار کھا کر ہی یہاں بیٹھا ہوں۔!! مظہر شاہ نے زاویار کو گھورتے جواب دیا۔وہ درفشاں کو بھی بیچ میں گھسیٹ لائے تھے۔۔نائرہ شاہ نے روتے ہوئے زاویار شاہ کا بازو تھاما۔اس لمحے اس گھڑی اس نے شدت سے دعا کی تھی کہ کاش ماہ دیر شاہ اسکے ساتھ ہوتا۔تو کم از کم اسے یوں کھڑے ہو کر اپنے ہی گھر والوں کو اپنے کردار کی صفائی نہ دینی پڑتی۔وہ آکر سب کو یقین دلا دیتا کہ اس کا بچہ ناجائز نہیں ہے۔لیکن وہ تو کہیں تھا ہی نہیں!! اس کے حق میں بولنے کے لیے ماہ دیر کہیں بھی موجود ہی

نہیں تھا۔ اسے اکیلے ہی سب کو اپنے کردار کی گواہی دینی تھی۔ جو کہ وہ دینے کی کوشش بھی کر رہی تھی۔۔

اپنی بہن کی باری آئی تو لوگوں کو بڑی مرچیں لگ رہی ہیں!! اوپر سے حدائق شاہ" کی تمسخراتی سی آواز سنتے بے ساختہ ہی سب کی نظر اوپر کی طرف گئی۔ جہاں وہ ریکنگ کے پاس کھڑا سیب کھاتے ہوئے نیچے دیکھ رہا تھا۔۔ اس کا صاف صاف اشارہ زاویار شاہ کی طرف تھا۔۔ "بکواس بند رکھ اپنی!! زاویار شاہ اسے گھورتے سرد لہجے میں غرایا۔ "یو نو واٹ زاویار شاہ!! اس گھر کے ہر دوسرے بندے کو اپنی سوچ بدلنے کی ضرورت ہے۔ تیرے سمیت!! اور یہ تب تک ممکن نہیں جب تک ہمارے بڑے پازیٹیو سوچنا شروع نہیں کر دیتے۔ سب سے زیادہ فساد ہی یہاں تو ہمارے بڑوں نے ڈالا ہوا ہے۔۔ یاد کر ایک دن میری بیوی کھڑی تھی اسی کٹہرے میں! بلکل اسی جگہ پر۔ اور اس کے کردار بھی بلکل ایسے ہی میری پیاری ماما جان سوال اٹھا رہی تھیں۔ آج تیری بہن یہاں کھڑی ہے۔ کل کو کوئی تیسری لڑکی

کھڑی ہو گی۔ بہویں آتی رہے گیں اس گھر میں۔اور آ کر اپنے اوپر بد کرداری کا ٹیگ لگواتی رہے گیں۔!! ہلکا سا مسکراتے حدائق شاہ بہت گہری بات کر گیا تھا۔اس کے ہر لفظ میں سچائی جھلک رہی تھی۔۔"مجھے کوئی شوق نہیں ہے کسی کا کردار اچھالنے کا۔ تمہاری بیوی کو صرف میں نہیں پورا جگ یہی کہتا ہے۔اور رہی بات نائرہ کی تو یہ محترمہ بھی کچھ ایسا ہی کارنامہ سرانجام دے کر آئی ہے۔دو بہو ملی ہیں اور دونوں ہی ماشاءاللہ سے ایک جیسی ہیں!! سائرہ بیگم نے اوپر حدائق کو گھورتے چیختے ہوئے کہا۔ان کا بیٹا سب کے سامنے کھڑا انہیں ہی غلط کہہ رہا تھا۔وہ بھلا کیسے برداشت کر سکتی تھیں؟؟"میری بیوی کے بارے میں کوئی کچھ کہے تو حلق سے زبان نا کھینچ لوں میں اس کی!! شکر کریں ماں کا درجہ ہے آپ کا جس کا احترام کرتا ہوں میں!! اور دوسری بات بڑے بابا افسوس ہے مجھے آپ کی سوچ پر۔ماما نے کہا کہ انہیں اپنے بیٹے پر یقین ہے اور آپ نے اپنی بیٹی کو ہی بد کردار ٹھہرا دیا۔ حیرت ہے باپ آپ جیسے بھی ہوتے ہیں!! پہلے سائرہ بیگم کو کہتے بعد میں حدائق شاہ نے افسوس سے مظہر شاہ کی طرف دیکھتے کہا۔ابھی وہ اتنا بھی بے حس نہیں ہوا تھا کہ کسی لڑکی

کے کردار پر باتیں چپ کر کے سن لیتا۔ لڑکی بھی وہ جس کے ساتھ ساری زندگی ایک ہی چھت تلے رہتے آئے تھے۔اور وہی لڑکی اس کی بھابی بھی تھی۔!!"چپ رہو حدائق تم!! تمہیں کس نے اجازت دی ہے ہمارے معاملات میں بولنے کی!! اپنی بیوی کے نیچے لگ کے بیٹھو تم۔ وہیں اچھے رہتے ہو!! سائرہ بیگم پھر سے چیخی تھیں۔ جبکہ ان کی بات سنتے حدائق شاہ کا چہرہ بے ساختہ ہی ہلکا سا سرخ پڑا۔۔ "زاویار شاہ تو نے میرا ساتھ نہیں دیا تھا۔ لیکن پھر بھی میں تیری بہن کے حق میں بول دیتا ہوں کہ میں گارنٹی دیتا ہوں یہ بچہ ماہ دیر کا ہے۔ماما صرف سازشیں کر رہی ہیں جیسے میرے اور فائزہ کو الگ کرنے میں بلکل ویسے ہی ماہ دیر اور نائرہ بھابی کو۔ آگے تم لوگوں کی مرضی ہے۔آنکھوں سے پٹی اُتار دو یا باندھے رکھو۔!! حتمی لہجے میں بلند آواز سے کہتے حدائق شاہ ریکنگ سے پیچھے ہوا۔"سائرہ بیگم اوپر کی طرف حدائق شاہ کو قہر آلود نظروں سے گھور رہی تھیں۔جو ان کے منہ پر ہی انہیں برا بھلا کہہ رہا تھا۔۔زاویار شاہ نے ہونٹ کاٹتے اوپر حدائق شاہ کو دیکھا۔دوسرے لمحے وہ اپنے فون کی طرف لپکا تھا۔۔اس کا ارادہ ماہ دیر شاہ کو فون کرنے کا تھا۔تاکہ اسے

واپس جلد سے جلد پاکستان آنے کا کہہ سکے۔!! "بلکل ٹھیک کہہ کر گیا ہے حدائق!! آپ لوگوں نے حد کر رکھی ہے۔ جو بھی بچی اس گھر میں بہو بن کے آرہی ہے وہ خوش تو بلکل بھی نہیں رہ سکتی۔ آپ لوگوں نے اپنے اندر زہر ہی اتنا گھولا ہوا تھا۔ خاص کر بھابی آپ!! میری بیٹی کے بارے میں دوبارہ آپ نے کچھ کہا تو یقین کریں میں بلکل برداشت نہیں کروں گی۔ یاد رکھیں بیٹی آپ کی بھی ہے۔!! اپنے آنسوں صاف کرتے نوین شاہ نے نجانے کس دل کے ساتھ یہ بات کہی تھی۔ ان کا دل پھٹ رہا تھا جب سائرہ بیگم اپنے بیٹے کو پاک صاف بنا کر ان کی بیٹی کے کردار کو اچھال رہی تھیں۔ ایک شکوہ کناں نظر مظہر شاہ پر ڈالتے نوین بیگم نائرہ شاہ کی طرف بڑھیں۔ جو روتے ہوئے زمین پر نظریں جمائے پسماندہ سی کھڑی تھی۔۔ اسے اپنے حصار میں لیتے نوین بیگم نرمی سے اسے لیے صوفے پر بیٹھیں۔ زیادہ دیر کھڑا رہنا اس کے لیے ٹھیک نہیں تھا۔۔ "ماما یہ ماہ دیر اور میرا بچہ ہے۔ یقین کریں میرا۔ میں قسم اٹھاتی ہوں میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔۔ نائرہ شاہ نے روتے ہوئے ان کے ہاتھ تھامتے انہیں اپنا یقین دلانا چاہا۔ وہ سوچ بھی نہیں

سکتی تھی اس سب کا یہ انجام نکلے گا۔ "بس کر دو بیٹے۔ مجھے پورا یقین ہے تم پر!! مجھے اپنی تربیت پر پورا بھروسہ ہے۔ تم ایسا کبھی نہیں کر سکتی میں جانتی ہوں۔ اب تم کسی کو کوئی صفائی نہیں دو گی۔ جس کی وجہ سے تم اس حال میں ہو وہ خود آکر اپنی ماں کو صفائیاں دیتا پھرے!! اس کے آنسوں صاف کرتے نوین بیگم نے نہایت محبت سے اسے اپنے ساتھ لگاتے اس کے دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہا۔۔ سائرہ بیگم ایک طرف کھڑی زہر آلود نظروں سے ان دونوں ماں بیٹی کو دیکھ رہی تھیں۔ حدائق شاہ نے بیچ میں آکر سب کچھ بگاڑ دیا تھا۔ان کا بس نہیں تھا کہ کسی طرح حدائق شاہ کا منہ توڑ دیں جو عین ٹائم پر ٹپک پڑا تھا۔۔

بات ہوئی ماہ دیر سے؟؟ کیا کہہ رہا ہے وہ؟؟ زاویار شاہ کی طرف دیکھتے مظہر شاہ" نے بے چینی سے پوچھا۔ "نمبر آف ہے!! میٹنگز کے دوران اکثر ہی اپنا موبائل آف رکھتا ہے وہ۔ اس کی یہی ایک گندی عادت ہے!! زاویار شاہ نے فون واپس سے جیب میں رکھتے کندھے اُچکاتے کہا۔ اس کی آواز اتنی تھی کہ باقی سب نے بھی

باآسانی سن لی تھی۔!!"نائرہ کو کمرے میں لے جاؤ۔ماہ دیر سے رابطہ ہوتا ہے تو پھر فیصلہ کرتے ہیں ان دونوں کا کیا کرنا ہے!! داجان جو کب سے خاموشی سے ایک طرف بیٹھے تھے صوفے سے کھڑے ہوتے انہوں نے نوین بیگم کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ وہ اپنی بات ختم کرتے خود بھی اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئے تھے۔ پیچھے نوین بیگم بھی نائرہ کو سہارا دیتی اسے لیے کمرے کی طرف بڑھیں۔ جبکہ زاویار شاہ مسلسل ماہ دیر شاہ سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جو ہونے میں ہی نہیں آرہا تھا۔۔

ہسپتال کے کاریڈور میں اس وقت سب پریشان بیٹھے اندر پڑے مریض کے لیے دعا گو تھے۔۔ رائنا خان کو تھوڑی دیر پہلے ہی ہوش آچکا تھا۔۔ ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ بلڈ پریشر حد سے زیادہ بڑھنے اور ہائپر ٹینشن کی وجہ سے ناک سے خون نکل آیا تھا اور وہ بیہوش ہو گئی تھی۔ ساتھ میں انہوں نے سختی سے تاکید بھی کی تھی کہ رائنا خان کو اب ہر طرح کی ٹینشن اور پریشانی سے دور رکھا جائے۔ ورنہ اسے نروس

بریک ڈاؤن بھی ہو سکتا ہے۔!! سب ابھی تک کاریڈور میں ہی بیٹھے تھے۔ عظمیٰ بیگم اندر گئی تھی رائنا سے ملنے۔ لیکن رائنا خان کسی سے بھی بات کرنے کو تیار ہی نہیں تھی۔ وہ بس خاموشی سے اپنی نظریں چھت پر گاڑے ہوئے تھی۔!! عظمیٰ بیگم خود ہی بول بول کر واپس سے باہر آگئی تھی۔ لیکن مجال تھی جو رائنا خان ٹس سے مس بھی ہوئی ہو۔!! عدیل شاہ بھی ہاسپٹل کے بیک سائڈ پر اپنی گاڑی کے پاس ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ وہ اندر گیا تھا رائنا سے ملنے۔۔ لیکن رائنا خان اس وقت بیہوش تھی۔ عدیل شاہ دور سے ہی اسے دیکھ کر واپس آچکا تھا۔ اور اب اسے رات ہونے کا شدت سے انتظار تھا۔ تاکہ تسلی سے سب کے سونے کے بعد رائنا خان سے ملاقات کر سکے۔۔ راحیل خان اسے یہ تو بتا چکا تھا کہ رائنا کو ہوش آگیا ہے۔۔ ساتھ ہی وہ اسے گھر میں لگا سارا تماشا بھی بتا چکا تھا۔ سوائے اس کے کہ رائنا خان بیہوش کیسے ہوئی۔ کیونکہ اس وقت راحیل خان گھر پر موجود ہی نہیں تھا۔ جو کچھ اس کے سامنے ہوا تھا اور جو کچھ اسے آبان خان نے بتایا تھا۔ باقی وہ سب کچھ عدیل شاہ کے گوش گزار کر چکا تھا۔ آخر کو عدیل شاہ رائنا کا شوہر تھا۔ اس کا پورا پورا حق

تھا رائنا خان کے متعلق ہر بات جاننے کا۔ یہی سوچ کر راحیل خان اسے ہر بات بتا چکا تھا۔۔اس سب میں عدیل شاہ کو سب سے زیادہ غصّہ پاکیزہ بیگم پر تھا۔ ناوہ خان ولا میں جاتی اور نہ ہی یہ سارا تماشہ لگتا اور رائنا خان آج ہسپتال میں ہوتی۔۔اس سب کے پیچھے اس کی ایک غلطی تھی کہ اس نے پاکیزہ بیگم کو اپنے نکاح کے بارے میں بتادیا تھا۔ جس کے لیے وہ اب پچھتا بھی بہت رہا تھا۔۔ایک مرتبہ وہ یہاں رائنا شاہ سے فارغ ہو جاتا۔ پھر اس نے شاہ ولا جانا تھا۔ اور اس کے لیے اس نے بہت کچھ سوچ رکھا تھا۔ اگر پاکیزہ شاہ اس کی زندگی میں زہر گھول سکتی تھیں۔ تو وہ بھی انہی کا بیٹا تھا۔!! مغرب کی اذانیں ہونے لگی تھیں۔ سورج ڈوب رہا تھا اور روشنی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مدھم پڑتی جارہی تھی۔ ایسے میں وہ اکیلا سردی میں گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا رات ہونے کے انتظار میں تھا۔ اسے کھڑے کھڑے ایک گھنٹہ گزر چکا تھا۔ لیکن پھر بھی ڈھیٹوں کی طرح کھڑا وہ اپنے پاؤں تھکا رہا تھا۔

بالاج اپنی ماں کو گھر لے جاؤ۔ رات ہو رہی ہے۔۔ رائنا کے پاس ہسپتال میں، میں " رک جاؤں گا۔۔ برہان خان نے اپنے سامنے بیٹھے بالاج خان کو دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ خلع کے پیپرز پھٹنے کی خبر بالاج خان انہیں دے چکا تھا۔ اور اب ان کا ارادہ خود سے عدیل شاہ سے بات کرنے کا تھا۔۔ "آپ دونوں جائیں گھر میں ہوں یہاں!! آپ کی اپنی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ جائیں آپ اب گھر۔ میں رک جاؤں گا رات میں!! بالاج خان نے فوراً ہی ان کی بات سے نفی کی۔ برہان خان کی اپنی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ برہان خان گھر چلے جائیں!! "یہ ٹھیک کہہ رہا ہے برہان!! تم چلو میرے ساتھ گھر۔ تمہاری اپنی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔!! دلشاد خان نے بھی بالاج خان کی بات سے اتفاق کیا۔ وہ خود بھی صبح سے ان کے ساتھ ہسپتال میں ہی تھے۔ " چلیں!! کرسی سے کھڑے ہوتے برہان خان نے حامی بھری! ساتھ ہی عظمیٰ بیگم بھی کرسی سے کھڑی ہو چکی تھیں!! اور پھر وہ تینوں ہی ہسپتال سے نکلتے گھر کی طرف بڑھے۔ پیچھے ہسپتال میں بس بالاج خان ہی رہ گیا تھا۔۔ کیونکہ راحیل خان بھی پہلے ہی جا چکا تھا۔ اس کی عادت تھی وہ ضیغم کو مغرب

کے بعد گھر میں اکیلا نہیں چھوڑتا تھا۔ اسی لیے اس کی کوشش یہی ہوتی تھی کہ مغرب سے پہلے پہلے گھر پہنچ جائے۔ ابھی بھی وہ اسی کی وجہ سے جلدی چلا گیا تھا۔۔

قسط نمبر:58

عدیل شاہ بہت آہستہ سے دھیمے دھیمے قدموں کے ساتھ کاریڈور میں داخل ہوا۔ وہ اس وقت براؤن کلر کے شلوار قمیض میں ملبوس ساتھ آف وائٹ کلر کی شال اپنے گرد لپیٹے ہوئے تھا۔۔ باہر رات گہری ہو چکی تھی۔ اور ساتھ ہی عدیل شاہ کا انتظار بھی ختم ہو چکا تھا۔ دو سے ڈھائی گھنٹے کھڑے رہنے کے بعد وہ اب رائنا خان سے ملنے کے لیے وارڈ میں جا رہا تھا۔۔ دلشاد خان کے ہمراہ عظمیٰ بیگم اور برہان خان کو جاتے وہ خود بھی دیکھ چکا تھا۔ اور اس نے شکر ہی ادا کیا تھا کہ برہان خان ہسپتال سے گھر چلے گئے۔ کیونکہ ابھی اس کا برہان خان کا سامنا کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔ وہ جانتا تھا جتنا پاکیزہ بیگم بول کر گئی تھیں اس حساب سے تو برہان خان نے اسے دیکھتے ہی گولی مار دینی تھی۔۔ لیکن وہ ایک ہی مرتبہ پر اپر طریقے سے ان سے معافی

مانگ کر ان سے رائنا خان کو اپنے لیے مانگنا چاہتا تھا۔ اسی لیے فلحال کے لیے ان کا سامنا کرنا مناسب نہیں سمجھا۔۔

دبے قدموں چلتے عدیل شاہ وارڈ کے دروازے کے باہر جا کر کھڑا ہوا۔۔ اس وقت تو پورا کاریڈور خالی تھا۔ خان فیملی سے اسے کوئی بھی اِدھر نظر نہیں آرہا تھا۔۔ دل میں شکر ادا کرتے عدیل شاہ دروازے کھولتے آہستہ سے اندر داخل ہوا۔ جہاں وہ پری پیکر سامنے ہی بیڈ پر لیٹی ہوش و خرد سے بیگانہ پڑی تھی۔۔ عدیل شاہ کے قدم اسے دیکھتے چند لمحوں کے لیے دروازے پر ہی زنجیر ہوئے۔ وہ دروازے کے پاس کھڑا بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جو اس کی وجہ سے اس حالت کو پہنچ گئی تھی۔ عدیل شاہ کے دل میں موجود گلٹ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ صرف چھپ کر نکاح کرنے سے اتنا بڑا مسئلہ بن جائے گا۔ ورنہ وہ رائنا شاہ کو کبھی بھی اس مصیبت میں نا ڈالتا۔۔ وہ تو اسے ایک کانٹا بھی چبھنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ اور یہاں مقابل صرف اس کی اور اس کی ماں کی وجہ سے ہسپتال کے بیڈ پر بے سدھ

پڑی تھی۔۔عدیل شاہ نے اپنی ہلکی سی نم آنکھیں بازو سے صاف کرتے اپنے قدم رائنا شاہ کی جانب بڑھائے۔۔اسے ایک ایک قدم من من کا بھاری لگ رہا تھا۔۔ رائنا شاہ بیڈ پر لیٹی سکون سے نیند کی وادیوں میں گم تھی۔اس کی ناک پر ابھی بھی ہلکا سا روئی کا ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔ شاید اس کی ناک سے دوبارہ خون آیا تھا۔۔عدیل شاہ کے قدم بیڈ کے پاس جاتے رکے۔ وہ اس کے بلکل پاس کھڑا اس کے چہرے کو نہارنے میں مصروف تھا۔ جیسے صدیوں بعد پہلی مرتبہ اس چہرے کا دیدار نصیب ہوا ہو۔!! رائنا خان کے دونوں گالوں پر موجود تھپڑ کے نشان اور اس کی گردن پر چھپی اُنگلیاں دیکھتے عدیل شاہ نے سختی سے اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے۔ایسا لگ رہا تھا جیسے اس پر تشدد کیا گیا ہو!! اور راحیل خان اسے بتا بھی چکا تھا کہ یہ سب کرنے والا کون تھا۔اگر برہان خان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً عدیل شاہ نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینے تھے۔بس مسئلہ یہی تھا کہ رائنا خان کو مارنے والا اس کا سگا باپ تھا۔ جسے عدیل شاہ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔۔نرمی اور بلکل آرام سے رائنا خان کے پاس جگہ بناتے عدیل شاہ اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھا۔یہ کام اس

نے اتنی آرام سے کیا تھا کہ رائنا خان کی نیند بلکل بھی خراب نا ہو۔۔ وہ اسے نیند سے بیدار نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ "مجھے معاف کرنا میرا بچہ !! میں وقت پر نہیں آ سکا۔۔ تھوڑا سا جھک کر اپنے تشنہ سلگتے ہونٹ اس کے ماتھے پر رکھتے عدیل شاہ نے دھیمے سے سرگوشی نما آواز میں معافی مانگی۔۔ وہ اس کے بلکل پاس بیٹھا آدھا اس پر جھکا ہوا تھا۔ اتنا کہ اس کی سلگتی تپش زدہ سانسیں رائنا خان کے چہرے پر بکھر رہی تھیں۔!! قریب سے دیکھنے پر اسے معلوم ہوا تھا کہ مقابل کے چہرے پر آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے۔ شاید وہ رو کر سوئی تھی۔۔ یہ نجانے عدیل شاہ کی سانسوں کی تپش تھی یا پھر نظروں کی کہ رائنا خان نے ہلکا سا کسمساتے دھیرے دھیرے اپنی آنکھیں کھولی۔ عدیل شاہ اسے آنکھیں کھولے دیکھ بھی ایسے ہی اس کے اوپر جھکا ہوا تھا۔ اس نے پیچھے ہونے کی زحمت نہیں کی۔!! رائنا خان نے آنکھیں کھولتے ساتھ ہی کسی کو اپنے اوپر جھکے دیکھ نا سمجھی سے ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ شاید وہ ابھی تک نیند میں ہی تھی۔!! "کیسا ہے میرا بچہ ؟؟ اس کے چہرے پر آئی دو آوارہ لٹوں کو اپنی انگلیوں کے پوروں سے پیچھے کرتے عدیل شاہ نے محبت سے پوچھا۔

اس شخص کی ایک مخصوص خوشبو اپنے اِرد گرد پھیلی رائنا خان بخوبی محسوس کر رہی تھی۔۔ کہ اس کی آواز سنتے رائنا خان نے اپنی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑی۔ آنکھوں میں نمکین پانی اکٹھا ہونا شروع ہو چکا تھا۔۔ رائنا خان اپنی پلکیں جھپکتے جیسے یقین کرنے کی کوشش کر رہی تھی آیا کہ یہ شخص وہی ہے یا نہیں۔ جس کا اسے شدت سے انتظار تھا۔ "عدیل!! بھیگی سی آواز میں رائنا خان نے ہولے سے اس کا نام پکارا۔!! "جی عدیل کی جان!! فوراً ہی نہایت شیری لہجے میں جواب آیا تھا۔ "آپ کیوں نہیں آئے عدیل!! میں اتنا انتظار کر رہی تھی آپ کا۔!! رائنا خان نے اپنے گال پر رکھا اس کا ہاتھ جھٹکتے آنسوں بہاتے شکوہ کیا۔ کتنی کالز کی تھیں اس نے اس انسان کو۔ لیکن مجال تھی جو عدیل شاہ نے اس کی ایک کال بھی ریسیو کی ہو!! عدیل شاہ نے بے بسی سے اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا۔ وہ اب اسے کیسے یقین دلاتا کہ موبائل اس کے پاس تھا ہی نہیں۔ آج پہلی مرتبہ عدیل شاہ کو موبائل چوبیس گھنٹے اپنی جیب میں نا رکھنے کا پچھتاوا ہو رہا تھا۔ کاش کہ وہ موبائل کے معاملے میں اتنا لاپرواہ انسان نا ہوتا۔۔ "مجھے معاف کر دو رائنا۔ میں تمھارا ساتھ نہیں دے سکا۔ ماما

کی طرف سے بھی میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔ واپس سے اس کے گال پر دونوں ہاتھ جماتے عدیل شاہ نے شرمندہ سے انداز میں معافی مانگی۔!! "عدیل وہ بابا نے خلع!! اتنا کہتے رائنا خان بے تحاشہ رونے لگی تھی۔ وہ لمحہ یاد آیا تھا جب برہان خان نے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑتے خلع نامے پر دستخط لیے تھے۔ کتنا منع کر رہی تھی وہ برہان خان کو۔ لیکن برہان خان نے اس کی ایک بھی نہیں سنی تھی۔ "کچھ نہیں ہوا میرا بچہ!! ایسے ہی تھوڑی تمھیں چھوڑ دوں گا میں! کوئی تمھیں مجھ سے دور نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ہمارا رشتہ محض کاغذ کا رشتہ نہیں ہے۔۔ کچھ نہیں ہونے دوں گا میں۔ تم میری تھی، میری ہو اور ہمیشہ میری رہو گی۔!! عدیل شاہ نے جذب کے عالم میں کہتے شدت سے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔۔ مقابل کا بدن روتے ہوئے ہلکا ہلکا لرز رہا تھا۔ وہ بہت برے طریقے سے رو رہی تھی۔ عدیل شاہ ایک ہاتھ سے نرمی سے اس کے ریشمی بالوں کو سلجھاتے جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر کو تھپکتے اسے اپنے سینے میں بھینچے ہوئے تھا۔ جس طرح وہ رو رہی تھی عدیل شاہ سوچ رہا تھا نجانے اس چھوٹی سی جان سے اتنا سب

کچھ کیسے سہا ہو گا۔!! "چلے جائیں اب بھی آپ!! آپ کی امی مجھے بد کردار بول رہی تھیں۔ عدیل میں بد کردار ہوں چھوڑ دیں مجھے!! رائنا خان نے اس سے دور ہونے کی کوشش کرتے روتے ہوئے کہا۔ اس کے کانوں میں پاکیزہ بیگم کے آخر میں کہے ہوئے الفاظ گونج رہے تھے۔ وہ کیسے اس کے کردار پر باتیں بنا رہی تھیں۔ "ششش!! کوئی تمھیں کچھ نہیں کہہ رہا۔ دوبارہ اپنے لیے میں تمہارے منہ سے ایسے الفاظ بلکل برداشت نہیں کروں گا۔ تم میری جان ہو۔ بھلا تم سے زیادہ پاک کردار کس کا ہو سکتا ہے۔ بولنے دو دنیا کو۔ میں جانتا ہوں تم کیسی ہو بس کافی ہے ہم دونوں کے لیے۔!! عدیل شاہ نے مزید سختی سے اسے خود میں بھینچتے اس کے کان میں دھیمے سے سرگوشی کی۔۔ ساتھ ساتھ اس کے بالوں کو نرمی سے سہلاتے وہ جیسے اسے ریلکس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ "عدیل وہ پیپرز!! رائنا خان کو لے دے کر پھر سے وہ پیپرز یاد آئے۔!! عدیل شاہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔ وہ لمحہ یاد آ گیا تھا جب بالاج خان کے منہ پر اس نے پیپرز پھاڑ کر مارے تھے۔!! "میری زندگی وہ پیپرز تمھارا بھائی لے کر آیا تھا میرے پاس۔ اور میں نے پھاڑ کر اسی کے منہ پر مار

دیئے۔ مر کے بھی میں اُن پیپرز پر سائن نہیں کر سکتا تھا۔ تمھیں چھوڑ دیا تو خود زندہ کیسے رہوں گا؟اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے عدیل شاہ نے نرمی سے کہتے اسے اس فکر سے آزاد کیا۔ رائنا خان کو یہی فکر تھی کہ کہیں عدیل شاہ نے بھی ان پیپرز پر دستخط نہ کر دیے ہو۔ رائنا خان نے بے ساختہ ہی سکون کا سانس لیا۔اس کے دل پر سے جیسے ایک بوجھ اتر گیا تھا۔ لیکن آنکھوں سے آنسوں ابھی بھی نہیں رکے تھے۔!!"ویسے مجھے نہیں پتہ تھا کہ لوگوں کو ہم سے اتنی محبت ہے!!کہ ہمارے چھوڑنے کے خوف سے انہیں ہائپر ٹینشن اور بی پی جیسے مرض ہونے لگے ہیں!! اللہ خیر ہی کرے اب تو!!"عدیل شاہ نے جوتے اُتار کے آرام سے بیڈ پر اس کے سامنے لیٹتے شرارت سے آنکھ دبائی۔۔ صاف صاف اس کی بات کا اشارہ رائنا خان کی طرف تھا۔ وہ اس کا دھیان بٹانا چاہتا تھا۔تاکہ کم از کم مقابل رونا بند کر دے۔!! رائنا خان جو اس کی بات کا مطلب اچھے سے سمجھ گئی تھی۔ اس نے نروٹھے سے انداز میں عدیل شاہ کی طرف دیکھا۔ جو صاف صاف اس کا مذاق اڑا رہا تھا۔"میں واقعی بہت ڈر گئی تھی عدیل!! مجھے لگا تھا کہ اب آپ بھی سائن کر دے گیں اور

ہم دونوں ہمیشہ کے لیے الگ ہو جائے گیں۔!! رائنا خان نے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوں لیے دھیمے سے اسے حقیقت بتائی۔۔ "بس بس میرا بچہ!! اتنے آنسوں کہاں سے لا رہی ہو؟؟ میں کبھی نہیں چھوڑنے لگا تمھیں۔ پاگل اگر میں نے چھوڑنا ہی ہوتا تو نکاح کیوں کرتا تم سے!! تم تو زندگی ہو میری!! تمہارے بغیر عدیل شاہ ادھورا ہے۔۔ عدیل شاہ نے بازو سے پکڑ کر اسے اپنے اوپر گراتے اس کے گالوں پر اپنے لب رکھتے محبت سے سرگوشی کی۔۔ رائنا خان اس کے سینے پر آتے گری تھی۔۔ عدیل شاہ نے اپنی شال کو اس کے اوپر سے گزارتے اپنے دونوں ہاتھ اس کی کمر کے گرد باندھے۔ وہ اسے سختی سے اپنے حصار میں جکڑ گیا تھا۔۔ "بابا نے تھپڑ بھی مارا تھا۔۔ رائنا خان نے ہونٹ باہر نکالتے اسے بچوں کی طرح شکایت لگائی۔!! اس کی آنکھوں سے آنسوں برستے عدیل شاہ کی ٹھوڑی پر گر رہے تھے۔ "ایم رئیلی سوری میرے جگر کے ٹکڑے!! مجھے ذرا سی بھی خبر ہوتی تو یقین کرو ہر سرد گرم ہوا سے تمھیں بچا لیتا۔ مجھے معاف کر دو پلیز!! اپنے لبوں سے اس کے آنسوں چنتے عدیل شاہ نے دھیمے سے کہا۔ جتنے مقابل شکوے کر

رہی تھی اتنا ہی اس کے دل میں گلٹ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے بھی وہ خود کو کوسنا نہیں بھولا تھا۔ رائنا خان نے خاموشی سے اس کی گردن میں منہ چھپایا۔ جتنے بھی شکوے تھے وہ کر چکی تھی۔ تھوڑا بہت دل ہلکا بھی ہو گیا تھا۔ تبھی وہ اب کافی حد تک ریلکس ہو چکی تھی۔ عدیل شاہ کی باتوں پر اسے یقین آ رہا تھا کہ مقابل اسے کبھی بھی نہیں چھوڑے گا۔۔ "عدیل شاہ نے بھی شکر ادا کرتے اسے سختی سے خود میں بھینچا۔۔ شکر تھا کہ مقابل رونا تو بند کر چکی تھی۔ ایک لمحے کے لیے تو وہ بہت زیادہ ڈر گیا تھا۔ "اپنی چالکلیٹس نہیں لو گی؟؟ عدیل شاہ نے اس کی کمر کو رب کرتے سرگوشیانہ انداز میں پوچھا۔ وہ مزید مقابل جو سننا چاہتا تھا۔ تبھی بات کو آگے بڑھا رہا تھا۔۔ "نہیں دل نہیں کر رہا۔ بس آپ پاس رہیں میرے لیے کافی ہے!! رائنا خان اس کی گردن میں منہ دیے ہی کہتے اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔!! عدیل شاہ کا اب سارا دن اسی ایک جملے میں اٹک کر خوشگوار گزرنا تھا۔۔ "میرے جگر کے ٹکڑے!! بہت شکریہ مجھ سے اتنی محبت کرنے کے لئے۔!! عدیل شاہ نے مسکراتے اپنی گردن سے اس کا چہرہ باہر نکالا۔ ایک ہی دل ہے کتنی بار جیتو

گی؟؟ عدیل شاہ نے کہتے نرمی سے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا لیکن رائنا خان کی بات نے اسے مجبور کر دیا تھا اس کے ہونٹوں کو چومنے پر!! ایک زوردار بوسا اس کے ہونٹوں پر چھوڑتے عدیل شاہ دھیمے سے فوراً ہی پیچھے ہٹا۔ وہ ہمیشہ کس کے دوران اپنا آپا کھو دیتا تھا اور فلحال وہ رائنا کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔ اسی لیے فوراً پیچھے ہٹ گیا تھا۔!! رائنا شاہ نے ہلکا سا مسکراتے اسے دیکھا۔ جیسے وہ مقابل کے پیچھے ہٹنے کی وجہ جان گئی ہو۔۔" کبھی مجھ سے دور مت جایئے گا عدیل!! رائنا خان نے ہولے سے کہتے آہستہ سے اس کے ہونٹوں پر واپس سے اپنے لب رکھے۔ وہ لب رکھ کر بلکل رک گئی تھی۔ کیونکہ اس کے اندر بس اتنی ہی ہمت تھی۔ آگے عدیل شاہ خود اپنا کام کرتا۔۔ عدیل شاہ نے اس کی کمر پر گرفت مضبوط کرتے واپس سے اس کے ہونٹوں پر اپنا لمس بکھیرنا شروع کیا۔ وہ دونوں آنکھیں بند کیے ایک دوسرے کو محسوس کر رہے تھے۔۔ عدیل شاہ کبھی اس کے بالائی لب کو تو کبھی نچلے لب کو اپنی گرفت میں لیتے بہت نرمی سے انہیں اپنے لمس سے مہکا رہا تھا۔ آج اس کے لمس میں نرمی ہی تھی۔ کیونکہ چاہ کر بھی وہ

مقابل کو ذرا سی بھی تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔ اسی لیے خود پر جبر کرتے وہ کافی حد تک خود پر کنٹرول رکھتے نرمی سے ہی اس کے ہونٹوں کو چوم رہا تھا۔۔ رائنا شاہ نے آنکھیں بند کئے اپنے ہاتھ اس کے بالوں میں الجھائے۔ اتنے ٹائم بعد اسے کہیں جا کر اب سکون نصیب ہوا تھا۔ پسندیدہ شخص کا لمس ہو اور سکون نا ملے، ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا!! عدیل شاہ نے اپنی ایک ٹانگ کو حرکت دیتے رائنا خان کے اوپر ٹانگوں پر رکھی!! ساتھ ہی وہ کروٹ بھی لے کر اسے اپنے نیچے کر گیا تھا۔!! بیڈ تھوڑا چھوٹا تھا۔ اور عدیل شاہ لیٹا بھی ایسے تھا کہ اس کی ٹانگیں نیچے لٹک رہی تھیں۔۔ تبھی کروٹ لینے پر اس کا پاؤں سائڈ ٹیبل پر لگا۔ سائڈ ٹیبل پر رکھا پانی کا جگ نیچے گر چکا تھا۔ لیکن یہاں فکر کسے تھی؟؟ وہ دونوں ایسے تھے جیسے جگ گرنے کی آواز انہیں اپنے کانوں میں سنائی ہی نہ دی ہو!! ایک دوسرے کو ہونٹوں کو چومتے وہ دونوں سرور کی کیفیت میں تھے۔

بالاج خان جو ابھی ہی ہسپتال آتے رائنا خان کے لیے کھانا لایا تھا۔ وہ ابھی دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ اندر سے آتی کانچ کے ٹوٹنے کی آواز سنتے اس نے حواس باختہ ہوتے دروازہ کھولا۔اسے ڈر تھا کہیں رائنا خان نے خود کو کوئی نقصان نا پہنچالیا ہو۔ وہ اچانک ہی بہت پریشان ہو گیا تھا۔ تبھی کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر بنا ناک کیے دھڑام سے اندر داخل ہو گیا تھا۔۔"لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔۔ بالاج خان کے منہ سے بے ساختہ ہی یہ نکلا۔اس کا چہرہ خون چھلکانے کی حد تک سرخ پڑ چکا تھا۔سامنے ہی تو وہ دونوں ایک دوسرے سے بری طرح لپٹے ایک دوسرے کو کس کرنے میں مصروف تھے۔۔اور یہ منظر دیکھتے بالاج خان کا بس نہیں تھا زمین پھٹے اور وہ اسی میں سما جائے۔!! کھانے کے شاپرز اس کے ہاتھ سے نیچے گر چکے تھے۔ جبکہ بالاج خان ہڑ بڑاتے ہوئے فوراً وارڈ سے باہر نکلا۔ لیکن دل میں عدیل شاہ کو انتہا کی گندی گالیوں سے نوازنا وہ بلکل بھی نہیں بھولا تھا۔۔شدید سرخ چہرے کے ساتھ وہ وارڈ کے باہر کھڑا ابھی تک استغفر اللہ پڑھ رہا تھا۔"کمینہ دروازہ لاک ہی کر لیتا۔۔منحوس انسان میری معصوم سی بہن کو بگاڑ رہا ہے۔اسے صرف ملاقات

کی اجازت دی تھی۔اتنی گندی ملاقات کون کرتا ہے!! خبیث انسان کہیں کا۔۔"
منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے وہ مسلسل عدیل شاہ کو کوسنے دینے میں مصروف تھا۔۔

عدیل شاہ اس کی سانسیں بلک ختم ہوتی محسوس کرتے نرمی سے اس سے الگ ہوا۔
رائنا خان نڈھال سے انداز میں اس کے سینے پر اپنا سر رکھ گئی تھی۔یہ پہلی مرتبہ تھا جب سانس رکنے پر بھی اس نے مقابل کو خود سے پیچھے نہیں کیا تھا۔عدیل شاہ خود ہی اس سے پیچھے ہٹا تھا۔۔"بہت ڈاؤن لگ رہی ہو۔کھانا نہیں کھایا کیا؟؟ عدیل شاہ نے اس کے بالوں پر لب رکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔"نہیں صبح کی بس ایک چاکلیٹ کھائی تھی۔اس کے بعد آپ کی امی کی مہربانی کہ مجھے کچھ کھانا نصیب ہی نہیں ہوا۔۔رائنا شاہ نے بھی اسی کے انداز میں سنجیدگی سے جواب دیا۔وہ کھری بات بلا جھجھک اس کے منہ پر کہہ گئی تھی۔!! عدیل شاہ نے محض ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔رائنا خان اپنی جگہ ٹھیک تھی۔وہ اسے کس منہ سے کہتا کہ میری ماں کے بارے میں اس طرح بات مت کرو!!"جب غلطی پاکیزہ بیگم کی تھی تو

رائناخان انہیں کچھ بھی کہہ سکتی تھی۔ وہ ان مردوں میں سے نہیں تھا جو بیویوں پر ماں کو فوقیت دے۔ خاص کر تب جب اس کی ماں خود ہی غلطی پر ہو!! اس کے دل میں پاکیزہ بیگم کے لیے الگ عزت، محبت اور احترام تھا۔ جبکہ رائناخان کی اپنی جگہ تھی۔ جب غلطی پاکیزہ بیگم کی تھی تو وہ رائنا کو چپ نہیں کروا سکتا تھا۔ ایسے میں یہ رائنا کے ساتھ ظلم ہوتا۔ پاکیزہ بیگم نے پہلے ہی کم تو اسے تکلیف نہیں پہنچائی تھی۔!! "بیٹھو تم میں کھانے کو لے کر آتا ہوں کچھ!! میں نے بھی کچھ نہیں کھایا۔ دونوں ساتھ مل کر کھائے گیں!! بیڈ سے کھڑے ہوتے عدیل شاہ نے اس کے ماتھے پر محبت سے بوسا دے کر کہتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔!! اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا رائنا خان نے فوراً ہی اس کا بازو تھاما۔ عدیل شاہ نے پیچھے مڑتے سوالیہ نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا۔ "جلدی آیئے گا۔۔ مسکراتے رائنا شاہ نے دھیمے سے کہا۔۔ "بس پانچ منٹ میں آیا میرا بچہ!! عدیل شاہ مسکرا کر اس سے اپنا بازو چھڑواتے باہر کی طرف بڑھا۔۔ پیچھے رائنا خان بھی واپس سے بیڈ پر لیٹ

چکی تھی۔اب وہ بلکل ریلکس تھی۔ایسا لگتا تھا جیسے بے جان جسم میں پھر سے کسی نے جان ڈال دی ہو!!

دروازے کے پاس پہنچتے عدیل شاہ کے قدم رکے۔ دروازے کے پاس ہی دو کھانے کے شاپرز پڑے تھے۔ایسا لگتا تھا جیسے یہ کسی سے یہاں گرے ہو!! عدیل شاہ نے تعجب سے ان شاپرز کو ہاتھ میں اٹھاتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔وہ رائنا کو پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا یہ بتا کر کہ یقیناً کمرے میں کوئی آیا تھا۔!! اسی لیے باہر جا کر سوچنا اور دیکھنا مناسب سمجھا۔!! دروازہ کھولتے سامنے ہی اس کی نظر بالاج خان پر گئی۔جو لال ٹماٹر چہرے کے ساتھ کھڑا اِدھر ادھر چکر لگا رہا تھا۔عدیل شاہ نے ایک نظر اس کے چہرے پر اور دوسری نظر اپنے ہاتھ میں موجود شاپرز پر ڈالی۔۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ ساری بات سمجھ گیا تھا۔۔"عدیل شاہ کو وارڈ سے باہر نکلتے دیکھ بالاج خان کے قدم رکے۔ وہ کھڑا زہر آلود نظروں سے عدیل شاہ کو گھور رہا تھا۔۔ جبکہ عدیل شاہ نے مسکراتے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری!!

"اُفف مزا آ گیا۔۔ وہ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر کے کہتے مقابل کو بری طرح آگ لگا رہا تھا۔۔ "کیا ذائقہ تھا یار۔۔ ہائے کاش کہ یہ جام روز پینا نصیب ہو!! بالاج خان کے پاس جاتے عدیل شاہ نے ٹھنڈی آہ بھرتے کہا۔ اس کا مقصد صرف اور صرف بالاج خان کو سلگانا تھا۔۔ "بکواس بند کر عدیل!! اور میری بہن سے دور رہ!! گھٹیا انسان بچی ہے وہ!! بالاج خان اس کے دو قدم ہوتے سرد لہجے میں غرایا۔ وہ کھڑا اسے ایسے گھور رہا تھا جیسے ابھی اسے جان سے مار دے۔۔ "چل بے!! میرے سامنے وہ جیسی ہے میرے لیے ویسے ہی ٹھیک ہے۔ اور دور کرنے کی کوشش کی تھی نہ تم لوگوں نے مجھے اس سے؟ دیکھ مزید نزدیک ہو گیا میں۔ اپنے پاس سے ہلنے بھی نہیں دے رہی وہ مجھے۔ ہائے میری پیاری بیوی!! ہلکا سا مسکراتے عدیل شاہ نے سلگتے لہجے میں کہا۔ آخر میں آہ بھرنا وہ پھر بھی نہیں بھول رہا تھا۔۔ "سو کمینے مرے ہونگے تب جا کر تو ایک پیدا ہوا ہو گا۔۔ اس کے سینے پر انگلی رکھتے بالاج خان دانت پیستے دبی دبی آواز میں غرایا۔ مقابل جیسے باتیں کر رہا تھا اس کا سرخ چہرہ مزید سرخ ہوتا جا رہا تھا۔۔!! "الحمدللہ!! کوئی شک؟ چل اب

پکڑ اپنا یہ کھانا۔ میں اپنی بیوی کے لیے خود لینے جا رہا ہوں۔ دونوں مل کر کھائے گیں ! اس کا لایا ہوا کھانا اس کے ہاتھ میں تھماتے عدیل شاہ نے اسے آنکھ ونک کرتے کہا۔ دوسرے لمحے وہ بغیر پیچھے مڑے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھا گیا تھا۔ اسے رائنا شاہ اور اپنے لیے کچھ کھانے کو لانا تھا۔۔

پیچھے بالاج خان کھڑا بس اس کی پشت کو گھور کر رہ گیا۔ اب کچھ کہہ تو اسے وہ سکتا نہیں تھا۔۔ "دو دو بہنوئی ملے ہیں۔ اور دونوں ہی ایسے کہ جن سے شیطان بھی پناہ مانگے ! ! منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے بالاج خان نے بھی اپنے قدم آگے بڑھائے۔ اب جب عدیل شاہ آج رات کے لیے ہسپتال رک رہا تھا تو وہ تھوڑی دیر آرام کر سکتا تھا۔ اسی غرض سے اب اس کا ارادہ گھر جانے کا تھا۔۔

فائزہ خان اس وقت اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹی نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ روزانہ رات کو دوائیاں لینے کی وجہ سے وہ جلد ہی غنودگی میں چلی جاتی تھی۔۔ پیچ رنگ کا سوٹ پہنے بالوں کو ایک طرف گرائے ہاتھوں کو پیٹ پر رکھے وہ اس وقت

اپنی نیند پوری کرنے میں مگن تھی۔۔ لیکن اگر غور سے دیکھا جاتا تو وہ سو نہیں رہی تھی۔ وہ ہلکا ہلکا سا نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی خواب کے زیر اثر ہو۔ پیٹ پر رکھے ہاتھوں کی مُٹھیاں بھینچتی جا رہی تھیں۔ اور وہ آنکھیں بند کئے مسلسل نفی میں سر ہلا رہی تھی۔!! اس وقت حدائق شاہ بھی گھر پر موجود نہیں تھا۔ وہ گھر پر ہوتا بھی تو کونسا فائزہ شاہ نے اسے اندر آنے دے دینا تھا۔!! حدائق شاہ کو کسی کام کے سلسلے میں اریبی نے بلایا تھا۔ تبھی اسے اس وقت جانا پڑا۔ ورنہ آج کل تو اس نے فائزہ کی طبیعت کی وجہ سے کام سے بھی آف لیا ہوا تھا۔۔ کیونکہ اس کی طبیعت کسی بھی وقت بگڑ جاتی تھی۔ اور شاہ ولا میں فائزہ کا دھیان رکھنے کے لیے وہ یا اشنا ان کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔۔ "فائزہ شاہ نے نفی میں سر ہلاتے ایک جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھولی۔ اتنی ٹھنڈ میں بھی اس کے چہرے پر پسینہ آ رہا تھا۔ ہاتھوں کی مُٹھیاں بند تھیں جبکہ چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئے تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے اس نے کوئی بہت برا خواب دیکھا ہو۔ اور ابھی تک وہ اسی کے زیر اثر ہو!! فائزہ شاہ نے حواس باختہ ہوتے اپنے ہاتھوں اور چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ وہ

پاگلوں کی طرح اپنے چہرے، گردن اور ہاتھ پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے کئی ہاتھ اس کے اوپر لوٹ پوٹ رہے ہو۔ کئی لوگ اس کر اِرد گرد کھڑے ہو۔ اور وہ سب کے درمیان میں اکیلی!! اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتے وہ بیڈ کراؤن میں سمائی۔ وہ بھیانک رات آج بھی اس کی آنکھوں کے سامنے سے گذر رہی تھی۔!!"دو۔۔دور!! اتنا کہتے فائزہ شاہ کے منہ سے چیخ بر آمد ہوئی۔اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے ایک بھیڑیا نما انسان پھر سے اس کی طرف بڑھ رہا ہو۔ جو پھر سے اس کے جان کو نوچ کر تار تار کر دے گا۔ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے وہ بری طرح چیخنے چلانے لگی تھی۔ کسی طرح یہ سامنے کھڑا غائبانہ انسان اس سے دور چلا جائے بس!! اس وقت کمرے کی ساری لائٹس بھی آن تھیں۔ وہ ہمیشہ لائٹس آن کر کے سوتی تھی کیونکہ اندھیرے سے اسے وحشت ہونے لگی تھی۔۔ فائزہ شاہ نے اپنے بازو پر پھرتا کسی کا ہاتھ ہٹانا چاہا۔ وہ اپنے بازو کو رگڑتے جیسے اس ہاتھ کو خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ پاگلوں کی طرح اپنے بازو کو رگڑتے وہ کسی طرح یہ لمس مٹانا چاہتی تھی۔!! دوسرے لمحے وہ آنکھوں میں ڈھیروں خوف

سموئے بیڈ سے ایک جھٹکے سے کھڑی ہوئی۔ بغیر پاؤں میں چپل پہنے وہ واشروم کی طرف دوڑ لگا چکی تھی۔۔ اسے چھپنے کے لیے کوئی جگہ چاہیے تھی۔ تاکہ اس خوفناک انسان سے دور جا سکے۔ اور واشروم کے علاوہ اس وقت اور کچھ اسے نظر ہی نہیں آیا تھا۔!!"واشروم کے داخل ہوتے اس نے دروازے کو لاک کیا۔ اس کا جسم لرزنے لگا تھا۔ جبکہ آنکھوں سے بہتے آنسوں ماتھے سے ٹپکتے پسینے کے ساتھ مکس ہو رہے تھے۔۔ دروازے کا لاک اچھی طرح چیک کرتے فائزہ شاہ وینٹی کے پاس ہی بنی سلیب کے نیچے بنی تھوڑی سی جگہ پر بدک کر بیٹھی۔ خوفزدہ نظریں ابھی بھی دروازے پر ہی جمی تھیں۔۔"ایسا لگتا تھا جیسے کسی بھی لمحے کوئی دروازہ توڑ کر اندر آجائے گا۔۔"وہ۔۔وہی بھیانک شخص جس سے چھپ کر وہ یہاں بیٹھی تھی۔ فائزہ شاہ نے گھٹنوں کو سینے تک فولڈ کرتے ان میں اپنا منہ چھپایا۔ وہ بری طرح آواز کے ساتھ دینا شروع ہو چکی تھی۔ بے بسی تھی کہ انتہا پر تھی۔!!اسے ایسا لگتا تھا جیسے وہ کسی دن پوری طرح پاگل ہو جائے گی۔۔ اس وقت پاگلوں کی طرح چیخیں مار مار کر روتے وہ جیسے اپنے حواس میں ہی نہیں لگ رہی تھی۔۔ ویسے

بھی اس سیاہ رات کے بعد وہ اپنے حواسوں میں واپس آئی ہی کب تھی بھلا؟؟ اپنے ہاتھوں پر پھر سے کسی کا لمس محسوس کرتے فائزہ شاہ کی چیخیں رکی۔۔ اسے اپنے چہرے، گردن، بازو، غرض کے پورے جسم پر یہ بدترین لمس محسوس ہو رہا تھا۔۔ دوسرے لمحے وہ بری طرح اپنے بازوں، ہاتھوں اور چہرے کو رگڑ رگڑ کر جیسے ان پر سے وہ لمس مٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔ فائزہ شاہ نے اپنے ہاتھوں سے اپنے چہرے اور گردن کو رگڑنا شروع کیا۔۔ اس کے اپنے ہی ناخن اس کے چہرے اور گردن پر بری طرح زخموں کے نشان چھوڑ رہے تھے۔ لیکن اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑ رہا تھا۔ ناتوا سے کوئی درد ہو رہا تھا۔ پہلے زندگی میں درد تھوڑے تھے جواب وہ ان چھوٹے موٹے دردوں پر بھی دھیان دیتی!! سلیب کے نیچے سے کھڑے ہوتے فائزہ شاہ نے اپنے قدم شاور کی طرف بڑھائے۔۔ کانپتے ہاتھوں سے وہ بمشکل ہی شاور آن کرتے اس کے نیچے کھڑی ہوئی۔!! ٹھنڈے یخ پانی کی بوچھاڑ اپنے اوپر گرتی محسوس کرتے جہاں ایک لمحے کے لیے اس کے کانپنے میں اضافہ ہوا تھا وہیں اسے تھوڑا بہت سکون بھی ملا تھا۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی آگ سے نکال کر

اسے ٹھنڈی ہواؤں تلے کھڑا کیا گیا ہو۔ اپنے چہرے، گردن اور بازو پر پھرتے اس کے ہاتھ ابھی بھی نہیں رکے تھے۔ وہ ابھی تک خود کو نوچتے جیسے اپنے جسم سے ناپاک لمس مٹانا چاہ رہی تھی۔ جو اس کی جان عذاب کیے ہوئے تھا۔ کچھ دیر ایسے ہی خود کو اچھی طرح صاف کرتے وہ شاور سے تھوڑا ہٹ کر کھڑی ہوئی۔ صاف تو کیا۔۔ وہ زخموں سے چور ہو گئی تھی۔ ہر جگہ ناخنوں کی وجہ سے سرخ لکیریں بنی ہوئی تھیں۔ جن میں سے نہایت ہلکا سا خون بھی رس رہا تھا۔ ابھی وہ ایک قسم آگے بڑھاتی کہ اسے بری طرح چکر آیا۔ آنکھوں کے سامنے بلکل اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ کسی چیز کو تھام کر اس کا سہارا لینا چاہتی تھی تاکہ خود کو گرنے سے بچا سکے!! لیکن اسے موقع نہیں مل سکا۔۔ کیونکہ اس سے پہلے ہی وہ بیہوش ہو چکی تھی۔!! دھپ کی ایک آواز آئی تھی۔ اور فائزہ شاہ ہوش و خرد سے بیگانہ زمین پر پڑی تھی۔ شاور ابھی تک آن تھا۔۔ پانی بلکل ویسے ہی چل رہا تھا۔ اور وہ ٹھنڈے یخ فرش پر گری پڑی تھی۔۔

حدائق شاہ آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ اس کے پاس ڈپلیکیٹ چابی تھی۔ اگر فائزہ دروازہ لاک بھی کر لیتی تب بھی اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔۔ حدائق شاہ ابھی ہی گھر واپس آیا تھا۔ اسے کمرے سے کچھ فائلز لینی تھی جو کہ اریبی کی تھی۔ بس وہی اٹھانے کی غرض سے حدائق شاہ واپس گھر آیا تھا۔ اس کا ارادہ فائلز اٹھا کر واپس گھر سے باہر جانے کا تھا۔ کیونکہ فارم ہاؤس میں موجود اریبی. اس کا انتظار کر رہا تھا۔!! کمرے میں داخل ہوتے حدائق شاہ نے ایک نظر بیڈ کی طرف دیکھا جو خالی پڑا تھا۔ اگلے ہی لمحے اس کے ماتھے پر ڈھیروں بل اکٹھے ہوئے۔ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ فائزہ شاہ کمرے سے باہر نہیں نکلتی۔!! "تو پھر وہ کہاں گئی تھی وہ یہی سوچ رہا تھا۔۔ بیڈ کے پاس آتے حدائق شاہ کی نظر زمین پر گئی۔ جہاں فائزہ شاہ کے جوتے بلکل ویسے ہی پڑے تھے۔۔ حدائق شاہ کے ماتھے پر موجود بل گہرے ہوئے۔ مقابل بغیر جوتوں کے آخر کہاں گئی تھی؟؟ وہ ابھی اِدھر اُدھر دیکھ ہی رہا تھا کہ اپنے کانوں میں پانی کے گرنے کی آواز سنتے حدائق شاہ چکنّا ہوا۔ واشروم سے پانی کے گرنے کی آواز آرہی تھی۔۔ لیکن اسے جو چیز یہاں کھٹک رہی

تھی وہ تھی فائزہ شاہ کی چپل۔ وہ اگر واشروم گئی بھی تھی تو چپل پہن کر کیوں نہیں گئی۔ اپنے دماغ میں سوچتے حدائق شاہ بیڈ پر بیٹھا۔ وہ فائزہ کے باہر نکلنے کے انتظار میں تھا۔!! دس منٹ گزر گئے تھے لیکن نا تو پانی رکا تھا اور نہ ہی فائزہ شاہ واشروم سے باہر آئی تھی۔ وہ ہوش میں ہوتی تو باہر نکلتی۔۔ حدائق شاہ ایک گہری سانس بھرتے بیڈ سے کھڑا ہوا۔ اب اسے ہی دیکھنا تھا۔۔ اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور آپشن بھی نہیں تھا۔۔ جتنی اسے واپس جانے کی جلدی تھی اب اتنی ہی دیر ہو گئی تھی۔!! "فائزہ۔۔۔" واشروم کے باہر جاتے حدائق شاہ نے دروازہ ناک کرتے اس کا نام پکارا۔ لیکن اندر سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ حدائق شاہ کو اب سہی معنوں میں پریشانی ہونے لگی تھی۔ اگر فائزہ اندر ہے تو کم از کم جواب تو دے۔۔ اس نے دروازے کے ہینڈل کو پکڑتے لاک کھولنا چاہا۔۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں تھا۔ کیونکہ دروازہ اندر سے لاک تھا۔۔ "فائزہ دروازہ کھولو!! حدائق شاہ نے دروازہ بجاتے بلند آواز میں اسے پکارنا چاہا۔ لیکن جواب ندارد!! اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے حدائق شاہ ٹیبل کی طرف آیا۔ جہاں دراز میں واشروم کی چابی پڑی تھی۔

یہ بھی شکر تھا کہ چابی دراز میں ہی موجود تھی۔!! چیزیں اُدھر اُدھر پٹختے حدائق شاہ نے دراز سے چابی اٹھاتے تیز تیز قدم واشروم کی جانب بڑھائے۔اسے شدید پریشانی ہونے لگی تھی۔

چابی سے دروازہ کھولتے حدائق شاہ جھٹکے سے اندر داخل ہوا۔ جہاں سامنے ہی وہ نازک وجود ٹھنڈے فرش پر گیلے کپڑوں کے ساتھ بیہوش پڑی تھی۔۔"فائزہ!! حدائق شاہ نے فکر مندی سے اسے پکارتے اپنے قدم اس کی جانب بڑھائے۔۔ شاور کا پانی ابھی بھی چل رہا تھا۔اور فائزہ شاہ پوری طرح بھیگی ہوئی تھی۔ جگہ جگہ چہرے پر سرخ لکیریں بہت واضح تھیں۔ حدائق شاہ نے زمین پر جھکتے فوراً سے پہلے فائزہ شاہ کو اپنی گود میں اٹھایا۔۔اس کا جسم بلکل ٹھنڈا یخ ہوا پڑا تھا۔ کچھ سردی اور کچھ ٹھنڈے پانی کی وجہ سے وہ بلکل جمی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔۔ شاور کے پاس جاتے حدائق شاہ نے پہلے اسے بند کیا۔۔ پانی فضول میں ضائع ہو رہا تھا۔۔اور اگلے ہی لمحے وہ تیز تیز قدموں سے واپس سے کمرے میں آیا۔ فائزہ کو وہ سختی سے خود میں بھینچے گود میں اٹھائے ہوئے تھا۔۔

کمرے میں الریڈی ہیٹر جل رہے تھے جس کی وجہ سے کمرے میں اچھی خاصی گرمائی تھی۔۔نرمی سے اسے بیڈ پر لٹاتے حدائق شاہ نے اپنی جیکٹ اتارتے سائڈ پر پھینکی۔اس کے اپنے کپڑے بھی گیلے ہو چکے تھے۔فائزہ شاہ پر اچھے سے کمبل سیٹ کرتے حدائق شاہ نے ایک بے بس نظر اپنی اس متاع جان پر ڈالی جو اس کے لیے بے حد ضروری تھی۔وہ جتنا اسے پروٹیکٹ کرنے کی کوشش کر رہا تھا فائزہ شاہ کی طبیعت میں اتنی ہو خرابی آ رہی تھی۔حدائق شاہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔وہ یہاں آ کر مکمل طور پر بے بس تھا۔۔ابھی بھی وہ اس کے گالوں اور گردن پر لگی لکیروں پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔اور مسلسل اندر ہی اندر گھٹ رہا تھا۔۔کاش کہ یہ عورت سمجھ پاتی کہ اس دنیا میں بھی کوئی ہے جسے اس کی تکلیف پر خود بھی تکلیف ہوتی ہے۔حدائق شاہ اس کے ماتھے پر اپنے سلگتے لب رکھتے نرمی سے پیچھے ہٹا۔نجانے کتنے دنوں بعد اس نے مقابل کو اپنے لبوں سے چھوا تھا۔۔سردی زیادہ تھی۔ایسے میں فائزہ شاہ کا زیادہ دیر گیلے کپڑوں میں رہنا ٹھیک بھی نہیں تھا اسے

بخار ہو سکتا تھا۔!! ہونٹ کاٹتے حدائق شاہ بلآخر ایک فیصلے پر پہنچا۔ڈریسنگ روم کی طرف جاتے حدائق شاہ نے الماری سے فائزہ کے لیے گرم سوٹ نکالا۔ یہ ایک ریڈ کلر کا ویلویٹ کا سوٹ تھا۔جو کہ اس کا فیورٹ کلر تھا۔اب وہ خود جب کر ہی رہا تھا تو اسے اپنی مرضی کے کپڑے تو پہنا ہی سکتا تھا۔۔ سوٹ اٹھاتے حدائق شاہ فوراً سے واپس کمرے کی طرف بڑھا۔۔اس کے چہرے پر بلکل ہلکی سی مسکراہٹ کی جھلک آتے واپس جا چکی تھی۔۔ خوشی بس اتنی تھی کہ وہ مقابل کو اپنی پسند کے کپڑوں میں دیکھ سکے گا۔۔اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھتے حدائق شاہ نے کمرے کی تمام لائٹس آف کی۔!! فائزہ شاہ ابھی تک بیہوش کے عالم میں بے سدھ پڑی تھی۔اور یہ اب بھر عام سی بات بن چکی تھی۔ حدائق شاہ جانتا تھا کہ وہ اکثر ایسے خود ہی بیہوش ہو جاتی ہے۔اسی لیے وہ خود بھی ڈاکٹر کے چکروں میں نہیں پڑنا چاہتا تھا۔سب کا ایک ہی جواب ہوتا تھا کہ یہ ٹراما میں ہیں!! جو کہ حدائق شاہ خود بھی بہت اچھی طرح جانتا تھا۔۔ کمرے میں صرف ایک نیلگوں روشنی جل رہی تھی۔ مدھم سی روشنی میں صرف قریب سے ہی ایک دوسرے کو دیکھا جا سکتا تھا۔۔

حدائق شاہ نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے نرمی سے فائزہ شاہ کے جسم سے قمیض کو علیحدہ کیا۔۔اس دوران وہ بہت خیال رکھ رہا تھا کہ اس کا ہاتھ فائزہ کے جسم سے بلکل ٹچ نا ہو!! لیکن نظروں کا وہ کیا کرتا جو بے لگام ہوئی جا رہی تھیں!!

" قمیض ہاتھ میں تھامے وہ اس کے پیٹ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ جہاں زخم کے نشانات اب مدھم پڑ چکے تھے۔ حدائق شاہ نے کافی دنوں تک اس کے سونے کے بعد اس کے پیٹ پر دوائی لگائی تھی۔ فرق تو پڑنا ہی تھا۔۔ پیٹ سے سرکتے حدائق شاہ کی نظریں اوپر کی طرف گئیں!! اس کا کندن سراپا نیلگوں روشنی نے حدائق شاہ کو واضح نظر آ رہا تھا۔۔ سیاہ رنگ کے پردے میں چھپی اس کی دھڑکنیں دیکھتے حدائق شاہ کے گلے میں گلٹی سی اُبھر کر معدوم ہوئی۔ وہ تھوک نگلتے بنا پلکیں جھپکائے اس کا قیامت خیز بدن دیکھ رہا تھا۔ مقابل واقعی اپنے آپ میں ایک قیامت تھی۔ اس بات کا اقرار حدائق شاہ کے دل نے کیا تھا۔۔ ایک نظر اُدھر اُدھر دیکھتے حدائق شاہ نے دل کی آواز پر لبیک کہتے بہت نرمی سے نیچے کو جھکتے اس کی دھڑکنوں پر اپنے لب رکھے۔ وہ بہت نرمی اور ہولے سے اس کی دھڑکنوں پر جگہ جگہ اپنے

تشنہ لب رکھ رہا تھا۔۔ آنکھوں میں پل میں خمار اُترا تھا۔ جبکہ اس کے اپنے جسم میں سپارک سے اٹھنے شروع ہو گئے تھے۔!! مزید اپنے جذبات کو بے لگام ہونے سے کنٹرول کرتے حدائق شاہ آہستہ سے اس سے پیچھے ہوا۔۔ بہت مشکل سے جیسے وہ خود کو اس کے قریب جانے سے روکے ہوئے تھا یہ تو حدائق شاہ ہی جانتا تھا۔ لیکن وہ مقابل کی اجازت اور مینٹل کنڈیشن بہتر ہونے سے پہلے اپنی حدود نہیں توڑ سکتا تھا۔ اسی لیے بروقت پیچھے ہٹنا مناسب سمجھا۔۔ اس کے جسم سے یہ سیاہ پردہ بھی اتارتے حدائق شاہ نے نرمی سے اسے انر پہنایا۔۔ وہ اپنی نظریں چراتے کسی نہ کسی طریقے سے اسے قمیض بدلوا ہی چکا تھا۔۔ حدائق شاہ نے پھر اس ایک گہری سانس بھرتے کمبل کو بلکل سائڈ پر کیا۔ اس نے فائزہ کے چہرے کی طرف دیکھتے بہت نرمی سے اس کے جسم سے ٹراؤزر کو ریموو کیا۔ "افف پہلی مرتبہ حدائق شاہ کو کوئی کام دنیا کا سب سے مشکل ترین کام لگا ہے۔ اور وہ بھی جان من صرف اور صرف تمہاری بدولت۔ کسی کا جسم اتنا قیامت خیز کیسے ہو سکتا ہے!!" حدائق شاہ نے بے بسی سے اپنی گردن ڈھلکاتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ حالانکہ وہ

جانتا تھا کہ مقابل فلحال اسے سن نہیں سکتی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے شیطان اس کے بلکل پاس بیٹھا ہو۔ جو اسے بار بار نظریں وہیں جمانے پر مجبور کر رہا تھا۔۔ حدائق شاہ نے اس کی ٹانگوں کے پاس جاتے نرمی سے اپنی اُنگلیاں اس کی برہنہ تھائیز پر پھیری!! اُنگلیاں وہ مقابل کی تھائیز پر پھیر رہا تھا سانسیں اس کی اپنی بھاری ہو رہی تھیں۔ ماتھے پر شبنم کر قطرے اکٹھے ہو رہے تھے جبکہ گلے میں بار بار گلٹی اُبھر اُبھر کر معدوم ہو رہی تھی۔۔ "بس ایک بار ہلکی سی کس کروں گا!! اپنے دل میں سوچتے حدائق شاہ نے تھوڑا جھکتے نرمی سے اپنے ہونٹ اس کی تھائیز پر رکھے۔ بات ایک کس کی ہوئی تھی لیکن عین لمحے پر دل بغاوت کر گیا تھا۔ وہ ایک ہاتھ اس کی تھائیز پر پھیرتے جبکہ دوسری پر بہت نرمی سے اپنے لب رکھتے جیسے ان کی پیاس بجھانے میں مصروف تھا۔ تھائیز سے سفر کرتے ہونٹ ٹانگوں پر آ چکے تھے۔ اور پھر اسی طرح دوسری ٹانگ پر!! لمحے سرکتے جا رہے تھے اور حدائق شاہ کے ہونٹ حد سے تجاوز کرتے جا رہے تھے۔۔ وہ اس کی دونوں ٹانگوں پر پاگلوں کی طرح اپنے لب رکھتا جا رہا تھا۔ یہ لب سرکتے کبھی تھائیز پر تو کبھی ٹانگوں پر ایسے ہی حرکت کر

رہے تھے۔۔ جبکہ ہاتھوں نے بھی کنڑول سے باہر ہونا شروع کر دیا تھا۔۔ حدائق شاہ کی آنکھیں خمار کی شدت سے لال سرخ ہوئی پڑی تھیں۔ جبکہ کمرے میں اس کی بھاری ہوتی سانسوں کا رقص گونج رہا تھا۔ آج اس کی ایک خواہش پوری ہو گئی تھی۔اور وہ یہ کہ مقابل کے جسم پر صرف اس کا لمس ہو!! جو جگہ جگہ آج اس نے بکھیر بھی دیا تھا۔اور اب مرتے دم تک وہ اس کے جسم پر اسی لمس کو قائم رکھنا چاہتا تھا۔۔ حدائق شاہ نے ہاتھ اس کی کمر کے نیچے سے گزارتے اسے تھوڑا سا اوپر کیا۔ مقابل تو اس وقت بلکل اس کے رحم و کرم پر تھی۔اسے اوپر لیے وہ سیکنڈ سے پہلے اسے ٹراؤزر پہنا گیا تھا۔اور یہ اس نے اتنی آنن فانن کیا تھا کہ وہ خود بھی سمجھ نہیں سکا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی حدیں بھولتا جا رہا تھا۔۔ جذبات کی رو میں بہک کر اس سے کچھ غلط نہ ہو جائے۔ اسی خدشے کے احساس سے وہ خود پر نہایت جبر کیے ہوئے تھا۔۔ فائزہ شاہ سرخ رنگ کے جوڑے میں ملبوس کھلے بال تکیے پر ایک طرف گرائے اس کے ساتھ ہی سو رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے اپنی کل

کائنات کو دیکھا۔ جو اس کے پسند کے لباس میں آسمان سے اُتری کوئی حور معلوم ہو رہی تھی۔ سرخ رنگ کے جوڑے میں اس کی دودھیا رنگت مزید دمک رہی تھی۔

"کیوں جسم تیری روح سے جل تھل نہیں ہوتا..

رشتہ یہ ادھورا سا مکمل نہیں ہوتا..

کیسے میں کہوں تو ہے میرے پیار کا مجرم..

اتنا حسین تو یار کوئی بھی قاتل نہیں ہوتا..

یہ راہ محبت ہے محبت کے سفر میں..

کنارے نہیں ہوتے کوئی ساحل نہیں ہوتا..

بانہوں میں مجھے لے کر کہا اس نے زید..

"کیوں میرے پیار میں تو پاگل نہیں ہوتا۔

حدائق شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی نما آواز میں غزل گنگناتے آہستہ سے اس کے کان کی لو پر اپنے لب رکھے۔ وہ بہت حسرت بھری نظروں سے اس کا چہرہ دیکھ

رہا تھا۔ جو اس کے پاس تو تھا لیکن اس کی دسترس سے بہت دور تھا۔ لمحے گزر رہے تھے اور وہ انہی آنکھوں سے اس کے چہرے پر بنا پلکیں جھپکے نظریں جمائے ہوئے تھا۔!! کمرے میں گونجتی فون کی چنگھاڑتی آواز پر حدائق شاہ نے دانت پیستے فون کی طرف دیکھا۔ جو اس کے اتنے خوبصورت منظر کے درمیان رکاوٹ بن چکا تھا۔۔ جیب سے فون نکالتے حدائق شاہ نے آنکھوں کے سامنے کیا۔ "اوہ شٹ!! فون پر نام دیکھتے بے ساختہ ہی اس کے منہ سے نکلا۔ اریبی کا فون تھا۔ جو کب سے فارم ہاؤس میں ہی بیٹھا فائلز کا انتظار کر رہا تھا۔ حدائق شاہ نے کال اٹینڈ کرتے فون کان سے لگایا۔ اریبی سے گالیاں پڑے گیں یہ تو اسے کنفرم تھا۔۔ اور اس کی توقع کے مطابق ہوا بھی یہی تھا۔ مقابل فون ریسیو ہوتے دیکھ بغیر سلام دعا کے ہی گالیاں دینا شروع ہو چکا تھا۔ آواز سے اریبی بہت غصے میں لگ رہا تھا۔۔ "تیری گالیاں ختم ہو گئی ہو تو میری بھی سن لے!! حدائق شاہ نے دانت پیستے کہا۔ بدلے میں وہ بھی اسے گالیاں دے سکتا تھا۔ لیکن وہ اپنی اتنی محنت سے پڑھی ہوئی نمازیں ضائع نہیں کر سکتا تھا۔ "بھونک!! دوسری طرف سے اریبی کی آواز ابھری!!

"تیری بھابی کی طبیعت خراب ہے۔اس لیے مجھے مجبوراً رکنا پڑا۔تو بھی فلحال گھر چلا جا۔ صبح ملتے ہیں پھر!! حدائق شاہ نے فائزہ کی طرف دیکھتے اسے حقیقت بتائی۔ "اوکے!! دوسری طرف سے اریبی بس اتنا کہتے فون بند کر چکا تھا۔ یہاں کیونکہ وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ فائزہ کو اس نے دیکھا ہوا تھا۔اور اسے خود کو بھی بہت ہمدردی تھی فائزہ شاہ سے۔

حدائق شاہ فون سائڈ ٹیبل پر رکھتے آہستہ سے اس کے ساتھ ہی لیٹا۔اس کے چہرے اور گردن پر نشان دیکھتے اس نے دل میں عہد کیا تھا کہ آج کے بعد مقابل کتنا بھی چیخے چلائے حدائق شاہ کمرے میں اسے اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ آج کا انجام وہ دیکھ چکا تھا۔ "میرا بچہ تکلیف ہی دینی ہو تو مجھے دے لیا کرو!! خود کو نقصان پہنچا کر یہ جو تم میری امانت میں خیانت کرتی ہو۔ یقین کرو بہت ظلم کرتی ہو۔!!" پھر سے اس کے کان میں سرگوشیانہ انداز میں کہتے حدائق شاہ نے اسے اپنی باہوں میں جکڑا۔ وہ دعا کر رہا تھا کہ اسے صبح ہی ہوش آئے تاکہ کم از کم حدائق شاہ اس کے ساتھ سو کر

اپنی اتنے دنوں کی اکٹھی ہوئی نیند تو پوری کر سکے!! اسے اپنی بانہوں میں سمیٹے حدائق شاہ نے بھی اپنی آنکھیں موندی۔ مدھم سی روشنی میں ایک دوسرے سے لپٹے وہ دونوں نیند کی وادیوں میں گم تھے۔ اور بلاشبہ یہ ایک مکمل اور بے انتہا خوبصورت منظر تھا۔

قسط نمبر:59

ماہ دیر شاہ کی گاڑی شاہ ولا کے بڑے سے کار پورچ میں آتے رکی۔ وہ آج ہی پاکستان واپس آیا تھا۔ اور ایئر پورٹ سے سیدھا گھر ہی راہ لیتے یہیں آیا تھا۔۔ باہر ملک رہنے کا ارادہ تو اس کا چھ سے سات دن کا تھا۔ لیکن پھر کام جلدی ختم ہونے پر وہ فوراً سے پہلی فلائٹ پکڑتے پاکستان پہنچا تھا۔ شاہ ولا میں کسی سے بھی اس کی بات نہیں ہوئی تھی۔ اور نا ہی اس نے کسی کا فون اٹھانا یا کسی کو خود کال کرنا مناسب سمجھا۔ کیونکہ وہ سب کو سرپرائز دینا چاہتا تھا۔ خاص کر کے نائرہ شاہ کو۔!! تبھی کسی کو بتائے بغیر وہ پاکستان پہنچ بھی چکا تھا۔ یہ تقریباً سہہ پہر کا وقت تھا۔ شام کے چار بج رہے تھے۔

اوراس وقت کچھ لوگ گھر پر جبکہ کچھ لوگ اپنے کاموں پر ہوتے ہیں ماہ دیر شاہ جانتا تھا۔۔ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود سرخ رنگ کے گلاب کے پھولوں کا گلدستہ دیکھتے ماہ دیر شاہ نے مسکراتے ہوئے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔ وہ یہ بکے نائرہ شاہ کے لیے لایا تھا۔۔آج اس کا موڈ بھی کچھ زیادہ ہی خوشگوار تھا۔کچھ کام اچھا ہونے کی وجہ سے پر کچھ نائرہ کو سرپرائز کرنے کی وجہ سے!! پچھلے دنوں میں تو وہ اسے کال بھی نہیں کر سکا تھا۔موبائل کو بلکل زندگی سے سائڈ پر کرتے اس نے دن رات کام کیا تھا۔۔ تبھی اتنی جلدی فارغ بھی ہو گیا تھا۔۔اندر داخل ہوتے ماہ دیر شاہ نے تعجب سے لاؤنج میں دیکھا۔جہاں سارے بیٹھے تھے۔پاکیزہ بیگم بھی یہیں پر موجود تھیں۔اور جو لوگ عموماً اس وقت اپنے اپنے کاموں پر ہوتے تھی وہ سب بھی اس وقت گھر پر ہی موجود تھے۔!! ایسا لگتا تھا جیسے سب لاؤنج میں بیٹھے کسی سیریس موضوع پر بات کر رہے ہو۔۔ماہ دیر شاہ نے سر جھٹکتے اپنے قدم آگے بڑھائے۔چلو اچھا ہی تھا کہ سارے ہی گھر پر تھے۔۔

السلام و علیکم ! ! صوفے کی طرف بڑھتے اس نے مسکراتے ہوئے بلند آواز میں " سب سے سلام کیا۔۔ سب لوگوں کی بے ساختہ ہی نظر سامنے گئی جہاں ماہ دیر شاہ مسکراتے ہوئے سب کو دیکھ رہا تھا۔ جسے وہ ڈھونڈھ رہا تھا وہ تو یہاں تھی ہی نہیں ! ! سائرہ بیگم صوفے سے کھڑی ہوتی تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھیں۔ داجان اور خاص کر زاویار شاہ تو اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو چکے تھے۔ ! ! ماہ دیر شاہ کو تھوڑا تو عجیب لگا تھا جب اسے دیکھ کر سارے ایک دم خاموش ہوئے دم سادھے اسے دیکھنے لگے تھے۔ جیسے وہ کوئی دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہو ! ! لیکن پھر اپنا وہم سمجھتے اس نے سر جھٹکا۔ بھلا وہ پہلی مرتبہ گھر تھوڑی آرہا تھا۔ جو سب حیران ہوتے ! ! "وعلیکم السلام ! ! اتنی جلدی آگئے تم ؟؟ سائرہ بیگم نے اس کی طرف جاتے اس کے ہاتھ سے پھولوں کا بکے پکڑتے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "آپ کہتی ہیں تو واپس چلا جاتا ہوں ! ! ماہ دیر شاہ نے مسکراتے شرارت سے کہا۔ البتہ نظر اس کی بکے پر تھی۔ جو سائرہ بیگم کے ہاتھ میں جا چکا تھا۔۔ "نہیں نہیں بیٹے آؤ بیٹھو تم ! ! ویسے یہ گلاب کس خوشی میں ! ! اس کے سر پر ہلکی سی چت لگاتے سائرہ بیگم نے اس سے

بکے کا پوچھا۔ "آ۔۔آپ کے لیے لایا تھا۔ بس ایسے ہی!! بکے دیکھ کر سائرہ بیگم کے چہرے پر موجود خوشی وہ دیکھ رہا تھا۔ تبھی مسکرا کر کہتے انہیں خوش ہی رہنے دیا۔ حدائق شاہ والے معاملے کے بعد وہ انہیں آج مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔

"میرا بچہ!! آؤ بیٹھو تم!! سائرہ بیگم نے اس کا ماتھا چومتے اسے صوفے پر بٹھایا۔۔ باقی سب تو بیٹھے بس کبھی سائرہ بیگم تو کبھی ماہ دیر کو دیکھ رہے تھے۔!! بلکہ ماہ دیر شاہ کو تو باقاعدہ گھورا جا رہا تھا۔!! "پہلے ذرا بات پوچھ لیں اس سے!! پتہ لگے بعد میں اسی بچے کو تھپڑ پڑ رہے ہو!! اور آپ کے سارے لاڈ پیار پر پانی پھر جائے۔!! "حدائق شاہ جو کچن میں پانی بھرنے آیا تھا۔ماہ دیر کے پاس سے گزرتے وہ ٹونٹ کرنا بلکل بھی نہیں بھولا تھا۔۔ سائرہ بیگم کو ماہ دیر کو پیار کرتے دیکھ نجانے کیوں اسے بہت برا لگا تھا۔ ایک وقت تھا وہ لاڈ پیار اسی پر جتاتی تھیں۔ اور اب تو بات تک کرنا بھی گوارہ نہیں کرتی تھیں۔ اب ایسا بھی نہیں تھا کہ حدائق شاہ کو بلکل ہی فرق نا پڑتا ہو۔۔ ماں کے لیے محبت اس کے دل میں ابھی بھی پہلے جیسی ہی تھی۔۔ ماہ دیر شاہ نے ابرو اُچکاتے اسے دیکھا۔ جیسے اسے حدائق شاہ کی بات نہ تو

سمجھ آئی ہو اور نہ ہی پسند!! بھلا سائرہ بیگم اسے کیوں مارنے لگی۔۔ "چپ کرو تم!! اپنے کام سے کام رکھو۔۔ سائرہ بیگم نے حدائق کو گھورتے اسے خاموش رہنے کو کہا۔ جبکہ حدائق شاہ بجائے پانی اوپر لے جانے کے جگ ہاتھ میں تھامے سیڑھیوں کے سب سے آخری اسٹیپ پر ہی بیٹھ چکا تھا۔!! "جلدی تماشہ شروع کریں داجان!! میں نے دیکھنا ہے۔ وہ کیا ہے نہ پھر اس کے بعد مجھے ایک کام پر بھی جانا ہے۔ تو پلیز جلدی کریں!! اپنی گھڑی میں وقت دیکھتے حدائق شاہ نے مصروف سے انداز میں داجان کو مخاطب کیا۔ جو پہلے ماہ دیر کو گھور رہے تھے۔ اور اب خونخوار نظروں کا رخ حدائق شاہ کی طرف ہو چکا تھا۔۔ باقی سب کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ وہ سیڑھیوں پر بیٹھا ایسے حکم چلا رہا تھا جیسے یہاں واقعی کوئی فلم چلنی ہو!! اور وہ داجان کو مخاطب کرتے انہیں کہے کہ پلیز جلدی ٹی وی چلا دیں!! "کیا کہہ رہا ہے یہ؟؟ کچھ ہوا ہے کیا۔ میں جب گھر آیا تھا تب بھی مجھے سب عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے کیا؟؟ ماہ دیر شاہ نے ایک نظر حدائق شاہ کو دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔۔ پوچھ وہ سائرہ بیگم سے رہا تھا۔ لیکن نظریں حدائق پر

تھیں۔۔ "کچھ!! اللہ معاف کرے اتنا کچھ ہوا ہے یہاں کہ مت پوچھو!! نفی میں سر ہلاتے حدائق شاہ نے ایسے کہا جیسے کوئی بہت بڑی بات ہوئی ہو!! ماہ دیر شاہ کو وہ پریشانی میں ڈال رہا تھا۔۔ نجانے اب کیا ہو گیا تھا یہاں!! "تمہاری بیوی نے کمرے سے۔۔" سائرہ بیگم حدائق شاہ کو گھورتے ابھی کچھ کہتی کہ حدائق شاہ بیچ میں ہی سنجیدگی سے ان کی بات کو ٹوک گیا تھا۔۔ "میری بیوی کو ہر بات کے درمیان میں مت لایا کریں!! آپ مجھ سے بات کریں تو میرے تک ہی رہیں!! میری بیوی جو چاہے مرضی کرے! یہ آپ کی سر دردی نہیں ہے۔ دوبارہ اسے مت لائیے گا بات کے درمیان میں!! مجھے زہر لگتی ہے یہ چیز!! سنجیدگی سے کہتے وہ سائرہ بیگم کی زبان تالو سے چپکا گیا تھا۔ سائرہ بیگم محض دانت پیس کر ہی رہ گئیں۔ سب کے سامنے حدائق شاہ سے بحث کر کے انہوں نے اپنی ہی بیعزتی کروانی تھی۔!! "کوئی مجھے بتائے گا کہ ہوا کیا ہے؟؟ ماہ دیر شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے پوچھا۔ یہاں اسے ٹینشن ہو رہی تھی اور ان لوگوں کی آپس کی لڑائیاں ہی ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھیں۔ "فون کہاں تھا تیرا؟ تو نے جب فون استعمال ہی

نہیں کرنا ہوتا تو کوڑے میں پھینک دے اس کو!! زاویار شاہ نے ماہ دیر شاہ کو گھورتے بات کا آغاز کیا۔ وہ جب سے ہی اسے کال کر کر کے پاگل ہوا پڑا تھا۔ لیکن ماہ دیر شاہ اس کی کال اٹھانا ضروری ہی نہیں سمجھتا۔۔ "کیوں تُجھے مجھ سے کیا کام تھا۔ جو کال کی تھی۔ یقیناً یہی کہنا ہو گا کہ میٹنگز اچھے سے کرنا، بلا بلا۔۔ اس کے علاوہ کوئی کام ہوتا ہے تجھے مجھ سے؟؟ ماہ دیر شاہ نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔ وہ سہی ہی کہہ رہا تھا۔ زاویار اور اس میں زیادہ تر بات کام پر ہی ہوتی تھی۔!! "جو کارنامہ تو کر کے گیا تھا نہ اس کے متعلق پوچھنا تھا میں نے!! زاویار شاہ کے انداز میں بھی کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ مسلسل اسے گھورتے کچہ چبانے کے در پر تھا۔۔ "میں نے کہا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے اپنے بیٹے پر۔ تم ایسے ہی بنا بات کی تصدیق لیے اس پر الزام نہیں لگا سکتے۔!! ماہ دیر شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی سائرہ بیگم نے بات کے درمیان میں حصہ لیا۔۔ "آپ تو کچھ مت کہیں!! آپ کا اصل چہرہ دیکھ لیا ہے ہم نے پرسو! مزید آپ بیچ میں نا ہی بولیں تو بہتر رہے گا۔۔" سائرہ بیگم پر نظریں گاڑے زاویار شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔ اسے زہر لگ رہی تھیں

فلحال سائرہ بیگم !! " تمیز سے بات کر میری ماں سے !! بھول مت تُجھ سے بڑی ہیں یہ ! دوبارہ اپنی ماں کے بارے میں یہ الفاظ برداشت نہیں کروں گا میں۔ !! ماہ دیر شاہ زاویار پر نظر جمائے دھاڑا تھا۔ حدائق شاہ کی بات الگ لیکن زاویار کی بتمیزی اس سے برداشت نہیں ہوئی تھی۔ بھلا وہ اس کی ماں کے بارے میں ایسے کیسے کہہ سکتا تھا۔۔ "بیفکر رہ ابھی تھوڑی دیر بعد تو بھی یہی کچھ کہے گا ماما کو !! تھوڑی دیر صبر کر لے میرے بھائی !! " حدائق شاہ نے سیڑھیوں پر بیٹھے ہانک لگائی !! وہ مزے سے بیٹھا انجوائے کر رہا تھا۔

سامنے سے معاذ شاہ کو ہاتھ میں چپس کا پیکٹ اٹھائے آتے دیکھ حدائق شاہ نے " کھڑے ہو کر آگے کو بڑھتے اس کے ہاتھ سے پیکٹ جھپٹا۔ یہ اس نے اتنی جلدی کیا تھا کہ معاذ شاہ بس اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ کہ آخر اتنی جلدی چپس اس کے ہاتھ سے غائب کیسے ہوئی !! "اب کمٹینیو کرو آپ لوگ !! چپس کھاتے ہوئے دیکھنے میں زیادہ مزہ آئے گا۔ " واپس سے سیڑھیوں پر بیٹھتے حدائق شاہ نے چپس کا پیکٹ کھولتے سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے کہا۔ وہ مکمل لاپرواہ انداز میں واقعی ایسے

بیٹھا تھا جیسے آگے فلم چل رہی ہو!! "دفعہ ہو جاؤ حدائق اوپر!! سائرہ بیگم اسے گھورتے ہوئے چیخیں۔۔ حدائق شاہ اب کچھ زیادہ ہی بتمیزی کر رہا تھا۔۔ "میں تو نہیں جا رہا!! وہی لاپرواہ سا مگر حتمی انداز!! "آپ لوگ آرام سے لڑائی کر لیں پہلے!! میرا خیال ہے میں چلتا ہوں۔ بعد میں بتا دیجیے گا لڑائی ختم ہونے کے بعد کہ آخر میں نے کیا کیا ہے۔ جو یہاں سارے خونخوار نظروں سے مجھے دیکھ رہے ہیں!! ماہ دیر شاہ نے صوفے سے اٹھتے دانت پیستے کہا۔ اس کے اتنے اچھے موڈ کا بیڑہ غرق ہو چکا تھا۔۔ "تمہاری منکوحہ اُمید سے ہے برخوردار!! پر سوال یہاں یہ ہے کہ تمہاری ماں کہہ رہی ہے اسے تم پر سو فیصد یقین ہے۔ پھر یہ بچہ کس کا ہے آخر؟؟ ماہ دیر شاہ ابھی آگے قدم بڑھاتا کہ اپنے پیچھے سے دا جان کی آواز سنتے اس کے قدم رکے۔ جبکہ ان کی بات سنتے اس کا اٹھتا قدم ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔!! ایک لمحے کے لیے اسے لگا تھا جیسے اس کا دل بند ہو گیا ہو۔!! حدائق شاہ چپس کھاتے مزید آگے ہوتے بیٹھا۔ اصل کہانی تو اب شروع ہوئی تھی۔۔

دوسرے لمحے ماہ دیر شاہ جھٹکے سے اپنے پیچھے موجود داجان کی طرف مڑا۔ جنہوں نے یہ خبر اسے دی تھی۔!!"آ۔۔آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کیا واقعی نائرہ؟؟ بمشکل اپنے حلق سے آواز نکالتے ماہ دیر شاہ میں ایک مرتبہ پھر کنفرم کرنا چاہا۔ کہیں اس سے سننے میں غلطی ہی نہ ہوئی ہو!!"میری بہن اُمید سے ہے ماہ دیر شاہ!!اب کی مرتبہ زاویار شاہ غرایا تھا۔وہ بیتاب تھا اس کے منہ سے یہ سننے کے لیے کہ یہ اسی کا بچہ ہے۔۔"کیا واقعی؟؟ایک مرتبہ پلیز پھر سے کہہ دے!!نائرہ ہے کہاں؟اور تم سب کب سے اس خوشی کو بتانے کے لیے مجھے گھور رہے تھے۔مطلب حد ہے؟ کیا واقعی میں باپ!!او گاڈ!!"اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ماہ دیر شاہ نے مسکراتے ہوئے زاویار شاہ کی طرف دیکھتے سوال پر سوال داغے!!اس کے چہرے پر خوشی اور حیرت کے ملے جلے تاثرات تھے۔۔بلکہ اسے تو ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ باپ بننے والا ہے۔!!حدائق شاہ نے ایک تمسخراتی سی نظر سائرہ بیگم پر ڈالی۔جو بے یقینی سے ماہ دیر شاہ کو دیکھ رہی تھیں۔۔جبکہ نوین بیگم کی نظریں بھی سائرہ بیگم پر تھی جو لٹھے کی مانند سفید چہرے کے ساتھ ماہ دیر شاہ کو بے یقینی سے دیکھ رہی

تھیں۔ان کے چہرے سے لگ رہا تھا جیسے وہ صدمے میں چلی گئی ہو۔!! "خدا نہ کرے کہ ان پر اور ان کی بیٹی پر کبھی یہ وقت آئے کہ ان کی وجہ سے میری بیٹی اور میں نے یہ دو دن کیسے سہے ہیں ہم جانتے ہیں!" بے ساختہ ہی نوین بیگم کے دل سے دعا نکلی!! سائرہ بیگم تو بلکل ہی بھول چکی تھیں کہ ان کی خود کی بیٹی بھی ہے!! یہ دنیا مکافات عمل ہے۔جو جیسا کرے گا ویسے بھر بھی لے گا۔۔

اتنی خوشی واہ!! کبھی ہم بھی باپ بنے گیں۔اور ایسے ہی خوش ہو کر شریکوں کو" جلائے گیں!! حدائق شاہ نے چپس منہ میں رکھتے آہ بھرتے بلند آواز سے کہا۔اس کا اشارہ یہاں موجود ہر شخص پر تھا۔")وہ الگ بات تھی کہ اس کی بیوی اسے منہ نہیں لگاتی تھی 😉!!")

زاویار شاہ خاموشی سے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔۔وہ اس کے کہے کہ مطابق اس کی بات کو دہرانا چاہتا تھا۔اسی لیے اپنے قدم ماہ دیر شاہ کی جانب بڑھائے۔۔ماہ دیر شاہ نے اسے اپنی طرف آتا دیکھ اپنی بانہیں وا کی!! اسے لگ رہا تھا کہ زاویار شاہ گلے مل

کر اسے مبارک باد دینے آرہا ہے۔!! لیکن اگلے ہی لمحے اس کی امیدوں پر پانی پھر چکا تھا۔ زاویار شاہ نے اس کی طرف آتے اپنی پوری جان لگاتے ایک زور دار مکا اس کے دائیں گال پر جڑا۔۔ماہ دیر شاہ اس وار کے لیے بلکل بھی تیار نہیں تھا۔ تبھی پیچھے کو لڑکھڑاتے وہ صوفے پر گر چکا تھا۔ اپنے گال پر ہاتھ رکھے وہ حیرانی سے زاویار شاہ کو دیکھ رہا تھا۔ جس کے مبارک دینے کا طریقہ اسے کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا۔۔"ایک میری طرف سے بھی!! حدائق شاہ نے مسکراتے پیچھے سے ہانک لگائی۔ جبکہ باقی سب اب اسے بیک گراؤنڈ میوزک سمجھتے اگنور کرنے لگے تھے۔وہ یہاں سیریس لڑائی دیکھتے یا پھر اس کی باتوں پر دھیان دیتے!!"سالے جب یہ کارنامہ سرانجام دے ہی لیا تھا۔تو ماں کو بھی بتا دیتا اپنی۔۔کم از کم میری بہن بدنام تو نہ ہوتی۔غلط فیصلہ تھا میرے بڑوں کا کہ انہوں نے تم لوگوں کے گھر میں میری بہن کو بیاہ دیا۔!! صوفے پر تھوڑا سا جھکتے زاویار شاہ نے زہر آلود لہجے میں کہا۔۔کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے ایک بھائی کے لیے اپنی بہن کے کردار پر باتیں سننا۔"تم لوگوں کے گھر سے کیا مطلب تیرا؟؟ میں بہت اچھا ہوں!! یہ اسی ماہ دیر تک رکھ اپنے

الفاظ!!" حدائق شاہ نے خفگی سے پھر سے ہانک لگائی۔ آخر کو وہ بھی تو انہی کے گھر میں آتا تھا۔۔ "بکواس بند رکھ تو اپنی!! زاویار شاہ نے پیچھے مڑ کر حدائق شاہ کو گھورتے سنجیدگی سے کہا۔۔ "ہاں ہاں اب میں چپ ہوں۔ کہ ٹینیو کرو تم لوگ!! اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھتے اس نے بلکل کسی تابعدار بچے کی طرح بات مانی۔

کیا مطلب ہے تیری اس بات کا!! اس سب میں میری بیوی بدنام کہاں سے ہو" گئی!! حق حلال کی محنت کا بچہ ہے میرا۔۔ اور میں اب ایسی باتیں ماما کو تو بتانے سے رہا۔!! جس حد تک ماہ دیر شاہ کے بات پلے پڑی تھی اسی حد تک جواب دیتے وہ سب کے چہرے سرخ کر چکا تھا۔ سوائے حدائق شاہ کے۔ جسے اندازہ تھا کہ ماہ دیر شاہ کچھ ایسا ہی جواب دے گا۔۔

میرے بھولے بھائی بات دراصل یہ ہے کہ پرسو تمہارے بچے کا جب یہاں پتہ" چلا تو اسی لاؤنج میں ایک عدالت لگی تھی۔ جس کے کٹہرے میں تمہاری بیوی تھی۔ اور میری ماں وکیل جو یہ ثابت کرنے پر تلی ہوئی تھیں کہ تیرا بچہ ناجائز ہے۔

یعنی تیری بیوی بد کردار ہے!! تیری اس حق حلال کی محنت کو یہ پانی میں ملا چکی تھیں۔ اور پھر میرے پیارے بڑے بابا۔۔ انہوں نے بھی اپنی بیٹی سے پوچھا کہ بتاؤ کس کے ساتھ منہ کالا کر کے آئی ہو؟؟ غرض کہ ابھی کسی کے پاس کوئی ثبوت یعنی کہ بچے کا اصل باپ نہیں تھا اسی لیے اس کیس کو جج صاحب یعنی کہ ہمارے دا جان نے بند کر دیا تھا۔ صرف تب تک جب تک ماما جان کے پاس اپنی بات کی کوئی دلیل نہ ہوتی۔۔ آج تم آئے یعنی کہ اصل چشم دید گواہ!! تو آج اس کیس کو ری اوپن کیا گیا ہے!! اور افسوس ماما آپ ہار چکی ہیں!! نائرہ شاہ ایک عزت دار عورت ہے! اس بات کی گواہی میں نے پرسو بھی دی تھی اور آج بھی دے رہا ہوں۔۔"

چپس کو سائڈ پر رکھتے حدائق شاہ نے الف سے ی تک اسے ساری کی ساری روداد بتائی۔ وہ الگ بات تھی کہ اس نے یہاں اپنے وکیل ہونے کا ثبوت دیا تھا۔ آخر میں اس نے سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے انہیں مخاطب کرتے کہا۔ باقی سب دم سادھے اسے ہی سن رہے تھے۔ نوین بیگم کی آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے تھے۔!! صد شکر کہ ان کی بیٹی کا کردار اچھلنے سے بچ چکا تھا۔ ان کا اپنی بیٹی پر مان

یقین ٹوٹا نہیں تھا۔ان کی تربیت جیت گئی تھی۔!!ماہ دیر شاہ کی حیران کن نظریں سائرہ بیگم پر تھیں۔جو کھڑی حدائق شاہ کو گھورنے میں مصروف تھیں۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کے جانے کے بعد تھوڑے سے ٹائم میں اتنا کچھ ہو گیا۔۔اور تو اور اس کی اپنی ماں ہی اس کے بچے کو ناجائز کیسے کہہ سکتی تھیں بھلا۔اس کے بچے کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی وہ ایک گالی بنا چکی تھیں۔اور نائرہ شاہ نے یہ سب کچھ کیسے برداشت کیا ہو گا۔اس کا دماغ ایک ہی مرتبہ میں کئی باتیں سوچتے بلکل ماؤف ہو چکا تھا۔چہرے پر تھوڑی دیر پہلے والی چمک،خوشی سب کچھ غائب ہو چکی تھی۔!!"ماما آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں؟؟میرے ہی بیوی بچے کو آپ نے سب کے سامنے سوالیہ نشان بنا دیا؟؟ماہ دیر شاہ نے نم آنکھوں سے سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے افسوس سے کہا۔اسے یقین نہیں آرہا تھا۔کہ اس کی ماں اس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتی تھیں بھلا۔۔۔

ماہ دیر شاہ تیرے اور تیری بیوی کی وجہ سے میری ماں کو کچھ ہوا تو یقین کر ساری" زندگی میں تجھے معاف نہیں کروں گا۔ بیوی کا کیا ہے!! عورت ہی تو ہے! بدکردار ٹھہرائی بھی جائے تو خیر ہے۔ بس میری ماما کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ بیویوں کا کیا ہے!! یہ کردار ہی تو اڑا رہی ہیں بس ان کا۔ بھلا کسی عورت کے کردار کی خاطر تو ان سے کیسے بتمیزی کر سکتا ہے؟؟" سیڑھیوں سے ہاتھ جھاڑ کر کھڑے ہوتے حدائق شاہ نے سنجیدگی سے ماہ دیر شاہ کی طرف دیکھتے اسی کے الفاظ سود سمیت اسے واپس لوٹائے!! ایک یہی وقت اس پر بھی تھا۔ لیکن افسوس اس کے ساتھ کوئی بھی کھڑا ہونے کو تیار نہیں تھا۔۔ "ماما بہت غلط کیا ہے آپ نے!! یہاں میں ماں ماں کرتے نہیں تھکتا اور آپ میری ہی بیوی کی زندگی میں زہر گھولنے چلی تھیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے ویسے!! مجھے امید نہیں تھی یہ آپ سے!! حدائق شاہ کی بات کو سنتے ماہ دیر شاہ سائرہ بیگم سے مخاطب ہوا۔ حدائق شاہ سے اس کا تسلی سے معافی مانگنے کا ارادہ تھا۔۔ "سائرہ بیگم نے ساری بات خود پر آکر بگڑتے دیکھ ماہ دیر شاہ کے منہ پر ایک تماچہ رسید کیا۔۔ آنکھوں سے فوراً ٹپ ٹپ

آنسوں بہنے لگے تھے۔!!"اتنی آگ لگی ہوئی تھی تمھیں کہ تم نے میری تربیت کا بھی خیال نہیں کیا۔کتنا مان تھا مجھے تم پر ماہ دیر!!سب کچھ خاک میں ملا دیا تم نے!! تم تو حدائق سے بھی بدتر نکلے!!مجھے اپنی ماں کو سب کے سامنے تم نے شرمندہ کر کے رکھ دیا۔۔اپنے دوپٹے کے پلو کو منہ پر رکھتے سائرہ بیگم روتے ہوئے ماہ دیر شاہ پر چیخیں!!سب کی افسردہ نظریں خود پر جمی دیکھ وہ اچھے سے ان کا مفہوم سمجھ رہی تھیں۔!!"رخصت ہو کر تو جیسے اس نے دوسرے ملک یا پھر دوسرے شہر جانا تھا۔یہ بھی چھوڑیں اس نے تو دوسرے گھر بھی نہیں جانا تھا۔آج میں نائرہ شاہ کے کپڑے اٹھا کر اپنے کمرے کی الماری میں رکھ لوں تو ہو گئی رخصتی!!رخصتی صرف اور صرف ایک فارمالیٹی ہے جسے آپ لوگوں نے حوا بنایا ہوا ہے۔اصل چیز نکاح ہوتا ہے۔جو میرا کب سے ہو چکا تھا۔میں باہر جا کر کوٹھوں پر زنا کر لیتا پھر کچھ نہ ہوتا آپ لوگوں کو۔گھر میں بیٹھی حق حلال کی بیوی کے ساتھ رشتہ قائم کر لیا تو آپ لوگوں نے عدالت ہی لگا دی۔افسوس ہے آپ سب کی سوچ پر!!"سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے ماہ دیر شاہ نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ان کے مارے ہوئے

تھپڑ پر وہ انہیں کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ وہ ماں تھیں۔ ہزار مرتبہ اسے ایسے ہی مار سکتی تھیں۔ لیکن اسے ان کی سوچ پر غصّہ آیا تھا۔۔ دیکھا جاتا تو کافی حد تک اس کی بات سچ بھی تھی۔!! حدائق شاہ نے دل میں شکر ادا کیا۔ شکر تھا کہ ماہ دیر شاہ کو خود کو تھوڑی بہت عقل تھی۔ ورنہ اسے تو لگا تھا کہ ماہ دیر شاہ اپنی بیوی کے لیے سائرہ بیگم کے سامنے کبھی اسٹینڈ نہیں لے گا۔ اسے کبھی ماہ دیر شاہ سے کوئی اچھی اُمید رہی ہی نہیں تھی۔۔ کچھ یہی حال زاویار شاہ کا بھی تھا۔ وہ سب پہلی مرتبہ ماہ دیر کو سائرہ بیگم کے سامنے زبان کھولتا دیکھ رہے تھے۔!! "معافی مانگے گیں ماما آپ نائرہ سے!! اور آپ یہ کرے گیں۔ میری بیوی کو تو آپ نے جو کہا سو کہا۔ لیکن نائرہ شاہ تو آپ کی اپنی آنکھوں کے سامنے پلی بڑھی تھی۔ اسے بہت تکلیف پہنچائی ہے آپ نے!! بہتر ہے اپنے کیے کی معافی مانگیں!! حدائق شاہ نے سائرہ بیگم کو سنجیدگی سے کہا۔ سامنے ہی پلر کے پیچھے چھپی نائرہ شاہ کو وہ دیکھ چکا تھا۔۔ وہ کب سے یہاں کھڑی تھی۔ اور لاؤنج میں ہوئی ایک ایک بات اپنے منہ پر ہاتھ رکھے اپنے آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کرتے سن بھی رہی تھی۔۔ لیکن حدائق شاہ کی

نظر اس پر ابھی ہی گئی تھی۔ "کیا بکواس کر رہے ہو تم!! اب میں اپنے سے چھوٹے بچوں سے معافی مانگتی پھروں!! شرم نہیں آتی تمھیں یہ بات بھی کرتے ہوئے۔ چلوں بھر پانی میں ڈوب مرو تم حدائق!! کاش کہ تم پیدا ہوتے ہی مر جاتے!! تمہارے جیسا بیٹا خدا کسی دشمن کو بھی نہ دے!! سائرہ بیگم شدت گریہ سے چیخیں!! حدائق شاہ کی بات نے ان کے تن بدن میں بری طرح آگ لگا دی تھی۔!! "نائرہ بچے سامنے آؤ!! وہاں کھڑے ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔اپنے حق کے لیے بولنا سیکھو بچے!! ورنہ یہ دنیا ایسے ہی کردار پر وار کر کے تمھیں گرائے گی۔اِدھر آؤ اور سب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرو!! کیونکہ تم سچی ثابت ہوئی ہو۔۔ سائرہ بیگم کی بات کو اگنور کرتے حدائق شاہ نے پلر کی طرف دیکھتے نائرہ شاہ کو مخاطب کیا۔۔ سب کی نظر بے ساختہ ہی پلر کی طرف اٹھی تھی۔ جس کے پیچھے سے نظریں جھکائے نائرہ شاہ آہستہ سے باہر نکلی۔!! اس کی آنکھوں سے آنسوں بہتے زمین پر گر رہے تھے۔ جبکہ جسم میں لرزاہٹ بھر واضح تھی۔۔

ماہ دیر شاہ اسے دیکھتے تیز تیز قدموں سے سائرہ بیگم کے سامنے سے گزرتے اس کی طرف بڑھا۔ نجانے اس کی بیوی نے کیسے اتنا کچھ اکیلے برداشت کیا ہو گا۔ اسے نائرہ شاہ پر ترس اور خود پر بے پناہ غصّہ آرہا تھا۔!! نائرہ کے مقابل جاتے ماہ دیر شاہ نے اپنے بازو اس کی کمر کے گرد لپیٹتے سختی سے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔۔ اسے کوئی پرواہ نہیں تھی کہ وہ یہاں سب کے سامنے کھڑا تھا۔ اسے بس اپنی بیوی کو اپنے ہونے کا احساس دلانا تھا۔ یہی احساس کہ وہ ہمیشہ اس کے ساتھ کھڑا ہے!! اور نائرہ شاہ کو تو جیسے کوئی آسرا مل گیا تھا۔۔ وہ ماہ دیر شاہ کے سینے میں منہ دیے بری طرح سسک پڑی تھی۔ اب اسے تحفظ کا احساس تھا۔ کہ کوئی ہے جو اس کے کردار کی گواہی دے سکتا ہے۔ جس کے ریکشن کی اسے سب سے زیادہ فکر تھی۔!! "بس بس!! میں آگیا ہوں نہ!! کوئی کچھ نہیں کہہ رہا۔ چپ ہو جاؤ میرا بچہ!! زیادہ رونا تمہاری صحت کے لیے ٹھیک نہیں ہے۔!! "نرمی سے اس کے بالوں کو سہلاتے ماہ دیر شاہ نے محبت سے کہتے اسے خاموش کروانا چاہا۔ جو اس کے سینے میں منہ چھپائے زار و قطار آنسوں بہا رہی تھی۔۔ دوسرے لمحے وہ اسے خود سے ہلکا سا دور

کرتے اس کا ہاتھ تھامتے سائرہ بیگم کی طرف بڑھا۔۔ نائرہ ابھی تک رو رہی تھی۔!!"معافی مانگے ماما۔۔آپ سے لاکھ محبت سہی لیکن میری بیوی اور بچے کے خلاف جو کچھ بھی آپ نے کہا ہے اس کے لیے پلیز اس سے معذرت کریں!! ماہ دیر شاہ نے نائرہ کو اپنے بازو کے حلقے میں لیے سائرہ بیگم کے سامنے کھڑے ہوتے نرمی مگر سنجیدگی سے کہا۔"میں کسی صورت معافی نہیں مانگوں گی!! سائرہ بیگم قہر آلود نظریں ان دونوں پر گاڑے پھر سے چیخیں تھیں۔پہلے کا غم بھولا نہیں تھا کہ ان کا دوسرا بیٹا بھی ان کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔۔"معافی مانگو بہو!! اور ختم کرو اس سارے تماشے کو!! نائرہ کی تم نے کل بہت دل آزاری کی تھی۔بہتر ہے اب معافی مانگو۔۔اور آئندہ گھر کی کسی بھی بچی کے کردار پر تم کوئی بات نہیں کرو گی۔ پھر چاہے اس میں فائزہ بیٹی ہی کیوں نہ آگئی۔۔داجان نے صوفے پر بیٹھتے حتمی لہجے میں سائرہ بیگم کو معافی مانگنے کا کہا۔پر سو واقعی انہوں نے نائرہ کے ساتھ زیادتی کی تھی۔۔سائرہ بیگم ابھی تک کھڑی ایسے ہی ان دونوں کو گھور رہی تھیں۔ داجان کی بات سنتے وہ صبر کے کڑوے گھونٹ بھر کر رہ گئیں۔"معاف کر دو بی بی

مجھے ! ! اب مجھے خواب تو نہیں آئے تھے کہ یہ میری اپنی اولاد کا ہی بچہ ہے ! ! میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کا بھی دوسری طرف ہی دھیان جانا تھا۔۔ نائرہ شاہ پر نظریں جمائے انہوں نے معافی بھی ایسے مانگی تھی جیسے کوئی احسان کر رہی ہو ! ! نائرہ شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ انہیں کبھی معاف کر ہی نہیں سکتی تھی۔ صرف اور صرف ان کی وجہ سے اس کے اپنے سگے باپ نے اسے شک کی نظر سے دیکھا تھا۔ نائرہ شاہ کے لیے وہ لمحہ کتنا قیامت خیز تھا کوئی اس سے پوچھتا۔ سائرہ بیگم کے معافی مانگنے سے اس کی وہ تکلیف دور تو نہیں ہو سکتی تھی جو اس نے پچھلے دو دن میں سہی تھی۔ پچھلے دو دن سے وہ جیسے گھٹ گھٹ کر مر رہی تھی۔۔

"فائزہ بیٹی واہ ! ! لگتا ہے میری تقریر کا اثر ہو گیا۔۔" حدائق شاہ نے دا جان کی بات پر بے ساختہ ہی مسکراتے اپنے دل میں سوچا۔ شاید ہی دا جان کے منہ سے پہلی مرتبہ اتنی عزت سے اس نے فائزہ شاہ کا نام سنا تھا۔۔

ختم کرواس ٹاپک کو۔اور ماورااور عدیل کے نکاح کے ساتھ ہی اگلے ہفتے ماہ دیر اور "
نائرہ کی رخصتی ہو گی۔ کسی کو کوئی اعتراض ہے تو بتا سکتا ہے!! ایک نظر سب کی
طرف دیکھتے داجان نے چند لمحوں میں ہی یہ فیصلہ کیا تھا۔۔ "اچھی بات ہے۔ جتنی
جلدی ہو سکے نائرہ کی رخصتی ہو جائے تو بہتر ہے۔ مظہر شاہ نے داجان کی بات سے
اتفاق کرتے اپنی رضامندی ظاہر کی۔۔ "مجھے اعتراض ہے!! حدائق شاہ نے پھر
سے بیچ میں اپنی ٹانگ اڑائی۔اس کی زبان آج بند ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔
ظاہر ہے خاندان کا اکلوتا وکیل ہونے کے ناطے سب کے سب اپنے کیس لے کر
اس کے پاس ہی آرہے تھے۔!! "اب تمھیں کیا مصیبت ہے!! داجان نے اسے
گھورتے نارمل سے انداز میں پوچھا۔ جیسے وہ پہلے اس پر غصّہ کر لیتے تھے۔ بلکل
ویسے ہی!! "عدیل شاہ پہلے سے نکاح شدہ انسان ہے!! برائے مہربانی ماورا کی
زندگی برباد مت کریں!! یہ دونوں کبھی خوش نہیں رہ سکتے۔ حدائق شاہ نے سب
کے سروں پر دھماکہ کیا تھا۔۔ اتنی بڑی بات وہ بہت نارمل سے انداز میں کہہ چکا
تھا۔ بلکل ایسے جیسے یہ تو کوئی بڑی بات ہو ہی نہیں۔۔ "تمہیں اندازہ ہے تم کیا بول

رہے ہو!! دا جان صوفے سے کھڑے ہوتے حدائق شاہ پر دھاڑے تھے۔ یہ انسان اتنی بڑی بات ایسے کیسے کہہ سکتا تھا بھلا۔۔ "جی بلکل اچھی طرح اندازہ ہے!! دوبارہ کہہ دیتا ہوں بلکہ میں کہ عدیل شاہ پہلے ہی کسی لڑکی کے ساتھ نکاح کر چکا ہے۔۔ اپنی آواز کو نارمل رکھتے حدائق شاہ نے پھر سے اسی انداز میں جواب دیا۔!! داجان سمیت باقی سب حیرت سے کبھی حدائق شاہ تو کبھی پاکیزہ بیگم کو دیکھ رہے تھے۔ان سب کی نظر بے ساختہ ہی پاکیزہ بیگم پر گئی تھی۔ جو اُنگلیاں چٹخاتے ایک سائڈ پر کھڑی حدائق شاہ کی بات سنتے خود گھبرا گئی تھیں۔ انہوں نے تو سوچ تھا کہ یہ بات چھپ جائے گی۔۔ لیکن حدائق شاہ سب کے سامنے یہ بات کھول چکا تھا۔ان کی گھبراہٹ بہت واضح تھی۔۔ "کیا بکواس کر رہا ہے پاکیزہ یہ؟؟ اور کون ہے وہ لڑکی جس سے بقول تمہارے نکاح کیا ہے عدیل نے؟؟ داجان نے پہلے پاکیزہ بیگم اور پھر حدائق شاہ سے مخاطب ہوتے سوال کیا۔ سبینا بیگم ایک طرف کھڑی حیرت سے ابھی تک پاکیزہ بیگم کو دیکھ رہی تھیں۔ کتنے ارمان تھے ان کے اس شادی کو لے کر!! اچانک ہی ساری امیدوں پر پانی پھر چکا تھا۔ ماورا ابھی ایک

طرف کھڑی سنجیدگی سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔!! اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔ بلکہ وہ تو شکر ادا کر رہی تھی کہ اب یہ شادی رک جائے گی۔۔ "سوری لیکن مجھے بس اتنے ہی پیسے ملے تھے بتانے کے!! اب وہ تھوڑے زیادہ پیسے دیتا تو میں تھوڑی اور آگے بات بھی آپ لوگوں کو بتا سکتا تھا۔ لیکن اگرچہ اس نے مجھے پوری پوری فیس دی ہے اس لیے میں مزید کچھ نہیں بتا سکتا۔!! حدائق شاہ نے داجان کی بات کا جواب دیتے نہایت غیر سنجیدہ بات کی۔۔ لیکن یہ سچ تھا۔ اسے نکاح کے بارے میں بتانے کا عدیل شاہ نے کہا تھا۔ اور ساتھ یہ بھی کہا تھا کہ صرف نکاح کے بارے میں بتائے۔ آگے وہ خود دیکھ لے گا۔ جس کے لیے حدائق شاہ نے اس سے پیسے یعنی کہ اپنی فیس چارج کی تھی۔!! اور اب اپنا کام بھی وہ کر چکا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ عدیل شاہ کس کے ساتھ نکاح میں ہے۔ لیکن پھر بھی اسے بتانے کی اجازت نہیں تھی اسی لیے خاموش تھا۔۔

کس نے پیسے دیے ہیں تمھیں؟ کہہ کیا رہے ہو تم!! اور تم زاویار عدیل کو کال لگا"
کر بلائو۔۔ ابھی پتہ چل جائے گا کہ کون کتنا سچا ہے۔۔ شروع میں نا سمجھی سے
حدائق شاہ سے مخاطب ہوتے جبکہ آخر میں زاویار سے کہتے دا جان واپس سے
صوفے پر بیٹھے۔ ایک پریشانی حل نہیں ہوئی تھی کہ دوسری آکر سر پر لٹک گئی
تھی۔ اب اصل حقیقت کا تو تبھی پتہ چلنا تھا جب عدیل شاہ خود یہاں آکر اپنی صفائی
دیتا۔۔ "جیسے آپ لوگوں کی مرضی!! میں تو چلا۔۔ کندھے اُچکاتے حدائق شاہ
نے واپس سے اوپر کی طرف اپنے قدم بڑھائے!! اس کا کام ختم ہو چکا تھا۔ لیکن
اپنے پیچھے سے دا جان کی آواز سنتے بے ساختہ ہی اس کے قدم رکے۔!! "شام میں
کھانا کھانے بیوی کے ساتھ نیچے آ جانا۔ سب کے ساتھ مل بیٹھ کر کھایا کرو۔۔ دا
جان نے حدائق شاہ کی پشت پر نظریں جمائے سنجیدگی سے کہا۔ "پہلے اپنی بہو سے تو
پوچھ لیں وہ کیا چاہتی ہیں!! اور دوسری بات میری بیوی کی کنڈیشن ایسی نہیں ہے
کہ وہ سب کے ساتھ بیٹھے۔ اس لیے اسے رہنے دیں آپ لوگ!! ہم دونوں
کمرے میں ہی کھا لیتے ہیں کھانا۔ وہیں ٹھیک ہیں ہم!! بغیر پیچھے مڑ کر کہتے حدائق

شاہ نے واپس سے اوپر کی طرف قدم بڑھائے۔!! پیچھے داجان نے ابھی کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ کھانے کے ٹائم وہ خود حدائق شاہ کو لے کر آنے کہ ارادہ رکھتے تھے۔ تاکہ سب پھر سے مل بانٹ کر کھانا۔ کھا سکیں۔!! "سائرہ بیگم پیر پٹختی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھیں۔ آج جو کچھ ان کے ساتھ حدائق شاہ اور ماہ دیر شاہ نے کیا تھا ان کا ارادہ ساری زندگی ان دونوں کو معاف نا کرنے کا تھا۔۔" "عدیل کو فون کرو تم!! بلاؤ اسے اِدھر۔ اور تم پاکیزہ اگر یہ سچ ہوا تو یاد رکھنا تمہارے بیٹے کو میں اپنے ہاتھوں سے گولی ماروں گا۔ داجان نے واپس سے زاویار شاہ کی طرف دیکھتے حکم دیا۔ ساتھ ساتھ وہ پاکیزہ بیگم کو بھی سختی سے تنبیہ کر گئے تھے۔۔ زاویار شاہ نے ہاں میں سر ہلاتے اپنی جیب سے فون نکالا۔ اس کا ارادہ عدیل شاہ کو کال کرنے کا تھا۔۔ سب ہی اب لاؤنج میں بیٹھے فکر مندی سے عدیل شاہ کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک ٹینشن ختم ہوئی نہیں تھی کہ اب دوسری شروع ہو چکی تھی۔۔

رائنا خان اس وقت برہان خان کے ہمراہ ہسپتال کی راہداریوں سے چلتی باہر کی طرف روانہ تھی۔۔ وہ ہسپتال سے ڈسچارج ہو چکی تھی۔ اور اب برہان خان اور عظمیٰ بیگم اسے گھر لے کر جا رہے تھے۔۔ رائنا خان خاموشی سے ان کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ ان دونوں میں سے کسی سے بھی اس نے کوئی بات نہیں کی تھی۔ ناہی وہ کرنا چاہتی تھی۔ بلکہ وہ کسی سے بھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ کیسے سب کو بتاتی کہ اسے بس عدیل شاہ چاہیے۔ اور کسی سے اسے کوئی غرض ہی نہیں تھی۔!! یہ شام کا وقت تھا۔ اور ایسے میں وہ تینوں خاموشی سے چلتے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔

برہان خان نے گاڑی کا دروازہ کھولتے عظمیٰ بیگم کو پہلے اندر بٹھایا۔ ساتھ ہی وہ رائنا کے لیے بھی دروازہ کھول گئے تھے۔۔ "رائنا خان ابھی گاڑی میں بیٹھنے ہی لگی تھی کہ بے ساختہ ہی اس کی نظر سامنے گئی۔ جہاں عدیل شاہ دیوار سے ٹیک لگائے کل والے لباس میں ہی ملبوس جس پر اب شکنیں پڑ چکی تھیں، آنکھوں پر بلیک کلر کے

گلاسز لگائے کھڑا تھا۔۔۔وہ سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا رائنا خان کو ہی دیکھ رہا تھا۔۔ رائنا خان نے ایک بے بس نظر عدیل شاہ پر ڈالی۔ گاڑی میں بیٹھتے بیٹھتے وہ رک چکی تھی۔ گاڑی کا دروازہ ہاتھ میں تھامے وہ آنکھوں میں ڈھیروں نمی لیے مسلس اس انسان کو دیکھ رہی تھی۔۔ "بیٹھو اندر رائنا!! یہاں پر کوئی تماشا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ برہان خان نے اسے سامنے دیکھتا پا کر سختی سے گاڑی میں بیٹھنے کو کہا۔ سامنے موجود عدیل شاہ کو وہ بھی دیکھ چکے تھے۔۔ جبکہ رائنا خان تو ایسے تھی جیسے اس نے ان کی بات سنی ہی نہ ہو۔!! اور اگلے ہی لمحے رائنا خان گاڑی کا دروازہ چھوڑے اپنی پوری قوت لگائے بھاگتے ہوئے عدیل شاہ کی طرف بڑھی۔۔ وہ بغیر پیچھے مڑے بس سامنے نظریں جمائے اس شخص کی طرف۔ بڑھ رہی تھی۔ جس کی اسے سب سے زیادہ ضرورت تھی۔۔ "رائنا وہیں رک جاؤ!! ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ برہان خان اسے بھاگتے دیکھ اپنی مٹھیاں بھینچ کر رہ گئے۔!! اور پھر وہ خود بھی اس کے پیچھے ہی عدیل شاہ کی طرف بڑھے۔ عدیل شاہ سامنے سے بھاگ کر آتی اپنی کل کائنات کو دیکھ رہا تھا جو اس کے لاکھ منع کرنے کے باوجود پھر

سے اس کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔!! رائنا خان عدیل شاہ کے پاس آتے اس کے سینے میں سمائی۔ وہ اتنی شدت سے اس کے گلے لگی تھی کہ عدیل شاہ بے ساختہ ہی لڑکھڑاتے دو قدم پیچھے کو ہوا۔ وہ بس ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ اس کی جذباتی بیوی پھر سے ضد پر آچکی تھی۔۔ رائنا خان اس کے سینے میں منہ دیے بری طرح رونا شروع ہو چکی تھی۔ اسے برہان خان کے ساتھ گھر نہیں جانا تھا۔ بلکہ اسے عدیل شاہ کے ساتھ جانا تھا۔ وہ جہاں مرضی لے جاتا رائنا خان خاموشی سے خوشی خوشی اس کے ساتھ چل پڑتی۔۔ "عدیل مجھے نہیں جانا ان لوگوں کے ساتھ گھر۔!! مجھے آپ کے ساتھ جانا ہے۔ پلیز عدیل مجھے آپ کے پاس رہنا ہے۔ اس کے سینے سے منہ نکالتے رائنا خان نے روتے ہوئے التجا کی۔ وہ ایسا کیا کرتی جو عدیل شاہ اس کی بات مان لیتا۔۔ "میرا بچہ تمھیں پہلے بھی سمجھایا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں پلیز ابھی کے لیے چلی جاؤ۔ میں ایسے تمھیں نہیں لے کر جا سکتا۔۔ عدیل شاہ نے اس کے آنسوں صاف کرتے محبت سے اسے دوبارہ سمجھانا چاہا۔ پہلے بھی وہ اس طرح کی ضد کر چکی تھی۔ برہان خان بھی ان دونوں کی طرف پہنچ چکے تھے۔ رائنا

خان کی بات وہ سن چکے تھے۔ رائنا کی طرف بڑھتے انہوں نے اسے بازو سے پکڑتے عدیل شاہ سے دور کرنا چاہا۔۔ "چلو اِدھر سے رائنا۔ ورنہ بہت برا حشر ہو گا تمہارا۔۔ اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے برہان خان غصے سے غرائے۔ مگر رائنا خان سختی سے اپنے ہاتھ عدیل شاہ کے گرد لپیٹے ہوئے تھی۔ حالانکہ عدیل شاہ نے اس کے گرد حصار نہیں بنایا تھا۔ اس کے ہاتھ نیچے ہی لٹکے تھے۔ لیکن پھر بھی برہان خان اسے عدیل شاہ سے علیحدہ نہیں کر پا رہے تھے۔!! "عدیل آپ آخر کچھ بول کیوں نہیں رہے!! مجھے نہیں رہنا ان لوگوں کے ساتھ۔ مجھے آپ کے پاس رہنا ہے۔ پلیز عدیل!! اس کے چہرے کی طرف دیکھتے رائنا خان نے روتے روتے پھر سے ایک ہی رٹ لگائی۔ وہ کسی صورت پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔۔ "بکواس بند رکھو تم اپنی۔ گھر چلو ہمارے ساتھ رائنا یہی تمہارے لیے اور ہم سب کے لیے بہتر ہے۔!! "برہان خان دھاڑے تھے۔ ان کا غصّہ آسمان تک پہنچتا جا رہا تھا۔ "انکل ایک منٹ رک جائیں پلیز!! میں وعدہ کرتا ہوں یہ خود آپ کے ساتھ جائے گی۔ مجھے بس ایک منٹ اس سے بات کرنے دیں پلیز!! عدیل شاہ نے

برہان خان کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے ان سے التجا کی۔۔"میں نہیں جاؤں گی۔ آپ کچھ بھی کر لیں میں نہیں جاؤں گی گھر۔مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے۔آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے۔!! برہان خان کے کچھ بولنے سی پہلے ہی رائنا خان چیخ اٹھی تھی۔عدیل شاہ نے دانت پیستے اسے ایک نظر دیکھتے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر رکھا۔تاکہ اب وہ بیچ میں نا بول سکے۔۔"انکل بس ایک منٹ!! عدیل شاہ نے پھر سے برہان خان کی طرف دیکھتے التجا کی۔!!"اچھی طرح سمجھا دینا اسے۔اور آئندہ تم بھی میری بیٹی سے دور رہنا۔آخری بار بات کرنے کی اجازت دے رہا ہوں میں۔ سختی سے تنبیہ کرتے برہان خان رائنا کا ہاتھ چھوڑتے پیچھے کو ہوئے۔

فلحال یہاں تماشہ لگانے سے بہتر تھا کہ عدیل شاہ اسے سمجھا لیتا۔

عدیل شاہ نے ایک بے بس نظر اس کی ہیزل گرین آنکھوں میں ڈالی۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیسے رائنا خان کو عقل دے!"ابھی کے لیے چلی جاؤ میری زندگی۔میں وعدہ کرتا ہوں روز تم سے ملنے آؤں گا۔لیکن ابھی کے لیے تم گھر چلی

جاؤ۔۔اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ جمائے عدیل شاہ نے محبت سے التجا کی۔!!
"آپ سمجھ کیوں نہیں رہے مجھے روز نہیں ملنا آپ سے۔ مجھے مسلسل آپ کے پاس رہنا ہے۔ آپ نے نکاح کر لیا تو پلیز مجھے یہیں سے اپنے ساتھ لے چلیں!! میں وعدہ کرتی ہوں کسی بھی چیز کی ڈیمانڈ نہیں کروں گی۔ چاکلیٹ بھی نہیں مانگو گی۔ مگر آپ مت چھوڑ کر جائیں مجھے عدیل۔ میں مر جاؤں گی آپ کے بغیر!! برستے آنسوؤں کے ساتھ رائنا خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے معصومیت سے پھر سے ریکویسٹ کی۔۔"تمہارے بابا کی اجازت کے بغیر میں نہیں لے کے جا سکتا تمھیں۔ تھوڑا سا ساتھ دے لو جان۔ بہت جلد میں تمہارے بابا کو منالوں گا۔ پھر ہم دونوں ایک ساتھ رہے گیں۔ ساری زندگی۔!! عدیل شاہ نے بے بسی سے اسے پیار سے سمجھایا۔ وہ واقعی میں صرف برہان خان کی وجہ سے رکا ہوا تھا۔۔"پکا وعدہ روز ملنے آؤں گا تم سے۔ اور بہت جلد تمہارے بابا کو بھی منالوں گا۔ پھر ہم دونوں خوشی خوشی ایک گھر میں ایک ساتھ رہے گیں۔ دن رات ایک دوسرے کی بانہوں میں!!اس کے ماتھے پر بوسا کرتے عدیل شاہ نے آخر میں شرارت سے

کہتے اس کا چہرہ ہلکا سا سرخ کیا۔۔ "وعدہ روز ملنے آئے گیں؟؟ رائنا خان نیم رضامند دکھائی دے رہی تھی۔!! "پکا وعدہ۔ایک دن بھی ناغہ ہوا تو تمہیں کھلی اجازت ہے میرے۔ہونٹوں کو چبا کر کھا جانا۔۔" رائنا خان نے دانت پیستے اس کے سینے پر مکا جڑا۔جو سزا بھی رکھ رہا تھا تو اپنے مطلب کی۔۔ "عدیل جلدی راضی کر لیجئے گا بابا کو۔میں نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر!! اس سے تھوڑا سا دور ہوتے رائنا خان نے آہستہ سے کہا۔۔ "میں خود بھی نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر۔لیکن ابھی کے لیے مجبوری ہے ہماری۔کوئی بات نہیں۔ایک دن ہمارا بھی آئے گا۔بس کچھ مسئلے ہیں جو حل ہونے ضروری ہیں۔اس کے بعد صرف تم اور میں!! پھر بھاڑ میں جائے یہ دنیا۔!! عدیل شاہ نے جذب کے عالم میں کہا۔رائنا خان اچھا کی صورت میں سر ہلاتے اپنے آنسوں صاف کرتے اس سے دور ہوئی۔وہ اس کی بات سمجھ چکی تھی۔۔ "اللہ حافظ!! خیال رکھنا اپنا۔۔ عدیل شاہ نے دھیمے سے ہاتھ ہلایا۔رائنا خان بھی اسی کے انداز میں ہاتھ ہلاتی واپس گاڑی کی طرف بڑھی۔وہ اس کے لیے

گئے وعدے کے سہارے جا رہی تھی۔۔ ورنہ عدیل شاہ کو چھوڑنے کی ہمت نہیں تھی اس کے اندر!!

برہان خان نے ایک نظر اپنے پاس سے گزرتی رائنا خان کو دیکھا۔ وہ خاموشی سے گاڑی کی طرف جا رہی تھی۔۔ برہان خان پیچھے مڑتے عدیل شاہ کو دیکھتے اپنے قدم اسی کی جانب بڑھائے۔ پہلے انہیں اس سے بات کرنی تھی۔!!"میری بیٹی سے دور رہو تم!! وہ نادان ہے نا سمجھ ہے۔ ابھی دنیا کی اونچ نیچ سے واقف نہیں ہے تبھی تمہارے جال میں آسانی سے پھنس گئی ہے۔ بہتر ہو گا اب اس سے دور رہنا تم۔!! برہان خان نے عدیل شاہ کے مقابل جاتے انگلی اٹھاتے اسے سختی سے تنبیہ کی۔۔ "سوری انکل!! لیکن دور تو میں نہیں رہ سکتا۔ نا ہی کوئی مجھے اس سے دور کر سکتا ہے!! بیوی ہے وہ میری۔ دور رہنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔۔ عدیل شاہ نے سنجیدگی کے ساتھ صاف گوئی سے کام لیا۔ "نہیں رہے گی وہ تمہاری بیوی۔ خلع کے پیپرز دوبارہ بھجواؤں گا میں تمہارے پاس۔ اس مرتبہ شرافت کے ساتھ سائن

کر دینا۔ ورنہ اگلی ملاقات عدالت میں ہو گی۔!! سختی سے کہتے برہان خان نے واپسی کی طرف قدم بڑھائے۔ "دنیا کی کوئی عدالت مجھے رائنا عدیل شاہ سے دور نہیں کر سکتی۔ وہ زندگی ہے میری!! سن لیں آپ سب! میں ساری زندگی رائنا شاہ کو نہیں چھوڑوں گا۔!! پیچھے سے عدیل شاہ بھی لہجے میں چٹانوں سی سختی سموئے بولا تھا۔ لیکن برہان خان نے اس کی بات پر کان دھرنا ضروری نہیں سمجھا۔ وہ بنا پیچھے مڑے آگے بڑھ چکے تھے۔۔ عدیل شاہ نے اپنے موبائل پر حدائق شاہ کی کال آتے دیکھ خود بھی اپنے قدم آگے بڑھائے۔ اب جو ہونا تھا وہ دیکھا جاتا۔۔

اپی: 60

عدیل شاہ کی گاڑی شاہ ولا کے بڑے سے گیٹ کو کراس کرتے کار پورچ میں آتے رکی۔ اسے حدائق شاہ نے فون کر کہ ساری بات بتائی تھی کہ وہ اس کا کام کر چکا ہے۔ آگے عدیل شاہ خود آکر معاملہ سمبھال لے۔۔ اور اب اس کے پاس زاویار کی بھی کالز پر کالز آرہی تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ زاویار شاہ اسے کال کیوں کر رہا ہے۔

اسی لیے اس کی کسی ایک کال پر بھی رسپانس دینا ضروری نہیں سمجھا۔ وہ جانتا تھا کہ جواب وہ کرنے کا رہا ہے اس کے بعد داجان اسے جان سے بھی مار سکتے ہیں۔ لیکن وہ موت سے ڈرنے والا انسان نہیں تھا۔ اسے بس پاکیزہ بیگم کو سبق دینا تھا۔۔ اور پھر خود وہ اور ماورا جمیل بھی تو یہ شادی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اپنے گرد لپٹی شال کو اتار کر گاڑی میں ہی ایک سائڈ پر رکھتے عدیل شاہ گاڑی سے باہر نکلا۔۔ وہ ابھی تک کل والے لباس میں ہی ملبوس تھا۔ کپڑے بدلنے کا موقع ہی کب ملا تھا؟؟

اندر داخل ہوتے عدیل شاہ نے ایک سنجیدگی بھری نظر لاؤنج میں اِرد گرد ڈالی۔ سب لوگ ویسے ہی باتوں میں مشغول تھے۔ شاہ ولا میں سب کا اکٹھے لاؤنج میں بیٹھ کر باتیں کرنا، ساتھ چائے پینا، ساتھ سب کا کھانا کھانا، یہ سب بہت عام سی باتیں تھیں۔ روز لاؤنج میں اسی طرح کی محفل لگتی تھی۔ ان لوگوں کا ایک خاص وقت تھا اکٹھے بیٹھنے کا۔ اور اُس وقت میں کوئی بھی انسان، بھلے ہی وہ شادی شدہ ہو۔ اپنے

کمرے میں نہیں جا سکتا تھا۔۔ سب لوگ لاؤنج میں بیٹھ کر گھر والوں کو وقت دیتے تھے!! اُن کے ساتھ کچھ ٹائم سپینڈ کرتے تھے۔۔

السلام و علیکم!! عدیل شاہ نے آگے بڑھتے سنجیدگی سے باآواز بلند سلام کیا۔اس" کے چہرے پر آج حد سے زیادہ سنجیدگی نظر آ رہی تھی۔۔ سب کی نظر یکلخت ہی عدیل شاہ پر گئی۔ جو مصروف سے انداز میں چلتا اب پاکیزہ بیگم کے ساتھ موجود صوفے پر خالی جگہ پر بیٹھ رہا تھا۔ "وعلیکم السلام!! کیسے ہو برخوردار!! داجان نے نارمل سے انداز میں پوچھا۔۔ "شکر ہے اللہ کا۔ آپ بتائیں!! عدیل شاہ نے بھی اسی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا تھا۔۔ "ہم سب تو ٹھیک ہیں!! لیکن تم ہمیں ٹھیک نہیں لگ رہے؟؟ اس کے چہرے کو جانچتی نظروں سے دیکھتے داجان نے سنجیدگی سے کہا۔۔ "کیا مطلب ہے آپ کے کہنے کا؟؟ عدیل شاہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔ باقی سب خاموشی سے ان دونوں کی باتیں سن رہے تھے۔انہیں فلحال کے لیے بیچ میں بولنے کی اجازت نہیں تھی!! چھوڑو مطلب کو یہ بتاؤ کہاں سے آ رہے

ہو تم؟؟ داجان نے اپنی لاٹھی پر زور دیتے عدیل شاہ سے سوال کیا۔ انہیں ڈر تھا کہ کہیں عدیل شاہ کوئی ایسا جواب نا دے دے جس سے ان کا ان کی بیٹی اور نواسے پر سے مان اٹھ جائے۔ اور انہیں مجبوراً کوئی انتہائی سخت قدم اٹھانا پڑے!! کیونکہ حدائق شاہ تھوڑی دیر بعد نیچے آ کر بتا کے گیا تھا کہ عدیل شاہ اس وقت کہاں موجود ہے!! "اپنی بیوی کے پاس تھا۔ طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس کی۔ تو بس اس لیے کچھ وقت گزارنے گیا تھا اس کے ساتھ!! ایک نظر پاکیزہ بیگم کی طرف دیکھتے عدیل شاہ نے سنجیدگی کے ساتھ صاف گوئی سے کام لیا۔ پاکیزہ بیگم نفی میں سر ہلاتی اسے سچ بولنے سے منع کر رہی تھیں۔۔ لیکن عدیل شاہ نے ان کی سننی کب تھی بھلا!!! داجان اور باقی سب حیرانی کی اتھاہ گہرائیوں میں تھے۔ عدیل شاہ اپنے منہ سے اقرار کر چکا تھا۔ کہ اس کے پاس ایک عدد بیوی ہے۔ مزید کچھ سننے، دیکھنے کو باقی ہی نہیں رہتا تھا۔۔ سچ تو یہ تھا کہ داجان کو عدیل شاہ سے اتنی صاف گوئی سے کام لینے کی اُمید نہیں تھی۔ اس کے دل میں ایک لمحے کے لیے بھی خیال نہیں آیا کہ اس کے بعد کیا کچھ ہو سکتا ہے!! "تم ہوش میں ہو برخوردار؟؟ جانتے ہو نا کیا

بات کر رہے ہو؟ شاید تم بھول رہے ہو کہ اگلے ہفتے تمھارا اور ماورا کا نکاح ہے!!
خود کے غصے پر ضبط کرتے داجان نے پہلے اس سے ٹو دی پوائنٹ بات کرنی چاہی۔
لڑائی جھگڑے سے بہتر تھا پہلے معاملے کو تھوڑا بہت پرکھا جاتا۔ یہ بھی تو ہو سکتا تھا
کہ عدیل شاہ نے نکاح کسی مجبوری میں آ کر کیا ہو!! "جی الحمدللہ بلکل ہوش میں
ہوں!! اب بیہوشی میں تو میں بات کرنے سے رہا۔ اور میں نے بتایا تھا ماما کو اپنے
نکاح کے بارے میں!! ویسے تو میں نے انہیں بہت پہلے بتا دیا تھا۔ لیکن حیرت ہے
آپ لوگوں کو انہوں نے آج بتایا ہے۔ کیوں ماما؟؟ داجان کی طرف دیکھ کر سپاٹ
سے انداز میں کہتے آخر میں عدیل شاہ نے پاکیزہ بیگم سے استفسار کیا۔۔ پاکیزہ بیگم
سب کی نظریں خود پر گڑھی دیکھ اچانک ہی گڑبڑا سی گئی تھیں۔ وہ کیا جواب دیتی
بھلا۔ انہوں نے سوچا تھا کہ کسی کو اس نکاح کے بارے میں پتہ ہی نہیں چلنے دے
گیں۔ لیکن بھلا ہو حدائق شاہ کا۔ جو یہاں ساری پول کھول کر چلا گیا تھا۔۔ داجان
نے ایک غصیلی نظر پاکیزہ بیگم پر ڈالی!! اگر وہ ان سب کو پہلے ہی بتا دیتی تو ہو سکتا تھا
کہ معاملہ زیادہ نے بگڑتا۔۔ "اپنی ماں کو چھوڑو عدیل!! اس سے ہم بعد میں بات

کرے گیں۔ پہلے تم اپنا بتاؤ!! اگر تو یہ نکاح تم نے کسی مجبوری میں کیا ہے، تو تم بتا سکتے ہو!! ہم اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ڈھونڈھ لے گیں!! داجان نے ابھی بھی بات کو سلجھانا چاہا۔ ماورا کو پاکستان بلوا کر اب وہ ان سب کو ذلیل نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے وہ حد درجہ کوشش کرنا چاہتے تھے کہ کسی طرح یہ نکاح ہو جائے بس!! "حد کرتے ہیں داجان آپ بھی!! عدیل شاہ منہ نیچے کرتے دھیمے سے مسکرایا۔ ان کی بات ہی ایسی تھی۔۔ میں عدیل شاہ جسے دیکھ کر مجرموں کی ٹانگیں کانپ جاتی ہیں! آپ کو لگتا ہے کہ مجھے کوئی مجبور کر سکتا ہے؟؟ یہ نکاح میں نے اپنے پورے ہوش و حواس میں نہایت خوشی سے کیا ہے۔ آخر کو مجھے میری پہلی محبت مل گئی۔ جو سب کے نصیب میں تھوڑی ہوتی ہے!! داجان کی طرف دیکھتے عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے انہیں حقیقت سے آگاہ کیا۔ بھلا نکاح کر کے اس سے زیادہ خوش کون تھا!! ماورا جمیل جو ایک طرف ہی بیٹھی تھی اس کی بات سنتے دھیمے سے مسکرائی!! واقعی بھلا پہلی محبت سب کے نصیب میں تھوڑی ہوتی ہے!! "تو یہ تم پہلے نہیں بھونک سکتے تھے۔ جب تمھارا اور ماورا کا رشتہ طے ہو رہا تھا۔

اب تمھیں پہلی محبت یاد آگئی۔۔ دا جان اسے گھورتے ہوئے دھاڑے تھے۔ بس ایک لفظ تھا عدیل شاہ کا۔۔ اور ان کا غصّہ حد سے زیادہ بڑھا گیا تھا۔۔ "میرا کوئی قصور نہیں ہے!! پوچھے ماما سے کہ پہلے دن انہیں میں نے کیا کہا تھا میں کسے پسند کرتا ہوں؟؟ اور پھر اس کے بعد بھی تقریباً روز میری اسی بات پر ان سے بحث ہوتی تھی۔ اب یہ شاہ ولا آکر آپ لوگوں کو کیا بتاتی تھیں وہ مجھے کیا پتہ!! میں نے تو انہیں صاف صاف پہلے دن سے بتایا تھا کہ میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں!! ماورا کو ہمیشہ بہنوں کی طرح دیکھا ہے میں نے!! عدیل شاہ نے سنجیدگی سے سارا مدعا پاکیزہ بیگم پر ڈالا۔ لیکن کہہ تو وہ ٹھیک ہی رہا تھا۔۔ "تمہاری ماں کی کوئی بات ہی نہیں ہو رہی یہاں!! آتے تو تم بھی تھے شاہ ولا میں!! اپنے منہ سے بھونک کر ہم سب کو بتا دیتے کہ تم کسی اور کو پسند کرتے ہو!! دا جان نے غصیلے لہجے میں پھنکارے!! وہ ابھی کے لیے پاکیزہ بیگم کو بیچ میں لانا ہی نہیں چاہتے تھے۔۔ اوپر سے حدائق شاہ جو اوپر والے لاؤنج میں بیٹھا کام کر رہا تھا وہ بھی سیڑھیاں اترتے

نیچے آیا۔۔گھر میں لڑائی چل رہی ہو۔اور وہ انجوائے کرنے نیچے نا آئے ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟؟

ہاں کیونکہ مجھے ماما کی طرف سے پریشر تھا۔آپ لوگوں کو کچھ بھی نہیں بتانے کا۔ بس اس لیے میں نہیں بولا۔ورنہ جہاں میں آج بول رہا ہوں وہیں پہلے بھی بول سکتا تھا۔کسی سے ڈرتا نہیں ہوں میں!! نکاح ہی تو کیا ہے۔کوئی گناہ تو نہیں کیا جو میں کسی سے بھی ڈرتا پھروں!! عدیل شاہ نے پھر سے اسی انداز میں سکون سے جواب دیا۔۔وہ صحیح ہی کہہ رہا تھا۔پاکیزہ بیگم اسے روز ہی منع کرتی تھیں کہ شاہ ولا میں یہ بات کسی کو بھی پتہ نہیں چلنی چاہیے۔صرف اسی لیے وہ چپ تھا۔۔"کون ہے وہ لڑکی؟؟داجان نے ایک گہری سانس بھرتے پوچھا۔ساری بات گھوم پھر کر پھر سے پاکیزہ بیگم پر کا جا رہی تھی۔اسی لیے وہ بات کا رخ بدل رہے تھے۔۔ "میری سالی!! اس سے پہلے عدیل شاہ کچھ بتاتا حدائق شاہ جو سیڑھیوں کے پاس ہی کھڑا تھا۔اس نے مسکراتے ہوئے بتایا۔وہ کب سے اس نکاح کے متعلق جانتا

تھا۔۔داجان کو اتنی حیرت اور تعجب نکاح کا سن کر نہیں ہوا تھا جتنا اب ہو رہا تھا۔۔ ان سب نے واقعی میں قسم کھالی تھی کہ سب نے شادیاں خان ولا کی لڑکیوں سے ہی کرنی ہے۔ جس کو دیکھو اُدھر ہی منہ مار رہا تھا۔ جیسے باقی ساری دنیا میں لڑکیاں ختم ہو گئی ہو۔۔ "رائنا شاہ!! میری محبوب بیوی!!" عدیل شاہ نے پیچھے صوفے سے ٹیک لگاتے مسکراتے ہوئے رائنا خان کو یاد کرتے کہا۔ باقی سب خاموشی سے حیرت سے ساری باتیں سن رہے تھے!! لعنت ہے تم سب پر!! بچیوں سے عشق لڑاتے پھر رہے ہو!! کیا ساری دنیا میں بڑی لڑکیاں ختم ہو گئی تھیں۔ جو تم نے اس بچی کو اپنے نکاح میں لے لیا۔ دیکھنے میں ہی کوئی پندرہ سولہ سال کی بچی لگتی ہے وہ عدیل!! داجان نے دانت پیستے عدیل شاہ کو کہا۔ انہیں رائنا خان اچھے سے یاد تھی۔۔ اٹھارہ سال پانچ مہینے اکیس دن کی ہے وہ!! میرے حساب سے تو بلکل ٹھیک ہے!! اور رہی بات بڑی لڑکیوں کی تو میں آنٹی لور نہیں ہوں!! بچی ہی ٹھیک ہے میرے لیے!! عدیل شاہ نے مسکراتے نہایت بے باکی سے کہا۔ داجان کی بڑی لڑکیوں والی بات کو وہ کسی اور ہی رخ پر لے گیا تھا۔۔ "سو کمینے مرے

ہونگے تب جا کر تم ایک پیدا ہوئے ہو!! داجان جلتے بھنتے اس کی بات کا مطلب سمجھتے غرائے تھے!! عدیل شاہ پر انہیں اتنا غصّہ آرہا تھا کہ ان کا دل تھا اپنی بندوق کی ساری گولیاں اس کے سینے میں اُتار دیں!! "کوئی شق؟؟ عدیل شاہ نے بھی ڈھیٹ پنے سے اسی انداز میں مسکراتے ہوئے جواباً سوال پوچھا۔ داجان کے چہرے سے ہی ان کے غصے کا اندازہ ہو رہا تھا۔ "میری بیٹی کا کیا قصور تھا عدیل۔ تم اتنے گھٹیا کیسے ہو سکتے ہو کہ تم میری بیٹی کو دھوکا دو۔ سارے خاندان میں کارڈز بٹ چکے ہیں!! سب رشتے داروں میں پتہ ہے کہ اگلے جمعے تمہاری اور ماورا کی شادی ہے۔ ایسے میں تم نے یوں اچانک سے میری بیٹی کو دھوکا دے کے اچھا نہیں کیا ہمارے ساتھ!! سبینا بیگم جو کب سے بیٹھی خاموشی سے ساری باتیں سن رہی تھیں۔ وہ بلآخر بول اٹھی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں نمی سی تھی یہ سوچ کر کہ ان کی بیٹی کا سارے خاندان میں تماشا بن جائے گا۔۔ عدیل شاہ کے چہرے پر موجود مسکراہٹ پل میں سمٹی! یہاں وہ واقعی میں غلط تھا اور اس بات کا اسے احساس بھی تھا۔ سبینا بیگم کے ساتھ وہ جانے انجانے میں واقع غلط کر گیا تھا۔ اسے ان لوگوں کو

پہلے ہی بتا دینا چاہیے تھا۔۔اگر وہ ان سب کو پہلے بتا دیتا تو کم از کم سبینا بیگم اپنی بیٹی کی شادی کو لے کر اتنے خواب آنکھوں میں نا سجاتی۔۔ماورا جمیل نے تو شادی سے بعد میں منع کیا تھا۔اسے چاہئے تھا کہ پہلے ہی سب کو بتا دیتا۔۔خالہ جان یہاں میں واقعی میں غلط ہوں!! مجھے بتانا چاہیے تھا آپ کو۔لیکن آئی سوئیر میں مجبور تھا۔۔ آپ چاہیں تو مجھے کوئی بھی سزا دے سکتی ہیں۔میں اف تک نہیں کروں گا۔اور جہاں تک رہی بات ماورا کی۔تو مجھے پورا یقین ہے یہ جس کی قسمت میں بھی جائے گی یقیناً وہ دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان ہو گا۔اللہ پر یقین رکھیں آپ۔ماورا مجھ سے بہتر انسان ڈیزرو کرتی ہے!! عدیل شاہ نے ان کی طرف دیکھتے سنجیدگی مگر شرمندگی سے کہا۔۔"تمہارے معافی مانگنے سے سب کچھ پہلے جیسا تو نہیں ہو جائے گا۔میری ہی غلطی تھی جو اتنی جلدی اس رشتے کے لیے ہاں کی!! سبینا بیگم نے نم آنکھوں سے عدیل شاہ کو دیکھتے افسوس سے کہا۔۔ماورا جمیل بھی ایک طرف بیٹھی عدیل شاہ کو ہی دیکھ رہی تھی!! آخر وہ بول کیوں نہیں رہا تھا کہ ماورا بھی یہ شادی نہیں کرنا چاہتی۔وہ خود ہی باتیں سنے جا رہا تھا۔حالانکہ وہ ماورا کی بات

سب کو بتا کے معاملے کو یہیں پر ختم بھی کر سکتا تھا۔ "خالہ جان میں شرمندہ ہوں!! نظر جھکائے عدیل شاہ نے ہونٹ کاٹتے کہا۔ اپنی امی کی وجہ سے وہ انہیں تکلیف دے گیا تھا۔ ابھی سبینا بیگم اسے کچھ کہتی کہ ماورا جمیل نے بات کے درمیان میں حصہ لیا۔ "ماما میں خود بھی یہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یقین کریں میرا۔ مجھے شروع سے عدیل لالا میں کوئی دلچسپی تھی ہی نہیں!! آپ پلیز میری فکر مت کریں۔ اور عدیل لالا کو بھی کچھ مت کہیں!! شادی سے انکار میں بہت پہلے ہی انہیں کر چکی تھی۔ پتہ نہیں انہوں نے آپ سب لوگوں کو کیوں نہیں بتایا۔" ماورا جمیل نے سبینا بیگم پر نظریں جمائے دھیمے سے کہا۔ وہ عدیل شاہ کو پستے دیکھ بول ہی پڑی تھی!! "چلو جی یہاں تو آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے! بیٹا تم لوگوں نے جب آپس میں ہی سارے فیصلے کرنے ہوتے ہیں تو بتا دو ہم بڑوں کو۔ ہم سب ایک سائڈ پر خاموشی سے بیٹھ جائے گیں۔ آج کے بعد تم لوگوں کے معاملات میں کوئی دخل اندازی نہیں کرے گیں ہم لوگ۔۔ دا جان نے ماورا کی بات سنتے یہاں موجود ساری ینگ جینریشن کو گھورتے ہوئے کہا۔۔ یہاں پر ایک بھی ایسا شخص

موجود نہیں تھا جس نے شادی کے معاملے میں ان کی رضامندی پوچھی ہو یا پھر ان سے مشورہ ہی کیا ہو۔ ہر کوئی خود ہی سب کچھ کرنے پر لگا ہوا تھا۔۔ "سارے فیصلے ہم سب کو خود اس لیے کرنے پڑتے ہیں کیونکہ ہمارے بڑوں کے سوچنے کا نظریہ ہم سب سے بہت مختلف ہے۔ آپ لوگوں کو کوئی بات بتا کر بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔۔ کیونکہ آپ لوگوں نے ہمارا ساتھ ہی نہیں دینا ہوتا۔۔" حدائق شاہ نے سنجیدگی سے داجان کی طرف دیکھتے کھری بات کی۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس نے غلط موقع پر سہی بات کر دی تھی!! داجان نے ایک زہر آلود نظر اس پر ڈالتے اپنے پاؤں سے جوتی اتارتے جھٹکے سے حدائق شاہ کی طرف پھینکی۔۔ جو آج کل کچھ زیادہ ہی بیچ میں بول رہا تھا۔۔۔ حدائق شاہ بروقت پیچھے تو نہیں ہو سکا تھا لیکن وہ رخ ضرور بدل گیا تھا۔ جوتی اڑتی ہوئی آتے سیدھا اس کی کمر میں لگی۔ داجان کا نشانہ چونکا نہیں تھا۔ حدائق شاہ کو یہ چپل بہت زور سے کمر میں لگی تھی!! دفعہ ہو جاؤ اُوپر!! یہ سارے کے ساری صرف تمہاری وجہ سے بگڑے ہیں!! حدائق شاہ کی طرف دیکھتے داجان چیخے۔ جبکہ عدیل شاہ اور زاویار شاہ نے نیچے منہ کرتے اپنی ہنسی

دبائی۔ بیچارہ سچ بول کر بھی پھنس گیا تھا۔۔ "ہاں یہ سارے تو فیڈر میں دودھ پیتے ہیں!! میں نے کہا ان سے کہ ایسے کرنا ہے اور یہ سارے کمینے اسی راہ پر چل پڑے!! یہ عدیل میرے سے پہلے گل کھلا کر بیٹھا تھا۔۔" حدائق شاہ نے دانت پیستے منہ بناتے داجان سے کہا۔۔ اپنے ساتھ ساتھ وہ عدیل شاہ کو بھی بیچ میں گھسیٹ گیا تھا۔ "ہاں تو تُجھے کیوں مرچے لگ رہی ہیں!! میرے نکاح کو تو الحمدللہ ڈیڑھ دو مہینے ہو چکے ہیں!! عدیل شاہ نے صوفے سے ٹیک لگاتے حدائق شاہ کی طرف دیکھتے سلگتے لہجے میں کہا۔ وہ بڑے کانفیڈنٹ طریقے سے یہ بات کہہ گیا تھا۔۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اب داجان کی خونخوار نظروں کا رخ اسی کی طرف تھا۔ کیونکہ اس کی نظر حدائق شاہ پر تھی۔ اور اگلے ہی لمحے داجان نے اپنی دوسری چپل بھی اتارتے عدیل شاہ کی طرف پھینکی۔ نشانہ یہاں بھی سیدھا لگا تھا۔۔ چپل جاتے سیدھا عدیل شاہ کی ٹھوڑی کے پاس لگی تھی۔ اور اب قہقہہ لگانے کی باری حدائق شاہ کی تھی۔۔ عدیل شاہ بے ساختہ ہی چیختے ہوئے صوفے سے کھڑا ہوا۔ اس کے سیدھا منہ پر لگی تھی چپل!! زاویار شاہ اور حدائق شاہ کا تو ہنس ہنس کر برا حال ہو گیا

تھا۔ وہ جتنا شوخ ہو کر اپنے نکاح کی مدت بتا رہا تھا اب اسی حساب سے اس کی ساری شوخی ہوا ہو گئی تھی۔۔ "لے جاؤ اپنے بیٹے کو پاکیزہ۔ اس سے پہلے میں جان سے مار دوں اسے۔ داجان پاکیزہ بیگم کی طرف دیکھتے غصے سے پھنکارے!! "جا رہا ہوں میں خود!! صرف بتانے آیا تھا آپ لوگوں کو کہ میں نکاح شدہ انسان ہوں لہٰذا مجھ پر نظر نا رکھی جائے!! عدیل شاہ نے منہ بناتے داجان کی طرف دیکھتے تمیز کے دائرے میں رہتے کہا۔۔ "جان چھوڑو بھائی ہماری!! اور نکلو یہاں سے۔ اپنی بیوی کے پاس ہی رہو دوبارہ یہاں قدم مت رکھنا۔۔ داجان نے آگے بڑھتے باقاعدہ اسے بازو سے پکڑتے آگے کو دھکا دیتے کہا۔ اشارہ صاف تھا کہ عدیل شاہ اس گھر سے جا سکتا ہے!! عدیل شاہ نے ایک سنجیدہ نظر پاکیزہ بیگم پر ڈالی!! "ساری زندگی میری شکل دیکھنے کو ترسے گیں آپ۔ جو کچھ آپ خان ولا میں کر کے آئی ہیں میں اتنی آسانی سے بھولنے والا نہیں ہوں۔ یاد رکھیے گا۔ مر گیا آپ کہ اکلوتا بیٹا بھی!! سنجیدگی سے پاکیزہ بیگم کی طرف دیکھ کر کہتے عدیل شاہ نے اپنے قدم واپسی کو بڑھائے!! پاکیزہ بیگم اس کی بات سنتے نفی میں سر ہلاتے اس کے پیچھے بھاگیں! وہ

قطعی بھی عدیل شاہ کو نہیں کھو سکتی تھیں۔عدیل میری بات سنو!! میں ماں ہوں تمہاری تم ایسے مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ایک معمولی سی لڑکی کے لیے تم اپنی ماں کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہو!! پاکیزہ بیگم چیختے ہوئے عدیل شاہ کے پیچھے بھاگیں۔ لیکن وہ جا چکا تھا۔اس نے ایک مرتبہ بھی پاکیزہ بیگم کے لیے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔ وہ جا چکا تھا۔۔نوین بیگم نے آگے بڑھتے پاکیزہ بیگم کو سہارا دیا۔جو دروازے کے پاس کھڑی روتے ہوئے چیخ رہی تھیں۔۔اب چیخنے چلانے کا کیا فائدہ!! اگر تم پہلے ہمیں بتا دیتی تو آج یہ نوبت ہی نہیں آنی تھی۔بیٹھ کہ اب مناؤ اپنے بیٹے کے کھو جانے کا غم!! داجان نے پاکیزہ بیگم کو گھور کر کہتے اپنے قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھائے!! پاکیزہ بیگم نے ایک بھیگی آنکھوں سے نظر ان پر ڈالی۔۔وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھیں کہ عدیل شاہ انہیں سب کے سامنے اس طرح چھوڑ کر چلا جائے گا۔۔ دوسرے لمحے وہ بھی اپنے آنسوں صاف کرتے لاؤنج کی طرف بڑھیں!! ان کا تو گھر جانے کا بھی دل نہیں کر رہا تھا۔۔

مائیں بیٹوں سے خفا ہیں اور بیٹے ماؤں سے "

"عشق غالب آ گیا ہے، دودھ کی تاثیر پر۔۔۔

حدائق شاہ اوپر کی جانب بڑھتے آہستہ سے دروازہ کھولتے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ آج بہت سوچ سمجھ کر فائزہ شاہ کے ہوش میں کمرے میں جا رہا تھا۔ بہت ہو گیا تھا چوہے بلی کا کھیل ! ! حدائق شاہ اب مزید فائزہ کے چیخنے چلانے کے ڈر سے اس سے دور نہیں رہ سکتا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اب سے فائزہ کے پاس ہی رہے گا تبھی تو اس کا خوف دور کر پائے گا۔ ورنہ تو وہ بھی دور دور رہتا اور فائزہ شاہ بھی۔۔ ایسے میں ان کے رشتے کا تو پھر اللہ ہی حافظ تھا۔ اسی لیے بہت سوچ سمجھ کر پختہ ارادہ کر کے وہ یہاں آیا تھا۔۔ کمرے میں داخل ہوتے حدائق شاہ نے آہستہ سے دروازہ بند کیا۔ فائزہ شاہ بیڈ پر بیٹھی اپنے پاؤں پر کچھ لگا رہی تھی۔ اس کے پاؤں پر ہلکا سا زخم تھا۔ شاید وہ اسی پر کوئی ٹیوب لگا رہی تھی۔۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر فائزہ شاہ نے یکلخت ہی دروازے کی طرف دیکھا۔ جہاں سامنے سے حدائق شاہ برآمد

ہوا۔۔ حدائق شاہ کو کمرے میں دیکھتے فائزہ شاہ نے ٹیوب بنا بند کیے ہی سائڈ پر پھینکی!! وہ تھوک نگلتے بنا پلکیں جھپکائے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی!! کیا لگا رہی تھی تم؟؟ حدائق شاہ نے آگے بڑھتے ابرو اچکاتے بضاہر نارمل سے انداز میں پوچھا۔ جس طرح مقابل نے ٹیوب پھینکی تھی حدائق شاہ سوچ رہا تھا آخر وہ کونسی ٹیوب ہو گی!! کک۔۔کچھ نہیں!! فائزہ شاہ نے خشک حلق کو تر کرتے دھیمے سے جواب دیا۔۔ "ہمم!! حدائق شاہ نے ہنکارا بھرتے اپنے قدم نیچے زمین پر پڑی ٹیوب کی جانب بڑھائے!! جبکہ اس کے دل میں ڈر بیٹھ گیا تھا کہ فائزہ شاہ اب چیخے ، یا اب چیخے!! فائزہ شاہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اسے ہی دیکھ رہی تھی!! حدائق شاہ نے ٹیوب اٹھاتے اپنی آنکھوں کے سامنے کی۔ یہ ایک نارمل ٹیوب تھی جو زخموں پر لگائی جاتی تھی۔ لیکن پھر فائزہ شاہ نے اسے دیکھ کر ڈر کر یہ ٹیوب پھینکی کیوں تھی!! وہ یہی سوچ رہا تھا۔۔ "یہ۔۔ مم۔۔مجھے۔۔اشن۔۔اشنا نے اٹھا کر دی تھی۔ مم۔۔میں خود نہ۔۔ نہیں گھسی تھی آپ کے سا۔۔سامان میں!! فائزہ شاہ نے نم آنکھوں کے ساتھ بھیگی سی آواز میں اپنی صفائی دی!! جیسا

فائزہ شاہ کی نظر میں اس کا امیج تھا۔ فائزہ کو یہ لگ رہا تھا کہ اب حدائق شاہ اپنے سامان میں گھسنے پر نجانے اسے کیا کہہ دے۔ حدائق شاہ نے پہلے نا سمجھی سے اس کی بات کو سنا۔۔ایک ٹیوب ہی تو تھی۔ مقابل ڈر ایسے رہی تھی جیسے اس نے حدائق شاہ کے کروڑوں روپے اٹھا لیے ہو!! دوسرے ہی لمحے بات اس کے پلے پڑ گئی تھی۔ بڑی یاداشت تیز تھی اس لڑکی کی۔۔ حدائق شاہ نے بے ساختہ ہی دل میں سوچا۔

میں بھی تمھارا، میرا کمرہ، میرا گھر، غرض کہ میری ہر چیز بھی تمہاری!! اس کو" پھینکو، لگاؤ جو مرضی کرو۔ کھلی اجازت ہے تمھیں!! ٹیوب کو واپس سے زمین پر پھینکتے حدائق شاہ نے جذبے لٹاتے لہجے میں مقابل کو اس کی اہمیت باور کروائی۔۔ جبکہ فائزہ شاہ کے اس کی بات پلے نہیں پڑی تھی۔ یا شاید وہ خود ہی اس کی بات سمجھنا نہیں چاہتی تھی۔۔ حدائق شاہ نے ایک بے بس نظر اس کی خاموشی پر ڈالتے الماری سے اپنے لیے ایک بلینکٹ پر ایک تکیا نکالا۔اب وہ ڈائریکٹ بیڈ پر بھی نہیں

سو سکتا تھا۔ کچھ دن کے لیے وہ خود بھی صوفے پر ہی سونا چاہتا تھا۔ تاکہ فائزہ شاہ تھوڑی اس کے ساتھ کمفرٹیبل ہو جائے۔ یہ رات کا وقت تھا اور فائزہ بھی بس سونے ہی لگی تھی۔۔ فائزہ شاہ نے اسے تکیہ نکالتے دیکھ تعجب سے دیکھا۔ اسے لگ رہا تھا وہ باہر چلا جائے گا۔ لیکن اصل جان تو اس کی تب نکلی جب حدائق شاہ نے تکیہ صوفے پر رکھا۔ وہ صوفے پر تکیہ سیٹ کرتے اب کمبل بھی اسی پر رکھ رہا تھا۔۔ "مم۔۔ مجھے سونا ہے!! فائزہ شاہ نے دھیمے سے اسے مخاطب کیا۔ وہ چاہتی تھی کہ بس حدائق شاہ جلد سے جلد کمرے سے باہر نکل جائے!! حدائق شاہ نے صوفے پر بیٹھتے ٹیک لگائے اسے دیکھا۔ میں نے منع تو نہیں کیا تمھیں کہ تم نا سو!! جیسے مرضی جب مرضی جہاں مرضی سو جاؤ۔۔ حدائق شاہ نے کندھے اچکاتے لاپرواہی سے کہا۔ کچھ بھی ہو جائے وہ تو آج کمرے سے باہر جانے والا نہیں تھا۔۔ "آ۔۔ آپ باہر چلے جائیں!! فائزہ شاہ نے پھر سے دھیمے سے کہا۔ اس کی آنکھوں میں گرم سیال اکٹھا ہونا شروع ہو رہا تھا۔۔ "میں تو نہیں جا رہا باہر!! جس کو ضرورت ہے خود چلا جائے۔ لاپرواہ سے انداز میں کہتے حدائق شاہ صوفے پر

سیدھا ہوتے لیٹا۔ آج اسے فائزہ شاہ کے آنسوؤں سے بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ کیونکہ یہ اس کے اور فائزہ کے رشتے کو بچانے کے لیے ضروری تھا۔ فائزہ شاہ نے ہونٹ کاٹتے ایک نظر سامنے لگی گھڑی کو دیکھا۔ رات کے نو بجنے کو تھے۔ اور مزے کی بات تو یہ تھی کہ وہ ابھی تک نیچے نہیں گئی تھی۔ نیچے تو دور کی بات وہ جب سے اس گھر میں آئی تھی اپنے کمرے تک سے باہر نہیں نکلی تھی۔۔ آج اسے فائزہ شاہ کے آنسوؤں سے بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ کیونکہ یہ اس کے اور فائزہ کے رشتے کو بچانے کے لیے ضروری تھا۔ فائزہ شاہ نے ہونٹ کاٹتے ایک نظر سامنے لگی گھڑی کو دیکھا۔ رات کے نو بجنے کو تھے۔ اور مزے کی بات تو یہ تھی کہ وہ ابھی تک نیچے نہیں گئی تھی۔ نیچے تو دور کی بات وہ جب سے اس گھر میں آئی تھی اپنے کمرے تک سے باہر نہیں نکلی تھی۔۔ ایسے میں وہ یہاں سے اٹھ کر کہاں جاتی بھلا۔۔ "آپ۔۔ پلیز چلے جائیں۔ ورنہ مجھے نیند نہیں آئی گی!! فائزہ شاہ نے دھیمے سے کہتے پھر سے اسے قائل کرنا چاہا۔ وہ بیڈ کراؤن میں سمائے کبھی حدائق شاہ تو کبھی گھڑی کو دیکھ رہی تھی!! "میری جان میں نہیں جا رہا باہر!! تو پلیز اب مجھے یہ

مت کہنا۔ تم نے سونا ہے اِدھر سو جاؤ، یہاں نیند نہیں آرہی تو اِدھر میرے پاس صوفے پر آجاؤ یقین کرو دونوں کو بہت مزے کی نیند آئے گی۔ اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتی تم تو کمرے سے ہی باہر چلی جاؤ!! لیکن اب میری نیند ڈسٹرب مت کرنا پلیز!! سونے دو مجھے!! حتمی انداز میں بے باکی سے کہتے حدائق شاہ نے کمبل اپنے سر تک تانا۔۔ وہ دعا کر رہا تھا کہیں مقابل سچ میں ہی باہر نا چلی جائے!! فائزہ شاہ نے ایک بے بس نظر حدائق شاہ پر ڈالتے اپنے قدم بیڈ سے نیچے اُتارے۔ مقابل باہر جانے کو تیار نہیں تھا اور وہ اس کے ساتھ ایک کمرے میں سو نہیں سکتی تھی۔ اس لیے اب باہر جانے کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور آپشن نہیں بچا تھا۔۔ بیڈ سے نیچے اترتے فائزہ شاہ نے شال اٹھائے اچھی طرح اپنے گرد لپیٹی۔ اس کا ارادہ اشنا کے پاس جانے کا تھا۔۔ اب اس گھر میں اشنا کے علاوہ تو وہ اور کسی کے پاس نہیں جا سکتی تھی۔۔

آہستہ سے دروازہ کھولتے فائزہ شاہ کمرے سی باہر نکلی۔ پیچھے حدائق شاہ کمبل سے منہ باہر نکالے دانت پیستے اس کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔۔

سامنے ہر جگہ سناٹا تھا۔ کچھ دیر پہلے والے تماشے کے بعد اب ہر کوئی اپنے اپنے کمرے میں موجود آرام کرنے میں مصروف تھا۔ فائزہ شاہ نے اِرد گرد دیکھتے سیڑھیوں سے نیچے کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔اسے تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ یہاں اشنا کہ کمرہ کدھر ہے۔ جب سے وہ اس گھر میں آئی تھی اس کے بعد اب وہ کہیں کمرے سے تو باہر نکلی تھی۔ وہ بھی حدائق شاہ کی مہربانی سے۔ ورنہ وہ تو آج بھی باہر نا نکلتی۔۔ نیچے پہنچتے فائزہ شاہ نے اِرد گرد دیکھا۔ نیچے چار سے پانچ کمرے اسے نظر آرہے تھے لیکن اسے سمجھ نہیں آرہی تھی ان میں سے اشنا کا کمرہ کونسا ہوگا۔۔ وہ ابھی اِدھر اُدھر دیکھ ہی رہی تھی کہ اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس کرتے اس نے جھٹکے سے پیچھے مڑتے دیکھا۔اس کا چہرہ ایسے ہو گیا تھا جیسے اچانک ہی کوئی بہت زیادہ ڈر گیا ہو۔۔ شکر تھا کہ بس وہ چیخی نہیں تھی۔۔ یہاں نوین بیگم تھیں جو کچن سے پانی لینے آئی تھیں۔اور اب فائزہ کو پہلی مرتبہ لاؤنج میں دیکھتے وہ

اسی کی طرف بڑھ آئی تھیں۔۔ فائزہ شاہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ خاموشی سے انہیں دیکھا۔۔ "آرام سے بیٹے!! میں ہوں کوئی جن بھوت تھوڑی ہے!! مسکراتے ہوئے نوین بیگم نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے محبت سے کہا۔ نائرہ والے معاملے کے بعد ان کے دل میں فائزہ کے لیے بھی ہمدردی مزید بڑھ گئی تھی۔۔ فائزہ شاہ نے محض اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ اسے سمجھ ہی نہیں آرہی تھی کہ کیا بات کرے۔۔ "کوئی کام تھا بیٹے۔ کچھ چاہیے تھا تو مجھے بتاؤ!! کھانا کھایا ہے تم نے؟ اور یہ حدائق کہاں ہے؟ نوین بیگم نے مسکراتے ایک ساتھ کئی سوال داغے!! انہیں خود کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ ایک ساتھ اتنے سارے سوال کر گئی تھیں۔۔

اشنا کا کمرہ کدھر ہے؟ مجھے اس کے پاس جانا ہے!! فائزہ شاہ نے دھیمے سے کہتے انہیں اپنے نیچے آنے کی وجہ بتائی!! کوئی کام تھا تمھیں اشنا سے؟؟ نوین بیگم اچھے سے جانتی تھی اس وقت زاویار بھی کمرے میں ہوگا۔ بس اس لیے انہوں نے پوچھ لیا تھا۔۔ "نہیں بس ایسے ہی!! اُنگلیاں چٹخاتے فائزہ نے آہستہ سے کہا۔ اب وہ انہیں اشنا سے ملنے کی کیا ہی وجہ بتاتی۔۔ "چلو پھر آئو میرے ساتھ بیٹھ جاؤ۔ تم بھی

میرے لیے نائرہ اور در فشاں کی طرح ہو!! مسکراتے نوین بیگم نے اسے بازو سے پکڑتے لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھنے کو کہا۔۔ فائزہ شاہ خاموشی سے صوفے کی طرف بڑھی!! وہ اتنی محبت سے بات کر رہی تھیں کہ فائزہ کا دل ہی نہیں کیا انہیں انکار کرنے کا۔

السلام وعلیکم بڑی ماما۔۔ فائزہ شاہ ابھی صوفے پر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ سامنے" دروازے سے معاذ شاہ نمودار ہوا۔ وہ ابھی ہی گھر آرہا تھا۔ اس سے پہلے وہ اپنے دوستوں کے ساتھ باہر تھا۔ نوین بیگم کو لاؤنج میں دیکھتے وہ بھی صوفے کی طرف ہی بڑھا۔ "وعلیکم السلام!! آؤ بیٹھو تم بھی۔۔ نوین بیگم نے اسے بھی آکر بیٹھنے کو کہا۔۔ جبکہ فائزہ شاہ کے ماتھے پر ننھے ننھے قطرے نمایاں ہونے لگے تھے!! وہ سفید چہرے کے ساتھ معاذ شاہ کی یک ٹک دیکھ رہی تھی جو بڑی بے تکلفی سے دھپ سے صوفے پر آکر بیٹھ چکا تھا۔۔ "اوہ سوری السلام وعلیکم بھا۔۔۔ بی!!" معاذ شاہ نے ابھی ہی فائزہ کو دیکھا تھا تبھی اسے دیکھتے سلام کیا۔ لیکن اس کے الفاظ بیچ میں ہی ادھوری رہ گئے تھے۔۔ کیونکہ فائزہ شاہ اسے دیکھتے ہی پیچھے مڑتے اوپر کی

طرف دوڑ لگا چکی تھی۔اس کی ٹانگوں میں ہلکی سے لرزاہٹ بھی واضح تھی۔ جبکہ وہ اپنے پیچھے موجود نوین بیگم کی آوازوں کو اگنور کرتے اندھا دھند اپنے کمرے کی طرف بھاگ رہی تھی۔۔

معاذ شاہ نے منہ بناتے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔۔ بڑی ماما کیا میری شکل اتنی ڈراؤنی ہے۔ سچ سچ بتایئے گا؟ اسے سیدھا سیدھا اپنی شکل پر ہی شک ہونے لگا تھا۔ فائزہ شاہ جس طرح اسے دیکھ کر بھاگی تھی۔ کم از کم اسے تو یہی لگا تھا کہ وہ ڈر کر بھاگی ہے!!" پاگل ہو تم معاذ!! وہ ابھی نئی نئی ہے اور پھر جو کچھ اس بچی کے ساتھ ہوا۔ایسے میں تمھیں دیکھ کر وہ پینک ہو گئی ہو گی۔نوین بیگم نے اس کی عقل پر ماتم کرتے کہا۔ بھلا اپنی ہی شکل پر شک کون کرتا ہے!!"اوہ شکر ہے!! ورنہ مجھے لگا تھا کہ اب تو پکا سرجری کروانی پڑے گی!! گہری سانس بھر کر کہتے معاذ شاہ نے اپنے قدم بھی اوپر کی جانب بڑھائے۔اس کا ارادہ اپنے کمرے میں جانے کا تھا۔۔ پیچھے

نوین بیگم بھی افسوس سے فائزہ کو سوچتے دل میں اس کی صحت یابی کی دعا کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھیں!!

فائزہ شاہ ایک جھٹکے سے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی۔ وہ دروازے کو اچھی طرح لاک کرتے اس کے ساتھ لگے کھڑی گہری گہری سانسیں بھرنے لگی تھی۔۔ حدائق شاہ جو ابھی سویا نہیں تھا وہ اسی کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے ایسے گھبراہٹ سے کمرے میں آتے دیکھ وہ صوفے سے کھڑا ہوا۔ مقابل کا پورا چہرہ پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔ جبکہ اس کی سانسیں ایسے پھولی ہوئی تھی جیسے وہ فل سپیڈ سے بھاگ کر آئی ہو۔ "کیا تم ٹھیک ہو؟؟ حدائق شاہ نے پوچھتے اپنے قدم اس کی طرف بڑھائے!! "د۔۔دور رہے گا پلیز!! میرے پاس مت آؤ۔۔ "انگلی اٹھاتے فائزہ شاہ نے اسے خود سے دور رہنے کا کہا۔ اس کی اٹھی ہوئی انگلی بھی کانپ رہی تھی!! "اوکے ریلکس میں دور ہوں تم بیٹھو پلیز اور پانی پیو!! حدائق شاہ نے دور ہی کھڑے ہوتے نرمی سے پیار سے کہا۔۔ اس کی حالت ایسی نہیں تھی کہ حدائق شاہ

اس کے نزدیک جاتا۔ فائزہ شاہ خاموشی سے لرزتے قدموں کے ساتھ آگے بڑھی۔ بیڈ پر بیٹھتے اس نے کانپتے ہاتھوں سے پانی اٹھاتے پورا گلاس ایک ہی سانس میں اپنے حلق میں انڈیلا۔ آدھا پانی تو اس کے خود کے اوپر ہی گر گیا تھا۔۔ حدائق شاہ صوفے کے پاس کھڑا پریشانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ فائزہ شاہ نے ایک نظر اسے دیکھتے اپنے پاؤں اوپر بیڈ پر کیے۔ دوسرے لمحے وہ کمبل سر تک تانے خاموشی سے آنکھیں بند کرتے لیٹ چکی تھی۔ ایک مرتبہ کمرے سے باہر جانے کا انجام وہ دیکھ چکی تھی۔ اس سے بہتر تھا کہ وہ کمرے میں ہی رہتی!! حدائق شاہ دور سے بھی دیکھ کے بتا سکتا تھا کہ مقابل کمبل کے اندر لیٹی رو رہی ہے!! لیکن وہ اس کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ اسے پاس جانے کی اجازت نہیں تھی!! اس کا بس چلتا تو مقابل کے سارے غم خود میں سمیٹ لیتا۔ لیکن اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ اور باندھنے والی بھی فائزہ شاہ خود ہی تھی!! بے بسی سے سوچتے حدائق شاہ بھی واپس سے صوفے پر لیٹا۔ وہ بس اس کے سونے کے انتظار میں تھا۔ تاکہ خود بیڈ پر جا کر اس کے آنسوں پونچھ سکے!! ابھی کے لیے وہ اتنا ہی کر سکتا تھا۔۔ "فائزہ حدائق شاہ!!

کمرے میں تو جگہ بنالی اب بہت جلد تمہارے دل میں بھی بنالوں گا۔انشاءاللہ!!!

منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے حدائق شاہ نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔۔دوسرے لمحے وہ کروٹ بدل کر الٹا لیٹتے اپنے پیچھے بیڈ پر موجود کمبل کے اندر غروب فائزہ شاہ کے وجود کو دیکھنے میں مصروف ہو چکا تھا۔۔حالانکہ اسے مقابل ذرا بھی نظر نہیں آرہی تھی۔لیکن پھر بھی اس کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔۔

وقت کا کام ہے گزرنا اور وہ گزر کر ہی رہتا ہے۔ ایسے میں آج وہ دن بھی آگیا تھا جس کی ڈیڑھ ہفتے سے شاہ ولا میں تیاریاں چل رہی تھیں۔ کچھ نوک جھونک، کچھ پیار بھری باتیں کرتے کرتے یہ وقت بھی گزر ہی گیا تھا۔۔ اور آج وہ دن بھی آ ہی گیا تھا جس کا سب کو شدت سے انتظار تھا۔ خاص کر دولہے صاحب کو!! آج شاہ ولا میں ماہ دیر شاہ اور نائرہ شاہ کی مہندی کی تقریب تھی۔ اور اسی خوشی کے موقع پر شاہ ولا جو دلہن کی طرح سجایا جا رہا تھا۔۔ آج ہر طرف ایک الگ ہی رونق تھی۔ جگہ جگہ گھر میں ہر کوئی کسی نہ کسی کام میں مصروف نظر آ رہا تھا۔ خصوصاً لڑکوں کے پاس تو ایک منٹ بیٹھنے کا بھی وقت نہیں تھا۔۔ کہیں کوئی کسی پر چیخ رہا تھا، تو کہیں کوئی کسی کے ساتھ کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اور کسی کے پاس ان سب چیزوں کا وقت نہیں تھا کیونکہ وہ سارے ہی کاموں میں مصروف تھے۔۔

عدیل شاہ بھی شاہ ولا میں ہی موجود تھا۔ وہ بس اس دن کے بعد گھر نہیں گیا تھا۔ اور نہ ہی پاکیزہ بیگم سے کوئی بات کر رہا تھا۔ وہ تو یہاں پر بھی نہ آتا۔ لیکن داجان کے خود کے بلانے پر اسے شادی میں شرکت کرنی پڑی!! داجان خود زاویار شاہ کے ساتھ اسے لینے کے لئے اس کے تھانے پہنچ گئے تھے۔ تبھی عدیل شاہ مان بھی گیا تھا۔۔ اور داجان کو ماورا جمیل نے اس کے لیے راضی کیا تھا۔ کیونکہ وہ اپنی وجہ سے عدیل شاہ کو اس کے گھر والوں سے دور نہیں دیکھ سکتی تھی۔ اسی لیے داجان کو سمجھاتے اس نے خود ہی انہیں کہا تھا کہ عدیل شاہ کو لینے چلے جائیں!! شکر تھا کہ داجان کے بھی بات پلے پڑ گئی تھی۔۔

افف میں تو ان سب سے ناراض ہی ٹھیک تھا!! اب منا بھی لیا اور اتنا سارا کام بھی کروا رہے ہیں!! حدائق شاہ نے دھپ سے صوفے پر بیٹھتے سرد آہ بھرتے کہا۔ صرف ایک ماہ دیر شاہ تھا جسے دولہوں والا پروٹوکول مل رہا تھا۔۔ اس نے صبح سے ایک پانی کا گلاس بھی اِدھر سے سرکاتے اُدھر نہیں رکھا تھا۔۔ باقی سب ہی کسی نہ

کسی کام میں مصروف تھے۔ یہ شام کا وقت تھا اور تھوڑی دیر بعد رات میں مہندی کا فنکشن شروع ہو جانا تھا۔۔ اب یہ فنکشنز ہر کسی کے نصیب میں تھوڑی ہوتے ہیں!! اگر تیری شادی بھی پراپر طریقے سے ہوتی تو تیری بھی ایسے ہی مہندی ہوتی اور تو بھی آرام کرتا۔ اب بیٹا پسند کی شادی کی ہے تو بھگت! ماہ دیر شاہ میں مسکراتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھتے کہا۔ حدائق شاہ کی شکل سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ کافی تھکا ہوا ہے!! زیادہ اترانے کی ضرورت نہیں ہے!! ابھی کلیش کر کے تیری شادی رکوا سکتا ہوں یاد رکھنا۔۔ حدائق شاہ نے دانت پیستے جواب دیا۔ مقابل زیادہ ہی شوخا ہو رہا تھا۔ ٹھیک ہے اس کی شادی ہو رہی تھی لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ اترانا شروع کر دو!! تجھے کلیش کرنے کے علاوہ اور آتا کیا ہے؟ ویسے تو نے اپنی زبان کے حساب سے بلکل سہی پروفیشن کا انتخاب کیا ہے!! حدائق شاہ دی گریٹ وکیل!! ماہ دیر شاہ نے مسکراتے اسے پھر سے آگ لگائی!! وہ یہاں بیٹھا ہی اسے سلگانے کے لیے تھا۔۔ منہ بند رکھ اپنا۔۔ اور اٹھ کر کوئی کام کر لے! سالے شادی تیری ہے اور کام ہم سب کر رہے ہیں!! دا جان نے ہم سب سے سارے بدلے

نکالے ہیں!! ابھی حدائق شاہ اسے کوئی جواب دیتا کہ عدیل شاہ نے بھی دھپ کر کے صوفے پر بیٹھتے ماہ دیر شاہ سے تھکے ہارے انداز میں کہا۔اب اسے لگ رہا تھا کہ دا جان نے اسے منایا ہی کام کروانے کے لیے ہے!! تبھی صبح سے ان لوگوں کو کتوں کی طرح کام پر لگا رکھا تھا۔ دلہا ہوں یار میں!! تھوڑی تو عزت کر لو میری!! ماہ دیر شاہ نے اس کی بات پر خفگی سے کہا۔ یہ لوگ آج بھی اسے سالے جیسے القابات سے نواز رہے تھے!! الے الے میرے بچے کی شادی ہے!! عدیل اٹھ کے چوڑیاں لے کر آ۔ ہماری بنوں کے ہاتھ میں پہنانی ہے!! اور عزت ہاں عزت بھی لیتے آنا تھوڑی!! کیونکہ اس کے اپنے پاس بہت تھوڑی ہے کیا کریں۔۔ بازار سے مول لینی پڑے گی!! زاویار شاہ جو خود بھی اسی طرف آ رہا تھا اس نے ماہ دیر شاہ کی بات سنتے خود بھی بات کے درمیان میں اپنا حصہ ڈالا۔ وہ ماہ دیر شاہ کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔۔ ماہ دیر شاہ نے نظریں ٹیڑھی کرتے اس شخص کو دیکھا۔ جو آتے ہی اس بیعزتی کر چکا تھا۔۔ زیادہ چوڑیاں خریدنے کا شوق ہے تو اپنی بیوی کو دلوا۔ میں اللہ کے فضل و کرم سے پورا مرد ہوں!! اگلے لمحے اس نے فرضی کالر

جھاڑتے کہا۔ بھلا وہ اب مرد ہو کر چوڑیاں تو پہننے سے رہا۔۔ "ثبوت دے!! اس کی مردوالی بات سنتے وہ تینوں ہی یک دم ہم آواز میں بولے!! آخر حد ہو گئی تھی۔ وہ تینوں اس کے مرد ہونے پر شبہ کر رہے تھے۔۔ ماہ دیر شاہ نے ایک نظر اپنے ساتھ بیٹھے زاویار شاہ کو دیکھا۔ دوسرے لمحے وہ اٹھتے اس سے تھوڑا دور ہو کر بیٹھ چکا تھا۔ دیا تو ہے اس کی بہن کو پریگننٹ کر کے!! اور اب میں کیا ہی ثبوت دوں تم لوگوں کو اپنے مرد ہونے کا!! ماہ دیر شاہ نے مسکرا کر کہتے زاویار شاہ کے چہرے پر سے مسکراہٹ غائب کروائی۔۔ جبکہ عدیل شاہ اور حدائق شاہ اس کی حاضر جوابی پر عش عش کر اٹھے تھے!! واہ میرے بھائی کیا بات ہے تیری!! حدائق شاہ نے ہنستے ہوئے تالی کے لیے اپنا ہاتھ ماہ دیر شاہ کے آگے کیا۔ وہ سیکنڈ کے اندر پارٹی ہی بدل گیا تھا۔ "چل دفعہ ہو!! ماہ دیر شاہ نے سڑا ہوا منہ بناتے بغیر ہاتھ آگے کیے اسے کہا جو ابھی تھوڑی دیر پہلے خود بھی ان لوگوں کے ساتھ ملا ہوا تھا اور اب اس کے جواب پر ہی سائڈ چینج کر لی تھی۔

ستھری ہو گئی ہے حدائق تیری!! واپس سے اسے صوفے کی طرف کھینچتے عدیل شاہ نے قہقہہ لگاتے مصنوعی افسوس کیا۔۔"چل تو بھی دفعہ ہو!! بہت غیرت ہے ہم بھائیوں میں۔آج کے بعد ہماری بہن کے لیے ایسا کچھ کہنے کی کوشش بھی کی تو تیری زبان حلق سے کھینچ لوں گا۔۔ حدائق شاہ غرا کر کہتے اپنے ازلی انداز میں واپس آیا۔اب جو خفت اسے ان لوگوں کے سامنے ہو رہی تھی اسے بھی تو ختم کرنا تھا۔ تیری بہن میری بھی کچھ لگتی ہے۔بلکہ کچھ نہیں وہ سب کچھ ہی لگتی ہے۔اس لیے یہ غیرت کی باتیں مت کر!! ماہ دیر شاہ نے اس کی بات کو ہوا میں اڑایا۔ جبکہ زاویار شاہ تو خاموشی سے بیٹھ چکا تھا۔ماہ دیر شاہ نے جواب ہی اتنی ہے باکی سے دیا تھا کہ پھر اس میں کچھ بولنے کی ہمت نہیں بچی تھی۔۔

تم چاروں یہاں بیٹھے ہو تیار کب ہونا تم لوگوں نے؟ مہمان آنا شروع ہو گئے ہیں باہر۔نائرہ کو پارلر سے واپس بھی لانا ہے۔تم میں سے کوئی ایک نائرہ کو لینے جاؤ اور باقی سب تیار ہو چلو شاباش!! وہ سب اسی نوک جھونک میں مصروف تھے کہ نوین

بیگم نے آتے ان چاروں کو ڈپٹنے کے انداز میں کہا۔ سب مہمان آنا شروع ہو چکے تھے۔ چونکہ مہندی کا فنکشن شاہ ولا کے بڑے سے لان میں منعقد کروایا گیا تھا۔ اور یہ چاروں ابھی تک یہیں پر بیٹھے باتوں میں مگن تھے۔۔ کیا بات ہے ممانی۔ کیا لگ رہی ہیں آپ!! عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے ان کی تعریف کی جو بلکل تیار کھڑی تھی۔ بلکہ تقریباً سارے گھر والے ہی تیار ہو چکے تھے سوائے ان چاروں نمونوں کے!! "شکریہ بیٹا۔ اب اٹھو تم چاروں بھی۔ نائرہ کو لے کر آؤ۔۔ نوین بیگم نے کہتے کچن کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ انہیں شاید کوئی بلا رہا تھا۔ "میں جاتا ہوں نائرہ کو لینے!! ماہ دیر شاہ کہتے صوفے سے کھڑا ہوا۔ نائرہ کو پارلر سے لینے کا ارادہ اسی کا تھا۔ وہ ابھی آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ وہ تینوں بھی اپنی اپنی جگہ سے اٹھتے اس کے سامنے آکر کھڑے ہوئے!! عزت سے واپس پیچھے چلا جا۔ پہلے جو تو دلہنوں کی طرح آرام سے بیٹھا تھا ابھی بھی بیٹھ کے آرام کر۔ ہم تینوں میں سے کوئی لے کر آئے گا نائرہ کو۔ خبر دار جو تو یہاں سے ہلا بھی تو!! زاویار شاہ نے انگلی اٹھاتے اسے واپس سے بیٹھنے کا کہا۔ مقابل سارا دن سے بیٹھا تھا اور اب بیوی کی

باری آئی تو میں لے آتا ہوں۔ دیکھ زاویار اس معاملے میں مذاق نہیں ہے! میرے اتنے خواب ہیں اس موومینٹ کو لے کر۔ تو ایسے نہیں کر سکتا میرے ساتھ۔۔ ماہ دیر شاہ تو بھڑک ہی اٹھا تھا۔ کتنا کچھ سوچا ہوا تھا اس نے آج کے لیے!! "داجان بات سنیں!! عدیل شاہ نے سامنے داجان کو دیکھتے انہیں مخاطب کیا جو اپنے کمرے سے ہی نکل رہے تھے۔ ان سب کو دیکھتے داجان سے اپنے قدم بھی انہی لوگوں کی طرف بڑھائے۔۔ داجان ماہ دیر تیار ہونے نہیں جا رہا۔ کہہ رہا ہے پہلے داجان سے سلام لوں گا تو جاؤں گا۔ آپ ذرا اسے اچھے سے سلام دیں اتنے ہم سب بھی تیار ہو کر آتے ہیں!! عدیل شاہ نے داجان کے قریب پہنچنے پر انہیں کہا۔ وہ لوگ ماہ دیر شاہ کو داجان کے حوالے کرنا چاہ رہے تھے۔۔ جبکہ ماہ دیر شاہ نے دانت پیستے اس انسان کو دیکھا جس کی وجہ اس اسے اپنے خواب مٹی میں ملتے دکھائی دے رہے تھے!! ہاں ہاں آؤ بیٹھو دونوں دادا پوتا مل کر بیٹھتے ہیں! اور زاویار تم جاؤ نائرہ کو لینے۔ ایسے موقعوں پر بھائی لینے جاتے ہوئے اچھے لگتے ہیں! ہونے والے شوہر نہیں۔۔ داجان نے ماہ دیر شاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا۔ وہ ان کا خود کو یہاں

بلانے کہ مقصد اچھے سے سمجھ گئے تھے۔۔ زاویار شاہ تابعداری سے سر ہلاتے آگے بڑھا۔ جبکہ وہ پیچھے ماہ دیر شاہ کو زبان نکال کر دکھانا بلکل بھی نہیں بھولا تھا۔۔ عدیل شاہ اور حدائق شاہ بھی تیار ہونے کی غرض سے آگے بڑھے۔ ج کے ماہ دیر شاہ دل میں جلتے کڑتے داجان کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا۔۔

حدائق شاہ آہستہ سے دروازہ کھولتے کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے بس کپڑے ہی بدلنے تھے۔ یا پھر بال بنانے تھے۔ اصل تیاری تو لڑکیوں کی ہوتی ہے!! کمرے میں داخل ہوتے اس نے دروازہ بند کیا۔ اسے لگ رہا تھا فائزہ شاہ بھی تیار ہو گئی ہو گی۔ لیکن اندر داخل ہوتے ہی اس کی ساری امیدوں پر پانی پھر چکا تھا۔۔ فائزہ شاہ بیڈ پر بیٹھی سامنے لگی ایل ای ڈی پر کوئی مووی دیکھنے میں مصروف تھی۔ اس کے بال نم تھے۔ شاید وہ ابھی شاور لے کر آئی تھی۔ تبھی کمبل میں گھسی سامنے سکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔۔ ان پچھلے دنوں میں کم از کم وہ اتنی تو کنفرٹیبل ہو گئی تھی کہ اب حدائق شاہ جیسے مرضی اپنے کمرے میں آئے جائے، وہ

اسے ٹوکتی نہیں تھی۔ لیکن پھر بھی دونوں ایک کمرے میں رہ کر بھی ایک دوسرے کے ساتھ اجنبیوں کی طرح رہتے تھے۔ کبھی حدائق شاہ اس سے کوئی بات کرنے کی کوشش کرتا تو فائزہ شاہ اسی وقت نیند کا بہانہ بنا کر لیٹ جاتی۔۔ حدائق شاہ اس سے ذرا کوئی بات نہیں کر پاتا تھا۔ سارا دن تو مقابل اس بیڈ پر سوتی تھی۔۔ "تم تیار نہیں ہوئی ابھی تک!! بیڈ کے پاس جاتے حدائق شاہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔ باہر سب آ گئے تھے فنکشن شروع ہونے والا تھا اور محترمہ یہاں آرام سے ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی۔ حدائق شاہ نے ساتھ ہی ریموٹ اٹھاتے ایل ای ڈی بند کی۔ فائزہ شاہ نے سکرین سے نظریں ہٹاتے ایک نظر خاموشی سے اس کی طرف دیکھا۔۔ دوسرے لمحے وہ بغیر کوئی جواب دیے کمبل منہ تک تان کے لیٹ چکی تھی۔۔ حدائق شاہ نے حیرت سے منہ کھولتے اسے دیکھا۔ جس نے اس کی بات کا جواب دینا تو دور اس پر کان دھرنا بھی مناسب نہیں سمجھا تھا۔۔ مارے غصے کے اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے ایک جھٹکے سے کمبل کھینچتے زمین پر پھینکا۔ وہ یہاں اس سے بات کر رہا تھا اور مقابل سونے کی تیاریوں میں تھی۔ اس کا غصّہ بنتا

تھا۔۔ فائزہ شاہ جھٹپٹاتے ہوئے سیدھے ہوتے بیٹھی۔ جس طرح مقابل نے اچانک کمبل کھینچا تھا۔ اس کی تو جان ہی نکل گئی تھی!! کچھ پوچھا تھا میں نے!! اٹھو اور تیاری کرو۔ ساتھ نیچے جانا ہے ہم نے!! سنجیدگی سے حدائق شاہ نے اسے کھڑے ہونے کا کہا۔ وہ مزید دیر نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ "کیا مسئلہ ہے۔ میں نے نہیں جانا نیچے کسی فنکشن میں! آپ چلے جائیں! مجھے تنگ مت کریں!! فائزہ شاہ نے دھیمے سے جھنجھلاتے ہوئے جواب دیا۔ اس کا لہجہ دھیما تھا لیکن الفاظ پورے پورے تھے۔۔ حدائق شاہ نے ابرو اچکاتے اسے دیکھا۔ جس کی آج پہلی مرتبہ اس کے سامنے زبان کھلی تھی۔ اتنے عرصے بعد نجانے کیوں حدائق شاہ کو اس میں پرانے والی فائزہ کی جھلک دکھی تھی۔ وہی ٹکا کر منہ پر جواب دینے والی فائزہ!! مجھے کوئی مسئلہ نہیں میری جان! لیکن میرے گھر والوں کو بہت مسئلے ہو جائے گیں اگر تم نیچے نہیں گئی تو۔۔ اس لیے اٹھو اور تیاری کرو۔ ہم دونوں مل کر نیچے جائے گیں۔ حدائق شاہ نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔ جبکہ فائزہ شاہ بیڈ کراؤن کے ساتھ لگی سامنے دیکھ رہی تھی۔ حدائق شاہ کے اس میری جان جیسے لفظ کی اب تو وہ عادی

ہونے لگی تھی۔ کوئی ایسی بات اس شخص کی نہیں ہوتی تھی جو یہ انسان اس لفظ کے بغیر کہہ دے۔۔ فائزہ شاہ تو اس کے لفظوں پر دھیان ہی نہیں دیتی تھی۔ لیکن پچھلے کافی عرصے سے ایک یہی لفظ تھا جو اسے ہمیشہ چبھتا تھا۔ لیکن وہ اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی۔اسی لیے خاموش ہی

رہتی۔۔ مجھے نہیں جانا۔۔ نظریں جھکائے ہی اس نے بھیگی سی آواز میں پھر سے دھیمے سے کہا۔۔ حدائق شاہ اس کی بھیگی آواز سنتے ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ مقابل کو رونے اور سونے کے علاوہ اور کچھ آتا ہی نہیں تھا۔ فائزہ تمھیں اس گھر میں آئے اچھا خاصا عرصہ ہو چکا ہے! میں ہر ممکن طریقے سے تمھیں ہر طرح سے سپورٹ کر رہا ہوں۔ تم ابھی تک کمرے سے باہر نہیں نکلی میں نے کچھ نہیں کہا۔ تم سارا دن اس بستر پر رہتی ہو میں کچھ نہیں بولتا۔۔ غرض میں یا میرے گھر والے تمہاری کسی بات پر اعتراض نہیں کرتے۔ تم جو مرضی کرتی ہو۔ لیکن میں یہ بلکل برداشت نہیں کروں گا کہ نیچے سارے خوشیاں منا رہے ہو اور تم اوپر اکیلی اسی بیڈ پر پڑی رہو! اٹھو اچھا سا تیار ہو اور میرے ساتھ چلو! یقین کرو اس معاملے میں

تمہارے آنسوں بھی مجھ پر کوئی اثر نہیں کرے گیں ! ! حدائق شاہ نے بیڈ پر اس سے ایک فاصلے پر بیٹھتے سنجیدگی سے کہا۔ وہ واقعی یہ بات بلکل برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ آج موقع تھا اچھا ہی تھا مقابل سب کے ساتھ ہنس بول کر بیٹھتی۔ ایک لمبا عرصہ ہو گیا تھا حدائق شاہ نے تو اسے ہلکا سا مسکراتے ہوئے بھی نہیں دیکھا تھا۔۔

"سب باتیں کریں گیں ! ! فائزہ شاہ نے آنسوں بہاتے دھیمے سے کہا۔ وہ ابھی تک صرف لوگوں سے بچنے کے لیے ہی باہر نہیں جاتی تھی۔ اسے لگتا تھا وہ باہر نکلے گی تو ہر کوئی اس پر ہنسے گا، ہر کوئی اس پر باتیں کسے گا۔ اس کے کردار کی دھجیاں اڑائے گا۔ بس ایک یہی خوف اسے سارا دن بستر پر رہنے پر مجبور کرتا تھا۔ ورنہ وہ ایک ورکنگ وومن رہ چکی تھی۔ سارا دن لیٹنا، بیٹھا اسے شبہ نہیں دیتا تھا۔ لیکن اب وہ مجبور تھی۔۔ زبان کاٹ کے ہاتھ میں دے دوں گا کسی کی ہمت بھی ہوئی تو تمہارے خلاف کچھ کہنے کی۔ کیوں بھول جاتی ہو تم اکیلی نہیں ہو۔ حدائق شاہ زندگی کے ہر موڑ پر تمہارے ساتھ کھڑا ہے۔ حدائق شاہ نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ اسے خود پر افسوس ہوتا تھا کہ وہ آج تک مقابل کا یہ ایک ڈر دور نا

کر سکا۔۔اٹھو شاباش میرا بچہ ! ! تم بہادر بنو جیسے شادی سے پہلے تھی۔اور یقین کرو میں پوری مہندی میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی تم سے دور نہیں جاؤں گا۔ تم چاہو تو اپنے پلو سے باندھ لینا مجھے۔ کوئی جیسے ہی کچھ کہنے لگے گا دونوں مل کے منہ توڑ دے گیں اس کا۔ لیکن پلیز ساتھ چل لو۔ میرے لیے نا سہی اپنے لیے ہی سہی ! ! حدائق شاہ نے ہلکا سا مسکراتے اسے پھر سے منانا چاہا۔۔ فائزہ شاہ میں محض ہلکا سا ہاں میں سر ہلایا۔ وہ جانے کے لیے مان گئی تھی۔ لیکن اس کی آنکھوں سے برسات ابھی بھی جاری تھی۔۔ میں کپڑے چینج کر کے نیچے جا رہا ہوں۔ کھانے کا انتظام سارا میں نے ہی دیکھنا ہے۔ تم بھی جلدی پہنچو نیچے۔۔ پھر ساتھ لان میں چلے گیں۔ آج ویسے بھی ساتھ ہیں سارے فنکشن۔ حدائق شاہ کہتے بیڈ سے کھڑا ہوا۔ اس کا ارادہ اب تیار ہونے کا تھا۔ وہ اگر ابھی نیچے نہیں جاتا تو دا جان سے اچھی خاصی ڈانٹ پڑ جاتی ! ! فائزہ شاہ نے اسے واشروم میں جاتے دیکھ سکون کا سانس لیا۔ اپنے دل پر جتنا بڑا پتھر رکھ کر اس نے حامی بھری تھی یہ تو اب وہی جانتی تھی۔ لیکن اب تو وہ حامی

بھر چکی تھی۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ دوسرے لمحے وہ بھی اپنا ڈریس سیلیکٹ کرنے کی غرض سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھی۔۔

خان ولا کے لوگوں کی مختلف بڑی بڑی گاڑیاں ایک ساتھ آتے شاہ ولا کے باہر رکیں!! وہ سب آج یہاں مہندی میں خصوصاً انوائٹڈ تھے۔ لیکن سب تھے سوائے رائنا خان اور عظمیٰ بیگم کے!! رائنا خان کو عدیل کی وجہ سے برہان خان خود یہاں نہیں لائے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے ان کی بیٹی کا عدیل شاہ سے سامنا ہو۔ جبکہ عظمیٰ بیگم ویسے ہی رائنا کے ساتھ رک گئی تھیں۔ انہیں ویسے بھی زیادہ تر ان سب کا شوق نہیں تھا۔۔ درفشاں آبان خان کے ہمراہ گاڑی سے اترتے اس کے ساتھ ہی آگے کی طرف بڑھی۔ کتنے عرصے بعد وہ آج اپنے گھر کو دیکھ رہی تھی۔۔ اس کی بہن کی شادی تھی لیکن پھر بھی آبان خان نے اسے یہاں نہیں آنے دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کے اگر درفشاں شادی میں بھی جانا چاہتی ہے تو ہر فنکشن میں وقت پر اس کے ساتھ ہی چلے! آج بھی وہ اپنی منمانی کرتے بلکل وقت پر اسے اپنے ساتھ

ہی لایا تھا۔ درفشاں آبان خان اس وقت زنک کلر کی میکسی میں ملبوس ساتھ گلے میں دوپٹہ اس طرح لٹکائے کہ اس کا سینا اچھے سے کور ہو رہا تھا۔ اور دوپٹہ بھی پہنا ہوا اچھا لگ رہا تھا۔ یہ اسے آبان خان نے ہی سیٹ کروایا تھا۔۔ بالوں میں کرل ڈال کر پیچھے سے کھلے چھوڑے جبکہ آگے سے ان کا کوئی ڈیزائن بنایا گیا تھا، آنکھوں پر گلٹری میک اپ کیے، ہونٹوں پر آبان خان کے پسندیدہ رنگ کی لپسٹک لگائے وہ بہت خوبصورت دکھ رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں چوڑیوں کے ساتھ ساتھ گجرے بھی تھے جو اسے آبان خان نے راستے سے دلوائے تھے۔ پیروں میں ہیل پہنے وہ اوور آل بہت حسین دکھ رہی تھی۔ آبان خان سفید رنگ کے کاٹن کی شلوار قمیض میں ملبوس ساتھ براؤن رنگ کی شال گلے میں ڈالے شہزادہ معلوم ہوتا تھا۔ خان فیملی نے سب نے ایک ساتھ اندر کی جانب اپنے قدم بڑھائے۔ پورا شاہ ولا برقی قمقموں سے دمک رہا تھا۔ کوئی ایسی نہیں جگہ نہیں تھی جہاں پھولوں پر لائٹس کی ڈیکوریشن نہ کی گئی ہو!!

عدیل شاہ نے خان ولا کے سارے لوگوں کو آتے دیکھ تھوڑا آگے ہوتے پھر سے ان سب کو ایک نظر دیکھا۔ یہاں سارے موجود تھے سوائے اس کی متاعِ جاں کے!! ایک وہی تھی جو عدیل شاہ کو نظر نہیں آرہی تھی۔۔ایک نظر سب کو دیکھتے عدیل شاہ کے سائڈ پر ہوتے فون نکالتے رائنا خان کا نمبر ڈائیل کیا۔ اسے رائنا خان کے یہاں نا آنے کی وجہ جاننی تھی۔ دوسری ہی بیل پر کال ریسیو کر کی گئی تھی۔ دوسری طرف رائنا خان کمرے میں بیٹھی جاگ ہی رہی تھی۔۔ آئی کیوں نہیں تم!! فون ریسیو ہوتے دیکھ عدیل شاہ نے فوراً ہی سوال داغا۔ کتنا انتظار تھا اسے رائنا خان کو تیار دیکھنے کا۔۔ بابا نے منع کر دیا۔ کہتے کوئی ضرورت نہیں ہے تمھیں جانے کی۔ یونیورسٹی تک تو جانے نہیں دے رہے مہندی میں کیا خاک لے کر آتے! ان کا اعتبار اٹھ گیا ہے مجھ پر سے!! دوسری طرف سے رائنا خان کی افسردہ سی آواز ابھری۔ وہ گھر میں کسی سے بھی بات نہیں کر رہی تھی۔ اور نہ ہی کوئی بھی اس سے بات کر رہا تھا۔ لیکن جو پابندیاں اس پر لگائی گئی تھیں وہ ماننا ضروری تھی کیونکہ برہان خان کا سختی سے حکم تھا۔۔ اچھا تم پریشان مت ہو!! میں آتا ہوں۔ یہاں بس

ایک گھنٹہ تھوڑا مہندی میں کام وغیرہ دیکھ لوں پھر آتا ہوں۔ تمہارے گھر والے تو آج لیٹ نائٹ تک یہیں ہونگے۔ میں بس ایک گھنٹے تک پہنچتا ہوں تمہارے پاس!! عدیل شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔اس کی وجہ سے مقابل پتہ نہیں خود پر کیا کیا سہہ رہی تھی۔۔۔ جلدی آیئے گا۔ماما ویسے بھی سو رہی ہیں پر مجھے ڈر بھی بہت لگ رہا ہے!! دوسری طرف سے رائنا کی آواز ابھری!! میرا بچہ ڈرو نہیں میں ایک گھنٹے تک آجاؤں گا۔اتنے تم ایک کام کرو کال پر رہو میرے ساتھ۔ میں کٹ نہیں کر رہا۔۔ عدیل شاہ نے کہتے ایئر پوڈز کان پر لگائے۔ ابھی کے لیے تو وہ یہی کر سکتا تھا۔۔ موبائل کو جیب میں رکھتے عدیل شاہ نے اپنے قدم آگے بڑھائے۔ کال چل ہی رہی تھی۔۔

نائرہ شاہ پارلر سے واپس آچکی تھی۔ وہ درفشاں کے ساتھ اس وقت کمرے میں موجود تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس کی اور ماہ دیر شاہ کی ایک ساتھ انٹری ہوتی۔۔ماہ دیر شاہ نے ابھی تک اسے دیکھا بھی نہیں تھا۔داجان نے ابھی ہی خان ولا کے لوگوں کو

آتے دیکھ اس کی جان چھوڑی تھی۔اور وہ اب تیار ہونے کے لیے اپنے کمرے میں گیا تھا۔ سارے مہمان آ چکے تھے۔ سبھی لوگ باہر لان میں رکھی کرسیوں پر بیٹھے مہندی سٹارٹ ہونے کے انتظار میں تھے۔۔

ماہ دیر شاہ تیار ہوتے اپنے کمرے سی باہر نکلا۔ وہ سفید رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس اوپر پیلے رنگ کی واسکوٹ پہنے بالوں کو جیل سے سیٹ کیے بہت خوبصورت دکھ رہا تھا۔ کچھ اس کے کے چہرے پر موجود مسکان اس کی وجاہت میں بھی مزید اضافہ کر رہی تھی۔۔ لاؤنج میں آتے ماہ دیر شاہ سائرہ بیگم کے پاس آتے کھڑا ہوا۔سائرہ بیگم اس سے سہی سے بات تو نہیں کرتی تھی لیکن پھر بھی اب وہ انہیں چھوڑ تو نہیں سکتا تھا نا!! "ماما آج کے دن تو ایسے مت کریں! بیٹا دلہا بن رہا ہے خوشی خوشی اسے دعائیں دیں۔ان نفرتوں میں کچھ نہیں رکھا۔۔ سائرہ بیگم کے پاس جاتے ماہ دیر شاہ نے زبردستی انہیں اپنے ساتھ لگاتے کہا۔۔ "میری دعائیں تو ساری تم چاروں کے لیے ہی ہیں۔ یہ تو تم چاروں ہی مجھے بھول گئے۔ ورنہ ماں تو

اپنی اولاد کے لیے اچھا ہی سوچتی ہے!! سائرہ بیگم نے بھیگے سے لہجے میں شکوہ کیا۔ آخر کو وہ ماں تھی۔ دوسروں کے معاملے میں جو بھی ہو جائے لیکن اپنی اولاد اپنی ہی ہوتی ہے۔۔ کوئی بھی نہیں بھولا آپ کو ماما۔ ہم سب ہی آپ کے ساتھ ہیں۔ آپ کی اولاد کے دلوں میں اتنی محبت ہے آپ کے لیے کہ کوئی بھی اور آجائے آپ کی محبت کم نہیں ہو سکتی۔۔ حدائق شاہ جو خود بھی اسی طرف کھڑا تھا اس نے سائرہ بیگم کو ماہ دیر سے دور کرتے اپنے حصار میں لیا۔ نجانے آج کتنے عرصے بعد وہ اپنی ماں کے گلے لگ رہا تھا۔۔ تم تو رہنے ہی دو حدائق۔ جتنی تکلیف تم نے مجھے دی ہے میں کبھی نہیں بھول سکتی۔ میں نے اگر غصے میں رشتے ختم کر بھی دیے تھے تو تم نے خود ایک مرتبہ بھی میرے کمرے میں آکر مجھے منانا ضروری نہیں سمجھا۔ کتنی محبت ہے ماں کے لیے تمھارے دل میں جانتی ہوں میں!! سائرہ بیگم نے دوپٹے کے پلو سے اپنے آنسوں صاف کرتے حدائق شاہ کی طرف دیکھتے شکوہ کناں انداز میں کہا۔ اچھا چھوڑیں بس کریں۔ اب میں معافی مانگتا ہوں آپ رونا تو بند کریں!! حدائق شاہ نے ان کے ماتھے پر لب رکھتے کہا۔ وہ یہاں واقعی غلطی پر تھا۔ ایک مرتبہ بھی

وہ سائرہ بیگم کو منانے ان کے کمرے میں نہیں گیا تھا۔ تم سب خوش رہو بس یہی تو چاہتی تھی میں! میرا کیا ہے آج ہوں کل کو مر جاؤں کسی کو کیا پتہ! میں تو صرف چاہتی تھی کہ تم لوگ خوش رہو۔ اور تم سب نے اپنی ماں کو ہی برا بنا دیا۔ سائرہ بیگم کے شکوے رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔ سوچ سمجھ کر بولا کریں ماما۔ آپ کو ہماری بھی عمر لگ جائے! ہیر شاہ نے سائرہ بیگم کے مقابل آتے خفگی سے کہا۔ سائرہ بیگم کو روتا دیکھ وہ خود بھی رونے لگی تھی!! ہاں اب تم ٹینکی بہانہ شروع کر دو!! خدا کا خوف کرو کچھ یار میری شادی ہے آج۔ خوشی کا موقع پر آپ دونوں رو رہی ہیں!! ماہ دیر شاہ نے ہیر کے پاس جاتے اسے اپنے حصار میں لیا۔ جبکہ ہاتھ سے وہ اس کے آنسوں صاف کر رہا تھا۔ "بھائی آپ شادی کے بعد حدائق بھائی کی طرح بدل تو نہیں جائے گیں نا؟؟ ہیر شاہ نے سوں سوں کرتے ماہ دیر کی طرف دیکھتے پوچھا۔ "اوہ بہن کوئی نہیں بدلا میں! کیا میرے سر پر سینگھ آگئے ہیں؟ حدائق بھائی کی طرح بدل جاؤ گے۔ عجیب میرا نام لینا ضروری ہے!! ماہ دیر شاہ کے کچھ بولنے سے پہلے ہی حدائق شاہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے گھورتے ہوئے

کہا۔۔ "ہاں نا آپ بدل گئے ہیں بہت! ہیر شاہ ابھی بھی اپنی بات پر قائم تھی۔۔ مجھے لگتا ہے یہ ماما کے کان بھی تم ہی بھرتی ہو!! حدائق شاہ نے مصنوعی شق کی نگاہوں سے اسے دیکھتے تنگ کیا۔ وہ ایسے ہی اس سے پنگے لے رہا تھا۔ جانتا جو تھا کہ یہ بہت جلدی چڑ جاتی ہے۔ ماما دیکھ لیں بھائی کو!! اور اس کی عین توقع کے مطابق ہوا تھا۔ حدائق میں منہ توڑ دوں گی تمھارا۔۔ سائرہ بیگم نے حدائق شاہ کے کان مروڑتے اسے ڈپٹا۔ ماما درد ہو رہا ہے یار!! حدائق شاہ نے مصنوعی کراہ بھرتے ان سے اپنا کان آزاد کروانا چاہا۔۔ لیکن سائرہ بیگم نے زور سے پکڑا ہوا تھا۔ حدائق شاہ نے ان سے اپنا کان چھڑوانے کی کوشش کرتے اپنا رخ بدلا۔ اور سامنے دیکھتے وہ اچانک ہی جیسے فریز ہو گیا تھا۔ ہر قسم کی حرکت رک چکی تھی۔ جبکہ آواز گلے میں ہی اٹک گئی تھی۔ سامنے سے ہی وہ اپسرا اشنا خان کے ساتھ اس کا ہاتھ تھامے سیڑھیوں سے نیچے اُتر رہی تھی۔۔ حدائق شاہ مسمرائز ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ پلکیں تک جھپکنا بھول چکا تھا۔ اِرد گرد کون ہے اسے بھول چکا تھا۔۔

فائزہ خان اس وقت پستہ گرین اور پیلے رنگ کے گرارا کرتی میں ملبوس ساتھ اور گنزا کا دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔۔اس کے لمبے گھنے بال کمر پر کھلے چھوڑے ہوئے تھے، جبکہ آنکھوں میں کاجل کی ہلکی سی تہہ لگاتے ساتھ پلکوں پر مسکارا لگایا ہوا تھا۔اس کی رنگت ویسے ہی بے تحاشا صاف تھی۔اسے کسی بیس کی ضرورت تھی ہی نہیں۔ تبھی صرف گالوں پر بلشن لگایا گیا تھا۔ہونٹوں پر نیوڈ کلر کی لپسٹک لگائے۔ جبکہ جویلری کے نام پر اس نے صرف کانوں میں جھمکے بہنے ہوئے تھے۔۔وہ اس تیاری میں بھی آسمان سے اُتری ہوئی کوئی حور معلوم ہو رہی تھی۔ حدائق شاہ سہی ہی کہتا تھا فائزہ شاہ اپنے آپ میں ایک قیامت ہے!! حدائق شاہ بنا لکھیں جھپکائے اسے نہارنے میں مصروف تھا۔جو آج اتنی خوبصورت لگ رہی تھی کہ حدائق شاہ کا دل ایک لمحے کے لیے اچھل کے حلق میں آ چکا تھا۔۔سائرہ بیگم نے حدائق شاہ کو یک ٹک سامنے دیکھتا پا کر خود بھی سامنے دیکھا۔اور اگلے ہی لمحے ان کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔آج فائزہ شاہ بھی مہندی میں شرکت کرے گی یہ بات انہیں کچھ حزم نہیں ہو رہی تھی۔اور دوسری چیز جو انہیں چبھی تھی وہ یہ کہ یہ

لڑکی ٹھیک کیسے ہو گئی! جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا سائرہ بیگم روز اس کے مرنے کے خواب دیکھتی تھیں!! "ماما چھوڑیں!! حدائق شاہ نے بنا ان کی طرف دیکھے ان کی ہلکی گرفت سے اپنا کان آزاد کروایا۔ دوسرے لمحے وہ بغیر پیچھے دیکھے سامنے کی طرف چل دیا تھا۔ آج پہلی مرتبہ وہ فائزہ شاہ کو اس حلیے میں دیکھ رہا تھا۔ اور اسے محسوس ہوا تھا کہ آج اسے فائزہ شاہ سے ایک نئے سرے سی محبت ہو گئی تھی۔۔ نیچے اترتے فائزہ شاہ نے کنفیوز سا اِدھر اُدھر دیکھا۔ اشنا کو زاویار شاہ بلا چکا تھا وہ اسی کی بات سننے چلی گئی تھی۔ فائزہ کو لگ رہا تھا کہ وہ لاؤنج میں اکیلی ہے۔ اس نے ابھی تک

سامنے کافی فاصلے پر کھڑے لوگوں کو جو نہیں دیکھا تھا۔

ماشاءاللہ! اس کے پاس پہنچتے حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ دور سے وہ جتنی خوبصورت دکھ رہی تھی۔ پاس آنے پر وہ اس سے زیادہ حسین معلوم ہو رہی تھی۔ حدائق شاہ نے بے ساختہ ہی دل سے ماشاءاللہ بولا۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں اس کی خود

کی نظر ہی نہ لگ جائے!! فائزہ شاہ اسے دیکھتی تھوڑا گڑبڑائی۔ دوسرے لمحے وہ تھوڑا سا خود میں سمٹی تھی۔۔ درفشاں جو یہیں سے گزر رہی تھی ان دونوں کو آمنے سامنے کھڑے دیکھ وہ انہی کی طرف بڑھی۔ حدائق شاہ کا ماشاءاللہ بولنا وہ سن چکی تھی۔ تبھی اسی طرف بڑھی!! "ایسے نہیں، ایسے ماشاءاللہ!! اب لگ رہی ہے چاند سورج کی جوڑی!! حدائق شاہ کو بازو سے پکڑتے بلکل فائزہ شاہ کے ساتھ کھڑا کرتے درفشاں نے ایکسائٹیڈ سے انداز میں باقاعدہ ہاتھ سے ان دونوں کی نظر اتارتے کہا۔ واقعی میں ان دونوں کا کپل

"Made for each other"

والا معلوم ہو رہا تھا۔ حدائق شاہ نیچے منہ کرتے بری طرح مسکرایا۔ وہ بلش کر رہا تھا۔ حدائق شاہ واقعی میں بلش کر رہا تھا۔ اس کے گالوں پر لالی واضح تھی۔ فائزہ شاہ سنجیدگی سے ایک نظر درفشاں کی طرف دیکھتے حدائق شاہ سے تھوڑا سا دور ہٹی!! درفشاں نے تو بلکل چپکا کر کھڑا کر دیا تھا اس کے ساتھ حدائق شاہ کو۔۔ "میں جاؤں باہر؟ فائزہ شاہ نے کنفیوز سے انداز میں حدائق شاہ سے پوچھا۔ وہ بس یہاں

سے جانا چاہتی تھی!! اہمم!! بڑا تم نے ڈرا کر رکھا ہوا ہے بچی کو۔ باہر جانے کے لیے بھی تم سے پوچھ رہی ہے۔ حدائق کچھ شرم کرو!! درفشاں نے اسے مصنوعی گھورتے کمر کے اطراف میں ہاتھ رکھتے حدائق شاہ کو کہا۔ جس طرح فائزہ شاہ پوچھ رہی تھی اسے تو یہی لگا تھا۔۔ "میں نے ڈرا کر نہیں اس نے مجھے ڈرا کر رکھا ہوا ہے۔ابھی باہر جانے کا پوچھ ضرور رہی ہے۔ لیکن اس کے پیچھے بھی وارننگ ہے کہ شرافت سے میرے ساتھ چلو!! بھئی اب میں ٹھہرا شریف بندہ!! بیوی کی ساری باتیں چپ چاپ سن لیتا ہوں!! حدائق شاہ نے منہ بناتے کہا۔ یہ سراسر اس پر الزام تھا۔ جبکہ فائزہ شاہ کے چہرے کے ایکسپریشنز بلکل نارمل تھے۔ لیکن دل میں وہ حدائق شاہ پر غصّہ کرنا بلکل نہیں بھولی تھی۔ اگر وہ ذرا بھی حدائق شاہ کے ساتھ فری ہوتی تو یقیناً اس کا سر دیوار میں مار دیتی!! جھوٹا کہیں کا۔ بات تک تو میں اس سے کرتی نہیں حکم کیا خاک چلاؤں گی۔ فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی دل میں سوچا۔ جبکہ زبان سے کچھ نہیں بولا تھا۔۔ "بعد میں میرا سر دیوار میں مار لینا۔ ابھی چلو باہر!! حدائق شاہ نے اپنی ہنسی روکتے اس کا ہاتھ پکڑتے اپنے قدم باہر کی طرف

لیے۔ جبکہ فائزہ شاہ نے تھوک نگلتے حیرت سے اسے دیکھا۔ کیا وہ کوئی نجومی تھا؟ جو اس کے دل کی بات آسانی سے جان گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں لگی تھی۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ وہ تو بس ایک عاشق تھا۔ محبوب کے دل کی آواز جو آسانی سے سن سکتا تھا۔۔

ماہ دیر شاہ مسکراتے ہوئے اسٹیج پر بیٹھا تھا۔ اس نے ابھی تک نائرہ شاہ کو نہیں دیکھا تھا۔۔ پہلے دا جان اور پھر سائرہ بیگم اس سب میں وہ نائرہ کے پاس جا ہی نہیں سکا تھا۔۔ لیکن ابھی بس نائرہ کو اندر سے لا ہی رہے تھے۔ وہ تھوڑی دیر تک دیکھ ہی لیتا اسے!! جتنی بری طرح فائزہ کو دیکھنے کے لیے اس کا دل مچل رہا تھا اتنی ہی زیادہ لیٹ ہو رہا تھا۔۔ سامنے سے اشنا شاہ اور درفشاں خان کے ہمراہ نائرہ شاہ کو آتے دیکھ ماہ دیر شاہ کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔ نائرہ شاہ پیلے اور اورنج کلر کے کاہبہ مینیشن لہنگے کرتی میں ملبوس سر پر اچھے سے دوپٹہ سیٹ کیے، بالوں میں کرل ڈال کر انہیں کھلا چھوڑا گیا تھا۔ مہندی سے لبریز ہاتھوں میں بھر بھر کر چوڑیاں پہنی

گئی تھیں۔ جبکہ ماتھے پر بندیاں، کانوں میں ہیوی جھمکے، اور گلے میں چوکر پہنے وہ حسین تھی اور حسین دکھ بھی رہی تھی۔۔ میک اپ آج کے دن اس کا بہت سمپل سا کیا گیا تھا۔ صرف آنکھوں میں شیڈ لگاتے، گالوں پر بلشن اور ہونٹوں پر لپسٹک ہی لگائی گئی تھی!! ماہ دیر شاہ نے خود ہی اسے سمپل سا میک اپ کروانے کو کہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ نائرہ شاہ اسے سادگی میں زیادہ پسند ہے!! نائرہ شاہ سامنے سے قدم قدم چلتی اس کے نزدیک آرہی تھی۔ اور حدائق شاہ کو لگ رہا تھا جیسے ٹھنڈی ہوائیں چلنا شروع ہو گئی ہو۔ آخر کوئی اتنا خوبصورت کیسے دکھ سکتا تھا۔۔ حدائق شاہ، زاویار شاہ اور معاذ شاہ نے مل کر آسمان میں آتش زدگی کرنی شروع کر دی تھی۔ فضا مختلف پٹاخوں اور شرلی کی آواز سے مہک اٹھی تھی۔۔ ہر طرف ہی جیسے بہت زیادہ شور سا اٹھ گیا تھا۔ آبان خان جو خود بھی انہی کی طرف کھڑا تھا۔ سارے لڑکے اسی طرف کھڑے تھے۔ کچھ آتش بازی میں مصروف تھے اور کچھ ساتھ کھڑے بس دیکھ رہے تھے۔۔ آبان خان نے مسکراتے ہوئے اپنی جیب سے پستول نکالی۔ ایک نظر احتیاطی طور پر اس نے اِرد گرد ڈالنی بلکل نہیں بھولی تھی۔

اسے کسی کا کوئی خوف نہیں تھا۔ سوائے اپنے باپ کے جنہیں اگر پتہ چل جاتا تو سب کے سامنے اسے جوتیاں مارتے!! دوسرے لمحے وہ بنار کے آسمان میں ہوائی فائر کرنے لگا تھا۔ "واہ اوئے اصل انتظام تو تیرے پاس ہے!! عدیل شاہ نے مسکرا کر کہتے پٹاخوں کو چھوڑتے خود بھی اپنی جیب سے پستول نکالی!! عدیل!! فون ابھی تک چل رہا تھا۔ رائنا خان کال پر ہی تھی۔ "تھوڑی سی کروں گا بس!! عدیل شاہ نے دھیمے سے کہتے خود بھی آسمان میں ایک ساتھ کئی فائر کیے!! رائنا خان کے اپنا نام لینے کا مقصد وہ بہت اچھے سے سمجھ گیا تھا۔ اور پھر ان دونوں کو دیکھتے ہی دیکھتے سبھی اپنی اپنی پستول نکال چکے تھے!! شریف تو اُن میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔ ہر کسی کے پاس اپنی پستول تھی اور سب کی جیبوں میں ہی موجود تھی۔۔ لان کے ایک سائڈ اور کھڑے وہ سب اندھا دھند فائرنگ کرنے میں مگن تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہاں کوئی مقابلہ چل رہا ہو۔۔ فضا گولیوں کی تھرتھراہٹ سے بری طرح گونج اٹھی تھی۔ ان کے ساتھ ساتھ ماہ دیر شاہ اور باقی سب کے دوست بھی حصہ لے چکے تھے!!

ماہ دیر شاہ مسکراتے اسٹیج سے اترتے نائرہ شاہ کو اپنے ہمراہ لیے اسٹیج پر چڑھا۔ داجان اور باقی سب بھی اسٹیج پر ہی آ چکے تھے۔ سب لوگ اس حسین جوڑے کو رشک بھری نگاہوں سے تو کوئی حسد بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں ساتھ بیٹھے لگ ہی اتنے حسین رہے تھے!! ماشاءاللہ نذر نا لگے تم دونوں کو!! نوین بیگم نے ڈھیروں نوٹ ان دونوں کے سروں سے وارتے مسکراتے ہوئے دعا دی!! کچھ گانوں کا شور اور کچھ فائرنگ کا، اس کی وجہ سے انہیں بہت اونچا بولنا پڑ رہا تھا۔ ورنہ پاس بیٹھے بندے کو بھی آواز نا پہنچتی۔ اس قدر لان میں اس وقت لڑکوں نے شور مچایا ہوا تھا۔۔ خوشی کا موقع تھا فلحال۔ اسی لیے داجان ان میں سے کسی کو بھی کچھ نہیں کہہ رہے تھے!! حلانکہ انہیں فائرنگ کرتے وہ دیکھ چکے تھے۔۔ میرا نام نہیں لکھا مہندی پر؟؟ ماہ دیر شاہ نے اپنے ساتھ بیٹھی شریک حیات کا ہاتھ تھامتے محبت سے پوچھا۔ اس کے مہندی سے لبریز ہاتھ اس وقت ماہ دیر شاہ کو بے حد خوبصورت لگ رہے تھے!! لیکن وہ اس مہندی میں اپنا نام ڈھونڈنے کی کوشش

کر رہا تھا۔۔ خود ڈھونڈیں گیں آپ!! میں تو نہیں بتاؤں گی۔۔ نائرہ شاہ نے نظریں جھکائے دھیمے سے جواب دیا۔اوکے پھر تو تسلی سے ڈھونڈنا پڑے گا۔ایک کام کرنا مہندی سے فارغ ہو کر چھت پر چلے گیں!! پھر ڈھونڈ دوں گا۔۔ماہ دیر شاہ نے شرارت سے کہتے اسے چھیڑا۔وہ جانتا تھا نائرہ شاہ اس کے لیے کبھی بھی نہیں مانے گی۔۔", کبھی نہیں!! کل ڈھونڈ لیجئے گا۔میں کونسا کہیں جا رہی ہوں!اور اس کی توقع کے عین مطابق اپنے ہاتھ پیچھے کھینچتے وہ صاف انکار کر گئی تھی۔۔ بھلا اس نے چھت پر جا کر پھنسنا تھوڑی تھا۔ماہ دیر شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔سب بڑوں کو اسٹیج پر آتے دیکھ ماہ دیر شاہ سیدھا ہوتے بیٹھا۔خان ولا کے اور ان کے گھر کے سارے بڑے ساتھ آ رہے تھے!

حدائق شاہ جو سب کے ساتھ ایک طرف کھڑا تھا سارے بڑوں کو ایک ساتھ دیکھتے اس نے سر جھٹکا۔۔مجھے لگتا ہے کہ ہماری شادیوں کے ٹائم ہی ان لوگوں کو ساری دشمنی یاد آتی ہے!!اب دیکھ کیسے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر دونوں دا جان کیسے اسٹیج پر جا

رہے ہیں!! اپنے ساتھ کھڑے آبان خان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے حدائق شاہ نے سامنے نظریں جمائے کہا۔ آبان خان کی نظر بھی یکلخت ہی سامنے کی طرف اٹھی تھی۔۔ہاں نا میں بھی کبھی کبھی یہی سوچتا ہوں۔اب ان سب کو کچھ نہیں ہو رہا۔ ابھی ہم سے کوئی شاہ ولا کی لڑکی سے شادی کی بات کر دے یہاں سب کو مرچے لگ جائے گیں!! آبان خان نے بھی سنجیدگی کے ساتھ اس کی بات سے اعتراف کیا۔ اور کیا ایسے ہی تمہاری بہنوں کی وجہ سے مجھے اور عدیل کو جوتیاں پڑی تھیں۔۔ حدائق شاہ نے سامنے دیکھے افسردہ سے انداز میں کہا۔اسے وہ جوتی نہیں بھولی تھی ابھی تک!! آبان خان نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔ پیار اور جنگ میں جوتیاں کھانی ہی پڑتی ہیں!! دوسرے لمحے وہ اپنا ہی ڈائیلاگ نکال لایا تھا۔۔ حدائق شاہ کے چہرے پر بے اختیار ہی مسکراہٹ گہری ہوئی۔سب جان گئے تھے کہ وہ فائزہ سے بے پناہ محبت کرتا ہے!! "اوہ شٹ!! فائزہ کا خیال آتے حدائق شاہ نے بے ساختہ ہی اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ وہ اس سے وعدہ کر کے نیچے لایا تھا کہ مسلسل اس کے ساتھ رہے گا۔اور اب حدائق شاہ لڑکوں کے ساتھ اس قدر

مصروف ہوا کہ اسے دھیان ہی نہیں رہا تھا۔۔ آبان خان کے کندھے سے ہاتھ ہٹاتے حدائق شاہ نے اپنے قدم آگے بڑھانے چاہے!! اس کا ارادہ فائزہ کو دیکھنے کا تھا۔۔ وہ ابھی آگے بڑھتا کہ آبان خان نے اسے بازو سے تھامتے روکا۔ حدائق شاہ نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔۔ "سامنے ہی میری بیوی اور اشنا کے ساتھ کھڑی ہے! اندھے آنکھوں سے دیکھ تو لے!! میں نے درفشاں سے کہہ دیا تھا کہ فائزہ کے ساتھ ساتھ رہے بے فکر رہ!! آبان خان نے واپس سے اسے کھینچتے اس کی توجہ سامنے کروائی۔ جہاں فائزہ شاہ سنجیدگی سے اشنا اور درفشاں کے ساتھ بیٹھی کسی غیر مرئی نکتے کو گھور رہی تھی۔ شاید وہ یہاں بور ہو رہی تھی!! حدائق شاہ نے اسے دیکھتے سکون کا سانس لیا۔ اسے لگا تھا کہیں مقابل واپس اندر نا چلی گئی ہو!!

حدائق عدیل تم سب بھی جاؤ جا کر رسم کر لو!! نوین بیگم نے عدیل شاہ اور باقی سب لڑکے جہاں کھڑے تھے ان لوگوں کے پاس آتے مسکراتے ہوئے کہا۔۔

سب بڑے رسم کر چکے تھے اب سنگسٹرز کی باری تھی۔۔آپ چلیں ہم آرہے ہیں سب!! حدائق شاہ نے مسکراتے انہیں جانے کا کہا۔ان سب کے دوست باہر کی طرف چلے گئے تھے۔ جبکہ یہاں صرف خان ولا کے لڑکے یا پھر وہ سب خود کھڑے تھے۔ جلدی آؤ سب!! نوین بیگم کہتی واپس آگے کی طرف بڑھیں!! جبکہ ان کے پیچھے ہی تمام لڑکے بھی رسم کے لیے آگے بڑھ گئے تھے! اسٹیج کے پاس پہنچتے ماہ دیر شاہ کی آواز پر ان سب کے قدم رکے!! ایسے کیا گھوڑوں کی طرح آرہے ہو۔ کپل کپل کر کے آؤ یار۔۔ ماہ دیر شاہ نے مسکراتے ہوئے ان سب کو ساتھ آتے دیکھ ٹونٹ ماری!! ویسے بات تو سہی ہے!! درفشاں!! آبان خان نے کہتے سامنے ہی کھڑی درفشاں کو آواز لگائی۔۔"اوہ بھائی یہاں سنگل بھی ہیں۔ ہم کہاں جائے گیں!! بالاج خان نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔اب ان لوگوں کے پاس بیوی نہیں تھی تو وہ کہاں سے لاتے!! تم سب کے سب ڈوب کے مر جاؤ۔ سوائے راحیل کے!! آبان خان نے راحیل کے کندھے پر ہاتھ رکھتے مسکراتے ہوئے ان سب کو کہا۔۔ راحیل کو نکالنا وہ بلکل بھی نہیں بھولا تھا۔۔ تم دونوں سچ

میں بھائی ہی ہو نہ!! میری بہن کو دھوکا تو نہیں دے رہا تو؟؟ زاویار شاہ نے شکی نظروں سے آبان خان اور راحیل کو دیکھتے طنز کیا۔ آبان خان فوراً سے پہلے اس کے کندھے سے ہاتھ ہٹاتے پیچھے ہوا تھا۔ زاویار شاہ کی بات کا مطلب راحیل خان سے پہلے اس کی سمجھ میں آیا تھا۔۔ "تھو ہے تیری سوچ پر!! جتنا گندا دماغ اتنی ہی گندی سوچ!! آبان خان تو بھڑک ہی اٹھا تھا۔ مطلب اب بھائی کے کندھے پر ہاتھ رکھنے سے بھی لوگ انہیں شک سے دیکھ رہے تھے!! جبکہ باقی سب لوگ ہنسنے میں مصروف تھے۔ آبان خان کا غصے سے سرخ چہرہ ان لوگوں کو مزہ دے رہا تھا۔۔ "آپ نے بلایا؟ درفشاں نے آبان خان کے پاس آتے اسے یاد دلوایا۔۔ ہاں چلو رسم کرتے ہیں!! اور تم بی بی اپنے شوہر کا دماغ سیٹ کر دو۔ میں نے کیا تو ہڈیاں ٹوٹ جائے گیں اس کی!! درفشاں کا ہاتھ پکڑتے آبان خان نے اس کے ساتھ ہی کھڑی اشنا شاہ کی طرف دیکھتے کہا۔ آج بہت عرصے بعد ان کی ملاقات ہو رہی تھی۔ اور آبان خان کا لہجہ آج بھی ویسے ہی تھا۔۔ "ہاتھ تو لگا کر دکھائیں!! میرے بندے نے تو جیسے چوڑیاں پہنی ہوئی ہیں!! اشنا نے بھی اسے گھورتے اسی کے انداز

میں کہا۔اب وہ ان کے گھر میں نہیں رہ رہی تھی جو چپ چاپ آبان خان کی باتیں سنتی!! پہلی مرتبہ آبان خان کے سامنے اس کی زبان کھل ہی گئی تھی۔آبان خان نے ابرو اُچکاتے اسے دیکھا۔جیسے اسے یقین نہ آیا ہو کہ یہ اسے اشنا شاہ نے ہی کہا ہے!! "چیونٹی کے بھی پر نکل آئے ہیں! آبان خان نے تمسخراتے سے انداز میں کہا۔۔راحیل خان جو خاموشی سے پیچھے کی طرف اپنے قدم بڑھا رہا تھا۔آبان خان نے فوراً ہی اس کا بازو تھاما۔اشنا کے سامنے آتے ہی اس کی بھاگنے کی گندی عادت آبان خان کو زہر لگتی تھی۔۔"خیال کیجئے گا اب یہی چیونٹی آپ جیسے ہاتھی پر بھاری ناپڑ جائے!!" دوبدو ٹکا سا جواب آیا تھا۔راحیل خان سمیت سب کے چہروں پر ہنسی کی جھنکار گونجی۔"یہ چیز میری شیرنی!! زاویار شاہ نے مسکرا کر کہتے اس کے گرد نرمی سے اپنے بازو باندھے!! دوسرے لمحے وہ آبان خان کو چڑانے والے انداز میں دیکھتے اشنا شاہ کو اپنے ساتھ لیے اسٹیج پر چڑھا۔اور کوئی تو رسم کر نہیں رہا تھا۔تو پہلے وہی دونوں کر لیتے!!

کیا ملتا ہے تُجھے اس معصوم سی بچی کو تنگ کر کے ؟اب کر والی ناعزت۔ سکون مل گیا ہو گا تُجھے ! ! راحیل خان نے مسکراتے آبان خان کی طرف دیکھتے کہا۔ تو تو چپ ہی رہ ! ! کہاں بھاگ رہا تھا تو؟ وہ سامنے آجاتی ہے اور تیری ساری ہمت ہوا ہو جاتی ہے۔ نظریں اٹھا کر تو تو اسے دیکھ نہیں پاتا۔ سالے موو آن کرنا سیکھ۔ اپنی زندگی میں بہت خوش ہے یہ لڑکی۔ دیکھا نہیں تھا جیسے اطمینان سے کہہ رہی تھی میرا بندہ ! ! آبان خان نے اسے گھورتے ہو گئے ڈپٹا۔ راحیل خان اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ سہی ! ! راحیل خان کی طرف سے محض یک لفظی جواب آیا تھا۔ اب وہ اسے کیا ہی اپنے دل کی کیفیت بتاتا۔ جو اشنا شاہ کو بھول ہی نہیں پاتا تھا۔۔

اسٹیج پر اس وقت کافی رونق لگی ہوئی تھی۔ ہنسی خوشی میں سارے کپلز اور سنگل سب ایک ساتھ ہی رسم کر رہے تھے ! ! فضا میں ان سب کے قہقہوں کی گونج گھوم رہی تھی۔ اور سامنے بیٹھے دا جان مسکراتے ہوئے ان بچوں کو دیکھ رہے تھے ! ! حدائق شاہ، عدیل شاہ اور آبان خان ملتے ماہ دیر شاہ کا پورا منہ مہندی سے

بھر چکے تھے ! جبکہ ان کے مقابلے میں لڑکیاں پھر نائرہ شاہ کی تمیز سے مہندی لگا رہی تھیں۔۔آبان میں گانے چینج کروا رہا ہوں چل ڈانس کرتے ہیں ! ! حدائق شاہ نے ٹیبل اور رکھی پلیٹ سے گلاب جامن اٹھاتے اپنے منہ میں رکھتے کہا۔بجائے ماہ دیر شاہ کو کھلانے کے وہ خود کھا چکا تھا۔ماہ دیر شاہ نے اس کی طرف دیکھتے دانت پیسے ! ! وہ منہ بھی کھولنے لگا تھا۔"تُجھے لگتا ہے میں اتنا بیغیرت ہوں کہ اپنے ہی سسرال میں ڈانس کروں گا۔بھائی میری کوئی عزت ہے ! تم سب کرو ڈانس میں بس دیکھوں گا۔آبان خان نے کرسی سے ٹیک لگاتے صاف انکار کیا۔بھلا اب وہ اپنے سسرال والوں کے سامنے اپنا امیج خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔حدائق شاہ ابرو اچکا کر اسے دیکھتے راحیل خان کا ہاتھ تھامے اسٹیج سے نیچے اترا۔اس کے پیچھے ہی عدیل شاہ بھی اسٹیج سے اُترا تھا۔دیکھتے ہی دیکھتے معاذ شاہ،اکشم خان،زاویار شاہ، اور تو اور انہوں نے ماہ دیر شاہ کو بھی نہیں چھوڑا تھا۔وہ سب اسٹیج سے نیچے اترتے فلور پر پہنچ چکے تھے۔سوائے بالاج خان اور آبان خان کے ! ! ان دونوں کو ہی اپنی

عزت بہت پیاری تھی۔۔ اسٹیج پر اب صرف وہی دونوں رہ گئے تھے۔ سب لڑکیاں کرسیوں پر بیٹھی مسکراتے ہوئے اپنے اپنے والے کو دیکھ رہی تھیں۔۔

اور اگلے ہی لمحے حدائق شاہ نے فل تیز آواز کرتے گانا لگایا۔ گانوں کے معاملے میں بلکل بھی اس کی چوائس ایسی نہیں تھی۔ لیکن آج پتہ نہیں اسے کیا ہوا پڑا تھا۔۔

"انگڑائیاں لیٹی ہوں میں جب زور زور سے"

دوسرے لمحے گانوں کے بول کے حساب سے حدائق شاہ ایک زوردار انگڑائی لیتے فلور پر آیا۔ اس کی انٹری پر ہی سب کے قہقہے گونج اُٹھے تھے!

"تو آہ کی آواز ہے آتی ہے رور سے"

عدیل شاہ ساتھ ہی ایک آہ ہی آواز نکالتے فلور پر آیا۔ اس کی بیوی کال پر ہی اس کی ساری حرکتیں سن رہی تھی۔ کال چل ہی رہی تھی۔۔

"میں تو چلوں اس قدر"، کہ مچ جائے رے غزل"

ان بول پر معاذ شاہ اور اکشم خان حاضر ہوئے تھے۔ وہ کمر کے اطراف کو ہلاتے اس طرح سے آئے تھے کہ ایک مرتبہ پھر سب کے قہقہوں کی گونج فضا میں چھائی۔

"ہوش والے بھی مدہوش آئے گیں نظر"

راحیل خان نے آتے ان بول پر اپنا اسٹیپ دکھایا۔

"میرے فوٹو کو"

حدائق شاہ مسکراتے ہوئے بالاج خان کی طرف بڑھا۔

"میرے فوٹو کو سینے سے یار، چپکا لے سیاں فیویکول سے"

بالاج خان کی طرف بڑھتے حدائق شاہ نے اس کے سینے پر ہاتھ پھیرتے ایک ادا سے کہا۔ ساتھ ساتھ وہ گانے کی لپسنگ بھی کر رہا تھا۔ "استغفراللہ پیچھے ہٹ چھچھورے انسان!! بالاج خان نے ہڑبڑاتے ہوئے اسے خود سے دور کرنا چاہا۔۔ سب ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوئے پڑے تھے۔ گانا چل رہا تھا اور حدائق شاہ مسلسل بالاج خان کے ساتھ لپٹے اس پر ڈورے ڈال رہا تھا۔

"میں تو کب سے ہائے, میں تو کب سے ہوں ریڈی تیار"

"پٹالے سیاں مس کال سے"

ان بول پر زاویار شاہ نے آبان خان کے پاس جاتے اسے آنکھ ونک کرتے فون کا اشارہ کیا۔۔ آبان خان گڑبڑاتے ہوئے اس سے دور ہوا۔ ان سب کو بغیر پیے ہی چڑھی ہوئی تھی۔۔ تمام لوگوں کا ہنس ہنس کر برا حال ہوا پڑا تھا۔ سب لوگ آج ان شاندار مردوں کو جنہیں وہ ہنستا ہوا بھی کبھی کبھی دیکھتی تھیں آج اتنا خوش دیکھ رہی تھیں۔ وہ سب کو اگنور کیے سارے کے سارے بس اپنی ہی مستی میں گم تھے!!

"لوگ کہتے ہیں مجھے میں تو ہوں نمکین بٹر!!"

آبان خان کو بازو سے پکڑ کر اپنے نزدیک کرتے راحیل خان نے ایک ادا سے کہا۔
اسے ہنسی بھی آرہی تھی لیکن ڈانس نہیں رکنا چاہیے۔

"کاٹ دوں گی میں دل کو میری جوانی ہے کٹر"

اور یہاں آبان خان بھی شروع ہو چکا تھا۔ راحیل خان کے چہرے پر اپنی انگلی پھیرتے آبان خان نے گانے کے ساتھ ہی لیپسنگ کرتے اسے آنکھ ونک کی۔ راحیل خان نے تھوڑی حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ بھی ڈانس کرنے لگا تھا۔ دوسرے لمحے ان دونوں کا ہی چھت پھاڑ قہقہہ گونجا تھا۔اور پھر وہ دونوں فلور کی طرف بڑھے!! آبان خان کو فلور پر آتے دیکھ سب نے مل کر اچھی خاصی ہوٹنگ کی۔ داماد جی کا بھرم ٹوٹ گیا تھا۔۔

"میرا جلوہ جو دیکھ لے وہ فلیٹ ہو جائے"

"کلوز کر کے تو رکھ لے اپنے نینوں کا شٹر

عدیل شاہ نے بھی بالاج خان کی طرف جاتے اس کی کمر سے ہاتھ گزارتے اونچی آواز میں بول گائے!! سب ہی تھے اب اسے فلور پر لے کر جانا تھا۔ حدائق شاہ کے ساتھ وہ بھی مل گیا تھا۔۔انٹرنیشنل کھسرے لگ رہے ہو دونوں!! بالاج خان نے عدیل شاہ کا ہاتھ اپنی کمر سے ہٹاتے دانت پیستے کہا۔ دوسری طرف موجود رائنا خان کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا تھا۔۔کوئی نہیں سالے صاحب ابھی تو بھی لگے گا۔ حدائق

شاہ نے کہتے عدیل شاہ کو اشارہ کیا۔ اور اگلے ہی لمحے حدائق شاہ نے اس کے ہاتھ جبکہ عدیل شاہ نے اس پاؤں کی طرف پکڑا۔۔ بہت مشکل سے اسے اٹھاتے وہ دونوں اسٹیج سے نیچے اترتے فلور پر لائے!! فلور اور جاتے اسے پھینکنے کے انداز میں دونوں سے نیچے چھوڑا۔ اتنے میں ہی دونوں کی سانس پھول گئی تھی۔ اتنا بھاری انسان انہوں نے پہلی مرتبہ اٹھایا تھا۔۔ "سالے کم کھایا کر!! اور کم جم جایا کر۔ ہاتھ ٹوٹ گئے میرے!! حدائق شاہ نے اپنے ہاتھ دباتے مصنوعی کراہ بھرتے کہا۔۔ جبکہ بالاج خان نے گھورتے ان دونوں نمونوں کو دیکھا۔ جو سب کے سامنے اس کا تماشا بنا چکے تھے۔ ایسا بالاج خان کو لگتا تھا۔۔

"میرے فوٹو کو سینے سے یار چپکا لے سیاں فیویکول سے"

پھر سے یہ بول سنتے سب لڑکوں نے آگے پیچھے ہوتے ایک ساتھ اسٹیپ کیے۔ اپنے ہاتھوں کو ایک دوسرے پر مار کر آگے پیچھے ہوتے اب سارے گانے کے بول !! کے حساب سے ایک ساتھ ڈانس کر رہے تھے

"مائی جیپسی ود سائرن تیار، بھگا لیے اسے پیٹرول سے"

"میرے فوٹو کو سینے سے یار چپکا لے سیاں فیوکول سے"،

گانا چل رہا تھا اور وہ اسی حساب سے جھوم جھوم کر پاگل ہو رہے تھے۔ کبھی کوئی کسی کو چھچھورے طریقے سے چھیڑتا تو کبھی کوئی کسی کو۔ غرض کہ اُن سب کو واقعی میں آج بغیر پیے ہی چڑھ گئی تھی۔ گانے کے ختم ہونے پر سب ایک ساتھ تھوڑا جھکے!! کب سے رکے ہوئے قہقہے اب برآمد ہو رہے تھے۔۔ جبکہ لان نے تالیوں کی گونج اٹھ پڑی تھی۔ سب لوگ مسکراتے ہوئے ان کو دیکھ رہے تھی جو تقریباً سارے ہی شلوار قمیض میں ملبوس ایک جیسے لگ رہے تھے۔۔ سوائے راحیل خان کے!! وہ شلوار قمیض بہت کم پہنتا تھا۔ کبھی سال میں ایک بار عید کے موقع پر بس! داجان نے ہنستے ہوئے فلور پر جاتے ان سب کے سروں سے ڈھیروں نوٹ وارے!! وہ سب لگ گئی اتنے پیارے رہے تھے کہ سارے بار بار ماشاءاللہ بول رہے تھے۔ پھر بھی انہیں خدشہ تھا کہ ان لوگوں کو نظر ہی نا لگ جائے!! آبان خان کا ماتھا چومتے داجان نے اس پر سے بھی نوٹ وارے۔ آخر کی داماد تھا وہ اس گھر

کا۔۔اسی طرح سب ہنستے مسکراتے فلور سے نیچے اترے!!اتنے میں ہی تھک گئے تھے وہ لوگ!!

عدیل شاہ نے آگے بڑھتے اپنی جیب سے پستول نکالی۔اس کا گمان تھا کہ گولیاں ختم ہو گئی ہو گی۔ لیکن نہیں ابھی پستول میں دو گولیاں موجود تھیں!! عدیل شاہ نے مسکراتے وہ دونوں گولیاں بھی سامنے درخت پر ماری۔اب ختم ہو ہی رہی تھیں تو ساری ہوتی۔دو گولیاں رکھ کر وہ کیا کرتا۔

ابھی عدیل شاہ آگے کی طرف اپنے قدم بڑھاتا کہ ایک لڑکی اس کے سامنے آتے کھڑی ہوئی۔وہ ساڑھی میں ملبوس کافی خوبصورت لڑکی تھی جو کب سے عدیل شاہ کو دیکھ رہی تھی۔۔عدیل شاہ نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔پستول وہ واپس سے اپنی جیب میں رکھ گیا تھا۔ میں نے ابھی آپ کو فائرنگ کرتے دیکھا۔ آپ پلیز میں مجھے بھی پسٹل چلانا سکھا دے گیں۔۔ پلیز پلیز مجھے گنز کا بہت شوق

ہے!! بے تکلفی سے عدیل شاہ کے سامنے کھڑے ہوتے ایکسائٹیڈ سے انداز میں کہتے وہ لڑکی عدیل شاہ کو حیران کر رہی تھی۔۔ بھلا کوئی لڑکی کسی بھی اجنبی سے ایسے فری کیسے ہو سکتی تھی۔ ہاں ضرور سکھا دوں گا اگر فون پر موجود میری بیوی اجازت دے دیتی ہے تو!! مسکرا کر کہتے عدیل شاہ نے اس کے چہرے کی مسکراہٹ غائب کی۔ عدیل میں سر پھاڑ دوں گی آپ کا بھی اور اس لڑکی کا بھی!! "ایک منٹ سے پہلے میرے پاس پہنچیں آپ۔ گھنٹے کا کہا تھا آپ نے اور اب دو گھنٹے ہو چکے ہیں!! دوسری طرف سے رائنا خان پھاڑ کھانے والے انداز میں چیخی تھی۔۔ لڑکی کی آواز اور بات سنتے اس کا تو خون ہی کھول اٹھا تھا۔ وہ عدیل شاہ پر ایسے حکم چلا رہی تھی جیسے اسے پکا یقین ہو کہ وہ کبھی اس کا حکم رد نہیں کرے گا۔۔ جو حکم میری جان!! غلام ابھی حاضر ہوتا ہے!! محبت سے کہتے عدیل شاہ اب لڑکی کی طرف متوجہ ہوا۔۔ جو سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ اب بلکل ہی غائب تھی!! سوری بہن میری بیوی غصّہ کر رہی ہے۔ وہ کہہ رہی ہے کہ وہ آپ کو اور مجھے دونوں کو جان سے مار دے گی۔ اس لیے اپنی جان

پیاری ہے تو بہتر ہیں آپ بھی چلی جائیں یہاں سے اور میں بھی چلتا ہوں!!
زبردستی مسکرا کر کہتے عدیل شاہ نے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے۔۔ جس طرح رائنا خان چیخی تھی اسے لگ رہا تھا اس کے کان کا پردہ ضرور پھٹ گیا ہو گا۔ لیکن وہ اس کے لیے رائنا خان کو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔"بندہ کتا پال لے، مگر بیوی سے پنگے نا لے! دوسری عورت کے معاملے کا تو بلکل بھی نہیں!! دل ہی دل میں سوچتے عدیل شاہ آگے بڑھا۔اب اس کا رائنا خان کے پاس جانے کا ارادہ تھا۔پہلے ہی بہت دیر ہو گئی تھی۔۔

فائزہ شاہ ایک طرف بیٹھی سب سے سائڈ پر کرسی پر بیٹھی تھی۔ درفشاں، اشنا اور ماورا یہ سب ابھی ہی اٹھتی اس کے پاس سے گئی تھی۔اُن سب کو بھوک لگ رہی تھی۔۔ بھوک تو فائزہ شاہ جو بھی لگ رہی تھی لیکن وہ اب کسے بتاتی بھلا۔اسی لیے چپ چاپ بیٹھنا ہی مناسب سمجھا۔دوپٹے کو اچھے سے آپکے گرد لپیٹے وہ کسی گہری سوچ میں گم تھی۔۔ برہان خان سے بھی وہ مل چکی تھی۔انہوں نے بہت محبت سے

بہت ساری باتیں اسے شوہر کے متعلق سمجھائی تھیں۔ جو کہ اسے تو سراسر لیکچر ہی لگے تھے!! ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکالتے وہ یہ باتیں بھول بھی چکی تھی۔۔ ٹیبل پر اپنا سر رکھتے فائزہ خان نے ٹھنڈی آہ بھری۔ بھوک سے اس کے سر میں درد ہونے لگا تھا۔ لیکن خود اٹھ کر کھانا لیتے ہوئے اسے کچھ ہو رہا تھا۔ اشنا بھی نجانے کہاں چلی گئی تھی۔۔ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ ٹیبل پر کسی نے انگلیوں سے ٹک ٹک کی!! فائزہ خان نے فوراً ہی ٹیبل پر سے اپنا سر اٹھایا تھا۔ سامنے کوئی لڑکا تھا۔ جو دیکھنے میں تو کسی اچھے گھرانے کا معلوم ہوتا تھا۔۔ "کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟ لڑکے نے مسکراتے ہوئے اس سے بیٹھنے کی اجازت چاہی۔۔ فائزہ شاہ نے تھوک نگلتے اِرد گرد دیکھا۔ سب ہی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے!! اس وقت کھانا چل رہا تھا اور سب کھانا کھا رہے تھے!! اسے جواب نا دیتے دیکھ وہ لڑکا خود ہی چیئر کھسکاتے اس پر بیٹھا۔ فائزہ شاہ فوراً ہی گھبراتے ہوئے کرسی سے کھڑی ہوئی تھی۔۔ اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمایاں ہونے لگے تھے۔ جبکہ سانس نجانے کیوں پھول سی رہی تھی۔۔ ارے آپ کہاں جا رہی ہیں۔ بیٹھیں تھوڑی دیر

بات کرتے ہیں! فائزہ شاہ کو خاموشی سے آگے بڑھتے دیکھ اس نے فائزہ کا ہاتھ تھاما۔ فائزہ شاہ کے ساتھ جو ہوا تھا اس سے آخر کون تھا جو واقف نہیں تھا۔ وہ اسے ایسی ویسی لڑکی سمجھتے اس کے پاس آیا تھا۔۔ "ہہ۔۔ہاتھ چھ۔۔ چھوڑو!! اٹکتے ہوئے بمشکل ہی فائزہ شاہ نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا۔۔ارے آپ اتنی پینک کیوں ہو رہی ہیں! میں کھا تو نہیں جاؤں گا آپ کو! لڑکے سے بھی کرسی سے کھڑے ہوتے کہا۔ ہاتھ ابھی تک نہیں چھوڑا تھا۔۔ فائزہ شاہ کا جسم لرزنے لگا تھا۔ آنکھوں سے برسات بھی جاری تھی۔

حدائق شاہ جو تھوڑے ہی فاصلے پر کھڑا کسی فون کال کو سننے میں مصروف تھا۔اس کی اچانک ہی نظر سامنے گئی۔ جہاں وہ دونوں کھڑے تھے!! پہلی نظر میں دیکھتے ہی حدائق شاہ کے ماتھے پر بے شمار بل پڑے۔ دوسرے لمحے وہ تقریباً بھاگتے ہوئے ان دونوں کی طرف بڑھا تھا۔ فائزہ شاہ رو رہی ہے اسے دور سے بھی یہ نظر آگیا تھا۔۔ فائزہ شاہ مسلسل اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن

لڑکا بھی کوئی ڈھیٹ تھا۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کی بے بسی کا مزہ لے رہا تھا۔۔ حدائق شاہ نے ان دونوں تک پہنچتے ایک جھٹکے سے فائزہ شاہ کا ہاتھ پکڑتے اسے اپنی طرف کھینچا۔۔ فائزہ شاہ نے دل میں ڈھیروں شکر ادا کیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ کئی دنوں سے ایک کمرے میں رہ رہی تھی۔اور حدائق شاہ نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ اتنا تو اعتبار ہو گیا تھا فائزہ شاہ کو اس پر کہ حدائق شاہ واقعی میں اس کا محافظ ہے!! حدائق شاہ نے اسے اپنی طرف کھینچتے اپنے سینے میں بھینچا۔ فائزہ شاہ اس کے سینے میں منہ دیئے رویے چلی جا رہی تھی۔۔ لڑکا ابھی بھی ڈھیٹوں کی طرح سامنے ہی کھڑا تھا۔۔ ہمت کیسے ہوئی تیری اسے ہاتھ لگانے کی!! فائزہ شاہ کو خود سے نرمی سے الگ کرتے حدائق شاہ اس لڑکے پر دھاڑا۔۔ دوسرے لمحے وہ آگے بڑھتے بری طرح اس کے منہ پر ایک تھپڑ مار چکا تھا۔۔ تھپڑ اتنی زور سے لگا تھا کہ لڑکا چیختے ہوئے پیچھے ہوا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے کان سے خون رسنے لگا ہو۔۔ ہاں ہمت کیسے ہوئی تیری؟ اپنی قمیض کے کف کھول کر بازو اوپر کرتے حدائق شاہ واپس سے اس کی طرف بڑھا۔ حدائق شاہ نے اسے گردن سے پکڑتے اس کا سر

بری طرح ٹیبل پر مارا۔ ساتھ ہی وہ اس کا ہاتھ جا سے اس کے فائزہ کا ہاتھ پکڑا تھا اسے اپنی آہنی گرفت میں لے چکا تھا۔۔ مارے غصے کے اس کا برا حال تھا۔ اس لڑکے کو فائزہ شاہ کا ہاتھ پکڑتے دیکھ وہ اپنا آپا ہی کھو بیٹھا تھا۔ حدائق شاہ یہ بھی بھول چکا تھا کہ اُس وقت وہ فیملی فنکشن میں موجود ہے! اسے یاد تھا تو بس یہ کہ اس لڑکے نے فائزہ کو ہاتھ لگایا کیسے!! فائزہ شاہ کرسی کے ساتھ لگی کھڑی بری طرح روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کرسی کو پکڑتے اسی کے سہارے کھڑی تھی۔ ورنہ جتنی شدت سے اس کی ٹانگیں لرز رہی تھیں۔ یقیناً وہ زمیں بوس ہو جاتی!! حدائق شاہ نے اس لڑکے کا بازو تھامتے بری طرح چیختے ہوئے پیچھے کی طرف مروڑا۔ سر اس کا ابھی تک ٹیبل پر ہی رکھا ہوا تھا۔ کرک کی آواز آئی تھی۔ اور لڑکے کے ہاتھ کی شاید ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔ یہ وہی ہاتھ تھا جس سے اس نے فائزہ کا ہاتھ پکڑا تھا۔۔ لڑکا درد کی شدت سے بری طرح چیخا۔ اس کی چیخیں پورے لان میں جیسے گونج رہی تھیں۔۔ چونکہ کھانے کا وقت تھا اس لیے گانے بھی بند کیے ہوئے تھے۔ لان میں اسی لیے سب تک اس کی چیخوں کی آواز بخوبی جا رہی

تھی۔۔ شور کی آواز سنتے بے ساختہ ہی سب اس طرف متوجہ ہوئے۔ جہاں حدائق شاہ ایک لڑکے کو بری طرح پیٹ رہا تھا۔۔ داجان اور باقی سب بھی پریشانی سے اس طرف بڑھے!! پتہ نہیں اب کیا ہو گیا تھا۔۔ آبان خان اور باقی سب بھی سوائے عدیل شاہ کے تقریباً بھاگتے یہاں پہنچے۔ عدیل شاہ پہلے ہی نکل گیا تھا۔۔

چھوڑ حدائق اسے پاگل ہو گیا ہے تو؟ سب دیکھ رہے ہیں چھوڑ!! ماہ دیر شاہ اور زاویار شاہ نے آگے بڑھتے اسے لڑکے سے دور کرنا چاہا۔ وہ پاگلوں کی طرح اس کا سر ٹیبل پر مارتا جا رہا تھا۔۔ لڑکے کے سر سے خون نکلنے لگا تھا۔ لیکن حدائق شاہ کو اس پر کوئی رحم نہیں آیا تھا۔ ان دونوں سے مل کر بھی وہ قابو ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔

چھوڑ مجھے میں بتاتا ہوں اس) گالی (کو!! ہمت کیسے ہوئی اس کی میری عورت کو نظر اٹھا کر بھی دیکھنے کی۔۔ ماہ دیر شاہ اور آبان خان سے اپنے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتے حدائق شاہ دھاڑا تھا۔۔ جو کام وہ ہوش میں نہیں کر سکتا تھا وہ غصے نے بڑی

آسانی سے اس سے کروادیا تھا۔ حدائق شاہ کھڑا اسے گالیاں نکال رہا تھا۔۔ پاگل ہے تو بس کر!! جان سے مارے گا کیا اب اسے!! آبان خان اسے لڑکے سے پیچھے کرتے چیخا۔۔ہاں مار دوں گا۔ میری جگہ تیری بیوی ہوتی تب دیکھتا میں تُجھے۔اس کی آنکھوں میں اپنی خون چھلکاتی آنکھیں گاڑے حدائق شاہ اب آبان خان پر دھاڑا تھا۔۔ میری بیوی کو درمیان میں مت لا۔ ورنہ یہیں کھڑے کھڑے زمین میں گاڑ دوں گا میں تُجھے!! آبان خان نفی میں سر ہلاتے خود کو نارمل کرتے بولا۔۔ "چھوڑ مجھے!! اپنی بیوی پر بات آئے تو تم سب کو آگ لگ جاتی ہے۔ پھر سے خود کو چھڑوانے کی کوشش کرتے حدائق شاہ چیخا۔۔ لیکن ابھی بھی آبان خان اور ماہ دیر شاہ نے اسے نہیں چھوڑا تھا۔۔ وہ پاگل تھوڑی تھے جو اسے چھوڑ دیتے تاکہ یہ واقعی میں لڑکے کو جان سے مار دیتا۔۔ حدائق بس کرو۔ پہلے ہی تم ادھ مرا کر چکے ہو اس بچے کو!! اتنا سبق کافی ہو گا اس کے لیے!! چھوڑ دو اسے۔۔ دا جان نے آگے بڑھتے اس کا بازو تھپکتے اسے ریلکس کرنا چاہا۔۔ بالاج خان فائزہ کے ساتھ کھڑا اس کے گرد حصار بنائے ہوئے تھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ فائزہ شاہ پہلے والے واقعے کی وجہ

سے اتنی شدت سے لرز رہی ہو گی۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ فائزہ شاہ کو اس سے بھی خوف محسوس ہوتا تھا۔۔ فائزہ شاہ اتنا پہلے نہیں لرز اور رو رہی تھی جتنی شدت سے اب اس کا جسم کانپ رہا تھا۔ لیکن اس کی زبان تالو سے چپکی ہوئی تھی۔ سچ تو یہ تھا وہ اپنے ہی اندر ایک جنگ لڑ رہی تھی کہ بالاج خان اس کا بھائی ہے!! لیکن دماغ کا کیا کرتی؟؟ حدائق شاہ فائزہ کی طرف دیکھتے تیز تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھا۔ "سالے اندھا ہے تو ڈر رہی ہے وہ تُجھ سے!! فائزہ شاہ کو ایک جھٹکے سے بالاج خان سے الگ کرتے حدائق شاہ اس پر چیخا۔ فائزہ کو وہ اپنے سینے سے لگا گیا تھا۔۔ اور اس کی تسلی کے لیے اتنا کافی تھا کہ فائزہ خان اس کے سینے میں منہ دیے مزید تھوڑا قریب ہو گئی تھی۔ اسے یہاں کھڑے ہر مرد سے خوف آرہا تھا۔۔ سوائے حدائق شاہ کے!! حدائق شاہ نے اس کے گرد نرمی سے اپنا حصار بناتے اس کی پیٹھ کو تھپکا۔ مقابل ہچکیوں سے رو رہی تھی۔۔ اندر لے جاؤ اسے!! وہ مزید ڈر رہی ہے ہم سب کے درمیان!! آبان خان نے فائزہ کی حالت دیکھتے سنجیدگی سے حدائق شاہ کی طرف دیکھتے کہا۔۔ حدائق شاہ اچھا کی صورت کے سر ہلاتے تھوڑا سا

آگے کی طرف بڑھا۔ لیکن اس کے قدم رک گئے تھے۔۔اور دوسرے ہی لمحے اس نے اچانک سے پیچھے کی طرف مڑتے زمین پر بے ہوش پڑے اس لڑکے کے وجود میں دو سے تین گولیاں ماری۔تینوں گولیاں لڑکے کے ایک ہی بازو میں لگی تھیں۔یقیناًاب تو اس کا یہ ہاتھ ناکارہ ہو ہی جانا تھا۔۔یہ سب اس نے اتنی اچانک کیا تھا کہ کوئی بھی کچھ سمجھ ہی نہیں سکا تھا۔۔کئی خواتین کی چیخیں ایک ساتھ ہی ابھری تھی۔سب اسی طرف تو اکٹھی تھیں!!فائزہ شاہ بھی بری طرح چیختے ہوئے مزید حدائق شاہ کے سینے میں سمائی!!پہلے کیا اسے کم خوف آرہا تھا جواب یہ گولیوں کی آواز!!"دفعہ ہو جاؤ حدائق اندر!!دوبارہ اپنی شکل مت دکھانا مجھے!!داجان لڑکے کو گولیاں لگتے دیکھ حدائق شاہ پر بری طرح دھاڑے۔منع کرتے کرتے بھی وہ یہی کام کر گیا تھا۔۔ایکسٹرا نچ گئی تھیں۔میں نے سوچا گندگی ختم کر دیتا ہوں!!

کندھے اچکا کر کہتے حدائق شاہ فائزہ کو لیے اندر کی طرف بڑھا۔۔

مہندی کا فنکشن کو ویسے بھی اختتام کو پہنچ ہی چکا تھا۔۔اس وقت کوئی رات کے دو بج رہے تھے!!"اٹھاؤاسے ہسپتال لے کر جاؤ!!اور ختم کرو یہ سب!!داجان نے زاویار شاہ کو کہتے خود بھی اپنے قدم اندر کی طرف بڑھائے!

دیکھتے ہی دیکھتے سب واپس اپنے اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے!!اس فنکشن کی ابتدا جتنی اچھی تھی اتنی ہی نظر لگتے اختتام لڑائی جھگڑے پر ہی ہوا تھا۔۔پر یہ شکر تھا کہ مہندی نبٹ گئی تھی۔۔

قسط نمبر:1/62

شاہ ولا پر صبح کا سورج نمودار ہو کر اپنی جھلک دکھلاتے ہر طرف روشنی بکھیرے ہوئے تھے۔اس وقت صبح کے نو بجے کا وقت تھا اور پورے شاہ ولا میں شور وغل ہو رہا تھا۔وجہ تھی "شادی والا گھر"۔ہر کوئی اپنے کسی نہ کسی کام میں مصروف تھا۔ناشتے سے سب فارغ ہو چکے تھے۔بارات دن کی ہی تھی۔اسی لیے سارے بس اسی لیے تیاریوں کو دیکھنے میں لگے ہوئے تھے!!نائرہ شاہ جو لاؤنج میں سکون سے

بیٹھی تھی۔ مظہر شاہ کو سامنے سے اسی طرف آتے دیکھ وہ سیدھے ہوتی بیٹھی۔ تھوڑی دیر تک اس نے پارلر جانا تھا۔اور آج ماہ دیر شاہ نے اٹل انداز میں سب سے کہہ دیا تھا کہ وہ خود ہی نائرہ شاہ کو چھوڑ کر آئے گا۔ لہٰذا آج کوئی بھی بیچ میں ٹانگ نا اڑائے!! کوئی بھی کام نا پاتے وہ لاؤنج میں ہی آکر بیٹھ گئی تھی۔۔ مظہر شاہ دھیمے دھیمے قدم چلتے اس کے پاس آتے صوفے پر بیٹھے۔ نائرہ شاہ کو ہلکا سا تعجب ہوا تھا۔ کیونکہ وہ کافی دنوں بعد یوں اس کے پاس آتے بیٹھے تھے۔اس دن گھر میں ہوئے تماشے کے بعد سے نا تو نائرہ نے ان سے کوئی بات کی تھی اور نا ہی انہوں نے!! آج بھی نجانے کیوں مظہر شاہ یہاں آکر بیٹھے تھے!! مظہر شاہ نے خاموشی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ ناراض ہو؟ ساتھ ہی ایک سوال بھی داغا تھا۔۔ نائرہ شاہ نے محض نفی میں سر ہلایا۔ لیکن پھر بھی نجانے کیوں اسے وہ لمحہ نہیں بھولتا تھا جب مظہر شاہ نے سب کے درمیان کھڑے اس سے سوال کیا تھا کہ یہ بچہ کس کا ہے!! اپنے باپ کو ایک مرتبہ معاف نہیں کرو گی! مظہر شاہ نے بھیگی سی آواز میں اس سے پوچھا جو نظر جھکائے بیٹھی تھی۔ آج ان کا آخری فرض بھی ادا ہونے جا رہا تھا۔

اس کے بعد مکمل طور پر وہ اولاد کی شادیوں سے آزاد ہو جاتے ! ! اور ان کا دل جانتا تھا کہ بیٹیاں چاہے ایک ہی گھر میں رہیں ! لیکن شادی کے بعد وہ پرائی ہو ہی جاتی ہیں ! ! "میں کون ہوتی ہیں آپ کو معاف کرنے والی بابا۔ پلیز معافی مانگ کر مجھے شرمندہ مت کریں ! ! نائرہ شاہ نے ان کے ہاتھ تھامتے تڑپتے ہوئے کہا۔ اب وہ یہ بھی نہیں چاہتی تھی کہ مظہر شاہ اس سے معافی مانگیں ! ! "بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں بیٹا۔ میں غلطی پر تھا جو تمھارا ساتھ دینے کی بجائے تمھیں ہی سب کے سامنے غلط ٹھہرا دیا۔ اس کے لیے اپنے بوڑھے باپ کو ہو سکے تو معاف کر دینا۔۔ لیکن تم نہیں جانتی اس وقت میرا کلیجہ پھٹ رہا تھا۔ جب تمہاری اپنی اولاد ہو گی تب تمھیں سمجھ میں آئے گی یہ چیزیں ! ! خدا تم سب کے نصیب اچھے کرے ! ! در فشاں کو بھی اس کے گھر میں بلکل خوش رکھے ! ! ایک باپ اس سے زیادہ اور کیا چاہے گا بھلا۔۔ ! ! بھیگی سی آواز کہتے مظہر شاہ کی آنکھوں سے آنسوں روانہ تھے ! ! آج ایک اور بیٹی پرائی ہو رہی تھی۔ یہ دن ہی ایسا تھا۔۔ آمین ! ! نائرہ شاہ نے سوں سوں کرتے محض اتنا ہی جواب دیا۔ اس کے خود کے حلق میں آنسوؤں کے گولے

سے اٹک گئے تھے۔ نوین بیگم جو سامنے سے گذر رہی تھیں ان دونوں کو روتے دیکھ ایک گہری سانس بھر کر رہ گئیں۔ مظہر شاہ کو نجانے کیا ہو رہا تھا۔ وہ کل رات میں بھی رو رہے تھے بہت مشکلوں سے انہوں نے چپ کروایا تھا۔ اور اب پھر ان کا یہی حال تھا۔۔ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے وہ خود بھی انہی کی طرف جاتے صوفے پر بیٹھیں!! "یہاں بیٹھ کر رو رہی ہو تم!! پارلر نہیں جانا۔ ٹائم ہونے والا ہے! چلو اٹھو شاباش۔ ہمت کرو! نائرہ شاہ کے پاس بیٹھتے نوین بیگم نے اس کے آنسوں صاف کرتے کہا۔ انہیں ہی ان لوگوں کو حوصلہ دینا تھا۔۔ خوش رہنا بیٹا اور شوہر کی عزت کرنا۔ اپنے باپ کی تربیت پر انگلی اٹھنے دینا۔ تم اکیلی نہیں جاؤ گی سسرال ساتھ میں میری عزت میری تربیت بھی تمہارے ساتھ جائے گی۔ اس کی لاج رکھ لینا۔۔ برہان خان نے صوفے سے کھڑے ہوتے نائرہ شاہ کے سر پر ہاتھ رکھتے اسے نصیحت کی۔ ان کی آنکھوں سے آنسوں رک ہی نہیں رہے تھے!! نائرہ شاہ ان کا ہاتھ تھامتے خود بھی صوفے سے کھڑی ہوئی!! نوین بیگم بے بسی سے ان دونوں باپ بیٹی کو دیکھ رہی تھیں!! میں ہر ممکن کوشش کروں گی بابا۔

آپ کی بیٹی آپ کا سر شرم سے جھکنے نہیں دے گی!! انشاءاللہ!! نائرہ شاہ نے ان کے سینے سے لگتے روتے ہوئے کہا۔ آخر کو وہ باپ تھے جب وہ خود ہی اتنی معافی مانگ رہے تھے تو کہاں کی ناراضگی؟ کیسی ناراضگی؟؟ مظہر شاہ کے سینے میں منہ دیے وہ سسکتے ہوئے کھڑی تھی۔ مظہر شاہ اسے کیا چپ کرواتے وہ تو خود بری طرح رو رہے تھے!! خوشی کا موقع ہے بیٹے۔ اپنے نصیبوں کی دعائیں کرو بجائے ایسے رونے کے!! سبینا بیگم جو یہیں سے گزر رہی تھیں انہوں نے نائرہ کی پیٹھ تھپکتے کہا۔ لاؤنج میں کھڑے دونوں باپ بیٹی رویے چلے جا رہے تھے! "چپ کرو۔ بابا ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں میرا بچہ!! میری دعائیں ہمیشہ میری دونوں بیٹیوں کے لیے ہوتی ہیں!! تم لوگ بھلے ہی ہمیں بھول جاؤ جیسے درفشاں بھول گئی۔ لیکن میں باپ ہوں میں بھلا اپنی اولاد کو کیسے بھول سکتا ہوں!! اپنے سینے اسے اس کا چہرہ باہر نکالتے مظہر شاہ نے اس کے آنسوں صاف کرتے کہا۔ درفشاں کے لیے ان کے دل میں شکوہ موجود تھا۔ "بس کریں آپ بھی کوئی نہیں بھولا آپ کو۔ شادی کی صبح کیا اپنی طبیعت خراب کرنی ہے آپ نے! چلو نائرہ تم پارلر کی

تیاری کرو! نوین بیگم نے صوفے سے کھڑے ہوتے اپنے آنسوں صاف کرتے ان دونوں کو ڈپٹا۔ ان کو چپ کروانے کے چکروں میں وہ خود بھی رونے لگی تھیں!! آپ بھی اب نہیں روئے گیں بابا۔ میں کوئی دوسرے گھر تھوڑی جارہی ہوں!! یہیں ہو گی میں سارا دن آپ کی آنکھوں کے سامنے! نائرہ شاہ نے ہلکا سا مسکراتے ان کے آنسوں صاف کیے! "جاؤ بیٹا تیاری کرو۔ میں بھی ہال کے لیے نکلتا ہوں۔ وہاں جا کر انتظامات دیکھنے ہیں!! برہان خان نے کہتے اس کے ماتھے پر نرمی سے بوسا دیا۔۔ "جاؤ بیٹا شاباش تیاری کرو۔ ورنہ تمہاری ماں نے تمہیں اور مجھے دونوں کو الٹا لٹکا دینا ہے!! مظہر شاہ نے تھوڑا سا مسکراتے اس کے آنسوں صاف کیے۔ ساتھ ہی وہ شرارت سے نوین بیگم کو چھیڑ رہے تھے صرف اس لیے کہ یہ دونوں خواتین رونا بند کر دیں!! نائرہ شاہ روتے روتے ہلکا سا مسکرائی۔ اس کے بابا آج بھی اس کی ماما سے ڈرتے تھے۔ ایسا ان بچوں کو لگتا تھا۔۔ اور پھر وہ سارے ہی اپنے اپنے کاموں کو نکل چکے تھے!!

ماہ دیر شاہ نائرہ کو پارلر کے لیے چھوڑ کر آیا تھا۔ جبکہ باقی سب بھی گھر آتے اپنی اپنی تیاریوں میں مصروف تھے!! سارے بس تیار ہو ہی رہے تھے۔ پہلے نائرہ شاہ کی فیملی نے ہال پہنچنا تھا۔ بعد میں ماہ دیر شاہ کی فیملی ہال میں جاتی۔ ان لوگوں کے درمیان یہی طے ہوا تھا۔ بھلے ہی ایک ہی گھر میں شادی تھی مگر ماہ دیر شاہ چاہتا تھا کہ پراپر طریقے سے بارات ہو۔ اس لیے سب نے یہی بہتر سمجھا۔۔ تقریباً سارے ہی تیار ہو چکے تھے اور کچھ تیار ہونے میں ابھی بھی مصروف تھے!! حدائق شاہ ابھی تک کمرے سے نہیں نکلا تھا۔ صبح بھی ناشتے میں وہ نہیں تھا اور ابھی بھی وہ اپنے کمرے میں ہی تھا۔ نجانے کیا مسئلہ ہو گیا تھا۔ "بات سنو!! ماہ دیر شاہ میں لاؤنج میں آتے ملازمہ کو مخاطب کیا جو کام کرنے میں مصروف تھی۔ اس کی آواز سنتے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔۔ "اوپر سے حدائق کو بلا کر لاؤ۔ کہنا ماہ دیر بھائی بلا رہے ہیں!! مصروف سے انداز میں حکم دیتے ماہ دیر شاہ واپس سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ وہ خود تیار ہو رہا تھا اور اسی کے لیے اسے حدائق شاہ کی ضرورت تھی۔ تبھی اسے اوپر سے بلانا مناسب سمجھا۔۔

حدائق شاہ اوپر اپنے کمرے میں بیٹھا صوفے سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے ہوئے تھا۔اس کی ٹانگیں سامنے رکھی ٹیبل پر تھیں۔فائزہ شاہ واشروم میں تھی۔وہ شاور لے رہی تھی۔اور پھر اس کے بعد حدائق شاہ تیار ہوتا۔۔فلحال تو اس کا سر پھٹنے کی حد تک دکھ رہا تھا۔نجانے کیوں صبح سے ایسے ہی اس کے سر میں درد تھا۔تبھی وہ تھوڑا لیٹ بھی اٹھا تھا۔اور اسی وجہ سے ناشتے کے لیے بھی نیچے نہیں گیا تھا۔کل رات کو فائزہ شاہ بہت زیادہ ڈری ہوئی تھی۔وہ اسے بھی کمرے سے جانے کا کہہ رہی تھی۔لیکن حدائق شاہ اپنی بات پر اٹل رہا کہ وہ کمرے سے کہیں نہیں جائے گا۔۔چیختے چلاتے تھک ہار کر وہ خود ہی سو گئی تھی!!اور اب جب حدائق شاہ اٹھا تھا تو وہ واشروم میں تھی۔۔کمرے کا دروازہ ناک ہونے پر حدائق شاہ سیدھا ہوتے بیٹھا۔وہ جانتا تھا نیچے سے ہی کوئی پیغام آیا ہوگا۔۔صوفے سے اٹھتے آگے بڑھتے حدائق شاہ نے دروازہ کھولا۔سامنے ہی ملازمہ کھڑی تھی۔"آپ کو ماہ دیر بھائی بلا رہے ہیں!!ملازمہ اسے ماہ دیر کا حکم دیتے اس کے جواب کے انتظار میں

تھی ! ! حدائق شاہ نے تھکے بارے انداز میں اپنی سرخ آنکھیں موندتے کھولی۔ وہ آج بہت ڈاؤن لگ رہا تھا۔۔ " کہو پانچ منٹ میں آرہا ہوں۔ ایک گہری سانس بھر کر اسے کہتے حدائق شاہ واپس سے کمرے میں آیا۔۔ سائڈ ٹیبل سے پیناڈول کی گولیاں اٹھاتے حدائق شاہ نے ایک ساتھ دو سے تین گولیاں لی۔ ایک سے اس کا گزارہ نہیں ہوتا تھا۔ ناب فائزہ شاہ باہر نکلتی تو وہ فریش ہو کر نیچے جاتا۔ اسی لیے واپس سے صوفے پر بیٹھا۔۔

آبان خان کی گاڑی فراٹے بھرتی کراچی کے راستوں پر رواں دواں تھی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر ہی درفشاں خان بیٹھی تھی۔ وہ دونوں شاہ ولا جارہے تھے۔ جہاں سے ان دونوں نے ہی درفشاں کے گھر والوں کے ساتھ ہال کے لیے نکلنا تھا۔۔ اور یہ سراسر درفشاں کی ضد تھی۔ چونکہ آبان خان اسے وہاں رہنے نہیں دے رہا تھا تو اب اس کی چھوٹی موٹی باتیں ماننا اس کے لیے ضروری تھی۔ اگر ہر معاملے میں ہی وہ اپنی چلاتا تو یقیناً درفشاں خان اس سے بری طرح ناراض ہو جاتی ! ! اسی لیے وہ

دونوں تھوڑا پہلے ہی تیار ہوتے شاہ ولا کے راستے پر گامزن تھے۔۔ آبان خان نے ڈرائیونگ کرتے ایک نظر اپنے ساتھ بیٹھی اپنی شریک حیات پر ڈالی!! جب سے وہ دونوں نکلے تھے درفشاں گاہے بگاہے اس کی نظریں خود پر محسوس کر رہی تھی۔ مقابل کا دھیان ڈرائیونگ پر تو بلکل بھی نہیں تھا۔۔ درفشاں خان اس وقت ٹی پنک کلر کی میکسی جس پر گولڈن کلر کے موتیوں کا خوبصورت سا کام ہوا تھا میں ملبوس تھی۔۔ نیچے گھیرے اور گلے پر موتیوں کی ساتھ کڑھائی بھی کی گئی تھی جو کہ ساری ہی گولڈن کلر کی تھی۔ صرف شیڈز الگ تھیں۔ بالوں کو آج سٹائل بنا کر ایک جوڑے میں قید کیا گیا تھا۔ جس کے اوپر تتلی ولا ایک درمیانے سائز کا برج لگا تھا۔ بالوں سے دو لٹیں نکلتی چہرے پر گھوم رہی تھیں۔ وہ لٹیں گھومتی کبھی اس کے لپسٹک سے سجے کٹاؤ دار ہونٹوں کو چھوتی تو کبھی چہرے کے دوسرے خدوخال سے چپک جاتیں۔ اور یہی لٹیں آبان خان کو بے چین کیے ہوئے تھیں۔۔ آبان خان خود براؤن کلر کے شلوار قمیض میں ملبوس اوپر آف وائٹ شال لیے ہوئے حد سے زیادہ ہینڈسم اور وجیہہ لگ رہا تھا۔ "آبان دھیان سے سامنے

دیکھ کر ڈرائیونگ کریں۔ خدانخواستہ کچھ ہو گیا تو دونوں جان سے جائے گیں!!
اس کی نظروں سے تنگ آتے بلآخر درفشاں نے اس کا دھیان سامنے کی طرف
کروایا۔ "تمہیں کس نے کہا تھا اس طرح تیار ہو کر میرے پاس بیٹھو! اب بھگتو خود
ہی۔ شکر کرو بس دیکھ ہی رہا ہوں میں!! آبان خان نے بھی دو بدو جواب دیا۔ وہ
بھی کتنی ہی کوشش کرتا سامنے دیکھنے کی۔ لیکن نظریں بھٹک رہی تھیں۔۔ "آپ
صرف دیکھیں ہی تو اچھا ہو گا۔ اتنی محنت سے تیار ہوئی ہوں میں!! منہ بناتے در
فشاں نے کہا۔ اس کی بات کا مطلب وہ سمجھ گئی تھی!! آبان خان نے تنگ آتے
گاڑی سڑک پر ایک طرف روکی۔ مزید اس سے ڈرائیونگ ہو ہی نہیں رہی تھی۔۔
"اب گاڑی کیوں روک۔۔ روکی ہے!! درفشاں خان نے اس کی دیکھتے پوچھا۔ مگر
وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے بے ساختہ ہی بیچ میں اٹک گئی تھی۔ آبان خان کی
آنکھیں خمار سے لبریز لال سرخ ہوئی پڑی تھی۔ "درفشاں!! آبان خان نے اسے
نہایت محبت سے پکارا۔ اس کی آواز بھی نہایت بوجھل تھی!! "آبان پلیز میں بہت
محنت سے تیار ہوئی ہوں!! اس کی آنکھوں کے تقاضے دیکھتے درفشاں نے التجائیہ

انداز میں کہا۔۔ "مجھ سے نہیں ہو رہی پھر ڈرائیونگ!! آبان خان نے منہ بنا کر کہتے آرام سے سیٹ سے ٹیک لگائی۔ وہ ایسے ریلکس تھا جیسے کوئی جلدی ہی نہیں ہے!! درفشاں نے دانت پیستے اس بے شرم انسان کو دیکھا۔ جو بیچ راستے گاڑی روک کر اسے تنگ کر رہا تھا۔۔ "ہٹ جائیں پھر آپ میں ڈرائیونگ کر لیتی ہوں۔۔ درفشاں نے خود پر ضبط کرتے نارمل سے انداز میں کہا۔ اسے ویسے بھی ڈرائیونگ بہت اچھے سے آتی تھی!! ہاں ضرور آجاؤ! آبان خان نے کھلے دل سے اسے دعوت دی!! ءایسے کیسے آپ پیچھے ہٹے گیں تو آؤں گی۔ آپ میری جگہ پر آئیں اور میں آپ کی جگہ پر آجاتی ہوں!! درفشاں خان نے اس کی عقل پر افسوس کرتے کہا۔۔ ایسے کیسے وہ یہاں بیٹھ کر ڈرائیونگ کرتی!! "میری گود میں بیٹھ کر ڈرائیونگ کرو لٹل پرنسز۔ ورنہ میں جو چاہ رہا ہوں وہ مجھے دے دو میں لے چلوں گا تمھیں۔ اب آگے مرضی تمہاری ہے۔ جیسے تم چاہو!! اس کی طرف دیکھتے آبان خان نے نہایت بے باکی سے اس کے آگے دو آپشنز رکھے۔ اور دونوں ہی اس کے اپنے مطلب کے تھے!! درفشاں خان نے اس کے آپشنز پر دانت پیسے!! اسے اب

غصّہ آنے لگا تھا۔۔ "آبان ابھی تک اس معاملے میں آپ نے اپنی مرضی چلائی ہے !اگر آج میں منع کر ہی رہی ہوں تو آپ میری بات کا مان نہیں رکھ سکتے کیا؟؟ "نہیں !! تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا کہ اس معاملے میں ساری زندگی صرف میری چلے گی !! غلطی تمہاری ہے تم کل رات کو سو گئی تھی !!" ڈھیٹ پنے سے دانت باہر نکالتے آبان خان نے صاف انکار کیا۔۔ ساتھ ہی وہ اسے کل رات کا بھی یاد کروا گیا تھا جب مہندی سے تھکی ہاری آئی درفشاں آرام سے پڑتے سو گئی تھی۔۔ "میرا ذرا سا بھی میک اپ خراب ہوا آبان میں جان سے مار دوں گی آپ کو یاد رکھیے گا۔۔ اس کے بازو پر اپنی پوری قوت سے مکا مارتے درفشاں نے اسے اجازت کے ساتھ ساتھ وارننگ بھی واضح دی تھی۔ اسے صرف اور صرف اپنے میک اپ کی فکر تھی۔۔ آبان خان کے چہرے پر ایک جاندار مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ آخر اس نے مقابل کو منا ہی لیا تھا۔۔ "تم بہت اچھی ہو درفشاں !! مسکرا کر کہتے آبان خان نے اسے بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔۔ "اور آپ بہت برے !! درفشاں نے بھی دو بدو ہی جواب دیا۔ وہ اس کی گرفت میں کھینچتی اس کی گود میں شفٹ ہو

چکی تھی۔۔ آبان خان اس کی بات پر گہرا مسکرایا۔اس بات سے وہ اختلاف نہیں کر سکتا تھا۔قربت کے لمحات میں درفشاں آبان خان کے منہ سے اس نے زیادہ تر یہی الفاظ سنے تھے!!"میں برا ہی ٹھیک ہوں! آبان خان نے مسکرا کر کہتے بہت نرمی سے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ درفشاں کا دل اس وقت چیخ رہا تھا۔ کیونکہ اس نے بہت مشکل سے مختلف شیڈز ملا کر یہ ایک کلر بناتے لپسٹک لگائی تھی۔جو کہ آبان خان خراب کرنے میں مصروف تھا۔۔اس کے کمر پر بے باکی سے ہاتھ پھیرتے آبان خان مسلسل اپنی شدت میں اضافہ کرتا جا رہا تھا۔۔ آبان خان نے جھنجھلاتے اس کی زبان پر تھوڑی زور سے دانت گاڑے!! درفشاں خان نے اسے گھورتے نرمی سے اس کا ساتھ دینا شروع کیا۔۔اس کا اشارہ وہ بخوبی سمجھ گئی تھی۔۔ آبان خان نے مسکراتے اسے مزید اپنے نزدیک کرتے اپنی شدت میں کمی کی۔ جبکہ اس کے ہاتھ بہت بے باکی سے درفشاں کی میکسی کے اندر پہنچتے اس کے پیٹ پر گھوم رہے تھے!! درفشاں خان اس کے گلے میں بانہیں حائل کیے مسلسل کس میں اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ کیونکہ اس کا ساتھ پائے بغیر مقابل سے

رومانس نہیں ہوتا وہ جانتی تھی۔اور اگر ہو بھی جائے تو آبان خان بہت رف ہو جاتا تھا۔جو اس کے اپنے لیے ہی تکلیف دہ تھا۔اسی لیے خاموشی سے وہ مقابل کا ساتھ دے دیتی تھی۔۔آبان خان کے ہاتھ کو گہری شرارت کرتے محسوس کرتے در فشاں خان نے ایک جھٹکے سے اس سے اپنے ہونٹ آزاد کرواتے ایک لمبی سی سسکی بھری!!آبان خان مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا جو آنکھیں بند کیے سسک رہی تھی۔دوسرے لمحے اس نے دوسرے ہاتھ کو اس کی کمر پر رکھتے پھر سے اپنے نزدیک کیا۔۔آبان خان نے اسے نزدیک کرتے بہت نرمی سے اس کی دھڑکنوں پر اپنے پیاسے لب رکھے!!"آبان پلیز ہاتھ ہٹائیں!!در فشاں خان نے مچلتے ہوئے اپنی گہرائیوں میں موجود اس کا ہاتھ ہٹانا چاہا۔یہ شخص اسے مدہوش کرنا جانتا تھا۔۔آبان خان نے ہلکا سا مسکرا کر اپنا ہاتھ ہٹاتے اس کی دھڑکنوں پر قمیض کے اوپر سے ہی لب رکھنے شروع کیے!!"یہ لو لپسٹک ٹھیک کرو اب اتنا بھی ظالم نہیں ہوں میں!!ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوتے آبان خان نے اپنی جیب سے لپسٹک نکلتے اسے تھمائی۔جو وہ آتے ہوئے احتیاطاً جیب میں رکھ کر لایا تھا۔۔در فشاں خان نے

شکر ادا کرتے اسے دیکھا۔ شکر تھا کہ اس کی تیاری خراب نہیں ہوئی تھی!! "آپ بہت اچھے ہیں آبان!! فوراً ہی سٹیٹمنٹ چینج ہو چکی تھی۔ آبان خان نے گال پر لب رکھتے درفشاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب اس سے پہلے میں پھر سے برا بن جاؤں میری گود سے اٹھو اور اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ شاباش میری جان۔ اور آج رات تم جتنی بھی تھکی ہوئی ہو اگر تم سوئی تو کل ولیمے میں جانا کینسل۔ بس بات ختم!! آبان خان میں ایک آخری زوردار بوسا اس کے ہونٹوں پر دیتے حتمی انداز میں اسے وارن کیا۔۔ "بہت برے ہیں آپ!! پھر سے اس کی رائے تبدیل ہو چکی تھی۔ درفشاں خان منہ بناتے واپس سے اپنی سیٹ پر بیٹھی۔ ابھی کے لیے تو جان بچ گئی تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ اب رات میں اس کی خیر نہیں ہے!! آبان خان نے سر جھٹکتے واپس سے گاڑی سٹارٹ کی۔ بیوی کے ہوتے ہوئے اسے بھی سیلف کنٹرول کرنا تھا۔۔

ماہ دیر شاہ لاؤنج میں کھڑا اوپر حدائق شاہ کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے تیار ہونے سے پہلے حدائق شاہ کو اوپر سے بلایا تھا۔ اور وہ تھا کہ ابھی تک نیچے نہیں آیا تھا۔۔ ابھی بھی وہ اسے کالز پر کالز کر رہا تھا۔ لیکن حدائق شاہ فون نہیں اٹھا رہا تھا۔ سب لوگ تیار تھے۔ نائرہ شاہ لوگوں کی فیملی ہال چلی بھی گئی تھی۔ ایک بس انہی لوگوں نے جانا تھا اب۔ باقی سب ہال پہنچ چکے تھے!! ماہ دیر شاہ خود بھی تیار ہی کھڑا تھا۔ اسے نائرہ شاہ کا میسج آیا تھا کہ وہ بھی ہال کے برائیڈل روم میں بیٹھی تھی۔۔ لیکن نہیں آیا تھا تو ایک حدائق شاہ اور اس کی بیوی ابھی تک کمرے سے نہیں نکلے تھے!!

سیڑھیوں سے ان دونوں کو نیچے آتے دیکھ ماہ دیر شاہ نے جبڑے بھینچتے حدائق شاہ کو گھورا۔ جسے اس کی کال اٹھاتے ہوئے موت آ رہی تھی!! "چل نکلتے ہیں!! راحیل اور اکشم کو میں نے یہیں بلایا ہے! ساتھ چلے گیں وہ دونوں بھی!! حدائق شاہ نے نیچے اترتے سنجیدگی سے ماہ دیر شاہ کی طرف دیکھتے کہا۔ اس کے چہرے پر ایک انجانی سی گہری سنجیدگی تھی۔ "ہاں دیکھ لیا ہے اُن دونوں کو میں نے!! اب تو یہ بتا کہ تیری شکل پر بارہ کیوں بج رہے ہیں؟ اس کے چہرے کو جانچتی نظروں سے

دیکھتے ماہ دیر شاہ نے اس سے پوچھا۔۔"کچھ نہیں ہوا بس سر میں درد ہے! چل تو!!
حدائق شاہ نے اسی سنجیدگی کے ساتھ کہتے فائزہ کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ جو
ہیر شاہ کے ساتھ کھڑی تھی!!"چلو!!فائزہ شاہ کا ہاتھ تھامتے حدائق شاہ نے اپنے
قدم آگے کو بڑھائے۔ایک تو اس کا سر پھٹ رہا تھا اوپر سے فائزہ شاہ کی جس طرح
منتیں کرتے وہ نیچے لایا تھا یہ وہی جانتا تھا۔۔ورنہ وہ تو بضد تھی کہ کہیں بھی نہیں
جائے گی!! حدائق شاہ نے فائزہ کو ساتھ لیے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے!
اس کے ساتھ ہی ماہ دیر شاہ اور باقی سب بھی باہر نکل گئے تھے! راحیل خان اور
اکثم باہر ہی گاڑی میں ان لوگوں کا انتظار کر رہے تھے سب کو آتے دیکھ انہوں نے
بھی اپنی اپنی گاڑیاں سٹارٹ کی!!اور پھر ڈھول کی تھاپ کے ساتھ ہی ان سب کی
گاڑیاں قطار در قطار شاہ ولا سے باہر نکلیں!!ایک گاڑی میں حدائق شاہ فائزہ اور ان
لوگوں کے ساتھ ہیر شاہ موجود تھی۔ جبکہ دوسری گاڑی میں ماہ دیر شاہ کے ساتھ
راحیل خان تھا۔ جو کہ ڈرائیونگ کر رہا تھا۔۔عدیل شاہ کے ساتھ پاکیزہ بیگم اور

سائرہ بیگم تھیں۔ پیچھے باقی گاڑیوں میں ان سب کے دوست وغیرہ موجود تھے!!
!!ماورااور معاذ شاہ جمیل صاحب کے ساتھ پہلے ہی ہال کے لیے نکل گئے تھے

ان سب کی گاڑیاں ایک جھٹکے سے ہال کے باہر جاتے رکی۔ قطار در قطار مختلف قسم کی گاڑیاں ایک ساتھ رکی تھیں۔ماہ دیر شاہ مسکراتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلا۔ کتنا انتظار تھااسے آج کے دن کا۔ جو آج پورا ہونے والا تھا۔۔ سائرہ بیگم اور باقی سب بھی اپنی اپنی گاڑیوں سے باہر نکلتے ہال کے اندر کی طرف روانہ ہوئے!! "ارے ارے دولہے صاحب اتنی بھی کیا جلدی ہے؟ ماہ دیر شاہ ابھی آگے بڑھتا کہ آبان خان نے اس کے سامنے آتے راستہ روکا۔ باقی سارے لڑکے بھی اسی طرف آرہے تھے!! میں نے ایک منٹ یہاں کھڑا نہیں ہونا آبان۔ پلیز رخصتی کے وقت کر لینا یہ سارا تماشہ!! راحیل خان کے ہاتھ میں نوٹوں کی گڈیاں دیکھتے ماہ دیر شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے فوراً نفی کی!! وہ جانتا تھا یہ لوگ شروع ہوئے تو پھر اس کی بارات کا اللہ ہی حافظ تھا۔۔ "چپ کر تو دلہا ہے۔اور دولہے زیادہ بولتے ہوئے اچھے نہیں

لگتے ! اب ایک لفظ نا نکلے تیرے منہ سے ! ! آبان خان نے اسے گھورتے خاموشی اختیار کرنے کا کہا۔ سارے لڑکے یہاں پہنچ چکے تھے۔ حدائق شاہ نے بھی تھوڑا اپنا موڈ سہی کرنے کی کوشش کرتے راحیل خان کے ہاتھ سے دو گڈیاں اٹھائیں۔ نجانے اس کا آج دماغ خراب ہوا پڑا تھا۔۔ بھائی یہاں کھڑے ہونے کے لیے تو نہیں بلایا۔ ڈھول بجاؤ یار ! ! ڈھول والوں کو آرام سے کھڑے دیکھ آبان خان نے ہانک لگائی ! ! ڈھول کی تھاپ بجنی شروع ہو چکی تھی۔ پیچھے سے ان کے کئی دوستوں نے مل کر آتش بازی اور انار جلانے شروع کیے۔ اچانک ہی جیسے شور سا اٹھ گیا تھا۔ اب لگ رہا تھا کہ کسی کی بارات ہے ! ! آبان خان، حدائق اور عدیل شاہ نے اس کے پاس کھڑے ہوتے ڈھیروں نوٹ ماہ دیر شاہ پر لٹانے شروع کیے ! ! ماہ دیر شاہ ہلکا سا مسکراتے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ داجان اور باقی سب لوگ بھی باہر آ چکے تھے ! ! سب بڑوں نے بھی ان کے ساتھ ہی کھڑے ہوتے ماہ دیر شاہ پر نوٹوں کو بھر مار کر رکھی تھی۔۔

عدیل شاہ نے تھوڑی سائڈ پر ہوتے اپنی جیب سے پستول نکالتے آسمان میں ایک ساتھ کئی فائر کیے!!ان کے دوست تو پہلے ہی فائرنگ کر رہے تھے اب وہ بھی انہی کے ساتھ مل چکا تھا۔۔اور یہاں اسے جوائن کیا تھا بالاج خان نے!! وہ دونوں مل کر ایک سائڈ پر کھڑے اندھا دھند ہوائی فائرنگ کر رہے تھے!! جبکہ یہاں ماہ دیر شاہ کی مسکراہٹ سمٹتی جا رہی تھی۔آبان خان اور حدائق شاہ اسے لگ رہا تھا پاگل ہو گئے ہیں!! جو اس پر سے نوٹ وارتے لٹائے ہی جا رہے تھے۔عدیل اسے چھوڑ بعد میں کرے گیں!! پہلے اِدھر آ۔۔حدائق شاہ نے مسکراتے عدیل کو آواز لگائی۔اس کا ارادہ فائرنگ کرنے کا بعد میں تھا۔۔عدیل شاہ نے اپنے قدم اس کی طرف بڑھاتے دور سے ہی اپنے ہاتھ کھولتے ہلکا سا ٹھمکا لگایا۔حدائق شاہ اور آبان خان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔وہ ان لوگوں کے بلانے کا مقصد سمجھ گیا تھا۔۔عدیل شاہ کے پاس پہنچنے پر حدائق شاہ اور آبان خان نے اپنے اپنے ہاتھ میں موجود پیسے ایک دوست کو پکڑاتے ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑا ڈالنا شروع کیا۔۔اوپر ہی برائیڈل روم کی کھڑکی کے پاس تمام خواتین کھڑی مسکراتے ہوئے ان لوگوں کو دیکھ رہی

تھیں۔ آج رائنا خان بھی آئی تھی بارات میں ! ! فائزہ شاہ کے کہنے پر برہان خان اسے لے ہی آئے تھے ! حدائق شاہ نے مسکراتے راحیل خان اور اکثم کو بازو سے پکڑتے اپنے ساتھ ملایا۔ باقی سب تو ویسے ہی تھے۔ سوائے بالاج خان کے ! ! اس کے بقول ڈانس کرنے سے اس کی عزت میں کمی آجانی تھی۔ اب اچھا تو نہیں لگتا ایک انٹرنیشنل فائٹر پاگلوں کی طرح ڈانس کرنا شروع کر دے ! ! اسی لیے کل بھی اور آج بھی اس نے ڈانس نہیں کیا تھا۔۔ ماہ دیر شاہ کو کھڑے کھڑے اُکتاہٹ ہونے لگی تھی۔ لیکن ان لوگوں کے بھنگڑے ختم ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے ! ! پہلے پیسے لٹانا اور اب یہ سب ! ! ماہ دیر شاہ تنگ آگیا تھا۔۔ جبکہ وہ سارے اس کے سامنے کھڑے ڈھول کی تھاپ پر گول دائرے کی صورت میں بھنگڑا ڈالنے نے مصروف تھے ! ! "ایک منٹ ایک منٹ ! ! حدائق شاہ نے مسکراتے سب کو رکنے کو کہا۔ سارے فوراً ہی رک گئے تھے ! ! "اب آئیں گیں ہمارے پیارے بڑے بابا۔۔ اپنے ہی ہاتھ کا مائک بناتے حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے مظہر شاہ کی طرف دیکھتے کہا۔ جو نم آنکھوں کے ساتھ کھڑے تھے ! ! آج صبح سے ہی ان کی

آنکھیں ایسے ہی نم تھیں۔۔ مظہر شاہ نے فوراً ہی نفی میں سر ہلایا۔اُن کی بھلا عمر تھی یہ سب کرنے کی!! حدائق شاہ اور زاویار شاہ نے آگے بڑھتے مسکراتے ہوئے دونوں طرف مظہر شاہ کو پکڑا۔ وہ انہیں اپنے ساتھ لیے آگے لے آئے تھے!! "ارے بیٹا تم لوگ کرو۔اب اچھا تھوڑی لگتا ہے میں کیسے!! مظہر شاہ نے حدائق شاہ کو سمجھانا چاہا۔۔ "بڑے بابا ان چیزوں کے ساتھ عمر کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے! بلکہ آپ رکیں میں اندر فل والیوم کے ساتھ یہ والا گانا لگواتا ہوں "ابھی تو میں جوان ہوں!! اس پر ڈانس کیجئے گا آپ!! حدائق شاہ نے ہنستے ہوئے کہتے اندر لڑکے کو اشارہ کیا۔جو آگے ڈی جے سے کہتے یہ گانا لگوا دیتا۔۔ مظہر شاہ مسلسل منع کر رہے تھے۔ لیکن حدائق شاہ تھا کہ ان کی ایک بھی نہیں سن رہا تھا۔اس نے مظہر شاہ کی آنکھوں میں نمی بہت واضح دیکھی تھی۔ تو بس اب تھوڑا ان کا دھیان بٹانا چاہ رہا تھا۔ گانا لگ چکا تھا۔ فل تو نہیں لیکن کافی حد تک آواز باہر آ رہی تھی۔ حدائق شاہ نے مسکراتے ان کا ہاتھ پکڑتے ہلکا ہلکا ہلنا شروع کیا۔ وہ مظہر شاہ کے حساب سے بہت احتیاط سے ان کے ساتھ ہی ڈانس کر رہا تھا۔۔ مظہر شاہ نے ہنستے

ہوئے اس سے ہاتھ چھڑواتے دو چار ٹھمکے لگائے!! ان کے ٹھمکے لگانے کی دیر تھی کہ ساری فضا میں ہوٹنگ ہونے لگی تھی۔ اچانک ہی سارے لڑکے ایک ساتھ چلا اُٹھے تھے!! "بڑے بابا میں نے بھی سیکھنے ہیں یہ کیسے لگاتے ہیں!! حدائق شاہ نے قہقہہ لگاتے ان سے کہا۔ جواب بلکل رک چکے تھے!! "کبھی فرصت سے سکھاؤں گا تمھیں!! ابھی اندر چلو ماہ دیر تھک گیا ہو گا کھڑے کھڑے!! کب سے بیچارہ بت بنا کھڑا ہے!! مظہر شاہ نے مسکراتے حدائق شاہ کا بازو تھپکتے کہا۔ ان کا دھیان واقعی میں بٹ گیا تھا۔۔ اور پھر وہ سب بھی سائڈ پر ہوتے ماہ دیر شاہ کے ساتھ ہی اندر کی طرف بڑھے!! ڈھول ابھی بھی بج ہی رہا تھا۔۔

ماہ دیر شاہ جاتے سامنے اسٹیج پر بیٹھا۔ اس کے بیٹھتے ہی سائرہ بیگم اور سارے بڑے آتے اس کے پاس بیٹھتے پھر سے اس کے سروں سے نوٹ وارنے شروع ہو چکے تھے!! "ماما بس کریں یار تھک گیا ہوں میں!! ماہ دیر شاہ نے تنگ آتے ان کا ہاتھ تھامتے کہا۔ وہ تنگ آ گیا تھا۔۔ "میرا بیٹا زندگی میں ایک ہی مرتبہ دلہا بنتا ہے

انسان۔ اس میں بھی اُکتاہٹ ہو رہی ہے تمھیں!! سائرہ بیگم مسکرائی تھیں!!
"نہیں بس ان پیسوں سے ہو رہی ہے۔ جس کو دیکھو پیسے وارنے پر لگا ہوا ہے!! ماہ دیر شاہ نے دھیمے سے کہا۔۔ "بھابی نائرہ کو لے آتے ہیں!! پھر دیر ہو جائے گی ورنہ بہت!! نوین بیگم نے اسٹیج پر آتے سائرہ بیگم کو مخاطب کیا۔۔ "ہاں چلو!! سائرہ بیگم بھی مسکراتے اسٹیج سے نیچے اتریں!! وہ دونوں ہی نائرہ شاہ کو لینے کے لیے برائیڈل روم کی طرف بڑھ گئے تھے!!

اپی 2/62

اچانک ہی پورے ہال کی تمام بتیاں بند ہوئیں۔ سارے ہال میں اندھیرا چھا گیا تھا۔ اور پھر اچانک ہی بیچ میں ایک اسپاٹ لائٹ آن ہوئی۔ دلہن کی انٹری ہونے لگی تھی۔۔ ارد گرد سارے لاؤڈ اسپیکرز پر ایک ہی گانہ فل آواز میں چلنے لگا تھا۔۔

شہنائیوں کی صدا کہہ رہی ہے"

"خوشی کی مبارک گھڑی آگئی ہے "

ماہ دیر شاہ نے یکلخت ہی اسٹیج پر بیٹھے اپنی نظریں سامنے کی جہاں سے وہ پری پیکر پور پور اس کے لیے سجی مظہر شاہ اور نوین بیگم کے ہمراہ قدم قدم چلتے اس کے نزدیک آرہی تھی۔۔ماہ دیر شاہ دم سادھے گھونگھٹ کی آڑ میں چھپی اس حور کو دیکھ رہا تھا۔ جس لمحے کا اسے سب سے زیادہ انتظار تھا آج وہ گھڑی آہی گئی تھی۔۔ نائرہ شاہ اس وقت سرخ رنگ کے لہنگا کرتی میں ملبوس تھی۔ جس پر خوبصورت سے گولڈن کلر کے موتیوں اور دبکے کی کڑھائی کا کام کیا گیا تھا۔اس کا بلاؤز تھوڑا فٹ تھا چنانچہ سینے اور سر کے پاس سے دوپٹے کو اس طرح کور کیا گیا تھا کہ اس کا جسم واضح نا ہو!! یہ لہنگا اس کے لیے ماہ دیر شاہ نے خود ہی پسند کیا تھا۔۔ سر پر دوپٹے کے اوپر ہی ایک سرخ رنگ کی چنری کا گھونگھٹ ڈالا گیا تھا جس پر گولڈن کڑھائی سے ماہ دیر کی دلہن لکھا ہوا تھا۔ مہندی سے لبریز دونوں ہاتھ چوڑیوں سے بھرے پڑے تھے!! گلے میں گولڈ کا بھاری چوکر، کانوں میں اس کے ساتھ کے ہی ہیوی جھمکے پہنے ہوئے تھے!! سر پر ماتھا پٹی لٹکائے وہ واقعی آسمان سے اُتری ہوئی کوئی حور معلوم

ہو رہی تھی۔۔ آنکھوں میں گلٹی میک اپ کیے، گالوں پر ہلکا ہلکا سا بلش لگائے ناک میں نوز پن پہنے جو بار بار اس کے سرخ لپسٹک سے سجے کٹاؤ دار یاقوتی ہونٹوں پر لگ رہی تھی۔ وہ آج چمکتا چاند معلوم ہوتی تھی۔۔ ماہ دیر شاہ سامنے کھڑا مسمرائز ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔۔ نائرہ شاہ جیسے جیسے قدم آگے بڑھا رہی تھی ویسے ویسے اس کے ارد گرد رکھے انار جلنے شروع ہو رہے تھے!!

سجی سرخ جوڑے میں چاند سی دلہن "

" زمین پے فلک سے پری آگئی ہے"

گانا مسلسل چل رہا تھا۔ جبکہ سپاٹ لائٹ کی روشنی میں وہ موم سی گڑیا آگے سے آگے قدم بڑھا رہی تھی۔ غرض کہ یہ ایک خواب ناک انٹری معلوم ہوتی تھی!! نائرہ شاہ کو اسٹیج کے بلکل قریب آتے دیکھ حدائق شاہ نے ماہ دیر شاہ کے کندھے پر ہاتھ مارتے اسے ہلکا سا آگے کو دھکا دیا۔ وہ اسے دیکھنے میں اتنا گم ہو گیا تھا کہ یہ بھی یاد نہیں رہا تھا کہ نائرہ شاہ کو نیچے اتر کر اسٹیج پر ہی لے لے!! ماہ دیر شاہ جیسے اچانک ہی ہوش میں آیا۔ نیچے منہ کر کے ہلکا سا مسکراتے ماہ دیر شاہ اسٹیج سے نیچے اترا۔۔

اس کے نیچے اترنے پر مظہر شاہ نے ہلکا سا مسکراتے ماہ دیر شاہ کا ہاتھ پکڑتے نائرہ شاہ کے ہاتھ میں تھمایا۔ وہ دونوں میاں بیوی ارد گرد کھڑے نم آنکھوں سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے!! ماہ دیر شاہ نے جی جان سے مسکراتے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود اپنی کل کائنات کا ہاتھ دیکھا۔ دوسرے لمحے اس نے اپنی شیروانی کی جیب سے ڈھیروں نوٹ نکالتے نائرہ شاہ کے سر پر سے وارے!! مظہر شاہ اور نوین بیگم پیچھے ہٹ چکے تھے۔ اب صرف وہ دونوں ہی تھے جو اسٹیج کے سامنے کھڑے تھے!! نائرہ شاہ نظریں جھکائے اس کے سامنے کھڑی تھی۔ ماہ دیر شاہ کے ہاتھ میں موجود اس کا ہاتھ نجانے کیوں لرز رہا تھا۔۔ ماہ دیر شاہ نے تھوڑا آگے کو ہوتے اس کے چہرے پر سے گھونگھٹ ہٹایا۔ اس کے چہرے کو دیکھتے وہ جیسے کچھ بولنے لائق نہیں بچا تھا۔ ٹھیک ہے نائرہ شاہ خوبصورت ہے یہ بات وہ بھی مانتا تھا۔ لیکن اس قدر حسن کہ آج وہ حوروں کو بھی مات دے رہی تھی۔۔ کچھ ممتا کا اور کچھ شادی کا۔ نائرہ شاہ پر ٹوٹ کے روپ آیا تھا۔ نائرہ شاہ نظریں جھکائے کھڑی اس کا سب کچھ لوٹ گئی تھی۔ جبکہ نائرہ شاہ میں تو اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ نظریں اٹھا کر ماہ

دیر شاہ کو دیکھ ہی لے !! وہ اس کے سامنے کھڑی مسلسل نظریں جھکاتے ہوئے تھی !! ماہ دیر شاہ نے تھوڑا آگے کو ہوتے اس کے ماتھے پر نہایت محبت سے اپنے لب رکھے !! اس کے لب رکھنے کی دیر تھی کہ پورے ہال میں زبردست قسم کی ہوٹنگ شروع ہو چکی تھی۔۔مارے شرم وحیا کے نائرہ شاہ تھوڑا خود میں سمٹی !! سب کے سامنے اس کس پر وہ پانی پانی ہو گئی تھی۔۔ماہ دیر شاہ نے مسکراتے اس کا ہاتھ تھامتے اپنے قدم اسٹیج پر لیے !! ایک ہاتھ سے وہ اس کا لہنگا بھی سمبھال گیا تھا۔۔اسٹیج پر چڑھتے اسے نرمی سے صوفے پر بٹھاتے ماہ دیر شاہ خود بھی اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا۔۔۔

ماشاءاللہ نظر نا لگے تم دونوں کی کسی کی بھی !! نوین اور سائرہ بیگم نے اسٹیج پر آتے ان دونوں کی بلائیں لی۔ جو ایک ساتھ بیٹھے پرفیکٹ کپل والی وائب دے رہے تھے !! دیکھتے ہی دیکھتے باری باری سارے بڑے اسٹیج پر آتے ان دونوں کی بلائیں لیتے انہیں ڈھیروں دعاؤں سے نواز رہے تھے !!

رائنا خان ایک طرف کرسی پر فائزہ شاہ کے ساتھ بیٹھی تھی۔ وہ نجانے آج کتنے دنوں بعد فائزہ شاہ سے مل رہی تھی۔ ورنہ تو حدائق شاہ نے اس کی بہن کو غائب ہی کر دیا تھا۔ ایسا رائنا خان کو لگتا تھا۔۔ اسے ابھی فائزہ سے بات کر کے ہی پتہ چلا تھا کہ فائزہ شاہ اس کے نکاح کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتی۔۔ پھر اس نے بھی کچھ بتانا مناسب نہیں سمجھا۔ جب برہان خان نے خود ہو فائزہ کو کچھ نہیں بتایا تھا تو وہ اسے بتا کر کیا کرتی۔ ویسے بھی فائزہ کی اپنی زندگی میں بہت مسئلے تھے۔ ایسے میں اس کے بارے میں بتا کر بھی اسے مزید ٹینشن دینے والی بات تھی۔ اسی لیے سب نے چپ رہنا ہی مناسب سمجھا۔ حدائق شاہ نے خود بھی اسی لیے فائزہ شاہ کو کچھ نہیں بتایا تھا۔۔ آپی حدائق بھائی کیسے ہیں آپ کے ساتھ؟ مطلب وہ سہی سے تو رہتے ہیں نا! مجھے پہلی مرتبہ دیکھنے میں وہ بہت غصے والے لگے تھے! رائنا خان نے ٹیبل پر ہاتھ رکھتے تجسس سے پوچھا۔ فائزہ شاہ جو سکون سے بیٹھی تھی اس کے سوال پر نجانے

کیوں وہ گڑ بڑا سی گئی تھی۔۔ کیا مطلب ! ! فائزہ شاہ نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھتے

پوچھا۔ آپی حدائق بھائی کیسے ہیں آپ کے ساتھ ؟ مطلب وہ سہی سے تو رہتے ہیں نا! مجھے پہلی مرتبہ دیکھنے میں وہ بہت غصے والے لگے تھے ! رائنا خان نے ٹیبل پر ہاتھ رکھتے تجسس سے پوچھا۔ فائزہ شاہ جو سکون سے بیٹھی تھی اس کے سوال پر نجانے کیوں وہ گڑ بڑا سی گئی تھی۔۔ کیا مطلب ! ! فائزہ شاہ نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔ آپی حدائق بھائی کیسے ہیں آپ کے ساتھ ؟ مطلب وہ سہی سے تو رہتے ہیں نا! مجھے پہلی مرتبہ دیکھنے میں وہ بہت غصے والے لگے تھے ! رائنا خان نے ٹیبل پر ہاتھ رکھتے تجسس سے پوچھا۔ آپی حدائق بھائی کیسے ہیں آپ کے ساتھ ؟ مطلب وہ سہی سے تو رہتے ہیں نا! مجھے پہلی مرتبہ دیکھنے میں وہ بہت غصے والے لگے تھے ! رائنا خان نے ٹیبل پر ہاتھ رکھتے تجسس سے پوچھا۔ فائزہ شاہ جو سکون سے بیٹھی تھی اس کے سوال پر نجانے کیوں وہ گڑ بڑا سی گئی تھی۔۔ کیا مطلب ! ! فائزہ شاہ نے نا سمجھی سے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔ ارے مطلب سہی تو ہیں نہ ؟ آپ پر

غصہ تو نہیں کرتے۔ ویسے طبیعت تو ماشاءاللہ آپ کی پہلے سے بہتر لگ رہی ہے۔ کہیں یہ حدائق بھائی کا ہی کمال تو نہیں ہے ؟؟ شروع میں مسکرا کر کہتے رائنا خان نے آخر میں اسے شرارت سے چھیڑا۔ لیکن یہ سچ تھا فائزہ شاہ اسے واقعی تھوڑی بہت سہی لگ رہی تھی۔۔اصل میں کل والے واقعے سے وہ لاعلم تھی اس لیے !! فائزہ شاہ نے اس کی بات سنتے بے ساختہ ہی ایک نظر سامنے کھڑے حدائق شاہ کو دیکھا۔ جو کال پر مصروف شاید کسی پر غصہ کر رہا تھا۔ اور یہ اس کے چہرے کے ایکسپریشنز سے ہی معلوم ہو رہا تھا کہ وہ شدید غصے میں ہے !! بتائیں نا؟ بعد میں دیکھ لیجئے گا حدائق بھائی کو۔ سارا دن آپ کے پاس ہی ہوتے ہیں !! میں نے سنا ہے حدائق بھائی نے اپنا کام بھی چھوڑا ہوا ہے آپ کے لیے !! ایک ہمارا بندہ ہے وعدہ کیا تھا روز آؤں گا۔ روز آنا تو دور روز کال کے لیے بھی ٹائم نہیں ملتا نواب صاحب کو !! رائنا خان نے منہ بناتے شروع میں اونچی آواز میں جبکہ آخری جملے محض منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے !! ہاں سہی ہے !! اور جہاں تک رہی غصے کی بات تو ایک مرتبہ ہی کیا تھا۔ اس کے بعد تو ابھی تک نہیں کیا۔ ویسے بھی تمھیں لگتا ہے میری طبیعت

ایسی ہوتی ہے کہ میں لوگوں کو نوٹ کرتی پھروں؟ سامنے ہی نظریں جمائے فائزہ شاہ نے دھیمے سے کہا۔ اسے وہ نکاح کی پہلی رات والی دانتوں کی کس ابھی تک یاد تھی۔ اور یہ سچ بھی تھا۔ حدائق شاہ نے اس دن کے بعد تو کبھی اسے کچھ نہیں کہا تھا۔ چلو شکر ہے!! اچھی بات ہے۔ اللہ انہیں ایسے ہی رکھے!! رائنا خان نے شکر ادا کرتے دل سے دعا دی۔ جبکہ فائزہ شاہ مسلسل سامنے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ حدائق شاہ پر ہی نظریں جمائے اس کے چہرے کے ایک ایک ایکسپریشن کو بخوبی دیکھ رہی تھی۔۔ آمین!! بھولا بھٹکا سا نجانے کیسے اس کے منہ سے دھیمے سے نکلا۔ آواز اتنی دھیمی تھی کہ سامنے بیٹھی رائنا خان بھی سن نہیں سکی تھی۔ جبکہ اسے خود کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ اس نے بولا کیا ہے!! اپنی اوپر کسی کی نظروں کی تپش محسوس کرتے حدائق شاہ نے بے ساختہ ہی ارد گرد دیکھا۔ اسے لگ رہا تھا کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے!! ارد گرد دیکھتے جیسے وہ دیکھنے والے کو ہی ڈھونڈھ رہا تھا کہ اچانک ہی اس کی نظر اپنے دائیں طرف پڑی جہاں اس کی بیوی کرسی پر بیٹھی اسے ہی دیکھنے میں مصروف تھی۔ حدائق شاہ کے ہاتھ سے بے ساختہ ہی فون چھوٹتے

چھوٹتے بچا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ فائزہ شاہ اس کے سامنے بیٹھی ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہی ہے!! دوسرے لمحے خود کو سنبھالتے حدائق شاہ نے ہلکا سا مسکراتے بے باکی سے اپنے ہونٹوں کو گول کرتے اسے فلائنگ کس بھیجی۔ فائزہ شاہ اچانک ہی بری طرح گڑبڑاتی تھی۔ اس کے تھوک نگلتے فوراً سے پہلے اپنی نظروں کا رخ بدلا۔ یہ اس سے بے اختیاری یہ ہے۔ میں ہوا تھا۔ اگر وہ ذرا بھی ہوش میں ہوتی تو کبھی حدائق شاہ کو ایسے دیکھنے کی غلطی نا کرتی!! حدائق شاہ نے اسے گھبراتے دیکھ ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ بہت عجیب تھی یہ لڑکی!! لیکن جیسی بھی تھی حدائق شاہ کو دل و جان سے زیادہ عزیز تھی۔۔ اہم اہم!! رائنا خان نے اپنی ہنسی روکتے فائزہ شاہ کی طرف دیکھا۔ جو ماتھے پر پسینہ لیے ارد گرد دیکھتے اپنی گھبراہٹ روکنے کی کوشش کر رہی تھی!! کوئی نہیں آپی چل کریں۔۔ ہوتا ہے ہوتا ہے!! فائزہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے رائنا خان نے مسکراتے اسے تسلی دی۔ حدائق شاہ کو فلائنگ کس کرتے وہ دیکھ چکی تھی!! تمہاری کچھ زیادہ زبان نہیں چل رہی؟؟ اسے مصنوعی گھورتے فائزہ شاہ نے اپنی خفت کم کرنی چاہی!! می نے تو

ایسا نہیں کیا جا رہی ہوں میں تھیں آپ ! ! میں نے تو ایسا کچھ نہیں کیا۔ جا رہی ہوں میں بیٹھیں آپ ! ! منہ بناتے رائنا خان اس کے پاس سے کھڑی ہوئی۔ ناراضگی تو محض بہانہ تھی۔ اصل وجہ تو سامنے کھڑا اپنا شوہر تھا جو کب سے اسے اپنے پاس آنے کے اشارے کر رہا تھا۔۔ اچھا سوری بیٹھو تم۔ مجھے اکیلا مت چھوڑو پلیز ! ! فائزہ شاہ نے فوراً سے اس کا ہاتھ تھامتے کہا۔۔ حدائق بھائی آپ پلیز آپی کو کمپنی دیں مجھے بابا بلا رہے ہیں میں ابھی آئی ! ! حدائق شاہ کو اسی طرف آتے دیکھ رائنا خان نے شکر ادا کرتے اس سے کہا۔ اور خود آگے کی طرف اپنے قدم بڑھائے ! ! یہ کونسے بابا بلا رہے ہیں تمھیں سب سمجھ رہا ہوں میں ! ! بیٹا بچ کے رہنا۔ تمہارے اصل ڈیڈی نے دیکھ لیا تو تم دونوں کی قبر یہیں پر کھود دے گیں۔ اسے تو کوئی خوف ہے نہیں۔ تم ہی تھوڑی عقل کر لو ! ! حدائق شاہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے دھیمے سے آواز میں اسے وارن کیا۔ عدیل شاہ کو سامنے سے اشارے کرتے وہ دیکھ چکا تھا۔ رائنا خان نے خفت سے نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔ حدائق شاہ کی بات پر وہ جیسے شرم سے پانی پانی ہو گئی تھی۔۔ اسے اُمید نہیں تھی کہ حدائق شاہ اسے یہ بات

کرے گا۔۔ مذاق کر رہا تھا۔ شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ جاؤ شاباش۔ کچھ ہو تو بھائی کو بتانا۔ میں دیکھ لوں گا۔۔ اسے شرمندہ ہوتے دیکھ حدائق شاہ نے اپنی ہنسی روکتے کہا۔ اس کا مقصد صرف رائنا خان کو تنگ کرنا تھا۔ لیکن انجانے میں وہ اسے بری طرح شرمندہ کر گیا تھا۔۔۔ رائنا خان نے فوراً سے پہلے یہاں سے جانے میں ہی بھلائی جانی۔ اس سے زیادہ وہ کھڑی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ حدائق شاہ مسکرا کر سر جھٹکتے فائزہ شاہ کے ساتھ ہی کرسی پر بیٹھا۔ کوئی دیکھ رہا تھا ہمیں!! فائزہ شاہ کی طرف دیکھتے حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔۔ تو؟ دوبدو ہی سنجیدگی سے سوال کیا گیا تھا۔۔ کچھ نہیں سرکار۔ میں تو بس ایسے ہی!! حدائق شاہ نے کرسی سے ٹیک لگاتے کندھے اچکائے۔ مقابل بات بھی ایسے کرتی تھی جیسے ابھی کچا چبا جائے گی!! فائزہ شاہ نے سنجیدگی سے اسے ایک نظر دیکھتے اپنی نظریں پھیری! اس کے لیے کافی تھا کہ بس مقابل اس کے پاس بیٹھا رہتا۔ باقی حدائق شاہ کی فضول کی باتوں سے اسے سخت الجھن تھی!! حدائق شاہ پاس چپ چاپ بیٹھا رہے۔ اس کے لیے کافی تھا۔

رائنا خان عدیل شاہ کے پاس سے گزرتے ابھی آگے بڑھتی کہ عدیل شاہ نے اس کی کلائی پکڑتے اسے روکا۔ہاتھ چھوڑیں میرا!! رائنا خان نے اس کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔اسے ابھی غصہ آیا ہوا تھا۔۔کیا ہو گیا کیوں آگ اگل رہی ہو! اور یہ حدائق کیا کہ رہا تھا تمھیں؟ عدیل شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑتے اپنے ساتھ بھینچتے ہوئے مصروف سے انداز میں پوچھا۔حدائق شاہ کو اس سے بات کرتے دیکھ عدیل شاہ نے دیکھا تھا۔۔بیعزتی کر رہے تھے میری!! سب کچھ آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔سب کے سامنے اشارے کرنے کی بجائے ایک میسج نا کیا گیا آپ سے !رائنا شاہ نے دانت پیستے کہا۔البتہ اس کی گرفت میں وہ کھینچتی چلی جا رہی تھی۔۔عدیل شاہ نے ایک سائڈ پر ہوتے اسے دیوار کے ساتھ لگایا۔خود وہ اس کے سامنے کھڑا ہو چکا تھا۔۔کیوں بیعزتی کر رہا تھا وہ؟؟اور دو قدموں کے فاصلے پر تھی تم میرے! ایسے میں کیا ہی میسج کرتا میں تمھیں!! عدیل شاہ نے سنجیدگی سے لفظ چبائے۔جبکہ حدائق شاہ سے تو بعد میں وہ اچھے سے پوچھتا۔۔کچھ نہیں کیوں بلایا ہے آپ نے

مجھے ! ! رائنا خان نے اسے سنجیدہ ہوتے دیکھ نارمل سے انداز میں پوچھا۔ غیر ارادی طور پر وہ بات کو رفع دفع کر گئی تھی۔۔ چلو کپل شوٹ کرواتے ہیں ! ! عدیل شاہ نے ہلکا سا مسکراتے کہا۔ وہ اسے کب سے اسی لیے بلا رہا تھا۔۔ کہاں کروائے گیں۔ اور اگر کسی نے دیکھ لیا تو ! ! رائنا خان نے ہونٹ کاٹتے پریشانی سے کہا۔ اسے زیادہ فکر برہان خان کی تھی۔ باقی سب کی تو پھر بھی خیر تھی۔۔ کوئی کچھ نہیں کہتا میں ہوں نہ ! ! دوسری طرف سے ہال کے باہر ہی ایک گارڈن ہے۔ اُدھر کرواتے ہیں ! ! عدیل شاہ نے اکسائٹیڈ سے انداز میں کہتے اس کا ہاتھ پکڑتے اپنے قدم آگے کی طرف بڑھائے ! ! ماہ دیر شاہ اور نائرہ کا کپل شوٹ ہو چکا تھا۔ انہیں دیکھ کر ہی دیکھ کر ہی عدیل شاہ کو شوق چڑھا تھا کہ وہ بھی رائنا خان کے ساتھ کچھ نا کچھ یادگار تصاویر بنوائے ! ! عدیل شاہ رائنا خان کا ہاتھ پکڑتے اسے لیے گارڈن کی طرف آیا۔ یہ ہال کی بیک سائڈ پر ایک بڑا سا گارڈن تھا۔ جو کہ دیکھنے میں ہوتا تھا۔۔ ارد کرد خوبصورت سے مختلف ہال کا ہی حصہ معلوم ہوتا تھا۔۔ ارد گرد رنگوں کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ جبکہ بے شمار مختلف قسم کے درخت بھی یہاں موجود تھے ! !

عدیل شاہ نے رائناخان کو اپنے ساتھ کھڑا کرتے تصاویر بنوانی شروع کی!! سامنے ایک فوٹو گرافر لڑکی تھی جو مہارت سے کیمرے میں اس خوبصورت سے جوڑے کی تصاویر کلک کر رہی تھی۔ میم آپ کی ہائیٹ بہت چھوٹی ہے!! تھوڑے سے پاؤں اوپر کر کے کھڑی ہو میں نے فیس سائڈ سے ایک کلک لینا ہے!! فوٹو گرافر نے مصروف سے انداز میں رائناخان کو مخاطب کیا۔ رائناخان کی ہائیٹ عدیل شاہ سے واقعی میں بہت چھوٹی تھی۔ وہ اس کے سینے تک بھی بمشکل ہی آتی تھی۔ عدیل شاہ کے سامنے تو بلکل ہی وہ بچی لگتی تھی۔۔ میرا قصور نہیں ہے۔ آپ کو کس نے کہا تھا اتنے لمبے کھمبے ہو جائیں!! اب بھگتے خود ہی۔ میں نہیں بنا رہی کوئی تصویریں!! اور تم باجی دوبارہ میری ہائیٹ کا مذاق مت بنانا۔۔

رائناخان نے عدیل شاہ کو اپنی ہنسی روکتے دیکھ اس سے دور ہوتے کہا۔ ساتھ میں ہی وہ فوٹو گرافر کو بھی لتاڑ گئی تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے یہ دونوں اس کی ہائیٹ کا مذاق بنا رہے ہو!! اچھا سوری میں کسی اور بات پر ہنس رہا تھا۔ میری کیا مجال کہ میں اپنی کیوٹ سی بیوی کی بائیٹ کا مذاق بناؤں!! عدیل شاہ نے اس کے گال کھینچتے

منانے والے انداز میں کہا۔اب اسے ہنسی آگئی تھی تو بھلا اس میں اس کا کیا قصور!!

رائنا خان ایک نروٹھی سی نظر اس پر ڈالتے واپس سے اس کے پاس کھڑی ہوئی۔ جبکہ اندر سے وہ مسلسل صبر کے گھونٹ پی رہی تھی۔ مختلف قسم کے پوز بنواتے وہ دونوں ہنسی خوشی تصاویریں بنوا رہے تھے کہ اچانک ہی رائنا خان کو کسی نے بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔۔ رائنا خان کی چیخ بے ساختہ تھی۔ عدیل شاہ نے اسے پکڑ نہیں رکھا تھا تبھی وہ بروقت اسے بچا بھی نہیں سکا تھا۔۔

تمہیں کتنی مرتبہ کہا ہے دور رہو اس سے!! سمجھ میں نہیں آتا گیا تمہارے؟؟ وہ" برہان خان تھے!! جن کی اِدھر سے گزرتے ہوئے بائے چانس ہی ان دونوں پر نظر پڑ گئی تھی۔ اور ان کا خون ہی کھول اٹھا تھا یہ دیکھ کر!! انکل میری بات۔۔ عدیل شاہ ابھی اپنی صفائی میں کچھ رکھتا کہ برہان خان نے آگے بڑھتے ایک زوردار مکا اس کے منہ پر جڑا۔ انہیں اس وقت زہر لگ رہا تھا یہ انسان۔ جو ان کی بیٹی کے ساتھ چپک ہی گیا تھا۔ بابا۔۔ رائنا خان برہان خان کو بازو سے تھامتے چیخی۔ وہ پھر سے عدیل شاہ کو مارنے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے!! گھر چلو تم ذرا میں بتاتا ہوں

تمھیں!! برہان خان نے سختی سے رائنا خان کا ہاتھ پکڑتے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ ساتھ ہی وہ عدیل شاہ کو ایک سخت گھوری سے نوازتے رائنا خان کو اپنے ساتھ لیے آگے کی طرف بڑھے!! چلو بھی!! رائنا خان کو قدم روکتے دیکھ برہان خان نے اسے آگے کھینچا۔ لیکن وہ جیسے وہیں جم سی گئی تھی۔۔ تم چل رہی ہو؟؟ برہان خان اسے کچھ کہتے کہ ان کی نظر رائنا خان کے دوسرے ہاتھ پر پڑی جو عدیل شاہ کی گرفت میں تھا۔۔ ہاتھ چھوڑو اس کا!! برہان خان نے عدیل شاہ کی طرف سپاٹ لہجے میں حکم دیا۔ وہ یہاں کوئی تماشا نہیں چاہتے تھے!! چھوڑنے کے لیے نہیں پکڑا۔۔ دوبدو ہی جواب آیا تھا۔۔ عدیل شاہ نے کہتے ایک جھٹکے سے رائنا خان کو اپنی طرف کھینچا۔ رائنا خان بے ساختہ ہی زور سے عدیل شاہ کے چوڑے سینے سے ٹکرائی۔ برہان خان کی گرفت سے اس کی کلائی بھی آزاد ہو چکی تھی۔ میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی جو پہلی نظر میں کبھی میں نے تمہیں اچھا جانا تھا۔ تمہارے جتنا گھٹیا انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ اپنے گھر میں بیٹھی ماں تم سے سمبھالی نہیں جاتی دوسروں کی بیٹیوں پر حق جتانے چلے آتے ہیں برہان

خان لفظوں کا بہت گہرا وار کر گئے تھے۔ماما نے جو کیا میں اس کے لیے آپ دونوں سے بہت شرمندہ ہوں۔انہیں یہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔لیکن اس سب میں میرا قصور کہاں ہے بھلا؟؟ صرف اتنا کہ میں آپ کی بیٹی سے عشق کرتا ہوں۔۔خود پر ضبط کرتے عدیل شاہ نے اپنی آواز کو نارمل رکھتے جواب دیا۔اگر وہ بھی ہائپر ہو جاتا تو یہاں بدمزگی پھیل جانی تھی۔۔نہیں اتنا کہ تم اس عورت کے بیٹے ہو جو میری اولاد سے حد درجہ نفرت کرتی ہے!میرے ہی گھر میں آکر وہ میری بیٹیوں کا کردار اچھالتی ہے!!تمہیں لگتا ہے تمہارے معافی مانگنے سے ہماری تکلیف دور ہو جائے گی!!ہو جائے نفی میں سر ہلاتے غرا کر کہتے برہان خان نے واپس سے رائنا خان کی کلائی کو اپنی گرفت میں لیا عدیل!!رائنا خان نے بے بسی سے اسے پکارا جو بت بن کر کھڑا ہو گیا تھا۔برہان خان اسے پھر سے اپنی طرف کھینچ گئے تھے!!جاؤ ابھی پھر بات کرے گیں ہم!!دھیمے سے کہتے عدیل شاہ نے اپنے قدم آگے کو بڑھائے۔۔یہ کیا خاک کبھی زندگی میں تمہارے لیے اسٹینڈ لے گا۔۔عدیل شاہ کو آگے جاتے دیکھ برہان خان نے رائنا خان کی گھور کر کہتے اسے بھی اپنے ساتھ لیتے آگے

بڑھے ! ! رائناخان کو یہاں لانے کے فیصلے پر ہی اب وہ پچھتا رہے تھے ! ! رائناخان آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوں لیے عدیل شاہ کی غائب ہوتی پشت کو دیکھ رہی تھی۔ وہ آج اسے پھر سے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ وہ کیوں ہمیشہ اسے ہی جانے کا کہتا تھا رائناخان کو سمجھ نہیں آتی تھی۔

اسٹیج پر کھڑے سب لڑکے آپس کی نوک جھونک میں مصروف تھے کہ سامنے سے درفشاں خان کے ہمراہ باقی لڑکیوں کو دودھ کا گلاس ہاتھ میں تھامے آتے دیکھ وہ سب سیدھے ہوئے۔ آبان خان بھی اسٹیج پر ہی کھڑا تھا۔۔ اب دودھ پلی کی رسم ہونے لگی تھی۔ جو کہ نائرہ شاہ کی بہنھونے کے ناطے درفشاں آبان خان نے کرنی تھی۔ لیکن پھر بھی اس کے ساتھ ماورا جمیل اور ہیر شاہ فری فنڈ میں ساتھ مل گئی تھیں۔۔ اسٹیج پر چڑھتے درفشاں خان ماہ دیر شاہ کے سامنے ہی کرسی پر بیٹھی۔ دودھ کا گلاس ابھی اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔۔ ماہ دیر تجھے نہیں لگتا یہ تیسری ہماری اپنی بہن جیسی لگ رہی ہے ! ! حدائق شاہ نے ہیر کو گھورتے ماہ دیر شاہ کو مخاطب کیا۔۔

کوئی نہیں یہاں اب پیسے ملے گیں تو میں نہ نو میں نائرہ بھابی کی کزن کے طور پر ان دونوں کے ساتھ مل کہ رمل گئی ہوں۔ دانت نکالتے ہیر شاہ نے فوراً ہی جواب دیا۔ وہ پارٹی ہی بدل گئی تھی!! چلاک لومڑی!! حدائق شاہ دانت پیستے دھیمے سے بڑ بڑایا۔ پیسے دیکھ کر اچھے اچھے کی نیت بدل جاتی ہے!! نکالیں ماہ دیر بھائی اس کے پیسے!! درفشاں خان نے دودھ کا گلاس آگے کرتے ماہ دیر شاہ کو مخاطب کیا۔۔ کتنے!! آگے سے سوال حدائق شاہ کی طرف سے کیا گیا تھا۔۔ "دس لاکھ!! دانت باہر نکالتے وہ ایسے مانگ رہی تھی جیسے دس لاکھ کوئی رقم ہی نہ ہو!! "حالانکہ شکل تمہاری دس روپے والی

بھی نہیں ہے!! حدائق شاہ نے دانت پیس کر کہتے سب کو قہقہہ لگانے پر مجبور کیا۔ اور ان سب میں سب سے اونچا قہقہہ آبان خان کا تھا۔۔ درفشاں خان نے جبڑے بھینچے آبان خان کو خونخوار نظروں سے گھورا جو بجائے اس کا ساتھ دینے کے اس کی بیعزتی پر سب سے زیادہ ہنس رہا تھا۔۔ "اسے کیوں گھور رہی ہو۔ اسی کے دل کی بات کی ہے میں نے!! آبان خان کے چہرے کے آگے ہاتھ رکھتے حدائق شاہ نے

درفشاں کی طرف دیکھتے اپنی مسکراہٹ دباتے کہا۔۔آبان!!درفشاں دبی دبی آواز میں پھنکاری تھی۔غصے سے اس کا بس نہیں تھا یہی گلاس آبان خان کے سر میں مار دے!!آبان خان نے گڑبڑاتے ہوئے حدائق شاہ کا ہاتھ سامنے سے ہٹایا۔۔"بھائی گھر جانا ہے میں نے!!آبان خان حدائق شاہ سے کہتے درفشاں کی طرف متوجہ ہوا۔۔نکالو بھئی دس لاکھ۔میں تو اپنی بیوی کے ساتھ ہوں!!خبردار جواب کسی نے بھی اس کی شکل پر کمنٹ کیا تو۔درفشاں خان کی طرف قدم بڑھاتے آبان خان نے ان دونوں کی طرف دیکھتے کہا۔جو کھڑے اس کے پارٹی بدلنے پر حیران تھے!!دس لاکھ تو نہیں ہیں ہمارے پاس۔تو ایک کام کرو تم ان دس روپے سے اپنا کام چلالو!!تین تین روپے تینوں بانٹ لینا آپس میں۔اور جو ایک روپیہ بچے اس کی ٹوفی لے کر آدھی آدھی کر لینا۔لڑائی مت کرنا ہاں!!حدائق شاہ نے اپنی جیب سے دس روپے کا نوٹ نکالتے ان تینوں کے سامنے کرتے کہا۔یہ نوٹ اس نے آج کے لیے خصوصاً اپنے پاس رکھا تھا۔۔حدائق لالا تین روپے تو کوئی فقیر کو بھی نہیں دیتا۔بلکہ آپ کو تو چاہیے تھا تیس لاکھ کر دیں تاکہ ہم تینوں آپس میں دس

دس لاکھ بانٹ لیتی ! ! ماورا جمیل نے اس کے ہاتھ سے یہ دس روپے کا نوٹ جھپٹ کر سائڈ پر پھینکتے منہ بناتے کہا۔۔ ہاں میرے پاس تو جیسے فیکٹری لگ رہی ہے نوٹوں کی۔ نکال نکال کر دیتا رہوں گا تم لوگوں کو ! ! اپنی ہنسی دباتے حدائق شاہ نے خالص دیسی اماؤں والا جملہ بولا۔ اسے ہنسی آ رہی تھی کیونکہ اسے خود سے بھی اس کنجوسی کی توقع نہیں تھی ! ! اوئے اتنا کماتا ہے تو کیا قبر میں لے کر جائے گا۔ چل شاباش جیب ہلکی کر ! ! اپنے ہاتھ پر درفشاں خان کے ناخن محسوس کرتے آبان خان نے ماہ دیر شاہ کو مخاطب کیا۔ انہیں پیسے نا نکالتے دیکھ درفشاں آبان خان کا سہارا لے رہی تھی ! ! اس بیوی کے چمچے کو چپ کرواؤ تم سب پہلے ! ! مجھے کہہ رہی تھی تم اور اللہ معاف کرے خود کیسے ڈرا کے رکھا ہوا بیچارے کو ! ! پہلی لائن زاویار شاہ کی طرف سے جبکہ دوسری لائن حدائق شاہ کی طرف سے کہی گئی تھی۔ زاویار شاہ بھی تمام لڑکوں کے ساتھ ہی ملا ہوا تھا۔۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے ! ! درفشاں خان نے فوراً سے پہلے اپنے ناخن آبان خان کے ہاتھ سے ہٹائے۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ سب ان کے ہاتھ دیکھ رہے تھے ! ! ماہ دیر بھائی دے دیں پیسے ! ! ہیر شاہ نے

حدائق کو چھوڑتے ماہ دیر شاہ کو مخاطب کیا۔ وہ جانتی تھی ماہ دیر شاہ کو مخاطب کیا۔ وہ جانتی تھی ماہ دیر شاہ بنا کسی بحث کے ان لوگوں کو پیسے دے دیتا۔۔ میرے سارے کارڈز، سارا کیش اس وقت حدائق کے پاس ہے۔ اس منحوس نے پہلے ہی میری جیبیں خالی کر دی تھی۔ تو پیسے تو اب تم لوگوں کو یہی دے گا۔۔ ماہ دیر شاہ نے کہتے خود بری الزمہ ہوتے سارا کچھ حدائق شاہ پر ڈالا۔ لیکن وہ سچ کہہ رہا تھا۔ حدائق شاہ نے اس کا پورا والیٹ ہی اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ جس میں اس کے سارے کریڈٹ کارڈز موجود تھے! ان تینوں کی نظریں خود پر دیکھتے حدائق شاہ نے ڈھیٹوں کی طرح بتیس کے بتیس دانتوں کی نمائش کروائی۔۔ نہیں دے رہے تم پیسے؟؟ در فشاں خان نے حدائق کی طرف دیکھتے حتمی انداز میں کہا۔ جیسے اس کے بعد وہ اٹھ کر ہی چلی جائے گی! دیے تو تھے دس روپے!! نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے تھے تم لوگوں کے!! اب تو میں بھی غریب ہو گیا۔ وہ آخری دس روپے ہی بچ رہے تھے!! حدائق شاہ نے افسردہ سے انداز میں ایسے کہا جیسے واقعی اس کے پاس ان لوگوں کے دینے کے لیے پھوٹی کوڑی بھی نہ ہو!! "در فشاں خان نے خاموشی

سے دودھ کا گلاس ماورا جمیل کے ہاتھ میں تھمایا۔۔ دوسرے لمحے وہ چپ چاپ اترتے اسٹیج سے نیچے جا چکی تھی۔ جبکہ اس نے اٹھتے ٹائم ماورا جمیل کے کان میں کچھ کہا تھا۔ ناراض کر دیا تم لوگوں نے اسے!! شرم کر حدائق۔ تیرے سے بڑا کنجوس نہیں دیکھا میں نے آج تک!! آبان خان نے درفشاں کو جاتے دیکھ حدائق شاہ کی طرف دیکھتے دانت پیسے! اب اسے منانا پڑتا درفشاں کو!! اتنی شریف ہے نہیں تیری بیوی۔ بیٹا بچپن سے ساتھ ہیں ہم۔ اس کی رگ رگ سے واقف ہوں میں۔۔ حدائق شاہ نے بھی دو بدو جواب دیا۔ اسے خود یقین نہیں آرہا تھا کہ درفشاں ایسے ہی چلی گئی۔۔ چلو تم لوگ بھی یہ گلاس اِدھر دو اور بھاگو یہاں سے!! عدیل شاہ نے ماورا کے ہاتھ سے گلاس لینے کی کوشش کرتے ان دونوں کو کہا۔ لیکن بروقت ماورا جمیل ہاتھ پیچھے کر گئی تھی۔۔ دیکھا میں نے کہا تھا تیری بیوی اتنی سیدھی نہیں ہے!! سامنے سے درفشاں خان کے ہمراہ اپنی والی کو آتے دیکھ حدائق شاہ نے دانت پیستے آبان خان کی مخاطب کرتے کہا۔۔ فائزہ شاہ درفشاں آبان خان کے ساتھ کھینچتی چلی آرہی تھی۔ آبان خان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

ان کاموں میں اس کی بیوی کا دماغ بہت تیز تھا۔۔ اسٹیج سے نیچے ہی کھڑے ہوتے درفشاں خان نے ماورا کے ہاتھ سے دودھ کا گلاس پکڑا۔ اسٹیج سے نیچے ہی وہ فائزہ شاہ کی وجہ سے کھڑی ہوئی تھی۔۔ کیونکہ اُوپر شاہ ولا اور خان ولا کے سارے لڑکے کھڑے تھے۔ ہاں بھئی حدائق نکالو شاباش۔ اب تمہاری بیوی بھی ہمارے ساتھ ہے!! درفشاں خان نے مسکراتے حدائق شاہ کو مخاطب کیا۔ بہت مشکل سے اسے منا کر وہ بس پانچ منٹ کے لیے لائی تھی۔۔ بول تو وہ کچھ رہی نہیں!! ایسے ہی تمہارے ساتھ ہے!! حدائق شاہ نے دل میں درفشاں کا شکر ادا کرتے منہ سے ایسے ہی کہا۔ وہ خود بھی چاہتا تھا کہ اس کی بیوی بھی سب کے ساتھ ہنس بول کر بیٹھے!! گم سم رہنے والی فائزہ اسے خود بہت چبھتی تھی!! فائزہ بولو تم بھی!! پکا تمھیں بھی حصہ دوں گی!! تم بس اپنے بندے پر فوکس رکھو اور بولو کہ پیسے دے۔ ماہ دیر کے بھی سارے پیسے اسی نے لے رکھے ہیں!! درفشاں خان نے اسے بازو سے سے ہلکا سا ہلاتے لالچ دینا چاہا۔ فائزہ شاہ بس اِدھر اُدھر دیکھتے آرام سے کھڑی تھی۔۔ "میں کیا بولوں!! بہت دھیمے سے اس نے درفشاں سے پوچھا۔ اسے خود

سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر کیا کہے!! جبکہ درفشاں کا بس نہیں تھا اپنا سر دیوار میں مار لے۔ جسے وہ لائی تھی وہ بھی اسی سے پوچھ رہی تھی کہ میں کیا بولوں!! "اگر اس نے کہہ دیا کہ حدائق شاہ پیسے دے دیں تو میں فوراً پیسے نکال کر دے دوں گا تم سب کو!! لیکن کہنا ایسے ہی ہے حدائق شاہ پیسے دے دیں!! حدائق شاہ نے فائزہ پر نظریں جمائے اونچی آواز میں کہا۔ مقصد اچھی طرح اسے سمجھانا تھا۔۔"ہاں ہاں ابھی بولے گی!! درفشاں خان نے حدائق کو کہتے فائزہ کی طرف دیکھا۔۔ میری بہن پلیز صرف اتنا سا تو کہنا ہے اور پیسے مل جائے گیں۔ پلیز پلیز جلدی سے کہہ دے!! فائزہ شاہ کی طرف دیکھتے درفشاں خان نے التجائیہ سے انداز میں کہا۔۔ "میں نہیں!! فائزہ شاہ نے فوراً نفی کی۔ ایک جھجھک سی تھی جو آڑے آرہی تھی۔۔ فائزہ تم ایسے نہیں کر سکتی۔ پہلی مرتبہ تمہاری بھابی نند اور بہن تم سے کچھ کہہ رہی ہے تم اتنا نہیں کر سکتی میرے لیے!! درفشاں خان نے منہ بناتے اسے سارے رشتے گنواتے قائل کرنا چاہا۔ فائزہ شاہ نے ایک نظر بے بسی سے درفشاں خان کی طرف ڈالی۔ دوسرے لمحے وہ اپنے سامنے موجود حدائق شاہ کی طرف

متوجہ ہو چکی تھی۔۔ "شاہ پیسے دے دیں!! اپنی باریک سی آواز میں اس نے دھیمے سے حدائق شاہ کے الفاظ دہرائے۔ لیکن غیر دانستہ طور پر وہ اس کا نام کاٹ گئی تھی۔ جو کہ لیتے ہوئے اسے عجیب سا لگ رہا تھا۔ اس کی آواز دھیمی تھی لیکن اتنی ضرور تھی کہ ہر کسی نے آسانی سے سن لی تھی!! "کیا کہا ہے دوبارہ سے بولو آواز نہیں آئی مجھے!! حدائق شاہ نے تھوڑا آگے ہوتے پھر سے فرمائش کی۔ وہ ایک مرتبہ پھر اس کے منہ سے یہ سننا چاہتا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے ایک نظر در فشاں کی طرف دیکھتے پھر سے سامنے دیکھا۔ اس کے لیے نجانے کیا کیا کرنا پڑ رہا تھا۔۔ "شاہ پیسے دے دیں پلیز!! ضبط سے اس نے ایک مرتبہ پھر سے یہی الفاظ دہرائے۔۔ "ہائے! حدائق شاہ دل پر ہاتھ رکھتے پیچھے کی طرف ہوا۔ وہ لٹ ہی تو گیا تھا اس کے لفظوں پر!! اس کے پیچھے کھڑے راحیل خان نے مسکراتے ہوئے اسے تھاما۔ ورنہ یقیناً اس نے گر جانا تھا۔ اس کے دل میں بے ساختہ ہی یہ بات چلی تھی کہ !!

Men in love be like!

اب دو جلدی پیسے!! درفشاں خان نے مسکراتے اسے کہا۔ایسے مانگو گی تو جان بھی دے سکتا ہوں!! پیسے کیا چیز ہیں!! تم پر تو کروڑوں قربان!! حدائق شاہ نے جان نثار کرتی نظروں سے فائزہ شاہ کی طرف دیکھتے جان چھلکاتے لہجے میں کہتے اپنی جیب سے چیک نکالا۔۔ فائزہ شاہ نجانے کیوں اس کے لفظوں میں اٹکی یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔ حدائق شاہ نے چیک نکال کر آبان خان سے پین لیتے اس پر رقم لکھی!! دوسرے لمحے وہ خود آگے بڑھتے فائزہ شاہ کے مقابل کھڑا ہوا جو ابھی بھی اسے دیکھ ہی رہی تھی۔۔ "یہ لیں شاہ کی جان!! چیک فائزہ شاہ کے آگے کرتے حدائق شاہ نے نہایت محبت سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھے!! دونوں ہی پلکیں تک جھپکنے کو تیار نہیں تھے!! فائزہ شاہ کو چیک نا پکڑتے دیکھ درفشاں خان نے خود ہی حدائق شاہ کے ہاتھ سے چیک جھپٹا۔ حدائق شاہ نے بھی آسانی سے دے دیا تھا۔ وہ فائزہ شاہ کے ساتھ فلحال یہ مومینٹ خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

چیک پر لکھی رقم دیکھتے فائزہ شاہ کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھلی! دوسرے لمحے اس نے اکاؤنٹ چیک کیا۔ جو کہ حدائق شاہ کے نام پر تھا۔ حدائق شاہ نے اپنے پلے سے پیسے دیے تھے!! کتنے ہیں؟؟ ماورا جمیل نے تجسس سے در فشاں کی پھٹی آنکھیں دیکھتے پوچھا۔۔ "ایک، ایک کروڑ!! تھوک نگلتے در فشاں نے بمشکل ہی آواز نکالی۔ در فشاں کے ساتھ ساتھ ہی اسٹیج پر کھڑے سب لڑکوں کی بھی آنکھیں ایسے ہی پھٹی تھیں۔۔ کیا یہ انسان پاگل تھا؟؟ کیوں تو اس سے دس لاکھ نہیں نکل رہے تھے۔ وہ ان لوگوں کو دس روپے میں ٹرخا رہا تھا۔ اور کہاں اس نے بیوی کے کہنے پر ایک کروڑ روپے صرف دودھ پلائی دے دی تھی۔۔ دکھانا ذرا چیک نکلی تو نہیں ہے!! آبان خان نے در فشاں کو اپنے پاس بلاتے اس کے ہاتھ سے چیک لیا۔۔ زاویار شاہ اور ماہ دیر شاہ نے بھی کھڑے ہوتے چیک کو اچھے سے چیک کیا۔ جو کہ بلکل اصلی تھا۔ اور حدائق شاہ کے نام پر ہی تھا۔ "اصلی ہے!! در فشاں نے اکسائیٹڈ سے انداز میں کہتے اسٹیج سے نیچے اترتے فائزہ شاہ کی طرف اپنے قدم بڑھائے!!

وہ دونوں ابھی تک کھڑے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے!! اور دونوں نے ہی پلکیں جھپکنے کی زحمت نہیں کی تھی!!"تھینک یو سو مچ میری بہن!! درفشاں نے فائزہ کے پاس جاتے اس کا گرد اپنا حصار بناتے خوشی سے کہا۔ جانے انجانے میں وہ ان لوگوں کا یہ سحر توڑ چکی تھی۔۔ فائزہ شاہ نے فوراً ہی ہوش میں آتے سب سے پہلے حدائق شاہ سے اپنی نظریں پھیری!!"چڑیل کہیں کی!! دل ہی دل میں درفشاں کو سناتے حدائق شاہ واپس سے اسٹیج پر چڑھا۔ اس نے سارا مومینٹ خراب کر دیا تھا۔

پورے ایک کروڑ ملے ہیں!! تمہارا حصہ تم اپنے بندے سے لینا یہ ہم تینوں کے!! مسکرا کر کہتے درفشاں باقی دونوں کے ہمراہ آگے بڑھی۔ فائزہ شاہ بھی فوراً سے پہلے واپس اپنی جگہ پر چلی گئی تھی۔۔ اسے ویسے بھی پیسوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔۔

ناک کٹوادی حدائق بھائی آپ نے!! یہ اُمید نہیں تھی مجھے آپ سے۔ معاذ شاہ نے منہ بناتے حدائق شاہ سے کہا۔۔ "جب مقابل پسندیدہ عورت ہو تو ہارنے میں کیسی قباحت!! ایسی ناک میں ہزار مرتبہ کٹوا سکتا ہوں۔ پر شرط یہ ہے ہر مرتبہ وہ ایسے ہی سامنے کھڑی ہو کر محبت سے پکارے!! کندھے اُچکاتے حدائق شاہ کرسی پر بیٹھا۔ ماہ دیر شاہ جس نے ابھی ایک گھونٹ ہی دودھ کا لیا تھا۔ حدائق شاہ نے اس کے ہاتھ سے دودھ کا گلاس جھپٹا۔۔ "پیسے میرے لگے ہیں!! مسکرا کر کہتے حدائق شاہ نے گلاس منہ سے لگایا۔ باقی سارے اس کا منہ دیکھ رہے تھے!!! "اوئے سب کو دے!! اسے سارا پیتے دیکھ آبان خان نے ہانک لگائی۔ حدائق شاہ نے اسی لمحے چھوڑتے آبان خان کے ہاتھ میں تھمایا۔ اور پھر جس کی دودھ پلائی تھی اس کے علاوہ سب نے گھونٹ گھونٹ اس دودھ کو پی کر ختم بھی کر لیا تھا۔ "مجھے تو ایسے لگ رہا ہے شادی تم لوگوں کی ہے۔ میں تو یہاں جھک مارنے کے لیے بیٹھا ہوں!! ماہ دیر شاہ نے دانت پیستے ان سب کو گھورتے کہا۔ اس کی بیوی بھی پاس بیٹھی ان سب کی حرکتوں پر ہنس رہی تھی۔ چپ کر تو دولہے اتنا زیادہ بولتے ہوئے اچھے نہیں

لگتے ! ! زاویار شاہ نے اس کے سر پر چت لگاتے خود بھی کرسی پر بیٹھا۔اس کی شادی والے دن بھی ٹکے کی عزت نہیں تھی۔۔

میرا خیال ہے رخصتی کر لیتے ہیں ! ! مغرب کا وقت ہونے والا ہے۔ وقت سے گھر پہنچ جائے گیں ! !

داجان نے اپنے ساتھ بیٹھے مظہر شاہ سے پوچھا۔ کافی وقت ہو گیا تھا ان لوگوں کو ہال میں۔ تمام مہمان کھانا بھی کھا چکے تھے ! جیسے آپ کی مرضی ! ! مظہر شاہ مسکرا کر کہتے کرسی سے کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ہی داجان بھی اٹھ گئے تھے ! ! اچانک ہی ہال میں رخصتی کا شور اٹھ چکا تھا۔ اور ماہ دیر شاہ کے چہرے پر چمکتی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی ! ! بلآخر وہ گھڑی آنے ہی والی تھی جس کا اسے کب سے انتظار تھا۔ نائرہ شاہ اس کے کمرے میں اس کے بیڈ پر پورے استحقاق سے رہنے والی تھی۔ اس کے لیے اس سے زیادہ اچھی بات اور کیا ہو سکتی تھی بھلا؟؟ درفشاں خان اور اشنا شاہ نے آگے آتے اِرد گرد سے نائرہ شاہ کا لہنگا سنبھالتے اسے اسٹیج سے نیچے

اُتارا۔ ماہ دیر شاہ بھی ساتھ ہو نیچے اُترا تھا۔ اور پھر اس کے پیچھے ہی باقی سب بھی آہستہ آہستہ اسٹیج سے نیچے اترے!!

نائرہ تھوڑا سا رو لے رخصتی والی وائب نہیں آ رہی۔۔ درفشاں نے منہ بناتے نائرہ شاہ کے کان میں ہلکی سی سرگوشی کی۔ وہ لوگ تقریباً گاڑی تک پہنچنے والے تھے!! گھونگھٹ کے پار نائرہ شاہ نم آنکھوں کے ساتھ ہلکا سا مسکرائی۔ وہ رو نہیں رہی تھی بس آنکھوں میں ہلکی سی نمی تھی۔ گاڑی کے پاس پہنچتے درفشاں خان نے نرمی سے اسے اپنے گلے سے لگایا۔۔ آبان خان کو کچھ کام تھا اسی لیے ان لوگوں نے ہال سے خان ولا ہی جانا تھا۔ درفشاں کا دل تو شاہ ولا جانے کا تھا لیکن پھر آبان خان کی وجہ سے وہ کچھ کہہ نہیں سکی تھی۔۔ ابھی بھی کہہ رہی ہوں تھوڑا سا رو لے!! درفشاں نے اس کے گلے لگتے پھر سے کہا۔ لیکن اس مرتبہ آواز اونچی تھی۔۔ سب کے چہروں پر بے ساختہ ہی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔۔ گھر ہی تو جا رہی ہوں!! دھیمے سے کہتے نائرہ شاہ اس سے الگ ہوئی۔ اور پھر نوین بیگم اور درفشاں نے مل کر اسے

گاڑی میں بٹھایا۔ دوسری طرف سے ماہ دیر شاہ بھی جاتے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔۔"ہم بھی نکل رہے ہیں ماما۔آبان کو کچھ کام ہے!!نوین بیگم کے پاس جاتے ان کے گلے لگتے درفشاں نے افسردہ سے انداز میں کہا۔۔ماہ دیر شاہ اپنی گاڑی بھگا کر لے گیا تھا۔ باقی زیادہ تر مہمان بھی جا چکے تھے!!بس تھوڑے بہت یہی لوگ تھے جو اب ہال میں باقی بچے تھے!!مظہر شاہ نے درفشاں کے سر پر ہاتھ رکھتے آبان خان کی طرف متوجہ ہوئے!!بیٹا ایک دن کے لیے اسے گھر چھوڑ دو میں تمھارا احسان مند رہوں گا۔ نجانے کتنی عرصہ ہو گیا ہے اپنی بیٹیوں کے ساتھ بیٹھے!! مظہر شاہ نے آبان خان کی طرف دیکھتے جیسے اجازت چاہی۔ بیٹی واقعی پرائی ہو گئی تھی۔ اب انہیں اس کے ساتھ وقت گزارنے کے لیے پہلے اس کے شوہر سے اجازت لینی تھی۔۔

ارے یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں!!ایسے بول کر شرمندہ مت کریں پلیز!! آبان خان نے فوراً ہی ان کے ہاتھ تھامے!!اجازت دینے کا اس کا ابھی بھی دل نہیں تھا۔ درفشاں کو جو چھوڑ دیتا تو خود کہاں جاتا وہ!!ہم لوگ لے جائیں اسے کل

ولیمے کے بعد تمہارے ساتھ ہی چلی جائے گی!! مظہر شاہ نے پھر سے اس سے پوچھا۔۔ آبان خان نے بے بسی سے ایک نظر در فشاں کی طرف دیکھا۔ جو خود کھڑی اس کے جواب کے انتظار میں تھی۔اس کی آنکھوں سے ہی پتہ چل رہا تھا کہ وہ خود بھی شاہ ولا میں رکنا چاہتی ہے!! ملتے ہیں پھر کل!! میں چلتا ہوں کل لے جاؤں گا اسے۔۔ نہایت بوجھل دل کے ساتھ اجازت دیتے آبان خان نے اپنی گاڑی کی طرف اپنے قدم بڑھائے!! اس کا چہرہ اچانک ہی بجھ سا گیا تھا۔ جبکہ ساری خوشی بھی ماند پڑ چکی تھی۔ وہ جانتا تھا اب اس کی ساری رات بس سیگریٹ پھونکتے گزرنی تھی!!

آہستہ آہستہ باقی سب بھی اپنی اپنی گاڑیوں نے بیٹھتے ہال سے باہر نکلے!! شکر تھا کہ سکون کے ساتھ شادی گزر گئی تھی۔۔

Ep:63

ماہ دیر شاہ کی گاڑی آہستہ آہستہ چلتے شاہ ولا کے راستے پر گامزن تھی۔ وہ بہت تسلی اور آرام سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ نائرہ شاہ اس کے ساتھ نظریں جھکائے بیٹھی ابھی تک گھونگھٹ میں ہی تھی۔ ناتو اسے ماہ دیر شاہ نے گھونگھٹ اٹھانے کا کہا تھا اور نہ ہی اس نے خود زحمت کی تھی!! کوئی بات ہی کر لو!! گاڑی میں مکمل خاموشی محسوس کرتے ماہ دیر شاہ نے مسکراتے نائرہ شاہ کو مخاطب کیا۔۔ یہ پہلی بات تھی جو سارے راستے کے دوران اب ماہ دیر شاہ نے کہی تھی۔۔ میں کیا بات کروں؟؟ نائرہ شاہ نے دھیمے سے پوچھا۔ اب دلہن ہو کر وہ خود اس سے کیا ہی کرتی!! کچھ بھی جو تمھارا دل چاہے!! ہائے داوے آج تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے!! ماہ دیر شاہ نے ایک نظر اس کے گھونگھٹ میں چھپے چہرے کو دیکھتے سامنے نظریں جمائے کہا۔ سہی!! یک لفظی جواب آیا تھا۔ پہلے پوچھنے سے بہتر تھا وہ ایک ہی مرتبہ دیکھ لیتی سرپرائز کو!! اسی لیے نہیں پوچھا تھا۔۔ ماہ دیر شاہ نے ایک نظر خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے گاڑی سڑک کے اطراف میں ایک طرف روکی!! نائرہ شاہ نے یکلخت ہی سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ ماہ دیر شاہ گاڑی روکتے سیٹ پر

پوری طرح سے نائرہ شاہ ک طرف گھوما۔۔ دیر ہو جائے گی ماہ دیر!! سب پہنچ جائے گیں گھر!! نائرہ شاہ نے تھوک نگلتے اسے کہا۔پہلے ہی وہ ڈرائیونگ اتنی سلو کر رہا تھااور اب اس نے گاڑی روک ہی دی تھی!! کچھ بھی نہیں ہوتا۔تم صرف میرے بارے میں سوچا کرو!! ماہ دیر شاہ نے مسکرا کر کہتے اس کے چہرے سے گھونگھٹ اٹھایا۔گھر جا کر اس کے ساتھ جو ہونا ہے وہ بہت اچھے سے جانتا تھا۔اسی لیے پہلے ہی اس نے نائرہ شاہ کے ساتھ ٹائم سپینڈ کرنا مناسب سمجھا۔اب وقت ملا ہی تھا تو وہ اس وقت کا اچھے سے فائدہ اٹھاتا۔میں نے سوچا نہیں تھا کہ تم میری دلہن بن کر اتنی خوبصورت لگو گی جیسے آسمان سے اُتری ہوئی کوئی پری، یا پھر پھولوں کے درمیان پلی بڑھی کوئی موم سی گڑیا!! اس کے گال پر ہاتھ رکھتے ماہ دیر شاہ نے نہایت بوجھل لہجے میں کہا۔وہ آج اسے جتنا دیکھتا اتنا ہی کم تھا۔مقابل لگ ہی اتنی حسین رہی تھی!! آپ بھی اچھے لگ رہے ہیں!! نائرہ شاہ نے نظریں جھکائے دھیمی سی آواز میں اس کی تعریف کی!! اہن تھینک یو!! اس کے ماتھے پر ہلکے سے لب رکھتے ماہ دیر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔نائرہ تم اس شادی سے خوش تو ہو

نہ!! مطلب میری وجہ سے حالات ایسے ہو گئے تھے کہ تم سے کسی نے اجازت بھی نہیں لی رخصتی کی!! تمہارے دل میں کسی بھی قسم کی کوئی بات، یا پھر کوئی بھی شکوہ ہے تو تم مجھے بتا سکتی ہو!! میں ہر ممکن کوشش کروں گا کہ تمہاری خواہش کا ہر طرح سے احترام کروں!! اس کے گال پر ہاتھ جمائے وہ فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔ نجانے کیوں اسے شک سا گزر رہا تھا کہ نائرہ شاہ کے دل میں کوئی بات ضرور ہے جو کہ وہ اسے بتانا نہیں چاہتی!! ایسا کچھ بھی نہیں ہے! رخصتی صرف ایک فورمالیٹی تھی، جانا تو میں نے ایک کمرے سے دوسرے میں ہی تھا۔ ایسے میں مجھے کیا اعتراض ہو گا بھلا۔ آپ خوامخواہ ہی زیادہ سوچ رہے ہیں!! نائرہ شاہ نے فوراً سے پہلے اس کی بات کی نفی کی۔ جب اس کے دل میں کوئی بات تھی ہی نہیں تھی تو وہ مقابل کو کیا بتاتی!! تھینک یو سو مچ! ہر اچھے برے وقت میں میرا ساتھ دینے کے لیے! ہمسفر اگر تمہارے جیسا ہو تو زندگی جینے کا پھر مزہ ہی الگ ہے!! مسکرا کر کہتے ماہ دیر شاہ مزید آگے ہوتے اس کے ہونٹوں سے لپٹا۔ جو سرخ رنگ سے رنگے نجانے اسے کب سے اریٹیٹ کر رہے تھے! لیکن پھر بھی ضبط کا دامن تھامے وہ

پہلے اس سے بات کلیئر کرنا چاہتا تھا۔ نائرہ شاہ نے بے ساختہ ہی اس کی شیروانی سینے پر سے اپنی مٹھیوں میں جکڑی۔ مقابل اپنی پوری شدت سے اس کے ہونٹوں پر جھکا ہوا تھا۔۔ ماہ دیر شاہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے تھوڑا اپنی طرف کھینچا۔ مقابل ساری پیچھے کی طرف ہوئی پڑی تھی۔ اسے بہت زیادہ جھکنا پڑ رہا تھا۔ وہ اس کی زبان کے ساتھ پنی زبان لڑائے اسے سک کر رہا تھا ساتھ ساتھ ہاتھ بھی پورے استحقاق سے اس کے چاندی سے بدن پر گھوم رہے تھے!! نائرہ شاہ آنکھیں بند کیے خاموشی سے اسے سہہ رہی تھی۔۔ ماہ دیر شاہ اس کی سانسیں ختم ہوتی محسوس کرتے ہلکا سا پیچھے ہوا۔ اسے مقابل کی طبیعت کا احساس تھا تبھی خود ہی پیچھے ہٹ گیا تھا۔ نائرہ شاہ نے تیز تیز سانس لیتے اس کے سینے پر اپنا سر ٹکایا۔ اسے اب اپنی طبیعت پہلے سے زیادہ حساس معلوم ہوتی تھی۔۔ تھینک یو سو مچ میرا بچہ!! تم نہیں جانتی تم نے مجھے کتنی بڑی خوشی دی ہے! یہ بچہ میرے لیے بہت ضروری ہو چکا ہے۔ شاید باپ بننے کی خوشی سب کو ہی اتنی ہوتی ہے!! اس کی پیٹھ تھپکتے ماہ دیر شاہ نے محبت سے کہا۔ جتنی خوشی اسے اس بچے کی تھی شاید ہی کسی اور چیز کی

ہوتی۔۔آپ خوش ہیں میرے لیے اتنا ہی کافی ہے! نائرہ شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے صدق دل سے کہا۔ میرا بچہ تمہاری خوشی زیادہ میٹر کرتی ہے! میری تو پھر خیر ہے!! ماہ دیر شاہ نے کہتے اسے اپنی طرف کھینچتے اپنی گود میں بٹھایا۔ وہاں اسے بہت زیادہ جھکنا پڑ رہا تھا۔۔میری خوشی تو آپ ہیں! نظریں جھکا کر جواب دیتے نائرہ شاہ اس کے چہرے پر قوس وقزح کے رنگ بکھیر گئی تھی۔اس کی یہی باتیں تھی جو ماہ دیر شاہ کو اس کا گرویدہ بنا دیتی تھیں!! اور میری تم دونوں! ہولے سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے ماہ دیر شاہ نے نرمی سے اس کے کان کی لو پر اپنی زبان پھیری! گھر چلیں ماہ دیر سب پہنچ گئے ہونگے! ہمیں زیادہ دیر ہو گئی ہے!! نائرہ شاہ نے اس کا دھیان گھر کی طرف کروایا۔ ورنہ ماہ دیر شاہ کا ارادہ تو اسے ساری رات یہیں لے کر بیٹھنے کا تھا۔۔کیا کرے گیں گھر جا کر؟ ماہ دیر شاہ نے اس کی گردن پر اپنی ناک ٹریس کرتے پوچھا۔۔اس کا دل ہی نہیں تھا گھر جانے کا۔۔سب پہنچ گئے ہونگے ماہ دیر!! نائرہ شاہ نے تھکے ہارے انداز میں کہتے اس کے ماتھے سے اپنا ماتھا جوڑا۔ پہلے بھی اور اب بھی بیٹھے بیٹھے اس کی کمر اکڑ گئی تھی۔اور یہاں نواب

صاحب کا گھر جانے کا کوئی اِرادہ ہی نہیں تھا۔۔ سہی چلو تم کہتی ہو تو چل لیتا ہوں۔ لیکن میں تمھیں پہلے وارن کر دوں کہ گھر میں چار چار شیطان بیٹھے ہیں۔ جو آج کی رات مشکل ہی مجھے کمرے میں آنے دے گیں تو پلیز ناراض مت ہونا تم!! میں دیر سے ہی سہی لیکن آؤں گا ضرور!! مسکرا کر کہتے ماہ دیر شاہ نے گاڑی سٹارٹ کی۔ اسے کب سے حدائق شاہ اور زاویار شاہ کے دھمکی بھرے میسج آ رہے تھے جن کا مقصد بھی وہ بہت اچھے سے سمجھتا تھا۔۔ نائرہ شاہ نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔۔۔ مجھے سیٹ پر تو بیٹھنے دیں پھر کر لیجئے گا گاڑی سٹارٹ!! اسے گاڑی سٹارٹ کرتے دیکھ نائرہ شاہ نے اس کی گود سے اُترنا چاہا۔۔ مت کرو ایسے زیادہ کنفرٹیبل ہوں میں!! ہلکا سا مسکرا کر کہتے ماہ دیر شاہ نے اسے حرکت کرنے سے منع کیا۔ وہ ایسے بھی آرام سے ڈرائیونگ کر سکتا تھا۔۔۔ اور پھر اسے اپنی گود میں بٹھائے ایک مرتبہ پھر ماہ دیر شاہ کی گاڑی ہچکولے بھرتے کراچی کے راستوں سے ہوتی شاہ ولا کی طرف گامزن تھی!! نائرہ شاہ خاموشی سے اس کی گود میں بیٹھی اس کی گردن میں اپنا منہ چھپا گئی تھی!!

ماہ دیر شاہ کی گاڑی شاہ ولا کے لمبے سے ڈرائیوے سے گزرتی کار پورچ میں آتے رکی۔ مغرب کے بعد کا وقت ہو چکا تھا۔ پھر سے سارے ولا کے برقی قمقمے جلا دیے گئے تھے۔ گھر ابھی تک ویسے ہی مختلف روشنیوں سے سجا ہوا تھا۔۔

ماہ دیر شاہ نے ایک نظر نائرہ شاہ کے طرف دیکھتے محبت سے آخری مرتبہ ایک زور دار بوسا اس کے ہونٹوں پر دیا۔ دوسرے لمحے اپنی طرف کا دروازہ کھولتے وہ بہت احتیاط سے پہلے اسے گاڑی سے اُتار گیا تھا۔ ابھی اس طرف کوئی بھی نہیں تھا اسی لیے ماہ دیر شاہ کو ٹینشن نہیں تھی!! نائرہ شاہ کو گاڑی سے اتارتے وہ خود بھی گاڑی سے باہر نکلا۔۔ تم چل لو گی یا پھر میں گود میں اٹھاؤں؟ نائرہ شاہ کے چہرے پر تھکن کے آثار دیکھتے ماہ دیر شاہ نے فکر مندی سے پوچھا۔ کیا ہو گیا ہے ماہ دیر۔ چل سکتی ہوں میں!! مسکرا کر کہتے نائرہ شاہ اس کے بازو میں اپنا بازو ڈالے آگے کی طرف بڑھی۔ وہ دونوں ایک ساتھ اندر کی طرف بڑھ رہے تھے!!

ماہ دیر شاہ نے ابھی انٹرینس کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ بے تحاشہ گلاب کے پھول ان دونوں کے سروں پر آتے گرے!! بے ساختہ ہی دونوں کے قدم رکے تھے!! وہ دونوں حیرت سے کبھی اوپر تو کبھی سامنے دیکھ رہے تھے۔ جہاں مسکراتے ہوئے سب ایک لائن میں کھڑے کب سے انہی دونوں کا انتظار کر رہے تھے۔ان سب کے ہاتھ میں پھولوں کی پلیٹیں تھیں۔۔واہ کبھی جوان لوگوں نے اس سے پہلے اتنی عزت دی ہو!! ماہ دیر شاہ نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے نائرہ شاہ کو لیے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے۔ جیسے جیسے وہ دونوں آگے بڑھ رہے تھے ویسے ویسے ان لوگوں پر پھولوں کی پتیاں نچھاور کی جارہی تھیں۔ یہ تمہارا ہی دماغ اتنا چلتا ہے! یقیناً تم نے کیا ہوگا یہ سب بھی؟ درفشاں خان کے پاس سے گزرتے ماہ دیر شاہ نے اس کے سر پر ہلکی سی چت لگاتے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ شکر کرو اتنی اچھی اینٹری کروا رہی ہوں تم لوگوں کی۔ ورنہ ایسے ہی بورنگ سے انداز میں آکر بیٹھ جاتے اندر ۔ پھر کیا مزہ آنا تھا شادی کا۔۔ مسکراتے درفشاں نے اپنی پلیٹ میں موجود چند آخری پھول کی پتیاں بھی اٹھاتے ان دونوں پر نچھاور کی۔ یہ سارا اسی کا پلان تھا۔

اس کی اپنی شادی میں تو کچھ ہوا نہیں تھا تو دوسروں کی شادی میں تو وہ اپنی پسند کی ساری خوشیاں بکھیر ہی سکتی تھی۔ بس یہی سوچ کر اس نے نائرہ شاہ اور ماہ دیر شاہ کی اینٹری اس طرح کروائی تھی۔۔

ماشاءاللہ ہمیشہ خوش رہو دونوں!! سائرہ بیگم نے آگے آتے ماہ دیر شاہ کے سر پر ہاتھ رکھتے بھولے بھٹکے سے دونوں کو دعا دی۔ آمین!! ماہ دیر شاہ مسکرا کر کہتے صوفے پر بیٹھا۔ نائرہ شاہ کو بھی نوین بیگم اور در فشاں ملتے صوفے پر بٹھا چکے تھے!! اتنی دیر کیوں لگ گئی تُجھے آنے میں!! عدیل شاہ نے سامنے صوفے پر بیٹھتے جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے پوچھا۔۔ جبکہ داجان اور باقی سب بڑے ان دونوں کا صدقہ اتارنے میں مصروف تھے!! راستے میں نائرہ کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ بس اسی لیے گاڑی روکنی پڑی۔ اسے سفوکیشن ہونے لگی تھی!! عدیل شاہ کی طرف دیکھتے ماہ دیر شاہ نے بڑے اطمینان سے صاف جھوٹ بولا۔ اس کے پیچھے بھی اس کا مقصد چھپا تھا۔۔ خیریت اب کیسی طبیعت ہے بیٹا۔ اگر ابھی بھی

خراب ہے تو بتاؤ ڈاکٹر کو بلا لیتے ہیں!! نوین بیگم نے پریشانی سے نائرہ شاہ کے پاس بیٹھتے پوچھا۔ جو خود ماہ دیر شاہ کے جھوٹ پر حیران تھی۔۔ نہیں ماما اب ٹھیک ہوں۔ وہ تو بس ایسے ہی تھوڑی سی گھٹن ہو رہی تھی لیکن ماہ دیر زیادہ پریشان ہو گئے تھے!! دھیمے سے کہتے اس نے اپنے شوہر کے جھوٹ کا پردہ رکھا۔ لکھوالے مجھ سے جھوٹ بول رہا ہے یہ!! حدائق شاہ نے عدیل کے پاس بیٹھتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ماہ دیر کی شکل سے ہی وہ پہچان چکا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے!! ہاں کمینہ سارا رومانس گاڑی میں ہی کر کے آگیا ہو گا اب اسے روکنے کا کیا فائدہ۔ ویسے بھی پہلے ہی اس نے تو گل کھلا رکھے تھے! عدیل شاہ نے بھی دانت پیستے جواباً اسی طرح سرگوشی کی!! زاویار شاہ جو ان کے ساتھ ہی بیٹھا تھا اس نے جبڑے بھینچتے عدیل شاہ کے سر پر ایک چت لگائی۔ جو اسی کے سامنے اس کی بہن کے بارے میں اس طرح کی باتیں کر رہے تھے! سالے بہن ہے وہ میری!! تم لوگوں نے گندی باتیں کرنی ہو تو کسی اور کے متعلق کر لیا کرو۔ ماہ دیر کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے! جبڑے بھینچتے اس نے بہت دھیمے سے عدیل شاہ کو کہا۔ جواباً

عدیل شاہ کی دبی دبی ہنسی بے ساختہ تھی۔ وہ گندی باتیں تو ایسے کہہ رہا تھا جیسے انہوں نے پتہ نہیں کیا کر دیا ہو!! تیری بہن ہماری بہن ایک ہی بات ہے! ہم ماہ دیر کی بات کر رہے ہیں۔ تو بھی اپنا دماغ صاف رکھ اور صرف ماہ دیر کو لے کر ہی سوچ! دوسرے لمحے اس نے سنجیدہ ہوتے زاویار شاہ کی تصیح کی۔۔ صاف ہی ہے الحمدللہ!! سوچ تو تم لوگوں کی گندی ہے جو بیچارے ماہ دیر کی نائٹ برباد کرنے کے پلانز بنا رہے ہو!! ناک سکوڑتے زاویار شاہ نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔ حالانکہ پلان میں وہ بھی ان لوگوں کے ساتھ برابر کا شریک تھا۔ تو اب آ سہی بیٹا۔ عدیل اسے ساتھ لے کر نہیں جانا۔ سڑے یہ ساری رات گھر میں ہی!! حدائق شاہ جو کب سے سنجیدگی سے ساری باتیں سن رہا تھا اس نے زاویار شاہ کی طرف دیکھتے عدیل کو مخاطب کیا۔۔ ہاں ہاں مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے!! آنا ذرا تم سب گھر پر میں نے جوتیاں نا پڑوائی تو دا جان سے تم دونوں کو۔ تو میرا نام بھی زاویار شاہ نہیں!! زاویار شاہ بھرم سے کہتے صوفے سے کھڑا ہوا۔ آخر میں آ کر وہ ان لوگوں

کو دا جان کی ہی دھمکی دے سکتا تھا۔۔ جبکہ عدیل شاہ اور حدائق شاہ نے دانت پیسے ! ! اسے تو ان دونوں کا بعد میں دیکھنے کا اِرادہ تھا۔۔

بیٹا تم تھک گئی ہو گی۔ ہیر اسے کمرے میں چھوڑ کر آؤ۔۔ نوین بیگم نے نائرہ کا اُترا اُترا چہرہ دیکھتے ہیر شاہ کو مخاطب کیا۔۔ نائرہ شاہ کے چہرے سے ہی ایسا لگتا تھا جیسے وہ بہت زیادہ تھکی پڑی ہو ! اور واقعی ایسا ہی تھا۔ آج کے دن اس کی کمر کی واٹ لگ گئی تھی۔۔ میرا انتظار مت کرنا۔ نیند آئے تو سو جانا۔ کوشش کروں گا میں کہ جلدی ان لوگوں سے جان چھڑوالوں ! ! ماہ دیر شاہ نے دھیمے سے اپنے ساتھ بیٹھی نائرہ شاہ کے کان میں سرگوشی کی۔ ایک لمحہ ایسا نہیں تھا جب حدائق شاہ اور عدیل شاہ کے میسج آنے بند ہوئے ہو۔ وہ دونوں سامنے بیٹھے بیٹھے بھی اسے میسج کر رہے تھے ! ! اور ہر میسج میں ایک ہی بات تھی کہ اگر آج تو کمرے میں گیا تو ہم سب سے تیری ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گی۔ ماہ دیر شاہ اتنا سیریس تو نہیں لے رہا تھا ان سب کی بات کو۔ لیکن وہ ایک مرتبہ تسلی سے ان کی بات سن کر اندر جانا چاہتا تھا تاکہ بعد میں ان

لوگوں کو کوئی شکوہ نا رہے!! نائرہ شاہ نے اس کی بات پر اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ وہ خود آج اتنی تھکی ہوئی تھی کہ بستر پر بیٹھتے ہی سو جاتی۔ ماہ دیر شاہ کو جھیلنے کی اس کے اندر ویسے بھی ہمت نہیں تھی۔۔ ہیر شاہ نے آگے بڑھتے نائرہ شاہ کو اٹھاتے اپنے قدم آگے لیے۔ وہ اسے ماہ دیر شاہ کے کمرے میں چھوڑنے جا رہی تھی

شکر ہے کہ ایک اور بیٹا فارغ ہو گیا۔ اب بس معاذ رہ گیا ہے اس کی پڑھائی مکمل ہو جائے پھر اس کی بھی کرتے ہیں کہیں!! دا جان نے مظہر شاہ کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ سامنے بیٹھا معاذ شاہ نیچے منہ کرتے دھیمے سے مسکرایا۔ جتنا اسے اپنی شادی کا انتظار تھا اتنا شاید ہی کسی اور کو ہوتا۔ وہ الگ بات تھی کہ اصل زندگی میں اسے ابھی تک کوئی لڑکی پسند نہیں آئی تھی۔ پاکیزہ بیگم بھی ایک طرف صوفے پر ہی بیٹھی تھیں۔ غرض کہ نائرہ شاہ اور ہیر شاہ کے علاوہ سبھی یہاں موجود تھے!! دا جان مجھے بات کرنی ہے آپ سے!! عدیل شاہ نے دا جان کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔۔ ہاں بولو؟؟ دا جان جو مظہر شاہ سے بات کر رہے تھے فوراً سے

اس کی طرف متوجہ ہوئے!! لیکن پھر بھی اسے شادی کا ایک لگ ہی کریز تھا۔ جیسے ابھی داجان کی بات سنتے اسے اپنے دل میں لڈو پھوٹتے محسوس ہو رہے تھے!! عدیل شاہ نے سنجیدگی سے ایک نظر معاذ شاہ کو دیکھا۔ جو نیچے منہ کیے مسکرائے جارہا تھا۔۔ دوسرے لمحے وہ سنجیدگی سے داجان کی طرف متوجہ ہوا۔ اسے داجان سے کچھ بات کرنی تھی!! داجان میں چاہتا ہوں کہ آپ رائنا کے گھر میرے لیے رشتہ لے کر جائیں۔ پراپر طریقے سے جیسے عام سی شادیوں میں ہوتا ہے!! بھول جائیں کہ کبھی میرا نکاح ہوا تھا۔ داجان کی طرف دیکھتے اس کے غیر معمولی سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ بہت ہو گیا تھا آخر کب تک وہ برہان خان کی باتیں سنتا اور سہتا۔ یہ رائنا خان ہی تھی جس کی وجہ سے وہ اب تک برداشت کر رہا تھا۔ اگر داجان خود رائنا خان کے لیے رشتہ لے کر جاتے تو اسے یقین تھا کہ برہان خان کو اتنا زیادہ مسئلہ نا ہوتا۔۔ پاکیزہ بیگم اس کی بات سنتے صوفے پر تھوڑا آگے ہوتے بیٹھیں۔ اتنا کچھ ہو جانے کے بعد بھی ان کے بیٹے نے رائنا خان کی بجائے انہیں چھوڑنا مناسب سمجھا تھا۔ وہ پاکیزہ بیگم سے کوئی بات تک نہیں کرتا تھا۔۔ اب

سسر نے الٹا لٹکانا شروع کیا ہے تو تمھیں یاد آگیا کہ بڑوں کو اس معاملے میں انوالو کرلوں!! دیکھ لیا اپنی مرضی کرنے کا نتیجہ۔اسی لیے کہتے ہیں بڑوں کے فیصلے کبھی غلط نہیں ہوتے!! داجان نے اس کی طرف دیکھتے طنز کیا۔ماورا کے لیے آج بھی ان کا دل دکھتا تھا۔جبکہ سبینا بیگم کے سامنے تو وہ منہ دکھانے کے بھی لائق نہیں رہے تھے!! سبینا بیگم خاموشی سے اٹھتے اپنے کمرے کی طرف بڑھیں۔ان کا یہاں کچھ کام ہی نہیں تھا۔جبکہ جمیل صاحب تو عدیل شاہ کے نکاح کا پتہ چلنے کے اگلے دن ہی واپس چلے گئے تھے!! جب بیٹی کی شادی ہی نہیں ہو رہی تھی تو یہاں رک کر انہوں نے اپنے بزنس کا ہی نقصان کروانا تھا۔اسی لیے داجان کے کہنے پر ماورا اور !! سبینا بیگم کو یہیں چھوڑتے وہ خود لندن کے لیے نکل گئے تھے

ایسا کچھ بھی نہیں ہے!! بڑے اس وقت میری پسند کے خلاف جا رہے تھے اس لیے مجھے جو بہتر لگا میں نے وہ کر دیا۔ماما کو ہزار مرتبہ بتایا تھا میں نے کہ میں رائنا کو پسند کرتا ہوں۔لیکن انہیں ضد تھی کہ ماورا کو ہی بہو بنائے گیں۔اب اس میں میرا

کیا قصور بھلا! عدیل شاہ نے نارمل سے لہجے میں اپنی صفائی دی!! اپنی ماں کو بتانے کی بجائے ایک مرتبہ تم مجھ سے بات کر لیتے تب بھی شاید اتنا کچھ نہ ہوتا۔ ہم دشمن تو نہیں ہیں تم لوگوں کے اور نا ہی تمہاری شادی شدہ زندگی ہم نے گزارنی۔ زندگی تم لوگوں نے گزارنی ہے تو یقیناً جیسا تم چاہتے ویسا ہی ہوتا۔ پسند کی شادی سب کا حق ہوتا ہے۔ لیکن ہر چیز کا ایک طریقہ بھی ہوتا ہے!! تم نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اور جا کے سیدھا نکاح کر لیا۔۔ داجان نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا۔ انہیں کوئی دشمنی تو نہیں تھی عدیل شاہ سے۔ وہ بھی ان کے گھر کا ہی بچہ تھا۔ لیکن بات یہ تھی کہ ایک مرتبہ پہلے عدیل ان سے بات تو کرتا۔ اُن کے تو فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ عدیل شاہ رائنا کو پسند کرتا ہو گا۔ حدائق کے معاملے میں دیکھ لیا تھا میں نے کتنا کوئی ساتھ دیا تھا آپ نے اس کا۔ میرا منہ نا ہی کھلوائیں تو اچھا ہو گا۔۔ عدیل شاہ نے بہت مشکل سے خود کو تمیز کے دائرے میں رکھتے سچائی بیان کی۔ اسے لگا تھا جیسے حدائق شاہ کا کوئی ساتھ نہیں دے رہا ویسے ہی اس کا بھی کوئی ساتھ نہیں دے گا۔۔ حدائق کی بات کچھ اور تھی۔ جو کچھ فائزہ کے ساتھ ہوا تھا اس کے بعد ہمارے

کیا ہماری جگہ کوئی بھی ہوتا اس نے یہی کچھ کرنا تھا۔ کسی کے بھی گھر والے ایسی لڑکی کو قبول نہیں کرتے!! داجان کا پھر سے وہی انداز تھا۔ وہ اسے اس کی غلطی کا احساس دلانا چاہ رہے تھے۔ جو آگے سے بحث کیے جا رہا تھا۔۔ایک اور مرتبہ میری بیوی کا یہاں ذکر ہو اور میں اس گھر کو آگ لگا دوں گا۔ اپنی بات کرنی ہے جیسے مرضی کریں۔ چاہے تو ہاتھا پائی پر اُتر آئیں۔ لیکن میری بیوی کے لیے ایسی لڑکی جیسا لفظ استعمال مت کیا کریں!! وہ پاک ہے، تھی اور رہے گی!! حدائق شاہ نے انہیں فائزہ کو درمیان میں لاتے دیکھ وارن کرنا ضروری سمجھا۔ وہ داجان اور عدیل شاہ کی طرف دیکھتے حتمی لہجے میں انہیں کہہ گیا تھا۔ زہر لگتا تھا اسے اپنے گھر والوں کی باتوں کے درمیان میں فائزہ شاہ کا ذکر!! خاص کر اُس کے ماضی کو لے کر!! داجان نے ایک خونخوار نظر حدائق شاہ پر ڈالی۔ وہ صرف مثال کے طور پر یہ بات کر گئے تھے!! ایک اور مرتبہ تم ہماری بات کے بیچ میں بولو اور میں جوتی سے مار مار کر تمھارا منہ لال کر دوں گا۔ رن مرید!! داجان نے اسی کے لفظوں میں ہیر پھیر کرتے اسے ہی واپس لوٹائے۔ ساتھ ہی دانت پیستے وہ اسے ایک لقب سے بھی نواز

گئے تھے!! حدائق شاہ نے جواباً خاموشی میں ہی عافیت جانی۔ بیچ میں بول کر وہ دا جان کا خون بوائلنگ پوائنٹ پر لے آیا ہے وہ جانتا تھا۔۔"اور تم بھائی صبر کر لو ذرا۔ اتنے کوئی تم مرے نہیں جا رہے بیوی کے لیے۔ جوانی شروع ہوتی نہیں اور لڑکیاں پہلے چاہیے ان کو۔ صبر کے گھونٹ بھرو بیٹھ کر اور کچھ دن انتظار کرو۔ ماہ دیر کی

شادی سے فارغ ہوتے رشتہ لے جائے گیں تمہارے لیے!! اب میرے سامنے تم تینوں اپنی شکل مت دکھانا۔ سارے کے سارے رن مرید نکلے ہیں!! کوئی ایک بھی غیرت مند ہو تم سب میں!! عدیل شاہ کی طرف دیکھتے دا جان نے غصیلے لہجے میں کہا۔ آخر میں انہوں نے زاویار شاہ اور معاذ شاہ کو چھوڑ کر باقی تینوں کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ان تینوں نے کوئی نا کوئی چاند چڑھاتے ان کا جینا حرام کیا ہوا تھا۔۔ جیسے آپ کہیں دا جان!! عدیل شاہ نے فرمابرداری کی تمام حدیں کراس کیں۔ آخر کو وہ غصے میں ہی سہی لیکن اس کے مطلب کی بات کر گئے تھے!!"بابا جان مجھ سے تو پوچھ لیں کہ میں چاہتی ہوں یا نہیں۔ آپ نے خود سے ہی فیصلہ کر لیا۔

میں رائنا کو اپنی بہو کسی صورت نہیں بناؤں گی۔۔ یہاں سب کچھ طے ہوتے دیکھ پاکیزہ بیگم نے بے چینی سے بات کے درمیان میں حصہ لیا!! چپ رہو تم!! تمہاری وجہ سے ہی آج یہ سب ہو رہا ہے۔ سبینا کو منہ دکھانے لائق نہیں چھوڑا تم نے مجھے۔ اگر تمہاری بے جا ضد نا ہوتی تو آج سارے خوش ہوتے!! اب جو میں کروں گا وہی ہو گا۔ خبر دار تم نے بیچ میں کوئی ٹانگ اڑائی تو!! پاکیزہ بیگم کی طرف دیکھتے داجان نے سختی سے انہیں ٹوکا۔ پہلے ہی سب کچھ ان کی وجہ سے ہو رہا تھا۔۔ پاکیزہ بیگم چپ کر گئی تھیں۔ داجان واقعی میں بہت غصے میں تھے!! ایسے میں ان کے سامنے بولنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ انہوں نے کرنی وہی تھی جو ان کا دل کرتا۔۔ داجان صوفے سے اٹھتے اپنے کمرے کی طرف بڑھے! ان کے پیچھے ہی مظہر شاہ اور باقی سب بھی باری باری اٹھتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے!!

"بہت پچھتاو گے عدیل تم۔ جب کل کو تمہاری اولاد تمھیں ایسے ہی اپنے معاملات سے سائڈ پر کرے گی تبھی تمھیں عقل آئے گی۔ پھر ہو گی تمھیں اپنی ماں کی قدر!!" صوفے سے اٹھتے پاکیزہ بیگم نے آنسوں بہاتے عدیل شاہ کو کہا۔ اس کی

نوبت نہیں آئے گی۔ کیونکہ میں اپنی اولاد کے ساتھ کبھی یہ نہیں کروں گا جو آپ نے میرے ساتھ کیا ہے!! عدیل شاہ نے سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھتے جواب دیا۔ان کے آنسوں اسے تکلیف دے رہے تھے۔ لیکن پھر بھی وہ ڈھیٹ بنا ہوا تھا۔ کیونکہ اب سب کچھ بس ایسے ہی کسی طریقے سے سہی ہو سکتا تھا۔۔ پاکیزہ بیگم ایک نظر بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتے آگے اپنے کمرے کی طرف بڑھیں۔ شادی کی وجہ سے وہ یہیں پر رہ رہے تھے!!

لاؤنج میں صرف ماہ دیر، زاویار، عدیل، معاذ اور حدائق شاہ ہی بچے تھے!! "چلو تم سب بھی اپنے اپنے کمروں میں۔ میں بھی چلتا ہوں۔ ماہ دیر شاہ ہلکا سا مسکرا کر کہتے صوفے سے کھڑا ہوا۔ رات کے نو بجنے کو تھے!! اسے اب واقعی کمرے میں جانا چاہیے تھا۔ "چل اوئے کھڑا ہو۔ آج میں اپنی بیوی کو چھوڑ رہا ہوں تو تم میں سے کوئی بھی نہیں جا سکتا بیوی کے پاس۔ موڈ ٹھیک کرو اپنا اور چلو سارے فارم ہاؤس چلتے ہیں! وہاں باربی کیو کا پلان کرتے ہیں! حدائق شاہ نے صوفے سے کھڑا ہوتے

ماہ دیر شاہ کو بازو سے پکڑا۔ وہ آگے بڑھتے بڑھتے رک گیا تھا۔۔ "میرا دل نہیں ہے تم سب چلے جاؤ!! اپنی جیب سے سگریٹ نکالتے عدیل شاہ نے سنجیدگی سے صاف انکار کیا۔ اس کا سارا موڈ خراب ہو گیا تھا۔۔ "ہاں اور میری بیوی بھی میرا انتظار کر رہی ہو گی۔ میں صرف یہاں تم لوگوں کے میسج کی وجہ سے بیٹھا تھا۔ اب جانے دو مجھے!! ماہ دیر شاہ نے بھی حدائق شاہ کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ ایسی کی تیسی تم دونوں کی۔ زاویار پکڑ اس کو۔ بیوی کے پاس بھیجتا ہوں ذرا میں اسے!! حدائق شاہ نے ماہ دیر شاہ کو پھر سے آگے بڑھتے دیکھ اسے پکڑا۔ "دراصل میں آج اس کی بیوی نے اندر سے دروازہ لاک کر لیا تھا وہ باہر تھا اس لیے سب کو اپنے ساتھ رکھ رہا تھا۔ ماہ دیر شاہ کے پہنچنے سے پہلے جب حدائق شاہ اوپر گیا تھا تب اس سے پہلے ہی فائزہ شاہ دروازہ لاک کر چکی تھی۔ فائزہ کے پاس موبائل بھی نہیں تھا۔ اس معاملے میں وہ بے بس تھا۔ اسی لیے خفت کا شکار نا ہونے کے لیے اس نے سبھی کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ تاکہ باقی سب کے سامنے شرمندگی نا اٹھانی پڑے!! پہلے اس نے عدیل شاہ کو مشورہ دیا اور پھر دونوں نے مل کر ہی ماہ دیر شاہ کو میسج کرنے شروع

کئے تھے!! لیکن اب عدیل شاہ کی وجہ سے اسے اپنا پلان خراب ہوتا دکھائی دے رہا تھا۔۔ زاویار شاہ نے آگے بڑھتے عدیل شاہ کو صوفے سے اٹھایا۔ اس کے ہاتھ میں سگریٹ جل رہی تھی۔ جو وہ بیٹھا آرام سے پینے میں مصروف تھا۔۔ "چل چلتے ہیں!! زاویار شاہ نے کہتے عدیل شاہ کو اپنے ہمراہ لیے اپنے قدم آگے کو بڑھائے۔ اس کی خود کی بیوی آج بہت تھکی ہوئی تھی۔ اسے یقین تھا اشنا شاہ اب تک سو بھی گئی ہو گی۔ اسی لیے وہ خود بھی حدائق کے ساتھ ہی مل گیا تھا۔۔ اس کے پیچھے ہی حدائق شاہ نے بھی ماہ دیر شاہ کو اپنے ساتھ کھینچتے باہر کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ معاذ شاہ تو ویسے ہی ان کے ساتھ خود ہی ہو لیا تھا۔ اپنی اپنی گاڑیوں نے بیٹھتے ایک ساتھ ہی ان سب کی گاڑیاں شاہ ولا سے باہر نکلی!! ماہ دیر شاہ کو ایک تسلی تھی۔ شکر تھا کہ اس نے نائرہ شاہ کو پہلے ہی وارن کر دیا تھا کہ وہ اس کا انتظار نا کرے!! کیونکہ ان سب کی نیت پر ماہ دیر شاہ کو پہلے ہی شک نہیں بلکہ پورا یقین تھا۔۔ اور اب اسے اطمینان تھا کہ نائرہ شاہ کم از کم اس کے انتظار میں نہیں گھلے گی!! ماہ دیر شاہ اور حدائق ایک گاڑی میں جبکہ پیچھے باقی تینوں اپنی اپنی گاڑیوں میں تھے!!

درفشاں گھر پر ہی ہے نا آج؟ حدائق شاہ نے ونڈ سکرین پر نظریں جمائے مصروف سے انداز میں ساتھ بیٹھے ماہ دیر شاہ سے پوچھا۔ "ہاں چڑیل گھر ہی رکی ہے آج!! ماہ دیر شاہ نے بھی سامنے نظریں جمائے جواب دیا۔ "چل پھر آبان بھی جاگ رہا ہو گا۔ اسے کال کر کے کہہ اریبی کو ساتھ لے کر فوراً سے پہلے فارم ہاؤس پہنچے!! حدائق شاہ نے سنجیدگی سے اسے آبان خان کو بلانے کا کہا۔ درفشاں گھر پر تھی تو اسے سو فیصد یقین تھا کہ آبان خان جاگ رہا ہو گا۔ ماہ دیر شاہ نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے جیب سے موبائل نکالتے آبان خان کو کال ملائی۔ پہلی دو بیل پر تو نہیں لیکن تیسری بیل پر کال اٹھالی گئی تھی!! آبان خان اپنے کمرے کے ٹیرس پر کھڑا سگریٹ پھونک رہا تھا۔۔ "کہاں ہے؟ ماہ دیر شاہ کال ریسیو ہوتے دیکھ سیدھا مدعے پر آیا۔۔ "گھر ہوں کیوں؟ دوسری طرف سے آبان خان کی سنجیدہ سی آواز ابھری۔ اسے ماہ دیر شاہ کی کال اور وہ بھی آج کی رات دیکھ کر تھوڑی حیرت تو ہوئی تھی۔ اریبی کو لے کے فارم ہاؤس آجا۔ ہم سب بھی وہیں جا رہے ہیں۔ حدائق کا

فارم ہاؤس ایڈریس تو پتہ ہو گا نا تُجھے ؟؟ آبان خان نے اس کی بات سنتے ایک نظر گھڑی میں وقت دیکھا۔ دس بجنے میں کچھ ہی وقت رہتا تھا۔ "چل ٹھیک ہے میں بھی بور ہی ہو رہا تھا اچھا ہے تم لوگوں کے ساتھ تھوڑا دل لگ جائے گا۔ آتا ہوں میں اریبی کو لے کر!! آبان خان نے سنجیدگی سے کہتے کال کٹ کی!! آرہا ہے!! ماہ دیر شاہ نے حدائق کو بتاتے واپس سے موبائل جیب میں رکھا۔ مکمل خاموشی !! کے ساتھ اب وہ لوگ اپنی منزل کی جانب رواں تھے

ان سب کی گاڑیاں ایک ساتھ ہی آگے پیچھے آتے فارم ہاؤس میں رکی۔ آبان خان اور اریبی بھی ان کے پیچھے ہی پہنچ چکے تھے! وہ دونوں ایک ہی گاڑی میں تھے کیونکہ آبان خان نے اریبی کو گھر سے پک کیا تھا۔۔ وہ سب تقریباً آگے پیچھے ہی اپنی اپنی گاڑیوں سے باہر نکلے!! "کیسا ہے!! حدائق شاہ آگے بڑھتے اریبی سے بغل گیر ہوا جو ابھی گاڑی سے نکلا ہی تھا۔۔ "ٹھیک ہوں تو سنا۔ بندہ شیطان ہو لیکن حدائق شاہ نا ہو۔ بیچارے

کی فرسٹ نائٹ برباد کر دی تو نے!! اریبی نے بھی اس کے گرد حصار بناتے جواب دیا۔ ساتھ ہی وہ

ماہ دیر شاہ کو دیکھتے اسے لتاڑ بھی گیا تھا۔۔اریبی تو ان لوگوں میں سب کو جانتا تھا لیکن یہاں ماہ دیر شاہ اور معاذ شاہ اس سے ناواقف تھے!! وہ دونوں اسے پہلی مرتبہ دیکھ رہے تھے!! "ویسے بھی کوئی فائدہ نہیں تھا اس کی فرسٹ نائٹ تھوڑی تھی۔ حدائق شاہ نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ ساتھ ہی وہ اس سے پیچھے بھی ہٹ گیا تھا۔۔"مسجد کے اسپیکر میں جا کر علان کروادے!! ماہ دیر شاہ جو پاس ہی کھڑا ان کی باتیں سن رہا تھا اس نے حدائق شاہ کی کمر میں دھپ لگاتے جبڑے بھینچتے کہا۔ وہ اس کی اتنی پرسنل بات کو کسی غیر سے شئیر کر رہا تھا۔۔کوئی بات نہیں جوانی پھر نہیں آنی۔ جو کچھ کرنا ہے ابھی کر لو۔ اگر تم نے اپنی فرسٹ نائٹ پہلے منا بھی لی تھی تو اس میں کوئی بڑی بات تو نہیں ہے!! ہم سب ہی مرد ہیں اور اپنے جذبات سے واقف ہیں!! اریبی نے ہلکا سا مسکراتے ماہ دیر شاہ کا بازو تھپکتے اسے تسلی دی۔ اس کی شکل سے ہی لگ رہا تھا کہ حدائق شاہ کی بات اسے ایک آنکھ

بھی نہیں بھائی۔۔ چھوڑو چلو اندر چلتے ہیں ! ! آبان خان نے آگے آتے حدائق شاہ کا بازو پکڑتے اسے آگے کھینچا۔ باقی سب نے بھی اپنے قدم آگے کی طرف بڑھائے جہاں حدائق شاہ نے باربی کیو کا انتظام کروایا تھا۔

وہ سب ایک ساتھ ہی چلتے چھت کی طرف آئے جہاں اِرد گرد لائٹس لگ رہی تھیں۔ جبکہ بیچ میں لکڑیوں سے آگ جلائی ہوئی تھی۔ ایک طرف باربی کیو کا سارا سامان پڑا تھا۔۔ یہ انتظام گھر سے نکلنے سے پہلے ہی حدائق شاہ نے کال کر کے یہاں موجود ملازموں سے کروایا تھا۔۔ وہ سب لوگ آگے بڑھتے آگ کے اِرد گرد رکھی کرسیوں پر بیٹھے۔ جتنے لوگ تھے تقریباً اتنی ہی کرسیاں رکھی گئی تھیں ! ! انتظام تو تو نے ایسے کروایا ہے جیسے تو نے فرسٹ نائٹ اِدھر منانی ہو ! ! اریبی نے ایک نظر لائٹنگ پر ڈالتے اپنے سامنے بیٹھے حدائق شاہ کو مخاطب کیا۔ جو آگ میں لکڑیاں سیٹ کر رہا تھا۔۔ منا ہی نہ لوں میں ایسے ماحول میں اپنی ویڈنگ نائٹ ! ! حدائق شاہ نے ہلکا سا مسکراتے دھیمے سے جواب دیا۔ وہ واقعی ایسے کسی ماحول میں اپنی

فرسٹ نائٹ کو امیجن بھی نہیں کر سکتا تھا۔اس کے لیے تو اس کے نجانے کتنے خواب تھے!! جو کہ اس کا سارے پورے کرنے کا ارادہ تھا۔جب کبھی قسمت اس پر مہربان ہوتی!! "آہ ایک ہم ہی ہیں سنگل!! یہاں سارے ڈبل بیٹھے ہیں۔ پتہ نہیں میں ڈبل کب ہونگا۔۔ایک گہری سانس بھرتے اریبی نے سرد آہ بھری۔ "میں بھی سنگل ہی ہوں!! معاذ شاہ نے بولتے اسے بتانا ضروری سمجھا۔۔ہاں پتہ ہے مجھے!! لیکن تم ابھی پھر چھوٹے ہو۔ میں ٹھہرا انیتس سال کا مرد!! تم تو ابھی تئیس چوبیس کے لگتے ہو!! معاذ شاہ کی طرف دیکھتے اریبی نے مسکراتے جواب دیا۔وہ اسے بھی بہت اچھے سے جانتا تھا۔ "چل اوئے کھڑا ہو جا کر باربی کیو تیار کر۔ سنگل پن فیل نہیں ہوگا پھر تُجھے!! حدائق شاہ نے کھڑے ہوتے اریبی کو کرسی سے اٹھایا۔۔تیرے ابا جی کا نوکر نہیں ہوں میں!! مہمانوں کی طرح بلایا ہے یار تم لوگوں نے مجھے۔ تمھیں چاہیے کہ آگے رکھ کے سرو کرو تم سب مجھے!! اریبی تو بھڑک ہی اٹھا تھا۔ایک تو اپنی نیند خراب کر کے وہ یہاں آیا تھا اوپر سے ان سب

کے لیے باربی کیو بھی وہی بناتا۔ دیکھ ہم میں سے کسی کو بھی نہیں بنانے آتے۔ ساری زندگی پلیٹ

میں رکھ کر ملا ہے ہمیں۔ تو اپنی کوکنگ خود کرتا ہے تُجھے یقیناً کھانا بنانا آتا ہو گا۔ اس لیے کہہ رہا ہوں تُجھے!! بلکہ تو کھڑا ہو مجھے بھی سکھا اور دونوں مل کر بناتے ہیں!! حدائق شاہ نے زبردستی واپس سے اسے کھینچ کر کھڑا کیا۔ وہ سہی ہی کہہ رہا تھا۔ اریبی کے علاوہ یہاں اور کسی کو کوکنگ نہیں آتی تھی۔!! سارے کھڑے ہو پھر۔ پہلے مل کر بناتے ہیں اور پھر مل کر کھا لے گیں۔ اریبی نے صاف صاف مسئلے کا حل بتایا۔ اکیلا تو وہ ان سب کے لیے مر کے بھی کچھ نہیں بنا سکتا تھا۔۔ مجھے تھوڑا بہت آتا ہے تو چلو میں بھی چلتا ہوں میں پھر!! زاویار شاہ بھی کرسی سے کھڑا ہوا۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ بہت مرتبہ اس طرح کے پلانز بنا چکا تھا اسی لیے وہ تھوڑا بہت باربی کیو بنانے سے واقف تھا۔۔ تم سب کو کیا انویٹیشن کارڈ دینا پڑے گا۔ اٹھو اور ساتھ آ کر مدد کرو!! حدائق شاہ نے دانت پیستے کرسی پر پھیل کر بیٹھے آبان خان کی طرف دیکھتے کہا۔ آبان خان اور عدیل شاہ دونوں بیٹھے سگریٹ پی رہے تھے!!

آرہے ہیں چل تو!! اپنے ہاتھ میں موجود جلتی سگریٹ زمین پر پھینکتے اسے جوتے تلے مسلتے آبان خان کرسی سے کھڑا ہوا۔ جب سے درفشاں اس کی زندگی میں آئی تھی تبھی سے اسے سگریٹ پینے کی لت لگ گئی تھی۔ جو کہ چھوڑنا اب اس کے بس سے باہر تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سب ہی سامنے رکھی انگیٹھی کی طرف بڑھے۔ جس کے اوپر ایک گرل رکھی گئی تھی۔ اور ساتھ ہی سیخیں بھی موجود تھیں۔۔ اریبی اور حدائق شاہ ملتے مسالا بنا رہے تھے جسے انہوں نے بوٹیوں پر لگانا تھا۔ جبکہ زاویار شاہ اور آبان خان ملتے انگیٹھی میں کوئلے جلا رہے تھے!! "اوئے میں یہ میرینیٹ کر رہا ہوں تو ان سیخوں پر لگا کر انہیں زاویار کو پکڑاتے رہنا۔۔ حدائق شاہ نے سامنے فارغ کھڑے معاذ شاہ کو مخاطب کیا۔ جو خاموشی سے کھڑا ان سب کو کام کرتا دیکھ رہا تھا۔۔ معاذ شاہ اچھا کی صورت میں سر ہلاتے آگے بڑھا۔ وہ سارے ہی کھڑے ایک ساتھ باربی کیو بنانے میں مصروف تھے!! کوئی سیخوں پر بوٹیاں لگا رہا تھا تو کوئی انہیں پہلے میرینیٹ کر رہا تھا۔ آبان خان انگیٹھی میں رکھے کوئلوں پر گتے سے ہوا کرنے میں مصروف تھا۔ تاکہ دھواں ایک ہی جگہ اکٹھا نا ہو!! زاویار

شاہ کھڑا بڑی مہارت سے باربی کیو بنانے میں مصروف تھا۔ آبان اور وہ ہی تھے جو انگیٹھی کے پاس کھڑے تھے!!

اتنی جو تو کو کنگ اپنی بہن کو سکھا دیتا تو کیا ہی بات ہوتی۔ آبان خان نے مسکراتے زاویار شاہ کو چھیڑا۔ وہ اسے ایسے ہی تنگ کر رہا تھا ورنہ درفشاں کو کچن تک تو وہ خود بھی جانے نہیں دیتا تھا۔ "اور تیرا یہ طعنہ جو میں تیری بیوی کو بتادوں تو بھی کیا ہی بات ہو گی۔ فوراً ہی بغیر برا منائے جواب آیا تھا۔ "ہنھہہ!! ڈرتا تھوڑی ہوں میں!! آبان خان نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔۔ ہاں دیکھا تھا ہم نے دودھ پلائی پر۔ ایک گھوری کی دیر تھی اور کیسے دبک کر بیوی کے پلو میں گھس گیا تھا۔۔ اس مرتبہ طنز حدائق شاہ کی طرف سے کیا گیا تھا۔۔ "کرنا پڑتا ہے میرے بھائی۔ اگر تم لوگوں کو بیوی ملی ہے تو اس کی غلامی میں ہی بھلائی ہے!! ورنہ سکون کے لیے ترس جاؤ گے!! اریبی نے مصروف سے انداز میں بات کے درمیان میں حصہ ڈالا۔ سو فیصد تیری بات سے اگری کرتا ہوں میں۔ بیوی ٹیڑھی پسلی ہے تو بہتر ہے

اسے سیدھا کرنے کی بجائے خود بھی ٹیڑھے ہو جاؤ۔" آبان خان نے اریبی کی بات سے اتفاق کیا۔ جتنا شروع میں سکون کے لیے وہ ترستا تھا اتنا کوئی بھی نہیں ترسا تھا۔۔ جتنا مجھے شادی کا شوق ہے آپ لوگ اتنا ہی مجھے ڈرا رہے ہیں!! معاذ شاہ نے سنجیدگی سے ایک نظر سب پر ڈالتے کہا۔ یہاں شادی کا ایکسپیرینس کر کے کسی کا تجربہ اچھا ہی نہیں تھا۔۔ تیری جوانی میں نکالتا ہوں۔ دیکھا تھا میں نے کیسے توبلش کر رہا تھا جب داجان نے تیری شادی کی ایسے ہی بس بات کر لی تھی۔ موبائل لینا پڑے گا تُجھ سے!! پتہ نہیں کیا کیا دیکھتا ہے جو دن رات تیرے خیالوں میں ایک بس شادی ہی ہوتی ہے!! حدائق شاہ نے ابرو اچکاتے معاذ شاہ کی کلاس لی۔ اس نے بھی پہلے صوفے پر بیٹھ کر مسکراتے دیکھا تھا اسے!! میرے موبائل سے کوئی خاص دشمنی ہے آپ کو! ایسا کچھ نہیں کرتا میں اس کے اندر!! منہ بناتے معاذ شاہ نے اپنی صفائی دی۔ کیوں بچے کے پیچھے پڑ رہا ہے؟ زیادہ سے زیادہ گندی ویڈیوز ہی دیکھ لیتا ہو گا۔ اس میں کیا ہے!!

مسکرا کر کہتے اریبی نے ایسے کہا تھا جیسے یہ تو کوئی بڑی بات ہی نہ ہو!! حدائق اور ماہ دیر شاہ کے کام کرتے ہاتھ ایک لمحے کے لیے تھمے! جبکہ معاذ شاہ تو منہ کھولے اریبی کو دیکھ رہا تھا۔ یہ سراسر الزام تھا اس پر۔ اس نے کبھی ایسا کچھ سوچا بھی نہیں تھا۔۔ فون نکال اپنا۔۔ حدائق شاہ نے ہاتھ صاف کرتے معاذ شاہ کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ او چنگیز خان کی اولاد۔ خبر دار جو اسے کچھ کہا تو۔ میں نے تو ایسے ہی ایک بات کی ہے۔ اب ضروری تھوڑی ہے کہ یہ واقعی میں دیکھتا ہو۔ معاذ کو بازو سے پکڑ کر اپنے پیچھے کرتے اریبی نے حدائق شاہ کو گھورا۔۔ بیٹا تو گھر چل۔ تیرا موبائل تو میں کسی بھی ٹائم چیک کر لوں گا۔ اور اگر مجھے ایسا ویسا کچھ ملا تو معاذ سچ میں منہ توڑ دوں گا میں تیرا۔ حدائق شاہ نے انگلی اٹھاتے اسے سختی سے وارن کیا۔ اور پھر وہ واپس سے اپنے کام میں مصروف ہو گیا تھا۔۔ کچھ نہیں کہتا یہ چل کر۔ میرا نمبر لے لے جیسے ہی یہ تمھیں کچھ کہنے لگے ایک کال کر دینا بس۔ اسے میں خود دیکھ لوں گا۔۔ اریبی نے مسکراتے معاذ کی پیٹھ تھپکی۔ چھوٹے ہونے کا ایک یہی سب سے بڑا نقصان تھا۔۔ باتوں ہی باتوں میں باربی کیو بھی تیار ہو چکے تھے! آبان

خان نے آگے بڑھتے ان تمام کو ایک ڈش میں اچھے سے سیٹ کیا۔۔ آخر اس نے سنیپ بھی تو بنانی تھی۔۔ چلو آجاؤ۔ اریبی نے ڈش ہاتھ میں اٹھاتے واپس سے کرسی کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔اس کے پیچھے ہی باقی سب بھی واپس سے اپنی اپنی جگہ پر پہنچ چکے تھے!!

مووی لگا رہا ہوں میں چپ کر کے دیکھ لینا سارے۔ اریبی نے کرسی پر بیٹھتے موبائل پر نظریں جمائے سب کو کہا۔ ایسے بیٹھ کر کھانے میں اسے مزہ نہیں آنا تھا۔۔ "ہمم لگا۔ آبان خان نے کھانے کی اسٹریک بناتے درفشاں کو بھیجتے اریبی کی بات سے حامی بھری!! اریبی نے مووی لگاتے سامنے موبائل کو کرسی پر ایسے سیٹ کیا کہ ہر کوئی آسانی سے سکرین دیکھ سکتا تھا۔۔ کونسی مووی ہے؟؟ حدائق شاہ نے ٹیک لگاتے باربی کیو اپنے منہ میں رکھتے پوچھا۔ اسے یاد نہیں پڑتا تھا اس نے پہلے دیکھی ہو یہ! "مائے فالٹ!! پچھلے ہوئے سارے جھنجھٹ میں آدھی رہ ہی گئی تھی دیکھنی! سوچا تم لوگوں کے ساتھ دوبارہ شروع کرتا ہوں! اریبی نے اپنی

مسکراہٹ روکتے حدائق شاہ کی طرف دیکھتے کہا۔ "یہ تو دیکھی ہوئی ہے میں نے!

بے ساختہ ہی معاذ شاہ کے منہ سے نکلا تھا۔ "حدائق شاہ اور ماہ دیر شاہ نے یکلخت ہی اس کی جانب دیکھا۔ جس کی بولنے کے بعد سٹی گم ہو گئی تھی۔۔ بیٹا قصور تیرا نہیں ہے! تیری اپنی زبان ہی تیری دشمن ہے!! اریبی نے مسکراتے پھر سے اس کا کندھا تھپکا۔۔ یار پہلے بیوی نہیں ہے اوپر سے تو یہ سب دکھا رہا ہے! آبان خان نے بھی منہ بناتے سرد آہ بھری۔ پہلے ہی نجانے وہ کیسے خود پر کنٹرول رکھے ہوئے تھا۔ درفشاں کا دو آتشہ روپ اس کی آنکھوں کے سامنے گھومتے اسے پاگل کرنے کے در پر تھا۔ اُوپر سے اب اریبی نے یہ مووی لگا لی تھی جو اس نے نجانے پہلے کتنی بار دیکھی ہوئی تھی۔۔ چینج کر لے اریبی! میں نے بھی دیکھی ہوئی ہے!! زاویار شاہ نے بھی اسے یہ مووی بدلنے کا کہا۔۔ پہلے تم لوگ یہ بتاؤ بیویاں کہاں ہیں تم لوگوں کی؟ پھر بند کر دوں گا۔ اریبی نے مسکراتے پہلے شرط رکھی۔ ان سب کی شکلیں دیکھ کر اریبی کو ایک لگ ہی مزہ آرہا تھا۔۔ میکے گئی ہوئی ہے! سب سے پہلے آبان خان نے اس بتایا۔ سسر بیچ میں ٹانگ اڑا رہا ہے۔ ورنہ آج پاس ہی ہوتی! عدیل شاہ

نے بھی منہ بناتے اسے حقیقت بتائی۔۔ طبیعت ٹھیک نہیں اس کی! ریسٹ کر رہی ہو گی۔ تو میں نے سوچا اچھا ہے ریسٹ کر لے!! ماہ دیر شاہ نے بھی کندھے اچکاتے بتایا۔ تھکی ہوئی تھی بہت! میں نے بھی ریسٹ کرنے دیا۔ زاویار شاہ کی بھی یہی وجہ تھی جو ماہ دیر شاہ کی تھی۔۔ اور تیری؟ اب اریبی کی سوالیہ نظریں حدائق شاہ پر تھیں۔۔ "کمرے سے باہر نکال دیا۔ اندر سے کنڈی لگالی تھی اس نے! اب وجہ تو کل ہی پتہ چلے گی جب میں کمرے میں جاؤں گا۔۔ ایک ٹھنڈی آہ بھرتے حدائق شاہ نے بلآخر ان لوگوں کو سچائی بتائی۔ اس کی وجہ پر سب کے قہقہے بے ساختہ تھے!! "تو اسی لائق ہے! ماہ دیر شاہ نے ہنستے ہوئے حدائق شاہ کو کہا۔ دیکھ لیا شادی کا انجام؟ اریبی نے ہنستے ہوئے معاذ شاہ کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ فائدے بھی بہت ہیں! ضروری تھوڑی ہے ہم نقصان ہی دیکھیں! سنجیدگی سے فوراً جواب آیا تھا۔۔ "بچہ سمجھدار ہے! اریبی نے داد دیتی نظروں سے معاذ کو دیکھا۔ بچہ نہیں ہوں میں! وہ اب چڑنے لگا تھا۔ کب سے اریبی اسے بلکل بچے کی طرح ہی ٹریٹ کر رہا تھا۔۔ ہمارے لیے بچہ ہی ہے!! اریبی نے بھی دوبدو جواب دیا۔۔ "چپ کر کے

تھی موووی دیکھو سارے۔ کوئی نہیں مرتا تم سب میں سے ! ! اریبی نے منہ بناتے اُن سب کی توجہ موووی کی طرف کروائی جو دس پندرہ منٹ کی باتوں میں ہی گزر بھی چکی تھی۔ سب نے ایک گہری سانس بھرتے باربی کیو کھاتے کھاتے موووی دیکھنی شروع کی۔اب اس نے لگا ہی دی تھی تو وہ سب بھی دیکھ ہی لیتے ! !

سارے موووی دیکھنے میں مصرف تھے کہ اپنے موبائل پر ہوتی میسج کی ٹون نے ماہ دیر شاہ کی توجہ اپنی جانب کھینچی ! ! اس نے فوراً ہی جیب سے موبائل نکالتے دیکھا جہاں نائرہ شاہ کا میسج جگمگا رہا تھا۔۔ "ماہ دیر میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ پلیز آپ آجائیں"۔ نائرہ شاہ کا کچھ اس طرح کا میسج تھا۔۔ ماہ دیر شاہ فوراً سے پہلے کرسی سے کھڑا ہوا۔ ساتھ ہی اس نے نائرہ کو کال بھی ملالی تھی ! ! گاڑی کی چابی دے ! حدائق شاہ کی طرف جاتے ماہ دیر شاہ نے جلد بازی میں اس سے چابی مانگی۔ کیونکہ وہ اسی کے ساتھ گاڑی میں آیا تھا۔۔ "کیوں صبح ایک ساتھ گھر چلے گیں۔ میں تو نہیں دے رہا ابھی۔ حدائق شاہ نے کندھے اُچکاتے صاف انکار کیا۔ اس کے چہرے پر

موجود پریشانی اس نے نوٹ ہی نہیں کی تھی۔۔ سالے طبیعت خراب ہے نائرہ کی چابی دے!! ماہ دیر دبی دبی آواز میں اس کی طرف جھکتے پھنکارا تھا۔ یہاں وہ پریشان ہو رہا تھا نائرہ شاہ کال نہیں اٹھا رہی تھی اور اس کے اپنے ہی پنگے تھے!! حدائق شاہ نے اس کی بات پر فوراً سے پہلے اپنی جیب سے چابی نکالتے اسے تھمائی۔ جسے تھامتے ماہ دیر شاہ فوراً ہی آگے کی طرف بڑھ گیا تھا۔۔ اگر زیادہ طبیعت خراب ہو تو کال کر دینا مجھے۔ ہم سب آجائے گیں گھر!! اس کی پشت پر نظریں جمائے زاویار شاہ نے اونچی آواز میں ہانک لگائی تاکہ وہ انہیں کال کرنا نہ بھولے!! لیکن ماہ دیر شاہ بغیر سنے تقریباً بھاگتے ہوئے نیچے اترتے اپنی گاڑی کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ اس کے جاتے باقی سب واپس سے مووی کی طرف متوجہ ہوئے۔ باربی کیو کھاتے وہ سب پھر سے مووی انجوائے کرنے لگے تھے!

ماہ دیر شاہ کی گاڑی ایک جھٹکے سے شاہ ولا کا گیٹ عبور کرتے کار پورچ میں آتے رکی۔ نائرہ شاہ نے ابھی تک اس کی کال ریسیو نہیں کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ ماہ دیر

شاہ کو زیادہ پریشانی ہو رہی تھی۔۔ گاڑی سے اترتے ماہ دیر شاہ نے تیز تیز قدموں سے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے!!

اس وقت رات کا ایک بج رہا تھا۔ تیز تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے ماہ دیر شاہ کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ اس وقت تو گھر میں بھی ہو کا عالم تھا۔ سبھی لوگ سونے میں مصروف تھے!! ماہ دیر شاہ نے اندر داخل ہوتے ادھر اُدھر دیکھا۔ پورے کمرے میں نائرہ شاہ کہیں بھی نہیں تھی۔۔ واشروم سے پانی گرنے کی آواز سنتے ماہ دیر شاہ واشروم کی طرف ہی بڑھا۔ دل میں شکر کیا تھا کہ نائرہ شاہ یہیں پر ہے!! واشروم کا دروازہ کھولتے وہ پریشانی سے نائرہ کی طرف بڑھا۔ جو سنک کے پاس کھڑی الٹی کرنے میں مصروف تھی!! تم ٹھیک ہو؟ نائرہ کے پاس جاتے ماہ دیر شاہ نے پریشانی سے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے پوچھا۔۔ پتہ نہیں!! شدید بھیگی آواز میں غصیلے لہجے میں جواب آیا تھا۔

ماہ دیر شاہ نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔ اسے ذرہ بھی اندازہ ہوتا نائرہ کی طبیعت خراب ہو جائے گی وہ کبھی بھی حدائق لوگوں کے ساتھ اسے چھوڑ کر نا

جاتا۔۔اس کا ہاتھ اپنی کمر سے جھٹکتے نائرہ شاہ نے روتے ہوئے تولیے سے اپنا منہ صاف کیا۔ وہ اس وقت سادے سے حلیے میں ملبوس تھی۔ کپڑے وہ کمرے میں آتے ہی تبدیل کر چکی تھی۔اور اب کوئی چوتھی مرتبہ اسے الٹی آئی تھی۔اب تو اسے لگ رہا تھا کہ کسی بھی وقت وہ گر جائے گی۔ نائرہ شاہ بری طرح نڈھال ہوئی پڑی تھی۔۔میری بات تو سنو!! میں بتا کے گیا تھا تمھیں!! ماہ دیر شاہ نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھتے دھیمے سے کہا۔ ابھی وہ اس پر غصّہ بھی نہیں کر سکتا تھا کیونکہ مقابل کی طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں تھی۔۔جہاں تھے آپ ابھی بھی وہیں چلے جائیں ماہ دیر۔ میرے پاس مت آیئے گا۔ ورنہ میں آپ کو یا خود کو کچھ کر لوں گی۔ نائرہ شاہ نے انگلی اٹھا کے اسے کہتے اپنے قدم واشروم سے باہر لیے۔اس کی آنکھیں سوکھنے کو تیار ہی نہیں تھیں۔۔وہ ابھی باہر نکلنے ہی لگی تھی کہ ماہ دیر شاہ نے آگے بڑھتے فوراً سے پہلے اسے اپنی گود میں اٹھایا۔ خود کو کچھ کرنے کا سوچنا بھی مت!! بھولو نہیں تمہارے ساتھ اب ایک اور جان جُڑی ہے۔ہاں مجھے جو چاہے مرضی کہہ سکتی ہو تم!! واشروم سے باہر نکلتے ماہ دیر شاہ نے سنجیدگی سے اسے

کہا۔۔ "چھوڑیں مجھے ماہ دیر! کوئی فکر نہیں ہے آپ کو میری۔ابھی بھی صرف اپنے بچے کی ہی فکر ہے آپ کو! میں پچھلے دو گھنٹوں سے الٹیاں کر کر کے مرنے والی ہو گئی ہوں آپ کو میرا کوئی خیال نہیں ہے!! اس کی گود سے اترنے کی کوشش کرتے نائرہ شاہ نے شدید روتے ہوئے شکوہ کناں انداز میں کہا۔۔ "میری زندگی تمھارا خیال سب سے پہلے ہے! یہ بچہ بھی تمہارے بعد ہی آتا ہے! جیسے ہی تمھارا میسج میں نے دیکھا قسم لے لو میں بیس منٹ کا راستہ پانچ منٹ میں طے کر کے آیا ہوں۔ یہ تمہارا خیال ہی تھا جو اتنی جلدی میں کھینچ کر لایا ہے مجھے!! بیڈ کی طرف بڑھتے ماہ دیر شاہ نے نہایت محبت اور نرمی سے اسے بیڈ پر لٹایا۔۔ نائرہ شاہ بغیر کوئی جواب دیے خاموشی سے تکیے میں منہ چھپاتے بے تحاشہ رونے لگی تھی۔۔اس کی طبیعت ایسی تھی جس میں موڈ سونگز بہت نارمل سی بات تھی۔ابھی بھی نجانے اسے کیوں بے تحاشہ رونا آرہا تھا۔۔ ماہ دیر شاہ نے ایک نظر اس کے بلکتے وجود پر ڈالتے سائڈ ٹیبل پر پڑی اس کی دوائیاں چیک کی۔۔اس نے اپنی آج کی دوائی بھی نہیں لی تھی۔ ایک گہری سانس بھرتے ماہ دیر شاہ نے دوائی میں سے اس کی آج کی خوراک نکالی۔

ساتھ سے پانی کا گلاس اٹھاتے ماہ دیر شاہ دھیمے سے اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھا۔
"اٹھو یہ دوائی لو پھر الٹی نہیں آئے گی تمھیں!! نائرہ کے پاس بیٹھتے ماہ دیر شاہ نے اسے کندھے سے پکڑتے اپنی طرف رخ کرتے کہا۔۔"نہیں لینی میں نے! فوراً ہی انکار کر دیا گیا تھا۔ ماہ دیر شاہ نے پنی کا گلاس سائڈ ٹیبل پر رکھتے خاموشی سے اسے اٹھاتے اپنی گود میں ٹرانسفر کیا۔ اسے دوائی کھلانی لازمی تھی ورنہ اس کی طبیعت مزید خراب ہو جاتی!! مسئلہ کیا ہے آپ!! نائرہ شاہ ابھی روتے ہوئے بات مکمل کرتی کہ پہلے ہی ماہ دیر شاہ نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھتے اسے خاموش کروایا۔ دوائی لو پھر بات کرتے ہیں!! سنجیدگی سے کہتے ماہ دیر شاہ نے نرمی سے اس کا جبڑا پکڑتے اس کا منہ کھولا۔ ساتھ ہی وہ دوائی بھی اس میں منہ میں رکھ گیا تھا۔۔ نائرہ شاہ روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ سائڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھاتے ماہ دیر شاہ نے اس کے ہونٹوں سے لگایا۔ جسے منہ میں دوائی ہونے کے باعث نائرہ شاہ کو پینا ہی پڑا تھا۔۔ اب بولو۔ جو بولنا چاہتی ہو وہ کہو لیکن منہ مت پھیرنا دوبارہ مجھ سے۔ ہاتھ جھٹکا تھا پہلے تم نے یہ بھی مت کرنا دوبارہ۔ ہر مرتبہ غصّہ کنٹرول میں نہیں

رہتا۔۔ماہ دیر شاہ نے محبت سے اس کے بال کان کے پیچھے اڑستے نرمی سے کہا۔اس کا لہجہ نرم تھا لیکن الفاظ قطعی نرم نہیں تھے ! غصے کے علاوہ اور آتا کیا ہے آپ کو ! نروٹھے سے انداز میں فوراً ہی جواب آیا تھا۔۔اور بھی بہت کچھ آتا ہے۔یہ تو تمہاری طبیعت کا لحاظ کر رہا ہوں ورنہ کر کے بھی دکھا دیتا ابھی ! ! مسکراتے ہوئے ماہ دیر شاہ نے نہایت بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی کی ! ! رونا بند کرو روحِ من ! ! تمہارے آنسوں میرے لیے تکلیف کا باعث بنتے ہیں ! اسکے ماتھے پر نرمی سے اپنے تشنہ لب رکھتے ماہ دیر شاہ نے بوجھل آواز کے ساتھ سرگوشی کرتے اسے خاموش کروانا چاہا۔ مقابل روئے ہی چلی جا رہی تھی۔۔ مجھے خود ہی رونا آ رہا ہے ماہ دیر ! سوں سوں کرتے نائرہ شاہ نے ہونٹ باہر نکالتے بلکل کسی بچے کی طرح اسے بتایا۔ وہ خاموش ہونا چاہتی تھی لیکن آنسوں اس کے بس میں نہیں تھے ! ! ماہ دیر شاہ کو بے ساختہ ہی اس پر ڈھیروں پیار آیا تھا۔وہ مسکراتے ہوئے نرمی سے نائرہ شاہ کو خود میں بھینچتے نرمی سے اس کے ہونٹوں سے لپٹا۔ اب ایک یہی طریقہ تھا اسے خاموش کروانے کا۔۔ وہ بہت نرمی سے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے جبکہ دوسرے

ہاتھ کو اس کے بالوں میں الجھائے کبھی اس کے بالائی لب کو تو کبھی اس کے نچلے لب کو چومنے میں مصروف تھا۔۔ نائرہ شاہ خاموشی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے اس کا لمس اپنے ہونٹوں پر محسوس کر رہی تھی۔۔ اور واقعی میں اب آنکھوں سے آنسوں بھی رک چکے تھے!! ماہ دیر شاہ نے اس کی زبان تک رسائی حاصل کرتے نرمی سے اس کی نمی چننا شروع کی۔ اس کے لمس میں آج بے تحاشہ نرمی تھی۔ ذرا بھی سختی کا کہیں شائبہ بھی نہیں تھا۔۔ اچھی طرح اپنی پیاس بجھاتے اس کی سانسیں بلکل ختم ہوتی محسوس کرتے ماہ دیر شاہ ہلکا سا اس کے ہونٹوں سے پیچھے ہٹا۔ نائرہ شاہ نے نڈھال سے انداز میں اس کی گردن میں اپنا چہرہ چھپایا۔ مجھے پہلے بتا دیتی تم کہ تمھیں کس کی کریوینگ ہو رہی ہے! میں کس کر کے تمہارے اتنے آنسوں ضائع ہونے سے بچا لیتا!! اسے بلکل چپ ہوتے دیکھ ماہ دیر شاہ نے بے باکی سے اس کے کان کے سرگوشی کرتے اسے چھیڑا۔۔ نائرہ شاہ نے بغیر کوئی جواب دیے اپنی پوری قوت سے اس کے سینے پر مکا جڑا۔۔ ماہ دیر شاہ ہنستے ہوئے اسے خود میں بھینچ گیا تھا۔ اسے خود میں بھینچے بہت نرمی سے ماہ دیر شاہ نے اس کی گردن پر

لب رکھنے شروع کیے۔اس کی شدتوں کے پہلے نشان مقابل کی گردن سے غائب تھے !اس کا دل تو نئے نشانات چھوڑنے کا تھا لیکن اس کی طبیعت کا سوچتے ماہ دیر شاہ نے نرمی سے چومنے میں ہی عافیت جانی۔ "بس کریں ماہ دیر ! نائرہ شاہ نے اس کی گردن میں چہرہ چھپائے ہی دھیمے سے کہا۔ کیوں تمھارا موڈ بن رہا ہے ؟ فوراً ہی بے باکی سے سرگوشی کی گئی

تھی ! ! ایسا کچھ نہیں ہے ! سٹپٹاتے ہوئے نائرہ شاہ نے فوراً سے انکار کیا۔اس نے تو بس ایسے ہی اسے منع کر دیا تھا۔۔ تو بس پھر چپ کر کے رہو اور مجھے اپنا کام کرنے دو ! ! مسکرا کر کہتے ماہ دیر شاہ نے اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے نرمی سے اس کی ماتھے پر اپنے لب رکھے ! ! نائرہ شاہ سکون سے اپنی آنکھیں موند گئی تھی۔ یہاں پر ماہ دیر شاہ کا لمس اسے ہمیشہ ہی بہت عزیز رہا تھا۔۔ ماہ دیر شاہ کے ہونٹ ماتھے سے ہوتے آنکھوں پر اور پھر دونوں گالوں سے سفر کرتے اس کی ناک پر پھر ٹھوڑی پر آتے رکے ! ! بہت آرام سے نائرہ کو بیڈ پر لٹاتے ماہ دیر شاہ اس کے اوپر حاوی ہوا۔ اس نے یہ دھیان رکھا تھا کہ نائرہ کے پیٹ پر وزن نا پڑے ! بہت نرمی اور آرام

سے وہ اس کے اوپر لیٹتے پھر سے اس کی گردن کو پاگلوں کو طرح چومنا شروع ہو چکا تھا۔ نائرہ شاہ خاموشی سے اس کی بالوں میں ہاتھ الجھائے اپنی آنکھیں موند گئی تھی۔ وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی اسے اس کی منمانی ہی کرنے دے رہی تھی۔۔ ماہ دیر شاہ نے اس پر سے تھوڑا اٹھتے اپنی قمیض اتارتے ایک سائڈ پر پھینکی۔ ساتھ ہی وہ کمرے کی تمام لائٹس بھی ڈم کر گیا تھا۔ اپنے اوپر سہی سے کمبل سیٹ کرتے ماہ دیر واپس سے نائرہ کے اوپر اسی پوزیشن میں لیٹا۔ کیا تم مجھے برداشت کر سکتی ہو؟؟ تھوڑا اوپر کو ہوتے اس نے اپنی بھاری خمار آلود آواز میں نائرہ شاہ کے کان میں سرگوشی کرتے پوچھا۔ اس کی آواز بے حد بوجھل ہوئی پڑی تھی۔۔ "بلکل نہیں! فوراً سے ہی انکار کیا گیا تھا۔

Then I am really sorry darling. Because I need you badly!!

بھاری آواز کے ساتھ اس کے کان میں سرگوشی کرتے ماہ دیر شاہ نے ایک ہی جست میں اس کے جسم سے قمیض علیحدہ کی!! نائرہ شاہ تو بس حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو نرمی سے

اچانک ہی اتنا اگریسیو ہو گیا تھا۔۔ ماہ دیر اگر میری طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو یاد رکھیے گا میں کبھی معاف نہیں کروں گی آپ کو!! نائرہ شاہ نے اسے وارن کرنا ضروری سمجھا۔ میں بہت آرام اور نرمی سے کروں گا۔ ایسے کہ تمھیں ذرا بھی تکلیف نا ہو۔ کچھ نہیں ہو گا تمھیں پلیز!! ماہ دیر شاہ نے التجائیہ سے انداز میں اس کے چہرے پر اُنگلیاں پھیرتے پوچھا۔ وہ اس کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ نائرہ شاہ نے خاموشی سے اس کے گلے میں اپنی بانہیں حائل کرتے اپنی آنکھیں موندی! یہ بھی اجازت دینے کا ایک طریقہ تھا۔ اسے وہ پہلے ہی وارن کر چکی تھی۔ اب آگے جو بھی ہوتا وہ ماہ دیر شاہ کی ذمے داری تھی۔۔ ماہ دیر شاہ نے نرمی سے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھتے اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کیا۔۔ وہ اس کی دھڑکنوں پر جھکے بہت نرمی سے انہیں اپنے لمس سے مہکا رہا تھا۔۔ کبھی

اس کے پیٹ کی طرف جاتے تو کبھی اوپر کو آتے ماہ دیر شاہ مسلسل اس کی دھڑکنوں پر اور پیٹ پر دیوانوں کی طرح اپنے لب رکھتا جا رہا تھا۔۔ نائرہ شاہ آنکھیں بند کیے پڑی سسکیاں آہیں بھرتے ہوئی اسے خود پر برداشت کر رہی تھی!! اچھی طرح اس کی دھڑکنوں کو اپنی شدت سے لال سرخ کرتے ماہ دیر شاہ نے آہستہ آہستہ اس میں شمولیت اختیار کی!! وہ بہت نرمی سے اپنے جسم کو دھیرے دھیرے اس میں حرکت دیتے نرمی سے اس میں داخل ہو رہا تھا۔۔ نائرہ شاہ نے اس کے کندھے پر زور سے ناخن گاڑے! اس شخص کی نرمی بھی بھلا کہاں برداشت ہوتی تھی اس سے!! ریلکس ڈارلنگ! دو سیکنڈ کا درد ہے بس! نرمی سے کہتے ماہ دیر شاہ آہستہ سے مگر آخری حد تک اس میں داخل ہوا۔۔ ماہ دیر شاہ نے بے ساختہ ہی سکون کے احساس سے اپنی آنکھیں موندی۔ نائرہ شاہ کی کمرے میں گونجتی سسکیاں اسے جنونی ہونے پر مجبور کر رہی تھیں۔ لیکن پھر بھی وہ آخری حد تک خود پر ضبط رکھتے بہت آرام آرام سے اس میں حرکت کر رہا تھا۔۔ نائرہ تکیے پر اپنے سر کو پٹختے ہونٹ کاٹتے مسلسل میٹھی میٹھی آہیں اور سسکیاں بھر رہی تھی۔ ماہ دیر شاہ نے ایک نظر

اس کی بند آنکھوں پر ڈالتے تھوڑا جھکتے اس کی دھڑکنوں پر پھر سے اپنے لب رکھے!! جبکہ اس کے ہاتھ ایک دھڑکن اور جبکہ دوسرا تھائیز پر بے باکی اور پورے حق سے گھوم رہا تھا۔۔"کس می جان!! اوپر کی طرف آتے ماہ دیر شاہ نے پھولتی سانسوں کے درمیان اپنا چہرہ اس کے چہرے کے نزدیک کرتے سرگوشی کی۔ دونوں کے جسم پسینے سے تر ہوئے پڑے تھے!! نائرہ شاہ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ماہ دیر شاہ کے گلے میں واپس سے بانہیں حائل کرتے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔۔وہ اپنے دانتوں سے کبھی اس کے بالائی لب کو تو کبھی نچلے کو چبانے کے درپر تھی!! کمبل میں غروب ایک دوسرے کے جسم کے ساتھ لپٹے وہ دونوں سکون کی آخری حدود تک پہنچے ہوئے تھے!! ماہ دیر شاہ کی نرمی بھی نائرہ شاہ کے لیے جان کا وبال تھی۔۔رات دھیرے دھیرے سرک رہی تھی اور یہ سسکیوں اور آہوں کا کھیل ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ کمرے میں ان دونوں کے ملن کی آوازیں گونجتی ماحول کو معنی خیز بنائے ہوئے

تھی۔۔ جبکہ وقفے وقفے سے ان دونوں کی بھاری سانسوں کا رقص پورے کمرے میں گونج رہا تھا۔

قسط نمبر:64

صبح کی چاندنی ہر سو پھیلنے لگی تھی۔ سورج اپنی جھلک دکھلاتے سب کو یہ بتا رہا تھا کہ صبح ہو چکی ہے!! ایسے میں شاہ ولا میں بھی پھر سے روز کی وہی روٹین شروع ہو چکی تھی۔ لاؤنج میں بیٹھے سب لوگ ناشتے کی تیاریوں میں مصروف تھے! وہاں تقریباً سب کے سب ہی لاؤنج کے بیٹھے تھے! تمام لڑکے بھی ایک ساتھ فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد سیدھا گھر آئے تھے!! آبان خان بھی ان لوگوں کے ساتھ فلحال یہیں پر تھا۔ وہ آنا تو نہیں چاہتا تھا لیکن پھر حدائق اور عدیل شاہ کے اسرار کرنے پر تھوڑی دیر کے لیے آ ہی گیا تھا۔ اور اب اسے دا جان نے ناشتے کے لیے روک رکھا تھا۔۔ یہاں جتنے بھی لڑکے بیٹھے تھے سب کی آنکھوں میں رت جگے کی سرخی بہت واضح تھی۔ انہوں نے ساری رات ہی کل مختلف فلمیں دیکھی تھی!! آج ولیمہ

بھی تھا۔ لیکن چونکہ ولیمے کا فنکشن رات کو تھا اسی لیے ہر کوئی تھوڑا ریلکس تھا۔ کیونکہ ابھی رات ہونے میں بہت وقت باقی تھا۔۔

حدائق شاہ کی لاؤنج میں بیٹھے بار بار نظر اوپر جا رہی تھی۔ وہ جب گھر آیا تھا تبھی کمرے کا دروازہ چیک کیا تھا۔ جو کہ ابھی تک لاک ہی تھا۔ اور ابھی بھی اس لڑکی کے کمرے سے نکلنے کے اسے کوئی آثار نظر ہی نہیں آ رہے تھے!! اسی لیے صبح سے بیٹھا لاؤنج میں ہی وہ جل بھن رہا تھا۔۔ ایک طرف اب اسے غصّہ بھی آنے لگا تھا اور دوسری طرف فکر بھی ہو رہی تھی۔ کہ نجانے فائزہ شاہ کو دروازہ لاک کرنے کی ایسی بھی کیا ضرورت پڑ گئی!! "تم سب جا کر منہ دھو آؤ میں ناشتہ لگوا رہی ہوں۔ نوین بیگم کی بات سنتے حدائق شاہ اپنی سوچوں سے باہر نکلا۔ وہ سب جب سے آئے تھے تبھی سے لاؤنج میں بیٹھے تھے! اسی لیے نوین بیگم نے ان سب کی طرف دیکھتے کہا تھا۔۔ زاویار، عدیل اور معاذ شاہ خاموشی سے اٹھتے اپنے اپنے کمرے کی طرف بڑھے!! "تم بھی جاؤ ناشتہ نہیں کرنا کیا؟ حدائق شاہ کو یہیں جم

کر بیٹھے دیکھ دا جان نے اسے مخاطب کیا۔ "جا رہا ہوں!! حدائق شاہ کہتے صوفے سے کھڑا ہوا۔ اب وہ دروازہ ہی نہیں کھول رہی تھی تو وہ کیا ہی کرتا۔ فائزہ شاہ نے اس معاملے میں دکھائی بھی حد درجہ چالاکی تھی۔ اس نے لاک کے ساتھ ساتھ اندر سے لیچ لگالی تھی۔ تاکہ کوئی دروازہ کھول ہی نا سکے!! دھیمے دھیمے قدموں سے چلتے حدائق شاہ سیڑھیوں کو عبور کرتے اوپر کی طرف پہنچا۔ وہ دعا کر رہا تھا کہ اب تو فائزہ دروازہ کھول دے! دروازے پر ہلکی سی دستک دیتے حدائق شاہ نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔ وہ بس یہ چاہتا تھا کہ پھر سے کسی کو ان دونوں کے رشتے پر بات کرنے کے لیے موقع نا مل جائے! اسی لیے زیادہ احتیاط برت رہا تھا۔ "فائزہ دروازہ کھولو!! اندر سے کوئی رسپانس نا آتے دیکھ حدائق شاہ نے ایک مرتبہ پھر دروازے پر دستک دی۔ اس مرتبہ ساتھ میں پکارا بھی تھا۔ لیکن جواب ندادر!! حدائق شاہ نے بے بسی سے ایک گہری سانس بھری۔ اس کا غصّہ ساتویں آسمان تک پہنچتا جا رہا تھا۔ ایک مرتبہ یہ دروازہ کھل جاتا بس!! "کیا ہوا حدائق بھائی؟ اشنا شاہ جو یہیں سے گزر رہی تھی اس نے حدائق شاہ کو کمرے کے دروازے کے پاس

کھڑے دیکھ پوچھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہیں فائزہ شاہ کو کوئی مسئلہ نا ہو گیا ہو!! "اوہ شکر بھابی! پلیز ایک مرتبہ یہ دروازہ کھلوا دیں۔ احسان ہو گا آپ کا۔ حدائق شاہ نے اشنا کو یہاں دیکھتے شکر کی سانس بھری!! "خیریت فائزہ تو ٹھیک ہے نہ؟ اشنا شاہ نے فوراً سے پہلے اس طرف اپنے قدم بڑھائے! اسے فائزہ کی فکر ہونے لگی تھی!! "پتہ نہیں اب یہ تو اندر جا کر ہی پتہ چلے گا۔ کل رات سے ایسے ہی بند ہے یہ دروازہ!! پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے اب اسے!! کندھے اُچکاتے حدائق شاہ نے ساری بات اس کے گوش گذار کی! اشنا شاہ اچھا کی صورت میں سر ہلاتی دروازے کے پاس آئی۔ حدائق شاہ دروازے سے پیچھے ہٹ کر سائڈ پر ہو گیا تھا۔ "فائزہ آپی دروازہ کھولیں! اشنا نے دروازہ ناک کرتے ساتھ میں اسے آواز بھی لگائی۔ اور یہاں پہلی پکار پر ہی دروازہ کھل چکا تھا۔ فائزہ شاہ نے کمرے کا دروازہ کھولتے اشنا کی طرف دیکھا جو کھڑی ہونٹ کاٹنے لگی تھی!! "کیا ہوا؟ دروازہ کھولتے فائزہ نے استفسار کیا۔ "آ کچھ نہیں میں چلتی ہوں! ہلکا سا زبردستی مسکراتے اشنا نے فوراً سے پہلے اپنے قدم واپسی کی جانب لیے۔ اس کے ایک مرتبہ کہنے پر دروازہ کھل گیا

تھا یعنی کہ حدائق شاہ کی آواز پر فائزہ جان بوجھ کر دروازہ نہیں کھول رہی تھی۔ یہ ان دونوں میاں بیوی کا مسئلہ تھا۔ اشنا نے دروازہ کھلوادیا تھا یہی بہت تھا۔۔ اب وہ سوچ رہی تھی کہ حدائق شاہ فائزہ پر غصّہ نا کرے! کیونکہ سارا معاملہ تو وہ خود بھی بہت اچھے سے سمجھ گئی تھی۔۔

فائزہ شاہ نے حیرت سے اشنا کی پشت کو دیکھا۔ جو اسے دیکھتے ہی رفو چکر ہو گئی تھی۔ اگر اسے کوئی کام ہی نہیں تھا تو اس سے دروازہ کیوں کھلوایا تھا۔۔ اپنے دماغ میں سوچتے ابھی وہ واپس سے دروازہ بند کرنے ہی لگی تھی کہ حدائق شاہ جو سائڈ پر کھڑا تھا اس نے دروازہ کے بیچ میں بروقت اپنا پاؤں اڑایا۔ فائزہ شاہ کے دروازہ بند کرتے ہاتھ ایک پل کے لیے رکے تھے! دوسرے لمحے اس نے ہڑبڑاتے واپس سے دروازہ لاک کرنا چاہا۔ حدائق شاہ سامنے کھڑا سپاٹ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو دروازہ بند کرنے کی کوشش میں اس کا پاؤں دروازے کے بیچ میں بری طرح کچل رہی تھی۔ اسے درد ہونے لگا تھا لیکن نا تو وہ خود پاؤں پیچھے کرنے کی کوشش کر رہا

تھااور ناہی فائزہ دروازہ چھوڑنے کی زحمت کررہی تھی!! مسلسل دروازہ بند کرنے کی کوشش ناکام ہوتے دیکھ فائزہ شاہ دروازہ چھوڑتے تھوڑا سا پیچھے ہوئی۔ اتنی کوشش کے باوجود بھی وہ دروازہ بند نہیں کر سکی تھی۔۔"تھوڑی اور کوشش کرلو ہو جائے گا بند! شاباش کرو کوشش!!"اپنی سرخ نظریں اس پر گاڑے حدائق شاہ نے نہایت سرد لہجے میں کہا۔اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا۔البتہ پاؤں ابھی تک نہیں ہٹایا تھا۔۔اس کا سرد لہجہ سنتے فائزہ شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں بری طرح سنسناہٹ ہوئی۔ اسے حدائق شاہ میں پہلی رات والے حدائق کی جھلک دکھی تھی۔"سنائی نہیں دے رہا تمھیں۔ دروازہ بند کرو!! اسے ایسے ہی کھڑا دیکھ حدائق شاہ دبی دبی آواز میں غرایا۔۔"آ۔۔آپ کک۔کا۔۔پا۔۔پاؤں!! اٹکتے ہوئے بمشکل ہی فائزہ شاہ نے اس کی توجہ اس کے پاؤں کی طرف کروانی چاہی۔اس کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ مقابل اپنا پاؤں ہٹائے گا تو وہ دروازہ بند کرے گی!"تمہارا مسئلہ نہیں ہے! دروازہ بند کرو تم!! حدائق شاہ نے پھر سے سرد لہجے میں غرایا۔اس کا غصّہ ساتویں آسمان تک پہنچا ہوا تھا۔ یہاں وہ رات سے خوار ہو رہا تھااور محترمہ آرام سے کمرہ بند

کر کے سکون میں تھی!! فائزہ شاہ نے اس کی غراہٹ سنتے دوبارہ سے دروازہ بند کرنا چاہا۔ لیکن پھر سے وہی مسئلہ! مقابل کا پاؤں اس طرح اڑا ہوا تھا کہ وہ چاہ کر بھی دروازہ بند نہیں کر پا رہی تھی۔۔اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتے فائزہ نے پھر سے کوشش کرنی چاہی!! اس کی آنکھوں سے آنسوں روانہ ہونے لگے تھے! اپنا پورا زور لگا کر بھی وہ کچھ نہیں کر پا رہی تھی!! مسلسل کوشش پر بھی ناکامی دیکھتے فائزہ شاہ روتے ہوئے سائڈ پر ہوئی۔ نجانے کیوں وہ بری طرح رونے لگی تھی!! دروازہ ادھ کھلا ہی رہ گیا تھا۔۔ حدائق شاہ سپاٹ سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔اپنے پیچھے وہ دروازے کو لاک کر گیا تھا۔۔"ابھی تو میں نے تمہیں کچھ کہا نہیں۔اور رو تم ایسے رہی ہو جیسے میں نے سانسیں تنگ کر دی ہو تم پر!! اس کی طرف اپنے قدم بڑھاتے حدائق شاہ نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔۔اس نے پاؤں میں ہلکی پھلکی سی سلیپر پہن رکھی تھی۔ جس کی وجہ سے پاؤں دروازے میں آتے اس پر زخم سا بن گیا تھا۔ وہ سلیپر دروازے سے اس کا پاؤں بچانے میں ناکام رہی تھی۔اس کے پاؤں سے خون رسنے لگا تھا۔ لیکن یہاں فکر کسے

تھی بھلا!؟اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ فائزہ شاہ نے اپنے قدم پیچھے کی جانب لینے شروع کیے!! حدائق شاہ اپنی سرد سرخ نظریں اس کی آنکھوں میں گاڑے اپنے قدم اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔ جبکہ فائزہ شاہ بھی اپنی بھیگی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑے مسلسل پیچھے کی طرف قدم لے رہی تھی۔۔ایک کی آنکھوں میں غصّہ اور سرد پن تھا تو دوسری کی آنکھوں میں خوف کے ساتھ بے تحاشہ آنسوں!! پیچھے کی طرف ہوتے فائزہ شاہ اچانک ہی دیوار کے ساتھ ٹکرائی۔ پیچھے دیوار آچکی تھی۔ اس کی فرار کے سارے راستے بند ہو چکے

تھے! سامنے سے قدم قدم چلتے حدائق شاہ اسے دیوار کے ساتھ لگے اس میں گھسنے کی کوشش کرتے دیکھ ہلکا سا محض ہلکا سا مسکرایا۔۔ دوسرے ہی لمحے فوراً ہی یہ مسکراہٹ پھر سے سمٹ گئی تھی۔ حدائق شاہ چلتے اس کے بلکل سامنے آتے محض ایک قدم کے فاصلے پر کھڑا ہوا۔ جبکہ وہ اپنے دونوں ہاتھ دیوار کے اِرد گرد رکھتے اسے بلکل محصور کر گیا تھا۔۔ فائزہ شاہ آنسوں بہاتے اسے دیکھ رہی تھی جو اس کے اتنے قریب کھڑا تھا کہ اس کی گرم تپشِ زدہ سانسیں فائزہ شاہ کو بخوبی اپنے چہرے

پر بکھرتی محسوس ہو رہی تھیں!!"دروازہ کیوں بند تھا رات سے؟اس کی آنکھوں میں دیکھتے حدائق

شاہ نے سپاٹ سے لہجے میں پوچھا۔ وہ اسے ڈرانا نہیں چاہتا تھا لیکن جانے انجانے میں وہ اسے بری طرح ڈرا رہا تھا۔ وہ نا بھی یہ کر رہا ہو تو اس کی نہایت سرد سرخ آنکھیں فائزہ شاہ کو ڈرانے کے لیے کافی تھیں!! فائزہ شاہ نے ہاتھ سے اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوں صاف کیے۔ جواب دینے کی اس کے اندر ہمت نہیں تھی!!"کچھ پوچھ رہا ہوں میں؟تم نے مجھے پاگل سمجھا ہوا ہے ہاں؟"اسے جواب نا دیتے دیکھ حدائق شاہ اپنا دایاں ہاتھ دیوار پر مارتے غصے سے پاگل ہوتے دبی دبی آواز میں غرایا۔۔ فائزہ شاہ بے ساختہ ہی اپنی جگہ سے اچھلی تھی۔ مقابل نے زیادہ ہی زور سے دیوار پر ہاتھ مارا تھا۔۔ "مم۔۔مجھے آ۔۔پ ک۔۔کے ساتھ نن۔۔نہ۔۔ نہیں رہنا۔۔!! لرزتی سی آواز میں اٹکتے اس نے بمشکل ہی جملہ مکمل کیا۔ مقابل کے خوف سے اس کی سانسیں تک حلق میں ہی گھٹ رہی تھیں!! "کیوں اب کیا مصیبت ہے؟میں نے تمہیں کچھ کہا تو نہیں جو تمھیں میرے ساتھ

نہیں رہنا۔ میں تمھارا شوہر ہوتے ہوئے بھی تمھیں ہاتھ لگانے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچتا ہوں۔ شوہر کا مطلب سمجھتی ہو نا تم؟ کسی قسم کا کوئی فرض کوئی حق ادا کرنے کو نہیں کہا میں نے تمھیں!! اس کے باوجود بھی تمھیں میرے ساتھ نہیں رہنا تو کیا وجہ ہے

بتاؤ؟؟" حدائق شاہ جو پہلے ہی شدید غصے میں تھا اس کی بات پر اس کا غصّہ مزید آسمان تک پہنچ چکا تھا۔ وہ کھڑا خونخوار نظروں سے فائزہ شاہ کو دیکھ رہا تھا جو منٹ میں اس کا دماغ خراب کر گئی تھی۔۔"اب کیا مسئلہ ہے فائزہ؟؟ جب تک تم بتاؤ گی نہیں ہم کیسے مسئلے کو حل کرے گیں۔ رہنا تو اب ساری زندگی تم نے میرے ساتھ ہی ہے! چاہے تو ہنس کر رہو یا رو کر یہ تم پر ڈیپینڈ کرتا ہے!! اسے خود سے ڈر کر مزید روتے دیکھ حدائق شاہ نے بمشکل ہی اپنے لہجے کو تھوڑا نرم بناتے اسے سمجھانا چاہا۔ اتنی مشکل سے تو مقابل تھوڑا سیٹ ہوئی تھی۔ وہ اسے پھر سے پہلے والی کنڈیشن میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔"آ۔۔آپ ہیں مسل۔۔مسئلہ!! دھیمی سی آواز میں جواب آیا تھا۔ وہ نظریں جھکائے کھڑی آنسوں بہاتے ہوئے بہت دھیمے سے

اسے یہ بات کہہ گئی تھی!! حدائق شاہ نے اس کی بات پر بری طرح اپنے جبڑے بھینچے !کاش کہ وہ اسے مسئلہ نا ہی بتاتی تو اچھا تھا۔۔"کیا چاہتی ہو تم کہ میں گھر ہی نا آؤں؟ تمہارے کمفرٹ کے لیے جتنی کوشش مجھ سے ہو سکتی ہے میں کرتا ہوں۔ ایک مرتبہ مجھے دیکھو اور پھر اس صوفے کو! یہ تمہارا خیال ہی ہے جو میں چپ چاپ ساری رات کروٹیں بدل کر گزار دیتا ہوں۔ ابھی بھی میں ہی تمھارا مسئلہ ہوں تو تم مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟ میں کہاں جاؤں؟ تم کیا چاہتی ہو میں یہ کمرہ بلکہ گھر ہی چھوڑ دوں؟"اپنے لہجے کو بتدریج نارمل رکھتے حدائق شاہ نے کرب سے پوچھا۔ اس کا دل دُکھا تھا مقابل کی اس بات سے!!"ہاں!! بلا توقف زور و شور سے ہاں میں سر ہلایا گیا تھا۔ وہ اس کی بلا سے جہاں مرضی جاتا بھلا فائزہ شاہ کو اس کی کیا فکر ہو سکتی تھی؟؟ اور حدائق شاہ کا دل کیا تھا کہ اپنا سر دیوار میں دے مارے! شاید اس کے نصیب میں فائزہ شاہ کی محبت لکھی ہی نہیں تھی۔"میں مجبور نا ہوتا تو کبھی تمھیں اپنی شکل نہیں دکھاتا۔ لیکن کیا کروں اس دل کا جو دن رات تمہاری فکر میں گھلتا ہے!! کندھے اُچکاتے حدائق شاہ نے ہولے سے کہا۔ وہ سچ ہی کہہ رہا

تھا۔ "آپ کو آخر کیوں سمجھ نہیں آتی کہ میں نہیں رہنا چاہتی آپ کے ساتھ! آپ کوئی جادو گر ہے۔ مجھے خوف آنے لگا ہے خود سے، اور سب سے زیادہ آپ سے!!" اسے ابھی بھی پیچھے نا ہٹتے دیکھ فائزہ شاہ ہمت کرتے شدت گریہ سے چیخی۔ وہ اپنا خوف اس پر آشکار کر رہی تھی!! حدائق شاہ کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی! کیا وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھی تھی جو اسے جادو گر بول رہی تھی؟ بے ساختہ ہی حدائق شاہ نے دل میں سوچا۔ اسے مقابل کی بات کچھ سمجھ نہیں آئی تھی!! "میں نے کیا، کیا ہے؟ تم رونا بند کر کے مجھے کچھ بتاؤ گی تو مجھے سمجھ میں آئے گی نہ!! حدائق شاہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔ فائزہ شاہ نے موٹے موٹے آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھاتے ایک نظر اس کی سرخ آنکھوں میں جھانکا۔ دوسرے ہی لمحے وہ فوراً سے اپنی نظریں پھیر گئی تھی!! "مجھے بات نہیں کرنی آپ سے! زمین پر نظریں جمائے فائزہ شاہ نے دھیمے سے کہا۔ وہ اس کے سامنے کیسے بولتی بھلا؟؟ "تم ایسے نہیں جا سکتی اب! کچھ تو ہے جو تمہارے دل میں چل رہا ہے لیکن بول نہیں رہی تم۔ شاباش بتاؤ کیا بات ہے!! حدائق شاہ نے نفی کے سر ہلاتے سرد لہجے میں

کہا۔ وہ اس کے دل کی بات کسی طرح اس سے اُگلوانا چاہتا تھا۔۔ "آپ کو آخر کیوں سمجھ نہیں آرہا کہ میں نہیں رہنا چاہتی آپ کے ساتھ۔ آپ مجھے اپنے سحر میں جکڑنے کی طاقت رکھتے ہیں! میں آپ کو دیکھتے پلکیں نہیں جھپک پاتی، آپ پاس ہو یا دور دل میں آپ چل رہے ہوتے ہیں۔ آپ جادو گر ہیں جو مجھے اپنی ذات کے اِرد گرد محصور کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اپنی بھائی تک سے وحشت ہوتی ہے لیکن آپ کے معاملے میں دل تھم جاتا ہے۔ مجھے، مجھے آپ سے دور جانا ہے تاکہ میں بروقت خود کو آپ کی آنکھوں کے سحر میں جکڑنے سے بچا سکوں!! اس کی آنکھوں میں دیکھتے فائزہ شاہ شدید روتے ہوئے شدت گریہ سے چیخی! وہ اپنے دل کی بات بتاتے اب ہچکیوں سے رونے لگی تھی!! یہی وہ چیز تھی جس سے وہ پچھلے پورے ہفتے سے سفر کر رہی تھی۔ جو آج بلآخر اس کی زبان پر آ ہی گئی تھی!! جبکہ حدائق شاہ کچھ بول نہیں سکا۔ ایک لمحے کے لیے اس کے اِرد گرد موجود دنیا تھم گئی تھی۔ سارا غصّہ بھک سے اڑن چھو ہو گیا تھا۔ اور حدائق شاہ بغیر پلکیں جھپکائے فائزہ شاہ کے بلکتے وجود کو دیکھتے اس کے لفظوں کو ذہن میں دہراتے یقین کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کیا فائزہ شاہ کو اس سے محبت ہو گئی تھی؟؟ یا انسیت؟؟ یا عادت؟؟ یا اٹریکشن؟؟ یا پھر محض غلط فہمی؟؟ اوہ خدایا حدائق شاہ کا دل اور دماغ مل کر بھی کسی ایک نتیجے پر نہیں پہنچ پا رہے تھے!! اس کی زبان تالو سے چپکی ہوئی تھی۔ وہ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ کنفیوز دکھائی دے رہا تھا۔۔ کیا اس کی محبت نے فائزہ شاہ کے دل تک رسائی حاصل کر لی تھی؟ افف خدایا۔ وہ ایک ہی مرتبہ میں کتنا کچھ سوچ رہا تھا۔۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس کی بات پر ہنسے، یا پھر مقابل کے ساتھ ہی بیٹھ کر اسی کی طرح ہچکیوں سے رونے لگ جائے۔ یا پھر اپنے ریکشن کو چھوڑ کر پہلے اسے چپ کروائے!! اللہ اللہ وہ بری طرح کنفیوز تھا۔۔ "میں۔۔ چھوڑو تم تو چپ کرو! اس میں رونے والی کیا بات ہے؟ حدائق شاہ نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے اس کے ہاتھ تھامتے نرمی سے کہا۔۔!! سیکنڈ سے پہلے فائزہ شاہ جھٹکے سے اپنے ہاتھ چھڑا چکی تھی۔ حدائق شاہ نے ایک نظر اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھتے بے بسی سے اسے دیکھا۔ اس معاملے میں یہ لڑکی حد سے زیادہ محتاط رہتی تھی۔ بھلے ہی یہاں حدائق شاہ کیوں نا آ جائے وہ ذرا سا کسی کو خود سے ٹچ بھی نہیں ہونے دیتی تھی!! "مجھے

اپنے گھر جانا ہے!! اپنے آنسوں صاف کرتے فائزہ شاہ نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔ وہ مزید ایک منٹ بھی یہاں نہیں رکنا چاہتی تھی!! "میں تو اجازت نہیں دے رہا۔۔ ماتھے پر بے شمار بل لیے حدائق شاہ نے فوراً سے انکار کیا۔۔ "آپ سے اجازت مانگی بھی نہیں میں نے! دو بدو ہی جواب آیا تھا۔ حدائق شاہ نے ابرو اُچکاتے اسے دیکھا۔ وہ نوٹ کر رہا تھا کہ فائزہ شاہ کی زبان اس کے سامنے کھلنے لگی تھی۔ وہ ٹکا کر جواب دینے لگی تھی اب اسے!! بلکل ویسے ہی جیسے کبھی پہلے کبھی دے دیتی تھی!! "تم اجازت لو یا نہیں پھر بھی تم میری اجازت کی محتاج ضرور ہو!! اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے حدائق شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔ اسے گھر تو وہ کسی صورت بھی نہیں جانے دے سکتا تھا۔۔ "موت اچھی ہے پھر تو اس محتاجی سے!! اپنے گالوں پر بہتے آنسوں صاف کرتے فائزہ شاہ نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔ اس کی آنکھوں سے برسات ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رکی تھی!! "اللہ نا کرے! تمہیں میری بھی عمر لگ جائے۔ بکواس کم کیا کرو!! حدائق شاہ نے تڑپتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔ اس کے منہ سے مرنے کی بات اس کا کلیجہ چیر

دیتی تھی۔۔ فائزہ شاہ نے پھر سے بری طرح اپنے ہونٹوں سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔۔ "ہاتھ مت لگایا کریں مجھے ! غصیلے لہجے میں وارن کیا گیا تھا۔ "او کے کچھ نہیں کر رہا میں ! تم ناشتہ کرو اس کے بعد آج رات کے ولیمے کے لیے ڈریس سیلیکٹ کرنا اچھا سا تیار ہو جانا۔ جو مرضی جیسے مرضی کرو لیکن گھر جانے والی بات دوبارہ مت کرنا۔ میں کسی صورت تمھیں تمہارے بابا کے گھر جانے نہیں دوں گا۔ تمھارا گھر اب یہ ہے ! ! یہیں پر ہنسی خوشی رہو تو بہتر ہے ! ! دو قدموں کے فاصلے پر اس سے دور ہوتے حدائق شاہ نے نرمی سے اسے پھر سے سمجھایا۔۔ "میں ولیمے کے بعد بابا کے ساتھ ہی گھر جاؤں گی۔ ایک منٹ اور نہیں رکوں گی میں آپ کے پاس۔ فائزہ شاہ کی وہی رٹ تھی ! ! "دیکھ لیتے ہیں پھر آج کی رات ! ولیمے کے بعد کہاں جاتی ہو تم ! چیلنجنگ انداز میں کہتے حدائق شاہ دروازے کی طرف بڑھا۔ وہ اس کے لیے نیچے سے ناشتہ لینے جا رہا تھا۔۔ "گھر ہی جاؤں گی میں ! ! فائزہ شاہ اس کی پشت پر نظریں جمائے جواب دینا بلکل نہیں بھولی تھی۔۔ "دیکھ لیتے ہیں جان ! ! پیچھے مڑ کر

مسکرا کر کہتے حدائق شاہ کمرے سے باہر نکلا۔ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ اس کے ساتھ جتنی بحث کرتا اتنی کم تھی۔۔

یہ رات کا وقت تھا اور شاہ ولا کے سارے لوگ ولیمے کی خاطر ہال میں جمع تھے۔ تمام مہمان بھی تقریباً آ ہی چکے تھے! خان ولا کے سارے لوگ بھی اس وقت ہال میں ہی تھے! سوائے رائنا خان راحیل خان، اور عظمیٰ بیگم کے!! رائنا خان کو تو برہان صاحب خود نہیں لائے تھے۔ اسے کل لانے کا انجام وہ دیکھ چکے تھے۔ اسی لیے آج عظمیٰ بیگم کو اس کے پاس ہی روکتے وہ ان دونوں کو گھر پر چھوڑ کر آئے تھے!! اور راحیل خان ویسے بھی اپنی مرضی کا مالک تھا۔ پچھلے دو فنکشنز میں اس کا اپنا دل تھا تو وہ آ چکا تھا۔ آج اس کا دل نہیں تھا اس لیے آبان خان کے لاکھ کہنے کے باوجود بھی وہ نہیں آیا تھا۔ اس انسان نے کرنی وہی ہوتی تھی جو اس کا اپنا دل کرتا تھا۔۔ اسٹیج اس وقت خالی تھا۔ کیونکہ ابھی گروم اور برائیڈل کی اینٹری نہیں ہوئی تھی!! وہ دونوں تھے تو ہال میں ہی لیکن دونوں ہی برائیڈل روم میں موجود تھے

درفشاں خان آبان خان کے پاس کھڑی تھی جو اس وقت گلے شکووں کو لمبی سی لسٹ لیے کل رات سے اب تک کی اسے ایک ایک بات بتا رہا تھا۔۔ جبکہ ہر فکرے کے آخر میں اس کی یہی بات تھی کہ؛ تم آج کے بعد میرے بغیر کہیں بھی نہیں رکو گی۔" درفشاں کب سے کھڑی چپ چاپ

اس کی خود کے لیے تڑپ سنتے مزے لے رہی تھی۔۔ جبکہ ایک طرف ماورا جمیل فائزہ شاہ کے ساتھ کھڑی باتوں میں مصروف تھی۔ حدائق شاہ اپنے دوستوں کے ساتھ کھڑا تھا اور کچھ فائزہ ویسے بھی اس سے بات نہیں کر رہی تھی!! ماورا جمیل اس وقت بلیک کلر کی ساڑھی میں ملبوس غضب ڈھا رہی تھی۔ اس کی گوری رنگت اور لمبی ہائٹ پر یہ ساڑھی بے تحاشہ جچ رہی تھی۔ ابھی تک کوئی ایسا نہیں تھا جس نے دیکھ کر اس کی تعریف نا کی ہو!! وہ اس وقت بلیک کلر کی سلک کی ساڑھی میں ملبوس، آنکھوں پر سموکی میک اپ کیے جبکہ بالوں کو کھلا چھوڑے ہوئے تھی!! ساتھ سلور کلر کی ہلکی پھلکی سی جویلری پہنے وہ آفت لگ رہی تھی! اس کے ساتھ کھڑی فائزہ شاہ بھی بلیک میکسی میں ملبوس بہت حسین دکھ رہی تھی۔ پہننی تو

اس نے بھی ساڑھی تھی لیکن حدائق شاہ نے اس کے ہاتھ سے کھینچ کر وہ ساڑھی پھاڑ دی تھی!! اس کا کہنا تھا کہ اپنی بیوی کو پبلک میں کسی صورت وہ ساڑھی پہننے کی اجازت نہیں دے سکتا۔۔اور شاید ہی یہ پہلی بات تھی جس پر آگے سے فائزہ شاہ نے اس سے بحث نہیں کی تھی۔وہ ساڑھی پھٹتے دیکھ چپ کر گئی تھی۔

اور پھر خاموشی سے الماری سے میکسی نکالتے

!!زیب تن کرتے اب اسی میں ملبوس تھی

کپل کی اینٹری ہوتے دیکھ سب سامنے کی طرف متوجہ ہوئے جہاں سے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ماہ دیر شاہ اور نائرہ شاہ قدم قدم چلتے آرہے تھے۔نائرہ شاہ وائٹ کلر کی بھاری میکسی میں ملبوس تھی جس پر بے شمار سلور موتیوں کا کام کیا گیا تھا۔پیروں میں اس نے ہیلز پہنی تھی۔جبکہ اس کے ساتھ ماہ دیر شاہ بلیک کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا۔۔وہ دونوں قدم قدم چل کر آتے سب کی نگاہوں کا مرکز بن رہے تھے!! ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے وہ دونوں ایک آئیڈیل کپل

معلوم ہوتے تھے!! ماہ دیر شاہ اور نائرہ ایک ساتھ جاتے اسٹیج پر بیٹھے!! سائرہ بیگم !!اور نوین بیگم بھی انہی کے اِرد گرد اسٹیج پر رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئی تھیں۔

تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ منہ کیوں لٹکا رکھا ہے۔ ایکٹو رہو!! سائرہ بیگم " نے نائرہ شاہ کے چہرے کی طرف دیکھتے دھیمے سے کہا۔ اس کی طبیعت ابھی تک ویسے ہی تھی۔۔ جس کی وجہ سے اس کا چہرہ تھوڑا اُترا اُترا الگ رہا تھا۔ "منہ ہی ایسا ہے کیا کروں میں؟ تڑخ کر جواب آیا تھا۔ البتہ آواز اس کی بھی دھیمی ہی تھی!! "نائرہ چپ کر کے بیٹھو!! نوین بیگم جو پاس ہی بیٹھی تھیں نائرہ شاہ کی بات سنتے انہوں نے سختی سے اسے تنبیہ کی۔ ان کے لاکھ سمجھانے کے باوجود بھی سائرہ بیگم کے لیے اس کے دل میں بغض ابھی بھی برقرار تھا۔ اور ہوتا بھی کیوں نا!! کردار پر بات کوئی بھی لڑکی برداشت نہیں کرتی۔۔ جبکہ نائرہ شاہ نے منہ بناتے نظریں جھکائی۔ جتنی اُکتاہٹ اسے اس وقت ہو رہی تھی اس کا بس نہیں تھا یہاں سے اٹھ کر کہیں بھاگ جائے! اسے اپنی طبیعت آوازار معلوم ہو رہی تھی۔ اسی لیے نا چاہتے ہوئے بھی سائرہ بیگم کی بات کا یہ جواب اس کے منہ سے نکل گیا تھا۔۔

سائرہ بیگم نے زہر آلود نظر نائرہ شاہ پر ڈالتے ماہ دیر شاہ کو دیکھا جو چپ چاپ بیٹھا تھا۔۔ "یہی انجام ہوتا ہے جب ماں کو گھر کے بیٹے ہی کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ پھر آنے والی بھی اسی طرح تڑخ کر جواب دیتی ہے!! ماہ دیر شاہ کی طرف دیکھتے سائرہ بیگم نے دانت پیستے کہا۔۔ "ماما پلیز اس کی طرف سے میں معذرت کرتا ہوں۔ اس کی طبیعت میں چڑچڑا پن آیا ہوا ہے پلیز تھوڑا سا کنڈیشن کو سمجھیں۔ آئندہ نہیں کہے گی آپ کو کچھ!!" سائرہ بیگم کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے ماہ دیر شاہ نے دھیمے سے کہا۔۔ "یہ تم لوگوں کی رن مریدی لے ڈوبے گی تم سب کو!! اپنے ہاتھ سے اس کا ہاتھ جھٹک کر کہتے سائرہ بیگم کرسی سے کھڑی ہوئی! ایک آخری سخت نظر ان دونوں پر ڈالتے وہ اسٹیج سے ہی نیچے اُتر گئی تھیں!! ماہ دیر شاہ نے بے بسی سے اپنی ماں کو پشت کو دیکھا۔ بیوی اور ماں کے درمیان میں پھنسنا کسے کہتے اسے آہستہ آہستہ بہت اچھے سے سمجھ آرہی تھی!! "ماہ دیر میں سوری کر لوں گی اُن سے۔ میرے منہ سے نکل گیا تھا۔" نائرہ شاہ نے ماہ دیر شاہ کی طرف دیکھتے کہا جو سامنے سائرہ بیگم پر ہی نظریں جمائے ہوئے تھا۔۔ "سہی!! یک لفظی جواب آیا تھا۔ اور وہ

اب اسے کیا ہی کہتا۔۔"چپ کر کے بیٹھو اب تم نائرہ۔آواز نا آئے تمہاری!!نوین بیگم نے نائرہ کو دیکھتے اسے سختی سے تنبیہ کی۔نائرہ شاہ نے نظریں جھکائے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔"بہت سے مہمان اسٹیج پر چڑھتے اس خوبصورت سے جوڑے کو ڈھیروں تحائف اور دعائیں دینے لگے تھے۔جسے وہ دونوں میاں بیوی !!خوشی خوشی قبول بھی کر رہے تھے

ماورا جمیل مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھ میں گفٹ کا ایک بڑا سا ڈبہ تھامے اسٹیج کی طرف بڑھی!! وہ ایک ہاتھ سے ڈبہ تھامے جبکہ دوسرے ہاتھ سے ساڑھی کے فال کو تھامے قدم قدم آگے بڑھ رہی تھی۔۔میں بھی اسٹیج پر ہی جا رہا ہوں۔آجائیں آپ میرے ساتھ۔وہ اسٹیج کے قریب ہی تھی کہ ایک لڑکے نے اس کے پاس آتے اس کے ہاتھ سے ڈبہ لیتے بے تکلفی سے کہا۔"یہ دکھنے میں کوئی پچیس چھبیس سال کا نوجوان معلوم ہوتا تھا۔آشیور!! ماورا جمیل نے بھی مسکرا کر کہتے اپنے قدم آگے کو لیے!! اسے ویسے بھی ڈبہ ہاتھ میں تھامے ساڑھی کے ساتھ

چلنے میں مشکل آرہی تھی۔ اچھا ہی تھا جواب یہ اسکی مدد کر رہا تھا۔ لڑکے نے بھی مسکراتے اس کے ساتھ ہی اسٹیج کی طرف اپنے قدم لیے!! وہ دونوں مل کر اسٹیج پر چڑھ رہے تھے کہ بالاج خان جو آبان کے ساتھ اسٹیج پر ہی کھڑا تھا اس کے ابرو تعجب سے سکڑے!! ماورا جمیل کو وہ پہلے بھی دیکھ چکا تھا۔۔ بلکہ پچھلے دو فنکشنز میں بھی وہ اسے نوٹ کرتا آیا تھا۔ ماورا چپ چپ تھی ہر فنکشن میں۔ اور ایک اہم چیز جو اس نے نوٹ کی تھی!! وہ یہ تھی کہ ماورا جمیل نے کسی بھی فنکشن میں ایک نظر بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔۔ بالاج خان ایک دو مرتبہ اس کے بلکل پاس سے بھی گزرا تھا۔ مگر تب بھی ماورا جمیل نے اس پر ایک نظر ڈالنا بھی گوارہ نہیں کی تھی!! ابھی بھی وہ لڑکے کی کسی بات پر ہنستی ہوئی خوشی خوشی اسٹیج پر آرہی تھی!! ماورا جمیل نے آگے بڑھتے گفٹ کو نائرہ کے ہاتھ میں تھمایا۔ جبکہ وہ لڑکا ماہ دیر شاہ کی طرف تھا۔ یہ ماہ دیر شاہ کا ہی دوست تھا۔ "خوش رہو دونوں!! مسکرا کر تحفہ دیتے ماورا جمیل سیدھی ہوئی۔ سیدھے ہوتے وقت اس کی نظر بے ساختہ ہی اپنے عین سامنے کھڑے بالاج خان پر گئی تھی۔ جو بلیک کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس اوپر

آف وائٹ کلر کی شال اوڑھے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اور شاید ہی تینوں فنکشن میں یہ پہلی مرتبہ تھا جب ماورا جمیل نے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا تھا۔۔ دونوں کی نظروں کا زبردست تصادم ہوا۔ اور ایک لمحے کے لیے سب کچھ تھم سا گیا تھا۔۔

"آجائیں اسٹیج سے نیچے!! لڑکے نے ماورا جمیل کو سامنے نظریں جمائے جم کر کھڑے دیکھ مسکراتے ہوئے کہا۔اور ماورا جمیل سیکنڈ سے پہلے اپنی نظریں پھیر گئی تھی۔ نجانے اسے کیا ہو گیا تھا جو وہ بالاج خان کو دیکھے ہی جا رہی تھی۔ شاید یہ شلوار قمیض میں ملبوس مقابل کی جاندار شخصیت کا اثر تھا۔۔ بالاج خان پر سے نظریں ہٹاتے ماورا نے لڑکے کو دیکھا جو اسٹیج سے نیچے کھڑا اسی کا انتظار کر رہا تھا۔۔ دوسرے لمحے وہ ہلکا سا مسکراتے اسٹیج سے نیچے اتری۔اپنے سامنے کھڑے شخص کو وہ پھر سے سرے سے نظر انداز کر گئی تھی۔ بالاج خان نے بھی اپنی نظریں ماورا جمیل سے ہٹاتے اسٹیج سے نیچے کھڑے لڑکے کو دیکھا۔اسے ان دونوں کی آپس میں کچھ زیادہ ہی بے تکلفی لگ رہی تھی۔۔۔ماورا جمیل ابھی اسٹیج سے اترنے ہی لگی تھی کہ اپنی ہی ساڑھی میں اڑتے بری طرح اس کا پاؤں سلپ ہوا۔ کچھ اس نے

ہیلز پہنی ہوئی تھی جس کی وجہ سے وہ گرنے لگی تھی۔۔ کہ بروقت ہی لڑکے نے آگے بڑھتے ماورا جمیل کو ہاتھ سے پکڑتے تھاما۔ بالاج خان اسے گرتے دیکھ ابھی آگے بڑھنے ہی لگا تھا کہ پہلے ہی وہ لڑکا ماورا جمیل کو سمبھال چکا تھا۔۔ آبان خان نے ایک جانچتی نظر بالاج خان پر ڈالی۔ اسے دال میں کچھ کالا معلوم ہو رہا تھا۔ کیونکہ پہلے ان دونوں کو ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے بھی وہ دیکھ چکا تھا۔۔

"دھیان سے چلیں!! ماورا کو ہاتھ سے پکڑ کر نیچے اتارتے لڑکے نے فکر مندی سے کہا۔ "وہ بس تھوڑا سا پاؤں سلپ ہو گیا تھا۔ ہلکا سا مسکرا کر جواب دیتے غیر دانستہ طور پر ماورا نے اپنا ہاتھ اس لڑکے کی گرفت سے آزاد کروایا۔ پھر بغیر پیچھے مڑے ماورا جمیل اس لڑکے کے ہمراہ آگے بڑھ چکی تھی۔ بالاج خان کی نظریں ابھی بھی ان دونوں پر ہی تھی۔ نجانے کیوں وہ ماورا کو اس لڑکے کے ساتھ دیکھتے نا چاہتے ہوئے بھی اپنی نظریں انہی دونوں پر جمائے ہوئے تھا۔۔

میں کچھ بات کر سکتا ہوں آپ سے؟ تھوڑا آگے کو جاتے لڑکے نے مسکراتے" ہوئے اپنے ساتھ چلتی ماورا سے پوچھا۔۔ "آپ کب سے خود بولے جا رہے ہیں تو اب بھی پوچھ لیں!! میری اجازت کی ضرورت نہیں ہے!! کندھے اُچکاتے سنجیدگی سے جواب دیا گیا۔ لڑکا اس کی بات سنتے منہ نیچے کرتے دھیمے سے مسکرایا۔ علی نامی یہ لڑکا واقعی اس کے ساتھ خود ہی بولتا جا رہا تھا۔۔ "یہاں شور بہت ہے! تھوڑا سائڈ پر چلتے ہیں پلیز! دو منٹ میں بات کر کے واپس آجائے گیں!! علی نے اس کی طرف دیکھتے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔۔ "ایسی کیا بات ہے؟؟ مارے تجسس کے فوراً سوال کیا گیا تھا۔۔ اب یہ تو تبھی بتاؤں گا جب آپ اس شور سے ہٹ کے میری بات سنے گیں!! ہلکا سا مسکراتے لڑکے سے بھی دوبدو جواب دیا۔۔ "اوکے چلیں!! سنجیدگی سے کہتے ماورا جمیل نے اپنے قدم اس کے ساتھ ہی آگے کی طرف بڑھائے۔ یہ وہی ہال تھا جہاں بارات کا فنکشن رکھا گیا تھا۔ وہ دونوں گارڈن کی طرف جا رہے تھے!!

بالاج خان جس کی نظریں ان دونوں پر ہی جمی تھیں انہیں باہر گارڈن کی طرف جاتے دیکھ اس کے ماتھے پر بر شمار بل نمودار ہوئے۔ وہ دونوں یہاں سے گارڈن کی طرف کیوں گئے تھے!! اس کے دماغ میں فلحال یہی ایک سوال گونج رہا تھا۔

ساتھ ہی اسے شدید قسم کا غصّہ بھی آرہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا اس غصے کے پیچھے کی وجہ کیا ہے۔ وہ بس اتنا جانتا تھا کہ اس وقت اس کا خون کھول رہا ہے!! جو کہ اس کے چہرے سے ہی واضح معلوم ہو رہا تھا۔ "اتنی تُجھے آگ لگ رہی ہے تو خود جا کر دیکھ لے کیوں گئے ہیں وہ دونوں پیچھے کی طرف!! آبان خان جو اس کی اور ماورا جمیل کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا اس نے بالاج خان کے آگ بگولا ہوتے چہرے کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ اس کا شک یقین میں بدل چکا تھا۔۔ "میں کیوں جاؤں! میری کچھ نہیں لگتی وہ۔ میری بلا سے جہاں مرضی جائے! بالاج خان نے بھی اسی کے انداز میں سنجیدگی سے جواب دیا۔۔ "تُجھے کیسے پتہ کہ میں ماورا کی ہی بات کر رہا ہوں؟؟ میں نے تو کسی کا نام ہی نہیں لیا۔ اس کا مطلب ہے تیرے

دماغ میں وہ دونوں ہی چل رہے ہیں!! آبان خان نے مصنوعی سنجیدگی چہرے پر سجائے کہا۔ وہ اس سے اس کے دل کی بات اگلوانا چاہ رہا تھا۔۔

بالاج خان نے جبڑے بھینچتے اس چالاک انسان کو گھورا۔۔ دوسرے لمحے وہ اپنی شال جھٹکتے اسٹیج سے ہی نیچے اُتر آیا تھا۔ آبان خان کی بات کا جواب دینے سے بہتر تھا وہ اس سے دور ہی ہو جاتا۔ کیونکہ اس بات کا جواب وہ خود نہیں جانتا تھا۔۔

اسٹیج سے نیچے اترتے بالاج خان نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود برانڈیڈ واچ پر نظریں جمائی۔ دوسری نظر اس نے گارڈن کی طرف جاتے راستے پر ڈالی تھی۔ وہ ابھی بھی اسی راستے پر نظریں جمائے ان دونوں کے واپس آنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔ پانچ منٹ، پورے پانچ منٹ گزر چکے تھے اور وہ دونوں ابھی تک واپس نہیں آئے تھے!! بالاج خان مسلسل اِدھر اُدھر چکر کاٹتے انہی کے انتظار میں کھڑا تھا۔ انہیں نا آتے دیکھ بالاج خان نے جھنجھلاتے ہوئے اپنے قدم گارڈن کی طرف لیے۔ پتہ

نہیں اسے اتنی فکر کس بات کی ہو رہی تھی۔اس کا ارادہ تھا کہ بس انہیں دیکھ کر واپس آجائے گا۔۔

بالاج خان نے گارڈن کی طرف جاتے ایک نظر اِدھر اُدھر دیکھا۔ اتنے بڑے گارڈن میں اسے تو وہ دونوں کہیں بھی نظر نہیں آرہے تھے!! "آگے دیکھ لیتا ہوں!! اپنے دل میں سوچتے بالاج خان مزید آگے کی طرف بڑھا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھتے سیدھا چل رہا تھا کہ اچانک ہی سامنے کا منظر دیکھتے بے ساختہ ہی اس کے قدم رکے!! سامنے کا منظر دیکھتے اچانک ہی اس کی آنکھوں میں جیسے خون اُتر آیا تھا۔ بالاج خان نے زور سے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچی۔ بند مٹھیوں کی کڑکڑاہٹ دور تک گئی تھی۔اسے نہیں پتہ تھا کہ اچانک ہی اس کا پارہ ہائی کیوں ہوا ہے۔ابھی کچھ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت نہیں تھی اس کے پاس!! سامنے علی کھڑا اور اجمیل کے آگے گلاب کا پھول کیے ہوئے تھا۔جو کہ اس نے یہیں گارڈن میں سے ہی توڑا

تھا۔اور ماورا مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی!! بالاج خان نے یہ سب دیکھتے غصے سے پاگل ہوتے اپنے قدم ان دونوں کی جانب بڑھائے۔۔

علی کی طرف جاتے بالاج خان نے اس کے ہاتھ سے وہ گلاب کا پھول جھپٹا۔جو کب سے ماورا تھام ہی نہیں رہی تھی!! "کیا بتمیزی ہے یہ؟؟ بے ساختہ ہی علی چیخ اٹھا تھا۔۔ "بتاتا ہوں ابھی کیا بتمیزی ہے!! بالاج خان نے کہتے اسے گریبان سے پکڑتے ایک زوردار تماچہ اس کے منہ پر جڑا۔ علی کے منہ پر اس کی پانچوں انگلیاں چھپ چکی تھیں۔۔ "تم پاگل ہو بالاج؟ کیوں مار رہے ہو اسے؟ اسے دوبارہ سے علی پر ہاتھ اٹھاتے دیکھ ماورا جمیل غصے سے چیخی۔ ساتھ ہی وہ اس کا اٹھا ہوا ہاتھ بھی تھام گئی تھی۔۔ "آپ دور رہیں ماورا۔ میں دیکھتا ہوں اسے۔۔جواب علی کی طرف سے آیا تھا۔۔ علی نے کہتے اپنی پوری جان لگاتے بالاج خان کے منہ پر مکا جڑا۔۔ بالاج خان کا دھیان ماورا پر چلا گیا تھا تبھی وہ اتنی آسانی سے مقابل کا وار اپنے منہ پر سہہ گیا تھا۔۔ ابھی علی دوبارہ سے اسے مارنے کے لئے آگے بڑھتا کہ بالاج خان نے اس کا ہاتھ پکڑتے پیچھے کو مروڑا۔ وہ بے دردی سے اس کی کمر میں اپنی لات

مارتے اس کا ہاتھ پیچھے کی طرف مروڑے ہوئے تھا۔ اعلی کی چیخیں گارڈن میں گونج رہی تھیں! جبکہ اس کے ساتھ ہی ماورا جمیل کی چیخیں بھی تھی جنہوں نے اچھا خاصا شور پیدا کر دیا تھا۔۔ بالاج خان نے پیچھے کی طرف مڑتے ایک خون خوار نظر ماورا جمیل پر ڈالی۔ جو خوامخواہ کھڑی چیخیں مار رہی تھی۔ ابھی تو اس نے اسے کچھ کہا ہی نہیں تھا۔۔ "دوبارہ اس کے آس پاس بھی اگر تو مجھے نظر آیا تو میں ہڈیاں توڑ دوں گا تیری یاد رکھنا۔۔ علی کے ہاتھ کو چھوڑتے بالاج خان نے اسے سختی سے تنبیہ کی! وہ بری طرح لڑکھڑاتے آگے کو گرا تھا۔۔ "تو ہوتا کون ہے مجھے اس سے دور رکھنے والا۔۔ ہاتھ چھوٹنے کی دیر تھی کہ علی پھر سے اپنی ٹون میں آچکا تھا۔ وہ ابھی بالاج خان کو مارنے کے لیے آگے بڑھتا کہ ماورا جمیل فوراً سے پہلے ان دونوں کے درمیان میں آتے حائل ہوئی۔ وہ یہاں مزید کوئی تماشہ نہیں چاہتی تھی!! "علی آپ پلیز ابھی جائیں یہاں سے۔ میں یہاں کوئی بدمزگی نہیں چاہتی۔ تو پلیز آپ ابھی چلے جائیں!! ماورا جمیل نے پریشانی سے علی کی طرف دیکھتے اس سے درخواست کی۔ وہ جانتی تھی دوسرے کو کچھ کہنے کا فائدہ نہیں ہے۔ اسی لیے علی کو

ہی کہنا مناسب سمجھا۔۔ بالاج خان نے ایک قہر آلود نظر ماورا جمیل پر ڈالی۔ جو اسکے سامنے کھڑی اس شخص سے اتنی عزت سے بات کر رہی تھی!! "آر یو شیور؟؟ علی نے فکر مندی سے ماورا جمیل کی طرف دیکھتے پوچھا۔ "رک میں بتاتا ہوں تُجھے!! جب وہ کہہ رہی ہے جا یہاں سے تو سمجھ نہیں آ رہی تُجھے؟؟ دوبارہ مجھے نظر مت آنا اُدھر!! بالاج خان انگلی اٹھاتے علی کی طرف دیکھتے حلق کے بل دھاڑا تھا۔ فلحال چھوٹی چھوٹی بات اسے بری طرح افیکٹ کر رہی تھی۔۔ "علی پلیز جائیں آپ یہاں سے!! ماورا نے ایک مرتبہ پھر سے علی سے ریکویسٹ کی۔ جو جانے کو تیار ہی نہیں تھا۔۔ علی نے آخری نظر ماورا پر ڈالتے اپنے قدم واپسی کی جانب لیے۔ کمر میں لگی لات کی وجہ سے اسے چلنے میں تھوڑی دشواری ہو رہی تھی۔ ہر قدم پر اس کے دل !! سے بالاج خان کے لیے گالیاں نکل رہی تھیں

بالاج خان نے اسے جاتے دیکھ ماورا کو بازو سے پکڑتے اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔ ساتھ ہی وہ سختی سے اس کا جبڑا اپنی آہنی گرفت میں لے گیا تھا۔۔ ماورا جمیل نے

درد کی شدت سے سسکی بھری۔ اسے بالاج خان کی اُنگلیاں اپنے گالوں میں دھنستی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ جبکہ بازو پر رکھے ہاتھ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔ "کیا کر رہی تھی تم اس کے ساتھ یہاں؟ ہاں؟ بالاج خان اس کی آنکھوں میں دیکھتے سرد لہجے میں پھنکارا۔ وہ اس کے اتنے نزدیک کھڑا تھا کہ ماورا جمیل ذرا سا ہلتی تو بری طرح اس سے ٹچ ہوتی۔ ماورا نے اپنے ہاتھ آگے کرتے اپنا جبڑا اس کی گرفت سے آزاد کروانا چاہا جو یہ ظالم انسان توڑنے کے در پر تھا۔ اس کی آنکھوں سے درد کے باعث آنسوں بہنے لگے تھے!! بالاج خان نے ایک نظر اس کی آنسوں سے بھری آنکھوں میں دیکھتے آہستہ سے اس کا جبڑا چھوڑا۔ نجانے کیوں اسے ترس آگیا تھا۔ "بولو اب!! کیا کر رہی تھی تم اکیلے اس کے ساتھ یہاں؟؟ اس کے بازو پر گرفت مزید تنگ کرتے بالاج خان نے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔ وہ بول رہا تھا اور ماورا کو اس کی آگ کی مانند جھلساتی ہوئی گرم سانسیں اپنے چہرے پر بکھرتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ پیچھے بھی نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ اس کا بازو بالاج خان کی سخت گرفت میں تھا۔۔ "تم میرے باپ نہیں لگتے جو میں تمہیں صفائیاں دیتی

پھروں!! نفرت آمیز لہجے میں اس کی طرف دیکھتے جواب دیا گیا تھا۔ "ہنہہ!! تمہارا باپ اتنا غیرت مند ہوتا تو تم یہاں ہوتی بھی نہیں!! کم از کم اس گھٹیا لباس میں تو بلکل نہیں جس میں تمہارے نشیب و فراز اُبھر اُبھر کر باہر آنے کو تیار مردوں کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہے ہیں! نجانے اب تک کتنے ہی مردوں کی آنکھیں سیک چکی ہو تم!! تمسخراتے سے لہجے میں کہتے بالاج خان ایک مرتبہ پھر اس کی عزت کو دو ٹکے کا کر گیا تھا۔ غصے میں وہ کیا بول رہا ہے وہ خود بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے بس وہ منظر گھوم رہا تھا جب علی اس کے سامنے پھول لے کر کھڑا تھا۔۔ ماورا جمیل کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں میں اضافہ ہوا۔ آج پھر یہ انسان اس کے کپڑوں پر تنقید کرتے اس کے کردار کو سوالیہ نشان بنا گیا تھا۔۔ "میرے باپ کے بارے میں دوبارہ کچھ مت کہنا۔ اور میں مردوں کی آنکھیں سیکوں یا پھر اُن کے ساتھ رات گزاروں تم۔۔۔۔ ماورا جمیل ابھی روتے ہوئے بات مکمل کرتی کہ منہ پر پڑنے والے زناٹے دار تھپڑ نے اس کے الفاظ حلق میں ہی کہیں گھوٹ دیے تھے۔ بالاج خان اس کی بات سنتے اپنا آپا کھوتے پھر سے

اس پر ہاتھ اٹھا گیا تھا۔ "تمہیں اندازہ ہے تم کیا بکواس کر رہی ہو!؟ پھر سے اس کا جبڑا اپنی سخت گرفت میں لیتے بالاج خان حلق کے بل دھاڑا تھا۔ مقابل اپنے بارے میں ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہے۔۔اس کا بس نہیں تھا یہیں پر ماورا جمیل کی قبر کھود دے!! "تم نے پھر سے میرے اوپر ہاتھ اٹھایا ہے۔ ہمت بھی کیسے ہوئی تمہاری!! تم ہوتے کون ہو مجھے کچھ بھی کہنے والے۔ میں جو مرضی کروں، جس مرضی کے ساتھ پھروں۔ تم ہوتے کون ہو مجھے کچھ بھی کہنے والے!! "ایک جھٹکے سے اس کا ہاتھ اپنے جبڑے سے جھٹکتے ماورا جمیل شدت گریہ سے حلق کے بل چیخی تھی۔ یہ انسان دوسری مرتبہ اس پر ہاتھ اٹھا چکا تھا اور وہ آج بھی کچھ نہیں کر سکی تھی!! اس کے گال پر بالاج خان کی پانچوں انگلیوں کا نشان موجود تھا۔ "قصور تمھارا نہیں ہے! تم ہو ہی گھٹیا عورت!! جاؤ جو مرضی کرو۔ جتنے مرضی مردوں کے پاس جاؤ۔ پہلے مجھے پرپوز کیا تھا چار پانچ کو جا کر اب کر دو۔ دوبارہ مجھے اپنی شکل مت دکھانا۔۔ ایک جھٹکے سے اسے پیچھے کی طرف دھکا دے کر چھوڑتے بالاج خان نے اپنی خون آشام نظریں اس پر گاڑے اپنے قدم واپسی کی جانب لیے۔۔

پیچھے ماورا جمیل بس روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی جو پھر سے اس کی عزت کو تار تار کر کے چلا گیا تھا۔۔۔

علی نے یہاں آتے اسے پرپوز کیا تھا جسے ماورا جمیل سختی سے انکار کر گئی تھی۔ بالاج خان نے پھول تو دیکھ لیا تھا لیکن بد قسمتی سے وہ ان دونوں کی باتیں نہیں سن سکا تھا۔۔ آگے علی بھی خاموش ہو گیا تھا۔ وہ پھول پیچھے کرنے ہی والا تھا کہ پہلے ہی بالاج خان یہاں پہنچ چکا تھا۔ ماورا جمیل شدید روتے ہوئے زمین پر بیٹھی۔ اپنی ٹانگوں پر کھڑے رہنا اس کے لیے مشکل تھا۔ بالاج خان جا چکا تھا۔ وہ اس کے دل پر ڈھیروں بوجھ ڈالے واپس سے اندر جا چکا تھا۔۔ بالاج خان کو پرپوز کرنا ماورا جمیل کو اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی لگ رہی تھی۔۔ آج اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ اُس نے غلط انسان سے بے تحاشہ محبت کر لی جسے عورت کی عزت کرنا تو دور اس سے بات کرنے کی بھی تمیز نہیں ہے!! وہ ہر مرتبہ اس کے کردار کو ایسے ہی اچھال کر چلا جاتا تھا۔ اور ماورا جمیل پچھلی مرتبہ کی طرح اب بھی بس رو ہی سکتی

تھی۔۔جو وہ گارڈن میں نم گھاس پر بیٹھی کر بھی رہی تھی!! کیونکہ رونے کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور آپشن بھی نہیں تھا۔۔

یہ رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا اور سبھی مہمان گھر جانے لگے تھے۔آہستہ آہستہ ہال خالی ہو رہا تھا۔ولیمے کا فنکشن اپنے اختتام کو پہنچ چکا تھا۔۔ماہ دیر شاہ اور نائرہ شاہ بھی گاڑی میں بیٹھتے گھر کے لیے نکل گئے تھے!! نائرہ شاہ کی طبیعت تھوڑی خراب ہو رہی تھی۔ان لوگوں کا ارادہ پہلے ڈاکٹر کے پاس جانے کا تھا۔۔

خان ولا اور شاہ ولا کے سارے لوگ اپنی اپنی گاڑیوں کے پاس کھڑے بس نکلنے ہی لگے تھے!"ہم چلتے ہیں پھر! امجد صاحب نے آگے بڑھتے اور نگزیب صاحب سے بغل گیر ہوئے!! وہ لوگ بھی بس گھر کو نکل رہے تھے!!"فائزہ شاہ نے دا جان کی گاڑی کو طرف بڑھتے دیکھ تیز تیز قدموں سے اپنے قدم بھی گاڑی کی جانب بڑھائے!! تقریب کے دوران تو اس نے برہان خان سے کوئی بات نہیں کی تھی

لیکن اب اس کا پکا ارادہ اپنے گھر جانے کا تھا۔۔ وہ ابھی آگے بڑھنے ہی لگی تھی کہ پیچھے سے حدائق شاہ نے بروقت ہی اسے بازو سے پکڑتے روکا۔ وہ اپنی بیوی کی چالاکیاں اچھے سے سمجھ رہا تھا۔۔ "چھوڑیں مجھے!! مجھے اپنے گھر جانا ہے!! پیچھے مڑتے اپنا ہاتھ اس سے چھڑوانے کی کوشش کرتے فائزہ شاہ نے دھیمے سے کہا۔ اس کے ساتھ گھر تو وہ کسی صورت بھی جانے والی نہیں تھی۔۔ "میں تو نہیں چھوڑ رہا۔ اور نہ ہی تمھیں جانے دوں گا۔۔ حدائق شاہ نے کندھے اچکاتے جواب دیا۔ وہ اسے ایسے پکڑے کھڑا تھا جیسے کہنا چاہتا ہو کہ تم جا کر دکھاؤ ذرا۔۔ "میں نے پوچھا نہیں ہے آپ سے!! فائزہ شاہ نے بھی دوبدو جواب دیا۔ ان کی پھر سے وہی بحث شروع ہو چکی تھی!! سب لوگ جو اپنی گاڑیوں میں بیٹھنے ہی لگے تھے ان دونوں کو ایسے بحث کرتے دیکھ بے ساختہ ہی سب رک کر ان کی طرف متوجہ ہوئے!! "چھوڑیں مجھے! آپ سے اجازت لی ہی نہیں میں نے تو میں سنوں بھی کیوں آپ کی!! مسلسل اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے فائزہ شاہ کی ایک ہی ضد تھی!! "تم اجازت لو یا نہیں لیکن پھر بھی میں تمھیں اجازت نہیں دے رہا۔۔ حدائق شاہ

کی بھی ایک ہی رٹ تھی۔ اتنی مشکلوں سے تو مقابل ٹھیک ہونے لگی تھی ایسے ہی وہ اسے خود سے دور نہیں کر سکتا تھا۔

برہان خان ایک نظر سب کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے آگے فائزہ کی طرف بڑھے! انہیں نہیں پتہ تھا کہ ان لوگوں کی بحث کس بات پر ہو رہی ہے۔ لیکن اپنی بیٹی کا ہلکا سا پرانا روپ دیکھتے ان کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔۔ "کیا ہوا ہے بیٹا؟ فائزہ کی طرف جاتے برہان خان نے نرمی سے پوچھا۔ "بابا مجھے آپ کے ساتھ گھر جانا ہے! برہان خان کو دیکھتے فائزہ شاہ نے ان کے سینے سے لگتے کہا۔ اس کا ابھی پورا دھیان حدائق شاہ یا پھر برہان خان پر تھا۔ کسی اور کو وہ دیکھ ہی نہیں رہی تھی۔ حدائق شاہ نے دانت پیستے اسے دیکھا۔ جبکہ اس کا ہاتھ ابھی تک نہیں چھوڑا تھا۔۔ "انکل میں اسے ابھی نہیں جانے دے سکتا۔ تو پلیز آپ اسے شے مت دیجئے گا۔۔ حدائق شاہ برہان خان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی احترام کے دائرے میں رہتے انہیں صاف انکار کر گیا تھا۔۔ "بابا یہ ایسے ہی اپنی دھونس جما رہے ہیں۔ آپ ان کی مت سنیں! فائزہ شاہ نے حدائق شاہ کی بات سنتے برہان خان کو مخاطب کیا۔ باقی

سب تو کبھی حدائق شاہ تو کبھی فائزہ شاہ کو دیکھ رہے تھے! برہان خان نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے فائزہ شاہ کو اپنے ساتھ لیے اپنے قدم گاڑی کی جانب بڑھائے۔ حدائق شاہ سے اس کا ہاتھ چھوٹ چکا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے ایک نظر حدائق شاہ کی طرف دیکھا۔اور اس نظر میں جیت کو خوشی تھی!! حدائق شاہ نے اسے دیکھتے اپنے جبڑے بھینچے!! لیکن جلد ہی اس کے چہرے پر واپس سے مسکراہٹ نمودار ہو چکی تھی!! برہان خان فائزہ شاہ کو اس کی گاڑی کے پاس ہی لے کر گئے تھے!"بابا!! حدائق شاہ کی گاڑی دیکھتے فائزہ شاہ نے روہانسی ہوتے ان کی طرف دیکھا۔۔"بیٹا تمھارا اپنا گھر ہے۔جب مرضی جتنے مرضی دن کے لیے آؤ۔لیکن شوہر کی اجازت کے ساتھ!! حدائق کی اجازت کے بغیر میں تمہیں نہیں لے کر جا سکتا۔جب حدائق اجازت دے تو جیسے مرضی گھر آجانا۔تمہارے لیے گھر کے دروازے ہمیشہ کھلے ہیں!!"اس کے بالوں پر ہلکے سے لب رکھتے برہان خان نے نرمی سے اسے سمجھایا۔ساتھ ہی وہ دروازہ کھولتے آہستہ سے اسے گاڑی کے اندر بٹھا گئے تھے!!"میں آؤں گی ہی نہیں اب!! روہانسی سی آواز میں برہان

خان سے کہتے فائزہ شاہ نے ایک نظر سامنے کھڑے حدائق شاہ کو دیکھا۔ حدائق شاہ نے اسے خود کی طرف تکتا پا کر بے باکی سے آنکھ ونک کی۔اس کے چہرے پر مسکراہٹ رقصاں تھی۔۔ فائزہ شاہ نے فوراً سے پہلے اپنی آنکھیں پھیری!! اسے رونا آرہا تھا۔!! برہان خان نے مسکراتے ہوئے حدائق شاہ کی طرف جاتے اس کا بازو تھپکا۔۔ بہت شکریہ بیٹا تمھارا۔۔ نرمی سے وہ اس کا شکریہ ادا کر گئے تھے! حالانکہ حدائق شاہ نہیں جانتا تھا کہ انہوں نے یہ کس لیے کہا ہے!! برہان خان کہتے واپس سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھے!! باقی سب بھی سر جھٹکتے اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھنے لگے تھے!!

ایک داماد کو مکے پڑ رہے ہیں تو دوسرے داماد کو اتنی عزت دی جا رہی ہے!! ہائے" رے قسمت تیرے ستم!!" عدیل شاہ جو حدائق شاہ کے ساتھ ہی کھڑا تھا ساری سچویشن دیکھتے بے ساختہ ہی وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔۔ "یہی فرق ہوتا ہے پوچھ کر نکاح کرنے میں اور چھپ کر نکاح کرنے میں!!" حدائق شاہ جو ساتھ کھڑا اس کی بڑبڑاہٹ سن چکا تھا، اترا کر کہتے اس نے بھی اپنے قدم گاڑی کی طرف لیے۔۔

ابھی تو گھر جا کر اسے اپنی بیوی کو بھی جھیلنا تھا۔ جو ابھی سے بیٹھی رو رہی تھی!!
پیچھے عدیل شاہ نے دانت پیستے اس کی پشت کو دیکھتے اپنے قدم بھی آگے کی جانب
لیے! اور وہ اسے کیا ہی کہتا اب!! باقی سب بھی اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے گھروں
!! کو روانہ ہو چکے تھے

از قلم۔۔۔قسط نمبر:65

حدائق شاہ کی گاڑی شاہ ولا کے بڑے سے گیٹ سے گزرتے طویل ڈرائیوے سے
ہوتی کار پورچ میں آتے رکی۔ وہ سب سے آخر میں ہال سے گھر پہنچا تھا۔ باقی سب
کی گاڑیاں پہلے سے کار پورچ میں موجود تھی۔ وجہ اس کی بیوی تھی جس کی سوں
سوں سنتے وہ بری طرح اریٹیٹ ہوتے بہت سلو ڈرائیونگ کر کے آیا تھا۔ ورنہ عین
ممکن تھا کہ حدائق شاہ سے گاڑی کا ایکسڈنٹ ہو جانا تھا۔۔ حدائق شاہ نے بہت دفعہ
اسے چپ کروانے کی بھی کوشش کی تھی لیکن اس کی ہر کوشش پر پانی پھیرتے
فائزہ شاہ اس کے بولتے ہی چیخنے لگ جاتی تھی!! پہلے حدائق شاہ صرف اسے روتا

ہوا دیکھتا تھا۔ مگر آج اس نے فائزہ شاہ کا غصّہ بھی ساتھ ہی دیکھا تھا۔ مقابل اس پر بری طرح تپی ہوئی تھی!! راستے میں ایک مرتبہ حدائق شاہ نے گاڑی روکی بھی تھی تاکہ تسلی سے پہلے اسے چپ کروا سکے!! لیکن فائزہ شاہ اس پر چیختے اسے گاڑی سے کودنے کو دھمکی دے چکی تھی۔ جس پر مجبوراً حدائق شاہ کو واپس سے گاڑی سٹارٹ کرنی پڑی۔ اپنے کان لپیٹ کر ڈرائیونگ کرنے کے علاوہ اُس کے پاس کوئی اور راستہ نہیں بچا تھا۔ جو وہ سارے راستے کرتا بھی آیا تھا۔۔

گاڑی روکتے حدائق شاہ نے ایک نظر ساتھ بیٹھی اپنی ضدی بیوی پر ڈالی جس کی ضد پوری نہیں ہوئی تھی تو وہ اب اسے اچھے سے مزہ چکھا رہی تھی۔۔ گھر پہنچ گئے ہیں ہم!! اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلتے حدائق شاہ نے اسے بتانا ضروری سمجھا۔ تاکہ وہ رونا چھوڑ کر گاڑی سے نیچے اُتر جائے!! "اندھی نہیں ہوں میں نظر آتا ہے مجھے!! فائزہ شاہ جو اپنے آنسوں صاف کرتے ابھی اترنے ہی لگی تھی کہ حدائق شاہ کی بات سنتے تڑخ کر جواب دیا۔ اسے پہلے ہی حدائق شاہ پر بہت غصّہ تھا اور اب تو اس کی آواز اسے زہر لگ رہی تھی!! حدائق شاہ نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی!

اسے فائزہ شاہ سے کسی ایسے ہی جواب کی توقع تھی!! فائزہ شاہ ایک آخری نظر اس پر ڈالتے اپنے آنسوں صاف کرتے گاڑی سے باہر نکلی!! اسے رہ رہ کر وہ منظر یاد آرہا تھا جب برہان خان نے خود اسے حدائق شاہ کی گاڑی کے پاس چھوڑا تھا۔۔ دوسرے لمحے وہ پیر پٹختے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔ پیچھے حدائق شاہ نے اس کی پشت کو دیکھتے نفی میں سر ہلاتے اسٹیئرنگ پر اپنا سر ٹکایا۔۔اتنا تو وہ سمجھ رہا تھا کہ فائزہ شاہ اسے ٹف ٹائم دینے والی ہے!! بلکہ جب سے فائزہ شاہ اس کی زندگی میں آئی تھی اس کا ٹف ٹائم ہی چل رہا تھا۔ لیکن پھر بھی یہ عورت اسے دل و جان سے عزیز تھی۔اور آج جس طرح فائزہ شاہ نے چیخ کر اسے اپنے دل کا حال بتایا تھا۔ حدائق شاہ کے دل میں تبھی سے تتلیاں سی اڑ رہی تھی۔اس کی محبت مقابل کے دل میں دستک دینے لگی تھی!! مسکرا کر اسٹیئرنگ سے سر اٹھاتے حدائق شاہ اپنی !! طرف کا دروازہ کھولتے گاڑی سے باہر نکلا۔اس کے قدم اندر کی جانب تھے

فائزہ شاہ روتے ہوئے گھر کے اندر داخل ہوئی۔ اس کے آنسوں رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے ! ابھی بھی وہ رو ہی رہی تھی۔ اس وقت پورا لاؤنج سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔۔ تھکا ہارا ہر کوئی ولیمے سے واپس آتے سیدھا اپنے کمرے میں آرام کی غرض سے جا چکا تھا۔ ویسے بھی رات بہت زیادہ ہو گئی تھی۔ فائزہ شاہ روتے ہوئے ابھی سیڑھیوں کی طرف بڑھتی کہ اپنے پیچھے سے اشنا شاہ کی آواز سنتے اس کے قدم رکے ! ! اشنا شاہ جو پانی لینے کی غرض سے کچن میں آئی تھی فائزہ کو روتے ہوئے اوپر کی طرف جاتے دیکھ اس نے پریشانی سے اسے آواز لگائی۔ "کیا ہوا ہے ! حدائق بھائی نے کچھ کہا ہے کیا ! ؟ اس طرح کیوں رو رہی ہو ؟ فائزہ کے پاس جاتے اشنا نے پریشانی سے کئی سوال داغے ! "مجھے نہیں رہنا اشنا یہاں۔ مجھے گھر جانا تھا لیکن بابا بھی اپنے ساتھ نہیں لے کر گئے۔ تم بھی سارا دن اپنے شوہر کے ساتھ ہوتی ہو۔ میں تنگ آ گئی ہوں ! ! فائزہ شاہ نے بھیگی سی آواز میں اسے اپنا مسئلہ بتایا۔۔ "اس میں رونے والی کیا بات ہے ! اچھا آپ ایک کام کریں کل ہم دونوں مل کر گھر چلتے ہیں ! رہے گیں نہیں بس دن کے لیے رک کر واپس آ جائے گیں ! حدائق بھائی

سے میں پوچھ لوں گی!! اشنا نے اس کے ہاتھ تھامتے چٹکیوں میں مسئلہ حل کیا۔ اسے تو وہ اُمید دلا رہی تھی لیکن خود نہیں جانتی تھی کہ زاویار شاہ اسے اجازت دے گا بھی یا نہیں!!" نہیں جانے دی گیں وہ یقین ہے مجھے! اگر بھیجنا ہوتا تو آج ہی بابا کے ساتھ بھیج دیتے! شوہر کم عذاب زیادہ ہے!! اپنے دماغ میں حدائق شاہ کو سوچتے فائزہ شاہ نے دانت پیستے کہا۔۔ اسے حدائق شاہ پر بہت غصّہ تھا تبھی جو منہ میں آیا وہی بول گئی تھی۔ اشنا شاہ نے منہ نیچے کرتے اپنی ہنسی دبائی!! جبکہ پیچھے سے اندر داخل ہوتے حدائق شاہ کے اس کی بات سنتے ایک لمحے کے لیے قدم رکے تھے! دوسرے لمحے وہ واپس سے آگے بڑھتے ان دونوں کے پاس آتے کھڑا ہوا۔۔ "مجھے نہیں پتہ تھا کہ لوگ مجھے اتنے خوبصورت القابات سے یاد کرتے ہیں! کیا بات ہے بیگم آپ کی!!" فائزہ شاہ کے مقابل جاتے حدائق شاہ نے طنزیہ سے لہجے میں کہا۔۔ کیا پتہ اب ہی مقابل کو تھوڑی شرم آجاتی!! فائزہ شاہ ایک نظر اسے دیکھتے خاموشی سے اپنے آنسوں صاف کرتے تیز تیز قدموں سے اوپر کی طرف بڑھی۔ اس کی بات کا جواب دینا اس نے ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔ جبکہ اس

کے قدموں میں اتنی تیزی تھی کہ سیکنڈ کے اندر وہ آدھی سیڑھیوں پر بھی پہنچ چکی تھی!! حدائق شاہ نے اسے اتنی تیزی سے اوپر کی طرف بڑھتے دیکھ نا سمجھی سے اس کی پشت کو دیکھا۔ایسا بھی کیا ہو گیا تھا جو فائزہ شاہ بغیر جواب دیے ہی بھاگ گئی تھی؟؟ اپنے دماغ میں سوچتے حدائق شاہ نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔ لیکن جلد ہی اس کا ہاتھ رک چکا تھا۔ "اوہ شٹ!! بے ساختہ ہی بولتے حدائق شاہ خود بھی تقریباً بھاگتے ہوئے اوپر کی طرف بڑھا۔اسے فائزہ کے بھاگنے کی وجہ اب سمجھ میں آئی تھی۔۔وہ تین چار سیڑھیاں ایک ساتھ ٹاپتے تیزی سے اوپر کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ جبکہ پیچھے کھڑی اشنا شاہ تو بس حیرانی سے ان دونوں کو دیکھ کر رہ گئی۔ جنہیں نجانے اچانک کیا ہوا تھا کہ دونوں ہی بھاگنے کے انداز میں اوپر کی طرف بڑھے تھے!! دوسرے لمحے وہ نفی میں سر ہلاتے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔۔

فائزہ شاہ تیزی سے کمرے کی طرف بڑھتے اندر داخل ہوئی۔ حدائق شاہ بھی بروقت پہنچ چکا تھا لیکن وہ اس سے پھر بھی دو قدم پیچھے ہی تھا۔۔اندر داخل ہوتے

فائزہ شاہ نے نہایت تیزی سے دروازہ بند کیا۔ ساتھ ہی وہ لیچ بھی لگا گئی تھی!!
حدائق شاہ جو خود بھی اندر ہی جانے لگا تھا دروازہ بند ہوتے بری طرح اس کی ناک
پر لگا۔ وہ دروازے کے بلکل قریب تھا اور عین لمحے پر ہی مقابل دروازہ بند کر گئی
تھی۔۔ وہ بے ساختہ ہی کراہتے ہوئے دو قدم پیچھے کو ہوا۔ دروازہ اس کی ناک پر
زیادہ ہی زور سے لگ گیا تھا۔ آج کے دن اس دروازے کو اس سے کوئی خاص
دشمنی تھی۔ صبح سے اس کا پاؤں زخمی تھا اور اب اس کی ناک!! حدائق شاہ نے
جبڑے بھینچتے اپنی ناک پر ہاتھ جمائے خونخوار نظروں سے دروازے کو گھورا۔ وہ
پوری فورس لگا کے بھاگا تھا لیکن پھر بھی مقابل بازی لے گئی تھی۔۔

"چچ چچ برا ہوا آپ کے ساتھ!! معاذ شاہ جو اپنے کمرے سے نکلتے نیچے کی طرف جا
رہا تھا اُن دونوں کو آگے پیچھے افراتفری میں بھاگ کر آتے دیکھ اس کے قدم رکے!
ریلنگ سے ٹیک لگائے وہ حیرت سے اپنے بھائی اور بھابی کو دیکھ رہا تھا۔ اور اب
دروازہ بند ہوتے دیکھ ساری بات اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔ تبھی حدائق شاہ کو

سلگانا اپنا فرض سمجھا۔۔ حدائق شاہ نے معاذ کی آواز سنتے بے ساختہ ہی دروازے سے نظریں ہٹاتے اپنے دائیں جانب دیکھا جہاں وہ کھڑا افسوس سے اسے دیکھ رہا تھا۔ "بکواس نا کر! غلطی سے ہوا ہے اس سے۔ ابھی کھول دے گی دروازہ!! حدائق شاہ نے اپنی ناک سے ہاتھ ہٹاتے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ اب چھوٹے بھائی کے سامنے تھوڑا بھرم بھی تو رکھنا تھا۔۔ "ہاں ہاں ٹرائے کریں۔ میں یہیں کھڑا ہوں تسلی سے! معاذ شاہ مزید وہاں جم کے کھڑے ہوتے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ جانتا تھا حدائق شاہ جھوٹ بول رہا ہے!! اور فلحال وہ مزے سے حدائق شاہ کی حالت سے لطف اٹھا رہا تھا۔ حدائق شاہ نے ایک نظر اسے گھورتے دوبارہ سے آگے بڑھتے دروازہ ناک کیا۔ "فائزہ دروازہ کھولو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔ "دروازہ تھوڑی زور سے ناک کرتے حدائق شاہ نے سخت لہجے میں کہا۔ وہ جانتا تھا کہ یقیناً اس کی آواز فائزہ اندر سن رہی ہوگی۔۔ اندر سے کوئی رسپانس نا آتے دیکھ حدائق شاہ نے پھر سے ایک نظر معاذ شاہ کی طرف دیکھا جو ابھی بھی وہیں کھڑا مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ "کوئی بات نہیں ایک مرتبہ پھر

ٹرائے کر لیں!! معاذ شاہ نے اپنی ہنسی روکتے حدائق شاہ کو ایک مرتبہ پھر سے دروازہ بجانے کو کہا۔ایک گہری سانس بھرتے حدائق شاہ نے پھر سے دروازہ ناک کیا۔۔ "فائزہ میری جان دروازہ کھولو!! بلکل دروازے کے پاس اپنا منہ کرتے حدائق شاہ نے نرمی سے اسے پکارتے بلانا چاہا۔۔اور اب وہ کامیاب ہوا تھا۔اندر سے قدموں کی چاپ نزدیک آرہی تھی!! یقیناً فائزہ شاہ دروازہ کھولنے ہی آرہی تھی!! حدائق شاہ نے پیچھے کو ہوتے ہلکا سا مسکراتے معاذ شاہ کی جانب دیکھا۔شکر تھا کہ اس کا بھرم قائم رہ گیا تھا۔۔ "کہا تھا نہ غلطی ہوئی ہو گی اس سے! کھول رہی ہے دروازہ۔ بھئی ایسے ہی تھوڑی کمرے سے نکال دے گی۔ڈرا کر رکھا ہوا ہے تھوڑا۔ "دیکھ تبھی کیسے ڈر کر ابھی کھول رہی ہے دروازہ!! حدائق شاہ نے معاذ کی طرف دیکھتے دو چار مزید جھوٹ بولے! وہ اپنی خفت مٹانے کے چکروں میں زیادہ ہی بول گیا تھا۔۔ معاذ شاہ نے داد دیتی نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔حدائق شاہ دروازہ کھلتے دیکھ ہلکا سا مسکرایا۔۔ "مجھے پتہ تھا تم۔۔۔۔وہ ابھی بات مکمل کرنے ہی لگا تھا کہ منہ پر پڑنے والے بستر سے اس کے الفاظ بیچ میں ہی اٹک گئے تھے! فائزہ

شاہ نے اس کا کمبل اور تکیہ اس کے اوپر پھینکتے واپس سے دروازہ بند کیا۔ اس نے ترس کھاتے نجانے کیسے حدائق شاہ کو یہی دینے کے لیے دروازہ کھولا تھا۔۔ بستر حدائق شاہ کے منہ پر لگتے زمیں بوس ہوئے!! اور معاذ شاہ کا قہقہہ بلکل بے ساختہ تھا۔ چھت کی طرف نظریں جمائے وہ بہت اونچی آواز میں کھل کر ہنسا تھا۔۔ مارے خفت اور بیعزتی کے احساس سے حدائق شاہ کا چہرہ ہلکا سا سرخ پڑا۔ جو وہ نہیں چاہتا تھا وہی ہو گیا تھا۔ اس کے چھوٹے بھائی کے سامنے اس کا سارا بھرم دھرا کا دھرا رہ گیا تھا۔۔ "کچھ زیادہ ہی ڈرا کر رکھا ہوا ہے آپ نے! شکر کریں آپ کو بستر بھی دے دیا بھابی نے! ورنہ بیویاں اکثر خالی ہاتھ ہی نکال دیتی ہیں باہر! کتنی اچھی بھابی ہیں میری!! اپنی ہنسی روکتے معاذ شاہ نے شروع میں طنزیہ انداز میں جبکہ آخر میں فائزہ کے بارے میں تعریفی انداز میں کہا۔ حدائق شاہ جتنی اس پر دھونس جماتا تھا، اب اس کے ساتھ یہ سب ہوتے دیکھ معاذ شاہ کے دل میں جیسے ٹھنڈے پانی کی پھوار پڑ رہی تھی۔ لیکن وہ اس کے سامنے زیادہ بول نہیں سکتا تھا ورنہ شامت بھی اسی کی آتی! "بکواس بند رکھ اپنی۔ زیادہ ہنسی آ رہی ہے تو دفع ہو جا یہاں سے!!

حدائق شاہ زمین سے بستر اٹھاتے معاذ شاہ کی طرف دیکھتے دبی دبی آواز میں پھنکارا۔ مقابل اس کی حالت کے سہی مزے لے رہا تھا۔ "اب پہلی مرتبہ آپ کی ستھری ہوئی ہے! ہنسی تو آئے گی نہ؟؟ معاذ شاہ نے ہنستے ہوئے اسے حقیقت بتائی۔ "زیادہ بولنے کی ضرورت نہیں ہے! اور ہاں آج رات تیرے کمرے میں سو رہا ہوں میں۔ خبردار جو گھر میں کسی کو ابھی ہوئے واقعے کی بھنک بھی پڑی تو میں تیری ہڈیاں توڑ دوں گا۔۔ کمبل اور تکیہ اٹھا کر معاذ شاہ کے پاس جاتے حدائق شاہ نے اسے سختی سے تنبیہ کی۔ اب اس کے سامنے تو جو ہو گیا تھا وہ ہو گیا تھا۔ کسی اور کو اپنے اوپر ہنستا وہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔ "میں کوئی نہیں سونے دے رہا آپ کو اپنے کمرے میں! آپ گیسٹ روم میں چلے جائیں یا پھر لاؤنج میں ہی سو جائیں! میرا ہی کمرہ کیوں؟ معاذ شاہ کو اب اپنے کمرے کا دکھ لگ چکا تھا۔ اس کی دوسری بات پر اس نے دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ گیسٹ روم مہمانوں کے لیے ہوتا ہے۔ اور یہ میرا ذاتی گھر ہے! اور دوسری بات کہ صوفے پر کمر اکڑ جاتی ہے میری۔ اس لیے آج تو تمہارے کمرے میں ہی سو گا میں! تم دیکھ لو اپنا ساتھ سلا سکتا ہوں میں آنا چاہو تو

آجانا۔۔ دھونس جمانے والے انداز میں کہتے حدائق شاہ آگے معاذ کے کمرے کی طرف بڑھا۔اب آج کی رات اس کا یہیں سونے کا ارادہ تھا۔ جبکہ پیچھے معاذ شاہ نے اسے جاتے دیکھ اپنے جبڑے بھینچے ! چھوٹا بھائی ہونے کے ناطے حدائق شاہ کو وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ وہ تو اس لمحے کو پچھتا رہا تھا جب یہاں کھڑا ہو گیا تھا۔ جلتے بھنتے وہ خود بھی حدائق کے پیچھے ہی اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ مجبوری کے تحت آج اس کو اپنا کمرہ شئیر کرنا ہی تھا۔۔۔

یہ صبح کا وقت تھا اور دھوپ آج اپنے جوبن پر تھی۔ سورج سر پر کھڑا آج سب کو جھلسانے کے در پر تھا۔ اور ہر کوئی اپنی اپنی زندگیوں کی روزانہ کی روٹین میں مگن تھا۔۔ ایسے میں راحیل خان اس وقت ایک انوکھی جگہ پر جاتے کسی سے اپنے دکھ سکھ بانٹنے پہنچنا ہوا تھا۔ راحیل خان اس وقت کوٹھے پر موجود ابھی کوٹھے کے اندر داخل ہی ہوا تھا۔۔ وہ آج دن کے بارہ بجے کے قریب یہاں آیا تھا۔ جانا تو اس نے آفس تھا لیکن پھر دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے وہ پھر سے اس لڑکی سے ملنے یہاں

پہنچ چکا تھا۔۔ کوٹھے کے اندر داخل ہوتے راحیل خان نے اپنی نظریں اُدھر اُدھر دوڑائی۔ رات کی بنسبت اس وقت کوٹھے پر تھوڑی خاموشی تھی۔ رش بھی نا ہونے کے برابر تھا۔۔ سر جھٹکتے راحیل خان نے ایک لڑکی کو مخاطب کیا جو یہیں سے گزر رہی تھی۔ وہ اس سے مہرماہ کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔ مہرماہ جو اوپر کمرے کے باہر ہی کھڑی تھی اس کی اچانک ہی نظر نیچے کھڑے راحیل خان پر گئی جو کسی لڑکی سے کوئی بات کر رہا تھا۔۔ اسے دیکھ کے مہرماہ کو تھوڑی حیرت ہوئی تھی۔ کیونکہ راحیل خان اکثر ہی پچھلے وقت میں یہاں آتا تھا۔ اور آج صبح ہی۔۔۔ سر جھٹکتے وہ تیز تیز قدموں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ اس لڑکے کو وہ ہزار مرتبہ بتا چکی تھی کہ وہ اوپر ہی ہوتی ہے۔ لیکن مجال تھی جو یہ انسان دوسروں سے اس کے بارے میں پوچھنا چھوڑ دے! "راحیل!! نیچے جاتے مہرماہ میں راحیل خان کو مخاطب کیا۔ جو لڑکی کی کسی بات پر اچھا کی صورت میں سر ہلا رہا تھا۔۔ "جاؤ تم میں دیکھ لوں گی! راحیل خان سے اپنی نظریں ہٹاتے مہرماہ نے لڑکی کو مخاطب کیا۔ لڑکی بھی فوراً وہاں سے کھسک گئی تھی!! "تمہیں ہزار مرتبہ بتایا ہے۔ لیکن پھر

بھی تم یہاں پوچھنے کھڑے ہو جاتے ہو! خفگی سے راحیل خان کی طرف دیکھ کر کہتے مہر ماہ نے اپنے قدم اوپر کی جانب لیے!! جبکہ راحیل خان بھی مسکراتے ہوئے اس کے پیچھے ہی اوپر کی طرف بڑھا۔ اس نے جواب نہیں دیا تھا۔ وہ اسے بتا نہیں سکا کہ اسے اچھا لگتا تھا جب مقابل خود جلتے بھنتے اسے نیچے لینے آتی تھی!! راحیل خان نے خاموشی میں ہی بھلائی جانی!! اوپر کمرے میں پہنچتے مہر ماہ نے دروازہ لاک کیا۔ راحیل خان بھی اندر داخل ہو چکا تھا۔۔ "آفس نہیں گئے تم آج؟ اس کے سامنے کھڑے ہوتے مہر ماہ نے اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے پوچھا۔۔ "نہیں دل نہیں کر رہا تھا۔ آبان کی کالز آ رہی ہیں ابھی بھی۔ لیکن مجھے نہیں جانا۔ بیڈ پر بیٹھتے راحیل خان نے بھی سکون سے جواب دیا۔۔ "یہاں آتے ہوئے تمہارے دل کو کچھ نہیں ہوتا۔ آفس جاتے ہوئے تمہارے بہانے سننے والے ہوتے ہیں!! مہر ماہ نے خفگی کے انداز میں کہا۔ آج وہ راحیل خان سے کچھ خفا خفا معلوم ہو رہی تھی۔۔ "یہاں تو تم ہوتی ہو اس لیے دل کو کچھ نہیں ہوتا۔ اپنی ہنسی دباتے راحیل خان نے پیار سے اسے دیکھتے کہا۔ یہ اس کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وہ جب بھی یہاں

آتا تھا ہمیشہ پہلے مہر ماہ کے لیکچر ہی سننے کو ملتے تھے ! وہی وہ اسے منع کرتی تھی یہاں آنے سے ! ہر مرتبہ کی ایک ہی لڑائی۔۔ مہر ماہ نے گھور کر اس چالاک انسان کو دیکھا جواب اسے مکھن لگا رہا تھا۔ اس انسان کا وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔۔ "گھورنا تو بند کرو۔ کیوں مجھ معصوم کو ڈرا رہی ہو؟ راحیل خان نے اس کی طرف دیکھتے معصوم سی شکل بناتے کہا۔۔ مہر ماہ کو بے ساختہ ہی اس پر ڈھیروں پیار آیا تھا۔ کتنا حسین چہرہ تھا اس انسان کا یہ کوئی اس سے پوچھتا۔ لیکن اس کے خود کے چہرے کے ایکسپریشنز نارمل ہی تھے۔ وہ راحیل کو شے نہیں دے سکتی تھی۔ "کیوں معصومیت لفظ کی توہین کر رہے ہو راحیل ! دو قدم بیڈ کے قریب جاتے مہر ماہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔۔ راحیل خان نے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے گھورا تھا۔ کیا وہ معصوم نہیں تھا؟؟ "تم سے تو زیادہ ہی معصوم ہوں میں ! ! اپنے ساتھ پڑا تکیہ اٹھاتے راحیل خان نے سامنے کی طرف پھینکتے دانت پیستے کہا۔۔ تکیہ مہر ماہ کے منہ پر جاتے لگا تھا۔ اس کے منہ پر لگتے وہ تکیہ زمیں بوس ہوا۔۔ "راحیل میں سر پھاڑ دوں گی تمھارا۔۔ مہر ماہ چیخی تھی راحیل خان پر۔ جبکہ راحیل خان نے اپنا نچلا لب

دانتوں تلے دبایا۔اس کا بلکل مقصد اس کے منہ پر مارنے کا نہیں تھا۔وہ تو بس غلطی سے لگ گیا تھا۔ مہرماہ جو پہلے ہی غصے میں کھڑی تھی اس کا پارہ مزید ہائی ہو چکا تھا۔ "غلطی سے لگا ہے قسم لے لو! راحیل خان نے اسے بیڈ پر اپنی طرف بڑھتے دیکھ معصومیت سے پلکیں جھپکتے کہا۔۔ جبکہ مہرماہ اسے سن ہی کب رہی تھی؟اس نے آگے بڑھتے راحیل خان کے پاس سے دوسرا تکیہ اٹھاتے بلکل اسی طرح راحیل خان کے منہ پر جڑا۔۔ "یہ بلکل غیر متوقع حملہ تھا۔راحیل کو اُمید نہیں تھی کہ وہ ایسے مارے گی!! "تم۔۔۔پاگل عورت بال خراب کر دیے سارے! اسے اپنے جیل سے سیٹ ہوئے بالوں کا دکھ تھا جو آگے سے تکیہ لگنے سے سارے خراب ہو چکے تھے! ایک چیز جس سے اسے سب سے زیادہ الجھن تھی وہ یہ تھی کہ کوئی بھی اس کے بال خراب نا کرے! ضیغم والی عادت اس میں کنورٹ ہو گئی تھی!! راحیل خان نے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھی مہرماہ کو خونخوار نظروں سے گھورتے یہی تکیہ اٹھاتے اس کے منہ پر مارا۔اب اس نے جان بوجھ کر اسے مارا تھا۔۔ "راحیل! مہرماہ پھر سے دبی دبی چیخی تھی۔اور دوسرے ہی لمحے وہ بھی تکیہ اٹھاتے اسے مارنا شروع

ہو چکی تھی۔۔راحیل خان خود بھی اسے مار رہا تھا۔وہ دونوں بیڈ پر بیٹھے تکیوں سے لڑ رہے تھے!اور دونوں ہی ایک دوسرے کے منہ پر مار رہے تھے!!راحیل خان کے مارنے میں احتیاط تھی جبکہ مہرماہ کی طرف کسی قسم کی احتیاط کا شبہ بھی نہیں تھا۔وہ اپنے عورت ہونے کا خوب فائدہ اٹھاتے بہت زور زور سے تکیہ اس کے منہ پر مار رہی تھی!!"میرے بالوں کو غلطی سے بھی کچھ ہوا تو میں بہت ماروں گا تمھیں مہرماہ یاد رکھنا۔۔اسے تکیہ اپنے بالوں پر مارتے دیکھ راحیل خان غرایا تھا۔۔"اتنے بھی اچھے نہیں ہیں تمہارے بال جن کے لیے اتنا تڑپ رہے ہو تم!!اسے گھور کر کہتے مہرماہ نے تکیہ سائڈ پر پھینکتے اس کے بالوں کو اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیا۔۔راحیل خان تو بس دیکھ رہا تھا کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔یہ لڑکی آنن فانن اس کے بالوں تک بھی پہنچ گئی تھی!!"بالوں کا مذاق نہیں ہے مہرماہ بال چھوڑو شاباش!راحیل خان نے اس کا ہاتھ پکڑتے اپنے بالوں سے اس کا ہاتھ ہٹانا چاہا۔لیکن اس کے خود کے بال ہی کھنچ رہے تھے۔مقابل بال چھوڑنے کو تیار نہیں تھی!!"مہرماہ بال چھوڑو!راحیل خان نے اسے گھورتے پھر سے سختی سے کہتے اس سے بال

چھڑوانے چاہے!! میں تو نہیں چھوڑ رہی؟ کندھے اُچکاتے سکون سے جواب آیا تھا۔ یہ راحیل خان کی دی گئی شے ہی تھی جو آج وہ دھڑلے سے اس کے بال پکڑے بیٹھی تھی۔ جانتی جو تھی کہ پوری دنیا میں ایک یہی انسان ہے جو اسے طوائف کی نظر سے نہیں بلکہ عورت سے نظر سے دیکھتا ہے۔

آج تک ساری عزت بس اسے راحیل خان سے ہی ملی تھی۔ سارے نخرے، حق جتانا، غصّہ کرنا اس سارے جذبات سے وہ راحیل خان سے ملنے کے بعد ہی واقف ہوئی تھی۔ اس سے پہلے تو وہ محض ایک طوائف تھی جو دن رات کٹھ پُتلی کی طرح بس ایک ہی دھندہ کرتی تھی۔ اگر یہ کہا جائے کہ راحیل خان نے اسے ایک نئ زندگی سے روشناس کروایا تھا تو یہ بات کچھ غلط نہیں ہو گی!! "تم نہیں چھوڑ رہی؟ راحیل خان نے اسے ابھی بھی پیچھے نا ہٹتے دیکھ سنجیدگی سے حتمی لہجے میں پوچھا۔۔ "نہیں!! نڈر انداز میں فوراً جواب آیا تھا۔ جیسے اسے یقین ہو کہ یہ انسان اسے کچھ نہیں کہہ سکتا۔۔ راحیل خان نے اپنا ضبط کھوتے ساتھ ہی اس کے بالوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ وہ گدی سے اس کے بال جکڑے ہوئے تھا۔۔ "راحیل کیا بتمیزی

ہے یہ؟ اپنی باری آنے پر مہرماہ کی چیخ بے ساختہ تھی۔ "اپنی باری تمھیں بتمیزی لگ رہی ہے۔ اور میرے بال اُن کا کیا؟؟ راحیل خان اسے گھورتے ہوئے غرایا۔ وہ اس پر غصّہ کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن اب اسے غصّہ آنے لگا تھا۔۔ "بال چھوڑو میرے! مہرماہ نے دوسرے ہاتھ اس کا ہاتھ پکڑتے اپنے بال چھڑوانے چاہے!! "پہلے تم چھوڑو! سنجیدگی سے فوراً ہی کہا گیا تھا۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بالوں کو اپنی گرفت میں لیے اس وقت بلکل بچے معلوم ہو رہے تھے! دونوں ہی ایک دوسرے کو چھوڑنے کو تیار نہیں تھے۔ ایسا لگتا تھا ان میں ایک جنگ چل رہی ہو!! اسے ابھی بھی پیچھے نا ہٹتے دیکھ راحیل خان نے اس کے بالوں پر اپنے ہاتھ کی گرفت ہلکی سی مضبوط کی!! "سسسس!! راحیل! مہرماہ کی سسکی بے ساختہ تھی۔ مقابل کے سخت ہاتھ وہ کہاں سہن کر سکتی تھی بھلا؟؟ بدلے میں مہرماہ دوسرے ہاتھ سے بھی اس کے بالوں کو پکڑتے بری طرح کھینچنے لگی تھی۔ وہ خود غصے سے بھری ہوئی تھی!! "چھوڑ دیے میں نے! چھوڑو اب تم بھی! اسے مزید زور سے اپنے بالوں پر ظلم کرتے دیکھ راحیل خان نے ہار میں ہی بھلائی جانی۔ وہ اس کے بال

چھوڑتے اپنے ہاتھ پیچھے کر گیا تھا۔۔ "آئندہ مجھے مارنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچنا۔اس مرتبہ چھوڑ رہی ہوں آئندہ نہیں چھوڑوں گی!! اترا کر کہتے مہرماہ نے اپنی ہنسی روکتے اس کے بالوں کو آزاد کیا۔ "تم جنگلی بلی! اپنے بال آزاد ہوتے دیکھ فوراً سے پہلے راحیل خان نے مہرماہ کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیا۔۔ مہرماہ کی ہنسی کی چھنکار بے ساختہ ہی پورے کمرے میں گونجی تھی۔راحیل خان جو ابھی کچھ بولنے لگا تھا وہ اچانک ہی جیسے رک گیا تھا۔۔ پہلی مرتبہ مقابل کو وہ یوں کھل کر ہنستا ہوا دیکھ رہا تھا۔اور وہ حیران تھا کہ کوئی ہنستے ہوئے بھی اتنا پیارا کیسے لگ سکتا ہے؟ اسے گم سم سا اپنی طرف دیکھتے پا کر مہرماہ نے اپنی ہنسی روکتے اس کی گود میں سر رکھا۔ اس کے دونوں ہاتھ راحیل خان کے ایک ہاتھ کی قید میں تھے! "ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ اس کی گود میں سر رکھتے مہرماہ نے محبت سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے پوچھا۔ مقابل کے بال سارے بکھرے ہوئے تھے۔اور مہرماہ کے دل نے یہ اعتراف کیا تھا کہ راحیل خان بکھرے بالوں کے ساتھ زیادہ پیارا لگتا ہے! "دیکھ رہا ہوں کچھ لوگوں کے نصیب کتنے سیاہ ہوتے ہیں! جیسے میرا،

جیسے تمھارا اور بھی نجانے کتنے لوگوں کا۔۔اس کے ہاتھوں کو چھوڑتے راحیل خان نے ہاتھ سے اس کے بکھرے بال سنوارتے کھوئے کھوئے سے انداز میں کہا۔۔ اور سیکنڈ سے پہلے مہرماہ کے چہرے کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔اس کی بات کا مطلب وہ سمجھ گئی تھی!!"میں نے پھر بھی کبھی ناشکری نہیں کی۔خدا جس حال میں بھی رکھے ہمارا کام بس شکر ادا کرنا ہے!! سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے مہرماہ نے اسے چند ہی الفاظوں میں بہت کچھ سمجھانا چاہا۔۔"ناشکری تو کبھی میں نے بھی نہیں کی! وہ الگ بات ہے کہ پھر میں شکر بھی نہیں کر پاتا۔۔رشتوں کے معاملے میں تو بلکل بھی نہیں! راحیل خان نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔۔مہرماہ نے خاموشی سے اپنا ہاتھ اٹھاتے اس کے گال پر رکھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھے!"جس دن شکر ادا کرنا شروع کر دو گے ہو سکتا ہے اس دن تمھیں تمہارے رشتے بھی واپس مل جائیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تمہارے شکر نا کرنے کا ہی نتیجہ ہو کہ تمہارے حق پر ہوتے ہوئے بھی کوئی تمہارے ساتھ نہیں ہے!!اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ بہت گہری باتیں

کر رہی تھی۔ راحیل خان نے اس کا ہاتھ اپنے گال سے ہٹاتے اس کی ہتھیلی پر ہولے سے لب رکھے! یہ عورت ہمیشہ اس کے دل میں اُمید کی کرن جگا دیتی تھی!!

"میں طوائف ہوں راحیل۔ اتنی عقیدت کیوں دیتے ہو تم مجھے؟؟ اپنا ہاتھ اس سے چھڑواتے مہرماہ نے اپنی ہتھیلی کے عین اس مقام پر جہاں راحیل خان نے لب رکھے تھے وہیں سے اپنی ہتھیلی چومی!! راحیل خان اس کی بات اور اس کی حرکت پر ہلکا سا مسکرایا تھا۔ "طوائف ہو گی تم دنیا کی نظر میں! میرے لیے تم مہرماہ ہو۔ میری مہرماہ!!" جو جب سے میری زندگی میں آئی ہے مجھے اس کے پاس آ کر اس سے اپنے دل کی ہر بات کر کے سکون سا ملتا ہے!! میں تمہیں طوائف نہیں سمجھتا۔ میرے لیے پہلے تم ایک عورت ہو۔۔ سچ کہوں تو پہلی مرتبہ جب میں تم سے ملا تھا تب میں نے تمہیں طوائف کی نظر سے ہی دیکھا تھا۔ دوسری مرتبہ میں بھی تم میرے لیے محض جسم کی راحت کا ایک ذریعہ تھی۔۔ تیسری مرتبہ میں نے تمہیں ایک انسان سمجھا۔ اور تمہارے جسم کو ہاتھ نہیں لگایا۔ حالانکہ اس رات مجھے ضرورت تھی۔ پھر میں نے تمھیں ایک عزت دار عورت کی نظر دیکھنا شروع کیا۔

اور تب سے ہی تمھیں ہاتھ لگانے میں جھجھک سی ہوتی ہے! تم پوچھتی ہو کہ میں یہاں جب کچھ کرتا ہی نہیں آکر تو یہاں آتا ہی کیوں ہوں! تو یہی اس بات کا جواب ہے کہ میں جس عورت کا احترام کرتا ہوں اسی کے ساتھ زنا نہیں کر سکتا۔۔ تم میرے دکھ سکھ میں میرے ساتھ ہو یہی میرے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے!! ورنہ پوری دنیا میں تمہارے یا آبان کے علاوہ کوئی بھی میرا اپنا نہیں ہے! میں مر بھی جاؤں تو کسی کو کوئی فرق نہیں پڑے گا اس بات سے بھی واقف ہوں میں!!" سنجیدگی سے مہرماہ کی آنکھوں میں دیکھتے راحیل خان نے اسے لمبی چوڑی وضاحت دی۔ اس کے ہر لفظ سے سچائی جھلک رہی تھی! "تمہاری مہرماہ؟؟ اور مہرماہ تو بس اس کے اس لفظ میں ہی اٹکی ہوئی تھی۔ اس نے نم آنکھوں سے راحیل خان کی طرف دیکھتے دھیمے سے پوچھا۔۔ "ہاں نا میری مہرماہ! اس کی ناک کو پکڑ کر ہلکا سا دباتے راحیل خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔ "وہ شاید خود نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے!! مہرماہ نے خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے اپنی آنکھوں میں آئی نمی کو انگلی کے پوروں سے چنا۔۔ "تم سے ایک بات پوچھوں مہرماہ؟ راحیل خان

مسلسل ایک ہاتھ سے نرمی سے اس کے بالوں کو سنوارتے اس سے اجازت چاہی!

"دو پوچھو!! کھلے دل سے اجازت دی گئی تھی۔۔" یہاں کیسے آئی تھی تم؟ مطلب تم کوٹھے پر ہی پیدا۔۔ مطلب تم کیسے کوٹھے تک پہنچی! تم سمجھ رہی ہو نا میں کیا پوچھنا چاہتا ہوں؟ راحیل خان نے جھجھکتے ہوئے اس سے سوال پوچھا۔۔ وہ اس سے پوچھنے کے لیے الفاظوں کو ترتیب نہیں دے پا رہا تھا۔۔ مہر ماہ جس کی آنکھوں میں پہلے ہی نمی تھی راحیل خان کا سوال سنتے یہ نمی فوراً سے آنسوؤں کی شکل اختیار کر گئی تھی۔۔ "سوری میرا مقصد تمھیں رُلانا نہیں تھا۔ میں نے تو بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا تم جواب مت دو!! راحیل خان نے بوکھلاتے ہوئے اس کے آنسوں صاف کیے۔ اسے اُمید نہیں تھی کہ مقابل ایسے ہی رونے لگے گی!! مہر ماہ نے اپنے چہرے پر موجود اس کا ہاتھ تھامتے جیسے خود کو بولنے کے لیے تیار کرنا چاہا۔۔

میں تیرہ سال کی تھی جب میں یہاں آئی تھی۔ میں اس کوٹھے میں پیدا نہیں" ہوئی۔ لیکن بد قسمتی سے اس کوٹھے کو میرا گھر ضرور بنا دیا گیا تھا۔ میری ماں حتیٰ کہ میرا پورا خاندان ایک عزت دار گھرانہ تھا۔ میں آٹھ سال کی تھی جب میری ماں

کینسر کے مرض سے اس دنیا سے چلی گئی۔ پیسے نہیں تھے ہمارے پاس علاج کے !!
مہرماہ نے دھیرے سے کہتے بات شروع کی۔ اتنا کہتے اس نے روتے ہوئے ہچکی
بھری۔ گزرے تکلیف دہ لمحے آج نجانے کتنے عرصے بعد اس کی آنکھوں کے
سامنے فلم کی طرح چل رہے تھے !! راحیل خان اس کے بالوں میں اُنگلیاں
چلاتے سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ "میں اکلوتی تھی اپنے گھر میں ! اما کے انتقال
کے بعد صرف میں اور ابا ہی گھر میں بچے تھے ! ابا بھی بہت اچھے تھے میرے ! دس
سال تک انہوں نے مجھے پھولوں کی طرح پالا تھا۔ لیکن میری قسمت کہ جب میں
دس سال کی تھی تب خدا نے میرے ابا کو بھی اپنے پاس بلا لیا تھا۔ بہت روئی تھی
میں اس رات۔ خودکشی کی کوشش بھی کی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے بچ گئی۔ ماں باپ
کے مرنے کے بعد گھر کو ہتھیانے کے چکر میں سارے رشتے داروں میں مجھے لے
کر لڑائیاں چلنے لگی۔ کسی نے اتنی حد کر دی تھی کہ مجھے اپنے بیٹے کے لئے لینے کو
بھی تیار تھے ! میں اس وقت بچی ضرور تھی لیکن سب کچھ سمجھتی بھی تھی۔ اور پھر
اس ساری جنگ میں چاچی بازی لے گئی تھی۔ گھر بھی ان کا اور میں بھی اُن کی

کفالت میں چلی گئی تھی!! تم کہتے ہو تمہارے رشتے تمہارے ساتھ مخلص نہیں ہیں! کیا تم اس بات پر یقین کرو گے کہ میرے سگے چاچے نے پہلی مرتبہ میرے جسم تک رسائی حاصل کرتے میری روح کو بھنبھوڑا تھا۔ گیارہ سال کی تھی میں اس وقت۔ تم جانتے ہو نا کہ گیارہ سالہ بچی کتنی بڑی ہوتی ہے؟؟" مہر ماہ ایک لمحے کے لئے خاموش ہوئی۔ حلق میں کچھ بری طرح اٹک رہا تھا جس کی وجہ سے اسے بولنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ راحیل خان نم آنکھوں کے ساتھ بہت مشکل سے خود پر ضبط کرتے اسے سن رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا مقابل ایک ہی مرتبہ اپنے دل کا سارا غبار نکال کر بوجھ سے آزاد ہو جائے۔ ہمیشہ وہ اسے سنتی تھی اور آج راحیل خان اسے سن رہا تھا۔۔ "دوسری مرتبہ جب اس درندے صفت انسان نے پھر سے یہ سب کرنے کی کوشش کی تو میں چیخ اٹھی۔ اس دن چیخ چیخ کر میں نے گھر کو سر پر اٹھا لیا تھا۔۔ لیکن بدلے میں مجھے ہی تھپڑ پڑے! چاچی کہتی کہ میں ان کے گھر میں رہ کر ان کا ہی کھا کر انہی کے شوہر پر الزام لگا رہی ہوں۔ حالانکہ میں نے بعد میں سنا تھا وہ اپنے شوہر سے اسی بات پر لڑ رہی تھیں۔ چاچی گھر کا سارا کام مجھ سے کرواتی، اس

کے بچوں کو بھی خاموشی سے میں ہی سنبھالتی تھی۔ اور دن کے آخر میں دو وقت کی روٹی مل جاتی۔ میرے لیے یہ سب کچھ بھی بہت تھا۔۔ بہت چھوٹی سی عمر میں زندگی نے مجھے صبر کے معائنے سکھا دیے تھے! جب آپ کے ساتھ ظلم ہو رہا ہو اور آپ اس کے خلاف آواز بھی نا اٹھا سکو۔ اس وقت زندگی سے زیادہ ظالم کچھ نہیں لگتا۔ اور میرے لیے تو زندگی شروع سے ہی ظالم رہی ہے! پھر روز گھر میں میری وجہ سے لڑائیاں شروع ہوئی۔ جب میں نے چاچی کو چاچے کی سچائی بتائی تب سے ہی مجھے لے کر بہت سی لڑائیاں گھر میں ہونے لگی تھی۔ آئے دن چاچی مجھے بری طرح مارتی پیٹتی اور گھر آنے پر چاچے سے بھی اسی طرح لڑائی کرتی۔۔ روز روز کی جھک جھک سے تنگ آتے ایک دن چاچے سے اٹھاتے محض چند پیسوں کے عوض مجھے کوٹھے پر بیچ دیا۔۔ اور میں جانتی تھی کہ اس میں چاچی کی بھی پوری پوری رضامندی شامل تھی!! میں نے تیرہ سال کی عمر میں پہلی مرتبہ اس غلیظ جگہ پر قدم رکھا تھا۔ اور مجھے آج بھی یاد ہے کہ میں نے یہاں پہلا قدم رکھتے موت کی دعا مانگی تھی۔ لیکن زندگی کسی کے بس میں کہاں رہی ہے بھلا۔۔ میں خوبصورت تھی،

بچپن سے ہی صاف ستھری رنگت کی مالک غرض کے ایک مرد کو اپنی طرف راغب کرنے والی ہر چیز قدرتی طور پر میرے پاس تھی۔ سب سے بڑی چیز خوبصورتی اور پھر یہ جسم!! چاچا مجھے یہاں چھوڑ کر جا چکا تھا۔اور مجھے چندہ بائی نے کسی قیمتی چیز کی طرح اس دن اپنے پاس بٹھایا تھا۔اور تمھیں پتہ ہے پہلا جملہ اس کے منہ سے کیا نکلا تھا؟؟ آنسوؤں سے بھری سنہری سوالیہ نظریں مہر ماہ نے راحیل خان کی آنکھوں میں گاڑی!! راحیل خان نے نفی میں سر ہلاتے تھوڑا جھکتے اس کے ماتھے پر شدت سے اپنے لب رکھے! نجانے یہ عورت اتنا کچھ کیسے سہہ گئی تھی۔ "اس نے کہا تھا کہ سونے کی چڑیا مل گئی ہے۔اب اچھی خاصی کمائی ہو گی اس سے!! اس وقت مجھے پتہ بھی نہیں تھا کہ میں کسی کے لیے کمائی کا ذریعہ کیسے بن سکتی ہوں بھلا۔ "لیکن دیکھو قسمت آج تک چندہ بائی کا گلک سب سے زیادہ میری کمائی سے بھرتا ہے۔تم بھی تو پیسے ہی دے کر آتے ہو میرے پاس۔لاکھوں تو اب تک تم لٹا چکے ہو گے یہاں۔میں نے اپنے احساسات، جذبات، محبت نفرت غرض کہ ہر قسم کا جذبہ بہت چھوٹی عمر میں ہی کھو دیا تھا۔چاچا پہلے سے ہاتھ پھیر چکا تھا

تبھی سے معلوم پڑا تھا کہ عورت کو عزت سلامت رہنے کی دعائیں کیوں دی جاتی ہیں!! یہاں لا کر چندہ بائی نے اچھے سے مجھے ٹرین کیا۔ پہلے پہل میں نے منع کیا تھا کہ میں یہ دھندہ نہیں کروں گی۔ اور چندہ بائی نے مجھے تین دن تک بھوکا پیاسا رکھا تھا۔ مارتی نہیں تھی وہ مجھے! اسے میرے جسم پر ایک نشان بھی آج تک گوارہ نہیں ہے! کیونکہ جتنا شفاف جسم ہوگا اتنے ہی اچھے انہیں پیسے ملتے ہیں!! بھوک اور پیاس سے نڈھال میں نے خود ہی ہاں کر دی تھی۔ موت کی دعا مانگنا آسان ہے۔ لیکن جب موت قریب آئے تو اچھے اچھے کی ساری ہوا نکل جاتی ہے۔ موت مذاق نہیں ہے اس دن مجھے سمجھ میں آیا تھا۔۔ بس پھر اس دن کے بعد سے آج تک یہی دھندہ کرتی آرہی ہو۔ جو چندہ بائی کو زیادہ پیسے سے تولتا ہے اسے مہرماہ کے پاس بھیج دیا جاتا ہے!! چھوٹے موٹے گاہک مجھے نہیں دیے جاتے۔ میرے پاس صرف وہ آتے ہیں جو چندہ کو لاکھوں میں تولتے ہیں!! جیسے کہ تم!! میں چپ چاپ خاموشی سے ہر دوسری رات کسی نئے مرد کو اپنا جسم سونپ دیتی تھی۔ اور تمھیں پتہ ہے ہر کوئی اپنی ضرورت پوری کرنے کے بعد میرے منہ پر پیسے پھینکتا تھا۔۔ کوئی بھی

ہمیں ہونٹوں سے نہیں چومتا۔ ہر انسان حقارت سے دیکھتا ہے ہمیں! کچھ تو باقاعدہ آخر میں گندی گندی گالیاں نکال کر جاتے تھے! جو ہمیں چپ چاپ سہنی ہوتی تھیں۔ ان مردوں کا ایک بہت بڑا مسئلہ یہی ہے کہ انہوں نے ضرورت بھی ہمارے جسم سے پوری کرنی ہوتی ہے اور پھر حقارت سے بھی ہمیں ہی دیکھتے ہیں! ان کی نظر میں ہم عزت دار نہیں ہوتی لیکن خود ہمارے ساتھ ہی زنا کر کے وہ بہت بڑے عزت دار ہوتے ہیں!! اور پھر ایک دن تم آئے! کیا تم جانتے ہو تم پہلے مرد تھے جس نے مجھے ہونٹوں سے چھوا تھا۔ کیا تم نے بھی وہی تھا جو ہر مرد یہاں کرنے آتا ہے۔ لیکن تمہارے لمس میں حقارت نہیں تھی۔ میں پہلی مرتبہ میں ہی تمہاری گرویدہ ہو چکی تھی۔ تم گئے تھے اور مجھے ایک مرتبہ پھر یہ کوٹھا ویران لگنے لگا تھا۔۔ پھر تم دوبارہ آئے تم نے دوبارہ میرے جسم سے اپنی ضرورت پوری کی۔ اس مرتبہ تمہارے لمس میں عزت بھی تھی۔۔ پھر تم چلے گئے اور ساتھ میں میرا دل بھی لے گئے تھے! ایک چیز جس کیلئے ہم طوائفیں ترستی ہے وہ ہوتی ہے عزت! جو پہلی مرتبہ میرے باپ کے بعد تم مجھے دیتے ہو! پھر تم اشنا کی شادی

والے دن میرے پاس آئے! کیا تم جانتے ہو کہ اس رات میں تمہارے غم میں تمہارے ساتھ پورے دس سال بعد روئی تھی۔۔ان پچھلے دس سالوں میں، میں نے اپنی آنکھیں بلکل پتھر کرلی تھی۔ کوئی کچھ ہی کہے مہرماہ نے رونا نہیں ہے۔اس بات سے پورا کوٹھا واقف تھا کہ مہرماہ روتی نہیں ہے۔ لیکن تم نے مجھے رلا دیا۔ تم نے میرے سوئے ہوئے جذبات واپس سے جگا دیے راحیل۔۔ میں تمہارے سامنے نخرے کرنے لگی ہوں۔ بلکل ایک عام عورت کی طرح۔ میں تمھیں اپنے دکھ درد بتانے لگی ہوں بلکل اپنے ہمسفر کی طرح۔ میں تمہارے اوپر حق جتانے لگی ہوں بلکل ایک بیوی کی طرح۔ غرض کہ میں اپنا سب کچھ تمھیں مانتے اپنا ہر جذبہ تم پر آشکار کر دیتی ہوں۔ اور یقین کرو یہ سب تیرہ سالوں بعد میرے باپ کے مرنے کے بعد اب ہوا ہے!! تم سامنے آتے ہو میں بچی بن جاتی ہوں جیسے مجھے تو اس دنیا کے بارے میں کوئی علم ہی نا ہو۔۔ تم نے میری زندگی میں آکر مجھے پھر سے وہی دس سال کی بچی بنا دیا راحیل۔ بیچ کے تیرہ سال جس میں، میں نے خود کو پتھر

دل کر دیا تھا وہ سب کہیں کھو سے گئے ہیں۔ تم نے میرے اوپر چڑھا خول اُتار دیا

"!!راحیل۔۔

مہر ماہ اپنی بات کرتے خاموش ہوئی۔ایک ہی مرتبہ میں وہ آج اسے اپنے دل میں چھپا ہر درد، ہر غم بتا گئی تھی۔۔اور خدا جانتا تھا کہ پچھلی باتیں یاد کرتے اس کا دل ایسے ہو رہا تھا جیسے کوئی آری سے اسے چیر رہا ہو۔اسے اپنا دل پھٹتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ جبکہ آنکھوں سے آنسوؤں کا ریلہ مسلسل جاری تھا۔"مجھے معاف کرنا مہر ماہ۔ پہلی دو مرتبہ میں، میں تمھیں بغیر سمجھے صرف ایک طوائف کی نظر سے دیکھتے تم سے ضرورت پوری کر لیتا تھا۔ ہو سکے تو معاف کر دینا پلیز۔۔"راحیل خان نے اپنے آنسوں صاف کرتے اپنے گلٹ کو ختم کرنا چاہا جو مقابل کی باتیں سنتے اسے اب ہو رہا تھا۔۔ جبکہ مہر ماہ نے اس کی بات نہیں سنی تھی۔ وہ تو بس آنکھوں پر ہاتھ رکھے بے تحاشہ ہچکیوں سے رونے میں مصروف تھی۔ کیا کچھ تھا جو آج اسے یاد نہیں آیا تھا۔۔راحیل خان نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ جانے انجانے میں وہ اس کے مندمل ہوئے زخم پھر سے ادھیڑ چکا تھا۔ راحیل خان نے خاموشی سے اسے

دیکھتے اس کے ہاتھ آنکھوں سے ہٹائے۔ دوسرے لمحے وہ اپنی گود سے اس کا سر اٹھاتے اسے شدت سے اپنے سینے میں بھینچ گیا تھا۔۔ مہرماہ کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔اس کے سینے میں منہ دیے وہ مزید زوروں سے رونے لگی تھی!!"بس بس چپ!اس کے بالوں میں اُنگلیاں پھیرتے راحیل خان نے اسے خاموش کروانا چاہا۔اسے اپنی شرٹ مقابل کے آنسوؤں سے بھیگتی بخوبی محسوس ہو رہی تھی۔۔ "چپ ہو جاؤ مہرماہ! ہر ظالم کے لیے ایک دن عدالت لگنی ہے! جنہوں نے تمہارے ساتھ برا کیا اُن کا معاملہ تم خدا کے سپرد کرو۔ بیشک خدا بہتر انصاف کرنے والا ہے!!راحیل خان نے دھیمے سے کہتے اسے تسلی دینی چاہی!!"اس دن بچے گیں ہم بھی نہیں راحیل! تمہیں پتہ ہے مجھے سب سے زیادہ خوف اس انصاف کے دن سے ہی آنے لگا ہے۔ کیا ہو گا جو خدا نے مجھ سے پوچھ لیا کہ میں زنا سے بہتر مر ہی کیوں نا گئی!! اس کے سینے سے منہ نکالتے مہرماہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔وہ سچ ہی کہہ رہی تھی۔۔راحیل خان نے اس کی بات سنتے اپنا نچلہ ہونٹ شدت سے دانتوں تلے مسلا۔ وہ خود بھی تو یہی کرتا تھا۔ پچھلے کچھ عرصے سے تو وہ

رکا ہوا تھا لیکن اُس سے پہلے پچھلے پانچ سالوں تک اس نے نجانے کتنی ہی لڑکیوں کے ساتھ زنا کیا تھا۔ سچ بتاؤ تو آج پہلی مرتبہ مقابل کی بات سنتے اس کے رونگٹے سے کھڑے ہو گئے تھے!! "خدا بخشنے والا ہے۔ معافی مانگ لینا کیونکہ یہ تمہارے لیے بہت آسان اور ممکن ہے! اسے اپنے ہونٹ کاٹتے دیکھ مہر ماہ نے دھیمے سے کہا۔ وہ مجبور تھی لیکن یہ انسان تو مجبور نہیں تھا۔۔ "رونا نہیں ہے اب تم نے! راحیل خان نے بات کو بدلتے اس کے آنسوں صاف کرتے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔۔ "تم نے ہی آ کر رُلایا ہے!! پہلے اتنا سارا مارا تھا اور اب رلا دیا۔ مہر ماہ نے ہونٹ باہر نکالتے بلکل بچوں کی طرح اسے اس کی ہی شکایت لگائی۔۔ بے ساختہ ہی راحیل خان کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔ "اچھا سوری! اپنے کان پکڑتے راحیل خان نے مسکراتے ہوئے اس سے معافی مانگی۔۔

کس قدر تمنا، کس قدر سادگی سے۔۔۔"

!! "ہم آپ کی شکایت کرتے ہیں آپ ہی سے

اس دفعہ معاف کر رہی ہوں آئندہ مجھے مارا تو میں بات نہیں کرونگی تم سے!!
احسان کرنے والے انداز میں کہتے مہر ماہ بیڈ سے نیچے اُتری۔ وہ یہ تو بھول ہی گئی تھی کہ راحیل کو اس نے زیادہ مارا تھا۔ بیڈ سے نیچے اترتے اس نے سامنے کی طرف قدم لیے۔ اس نے پانی پینا تھا۔ آنسوں بحر حال اس کے رک چکے تھے!!"مجھے بھی دینا ایک گلاس پانی! راحیل خان نے اسے کہتے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔۔ اس کی پرسوچ نظریں چھت پر گڑھی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کوئی بہت بڑا فیصلہ کرنے کے لیے خود کو تیار کر رہا ہو۔۔ خدا جانے اب کیا ہونے والا تھا۔۔

قسط نمبر:66

آبان خان اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا کسی کے ساتھ کال پر بات کرنے میں مصروف تھا۔ یہ کوئی شام کے چار بجے کا وقت تھا۔ راحیل خان اب تک آفس نہیں آیا تھا۔ آبان خان اسے لاتعداد مرتبہ کالز کر چکا تھا۔ لیکن مجال تھی جو اس انسان نے ایک کال بھی ریسیو کی ہو! آبان خان کال پر موجود دوسرے شخص سے سنجیدگی

سے محو گفتگو تھا۔ دوسری طرف حدائق شاہ تھا۔۔ جو پچھلے ایک گھنٹے سے اس کا دماغ خراب کر رہا تھا۔ پہلے اریبی اور اب حدائق شاہ۔۔ آبان خان آج کے دن ذلیل ہو کر رہ گیا تھا۔ "تو اب پہنچ رہا ہے یا نہیں؟؟ دوسری طرف فون پر حدائق شاہ کی حتمی آواز ابھری۔ نجانے وہ اسے کہاں بلا رہا تھا۔۔ "راحیل کال اٹھائے تو میں اسے لے کر آؤں گا۔ مجھے نہیں پتہ وہ کہاں گیا ہے! تم لوگوں کو بھی پتا نہیں آج کیا دورہ پڑ گیا ہے!! آبان خان نے جبڑے بھینچتے سرد لہجے میں کہا۔ راحیل پر اسے آج بے تحاشہ غصّہ تھا۔۔ "مجھے نہیں پتہ راحیل کو کہیں سے بھی ڈھونڈ کر ایک گھنٹے تک پہنچ ورنہ میں قسم کھاتا ہوں مار دوں گا اسے۔ میرے سے زیادہ جلدی ویسے بھی اریبی کو ہے۔ مجھ سے پہلے وہی مار دے گا۔۔ "دوسری طرف سے پھر سے حدائق شاہ کی سنجیدہ آواز ابھری۔۔ پتہ نہیں یہاں کسے مارنے کی بات ہو رہی تھی۔۔

تو پہلے قسم اٹھا تیرے پاس ایک ایک پروف ہے! آبان خان نے پہلے کنفرم کرنا" چاہا۔ اتنے عرصے سے آج تک وہ ثبوت اکٹھے نہیں کر پایا تھا تو حدائق شاہ نے ڈیڑھ

مہینے میں ہی کیسے ثبوت اکٹھے کر لیے تھے! اسے یہ بات کچھ ہضم نہیں ہو رہی تھی!! "تو نے دی فینس لائر حدائق شاہ کو ہلکے میں لے لیا ہے۔ ڈیڑھ مہینے گھر پر بیٹھ کر جھک نہیں ماراہیں نے!! باقی کے سارے کام چھوڑ کر دن رات اس کیس پر ایک کیا ہے!! حدائق شاہ نے مضبوط لہجے میں کہا۔ وہ پر اعتماد تھا کیونکہ اس کے پاس واقعی میں ایک ایک چیز کا ثبوت موجود تھا۔۔ "ٹھیک ہے پھر میں دیکھتا ہوں ایک مرتبہ پھر راحیل کو کال کرتا ہوں۔ تو بالاج کو کال کر کے کہہ دے کہ چاچو کو کسی طرح فارم ہاؤس لے کر پہنچے۔ اور تو سارا کچھ چاچو کو بتائے گا۔ آبان خان نے کہتے ساتھ میں اسے تنبیہ بھی کی۔ ابھی تو اسے کسی طرح راحیل کو بھی منانا تھا۔۔ "ٹھیک ہے جلدی آجانا تو۔ کیونکہ بالاج کو پہلے ہی کال کر دی تھی میں نے!! حدائق شاہ نے کہتے کال کٹ کی۔ اب اُس کا ارادہ بھی گھر سے نکلنے کا تھا۔

آبان خان نے کال کٹ ہوتے دیکھ موبائل کو نظروں کے سامنے کرتے راحیل خان کا نمبر پھر سے ڈائل کیا۔ جو کہ وہ صبح سے کر کر کے اب تھک چکا تھا۔۔ "اوہ

بس کر دے بھائی۔ موبائل خراب ہو جائے گا میرا۔ ایسی بھی کیا قیامت آگئی جو تو صبح سے کالز کیے جا رہا ہے؟؟ آبان خان ابھی راحیل کو کال ملا ہی رہا تھا کہ دھاڑ سے آفس کا دروازہ کھولتے راحیل خان اندر داخل ہوا۔ اور آتے ہی بغیر سلام دعا کے اس نے مسکراتے ہوئے پہلے آبان خان کو سلگایا تھا۔۔ "لعنت ہے راحیل تیرے اوپر! میرا فون اٹھاتے موت آتی ہے تجھے؟ آبان خان اسے اپنے سامنے اتنے چل انداز میں دیکھتے جبڑے بھینچے باقیدہ ہاتھ اٹھاتے لعنت دی۔ کتنا خوار ہو رہا تھا وہ صبح سے اسے کالز کر کر کے!! "تجھے چوبیس گھنٹے آفس کے کام کی پڑی ہوتی ہے۔ میرے اپنے بھی ہزار کام ہوتے ہیں یار۔ اور اب آ تو گیا ہوں۔ بتا کیا بات ہے!! اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھتے راحیل خان نے نارمل سے انداز میں کہا۔۔ بیٹھنا نہیں ہے کھڑا ہو اور میرے ساتھ چل!! اپنی کرسی سی کھڑے ہوتے آبان خان نے مصروف سے انداز میں اسے بھی کھڑا ہونے کو کہا۔۔ "کدھر؟؟ راحیل خان نے ابرو اُچکاتے پوچھا۔ البتہ کرسی سے کھڑا وہ ابھی بھی نہیں ہوا تھا۔۔ آبان خان نے ایک گہری سانس بھرتے اسے دیکھتے اپنے قدم اس کی جانب

بڑھائے۔ وہ اس کے سامنے رکھی ٹیبل پر بیٹھا تھا۔۔ "میری بات دھیان سے سن لینا پہلے تو پھر کوئی ریکشن دینا۔ اس کے سامنے بیٹھتے آبان خان نے اس کے بازو کو تھپکتے جیسے التجا کی!! "ہاں ہاں بول!! راحیل خان بھی سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ ایسی بھی کیا بات تھی جو آبان خان اتنا سنجیدہ تھا۔۔ "حنان لغاری کے پاس جا رہے ہیں ہم! پہلے پوری بات سن لینا پلیز! آبان خان نے جیسے اس کے سر پر دھماکہ کیا تھا۔ وہ پہلی بات سنتے بولنے ہی لگا تھا کہ آبان خان فوراً اسے ٹوک گیا تھا۔۔ "حدائق اور اریبی اسے جان سے مارنے کے در پر ہیں! ابھی تک وہ دونوں رکے ہوئے تھے تو میری وجہ سے! کیونکہ میں نے اُنہیں روکا ہوا تھا۔ صرف تیری خاطر! میں چاہتا تھا پہلے تیرے متعلق یہ ثابت ہو کہ تو ناجائز نہیں ہے! اس کی آنکھوں میں دیکھتے آبان خان نے ساری بات اس کے گوش گذار کی۔۔ جبکہ راحیل خان کا چہرہ حد درجہ سپاٹ ہو چکا تھا۔ پہلے والی مسکراہٹ سرے سے ہی غائب تھی۔ اس کا سارا موڈ خراب ہو چکا تھا۔ "اور کیا ہو جائے گا یہ سب کر کے؟ میرے لیے تو تیرے

سارے گھر والے مر گئے ہیں! کیا ملے گا ایسے خود غرض لوگوں کو صفائی دے کر!

تو نے تو آج سچ پتہ لگوایا ہو گا۔ حنان کی ماں سے میں سچ کھلنے کے

تین دن بعد ہی مل چکا تھا۔ وہی بوڑھی ہے نا؟؟ سنجیدگی سے آبان خان کی طرف دیکھتے راحیل خان نے اس کے سر پر دھماکہ کیا تھا۔ اگر وہ سب کچھ پہلے ہی پتہ کروا چکا تھا تو وہ چپ کیوں تھا؟؟ اسے یہ بات کچھ سمجھ نہیں آئی تھی!! "تو پاگل ہے کیا؟؟ بے ساختہ ہی حیرانی کے باعث آبان خان کے منہ سے پھسلا۔۔ "نہیں بس اپنے برائے نام کے باپ کی آنکھوں سے پٹی نہیں ہٹانا چاہتا۔ میرے لیے مر گئے ہیں سارے کے سارے! میں کیوں پھر کسی کو صفائیاں دوں۔ جو جیسے سمجھتا ہے سمجھتا رہے!! آج تک یہ لوگ اندھیرے میں تھے! میری ساری ٹین ایج لائف سارا بچپن برباد کر دیا۔ آج جب میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر سنبھل گیا ہوں، تو ان لوگوں کی آنکھوں سے پٹی اُتار دوں۔ اور یہ لوگ آکر مجھ سے محبت جتائیں۔ اب کیا فائدہ اس سب کا؟ زندگی کے اہم سال تو برباد ہو گئے۔ اب تو کچھ بچا ہی نہیں ہے!! راحیل خان کی آنکھیں ضبط کے باعث سرخ ہونے لگی تھیں۔ پھر سے وہی باتیں

اس کے سامنے آگئی تھی جو اسے سب سے زیادہ تکلیف دیتے اس کے زخم ہرے کر دیتی تھیں!! "ایک مرتبہ بس ان لوگوں کو احساس ہو جائے کہ چاچو اور دا جان غلطی پر تھے! پھر آگے تیری مرضی ہو گی تو بھلے ان سب کو معاف کریا نہ کر! لیکن میں بس اتنا کہوں گا کہ چاچی کی خاطر ہی چل لے! ایک مرتبہ سچائی کھل ہی جائے تو بہتر ہے!! آبان خان نے اس کا ہاتھ تھامتے پھر سے اسے سمجھانا چاہا۔ وہ نہیں دیکھ سکتا تھا راحیل خان کو اندر ہی اندر گھٹتے ہوئے!! "ماما کے بارے میں تو کچھ بول ہی مت تو! آج تک انہی کی خاطر جھیلتا آیا تھا میں رفیق خان کو! سر جھٹکتے راحیل خان نے دانت پیستے کہا۔ اچھا چھوڑ سب کچھ! صرف ایک مرتبہ چل لے! میری قسم ہے تُجھے تو اب انکار نہیں کرے گا۔ آگے تیری مرضی ہے جو تو چاہے گا وہی ہو گا۔ لیکن صرف سچ سامنے آنے دے! میں نہیں چاہتا حنان لغاری کی موت بغیر اس کے یہ جانے ہو کہ اس کا اصل باپ چاچو ہیں! بس ایک مرتبہ چل لے!! آبان خان نے منت بھرے انداز میں کہتے اسے پھر سے قائل کرنا چاہا۔ وہ اسے اپنی قسم بھی دے گیا تھا۔۔ راحیل خان نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ جو اپنی قسم دیتے اسے

مجبور کر گیا تھا۔۔ وہ جانا نہیں چاہتا تھا لیکن اب وہ مجبور تھا۔ "اس کے بعد تو مجھے کچھ نہیں کہے گا آبان۔ یہ آخری بات ہے جو میں تیری سن رہا ہوں!! کرسی سے کھڑے ہوتے راحیل خان نے سنجیدگی سے کہتے اس کی بات مانی!! بے ساختہ ہی آبان خان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ چھائی تھی۔اس کی قسم کام آگئی تھی!! "پکا جیسا تو چاہے گا وہی ہو گا۔ مسکرا کر کہتے آبان خان نے پیچھے کو ہاتھ لے جاتے اپنی گاڑی کی چابی اٹھائی۔ ساتھ ہی وہ ٹیبل سے بھی اٹھ گیا تھا۔۔ "چل! ٹیبل سے کھڑے ہوتے آبان خان نے کہتے راحیل کے ہمراہ ہی اپنے قدم باہر کی جانب لیے۔ حدائق شاہ اسے فارم ہاؤس کا ایڈریس سینڈ کر چکا تھا۔ان دونوں کی منزل یہی فارم ہاؤس تھا۔۔ یہ وہی حدائق شاہ کے دوست کا فارم ہاؤس تھا جہاں حنان لغاری کو رکھا گیا تھا۔۔اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے ان دونوں کی گاڑیاں ایک ساتھ ہی چلتی فارم ہاؤس کے راستے پر گامزن تھیں۔۔

بالاج خان کی گاڑی طویل ڈرائیوے سے ہوتی بڑے سے کار پورچ میں آتے رکی۔ اس کے ساتھ والی سیٹ پر رفیق خان بیٹھے تھے۔ جنہیں وہ بہت مشکلوں سے بہانے بناتے یہاں لایا تھا۔ یہ شکر تھا کہ یہ شام کا وقت تھا اور رفیق خان بھی گھر پر تھے تو وہ انہیں آسانی سے یہاں لے آیا تھا۔۔ "تم میں سے تو کسی کا بھی نہیں ہے یہ فارم ہاؤس؟؟ رفیق خان نے ایک نظر شیشے سے سامنے دیکھتے بالاج خان سے پوچھا۔۔ "جی یہ حدائق کے دوست کا ہے! آپ اترے گاڑی سے اندر چلتے ہیں! بالاج خان انہیں بتاتے اپنی طرف کا دروازہ کھولتے گاڑی سے باہر نکلا۔ اسے حدائق شاہ نے ہی یہاں کا ایڈریس سینڈ کیا تھا۔۔ رفیق خان بھی سنجیدگی سے ایک نظر بالاج خان کی پشت کو دیکھتے اپنی طرف کا دروازہ کھولتے باہر نکلے۔ بالاج خان انہیں یہ کہہ کر لایا تھا کہ انہیں یہاں کچھ دکھانا ہے!! اور وہ کیا چیز دکھانے کے لیے انہیں یہاں لایا تھا یہ تو اندر جا کر ہی معلوم پڑنا تھا۔۔

بالاج خان کے ہمراہ ہی اندر داخل ہوتے رفیق خان کی پہلی نظر سامنے موجود حدائق شاہ کے ساتھ بیٹھے اریبی پر پڑی۔ وہ دونوں کرسی پر آمنے سامنے بیٹھے کسی

موضوع پر گفتگو کر رہے تھے!! اریبی کو سامنے بیٹھے دیکھ رفیق خان کی آنکھوں میں شناسائی کی رمق سی جاگی۔ وہ اسے پہلی نظر میں دیکھتے ہی پہچان گئے تھے! شاید وہ اسے جانتے تھے!! "یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟ تم سب اسے کیسے جانتے ہو؟ رفیق خان نے بالاج خان کی طرف مڑتے سنجیدگی سے پوچھا۔ انہیں اب دال میں کچھ کالا لگ رہا تھا۔۔ "چلیں تو سہی آپ! لگ جائے گا پتہ سب کچھ!! بالاج خان نے بھی سنجیدگی سے جواب دیتے اپنے قدم حدائق شاہ اور اریبی کی جانب بڑھائے جو بیٹھے سامنے اب رفیق خان کی طرف ہی متوجہ ہو چکے تھے! "السلام وعلیکم انکل!! حدائق شاہ نے کرسی سے کھڑے ہوتے ان کے سامنے آتے مسکراتے ہوئے سلام جھاڑا۔ یہ انسان کہیں بھی اپنے نمبر بنانا نہیں بھولتا تھا۔۔ "وعلیکم السلام خوش رہو! رفیق خان نے بھی خوشدلی سے جواب دیا تھا۔۔ "آئیں بیٹھیں!! ہاتھ سے کرسی کی طرف اشارہ کرتے حدائق شاہ نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ رفیق خان بھی مسکراتے بیٹھ گئے تھے!! جبکہ اریبی سپاٹ سنجیدہ آنکھوں کے ساتھ کبھی حدائق شاہ تو کبھی رفیق خان کو دیکھ رہا تھا۔۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ رئیس لغاری کے

ملازم ہو نہ تم؟؟ سنجیدگی سے اریبی کی آنکھوں میں دیکھتے رفیق خان نے تھوڑی حقارت سے اسے دیکھتے پوچھا۔ رئیس خان سے جُڑے ہر انسان سے انہیں نفرت تھی!! اریبی نے حدائق شاہ سے نظریں ہٹاتے اپنی سیاہ آنکھیں ان کی آنکھوں میں گاڑی!! "کسی کے باپ کا ملازم نہیں ہوں میں! اور میں یہاں جو مرضی کروں یہ تمہاری سر دردی تو بلکل بھی نہیں ہے!! اریبی تو پھر اریبی ہی تھا۔ منہ پھٹ!! بھلا وہ خود پر بات کیسے سہہ سکتا تھا۔ ان کا لہجہ اس نے بخوبی محسوس کیا تھا۔۔ "عزت کرنی تو شاید تمہارے ماں باپ نے تمھیں سکھائی ہی نہیں۔ آگے مالک بھی خیر سے تمھیں ایسے ہی مل گئے تھے! لیکن کوئی نہیں میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ میں تمہارے باپ کی عمر کا ہوں۔ اپنے باپ کی عمر کے لوگوں کی عزت کرنا ضروری ہوتا ہے!! سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے رفیق خان نے تمسخراتے سے لہجے میں کہا۔ انہوں نے اریبی کی بات کا برا نہیں منایا تھا۔۔ "ہنھہ!! پہلے اپنے بیٹے کے باپ بن کر اسے اچھے برے کی تمیز سکھاؤ تم بعد میں کسی اور کے بیٹوں پر دھیان دینا۔ اور دوسری بات میرا مالک صرف اللہ ہے! اس کے علاوہ کسی مائی کے لال کو

میں کھاتے میں نہیں لیتا۔۔"اور اریبی ٹکا کر جواب دیتے انہیں لاجواب کر رہا تھا۔ انہیں اُمید نہیں تھی کہ اس کے اندر اتنی اکڑ ہو گی!!"میرے بیٹے کی فکر تم مت کرو! اور میری عزت تو چلو تم نہیں کر رہے کم از کم جس کا نمک کھایا ہے تم نے اسے تو عزت سے مخاطب کرو۔ایک عرصے تک پالا ہے لغاریوں نے تمھیں!! رفیق خان نے سکون سے کرسی سے ٹیک لگاتے جیسے اسے یاد دلانا چاہا۔۔ وہ بس ایک مرتبہ اسے اس کی اوقات بتانا چاہتے تھے!! جبکہ حدائق شاہ اور بالاج خان تو بس کھڑے کبھی رفیق خان تو کبھی اریبی کو دیکھ رہے تھے جو ملتے ساتھ ہی بحث میں لگ گئے تھے!"مجھے لغاریوں نے نہیں میرے خدا نے پالا ہے! اپنی حق حلال کی کمائی سے کھانا کھاتا تھا میں۔ لغاریوں کا کوئی احسان نہیں مجھ پر!! ضبط سے اپنے جبڑے بھینچتے اریبی نے جواب دیا۔ وہ جانتا تھا یہ انسان اسے کسی طرح زیر کرنا چاہ رہا ہے!!"بندہ ہو تو تمہارے جتنا احسان فراموش! خیر میرے گھر کے لڑکوں کے ساتھ کیا کر رہے ہو تم؟ جتنے تم شاطر انسان ہو کہیں اس کے پیچھے بھی کوئی مقصد تو نہیں ہے تمھارا؟؟ جانچتی نظروں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے

رفیق خان نے اس کے یہاں ہونے کا مقصد جاننا چاہا۔۔ "ہے نا!! تمہاری بیٹی پسند آگئی ہے۔اسے ہی اٹھوانے کے لیے پلان بنا رہا تھا بس!! پھر سوچا پہلے تمہارے گھر کے لڑکوں کو اعتماد میں لے کر تمہارے گھر تک پہنچ جاؤں۔ پھر تمہاری بیٹی میری!! ہلکا سا مسکرا کر کہتے وہ ان کے چہرے کی تمسخراتی مسکراہٹ غائب کر گیا تھا۔رفیق خان کے چہرہ اس کی بات پر بے ساختہ ہی غصے سے سرخ ہوا۔۔ابھی وہ اسے کچھ کہتے کہ اس سے پہلے ہی آندھی طوفان کی طرح راحیل خان نے آگے بڑھتے اریبی کو گریبان سے پکڑتے جھٹکے سے کرسی سے کھڑا کیا۔۔آبان خان اور راحیل ابھی ہی اندر داخل ہوئے تھے!اور اندر آتے ساتھ ہی انہوں نے بس اریبی کی آخری بات سنی تھی۔آبان خان تو رک گیا تھا لیکن راحیل خان کا پارہ ہائی ہو چکا تھا۔۔ "اے کیا بکواس کر رہا ہے میری بہن کے بارے میں ہاں؟؟ دھاڑ کر کہتے راحیل خان نے ایک زوردار مکا اریبی کے منہ پر جڑا۔اس کی بات سنتے راحیل خان کا تو خون ہی کھول اٹھا تھا۔اس کی بہن کو کوئی ہاتھ لگائے تو راحیل خان اس کی ہڈیاں نا توڑ دے!! اریبی نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے خاموشی سے اسے دیکھا۔اس کے

ہونٹ کا کنارا پھٹ چکا تھا۔۔اسے ذرہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ راحیل خان بھی اس کی بات سن رہا ہو گا۔۔"راحیل چھوڑ اسے!! راحیل خان ابھی دوبارہ اسے مارتا کہ اس کا اٹھا ہوا ہاتھ بروقت تھامتے حدائق شاہ چیخا تھا۔وہ جانتا تھا اریبی نے ایسے ہی یہ بات کہہ دی ہو گی۔ لیکن اس کا مذاق اس پر ہی بھاری پڑ گیا تھا۔ "ہٹ پیچھے! میں بتاتا ہوں اس کی ہمت بھی کیسے ہوئی میری بہن کا یہاں ذکر بھی کرنے کی!ایک جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑواتے راحیل خان نے دھاڑتے مزید ایک مکا اریبی کے منہ پر مارا۔ابھی تک اریبی نے مڑ کر وار نہیں کیا تھا۔سچ تو یہ تھا کہ وہ راحیل کو مارنا ہی نہیں چاہتا تھا۔اس کا غصّہ بلکل جائز تھا۔۔اریبی بے ساختہ ہی لڑکھڑاتے دو قدم پیچھے ہوا۔ دونوں مکے اچھے خاصے جاندار تھے کہ اس کے ہونٹ کا کنارہ دونوں طرف سے پھٹ گیا تھا۔۔"بس کر راحیل!!اسے ایک مرتبہ پھر ہاتھ اٹھاتے دیکھ آبان خان نے آگے بڑھتے راحیل خان کو تھامتے اسے اریبی سے دور کیا۔ وہ بپھرے ہوئے شیر کی طرح اچانک ہی اریبی پر جھپٹ پڑا تھا۔۔"دوبارہ میری بہن کے بارے میں غلطی سے بھی کوئی بات مت کرنا!؛انگلی اٹھاتے راحیل خان نے

اسے سختی سے تنبیہ کی۔ دوسرے لمحے وہ اپنی جیکٹ جھاڑتے اس سے دور ہو گیا تھا۔۔ اریبی نے خاموشی سے ایک نظر راحیل خان کو دیکھا۔ جیسا اس کے بارے میں اریبی نے سنا تھا اس کے بلکل اوپازٹ لگا تھا آج یہ انسان اسے ! ! "کوئی مجھے بتائے گا کہ آخر یہاں ہو کیا رہا ہے؟ مجھے کیوں بلایا ہے تم لوگوں نے یہاں پر؟ رفیق خان نے آبان خان اور حدائق شاہ کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔ البتہ راحیل خان پر انہوں نے ایک نظر بھی نہیں ڈالی تھی ! ! "جی ہاں چاچو کچھ دکھانا ہے آپ کو آئیں ہمارے ساتھ ! آبان خان بھی اسی سنجیدگی کے ساتھ راحیل خان کا بازو تھامتے اپنے قدم آگے کو بڑھائے ! "آئیں انکل میں لے کر چلتا ہوں آپ کو ! ! حدائق شاہ نے آگے بڑھتے رفیق خان سے کہا۔ جبکہ اس کی نظریں سامنے تھی جہاں پر راحیل خان کا ہاتھ تھامے آبان خان غائب ہو رہا تھا۔۔ "چلو دیکھ لیتے ہیں ایسا بھی کیا ہے؟ کرسی سے کھڑے ہوتے رفیق خان نے بھی اپنے قدم اسی کے ساتھ آگے کی جانب لیے۔ وہ دونوں چلتے آگے شاید کسی کمرے کی طرف جا رہے تھے ! تھے ! ان کے پیچھے ہی اریبی اور بالاج خان بھی اسی طرف بڑھ گئے تھے

کمرے میں داخل ہوتے بے ساختہ ہی راحیل خان نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے اندر محض روشندان سے تھوڑی سی روشنی آ رہی تھی۔ پورا کمرہ خالی تھا صرف سائڈ پر ایک کرسی پڑی تھی۔ پورے کمرے میں اس وقت اتنی گندی سمیل تھی کہ یہاں سانس

لینا بھی کسی کے لیے دشوار تھا۔ یہ خون اور گلے سڑے کھانے کی ملی جلی بدبو تھی۔۔ آبان خان اور راحیل دونوں ہی فوراً سے پہلے کمرے سے باہر نکلے۔ ورنہ یقیناً وہ دم گھٹنے سے ہی مر جاتے ! "کیا ہوا؟ حدائق شاہ جو ابھی ہی پہنچا تھا اس نے نارمل سے انداز میں آبان خان کی طرف دیکھتے پوچھا۔ "سالے سانس بھی نہیں کیا جا رہا اندر۔ روم سپرے کرو اپہلے اندر۔ اور دیکھ بھی لینا ایک مرتبہ کہیں سمیل سے ہی نہ مر گیا ہو حنان ! ! حدائق شاہ کی طرف دیکھ کر جبڑے بھینچ کر کہتے آبان خان سائڈ پر ہوا۔ اس کی توقع سے زیادہ گندے طریقے سے حنان لغاری کو رکھا گیا تھا۔۔ "کیا تم لوگوں نے کسی کو اپنی قید میں رکھا ہوا ہے ؟؟ رفیق خان نے آگے بڑھتے

ایک نظر سب کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ "بتاتے ہیں آپ کو سب کچھ۔ دو منٹ میں سپرے کروالوں!! حدائق شاہ نے مصروف سے انداز میں کہتے وہاں موجود ملازم کو آواز لگائی جو ان کے پیچھے حنان لغاری کو دیکھتا تھا۔۔ ملازم فوراً سے حاضر ہوا تھا۔۔ "سپرے کروادیں اندر پلیز!! ملازم کو مخاطب کرتے حدائق شاہ سائڈ پر ہوتے کھڑا ہوا۔ وہ سب سائڈ پر کھڑے تھے اور ملازم نے اندر جاتے اچھی طرح اِرد گرد سپرے کیا۔ بدبو ساری تو نہیں گئی تھی لیکن اندر جا کر اب انسان سانس لے سکتا تھا۔۔ ملازم کو باہر نکلتے دیکھ وہ سب ایک ساتھ ہی اندر داخل ہوئے! "میری سوچ سے زیادہ گندی حالت کی ہے حدائق تو نے اس کی!! سامنے حنان لغاری کی حالت دیکھتے آبان خان نے سنجیدگی سے کہا۔ "اب پھولوں کی چادر پر تو بٹھانے سے رہا میں اسے۔ بیوی کا سارا غصّہ یہیں تو نکلتا تھا آکر! ابھی بھی تو شکر کر کہ میں نے تیرا خیال کر کے اسے زندہ رکھا ہے۔ ورنہ میں کب کا مار دیتا اسے!! کندھے اچکاتے حدائق شاہ نے نارمل سے انداز میں جواب دیا۔۔ "یہ کون ہے؟ اور تم لوگ اتنے درندے کب سے بن گئے کہ ایک انسان پر اتنا تشدد کیا ہے؟؟ رفیق

خان نے سامنے موجود شخص کی حالت دیکھتے آبان خان کی طرف دیکھتے غصے سے پوچھا۔ اس شخص کو دیکھا بھی نہیں جا رہا تھا۔ حنان لغاری اس وقت زمین پر بے سدھ پڑا جیسے اپنی آخری سانسیں گن رہا تھا۔۔اس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے جبکہ جگہ جگہ جسم پر بیلٹ سے مارنے کے نشانات تھے۔ کچھ زخم پرانے تو کچھ نئے معلوم ہوتے تھے! صرف ایک چہرہ تھا جس پر گالوں پر تھپڑ کے علاوہ اور کوئی نشان نہیں تھا۔ ورنہ جسم تو جیسے اس شخص کا ناکارہ ہوا پڑا تھا۔ پتہ نہیں وہ اب تک زندہ کیسے تھا۔۔ چہرے پر بھی داڑھی اور بال حد سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے! وہ ٹھاٹ باٹ رکھنے والا حنان لغاری تو غور سے دیکھنے پر بھی نہیں لگ رہا تھا۔ یہ تو کوئی اور ہی تھا۔ جو حدائق شاہ کے عتاب کا نشانہ بن گیا تھا۔ حدائق شاہ شاید ہی زندگی میں پہلی مرتبہ اس طرح قہر بن کر نازل ہوا تھا کسی پر!! یہاں ترس نامی چیز کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔۔

حدائق شاہ نے آگے بڑھتے سائڈ سے پانی کا جگ اٹھاتے پورا کا پورا حنان لغاری کے منہ پر انڈیلا۔ البتہ رفیق خان کی بات کا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔۔ ٹھنڈہ پانی منہ پر پڑنے کی دیر تھی کہ حنان لغاری کی ہڑبڑاتے ہوئے فوراً سے پہلے آنکھ کھلی!! وہ شاید سویا ہوا تھا۔۔ راحیل خان سپاٹ نظروں سے حنان لغاری کو دیکھ رہا تھا۔ یہ آج پہلی مرتبہ تھا جب وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ اور پہلی مرتبہ دیکھنے میں ہی اسے اپنی آنکھوں سے شدید قسم کی نفرت محسوس ہوئی تھی۔ حنان لغاری کی آنکھیں بلکل اس کے جیسی تھیں۔۔ اس کے دل میں مقابل کے لیے کسی قسم کا کوئی احساس کوئی نرمی کا شبہ بھی نہیں تھا۔ بلکہ اس کا بس چلتا تو خود ہی حنان کے سینے میں اپنی پستول کی ساری گولیاں اُتار دیتا۔۔ "پہچان لیں چاچو اس کو۔ آنکھیں کھول لی ہیں اس نے آسانی ہو گی اب آپ کے لیے!! آبان خان نے سنجیدگی سے رفیق خان کی طرف دیکھتے کہا۔ جو خود حیرت سے حنان لغاری کو دیکھ رہے تھے!! انہوں نے ایک نظر حنان لغاری کو دیکھتے دوسری نظر راحیل خان پر ڈالی۔ دونوں کی آنکھیں کچھ زیادہ ہی ملتی تھیں!!" مجھے کیا معلوم کہ یہ کون ہے؟ دوسرے لمحے اپنی نظریں پھیرتے

انہوں نے پہچاننے سے صاف انکار کیا۔ جو بات ان کے ذہن میں آ رہی تھی انہیں سو فیصد یقین تھا کہ یہ وہ ہو ہی نہیں سکتا۔۔ "حیرت ہے لوگ اپنے خون کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں! مصنوعی حیرت سے جواب اریبی کی طرف سے آیا تھا۔۔ اور رفیق خان اس کی بات سنتے بری طرح ٹھٹھکے تھے!! "تمہیں اندازہ ہے تم کیا بکواس کر رہے ہو؟ میرا خون کہاں سے ہو گیا یہ؟؟ اریبی کی بات سنتے رفیق خان زہر آلود لہجے میں پھنکارے! وہ کبھی یقین ہی نہیں کر سکتے تھے اریبی کی بات پر!! "ہم بھی یہ بات نا مانتے اگر یہ ہمارے پاس نہ ہوتی تو!! حدائق شاہ نے آگے بڑھتے سنجیدگی سے ان کے ہاتھ میں کچھ فائلز تھمائی!! "کیا ہے یہ؟ اور تم سب اس اریبی کے کہنے پر سب کچھ کر رہے ہو نہ؟ آبان شرم نہیں آتی تمھیں اپنے چاچو کے بارے میں ایسی سوچ رکھتے ہوئے!! فائل کو ہاتھ میں تھامے میں وہ کھڑے نجانے کیوں آبان خان پر چیخ رہے تھے۔ ان کا پارہ ہائی کرنے کے لئے اریبی کی ایک بات ہی کافی تھی!! "فائل کھول۔۔۔۔ راحیل خان سنجیدگی سے ابھی انہیں کچھ کہتا کہ رفیق خان اس کے بولتے ہی غضب سے دھاڑ اُٹھے تھے!! "تم چپ

رہو! تمہیں کس نے اجازت دی میرے معاملات میں بولنے کی؟ دفع ہو جاؤ یہاں سے!! انگلی اٹھا کر دھاڑ کے راحیل خان سے انہوں نے کہا۔ انہیں اس کا بیچ میں بولنا مزید زہر لگا تھا۔۔ راحیل خان خاموش ہو گیا تھا۔ وہ اُن کے منہ ہی نہیں لگنا چاہتا تھا۔ خاموشی سے ایک سائڈ پر ہوتے راحیل خان وہاں رکھی کرسی پر بیٹھا۔ اب اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔۔ "بجائے اس پر چیخنے کے بہتر ہے آپ ایک مرتبہ یہ رپورٹس کھول کر دیکھ لیں! ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا۔۔ آبان خان نے رفیق خان کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔۔ رفیق خان نے ایک زہر آلود نظر آبان اور راحیل خان پر ڈالتے اپنے ہاتھ میں موجود فائل اوپن کی۔ فائل کھولتے جیسے ان کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی۔ وہ کاغذ پر لکھی ایک ایک سطر کو جیسے جیسے پڑھ رہے تھے ویسے ویسے ان کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھل رہی تھیں!! یہ ایک ڈی این اے رپورٹ تھی۔ جو کہ حنان لغاری اور ان کے اپنے نام پر تھی۔۔ وہاں کھڑے ہر شخص کی نظر انہی پر تھی۔ اور وہ سب ان کے چہرے پر آتے جاتے رنگ بخوبی دیکھ رہے تھے!! "کیا بکواس ہے یہ؟؟ حنان لغاری

رئیس لغاری کا بیٹا ہے۔اور یہ لڑ۔۔۔ فائل کو جھٹکے سے زمین پر پھینکتے رفیق خان چیختے کہ اُن کی نظر بے ساختہ ہی زمین پر موجود انسان کے اوپر گئی۔ پہلی نظر میں دیکھتے وہ اسے پہچان نہیں پائے تھے کہ یہ کون انسان ہے! لیکن اب غور کرنے پر اسے دیکھتے ان کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھلی تھیں۔وہ اس انسان کو جانتے تھے!!

"یہ۔۔یہی تو ہے حنان لغاری؟؟ تم لوگوں نے اسے قید کب کیا۔اور یہ تو وہی انسان ہے جس نے فائزہ کے ساتھ۔۔۔، کوئی مجھے بتائے گا آخر یہاں ہو کیا رہا ہے؟؟ حنان لغاری کی طرف جاتے اسے دیکھتے رفیق خان پھر سے چیخے تھے۔ یہ بات تو سب ہی جانتے تھے کہ فائزہ شاہ کا ریپ حنان لغاری نے کیا ہے!!"خیال کیجئے گا انکل، میری بیوی کا دوبارہ نام مت لیجئے گا۔مجھے غصّہ آتے دیر نہیں لگتی۔اور یقین کریں غصے میں، میں اپنے سے بڑے کو بھی نہیں دیکھتا۔۔ کسی کے بھی کچھ بولنے سے پہلے حدائق شاہ نہایت سرد اٹل لہجے میں انہیں سختی سے وارن کر گیا تھا۔ اسے زہر سے زیادہ بری لگی تھی رفیق خان کی یہ بات!! رفیق خان نے ایک نظر خاموشی سے حدائق شاہ کو دیکھا۔جو چھوٹا ہوتے بھی ان کی بولتی بند کروا گیا تھا۔۔

"تو بات یہ ہے چاچو کہ اس وقت آپ کے سامنے آپ کے دونوں بیٹے کھڑے ہیں!! جو کہ یہاں کھڑے ہر انسان کو اندازہ ہے کہ آپ کی ہی اولاد ہیں یہ دونوں!! آبان خان بات شروع کرتے چند لمحوں کے لیے خاموش ہوا۔ "جس کا جیتا جاگتا ثبوت یہ ڈی این اے رپورٹ ہے! حدائق شاہ نے زمین سے رپورٹس اٹھاتے واپس سے اپنے ہاتھ میں پکڑتے کہا۔۔ "کیا بکواس کر رہے ہو تم سب! تم لوگوں کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے!! رفیق خان نے ان سب سے اپنی نظریں چراتے حنان لغاری کو دیکھتے کہا۔ جو بات ان کے دل میں آ رہی تھی وہ انہیں سب سے نظریں چرانے پر مجبور کر رہی تھی!! "ہمیں غلط فہمی نہیں ہوئی! غلط فہمی میں آپ تھے اور وہ بھی پچھلے پورے چھبیس سے ستائیس سالوں سے!! ہم نے تو بس آج کچھ پرانی باتوں پر تحقیق کرتے آپ کی اصلیت کو پتہ لگوایا ہے!! جواب سنجیدگی سے حدائق شاہ کی طرف سے آیا تھا۔ اس سارے معاملے کی تہہ تک وہی پہنچا تھا۔۔ حنان لغاری بھی زمین پر بے سدھ پڑا خاموشی اور حیرانی سے ان سب کی باتیں سن رہا تھا۔۔ کچھ بھّی بولنے کے لیے اس کے حلق میں آواز نہیں تھی!!

ستائیس سال پہلے جس بچے کی آپ کو خبر ملی تھی کہ وہ مر چکا ہے دراصل میں وہ مرا نہیں تھا۔ آپ کو دھوکا دیا گیا تھا آپ کی ہی ناجائز بیوی کے ہاتھوں!! حدائق شاہ !!نے اسی سنجیدگی کے ساتھ آگے بات جاری رکھی

)ماضی!!)ستائیس سال پہلے

یہ بھی ایک عام ہی دن تھا۔ ہر انسان روزمرہ کے کاموں میں مگن دکھائی دیتا تھا۔ ایسے میں خان ولا کے اندر ڈھیروں خوشیوں کا سماع تھا۔ یہ جمعے کا دن تھا اور آج کے دن سب کو خان ولا کے سب سے چھوٹے سپوت یعنی کہ رفیق خان کی طرف سے خوشخبری ملی تھی۔ ان کے ہاں اولاد ہونے جا رہی تھی۔۔ ہر کوئی خوش تھا سوائے اس کے جس کی اولاد تھی۔ اس وقت سب لوگ ہسپتال میں موجود تھے! اندر عالیہ خان جو رفیق خان کی اہلیہ اور راحیل خان کی والدہ تھی اُن کا آپریشن چل رہا تھا۔ ڈاکٹرز نے پہلے ہی ان لوگوں کو خبر دی تھی کہ اولاد بیٹا ہے! اسی لیے سب کے چہروں پر خوشی دوگنی تھی۔ یہ خان ولا کا تیسرا چشم وچراغ آنے والا تھا۔۔ رفیق

خان ہسپتال کے کاریڈور میں سنجیدگی سے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے تھے! آج کے دن صرف ان کے ایک ہی بیٹے کی پیدائش نہیں ہو رہی تھی!! ان کی یونیورسٹی کی ایک لڑکی جس کے ساتھ شادی شدہ ہونے کے باوجود بھی ان کے ناجائز تعلقات تھے اس کے ہاں بھی آج کے دن ہی اولاد ہونے والی تھی۔۔ نو مہینے پہلے ہوئی غلطی کا خمیازہ وہ آج بھگت رہے تھے! اور سب سے بڑی بات کہ انہیں اچھی طرح اس بات کا اندازہ بھی تھا کہ وہ عورت جس کے ساتھ جذبات کی رو میں بہکتے کبھی انہوں نے تین سے چار مرتبہ ہی ناجائز رشتہِ قائم کیا تھا آج وہ انہی کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔۔ اور اس بات کا علم انہیں پہلے سے تھا لیکن پھر بھی انہوں نے اسے چھوڑ دیا تھا۔۔ عائشہ کو ابھی ہی انہوں نے یہاں کسی اور مرد کے ساتھ دیکھا تھا۔۔ اس کے ہاں بھی بچہ ہونے والا تھا۔ آج نہیں تو کل کسی بھی وقت ان کی اولاد اس دنیا میں آسکتی تھی۔۔ نو مہینے پہلے رات کے اندھیرے میں رنگ رلیاں منانے کے بعد وہ بھول ہی گئے تھے کہ اس دنیا میں کوئی عائشہ نامی عورت بھی ہے! لیکن آج اچانک وہ عورت پھر سے ان کے سامنے آگئی تھی۔۔

عائشہ وہی عورت تھی جو وقتی طور پر اس انسان کی باتوں میں آکر اپنی زندگی برباد" کر بیٹھی تھی۔ رفیق خان تو اس کے جسم پر اپنی چھاپ چھوڑتے اس کے پیٹ میں اپنی اولاد ڈالتے چلا گیا تھا۔۔ لیکن وہ بے یار و مددگار ہو گئی تھیں۔ پریگننسی کے بارے میں پتہ چلنے پر وہ ابورشن کروانا چاہتی تھیں تاکہ اس بچے سے جان چھوٹ سکے! لیکن یہ بھی ممکن نہ ہو سکا۔ کیونکہ ڈاکٹرز نے انہیں پہلے ہی وارن کر دیا تھا کہ بچہ اور وہ خود حد سے زیادہ کمزور ہیں! ایسے میں ابارشن سے بچہ تو جائے گا ہی ساتھ میں ان کی جان کو بھی خطرہ ہو سکتا تھا۔۔ تھک ہار کر وہ بلآخر ایک نتیجے پر پہنچی! اور وہ نتیجہ تھا اس بچے کو اس دنیا میں لانے کا۔ اور اس چیز کے لیے سب سے زیادہ انہیں جس انسان نے فورس کیا تھا وہ تھے رئیس لغاری!! رئیس لغاری وہ واحد انسان تھے جو ہر ایک بات سے واقف تھے! انہیں عائشہ سے حد درجہ عشق تھا۔ رفیق خان اور عائشہ کے بارے میں سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ عائشہ کا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھے!! ابھی بھی اس وقت میں جب عائشہ کے اپنے گھر والوں نے بھی اسے بے آسرہ کر دیا تھا ایسے میں وہی تھے جو ایموشنلی اور مالی طور پر اس کی مدد کر رہے

تھے ! بار بار ہسپتال کے چکر لگانے، اس کے لیے ایک الگ گھر کا انتظام کرنا، اس کے کھانے پینے غرض کہ سب کچھ بغیر کسی غرض کے اس کے لیے رئیس لغاری ہی دیکھ رہے تھے ! ! وہ تو اس سے نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن عائشہ تھی جو ماننے کو تیار ہی نہیں تھی۔۔پریگننسی کے دو مہینوں تک ہر طرح سے رئیس خان نے اس کا خیال رکھا تھا۔ لیکن اب اس کی بس ہو گئی تھی۔ کب تک وہ بغیر کسی رشتے کے اس کے ساتھ رہتے ؟؟ اسی لیے آج کے دن انہوں نے پکا ارادہ کر لیا تھا کہ کسی نہ کسی طرح عائشہ کو نکاح کے لیے منا کے ہی رہے گیں ! ! اپنے ساتھ گھر جاتے ہوئے وہ مولوی کو بھی ساتھ ہی لیے گئے تھے ! حالانکہ ابھی وہ جانتے نہیں تھے کہ وہ عائشہ کو اس نکاح کے لیے رضامند کر پائے گیں بھی یا نہیں ! ! لیکن گھر پہنچتے بہت مشکل سے انہوں نے جیسے تیسے کرتے اسے نکاح کے لیے راضی کر ہی لیا تھا۔ اور ساتھ ایک وعدہ بھی لیا تھا کہ یہ بچہ جو اس دنیا میں آنے والا ہے اس کی نا صرف ہر قسم کی زمیداری اٹھائے گیں بلکہ اُسے اپنا نام بھی دے گیں ! اور اسی وعدے کی بنیاد پر عائشہ اس نکاح کے لیے راضی بھی ہو گئی تھی۔ آخر کیسے وہ اس بچے کو اکیلے پالتی ؟

معاشرے کی باتوں سے بچنے کے لیے اسے اس بچے کے لیے باپ کے نام کی ضرورت تھی۔ جو اس وقت اسے رئیس لغاری سے بہتر کوئی نہیں لگا تھا۔ اس کے پاس انکار کا کوئی جواز نہیں بچا تھا۔۔ رفیق خان کے لیے اسکے دل میں ایک نفرت سی پل رہی تھی جو اسے بیچ راہ میں تنہا اور بے آسرا چھوڑتے چلا گیا تھا۔ نکاح ہو چکا تھا۔ عائشہ رئیس لغاری بن چکی تھی۔ اور اس بے نام بچے کو بھی ایک نام مل گیا تھا۔ رئیس لغاری کا نام!! یہ نو مہینے ان لوگوں کے آپس میں بہت اچھے گزرے تھے! ہر دکھ سکھ میں رئیس لغاری عائشہ کے ساتھ کھڑا تھا بلکل ایک سایہ دار درخت کی طرح!! اور پھر آج آخر کار وہ دن بھی آ ہی گیا تھا جب عائشہ کا بچہ اس دنیا میں آنے والا تھا۔ اور آج کے دن ہی ہسپتال میں دور سے ہی رفیق خان اور اس کا سامنا ہوا تھا۔۔ کیونکہ آج کا ہی وہ دن تھا جب رفیق خان کے اپنے یہاں بھی اولاد ہونے والی تھی۔۔

کیاہواتم پریشان دکھ رہے ہو؟؟رفیق خان کوایک طرف خاموشی سے کھڑے دیکھ داجان نے اس کے پاس آتے پوچھا۔۔اندر عالیہ بیگم کا آپریشن چل رہا تھا۔ کبھی بھی خدا کہ نعمت ان لوگوں کے ہاتھ میں آسکتی تھی۔ لیکن اس کے باوجود بھی دا جان کو رفیق خان کے چہرے پر وہ مسکراہٹ نہیں دکھ رہی تھی!! "کچھ نہیں بابا۔۔بس پریشان ہوں کہ کچھ ہونا جائے کسی کو۔دل بیٹھا جارہاہے میرا۔۔رفیق خان نے پریشانی سے ان کی طرف دیکھتے کہا۔ دیوار سے ٹیک وہ ہٹا گئے تھے!! "ہمت رکھو۔ ڈاکٹر نے کہا ہے بچہ اور ماں دونوں صحت مند ہیں کچھ نہیں ہو گا اسے۔دعا کرو تم بس!!اس کا بازو تھپکتے داجان نے جیسے اسے تسلی دینی چاہی۔کہتے ساتھ ہی وہ وہاں رکھی کرسی پر بیٹھ گئے تھے!!حالانکہ بات کچھ اور تھی۔عائشہ کو آج اتنے عرصے بعد اپنے سامنے دیکھتے نجانے کیوں ان کے دل میں اس سے بات کرنے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔۔وہ جانتے تھے کہ عائشہ ان کے بچے کی ماں بننے والی ہے!!اپنے دماغ میں کچھ سوچتے وہ کسی طرح ایک مرتبہ یہاں سے جانا چاہتے تھے!!تب انہیں معلوم نہیں تھا کہ رئیس لغاری کون ہے!! "بابا میں آتا ہوں!

ایک نظر داجی کی طرف دیکھ کر کہتے بلآخر ایک فیصلے پر پہنچ کر کہتے رفیق خان نے اپنے قدم آگے کی جانب لیے۔ جہاں وہ دونوں گئے تھے!!

آگے کو طرف جاتے رفیق خان نے اپنی نظریں اِدھر اُدھر دوڑائیں۔ ان کی نظریں یونہی دونوں کو تلاش کر رہی تھیں کہ ایک طرف وارڈ کے پاس سے گزرتے انہیں عائشہ کے گرد حصار بنائے کھڑے رئیس لغاری نظر آئے جو عائشہ کے ساتھ کھڑے سامنے کھڑی ڈاکٹر سے کوئی بات کر رہے تھے!! تجسس سے رئیس لغاری کو دیکھتے رفیق خان نے اپنے قدم ان دونوں کی جانب بڑھائے۔ ہیلو!! ان دونوں کی طرف جاتے زبردستی کا مسکراتے رفیق خان نے ہاتھ ہلایا۔ وہ دونوں بے ساختہ ہی ان کی طرف متوجہ ہوئے تھے! اور اپنے سامنے اتنے عرصے بعد رفیق خان کو دیکھتے عائشہ کی حالت ایسے تھی جیسے کاٹو تو بدن میں لہو نہیں!! جبکہ رئیس لغاری کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ غصّہ جیسے اچانک ہی ان پر غالب آیا تھا۔ وہ رفیق خان کو بہت اچھے سے جانتے تھے! "تم گھٹیا انسان تم یہاں کیا کر رہے ہو!! تیز تیز

سانس لیے عائشہ نفرت آمیز لہجے میں پھنکاری تھی۔اسے اپنے سامنے دیکھتے اس کی سانسیں رفتار سے زیادہ چلنے لگی تھی۔اور یہ غصے کا اثر تھا۔۔"اپنی بیوی کے ساتھ آیا ہوں!تم یہاں کیا کر رہی ہو؟لگتا ہے کوئی نیا عاشق ہے تمھارا؟بتایا نہیں تم نے اسے کہ بچہ کس کا ہے؟بغیر برا منائے اس کی بات کا جواب دیتے رفیق خان نے آخر میں طنزیہ سے انداز میں کہا۔انہیں نجانے کیوں عائشہ کو اس طرح کسی اور کے ساتھ دیکھ کر انتہائی زہر لگا تھا۔۔"بکواس بند کرو یہ بچہ اب میرا ہے!شوہر ہوں میں اس کا!!اور اپنی بیوی کے خلاف ایک لفظ نہیں سنوں گا میں!!رئیس خان نے غصے سے آگے بڑھتے ایک زوردار مکا ان کے منہ پر مارا۔انہیں دیکھ کر وہ جیسے اپنے آپا کھو بیٹھے تھے!!رفیق خان بے ساختہ ہی لڑکھڑاتے دو قدم پیچھے کو ہوئے!!"مجھے چاہیے بھی نہیں یہ ناجائز اولاد۔تم ہی رکھو تو بہتر ہے!اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے رفیق خان نے زہر آلود لہجے میں کہا۔یہ سنتے کہ عائشہ نے شادی کر لی ہے ان کے تن بدن میں غصے کے شرارے سے دوڑنے لگے تھے!!"چلے جاؤ یہاں سے غلیظ انسان۔جو بچہ ابھی ایک اس دنیا میں آیا بھی نہیں اس کے بارے میں بھی

تم اتنا گھٹیا لفظ کیسے استعمال کر سکتے ہو!! رئیس خان انہیں گریبان سے پکڑتے پیچھے کو دھکا دیتے چیخے تھے! جس طرح پریگننسی میں انہوں نے عائشہ کا خیال رکھا تھا انہیں اس کے ساتھ ساتھ یہ بچہ بھی بے حد عزیز ہونے لگا تھا۔۔"جا رہا ہوں میں۔اور تم اسی قابل ہو کہ دوسروں کے ناجائز بچے ہی سنبھالتی پھرو!! راتیں تم نے میرے ساتھ گزاری ہیں اور شادی تم نے اس سے کر لی واہ!! رئیس لغاری کو کہتے رفیق خان نے آخر میں انگلی اٹھا کر عائشہ کی طرف دیکھتے طنزیہ سے انداز میں کہا۔"رفیق خان!! اپنے پیچھے سے داجان کی چنگاڑھتی ہوئی آواز سنتے رفیق خان کی چلتی زبان کو بریک لگی۔ان کے چہرے کا رنگ اچانک ہی تبدیل ہوا تھا۔۔"لے جائیں اپنے گھٹیا بیٹے کو! دماغ خراب کر دیا ہے اس نے ہمارا۔رئیس لغاری نے آگے بڑھتے داجان کی طرف دیکھتے نہایت سرد لہجے میں کہا۔۔داجان نے قہر آلود نظروں سے رفیق خان کو گھورتے اپنے قدم آگے اس کی جانب لیے جس نے ابھی تک رخ بھی نہیں بدلا تھا۔چلو یہاں سے!! رفیق خان کو بازو سے پکڑتے داجان نے واپس سے پیچھے کو اپنے قدم لیے!!"بابا میری بات۔۔۔رفیق خان ابھی اپنی

صفائی میں کچھ بولتے کہ پہلے ہی داجان سختی سے ان کی بات کاٹ گئے تھے !"بعد میں بات کرے گیں ہم اس بارے میں ! فلحال تمھارا بیٹا پیدا ہوا ہے چل کر اسے دیکھو ! ! سختی سے کہتے داجان اسے اپنے ساتھ لیے آگے کی جانب بڑھے ! پیچھے ان کی یہ بات عائشہ رئیس خان نے بھی بخوبی سنی تھی۔ دوسرے لمحے وہ دونوں بھی ! !اس سے نظریں ہٹاتے واپس سے ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوئے

اپی: 67

داجان رفیق خان کو بازو سے تھامتے کاریڈور کی طرف لائے جہاں سب کھڑے تھے ! ان وقتوں میں شاہ ولا کے لوگوں سے بھی خان ولا والوں کی اچھی خاصی بنتی تھی۔ ہر دکھ سکھ میں سب سے پہلے یہی لوگ ان کے ساتھ کھڑے ہوتے تھے ! بلکل ایسے ہی آج بھی سب رفیق خان کے ہاں اولاد کی خبر سنتے ہسپتال میں ہی موجود تھے ! ! اپنا منہ بند رکھنا اور یہ خبر کسی اور تک نہ جائے ! داجان نے کاریڈور کی طرف بڑھتے انہیں سختی سے تنبیہ کی۔ جو کچھ آج انہیں رفیق خان کے منہ سے

سننے کو ملا تھا ان کا بس نہیں تھا کہ اس کے سینے میں اپنی پستول کی ساری گولیاں اُتار دیں! لیکن وہ مجبور تھے صرف اور صرف عالیہ بیگم اور ابھی ان کے ہاں ہونے والی اولاد کی خاطر!! "میں تو نہیں بتاؤں گا بابا لیکن پلیز آپ بھی مت بتایئے گا۔ کسی خدشے کے احساس سے رفیق خان نے ڈرتے ڈرتے انہیں منع کیا۔ سب کے سامنے ان کی ایک امیج بنی ہوئی تھی جو کہ وہ بلکل بھی خراب نہیں کرنا چاہتے تھے!! "میں نے بتانا ہوتا تو تمھیں وہاں سے چپ چاپ لانے کی بجائے وہیں کھڑے ہو کر تمھارا منہ تھپڑوں سے لال کر دیتا۔۔ داجان نے اس کی عقل پر ماتم کرتے کہا۔ ایک تو وہ اسے بچا رہے تھے اور اوپر سے وہ انہی پر شک کر رہا تھا۔۔ رفیق خان اپنے دل میں شکر ادا کرتے آگے بڑھے جہاں ڈاکٹر دلشاد خان کے پاس کھڑی انہیں کچھ ہدایات دے رہی تھی۔ وہ انہیں کچھ دوائیاں لانے کو کہہ رہی تھی!! "مبارک ہو رفیق! خدا نے تمھیں بھی نعمت سے نوازا ہے!! برہان خان نے آگے بڑھتے رفیق خان سے گلے لگتے انہیں خوشدلی سے مبارک باد دی! شکریہ بھائی! لا کر نہیں دکھایا ڈاکٹرز نے اسے؟؟ رفیق خان نے بھی ہلکا سا مسکراتے ان سے

پوچھا۔ "ابھی اسے سانس لینے میں کچھ مشکل ہو رہی ہے اس لیے رسپائریٹر پر رکھا گیا ہے! دعا کرو ہو جائے گا ٹھیک انشاء اللہ!! جواب سنجیدگی سے دلشاد خان کی طرف سے آیا تھا۔ ڈاکٹر ابھی کھڑی انہیں یہی بتا رہی تھی!! جو کہ ابھی رفیق خان کی بات سنتے اس کی پیٹھ تھپکتے وہ ان کے گوش گزار بھی کر چکے تھے! "زیادہ مسئلہ تو نہیں ہے؟ پہلے تو سب کہہ رہے تھے کہ سب کچھ ٹھیک ہے! کوئی کمپلیکیشن نہیں ہو گی!! پریشانی سے پیچھے کی طرف مڑتے انہوں نے دلشاد خان سے پوچھا۔ "ہو جاتا ہے یہ سب بچوں میں بہت عام سی بات ہے! تمہیں یاد ہو تو آبان کی باری میں بھی ایسے ہی ہوا تھا۔ تو پریشان مت ہو تم۔ شام تک ہمیں بچے سے ملوا دے گیں ڈاکٹرز!! ان کا بازو تھپکتے دلشاد خان نے ہلکے پھلکے سے انداز میں کہتے ان کی پریشانی دور کرنی چاہی!! رفیق خان نے بھی اچھا کی صورت میں سر ہلا دیا تھا۔ ان کے دل میں یہی دعا چل رہی تھی کہ بچہ سہی سلامت ہو! کیونکہ ان کی بیوی کو اس بچے سے کتنی محبت ہے وہ بہت اچھے سے جانتے تھے! وہ عورت تو اس بچے کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس کی باتیں کرتے کرتے نہیں تھکتی تھی۔ دن رات وہ اپنی پہلی اولاد

کے دنیا میں آنے کا انتظار کرتی رہی تھی۔ اور اب صبر کا پھل ملا ہی تھا تو وہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ کبھی ان کے ہاتھ سے چھوٹے ! اسی لیے خصوصی طور پر ان کی دعا تھی کہ بچہ سہی سلامت ہو۔ آگے کی طرف جاتے رفیق خان وہاں رکھی کرسی پر بیٹھے ! اب تو بس وہ لوگ انتظار ہی کر سکتے تھے !!

عائشہ کو آئی سی یو میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔ اس کے ہاں بھی اولاد کسی بھی وقت ہو سکتی تھی۔۔ رئیس لغاری باہر کاریڈور میں بیٹھے مسلسل اندر موجود اپنی بیوی اور بچے کے لیے دعا گو تھے ! ان کا پریشان ہونا بنتا بھی تھا۔ کیونکہ بہت ایفرٹس تھیں ان کی اس بچے پر ! بغیر کسی غرض کے صرف محبت کی خاطر انہوں نے اپنی میل ایگو کی قربانی دیتے سب کچھ جانتے بوجھتے بھی نا صرف عائشہ کو اپنایا تھا بلکہ اس بے نام ناجائز بچے کو بھی اپنا نام دیا تھا۔۔ ان کے دل میں ایک لمحے کے لیے بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ یہ کسی اور کا بچہ ہے ! بلکہ اب تو ان کے دل میں اس بچے کے لیے ایک انسیت سی پیدا ہو گئی تھی۔ ابھی تک تو انہیں معلوم بھی نہیں تھا کہ پیدا ہونے

والا بیٹا ہے یا بیٹی ! لیکن خدا انہیں جس بھی نعمت سے نوازتا ہر صورت میں انہوں نے خدا کا شکر ہی ادا کرنا تھا۔۔ اندر سے ڈاکٹر کو باہر نکلتے دیکھ رئیس خان سیکنڈ سے پہلے کرسی سے کھڑے ہوئے ! ان کی نظروں میں حد درجہ بے چینی تھی !! "مبارک ہو آپ کو بیٹا ہوا ہے !! مسکرا کر پروفیشنل لہجے میں کہتے ڈاکٹر جیسے ان کی جان میں جان لے آئی تھی۔ بے ساختہ ہی ان کے چہرے پر خوبصورت سی مسکراہٹ نمودار ہوئی !! ڈاکٹر میری بیوی کیسی ہے؟ اور بچہ تو ٹھیک ہے نہ؟؟ دل میں خدا کا ڈھیروں شکر ادا کرتے انہوں نے مسکراتے ہوئے عائشہ اور ہونے والے بچے کے بارے میں پوچھا۔ "جی جی دونوں بلکل ٹھیک ہیں ! ہم انہیں وارڈ میں شفٹ کر رہے ہیں آپ مل لیجئے گا۔۔ پروفیشنل لہجے میں کہتے ڈاکٹر نے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے ! ان کا کام ختم ہو گیا تھا۔۔ عائشہ لغاری کی نارمل ڈیلیوری تھی۔ بغیر کسی قسم کے مسئلے کے رفیق خان کی ایک اور اولاد دنیا میں قدم رکھ چکی تھی۔ لیکن بد قسمتی سے اس کے نام کے ساتھ ایک ٹیگ لگ چکا تھا اور وہ تھا ناجائز

لفظ کا ٹیگ!! جس نے شاید ساری زندگی کسی اور کے گلے کا پھندہ بن کر رہ جانا تھا۔۔

رئیس خان مسکراتے آہستہ سے وارڈ روم کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔اس سے پہلے وہ ڈھیروں پیسے صدقے کے لیے دے کر آئے تھے! ان کے چہرے پر بلکل باپ بننے کی خوشی تھی۔ غرض کہ وہ ہر طرح سے اس بچے کو اپنی اولاد تسلیم کر چکے تھے!! عائشہ کو وارڈ روم میں شفٹ کر دیا تھا۔ وہ اس وقت بلکل ٹھیک ٹھاک معلوم ہوتی تھی!!" کس سوچ میں گم ہو!! رئیس خان نے مسکرا کر کہتے اپنے قدم اس کی جانب لیے جو بیڈ پر بیٹھی کسی گہری سوچ کا شکار تھی۔اس کی نظریں مستقل کسی غیر مرئی نکتے کو گھور رہی تھیں!! رئیس لغاری کی بات سنتے بے ساختہ ہی وہ ہوش میں آتے ان کی طرف متوجہ ہوئی جو اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ رہے تھے! بچے کو اس وقت چلڈرن وارڈ میں کچھ دیر انڈر اوبسرویشن رکھا گیا تھا۔ ابھی ان دونوں میں سے کسی نے بھی بچے کو دیکھا نہیں تھا۔" کہیں نہیں بس ایسے ہی!!

کندھے اُچکاتے اس نے خود کو نارمل کرتے جواب دیا۔ "رفیق کے بارے میں سوچ رہی ہو نہ تم؟؟ نجانے کس خدشے کے احساس نے رئیس لغاری نے اس سے یہ سوال کیا تھا۔ شاید وہ اس کے دل کا حال پڑھنا بہت اچھے سے جانتے تھے!! اور بے ساختہ ہی عائشہ لغاری نے اس سے بری طرح نظریں چرائی۔ وہ رئیس لغاری سے جھوٹ نہیں بول سکتی تھی۔ یہ شخص اس کی آنکھیں بہت اچھے سے پڑھ لیتا تھا۔اس لیے جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔۔ وہ بغیر کوئی جواب دیے بس خاموشی سے اپنی نظریں چرا رہی تھی!! رئیس خان نے اسے اب نظریں چراتے دیکھ سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ "بیٹا ہوا ہے اس کے ہاں بھی! پورے ہسپتال میں مٹھائیاں بانٹی جا رہی ہیں! ساتھ میں دعاؤں کا بھی کہا جا رہا ہے کیونکہ اسے سانس لینے میں مشکل آ رہی ہے! اپنی زندگی میں بہت خوش ہے وہ۔ تم مت سوچا کرو اس کے بارے میں!! سنجیدگی سے کہتے رئیس لغاری سے بہت نرمی سے اس کے گرد اپنا حصار بنایا۔ انہیں برا تو بہت لگا تھا لیکن ابھی کے لیے وہ عائشہ کو کچھ کہہ نہیں سکتے تھے! "مجھے اس کا بیٹا دیکھنا ہے رئیس! صرف ایک نظر۔ میرے بیٹے کو وہ

میرے ہی منہ پر ناجائز بول کر گیا ہے میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں کہ آخر اس کا جائز بیٹا کس طرح کا ہے!! رئیس لغاری کے سینے پر سر ٹکا کر دھیمے سے بولتے وہ انہیں جبڑے بھینچنے پر مجبور کر گئی تھی۔ جتنا وہ چاہ رہے تھے کہ یہاں رفیق خان کا ذکر نہ ہو اتنا ہی یہاں رفیق خان کو بیچ میں لایا جا رہا تھا۔ "تم بس اپنے بیٹے پر دھیان دو۔ چھوڑو سب کچھ! ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کسی کی بھی اولاد کو دیکھنے کی!! خود پر ضبط کرتے اس نے ابھی بھی نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔ "آپ کو میری قسم ہے رئیس صرف ایک مرتبہ میں دیکھوں گی بس۔ آپ چاہیں تو نرس میرے ساتھ جائے گی اور اسی کے ساتھ واپس آجاؤں گی میں! لیکن پلیز انکار مت کیجئے گا۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتے عائشہ نے ایک مرتبہ پھر منت بھرے انداز میں کہا۔ وہ کسی بھی طرح ایک مرتبہ رفیق خان کے بیٹے کو دیکھنا چاہتی تھی!! رئیس لغاری نے بے بسی سے اسے دیکھا جو اپنی قسم دیتے ہمیشہ اس سے جائز ناجائز ساری باتیں منوا لیا کرتی تھی!! "چلڈرن وارڈ میں ہے وہ ابھی! خیال سے نرس کے سہارے چل کر جانا۔ اور پانچ منٹ میں دیکھ کر واپس آؤ۔ تب تک میں ایک ضروری کال کر

لوں!! اور خیال کرنا رفیق یا اس کے گھر والوں میں کوئی بھی تمھیں نا دیکھے!! سنجیدگی سے اسے ہدایت دیتے رئیس لغاری بیڈ سے کھڑے ہوئے! وہ بے بسی سے اسے اجازت دے ہی گئے تھے!! "کوئی بھی نہیں دیکھے گا۔ میں بس ایک جھلک دیکھ کر آجاؤں گی۔ مسکرا کر کہتے عائشہ دل میں ڈھیروں شکر ادا کر رہی تھی۔۔ رئیس لغاری نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے باہر سے نرس کو بلایا تاکہ وہ آتے عائشہ کو بچے سے ملوانے لے کر جا سکے!! انہیں صرف پانچ منٹ کے اندر واپس لے کر جاؤ اور واپس بھی اسی ٹائم کے اندر آنا ہے!! پانچ منٹ!! وارڈ میں آتی نرس کو سختی سے ہدایت دیتے رئیس لغاری نے اپنے قدم وارڈ سے باہر کی جانب لیے۔ اسے کوئی ضروری کال کرنی تھی!! پیچھے عائشہ نے مسکراتے ہوئے ان کی پشت کی دیکھا۔ لیکن اس کے غائب ہوتے ہی یہ مسکراہٹ بھی ایک خطرناک مسکراہٹ میں تبدیل ہو چکی تھی۔ انتہائی خطرناک مسکراہٹ!! آئیں میڈم! نرس نے آگے بڑھتے عائشہ کو ہاتھ سے پکڑتے احتیاط سے کھڑا کیا۔ تین سے چار گھنٹوں پہلے اس عورت نے ایک بچے کو جنم دیا تھا۔ لیکن سکون اسے ابھی بھی نہیں تھا۔ بے ساختہ

ہی نرس نے دل میں یہ بات سوچی!! عائشہ بھی نرس کا سہارا لیتے آہستہ سے بیڈ سے کھڑی ہوئی۔ لاکھ نارمل ڈیلیوری سہی لیکن ابھی اسے چلنے پھرنے میں مشکل آرہی تھی!! دھیمے دھیمے سے قدم اٹھاتے نرس کے ہمراہ ہی عائشہ وارڈ سے باہر نکلتے چلڈرن آفس کی طرف بڑھی۔اس کا اپنا بیٹا بھی وہیں پر تھا۔

عالیہ خان نے دھیرے دھیرے کرتے اپنی آنکھیں کھولی! انہیں ابھی ہی ہوش آیا تھا۔ان کی ڈیلیوری میں تھوڑی بہت مشکلات تھیں اسی لیے ڈاکٹرز کی آپریشن کرنا پڑا تھا۔۔ بچہ بھی بے حد کمزور تھا اور اسے سانس لینے میں مشکل آرہی تھی تبھی اسے ابھی تک رسپائریٹر پر رکھا گیا تھا۔گھر والوں میں سے کسی نے بھی ابھی تک بچے کو نہیں دیکھا تھا۔رفیق خان ہی اس کے پاس ہی بیڈ کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھے تھے اسے آنکھیں کھولتے دیکھ وہ فکر مندی سے کھڑے ہوتے اس پر جھکے! "تم ٹھیک ہو؟؟ اس کے ماتھے پر بوسا دیتے رفیق خان نے فکر مندی سے پوچھا۔۔ "ہمارا بچہ کہاں ہے؟ ملے ہیں آپ اس سے؟؟ کیسا ہے وہ؟؟ ہلکا سا مسکراتے بہت مشکل سے

بولتے وہ ایک ساتھ ہی کئی سوال داغ گئی تھیں۔انہیں اپنی طبیعت کی فکر نہیں تھی ان کا بچہ ان کے سامنے آجاتا بس یہی کافی تھا ان کے لیے! رفیق خان نے بے بسی سے اپنے ہونٹ کاٹے! بچے کو دیکھنے کا تو ان کا بھی بہت دل تھا۔لیکن فلحال وہ سب مجبور تھے!! ہاں ٹھیک ہے وہ دیکھا ہے ہم سب نے! ابھی ڈاکٹرز اسے لے کر گئے ہیں مزید چیک اپ کرنے۔دے جائے گیں تھوڑی دیر تک تمہارے پاس!! پیچھے ہو کر ان کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھتے رفیق خان نے مسکراتے ہوئے صفائی سے جھوٹ بولا۔اسے سچ بتا کر وہ ٹینشن میں نہیں ڈالنا چاہتے تھے!! عالیہ بیگم نے مسکراتے اچھا کی صورت سر ہلایا۔ماں بننے کا احساس کس قدر خوبصورت تھا کوئی اس سے پوچھتا۔راتوں کو جاگ جاگ کر اس نے اس بچے کے آنے کا انتظار کیا تھا۔جو آج اپنا نصیب لیتے اس دنیا میں پہنچ ہی گیا تھا۔۔

عائشہ دھیرے دھیرے نرس کے ہمراہ چلتے چلڈرن وارڈ کی طرف آئی۔اس کا چہرہ بلکل سپاٹ ہو چکا تھا۔جبکہ دماغ مسلسل مختلف قسم کی باتوں میں الجھا ہوا تھا۔اس

کے دماغ میں رفیق خان کی وہ باتیں چل رہی تھیں جب وہ اسے ناجائز بچے کا طعنہ دے کر گیا تھا۔۔ یہ طعنہ اس کے لیے کسی گالی سے کم نہیں تھا۔ وہ تو پہلے ہی رفیق خان سے اتنی نفرت کرتی تھی کہ موقع ملتے ہی اسے جان سے مار دیتی۔ اوپر سے رہی سہی کسر آج وہ انسان اس کی اولاد کے بارے میں بول کر پوری کر گیا تھا۔۔

"رفیق خان میں تمھیں بتاؤں گی کہ ناجائز اولاد کہتے کسے ہیں!! پختہ ارادے کے ساتھ سوچتے عائشہ چلڈرن وارڈ میں داخل ہوئی!! یہاں کوئی ایک بچہ نہیں تھا۔ ڈھیروں بچے تھے جو یہاں موجود تھے! نرس کو پہلے ہی ہدایات رئیس لغاری نے دے دی تھی۔ اسی لیے وہ سیدھا عائشہ کو رفیق خان اور عالیہ خان کی اولاد کے پاس ہی لے کر آئی تھی!! عائشہ نے ایک سپاٹ سی نظر اس بچے پر ڈالی۔ جسے مصنوعی آکسیجن لگائی گئی تھی۔ دیکھنے سے بھی یہ بچہ بہت کمزور معلوم ہوتا تھا۔۔ "بات سنو! اس ہسپتال میں تو روز کی تعداد میں ڈھیروں بچے پیدا ہوتے ہونگے!! سامنے موجود بچے پر ہی نظریں جمائے عائشہ نے اپنے ساتھ کھڑی نرس سے پوچھا۔۔ "جی بلکل ایسا ہی ہے!! نرس نے ناسمجھی سے جواب دیا تھا۔ "پھر تو روز ہی ڈھیروں بچے

مرتے بھی ہونگے!! وہی سامنے بچے پر نظریں جمائے وہ بات نرس سے کر رہی تھی!! "زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں ہے! کبھی کوئی بھی نہیں مرتا اور کبھی بہت سی اموات ہو جاتی ہیں! یہ روز کا معمول ہے! نرس اسے جواب تو دے رہی تھی لیکن اسے اس کی بات کا مقصد اسے سمجھ میں نہیں آیا تھا۔۔ "ہمم آج کوئی موت ہوئی ہے؟ کسی ایسے بچے کی جس کے لواحقین لاش بھی تم لوگوں کو دے گئے ہو! نجانے کوڈورڈز میں یہ لڑکی نرس سے کیا پوچھنا چاہ رہی تھی!! "موت تو ہوئی ہیں بہت سی لیکن بچے کوئی بھلا ہمیں کیوں دینے لگا۔۔ نرس مسلسل ناسمجھی سے ہی اس کی بات کے جوابات دے رہی تھی۔ وہ ابھی بھی اس کی بات کا مقصد نہیں سمجھ پائی تھی۔ عائشہ نے ہلکا سا سائڈ سے مسکراتے خاموشی سے اپنے گلے سے ڈائمنڈ کا نیکلیس اتارتے ہاتھ میں پکڑا۔ ساتھ ہی وہ اپنے جھمکے بھی اُتار گئے تھے۔ یہ اسے رئیس لغاری نے تحفے میں دیے تھے!! "یہ لو رکھو انہیں!! فراخ دلی سے یہ جویلری عائشہ نے نرس کے ہاتھ میں تھمائی جو پھٹی پھٹی آنکھوں سے اس ڈائمنڈ کی جویلری کو دیکھ رہی تھی!! "زیادہ کچھ نہیں کرنا تم نے بس اس بچے کی جگہ کسی

مردہ بچے کو رکھ دو۔اور رفیق خان کو جا کر خبر دو کہ اس کا بچہ مر گیا ہے!! بس اتنا ہی کرو اور یہ سارا ڈائمنڈ تمھارا۔۔ میرے بچے کو اور اسے میرے وارڈ میں شفٹ کرنا بلکل مت بھولنا۔۔ بہت آہستہ سے بولتے وہ نرس کی سٹی گم کروا گئی تھی۔نرس حیرت سے کبھی اپنے ہاتھ میں موجود جویلری تو کبھی عائشہ کو دیکھتے جیسے اس کی بات پر یقین کرنے کی کوشش کر رہی تھی!! "زیادہ مت سوچو میں جانتی ہوں یہ تمہارے لیے زیادہ مشکل کام نہیں ہے! اگر کوئی بھی مسئلہ ہوا تو میں وعدہ کرتی ہوں تمہاری نوکری بچا دوں گی میں!! اب اتنی مدد کا کہہ تو رہی ہوں!! اس کی طرف دیکھتے عائشہ نے پھر سے اسے اپنی باتوں میں الجھانا چاہا۔وہ اسے اعتماد میں لینا چاہ رہی تھی۔۔ "میری نوکری کو کچھ ہوا تو میں سارا الزام تم پر ڈال دوں گی!! اور یہاں وہ چند پیسوں کے عوض اپنا ایمان بیچ گئی تھی۔یقیناً یہ اس نرس کے لیے کوئی پہلی دفعہ نہیں تھا۔ایسے ہی اور

بھی بہت عائشہ جیسی عورتیں آتے اس سے یہ کام کروا چکی ہو نگی! عائشہ کے چہرے پر مسکراہٹ گہری ہوئی۔ پیسوں کے لیے اچھے اچھے کی نیت بدل جاتی ہے

وہ جانتی تھی!! "بیشک تم یہی کرنا!! اب اپنا کام کرو۔ میں اکیلی چل کر جا سکتی ہوں!! مسکرا کر کہتے عائشہ نے دھیرے سے آگے کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ جو کام اس نے کیا تھا وہ جانتی تھی اس کے لیے رئیس لغاری کو منانا اس کے لیے مشکل کام نہیں ہے! رئیس لغاری اس کے پیار میں ایک اندھا انسان تھا۔ جو عائشہ کہہ دیتی تھی وہی اس کے لیے پتھر پر لکیر بن جاتا تھا۔ ابھی بھی عائشہ جانتی تھی کہ وہ اسے منا ہی لے گی!! دیوار کا سہارہ لیتے چلتے وہ چلڈرن وارڈ سے باہر نکلی۔ اس کے چہرے پر شاطرانہ مسکراہٹ دیدنی تھی۔ رفیق خان سے اس کا بدلہ پورا ہونے جا رہا تھا۔ جو درد اس کے اپنے چہرے پر اپنی اولاد کو ناجائز بولے جانے پر تھا۔ وہی درد وہ رفیق خان کے چہرے پر دیکھنا چاہتی تھی۔ اگر سب کچھ اس کے اپنے پلان کے مطابق ہوتا تو!! لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اس سب میں وہ ایک بچے کا بچپن، اس کی جوانی سب کچھ برباد کر بیٹھی تھی۔ اپنے بدلے کے چکر میں وہ اس بچے پر ناجائز کا ٹیگ لگوا چکی تھی۔۔

نرس اپنے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتے دھیرے دھیرے رفیق خان کی طرف بڑھی۔ جو کاریڈور میں کرسی پر ہی بیٹھے تھے!! "رفیق خان آپ ہی ہیں نہ؟ اس کے پاس جاتے نرس نے خود کے اندر ہمت پیدا کرتے کانفیڈینٹ انداز میں پوچھا۔ خود کی گھبراہٹ پر وہ قابو پا چکی تھی۔۔ جی جی میں ہی ہوں!! رفیق خان فوراً سے پہلے کرسی سے کھڑے ہوئے تھے!! "وی آر ریئلی سوری؛ ہم آپ کے بچے کو نہیں بچا سکے! آکر ڈیڈ باڈی لے جائیں اپنے بچے کی! اپنے خشک حلق کو تر کر کے کہتے وہ پورے ہسپتال کی چھت رفیق خان کے سر پر گرا گئی تھیں!! "ایسا کیسے ہو سکتا ہے ایک مرتبہ چیک کریں۔ اور ڈاکٹر کو بلائیں پلیز!! ہمیں ان سے بات کرنے دے!! دلشاد خان جو ساتھ ہی بیٹھے تھے یہ خبر سنتے پریشانی سے کرسی سے کھڑے ہوئے! یہ خبر ان سب کے لیے کسی صدمے سے کم نہیں تھی!! "دیکھیں ہم کوئی پاگل تو نہیں ہے! ڈاکٹر تو صرف چیک اپ کرتی ہیں باقی ساری دیکھ بھال آپ کے بچوں کی نرسز کو ہی کرنی ہوتی ہیں! مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آپ کے بچے کو سانس کا مسئلہ تو پہلے سے تھا۔ وہ بس اپنی زندگی اتنی ہی لکھوا

کر آیا تھا۔ آپ آ کر اس کی ڈیڈ باڈی لے جائیں اور ڈاکٹر سے بھی بات کر لیجئے گا۔۔!! پروفیشنل انداز میں کہتے نرس نے واپس سے اپنے قدم آگے کو بڑھائے! اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے جنہیں وہ بڑی مہارت سے چھپائے ہوئے تھی۔۔

بھائی وہ نرس۔۔میرا بچہ!! رفیق خان بے ساختہ ہی نڈھال سی حالت میں کرسی" پر بیٹھے!! ان کی آنکھیں نم ہونا شروع ہو چکی تھی۔ یہ بچہ خود ان کے لیے بھی بے حد عزیز تھا۔ ابھی تک تو انہوں نے اپنی اولاد کا لمس بھی محسوس نہیں کیا گیا تھا، اور پہلے ہی خدا نے ان لوگوں سے یہ نعمت چھین لی تھی۔۔ دلشاد خان نے پریشانی سے رفیق خان کا بازو تھامتے انہیں تسلی دینے کی کوشش کی! کاریڈور میں اچانک ہی جیسے سکوت سا چھا گیا تھا۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے مٹھائیاں بانٹی جا رہی تھی وہاں اب ہو کا عالم تھا۔۔ رفیق خان ایک طرف کرسی پر بیٹھے خاموشی سے آنسوں بہا رہے تھے جبکہ داجان کی خود کی آنکھیں نم تھیں۔ خان ولا کے سب سے چھوٹے سپوت کی اولاد کے کچھ زیادہ ہی چرچے تھے! اور اتنی ہی ان کی خوشیوں کو نظر لگ چکی

تھی۔۔ جبکہ دلشاد خان اور برہان خان چلڈرن وارڈ کی جانب تحقیقات کے لیے گئے ہوئے تھے۔ اس وقت کاریڈور میں صرف داجان اور رفیق خان ہی موجود تھے! رفیق خان نے کرسی سے کھڑے ہوتے آگے کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ اس کے قدموں میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ واضح تھی۔ ابھی تو انہیں یہ خبر عالیہ بیگم کو بھی دینی تھی۔ اور وہ جانتے تھے کہ جتنی محبت انہیں اس بچے سے تھی یقیناً وہ اس خبر کو سنتے اپنے حواس ہی کھو بیٹھتی!! "کہاں جارہے ہو رفیق خان؟؟ انہیں آگے بڑھتے دیکھ داجان نے بھی کرسی سے کھڑے ہوتے انہیں آواز لگائی!! "عالیہ کو یہ خبر دینے! آخر کب تک اس سے یہ خبر چھپائی جاسکتی ہے! ماں ہے وہ۔ اپنی اولاد کے بارے میں جاننے کا پورا حق ہے اس کا۔ داجان کی طرف مڑتے رفیق خان نے دھیمے سے کہا۔ ان کے خود کے آنسوں رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے!! "رکو بات سن کر جانا میری!! داجان نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے واپس سے اسے کرسی پر بٹھایا۔ ابھی ہی ان کے دماغ میں ایک بات آئی تھی اور وہ چاہتے تھے کہ رفیق خان ان کی بات پر عمل کریں!! "جی!! کرسی پر بیٹھتے رفیق خان نے سوالیہ نظروں

سے انہیں دیکھا۔ "دیکھو رفیق جو ہونا تھا ہو گیا۔ ضروری نہیں ہے اب بہو کو بھی پریشانی میں ڈالا جائے۔ دھیمے سے کہتے انہوں نے بات کا آغاز کیا۔ رفیق خان کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی تھی!!"دیکھو میرا کہنے کا یہ مقصد ہے کہ تمہارا دوسرا بچہ بھی تو اسی ہسپتال میں ہے! ناجائز ہی سہی لیکن بچہ تو تمہارا ہی ہے نہ! بجائے اس خبر کو زیادہ پھیلانے کے ہم تمہارے دوسرے بچے کو اس عورت سے چھین لیتے ہیں! تمہاری بیوی کو بھی کوئی غم نہیں ہو گا اور ہمیں بھی ہمارا پوتا واپس سے مل جائے گا۔۔داجان نے ان کا بازو تھامتے نرمی سے انہیں سمجھایا۔یہی بات بیٹھے وہ کب سے سوچ رہے تھے!! بابا آپ اس عورت کو نہیں جانتے! عائشہ ایک بہت ضدی عورت ہے بھلے ہی ناجائز بچہ سہی لیکن وہ کبھی اس بچے کو مجھے نہیں دے گی۔ میں جانتا ہوں وہ عورت کوڑے میں پھینکنا گوارہ کر دے گی لیکن مجھے نہیں دے گی!! رفیق خان نے پریشانی سے انہیں بتایا۔اسے داجان کی بات کوئی بری نہیں لگی تھی لیکن وہ عائشہ کی نیچر سے بھی اچھے سے واقف تھے! "مانگنے کو کون کہہ رہا ہے تمھیں! دھڑلے سے اپنے بچے کو لے کر آؤ تم اس سے! مرد ہو کر ایک عورت کی

ضد سے ڈر رہے ہو تو تم شرم سے ڈوب مرو! کیا فائدہ تمہارے مرد ہونے کا۔۔ دا جان نے ان کا بازو چھوڑتے تھوڑی سختی سے کہا۔ وہ انہیں کسی بھی طرح قائل کرنا چاہتے تھے! "اس کا شوہر بھی ہی بااب! وہ عورت تماشا کھڑا کر دے گی!! بے بسی سے رفیق خان نے انہیں ایک مرتبہ پھر سمجھانا چاہا۔ وہ عائشہ سے نہیں ڈر رہے تھے بلکہ انہیں ڈر تھا کہ کہیں اس سب میں ان کا کیا گیا گناہ سب کے سامنے نہ آجائے! اپنے ہی اعمال سب کے سامنے آنے سے انہیں ڈر لگ رہا تھا۔۔ کرنے دو تماشا۔ ایک گولی کی مار ہو گی زیادہ سے زیادہ! لیکن تم تک نہیں پہنچے گی وہ! گارڈز سمبھال لے گیں سب کچھ! چلو تم اور میں چلتے ہیں بچے کو لینے! برہان اور دلشاد کو بچے کے فوت ہونے کی خبر کا پتہ ہے بس۔ انہیں میں کسی طرح خاموش کروادوں گا۔ اور سب کو یہی لگے گا کہ تمہارا اپنا بچہ زندہ ہے! ہم سب کی خوشیاں قائم رہ جائے گیں!! کرسی سے کھڑے ہو کر کہتے دا جان نے رفیق خان کو بھی بازو سے پکڑتے کرسی سے کھڑا کیا۔۔ رفیق خان یہ کرنا تو نہیں چاہتے تھے لیکن دا جان کے کہنے پر وہ مجبور تھے! سچ تو یہ تھا کہ وہ اس ناجائز اولاد کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتے

تھے ! اور یہاں داجان اسے ساری زندگی کے لیے پالنے کے لئے گھر لے جانے کے لیے لینے جا رہے تھے ! ! چار و ناچار انہیں بھی داجان کے ساتھ ہی اپنے قدم ! ! آگے کو بڑھانے ہی پڑے ! ! اب جو ہونا تھا وہ دیکھی جانی تھی

عائشہ کو اکیلے دیوار کا سہارا لے کر سامنے سے آتے دیکھ رئیس لغاری تیز تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھے ! وہ وارڈ کے باہر ہی کھڑے کسی فون کال میں مصروف تھے ! "تم اکیلی کیوں آ رہی ہو؟ نرس کہاں ہے؟ عائشہ کو کمر سے تھامتے انہوں نے تھوڑے سخت لہجے میں پوچھا۔ "کچھ نہیں ہوتا رئیس ! وہ پیچھے ہی ہمارے بچے کو لے کر آ رہی ہو گی۔ میں نے ہی اسے کہا تھا کہ مجھے چھوڑ کر پہلے بچے کو میرے وارڈ تک پہنچائے ! ! ہلکا سا مسکرا کر جواب دیتے عائشہ نے ان کا بازو تھاما۔ رئیس لغاری اسے گود میں اٹھاتے اندر کی طرف بڑھ چکے تھے ! اس عورت کو کچھ بھی کہنا بیکار تھا کیونکہ کرنی اس نے ہمیشہ اپنی ہی ہوتی تھی ! ! اندر داخل ہوتے رئیس لغاری نے نرمی سے اسے بیڈ پر لٹاتے اس کے اوپر اچھے سے چادر سیٹ کی ! !

وہ ابھی اس سے دور ہونے ہی لگے تھے کہ پہلے ہی عائشہ ان کا ہاتھ تھام چکی تھی!!

رئیس لغاری نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔۔"میرے پاس بیٹھیں رئیس۔مجھے بات کرنی ہے آپ سے!!"ہاں بولو!!رئیس لغاری فوراً ہی اس کے پاس ہی جگہ بناتے بیٹھ چکے تھے!!"رئیس آپ کو پتہ ہے ناناجائز بچے کو اس دنیا میں کیا مقام دیا جاتا ہے؟عائشہ نے دھیمے سے بولتے بات کا آغاز کیا۔۔"چپ کر جاؤ!زیادہ مت سوچو۔ہمارے بچے کا باپ میں ہوں!بھول جاؤ پرانی باتوں کو!ناجائز نہیں ہے ہمارا بچہ!!رئیس لغاری نے فوراً سے اس کا ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے کہا۔۔ہمارے بھولنے سے کچھ نہیں ہوگا رئیس!یہ دنیا یاد رکھتی ہے!آج جیسے رفیق نے میرے بچے کو گالی دی ہے یقین کرو میرا بس نہیں ہے میں اس کے بچے کو جان سے مار دوں!!اپنے منہ سے اس کا ہاتھ ہٹاتے وہ چھت پر نظریں جمائے بول رہی تھی!!"پازیٹیو رہو عائشہ!اس کے کیے کی سزا بھلا کوئی بچہ کیوں بھگتے!بچے تو ویسے بھی اللہ کی رحمت ہوتے ہیں!بجائے اس کی اولاد کے لیے دل میں بغض رکھنے کے بہتر ہے تم سب کچھ بھول جاؤ!رئیس لغاری نے اس کی بات سنتے نرمی

سے اسے سمجھایا۔ کاش کہ میرے بچے کو گالی دینے سے پہلے وہ بھی یہی کچھ سوچ لیتا۔ کھوئے کھوئے لہجے میں دوبارہ سے جواب آیا تھا۔۔ "کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟ رئیس لغاری نے جھٹکے سے اس کی طرف دیکھتے حیرانی سے پوچھا۔ جو مطلب انہیں سمجھ میں آیا تھا وہ اس پر کسی صورت یقین نہیں کرنا چاہتے تھے!! "بیفیکر رہیں! آپ کی بیوی ابھی اتنی بھی نہیں گری۔ لیکن جو کچھ میں کروں گی اس کے دوران آپ بلکل نہیں بولے گیں! آپ کو میری قسم لگے رئیس! اپنی جنگ مجھے خود لڑنے دیں!! "کیا مقصد ہے تمہاری اس بات کے پیچھے! اب کیا کرنے والی ہو تم؟ عائشہ اگر کچھ بھی الٹا سیدھا کیا تم نے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔ رئیس لغاری نے سختی سے کہتے اسے وارن کرنا ضروری سمجھا تھا۔۔ "کچھ نہیں ہو گا بس رفیق آئے گا اور اپنی اولاد کو آکر یہاں سے لے جائے گا۔ لیکن پتہ ہے کیا؟ اسے ناجائز سمجھ کر! جس ناجائز اولاد کا وہ مجھے طعنہ دے رہا تھا اب ساری زندگی اپنی ہی اولاد ہو ناجائز سمجھ کر پالے گا۔ تب ہو گا میرا بدلہ پورا!! ہلکی سی زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے وہ رئیس لغاری کو حیران در حیران کر رہی تھی۔

اسے جیسے اپنی بیوی سے اس قدر سفاکی کی امید نہیں تھی۔ وہ یہ سب کر کے رفیق خان کی نہیں بلکہ اس بچے کی زندگی برباد کرنے جا رہی تھی۔۔ "تم سے یہ اُمید نہیں تھی مجھے عائشہ! مجھے لگا تھا تم بدل گئی ہو گی۔ لیکن میں غلط تھا۔ تم آج بھی ویسی ہی ہو! اپنا بدلہ چھوڑنا تم نے آج بھی نہیں سیکھا۔ افسوس سے عائشہ کی طرف دیکھ کر کہتے رئیس لغاری بیڈ سے کھڑے ہوئے! ان کا دل کسی صورت یہ کرنے کو نہیں مان رہا تھا۔۔ "آپ بیچ میں مت بولیے گا بس! جو میں کر رہی ہوں مجھے کرنے دیں! چت لیٹے چھت پر نظریں جمائے وہ پھر سے انہیں تنبیہ کر گئی تھی!! "جو مرضی کرو! پہلے کبھی کیا تم نے میری سنی ہے جو آج سنو گی! نہایت افسردہ انداز میں کہتے رئیس لغاری وہاں سائڈ پر رکھی کرسی پر جاتے بیٹھے! ان کا دل انہیں ڈپٹ رہا تھا لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتے تھے!!

نرس کو دو بچوں کے ہمراہ اندر آتے دیکھ رئیس لغاری نے سختی سے اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے۔ انہوں نے سنا تھا کہ رفیق خان کے بیٹے کو سانس

لینے میں دشواری ہو رہی ہے! اور یہاں دونوں بچے کی بلکل ٹھیک تھے۔ یا تو وہ سہی ہو رہا تھا یا پھر وہ سہی ہو چکا تھا، یا پھر اسے بغیر سانس دیے اس پر ظلم کیا جا رہا تھا۔۔

"میرے حنان کو لے جاؤ ابھی یہاں سے! جب وہ لے جائے گا اپنے بیٹے کو تب آ کر دے دینا اسے مجھے! اور اپنا کام تو تم نے سہی سے کیا ہے نہ؟؟ عائشہ نے اٹھ کر بیٹھتے نرس سے پوچھا۔ ساتھ ہی وہ دوسرے بچے کو بھی اپنی گود میں لے گئی تھی۔ اپنے بیٹے کو ان میں سے وہ پہچانتی تھی!!"جی لیکن اس کے بھائی بہت پوچھ گچھ کر رہے ہیں! ڈاکٹر کو جھمکے دیے ہیں میں نے تب جا کر اس نے ساری بات سمبھالی ہے! اللہ معاف کرے بڑی لالچی عورت ہے!! توبہ توبہ کر کے کہتے نرس نے حنان کو اپنے ہاتھ میں سہی سے پکڑا۔ "ہمم جاؤ اب تم! شکریہ تمھارا۔ عائشہ نے مسکرا کر کہتے اسے باہر جانے کو کہا۔ نرس بھی فوراً حنان لغاری کو پکڑتے باہر جا چکی تھی!! "سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا عائشہ!! ایسا نہ ہو کہ اپنے ہی بیٹے کے ہاتھوں تمھیں کبھی زندگی میں نقصان اٹھانا پڑے!! رئیس لغاری نے جبڑے بھینچتے اسے پھر سے وارن کرنا چاہا۔ لیکن عائشہ کے سر پر اس وقت بدلے کا بھوت سوار تھا۔

کسی نا کسی طریقے سے اسے بس رفیق خان کے چہرے پر ہار کا دکھ دیکھنا تھا چاہے پھر اس سب میں کسی کی زندگی برباد ہو جاتی۔

رفیق خان دا جان کے ہمراہ وارڈ کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئے! یہ وہی کمرہ تھا جہاں عائشہ لغاری ایڈمٹ تھی!! عائشہ جانتی تھی کہ یہ ضرور ہو گا۔ رفیق خان کے گھر والوں سے وہ بہت اچھے سے واقف تھی۔ اور سب اس کی امیدوں پر پورا پورا اترے تھے! ابھی تک تو سب کچھ اس کے پلان کے مطابق ہی چل رہا تھا۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو!! اپنی گود میں موجود بچے کو چادر کے اندر چھپاتے عائشہ لغاری رفیق خان کو دیکھتے چیخی تھی!! رئیس لغاری نے دانت پیستے عائشہ کو دیکھا۔ انہیں اندازہ بھی نہیں تھا کہ یہ عورت اتنی مکار ہو گی!! "ریلکس ہو جاؤ عائشہ!! صرف ایک مرتبہ تسلی سے ہماری بات سن لو۔ اس کے بعد بیشک ہم چلے جائے گیں! دا جان نے آگے بڑھ کر عائشہ کے سر پر ہاتھ رکھتے نرمی سے اسے کہا۔ وہ پہلے آرام سے یہ معاملہ حل کرنا چاہتے تھے!! "کیوں سنو میں آپ لوگوں کی۔ کیا آپ نے

اپنے بیٹے سے نہیں پوچھا کہ اس نے میرے ساتھ کیا کیا ہے؟اور اب آپ لوگ کیا لینے آئے ہیں یہاں؟؟ عائشہ ان کہ ہاتھ جھٹکتے پھر سے چیخی تھی!! ہمیں یہ بچہ چاہیے بیٹا۔۔ دیکھو اب تمھارا ابھی شوہر ہے! اور ویسے بھی کوئی بھی شوہر اپنی بیوی کی پہلی اولاد کسی اور مرد سے نہیں رکھتا۔ اور پھر تمہاری اولاد تو ہے بھی ناجائز!! بہتر ہے تم اسے ہمیں دے دو! ایسے تمہاری شادی شدہ زندگی بھی کامیاب رہے گی اور اس بچے کو بھی کبھی تمہارے شوہر کی طرف سے کوئی طعنہ نہیں ملے گا!! سب کی بھلائی کے لیے یہ ایک بہت اچھا فیصلہ ہے!! داجان نے نرمی سے کہتے اسے اپنی باتوں میں الجھانا چاہا۔۔ رئیس لغاری نے کڑے تیور لیے داجان کی طرف دیکھا۔ پہلے اسے لگا تھا کہ صرف رفیق خان ہی گھٹیا انسان ہے، لیکن یہاں تو اس کا باپ بازی لے گیا تھا۔ بے ساختہ ہی انہوں نے دل میں سوچا۔۔ "یہ سب آپ کا مسئلہ نہیں ہے! بھلے ہی میرا شوہر اس بچے کو قبول نہ کرے! لیکن میں اسے کسی صورت آپ لوگوں کو نہیں دوں گی!! عائشہ پھر سے چیخی تھی۔ جبکہ کمبل کے اندر موجود بچہ بری طرح رونے لگا تھا۔ شاید وہ اتنی اونچی آواز سنتے خوفزدہ ہو رہا تھا۔۔ رئیس

لغاری خاموشی سے کرسی سے کھڑے ہوئے!! مزید ان کے بس سے باہر تھا۔ عائشہ کو وہ مزید جھوٹ بولتا نہیں دیکھ سکتے تھے!! "دیکھو بیٹا تم۔۔۔ داجان ابھی دوبارہ سے اسے کچھ کہتے کہ رئیس لغاری کو عائشہ کی گود سے بچہ اٹھاتے دیکھ ان کی زبان کو بریک لگی!! رئیس لغاری نے خاموشی سے عائشہ کی طرف جاتے اس کیگود سے بچے کو اٹھا لیا تھا۔ داجان اور باقی سب کی نظریں اب انہیں پر جمی تھی!! "پکڑیں اسے! آپ لوگوں کا بچہ ہے یہ! لے جائیں اسے یہاں سے!! داجان کے ہاتھ میں بچے کو تھماتے رئیس لغاری نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔۔ داجان کے چہرے پر حیرانی پھیلی تھی۔ جبکہ رفیق خان کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ عائشہ نے ایک غصیلے نظر رئیس لغاری پر ڈالی جو اس کا سارا پلان برباد کر رہے تھے!! دوسرے ہی لمحے وہ داجان سے بچے کو لینے کی کوشش کرتے بری طرح چیخی تھیں!! "آپ ایسا نہیں کر سکتے رئیس!! میرا بچہ مجھے واپس دیں!! ابھی وہ آگے ہوتی کہ پہلے ہی رئیس لغاری نے سختی سے ان کا بازو تھاما۔ "منہ کیا دیکھ رہے ہیں لے جائیں اسے یہاں سے! آپ لوگوں کا بچہ آپ سب کو ہی مبارک ہو! جائیں اور

جان چھوڑیں ہماری!! عائشہ کو سنبھالنے کی کوشش کرتے رئیس لغاری داجان کی طرف دیکھتے دھاڑے! وہ اپنی طرف سے معاملہ حل کر رہے تھے۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ وہ معاملے کو زیادہ الجھا چکے ہیں!! داجان نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے ایک نظر اپنی گود میں موجود روتے بلکتے بچے کو دیکھا۔ جو گلا پھاڑ پھاڑ کر بری طرح رو رہا تھا۔۔ دوسرے لمحے وہ تیز تیز قدموں سے رفیق خان کی طرف بڑھتے اس کے ساتھ ہی کمرے سے باہر نکلے!! بچہ روتے روتے بری طرح کانپ رہا تھا۔ انہیں ڈر تھا کہیں اسے بھی کچھ نا ہو جائے!! اسی لیے بہت تیز قدموں سے بھاگنے کے انداز میں وارڈ سے باہر نکلتے ان کے قدموں کا رخ ڈاکٹر کی طرف تھا۔ رفیق خان بھی انہی کے پیچھے تھے!!

میرا بچہ مجھے واپس دو!! عائشہ ان دونوں کی غائب ہوتی پشت کو دیکھتے ایک مرتبہ" پھر اپنی پوری طاقت لگاتے چیخی تھی!! "میرا بچہ مجھے واپس دو!! آہستہ سی آواز میں کہتے اس نے ایک زور دار قہقہہ لگایا۔۔ وہ اب چھت کی طرف دیکھتے اونچی

اونچی قہقہے لگانے لگی تھی۔سب کچھ اس کے پلان کے مطابق ہو چکا تھا۔اب ساری زندگی رفیق خان کے چہرے پر انہیں ذلت نظر آنی تھی۔ ناجائز اولاد کو پالنے کی ذلت !! رئیس لغاری نے افسوس سے اپنی بیوی کو دیکھا جو چھت کی طرف دیکھتے خوفناک قہقہے لگاتے ہوئے کوئی پاگل معلوم ہوتی تھی !! "خدا نہ کرے کہ کبھی تمھیں اس کے لیے پچھتانا پڑے !! دھیمی سی آواز میں کہتے رئیس لغاری تیز تیز قدموں سے وارڈ سے باہر نکلے ! وہ اپنے بیٹے کو لینے جا رہے تھے !! جبکہ پیچھے عائشہ !! کے قہقہے بلکل ویسے ہی جاری تھے

داجان تیز تیز قدموں سے چلتے بچے کو لیے ڈاکٹر کے کیبن میں آئے ! ڈاکٹر نے بھی فوراً سے اٹھتے اس کا چیک اپ شروع کیا تھا۔ رفیق خان ایک طرف کھڑے زہر آلود نظروں سے اس بچے کو دیکھ رہے تھے ! انہیں یقین تھا کہ عائشہ ان لوگوں کو یہ بچہ نہیں دے گی۔ لیکن رئیس لغاری نے سارا کام خراب کر دیا تھا۔۔ان کے دل میں دعا چل رہی تھی کہ کاش یہ بچہ مر ہی جائے !! کیونکہ اسے پالنے کی تو ان کے

اندر ہمت نہیں تھی۔۔اس معاملے کے بارے میں صرف برہان خان اور دلشاد خان کو علم تھا۔وہ جس کسی بچے کی بھی ڈیڈ باڈی تھی۔اسے اپنا خون سمجھتے وہ دونوں خاموشی سے دا جان کے کہنے پر خود ہی سپرد خاک کر چکے تھے!! کاش کہ ایک مرتبہ ان میں سے کسی نے دور سے بھی بچے کو دیکھا ہوتا۔ان سب نے بس دفن کرتے وقت ہی ایک نظر بچے کو دیکھا تھا۔دا جان نے خود اس بچے کا نام راحیل خان رکھا تھا۔اگر ان کی نظر میں ان کا اصل پوتا بھی زندہ ہوتا تو بھی انہوں نے اس کا یہی نام رکھنا تھا۔۔اور اسی طرح بغیر کسی کو علم ہوئے وہ لوگ عالیہ بیگم کو بھی یہی بچہ دے چکے تھے! اگر خان ولا میں سب سے زیادہ راحیل خان کو کوئی پیار کرتا تھا تو وہ تھی عالیہ خان!! شروع کے چند عرصے میں تو دا جان بھی اس کے ساتھ بلکل ٹھیک رہے تھے! وہ گھر کے باقی بچوں کے ساتھ ساتھ راحیل خان کے ساتھ بھی بلکل ویسے ہی پیار کرتے تھے!! لیکن وقت کے ساتھ ساتھ جیسے جیسے راحیل خان بڑا ہوتا گیا ان کے پیار میں کمی آتی گئی۔وہ اسے خود سے دور رکھنے لگے، چوبیس گھنٹے اس کے ساتھ مار پیٹ رکھنے لگے!! راحیل ان کے پیار کا عادی تھا۔لیکن اب جب

بھی وہ ان کے پاس آتا وہ بری طرح اسے خود سے دور جھٹک دیتے۔ غرض کہ آہستہ آہستہ رفیق خان کا پرچھاواں ان پر پڑتا جا رہا تھا۔ وہ خود بھی راحیل خان کو ناجائز سمجھتے اس کے ساتھ یہی سلوک رکھنے لگے تھے جو ساری زندگی رفیق خان نے رکھا تھا۔۔ عالیہ بیگم نے بھی بہت مرتبہ رفیق خان کا رویہ راحیل کے ساتھ نوٹ کیا تھا۔ وہ اسے خود سے دور دور رکھتے تھے! اسے خود کو بابا نہیں بولنے دیتے تھے! اور بھی بہت سی بڑی بڑی باتیں تھیں جو انہیں بری طرح کھٹک رہی تھیں۔ اپنی ہی اولاد کو جب اس کے باپ کے ہاتھوں ذلت ملے تو یہ بات کوئی بھی ماں برداشت نہیں کرتی!! بلکل ایسے ہی وہ بھی برداشت نہیں کر پاتی تھیں۔ کافی مرتبہ رفیق خان اور ان کے درمیان اس بات کو لے کر لڑائی بھی ہو چکی تھی۔ لیکن رفیق خان کا ہمیشہ یہی جواب ہوتا تھا کہ اب وہ اسے سر پر چڑھا کر تو بٹھانے سے رہے!! پھر زارا خان اس دنیا میں آئی۔ اور عالیہ بیگم کے سوالوں سے بچنے کے لیے رفیق خان نے اپنی ساری توجہ زارا کی طرف کر لی۔ وہ اسے پیار دیتے تھے! ایسا نہیں تھا کہ وہ زارا سے پیار نہیں کرتے تھے۔ انہیں زارا بے حد عزیز تھی۔ لیکن صرف تب تک

جب تک عالیہ بیگم زندہ تھیں۔ان کے مرنے کے بعد راحیل خان گھر والوں کے رویوں سے تنگ آتے ایک دوست کی مدد سے امریکہ جا چکا تھا۔اور رفیق خان نے زارا پر بلکل توجہ دینا بند کر دی تھی۔ نجانے اب تک تو کتنے ہی سالوں سے انہوں نے زارا خان کے سر پر ہاتھ بھی نہیں رکھا تھا۔ باپ کی شفقت سے وہ لڑکی باپ کے ہوتے ہوئے بھی بچپن میں ہی محروم ہو چکی تھی۔۔اور راحیل خان کو تو کبھی باپ کی محبت نصیب ہی نہیں ہوئی تھی!!

اپی:68

حدائق شاہ اپنے سامنے کھڑے رفیق خان کو ساری بات بتاتے ایک دم خاموش ہوا۔اسے خود کو یہ سب پچھلے تین مہینے کے عرصے میں بہت محنت کرنے پتہ چلا تھا۔جو آج وہ لفظ بالفظ سب کے سامنے رفیق خان کے گوش گذار کر چکا تھا۔۔جبکہ رفیق خان کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھلی ہوئی تھی۔وہ حدائق شاہ کی کسی بھی بات پر اعتبار نہیں کرنا چاہتے تھے لیکن ان کا دل گواہی دے رہا تھا کہ حدائق شاہ کے ہر

لفظ میں سچائی ہے! وہ اسے بیچ میں ہی روکنا چاہتے تھے جب وہ سب کے سامنے ان کے گناہ کا ذکر کر رہا تھا۔ لیکن وہ یہ بھی نہیں کر سکے! ان کے دل پر اس وقت کیا گزر رہی تھی یہ بھی یہی جانتے تھے! "مزید اگر آپ کو ابھی بھی یقین نہیں ہے تو میرے پاس ثبوت بھی ہے! کچہ کام کبھی نہیں کیا میں نے!! حدائق شاہ نے ان کے بے یقین چہرے کی طرف دیکھتے کہا۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جارہا تھا۔۔ جبکہ زمین پر پڑے حنان لغاری کا حال بھی ان سے کچھ مختلف نہیں تھا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے حدائق شاہ کو دیکھ رہا تھا جس نے اس کی ہی ماں کے بارے میں اتنا بڑا سچ آسانی سے بول دیا تھا۔ اور دوسری بات جو اس پر آشکار ہوئی تھی وہ یہی تھی کہ حنان لغاری ایک ناجائز اولاد ہے! وہ خود ناجائز اولاد تھا۔ وہ بھی اس انسان کی جس کے پورے خاندان سے حنان لغاری کو سب سے زیادہ نفرت تھی۔۔ باقی سب بھی دم سادھے کھڑے حدائق شاہ کو ہی بولتا دیکھ رہے تھے! راحیل خان اپنے ہونٹ سختی سے ایک دوسرے میں بھینچے بہت مشکل سے یہاں بیٹھا ساری سچائی سن رہا تھا جس سے وہ پہلے سے ہی واقف تھا۔ حدائق شاہ

سے بھی پہلے وہ خود ساری سچائی کا پتہ لگوا چکا تھا۔ لیکن اس نے کچھ بولنا یا کسی کو بھی کچھ بتانا ضروری نہیں سمجھا۔ جو جیسا مرضی سمجھے اس کی بلا سے!! اسے اب کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ "لیکن۔۔۔ کیا واقعی راحیل خان کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا؟؟؟ اب اس بارے میں تو خدا جانے یا پھر راحیل خان خود!! "خورشید بھائی لے آئیں انہیں اندر!! حدائق شاہ نے رفیق خان کو بلکل خاموش دیکھتے تھوڑی اونچی آواز میں باہر موجود ملازم کو پکارا۔ وہ جانتا تھا کہ رفیق خان کی زبان تالو سے چپکی ہوئی ہے!! دروازہ کھلا تھا۔ اور خورشید کے ہمراہ ایک عورت اندر داخل ہوئی تھی!! سب کی نظر بے ساختہ ہی دروازے کی طرف اٹھی!! جہاں دروازے کی طرف دیکھتے رفیق خان کی آنکھیں پھٹی تھیں وہی حنان لغاری کا حال بھی اب سے کچھ مختلف نہیں تھا۔ سامنے دروازے سے ایک بوڑھی عورت نمودار ہوئی تھی۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ عائشہ لغاری تھی۔ حنان لغاری کی ماں!! "عائشہ؟؟؟ رفیق خان کے لب بہت ہولے سے پھڑ پھڑائے!! وہ اسے کیسے بھول سکتے تھے بھلا!! آج جتنی بڑی بڑی خبریں انہیں سننے کو مل رہی تھیں وہ رفیق خان کے پاؤں کے نیچے

سے زمین نکالنے کے لیے کافی تھیں!! عائشہ لغاری دروازے سے اندر آتی آنکھوں میں ڈھیروں آنسوں لیے سامنے زمین پر پڑے حنان لغاری کو دیکھ رہی تھی۔ جبکہ اس کے دماغ میں مسلسل رئیس لغاری کی وہ بات چل رہی تھی کہ کہیں تمھیں کل کو اسے اولاد کے ہاتھوں ذلت نا اٹھانی پڑے! آج ان کا کہا سچ ہو گیا تھا۔ جبکہ اس کا خود کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ حسن ڈھل گیا تھا۔ محض لٹکی کھال اور گلتی سڑتی ہڈیاں باقی تھیں۔ جسم کے خدوخال چہرے کی چمک، خوبصورتی سب کچھ غائب تھا۔ محض بچا تھا تو بڑھاپا۔۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ اب انہیں ختم کرنے لگا تھا۔ انہوں نے چہرے کے ایک سائڈ پر دوپٹے سے کور کر رکھا تھا۔۔ کیونکہ چہرے کا یہ حصہ بری طرح جلا ہوا تھا۔ جلنے کے بعد اب اس جگہ کی کھال لٹک چکی تھی۔ شاید ان کے ساتھ کوئی حادثہ ہوا تھا۔ حدائق شاہ نے انہیں اندر آتے دیکھ خاموشی سے سائڈ پر پڑی کرسی اٹھاتے ان کے سامنے رکھی!! وہ جانتا تھا کہ ان کے پیروں میں زیادہ دیر کھڑے رہنے کی سکت نہیں ہے! اشارہ صاف تھا کہ عائشہ لغاری کرسی پر بیٹھ سکتی ہیں! "میں ٹھیک ہوں بیٹے!! دھیمے سے عائشہ نے حدائق شاہ سے

کہا۔۔ حدائق شاہ نے اچھا کی صورت میں سر ہلا دیا تھا۔ اپنی طرف سے وہ ان کی بھلائی کر چکا تھا۔ آگے ان کی مرضی!!" یہ لیں چاچو! آبان خان نے سنجیدگی سے آگے بڑھتے ان کے ہاتھ میں ایک اور رپورٹ تھمائی! یہ ایک آخری ثبوت تھا جس کے بعد راحیل خان کے اوپر سے ہمیشہ کے لیے یہ ناجائز کا ٹیگ ہٹ سکتا تھا۔۔ رفیق خان نے خاموشی سے اس کے ہاتھ سے رپورٹ لیتے اسے کھولا۔ ان کے ہاتھوں میں ہلکی سی لرزاہٹ بہت واضح تھی۔ رپورٹس کو کھولتے ایک لمحے کے لیے انہوں نے اپنی آنکھیں سختی سے میچی!! یہ حنان لغاری اور عائشہ لغاری کی ڈی این اے رپورٹ تھی!! اُمید کا آخری سرا بھی ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔۔ فائلز رفیق خان کے ہاتھ سے چھوٹتے زمین بوس ہو چکی تھی۔ انہیں اس فائلز کا بوجھ حد سے زیادہ لگ رہا تھا۔۔ ایک لمحے کے لیے پورے کمرے میں سناٹا سا چھا گیا تھا۔ ہر کوئی اپنی بات مکمل کر چکا تھا۔ کسی کے چہرے پر کرب تھا تو کسی کے چہرے پر نہایت شرمندگی!! ہر شخص اپنے اندر ایک جنگ لڑ رہا تھا۔۔" عائشہ نے ایک آخری نظر حنان لغاری پر ڈالتے اپنے قدم رفیق خان کی جانب بڑھائے! ان کے

دل پر بے تحاشہ بوجھ تھا جسے وہ کسی بھی طریقے سے ختم کرنا چاہتی تھی۔ حالات نے بہت ستم کیے تھے ان پر!! پہلے رئیس لغاری کی موت کے وقت ان کے ساتھ بھی ہوا حادثہ، پھر اولاد کا بچھڑنا اور پھر فاقوں کی حالت میں ایک کچی گاؤں کی بستی میں رہنا۔ انہیں ان کے کیے کی سزا بہت اچھے سے مل گئی تھی۔ اب تو یہ وقت تھا کہ ایک ٹوٹے پوٹھے گھر میں وہ اکیلی عورت رہتی تھی۔ خدا کی رضا کی خاطر کوئی اس کی مدد کر دیتا تو ٹھیک ورنہ بھوک کی تو اسے عادت لگ چکی تھی!! انہیں یاد پڑتا تھا کہ آخری مرتبہ ان کے گھر میں راحیل خان نے راشن ڈلوایا تھا۔ جو کہ ابھی تک چل رہا تھا۔ اور آج حدائق شاہ انہیں یہاں لے آیا تھا۔۔ "رفیق مجھے مع۔۔ رفیق خان کے مقابل کھڑے ہوئے ابھی وہ بات مکمل کرتی کہ منہ پر پڑنے والے تھپڑ نے انہیں زمیں بوس کر دیا تھا۔۔ رفیق خان اس عورت کو اپنے سامنے دیکھتے اپنا آپا کھوتے چیختے ہوئے اس کی منہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ جڑ گئے تھے!! عائشہ لغاری بے ساختہ ہی چیختے ہوئے لڑکھڑاتے زمیں بوس ہوئی!! وہ بوڑھی جان ایک تھپڑ بھی بمشکل ہی برداشت کر پائی تھی!! گھٹیا عورت تمہاری وجہ سے میں آج تک

اپنے بیٹے سے بد گمان رہا۔ اسے کبھی پیار سے دیکھا تک نہیں میں نے! اوہ خدایا یہ میں نے کیا کر دیا!! رفیق خان زہر آلود نظروں سے عائشہ کے زمین پر پڑے وجود کی طرف دیکھتے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑتے چیخے تھے!! پچھتاوا، احساس، گلٹ، ریگریٹ، کیا کچھ تھا جو اس وقت وہ محسوس نہیں کر رہے تھے! ایک ہی وقت میں ان کہ ضمیر بھی آگے آتے انہیں بری طرح جھنجوڑ رہا تھا۔۔

راحیل خان ان کے منہ سے لفظ اپنے بیٹے سنتے ہلکا سا تمسخر سے ہنسا۔ اسے اندازہ تھا کہ اب کچھ ایسا ہی ہو گا۔۔ دوسرے لمحے وہ خاموشی سے قدم قدم چلتے آگے بڑھا تھا۔۔ عائشہ لغاری کے مقابل جاتے راحیل خان ان کے پاس ہی زمین پر بیٹھا۔ سب کی حیران کن نظریں اسی پر جمی تھی!! "اٹھیں یہاں سے!! نرمی سے کہتے راحیل خان نے انہیں بازو سے پکڑتے زمین سے کھڑا کیا۔ ساتھ ہی ایک ہاتھ سے کرسی کو آگے کھینچتے وہ انہیں کرسی پر بٹھا گیا تھا۔۔ "خورشید بھائی پانی لے کے آئیں!! کرسی کے سامنے زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھتے راحیل خان نے دروازے کی طرف دیکھتے آواز لگائی!! عائشہ بے تحاشہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ جبکہ اس کا

جسم بری طرح لرز رہا تھا۔۔ خورشید نے آگے بڑھتے راحیل خان کے ہاتھ میں پانی کا گلاس تھمایا۔ پانی پیئیں ! ! عائشہ لغاری کے ہونٹوں کے پاس گلاس لے جاتے راحیل خان نے نرمی سے ہی کہا۔۔ "مجھے معاف کر دو بچے ! تمہارے باپ نے میرے ساتھ جو کچھ کیا تھا اس کے بعد میں نفرت کی آگ میں اندھی ہو گئی تھی۔ ناجائز ہونا مذاق نہیں ہوتا۔ یہ صرف وہی بچہ جانتا ہے جسے ناجائز کہا جائے ! ! اپنے حنان کو بچانے کی خاطر میں تمھیں اس آگ میں جھونک چکی تھی۔ مجھے معاف کر دو راحیل ! ! عائشہ لغاری نے اس کے سامنے اپنے لرزتے ہاتھ جوڑتے ایک مرتبہ پھر سے معافی مانگی ! پہلے بھی ایک مرتبہ وہ اسی طرح اس سے معافی مانگ چکی تھی ! ! "کوئی بات نہیں ! قصوروار صرف آپ تو نہیں تھیں۔ پانی پئیں آپ پلیز ! ! راحیل خان نے ان کے ہاتھ تھامتے نرمی سے کہتے ان کی توجہ پانی کی طرف کروائی۔۔ عائشہ نے بھی خاموش ہوتے پانی پینا شروع کر دیا تھا۔ آبان خان مسکراتے ہوئے راحیل کو دیکھ رہا تھا۔ اسے راحیل سے کچھ ایسی ہی اُمید تھی۔ جبکہ حدائق شاہ اور اریبی کے چہرے پر حیرانی تھی۔۔ بالاج خان کی خونخوار نظریں

عائشہ پر جمی تھیں۔ جبکہ رفیق خان بھیگی آنکھوں کے ساتھ راحیل کو دیکھ رہے تھے! شاید ہی راحیل خان پر آج انہوں نے پہلی مرتبہ غور کیا تھا۔ وہ خوبصورت تھا۔ حد سے زیادہ خوبصورت!! صورت سے بھی اور سیرت سے بھی! اس بات کی گواہی ان کے دل نے دی تھی!! جبکہ حنان لغاری بھی برستی آنکھوں کے ساتھ سامنے ہی اپنی ماں کو دیکھ رہا تھا۔ نجانے کتنے عرصے بعد آج اس نے اپنی ماں کو دیکھا تھا۔۔ "رفیق خان اپنی آنکھوں سے آنسوں صاف کرتے دھیمے دھیمے قدموں سے آگے راحیل خان کی طرف بڑھے!! "راحیل بچے میری بات سنو!! راحیل خان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے انہوں نے پسماندہ سی آواز میں کہا۔ وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے کی خاطر ایک مرتبہ اس سے معافی مانگنا چاہتے تھے! جتنی شرمندگی انہیں اس وقت ہو رہی تھی یہ ان کا دل جانتا تھا۔ اپنے سے چھوٹے بچوں سے جب انسان اپنے غلط اعمال سنتا ہے تو شاید سب کا یہی حال ہوتا ہے!! اپنے جس گناہ کو وہ چاہ کر بھی سامنے نہیں لانا چاہتے تھے وہ ان کے گھر کے بچے بچے کو معلوم ہو چکا تھا

اور ان کی شرمندگی کا یہ عالم تھا کہ ان کا بس نہیں تھا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائیں!

راحیل خان نے اپنے کندھے پر موجود رفیق خان کا ہاتھ محسوس کرتے ایک نظر پیچھے مڑ کر انہیں دیکھتے بری طرح ان کا ہاتھ اپنے کندھے سے جھٹکا۔۔"ہاتھ مت لگایا کریں مجھے! ناپاک ہو جائے گیں آپ!! سپاٹ سے لہجے میں انہیں سختی سے کہتے راحیل خان زمین سے کھڑا ہوا۔وہ اب کھڑا اپنی پینٹ جھاڑ رہا تھا۔جو نیچے بیٹھنے سے مٹی آلود ہو چکی تھی۔۔رفیق خان نے بے بسی سے ایک نظر اپنے خالی ہاتھ کو دیکھتے راحیل خان کی طرف دیکھا۔جتنا برا وہ اس کے ساتھ کر چکے تھے اس کا رویہ جائز تھا۔۔

حدائق شاہ نے خاموشی سے ایک نظر سب پر ڈالتے فائلز اکٹھی کرتے ایک سائڈ پر رکھی!! ساتھ ہی وہ سنجیدگی سے اپنی جیب سے پستول بھی نکال گیا تھا۔۔"اور بھئی

ناجائز!! کیسا فیل ہو رہا ہے پھر؟؟ اریبی نے آگے بڑھتے حنان لغاری کے ماتھے پر ہلکا سا اپنا بوٹ مارتے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ ان سب میں سب سے زیادہ کمینی سی خوشی اگر کسی کو ہو رہی تھی تو وہ اریبی تھا۔۔ ساتھ ہی وہ بھی اپنی جیب سے پستول نکال چکا تھا۔ اس دن کا مجھے شدت سے انتظار تھا۔ بالاج خان نے اپنی جیب میں اڑسی ہوئی پستول نکال کر کہتے اپنے قدم حنان لغاری کی جانب لیے!! سب کی نظریں بے ساختہ ہی سامنے کی طرف گئی تھیں جہاں وہ تینوں کھڑے سنجیدگی سے حنان لغاری پر پستول تانے ہوئے تھے! جبکہ حنان لغاری آنکھوں میں ڈھیروں آنسوؤں کے ساتھ بے پناہ خوف لیے حدائق شاہ کو دیکھ رہا تھا۔۔ "جیسے تو خود ناجائز ہے ویسے ہی تیری حرکتیں بھی ناجائز تھیں! چل اب سکون سے مرنا اور جا کر آرام سے قبر میں رہنا۔ خدا تجھے جہنم میں اعلیٰ مقام عطا کرے!! اپنی پسٹل کو لوڈ کرتے حدائق شاہ نے سپاٹ سے انداز میں حنان لغاری کی طرف دیکھتے کہا۔ اسے دیکھ کر تو ویسے بھی حدائق شاہ کا خون بوائلنگ پوائنٹ پر آتے بری طرح کھولنے لگ جاتا تھا۔۔ ان تینوں میں سے ابھی کوئی بھی فائر کرتا کہ عائشہ لغاری کی چنگاڑھتی آواز

سنتے ان تینوں کے بے ساختہ ہی ہاتھ رکے! "خدا کے لیے حدائق اسے مت مارو!! چیخ کر کہتے عائشہ لغاری تیزی سے کرسی سے کھڑی ہوئی!! اپنی ہی اولاد کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتے دیکھنے کی اس کے اندر ہمت نہیں تھی!! حنان لغاری کو پہلے ہی اس حال میں دیکھتے ان کا دل کٹ رہا تھا۔۔اور اب تو جیسے ان کی روح ہی فنا ہونے کو تھی۔ان کے اندر کی ممتا بری طرح تڑپ اٹھی تھی!! حدائق شاہ نے ایک سپاٹ سی نظر عائشہ لغاری پر ڈالی۔اس کے دل میں نجانے کیوں صرف اس عورت کی حالت دیکھتے رحم آرہا تھا۔مارے ضبط کے اس کی آنکھیں شدید سرخ ہونے لگی تھی!! یہاں بات اس کی اپنی ہوتی تو یقیناً وہ حنان لغاری کو عائشہ کی خاطر معاف کر دیتا۔لیکن بات یہی تھی کہ یہاں معاملہ اس کی عورت کا تھا۔اسے فائزہ شاہ سے کیا وعدہ نبھانا تھا۔اس کا خون کھولنے لگتا تھا حنان لغاری کی دیکھ کر! وہ جب جب اسے دیکھتا تھا تب تب اس کے دل میں اس ناپاک وجود کو دنیا سے ختم کرنے کی حسرت جنم لیتی تھی۔۔اور آج جب وہ دن آ ہی گیا تھا تو وہ اسے معاف تو ہر گز نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔"میں راحیل نہیں ہوں!! اپنی سرد سرخ

آنکھیں عائشہ لغاری پر جمائے کہتے حدائق شاہ نیچے زمین پر بیٹھا۔۔اپنی جیب سے ایک نہایت باریک نوک والا چاقو نکالتے وہ بغیر کسی کو بھی سمجھنے کا موقع دیے بے دردی سے حنان لغاری کے گال پر چلا چکا تھا۔۔بے ساختہ ہی حنان لغاری کی فلک شگاف چیخ پورے کمرے میں گونجی تھی!! سب لوگ کھڑے خاموشی سے تماشا دیکھ رہے تھے! جبکہ حنان لغاری کے پاس جانے کی کوشش کرتے عائشہ کو اریبی نے بازو سے پکڑتے تھامے ہوا تھا۔ وہ مسلسل اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتے تڑپتے ہوئے حنان لغاری کی طرف جانا چاہتی تھی۔اسے بچانا چاہتی تھی۔ لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ اریبی کی گرفت بے تحاشہ مضبوط تھی۔ وہ بوڑھی جان چاہ کر بھی اس سے خود کو نہیں چھڑوا پا رہی تھی۔۔

زبان باہر نکال!! حنان لغاری کا جبڑا اپنی آہنی گرفت میں لیتے حدائق شاہ نہایت" سرد برفیلے لہجے میں غرایا۔اس کے دماغ میں فائزہ شاہ کے پورے جسم پر موجود وہ نشانات چل رہے تھے!! کتنی بے دردی سے دانتوں سے نوچا تھا اس انسان نے اس

کی عورت کو!! حنان لغاری نے چیختے ہوئے روتے ہوئے بمشکل ہی اپنے ہاتھ اٹھاتے حدائق شاہ کے سامنے جوڑے! اسے اپنا آخری وقت قریب ہی نظر آرہا تھا۔ لیکن وہ اتنی بھیانک موت نہیں مرنا چاہتا تھا۔ "منہ کھول میں نے کہا!! حدائق شاہ نے اپنے سامنے بندھے اس کے ہاتھوں پر چاقو مارتے شدید غصے میں عالم میں دھاڑا۔۔ چاقو بری طرح اس کے ہاتھوں پر لگا تھا۔ دائیں طرف والا ہاتھ آدھے سے زیادہ کٹ چکا تھا۔ چاقو کچھ زیادہ ہی تیز تھا۔۔ حنان لغاری کی پھر سے فلک شگاف چیخیں ابھری تھیں۔ مارے درد کے وہ جیسے مرنے والا تھا۔۔۔اس کی چیخوں کے ساتھ ہی عائشہ کی بھی بے درد چیخیں اُبھر رہی تھی۔ لیکن حدائق شاہ کان لپیٹے اپنے کام میں مصروف تھا۔۔ حنان لغاری کو چیختے وقت منہ کھولتے دیکھ حدائق شاہ نے فوری ہی اس کی زبان کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیا۔ اس کی گندی زبان کو ہاتھ لگاتے بھی حدائق شاہ کو بے تحاشہ گھن آرہی تھی!! "اسی طرح چیخی تھی نہ وہ بھی؟؟ ہاں؟؟ تجھ سے رحم کی بھیک بھی مانگی ہو گی یقیناً اس نے؟؟ ہے نہ؟ اپنی خون چھلکاتی آنکھیں حنان لغاری کی آنکھوں میں ڈالے

حدائق شاہ فائزہ شاہ کو ذہن میں لاتے بری طرح دھاڑا تھا۔اس کی دھاڑ پر کمرے کے درودیوار بھی بری طرح لرز اٹھے تھے!! جبکہ حدائق شاہ کی وحشت اس وقت دیکھنے لائق تھی۔ اس کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا جبکہ ماتھے اور ہاتھوں کی رگیں پھٹنے کی حد تک پھولی ہوئی تھیں۔ چہرہ سرخ ہوا پڑا تھا۔ مارے غصے کے گردن کی نسیں تک بری طرح ابھری ہوئی تھیں!! وہ اس وقت یہ بھی بھول چکا تھا کہ اس کمرے میں ان دونوں کے علاوہ کوئی اور بھی ہے!! "اور تھپڑ۔۔ تھپڑ بھی مارا تھا ہے نہ؟؟ حدائق شاہ نے بری طرح غراتے ہوئے چاقو زمین پر پھینکتے اپنی پوری جان لگا کر ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے گال پر جڑا۔ یہ وہی گال تھا جس پر پہلے چاقو لگا تھا۔۔ تھپڑ اتنی زور سے لگا تھا کہ پورے کمرے میں اس کی آواز گونجی تھی۔ جبکہ حنان لغاری ایک طرف تھپڑ لگتے دوسری سائڈ بری طرح زمین پر لگی۔ اسے لگ رہا تھا یقیناً اس کا جبڑا ٹوٹ گیا ہوگا۔۔ روتے ہوئے چیختے وہ اپنے کردہ فعل کی معافی مانگنا چاہتا تھا لیکن اب موقع نہیں تھا۔ وہ حدائق شاہ کی گرفت میں تھا جو اسے بولنے کا موقع تو کبھی نہ دیتا۔۔ حدائق شاہ نے ایک قہر آلود اس کے چہرے پر

ڈالتے چاقو کو واپس زمین سے اٹھاتے واپس سے اس کے جبڑے کو اپنی آہنی گرفت میں لیا۔۔اس کی زبان کی باہر نکالے وہ بہت ہلکے ہاتھوں سے چاقو سے جیسے کوئی ڈیزائن سا بنا رہا تھا۔ حنان لغاری کی آنکھوں میں ڈھیروں خوف جمع تھا۔ وہ کبھی اپنی زبان تو کبھی حدائق شاہ کو دیکھ رہا تھا۔ ابھی تک تو کوئی کٹ نہیں لگا تھا لیکن سرسراتا چاقو خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے کر رہا تھا۔۔ "ایسے ہی ہر مرد سے خوف کھاتی ہے وہ! جو ڈر تیری آنکھوں میں موت کا ہے ایسا ہی ڈر میں نے اس کی آنکھوں میں مرد ذات کے سامنے آنے پر دیکھا ہے!! تیری وجہ سے وہ آج تک میرے ساتھ بھی کمفرٹیبل نہیں ہو پائی!! خدا کا قہر برسے تُجھ پر حنان لغاری!! شروع میں بہت آہستہ آواز میں جبکہ آخر میں دھاڑ کر کہتے حدائق شاہ نے ایک جھٹکے سے اس کی غلیظ زبان اِس کے منہ سے علیحدہ کی! زبان اڑتی اڑتی رفیق خان کے پاؤں کے پاس جاتے گری تھی۔ رفیق خان بے ساختہ ہی تھوک نگلتے دو قدم پیچھے کو ہوئے!! کہاں دیکھی تھی پہلے کسی انسان کی ایسے وحشت؟؟ جبکہ حنان لغاری تو اب چیخنے لائق بھی نہیں بچا تھا۔ شدید قسم کا بھیانک آواز کے

ساتھ روتے وہ اپنا سر اِدھر اُدھر زمین پر مار رہا تھا۔۔ سب لوگ سپاٹ نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے! حنان لغاری کا یہی انجام ہونا تھا۔۔ حدائق شاہ نے اسے بالوں سے پکڑ کر اس کہ چہرہ اپنے مقابل کیا۔ "خورشید بھائی ہتھوڑا لا کر دیں!! نہایت اونچی آواز میں دھاڑتے اس نے حنان لغاری کے چہرے پر نظریں جمائے باہر آواز لگائی تھی!! خورشید فوراً ہی اپنے ہاتھ میں ہتھوڑا کرتے بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوا۔۔ حدائق شاہ نے اس کے ہاتھ سے ہتھوڑا لیتے ایک ہاتھ سے اس کے بال جکڑے جبکہ دوسرے ہاتھ میں موجود ہتھوڑا بری طرح حنان لغاری کے منہ پر جبڑے والی سائڈ پر مارا۔۔ایک ساتھ ہی نجانے کتنے دانت ٹوٹتے زمین پر گرے تھے!! خون کا ایک فوارہ تھا جو اس وقت حنان لغاری کے منہ سے بھل بھل بہہ رہا تھا۔۔ خون کے کچھ چھینٹے تو حدائق شاہ کے اپنے کپڑوں پر بھی لگ چکے تھے! لیکن یہاں پرواہ کسے تھی بھلا؟؟ انہی ہاتھوں سے چھوا تھا نہ اسے؟؟ حنان لغاری کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیتے حدائق شاہ سرد برفیلے لہجے میں غرایا۔۔ حنان لغاری کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔ مزید درد سہنے کی اس کے اندر

ہمت نہیں تھی۔ حدائق شاہ کی بات کا جواب کیا خاک دیتا۔ حدائق شاہ نے ہلکا سا سائڈ سے مسکراتے اس کے پہلے سے کٹے ہاتھ کو جڑ سے کاٹ کے اس کے جسم سے علیحدہ کرتے اسے ایک ہاتھ سے نجات دلوائی!! اس کی آنکھیں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مزید سرخ ہوتے جیسے وحشت ٹپکا رہی تھی۔ وہ اسے ایک ہی مرتبہ نہیں مار رہا تھا نا ہی ایک مرتبہ میں وہ اسے مارنا چاہتا تھا۔ حدائق شاہ تو اسے تڑپا تڑپا کر موت دینا چاہتا تھا جو وہ کر بھی رہا تھا۔۔ اِرد گرد کی زمین اس وقت حنان لغاری کے خون سے بھرنے لگی تھی۔ اس کے ہاتھوں، منہ ہر جگہ سے خون بہہ رہا تھا۔۔ "باہر لے کر جا اسے!! ایک لمحے کے لیے اپنے ہاتھوں کو روکتے حدائق شاہ نے پیچھے کی طرف گردن موڑتے عائشہ کو باہر لے کر جانے کا اشارہ کیا۔ اس کی چیخوں سے وہ ڈسٹرب ہو رہا تھا۔۔ اریبی اچھا کی صورت میں سر ہلاتے ابھی عائشہ کو تقریباً گھسیٹتے ہوئے باہر نکل ہی رہا تھا کہ پہلے راحیل خان ان کے راستے میں حائل ہوا۔ "تھوڑا بزرگ کا ہی خیال کر لیتا ہے بندہ!! اریبی کو گھور کر کہتے راحیل خان نے عائشہ کے دوسرے ہاتھ کو نرمی سے تھاما۔ اریبی جانوروں کی طرح اسے

گھسیٹ رہا تھا جو راحیل خان کو تو بلکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔" باہر چلیں آپ ! اپنی اولاد کو اپنی آنکھوں کے سامنے مرتا کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔ بہتر ہے آپ باہر چلیں ! میں خورشید بھائی سے کہتا ہوں آپ کو گھر چھوڑ آئے گیں ! ہر مہینے آپ کو راشن دوائیاں ملتی رہے گیں ! ! نرمی سے کہتے راحیل خان نے ان کا ہاتھ تھامتے باہر کی طرف اپنے قدم بڑھائے ! ! عائشہ بری طرح روتے بلکتے اس کے ساتھ باہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔ کوئی دوسرا چارہ نہیں تھا اس کے پاس ! ! پیچھے اریبی نے ایک نظر راحیل خان کی پشت کو دیکھتے ہنستے ہوئے اپنا سر جھٹکا۔ دوسرے لمحے وہ واپس سے حدائق شاہ کی طرف متوجہ ہوا تھا۔۔

حدائق شاہ نے ایک تمسخراتی نظر حنان لغاری کے خون سے لت پت چہرے پر ڈالتے سائڈ سے نمک اور مرچیں اٹھاتے ہاتھ میں لیتے انہیں بہت آرام سے حنان لغاری کے زخموں پر چھڑکا۔ جہاں جہاں اس کے وجود پر زخم تھے وہاں وہاں حدائق شاہ خطرناک سا مسکراتے ہوئے نمک اور مرچیں ڈال رہا تھا۔ حنان

لغاری کے منہ سے غر غر کی آواز نکل رہی تھی۔ سارے دانت ٹوٹ چکے تھے، زبان وہ کہیں دور پڑی تھی۔ایک ہاتھ کٹا ہوا زمین پر پڑا تھا۔خون منہ سے اگلتے وہ محض یہی کر سکتا تھا۔۔"بائے بائے!! حدائق شاہ نے دھیمے سے اس کے کان کے تھوڑا سا قریب ہو کر سرگوشی کرتے اپنے ہاتھ کو نیچے لے جاتے اس ایک جھٹکے سے چاقو اس کی ٹانگوں کے درمیان اعضاء پر مارا۔۔ حنان لغاری کی ایک آخری فلک شگاف چیخ بھیانک سی چیخ ابھری تھی۔اس کے بعد فوراً ہی اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ نجانے وہ مرا بھی تھا یا نہیں لیکن اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں!! حدائق شاہ نے اپنے خون سے لت پت ہاتھ اسی کے کپڑوں سے صاف کرتے اپنی پستول اٹھاتے ہاتھ میں تھامی!! ابھی وہ پستول لوڈ کر ہی رہا تھا کہ اریبی نے آگے بڑھتے حنان لغاری کی ٹانگوں کے درمیان جہاں پہلے ہی چاقو پیوست تھا وہاں چار سے پانچ گولیاں ایک ساتھ ماری!! حدائق شاہ نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔ان لوگوں کو تو موقع دینا وہ بھول ہی گیا تھا۔۔ زمین سے کھڑے ہوتے وہ، اور اریبی اپنی پستول لوڈ کیے حنان لغاری پر نشانہ باندھے ہوئے تھے!! اور اگلے ہی

لمحے پورا کمرہ گولیوں کی آواز سے گونج اٹھا تھا۔۔ بالاج خان بھی کھڑا ان کے ساتھ ہی اپنا حصہ مل رہا تھا۔ وہ تینوں مل کر دھڑا دھڑ حنان لغاری کے مردہ وجود کو گولیوں سے چھلنی کر رہے تھے!! وہ مر چکا تھا۔ درد برداشت کرنے کی سکت اپنے اندر نا پاتے وہ اپنی آخری سانسیں گنتے اس دنیا سے ختم ہو گیا تھا۔۔ لیکن پھر بھی ان تینوں میں سے کوئی بھی رکنے کو تیار نہیں تھا۔۔!! اپنی پستول کی ساری گولیاں ختم ہوتے دیکھ حدائق شاہ نے چیختے ہوئے پستول ایک طرف پھینکی!! سب سے آخری گولی بالاج خان کی پستول سے نکلی تھی۔ وہ اس کے جسم پر اپنی فل لوڈڈ پستول کی ساری گولیاں ختم کر چکے تھے!! حدائق شاہ کا ابھی بھی دل نہیں بھرا تھا۔ اس کا بس نہیں تھا سامنے پڑے مردہ وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے کتوں کے آگے ڈال دے! اپنی پچھلی گردن کو رب کرتے حدائق شاہ نے خود پر ضبط کرنے کی ایک ناکام سی کوشش کی! نجانے کیوں اس کے اندر کا درندہ اسے سب کچھ ختم کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ حدائق شاہ بری طرح بے چین تھا۔۔ حنان لغاری کو مار کر بھی اس کے دل کو سکون نہیں آ رہا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے سامنے پڑی کرسی کو

اٹھاتے آگے بڑھتے بری طرح حنان لغاری کے منہ پر ماری! پھر وہ رکا نہیں تھا۔ وہ چیختے ہوئے حنان لغاری کے مردہ وجود پر کرسی کو مارتا ہی جا رہا تھا۔۔ حتیٰ کہ حنان لغاری کی پوری شکل کا جیسے کچومر سا بن گیا تھا۔۔ زمین پر ارد گرد ہر جگہ خون پھیلا ہوا تھا۔ جبکہ اس کا وجود بیچ میں پڑا انتہائی بھیانک منظر پیش کر رہا تھا۔۔ "بس کر!! اریبی نے آگے بڑھ کر حدائق شاہ کے ہاتھ سے کرسی پکڑ کر دور پھینکتے اسے حنان لغاری سے دور کیا۔ اس کی اتنی بری حالت تھی کہ کوئی اور ایک نظر بھی حنان لغاری پر ڈالتا تو یقیناً الٹیاں کر کر کے مر جاتا۔۔ "تھو ہے) گالی (پر۔۔۔ اریبی کے ہاتھ جھٹکتے حدائق شاہ نے پھر سے آگے بڑھتے حنان لغاری کے منہ پر تھوک پھینکا۔۔ "خورشید بھائی!! زمین پر نظریں جمائے حدائق شاہ بری طرح دھاڑا تھا۔۔ "اٹھائیں اسے اور کتوں کے آگے ڈال دیجئے گا۔ ایک ہڈی بھی مجھے اس کی بچی ہوئی نظر نہ آئے!! سختی سے خورشید کو ہدایت دیتے حدائق شاہ نے پیچھے ہوتے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائی۔ دل میں ایک بے چینی سی اٹھ رہی تھی۔ جبکہ اس کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں!! خورشید فوراً سے پہلے حدائق شاہ کے حکم پر

عمل کرتے گھسیٹتے ہوئے حنان لغاری کے وجود کو لیے باہر نکلا۔ لان میں ہی ان کے دو سے تین پالتو کتے موجود تھے! اس کا ارادہ حنان لغاری کی لاش کو انہی کے آگے ڈالنے کا تھا۔۔۔ "عائشہ کو راحیل خان نے اپنے ڈرائیور کے ساتھ گھر بھیج دیا تھا۔ "ریلکس رہ! تیری بیوی کو انصاف مل ہی گیا آج!! آبان خان نے آگے بڑھتے حدائق شاہ کا کندھا تھپکتے دھیمے سے کہا۔ حدائق شاہ اچھا کی صورت میں سر کو ہلاتے دیوار سے ٹیک چھوڑتے سیدھا ہوا۔ اس کا دل مزید بے چین ہونے لگا تھا۔ اسے جلد سے جلد یہاں سے نکلنا تھا۔۔ سر کو جھٹکتے وہ فوراً سے آگے کی طرف بڑھا۔ اس کا ارادہ اب یہاں سے نکلنے کا تھا۔۔

رفیق خان حدائق شاہ کو اپنے پاس سے گزرتے دیکھ بے ساختہ ہی دو قدم پیچھے ہوئے! حنان لغاری کا حشر ان کے رونگٹے کھڑے کرنے کے لیے کافی تھا۔۔ انہیں پیچھے ہوتے دیکھ بے ساختہ ہی حدائق شاہ کے قدموں کو بریک لگی!! "شکر کیا کریں کہ اتنا اچھا بیٹا ملا ہے آپ کو! میرے جیسا کوئی ہوتا تو یقیناً آج آپ جہنم واصل

ہوتے!! ایک زہر آلود نظر رفیق خان پر ڈال کر کہتے حدائق شاہ خاموشی سے کمرے سے باہر نکلا۔ اسے زہر سے بھی زیادہ برے لگ رہے تھے اس وقت رفیق خان!! آخر کو حنان لغاری انہی کا پھیلایا گند تھا۔۔

چل!! آبان خان راحیل کو اشارہ کرتے وہ دونوں بھی کمرے سے باہر نکلتے کہ " رفیق خان فوراً سے پہلے راحیل خان کے سامنے آتے کھڑے ہوئے!! رفیق خان کو سامنے دیکھتے دونوں کے قدم رکے تھے!! "راحیل میری بات سن لو بس ایک مرتبہ! اپنے باپ کو ایک صفائی کا موقع نہیں دے سکتے کیا تم؟؟ رفیق خان نے بھیگی سی آواز میں کہا۔ انہیں راحیل خان سے بات بھی کرنی تھی لیکن انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا بات کرے! "مجھے معاف کریں آپ! ساری زندگی منہ نہیں لگایا آج آپ کو یاد آگیا کہ آپ میرے باپ ہیں! میں آپ سے کوئی بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔ بہتر ہے خود بھی خوش رہیں اور مجھ سے دور رہ کر مجھے بھی خوش

رہنے دیں!! سپاٹ سے لہجے میں انہیں تنبیہ کرتے راحیل خان آبان خان کا ہاتھ تھامتے کمرے سے باہر نکلا۔ وہ مزید ایک منٹ بھی یہاں نہیں رکنا چاہتا تھا۔۔

بندہ اتنے ظلم ہی نہ کرے کہ آخر میں کسی سے معافی مانگنے پڑے!! اریبی نے" رفیق خان کی طرف دیکھتے طنزیہ سے انداز میں کہا۔ اس کے تو دل کو سکون مل گیا تھا آج!! رفیق خان نے خاموشی سے ایک بھیگی نظر اریبی پر ڈالتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے! ان کے قدموں میں شکستگی بہت واضح تھی!! بالاج خان بھی ان کے پیچھے ہی باہر کی طرف بڑھا تھا۔ رفیق خان کو گھر اسی نے لے کر جانا تھا۔۔

سب کو یہاں سے جاتا دیکھ اریبی نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ایک گہری سانس بھری!! "اوہ شٹ! بے ساختہ ہی بولتے وہ اندھا دھند باہر کی طرف بھاگا تھا۔۔ اسے آبان خان سے کچھ ضروری بات کرنی تھی جو اسے ابھی ہی یاد آئی تھی۔۔ باہر لان کی طرف جاتے اریبی نے سامنے دیکھا۔ جہاں دور کھڑا آبان خان ابھی اپنی گاڑی میں بیٹھ ہی رہا تھا۔۔ "آبان!! اریبی نے اسے گاڑی میں بیٹھتے دیکھ نہایت

اونچی آواز میں اسے پکارا۔ وہ اس سے کافی دور تھا۔۔ بہر حال آبان خان تک آواز چلی گئی تھی۔ وہ رک کر سوالیہ نظروں سے اریبی کو دیکھ رہا تھا جو بھاگتے ہوئے اس کے نزدیک آرہا تھا۔۔ "کیا ہو گیا؟؟ اس کے قریبی پہنچنے پر آبان خان نے تجسس سے پوچھا۔ حدائق شاہ یہاں سے جا چکا تھا۔ جبکہ بالاج خان کی گاڑی بھی گیٹ کراس کر چکی تھی۔ بس آبان خان اور راحیل ہی کھڑے تھے!! "مجھے وہ لڑکی واپس کر! ایک رات کے لیے چاہیے ہے مجھے!! اریبی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بلا جھجھک ٹو دی پوائنٹ بات کی!! "کونسی لڑکی؟؟ البتہ آبان خان سمجھ گیا تھا لیکن پھر بھی نا سمجھی سے پوچھا۔۔ "مشال لغاری!! واپس کر مجھے۔ وہ پٹاخہ صرف ایک رات کے لیے میری پھر بیشک تو رکھ لینا۔۔ اریبی نے بے باکی کی ہر حد پار کرتے کہا۔ وہ بھولا نہیں تھا مشال لغاری کو!! "نکاح کر لے اس سے اور لے جا۔ تُجھے پہلے بھی یہی آفر کروائی تھی میں نے! اب پھر یہی کہہ رہا ہوں۔ ایک رات کیا پوری زندگی کے لیے تیری! لیکن نکاح کے بغیر میں کبھی نہیں دوں گا تُجھے! سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے آبان خان نے صاف انکار کیا۔ وہ پہلے بھی

اسے ایک مرتبہ یہی کہہ چکا تھا۔۔"اتنے پھوٹے نہیں ہیں ابھی میرے نصیب کہ اس چھمک چھلو کو نکاح میں لے کر اپنی زندگی برباد کرلوں!اس کے جیسی عورتیں محض جسم کی راحت کا ذریعہ بن سکتی ہیں!!اریبی کا آج بھی وہی جواب تھا۔اور آبان خان کو اس سے اُمید بھی اسی جواب کی تھی!!"ٹھیک ہے پھر ایک رات کے لیے بھی بھول جا۔میں جو اسے تیرے پاس دے دوں زنا کے لیے تو اُن دونوں بہن بھائی اور ہمارے درمیان میں فرق کیا رہ جائے گا۔گنہگار ہونے سے بہتر ہے تو اس سے نکاح کرلے!پھر دن رات جیسے مرضی جسم کو راحت دینا۔کام ہی کیا ہوگا اس کے علاوہ پھر!!آبان خان نے اسی سنجیدگی کے ساتھ آخر میں بے باکی سے کہا۔۔!!"راحیل خان سنجیدگی سے ایک نظر آبان خان کی طرف دیکھتے گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔وہ جتنا اس زنا لفظ سے دور بھاگ رہا تھا اتنا ہی اس کے سامنے یہ لفظ آتا تھا۔۔!!"جہاں بھی چھپایا ہے تو نے مشال کو!اسے تو میں ڈھونڈھ نکالوں گا۔اور بغیر نکاح کے اپنا بدلہ لے کر اسے اس کی اوقات بھی دکھاؤں گا۔اور تو بس دیکھتا رہ جائے گا۔یاد رکھنا یہ بات!!انگلی اٹھا کر اسے وارن کرتے اریبی نے اپنے قدم اپنی

گاڑی کی طرف بڑھائے! زبان سے تو وہ یہ کہہ رہا تھا لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ اُس کے دل میں کیا ہے!! "دیکھ لیتے ہیں!! آبان خان بھی اونچی آواز میں کہتے سر جھٹکتے گاڑی میں بیٹھا۔ راحیل خان پہلے ہی گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔۔ ان تینوں کی گاڑیاں ایک ساتھ ہی قطار میں فارم ہاؤس سے باہر نکلی! تینوں کی گاڑیوں کا رخ اپنی اپنی منزل کی جانب تھا۔۔

حدائق شاہ کی گاڑی جھٹکے سے شاہ ولا کے کار پورچ میں آتے رکی۔ اس کی آنکھیں ابھی تک بے تحاشہ سرخ تھیں۔ جبکہ دل میں ٹھہری بے چینی کا بھی کچھ یہی عالم تھا۔ ماتھے کی رگیں پھولی ہوئی تھیں جبکہ جبڑے سختی سے ایک دوسرے میں پیوست کر رکھے تھے!! اپنی طرف کا دروازہ کھولتے حدائق شاہ گاڑی سے باہر نکلا۔ وہ دعا کر رہا تھا کہ اس وقت لاؤنج میں کوئی بھی نہ ہو! کیونکہ اس کے کپڑوں پر خون لگا تھا۔۔ ایسے میں کوئی دیکھ لیتا تو اسے ہزاروں سوالوں کے جواب دینے پڑتے!! ایک گہری سانس ہوا کر سپرد کرتے حدائق شاہ نے اندر کی طرف اپنے

قدم بڑھائے!! سامنے لاؤنج میں سارے گھر والوں کو بیٹھے دیکھ بے ساختہ ہی اس نے سختی سے اپنی آنکھیں میچتے کھولی!! وہی ہوا تھا جس کا ڈر تھا۔ سارے ہی لاؤنج میں بیٹھے تھے!! اپنی آنکھیں سختی سے میچ کے کھولتے حدائق شاہ آگے کی طرف بڑھا۔ وہ بس فوراً سے اوپر اپنے کمرے میں جانا چاہتا تھا۔ "حدائق!! حدائق شاہ کو اوپر کی طرف جاتے دیکھ سب سے پہلی نظر سائرہ بیگم کی اس پر پڑی تھی۔ اس کے کپڑوں پر لگا خون بھی انہوں نے بخوبی دیکھا تھا۔ تبھی تڑپتے ہوئے اسے پکارا۔ حدائق شاہ کے اوپر کی طرف بڑھتے قدم رکے!! پیچھے سارے اسی کی طرف متوجہ تھے!! "کچھ نہیں ہوا ہے ماما۔ گردن موڑ کر سائرہ بیگم سے کہتے حدائق شاہ نے بنا پیچھے کسی کی بات پر دھیان دیے سنجیدگی سے اپنے قدم اوپر کی طرف بڑھائے!! "ایسے کیسے کچھ نہیں ہوا۔ تمہاری آنکھیں اتنی لال ہو رہی ہیں! اور یہ خون! تمھیں چوٹ لگی ہے کیا؟؟ پیچھے سائرہ بیگم سیڑھیوں کی طرف آتے چیخ رہی تھی۔ لیکن وہ اوپر اپنے کمرے میں جاتے غائب ہو چکا تھا۔ "بچہ نہیں ہے وہ سائرہ!! بیٹھ جاؤ!! داجان نے فکر مندی سے سیڑھیوں کی طرف دیکھتے سائرہ بیگم

کو بیٹھنے کا کہا۔ فکر تو انہیں بھی ہو رہی تھی لیکن وہ کچھ بول کر سب کو مزید پریشان نہیں کر سکتے تھے!! سائرہ بیگم ایک آخری نظر سیڑھیوں پر ڈالتے واپس سے صوفے پر آتے بیٹھیں۔اب حدائق شاہ دوبارہ نیچے آتا تو کچھ پتہ چلنا تھا۔

حدائق شاہ نے کمرے میں داخل ہوتے دروازہ بند کیا۔ ساتھ ہی وہ آنکھیں بند کرتے اپنا سر دروازے سے ٹکا گیا تھا۔۔ فائزہ شاہ اس وقت کمرے میں نہیں تھی۔ پتہ نہیں وہ کہاں گئی تھی۔ سیدھے ہوتے حدائق شاہ نے اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ ساتھ ہی اس نے شکر ادا کیا تھا کہ فائزہ کمرے میں نہیں ہے! وہ پہلے ان خون آلود کپڑوں کو تبدیل کرنا چاہتا تھا۔اسے لگ رہا تھا شاید اس کی وجہ سے بے چینی ہو رہی ہے!! ڈریسنگ روم سے کپڑے نکالتے حدائق شاہ شاور لینے کی غرض سے واشروم کی طرف بڑھا۔۔

فائزہ شاہ جو کمرے میں موجود ٹیرس پر کھڑی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھل کر بند ہوتے وہ محسوس کر چکی تھی۔۔ اور نجانے کیسے لیکن اسے سو فیصد یقین تھا کے کمرے میں کون آیا ہو گا۔۔ اسے کمرے میں گھٹن ہو رہی تھی تبھی کچھ دیر ٹھنڈی ہوا کھانے کی غرض سے وہ ٹیرس تک پہلی مرتبہ آئی تھی۔۔ کمرے میں ہوتی کھٹ پھٹ کو محسوس کرتے فائزہ شاہ نے اپنے قدم واپس سے اندر کی کی جانب بڑھائے۔ ویسے بھی وہ کافی دیر سے یہاں کھڑی تھی !!

حدائق شاہ جو ابھی ہی ٹھنڈے یخ پانی سے شاور لے کر باہر نکلا تھا فائزہ شاہ کو ٹیرس سے اندر آتے دیکھ اس نے ایک نظر اسے اور پھر دوسری نظر ٹیرس کے بند دروازے کو دیکھا۔۔ اس کی آنکھیں پہلے سے زیادہ سرخ ہوئی پڑی تھی۔ فائزہ شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے بے ساختہ ہی جھرجھری سی لی !! حدائق شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے اپنے ہاتھ میں موجود ٹاول کو سائڈ پر پھینکا۔ دوسرے لمحے وہ دھیمے دھیمے سے اپنے قدم اس کی طرف بڑھا رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ اُنگلیاں چٹخاتے

ہوئے کھڑی اسے اپنی طرف آتا دیکھ رہی تھی۔ کچھ تھا جو اسے ہلنے سے روک رہا تھا۔۔ حدائق شاہ نے اس کے پاس جاتے خاموشی سے بہت نرمی سے اس کے گرد اپنا حصار بناتے اسے اپنے سینے سے لگایا۔۔ ایک لمحے کے لیے سب کچھ تھم گیا تھا۔ فائزہ شاہ کا وجود ساکت رہ گیا تھا۔ اِرد گرد چلتی چیزیں اچانک ہی رک چکی تھی۔ حدائق شاہ کا بے چین دل اچانک ہی خاموش ہو گیا تھا۔ اور دوسرے لمحے وہ اتنی زور سے دھڑکا تھا کہ فائزہ شاہ کو اس کے دھڑکنے کی آواز بخوبی اپنے کانوں میں گونجتی محسوس ہو رہی تھی!! ایک سرسراتے جھونکے نے فائزہ کے وجود کو زنجیر کر دیا تھا۔ کچھ تھا جو اسے پھر سے دور ہونے سے سختی سے منع کیے ہوئے تھا۔ اور وہ بھی اس کی مانتے آرام سے کھڑی تھی۔۔ حدائق شاہ نے اس کے گرد اپنا حصار ہلکا سا تنگ کرتے خاموشی سے اس کی گردن میں منہ چھپایا۔ وہ دونوں خاموش تھے! کوئی بھی کچھ بولنے کو تیار نہیں تھا۔۔ اپنی گردن پر نمی محسوس کرتے فائزہ شاہ کی آنکھیں حد درجہ کھلی! کیا وہ رو رہا تھا؟؟ کیا حدائق شاہ رو رہا تھا؟؟ کیا حدائق شاہ رو سکتا تھا؟؟ بے ساختہ ہی اس کے دل میں سوال ابھرے تھے!! "میں نے مار دیا

اسے جان!! تمہیں اب کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے!! تمہارا حدائق شاہ ہر قدم پر تمہارے ساتھ کھڑا ہے!! آواز کے ساتھ ایک سانس بھرتے حدائق شاہ نے اس کی گردن میں منہ چھپائے ہی دھیمے سے سرگوشی نما آواز میں کہا۔ اس کی آواز سے ہی صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ رو رہا ہے!! "فائزہ شاہ کا وجود ایک مرتبہ پھر پتھر ہو چکا تھا۔ کیا حدائق شاہ اسی کی بات کر رہا تھا جسے وہ سمجھ رہی تھی؟؟ "شش۔۔ شاہ!! فائزہ شاہ نے ہچکی بھرتے اسے بازو سے پکڑتے خود سے دور کرنا چاہا۔ اسے پھر سے وہ دردناک لمحے یاد آنے لگے تھے!! "نہیں میری زندگی نہیں!! ہر مرتبہ تم سے دور ہوتا رہا تو تمہارے نزدیک کبھی نہیں آپاؤں گا۔ مر گیا ہے وہ! ڈرنا بند کرو اب اُن لمحات سے! تمہارا شوہر تمہارے ساتھ ہے! مزید سختی سے اسے خود میں بھینچتے حدائق شاہ نے اس کے بالوں میں اُنگلیاں چلاتے نہایت محبت اور نرمی سے کہا۔ اس کی خود کی آنکھوں سے آنسوں برس رہے تھے! خدا گواہ تھا کہ جب جب حدائق شاہ کی آنکھوں کے سامنے فائزہ کی پرانی حالت آتی تھی تب تب اس کا دل روتا تھا۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے گلے سے لگے آنسوں بہا

رہے تھے !ایک اپنے غم پر رو رہی تھی تو دوسرا بھی اسی کے غم پر رو رہا تھا۔ "چپ کرو میرا بچہ ! ! میں ہوں نہ۔ نکال دو اپنے دل سے ہر قسم کا بوجھ ! بس یہ یاد رکھو کہ تمھارا حدائق شاہ تمہارے ساتھ ہے ! ! اسے نرمی سے خود سے الگ کرتے حدائق شاہ نے اپنے ہاتھ سے اس کے آنسوں صاف کیے۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ فوراً ہی چہرہ پھر سے بھیگ چکا تھا۔۔ "چپ بس رونا نہیں ہے اب ! ! حدائق شاہ نے واپس سے اس کے آنسوں صاف کیے ! ! فائزہ شاہ نظریں جھکائے کھڑی حدائق شاہ کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھے بری طرح رونے لگی تھی۔۔ "بس کرو زندگی کیوں جان نکال رہی ہو میری ! ! واپس سے اسے خود میں بھینچتے حدائق شاہ نے انگوٹھے کے پوروں سے اپنے آنسوں صاف کیے ! ! فائزہ شاہ اس کے سینے میں چہرہ چھپائے اپنے آنسوں روکنے کی حد درجہ کوشش کر رہی تھی۔ لیکن وہ بے بس تھی ! ! اس کی آنکھوں کے سامنے اپنے اوپر بیتے لمحے فلم کی طرح چل رہے تھے ! ! "شش۔۔ شاہ۔۔ اس کے بازو پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتے فائزہ شاہ نے دھیمے سے اسے پُکارا۔۔ "جی شاہ کی جان ! فوراً ہی نرمی اور نہایت جان چھلکاتے لہجے

میں جواب آیا تھا۔۔ "و۔۔وہ مر گ۔۔گیا۔۔نن۔نا؟؟ نجانے کیوں اس نے یہ سوال کیا تھا۔ لیکن وہ اس سے یہ پوچھ بیٹھی تھی!! حدائق شاہ نے اس کی بات سنتے ایک گہری سانس بھرتے اسے گود میں اٹھاتے پاس ہی رکھے صوفے پر بٹھایا۔۔خود وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا تھا۔۔!! "خدا کی قسم اتنی دردناک موت دے کر آیا ہوں کہ سوچ ہو گی تمہاری! میری فائزہ کو ہاتھ بھی کیسے لگایا تھا اس نے! حدائق شاہ نے اس کے ہاتھ تھامتے نرمی سے کہتے اسے یقین دلانا چاہا۔ فائزہ شاہ خاموشی سے اپنی نظریں جھکا گئی تھی۔البتہ آنسوں ابھی بھی جاری تھے!! حدائق شاہ نے تھوڑا آگے کو ہوتے نرمی سے اس کا سر اپنے کندھے پر رکھا۔اسے بتانے کے چکروں میں وہ اس کے پرانے زخم ہرے کر گیا تھا۔۔ "شاہ کی جان بس کر دو پلیز!! میں ابھی نہا کے نکلا تھا اور تم نے پھر سے مجھے گیلا کر دیا۔آنسوں رکنے میں نہیں آرہے تمہارے تو! اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے حدائق شاہ نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے اسے چھیڑا۔۔ "مجھے اکیلا چھوڑ دیں پلیز!! دھیمی سی آواز نکلی تھی فائزہ شاہ کی!! "کسی صورت بھی نہیں! میں مر جاؤں تو رہ لینا جیسے مرضی

اکیلے۔ ابھی میں ایک سیکنڈ کے لیے بھی تم سے دور نہیں جاؤں گا۔۔ کندھے اُچکاتے صاف انکار کیا گیا تھا۔ یہ تو طے تھا کہ حدائق شاہ نے آج کے بعد کبھی اس کے کہنے پر اس سے دور نہیں جانا تھا۔ "پلیز!! فائزہ شاہ نے ایک مرتبہ پھر بغیر اس کی طرف دیکھے التجائیہ سے انداز میں کہا۔۔ "کبھی نہیں! دوبدو ہی جواب آیا تھا۔ حدائق شاہ کہتے مزید تھوڑا سا اس کے نزدیک ہوا۔۔ "ہمیشہ اپنی بات پر قائم رہیے گا پلیز!! اور اب پتھر ہونے کی باری حدائق شاہ کی تھی۔ وہ جو اس سے ابھی بھی ضد لگانا ہی ایکسپیکٹ کر رہا تھا یہ جواب تو اس نے دور دورِ تک سوچا بھی نہیں تھا۔۔ اس کا دل بے ساختہ ہی رفتار سے زیادہ دھڑکا۔ اس عورت کا ایک جملہ کافی ہوتا تھا اس کا دل بند کرنے کے لیے!! دوسرے لمحے حدائق شاہ کے چہرے پر خوبصورت سی مسکراہٹ نمودار ہوئی! وہ اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے گہرا مسکرایا تھا۔۔ فائزہ شاہ اس کے کندھے میں اپنا چہرہ چھپائے ہوئے تھی۔۔ "تمہیں لگتا ہے میں اپنی بات سے مکر سکتا ہوں؟ محبت سے سوال پوچھا گیا تھا۔۔ "ہاں!! دھیمے سے سیدھا سیدھا جواب آیا۔۔ اور یہاں حدائق شاہ کا دل کیا تھا اپنا سر دیوار میں مار لے!

سب کچھ جانتے بوجھتے بھی وہ پھر سے اس سے سوال پوچھ بیٹھا تھا۔اور وہ حدائق شاہ کا سارا موڈ خراب کر گئی تھی!! اسے لگا تھا کہ مقابل کوئی اچھا سا جواب دے گی کہ اسے اس پر پورا پورا بھروسہ ہے! لیکن وہ کچھ زیادہ ہی اسٹریٹ فارورڈ ہوتے اس کی امیدوں پر پانی پھیر گئی تھی!! "وقت کے ساتھ آزما لینا۔ ہمیشہ حدائق شاہ تمھیں اپنے ساتھ اپنے ہمقدم کھڑا ہوا ملے گا۔ تم تو زندگی ہو حدائق شاہ کی! زندگی کا مطلب تو سمجھتی ہو نہ تم؟؟ وہی جس کے نا ہونے سے کچھ نہیں بچتا۔۔ سب کچھ اسی ایک نام پر منحصر ہوتا ہے! زندگی نہیں تو کچھ بھی نہیں!! اس کے بالوں پر ہولے سے لب رکھتے حدائق شاہ نے محبت سے ہی کہا۔ بھلا وہ اس عورت پر سختی کیسے کر سکتا تھا؟؟ "مجھے سونا ہے!! اس سے دور ہونے کی کوشش کرتے فائزہ شاہ کے اپنے ہی جواب تھے! ایسا لگتا تھا وہ اس کی باتیں سن رہی ہو لیکن کوئی جواب نہ دینا چاہتی ہو!! "میری بانہوں میں؟؟ وہ شوخ ہوا تھا۔۔ "زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے!! سوں سوں کر کے جواب دیتے وہ اسے ہنسنے پر مجبور کر گئی تھی!! "جو حکم جان!! سر کو خم دے کر جواب دیتے حدائق شاہ زمین سے کھڑا

ہوا۔۔ رات بہت ہو گئی تھی۔ اب ان دونوں کو واقعی سونا چاہیے تھا۔۔ فائزہ شاہ خاموشی سے اٹھتے اپنے آنسوں صاف کرتے بیڈ کی طرف بڑھی! شکر تھا کہ اب اس کے رونے میں کمی آگئی تھی!! "ویسے آج رات مجھے بھی بیڈ پر سونے کی اجازت ملنی چاہیے؟؟ وہ نجانے اس کے منہ سے آج کیا سننا چاہ رہا تھا کہ بار بار اس سے پنگے لے رہا تھا۔۔ "آپ کو کمرے میں آنے دے دیا کیا کافی نہیں ہے؟؟ ٹکا سا جواب آیا تھا۔۔ حدائق شاہ نے ایبرو اچکاتے اسے دیکھا۔ وکیل کو اس کی بیوی بھی اسی کی زبان جیسی ملی تھی۔۔ "محترمہ یہ میرا ہی کمرہ ہے!! اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے حدائق شاہ نے جیسے اسے یاد دلانا چاہا۔ فائزہ شاہ جو کمبل اپنے اوپر سیٹ کرتے لیٹنے ہی لگی تھی ایک لمحے کے لیے اس کے ہاتھ رکے!! "پھر کیوں رکھا ہوا ہے مجھے یہاں! چھوڑ آئیں مجھے میرے بابا کے گھر!! دوسرے لمحے سنجیدگی سے جواب دیتے فائزہ شاہ بیڈ پر چت لیٹی! اس انسان سے کبھی کبھی بحث میں ایک الگ ہی مزہ آتا تھا۔ حدائق شاہ نے اس کے جواب پر منہ بسورا۔ واقعی رکھا تو اس نے ہی ہوا تھا۔ ورنہ مقابل کا تو بس نہیں تھا کہ آج ہی اسے چھوڑ کے اپنے بابا کے گھر چلی

جائے!!"سو جاؤ بچّوں!! میں نے جب نیندیں حرام کرنا شروع کی تو ساری رات تمہاری آہ شاہ بس کریں!! یہی کرتے کرتے گزر جائے گی!! دانت پیس کر منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے حدائق شاہ بھی صوفے پر لیٹا۔اس نے یہ اونچی آواز میں نہیں بولا تھا۔اگر وہ اونچا بولتا تو یقیناً مقابل اٹھ کر اس کا سر پھاڑ دیتی۔اور پھر تین سے چار دنوں تک حدائق شاہ نے پھر سے اپنے کمرے سے محروم ہو جانا تھا۔جو کہ وہ تو بلکل بھی نہیں چاہتا تھا۔۔ایک گہری سانس بھرتے حدائق شاہ صوفے پر لیٹا۔ مقابل کی وہ ایک لائن یاد کرتے وہ پھر سے مسکرا رہا تھا۔اب ساری رات اس کی ایک جملے کے سہارے جاگتے ہوئے مسکراتے ہوئے گزرنی تھی۔۔

قسط نمبر:69

یہ صبح کا وقت تھا۔جب ہر کوئی پھر سے اپنی روزمرہ کی زندگی میں مصروف ہو چکا تھا۔ایسے میں مدحا نسیم آج گھر سے نوکری کی تلاش میں نکلی ماری ماری پھر رہی تھی۔پچھلے ہفتے سے وہ روز ہی کہیں نہ کہیں نوکری تلاش کرنے جا رہی تھی۔لیکن

کہیں پر اس کی تعلیم کم پڑتی تھی تو کہیں پر ایکسپیرینس! اور اس ایک ہفتے میں ہی فرحت بیگم نے اس کا جینا عذاب کیا ہوا تھا۔ گھر میں سو قسم کی چیزوں کی ضرورت تھی اسے بھی اس بات کا اندازہ تھا۔ لیکن فرحت بیگم کو اب کون سمجھائے بھلا۔ ایک ضیغم کی ٹینشن اور دوسری گھر میں کھانے پینے کی، ساری کی ساری ذمے داریاں جیسے اچانک ہی اس کے سر پر آ کر بیٹھ گئی تھی۔ اب تو گھر میں بھی کوئی کمانے والا نہیں بچا تھا۔ اوپر سے نسیم صاحب کی اتنی مہنگی مہنگی دوائیوں کا خرچہ۔۔۔ وہ بری طرح بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔۔ ضیغم کے بارے میں اس نے تھانے میں رپورٹ کروانے کا بھی سوچا تھا لیکن وہی پیسوں کا مسئلہ!!! گھر میں کھانے کو بمشکل ہو رہا تھا پولیس والوں کو پیسے وہ کہاں سے دیتی!!" رکشے میں بیٹھی وہ مسلسل مختلف آیتیں پڑھتی یہ دعا کر رہی تھی کہ کاش آج کوئی نوکری مل ہی جائے! ورنہ فرحت بیگم نے یقیناً آج اسے کسی نا کسی گھر میں جھاڑو پوچے کے لیے چھوڑ کر آ جانا تھا۔ نجانے اب تک وہ کتنی ہی مرتبہ اس کے منہ سے یہ بات سن چکی تھی!! بلکہ اب تو اسے لگ رہا تھا کہ فرحت بیگم کی ہی کوئی بد دعا لگی ہے جو ابھی تک

اسے کہیں پر بھی نوکری نہیں مل رہی تھی!!"بہن جانا کہاں ہے؟؟رکشے والے کی آواز سنتے مدحا نسیم اچانک ہی جیسے اپنی سوچوں سے باہر نکلی۔اس نے بے ساختہ ہی اپنی گردن باہر نکالتے رکشے سے باہر دیکھا۔اپنے گھر سے وہ کافی دور آچکی تھی۔ اوراب رکشے والا رکشہ روکے اسے ہی سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔"آ۔۔مدحا نسیم نے ایک مرتبہ پھر سے اپنی گردن نکالتے سامنے دیکھا۔اس کا آج رینڈ ملی کچھ جگہوں پر انٹرویو دینے کا ارادہ تھا۔۔سامنے ہی خان گروپ آف انڈسٹریز کا بے تحاشہ بڑا بورڈ دیکھتے بے ساختہ ہی اس نے تھوک نگلا۔۔"یہ تو عمارت ہی اتنی بڑی ہے!ہم جیسے مڈل کلاس لوگوں کو بھلا کیوں رکھے گیں یہ نوکری پر!!"اپنے دل میں سوچتے اس نے واپس سے گردن اندر کی!"بی بی آپ نے رکشے سے اترنا بھی ہے یا نہیں؟مجھے جگہ تو بتادیں کہاں جانا ہے؟؟رکشے والے نے پھر سے اسے پکارا۔ اسے اب بری طرح جھنجلاہٹ ہونے لگی تھی!!ہاں میں نے جانا ہے!مدحا نے منہ بسور کر کہتے ایک مرتبہ پھر اس عالیشان عمارت کو دیکھا۔۔چلی جاتی ہوں زیادہ سے زیادہ ریجیکٹ ہی کر دے گیں بس!!ٹرائے کرنے میں کیا حرج ہے!!منہ ہی

منہ میں بڑبڑاتے مدحا نسیم رکشے سے نیچے اُتری! یہ لیں پیسے بس یہیں تک آنا تھا میں نے!! رکشے والے کے ہاتھ میں پیسے تھماتے اس نے پیچھے کی طرف مڑتے روڈ کراس کرتے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے!! سامنے ہی خان گروپ آف انڈسٹریز موجود تھی جس کی طرف مدحا کے قدم تھے!!

کدھر میڈم؟؟ مدحا نسیم کو اندر داخل ہوتے دیکھ اسے انٹرنس پر ہی گارڈ روک" چکا تھا۔ میں نے انٹرویو دینا ہے!! دھیمی سی آواز میں منہ بسورتے اس نے کہا۔ ابھی تک وہ جہاں بھی گئی تھی کم از کم اسے گارڈ نے تو نہیں روکا تھا۔ "چیکنگ کروائیں اور پھر اندر چلی جائیں!! گارڈ اس سے کہتے سائڈ پر ہوا۔ اور ساتھ ہی ایک لیڈی گارڈ نے آگے بڑھتے مدحا کی چیکنگ کی۔ یہ ایک بہت بڑی کمپنی تھی۔ اور جس کی تھی اس کے دشمن بھی اس شہر میں تھوڑے نہیں تھے!! اسی لیے کسی بھی انجان انسان کو چیکنگ پر ہی اندر جانے دیا جا سکتا تھا۔ "ہو گئی تسلی؟؟ دانت کچکچاتے مدحا نے لیڈی گارڈ سے پوچھا جو اچھی طرح اس کی تلاشی لے چکی تھی!!

"ہمم جاؤ!! سر جھٹکتے وہ سائڈ پر ہوئی! اور مدحا نسیم منہ بناتے اندر داخل ہو چکی تھی۔۔

وائو!! اندر داخل ہوتے بے ساختہ ہی اس کے منہ سے نکلا۔ وہ اِرد گرد دیکھتے آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی اس عالیشان عمارت کو دیکھ رہی تھی۔ باہر سے یہ جتنی خوبصورت تھی اندر سے تو اسے لگ رہا تھا جیسے آفس کی بجائے کسی محل میں آگئی ہو!! ریسپشنسٹ نے سامنے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا۔ جو کھڑی بس گول گول گھومتے کبھی اوپر تو کبھی اِرد گرد دیکھ رہی تھی!! وہ اپنی حرکتوں سے ہی اسے کوئی مڈل کلاس کی لڑکی لگی تھی!! "میم آپ کون؟؟ دوسرے لمحے اس نے تھوڑی اونچی آواز میں مدحا نسیم کو مخاطب کیا۔ مدحا کی اچانک ہی نظر سامنے کی طرف گئی تھی۔ وہ تو اس عمارت کو دیکھنے میں اتنی مگن ہو چکی تھی کہ سامنے کی طرف دھیان ہی نہیں گیا تھا۔۔ ایک گہری سانس بھرتے وہ سر جھٹکتے ریسپشنسٹ کی طرف بڑھی!! "مجھے انٹرویو دینا ہے! جاب کے لیے! ٹیبل پر اپنا ہاتھ رکھتے اس نے

ریسیپشنسٹ کی طرف دیکھتے کہا۔۔ "سوری میم لیکن جابز تو کمپنی نے ابھی نکالی ہی نہیں ہیں! آپ کچھ عرصے تک انتظار کریں پھر آیئے گا۔ پروفیشنل لہجے میں کہتے وہ صاف صاف بات اسے بتا گئی تھی!! "آپ کمپنی کی آنر تو نہیں ہیں! ایک مرتبہ سی ای او سے پوچھ لیں! کیا پتہ انہیں ضرورت ہو!! مدحا نے بھی دوبدو سنجیدگی سے جواب دیا۔۔ "دیکھیں محترمہ ہمیں پتہ ہوتا ہے سب کچھ! اور ویسے بھی ہم سے بات نہیں کرتے سی ای او آپ سے کیا خاک کرے گیں! انٹرویوز مینیجر لیتے ہیں! سر جھٹکتے ریسیپشنسٹ نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔۔ "جو بھی لیتے ہیں آپ ایک مرتبہ ان سے پوچھ لیں بس! پلیز پلیز میں بہت دور سے آئی ہوں۔ ایسے ہی نہیں جا سکتی!! وہ اب منتوں پر اُتر آئی تھی۔ خالی ہاتھ تو وہ کبھی نہیں جانا چاہتی تھی!! ریسپشنسٹ نے کوفت سے اسے دیکھا۔ وہ تو اسے آواز لگا کر پچھتا رہی تھی۔ دوسرے لمحے اس نے سنجیدگی سے انٹر کام اٹھاتے اپنے کان سے لگایا جو ایک سیکنڈ کے اندر ہی اٹھا لیا گیا تھا۔۔ "یس؟؟ دوسری طرف سے آبان خان کی بھاری با رعب سنجیدہ سی آواز اُبھری!! "سر یہ ایک لیڈی آئی ہیں انٹرویو کے لیے! میں

نے بہت ٹالنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ سن ہی نہیں رہی!! ریسیپشنسٹ نے ایک نظر مدحا کے حسین چہرے کی طرف دیکھتے فون پر کہا۔۔ "تو کیا آپ کو نہیں پتہ کہ جابز ایک مہینہ پہلے ہی ختم ہو چکی ہیں؟ اب ان چھوٹی چھوٹی باتوں کے لیے آپ مجھے ڈسٹرب کرے گی؟؟ مینیجر مر گیا تھا کیا؟؟ دوسری طرف موجود آبان خان ایسا لگتا جیسے شدید غصے میں بیٹھا ہو! "سر مینیجر آج چھٹی پر ہیں! اسی لیے مجبوراً آپ کو بتانا پڑا۔ یہ لیڈی بہت ضد کر رہی تھیں اس لیے!! تھوک نگلتے ریسیپشنسٹ نے دھیمے سے جواب دیا۔ آبان خان کے غصے سے کو واقف نہیں تھا بھلا!! آبان خان نے ایک گہری سانس بھرتے اپنے امڈتے غصے کو کنٹرول کرنا چاہا۔ نجانے اسے کس بات پر غصّہ تھا۔۔ دوسرے لمحے اس نے ایک سنجیدہ سی نظر سامنے بیٹھے راحیل خان پر ڈالی تھی! ایک ورکر کی ضروت تھی اسے!! "بھیجیں انہیں اندر! میں خود ہی انٹرویو لے لوں گا۔ انٹر کام پر سنجیدگی سے کہتے آبان خان نے اسے واپس سے ٹیبل پر پٹخا۔۔ ریسیپشنسٹ نے شکر ادا کرتے انٹر کام میز پر رکھا۔ اب اس کی نظریں سامنے موجود لڑکی پر تھی جس کی وجہ سے اس نے باتیں سن لی

تھیں ! ! "ففتھ فلور پر دائیں جانب ایک آفس ہے ! بلکہ وہاں کسی سے بھی پوچھ لینا کمپنی کے آنر کا آفس ! بلایا ہے آپ کو انٹرویو کے لیے ! ! دانت پیس کر کہتے وہ واپس سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوئی ! "تھینک یو سو مچ ! ! مسکرا کر کہتے مدحا ! ! نے اپنے قدم لفٹ کی جانب بڑھائے

وہ اس وقت زنک کلر کے پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس ساتھ ہمرنگ ہی دوپٹہ اوڑھے ہاتھ میں فائل تھامے ہوئے بہت ڈیسنٹ اور بچی سی لگ رہی تھی۔ لیکن پھر بھی نجانے اسے کیوں لگ رہا تھا کہ آتا جاتا ہر انسان اسے ہی گھور گھور کر دیکھ رہا ہے ! ! اپنے حساب اسے تو وہ حلیے میں بہت اچھی لگ رہی تھی لیکن باقی لڑکیوں کو جینز شرٹ میں دیکھتے جیسے اسے بہت عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ تین چار لڑکیاں تو اس کے ساتھ ہی لفٹ میں موجود تھیں۔ جو ہنس تو آپس میں رہی تھی لیکن مدحا نسیم پر خود ترسی اتنی تھی کہ اسے لگ رہا تھا وہ بھی اسے دیکھ کر اس کی ڈریسنگ پر ہنس رہی ہیں ! ! "ففتھ فلور آتے مدحا لفٹ سے نیچے اُتری ! کسی سے بھی پوچھنے سے بہتر اس نے خود ہی آفس ڈھونڈنا مناسب سمجھا تھا۔ ریسیپشنسٹ نے جیسے جیسے اسے

بتایا تھا وہ وہیں پر پہنچ چکی تھی!! ایک گہری سانس بھرتے اس نے دروازہ ناک کیا۔ ابھی تو اسے کنفرم بھی نہیں تھا کہ وہ سہی جگہ آئی بھی ہے یا نہیں!! "کم ان!! اندر سے آبان خان کی بھاری آواز ابھری تھی!! "اللہ پلیز آج کسی طرح جاب لگ جائے! چالیس نفل پڑھوں گی گھر جا کر!! دل ہی دل میں خدا سے مخاطب ہوتے وہ خود میں کانفیڈنس پیدا کرتے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی!! اندر دو نہایت خوبصورت نوجوان موجود تھے! ایک موبائل میں تو دوسرا لاپ ٹاپ میں مگن تھا۔۔

"Please Have a seat!!"

آبان خان نے ایک نظر اسے دیکھتے سنجیدگی سے کرسی کی طرف اشارہ کرتے بیٹھنے کو کہا۔ مدحا اچھا کی صورت سر کو ہلاتے فوراً ہی کرسی پر بیٹھ چکی تھی!! جبکہ راحیل خان کی نظریں ہنوز فون پر ہی تھیں۔ اس نے ابھی تک سر نہیں اٹھایا تھا۔ شاید وہ کوئی گیم کھیل رہا تھا۔۔ "سی وی؟؟ ہاتھ آگے کرتے آبان خان نے اس سے سی وی مانگی! مدحا نے فوراً سے اپنے ہاتھ میں موجود فائل آبان خان کے سامنے رکھ دی

تھی۔۔اس کی نظریں آبان خان کے چہرے پر تھیں جبکہ دل میں مسلسل دعائیں!
کاش کہ ایک مرتبہ اس کی جاب لگ جاتی! آبان خان کی نظریں سنجیدگی سے سی
وی کھولتے اسے پڑھنے میں مصروف تھیں!! "محترمہ آپ ریسیپشنسٹ سے ضد
کر رہی تھیں رائٹ؟؟ سی وی کو بند کر کے ٹیبل پر پٹختے آبان خان نے سنجیدگی سے
اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ "میں نے ضد نہیں کی تھی۔ ناہی کوئی بتمیزی! میں
نے صرف اُن سے کہا تھا کہ ایک مرتبہ انٹرویو کروادیں میرا۔۔ جیسے اُنہوں نے
آپ سے پوچھا تو آپ نے بلا ہی لیا!! اپنے خشک حلق کو تر کرتے اس نے دھیمی سی
آواز میں جواب دیا۔ نجانے کیوں آبان خان کے لہجے سے اسے اپنی بیعزتی واضح
محسوس ہوئی تھی۔۔ "کیا انٹرویوز کروں میں آپ کا؟ ایک مرتبہ اس کمپنی کو اور
دوسری مرتبہ آپ اپنی سی وی کو دیکھ لیتی تو آپ یہ بات کرتی ہی نہیں! محترمہ نا تو
آپ کی ڈگری اس جاب کے لیے الیجبل ہے اور ناہی آپ کے پاس کسی قسم کا کوئی
ایکسپیرینس! ہمیں ابھی فریشرز کی کوئی ضرورت نہیں ہے! ایم ریئلی سوری آپ
جاسکتی ہیں!" سنجیدگی سے اس کے منہ پر انکار کرتے آبان خان نے اس کی فائل

واپس سے اس کے سامنے کی!! مدحا نسیم ہونٹ کاٹتے بہت مشکل سے اپنے آنسوں روکے ہوئے تھی۔ یہاں سے بھی اسے ریجیکٹ کیا جا رہا تھا۔۔ "سر میں بہت جلدی سیکھنے کی کوشش کروں گی!! ایکسپیرینس بھی تو کام کر کے ہی آتا ہے نہ! کچھ دنوں تک آپ رکھ کر دیکھ لیں پلیز! مجھے بہت ضرورت ہے اس جاب کی!! آپ کسی بھی پوسٹ پر رکھ دیں میں چپ چاپ کام کر لوں گی!! اپنی اُنگلیاں مروڑتے سیلف رسپکٹ کو ایک سائڈ پر رکھتے وہ اس کی بھی منتوں پر اُتر چکی تھی!! ابھی کے لیے اسے بس یہ پتہ تھا کہ گھر میں بھوک ہے!! آبان خان نے جبڑے بھینچتے اس لڑکی کو دیکھا۔ ایک مرتبہ منع کرنے کی باوجود وہ اس سے بھی ضد کر رہی تھی!! "پتہ نہیں کتنے ہی ایسے تو ضرورتمند ہوتے ہیں! میں اب سب کو تو رکھنے سے رہا۔ آپ کے لیے کوئی پوسٹ ہے ہی نہیں تو کہاں ایڈجسٹ کروں میں آپ کو؟؟ ہمیں ایک سیکرٹری کی ضرورت ہے جسے لوگوں سے بات کرنا اپنا کام کرنا بہت اچھے سے آتا ہو! آپ تو دیکھنے سے بھی اس جاب کے لیے الیجیبل نہیں لگتی۔ کسی اور کمپنی میں ٹرائے کر لیں آپ پلیز!! اور وہ جو پہلے ہی خود کے بارے میں

ہزاروں وہم پالے ہوئے تھی۔ آبان خان کی بات پر جیسے اس کا دل مزید بیٹھ چکا تھا۔۔ احساس توہین سے اس کی آنکھوں میں آنسوں جمع ہونے لگے تھے! "جائیں بھ۔۔۔ آبان خان ابھی تک اسے جم کر بیٹھے دیکھ ابھی کچھ کہتا کہ اسے روتے دیکھ اس نے حیرت سے اس لڑکی کو دیکھا۔ اس نے تو ایسا کچھ نہیں کہا تھا کہ وہ رونے بیٹھ جاتی!! "محترمہ میں نے تو ایسا کچھ نہیں کہا کہ آپ رونے بیٹھ جائیں! دل کی بات وہ زبان پر لے ہی آیا تھا۔۔ مدحا نے خاموشی سے فائل کو ہاتھ میں اٹھاتے اپنے آنسوں صاف کیے۔۔ ناچاہتے ہوئے بھی وہ پتہ نہیں کیوں رو دی تھی!! "راحیل خان جو اپنی گیم میں مصروف تھا لیکن آوازیں اس کے کان تک بہت اچھے سے پہنچ رہی تھیں۔ آبان خان کی بات پر بے ساختہ ہی اس کی گردن اٹھتے نظریں سامنے موجود لڑکی پر گئی۔ جو کرسی سے اٹھتے اپنے آنسوں صاف کر رہی تھی۔۔ راحیل خان کو لگ رہا تھا کہ اُس نے اس لڑکی کو پہلے کہیں دیکھا ہے! لیکن چاہ کر بھی اسے کچھ یاد نہیں آرہا تھا۔۔ "تھینک یو سو مچ!! دھیمے سے آبان خان کو کہتے مدحا کرسی سے اٹھتے دروازے کی طرف بڑھی! اس کی آنکھوں سے آنسوں ابھی تک روانہ

تھے!! آبان خان نے حیرت سے اس لڑکی کا اتنا امیچور بیہویور دیکھا۔ جبکہ راحیل خان کی نظریں مدحا تو کبھی آبان خان پر تھیں۔۔

مدحا نسیم ابھی دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتے اسے کھولتی کہ اپنے پیچھے سے ایک بھاری مردانا آواز سنتے اس کے ہاتھ رکے!! "رکیں!! راحیل خان نجانے کیوں اسے پیچھے سے پکار بیٹھا تھا۔ مدحا نسیم نے اپنے آنسوں صاف کرتے پیچھے مڑتے راحیل خان کو دیکھا۔ وہ اسے حد سے زیادہ دیکھا دیکھا لگ رہا تھا۔ لیکن یّاد اسے بھی نہیں آیا تھا کہ اس نے راحیل کو کہا دیکھا ہے!! "سی وی دیں اپنی!! صوفے پر سیدھے ہو کر بیٹھتے راحیل خان نے ہاتھ آگے کرتے اس سے سی وی مانگی!! "راحیل!! آبان خان جو اسے ہی دیکھ رہا تھا اس نے سختی سے راحیل خان کا نام پکارتے جیسے ایسے تنبیہ کرنی چاہی۔ اس کے خدمتِ خلق کے جذبے سے آبان خان بہت اچھے سے واقف تھا۔ "چپ کر تو دو منٹ! آپ سی وی دیں مجھے اور پانی پی لیں! یہ لیں! اپنے آگے ٹیبل پر رکھا پانی کا گلاس اٹھاتے راحیل خان نے مدحا کی طرف بڑھایا۔ ساتھ ہی آبان خان کو بیچ میں بولنے سے وہ منع کر گیا تھا۔!!

مدحا نے ایک نظر آبان خان کی طرف دیکھتے خاموشی سے راحیل خان کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیتے صوفے پر بیٹھی! اسے پانی کی واقعی ضرورت تھی!! راحیل خان نے مدحا کی سی وی اٹھاتے اوپر سے نیچے تک اسے ایک نظر میں ہی پڑھا۔ آبان خان اس معاملے میں غلط نہیں تھا۔۔ واقعی اتنی تعلیم پر تو کوئی بڑی کمپنی اپنے آفس میں گھسنے بھی نہیں دیتی تھی!! ایک گہری سانس بھرتے اس نے سی وی کو واپس سے بند کرتے سامنے میز پر رکھا۔۔ مدحا نسیم کی پر اُمید نظریں اسی حسین نوجوان کے چہرے پر تھیں۔ اتنی ٹینشن میں بھی وہ دل میں راحیل خان کی خوبصورتی کو سراہنا بلکل بھی نہیں بھولی تھی۔ واقعی خدا نے اس انسان کو حسن کی دولت سے مالا مال کیا تھا۔۔ "آجانا آپ کل سے! ایز آ سیکرٹری میں آپ کو رکھ تو رہا ہوں لیکن پہلے آپ پندرہ دن کی ٹریننگ لے گیں۔ اس دوران اگر آپ اپنے کام کے ساتھ سیریس نظر آتی ہیں تو ٹھیک ورنہ میں کچھ نہیں کر سکوں گا پھر! ابھی آپ جا سکتی ہیں! اپنی سی وی آپ ریسیپشنسٹ کے پاس جمع کروا دیجئے گا۔ اور صبح آٹھ بجے میرے آنے سے پہلے آپ آفس میں ہونی چاہیے ہیں! از اٹ کلیئر؟؟ سنجیدگی سے اسے ساری

بات سمجھاتے آخر میں راحیل خان نے اس سے پوچھا!! "جی تھینک یو ویری مچ! آپ کو نہیں پتہ تھا کہ مجھے کتنی اس جاب کی ضرورت تھی!! اپنے آنسوں صاف کرتے اس نے مسکراتے ہوئے راحیل خان کا شکریہ ادا کیا۔ اس کا چہرہ اچانک ہی جیسے کھل اٹھا تھا۔!! جبکہ آبان خان سامنے بیٹھا اپنا سر تھامے راحیل خان کو دیکھ رہا تھا۔ اسے اس پاگل انسان سے کچھ ایسی ہی اُمید تھی!! "اللہ حافظ! ہلکا سا مسکراتے راحیل خان واپس سے اپنا فون اٹھاتے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اشارہ صاف تھا کہ مقابل جاسکتی ہے! مدحا نسیم بھی خاموشی سے اٹھتے مسکراتے ہوئے باہر کی طرف بڑھی! آبان خان کو دوبارہ دیکھنے کی غلطی اس نے نہیں کی تھی۔ مسکراتے ہوئے کھلے چہرے کے ساتھ باہر وہ باہر نکل چکی تھی۔۔

تو پاگل ہے راحیل! کسی دن مرے گا تو میرے ہاتھوں! یہ تو شکر ہے میں نے تُجھے" ابھی سی ای او کی پوسٹ پر بٹھایا ہے۔ تُجھے میں نے اؤنر نہیں بنایا۔ ورنہ میری کمپنی کا

تو اللہ ہی حافظ تھا۔ آبان خان نے دانت پیستے اس کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا مسئلہ ہے تُجھے! رو رہی تھی بیچاری۔ کیا پتہ کسی کے گھر کیسے کیسے مسئلے ہوتے ہونگے! بولنے نالگ جایا کر تو! ایک تنخواہی دینی ہے نہ مت دینا تو۔ میں خود دے دوں گا اسے تنخوا۔۔ راحیل خان تو جھنجھلاتے بھڑک ہی اٹھا تھا۔۔

"تیری ساری باتیں پیسے سے شروع ہو کر پیسے پر ہی ختم ہو جاتی ہیں! پیسے کے علاوہ دنیا میں تو جیسے کوئی اور کام ہی نہیں ہے!! آبان خان بھی بھڑک اٹھا تھا۔ مدحا نسیم کو کام کچھ بھی نہیں آتا تھا۔ آبان خان نے اس حوالے سے بات کی تھی۔ لیکن مقابل اپنی مرضی کا ہی مطلب نکالے بیٹھا تھا۔۔ "ہاں کیونکہ میں نے پیسے کے پیچھے کی سٹرگل دیکھی ہے! پیسے کے لیے اچھے اچھے انسان کو بدلتا دیکھا ہے۔ اس لیے میری ہر بات پیسے سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جاتی ہے! تُجھے تیرے باپ کی سپورٹ تھی۔ لیکن میرے پاس سب کچھ میرا اپنا کمایا ہوا ہے! نہایت سرد لہجے میں کہتے راحیل خان صوفے سے ہی اٹھ چکا تھا۔۔ اس کا سارا موڈ خراب کر دیا تھا آبان خان نے!! "بیٹھ جا واپس۔ مرضی بھی تو نے اپنی کی ہے اور

آگے سے اکڑ بھی تو مجھے ہی دکھاتا ہے ! جتنا میں تُجھے برداشت کرتا ہوں راحیل یقین کر میں اپنی بیوی کو بھی نہیں کرتا۔۔ اسے باہر جاتے دیکھ آبان خان نے دانت کچکچاتے اسے واپس سے بیٹھنے کو کہا۔۔ "چل اٹھ باہر کھانا کھانے چلتے ہیں ! بھوک لگی ہے مجھے ! راحیل خان نے اس کی بات پر ہلکا سا مسکراتے دروازے سے واپس اس کی طرف آتے کہا۔۔ "اوہ بھائی اپنی جان کے ساتھ کھانا ہے میں نے ! تو اکیلا چلا جا۔۔ ! ! آبان خان نے کندھے اُچکاتے صاف انکار کیا۔ جتنی بھی دیر ہو جائے کھانا وہ ایک ہی مرتبہ شام میں درفشاں کے ساتھ ہی کھاتا تھا۔۔ شام میں کھا لینا بھابی کے ساتھ ! ! ابھی تو دوپہر کا وقت ہے کھڑا ہو ! راحیل خان نے اس کی طرف بڑھتے اسے بازو سے پکڑتے کرسی سے کھڑا کیا۔۔ ! ! "چل پہلے کبھی کیا تو نے میری سنی ہے جو آج سنے گا۔۔ سر جھٹکتے آبان خان اس کے ساتھ ہی باہر کی طرف بڑھا۔۔ باہر نکلتے وہ دونوں کچھ کھانے کو غرض سے کسی ریسٹورینٹ کی طرف جا رہے تھے ! !

بالاج خان اس وقت اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹا موبائل ہاتھ میں تھامے اسے گول گول گھمانے میں مصروف تھا۔ جبکہ اس کی پر سوچ نظریں چھت پر جمی تھیں۔۔وہ اس وقت ماورا جمیل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ ماہ دیر شاہ کے ولیمے میں ہوئی لڑائی کے بعد وہ لڑکی جیسے اس کے ذہن سے چپک کر رہ گئی تھی۔ایک لمحہ بھی ایسا نہیں تھا جب بالاج خان نے ماورا جمیل کو نا سوچا ہو! آج کل دن رات اس کے خیالوں میں ایک ہی عورت کا بسیرا تھا اور وہ تھی ماورا جمیل!! بالاج خان کو ایک طرف جہاں دل میں اسے تھپڑ مارنے پر تھوڑا بہت گلٹ محسوس ہوتا تھا وہیں دوسری طرف کچھ تھا جو اسے کہتا تھا کہ اس نے بلکل بھی غلط نہیں کیا۔ وہ اپنے بارے میں بکواس ہی ایسی کر رہی تھی کہ بالاج خان کو اس پر ہاتھ اٹھانا پڑا۔۔ چھت پر نظریں جمائے وہ مسلسل اپنے دل اور دماغ میں ایک جنگ لڑ رہا تھا۔۔!! ایک گہری سانس بھر کر ایک فیصلے پر پہنچتے اس نے اپنے ہاتھ میں موجود موبائل نگاہوں کے سامنے کیا۔ اس کا ارادہ محض ایک مرتبہ ماورا سے بات کرنے کا تھا۔۔ ماورا جمیل کا نمبر اس کے پاس بہت پہلے سے موجود تھا۔۔ مگر فرق صرف اتنا تھا کہ نمبر

بلاک لسٹ میں تھا۔ ایک مرتبہ پہلے رات میں ماورا نے کال کرتے اس کی نیند خراب کر دی تھی۔ بس تب سے ہی بالاج خان نے اس کا نمبر بلاک کیا ہوا تھا۔۔ بلاک لسٹ میں جاتے بالاج خان نے ماورا کا نمبر ان بلاک کیا۔ وہ اس کی ڈی پی جو کہ اسے شو ہو رہی تھی اسی سے پہچان گیا تھا۔ نمبر پر جاتے اس نے ڈی پی اوپن کرتے ایک سنجیدہ سی نظر اس پر ڈالی۔ مقابل نے پروفائل پر اپنی پکچر لگائی ہوئی تھی۔ جو کہ ابھی ماہ دیر شاہ کی بارات کی ہی تھی۔ بالاج خان اچھے سے پہچان چکا تھا۔۔ نجانے کیا سوچتے بالاج خان نے اس ڈی پی کا ایک سکرین شاٹ لیا۔ وہ اسے زوم کرتے اپنی اُنگلیاں ماورا کے چہرے پر پھیر رہا تھا۔ جس پر اس وقت مسکراہٹ دیدنی تھی۔۔ وہ جیسے ایک ٹرانس کی کیفیت میں تھا۔ اگر ہوش میں ہوتا تو کبھی بھی اس چہرے کو ایسے نہیں دیکھتا۔۔ کچھ دیر ڈی پی کو دیکھتے بالاج خان نے اسے کال ملائی۔ ہونٹ کاٹتے وہ یہ سوچ رہا تھا کہ مقابل اس کی کال کٹ ہی نہ کر دے!! ایک مرتبہ پوری بیل جانے پر بھی دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔۔

بالاج خان نے ایک گہری سانس بھرتے ایک مرتبہ پھر ٹرائے کیا۔اور اس مرتبہ !!وہ کامیاب بھی ہوا تھا۔دوسری طرف سے کال ریسیو کر لی گئی تھی

ہیلو کون؟؟دوسری طرف سے ماورا جمیل کی نیند میں ڈوبی آواز نکلی۔شاید نہیں" یقیناً وہ سوئی ہوئی تھی!!"اوہ تو نمبر بھی ڈیلیٹ کر دیا تم نے میرا؟ بالاج خان نے چھت پر نظریں جمائے سنجیدگی سے کہا۔۔دوسری طرف ماورا جمیل اس آواز کو سنتے فوراً سے پہلے بیڈ سے اٹھتے کھڑی ہوئی تھی۔اسے جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔آیا کہ جسے وہ سمجھ رہی ہے وہ انسان بھلا اسے کیوں کال کرنے لگا۔"کوئی کام ہے آپ کو؟؟دوسرے لمحے اس نے خود پر کنٹرول کرتے سپاٹ سے انداز میں پوچھا۔ولیمے والے دن کا اس کا تھپڑ یاد کرتے ماورا جمیل پر غصّہ ایک مرتبہ پھر عود آیا تھا۔۔"تم خود بتائو مجھے بھلا تم سے کوئی کام ہو سکتا ہے؟بچوں والی بات کی ہے یہ تم نے!!ہلکا سا مسکراتے بالاج خان نے جیسے اس کی عقل پر ماتم کیا۔"تو پھر اتنی رات کو کال کرنے کا مقصد؟مسٹر اگر تو آپ پھر سے میرے کردار پر سوال اٹھانا چاہتے ہیں کہ میں آدھی رات کو نامحرم سے بات کر کے کیا کر رہی تھی۔تو میں

آپ کو بتاتی چلوں کہ کال آپ نے کی ہے! اب بکیں جو کہنا ہے آپ نے تاکہ میں کال کٹ کر سکوں!! سپاٹ سے انداز میں کہتے وہ بالاج خان کو جبڑے بھینچنے پر مجبور کر گئی تھی۔ خاص کر یہ بکیں لفظ بالاج خان کو کچھ پسند نہیں آیا تھا۔۔ "تمہیں ایسا لگتا ہے کہ میں اتنا فارغ انسان ہوں جو ہر وقت تمہارے کردار کو ہی سوالیہ نشان بناتا رہوں؟؟ خود پر کنٹرول رکھتے بالاج خان نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔ "جی بلکل ہر وقت میرے ساتھ تو یہی کرتے ہیں آپ!! دو بدو ہی بیزاریت سے جواب آیا تھا۔۔ "تم مجھ سے بیزار ہو رہی ہو؟ بالاج خان نے اٹھ کر بیٹھتے بے یقینی سے پوچھا۔ اس کے لہجے سے بالاج خان کو لگ رہا تھا کہ وہ اس سے حد درجہ اکتا چکی ہو!! "جی ہاں بیزار ہوں میں آپ سے! اب کال کٹ کریں۔ بلکہ آپ کیا کرے گیں میں خود کر دیتی ہوں!! غصے سے کہتے ابھی ماورا جمیل کال کٹ کرتی کہ بالاج خان کی بات نے اسے رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مقابل نے بات ہی ایسی کی تھی!! "کوئی اور مل گیا ہو گا۔ تبھی مجھ سے بیزار ہو تم! دانت کچکچاتے بالاج خان یہ بات کہنا تو بھی چاہتا تھا مگر پھر بھی وہ یہ بات کر گیا تھا۔ ماورا جمیل کے لہجے میں اپنے لیے

بیزاریت اسے جیسے برداشت نہیں ہو رہی تھی!! "تم جتنا بیچ انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا بالاج خان۔ کوئی لڑکی اپنی سیلف ریسپکٹ کو سائڈ پر رکھ کر تمھیں پرپوز کرے تو وہ بدکردار۔ اور اگر وہ تم سے دور ہٹ رہی ہو تو کوئی اور مل گیا ہوگا۔۔ تم آخر چاہتے کیا ہو؟؟ میری زندگی کا سب سے بڑا عذاب تھا تمھیں پرپوز کرنا۔ اور اس سے بھی بڑا عذاب تم سے محبت کرنا۔ تم جیسا انسان محبت ڈیزرو ہی نہیں کرتا۔۔!! مارے غصے کے چیخ کے کہتے ماورا جمیل نے جھٹکے سے فون بند کرتے سائڈ پر پھینکا۔ بار بار اپنے محبوب کے ہاتھوں اپنی زلالت برداشت کرنا کوئی مذاق نہیں تھا۔ ہر مرتبہ یہ انسان اسے اس کی ہی نظروں میں گرا دیتا تھا۔ وہ کوئی ایسی لڑکی تو نہیں تھی جو کسی کو بھی منہ اٹھا کر پرپوز کر دے یا پھر کسی کے بھی پیچھے چلی جائے! جس دن بالاج خان نے اس کی کلب کے باہر جان بچائی بس تب سے ہی وہ اسے اپنے دل میں بسا بیٹھی تھی۔۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ بہت غلط انسان سے اس نے محبت کی ہے! جسے بدلے میں محبت دینا تو دور محبت کا پاس رکھنا بھی نہیں آتا۔ اپنے آنسوں صاف کرتے ماورا جمیل بیڈ پر چت لیٹی! ایک مرتبہ پھر وہ

انسان اس کی نیند حرام کر چکا تھا۔اب ساری رات اس کی خود سے سوالات میں ہی گزرنی تھی۔۔

جبکہ بالاج خان نے اس کے الفاظ اور کال کٹتے دیکھ شدید غصے کے عالم میں موبائل سامنے دیوار پر مارا۔۔ چھوڑوں گا نہیں میں تمھیں ماورا۔ مرو گی تم کسی دن میرے ہاتھوں ! منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے بالاج خان واپس سے بیڈ پر لیٹا۔اس کا تو خون ہی کھول اٹھا تھا۔اسے جیسے اُمید نہیں تھی کہ یہ لڑکی کبھی اسے پنچ انسان جیسے الفاظ سے بھی مخاطب کرے گی ! ! چھت پر نظریں جمائے وہ اپنے امڈتے غصے پر قابو کیے پھر سے اسی لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ لیکن اب فرق یہ تھا کہ ہلکا پھلکا گلٹ ! ! بھی ختم تھا۔اب صرف غصّہ تھا مقابل پر

رائنا خان اس وقت اپنے کمرے میں موجود بیڈ پر لیٹی نیند کی وادیوں میں گم تھی۔۔ اس وقت تقریباً رات کے ساڑھے گیارہ کا وقت تھا۔یونیورسٹی تو آج کل وہ ویسے بھی نہیں جاتی تھی۔تو بس دن رات اسی کمرے میں بند وہ یا تو سارا دن روتی تھی یا

پھر تھک ہار کر سو جایا کرتی تھی۔ ابھی کے لیے اس کی زندگی میں بس یہی دو کام چل رہے تھے! اس کا تو موبائل فون بھی برہان خان نے اس سے چھین لیا تھا۔ دو دن سے فون بھی اس کے پاس نہیں تھا۔۔ اور نہ ہی ان دو دنوں میں عدیل شاہ نے اس کے پاس چکر لگایا تھا۔ وہ بھی نجانے کہاں مصروف تھا جو اس کی خیریت بھی معلوم نہیں کی تھی!! کمرے میں اس وقت گپ اندھیرہ تھا۔ کھڑکی سے آتی محض ہلکی سی چاند کی روشنی تھی۔ اور بیڈ پر لیٹی وہ چھوٹی سی لڑکی خواب و خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی۔۔ کمرے میں بلکل خاموشی چھائی تھی کہ کوئی کھڑکی سے کودتے اچانک ہی کمرے کے اندر داخل ہوا۔ نیلے رنگ کی جینز پر آسمانی کلر کی شرٹ پہنے وہ عدیل شاہ تھا جو تین دنوں بعد بلآخر آج اس کی خبر لینے آ ہی گیا تھا۔۔ عدیل شاہ آنا تو پہلے چاہتا تھا۔ رائنا خان سے فون آف ہونے کی وجہ بھی وہ جاننا چاہتا تھا لیکن اس کی جاب ایسی تھی کہ اسے آج ہی وقت ملا تھا۔۔ پچھلے چار سے پانچ دنوں سے وہ ٹھیک سے سو بھی نہیں سکا تھا۔ اور آج بھی وقت ملنے پر وہ سب سے پہلے رائنا خان سے ملنے آ چکا تھا۔۔ "ایک گہری سانس بھر کر زمین سے عدیل شاہ

زمین سے کھڑا ہوا۔ جب بھی وہ کھڑکی سے پھلانگ کر آتا تھا یقیناً اس کی کمر میں بہت بری طرح لگتی تھی۔ لیکن رکنے والوں میں سے وہ بھی نہیں تھا۔۔ زمین سے کھڑے ہوتے اپنے کپڑے جھاڑتے عدیل شاہ مسکراتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھا۔ جہاں وہ پری پیکر آرام سے لیٹی سونے میں مگن تھی!! عدیل شاہ رائنا کے پاس جاتے اس کے پاس ہی جگہ بناتے بیڈ پر بیٹھا۔ جبکہ اس کی نظریں رائنا خان کے دمکتے چہرے پر تھیں جو دور سے تو نہیں لیکن قریب سے وہ بہت اچھے سے دیکھ سکتا تھا۔۔ اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو دیکھتے وہ جیسے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھانے میں مصروف تھا۔ یہ چار دن رائنا خان سے بلکل بات کیے بغیر اس نے جیسے گزارے تھے یہ تو وہی جانتا تھا۔ اگر وہ کام میں مصروف نہیں ہوتا تو کسی طرح اڑ کر اس کے پاس آجاتا۔ میری نیندیں حرام کر کے محترمہ خود کیسے چین کی نیند سو رہی ہیں! عدیل شاہ نے تھوڑا نیچے جھکتے اس کے کان میں سرگوشی کی! لیکن رائنا خان تو جیسے آج پکی نیند میں تھی!! عدیل شاہ نے مسکرا کر سر جھٹکتے نرمی سے اس کے ماتھے پر اپنی محبت کی مہر ثبت کی! اپنی بیوی کی نیند سے وہ اچھے سے واقف تھا۔

"اٹھ جاؤ یار۔ اتنے دنوں بعد شوہر آیا ہے اور تم آج بھی سو رہی ہو! عدیل شاہ نے پھر سے اس کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی کرتے اس کے کان کی لو کو اپنے دانتوں سے کاٹا۔۔ رائنا خان محض ہلکا سا کسمسائی تھی۔ کروٹ بدل کر عدیل شاہ کی تھائیز پر اپنا ہاتھ رکھتے وہ واپس سے نیند کی وادیوں میں جا چکی تھی۔ یہ عدیل شاہ کے دانت سے کاٹنے کا اثر تھا۔۔ عدیل شاہ مسکراتے ہوئے اس کے بالوں پر اپنے لب رکھتا بیڈ پر سیدھا ہوتے بیٹھا۔ وہ اپنی ٹانگیں مکمل طور پر اُوپر کی طرف کرتے

اس کے ساتھ ہی لیٹ چکا تھا۔۔ رائنا خان کو کمر سے پکڑ کر اپنے نہایت قریب کرتے عدیل شاہ نے بہت نرمی سے ایک ہاتھ اس کے سر کے نیچے رکھتے اپنی ایک ٹانگ سے اس کی دونوں ٹانگوں کو لاک کیا۔ وہ اسے مکمل طور پر اپنے حصار میں جکڑ گیا تھا۔۔ "اٹھ جاؤ نا سویٹ ہارٹ!! اگر تمہارے سوتے میں مجھ سے کوئی گستاخی ہو گئی تو بعد میں معاف بھی نہیں کرو گی تم مجھے! عدیل شاہ نے بے باکی سے ایک ہاتھ اس کے جسم پر پھیرتے پھر سے اس کے کان میں بوجھل آواز میں سرگوشی کی!! اور اب کی مرتبہ وہ کامیاب بھی ہوا تھا۔ رائنا خان نے اپنی مندی مندی

آنکھیں کھولتے اپنے نہایت قریب موجود عدیل شاہ کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔ اور اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں پوری کی پوری کھل چکی تھیں!! "میں ہوں یار۔ چیخنامت پلیز!! عدیل شاہ نے اسے نا سمجھی سے خود کو طرف دیکھنے کے بعد چیخنے کی تیاری پکڑتے دیکھ پہلے ہی بولتے اس کے ہونٹوں پر قفل لگایا۔ وہ سیکنڈ سے پہلے اس کے ہونٹوں پر جھک چکا تھا۔۔ رائنا خان پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو اتنی سختی سے اسے اپنے حصار میں جکڑے ہوئے تھا کہ وہ ہل بھی نہیں سکتی تھی۔ جبکہ عدیل شاہ سب کچھ بھلائے مصروف سے انداز میں گھونٹ گھونٹ کرتے اس کے رسیلے ہونٹوں کا جام پینے میں مصروف تھا۔۔۔ رائنا خان نے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے اسے خود سے دور کرنا چاہا۔۔ عدیل شاہ فوراً ہی اس سے دور ہٹ بھی گیا تھا۔۔ "کیا مسئلہ ہے؟؟ نہایت خراب موڈ کے ساتھ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے عدیل شاہ نے منہ بناتے پوچھا۔۔ "آپ اس وقت میرے کمرے میں کیا کر رہے ہیں؟؟ سنجیدگی سے سوال پوچھا گیا۔۔ "جو کر رہا تھا وہ تم کرنے نہیں دے رہی۔ بجائے میرا ساتھ دینے کے پیچھے ہٹانے لگ جاتی ہو تم مجھے!! نروٹھے سے

انداز میں جواب دیتے عدیل شاہ نے اس کی گردن میں اپنا منہ چھپایا۔۔ "جہاں آپ پچھلے تین دنوں سے تھے ابھی بھی وہیں جا کر یہ سب کر لیں! چھوڑیں مجھے خود تو نکاح کر کے بیٹھ گئے ہیں۔ سارا کچھ جھیلنا مجھے پڑ رہا ہے!! اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرتے کہتے رائنا خان کی آواز آخر میں بھیگ سی گئی تھی۔ آج کل گھر میں وہ کیسے رہ رہی تھی یہ وہی جانتی تھی۔ ہر لمحہ برہان خان کی شکی نظریں اسی پر ہوتی تھیں۔۔ عدیل شاہ نے سیکنڈ سے پہلے اس کی گردن سے منہ نکالتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ تو جانتا تک نہیں تھا کہ ہوا کیا ہے!" کیا ہوا ہے؟ کسی نے کچھ کہا ہے۔ اور میں تمھیں ہزاروں کالز کر چکا ہوں۔ تم نے بھی تو ایک بھی کال ریسیو نہیں کی!! اس کے آنسوں صاف کرتے عدیل شاہ نے فکر مندی سے پوچھا۔ آخر میں وہ شکوہ بھی کر گیا تھا۔۔!! "بابا کے پاس ہے موبائل! اس ایک کمرے میں قید کر کے رکھ دیا ہے انہوں نے مجھے! میں مروں چاہے جیوں رہنا اسی کمرے میں ہے!" سوں سوں کرتے رائنا خان نے اسے حقیقت بتائی!! عدیل شاہ نے اس کی بات پر بری طرح اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے مسلا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ برہان

خان اتنے سخت نکلے گیں! اور سب سے زیادہ اسے برا جس بات پر لگتا تھا وہ یہ تھی کہ مقابل صرف اور صرف اس کی وجہ سے اتنا کچھ سہہ رہی ہے!! وہ ان حالات میں بھی اس کے ساتھ کھڑی ہو کر اپنی محبت کا ہر طریقے سے ثبوت دے رہی تھی!! عدیل شاہ نے خاموشی سے اس کے آنسوں صاف کرتے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔ وہ اسے خود میں بھینچے بہت نرمی سے اس کے بالوں پر لب رکھ رہا تھا۔ رائنا خان کو دینے کے لیے اس کے پاس محض تسلی کے دو بول بھی کم پڑ رہے تھے!! "تمہارے لیے ایک خوشخبری ہے!! عدیل شاہ نے دھیمے سے اس کے کان میں سرگوشی کی!! "مجھے نہیں سننا کچھ بھی! دو بدو ہی نروٹھے سے انداز میں جواب آیا تھا۔ البتہ آواز اس کی ابھی بھی بھیگی ہوئی تھی!! "سنو تو ہم دونوں کے مطلب کی ہے!! عدیل شاہ نے ہلکا سا مسکراتے اس کے سر پر اپنی ٹھوڑی ٹکائے پھر سے کہا۔۔ "ہمم! رائنا خان نے محض ہنکارا بھرا تھا۔۔ "کل دا جان رشتہِ لے کر آئے گیں تمہارے بابا کے پاس میرے لیے! عدیل شاہ کی بات سنتے رائنا خان نے جھٹکے سے اس کے سینے سے اپنا چہرہ نکالتے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اس کی ہیزل

گرین آنکھیں بھیگ کر مزید خوبصورت لگ رہی تھیں!!"کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟؟ شکی انداز میں پوچھا گیا تھا۔۔"میں بھلا تم سے جھوٹ کیوں بولنے لگا؟؟اسی کے انداز میں پوچھتے عدیل شاہ نے اس کی سرخ ہوتی ناک پکڑتے کھینچی!" بابا نہیں مانے گیں! آپ کی ماما نے سارا کچھ خراب کر دیا۔افسردگی سے کہتے رائنا خان نے واپس سے اس کے کندھے سے اپنا چہرہ ٹکایا۔۔"رائنا ماما کے بارے میں اپنے دل میں بغض مت رکھو پلیز! ایک مرتبہ انہوں نے جو کچھ کرنا تھا وہ کر چکی ہیں۔اب وہ کچھ نہیں کرے گیں اس بات کی گارنٹی میں تمھیں دیتا ہوں۔دل صاف رکھو اُن کی طرف سے اپنا پلیز۔میری ماں ہیں وہ اس لیے ریکویسٹ ہے تم سے!! عدیل شاہ نے سنجیدگی سے اس کے بالوں پر پھر سے لب رکھتے اسے سمجھانے کی ناکام کوشش کی۔ ٹھیک ہے اس کی ماں نے غلط کیا تھا لیکن وہ بھی ایک بیٹا تھا۔ اپنی ماں کے بارے میں وہ ایسا کچھ نہیں سن سکتا تھا۔۔"آپ کی ماما میرے گھر آ کر میرے ہی کردار پر باتیں بنا دیں اور میں اُن کو اچھا بھی بولوں اب ایسا تو نہیں ہو سکتا نا؟ آج یہ جو کچھ میں برداشت کر رہی ہوں آپ دونوں کی ہی وجہ سے کر رہی ہوں! اور سب

سے زیادہ آپ کی ماما کی وجہ سے!! میں معاف نہیں کروں گی کبھی بھی اُنہیں یاد رکھیے گا آپ!! اس کی آنکھوں میں دیکھتے رائنا خان نے سپاٹ سے لہجے میں اس کی آنکھوں میں دیکھتے نڈر انداز میں کہا۔۔ عدیل شاہ محض ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا تھا۔ اب یہ سب کچھ وقت کے ساتھ ساتھ ہی ٹھیک ہو سکتا تھا۔ زبردستی تو وہ رائنا خان سے اپنی ماں کو معافی نہیں دلوا سکتا تھا نہ!! اچھا چھوڑو! دعا کرو کل سب ٹھیک ہو جائے! تمہارے بابا ہاں کر دیں بس اور پھر تم ساری زندگی کے لیے میری!! عدیل شاہ نے زبردستی مسکراتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے دھیمے سے کہا۔۔ "میں آپ کی ماما کے ساتھ نہیں رہوں گی عدیل! میں پہلے بتا رہی ہوں آپ کو! آگے آپ کی مرضی ہے!! رائنا خان کی سوئی ابھی تک وہیں پر اٹکی تھی! "اب یہ کیا بکواس ہے؟ تمھیں پتہ ہے نہ اکلوتا ہوں میں! جب کبھی بھی شادی ہوتی ہے تمھیں ہمیشہ رہنا میری ماما کے ساتھ ہی ہے! میں جو اپنی ماں کو چھوڑ دوں تو کہاں جائے گیں وہ۔ ساری زندگی کے لیے انہیں شاہ ولا تو چھوڑنے سے رہا میں!! عدیل شاہ نے سنجیدگی سے دوٹوک بات کی! معاف نہ کرنے کی الگ بات

لیکن وہ اپنی ماں کو چھوڑ نہیں سکتا تھا۔۔ "رشتہ بھیجنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے پھر آپ کو! کیونکہ میں جانتی ہوں کہ اگر بابا کے پاس داجان آتے ہیں تو بابا بھی یہی ایک شرط رکھے گیں۔ جتنی مکار آپ کی م۔۔۔۔" رائنا خان ابھی آگے کچھ بولتی کہ عدیل شاہ بیچ میں ہی سختی سے اس کی بات کاٹ گیا تھا۔۔ "حد میں رہ کر بات کرنا میری ماں ہیں وہ! ایسا کوئی بھی لفظ استعمال مت کرنا کہ پھر تم ساری زندگی میری شکل دیکھنے کو ترسو!! عدیل شاہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے سختی سے اسے وارن کر گیا تھا۔ خود وہ ان سے بتمیزی نہیں کرتا تھا۔ بھلے وہ بات کرنا چھوڑ دے لیکن بتمیزی نہیں کرتا تھا۔ تو رائنا خان کے منہ سے ایسے الفاظ وہ کیسے برداشت کرتا بھلا!! "اٹھیں یہاں سے اور جائیں اپنی ماما کے پاس ہی! میں نے کچھ غلط نہیں کہا۔ اور چھوڑنے کی دھمکی کسی اور کو دیں آپ! میں پہلے جہاں اتنا کچھ برداشت کر رہی ہوں وہاں آپ کا جانا بھی میرے لیے کوئی معنے نہیں رکھتا۔۔!! ایک جھٹکے سے اس کی آغوش سے نکلتے رائنا خان چیخی تھی۔ روتے روتے وہ جو منہ میں آیا وہی بول گئی تھی!! عدیل شاہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ کیا واقعی وہ

مقابل کی زندگی میں کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا جو وہ اسے اتنی آسانی سے جانے کا کہہ گئی تھی۔۔ "میں سچ میں چلا جاؤں گا؟ عدیل شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے جیسے استفسار چاہا۔۔ "میری شکل کیا دیکھ رہے ہیں جائیں اپنی ماں کے پاس ہی رہیں آپ! اپنی بھیگی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑے وہ ابھی بھی چیخی تھی!! "میری ماں ہیں وہ رائنا۔۔ تم آخر کیوں نہیں سمجھ رہی؟ عدیل شاہ نے بے بسی سے اسے دیکھتے کہا۔۔ "تو میں کون ہوں؟ نکاح کرتے وقت آپ کو اپنی ماں یاد نہیں آئی تھی۔ اب سارے معاملات میں پہلے آپ اپنی ماں کو لے آتے ہیں! روتے روتے وہ مسلسل اس سے بتمیزی کر رہی تھی۔ عدیل شاہ کی چھوڑنے والی بات اسے سوئیوں کی طرح چبھی تھی!! عدیل شاہ نے بے بسی سے ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی! وہ غصے میں بول گیا تھا لیکن رائنا خان اب زیادہ ہی اوور ریاکٹ کر رہی تھی!! "اُدھر آئو میرے پاس!! اپنا ہاتھ آگے کرتے اس نے نرمی اس اسے اپنے پاس بلایا۔ رائنا خان کو نرمی سے ہی سمجھایا جا سکتا تھا۔۔ "چلے جائیں یہاں سے ورنہ میں کچھ کر دوں گی عدیل!! جتنا غصّہ رائنا خان کو اس وقت آیا ہوا تھا اس کا

بس نہیں تھا خود کو یا مقابل کو کچھ کر دے! روتے روتے وہ مسلسل چیخ رہی تھی۔۔
عدیل شاہ نے تھوڑا آگے کو ہوتے خود ہی اسے بازو سے پکڑتے ایک جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا۔ وہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتے اسے اپنی گود میں سما گیا تھا۔ رائنا خان اس کی گود سے اترنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن عدیل شاہ اسے سختی سے جکڑے ہوئے تھا۔ کہاں وہ دھان پان سی لڑکی اور کہاں وہ لمبا چوڑا مرد!! رائنا خان ہل بھی نہیں پا رہی تھی۔ ایک مرتبہ خود کو دیکھو اور پھر اپنی دھمکیاں دیکھو! عدیل شاہ نے اس کے گال پر اپنی بیئرڈ رب کرتے ہلکے پھلکے سے انداز میں اسے چھیڑا۔۔ رائنا خان کو غصے میں دیکھتے اسے خود پر ضبط کرنا ہی پڑا تھا۔ اگر دونوں ہی غصے میں آجاتے تو بات بگڑ سکتی تھی۔ اسی لیے عدیل شاہ نے جھکنا مناسب سمجھا۔۔ "میرے گال ہیں یہ! چبھ رہی ہیں آپ کی داڑھی! رائنا خان نے سوں سوں کرتے اسے جیسے یاد دلانا چاہا۔۔ "تمہیں ہی ساری زندگی جھیلنی ہے اب یہ! اتنا غصّہ کہاں سے لاتی ہو تم! سچ کہتے ہیں سب جس کے اندر کچھ نہیں ہوتا اس کے اندر بس غصّہ ہی ہوتا ہے!! عدیل شاہ نے اس کی برستی آنکھوں پر لب

رکھتے محبت سے کہا۔۔"ایک مرتبہ ہاتھ چھوڑیں میرے پھر بتاتی ہوں کہاں سے لاتی ہوں! دو بدو ہی غصیلے لہجے میں جواب آیا تھا۔۔"میں نے مرنا نہیں ہے تمہارے ہاتھ چھوڑ کر! سارے مجرم مجھ سے ڈرتے ہیں اور ایک میں ہوں جسے تم سے ڈر لگ رہا ہے!! اپنی ہنسی روکتے عدیل شاہ نے ایک مرتبہ پھر اسے چھیڑا۔۔"جھوٹ بولنا بھی کوئی آپ سے سیکھے! آنکھیں گھماتے اس کی بات کو ہوا میں اڑا دیا گیا تھا۔۔"سچی نا سویٹ ہارٹ! غصّہ کم کیا کرو! ابھی میری جان نکل گئی تھی!! عدیل شاہ نے مسکراتے اس کی گردن میں منہ چھپاتے مزید اسے اپنے نزدیک کیا۔۔"عدیل میں آپ کی ما۔۔۔رائنا خان ابھی پھر کچھ بولتی کہ عدیل شاہ پھر سے اس کی بات کاٹ گیا تھا۔۔"بس! کوئی اور بات کر لو۔ لیکن ماما کو بیچ میں مت لاؤ۔ دیکھی جائے گی جو بھی ہو گا۔ شادی تو ہو جائے پہلے! بعد میں سوچ لیں گیں اس بارے میں کہ کون کیسے رہے گا۔ تمھیں دکھ نہیں دوں گا میں بلکل بے فکر رہو! اس کی گردن کو سائڈ سے اپنے دانتوں سے سک کرتے عدیل شاہ نرمی سے اسے ٹوک گیا تھا۔ایک مرتبہ سختی کا انجام وہ دیکھ چکا تھا۔۔رائنا خان بھی خاموشی ہو گئی

تھی۔ وہ بولنا تو چاہتی تھی لیکن ابھی اس ٹاپک پر پھر سے وہ کچھ کہتی تو یقیناً دوبارہ بات بڑھ جاتی!! مقابل سہی کہہ رہا تھا۔ ابھی کے لیے اس ٹاپک کو بند ہی کر دیا جاتا تو بہتر تھا۔۔ عدیل شاہ نے اسے خاموش دیکھتے دل میں شکر ادا کرتے اس کے ہاتھ چھوڑتے ایک ہاتھ سے اس کے بال سائڈ پر کیئے۔ جبکہ وہ مسلسل اس کی گردن کو جگہ جگہ سے سک کرنے میں مصروف تھا۔۔ رائنا خان سسکتے ہوئے اس کی گردن میں اپنی بانہیں حائل کر گئی تھی۔ یہ سچ تھا کہ تین دن سے جس سکون کے لیے وہ ترس رہی تھی وہ آج اسے مل ہی گیا تھا۔ پسندیدہ مرد کی آغوش!! "میں آج تمہارے پاس ہی رہونگا۔ فجر میں چلا جاؤں گا۔ ساری رات تمہیں چوموں گا بس پکا!! عدیل شاہ نے اس کی گردن سے چہرہ باہر نکالتے خمار آلود بھاری آواز میں کہا۔۔ اس کی آنکھیں خمار کے بوجھ سے ہلکی سی گلابی ہونے لگی تھیں۔ رائنا خان نے ہونٹ کاٹتے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ اتنے دنوں بعد تو مقابل آیا تھا۔ وہ خود بھی یہی چاہتی تھی کہ عدیل شاہ آج کی رات اسی کے پاس رہے تاکہ وہ سکون سے سو سکے! لیکن وہ نہیں جانتی تھی عدیل شاہ اس کی نیند حرام کرنے آیا تھا۔۔

"بس کچھ دن اور جان من! اس کے بعد ساری رات تم میری بانہوں میں سسکتے ہوئے پڑی ہو گی۔ میں ساری رات تمہاری روح کی گہرائیوں میں رہ کر تمہاری میٹھی میٹھی سسکیوں سے اپنے کانوں کو راحت پہنچاؤں گا اور تم لیٹ کر بس میری پرفارمنس دیکھنا۔۔ عدیل شاہ نے بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس کی کان کی لو پر سختی سے اپنی زبان پھیری!! رائنا خان کا چہرہ اس کی سرگوشی پر بے ساختہ ہی سرخ پڑا تھا۔۔

"My insatiable appetite for every part of you consumes my need to rip your clothes off and take what is mine and devour you!!"

تمھارے ہر حصے کے لیے میری نہ ختم ہونے والی بھوک میری ضرورت کو کہہ (" جاتی ہے کہ میں تمھارے کپڑے پھاڑ دوں اور جو میرا ہے اسے لے کر تمہیں کھا جاؤں!! ("

رائناخان کی دھڑکنوں پر اپنے ہاتھوں کا بے باک لمس چھوڑتے عدیل شاہ نے ایک مرتبہ پھر اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔اور اب رائناخان کی جیسے بس ہونے لگی تھی۔وہ اس کی بات سنتے کانوں کی لو تک بری طرح سرخ پڑی۔پتہ نہیں مقابل کو اچانک کیا ہو گیا تھا جو وہ اس کے کانوں سے دھواں نکال رہا تھا۔۔خاموشی سے اپنی نظریں جھکائے وہ اس کی ساری بے باکیاں سہہ رہی تھی۔عدیل شاہ نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھتے اپنے ہونٹ بہت آرام سے اس کی دھڑکنوں کی طرف لے جاتے نرمی سے قمیض کے اوپر سے ہی یہاں اپنے لب رکھے! رائناخان کی سسکی بے ساختہ تھی۔وہ گردن کو پیچھے کی طرف پھینکتے بھاری سانسیں لینے لگی تھی۔۔"کیا تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے؟؟عدیل شاہ نے اپنی نہایت سرخ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑے بھاری آواز کے ساتھ سوال کیا۔۔رائناخان نے نا سمجھی سے ہاں میں سر ہلا دیا تھا۔اسے مقابل پر یقین تھا تو وہ اس کی گود میں بیٹھی اس کی بے باکیاں سہہ رہی تھی!!"پھر چپ رہنا بلکل! یقین کرو تمھارا بھروسہ نہیں توڑوں گا میں! اس کے ہونٹوں کو ہلکا سا دانتوں سے کاٹتے عدیل شاہ نے پہلے ہی

اسے کسی چیز کے لیے وارن کیا تھا۔۔رائنا خان نے تھوک نگلتے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ وہ اسے بھلا کیا کہہ سکتی تھی!! عدیل شاہ نے نرمی سے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں دبائے نرمی سے اسے بیڈ پر لٹایا۔ خود وہ اس کے اوپر لیٹا تھا۔۔رائنا خان چپ چاپ اپنی آنکھیں موند گئی تھی!! عدیل شاہ نے ایک لمحے کے لیے اس کے ہونٹوں کو چھوڑتے ایک جھٹکے سے اس کی قمیض کو اس کے جسم سے علیحدہ کیا۔۔رائنا خان نے بے ساختہ ہی اچانک آنکھیں کھولتے حیرت سے عدیل شاہ کی طرف دیکھا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اس نے اس بارے میں بات کی تھی!! شرم سے پانی پانی ہوتے رائنا خان نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کروٹ بدلتے جیسے خود کو اس کی نظروں سے بچانا چاہا۔۔"تم نے کہا تھا تمھیں مجھ پر بھروسہ ہے! اب چپ چاپ آنکھیں بند کر کے پڑی رہو!! عدیل شاہ نے اسے واپس سے سیدھا کرتے اس کے دونوں ہاتھ اس کے سینے سے ہٹاتے اپنے ایک ہاتھ میں لیتے سر کے اوپر پن کیے! وہ بے باکی سے گہری نظروں سے بلیک کلر کے پردے میں چھپی اس کی دھڑکنیں دیکھ رہا تھا۔۔عدیل مجھے شرم!! رائنا خان نے

روہانسی ہوتے محض اتنا ہی کہا۔۔اس کا بس نہیں تھا کسی طرح خود کو اس انسان کی نظروں سے بچا لے! "مجھ سے کیسی شرم! ابھی تو میں نے تمہارے جسم کی ہر گہرائی نا صرف دیکھنی ہے بلکہ ماپنی بھی ہے! تمہاری تو اسی میں جان نکل رہی ہے! بے باکی سے اسے آنکھ ونک کر کے کہتے عدیل شاہ نے اس کی سٹریپ میں اپنی اُنگلیاں الجھائی۔۔رائنا خان خاموشی سے اپنی آنکھیں موند گئی تھی۔اس شخص نے اس کی سننی تو تھی نہیں!! عدیل شاہ نے مسکراتے نرمی سے اس کے ہاتھ چھوڑتے اس کی دھڑکنوں کو اس پردے سے بھی آزاد کیا۔۔ "خاصی محنت کی ضرورت ہے تم پر!! سہی کہتے ہیں سب بچی ہو تم! اپنی مسکراہٹ روکتے عدیل شاہ نے نہایت بے باکی سے پھر سے اس کے کان کے پاس جھکتے سرگوشی کی۔ جبکہ اس کے ہاتھ کنڑول سے باہر ہوتے سختی سے رائنا خان کی دھڑکنوں کو مسل رہے تھے!! رائنا خان نے سسکتے ہوئے اسے دیکھا۔اس کی بات کا جواب دینے کی اس کے اندر ہمت نہیں تھی۔۔عدیل شاہ نے اسے آنکھ ونک کرتے نیچے جھکتے نرمی سے اس کی دھڑکنوں پر لب رکھے! اس کے لبوں کے لمس میں نرمی تھی جبکہ اس کے

ہاتھ آزاد تھے! وہ سختی سے اس کی ایک دھڑکن کو مسلنے میں مصروف تھے!! رائنا خان سسکتے ہوئے آنکھیں بند کیے بیڈ شیٹ کو اپنی مٹھیوں میں جکڑ گئی تھی۔ عدیل شاہ بہت نرمی سے اس کی دھڑکنوں کو اپنے لبوں سے سک کرنے میں مصروف تھا۔ وہ کبھی اس کے سرخ ابھرے حصے کو منہ میں لیتا تو کبھی اطراف کو اپنے لبوں کے لمس سے مہکاتا۔ جبکہ ہاتھ ہر حد سے تجاوز کرتے نیچے کی طرف سرکتے اس کے ٹراؤزر میں الجھنے لگے تھے!! رائنا خان نے بے ساختہ ہی اس کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ رکھتے اسے روکنے کی ناکام سی کوشش کی!! "مت روکو۔ کچھ نہیں کر رہا میں! اپنے اُوپر ضبط رکھنا آتا ہے مجھے! اپنی سرخ بوجھل آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑے عدیل شاہ نے نرمی سے کہا۔ ساتھ ہی وہ اپنے ہاتھ پر سے اس کا ہاتھ بھی ہٹا گیا تھا۔۔ رائنا خان نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے واپس سے اپنا سر تکیے پر پٹخا۔ اس کے پاس کوئی دوسرا آپشن نہیں تھا۔۔ عدیل شاہ نے تھوڑا اوپر کو ہوتے اپنی شرٹ اتارتے سائڈ پر پھینکی!! ساتھ ہی وہ نیچے پہنی سینڈو بھی اُتار گیا تھا۔ اس کے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے گلے میں ڈالتے عدیل شاہ نے ایک ہاتھ سے آرام سے اس کے جسم

سے ٹراؤزر ریموو کیا۔ جبکہ اس کی زبان رائنا خان کے خشک ہونٹوں کو لک کرنے میں مصروف تھی!! رائنا خان کی سانسیں پہلے سے زیادہ بھاری ہونے لگی تھیں۔ عدیل شاہ نے نیچے کی طرف جاتے بہت نرمی سے اس کی تھائیز پر اپنے سلگتے لب رکھے! رائنا خان پوری برہنہ اس کے سامنے پڑی تھی۔ اور عدیل شاہ جس طرح خود پر ضبط رکھے ہوئے تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔ اس کا انگ انگ جیسے مقابل کی گہرائیوں میں اتارنے کے لیے بے چین تھا۔ لیکن وہ اس کا بھروسہ نہیں توڑ سکتا تھا اسی لیے اسے خود پر ضبط رکھنا ہی تھا۔۔

"Can I touch your depths?"

عدیل شاہ نے واپس سے اوپر کی طرف آتے اس کے کان میں سرگوشی نما آواز میں پوچھا۔۔ "نن۔۔ نہیں پلیز!! رائنا خان نے صاف انکار کیا تھا۔۔ " تھینکس جان من! اس کے گال پر اپنی زبان پھیر کر کہتے عدیل شاہ نے ہاتھ سے اس کی ٹانگوں کے درمیان فاصلہ بنایا۔۔ اس نے رائنا کے انکار کو کسی خاطر میں ہی نہیں لیا تھا۔۔ "اب تمہاری ٹانگیں کلوز ہوئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ رائنا خان کو واپس سے

اپنی ٹانگیں کلوز کرتے دیکھ عدیل شاہ نے سختی سے اسے تنبیہ کی!!"عدیل پلیز!!
رائنا خان نے روہانسی ہوتے اسے منع کرنا چاہا۔پہلی مرتبہ وہ کسی کی اتنی بے باکی
دیکھ رہی تھی۔اور آج جیسے رائنا خان کی جان سولی پر لٹکی ہوئی تھی۔اس کے جسم پر
لرزہ طاری ہونے لگا تھا۔۔"کچھ نہیں ہوگا ڈرو مت پلیز!نرمی سے اسے کہتے عدیل
شاہ نے واپس سے اس کی ٹانگوں کے درمیان میں فاصلہ بنایا۔۔رائنا خان خاموشی
سے اسے ایک نظر دیکھتے ہونٹ بھینچتے واپس سے اپنی آنکھیں موند گئی تھی۔۔
عدیل شاہ نے اس کی تھائیز سے اپنی اُنگلیاں سرکاتے اس کی گہرائیوں میں لے
جاتے نرمی سے اپنی اُنگلیاں اس کی گہرائیوں سے ٹچ کی!!رائنا خان نے بے ساختہ
ہی سسکتے ہوئے اپنی کمر اوپر کو اٹھائی تھی۔عدیل شاہ نے مسکراتے اس کے ہونٹوں
پر اپنے ہونٹ رکھتے بہت نرمی سے اپنی انگلیوں کو حرکت دیتے آرام آرام سے اس
کی گہرائیوں کو سہلانا شروع کیا۔۔رائنا خان بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑے عدیل
شاہ کے ہونٹوں کو دانتوں سے کاٹنے میں مصروف تھی!!جبکہ عدیل شاہ کے ہاتھ
بے حد نرمی سے اوپر سے ہی اس کی ٹانگوں کے درمیان گہرائیوں کو سہلانے میں

مصروف تھے ! اس کا یہ کرنے کا کی ارادہ نہیں تھا لیکن جذبات کی رو میں بہکتے وہ بہت ہلکے ہاتھوں سے خود پر ضبط کرتے اسے سکون پہنچا رہا تھا۔۔ رائنا خان اپنی کمر کو اٹھاتے مسلسل بری طرح اس کے ہونٹوں کو کاٹ رہی تھی۔ اسے سکون بھی آ رہا تھا لیکن ساتھ میں شرم سے وہ مرنے والی حالت میں تھی۔ عدیل شاہ ایسے اس کی گہرائیوں کو سہلا رہا تھا جیسے کوئی مساج کر رہا ہو۔ رائنا خان نے اپنی بس ہوتی محسوس کرتے ایک جھٹکے سے اس سے اپنے ہونٹ آزاد کروائے ! ! "عع۔۔ عدیل بس ! ! نہایت گہری اور بھاری سانسوں کے ساتھ سسکتے رائنا خان نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے اس کے ہاتھوں کو کنٹرول میں لانا چاہا۔۔ "یقین کرو میں جانتا ہوں ابھی تم بہت مزے میں تھی ! ! عدیل شاہ نے اپنا ہاتھ ہٹاتے نہایت بے باکی سے کہتے اس کے کانوں سے دھواں نکالا۔ رائنا خان گردن تک سرخ پڑتے خاموشی سے کروٹ بدل گئی تھی۔ اس کے اندر کچھ بولنے کی ہمت نہیں تھی۔ اسے اپنی سانسیں جو کہ بے ترتیب ہوئی پڑی تھی انہیں بحال کرنے میں کچھ وقت درکار تھا۔۔ عدیل شاہ نے مسکراتے اس پر اور خود پر کمبل سیٹ کرتے سختی سے اسے اپنے ساتھ

لپٹایا۔۔ "عدیل میرے کپڑے!! رائنا خان نے شرم سے نظریں جھکائے دھیمی سی آواز میں اسے یاد دلانا چاہا۔ مقابل ایسے ہی سونے لگا تھا۔۔ "ایسے ہی سو جاؤ یار۔ میں نے بھی صرف پینٹ پہنی ہوئی ہے! فجر میں ساتھ کپڑے بدل لے گیں!! جب پہلے حد پار نہیں کی تو ابھی بھی نہیں کروں گا!! عدیل شاہ نے کہتے اسے مزید سختی سے خود کے ساتھ لپٹاتے اپنی آنکھیں موندی۔ نیند تو اسے اصل میں آج آنی تھی۔۔ جبکہ رائنا خان نے خاموشی سے اس کے برہنہ سینے میں منہ چھپاتے اپنی آنکھیں موندی۔اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور آپشن نہیں تھا۔۔

قسط نمبر:70

صبح کا سورج طلوع ہوتے اپنی جھلک دکھلا چکا تھا۔ یہ صبح کے تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا۔ اور خان ولا میں زیادہ تر لوگ اپنے کاموں پر جبکہ کچھ لوگ گھر پر ہی موجود تھے!! آج شاہ ولا سے اورنگزیب صاحب نے کال کرتے برہان خان کو خصوصاً گھر پر رکنے کو کہا تھا۔ برہان خان ابھی نہیں جانتے تھے کہ بات کیا ہے لیکن وہ آج رک

ضرور گئے تھے ! ایک ساتھ ہی قطار در قطار تین گاڑیاں خان ولا کے اندر آتے کار پورچ میں رکی۔ ایک گاڑی میں دا جان اور اُن کے ساتھ مظہر شاہ تھے۔ جبکہ دوسری گاڑی میں حدائق شاہ کے ساتھ فائزہ شاہ تھی۔ حدائق شاہ خود ہی اسے ملوانے کی غرض سے گھر لے آیا تھا۔تاکہ مقابل کا بعد میں کوئی گلہ شکوہ نہ رہے ! ! تیسری گاڑی میں عدیل شاہ کے ہمراہ زاویار شاہ تھااور سائرہ بیگم تھے۔ پاکیزہ بیگم کو دا جان نے بہت کہا تھا کہ وہ چل پڑے۔ لیکن اُن کی بس ایک ہی ضد تھی کہ رائنا خان کو وہ اپنی بہو کبھی نہیں بنائے گیں ! ! تبھی سب انہیں چھوڑ کر ہی آگئے تھے ! ! اب وہ ضد پر آگئی تھیں تو سب کیا ہی کر سکتے تھے ! ! لیکن اپنی جگہ وہ سائرہ بیگم کو بھیجنا بلکل نہیں بھولی تھیں ! ! وہ سب ایک ساتھ ہی اپنی اپنی گاڑیوں سے نکلتے اندر داخل ہوئے !

اندر داخل ہونے پر سامنے ہی دا جان اور باقی سب کھڑے تھے جو کہ انہیں آتے دیکھ ہی یہاں آئے تھے ! اورنگزیب صاحب آگے بڑھتے امجد خان سے بغلگیر

ہوئے ! خان ولا میں اس وقت رفیق خان اور برہان خان ہی تھے جو آج دونوں ہی آفس نہیں گئے تھے ! ایک ساتھ ہی تمام لوگ اندر کی طرف داخل ہوئے ! نجانے کیوں برہان خان کو عدیل شاہ کو یہاں دیکھتے کچھ کچھ شک ہو رہا تھا۔ لیکن وہ ان لوگوں کی بات سنے بغیر کچھ بھی خود سے نا تو سوچ سکتے تھے اور نہ ہی کر سکتے تھے !

تمام لوگ صوفے پر بیٹھ چکے تھے جبکہ فائزہ شاہ اندر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی تھی۔ اسے اپنے کمرے سے کچھ ضروری سامان لینا تھا۔ ان سب کے بیٹھتے ہی سامنے موجود ٹیبل کو مختلف لوازمات سے بھر دیا گیا تھا۔۔ عدیل شاہ صوفے پر بیٹھا کبھی اپنے موبائل تو کبھی سامنے سیڑھیوں کو دیکھ رہا تھا۔ رائنا خان ابھی تک نیچے نہیں آئی تھی۔ اور وہ جانتا تھا محترمہ نیند پوری کر رہی ہو گی۔ وہ صبح فجر کے بھی تھوڑی دیر بعد ہی گیا تھا۔۔ اور اس پورے ٹائم میں بجائے سونے کے اس نے اپنے کہے کے مطابق رائنا خان کے جسم کو محض چوما تھا۔ پسندیدہ عورت کے بغل میں ہوتے ہوئے وہ کیسے سو سکتا ہے بھلا؟؟

اصل میں آج ہم کچھ خاص مقصد کے لیے آئے ہیں یہاں!! داجان نے سنجیدگی" سے کہتے بات کا آغاز کیا۔انہیں ہی رشتے کے سارے معاملات دیکھنے تھے!!"جی جی سن رہے ہیں ہم!! امجد صاحب کی طرف سے جواب آیا تھا۔ برہان خان بھی انہی لوگوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے! "دیکھیں بھائی صاحب! بچے ہیں تو غلطیاں بھی ہونگی۔بچے تو اکثر ہی کوئی نہ کوئی غلطی کرتے رہتے ہیں لیکن ہمارا کام ہے کہ ہم اُن غلطیوں کو سنوارے! داجان بولتے بولتے چند سیکنڈ کے لیے خاموشی ہوئے!!"معاف کیجئے گا میں سمجھا نہیں آپ کی بات!! امجد خان نے ناسمجھی سے کہا۔داجان کی بات کا مقصد وہ سمجھ نہیں سکے تھے!"میں عدیل کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔اس سے جو غلطی ہوئی ہے اس کا مداوا تو نہیں کر سکتے ہم لیکن اسے سدھار ضرور سکتے ہیں۔اس میں آپ کی اور ہماری دونوں کی عزت سلامت رہ جائے گی!! داجان نے سنجیدگی سے صاف صاف لفظوں میں بات کی۔عدیل شاہ بھی اپنا موبائل سائڈ پر رکھتے یہیں پر متوجہ ہو چکا تھا۔"اور کیسے سدھارے گیں آپ اس غلطی کو؟؟ برہان خان کی طرف سے جواباً سوال پوچھا گیا تھا۔ان کا

شک غلط نہیں تھا۔۔ "ہم یہاں رائنا بیٹی کا رشتہ مانگنے آئے ہیں۔ عدیل کے لیے! بھول جائیں جو کچھ ہوا ہے۔ بہتر ہے اب سب کچھ بھلا کر ان کی شادی کر دی جائے!! اس میں آپ سب کی اور ہماری بھی بھلائی ہے! داجان نے برہان خان کی طرف دیکھتے کہا۔۔

فائزہ شاہ جو نیچے آ رہی تھی یہ بات سنتے ایک لمحے کے لیے اس کے قدم رکے!" اسے تو کسی نے پہلے ایسا کچھ نہیں بتایا تھا۔۔ حدائق شاہ کی اچانک ہی نظر سامنے گئی تھی جہاں وہ کھڑی حیرانی سے سب کو دیکھ رہی تھی۔ فائزہ شاہ بھی اس کی نظریں خود پر محسوس کرتے اسے ہی دیکھنے لگی تھی۔ حدائق شاہ نے ہلکا سا مسکراتے اپنا ہاتھ آگے کرتے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ اسے کوئی فکر ہی نہیں تھی بھلے کوئی دیکھ لے! فائزہ شاہ نے نجانے کیا سوچتے اپنے قدم اس کی طرف بڑھائے۔ اس کے پاس جاتے وہ حدائق شاہ کے ساتھ ہی ایک صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔ البتہ ابھی وہ خاموش تھی۔۔ "گھر چل کے بتاتا ہوں تمھیں ساری بات! حدائق شاہ نے اس

کے چہرے کی طرف دیکھتے اس کے کان میں ہلکی سی سرگوشی کی!! وہ دونوں ایک ہی سنگل صوفے پر بیٹھے تھے۔اسی لیے فائزہ شاہ نے بخوبی اس کی سرگوشی سن لی تھی۔ "ہمم!! محض ہنکارا بھرتے فائزہ شاہ سامنے کی طرف متوجہ ہوئی! حدائق شاہ بھی مسکراتے برہان خان کی طرف متوجہ ہوا۔۔

برہان خان نے ایک سنجیدہ نظر سیڑھیوں کی طرف دیکھتے عدیل شاہ پر ڈالی۔انہیں اچھے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اس کی متلاشی نظریں کسے ڈھونڈھ رہی ہیں!!"معاف کیجئے گا مگر آپ کو پتہ ہے نہ کہ آپ کی بیٹی اس رشتے کے لیے راضی نہیں ہے؟میں اپنی بیٹی کو کسی ایسے گھر میں کیسے بیاہ دوں جہاں لڑکے کی ماں ہی راضی نا ہو! برہان خان نے دا جان کی طرف دیکھتے صاف گوئی کا مظاہرہ کیا۔۔البتہ امجد خان ابھی خاموش تھے! بہتر تھا جس کی اولاد کا مسئلہ ہے وہ خود ہی اسے حل کرتا۔۔"حدائق کی مرتبہ میں تو آپ نے یہ نہیں سوچا تھا۔میں بھی تو راضی نہیں تھی!! فائزہ کو تو بڑی جلدی بیاہ دیا تھا آپ نے!! سائرہ بیگم نے بھڑ بھڑ جلتے اپنے دل کی بھڑاس

نکالی! ان کی نظریں حدائق اور فائزہ پر ہی تھی جو ایک صوفے پر چپک کر بیٹھے تھے!
"ماما۔ بہتر ہو گا عدیل تک ہی رہیں سب! میرے تک کوئی غلطی سے بھی نہ آئے۔ پہلے بتا رہا ہوں میں برداشت نہیں کروں گا! ابھی برہان خان کچھ بولتے کہ اس سے پہلے ہی حدائق شاہ سختی سے سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے انہیں وارن کر گیا تھا۔ ایک تو سب نجانے کیوں ہر بات کے بیچ میں اسے گھسیٹ لاتے تھے! سائرہ بیگم نے ایک نظر اسے گھورتے ان دونوں سے اپنی نظریں پھیری! "بہر حال عدیل کی ماں یہاں آ کر جیسے جیسے الزام میری بچیوں پر لگا کے گئی تھی اس سے تو آپ سب واقف ہونگے۔ میں کسی صورت رائنا کی شادی نہیں کروں گا۔ بہتر ہے عزت بچائیں اپنی بھی اور ہماری بھی۔ اور اس سے کہیں ابھی طلاق دے کر معاملہ ختم کرے یہیں!! برہان خان نے داجان کی طرف دیکھتے حتمی انداز میں کہا۔ رائنا خان بھی اوپر سے نیچے آ چکی تھی۔ ایک طرف کھڑی وہ ہونٹ کاٹتے ہوئے کبھی عدیل شاہ تو کبھی برہان خان کو دیکھ رہی تھی!! "میں تو کسی صورت طلاق نہیں دوں گا آپ کو بیٹی کو! عزت سے رشتہ لے تو آیا ہوں میں!

جب میں رائنا کے ساتھ کھڑا ہوں تو کچھ نہیں کر سکتیں ماما۔۔عدیل شاہ نے نہایت سنجیدگی سے برہان خان کی طرف دیکھتے کہا۔۔"ٹھیک ہے مت دو تم طلاق! ہم عدالت سے خلع لے لے گیں! برہان خان نے عدیل شاہ کو نہایت سخت نظروں سے گھورا تھا۔۔انہیں زہر لگتا تھا یہ انسان جب جب ان کی بیٹی کے بارے میں کوئی بھی بات کرتا تھا۔۔"دھیان سے کیجئے گا کچھ بھی! کہیں ایسا نہ ہو الٹا آپ پر ہی کیس پڑ جائے۔اتنا تو آپ بھی جانتے ہیں کہ رائنا کس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے! اس کے محض ایک بیان کی دیر ہے! اور یہ میرے گھر پر ہو گی! خسارے میں تو آپ رہے گیں!! عدیل شاہ نے سپاٹ سی نظریں برہان خان پر جمائے سنجیدگی سے انہیں حقیقت سے آگاہ کیا۔اس کے لہجے میں مان تھا۔جیسے اسے پورا یقین ہو کہ رائنا خان اسی کا ساتھ دے گی! برہان خان نے ایک نظر سائڈ پر کھڑی رائنا پر ڈالی۔کہہ تو عدیل شاہ بلکل ٹھیک رہا تھا۔سارا مسئلہ یہی تھا کہ رائنا خان بھی عدیل شاہ کے ساتھ ہی رہنا چاہتی تھی!!"شادی تو پھر بھی میں نہیں کروں گا۔بھلے یہ تمہارے ساتھ رہنا چاہتی ہو یا نہیں!! دوسرے لمحے عدیل شاہ کی طرف دیکھتے انہوں نے

پھر سے حتمی انداز میں کہا۔ "ٹھیک ہے پھر بٹھا کر رکھیں اسے ساری زندگی میرے نام پر! میں تو پھر مرد ہوں۔اس کے علاوہ تین اور بھی کر لوں تو مجھے کوئی کمی نہیں ہے عورتوں کی! آپ کی بیٹی میرے علاوہ کہیں اور جا نہیں سکتی!! تھوڑا آگے کو ہوتے عدیل شاہ نے بہت مشکل سے اپنے کھولتے خون پر قابو پاتے سپاٹ لہجے میں کہا۔!! برہان خان فضول میں بات کو اتنا بڑھا رہے تھے۔وہ بجائے ضد پر اڑنے کے سیدھا سیدھا شادی بھی کر سکتے تھے! ایسا عدیل شاہ کو لگتا تھا۔ "رائنا خان نے عدیل شاہ کی بات پر بے یقینی سے اسے دیکھا۔اسے جیسے اس سے امید نہیں تھی کہ عدیل شاہ یہ بات کرے گا۔ لیکن وہ یہ بات کر کے اس کا مان توڑ چکا تھا۔ تو کیا واقعی عدیل شاہ اس سے شادی نہ ہونے پر تین اور کر لے گا؟؟ وہ ایسا سوچ بھی کیسے سکتا تھا۔اس کی آنکھوں میں نمی سی جمع ہونے لگی تھی۔ برہان خان نے ایک تمسخراتی نظر رائنا خان پر ڈالی جیسے اسے جتانا چاہتے ہو کہ دیکھو یہ ہے وہ انسان جس کے لیے تم اتنا مر رہی تھی۔ " کبھی نہ کبھی تنگ آ کر تم اسے چھوڑ ہی دو گے! اور ویسے بھی ساری زندگی اپنی اولاد کو گھر بٹھا سکتا ہوں میں! میری بیٹیاں

بوجھ نہیں ہیں میرے لیے!! عدیل شاہ کی سرخ آنکھوں میں دیکھتے برہان خان نے جواب دیا۔۔ جبکہ باقی سب خاموشی سے ان دونوں کی باتیں سن رہے تھے! اور داجان کا ارادہ گھر جا کر عدیل شاہ کو پستول سے اڑانے کا تھا۔۔ جب وہ بات کر رہے تھے تو عدیل شاہ کو کیا ضرورت تھی بیچ میں ٹانگ اڑانے کی! اور اگر اس نے خود ہی بولنا تھا تو انہیں ساتھ لاتا ہی نہیں!! "بیٹیاں بوجھ نہیں ہونگی لیکن اس کے دس بارہ بچے ضرور بوجھ بن جائے گیں! آپ کو کیا پتہ چھپ چھپا کر میں کبھی بھی اپنا حق لے لوں آپ کی بیٹی سے! بٹھائیں اسے دو تین سال گھر پر۔ اور میں گارنٹی دیتا ہوں آپ کو کہ اس کے بعد آپ خود مجھ سے رخصتی کی بات کرے گیں۔ دو چار نواسے نواسیوں کے ساتھ!! رکھیں جتنے مرضی سال اسے گھر پر! لیکن پھر میں بھی وعدہ کرتا ہوں آپ سے کہ ہر سال نیا بچہ آپ کے گھر میں آئے گا۔۔!! آرام سے پیچھے صوفے سے ٹیک لگا کر کہتے عدیل شاہ نے وہاں موجود ہر انسان کا چہرہ سرخ کیا۔ جبکہ رائنا خان تو جیسے پانی پانی ہو گئی تھی۔ جہاں وہ تھوڑی دیر پہلے کھڑی آنسوں بہانے لگی تھی اب وہیں کھڑی اُنگلیاں چٹخاتے اسے چھپنے کے لئے کوئی جگہ

چاہیے تھی بس!!" حدائق شاہ منہ نیچے کرتے دھیما سا مسکرایا۔ اسے عدیل شاہ سے کچھ ایسی ہی زبان درازی کی اُمید تھی۔۔ "تم جتنا گھٹیا انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ برہان خان جبڑے بھینچتے سرخ چہرے کے ساتھ دبی دبی آواز میں غرائے!!" ملے گا بھی نہیں آپ کو! کیونکہ عدیل شاہ دنیا میں ایک ہی ایک ہے! سکون سے مطمئن طریقے سے جواب آیا تھا۔۔ "کیوں بچے کے ساتھ ضد لگا رہے ہو! اگر وہ کہہ رہا ہے خوش رکھے گا رائنا کو تو کر دو شادی! امجد خان نے بات کے درمیان میں حصہ لیتے برہان خان کو مشورہ دیا۔ انہیں تو عدیل شاہ میں کوئی خرابی نہیں دکھتی تھی۔۔ برہان خان نے ایک زہر آلود نظر عدیل شاہ پر ڈالی جو ٹکے سے جواب دیتے ان کی بولتی بند کروا گیا تھا۔۔ "ٹھیک ہے پھر لیکن میری ایک شرط ہے کہ تم رائنا کو الگ گھر میں رکھو گے! تمہاری ماں کے ساتھ یہ ہر گز نہیں رہے گی! تم تو سارا دن نوکری پر ہو گے! گھر میں پیچھے سارا دن میری بیٹی تمہاری ماں کے طعنے سنے یہ تو میں بلکل برداشت نہیں کروں گا۔ بہتر ہے اس کے لیے الگ گھر کا انتظام کر سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ بھول جاؤ رائنا کو!! اور اب برہان خان نے

اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ وہ جو کب سے سکون سے بیٹھا تھا اچانک ہی سیدھا ہو کر بیٹھتے اس نے رائنا خان کو دیکھا۔ کیا یہ بات برہان خان کے دل میں اس نے ڈالی تھی؟؟ اس کے دل میں بے ساختہ ہی سوال اُٹھے تھے! کل رائنا خان نے بھی تو اس سے یہی بات کی تھی۔۔ دوسرے لمحے وہ پھر سے سنجیدگی سے برہان خان کی طرف متوجہ ہوا۔ "بوڑھی ماں ہیں میری! ایک مرتبہ میری جگہ خود کو رکھ کر سوچیں میں کیسے اپنی ماں کو چھوڑ دوں! میری ماں کا میرے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے! آپ کا بھی بیٹا ہے! کیسا محسوس کرے گیں آپ لوگ اگر عین بڑھاپے میں آپ لوگوں کو وہ بے سہارا چھوڑ دے! وہی سپاٹ انداز!! "میرا بیٹا ایسا کوئی کام بھی نہیں کرے گا مجھے یقین ہے! اور دوسری بات تم اگر اپنی ماں کو نہیں چھوڑ سکتے تو میری بیٹی کو چھوڑ دو! آپشن ایک ہی ہے تمہارے پاس! برہان خان نے بھی اسی سنجیدگی سے اسے فیصلہ کرنے کو کہا۔ عدیل شاہ کی بات نے بھی ان کے اندر کسی قسم کہ رحم کا جذبہ پیدا نہیں کیا تھا۔ "میں نہیں چھوڑ سکتا اپنی ماں کو!! حتمی انداز!! "ٹھیک ہے پھر میری بیٹی کو چھوڑ دو! فیصلہ کن انداز میں

برہان خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا جو ان کی امیدوں پر پورا اُترا تھا۔۔
عدیل شاہ نے ایک نظر رائنا خان پر ڈالی جو کھڑی آنسوں بہا رہی تھی۔ وہ یہ بول سکتی تھی اپنے بابا کو کہ وہ اس کی ماں کے ساتھ رہنے کو تیار ہے! لیکن وہ تو خود یہ نہیں چاہتی تھی۔ عدیل شاہ اس سے بھی کیا ہی شکوہ کرتا۔۔!! "چھوڑ دیا۔ آزاد ہے یہ میری طرف سے!!" دھیمے سے کہتے عدیل شاہ صوفے سے کھڑا ہوا۔ مزید ایک منٹ وہ یہاں نہیں رک سکتا تھا۔۔ رائنا خان نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ وہ کیسے اتنی آسانی سے اسے چھوڑ سکتا تھا؟ کیا وہ واقعی اسے چھوڑ رہا تھا۔۔ عدیل شاہ نے خاموشی سے بغیر اس پر ایک نظر ڈالے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے! ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی آنکھوں کی سرخی بڑھتی ہی جا رہی تھی!! رائنا خان آنسوں بہاتے فوراً سے اس کے پیچھے بھاگی۔ وہ ایسے نہیں جا سکتا تھا۔ تو کیا اس کے ساتھ کیے گئے عدیل شاہ کے سارے وعدے جھوٹ تھے؟؟ وہ ایسے نہیں جا سکتا تھا۔۔ "عدیل میری بات سنیں!! بھاگتے ہوئے عدیل شاہ کے پاس جاتے رائنا خان نے اس کا بازو تھاما۔ وہ جو آگے بڑھ رہا تھا اچانک ہی رک گیا تھا۔۔ باقی سب

بھی اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہو چکے تھے! سب لوگ انہیں ہی دیکھ رہے تھے!! "آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں عدیل!! رائنا خان اس کا بازو تھامتے دبی دبی آواز میں چیخی!! رات میں بھی اور اب بھی اس کی چھوڑنے والی بات سنتے وہ جیسے پاگل ہونے کو تھی۔ کیا وہ اس کے ساتھ گزارے سارے لمحے بھول گیا تھا؟ جو اتنی آسانی سے اسے چھوڑنے کا کہہ دیتا تھا۔!! عدیل شاہ نے ایک نظر اپنے بازو کو دیکھا جو اس کے نازک ہاتھوں کی گرفت میں تھا۔ دوسرے لمحے وہ سنجیدگی سے اپنا بازو اس سے چھڑوا گیا تھا۔ "ایک مرتبہ خود سے یہ سوال پوچھو!! تم نے اور تمہارے گھر والوں نے مجبور کیا ہے مجھے یہ فیصلہ لینے پر!! کہنے کو تو میں بھی کہہ سکتا تھا تمھیں کہ چلو بھاگ چلتے ہیں! ساری زندگی اس کے بعد تم اپنے ماں باپ کی شکل بھی مت دیکھنا۔ بتاؤ تم چل سکتی ہو میرے ساتھ؟ لیکن یاد رکھنا اس گھر کی شکل نہیں دیکھنے دوں گا میں تمھیں پھر ساری زندگی۔ میں اپنی ماں کو چھوڑتا ہوں تو تم بھی چھوڑ دو ان لوگوں کو!! ہنسی خوشی اکیلے رہے گیں دونوں۔ اگر میری ماں نے تمہارے بارے میں برا بھلا کہا ہے تو کم ذلیل تو مجھے تمہارے

باپ نے بھی نہیں کیا۔ جدھر دکھ جاتا ہوں انہیں گالیاں ضرور کھاتا ہوں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ میں نے تمہاری طرح تماشہ نہیں بنایا۔۔!! اپنی سرخ نظریں اس کی بھیگی آنکھوں میں گاڑے عدیل شاہ نے سنجیدگی سے لفظ چبائے!! اس وقت اس کا غصّہ آسمان پر تھا۔ جو منہ میں آرہا تھا وہ وہی بول رہا تھا۔۔ جبکہ رائنا خان کی تو زبان تالو سے چپک چکی تھی۔ وہ کھڑی خاموشی سے آنسوں بہانے لگی تھی!!

"چپ کیوں ہو اب؟ بتاؤ چلو گی میرے ساتھ! خدا کی قسم سب کو چھوڑ دوں گا۔ لیکن بدلے میں تم بھی سب کو چھوڑو گی!! اسے خاموشی سے روتے دیکھ عدیل شاہ نے آگے ہوتے اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ جمائے جذب کے عالم میں کہا۔۔

"رائنا خان نے ایک نظر اپنے ماں باپ کو دیکھا جنہوں نے اسے پال پوس کر بڑا کیا تھا۔ اور پھر دوسری نظر اس نے عدیل شاہ کو دیکھا جس کے بغیر اس کی سانسیں رکنے کو ہو جاتی تھیں!! کسی ایک کو چننا دنیا کا سب سے مشکل ٹرین فیصلہ تھا۔۔

"میں نہیں چھوڑ سکتی اپنے ماں باپ کو! لیکن میں آپ کو بھی نہیں جانے دے سکتی عدیل!! اپنے گال پر رکھے اس کے ہاتھ پر ہاتھ جمائے رائنا خان نے شدید آنسوں

بہاتے انکار کیا۔ وہ اپنے ماں باپ کو واقعی نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ شادی ہونا ایک الگ بات لیکن یہاں تو یہ انسان ساری زندگی اُن لوگوں کی شکل بھی نہ دیکھنے کا کہہ رہا تھا۔ رائنا خان چاہ کر بھی ایسا نہیں کر سکتی تھی!! "جب تم اپنے پیچھے دو بہن بھائیوں کے ہوتے ہوئے انہیں نہیں چھوڑ سکتی تو سوچو میں اپنی ماں کی اکلوتی اولاد ہوں! ساری زندگی مجھے اپنے حصے کا نوالہ کھلایا ہے انہوں نے! میں کیسے بلکل بڑھاپے میں آکر انہیں چھوڑ دوں! ماں جیسی بھی ہو ماں ہوتی ہے! میں جو آج انہیں چھوڑ دوں تو کل کو میری اولاد بھی یہی کرے گی!! اس کے گالوں سے ہاتھ ہٹاتے عدیل شاہ سنجیدگی سے دھیمے سے کہتا باہر کی طرف بڑھا۔ "عدیل میری بات سنیں!! پیچھے رائنا خان کھڑی روتے ہوئے چیخ رہی تھی۔ لیکن وہ دروازہ عبور کر چکا تھا۔ عدیل شاہ نے پھر ایک نظر بھی اس پر ڈالنا گوارہ نہیں کیا تھا۔ وہ جا چکا تھا۔ اسے روتا بلکتا چھوڑتے وہ جا چکا تھا۔

حدائق شاہ نے فائزہ کی طرف دیکھتے اسے آنکھوں سے اشارہ کیا۔اشارہ صاف تھا" کہ وہ جاکر رائنا کو تھامے!! فائزہ شاہ اچھا کی صورت سر ہلاتے خاموشی سے رائنا کی طرف بڑھی جو دروازے کے پاس کھڑی بری طرح رو رہی تھی۔۔

ہمیں چلنا چاہیے!! داجان نے سنجیدگی سے امجد خان کی طرف دیکھتے ان سے" اجازت چاہی!! امجد صاحب نے خاموشی سے سر ہلا دیا تھا۔انہیں سمجھ ہی نہیں آرہی تھی کہ کون اس معاملے میں سہی ہے اور کون غلط!! "معاف کیجئے گا انکل! لیکن آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔کوئی بھی بیٹا مجھے نہیں لگتا کہ اپنی ماں کو چھوڑ سکتا ہے! جہاں میں فائزہ کو سب کی باتوں سے بچا لیتا ہوں وہاں عدیل بھی کسی نہ کسی طرح پھوپھو کو سمبھال ہی لیتا۔آپ کم از کم اسے آزما کر تو دیکھتے!! حدائق شاہ نے برہان خان کے مقابل جاتے سنجیدگی سے کہا۔داجان اور باقی سب باہر کی طرف بڑھ گئے تھے! فائزہ شاہ کی وجہ سے صرف وہی ابھی تک کھڑا تھا۔۔ "کہنا آسان ہے تم لوگوں کے لیے! میں جانتا ہوں اس وقت سب کو میں ہی غلط لگ رہا

ہو نگا۔ جب تمہاری اپنی بیٹی ہو گی ناتب تمہیں سمجھ میں آئے گی کوئی بیٹیوں کے کردار کو سوالیہ نشان بنائے تو یہاں تکلیف اٹھتی ہے! برہان خان نے حدائق شاہ کے دل کے مقام پر انگلی بجائی!!"اور یہ بد دعا نہیں ہے! صرف ایک مثال ہے! خدا نا کرے تمہاری اولاد کو کبھی کسی بھی تکلیف کا سامنا کرنا پڑے!!! اس کے کندھے کو تھپکتے سنجیدگی سے کہتے برہان خان واپس سے صوفے پر بیٹھے!! حدائق شاہ محض ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ کہہ تو وہ صحیح رہے تھے لیکن غلط عدیل شاہ بھی نہیں تھا۔۔ فائزہ شاہ کو سیڑھیوں سے واپس نیچے آتے دیکھ حدائق شاہ نے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔۔"اس نے کمرہ لاک کر لیا ہے! اندر نہیں جانے دیا مجھے!! ہونٹ کاٹتے فائزہ شاہ نے اس کی طرف دیکھتے کہا۔۔"ہمم آجاؤ تم بھی چلتے ہیں گھر! حدائق شاہ نے ہنکارا بھر کر کہتے اپنے قدم باہر کی طرف بڑھائے! مزید یہاں رکنے کا فائدہ نہیں تھا۔ فائزہ شاہ بھی برہان خان سے ملتے باہر کی طرف بڑھی۔ وہ حدائق شاہ کے ساتھ اسی شرط پر آئی تھی کہ یہاں رکنے کی ضد نہیں کرے گی۔ ورنہ حدائق شاہ نے کہا تھا کہ پھر وہ اسے کبھی یہاں نہیں آنے

دے گا۔اس کی دھمکی اثر کر گئی تھی اور اب فائزہ شاہ بھی خاموشی سے اس کے ساتھ ہی باہر کی طرف بڑھی۔۔

راحیل خان اپنی بڑی سی لینڈ کروزر گاڑی سے اترتے باہر نکلا۔۔ وہ آفس آیا تھا۔ آج اسے ضیغم کی وجہ سے کچھ دیر ہو گئی تھی۔ ضیغم کے اسکول میں کوئی مسئلہ تھا اس لیے راحیل خان کو پہلے اس کے ساتھ اسکول جانا پڑا۔۔اور اب وہ اسکول سے سیدھا ہی آفس آیا تھا۔اسے ایک منٹ بھی دیر ہوتی تھی تو آبان خان کالز کر کر کے اس کا جینا حرام کر دیتا تھا۔ابھی بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ تقریباً دس سے اوپر آبان خان کی کالز آئی پڑی تھیں۔ لیکن وہ خود بھی ڈھیٹ انسان تھا۔۔آبان خان کو تنگ کرنا تو جیسے وہ اپنا فرض سمجھتا تھا۔اس نے فون سائلینٹ پر کرتے آبان خان کی ایک بھی کال اٹھانا ضروری نہیں سمجھا۔ فون ہاتھ میں پکڑتے راحیل خان نے سنجیدگی سے اپنے قدم آفس کے اندر کو جانب بڑھائے! وہ اس وقت بلیک کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس آنکھوں پر بلیک ہی چشمہ لگائے اتنا حسین دکھ رہا تھا کہ کسی کو

بھی کچھ لمحوں کے لیے خود کی طرف دیکھنے پر مجبور کر سکتا تھا۔وہ حسین تھا۔اور بے حد حسین دکھ بھی رہا تھا۔۔ اس کی بھوری سنجیدہ آنکھیں چشمے کے پیچھے چھپی تھیں!! اندر داخل ہوتے آتے جاتے تمام ورکرز اس کے پاس سے سلام کرتے کرتے گزر رہے تھے!! اور وہ محض سر کو خم دے کر سب کو جواب دیتے سنجیدگی سے آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ ابھی تک کوئی بھی ایسی لڑکی نہیں گزری تھی جو اسے اوپر سے نیچے تک گھور کر نا گئی ہو۔ لیکن راحیل خان زیادہ توجہ نہیں دیتا تھا۔۔ اپنی خوبصورتی سے وہ واقف تھا تبھی اس کا ہر جگہ ہی ایسی نظروں سے واسطہ پڑتا تھا۔ غرض کہ اب تو راحیل خان ان نظروں کا عادی ہو چکا تھا۔ لڑکیاں اسے دیکھ کر آہیں بھرتی ہیں وہ جانتا تھا۔۔ آخر کو وہ ایک مرد تھا۔ بغیر دیکھے بھی بتا سکتا تھا کہ کونسی لڑکی اسے کس نظر سے دیکھ رہی تھی۔!! وہ ابھی آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ اپنے پیچھے سے ایک نسوانی باریک سی آواز سنتے بے ساختہ ہی اس کے قدم رکے!! "مدحا نسیم" آج بلکل وقت پر اِدھر پہنچی تھی۔ لیکن ریسیپشنسٹ نے اسے باہر ہی روک رکھا تھا۔ مدحا نے بہت مرتبہ اسے بتایا بھی تھا کہ اسے جاب پر رکھا گیا ہے!

لیکن نا تو وہ راحیل خان کا نام جانتی تھی۔ جو اسی کا ریفرنس دے دیتی!! جبکہ ریسیپشنسٹ نے بھی آج آبان خان کو کال کرنے کی غلطی نہیں کی تھی۔ وہ کل جتنی بیعزتی کروا چکی تھی کافی تھی!! تقریباً ایک گھنٹے سے اوپر ہو گیا تھا اور مدحا نسیم ابھی تک باہر ہی بیٹھی تھی کہ راحیل خان کو اندر آتے دیکھ اس نے دل میں شکر ادا کرتے اسے مخاطب کیا۔۔ "سر!! ہلکی سی آواز میں اس نے راحیل خان کے قدموں کے ساتھ چلنے کی کوشش کرتے اسے مخاطب کیا۔۔ راحیل خان نے پیچھے مڑتے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ اس لڑکی کو بہت اچھے سے پہچان چکا تھا۔۔ "سر وہ ریسیپشنسٹ نے روکا ہوا تھا مجھے! قسم سے میں بلکل اپنے ٹائم پر آئی تھی۔ آپ چاہے تو یہاں کے کیمرے دیکھ لیں ایک گھنٹے سے میں اِدھر ہی بیٹھی ہوں!! رونی سی شکل بناتے مدحا نسیم نے جیسے اسے یقین دلانا چاہا۔ اسے ڈر تھا کہ اتنی مشکلوں سے ملی نوکری سے پہلے دن ہی اسے نا نکال دیں! "ریلکس ہو جائیں محترمہ! میں نے کچھ کہا تو نہیں آپ کو! اور ویسے ریسیپشنسٹ نے کیوں روکا ہے۔ آئیں میرے ساتھ!! اپنی آنکھوں سے گلاسز اُتار کر ہلکا سا مسکرا کے کہتے راحیل

خان نے اپنے قدم آگے کو بڑھائے۔ یہ لڑکی جو بولنا شروع ہوتی تھی تو بولتی ہی جاتی تھی۔۔ مدحا نسیم دل میں شکر ادا کرتے اس کے پیچھے ہی ریسیپشنسٹ کی طرف بڑھی! ایک بات تھی یہ انسان شکل کے ساتھ ساتھ دل کا بھی بہت اچھا تھا اس بات کی گواہی اس کے دل نے دی تھی۔۔ "گڈ مارننگ سر!! ریسیپشنسٹ نے راحیل خان کو اپنی طرف آتے دیکھ فوراً ہی سیدھے ہوتے سلام جھاڑا۔ شاید ہی آج پہلی مرتبہ راحیل خان خود چل کر اس کے پاس آیا تھا۔۔!! "ان کی سی وی لے لی تھی جب کل آپ نے تو انہیں روکنے کی وجہ؟؟ اپنے ساتھ کھڑی مدحا نسیم کی طرف اشارہ کرتے راحیل خان نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔ "سر مجھے لگا آبان سر نے جاب پر نہیں رکھا ہوگا انہیں! ورنہ مجھے وہ لازمی بتا دیتے ہیں نیو ورکرز کے بارے میں! اس لیے میں نے انہیں اندر جانے نہیں دیا تھا۔۔!! تھوک نگلتے ریسیپشنسٹ نے راحیل خان کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ وہ سچ ہی کہہ رہی تھی۔ آبان خان نے تو اس سے مدحا کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ ورنہ ہر نیو ورکر کا اسے پتہ ہوتا تھا۔۔!! راحیل خان نے منہ میں زبان گول کرتے ایک گہری سانس بھری! بیغیرتی اگر کسی پر ختم

ہوتی تھی تو وہ آبان خان تھا۔ بے ساختہ ہی اس نے دل میں آبان خان کو گالی سے نوازا تھا۔ "میں کہہ رہا ہوں۔ میری سیکرٹری ہیں یہ! آپ آئندہ انہیں نہیں روکے گیں۔ ڈیٹا اینٹر کریں ان کا اور کارڈ بنوائیں!! سنجیدگی سے اس نے جیسے ریسیپشنسٹ کو حکم دیا تھا۔۔ ریسیپشنسٹ نے بے ساختہ ہی اس کی بات سنتے ایک نظر اوپر سے نیچے تک مدحا نسیم کو دیکھا۔ جو کہ اس وقت آسمانی رنگ کے سوٹ میں ملبوس سر پر ریشمی دوپٹہ اوڑھے کندھے پر شال لپیٹے ہوئے تھی جس سے اس کا سینا بھی کور ہو رہا تھا۔ غیر ارادی طور پر فوراً ہی اس کے منہ کے زاویے بگڑے تھے! صرف شکل اچھی ہونے سے تو کچھ نہیں ہوتا۔ ڈریسنگ نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے! بے ساختہ ہی اس کے دل میں یہ بات چلی تھی۔ "مدحا نسیم اسے اس طرح خود کی طرف دیکھتا پا کر گڑبڑا سی گئی تھی۔ اسے پہلے ہی یہاں آ کر اپنا آپ بہت چھوٹا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ صرف امیروں کی دنیا میں آ گئی ہو اور اب سب کی نظریں! "محترمہ انہیں جج کرنے کی بجائے اگر آپ میری بات دھیان سے سنے گیں تو آپ کی نوکری کے لیے زیادہ بہتر ہو گا۔۔ راحیل خان نے ریسیپشنسٹ کو

مدحا کی طرف دیکھتا پا کر فوراً ہی اسے ٹوکا۔ وہ مدحا کو حقارت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی!! "سوری سر!! فوراً سے نظریں جھکاتے رسپشنسٹ نے معافی میں ہی بھلائی جانی! "آئیں آپ میرے ساتھ!! مدحا نسیم کو مخاطب کرتے راحیل خان نے واپس سے اپنے قدم آگے کو بڑھائے! وہ لفٹ کی جانب جا رہا تھا۔۔ مدحا بھی اپنی چادر کو پھر سے ٹھیک کرتے اس کے ساتھ ہی لفٹ کی طرف بڑھی۔ وہ خفت میں مبتلا ہو رہی تھی!! راحیل خان لفٹ کے اندر داخل ہوتے ایک لمحے کے لیے رکا۔ مقابل باہر ہی رک گئی تھی۔ اس کی سوالیہ نظریں مدحا پر ہی تھیں۔ "آپ جائیں میں دوسری لفٹ میں آجاتی ہوں! راحیل خان کی سوالیہ نظروں میں جھانکتے مدحا نے دھیمے سے کہا۔ اسے راحیل خان کے ساتھ ایک ہی لفٹ میں چڑھتے ہوئے جھجھک سی آ رہی تھی۔۔ "جیسے آپ کی مرضی!! راحیل خان نے بھی کندھے اچکاتے لفٹ کا بٹن پریس کیا۔ وہ اس کی جھجھک کو سمجھ گیا تھا۔۔

اوپر پہنچتے راحیل خان سنجیدگی سے آگے کی طرف بڑھا۔ مدحا نسیم بھی اس کے پیچھے ہی اوپر پہنچتے اس کے ساتھ ہی چل رہی تھی!! آفس کی بجائے وہ وہاں بیٹھی کسی

خاتون کے پاس گیا تھا۔۔ یہ ایک ورکر تھی جو عارضی طور پر راحیل خان کے سارے کام دیکھ رہی تھی۔ اور اب راحیل خان کو مدحا کی ٹریننگ کے لیے ہائیر کرنے کا ارادہ بھی اسی کا تھا۔۔ "انہیں آپ اپنے ساتھ رکھے گیں۔ پندرہ دن میں مجھے یہ ٹرین چاہیے ہیں! روز کیسا کام کر رہی ہیں یہ آپ دن کے آخر میں مجھے رپورٹ دے کر گھر جائے گیں۔ اور سب سے اہم بات انہیں لوگوں سے بات کرنے کا طریقہ اور ڈریسنگ سکھا دیجئے گا پلیز! یو نو سیکرٹری کی سب سے پہلے ڈریسنگ دیکھی جاتی ہے!!" ورکر کی طرف جاتے راحیل خان نے ٹو دا پوائنٹ بات کی۔ وہ مدحا کی ڈریسنگ پر کوئی ٹونٹ نہیں کر رہا تھا۔ لیکن یہ سچ تھا کہ اس کی دیسی ڈریسنگ اس کی پوسٹ کے حساب سے سہی نہیں تھی!! ورکر نے ایک نظر راحیل خان کو دیکھتے مدحا کو دیکھا جو راحیل خان کی بات پر مزید شرمندہ ہو کر رہ گئی تھی!! "سر میں اکیلے مینیج کر سکتی تھی۔ آبان سر نے میرا کام بہت کم کر دیا تھا اسی وجہ سے کہ میں ساتھ میں آپ کے کام بھی دیکھ رہی تھی۔ اگر آپ مائنڈ نہ کریں تو پلیز مجھے اس پوسٹ سے مت ہٹائیں! ورکر نے راحیل خان کی طرف دیکھتے التجائیہ

سے انداز میں کہا۔ آخر پورے آفس میں وہ پہلے راحیل خان کی سیکرٹری ہونے کا فلیکس مارتی تھی اب وہ یہ اپورچونیٹی چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ راحیل خان کسی سے بات کرلے تو جیسے اس کی عید ہو جاتی تھی۔ ایسے میں وہ واحد تھی جس سے کام کے سلسلے میں اکثر راحیل خان کچھ نا کچھ بات کرتا رہتا تھا۔ لیکن صرف کام کی حد تک! اور وہ لڑکی اسی چیز پر خوش ہوتے پورے آفس کی لڑکیوں کے سامنے فلیکس مارتی تھی!! "میں جو کہہ رہا ہوں وہ کریں پلیز! آپ سے مشورہ نہیں مانگا میں نے! راحیل خان نے ایک نظر مدحا کو دیکھتے سنجیدگی سے ورکر کو کہا۔ اسے آج اندازہ ہوا تھا ان کے آفس میں کچھ زیادہ ہی مغرور لوگ ہیں! "جی!! منہ بنا کر ورکر نے نہایت خراب موڈ کے ساتھ حامی بھری!

"Best of luck"، Hope you will give your best!!"

ہلکا سا مسکرا کر مدحا کی طرف دیکھ اسے بیسٹ وشیز دیتے راحیل خان نے اپنے کیبن کی طرف اپنے قدم بڑھائے! اس کا کام اب ختم ہو گیا تھا۔ "بیٹھو محترمہ!! ورکر

نے دانت پیستے پاؤں کی ٹھوکر سے مدحا کے سامنے کرسی سرکائی! اسے زہر لگ رہی تھی یہ لڑکی!! مدحا خاموشی سے اپنے کندھے پر موجود پرس کو ٹیبل پر رکھتے اس کے ساتھ ہی رکھی کرسی پر بیٹھی!! "ویسے راحیل سر کی فیملی سے تو نہیں لگ رہی تم! پھر اتنی فیور کیوں دے رہے تھے وہ تمہیں! ہمارے معاملات میں تو آج تک نہیں بولا انہوں نے! چاہے آبان سر ہمیں جاب سے نکال دیں!! ابرو اچکا کر مدحا کی طرف دیکھتے رمشا نامی اس لڑکی نے اندازاً اس سے پوچھا۔ "پتہ نہیں! آپ پلیز کام تک ہی رہیں تو بہتر ہے! کون مجھے جتنا فیور دے رہا ہے یہ آپ کی سر دردی نہیں ہے!! مدحا نسیم جو کب سے خاموش تھی اب بول ہی اٹھی تھی۔ اس نے نرمی سے جواب دیتے رمشا کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔ "میرے ساتھ کام کرنا ہے تو تھوڑا جھک کر رہنا۔ یاد ہے نہ دن کے آخر میں تمہاری رپورٹ میں نے ہی راحیل سر کو دینی ہوتی ہے!" اور یہاں اس نے بھی مدحا کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔ وہ اپنی نوکری تو کسی صورت نہیں کھونا چاہتی تھی۔ تبھی ایک گہری سانس بھرتے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ فلحال وہ مجبور تھی!! کسی کی بھی باتوں کے

جواب دیتی تو اپنا ہی نقصان کرواتی!!"گڈ!!رمشا نے سنجیدگی سے اسے کہتے کام کی طرف متوجہ ہوئی۔ مدحا بھی اس کے ساتھ ہی اپنے آج کے کام میں لگ گئی تھی۔وہ جیسے جیسے اسے کام بتا رہی تھی اسے ویسے ہی کرنا تھا۔۔

بالاج خان کی گاڑی ایک جھٹکے سے مال کے باہر آتے رکی۔ ساتھ میں اس کے دوست بھی تھے جو اسی کی گاڑی میں موجود تھے! آج بہت عرصے بعد اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ کچھ باہر کا پلان بنایا تھا۔ ورنہ تو زندگی گھر کے مسئلوں میں ہی جیسے اُلجھ کر رہ گئی تھی۔ کبھی ایک مصیبت تو کبھی دوسری!! آج بھی دوستوں کے بہت اسرار کرنے پر وہ ان کے ساتھ شاپنگ پر آ ہی گیا تھا۔ ویسے بھی آج کل اس کا کوئی میچ نہیں ہو رہا تھا اس لیے اکثر وہ فارغ ہی پایا جاتا تھا۔۔ بالاج خان اس وقت اولیو گرین کلر کی شرٹ پہنے ساتھ بلیک کلر کی جینز میں ملبوس آنکھوں پر سیاہ چشمہ لگائے سنجیدگی سے گاڑی سے باہر نکلا۔اس کے دوست بھی ساتھ ہی اُترے تھے!! گاڑی سے اترتے ان سب نے ایک ساتھ ہی اپنے قدم اندر کو بڑھائے!

آج تو حسن بھی بالاج خان کے ساتھ ہی تھا۔ وہ آج کل پاکستان میں ہی ہوتا تھا۔ جس نے کرنی ہے شاپنگ کر لو! میں فوڈ کارٹ والی سائڈ پر جا رہا ہوں۔ بھوک لگی ہے مجھے!! بالاج خان نے ایک نظر اپنے دوستوں کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ اسے بس بھوک لگی تھی تو سوچا پہلے کچھ کھا لیا جائے! چل میں بھی چلتا ہوں ساتھ! حسن جو خود بھوکا تھا اس نے بھی بالاج خان کی بات سے حامی بھری!! "میں نے کچھ سامان لینا ہے تم لوگ چلو پھر ہم وہ لے کر آتے ہیں! اس کے دوسرے دوست نے مسکراتے ایک اور کو اپنے ساتھ شامل کیا۔ یہ ٹوٹل چار دوست تھے! "اوکے!! بالاج خان نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے آگے کی جانب اپنے قدم بڑھائے! حسن بھی اس کے ساتھ ہی تھا۔۔ وہ لوگ باتیں کرتے ہوئے ایلیویٹر سے گزرتے اوپر کی طرف جا رہے تھے!

"حسن جو بالاج یہ تیری وہی رشتے دار ہے نا جس کی وجہ سے لڑائی ہوئی تھی؟" اِدھر اُدھر دیکھتے اوپر کی طرف بڑھ رہا تھا اچانک ہی ساتھ سے نیچے کی طرف جاتی ایلیویٹر پر اس کی نظر پڑی۔۔ جہاں سے ماورا جمیل کسی لڑکی کی ساتھ مسکراتے

ہوئے بات کرتے نیچے اتر رہی تھی۔اس کے ہاتھ میں ڈھیروں شاپنگ بیگز موجود تھے!! بالاج خان نے یکلخت ہی اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔جہاں سے وہ آتش فشاں بنی نیچے اتر رہی تھی۔اس کے ماورا جمیل کو ٹونٹ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوا تھا۔ وہ آج بھی اپنی مرضی کی ڈریسنگ کرتے جینز اور ٹاپ میں ملبوس بالوں کو کھولے ہلکی پھلکی سی جویلری میں ملبوس تھی۔۔اسے دیکھتے بے ساختہ ہی بالاج خان کو وہ رات یاد آئی تھی جب اس نے خود ماورا کو کال کی تھی اور آگے سے اس لڑکی نے اسے پنچ انسان بولتے کال کٹ کر کے اسے بلاک بھی کر دیا تھا۔ بالاج خان بے تحاشہ مرتبہ دوبارہ اس کا نمبر ٹرائے کر چکا تھا لیکن وہی مسئلہ مقابل اسے بلاک کر گئی تھی۔۔اوپر آتے بالاج خان کے ایک لمحے کے لیے قدم رکے!اس کی نظریں نیچے تھیں جہاں سے وہ آگے بڑھ رہی تھی۔۔ماورا جمیل نے ابھی تک ان میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا تھا۔

تو چل میں بس پانچ منٹ میں آیا۔۔اپنے ساتھ کھڑے حسن کو مخاطب کرتے" بالاج خان نے بغیر اس کے ہکا بکا چہرے کی طرف دیکھتے اپنے قدم واپس سے نیچے

کو بڑھائے! نجانے کیا سوچ کر وہ پھر سے اس سے ملنے نیچے جا رہا تھا۔ تیز تیز قدموں سے خود ہی ایلیویٹر سے نیچے اترتے بالاج خان نے اپنے قدم ماورا جمیل کی جانب بڑھائے جو اپنے میں ہی مست اپنی دوست کے ساتھ آگے کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔

بالاج خان نے اس کے پیچھے جاتے اسے بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔اس سے پہلے کہ ماورا چیختی وہ پہلے ہی بڑی مہارت سے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے اس کی چیخ حلق میں ہی دبا گیا تھا۔ "مجھے بات کرنی ہے تم سے!! اس کے ہونٹوں سے دھیمے سے ہاتھ ہٹاتے بالاج خان نے سنجیدگی سے لفظ چبائے! "لیکن مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی بازو چھوڑو میرا۔۔ سنجیدگی سے اپنے بازو کی طرف نظریں جمائے جواب آیا تھا۔۔ جبکہ اس کے ساتھ موجود اس کی دوست تو بالاج خان کو اپنے سامنے دیکھتے جیسے غش کھا کر گرنے والی تھی۔۔ وہ کھڑی بے یقین نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔آخر کون تھا جو جو بالاج خان کو نہیں جانتا تھا؟؟یونہی نہیں

اس شخص میں اپنی ذات پر غرور کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔۔"نہیں چھوڑتا کیا کر لو گی تم؟؟اس کی سنجیدہ نظروں میں دیکھتے بالاج خان نے مزید مضبوطی سے اس کا بازو پکڑا۔وہ اس پر اپنی دھونس جما رہا تھا۔۔ایک چیز جو شدت سے بالاج خان کو چبھی تھی وہ یہ تھی کہ ماورا جمیل نے ابھی تک ایک نظر بھی اٹھا کر اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ ابھی تک اپنے بازو پر نظر جمائے ہوئے تھی!!درد کی شدت سے ماورا نے سختی سے اپنے جبڑے بھینچے۔اس شخص کے ہاتھ میں بھی تو ہتھوڑوں جیسی سختی تھی!! "بالاج خان میرا ہاتھ چھوڑو ورنہ ابھی چیخ چیخ کر سارا مال اکٹھا کر لوں گی اور تم پر ہراسمنٹ کا کیس کرواؤں گی!!ماورا جمیل اس سے اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کرتے دبی دبی آواز میں بری طرح پھنکاری تھی۔وہ اس کے ہاتھ پر اپنے ناخن بھی گاڑھ کر دیکھ چکی تھی۔۔بالاج خان نے اس کی بات پر ابرو اچکاتے اسے دیکھا۔وہ جیسے اس سے یہ بات ایکسپکٹ نہیں کر رہا تھا۔۔"چلو تمھیں بتاتا ہوں اصل میں ہراسمینٹ کہتے کسے ہیں!ابھی تو میں نے صرف تمہارا ہاتھ پکڑا تھا۔طنزیہ سا مسکرا کر کہتے بالاج خان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے اپنے قدم آگے کو بڑھائے!

ماورا جمیل اچانک ہی بری طرح گڑبڑائی تھی۔اس کی تو جیسے سٹی گم ہو چکی تھی۔وہ اسے کہاں لے کر جا رہا تھا؟اور اس کی بات؟ وہ خود کو اس سے چھڑوانے کی کوشش میں ہلکان ہوتی پاگل ہونے کو تھی۔ لیکن بالاج خان سختی سے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ پر اپنی گرفت رکھے ہوئے تھا۔۔وہ لوگ تھوڑی سائڈ پر تھے!اور ویسے بھی یہ نیچے والا فلور تھا جس پر تقریباً رش کم ہی تھا۔ہر شخص اپنی زندگی میں مصروف تھا۔ کوئی بھی انہیں نوٹ ہی نہیں کر پایا تھا۔۔"چھوڑیں اسے کہاں لے کر جا رہے ہیں آپ؟؟ ماورا جمیل کے ساتھ کھڑی دوست ان دونوں کو آگے بڑھتے دیکھ جیسے ابھی ہوش میں آئی تھی!! بالاج خان نے پیچھے گردن موڑتے ایک نظر اس لڑکی کو دیکھا۔۔"پانچ آٹو گراف جہاں تم چاہو!اب اپنا منہ بند رکھنا۔ سنجیدگی سے اس لڑکی کی طرف مڑتے بالاج خان نے پورے یقین کے ساتھ اسے لالچ دیا تھا۔۔!!

"پک۔۔پکانا؟؟ تھوک نگلتے جیسے اس لڑکی نے اس سے استفسار چاہا۔اب تو وہ واقعی میں بیہوش ہونے کو تھی۔

اور ماورا جمیل کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھلی تھیں۔اس کے ہاتھ آزاد ہوتے تو وہ ایک چانٹا اس لڑکی کو اور دوسرا بالاج خان کے منہ پر مارتی! اس کی دوست بھی آٹو گراف کے لالچ میں اسے دھوکا دے گئی تھی!!"ممی کی قسم پکا۔۔ بالاج خان نے تھوڑا اس کے چہرے کی طرف جھکتے اس کے چہرے پر پھونک مار کر کہتے اپنے قدم آگے کو بڑھائے! وہ تقریباً گھسیٹتے ہوئے ماورا جمیل کو اپنی گرفت میں قید کیے آگے بڑھ رہا تھا۔۔ جبکہ پیچھے وہ لڑکی تو جیسے اس کے سحر میں ہی کھوئی ہوئی تھی۔وہ چلا گیا تھا لیکن اسے اپنے سحر میں جکڑ گیا تھا۔۔

بالاج خان ماورا کو اپنے ساتھ لاتے بلکل ایک کونے والی جگہ پر ہوا۔ جہاں سے کسی کے گزرنے کا گمان بھی پیدا نہیں ہوتا تھا۔۔اسے دیوار میں پٹختے وہ خود سنجیدگی سے اس کے مقابل کھڑا تھا۔ ماورا جمیل آنکھوں میں ڈھیروں خوف کے ساتھ ساتھ چٹانوں سی سختی لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ خوف اسے بالاج خان کی بات سے آرہا تھا۔ کہیں وہ واقعی۔۔۔"دیکھو اب میں نے تمہیں کچھ نہیں کہا تھا اس لیے دور رہو

پلیز! بالاج خان کو اپنے بازو فولڈ کرتے دیکھ ماورا جمیل نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہمت کرتے کہا۔۔

یہی تو مسئلہ ہے کہ تم نے کچھ نہیں کہا۔ بالاج خان نے دھیمے سے کہتے اپنے" دونوں ہاتھ اس کے اِرد گرد دیوار پر رکھتے اسے اپنے گرد ہی محصور کیا۔۔ وہ اس سے ایک قدم کے فاصلے پر کھڑا اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔اِرد گرد رکھے ہاتھوں کے مسلز بری طرح پھولے ہوئے تھے!! "میں تمہیں کچھ کہوں تب بھی تمھیں مسئلہ ہوتا ہے اور اب میں کچھ کہہ نہیں رہی تب بھی تمھیں پرابلم ہے! تم چاہتے کیا ہو آخر!! ماورا جمیل اس کی طرف دیکھے بغیر دبی دبی آواز میں چیخی۔ وہ اس کی نظروں سے بری طرح کنفیوز ہو رہی تھی لیکن اسے ڈٹ کر رہنا تھا۔ اتنی آسانی سے ہار ماننے والوں میں سے تو وہ بھی نہیں تھی۔۔ "تمہیں چاہتا ہوں!! اس کی آنکھوں پر نظریں جمائے وہ زیر لب منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ ماورا جمیل اس کے ہونٹوں کی حرکت نہیں دیکھ سکی تھی ورنہ یقیناً آج ایک الگ جنگ چھڑ جانی تھی!! "میں جو چاہتا ہوں اسے چھوڑو!

تم یہ بتاؤ تم کیا کہہ رہی تھی باہر مجھے ! کسی چیز کا الزام لگا رہی تھی شاید تم مجھ پر !
رائٹ ؟؟ ابیر واچکاتے بالاج خان نے سنجیدگی سے اس سے استفسار کیا۔ مقابل اس
کی طرف دیکھ بھی نہیں رہی تھی اور یہی چیز بالاج خان کو سوئیوں کی طرح چبھ
رہی تھی !! "اوکے میرے منہ سے غلطی سے نکل گیا تھا اب جانے دو پلیز
مجھے ! آنکھیں میچ کر کھولتے ماورا نے درگزر کرنے میں ہی عافیت جانی !! وہ کمزور
سی لڑکی اس لمبے چوڑے مرد کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے اس بات کا اندازہ اسے
اچھے سے تھا۔ بالاج خان اسے منٹوں میں اٹھا کر پٹخ سکتا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں کر
سکتی تھی !! "بلاک کیوں کیا ہے تم نے مجھے ؟ بالاج خان نے اس کے چہرے پر
نظریں جمائے اب اصل سوال پوچھا جس کے لیے وہ اِدھر آیا تھا۔ صرف ایک یہی
بات پوچھنے وہ اس کے پیچھے پہنچ چکا تھا۔۔ ماورا جمیل نے اس کی بات سنتے نظریں
اٹھاتے اسے دیکھا۔ ان نظروں میں سوائے نفرت کے اور کوئی بھی جذبہ نہیں تھا۔
شہد رنگ آنکھیں اس وقت نفرت کے جذبے سے لبریز تھیں۔ اسے پھر سے
بالاج خان کا ایک ایک الزام یاد آیا تھا۔۔ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی مقابل اس سے

سوال پوچھ رہا تھا۔ بالاج خان نے اس کی نظروں میں دیکھتے شکر ادا کیا۔ نفرت سے لبریز ہی سہی مقابل نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا تو تھا۔ وہ نامحسوس انداز میں ہلکا سا سرکتے مزید اس کے نزدیک ہوا۔ اس کی گرم سانسیں ماورا جمیل کے ہونٹوں پر بکھر رہی تھیں۔ جبکہ وہ اس کے اتنا نزدیک تھا کہ ماورا ذرا سا ہلتی تو اس سے بری طرح ٹچ ہوتی!! "تم نے اس قابل چھوڑا ہی کب ہے کہ میں تمہیں ان بلاک کرتے تم سے بات کروں! تمہارے لیے میرے دل میں نفرت کے علاوہ کچھ نہیں بچا بالاج خان۔ اپنی محبت کا اپنے ہاتھوں سے قتل کیا ہے تم نے! لیکن کیا تمھیں پتہ ہے کہ تم نے ساتھ میں میرے دل کو بھی مار دیا؟؟ اپنی محبت ختم کرنے کے چکروں میں تم میرے دل کو بھی مار گئے ہو بالاج خان!! اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے آیا کہ اسے حد میں رہنے کا اشارہ کرتے ماورا جمیل نفرت آمیز لہجے میں بری طرح پھنکاری تھی۔ بالاج خان کا چہرہ پہلے سے زیادہ سنجیدہ سپاٹ ہو چکا تھا۔ اس کی بات نے جہاں دل کے کسی کونے میں ٹھیس پہنچائی تھی وہیں پر غصّہ بھی فوراً ہی عود آیا تھا۔ "میں نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم مجھ سے محبت کرو! یہ روگ تم نے خود

پالا ہے! جب میں تمھیں چاہتا ہی نہیں تو کیوں تمہاری محبت کا پاس رکھ کر اسے مزید شہہ دوں!! اپنی طرف سے جیسے بالاج خان نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی!! ماورا جمیل نے ہلکا سا مسکراتے تمسخراتے چہرے سے اس کی طرف دیکھا۔۔ "روگ پالا نہیں ہے۔۔ تھا۔۔ تھا۔۔ تم مر بھی جاؤ تو اب مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم نے محبت لفظ سے بھی مجھے نفرت کروادی ہے بالاج۔ تم ایک گھٹیا نیچ انسان ہو جو صرف ایک عورت کے کردار کو اُچھالنا جانتا ہے!! محبت کا پاس تم رکھ بھی نہیں سکتی۔ کیونکہ یہ بھی کسی کسی غیرت مند مرد کو رکھنا آتا ہے!! سارا خوف ہوا ہو گیا تھا۔ اور وہ لفظوں کے ذریعے اپنے اندر بھرا غصّہ، زہر باہر نکال رہی تھی!! وہ کہہ رہی تھی مقابل مر بھی جائے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن کیا واقعی اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا؟؟ کیا محبتیں اتنی آسانی سے ختم ہو جاتی ہیں؟؟ بالاج خان نے پھر سے اس کے منہ سے خود کے لئے یہ الفاظ سنتے سیخ پا ہوتے سختی سے اس کا جبڑا دبوچا۔ وہ مرد تھا عورت کی زبان کا بدلہ وہ اپنی طاقت سے لیتا تھا۔۔ "دوبارہ اگر تم نے مجھے ایسے کسی لقب سے مخاطب کیا تو یقین کرو میں تمھارا وہ حشر

کروں گا کہ تم پر سانسیں تنگ پڑ جائے گیں ! بالاج خان اس کا جبڑا سختی سے دبوچے دبی دبی آواز میں پنھکارا۔ اپنے اوپر ایسے الفاظ اس سے برداشت نہیں ہوئے تھے !! ماورا جمیل اسے جواب دینا چاہتی تھی لیکن اس کا جبڑا بالاج خان کی آہنی گرفت میں تھا۔ وہ چاہ کر بھی کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔ اپنے ناخن بالاج خان کے ہاتھ پر مارتے وہ کسی طرح اپنا جبڑا اس سے چھڑوانا چاہتی تھی۔ لیکن مقابل اتنا مضبوط انسان تھا کہ اس کے نوکیلے ناخن بھی اس پر کوئی اثر نہیں کر رہے تھے !!

"دوبارہ اپنی حد میں رہ کر الفاظ نکالنا میرے لیے اپنے منہ سے ! اس کا جبڑا چھوڑ کر واپس سے اسے دیوار میں پٹختے بالاج خان نے انگلی اٹھاتے اسے سختی سے وارن کیا۔ ماورا جمیل بھیگی آنکھوں سے بے بسی سے اسے دیکھ رہی تھی !! یہ دوسری مرتبہ اس کی کمر دیوار میں بری طرح لگی تھی لیکن اس ظالم انسان کو کوئی پرواہ ہی نہیں تھی !! میرے آگے سے ہٹو جانا ہے میں نے !! اپنے آنسوں صاف کرتے اس نے سپاٹ سے لہجے میں کہتے بالاج خان کے ہاتھ دیوار سے ہٹانے کی کوشش کی جو اسے ہر طرح سے اپنے حصار میں جکڑے کھڑا تھا۔ "پہلے ان بلاک کرو مجھے !!

بالاج خان نے مزید سختی سے دیوار پر اپنے ہاتھ جماتے اسی کے انداز میں شرط رکھی!! ماورا جمیل نے نظریں اٹھاتے نفرت سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔ یہ انسان آخر اس سے چاہتا کیا تھا اسے سمجھ نہیں آتی تھی!! "کیوں کوئی الزام باقی رہ گیا ہے کیا؟؟ بس کر دو بالاج۔ ہاتھ جوڑتی ہوں میں تمہارے آگے! گناہ ہو گیا مجھ سے جو میں تم جیسے انسان سے اظہار محبت کر بیٹھی تھی۔ وہ لمحہ میری زندگی کا سب سے بدترین لمحہ تھا۔۔ اس کی آنکھوں میں دیکھ کے کہتے وہ تھکے ہارے انداز میں باقاعدہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ گئی تھی۔ اس کی جیسے اب بس ہو گئی تھی!! بالاج خان نے ایک سنجیدہ نظر اس کی بھیگی آنکھوں پر ڈالی۔ نامحسوس انداز میں اس کا ہاتھ اٹھا تھا۔۔ ہاتھ دیوار سے ہٹاتے بالاج خان نے آہستہ سے اس کی آنکھوں سے آنسوں کی ایک بوند چنی!! ماورا جمیل سیکنڈ سے پہلے اس کا ہاتھ جھٹک گئی تھی۔ ورنہ اس کا الزام بھی اسی پر آجاتا۔۔ "جاؤ!! پیچھے کو ہوتے بالاج خان نے سنجیدگی سے اسے جانے کی اجازت دی! وہ دیوار سے ہٹتے پیچھے ہو گیا تھا۔۔ ماورا کو تھوڑی تو حیرت ہوئی تھی کہ مقابل نے اچانک ہی چھوڑ دیا۔ لیکن پھر شکر ادا کرتے وہ ایک

آخری زہر آلود نظر اس حسین چہرے پر ڈالتے آگے کی طرف بڑھی۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی اس نے!!

بالاج خان کی نظروں نے دور تک اس کا پیچھا کیا تھا۔ اس کی پشت دکھنا بند ہو گئی تھی۔۔ نجانے کیا سوچتے بالاج خان نے اپنی انگلی پر موجود اس کے آنسوں کی بوند کو سامنے کیا۔ شکر تھا کہ ہاتھ جھٹکنے پر یہ نہیں گری تھی۔ اور اگلے ہی لمحے جیسے کسی ٹرانس کی کیفیت میں وہ اس بوند کو اپنے ہونٹوں پر رکھتے زبان سے لک کر گیا تھا۔۔ یہ سب وہ ایک ٹرانس کی کیفیت میں کر رہا تھا۔ نظریں اس کی سامنے تھیں جبکہ دماغ میں ماورا کا کہا گیا ایک ایک لفظ چل رہا تھا۔۔ سر جھٹکتے بالاج خان خود بھی آگے کی طرف بڑھا۔ وہ تو بھول ہی گیا تھا کہ وہ حسن کو اکیلا چھوڑ کر آیا تھا۔ البتہ ذہن ابھی بھی اس کا ماورا جمیل میں ہی الجھا تھا۔۔ نجانے قسمت نے ان کی کہانی کو کس موڑ پر لا کر ختم کرنا تھا۔

قسط نمبر: 71 پارٹ 1

یہ شام کا وقت تھا اور شاہ ولا میں ہلکی پھلکی خوشیوں کا سماں تھا۔ جہاں کل عدیل شاہ کے رشتے سے انکار کے بعد سب اُداس تھے وہیں پر آج معاذ شاہ نے سب کے چہروں پر مسکراہٹ بکھیر رکھی تھی!! دراصل میں آج معاذ شاہ کی ڈگری مکمل ہو گئی تھی۔ اس کی یونیورسٹی ختم ہو چکی تھی۔ بلآخر وہ وقت آ ہی گیا تھا جس کا اسے کب سے انتظار تھا۔۔ اور آج معاذ شاہ کی خوشی دیدنی تھی۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی دوستوں کے ساتھ فیئر ویل مناتے گھر آ کر بیٹھا تھا کہ اسے پہلے ہی لاؤنج میں سارے بیٹھے مل گئے تھے!! "آگے کیا کرنے کا ارادہ ہے پھر؟؟ حدائق شاہ نے ٹیبل پر پڑے مٹھائی کے ڈبے سے ایک مٹھائی اٹھاتے اپنے سامنے بیٹھے معاذ شاہ سے پوچھا۔۔ معاذ شاہ جو ماہ دیر شاہ سے بات کر رہا تھا یکلخت ہی اس کی طرف متوجہ ہوا۔۔ "ابھی تو چار پانچ مہینے سکون سے گھر میں رہوں گا۔ کھاؤں گا، پیوں گا اور دوستوں کے ساتھ سارا دن گھوموں پھروں گا۔ پھر آگے ساری زندگی کے لیے کام ہی تو کرنا ہے!! سکون سے صوفے سے ٹیک لگاتے معاذ شاہ نے چل انداز میں

کہا۔۔حدائق شاہ اس کی بات پر محض پھیکا سا مسکرایا۔ایک وقت یہی اسی پر بھی تھا۔اور اُس دن وہ بھی بلکل ایسے ہی بول رہا تھا۔فرق صرف اتنا تھا کہ اُس وقت اس کے بابا زندہ تھے! حدائق شاہ کو بے ساختہ ہی اپنے بابا کی بے تحاشہ یاد آئی تھی!!"سہی! ویسے جیسے تیرے خواب ہیں تُجھے کمانے کے بارے میں پہلے سوچنا چاہیے!! دوسرے لمحے اس نے خود کو سمبھالتے مسکراتے ہوئے معاذ شاہ کو چھیڑا۔۔"کیسے خواب ہیں میرے؟؟ معاذ کو اس کی بات سمجھ نہیں آئی تھی!! "وہی جو اس دن۔۔۔حدائق شاہ نے محض اتنا ہی کہا تھا اور معاذ شاہ اس کی پوری بات سمجھ چکا تھا۔۔"بس بس اب سارے میری سنو ایک منٹ!! بیچ میں ہی حدائق شاہ کو روکتے معاذ شاہ نے سب کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔۔سارے فوراً ہی اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے!!"اصل میں داجان ہو گئی ہے میری پڑھائی مکمل۔۔اس دن آپ اس بارے میں کچھ کہہ رہے تھے!! معاذ شاہ نے داجان کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے بات چھیڑی!!"کونسی بات؟؟ البتہ داجان سمجھ چکے تھے لیکن پھر بھی وہ اس کے منہ سے یہ بات سننا چاہتے تھے!!"وہی داجان

آپ کہہ رہے تھے کہ سب فارغ ہو گئے ہیں کوئی رہ گیا ہے۔ یاد کریں!! معاذ شاہ نے ایک مرتبہ پھر انہیں یاد دلانا چاہا۔ وہ صاف صاف الفاظ استعمال کرتا تو یقیناً دادا جان نے چپل اُتار لینی تھی!!"داجان شادی کی آگ لگی ہوئی ہے اسے!! حدائق شاہ نے اپنی مسکراہٹ روکے داجان اور اس کے لیے آسانی کی!!"آگ نہیں لگی ہوئی۔ بس عمر ہو گئی ہے میری! میرے سارے دوستوں کی شادی ہو چکی ہے! ایک میں ہی کنوارا ہوں۔۔اب یہ شریف انسان آپ لوگوں کے آسرے بیٹھا ہی ہے تو اس پر بھی کوئی نظر کرم ہو جائے!! معاذ شاہ نے منہ بناتے حدائق شاہ کی تصیح کی۔ اپنے لیے یہ آگ جیسا لفظ اسے کچھ پسند نہیں آیا تھا۔۔ہاں ٹھیک ہے اب اس کی جوانی سر چڑھ کر بول رہی تھی۔ لیکن اس کا یہ مطلب تھوڑی کہ اسے آگ لگی ہوئی تھی!!"اس شریف انسان کو چاہیے کہ پہلے حدائق اور ماہ دیر جتنا کما کر دکھائے پھر اس پر بھی نظر کرم لازمی کر دوں گا۔۔!! داجان نے اسی کے لفظوں میں ہیر پھیر کر کے کہتے معاذ شاہ کو آنکھیں پھاڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔"داجان میں ان لوگوں جتنا کمانے بیٹھا تو بوڑھا ہو جاؤں گا۔ اور بڑھاپے میں شادی کرنے کا

کیا فائدہ!! شادی کا اصل مزہ تو چڑھتی جوانی میں ہے! ہائے کہاں ہے میری بیوی!!

منہ بنا کر کہتے معاذ شاہ نے آخر میں ایک سرد آہ بھری۔۔اسے اپنی اس بیوی کی یاد آرہی تھی جو ابھی تک اس کی بیوی بنی بھی نہیں تھی!!"جوتے کھانے کا اصل مزہ بھی جوانی میں ہی ہے! صبر کرلو تم ذرہ کچھ دن۔اچھی طرح میں تمہاری جوانی نکالوں گا۔۔!! داجان نے اسے گھورتے ہوئے لفظ چبائے! باقی سب بیٹھے مسکراتے ہوئے ان دونوں کی نوک جھونک دیکھ رہے تھے! سوائے فائزہ شاہ کے سبھی اس وقت لاؤنج میں ہی تھے!"یہ ظلم ہے داجان۔پہلے آپ نے مجھے خواب دکھادیے اور اب میرے ساتھ ظلم کررہے ہیں! جب سے آپ نے تسلی دی تھی میں تو تب سے ہی نجانے کتنے سپنے سجائے بیٹھا تھا۔روز ایک نئی حسینہ میرے خواب میں آکے بتاتی تھی کہ معاذ میں بنوں گی تمہاری بیوی! معاذ شاہ نے نوٹنکی کی حد کردی تھی۔وہ ڈرامائی انداز میں کہتے سب کو ہنسنے پر مجبور کر گیا تھا۔لیکن وہ سب نہیں جانتے تھے کہ معاذ شاہ سچ ہی بول رہا تھا۔۔"خبیث انسان شرم نہیں آتی تمھیں بڑوں کے سامنے ایسی باتیں کرتے ہوئے؟؟ داجان کی گھوریاں بڑھتی ہی

جارہی تھیں!!انہیں بس جوتی اُتارنے کی کسر رہ گئی تھی!!"میں نے تو کچھ ایسا نہیں کہا۔ایک شادی کی ہی تو بات کی ہے!معاذ کا اب واقعی میں منہ بن چکا تھا۔ بات کے دوران سیریس ہو جانے کی اس کی پرانی عادت تھی!!"مرنے نالگ جایا کرو۔پہلے کما کر دکھاؤ پھر کردے گیں تمہاری شادی بھی۔داجان نے اسے سیریس ہوتے دیکھ شرط رکھی!!"گھر رہنے والی بات تو ایسے ہی مذاق میں کی تھی میں نے!ایک دوست ہے میرا جو یونی میں پروفیسر ہے!ہے تو مجھ سے تھوڑا بڑا لیکن اچھا دوست ہے کافی!!وہ اپنے بابا کے بزنس کے کچھ سلسلے میں دبئ جارہا ہے۔تو اس نے کہا ہے اس کی جگہ کچھ عرصہ میں پڑھاؤں تو!!سنجیدگی سے کہتے معاذ شاہ نے آخر میں سب کا ریکشن دیکھا جو سارے اسے دیکھ کم اور گھور زیادہ رہے تھے!!"کیا ہو گیا ہے۔کچھ عرصے کی ہی تو بات ہے۔۔معاذ شاہ نے ان سب کی طرف دیکھتے دھیمے سے کہا۔۔"ڈاکٹر کی پڑھائی میں اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت تھی تمھیں اگر تم نے یہ پروفیسر کی جاب ہی کرنی تھی تو!!حدائق شاہ نے سنجیدگی سے اسے لتاڑا۔معاذ شاہ اور کوئی کام سیدھا کر لے ایسا کیسے ہو سکتا تھا

بھلا؟؟" بائیو کا لیکچر لینا ہے بس! اور اچھا ہے میری بھی ریوین ہوتی رہے گی۔ جو میں سالوں پہلے پڑھ چکا ہوں وہ بھولوں گا نہیں!! معاذ شاہ نے کندھے اُچکاتے وجہ بتائی۔ اس کے دوست نے پہلی مرتبہ اس سے کوئی ریکویسٹ کی تھی جو وہ منع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے گھر میں کسی کو بھی بتائے بغیر وہ حامی بھی بھر چکا تھا۔ کل اس کا یونیورسٹی میں انٹرویو تھا۔۔ "کتنے عرصے کی ہے؟ ماہ دیر شاہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔ "بتایا تو ہے چار سے پانچ مہینے کرنی ہے بس! اس کے بعد وہ اپنی پوسٹ پر واپس آجائے گا۔ اور میں پھر اپنی جاب پر!!

ہمم ٹھیک ہے! گھر بیٹھنے سے تو بہتر ہے۔۔ چلو بیسٹ آف لک!" ماہ دیر شاہ نے اس کا کندھا تھپکتے اسے بیسٹ وشیز دی۔ جبکہ حدائق شاہ کا منہ بنا ہوا تھا۔ اسے یہ جاب کچھ خاص پسند نہیں تھی!! لیکن اس کے بولنے سے کیا ہی ہو جانا تھا بھلا؟؟

"ہاں کما لو اب تین چار مہینے پھر کر دیتے ہیں تمہاری شادی بھی! داجان نے مسکراتے ہلکے پھلکے سے انداز میں کہا۔۔ "پکانا؟ اس مرتبہ تو کوئی لارا نہیں لگا رہے آپ؟؟ میں کمزور دل کا مالک ہوں داجان۔ اس مرتبہ کوئی دھوکا مت دیجئے گا بس

پلیز!! معاذ شاہ کا چہرہ ایک مرتبہ پھر کھل اٹھا تھا۔اب اسے واقعی لگ رہا تھا کہ دا جان کچھ عرصے بعد کروادے گیں اس کی شادی!!"ہاں ہاں اس مرتبہ کچھ نہیں ہوتا۔سب کی ہو گئی ہے اب تو گھر میں شادی۔لڑکوں میں بس تم ہی رہتے ہو!دا جان نے مسکرا کر کہتے اسے یقین دلایا۔ان کا اب کچھ ایسا ہی اِرادہ لگتا تھا۔۔

فائزہ شاہ قدم قدم چلتے سیڑھیوں سے اترتے نیچے آئی۔اس کے ہاتھ میں جگ تھا۔وہ شاید پانی لینے کے لیے نیچے آئی تھی۔ویسے تو ہمیشہ حدائق شاہ ہی کرتا تھا یہ کام۔لیکن آج شاید وہ بھول گیا تھا۔اور پھر پیاس نے ستایا تو فائزہ شاہ کو مجبوراً نیچے آنا ہی پڑا۔سب کی نظر بے ساختہ ہی فائزہ شاہ پر گئی تھی جو سیڑھیوں سے تقریباً نیچے اُتر ہی چکی تھی۔سب نجانے کیوں اچانک ہی خاموش ہو گئے تھے!!فائزہ شاہ نے نیچے اترتے کنفیوز سے انداز میں سب کو دیکھا۔وہ سارے خود اسے ہے دیکھ رہے تھے!!"آجاؤ بیٹھو سب کے ساتھ!!حدائق شاہ نے مسکراتے اس کو بھی اپنے ساتھ بیٹھنے کو کہا۔۔اسے اب یاد آیا تھا کہ آج اس نے پانی نہیں بھرا۔وہ سمجھ گیا تھا

کہ فائزہ اسی لیے نیچے آئی ہے !"میں۔۔وہ پانی پینا تھا۔۔فائزہ شاہ نے حدائق شاہ کی طرف دیکھتے دھیمے سے کہا۔سب کی نظریں اسے بری طرح کنفیوز کر رہی تھیں !!

حدائق شاہ نے ایک نظر اسے دیکھتے سنجیدگی سے صوفے سے کھڑا ہوا۔۔آج مقابل نیچے آ ہی گئی تھی تو وہ چاہتا تھا کہ فائزہ سب کے ساتھ بیٹھے تاکہ اس کی یہ جھجھک ختم ہو ! وہ اس گھر کی عورتوں سے بھی جھجھک کا شکار رہتی تھی۔۔حدائق شاہ نے اس کی طرف جاتے مسکراتے ہوئے نرمی سے اس کے گرد اپنا حصار بنایا۔یہ جتانے کا ایک طریقہ تھا کہ حدائق شاہ ہمیشہ اس کے ساتھ کھڑا ہے !!"ساتھ چلے گیں کمرے میں ! ابھی بیٹھو میرے ساتھ !! حدائق شاہ نے اسے ساتھ لیے آگے کی طرف قدم بڑھائے۔باقی سب پھر سے اپنی باتوں میں مصروف ہو چکے تھے ! ان سب کو آج پہلی مرتبہ اس وقت فائزہ شاہ کو باہر دیکھتے تھوڑی حیرت ہوئی تھی بس !! حدائق شاہ فائزہ کو ساتھ لیے بیٹھا۔وہ دونوں اب پھر سے ایک ہی سنگل صوفے پر بیٹھے تھے۔صوفہ زیادہ بڑا تو نہیں تھا لیکن اتنا تھا کہ وہ دونوں چپک کر بیٹھتے پورے آ ہی چکے تھے !! حدائق شاہ نے ابھی تک اس کے کندھے کر گرد

حصار بنایا ہوا تھا۔۔ جبکہ فائزہ شاہ خاموش تھی۔اسے بس یہ تسلی تھی کہ حدائق شاہ ساتھ ہے! ورنہ اکیلی بیٹھنے سے تو اس کی جان جاتی تھی۔۔"ایک صوفہ خالی پڑا ہے۔تم اس پر بھی بیٹھ سکتے ہو! سائرہ بیگم نے حدائق شاہ کو گھورتے سنجیدگی سے لفظ چبائے!! فائزہ شاہ بری طرح گڑبڑائی تھی۔وہ تو اس چیز پر دھیان ہی نہیں دیتی تھی۔ابھی وہ یہاں سے اٹھتی کہ پہلے ہی حدائق شاہ نے اسے بازو سے تھامتے واپس بٹھایا۔۔"کم آن ماما۔میری اپنی بیوی ہے۔کسی اور کی بیوی کو ساتھ لے کر نہیں بیٹھا جو آپ ایسے بول رہی ہیں! میں چاہوں تو اسے گود میں بٹھالوں۔میرے موومینٹس کو اسپائل مت کیا کریں پلیز!! بے دھیانی میں تو بس بیوی ہاتھ آتی ہے! حدائق شاہ نے ہلکے پھلکے سے انداز میں سائرہ بیگم کو کہتے آخری الفاظ محض منہ ہی منہ میں بڑبڑائے۔سب کے سامنے وہ انہیں نہیں بول سکتا تھا۔۔"فائزہ شاہ نظریں جھکائے سرخ چہرے کے ساتھ بری طرح خفت کا شکار ہوئی تھی۔اسے اندازہ نہیں تھا حدائق شاہ بے باک بھی ہوگا۔۔جبکہ سائرہ بیگم نے ایک زہر آلود نظر فائزہ پر ڈالتے صوفے سے اٹھتے اپنے قدم کمرے کی جانب بڑھائے۔اس لڑکی

کو دیکھ کر خون جلانے سے بہتر تھا کہ وہ اٹھ کر تنہائی میں ہی بیٹھ جاتیں!! فائزہ شاہ نے ہونٹ کاٹتے ان کی پشت کو دیکھا۔ جس سے اسے پہلے دن سے ہی ایک عجیب سی وحشت ہوتی تھی۔ جب سائرہ بیگم نے اسے بالوں سے پکڑا تھا۔ وہ لمحہ فائزہ کو بھولا نہیں تھا۔۔ "چھوڑو اسے بیٹا۔۔ تم یہ بتاؤ اب طبیعت کیسی ہے تمہاری؟؟ داجان نے اسے سائرہ بیگم کی پشت پر نظریں جمائے دیکھ اس کا دھیان بٹانا چاہا۔۔ فائزہ شاہ نے یکلخت ہی اپنے سامنے بیٹھے داجان کو دیکھا تھا۔۔ "جواب دو!! اسے خاموشی سے اپنے بازو پر گرفت جماتے دیکھ حدائق شاہ نے نرمی سے اسے کہا۔۔ "ٹھ۔۔ ٹھیک ہوں!! فائزہ نے دھیمی سی آواز میں جواب دیا تھا۔ البتہ حدائق شاہ کے بازو پر گرفت ابھی تک قائم تھی!! "خوش رہو بیٹا۔ اور نیچے حدائق کے ساتھ آکر بیٹھ جایا کرو۔ ہم سب ساتھ بیٹھتے ہیں دھیان بٹ جایا کرے گا تمھارا بھی۔ ایک کمرے میں پڑے رہنے سے صرف بیزاریت ہوتی ہے! تھوڑا باہر نکلو۔ لان کی طرف چلی جایا کرو۔ خوش رہا کرو!! داجان نے نہایت نرمی سے اسے سمجھایا۔۔!! فائزہ شاہ نے محض اچھا کی صورت سر ہلایا تھا۔ اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ

اب تو وہ مسکرانا بھی بھول چکی تھی۔ نجانے کتنا عرصہ ہو گیا تھا وہ ہلکا سا مسکرائی بھی نہیں تھی!! اور یہ بات حدائق شاہ نے بھی بہت نوٹ کی تھی۔اس نے آج تک فائزہ شاہ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔۔

بھابی ویسے آپ اس دن مجھے دیکھ کر بھاگی کیوں تھیں؟؟ معاذ شاہ نے ٹیبل سے " لیز کا پیکٹ اٹھاتے اسے کھاتے ہوئے مصروف سے انداز میں پوچھا۔ وہ بس ایک مرتبہ کنفرم کرنا چاہتا تھا کہ فائزہ شاہ اس کی شکل دیکھ کر ڈری نہیں تھی۔۔"فائزہ کہہ دو اسے کہ تم اس کی شکل دیکھ کر ڈری تھی۔اتنا خوفناک انسان سامنے آئے گا تو بیچاری میری معصوم سی بیوی ڈرے گی ہی!! فائزہ شاہ نے تو کوئی جواب نہیں دیا تھا البتہ حدائق شاہ نے معاذ کو چھیڑنا اپنا فرض سمجھا تھا۔۔" معاذ شاہ نے بے ساختہ ہی اس کی بات پر منہ بسورا۔اب وہ اتنا بھی برا نہیں دکھتا تھا۔۔"بھابی کہہ دیں انہیں کہ آپ کو حیرانی ہوئی تھی اتنا خوبصورت انسان دیکھ کر آپ نے سوچا کہیں آپ بیہوش ہی نہ ہو جائیں۔اس لیے بھاگ گئی تھیں آپ!! معاذ شاہ نے آگے ہو کر بیٹھتے فائزہ کی طرف دیکھتے اس سے استفسار چاہا۔ نجانے وہ اس کے منہ سے کیا سننا

چاہتا تھا۔۔"بیٹا میری بیوی ہے میری سائڈ لے گی۔دیکھنا ابھی میری بات مانے گی۔سچ سچ بتاؤ فائزہ اس کی شکل دیکھ کر ڈری تھی نا تم؟ حدائق شاہ نے چیلینجنگ انداز میں کہتے آخر میں فائزہ کی طرف پر اُمید نظروں سے دیکھا۔۔باقی سب مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے جو بلکل بچے بن چکے تھے!!

"فائزہ شاہ نے کنفیوز ہوتے اُنگلیاں چٹخاتے حدائق شاہ کو دیکھا۔۔وہ تو اپنے نیچے آنے کے فیصلے پر پچھتا رہی تھی۔معاذ شاہ کی شکل پر وہ کوئی کمنٹ نہیں کر سکتی تھی۔ تبھی حدائق شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی!!"دیکھا بھابی کچھ بول نہیں رہی ہیں اس کا مطلب ہے وہ واقعی نہیں ڈری تھیں۔۔فائزہ کو خاموش دیکھتے معاذ شاہ نے اپنے کندھے جھٹکتے حدائق شاہ کو جتایا۔۔!!"تم نہیں دے رہی میرا ساتھ؟؟ حدائق شاہ نے ایک نروٹھی سی نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔کیا وہ بھری محفل میں اپنے شوہر کی بات سے اتفاق نہیں کر سکتی تھی؟؟ بھلے ہی شوہر غلط ہو!!"فائزہ شاہ نے ایک سنجیدہ نظر حدائق پر ڈالی۔اس کے لہجے میں ناراضگی کا عنصر وہ محسوس کر چکی تھی!!"ہاں ڈر کر ہی بھاگی تھی۔۔حدائق شاہ کی آنکھوں میں دیکھتے اس نے دھیمے

سے کہتے اس کی بات کا مان رکھ لیا تھا۔۔اس کی بات سنتے جہاں لاؤنج میں سب کے قہقہے گونجے وہیں معاذ شاہ نے بری طرح منہ بسورا۔کاش کہ اس وقت اس کی بیوی یہاں ہوتی جو اس کا ساتھ دیتی!! حدائق شاہ نے دل و جاں سے اس پر نثار ہوتے دیکھا۔اس کا دل تھا کہ فائزہ شاہ کے ہونٹ چوم لے جو اس کی ناراضگی محسوس کرتے اس کا ساتھ دے گئی تھی۔لیکن وہ یہ کر نہیں سکتا تھا۔۔ورنہ اگلے ہفتے تک اس کی کمرے میں اینٹری بند ہو جاتی!! فلحال وہ محبت بھری نظروں سے ہی اسے دیکھ سکتا تھا جو وہ کر بھی رہا تھا۔۔"ایسے ہی بیٹھے باتیں کرتے وہ سب فائزہ شاہ کو اپنے ساتھ باتوں میں لگا رہے تھے تاکہ مقابل تھوڑی ان سب کے ساتھ سیٹ ہو جائے۔مردوں سے نہ سہی کم از کم عورتوں کے ساتھ تو وہ ٹھیک سے بات کر سکتی تھی!! حدائق شاہ جانتا تھا اسکے دل میں ابھی بھی ڈر کافی حد تک پنجے گاڑے ہوئے ہے!اور اسے یہی ڈر ختم کرنا تھا۔۔وہ اسے اتنا مضبوط تو بنانا چاہتا تھا کہ کسی کو بھی منہ توڑ جواب دینے کے لیے اسے حدائق شاہ کی ضرورت نہ پڑے!! اور ایک

دن وہ یہ کر کے رہے گا۔ حدائق شاہ نے اپنے دل میں پکا عزم کر رکھا تھا۔ نجانے وقت نے کہاں لے کر جانا تھا ان کی کہانی کو!

یہ تقریباً رات کے بارہ بجے کا وقت تھا۔ خان ولا میں اس وقت ہو کا عالم تھا۔ ہر کوئی اپنے اپنے کمرے میں آرام کی غرض سے سویا ہوا تھا۔۔ ایسے میں آبان خان جو کہ صبح کا گیا ابھی ہی واپس آیا تھا آہستہ سے اپنے کمرے کے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ آج اسے راحیل خان کی وجہ سے اتنی دیر ہو گئی تھی۔۔ وہ ابھی تک راحیل کے ساتھ ہی تھا۔ جس نے آج اس سے اس کا فون بھی لے لیا تھا۔۔ ابھی ہی راحیل سے بہت مشکلوں سے جان چھڑواتے وہ واپس گھر آیا تھا۔ اور وہ جانتا تھا کہ یقیناً درفشاں اس سے ناراض ہو گی!! آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولتے آبان خان اندر داخل ہوا۔ شکر تھا کہ درفشاں نے دروازہ لاک نہیں کیا تھا۔۔

اپنے پیچھے سے دروازہ بند کرتے وہ آگے بڑھ ہی رہا تھا کہ سامنے ہی اسے صوفے پر بیٹھی درفشاں خان نظر آئی۔ جو صوفے پر پاؤں اوپر کر کے بیٹھی خونخوار نظروں سے اسے ہی گھور رہی تھی۔ آبان خان نے بے ساختہ ہی اس کی ہلکی گلابی آنکھوں میں دیکھتے اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔ مقابل کی نیند کی وجہ سے گلابی ہوتی آنکھیں وہ بخوبی دیکھ رہا تھا۔۔ "اصولاً شوہر جب گھر آئے تو بیویاں سج سنور کر خود کو پیار محبت سے شوہر کے آگے پیش کرتی ہیں! اور ایک ہماری بیوی ہے دن رات ایسے نظروں سے گھورتی ہے جیسے ابھی کچا چبا جائے گی! اس کی طرف جاتے آبان خان نے ہونٹ دانتوں تلے چباتے اسے چھیڑا۔۔ وہ جانتا تھا اب اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے! "کہاں تھے آپ ابھی تک؟؟ اور فون کہاں ہے؟ دکھانا اپنا فون؟ اپنے پاؤں صوفے سے نیچے رکھتے درفشاں خان نے اس کی بات کو اگنور کرتے اپنے ہاتھ آگے کرتے سپاٹ سے لہجے میں اس سے موبائل مانگا۔۔!! "تمہیں مجھ پر شک ہے؟ سیریسلی تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو کہ میں اتنی رات کو کسی لڑکی کے ساتھ تھا؟؟ آبان خان کی بے یقینی عروج پر تھی۔ اس نے درفشاں خان کے فون مانگنے کا یہی

مطلب نکالا تھا۔ صوفے کے پاس وہ اس کے مقابل ہی کھڑا ہو چکا تھا۔ "میں کہہ رہی ہوں فون دکھا دیں اپنا۔ اتنی سی بات کی ہے! زیادہ بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے بات کو!! درفشاں خان اسے گھورتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرائی۔ اس کا غصّہ اس وقت عروج پر تھا۔ کب سے وہ بغیر کچھ کھائے پیے اس کا انتظار کر رہی تھی اور ایک یہ انسان تھا جسے اس کی کوئی فکر ہی نہیں تھی۔ ہزاروں کالز کی تھی اس نے آبان خان کو۔ لیکن مجال تھی جو اس شخص نے ایک کال بھی ریسیو کی ہو!! اب اس کا خون بوائلنگ پوائنٹ پر پہنچا ہوا تھا۔!! آبان خان نے اپنا کوٹ اُتار کر دور پھینکتے ایک سنجیدہ نظر اس پر ڈالی۔ اسے مقابل سے کچھ ایسے ہی ریکشن کی اُمید تھی!! "میں تو نہیں دے رہا۔ کیا کر لو گی؟؟ اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے آبان خان نے چیلنجنگ انداز میں کہا۔!! درفشاں نے اس کی بات پر خاموشی سے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ دوسرے لمحے وہ خاموشی سے صوفے سے اٹھتے آبان خان کے مقابل کھڑی ہوئی!! آبان خان ابرو اُچکائے اسے دیکھ رہا تھا۔ "درفشاں خان نے اس کی آنکھوں میں اپنی سنہری آنکھیں گاڑے اچانک ہی اس کے گریبان کو

اپنی گرفت میں لیتے اپنی طرف جھکایا۔۔آبان خان جھٹکے سے اس کی طرف جھکا تھا۔وہ اس حملے کے لیے جیسے بلکل بھی تیار نہیں تھا۔۔درفشاں خان نے اس کے گریبان پر گرفت مضبوط کرتے اپنی پوری جان لگاتے اسے پیچھے صوفے کی طرف دھکادیا۔۔آبان خان صوفے پر جاتے بیٹھنے کے انداز میں گرا تھا۔وہ خود بھی آگے ہو گیا تھا ورنہ کہاں یہ دھان پان سی لڑکی اسے ہلا بھی نہیں سکتی تھی۔کجا کہ اسے صوفے پر دھکادینا۔۔صوفے پر بیٹھے وہ خاموشی سے درفشاں کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔درفشاں خان نے سپاٹ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے تھوڑا آگے کو ہوتے صوفے پر اس کے اوپر ہی جھکی۔وہ اپنا چہرہ آبان خان سے ایک انچ کے فاصلے تک لے گئی تھی۔ذرہ سا کوئی بھی ہلتا اور دونوں کے ہونٹ بری طرح مس ہوتے!!آبان خان کے اسے اپنے اتنے قریب دیکھتے گلے میں گلٹی سی اُبھر کر معدوم ہوئی!اس کی سانسیں نجانے کیوں بوجھل ہونے لگی تھی۔۔درفشاں خان خاموشی سے اس کے اوپر جھکی اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔چند سیکنڈز کا کھیل تھا اور اس انسان کی ساری اکڑ نکال کر وہ اسے خمار میں مبتلا کر چکی ہے وہ جانتی

تھی!! آبان خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اپنی زبان باہر نکالتے اس کے ہونٹوں سے ہلکی سی مس کی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو بغیر پلکیں جھپکائے دیکھ رہے تھے!! درفشاں خان خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی!! اس نے آبان خان کی زبان مس ہونے کا بھی کوئی اثر نہیں لیا تھا۔۔ آبان خان ابھی کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ جھٹکے سے اسے اپنی جیب سے کچھ نکلتا ہوا محسوس ہوا۔۔ درفشاں خان اسے جھانسا دیتے اس کا فون نکال چکی تھی۔ نظریں البتہ اس کی ابھی بھی سپاٹ تھی!! "درفشاں یہ کیا طریقہ ہے فون۔۔۔ آبان خان ابھی اسے پکڑتے اس کے ہاتھ سے فون لیتا کہ اس سے پہلے ہی درفشاں خان نے فون اپنی پوری قوت لگاتے سامنے دیوار میں مارا۔۔ آبان خان کے الفاظ بیچ میں ادھورے رہ گئے تھے!! فون سامنے دیوار پر لگتے زمین پر گرتے چلنا چور ہو چکا تھا۔۔ "جب اٹھانا نہیں ہوتا فون تو پاس رکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے!! کندھے اچکا کر سپاٹ سے انداز میں درفشاں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔۔ "آبان خان بری طرح اپنے جبڑے بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے پہلے لگا تھا یہ چیکنگ کے لیے فون مانگ رہی ہے اور

چیکنگ کے لیے آبان خان اسے فون دے بھی دیتا۔ لیکن توڑنے کے لیے تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ مقابل اس کا اتنا مہنگا آئی فون اتنی آسانی سے توڑ چکی تھی!! درفشاں خان ابھی اسے ایک نظر دیکھتے اپنے قدم آگے کو بڑھاتی کہ آبان خان نے اسے بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔۔ وہ کٹی ڈال کی طرح سیدھا اس کی جھولی میں جاتے گری تھی!! "چھوڑیں مجھے! پھر سے وہی سنجیدہ لہجہ اور سپاٹ انداز۔۔ "چھوڑنے کے لیے نہیں پکڑا۔ دوبدو وہی جواب آیا تھا۔۔ "فون راحیل کے پاس تھا۔ اور آج اسی کمینے کی وجہ سے دیر بھی ہوئی ہے! ورنہ تم خود بتاؤ آج تک میں لیٹ ہوا ہوں کبھی؟ آبان خان نے اس کے سلکی لمبے بالوں میں اپنی اُنگلیاں چلاتے اسے اعتماد میں لینا چاہا۔ وہ چاہتا تھا بس مقابل غصّہ ختم کر دے! درفشاں خان نے خاموشی سے اسے ایک نظر دیکھتے اس کے بالوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ آبان خان نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔۔ درفشاں خان نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس کے بالوں میں تھوڑا جھٹکا دیتے پیچھے کی طرف کھینچا۔۔!! آبان خان کا سر بے ساختہ ہی پیچھے کی طرف ڈھلکا تھا۔ وہ ایک ہاتھ صوفے کے ہتھے پر رکھے جبکہ

دوسرا ہاتھ اس کے بالوں میں چلاتے مقابل کو دیکھ رہا تھا۔۔"یاد رکھیے گا جس دن ایسا کچھ ہوا اس دن میں موبائل نہیں چاقو مانگوں گی اور سیدھا آپ کی شہ رگ پر چلے گا وہ چاقو!!اس کی شہ رگ پر اپنی انگلی کا نوکیلا ناخن گاڑتے درفشاں خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے نڈر انداز میں کہا۔۔"ناخن ہٹاؤ!!آبان خان نے اسے گھورتے جبڑے بھینچتے حکم دیا۔مقابل اس نازک رگ پر اپنی پوری قوت سے ناخن گاڑے ہوئے تھی۔جبکہ اس کے بال بھی اسی کے ہاتھ کی گرفت میں تھے!

"یاد رکھیے گا آبان یہ کوئی خالی خولی دھمکی نہیں ہے!خدا کی قسم جس دن آپ نے میرے علاوہ کسی اور لڑکی کو دیکھا بھی تو میں سب سے پہلے آپ کی یہ شہ رگ کاٹوں گی۔مجھے بیوہ ہونا منظور ہے لیکن سوتن برداشت نہیں ہے!!اس کی آنکھوں میں دیکھتے درفشاں خان نے لہجے میں چٹانوں سی سختی سموئے اسے پہلے ہی وارن کیا۔اس انسان نے لڑکی والی بات کر کے اس کا پارہ مزید ہائی کر دیا تھا۔

"ناخن ہٹاؤ درفشاں مجھے چبھ رہا ہے!!آبان خان نے اس کا ہاتھ پکڑتے سختی سے اپنی گردن سے جھٹکا۔یہ عورت آج پاگل ہو گئی تھی!!"چھوڑیں مجھے!!درفشاں

خان نے اس کا ہاتھ اپنی کمر سے ہٹاتے اس کی گود دے اتنا چاہا۔۔ لیکن آبان خان مزید سختی سے اسے خود میں بھینچتے بٹھا چکا تھا۔۔ "سوری!! آبان خان نے اس گردن میں منہ چھپائے محض ایک لفظ بولا۔اس لڑکی کو نرمی سے ہی ٹریٹ کیا جا سکتا تھا۔۔ "کیا سوری! چلے جائیں ابھی بھی راحیل بھائی کے پاس۔ میں جب آپ سے پوچھتی ہوں آپ راحیل بھائی کے ساتھ ہوتے ہیں! راحیل نہ ہو گیا سوتن ہی گیا میری۔۔ آپ کو اندازہ بھی ہے میں کب سے اس صوفے پر بیٹھی انتظار کر رہی تھی آپ کا۔۔!! درفشاں خان تو پھٹ ہی پڑی تھی۔ وہ کب سے چپ تھی اور اب بولنے پر آئی تھی تو سارا کچھ ایک ساتھ بول گئی تھی!! آبان خان نے ہلکا سا مسکراتے مزید اس کی گردن میں اپنا منہ چھپایا۔ وہ اپنی بیئرڈ اس کی گردن میں چبھا رہا تھا۔۔ "سوری نا آئندہ کہوں گا اس سے کہ میں اس کے ساتھ کہیں نہیں جا سکتا کیونکہ میری بیوی میرا انتظار کرتی ہے! بس! پکا وعدہ آئندہ ایک منٹ بھی لیٹ ہو تو جو تم سزا دو دل و جان سے قبول ہو گی!! آبان خان نے دھیمے سے کہتے اس سے وعدہ کیا۔ وہ ایک ہاتھ ابھی بھی اس کے بالوں میں چلا رہا تھا تاکہ مقابل تھوڑا سا

ریلکس ہو سکے ! درفشاں خان نے خاموشی سے ایک نظر اس کے بالوں کو دیکھا۔ چہرہ تو اس انسان نے اسی کی گردن میں چھپایا ہوا تھا۔۔ "چھوڑیں مجھے نیند آ رہی ہے ! ! اس کا چہرہ اپنی گردن سے نکالنے کی کوشش کرتے درفشاں خان نے اس کی گود سے اٹھنا چاہا۔۔ "واہ بتاتا ہوں میں تمھیں ذرا۔۔ چپ چاپ بیٹھی رہو اب۔ تمہاری ساری نیند ابھی دو منٹ میں نکال دوں گا میں ! ! آبان خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ابرو اُچکاتے کہا۔۔ ! ! "وعدہ کریں آج کے بعد لیٹ نہیں ہونگے ! پھر آج کی رات آپکی ! ! درفشاں خان نے اس کے آگے ہاتھ کرتے سنجیدگی سے وعدہ مانگا۔۔ "پکا وعدہ ! آج کے بعد لیٹ ہوا تو جو سزا تم دو منظور ہو گی۔ بلا توقف وہ اس سے وعدہ کر چکا تھا۔۔ درفشاں خان نے خاموشی سے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا تھا۔ مقابل کے وعدہ کر لیا تھا اس کی تسلی کے لیے یہی کافی تھا۔۔ "اب آج کی رات بھی میری، اور تم بھی میری ! جو میں چاہوں جیسے میں چاہوں ! ! آبان خان نے خطرناک سا مسکراتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اب آئی تھی درفشاں خان اس کے ہاتھوں میں ! "پہلے کبھی انکار کیا ہے آپ کو جو آپ ایسے کہہ

رہے ہیں؟؟ درفشاں نے اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ الجھاتے پوچھا۔۔

"نہیں! تم میں سب سے خاص بات یہی ہے کہ شوہر کی قربت سے کبھی کتراتی نہیں ہو تم! اور تمہاری یہی ادا مجھے مزید تمھارا دیوانہ بناتی ہے!! آبان خان نے اس کی آنکھوں میں اپنی ہلکی سی سرخ آنکھیں گاڑے صدق دل سے کہا۔ وہ سچ ہی کہہ رہا تھا۔۔ "بس پھر! درفشاں خان نے اسے دیکھ کر کہتے کندھے اچکائے!! "موڈ ٹھیک کرو سوری کی ہے تو میں نے!! آبان خان کو نجانے کیوں ابھی بھی اس کا موڈ خراب ہی لگ رہا تھا۔ تبھی اس کے گالوں پر نرمی سے ہونٹ رکھتے محبت سے کہا۔۔

"بھوک لگ رہی ہے مجھے! درفشاں خان نے اس کے گلے کے گرد اپنی بانہیں ڈالتے اسے حقیت بتائی۔ وہ کب سے بھوکی تھی!! "مجھے بھی!! آبان خان کے ہونٹ گالوں سے نیچے کی طرف سرکتے جا رہے تھے!! اس نے نہایت بوجھل آواز میں کہا۔۔ "میں نے کھانے والی بھوک کی بات کی ہے! درفشاں خان نے نروٹھے سے انداز میں کہتے اس کے سینے پر ہلکا سا مکا جڑا۔ آبان خان اس کی بھوک والی بات کو کہاں لے کر گیا ہے وہ جانتی تھی!! "تم مجھے کھالو میں تمھیں کھالیتا ہوں۔۔

آبان خان مسلسل اس کی بات کو کسی اور طریقے سے لے رہا تھا۔ خمار کا نشہ اس وقت اس کے سر پر سوار تھا۔!! آبان خان نے اس کی ٹھوڑی پر ہلکے سے دانت گاڑتے بوجھل سرگوشی نما آواز میں کہا۔اس کی آنکھیں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سرخی مائل ہونے لگی تھیں!!"سہی!! درفشاں خان نے محض یک لفظی جواب دیتے خاموشی سے اپنا آپ اس کے سپرد کیا۔وہ جانتی تھی جب تک اب آبان خان اپنی ضرورت پوری نہیں کرے گا تب تک وہ کچھ نہیں سنے گا۔۔اسی لیے خاموشی سے اپنا آپ مقابل کو سونپنے میں ہی بھلائی جانی!! آبان خان نے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ساتھ ہی وہ صوفے سے بھی اٹھ گیا تھا۔۔درفشاں خان نے گرنے کے ڈر سے اس کی کمر کے گرد اپنی ٹانگیں لپیٹی! وہ اس کے گلے میں بانہیں حائل کیے مکمل طور پر اسے تھامے ہوئے تھی!! آبان خان نے نرمی سے اس کے ہونٹوں کی چومتے اپنے قدم کمرے سے باہر کی جانب بڑھائے! اب وہ اتنا بھی ظالم نہیں تھا۔۔درفشاں خان نے سکون کا

سانس لیتے محبت سے اسے دیکھا۔اسے واقعی میں بہت بھوک لگی تھی۔ایسے میں آبان خان کو جھیلنا اس کے بس سے باہر تھا۔۔

سیڑھیوں سے اترتے آبان خان کچن کی طرف بڑھا۔وہ مسلسل نرمی سے اس کے ہونٹوں کو بھی چوم رہا تھا۔لاؤنج میں اس وقت کوئی بھی نہیں تھا۔اور آبان خان کو یقین تھا کہ کوئی ہو گا بھی نہیں۔ تبھی وہ اسی حالت میں نیچے آگیا تھا۔۔درفشاں خان خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے اس کا لمس اپنے ہونٹوں پر محسوس کر رہی تھی!! کچن کے اندر داخل ہوتے آبان خان نے آگے بڑھتے اسے نرمی سے شیلف پر بٹھایا۔اس کے ہونٹ اس نے اب آزاد کیے تھے!! درفشاں خان گہرے گہرے سانس لیتے اسے دیکھ رہی تھی جس کی آنکھیں مزید سرخ ہو چکی تھی!!"کیا کھاؤ گی؟؟آبان خان نے اس کی گالوں پر اپنی زبان کا لمس چھوڑتے بوجھل آواز میں پوچھا۔۔اس کی آواز خمار کے بوجھ کے نہایت بھاری اور بوجھل ہوئی پڑی تھی!! "جو آپ کھلا دیں!! درفشاں خان نے اس کے گلے میں بانہیں ڈالتے اس کے

دونوں گالوں پر ہونٹ رکھتے ہلکا سا مسکراتے جواب دیا۔۔"یہ حرکتیں ابھی مت کرو۔ورنہ میں کچن کا بھی خیال نہیں کروں گا۔۔پہلے ہی بہت مشکل سے اپنے جذبات پر بندھ لگایا ہوا ہے! صرف اور صرف تمہاری بھوک کی وجہ سے!! آبان خان نے اس کی گاؤن نائیٹی میں ہاتھ دیتے اس کے پیٹ پر اپنی انگلیوں کا لمس چھوڑتے اس کے کان میں سرگوشی کی!!"اچھا پیچھے ہوں پھر آپ جلدی سے کچھ کھلا دیں مجھے! درفشاں خان نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے تھوڑا پیچھے کو دھکیلتے مسکراتے ہوئے کہا۔۔"ہمم!! آبان خان نے محض ہنکارا بھرتے کچن میں موجود فریج کی جانب اپنے قدم بڑھائے! وہ فریج کھولے اس میں سے کچھ کھانے کو ڈھونڈھ رہا تھا۔!!"بریانی کھاؤ گی؟ گرم کر لے گیں!! آبان خان نے پیچھے کی طرف دیکھتے درفشاں سے پوچھا۔فریج میں آج والی بریانی ہی پڑی تھی بس۔کچھ بنانا آبان خان کو آتا نہیں تھا۔اور میٹھا زیادہ درفشاں کھاتی نہیں تھی۔فروٹس سے بھی اس کی جان جاتی تھی۔لے دے کر بس ایک بریانی ہی بچتی تھی جو وہ جانتا تھا کہ مقابل شوق سے کھاتی ہے!!"چھوڑو میں باہر سے آرڈر کرتا ہوں!! اسے بلکل

خاموش دیکھ آبان خان نے ایک گہری سانس بھرتے واپس سے اس کی طرف آتے کہا۔ وہ جتنی جلدی کرنا چاہ رہا تھا اتنی ہی دیر لگ رہی تھی!! "آپ اس کی بجائے میرے لیے ایک سینڈوچ بھی بنا سکتے ہیں!! سنجیدگی سے مشورہ دیا گیا تھا۔۔ "سوچو تمھیں لڑکی ہو کر کچھ بنانا نہیں آتا تو میں تو پھر مرد ہوں!! آبان خان نے ہلکا سا مسکراتے طنز کیا۔۔ "زیادہ طنز کرنے کی ضرورت نہیں ہے! یوٹیوب سے ریسیپی نکال کر بنا دیں نا آپ مجھے سینڈوچ!! درفشاں نروٹھے سے انداز میں کہتے شیلف سے نیچے اُتری!! "چلو پھر دونوں مل کر بناتے ہیں! کچھ نہ کچھ تو بن ہی جائے گا۔۔ آبان خان نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے حامی بھری۔ وہ اسے اس وقت ناراض نہیں کر سکتا تھا۔۔ وہ دونوں کھڑے یوٹیوب سے دیکھتے سینڈوچ بنانے میں مگن ہو چکے تھے!! آتا دونوں کو ہی کچھ بھی نہیں تھا۔۔ لیکن خیر۔۔ اب بھوک تو مٹانی ہی تھی!!

اور پھر ان دونوں نے مل کر کچھ نہ کچھ بنا ہی لیا تھا۔ جو چیز انہوں نے بنائی تھی اسے کوئی بھی نام دیا جا سکتا تھا لیکن کم از کم وہ سینڈوچ تو بلکل بھی نہیں تھا۔۔ چیزیں تو

بلکل سہی یوٹیوب سے دیکھ کر ڈالی تھی ان لوگوں نے لیکن پھر بھی وہ ٹیڑھی میڑھی شکل کی کوئی اور ہی چیز بنی تھی!! آبان خان نے ہونٹ کاٹتے ایک نظر اس سینڈوچ کو اور دوسری نظر درفشاں کو دیکھا جو خود کھڑی اسے ہی گھور رہی تھی!!

"جو آپ نے کھانا بنانا سیکھ لیا ہوتا تو آج یہ دن نہیں دیکھنا پڑتا ہم دونوں کو!! درفشاں خان نے روہانسی ہوتی اس کی طرف دیکھتے کہا۔ اسے بھوک لگ رہی تھی لیکن یہ شکل سے تو کھانے لائق بلکل نہیں تھا۔۔ "آبان خان نے ابرو اُچکاتے اسے دیکھا۔ کیا اب شادی کرنے کے لیے کھانا بنانا بھی اسی نے سیکھنا تھا؟؟" چپ چاپ یہ کھانا ہے تو کھاؤ ورنہ پہلے مجھے خوش کرو پھر باہر چلتے ہیں! میں مزید برداشت نہیں کر سکتا۔۔ آبان خان نے بھی کندھے اُچکاتے اسی کے انداز میں کہا۔ اور کتنا ہی وہ خود پر ضبط کرتا۔۔ درفشاں خان نے محض ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ اس کا مطلب آج اس کی جان بخشی بلکل بھی نہیں ہو سکتی تھی!! آبان خان قدم قدم چلتے اس کے نزدیک آ چکا تھا۔ وہ جانتا تھا اب اس کا جواب کیا ہو گا۔۔

"جوس بنا دیں پھر!! درفشاں خان نے اسے اپنے قریب آتے دیکھ اس کے گلے

کے گرد اپنی بانہیں حائل کرتے پھر سے اس کے گال پر اپنے لب رکھے ! آبان خان نے خاموشی سے ایک نظر سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ درفشاں اسے ٹال رہی ہے ! ! نرمی سے اس کے بالوں میں اپنی اُنگلیاں الجھاتے آبان خان نے سختی سے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں دبایا۔ بہت ہو گیا تھا اب جو بھی مقابل نے کھانا پینا تھا وہ آبان خان اسے بعد میں ہی باہر لے کر جاتا۔۔ درفشاں خان نے گھور کر اسے دیکھا جس نے اب رکنا نہیں تھا۔ اسے بس اتنی ہی مہلت مل سکتی تھی ! ! "ساتھ دو ! ! آبان خان نے ایک سیکنڈ کے لیے اس کے ہونٹ چھوڑتے سختی سے حکم دیا۔ اسے اب اپنے رومانس میں مقابل کا برابر کا ساتھ پانے کی ایک عادت سی لگ گئی تھی ! ! درفشاں خان نے خاموشی سے ایک گہری سانس بھرتے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھاتے آہستہ سے اس کا ساتھ دینا شروع کیا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے لبوں سے لپٹے اپنی پیاس بجھانے میں مصروف تھے ! ! آبان خان کے لمس میں سختی تھی جبکہ درفشاں بہت آہستہ آہستہ اس کا ساتھ دے رہی تھی ! ! آبان خان نے اسے شیلف سے اتارتے اپنی گود میں ٹرانسفر کیا۔۔ ہونٹ

البتہ ابھی بھی نہیں چھوڑے تھے!! وہ سختی سے اس کی کمر پر گرفت جمائے اس کی زبان کو سک کرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ درفشاں خان خاموشی سے اس کے گلے میں بانہیں حائل کیے اس کا ساتھ دے رہی تھی۔

آبان خان اسے گود میں اٹھائے کمرے میں داخل ہوا۔ ہونٹ ابھی تک سک کرنے بند نہیں ہوئے تھے! پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ بند کرتے آبان خان نے بیڈ کی طرف آتے اسے نرمی سے بیڈ پر پھینکا۔ "تھوڑی سی دیر برداشت کر لینا بس پھر چلتے ہیں باہر!! آبان خان نے اپنی شرٹ کے بٹن کھول کر اسے اُتار کے سائڈ پر پھینکتے نرمی سے کہا۔ اسے احساس تھا لیکن وہ خود بھی مجبور تھا۔۔ درفشاں خان نے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ مقابل نے تو اتنی محنت کی تھی اس کے خود کے ہی نخرے ختم نہیں ہو رہے تھے! آبان خان بیڈ پر اس کے ساتھ ہی لیٹا۔۔ ساتھ ہی وہ نرمی سے درفشاں کو بازو سے پکڑتے اپنے اوپر کر گیا تھا۔۔ "کس می!! آبان خان نے اس کے گاؤن میں اُنگلیاں الجھاتے گھمبیر آواز میں حکمیہ انداز میں کہا۔۔ در

فشاں خان نے خاموشی سے اس کی گردن پر جھکتے وہاں نرمی سے اپنے بوسوں کی بوچھاڑ شروع کی!! آبان خان گہری سانسیں بھرتے اس کے گاؤن کی ڈوریوں میں اُنگلیاں الجھائے اس کا لمس اپنی گردن پر محسوس کر رہا تھا۔"آبان بس! کچھ ہی دیر بعد در فشاں خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے انکار کیا۔اس کی بس ہو رہی تھی!! آبان خان نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے ایک جھٹکے سے اسے اپنے نیچے کیا۔۔وہ ہے صبری سے اس کا گاؤن اتارتے سائڈ پر پھینک گیا تھا۔در فشاں خان محض ایک چھوٹے سے پردے میں اس کے سامنے تھی۔جو کہ سینے سے لے کر تھائیز تک بھی بمشکل ہی آ رہی تھی۔یہ حد سے زیادہ چست تھی جس میں سے اس کے مخملی نشیب و فراز ابھر اُبھر کر باہر آ رہے تھے!!"اس حلیے میں کسی دن تم میرا استقبال کرو تو کیا ہی بات ہو گی! آبان خان نے بے باک نظریں اس کے سینے پر گاڑے مسکراتے ہوئے کہا۔۔"آپ کسی حال میں خوش نہیں ہو سکتے!! در فشاں خان نے اس کے سینے کے بالوں میں ہاتھ الجھائے منہ بناتے شکوہ کیا۔اتنی حد تک وہ اس انسان کے ساتھ بے شرم بن چکی تھی اور ابھی بھی اس کے شکوے جاری

رہتے تھے!!"ہاہاہاہا۔۔۔تمھیں ہر مرتبہ ایک الگ روپ میں دیکھنے کا اپنا ہی مزہ ہے!تم مجھے پاگل کر دیتی ہو!!آبان خان قہقہہ لگا کر کہتے نرمی سے اس کی گردن پر جھکا۔وہ اس کی گردن پر دانت گاڑتے جگہ جگہ لو بائٹس بنا رہا تھا۔درفشاں خان اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے سسکتے ہوئے اس کی بے تابیاں اپنی گردن پر برداشت کر رہی تھی۔۔آبان خان کے ہاتھ بے باکی سے اس کی تھائیز پر سرکتے انہیں رب کرنے میں مصروف تھے!درفشاں خان محض خاموشی سے اس کی شدتیں اپنی گردن پر برداشت کرتے سسکتے ہوئے پڑی تھی!!اچھی طرح اس کی گردن کو سرخ کرتے آبان خان اس سے تھوڑا سا پیچھے ہوا۔۔ریموٹ اٹھاتے اس نے کمرے کی تمام لائٹس ڈم کی۔درفشاں کے اس پردے کو وہ جھٹکے سے اس کے جسم سے ریمو کر گیا تھا۔۔درفشاں خان تو بس اس کی جلد بازی دیکھ رہی تھی!!خود کو اور اسے ہر پردے سے آزاد کرتے آبان خان واپس سے اس کے اوپر آتے لیٹا۔۔

"یہ جو تم میرے آنے پر اپنی دھڑکنوں کو آزادی بخش دیتی ہو سب سمجھتا ہوں میں!!آبان خان نے اس کی دھڑکنوں پر اپنے ہاتھ کا لمس چھوڑتے بے باکی سے

اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔ہمیشہ کی طرح رات کے وقت اس نے آج بھی وہ اپنے مخصوص لباس میں تھی۔اس کے علاوہ کچھ بھی موجود نہیں تھا۔۔"تو میری مرضی!!بغیر برامنائے سنجیدگی سے جواب آیا تھا۔مجال تھی جو یہ انسان اس کی چھوٹی سے چھوٹی باتیں بھی نوٹ کرنا چھوڑ دے!"بلکل میری زندگی!آپ کی ہی مرضی!!آبان خان نے مسکراتے ہوئے اس کی بات سے حامی بھری!وہ جانتا تھا شرمانا لجھانا اس کی بیوی کے کام نہیں ہیں!قربت کے لمحات میں بھی وہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی ہمت رکھتی تھی۔۔اور آبان خان کو اس کا یہی انداز مزید پاگل کر دیتا تھا۔اسے شرمیلی نہیں بلکہ بے باک بیوی ہی پسند تھی جو کہ اسے مل بھی چکی تھی!!آبان خان نے مسکراتے نیچے کو جھکتے نرمی سے اس کی دھڑکنوں پر اپنے لب رکھے!وہ جگہ جگہ اس کی دھڑکنوں کو اپنے ہونٹوں کے لمس سے مہکا رہا تھا۔۔درفشاں خان کی میٹھی سی سسکیاں کمرے میں گونجتی ماحول کو معنی خیز بنا رہی تھیں۔وہ آبان خان کے بالوں میں اپنے دونوں ہاتھ الجھائے اپنی دھڑکنوں پر اس کے دانتوں کا ظلم سہہ رہی تھی۔مقابل بری طرح جگہ جگہ سے

اس کی دھڑکنوں کو سک کرنے میں مصروف تھا۔اس نازک جگہ پر آکر وہ ایسے ہی جنونی ہو جاتا تھا۔۔اور درفشاں خان کے پاس اسے برداشت کرنے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں بچتا تھا۔۔آبان خان کے ہاتھ بے باکی سے اس کی تھائیز سے سرکتے حد پار کرنے لگے تھے!!"ٹانگیں کلوز نہ ہو اب تمہاری۔۔آبان خان نے تھوڑا اوپر کی طرف آتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔اس نے خود مقابل کی ٹانگوں کو حرکت دینے کی زحمت نہیں کی تھی۔۔درفشاں خان نے خاموشی سے آبان خان کے بالوں میں گرفت مضبوط کرتے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیتے اپنی ٹانگوں کے درمیان فاصلہ بنایا۔۔آبان خان کی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں میں ہی کہیں دب گئی تھی!!آبان خان نے نرمی سے اپنا ہاتھ اس کی انر تھائیز تک لے جاتے انہیں ہلکا سا ٹچ کیا۔۔درفشاں خان نے اسی کے ساتھ ہی اس کے ہونٹوں کو اپنے دانتوں سے بری طرح کاٹا تھا۔۔"یہی ابھی میں نے کیا ہوتا تو تم نے کمرہ سر پر اٹھا لینا تھا۔۔آبان خان نے اپنے ہونٹ ہلکے سے اس سے دور کرتے اپنے ہونٹ سے نکلا خون انگوٹھے کے پور سے صاف کیا۔مقابل نے کچھ زیادہ ہی زور سے کاٹا

تھا۔۔درفشاں خان نے ہلکا سا مسکراتے واپس سے اسے خود پر جھکاتے اب کی مرتبہ نرمی سے اس کے زخم پر جیسے مرہم رکھنا چاہا۔وہ کبھی اپنی زبان تو کبھی ہونٹوں سے اسے چومتے بنا کچھ بولے ہی اس کے زخم کا مداوا کر رہی تھی۔۔آبان خان بھی نرمی سے اس کا ساتھ دینے لگا تھا۔جبکہ ہاتھ واپس سے اپنی بے باکی دکھانے لگا تھا۔۔آبان خان نے اس کی انر تھائیز میں اپنی اُنگلیاں داخل کرتے اسے کمر اٹھانے پر مجبور کیا۔۔درفشاں خان نے ایک گہری سانس بھرتے اپنی کمر کو اوپر اٹھایا تھا۔وہ اس کے ہونٹوں پر مزید سختی دکھانے لگی تھی۔۔آبان خان مسلسل اس کی گہرائیوں میں چھیڑ خانیاں کرتے اس کے جذبات کے ساتھ کھیل رہا تھا۔۔کمرے میں درفشاں خان کی نہایت بھاری سانسوں کی آواز گونج رہی تھی۔۔

"You like it...???"

آبان خان نے اس کی گہرائیوں میں اپنی انگلیوں سے چھیڑ خانی کرتے مسکراتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کرتے پوچھا۔۔

"Ahhhh----I---I--love it!!!"

بھاری سانسوں کے ساتھ آنکھیں بند کیے درفشاں خان نے مزے سے دھیمے سے جواب دیا تھا۔۔وہ دونوں ہاتھوں کو آبان خان کی کمر پر باندھے ہوئے تھی۔۔

"Then take one more darling !!!"

آبان خان نے مسکراتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کر کے کہتے اپنی ایک مزید انگلی کو اس کی انر تھائیز میں سرکاتے اسے منہ کھولنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔

"آھھھہہ !! اُممم۔۔۔آبان نہیں پلیز !! درفشاں خان نے مزید اپنی ٹانگوں کو کھولتے اس کے ہاتھ کو پکڑنے کی کوشش کی !! ایک لمحے کے لیے تو اس کی آنکھیں باہر اُبل آئی تھیں !! "آبان۔۔۔نہیں آہھھہہ۔۔پلیز !! بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑے درفشاں نے نفی میں سر ہلاتے اسے روکنا چاہا۔وہ اپنی کمر کو اوپر اٹھاتے بری طرح مچل رہی تھی۔آنکھوں میں نمی سی جمع ہونے لگی تھی۔وہ تو اس لمحے کو پچھتا رہی تھی جب جذبات کی رو میں بہکتے وہ اسے سچ سچ جواب دے گئی تھی !! آبان خان نے اسے زیادہ ہی مچلتے دیکھ آہستہ سے اپنی اُنگلیاں اس کی انر تھائیز سے پیچھے کو سرکائی !! درفشاں نے بے ساختہ ہی سکون کی ایک گہری سانس بھری

تھی۔۔نہایت پھولتی سانسوں کے ساتھ آبان خان کے چہرے کی طرف دیکھتے در فشاں نے اسے واپس سے خود پر جھکاتے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔۔ یہ انسان اپنے ساتھ ساتھ اس کا بھی موڈ بنانا جانتا تھا۔۔آبان خان اس کی زبان کو سک کرتے ساتھ ساتھ نرمی سے اس کے جسم میں خود کو داخل کر گیا تھا۔۔در فشاں خان کی سسکیاں اس کے ہونٹوں میں کہیں دب کر رہ گئی تھی!!آبان خان نے اس کے ہونٹوں کو چھوڑتے تھوڑا نیچے کو ہوتے اسکی دھڑکنوں پر اپنی زبان کا لمس چھوڑا۔وہ تیزی سے اس کے جسم میں اسٹروکس دیتے اس کی دھڑکنوں کو اپنے لمس سے مہکا رہا تھا۔۔اس کی طوفانی شدتیں برداشت کرتے در فشاں خان کا جسم جیسے سمندر کی لہروں کا منظر پیش کر رہا تھا۔وہ آبان خان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے جبکہ دوسرے ہاتھ کو اس کے بالوں میں الجھائے بری طرح سسکیاں بھر رہی تھی۔۔نرمی تو اس انسان نے قربت کے دوران کبھی دکھائی ہی نہیں تھی۔۔وہ ہمیشہ ہی اسے بانہوں میں لیتے جنونی ہو جاتا تھا۔۔دونوں کے جسم بری طرح پسینے سے بھر چکے تھے۔آبان خان دونوں ہاتھوں سے اس کی تھائیز کو جکڑے آخری حد

تک اس میں داخل ہوتا سکون کی آخری حدود پر تھا۔۔کافی دیر تک اس کے جسم پر اپنی بے رحم شدتیں لٹاتے آبان خان ایک جھٹکے سے اس کے اوپر گرا۔دونوں کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔۔جبکہ جسم پسینے سے شرابور تھے!!"تم مجھے۔۔۔پاگل کردو گی درفشاں!!اس کی دھڑکنوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے آبان خان نے اپنی پھولتی سانسیں قابو کرتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔اس وقت اس کی آنکھیں دیکھنے لائق تھیں جو خمار آلود ہوتے خون چھلکا رہی تھیں۔!!در فشاں خان نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔وہ خود اپنی بے ترتیب سانسیں درست کرنے میں مصروف تھی!!آبان خان نے ایک نظر اسے دیکھتے واپس سے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔درفشاں خان کے ہونٹ خشک تھے جنہیں آبان خان اپنی زبان سے گیلا کرنے میں مصروف تھا۔۔اسے نرمی سے اپنی گود میں بھرتے آبان خان بیڈ سے کھڑا ہوا۔درفشاں خود بھی اس کے بالوں میں ہاتھ ڈالتے اس کا ساتھ دے رہی تھی!!آبان خان نے صوفے کی طرف جاتے اسے نرمی سے صوفے پر بٹھایا۔۔وہ بے باکی سے اس کے سامنے کھڑا اس کے جسم پر نظریں جمائے

ہوئے تھا۔۔"لڑکی تم ایک قیامت ہو اپنے آپ میں !اس کے اوپر جاتے آبان خان نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔وہ اپنا پورا وزن اس پر ڈالے بے باکی سے اپنے جسم کو اس کی گہرائیوں سے ٹچ کر رہا تھا۔۔"آبان پلیز ! !درفشاں خان نے اس کے بازو پر ناخن گاڑتے جیسے اسے اس کے لیے منع کرنا چاہا۔مقابل جب جب یہ کرتا تھا درفشاں خان بری طرح بے بس ہو کر رہ جاتی تھی ! !آبان خان نے مسکراتے تھوڑا اوپر کو ہوتے اپنی ایک ٹانگ کو نیچے زمین پر رکھتے درفشاں کی ایک ٹانگ کو پکڑتے اپنے کندھے پر رکھا۔۔وہ اپنی پوزیشن سیٹ کرتے پھر سے بے تابی سے اس میں داخل ہوا تھا۔۔درفشاں خان نے اپنی پیروں کی اُنگلیاں مروڑتے ایک میٹھی سی سسکی بھری ! !آبان خان اس کی دونوں دھڑکنوں کو پکڑے بے تابی سے اس کے جسم میں جھٹکے دیتے درفشاں کے ساتھ ساتھ صوفے کو بھی لرزنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔درفشاں خان کی سسکیاں پھر سے جاری ہو چکی تھیں۔وہ صوفے کے ہتھے پر سر کو ٹکائے ہونٹ کاٹتے بری طرح سسکیاں آہیں بھر رہی تھی ! !

"آہہہہہ ! !کیوٹی تمہاری یہ میٹھی سی سسکیاں میرے کانوں کو راحت دیتے مجھے

مزید آخری حد تک تم میں سمانے پر مجبور کر رہی ہیں۔ میں جنونی ہو جاؤں تو معاف کرنا۔۔ "آبان خان نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے نہایت رفلی طریقے سے درفشاں کے جسم میں اسٹروکس دیئے!! کمرے میں ان کے ملن کی بری طرح اونچی آوازیں گونج رہی تھی۔۔ وہ اس کی ایک ٹانگ کو کھولتے صوفے کے اوپر رکھتے جبکہ دوسری ٹانگ کو اپنے کندھے پر رکھے نہایت رف ہو رہا تھا۔۔ درفشاں خان کے اب آنسوں نکلنے لگے تھے! وہ بری طرح سسکتے اپنے لرزتے جسم کو قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھی!! اپنی ضرورت پوری کرتے آبان خان ایک جھٹکے سے اس کے اوپر گرا۔ "آپ۔۔۔ بہت۔۔ برے ہیں آبان۔۔ درفشاں خان نے اس کی کمر میں اپنے نوکیلے ناخن گاڑتے آنکھوں سے آنسوں صاف کرتے دھیمے سے کہا۔ اس کی ٹانگیں ابھی تک لرز رہی تھیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ ہر مرتبہ آبان خان ایسے ہی رف ہو جاتا تھا۔۔ "جان میں نے پہلے ہی معذرت کر لی تھی۔ یقین کرو تمھارا احسان ہے مجھ پر کہ تم خاموشی سے میری شدتیں جھیل لیتی ہو! تم سے مجھے عشق ہے درفشاں۔ اور عشق بھی آخری حد تک پہنچتے اب لاعلاج

ہو چکا ہے ! ! "آبان خان نے دھیمے سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اسے مسکرانے پر مجبور کیا۔اس کی اپنی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔ جبکہ وہ در فشاں کو خود میں بھینچے بمشکل ہی اس کے اوپر لیٹے صوفے پر ایڈجسٹ ہو پا رہا تھا۔۔

"مجھے بھی ! یقین کریں یہ آپ سے عشق ہی ہے جو مجھے آپ کو روکنے نہیں دیتا۔ آپ چاہے جیسے مرضی، جو مرضی کریں اس جسم کے ساتھ۔ لیکن بس میرے بن کر رہیے گا۔ میں جانتی ہوں آپ کو کیسی بیوی پسند ہے اور یقین کریں میں مکمل طور پر خود کو آپ کی پسند کے مطابق ڈھال چکی ہوں۔ صرف اس ایک شرط پر کہ آپ ساری زندگی بس میرے ہی رہیں ! ! صرف میرے آبان ! ! در فشاں نے اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ جمائے محبت سے جواب دیا۔اس کے ایک ایک لفظ میں سچائی جھلک رہی تھی ! ! "وعدہ ہے میرا یہ غلام ساری زندگی کے لیے بس تمھارا ہے ! کسی اور عورت کی طرف دیکھنے کا بھی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ویسے بھی آج تو اتنی خطرناک دھمکی دے کر قسم اٹھا چکی ہو تم۔ بھئی مجھے اپنی جان بہت پیاری ہے ! ابھی تو میں نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچے بھی دیکھنے ہیں ! پھر ان کے بچے اور پھر اُن

کے بچے پھر اُن کے بھی بچے۔۔۔۔""بس بس!!!درفشاں نے وقتی ہی اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا جو ایڈوانس میں ہی جا رہا تھا۔۔"ہاہاہاہا۔۔۔آبان خان نے قہقہہ لگاتے اسے بھی اپنے ساتھ ہی صوفے سے کھڑا کیا۔کپڑے بدل کر اسے اب درفشاں کی بھوک کا کوئی جگاڑ لگانا تھا۔۔سچ تو یہ تھا کہ اس نے بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔صبح کا صرف ناشتہ ہی کیا تھا۔راحیل خان کے لاکھ کہنے کے باوجود بھی اس کی ایک ہی ضد تھی کہ درفشاں کے بغیر وہ ایک نوالہ بھی حلق سے نیچے نہیں اُتار سکتا۔۔اور اب وہ بھوکا ہی گھر آیا تھا۔۔نرمی سے درفشاں کو کپڑے چینج کرواتے آبان خان نے خود بھی اپنے کپڑے پہنے!واشروم میں جاتے اس کا اور خود کا ہاتھ منہ دھلواتے آبان خان نے درفشاں کو عبایا پہناتے وہ دونوں ہی ایک ساتھ باہر کی طرف بڑھے!!درفشاں کو عبایا اس نے ہی کروانا شروع کیا تھا۔اس نے صرف ایک مرتبہ اس سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا اور درفشاں تب سے ہی اس کے حکم کی تکمیل کرتے عبایا پہننے لگی تھی۔حالانکہ ابھی اسے بے تحاشہ الجھن ہوتی تھی

عبائے میں۔ لیکن پھر بھی وہ پہنتی تھی۔۔ آبان خان اور وہ ایک ساتھ ہی کمرے
سے نکلتے دونوں ہی کچھ کھانے کی غرض سے باہر کی طرف بڑھے!

Epi : 71/2

یہ رات کا وقت تھا جب ہر کوئی خواب و خر گوش کے مزے لے رہا تھا۔ شاہ ولا میں بھی کچھ ایسا ہی سکوت چھایا تھا۔ ہر شخص اپنے کمرے میں بند سونے میں مگن تھا۔۔ ایسے میں اگر ماہ دیر شاہ کے کمرے میں دیکھا جاتا تو پورے شاہ ولا میں یہ ایک واحد کمرہ تھا جس کی بتیاں گل تھیں۔۔ وہ دونوں بھی سونے میں ہی مصروف تھے لیکن ہوا یہ تھا کہ نائرہ میڈم کی نیند پوری ہو چکی تھی اور اب وہ اپنے ساتھ ساتھ ماہ دیر شاہ کو بھی جگائے ہوئے تھی۔!!"ماہ دیر!!نائرہ نے ماہ دیر شاہ کے سینے پر سر کو ٹکائے مدھم سی آواز میں اسے پکارا۔اس پر یگنسی کی وجہ سے اس کی ہر چیز کی ساری روٹین خراب ہو چکی تھی۔۔"ہمم!!ماہ دیر شاہ نے محض ہنکارا بھرا۔اسے نیند آرہی تھی لیکن نائرہ شاہ کے ساتھ جاگنا ضروری تھا۔ورنہ یقیناً مقابل منہ پھلا لیتی۔وہ کب سے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے نائرہ شاہ کے بالوں میں اُنگلیاں چلا رہا تھا جو اس کے سینے سے لگی لیٹی تھی۔۔"ماہ دیر آپ کو کیا چاہیے بیٹا یا پھر بیٹی؟؟نائرہ نے اس کے سینے پر انگلی سے کوئی ڈیزائن بناتے مسکراتے ہوئے پوچھا۔آخر کار اس

کا پسندیدہ ٹاپک تھا ماہ دیر شاہ کے ساتھ اپنے بچے کے جینڈر کو ڈسکس کرنا۔!! ماہ دیر شاہ نے آنکھیں کھولتے ایک نظر اسے دیکھا اور پر دوسری نظر سامنے لگی وال کلاک کو۔اس وقت رات کا ایک بجنے کو تھا اور اس لڑکی کو اس وقت ساری باتیں یاد آرہی تھیں۔۔دوسرے لمحے وہ محض ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا تھا۔"ویسے تو خواہش بیٹی کی ہے! آگے اللہ کی مرضی جو وہ دے ہم تو ہنسی خوشی شکر ادا کر کے پال لے گیں! خدا تم دونوں کو سلامت رکھے بس!! اس کے بالوں پر ہولے سے لب رکھتے ماہ دیر شاہ نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔لیکن یہ ضروری نہیں تھا۔وہ بس ایسے ہی ہلکا پھلکا سا چاہتا تھا۔۔نائرہ شاہ نے اس کی بات پر منہ بسورا۔۔"لیکن مجھے تو پہلے بیٹا چاہیے! آپ دعا کریں بس ہمارا بیٹا ہو۔نائرہ شاہ نے بھی اسے اپنی خواہش بتائی۔ ماہ دیر شاہ محض ہلکا سا مسکرایا تھا۔۔اس کی بیوی کی پسند اس سے مختلف ہو گئی تھی۔

"جو بھی اللہ دے وہی ٹھیک ہو گا بس۔۔نرمی سے اس کے بالوں میں اُنگلیاں چلاتے ماہ دیر شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔"ہمم!! ماہ دیر میرے پیروں میں درد ہو رہا ہے! نائرہ شاہ نے روہانسی ہوتے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ایک نیا

ٹاپک نکالا۔ لیکن واقعی اس کے پیروں میں درد ہو رہا تھا۔۔ماہ دیر شاہ نے ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کرتے ہلکا سا سر کو جھٹکتے جیسے اپنی نیند کو دور بھگانا چاہا۔۔ اسے نہیں لگتا تھا کہ نائرہ اسے آج سونے دے گی!!"دوائی لی تھی تم نے؟؟ماہ دیر شاہ نے اس کا چہرہ پکڑتے اپنے مقابل کرتے سنجیدگی سے پوچھا۔مقابل کی غلطی خود کی ہوتی تھی اور پھر شکوے اسی پر جاری ہوتے تھے!!"نہیں اتنی کڑوی دوائی ہے وہ ماہ دیر! میرا حلق تک کڑوا ہو۔جاتا ہے!!نائرہ شاہ نے اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتے دھیمی سے کہا۔وہ جانتی تھی اب مقابل اس پر غصّہ کرے گا۔اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ ماہ دیر شاہ کو سخت قسم کی نیند آئی ہوئی ہے۔لیکن وہ خود بے بس تھی۔اسے اپنے ساتھ باتیں کرنے کو کوئی انسان چاہیے تھا۔جو کہ ماہ دیر شاہ سے بہتر کوئی ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔خود تو وہ جاگ رہی تھی لیکن اسے بھی سونے نہیں دے سکتی تھی۔!!ماہ دیر شاہ نے دانت پیستے اس لڑکی کو دیکھا۔مجال تھی جو اس کی کوئی بھی بات یہ لڑکی اپنے پلے باندھ لے۔!!نرمی سے اسے خود سے الگ کرتے ماہ دیر شاہ دھیمے سے بیڈ سے کھڑا ہوا۔۔"کہاں جا رہے ہیں؟؟ابھی وہ آگے بڑھنے

ہی لگا تھا کہ پہلے ہی نائرہ نے اس کا ہاتھ پکڑتے آنکھیں ٹپٹپاتے معصومیت سے پوچھا۔۔حالانکہ وہ جانتی تھی ماہ دیر شاہ کو اس پر غصّہ ہو گا۔۔"تیل لے کر آرہا ہوں! بیٹھو تم!!ماہ دیر شاہ نے تھوڑا نیچے کو جھکتے اس کے ماتھے پر اپنے تشنہ لب رکھتے محبت سے جواب دیا۔وہ چاہ کر بھی اس حالت میں اس عورت پر غصّہ نہیں کر سکتا تھا۔بھلا جو عورت اس کی اولاد کو اس دنیا نے لانے کا ذریعہ بن رہی تھی وہ اس پر کیسے غصّہ کر سکتا تھا؟؟نائرہ شاہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔اس کی امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا ماہ دیر شاہ نے!لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔جب سے وہ پریگنینٹ ہوئی تھی تب سے ماہ دیر شاہ کا کچھ ایسا ہی رویہ تھا اس کے ساتھ!!غصّہ تو دور اس نے سختی سے ابھی نائرہ سے بات نہیں کی تھی۔۔ماہ دیر شاہ نے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھتے اس پر سے تیل کی بوتل اٹھائی۔۔وہ اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے واپس سے نائرہ کی طرف بڑھ گیا تھا۔نائرہ شاہ سیدھی ہو کے بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ماہ دیر شاہ نے اس کے پاس جاتے بیڈ پر سے کمبل اٹھاتے سائڈ پر کیا۔وہ سیدھا نائرہ کے پیروں کی طرف ہی بیٹھا تھا۔۔"وہاں کیوں بیٹھ رہی ہیں اِدھر

آئیں!! نائرہ شاہ نے اسے اپنے پاؤں کی طرف بیٹھتے دیکھ نا سمجھی سے کہا۔۔"تیل لگوالو پاؤں میں درد ٹھیک ہو جائے گا۔!! ماہ دیر شاہ نے اس کی طرف دیکھتے نرمی سے کہا۔۔"بلکل بھی نہیں۔مجھے تو لگا تھا آپ میرے سر میں لگانے کے لیے تیل اٹھا کر لائے ہیں۔میں نے پیروں پر تیل لگوانا ہوا میں میڈ سے لگوالوں گی آپ اِدھر آئیں پلیز!! اپنے پاؤں سمیٹتے نائرہ نے تھوڑا آگے کو ہوتے اس کا ہاتھ تھاما۔

اسے اندازہ نہیں تھا ماہ دیر شاہ ایسے کرے گا۔۔"کچھ نہیں ہوتا جان۔جب تمہارے پورے جسم پر میرا حق ہے تو پاؤں بھی جسم کا ہی حصہ ہیں!یقین کرو مجھے تمہارے پیروں سے بھی اتنی ہی محبت ہے جتنی تمہارے پورے جسم سے!! ماہ دیر شاہ نے مسکراتے اس سے اپنا ہاتھ چھڑواتے اس کے پیروں کو پکڑتے پھر سے اپنے پاس کیا۔۔وہ اس کی جھجھک کو بخوبی سمجھ رہا تھا۔۔"ماہ دیر اچھا نہیں لگتا۔۔اسے اپنے پاؤں پکڑتے دیکھ نائرہ شاہ نے پھر سے اپنا پاؤں پیچھے کھینچنا چاہا۔لیکن اس مرتبہ ماہ دیر شاہ پہلے ہی اس کے پاؤں کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔۔"تم ننگے پاؤں پھرتی ہو تبھی سوجن ہو رہی ہے!آئندہ میں تمھیں کمرے میں بھی بغیر چپل

کے نا دیکھوں ! مصروف سے انداز میں اس کی بات کو اگنور کر کے کہتے ماہ دیر شاہ نے جھکتے نرمی سے اس کے پاؤں پر اپنے لب رکھے ! نائرہ شاہ جھجھکتے تھوڑا خود میں سمٹی تھی۔ اسے اس وقت اپنی قسمت پر رشک بھی آرہا تھا اور ساتھ میں برا بھی لگ رہا تھا۔۔ ماہ دیر شاہ نے اس کے دوسرے پاؤں کو پکڑتے اس پر بھی نیچے کی طرف اپنے لب رکھے ! ! "ماہ دیر یہ مت کریں پلیز ! ! نائرہ شاہ نے اس کے چہرے کی طرف محبت سے دیکھتے اسے منع کیا۔ وہ اس کے پاؤں کی نچلی جگہ پر لب رکھتا ہی جا رہا تھا۔ ! ! ماہ دیر شاہ نے ہلکا سا مسکراتے اس کے پاؤں اپنی گود میں رکھتے اپنے ہاتھ میں تیل لیا۔ وہ بہت نرمی سے تیل اس کے پاؤں پر لگاتے مساج کر رہا تھا۔۔ نائرہ شاہ نے بے ساختہ ہی سکون کے احساس سے اپنی آنکھیں موندی۔ اسے اپنے پیروں میں درد کی ٹیسیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔ جو ماہ دیر شاہ کے مساج کرنے سے سکون میں آتی محسوس ہو گئی تھی۔۔ ماہ دیر شاہ کبھی اس کے ایک پاؤں کو پکڑتے اس پر نرم اور ہلکے ہاتھوں سے مساج کرتا تو کبھی دوسرے کو اپنی گرفت میں لیتا۔۔ وہ اس کے پیروں پر نظر جمائے پوری طرح اپنے کام میں مصروف

تھا۔۔نائرہ شاہ سکون کے ساتھ اپنی آنکھیں بند کئے کافی لمحوں کے بعد کا سکون محسوس کر رہی تھی۔!!"میں پھر تمہیں کہہ رہا ہوں کہ اب تم مجھے ننگے پاؤں نظر مت آنا۔ سلیپر پہن کر رکھا کرو ہمیشہ پیروں میں!!ماہ دیر شاہ نے اس کے دونوں پاؤں پر اچھی طرح مساج کرتے تیل کی بوتل بند کرتے پھر سے اسے تنبیہ کی۔ مقابل خود اپنا خیال بھی نہیں رکھتی اور پھر درد سے سسکتی بھی تھی۔!!"جیسا آپ کہیں!!نائرہ شاہ نے آنکھیں کھولتے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے جواب دیا۔اسے اب اپنا درد غائب ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔۔"گڈ!!بیڈ سے اٹھتے ماہ دیر شاہ نے آگے کی طرف قدم بڑھائے۔۔وہ واپس سے بوتل کو ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے اب اپنے ہاتھ دھونے کی غرض سے واشروم کی طرف بڑھ گیا تھا۔ایک چیز جسے اس کو سب سے زیادہ الجھن تھی وہ آئل کی چپ چپ سے!!لیکن ابھی یہ اسے ہی کرنا تھا۔ورنہ آج تک ماہ دیر شاہ نے خود بھی اپنے بالوں تک میں بھی آئل نہیں لگایا تھا۔۔واشروم سے باہر آتے واپس سے بیڈ کی طرف آتے ماہ دیر شاہ آہستہ سے نائرہ کے ساتھ ہی سرہانے کی طرف جگہ بناتے بیٹھا۔نائرہ شاہ اس کی طرف دیکھتے ابھی

اس کے سینے پر سر رکھنے ہی لگی تھی کہ پہلے ہی ماہ دیر شاہ اسے بازو سے پکڑ گیا تھا۔!!"پہلے دوائی لو بعد میں سونا۔۔ سختی سے کہتے ماہ دیر شاہ نے سائڈ ٹیبل سے دوائیوں کا شاپر اٹھایا۔۔"ماہ دیر یہ کڑوی بہت ہے! مجھ سے نہیں لی جاتی پلیز۔اور یہ سیرپ تو بلکل بھی نہیں!! حد درجہ اپنے چہرے کے زاویے بگاڑ کر کہتے وہ بچوں کی طرح ضد کر رہی تھی۔!!"چپ کر کے لو اسے! بعد میں طبیعت خراب ہوتی ہے تو روتی بھی تم ہی ہو! اپنے لیے نا سہی اس بچے کے لیے ہی لینی پڑے گی! ماہ دیر شاہ نے دوائی اپنے ہاتھ میں لیتے سختی سے کہا۔۔اس معاملے میں وہ نائرہ کے ساتھ نرمی نہیں دکھا سکتا تھا۔یہ دوائی مقابل کی ہی صحت کے لیے ضروری تھی۔!!"ہاں اس بچے کی ہی فکر ہے آپ کو! جانتی ہوں میں مجھ سے تو۔کوئی محبت ہی نہیں ہے آپ کو! کوئی اور رستہ نا نکلتے دیکھ وہ اب ایموشنل بلیک میلنگ پر اتر آئی تھی۔کسی طرح تو اس دوائی سے اس کی جان چھٹتی۔۔ماہ دیر شاہ نے ایک سنجیدہ نظر اس پر ڈالی۔وہ اس کے سارے بہانے بہت اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔۔ دوسرے لمحے اس نے اپنے ہاتھ میں موجود گولی اپنے ہونٹوں میں دباتے نائرہ شاہ

کی گردن میں ہاتھ ڈالتے اس کا چہرہ اپنے نزدیک کیا۔!! نائرہ شاہ تعجب سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ماہ دیر اس کی آنکھوں میں دیکھتے نرمی سے اس کے ہونٹوں سے لپٹا۔ وہ اپنے ہونٹوں میں دبی گولی بڑی مہارت سے اس کے منہ میں ٹرانسفر کر گیا تھا۔۔ نائرہ شاہ نے کڑواہٹ محسوس کرتے بے ساختہ ہی اپنی پوری قوت اس سے ماہ دیر شاہ کے سینے پر مکا جڑا۔۔اس سے تھوڑا سا دور ہوتے ماہ دیر شاہ نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے اپنے منہ میں ایک گھونٹ پانی کا بھرا۔ ہاتھ اس لیے رکھا گیا تھا تاکہ مقابل گولی باہر نا اُگل دے۔ جبکہ اس کے مکے کا اس نے کوئی اثر ہی نہیں لیا تھا۔۔ اپنا ہاتھ ہٹاتے ماہ دیر شاہ پھر سے اس کے ہونٹوں پر جھکا۔۔ وہ اپنے منہ میں موجود پانی اس کے اندر انڈیلتے اسے گولی نگلنے پر مجبور کر گیا تھا۔ نائرہ شاہ نے ناچاہتے ہوئے بھی گولی نگل ہی لی تھی۔۔اور اس وقت اس کا چہرہ دیکھنے لائق تھا۔ وہ شکل کے زاویے بگاڑتے گھورتے ہوئے ماہ دیر شاہ کو اپنے ہونٹوں پر جھکا دیکھ رہی تھی۔!! ماہ دیر شاہ نے اسے گولی نگلتے دیکھ شکر ادا کرتے اسے مزید تھوڑا اپنے نزدیک کرتے اچھی طرح اس کے ہونٹوں پر گرفت جمائی۔۔ وہ گھونٹ گھونٹ

کرتے اس کے رسیلے ہونٹوں کا جام پیتے کسی اور ہی جہاں میں پہنچا ہوا تھا۔!! ماہ دیر شاہ کا ایک ہاتھ اس کی گردن پر تو دوسرا اس کی کمر پر بے باکی سے گھوم رہا تھا۔۔ نائرہ شاہ آنکھیں بند کیے خاموشی سے اس کی شدتیں اپنے ہونٹوں پر برداشت کر رہی تھی۔ جب سے وہ پریگننٹ ہوئی تھی ماہ دیر شاہ ہمیشہ نرمی سے ہی اسے چھوتا تھا۔ وہ اسے ایسے چھوتا تھا جیسے وہ کوئی موم کی گڑیا ہو جو ذرا سی سختی پر ٹوٹ کر بکھر سکتی تھی۔ ابھی بھی اس کے لمس میں بے تحاشہ نرمی تھی۔ وہ کس کے دوران اس کی سانسوں کا بھی بخوبی خیال کر رہا تھا۔۔ اچھی طرح اپنی طلب پوری کرتے ماہ دیر شاہ آہستہ سے اس کے ہونٹوں سے ہلکا سا پیچھے ہٹا۔۔ نائرہ نے منہ بناتے اس کے سینے پر اپنا سر ٹکایا۔ "اچھا نہیں کیا ماہ دیر آپ نے! وہ پھر سے اس کے سینے پر مکا جڑتے اسے جتانا بلکل نہیں بھولی تھی۔۔ "یہ تمہاری صحت کے لیے ضروری ہے میری جان! جتنی بھی چڑچڑی رہو لیکن دوائی ضرور کھایا کرو۔ مجھے تم اور ہمارا بچہ دونوں ہی بے حد عزیز ہیں!! اس کے بالوں پر شدت سے لب رکھتے ماہ دیر شاہ نے نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔۔ "بس کر دیں میں جانتی ہوں یہ بچہ ہی عزیز ہے آپ

کو! میری کو فکر نہیں ہے کسی کو بھی! نروٹھے سے لہجے میں جواب آیا تھا۔ "میرا بچہ تمھارا یہ شکوہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔ یہاں میں دن رات تمہاری فکر میں گھلتا ہوں اور ایک تم ہو جس کی پھر بھی شکایتیں ختم ہی نہیں ہوتی۔۔ بے بسی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ماہ دیر شاہ نے کہا۔ وہ اتنی تو کوشش کرتا تھا لیکن پھر بھی اس عورت کی ایک یہی رٹ ہوتی تھی۔۔ "ہاں میں تو پاگل ہوں فضول میں بولتی رہتی ہوں! وہ اس کی بات پر مزید ناراض ہو چکی تھی۔۔ "میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا۔ اچھا چھوڑو میں غلط ہوں بس! ہو گئی ہو گی مجھ سے کہیں پر غلطی جو تمھیں ایسا لگا۔ اس کے لیے میں تم سے معافی مانگتا ہوں۔ آئندہ تم سے زیادہ کچھ بھی ضروری نہیں رکھوں گا پکا پرومس!! اس کے گال پر لب رکھتے ماہ دیر شاہ نے اپنے ناکردہ فعل کی معافی مانگی۔ پسندیدہ عورت سے بحث کرنے سے بہتر تھا کہ وہ معافی ہی مانگ لیتا۔!! "ہمم!! نائرہ شاہ نے ہنکارا بھرتے اتراہٹ سے اپنے بال ایک طرف جھٹکے۔ وہ جیسے خود پر فخر کر رہی تھی۔۔ ماہ دیر شاہ نے مسکراتے نفی میں سر ہلاتے واپس سے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔ اس کا فخر کرنا بنتا تھا۔۔ نائرہ شاہ بھی

خاموشی سے اس کے سینے میں منہ دیے سکون سے اپنی آنکھیں موند گئی تھی۔۔ماہ دیر شاہ نے بھی کمرے کی لائٹس آف کرتے اپنی آنکھیں موندی۔۔اس کی نیند تو اڑ چکی تھی۔۔ لیکن عارضی طور پر وہ اپنی آنکھیں بند کر گیا تھا۔۔

ماہ دیر شاہ کے کمرے سے تھوڑے ہی فاصلے پر اگر دیکھا جاتا تو اس وقت حدائق شاہ کے کمرے کی بتیاں بجھی ہوئی تھیں۔فائزہ شاہ بیڈ پر جبکہ حدائق شاہ صوفے پر لیٹے آرام سے خواب و خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے!! لیکن آگے فائزہ شاہ کی طرف جاتے غور سے دیکھا جاتا تو وہ نیند میں ہی آہستہ آہستہ سے نفی میں سر ہلا رہی تھی۔شاید وہ کسی خواب کے زیر اثر تھی۔۔کوئی شخص اس کے پاس آتے اس کے جسم کے ساتھ لپٹ رہا تھا۔وہ اس کے جسم پر اپنی درندگی دکھا رہا تھا۔وہ کبھی اس کے جسم پر اپنے ہاتھ کا ناپاک لمس چھوڑتا تو کبھی اپنے دانتوں سے بے حسی اور ظلم کی ایک نئی تاریخ رقم کرتا۔فائزہ شاہ چیختے ہوئے اس سے اپنا آپ اس سے دور کرنا چاہتی تھی۔لیکن وہ جو کوئی بھی تھا اسے سختی سے اپنے شکنجے میں بے دردی سے

جکڑے ہوئے تھا۔ وہ چیخ رہی تھی چلا رہی تھی، لیکن اس ظالم پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا جو اس کی مدد کرتا۔ محض ایک خوفناک کھنڈر تھا جہاں پر وہ اس وقت موجود تھی۔ وہاں صرف وہ تھی، وہ درندہ تھا اور اس کی فلک شگاف چیخیں تھیں۔۔ وہ انسان نما وحشی درندہ کبھی اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے حقارت سے اسے دیکھتا تو کبھی اسی کے جسم پر اپنی وحشت کی چھاپ چھوڑتا۔۔ فائزہ شاہ نفی میں سر ہلاتے نیند میں بھی بیڈ ڈھیٹ کو اپنی مٹھیوں میں سختی سے جکڑ گئی تھی۔ وہ سیاہ رات اس وقت ایک بھیانک خواب کی صورت میں اس کی آنکھوں کے سامنے تھی۔!! حد تو تب ہوئی جب اس انسان نے ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر جڑا۔ فائزہ شاہ کے منہ سے ایک دلخراش چیخ برآمد ہوئی تھی۔ اس کے ماتھے اور چہرے پر حد سے زیادہ پسینہ جمع ہوا پڑا تھا۔ بیڈ سے ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھتے وہ بری طرح چیخی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ابھی بھی خواب کی سی کیفیت میں ہو!! اس کا جسم کانپ رہا تھا جبکہ وہ اپنے چہرے پر ہاتھ رکھتے بری طرح دلخراش چیخیں مار رہی تھی۔!! حدائق شاہ جو مزے سے لیٹا سو رہا تھا اچانک ہی چیخوں کی آواز نے

اس کی نیند میں بری طرح خلل ڈالا۔ وہ اچانک ہی جیسے ہڑ بڑا کر اٹھا تھا۔۔ صوفے سے ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھتے حدائق شاہ نے اپنی سرخ آنکھیں پیچھے کی طرف گھمائی۔ جہاں بیڈ پر بیٹھی فائزہ شاہ بری طرح لرزتے ہوئے چیخ رہی تھی۔ وہ دور سے بھی دیکھ کے بتا سکتا تھا کہ اس وقت فائزہ شاہ کس حد تک کانپ رہی ہے!!

حدائق شاہ فوراً سے پہلے اسے دیکھتے صوفے سے اٹھتے بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ فائزہ شاہ ابھی تک چیخ رہی تھی۔ وہ جیسے اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔!!

حدائق شاہ نے بھاگتے ہوئے اس کے پاس جاتے اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھا۔ اسے خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اچانک یہ ہوا کیا ہے! اس کی آنکھوں میں نیند کی سرخی بہت واضح تھی۔!!"فائزہ؟؟ حدائق شاہ نے اس کے ہاتھ پکڑتے اس کے کان سے ہٹانے چاہے! مقابل کانوں پر ہاتھ رکھے چیخیں مار رہی تھی۔ اس کا پورا جسم پسینے سے شرابور تھا۔۔ جبکہ فائزہ شاہ کو تو کوئی ہوش ہی نہیں تھی۔ وہ ابھی تک اسی خواب کے زیرِ اثر تھی۔۔ حدائق شاہ نے بے بسی سے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ مقابل کی آنکھیں بھی بند تھیں۔ وہ اسے سن ہی نہیں رہی تھی۔ آج

کافی عرصے بعد پھر سے اس کی وہی حالت ہو چکی تھی۔اس نے سختی سے فائزہ شاہ کے ہاتھ پکڑ کر اس کے کانوں سے ہٹاتے ایک جھٹکے سے اسے خود کی طرف کھینچا۔۔"فائزہ ہوش میں آؤ۔کوئی نہیں ہے اُدھر۔۔آنکھیں کھولو!!اس کے گالوں کو تھپکتے حدائق شاہ نے اس کے بالوں کو ماتھے سے سائڈ کرتے تھوڑا اونچی آواز کہتے اسے ہوش دلانی چاہی۔اس کی چیخیں حدائق شاہ کے کانوں کو تکلیف دے رہی تھیں۔!!فائزہ شاہ نے ایک جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھولی۔ایک لمحے کے لیے وہ چپ ہو گئی تھی۔مگر محض ایک ہی لمحے کے لیے!!"کوئی نہیں ہے یہاں!!

حدائق شاہ نے اس کی گالوں پر ہاتھ جماتے نرمی سے کہا۔!!"وہ۔۔وہ ہے۔۔وہ۔۔اس نے۔۔یہ۔۔یہاں۔۔تھپ۔۔ڑ ما۔۔را۔۔۔تھا۔۔۔وہ۔۔۔وہ۔۔آرہا۔۔ہے!!ہچکیاں بھر کر سامنے کی طرف اشارہ کرتے فائزہ شاہ نے روتے ہوئے حدائق شاہ کے سینے سے شرٹ مٹھیوں میں جکڑی!!"میرا بچہ کوئی نہیں ہے وہاں۔اِدھر میری طرف دیکھو۔۔حدائق شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کرتے نرمی سے کہا۔وہ ابھی تک کانپ ہی رہی

تھی۔!!"نن۔ نہیں ہے۔وہ آرہا ہے!ش۔شاہ اس۔۔نے یہاں ہاتھ لگایا تھا۔۔ اپنا ہاتھ آگے کرتے وہ جیسے اسے اپنی کیفیت بتا رہی تھی۔۔حدائق شاہ نے جبڑے بھینچتے خاموشی سے اسے اپنی طرف کھینچتے اپنی گود میں ٹرانسفر کیا۔وہ ایک جھٹکے سے اسے اپنی گود میں شفٹ کر گیا تھا۔۔"کوئی بھی نہیں ہے میری جان۔ تمھیں نقصان پہنچانے والے اس دنیا سے جا چکے ہیں!اب تک تو وہ جہنم کی آگ میں سڑ رہے ہونگے!!نرمی سے کہتے حدائق شاہ نے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔۔فائزہ شاہ سختی سے سینے سے اس کی قمیض کو مٹھی میں جکڑے ہوئے تھی۔وہ ابھی تک شدت سے لرز رہی تھی۔!!"وہ۔۔وہ آرہا ہے۔شاہ۔۔آپ بچا۔۔۔لیں۔!!ہچکیوں سے روتے فائزہ شاہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے لرزتی سی آواز میں کہا۔وہ نیند سے بیدار ہوتے حقیقت کی دنیا میں قدم رکھ چکی تھی لیکن ابھی بھی دماغ میں اسی خواب کے متعلق ایک فلم سی چل رہی تھی۔لیکن اس کے لہجے میں ایک مان تھا جیسے۔اسے پورا پورا یقین ہو کہ حدائق شاہ واقعی اسے بچا لے گا۔۔حدائق شاہ نے بے ساختہ ہی کرب سے اپنی آنکھیں میچی۔ایک یہی غم کھائے جاتا تھا کہ وہ

اسے بچا نہیں سکا تھا۔!!"کوئی تم تک نہیں پہنچ سکتا جان۔تم تک پہنچنے کے لیے سب کو پہلے حدائق شاہ سے ٹکرانا پڑے گا۔اور یقین کرو حدائق شاہ اپنے آپ میں ایک چٹان ہے!پہلے تمہاری حفاظت نہیں کر سکا لیکن اب تم میری دسترس میں ہو۔کوئی تم تک نہیں آسکتا۔اس کے گالوں پر ہاتھ جما کر حدائق شاہ نے مضبوط لہجے میں کہتے مزید سختی سے اسے خود میں بھینچے!!اس کی آنکھیں پہلے سے زیادہ سرخ ہو چکی تھیں۔جبکہ فائزہ شاہ کی ایک مرتبہ پھر سے وہی حالت دیکھتے حدائق شاہ کا بس نہیں تھا کہ وہ حنان لغاری کو کسی بھی طریقے سے ایک مرتبہ پھر اپنے سامنے لا کر اس سے بھی بدترین طریقے سے موت دے!!"نن۔نہیں آیا تھا کوئی بھی۔۔وہ پہنچ گیا تھا مجھ تک!اس کے سینے میں منہ دیے فائزہ شاہ کی ہلکی سی سسکاری کے ساتھ آواز نکلی۔۔ایسا لگتا تھا جیسے وہ منہ ہی منہ میں دھیمے سے بڑبڑائی ہو۔لیکن حدائق شاہ اس کی یہ بڑبڑاہٹ سن چکا تھا۔۔وہ بیڈ پر بیٹھی سی کیفیت میں خود بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے فائزہ شاہ کو سختی سے اپنی گود میں جکڑے اپنے دونوں ہاتھ اس کی کمر کے گرد باندھے ہوئے تھا۔۔مقابل اس کی گرفت میں تھی

تبھی تھوڑا بہت کانپنا بند ہوا تھا۔ ورنہ وہ تو شدت سے لرز رہی تھی لیکن حدائق شاہ نے اس پر گرفت سخت کر رکھی تھی۔!! حدائق شاہ نے تھکے بارے انداز میں بیڈ کراؤن سے اپنا سر ٹکایا۔۔ کبھی کبھی سب کچھ اس کے بس سے باہر ہو جاتا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آتی تھی کہ اب کیا کیا جائے! ہر راستہ ہر سراغ سب کچھ جیسے بند ہوتا دکھائی دیتا تھا۔۔ آخر کو وہ خود بھی ایک انسان تھا۔ کب تک ہمت دیکھاتا؟؟ اس کی پسندیدہ عورت اتنی بری حالت میں تھی اور حدائق شاہ کو اسے اس حالت میں دیکھتے اپنے سینے میں درد اٹھتا محسوس ہوتا تھا۔ وہ انتہا سے زیادہ بے بس ہو چکا تھا۔۔ "مرد اپنی پسندیدہ عورت پر کسی کی نظر بھی برداشت نہیں کرتا لیکن ایک وہ تھا کہ قسمت کا ہر ستم خاموشی سے سہہ گیا تھا۔۔ چھت پر نظریں جمائے شاید ہی وہ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ رب سے ہلکا سا شکوہ کر گیا تھا۔ "آخر میرے ساتھ ہی کیوں؟؟" اس نے بے ساختہ ہی دل میں خدا سے شکوہ کیا۔ اس کا دل اس وقت پھٹنے کو تھا۔۔ فائزہ شاہ اس کی گود میں بیٹھی ابھی تک جیسے خوف سے جیسے اس میں گھسنے کی۔ کوشش کر رہی تھی۔ اسے اس وقت حدائق شاہ کی آغوش اپنے لیے واحد

جائے پناہ لگ رہی تھی۔۔ جیسے صحرا کی تپتی دھوپ میں کوئی سایہ دار درخت! جیسے شدید قحط سالی کے موسم میں پانی کی ایک بوند اور جیسے شدید اندھیرے کے عالم میں روشنی کی ایک کرن!! بلکل ایسے ہی اسے اس وقت حدائق شاہ اپنے ساتھ اپنے پاس محسوس ہو رہا تھا۔۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ صرف اسے دیکھ کر ہی تسلی میں آئی تھی۔۔ ورنہ تو وہ خواب ابھی بھی اس کے ذہن میں تھا۔ لیکن اس مرتبہ حدائق شاہ ساتھ تھا تو خوف تھوڑا دور کھڑا تھا۔ اسے اندھا یقین تھا کہ اب حدائق شاہ اسے ہر سرد گرم ہوا سے بچا سکتا ہے! لیکن ایک غم ابھی بھی کھائے جاتا تھا کہ پہلے اسے بچانے کے لیے کوئی بھی نہیں آیا تھا۔۔ حدائق شاہ نے اپنی سرخ نم آنکھیں انگوٹھے اور انگلی کے پوروں سے مسلتے فائزہ شاہ کی طرف دیکھا۔ جو اس کے سینے میں منہ گھسائے مکمل طور پر اس کے ساتھ بری طرح چپکی ہوئی تھی۔۔ وہ اس کی قمیض سینے سے ایسے جکڑے ہوئے تھی جیسے حدائق شاہ اسے چھوڑ کر کہیں بھاگ رہا ہو۔!! "میں ہوں پاس میری جان! کانپنا بند کرو!! حدائق شاہ نے تھوڑا جھکتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ساتھ ہی وہ اس کے بالوں پر شدت سے اپنے لب

رکھ گیا تھا۔۔ جہاں دل میں غم بھرا تھا وہیں ایک تسلی بھی تھی کہ کم از کم اب وہ مقابل کی زندگی میں اتنی اہمیت رکھتا ہے کہ وہ اسے دیکھ کر ڈرنا بند کر چکی تھی۔اس کا مطلب تھا کہ فائزہ شاہ اس پر اعتبار کرتی ہے!! جبکہ فائزہ شاہ نے اس کی سرگوشی کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔کانپنا اس کے بس سے باہر تھا۔البتہ چیخوں کو گلے میں وہ گھونٹ سکتی تھی جو وہ کر بھی چکی تھی۔۔وہ بلکل سکڑی سمٹی اس کی گود میں کسی بچی کی طرح لیٹی سی کیفیت میں تھی۔۔حدائق شاہ نے اسے خاموش دیکھتے خود بھی چپ چاپ ہلکا سا آگے کو ہوتے کمبل اپنی طرف سرکاتے فائزہ کے اوپر اچھے سے سیٹ کیا۔اس کے اپنے سر میں پھٹنے کی حد تک درد ہونے لگا تھا۔نیند سے اچانک ہی اس طرح بیدار ہونے پر سر درد بہت نارمل سی بات تھی۔اور وہ جانتا تھا اب ساری رات اسے نیند آئے گی بھی نہیں۔۔یعنی ساری رات اسے درد کے ساتھ ہی گزارنی تھی۔حدائق شاہ نے واپس سے اپنے ہاتھ فائزہ۔شاہ کی کمر پر باندھتے واپس سے بیڈ کراؤن کے ساتھ اپنا سر ٹکایا۔۔مقابل ابھی بھی سرگوشی نما آواز میں منہ ہی منہ میں کچھ بول رہی تھی لیکن آواز اتنی نہیں تھی کہ حدائق شاہ کو کچھ سمجھ آ

سکے ! حدائق شاہ نے بھی سننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ چھت پر نظریں جمائے وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔۔ وہ تو بس یہ سوچ رہا تھا کہ ایسا کیا کیا جائے جو یہ لڑکی اپنے پاسٹ۔ کو بھول کر آگے موو آن کر سکے ! ان دونوں کی شادی کو کافی عرصہ ہو گیا تھا۔ حدائق شاہ کو لگتا کہ فائزہ اس ٹراما سے باہر نکل چکی ہو گی۔ آخر کو وہ سب کے ساتھ تھوڑا بہت نارمل بیہیو کرنے لگی تھی۔ خاص کر حدائق شاہ کے ساتھ۔ وہ اس کے ساتھ حد درجہ ٹھیک ہو چکی تھی۔۔ لیکن اسے آج اندازہ ہوا تھا کہ فائزہ شاہ نے محض ڈر کو دل میں چھپایا ہے تبھی وہ آج پھر سے اپنی جھلک دکھلا گیا تھا۔ اس نے اس ڈر کو اپنی زندگی سے باہر نکال کر نہیں پھینکا۔ ورنہ یقیناً آج اس کی اتنی بری حالت نا ہوتی۔ ! ! اپنے سینے اور فائزہ شاہ کی بھاری ہوتی سانسیں محسوس کرتے حدائق شاہ اپنی سوچوں سے باہر نکلا۔۔ اس کر نظر بے ساختہ ہی نیچے کی طرف گئی جہاں فائزہ شاہ کسی چھوٹی بچی کی مانند اس کی گود میں بلکل اس کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔ وہ اس کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ اپنا چہرہ فائزہ نے اس کے سینے میں چھپایا ہوا تھا۔۔ حدائق شاہ نے تھوڑا نیچے جھکتے نرمی سے اس کے کندھے پر اپنے لب

رکھے ! مقابل اس کی آغوش میں سکون پاتے نیند کی وادیوں میں گم ہو چکی تھی۔۔

حدائق شاہ نے اس کی طرف دیکھتے ہلکا سا مسکراتے ایک گہری سانس بھری ! اس کی ناز کی اپنے سینے سے تھوڑا نیچے ٹچ ہوتی وہ بخوبی محسوس کر رہا تھا۔ مقابل کچھ زیادہ ہی بری طرح اس کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔۔ حدائق شاہ نے ہونٹ کاٹتے اس کے سلکی لمبے بالوں کی طرف دیکھا جو فائزہ کی کمر پر بکھرتے اس کے ہاتھوں کو بھی ٹچ ہو رہے تھے ! اس کا دماغ اب کسی اور طرف ہی جا رہا تھا۔ ساری ٹینشن بھلائے وہ فائزہ شاہ کے نشیب و فراز خود سے ٹچ ہوتے محسوس کر رہا تھا۔۔ پہلے اس کا دماغ کسی اور طرف تھا۔ اس نے اس چیز پر دھیان نہیں دیا تھا لیکن اب تو اس کی ساری کی ساری توجہ ہی جیسے بس یہی پر تھی۔ ! ! کیا ہی بے بسی تھی کہ بیوی پہلو میں تھی اور وہ اسے ہاتھ بھی سوچ سمجھ کر لگا سکتا تھا۔۔ اس کی آنکھوں میں نیند کے ساتھ ساتھ اب خمار کی سرخی بھی جمع ہونے لگی تھی۔۔ حدائق شاہ اس وقت جیسے بے بسی کی انتہا پر تھا۔۔ جذبات پر بند باندھنا اس وقت اسے دنیا کا سب سے مشکل کام لگ رہا تھا۔ ! ! بیڈ کے اطراف میں ہاتھ آگے بڑھاتے حدائق شاہ نے سائڈ ٹیبل کی

دراز کھولتے تھوڑا آگے کو چہرہ کرتے اس میں کچھ ڈھونڈنا چاہا۔اور اسے جلد ہی اس کی مطلوبہ چیز مل بھی چکی تھی۔دراز میں آگے ہی سگریٹ اور لائٹر پڑا تھا۔۔

حدائق شاہ اسے اٹھاتے واپس سے سیدھا ہوا۔اسے بیوی یا پھر سیگریٹ دونوں کی شدید طلب ہو رہی تھی۔بیوی کو وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا اسی لیے سیگریٹ پھونکنا ہی مناسب سمجھا۔۔حدائق شاہ سیگریٹ کو اپنے ہونٹوں میں ابھی دبانے ہی لگا تھا کہ ایک لمحے کے لیے اس کے ہاتھ رکے ! کہیں سیگریٹ کے دھوئے سے فائزہ کی نیند خراب نا ہو جائے ؟؟ حدائق شاہ نے سوچتے ایک گہری سانس بھری۔اب اس کا ارادہ ٹیرس پر جا کر سیگریٹ پینے کا تھا۔۔حدائق شاہ نے فائزہ کو بازو سے پکڑتے نرمی سے اسے بیڈ پر لٹانا چاہا۔وہ بہت نرمی سے اسے دونوں بازو سے تھام گیا تھا۔۔ ابھی اس نے اسے اٹھاتے تھوڑا ہی سائڈ پر کیا تھا کہ پہلے ہی فائزہ شاہ سیکنڈ سے پہلے نیند سے بیدار ہو چکی تھی۔۔اس نے مزید مضبوطی سے حدائق شاہ کی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑتے اپنی گلابی ہوتی آنکھیں اس کی سرخ آنکھوں میں گاڑی !

"نہیں پلیز۔۔اس کے چہرے کی طرف دیکھتے فائزہ شاہ نے نفی میں سر ہلاتے

دھیمے سے کہا۔اسے لگ رہا تھا حدائق شاہ اس سے دور جا رہا ہے!!"میں صرف ٹیرس تک جا رہا ہوں سو جاؤ تم!!حدائق شاہ نے اس کے بال چہرے سے پیچھے کرتے محبت سے اسے بچکارا۔!!"نہیں۔۔نہیں آپ مت جائیں پلیز۔مجھے مت چھوڑیں!فائزہ۔شاہ نے مزید سختی سے اس کے نزدیک ہوتے بھیگی سی آواز میں التجا کی۔۔وہ پھر سے رونے لگی تھی۔۔شاید وہ بہت کچی نیند میں تھی۔اور حدائق شاہ کے حرکت کرنے پر فوراً ہی اس کی آنکھ کھل چکی تھی۔"اچھا کہیں نہیں جا رہا میں تمھیں سیدھا کر کے لٹا رہا تھا۔بیڈ پر لیٹ جاؤ ورنہ کمر اکڑ جائے گی!!حدائق شاہ نے اس کے ماتھے پر ہمت کرتے اپنے سلگتے لب رکھتے محبت سے کہا۔اسے لگا تھا مقابل اس کس پر کوئی سخت ریکشن دے گی لیکن فائزہ شاہ نے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔وہ بس آنسوں بہاتے اسے دیکھ رہی تھی۔۔حدائق شاہ کے لیے خود پر ضبط کرنا اس وقت دنیا کا مشکل ترین کام تھا تبھی وہ چاہ رہا تھا کہ کم از کم مقابل کو بیڈ پر لٹا دے تاکہ کہیں اس سے کوئی ایسا کام نا ہو جائے جس کے لیے اسے بعد میں پچھتانا پڑے!!حدائق شاہ نے نرمی سے اسے واپس سے بازو سے پکڑتے پھر سے بیڈ پر لٹانا چاہا۔!!"آپ

چلے جاؤ گے پلیز۔۔وہ آجائے گا۔۔فائزہ شاہ نے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹاتے روتے ہوئے پھر سے کہا۔اسے لگ رہا تھا ابھی حدائق شاہ اسے چھوڑ کر چلا جائے گا اور وہ پھر سے بے آسرا ہو جائے گی۔!!حدائق شاہ نے اس کی بات سنتے ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی۔یہ لڑکی اس کی برداشت کا امتحان لے رہی تھی۔!!

"مضبوطی سے پکڑو مجھے کہیں نہیں جاؤں گا میں !یہیں پر ہوں میرا بچہ تمھیں چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا حدائق شاہ۔!!حدائق نے اسے کمر سے تھوڑا اوپر اٹھاتے اپنے سینے میں بھینچتے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے کہا۔۔وہ اسے ساتھ ہی لیے ایک جھٹکے سے بیڈ پر خود لیٹنے کے انداز میں ہو گیا تھا۔فائزہ شاہ اس کے کندھے کے منہ دیے اس کے اوپر تھی۔اس کے آنسوئوں سے اپنا کندھا بھیگتا حدائق شاہ کو بخوبی محسوس ہو رہا تھا۔۔حدائق شاہ نے خاموشی سے کروٹ بدلتے اسے بیڈ پر کیا۔وہ خود بھی اسی کے ساتھ کروٹ لیے ہوئے تھا۔اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے اسے اپنے نزدیک کرتے حدائق شاہ نے اپنا ہاتھ اس کے سر کے نیچے سے گزارا۔وہ ایک مرتبہ پھر اسے مکمل طور پر اپنی بانہوں میں قید کر گیا تھا۔۔فائزہ شاہ اس کے سینے

میں منہ دیے ابھی بھی ایک ہاتھ سے اس کی قمیض سینے سے مٹھیوں میں جکڑے ہوئے تھی۔۔اپنا دوسرا ہاتھ فائزہ شاہ کو اپنی کمر پر رکھتے دیکھ حدائق شاہ کا دل کیا اپنا سر دیوار میں مار دے!! وہ جتنا خود پر کنٹرول کر رہا تھا مقابل اتنا ہی اس کے نزدیک آ رہی تھی۔!!"یہ ظلم ہے یار!! جان نکال رہی ہو تم میری!! حدائق شاہ نے آنکھیں میچتے تھوڑی اونچی آواز میں دہائی دی!! واقعی یہاں اس کے ساتھ زیادتی ہو رہی تھی۔۔"میں مر جاؤں گی شاہ۔آپ دور گئے تو یہ خوف کسی دن میری جان نکال دے گا۔فائزہ شاہ نے اس کی آواز سنتے اس کے سینے سے منہ نکالتے ہونٹ باہر نکالتے بلکل کسی بچی کی طرح کہا۔!!"اللہ نا کرے! تمہیں تو میری بھی عمر لگ جائے۔میں بھلا کیوں دور ہونے لگا تم سے؟؟میرا بچہ میری جان زیادہ مت سوچا کرو! حدائق شاہ نے تڑپتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔"کچھ بھی نہیں ہوتا۔میں پاس ہوں تمہارے آج، کل، ساری زندگی۔ڈرا مت کرو۔تمہارے لیے ہر طوفان سے لڑنے کو تیار ہوں میں!! میری زندگی!! حدائق شاہ نے پھر سے نرمی محبت سے کہتے اس کے گال پر اپنے تشنہ لب رکھے!!"یہ مت کریں

پلیز!! فائزہ شاہ نے دھیمے سے کہتے واپس سے اس کے سینے میں منہ گھسایا۔ وہ اس کے لمس پر ہلکا سا حیا سے خود میں سمٹی تھی جو حدائق شاہ نے بخوبی محسوس کیا تھا۔۔

"اب ساتھ لٹایا ہے تم نے تو یہ چھوٹی موٹی گستاخیاں تو برداشت کرنی ہی پڑے گیں۔ اسے تھوڑا سا نارمل ہوتے دیکھ حدائق شاہ نے ہونٹ دانتوں تلے دباتے شرارت سے کہا۔ وہ اندازہ لگانا چاہ رہا تھا کہ مقابل اس کے لمس سے ڈرتی تو نہیں ہے! اور ابھی تک جو اس نے محسوس کیا تھا وہ یہی تھا کہ فائزہ شاہ اس سے نہیں ڈرتی۔!! اس کی بات پر وہ خاموش تھی۔ آگے سے کوئی جواب نہیں دیا تھا اس نے!!" فائزہ۔۔ حدائق شاہ میں اسے چپ دیکھتے مخاطب کیا۔ دونوں کے درمیان یہ خاموشی اسے حد سے زیادہ چبھ رہی تھی۔۔ "ہمم!! اس کے سینے سے چہرے باہر نکالتے فائزہ شاہ نے محض ہنکارا بھرا۔ وہ سوالیہ نظروں سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس کی ہیزل گرے آنکھیں اس وقت نم تھیں۔۔ حدائق شاہ نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے اس کے نرم ملائم گلابی لبوں پر نظریں جمائی۔!! خود کے اِرد گرد بنائی گئی حدود توڑتے وہ بلآخر ان گلاب کی پنکھڑیوں پر ایک جھٹکے سے جھکا

تھا۔۔فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی آنکھیں پھاڑتے نفی میں سر ہلایا۔وہ اس سے اپنے ہونٹ آزاد کروانا چاہ رہی تھی۔لیکن یہ ناممکن تھا۔۔حدائق شاہ نے اس کی کمر میں ہاتھ رکھتے مزید اسے تھوڑا اوپر کو کرتے اچھی طرح اس کے ہونٹوں پر اپنی گرفت جمائی۔۔اس کا خود پر کیا گیا ضبط جیسے آج جواب دے گیا تھا۔وہ اپنی پوری شدت سے اس کے ہونٹوں پر جھکے کبھی بالائی لب کو تو کبھی نچلے لب کو اپنی گرفت میں لیتے انہیں سک کرنے میں مصروف تھا۔!!فائزہ شاہ نے اسے ناہٹتے دیکھ اب کی مرتبہ ہاتھ چلانے چاہے۔وہ اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے اسے دور کرنا چاہ رہی تھی۔۔حدائق شاہ نے اسی لمحے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیتے ایک جھٹکے سے کروٹ بدلتے اسے اپنے نیچے کیا۔وہ اس کی دونوں کلائیاں اپنے ایک ہاتھ میں پکڑتے تکیے سے پن کر گیا تھا۔۔فائزہ شاہ بے بسی سے اس کی گرفت میں بری طرح مچل کر رہ گئی تھی۔۔حدائق شاہ مکمل طور پر اس پر حاوی ہوا پڑا تھا۔وہ اس کے ہونٹوں سے لپٹا جیسے اپنے اتنے مہینوں کی پیاس بجھا رہا تھا۔جذبات کی حدت میں وہ سب کچھ بھلائے بس گھونٹ گھونٹ بھرتے اس کے لبوں کا جام پینے میں

مصروف تھا۔۔اسے کسی بھی چیز کی ہوش ہی نہیں رہی تھی۔ حتیٰ کہ نرمی دکھانے کی بھی نہیں! وہ اپنی پوری شدت سے اس پر جھکا ہوا تھا۔۔ حدائق شاہ نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کا جبڑا نرمی سے پکڑتے اس کا منہ کھولا۔اس دوران بھی اس نے فائزہ کے ہونٹوں کو آزادی نہیں دی تھی۔۔وہ اس کی زبان تک پہنچتے بری طرح اس پر گرفت جما گیا تھا۔فائزہ شاہ مسلسل اپنی ٹانگوں اور ہاتھ کو ہلاتے اس سے دور ہونا چاہتی تھی۔ لیکن وہ اس کے دیو ہیکل وجود کو ہلا بھی نہیں سکتی تھی۔!! حدائق شاہ اس کے ہلنے یا مزاحمت کرنے کا بھی کوئی اثر نہیں لے رہا تھا۔۔آج پہلی مرتبہ اگر اس نے ہمت کر ہی لی تھی تو وہ اتنی آسانی سے اسے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ کم از کم اپنی ہلکی پھلکی پیاس تو بجھاتا۔۔ لمحے سرک رہے تھے، سانسیں تھم رہی تھیں، تھکن سے چور ہو کر مزاحمت کم پڑتی جا رہی تھی، آنکھوں سے آنسوں برسنے لگے تھے! سانس کم پڑنے لگی تھی اور نجانے کتنا ہی وقت گزر چکا تھا لیکن حدائق شاہ پیچھے ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھا۔۔اس کی اپنی سانسیں ختم بند ہو رہی تھیں لیکن پھر بھی دل کے ہاتھوں مجبور وہ اس کے ہونٹوں کی نمی چننے میں مصروف تھا۔وہ کبھی

اس کی زبان کے اپنی زبان لڑاتا تو کبھی اس کے ہونٹوں پر آتے انہیں کبھی نرمی سے تو کبھی سختی سے چومتا۔۔اتنے مہنیوں کی پیاس تشنگی، تڑپ سب کچھ وہ اس کے ہونٹوں پر اُتار رہا تھا۔۔ تقریباً پچیس سے تیس منٹ مسلسل بنا پیچھے ہٹے اس کے ہونٹوں سے نمی کا آخری قطرہ بھی چنتے حدائق شاہ دھیمے سے اس سے پیچھے ہوا۔۔

فائزہ شاہ روتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھے شدید گہرے گہرے سانس لینے شروع کیے۔اسے لگ رہا تھا کہ آج وہ پکا مر جائے گی۔ لیکن یہ ظالم انسان اپنی مرضی سے ہی پیچھے ہٹا تھا۔ حدائق شاہ نے ایک نظر اسے دیکھتے اس کے ماتھے سے اپنا ماتھا ٹکایا۔ اس کی خود کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔ فائزہ کے ہاتھ ابھی تک اس کی گرفت میں ہی تھے۔!!اس معاملے میں اسے اپنی بیوی پر رتی برابر بھروسہ نہیں تھا۔ کیا پتہ مقابل کوئی چیز اٹھا کر اس کے سر میں مارے!!"ہلکی سی کس ہی تو کی ہے!اس میں اتنا رونے والی کیا بات ہے؟میری جان شوہر ہوں میں تمھارا۔" حدائق شاہ نے اسے بری طرح روتے دیکھ اس کے کان میں سنجیدگی سے سرگوشی کی۔وہ بے دھیانی میں ابھی تک اپنا پہاڑ جیسا وزن اس پر ڈالے لیٹا تھا۔۔!!"میری

سانسیں بند۔۔۔ ہو رہی ہیں ! ! فائزہ شاہ نے اس کی بات کو اگنور کرتے بنا اس کی طرف دیکھے روتے ہوئے دھیمے سے کہا۔ "اب تو چھوڑ دیا ہیں اب کیوں رک رہی ہے تمہاری سانسیں؟ حدائق شاہ نے اس کی بات پر نا سمجھی سے پوچھا۔۔ لیکن اگلے لمحے بات سمجھ آنے پر وہ فوراً سے ہلکا سا اس کے اوپر سے اٹھا تھا۔ غرض کہ وہ اب اپنا وزن اس پر سے ہٹا گیا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی ایک گہری سانس بھری۔ اسے جیسے اب کھل کر سانس آئی تھی۔۔ "آپ پلیز چلے جائیں یہاں سے ! مجھے نہیں سونا آپ کے ساتھ۔ پلیز چھوڑ دیں مجھے ! ! فائزہ شاہ نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے روتے ہوئے کہا۔ وہ اب پہلے اسے روکنے پر پچھتا رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے اپنا نچلا دانتوں تلے دبائے اپنی ہنسی روکی۔ چند لمحوں کا کھیل تھا اور مقابل اپنا بیان ہی بدل گئی تھی۔۔ حدائق شاہ نفی میں سر ہلاتے مسکراتے ہوئے سائڈ پر ہوتے واپس سے بیڈ پر لیٹا۔ اس نے پھر سے فائزہ شاہ کے بازو کو تھاما ہی تھا کہ پہلے ہی وہ سختی سے اس کا ہاتھ جھٹک گئی تھی۔۔ حدائق شاہ کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ اسے اس سے ایسے ہی ریکشن کی اُمید تھی۔ لیکن وہ ایک مرتبہ پھر پہلے کی طرح ہی سختی

سے شدت سے اسے اپنی بانہوں میں بھرنا چاہتا تھا۔ ورنہ اب یقیناً اسے نیند نہیں آنی تھی۔۔ "اب کچھ نہیں کرتا پکا وعدہ!! حدائق شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے جھٹکے سے خود کی طرف کھینچا۔ وہ پھر سے اس کے سر کے نیچے اپنا ہاتھ رکھتے ایک ہاتھ اسکی کمر پر رکھتے سختی سے اسے خود میں قید کر گیا تھا۔ اس کی چلتی ٹانگوں کو بھی حدائق شاہ نے سختی سے اپنی ٹانگوں سے لاک کیا۔ غرض کہ وہ اسے مکمل طور پر خود کے ساتھ لگاتا جیسے دو جسم ایک جان کر گیا تھا۔۔ "شاہ مجھے سانس نہیں آرہی!! فائزہ شاہ نے روتے ہوئے اس کے سینے سے چہرہ باہر نکالنے کی کوشش کرتے دھیمے سے کہا۔ آج اسے لگ رہا تھا جیسے واقعی اس کی سانسیں ختم ہو جائے گیں۔!!" کہو تو میں اپنی سانسیں انڈیل دوں تمہارے اندر۔ یقین کرو میں بہت بے قرار ہوں یہ کرنے کے لیے! ہلکی سی محض ہلکی سی گرفت ہلکی کرتے حدائق شاہ نے بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔ فائزہ شاہ کا چہرہ نجانے کیوں سرخ ہو چکا تھا۔ وہ اس کی باتیں سمجھنے لگی تھی۔۔ اس نے جھجھکتے واپس سے حدائق شاہ کے سینے میں منہ گھسایا۔ البتہ اب کچھ بولنے کی ہمت نہیں تھی اس کے

اندر!! حدائق شاہ نے ہنستے ایک ہاتھ سے اس پر اور خود پر کمبل سیٹ کیا۔اب اس کے چہرے پر خوشی دیکھنے لائق تھی۔!! آنکھیں بند کئے وہ اپنے اور فائزہ کے درمیان میں گزرے وہ چند لمحے سوچوں میں پھر سے چلا رہا تھا۔۔ جبکہ چہرے پر موجود مسکراہٹ گہری ہوتی جا رہی تھی۔آج پھر دل اس ظالم کی اداؤں میں الجھا ہوا تھا۔اور حدائق شاہ کی ایک اور رات کی نیند تباہ ہو چکی تھی۔!! پہلی دفعہ اتنا نزدیک فائزہ شاہ کو ہوش میں بانہوں میں بھرتے وہ سرور کی آخری حدوں پر تھا۔ دل میں خدا سے کیے گئے شکوے پر وہ معافی بھی مانگ چکا تھا۔۔وہ دونوں ایک دوسرے کی آغوش میں لپٹے ہوئے تھے اور کھڑکی کے پار آسمان پر موجود چاند بھی ان دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔

صبح کا سورج آسمان پر چڑھتے اپنی جھلک دکھلائے ہوئے تھا۔ اور اس وقت خان ولا میں سبھی لوگ اپنے اپنے کاموں پر جانے کے لیے تیاری کرتے اب ناشتے کی ٹیبل پر بیٹھے تھے۔۔ تقریباً سبھی لوگ یہاں پر موجود تھے سوائے رائنا خان کے! جب سے عدیل شاہ گیا تھا وہ تب سے ہی زیادہ تر اپنے کمرے میں رہتی تھی۔۔ باہر نکلنا تو جیسے اس نے مکمل طور پر چھوڑ رکھا تھا۔ گھر میں کسی کے ساتھ بیٹھنا تو پھر بہت دور کی بات تھی۔ اسے کھانا پینا وقت پر اس کے کمرے میں ہی پہنچا دیا جاتا تھا۔ مگر کسی کو بھی یہ خبر نہیں تھی کہ وہ کچھ کھاتی ہے یا نہیں۔۔ عظمیٰ بیگم اور بالاج خان نے بہت مرتبہ کوشش کی تھی کہ اس سے بات کر سکیں۔ اس کے دل کا حال جان سکیں لیکن رائنا خان ان سب میں سے کسی سے بھی بات نہیں کر رہی تھی۔ وہ ان لوگوں کے سامنے بلکل خاموش ہو جاتی تھی۔ کسی بات کا جواب دینا ضروری نہیں تھا اس کے لیے!! اب تک نجانے کتنی ہی مرتبہ بالاج خان اور عظمیٰ بیگم اس کے کمرے میں جاتے کوشش کر چکے تھے کہ وہ کچھ بول لے۔ لیکن وہ تو جیسے اپنی زبان

پر تالے لگائے بیٹھی تھی۔۔ عدیل شاہ نے بھی اس دن کے بعد مڑ کر کوئی رابطہ نہیں کیا تھا۔ان سب کو تو کیا عدیل شاہ کے خود گھر والوں کو بھی علم نہیں تھا کہ وہ اس دن کے بعد کدھر گیا ہے!!اس کی طرف سے کوئی کال، کوئی میسج نہیں کیا گیا تھا۔۔ نجانے وہ کہاں پر تھا۔۔

زارا خان اس وقت ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی ناشتے سے فارغ ہوتے ٹشو سے اپنے ہاتھ صاف کرنے میں مگن تھی۔ اس نے ابھی ہی ناشتہ مکمل کیا تھا۔۔ زارا خان اس وقت ریڈ کلر کی شلوار قمیض جس پر سفید رنگ کے پھول بنے تھے اس میں ملبوس تھی۔ اس کی گوری رنگت لال رنگ کے جوڑے میں مزید دمک رہی تھیں۔ دوپٹے کو گلے میں لٹکایا گیا تھا۔ جبکہ اس کی بھوری آنکھیں سنجیدگی سے اپنے ہاتھوں پر مرکوز انہیں ٹشو سے صاف کرنے میں مصروف تھی۔ وہ اس وقت یونیورسٹی جانے کے لیے بلکل تیار تھی۔ رائنا خان نے تو یونی جانا نہیں تھا تو آج کل وہ ڈرائیور کے ساتھ ہی یونی جاتی تھی۔ جبکہ اسے واپسی پر روزانہ راحیل خان گھر

چھوڑتا تھا۔ اور گھر میں تقریباً سب ہی اس بات سے واقف بھی تھے! حالانکہ وہ اسے چھوڑ کر باہر سے ہی واپس چلا جاتا تھا۔۔ کرسی کو پیچھے کی طرف سرکاتے وہ سائڈ سے اپنا بیگ اٹھاتے کھڑی ہوئی۔ اسے ابھی پانچ منٹ تھے۔ لیکن یہاں بیٹھنے سے بہتر تھا وہ چلی ہی جاتی۔ راستے میں دیر سویر بھی ہو سکتی تھی۔۔ باقی سب بھی ناشتہ تقریباً مکمل کر چکے تھے! رفیق خان نے اسے آگے بڑھتے دیکھ ناشتے سے اپنا ہاتھ کھینچا۔!! "رکو زارا۔۔ اس کے آگے بڑھنے سے پہلے ہی انہوں نے سنجیدگی سے کرسی سے کھڑے ہوتے اسے آواز لگائی۔ یکلخت ہی زارا خان کے قدم رکے تھے! اس نے بے ساختہ ہی تھوڑی حیرانی سے مڑتے رفیق خان کو دیکھا جنہوں نے پتہ نہیں کتنے دنوں بعد اسے مخاطب کیا تھا۔ ایک طرف اس نے دل میں یہ بھی سوچا تھا کہ کہیں اس سے کوئی غلطی نا ہو گئی ہو جس پر اب اسے ڈانٹ پڑنے والی تھی۔!! رفیق خان نے کرسی پیچھے کو سرکاتے اپنے قدم اس کی طرف بڑھائے۔ وہ ان کے سامنے ہی کھڑی تھی۔ انہیں ٹیبل کے پاس سے مڑ کے اس کے پاس جانا تھا۔۔ زارا خان کھڑی دل میں مختلف سوال لیے انہیں اپنی طرف آتا دیکھ رہی

تھی۔۔ باقی سب کی نظریں بھی تقریباً انہی دونوں پر تھیں۔!! رفیق خان نے اس کے مقابل پہنچتے آہستہ سے اپنا ہاتھ اٹھاتے اس کے سر پر رکھا۔ "بیٹا کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے تمھیں؟ رفیق خان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے نرمی سے پوچھا۔۔ اور زارا خان کی حیرانی میں مزید اضافہ ہوا تھا۔ کہیں رفیق خان کو بخار تو نہیں چڑھ گیا تھا۔ بے ساختہ ہی اس کے دل میں سوال اٹھا۔!! "نن۔۔ نہیں!! راحیل بھائی دلا دیتے ہیں جس بھی چیز کی ضرورت ہو!! خود کی حیرانی پر قابو پاتے اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔ رفیق خان نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا تھا۔۔ "بیٹا دو منٹ بات کرنی ہے تم سے! اگر وقت ہو تو لاؤنج میں بیٹھ کر دو گھڑی باپ کی بات سن لو گی؟؟ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے رفیق خان نے التجائیہ سے انداز میں کہا۔ زارا خان نے ایک نظر انہیں دیکھتے دوسری نظر ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے تمام لوگوں کو دیکھا۔ اسے بے ساختہ ہی راحیل خان کی ایک بات یاد آئی تھی اس وقت!! "راحیل بھائی نے منع کیا تھا آپ کی کوئی بھی بات سننے سے! باپ والا خیال اُنہوں نے میرا رکھا ہے اس لیے بات بھی میں انہی کی مانوں گی۔ چلتی ہوں

میں اللہ حافظ !! سنجیدگی سے کہتے زارا خان نے واپس سے اپنے قدم آگے کو بڑھائے۔ اسے واقعی راحیل خان نے سختی سے منع کیا تھا کہ رفیق خان کوئی بھی بات کرنے کو کہیں تو صاف صاف انکار کر دے۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ رفیق خان اب اس کی کمزوری کے ذریعے اس تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرے گیں۔ جو کہ وہ بلکل بھی نہیں چاہتا تھا۔

رفیق خان اس کے جواب پر نم آنکھوں کے ساتھ ہلکا سا مسکرائے۔ جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ تو قسمت سے اب اپنی اولاد کے متعلق شکایت بھی نہیں کر سکتے تھے ! یہ سب کچھ انہی کا خود کا کیا دھرا تھا۔ اس کا الزام وہ کسی پر بھی نہیں ڈال سکتے تھے !! زارا خان ابھی آگے بڑھتی کہ اپنے پیچھے سے داجان کی آواز سنتے اسے نا چاہتے ہوئے بھی رکنا پڑا۔۔ داجان خود بھی ڈائننگ ٹیبل سے آٹھ کر آتے رفیق خان کے ساتھ ہی کھڑے تھے ! رفیق خان انہیں اگلے دن ہی ساری سچائی بتا چکے تھے !! "جی؟؟ پیچھے مڑتے زارا خان نے سنجیدگی سے ان سے پوچھا۔ اسے سمجھ

نہیں آرہی تھی کہ راحیل خان اور اس کے باپ دادا میں ایسا کیا ہوا ہے کہ آج سب کو زارا یاد آرہی تھی۔۔اسے یہ تو اندازہ تھا کہ کچھ ہوا ضرور ہے! لیکن راحیل خان نے بھی اسے وجہ نہیں بتائی تھی۔ پھر اس نے بھی زیادہ پیچھے پڑنا ضروری نہیں سمجھا۔ان سب کا جو بھی مسئلہ تھا وہ لوگ آپس میں ہی حل کر لیتے!!"دو منٹ بیٹھ کر بات سنو! ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں جو تم ہم لوگوں سے بات کرنے سے کترا رہی ہو!! داجان نے اس کی طرف بڑھتے نرمی سے اسے بازو سے پکڑتے نرم لہجے میں کہا۔ "جی!! زارا خان خاموشی سے حامی بھرتے ان کے ساتھ ہی لاؤنج کی طرف بڑھی۔ زارا خان ان کے منہ پر انکار نہیں کر سکتی تھی۔ پیچھے رفیق خان بھی اپنی نم آنکھیں انگوٹھے کے پوروں سے مسلتے ان کے پیچھے ہی صوفے کی طرف بڑھے!! "بیٹھو۔۔ صوفے پر بیٹھتے داجان نے اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کو کہا۔ زارا خان خاموشی سے ان کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔ جبکہ اس کی دوسری طرف رفیق خان آتے بیٹھے!! "دیکھو بیٹا تمہارے ساتھ اور راحیل کے معاملے میں ہم لوگوں سے جو بھی زیادتیاں ہوئی اس کے لیے میں بہت شرمندہ ہوں! داجان نے اس

کے سر پر ہاتھ رکھتے بات کا آغاز کیا۔ وہ شرمندگی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے معذرت کر گئے تھے!! زار اخان نے پھر سے تھوک نگلتے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے آج سورج مغرب سے نکلا ہو۔ جو صبح صبح داجان اور اس کے باپ کی کایا ہی پلٹ گئی تھی۔۔ "بیٹا غلطیاں سب انسانوں سے ہوتی ہیں، ہم سے بھی ہو گئی ہو سکے تو اپنے بوڑھے دادا کو معاف کر دو۔۔ داجب نے اسے خاموش دیکھتے پھر سے معافی مانگی۔ وہ باقاعدہ اس کے آگے ہاتھ جوڑ چکے تھے!! "نہیں داجب آپ پلیز شرمندہ مت کریں۔۔ میں کون ہوتی ہوں کسی کو معاف کرنے والی۔ شاید میرا اور بھائی کا نصیب ہی ایسا ہو۔ داجان کے ہاتھ تھامتے اس نے نرمی سے کہا۔ اسے بلکل اچھا نہیں لگا تھا جیسے داجان نے اس کے آگے ہاتھ جوڑے تھے! "خوش رہو بیٹا۔ ایک اور اگر تم احسان کر دو تو تمہاری مہربانی ہو گی۔ واپس سے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے داجان نے دھیمے سے کہا۔ اب نجانے انہیں کیا کام تھا۔۔ "جی آپ حکم کریں!! فوراً ہی تابعداری سے جواب آیا تھا۔۔ "بیٹے راحیل تمہاری بات مانتا ہے اسے کہو گھر آئے واپس۔ اور اگر تم نہیں کر سکتی تو اس

کے گھر کا ایڈریس دے دو ہمیں ہم لوگ خود جا کر اس سے معافی مانگ لے گیں۔۔ لیکن اسے کہو کہ ایک مرتبہ گھر پر چکر لگا لے بس!! داجان نے سنجیدگی سے کہا۔ کیونکہ ان لوگوں کو پورا یقین تھا کہ کسی اور کی خاطر نا سہی راحیل خان زارا کی خاطر یہاں واپس ضرور آجائے گا۔۔ زارا خان نے ہونٹ کاٹتے اچھا کی سوری سر ہلایا۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ خود ہی نہیں چاہتی تھی راحیل یہاں واپس آئے۔ جب بھی راحیل خان اس گھر میں آتا تھا وہ ذلیل کر کے ہی نکالا جاتا تھا۔ جو کم از کم زارا خان کو تو بلکل پسند نہیں تھا۔ لیکن اسے جلد سے جلد ان دونوں کے پاس سے اٹھنا تھا اسی لیے بحث نہیں کی۔ "ضرور یہ کرنا بیٹا۔ ہم چاہتے ہیں کہ گھر کے سارے بچے ایک ساتھ مل جل کر رہیں!! داجان کو اس کا اچھا کی صورت ہلتا سر ایک تسلی دے گیا تھا۔ "جی میں جاؤں؟؟ بہت دیر ہو گئی ہے۔ زارا خان نے اپنا بیگ واپس سے کندھے پر کرتے ان سے اجازت چاہی۔۔ "ہاں لیکن آج جب راحیل تمھیں چھوڑنے آئے تو بھلے ہی ضد پر اُتر آنا لیکن اسے ایک مرتبہ گھر ضرور لانا۔ اور اگر وہ پھر بھی نہیں مانتا تو تم ہمیں اس کے گھر کا ایڈریس دے دینا۔ آبان اور باقی کسی کو

بھی اس کا گھر معلوم نہیں ہے ! لیکن مجھے یقین ہے کہ تمھیں ہو گا۔ صوفے سے کھڑے ہوتے دا جان نے نرمی سے اسے سمجھایا۔ زارا خان اچھا کی صورت سر ہوتے خاموشی سے صوفے سے اٹھتے آگے کی طرف بڑھ چکی تھی۔ اسے واقعی یونیورسٹی سے بہت دیر ہو چکی تھی۔۔

پیچھے دا جان سنجیدگی سے ایک نظر اس کی پشت کو دیکھتے اپنے کمرے کی طرف بڑھے ! ! انہیں یقین تھا کہ زارا خان یقیناً راحیل سے بات کرے گی۔۔ پیچھے رفیق خان ایک مرتبہ پھر سے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کر رہے تھے۔ان کی اولاد انہیں دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرتی تھی۔۔ جس چیز کو وہ ابھی ہی محسوس کرنے لگے تھے ! لیکن اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔

شاہ ولا میں اس وقت سب لاؤنج میں موجود تھے ! ناشتے کا انتظار کرتے سبھی لوگ ابھی لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے ! کہ پاکیزہ بیگم داخلی دروازے سے نمودار ہوئی۔ ان کی آنکھوں سے بے تحاشہ آنسوں برس رہے تھے۔ جبکہ وہ ابھی ہی ڈرائیور کے

ساتھ شاہ ولا آئی تھیں۔!! "اللہ خیر!! نوین بیگم جن کی نظر اچانک ہی سامنے کی طرف اٹھی تھی پاکیزہ بیگم کو روتے ہوئے اِدھر آتے دیکھ بے ساختہ ان کے منہ سے نکلا۔ وہ روتے ہوئے ہی ایسے آرہی تھیں۔۔ باقی سب کی نظر بھی ان کے ساتھ ہی بے ساختہ پاکیزہ شاہ کی طرف اٹھی جو لاؤنج تک پہنچ گئی تھیں۔۔ "بیٹھو پاکیزہ خیریت ہے کیوں اس طرح صبح صبح رو رہی ہو؟ داجان نے پریشانی سے پاکیزہ بیگم کو پاس بٹھاتے پوچھا۔۔ باقی سب بھی اِرد گرد بیٹھے انہیں ہی دیکھ رہے تھے!! "بابا۔۔ پاکیزہ بیگم نے محض اتنا کہتے داجان کے سینے پر اپنا سر ٹکایا۔ نجانے انہیں اب کیا مسئلہ تھا۔۔ "بچے کوئی پریشانی ہے تو بتاؤ۔ ایسے رونا تو بند کریں ہم سب کو پریشانی ہو رہی ہے! داجان نے ان کا سر تھپکتے پھر سے پوچھا۔ ان کے ساتھ ساتھ سب کو پریشانی ہو رہی تھی۔!! "بابا عدیل اتنے دنوں سے گھر نہیں آیا۔ پتہ نہیں کہاں چلا گیا ہے میرا بچہ!! داجان کے سینے سے سر اٹھاتے پاکیزہ بیگم نے روتے روتے انہیں وجہ بتائی۔ عدیل شاہ اس دن کے بعد سے گھر بھی نہیں گیا تھا۔۔ "پولیس اسٹیشن میں ہو گا۔ بچا تھوڑی ہے وہ تم پریشان ہونا بند کرو۔ داجان نے

انہیں تسلی دینی چاہی۔ حالانکہ انہیں خود فکر ہونے لگی تھی۔۔ جواں خون جذبات میں آکر کوئی غلط قدم نا اٹھالے۔ "نہیں ہے وہ پولیس اسٹیشن۔ میں دو دن سے پوچھ رہی ہوں کال کر کر کے۔ لیکن وہ یہی کہہ رہے ہیں کہ عدیل جاب پر بھی نہیں گیا۔ پتہ نہیں کہاں چلا گیا ہے میرا بچہ !! وہ روتے ہوئے انہیں ساری بات بتا گئی تھیں۔ آج بھی ان کا صبر جواب دے گیا تھا تو وہ شاہ ولا میں آئی تھیں۔۔ "تم رونا تو بند کرو۔ ماہ دیر اور زاویار جاتے ہیں اس ڈھونڈ لائے گیں۔ تم خود کو سمبھالو۔ کچھ نہیں ہوگا اسے۔ دا جان نے پریشانی سے انہیں کہتے سامنے بیٹھے ماہ دیر شاہ کو اشارہ کیا۔ اشارہ یہ تھا کہ وہ عدیل شاہ کو ڈھونڈنے جائے۔۔ "بندہ فساد ڈالنے سے پہلے سوچ لے کہ اولاد باغی بھی ہو سکتی ہے ! حدائق شاہ جو صوفے پر بیٹھا مزے سے سیب کھا رہا تھا بیچ میں بول کر طنز کرنا اس نے اپنا فرض سمجھا۔ "چپ رہو تم حدائق ! اصل فساد تو تم ڈلواتے ہو بیچ میں بول کر۔ پتہ نہیں کونسی منحوس گھڑی تھی جب تمہیں وکیل بنا دیا تھا۔۔ دا جان غصے سے اس کی طرف دیکھتے غرائے تھے ! ہر پریشانی میں اس انسان کے طنز کبھی ختم نہیں ہوتے تھے !! "سچ ہی بول رہا

ہوں۔ کیا ہو جاتا جو بیچارے کی شرافت کا پاس رکھ کر اس کی شادی کروا دیتیں پھوپھو۔ بیچارہ ماں کی محبت میں مارا گیا۔ زیادتی کی ہے آپ نے ویسے اس کے ساتھ۔!! حدائق شاہ کی زبان کو بریک ابھی بھی نہیں لگی تھی۔ وہ پاکیزہ بیگم کی طرف دیکھتے کھری بات کر رہا تھا۔۔ "کہہ تو یہ سہی رہا ہے۔ غلط بات ہے پھوپھو۔ محبت کی شادی ہر انسان کا حق ہے! آپ کو یہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔ زاویار شاہ نے بھی حدائق کی بات سے اتفاق کیا۔ آخر کو وہ سب ہی عدیل شاہ کے ساتھ کھڑے تھے!! "تم لوگ بجائے مجھے باتیں سنانے کے میرے بیٹے کو نہیں ڈھونڈ سکتے! میری ہی غلطی ہے جو تم سب کو اپنا سمجھ کر یہاں آگئی۔ جا رہی ہوں خود ہی ڈھونڈ لوں گی اپنے بیٹے کو۔ تم سب کی محتاج نہیں ہوں میں! پاکیزہ بیگم ان سب کو بولتے دیکھ روتے ہوئے غصے سے چیخیں۔ یہاں وہ اتنی پریشان تھیں اور ان لوگوں کے طنز ختم نہیں ہو رہے تھے۔!! "کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے بیٹھو تم یہاں!! دا جان نے انہیں اٹھتے دیکھ واپس سے ہاتھ پکڑتے صوفے پر بٹھایا۔ "، حدائق اب تم بیچ میں بولے تو میں قینچی سے زبان کاٹ دوں گا تمہاری۔ اٹھو تینوں اور جا کر ڈھونڈ

کر لاؤ اسے ! داجان نے حدائق شاہ کی طرف دیکھتے انگلی اٹھاتے اسے سختی سے تنبیہ کی۔ آخر میں وہ ان تینوں کی طرف دیکھتے کہہ گئے تھے ! "میں تو نہیں جا رہا۔ حدائق شاہ نے کندھے اچکاتے سب سے پہلے صاف انکار کیا۔ وہ پاگل نہیں تھا جو خوار ہونے کے لیے گھر سے نکل پڑتا۔۔ داجان نے دانت کچکچاتے اس منحوس انسان کی طرف دیکھا جو ہمیشہ ہی ایسے بیچ میں کام خراب کرتا تھا۔۔ "لعنت ہے حدائق تم پر ! اب تم سیکنڈ سے پہلے اٹھو گے یا پھر میں اٹھتا ہوں۔ صبر کرو تم ایک منٹ ! داجان اس کی طرف دیکھتے ایک مرتبہ غصے سے غراتے صوفے سے کھڑے ہوئے۔ آج حدائق شاہ ان کے ہاتھ سے بچ نہیں سکتا تھا۔ "جا رہا ہوں اس میں ہاتھا پائی پر اُترنے کی کیا ضرورت ہے۔۔ داجان کو اپنی طرف آتا دیکھ حدائق شاہ سیکنڈ سے پہلے صوفے سے کھڑا ہوا۔ اس عمر میں اسے داجان کے تھپڑ نہیں کھانے تھے ! "نہیں تم رکو تمھیں میں بتاتا ہوں۔ داجان دانت پیستے خونخوار نظروں سے اس کی طرف دیکھتے واپس سے صوفے پر بیٹھے۔ "جا تو رہا ہوں اب۔ ناشتہ تک نہیں کیا میں نے ! ظالم لوگ ! ! اونچی آواز میں بڑبڑاتے حدائق شاہ دروازے سے باہر نکلا۔۔

اس کے پیچھے ہی زاویار شاہ اور ماہ دیر شاہ بھی باہر نکل گئے تھے ! جبکہ پیچھے باقی سب !! پاکیزہ بیگم کو حوصلہ دینے اور انہیں چپ کروانے میں مصروف ہو چکے تھے

حدائق شاہ کی گاڑی ایک بڑے سے ڈرائیوے کو کراس کرتے کار پورچ میں آتے رکی۔ ماہ دیر شاہ اور زاویار شاہ کسی اور طرف عدیل کو ڈھونڈنے نکلے ہوئے تھا۔ جبکہ حدائق شاہ سیدھا ہی اپنی منزل کی طرف آیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ عدیل شاہ یہیں پر ہے ! یہ عدیل شاہ کا ہی فارم ہاؤس تھا جس کے متعلق حدائق شاہ بخوبی جانتا تھا۔۔ گاڑی سے اترتے حدائق شاہ سنجیدگی سے اندر داخل ہوا۔ اندر ایک ملازم ہی تھا جو کام کر رہا تھا۔ اس کے علاوہ پورا لاؤنج خالی پڑا تھا۔ !! "عدیل کہاں ہے ؟ حدائق شاہ نے اس ملازم کی طرف جاتے سنجیدگی سے پوچھا۔۔ "سامنے کمرے میں ! ملازم دھیمے سے جواب دیتے واپس سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوا۔ حدائق شاہ بھی سنجیدگی سے اچھا کی صورت سر کو ہلاتے کمرے کی طرف بڑھا۔۔

کمرے کا دروازہ کھولتے حدائق شاہ آہستہ سے اندر داخل ہوا۔ لیکن بے ساختہ ہی اس نے منہ کے آگے ہاتھ جھٹکا تھا۔ پورے کمرے میں اس وقت سیگریٹ کا دھوا اور سمیل اکٹھی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس کمرے میں بیٹھ کر ہزاروں سیگریٹ پیے گئے ہو۔ جگہ جگہ زمین پر سیگریٹ کے ٹکڑے پڑے تھے!! حدائق شاہ نے ایک سنجیدہ سپاٹ نظر سامنے کی طرف ڈالی جہاں وہ کمرے میں گھپ اندھیرہ کیے ابھی بھی سیگریٹ پینے میں ہی مصروف تھا۔۔ حدائق شاہ نے آگے بڑھتے کمرے کی تمام لائٹس آن کی۔ عدیل شاہ جو سکون سے سیگریٹ پی رہا تھا اس نے بے ساختہ ہی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ اندھیرے میں رہنے سے اچانک ہی روشنی آنکھوں کو چبھنے لگی تھی۔۔ "لعنت ہے تیرے اوپر! حدائق شاہ نے دانت پیستے اس کے نزدیک جاتے اس کے ہاتھ سے سیگریٹ جھپٹتے زمین پر پھینکی۔ مقابل کی کچھ ہی دنوں میں حالت جیسے اُجڑ کر رہ گئی تھی۔!! "کیا مسئلہ ہے تیرے ساتھ۔ تو آیا کیوں ہے یہاں؟ عدیل شاہ نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتے غصے سے حدائق شاہ کی طرف دیکھا

جو اس کے سامنے کھڑا اسے ہی گھور رہا تھا۔۔ عدیل شاہ کی آنکھیں اس وقت جیسے خون چھلکا رہی تھیں۔ اور یہ سب کچھ زیادہ سیگریٹ پینے کا اثر تھا۔ اتنے دنوں سے وہ یہاں فارم ہاؤس میں موجود یہی تو کر رہا تھا۔!! "کیا حالت بنا رکھی ہے تو نے اپنی؟ نشئی لگ رہا ہے قسم سے!! سالے اتنا بھی کیا روگ پال لیا تو نے!! حدائق شاہ نے اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھتے سنجیدگی سے لفظ چبائے۔۔ اس نے اس کی حالت کے مطابق اسے سہی ہی لقب سے نوازا تھا۔ "میری مرضی۔ تو چلا جا حدائق یہاں سے۔ اور خدا کے لیے جینے دو مجھے تم سب لوگ۔ دوبارہ میرے پاس مت آنا۔۔ خونخوار نظروں سے اسے گھورتے عدیل شاہ دبی دبی آواز میں غرایا۔ اسے اس وقت کسی سے بھی بات نہیں کرنی تھی۔!! "ایک کان کے نیچے لگاؤں گا تیرے! بکواس کم کیا کر اور اٹھ کر میرے ساتھ گھر چل۔ پھوپھو نے صبح صبح شور مچایا ہوا ہے! حدائق شاہ نے اسے کہتے باقاعدہ ہاتھ سے تھپڑ کا اشارہ کیا تھا۔ "مر نہیں گیا میں جو شور مچا رکھا ہے انہوں نے! بتا دینا زندہ ہوں! واپس سے آنکھیں بند کرتے عدیل شاہ نے سر جھٹکا۔۔ "تو پھوپھو کو شاہ ولا میں چھوڑ دے عدیل۔ ہم

سب ہیں اُن کے پاس خیال رکھ لے گیں اُن کا۔ لے آ تو رائنا کو الگ گھر میں ! !
حدائق شاہ نے سنجیدگی سے اس کے پاس بیٹھتے مشورہ دیا۔۔ وہ بلکل سیریس ہو چکا
تھا۔۔ عدیل شاہ نے واپس سے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا۔ "نام مت لے اس کا
میرے سامنے۔ جیسے عین نبھانے کے ٹائم پر اس نے اپنے رنگ ڈھنگ بدلے ہیں
میرے دل سے اُتر چکی ہے وہ۔ کیوں چھوڑوں میں اپنی ماں کو۔۔ ساری دنیا تھو تھو
کرے گی مجھ پر کہ کل کی آئی لڑکی کے لیے ماں کو چھوڑ دیا۔ بیغیرت نہیں ہوں
میں ! عدیل شاہ تھوڑا آگے کو ہوتے دبی دبی آواز میں غصے سے پھنکارا۔ غصے میں وہ
کیا بول رہا ہے اسے خود کو سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ ! ! "پھر تُجھے یہ سب کچھ نکاح سے
پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ تو کہہ رہا ہے کہ تیرے دل سے اتر چکی ہے وہ۔ بس پھر کیوں
اپنی اور اس کی زندگی برباد کر رہا ہے ! طلاق دے اور معاملہ ختم کر ! چھپ کر بیٹھ جا
اسی ماں کے پلو میں جسے تیری خوشیوں سے زیادہ اپنی انا عزیز ہے ! سنیجدگی سے
حدائق شاہ نے واضح طنز کیا تھا۔ اسے عدیل سے یہ اُمید تو نہیں تھی۔ ! ! "بکواس
بند کر ! پہلی بات طلاق تو میں اسے کسی صورت نہیں دوں گا۔۔ وہ مرے گی بھی تو

میرے نکاح میں ہو گی۔اور دوسری بات میری ماں کے بارے میں تو دوبارہ بکواس کر کے دیکھ میں تیری زبان حلق سے کھینچ لوں گا۔!! عدیل شاہ غصے سے دھاڑا تھا۔ اس کی آواز حد درجہ بلند ہو چکی تھی۔"آواز اونچی میں بھی کر سکتا ہوں۔لیکن اس وقت ہم سب سہی ہیں اور تو غلط! تُجھے شرم نہیں آرہی یہ کرتے ہوئے۔ماں اور بیوی کے الگ الگ حقوق ہیں۔تو دونوں نبھا۔ماں تیری ہے اس کی نہیں۔اگر وہ کہہ رہی ہے الگ گھر چاہیے تو، تو رکھ اسے تیرا فرض ہے یہ! ہاں میں یہ نہیں کہہ رہا کہ تو ساتھ پھوپھو کو بلکل ہی چھوڑ دے! ان کی ساری زمیداری سارے خرچے تو خود اٹھا،اُن کی خدمت کر کیونکہ وہ تیری ماں ہیں۔۔لیکن اتنا بھی نہیں کہ اس سب میں تو بیوی کے ساتھ زیادتی کر جائے۔مرد ہے تو دونوں کو برابر رکھ کے چلنا سیکھ!! حدائق شاہ نے سنجیدگی سے نارمل آواز میں اسے سمجھانا چاہا۔یہاں وہ بھی غصّہ کرنے بیٹھ جاتا تو بات مزید بگڑنی ہی تھی۔!"میں انسان ہوں۔ایک پاؤں تھانے میں دوسرا گھر میں ہوتا ہے میرا۔دونوں کو الگ الگ گھر میں رکھوں گا تو کسی کو بھی برابر وقت نہیں دے پاؤں گا۔اور تو بتا اگر فائزہ تُجھے یہی سب کچھ کہے تو کیا تو

چھوڑ دے گا اپنی ماں کو؟" بھابی!! حدائق شاہ نے اس کی ساری بات میں ایک لفظ کی سنجیدگی سے تصیح کی۔ اس معاملے میں وہ غصّہ کنٹرول نہیں رکھ سکتا تھا۔۔ "واٹ ایور جو بھی ہے!! عدیل شاہ نے جھنجھلا کر کہتے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔۔ "ہاں میں رکھ لیتا تیری "بھابی" کو الگ گھر میں۔ ماں اور بیوی کے درمیان میں برابر حقوق نبھانے مجھے آتے ہیں! حدائق شاہ نے بھابی لفظ پر زور دیتے سنجیدگی سے اسے آگاہ کیا۔ وہ یہ صرف کہہ نہیں رہا تھا بلکہ وہ ایسا کر بھی سکتا تھا۔!! "ہاں ٹھیک ہے تو ہو گا.بیغیرت میں نہیں ہوں! اب چلا جا یہاں سے! اور ماما سے کہہ دینا شام میں، میں انہیں پک کر لوں گا شاہ ولا سے۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے!! جھنجھلا کر کہتے عدیل شاہ نے واپس سے اپنی آنکھیں موندی۔ جیب سے سیگریٹ نکالتے وہ پھر سے اپنے ہونٹوں میں دبا گیا تھا۔ اشارہ صاف تھا کہ مقابل اب جا سکتا ہے!! "میں.بیغیرت نہیں تو نامرد ہے! جو ایک لڑکی سے نکاح کر کے اسے اب سب کے سامنے رسوا کر رہا ہے۔ اس کا تماشا بنا رہا ہے! پتہ نہیں ایسا کیا گناہ کیا ہو گا رائنا نے جو تُجھ جیسا مرد ملا اسے! غصے سے غراتے حدائق شاہ نے اپنے قدم

واپسی کی جانب بڑھائے۔ اس سے بحث کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔ اپنے پیچھے سے وہ غصے سے دھاڑ سے دروازہ بند کر کے گیا تھا۔

اس کے جاتے عدیل شاہ نے آنکھیں کھولتے سنجیدگی سے دروازے کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے وہ تھکے ہارے انداز میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا گیا تھا۔ چپکے سے ایک آنسوں پلکوں کی باڑ توڑتے اس کی آنکھوں سے باہر نکلا۔ پھر دو، پھر تین اور دیکھتے ہیں دیکھتے اس کی آنکھوں سے جیسے برسات ہونے لگی تھی۔ بے بسی کیا چیز ہوتی ہے، کسی کو کھونے کا خوف کیا ہوتا ہے، ان سب سے عدیل شاہ آج واقف ہوا تھا۔۔ اس کے دل میں رائنا خان کو کھونے کا خوف بھی تھا لیکن یہ بات بھی طے تھی کہ وہ پاکیزہ بیگم کو کسی صورت خود سے الگ نہیں کر سکتا۔ وہ ان دونوں کے بیچ میں بری طرح پھنس کر رہ گیا تھا۔ دونوں ہی اسے جان سے زیادہ عزیز تھیں۔ اس نے کہا تھا کہ رائنا خان اس کے دل سے اتر چکی ہے! لیکن سچ تو یہ تھا کہ اگر وہ لڑکی عدیل شاہ کا قتل بھی کر دیتی تب بھی اس کے لیے عشق ختم نہیں ہو سکتا تھا۔ رائنا خان اس کی زندگی اس کے جینے کی وجہ تھی۔ وہ بھلا اس کے دل سے کیسے اُتر سکتی

تھی؟؟ بیڈ کراؤن سے اپنا سر ٹکائے وہ اپنی بے بسی پر خاموشی سے آنسوں بہا رہا تھا۔ جبکہ دماغ میں اس وقت رائنا خان کے ساتھ گزارے ہوئے لمحے کسی فلم کی طرح چل رہے تھے!

بالاج خان اس وقت اپنے کمرے میں بیٹھا موبائل کو ہاتھ میں گھماتے کسی گہری سوچ میں گم تھا۔اس وقت شام ہونے والی تھی تقریباً۔آج کل ویسے بھی وہ گھر پر ہی ہوتا تھا۔ صرف جم جاتا تھااور جم سے پھر واپس سے گھر! پچھلے تین چار دنوں سے اس کی زندگی انہی دو جگہوں پر ختم ہو کر رہ گئی تھی۔ کیونکہ زیادہ تر اس کا دل کسی اور کام میں لگتا ہی نہیں تھا۔۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ آخر اس کے ساتھ ہو کیا رہا ہے۔۔ لیکن یہ جو کچھ بھی ہو رہا تھا بہت غلط ہو رہا تھا۔اس کا ہر کام سے انٹرسٹ اٹھتا جا رہا تھا۔دل و دماغ اس سے بغاوت کرتے چوبیس گھنٹے کسی اور کی ہی سوچوں میں گم رہتے تھے! عجیب حال ہوا پڑا تھا اس شخص کا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اُس کے ساتھ یہ سب کیوں ہو رہا ہے اور نہ ہی وہ یہ جانتا تھا کہ کیوں چوبیس گھنٹے ماورا جمیل

اس کے سر پر سوار رہتی ہے۔۔اسے بس یہ پتہ تھا کہ یہ سب کچھ اس کے اپنے لیے ٹھیک نہیں تھا۔اس کا دل کرتا تھا ماورا جمیل اس سے بس باتیں کرتی رہے اور وہ اُسے سنتا رہے ! دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ ہر رات اس کی تصویر دیکھتے دیکھتے نیند کی وادیوں میں گم ہو جاتا تھا۔اور یہ سب کچھ تو جیسے اب روز کا معمول بن چکا تھا۔ بالاج خان اپنی اس ایک نئی اور عجیب کیفیت کو ابھی تک کوئی نام نہیں دے پایا تھا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ یہ سب کیا ہے ! ! ایک گہری سانس بھرتے بالاج خان بیڈ کراؤن سے ٹیک ہٹاتے سیدھا ہوا۔۔ہاتھ میں گھومتے موبائل کی حرکت بھی رک چکی تھی۔ بالاج خان نے اپنے موبائل پر نظریں جمائے واٹس ایپ آن کرتے اس میں سے ماورا کا نمبر نکالا۔اس کی ڈی پی شو نہیں ہو رہی تھی یعنی کہ ماورا جمیل نے ابھی تک اسے ان بلاک نہیں کیا تھا۔ ! ! دانت کچکچا کر خود پر ضبط کرتے بالاج خان نے اسی فون میں موجود دوسرے نمبر سے ماورا کا نمبر ٹرائے کیا۔اسے یقین تھا کہ یہ نمبر ماورا جمیل کے پاس نہیں ہو گا اور وہ کال اٹھا بھی لے گی۔اپنے پاؤں کو ہلاتا وہ بے صبری سے کال ریسیو ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ لیکن ایک پوری بیل جانے پر

بھی کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا۔ بالاج خان نے ایک گہری سانس بھرتے بے چینی سے پھر سے اس کا نمبر ٹرائے کیا۔ جو کہ اس مرتبہ سیکنڈ سے بھی پہلے اٹھالیا گیا تھا۔!! "ہیلو کون؟؟ دوسری طرف سے ماورا جمیل کی باریک میٹھی سی آواز اُبھری۔ بالاج خان نے بے ساختہ ہی ایک گہری سانس بھرتے بیڈ کراؤن کے ساتھ اپنا سر ٹکایا۔ وہ اپنی آنکھیں بند کر گیا تھا۔ اس کی آواز سنتے جیسے بالاج خان کا بے چین دل اچانک ہی خاموش ہو گیا تھا۔ اسے اس کی دوا مل چکی تھی۔!! "کون ہے کچھ بولو گے یا میں کال کٹ کر دوں؟؟ کوئی جواب نا پاتے ماورا کی پھر سے جھنجھلاہٹ بھری آواز ابھری۔ بالاج خان نے ابھی بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس کے پاس کرنے کو باتیں نہیں تھیں۔ وہ تو بس اسے سننا چاہتا تھا۔ "عجیب پاگل لوگ ہیں جب بات نہیں کرنی تھی تو کال کیوں کی ہے! دوسری طرف سے ماورا تو اب بھڑک ہی اٹھی تھی۔ وہ کال کٹ کرنے ہی لگی تھی کہ ایک جانی پہچانی سی آواز سنتے بے ساختہ ہی اس کے ہاتھ رکے!! "میں ہوں!! بالاج خان نے محض دو لفظوں میں اپنا تعارف دیا تھا۔ وہ جانتا تھا اب مقابل اسے آواز سے ہی

پہچان لے گی۔!!" تمہیں کوئی اور کام نہیں ہے کیا؟ جب دیکھو مجھے ذلیل کرنے کے لیے کال کرتے رہتے ہو! فضول انسان۔ اور اس کی توقع کے عین مطابق سیکنڈ سے پہلے مقابل اس کی آواز پہچان چکی تھی۔ تبھی اکھڑ لہجے میں بولی۔!!" تمیز سے بات نہیں کر سکتی تم مجھ سے؟ جب دیکھو منہ سے زہر اگلنا ضروری تو نہیں ہوتا۔۔ بالاج خان کو اس کا لہجہ ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔۔ تبھی سنجیدگی سے اسے ٹوکنا ضروری سمجھا۔۔ "کیا کروں تمھارا ہی پرچھاواں پڑ گیا ہے میرے اوپر۔ تبھی تمہارے جیسے ہی گندی زبان ہو گئی ہے۔ تڑخ کر جواب آیا تھا۔ بالاج خان نے اس کے جواب پر سختی سے اپنے جبڑے بھینچے! اس لڑکی نے الٹا جواب دینے میں پی ایچ ڈی کر رکھی تھی۔۔ "اب جلدی بولو کیا بات کرنی ہے تم نے۔ تاکہ میں کال کٹ کر سکوں۔ اتنا فضول وقت نہیں ہے میرے پاس کہ تمھیں بیٹھ کر سنوں!! وہی پھر سے بیزاریت والا انداز۔۔ ء تم مجھ سے اتنی بیزار کیوں رہنے لگی ہو؟؟ جب تم نے مجھے پرپوز کیا تھا تب تم کم از کم ایسی تو بلکل نہیں تھی۔ اب ایسا کیا ہوا جو تم نے میرے ساتھ اپنا لہجہ ہی بدل لیا۔۔ بالاج خان نے ہونٹ کاٹتے دل میں پلتا سوال

پوچھا۔ماورا کی باتوں سے اس کے دل میں چبھن سی پیدا ہو رہی تھی۔۔اس کی بات پر ماورا طنزیہ سا مسکرائی۔ مقابل سب کچھ خود کر کے اب سوال بھی اسی سے کر رہا تھا۔۔ "تمہاری اس فضول بات کا جواب نہیں ہے میرے پاس۔ دوبارہ کال مت کرنا۔ پھاڑ کھانے والے انداز میں کہتے ابھی وہ کال رکھتی کہ بالاج خان کی بات پر اسے پھر سے رکنا پڑا۔ یہ انسان کسی دیمک کی طرح اس کے ساتھ چپک ہی گیا تھا۔ اپناتا بھی نہیں تھا اور چھوڑتا بھی نہیں تھا۔ماورا جمیل کو سمجھ نہیں آتی تھی جب اب وہ اس کا پیچھا چھوڑ چکی ہے تو کیوں مقابل بار بار اسے ذلیل کرنے کے لیے پہنچ جاتا ہے ! "کہاں گئی ہے تمہاری وہ محبت جس کے تم راگ الاپتی تھی ؟؟ بالاج خان نے دھیمے سے پوچھا۔اس کا لہجہ وہ حد درجہ اگنور کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو کہ اس سے ہو نہیں رہا تھا۔البتہ غصّہ فلحال اس کے کنٹرول میں تھا۔۔ "دل میں ہی دفن ہو چکی ہے ! دل کی ایک قبر میں دفنا چکی ہوں میں تمہاری محبت ! اب صرف نفرت باقی ہے۔ مجھے اگر دنیا میں سب سے زیادہ اتنی کسی انسان سے نفرت ہے کہ میں اسے بددعا بھی دے دوں تو وہ تم ہو بالاج خان ! تم نے مرد ذات سے ہی نفرت

کروادی مجھے ! خدا نا کرے کبھی کسی لڑکی کی قسمت میں تم جیسا مرد آئے ! ! ماورا فون پر شدت گریہ سے چیخی۔ وہ ہر مرتبہ تھوڑا تھوڑا کر کے اپنے دل کا غبار لفظوں کی صورت اس کے سامنے باہر نکال دیتی تھی۔۔ "اور اپنے بارے میں کیا خیال ہے تمھارا؟ چست اور ایسے کپڑے جس میں تمہارے جسم کا ہر حصہ نمایاں ہو یہ سب کچھ پہن کر چار مردوں میں کھڑی ہونے والی عورت بھی خدا کسی کو نہ دے ! ارے تم تو اپنے ماں باپ کی بھی عزت کا خیال نہیں کرتی اور پہنچ جاتی ہو مردوں سے مقابلہ کرنے ! بے حیا عورت ! ! بالاج خان جو بمشکل ہی اپنا غصّہ ضبط کیے بیٹھا تھا اس کی آخری بات پر سیخ پا ہوتے حلق کے بل دھاڑا۔ اسے سمجھ نہیں آئی تھی کہ اس نے کیا کہا ہے۔ اس کے دماغ میں بس ماورا جمیل کے آخری الفاظ گونج رہے تھے ! ! ماورا جمیل نے کرب سے اپنی آنکھیں میچی۔ ایک اور ٹیگ اس پر لگ چکا تھا۔ ایک اور مرتبہ اپنی غلطی پر وہ خود کو کوسنا بلکل بھی نہیں بھولی تھی۔۔ "قصور تمھارا نہیں ہے ! مزہ آتا ہو گا نا تمھیں جب دنیا کے سارے مرد تمہارے جسم کے خدوخال کو دیکھتے اپنی آنکھیں سیکتے ہیں ! کتنے ہی مردوں کو تو تمھارا ناپ

بھی۔۔۔" بالاج خان غصے سے دھاڑتے ہوئے بات مکمل کرتا کہ ماورا جمیل کی آواز سنتے اس کی زبان کو بریک لگی۔ "بس کر دو بالاج خدا کے لیے بس کر دو۔۔ ماورا اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی ماورا جمیل روتے ہوئے دھیمی سی آواز میں بولی۔۔ اپنے اوپر اتنے بیہودہ الزام سنتے اس میں چیخنے کی ہمت نہیں بچی تھی۔ یہ انسان اس کا دل چیر کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا تھا۔ بالاج خان ہونٹ کاٹتے فون پر اس کی ماتمی انداز میں رونے کی آوازیں سن رہا تھا۔ جبکہ دماغ میں وہ اپنے الفاظ دہرا رہا تھا۔اور بالاج خان کا دل تھا کہ خود کو پستول سے اڑا دے ! ! اس نے ارادتاً ایسا کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ بس غصے میں وہ اپنی زبان پر سے کنٹرول کھو گیا تھا۔ تبھی جو منہ میں آیا بول چکا تھا۔ لیکن اب پچھتانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔اپنی باتوں سے وہ کسی کے دل کے اتنے ٹکڑے کر گیا تھا کہ اب یہ دل جڑنا ناممکن تھا۔۔ "ماورا آئی ایم رئیلی سوری میرا وہ۔۔۔ بالاج خان ابھی اس سے شرمندگی سے معافی مانگتا کہ پہلے ہی ماورا جمیل ٹھک سے فون بند کر گئی تھی۔ اسے اس انسان سے پہلے سے زیادہ نفرت ہونے لگی تھی۔ کاش کہ وہ اسے کبھی ملا ہی نہ ہوتا۔ کاش کہ اسے کبھی بالاج

خان سے محبت ہی نہ ہوئی ہوتی۔ مگر اب گزرا وقت واپس نہیں آسکتا تھا۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا تھا۔۔

بالاج خان نے کال کٹتے دیکھ غصے سے آگے کو ہوتے اپنی پوری قوت سے موبائل سامنے دیوار پر مارا۔ وہ اپنا سر تھامے بری طرح بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کا غصّہ اسے برباد کر رہا تھا۔ لیکن وہ تھا کہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اپنا سر تھامے بیٹھا اس کا دل کر رہا تھا کہ پورا کمرہ تہس نہس کر دے! "مارا جمیل تم چلی کیوں نہیں جاتی میری زندگی سے! بہت دور چلی جاؤ تم تاکہ میں سکون سے رہ سکوں!! ایک ہاتھ سے اپنا سر دباتے بالاج خان منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ اچانک ہی اس کے سر میں جیسے دھماکے سے ہونے لگے تھے! جبکہ آنکھیں خون چھلکا رہی تھیں۔ اب نجانے اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔۔

راحیل خان اس وقت اپنے پرتعیش آفس میں بیٹھا لاپ ٹاپ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ وہ شاید کوئی کام کر رہا تھا۔۔ راحیل خان اس وقت گرے کلر کے تھری

پیس سوٹ میں ملبوس اپنے کالے بالوں کو اچھے سے سیٹ کیے بہت ڈیشنگ اور ہینڈسم لگ رہا تھا۔ وہ خوبصورت تھا اور ہمیشہ کی طرح ہر طرح کے لباس میں مزید خوبصورت دکھتا تھا۔۔ اس کی بھوری سنجیدہ آنکھیں فلحال لیپ ٹاپ پر جمی تھی۔ شاید وہ بہت انہماک سے کام کر رہا تھا۔ آبان خان نے اب تو اسے ایک پرسنل آفس دے دیا تھا۔ جیسے اس کا اپنا آفس تھا۔ نہایت پر تعیش آفس میں وہ ٹھاٹ باٹ سے سی ای او کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ اب وہ نون سیریس بہویور بھی نہیں دکھا سکتا تھا۔ کیونکہ کمپنی کے آدھے شئیر اس کی طرف سے جا رہے تھے! ایسے میں وہ کام میں انٹرسٹ نا لیتا تو اس کا اپنا ہی نقصان ہونا تھا۔۔ اسی لیے آج کل وہ مکمل طور پر اپنے کام کے ساتھ سیریس ہو چکا تھا۔!! اپنے آفس کا دروازہ ناک ہونے پر راحیل خان نے یکلخت ہی نظریں اٹھاتے دروازے کی طرف دیکھا۔ دوسرے لمحے اس کی نظریں واپس سے لاپ ٹاپ تک جا چکی تھیں۔۔ "کم ان!! سنجیدگی سے باہر والے کو اس نے اندر آنے کی اجازت دی!!" سر آپ نے بلایا۔۔ اور دروازے سے مدحا نسیم نمودار ہوئی تھی۔ وائرلیس سے کال کرتے راحیل خان نے ہی اسے اپنے آفس

میں بلایا تھا۔ جو کہ وہ پانچ منٹ بعد ہی آ بھی چکی تھی۔!! مدحا نسیم اس وقت وہی اپنے مخصوص دیسی لباس میں موجود تھی۔ اس نے ابھی تک اپنی ڈریسنگ تبدیل نہیں کی تھی۔ کیونکہ اسے ڈریسنگ کے متعلق کچھ گائیڈ ہی نہیں کیا گیا تھا۔ آج اس آفس میں اس کا چوتھا دن تھا۔۔ "بیٹھیں مس مدحا۔۔ راحیل خان نے سنجیدگی سے اسے اپنے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ لاپ ٹاپ کو وہ کچھ دیر کے لیے سائڈ پر کر چکا تھا۔۔ مدحا ایک گہری سانس بھرتے خاموشی سے انگلیاں چٹخاتے اس کی بتائی گئی جگہ پر بیٹھی۔ اسے اتنے دن ہو گئے تھے یہاں لیکن ابھی بھی وہ راحیل خان کے سامنے آ کر نروس ہو جاتی تھی۔!! "پانی؟؟ راحیل خان نے اسے گھبراتے دیکھ نفی میں سر ہلاتے پانی کا گلاس اس کے آگے کیا۔ جو خبر وہ اسے دینے والا تھا اس کے لیے پانی پینا ویسے بھی بہت ضروری تھا۔۔ مدحا نے خاموشی سے گلاس اٹھاتے ہونٹوں سے لگایا۔ وہ ایک ہی گھونٹ میں سارا گلاس ختم کر گئی تھی۔!! "دیکھیں محترمہ! میں مزید اپنی زمیداری پر آپ کو اس جاب پر نہیں رکھ سکتا۔ آپ نے اب تک جتنا بھی کام کیا ہے ماشاءاللہ سے سارا ہی غلط کیا ہے! رہتی

آپ آفس میں اتنی ڈری ڈری ہیں۔ ابھی تک آپ کے اندر رتی برابر کانفیڈنس نہیں دیکھا میں نے! اس کے علاوہ بھی آپ ان چار دنوں میں میرا چار لاکھ کا نقصان کروا چکی ہیں! رمشا نے بتایا مجھے کہ ایک مرتبہ کام سکھا کر وہ آپ کو دے دیتی ہے! یا تو آپ دھیان سے کام سنتی نہیں اور اگر سنتی بھی ہو نگی تو آپ کو شاید مُجھ سے کوئی خاص دشمنی ہے تبھی میرا نقصان کروانے پر تلی ہوئی ہیں! آج چار لاکھ ہیں مزید مہینہ اور جاب پر میں نے آپ کو رکھا تو یہ چار کروڑ بھی ہو جائے گیں! اور آپ کے جیسے چار اور رکھ لیے تو کمپنی کا تو پھر اللہ ہی حافظ ہو گا۔ ہم انشاءاللہ ایک دن سڑک پر ہی آجائے گیں!" راحیل خان جو بولنا شروع ہوا تو وہ نان سٹاپ شروع ہی ہو چکا تھا۔۔ ایک سانس میں بولتے وہ اپنا سارا غصّہ اس پر نکال چکا تھا۔ ابھی وہ آبان خان سے اس نقصان پر باتیں سن کر بیٹھا تھا اور اب وہ مدحا پر غصّہ کر رہا تھا۔ مدحا کو کام پر اس نے رکھا تھا۔۔ ایسے میں اگر کمپنی کو کوئی بھی نقصان ہوتا تو یقیناً آبان خان نے اسے ہی اس چیز کا زمیدار ی ٹھہرانا تھا۔۔ مدحا پریشانی سے ہونٹ کاٹتے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کی وجہ سے کمپنی کو اتنا بڑا نقصان ہو جائے گا۔

اسے اپنی نوکری خطرے میں پڑتی دکھائی دے رہی تھی۔!! "سر میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی تھی۔ لیکن پتہ نہیں کیسے یہ نقصان ہو گیا۔ مجھے سچ میں بلکل سمجھ نہیں آ رہی۔۔ اس کے پریشانی سے راحیل خان کی طرف دیکھتے اپنی صفائی دینی چاہی۔ چار لاکھ اس کے لیے ایک بہت بڑی رقم تھی۔!! "تو آپ کہنا چاہ رہی ہیں کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں! راحیل خان نے ابرو اُچکاتے اس سے استفسار کیا۔۔ "نہیں میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا۔ میں بس یہ کہہ رہی ہوں کہ مجھ سے غلطی ہو گئی ہو گی جان بوجھ کر نہیں کیا میں نے کچھ بھی! مدحا نے اپنی غلطی ماننے میں ہی بھلائی جانی۔ لیکن اس کی اس بات میں بھی جھول تھا۔۔ راحیل خان نے ایک سنجیدہ سی نظر اس پر ڈالتے خاموشی سے سائڈ پر پڑی چند ایک فائلز اٹھاتے اس کے سامنے رکھی۔!! "یہ کام پچھلے چار دنوں میں آپ نے ہی کیا ہے! رمشا نے بھیجی تھی یہ مجھے! ویسے میرا مشورہ تھا آپ کو پہلے کام سیکھنا چاہئے تھا۔ لیکن وہی آپ کی بحث کی عادت۔ رمشا نے بتایا مجھے کہ آپ نے ضد کر کے اس سے یہ کام لیا تھا کہ آپ کر سکتی ہیں! اور نتائج آپ کے سامنے ہیں محترمہ! راحیل خان

نے فائل اس کے سامنے کرتے سنجیدگی سے کہا۔۔ "یہ الزام ہے میرے اوپر۔ رمشا نے خود مجھے یہ کام دیا تھا۔ حالانکہ میں نے اسے کہا تھا کہ میں یہ نہیں کر سکتی لیکن پھر بھی۔۔ مدحا نے اس کی بات سنتے نفی میں سر ہلاتے احتجاجاً کہا۔ یہ واقعی اس پر الزام لگایا جا رہا تھا۔۔ "فائل دیکھیں! راحیل خان نے سنیجدگی سے اس کی توجہ فائل کی طرف کروائی۔ اس کی بات کو وہ اگنور کر گیا تھا۔ اس کا ارادہ اس معاملے کو باریک بینی سے دیکھنے کا تھا۔ مدحا نے ایک گہری سانس بھرتے فائل اپنے سامنے سرکاتے اسے اچھی طرح دیکھا۔!! "یہ۔۔ یہ غلط ہے سر۔ میں مانتی ہوں میرا کام غلط ہو سکتا ہے لیکن اتنی انپڑھ بھی نہیں ہوں میں کہ پیسے کاؤنٹ نا کر سکوں۔ اتنا زیادہ غلط نہیں تھا میرا کام۔ میں قسم کھاتی ہوں۔ روہانسی ہوتے راحیل خان کی طرف دیکھ کر کہتے وہ قسم تک اٹھا گئی تھی۔ اسے اب رونا آ رہا تھا۔ رمشا اس کے ساتھ اتنا بیر رکھے گی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔!! راحیل خان نے ایک سنجیدہ نظر اس پر ڈالی۔ اگر یہ قسم نا کھاتی تو یقیناً وہ ابھی ہی اسے نوکری سے نکال دیتا۔۔ راحیل خان نے ایک گہری سانس بھرتے وائرلیس اٹھایا۔ وہ رمشا کو اپنے

آفس میں بلانے لگا تھا۔!! "مس رمشا ایک سیکنڈ سے پہلے آپ میرے آفس پہنچیں! راحیل خان نے سنجیدگی سے انٹر کام پر کہا۔۔ "اگر آپ غلط ہوئی تو یقین کریں آپ کا آخری دن ہو گا اس آفس میں! وائرلیس واپس سے اس کی جگہ پر رکھتے انگلی اٹھاتے مدحا کو سختی سے تنبیہ کی۔ خلاف توقع شاید ہی راحیل خان پہلی مرتبہ کسی عورت سے اتنی درشتگی سے بات کر رہا تھا۔!! "جی سر!! ہیل کی ٹک ٹک کرتے اندر داخل ہوتے رمشا نے ہلکا سا مسکراتے راحیل خان کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ "، یہ کیا طریقہ ہے مس رمشا۔ آپ کمپنی کی ایک پرانی ایمپلائی ہیں مجھے آپ سے یہ اُمید نہیں تھی۔ راحیل خان کی نظروں کا رخ اب سامنے کھڑی رمشہ پر جا چکا تھا۔ اس نے اسے بیٹھنے کو بھی نہیں بولا تھا۔۔ "لیکن سر میں نے کیا کیا ہے؟ ایک نظر مدحا کو دیکھتے رمشا نے پوچھا۔ "آپ اتنا بڑا جھوٹ بولے گیں مجھ سے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ مطلب سارا کام یہ آپ نے خود کیا ہے اور نام آپ مس مدحا پر ڈال رہی ہیں کیا رویہ ہے یہ؟؟ کیا آپ کو نہیں پتہ کمپنی کا کتنا بڑا نقصان ہو سکتا ہے اس چکر میں؟؟ اس کی بات سنتے رمشا کے چہرے پر ہلکی سی گھبراہٹ

واضح ہوئی تھی۔اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے سے چمکنے لگے تھے!!"سر میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ یہ اسی کا کام ہے ٹرسٹ می!!اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتے اس نے مدحا کی طرف اشارہ کیا۔"نہیں یہ جھوٹ بول رہی ہیں! مدحا نے اسے سارا الزام خود پر سکتے دیکھ احتجاج کرنا چاہا۔۔"مجھے پتہ ہے چپ رہیں آپ۔اور آپ مس رمشا شاید بھول رہی ہیں کہ اس پوری کمپنی کے چپے چپے میں کیمرا زلگے ہیں۔ میں کچھ بول نہیں رہا تھا اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ میں کچھ نہیں جانتا۔بہتر ہو گا آپ اپنی غلطی مان لیں۔ورنہ کھڑے کھڑے آپ کو نوکری سے نکالنے میں مجھے کوئی حرج نہیں ہے! ابرو اچکا کر کہتے راحیل خان اپنے سامنے کھڑی رمشا کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ رہا تھا۔چور کی داڑھی میں تنکا۔وہ اسے پہلے گھبراتے دیکھ ہی ساری بات سمجھ گیا تھا۔۔رمشا نے اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کرتے ایک نظر پھر سے مدحا کی طرف دیکھا۔یہاں تو وہ خود ہی پھنس چکی تھی۔اسے آج تک پتہ نہیں چلا تھا کہ ان کے کیبن میں بھی کیمرے لگے ہونگے!"سر مجھ سے غلطی۔۔ نظریں جھکائے اس نے محض اتنا ہی کہا۔۔ وہ راحیل خان کے سامنے

شرمندہ ہو کر رہ گئی تھی۔۔"آخری وارننگ ہے آپ کے پاس۔آج کے بعد حسد میں آکر میں آپ کو کسی کا نقصان کرتا ہوا نا دیکھوں۔ورنہ آپ کی نوکری ختم!! راحیل خان نے سنجیدہ سپاٹ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے کہا۔اس کے شک پر پھر لگ چکی تھی۔!!"سر میں۔۔"جاسکتی ہیں آپ!آبان سر کے ہی کام کریں۔ آج کے بعد میرے کسی بھی کام کو آپ ہاتھ نہیں لگائے گیں۔جائیں یہاں سے!! ابھی رمشا کچھ بولتی کہ پہلے ہی راحیل خان نے اس کی بات کاٹتے سنجیدگی سے اس کا پتہ صاف کیا۔رمشا خاموشی سے ایک آخری خونخوار نظر مدحا پر ڈالتے آفس سے باہر نکل چکی تھی۔شاید ہی راحیل خان کے پہلی مرتبہ اس کی اتنی انسلٹ کی تھی۔۔

میرے انڈر رہیں آپ کچھ دن۔اگر آپ کو مسئلہ نہ ہو تو میں خود ہی سکھادوں گا" آپ کو کام۔اور ڈریس کی پک میں آپ کو دکھاتا ہوں کل سے آپ اسی طرح کے لباس میں آئے گیں۔اب راحیل خان مدحا کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔۔"وہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے!لیکن گر آپ کو پہلے سے پتہ تھا سچ کے بارے میں تو آپ مجھ پر

غصّہ کیوں کر رہے تھے ؟؟ مدحا نے تھوک نگلتے دل میں پلتا سوال پوچھا۔۔ راحیل خان اس کی بات پر مبہم سا مسکرایا تھا۔۔ "ہمارے آفس میں کہیں پر بھی لڑکیوں صرف لڑکیوں کہ کیبن میں کیمرے نہیں لگائے گئے۔۔ انہیں ایک آنر خود ہی ایگزیمین کرتی ہے ! مجھے تو شک ہوا تھا بس کہ آپ سچ بول رہی ہیں۔ میں نے مس رمشہ کے سامنے تکہ لگایا اور تیر سہی نشانے پر بھی لگا تھا۔۔ کندھے اچکاتے وہ سچ سچ بات اسے بتا چکا تھا۔۔ مدحا نسیم اس کی بات پر ہلکا سا مسکرائی۔ خوبصورت لوگ اکثر چالاک بھی ہوا کرتے ہیں ! اس نے کہیں پر یہ بات سنی تھی اور آج دیکھ بھی لی تھی۔۔ یہ پکڑیں آپ اور کمپیوٹر میں ڈیٹا ٹرانسفر کریں ! راحیل خان نے اسے ایک فلیش پکڑاتے کام دیا۔ اب سے اس کا ارادہ خود ہی اپنے آفس میں رکھ کر مدحا کو کام سکھانے کا تھا۔ جس کی وہ خود بھی حامی بھر چکی تھی۔۔

یہ رات کا وقت تھا جب ہر کوئی اپنے کمرے میں آرام کرنے میں مصروف تھا۔اس وقت تقریباً رات کے دس بج رہے تھے۔۔ شاہ ولا میں بھی آج تو سب ہی جلدی اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھ چکے تھے۔ پاکیزہ بیگم کو عدیل آتے یہاں سے لے کر جا چکا تھا۔ وہ شام میں ہی بنا اندر آئے باہر سے ہی پاکیزہ بیگم کو اپنے ساتھ لے کر گھر جا چکا تھا۔!! زاویار شاہ آہستہ سے دروازہ کھولتے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ کسی کام سے باہر گیا ہوا تھا تبھی آج اسے گھر آنے میں تھوڑی دیر ہو گئی تھی۔ ورنہ عموماً وہ آٹھ ساڑھے آٹھ بجے تک گھر پر موجود ہوتا تھا۔۔ کمرے کا دروازہ لاک کرتے زاویار شاہ نے سامنے نظر دوڑائی جہاں اشنا شاہ بیڈ پر بیٹھی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔۔ اپنا کوٹ اُتار کر دور پھینکتے زاویار شاہ ہلکا سا مسکراتے اس کی طرف بڑھا۔ آج کل اس کی بیوی سوچوں میں زیادہ رہنے لگی تھی۔ زاویار شاہ کافی مرتبہ اسے ایسے ہی گم دیکھتا تھا۔۔ "کہاں کھوئی ہوئی ہو؟؟ زاویار شاہ نے اس کے پاس جاتے اس کے کان کے پاس جھکتے تھوڑی اونچی آواز میں سرگوشی سی کی۔ اشنا شاہ جیسے اچانک ہی ہوش میں آئی تھی۔ اس نے فوراً ہی آنکھیں گھماتے زاویار شاہ کی طرف

دیکھا جو اس کے دائیں طرف کان کے پاس جھکا ہوا تھا۔ وہ ابھی تک بیڈ سے نیچے ہی کھڑا تھا۔ "کہیں نہیں بس ایسے ہی!! اشنا شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے دھیمے سے جواب دیا۔ جو کچھ وہ آج کل سوچ رہی تھی وہ زاویار کو بتانا ہی نہیں چاہتی تھی۔!!"ہمم سہی! ایک منٹ میں چینج کر کے آیا۔ زاویار شاہ نے اچھا کی صورت سر کو ہلاتے اس سے پیچھے ہوتے کہا۔ وہ جانتا تھا یقیناً کوئی تو ایسی بات ہے جو اسے پریشان کر رہی ہے۔ تبھی مقابل اس طرح ہر وقت کچھ نا کچھ سوچتی ہی رہتی ہے! اس کا ارادہ اب فریش ہو کر تسلی سے اس سے اگلوانے کا تھا۔ اس کے دل کا حال جانے بغیر زاویار شاہ اسے جانے نہیں دے سکتا تھا۔۔ لیکن پہلے اس نے فریش ہونا ضروری سمجھا۔۔ اشنا شاہ نے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ زاویار شاہ فریش ہونے غرض سے واشروم کی طرف بڑھ چکا تھا۔ جبکہ پیچھے اشنا شاہ پھر سے وہی سوچوں کی وادیوں میں جا چکی تھی۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے ہلکے پھلکے تاثرات تھے! !!لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ آخر وجہ کیا ہے

زاویار شاہ واشروم سے فریش ہوتے محض ایک ٹراؤزر میں باہر آیا۔اس کے بال گیلے تھے جنہیں وہ ٹاول سے خشک کر رہا تھا۔شاید وہ نہا کر واپس آیا تھا۔۔اشنا شاہ بیڈ پر بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔شکر تھا کہ اب اس کے آنے کا نوٹس لیتے وہ فوراً ہی اس کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔زاویار شاہ نے اسے دیکھتے اپنے قدم اسی کی طرف بڑھائے!! "شرٹ پہن کر آئیں زاویار!! اشنا شاہ نے اسے ایسے ہی اپنے پاس آتے دیکھ نرمی سے کہا۔"کیا یار سونا ہی ہے میں نہیں پہن رہا۔کندھے اچکا کر صاف صاف انکار کرتے زاویار شاہ بیڈ پر آتے اس کے ساتھ ہی کمبل میں گھسا۔۔ٹاول بھی وہ وہیں پر پھینک آیا تھا۔۔اشنا شاہ تو بس اس کی جلد بازی دیکھ کر رہ گئی۔وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ اس انسان نے ہمیشہ کرنی اپنی ہوتی تھی۔!! "اِدھر آؤ۔۔زاویار شاہ نے ہاتھ آگے کرتے اسے اپنے پاس بلایا۔اسے یقین تھا کہ اگر وہ باتوں میں بہلاتے اشنا سے پریشانی کی وجہ پوچھے گا تو وہ یقیناً بتا دے گی۔۔اشنا شاہ خاموشی سے تھوڑا آگے کو سرکتے اس کے بازو میں سمائی۔۔زاویار شاہ اس کا سر اپنے سینے سے ٹکاتے دونوں پر کمبل سیٹ کر گیا تھا۔"کیا مسئلہ ہے بتاؤ؟ کوئی پریشانی

ہے؟. کچھ بھی ہے مجھے بتاؤ؟ زاویار شاہ نے محبت سے اس کے بالوں میں اُنگلیاں چلاتے نرمی سے پوچھا۔ وہ اپنا چہرہ ذرا سا جھکائے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔۔ "کچھ نہیں ہوا زاوی۔ آپ ایسے ہی ٹینشن لے رہے ہیں۔ میں تو بس ایسے ہی کچھ نہ کچھ سوچتی رہتی ہوں۔!! دھیما سا مسکراتے اشنا شاہ نے اسے تسلی دینی چاہی۔۔ "نہیں میں جانتا ہوں تمھیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ تمہارے دل میں کوئی بات تو ضرور ہے۔ اب تم مجھے نہیں بتانا چاہ رہی وہ ایک الگ بات ہے!! زاویار شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ایک یقین کے ساتھ کہا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ کوئی بات ضرور ہے!! "کچھ نہیں ہے!! اشنا شاہ نے نظریں جھکائے دھیمے سے جواب دیا۔ اس مرتبہ اس کی آواز نجانے کیوں روہانسی سی ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ ابھی رو دے گی۔۔ زاویار شاہ نے خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے اسے بازو سے پکڑتے تھوڑا اوپر کو کھینچا۔ وہ اس کا سر اپنے کندھے پر ٹکائے اسے مکمل طور پر اپنے حصار میں لے گیا تھا۔ اس کی بھیگتی آواز بھی وہ بخوبی محسوس کر چکا تھا۔!! "کسی نے کچھ کہا ہے تو مجھے بتاؤ اشنا۔ باتوں کو دل میں رکھو گی تو اندر ہی اندر گھٹتی رہو گی۔

اس سے بہتر ہے کہ تم اپنے شوہر سے بات شئیر کر کے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لو۔۔
زاویار شاہ نے ایک مرتبہ پھر نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔ اشنا شاہ نے محض ایک گہری سانس بھری۔ اس کے اتنے اسرار کرنے پر وہ اسے بتانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔!! "زاوی! اشنا شاہ نے دھیمے سے اسے پکارا۔ آیا کہ اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔!! "بولو میری جان تمھیں ہی سن رہا ہوں!! اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے زاویار شاہ نے محبت سے اس کے گال پر ہاتھ رکھا۔ "زاویار ہماری شادی کو کافی عرصہ ہو گیا ہے! اس دن سائرہ چچی مجھ سے پوچھ رہی تھیں کہ تمہارے ہاں اولاد کب ہو گی۔ مطلب نائرہ بھی تو۔۔۔ اشنا شاہ نے دھیمے سے جھجھکتے اسے اپنے دل کی بات بتائی۔ پچھلے کتنے دنوں سے سائرہ بیگم اس سے اکثر ہی اس متعلق پوچھتی رہتی تھیں۔ لیکن اب وہ انہیں کیا بتاتی جب کچھ تھا ہی نہیں۔ اُن کی باتوں سے اب اس کے دل میں بھی وہم سے پلنے لگے تھے! زاویار شاہ نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ سچ تو یہ تھا کہ اسے بھی بے صبری سے اس دن کا انتظار تھا۔ لیکن اشنا کے سامنے اس نے کبھی یہ بات نہیں کی تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ

مقابل خود اسی ٹینشن میں غرق ہو گی۔!! "کسی کی بھی باتوں کو دل پر لینے کی ضرورت نہیں ہے! اللہ نے جب دینی ہو گی اولاد تب ہو جائے گی۔اور رہی چچی کی بات تو صبح میں اُن سے بھی بات کرتا ہوں۔ آئندہ وہ کچھ نہیں کہیں گیں تمھیں! پاگل اتنی سی بات پر ٹینشن سر پر سوار کر لی۔۔اس کی آنکھوں میں دیکھتے زاویار شاہ نے جھٹ پٹ سے مسئلہ حل کیا۔ وہ مقابل کو پریشان نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔" بات یہ نہیں ہے زاوی۔ وہ بلکل ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ ہماری شادی کو اتنا ٹائم ہو گیا ہے لیکن ابھی تک کچھ بھی نہیں ہوا۔ آپ ایک مرتبہ میرا چیک اپ کروالیں پلیز۔۔ اشنا شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے جیسے التجا کی۔ یہ بات بھی اس کے دل میں سائرہ بیگم نے ہی ڈالی تھی۔ جو وہ زاویار کے سامنے منہ پر لا چکی تھی۔!! "بکواس مت کیا کرو! اب تم کچھ زیادہ ہی سوچ رہی ہو۔ میں نے کہا نا ہو جائے گا جب اللہ چاہے گا۔ اب تمہارے منہ سے اس کے متعلق کوئی بات نہ سنوں میں! اس کی بات سنتے زاویار شاہ تو غصّہ ہی ہو چکا تھا۔ پتہ نہیں یہ لڑکی ایسی ایسی باتیں دماغ میں لا کہاں سے رہی تھی۔۔" میں نے ایسا تو کچھ نہیں کہا جو آپ غصّہ کرنے بیٹھ جائیں۔

بس ایک سرسری سی بات کی ہے۔اور میں بلکل سہی کہہ رہی ہوں زاویار۔ایک مرتبہ ڈاکٹر سے چیک کروانے میں کیا حرج ہے! اشنا شاہ کی پھر بھی ایک یہی رٹ تھی۔زاویار شاہ نے دانت کچکچاتے اسے دیکھا۔وہ نوٹ کر رہا تھا کہ اب اشنا شاہ اس کے غصّہ کرنے پر بھی خاموش نہیں ہوتی۔!!"یہ سب نصیبوں کی بات ہوتی ہے میری جان۔ہمارے نصیب میں جب اولاد ہو گی ہمیں مل جائے گی۔روز اتنی محنت کرتا تو ہوں میں!!ایک نا ایک دن محنت کا پھل ضرور ملے گا۔۔اسے اپنے سینے میں بھینچتے زاویار شاہ نے پہلے نرمی اور آخر میں شرارت سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔وہ جانتا تھا اشنا شاہ کو نرمی سے ہی ہینڈل کیا جا سکتا ہے!!اشنا شاہ کا چہرہ اس کی سرگوشی پر بے ساختہ ہی سرخ پڑا وہ اپنی بات کو کچھ لمحوں کے لیے بھولے اس کی سرگوشی پر لالیاں بکھیر رہی تھی۔!!"دوبارہ ایسا کچھ مت سوچنا اشنا۔مجھے زہر سے زیادہ بری لگی ہے تمہاری یہ بات۔آئندہ ہمارے درمیان اس ٹاپک پر میں کوئی بات نہیں سنوں گا۔اور چچی کو میں صبح دیکھتا ہوں۔وہ آج کے بعد تم سے اس طرح کی کوئی بات نہیں کرے گیں۔لیکن تم بھی یہ فضول کی سوچیں اپنے دماغ

سے نکال دو۔ جلد ہی ہماری اولاد بھی ہو جائے گی انشاءاللہ ! ! زاویار شاہ نے اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھتے محبت سے کہا۔ "انشاءاللہ ! ! اشنا شاہ نے محض یک لفظی جواب دیا تھا۔ لیکن اس کے لیے پھر مجھے مزید محنت کرنی پڑے گی۔ زاویار شاہ نے اس کے چہرے پر آئی بالوں کو ایک آوارہ لٹ کو پیچھے کرتے شرارت سے اسے چھیڑا۔ وہ محض اس کا دھیان اس بات سے مکمل طور پر ہٹانا چاہتا تھا۔۔ اشنا شاہ نے سرخ پڑتے اس کے سینے میں منہ چھپایا۔ آج بھی اس کا جھجکنا بند نہیں ہوا تھا۔ "اب ایسے نہیں کر سکتی تم ! ! زاویار شاہ نے مسکرا کر کہتے اس کا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکالا۔ اس سے پہلے کہ مقابل واپس سے اس کے سینے میں منہ چھپاتی زاویار شاہ پہلے ہی اس کے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دبا گیا تھا۔۔ وہ اسے مکمل طور پر اپنے اوپر کیے بہت نرمی سے اس کے لبوں سے لپٹا انہیں نرمی سے چومنے میں مصروف تھا۔ اشنا شاہ خاموشی سے اس کے حصار میں جکڑی اس کا لمس اپنے ہونٹوں پر برداشت کر رہی تھی۔ زاویار شاہ نے بنا اس کے ہونٹوں کی چھوڑے ایک جھٹکے سے اسے بیڈ پر لٹایا۔ خود وہ اس کے اوپر لیٹا تھا۔ اشنا شاہ نے خاموشی سے آنکھیں موندتے اپنا

آپ اس کے حوالے کیا۔ اسے اولاد چاہیئے تھی جلد از جلد۔ تاکہ کوئی بھی اس پر باتیں نا بنا سکے۔ اور اس کے لیے یہ ضروری تھا۔ روکتی وہ زاویار شاہ کو پہلے بھی نہیں تھی۔ اور اب تو بلکل بھی نہیں!! زاویار شاہ نے نرمی سے اپنا ایک ہاتھ اس کے بالوں میں الجھاتے اسے مزید اپنے نزدیک کیا۔ کافی دیر تک سانسوں کا یہ کھیل کھیلتے زاویار شاہ نرمی سے اس سے پیچھے ہٹا۔ اشنا شاہ تکیے پر سر کو پٹخے اپنی بے ترتیب سانسیں درست کر رہی تھی۔ زاویار شاہ نے ایک نظر اسے دیکھتے نرمی سے اس کا دوپٹہ گلے سے نکالتے سائڈ پر پھینکا۔ وہ اس کی شفاف دودھیا گردن کو دیکھتے بے صبری سے اس کی گردن پر جھکتے یہاں گہرے نشان چھوڑنے لگا۔ زاویار شاہ جگہ جگہ سے اس کی گردن کو سک کرتے یہاں اپنی شدتوں کے سرخ نشان چھوڑ رہا تھا۔ اشنا شاہ ایک ہاتھ سے بیڈ شیٹ مٹھیوں میں جکڑے جبکہ دوسرا ہاتھ اس کے بالوں میں الجھائے سسکتے ہوتے پڑی تھی۔ وہ قربت کے لمحات میں مارے حیا کے کبھی اس کا ساتھ نہیں دے پائی تھی لیکن اس نے کبھی اسے روکا بھی نہیں تھا۔ زاویار شاہ کی منمانیاں وہ خاموشی سے اپنے جسم پر سہہ لیتی تھی۔! "زاوی

لائٹس!! زاویار شاہ کے ہاتھ اپنی قمیض میں اُلجھتے دیکھ اشنا شاہ نے اس کی توجہ لائٹس کی طرف کروائی۔ پورے کمرے کی ساری لائٹس آن تھی۔" کبھی روشنی میں بھی پاس آنے دے دیا کرو۔ دیکھ تو تمھیں اندھیرے میں بھی لیتا ہوں لیکن روشنی کی تو پھر کیا ہی بات ہو گی۔۔ زاویار شاہ نے مسکراتے بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس کے کان کی سرخ ہوتی لو کو اپنے دانتوں سے کاٹا۔۔ اشنا شاہ کی سسکی بے ساختہ تھی۔ جبکہ وہ اس کی سرگوشی پر کانوں کی لو تک سرخ پڑی ہوئی تھی۔۔ زاویار شاہ نے بنا لائٹس آف کیے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے نرمی سے اس کے جسم سے قمیض ریمو کی۔ اس کے ہاتھوں میں نجانے کیوں خود بخود آج نرمی کا عنصر تھا۔ وہ اسے ایسے چھو رہا تھا جیسے کوئی گلاب کی نازک سی کلی کو! "اب آنکھیں مت بند کرنا پلیز۔ اتنا عرصہ ہو گیا شادی کو لیکن آج بھی تمھیں یہ ایک ہی بات روز سمجھانی پڑتی ہے!! اسے پھر سے آنکھیں بند کرتے دیکھ زاویار شاہ نے اس کی آنکھیں کھلواتے کہا۔ اسے مقابل کی ایک یہی بات سے سب سے زیادہ الجھن دیتی تھی۔ لیکن یہ لڑکی تھی کہ اس کی بات مانتی ہی

نہیں تھی ! ! اشنا شاہ نے خاموشی سے اچھا کی صورت سر کو ہلاتے اپنی آنکھیں کھولی جو کہ وہ بے دھیانی میں بند کر گئی تھی۔۔ "گڈ ! ! مسکرا کر کہتے زاویار شاہ نے نیچے کو جھکتے نرمی سے اس کے پیٹ پر اپنے سلگتے لب رکھے ! ! وہ جگہ جگہ اس کے پیٹ پر اپنے لب رکھتے اسے اپنے لمس سے مہکا رہا تھا۔۔ اشنا شاہ واپس سے اس کے بالوں میں اپنے دونوں ہاتھ الجھا چکی تھی۔ اسے اپنے ہاتھوں کے لیے اس کے بال بیسٹ جگہ لگتے تھے ! زاویار شاہ نے اس کی ناف پر لب رکھتے بے باکی سے اس کی دھڑکنوں پر موجود پردے کے اوپر سے ہی اپنا ٹھنڈا ہاتھ پھیرا۔ اشنا شاہ کی سسکی بے ساختہ تھی۔ ایک سرد لہر سی تھی جو اس کے پورے جسم میں دوڑی تھی۔۔ "ابھی تو میں نے کچھ کیا ہی نہیں ! اسے سسکی بھرتے دیکھ زاویار شاہ نے اوپر کو آتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ اشنا شاہ محض نظریں جھکائے لیٹی تھی۔ اس نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ نا ہی اس کے اندر ہمت تھی۔۔ زاویار شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اس کی دھڑکنوں کو اس آخری پردے سے بھی آزاد کیا۔۔

وہ پھر سے اس کی دھڑکنوں پر اپنے ٹھنڈے ہاتھوں کا لمس چھوڑتے اشنا شاہ کو سسکنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔ زاویار شاہ نے جھکتے یہاں اپنے ہونٹ رکھے۔ وہ جگہ جگہ اس کی دھڑکنوں کو سک کرتے یہاں نشانات بنا رہا تھا۔ جبکہ دوسرا ہاتھ بے باکی سے اس کے کبھی دھڑکن پر تو کبھی پورے جسم پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔۔ اشنا شاہ خاموشی سے پڑی سسکتے ہوئے اس کے ہاتھوں کی بے باکی دیکھ رہی تھی۔!! کچھ لمحوں تک اس کی دھڑکنوں کو سک کرتے زاویار شاہ نے تھوڑا اوپر کو اٹھتے کمرے کی تمام لائٹس ڈم کی۔۔ اُس وقت وہ اشنا سے ایسے ہی مذاق کر رہا تھا۔۔ " کبھی تو ایسا بھی ہو جو تم میرا ساتھ دو۔ زاویار شاہ نے واپس سے اس کے کان کے پاس آتے سرگوشی کی۔ ساتھ ساتھ اس کے ہاتھ اشنا شاہ کے ٹراؤزر میں اٹک رہے تھے!! "زاوی پلیز۔ اشنا شاہ نے شرم سے نڈھال ہوتے اس کی گردن میں منہ چھپایا۔ "ہاہاہاہا۔۔ کیا بنے گا بیگم تمھارا۔ زاویار شاہ نے قہقہہ لگاتے اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کیا۔ وہ واپس سے نیچے کی طرف آتے اس کے ہونٹوں پر جھک چکا تھا۔۔ نرمی سے اپنی زبان کے ساتھ اس کی ذہن لڑاتے زاویار شاہ بہت نئ سے

دھیمے دھیمے اس میں داخل ہوا۔ اشنا شاہ کی سسکی اس کے ہونٹوں میں ہی دب کر رہ گئی تھی۔ جبکہ اس کے ہاتھ زاویار شاہ کے کندھے پر ناخن گاڑنے میں مصروف تھے۔ "آنکھیں بند نا ہو تمہاری! صرف مجھے محسوس کرو۔ اس کے ہونٹوں کو چھوڑتے زاویار شاہ نے اس کی کان کے سر گوشی کی۔۔ اشنا شاہ بمشکل ہی اثبات میں سر ہلاتے اسے اپنے اندر گھلتا ہوا محسوس کر رہی تھی۔۔ زاویار شاہ نے نیچے چہرہ کرتے اس کی دھڑکنوں پر شدت سے لب رکھے۔ وہ ساتھ ساتھ اس کی انر تھائیز کو پکڑے مسلسل اس کے جسم میں حرکت کر رہا تھا۔۔ اس کے لمس میں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ نرمی کا عنصر جیسے ختم ہی ہوتا جا رہا تھا۔ زاویار شاہ تیزی سے اس کے جسم میں اسٹروکس دیتے اس کے ساتھ ساتھ بیڈ کو بھی لرزنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اشنا شاہ بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑتے بھی طرح سسک کر رہ گئی تھی۔ شادی کو اتنا عرصہ ہو گیا تھا لیکن اس کی ناز کی ابھی بھی قائم تھی۔ وہ زاویار شاہ کی ذرا سی سختی پر نڈھال ہو کر رہ جاتی تھی۔!!"میں۔۔ آھھھہہ۔۔ مر جاؤں۔۔ گی۔۔ زاوی۔۔۔ اشنا شاہ نے اپنی کمر ہلکی سی اوپر کو اٹھاتے سسکیوں کے درمیان اس سے جیسے التجا کی۔

وہ بہت سختی سے آخری حد تک اس میں داخل ہو رہا تھا۔!! "کمر۔۔ مت ۔۔اٹھانا۔۔ اب! تھوڑی دیر برداشت کرو!! پھولتی سانسوں کے دوران زاویار شاہ نے اسے سختی سے منع کرتے اس کے ہاتھوں سے بیڈ شیٹ آزاد کروائی۔ وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتے تکیے پر پن کر گیا تھا۔۔ میرے ہونٹوں کو اپنی گرفت۔۔ میں لو یقین۔۔ کرو زیادہ درد نہیں ہو گا۔۔ زاویار شاہ تھوڑا نیچے کو ہوتے اس کے ہونٹوں کے پاس آتے دبی دبی آواز میں غرایا۔ دونوں کے جسم گرمی کی حدت سے پسینے سے تر ہوئے پڑے تھے!! اشنا شاہ نے درد سے نڈھال ہوتے کچھ دیر شرم کو سائڈ پر رکھتے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ وہ اس کے ہونٹوں سے لپٹی انہیں بری طرح اپنے دانتوں سے کاٹ رہی تھی۔ زاویار شاہ پھولتی سانسوں کے ساتھ مسلسل اس میں حرکت کرتا سرور کی آخری حدود پر پہنچا ہوا تھا۔ ساتھ ساتھ اس کے ہاتھ بے باکی سے اشنا کی دھڑکنوں کو مسلنے میں مصروفِ تھے! کمرے میں ان دونوں کے ملن کی آوازیں ایک عجب ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔۔ اپنی ضرورت پوری کرتے زاویار شاہ ہانپتا ہوا جھٹکے

سے اشنا کے اوپر آتے گرا۔ دونوں کی ہی سانسیں بے ترتیب ہوئی پڑی تھیں۔ اشنا شاہ کو جیسے اب سانس آئی تھی۔ اس کی آنکھیں حد درجہ نم تھیں۔ جبکہ ٹانگیں ہلکی ہلکی لرز رہی تھیں۔!! "اتنا عرصہ ہو گیا لیکن تمہاری ناز کی آج بھی سلامت ہے! مجھے برداشت کرنے جتنا اسٹیمنا آج بھی تمہارے اندر نہیں آ سکا۔ زاویار شاہ نے اس کی ٹانگوں کے ساتھ اپنی ٹانگیں الجھاتے سائڈ پر لیٹتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔ "یہ میں ہی ہوں جو روز آپ کو برداشت کرتی ہو۔ آپ ایسا نہیں کہہ سکتے! اشنا شاہ نے نظریں جھکائے دھیمے سے جواب دیا۔ وہ آہستہ آہستہ ریلکس ہو رہی تھی۔۔ "ہاں یہ تو ہے! زاویار شاہ مسکراتے اسے سختی سے اپنی پناہوں میں قید کر چکا تھا۔ اس کی بیوی بس ایک حد تک ہی اسے برداشت کر سکتی ہے وہ جانتا تھا۔ اگر اب وہ اس سے کوئی فرمائش کرتا تو یقیناً مقابل اس کا سر پھاڑ دیتی۔ جو کہ وہ تو بلکل بھی نہیں چاہتا تھا۔ دونوں پر اچھی طرح کمبل کو سیٹ کرتے زاویار شاہ مکمل طور پر اپنی باتوں میں الجھا چکا تھا۔ وہ اسے باتوں میں لگاتے جیسے اس کا دھیان پچھلی بات کی طرف سے مکمل طور پر ہٹانا چاہتا تھا۔ جس میں وہ کافی حد تک کامیاب بھی ہو چکا

تھا۔۔اشنا شاہ اس کے سینے پر سر جوٹکائے سب کچھ بھلائے کبھی اس کی باتیں سن رہی تھی تو کبھی اپنی بتا رہی تھی۔زاویار شاہ اسے اپنے حصار میں جکڑے مکمل طور پر اس کا دھیان اپنی طرف کروا گیا تھا۔جبکہ اشنا شاہ بھی اس کے سینے پر سر کو رکھے خوشی خوشی اس کے حصار میں جکڑ چکی تھی۔۔گزرتی رات کے ساتھ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے جسم کے ساتھ لپٹے ایک دوسرے سے باتوں میں مصروف تھے!کیونکہ نیند تو ان دونوں کو آنی ہی نہیں تھی۔وہ اکثر ہی رات میں تین سے چار بجے تک سوتے تھے جو کہ اب ایک معمول بن چکا تھا۔

زارا خان اس وقت اپنی یونیورسٹی کے کیفیٹیریا میں بیٹھی کچھ دوستوں کے ساتھ محو گفتگو تھی۔۔اس وقت صبح کے تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا۔پہلے رائنا ہوتی تھی تو وہ اسی کے ساتھ بیٹھتی تھی۔لیکن آج کل وہ نہیں آ رہی تھی تو زارا خان کا کچھ نئ دوستوں میں اٹھنا بیٹھنا ہو چکا تھا۔ابھی ان سب کا کوئی لیکچر نہیں تھا اسی لیے وہ لوگ کچھ کھانے کی غرض سے کیفٹیریا میں بیٹھے تھے!زارا خان اس وقت ڈارک

نیلے رنگ کے سادے سے سوٹ میں ملبوس ساتھ ہم رنگ دوپٹہ گلے میں ڈالے ہوئے تھی۔ وہ جینز شرٹ نہیں پہنتی تھی ہاں البتہ دوپٹہ بھی ہر سوٹ کے ساتھ اس کے گلے میں ہی ہوتا تھا۔ راحیل خان یا پھر کسی بھی اور نے اسے اس چیز پر کبھی ٹوکا بھی نہیں تھا۔۔ بیگ کو سائڈ پر رکھے وہ کرسی پر بیٹھی چپس کھانے میں۔ مصروف تھی۔ اس کے سامنے بیٹھی تین سے چار اس کی دوستیں بھی اس کے ساتھ ہی چپس کھا رہی تھیں۔!! "یار تُجھے پتہ ہے یونی میں ایک اتنے ہینڈسم پروفیسر آئے ہیں۔ مطلب ڈیشنگ ینگ اور امیر تو پوچھ ہی مت! سیدھا سیدھا میرے خوابوں کے شہزادے جیسا ہے بلکل۔۔ اس کے سامنے بیٹھی ایک لڑکی نے ایکسائٹڈ سے انداز میں کہا۔ وہ آج ہی اس نئے پروفیسر کو دیکھ کر آئی تھی جس کا یونیورسٹی میں آج پہلا دن تھا۔۔ ء کہاں ہے مجھے بھی دکھا۔ اس کی بات سنتے ہی دوسری نے بھی دہائی دی۔ "مجھے بھی بتا۔ ایک ہی گنجے سر شبیر کو دیکھ دیکھ کر تو حلق کڑوا ہو گیا ہے میرا۔ افف شکر ہے ہماری یونیورسٹی میں کوئی نوجوان پروفیسر بھی آئے ہیں! اسی کے ساتھ ہی تیسری نے بھی بات کے درمیان میں حصہ ڈالا۔۔

وہ دونوں جیسے اس نئے پروفیسر کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھیں۔ "صبر کر لو اس کے بعد انہی کا لیکچر ہے! سر حماد کی جگہ اب وہی پڑھایا کرے گیں! حرا نامی اس پہلی لڑکی نے مسکراتے ان دونوں کو تسلی دی۔۔ زارا خان سر کو اٹھاتے سنجیدگی سے ان تینوں کو دیکھ رہی تھی۔!! "شرم کرو پروفیسر کو تو چھوڑ دو۔ یونی کے لڑکوں کو دیکھ کر آہیں بھرتی ہو تم لوگ کیا کافی نہیں ہے۔ جو تم سب کی اب سر پر بھی گندی نظریں ٹپک پڑی ہیں!! زارا خان نے سنجیدگی سے ان تینوں کو گھورتے انہیں لتاڑا۔ وہ سب اتنی بے شرمی سے کیسے سر کے متعلق ایسی باتیں کر سکتی تھیں۔ زارا خان حیران تھی۔۔ "چلو جی۔ ایک تو تم بہت بور نگ ہو زارا۔ حد ہے ایک کام کرنا جب سر سامنے آئیں تم اپنی آنکھیں بند کر لینا ہم تو دیکھے گیں! حرا نے شرارت سے مسکراتے کہا۔ باقی دونوں نے بھی فراخ دلی سے اس کی بات سے حامی بھری تھی۔۔ "تم تینوں بہت بے شرم ہو! حد ہوتی ہے ویسے!! زارا خان نے تاسف سے ان تینوں کی طرف دیکھتے کہا۔۔ "اوہو شرم والی بچی تو دیکھو۔۔ گھونگھٹ اوڑھاؤ اسے۔ کہیں شرم سے مر ہی نہ جائیں محترمہ! حرا کے ساتھ بیٹھی لڑکی نے

مسکراتے طنزیہ سے انداز میں کہا۔ یہ کوئی نئ بات نہیں تھی۔ جب بے باک دوستوں کے درمیان میں کوئی شریف بیٹھ جائے تو اسے اسی ٹرول کیا جاتا ہے۔ جیسے اس وقت زارا خان ہو رہی تھی۔۔ زارا خان کے اس کی بات سنتے اپنی چھوٹی سی ناک سکوڑی۔ "تم تینوں سے دوستی میری بہت بڑی غلطی تھی۔ زارا خان نے انگلی اٹھاتے تینوں کی طرف کرتے نروٹھے سے انداز میں کہا۔ اس کی دوستیں اس کا ہی مذاق بنا رہی تھیں بھلا وہ کیسے برداشت کرتی۔!! "اچھا منہ نا بنا اب چل لیکچر کا ٹائم ہو گیا ہے! دیدار کرتے ہیں سر کا۔ اگر ہینڈسم نا ہوا تو پکا استاد کی نظر سے ہی دیکھوں گی۔ لیکن اگر جیسے یہ بتا رہی ہے ویسے ہوا تو تم تینوں اسے جیجو بولنا شروع کر دینا۔!! حرا کے ساتھ بیٹھی عائشہ نامی لڑکی نے صاف صاف بات کی۔ باقی تینوں کا منہ بے ساختہ کھلا تھا۔۔ وہ انہیں ایسے جیجو بولنے کا کہہ رہی تھی جیسے واقعی اس کی شادی ہو رہی ہو۔!! "شرم کر عائشہ! کیا ہو جو میں تیری یہ بات ہماری کلاس والے احد تک پہنچا دوں۔ افف مزہ آجائے گا۔۔ زارا خان نے مسکراتے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا۔ وہ جانتی تھی کہ احد اور اس کے درمیان یقیناً کچھ چل رہا

ہے! "بتا دینا۔ جب اس سے زیادہ ہینڈسم بندہ دکھے گا تو میں تو اسی کے پاس جاؤں گی نہ!! ویسے بھی احد صرف باتوں کی حد تک ہے۔ ہلکی پھلکی سی دوستی ہے بس اس سے میری! ٹائم پاس کر لیتی ہوں تھوڑا بہت۔ سیریس نہیں ہوں میں اس کے ساتھ۔۔ عائشہ نے بے فکری سے کندھے اچکائے۔ اسے کوئی فکر ہی نہیں تھی۔۔ زارا خان نے تاسف سے اسے دیکھا۔ آج کل کی لڑکیوں کو نجانے کیا ہو گیا تھا۔ "اے لیکچر کا ٹائم ہو گیا جلدی چل۔ سر کے آنے سے پہلے ہی کلاس میں جا کر بیٹھ جائے گیں تاکہ امپریشن اچھا پڑے!! حرا نے جلد بازی میں اپنا بیگ اٹھاتے کھڑے ہوتے ان سب کی طرف دیکھتے کہا۔ ان لوگوں کے لیکچر کا ٹائم ہو چکا تھا۔۔ "ہاں ہاں چل! باقی دونوں بھی اس کے ساتھ ہی بھاگنے کے انداز میں کیفیر ٹیریا سے باہر نکلی!! زارا خان حیرت سے بس منہ کھولتے ان تینوں کی پھرتیاں دیکھ کر رہ گئی تھی۔ وہ تینوں ایسے بھاگی تھی جیسے ان کے پیچھے پولیس لگ گئی ہو۔ اپنے چکروں میں وہ اسے بھی اکیلا چھوڑ کر جا چکی تھیں۔ کاش کہ آج رائنا ہوتی تو بتاتی میں ان تینوں کو! منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے زارا خان نے بھی سائڈ سے اپنا بیگ اٹھایا۔ اس کا

اِرادہ بھی اب کلاس کی طرف ہی جانے کا تھا۔۔ بیگ کو کندھے پر لٹکاتے وہ دھیمے دھیمے قدموں سے چلتے کلاس کی طرف روانہ تھی !!

معاذ شاہ اس وقت کاریڈور سے گزرتا کلاس کی طرف روانہ تھا۔ آج اس کا یونیورسٹی میں پہلا دن تھا۔ بلیک کلر کا تھری پیس سوٹ پہنے وہ اپنی زندگی میں پہلا لیکچر لینے کے لیے بلکل تیار تھا۔۔ آہستہ آہستہ چلتے وہ اپنی پہلی کلاس ہی کی طرف روانہ تھا۔ اسے انٹرویو کے فوراً بعد ہی نوکری پر رکھ لیا گیا تھا۔ لیکن کچھ کاموں کی وجہ سے اس نے آج سے ہی جاب سٹارٹ کی تھی۔!! کلاس روم کے دروازے تو پہنچتے معاذ شاہ نے ایک لمحے کے لیے رکتے ایک گہری سانس بھری۔ اسے یہاں ایک پروفیسر کی طرح ہی بیہیو کرنا تھا۔۔ دوسرے لمحے وہ اپنے کوٹ کا بٹن بند کرتے سنجیدگی سے کلاس کے اندر داخل ہوا۔۔ تقریباً پچاس بچوں کی یہ ایک کلاس دور تک سٹوڈنٹس سے بھری ہوئی تھی۔!! "السلام وعلیکم سٹوڈنٹس! معاذ شاہ نے اندر داخل ہوتے ایک نظر کلاس کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے سلام کیا۔ ہم

آواز میں بہت سے جواب اس کی طرف آئے تھے! زارا خان نے سامنے دیکھتے حیرت سے معاذ شاہ کو اپنے سامنے دیکھا۔ وہ اسے جانتی تھی۔۔ گھر کے فنکشنز میں بھی بہت مرتبہ اس نے معاذ شاہ کو دیکھا تھا۔!! "کیا بندہ ہے یار۔۔ اپنے ساتھ بیٹھی حرا کی آواز سنتے زارا خان یکلخت ہی اس کی طرف متوجہ ہوئی جو بنا پلکیں جھپکائے سامنے کی طرف معاذ شاہ کو دیکھ رہی تھی۔۔ "اتنی لمبی ہائٹ، اور بیئرڈ بھی کتنی پیاری ہے! اس کے ساتھ ہی عائشہ نے بھی ایک سرد آہ بھری۔!! "یہ تو مجھ سے بھی زیادہ گورا ہے! اور مسکراہٹ پر تو میں دل ہار گئی۔ لگتا ہے باقاعدگی سے جم جاتا ہے تبھی اتنا زیادہ ہینڈسم ہے! یہ تو حسین سے بھی کوئی اوپر کی چیز ہے یار۔۔ تیسری کیوں پیچھے رہتی؟ اسی کے ساتھ ہی اس کی بھی آواز نکلی۔ وہ تینوں بنا پلکیں جھپکائے سامنے معاذ شاہ کو دیکھ رہی تھیں۔ زارا خان نے منہ بناتے ایک نظر انہیں اور پھر دوسری نظر معاذ شاہ کو دیکھا۔!! "شرم کرو۔۔ میں بتاتی ہوں ذرا انہیں!! اپنے ساتھ بیٹھی حرا کے کندھے پر تھپڑ مارتے زارا خان نے اسے گھورتے دھیمے سے کہا۔ "تو نے نہیں دیکھنا تو آنکھیں بند کر لے ہمیں تو دیکھنے دے!! حرا کے

جیسے دیدار میں خلل پڑ گیا تھا۔ واپس سے تھپڑ کا بدلہ لیتے اس نے پھر سے اپنی نظریں سامنے جمائی۔۔ زار اخان نفی میں سر ہلاتے ان تینوں پر لعنت بھیجتے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوئی۔ یہ تینوں کبھی نہیں سدھر سکتی تھیں۔ معاذ شاہ نے ڈائس کے سامنے جاتے پروفیشنل مسکراہٹ چہرے پر سجائے اپنا طرف دینا شروع کیا۔۔ پوری کلاس دم سادھے اس کا طرف سن رہی تھی۔ جبکہ معاذ شاہ سب کی طرف نظریں دوڑاتے مسلسل بول رہا تھا۔۔

کسی کا کوئی سوال ہو تو مجھ سے پوچھ سکتا ہے! اپنا تعارف ختم کرتے معاذ شاہ نے سب کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ "سر اس نے پوچھنا ہے آپ سے! حرا نے اپنے ساتھ بیٹھی عائشہ کی طرف اشارہ کرتے اونچی آواز میں کہا۔۔ معاذ شاہ کے ساتھ ساری کلاس اچانک ہی ان کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔۔ جبکہ عائشہ نے دانت پیستے حرا کی طرف دیکھا جو فضول میں اسے پھنسا چکی تھی۔ اس کے پاس تو کوئی سوال تھا ہی نہیں۔۔ "جی پوچھیں! معاذ شاہ نے سنجیدگی سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔!!

"وہ۔۔ سر۔۔ میں۔۔ مطلب آپ کیا آپ شادی شدہ ہیں! مارے گھبراہٹ کے وہ جو منہ میں آیا وہی سوال پوچھ چکی تھی۔۔ زارا خان نے منہ نیچے کرتے اپنی ہنسی دبائی۔ جبکہ حرا کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ نجانے اس نے عائشہ سے کس جنم کا بدلہ نکالا تھا۔۔ "میرے پرسنل میں گھسنے کا کوئی حق نہیں ہے آپ کو! کام کے متعلق کوئی بات ہے تو ضرور پوچھیں!! معاذ شاہ نے مزید سنجیدہ ہوتے عائشہ کی طرف دیکھتے کہا۔ اسے بلکل اچھا نہیں لگا تھا ایک۔ سٹوڈنٹ کا دھڑلے سے ایسا سوال کرنا۔۔ اور اب تو زارا خان اور حرا کا بس نہیں تھا کہ قہقہے لگائیں۔ اس کی معاذ شاہ سے پہلے دن ہی ستھری ہو گئی تھی۔ یقیناً اب ان تینوں نے باہر جا کر عائشہ کا جینا حرام کر دینا تھا۔!! "سوری سر!! عائشہ نے نظریں جھکائے دھیمے سے معاف مانگی۔ ساری کلاس کے سامنے اس انسلٹ پر اس کا چہرہ سرخ پڑ چکا تھا۔۔ جبکہ اس کے دل میں عزم تھا کہ اب حرا کی خیر نہیں!! "اور کسی کو کچھ پوچھنا ہے یا ہم لیکچر شروع کریں! باقی سب کی طرف دیکھتے معاذ شاہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔ "سر اگر آپ کہیں تو ہم سب بھی آپ کو اپنا نام بتا دیتے ہیں۔ تاکہ بعد میں آپ کے لیے

آسانی ہو! کلاس کے سی آر نے اٹھتے مسکراتے ہوئے معاذ شاہ کو مشورہ دیا۔ "اوکے شیور! اس لائن سے سٹارٹ کریں صرف بیس منٹ ہیں ہمارے پاس! جلدی جلدی اپنا نام بتاتے جائیں! لڑکوں کی ایک لائن کی طرف اشارہ کرتے معاذ شاہ نے سی آر کی بات سے اتفاق کیا۔ وہ خود بھی یہی سوچ رہا تھا۔۔ باری باری اپنی کرسیوں سے کھڑے ہوتے سبھی لوگ اسے اپنا تعارف کروا رہے تھے!! جبکہ سامنے کھڑا معاذ شاہ گردن کو ہلاتے سب کے نام سن رہا تھا۔ اسے پہلی مرتبہ میں سننے پر ہی سب کے نام یاد ہو گئے تھے! آخر کو اس کا ہیومر بہت اچھا تھا۔۔ عائشہ کی طرف جاتے اس نے کھڑے ہوتے اپنا نام بتایا۔ اس کے ساتھ ہی حرا نے بھی کھڑے ہوتے اسے اپنا نام بتایا۔!! معاذ شاہ اچھا کی صورت سر ہلاتے انہیں سن رہا تھا۔۔ اب زارا خان کی باری تھی۔ وہ ابھی کرسی سی اٹھنے ہی لگی تھی کہ پہلے ہی معاذ شاہ بول پڑا تھا۔!! "گڈ ٹو سی یو مس زارا خان!! معاذ شاہ نے مسکراتے زارا خان کی طرف دیکھتے کہا۔ جب وہ اسے جانتا تھا تو تعارف کی ضرورت نہیں تھی۔۔ "نیکسٹ!! زارا خان ابھی کچھ بولتی کہ اس سے پہلے ہی معاذ شاہ اس کے ساتھ

لڑکی کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔۔ یک دم ہی کئی نظریں تھیں جو زارا خان کی طرف اٹھی تھیں۔اس میں اکثر نظریں لڑکیوں کی تھیں۔ معاذ شاہ اسے کیسے جانتا تھا سب یہی سوچ رہی تھیں۔۔ جبکہ زارا خان نے معاذ کی طرف دیکھتے دانت پیسے ! اگر وہ اسے جانتا بھی تھا تو کیا خاموش نہیں رہ سکتا تھا۔ سب کی عجیب عجیب نظریں وہ خود پر بخوبی محسوس کر رہی تھی۔ ! ! "تو باہر چل ذرا تُجھے تو میں بتاتی ہوں ! حرا نے اس کے ہاتھ پر تھپڑ مارتے دھیمے سے کہا۔ وہ تینوں بیٹھیں سب سے زیادہ اسے گھور رہی تھیں جو خود تو پہلے کیسے ناٹک کر رہی تھی اور اب پروفیسر ہی اس کا جاننے والا نکلا تھا۔ "قسم سے مجھے نہیں پتہ تھا کہ یہ پروفیسر ہونگے۔ ورنہ میں ضرور بتا دیتی تم لوگوں کو ! ویسے بھی میں انہیں پرسنلی نہیں جانتی۔ زارا خان نے تھوک نگلتے ان تینوں کی طرف دیکھتے دھیمے سے کہا۔ کوئی اور اسے بھلے کچھ نا کہے لیکن ان تینوں نے اسے جان سے مار دینا تھا وہ جانتی تھی۔ اسی لیے صفائی دینی ضروری سمجھی ! ! "پھر کیسے جانتے ہیں تُجھے ! گڈ ٹو سی یو تو ایسے کہہ رہے تھے جیسے گوڈے گوڈے تیرے پیار میں ڈوبے پڑے ہو ! ! عائشہ نے تھوڑا اس کی طرف جھکتے سرگوشی نما

آواز میں پوچھا۔ زارا خان کی بے ساختہ ہی آنکھیں پھٹی تھیں۔ ان لڑکیوں کا کوئی علاج نہیں تھا۔۔ "بس کر دو یار۔ میرے بھائیوں جیسا ہے بس! آگیا تم لوگوں کو یقین! مجھے پتہ ہے یہی جاننا چاہ رہی تھیں تم سب! اور ویسے بھی یہ صرف میری کزن کے ہسبنڈ کے بھائی ہیں! صرف ایک نہیں اور بھی بہت سارے رشتے نکلتے ہیں ان کی طرف۔ ہر فیملی فنکشن پر ساتھ ہوتے ہیں تو نام جاننا عام سی بات ہے! زارا خان نے عائشہ کی طرف دیکھتے ان تینوں کی تفصیل سے صفائی دی۔ ورنہ وہ جانتی تھی یہ تینوں اس کا جینا حرام کر دے گیں۔ "پھر ٹھیک ہے! حرا نے شکر ادا کرتے کرسی سے ٹیک لگائی۔ جبکہ زارا خان نے بھی سکون کا سانس لیا تھا۔ ورنہ یہ تینوں اس کے پیچھے کی پڑی رہتی!! ایک گہری سانس بھرتے وہ چاروں سامنے کی طرف متوجہ ہوئیں جہاں معاذ شاہ سنجیدگی سے کچھ پڑھانے میں مصروف تھا۔ فلحال وہ چاروں ہی لیکچر کی طرف متوجہ ہو چکی تھیں۔ باقی کی باتیں ان کا باہر جا کے کرنے کا ارادہ تھا۔۔

یہ تقریباً دوپہر کے ایک بجے کا وقت تھا۔ سورج بلکل شاہ ولا کی بلڈنگ کے اوپر کھڑا تھا۔ آج کل ویسے انہیں گرمیوں کے دن تھے تو دن میں تپتی دھوپ پڑ رہی تھی۔۔ ایسے میں شاہ ولا تقریباً ہی سارا سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔ زیادہ تر لوگ اس وقت اپنے اپنے کاموں پر گئے تھے! جبکہ صرف خواتین ہی تھیں جو گھر پر موجود کام میں مصروف تھیں۔ ایسے میں شاہ ولا کے اوپر والے پورشن میں موجود ایک کمرے کے اندر جھانکا جاتا تو ماورا جمیل اپنے کمرے میں موجود بیڈ پر بیٹھی موبائل میں محو تھی۔۔ وہ اس وقت بے بی پینک کلر کی ڈھیلی ڈھالی سی شرٹ ٹراؤزر پہنے بالوں کا میسی جوڑا بنانے لاپرواہ حلیے میں موجود تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ سو کر ہی ابھی اٹھی تھی۔ تبھی اسی حالت میں بیٹھی اٹھتے ہی فون چلانے میں مصروف ہو چکی تھی۔۔ ماورا جمیل اس وقت اپنے موبائل میں واٹس ایپ کھولے بالاج خان کے میسجیز پڑھ رہی تھی جو اسے کل رات سے اب تک موصول ہوئے تھے! میسج اتنے تھے کہ اگر وہ پڑھنے بیٹھی ہی تھی تو یقیناً شام ہو جاتی۔ ایک بھی سیکنڈ رات میں ایسا

نہیں گزرا تھا جب اس انسان نے اسے میسج اور کال نا کی ہو۔ رات سے اب تک ڈیڑھ سو کے قریب کالز جبکہ ہزاروں کے قریب میسج کیے گئے تھے جن میں کچھ وائس نوٹس بھی تھے!! ماورا جمیل حیرت سے سارے میسج اوپر نیچے کرتے انہیں پڑھ رہی تھی۔ اسے جیسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا کہ بالاج خان ساری رات اسے میسج کرتا رہا ہے!! اس کی عادت تھی کہ وہ فون سائلینٹ پر لگا کر سوتی تھی تاکہ کوئی بھی شخص اس کی نیند میں خلل ناڈال سکے! ایسے ہی کل رات بھی وہ فون سائڈ پر رکھتے روتے روتے ہی کب سوئی اسے علم ہی نہیں ہو سکا تھا۔۔اور اب صبح اٹھنے پر اسے ایک جھٹکا لگ چکا تھا۔ہاں!! یہ میسج اور کالز اس کے لیے کسی جھٹکے سے کم نہیں تھیں۔۔ماورا جمیل نے سیدھے ہو کر بیٹھتے مزید کچھ میسجز پڑھے! ہر میسج میں ایک ہی بات تھی کہ "مجھ سے غلطی ہو گئی ماورا"۔۔ کہیں پر یہ لکھا تھا کہ "میں نے وہ سب صرف غصے میں بولا تھا"۔ کہیں پر یہ تھا "میرا مقصد وہ سب کچھ کہنے کا نہیں تھا" تو کہیں پر باقاعدہ۔اس کی منتیں کی گئی تھیں "خدا کے لیے مجھ سے بات کرو ماورا تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی!! بالاج خان کے میسجز اس کی تڑپ

اس کی بے چینی کو بہت واضح کر رہے تھے! ماورا جمیل صرف یہ پڑھ کر محسوس کر رہی تھی جسے بالاج خان اس سے بات کرنے کے لیے مرا جا رہا ہو!! ہونٹ دانتوں تلے دباتے ماورا جمیل نے ایک وائس نوٹ چلایا۔ "ماورا خدا کے لیے غلط مت سمجھنا۔ خدا کی قسم میرا کوئی اِرادہ نہیں تھا تمھیں ایسا کچھ بھی کہنے کا۔ وہ سب۔۔ تم جانتی تو ہو یار میرا غصّہ کتنا تیز ہے! خدا کے لیے مجھے غلط مت سمجھنا۔"۔ وائس نوٹ کچھ اس طرح کی تھی۔۔ ماورا جمیل نے ایک سپاٹ سی نظر باقی سارے میسجز پر ڈالی۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ بیٹھ کر سارے کے سارے میسج پڑھتی۔ چند اہم میسج وہ پڑھ چکی تھی۔ یقیناً باقی سب میں بھی یہی کچھ ہونا تھا۔۔ جبکہ اس نے بالاج خان کے کسی ایک بھی میسج کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا تھا۔ وہ کیوں دیتی ایسے انسان کی کسی بھی بات کا جواب جو ہر مرتبہ بات کے دوران اس کے کردار کی دھجیاں اڑانا اپنا فرض سمجھتا تھا۔۔ بالاج خان نے جتنا اسے ذلیل اور رسوا کیا تھا۔ ماورا جمیل کے دل میں اس کی محبت بھلے ہی ختم نا ہوئی ہو لیکن نفرت اس محبت پر غالب ضرور آگئی تھی۔ اس کا بس چلتا تو ساری زندگی اب کبھی بالاج

خان کی شکل بھی نہ دیکھتی۔ ہر رات وہ خود کو بالاج خان سے اپنی محبت کا اظہار کرنے پر کوستی ضروری تھی۔ کیونکہ یہیں سے تو اس کی ذلالت شروع ہوئی تھی۔ بالاج خان کو اپنے اوپر حد سے زیادہ غرور تھا جسے ماورا نے اسے پرپوز کر کے مزید شہ دے دی تھی۔ ایک اور بات جو اس نے اس دوران سیکھی تھی وہ یہ تھی کہ مرد محبت کا اظہار کرے تو ٹھیک، ورنہ جس محبت کا اظہار عورت کی طرف سے ہوتا ہے وہ ایسے ہی ذلیل اور رسوا ہوتی ہے! ساری دنیا کے سامنے اس عورت کی محبت کا تماشا بنا دیا جاتا ہے۔ جبکہ اس عورت کو بدکردار، بے حیا، بے شرم جیسے القابات سے معاشرہ نوازنا بلکل نہیں بھولتا۔ جس محبت کا اظہار عورت کی طرف سے ہو اس کی کوئی اوقات نہیں ہوتی! یہ ہمارے معاشرے کی ایک تلخ حقیقت ہے جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا۔۔ اور مزے کی بات تو یہ تھی کہ پھر وہ عورت ذلیل بھی اسی مرد کے ہاتھوں سب سے زیادہ ہوتی ہے جس کے لیے وہ تمام حدود پار کرتی ہے! اپنی انا کو مار کر اس سے اپنی محبت کا اظہار کرتی ہے! اور پھر وہی مرد اس کی محبت تماچے کی صورت میں اس کے منہ پر مار کر اسے بھرے بازار میں بے حیا عورت

جیسے القابات سے نواز کر چلا جاتا ہے! ماورا کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا تھا۔ وہ کسی لڑکے کو سیریس نا لینے والی ایک ایسے مرد جس نے اس کی عزت بچائی تھی اس پر دل ہار بیٹھی تھی۔۔ لیکن بعد میں اسی انسان نے خود اس کی عزت کی سب سے زیادہ دھجیاں اڑائی تھیں۔ اتنا اندازہ تو اسے ہو گیا تھا کہ اس نے بہت غلط انسان سے محبت کی ہے! لیکن اب سوائے پچھتانے کے اس۔ کے پاس کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ وہ اب صرف رو دھو کر اپنی قسمت کو ہی کوس سکتی تھی۔۔ سوچوں کے سمندر میں غرق کب اس کی آنکھیں بھیگی اسے علم ہی نہیں ہو سکا تھا۔ موبائل کی رنگ ٹون سنتے ماورا جمیل جیسے ہوش میں آئی۔ وہ انگلیوں کے پوروں سے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کر گئی تھی۔!! دوسرے لمحے اس نے موبائل اٹھاتے نظروں کے سامنے کیا۔ پھر سے وہی نام جس سے وہ کوسوں دور بھاگ رہی تھی۔ بالاج خان کی کال تھی۔۔ ماورا جمیل جان بوجھ کر اس کا یہ نمبر بلاک نہیں کر رہی تھی۔ اسے بالاج خان کی تڑپ دیکھتے جیسے ایک الگ ہی تسکین سی مل رہی تھی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ کس حد تک اس انسان کو اپنے الفاظ پر پچھتاوا ہے! یہ تو طے تھا کہ وہ کبھی

بالاج خان کو اس کے الفاظ کی خاطر معاف نہیں کرنے والی تھی۔۔ سنجیدگی سے فون کی طرف دیکھتے ماورا نے اُنگلیاں چلاتے کال کٹ کی! اس کی آواز سے بھی اسے ایک الگ ہی نفرت سی محسوس ہو رہی تھی۔۔ فون کٹ ہوتے دیکھ ٹھک سے فوراً ایک وائس نوٹ آیا تھا۔۔ ماورا جمیل نے ایک گہری سانس بھرتے وائس نوٹ کھولا۔۔ "ایک مرتبہ کال اٹھالو پلیز! مجھے صرف ایک آخری مرتبہ تم سے بات کرنی ہے۔ اس کے بعد جو بھی فیصلہ ہوگا تمھارا مجھے وہ منظور ہوگا۔ ایک آخری مرتبہ مجھ سے مل لو پلیز!!" وہی بالاج خان کی منتیں تھی اس وائس نوٹ میں بھی! نجانے کیوں اس مرتبہ اس کی آواز سنتے دل کے کسی کونے میں چبھن سی اٹھی تھی۔۔ لیکن اس نے اس پر زیادہ دھیان دینا ضروری نہیں سمجھا۔ پہلے بھی اس دل کی سنتے ہی وہ برباد ہو گئی تھی۔۔ ماورا جمیل ابھی اسی کو دیکھنے میں مصروف تھی کہ اس کے کمرے کا دروازہ ناک ہوا۔ اس کی نظر یکلخت ہی سامنے کی طرف اٹھی تھی۔۔ جہاں دروازے پر سبینا بیگم کھڑی تھیں۔۔ وہ دروازے پر کھڑی مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھیں۔!! "ارے ماما آپ آئیں نا پلیز! ماورا نے فون بیڈ پر

پھینکتے مسکراتے ہوئے سبینا بیگم کو اندر بلایا۔۔اپنی آنکھوں کی نمی وہ پہلے ہی صاف کر چکی تھی۔!!"ہزار مرتبہ سمجھایا ہے تمھیں کہ جلدی اٹھا کرو۔لیکن تم میری ایک نہیں سنتی!ابھی بھی تمہاری شکل بتا رہی ہے کہ ابھی اٹھی ہو تم!!سبینا بیگم نے اندر آتے ساتھ ہی اسے ڈپٹا۔۔"کم آن ماما۔جب آنکھ کھلے گی تبھی اٹھوں گی نہ!اب نیند تو میرے بس میں نہیں ہے!!سبینا بیگم کو ہاتھ سے پکڑتے اپنے پاس بٹھاتے ماورا نے لاڈ سے ان کی گود میں سر رکھا۔کچھ دیر کے لیے وہ بالاج خان کی طرف سے اپنا دھیان بٹانا چاہتی تھی۔۔"اچھا چلو ٹھیک ہے!لیکن پھر بھی کوشش کیا کرو جلدی اٹھنے کی۔سبینا بیگم نے نرمی سے اس کے بالوں میں اُنگلیاں چلاتے بات کو ختم کیا۔وہ یہاں اس سے کوئی اور بات کرنے آئی تھیں۔!!"ہمم!!آپ کو کوئی کام تھا مجھ سے؟؟ان کی گود میں سر کو رکھے ماورا نے مسکراتے ہوئے سوال کیا۔سبینا بیگم اس کے کمرے میں کسی کام سے ہی آسکتی تھیں۔۔"ہاں کام تو تھا۔اگر تم تحمل سے میری بات سن لو تو!!سبینا بیگم کی بات سنتے ماورا جمیل کے ابرو سکڑے!ایسی کونسی بات تھی جس کے لیے اسے تحمل رکھنا تھا۔۔"بتائیں!

بتائیں! بہت صبر والی ہے آپ کی بچی۔ کچھ نہیں کہے گی آگے سے!! ماورا نے ہلکے پھلکے انداز میں انہیں بات کو جاری رکھنے کو کہا۔!! "بیٹا رشتہ آیا ہے تمہارے لیے! دا جان کے جاننے والے ہیں کچھ لوگ۔ ماہ دیر کی شادی میں دیکھا تھا انہوں نے تمھیں۔ اور اب لڑکے نے رشتہ بھیج دیا۔ کیا خیال ہے پھر تمھارا؟؟ سبینا بیگم نے دھیمے سے کہتے اس کے چہرے کے تاثرات جانچنے چاہے! کل ہی ماورا جمیل کے لیے ایک رشتہ آیا تھا وہ اسی کی بات کر رہی تھیں۔۔ "ماما میں نے پہلے بتایا تھا آپ کو کہ میں نے شادی نہیں کرنی۔ ایک تو پاکستانی شادیوں کا مسئلہ یہی ہے! شادی کسی اور کی ہوتی ہے ساتھ رشتے ہزاروں لڑکیوں کے ہو جاتے ہیں! مطلب یہ لوگ کیا شادی اٹینڈ کرنے کی بجائے رشتے دیکھنے آتے ہیں؟؟ ماورا جمیل تو چڑ ہی چکی تھی۔ دو لڑکوں کو وہ شادی میں خود ریجیکٹ کر چکی تھی اور اب یہ ایک اور عذاب!! ماورا جمیل بری طرح اوازار ہو کر رہ گئی تھی۔۔ "ایسے نہیں بولتے! اگر تم کسی کو پسند آ بھی گئی ہو تو یہ دیکھو کہ لڑکا کتنا شریف ہے۔۔ سیدھا گھر والوں کو انوالو کر کے رشتہ بھیج دیا۔ ورنہ آج کل کے لڑکوں کا تو تمھیں پتہ ہی ہے کیسے محبت کے نام پر ٹائم

پاس کرتے ہیں۔ اگر قسمت نے تمہیں اتنا اچھا موقع دے ہی دیا ہے تو مجھے نہیں لگتا تمھیں اسے ٹھکرانا چاہیے!! سبینا بیگم نے سنجیدگی سے اسے سمجھانا چاہا۔ "ماما جو میرے نصیب میں ہو گا وہ مل ہی جائے گا۔ آپ انکار کر دیں دا جان کو پلیز۔ مجھے شادی نہیں کرنی!! ماورا جمیل کی وہی رٹ تھی۔ سبینا بیگم کی گود سے سر اٹھاتے وہ صاف انکار کر گئی تھی۔!! "سوچ لو۔ تمہارے بابا نے بھی ہاں کر دی ہے! ویسے بھی عدیل کے انکار کے بعد انہیں اکثر ہی تمہاری شادی کی فکر رہتی ہے!! اچھا ہے تم اپنے گھر کی ہو جاؤ تو ہم دونوں بھی سکون سے مر سکیں!! سبینا بیگم ایموشنل ہو چکی تھیں۔۔ "فور گاڈ سیک ماما۔ آپ لوگ مجھے فورس نہیں کر سکتے۔ یہاں آ کر آپ بھی انہی لوگوں کی طرح ٹاکسک ہو چکی ہیں! اس گھر والوں کا پرچھاواں پڑ رہا ہے آپ پر!! ماورا جمیل بری طرح جھنجھلا اٹھی تھی۔ پہلے اس کی زندگی میں مسئلے تھوڑے تھے جو اب وہ شادی بھی کر لیتی! "تمیز سے بات کرو ماورا۔ میرے گھر والے ہیں یہ لوگ! اور اب تم سے تمہارے بابا ہی بات کرے گیں۔ لاڈ پیار میں بہت بگڑ چکی ہو تم!! سبینا بیگم سنجیدگی سے کہتے بیڈ سے کھڑی ہوئیں۔!! ماورا نے

منہ بناتے انہیں دیکھا جو اب اس سے ناراض ہو کر کمرے سے ہی جا رہی تھیں۔ دوسرے لمحے وہ جھنجھلاتے ہوئے واپس سے فون اٹھاتے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔ سبینا بیگم جو اسے کہہ رہی تھیں وہ ایسا کچھ کر ہی نہیں سکتی تھی۔ ماورا جمیل نے فون انلاک کرتے اسے دیکھا۔۔ پھر سے بالاج خان کی ڈھیروں مس کالز آئی ہوئی تھیں۔!! ماورا جمیل نے ایک سپاٹ نظر اس کی کالز اور میسجز پر ڈالی۔ لمحوں کا کھیل تھا اور اس نے ایک فیصلہ بھی کر لیا تھا۔ "ماما رکیں! سبینا بیگم جو دروازے تک پہنچ چکی تھیں اس نے موبائل کی طرف دیکھتے ہی انہیں آواز لگائی۔ سبینا بیگم فوراً ہی اس کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔ "اب کیا مسئلہ ہے؟ انہوں نے سنیجدگی سے پوچھا۔۔ "ہاں کر دیں رشتے والوں کو۔ میں شادی کے لیے تیار ہوں! موبائل پر ہی نظریں جما کر کہتے وہ سبینا بیگم کو آنکھیں پھاڑنے پر مجبور کر گئی تھی۔!! "پہلے تم لڑ رہی تھی مجھ سے کہ شادی نہیں کرنی۔ اب ایک منٹ میں ایسا کیا ہو گیا کہ شادی کے لیے ہاں بھی کر دی تم نے؟ واپس سے پیچھے کو مڑتے انہوں نے حیرانی سے پوچھا۔۔ "بس اب کرنی ہے! جو بھی لڑکے والے ہیں آپ انہیں ہاں کر دیں

پلیز۔اور ساتھ یہ بھی کہہ دیجئے گا کہ آپ لوگوں کو شادی کی جلدی ہے! جتنی جلدی ہو سکے شادی کر لیں وہ لوگ! ماورا نے ان کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ کوئی نہیں جان سکتا تھا کہ آخر اس کے دل میں کیا چل رہا ہے! "تمہیں بخار تو نہیں ہے نہ؟ ہوش میں ہو تم؟؟ سبینا بیگم تو اب حیران در حیران تھیں۔اس لڑکی کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔۔ "ماما اب کر تو دی ہے ہاں! آپ دونوں دیکھ لیں لڑکا اور جیسے ٹھیک لگے ویسے کر لیجئے گا بس! ماورا جمیل ان کی کیفیت بخوبی سمجھ رہی تھی تبھی نرمی سے کہا۔ "ٹھیک ہے کرتی ہوں میں تمہارے بابا سے بات۔۔ لیکن اگر تم نے بعد میں کوئی مسئلہ کھڑا کیا تو یاد رکھنا مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔انگلی اٹھاتے وہ اسے سختی سے وارن کر گئی تھیں۔ "پکا کچھ نہیں کہوں گی۔کر دیں آپ رشتہ پکا۔۔ ماورا جمیل نے مضبوط لہجے میں کہا۔اس کے ہاتھ میں موجود موبائل پر ابھی بھی کال آ رہی تھی لیکن موبائل سائلینٹ پر تھا۔۔ "ٹھیک ہے! داجان کو یہ خبر سناتی ہوں! سچ میں سب بہت خوش ہونگے تمہارے اس فیصلے سے! سبینا بیگم مسکرا کر کہتے کمرے سے باہر نکلیں۔!! ان کے جاتے ہی ماورا جمیل نے ایک گہری سانس

بھری۔ اس کے چہرے سے مسکراہٹ بلکل غائب ہو چکی تھی۔۔ جبکہ نظریں واپس سے فون پر جاتے اٹک چکی تھیں۔ بالاج خان کی پھر سے کال آرہی تھی۔ ایک گہری سانس بھرتے ماورا جمیل نے اس کا یہ نمبر بھی بلاک کیا۔اس کا دل اس سے بغاوت کرتے بالاج خان سے بات کرنے کے لیے ہمک رہا تھا جو کہ وہ بلکل بھی نہیں چاہتی تھی۔۔اسی لیے وقتی ہی بلاک کرنا ضروری سمجھا۔۔ موبائل کو سائڈ پر پھینکتے اس نے بیڈ کراؤن کے ساتھ اپنا سر ٹکایا۔ جو آج اچانک سے اس نے فیصلہ لیا تھا وہ کوئی چھوٹا نہیں تھا۔اس کی پوری زندگی کہ سوال تھا۔۔ لیکن وہ بس بالاج خان کو کسی طریقے سے اپنی زندگی سے بلکل ختم کرنا چاہتی تھی۔ وُہ اسے مکمل طور پر بھولنا چاہتی تھی تبھی اس نے یہ فیصلہ لیا تھا۔۔اس نے سنا تھا کہ نکاح میں بہت طاقت ہوتی ہے ! بس اسی لیے مجبوراً اسے حامی بھرنی پڑی۔ یہ اس کے لیے اچھا ثابت ہو سکتا تھا۔۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ ایک مرتبہ پھر سے اپنی سوچوں میں گم ہو چکی تھی !

راحیل خان اس وقت اپنے اپارٹمنٹ میں موجود ضیغم کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھا ٹی وی پر کوئی مووی دیکھنے میں مصروف تھا۔ آج اتوار تھا اس لیے ضیغم کی بھی اسکول اور ٹیوشن دونوں جگہ سے چھٹی تھی۔ جبکہ راحیل خان بھی جلدی ہی گھر واپس آگیا تھا۔ اس وقت دن کے تقریباً دو بجے کا وقت تھا۔ ضیغم نسیم راحیل خان کے ہمراہ سائڈ پر بیٹھا شاید کوئی مووی دیکھ رہا تھا۔ اتنے عرصے میں اس کی راحیل خان سے اچھی خاصی بننے لگی تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ اسے اپنا بڑا بھائی ماننے لگا تھا۔ کبھی کبھی اسے مدحا کی یاد تو آتی تھی لیکن وہ یہاں پر اتنا خوش تھا کہ واپس جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ راحیل خان نے اسے ہر قسم کی سہولت میسر کر رکھی تھی۔ کبھی کسی چیز کی کمی نہیں رکھی تھی راحیل نے اس کے لیے۔۔ وہ خود ہی اتنے عرصے میں ضیغم سے کافی زیادہ اٹیچ ہو چکا تھا۔ دن رات وہ دونوں ایک ساتھ ہوتے ڈھیروں وقت ساتھ گزارتے تھے۔ اور راحیل خان کے نا ہونے پر اکثم اِدھر آجاتا تھا۔۔ ضیغم کی اکثم سے بھی اچھی خاصی دوستی تھی۔ جبکہ راحیل خان سے کیے گئے وعدے کے باعث اس نے گھر میں کسی کو بھی ضیغم کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔۔

دروازے پر ہونے والی بیل کی آواز سنتے راحیل خان اور ضیغم دونوں ہی ٹی وی سے نظریں ہٹاتے دروازے کی طرف متوجہ ہوئے!! راحیل خان نے بھنویں سکیڑتے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود برانڈڈ گھڑی کی طرف دیکھا۔۔"اس وقت کون آگیا؟ بے ساختہ ہی وہ منہ میں بڑبڑایا تھا۔۔ کیونکہ اکثم جب بھی گھر آتا تھا تو وہ پہلے اسے کال کرتا تھا۔اس کے علاوہ اس اپارٹمنٹ کی کسی کو خبر ہی نہیں تھی۔!!"میں دیکھوں؟ ضیغم نے اس کی طرف دیکھتے دھیمے سے پوچھا۔ "نہیں میں خود دیکھتا ہوں بیٹھو تم!! مسکرا کر کہتے راحیل خان نے اس کے بال بگاڑے! ساتھ ہی وہ صوفے سے بھی اٹھتے آگے بڑھ چکا تھا۔۔ ضیغم نسیم صوفے پر بیٹھ اسے ہی دیکھنے میں مصروف تھا۔ راحیل خان نے آہستہ سے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھولتے باہر جھانکا۔!! دروازے پر داجان اور رفیق خان کو دیکھتے اس ابرو سکڑے! ان لوگوں کو یہاں کا ایڈریس کون دے سکتا تھا؟ اس نے توزارا کو بھی سختی سے ایڈریس بتانے سے منع کر رکھا تھا۔اور اسے یقین بھی تھا کہ اس کی اجازت کے بغیر زارا ایسا کچھ

نہیں کرے گی۔ لیکن پھر کون ہو سکتا تھا؟؟ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ یہ دونوں یہاں کس مقصد کے لیے آئے ہیں۔۔ "یہاں آنے کی کوئی خاص وجہ؟؟ دروازے کے آگے اڑ کر کھڑے ہوتے راحیل خان نے بنا سلام دعا کے ان دونوں سے سنجیدگی سے پوچھا۔ "اندر نہیں بلاؤ گے؟ رفیق خان کی طرف سے جواباً سوال کیا گیا تھا۔ "نہیں!! سنجیدگی سے بلا توقف فوراً ہی انکار کیا گیا۔ وہ پاگل نہیں تھا جو ان لوگوں کو اپنے گھر میں آنے دیتا۔۔ "لیکن ہم تو اندر آئے گیں! تم جو ضدی ہو تو۔ مت بھولو کہ میں بھی تمھارا ہی دادا ہوں۔۔ داجان نے سنجیدگی سے کہتے اسے زبردستی پکڑتے ایک ہاتھ سے سائڈ پر کیا۔ خود وہ دھڑلے سے اندر داخل ہو چکے تھے! راحیل خان بے دانت کچکچاتے انہیں دیکھ ہی سکا۔ وہ بزرگ تھے اسے کھینچنے کے چکروں میں خود ہی کہیں نا گر جائیں یہ سوچتے راحیل خاک خود ہی سائڈ پر ہو گی تھا۔ "آجائیں آپ بھی اندر۔ زبردستی تو کہیں بھی گھسنے کی عادت ہے آپ کی لوگوں کی! رفیق خان کی طرف دیکھتے راحیل خان نے سنجیدگی سے لفظ چبائے۔ وہ اب تک دروازے کے باہر ہی کھڑے تھے! اس کے اجازت دینے پر ہلکا سا مسکرا کر سر کو خم

دیتے اندر داخل ہوئے ! ! راحیل خان نے انہیں اندر آتے سر جھٹکتے دروازہ بند کیا۔ رفیق خان اور داجان اینڈ ر داخل ہوتے ایک لمحے کے لیے رکے ! وہ عجیب طریقے سے اِرد گرد دیکھتے اس اپارٹمینٹ کا جائزہ لے رہے تھے ! ! یہ دو کمروں پر مشتمل ایک چھوٹا سا اپارٹمنٹ تھا۔۔ جس میں صرف دو کمرے، لاؤنج اور اوپن کچن تھا۔ لیکن چونکہ گھر کو سلیقے اور صفائی سے سیٹ کیا گیا تھا۔اسی لیے یہ دیکھنے میں برا نہیں لگتا تھا۔ ہاں لیکن چھوٹا ضرور تھا۔ ! ! "آجائیں آگے ! آپ لوگوں کے محل کے شایانِ شان نہیں ہے لیکن یہ بھی ایک گھر ہی ہے ! ان دونوں کو اپنے گھر کا جائزہ لیتے دیکھ راحیل خان نے ان کے پاس سے گزرتے کہا۔ "تمہارے قابل نہیں ہے یہ گھر ! کہاں وہ اتنا بڑا ولا چھوڑ کر تم اس کھنڈر میں رہ رہے ہو ! داجان نے آگے بڑھتے سنجیدگی سے راحیل خان کی طرف دیکھتے کہا۔۔ وہ تینوں ایک ساتھ ہی لاؤنج کی طرف روانہ تھے ! "مرنے کے لیے محض دو گز زمین چاہیے ہوتی ہے انسان کو۔ کاش کہ عالیشان محلوں میں رہنے والے اس چیز کو سمجھ جائیں۔۔ داجان کی طرف دیکھتے راحیل خان نے سنیجیدگی سے جواب دیا۔ "یہ بچہ کون ہے؟ لاؤنج میں

داخل ہوتے رفیق خان اور دا جان سامنے بیٹھے ضیغم کو دیکھتے ایک لمحے کے لیے ٹھٹھکے تھے! انہوں نے تو اس بچے کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔ "آپ لوگ جس کام سے آئے ہیں وہ بتائیں پلیز۔ میرے پرسنلز میں بولنے کا کوئی حق نہیں ہے آپ دونوں کو! یہ جو بھی ہو آپ لوگوں کا مسئلہ نہیں ہے!! راحیل خان سپاٹ انداز میں کہتے ضیغم کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا۔۔ ضیغم نسیم نا سمجھی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔ "یہ میرے بابا ہیں اور یہ اُن کے بابا۔۔ ضیغم کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے راحیل نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ دا جان اور رفیق خان اس کی سرگوشی کو قطعی نہیں سن سکے تھے!! "اوہ اچھا۔ ضیغم نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔۔ "بیٹھیں!! گھر آئے مہمانوں کو عزت دینے کا قائل ہوں میں۔ کسی قسم کی خوش فہمی مت پال لیجئے گا۔۔ ان دونوں کے بیٹھنے کا کہتے راحیل خان صاف صاف بات کر گیا تھا۔ اس کے لہجے میں کسی قسم کا بھی رکھاؤ نہیں تھا۔۔ رفیق خان اور دا جان ایک نظر ایک دوسرے کی طرف دیکھتے وہاں رکھے صوفوں پر بیٹھے!! کیا کہتے وہ اس بدتمیز کی بھلا؟؟ "دیکھو راحیل میں بھی تم سے صاف صاف بات ہی کروں

گا۔ ہم تمہیں لینے آئے ہیں یہاں سے ! ہمارے ساتھ گھر چلو۔ داجان نے اس کی طرف دیکھتے نرمی سے بات کا آغاز کیا۔ راحیل خان کا اٹیٹوڈ وہ بخوبی سمجھ رہے تھے ! "کونسا گھر وہی جہاں سے آپ نے دھکے دے کر نکال دیا تھا؟؟ راحیل خان نے صوفے سے ٹیک لگاتے طنز کیا۔ ! ! "میں معافی مانگتا ہوں اس کے لیے تم سے ! ہم سب کو غلط فہمی میں رکھا گیا تھا۔ یقین کرو اگر مجھے یا تمہارے باپ کو ذرا بھی بھنک ہوتی تو تمہارے ساتھ وہ سب کچھ بلکل نہیں کرتے ! داجان واقعی اس سے شرمندہ تھے ! ! "ضیغم اندر جاؤ ! راحیل خان نے انہیں جواب دینے سے پہلے ضیغم کو اندر بھیجنا ضروری سمجھا۔ ضیغم نسیم خاموشی سے صوفے سے اٹھتے کمرے کی جانب بڑھ چکا تھا۔ اس کا بحث کرنا بنتا نہیں تھا۔ ! ! "اوہ ! ! مجھے یہ بتائیں کہ میں اگر ناجائز تھا بھی تو اولاد کس کی تھی؟ گناہ کس کا تھا؟ آپ کے بیٹے کا نا؟؟ تو بجائے اسے کچھ کہنے کے مجھے معاشرے میں ایک گالی کیوں بنا دیا تھا آپ نے ؟؟ آپ لوگ دھوکے میں نہیں تھے بلکہ آپ لوگوں پر جہالت چھائی ہوئی تھی۔ جو کہ ابھی بھی برقرار ہے ! ! تھوڑا آگے ہو کر بیٹھتے راحیل خان بنا ہچکچائے صاف صاف الفاظ کہہ گیا

تھا۔ جبکہ اس کے الفاظ پر رفیق خان کا جھکا سر مزید جھکا۔ وہ تو اس کے سامنے کچھ بولنے لائق بھی نہیں بچے تھے!! "زندگی میں غلطیاں تو سب سے ہوتی ہیں نا؟ ہم دونوں سے بھی ہو گئی کیا تم اس کے لیے ہمیں معاف نہیں کر سکتے؟؟ داجان نے شرمندگی سے کہتے مزید کوشش کرنی چاہی۔۔ "ہنہہ غلطی؟؟ راحیل خان اتنا کہتے طنزیہ سا مسکرایا۔ آپ کی اس غلطی کے چکروں میں میری اور زارا کی زندگی برباد ہوئی ہے! یہ تو بھلا ہو میری ماں کا کہ ہم نے زندگی کے کچھ سال سکون سے گزار لیے۔ ورنہ آپ لوگوں نے بچپن میں ہی زندہ درگور کر دینا تھا ہم دونوں کو!! راحیل کی آواز ہلکی سی اونچی ہونے لگی تھی۔ یہ لوگ یہاں آکر اس کے زخم پھر سے ہرے کر رہے تھے!! "ہمیں معاف کر دو راحیل! ہم اندھیرے میں تھے میں مانتا ہوں۔ یقین کرو اب سوچ سوچ کر راتوں کی نیند حرام ہو گئی ہے کہ بچوں کے ساتھ یہ کیا کر دیا ہم لوگوں نے!! داجان کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔!! "کوئی شرمندگی نہیں ہے آپ لوگوں کو! چند دنوں کا پچھتاوا ہے وقت کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔ اور ویسے مجھے ایک بات بتائیں؟؟ میرا تو چلو تھا ہی گنداخون! زارا سے کی

دشمنی تھی آپ لوگوں کی؟ اس کو کیوں۔ باپ والا پیار نہیں دے سکے آپ؟ پتہ ہے آپ کو اس سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہی کہ آپ نا ایک اچھے شوہر بننے کے لائق تھے اور نہ ہی ایک اچھے باپ! آپ کو صرف اپنا آپ پیارا ہے! خدا کسی کو آپ جیسا باپ نا دے! نفرت سے رفیق خان کی طرف دیکھتے راحیل خان نے ہمیشہ سے اپنے دل میں پلتا سوال پوچھا۔ اتنا برا اسے اپنے لیے نہیں لگتا تھا جتنا زارا خان کے لیے اس کا دل دکھتا تھا۔۔ رفیق خان نے ہچکی بھرتے اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوں صاف کیے۔ ان کے ہاتھ لرزنے سے لگے تھے! راحیل خان کی بات انہیں تماچے کی طرح اپنے منہ پر لگتی محسوس ہوئی تھی۔۔ "مجھے معاف کر دو! خدا کے لیے مجھے معاف کر دو! میری زندگی اندھیرے میں گزری ہے! میں اب اپنی ہر غلطی سدھارنا چاہتا ہوں! خدا کے لیے مجھے معاف کر دو راحیل! رفیق خان نے اپنے لرزتے جھریوں والے ہاتھ راحیل خان کے سامنے جوڑے! ان کی آنکھوں سے قطار در قطار آنسوں بہہ رہے تھے! "آپ کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے میرے پاس۔ حتیٰ کہ معافی بھی نہیں! ساری دنیا کو معاف کر سکتا ہوں میں لیکن

آپ کو نہیں کر سکتا۔ آپ کے لیے سب سے بڑی سزا یہی ہو گی کہ آپ کی سگی اولاد ہی ساری زندگی آپ کی شکل دیکھنا بھی پسند نہ کرے!! حتیٰ کہ اس وقت پر بھی جب آپ کے آخری ایام چل رہے ہو! ان کی طرف دیکھتے راحیل خان نے سپاٹ سے لہجے میں کہا۔ اس کے دل میں رفیق خان کو لے کر کسی قسم کا کوئی بھی جذبہ نہیں تھا۔ "یہ ظلم مت کرو راحیل! خدا کے لیے ایسا مت کرنا۔ تمھارا باپ مر جائے گا۔۔ رفیق خان کی طرف سے التجا کی گئی تھی۔۔ "داجان چلے جائیں انہیں لے کر پلیز! میں خوش ہوں یہاں پر!! تو بہتر ہے آپ لوگ مجھے خوش ہی رہنے دیں۔۔ اس سے پہلے کہ وہ ہمت ہارتا راحیل خان نے داجان کی طرف دیکھتے سپاٹ سے انداز میں کہا۔ اس کے دل کے کسی کونے میں رفیق خان کے لیے ایک نرم جذبہ پیدا ہو رہا تھا۔ لیکن وہ اتنی آسانی سے انہیں معاف نہیں کر سکتا تھا۔۔ "تم گھر آجاؤ! مت کرنا ہم لوگوں سے بات۔ کچھ نہیں کہیں گیں ہم لوگ تمھیں! لیکن گھر چلو ہمارے ساتھ! داجان نے راحیل کی طرف دیکھتے جیسے منت کی۔ ایک مرتبہ وہ گھر آجاتا۔ پھر ان لوگوں کے لیے راحیل خان کی معافی حاصل کرنا زیادہ

آسان ہو سکتا تھا۔ "تاکہ آپ دوبارہ نکال دیں اس گھر سے مجھے! یا پھر ایک مرتبہ پھر سے مجھے یہ طعنہ دے سکیں کہ آپ کے گھر میں مفت کے روٹیاں توڑنے آگیا؟! وہی طنزیہ انداز!! "ایسا کچھ نہیں ہے! ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اب تمھیں گھر میں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔۔ جیسے تم چاہو ویسے رہنا کوئی تمھیں کچھ بھی نہیں کہے گا۔ وہ تمھارا گھر ہے جیسے مرضی رہنا۔۔ یہ وعدہ ہے میرا۔۔ سنجیدگی سے وعدہ کیا گیا تھا۔۔ راحیل خان نے ایک پرسوچ نظر داجان کے چہرے پر ڈالی۔ اپنی اس کی خیر تھی لیکن اسے ضیغم کی زیادہ فکر تھی۔!! "میرے ساتھ ضیغم بھی چلے گا پھر۔ اس بچے کی کفالت میں کر رہا ہوں تو یہ زمیداری بھی میری ہے! اکیلا نہیں چھوڑ سکتا میں اسے!! راحیل خان نے موقع کی نزاکت دیکھتے شرط رکھی۔ داجان اس کی منتیں کر رہے تھے اور اسے یہ بلکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ تبھی بس وہ گھر جانے کے لیے راضی ہو گیا تھا۔ ویسے بھی اس میں اسی کا فائدہ تھا۔ ضیغم کی وجہ سے ابھی تک اس کے بہت سے کام پینڈنگ پر تھے! اگر ضیغم اس کے گھر میں رہتا تو پیچھے اس کا خیال رکھنے کے لیے سارے گھر والے موجود تھے! اسے

ضیغم کی کسی قسم کی بھی پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔ "ہے کون یہ؟؟ کہاں سے لائے ہو تم اسے؟ کیا یہ کوئی یتیم بچہ ہے؟ داجان نے ضیغم کے متعلق ایک ساتھ کئی سوال داغے! "کچھ ایسا ہی سمجھ لیں! اس سے زیادہ میں آپ کو کچھ نہیں بتانا چاہتا۔ اگر آپ میری بات مان سکتے ہیں تو ٹھیک ہے میں چل پڑتا ہوں۔ ورنہ میں یہاں بلکل سیٹل ہوں۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے! اس نے جتانا ضروری سمجھا۔ داجان نے اس کی طرف دیکھتے ایک گہری سانس بھری۔ راحیل خان کو گھر لے جانے کے لیے انہیں ابھی اس کی بات ماننی ہی تھی۔ "چلو پھر! صوفے سے کھڑے انہوں نے حامی بھری۔ "جائیں آپ لوگ۔ میں آجاؤں گا جب میرا دل کرے گا۔ صوفے پر پاؤں اوپر کر کے بیٹھتے راحیل خان نے سنجیدگی سے انہیں کہتے واپس سے ٹی وی آن کیا۔ اشارہ صاف تھا کہ یہ لوگ جا سکتے ہیں! "جیسے تمہاری مرضی! انتظار کرے گیں ہم سب تمھارا۔ اس کے پاس جاتے داجان نے اس کا کندھا تھپکتے کہا۔۔ رفیق خان ایک آخری نظر راحیل پر ڈالتے تیز تیز قدموں سے گھر سے باہر نکلے! جو کچھ انہوں نے راحیل کے ساتھ کیا تھا انہیں اس کے

رویے پر اس سے کوئی شکوہ نہیں تھا۔ وہ خود کو اب اسی قابل سمجھ رہے تھے! رفیق خان کو جاتے دیکھ داجان بھی ان کے پیچھے ہی باہر کی طرف بڑھے!

جبکہ راحیل خان نے ان دونوں کو جاتے دیکھ شکر کا سانس بھرا۔ دوسرے لمحے وہ واپس سے سر جھٹکتے ٹی وی کو طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ اب اس کا ارادہ دو تین دن بعد ہی گھر جانے کا تھا۔

خان ولا میں اس وقت چہل پہل ہوئی پڑی تھی۔۔ ہر کوئی کام سے واپس آتے سب کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھا شام کی چائے پی رہا تھا۔ داجان اور رفیق خان بھی راحیل کے گھر واپس آ چکے تھے۔۔ ان لوگوں کو ایک تسلی تھی کہ کم از کم اب راحیل خان واپس آ جائے گا۔ سوائے رائنا خان کے سارے گھر والے اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے!! وہ سب ابھی باتوں میں ہی مصروف تھے کہ برہان خان صوفے سے کھڑے ہوئے!! "کہاں جا رہے ہیں؟ عظمیٰ خان نے یکلخت ہی ان کی طرف دیکھتے پوچھا۔ وہ اب کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھی تھیں۔۔ "آ رہا ہوں بیٹھو تم لوگ!!

سنجیدگی سے کہتے برہان خان نے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے۔ وہ سیڑھیوں کی طرف جا رہے تھے! عظمیٰ خان نے ان کی پشت کو دیکھتے کندھے اچکائے۔ وہ جان چکی تھی کہ برہان خان کہاں جا رہے ہیں!!

برہان خان نے سیڑھیوں سے اوپر چڑھتے رائنا خان کے کمرے کی طرف اپنے قدم بڑھائے! وہ اسے اس حالت میں نہیں رہنے دے سکتے تھے! انہیں آج رائنا خان سے فائنل بات کرنی تھی تاکہ اس کے متعلق کوئی فیصلہ لے سکیں! آخر کو وہ ان کی بیٹی تھی۔ ان کا دل دکھتا تھا اسے اس حالت میں دیکھ کر!! مزید برہان خان اسے اس طرح ایک ہی کمرے میں بند نہیں دیکھ سکتے تھے! رائنا خان کے کمرے تک پہنچتے انہوں نے دروازہ ناک کیا۔ وہ اندر سے کوئی جواب ملنے کے انتظار میں تھے!! کوئی رسپانس نا آتے دیکھ انہوں نے ایک مرتبہ پھر دروازہ ناک کیا۔ حالانکہ وہ محسوس کر رہے تھے کہ دروازہ لاک نہیں ہے۔۔ لیکن پھر بھی بیٹیوں کے کمروں میں ناک کر کے جانے کا ان کا شروع سے ایک اصول رہا تھا۔۔ "آجائیں!! اندر سے رائنا خان کی دھیمی سی آواز نکلی۔ وہ پہچان گئی تھی کہ یقیناً باہر برہان خان ہیں۔ ورنہ

دروازہ ناک کر کے اتنی دیر انتظار کوئی بھی نہیں کرتا۔۔ برہان خان آہستہ سے دروازہ کھولتے کمرے کے اندر داخل ہوئے! ان کے چہرے پر ایک انجانی سی سنجیدگی تھی۔!! رائنا خان انہیں اندر آتے دیکھ بیڈ پر سیدھی ہوتے بیٹھی۔۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے سو کر اٹھی تھی۔ ویسے بھی اب سونے اور رونے کے علاوہ اس کے پاس اور کام ہی کیا تھا بھلا۔۔ "کچھ دیر بات کرنی ہے تم سے!! برہان خان نے اس کے پاس جاتے نرمی سے کہا۔ اس کی سوجی آنکھیں انہیں بخوبی بتا رہی تھیں کہ یقیناً رائنا خان اب دن رات روتی ہے! اس کی آنکھوں کے گرد گہرے حلقے پڑے ہوئے تھے!! "جی؟ تھوڑا سائڈ پر ہو کر برہان خان کو بیڈ پر بیٹھنے کی جگہ دیتے رائنا خان نے دھیمے سے پوچھا۔۔ برہان خان ایک گہری سانس بھرتے اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھے! "طبیعت کیسی ہے تمہاری؟ نجانے کیا سوچتے انہوں نے اس کی طبیعت کا پوچھ لیا تھا۔ رائنا خان اس وقت اجڑی ہوئی کوئی مورت لگ رہی تھی۔ اس کی حالت دیکھتے برہان خان کا دل کٹ رہا تھا۔ رائنا خان کے حلق میں آنسوؤں کا ایک گولہ سا اٹکا۔۔ اس کی آنکھیں تیزی سے نم ہوئی تھیں۔ آنکھیں اٹھاتے اس نے

ایک نظر برہان خان پر ڈالی۔ جیسے کہنا چاہتی ہو کہ آپ تو سب کچھ جانتے ہیں پھر بھی طبیعت کا پوچھ رہے ہیں! برہان خان نے بے بسی سے اس کی پھر سے تیزی سے بھیگتی آنکھیں دیکھی۔ان کی بچی کی زندگی برباد ہو کر رہ گئی تھی۔۔"کیوں خود کو اور ہم سب کو تکلیف دے رہی ہو بیٹا؟ بس کرو تھک گیا ہے تمھارا باپ!! برہان خان نے بھیگی سی آواز میں تھکے ہارے انداز میں کہتے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ان کی خود کی آنکھیں بھیگ چکی تھیں۔ جبکہ رائنا خان نے ان کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ وہ مزید رونے لگی تھی۔اپنے باپ کے سامنے وہ اس ظالم انسان کے لیے پھر سے آنسوں بھا رہی تھی۔ یہ اس کے بس سے باہر تھا۔!!"کیا مجھ سے زیادہ پیار کرتا ہے وہ تم سے؟؟ نجانے کتنے بھاری دل کے ساتھ ایک باپ نے اپنی بیٹی سے یہ سوال کیا تھا۔ برہان خان نے بہت مشکل سے حلق سے آواز نکالتے بھیگی آواز میں یہ سوال پوچھا تھا۔انہیں ڈر تھا رائنا خان کہیں ہاں ہی نا کہہ دے!! رائنا خان کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔"میں نہیں جانتی بابا۔ مگر اس کے بغیر میری سانسیں رک رہی ہیں! نکاح میں بہت طاقت ہوتی ہے بابا۔ میں نہیں رہ سکتی اس کے بغیر!

وہ بھلے ہی مجھے چھوڑ کر چلا گیا لیکن میں نہیں رہ سکتی اس کے بغیر!! اپنے گیلے ہاتھوں پر نظریں جمائے رائنا خان نے دھیمے سے کہا۔ اس کے آنسوں اس کے ہاتھوں پر گر رہے تھے!! برہان خان نے کرب سے اپنی آنکھیں میچی۔ عدیل شاہ بازی لے گیا تھا۔۔ "کیا چاہتی ہو اب تم؟ دوسرے لمحے برہان خان نے ایک ہاتھ سے اپنے آنسوں صاف کرتے سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ جتنا جلدی ہو سکے اس معاملے کو ختم کرنا چاہتے تھے!! "یہ آپ پوچھ رہے ہیں؟؟ رائنا خان نظر اٹھائے انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔ "ہاں کیونکہ میں تھک گیا ہیں تمھیں اس حال میں دیکھ دیکھ کر! تم سارا دن اس کمرے میں بند رہتی ہو۔ ایسے تو تم ذہنی مریضہ بن جاؤ گی۔ تمھیں کیا لگتا ہے میرے پاس پتھر کا دل ہے؟؟ باپ ہوں بیٹے میں تمھارا۔ میرا دل کٹتا ہے تمھیں اس حال میں دیکھ کر!! میرا دل پہلے ہی بہت کمزور ہو چکا ہے۔ خدارہ تم مجھے مزید غم مت دو! کیا چاہتی ہو تم بتاؤ مجھے تاکہ میں اس معاملے کو ختم کر سکوں۔۔ سنجیدگی سے کہتے وہ رائنا خان کی جان پر بنا گئے تھے۔ اسے لگتا تھا کسی کو بھی اس کی فکر نہیں ہے! لیکن وہ غلط تھی۔!! "خلع چاہیے۔۔ مجھے عدیل شاہ سے!! دل پر

پتھر رکھ کر اس نے ہچکی بھرتے برہان خان کی طرف دیکھتے کہا۔اس کے اندر کچھ اسے یہ کرنے اسے سختی سے منع کر رہا تھا۔ لیکن وہ مزید عدیل شاہ کے ساتھ اس رشتے میں رہ کر دھوکے میں نہیں رہ سکتی تھی۔۔ وہ انسان اسے سب کے سامنے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ایسے انسان کا بعد میں بھی کوئی بھروسہ نہیں ہو سکتا تھا۔ برہان خان نے حیرت سے اسے دیکھا۔ کیا اس نے وہی کہا تھا جو ان کے کانوں نے سنا تھا؟؟ رائنا خان اور عدیل شاہ سے اتنی آسانی سے علیحدگی اختیار کر لے! تعجب کی بات تھی۔!! "رہ لو گی تم اس کے بغیر؟؟ برہان خان نے حیرت سے سوال کیا۔ "زیادہ سے زیادہ مر ہی جاؤں گی! نظریں جھکائے بمشکل ہی گھٹی گھٹی آواز میں جواب آیا تھا۔۔ "دنیا میں ایک وہی تو نہیں ہے جو تم سے پیار کرتا ہے۔۔ تمہارے ماں باپ بہن بھائی سب ہیں اس دنیا میں! کیا ایک شخص کی خاطر ہم سب کو سزا دو گی تم؟؟ برہان خان نے کرب سے سوال کیا۔ کتنا آسان ہوتا ہے ایک انسان کے لیے موت کی بات کرنا۔۔ "وہ سب سے عزیز ہے! کیا آپ جانتے ہیں بابا رائنا خان کا دل عدیل شاہ کی مٹھی میں قید ہے! وہ چاہے تو اپنی مرضی سے اسے جوڑ دے!

اور وہی چاہے تو اپنی مرضی سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے میرا قتل کر دے!
سارے اختیار اس کے پاس ہیں بابا۔ ٹھیک ٹھاک اپنے جال میں پھنسایا ہے اس نے
مجھے! چھ مہینے نکاح کی مدت کم نہیں ہوتی! اس عرصے میں ہر طرح سے وہ میرے
دل میں اپنے پنجے گاڑ چکا ہے! اس کی محبت سے رہائی میرے لیے سوہان روح
ہے!! نظریں جھکائے روتے ہوئے وہ بمشکل ہی آواز نکالتے برہان خان کو اپنے دل
کا حال بتا رہی تھی۔ "پھر خلع کیوں چاہتی ہو! رہنے دو! میں اس کی منتیں کر لوں گا
کہ آ کر لے جائے تمھیں! لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس کی ماں تمھیں کوئی نقصان نا
پہنچائے۔ ورنہ رخصتی کے لیے میں نے اسی لیے یہ شرط رکھی تھی۔۔ برہان خان
نے اپنے دل میں پلتی بات اسے بتائی۔ "کوئی فائدہ نہیں ہے بابا۔۔ اس نے جو کرنا
تھا وہ کر چکا ہے۔ آپ خلع کے پیپرز بنوالیں! میں سائن کر دوں گی۔۔ اپنے آنسوں
صاف کرتے رائنا خان نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔ "پیپرز میرے پاس ہی پڑے
ہیں! بہت پہلے ہی بنوا لیے تھے میں نے! تم ایک مرتبہ پھر سوچ لو۔ جو بھی فیصلہ
کرو گی میں تمہارے ساتھ کھڑا ہوں!! برہان خان نے اس کے بالوں پر لب رکھتے

نرمی سے کہا۔ جب عدیل شاہ نے پیپرز پھاڑے تھے اس کے اگلے دن ہی برہان خان نئے پیپرز بنوا چکے تھے!"سوچ لیا ہے آپ لے آئیں پیپرز! میں انتظار کر رہی ہوں! وہی سپاٹ سا انداز۔ جب وہ چھوڑنے کا فیصلہ کر ہی چکی تھی تو اب سوچنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ "میں لے کے آتا ہوں!! برہان خان پھر سے اس کے بالوں پر لب رکھتے بیڈ سے کھڑے ہوئے! وہ کمرے سے جاتے واپس سے دروازہ بند کر گئے تھے!! رائنا خان نے ایک نظر دروازے کی طرف دیکھا۔۔ دوسرے لمحے وہ ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپائے بری طرح سسکنے لگی تھی۔ خدا گواہ تھا کہ اس کا یہ فیصلہ سب سے زیادہ اسے خود کو ہی تکلیف دے رہا تھا۔ اس کا دل جیسے آج پھٹنے کو تھا۔ اور رائنا خان کو لگتا بھی یہی تھا کہ پہلی مرتبہ عدیل شاہ سے علیحدگی کے کاغذات پر دستخط کرنے کے بعد وہ بچ گئی تھی۔ لیکن آج وہ بلکل بھی بچ سکے گی۔ اسے لگ رہا تھا کوئی اس کے جسم سے قطرہ قطرہ کرتے جان نکال رہا ہے! رائنا خان کے سر کی رگیں اس وقت جیسے پھٹنے کو تھیں۔ وہ چہرہ ہاتھوں میں چھپائے بری طرح بچوں کی طرح ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ غم بڑا تھا۔ اس کا رونا بنتا تھا۔۔

برہان خان پیپرز لیتے واپس سے رائنا خان کے کمرے کے باہر آئے! انہوں نے پھر سے دروازہ ناک کیا تھا۔۔ رائنا خان جو ابھی تک آنسوں بہانے میں مصروف تھی خود پر قابو پاتے اپنے آنسوں صاف کرتے سیدھے ہوتے بیٹھی۔ وہ برہان خان کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی لیکن آنسوں اس کے بس سے باہر تھے! "آجائیں! دھیمے سے اس نے برہان خان کو اندر آنے کی اجازت دی۔ برہان خان دروازہ کھیلتے اندر داخل ہوئے۔ان کے ہاتھ میں خلع کے پیپرز اور ایک پین تھا۔۔ رائنا خان کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھتے برہان خان نے پیپرز اس کے سامنے رکھے! رائنا خان آنکھوں میں ڈھیروں آنسوں لیے ان پیپرز کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل اتنی شدت سے دھڑک رہا تھا کہ اسے دھڑکنے کی آواز اپنے کانوں تک بخوبی محسوس ہو رہی تھی۔۔ "اِدھر دستخط کر دو بچے! برہان خان نے اس کے ہاتھ میں پین تھماتے نرمی سے کہا۔۔ رائنا خان نے بے ساختہ ہی برہان خان کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا تھا۔ اسے واقعی کسی سہارے کی ضرورت تھی۔۔ "رونا بند کرو بیٹا پیپرز خراب ہو رہے

ہیں!! اس کے آنسوں پیپرز پر گرتے دیکھ برہان خان نے نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ اس کی حالت بخوبی سمجھ رہے تھے!! رائنا خان نے اچھا کی صورت سر ہلاتے بھاری دل کے ساتھ برہان خان کی بتائی ہوئی جگہ پر دستخط کیے۔ ایک لمحے کے لیے ہر چیز ساکت ہو گئی تھی۔ اِرد گرد موت سا سناٹا چھا گیا تھا۔۔ اور رائنا خان کا دل خالی ہو گیا تھا۔ وہ بنا پلکیں جھپکائے پیپرز کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں اس نے سائن کیے تھے! اس کی آنکھوں کے سامنے عدیل شاہ کے ساتھ وہ آخری ملاقات چل رہی تھی جب وہ اس کے پورے جسم کو اپنے ہونٹوں سے محسوس کر کے گیا تھا۔ کتنی حسین تھی وہ ملاقات۔ تب ایسا لگتا تھا جیسے وہ دونوں کبھی الگ ہو ہی نہیں سکتے! لیکن ضروری تو نہیں قسمت ہر مرتبہ ساتھ دے! کبھی کبھی ہماری زندگیوں میں وہ بھی ہو جاتا ہے جو ہم نے سوچا بھی نہیں ہوتا۔ "تم ٹھیک ہو؟ برہان خان نے اسے بے حس و حرکت غیر مرئی نکتے پر نظریں جمائے دیکھ ہلکا سا اسے ہلاتے پوچھا۔۔ "مجھے کچھ دیر کے لیے اکیلا چھوڑ دیں بابا پلیز۔۔ سنجیدگی سے اس نے بغیر برہان خان کی طرف دیکھتے کہا تھا۔۔ "بس یہ یاد رکھنا کہ صرف عدیل ہی نہیں تھا

اس کے علاوہ اور بھی بہت لوگ ہیں جن میں تمہاری جان بستی ہے! ڈھکے چھپے لفظوں میں وہ اسے بہت کچھ سمجھا گیا تھے! برہان خان پیپرز اٹھاتے ایک آخری مرتبہ اس کے سر کو تھپکتے کمرے سے باہر نکلے! اب انہیں یہ پیپرز عدیل شاہ تک پہنچانے تھے!!

جبکہ پیچھے رائنا خان دروازہ بند ہونے کی آواز سنتے پاگلوں کی طرح اپنے بالوں کو جکڑے ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔ وہ اپنی قسمت کو کوس رہی تھی کہ آخر وہ مر کیوں نہیں گئی۔اس وقت اس کی آنکھوں کے سامنے عدیل شاہ کے ساتھ گزرے منظر جبکہ دماغ میں مرنے کی دعائیں چل رہی تھیں۔۔یہ وقت کتنا ظالم تھا کوئی اس سے پوچھتا۔ عدیل شاہ کے بغیر اس کی زندگی بھی جیسے ختم ہونے کو تھی۔۔ لیکن اب رونے دھونے کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا۔اپنی مرضی سے وہ اپنے دل کا ایک حصہ خود سے جدا کر گئی تھی۔۔ نجانے اب مزید اس کی زندگی اسے کس موڑ پر لے کر جانے والی تھی۔۔

اس وقت رات کا سناٹا ہر سمت پھیلا ہوا تھا۔ یہ تقریباً رات کے نو بجے کا وقت تھا جب شاہ ولا میں ہر سمت ہو کا عالم تھا۔ ہر شخص اپنے کمرے میں موجود آرام کرنے میں مصروف تھا۔ ایسے میں حدائق شاہ آہستہ سے آپکے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ وہ آج دو سے تین بعد رات کے وقت اپنے کمرے میں جا رہا تھا۔ ورنہ تو وہ پچھلے تین دنوں سے اپنے فارم ہاؤس میں اریبی کے ساتھ تھا۔ اصل میں اس نے کافی ٹائم بعد واپس سے اپنا کام شروع کیا تھا تو اسے ساری ساری رات کام کرتے گزر جاتی تھی۔ یہ گزرے تین دن تو اس نے دن رات بس کام ہی کیا تھا۔ بہت سارے ایسے کیسز تھے جو اس کے پینڈنگ پڑے تھے۔ اور اب حدائق شاہ نے دن رات محنت کرتے کافی کام تو نبٹا بھی لیا تھا۔۔ آج پچھلا سارا کام ختم کر کے وہ فارغ ہو کر ہی گھر پر آیا تھا۔۔ کمرے میں داخل ہوتے حدائق شاہ کی نظر سامنے کی طرف اٹھی۔ جہاں اس کی شریکِ حیات بیڈ پر بیٹھی ہاتھوں پر کوئی لوشن لگا رہی تھی۔۔ اتنے ٹائم میں حدائق شاہ کو فائزہ کی ایک عادت تو پتہ چلی تھی کہ وہ سونے

سے پہلے ہاتھوں پیروں پر لوشن لگاتی ہے۔اب اس کے پیچھے کی کیا لاجیک تھی وہ حدائق نہیں جانتا تھا۔ "السلام وعلیکم!! حدائق شاہ نے آگے بڑھتے مسکراتے ہوئے سلام کیا۔ساتھ ہی وہ اپنے ہاتھ میں موجود بیگ ٹیبل پر رکھ گیا تھا۔فائزہ شاہ نے یکلخت ہی نظریں اٹھاتے فوراً سے اسے دیکھا۔یہ انسان آج تین دن بعد رات کے وقت کمرے میں آیا تھا۔اور فائزہ شاہ کی راتیں جاگ کر گزری۔تھیں۔جس دن سے وہ رات میں ڈری تھی اس کے اگلے دن سے ہی حدائق شاہ چلا گیا تھا۔۔ راتوں کو جاگ کر اس کے بس چیخنے کی ہی کسر رہ جاتی تھی۔ورنہ ڈر اسے ویسے ہی لگتا تھا۔لیکن اس وقت یہ انسان کہیں نہیں تھا۔کیا اسے نہیں پتہ تھا کہ فائزہ کی کیا حالت ہے جو وہ اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا؟؟ فائزہ شاہ کو اس سے شکوہ تھا۔لیکن وہ منہ پھاڑ کر اسے بتا نہیں سکتی تھی۔ وہ ابھی حدائق شاہ اور اپنے درمیان اتنی انڈر سٹینڈنگ نہیں سمجھتی تھی کہ اس سے بیٹھ کر بیویوں والے شکوے کرتی۔ہاں لیکن اس کے دل میں خلش ضرور پیدا ہو گئی تھی۔اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ اسے حدائق شاہ کی عادت ہونے لگی تھی۔وہ کمرے میں ہوتا تھا تو فائزہ شاہ کو ایک الگ ہی سکون

ملتا تھا۔اب تین دن سے وہ نہیں تھا تو نیند بھی اس سے جیسے روٹھ گئی تھی۔اسے حدائق شاہ کی اوٹ پٹانگ باتوں کی بھی عادت ہونے لگی تھی۔!! سونے سے پہلے وہ لازمی اپنی باتوں سے اس کا دماغ چاٹ کر سوتا تھا۔اور یہی چیز فائزہ شاہ نے اس کی سب سے زیادہ مس کی تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ اسے ڈر سے زیاد حدائق شاہ کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔اب نجانے یہ سب اس کے ساتھ کیوں ہو رہا تھا۔ لیکن فلحال حدائق شاہ کو سامنے دیکھتے اس کی آنکھوں کو جیسے ٹھنڈک سی پہنچ گئی تھی۔۔ لیکن وہ اسے کچھ بھی شو کروا کر سر پر نہیں چڑھا سکتی تھی۔!! فائزہ شاہ نے ایک نظر اسے دیکھتے نظریں واپس سے اپنے ہاتھوں پر مرکوز کیں۔ سلام کا جواب اس نے دل میں دے دیا تھا۔ زبان سے جواب دینا اس نے ضروری نہیں سمجھا۔۔ حدائق شاہ نے ہونٹ کا کونا دانتوں تلے دباتے اسے دیکھا۔ مقابل کم از کم سلام کا ہی جواب دیتی!! اسے نجانے کیوں حالات سنگین لگ رہے تھے۔ فائزہ شاہ کا سنجیدہ چہرہ اسے پیشنگوئی دے رہا تھا کہ مقابل غصے میں بیٹھی ہے! "کیسی ہو؟ حدائق شاہ نے محبت سے پوچھتے اسے بلوانا چاہا۔ لیکن جواب ندارد! اس مرتبہ تو گردن اٹھا کر بھی نہیں

دیکھا گیا تھا۔۔ "کیا ہوا کوئی بات ہے کیا؟؟ حدائق شاہ نے بھنویں سکیڑتے پوچھا۔ لیکن آج تو جیسے فائزہ شاہ نے منہ میں دہی جما رکھی تھی۔ وہ اس کے سوال سن رہی تھی لیکن نا تو جواب دے رہی تھی اور نہ ہی آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھنا ضروری سمجھا۔۔ حدائق شاہ نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ اب نجانے اس لڑکی کو کیا ہو گیا تھا کہ وہ اس سے بات بھی نہیں کر رہی تھی۔ اس کے موڈ کا بھی کوئی پتہ نہیں چلتا تھا۔۔ "اوکے مت کرو بات! تم سے اُمید بھی اور کیا کی جا سکتی ہے! اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے حدائق شاہ نے سنجیدگی سے لفظ چبائے۔ اسے غصّہ آنے لگا تھا۔ حدائق شاہ سے اپنا اگنور ہونا بلکل برداشت نہیں ہو رہا تھا۔۔ ایک آخری نظر فائزہ شاہ پر ڈالتے حدائق شاہ سر جھٹکتے واشروم کی طرف بڑھا۔ وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔!! واشروم کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنتے فائزہ شاہ نے لوشن سائڈ پر رکھتے ایک نظر واشروم کے بند دروازے کی طرف دیکھا۔ "نہیں کرتی آئندہ خود بھی نہ کریں مجھ سے بات!! منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے فائزہ شاہ نے اپنے اوپر کمبل سیٹ کیا۔ وہ اب سونے کی تیاریوں میں تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ آج

حدائق شاہ کہاں جائے گا لیکن وہ دعا کر رہی تھی کہ کاش آج حدائق شاہ کہیں بھی ناجائے۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ رک جائے اسی کے پاس۔ اسے حدائق شاہ کی باتیں سننی تھیں۔ بھلے ہی وہ کوئی جواب نہیں دیتی تھی لیکن اسے اچھا لگتا تھا جب حدائق شاہ خود ہی اس کو سنانے کے لیے اپنے آپ سے باتیں کرتا رہتا تھا۔ وہ کوئی جواب نہیں بھی دیتی تھی حدائق شاہ تب بھی بولتا رہتا تھا۔ شاید وہ انتظار کرتا تھا کہ کب مقابل جواب دے! لیکن فائزہ ہمیشہ سو جاتی تھی۔ لیکن پھر بھی اسے اچھا لگتا تھا حدائق شاہ کا ایسے بولنا۔ کاش کہ وہ پھر سے تین دن پہلے چلی جاتی۔ لیکن اب اس کے دل میں ایک بات بیٹھ گئی تھی کہ حدائق شاہ کبھی کبھی گھر نہیں بھی سوتا۔ آگے وہ آج بھی چلا گیا تو؟؟ یہ سوچتے ہی فائزہ کا دل خالی ہو رہا تھا۔

وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی کہ حدائق شاہ واشروم سے باہر نکلا۔ اس کے بال گیلے تھے! شاید وہ نہا کر آیا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے اسے باہر آتے دیکھ فوراً ہی اپنی آنکھیں چھت کی طرف جمائی۔ البتہ آنکھیں کھلی ضرور رکھی تھیں۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ

کہیں حدائق شاہ باہر نا چلا جائے!! حدائق شاہ نے ایک نظر اسے چت لیٹے دیکھ ایک گہری سانس بھری۔ دوسری نظر اس کی وال کلاک پر گئی تھی۔!! دس بجنے والے تھے۔۔اسے خود کو بھی سونا چاہیے تھا۔ حدائق شاہ نے صبح سے عدالت اپنے کام پر جانا تھا۔۔ صوفے کی طرف جاتے اس نے کشن ایک طرف کیے۔ وہ اپنا تکیہ صوفے پر سیٹ کر ہی رہا تھا کہ کچھ یاد آنے پر ایک لمحے کے لیے اس کے ہاتھ رکے! دوسرے لمحے اس نے سنجیدگی سے بیڈ پر فائزہ کی طرف دیکھا۔ اس کے دماغ میں ایک جھماکا سا ہوا تھا۔۔ واپس سے کشنز کو اُن کی جگہ پر سیٹ کرتے حدائق شاہ نے ہاتھ میں اپنا تکیہ پکڑا۔ وہ سنجیدگی سے دھیمے دھیمے قدموں سے بیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اسے یاد آگیا تھا کہ تین دن پہلے وہ اتنے عرصے بعد اپنے بیڈ پر سویا تھا اور اس کی بیوی نے خود اسے ساتھ سلایا تھا۔ تو اب بھی فائزہ شاہ کو کوئی مسئلہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اسی لیے بیڈ پر سونے کی غرض سے وہ اس طرف جا رہا تھا۔ ورنہ فائزہ شاہ کے لیے اس کے اندر غصّہ ابھی تک برقرار تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ اس نے چھت پر نظریں جمائی ہوئی ہیں۔ اس کی طرف اس نے ابھی بھی نہیں دیکھا تھا۔ اور یہی چیز اسے

سوئیوں سے بھی زیادہ برے طریقے سے چبھ رہی تھی۔!! بیڈ کی طرف جاتے حدائق شاہ نے دائیں طرف سرہانے میں اپنا تکیہ رکھا۔ بائیں طرف فائزہ شاہ لیٹی تھی۔۔ فائزہ شاہ جو اس کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہی تھی اسے بیڈ کی طرف آتے اپنا تکیہ رکھتے دیکھ فوراً ہی اٹھ کر بیٹھی۔ اس کی نظریں چھت پر تھیں لیکن دھیان سارا حدائق شاہ کی طرف ہی تھا۔ فائزہ شاہ اٹھ کے بیٹھتے ناک سکوڑے حدائق شاہ کو دیکھ رہی تھی۔ "آپ یہاں نہیں سو سکتے!! اس نے منہ بناتے سنجیدگی سے کہا۔ حدائق شاہ جو ابھی بیڈ پر بیٹھنے ہی لگا تھا اس کے قدم رکے! دوسرے لمحے اس نے سینے پر ہاتھ باندھتے سنجیدگی سے مقابل کو دیکھا۔۔ "کیوں تو اس کی زبان نہیں کھل رہی تھی اور اب اسے بیڈ پر بیٹھتے دیکھ وہ فوراً ہی اٹھ چکی تھی۔۔ "کیوں تمھارا بیڈ ہے؟ سینے پر ہاتھ باندھے سنجیدگی سے لفظ چبائے گئے تھے۔ ابھی وہ غصے میں تھا تو کچھ بھی بول سکتا تھا۔۔ "ہاں میرا بیڈ ہے! دھڑلے سے جواب آیا تھا۔ جیسے واقعی یہ بیڈ اس کا ہی ہو! فائزہ شاہ ناک سکوڑے اسے دیکھ رہی تھی۔ حدائق شاہ تو اس کے جواب سے زیادہ اس کے حق جمانے پر عش عش

کر اٹھا تھا۔ مقابل اس کے ہی بیڈ پر قبضہ جما چکی تھی۔۔ "جہیز میں لے کر آئی تھی؟؟ تھا تو وہ بھی وکیل۔ آخر بحث میں کیسے پیچھے رہ سکتا تھا؟؟ "نہیں میرے شوہر نے دلوایا تھا۔ آخر کو وہ بھی اسی وکیل کی بیوی تھی۔ اس کا قصور نہیں تھا۔ قدرتی طور پر زبان دونوں کو ہی ایک جیسی دی گئی تھی۔۔ حدائق شاہ نے ایک مرتبہ پھر اس کے جواب کو داد دی۔ جبکہ اس کے الفاظ پر اس کے دل نے شدت سے ایک بیٹ مس کی تھی۔۔ "وہی شوہر جس سے بیڈ چھین کر تم نے اسے صوفے پر پھینک دیا؟ سنجیدگی سے سوال کیا گیا۔ ابھی وہ فل سیریس موڈ میں تھا۔۔ "شوہر اس لائق نہیں ہے کہ اسے ساتھ سلایا جائے۔ ایک دن سلانے کا انجام دیکھ چکی ہوں میں!! دوبدو ہی سنجیدگی سے جواب آیا۔ یہ حدائق شاہ کی خوش فہمی ہی تھی کہ اسے اس رات نیند آئی تھی۔۔ "شوہر نے ابھی کچھ کیا نہیں تمہارے ساتھ۔ تبھی تمہاری اتنی زبان چل رہی ہے! جس دن کچھ کر دیا نا اس دن شرم سے منہ میں پلو لیے چہرہ چھپاتی پھرو گی!! بغیر لگی لپٹی کے وہ بھگو بھگو کر طنز کے تیر پھینک رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ کا چہرہ بے ساختہ ہی اس کی بات پر سرخ پڑا۔ اب وہ اتنی بھی بچی

نہیں تھی کہ اس کی بات کا مطلب نا سمجھتی! "جو بھی ہے آپ پھر بھی یہاں نہیں سو سکتے! کوئی اور جواب نا بنتے دیکھ گھوم پھر کر وہ پھر سے اسی ٹاپک پر آچکی تھی۔۔ "دیکھتا ہوں کون روکتا ہے مجھے! سنجیدگی سے کہتے حدائق شاہ بیڈ پر چڑھتے جم کر بیٹھا۔!! فائزہ شاہ نے شدت سے اپنے دانت پیسے! جیسے ان دانتوں کے نیچے حدائق شاہ کی گردن ہو!! حدائق شاہ نے ایک نظر سنجیدگی سے اسے دیکھتے اس کے پاس سے کمبل جھپٹتے اپنی طرف سرکایا۔ سارا کمبل مقابل کی طرف تھا۔ "یہ میرا ہے! فائزہ شاہ نے اسے کمبل کھینچتے دیکھ دوسری طرف سے مضبوطی سے کمبل کو پکڑا۔ وہ اب کمبل بھی اس سے شئیر نہیں کر سکتی تھی۔۔ "تمہارا نہیں ہے محترمہ میرا ہے یہ!! آتے ہی میری ساری چیزوں پر قبضہ کر لیا تم نے! بس بہت ہو گیا۔۔ کرنی ہیں تو شئیر کرو ورنہ ایسے ہی سو سکتی ہو تم۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے!! ایک جھٹکے سے سارا کمبل اپنی طرف کرتے حدائق شاہ نے دبی دبی آواز میں غراتے ہوئے کہا۔ بہت برداشت کر لی تھی اس نے! فائزہ شاہ نے ایک خونخوار نظر اس پر ڈالی۔ وہ کتنا بھی مضبوطی سے کمبل کو پکڑ لیتی تھی تو وہ آخر ایک نازک سی لڑکی!!

دوسرے لمحے وہ سنجیدگی سے بیڈ سے کھڑے ہوتے حدائق شاہ کی طرف آئی۔ اتنی آسانی سے تو ہار وہ بھی نہیں مان سکتی تھی۔۔ حدائق شاہ گھورتے ہوئے اسے گھوم کر خود کی طرف آتا دیکھ رہا تھا۔ فائزہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو گھور رہے تھے!! حدائق شاہ کے مقابل جاتے فائزہ شاہ نے اسے بازو سے پکڑا۔ وہ اپنا پورا زور لگاتے اسے اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ حدائق شاہ ابرو اچکائے اسے دیکھ رہا تھا جو اسے کھینچنے کے چکروں میں خود ہی ہلکان ہو رہی تھی۔ کہاں وہ دھان پان سی لڑکی اور کہاں وہ لمبا چوڑا مرد!! فائزہ شاہ اسے ایک انچ بھی نہیں ہلا سکی تھی۔ "اٹھیں آپ ورنہ میں نے ساری رات نہیں سونے دینا آپ کو!! اسے ایک انچ بھی نا ہلتے دیکھ فائزہ شاہ نے تڑی لگائی۔ اس کی خود کی سانس پھول گئی تھی لیکن یہ انسان نہیں ہلا تھا۔۔ "منہ بند رکھو اپنا اور سو جاؤ جا کر۔ مجھے صبح کام پر جانا ہے۔ تمہارے سے لڑنے کا ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔۔ حدائق شاہ نے ایک جھٹکے سے اس سے اپنا بازو چھڑواتے غصیلے لہجے میں کہا۔۔ فائزہ شاہ نے بری طرح دانت پیستے مارے غصے کے آگے کو بڑھتے حدائق شاہ کے زور سے

پکڑتے بال کھینچے ! وہ دونوں غصے میں نجانے کیسے لڑنا چاہ رہے تھے ! ! حدائق شاہ کی ہلکی سی کراہ بے ساختہ تھی۔ مقابل نے پورا زور لگا کر اس کے سر کے بال کھینچے تھے ! ! "تم پاگل عورت ! ! حدائق شاہ نے غراتے ایک نظر اسے دیکھتے اپنے پاس پڑا تکیہ اٹھایا۔ وہ بنا دیکھے ہی سامنے تکیہ فائزہ شاہ کے منہ پر مار چکا تھا۔ اس کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔ فائزہ شاہ بے ساختہ ہی دو قدم پیچھے کو ہٹی۔ وہ کھڑی تھی جبکہ حدائق شاہ بیڈ پر بیٹھا تھا۔۔ تکیے کی نوک اس کی آنکھ میں لگی تھی۔۔ "تم ٹھیک ہو؟ اس کی سسکی سنتے حدائق شاہ ہڑبڑاتے ہوئے بیڈ سے ایک جھٹکے سے اٹھا۔ فائزہ شاہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے کھڑی چہرہ نیچے کیے ہوئے تھی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔۔ "اِدھر آؤ بیٹھو۔ زیادہ زور سے لگ گیا کیا؟ حدائق شاہ نے فکرمندی سے اسے بازو سے پکڑتے بیڈ پر بٹھایا۔ سارا غصّہ جھاگ کی طرح بیٹھا تھا۔ اب دل اسے کوس رہا تھا کہ کیوں اس نے فائزہ کے ساتھ پنگے لیے ! ! "دکھاؤ تو۔ لگی کہاں ہے؟ حدائق شاہ نے اسے چہرہ چھپائے دیکھ اس کے ہاتھ پکڑتے زبردستی نیچے کیے۔ مقابل کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوں بہہ رہے تھے ! جبکہ فائزہ شاہ بلکل خاموش

تھی۔ حدائق شاہ نے ایک نظر حیرت سے اس کے آنسوؤں کو دیکھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ تکیے کی نوک لگنے کے باعث یہ آنسوں ہیں! اسے لگ رہا تھا کہ فائزہ رو رہی ہے!! "اتنی زور سے لگ گیا کیا؟؟ حدائق شاہ نے حیرت سے ایک نظر فوم کے تکیے کو اور پھر فائزہ کو دیکھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا تکیہ لگنے پر بھی انسان رونے بیٹھ جاتا ہے! شاید اس کی بیوی زیادہ نازک تھی اس لیے!۔ "تم رونا تو بند کرو سوری یار۔ میری جان سوری نا؟ حدائق شاہ نے اس کے بازو کو پکڑتے واپس سے نیچے کرنا چاہا۔۔ فائزہ بچوں کی طرح بازو چہرے پر رکھے ہوئے تھی۔ وہ چپ تھی۔ اب آیا تھا اونٹ پہاڑ کے نیچے تو وہ یہ موقع کیسے جانے دے سکتی تھی بھلا؟؟ حدائق شاہ نے ہونٹ کاٹتے فکر مندی سے ایک نظر اسے دیکھا۔ "اچھا تم ایک کام کرو تم بھی مار لو مجھے! یہ لو تکیہ لیکن رونا تو بند کرو! حدائق شاہ نے سائڈ سے تکیہ اٹھاتے اس کے سامنے کیا۔۔ لیکن جواب ندارد۔ وہ بس چہرہ ہاتھوں میں چھپائے حدائق شاہ کے بقول رونے میں مصروف تھی۔۔ "اچھا نا؟؟ ایک کام کرو تم بیشک یہ واس اٹھا کر میرے سر میں مار دو لیکن رو مت پلیز! مجھے تکلیف بے چینی ہو رہی ہے! جان سنو

تو! حدائق شاہ نے سائڈ ٹیبل سے چھوٹا سا واس اٹھاتے اس کے سامنے کیا۔ وہ اسے اتنی بڑی آفر دے گیا تھا۔۔ لیکن جلد ہی اسے اپنی آفر پر شدید قسم کا پچھتاوا بھی ہوا۔ فائزہ شاہ اس کے ہاتھ سے واس پکڑتے اسی کے سر میں بے دردی سے مار چکی تھی۔ اور اب کراہ کر دو قدم پیچھے ہٹنے کی باری حدائق شاہ کی تھی۔۔ خون نہیں نکلا تھا۔ لیکن واس اسے خاصی زور سے ماتھے پر لگا تھا۔ حدائق شاہ کا دل تھا کہ ایک اور مرتبہ یہ واس اٹھا کر اپنے ہی سر میں مارے! وہ بھی پاگل تھا جس نے غلط بندی کو آفر کروادی تھی۔ بیڈ سے دو قدموں کے فاصلے پر کھڑا وہ کراہتے ہوئے اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔۔ جبکہ اسے ایسے پیچھے ہٹتے دیکھ بے ساختہ ہی فائزہ شاہ۔ کے منہ سے قہقہے کا ایک فوارہ چھوٹا۔ وہ آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے کھل کر ہنسی تھی۔ اس کا ارادہ نہیں تھا واس مارنے کا یہ اس سے فلو فلو میں ہو گیا تھا۔ لیکن جو بھی ہوا تھا اچھا ہوا تھا۔ حدائق شاہ جو سر پکڑے کھڑا تھا اس کے قہقہے کی گونج سنتے اس نے حیرت سے فائزہ شاہ کو دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے اس کی آنکھیں جیسے پتھر کی ہو گئی تھیں۔ آج پہلی مرتبہ وہ اسے کھل کر ہنستا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔ کوئی انسان اتنا پیارا کیسے ہنس

سکتا ہے ؟؟ فائزہ شاہ پیٹ پر ہاتھ رکھے پیچھے بیڈ پر گرتی ہنستے ہنستے لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔ اسے حدائق شاہ کی حالت مزہ دے رہی تھی۔ لیکن اس نے نہیں دیکھا تھا کہ وہ تو اپنا درد بھلائے بنا پلکیں جھپکائے اسے ہی دیکھنے میں محو تھا۔۔ اس کا سارا غصّہ جھاگ کی طرح بیٹھا تھا۔ ویسے بھی فائزہ شاہ کے ساتھ اس کا غصّہ بچوں والا تھا۔ اس بات کا اندازہ حدائق شاہ کو بھی بہت اچھے سے تھا۔۔ "ماشاءاللہ ! ! چشم بدور۔۔" بے ساختہ ہی حدائق شاہ کے منہ سے پھسلا۔ وہ دو قدم چلتے نزدیک ہو گیا تھا۔ جیسے دور سے اس نظارے میں خلل نا پڑ جائے ! فائزہ شاہ ابھی تک اپنے میں ہی مست پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنس رہی تھی۔ اس نے حدائق شاہ کے آگے آنے کا نوٹس ہی نہیں لیا تھا۔ آج پہلی مرتبہ اسے اپنے سامنے ہنستے دیکھ حدائق شاہ کے دل کے کسی کونے میں ایک الگ ہی تسکین ملی تھی۔۔ ہنستے ہنستے نڈھال ہوتے فائزہ شاہ کی اچانک ہی نظر اپنے سامنے کھڑے حدائق شاہ پر گئی جو بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھنے میں محو تھا۔ کیا کچھ نہیں تھا اس انسان کی آنکھوں میں ! اتنا ہنسنے پر خود کو کوستے فائزہ

شاہ فوراً سے اٹھتے بیٹھی۔ مقابل جس طرح اسے دیکھ رہا تھا فائزہ شاہ کنفیوز ہو کر رہ گئی تھی۔۔

کبھی جو تمہارے حسن پر مصور کتابیں لکھنے بیٹھے،"

" قلم کی سیاہی تو ساری مسکراہٹ پر ختم ہو گی۔

حدائق شاہ نے اس کے پاس جاتے تھوڑا نیچے کو جھکتے بوجھل لہجے میں اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔ فائزہ شاہ نے ہونٹوں دانتوں تلے دباتے نظریں جھکائی۔ وہ بے اختیاری میں اس کے سامنے قہقہے لگا چکی تھی۔۔ حدائق شاہ اسے نظریں جھکاتے دیکھ اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھا۔ "ہنستی رہا کرو۔ یقین کرو آسمان سے اُتری ہوئی حور لگتی ہو! خدا تمہاری یہ مسکراہٹ ہمیشہ قائم رکھے! اس کے بال کان کے پیچھے اڑستے حدائق شاہ نے محبت سے کہا۔ فائزہ شاہ نے جھکی نظریں مزید جھکائی۔ اس کے گالوں پر۔ سرخی سی بکھر رہی تھی۔ کتنا عزت احترام ہوتا تھا اس شخص کے لمس میں کہ ناچاہتے ہوئے بھی وہ گلالیاں بکھیر رہی ہوتی تھی۔۔ حدائق شاہ اسے بلش کرتے دیکھ گہرا مسکرایا۔ وہ دل میں ہزار بار خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس کی بیوی کم از

کم اس کے ساتھ نارمل ہوتی جارہی ہے!"اِدھر آؤ! حدائق شاہ نے اسے نظریں جھکائے شرماتے دیکھ اسے بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔ مقابل کٹی ڈال کی طرح اس کے سینے سے آتے ٹکرائی تھی۔۔ فائزہ شاہ نے ہونٹ کاٹتے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے اس کے سینے میں اپنا چہرہ چھپایا۔۔"میری جان نکالو گی کیا؟ میں نے تو کچھ کیا نہیں اور تم شرمارہی ہو! حدائق شاہ نے اس کے گرد اپنا حصار بناتے دہائی دی!! وہ ساتھ ہی کمبل بھی دونوں پر اچھے سے سیٹ کر گیا تھا۔ فائزہ شاہ ابھی تک اس کے سینے میں منہ دیے ہوئے تھی۔"جان۔۔ حدائق شاہ نے ابھی بھی اسے منہ باہر نا نکالتے دیکھ نرمی محبت سے پکارا۔۔"ہمم! فائزہ شاہ نے محض ہنکارا بھرا تھا۔"پھر سے ہنس کر دکھاؤ پلیز! اس کے بالوں پر کہ رکھتے اس نے فرمائش کی۔!!"شاہ۔۔اس کی بات کو اگنور کرتے فائزہ شاہ نے اس کے سینے سے چہرہ نکالتے اسے پکارا۔۔"جی شاہ کی جان! جان چھلکاتے لہجے میں جواب آیا تھا۔۔ "آپ تین دن سے کہاتھے؟ نجانے کیا سوچتے اس نے یہ سوال کیا تھا۔ حدائق شاہ نے تھوڑی حیرت سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ کیا وہ اس کے ناہونے کا

نوٹس لے رہی تھی؟؟"کیا تمہیں میری یاد آرہی تھی؟ابیر واُچکاتے جواباًسوال کیا گیا تھا۔۔"ہاں۔۔میرا مطلب ہے نہیں! مجھے کیوں آپ کی یاد آئے گی۔۔ایسے ہی پوچھا ہے بس! آپ نہیں تھے نا تین راتوں سے گھر پر اس لیے! پہلے ہاں بولتے فائزہ شاہ نے گڑبڑاتے ہوئے تصیح کی۔۔"جھوٹ بولنا سیکھ لو پہلے پھر بول لینا۔ حدائق شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اس کا جھوٹ بہت اچھے سے پکڑ لیا تھا۔۔فائزہ شاہ نے خفت سے نظریں جھکائی۔۔یہ انسان واقعی میں کوئی نجومی تھا۔ایک تو وہ اپنی کیفیت کو نہیں سمجھ پارہی تھی اوپر سے یہ انسان اس کے دل کی ہر بات جان لیتا تھا۔۔"فائزہ تمھیں نہیں لگتا ہمیں ہمارے رشتے کو مضبوط بنانا چاہیے! حدائق شاہ نے وہ ٹاپک ختم کرتے اپنے دل کی بات کی۔وہ چاہتا تھا کہ مقابل کو اتنا خود میں گم کرلے کہ وہ باقی ساری دنیا کو بھول جائے۔"مطلب؟ فائزہ شاہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔اسے واقعی سمجھ نہیں آئی تھی۔۔"مطلب ہم دونوں کو اپنے رشتے کو آگے بڑھانا چاہئے! کافی عرصہ ہو گیا ہے ہماری شادی کو۔میں چاہتا ہوں کہ میں مکمل طور پر تمھیں حاصل کروں۔تم سمجھ رہی ہو نا میری بات؟؟حدائق شاہ نے اس کی

آنکھوں میں دیکھتے نرمی سے اسے سمجھایا۔۔ فائزہ شاہ اس کی بات کو سمجھتے ایک جھٹکے سے اس سے دور ہوئی۔ اس نے کچھ بھی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ بس خاموشی سے کروٹ لیتے ابھی لیٹنے ہی لگی تھی کہ پہلے ہی حدائق شاہ نے اس کا بازو تھاما۔

"تم ایسے بنا جواب دیے نہیں سو سکتی۔۔ میرا حق ہے یہ!! اتنے عرصے کی میں نے تمھیں مہلت دی ہے اب میں مزید کنٹرول نہیں رکھ سکتا خود پر!! حدائق شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے سنجیدگی سے لفظ چبائے۔ "میں۔۔ نہیں کر سکتی وہ جو آپ کہہ رہے ہیں! ایک مرتبہ۔۔ "کچھ بھی بکواس مت کرنا۔ اسے پہلے والے لمحے یاد کرتے دیکھ حدائق شاہ نے بیچ میں ہی ٹوکنا اسے ضروری سمجھا۔۔ "مجھ سے نہیں ہوگا۔ بے بسی سے فائزہ شاہ نے اس کی طرف دیکھا۔ اسے اُمید نہیں تھی کبھی حدائق شاہ بھی اس سے ایسی بات کرے گا۔ لیکن اس نے بھی باقی مردوں کی طرح یہ بات کر ہی دی تھی۔ "پھر میں کہاں جاؤں تم بتاؤ؟ تم قریب آنے نہیں دیتی اور میرے لیے مزید جذبات پر بند ھ لگانا بہت مشکل ہے! پہلو میں لیٹی پسندیدہ عورت کو دیکھتے تمھیں اندازہ نہیں ہے جذبات کا کیا حال ہوتا ہے! حدائق

شاہ نے سنجیدگی سے اسے بازی سے واپس پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا فائزہ کا اس طرح دور جانا۔۔"آپ دوسری شادی کر لیں!! جھٹ پٹ سے حل دیا گیا تھا۔۔"شٹ اپ!! حدائق شاہ کا دل تھا کہ اس کو سوچ کو اکیس توپوں کی سلامی دے! وہ مرد ہو کے دوسری شادی کے متعلق نہیں سوچ سکتا تھا اور محترمہ عورت ہو کر اسے اجازت دے رہی تھیں۔۔"پھر میرے سے کچھ نہیں مل سکتا آپ کو! آگے آپ کی مرضی ہے! آپ چاہے تو چھوڑ دیں مجھے! لیکن کوئی امید مت رکھیے گا۔ فائزہ شاہ نے نظریں جھکائے دھیرے سے سنجیدگی سے کہا۔۔حدائق شاہ کے دل میں اس کی بات پر ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔کتنا آسان تھا اس لڑکی کے لیے اس سے دور جانے کی بات کرنا۔"سو جاؤ! نرمی سے اسے خود سے الگ کرتے حدائق شاہ نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا اس لڑکی کا۔وہ اسے نارمل زندگی کی طرف تو لے آیا تھا لیکن اس کے دل سے ابھی تک مرد کے قریب آنے کا خوف نہیں نکال سکا تھا۔ تبھی فائزہ شاہ آج اس کی قربت سے بھاگتی تھی۔۔ فائزہ شاہ نے ایک نظر اس کے سنجیدہ چہرے پر ڈالی۔ مقابل

دیکھتے ہی دیکھتے کروٹ بدل کر لیٹ بھی چکا تھا۔۔ نجانے کیوں اس بلکل اچھا نہیں لگا تھا حدائق شاہ کا یوں اچانک خود سے الگ کرنا۔۔ایک آخری نظر اس کی پشت پر ڈالتے فائزہ شاہ بھی کروٹ بدلتے بیڈ پر لیٹی۔ نجانے کیوں اس کی آنکھوں سے آنسوں بہہ رہے تھے۔۔اپنی کیفیت وہ خود سمجھنے سے قاصر تھی۔۔اسے حدائق شاہ اپنے پاس چاہیے تھا لیکن بس ایک حد تک۔اور یہ انسان اسی حدود کو توڑنے کی بات کر رہا تھا جو فائزہ شاہ کبھی نہیں کر سکتی تھی۔پہلے ایک مرد کی درندگی وہ سہہ چکی تھی۔ لیکن اس مرتبہ اسے نہیں لگتا تھا کہ وہ زندہ بچے گی۔ایک خوف تھا جو اس کے دل میں آج بھی پنجے گاڑ کر بیٹھا ہوا تھا۔ مرد کی نرمی اور احترام سے تو وہ واقف ہی نہیں تھی۔ حدائق شاہ کے لمس میں احترام اس نے محسوس کیا تھا لیکن اسے نہیں لگتا تھا یہ احترام زیادہ عرصے تک قائم رہے گا۔ایک ہاتھ چہرے کے نیچے رکھے وہ مسلسل روتے ہوئے اپنے دماغ میں فضول ہی سوچ رہی تھی۔ لیکن یہ باتیں اس کے لیے فضول نہیں تھیں۔ یہ بہت اہم باتیں تھیں جو اس کے معنی رکھتی تھیں۔۔

حدائق شاہ جو کروٹ بدل کر لیٹا اپنے دماغ کو ریلکس کرنے کی کوشش کر رہا تھا مقابل کی رونے کی آواز سنتے اس نے آنکھیں بند کرتے کھولی! اب یہ لڑکی نجانے کیوں رو رہی تھی۔۔ دوسرے لمحے اس نے گہری سانس بھرتے پیچھے کی طرف کروٹ بدلتے فائزہ شاہ کی پیٹھ کو دیکھا۔ وہ خاموشی سے تھوڑا آگے کو سرکتے نرمی سے اس بازو سے جکڑے اپنے پاس کر گیا تھا۔ اس عورت کو روتے ہوئے وہ بھلا کیسے دیکھ سکتا تھا؟؟ ہمیشہ کی طرح اسے ہی ہار ماننی تھی۔۔ فائزہ نے روتے ہوئے اسے دیکھا۔ اس کا دل تھا کہ اس کا ہاتھ جھٹک دے! لیکن وہ یہ کر نہیں سکی۔ اسے خود کو بھی حدائق شاہ کا حصار چاہیے تھا۔ جہاں وہ ہمیشہ تحفظ محسوس کرتی تھی۔۔ حدائق شاہ نے خاموشی سے اس کا سر اپنے بازو پر رکھتے اسے مکمل طور پر خود میں قید کیا۔۔ "شاہ میں۔۔ فائزہ شاہ جو اس کے سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھتے ابھی کچھ بولنے ہی لگی تھی حدائق شاہ نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھتے اسے خاموش کروایا۔ "کوئی بات نہیں! شادی کا ایک ہی مقصد تو نہیں ہوتا نا۔ تم میرے ساتھ کمفرٹیبل رہو بس میری خیر ہے! حدائق شاہ نے نرمی سے اس کے ماتھے پر لب

رکھتے کہا۔اسے خود پر کنڑول رکھنا آتا تھا جو وہ کر بھی رہا تھا۔۔"پکانا؟ فائزہ شاہ نے سوں سوں کرتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے استفسار چاہا۔"جی میری جان پکا۔جب تک آپ ریلکس نہیں ہو جاتیں میں تب تک خود پر کنڑول رکھوں گا۔لیکن اس کے بعد وعدہ ہے میرا آپ کی ہر رات جاگ کر گزرے گی۔۔حدائق شاہ نے اس کی ناک کے ساتھ اپنی ناک مس کرتے ہلکا سا مسکراتے ساتھ میں اسے دھمکی بھی دی! "شاہ۔فائزہ شاہ نے اس کی بات کو اگنور کرتے اسی کے کندھے پر موجود شرٹ سے اپنے آنسوں صاف کرتے دھیمے سے پکارا۔"جی شاہ کی جان! محبت سے فوراً جواب آیا تھا۔۔"آپ اب باہر مت سوئیے گا پلیز۔مجھے ڈر لگتا ہے اکیلے میں! بلآخر وہ گھوم پھر کر اسے اپنے دل کی بات کہہ گئی تھی۔۔"صاف صاف کہو تمھیں میری عادت ہو رہی ہے؟ مقابل بھی حدائق شاہ تھا۔اس کے دل میں کیا چل رہا ہے وہ اچھے سے جانتا تھا۔لیکن اس کے منہ سے سن کر حدائق شاہ کو ایک الگ ہی سکون ملتا تھا۔۔"تو آپ نا جایا کریں باہر! اس کی شرٹ کے بٹن سے کھیلتے فائزہ شاہ ان ڈائریکٹلی اس کی بات سے اتفاق کر ہی گئی تھی۔!! "اب نہیں جاتا پکا۔میری

جان تم بس حکم کیا کرو پورا یہ غلام کیا کرے گا۔ اس کی بات سنتے فائزہ شاہ کی کھلکھلاہٹ کمرے میں گونجی۔ وہ آج دوسری مرتبہ اس کے سامنے کھل کر ہنس دی تھی۔۔ "میں صدقے اپنی جان کے۔۔ حدائق شاہ نے اس کے ساتھ ہی مسکراتے شدت سے اس کے گال پر لب رکھے! اس کا دل تھا فائزہ شاہ کی یہ مسکراہٹ اپنے ہونٹوں سے چن لے۔۔ لیکن وہ لگ ہی اتنی حسین رہی تھی کہ وہ اسے گھنٹوں ایسے ہی بیٹھ کر دیکھ سکتا تھا۔۔ "ایک منٹ! حدائق شاہ نے نرمی سے اس سے تھوڑا دور ہوتے پیچھے کی طرف ہاتھ کرتے سائڈ دراز کھولی۔ وہ اس میں سے کچھ تلاش کر رہا تھا۔۔ فائزہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ آج پہلی مرتبہ اسے اپنا آپ آزاد آزاد محسوس ہو رہا تھا۔۔ وہ دل میں ایک سکون سا محسوس کر رہی تھی۔ جو یقیناً حدائق شاہ کی آغوش میں ہونے سے تھا۔ حدائق شاہ سائڈ ٹیبل سے نوٹوں کی ایک موٹی سی گڈی نکالتے واپس سے فائزہ شاہ کے مقابل ہوا۔۔ وہ مسکراتے ہوئے سات مرتبہ اس کے سر سے وہ پیسے وار گیا تھا۔ "صبح صدقے میں دے دینا کسی بھی میڈ کو یاد سے! اسے تنبیہ کرتے حدائق شاہ پیسے واپس سے

ٹیبل پر رکھے۔۔ فائزہ شاہ نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ یہ حدائق شاہ نے کس لیے کیا تھا اسے سمجھ نہیں لگی تھی۔۔ "یہ کس لیے؟ واپس سے خود سے اس کے بازو پر سر رکھتے اس نے ابرو سکیڑے پوچھا۔۔ "تم ہنستے ہوئے اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ میں نے سوچا میری نظر ہی نا لگ جائے اس لیے! ہر خوبصورت اور قیمتی چیز کا صدقہ دینا چاہیئے جیسے کہ میں تمھارا دیتا ہوں۔ ہر روز!! اسے نرمی سے مکمل طور پر اپنے حصار میں جکڑے حدائق شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔۔ "کیا اتنی قیمتی ہوں میں؟؟ اسے جیسے حدائق شاہ کے لفظوں پر یقین نہیں آیا تھا۔۔ " کبھی میری آنکھوں سے دیکھو۔ دنیا کی سب سے حسین عورت سب سے قیمتی چیز، سب سے قیمتی انسان تم ہو! اگر میں کہیں کا بادشاہ ہوتا تو ساری سلطنت تمہارے صدقے میں لٹا دیتا۔۔ محبت سے کہتے وہ اسے معتبر کر گیا تھا۔ فائزہ شاہ کو اپنا آپ واقعی میں قیمتی لگنے لگا تھا۔ کیا کوئی اتنی محبت بھی کسی سے کر سکتا ہے؟ وہ بے یقین تھی۔۔ "آپ بہت اچھے ہیں شاہ!! بھیگی سی آواز میں کہتے فائزہ شاہ نے بے اختیاری میں تھوڑا اوپر کو ہوتے اس کے گال پر ہولے سے لب رکھے! حدائق شاہ

اپنی جگہ سٹل ہو چکا تھا۔ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہا تھا؟؟اس کے دل کی دھڑکن اتنی رفتار سے بڑھی تھی کہ فائزہ شاہ بھی اسے بخوبی سن رہی تھی۔۔ جبکہ فائزہ شاہ تو اپنی بے اختیاری پر خود کو کوستے خود ہی اس کے سینے میں شرم سے سرخ پڑتے منہ چھپا چکی تھی۔۔ "یہ میری زندگی کا سب سے بڑا تحفہ تھا تمہاری طرف سے!! حدائق شاہ نے گہرا مسکرا کر کہتے اس کے بالوں پر لب رکھے! "نیند آئی ہے؟؟ نرمی سے اس کا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکالتے حدائق نے استفسار کیا۔ "جی بہت زیادہ!! فوراً سے زور و شور سے ہاں میں سر ہلایا گیا تھا۔ اسے واقعی میں اب نیند آنے لگی تھی۔۔ "میری کس دو اور سو جاؤ!! حدائق شاہ اتنا کہتے اچانک ہی اس کے گلابی لبوں سے لپٹا۔ فائزہ شاہ کو تو کچھ سمجھنے کا بھی موقع نہیں ملا تھا۔ وہ حیرت سے حدائق شاہ کو دیکھ رہی تھی کو آنکھیں بند کیے بے شرمی سے اس کے ہونٹوں سے لپٹا انہیں چومنے میں مصروف تھا۔۔ دوسرے لمحے وہ خاموشی سے اپنی آنکھیں موند چکی تھی۔ اب یہ انسان اس کے لیے اتنا کمپرومائز کر رہا تھا تو وہ بھی تھوڑا بہت اسے ریلیف دے سکتی تھی۔ اسی لیے خاموشی رہنا بہتر سمجھا۔۔ حدائق شاہ نے

اسے کوئی مزاحمت نا کرتے دیکھ اسے مزید خود میں بھینچتے ایک ہاتھ بے باکی سے اس کی کمر میں پھیرا۔۔ فائزہ شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی پیدا ہوئی تھی۔ یہ انسان ذرا سی چھوٹ پر فری ہو جاتا تھا۔۔ اس کا ہاتھ کمر سے نیچے کی طرف بڑھتے دیکھ فائزہ شاہ نے جلد ہی اسے پکڑتے کنٹرول کیا۔ حدائق شاہ اب زیادہ آگے بڑھ رہا تھا۔ حدائق شاہ نے اس کے لبوں میں ہی ہلکا سا مسکراتے اپنے ہاتھ کو واپس سے اوپر کی طرف لاتے اس کے گال پر رکھا۔ وہ مزید شدت سے اس کے ہونٹوں کو سک کرنے لگا تھا۔۔ فائزہ شاہ اسے برداشت کرتے اب جیسے نڈھال ہونے کو تھی۔ وہ شدت سے اس کی سانسیں کھینچ رہا تھا۔۔ اپنی من مرضی کرتے حدائق شاہ ہولے سے اس سے پیچھے ہوا۔ وہ پیچھے ہوتے ساتھ ہی نرمی سے اس کے دونوں گالوں پر اپنے لب رکھ چکا تھا۔۔ "مجھے نیند آئی ہے پلیز سونے دیں! فائزہ شاہ نے اس کے ہونٹوں کو نارکتے دیکھ ان پر ہاتھ رکھتے التجائیہ سے انداز میں کہا۔۔ حدائق شاہ محض ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا تھا۔۔ کتنا مشکل تھا اس وقت خود پر کنٹرول کرنا کوئی حدائق شاہ سے پوچھتا۔ لیکن وہ مجبور تھا۔۔ "سو جاؤ! اسے سختی سے خود

کے ساتھ لپٹاتے حدائق شاہ نے ڈوبتے دل کے ساتھ اجازت دی۔ وہ اسے برے طریقے سے خود کے ساتھ لپٹانا بلکل نہیں بھولا تھا۔ جبکہ اس کی خود کی ایک ٹانگ فائزہ شاہ کی ٹانگوں پر تھی اور ایک ہاتھ اس کی کمر پر!! وہ دونوں کا سینہ ٹچ ہوتا بخوبی محسوس کر رہا تھا۔۔ "اتنے گندے طریقے سے سوتے ہیں آپ! کسی دن دم گھٹ جائے گا میرا آپ کے نیچے دب کر! منہ بنا کر کہتے فائزہ شاہ نے جیسے اسے شرم دلانی چاہی۔ "میں ہوں نہ کچھ نہیں ہوگا۔ جب بھی تمھیں لگے تمھیں سانس نہیں آرہی تو میرے ہونٹوں سے لپٹ جانا اور ساری سانسیں کھینچ لینا۔ کھلی اجازت ہے تمھیں! بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے حدائق شاہ نے اپنی آنکھیں موندی۔ اشارہ صاف تھا کہ وہ اسے نہیں چھوڑنے والا۔ فائزہ شاہ نے ایک مجھے اس کے حسین خوبرو چہرے کی طرف دیکھتے خود اپنی بھی آنکھیں موندی۔۔ دھیرے دھیرے!! اسے سمجھ آرہا تھا کہ حدائق شاہ نہایت بے باک انسان ہے

یہ رات کا ہی وقت تھا جب عدیل شاہ اپنے گھر کے لاؤنج میں بیٹھا ٹی وی دیکھنے میں مصروف تھا۔ پاکیزہ بیگم بھی اس کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھیں چائے پی رہی تھیں۔اس وقت تقریباً رات کے سات بج رہے تھے! عدیل شاہ آج کل گھر پر ہی تھا۔ کسی بھی کام میں اس کا دل نہیں لگتا تھا۔۔ تبھی وہ زیادہ تر گھر پر ہی ہوتا تھا۔۔

"بیگم صاحبہ یہ کوریئر والا دے کر گیا ہے! ابھی ان دونوں کی نظریں ٹی وی پر ہی تھیں کہ ایک ملازمہ نے اندر آتے پاکیزہ بیگم کے سامنے ایک لفافہ رکھا۔۔عدیل شاہ اور پاکیزہ بیگم دونوں کی ایک ساتھ ہی نظر اس لفافے پر گئی تھی۔!! "ٹھیک ہے جاؤ تم!! پاکیزہ بیگم نے ملازمہ سے کہتے ٹیبل پر پڑا لفافہ اپنے ہاتھ میں اٹھایا۔ یہ درمیانے سائز کا ایک لفافہ تھا جو دیکھنے سے ہی بلکل ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔۔

"دکھائیں کیا ہے! عدیل شاہ نے ٹی وی کی آواز کم کرتے۔پاکیزہ بیگم کے ہاتھ سے لفافہ لیا۔۔ "ہاں دیکھو!! پاکیزہ بیگم نے بھی فوراً دے دیا تھا۔۔ "عدالت سے نوٹس؟؟ ہمارے گھر کیوں آیا ہے؟ عدیل شاہ نے لفافے کے باہر سے پڑھتے نا سمجھی سے پاکیزہ بیگم کو دیکھا۔ اسے بھلا عدالت نوٹس کیوں بھیجنے لگی اسے سمجھ

نہیں آئی تھی۔۔ "اللہ خیر کرے تم کھول کر تو دیکھو اسے ! پاکیزہ بیگم نے صوفے پر آگے ہو کے بیٹھتے اس کی توجہ لفافہ کھولنے کی طرف کروائی۔ عدیل شاہ نے اچھا کی صورت سر کو ہلاتے آہستہ سے لفافہ کھولا۔ اندر سے کوئی پیپر نکلا تھا جو کہ فولڈ تھا۔۔ عدیل شاہ نے پیپر کو کھولتے اس کے اندر لکھا پڑھنا شروع کیا۔ جیسے جیسے وہ پیپر پر لکھی سطریں پڑھ رہا تھا ویسے ویسے اس کی گرفت کاغذ پر مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔۔ رائنا خان کی طرف سے اسے عدالت سے خلع کا نوٹس آیا تھا۔ سائن نا کرنے کی صورت میں اس کے خلاف کارروائی کرنے اور اسے سوموار والے دن عدالت میں بلایا گیا تھا پیشی کے لیے ! ! رائنا خان ان کا معاملہ عدالت تک لے گئی تھی۔ عدیل شاہ جیسے جیسے یہ پڑھ رہا تھا ویسے ویسے اس کی آنکھوں کی سرخی بڑھتی جا رہی تھی۔ جبکہ چہرے پر سنجیدگی دیکھنے لائق تھی۔۔ عدیل شاہ نے نظریں پھیرتے ایک طرف رائنا خان کے سائن دیکھے۔ اس کے دل کو کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا تھا۔۔ پہلی مرتبہ جب اسے خلع کا نوٹس ملا تھا تب سائن دیکھتے وہ پہچان گیا تھا کہ رائنا خان سے زبردستی سائن لیے گئے ہیں ! لیکن اس مرتبہ الفاظ کی پختگی بتا رہی

تھی کہ پورے ہوش و حواس میں اپنی مرضی سے علیحدگی کے ان کاغذات پر دستخط کیے گئے ہیں! وہ خود عدیل شاہ سے دور ہونا چاہتی تھی۔ اور یہی بات عدیل شاہ کو اپنے منہ پر تماچے کی صورت لگی تھی۔۔ کیا وہ اس کی محبت، اس کا پیار سب کچھ بھول گئی تھی جو اتنی آسانی سے اس سے دور ہونے کا فیصلہ لے بیٹھی تھی؟ بس یہی تک تھی رائنا خان کی محبت؟ ذرا سی مشکل آنے پر وہ اس کا مکمل طور پر ساتھ چھوڑ رہی تھی؟ کیا ہو جاتا جو رائنا خان اس کی ماں کو اپنا لیتی۔ گھر میں ساتھ رہنے کی ہی تو بات کی تھی اس نے! بہت سی باتیں تھیں جو اس وقت اس کے دماغ میں پیدا ہو رہی تھیں۔ وہ چاہتا تھا کہ ان پیپرز کو بھی پھاڑ کر پھینک دے۔۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ اس مرتبہ حالات الگ تھے! پہلے رائنا خان کی مرضی شامل نہیں تھی لیکن اب اس کی مرضی سے ہی سب کچھ ہو رہا تھا۔ "کیا ہے ان میں ایسا۔ مجھے بھی بتاؤ؟ پاکیزہ بیگم نے اسے سٹل کاغذات کی طرف دیکھتے دیکھ اسے کندھے سے پکڑتے ہلاتے پوچھا۔!! عدیل شاہ نے یکلخت ہی گردن موڑتے اپنی ماں کی طرف دیکھا جن کی وجہ سے آج اس کے ساتھ یہ سب ہو رہا تھا۔ "میری بربادی کے کاغذات ہیں! یہ

لیں آپ بھی پڑھیں اور خوش ہو جائیں بیٹھ کر۔ کہیں تو ڈھول والے بھی منگوا دیتا ہوں بیٹھ کر بھنگڑے ڈال لیجیے گا۔ زندگی ختم ہونے لگی ہے آپ کے بیٹے کی! کاغذات کو ٹیبل پر پھینکتے عدیل شاہ کی آواز حد درجہ اونچی ہو چکی تھی۔ وہ پتہ نہیں کیسے آج پاکیزہ بیگم کے سامنے بول بیٹھا تھا۔ یا یوں کہا جائے کہ ان سے شکوہ کر بیٹھا تھا۔۔ "اللہ نا کرے! برباد ہو تمہارے دشمن! ایسا بھی کیا ہے ان کاغذات میں جو تم اپنی ماں پر چیخ رہے ہو!! پاکیزہ بیگم نے کہتے ٹیبل سے کاغذات اٹھائے۔ وہ اوپر سے نیچے تک انہیں پڑھ رہی تھیں اور ان کے دل کو تسکین ملتی جا رہی تھی۔ "اچھا ہی ہے تمہاری جان چھوڑ رہی ہے وہ ڈائن۔ سائن کر دو ان کاغذات پر اور ختم کرو یہ معاملہ۔ میں خود ڈھونڈ کر چاند جیسی دلہن لاؤں گی تمہارے لیے۔ جو تمہارے ساتھ چلتی ہوئی بھی اچھی لگے گی۔ یہ تو دیکھنے میں ہی کوئی سولہ پندرہ سال کی بچی تھی۔ منہ بنا کر عدیل شاہ کی طرف دیکھتے پاکیزہ بیگم نے دل کی بھڑاس نکالی۔ آج تو ان کا شکرانے کے نوافل پڑھنے کا ارادہ تھا۔۔ "کھو دے گیں ماما آپ مجھے! یقین کریں اپنا اکلوتا بیٹا کھو دے گیں آپ۔ رائنا عدیل شاہ کے بغیر میں کچھ بھی نہیں

ہوں! آپ ساری دنیا کی لڑکیاں بھی میرے سامنے اٹھالائیں میں پھر بھی رائنا شاہ کو ہی چنوں گا۔ وہ میری روح میں بستی ہے! وہ مجھے ایسے ہزاروں نوٹسز بھی بھیج دے تب بھی میں سائن نہیں کروں گا۔ آج نا سہی کل سہی۔ بہو آپ کی وہ ہے، وہی تھی اور وہی رہے گی! میں اگر آپ کی محبت میں خوار ہو رہا ہوں تو اس کا ہر گز بھی یہ مطلب نہیں کہ عدیل شاہ کمزور ہے۔ میں چاہوں تو ابھی اس لڑکی کو اٹھوا لوں۔ میں چپ ہوں کیونکہ میں سب کی مرضی چاہ رہا ہوں۔ جس دن اپنی پر آگیا یقین کریں سب سے پہلے آپ کو چھوڑوں گا اور پھر اس لڑکی کی عقل ٹھکانے لگاؤں گا۔۔ کیونکہ آپ دونوں ہی ہیں جن کے پیچھے میں سب سے زیادہ ذلیل ہو رہا ہوں۔۔" عدیل شاہ سپاٹ سے لہجے میں کہتے صوفے سے کھڑا ہوا۔ وہ پاکیزہ بیگم کو پہلے ہی حالات سے آگاہ کر گیا تھا۔ یہ اس کی برداشت ہی تھی جو وہ ابھی تک خاموش تھا۔ جس دن اس کی برداشت نے جواب دینا اس دن دنیا نے عدیل شاہ کا وہ روپ دیکھنا تھا جو وہ بلکل نہیں چاہتا تھا کہ باہر آئے! وہ اگر سب کی مرضی چاہتا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ کمزور ہے! عدیل شاہ بس فلحال شرافت کا

مظاہرہ کر رہا تھا۔۔ "تم اس کی خاطر اب مجھے چھوڑو گے! یہ تربیت کی ہے میں نے تمہاری کہ تم کل کی آئی لڑکی کی خاطر ماں کو چھوڑ دو! ایسا بھی کیا ہے اس لڑکی میں! اس جیسی ہزاروں بازار میں بکتی ہیں۔۔ پاکیزہ بیگم شدت سے چیخی تھیں۔ عدیل شاہ کی بات برداشت نہیں ہوئی تھی ان سے!! "ماما۔۔ عدیل شاہ ان کی بات سنتے اپنا ضبط کھوتے حلق کی بل دھاڑا۔ وہ اس کی عورت کے بارے میں ایسا لفظ استعمال بھی کیسے کر سکتی تھی۔ عدیل شاہ بے یقین تھا۔۔ پاکیزہ بیگم نے حیرت سے اسے دیکھا جو آج پہلی مرتبہ ان کے منہ پر دھاڑا تھا۔ پاکیزہ بیگم بلکل بے یقین تھیں۔ "خدا کا واسطہ ہے میں اگر آپ کا احترام کر رہا ہوں تو مجھے اس احترام پر قائم رہنے دیں۔ مجھے مجبور مت کریں کہ میں آپ کو چھوڑ دوں۔ وہ میری عورت ہے میری بیوی۔ آپ اس کے بارے میں اس طرح کے الفاظ آئندہ اپنے ذہن میں بھی نا لائیں تو بہتر ہو گا۔۔ سپاٹ سے انداز میں انگلی اٹھا کر کہتے انہیں کہتے عدیل شاہ تیز تیز قدموں سے دروازے کی طرف بڑھا۔۔ کاغذات اس کے ہاتھ میں ہی تھے! نجانے اب وہ کہاں جانے والا تھا۔ جبکہ پیچھے پاکیزہ بیگم نے روتے ہوئے اس کی

پشت کو دیکھا جو دروازہ عبور کر چکا تھا۔ انہیں رائنا خان سے پہلے سے زیادہ نفرت محسوس ہو رہی تھی جو ان کے بیٹے کو دن بدن ان کے خلاف کر چکی تھی۔۔ ایسا انہیں لگتا تھا۔۔ اپنے آنسوں صاف کرتے صوفے سے اٹھتے وہ بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ اب عدیل شاہ آتا تو وہ اس سے کوئی بات کرتیں۔ یہ تو وہ بھی نہیں جانتی تھیں کہ عدیل شاہ کہاں گیا ہے۔۔

اپی: 1/74

یہ رات کا وقت تھا۔ ہر طرف رات کی سیاہی پھیل چکی تھی۔ خان ولا میں بھی ہر شخص اپنے اپنے کمرے میں بند خواب و خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا۔ یہ تقریباً رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔ ایسے میں رائنا خان بھی اپنے کمرے میں بند آنکھیں موندے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے تھی۔۔ اس کے سر میں شدید قسم کا درد ہو رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے کسی بھی وقت دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔ نجانے کتنی ہی دیر سے وہ ایسے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی تھی۔۔ کبھی بیڈ

کراؤن سے سر ٹکائے آنکھیں موند لیتی تو کبھی آنکھیں کھول کر رونا شروع کر دینا۔ کب سے یہی سلسلہ جاری تھا۔۔اس کا نجانے کیوں عدیل شاہ سے علیحدگی پر راضی نہیں تھا۔وہ چاہتی تھی کہ مقابل بس ایک مرتبہ آئے اور اسے گلے لگا کر کہے کہ تم ساری پریشانیوں کو اپنے دماغ سے نکال دو میں ہوں تمہارے ساتھ۔۔ لیکن ایسا ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ وہی انسان اس کے ساتھ نہیں تھا جس کی اسے اس وقت سب سے زیادہ ضرورت تھی۔اس کا دل عدیل شاہ کے لیے ہمک رہا تھا۔ جبکہ دماغ میں مسلسل یہ سوچ کہ نجانے عدیل شاہ نے خلع کے پیپرز پر سائن کیے ہونگے یا نہیں۔ لا متناہی سوچوں نے دماغ خراب کر کے رکھ دیا تھا۔ وہ پھر سے رونے لگی تھی۔۔ کیونکہ رونے کے سوا اس کے پاس کوئی اور چارہ نہیں تھا۔۔ وہ ابھی اپنے رونے دھونے میں مصروف تھی کہ اچانک ہی کھڑکی سے کودتے کوئی کمرے کے اندر داخل ہوا۔ آج کل گرمیوں کے دن تھے اس لیے یہ کھڑکی کھلی ہی رہتی تھی۔۔ رائنا خان کی چیخ بے ساختہ تھی۔ وہ اچانک ہی ہڑبڑاتے ہوئے بیڈ کراؤن میں گھسی۔ نجانے کون تھا جو اتنی رات کو اس کے کمرے میں ایسے ہی دھڑلے سے

گھس آیا تھا۔ "وہ عدیل شاہ تھا۔ جو آج پھر اس سے ملنے کھڑکی سے کود کر آیا تھا۔۔ عدیل شاہ نے ایک سپاٹ نظر اس کے وجود پر ڈالی۔ اندھیرے میں وہ دونوں دور سے ایک دوسرے کا چہرہ نہیں دیکھ سکتے تھے! "کو۔۔ کون ہے وہاں؟؟ رائنا خان نے بیڈ سے کھڑے ہونے کی کوشش کرتے لرزتی سی آواز میں پوچھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہاں عدیل شاہ ہو گا۔ وہ بری طرح خوفزدہ ہو رہی تھی۔۔ عدیل شاہ نے خاموشی سے سیدھے ہوتے اپنے بازو کے کف لنکس فولڈ کرتے اس کی طرف اپنے قدم بڑھائے! وہ دھیمے دھیمے چلتے اس کے نزدیک جا رہا تھا۔ جبکہ اس کے ایک ہاتھ میں کچھ کاغذات تھے! شاید یہ وہی خلع نامہ تھا۔۔ "دیکھ۔۔ دیکھو میرے پاس مت آنا۔۔ رائنا خان نے انگلی اٹھاتے اسے دور رہنے کی تلقین کی۔ وہ شخص بیڈ سے دو قدموں کے فاصلے پر کھڑا تھا۔۔ عدیل شاہ نے اپنی خون چھلکاتی آنکھیں اس پر گاڑے آگے بڑھتے خاموشی سے کمرے کی تمام لائٹس آن کی۔ وہ اسے ڈرانا نہیں چاہتا تھا۔ تبھی پہلے لائٹس آن کرنا ضروری سمجھا۔۔ تیز روشنی کی چبھن اپنی آنکھوں میں لگتی محسوس کرتے رائنا خان نے بے ساختہ ہی

آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔۔ عدیل شاہ سپاٹ نظروں سے اس کی طرف دیکھتے دھیمے دھیمے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ "کھول لو آنکھیں! یقین کرو یہ چبھن کچھ نہیں ہے جو یہ پیپر زدیکھ کر میری آنکھوں میں ہوئی تھی۔۔ عدیل شاہ نے اس کے پاس بیڈ پر بیٹھتے سنجیدگی سے لفظ چبائے۔ رائنا خان نے جھٹکے سے اپنے ہاتھ ہٹائے تھے! وہ حیرانی سے اپنے ساتھ بیٹھے عدیل شاہ کو دیکھ رہی تھی۔ کہیں وہ خواب تو نہیں دیکھ رہی تھی؟؟ اس کی سوجی متورم آنکھیں دیکھتے عدیل شاہ کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی۔ وہ اسے ایسے تو نہیں چھوڑ کر گیا تھا۔ مقابل نے چند دنوں میں اپنا حلیہ ہی بگاڑ لیا تھا۔۔ "آ۔۔ آپ یہاں کیا کر رہے ہیں! میں بابا کو۔۔ بلا لوں گی جائیں یہاں سے!! رائنا خان اس سے تھوڑا پیچھے کو ہوتے اس کی طرف دیکھتے چیخی۔ پہلے کیا وہ کم تکلیف میں تھی جو یہ انسان مزید اس کی بے بسی کا مذاق اڑانے آگیا تھا۔۔ عدیل شاہ کا سنجیدہ چہرہ مزید سنجیدہ ہوا۔ مقابل واقعی اس سے حد درجہ بدگمان تھی۔!! "بلاؤ اپنے باپ کو! میں بھی دیکھتا ہوں کیسے نکالتے ہیں مجھے! مزید جم کر بیٹھتے عدیل شاہ اس کی طرف دیکھتے سپاٹ لہجے میں بولا۔ رائنا

خان نے ایک شکوہ کناں نظر اس پر ڈالی۔ یہ انسان آخر اس کی جان کیوں نہیں چھوڑ دیتا تھا۔۔ "کیا لینے آئے ہیں آپ یہاں؟ کام بتائیں اور جائیں یہاں سے! اپنے آنسوں صاف کرتے وہ سپاٹ چہرہ کر چکی تھی۔ اس انسان کے سامنے تو وہ اب رونا بھی نہیں چاہتی تھی۔۔ "کیا ہے یہ؟؟ کیا اس دن کے لیے ہزاروں وعدے کیے تھے تم نے مجھ سے! عدیل شاہ اپنے ہاتھ میں موجود خلع کے پیپرز رائنا خان کے منہ پر مارتے دبی دبی آواز میں غرایا۔ سارا رونا تو ان پیپرز کا ہی تھا۔۔ وہ یہ کرنا نہیں چاہتا تھا لیکن مارے غصے کے وہ کر چکا تھا۔ پیپرز رائنا خان کے منہ پر لگتے بیڈ پر گرے! وہ گہرے گہرے سانس لیتے عدیل شاہ کو دیکھتے پھر سے رونے لگی تھی۔ اب یہ شخص اس طرح کے رویے پر اُتر آیا تھا۔۔ "کریں آپ بھی ان پر سائن اور جان چھوڑیں۔ میری! مزید آپ کے ساتھ نکاح میں نہیں رہ سکتی میں! اپنے آنسوں صاف کرتے وہ مضبوط بننے کی ایک ناکام سی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن سچ تو یہ تھا کہ ان الفاظوں پر سب سے پہلے اس کا اپنا دل چکنا چور ہو چکا تھا۔۔ عدیل شاہ جس کا پہلے ہی غصے سے برا حال تھا اس نے مزید سختی سے اپنے جبڑے ایک

دوسرے میں پیوست کیے! ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کی آنکھوں کی سرخی بڑھ رہی تھی۔ اتنی تکلیف اسے خلع نامہ دیکھ کر نہیں ہوئی تھی جتنی مقابل کے منہ سے یہ بات سن کر ہو رہی تھی۔۔ "کیا تم بھول گئی ہو میرے ساتھ گزارے سارے پل! خود بتاؤ رائنا کیا ایک لمحے کے لیے بھی تمھیں نہیں لگا کہ میں تمہارے بغیر مر جاؤں گا۔۔ تم سوچ بھی کیسے سکتی ہو کہ میں تمہیں چھوڑوں گا؟؟ کچھ دیر کے لیے اپنے غصے کے سائڈ پر رکھتے عدیل شاہ نے کرب سے سوال کیا۔۔ رائنا کے آنسوں دیکھتے اس کے دل کو کچھ ہو رہا تھا۔ "آپ مجھے چھوڑ چکے ہیں! بھری محفل میں مجھے چھوڑ کر آپ میری عزت دو ٹکے کی کر چکے ہیں! کیا سوچتے ہونگے سب میرے بارے میں کہ جس کے پیچھے مری جا رہی تھی وہی سب کے سامنے رسوا کر کے چلا گیا۔ آپ نے تو میری تکلیف کا بھی خیال نہیں کیا۔ کرے گیں بھی کیسے آپ کو تو اپنی ماں پیاری ہے!! رائنا خان اس کی طرف دیکھتے شدت گریہ سے چیخی۔ وہ اسے جتا رہی تھی یا شکوہ کر رہی تھی کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔ "ماما کو بیچ میں مت لاؤ۔ بات تمہارے اور میرے درمیان ہے تو بہتر ہے ہم دونوں میں

ہی رہے! ماما کا کوئی ذکر نہیں ہے یہاں!! عدیل شاہ نے پہلے ہی سختی سے اسے وارن کرنا ضروری سمجھا۔۔ اگر یہاں پاکیزہ بیگم کا ذکر شروع ہو جاتا تو لڑائی مزید بڑھ سکتی تھی۔!! "کیوں نالاؤں بیچ میں اُن کو؟ سارا فساد ہی اُن کی وجہ سے ہے! پہلے انہوں نے میرے گھر آکر اچھی طرح میرے کردار کو اچھالا۔ میں موت سے لڑ کر واپس آئی تھی یاد ہو گا آپ کو۔ پھر انہوں نے آپ کو میرے خلاف ورغلانا شروع کیا اور دیکھیں نتیجہ آپ کے سامنے ہے! آپ بدل گئے ہیں عدیل اپنی ماں کی باتوں میں آکر آپ بدل گئے ہیں!! اس کی طرف دیکھتے روتے ہوئے وہ مسلسل حلق کے بل چیخ رہی تھی۔۔ اس کے دل پر جیسے ایک بوجھ سا تھا جس سے وہ آزادی چاہتی تھی۔۔ "میری ماں ہیں وہ رائنا۔ کچھ نہیں کہا انہوں نے مجھے تمہارے خلاف۔ ٹھیک ہے وہ اس شادی کے خلاف ہیں میں بھی مانتا ہوں لیکن اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ وہ تمہارے خلاف سازشیں کرے گیں یا پھر مجھے ورغلایے گیں۔۔ عدیل شاہ حد درجہ خود پر ضبط رکھتے اسے جیسے سمجھانے کی ناکام سی کوشش کر رہا تھا۔ اس کی آواز نارمل تھی۔ اس کے سامنے وہ چیخنا بھی نہیں چاہتا تھا۔۔

"میں تو جیسے جانتی نہیں کہ کس طرح کی عورت ہے آپ کی ماں! وہ جیسے طنز کر رہی تھی۔ "تمیز سے بات کرو ماں ہیں وہ میری! عدیل شاہ نے سپاٹ لہجے میں اس کی طرف دیکھتے کہا۔ "اگر وہ ماں ہے تو میں کون ہوں ہاں؟ آپ جیسے بزدل مرد ہی ہوتے ہیں جو ماں کے پلو کے نیچے لگ کے آنے والی لڑکی کی زندگی برباد کر دیتے ہیں۔ جیسے آپ نے اور آپ کی ماں نے میری کر دی ہے! میں ہی پاگل تھی جو آپ کے لیے مر رہی تھی۔ حقیقت تو اب سامنے آئی ہے کہ آپ جیسے مرد محبت کے بھی لائق نہیں ہوتے! اتنی ہی آپ کو آج ماں کی محبت یاد آ رہی ہے تو پہلے نکاح کے وقت سوچنا تھا۔ مجھے برباد کر دیا عدیل آپ نے! میں ساری زندگی آپ دونوں کو معاف نہیں کروں گی۔۔ چیختے چیختے آخر میں بے بسی سے کہتے وہ بری طرح رونے لگی تھی۔۔ اپنے دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ بچوں کی طرف بلک رہی تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ تھک چکی تھی سب سے لڑتے لڑتے!! آج اسے اپنے ماں باپ کے خلاف جا کر نکاح کرنا سب سے بڑی بیوقوفی لگ رہی تھی۔ کاش کہ وہ پہلے سوچ لیتی اور اپنے ماں باپ کو دھوکا نا دیتی! لیکن یہ کمبخت دل اسے برباد کر گیا تھا۔۔ اتنا کچھ

ہو گیا تھا لیکن ابھی بھی اس کا دل چاہ رہا تھا کہ ایک مرتبہ عدیل شاہ اسے گلے سے لگا لے بس! وہ اس کے سینے سے لگے کھل کر رونا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ اپنے دل کا سارا غبار باہر نکال پھینکے!! لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔۔ عدیل شاہ ذہن میں اس کے الفاظ دہراتے جیسے بے یقین تھا۔ رائنا خان کے الفاظ اسے چابک کی طرح لگے تھی! کیا وہ بزدل تھا؟ کیا ماں کو نا چھوڑنے پر وہ بزدل مرد بن چکا تھا؟ عدیل شاہ اس کے الفاظ کے چناؤ پر حیران در حیران تھا۔ اس کے لفظوں کو ذہن میں دہراتے وہ یقین کرنے کی کوشش کر رہا تھا آیا یہ سب کچھ اسے رائنا خان نے کہا ہے! وہی رائنا خان جو کبھی دل و جان سے اس پر مرتی تھی۔۔ جو عدیل شاہ کی تعریفیں کرتے نہیں تھکتی تھی وہی آج اسے کہہ رہی تھی کہ وہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گی! اگر مقابل برباد ہوئی تھی تو آباد تو وہ خود بھی نہیں تھا۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ مرد تھا۔ وہ اپنی بے بسی کے اشتہار نہیں لگوا سکتا تھا۔ عدیل شاہ نے ایک نظر اس کے بلکتے وجود کو دیکھا۔ مقابل چہرہ ہاتھوں چھپائے بچوں کی طرح ہچکیوں سے رو رہی تھی۔۔ دوسرے لمحے اس نے سنجیدگی سے رائنا خان کے سامنے سے خلع نامہ

اٹھایا۔ "پین دو۔ عدیل شاہ نے اپنی سرخ آنکھیں خلع نامے پر جمائے سپاٹ لہجے میں اس سے پین مانگا۔ رائنا خان نے اس کی آواز سنتے جھٹکے سے ہاتھ ہٹاتے بے یقینی سے عدیل شاہ کو دیکھا۔ کیا وہ ان کاغذات پر دستخط کرنے والا تھا؟ کیا وہ اسے اتنی آسانی سے چھوڑ رہا تھا؟ کیا واقعی عدیل شاہ کا اس سے دل بھر چکا تھا جواب وہ اس سے علیحدہ ہو رہا تھا؟؟ رائنا خان بے یقین تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑے دھڑکتے دل کے ساتھ عدیل شاہ کو دیکھ رہی تھی جس نے پین لینے کی خاطر اس کے آگے اپنا ہاتھ کر رکھا تھا۔ "پین دو! کر رہا ہوں میں تمہاری خواہش پوری۔ شاید میں ہی تمہارے لائق نہیں ہوں۔ عدیل شاہ نے اس کی بے یقین آنکھوں میں جھانکتے سنجیدگی سے جتایا۔ رائنا خان کی زبان تالو سے چپکی ہوئی تھی۔ اتنی ہمت نہیں تھی اس کے اندر کہ وہ عدیل شاہ کو رکنے کا کہتی۔ نا ہی وہ اسے پین تھما سکتی تھی۔ وہ بس یک ٹک پتھریلی آنکھوں کے ساتھ عدیل شاہ کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ "فائن! میں خود ہی دیکھ لیتا ہوں۔۔ عدیل شاہ نے کہتے سائڈ ٹیبل کی طرف جھانکا۔ وہ پین کی تلاش میں تھا۔۔ یعنی اس نے پکا اِرادہ کر لیا تھا کہ وہ رائنا خان کو چھوڑ دے گا۔۔ کیا

وہ آج کے بعد عدیل شاہ کو نہیں دیکھ سکے گی؟ رائنا خان بیٹھی مسلسل مختلف باتیں سوچ رہی تھی۔ اس کا دل اتنی شدت سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی باہر آجائے گا۔ جبکہ ماتھے پر ننھے ننھے پسینے کے قطرے نمایاں ہونے لگے تھے!! عدیل شاہ نے سائڈ ٹیبل کی دراز کھولتے اس میں سے پین نکالا جو کہ آگے ہی پڑا تھا۔ اس نے دوبارہ رائنا خان کی طرف دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی۔ وہ بس سنجیدگی سے اپنے کام میں مصروف تھا۔!! پین کو ہاتھ میں لیتے عدیل شاہ نے ایک گہری سانس بھری۔ اس کی نظریں پیپرز میں اس جگہ پر تھیں جہاں اس نے سائن کرنے تھے! اور رائنا خان ہمیشہ کے لیے اس سے دور ہو جاتی۔ وہ اس پر پھر سے حرام ہو سکتی تھی۔!! عدیل شاہ نے کن اکھیوں سے ایک نظر رائنا خان کو دیکھتے دھیمے سے پین کی نب کھولی۔۔ رائنا خان کی نظریں کبھی پین تو کبھی عدیل شاہ کے چہرے کی طرف جا رہی تھیں۔ اس کی سانسیں نجانے کیوں تیز ہو رہی تھیں۔!! عدیل شاہ نے ابھی دستخط کرنے کے لیے پین پیپرز پر جمایا ہی تھا کہ پہلے ہی رائنا خان نے اس جگہ پر اپنا ہاتھ رکھا جہاں اس نے دستخط کرنے تھے! وہ عین اسی مقام پر فوراً سے اپنا ہاتھ رکھ

گئی تھی۔۔ پس ثابت ہوا تھا کہ رائنا خان عدیل شاہ کے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔
عدیل شاہ اس کا ہاتھ دیکھتے دھیمے سے محض ہلکا سا مسکرایا۔ اس نے بے ساختہ ہی دل میں ڈھیروں شکر ادا کیا تھا۔ وہ سائن کرنے والا بھی نہیں تھا وہ بس دیکھ رہا تھا کہیں مقابل کے دل سے اس کی محبت ختم تو نہیں ہوئی!! اور عدیل شاہ غلط ثابت ہوا تھا۔
رائنا خان ابھی تک اس سے محبت کرتی تھی۔۔ "ہاتھ ہٹاؤ۔ گردن موڑ کر رائنا خان کی طرف دیکھتے عدیل شاہ نے سنجیدگی سے کہا۔ نجانے اب وہ کیا چاہتا تھا۔۔ رائنا خان نے خوفزدہ نظر پھر سے ان پیپرز پر ڈالی۔ ایک لمحے کے لیے اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے!! اگر وہ بروقت ہاتھ نا رکھتی تو آج عدیل شاہ واقعی اس سے بچھڑ جاتا۔ یہ سوچ ہی صرف اس کی جان نکال رہی تھی۔ ہاں نہیں رہ سکتی تھی وہ اس بے حس انسان کے بغیر! عدیل شاہ کے دیے دکھ ایک طرف مگر اس کی محبت تو سچی تھی نہ؟ وہ کبھی اسے خود سے دور جاتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔ عدیل شاہ نے اسے ابھی بھی ہاتھ جمائے دیکھ خود ہی زبردستی ایک سے پکڑتے اس کا ہاتھ ہٹانا چاہا۔ "خدا کے لیے عدیل میں مر جاؤں گی۔۔ اپنا دوسرا ہاتھ بھی ان پیپرز پر رکھتے

رائنا خان شدت سے چیخی۔ مقابل اتنا بے حس ہو گا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔۔ عدیل شاہ نے اس کی بات پر سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ ابھی وہ خود ہی سائن کرنے کا کہہ رہی تھی اور اب روک بھی خود ہی رہی تھی۔ "تم آخر چاہتی کیا ہو؟ سنجیدگی سے سوال کیا گیا تھا۔۔ رائنا خان نے ایک بھیگی نظر اس کی آنکھوں میں ڈالی۔ اس کی ہیزل گرین آنکھیں غم کی تصویر معلوم ہوتی تھیں۔۔ دوسرے لمحے وہ تھوڑا آگے کو سرکتے عدیل شاہ نے کندھے سے لگی زار و قطار رونے لگی تھی۔ وہ اس کے کندھے میں اپنا چہرہ چھپائے بے تحاشہ ماتم کناں انداز میں رو رہی تھی۔۔ جبکہ اس کا ایک ہاتھ ابھی تک پیپرز پر ہی تھا۔۔ اسے ڈر تھا کہیں عدیل شاہ ان پر سائن ہی نہ کر دے! اس بے حس انسان نے تو اسے گلے سے لگایا نہیں تھا وہ خود ہی اس کے کندھے میں منہ چھپائے اپنے دل کا سارا غبار نکال رہی تھی۔۔ عدیل شاہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ کیا تھی وہ اور اس نے اس کا کیا حال کر دیا تھا۔۔ منٹ کے اندر رائنا خان کے آنسوؤں سے اس کے کندھے کے پاس سے ساری شرٹ بھیگ چکی تھی۔۔ عدیل شاہ نے پین کو سائڈ پر پھینکتے پیپرز کو بھی اٹھاتے سائڈ پر رکھا۔ رائنا

خان کا ہاتھ وہ خود ہی ہٹا گیا تھا۔۔ دوسرے لمحے وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے آگے کو سرکاتے شدت سے اپنے سینے میں بھینچ چکا تھا۔ اس کی خود کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔ رائنا خان کو چھوڑنا اس کے لیے سوہان روح تھا۔ وہ کسی صورت بھی اس عورت کو خود سے جدا نہیں کر سکتا تھا۔۔ عدیل شاہ نے اپنی پوری زندگی میں صرف دو عورتوں کو چاہا تھا ایک اپنی ماں اور دوسری رائنا خان۔ ان دونوں میں اس کی جان بستی تھی۔ ان دونوں سے ہی دور ہونے کا وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ اور قسمت کی ستم ظریفی یہ تھی کہ دونوں عورتوں کی ہی آپس میں نہیں بنتی تھی۔۔ رائنا خان نے اسے خود کو سینے سے لگاتے دیکھ بری طرح روتے ہوئے اس کے کندھے پر مکے برسائے۔ وہ اپنی جلد بازی پر خود کو کوستے اس سے دور ہونا چاہتی تھی۔ لیکن اب وہ عدیل شاہ کی گرفت میں آچکی تھی۔ اب اس نے اپنی مرضی سے ہی چھوڑنا تھا۔ عدیل شاہ نے اس کے ہاتھ روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔۔ حتیٰ کہ اس کے کندھے میں درد اٹھنے لگا تھا۔۔ مقابل اپنی پوری جان لگا کر اس کے کندھے پر بنا رکے مکے مار رہی تھی۔۔ "چھوڑیں مجھے عدیل شاہ! میں ہی پاگل ہوں

جو آپ کے پیار میں مری جا رہی ہوں۔ آپ نے سائن کرنے ہیں تو کہیں اور جا کر کریں خدارا میرے پاس سے چلے جائیں! اس سے دور ہونے کی کوشش کرتے رائنا خان بھیگی آواز میں چیخی۔ اب تو اس کے گلے میں بھی درد ہونے لگا تھا۔ روتے روتے وہ جیسے نڈھال ہونے کو تھی۔ اب تو سر بھی لگتا تھا جیسے واقعی کسی بھی لمحے پھٹ جائے گا۔۔ "جب مجھ سے نہیں دور جا سکتی تو کیوں خود کو اور مجھے تکلیف دیتی ہو؟؟ میری زندگی تم کیوں اتنی ضدی ہو! چھوڑ دو یہ ضد رائنا۔ میرے ساتھ چلو یقین کرو دونوں خوش رہے گیں! عدیل شاہ نے اس کے بالوں میں اپنی اُنگلیاں چلاتے نرمی سے کہا۔ وہ اسے سختی سے خود میں بھینچ ہوئے تھا۔!! "تاکہ آپ کی ماں۔۔۔ رائنا خان ابھی کچھ بولتی کہ بیچ میں عدیل شاہ نے اس کی بات کاٹی۔۔ "کچھ نہیں کہہ سکتی تمھیں ماما۔ کیا تمہیں مجھ پر اتنا بھی یقین نہیں ہے؟ میں تمھیں لے کر جاؤں گا تو ظاہر ہے تمہاری حفاظت بھی کروں گا۔ تم اپنے گھر میں جیسے مرضی رہنا۔ میں وعدہ کرتا ہوں ماما کچھ نہیں کہے گیں۔ فضول کے وہم نکال دو اپنے دماغ سے!! اس کا چہرہ نرمی سے اپنے سینے سے باہر نکالتے عدیل شاہ نے اس کے دونوں

گالوں پر اپنے ہاتھ رکھتے نرمی سے کہا۔ وہ اسے کسی طرح اعتماد میں لینا چاہتا تھا۔ پاکیزہ بیگم کو طرف سے وہ مکمل طور پر مطمئن تھا۔ اگر وہ نا بھی چاہتی تب بھی عدیل شاہ رائنا خان کو اپنے گھر میں رکھتا اور ان کی باتوں سے بھی بچاتا۔ لیکن اصل مسئلہ اسے رائنا کا تھا۔ جو مان ہی نہیں رہی تھی۔۔ رائنا خان نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھتے سختی سے اس کے ہاتھ جھٹکے! "چلے جائیں یہاں سے عدیل! ایک مرتبہ میں آپ کی وجہ سے اپنے ماں باپ کو دھوکا دے چکی ہوں لیکن اب اور نہیں۔ آپ کا کیا بھروسہ کل کو آپ کی ماں کوئی نیا فساد کھڑا کرے اور آپ ایک مرتبہ پھر مجھے اسی در پر چھوڑ کر چلے جائیں۔ اعتبار اٹھ چکا ہے میرا آپ سے! میں اب کبھی آپ کی باتوں میں نہیں آؤں گی۔۔ اس سے دور ہوتے وہ سنجیدگی سے اپنے دل کی بات اسے بتا گئی تھی۔ آگر وہ اس کے ساتھ چلی بھی جاتی تو اب ہر لمحہ یہی خطرہ لاحق رہنا تھا کہ مقابل کسی کی باتوں میں آکر اسے چھوڑ نا دے!! "میں نے اگر تمھیں چھوڑا ہوتا تو یہاں بیٹھ کر تمہارے آگے بھونک نا رہا ہوتا۔ بلکہ سکون اور مزے میں رہتے اپنی زندگی انجوائے کرتا۔ عدیل شاہ اس کی طرف دیکھتے بری طرح غرایا۔ زہر لگے

تھے اسے مقابل کے الفاظ۔ کتنا غلط سوچتی تھی رائنا خان اس کے بارے میں! اس بات کا اندازہ عدیل شاہ کو آج ہوا تھا۔۔ "ابھی بھی تو وہی کر رہے ہیں آپ۔ خوار تو میں ہو رہی ہوں! سنجیدگی سے جواب آیا تھا۔ یہ مقابل کی خام خیالی ہی تھی کہ عدیل شاہ اسے چھوڑ کے خوش تھا۔۔ "کیا چاہتی ہو اب تم؟ عدیل شاہ نے تھکے ہارے انداز میں اس سے سوال کیا۔ اس کی بس ہو رہی تھی رائنا خان کے منہ سے اپنے لیے ایسی باتیں سن کر! "چلے جائیں یہاں سے! ساری زندگی اپنی شکل مت دکھایئے گا۔ جس دن خدا نے مجھے ہمت دی اس دن سب سے پہلے آپ سے علیحدگی اختیار کروں گی۔ یقین کریں اب سے تہجد میں بھی میری ایک ہی دعا ہو گی کہ آپ کی محبت میرے دل سے ختم ہو جائے! سنجیدگی سے کہتے وہ عدیل شاہ کا دل ایک مرتبہ پھر کرچی کرچی کر گئی تھی۔۔ کیا وہ اتنا تنگ آ گئی تھی اس سے کہ اب تہجد میں اس کی محبت ختم ہونے کی دعائیں کرتی۔ "یہ ظلم مت کرنا خدا کے لیے! جس دن ایسا ہوا اس دن تمھیں تمہارے دروازے پر عدیل شاہ کی میت ملے گی۔ یہ تمہاری محبت ہی ہے جو مجھے حوصلہ دیے ہوئے ہے کہ رائنا عدیل شاہ صرف

میری ہے ! کوئی ہم دونوں کو جدا نہیں کر سکتا۔۔ جس دن تمہاری محبت ختم ہوئی اس دن عدیل شاہ کا بھی اس دنیا میں آخری دن ہو گا۔ بے بسی سے کہتے عدیل شاہ بیڈ سے کھڑا ہوا۔ وہ مزید یہاں رکتا تو یقیناً اپنا ضبط کھو بیٹھتا۔ اسی لیے وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔۔ رائنا خان نے ایک بھیگی نظر اس پر ڈالی۔ کتنا ضروری ہے یہ انسان اس کے لیے اگر عدیل شاہ کو اس بات کی بھنک بھی ہوتی تو ایسے مرنے کی بات کبھی نا کرتا۔۔ عدیل شاہ جو آگے بڑھ رہا تھا ایک لمحے کے لیے اس کے قدم رکے ! "اِدھر آؤ ! اپنا ہاتھ آگے کرتے وہ بہت مان سے اسے اپنے پاس بلا رہا تھا۔ عدیل شاہ کے دل میں شدت سے خواہش جاگی تھی کہ وہ اس کے ماتھے پر لب رکھے ! وہ اپنی اسی خواہش کے لیے مقابل کو پاس بلا رہا تھا۔ " چلے جائیں یہاں سے ! آپ کی حوس پوری کرنے نہیں بیٹھی میں یہاں ! نجانے کیسے وہ اس کے دل کی بات جان چکی تھی اور اپنے لفظوں سے اسے دو ٹکے کا بھی کر گئی تھی۔۔ "حوس ! عدیل شاہ نے زیر لب اس کا یہ ایک لفظ دہرایا جو اسے اپنے منہ پر تماچے کی صورت لگا تھا۔ کیا نکاح میں آنے والی عورت کے ساتھ بھی حوس پوری کی جاتی ہے ؟ اسے

اندازہ نہیں تھا کہ کبھی رائنا خان اس کے بارے میں کچھ اس طرح کا بولے گی۔

"تمہیں پتہ بھی ہے حوس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ عدیل شاہ نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے سوال کیا۔ اس کے آگے بڑھتے قدم رک چکے تھے! "ہاں وہی جو آخری مرتبہ آپ نے اپنی پوری کی تھی۔ شاید اندازہ تھا آپ کو کہ اس کے بعد میں ہاتھ نہیں آؤں گی۔۔ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے وہ بہت سخت الفاظ کہہ گئی تھی۔!! "وہ حوس تھی؟ اچھا مجھے تو اندازہ ہی نہیں تھا۔ دھیمے سے بولتے وہ جیسے خود کا مزاق بنا رہا تھا۔ اس رات اور اس سے اگلی راتیں بھی وہ سو نہیں سکا تھا۔۔ اس نے خود پر جس طرح ضبط رکھا تھا وہ صرف عدیل شاہ ہی جانتا تھا۔ مقابل ایک سیکنڈ میں اس کے جذبات کا مذاق بنا گئی تھی۔ اگر عدیل شاہ میں ایک فیصد بھی اس کے جسم کی حوس تو یقیناً اس رات وہ مکمل طور پر رائنا خان کو اپنا بنا لیتا۔ لیکن پھر بھی اس نے خود کے جذبات پر بندھ لگا دیا تھا کہ کہیں وہ اس کا مان نا توڑ دے! اور یہی لڑکی آج اس کی محبت کو حوس کا نام دے کر اس کی محبت کی تذلیل کر گئی تھی۔۔ "شکل کیا دیکھ رہے ہیں اب میری جائیں یہاں سے! اسے ابھی بھی جم کر کھڑے دیکھ رائنا

خان نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "خدا گواہ ہے رائنا تمھیں لے کر کبھی میرے دل میں حوس نہیں جاگی۔ بھلا پسندیدہ عورت کے لیے حوس کیسے ہو سکتی ہے؟؟ نجانے کیوں وہ اسے صفائیاں دینے بیٹھ گیا تھا۔۔ "آپ جا رہے ہیں یا میں اپنے بابا کو بلاؤں۔ وہ دھکے دے کر نکلوائیں گے آپ کو پھر سہی رہے گیں آپ! وہ چیخی تھی۔۔ عدیل شاہ نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ایک گہری سانس بھری۔ یہ وہ رائنا تھی ہی نہیں جس سے کبھی عدیل شاہ نے محبت کی تھی۔ یہ تو کوئی اور ہی تھی جس کے لہجے میں محض بتمیزی کا عنصر تھا۔ "جا رہا ہوں۔ دعا کرنا راستے میں ہی کہیں مر جاؤں تاکہ تمھیں دوبارہ میری شکل نا دیکھنی پڑے! اتنی ہی نفرت ہو رہی ہے نہ تمھیں اس چہرے سے! دعا کرو سلامت نہ رہے۔۔ ایک آخری نظر اپنی متاعِ جاں پر ڈالتے عدیل شاہ تیز تیز قدموں سے کھڑکی کی طرف بڑھا۔ وہ کھڑکی سے کود کر جا چکا تھا۔!! "اللہ نا کرے! اس کے جاتے ساتھ رائنا خان دھیمے سے بڑبڑائی۔۔ بھلا وہ اس انسان کے لیے مرنے کی دعائیں کیسے کر سکتی تھی جسے کبھی اُس نے خود دعاؤں میں مانگا تھا؟؟ اپنے آنسوں صاف کرتے رائنا خان بیڈ پر چت

لیٹی۔ وہ اس لمحے کو یاد کر رہی تھی جب عدیل شاہ کو سائن کرتے دیکھ اس کی جان نکلنے لگی تھی۔ کیوں نہیں چھوڑ سکتی تھی وہ اس انسان کو! اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ آخر اسے عدیل شاہ سے اتنی محبت ہو کیسے گئی۔ لیکن اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیا چک گئی کھیت!! نجانے قسمت نے کب ان دونوں پر مہربان ہونا تھا۔ یا پھر ان دونوں نے ہمیشہ ایسے ہی رہنا تھا۔۔ یہ سب قدرت کے فیصلے تھے اور وہی جانتا تھا۔۔

یہ صبح کا وقت تھا جب سورج بلکل سر پر کھڑا ہر شخص کو جلانے کے در پر تھا۔ کراچی کی گرمی تھی اور ہر انسان تپتی دھوپ کے باوجود اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھا۔۔ ایسے میں کراچی کی ایک مشہور یونیورسٹی میں بھی چہل پہل ویسے ہی جاری تھی۔ ہزاروں کی تعداد میں سٹوڈنٹس مختلف کلاسز میں بیٹھے اپنے اپنے لیکچرز لے رہے تھے! ایسے میں زارا خان بھی یونیورسٹی میں موجود اپنے لیکچر شروع ہونے کے انتظار میں تھی۔ اب اس کا بائیو کا لیکچر ہونا تھا۔ لیکن اس سے پہلے کچھ دیر کے

لیے بریک ہوتی تھی۔۔اسی لیے زارا خان اپنی تینوں دوستوں کے ہمراہ گراؤنڈ میں ہی گھوم رہی تھی۔۔ پانچ منٹ بعد تو لیکچر ہونا تھا۔!! "یار جتنی جلدی ہوتی ہے بائیو کے لیکچر کی اتنی ہی دیر سے ہوتا ہے! سر سے کہہ کر پہلا لیکچر سیٹ کرواؤ تاکہ صبح صبح دیدار یار ہو جائے! حرا نے اپنے ہاتھ میں موجود پھول توڑتے ان تینوں سے افسردہ لہجے میں کہا۔ اسے کچھ زیادہ جلدی ہوتی تھی لیکچر کی۔۔ معاذ شاہ کا آج یونیورسٹی میں کوئی تیسرا دن تھا۔ "دو منٹ رہ گئے ہیں بس مرنے نالگ جایا کرو۔ چلو چلتے ہیں!! زارا خان نے اپنے ہاتھ میں موجود گھڑی میں وقت دیکھتے سنجیدگی سے آگے کی طرف قدم بڑھائے! اسے شدید چڑ چڑھتی تھی جب ساری کلاس معاذ شاہ کے گن گا رہی ہوتی تھی۔ مطلب ایسا بھی کچھ نہیں تھا اس بندے میں! اسے تو کوئی خاص نہیں لگتا تھا۔اس کی نظر میں معاذ شاہ بس ٹھیک ہی تھا۔ قصور اس کا نہیں تھا اس نے راحیل خان کو دیکھا ہوا تھا اسی لیے اسے معاذ شاہ کوئی اتنا حسین نہیں لگتا تھا۔۔ اس کے پیچھے ہی تینوں بھی اپنے بیگ سنبھالتی آگے کی طرف بڑھی۔ان کے جاتے جاتے ہی پورا ٹائم ہو جانا تھا۔۔

کلاس میں داخل ہوتے زارا خان کے ایک لمحے کے لیے قدم رکے ! دروازے میں ہی دو سے تین لڑکیاں اس کے آگے کھڑی تھیں۔ "ہٹو پیچھے مجھے اندر جانا ہے ! زارا خان نے ان کی طرف دیکھتے سپاٹ لہجے میں کہا۔ یہ لڑکیاں اڑ کر کھڑی تھیں۔!! "ہاں ہٹ رہے ہیں پہلے تم ہمیں ایک بات بتائو۔۔ان میں ایک لڑکی نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھتے اسی کے انداز میں پوچھا۔ حرا اور باقی سب بھی زارا کے پیچھے ہی کھڑی تھیں۔ زارا خان ان لڑکیوں کو بھلے نا جانتی ہو لیکن وہ تینوں ضرور جانتی تھیں۔ یہ امیر باپ کی کوئی بگڑی ہوئی اولادیں تھیں جن سے ساری کلاس ہی پناہ مانگتی تھی۔۔ لیکن پچھلے کچھ دنوں سے یہ دونوں لڑکیاں چھٹی پر تھیں۔ جو آج ہی آئی تھیں۔اب یہ زارا کے سامنے کیوں کھڑی تھیں یہ تو کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔!! "پوچھو؟؟ زارا خان نے سنجیدگی سے انہیں اجازت دی۔ وہ سچ میں ان لوگوں سے واقف نہیں تھی لیکن ان کا ایٹیٹیوڈ بھی اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔۔ "سر معاذ کیا لگتے ہیں تمہارے؟ ایک نے تھوڑا آگے کو ہوتے سینے پر

ہاتھ باندھتے پوچھا۔ زارا خان نے ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی۔۔ ایک تو وہ تنگ آ کر رہ گئی تھی اس ٹاپک سے۔ آج کل معاذ شاہ اور اس کے یونی میں چرچے ہوئے پڑے تھے! جب سے معاذ شاہ نے اس سے تعلق ظاہر کیا تھا تقریباً بہت ساری لڑکیاں اس سے آ کر یہ سوال پوچھ چکی تھیں۔ نجانے سب کو اس ایک سوال کا جواب جاننے کی اتنی کریوسٹی کس لیے تھی۔۔ حتیٰ کہ کتنی تو سینئرز بھی اس سے آ کر یہی ایک سوال پوچھ چکی تھیں۔ زارا خان تنگ آ چکی تھی یہی ایک بات سن سن کر! معاذ شاہ نے اپنے ساتھ ساتھ اسے بھی یونی میں مشہور کر دیا تھا۔!!" باپ لگتا ہے میرا اور کچھ ؟؟ جھنجھلاتے زارا خان نے تھوڑی اونچی آواز میں جواب دیا۔ اس کے کان پک گئے تھے یہ سن سن کر!! جہاں اس کے جواب پر لڑکی جل بھن اٹھی تھی وہیں اپنے پیچھے سے ایک بھاری بارعب آواز سنتے زارا خان نے تیزی سے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی! "مجھے نہیں پتہ تھا کہ میری انیس بیس سال کی ایک بیٹی بھی ہے؟ معاذ شاہ جو کب سے سائڈ پر ہی کھڑا تھا اس کے جواب پر ہلکا سا مسکراتے اس نے آگے کو ہوتے کہا۔۔ حرا اور باقی سب فوراً ہی سائڈ پر ہوتے کلاس میں اندر

کی طرف بڑھی۔ وہ زارا خان اور ان دونوں کو دیکھنے میں اتنی مگن تھیں کہ معاذ شاہ کے آنے کا کسی نے نوٹس ہی نہیں لیا تھا۔۔ جبکہ وہ دو لڑکیاں بھی اپنی سیٹ پر جاتے بیٹھ چکی تھیں۔ معاذ شاہ نے اپنا یہاں رعب جمار کھا تھا۔۔ سب کو لگتا تھا اس کی بہت سنجیدہ پرسنلٹی ہے! زارا خان ابھی تک آنکھیں میچے زبان دانتوں تلے دبائے ہوئے تھی۔!! معاذ شاہ اپنی مسکراہٹ دباتے تھوڑا آگے کو ہوا۔ءو ویسے ماما کہاں ہیں آپ کی؟ کب سے ڈھونڈ رہا ہوں میں! وہ تھوڑا جھکتے اس کے کان کے پاس سرگوشی کر گیا تھا۔۔ نجانے کیوں اسے اس وقت شرارت سوجھ رہی تھی۔۔ زارا خان نے آنکھیں کھولتے حیرت سے اسے دیکھا۔ مقابل نے تو اس کی بات کو سیریس ہی لے لیا تھا۔!! "اللہ کو پیاری ہو چکی ہیں! ڈھونڈتے ہی رہیں آپ ساری زندگی۔ سر معاذ شاہ!! خود پر قابو پاتے زارا خان نے زبردستی مسکراتے اس کی طرف دیکھتے دھیمے سے کہا۔ وہ جواب دیئے بنا رہ نہیں سکی تھی۔۔ معاذ شاہ اس کی بات پر منہ نیچے کرتے ہولے سے مسکرایا۔!! "پھر آپ بن جائیں میرے بچوں کی ماں؟ شرارت سے سرگوشی نما آواز میں کہتے معاذ شاہ نے اسے آنکھ ونک کی۔ وہ

اسے ہکا بکا چھوڑے آگے کلاس کے اندر جا چکا تھا۔ زارا خان آنکھیں پھاڑے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ کتنا بے شرم انسان تھا یہ!! حتیٰ کہ تھوڑا اس کا منہ بھی کھلا ہوا تھا۔ کیا کوئی لڑکا اتنا بتمیز بھی ہو سکتا تھا؟؟ غرض کہ وہ حیرت کی اتھاہ گہرائیوں میں تھی۔۔ "زارا اندر آجاؤ۔ اپنے ساتھ سے حرا کی آواز سنتے زارا خان جیسے اپنی حیرت سے باہر نکلی۔ اس نے بے ساختہ ہی دانت پیستے معاذ شاہ کو دیکھا جو آگے بڑھتے اتنے سنجیدہ چہرے کے ساتھ کھڑا تھا جیسے وہ تو ابھی اسے کچھ کہہ کر ہی نہیں گیا۔۔ آخر کتنے روپ تھے اس انسان کے؟ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی۔!! ہاں چلو۔ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے زارا خان نے حرا کی طرف دیکھا۔ ابھی وہ اس ہے ساتھ ہی اندر کی طرف بڑھتی کہ معاذ شاہ کی آواز سنتے اسے پھر سے دروازے میں ہی رکنا پڑا۔!! "مس زارا خان آپ دو دن تک میری کلاس میں مت آیئے گا۔ بہتر ہے پہلے آپ سر کے بارے میں بات کرنے کی تمیز سیکھیں اور پھر میری کلاس میں قدم رکھیے گا۔۔ سنجیدگی سے زارا خان کی طرف دیکھتے معاذ شاہ نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔ اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے آری ہو چکا تھا۔ زارا خان

ایک مرتبہ پھر حیران در حیران تھی۔۔ ساری کلاس ان دونوں کی طرف متوجہ تھی۔ وہ پوری کلاس کے سامنے اس کی انسلٹ کرتے اسے کلاس سے باہر نکال رہا تھا۔۔ زارا خان نے ایک نظر اپنی طرف دیکھتی ساری کلاس پر ڈالی۔ اسے اپنی بیعزتی واضح محسوس ہوئی تھی۔!! "سوری سر! نظریں جھکائے اس نے معافی مانگنے میں ہی عافیت جانی۔ وہ دو دن تک کلاس نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ پڑھائی کے معاملے میں وہ کمپرومائز نہیں کر سکتی تھی۔۔ جبکہ اس کا دل تھا کہ معاذ شاہ کو یہ جواب دے کہ پہلے وہ خود ایک سٹوڈنٹ سے بات کرنے کی تمیز سیکھے پھر اسے کچھ بولے! اگر اکیلے میں ہوتی تو وہ اسے یہ جواب دے بھی دیتی۔۔ لیکن ابھی وہ پوری کلاس کے سامنے کھڑی تھی۔ آگے سے جواب دینے پر اسی پر کوئی سکینڈل بن سکتا تھا۔۔ "مجھے آپ کی معافی سے کوئی غرض نہیں ہے! آپ نے میرے بارے میں غلط بات کی ہے تو آپ سزا بھی بھگتے گیں۔ آج اگر آپ کو چھوڑ دیا تو آگے سب ہی میرے بارے میں اس طرح کی بکواس کرے گیں۔ اور میں یہ بلکل بھی برداشت نہیں کروں گا۔ بہتر ہیں آپ چلی جائیں ورنہ مجھے مجبوراً آپ کو پرنسپل آفس تک

لے جانا پڑے گا۔۔ سنجیدگی سے زارا خان کی طرف دیکھتے اس نے لفظ چبائے۔ وہ اس وقت پہلے والے معاذ شاہ سے بلکل کوئی الگ انسان لگ رہا تھا۔۔ اس کی بات سنتے زارا خان کی آنکھوں میں آنسوؤں کی تہہ جمی۔ اگر یہ سب کوئی اسے اکیلے میں کہتے تو اتنی بڑی بات نہیں تھی لیکن معاذ شاہ پوری کلاس کے سامنے اسے انسلٹ کر رہا تھا۔ زارا خان کے لیے یہ ایک بہت بڑی بات تھی۔۔ اسے ہر انسان اس وقت خود پر ہنستا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ جبکہ اس کے ہاتھ کی گرفت بیگ پر مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔!! "جائیں محترمہ میں نے کلاس سٹارٹ کرنی ہے! اسے ابھی بھی کھڑے دیکھ معاذ شاہ نے سپاٹ سے لہجے میں واپس سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ اس کے آنسوؤں پر بھی کوئی غور نہیں کر رہا تھا۔۔ "سر پلیز۔۔ زارا خان نے ایک آخری مرتبہ کہتے جیسے کوشش کرنی چاہی۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوں بہہ رہے تھے!! "آئی سیڈ گو! آپ آگے سے بحث کس لیے کر رہی ہیں۔ جب کہہ دیا ہے جائیں یہاں سے تو جائیں! ڈائس پر اپنا ہاتھ مارتے معاذ شاہ خاصی اونچی آواز میں دھاڑا۔۔ زارا خان ڈرتے بے ساختہ ہی دو قدم پیچھے کو ہوئی تھی۔۔ جبکہ پوری

کلاس دم سادھے کبھی معاذ شاہ تو کبھی زارا خان کو دیکھ رہی تھی۔ ایک شک تو اُن سب کا دور ہو گیا تھا کہ زارا خان اور معاذ شاہ کے درمیان کچھ نہیں چل رہا۔ ورنہ اس دن جب سے معاذ شاہ نے تعارف کروایا تھا تب سے ہی ان کے بارے میں کافی باتیں بن چکی تھیں۔ جن سے زارا واقف ہو یا نہیں لیکن معاذ شاہ بہت اچھے سے واقف تھا۔!! زارا خان نے ایک آخری بھیگی نظر اس کی ہیزل نٹ آنکھوں میں ڈالتے ہچکی سی بھری۔ بھوری آنکھوں کا ہیزل نٹ آنکھوں سے شدت سے ٹکراؤ ہوا تھا۔ اور دوسرے لمحے زارا خان اپنے آنسوں صاف کرتے کلاس سے باہر نکلی۔ وہ اس بیعزتی کو کبھی بھولنے والی نہیں تھی۔۔ معاذ شاہ کی نظروں نے غائب ہونے تک اس کی پشت کا پیچھا کیا تھا۔۔ حتیٰ کہ وہ جا چکی تھی۔ لیکن وہ پھر بھی دروازے کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔ اس بات کا جواب وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ کیوں! لیکن بس وہ دیکھ رہا تھا۔!! "سر! سی آر کی آواز سنتے معاذ شاہ چونکتے ہوئے اس کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کی نظریں اب دروازے کے پاس سے ہٹی تھیں۔۔ "لیکچر شروع کروادیں!! سی آر نے اس کی طرف دیکھتے جیسے اسے یاد دلانا چاہا۔۔ "مجھے

میرا کام پتہ ہے ! ! سنجیدگی سے اسے جتاتے معاذ شاہ سر جھٹکتے لیکچر کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اپنا پورا دھیان پڑھانے پر مرکوز کر چکا تھا۔

اپی: 2/74

یہ تقریباً دن کا وقت تھا جب شاہ ولا میں چہل پہل ہوئی پڑی تھی۔ بہت سے مہمان لاؤنج میں بیٹھے ایک دوسرے سے محو گفتگو تھے ! آج ماورا جمیل کے رشتے والے آئے تھے ! جمیل صاحب بھی کچھ دنوں کے لیے لندن سے پاکستان آ چکے تھے تاکہ اپنی بیٹی کے لیے خود رشتہ دیکھ سکیں ! اس دن ماورا کے کہنے پر دادا جان نے رشتے والوں کو ہاں کر دی تھی بس اسی سلسلے میں آج لڑکے والے اسے دیکھنے کے لیے آ رہے تھے ! دیکھا تو خیر ان لوگوں نے شادی پر بھی تھا۔ لیکن اب وہ لوگ رشتہ پکا کرنے آئے تھے ! ماورا جمیل اس وقت۔ یہاں پر نہیں تھی۔ جبکہ باقی سب بڑے بیٹھے آپس میں ہی باتیں کر رہے تھے۔ لڑکا بھی ان لوگوں کے ساتھ ہی آیا تھا۔۔

ماورا جمیل اپنے کمرے میں ڈریسنگ مرر کے آگے رکھی کرسی پر بیٹھی سنجیدہ نظروں سے اپنا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ وہ اس وقت نیوی بلیو کلر کے انارکلی فراک میں ملبوس نیچے چوڑی پاجاما پہنے ہوئے تھی۔ اوپر سوٹ کے ساتھ کا ہی آرگینزا کا دوپٹہ لیا گیا تھا۔ شاید ہی اس نے آج پہلی مرتبہ پاکستان میں اس طرح کا لباس پہنا تھا جو اسے سبینا بیگم نے پہننے کو کہا تھا۔۔ شہد رنگ آنکھوں میں بھر بھر کر کاجل لگائے وہ انہیں قاتلانہ کیے ہوئے تھی۔ جبکہ ہونٹوں پر صرف نیوڈ لپسٹک لگائی گئی تھی۔ اس نے خود ہی زیادہ میک اپ نہیں کیا تھا۔ جب دل ہی راضی نہیں تھا تو سجنے سنورنے پر بھی وہ آمادہ نہیں تھی۔ یہ سب بھی اسے مجبوراً ہی کرنا پڑ رہا تھا کہ اس نے حامی بھی اس رشتے کے لیے خود ہی بھری تھی۔۔ بالاج خان نے اس دن کے بعد بھی کئی نمبروں سے اس سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ بھی اب ضد پر اڑ چکی تھی۔ ہر دن وہ ایک نئے نمبر سے میسج کرتا تھا اور ماورا جمیل ہر روز اس کا نمبر بلاک کر دیتی تھی۔ جواب دینا تو بہت دور کی بات اب تو اس نے میسج سین کرنے بھی چھوڑ دیے تھے۔۔ بالاج خان کی تڑپ کا اسے اندازہ تھا لیکن اب اس کا

تڑپنا بے معنی تھا۔ وہ اپنے جذبات کو تھپک تھپک کر سلا چکی تھی۔ اب بالاج خان اس کی آنکھوں کے سامنے کسی اور کا بھی ہو جاتا تب بھی اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔۔

سبینا بیگم کو کمرے کے اندر آتے دیکھ ماورا جمیل سیدھے ہوتے بیٹھی۔ نجانے اسے اس وقت بالاج خان کی یاد کیوں آئی تھی۔!! "ماشاءاللہ۔۔ تمہیں کسی بناوٹ کی ضرورت نہیں ہے! تم اس سادگی میں بھی بہت پیاری لگ رہی ہو! سبینا بیگم کے ہمراہ نوین بیگم نے اندر آتے ماورا کی۔ بلائیں لی۔ وہ مسکراتے ہوئے سچے دل سے اس کی تعریف کر گئی تھیں۔ ماورا جمیل محض ہلکا۔سا مسکرا ہی سکی۔ اس کا دل نجانے کیوں بہت عجیب سی کیفیت میں مبتلا تھا۔!! "چلو آجاؤ نیچے! بلا رہے ہیں سب تمھیں! اور اُدھر تھوڑی مسکراہٹ سجا کر بیٹھنا چہرے پر! دیکھنے والا یہ تو نہ کہے کہ کہیں ہم نے زبردستی راضی کیا ہے شادی کے لیے! سبینا بیگم نے آگے بڑھتے اس کے سر پر اچھے سے دوپٹہ سیٹ کرتے ساتھ میں اسے تنبیہ بھی کی۔

"فور گاڈ سیک ماما کیسے سوچ لیتی ہیں آپ ایسی باتیں؟ میں اب وہاں بیٹھ کر کیا دانت باہر نکالتی رہوں۔ کوئی کچھ نہیں سوچے گا۔۔ جھنجھلا کر کہتے ماورا کرسی سے کھڑی ہوئی۔ وہ جوتے پہننے کی غرض سے بیڈ پر بیٹھ چکی تھی۔!!"مجال ہے جو تم اپنی ماں کی ایک بھی سن لو! جیسے مرضی کرنا بس چل لو تمہاری مہربانی ہو گی۔۔ سبینا بیگم نے سر جھٹکتے کہا۔اس لڑکی نے کون سا ان کی بات کبھی سن لینی تھی۔۔"چلیں! ایک آخری نظر اپنی تیاری پر ڈالتے اس نے سبینا بیگم کی طرف دیکھتے کہا۔۔"ہاں چلو! ان دونوں کے ہمراہ نہایت بھاری دل کے ساتھ وہ آگے بڑھ چکی تھی۔ شاید ایک نئے سفر پر۔

ماورا جمیل سبینا بیگم اور نوین بیگم کے ہمراہ لاؤنج میں داخل ہوئی۔ سب کی نظر بے ساختہ ہی اس کی طرف اٹھی تھی۔۔۔رشتہ دیکھنے آنے والوں کی تعداد چار تھی۔ جن میں دو خواتین اور دو ہی مرد موجود تھے! لڑکا ایک طرف صوفے پر بیٹھا مسکراتے ہوئے ماورا کو دیکھ رہا تھا جو نظریں جھکائے سامنے سے چلتے چلتے اس کی ماں

کی طرف جا رہی تھی۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ علی ہی تھا جس کی اس دن بالاج خان نے لڑائی ہوئی تھی۔ وہ باز نہیں آیا تھا۔!! "ماشاءاللہ! آؤ بیٹا بیٹھو میرے پاس۔۔ علی کی ماں نے صوفے سے اٹھتے ماورا کو ہاتھ سے پکڑتے اپنے ساتھ بٹھایا۔ اس نے شادی پر بھی ماورا کو دیکھا تھا اور یہ اسے پسند بھی آئی تھی۔۔ ماورا جمیل خاموشی سے نظریں جھکاتے صوفے پر بیٹھی۔ اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے آری تھا۔۔ جبکہ وہ بار بار اپنا دوپٹہ سمبھال رہی تھی جو ٹکنے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔۔ "بھئی مجھے تو بچی بہت پسند ہے! میں نے تو اسے شادی میں ایک نظر دیکھتے ہی سوچ لیا تھا کہ بس یہی میرے علی کی بیوی بنے گی۔ علی کی ماں نے سبینا بیگم کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے دل کی بات کی۔۔ ماورا جمیل نے جھٹکے سے سر اٹھاتے دائیں طرف صوفے پر بیٹھے علی کو دیکھا جو مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ انسان اتنی مار کھانے کے بعد بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ وہ سیدھا رشتہ ہی لے آیا تھا۔۔ ایک گہری سانس بھرتے اس نے واپس سے نظریں زمین پر جمائی۔ جس سے بھی شادی ہوتی اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔!! "ہمیں تو رشتہ منظور

ہے ! اب آپ لوگ دیکھ لیں۔ علی بچپن سے آپ کے سامنے ہی پلا بڑھا ہے۔ آپ جانتے ہیں اسے اچھے سے ! علی کے باپ نے داجان کی طرف دیکھتے کہا۔ یہ لوگ دا جان کے ہی جاننے والے تھے ! " بھئی یہ رہے بچی کے ماں باپ ! مجھ سے زیادہ ان کا حق ہے اس پر۔ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے باقی ان لوگوں سے پوچھ لو ! داجان نے جمیل صاحب اور سبینا بیگم کی طرف اشارہ کیا تھا۔ " یہ کیا بات کر دی آپ نے داجان۔ آپ راضی ہیں تو ہمیں بھی کوئی اعتراض نہیں ہے ! آپ کے جاننے والے ہیں تو اچھے ہی ہونگے ! جمیل صاحب فراخ دلی سے حامی بھر گئے تھے ! " بس پھر انتظار کس بات کا ہے رشتہ پکا کرتے ہیں ؟ داجان نے سب کی طرف دیکھتے کہا۔ وہ دل سے اس رشتے پر خوش تھے ! " میرا خیال ہے ایک مرتبہ بچے آپس میں اکیلے میں بات کر لیں کچھ دیر تو بہتر ہو گا۔ بس کچھ دیر۔ اتنے ہم بڑے رشتہ فائنل کر دیتے ہیں ! علی کی ماں نے اس کے اشارے پر سبینا بیگم کی طرف دیکھ کر کہتے جیسے اجازت چاہی۔ ! ! " جی ضرور۔ سبینا بیگم نے جھجھکتے اجازت دی۔ انہیں ڈر تھا ماورا منع نا کر دے۔ لیکن شکر تھا کہ اس کے چہرے پر ایسے کوئی آثار نظر نہیں آرہے

تھے!! علی آہستہ سے صوفے سے کھڑا ہوا۔اس کے چہرے سے مسکراہٹ غائب نہیں ہو رہی تھی۔ماورا کو وہ پہلی نظر میں دیکھتے ہی پسند کر بیٹھا تھا۔ تبھی پیچھے نا ہٹتے وہ آج رشتہ بھی لے آیا تھا۔۔ماورا جمیل بھی اسی کے ساتھ ہی صوفے سے کھڑی ہوئی۔ وہ خود بھی اس انسان سے بات کرنا چاہتی تھی۔۔ دھیمے دھیمے سے چلتے وہ دونوں ہی آگے پیچھے باہر لان کی طرف بڑھے! پیچھے تمام بڑے بھی اپنی باتوں میں مصروف ہو چکے تھے۔۔

ماورا جمیل نے لان میں پہنچتے ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی۔کتنا مشکل تھا کسی انسان کے سامنے کٹ پتلی بن کر بیٹھ جانا۔ دوپٹہ وہ چھوڑ چکی تھی جو کہ اترتے کندھے تک آ چکا تھا۔اس کے ہاتھوں میں درد ہونے لگتا اسے سمبھالتے سنبھالتے! دوپٹہ اُترنے سے اس کے لمبے سنہری سلکی بال جو کمر پر بکھرے تھے علی کی آنکھوں کے سامنے تھے! "تم باز نہیں آئے نا؟؟ سینے پر ہاتھ باندھے علی کی طرف مڑتے ماورا جمیل نے ابرو اُچکائی۔پہلے تو وہ اس کی کلاس لینے والی تھی۔!! "آپ پسند

آگئی تھیں بس اس لیے رشتہ لے آیا۔ سوچا آپ نے انکار کر دیا تو کیا پتہ آپ کے گھر والے ہاں کر دیں! اور دیکھیں میں کامیاب ٹھہرا۔۔ کندھے اُچکاتے وہی خصوصی مسکراہٹ کے ساتھ جواب آیا تھا۔!! "سہی۔ ماورا نے محض یک لفظی جواب دیتے بات ٹالی۔۔ "ویسے اب بولو تمھیں کیا بات کرنی تھی مجھ سے؟ اشارے کرتے دیکھا تھا میں نے تمہیں۔۔ سنجیدگی سے پوچھا گیا تھا۔۔اس کی بات پر علی کی بھی مسکراہٹ سمٹی۔ وہ جو پوچھنے والا تھا اس پر مسکرا بھی نہیں سکتا تھا۔!! "اس دن جس لڑکے نے آپ کی خاطر مجھے مارا تھا۔۔ مجھے اس کے متعلق پوچھنا تھا۔ مطلب کیا لگتا ہے وہ آپ کا۔ اب کوئی ایسے ہی تو کسی کی خاطر لڑنے نہیں پہنچ جاتا نا؟؟ وہ سنجیدگی سے اس سے بالاج خان کے بارے میں استفسار کر رہا تھا۔۔ ماورا جمیل کے چہرے پر تاثرات بے ساختہ ہی بدلے! وہی دقیانوسی سوچیں! آخر پاکستانی لوگ ایسے کیوں تھے اسے سمجھ نہیں آتی تھی۔۔ایک طرف یہ انسان اس سے پسند کا اظہار بھی کر رہا تھا اور دوسری طرف اسے سوالیہ نشان بھی بنا رہا تھا۔۔ "تمہیں اگر اتنا ہی شک ہے تو مت لاتے رشتہ! مطلب دل میں بات بھی رکھنی

ہے اور شادی بھی پھر مجھ سے ہی کرنی ہے۔۔ عجیب انسان ہو بھئی تم!! سنجیدگی سے وہ تڑخ کر اس کے منہ پر بات کہہ گئی تھی۔ دل میں رکھنا اسے آتا نہیں تھا۔!! "ایسی کوئی بات نہیں ہے! میں بس کلئیر کرنا چاہ رہا تھا کہ کہیں آپ دونوں کا کسی قسم کا کوئی رشتہ۔۔ میرا مطلب آپ سمجھ رہی ہیں نہ؟؟ بس اس لیے! ورنہ مجھے شک نہیں ہے آپ پر!! علی نے ہڑبڑاتے اس کی غلط فہمی دور کی۔ ڈھکے چھپے لفظوں میں نجانے وہ اس سے کیا کنفرم کرنا چاہتا تھا۔۔ "کچھ نہیں لگتا میرا۔ وہ بس ایک پاگل انسان ہے جو کسی کے بھی معاملوں میں گھس پڑتا ہے۔ تمھیں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے! اس کی بات کا مطلب سمجھتے ماورا نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ جتنا بالاج خان کے ٹاپک سے دور بھاگتی تھی یہ انسان اتنا ہی اس کے سامنے آتا تھا۔۔ "پھر ٹھیک ہے! پھر تو آپ اس رشتے پر بھی آمادہ ہونگی؟ ازلی مسکراہٹ چہرے پر واپس آچکی تھی۔ اس کا شک دور ہو گیا تھا۔ اب وہ مسکراتے ہوئے اس سے اس کی رضامندی جان رہا تھا۔ اگر میں راضی نا ہوتی تو تم یہاں میرے سامنے نہیں کھڑے ہوتے! تمہیں کچھ اور پوچھنا ہے یا میں جاؤں؟ سنجیدگی سے کہتے اس

نے آخر میں سوال کیا۔اسے یہاں کھڑے بھی عجیب سی الجھن ہونے لگی تھی۔اور خاص کر اس وقت اسے ہر انسان سے بیزاریت ہو رہی تھی۔!!"تھوڑی دیر رک جائیں! چلتے ہیں اندر اتنی بھی کیا جلدی ہے! علی جیسے آج اس کی جان چھوڑنے پر راضی نہیں تھا۔۔"بولو؟؟سپاٹ سے لہجے میں اجازت دی گئی۔"آپ خوش تو ہیں نا اس شادی سے؟؟کسی خدشے کے تحت پوچھا گیا تھا۔۔"تم کیوں میری اتنی فکر کر رہے ہو۔میں خوش ہوں تو ہاں کی ہے ورنہ تمھیں لگتا ہے میں ایسی لڑکی ہوں جو کسی کے دباؤ میں آکر ہاں کرے گی؟؟وہ اس سے جلد از جلد جان چھڑوانا چاہتی تھی اس لیے منہ کے زاویے سیدھے کرتے نرمی سے جواب دیا۔۔"شکر ہے! مجھے لگا تھا جیسے آپ خوش نہیں ہیں۔علی نے بے ساختہ ہی سکون کی سانس لی۔!!"اب چلیں اندر؟؟زبردستی مسکراتے سوال کیا گیا تھا۔"ہاں چلیں!!علی کے کہتے ہیں دونوں نے ایک ساتھ اندر کی جانب قدم بڑھائے!!دوپٹہ پھر سے ماورا جمیل کے سر پر پہنچ چکا تھا۔۔

پھر کیا کہتے ہیں آپ لوگ نکاح تو آج بھی کرنا ہے اور کل بھی۔ تو اس مہینے کے "
آخر میں کر لیتے ہیں؟؟ اندر لاؤنج میں علی کی ماں نے سب کی طرف دیکھتے نکاح کی
تاریخ کا مشورہ دیا۔ یہ لڑکے کی طرف سے ہی زور تھا کہ نکاح جلدی ہو! "وہ تو
ٹھیک ہے لیکن اتنی جلدی۔ بہت سی تیاریاں کرنی ہوتی ہیں! سبینا بیگم نے پریشانی
سے جمیل صاحب کی طرف دیکھا۔ "ارے ابھی کونسا شادی ہو رہی ہے! سادگی
سے نکاح کرنا ہے بس اس میں تو کوئی تیاری نہیں ہو گی۔ سارے ارمان شادی میں
پورے کر لیجئے گا۔۔ علی کی ماں کی طرف سے جھٹ پٹ سے مسئلہ حل کیا گیا۔ ماورا
اور علی بھی آتے اندر واپس یہیں پر بیٹھ چکے تھے!! "میرا خیال ہے سہی ہے نیک
کام میں دیری کیسی۔ پھر کنفرم کرتے ہیں اس مہینے کے آخر میں اٹھائیس تاریخ کو
جمعے کا دن بن رہا ہے یہی دن بہتر رہے گا۔ اور وہاں بیٹھے بیٹھے ہی نکاح کی ڈیٹ
فائنل ہو چکی تھی۔ علی کی۔ خوشی دیدنی تھی تو ماورا جمیل کا دل مزید مرجھا گیا
تھا۔۔ لیکن آج کل وہ اپنے دل کی سنتی ہی کب تھی؟ وہ تو بس دماغ سے کام لیتی تھی
جو بالاج خان کے سخت خلاف تھا۔ دل کی سنتے وہ بہت ذلیل ہو چکی تھی۔ بہتر تھا کہ

اب اپنے بارے میں سوچا جاتا۔!! مٹھائیاں بٹتے لاؤنج میں رشتہ پکا ہونے کی خوشی منائی جارہی تھی۔ جس میں زبردستی ہی سہی لیکن اسے خوش دکھنا تھا۔۔ کیونکہ یہ اس کا خود کا ہی فیصلہ تھا۔۔

یہ صبح کے دس بجے کا وقت تھا جب خان گروپ آف انڈسٹریز میں ہر انسان اپنے کام میں مصروف تھا۔۔ ایسے میں مدحا نسیم بھی راحیل خان کے آفس میں بیٹھی سنجیدگی سے اپنے کام میں مصروف تھی۔!! خلاف توقع وہ آج ویل ڈریس ہو کر آتے تقریباً سب کو ہی حیران کر گئی تھی۔ راحیل خان نے دی سے تین دن کے اندر ہی اس کی ڈریسنگ چینج کروادی تھی۔۔ مدحا اس وقت براؤن کلر کے ٹین ٹراؤزر پر وائر کلر کی شرٹ جس پر براؤن کلر کی ہی گرلز جیکٹ پہنی گئی تھی اس میں ملبوس نظر لگ جانے کی حد تک حسین لگ رہی تھی۔۔ بالوں کی اونچی کر کے پونی بنائی گئی تھی۔ اس کے سیاہ بال کافی لمبے ہونے کی وجہ سے کمر تک جارہے تھے۔ جبکہ پیروں میں ہیل پہننے کی وجہ سے اس کی ہائیٹ بھی آج تھوڑی بڑی لگ رہی

تھی۔ پہلے جب وہ دیسی لباس میں آتی تھی تو خود کو باقی سب میں کم تر سمجھتی تھی لیکن یہ سچ تھا کہ آج وہ آفس کی تمام لڑکیوں کو مات دے رہی تھی۔۔ یہ ڈریس کوڈ اسے راحیل خان نے ہی دیا تھا۔ اور اسی کے مطابق آج پہلی مرتبہ وہ ہمت کرتے آفس میں اس لباس میں ہی آئی تھی۔ راحیل خان ابھی تک آفس نہیں آیا تھا۔ وہ آج پھر سے لیٹ تھا۔ اتنا تو وہ جان چکی تھی کہ یہ انسان ہفتے کے چھ دنوں میں سے پانچ دن لیٹ ہی آتا ہے۔۔ نجانے آبان خان اسے کیسے برداشت کرتا تھا۔۔ لیکن ایک حقیقت یہ بھی تھی کہ بھلے ہی وہ لیٹ آتا تھا لیکن پھر بھی ہمیشہ اپنا کام مکمل کر کے ہی جاتا تھا۔ شاید اسی لیے آبان خان اسے خاموشی سے برداشت کیے ہوئے تھا۔!! مدحا نسیم کی خاموش نظریں اپنے سامنے رکھے کمپیوٹر پر تھیں۔ بھلے ہی راحیل خان جلدی نہیں آتا تھا لیکن اسے تو پہلے ہی آکر پورے دن کا سکیچول تیار کرنا ہوتا تھا۔ راحیل خان خود ہی آہستہ آہستہ کرتے اسے بہت سا کام بھی سمجھا چکا تھا۔۔ اسی لیے وہ آج کل باہر نہیں بلکہ راحیل خان کے آفس میں ہی ہوتی تھی۔ اس کی

ٹیبل، کمپیوٹر سب کچھ راحیل کے آفس میں ہی رکھوایا گیا تھا محض کچھ دنوں کے لیے!!

راحیل خان قدم قدم چلتے اپنے آفس کی طرف بڑھ رہا تھا۔اس وقت ساڑھے دس کا وقت تھا اور وہ ابھی ہی آفس آیا تھا۔!! موبائل میں مصروف وہ اپنے میں مگن آگے قدم بڑھا رہا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ چلتے چلتے وہ نجانے کتنے ہی لوگوں کے دلوں کو دھڑکاتا ہوا جا رہا تھا۔ سب کی نظریں جیسے اسی پر مرکوز تھیں۔ کئی کام کرتی اُنگلیاں تھم چکی تھیں۔۔ کیونکہ آج کچھ مختلف تھا اس کی شخصیت میں۔ تبھی سب لوگ اسے دیکھنے میں مصروف تھے! راحیل خان اس وقت براؤن کلر کے کاٹن کی شلوار قمیض میں ملبوس نیچے کھیڑی پہنے ہوئے تھا۔ نجانے کتنے عرصے بعد اس نے شلوار قمیض پہنی تھی۔۔ وہ بھی پتہ نہیں کیسے آج اس کا دل کر گیا تھا تو وہ ایسے ہی شوق شوق میں پہن کر آ گیا تھا۔۔ اور تاریخ گواہ تھی کہ راحیل خان پینٹ شرٹ سے زیادہ شلوار قمیض میں غضب ڈھا رہا تھا۔۔ اس کی لمبی ہائٹ اور چوڑا سینا

اس سوٹ میں مزید واضح ہوتے اس کی پرسنلٹی کو مزید دلکش بنا رہا تھا۔ بازو کے کف لنکس کہنیوں تک فولڈ تھے! جبکہ بھوری آنکھیں موبائل پر مرکوز تھیں۔۔ وہ جہاں جہاں سے گزر رہے تھے وہیں لوگوں کی نظر اس پر ٹھہر سی گئی تھی۔ جن میں اکثریت لڑکیوں کی تھی۔۔ لیکن وہ ازلی لاپرواہ انسان آج بھی اپنے حسن سے لاپرواہ سیدھ میں چلتا جا رہا تھا۔ اسے جیسے اِرد گرد کی دنیا سے فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔

راحیل خان آہستہ سے اپنے آفس کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ موبائل کو وہ جیب میں رکھ چکا تھا۔ جبکہ اس کے ہاتھ اب بالوں کو سنوارنے میں مصروف تھے جن سے اسے نجانے ایک الگ ہی اٹریکشن تھی۔ اس کے ہاتھ اگر فارغ ہوتے تھے تو زیادہ تر بالوں پر ہی ہوتے تھے! وہ انہیں ہی سنوارتا رہتا تھا۔۔ مدحا نسیم جو اپنے کام میں مصروف تھی دروازہ کھلنے کی آواز سنتے یکلخت ہی سامنے کی طرف متوجہ ہوئی۔۔ جہاں سے وہ شہزادہ اندر داخل ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھیں جیسے سامنے ہی اٹک کر رہ گئی تھیں۔۔ کیا پہلے یہ انسان کم خوبصورت تھا جو آج شلوار قمیض میں آ

کران کی سانسیں رکوانے کے در پر تھا۔۔ وہ گردن گھمائے یک ٹک سامنے دیکھ رہی تھی۔!! راحیل خان جو دروازے سے اندر داخل ہو رہا تھا پہلی نظر اس کی اپنے آفس میں بیٹھی مدحا نسیم پر گئی۔۔ بھوری آنکھوں کا گرے آنکھوں سے زبردست ٹکراؤ ہوا تھا۔ راحیل خان کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ ساتھ مقابل کے لیے ستائش اُبھری۔ وہ آج ہی اسے اس طرح کے ڈریس میں دیکھ رہا تھا۔ جبکہ مدحا نسیم تو بنا پلکیں جھپکائے بغیر آنکھوں سے کوئی تاثر دیے مبہوت ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔ راحیل خان ایبر وسکیڑے اندر داخل ہوا۔ وہ اسی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جبکہ وہ تھوڑا حیران ہو رہا تھا مقابل دیکھ ہی اسے ایسے رہی تھی۔ قدم قدم چلتے وہ خود بھی اسی کی طرف دیکھتے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"Looking Gorgeous,"

راحیل خان نے اس کی طرف جاتے مسکراتے ہوئے اس کی تعریف کی۔ مقابل واقعی اچھی لگ رہی تھی۔ وہ اس کے پاس جاتے ٹیبل کے ساتھ لگ کر اس کی کرسی سے ایک فاصلے پر کھڑا تھا۔

"You too "

کھوئے کھوئے سے انداز میں بے ساختہ ہی مدحا کے منہ سے پھسلا۔ راحیل خان ہلکا سا مسکرایا۔۔ وہ پہلے سوچ رہا تھا کہ اس کی غلط فہمی ہو گی لیکن مقابل واقعی اسے دیکھ کر کھوئی ہوئی تھی۔!! "محترمہ فوٹو چھپوا کر فریم کروادوں؟ اس کی آنکھوں کے آگے چٹکی بجاتے راحیل خان نے مسکراتے ہوئے تھوڑا اونچی آواز میں کہا۔ "ہاں۔۔ میرا مطلب نہیں! مدحا نسیم اچانک جیسے ہڑبڑا سی گئی تھی۔۔ یہ اس سے بے اختیاری میں ہوا تھا۔!! "عجیب! راحیل خان نے مسکراتے ایک لقب سے نوازا۔ مقابل کی حرکتیں واقعی اکثر عجیب ہوتی تھیں۔ خلاف توقع راحیل خان کا موڈ بھی آج اچھا تھا تبھی وہ اس طرح بات کر رہا تھا۔ ورنہ ان دونوں کے درمیان صرف کام کی بات ہوتی تھی۔۔ مدحا نسیم شرمندگی سے ہونٹ کاٹتے لیپ ٹاپ کی طرف متوجہ ہوئی۔ جبکہ دل میں وہ خود کو کوسنا بلکل بھی نہیں بھولی تھی۔!! "کیا کر رہی ہو؟ راحیل خان نے تھوڑا آگے کو ہوتے لیپ ٹاپ کی طرف جھانکتے بے تکلفی سے پوچھا۔ اس نے ایک اور چیز ابھی نوٹ کی تھی کہ اس کی اور مدحا کی

ٹوئننگ ہوئی تھی۔۔ وہ دونوں ہی براؤن کلر کے ڈریسز میں ملبوس تھے! یہ قدرتی طور پر تھا۔ دونوں میں سے کسی کو اندازہ نہیں تھا کہ میچنگ ہو جائے گی۔۔ مدحا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ رہی ہیں کی جگہ آج اس نے رہی ہو بولا تھا۔ کیا وہ پاگل ہو گیا تھا یا پھر آج کچھ زیادہ ہی خوش تھا؟ اس کے لہجے میں بے تکلفی بھی اس نے واضح محسوس کی تھی۔۔ "آپ نے جو کام دیا تھا وہی کر رہی ہوں۔ آج کا سارا سکیچول تیار ہے جب آپ کہیں گیں میں آپ کو بتا دوں گی۔ اس کے علاوہ میل کرنے کو کہا تھا آپ نے وہ رہتی ہیں میں ابھی وہی کرنے لگی تھی۔۔ اس کے خوبرو چہرے کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے جواب دیا گیا۔ "اوکے! راحیل خان نے سیٹی کی صورت دونوں ہونٹ باہر نکالے۔ وہ ابھی تک اسی طرح ٹیبل سے لگ کر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ مدحا نسیم نے بے ساختہ ہی اس سے نظریں چرائی۔ مقابل آج واقعی میں پاگل ہو گیا تھا۔!! "ایک کام کرو مجھے میل کرو۔۔ دیکھتا ہوں تمھیں کرنی بھی آتی ہے یا نہیں۔۔ راحیل خان نے اپنی جیب سے موبائل نکالتے مصروف سے انداز میں حکم دیا۔ وہ آپ سے سیدھا تم پر آ گیا تھا۔!! "مجھے آتی ہے ابھی کچھ کام ہے میں

یہ کر کے پھر دیکھا دیتی ہوں آپ کو! مدحا نے بہانہ بناتے اس سے جان چھڑانی چاہی۔۔اس کی نظریں بھٹکتے بھٹکتے واپس سے راحیل خان کے چہرے پر جا اٹکتی تھیں۔اسی لیے بس وہ اسے نظروں کے سامنے سے ہٹانا چاہتی تھی۔یہ پہلی مرتبہ ہی تھا جب وہ کسی کو دیکھ کر کچھ ایسا محسوس کر رہی تھی۔۔قصور اس کا نہیں تھا راحیل خان ہر کسی کو اپنے سحر میں جکڑنے کی طاقت رکھتا تھا۔۔"باس کون ہے میں یا تم؟؟اسے اپنا حکم ٹالتے دیکھ راحیل خان نے ابرو اُچکاتے پوچھا۔۔"آپ! دانت پیستے بڑے ضبط کے ساتھ جواب آیا تھا۔۔"بس پھر چپ کر کے وہی کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔بہانے مت بنایا کرو کام سے بچنے کے!!کام چور!!وہ بیٹھے بیٹھے اسے دوسرے لقب سے نواز گیا تھا۔البتہ اس کا بہانہ بھی وہ بہت اچھے سے سمجھ گیا تھا۔۔"شیور!زبردستی مسکرا کے کہتے مدحا کمپیوٹر کی طرف متوجہ ہوئی۔جبکہ دل میں اب وہ مقابل کو کوس رہی تھی۔۔راحیل خان اس کے پاس کھڑا مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔نجانے کیا سوجی تھی اسے جو وہ آج اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔جبکہ مدحا نسیم سنجیدگی سے سکرین پر نظریں جمائے کام میں مگن تھی۔"دیکھیں

اپنے موبائل میں, کر دی ہے میں نے! کچھ دیر کے توقف کے بعد مدحا نے سنجیدگی سے راحیل خان کی طرف دیکھتے کہا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔"ہاں رکو! راحیل خان نے سر جھٹکتے سائڈ سے اپنا فون اٹھایا۔ وہ اسے پہلے ہی ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔ فون اٹھائے وہ سنجیدگی سے اس میں مدحا کی طرف سے بھیجی گئی ای میل دیکھ رہا تھا۔۔"غلط ہے دیکھا میں نے کہا بھی تھا تمھیں نہیں آتی ہو گی! وہ ایک نظر میں ہی اسے اوپر سے نیچے تک پڑھتے غلطی نکال چکا تھا۔۔ مدحا نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔اسے ابھی بہت سا کام سیکھنے کی ضرورت تھی۔!!"فکر مت کرو میں سکھا دیتا ہوں۔۔ اسے پریشان ہوتے دیکھ راحیل خان ٹیبل سے ٹیک چھوڑتے سیدھا ہوا۔ ابھی تک وہ ہی اسے سارا کام سکھا رہا تھا تو وہ اسے یہ بھی بتا ہی سکتا تھا۔۔"تھینکس۔۔ مدحا نسیم نے مسکراتے اس کا شکریہ ادا کیا۔یہ بات تو وہ بھی مانتی تھی کہ یہ انسان دل سے اچھا بہت ہے! راحیل خان اس کی کرسی کے پاس جاتے جھکتے کمپیوٹر کی طرف متوجہ ہوا۔۔ کمپیوٹر کا پورا رخ مدحا کی طرف تھا۔ وہ اسے تھوڑا سا اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن شاید پیچھے سے تار چھوٹی تھی اسی لیے

کمپیوٹر ہلنے کا بھی نام نہیں لے رہا تھا۔۔ "میں اٹھ جاتی ہوں! مدحا نسیم نے کہتے کرسی سے اٹھنا چاہا۔۔ "نہیں بیٹھو میں ایسے ہی بتا دیتا ہوں۔ راحیل خان بے دھیانی میں اس بازو سے پکڑتے واپس سے کرسی پر بٹھا چکا تھا۔۔ جبکہ مدحا نسیم تھوڑا خود میں سمٹی۔ وہ کبھی اپنے بازو تو کبھی مصروف سے انداز میں کمپیوٹر پر جھکے راحیل خان کو دیکھ رہی تھی۔۔ اس کے دل کی دھڑکن نجانے کیوں رفتار سے زیادہ چلنے لگی تھی۔ راحیل خان ایک ہاتھ اس کے پیچھے کرسی پر تو دوسرا ماؤس پر رکھتے مکمل طور پر کمپیوٹر کی طرف متوجہ تھا۔۔ اسے بلکل اندازہ نہیں تھا کہ وہ مدحا نسیم کے بہت قریب کھڑا تھا۔۔ تھوڑا جھکنے کی وجہ سے اس کا چہرہ مدحا کے چہرے کے قریب جا رہا تھا۔ جسے وہ تو نہیں لیکن مدحا نسیم بہت اچھے سے نوٹ کر رہی تھی۔ اس کی نظریں راحیل خان کے چہرے پر ہی تھیں۔۔ دور سے وہ جتنا دلکش اور ہینڈسم دکھ رہا تھا قریب سے یہ انسان اس سے بھی زیادہ غضب ڈھا رہا تھا۔

راحیل خان مصروف سے انداز میں کچھ بولتے اسے سمجھا رہا تھا۔ لیکن وہ سن نہیں رہی تھی۔۔ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی۔ وہ تو بس قریب سے اس کے چہرے کو

مبہوت ہوئی دیکھ رہی تھی۔ وہ ایک مرتبہ پھر سے اپنے ہوش میں نہیں رہی تھی۔۔ راحیل خان کیا بول رہا ہے، کمپیوٹر پر کیا کھلا ہے اسے اندازہ نہیں تھا۔ نا ہی اس وقت وہ کچھ اور دیکھنا چاہتی تھی۔۔ جب پاس ہی اتنا حسین نظارہ تھا تو کہیں اور دیکھنے کا دل اس کا کیسے کر سکتا تھا؟؟ کرسی پر بیٹھی وہ بے اختیار بنا پلکیں جھپکائے مقابل کو دیکھ رہی تھی۔ "اور یہ اِدھر سے ایسے ! آ گئی اب سم۔۔۔ راحیل خان نے کام مکمل کرتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔ وہ کچھ بولتے بولتے رک گیا تھا۔۔ اس کی نظریں ابھی مقابل کے چہرے پر گئی تھیں۔ وہ اس کے اتنا نزدیک تھا کہ مقابل کی سانسیں وہ اپنے چہرے پر بخوبی محسوس کر رہا تھا جو رفتار سے زیادہ چل رہی تھیں۔۔ نجانے کیوں راحیل خان بے اختیار ہی اسی پوزیشن میں کھڑا خود بھی اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا تھا۔ گرے آنکھیں قاتلانہ تھیں اس کے دل سے اس بات کی گواہی آئی تھی۔ ! ! مقابل حسین تھی اور اتنی حسین تھی کہ اپنی خوبصورتی سے کسی کے بھی دل کو گھائل کر سکتی تھی۔۔ اپنی سلگتی سانسیں اس کے چہرے پر چھوڑتے راحیل خان خود بھی جیسے کھو سا گیا تھا۔ وہ اس کے چہرے کے ایک ایک

نقش کا قریب سے جائزہ لے رہا تھا۔۔ تیکھی چھوٹی سی ناک، گرے کلر کی آنکھیں جو کاجل سے لبریز تھیں۔ رسیلے ہونٹ جو بغیر لپسٹک کے بھی قدرتی پنک تھے! ہلکے سے پھولے گال جو بنا کسی بلشن کے ہی لالیاں بکھیر رہے تھے! غرض کہ اس لڑکی کے پاس قدرتی حسن تھا۔ اسے کسی قسم کے میک اپ کی ضرورت نہیں تھی۔۔ نجانے کتنے ہی لمحے ہی بیت چکے تھے۔ نار احیل خان پیچھے ہٹ رہا تھا اور نہ ہی مدحا نسیم پلکیں جھپکنے کو تیار تھی۔۔ مدحا نسیم کی سانسیں اس کی سلگتی سانسوں کے ساتھ بری طرح آپس میں ٹکرا رہی تھیں۔۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے میں کھوئے ہوئے نجانے کونسے جہان میں تھے!!

آبان خان دھڑلے سے راحیل خان کے آفس کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ اس نے کبھی راحیل کے آفس کا دروازہ ناک نہیں کیا تھا۔ نا ہی اسے کبھی ضرورت پڑی تھی۔ راحیل بھی اس کے آفس میں بلا اجازت آتا تھا تو وہ بھی ایسے ہی آجاتا تھا۔۔ اسے راحیل خان سے کچھ کام تھا بس وہ اسی سلسلے میں اس سے بات کرنے آیا تھا۔۔

لیکن اندر کا منظر دیکھتے ایک لمحے کے لیے آبان خان کی آنکھیں حیرت سے پھیلی۔۔ جہاں وہ کھڑا تھا اس طرف سے ان دونوں کا ویو بہت غلط آرہا تھا۔ آبان خان کچھ اور ہی سمجھ رہا تھا۔ جس میں قصور سراسر بھی اس کا نہیں تھا اس کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً یہی سوچتا۔۔ وہ دونوں ایک دوسرے میں اتنا گم تھے کہ کسی نے دروازہ کھلنے کا بھی نوٹس نہیں لیا تھا۔۔ آبان خان حیرت سے راحیل خان کے نظر آتے بالوں کو دیکھ رہا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے سختی سے اپنے جبڑے بھینچے!! ایک لمحے کے لیے اس کا دل تھا کہ خاموشی سے چلا جائے لیکن دوسرے لمحے اس نے فوراً اپنا خیال جھٹکا۔ اپنے آفس میں وہ یہ سب تو برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔ بھلے ہی پھر اس میں راحیل خان ہی کیوں نہ آجائے!! کیا ہوتا جو اگر اس کی جگہ ابھی کمرے میں کوئی اور آجاتا۔ راحیل کا تو کچھ نہیں جانا تھا اس کی کمپنی کی ریپوٹیشن ضرور خراب ہو سکتی تھی۔!! "کیا ہو رہا ہے یہاں؟؟ آبان خان مٹھیاں بھینچے تھوڑی اونچی آواز میں چیخا۔۔ جس طرح وہ دونوں ایک دوسرے میں گم تھے اسے چیخنا ہی پڑا تھا۔!! مدحا نسیم گڑبڑاتے ہوئے تھوڑا پیچھے کو ہوئی۔ اس نے فوراً

ہی گھبراتے ہوئے اپنے پیچھے دروازے میں موجود آبان خان کو دیکھا۔ دوسرے لمحے وہ گھبراتے ہوئے کرسی سے کھڑے ہوتے سائڈ پر ہوئی۔ نجانے کیوں اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے جمع ہونے لگے تھے۔۔ جبکہ وہ پیچھے کو ہوتے بلکل دیوار کے ساتھ چپک چکی تھی۔ اس وقت اپنی حالت سے وہ خود بھی واقف نہیں تھی۔۔ اس کے مقابلے راحیل خان کی پوزیشن میں رتی برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ اڑ کر کھڑا کبھی مدحا تو کبھی آبان کو دیکھ رہا تھا۔!! سچ تو یہ تھا کہ وہ بھی اس وقت اپنی کیفیت سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ یہ اچانک اسے ہوا کیا تھا اسے سمجھ نہیں لگی تھی۔ اور اب مدحا کا یوں اچانک اٹھنا اسے ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔!! "واپس اِدھر آؤ۔۔ مدحا کی طرف دیکھتے راحیل خان کے سپاٹ سے لہجے میں حکم دیا۔ ابھی وہ آبان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔!! "راحیل! آبان خان نے آگے کو ہوتے سختی سے اسے پکارا۔ "مدحا نسیم تم آ رہی ہو یا پھر میں آؤں؟ آبان خان کو اگنور کرتے راحیل خان نے مدحا کی طرف دیکھتے سختی سے اسے تنبیہ کی!! مدحا نے تھوک نگلتے نفی میں سر ہلایا۔ راحیل خان ایک خطرناک انسان ہے اسے اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ کسی

کو بھی اپنے آپ میں گم کر سکتا تھا۔ یہ انسان کسی کو بھی پاگل کرنے کی طاقت رکھتا تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑی نم آنکھوں سے اسے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔۔ "تو پاگل ہو گیا ہے راحیل! ڈر رہی ہے وہ! کیا کیا ہے تو نے؟ آبان خان نے مدحا کی حالت دیکھتے راحیل خان سے استفسار کیا۔ اس کے شک پر مہر لگ رہی تھی۔!! "یو آر فائرڈ مس مدحا۔ کل سے آفس آنے کی۔۔۔ "آ۔۔ آ رہی ہوں! راحیل خان ابھی غصے میں اسے باہر نکالتا کہ پہلے ہی مدحا نے روتے ہوئے اس کی بات کاٹی۔ نجانے کس بات پر اسے رونا آ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ بھی لرزنے لگے تھے! لیکن وہ یہ جاب نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ اس کے گھر کا خرچہ راحیل خان کی دی گئی سیلری سے ہی چل رہا تھا۔ وہ مجبور تھی۔۔ "ایک منٹ سے پہلے یہاں آؤ!! اسے بلکل دھیمے دھیمے سے آتے دیکھ راحیل خان سنجیدگی سے چیخا۔ اس کا اچانک ہی میٹر شارٹ ہو گیا تھا۔ جبکہ اس کی پوزیشن میں ابھی بھی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ ابھی بھی بلکل ویسے ہی جھک کر کھڑا تھا۔۔ اس کے چیخنے پر مدحا نسیم فوراً سے تیز تیز قدموں سے آگے بڑھی۔ آبان خان ایک طرف کھڑا جبڑے بھینچے

راحیل کو دیکھ رہا تھا جو ایسے ایکٹ کر رہا تھا جیسے آبان اسے نظر ہی نہیں آ رہا۔۔ مدحا نسیم کرسی کے پاس پہنچتے نم آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی۔ دوبارہ اس کرسی پر بیٹھنے کی ہمت نہیں تھی اس کے اندر!! "بیٹھو یہاں یا پھر میں پکڑ کر بٹھاؤں تمھیں؟ اس کی نم آنکھوں میں دیکھتے راحیل خان دبی دبی آواز میں غرایا۔۔ مدحا نسیم دھیرے سے کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔ جبکہ نامحسوس انداز میں اس نے کرسی تھوڑی سی آگے کو سرکائی۔ تاکہ اس انسان سے تھوڑا دور ہو سکے!! راحیل خان نے اس کی چالاکی پر اسے گھورتے واپس سے کرسی کو آگے اپنی طرف سرکایا۔ وہ مدحا سمیت کرسی کو ایک ہاتھ سے ہی اور ہی زیادہ اپنے نزدیک کر گیا تھا۔۔ مدحا نسیم نے ایک نظر اسے دیکھتے نظریں جھکاتے سامنے کمپیوٹر پر نظریں جمائی۔ اس کے ہاتھ ابھی تک لرز رہے تھے۔۔ لیکن وہ مجبور تھی۔ اس کی اجازت کے بغیر اٹھ بھی نہیں سکتی تھی۔!! "اب بھونک کیا مسئلہ ہے تُجھے؟ کیا ہو رہا تھا یہاں بول؟ آبان خان کی طرف متوجہ ہوتے راحیل خان نے سنجیدگی سے پوچھا۔ اس کی وجہ سے اس کا سارا سحر ٹوٹ چکا تھا۔ نجانے اسے اب غصّہ اسی بات پر تھا یا پھر کسی اور بات

پر!! "بھونکتا ہو گا تو میں نہیں! بھاڑ میں جا تو! جاہل انسان۔ آبان خان نے اسے گھور کر کہتے اپنے قدم واپسی کی جانب بڑھائے! اس شخص میں اتنی بھی تمیز نہیں تھی کہ کولیگز کے سامنے ہی اس سے تمیز کے ساتھ بات کر لے! راحیل خان ہمیشہ ہی اس کے ساتھ اسی طرح بتمیزی پر اُتر آتا تھا۔۔ کبھی آبان خان نے اسے مڑ کر جواب نہیں دیا تھا۔۔ لیکن برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے! بس آج آبان خان کی وہی حد ختم ہو گئی تھی۔۔ اپنے پیچھے سے دروازہ وہ اتنی زور سے مار کر گیا تھا کہ پورے آفس کے در و دیوار بری طرح لرز اُٹھے تھے! صرف وہی نہیں ان کے ساتھ مدحا نسیم بھی بری طرح لرز اٹھی تھی۔ اچانک آواز ہی کچھ ایسی آئی تھی۔۔

راحیل خان نے مدحا کی طرف متوجہ ہوتے بے اختیار ہی سنجیدگی سے ہاتھ آگے کو بڑھاتے اس کے چہرے پر موجود ایک آوارہ لٹ کو اپنی انگلی کے گرد لپیٹا۔!! مدحا تھوک نگلتے خوفزدہ نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی جو خود اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔!! "آج کے بعد تم میری اجازت کے بغیر ہلی بھی تو ہڈیاں توڑ دوں گا میں تمہاری! اپنے چھوٹے سے دماغ میں فٹ کر لینا یہ بات!! اس کی لٹ کو ہلکا سا

کھینچتے راحیل خان دبی دبی آواز میں اس کے منہ پر پھنکارا۔۔آبان چلا گیا تھا اسے اس سے کوئی فرق نہیں پڑا تھا لیکن اسے اس لڑکی سے ضروری فرق پڑا تھا۔جتنے چل انداز میں وہ اندر آیا تھا اب اتنا ہی نجانے کس بات پر اس کا دماغ خراب ہو چکا تھا۔۔ وہ اس پر سختی سے اپنا حکم چلا رہا تھا۔۔۔مدحا نے خوفزدہ ہوتے اچھا کی صورت سر ہلایا۔آنکھوں میں کب سے رکے آنسوں باہر نکلتے گالوں پر بہنے لگے تھے!! جبکہ اس کے گلے میں بار بار گلٹی سی اُبھر کر معدوم ہو رہی تھی۔راحیل خان سے اب اسے خوف آنے لگا تھا۔۔"گڈ! ہلکا سا مسکرا کر اس کی لٹ کو کان کے پیچھے اڑستے راحیل خان سیدھا کھڑا ہوا۔مدحا نے بات مان لی تھی اس کے دل کو سکون مل گیا تھا بس یہی کافی تھا۔۔"سنا تو ہو گا نہیں تم نے کہ میں نے کیا سمجھایا تھا؟؟ مجھے دیکھنے سے تمہیں فرصت ملے تو تم کچھ اور دیکھو! سر جھٹک کر صاف صاف طنز اس کے منہ پر مارتے راحیل خان اپنی کرسی کی جانب بڑھا۔جبکہ اس کے طنز پر بے ساختہ ہی مدحا کی رنگت سرخ پڑی۔مقابل سیدھا سیدھا منہ پر بات کر گیا تھا۔اگر اس نے نوٹ کر بھی لیا تھا تو وہ خاموش بھی رہ سکتا تھا۔لیکن نہیں۔۔وہ جو خاموش رہے تو

راحیل خان کو منہ پھٹ کون کہے؟؟ اب میرے خیالوں سے باہر نکل آؤ محترمہ بہت کام پڑے ہیں آفس کے! راحیل خان نے اسے محض کمپیوٹر کی طرف دیکھتا پا کر پھر سے اسے تنگ کیا۔ نجانے اس انسان کو اتنا یقین کیسے تھا کہ مقابل واقعی اسی کو سوچ رہی تھی۔۔ مدحا نسیم گڑبڑاتے ہوئے کام کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس نے دوبارہ راحیل خان کی طرف دیکھنے کی غلطی نہیں کی تھی۔۔ لیکن یہ انسان بہت عجیب تھا۔ ایک طرف وہ اسے اپنے سحر میں جکڑ رہا تھا تو دوسری طرف وہ اس کی سوچوں تک بھی رسائی حاصل کر چکا تھا۔ جہاں وہ اسے خوفزدہ کر رہا تھا تو وہیں ایک سیکنڈ کے اندر اس کا موڈ بدل بھی چکا تھا۔ کچھ دیر پہلے وہ خود بھی اس کے نقوش میں کھویا ہوا تھا تو اب وہ سارا الزام اسی پر ڈال گیا تھا۔۔ اس انسان کے عجیب ہی روپ تھے! وہ اسے عجیب کہہ رہا تھا لیکن راحیل خان کو اندازہ نہیں تھا وہ خود ہی بہت عجیب و غریب حرکتیں کر گیا تھا۔۔ اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھے اب وہ دونوں ہی اپنے اپنے کام کی طرف متوجہ تھے! کچھ دیر تک راحیل خان کا ارادہ آبان خان کے پاس جانے کا بھی تھا۔۔ غصے میں وہ اس سے بھی بتمیزی کر گیا تھا۔۔ اسی سلسلے میں

راحیل خان کا ارادہ اب اس سے معافی مانگنے کا تھا۔ یہ سچ تھا کہ اسے آبان خان کی ناراضگی سے بے پناہ فرق پڑتا تھا۔۔ ورنہ معافی تو وہ اپنے باپ سے بھی نہیں مانگ سکتا تھا۔۔ کچھ دیر تک اس کا ارادہ اب آبان کے کیبن میں جانے کا تھا۔

یہ تقریباً دن کا ہی وقت تھا جب کراچی کی ایک مشہور یونیورسٹی میں موجود طلباء پڑھائی کی غرض سے آجا رہے تھے! ایسے میں زارا خان بھی یونی میں ہی موجود گراؤنڈ میں گھاس پر بیٹھی تھی۔ آج وہ یہاں پر اکیلی ہی تھی۔ حرا اور باقی سب لیکچر لینے گئی ہوئی تھیں۔۔ معاذ شاہ نے اسے اپنی کلاس میں آنے سے منع کیا تھا اسی لیے اب وہ یہاں پر بیٹھی بائیو کا لیکچر ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ ویسے بھی کل جو کچھ ہوا تھا وہ خود بھی معاذ شاہ کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ اسی لیے اُسکے کلاس میں آنے سے پہلے ہی وہ اپنا بیگ اٹھاتے باہر آچکی تھی۔۔ فون دیکھ دیکھ کر بور ہوتے اب وہ ایسے ہی درختوں پر موجود پرندوں کو دیکھ رہی تھی۔!! "افففف آج سے پہلے اندازہ نہیں تھا کہ بائیو کا لیکچر اتنا لمبا چلتا ہے! اپنے موبائل میں وقت دیکھتے

زارا خان منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔ ابھی بھی لیکچر ختم ہونے میں پانچ منٹ رہتے تھے! وہ کب سے یہاں بیٹھی اب تھک چکی تھی۔ اگر بائیو کے بعد ایک آخری اور ضروری لیکچر نا ہوتا تو وہ گھر ہی چلی جاتی۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ وہ لیکچر لینا ضروری تھا وہ گھر بھی نہیں جا سکتی تھی۔ "اوہ شکر ہے اللہ کا تم لوگ آ گئی ہو۔ ورنہ مجھے لگ رہا تھا کہ میں پاگل ہو جاؤں گی۔ حرا کو آتے دیکھ زارا خان نے مسکراتے شکر ادا کیا۔ "تمہیں سر معاذ بلا رہے ہیں اپنے آفس میں! آج بہت غصے میں تھے وہ۔ پورے لیکچر سی آر نے باتیں سنی ہیں کیونکہ وہ نوٹس تقسیم کرنا بھول گیا تھا ہم لوگوں میں! اور تو اور آج دس منٹ پہلے ہی لیکچر ختم کر دیا۔ جاتے ہوئے کہہ کر گئے تھے مجھے کہ زارا خان کو میرے آفس میں بھیجیں! بیٹا اب تو، تو گئی۔ اتنا غصے میں تو وہ تیری کل والی بات کی شکایت سیدھا پرنسپل سے کرے گیں! حرا نے آتے ہی اسے معاذ شاہ کا پیغام دیا۔۔ وہ ایک ہی سانس میں اسے ساری روداد سنا گئی تھی۔ جبکہ آخر میں اسے ڈرانا بھی اس نے اپنا فرض سمجھا۔۔ "کیا مطلب میری کل والی بات کہے گیں۔ میں آگے سے اس کا جواب تُجھے بتاؤں تو شرم سے منہ چھپاتی پھرے گی تو بھی۔

میں۔ڈرتی نہیں ہوں کسی سے !راحیل بھائی خود ہی دیکھ لے گیں اسے کچھ کہہ کر تو دکھائے ! زمین سے کھڑے ہو کر کہتے زاراخان نے اپنے کپڑے جھاڑے جو کچھ گھاس اور کچھ مٹی لگنے سے گندے ہو چکے تھے ! جبکہ حرا کی بات پر تو وہ بھڑک ہی اٹھی تھی۔ کل اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا اس کا ہر گز بھی یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ معاذ شاہ سے ڈر گئی تھی۔ "جا بہن دعا کرتی ہوں میں تیرے لیے ! اللہ کرے وہ کچھ لحاظ کر لیں تیرا۔ ورنہ ایک بات ہے بھئی سر معاذ غصے کے بہت تیز ہیں۔اب تو خدا ہی تُجھے بچا سکتا ہے۔ دعا کرتی ہوئی جا تو بھی۔!! باقاعدہ ہاتھ اٹھا کر اسے دعا دیتے حرا نے اسے تھوڑا آگے کو سرکایا۔ وہ اسے یہاں سے بھیج رہی تھی۔۔ "اچھا سن اگر میں واپس نا آئی تو یہ پکڑ میرا فون پندرہ منٹ تک راحیل بھائی کو کال کر دینا۔ اس سے پہلے گھر میں کسی کو کال جائے راحیل بھائی آ کر خود ہی مسئلہ حل کر لے گیں ! واپس سے حرا کی طرف مڑتے زاراخان نے اسے اپنا فون تھمایا۔اسے تھوڑی تھوڑی سی فکر بھی ہو رہی تھی۔ "اچھا اب جا اس سے پہلے وہ مزید غصّہ کریں ! اس کے ہاتھ سے موبائل لیتے حرا نے اسے پھر سے آگے کو دھکیلا۔۔ زاراخان ایک

گہری سانس بھرتے خاموشی سے آگے کو بڑھ چکی تھی۔ اسے تھوڑا بہت ڈر بھی لگ رہا تھا لیکن ایک طرف حوصلہ بھی تھا کہ اگر کچھ ہوا تو راحیل خان بنا اسے جج کیے سب سمبھال لے گا۔۔

معاذ شاہ اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا سنجیدگی سے اپنے کام میں مصروف تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی لیکچر سے فارغ ہو کر اِدھر آیا تھا۔ اور اب بیٹھا وہ کچھ اسائنمنٹ چیک کر رہا تھا۔ جبکہ وقفے وقفے سے اس کی نظریں اپنے فون پر بھی جا رہی تھی۔ جہاں اس وقت ٹائم کھلا تھا۔ شاید وہ ہر تھوڑی دیر بعد ٹائم نوٹ کر رہا تھا۔۔ معاذ شاہ اس وقت ڈارک بلو کلر کی جینز کے ساتھ آسمانی رنگ کی شرٹ پہنے بہت وجیہہ اور ہینڈسم دکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر موجود ایک عجب سی سنجیدگی اسے مزید با رعب اور خوبرو بناتی تھی۔ اپنے سامنے موجود کاغذ سے نظریں ہٹاتے معاذ شاہ نے ایک مرتبہ پھر سے ٹائم دیکھا۔ اور عین اسی لمحے اس کے آفس کا دروازہ ناک ہوا تھا۔۔ "اٹھارہ منٹ!! بے ساختہ ہی وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔۔ "یس! کرسی سے

ٹیک لگاتے معاذ شاہ نے آنے والے کو اندر آنے کی اجازت دی۔ وہ کچھ دیر کے لیے کام کو سائڈ پر کر گیا تھا۔!! زارا خان ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے آہستہ سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی۔ وہ اس وقت لائٹ پرپل کلر کے سادے سے سوٹ میں ملبوس ساتھ ہم رنگ دوپٹہ گلے میں لٹکائے ہوئے تھی۔ لمبے گھنے بال کھلے کمر پر بکھرے تھے!!"سر آپ نے بلایا؟؟ اندر داخل ہوتے ساتھ ہی اس نے معاذ شاہ کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ بس جلد از جلد وجہ پوچھتے یہاں سے نکلنا چاہتی تھی۔!"اٹھارہ منٹ لیٹ ہیں آپ محترمہ! آپ بتائیں کیا سزا ڈیزرو کرتی ہے آپ اس کے لیے؟؟ اپنے ہاتھ موجود پین کو گول گول گھماتے وہ اسے دینے کے لیے سزا کا بھی اس سے ہی پوچھ رہا تھا۔۔"میرے پیروں میں پہیے نہیں لگے ہوئے اور نا ہی میرے پاس پر ہیں جو میں اڑ کر آجاتی۔ اتنی بڑی یونیورسٹی میں ایک ڈیپارٹمنٹ سے دوسرے تک جانے میں ہی دس منٹ لگ جاتے ہیں اور پھر میں تو تھی بھی گراؤنڈ میں! چلتے چلتے بھی ٹائم لگ جاتا ہے! سنجیدگی سے وجہ پیش کی گئی۔ وہ کچھ کچھ سہی کہہ رہی تھی۔۔"بیٹھیں! ایک ہاتھ سے اپنے سامنے رکھی

کرسی کی طرف اشارہ کرتے معاذ شاہ نے اسے بیٹھنے کو کہا۔ "نہیں پلیز آپ ایسے ہی بتادیں کیا کام ہے تاکہ میں جا سکوں! سپاٹ سے لہجے میں فوراً انکار کیا گیا تھا۔ وہ پاگل نہیں تھی جو یہاں بیٹھ جاتی۔۔ "جیسے تمہاری مرضی! کندھے اُچکاتے معاذ شاہ کرسی پر سیدھا ہوا۔ وہ اس کا لہجہ خاموشی سے برداشت کر رہا تھا۔! "دیکھیں مس زارا خان اس دن مجھ سے غلطی ہوئی یہ میں جانتا ہوں۔ اور اس غلطی کا خمیازہ ہم دونوں کو بھگتنا پڑ سکتا ہے۔ یونی میں ہم دونوں کو لے کر بہت سی غلط باتیں ہو رہی ہیں اس لیے میری ریکویسٹ ہے آپ سے کہ اب کوئی بھی آپ سے میرے متعلق پوچھے تو آپ ہمارا فیملی ریلیشن بھی نہیں بتائیں گی۔۔ سنجیدگی سے اس کی بھوری آنکھوں میں جھانکتے معاذ شاہ نے اسے منع کیا۔ اسے ایک دو پروفیسر بھی یہی بات کر رہے تھے۔۔ "اوکے میں جاؤں؟ وہی سپاٹ لہجہ۔ ایک دو مرتبہ اس نے بھی اپنی کسی کلاس فیلو کے منہ سے ایسی کوئی بات سنی تھی لیکن زارا خان نے زیادہ دھیان دینا ضروری نہیں سمجھا۔ جیسے وہ ابھی اس کی بات پر نہیں دے رہی تھی۔!! "نہیں رکیں! اگر آپ بیٹھ جائیں تو میں آسانی سے بات کر سکوں گا۔

معاذ شاہ نے ہلکا سا مسکراتے اسے پھر سے بیٹھنے کی آفر کی۔۔ زارا خان نے ایک گہری سانس بھرتے اس کے مقابل رکھی کرسی کی جانب اپنے قدم بڑھائے! جتنی جلدی وہ یہاں سے جانا چاہتی تھی بہتر تھا کہ بیٹھ کر اس کی بات سن ہی لیتی۔ تاکہ مقابل جلدی اسے جانے دے دیتا۔۔ "جی بولیں! کرسی پر بیٹھتے زارا خان نے اسی سنجیدگی کے ساتھ پوچھا۔ وہ دونوں آمنے سامنے بیچ میں ایک ٹیبل کے فاصلے پر بیٹھے تھے! "اس دن جو میں نے آپ کی انسلٹ کی اس کے لیے سوری! میرا ایسا کوئی اِرادہ نہیں تھا لیکن مجھے یہ مجبوراً کرنا پڑا۔ اینڈ ٹرسٹ می بعد میں ساری رات مجھے اسی ایک بات کا ریگریٹ رہا تھا۔ معاذ شاہ نے تھوڑا آگے کو ہوتے ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھتے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے معذرت کی۔ وہ سچ کہہ رہا تھا واقعی اسے بعد میں بہت ریگریٹ ہوا تھا۔ زارا خان کو ایک لمحے کے لیے حیرت ہوئی۔ بھلا وہ پروفیسر ہو کر اس سے معافی کیوں مانگ رہا تھا؟ اسے تو لگا تھا معاذ شاہ اب اس پر ایک لمبا چوڑا سکینڈل بنائے گا۔ لیکن یہاں تو کایا ہی پلٹ گئی تھی۔ مقابل بیٹھا مسکراتے ہوئے اس سے معافی مانگ رہا تھا۔ اب کہاں گیا تھا اس کا وہ غصّہ جو حرابتا

رہی تھی؟؟" یہ آپ کو انسلٹ کرنے سے پہلے سوچنا چاہیے تھا۔ یقین کریں اب میں سپلی لینا پسند کروں گی لیکن آپ کا لیکچر لینا منظور نہیں ہے مجھے!! اب مقابل معافی مانگ ہی رہا تھا تو اس نے بھی بھرم دکھانا ضروری سمجھا۔۔ معاذ شاہ اس کی بات پر منہ نیچے کرتے ہلکا سا مسکرایا۔ مقابل بنا سوچے سمجھے اسے نخرے دکھا رہی تھی۔۔ "کیا کروں میں ایسا کہ آپ میرا لیکچر لینے پر راضی ہو جائیں؟ آج آپ کے بنا کلاس میں مزہ بھی نہیں آیا تھا۔ خالی خالی تھا کچھ مسکرا کر پوچھتے وہ اس کے بھرم کو مزید ہوا دے گیا تھا۔ زارا خان کی حیرت میں تھوڑا اور اضافہ ہوا۔ کیا تھا یہ انسان جو کل اس پر چیخ رہا تھا اور آج اسے واپس کلاس میں بلانے کو کچھ بھی کرنے کو تیار تھا۔۔ "مجھے نہیں لگتا کہ آپ کا اور میرا ایسا کوئی رشتہ ہے جس میں آپ میری کمی محسوس کرتے پھریں۔ میں ایک سٹوڈنٹ ہوں اور آپ میرے پروفیسر! آپ کو یہ بات یاد رکھ کر مجھ سے بات کرنی چاہیے۔۔ کل بھی جو بات آپ نے کہی تھی وہ بھلے ہی مذاق تھا لیکن وہ بہت ہی زیادہ نامناسب بات تھی۔ آپ کو آئندہ خیال کرنا چاہیئے!! سنجیدگی سے کہتے اسے باور کروایا گیا۔۔ "رشتہ بنانے میں کونسا ٹائم لگتا

ہے بنا لیتے ہیں ! اور رہی آپ کی دوسری بات تو میں نے کسی کے سامنے تو نہیں کہا تھا۔ صرف آپ سے جسٹ ایک مذاق کیا تھا۔ میری نیچر ایسی ہے خوش فہمیاں مت پالیے گا کوئی ! ! وہ بھی معاذ شاہ تھا۔ اپنی غلطی کو کور کرتے وہ اسے ہی گڑ بڑانے پر مجبور کر گیا تھا۔۔ "میں بھلا خوش فہمیاں کیوں پالنے لگی ! آپ میرے پروفیسر ہیں بس ! اور کچھ فضول سوچنے کا وقت نہیں ہوتا میرے پاس۔۔ گڑ بڑا کر جواب آیا تھا۔۔ "میری پہلی بات آپ پھر سے بھول گئی ہیں ؟ وہ اس کا دماغ گھما رہا تھا۔ مگر سچ تو یہ تھا کہ وہ محض اسے تنگ کر رہا تھا جو کہ کرنے میں معاذ شاہ کو ایک الگ ہی مزہ آ رہا تھا۔ وہ اس کے ساتھ اسی موڈ میں تھا جیسے وہ گھر میں ہوتا تھا۔ اس کا روپ صرف کلاس میں بدلتا تھا۔ "میرا خیال ہے میرے بھائی کو آپ بہت اچھے سے جانتے ہیں ! اتنا مارے گیں کہ رشتے بنانا تو دور یہ لفظ بھی بھول جائے گیں آپ ! دانت پیستے بھائی کی دھمکی لگائی گئی۔ وہ اس کی پہلی بات بھولی نہیں تھی۔ لیکن وہ یہ ضرور بھول گئی تھی کہ اس وقت وہ گھر میں نہیں بلکہ یونی میں ایک

پروفیسر کے آفس میں بیٹھی تھی۔ تبھی دھڑلے سے بھائی کی دھمکیاں چل رہی تھیں۔۔"اوہ کم آن۔راحیل بھائی بہت کول انسان ہیں! تمہیں لگتا ہے وہ مجھے مار سکتے ہیں ہنھھہہ جوک آف داڈے!! ہنس کر کہتے معاذ شاہ نے ناک سے مکھی اڑائی۔اس نے آج تک راحیل خان کو غصے میں نہیں دیکھا تھا۔۔"آپ کی فضول باتیں ختم ہو گئی ہو تو میں جاؤں؟ سنجیدگی سے زارا خان نے بیزاریت جتاتے اس سے اجازت چاہی۔۔وہ بھی یہاں کس انسان سے بحث کرنے بیٹھ گئی تھی۔۔"کل سے آپ ریگولر میری کلاس لے گیں۔ایک دن بھی اگر ناغہ ہوا تو یاد رکھیے گا رفیق انکل کا نمبر بھی ہے میرے پاس۔ بھائی پیار سے رکھتا ہو گا۔ بابا کلاس ضرور لے گیں پھر آپ کی۔ بعد میں مجھے شکایت مت کیجئے گا۔۔ پھر سے پروفیشنل لہجے میں آتے وہ سنجیدگی سے اسے وارن کر گیا تھا۔"شاید آپ بھول رہے ہیں آج بھی آپ نے ہی کلاس سے نکالا تھا۔ حد ہے خود ہی نکال کر دھمکی بھی مجھے ہی دے رہے ہیں! زارا خان تو بھڑک ہی اٹھی تھی۔ آخر کیا چیز تھا یہ لڑکا؟؟"اوہ سوری بھول گیا تھا۔۔ بہر حال یہ دھمکی میں نے آئندہ کے لیے دی ہے! اس لیے خیال

کیجئے گا۔اب جائیں یہاں سے ! اس کے دماغ کو اچھی طرح الجھاتے معاذ شاہ نے اسے جانے کی اجازت دی۔ وہ ابھی بھی مسکراتے ہوئے ہی اسے دیکھ رہا تھا۔ زارا خان ہونٹ بھینچتے فوراً سے کرسی سے کھڑی ہوئی۔ وہ مزید تھوڑی دیر اور بیٹھتی تو پاگل ہو جاتی۔۔ ایک آخری نظر اس کی ہیزل نٹ چمکتی آنکھوں میں ڈالتے زارا خان نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے !! "پاگل انسان !! جاتے جاتے وہ درمیانی آواز میں اسے بولنا بلکل نہیں بھولی تھی۔۔ "سیم ٹو یو !! معاذ شاہ اس کی بات اچھے سے سن چکا تھا تبھی مسکراتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھے تھوڑا اونچی آواز میں اسے بھی اسی کے لقب سے نوازا۔۔ زارا خان ہڑبڑاتے ہوئے فوراً سے دروازہ کھولتے باہر نکلی۔ کسی انسان کے کان اتنے تیز کیسے ہو سکتے تھے ؟ جبکہ پیچھے معاذ شاہ ایک آخری نظر دروازے پر ڈالتے واپس سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ زارا خان کو پہلے دن ہی دیکھنے سے لے کر اب تک اتنا تنگ کیوں کرتا ہے ! لیکن پھر بھی اسے بس مزہ دیتا تھا مقابل کا چڑچڑا پن !!

اور وہ بھی اسی لیے اس کے دماغ کو گھماتے اسے چڑنے پر مجبور کر گیا تھا۔ مسکراتے ہوئے وہ واپس سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔۔

یہ صبح کے تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا جب ہر شخص اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھا۔ ایسے میں خان ولا میں بھی موجود ہر انسان اس وقت اپنے اپنے کاموں پر گیا ہوا تھا۔۔ صرف ایک بالاج خان ہی تھا ہو آج گھر پر موجود تھا۔۔ ویسے بھی آج کل اس کا کسی قسم کا بھی کوئی میچ نہیں ہو رہا تھا۔ اسی لیے وہ جم پر پریکٹس مکمل طور پر چھوڑے ہوئے تھا۔۔ کچھ کام نہ ہونے کا بہانہ بن گیا تھا تو کچھ دل کی بدلتی کیفیت نے اسے تنگ کر رکھا تھا۔ اس کا کوئی بھی کام کرنے کو دل نہیں کرتا تھا۔ ابھی بھی اپنے کمرے سے نکلتے وہ بے دلی سے لاؤنج میں اِدھر اُدھر جھانکا تانکی کر رہا تھا۔ کچھ کرنے کو جیسے تھا ہی نہیں۔۔ ماورا جمیل اس سے روٹھی تھی تو جیسے اسے ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز خود سے بیزار معلوم ہوتی تھی۔۔ بہت دنوں سے اس کا ماورا سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہوا تھا۔ نا ہی وہ لڑکی اس کی کال اٹھانا ضروری سمجھتی تھی۔ بے شمار کالز اور میسجز تھے جو وہ اسے اتنے دنوں سے دن رات کر رہا تھا لیکن مجال تھی جو مقابل کے دل میں ذرا بھی رحم آجائے۔ وہ جانتی تھی مقابل تڑپ رہا ہے اور ماورا جمیل

اس بات کا خوب فائدہ بھی اٹھا رہی تھی۔۔ وہ اسے اپنی شکل دیکھنا تو دور اپنی آواز سننے کے لیے بھی ترسا رہی تھی۔ بالاج خان ان دنوں بے بس سا ہو گیا تھا۔ اس کے دل کی حالت یہ تھی کہ وہ باقاعدہ تڑپ رہا تھا کہ مقابل ایک مرتبہ کم از کم اپنی آواز ہی سنا دے! لیکن یہ بھی ممکن نہیں ہو پا رہا تھا۔۔ اور ظلم تو یہ تھا کہ وہ ابھی بھی اپنی اس کیفیت کو کوئی نام نہیں دے پایا تھا۔ اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ کیوں اس کا دل ماورا جمیل کے لیے ہمک رہا ہے۔ کیوں وہ اس کی منتیں کر رہا ہے! کیوں وہ اس سے بات کرنے کیلئے ترس رہا ہے! نا وہ جانتا تھا اور نہ ہی وہ جاننا چاہتا تھا۔ جو کچھ جیسے چل رہا تھا بس ٹھیک تھا۔ بالاج خان اس ٹاپک پر اپنے آپ سے بھی کتراتا تھا۔ شاید وہ سچ جانتا تھا۔ اس سب کے وجہ جانتا تھا تبھی وہ خود سے نظریں چرا رہا تھا۔

اب نجانے اصل معاملہ کیا تھا یہ تو بالاج خان خود ہی جانتا تھا یا پھر خدا۔۔

"مامایہ مٹھائی کہاں سے آئی ہے؟ لاؤنج میں آتے بالاج خان نے یہاں رکھی ٹیبل پر سے ایک گلاب جامن اٹھاتے صوفے پر بیٹھی عظمیٰ بیگم سے پوچھا۔۔ ویسے تو وہ اپنی ڈائیٹ کا بہت خیال رکھتا تھا لیکن آج کل بے دھیان اتنی تھی کہ وہ کچھ بھی کر

دیتا تھا۔ وہ کام بھی جو بالاج خان نارمل زندگی میں کبھی نا کرتا۔ جیسے کہ گلاب جامن اسے کبھی پسند نہیں رہے تھے اور اب وہ پورا ایک اٹھا کر اسے ایک ہی مرتبہ میں منہ میں رکھ چکا تھا۔۔ عظمیٰ بیگم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ بالاج خان کو بچپن سے ہی مٹھائی پسند نہیں تھی۔ لیکن آج نجانے سورج کہاں سے نکلا تھا۔ "بیٹا جی تمھیں بخار تو نہیں ہے؟ اپنے ہاتھ میں موجود موبائل کو سائڈ پر رکھتے عظمیٰ بیگم نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔ "نہیں میں تو بلکل ٹھیک ہوں آپ کو ایسا کیوں لگ رہا ہے؟ وہ ڈبے سے دوسری مٹھائی اٹھانے لگا تھا۔۔ "اچھا کچھ زیادہ ہی ٹھیک ہو گی پھر! عظمیٰ بیگم محض منہ ہی منہ میں بڑبڑا ہی سکیں۔ اب وہ کھا ہی رہا تھا تو وہ اسے ٹوک نہیں سکتی تھیں۔!! "کہاں سے آئی ہے اتنی صبح صبح مٹھائی؟ دوسری مٹھائی منہ میں رکھتے بالاج خان نے پھر سے سوال داغا۔۔ "شاہ ولا سے آئی ہے! عظمیٰ بیگم نے مصروف سے انداز میں جواب دیتے پھر سے اپنا موبائل اٹھایا۔ شاید وہ کسی سے بات کر رہی تھیں۔!! "کس خوشی میں؟ اب کیا ہو گیا شاہ ولا میں؟ وہی لاپرواہ انداز۔ مگر وہ اس انداز میں بھی تیسری مٹھائی اٹھا چکا تھا۔ لگتا تھا جیسے سارا

ڈبہ بے دھیانی میں اسی نے ختم کرنا ہو۔!!"ہاں ماورا کا رشتہ پکا ہو گیا ہے! ماشاءاللہ سے بچی کا اسی مہینے کے آخر میں نکاح ہے! اللہ اس کے نصیب اچھے کرے۔۔ عظمیٰ بیگم نے مسکراتے ہوئے اس وجہ بتائی۔ یہ مٹھائی کچھ دیر پہلے ہی شاہ ولا سے آئی تھی جو کہ حدائق شاہ خاص طور پر دے کر گیا تھا۔۔ عظمیٰ بیگم کچھ کام کر رہی تھیں اس لیے پھر یہ لاؤنج میں ہی رکھی رہ گئی تھی۔اور اب بالاج خان اسے کھانے میں مصروف تھا۔۔ عظمیٰ بیگم کی بات سنتے بالاج خان نے جھٹکے سے سر اٹھاتے انہیں دیکھا۔اس کی کیفیت ایسے تھی جیسے اس نے کچھ غلط سن لیا ہو؟"کس کا نکاح ہے؟سیدھے ہوتے اس نے اپنی پوری توجہ عظمیٰ بیگم کی طرف کرتے ایک مرتبہ پھر سوال داغا۔اس کا دل دعائیں کر رہا تھا کہ جو اس نے ابھی سنا ہے وہ غلط ہو! "بھئی ماورا کا نکاح ہے! اب یہ مت کہنا کہ کون ماورا؟ عظمیٰ بیگم نے خفا انداز میں پھر سے جواب دیا۔ وہ انہیں تنگ کر رہا تھا۔ اور بالاج خان ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا تھا۔دوسرے لمحے اس نے اپنے منہ میں موجود تیسرے گلاب جامن کو سائڈ پر تھوکا۔۔ وہ پاگلوں کی طرح لاؤنج میں کھڑا تھوکتے ہوئے جیسے اپنے منہ

سے اس مٹھائی کا ایک ایک ذرہ نکالنا چاہتا تھا۔ جتنی بھی اس کے منہ میں مٹھائی وہ ساری باہر نکال بھی چکا تھا لیکن وہ پھر سے تھوک رہا تھا جیسے اسے شک ہو کہ کچھ تو اندر بچا ہے!! "تم پاگل ہو بالاج ابھی ساری صفائی ہوئی ہے! یہ جگہ ہے تھوکنے کی؟ عظمیٰ بیگم اسے یہ کرتے دیکھ غصے میں چیخیں۔ان کا دماغ خراب کر رکھا تھا اس لڑکے نے! بالاج خان نے نظریں اٹھاتے ایک نظر عظمیٰ بیگم کو دیکھا۔ دوسرے لمحے وہ بنا کوئی جواب دیئے تیز تیز قدموں کے ساتھ تقریباً بھاگنے کے انداز میں اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ وہ جیسے اس وقت اپنے حواس میں نہیں لگ رہا تھا۔اس کے کانوں میں بس عظمیٰ بیگم کے الفاظ گونج رہے تھے! تبھی مٹھائی بھی اس نے ایسے باہر نکالی تھی جیسے کوئی زہریلی چیز کھالی ہو جو اس کی صحت کے لیے نہایت مضر ثابت ہو سکتی تھی۔

کمرے میں داخل ہوتے بالاج خان نے سائڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اٹھایا۔ وہ حواس باختہ ہوتے اس میں سے ماورا جمیل کا نمبر نکال رہا تھا۔ جو کہ سب سے اوپر ہی اسے

مل بھی گیا تھا۔ آج کل اس کے موبائل میں یہ نمبر سب سے اوپر ہی پایا جاتا تھا۔۔
اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے بالاج خان نے ایک گہری سانس بھرتے یہ نمبر ٹرائے کیا۔
وہ دعا کر رہا تھا کہ بس ایک مرتبہ مقابل اس کی کال اٹھا لے۔ وہ اس سے بات کرنا
چاہتا تھا۔ اس سے پوچھنا چاہتا تھا۔۔ اسے خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ ماورا کے نکاح
کا سنتے اسے اتنی تکلیف اور بے چینی کس لیے ہو رہی ہے! لیکن وہ بس یہ جانتا تھا کہ
اسے ایک مرتبہ ماورا سے بات کرنی تھی۔ وہ بنا بتائے اچانک ایسے کیسے شادی کر
سکتی تھی بھلا۔۔ ایک مرتبہ، دو مرتبہ وہ بار بار ناکام ہو رہا تھا۔ ماورا جمیل اس کی کال
کٹ کر رہی تھی۔ وہ کال ملاتا اور فوراً سے پہلے دوسری طرف سے وہ کال کٹ کر
دی جاتی تھی۔ بالاج خان اس وقت جتنا بے چین تھا مقابل اسے اتنا ہی تڑپا رہی
تھی۔! "ماورا پلیز ایک مرتبہ کال اٹھاؤ۔۔ بالاج خان نے اسے مسلسل کال کاٹتے
دیکھ ایک وائس نوٹ سینڈ کیا۔ وہ دعا کر رہا تھا کہ یہ سن لیا جائے۔ اور اس کی دعا
قبول بھی ہو گئی تھی۔۔ فوراً سے پہلے وہ وائس نوٹ آن کر لیا گیا تھا۔۔ بالاج خان
کے واس میسج سین ہوتے دیکھ ایک مرتبہ پھر کال ملائی۔ اور اس مرتبہ وہ کامیاب

ٹھہرا تھا۔ ایک منٹ کے اندر اندر کال اٹھالی گئی تھی۔ شاید ماورا جیمل کو اس پر ترس آگیا تھا۔۔ "بولو کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ! کیوں ذلیل کر رکھا ہے تم نے مجھے! عجیب انسان ہو تم۔ عزت راس نہیں نا آرہی تمھیں!! کال اٹینڈ کرتے ہی دوسری طرف سے ماورا جمیل چیخ اٹھی تھی۔!! بالاج خان کے بری طرح اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔ مقابل ابھی پھاڑ کھانے والے انداز میں چیخی تھی جو کہ اسے بلکل پسند نہیں آیا تھا۔ لیکن وہ ابھی اسے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔۔ "تم شادی کر رہی ہو؟ بالاج خان نے سنجیدگی سے سوال داغا۔ اس کا دل شدت سے دعا کر رہا تھا کہ مقابل انکار کر دے لیکن شاید ابھی قبولیت کا وقت نہیں تھا۔۔ "ہاں کر رہی ہوں آنا تم بھی! سپیشل گیسٹ کے طور پر انوائٹ کروں گی تمھیں تو! مٹھائی بھی بھیجی تھی میں نے۔ اُمید کرتی ہوں تم نے تو ضرور کھائی ہو گی۔ بھلا اس شادی کی تم سے زیادہ خوشی اور کس کو ہو سکتی ہے؟؟ ماورا جمیل نے تمسخراتے سے انداز میں کہا۔ حدائق شاہ کے ہاتھ مٹھائی خاص طور پر اسی نے بھجوائی تھی۔۔ بالاج خان نے اس کی بات سنتے سختی سے اپنی آنکھیں میچ کر کھولی۔ جس بات کا ڈر تھا وہی۔ ہوا تھا۔

ماورا جمیل واقعی میں شادی کر رہی تھی۔ نجانے کیوں اس ایک لائن کو سوچتے ہوئے بھی اسے تکلیف ہو رہی تھی۔ مقابل اتنی آسانی سے اسے کیسے بھول سکتی تھی؟؟ "تم میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتی!! بالاج خان نے تھکے ہارے لہجے میں شکوہ کنا انداز میں دھیمے سے کہا۔ وہ اپنے بیڈ پر بیٹھ چکا تھا۔ کھڑے رہنے کی اس میں ہمت نہیں بچی تھی۔۔ "کیا نہیں کر سکتی میں؟ میں نے کیا کیا ہے تمہارے ساتھ؟ کچھ بھی تو نہیں کہا میں نے۔ ابھی بھی تمہارے لیے ہی آسانی کر رہی ہوں۔ اچھا ہے تم ساری زندگی خوش رہنا۔ کوئی ماورا نامی بدکردار لڑکی تمہاری زندگی میں نہیں آئے گی اب! آخری لائن بولتے ساتھ وہ ہنسی تھی۔ جیسے خود کا ہی مذاق بنا رہی ہو۔۔ بالاج خان نے ایک مرتبہ پھر اس کی بات پر سختی سے اپنے ہونٹ بھینچے۔۔ ماورا کے منہ سے اس کے لیے بدکردار لفظ نجانے کیوں اسے زہر سے بھی زیادہ برا لگا تھا۔۔ "نہیں ہو تم بدکردار۔ میں معافی مانگ چکا ہوں۔ خود کو اس نام سے دوبارہ مت پکارنا۔ وہ سب میں نے بس غصے میں بول دیا تھا۔ بالاج خان نے ایک مرتبہ پھر سختی سے اسے ٹوکتے اپنی صفائی دی۔ وہی صفائی جو وہ اسے پچھلے اتنے دنوں سے

دے رہا تھا۔ "بھاڑ میں جاؤ تم! فضول باتوں کا وقت نہیں ہے میرے پاس۔ جو بات کرنی ہے سیدھی طرح کرو تاکہ میں تمھیں بلاک کر سکوں۔ مزید تمھیں برداشت نہیں کر سکتی میں! ویسے بھی یہ وقت میرے ہونے والے شوہر کا ہے۔ تم کال کٹ کرو تاکہ میں اس سے بات کر سکوں۔۔ مارا جمیل نے بیزاریت سے کہتے جھوٹ بولا تھا۔ علی کا تو اس کے پاس نمبر بھی نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی نجانے کیوں وہ بالاج خان کا اپنی بات کے جواب میں ریکشن دیکھنا چاہتی تھی۔۔ "انکار کر دو اس رشتے کے لیے پلیز!! نجانے کیا سوچتے بالاج خان نے اسے یہ بات کہی تھی۔ لیکن بس ماورا کے منہ سے ایسی باتیں سنتے اس کے دل میں سوئیاں سی چبھ رہی تھیں۔ خاص کر یہ ہونے والا شوہر لفظ اسے کچھ ہضم نہیں ہوا تھا۔ بیڈ پر بیٹھا وہ پتہ نہیں کیسے خود پر ضبط کرتے اس سے ابھی بھی نرمی سے بات کر رہا تھا۔۔ "ہاں اور میں تو اسی انتظار میں تھی کہ تم بولو گے اور میں فوراً سے اس رشتے کے لیے انکار کر دوں گی۔ مسٹر بالاج خان اپنے متعلق خوش فہمیاں پالنا بند کریں۔ یہ میری پسند کی شادی ہے جو سو فیصد میری رضامندی سے ہو رہی ہے۔ میں پاگل نہیں ہوں جو

انکار کر دوں۔۔ تڑخ کر جواب آیا تھا۔ وہ اسے جتا بھی گئی تھی کہ شادی اسی کی رضامندی پر ہو رہی تھی۔!! "اگر وہ تمہاری پسند تھا تو میں کیا تھا پھر۔ مجھ سے اظہارِ محبت کیوں کیا تھا پھر تم نے؟ ہاں بولو اب۔ تم ایک مرد پر نہیں ٹک سکتی تھی کیا۔ پرپوز تم نے مجھے کیا اور اب تم شادی کسی اور سے کر رہی ہو۔ کیا ہے یہ سب آخر۔ تم مجھے پاگل بنا رہی تھی۔۔ اچانک سے ہی اپنا ضبط کھوتے بالاج خان بری طرح حلق کے بل دھاڑا تھا۔ ماورا جمیل کے منہ سے کسی اور کے لیے پسند جیسے الفاظ سنتے وہ جیسے پاگل ہونے کو تھا۔۔ بھلا مقابل اس کے علاوہ کسی اور کو پسند کیسے کر سکتی تھی۔ اگر اس لڑکی کو کوئی اور ہی پسند تھا تو اس نے اسے پرپوز کیوں کیا تھا۔ بالاج خان کا بس نہیں تھا ایک مرتبہ یہ لڑکی اس کے سامنے ہوتی بس!! "آواز نیچی رکھو۔ نا تو میں تمہارے باپ کی غلام ہوں اور نہ ہی تم مجھے کھانے کو دیتے ہو جو میرے اوپر اس طرح چیخ رہے ہو۔ اور دوسری بات تمھیں پرپوز کرنے پر تم نے تو جیسے مجھے پھولوں کے ہار پہنائے۔ تھے یا پھر ڈھیروں عزت سے نوازا تھا جو میں تم پر ٹکی رہتی۔ تم جیسے گھٹیا انسان کی اب میں شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کروں گی۔ ماورا

جمیل اس سے ڈبل آواز میں چیخی۔ایک بات کا تو اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اب کبھی وہ بالاج خان کی اونچی آواز برداشت نہیں کرے گی۔۔"اوکے ٹھیک ہے! نہیں چیختا میں۔ لیکن میں نے تمہیں کہا تھا کہ وہ سب میں نے بس غصّے میں کہہ دیا تھا۔ تم۔۔تم پلیز اس رشتے کے لیے انکار کرو پہلے۔ میں۔۔ میں ملنا چاہتا ہوں تم سے۔ بیٹھ کر بات کرتے ہیں بس ایک مرتبہ۔ پھر آگے تمھارا فیصلہ ہو گا جو بھی ہو گا بس ایک۔۔""میرے ہونے والے شوہر کی کال آرہی ہے۔ تمہاری فضول باتوں کے لیے ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔ دوبارہ فون مت کرنا۔ابھی بالاج خان بول ہی رہا تھا کہ ماورا جمیل نے اس کی بات کاٹتے فوراً سے کال کٹ کی۔ وہ مزید بالاج خان سے بات نہیں کر سکتی تھی۔ "ہیلو۔۔ ماورا میری بات سنو۔۔ بالاج جہاں پھر سے چیختے کچھ اور اس سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن وہ کال کٹ کر چکی تھی۔۔ماورا جمیل نے مزید اسے سننا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔"تمہیں چھوڑوں گا نہیں میں لڑکی! میرے غصے کو ہوا دے کر تم میرے قہر کو آواز لگا رہی ہو۔۔یقین کرو بالاج خان برباد کر دے گا تمھیں۔ سائڈ ٹیبل سے لیمپ اٹھا کر اپنی پوری قوت

سے سامنے دیوار میں مارتے بالاج خان پاگل ہوتے دھاڑا۔اس وقت اس کے تن بدن میں آگ سی لگ رہی تھی۔ماورا جمیل کے یہ انداز واطوار اسے ایک آنکھ نہیں بھائے تھے!!اوپر سے اب وہ شادی بھی کر رہی تھی۔ بالاج خان کا بس نہیں تھا اس پوری دنیا کو آگ لگا دے!! اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر تھوڑا بہت اپنے غصے پر ضبط کرتے بالاج خان نے واپس سے فون اٹھاتے حسن کا نمبر ڈائل کیا۔۔ وہ بھاری سانسوں کے ساتھ کھڑا حسن کے کال اٹینڈ کرنے کے انتظار میں تھا۔ نجانے اب وہ کیا سوچ رہا تھا اور وہ کیا کرنے والا تھا۔یہ تو خدا ہی جانتا تھا۔۔

یہ رات کا وقت تھا جب حدائق شاہ تھکا ہارا کام سے واپس گھر آیا۔اسے آج کل عدالت سے آتے آتے سات سے آٹھ بج جاتے تھے۔ لیکن پھر وہ سیدھا گھر نہیں آتا تھا۔اریبی نے ایک کام اس کے ذمے لگایا ہوا تھا جو کہ حدائق شاہ نے کسی بھی حال میں پورا کرنا تھا۔بس اسی غرض سے وہ کورٹ سے سیدھا فارم ہاؤس چلا جاتا تھا۔تاکہ فری ہو کر ایک ہی مرتبہ گھر جا سکے۔اریبی نے بہت مشکل وقت میں ان

لوگوں کا ساتھ دیا تھا۔ اسی لیے حدائق شاہ چاہ کر بھی اس کی بات نہیں ٹال سکا تھا۔ بس اسی لیے اس نے اریبی کا کام اپنے ذمے لیا تھا اور اب وہ اسے دل سے کر بھی رہا تھا۔۔ ابھی بھی اسی سلسلے میں اسے گھر آتے آتے رات کے گیارہ بج چکے تھے! اگر اس نے فائزہ شاہ سے رات میں گھر پر سونے کا وعدہ نہیں کیا ہوتا تو یقیناً وہ فارم ہاؤس میں ہی سو جاتا۔ ویسے بھی گھر سے اسے واپس عدالت جانے میں کافی وقت لگ جاتا تھا۔ اور آج کل اس نے جلدی عدالت پہنچنا ہوتا تھا۔ لیکن وہ مجبور تھا۔۔ فائزہ شاہ نے اس سے پہلی مرتبہ کوئی وعدہ لیا تھا۔ حدائق شاہ چاہ کر بھی اس وعدے کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا تھا۔۔ اسے چاہے کام کرتے کرتے رات کے دو ہی کیوں نہ بج جاتے لیکن یہ تو طے تھا کہ حدائق شاہ نے آدھے گھنٹے جتنی ایک لمبی مسافت طے کرتے گھر آ کر ہی سونا تھا۔۔ حدائق شاہ داخلی دروازہ سے گھر کے اندر داخل ہوا۔ وہ اس وقت سیاہ رنگ کی پینٹ پر وائٹ شرٹ پہنے ہوئے تھا۔ جس پر سیاہ ہی ٹائی بندھی ہوئی تھی۔۔ اس کے ایک ہاتھ میں بیگ جبکہ دوسرے ہاتھ میں کوٹ لٹکا تھا۔ وہ اپنے مخصوص وکیل والے لباس میں ملبوس تھا۔ بال ماتھے پر بکھرے

تھے جو اس کے چہرے کو مزید وجیہہ بنا رہے تھے! ہیزل براؤن آنکھیں اس وقت ہلکی سی سرخی مائل تھیں۔ جبکہ چہرے پر تھکن کے اثرات بہت واضح تھے! دھیمے دھیمے قدموں سے چلتے سیڑھیوں کی طرف جاتے حدائق شاہ نے ایک نظر لاؤنج میں دیکھا جو کہ خالی تھا۔ ہر کوئی اس وقت اپنے کمرے میں موجود آرام کر رہا تھا۔۔ آج کل وہ کام میں اتنا مصروف تھا کہ گھر والوں کو بھی وقت نہیں دے پاتا تھا۔ صبح وہ بغیر ناشتہ کیے سب کے اٹھنے سے پہلے چلا جاتا تھا اور اب وہ رات کے اس پہر تب آیا تھا جب ہر کوئی اپنے کمرے میں آرام کر رہا تھا۔۔ ایک لمبی سی تھکاوٹ زدہ سانس ہوا کے سپرد کرتے حدائق شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اپنے قدم اُوپر اپنے کمرے کی جانب بڑھائے۔

حدائق شاہ آہستہ سے دروازہ کھولتے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں اس ایک ساری لائٹس آن تھیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی وہ جب بھی کمرے میں آتا تھا اسے لائٹس آن ہی ملتی تھیں۔ کیونکہ اس کی بیوی کو اس کی غیر موجودگی میں ڈر

لگتا تھا۔اسی لیے وہ کمرے میں موجود چھوٹی سے چھوٹی لائٹ بھی آن کر کے سوتی تھی۔اور حدائق شاہ نے بھی اس بات پر اسے کبھی کچھ نہیں کہا تھا۔وہ مقابل کو بہت اچھے سے سمجھتا تھا۔۔ حدائق شاہ نے اندر داخل ہوتے واپس سے دروازہ لاک کیا۔اس کی نظریں سامنے بیڈ پر تھیں جہاں اس کی کل کائنات ڈھیروں معصومیت چہرے پر سجائے خواب و خرگوش کے مزے لوٹ رہی تھی۔اس کو دیکھتے بے ساختہ ہی حدائق شاہ کے چہرے پر ایک خوبصورت سی مسکان نمودار ہوئی۔اس عورت کو دیکھ کر تو اس کا سیروں خون بڑھ جاتا تھا۔۔ حدائق شاہ نے آگے بڑھتے اپنا بیگ اور کوٹ صوفے پر پھینکا۔اس کی نظریں اور قدم دونوں فائزہ شاہ کی جانب تھے۔جو آج بنا کسی کمبل کے اے سی کی سپیڈ بھی فل کیے مزے سے سو رہی تھی۔ حدائق شاہ نے اس کے پاس جاتے تھوڑا نیچے کو جھکتے بہت نرمی سے اس کے ماتھے پر عقیدت بھرا بوسا دیا۔وہ یہاں لب رکھتے کچھ دیر کے لیے ٹھہر گیا تھا۔فائزہ شاہ کے وجود میں حرکت ہوتی وہ محسوس کر چکا تھا۔۔"شاہ۔۔ فائزہ شاہ نے جھٹ سے آنکھیں کھولتے اپنے اوپر جھکے حدائق شاہ کو دیکھا۔وہ اچانک ہی ڈر

سی گئی تھی۔۔ جب سے اس کے ساتھ وہ ظلم ہوا تھا تب سے ہی اس کی نیند بہت کچی ہو چکی تھی۔ ابھی تک صرف دو مرتبہ وہ پکی نیند میں سکون سے سوئی تھی۔ اور ان دونوں مرتبہ میں حدائق شاہ اس کے ساتھ تھا۔ یہ سچ تھا کہ اس انسان کی آغوش میں اسے کوئی ڈر نہیں تھا۔ حدائق شاہ پاس ہوتا تھا تو ڈر کہیں دور جا کر بیٹھ جاتا تھا۔۔ "میں ہوں زندگی! کیوں ڈرنے لگ جاتی ہو؟ حدائق شاہ نے ہلکے سے لب اس کے ماتھے سے ہٹاتے نرمی سے پوچھا۔۔ "آپ پھر اتنی دیر سے آئے ہیں! آپ روزانہ ایسے ہی کرتے ہیں۔ نروٹھے سے انداز میں اس کی طرف دیکھتے شکوہ کیا گیا۔ وہ اس کا انتظار کرتے کرتے ابھی کچھ دیر پہلے ہی سوئی تھی۔ لیکن دماغ اس کا پھر بھی جیسے بیدار اور چوکنا ہی تھا۔۔ حدائق شاہ نے اس سے پیچھے ہوتے سیدھا کھڑے ہوتے ایک گہری سانس بھری۔ روز مقابل کا یہی شکوہ ہوتا تھا۔ لیکن وہ مجبور تھا۔ "میں آتا ہوں فریش ہو کر! اس کی بات کو ٹالتے حدائق شاہ نے ہلکا سا مسکرا کر ہلکے پھلکے انداز میں کہتے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے۔ اس کے قدموں کا رخ واشروم کی جانب تھا۔۔ جبکہ پیچھے فائزہ شاہ لیٹے اس کی پشت کو دیکھ

رہی تھی۔ وہ حدائق شاہ کا اپنی بات کو ٹالنا بہت اچھے سے محسوس کر چکی تھی۔۔ اور اسے یہ برا بھی بہت لگا تھا۔ مقابل نے اس کے نروٹھے لہجے کا بھی کوئی اثر نہیں لیا تھا۔ نجانے کیوں اس کی آنکھوں میں نمی جمع ہونے لگی تھی۔ اب تو عالم یہ تھا کہ ہر چھوٹی چھوٹی باتوں پر آنسوں برسنے کو تیار رہتے تھے۔ وہ حدائق شاہ کی طرف سے حد سے زیادہ سینسیٹو ہونے لگی تھی۔ جتنے مان اور پیار سے یہ انسان اسے رکھتا تھا اب ذرا سی بھی اگنورینس اس کی برداشت سے باہر تھی۔ اسے حدائق شاہ کی پوری پوری توجہ چاہیے تھی۔ اٹھ کر بیٹھتے وہ واشروم کے دروازے کی طرف دیکھتے حدائق شاہ کے باہر نکلنے کے انتظار میں تھی۔ جبکہ دماغ میں فضول باتیں سوچتے وہ مسلسل آنسوں بہائے جا رہی تھی۔۔

حدائق شاہ واشروم سے فریش ہوتے باہر نکلا۔ اس کے بالوں سے پانی کی بوندیں برس رہی تھیں۔۔ شاید نہیں یقیناً وہ نہا کر آیا تھا۔ وہ اس وقت محض ہلکے پھلکے ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔ گرمی میں وہ اکثر رات کو بنا شرٹ یا سینڈو کے ہی سوتا تھا۔

حدائق شاہ نے ٹاول سے اپنے بال پونچھتے سامنے فائزہ شاہ کو دیکھا۔ایک لمحے کے لیے اس کے بالوں میں چلتے ہاتھ رک چکے تھے!! کیا وہ رو رہی تھی؟ لیکن کیوں؟ حدائق شاہ ٹاول کو سائڈ پر پھینکتے تیز تیز قدموں سے بیڈ کی طرف بڑھا۔ابھی تو وہ اسے بلکل سہی سلامت چھوڑ کر گیا تھا۔ پتہ نہیں پانچ منٹ میں ایسا کیا ہو گیا تھا کہ مقابل بیٹھی آنسوں بہا رہی تھی۔!!"کیا ہو گیا میرا بچہ؟ رو کیوں رہی ہو؟. حدائق شاہ نے اس کی طرف جاتے اس کے پاس بیٹھتے نرمی حیرت سے پوچھا۔"پتہ نہیں! بھیگی سی آواز میں پھاڑ کھانے والے انداز میں جواب آیا تھا۔ حدائق شاہ کی حیرانی میں مزید اضافہ ہوا۔ مقابل کے غصے کو دیکھ کر لگ رہا تھا کہ وہ اس کی وجہ سے رو رہی ہے۔ مگر اس نے کیا کیا تھا جو وہ اس کی وجہ سے رو رہی تھی؟ وہ تو گھر ہی ابھی آیا تھا۔ جبکہ اسے ایسے خود سے پوچھتے دیکھ فائزہ کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔یہ انسان اب انجان بن رہا تھا۔"میں نے کچھ کیا ہے کیا؟ حدائق شاہ نے ناسمجھی سے دھیمے سے پوچھا۔"کچھ نہیں کیا آپ نے۔ سب کچھ میں نے کیا ہے۔ مجھے میرے بابا کے گھر جانا ہے۔ میں نے نہیں رہنا آپ کے ساتھ! اپنے آنسوں صاف کرتے

فائزہ شاہ نے نروٹھے سے انداز میں کہا۔ جس طرح مقابل انجان بن رہا تھا اسے مزید رونا آرہا تھا۔!! "اپنے باپ۔۔ میرا مطلب ہے بابا کو سائڈ پر رکھو۔ میرا بچہ مجھے وجہ تو بتاؤ میں نے کیا کیا ہے جو تم اتنے غصّے میں ہو؟ حدائق شاہ ابھی کچھ اور بولنے لگا تھا کہ اس کی گھوری پر فوراً سے لفظوں کی تصیح کی۔اس کے بازو کو پکڑتے حدائق شاہ نے اسے اپنے حصار میں لینا چاہا۔ فائزہ شاہ نے فوراً سے پہلے اپنے بازو سے اس کا ہاتھ جھٹکا۔ وہ تھوڑا پیچھے کو سرکتے اس سے فاصلہ بھی بنا گئی تھی۔۔ "بتادو پلیز۔ کیوں رو رہی ہو جب تک بتاؤ گی نہیں میں کیسے مسئلے کو حلکروں گا۔ بتاؤ شاباش۔ میری زندگی! ایک نظر اپنے ہاتھ کو دیکھتے حدائق شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے اس سے نرمی محبت سے پوچھا۔ جبکہ وہ بھی اسی کے ساتھ آگے کو سرکتے اس فاصلے کو سمیٹ گیا تھا۔!! "آپ۔۔آپ اگنور کر کے گئے تھے مجھے! میرے شکوے پر بھی دھیان نہیں دیا آپ نے! مجھے نہیں رہنا آپ کے ساتھ۔!! سوں سوں کر کے ہونٹ باہر نکالتے وہ بلکل بچوں کی طرح اسے اس کی ہی شکایت لگا رہی تھی۔۔ حدائق شاہ کو بے ساختہ ہی اس پر ڈھیروں پیار آیا۔ مقابل اتنی سی

بات پر رونے بیٹھ گئی تھی۔اور سب سے زیادہ بڑی بات وہ اس کے اگنور کرنے پر رو رہی تھی۔یعنی فائزہ شاہ کو حد سے زیادہ فرق پڑتا تھا۔!!"میری جند میری جان میں نے اگنور نہیں کیا تھا قسم سے۔تم اِدھر آؤ میرے پاس۔حدائق شاہ نے محبت سے کہتے اسے بازو سے پکڑتے اپنے پاس کیا۔وہ اس کی مزاحمت کی پرواہ کیے بغیر اسے اپنی گود میں ٹرانسفر کرتے مکمل طور پر اپنے حصار میں جکڑ گیا تھا۔"جان سچ میں اگنور نہیں کیا تھا میں نے!تم شکوہ کر رہی تھی بس اس کا جواب نہیں تھا میرے پاس اس لیے چلا گیا تھا۔۔حدائق شاہ نے نرمی سے اس کے آنسوں صاف کرتے اس کی غلط فہمی دور کرنی چاہی۔وہ نہایت غلط سوچ رہی تھی۔!!"آپ اب جھوٹ بول رہے ہیں۔ایک تو آپ آتے اتنی دیر سے ہیں روز رات کو میں آپ کا انتظار کرتی ہوں۔اوپر سے آکر اب اگنور بھی کر رہے تھے!مجھے نہیں رہنا آپ کے ساتھ۔۔اس کی ہر بات کے آخر میں ایک ہی ضد تھی اسے لگا تھا تو یقیناً بات یہی تھی کہ حدائق شاہ نے اسے اگنور کیا تھا۔!!"تم انتظار کرتی ہو میرا؟حدائق شاہ نے حیرت سے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔وہ تو جب بھی آتا تھا مقابل سوئی ہی ہوتی

تھی۔ "ہاں اب آپ کو یہ بھی جھوٹ لگ رہا ہو گا۔ خفا سے انداز میں کہتے فائزہ شاہ نے اس کے سینے پر ہلکا سا مکا جڑا۔۔ حدائق شاہ اس کی ادا پر ہلکا سا مسکرایا۔ "مان لیتے ہیں۔ تم نے کہہ دیا تو یقیناً ایسا ہی ہو گا۔ میری مجال جو میں آگے سے بحث کروں؟؟ حدائق شاہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے مزید اسے اپنے نزدیک کرتے محبت سے کہا۔ وہ اس کے گال پر لب رکھنے لگا تھا کہ پہلے ہی فائزہ شاہ اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ چکی تھی۔!! "میں ابھی بھی ناراض ہوں!! سنجیدگی سے جتایا گیا۔۔ "کیا کروں پھر میں جو تم مان جاؤ؟ حدائق شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے اس کے اسی ہاتھ پر لب رکھتے محبت سے پوچھا۔ "کان پکڑ کر اُٹھک بیٹھک کریں یہیں بیڈ پر! پھر مانوں گی۔ خفگی سے ناک سکوڑتے حکم دیا گیا تھا۔ اب وہ اس کی وجہ سے اتنا روئی تھی تو تھوڑا بھر اسے بھی تو مزہ چکھانا تھا۔۔ حدائق شاہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ کیا اس نے وہی سنا تھا جو فائزہ شاہ نے اسے کہا تھا؟ "میں چھ فٹ دو انچ کا مرد، ایک میچور مرد تمہارے لیے بیڈ پر کھڑا ہو کر اٹھک بیٹھک کروں؟ کیا تمہاری عقل یہ گوارہ کر رہی ہے؟ سیریسلی جان مجھے یہ اُمید نہیں تھی تم سے اس بات کی۔۔

حدائق شاہ نے اسے واپس سے بیڈ پر بٹھاتے صاف صاف انکار کیا۔ اسے سوچتے ہوئے بھی اتنا برا لگ رہا تھا وہ کرتا تو کیسا لگتا۔ "مجھے نہیں رہنا آپ کے پاس۔ مجھے بابا کے گھر جانا ہے! فائزہ شاہ بچوں کی طرح پھر سے ضد پر اُتر آئی تھی۔ یہ انسان اس کے لیے اتنا سا نہیں کر سکتا تھا۔۔ "میری جان بات کو سمجھو۔ میں اچھا تھوڑی لگوں گا اب ایسے ہی اٹھک بیٹھک کرتے۔ کوئی عزت کوئی رعب ہے یار میرا۔ میں کتنا برا لگوں گا یہ کرتے ہوئے!! حدائق شاہ نے بیچارگی سے اس کی طرف دیکھتے جیسے التجا کی۔ وہ بیچارہ برا پھنسا تھا۔۔ "ہاں ٹھیک ہے مجھ سے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے! رہیں اب اپنے رعب میں! پہلے اگنور کیا تھا اب غصّہ کرنے بیٹھ جائیں۔۔ نروٹھے سے انداز میں کہتے وہ ایک جھٹکے سے اس کی طرف سے کروٹ لیتے لیٹی۔ یہ تو طے تھا کہ وہ اب اس سے کبھی بات نہیں کرنے والی تھی۔ حدائق شاہ نے اس کی پیٹھ کو دیکھتے ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی۔ ایک وہ پہلے ہی تھکا ہوا تھا اوپر سے مقابل کی بچوں والی ضد! وہ بری طرح بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔۔ لیکن یہ تو طے تھا کہ حدائق شاہ کبھی مر کے بھی فائزہ شاہ کی ناراضگی

برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ مقابل اس سے روٹھ جاتی تو وہ خود کہاں جاتا؟ بس یہی سوچتے حدائق شاہ سنجیدگی سے بیڈ پر کھڑا ہوا۔!! وہ چھ فٹ دو انچ کا لمبا چوڑا مرد اپنی بیوی کی ناراضگی کے ڈر سے بیڈ پر کھڑا اب اس کی ضد کے مطابق کان پکڑ کر اٹھک بیٹھک کرنے لگا تھا۔ تاکہ اس بات کی معافی مانگ سکے جو اس نے کیا ہی نہیں۔ اس نے مقابل کو اگنور نہیں کیا تھا۔ لیکن فائزہ شاہ نے سمجھ ہی لیا تھا تو ہوا ہوگا۔ حدائق شاہ بحث نہیں کر سکتا تھا۔ جو بات اس لڑکی نے کہہ دی بھلے وہ نا ہوئی ہو لیکن وہ حدائق شاہ کے پتھر پر لکیر بن چکی تھی۔ جیسے ابھی وہ کہہ رہی تھی اس نے اگنور کیا ہے تو ہو سکتا تھا حدائق شاہ سے ہی کوئی غلطی ہوئی ہو۔!! ءاب دیکھ رہی ہو یا میں واپس سے بیٹھ جاؤں؟ آنکھیں گھماتے حدائق شاہ نے کھڑے کھڑے ہی اسے مخاطب کیا جو اس کی طرف سے کروٹ لے کر پڑی تھی۔۔ اس کی آواز سنتے فائزہ شاہ نے جھٹکے سے کروٹ بدلتے اسے دیکھا۔ لیکن اسے گردن اونچی کرتے دیکھنا پڑا تھا۔ حدائق شاہ بیڈ پر سنجیدگی سے منہ بنائے کھڑا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے اس کی شکل دیکھتے بے ساختہ ہی اپنی ہنسی دبائی۔ مقابل کھڑا بلکل بچوں کی طرح منہ

پھلائے ہوئے تھا۔ لیکن وہ اسے تنگ کرنا چاہتی تھی۔ کبھی کبھی تو یہ انسان اس کے ہاتھ لگتا تھا۔ آج وہ اس کی بات مان ہی رہا تھا تو فائزہ کا ارادہ اس پر بعد میں ترس کھانے کا تھا۔۔ پہلے وہ اسے ذرہ اچھی طرح زچ کر لیتی۔ "ایک منٹ ایک منٹ! فائزہ شاہ نے اسے کان پکڑتے دیکھ ایک منٹ رکنے کو کہا۔ وہ اِدھر اُدھر کچھ ڈھونڈھ رہی تھی۔!! "کیا چاہیے؟ حدائق شاہ نے سوالیہ انداز میں سنجیدگی سے پوچھا۔ "آپ کا فون کدھر ہے؟ مصروف سے انداز میں پوچھا گیا تھا۔ حدائق شاہ کے ابرو سکڑے! وہ کیا کرنے والی تھی فون کا؟ "کیا کرنا ہے؟ نفی میں سر ہلاتے حدائق شاہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔ لیکن کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ فائزہ شاہ کو بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر اس کا فون پڑا مل چکا تھا۔ اس نے آگے کو ہوتے فوراً سے فون اٹھایا۔۔ "پاسورڈ؟؟ اونچی گردن کرتے اس نے حدائق شاہ سے پوچھا۔ وہ نجانے کتنے عرصے بعد فون کو ہاتھ میں پکڑ رہی تھی۔ خود کا تو اس کے پاس تھا ہی نہیں۔۔ اور حدائق شاہ نے جان کر اسے فون دیا بھی نہیں تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا مقابل کی توجہ اس کے علاوہ کہیں بھی اور جائے۔ اس کی بیوی فون کے بغیر ہی ٹھیک تھی۔!!

"بتائیں؟ اسے جواب نا دیتے دیکھ فائزہ نے جھنجھلاتے ہوئے پوچھا۔ "ہادیہ!! حدائق شاہ نے اس سے نظریں چراتے دھیمے سے پاسورڈ بتایا۔ فائزہ شاہ کی فوراً مسکراہٹ سمٹی تھی۔ یہ ہادیہ کون تھی آخر؟ کیا حدائق شاہ اسے دھوکا دے رہا تھا؟؟" یہ ہادیہ کون ہے؟اس کی طرف دیکھتے فائزہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔وہ پتہ نہیں کیسے اس سے یہ سوال کر رہی تھی۔ جبکہ اس کا دل ایسے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی باہر آجائے گا۔اسے خوف تھا کہیں حدائق شاہ کسی اور کو پسند نہ کرتا ہو۔اگر ایسا ہو تو اس کا کیا بنے گا۔حدائق شاہ نے جانچتی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھا۔۔وہ سمجھ گیا تھا کہ مقابل اس پر شک کر رہی ہے! "ساتھ والی پڑوسن کا نام ہے! اچھی ہے بہت۔۔آتے جاتے اشارے کرتی ہے۔ تمہاری طرح نہیں ہے جو ہر وقت منہ بنا کے روتی رہے۔اگلی شادی میرا اسی سے کرنے کا ارادہ ہے! حدائق شاہ نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔اب پتہ نہیں وہ سچ کہہ رہا تھا یا پھر جھوٹ! لیکن اس کا لہجہ حد درجہ سنجیدہ تھا۔ "مذاق کا کوئی ذرہ بھی شبہ نظر نہیں آتا تھا۔!! "آ۔۔آپ دوسری شادی کرے گیں؟ آنکھوں میں ڈھیروں نمی لیے بمشکل حلق سے آواز

نکالتے سوال پوچھا گیا۔ اس کے حلق میں جیسے آنسوؤں کا گولا سا اٹک رہا تھا۔ وہ پاسورڈ بھی ٹرائے کرتے دیکھ چکی تھی۔ اس نے سہی بتایا تھا۔ واقعی یہی پاسورڈ تھا۔۔ "ہاں تو تم تو پاس آنے نہیں دیتی۔ میری اپنی بھی سو ضرورتیں ہوتی ہیں! تم نہیں سمجھ سکتی۔!! ہمسائی تو اتنی اچھی ہے کہ خود پاس بلاتی ہے حدائق شاہ اس کے آنسوؤں سے نظریں چراتا بولا۔۔ مقابل رو رہی تھی اور اس کے دل میں چھریاں چل رہی تھیں۔ لیکن وہ ابھی موقعے کا فائدہ اٹھا رہا تھا۔ کیا پتہ اسی وجہ کی بنیاد پر مقابل اسے اپنے نزدیک آنے دے دیتی۔ جبکہ دل میں ایسی باتیں بولتے وہ خود بھی ساتھ ساتھ استغفراللہ بول رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے ایک ہاتھ سے اپنے آنسوں صاف کیے۔ دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے اپنے ہاتھ میں موجود حدائق شاہ کی طرف پھینکا۔ حدائق شاہ کی کراہ بے ساختہ تھی۔ موبائل سیدھا آکر اس کے سینے پر بہت زور سے لگا تھا۔ اس کی بات اسے ہی بھاری پڑ گئی تھی۔ "اسی کے پاس چلے جائیں۔ مجھے کیوں رکھا ہوا ہے پھر یہاں؟ اس چڑیل ناگن ہادیہ مادیہ کے پاس جائیں! اللہ کرے مر جائے وہ منحوس اور آپ گلی میں بیٹھ کر روئیں اس کی لاش

پر۔ کمینی کو میرا ہی شوہر ملا تھا۔!! روتے روتے جو منہ میں آیا وہ بول چکی تھی۔ کچھ غصّہ اور کچھ جلن میں وہ نجانے کونسی ہادیہ کو بیٹھی مرنے کی دعائیں دے رہی تھی۔ حدائق شاہ نے ہونٹ بھینچتے اسے دیکھا۔ وہ بددعائیں دے لیتی لیکن اتنی زور سے اس کے سینے پر مارنے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ بیچارہ کھڑا ابھی تک اپنے سینے کو رب کر رہا تھا۔!! "جائیں بھی کھڑے کیوں ہیں! میری تو شکل بھی زہر لگ رہی ہو گی آپ کو۔ اسی ناگن کے پاس چلے جائیں۔۔ منحوس کہیں کی۔۔ آنسوں بہاتے وہ اسے ابھی تک کھڑا دیکھ پھر سے چیخی۔ وہ سلگتی بھٹی کی مانند جل رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ وہی پاگل تھا جو یہاں مذاق کرنے اور اپنا فائدہ سوچ کر کھڑا ہو گیا تھا۔۔ خاموشی سے ہونٹ کاٹتے وہ واپس سے بیڈ پر بیٹھا۔۔ وہ ابھی فائزہ شاہ کو ہاتھ لگانے ہی لگا تھا کہ وہ پھر سے چیخی تھی۔ "ہاتھ مت لگائیں مجھے! وہی بلاتی ہے آپ کو اپنے پاس تو اسی کے پاس جائیں۔ میں تو ویسے بھی آپ کے کسی کام کی نہیں ہوں۔ روتے روتے وہ اس پر چیخ رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے خاموشی سے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑتے اسے اپنی طرف کھینچا۔۔ وہ اس کے چلتے

ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتے اسے سختی سے خود میں قید کر گیا تھا۔۔
فائزہ شاہ کی مزاحمت جاری تھی۔ وہ مسلسل خود کو چھڑوانے کی کوشش کر رہی
تھی۔ لیکن حدائق شاہ کی گرفت مضبوط تھی۔!! "چھوڑیں مجھے شاہ! مجھے کتنا مان
تھا آپ پر۔ لیکن آپ بہت برے ہیں۔ اس کی طرف دیکھتے فائزہ شاہ دھیمے سے
شکوہ کناں انداز میں کہا۔۔ حدائق شاہ نے خاموشی سے اسے دیکھتے اس کی گردن
میں منہ چھپایا۔ وہ اس کی گردن میں گہری سانس بھرتے اس کے جسم سے اٹھتی
کستوری خوشبو اپنی سانسوں میں اُتار رہا تھا۔!! "کوئی نہیں ہے جان! کوئی ہادیہ تو
کیا دنیا کی کوئی بھی عورت تمہاری جگہ نہیں لے سکتی۔ مذاق کر رہا تھا میں قسم سے!
اس کی سرگوشی سنتے فائزہ شاہ کی مزاحمت میں ہلکی سی کمی آئی۔!! سچ یہ تھا کہ بس
ایک مرتبہ میں ہی اسے مقابل کی بات پر یقین آگیا تھا۔ وہ آخر نے قسم بھی اٹھا چکا
تھا۔ نا ماننے کا کوئی جواز ہی نہیں بنتا تھا۔ "پھر کون ہے یہ جس کے نام کا پاسورڈ رکھا
ہوا ہے؟ البتہ شک ابھی بھی ختم نہیں ہوا تھا۔۔ حدائق شاہ اس کے کان کے پاس
چہرہ کیے ہلکا سا مسکرایا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں جبکہ وہ اپنی بیوقوفی پر ہنسا تھا۔!

"تمہاری اور میری ہونے والی بیٹی۔ میری شہزادی۔ بہت سوچ کر ایک تمھارا اور میرا نام ملا کر یہی سوٹ کر رہا تھا۔۔ اپنی پہلی بیٹی کا ہم یہی نام رکھے گیں ! پھر آگے سارے بچوں کے نام تم رکھنا۔ حدائق شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس کے کان کی لو پر اپنی زبان کا لمس پھیرا۔ وہ سختی سے اسے خود میں قید کیے اسے مکمل طور پر محسوس کر رہا تھا۔۔ اس کی سرگوشی سنتے فائزہ شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑی۔ وہ کان کی لو تک سرخ پڑ چکی تھی۔ یہ انسان سچ میں پاگل تھا۔ ابھی ان لوگوں کے درمیان کچھ ہوا بھی نہیں تھا اور وہ پہلے ہی بیٹی کا نام نا صرف سوچ کر بلکہ پاسورڈ بھی رکھ کر بیٹھا تھا۔۔ "شاہ۔۔ فائزہ شاہ نے اس کے بالوں میں پیچھے ہاتھ رکھتے اس کی زبان کو کنٹرول دلانا چاہا۔۔ مقابل اس کی گردن پر اپنی زبان کا لمس چھوڑ رہا تھا۔۔

قربان پاچاز ماژوند په تادی زما روح، زما ژوند، زما ذره، هر ° ه په تاقربان دی۔ تاسو زما په (" ژوند کا° یواز یه °°° ه یاست چ° زما په روح کا° ژوند کوي. زه هیڅ° کله تاسو ته دوکه نشم کولی. زما دز° ه د آرامولو لپاره تاسو لو. °;°°° ه یاست چ° خدای زما په ژوند کا° زما لپاره

غوره کا°° ده. اوله تاسو وروسته به زمو° لوروي. برسۍره پرد°، د ز°° هره °° ه زما

"). لپاره ب°ارز°ته ده

!!ترجمه

شاہ قربان آپ پر میری جان۔ میری زندگی میری جان میرا دل سب کچھ آپ پر (قربان۔ تم میری زندگی میں واحد عورت ہو جو میری روح میں بستی ہے۔ تمھیں دھوکا کبھی نہیں دے سکتا میں۔ میرے دل کو سکون دینے والی تم پہلی عورت ہو جسے خدا نے میری زندگی میں میرے لیے چنا ہے۔ اور تمہارے بعد ہماری بیٹی)ہو گی۔ اس کے علاوہ دنیا کی ہر عورت میرے لیے بیکار ہے !۔

حدائق شاہ نے پشتو میں نہایت خوبصورت لفظوں میں اس سے محبت کا اظہار کرتے اسے مان بخشا۔ وہ ایک مرتبہ پھر اسے معتبر کر گیا تھا۔ فائزہ شاہ کو پشتو بہت اچھے سے آتی تھی۔ وہ اس کی سرگوشی بہت اچھے سے سمجھ چکی تھی۔ اور اس وقت اس کا دل جیسے ہواؤں میں اڑ رہا تھا۔ نجانے اس نے کونسی نیکی کی تھی جس کا بدلہ اسے حدائق شاہ کی صورت میں ملا تھا۔ "آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لیے میرے پاس

الفاظ کم ہیں۔ایک لمحے کے لیے مجھے لگا تھا کہ زندگی ختم ہو گئی ہے۔فائزہ شاہ کا وجود بھی ختم ہو گیا ہے۔ لیکن پھر آپ آئے۔اور مجھے پھر سے ایک نئی زندگی دی گئی جو کہ میں آپ کے ساتھ گزار سکوں۔مجھے آپ سے نوازا گیا تاکہ میں سمجھ سکوں کہ مرد صرف نوچتا نہیں ہے، مرد چاہے تو پلکوں پر بٹھا کر عورت کو مان بھی بخشتا ہے۔ جہاں میں نے مرد کی درندگی دیکھی, قسمت نے مجھ پر ظلم کیا۔وہیں خدا نے مجھے ایک نیک اور صالح مرد سے نواز کر میرے ساتھ ہوئی ناانصافی کا بدلہ بھی مجھے دے دیا۔میں خدا سے شکوہ کرتی تھی کہ یہ سب میرے ساتھ کیوں ہوا۔ لیکن میں غلط تھی۔خدا حساب برابر کرنا جانتا ہے۔میں پہلے خدا کی اور پھر آپ کی بے حد شکر گزار۔ہوں۔خدا نے آپ کے دل میں میرے لیے محبت ڈالی اور آپ نے سچے دل سے اس محبت کو نبھایا اور ابھی بھی نبھا رہے ہیں۔آپ کے اندر مردوں والی انا نہیں ہے۔اکثر نہیں بلکہ کوئی بھی مرد میرے جیسی لڑکیوں کو نہیں اپناتا۔ہر فائزہ خود پر ظلم سہتے سہتے مر جاتی ہے اور جو ایک آدھی بچتی ہے وہ معاشرے کی باتوں کے بوجھ تلے دب کر مر جاتی ہے! زندہ کوئی بھی نہیں رہتی۔کیونکہ ہر کوئی میری طرح

خوش قسمت نہیں ہوتی جس کی زندگی میں حدائق آجائے اور اسے ساری دنیا کی نظروں اور باتوں سے بچا کر اپنے آپ میں قید کر لے۔ کسی چھوٹی سی تتلی کی مانند۔ آپ کو نہیں پتہ شاہ جب آپ یوں سمیٹ کر مجھے اپنی گود میں بٹھا کر اپنے سینے سے لگاتے ہیں تو آپ میرا بکھرا وجود سمیٹتے ہیں۔ آپ نہیں ہوتے تو میری سوچیں ماضی میں ہوتی ہیں اور میں ٹوٹ کر بکھری ہوئی ہوتی ہوں۔ پھر آپ رات میں آتے ہیں اور میرے وجود کو نرمی احتیاط سے بلکل کس موم کی گڑیا کی مانند سمیٹ کر اپنے سینے سے لگا لیتے ہیں۔ در حقیقت آپ میرے دل کے وہ ٹکڑے۔ سمیٹتے ہیں جو سارا دن اکیلے میں ماضی کو سوچ سوچ کر میرے دل کے ہوئے ہوتے ہیں۔ آپ فرشتہ صفت انسان ہیں شاہ۔ مجھے غرور ہے فخر ہے اپنی ذات پر تب تک جب تک آپ میرے ساتھ ہیں۔ آپ نہیں تو فائزہ بھی کچھ نہیں۔!!"اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیتے وہ روتے ہوئے اسے اپنے دل کی ایک ایک بات بتا گئی تھی۔ فائزہ کے آنسوں اس وقت حدائق شاہ کے ہاتھ پر گر رہے تھے! وہ آج ہمت کرتے اسے سچ سچ سب کچھ بتا ہی گئی تھی۔ جب مقابل اتنا اسے مان بخش رہا تھا تو وہ بھی صاف

صاف بول گئی تھی۔ فائزہ شاہ خود کو واقعی خوش قسمت تصور کرتی تھی۔ مگر صرف تب جب وہ حدائق شاہ کے حصار میں ہوتی تھی۔ حدائق شاہ اس کے الفاظ سنتے جی جان سے مسکرایا۔ بلآخر یہ لڑکی آہستہ آہستہ کرتے اس کے سامنے کھلنے لگی تھی۔۔ یہ الفاظ میرے لیے کسی قیمتی اثاثے سے کم نہیں ہیں۔ یقین کرو ابھی جو تم نے کہا ایک ایک لفظ یاد ہے مجھے ! تم میری شکر گزار نا ہو۔ کیونکہ یہ مجھ پر فرض تھا کہ میں تمہیں سارے جہاں کی باتوں سے بچاؤ۔ تم میری بیوی ہو اور تمہاری حفاظت مجھ پر فرض ہے ! خدا کا شکر گزار تو مجھے ہونا چاہیئے جس نے مجھے تم سے نوازا۔۔ اور یقین کرو ہر نماز کی دعا میں، میں یہ شکر ادا کرتا بھی ہوں۔۔ حدائق شاہ نے محبت سے مسکرا کر کہتے اس کے ماتھے پر شدت سے اپنے تشنہ لب رکھے ! کیا کچھ نہیں تھا اس انسان کے لمس میں، عزت احترام، عقیدت، محبت، نرمی، حق، اختیار، احساس ملکیت نجانے اور بھی کتنے ہی جذبے تھے اس ایک لمس میں جو فائزہ شاہ نے آنکھیں بند کئے دل و جان سے محسوس کیے تھے ! "ہاتھ گیلے کر دیے تم نے میرے ! حدائق شاہ نے مسکراتے شرارت سے اسے چھیڑا۔ وہ چاہتا تھا یہ بس رونا

بند کر دے!! "تو آپ نے ہی رلایا ہے! ایک ہاتھ سے آنسوں صاف کرتے وہ معصومیت سے سارا الزام اسی پر ڈال گئی تھی۔ "میری مجال میں تم سے بحث کروں؟ تم نے کہہ دیا تو میں نے ہی رلایا ہو گا۔۔ حدائق شاہ نے جی جان سے اس کا الزام قبول کیا۔ فائزہ شاہ اس کے کندھے سے سر ٹکائے ہلکا سا ہنسی۔۔ مقابل واقعی اس کے لیے کوئی معجزہ تھا۔!! "موبائل کہاں ہے آپ کا؟ کچھ یاد آنے پر فائزہ نے اس کے کندھے سے سر ہٹاتے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے پوچھا۔۔ "یہ رہا۔ اتنی زور سے مارا تھا تم نے مجھے! سائڈ سے موبائل اٹھاتے حدائق شاہ نے اس کے ہاتھ میں تھمایا۔ ساتھ ہی وہ منہ بناتے شکوہ بھی کر گیا تھا۔ اس کا شکوہ جائز تھا۔۔ "سوری شاہ۔ غصے میں بس لگ گیا۔ ایم رئیلی سوری۔ شرمندگی سے موبائل اس سے لیتے فائزہ نے معافی مانگی۔ وہ غصے میں اسے مار بیٹھی تھی۔ ورنہ اس کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔ "کوئی بات نہیں! تم ہاتھ رکھ دو ٹھیک ہو جائے گا درد! اس کے گال پر لب رکھتے حدائق شاہ نے بے تکا سا حل پیش کیا۔۔ فائزہ شاہ نے مسکرا کر نفی میں سر ہلاتے اس کے سینے پر دائیں طرف اپنا ہاتھ رکھتے یہاں ہلکا سا رب کیا۔ وہ

جانتی تھی اس سے کچھ نہیں ہونے والا۔ لیکن پھر بھی وہ اس کے حکم کے مطابق یہ کر گئی تھی۔ "بس؟ کچھ دیر بعد اپنا ہاتھ ہٹاتے فائزہ شاہ نے اس سے استفسار کیا۔ وہ ابھی تک اس کی گود میں ہی بیٹھی تھی۔۔ "اب میری باری!! حدائق شاہ نے شرارت سے اسے آنکھ ونک کرتے اپنے ہاتھ آگے بڑھائے۔۔ فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی ہڑبڑاتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ سینے کے ارد گرد باندھتے اپنا سینا اس سے بچایا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سینے کو اچھے سے کور کیے پلکیں جھپکتے معصومیت سے حدائق شاہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ "ہاہاہا۔۔ اسے اس طرح خود کا بچاؤ کرتے دیکھ حدائق شاہ کا قہقہہ پورے کمرے میں گونجا۔۔ "یہ کیا بات ہوئی اب! تم نے بھی تو کیا ہے تھوڑا مجھے بھی کرنے دو۔ حدائق شاہ نے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھتے انہیں ہٹانا چاہا۔ "نہیں نا پلیز شاہ آپ لڑکے ہیں! میں تو لڑکی ہوں نہ!! مزید سختی سے اپنے ہاتھ جماتے فائزہ نے اسے یاد دلانا چاہا۔۔ "لو بھلا سینا تو سینا ہوتا ہے۔ چاہے لڑکے کا ہو یا پھر لڑکی کا۔ اب تم نہیں کروانا چاہ رہی وہ الگ بات ہے!! ویسے دکھاؤ تو ایسا کیا چینج ہے تمہارے سینے میں؟ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے

دبائے وہ مسلسل اسے تنگ کر رہا تھا۔ "شاہ آپ بہت بے شرم ہیں! فائزہ شاہ نے اس کے سینے میں منہ چھپاتے یہیں اپنے دانت گاڑے! اس انسان کی بے شرمی کا لیول ہی کچھ اور تھا۔ وہ خود ہی شرم سے منہ چھپانے پر مجبور ہو گئی تھی۔! "اب تم خود ایسی حرکتیں کر رہی ہو۔ پھر کہتی ہو میں بے شرم ہوں۔ اسے اپنے سینے پر دانت گاڑتے دیکھ حدائق شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔ "ہاں مجھے ایک کام یاد آیا۔۔ فائزہ شاہ نے اس کی بات کو اگنور کرتے اس کے سینے سے چہرہ باہر نکالا۔ وہ اپنے ہاتھ میں موجود موبائل کو دیکھ رہی تھی۔۔ فائزہ شاہ موبائل کا پاسورڈ کھولتے اس کی سیٹنگ میں گئی۔!! حدائق شاہ اپنے موبائل کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ مقابل اپنا کام کر رہی تھی اور وہ اپنا کام کر رہا تھا۔ اور اس کا کام تھا کہ وہ فائزہ شاہ کی گردن میں منہ گھسائے اسے نرمی سے چوم رہا تھا۔ وہ کہیں پر اپنی زبان کا لمس چھوڑتا تو کہیں پر نرمی سے اپنے ہونٹ رکھتا۔۔ مقابل روک نہیں رہی تھی تو وہ حد سے تجاوز کرنے لگا تھا۔ اس کی آنکھوں میں پل میں خمار کی سرخی اُتر چکی تھی۔!! "شاہ ادھر دیکھیں!! فائزہ شاہ نے مصروف سے انداز میں اپنا کام مکمل کرتے اسے

مخاطب کیا۔ وہ اس کے لمس کی طرف اب متوجہ ہوا تھا۔۔ "جی جی!! فوراً ہی بوجھل بھاری آواز کے ساتھ جواب آیا تھا۔۔ حدائق شاہ اس کی گردن سے منہ نکالے محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔!! ءمیں نے پاسورڈ چینج کر دیا۔ دانت باہر نکالتے اس نے اپنا کارنامہ بتایا۔ "ہمم ویسے پچھلے والا اچھا تو تھا۔۔ حدائق شاہ نے بنا کوئی بحث کیے ایسے ہی بس کہہ دیا تھا۔ ورنہ اسے کوئی اعتراض نہیں تھا۔!! "نہیں اب والا زیادہ اچھا ہے! ہلکا سا مسکراتے وہ ایک یقین کے ساتھ کہہ رہی تھی جیسے اسے خود کو بھی اب والا پاسورڈ اچھا لگا ہو۔ "اور اب والا کیا ہے؟ حدائق شاہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔۔ "فائزہ! مسکراہٹ دبائے اپنا نام بتاتے وہ اس کے سینے میں منہ دے چکی تھی۔ اسے بے ساختہ ہی شرم سی آگئی تھی۔۔ حدائق شاہ اس کی ادا پر جی جان سے مسکرایا۔ مقابل اپنی ہونے والی بیٹی کا نام ہٹا کر خود کا رکھ چکی تھی۔۔ حدائق شاہ اپنی ہنسی روک نہیں سکا تھا۔ واقعی اس کی بیوی کی بچوں والی حرکتیں تھیں۔!! "آگے واٹسپ، اور ساری سوشل میڈیا ایپس پر میرے فنگر پرنٹ کے ساتھ یہی پاسورڈ تھا۔ میں نے صرف شوق شوق میں یہاں اپنی بیٹی کا نام لکھا تھا تم

نے وہ بھی ہٹا دیا۔۔ وہ واپس سے اس کا چہرہ اپنے سینے سے نکال چکا تھا۔۔ "نہیں نا یہاں بھی میرا ہی اچھا لگ رہا ہے! اس کی طرف مسکرا کر دیکھتے وہ خود ہی اسے جتا رہی تھی۔۔ "بلکل ایسا ہی ہے! موبائل بھی تمھارا اور میں بھی تمھارا۔ جیسے تم چاہو۔ صرف پاسورڈ ہی نہیں سینے پر بھی تم اپنا نام لکھ دو میں کچھ نہیں کہوں گا۔ سب جگہ تمھارا ہی نام ہے بس! حدائق شاہ نے کہتے اس کے گال پر اب اپنے لب رکھے! وہ کب سے یہ خواہش دل میں دبائے ہوئے تھا۔ مقابل نے پہلے بھی اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر اسے روک دیا تھا۔!! "اب آواز نا آئے تمہاری۔ چپ کر کے پڑی رہنا۔۔ اسے دوبارہ سے کچھ بولتے دیکھ حدائق شاہ نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھی۔۔ فائزہ شاہ نے خاموشی سے منہ بنایا۔ ذرا سا فری ہوتے مقابل کا سیکنڈ کے اندر دل بدل جاتا تھا۔ اور شامت اس کی آنی ہوتی تھی۔ حالانکہ حدائق شاہ نے ابھی تک کچھ کیا نہیں تھا۔ لیکن تھوڑے بہت میں بھی اس کی جان جاتی تھی۔۔ حدائق شاہ نے اس کے بنتے منہ کو اگنور کرتے نرمی سے اس کی گردن میں منہ گھساتے یہاں اپنا لمس بکھیرنا شروع کیا۔ وہ بہت نرمی سے اس کی گردن کو چوم رہا

تھا۔۔ فائزہ شاہ خاموشی سے آنکھیں بند کیے اس کا لمس اپنی گردن پر برداشت کر رہی تھی۔۔ حدائق شاہ کے اب پاؤں میں درد ہونے لگا تھا۔ وہ کب سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھا تھا اور مقابل کب سے اس کی گود میں تھی۔ حدائق نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے نرمی سے اسے بیڈ پر لٹایا۔ وہ خود اس کے اوپر آتے لیٹ چکا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے۔اسے مکمل لیٹتے دیکھ پہلے ہی اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے روکا۔ وہ اس کے بوجھ تلے دب کر مرنے والی ہو جاتی تھی۔ "کوئی فائدہ نہیں ہے تمہاری احتیاط کا۔ جب تک تمہاری یہ نازکی مجھے اپنے سینے میں بجتی محسوس نہیں ہوتی مجھے سکون نہیں آتا۔۔ حدائق شاہ نے مسکرا کر اس کا ہاتھ ہٹاتے اپنا مکمل وزن اس پر ڈالا۔ وہ اس کی نازکی کو اچھی طرح اپنے سینے پر محسوس کرتا تھا۔ فائزہ شاہ کا چہرہ شرم سے سرخ پڑا۔ یہ انسان واقعی میں بے شرم تھا۔ ابھی وہ کچھ بولتی کہ حدائق شاہ نے پہلے ہی جھکتے اس کے ہونٹوں پر قفل لگایا۔ فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی پیچھے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ یہ انسان اپنی پوری شدت سے اس کے ہونٹوں پر جھکا تھا۔ فائزہ شاہ پھڑ پھڑا بھی نہیں سکی تھی۔ وہ اپنا پورا وزن اس پر ڈالے لیٹا تھا۔۔ حدائق شاہ نے

اس کی زبان کے ساتھ اپنی زبان الجھائے اسے سک کرنا شروع کیا۔ وہ کچھ لمحوں کے لیے ساری دنیا سے بیگانہ صرف فائزہ شاہ کے وجود میں گم ہونا چاہتا تھا۔۔ جبکہ اس کے ہاتھ بے باکی سے فائزہ شاہ کی قمیض کے اندر سرکنے لگے تھے! فائزہ شاہ نے اس کے ہاتھوں کو حد سے بڑھتے دیکھ بمشکل ہی نفی میں سر ہلایا۔۔ حدائق شاہ اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لے کر تکیے پر پن کرتے اپنے ہاتھ کو مزید اوپر کی طرف سرکایا۔ ابھی کے لیے وہ اس کی مزاحمت نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔ فائزہ شاہ کی سانسیں ختم ہونے لگی تھیں۔ مقابل کبھی جو اس کی سانسوں پر رحم کر جائے۔ وہ ہمیشہ ہی ایسے کرتا تھا۔۔ جبکہ حدائق شاہ اپنے ہی کسی جہاں میں گم اس کے پیٹ پر اپنی ٹھنڈی انگلیوں کا لمس چھوڑ رہا تھا۔ اپنی سانسیں بلکل ختم ہوتی دیکھ فائزہ شاہ نے مجبوراً اس کے ہونٹوں سے لپٹتے اس کی سانسیں کھینچنی شروع کی۔ وہ آنکھیں بند کئے خود ہی لال سرخ پڑی اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے شدت سے اس کی سانسیں کھینچ رہی تھی۔۔ حدائق شاہ کی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں میں ہی کہیں دبی۔۔ اسے ایک اسی چیز کا انتظار تھا جو مقابل اب کر رہی تھی۔ وہ پہلی دفعہ کس کے

دوران خود اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے تیزی سے اس کی سانسیں کھینچ رہی تھی۔۔ حدائق شاہ اس کی سانسیں نارمل ہوتے دیکھ نرمی سے اس سے پیچھے ہٹا۔۔

"ذہے نصیب!! کہاں سے سورج نکلا ہے آج؟؟ حدائق شاہ نے مسکراتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ "ہاتھ ہٹائیں شاہ پلیز۔ میں اتنا زیادہ نہیں برداشت کر سکتی آپ کو! اس کی بات کو اگنور کرتے فائزہ شاہ نے لرزتی سی آواز میں کہتے اس کے ٹھنڈے ہاتھ کو ہٹانا چاہا۔۔ "کچھ دیر رکھا رہنے دو۔ تم آہستہ آہستہ ہی قابو آسکتی ہو۔ صرف مجھ پر دھیان دو فائزہ۔ صرف میں ہوں تمہارے سامنے۔۔اِدھر میری طرف دیکھو اور صرف مجھے سوچو۔۔ حدائق شاہ نے نرمی سے اس کا جبڑا پکڑتے اس کا چہرہ مزید اپنے مقابل کرتے نرمی محبت سے کہا۔!! "شاہ ٹھنڈا ہے آپ کا ہاتھ۔ مجھے سنسناہٹ سی ہو رہی ہے ہاتھ ہٹائیں!! فائزہ شاہ دانت پیستے چیخی تھی۔ مقابل کیا چیز تھا آخر۔۔ "میں نہیں ہٹا رہا۔ بلکہ اب تو ایسے ہی سو گی تم! اور اگر زیادہ ٹھنڈہ لگ رہا ہے تو مزید پاس آنے دو! یقین کرو دونوں کے جسموں کو پسینے سے بھر دوں گا۔ جذبات اور اپنی قربت کی حدت سے تمھیں اور خود کو اتنا گرم کر

دوں گا کہ ہمیں دو اور اے سی کمرے میں لگوانے پڑ جائے گیں ! ! حدائق شاہ نے اس کے اوپر سے ہٹتے بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ہاتھ اس نے ابھی بھی نہیں ہٹایا تھا۔۔ "بے شرمی کا لیول اگر کسی پر ختم ہوتا ہے تو وہ آپ ہیں ! ایک مرتبہ مجھے موقع ملنے دیں۔۔ میں نے برف پھینکنی ہے آپ کے اوپر ! وہ بھی شدید سردیوں میں۔ اب بس سردیوں کا انتظار ہے مجھے ! لال سرخ چہرے کے ساتھ پھنکارتے فائزہ شاہ نے کمبل خود پر سیٹ کیا۔ وہ اسے کمبل سے بھی باہر رکھ رہی تھی۔۔ "چلو دیکھ لیں گیں۔ حدائق شاہ نے کہتے مزید سختی سے اپنا ہاتھ اس کے پیٹ پر اوپر سے نیچے تک پھیرا۔۔۔ وہ اسے زچ کر رہا تھا۔ ! ! "شاہھ۔۔ فائزہ شاہ نے چیختے اس کے اسی بازو پر اپنی پوری قوت سے دانت گاڑے۔ وہ اس کے بازو پر دانت گاڑتے اسے آنکھوں سے ہاتھ ہٹانے کا اشارہ کر رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے بے ساختہ ہی درد کی شدت سے جبڑے بھینچے۔ اس کے نوکیلے موتیوں جیسے چھوٹے چھوٹے دانت بہت زور سے اسے چبھ رہے تھے۔ اسے لگ رہا تھا جیسے مقابل اس کا خون پی رہی ہو۔ حدائق شاہ نے منہ بناتے دھیمے سے اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔

فائزہ شاہ نے بھی اسی لمحے اپنے دانت ہٹا لیے تھے!! حدائق نے خاموشی سے اپنے بازو کی طرف دیکھا جہاں لال سرخ ایک نشان بن چکا تھا جس میں سے ہلکا ہلکا خون رس رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے بھی اس کے بازو کی طرف دیکھتے خفت سے نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔ وہ اتنی زور سے تو نہیں گاڑنا چاہتی تھی۔۔ "شاہ سوری! معصومیت سے پلکیں جھپکتے معافی مانگی گئی۔۔ "جان سے مار دو مجھے اور پھر یہ میسنی سی شکل بنا کر میری میت پر بیٹھ کے کہہ دینا شاہ سوری! پاگل عورت۔۔ سو جاؤ آرام سے آواز نہ آئے اب تمہاری۔۔ غصیلے لہجے میں کہتے حدائق شاہ نے اسے خود میں قید کیا۔ غصّہ اپنی جگہ مگر اسے بانہوں میں لیے بغیر وہ نہیں سو سکتا تھا۔ "آپ مجھ پر غصّہ کریں گیں اب؟؟ نروٹھے سے انداز میں بے یقینی سے پوچھا گیا۔ وہ اپنا کیا عمل شاید بھول گئی تھی۔۔ حدائق شاہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ اس کی ایک بات اور اس کا غصّہ جھاگ کی طرح بیٹھ چکا تھا۔ "سو جاؤ میری جند! دو بج رہے ہیں اور میں نے صبح جانا بھی ہے! اب آواز نا آئے تمہاری۔۔ حدائق شاہ نے نرمی سے اس کے ماتھے پر لب رکھ کر کہتے اس کی گردن میں منہ چھپاتے اپنی آنکھیں

موندی۔ فائزہ شاہ بھی ایک گہری سانس بھرتے خاموشی سے آنکھیں موند چکی تھی۔ واقعی بہت رات ہو چکی تھی۔۔

اپی: 2/75

یہ صبح کا وقت تھا جب سورج ہر طرف اپنی روشنی بکھیرتے لوگوں کو صبح ہونے کی اطلاع دے رہا تھا۔ یہ گرمیوں کے دن تھے اور گیارہ بجے ہی ایسا لگتا تھا جیسے نجانے کتنا دن چڑھ گیا ہو۔ تپتی دھوپ ہر جگہ پھیلی ہوئی لوگوں کو گرمی سے اُکتانے پر مجبور کر رہی تھی۔ ایسے میں راحیل خان اپنے آفس میں بیٹھا سنجیدگی سے اپنے کام میں مصروف تھا۔ آج وہ صبح تھوڑی جلدی آگیا تھا۔ لیکن وہ یہاں آکر بھی پچھتا ہی رہا تھا۔ کیونکہ اس کی طبیعت حد سے زیادہ خراب تھی۔ راحیل خان کے سر میں شدید درد جبکہ آنکھیں اس وقت لال سرخ ہوئی پڑی تھیں۔ اسے فلو ہوا پڑا تھا۔۔ وقفے وقفے سے اس کے چھینکنے کی آواز پورے آفس روم میں گونج رہی تھی۔ ایک ہاتھ میں رومال تھامے وہ وقفے وقفے سے بری طرح چھینک رہا تھا۔ جبکہ اس کا

دوسرا ہاتھ لیپ ٹاپ پر تھا۔ کیونکہ آج یہ کام کر کے لازمی شام تک میل کرنا تھا۔ آبان خان اپنے کام میں مصروف تھا ورنہ وہ اس کے سر ڈال دیتا۔ لیکن فلحال وہی یہ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ تو مجبوری کے تحت وہ اپنی مدد آپ کے تحت یہ کام خود ہی کر رہا تھا۔ اس کی ناک بھی سرخ ہو چکی تھی۔ مگر راحیل خان اس حلیے میں اور بھی زیادہ اٹریکٹیو لگ رہا تھا۔ اس کے بال آج پہلی مرتبہ بنا سیٹ ہوئے ماتھے پر بکھرے تھے جو اس کے چہرے کو مزید ایک نیا نکھار دے رہے تھے!! راحیل خان اس وقت بلیک کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس غضب ڈھا رہا تھا۔ کیوں تو وہ ایسی ڈریسنگ کرتا نہیں تھا اور اب کرنے لگا تھا تو وہ تین دنوں سے اس کا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہا تھا۔ تین دنوں سے وہ مسلسل مختلف رنگوں کی شلوار قمیض پہن کر آ رہا تھا۔ نجانے اس کا یہ شوق اب کب تک چلنا تھا۔۔ مدحا نسیم بھی آج آفس آتے آتے لیٹ ہو چکی تھی۔ وہ ابھی تک پہنچی بھی نہیں تھی۔ راحیل خان کی اپنی طبیعت ٹھیک نہیں تھی وہ اس پر کیا ہی دھیان دیتا۔ اسی لیے اس نے کال کر کے پوچھا بھی نہیں تھا۔ مقابل نے جب آنا ہو گا آ جاتی۔!! سنجیدگی سے بار بار اپنا سر جھٹکتے وہ بمشکل ہی لیپ

ٹاپ پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ کچھ آنکھیں ویسے ہی جل رہی تھیں اور کچھ سکرین کی روشنی اسے بری طرح چبھ رہی تھی۔ لیکن وہ بے بس تھا۔ خود پر قابو کیے وہ مسلسل کام کر ہی رہا تھا۔۔

مدحا نسیم آہستہ سے آفس روم کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی! وہ آج آتے آتے لیٹ ہو چکی تھی۔ کیونکہ فرحت بیگم نے آج بہت سارے کام اس کے ذمے ڈال دیے تھے۔ ابھی بھی وہ دوپہر کا کھانا بنا کر ہی آفس آئی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اس لیے مدحا کھانا بنا کر جائے۔ وہ بری طرح بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔ آفس آتے آتے جیسے اب اس کی بس ہو چکی تھی۔ آخر کو وہ بھی انسان تھی۔ پہلے گھر کے سارے کام اس کے ذمے تھے۔ فرحت بیگم اور آیزہ بس بیٹھ کر کھانا ہی کھاتی تھی۔ اُن کے کیے گندے برتن تک مدحا گھر جا کر دھوتی تھی۔ اور پھر آفس میں بھی اتنا سارا کام۔ وہ تھکن سے چور ہو جاتی تھی۔۔ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے وہ اندر داخل ہوئی۔ آج راحیل خان سے اس کی ڈانٹ پکی تھی۔

مدحا اس وقت بلیک کلر کے ہی لیڈیز پینٹ کوٹ میں ملبوس تھی۔۔اب یہ راحیل خان کی طرف سے تھا یا پھر اس کے خود کی طرف سے یا پھر قدرت کی طرف سے۔ لیکن یہ سچ تھا کہ پچھلے دو تین دنوں سے اس کی اور راحیل خان کی ہمیشہ ٹوئننگ ہو رہی تھی۔ قدرتی طور پر راحیل خان جس کلر کی شلوار قمیض پہنتا وہ خود بھی اسی کلر کے پینٹ کوٹ میں آجاتی تھی۔ پہلے دن تو اس کے غور نہیں کیا تھا۔ لیکن پچھلے دو دن اور آج بھی وہ بہت اچھے سے نوٹ کر چکی تھی۔ اور راحیل خان تو پہلے دن سے اس بات پر غور کر رہا تھا۔ لیکن وہ منہ سے کچھ بولا نہیں تھا۔ اسے پتہ تھا یہ قدرتی طور پر ہے! اس میں اس کا یا پھر مدحا کا کوئی بھی قصور نہیں تھا۔۔

السلام وعلیکم سر!! مدحا نے آگے بڑھتے تھوک نگلتے راحیل خان کی طرف دیکھتے" سلام جھاڑا۔۔ راحیل خان جو اپنے کام میں مصروف تھا اس نے فوراً ہی نظریں اٹھاتے سامنے دیکھا جہاں وہ کھڑی سراسیمگی کی کیفیت میں اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ راحیل خان نے ایک نظر اسے دیکھتے دوسری نظر اپنے ہاتھ میں موجود

گھڑی کو دیکھا۔ ساڑھے گیارہ کا وقت ہو چکا تھا۔) چھینک ("محترمہ تھوڑی اور لیٹ آجاتی آپ۔ ہم تو ملازم ہیں آپ کے جو آپ کے انتظار میں بیٹھے رہیں۔ بہت غلط بیہیویئر ہے یہ مس مدحا آپ کا۔ میرے جیسا اچھا باس آپ کو کہیں نہیں ملے گا۔ راحیل خان نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے اسے اس کی غلطی جتائی۔ آخر میں وہ تھوڑی شیخی بگھار گیا تھا۔۔ مدحا نسیم خاموشی سے اپنے جوتوں پر نظریں کھڑی تھی۔ وہ اس ڈانٹ کے لیے بلکل تیار تھی۔ جبکہ راحیل خان کے چہرے کی طرف دیکھنے سے وہ گریز ہی برتتی تھی۔ وہ پہلے ہی کافی حد تک اس کے سحر میں جکڑ چکی تھی۔ مزید وہ خود کو اس کا اسیر ہونے نہیں دے سکتی تھی۔۔ "اب آپ کوئی جواب دے گیں یا پھر منہ میں دہی جما کر آئی ہیں؟ اس کو آگے سے خاموش دیکھ راحیل خان نے دانت پیستے پھر سے طنزیہ سے انداز میں کہا۔!! "سوری سر! نظریں جھکائے محض دو ہی لفظی جواب آیا تھا۔ "کیا سوری؟ آئندہ میں کوئی بہانہ نہیں سنوں گا آپ کا اور آپ وقت پر مجھے میرے آفس کے اندر چاہیے ہیں۔ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا یاد رکھیے گا۔۔ راحیل خان نے دانت پیستے اسے سختی سے تنبیہ

کی۔ "اوکے سر!! تابعداری سے گردن ہلاتے پھر سے دو لفظی جواب۔ راحیل خان نے ایک نظر اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ وہ نوٹ کر گیا تھا آج بھی دونوں کی ڈریسنگ سیم تھی۔ اس کے علاوہ اس نے یہ بھی نوٹ کیا تھا کہ مقابل آج اس کی طرف دیکھ نہیں رہی۔ وہ جب سے آئی تھی نظریں جھکائے کھڑی تھی۔!! "بیٹھ جاؤ اب یا پھر تمہیں اٹھا کر بٹھانا پڑے گا؟ اسے ابھی بھی جم کر کھڑے دیکھ راحیل خان نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔۔۔ مدحا نسیم خاموشی سے ایک گہری سانس بھرتے اپنی کرسی کی جانب بڑھی۔ تھکی وہ پہلے ہی ہوئی تھی بہتر تھا کہ آج اسے کوئی اٹھنے کو نا بولتا۔ وہ بس بیٹھ کر آج سارا کام کرنا چاہتی تھی۔۔ راحیل خان اسے کرسی پر بیٹھتے دیکھ سر جھٹکتے واپس سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوا۔ چھینکیں جاری تھی۔ لیکن کام تو نہیں روکا جا سکتا تھا نہ!! وہ دونوں اپنے اپنے کمپیوٹر پر نظریں جمائے کام میں مصروف ہو چکے تھے! جبکہ مدحا نسیم نے ابھی تک راحیل خان کی چھینکوں پر غور ہی نہیں کیا تھا۔ اس نے اس کے چہرے کی بھی محض ایک جھلک دیکھی تھی ورنہ اس کی سرخ آنکھیں اور لال سرخ ہوتی ناک ضرور نوٹ کرتی۔ راحیل خان

اس وقت شکل سے ہی جیسے بیماروں والی وائب دے رہا تھا۔ "مدحا میں نے تمھیں ایک فائل بھیجی ہے انکرپٹ کرو اسے! کچھ دیر کے توقف کے بعد آفس میں راحیل خان کی بھاری اور گھمبیر آواز ابھری۔ اس کی آواز زکام زدہ سی تھی۔ جبکہ وہ مدحا کے سائڈ فیس پر نظریں جمائے اسے حکم دے رہا تھا۔ "اوکے سر!! ایک گہری سانس بھرتے مدحا نے اس کا بھیجا ہوا کام شروع کیا۔ راحیل خان کے ساتھ ایک مسئلہ تھا کہ وہ اسے کوئی بھی کام پکڑا دیتا تھا۔ وہ بھی جو اس نے ابھی سیکھے ہی نہیں تھے۔ جیسے ابھی وہ اسے کہہ رہا تھا کہ فائل ڈیکرپیٹ کرے حالانکہ مدحا نے تو ابھی ایسا کچھ سنا بھی نہیں تھا۔ لیکن وُہ بھی پھر آگے سے بحث نہیں کرتی تھی۔ راحیل خان نے کہہ دیا تو بھلے ہی وہ غلط کر دے لیکن وہ کام ضرور کر دیتی تھی۔ اس نے کبھی انکار نہیں کیا تھا۔ جیسے ابھی بھی وہ بنا کچھ سوچے سمجھے اس کا دیا ہوا کام لے کر بیٹھ چکی تھی۔۔ راحیل خان کرسی سے ٹیک لگائے بیٹھا جانچتی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ اس نے جان بوجھ کر مقابل کو یہ کام دیا تھا اور وہ حیران تھا کہ یہ لڑکی واقعی میں بیوقوف تھی۔ وہ بنا کچھ بولے خاموشی سے کام اپنے سر لے چکی

تھی وہ بھی اس حالت میں جب اسے یہ کرنا بھی نہیں آتا تھا۔ راحیل خان اب انتظار میں تھا کہ کب یہ لڑکی کام مکمل کر کے اسے مخاطب کرے!! تبھی گال کے نیچے ہاتھ رکھے وہ اپنا کام چھوڑے مسلسل اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

سر ہو گئی یہ فائل۔۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد آفس میں مدحا کی باریک سی دھیمی" سی آواز ابھری۔ وہ ہونٹ کاٹتے سکرین پر نظریں جمائے راحیل خان سے مخاطب تھی۔۔ "اِدھر آ کر دکھاؤ۔ راحیل خان نے اسی طرح گال کے نیچے ہاتھ رکھتے اسے اپنے پاس بلایا۔ نجانے اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا لیکن اتنا تو وہ یقین کے ساتھ کہہ سکتا تھا کہ کام غلط ہی ہو گا۔۔ مدحا نسیم نے اس کے حکم پر ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی۔ کیا مقابل خود نہیں آ سکتا تھا جو اسے بلا رہا تھا۔ لیکن وہ ایک ایمپلائی ہونے کی حیثیت سے اسے کچھ کہہ نہیں سکتی تھی۔۔ راحیل خان کا حکم تھا تو اسے ہی جانا تھا۔ پرنٹر سے کچھ فائلز کے پرنٹ نکالتے وہ انہیں اٹھاتی کرسی سے کھڑی ہوئی۔۔ راحیل خان ابھی بھی بیٹھا اسی طرح اسے دیکھ رہا تھا۔ البتہ اس کے سر میں

جیسے اس وقت دھماکے سے ہو رہے تھے۔ لیکن وہ اس طرف سے بار بار اپنا دھیان بٹا رہا تھا۔ وہ جتنا دھیان دیتا سر درد اتنا ہی زور پکڑتا۔ جو کہ وہ بلکل بھی نہیں چاہتا تھا۔ پہلے ہی اس کا ضبط تھا کہ وہ اب تک یہاں بیٹھا کام کر رہا تھا۔۔ مدحا نسیم ہیل کی ٹک ٹک کرتے دھیمے دھیمے قدموں سے راحیل خان کی طرف بڑھی۔ اس نے دیکھا اس انسان کو ابھی بھی نہیں تھا۔ وہ پھر سے اس دن کی طرح اپنی انسلٹ نہیں کروانا چاہتی تھی۔ ایک تو یہ انسان حسین بہت تھا اور اوپر سے آج پہن کر بھی بلیک شلوار قمیض آیا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر پھر سے کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اس لیے بہتر تھا کہ اپنی ہی نظروں کی حفاظت کر لیتی۔ پہلے بھی راحیل خان نے اس کی راتوں کی نیند حرام کر رکھی تھی۔ وہ آنکھیں بند کرتی تھی اور جھٹ سے یہ حسین خوبرو نوجوان اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتا تھا۔ نجانے اسے کیا ہو رہا تھا لیکن یہ سچ تھا کہ وہ اپنی اس کیفیت سے بے پناہ تنگ تھی۔۔ "یہ لیں سر! نظریں جھکائے اس نے فائلز راحیل خان کے سامنے رکھی۔ وہ ابھی فوراً سے واپس مڑنے ہی لگی تھی کہ راحیل خان اسے روک چکا تھا۔!! "یہیں کھڑی رہو دو منٹ۔ میں دیکھ کر بتاتا

ہوں کچھ غلط تو نہیں ہے! راحیل خان نے اس کے معصومیت سے لبریز چہرے کی طرف دیکھ کر کہتے ٹیبل پر پڑی فائل اٹھاتے نظروں کے سامنے کی۔!! وہ ایک ایک لائن دیکھتے انہیں چیک کر رہا تھا۔ اور مدحا نسیم اس کی امیدوں پر پورا اتری تھی۔ کام سارا غلط تھا۔ "مس مدحا) چھینک (.. وہ ابھی کچھ بولتا کہ پہلے ہی چھینک آتے اس کے الفاظ حلق میں گھونٹ گئی تھی۔ مدحا نسیم اچانک ہی گڑبڑاتے ہوئے دو قدم پیچھے کو ہوئی۔۔ تف تھی ان لڑکوں پر! چھینکتے بھی ایسے ہیں کہ سامنے کھڑے انسان کا دل باہر آجائے۔ اس کے بابا اور ضیغم کا بھی یہی حال تھا اور اب راحیل خان۔۔ پہلے بھی دور بیٹھی وہ کب سے اس کی چھینکوں کی آواز کو اگنور کر رہی تھی۔ لیکن قریب سے تو وہ واقعی ڈر ہی گئی تھی۔ قصور اس کا نہیں تھا راحیل خان اپنے حساب سے بہت زور سے چھینک رہا تھا۔۔ اسے دو قدم پیچھے ہٹتے دیکھ راحیل خان نے نظریں اٹھاتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ مقابل بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ مدحا نسیم نے اب اسے دیکھا تھا اور وہ ایک نئے طریقے سے اس کے سحر میں جکڑ چکی تھی۔ کوئی بیمار ہو کر بھی پیارا کیسے لگ سکتا ہے؟ بے ساختہ ہی

اس کے دل نے اس سے سوال کیا۔ لیکن اس کے پاس جواب نہیں تھا۔ اس کا جواب راحیل خان کے پاس ہی ہو سکتا تھا۔۔ "کیا دیکھ رہی ہو؟ راحیل خان نے اس کی گرے آنکھوں میں اپنی بھوری نشیلی آنکھیں گاڑے دھیمے سے پوچھا۔ کچھ زکام اور کچھ سر درد کی وجہ سے اس کی آنکھیں سرخ ہوتے ایک عجب نشیلی سی اور مزید اٹریکٹو لگ رہی تھیں۔!! "کچھ نہیں! بہت مشکلوں سے اپنی نظروں کو لگام ڈالتے مدحا نے اس کے چہرے سے اپنی نظریں پھیری۔ وہ پھر سے اِدھر اُدھر دیکھتے اسے دیکھنے سے گریز برت رہی تھی۔۔ راحیل خان نے خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھا۔ دوسرے لمحے وہ واپس سے فائل کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ پتہ نہیں اس کے ساتھ ساتھ اسے بھی کیا ہو جاتا تھا۔!! "مدحا یہ ساری غلط ہے! تمہیں اگر کام نہیں آتا تو مجھے بولو میں کس لیے بیٹھا ہوں یہاں؟ لیکن اس طرح بنا انکار کیے کچھ بھی کرنے نا بیٹھ جایا کرو۔۔ راحیل خان نے فائل بند کر کے سائڈ پر رکھتے نرمی سے دھیمے سے کہا۔۔ اس کے سر میں جتنا درد تھا انچا بولنے پر اس کے خود ہی کراہ کر رہ جانا تھا۔ اسی لیے وہ بہت دھیمے سے بول رہا تھا۔ لیکن آواز اتنی ضرور تھی کہ پاس

کھڑی مدحا نسیم اچھے سے سن لے!۔ مدحا نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ وہ خود بھی جانتی تھی کہ اس کا یہ کام غلط تھا۔۔"اوکے! پروفیشنل مسکراتے اس نے بنا راحیل خان کی طرف دیکھے اس کی بات سے حامی بھری۔ وہ تو بس کسی طرح یہاں سے نکلنے کے انتظار میں تھی۔۔ راحیل خان نے ہونٹ کاٹتے ایک نظر اسے دیکھا۔ وہ اسے دیکھ نہیں رہی تھی اور راحیل خان اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔۔ لیکن اسے مقابل کے اس عمل سے الجھن ضرور ہو رہی تھی۔!! اور دوسرے لمحے راحیل خان نے بنا سوچے سمجھے اپنے پاس کھڑی مدحا نسیم کا ہاتھ پکڑتے اپنے ماتھے پر رکھا۔ وہ بڑے دھڑلے سے اسے دو قدم آگے کو کھینچتے اس کا ہاتھ پکڑتے اپنے ماتھے پر رکھ چکا تھا۔ مدحا نسیم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ ایک لمحے کے لیے اس کا دل اچھل کے حلق میں آگیا تھا۔ وہ حیرت سے کبھی اس کی گرفت میں موجود اپنے ہاتھ کو تو کبھی راحیل خان کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔ ضیغم یا پھر اس کے باپ کے علاوہ یہ کوئی تیسرا مرد تھا جو یوں دھڑلے سے اس کا ہاتھ پکڑ رہا تھا۔ اس کی گھبراہٹ بہت عام سی بات تھی۔ ورنہ یہ سچ تھا کہ مدحا نسیم کو اس کے باپ اور بھائی

کے علاوہ کسی مرد نے نہیں چھوا تھا۔اب راحیل خان بھی ان میں شامل ہو چکا تھا۔۔

"پلیز!! راحیل خان نے اس کے حیران چہرے کی طرف دیکھتے اپنی آنکھوں سے اسے کوئی اشارہ کیا۔البتہ اس کے ہاتھ پر سے اپنا ہاتھ اس نے ابھی بھی نہیں اٹھایا تھا۔۔ جبکہ مدحا کی تو زبان ہی تالو سے چپکی ہوئی تھی۔وہ جیسے کچھ بولنے کی کیفیت میں نہیں رہی تھی۔راحیل خان کے ہاتھ کا لمس وہ اپنے ہاتھ پر بخوبی محسوس کر رہی تھی۔۔ "پلیز مدحا!! اسے خاموشی سے کھڑے دیکھ راحیل خان نے اس مرتبہ التجائیہ سے انداز میں کہا۔وہ بنا سوچے سمجھے اسے نجانے کیا کرنے کو کہہ رہا تھا۔۔ مدحا کے گلے میں گلٹی سی اُبھر کر معدوم ہوئی۔جس طرح اس انسان نے ابھی پلیز مدحا کہا تھا اسے لگ رہا تھا جیسے اس کا دل اس کے بس میں ہی نہ رہا ہو۔!!

"آ۔۔آپ کو بخار ہے بہت تیز!اس کے ماتھے پر دھیان دیتے مدحا نے دھیمے سے کہا۔مقابل آگ کی بھٹی کی مانند تپ رہا تھا۔"ہاں نا۔دیکھ لو کتنا بیمار ہوں پھر بھی اس ظالم آبان نے کام پر لگایا ہوا ہے!معصوم سی شکل بناتے راحیل خان اسے اپنے دکھڑے سنانے بیٹھ گیا تھا۔۔ مدحا نسیم محض ہلکا سا مسکرائی۔وہ اس معاملے میں کچھ

نہیں بول سکتی تھی۔ یہ انسان آبان کی جتنی مانتا ہے وہ بھی بھی اچھے سے جان چکی تھی۔!! "دبا دو یار بہت درد ہے سر میں! پلیز۔ کرسی سے ٹیک لگا کر اپنا سر پیچھے کرسی پر ٹکاتے راحیل خان نے پھر سے التجا کی۔۔ افف خدایا یہ پاگل انسان ایک ایمپلائے سے اپنا سر دبوا رہا تھا۔۔ "آپ۔۔ ہاتھ۔۔ ہٹا۔۔ تھوک نگلتے مدحا نے اسے اپنے ہاتھ سے اس کا ہاتھ ہٹانے کو کہا۔ وہ راضی ہو چکی تھی۔ اب یہ انسان اتنا اسرار کر رہا تھا تو وہ انکار نہیں کر سکی تھی۔ اور کچھ راحیل خان کی طبیعت بھی تھی جس کی وجہ سے وہ راضی ہوئی تھی۔۔ "اوہ سوری! راحیل خان نے ہلکا سا مسکراتے اپنا ہاتھ ہٹایا۔ وہ بے دھیانی میں ہاتھ ہٹانا ہی بھول چکا تھا۔ ساتھ ہی وہ اپنی آنکھیں بھی موند چکا تھا۔ جتنا اس کے سر میں درد تھا کیا پتہ اسے آرام مل جاتا۔ ورنہ تو آج راحیل خان کی لگ رہا تھا اس کے سر کی کوئی رگ پھٹ ضرور جائے گی۔۔ مدحا نسیم خاموشی سے ایک قدم مزید نزدیک ہوتے اس کے خوبرو چہرے کی طرف دیکھتے نرم ہاتھوں سے اس کا سر دبا رہی تھی۔ اس کی نظریں راحیل خان کی ناک پر تھی جو اس وقت سرخ ہوئی پڑی تھی۔ جبکہ سب سے حسین نظارہ تو اس

وقت بند تھا۔ راحیل خان اپنی آنکھیں موندے ہوئے تھا۔۔ ناک سے ہوتی اس کی نظریں راحیل خان کی آنکھوں پر گئی۔ گھنی مخمور پلکیں عارض پر گری پڑی تھی۔

"مجھ سے زیادہ پیاری آئی لیشز تو اس کی ہیں! بے ساختہ ہی مدحا نے دل میں سوچا۔ آنکھیں تو بند تھیں تو اس کی نظریں راحیل خان کی گھنی پلکوں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ جبکہ ہاتھ مسلسل دھیمے دھیمے اس کے سر کو دباتے راحیل خان کو سکون پہنچا رہے تھے! پلکوں سے ہوتی مدحا کی نظریں راحیل خان کے ہونٹوں پر گئی۔۔ اس نے گڑبڑاتے ہوئے فوراً سے واپس سے اپنی نظروں کا زاویہ بدلا۔ اس انسان کے تو ہونٹ بھی اٹریکٹو تھے! "میرا جائزہ لینا بند کرو اور تھوڑا زور لگا لو۔ کھاتی پیتی نہیں ہو کیا تم؟ اتنی نازکی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ ایسا لگ رہا ہے کوئی مومی نازک نرم سا کسی بچے کا ہاتھ رکھ لیا ہو میں نے اپنے ماتھے پر!! راحیل خان نے آنکھیں بند کئے ہی دھیمے سے اسے ٹوکا۔ پتہ نہیں آنکھیں ہونے پر بھی اسے کیسے پتہ چل گیا تھا کہ مقابل اس کے چہرے کے نقوش کا جائزہ لے رہی ہے! مدحا نسیم بری طرح گھبرا اٹھی تھی۔ اگر یہ انسان نوٹ کر بھی لیتا ہے تو منہ پر بولنا ضروری تو نہیں ہوتا۔ وہ

خاموش بھی رہ سکتا تھا۔ لیکن نہیں راحیل خان نے قسم اٹھائی تھی اسے شرمندہ کرنے کی۔۔ خاموشی سے بمشکل ہی اپنی نظریں اس کے چہرے سے ہٹاتے وہ اب اِدھر اُدھر دیکھتے اس کا سر دبا رہی تھی۔

کئی لمحے بیت چکے تھے، مدحا نسیم کی کھڑے کھڑے ٹانگیں شل ہونے لگی تھی۔ لیکن ایک یہ انسان تھا نہ تو آنکھیں کھول رہا تھا اور نا ہی اسے رکنے کو کہہ رہا تھا۔ مدحا کے اب تو ہاتھ بھی دکھنے لگے تھے۔ وہ منہ کے زاویے بگاڑتے کھڑی انتظار میں تھی کہ کب مقابل اسے رکنے کو کہے۔ لیکن راحیل خان تو جیسے بیہوش ہی ہو گیا تھا۔ اسے کتنی ہی دیر سے نا اٹھتے دیکھ مدحا نے ہمت کرتے خود ہی اپنے ہاتھ کی حرکت روکی۔ وہ دیکھنا چاہ رہی تھی کہ راحیل خان کے جسم میں کوئی جنبش ہوئی ہے یا نہیں۔ کیونکہ اسے خود کو لگ رہا تھا کہ یہ انسان شائد سکون سے سو گیا ہے! راحیل خان نے کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ شاید وہ واقعی بیٹھے بیٹھے سکون سے سو گیا تھا۔۔ ایک آخری نظر اس کے چہرے پر ڈالتے مدحا نے آہستہ سے اس کے ماتھے سے اپنا ہاتھ ہٹایا۔ اس نے سکون کی ایک لمبی سی سانس بھری تھی۔ جبکہ ہاتھ اس کا

جیسے ٹوٹنے والا تھا۔۔ابھی وہ مڑتے پیچھے کی طرف اپنے قدم لیتی کہ پہلے ہی راحیل خان نے جھٹ سے آنکھیں کھولتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔ وہ فوراً ہی واپس سے اس کا پیچھے بڑھتا ہاتھ تھام چکا تھا۔۔ مدحا نسیم نے سراسیمگی کی کیفیت میں اسے دیکھا۔ وہ کھڑی اس کی شدید سرخ ہوتی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ جبکہ اس کا ہاتھ راحیل خان کی گرفت میں تھا۔۔"کرسی لا کر بیٹھ جاؤ اِدھر ہی۔۔ دوسرے ہاتھ سے دبا دو مجھے سکون آ رہا تھا۔۔ نہایت معصومانہ شکل بناتے راحیل خان نے منت والے انداز میں کہا۔ اسے واقعی بہت سکون مل رہا تھا۔ سر کے درد میں بھی تھوڑی بہت کمی تھی۔ لیکن مقابل جا رہی تھی۔۔ مدحا نسیم نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ دوسرے لمحے وہ خاموشی سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑوا چکی تھی۔ اب یہ زیادہ ہو رہا تھا۔۔ ایک وہ پہلے اس سے دور رہنے کی اس سے بچنے کی کوششیں کر رہی تھی اتنا ہی مقابل اسے خود میں گم کر لیتا تھا۔ لیکن وہ اور یہ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ راحیل خان اس کے لیے کسی نہایت مہنگی چیز کی طرح ہے جسے وہ شیشے کے پار سے دیکھ تو سکتی ہے لیکن اسے خریدنے یا پھر اسے چھونے کا

حق نہیں ہے اس کے پاس۔ وہ دونوں دو الگ الگ دنیا کے مسافر تھے! مدحا کو خود ہی خود کو اس غلط راستے پر چلنے سے بچانا تھا۔ تاکہ وہ مکمل طور پر اس انسان کی ذات میں گم ہونے سے خود کو بچا لے۔۔ وہ ایک میچور غریب گھرانے کی لڑکی تھی۔۔ محبت جیسے ملفوظات اسے سوٹ نہیں کرتے تھے! اپنی حیثیت کو جانتے اسے خود ہی خود پر کنٹرول رکھنا تھا۔۔ "میں یہاں آپ کا سر دبانے نہیں آتی۔ نا ہی آپ مجھے اس چیز کی تنخواد یتے ہیں۔ تو بہتر ہے میں جس کام کے لیے میں یہاں آتی ہوں مجھے وہی کرنے دیں۔ سنجیدگی سے اسے کہتے مدحا نے واپسی کے لیے اپنے قدم لیے۔!! راحیل خان خاموشی سے اس کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا اسے اچانک ہوا کیا ہے لیکن اسے مدحا کی یہ بات عجیب بہت لگی تھی۔۔ اگر اس نے سر دبانے کو کہہ بھی دیا تھا تو اس میں کونسی قیامت آگئی تھی۔ اس کی لیے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ مقابل کچھ زیادہ ہی ریاکٹ کر گئی تھی۔ اس کی نظر میں۔۔ "میں بھی مرا نہیں جا رہا تم سے سر دبوانے کے لیے! حد ہے بھئی اب ایمپلائیز کے بھی نخرے ختم نہیں ہوتے! تم یہ جو باتیں مجھے سنا کر گئی ہو معافی مانگ لینا شرافت

سے! ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔ جبڑے بھینچتے راحیل خان نے اس کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے لفظ چبائے۔!! مدحا نسیم جو کرسی پر بیٹھتے کمپیوٹر آن کرنے لگی تھی ایک لمحے کے لیے اس کے ہاتھ رکے! دوسرے لمحے وہ واپس سے اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔اس نے راحیل خان کی بات کا کوئی جواب دینا ضروری نہیں سمجھا۔ "مجھے اٹیٹیوڈ مت دکھاؤ لڑکی! اسے خاموش دیکھتے راحیل خان نے دانت پیستے اسے جیسے وارن کیا۔!! "لگتا ہے بخار آپ کے دماغ میں چڑھ گیا ہے۔ میں بھلا اٹیٹیوڈ کیوں دکھانے لگی آپ کو؟ میرا اور آپ کا رشتہ ہی کیا ہے جو میں آپ کو اٹیٹیوڈ دکھاؤں گی؟ اس کی طرف مڑتے سنجیدگی سے پوچھا گیا۔! "تم بتمیزی کر رہی ہو اب! اپنی حد میں رہو لڑکی۔ میں نے دو مرتبہ ہنس کر بات کیا کر لی تم تو سر پر ہی چڑھ گئی ہو۔ مجھے نخرے دکھا رہی ہو بیٹھ کر! مطلب میری بلی مجھے ہی میاؤں۔۔ راحیل خان تو مارے غصے کے بھڑک ہی اٹھا تھا۔اس نے اتنا کچھ نہیں کہا تھا جتنا مقابل اوور ریاکٹ کر رہی تھی۔ کچھ اس کے دور جانے اور کچھ اس کے آگے سے جواب دینے کا غصّہ تھا جو وہ اب بیٹھا اس پر بھڑک رہا تھا۔۔ مدحا نے

ایک سرد سانس ہوا کر سپرد کی۔ وہ یہاں بحث کر ہی کیوں رہی تھی آخر؟؟ "ایم رئیلی سوری سر۔ مجھے ایسے نہیں بولنا چاہیے تھا۔ اپنی اوقات بھول گئی تھی میں۔ معاف کیجئے گا۔!! مدحا نے اس کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے اس سے معافی مانگنے میں ہی عافیت جانی۔۔ "شٹ اپ! تمہاری اوقات اتنی ہے کہ اس وقت تم اس پورے آفس کی لڑکیوں کی ڈریم پلیس پر بیٹھی ہو۔ آئندہ اوقات پر بکواس مت کرنا۔ سب کی اوقات ایک جیسی ہی ہوتی ہے!! راحیل خان نے ناگواری سے اسے اس کی اہمیت باور کروائی۔ صرف اس کے منہ سے نہیں وہ مہر ماہ یا پھر اور کسی کے بھی منہ سے اوقات کی بات سنتا تھا تو وہ ایسے ہی ناگواری ظاہر کرتا تھا۔ اس کی نظر میں کسی کی اوقات چھوٹی بڑی نہیں تھی۔ سب ہی ایک جیسے تھے۔۔ مٹی سے بنے انسان!! مدحا نسیم نے خاموشی سے اسے دیکھا۔ یا تو یہ انسان حد سے زیادہ اچھا تھا یا پھر حد سے زیادہ بیوقوف۔ مگر جو بھی تھا اسے راحیل خان کی یہ بات دل سے اچھی لگی تھی۔۔ "کر لو تم کام۔ گھر جا رہا ہوں میں! آبان آئے تو کہہ دینا مر گیا راحیل! سالے کو میری طبیعت کا بھی لحاظ نہیں ہے! یہ نہیں ہوا اس سے کہ بھائی کے آفس

میں جا کر پوچھ ہی لوں اس سے کہ طبیعت کیسی ہے! کرسی سے کھڑے ہو کر اسے حکم دیتے آخر میں راحیل خان منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ آبان کو معلوم نہیں ہے اس کے بارے میں! لیکن پھر بھی وہ اسے دل میں گالیوں سے نواز رہا تھا۔ لگتا تھا جیسے واقعی بخار اس کے دماغ پر چڑھ گیا ہو۔!!"اوکے سر! مدحا ایک آخری نظر اس پر ڈال کر کہتے واپس سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوئی۔۔ راحیل خان جو اس کے پاس سے گزر رہا تھا ایک لمحے کے لیے اسکے قدم رکے! دوسرے لمحے وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے اس کے کان کے پاس جھکا۔۔

Looking Gorgeous,

بلیک کلر سوٹ کرتا ہے تم پر! بے ساختہ ہی اس کے کان میں سرگوشی کرتے راحیل خان نے اس کے ہکا بکا چہرے کی طرف دیکھتے اسے آنکھ ونک کی۔۔ دوسرے لمحے وہ مسکراتے ہوئے سیدھا ہوتے آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ اب مقابل کل اسی وقت تک اس کی سوچوں میں گم رہنے والی ہے اسے اندازہ تھا۔ تبھی اس کے چہرے پر ایک پر اسرار مسکراہٹ تھی۔۔ پیچھے مدحا نسیم نم آنکھوں سے

اس کی پشت کو دیکھ کر رہ گئی۔ وہ جانتی تھی یہ سرگوشی کسی مقصد کے تحت کی گئی ہے!! لیکن پھر بھی اس کا دل شدت سے دھڑک اٹھا تھا۔ اسے لگتا تھا یہ لڑکا اسے پاگل کر کے چھوڑے گا۔۔

You Too!!

بلیک کلر بنا ہی آپ کے لیے ہے۔!! لیکن پھر بھی بھول بھٹکے سے وہ ہولے سے " بولنا بلکل نہیں بھولی تھی۔ اور یہ آواز اس کے دل سے آئی تھی۔ سر جھٹکتے وہ بھی واپس سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوئی۔ کچھ چیزیں محض دور سے دیکھنے پر ہی اچھی لگتی ہیں۔ لیکن پاس آنے پر ان کے بہت سے نقصان ہوتے ہیں جیسا کہ اس کا ہو سکتا تھا۔ اسی لیے بہتر تھا وہ اپنی سوچوں میں بھی اس انسان کو قطعی نا گھسنے دیتی۔۔ اب سے اسے خود پر کنٹرول رکھنا تھا جس کے لیے وہ پوری کوشش کرنے والی تھی۔۔

یہ رات کا وقت تھا جب رائنا خان اپنے کمرے میں لیٹی لا متناہی سوچوں میں الجھی چھت پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ وہ ابھی بھی کمرے سے باہر نہیں نکلتی تھی۔ کیونکہ اس کا دل ہی نہیں کرتا تھا۔۔ سارا دن اس ایک کمرے میں بند رہتے وہ ایک ہی شخص کا روگ لگائے بیٹھی تھی۔ اس دن کے بعد عدیل شاہ نے بھی اس سے کوئی رابطہ کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کی طرف سے مکمل خاموشی تھی۔ اور رائنا خان کو یہی خاموشی زہر لگتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ عدیل شاہ اسے دیکھنے آجائے۔ ایک مرتبہ آجائے بس! تو وہیں وہ یہ بھی چاہتی تھی کہ اب اس شخص سے سامنا نہ ہو! ایک طرف دل تھا کہ اُس کے لیے مرا جا رہا تھا تو دوسری طرف دماغ تھا کہ مسلسل اس شخص کی مخالفت کر رہا تھا۔ وہ بری طرح بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔ کچھ کرنے کو ہوتا نہیں تھا تو سارا دن اسی ایک کمرے میں بند رہ رہ کر وہ اب پاگل ہونے کو تھی۔۔ برہان خان نے اس کا موبائل بھی اسے واپس دے دیا تھا۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں تھا۔ موبائل میں بھی دیکھنے کو اس کے پاس بس عدیل شاہ اور اپنی تصاویر ہی ہوتی تھیں۔۔ یا تو موبائل

سارا دن سائڈ پر پڑا ہوتا تھا یا پھر وہ اسے کھول کر پرانی تصویر دیکھنے بیٹھ جاتی تھی۔ جو بہت سے موقعوں پر عدیل شاہ نے دونوں کی بنائی تھی۔ یہ تصاویر اسی نے اسے سینڈ کی تھی۔ ابھی بھی بیڈ پر چت لیٹی وہ لیمپ کا بٹن اپنے ہاتھ میں لیے چھت کی طرف دیکھتے اسی ایک انسان کی سوچوں میں گم تھی۔ جبکہ اس کے ہاتھ بٹن کو مسلسل آن آف کر رہے تھے!! کمرے میں کبھی گپ اندھیرا ہو جاتا تو کبھی ہلکی سی نیلگوں روشنی چھا جاتی۔ کب سے یہی سلسلہ جاری تھا۔!! کچھ دیر اپنے ہاتھوں کو روکتے رائنا خان نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائی۔ وہ بیڈ پر کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔ جبکہ لیمپ کا بٹن وہ جلتا چھوڑ چکی تھی۔ بیڈ کے ایک طرف پڑا اپنا فون اٹھاتے رائنا خان واپس سے آتے بیڈ پر لیٹی۔ اس کا چہرہ بلکل سنجیدہ تھا۔ جبکہ آنکھوں کے اِرد گرد حلقے مزید گہرے ہو چکے تھے۔ یہ دن رات رونے اور نیند نہ پوری ہونے کا اثر تھا۔۔ وہ پہلے سے بھی زیادہ کمزور بھی ہونے لگی تھی۔ کھانے کا ہوش نہیں رہتا تھا۔ اور کچھ ڈپریشن اسے ختم کر رہا تھا۔۔ کوئی ایسا انسان بھی نہیں تھا جس سے وہ اپنا دکھ بانٹ سکے۔ اس کی توزارا کے علاوہ کوئی اور دوست بھی نہیں تھی۔ اب تو خیر اس

نے زارا سے بھی بات چیت بند کر دی تھی۔ نازار اخان اس کے کمرے میں آتی تھی اور وہ تو ویسے بھی باہر نکلنا گوارہ نہیں کرتی تھی۔۔ واپس سے بیڈ پر لیٹی وہ ایک نمبر نکالے سنجیدگی سے اس دیکھ رہی تھی۔ یہ عدیل شاہ کا نمبر تھا۔ جو شروع سے عدیل شاہ نے خود ہی اس کے موبائل میں مائی لائف کے نام سے سیو کیا تھا۔ آج تک یہ نمبر اسی نام سے سیو تھا۔۔ رائنا خان نے سنجیدگی سے لیٹی مسلسل اپنے دل اور دماغ میں ایک جنگ لڑتے اس نمبر کو دیکھ رہی تھی۔ دماغ کہہ رہا تھا کہ نمبر ہی ڈیلیٹ کر دے وہیں دل کہہ رہا تھا کہ کال کر کے ایک مرتبہ اس شخص کی آواز سن لے تاکہ کانوں کو کچھ راحت مل سکے! غرض کے دل اور دماغ میں درمیان جیسے ایک جنگ چل رہی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر کیا کرے! ایک تھکاوٹ زدہ سانس ہوا کے سپرد کرتے رائنا خان نے کال کے آپشن پر کلک کیا۔ دل کی جیت ہوئی تھی۔۔ ہونٹ کاٹتے وہ بے صبری سے دوسری طرف سے کال ریسیو ہونے کے انتظار میں تھی۔ بیل جا رہی تھی لیکن ابھی تک کال نہیں اٹھائی گئی تھی۔ ایک وقت تھا جب ایک سیکنڈ کے اندر اس کی کال ریسیو کی جاتی تھی پھر چاہے وہ رات

کے بارہ بجے ہی کیوں نہ کرے!! ایک مرتبہ کال نا اُٹھانے پر رائنا خان نے پھر سے کال ملائی۔اس کی آنکھوں میں آنسوں سے چمکنے لگے تھے! شاید وہ مقابل کی زندگی میں اب اتنی اہمیت کی حامل نہیں رہی تھی تبھی وہ اس طرح بیزاریت ظاہر کر رہا تھا۔ایسا رائنا خان کو لگتا تھا۔کیونکہ اسے پورا یقین تھا کہ عدیل شاہ اس وقت جاگ رہا ہوتا ہے! دوسری مرتبہ بھی تھوڑی دیر تک بیل جانے پر کال اٹھالی گئی تھی۔

ہیلو! فون پر سے عدیل شاہ کی بھاری سنجیدہ آواز ابھری۔رائنا خان نے بے ساختہ " ہی سکون کے احساس سے اپنی آنکھیں میچی۔اس لڑکی کا سارا سکون اس شخص کی مٹھی میں قید تھا۔۔"اب کچھ بولو گی یا میں کال کٹ کر دوں؟ اسے آگے سے کچھ بھی نہ بولتے دیکھ عدیل شاہ نے اکھڑ لہجے میں کہا۔وہ شاید غصے میں بیٹھا تھا۔یا پھر یہ غصّہ اس کی کال دیکھ کر ہی آیا تھا اب یہ تو کوئی نہیں جانتا تھا۔۔"کیسے ہیں آپ؟. رائنا خان نے اپنے آنسوں حلق میں اتارتے دھیمے سے پوچھا۔وہ مقابل کا لہجہ نوٹ کر رہی تھی لیکن اس سے شکایت نہیں کر سکتی تھی۔۔"زندہ ہوں! کوئی کام ہے تمھیں؟ پھر سے وہی بیزار لہجہ۔ایسا لگتا تھا اسے کال کٹ کرنے کی زیادہ ہی جلدی

ہو۔۔رائناخان کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔وہ چھت پر نظریں جمائے خاموشی سے آنسوں بہانے لگی تھی۔مقابل کا لہجہ اسے تکلیف دے رہا تھا۔وہ اس سے کہنا چاہتی تھی کہ آرام سے بات کرے لیکن وہ کہہ نہیں سکی۔کیا مقابل خود نہیں جانتا تھا کہ اس کی ناراضگی یا اکھڑ لہجہ رائناخان کے لیے سوہان روح ہوتا تھا۔۔"روکیوں رہی ہو؟دوسری طرف موجود عدیل شاہ جو بیڈ پر لیٹا اس سے بات کر رہا تھا اس نے اس کے رونے کی آواز سنتے نرمی سے پوچھا۔ورنہ یہ سچ تھا کہ اسے رائناخان پر بے تحاشا غصّہ تھا۔وہ اس کی حوس والی بات ابھی تک بھولا نہیں تھا۔یہ بات تو جیسے اس کے دماغ میں نقش ہو کر رہ گئی تھی۔اور اسی بات کا اسے بہت غصّہ تھا رائناخان پر!!"آپ نے رونے کے علاوہ اور چھوڑا کیا ہے میری زندگی میں؟ذہنی مریض بنا دیا عدیل آپ نے مجھے!اپنے آنسوں صاف کرتے رائناخان نے سنجیدگی سے اسے جتایا۔وہ ایک مرتبہ پھر سارا الزام اسی پر ڈال گئی تھی۔!!"ہمم اور کچھ؟کسی قسم کی بحث کیے بغیر عدیل شاہ نے محض ہنکارا بھرا۔کیا پتہ واقعی میں اس نے یہ کیا ہو۔۔"آپ اب بیزار ہونے لگے ہیں مجھ سے!میں ہی پاگل ہوں جو آپ کے پیچھے

پڑی رہتی ہوں۔ رائنا خان نے روتے ہوئے شکوہ کنا انداز میں کہا۔ وہ کسی حال میں خوش نہیں تھی۔۔ عدیل شاہ نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ایک گہری سانس بھری۔ اسے ہی جھکنا تھا۔ وہ اس کے الفاظوں کے لیے اسے بعد میں بھی سزا دے سکتا تھا۔ ابھی مقابل تکلیف میں تھی اور عدیل شاہ ہی اس کی وجہ تھا۔ اسے اس سچویشن میں رائنا خان سے کیے گئے وعدے نبھانے تھے۔ نا کہ وہ خود ناراض ہو کر بیٹھ جاتا۔ عدیل شاہ نے یہ سوچتے ایک گہری سانس بھری۔۔ "ضد چھوڑ دو رائنا۔ آجاؤ میرے پاس۔ عدیل شاہ نے بے بسی سے منت زدہ لہجے میں کہا۔ وہ خود بھی برابر کا ہی تڑپ رہا تھا۔۔ "آپ ضد چھوڑ دیں عدیل۔ آپ الگ گھر میں بھی تو رکھ سکتے ہیں مجھے ! ضد پر آپ ہیں میں نہیں ! ! رائنا خان کی بھی یہی ضد تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو قصوروار ٹھہراتے تھے لیکن سچ تو یہ تھا کہ وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ ضد پر اڑے ہوئے تھے ! ! "تمہیں مجھ سے مطلب ہے یا پھر گھر سے ؟ تم کہتی ہو تو میں ویسے اپنی ساری جائیداد تمہارے نام کر دیتا ہوں۔ لیکن میں اپنی ماں کا گھر نہیں چھوڑ سکتا۔ انہیں ملازمین کے سہارے نہیں چھوڑ سکتا میں۔ اور جہاں

میں رہوں گا ظاہر ہے تم بھی وہی ہو گی۔ عدیل شاہ نے چھت پر نظریں جمائے اسے سمجھانا چاہا۔ وہ اپنی ساری جائیداد بھی اس کے نام کرنے پر راضی ہو گیا تھا۔۔ "مجھے آپ کی جائیداد سے کوئی مطلب نہیں ہے۔اس کے بدلے اگر آپ صرف ایک چھوٹا سا خوشیوں بھرا گھر دلوا دیں تو بھی میں آپ کے ساتھ رہنے کو تیار ہوں۔ لیکن آپ کی ماں کے گھر میں نہیں رہ سکتی میں۔ آپ کی ماما بہت شاطر عورت ہیں۔ آپ تو کام پر ہونگے پیچھے میں نے ہی انہیں بھگتنا ہو گا نا۔۔ رائنا خان نے بھی اس کے سامنے وجہ رکھی۔ اپنی جگہ وہ بھی سہی تھی۔ لیکن غلط عدیل شاہ بھی نہیں تھا۔۔ "کیا تمہیں مجھ پر یقین نہیں ہے کہ میں تمہاری حفاظت کر سکتا ہوں۔ میری ماں قتل تو نہیں کر دے گیں تمھارا۔۔ خود پر قابو پاتے عدیل شاہ نے پھر سے نرمی سے پوچھا۔!! "جسمانی طور پر حفاظت کر بھی لیں آپ تو ذہنی طور پر کیسے کرے گیں؟ اپنی ماما کے منہ پر ٹیپ تو نہیں لگا سکتے نا آپ؟ دو بدو جواب آیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس کی ہر بات کا جواب پہلے سے ہی سوچ کر بیٹھی ہو۔۔ "محبت کا مطلب ہوتا ہے کہ ہر اچھے برے وقت میں ایک دوسرے کا ساتھ نبھایا

جائے۔ دنیا کچھ بھی کہے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم نے نکاح کے بعد مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ ہر مشکل میں میرے ساتھ کھڑی رہو گی۔ میں نے کہا تھا کہ میں سب کچھ سمبھال لوں گا۔ میں آج بھی اپنے وعدے پر قائم ہوں لیکن تم مکر گئی ہو۔۔ تمہیں زیب نہیں دیتا تھا یہ سب کچھ ! تمہیں چاہیئے تھا کہ تم صرف میرا ہاتھ تھام کر کہتی میں آپ کے ساتھ چلنے پر راضی ہوں۔ خدا کی قسم کسی کی اتنی جرات نہیں تھی کہ تمہاری طرف آنکھ بھی اٹھا کر دیکھ لیتا۔ تم خود بتاؤ۔ پہلی مرتبہ میں مانتا ہوں غلطی میری ہے میں ماما کی طرف سے غافل تھا۔ مجھے اُمید نہیں تھی کہ ماما تمہارے گھر پہنچ جائے گیں۔ لیکن تم خود بتاؤ کیا اس کے بعد کبھی میں نے ماما کو تم تک پہنچنے دیا؟ کبھی میری ماں کی تمہارے پاس کوئی کال یا میسج آیا جس میں انہوں نے تمہاری کردار کشی کی ہو؟ یا پھر اس ایک مرتبہ کے علاوہ کیا وہ تمہارے گھر آئی؟ ابھی تم میری دسترس میں نہیں ہو میں پھر بھی تمہاری حفاظت کر رہا ہوں۔ تم جب میری دسترس میں آجاؤ گی تو ماما تمھیں ایک لفظ بھی بول جائیں تو اجازت ہے تمھیں اسی دن عدیل شاہ کے سینے میں خنجر گھونپ دینا۔ خدا کی قسم ایک لفظ نہیں کہوں گا آگے

سے۔ تمہارے ہاتھوں سے موت بھی قبول ہے! لیکن ایک موقع تو دو یار۔ صرف ایک موقع! آزما کر تو دیکھو ایک مرتبہ مجھے!! عدیل شاہ نے تفصیل سے اسے سمجھاتے آخر میں منت کی۔ اس کا ایک ایک لفظ سچا تھا۔ وہ خود بھی بری طرح پھنس کر رہ گیا تھا۔ ابھی بھی اس انسان کے پاس سوائے منتیں کرنے کے اور کوئی آپشن نہیں تھا۔ وہ اپنے لفظوں سے ہی اسے سمجھا سکتا تھا۔۔ جبکہ رائنا خان کی زبان کی اب بریک لگ چکی تھی۔ اس نے غور سے عدیل شاہ کی بات سنی تبھی اب کوئی جواب نہیں بن پا رہا تھا۔ وہ خاموشی سے بس آنسوں بہانے میں مصروف تھی۔ اس کے علاوہ اور وہ کر بھی کیا سکتی تھی بھلا؟؟ "کال اٹھاؤ۔۔ عدیل شاہ نے اسے خاموشی سے روتے دیکھ ویڈیو کال آن کی۔ وہ اسے وہی اُٹھانے کا کہہ رہا تھا۔ جس طرح مقابل خاموش ہوئی تھی نجانے کیوں اس کے دل میں اُمید کی ایک کرن جاگی تھی۔ "نہیں میری حالت ٹھیک نہیں ہے! رائنا خان نے سوں سوں کرتے صاف انکار کیا۔ اس نے تو صبح سے منہ بھی نہیں دھویا تھا۔ ایسے ہی وہ عدیل شاہ کو کال نہیں کر سکتی تھی۔۔ "کیا یار مجھ سے کیسا پردہ ہے تمھارا۔ جیسی بھی حالت میں

ہو کوئی فرق نہیں پڑتا تم کال اٹھاؤ بس۔۔ عدیل شاہ نے جھنجھلاتے پھر سے اسے کہا۔ رائنا خان نے اٹھتے کمرے کی تمام لائٹس آن کی۔ وہ اس کی بات مانتے ویڈیو کال کے لیے راضی ہو گئی تھی۔ واپس سے بیڈ پر آتے رائنا خان بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے بیٹھی۔ اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے وہ جانتی تھی لیکن پھر بھی وہ نجانے کیا سوچتے اس کی کال اٹینڈ کر چکی تھی۔۔ عدیل شاہ کو ویڈیو کال پر دیکھتے بے ساختہ ہی اس کے جلتے تپتے دل پر ٹھنڈی پھوار سی پڑی۔ کتنا تڑپتی تھی وہ اس انسان کی دیکھنے کے لئے اس کی آواز سننے کے لیے!! "تم سوتی نہیں ہو نا؟ عدیل شاہ نے اس کی سوجی متورم آنکھوں کو دیکھتے سوال داغا۔ مقابل کوئی غم کی تصویر معلوم ہوتی تھی۔ وہ ایسی تو نہیں تھی۔ اسے دیکھتے عدیل شاہ کے دل کو تکلیف ہو رہی تھی۔ مقابل نے واقعی اس کے بغیر اپنی حالت اُجاڑ کر رکھ لی تھی۔ "نیند نہیں آتی۔ آنسوں صاف کرتے اس نے موبائل پر نظریں جمائے جواب دیا۔ وہ سچ ہی کہہ رہی تھی۔!! "میرے بغیر آئے گی بھی کیسے!! عدیل شاہ نے ہلکے پھلکے انداز میں کہتے اسے چھیڑا۔ وہ اسے ہنسانا چاہتا تھا۔ "پھر آتے کیوں نہیں آپ؟ لیکن وہ جانے

انجانی میں اسے مزید رلا چکا تھا۔ رائنا خان اتنا کہتے منہ پر ہاتھ رکھے مزید رونے لگی تھی۔ "تم نے ہی نکالا تھا اس دن۔ حوس پرست ! یہی الفاظ تھے نا تمہارے؟ بس اسی لیے دوبارہ آنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ ایک مرتبہ برداشت کر گیا تھا دوبارہ برداشت نا ہوتا تمہارے منہ سے یہ الفاظ۔۔ ناچاہتے ہوئے بھی وہ شکوہ کر گیا تھا۔۔ "میں مر جاؤں گی آپ کے بغیر عدیل۔ میں اندر ہی اندر سے ختم ہو رہی ہوں۔ خدا کے لیے مجھ پر رحم کریں۔ مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے!! اس کی بات کو اگنور کرتے وہ ابھی اپنے ہی رونے رو رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے مسلسل برسات جاری تھی۔۔ "تو آجاؤ نا میری زندگی۔ کس نے روکا ہے تمھیں؟ ایک مرتبہ ہاں کرو باخدا ابھی لینے آجاؤں گا تمھیں ! لیکن مجھ پر پورا پورا اعتبار رکھ کر ہاں کرنا۔ اندھا اعتماد۔ یقین کرو میں تمہارے اعتبار کو ٹھیس نہیں پہنچاؤں گا۔۔ عدیل شاہ اسے باتوں میں الجھا رہا تھا۔ وہ بے صبری سے اس کے منہ سے ہاں سننے کے انتظار میں تھا۔!! "آپ کی ماما۔۔ سوں سوں کرتے پھر سے ایک ہی وجہ کھڑی کی گئی۔ "خدا کی قسم کچھ نہیں کہے گیں وہ۔ تمھیں کچھ نہیں کہے گیں۔ تم۔۔ تم۔ ایک کام

کرنا۔ تم اوپر والے پورشن میں رہ لینا۔ ماما اوپر نہیں آسکتی اس کے علاوہ بھی میں نہیں جاؤں گا تھانے۔ تمہارے ساتھ رہوں گا پکا وعدہ۔ تم آجاؤ بس ایک مرتبہ۔۔ ایک موقع دے دو مجھے!! بے صبری سے کہتے عدیل شاہ اٹھ کے بیٹھا۔ اس کی بے چینی مزید بڑھ گئی تھی۔ جبکہ دل رفتار سے زیادہ دھڑکتے باہر آنے کو تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ مقابل ہاں کر دے گی۔۔ "اگر پھر بھی انہوں نے کچھ کہا تو؟ وہ اتنی آسانی سے ہاں نہیں کرنے والی تھی۔۔ اس کی تڑپ بھی وہ بخوبی محسوس کر رہی تھی۔!! "افف میری جان۔ پھر جو تم سزا دو گی دل و جان سے قبول ہو گی۔ ایک موقع بس۔ پلیز۔۔ عدیل شاہ نے اس کے چہرے کو دیکھتے منت بھرے لہجے میں کہا۔ وہ بے چینی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "کل بابا سے بات کروں گی میں! لیکن یاد رکھیے گا عدیل۔ بس ایک موقع ہو گا۔ اس کے بعد اگر کچھ ہوا تو قسم سے میں کبھی آپ کے پاس واپس نہیں آؤں گی۔ میں مر جاؤں گی لیکن آپ کے پاس دوبارہ نہیں آؤں گی۔۔ رائنا خان نے دھیرے سے کہتے ساتھ ہی اسے دھمکی بھی لگائی۔ وہ اپنے دل کی سنتے اسے ایک موقع دے ہی چکی تھی۔۔

عدیل شاہ کے چہرے پر بے ساختہ ہی ایک خوبصورت سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ نجانے کتنے دنوں بعد وہ آج کھل کر مسکرایا تھا۔۔ بلآخر اس کی تڑپ کام آ ہی گئی تھی۔!! "میں آؤں؟ بے صبری سے بیڈ سے کھڑے ہوتے عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ وہ کچھ زیادہ ہی خوش ہو رہا تھا۔۔ "مجھے بابا سے بات کرنے دیں پہلے۔ انہیں میں اپنا فیصلہ بتادوں پھر آگے جیسے وہ چاہے گیں اُن کی مرضی۔۔ آپ زیادہ خوش مت ہو۔ نروٹھے سے انداز میں کہتے وہ اس کی خوشی کو بریک بھی ساتھ ہی لگا گئی تھی۔ البتہ دل میں اسے اپنے فیصلے پر تسلی ضرور تھی۔ کم از کم کل کو وہ بیوفا نہیں کہلا سکتی تھی۔ وہ اپنی محبت کی خاطر اپنے شوہر کو ایک اور موقع دے چکی تھی۔۔ "جب میاں بیوی راضی تو کیا کرے گا قاضی!! عدیل شاہ نے سر جھٹکتے مسکراتے ہوئے ایک مشہور محاورہ بولا۔۔ "اس مرتبہ میں اسی قاضی کی مانوں گی۔ میں نے بابا کو دھوکہ دیا اس کے باوجود بھی وہ میرے ساتھ کھڑے تھے! میں۔ انہیں مزید تکلیف نہیں دوں گی۔ آپ کل تک کا انتظار کریں اُن کا جو بھی فیصلہ ہو گا میں آپ کو بتادوں گی۔۔ رائنا خان نے اپنے آنسوں صاف کرتے

سنجیدگی سے کہا۔ وہ ایک مرتبہ پھر برہان خان کو تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی۔۔

"اوکے جیسے تمہاری مرضی۔ کل بات کرتے ہیں پھر۔۔ جیسے بھی ہو تم بتا دینا مجھے۔ اگر انہوں نے ہاں کر دی تو میں بھیج دوں گا دا جان کو پھر سے رشتہ لے کر تمہارے گھر! اور اگر نا کی تو خود آ کر تمھیں اٹھا کے لے جاؤں گا۔ کیونکہ اب میرے لیے صرف تمہاری رضامندی معنے رکھتی ہے! باقی ساری دنیا کا مجھ سے کوئی واسطہ نہیں ہے! سنجیدگی سے اسی کے انداز میں کہتے عدیل شاہ نے کال کٹ کی۔ اس کی ساری خوشی ماند پڑ چکی تھی۔ برہان خان سے اسے کوئی اچھی اُمید نہیں تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ انکار کر دے گیں!! بیڈ پر چت لیٹے اب وہ بے صبری سے صبح ہونے کے انتظار میں تھا۔

رائنا خان کال کٹتے دیکھ ہلکا سا مسکرائی۔ اسے یقین تھا کہ برہان خان ہاں ہی کرے گیں۔ وہ بس عدیل شاہ کی ایک رات کی نیند خراب کرنا چاہتی تھی۔ جو وہ کر بھی

چکی تھی۔۔ بیڈ پر چت لیٹے وہ اب خود سکون سے سونے کے چکروں میں تھی۔

نجانے کتنے دنوں بعد اب آج اسے نیند آنی تھی۔۔

قسط نمبر:76 پارٹ 1

یہ تقریباً رات کے سات بجے کا وقت تھا جب راحیل خان کی گاڑی خان ولا کے بڑے سے گیٹ سے گزرتی کار پورچ میں آتے رکی۔ دا جان لوگ اسے بہت پہلے بلا کر آئے تھے۔ لیکن وہ آج ہی ضیغم نسیم کے ہمراہ یہاں پر آیا تھا۔ وہ اپنی مرضی کا مالک تھا۔ اور اپنی مرضی سے ہی آیا تھا۔۔ ضیغم نسیم بھی اس کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا گاڑی کے شیشے سے باہر دیکھ رہا تھا۔۔ راحیل خان کو ابھی بھی بخار تھا۔ ڈاکٹر کے پاس جانا ضروری وہ بھی نہیں سمجھ رہا تھا۔ گھر میں ہی اس نے کل بھی اور آج بھی پیناڈول لے لی تھی۔ جس سے اسکے سر میں درد تو کافی حد تک ٹھیک تھا لیکن بخار نہیں گیا تھا۔ فلو میں بھی کمی تھی۔ اسے بس سر درد اور فلو کی ہی فکر تھی جواب ٹھیک تھا۔ باقی بخار کو وہ کسی کھاتے میں ہی نہیں لیتا تھا۔ "چل بھئی چیمپئن!! یہ رہا میرے باپ کا گھر! آج سے یہیں رہے گیں اب۔ آپس کی بات ہے آج سے پہلے عزت نہیں ملی مجھے یہاں کبھی لیکن آج دیکھنا پیروں میں بچھ جائے گیں سارے!! راحیل خان نے کار پورچ میں گاڑی روکتے ضیغم کے کندھے پر ہاتھ مارتے کہا۔

"راحیل بھائی اتنا بڑا گھر۔۔ ضیغم کی تو نظریں ہی گاڑی سے باہر نظر آتی ایک اونچی عمارت پر تھیں۔ وہ حیرت سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ "آجا باہر اندر چلتے ہیں! راحیل خان نے مسکراتے اپنی سیٹ بیلٹ ہٹائی۔ وہ اپنی آنکھوں پر موجود گلاسز سیٹ کرتے سنجیدگی سے گاڑی سے اتر چکا تھا۔ لاکھ اس کا موڈ اچھا سہی لیکن ابھی اسے سنجیدہ ہی رہنا تھا۔۔ ضیغم نسیم بھی اس کے ساتھ ہی گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلا۔ وہ بچہ بس حیرانی سے اِدھر اُدھر ہی دیکھ رہا تھا۔۔ راحیل خان نے اس کی طرف آتے اسے اپنے ساتھ لیے اندر کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ وہ اس وقت بلیک کلر کی جینز اور وائٹ ٹی شرٹ میں ملبوس تھا۔ جبکہ آنکھوں پر بلیک ہی گلاسز لگے تھے! داخلی دروازے سے اندر جاتے راحیل خان نے ایک گہری سانس بھری۔۔ سارے گھر والے سامنے ہی لاؤنج میں بیٹھے تھے۔ کچھ وہ جان بوجھ کر اس ٹائم گھر آیا تھا۔!! "واؤ۔۔ راحیل بھ۔۔ اپنے ساتھ سے ضیغم کی اونچی آواز سنتے راحیل خان نے بروقت ہی اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ وہ کچھ زیادہ ہی اونچا بول رہا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا یہاں ضیغم کی امیج خراب ہو۔ "اب کمرے میں جا کر کچھ بھی بول لینا

لیکن یہاں چپ رہ جا پلیز۔ان لوگوں کے سامنے کچھ مت بولنا۔۔راحیل خان نے تھوڑا نیچے کو ہوتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ضیغم نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ اس کی بات سمجھ گیا تھا۔ راحیل خان نے نفی میں سر ہلاتے اس کا ہاتھ پکڑتے باقی سب کی طرف اپنے قدم بڑھائے!! داجان شاید ضیغم کی آواز سن چکے تھے!! تبھی وہ اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے

السلام وعلیکم!! راحیل خان نے آگے بڑھتے ایک نظر سب کو دیکھتے سلام کیا۔۔" "کیسے ہو بیٹے؟ اتنے دن بعد گھر آئے! سب سے پہلے عزرا بیگم نے مسکراتے ہوئے اس سے پوچھا تھا۔ ضیغم کی طرف ابھی وہ لوگ متوجہ نہیں تھے!"آپ کے سسر نے نکال دیا تھا بس تبھی نہیں آرہا تھا۔اب منتیں کر رہے تھے میری تو دیکھیں آج میں آگیا۔۔لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھتے راحیل خان نے داجان کی طرف دیکھتے طنز کیا۔۔اس کے ساتھ ضیغم بھی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔ وہ بس خاموشی سے سب کو تو کبھی اوپر نیچے نظریں کرتے گھر کو دیکھ رہا تھا۔۔"آتے ہی طنز شروع کر دیے! انسان بن جا راحیل۔ جواب آبان خان کی طرف سے آیا تھا۔اس انسان نے

اسے بھی بتانا گوارہ نہیں کیا تھا کہ آج وہ گھر آئے گا۔۔ "اچھا سوری! راحیل خان نے ہلکا سا مسکرا کر کہتے صوفے سے ٹیک لگائی! "یہ بچہ کون ہے! دلشاد خان نے ضیغم کی طرف دیکھتے راحیل سے پوچھا۔ سب کی یکلخت ہی نظر ضیغم پر گئی تھی۔۔ "بھائی ہے میرا۔ یہیں میرے ساتھ رہے گا۔ اسی گھر میں! سنجیدگی سے ضیغم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اس نے جیسے جتایا تھا۔۔ "رہ لے ہم منع تھوڑی کر رہے ہیں! لیکن کوئی نام بھی ہو گا اس کا، کوئی ماں باپ بھی ہونگے! کہاں سے ہے کچھ تو بتاؤ؟؟ "ضیغم نام ہے اس کا۔ اور ماں باپ نہیں ہیں! میری گاڑی سے اس کا ایکسڈنٹ ہوا تھا بس تب سے یہ میرے ساتھ ہی ہے! اب پلیز کوئی اور سوال مت پوچھیے گا۔ کیونکہ اس سے زیادہ میں بتاؤ گا بھی نہیں۔۔ اس نے سنجیدگی سے رفیق خان کے سوال کا جواب دیا۔ وہ یہ جواب دینا نہیں چاہتا تھا لیکن بس وہ بول گیا تھا۔!! "اچھا چھوڑو سب! کن باتوں کو لے کر بیٹھ گئے ہو۔ تم چائے بنواؤ اور کسی ملازم سے گیسٹ روم کی صفائی کرواؤ۔ اس بچے کے لیے! دا جان نے عظمیٰ بیگم کی طرف دیکھتے حکم دیا۔۔ "گیسٹ روم میں کیوں؟ کمرے کم پڑ گئے ہیں کیا آپ لوگوں کے

گھر میں ؟اسے کوئی الگ سے ایک کمرہ دیں۔ مہمان نہیں ہے یہ ! ! راحیل خان نے سنجیدگی سے داجان کی طرف دیکھتے کہا۔ جب وہ خود ضیغم میں کوئی فرق نہیں رکھتا تھا تو کسی اور کو کیوں رکھنے دیتا؟ "اچھا بھئی کمرے میں رہ لے ! جیسے مرضی رہو تم دونوں۔ بس تم اس گھر میں ہی رہو۔ آج کے بعد میں تمھیں گھر چھوڑتا نا دیکھوں۔ جتنا سب کا اتنا ہی تمھارا بھی ہے یہ گھر ! اب آ ہی گئے ہو تو اس گھر کو اور اس گھر کے لوگوں کو اپنا سمجھ کر رہنا۔ کوئی بغض ہمارے خلاف دل میں ہو تو زبان پر لے آنا۔ لیکن دل میں ہم سب کے لیے نفرت مت رکھنا بس ! ! داجان نے اس کی طرف دیکھتے اسے سمجھانے کی ایک ناکام سی کوشش کی۔۔ جبکہ راحیل خان نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ جب بچپن سے ہی دل میں نفرت بسی ہو تو وہ اتنی آسانی سے کیسے ختم ہو سکتی تھی؟ لیکن وہ انہیں یہ کہہ نہیں سکا۔ وہ خاموشی سے بس زاراخان کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔۔

السلام و علیکم بھائی ! زاراخان نے اس کے پاس آتے مسکراتے ہوئے سلام کیا۔ وہ " ابھی ہی نیچے آئی تھی۔۔ "وعلیکم السلام ! کیسا ہے میرا بچہ ؟ راحیل خان نے صوفے

سے کھڑے ہوتے اس کے گرد حصار بناتے کہا۔ وہ اس سے بھی تقریباً ایک ہفتے بعد ہی مل رہا تھا۔!! یونہی زارا خان سے باتیں کرتے وہ واپس سے صوفے پر بیٹھا۔۔ابھی وہ سب آپس میں ہی محو گفتگو تھے کہ رائنا خان نجانے آج کتنے دنوں بعد اپنے کمرے سے نکلتے نیچے لاؤنج میں آئی۔ سب ہی اسے ایک لمحے کے لیے دیکھ کر حیران ہوئے تھے۔ کیونکہ آج وہ بہت دنوں بعد اس طرح کی گیدرنگ میں آکر بیٹھ رہی تھی۔ رائنا خان خاموشی سے ہونٹ کاٹتے نیچے لاؤنج میں آتے صوفے پر بیٹھی۔ وہ کنفیوز ہو رہی تھی کیونکہ سب اسے ہی دیکھ رہے تھے!!"کیسی طبیعت ہے بیٹے؟ برہان خان نے اس کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔ انہیں خوشی ہوئی تھی رائنا خان کو دیکھ کر۔۔"ٹھیک ہے اب! دھیمے سے جواب آیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کوئی بات کرنا چاہتی ہو لیکن کر نا رہی ہو۔ اور یہ چیز برہان خان بھی بہت اچھے سے نوٹ کر چکے تھے!"کوئی بات ہے بولو بچے؟ برہان خان نے مسکراتے ہوئے نرمی سے کہا۔ وہ کنفیوز سی ہونٹ کاٹتے سب کو دیکھ رہی تھی۔۔"بابا وہ مجھے بات کرنی تھی آپ سے! رائنا خان نے ہمت کرتے ایک گہری

سانس بھرتے بات کا آغاز کیا۔ وہ جان کر سب کے سامنے ان سے بات کرنے والی تھی تاکہ بعد میں کوئی اعتراض نا کر دے۔۔ عدیل شاہ کی آج صبح سے اسے کالز آرہی تھیں لیکن اس نے ایک بھی اٹھانی ضروری نہیں سمجھی۔ اسے پتہ تھا کہ عدیل شاہ نے کیا پوچھنا ہو گا۔ وہ کس چیز کے لیے اتنا بے چین ہے!! لیکن جب اس نے ابھی بات ہی نہیں کی تھی تو وہ اسے کیا ہی جواب دیتی۔ اس لیے اس کی کوئی کال نہیں اٹھا رہی تھی۔ "ہاں ہاں بولو!! برہان خان نے اسی نرمی کے ساتھ جواب دیا۔ انہیں لگ ہی رہا تھا کہ کوئی بات ضرور ہو گی۔۔ رائنا خان نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ سب کے سامنے خود ہی اپنی رخصتی کی بات کرنے میں اسے تھوڑی جھجھک سی ہو رہی تھی لیکن وہ چاہتی تھی کہ یہ بات سب کے سامنے ہو تاکہ اب کسی کو بھی کوئی اعتراض نا بچے!! "بابا وہ عدیل کہہ رہے تھے کہ وہ رشتہ۔۔ مطلب دوبارہ اپنے گھر والوں کو بھیج دے گیں رشتے کے لیے! مطلب وہ چاہتے ہیں عدیل چاہتے ہیں کہ رخصتی۔۔ مطلب شادی۔۔" زمین پر اپنی نظریں مرکوز کیے وہ اُنگلیاں چٹخاتے ہمت کر ہی گئی تھی۔ لیکن ابھی بھی اس کی ساری بات میں مطلب

ہی تھے! اور بات بھی ادھوری چھوڑ دی تھی۔ وہ ایک لڑکی تھی خود اپنی رخصتی کی بات کرنے میں اتنا کنفیوز ہونا تو بنتا تھا۔۔ اس کی بات پر سب ایک لمحے حیران رہ گئے تھے!! سوائے راحیل خان کے جو سنجیدگی سے اس کی بات سن رہا تھا۔۔

"ابھی کل تک تو عدیل شاہ کو خلع نامہ بھیجا گیا تھا بیٹا جی! جلدی نہیں یاد۔ آگیا تمھیں رخصتی کا؟ تم دونوں آخر چاہتے کیا ہو؟ برہان خان نے جبڑے بھینچتے اپنے لہجے کو حد درجہ نارمل رکھتے پوچھا۔ انہیں اعتراض نہیں تھا لیکن یہ تو کوئی بات نہیں تھی کہ ایک دن طلاق کی بات کر دی اور دوسرے دن رخصتی کی۔۔ رائنا خان نے ان کی طرف دیکھتے تھوک نگلا۔ کہیں وہ انکار نا کر دیں!" بابا۔ عدیل نے کہا تھا۔ وہ چاہتے ہیں رخصتی! ہونٹ کاٹ کر کہتے وہ سارا مدعا عدیل شاہ پر ڈال چکی تھی۔۔

"تو کیا تم نہیں چاہتی؟ برہان خان نے یہ سوال کرتے اسے مزید مشکل میں ڈالا۔ ایک تو وہ پتہ نہیں کیسے ہمت کرتے سب کے سامنے بات کر رہی تھی اوپر سے اب برہان خان کے سوال!! "تم اپنا فیصلہ بتاؤ پھر ہی کوئی فیصلہ لے گیں ہم بھی! تم نہیں راضی تو کوئی زور زبردستی نہیں ہے! میں دیکھ لوں گا عدیل کو خود ہی۔ تم اپنی

مرضی بتاؤ بس! برہان خان نے نرمی سے پوچھتے اسے تسلی دی۔ رائنا خان نے ایک لمبی سی سانس بھری۔۔ دوسرے لمحے وہ ہمت جتاتے بول ہی پڑی تھی۔۔ "مجھے۔۔ کوئی اعتراض نہیں ہے بابا۔ مطلب وہ کہہ رہے تھے تو میں نے ہاں کر دی رخصتی کے لیے!! نظریں جھکائے وہ انہیں اپنی رضامندی دے گئی تھی۔ "ہمم پھر کیا کیا جائے اب؟ برہان خان نجانے اس سے کیا پوچھنا چاہتے تھے! یا شاید وہ اسے تنگ کر رہے تھے! یا کچھ اور! "آخری فیصلہ آپ کا ہوگا بابا۔ میری رضامندی کوئی معنی نہیں رکھتی میں نے صرف آپ کو بتا دیا ہے اب آگے آپ کی مرضی! جیسے آپ کہے گیں میں ویسے ہی کر لوں گی۔!! اور جو وہ سننا چاہتے تھے رائنا خان انہیں وہ مان بخش ہی گئی تھی۔۔ "بس پھر ٹھیک ہے جب ہونا ہی میری مرضی سے ہے تو انکار کر دو اسے! برہان خان نے اپنی ہنسی دبائے اسے تنگ کیا۔۔ رائنا خان نے جھٹکے سے سر اٹھاتے ان کے سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھا۔ یہ کیا ہو گیا تھا؟ اسے تو لگا تھا کہ برہان خان فوراً ہاں کر دے گیں لیکن انہوں نے تو انکار کر دیا تھا۔!! "بابا۔۔ میں بھی چاہتی ہوں۔ میں عدیل کے ساتھ رہ لوں گی بابا۔ تو اگر

آپ میری وجہ سے انکار کر رہے ہیں تو میں راضی ہوں بلکل۔ رائنا خان نے ہمت کرتے دل کی بات کہی۔ وہ خود بھی چاہتی تھی کہ اب عدیل شاہ اور اس کی شادی ہو جائے۔!! برہان خان کا قہقہہ لاؤنج میں گونجا۔ وہ اس کے منہ سے یہی سننا چاہتے تھے!! "کہو اسے کہ بھیجے گھر والوں کو۔ اور اس مرتبہ اپنی زبان سائڈ پر رکھ کر آئے۔ بہت بتمیزی پر اُتر آتا ہے وہ! برہان خان نے مسکرا کر حامی بھرتے ساتھ میں اسے تنبیہ بھی کی۔ وہ عدیل شاہ سے پچھلی ہوئی ملاقاتیں بھولے نہیں تھے! "جی ٹھیک ہے! منہ نیچے کر کے ہلکا سا مسکراتے رائنا خان نے ان کی بات سے اتفاق کیا۔۔ "جاؤ کہہ دو اسے لے آئے گا کل گھر والوں کو! برہان خان نے اس کی طرف دیکھتے اسے جانے کا کہا۔ رائنا خوش تھی تو وہ بھی خوش تھے! "تھینک یو سو مچ بابا۔۔ رائنا خان نے برہان خان سے کہتے کھڑے ہوتے اپنے قدم واپسی کی جانب لیے! یہ سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔

بہت اچھا فیصلہ کیا ہے تم نے برہان! اچھا ہے اب دوسری بھی اپنے گھر کی ہو" جائے! پھر بس زارا رہ جائے گی بچیوں میں! داجان نے برہان خان کی طرف دیکھتے ان کے فیصلے کو سراہا۔!! راحیل خان نے مسکراتے ہوئے اپنے ساتھ بیٹھی اپنے سینے سے لگی بہن کو دیکھا جس کا داجان کی بات پر منہ بن چکا تھا۔۔"زارا کے لیے ہم گھر داماد ڈھونڈے گیں! اب ٹھیک ہے؟ راحیل خان نے مسکراتے ہوئے زارا کی طرف دیکھتے اس کی ناک کھینچی۔!!"ہاں ناپرفیکٹ ہے! میں بھلا آپ کو چھوڑ کر کیسے جا سکتی ہوں؟ وہ آنکھیں ٹپٹپاتے اس کی بات سے اتفاق کر گئی تھی۔۔ "پاگل! راحیل خان نے مسکراتے اس کے سر پر چت لگائی۔ وہ تو مذاق کر رہا تھا لیکن مقابل تو جیسے تیار بیٹھی تھی اپنے شوہر کو گھر داماد بنوانے کے لیے!! رفیق خان سامنے بیٹھے مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے! ان کی خواہش تھی کہ زارا کا رشتہ ان کے دوست کے بیٹے سے ہو۔۔ جو کہ باہر ملک گیا ہوا تھا۔ وہ جب آجاتا تب ان کہ اِرادہ راحیل سے بات کرنے کا تھا۔ وہ لاکھ باپ سہی لیکن یہ سچ تھا کہ وہ خود بھی اس بات کو مان رہے تھے کہ زارا راحیل کی مرضی سے ہی شادی

کرے گی۔ وہ باپ والا پیار بھی اسی سے کرتی تھی اور بات بھی اسی کی مانتی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ ایک مرتبہ اپنی خواہش کا اظہار ضرور کرنا چاہتے تھے! آگے جو قسمت کو منظور ہونا تھا وہی ہونا تھا۔۔

رائنا خان آہستہ سے اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی۔ وہ واپس سے دروازہ بند کرتے ابھی مڑی ہی تھی کہ سامنے زمین پر اپنا فون گرے دیکھ وہ حیرت سے اس کی طرف لپکی۔ فون زمین پر گرا چکنا چور ہوا پڑا تھا۔ وہ تو اسے سہی سلامت ٹیبل پر رکھ کر گئی تھی۔ پھر یہ اپنے آپ ٹوٹ کر چکنا چور کیسے ہو گیا تھا؟ وہ زمین پر بیٹھی تھی سوچ رہی تھی کہ کسی نے اسے بازو سے پکڑتے ایک جھٹکے سے زمین سے کھڑا کیا۔ رائنا خان کی ہلکی سی چیخ بے ساختہ تھی۔ وہ حیرت سے اپنے سامنے کھڑے عدیل شاہ کو دیکھ رہی تھی جس نے سختی سے اس کی کلائی جکڑتے اسے زمین سے کھڑا کیا تھا۔۔ وہ اس وقت اپنی مخصوص پولیس یونیفارم میں ملبوس تھا۔ شاید وہ پولیس اسٹیشن سے فارغ ہوتے سیدھا اِدھر آیا تھا۔۔ ابھی رائنا کچھ بولتی کہ عدیل

شاہ نے اسے گھورتے ہوئے فوراً سے اس کی گلابی پنکھڑیوں پر جھکتے ان پر قفل لگایا۔۔ وہ ایک ہاتھ سختی سے اس کی کمر کے گرد لپیٹے اس کے ہونٹوں پر جھکا ہوا تھا۔ رائنا خان پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی جسے نجانے کونسا غصّہ تھا جو وہ یوں آکر اس پر اُتار رہا تھا۔۔ عدیل شاہ نے اس کے لبوں کو سک کرتے ایک جھٹکے سے اسے اپنی گود میں اٹھایا۔ وہ بہت سختی سے اس کے لبوں سے لپٹا اپنا غصّہ، جنون، تشنگی سب کچھ اس کے ہونٹوں پر اُتار رہا تھا۔۔ رائنا خان نے گرنے کے ڈر سے اپنی دونوں ٹانگیں اس کی کمر کے گرد لپیٹی۔ وہ اپنی بانہیں بھی اس کے گلے میں ڈال گئی تھی۔۔ عدیل شاہ نے ایک ہاتھ اس کی کمر کے نیچے رکھتے جبکہ دوسرے ہاتھ سے سختی سے اس کا جبڑا دبوچے اس کی زبان کو اپنی گرفت میں لیا۔ وہ جارحانہ انداز میں اس کی زبان کو اپنے دانتوں سے سک کر رہا تھا۔ رائنا خان بری طرح پھڑ پھڑا کر رہ گئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر ایسا کیا ہوا ہے جو مقابل اس کے لبوں پر اتنا جنونی ہوا پڑا ہے!! سانسوں کا یہ کھیل نجانے کتنے ہی لمحے تک جاری رہا تھا۔ وہ کبھی اس کی زبان کو دانتوں کی گرفت میں لیتا تو کبھی ہونٹوں پر آتے ان کی نمی چننے

میں مصروف تھا۔۔رائناخان کی سانسیں جیسے اب ختم ہونے والی تھیں۔اسے اپنے ہونٹوں پر بھی شدید جلن محسوس ہو رہی تھی۔ لیکن یہ انسان تھا کہ پیچھے ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھا۔۔اس کے گلے سے ہاتھ نکالتے اس کے کندھے پر مارتے رائناخان نے جیسے اسے ہوش دلانی چاہی۔ مقابل کی آنکھیں بھی بند تھیں۔۔عدیل شاہ نے اسی لمحے آگے بڑھتے اسے دیوار کے ساتھ لگایا۔ خود وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو ایک ہاتھ کی گرفت میں لیے اوپر دیوار سے لگا گیا تھا۔ ہونٹوں پر گرفت ابھی بھی ویسے ہی تھی۔ وہ اسے دیوار کے ساتھ لگائے مزید جنونی ہو چکا تھا۔۔رائناخان اس سے اپنے ہونٹ آزاد کروانے کی کوشش کرتے بری طرح ہل رہی تھی۔۔اسے لگ رہا تھا اگر اب سانس نا ملی تو وہ واقعی میں مر جائے گی۔۔ مقابل بے رحم ہو رہا تھا۔۔ اسے زیادہ ہی مچلتے دیکھ عدیل شاہ کچھ دیر کے بعد اس کے ہونٹوں کو چھوڑتے تھوڑا سا پیچھے ہوا۔ وہ سنجیدہ نظروں سے اپنا کیا گیا آرٹ دیکھ رہا تھا۔ رائناخان کے ہونٹ پر خون کی بوند چمک رہی تھی۔!!رائناخان نے تیز تیز سانس لیتے اس کے کندھے سے اپنا سر ٹکایا۔ وہ پہلے اپنی سانسیں نارمل کر کے پھر اسے بتاتی۔اس کے ہونٹوں

پر بھی اسے اتنی جلن ہو رہی تھی کہ حد نہیں۔ پہلی مرتبہ عدیل شاہ نے اتنے جنونی انداز میں اسے کس کی تھی۔۔ عدیل شاہ نے اس کے ہاتھ چھوڑتے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے شدت سے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔ وہ ایک ہاتھ اس کے بالوں میں الجھائے جبکہ دوسرا ہاتھ اس کی کمر پر رکھتے اسے بری طرح اپنے ساتھ لپٹائے بیڈ کی طرف بڑھا۔ رائنا خان اس کے کندھے پر سر رکھے ابھی تک اپنی بے ترتیب سانسیں درست کر رہی تھی!! عدیل شاہ نے بیڈ کی طرف جاتے خود بیڈ پر بیٹھتے اسے ایسے ہی اپنے اوپر لٹایا۔ وہ ایک لمحے کیلئے بھی اسے چھوڑنے پر راضی نہیں تھا۔

"فون کیوں توڑا ہے آپ نے میرا؟ اور یہ کیا بتمیزی تھی۔ اپنی سانسیں نارمل ہوتے دیکھ رائنا خان نے اس کے کندھے پر مکا جڑتے پہلے فون اور بعد میں اپنے ہونٹوں کی طرف اشارہ کیا۔ "جب تم نے کال نہیں اٹھانی ہوتی تو کیا فائدہ فون رکھنے کا؟ پھینکو اسے! اور دوسری بات یہ سزا تھی تمہاری مجھے اگنور کرنے کی۔ اس کی گردن میں منہ چھپاتے عدیل نے سنجیدگی سے وجہ پیش کی۔!! رائنا خان اچانک ہی خاموش ہو چکی تھی۔ واقعی وہ جان بوجھ کر اس کی کال نہیں اٹھا رہی تھی۔ مقابل

بے خبر نہیں تھا۔ "چھوڑیں مجھے! اور کوئی جواب نا سوجتے دیکھ رائنا نے اس کی گود سے نکلنا چاہا۔ جس طرح وہ اس کی گود میں بیٹھی تھی وہ خود شرم سے مرنے والی ہو رہی تھی۔ اس کی دونوں ٹانگیں ابھی تک عدیل شاہ کی بیک پر بندھی تھی۔ وہ ہٹانا چاہتی تھی لیکن مقابل نے آگے اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے تھے! عدیل شاہ نے اس کی بات سنتے مزید اسے اپنے نزدیک کیا۔ وہ اس کی کمر کے اوپر ہاتھ رکھے اس کا سینا سختی سے خود کے ساتھ مس کرتے بے باکی سے چیلنجنگ نگاہوں اسے دیکھ رہا تھا۔ رائنا خان نے اس کی آنکھوں سے نظریں چرائی۔ مقابل کی آنکھوں میں وارننگ تھی جیسے کہنا چاہتا ہو کہ کر کے دکھاؤ دور!!" بابا نے کیا کہا؟ بات کی تم نے؟ ابھی کہا تھی تم؟ نیچے یقیناً سارے بیٹھے ہونگے اور تم گلے میں پٹاڈال کر گئی تھی نیچے۔ سر پر نہیں ٹکتا کیا تمہارے یہ دوپٹہ؟ اٹھا کر آگ لگا دو اسے اتنا ہی اہم نہیں تو! عدیل شاہ اس کی طرف دیکھتے دبی دبی آواز میں غرایا۔ وہ ایک ساتھ کئی سوال اس پر داغ گیا تھا۔ اچھا بھلا مقابل اس کی صحبت میں بدلنے لگی تھی۔ کچھ دن وہ دور کیا ہوا اس لڑکی کا پھر سے وہی حال ہو چکا تھا۔ اس نے دیکھا تھا جب رائنا

خان کمرے میں آئی تھی تب بھی اس کے گلے میں تھا دوپٹہ۔ کچھ اسے اس بات کا بھی غصّہ تھا۔ مقابل اس کی باتیں بُھول گئی تھی شاید۔۔ "عدیل سوری میں بھول گئی تھی! رائنا خان نے شرمندگی سے اس کی طرف دیکھتے معافی مانگی۔ یہ بات تو نکاح سے پہلے بھی مقابل نے خاص بیٹھ کر اسے سمجھائی تھی۔ لیکن واقعی اس کے ذہن سے نکل گئی تھی۔ "کوئی فائدہ نہیں ہے! پھینک دو اسے نکال کر گلے سے بھی! عدیل شاہ نے سرخ آنکھوں سے اسے گھور کر کہتے ایک جھٹکے سے اس کے گلے سے دوپٹہ نکالتے سائڈ پر پھینکا۔ "عدیل! رائنا خان کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔۔ ٹھیک ہے ہو گئی تھی اس سے غلطی۔ لیکن مقابل اب اتنے دنوں بعد مل کر بھی اس کے ساتھ زیادتی کر رہا تھا۔!! "بس اب بیٹھ جاؤ ٹینکی بہانے! عدیل شاہ نے اس کی آنکھوں میں آنسوں دیکھتے دانت پیس کر کہتے اسے نرمی سے اپنے سینے سے لگایا۔ وہ اسے مزید اپنے نزدیک کیے خود اس کی گردن میں منہ چھپا چکا تھا۔ کتنے دنوں بعد اسے یہ سکون میسر ہوا تھا۔!! "بابا نے کیا کہا جلدی بتاؤ؟ اس کی گردن پر ناک ٹریس کرتے عدیل شاہ نے بے صبری سے پوچھا۔ یہی پوچھنے وہ یہاں آیا

تھا۔۔" بابا کہہ رہے تھی اپنی سوفٹ کی زبان گھر پر رکھ کر آیئے گا۔اس مرتبہ وہ کوئی بتمیزی برداشت نہیں کرے گیں۔اور یہ بھی کہا تھا کہ میں آپ کو بتادوں کہ اگر مجھے ذرا بھی تکلیف ہوئی تو وہ آپ کو بہت مارے گیں ! اس نے چار مزید باتیں اپنی طرف سے اضافی کرتے بتائی تھی۔اب کچھ تو بھرم جھاڑنا ہی تھا۔۔ جبکہ عدیل شاہ سمجھ نہیں سکا کہ وہ اس بات پر خوش ہو یا پھر جس طرح رائنا نے اسے یہ بات بتائی ہے وہ غصّہ کرے ! "سہی ! کل لے آؤں میں پھر دا جان کو؟ اس کی گردن میں ایک گہری سانس بھرتے عدیل شاہ نے پھر سے کنفرم کرنا چاہا۔ وہ بات برہان خان نے کہی تھی اسی لیے عدیل شاہ چپ کر گیا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کی بیوی ہی اس بات پر مرچ مسالا لگا کے بتانے والی تھی۔ برہان خان نے اتنا کچھ کہا بھی نہیں تھا۔ "جی ! واپس سے اس کے گلے میں بانہیں ڈالتے مسکراتے ہوئے اجازت دی گئی۔۔ رائنا خان کا بس نہیں تھا وہ بھنگڑے ڈالے۔ بلآخر اسے اس کی محبت ملنے والی تھی۔ ہمیشہ کے لیے ! "فائنلی ؟ عدیل شاہ نے اس کی گردن سے چہرہ باہر نکالتے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔ وہ ہلکا سا مسکرانا چاہتا تھا مگر وہ مسکرا بھی نہیں

پارہا تھا۔!! "فائنلی!! رائنا خان نے ہاں کی صورت میں سر ہلاتے اس کے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکایا۔ "اب مت مکرنا رائنا۔ بہت ظلم کیے ہیں تم نے مجھ پر! مزید میں کچھ بھی برداشت نہیں کروں گا یاد رکھنا۔ میری ماما کچھ نہیں کہیں گی تمھیں اس بات کا اگر نے وعدہ کر رہا ہوں تو تم بھی وعدہ کرو کہ کبھی مجھے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی!! عدیل شاہ نے اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ وہ اب مقابل کا دور جانا برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ "نہیں چھوڑتی! رائنا خان نے بھی اس کی آنکھوں میں دیکھتے جھٹ سے جواب دیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ کبھی نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ بھلا عدیل شاہ کے بغیر بھی اس کی کوئی زندگی تھی؟ عدیل شاہ نے خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے واپس سے اس کی گردن میں منہ چھپایا۔ وہ آج جیسے بہت تھکا تھکا معلوم ہو رہا تھا۔ رائنا خان نے پریشانی سے اسے دیکھا۔ مقابل نے پہلے کبھی تو اس کی گردن میں اس طرح منہ نہیں چھپایا تھا۔ وہ آج ہی ایسے کر رہا تھا۔ "عدیل آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟؟ رائنا نے اس کے بالوں میں اُنگلیاں چلاتے دھیمے سے پوچھا۔ "تم پاس ہو تو بلکل

ٹھیک ہوں! محبت سے ہلکے پھلکے انداز میں جواب آیا تھا۔ لیکن سچ تو یہ تھا کہ اس نے بھی پاکیزہ بیگم سے بات کی تھی رائنا کے متعلق! اور بدلے میں اسے بددعائیں سننے کو ملی تھیں۔ پاکیزہ بیگم نے کوئی ایسی بددعا نہیں چھوڑی تھی جو رائنا کو نہ دی ہو! وہ بس اسی چیز کے لیے تھوڑا پریشان تھا۔ ایک وہ انسان بیوی اور ماں کے درمیان بری طرح بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ رائنا خان نے ہنکارا بھرتے خود بھی خاموشی سے اس کے کندھے پر اپنا سر رکھا۔ ساتھ ساتھ وہ آہستہ آہستہ اس کے بالوں میں اپنی اُنگلیاں چلاتے اسے جیسے ریلکس کرنا چاہ رہی تھی۔۔ اور واقعی عدیل شاہ کو سکون بھی مل رہا تھا۔ اس کی گردن میں منہ چھپائے وہ سکون کے ساتھ اپنی آنکھیں موند چکا تھا۔۔ رائنا خان نے بھی خاموشی سے اس کے بالوں پر لب رکھتے اپنی آنکھیں موندی! جو سکون کی نیند اسے عدیل شاہ کے حصار میں آتی تھی وہ کبھی اکیلے میں آ ہی نہیں سکی تھی۔۔ کل رات بھی نیند آ تو گئی تھی لیکن تھوڑی ہی دیر بعد وہ پھر سے جاگ چکی تھی۔ تبھی آج سکون کے ساتھ اس کے اوپر لیٹے ہی وہ نیند کی وادیوں میں گم ہو چکی تھی۔

یہ صبح کے تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا جب زارا خان اپنی دوستوں کے ساتھ یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں بیٹھی اپنی دوستوں کے ساتھ باتوں میں مصروف تھی۔ آج ان چاروں نے کیمسٹری کے لیکچر سے بنک کیا تھا۔ زارا خان منہ بنائے بیٹھی گھاس توڑنے میں مصروف تھی۔ یہ تینوں اسے زبردستی کھینچ کر لائی تھیں۔!!

"ویسے زارا ایک بات بتا؟ حرا نے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔ وہ تینوں ایک ساتھ ہی اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔!!"بول! فوراً سنجیدگی سے پوچھا گیا تھا۔ البتہ ہاتھ اس کے ابھی بھی گھاس توڑنے میں مصروف تھے! یہ وہ ایک عادت کے تحت کر رہی تھی۔!"اس دن جب تو مجھے موبائل دے کر گئی تھی۔ میں تیری واٹسپ میں گئی تھی۔ وہاں وہ راحیل تیرا ہی بھائی ہے نہ؟ حرا نے سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ اس دن کھڑی کھڑی زارا خان کے موبائل کی اچھے سے تلاشی لے چکی تھی۔۔ان کے ساتھ بیٹھی باقی دونوں بھی ان کی ہی طرف متوجہ حرا کی بات سن رہی تھیں۔"ہاں میرے بڑے بھائی ہیں کیوں؟ اور تُجھے شرم نہیں آتی میری پرائیویسی میں گھستے

ہوئے! یہ تو شکر ہے میرا کوئی بندہ نہیں ہے ورنہ تم لوگوں نے تو اس کی چیٹ کو بھی نہیں چھوڑنا تھا۔۔ زار اخان ہے ایبر واُچکاتے اسے لتاڑا۔ کبھی کبھی وہ سوچتی تھی کہ کیا سوچ کر اس نے ترسی ہوئی دوستیں بنائی ہیں! ان کی ہر دوسرے بندے پر رال ٹپک جاتی تھی۔!!"عائشہ اس کا بھائی اتنا پیارا ہے میں تُجھے کیا بتاؤں! ڈی پی دیکھی میں نے! مطلب میں کہتی ہوں شہزادے بھی اس کے آگے کچھ نہیں۔ معاذ سر بھی اس کے سامنے زیرو ہونگے! مطلب مجھے لگتا ہے کہ اللہ نے سارے حسین لڑکے اسی کے خاندان میں پیدا کر دیے۔۔ایک سر معاذ اتنے حسین اور اس کا بھائی تو مت پوچھ آفت ہے پورا آفت!! کیا بندہ تھا یار۔۔ حرا نے عائشہ کی طرف دیکھتے اسے باقاعدہ ہاتھ جھلاتے راحیل خان کی خوبصورتی کے قصیدے سنائے! اس نے اسی دن ہی راحیل خان کے نمبر پر ڈی پی پر دیکھی تھی اس کی!! لیکن بات کرنے کا موقع اسے آج ہی ملا تھا۔!!"ماشاءاللہ بول! میرے بھائی کو نظر بھی بہت جلدی لگتی ہے! زار اخان نے مسکراتے اس کے ہاتھ پر چت لگائی۔ہاں یہ سچ تھا کہ راحیل خان کی تعریف پر وہ دل سے خوش ہوئی تھی۔۔"ہاں ہاں ماشاءاللہ روز دیکھ کر

بولتی ہوں بے فکر رہ!! حرا نے مسکراتے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔۔ لیکن جلد ہی اپنی غلطی کا احساس ہوتے اس نے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی! "تو روز کیسے دیکھتی ہے انہیں؟ کیا تو نے نمبر! افف میرے اللہ۔۔ ٹھرکی عورت تُجھے میرا ہی بھائی ملا تھا پوری دنیا میں؟؟ زارا خان مارے حیرت کے چیخی تھی۔ تف تھی ان لڑکیوں پر۔ مجال تھی جو یہ کسی بھی حسین لڑکے کو چھوڑ دیتی۔!! "بہن گراؤنڈ میں بیٹھے ہیں ہم آہستہ بول! عائشہ کی طرف سے اسے تنبیہ کی گئی تھی۔ جبکہ حرا کی بات نے اسے حیران نہیں کیا تھا۔ آخر کو اسے حرا سے کچھ ایسی ہی اُمید تھی۔۔ "میں آہستہ بولوں اور یہ میرے بھائی پر ڈورے ڈال رہی ہے! میسج تو نہیں کیا نا تو نے انہیں؟ دیکھ کرنا بھی مت میں تُجھے کسی صورت بھابی نہیں بناؤں گی۔۔ زارا خان کو تو سوچ کر ہی ہول اٹھ رہے تھے۔ اگر راحیل خان نے حرا سے بات کرنی شروع کر دی تو؟ ایک نیا ڈر اس کے دل میں بیٹھ چکا تھا۔۔ "نہیں کیا میں نے میسج ابھی۔ قسم سے بس روز دیکھتی ہوں۔ رک عائشہ میں تُجھے دکھاتی ہوں سچ میں تیرا بھی دل آجائے گا۔۔ حرا نے پہلے زارا کو تسلی دیتے بعد میں عائشہ کو مخاطب کیا۔ وہ اپنے فون سے

راحیل خان کا نمبر نکالتے جھٹ پٹ سے ڈی پی عائشہ کے سامنے کر چکی تھی۔،!!

"یہ تو معاذ سر سے بھی اوپر کی چیز ہے! فرصت سے بنایا ہے لگتا ہے رب نے! اتنا ہینڈسم؟ امپریسو نظروں سے راحیل خان کی تصویر کو دیکھتی وہ بنا پلکیں جھپکے اسے دیکھ رہی تھی۔۔"کیا خیال ہے زارا؟ اس کو چھوڑ مجھے بھابی بنالے!! عائشہ نے زارا خان کی طرف آہیں بھرنے والے انداز میں کہا۔ حرا نے بے ساختہ ہی فون پیچھے کرتے اسے گھورا۔ وہ تو تصویر دکھا کر پچھتائی تھی۔ "اللہ نا کرے بھئی! میرے بھائی کے لیے تو چاند سی دلہن ہو گی بلکل ان کے جیسی بلا کی حسین! اور انہی کے جیسی شریف بھی ہو گی۔ تم لوگوں کی طرح ٹھرکی نہیں ہو گی۔ اترا کر کہتے وہ ان دونوں کے خواب چکنا چور کر رہی تھی۔۔"بیٹا آج کے دور میں ساری ایسی ہی ہوتی ہیں۔ حرا تو چھوڑ اسے ہم ڈائریکٹ اس کے بھائی سے ہی بات کر لے گیں۔ تو گروپ میں نمبر سینڈ کر!! عائشہ نے زارا کی بات کو ہوا میں اڑاتے حرا کو حکم دیا۔ وہ راحیل خان کا نمبر منگوا رہی تھی۔ ان چاروں کا ایک گروپ بنا ہوا تھا یہ اسی گروپ کی بات ہو رہی تھی۔!! "خبردار اگر میرے بھائی کے پاس بھی بھٹکی تو تم لوگ!

میں منہ توڑ دوں گی تم دونوں کا۔ زارا خان حرا کو فون نکالتے دیکھ پھر سے چیخی۔ دوستوں کی حرکتوں سے واقف ہوتے ہوئے بھی انہیں بھابی بنانا ایسے تھا جیسے آنکھوں دیکھی مکھی نگلنا۔ وہ اتنی پاگل تھی کہ اسے اپنے بھائی پر بھی یقین نہیں تھا کہ راحیل خان اس طرح کبھی کسی لڑکی سے بات نہیں کرے گا۔!! سب کچھ جانتے بوجھتے بھی وہ شکی انداز میں اب لوگوں پر چیخ رہی تھی۔۔ دراصل میں اسے راحیل نہیں بلکہ ان دونوں پر یقین نہیں تھا۔ "چپ کر صرف بات کرے گیں۔۔ دیکھتے ہیں کیسا ہے تیرا بھائی۔ عائشہ نے اسے جیسے مکھن لگانا چاہا۔ "ہاں پتہ ہے مجھے جتنی تم دونوں شریف ہو! انہیں گھورتے دوبدو جواب آیا تھا۔ وہ ان کی رگ رگ سے واقف تھی۔۔ حرا ابھی موبائل نکال کر نمبر سینڈ کرنے ہی لگی تھی کہ زارا خان نے موقع دیکھتے فوراً سے اس کے ہاتھ سے موبائل جھپٹا۔ اور پھر وہ بیٹھی نہیں تھی۔ وہ موبائل جھپٹتے جھٹکے سے کھڑے ہوتے پیچھے کی طرف بھاگ چکی تھی۔۔ حرا نے حیرت سے اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھا۔ زارا خان نے اتنی تیزی سے موبائل چھینا تھا کہ وہ کچھ سمجھ ہی نہیں سکی تھی۔۔ "شکل کیا دیکھ رہی ہے بھاگ ورنہ وہ ڈیلیٹ

کر دے گی نمبر! عائشہ ابھی تک اسے بیٹھے دیکھ اسے دھکا دیتے خود بھی کھڑی ہوئی۔ وہ موبائل لے کر بھاگی تھی تو یقیناً اس نے نمبر ڈیلیٹ ہی کرنا تھا۔ حرا بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی ہوئی۔ وہ دونوں زارا خان کے پیچھے ہی بھاگ رہی تھیں۔!! زارا خان ایک نظر ان تینوں کو پیچھے سے بھاگ کر آتے دیکھ مزید تیزی سے بھاگی۔ اس نے نمبر ڈیلیٹ کرنا تھا لیکن وہ بھاگتے بھاگتے یہ نہیں کر سکتی تھی۔۔ اسے کہیں بیٹھنا ہی پڑنا تھا۔۔ "زارا تُجھے قسم ہے رک جا اگر یہ نمبر ڈیلیٹ ہوا تو تیری ہماری ختم! کمینی بھابی نہیں بنا سکتی ہمیں۔ کیسی دوست ہے تو!! حرا اس کے پیچھے جاتے دانت پیستے دبی دبی آواز میں چیخی۔ جبکہ زارا خان نے ہنستے ہوئے اس کی بات کو ہوا میں اڑایا۔۔ وہ بھاگتے بھاگتے کاریڈور والی سائڈ پر آ چکی تھی۔ اس سے آگے کلاسز شروع ہونی تھیں۔ "زارا میری بات سن! حرا نے تیز تیز سانس لیتے اونچی آواز میں اسے پکارا۔ وہ تھکنے لگی تھی۔!! "پاگل نہیں۔۔۔ زارا خان پیچھے گردن موڑتے ابھی اسے کچھ کہتی کہ اس کے الفاظ بیچ میں ہی حلق میں گھٹ چکے تھے! کیونکہ وہ اپنے سامنے سے آتے انسان کے ساتھ بری طرح ٹکرائی تھی۔!!

"معاذ شاہ جو ابھی لیکچر لے کر کلاس سے اپنے آفس کی طرف جا رہا تھا۔ وہ موبائل میں مگن اپنے دھیان ہی آفس میں جا رہا تھا کہ سامنے سے بھاگ کر آتی زارا خان سے بری طرح ٹکرایا۔۔ وہ اس ٹکر کے لیے بلکل تیار نہیں تھا۔ تبھی اپنا بیلنس کھوتے وہ دونوں بری طرح زمین بوس ہوئے! زارا خان کی چیخ بے ساختہ تھی۔۔ اب منظر کچھ یوں تھا کہ معاذ شاہ نیچے تھا اور زارا خان اس کے اوپر! وہ زارا کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے تو بچا گیا تھا لیکن اس کی اپنی کمر بری طرح زمین پر لگی تھی۔۔ جبکہ دونوں کے ہاتھ میں موجود موبائل دور جاتے گرے! اچانک گرنے کی وجہ سے زارا خان کے ہونٹ بری طرح معاذ شاہ کے ہونٹوں سے بری طرح مس ہوئے! اس کے بال دونوں کے چہرے کو ڈھانپ گئے تھے! ایک لمحے کے لیے معاذ شاہ کا دل اچھلتے حلق میں آیا۔ وہ دھڑک دھڑک کر جیسے ابھی باہر آنے کو تھا۔۔ ایک مقابل پوری اس کے اوپر تھی، دوسرا اس کا سینا اور تیسرا اس کے ہونٹ!! معاذ شاہ۔ ایک لمحے کے لیے ساکت رہ گیا تھا۔ اس کا واقعی کلیجہ منہ کو آ رہا تھا۔ زارا خان نے ہڑبڑاتے ہوئے فوراً سے اپنے ہونٹ اس سے فاصلے پر کیے!! یہ ایک بلکل غیر

اِرادی طور پر ہوا تھا۔ اس کا خود کا دل ایک الگ ہی لے پر دھڑک رہا تھا۔ وہ بری طرح گھبرا اور شرمندہ ہو کر رہ گئی تھی۔۔ اس کے پیچھے آتی حرا اور عائشہ نے بے ساختہ ہی آنکھیں پھاڑتے ایک دوسرے کی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ وہ جیسے خود کی بجائے دوسری کو یہ منظر دیکھنے سے بچا رہی تھیں۔ جبکہ دونوں کے منہ کھلے کے کھلے رہ چکے تھے! معاذ شاہ تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ ہونک بنا زارا خان کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ اس کے ہونٹ بلکل خشک ہو چکے تھے! جبکہ حلق کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ اسے اس وقت پانی کی شدید ضرورت تھی۔!! مارے گھبراہٹ کے زارا خان نے اس کے اوپر سے اٹھنا چاہا۔ لیکن وہ خود ہی کراہتے ہوئے واپس سے اس کے اوپر لیٹی۔ اس کے بال معاذ شاہ کے کوٹ کے بٹن میں اڑ چکے تھے۔۔۔ معاذ شاہ نے تھوک نگلتے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ وہ خود پہلی مرتبہ کسی لڑکی کے اتنا نزدیک تھا۔ اسے سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کہ آخر کیا کرے!! زارا خان نے کانپتے ہاتھوں سے خود ہی معاذ شاہ کے کوٹ کے بٹن سے اپنے بال آزاد کروانے چاہے۔ اس کے بال کھچ رہے تھے! اس کے ہاتھ بری طرح

کانپ رہے تھے! بال بجائے سلجھنے کے مزید ہی اُلجھتے جا رہے تھے!! معاذ شاہ بنا پلکیں جھپکے اس کے حسین چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جو بال سلجھانے کی کوششوں میں جھنجھلایا ہوا تھا۔!! بے دھیانی میں اس کا ہاتھ ابھی تک مقابل کی کمر پر تھا۔۔ اسے ہوش ہی کہاں رہی تھی۔ وہ بس خیرہ کر دینے والی آنکھوں سے مقابل کو دیکھ رہا تھا۔ مجال تھی جو اس لڑکے نے ابھی تک پلکیں جھپکی ہو! اس کا دل ہی نہیں تھا۔ زارا خان کے جسم سے اٹھتی خوشبو تک وہ بہت اچھے سے محسوس کر رہا تھا۔۔ زارا خان اب جیسے رونے والی تھی۔ ایک تو گھبراہٹ اور دوسرا اس کے بال۔ وہ دل میں بس حرا کو گالیوں سے ہی نواز سکتی تھی۔ جبکہ وہ دونوں کھڑی ابھی تک ایک دوسرے کی آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھیں۔ وہ الگ بات تھی کہ دونوں ہی چوری چھپے ہلکا سا دیکھتے مزے لے رہی تھیں۔!! "میں۔۔ میں کر دیتا ہوں!! اسے رونی صورت بناتے دیکھ معاذ شاہ نے ہوش میں آتے اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے!! شاید ہی وہ بات کے دوران پہلی مرتبہ اٹکا تھا۔۔ زارا خان نے ایک نظر اس کی طرف دیکھتے خاموشی سے نظریں جھکائی۔ بھلا اس سچویشن میں اس کی

زبان کیسے چل سکتی تھی؟ معاذ شاہ نے ہلکا سا مسکراتے بے دلی سے نیچے نظریں کرتے اپنے بٹن کی طرف دیکھا۔ جس میں مقابل کے بال اُلجھے ہوئے تھے! اس کے ہاتھوں کو نرمی سے سائڈ پر کرتے معاذ شاہ نے اس کے بال سلجھانے شروع کیے۔ وہ بہت آہستہ آہستہ یہ کام کر رہا تھا۔۔ جیسے فرصت سے ایک ایک بال کرتے نکال رہا ہو۔۔ زارا خان خود بھی نظریں جھکائے اپنے بال آزاد ہونے کے انتظار میں تھی تاکہ جلد سے جلد اس پر سے اٹھ سکے۔!! "ہو گیا!! معاذ شاہ نے اس کے بال الگ کرتے دھیمے سے اسے بتایا۔۔ زارا خان سیکنڈ سے پہلے جھٹکے سے اس پر سے اٹھی۔ وہ شرمندگی سے کھڑی حرا اور عائشہ کو دیکھ رہی تھی۔۔ معاذ شاہ ہلکا سا مسکراتے زمین سے اٹھا۔ اس کے کپڑے بھی سارے گندے ہو چکے تھے۔ لیکن یہ سچ تھا کہ معاذ شاہ ان لمحات کو ساری زندگی نہیں بھول سکتا تھا۔۔ ان دونوں کو زمین سے اٹھتے دیکھ سامنے دونوں نے بھی ایک دوسرے کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹایا۔ وہ دونوں بتیس کے بتیس دانت نکالے معاذ شاہ اور زارا خان کو دیکھ رہی تھیں۔ اب تو ان دونوں نے زارا خان کی چھیڑ چھیڑ کر ہی اس کا جینا حرام کر دینا

تھا۔۔ معاذ شاہ نے ایک مسکراتی نظر زارا خان پر ڈالتے واپس سے اپنے گھنی مونچھوں تلے عنابی لبوں پر زبان پھیری۔ اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے ابھی تک زارا خان کے لب اس کے ہونٹوں پر ہو! دوسرے لمحے وہ سنجیدہ ہوتے سامنے کھڑی دونوں لڑکیوں کی طرف متوجہ ہوا۔ بھلے ہی وہ دل میں ان دونوں کا شکر گزار تھا لیکن ابھی وہ انہیں ایسے ہی نہیں جانے دے سکتا تھا۔۔ ایسے میں پھر سے اسی پر باتیں بنتی۔

یہ یونیورسٹی ہے کوئی بچوں کا پلے گراؤنڈ نہیں جو آپ تینوں بھاگتی پھر رہی تھیں۔" کوئی شرم لحاظ ہے آپ لوگوں میں یا نہیں؟؟ سنجیدگی سے دو قدم آگے بڑھتے معاذ شاہ نے حرا اور عائشہ کی طرف دیکھتے غصیلے لہجے میں کہا۔ بول وہ تینوں رہا تھا جبکہ دیکھ وہ صرف سامنے کھڑی دونوں لڑکیوں کی طرف رہا تھا۔ زارا خان اس کے ساتھ ہی کھڑی تھی۔۔ "سر یہ میرا موبائل لے کر بھاگ رہی تھی بس اس لیے۔۔ میں بیچ میں اسے روک رہی تھی لیکن یہ رکی ہی نہیں اور پھر آپ دونوں۔۔ حرا تھوک نگلتے نظریں جھکائے ہلکا سا منمنائی۔ معاذ شاہ کے غصے سے تو اُن سب کی جان

جاتی تھی۔البتہ اس کی آواز اتنی ضرور تھی کہ معاذ شاہ نے بخوبی سن لی تھی۔۔ معاذ شاہ نے گردن موڑتے ایک سنجیدہ نظر زاراخان پر ڈالی۔ زاراخان نے اسے خود کی طرف تکتا پاکر فوراًہی نفی میں سر ہلایا۔!! "سر یہ میرے بھائی کا نمبر گروپ میں سینڈ کر رہی تھی بس اس لیے میں نے اس سے چھینا تھا موبائل۔ زاراخان نے اس کی طرف دیکھتے صفائی دی۔ جب حرا اسے پھنسا رہی تھی تو وہ بھی سچ بول چکی تھی۔!! "بھائی کا نمبر گروپ میں؟؟ معاذ شاہ نے ابرو سکیڑے حیرت سے پوچھا۔ زمانہ زیادہ ہی ایڈوانس ہو گیا تھا۔اب لڑکیاں یہ حرکتیں کرنے لگی تھیں۔۔ زاراخان نے زور و شور سے ہاں میں سر ہلایا۔ جبکہ حرا کا بس نہیں تھا اس کی گردن مروڑ دے! جو اس کی ساری پول کھول گئی تھی۔ عائشہ کا بھی کچھ یہی حال تھا۔۔ "آپ دونوں کا نمبر نکلوا کر میں کرتا ہوں آپ کے والدین سے بات کہ یہ کس قسم کی چیزیں سکھا رہے ہیں وہ اپنے بچوں کو! آپ سب یونی میں یہ کام کرنے آتی ہیں۔ سیریسلی آئی ایم شوکڈ!! سنجیدگی سے ان دونوں کی طرف دیکھ کر کہتے معاذ شاہ زارا خان کی طرف متوجہ ہوا۔ جو کھڑی ان کی بیعزتی پر خوش ہو رہی تھی۔ "اور آپ

محترمہ ! آئیں ذرا میرے آفس میں آپ کا تو الگ سے حساب لیتا ہوں میں ! مطلب حد ہے ! زارا خان کی طرف دیکھتے معاذ شاہ نے پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہوتے کہا۔۔ زارا خان کی دبی دبی مسکراہٹ بھی پل میں سمٹی تھی۔اب اس کی خیر نہیں تھی۔ ان دونوں نے جو بھی کیا ہو کم از کم وہ معاذ شاہ سے ٹکرائی نہیں تھیں۔ مقابل نجانے اب اسے کیا سزا دیتا۔ "جائیں آپ دونوں میری شکل کیا دیکھ رہی ہیں ! معاذ شاہ نے ان دونوں کو ابھی تک کھڑے دیکھ سختی سے حکم دیا۔۔ جبکہ خود وہ پیچھے اپنے موبائل کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ "بیٹا جتنا بھی خرچہ ہو گا موبائل کی ریپئرنگ پر کل پیسے ساتھ لے کر آنا۔اور اب تو سر معاذ کے ہاتھوں تو اپنی خیر منا۔۔ حرا نے آگے بڑھتے زارا خان کی طرف دیکھتے دبی دبی آواز میں کہا۔اب موبائل اس سے گرا تھا تو پیسے بھی وہی دیتی۔۔ "سینڈ کر دوں گی تیرے اکاؤنٹ میں ! مرنے لگ گئی ہے کیسے ایک موبائل کے پیچھے !! زارا خان کہاں کم تھی؟ تڑخ کر جواب دیا تھا۔ "ویسے ایک بات ہے سین بہت رومانٹک تھا تم دونوں کا۔ قسم سے کاش یہاں کوئی کیمرہ ہوتا یا پھر میرے پاس موبائل ہوتا جس میں، میں وہ موومینٹ کیپچر کر سکتی۔

ہائے کتنے مزے سے گرے تھے تم دونوں! قسم سے میرا تو دیکھ کر دل باہر آنے کو تھا۔ اور تیرے ساتھ تو ہوا ہے! بتا ذرا کیسا فیل ہوتا ہے؟؟ عائشہ نے آگے بڑھتے مسکراتے ہوئے زارا سے کہا۔ وہ تو ابھی تک اسی منظر نے اٹکی ہوئی تھی۔!! "شٹ اپ مس عائشہ! کرتا ہوں میں آپ کے والدین کو کال۔ ان سے پوچھ لیجئے گا کیسا فیل ہوتا ہے! معاذ شاہ جو پیچھے کھڑا آسانی سے اس کی بات سن چکا تھا آگے آتے غصے سے پھنکارا۔۔ بھلے ہی وہ ٹھیک کہہ رہی تھی کہ موومینٹ رومانٹک تھا لیکن یہ کیا بات ہوئی کہ وہ فیلنگ پوچھنے بیٹھ گئی تھی۔۔ عائشہ کے ساتھ ساتھ زارا خان نے بھی شدید شرمندگی اہانت کے ساتھ چہرہ جھکایا۔ ان دونوں کے چہرے تانبے کی مانند سرخ پڑ چکے تھے! عائشہ کو ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ معاذ شاہ پیچھے ہی کھڑا سن رہا ہو گا۔ حالانکہ اس نے بہت آہستہ آواز میں پوچھا تھا۔ لیکن شاید اس شخص کے کان بہت لمبے تھے!! جبکہ اصل شرمندگی تو زارا خان کو تھی۔ عائشہ نے تو صرف بات کی تھی۔ جبکہ اس پر تو باقاعدہ گزری تھی۔۔ وہ تو معاذ شاہ سے نظریں ملانے کے بھی قابل نہیں رہی تھی۔۔ "پکڑیں اپنا فون اور جائیں یہاں سے! میں آپ

دونوں کے والدین سے رابطہ کرلوں پھر بلاؤں گا آپ دونوں کو!! سنجیدگی سے حرا کے ہاتھ میں اس کا فون تھماتے معاذ شاہ نے انہیں وارن کیا۔ وہ اپنے ساتھ ساتھ اس کا فون بھی اٹھا لایا تھا۔ جبکہ ان دونوں نے بھی بنا کوئی بحث کیے یہاں سے بھاگنے میں ہی عافیت جانی۔ وہ دونوں بنا پیچھے مڑے بھاگنے کے انداز میں یہاں سے جا چکی تھی۔اب جو ہونا تھا بعد میں دیکھی جاتی۔۔

میں بھی جاؤں؟ زارا خان اس کی طرف دیکھتے جلدی میں ابھی خود بھی آگے قدم" بڑھاتی کہ معاذ شاہ نے پہلے ہی اس کا ہاتھ پکڑا۔۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھتے اسے لیے ایک سائڈ پر ہو چکے تھے! اس سائڈ پر سٹوڈنٹس نا ہونے کے برابر ہوتے تھے! زارا خان حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ جو دھڑلے سے اس کا ہاتھ پکڑے آگے بڑھ رہا تھا۔ معاذ شاہ نے ایک طرف ہوتے اسے دیوار کے ساتھ لگایا۔ خود وہ اس کے مقابل کھڑا تھا۔۔ "یہ۔۔یہ کیا ہے! آپ پلیز پیچھے ہٹیں۔ زارا خان نے گھبراتے اس کی طرف دیکھتے لرزتی سی آواز میں اسے دور ہونے کو کہا۔ "شششش!! معاذ شاہ

نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھتے اسے خاموش رہنے کو کہا۔ وہ اسے دیوار کے ساتھ لگائے اس کے سامنے کھڑا محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ زارا خان نے گھبراتے اسے دیکھا۔ نجانے کیوں اس کی سانسیں تیز سے تیز تر ہو رہی تھی۔ مقابل نے جس طرح اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھی ہوئی تھی اس کی ریڑھ کی ہڈی بری طرح سنسنا اٹھی تھی۔!! "خوبصورت تو تم بھی کم نہیں ہو! معاذ شاہ نے گہری نظروں سے اس کے نقوش کو دیکھتے دھیمے سے کہا۔ وہ بہت گہری نظروں سے اس کے چہرے کے ایک ایک نقش کو دیکھ رہا تھا۔۔ زارا خان کے گلے میں گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہوئی۔ اسے معاذ شاہ سے اچانک ہی خوف سا محسوس ہونے لگا تھا۔ جبکہ وہ اپنا سانس بلکل روک چکی تھی۔ مقابل کی انگلی سرکتے اس کی آنکھوں پر آچکی تھی۔!! زارا خان نے بے ساختہ ہی اپنی آنکھیں بند کی۔ "یہ بھوری جھیل سی گہری آنکھیں جیسے سارا جہاں خود میں سمونا جانتی ہو۔ معاذ شاہ نے سرگوشی نما آواز میں کہتے انگلی اس کی دونوں آنکھوں پر دھیمے سے رکھی۔ اس کا دوسرا ہاتھ دیوار پر جاتے زارا خان کے نکلنے کے تمام راستے مسترد کر گیا تھا۔۔ "یہ چھوٹی سی ناک، جب چڑتے ہوئے

تم اسے سکوڑتی ہو تو واللہ غضب ڈھاتی ہو! انگلی سرکتے ناک کی ٹپ پر آچکی تھی۔ زارا خان نے ابھی تک آنکھیں نہیں کھولی تھی۔ وہ مارے گھبراہٹ کے ابھی تک اپنا سانس روکے معاذ شاہ کی سرگوشیاں اور اس کی اُنگلی اپنے نقوش پر سرکتی محسوس کر رہی تھی۔ اس کی زبان جیسے واقعی تالو سے چپکی ہوئی تھی۔ جبکہ ہاتھوں میں لرزاہٹ بہت واضح تھی۔۔ "یہ ہونٹ! معاذ شاہ نے انگلی اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی ٹچ کی۔ اسے وہ لمحہ یاد آیا تھا جب یہ دونوں گرے تھے!! بے ساختہ ہی وہ منظر یاد کرتے معاذ شاہ کے لب مسکراہٹ میں ڈھلے! "یہ ہونٹ کوئی دیکھ لے تو صدیوں کا پیاسا نکلے! اس کے کان کے پاس جھکتے معاذ نے پھر سے سرگوشی نما آواز میں کہا۔۔ زارا خان نے بے ساختہ ہی تھوک نگلا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اچانک اس انسان کو ہوا کیا ہے!! ابھی وہ انہیں ڈانٹ رہا تھا اور اب وہ کھڑا اپنی باتوں سے اس کی جان نکال رہا تھا۔۔ "آنکھیں کھولو! اس کے چہرے پر پھونک مارتے معاذ شاہ نے دھیما سا مسکراتے ہوئے حکم دیا۔۔ زارا خان نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولی۔ کیا پتہ اب یہ انسان جانے کا کہہ دے! لیکن جلد ہی وہ غلط ثابت

ہوئی تھی۔!!"سانس لو! معاذ شاہ نے اپنا چہرہ ہلکا سا اس کے چہرے کے نزدیک کرتے حکم دیا۔اس نے ابھی محسوس کیا تھا مقابل سانس روکے ہوئے ہے!! جبکہ وہ اپنا دوسرا ہاتھ بھی دوسری طرف دیوار پر رکھ گیا تھا۔۔زارا خان نے نفی میں سر ہلایا۔مقابل جس طرح کھڑا تھا اسے سانس کیسے آسکتی تھی بھلا۔"سانس لو لڑکی۔ ورنہ میں کبھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔۔ مسکراتے ہوئے وارن کیا گیا تھا۔۔زارا خان نے فوراً سے ایک لمبی سی سانس بھری۔وہ بس چاہتی تھی کہ یہ انسان اس سے پیچھے ہٹ جائے!! معاذ شاہ ایک مسکراتی نظر اس پر ڈالتے ایک قدم چلتے اس کے مزید نزدیک ہوا۔۔

(I feel the changing state of my heart very well. Believe me, if something like this happens you will not escape from me،Baby Doll۔۔)"

اس کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی کرتے معاذ شاہ مسکراتے ہوئے پیچھے کو ہوا۔وہ اسے ایک آنکھ ونک کرتے یہاں سے جا چکا تھا۔وہ تیز تیز قدموں سے پیچھے کو مڑتے جا چکا تھا۔۔ جبکہ پیچھے اس کے لفظوں کو ذہن میں دہراتے ایک مرتبہ پھر زاراخان کی ریڑھ کی ہڈی بری طرح سنسنا اٹھی تھی۔یہ انسان جاتے جاتے بھی اس کی سانس سینے میں ہی اٹکا کر چلا گیا تھا۔۔اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنی سانسیں نارمل کرتے وہ اپنے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتے خود بھی آگے بڑھی۔اس کے قدموں میں لرزش بہت واضح تھی۔ جبکہ گھبراہٹ ابھی تک برقرار تھی۔۔ نجانے آج معاذ شاہ کو کیا ہو گیا تھا۔۔ خود کو حد درجہ نارمل کرتے وہ آگے کی طرف بڑھی۔ آج تو وہ کسی صورت بھی معاذ شاہ کا لیکچر نہیں لینے والی تھی۔اب اس کا ارادہ گھر جانے کا تھا۔۔

قسط نمبر:76 پارٹ 2

یہ شام کے تقریباً سات سے آٹھ بجے کا وقت تھا جب راحیل خان خان ولا کے بڑے سے پر تعیش لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا موبائل میں مصروف تھا۔ وہ اس وقت جینز اور شرٹ میں ملبوس سنجیدگی سے موبائل دیکھ رہا تھا۔ اس وقت پورے لاؤنج میں صرف ایک وہی بیٹھا تھا۔ داجان کے کسی قریبی دوست کا انتقال ہو گیا تھا اس لیے وہ اور ان کے تینوں بیٹے اُن کے ہمراہ وہاں پر گئے ہوئے تھے! جبکہ باقی سب خواتین اپنے اپنے کمروں میں تھی۔ راحیل خان تو آفس سے آج جلدی واپس آ گیا تھا لیکن آبان خان ابھی تک نہیں آیا تھا۔ جبکہ بالاج خان تو ویسے بھی آج کل غائب ہی رہتا تھا۔ پتہ نہیں اس لڑکے کے دماغ میں آج کل کیا چل رہا تھا۔۔ جبکہ اکثم بھی اپنے دوستوں کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا۔ وہ یا تو سارا دن یونیورسٹی ہوتا تھا یا پھر اپنے دوستوں کے ساتھ باہر! اکثم خان آج کل بہت کم ہی گھر پر نظر آتا تھا۔ دراصل میں اسے آبان خان سے آج کل چھوٹ ملی ہوئی تھی اس وجہ سے! جس دن آبان خان نے اس کے کان کھینچے تھے اگلے دن سے اکثم نے گھر ہونا تھا۔ ضیغم

بھی اپنے کمرے میں بیٹھا پڑھائی میں مصروف تھا۔ یہ وقت اس کے ہوم ورک کا ہوتا تھا۔ جو وہ ابھی اپنے کمرے میں بیٹھا کرنے میں مصروف تھا۔۔ کل ہی راحیل خان نے اسے پورے گھر کا وزٹ کروادیا تھا۔ اور ضیغم نسیم حیران در حیران تھا۔ اس کا تو بس نہیں تھا کہ گھر کو ہی دیکھتا رہے! اور راحیل خان کے لیے اس کی یہی چھوٹی چھوٹی خوشیاں معنی رکھتی تھیں۔ بہت کم وقت میں راحیل خان کے لیے وہ بہت عزیز ہو گیا تھا۔ اسے ضیغم سے دلی لگاؤ ہو چکا تھا۔۔

آبان خان تھکا ہارا داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا۔ وہ اس وقت ڈارک بلو کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس بہت ہینڈسم دکھ رہا تھا۔ آبان خان ابھی ہی آفس سے واپس آیا تھا۔ راحیل خان کے لیے عیاشی تھی لیکن اس کیلئے نہیں تھی۔۔ اسے ہمیشہ ہی اپنے کام کے ساتھ سیریس رہنا پڑتا تھا ورنہ نقصان بھی اس کا اپنا ہی ہوتا۔۔ راحیل خان کو سامنے لاؤنج میں بیٹھے دیکھ آبان خان نے بھی سنجیدگی سے اپنے قدم اسی کی طرف بڑھائے۔ وہ جانتا تھا آج داجان اور باقی سب گھر پر نہیں ہیں تو سب

نے اپنے اپنے کمروں میں ہی ملنا تھا۔ صرف راحیل ہی تھا جو لاؤنج میں اکیلا بیٹھا تھا۔!! "کیسا ہے؟ راحیل خان کے پاس جاتے اس سے ہاتھ ملاتے آبان خان اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا۔۔ جب سے راحیل خان نے الگ آفس لیا تھا تب سے ہی آبان خان اپنے کام میں مصروف ہوتا تھا اور راحیل خان اپنے کام میں! گھر بھی وہ دونوں الگ الگ ٹائم پر ہی آتے تھے! اور صبح کے وقت تو ویسے ہی ہمارے راحیل کی آنکھ نہیں کھل سکتی تھی۔ وہ ہمیشہ ہی لیٹ ہوتا تھا۔!! "ہمیشہ کی طرح پیارا۔۔ سنجیدگی سے کندھے اُچکاتے جواب آیا تھا۔ آبان خان اس کے جواب پر دھیما سا مسکرایا۔ اس بندے کو اپنی خوبصورتی کا بہت فلیکس تھا۔ جو وہ مارتا بھی صرف اسی کے سامنے تھا۔ ورنہ راحیل خان نے کبھی کسی اور کے سامنے اس طرح نہیں بولا تھا۔۔ آج کل تو ان لوگوں کی آفس میں بھی کوئی خاص ملاقات نہیں ہوتی تھی۔۔ "کاش کہ تیرے اندر اتنی عقل بھی ہوتی جتنی خوبصورتی ہے تو کیا ہی بات ہوتی! آبان خان نے مسکرا کر کہتے اسے چھیڑا۔۔ "تیرے اندر ہے نا عقل؟ بس ہم دونوں کے لیے کافی ہے! میں بیوقوف ہی ٹھیک ہوں۔ بنا برا منائے اس کی بات کو

خوش دلی سے قبول کیا گیا تھا۔ "اور کیا چل رہا ہے آفس میں آج کل؟ شیئرز بچ گئے تیرے یا سارے ہی ڈوبا دیے تیری اس چمچی نے؟؟ آبان خان نے صوفے کے ہتھے پر اپنا بازو ٹکاتے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔ وہ اپنے کام میں مصروف ہوتا تھا۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا تھا کہ راحیل خان کے لاس یا پھر پروفٹ کو دیکھنے بیٹھے! اسے بس راحیل خان کے پہلے لاس کے متعلق ہی پتہ تھا جس کے لیے اس نے اسے باتیں بھی بہت سنائی تھیں۔!! اس کی بات پر بے ساختہ ہی راحیل خان کی آنکھوں کے سامنے ایک آنچل سا لہرایا۔ مدحا نسیم اس کے ذہن میں آئی تھی۔ اور وہ جانتا تھا کہ آبان خان نے طعنہ بھی اسی کا مارا ہے!! "چمچی نہیں ہے وہ! منہ بناتے راحیل خان نے اس کی بات سے نفی کی۔ اسے آبان کی ساری بات میں مدحا کے لیے چمچی جیسا لفظ کچھ اچھا نہیں لگا تھا۔ "تیرا کوئی چکر ہے اس سے؟ آبان خان نے مزید سنجیدہ ہوتے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔ شک تو اسے اُس دن کے بعد ہی ہونے لگا تھا جب مدحا کے کرسی سے اٹھنے پر راحیل خان چیخا تھا۔ حالانکہ راحیل نے اس کی غلط فہمی دور کر دی تھی۔ لیکن پھر بھی ایک بات اس کے دماغ

میں بیٹھ چکی تھی۔!!"توبہ کر! شریف گھرانے کی لڑکی ہے وہ! میرے سے کہاں چکر چلائے گی۔ وہ تو ایسے ہی ڈرتی ہے مجھ سے تو میں بھی مذاق کر لیتا ہوں ورنہ ایسا کچھ نہیں ہے جیسا تو سوچ رہا ہے! تو نے دیکھا ہو گا میرا سب کے ساتھ ہی بیہیویئر ایسا ہی ہوتا ہے! مدحا کوئی خاص تھوڑی ہے! عجیب سوال کیا ہے ویسے تو نے!۔ راحیل خان نے بھی اسی سنجیدگی کے ساتھ اس کی بات سے نفی کی۔ وہ سچ کہہ رہا تھا۔ وہ مدحا کے ساتھ صرف مذاق کی حد تک تھا۔ "تیرا یہ مذاق کسی دن تُجھے بھاری ناپڑ جائے! دور رہا کر اس لڑکی سے۔ مجھے پتہ نہیں کیوں اسے دیکھ کر اچھی وائب نہیں آتی۔۔ آبان خان نے اسے جیسے وارن کرنا چاہا۔ اسے شروع دن سے مدحا نسیم سے کوئی الگ ہی مسئلہ تھا۔۔ "چل اوئے ایک لڑکی کیا ہی نقصان کر لے گی میرا؟ اور اتنی معصوم سی ہے بیچاری۔ تُجھے پتہ نہیں کیا مسئلے رہتے ہیں سب سے! راحیل خان نے گویا ناک سے مکھی اڑائی۔ وہ اپنے لاپرواہ انداز میں تھا۔ اسے کسی چیز سے فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔۔ "پھر بھی مت تنگ کیا کر اسے اور دور رہا کر! آئندہ میں تُجھے اس کے ساتھ نا دیکھوں! ہاں اگر اچھی لگتی ہے تو بتا عزت سے رشتہ بھیج

دے گیں ! لیکن یہ جو حرکتیں تو کر رہا ہے یہ مت کیا کر ! ! آبان خان نے اس کی طرف سختی سے تنبیہ کی۔۔اس کی بات پر بے ساختہ ہی راحیل خان کا قہقہہ لاؤنج میں گونجا تھا۔ مقابل نے بات ہی ایسی کی تھی۔۔ "تو پاگل ہے آبان ! ایک دن اس کے کرسی سے اٹھنے پر مجھے غصّہ کیا آگیا میں۔رشتہ بھیج دوں اس کے گھر سیریسلی ؟؟اور ویسے بھی میں نے لڑکی پسند کی ہوئی ہے شادی بھی اسی سے کروں گا۔ مدحا میرے لیے صرف ایک کولیگ ہے آفس کی جیسے باقی سب لڑکیاں ہیں ! ہاں ٹھیک ہے بس اس کے ساتھ تھوڑا زیادہ فرینک ہو جاتا ہوں میں ! کیونکہ مجھے خود نہیں پتہ اس کے سامنے میرے ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے ! میں نے پہلی مرتبہ زندگی میں کسی عورت پر غصّہ کیا ہے، کسی پر چیخا ہوں تو وہ مدحا ہی ہے ! کیونکہ اس وقت میرے ایموشنز میرے کنٹرول میں نہیں رہے تھے ! لیکن ان ساری باتوں کا بھی ہرگز یہ مطلب نہیں کہ میں شادی کر لوں اس سے ! ! لڑکی دیکھ رکھی ہے میں نے ! راحیل خان نے مسکرا کر اسے ساری تفصیل بتائی۔ ساتھ میں وہ اپنا ایک راز بھی اس پر آشکار کر گیا تھا۔۔ "یہی تیری بربادی کی پہلی سیڑھی ہے ! تو اس کے

سامنے اپنے اموشنز پر کنٹرول نہیں رکھ سکتا تو دور رہ اس سے ! ایک محبت تو بھگت چکا ہے دوسری کے بعد برباد ہو جائے گا یاد رکھنا۔۔ اور ہاں جس سے بھی شادی کا تو سوچ رہا ہے اور اس کے باوجود بھی تو مدحا کی طرف اٹریکٹ ہے تو اس لڑکی کو چھوڑ دے ! کیونکہ وہ بیچاری فضول میں تیرے اور مدحا کے درمیان پس جائے گی۔ میں پہلے وارن کر رہا ہوں راحیل۔ جیسے تو مدحا کے متعلق بتا رہا ہے عین ممکن ہے کہ یہ لڑکی تیرے لیے خطرناک ثابت ہو ! یا تو اُسے اپنا لے یا دیکھ بھی مت اس کی طرف ! ! آبان خان نے سنجیدگی سے کھری بات کی۔ اسے کوئی غرض نہیں تھی راحیل کس سے شادی کرتا ہے۔۔ اسے بس راحیل خان کی خوشی عزیز تھی۔ اسی لیے بیٹھا وہ اسے سمجھا رہا تھا۔۔ "تف ہے تُجھ پر ! جس سے شادی کا سوچ لیا اسی سے کروں گا بس ! ہاں ٹھیک ہے اس کے ساتھ میرے ایموشنز وہ نہیں ہیں جو مدحا کے ساتھ ہیں۔ لیکن میں کسی سے بھی محبت نہیں کرتا۔ نا مدحا سے اور نا ہی اس سے جس سے اب شادی کروں گا۔ اپنے حصے کی محبت میں کر چکا ہوں۔ اب جو بھی آئے گی اسے کمپرومائز کرنا پڑے گا۔ عزت، پیار، احترام، سکون، سپورٹ سب کچھ مل

سکتا ہے اس لڑکی کو مجھ سے ! لیکن محبت نہیں مل سکے گی۔ عشق نہیں مل سکے گا۔ کیونکہ یہ دل اپنے دروازے بند کر چکا ہے ! تُجھے کیا اندازہ کہ اشنا کو زاویار کے ساتھ دیکھ کر مجھے کتنی تکلیف ہوتی ہے ! شادی ایک عام سی چیز ہے۔ ضروری بھی ہے اور ظاہر ہے میں نے لڑکی دیکھی ہے تو کروں گا بھی۔ لیکن دل میں تو وہی رہتی ہے نہ ؟ دوسری محبت کیا ہوتی ہے میں جانتا ہی نہیں ! میری نظر میں تو عشق ہوتا ہے وہ بھی صرف ایک سے ! مل جائے تو بادشاہ نا ملے تو آپ میرے جیسے فقیر ! ! اور اب یہ مت کہنا کہ یہ آنے والی کے ساتھ زیادتی ہو گی۔ تُجھے اندازہ نہیں ہے وہ کتنی اچھی ہے ! وہ واقعی میں سب سے الگ ہے ! ! تیرے سے بھی پہلے اگر میں نے کسی کے ساتھ اپنا درد بانٹا ہے تو وہ وہی ہے ! جانتی ہے اشنا کے متعلق وہ سب کچھ ! اور ایک اسی چیز کی مجھے سب سے زیادہ تسلی ہے ! ! اور رہی بات مدحا کی تو وہ ایک اچھی با کردار اور باحیا لڑکی ہے ! میرے جیسا مرد وہ ڈیزرو نہیں کرتی ! ! خدا اسے اس کے جیسا ہی پاک مرد دے گا دیکھ لینا تو ! ! سنجیدگی سے صوفے سے ٹیک لگائے وہ بھی تفصیل سے اسے مدحا، اشنا اور اپنی ہونے والی بیوی کے متعلق کلیئر کر گیا تھا۔ اور

واقعی میں اس نے سچ ہی بتایا تھا۔۔ "تو پاک نہیں ہے؟ اس کی ساری بات ایک طرف لیکن آبان خان کو اس کی یہ بات بری طرح چبھی تھی۔!! "نہیں! صاف گوئی سے جواب آیا۔ وہ اچھا بننے کا ناٹک نہیں کر سکتا تھا۔ "کیسے؟ آبان خان نے صوفے پر پاؤں اوپر کرتے پوچھا۔ "تو جانتا ہے کیسے پھر بھی پوچھ رہا ہے؟؟ جواباً سوال کیا گیا۔۔ "پھر چھوڑ کیوں نہیں دیتا یہ سب کچھ؟ کیوں جاتا ہے کوٹھے پر؟ سوال پر سوال کیے گئے!! "بے فکر رہ زنا چھوڑ دیا ہے میں نے! اس سے نظریں چراتے ایک گہری سانس بھرتے راحیل خان نے اسے بتایا۔۔ "پھر کوٹھے پر جمعے کی نماز پڑھنے جاتا ہے؟ تُجھے کیا لگتا ہے میں تُجھے کچھ کہتا نہیں تو مجھے کچھ پتہ نہیں ہوتا۔۔ طنزیہ سا انداز! "معشوق ہے میری وہاں۔ اس سے ملنے جاتا ہوں اور کچھ؟؟ جل بھن کر دانت پیستے جواب آیا تھا۔ اس کے باپ کا پورا پورا فرض آبان خان ادا کرتا تھا۔ جس طرح مقابل اس کی حرکتوں پر نظر رکھتا تھا، راحیل خان کو لگتا تھا جیسے وہ کوئی چھوٹا بچہ ہو!! "تُجھے معشوق بھی کوٹھے کی ہی ملی تھی؟ ساری دنیا کی عزت دار لڑکیاں مر گئی تھیں کیا؟ ہر دوسری لڑکی تُجھ پر فدا ہے میں بھی دیکھتا ہوں آفس

میں بھی! لیکن تو نے کوٹھے پر ہی منہ مارنا تھا؟ آبان خان اس کی بات کو سیریس لے گیا تھا۔۔ "چل اوئے بکواس ہیں سب! اور میں مذاق کر رہا تھا۔ کوٹھے سے معشوق کیوں ڈھونڈنے لگا میں! پاگل ہے تو بھی۔۔ ہلکے پھلکے انداز میں کہتے راحیل خان نے اسے تسلی دی۔ "تیرا کچھ نہیں ہو سکتا راحیل! تو واقعی سب کی سمجھ سے باہر ہے! اللہ ہدایت دے تُجھے! میں تو بس یہی کہہ سکتا ہوں۔ باقی کوٹھے پر جانا بند کر دے خدا کے لیے! اب تو شادی کا بھی سوچ لیا ہے تو نے! اب تو اپنی ہونے والی بیوی کے ساتھ لویل رہ لے! بیچاری کون ہو گی ویسے وہ! پتہ نہیں کیسے گزارا کرے گی تیرے ساتھ۔ آبان خان نے صوفے سے پاؤں نیچے کرتے نفی میں سر ہلاتے اس سے باقاعدہ منت زدہ لہجے میں کہا۔۔ "بس کچھ دن پھر ہمیشہ کے لیے کوٹھے پر جانا بند! پکا وعدہ! راحیل خان اس سے وعدہ کر گیا تھا۔ یہ کچھ دن بھی پتہ نہیں اس نے کس لیے مانگے تھے!! "چل ٹھیک ہے چلتا ہوں میں! مدحا سے دور رہنا آئندہ۔ مجھے اس کے پاس بھی بھٹکتا ہوا نظر نہ آئے تو۔ تو نے مذاق کرنا ہے تو لڑکوں کے ساتھ کیا کر! ہر کسی کے ساتھ فرینک ہونا آپ کے لیے ہی نقصان دہ

ثابت ہوتا ہے! مدحا سے مذاق میں بھی کوئی بات نہیں کرے گا تو! مڈل کلاس لڑکیوں کو محبت بہت خطرناک ہوتی ہے یاد رکھنا یہ بات! اور میں نہیں چاہتا اس بچی کی زندگی برباد ہو! جاتے جاتے بھی وہ انگلی اٹھا کر اسے سختی سے تنبیہ کرنا نہیں بھولا تھا۔ "تھوڑا بہت اور کام سیکھ جائے بس پھر آفس ہی باہر ہی سیٹ کروں گا اسے! نا وہ میرے آفس میں ہو گی اور نا میں اکیلا پن محسوس کر کے اس سے بات کروں گا۔ بس۔ خوش!! صرف کچھ دن رک جا۔ اگر اس نے کام نا سیکھا تو میرا ہی لاس ہو گا۔۔ راحیل خان نے ہلکا سا مسکراتے اس سے چند دن مانگے! ابھی بہت سا کام تھا جو مدحا نے سیکھنا رہتا تھا۔۔ "اوکے جتنی جلدی ہو سکے ختم کرنا کام۔ میں زیادہ دن مزید برداشت نہیں کروں گا۔ پر ان دنوں میں اپنی زبان کنٹرول میں رکھنا تو!! واپس سے سختی سے اسے وارن کرتے آبان خان سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ وہ اب اوپر اپنے کمرے کی طرف۔ جا رہا تھا۔۔ جبکہ پیچھے راحیل خان نے لاپرواہی سے کندھے اُچکائے۔ اسے کونسا مدحا سے کوئی دلی لگاؤ تھا جو وہ اس کے بغیر نا رہ پاتا۔ آبان خان نے منع کر دیا تھا مطلب اب کنفرم تھا کہ راحیل خان اس سے کوئی بات

بھی نہیں کرنے والا۔۔ صوفے سے ٹیک لگائے وہ سر جھٹکتے واپس سے اپنے موبائل میں مصروف ہو چکا تھا۔۔

یہ تقریباً شام کا وقت تھا جب ٹھنڈی ہوائیں اِرد گرد چلتے ماحول کو خوشگوار بنائے ہوئے تھی۔۔ کراچی شہر میں بارشوں کا ایک نیا سلسلہ جاری ہو چکا تھا۔ آج کل زیادہ تر رات کے وقت بادل جم کر برستے تھے! آج بھی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں، کالی گھٹائیں آسمان پر چھائی ہوئی تھیں۔ ایسا لگتا تھا کسی بھی وقت بادل برس۔پڑے! لیکن ابھی کے لیے موسم بہت اچھا ہوا پڑا تھا۔۔ایسے میں ماورا جمیل کی گاڑی ایک جھٹکے سے ساحل سمندر کے پاس آتے رکی۔ وہ گاڑی میں اکیلی ہی تھی۔ ماورا جمیل اس وقت سرخ کلر کے لانگ فراک میں ملبوس نیچے چوڑی پاجاما پہنے ہوئے تھی جو کہ ٹخنوں سے کافی اوپر تھا۔اوپر دوپٹے نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ اس فراک کے اوپر دوپٹہ تھا بھی نہیں۔ سینے کے نیچے پیٹ سے تھوڑا اوپر ایک فراک کے ساتھ کی ہی بیلٹ لگائی گئی تھی جس سے اس کا فگر اچھا خاصا واضح ہو رہا

تھا۔ لمبے گھنے بالوں میں ہلکا سا کرل ڈالتے انہیں کمر پر کھلا چھوڑا گیا تھا۔ ہلکا پھلکا سا میک اپ کیے وہ اس وقت غضب ڈھا رہی تھی۔ اسے یہاں علی نے بلایا تھا۔ نجانے ساحل سمندر کے پاس علی کو اس سے کیا کام پڑ گیا تھا۔ ویسے تو وہ انکار کرنا چاہتی تھی لیکن پھر کچھ سوچتے وہ یہاں آ ہی گئی تھی۔۔ مقصد محض چند تصاویر بنانا تھا۔ اتنا اندازہ تو اسے تھا کہ یقیناً علی نے اس کے لیے کچھ سرپرائز پلان کیا ہو گا۔ اسے اندازہ نہیں بلکہ یقین تھا۔ بس اس موقع پر چوکا مارنے وہ یہاں پہنچ گئی تھی۔۔ محض چند تصاویر کی خاطر!!

اپنی گاڑی سے نکلتے ماورا جمیل نے سامنے کی طرف دیکھا جہاں علی کھڑا مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس وقت ساحل سمندر پر کوئی ایک شخص بھی نہیں تھا سوائے ان دونوں کے۔۔ شاید علی نے یہ سپاٹ پورا بک کروایا تھا۔۔ امپریسیو نظروں سے سامنے موجود تیاری کو دیکھتے ماورا جمیل نے اپنے قدم اس طرف بڑھائے۔ علی کے پیچھے ایک بہت خوبصورت سی ڈیکوریشن کی گئی تھی۔ جگہ جگہ

ریڈ اور وائٹ کلر کے غبارے اور لائٹس لگی ہوئی تھی۔ آمنے سامنے دو کرسیاں تھی جن کے بیچ میں موجود ٹیبل پر شاید کوئی کیک پڑا تھا۔ ٹیبل کے پیچھے ایک بڑا سا "ول یو میری می" کا بورڈ لگا ہوا تھا۔!! "ہیلو! ماورا جمیل کے پاس آنے پر علی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہائے! ہلکا سا مسکراتے اس نے جواب دیا تھا۔ جبکہ اس کی نظریں سامنے تھیں۔۔ بلاشبہ یہ ایک بہت اچھی ڈیکوریشن کی گئی تھی۔ اوپر سے لوکیشن بھی ساحل سمندر!! دل میں اس نے علی کے زوق کو ضرور سراہا تھا۔۔ "اس سب کی کیا ضرورت تھی؟ اپنی نظریں واپس سے علی پر لاتے ماورا نے سنجیدگی سے پوچھا۔ لاکھ ڈیکوریشن اچھی سہی مگر اس کا دل تھا کہ بس چند ایک تصویر لے اور یہاں سے نکلنے والی کرے!! "ایسے زرہ پھیکا سا لگ رہا تھا سب کچھ! سوچا اچھے سے پرپوز کروں! پھر اچھا رہے گا سب کچھ!! مسکراتے سادگی سے جواب آیا تھا۔ ماورا نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ اس کے ہمراہ ہی آگے کی طرف بڑھ چکی تھی جہاں سارا انتظام ہوا تھا۔۔

"Please have a seat "

علی نے آگے بڑھتے ماورا کے لیے کرسی ٹیبل سے پیچھے کرتے اسے بیٹھنے کی آفر کی۔ وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔!! "آ۔۔ تم نے جو بھی کرنا ہے پلیز جلدی کرو۔ کیونکہ ماما۔۔ہاں ماما نے کہا تھا کہ مجھے مغرب سے پہلے گھر جانا ہے! تو پلیز۔۔ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے ماورا نے جیسے بہانہ بنایا۔ جبکہ وہ ابھی تک وہ بیٹھی بھی نہیں تھی۔۔ "کم آن! تم کسی غیر کے ساتھ تھوڑی ہو۔ابھی پانچ دس منٹ میں مغرب کا وقت ہو جائے گا۔ کیا آتے ہی جانے دوں تمھیں؟ تھوڑا ٹائم تو ساتھ میں اسپنٹ کریں ہم لوگ! منہ بناتے جواب آیا تھا۔۔ "پھر جلدی کرو پلیز! ایک گہری سانس بھرتے وہ مان ہی گئی تھی۔اب اس نے یہ خود ہی فیصلہ کیا تھا تو بھگتنا بھی خود ہی تھا۔

"Let's cut the cake "

مسکرا کر کہتے علی نے آگے بڑھتے کیک کے اوپر کینڈلز جلائی۔ جبکہ ماورا جمیل بیزاریت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اب پچھتا رہی تھی یہاں آنے پر! جیسے تیسے کرتے وہ اس کے ساتھ بھاری دل کے ساتھ کیک کٹ کر ہی چکی تھی۔ وہ دونوں ملتے کھانا بھی کھا چکے تھے! ماورا جمیل نے تو تھوڑا بہت کھاتے بس وقت ہی گذارا

تھا۔ وہ اس کی ہر بات پر بس ہم ہاں میں جواب دے رہی تھی۔ جب دل ہی نہیں تھا تو وہ کیا ہی اپنی خوشی ظاہر کرتی۔ علی نے بھی اس کے رویے کو نوٹ تو کیا تھا مگر اس نے کچھ کہا نہیں! اسے لگ رہا تھا کہ ماورا جمیل شرما رہی ہو گی۔ کیونکہ اکثر موقعوں پر تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ ماورا جمیل شرمانے والی لڑکیوں میں سے نہیں ہے! "کیا آپ میرے ساتھ ہلکا پھلکا سا ڈانس کرنا پسند کرے گی؟ کرسی سے کھڑے ہوتے علی نے اس کے مقابل آتے مسکراتے ہوئے اپنا ایک ہاتھ آگے کرتے پوچھا۔ وہ اچانک ہی کرسی سے کھڑے ہوتے یہاں آیا اس سے یہ سوال پوچھ رہا تھا۔!! "علی میرا خیال ہے مجھے گھر چلنا چاہیے! بہت دیر ہو گئی ہے!! سنجیدگی سے خود بھی کرسی سے کھڑے ہوتے ماورا نے اس کی بات کو اگنور کیا۔ "تھوڑا سا صرف ڈانس کا ہی تو کہا ہے! ہم چل لے گیں اس کے بعد گھر پکا۔ مگر ایک مرتبہ پلیز۔ میرا ڈریم تھا۔ علی نے اس کے سامنے آتے پھر سے جیسے اس کی منت کی۔۔ ماورا نے ایک سنجیدہ نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔ یہ اب بہت زیادہ ہو رہا تھا۔۔ وہ ڈانس کیسے کر سکتی تھی اس کے ساتھ!؟ "میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے

میں گھر جاؤں گی پلیز ضد مت کرو! اپنی طبیعت کا بہانہ بناتے ماورا نے اسے ٹالنا چاہا۔ وہ اس کے ساتھ ڈانس نہیں کر سکتی تھی۔۔ "کیا ہوا کوئی زیادہ طبیعت خراب ہے کیا؟ علی پریشانی سے اس کی طرف دیکھتے ابھی اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتا کہ پہلے ہی ماورا دو قدم اس سے پیچھے کو ہوئی۔ یہ تو چپک ہی گیا تھا اس کے ساتھ! "نہیں میں ٹھیک ہوں۔ ڈانس ہی کر لیتی ہوں! لیکن پانچ منٹ بس! اُنگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کرتے وہ مان ہی گئی تھی۔ اگر جلدی جان چھڑوانی تھی تو بہتر تھا وہ اس کی مان ہی لیتی! پانچ منٹ ڈانس کرنے میں کیسا حرج؟ یہی سوچتے وہ حامی بھر چکی تھی۔۔ علی نے مسکراتے ہوئے پھر سے اپنا ہاتھ اس کے سامنے کیا۔ ماورا جمیل ایک گہری سانس بھرتے ابھی اس کا ہاتھ تھامتی کہ پہلے ہی کسی نے اسے پیچھے سے پکڑتے جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا۔ ماورا کٹی ڈال کی طرح ایک جھٹکے سے لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے کی طرف سرکی۔ اس کی چیخ بے ساختہ تھی۔۔ یہ تو کھینچنے والے کی گرفت مضبوط تھی ورنہ یقیناً وہ بری طرح زمین پر گر جاتی۔۔ علی نے حیرت سے سامنے کی طرف دیکھا جہاں ایک لمبا چوڑا مرد ماورا کو اپنی گرفت میں لیے کھڑا سرد

سرخ آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔!! "یہ کیا بتمیزی ہے بالاج خان! ماورا جمیل اس کی طرف دیکھتے شدت سے چیخی۔ جہاں اسے یہاں دیکھ کر اسے حیرانی ہوئی تھی وہیں اسے غصّہ بھی شدید چڑھا تھا۔ مقابل آتے ہی فساد ڈال گیا تھا۔۔ ہم وہاں بالاج خان ہی تھا۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ وہ یہاں تک کیسے پہنچا۔ لیکن وہ پہنچ چکا تھا۔ بالاج خان اس وقت بلیک شرٹ پینٹ میں ملبوس نہایت سرخ آنکھوں کے ساتھ سامنے موجود علی کو خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس شخص کو ایک مرتبہ مار کھا کر عقل نہیں آئی تھی۔!! "ہاتھ چھوڑو اس کا۔ پاگل ہو کیا تم جو ہر مرتبہ ٹپک پڑتے ہو! علی نے اس کی سرخ آنکھوں میں دیکھتے آگے بڑھتے ماورا کا ہاتھ پکڑتے اس سے دور کرنا چاہا۔۔ بالاج خان ماورا کو بازو سے جکڑے سختی سے اپنے قریب کیے کھڑا تھا۔ ابھی علی آگے بڑھتے ماورا کا ہاتھ پکڑنے کے لیے ہاتھ بڑھاتا کہ بالاج خان نے پہلے ہی اس کا وہی ہاتھ پکڑتے سختی سے مروڑا۔ وہ قہر برساتی نظروں سے اس ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔ جبکہ اس کے جبڑے اتنی سختی سے آپس میں پیوست تھے کہ اس کی گردن کی نیلی نسیں اُبھرتے باہر آنے کی تھیں۔ کف کہنیوں تک فولڈ

تھے۔ جس سے اس کے بازو کے پھولے ہوئے مسلز تک بخوبی محسوس ہو رہے تھے! علی بے ساختہ ہی اپنے بازو کو تھامتے بری طرح کراہا۔ مقابل نے پورا زور لگا کر اس کا ہاتھ پکڑ کر مروڑا ہوا تھا۔۔"بول کیسے ہاتھ لگائے گا اسے؟ لگا کر دکھا ہاتھ؟ لگا بھی کھڑا کیوں ہے۔ ایک باپ کی اولاد ہے تو۔ ہاتھ لگا کر دکھا اسے! بالاج خان ماورا کا ہاتھ چھوڑ کر آگے بڑھتے مزید سختی سے اس کی کلائی کو مروڑتے بری طرح دھاڑا۔ اس انسان نے خود اپنی موت کو دعوت دی تھی۔!!" بالاج تم پاگل ہو ہاتھ چھوڑو اس کا ہاتھ ٹوٹ جائے گا۔۔ ماورا جمیل آگے آتے بالاج خان کا ہاتھ پکڑتے چیخی۔ وہ علی کا ہاتھ توڑنے کے در پر تھا۔ ماورا تو اس لمحے کو پچھتا رہی تھی جب اس نے ابھی کچھ دیر پہلے ہی اپنی اور اس ول یو میری والے بورڈ کی تصاویر بالاج خان کو جلانے کے لئے سینڈ کر دی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ اگلے پندرہ منٹ میں وہ یہیں موجود ہو گا۔۔ پتہ نہیں اس انسان کو اتنی جلدی لوکیشن بھی کیسے مل گئی تھی۔۔"اس کے لیے مجھ پر چیخنا بند کرو تم! بالاج خان اپنے ساتھ کھڑی ماورا کی طرف ہلکا سا جھکتے اس کے منہ پر پھنکارا۔ اسے سخت زہر لگ رہے تھے یہ دونوں

اس وقت!! جبکہ علی اپنے بازو کو تھامے مسلسل کراہ رہا تھا۔ یہ انسان اسے چھوڑنے پر راضی ہی نہیں تھا۔۔ "تم جاہل انسان ہاتھ توڑو گے اس کا؟ وہ میرا ہونے والا شوہر ہے ہاتھ پکڑنے لگا تھا تو تمھیں کیوں موت آرہی ہے؟ اس کے ہاتھ کو پیچھے کھینچنے کی کوشش کرتے ماورا جمیل شدید غصے کے عالم میں چیخی۔ اسے علی کی فکر ہو رہی تھی۔۔ بیچارہ ہر مرتبہ اس کی وجہ سے پھنس جاتا تھا۔۔ بالاج خان نے علی کا ہاتھ چھوڑتے ایک جھٹکے سے ماورا کے جبڑے کو اپنی آہنی گرفت میں لیا۔ وہ سختی سے اس کا جبڑا دبوچے دو قدم چلتے اس کے نزدیک ہو چکا تھا۔۔ ماورا جمیل نے تھوک نگلتے بالاج کی آنکھوں میں دیکھا۔ جو اس وقت خون چھلکا رہی تھی۔ یہ جن اب اس پر حاوی ہو گیا تھا۔!! "کیا ہے تمھارا دوبارہ بولنا ذرا؟ بالاج خان نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ٹھنڈے ٹھار سرد سے پوچھا۔ "ہونے والا شوہر ہے میرا تمھیں کیا مسئلہ ہے! نڈر انداز میں جواب آیا تھا۔ وہ اس سے ڈرتی تھوڑی تھی؟ "ہمم یہ مر جائے تو ٹھیک رہو گی تم! رائٹ؟ کوئی بات نہیں اسے مار دیتے ہیں پھر تم شادی سے پہلے ہی بیوہ ہو کر آرام سے گھر بیٹھنا۔ سنجیدگی سے ہاں کی

صورت میں سر ہلا کر کہتے بالاج خان ماورا کو آنکھیں پھیلانے پر مجبور کر گیا تھا۔!!

"یہ سب کیا ہے ماورا۔ تم نے کہا تھا کہ یہ پاگل ہے! یہ واقعی میں مار دے گا مجھے!

علی بے ساختہ ہی دو قدم پیچھے کو ہوتے ماورا پر چیخا۔ جتنا یہ خطرناک انسان تھا کوئی بعید نہیں تھی یہ اسے واقعی میں مار دیتا۔اور علی کو اپنی جان بہت عزیز تھی۔۔ بالاج خان علی کی بات سنتے ماورا کی طرف دیکھتے طنزیہ سا مسکرایا۔ یعنی یہاں اس کا تعارف ایک پاگل کے طور پر کروایا گیا تھا۔۔ "کول! بالاج خان نے اسے آنکھ ونک کرتے ہلکا سا مسکراتے کہا۔ اس کی مسکراہٹ بھی نہایت خطرناک تھی۔

دوسرے لمحے وہ ایک جھٹکے سے پیچھے کی طرف مڑتے علی کو گریبان سے جکڑے ایک جھٹکے سے ٹیبل پر گرا چکا تھا۔۔ سارے برتن ٹیبل پر سے نیچے گرے! یہ اس نے اتنی جلدی میں کیا تھا باقی دونوں کچھ بھی نہیں سمجھ سکے تھے!! ماورا کی چیخ بے ساختہ تھی۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے بالاج تو کبھی چیختے ہوئے علی کو دیکھ رہی تھی۔!! "بہن بول اسے جلدی کر ویسے بھی بہت کم وقت ہے تیرے پاس! علی کی گردن کو اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں لیے بالاج خان تھوڑا نیچے کو جھکتے اس کے

منہ پر دھاڑا۔ وہ قہر بار نظروں سے اسے گھورتے مزید اس کا سر ٹیبل پر پٹخ رہا تھا۔۔ علی چیختے ہوئے اپنی گردن پر موجود اس کے ہاتھ کو ہٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا کسی بھی لمحے اس کا سانس رک جائے گا۔ الفاظ تو کیا خاک ہی اس کے منہ سے نکلنے تھے!! ماورا جمیل نے اس کی دھاڑ سنتے ہونٹ بھینچے!! وہ اس کے ہونے والے شوہر سے اسی کے سامنے اسے بہن بلوا رہا تھا۔ دوسرے لمحے وہ تیز تیز قدموں سے ان دونوں کی طرف بڑھتی۔ ورنہ آج علی واقعی مر جاتا جو کہ وہ بلکل بھی نہیں چاہتی تھی۔! "بول بہن منہ میں زبان نہیں ہے کیا تیرے؟ کمینے انسان بول! اسے کچھ بھی نا بولتے دیکھ بالاج خان سیخ پا ہوتے پھر سے حلق کے بل دھاڑ اٹھا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ یہ سب کچھ کیوں کر رہا ہے! لیکن ماورا کو اس کے ساتھ دیکھتے وہ جیسے مرنے والا ہو گیا تھا۔ اس کے دل پر چھریاں سی چل رہی تھیں۔ خون بری طرح کھول اٹھا تھا۔ جبکہ دماغ کی شریانیں جیسے پھٹنے کو تھیں۔ مقابل آتش فشاں بنی اس انسان کے ساتھ رومانٹک ڈیٹ کر رہی تھی۔ اس کے بعد بالاج خان کا ارادہ ماورا کی خبر لینے کا تھا۔ سب سے زیادہ اسے ماورا کی ڈریسنگ زہر لگی تھی

جو کہ اسے شروع سے ہی لگتی تھی۔ پہلے وہ علی کی خبر لے لیتا ذرا۔ علی نے ابھی بھی کچھ نہیں بولا تھا۔ وہ کیسے بولتا یہاں اسے سانسیں کم پڑ رہی تھیں جبکہ آنکھیں باہر اُبلنے کو تھیں۔ کچھ بولنے کی ہمت نہیں تھی اس کے اندر!! ماورا جمیل نے ان دونوں کے پاس جاتے پریشانی سے علی کو دیکھا۔ وہ ایسے لگ رہا تھا ابھی مر جائے گا۔۔ دوسرے لمحے اس نے ہمت کرتے آگے بڑھتے اپنی پوری قوت سے بالاج خان کے اسی بازو پر دانت گاڑے!! مقابل اس سے طاقت میں ہزار گنا زیادہ تھا۔ اسے بس یہی وار سہی لگا تھا۔۔ بالاج خان نے جبڑے بھینچے گردن موڑتے اپنے بازو پر جھکی ماورا کو دیکھا۔ اسے تکلیف دے رہی تھی یہ بات کہ یہ لڑکی علی کے لیے اس سے لڑ رہی ہے! اسے بازو سے زیادہ دل میں درد اٹھ رہا تھا۔ مقابل نے اپنی پوری قوت سے اس کے بازو پر دانت گاڑے ہوئے تھے! ایک جھٹکے سے علی کو چھوڑتے بالاج خان نے اپنے دوسرے ہاتھ سے ماورا کے بالوں کو گدی سے جکڑا۔ وہ اسے گدی سے پکڑتے اس کا چہرہ اپنے مقابل کر گیا تھا۔۔ علی ایک طرف مٹی پر گرا گہرے گہرے سانس لیتے شکر ادا کر رہا تھا کہ بالاج نے اسے چھوڑ دیا۔ ورنہ وہ تو

کلمہ بھی پڑھ چکا تھا۔ ماورا جمیل نے بمشکل ہی درد کی شدت سے سسکی بھری۔ بالاج خان نے پوری قوت سے اس کے بال گدی سے جکڑے ہوئے تھے! جبکہ اس کی زہر آلود نظریں اس کے نشیب و فراز پر تھیں جو بیلٹ کی وجہ سے مزید اُبھر اُبھر کر واضح ہو رہے تھے! "تمہارے ماں باپ کی غیرت مر گئی ہے کیا جو اس طرح کے لباس میں تمہیں تمہارے یار کے ساتھ بھیج دیا۔۔ بالاج خان واپس سے نظریں اس کے چہرے کی طرف کرتے اس کے منہ پر پھنکارا۔!! "میرے ماں باپ پر مت جانا گھٹیا انسان! میں تمہیں جان سے مار دوں گی! اس کے بازو کو پکڑتے اپنے بال چھڑوانے کی کوشش کرتے ماورا جمیل غصے سے بری طرح بھڑک اٹھی تھی۔ اپنے ماں باپ پر بات اسے برداشت نہیں تھی۔۔ بالاج خان دو قدم چلتے مزید اس کے نزدیک ہوا۔ وہ اس سے بلکل ایک انچ کے فاصلے پر جاتے کھڑا ہو چکا تھا۔ البتہ بالوں پر گرفت ابھی بھی ویسے ہی سخت تھی۔ اس کے نہایت قریب کھڑا وہ اپنی گرم سلگتی سانسیں اس کے چہرے پر چھوڑ رہا تھا۔ غصے سے اس کی سانسیں ویسے ہی پھولی ہوئی تھیں۔!! "کیوں تکلیف دیتی ہو مجھے؟ کیا ملتا ہے

تمھیں یہ سب کچھ کر کے ؟ ہمم ؟ مجھے جلانا چاہتی تھی نا تم ؟ دیکھو خود درد سے کیسے سسک رہی ہو ! بالاج خان کسی کا اُدھار کبھی نہیں رکھتا۔ جتنی تکلیف مجھے دو گی اس سے دگنی سود سمیت تمھیں واپس بھی کروں گا۔ یاد رکھنا۔ اس کی آنکھوں میں جھانکتے بالاج خان نے حتی ولا مکان اپنے لہجے کو نارمل رکھتے سنجیدگی سپاٹ انداز میں کہا۔ "کس چیز کی تکلیف ہو رہی ہے آخر تمھیں ! اتنی ہی بد کردار اور بے حیا ہوں میں تو کیوں پیچھے پڑ گئے ہو میرے ! آخر میری زندگی سے دور کیوں نہیں چلے جاتے تم ! ! ماورا جمیل اس کی آنکھوں میں دیکھتے حزیانی سے انداز میں چیخی۔ درد کی شدت سے اس کی آنکھوں میں بے تحاشا آنسوں چمکنے لگے تھے ! بالاج خان واقعی ایک بے رحم انسان تھا۔ "نہیں ہو تم بے حیا۔ نہیں ہو تم بد کردار یاد رکھنا یہ بات ! میں دوبارہ تمہارے منہ سے خود کے لیے ایسے الفاظ بلکل برداشت نہیں کروں گا۔ تم پاک ہو میں جانتا تھا۔ کچھ بھی بکواس مت کرنا آئندہ۔ ! ! مزید سختی سے اس کے بالوں کو کھینچتے بالاج خان حلق کے بل بری طرح دھاڑا۔ مقابل کے منہ سے اپنے لیے ایسے الفاظ برداشت نہیں ہوئے تھے اس سے ! ! "آہہہ ! ! درد

کی شدت سے ماورا کے منہ کراہ نکلی۔ وہ روتے ہوئے اس کا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن یہ انسان اس سے طاقت میں دس گنا زیادہ تھا۔!! "میری زندگی برباد کر دی تم کے بالاج! تم آخر میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ اس کے سینے پر مکا مارتے ماورا پھر سے ہزیانی ہوتے چیخی۔ اس کی آنکھیں بری طرح برس رہی تھیں۔!!

"کیونکہ میں محبت کرتا ہوں تم سے! تمہیں نہیں چھوڑ سکتا میں! اس میں بھی تمھارا ہی قصور ہے کیونکہ تمہاری وجہ سے ہوا ہے یہ سب کچھ۔۔ تم نے مجھے تکلیف دی ہے اس خبیث سے شادی کی خبر سنا کر! تم نے مجھے پرپوز کیا تھا تو کیسے اب تم مجھے چھوڑ سکتی ہو؟؟ پھولتی سانسوں کے درمیان دھاڑتے بالاج خان وہ بات کہہ گیا تھا جس کا اقرار اس نے ابھی تک خود سے بھی نہیں کیا تھا۔ اس کے بالوں کو جھٹکے دیتے وہ چھوڑ چکا تھا۔ وہ کھڑا گہرے گہرے سانس بھرتے مقابل کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ اسے اپنے لفظوں کا اندازہ بہت اچھے سے تھا۔ ماورا جمیل لڑکھڑاتے دو قدم پیچھے کو ہوئی۔ وہ برستی آنکھوں کے ساتھ حیرانگی سے بالاج خان کو دیکھ رہی

تھی۔ کیا جو اس نے سنا تھا وہ بلکل ٹھیک سنا تھا؟؟ کیا واقعی یہ بے رحم انسان سے محبت کرنے لگا تھا؟ اسے جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔اِرد گرد کی چیزیں ایک لمحے کے لیے خاموش ہو گئی تھیں۔ دھاڑیں آوازیں، چیخیں سب کچھ چند لمحوں کے لیے تھم گیا تھا۔۔ خاموش فضا میں محض سمندر کے پانی کا شور اور ان دونوں کی تیز تیز سانس لینے کی آواز گونج رہی تھی۔اس کے علاوہ محض خاموشی کا راج تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے! شہد رنگ آنکھیں ہیزل گرے آنکھوں میں اس بات کی سچائی ڈھونڈنا چاہ رہی تھیں۔۔ چند لمحے سرکے، چند گھڑیاں بیتی! دوسرے لمحے شہد رنگ آنکھوں سے بہتے آنسوں صاف کیے گئے! شہد رنگ آنکھیں فتح مندی سے مسکرائی تھیں۔۔ بلآخر وہ دن آ ہی گیا تھا جس دن کا کبھی خواب جاگتی آنکھوں سے خواب دیکھا گیا تھا۔۔ دوسرے لمحے ماورا جمیل اپنے آنسوں صاف کرتے بالاج خان کی طرف بڑھی۔ وہ اس سے اسی طرح ایک انچ کے فاصلے پر کھڑی تھی۔اور اگلے لمحے خاموش فضا میں ایک زناٹے دار تھپڑ کی گونج اٹھی! ماورا جمیل

کی پانچوں انگلیاں بالاج خان کے چہرے پر چھپی تھیں۔۔ جہاں ہیزل گرے آنکھوں میں حیرانی تھی وہیں شہد رنگ آنکھیں جیسے اپنی جیت کا جشن منا رہی تھیں۔ کتنا انتظار کیا تھا ان آنکھوں نے اس دن کا کوئی ماورا جمیل سے پوچھتا۔۔ اسے پہلے دن سے بالاج خان کے اسی اقرار کا انتظار تھا جو آج وہ کر گیا تھا۔!! "تم جتنا حوس پرست مرد میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ کتنی راتیں ساتھ گزارنے کے لیے محبت لفظ کا سہارا لے رہے ہو تم ہاں؟ چلو بتاؤ شاباش! آج تک کتنی لڑکیوں کے ساتھ راتیں گزاری ہیں؟ دو؟ تین؟ چار؟ نہیں بلکہ تم تو انٹر نیشنل فائٹر ہو! لڑکیاں تو تمہارے گلے میں بانہیں ڈالنے کو تیار رہتی ہیں! مزے ہیں بھئی تمہارے تو! ایک ساتھ دس بارہ کے ساتھ راتیں گزارتے ہو گے تم تو! اور اب تم مجھ پر آ گئے! بالاج خان میں ایک عزت دار گھرانے کی لڑکی ہوں۔ تمہاری طرح عیاش طبیعت نہیں ہے میری کہ جھوٹی محبت کے فریب میں پھنسا کر لڑکوں کو اپنے جسم سے راحت دوں۔!! وہ کہتے اس کے مزید نزدیک ہوئی۔ ہاتھ اس کے کندھے پر جا چکے تھے! "میں تم جتنی بد کردار نہیں ہوں! آج رات کسی اور کے

ساتھ گزارا کرو! شاباش میں تمہارے نصیب میں نہیں ہوں! کیونکہ پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے بنی ہیں! جیسے میں بنی ہوں کسی پاک مرد کے لیے! اس کے کندھے سے نادیدہ گرد جھاڑتے ماورا جمیل تمسخرانہ سے انداز میں کہتے سود سمیت اس کے الفاظ اسے واپس لوٹا گئی تھی۔! اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکان چھائی تھی۔۔ بالاج خان نے اس کی بات پر سختی سے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچی۔ بند مٹھیوں کی کڑکڑاہٹ مقابل نے بخوبی سنی تھی۔ اسے احساس ہوا تھا کہ اُس نے اپنی کمزوری خود ہی اس لڑکی پر آشکار کر کے بہت بڑی غلطی کر دی! جبکہ اس کے الفاظوں پر بالاج خان کا چہرہ سرخی چھلکانے لگا تھا۔ وہ سر عام اتنے بڑے بڑے الزام اس پر لگا گئی تھی۔۔ "الے الے غصّہ آرہا ہے تمھیں؟ اس کی مٹھیوں کی طرف دیکھتے پلکیں جھپکتے معصومیت سے پوچھا گیا۔۔ "تم مر جاؤ گی میرے ہاتھوں سے ماورا۔ اس تھپڑ کا بہت بھاری حساب چکانا ہو گا تمھیں! تمہارے الفاظوں کا بدلہ سود سمیت تم سے نا لیا تو میں بھی بالاج خان اپنے باپ کا نہیں!! اس کی طرف بڑھتے اس کے چہرے پر موجود آوارہ لٹ کو کان کے پیچھے

اڑستے نہایت سرد لہجے میں دھمکی دی گئی۔!!"ارے جائو جاؤ نامرد کہیں کے! تم صرف ایک عورت سے بدلہ لینے کے علاوہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتے! کیا کرو گے تم ہاں بتائو؟ ریپ کرو گے میرا؟ کیونکہ ایک یہیں تو آ کر تم۔۔۔" وہ ابھی اس کا ہاتھ جھٹکتے مزید بولتی کہ بالاج خان کے اٹھتے ہاتھ پر اس کی زبان کو بریک لگی!! "بکواس بند کرو۔ تم ایسا سوچ بھی کیسے سکتی ہو! دھاڑتے بالاج خان اسے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھا چکا تھا۔ لیکن بروقت اس کا ہاتھ بیچ میں ہی معلق رہ گیا تھا۔اس نے مقابل پر ہاتھ نا اُٹھانے کی خود سے قسم اٹھائی تھی۔ وہ بھلا قسم کیسے توڑ سکتا تھا؟ ماورا جمیل کے الفاظ اس کے سینے میں تیر کی طرح پیوست ہو رہے تھے! کیا وہ اسے اتنا گھٹیا سمجھتی تھی کہ وہ اس کا ریپ؟؟ "کیا ہوا بیچ میں کیوں رک گئے! مار لو بالاج خان تمہارے تھپڑ کھانے کی عادت ہے مجھے! لیکن اب بدلے کے لیے بھی تیار رہنا۔ لڑکی ہوں لیکن کمزور نہیں ہوں۔۔ایک مارو گے تو دو مجھ سے بھی کھا کر جاؤ گے! سنجیدگی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ماورا جمیل نفرت سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے پھنکاری! بہت برداشت کر لیے تھے اس نے مقابل کے

تھپڑ! اب حد تھی۔۔ بالاج خان نے دانت پیستے اس کے جبڑے کو پھر سے اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں لیا۔ "ایک بات یاد رکھنا مائے لیڈی! بالاج خان مر جاتا ہے اپنی چیز نہیں چھوڑتا۔ تم سے محبت ضرور کی ہے لیکن میں ان مردوں میں سے نہیں ہوں جو محبت نا ملنے پر آنسوں بہانے بیٹھ جاتے ہیں یا پھر خاموشی سے بیٹھ کر تماشا دیکھتے ھیں! میں بالاج خان ہوں۔۔ ڈنکے کی چوٹ پر ساری دنیا کے سامنے تمھیں اپنا بناؤں گا۔ اور یقین کرو تمھارا پورا خاندان مل کر بھی مجھے نہیں روک سکے گا۔ بہتر ہے اس لنگور کا پیچھا چھوڑو اور میرے رشتے کا انتظار کرو۔۔ ورنہ جو چیز مجھے آسانی سے نا ملے وہ مجھے چھیننی بہت آسانی سے آتی ہے! اب مرضی تمہاری ہے! زبردستی ہو یا تمہاری مرضی سے! مجھے تم کسی بھی حال میں بس اپنے پاس چاہیئے ہو! اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھ کر سختی سے کہتے بالاج خان نے بھولے بھٹکے سے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھے جو کہ ماورا جمیل اس کے چہرے پر ایک اور مکا جڑتے پیچھے کر چکی تھی۔ ماورا کے ہاتھ میں نگ والی ایک انگوٹھی تھی جو بالاج خان کے گال پر بہت زور سے لگی تھی۔ اس جگہ سے ذرا سا چھلتے خون آنے لگا تھا۔۔

"کتے کے آگے کتنی بھی ہڈیاں ڈال لو گوشت کی بھوک اسے پھر بھی رہتی ہی ہے!
یہی حال تمھارا ہے مسٹر بالاج! رگڑ رگڑ کر اپنے ماتھے کو ہاتھ سے صاف کرتے
ماورا جمیل دبی دبی آواز میں پھنکاری! وہ ایسے اپنا ماتھا صاف کر رہی تھی جیسے کسی کا
ناپاک لمس لگ گیا ہو۔ حالانکہ بالاج خان کے ہونٹ محض ذرا سا اس کے ماتھے کو
چھو کر گزرے تھے! وہ سہی وقت پر مکا مارتے اس کے ہونٹ دور کر گئی تھی۔
"اور رہی بات تمہارے رشتے کا انتظار کرنے کی تو تھوکتی بھی نہیں ہے تم جیسوں پر
ماورا جمیل! میں تمہیں علی سے شادی کر کے دکھاؤں گی!

Just wait and watch !!

اُنگلی اٹھا کر چٹان سے زیادہ مضبوط لہجے میں کہتی وہ بالاج خان کو امپریس کر گئی
تھی۔ لڑکی میں ہمت تو تھی! یہ بات بالاج خان اچھے سے جانتا تھا۔ وہ امپریسیو
نظروں سے اسے دیکھتا اپنے گال پر سے خون کی بوند انگوٹھے سے چنتے دو قدم چلتے
اس کے نزدیک ہوا۔ "دیکھتے ہیں پھر تمہاری نفرت اور ضد جیتتی ہے یا پھر میرا
جنون اور میری محبت! انتظار رہے گا مجھے اس دن کا جب تم میری بانہوں میں اپنی

ہار کا ماتم مناؤ گی ! ! افف کیا منظر ہو گا۔ سوچ کر ہی دل خوش ہو رہا ہے ! ماورا بالاج خان اور میری بانہوں میں۔ واہ ! ! اپنے انگوٹھے پر موجود خون کی بوند اس کے گال پر لگاتے بالاج خان چیلنجنگ انداز میں اس کے کان میں سرگوشی کرتے دھیما سا مسکرایا۔ اسے اس کھیل میں بہت مزہ آنے والا تھا۔۔ "اگر ایسا کبھی ہوا تو تمہاری بانہوں میں آنے سے پہلے میں کسی گاڑی کے نیچے آکر مرنا پسند کروں گی۔ میں ماورا جمیل مر جاؤں گی لیکن تمہارے نکاح میں کبھی نہیں آؤں گی ! ! "چیلنج ایکسیپٹڈ ؟؟ اپنا ہاتھ آگے کرتے بالاج خان نے اس سے استفسار چاہا۔۔ "ہنہہ ناپاک نہیں کرنا میں نے اپنا ہاتھ ! ! بائے داوے چیلنج ایکسیپٹڈ ! ! دو قدم پیچھے کو ہو کر نفرت سے کہتے ماورا نے اپنے قدم علی کی جانب بڑھائے ! وہ اپنی سانسیں نارمل کرتے کھڑا کب سے ان دونوں کو ہی دیکھ رہا تھا۔ بالاج خان کا آگے بڑھا ہاتھ خالی رہ چکا تھا۔ اس نے ہلکا سا مسکراتے اپنے ہاتھ کی مٹھی بھینچی ! "ایک دن یہی ناپاک ہاتھ تمہارے پورے جسم پر رینگے گیں ! تمہارے جسم کی ایک ایک گہرائی پر اس ناپاک ہاتھ کا لمس نا چھوڑا تو میں بھی بالاج خان اپنے باپ کی اولاد نہیں ! ! دھیما سا

مسکرا کر اس کی پشت کو دیکھ کر کہتے بالاج خان نے اپنے سامنے موجود علی کو بے باکی سے آنکھ ماری! "چلو یہاں سے علی! کچھ کتوں کا کام محض بھونکنا ہوتا ہے! کچھ کرنے کی ان میں طاقت نہیں ہوتی! علی کے پاس جا کر پیچھے بالاج خان کی طرف دیکھتے ماورا نے نفرت سے کہا۔۔ "بہن بھائی ساتھ کھڑے اچھے لگ رہے ہو! اللہ تمہارے بھائی کو لمبی زندگی سے بلکل نانوازے! مر جائے میرا سالا جلد ہی آمین!! بالاج خان نے ماورا جمیل کی طرف دیکھے ہانک لگائی۔ "تو مرے گا میرے ہاتھوں سے ہی! یاد رکھنا یہ بات! اپنی زندگی پیاری ہے تو اس سے دور رہ! یہ صرف بالاج خان کی ہے! بالاج خان اس کا سب کچھ ہے! میری ہے یہ صرف اور صرف میری!! علی کی طرف دیکھتے سرد لہجے میں بالاج خان نے اسے وارن کیا۔ "علی چلو یہاں سے! یہ جاہل انسان ہے ایسے ہی بولتا رہے گا۔۔ ماورا جمیل نے علی کو مخاطب کرتے اپنے قدم آگے کو بڑھائے! وہ مزید بالاج کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔۔ علی نے بھی ایک آخری نظر بالاج خان پر ڈالتے اس کے پیچھے ہی اپنے قدم لیے! اس کا ارادہ بعد کے ماورا سے اس کے متعلق بات کرنے کا تھا۔ ابھی اسے خود

کو بھی یہاں سے جانا ہی بہتر لگا۔۔ وہ دونوں اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے یہاں سے جا چکے تھے!

جبکہ پیچھے بالاج خان اکیلے کھڑا رہ گیا تھا۔ان دونوں کی گاڑیوں کو غائب ہوتے دیکھ اس نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا۔۔ دوسرے لمحے اس نے آگے بڑھتے ایک کرسی اٹھاتے چیختے ہوئے ٹیبل پر ماری!! اس کا اس وقت خون کھول رہا تھا۔ ماورا کے سامنے وہ جس طرح خود پر ضبط کیے کھڑا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔۔ "تم صرف میری ہو گی ماورا جمیل! اس علی کو میں نے اپنے ہاتھوں سے قتل نا کیا تو اپنا عاشق مت کہنا مجھے! میرے قہر کو للکارو گی تو خود برباد ہو جاؤ گی! اتنا آزمانا مجھے جتنا میں برداشت کر سکوں! ورنہ مجھے گونگی بیوی پر بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے!! اپنے دل میں ماورا سے مخاطب ہوتے بالاج خان نے خود بھی اپنے قدم آگے کو بڑھائے! اب اسے کسی بھی صورت میں یہ چیلنج جیتنا تھا۔۔ نجانے یہ نفرت اور محبت کا کھیل ان لوگوں کے کہاں لے کر جانے والا تھا۔۔

یہ شام کا وقت تھا جب ارد گرد بارشوں کا سما تھا۔ آج صبح سے یہ کا ہی وقفے وقفے سے کراچی میں بارش جاری تھی۔ جس کی وجہ سے موسم آج کافی خوشگوار ہوا پڑا تھا۔۔ایسے میں راحیل خان خان ولا کے لاؤنج میں بیٹھا کلاس ونڈو سے نظر آتی باہر بارش کو دیکھتے اپنی سوچوں میں گم تھا۔اس وقت ابھی سارے لوگ بھی اپنے اپنے کمروں میں تھے !! صرف ایک وہی تھا جو لاؤنج میں بیٹھا باہر برستی بارش کو دیکھ رہا تھا۔ آج کل ویسے بھی وہ کم ہی کمرے میں جاتا تھا۔ نجانے کیوں لیکن اسے اب لاؤنج لیں بیٹھنا اچھا لگتا تھا پھر چاہے اس کے ساتھ کوئی بیٹھے یا نہ !! وہ اکیلا بھی ٹھیک تھا۔ کمرے میں تو اسے گھٹن سی ہونے لگی تھی۔ وہ آج آفس بھی نہیں گیا تھا۔اس کا دل نہیں تھا اس لیے پتہ نہیں آج اسے کیا ہوا تھا۔ لیکن اس کا دل بہت اداس تھا۔۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ دل گھبرانا شروع ہو جاتا ہے، وجہ بھی معلوم نہیں ہوتی اور دل خود ہی اُداس ہو کر بیٹھ جاتا ہے ! اس وقت کچھ ایسا ہی حال راحیل خان کے ساتھ بھی تھا۔ صبح وہ آج کو ٹھے پر گیا تھا لیکن اس کی مہر ماہ سے بھی

ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ چندہ بائی نے اسے ملنے ہی نہیں دیا تھا۔ اور مہر ماہ خود بھی نیچے نہیں آئی تھی۔ راحیل خان کا موڈ خود بھی کچھ ایسا ہی تھا اسی لیے وہ بنا کچھ کہے خاموشی سے واپس آ گیا تھا۔

افسردہ سی نظریں گلاس وال پر جمائے وہ نجانے کیا سوچ رہا تھا۔ بنا کچھ کہے" خاموشی سے واپس آ گیا تھا۔ چندہ بائی اسے اور بہت سی لڑکیوں کی آفر کروا رہی تھی لیکن اسے زنا نہیں کرنا تھا۔ اسے بس مہر ماہ سے مل کر اس سے کچھ بات کرنی تھی۔ اب اس کا ارادہ کچھ دن بعد ہی کوٹھے پر جانے کا تھا۔ روز روز تو وہ پہلے بھی کبھی نہیں جاتا تھا۔۔ افسردہ سی نظریں گلاس وال پر جمائے وہ نجانے کیا سوچ رہا تھا۔" کیا کر رہا ہے؟ آبان خان جو ابھی ہی آفس سے واپس آیا تھا اس کے پاس آتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔۔ "کچھ نہیں بس ویسے ہی سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے جواب آیا تھا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھتے آبان خان کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ "آفس کیوں نہیں آیا آج؟ اس کی سنجیدہ آنکھوں میں دیکھتے دھیمے س پوچھا گیا۔۔

"دل نہیں کر رہا تھا۔ تو ہے نہ سمبھال لینا پلیز میرا کام! اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہتے وہ جیسے منت کر رہا تھا۔۔

اچھا۔۔ آبان خان نے خاموشی سے حامی بھری! اس کا اپنا کام بھی تھا لیکن اب راحیل کی بات وہ ٹال نہیں سکتا ملتا تھا۔۔ ہمممم!! راحیل خان نے اس کی طرف سے توجہ ہٹاتے اپنا موبائل نکالا۔ وہ سنجیدگی سے بیٹھا انسٹاگرام اسکرول کرنے لگا تھا۔ اس وقت اس کا ویسے بھی کسی سے بات کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ "کیا دیکھ رہا ہے؟ آبان خان نے اس کے تھوڑا قریب سرکتے موبائل میں جھانکتے پوچھا۔ وہ بھی کمرے میں جاتا تو یقینا درفشاں اب سوئی پڑی ہوگی۔ اسی لیے وہ کچھ دیر یہیں بیٹھا تھا۔ اکیلا بیٹھتا تو بور ہوتا اسی لیے وہ راحیل خان کے فون میں جھانک رہا تھا۔۔ کچھ نہیں ریلز دیکھ رہا ہوں! نہیں کر رہا میں کسی لڑکی سے بات؟ موبائل کا پورا رخ اس کی طرف موڑتے راحیل خان نے سنجیدگی سے سر جھٹکتے اسے بتایا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے آبان نے شکی انداز میں پوچھا ہو!! "کھوتا ہی رہنا تو ہمیشہ!! میں نے ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔ پاگل انسان! آبان خان نے دانت پیستے اس کے سر پر چت لگائی۔

اس انسان کی کتنی آگے کی سوچ تھی۔۔ راحیل خان منہ بناتے واپس سے موبائل کی طرف متوجہ ہوا۔ آبان خان بھی اسی کے ساتھ بیٹھا موبائل پر نظریں جمائے ریلز دیکھنے میں مصروف تھا۔۔ وہ دونوں سکرول کر رہے تھے کہ انسٹا گرام پر ایک ویڈیو ان کے سامنے آئی ! یہ بکنی ڈریس میں ملبوس کوئی انگریز لڑکی تھی جو کسی محفل میں میوزک پر بیلی ڈانس کر رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے راحیل خان کا دل کیا کہ اوپر کر دے ! لیکن اس نے پھر ترچھی آنکھوں سے آبان خان کو دیکھا جو سنجیدہ ہی بیٹھا تھا۔۔ نجانے اسے کیا سوجی کہ وہ پوری ویڈیو دیکھنے بیٹھ چکا تھا۔ آبان خان بھی یہی سوچ رہا تھا کہ راحیل اس ویڈیو کو اوپر کر دے گا۔ کیونکہ یہ ویڈیو ہی بہت نامناسب سی تھی۔ وہ نہایت بھرے بھرے جسم کی لڑکی تھی جو تقریباً پوری طرح عیاں تھی۔ لیکن ایک بات تھی کہ وہ ڈانس اچھا کر رہی تھی۔ اوپر کر دے ! ! ویڈیو کو ختم ہونے کے باوجود بھی راحیل خان کو دیکھتے دیکھ آبان خان نے سنجیدگی سے اسے یاد دلوایا۔ "دیکھنے دے کتنی ہوٹ لڑکی ہے ! رک آئی ڈی ایکسپلور کرتے ہیں ! اپنی مسکراہٹ روک کر سنجیدگی سے کہتے وہ واقعی اس لڑکی کی

آئی ڈی میں جا چکا تھا۔ آبان خان نے تاسف سے اسے دیکھا۔ اس لڑکے کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک گہری سانس بھرتے وہ خود بھی واپس سے موبائل کی طرف متوجہ ہوا۔۔ "ابے یار !! اندر آئی ڈی میں باہر سے ہی کچھ ویڈیوز دیکھتے بے ساختہ ہی راحیل خان کے منہ سے نکلا۔ وہ شاید کوئی ڈانسر ہی تھی۔ کیونکہ ساری ویڈیوز بکنی ڈریس میں ڈانس پر ہی بنی ہوئی تھیں !! یہ والی لگا۔۔ آبان خان نے سیدھے ہوتے اسے ایک ویڈیو چلانے کا کہا۔ راحیل خان نے فوراً ہی اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا تھا۔ ابھی یہاں کوئی کوئی مولوی بن رہا تھا؟ آبان کی طرف دیکھتے اس نے جیسے اسے یاد دلانا چاہا۔۔ اچھا نا اب لگا دے کہہ رہا ہوں تو !! چڑ کر کہتے آبان خان نے خود ہی ہاتھ رکھتے ایک ویڈیو آن کی۔ وہ یہی دیکھنا چاہ رہا تھا۔ اور اگلے لمحے وہ اور راحیل خان ایک کے بعد ایک ویڈیو اوپر کرتے دیکھتے ہی جا رہے تھے !!

"کیا ہو رہا ہے؟ بالاج خان جو ابھی ہی لاؤنج میں آیا تھا ان دونوں کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھتے اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا۔ آگے ان لوگوں کے پاس ہی آتے بالاج خان راحیل کے دائیں طرف

بیٹھا۔۔ بائیں جانب آبان خان بیٹھا تھا۔۔ منظر کچھ یوں تھا کہ ایک ہی صوفے پر بیچ میں راحیل خان اور اس کے دائیں بائیں آبان خان اور بالاج خان بیٹھے تھے ؟ بالاج بھی انہی کے ساتھ موبائل کی طرف متوجہ ہوا۔۔ "توبہ توبہ کیسی چیزیں دیکھ رہے ہو تم دونوں ! ! بے شرم انسان ! بالاج خان نے ان دونوں کو دیکھتے جیسے انہیں شرم دلانی چاہی۔ البتہ نظریں اس کی بھی موبائل پر ہی تھیں ! ! "سالے اٹھ یہاں سے اور دفعہ ہو ! مت دیکھ تو ہم زبردستی تھوڑی دکھا رہے ہیں ! ! راحیل خان نے موبائل اس سے چھپاتے اسے یہاں سے جانے کو کہا۔ موبائل اس کے ہاتھ میں تھا تو باتیں بھی اسے ہی زیادہ چھ ارہی تھیں۔ اسے لگ رہا تھا جیسے بالاج نے صرف اسے کہا ہو۔ اچھا نہیں کہہ رہا کچھ لگا تو ! ! بالاج خان نے مصنوعی سا مسکراتے واپس سے موبائل کو اپنے سامنے کرنا چاہا۔ اس نے تھوڑا سا دیکھا تھا بس لڑکی واقعی کمال کی تھی ! ! "چپ کر کے دیکھنا ہے کوئی کچھ نہیں بولے گا ! راحیل خان نے انگلی اٹھا کر کہتے دونوں سے استفسار چاہا۔ "ڈن ! ہم آواز میں دونوں کی طرف سے زور و شور سے تابعداری کی گئی تھی۔ وہ دونوں اپنے دماغ کو ڈپٹتے دیکھنے بیٹھے تھے !

"تو پکڑ موبائل میں سائڈ پر ہوتا ہوں! آبان خان کے ہاتھ میں موبائل تھماتے راحیل خان صوفے سے کھڑے ہوتے سائڈ پر آیا۔ اسے بیچ میں بیٹھ کر لگ رہا تھا جیسے جو بھی آرہا ہے وہ اسے ہی لتاڑ رہا ہے! اسی لیے وہ موبائل آبان کو تھماتے بیچ سے اٹھ چکا تھا۔۔ اب منظر یہ تھا کہ آبان بیچ میں تھا اور باقی دونوں سائڈ پر بیٹھے سنجیدگی سے ویڈیوز دیکھنے میں مصروف تھے! ان تینوں کے چہرے سنجیدہ تھے البتہ دلوں میں تینوں کے ہی جذبات سر پٹخ رہے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی چیزیں دیکھتا نہیں تھا لیکن راحیل کی شرارت پر تینوں ہی بہکتے ویڈیوز دیکھنے پر مجبور ہو چکے تھے! لڑکی پیاری نا بھی ہوتی تو وہ ڈانس ہی اتنے مزے کا کر رہی تھی کہ کوئی بھی اسے دیکھنے پر مجبور ہو جاتا۔ بیلی ڈانس میں میں اس کا انگ انگ ہل رہا تھا۔ "استغفر اللہ! یہ تیسری لگا۔۔ بالاج خان نے سیدھے ہو کر بیٹھتے آبان خان کو مخاطب کرتے ایک ویڈیو کی طرف اشارہ کیا۔ آبان اور راحیل دونوں نے ہی دانت پیستے اس خبیث انسان کو دیکھا۔ "یا تو استغفار کر لے یا یہ دیکھ لے! ہمیں بھی ریگریٹ نا کروا۔ آبان خان نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے تنبیہ کی۔ ان تینوں پر نجانے

یہ دیکھنے کا کیسا بھوت سوار تھا۔ آبان خان اور راحیل تو مووِیز بھی دیکھتے رہتے تھے لیکن یہ واقعی بالاج خان پہلی مرتبہ اس طرح کی ابھی کوئی چیز دیکھ رہا تھا تبھی اس کے منہ سے نکل گیا تھا۔۔ اچھا ناسیدھا کر موبائل! اب نہیں کچھ بولتا میں!! بالا خان نے ہونٹوں پر انگلی رکھتے تابعداری کی تمام حدود پار کی!! وہ تینوں پھر سے موبائل کی طرف متوجہ ہو چکے تھے کہ اکشم خان لاؤنج داخل ہوا۔ وہ ابھی ہوا اپنے دوستوں کے ساتھ باہر موسم انجوائے کر کے گھر آرہا تھا۔۔ لاؤنج میں پہنچتے اکشم نے حیرت سے صوفے پر بیٹھے ان تینوں کو دیکھا۔ شاید ہی آج پہلی مرتبہ وہ ان تینوں کو ایک ساتھ بیٹھا ایک ہی موبائل میں سنجیدگی سے نظریں گاڑے دیکھ رہا تھا۔ مارے تجسس کے وہ بھی ان تینوں کی طرف ہی بڑھا۔۔ "کیا دیکھ رہے ہیں آپ لوگ؟ ان کے مقابل جاتے اکشم خان نے

ہلکا سا مسکراتے پوچھا۔ اس کی ابھی موبائل پر نظر نہیں گئی تھی۔ آبان خان نے گڑبڑاتے ہوئے سیکنڈ سے پہلے سکرین لاک کی!! ان تینوں کا فلو پھر سے خراب ہو چکا تھا۔ "اِدھر آ تُجھے میں بتاتا ہوں کیا دیکھ رہے تھے ہم! میرے ہاتھوں مرے گا

تو! میں نے ڈھیل دی ہوئی ہے تو سارا دن آوارہ پھرتا ہے دوستوں کے ساتھ! ایک مرتبہ مجھے تھوڑا فارغ ہونے دے بیٹا اچھے سے خبر لیتا ہوں میں تیری!! آبان خان نے دانت پیستے بری طرح اپنے سامنے کھڑے اکشم خان کو جھاڑ پلائی۔۔ جبکہ باقی دونوں بھی کچھ اسی حالت سے اکشم کو گھور رہے تھے! "میں نے کیا کیا ہے؟ اکشم تو محض اتنا سا منہ لے کر رہ گیا تھا۔ آبان خان نے آؤ دیکھا تھا نا تاؤ اور سب کے سامنے اس کی گندی کر دی تھی۔ وہ بیچارہ ابھی تک یہی سوچ رہا تھا کہ آخر اس نے کہا کیا تھا جو اس کی آبان نے اتنی بیعزتی کر دی!!! دفعہ ہو یہاں سے! آئندہ مجھے سات بجے تک گھر میں نظر آئے تو! ادھر جھے میں بتاتا ہوں کیا دیکھ رہے تھے ہم! میرے ہاتھوں ائے کارے گا تو بر میں نے ڈھیل دی ہوتی ہے تو سارا دن آوارہ پھرتا ہے دوستوں کے ساتھ! ایک مرتبہ مجھے تھوڑا فارغ ہونے دے بیٹا اچھے سے خبر الیتا ہوں میں تیری!! کچھ اور نا سوجتے دیکھ آبان خان نے اس کے لیٹ آنے کو وجہ بنایا۔ اب وہ اسے کیا بتاتا کہ اسے کس بات پر ڈانٹ پڑی ہے!! اچھا۔ سڑا سا منہ بنا کر کہتے اکشم ان لوگوں کے سامنے موجود صوفے پر جاتے بیٹھا۔ جیسا آج موسم

تھا اس حساب میں لاؤنج میں بہت زیادہ سکون ہو رہا تھا۔۔ "چھوڑ اس کو تو لگا۔۔ اب کوئی نہیں آئے گا۔ راحیل خان نے اس کے کندھے پر تھپڑ لگاتے اس کی توجہ واپس سے موبائل کی طرف کروائی۔ اسے زیادہ جلدی لگی ہوئی تھی۔۔ آبان خان نے بھی سر جھٹکتے واپس سے ویڈیو آن کی۔ وہ تینوں موبائل میں جھکے واپس سے ویڈیوز دیکھنے لگے تھے! جبکہ ان کے سامنے بیٹھے اکثم خان کو تجسس ابھی بھی تھا کہ آخر یہ لوگ ایک ساتھ ایسا کیا دیکھ رہے ہیں! مگر وہ اب کچھ بول نہیں سکتا تھا۔۔۔

درفشاں خان سیڑھیوں سے اترتے نیچے آئی۔ وہ ابھی ہی سو کر اٹھی تھی اور اب بھوک لگنے پر کچن کی طرف کچھ کھانے کا سوچنے کے لیے جا رہی تھی۔۔ نیچے آبان خان کو دیکھتے ایک لمحے کے لیے اس کے قدم رکے! اگر وہ آگیا تھا تو ابھی تک کمرے میں کیوں نہیں آیا تھا۔ تعجب سے ابرو سکڑے! دوسرے لمحے وہ سنجیدگی سے نیچے کی طرف آئی۔ وہ تینوں ابھی تک موبائل میں لگے ہوئے تھے! اور تینوں

ہی اتنی دل جمعی سے دیکھ رہے تھے کہ درفشاں کے سیڑھیوں سے اُترنے کا بھی کسی کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔۔

اکشم خان جو موبائل میں مصروف تھا درفشاں کو دیکھتے اس نے دوسری نظر ان تینوں پر ڈالی۔اس کے شیطانی دماغ میں فٹافٹ ایک آئیڈیا کلک ہوا تھا۔ایسے نہیں تو ایسے ہی سہی!! "بھابی! صوفے سے کھڑے ہوتے اکشم خان نے آہستہ سے درفشاں کو آواز لگائی۔۔درفشاں جو کچن کی طرف جا رہی تھی اس کے قدم رکے! وہ سوالیہ نظروں سے پیچھے مڑتے اکشم کو دیکھ رہی تھی جو اسی کی طرف آرہا تھا۔" کیسی بیوی ہیں آپ بھائی؟ اکشم نے اس کے پاس پہنچتے بات شروع کی۔کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟ درفشاں خان تذبذب کا شکار نظر آرہی تھی۔بھلا اس نے کیا کر دیا تھا اب!! "مطلب آپ کا شوہر پچھلے پندرہ منٹ سے پتہ نہیں کیا دیکھ رہا ہے موبائل میں؟؟ قسم سے میں بھی گیا تو فوراً موبائل چھپا لیا۔ذرا چیک تو کریں ایک مرتبہ!! لیکن بلکل آرام سے انہیں پتہ نا چلے! شیطانی سا مسکراتے وہ اس کی توجہ پھر سے آبان کی طرف کروا گیا تھا۔" باقی دونوں بھی بیٹھے ہیں اچھا نہیں لگتا۔میں

بعد میں پوچھ لوں گی اُن سے ! درفشاں خود بھی دیکھنا چاہتی تھی لیکن وہاں بالاج اور راحیل کو دیکھتے وہ رکی ہوئی تھی۔۔ "ارے کھا تھوڑی جائے گیں وہ لوگ آپ کو ! پلیز ایک مرتبہ دیکھ لیں ! اور مجھے بھی بتایئے گا ایسا کیا دیکھ رہے ہیں یہ لوگ ! منت زدہ لہجے میں کہتے اس نے منانا چاہا۔۔ درفشاں خان نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے صوفے کے پیچھے کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ وہ بلکل دبے قدموں آگے بڑھ رہی تھی۔۔

اکثم خان کے چہرے پر موجود شیطانی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔ اب اس کی بیعزتی کا بدلہ درفشاں خود ہی لے لیتی۔۔ درفشاں خان کے بالکل آہستہ سے صوفے کے پیچھے جاتے قدم رکے !! وہ تینوں موبائل میں مگن ابھی تک اسی میں جھکے ہوئے تھے ! ایک نظر اکثم کی طرف دیکھتے درفشاں خان نے آہستہ سے آبان خان کی طرف جھکتے موبائل میں جھانکا۔ اور جلد ہی اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ چکی تھیں۔ موبائل آبان کے ہاتھ میں تھا۔ اور ویڈیوز بھی وہی لگا رہا تھا۔ درفشاں خان نے بری طرح اپنے ہونٹ بھینچے ! اسے آبان سے یہ اُمید نہیں تھی۔۔ اچانک

ہی وہ جیسے جلتا کوئلہ ہو گئی تھی۔ جبکہ چہرہ دھواں دھواں ہو چکا تھا۔ درفشاں خان نے خونخوار نظروں سے آبان کی پشت کو دیکھا۔ وہ ایک کے بعد ایک ویڈیو لگاتا جا رہا تھا۔ اور اتنا ہی اس کا پارہ ہائی ہوتا جا رہا تھا۔۔ دوسرے لمحے مزید خود پر قابو نا رکھتے درفشاں خان کڑے تیور لیے صوفے کے آگے کی طرف آئی۔ اس نے ایک نظر آبان کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے اس کے ہاتھ سے فون جھپٹا۔ ابھی وہ صرف اپنے شوہر کی طرف متوجہ تھی۔۔ آبان خان اور باقی دونوں اچانک سے ہی بری طرح ہڑبڑائے۔ یہ اچانک کا حملہ تھا ان لوگوں کی نظر میں!! "کیا بت۔۔ آبان خان آہستہ سے چیختے اوپر کی طرف دیکھتا کہ اس کے الفاظ بیچ میں ہی رکے! وہ نیچے نظریں جمائے اس کے پاؤں دیکھ رہا تھا۔ یہ اس کی بیوی کے پاؤں تھے! بے ساختہ ہی آبان خان کے گلے میں گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہوئی۔ اب اس کی خیر نہیں تھی۔ بالاج خان نے اور راحیل خان نے خاموشی سے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ ان کی عزت کا بھی کچرہ ہو گیا تھا۔۔ "درفشاں میں۔۔ آبان خان ہمت کرتے اوپر کی طرف دیکھتے ابھی کچھ بولتا کہ پہلے ہی درفشاں خان نے اپنی پوری قوّت سے

موبائل سامنے موجود دیوار میں مارا۔ وہ خونخوار نظروں سے آبان کو دیکھ رہی تھی۔

آبان خان نے اپنی آنکھیں میچتے کھولی۔ وہ جانتا تھا کچھ ایسا ہی ہو گا۔

موبائل اس کے ہاتھ میں تھا تو یقیناً اسے لگا ہو گا کہ وہ اسی کا تھا۔۔ راحیل خان نے اپنا فون ٹوٹتے دیکھ ہونٹ گولائی کی صورت میں باہر نکالے! اس نے ابھی ہی کچھ دنوں پہلے یہ فون لیا تھا۔۔

ایک آخری افسوس بھری نظر آبان پر ڈالتے در فشاں خان خاموشی سے پیچھے کی طرف مڑی۔ اس کے قدموں کا رخ واپس سے سیڑھیوں کی طرف تھا۔ کہاں کی بھوک؟ اس کا خون اتنا کھول رہا تھا کہ آبان خان کو وہ جان سے مار دے! لیکن وہ سب کے سامنے کوئی تماشا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ایک مرتبہ آبان کمرے میں آتا ذرا۔۔

صوفے پر بیٹھا اکثم خان آبان کی حالت دیکھتے جی جان سے مسکرایا۔ اس دنیا میں کوئی تو تھا جو آبان خان کو ڈرا سکتا تھا۔۔ "چل بالاج میرا خیال ہے قبر بک کروا لیتے

ہیں! یہ تو گیا۔۔"راحیل خان نے ہنستے ہوئے بالاج خان کی طرف دیکھتے جیسے آبان کا مذاق بنایا۔ شکر تھا کہ ابھی اس کے پاس بیوی نہیں تھی۔۔ آبان خان نے دانت کچکچاتے اس منحوس کو دیکھا۔ سارا کچھ ہوا بھی اسی کی وجہ سے تھا۔۔"سالے تُجھے ہی آگ لگی ہوئی تھی دیکھنے کی! اب بھگتنا مجھے پڑے گا۔ بلآخر وہ دل کی بات زبان پر لے ہی آیا تھا۔۔'چل اوئے میں تو صرف آئی ڈی میں گیا تھا آگے تو نے کہا تھا یہ والی لگا یا پھر یہ والی۔ راحیل خان نے فوراً ہی اس کی بات سے نفی کی۔ اسے اندازہ تھا کہ موبائل اس کا ہے تو الزام بھی اسی پر آنا تھا۔۔"بجائے ہم سے لڑنے کے جا کر بیوی کو دیکھ! اگر تو بچ گیا تو توبہ کر لینا اور اگر نا بچ سکا تو ہم تُجھے دفنا دے گیں! ٹینشن نوٹ! بالاج خان نے سکون کے ساتھ صوفے سے ٹیک لگاتے اسے مشورہ دیا۔ وہ خود بھی سنگل یعنی بے خوف تھا۔۔"لعنت ہو تم دونوں پر! آج کے بعد میں تم دونوں میں سے کسی کے پاس بھی نہیں بیٹھوں گا۔ بیوی ناراض کروادی! سر جھٹک کر کہتے آبان خان صوفے سے کھڑا ہوا۔ اسے غصّہ بھی آرہا تھا اور ایک طرف فکر بھی ہو رہی تھی۔ پتہ نہیں اب درفشاں کو کیسے منانا پڑے گا۔"تجھے کس نے کہا تھا

بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری لڑکیاں دیکھ! راحیل خان کی طرف سے گہرا طنز کیا گیا۔ وہ ہنس کر کہتے اس کی اچھی خاصی کر چکا تھا۔۔ "تو نے لگائی تھی۔ تو میری بھی نظر پڑ گئی۔ اب میں فرشتہ تو ہوں نہیں ایک عام سا مرد ہی ہوں! لیکن قسم لے لے تم دونوں کی طرح ترسی ہوئی نظروں سے نہیں دیکھا میں نے! بہکتا میں صرف بیوی کو دیکھ کر ہوں! اسنجیدگی سے اس کے پاس جھک کر دھیمے سے کہتے آبان خان واپس کی طرف بڑھا۔ اس کے قدموں کا رخ اب اوپر کی طرف تھا۔ ابھی تو اسے درفشاں کو بھی منانا تھا۔۔ "کمینہ! اس کے جاتے راحیل خان منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ وہ جاتے جاتے بھی اسے جلانا بلکل نہیں بھولا تھا۔۔ تو کیا سوچ رہا ہے؟؟ بالاج خان کی طرف دیکھتے راحیل خان نے خود بھی صوفے سے ٹیک لگاتے استفسار کیا۔ موبائل تو ٹوٹ گیا تھا اب اس نے بور ہی ہونا تھا۔۔ "سوچ رہا ہوں شادی کر لوں! اس کے چہرے کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے جواب آیا۔ اور راحیل خان کا برجستہ قہقہہ گونجا تھا۔ یہاں سب کو آگ لگی ہوئی تھی۔۔ "کر لے میں بھی یہی سوچ رہا ہوں! اب نہیں رہا جاتا سنگل! مسکرا کر کہتے راحیل خان صوفے

سے کھڑا ہوا۔اس کا دھیان بٹ گیا تھا تو اب اس کا ارادہ کمرے میں جا کے سونے کا تھا۔۔ پیچھے بالاج خان بھی سر جھٹکتے اپنا موبائل نکالتے اس میں مصروف ہو چکا تھا۔۔

آبان خان دھیرے سے اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ وہ جانتا تھا اب اس کی خیر نہیں تھی۔ مقابل تو غصے میں پاس بھی نہیں آنے دیتی تھی۔اور اگر آجائے تو وہ ساتھ نہیں دیتی تھی۔اور آبان خان کو اس کے ساتھ دینے والی عادت سے الگ ہی محبت تھی۔اس کے ساتھ دیے بغیر اسے کوئی مزہ ہی نہیں آتا تھا۔۔ اندر داخل ہوتے اس نے واپس سے پیچھے کمرے کا دروازہ لاک کیا۔ درفشاں خان بیڈ پر لیٹی اپنے رونے کے شغل میں مصروف تھی۔ آبان خان نے وقفے وقفے سے اس کی ہچکیاں سنتے بری اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔ شاید مقابل زیادہ ہی ہرٹ ہو گئی تھی۔۔ وہ تکیے میں منہ چھپائے بری طرح رو رہی تھی۔۔ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے آبان خان نے بیڈ کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ وہ اسے روتا ہوا

نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔ بیڈ پر بیٹھتے آبان خان نے ہلکا سا اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔
"لٹل پرنسز سنو! تھوڑا نیچے کو جھکتے محبت سے کان میں سرگوشی کی گئی!! ہاتھ مت لگائیں مجھے! پھاڑ کھانے والے انداز میں کہتے اس نے آبان خان کا ہاتھ سختی سے اپنے بازو سے جھٹکا۔ وہ اس وقت شدید تپی ہوئی تھی۔ مقابل اس کے ہوتے ہوئے دوسری لڑکیاں دیکھ رہا تھا درفشاں مانو دہکتا تندور ہوئی پڑی تھی۔۔ "میری جان سچ میں یہ راحیل کے کام تھے! قسم سے موبائل بھی اسی کا تھا۔ معصوم سی شکل بناتے سارا الزام اگلے پر ڈالا گیا۔ اگر اس نے لگائی بھی تھی تو دیکھ تو آپ بھی رہے تھے! آنکھیں بند نہیں ہوئی آپ سے؟ بلکہ موبائل ہی پکڑ کر بیٹھ گئے! پھر سے وہی انداز! وہ روتے ہوئے آنسوں صاف کرتے چیخ اٹھی تھی۔ آبان خان نے ایک گہری سانس بھری۔ وہ آخر کیوں بھول جاتا تھا کہ اس کی بیوی بلکل بھی معصوم نہیں ہے! وہ اچھی طرح ہر بات سمجھتی ہے! جیسے ابھی اس کی باتوں میں نہیں آرہی تھی!! یار سوری نا غلطی ہو گئی! آبان خان نے اس کی طرف دیکھتے معافی مانگنے میں بھلائی جانی۔ تم رونا تو بند کرو پلیز!! درفشاں خان نے اسے گھورتے آگے کو ہوتے

مارے غصے کے ایک تھپڑ اس کے منہ پر جڑا۔ تھپڑ اتنا زور کا نہیں تھا لیکن ہلکا بھی ہر گز نہیں تھا۔ "سوری غلطی سے لگ گیا۔ اسی کی طرح کی معصوم سی شکل بناتے در فشاں نے اس کے الفاظ واپس لوٹائے! غصے میں وہ یہ بھی بھول چکی تھی کہ مقابل آبان خان ہے جس کے تھپڑ اس نے بہت اچھے سے کھا رکھے ہیں! وہ اسے ہی مار چکی تھی!! آبان خان نے اپنے گال پر ہاتھ رکھتے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ غصّہ تو اسے اتنا آیا تھا کہ حد نہیں! لیکن اچھا تھا کہ وہ ضبط کر گیا تھا۔ "مار لیا تھپڑ؟ مل گیا سکون؟ اب تمہارے رونے کی آواز نا آئے مجھے! سنجیدگی سے اس کی روئی روئی آنکھوں میں دیکھتے آبان خان نے سپاٹ سے انداز میں کہا۔ کیا زمانہ آگیا تھا۔ وہ بیوی سے تھپڑ کھا رہا تھا۔ لیکن فلحال غلطی اس کی تھی جس کا اسے احساس بھی تھا۔ اگر در فشاں کبھی اس طرح لڑکوں کو دیکھتی تو آبان خان نے بھی ایسے ہی جل بھن کر راکھ ہو جانا تھا۔ وہ اس چیز کو سمجھتا تھا۔ کیوں نا آئے! دوسری لڑکیوں کہ عادت لگ گئی آپ کو تو اب میری آواز بھی زہر لگ رہی ہو گی۔ چلے جائیں یہاں سے اور انہی لڑکیوں کے پاس جائیں جو بھری محفل میں بے شرمی سے رقص کر رہی

تھیں۔ درفشاں خان شدید روتے ہوئے پھر سے چیخی!! میرا بچہ میری زندگی ایسا کچھ بھی نہیں ہے! میں تو دیکھ ہی اسے پہلی مرتبہ رہا تھا۔ انسٹا پر ایسے ہی سامنے آگئی تو دیکھنے بیٹھ گئے ہم بس! بے بسی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے آبان خان نے ایک اور مرتبہ اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہا۔۔ ہاں جیسے انسٹا پر تو اوپر کرنے کا آپشن ہی نہیں ہے! ایسا کیا تھا اس چڑیل میں جو آپ ایسے گھور رہے تھے! میرے سے زیادہ پیاری تو نہیں تھی۔۔ موٹی کہیں کی۔ مارے جلن اور غصے کے وہ جو منہ میں آیا وہی بول رہی تھی۔ وہ اپنے منہ میاں مٹھوں ہو رہی تھی۔ "ظاہر ہے تم تو سب سے الگ ہو! تمہارے جیسی کوئی ہو سکتی ہے بھلا؟ واقعی وہ موٹی کہیں کی۔۔ زور و شور سے اس کی ہاں میں ہاں ملائی گئی۔ ابھی وہ یہی کر سکتا تھا۔۔ آبان خان نے کہتے واپس سے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔۔۔ درفشاں خان ایک مرتبہ پھر اس کا ہاتھ جھٹک چکی تھی۔ وہ لمحہ یاد کرتے اس کے آنسوں ہی نہیں رک رہے تھے!! اب آپ کو وہ موٹی لگ رہی ہے! جب وہ ننگی کھڑی ہو کر ڈانس کر رہی تھی۔ تب تو بڑی پیاری لگ رہی تھی وہ آپ کو!! یہ لڑکی کسی بھی حال میں خوش نہیں تھی۔۔

"میرا سوہنا وہ بلکل پیاری نہیں تھی قسم سے میرے لیے تو سب سے پیاری تم ہو! سوری نا رونا بند کرو پلیز۔ تم روتے ہوئے بلکل اچھی نہیں لگتی۔ بے بس بیٹھا وہ مسلسل اسے منا رہا تھا۔۔ ہاں تو جائیں اب اسی کے پاس! میں اچھی کہاں لگوں گی اب آپ کو! اس کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔۔ آبان خان کا بس نہیں تھا وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جائے۔ اسے تو منانا بھی نہیں آتا تھا۔ وہ اسے اور ہی زیادہ رلا رہا تھا۔۔ "ایسا کیا تھا اس میں جو مُجھ میں نہیں ہے! ہاں بولیں اب! کیوں دیکھ رہے تھے آپ اسے! روتے روتے پھر سے سوال کیا گیا۔۔ آبان خان نے ایک گہری نظر اس پر ڈالتے اپنی مسکراہٹ دبائی۔ اسے اب سمجھ میں آئی تھی مقابل کو تکلیف سے زیادہ جلن ہو رہی ہے!! دوسرے لمحے وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے آرام سے بیٹھا۔ اب وہ اس موقعے کا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔۔ "وہ بکنی ڈریس میں تھی۔ تم نے تو آج تک ایسا کچھ پہن کر نہیں دکھایا بس اس لیے دیکھ رہا تھا میں اسے!! معصوم سی شکل بناتے بے شرمی کے تمام ریکارڈ توڑے گئے! درفشاں خان نے اس کی بات پر اسے گھورتے اپنے آنسوں صاف کیے! مقابل نہایت ہی بے مروت انسان تھا۔ یہ انسان

کسی بھی حال میں خوش نہیں تھا۔ اسے روز الگ مزے چاہیے ہوتے تھے! اور آبان خان نے واقعی اس کے لیے ایک سے ایک بیہودہ ڈریس لا کر الماری میں رکھے ہوئے تھے جو کہ اس نے آج تک نہیں پہنے تھے! وہ روز آنہ نائیٹی گاؤن میں ہی ملبوس ہوتی تھی!!'اگر میں وہ پہن کر دکھاؤں تو وعدہ کریں آپ انسٹا ہی ڈیلیٹ کر دے گیں! سنجیدگی سے ہاتھ آگے بڑھاتے وعدہ لیا گیا۔ اسے بس آبان خان کو اس چیز سے دور کرنا تھا۔ مارے جلن کے وہ بکنی ڈریس پہننے کو بھی تیار ہو گئی تھی۔۔ آبان خان خوشی سے فوراً ہی سیدھا ہوتے بیٹھا۔ وہ جلد بازی میں فوراً ہی وعدے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا چکا تھا۔ "لیکن ایک شرط ہے میری! کچھ یاد آنے پر اس نے موقعے پر چوکا مارنا ضروری سمجھا۔ کیا؟ دانت پیستے استفسار کیا گیا تھا۔۔ "تم بکنی ڈریس پہن کر خود مجھے سیٹسفائی کرو گی۔ روز میں تمھارا موڈ بناتا ہوں آج ایک دن تم میرا بنا دینا۔ یقین کرو دونوں کو بہت مزہ آئے گا۔ لیکن کرو گی سب کچھ تم خود۔ میں کچھ نہیں کروں گا۔ اور اس کے بعد وعدہ ہے میرا تم سے کہ انسٹا کیا ٹک ٹاک بھی ڈیلیٹ کر دوں گا۔ آبان خان دوبارہ کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر

بھی دیکھے تو جو تم سزا دو گی وہی منظور ہو گی!! مسکرا کر اسے ساری بات سمجھاتے آبان خان نے واپس سے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔ جیسے کہنا چاہتا ہو سودا گھاٹے کا نہیں ہے۔ مقابل اچھی طرح سوچ سکتی ہے!! در فشاں خان نے اس کی بات سنتے ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی۔ اس انسان نے اس کے اندر تھوڑی بہت شرم بھی رہنے ہی کب دی تھی جو وہ اس بارے میں سوچتی۔ وہ یہ کر سکتی تھی!! "میں قسم سے آبان منہ توڑ دوں گی آئندہ ایسا ہوا تو۔ اُنگلی اٹھا کر ایک آخری مرتبہ اسے وارن کرتے در فشاں خان بیڈ سے نیچے اُتری۔ آبان خان نے تعجب سے اسے دیکھا۔ کیا وہ مان گئی تھی؟؟ در فشاں خان ابھی آگے بڑھتی کہ ایک لمحے کے لیے اس کے قدم رکے! اچانک ہی پیچھے کی طرف مڑتے اس نے تھوڑا نیچے جھکتے آبان خان کا گریبان تھامتے اپنی پوری شدت سے اس کے ہونٹوں پر دانت گاڑے!! وہ اپنے دانتوں سے اس کے ہونٹ کتر رہی تھی۔ آبان خان نے حیرت سے اسے دیکھا۔ جاتے جاتے بھی وہ آخری مرتبہ غصّہ نکالنا نہیں بھولے گی وہ جانتا تھا۔ تبھی بغیر اپنے لبوں کو حرکت دیے وہ خاموشی سے اس کے دانتوں کے وار اپنے گھنی

مونچھوں تلے عنابی لبوں پر سہہ رہا تھا۔۔ کچھ لمحوں بعد اچھی طرح اس کے لبوں کو سرخ قندھاری کرتے درفشاں خان ہولے سے اس سے پیچھے ہوئی۔ وہ ابھی مزید پیچھے ہوتی کہ آبان خان پہلے ہی اس کی دھڑکنوں کو اپنی مٹھی میں جکڑتے اسے پیچھے ہونے سے روک چکا تھا۔۔ "جلدی آنا۔۔ یقین کرو تم نے ابھی جو یہ کیا ہے میرے جذبات میرے بس میں نہیں رہے! پانچ منٹ میں تم واپس سے کمرے میں دکھو مجھے! موڈ بنا کر ایک وعدہ پورا کر لیا ہے تم نے! آبان خان نے بوجھل آواز میں اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس کی دھڑکنوں کو مزید سختی سے مٹھی میں بھرا۔۔ "ہنہہہہ! ایک تمسخرانا نظر آبان خان پر ڈالتے اس کا ہاتھ ہٹاتے درفشاں پیچھے کو ہوئی۔ اس کی محض ایک کس ہی کافی تھی۔ دوسرے لمحے وہ سر جھٹکتے خاموشی سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔ پیچھے آبان خان مسکراتے بیڈ پر چت لیٹا۔ وہ شکر ادا کرتا تھا کہ اسے واقعی سب سے اچھی اور سب سے مختلف بیوی ملی تھی۔ چھت کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھتے وہ بے صبری سے درفشاں کے باہر نکلنے کے انتظار میں تھا۔۔

تقریباً پانچ منٹ بعد ہی ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلا۔ ایک منٹ اوپر نیچے نہیں ہوا تھا۔ وہ اس کے کہے کے مطابق پورے پانچ منٹ بعد ہی واپس آئی تھی۔۔ آبان خان جو بیڈ پر لیٹا تھا کلک کی آواز پر فوراً سے سیدھا ہوتے اس نے پیچھے مڑتے دیکھا۔ اور ایک لمحے کے لیے اس کا دل اچھل کر

حلق میں آ چکا تھا۔۔ سامنے ہی وہ آتش فشاں بنی کھڑی اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ آبان خان اس کی طرف دیکھتے ہی سیدھا ہوا۔ اس کے گلے میں بار بار گلٹی سی اُبھر کر معدوم ہو رہی تھی۔ مقابل کا مدہوش کن دو آتشہ روپ واقعی اس کے ہوش اڑا چکا تھا۔۔ در فشاں خان آتشی ریڈ کلر کے چمکدار بکنی ڈریس میں ملبوس بالوں کو کھلا چھوڑے پوری طرح عیاں ہوئی اس کے سامنے تھی۔۔ ہونٹوں پر آبان خان کے پسندیدہ سرخ رنگ کی لپسٹک کا بھر بھر کر کوٹ لگایا گیا تھا۔ پلکوں پر مسکارا لگائے وہ انہیں مزید گھنا کر گئی تھی۔ گالوں پر بلشن لگاتے انہیں لالی بخشی گئی تھی۔ وہ اس وقت اپنے آپ میں ایک قیامت ڈھا رہی تھی۔ ان کپڑوں میں اس کا پورا

جسم ہی تقریباً عیاں ہوتی آبان خان کی نظروں کے سامنے تھا۔ آبان خان کو اندازہ نہیں تھا کہ مقابل اس طرح اس کی سانسیں رکوائے گی۔ درفشاں خان اسے ٹرانس کی کیفیت میں اپنے پورے جسم پر نظریں گاڑے دیکھ مسکراتے ہوئے آگے کو بڑھی۔ اسے اندازہ تھا کہ آبان خان کا کچھ ایسا ہی ریکشن ہوگا۔۔ آبان خان بیڈ پر بیٹھا سوکھتے حلق کے ساتھ اسے اپنی طرف آتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ اس کی بے باک نظریں مقابل کے پورے جسم پر تھیں۔ وہ پورے حق کے ساتھ اس کے جسم کا ایک ایک زاویہ دیکھ رہا تھا۔ ایک ادا کے ساتھ چل کر اس کے نزدیک جاتے در فشاں خان کے بیڈ کے پاس جاتے قدم رکے! آبان خان کی خمار بھری نظریں اس کے چہرے کی طرف آئی۔ "قیامت ڈھا رہی ہو! ہر مرتبہ ایک نئے حلیے میں میری سوچ سے بھی زیادہ حسین لگتی ہو تم! تمہارا یہ دلکش بدن کسی دن آبان خان کو کسی کام کا نہیں چھوڑے گا۔۔ اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے کر ان پر اپنے تشنہ لب رکھتے آبان خان نے نہایت بھاری بوجھل آواز کے ساتھ اس کی تعریف کی۔ اس کی آنکھیں خمار سے سرخ ہونے لگی تھی۔ جبکہ جواں جذبات زور پکڑتے اسے

تمام حدود توڑنے پر اکسا رہے تھے! درفشاں خان نے ہلکا سا مسکراتے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوا کر اس کے سینے پر رکھتے اسے اچانک ہی پیچھے کی طرف دھکا دیا۔۔ آبان خان اچانک ہی پیچھے کی طرف بیڈ پر لیٹنے کے انداز میں گرا۔ وہ خود بھی مسکراتے ہوئے مقابل کو دیکھ رہا تھا۔۔ درفشاں خان آہستہ سے اپنی ہیلز اتارتے سائڈ پر ہوتے اس کے ساتھ اس بیڈ پر الٹی ہوتے لیٹی! وہ اپنا چہرہ آبان خان کے چہرے پر جھکائے ہوئے تھی!!"یہی تو میں چاہتی ہوں ہنی کہ آپ کسی بھی کام کے نا رہیں۔ صرف میرے رہیں میرے پاس۔ میرے حصار میں! میری طلب اپنی آنکھوں میں لیے۔ میرے جسم کا حصہ بنے! اس کے چہرے سے لے کر گردن تک اپنا ناخن پھیرتے درفشاں خان نے سرگوشی نما آواز میں کہا۔ اب اس کا ناخن مقابل کے گال تک چلا گیا تھا جہاں اس نے ابھی کچھ در پہلے تھپڑ مارا تھا۔ یہ جگہ ہلکی سی سرخ ہوئی پڑی تھی۔ آبان خان کی مسکراہٹ گہری ہوئی۔"تمہارا ہوں خدا کی قسم فقط تمھارا ہوں۔ تمہارے پاس ہونے پر میری آنکھوں میں تمہاری طلب نا جاگے ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟ تم ہی تو ہو جو ہر حلیے میں آبان خان کو بہکانے کی طاقت رکھتی

ہو!! قسم لے لو اس لڑکی کو دیکھتے ٹائم کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ لیکن تمھیں دیکھتے ہی میرے جسم میں سپارک سے اٹھ رہے ہیں! میری طلب مجھ سے کہہ رہی ہے کہ میں سب کچھ بھاڑ میں جھونک کر دن رات تمہارے اس قیامت خیز بدن کا حصہ بنا رہوں۔ تم میری شدتوں سے ٹوٹ کر میری بانہوں میں آہیں بھرو اور میں تمہاری سسکیوں پر مزید مدہوش ہوتے مزید آخری حد تک تم میں سماؤں!! بولو سہہ لو گئی مجھے؟؟ اگر آج میں پاس آیا تو تمہاری چیخیں نکل جائے گی۔ اس کے گالوں پر ہاتھ رکھ کر پہلے محبت سے کہتے وہ آخر میں اس کے رونگٹے کھڑے کروا گیا تھا۔۔ آبان خان جس دن اسے وارننگ دے دے اس دن یہی ہوتا تھا۔ درفشاں خان کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہوئی۔ لیکن ابھی اسے وعدہ پورا کرنا تھا۔۔ دوسری عورت پر شوہر کی نظریں جمے دیکھنے سے بہتر تھا کہ وہ خود ہی اسے سہہ لیتی۔۔ میں جہاں روز آپ کو سہتی ہوں آج بھی سہہ لوں گی۔ اور یہ صرف میں ہی ہوں جو خاموشی سے آپ کی طوفانی شدتیں اپنے جسم پر برداشت کرتی ہوں۔۔ میرے جیسی بیوی کہیں نہیں ملے گی آپ کو! ہمت کر کے اسے جتاتے درفشاں نے اس

کے گال پر اپنے ہونٹ رکھے ! یہ وہی گال تھا جہاں کچھ دیر پہلے اس نے تھپڑ مارا تھا۔ واقعی اس بات کو تو ماننا پڑے گا۔ تمہاری تعریف کے لیے الفاظ کم ہیں میرے پاس۔ تم تو پھر تم ہو میری درفشاں ! ! محبت سے اس کی بات سے اتفاق کیا گیا۔اس کے ہاتھ درفشاں خان کے کمر پر جاتے اسے ایک جھٹکے سے اپنے اوپر سرکا چکے تھے ! ! شکر ہے کوئی تو قدر ہے میری ! ورنہ مجھے تو لگا تھا کہ آپ کو صرف ناشکری کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں آتا۔ نروٹھے پن سے شکوہ سا کیا تھا اس نے ! اور شاید ہی وہ پہلی مرتبہ شکوہ کر رہی تھی۔ سوری یار۔ وہ بس ڈانس اچھا تھا تو میں دیکھنے بیٹھ گیا۔ پھر راحیل اور بالاج بھی ساتھ تھے تو کوئی کچھ بولتا رہا یہ ویڈیو تو یہ ویڈیو۔اسی میں ہم لوگ دیکھتے رہے ! لیکن یقین کرو وجہ صرف ڈانس تھی۔ تمہارے علاوہ ہر عورت کو میں بہن کی نظر سے ہی دیکھتا ہوں سچ میں ! "مجھے عشق ہے تم سے ! اور اپنے عشق کو کوئی دھوکا کیسے دے سکتا ہے بھلا۔۔اس کے ماتھے پر اپنے سلگتے لب رکھتے آبان خان نے شرمندگی سے معافی مانگی۔ مقابل اس کے لیے کتنا کچھ کرتی تھی اور وہ ایسی حرکتیں کرتے اسے ہرٹ کر گیا تھا۔ حالانکہ یہ پہلی مرتبہ ہی ہوا

تھا۔ "کوئی بات نہیں بس اب آپ ڈیلیٹ کر رہے ہیں نا انسٹا اور ٹک ٹاک! آئندہ دیکھیں گیں بھی نہیں وعدہ کیا ہے آپ نے! ورنہ میں جان

سے مار دوں گی آبان آپ کو! اس کا گریبان پکڑ کر اس کا چہرہ تھوڑا اوپر کرتے در فشاں نے ایک مرتبہ پھر اسے اس کا وعدہ یاد دلوایا۔ اس کا انداز صاف صاف دھمکی آمیز تھا۔ "جو حکم! تابعداری سے کہتے آبان خان نے اس کے ہونٹوں پر اپنی زبان لک کی۔ مقابل کی نازکی وہ اپنے سینے سے دبتی بخوبی محسوس کر رہا تھا۔ جبکہ مقابل کی دھڑکنیں محض ایک چھوٹے سے پردے سے چھلک چھلک کر باہر آنے کو تھیں۔۔ در فشاں خان نے اس کے بعد اپنے ہونٹوں پر ایک ادا سے زبان پھیری۔ وہ جیسے اس کا لمس خود میں جذب کرنا چاہ رہی تھی۔ آبان خان اس کی اس ادا پر نثار ہوتے گہرا مسکرایا۔۔ آبان خان کے ہاتھ کمر پر رینگتے محسوس کرتے در فشاں خان نے

نیچے کی طرف چہرہ جھکاتے اسی کے انداز میں اس کے ہونٹوں پر اب اپنی زبان پھیری! آبان خان نے بھی اسی کے انداز میں اس کا لمس خود میں جذب کیا۔ جبکہ

اس کے ہاتھ بے باکی سے درفشاں کی کمر سے نیچے سرکتے اس کے نچلے حصے کو مٹھیوں میں بھرتے انہیں محسوس کر رہے تھے! درفشاں نے خاموشی سے ہلکا سا اس پر سے اٹھتے اس کی شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کیے! کوٹ آبان خان نیچے ہی اُتار چکا تھا۔ آبان خان نے بیڈ سے اٹھ کے بیٹھتے اسے اپنی گود میں لیے اس کی گردن کے پیچھے ہاتھ رکھتے اس کے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دبایا۔ وہ بے شرمی سے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرتے اس کے ہونٹوں

سے لپٹا اس کی نمی اپنے اندر جذب کر رہا تھا۔۔ سارے بٹن کھولتے درفشاں نے خود ہی اس کی شرٹ کو اس کے جسم سے ریمو کرتے سائڈ پر پھینکا۔ وہ ایک لمحے کے لیے اس سے اپنے ہونٹ آزاد کرواتے اس کی سینڈو اتارتے بھی سائڈ پر پھینک چکی تھی۔۔ آبان خان نے مسکراتے ہوئے اسے واپس سے اپنے نزدیک کرتے پھر سے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔۔ درفشاں خان اپنا ایک ہاتھ اس کے بالوں میں جبکہ دوسرا ہاتھ اس کی گردن میں ڈالتے اس کا ساتھ دینے لگی۔ وہ دونوں ڈیپلی کس کرتے ایک دوسرے کے ہونٹوں کو کھانے کے درپر تھے!! دونوں کبھی ایک

دوسرے کی زبان کے ساتھ زبان لڑاتے تو کبھی ہونٹوں میں ہونٹوں کو دبا کر انہیں سک کرتے ان کی نمی چنتے! ساتھ ساتھ آبان خان کے ہاتھ اس کے جسم کے ہر حصے کو محسوس کر رہے تھے! کافی دیر تک ایک دوسرے کے ہونٹوں پر اپنا جنون اتارتے دونوں آہستہ سے پیچھے ہوئے! "ریموو دس فاسٹلی!! آبان خان نے اس کی دھڑکنوں پر موجود پردے پر نظریں جمائے حکم صادر کیا۔ وہ یہ خود بھی کر سکتا تھا لیکن وہ بس ایسے ہی اسے حکم دے رہا تھا۔۔ "خود کر لیں! منہ بنا کر کہتے درفشاں اس کی گردن پر جھکی۔ وہ مزید اپنا جسم اس کے قریب کرتے اس کی گردن کو جگہ جگہ سے سک کر رہی تھی۔۔ آبان خان نے بیڈ کراؤن کے ساتھ ٹیک لگائے مسکراتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھایا۔ مقابل کا لمس اپنی گردن پر محسوس کرتے اس کی سانسیں نہایت بھاری ہو رہی تھیں۔ اس کے جواں جذبات میں آگ سی لگی ہوئی تھی۔ پورا جسم درفشاں میں خود کو اتارنے کے لیے بے تاب تھا۔ آبان خان نے بے صبری سے اس کی گردن کو پکڑتے جھٹکے سے پیچھے کرتے اس کی دھڑکنوں پر جھکتے دانتوں سے اس پردے کو ریموو کیا۔ پیچھے محض ایک ڈوری کا

سہارا تھا ایک مرتبہ کھینچنے پر ہی پردہ اُترتا چلا گیا تھا۔۔ یہاں کس کرواب! اس کی دھڑکنوں پر اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑتے آبان خان نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے حکم دیا۔ درفشاں خان نے ایک مسکراتی نظر اس کے چہرے پر ڈالتے اپنا چہرہ نیچے جھکاتے اس کے سینے پر اپنی زبان پھیری۔ وہ اس کے اوپر بیٹھی اس کے سینے پر اپنی زبان اور ہونٹوں کا لمس چھوڑ رہی تھی۔ آبان خان اس کی دھڑکنوں کو مٹھیوں میں بھرتے بھاری تیز تیز سانسوں کے ساتھ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اس کا لمس محسوس کر رہا تھا۔۔ اس کی سانسیں دھونکنی کی مانند چل رہی تھیں۔۔ جذبات کے بوجھ سے آنکھیں خون چھلکانے لگی تھیں۔ جبکہ ہاتھ مقابل کی دھڑکنوں کو مسلتے مسلسل انہیں محسوس کر رہے تھے! کافی دیر تک اس کے پورے سینے کو اپنے لمس سے مہکاتے درفشاں واپس سے اس کے ہونٹوں کی طرف آئی۔ وہ پھر سے انہیں اپنی گرفت میں لے گئی تھی۔۔ اس کے اوپر سے تھوڑا سا اٹھتے درفشاں نے اس کی بیلٹ ریمو کرنی شروع کی۔ وہ پیچھے دیکھ نہیں رہی تھی اس لیے اس کا ہاتھ بیلٹ پر پڑ ہی نہیں رہا تھا۔ آبان خان نے اس کے ہونٹ ایک لمحے کے لیے چھوڑتے ایک

بھاری سانس ہوا کے سپرد کی۔ میری جان بیلٹ اوپر ہے! اس نے مسکراتے اسے بتانا ضروری سمجھا تھا۔۔ درفشاں خان نے اس کی بات سنتے پیچھے مڑتے ہڑبڑاتے ہوئے اپنا ہاتھ اوپر کی طرف کیا۔ وہ جھرجھری سی لیتے اب دیکھ کر اس کی بیلٹ کھول رہی تھی!! "میری جان تمھارا ہی ہے سب کچھ! جیسے مرضی ہاتھ لگاؤ کوئی مسئلہ نہیں ہے!! اسے جھرجھری لیتے دیکھ آبان خان نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس پر اپنی زبان پھیری!! "مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے! آپ لگاتے ہیں نا میرے سارے جسم پر ہاتھ کافی ہے! سر جھٹک کر کہتے اس نے آہستہ سے آبان خان کی پینٹ سے بیلٹ ریموو کی۔ وہ اسے سائڈ پر پھینک گئی تھی۔ "یہ بھی ٹھیک ہے! مسکرا کر کہتے آبان خان نے اس کی گردن میں اپنا چہرہ چھپایا۔ درفشاں خان خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھا چکی تھی!! "کیا؟ وعدہ پورا کرو اپنا۔ رک کیوں گئی ہو خود اتارو۔۔ اسے رکھتے دیکھ آبان خان نے بے چینی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ وہ اسے خود میں سمانے کے لیے بے چین تھا۔۔ درفشاں خان نے اس بے شرم انسان کو گھورتے خود اس کے اوپر سے اٹھتے خاموشی

سے اس کے جسم سے یہ آخری پردہ بھی ریمو کیا۔ وہ نظریں جھکائے سیکنڈ کے اندر واپس سے اوپر بھی آ چکی تھی۔ ابھی تھوڑی شرم باقی تھی۔۔ آبان خان نے مسکراتے ہوئے سرشار ہوتے اس کی دھڑکنوں پر نرمی سے اپنے ہونٹ رکھے! ساتھ ساتھ اس کے ہاتھ مقابل کو اس آخری پردے سے آزاد کروانے میں مصروفِ تھے! وہ اس کی دھڑکنوں پر جھکے ہی اس آخری پردے کو اتارتے سائڈ پر پھینک چکا تھا۔ درفشاں خاموشی سے اس کی گردن میں منہ چھپاتے اس کی سکن کو سک کرنے لگی تھی۔ آبان خان کے ہاتھ اس کے جسم پر رینگتے آگے کی طرف آتے اس کی ناف کی طرف آئے! جبکہ وہ مسلسل اس کی دھڑکنوں کو سک کرتے کبھی انہیں نرمی سے چومتا تو کبھی یہاں جنونی ہو جاتا۔ درفشاں خان اس کی گردن پر دانت گاڑتے اپنی سسکیاں روک رہی تھی۔۔ مقابل اسے ابھی سے ڈرا رہا تھا۔۔

"تھوڑا اوپر کی طرف اٹھو لٹل پرنسز!! اس کی ناف پر اپنی اُنگلیاں بجاتے آبان خان نے اس کے کان کے پاس اپنے ہونٹ کرتے سرگوشی کی۔۔ "نہیں پلیز یہ نہیں! درفشاں نے مزید جم کر بیٹھتے فوراً نفی کی۔ وہ یہاں بے حال نہیں ہونا چاہتی تھی۔

مقابل خود تو تڑپتا تھا ساتھ میں اسے بھی تڑپاتا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی اس نے یہ کیوں کہا ہے! تھوڑا سا؟ اجازت طلب کی گئی!! بلکل بھی نہیں! پھر سے نفی کر دی گئی تھی۔ آبان خان نے ایک گہری سانس بھرتے اس کے دھڑکنوں پر واپس سے جھکتے انہیں جارحانہ انداز میں اپنے دانتوں کی گرفت میں لیا۔ وہ اس کی کمر پر ہاتھ رکھ کر اسے مزید نزدیک کرتے شدت سے جگہ جگہ سے اس کی دھڑکنوں کو سک کر رہا تھا۔۔ ایک ہاتھ اس کی گردن پر رکھ اسے پیچھے کو جھکاتے آبان خان نے اس کے پیٹ پر اپنے لب رکھنے شروع کیے۔ وہ اس کی ناف پر کبھی زبان پھیرتا تو کبھی اس کے دودھیا پیٹ کی سکن کو دانتوں میں لے کر سک کرتے سرخ نشان چھوڑتا۔۔ در فشاں خان کی سسکیاں پورے کمرے میں گونج رہی تھیں۔ مقابل ابھی سے رف ہو رہا تھا۔۔ جلدی کرو میں اور انتظار نہیں کر سکتا۔ اسے نرمی سے گردن سے پکڑتے اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے آبان خان نے مستحکم لہجے میں کہا۔ وہ کب سے خود پر ضبط کیے بیٹھا تھا۔۔ "آبان ایسے! در فشاں نے اس کی توجہ پوزیشن کی طرف کروائی۔ وہ اس کے اوپر بیٹھی تھی۔ 'ایسے ہی کرو گی تم! مجھے سیٹسفائے کرنا ہے تو

ایسے ہی کرو! نرمی سے کہتے آبان خان نے اسے مزید تھوڑا پیچھے کرتے بٹھایا۔۔وہ اس معاملے میں اسے جھجھکتے دیکھ اور خود پر کنٹرول نا رکھتے خود ہی شدت سے اس میں خود کو داخل کر گیا تھا۔۔درفشاں خان نے گردن کو پیچھے پھینکتے ایک میٹھی سی آہ بھری!!"موو کرو! بھاری ہوتی سانسوں کے ساتھ آبان خان اس کی دھڑکنوں کو بے دردی سے مٹھیوں میں بھرتے اس کے منہ پر غرایا۔۔وہ اب پچھتا رہا تھا اسے یہ کام دینے پر! لیکن ابھی یہ واقعی یہی چاہتا تھا کہ اس کی بیوی خود ہی حرکت کرے! درفشاں خان نے اپنا چہرہ آگے کرتے اس کے ہونٹوں سے لپٹتے دھیمے سے اپنے جسم کو حرکت دینا شروع کیا۔وہ اس کے اوپر بیٹھی خود ہی حرکت کرتی آبان خان کو اپنے جسم میں آخری حد تک داخل ہوتا محسوس کر رہی تھی۔۔"یہی سیکھا ہے تم نے اب تک؟ موو فاسٹ لٹل پرنسز!! اسے بہت آہستہ سے حرکت کرتے دیکھ آبان خان اس سے اپنے ہونٹ آزاد کرواتے پھولتی سانسوں کے ساتھ پھنکارا۔ آبان میری کمر میں۔۔آہہہ۔۔درد۔۔ہو جائے۔۔گا۔اٹکتے بمشکل ہی اس نے دھیمے سے وجہ بتائی۔کچھ نہیں ہو گا میرے جگر کے ٹکڑے میں کچھ نہیں

ہونے دوں گا۔ تم موو کرو شاباش! اس کے ماتھے پر لب رکھ کر اسے ریلکس کرنے کی کوشش کرتے آبان خان نے ایک مرتبہ پھر سے ڈیمانڈ کی۔ درفشاں خان نے اچھا کی صورت سر ہلاتے واپس سے اس کے ہونٹوں پر اپنی گرفت میں لیتے اب تھوڑی تیزی سے حرکت کرنا شروع کیا۔ دونوں کی دھونکنی کی مانند تیز چلتی سانسیں ایک دوسرے کے ہونٹوں میں ہی ختم ہو رہی تھیں۔ درفشاں کی سسکیاں بھی اس کے لبوں میں ہی دب رہی تھیں!! "بہت شکریہ! آبان خان نے بھاری سانسوں کے ساتھ سرشار ہوتے اسے کہتے اس کی کمر کو اپنے دونوں ہاتھوں میں بھرا۔ وہ ایک دم ہی اسے آگے کو کھینچ کر اپنے کندھے سے لگاتے بہت ہارڈلی اس میں خود سے حرکت کرنے لگا تھا۔۔ درفشاں نے ہونٹ دانتوں تلے ایک میٹھی سی سسکی بھری!! چیخنا مت پلیز! پہلے ہی اسے وارن کرتے آبان خان نے مشینی انداز میں اس کے جسم میں بری طرح اسٹروکس دیے۔ وہ تیزی سے اس میں آخری حد تک سموتے بہت ہارڈ طریقے سے رفلی اس کے جسم میں اندر باہر ہو رہا تھا۔۔

اور اس مرتبہ چاہتے ہوئے بھی درفشاں اپنی چیخ نہیں روک سکی۔ آبان نے منع کیا تھا لیکن پھر بھی اس کے ہونٹوں سے ہلکی سی چیخ برآمد ہو چکی تھی جو کے اس نے سہی موقع پر اس کے کندھے پر دانت گاڑتے روکی۔ درفشاں بہتے آنسوؤں کے ساتھ اپنی پوری شدت سے اس کے کندھے پر دانت گاڑے اپنی چیخ روکے ہوئے تھی۔ اس کے آنسوں بھی آبان کی کمر پر گر رہے تھے! کچھ دیر برداشت کرو جان!! آبان خان نے پھولتی سانسوں کے ساتھ کہتے اسے اپنے مقابل کرتے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ مقابل کچھ ہی دیر میں نڈھال سی ہو گئی تھی۔۔ ساتھ ساتھ وہ اسی حرکت کے ساتھ شدت سے آخری حد تک اس میں سماتے لذت کی آخری انتہا پر تھا۔۔ "آبان میری۔۔ کم۔۔ر۔۔ لرزتی سی آواز میں اس کی توجہ اپنی کمر کی طرف کرواتے درفشاں خان نے اس کے کندھے پر مکے برسائے۔ اسے اپنی کمر میں شدید درد اٹھتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ آبان خان نے ایک لمحے کے لیے آہستہ سے اسے خود سے الگ کیا۔ وہ بیڈ کراؤن کے ساتھ سر ٹکائے آنکھیں بند کئے گہرے گہرے نہایت بھاری آواز کے ساتھ سانس لے رہا تھا۔ درفشاں نے

بھی شکر ادا کرتے اس کی گردن میں منہ گھسایا۔ آج واقعی اس کی کمر کی واٹ لگ گئی تھی۔۔ کمرے میں ان دونوں کی تیز سانسوں کی آواز ماحول کو معنی خیز بنا رہی تھی۔۔ آبان خان نے کچھ اپنی سانسیں نارمل کرتے سیدھے ہوتے نرمی سے اس کے کندھے پر لب رکھے! مقابل نڈھال سی اس کے کندھے سے لگی ہوئی تھی!!

"نیچے لیٹو۔ ابھی تو شروع کیا تھا میں نے تم نے پہلے چیخنا شروع کر دیا۔ تمہارے لیے اب تمھیں نیچے لٹا رہا ہوں۔ اسے کمر سے جکڑے نیچے بیڈ پر لٹاتے آبان خان نے آہستہ سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ اس کی جان پھر لبوں پر لے آیا تھا۔۔ کسی دن آپ کی اسی بے رحمی سے مر جاؤں گی میں آبان! نروٹھے سے انداز میں شکوہ کیا گیا تھا۔۔ "اس سے کوئی نہیں مرتا۔ پیار میں درد تو برداشت کرنا پڑتا ہے نہ؟ بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے آبان خان اس کے اوپر آتے لیٹا۔ درفشاں نے تاسف سے اس انسان کو دیکھا۔ اگر بے شرمی کی کوئی ٹرافی ہوتی تو یقیناً آبان خان کو ملتی!! آبان خان مسکراتے ہوئے اسے آنکھ ونک کرتے نیچے کی طرف جھکا۔ وہ ایک ہاتھ سے اس کی ٹانگوں کے درمیان فاصلہ بنائے نرمی سے اس

کی تھائیز پر لب رکھ رہا تھا۔۔ وہ ایک ہاتھ بے باکی سے اس کی گہرائیوں پر لگائے ساتھ ساتھ نرمی سے اس کی تھائیز اور ٹانگوں پر اپنے لب رکھ رہا تھا۔۔ درفشاں خان نے بیڈ شیٹ کو زور سے مٹھیوں میں جکڑا۔ منع کرنے کے باوجود بھی اس انسان کے وہی کام تھے! "آبان میں سر پھاڑ دوں گی آپ کا۔ وہ اس کے ہاتھ کی سختی محسوس کرتے اپنی کمر اوپر کو اٹھاتے ایک بھاری سانس کے ساتھ چیخی۔ آبان خان منہ بسورتے واپس سے اوپر اس کے ہونٹوں کی طرف آیا۔ مجال تھی جو یہ لڑکی اسے اس کی منمانی کرنے دے! اپنا ہاتھ بھی وہ اس کی گہرائیوں سے ہٹا چکا تھا۔۔ "تمہاری ٹانگیں اس سے ایک انچ بھی کلوز ہوئی تو پورا ہفتہ چلنے کے قابل نہیں رہو گی یاد رکھنا۔۔ اس کی ٹانگوں کو آخری حد تک کھولتے آبان خان نے مسکراتے اسے تنبیہ کی۔۔ درفشاں خان نے خاموشی سے دانت پیسے! آبان خان اس کی دھڑکنوں پر جھکتے ساتھ شدت سے اس میں داخل ہوا۔ وہ جھٹکے سے اس میں آخری حد تک اُترا تھا۔۔ درفشاں خان نے آنکھیں میچتے اس کی کمر پر ہاتھ رکھے! اس کمر میں درد ہو رہا تھا لیکن آبان خان کو وہ روک نہیں سکتی تھی۔ نا اس نے پہلے

کبھی روکا تھا اور نہ ہی وہ آج روک سکتی تھی۔ آبان خان نے نرمی سے اس کی دھڑکنوں کے ابھرے حصے کو منہ میں لیتے اپنی حرکت میں تھوڑی نرمی کی۔ وہ محسوس کر چکا تھا کہ مقابل تھوڑی تکلیف میں ہے! لیکن وہ خود بھی مجبور تھا۔ وہ آخری حد تک اس میں نرمی سے سماتا خود سکون کی آخری حدوں میں داخل تھا۔۔ در فشاں خان کی سسکیاں ایک مرتبہ پھر کمرے میں گونج رہی تھی۔ ساتھ ساتھ ان دونوں کے ملن کی آوازیں ماحول کو خواب ناک بنا رہی تھی۔۔ کچھ دیر اپنی ضرورت پوری کرتے آبان خان نرمی سے اس سے علیحدہ ہوا۔ کاش کہ اس وقت مقابل کی طبیعت ٹھیک ہوتی۔ "آر یو اوکے؟ پھولتی سانسوں کے ساتھ اپنے ماتھے سے پسینہ صاف کرتے آبان خان نے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے پوچھا۔ اس کا پورا جسم پسینے سے تر ہو پڑا تھا۔۔ "آبان میری کمر! آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوں لیے کہتے انداز شکوہ کناں سا تھا۔۔ آبان خان کو بے ساختہ ہی اس پر ٹوٹ کر پیار آیا۔ مقابل اس کے لیے کتنا کچھ خاموشی سے سہہ لیتی تھی۔ ابھی بھی وہ پیچھے ہوا تھا تب اس نے اپنا درد اسے بتایا تھا۔ بیشک آبان کو پہلے ہی علم تھا۔ "ریلکس ہو جاؤ

میرے جگر کے ٹکڑے! اب نہیں کرتا کچھ بھی۔ اس کے اوپر سے ہٹتے اسے اپنے اوپر کرتے آبان خان نے نرمی محبت سے کہتے اس کے ماتھے پر پھر سے احتراماً لب رکھے! آبان پہلے بھی تو ایسے ہی ہوتا ہے لیکن کبھی اتنا درد نہیں ہوا۔ مجھے زیادہ درد ہو رہا ہے! سوں سوں کر کے وہ بلکل بچی کی طرح اسے بتا رہی تھی۔۔ آبان خان نے شرمندگی سے اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔ پہلی مرتبہ میں وہ واقعی حد سے زیادہ رف ہوا تھا۔۔ میں ہلکا ہلکا دبا دیتا ہوں کیا پتہ ہو جائے ٹھیک! ورنہ پھر دیکھتے ہیں کچھ درد کی کوئی ٹیوب لگا دوں گا۔ اسے اپنے کندھے سے لگائے پیار سے کہتے آبان خان نے خود بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے دھیرے دھیرے اس کی کمر دبانا شروع کی۔۔ وہ اسے اپنے اوپر لٹائے ایک ہاتھ سے اس کے بال سہلاتے جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس کی کمر کو ہلکا ہلکا دباتے جیسے اسے سکون پہنچانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ پاؤں سے کمبل اوپر کو کرتے وہ دونوں پر اسے سیٹ بھی کر گیا تھا۔

"آبان! درفشاں نے اس کے کندھے سے چہرہ ہٹاتے اس کے مقابل کرتے اسے پکارا۔۔ "بولو میری لٹل پرنسز!! اس کے ہونٹوں کو ہلکا سا چومتے محبت سے جواب

دیا گیا۔ شکر تھا کہ مقابل رونا بند کر چکی تھی۔ "اب تو نہیں دیکھیں گیں نا آپ کسی کو بھی؟ میں نے سارے وعدے پورے کیے ہیں! اس کی آنکھوں میں دیکھتے اپنے درد کو بھلائے اسے ابھی بھی اسی چیز کی زیادہ پڑی تھی۔۔ "ارے میری زندگی اٹھاؤ موبائل اور خود ہی جو مرضی کرو اس میں! چاہو تو واٹسپ کے علاوہ ساری سوشل میڈیا ایپس ڈیلیٹ کر دو۔ جو مرضی کرو میری جان۔ اور بیفکر رہا کرو۔ آبان خان صرف اور صرف تمھارا ہے! شدت سے اپنے سینے میں بھینچتے آبان خان نے اسے ہر چیز کی کھلی اجازت دی۔ جب وہ کچھ ایسا کام کرتا ہی نہیں تھا تو کس چیز کا ڈر!! "پکانا؟ میں سب کچھ ڈیلیٹ کر دوں گی۔ اس کی گردن میں منہ چھپائے در فشاں نے پھر سے استفسار چاہا۔ کچھ کانٹیکٹس تمھیں بتاؤں گا اس کے علاوہ بیشک ساری ایپ سارا ڈیٹا ڈیلیٹ کر دینا کچھ نہیں کہوں گا۔ میرا بچہ میری زندگی!! ہلکا سا مسکرا کر کہتے آبان خان بیڈ پر لیٹا۔ وہ شدت سے خود کے ساتھ لپٹائے ابھی تک ہلکے ہلکے ہاتھوں سے اس کی کمر دبا رہا تھا۔ در فشاں خان نے اس کی گردن میں منہ چھپائے دھیمے سے اپنی آنکھیں موندی۔ جس طرح آبان خان اس کی کمر دبا رہا تھا

اسے تھوڑا بہت سکون مل رہا تھا۔۔ آبان نے خود بھی ایک آخری مرتبہ اس کے بالوں پر لب رکھتے اپنی آنکھیں موندی۔ البتہ ہاتھ اس کے ابھی تک چل رہے تھے !اب جب تک نیند نہیں آنی تھی اس نے اسے دباتے رہنا تھا۔۔

اپی: 77 پارٹ 2

یہ تقریباً صبح کا وقت تھا جب سورج ہر طرف اپنی روشنی پھیلائے ہوئے تھا۔ اس وقت تقریباً دن کے ساڑھے بارہ بجے کا وقت تھا۔ ایسے میں عدیل شاہ اس وقت خان ولا میں موجود رائنا خان کے کمرے میں بیٹھا بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ وہ ابھی ہی رائنا خان کے بلانے پر یہاں کچھ دیر پہلے آیا تھا۔ رائنا خان واشروم نے نہانے کی غرض سے گئی ہوئی تھی اسی لیے وہ بیڈ پر بیٹھا اب اس کا انتظار کر رہا تھا۔ عدیل شاہ اس وقت اپنے مخصوص پولیس یونیفارم میں ملبوس تھا۔ شاید وہ تھانے سے ہی یہاں آرہا تھا۔ چہرے پر اس وقت ڈھیروں سنجیدگی کا راج تھا۔ صرف سنجیدگی ہی نہیں یہ پریشانی بھی تھی جو عدیل شاہ کے

چہرے پر بہت واضح طریقے سے نظر آرہی تھی۔ اب نجانے اسے کس چیز کی پریشانی تھی۔۔ وہ پچھلے پندرہ سے بیس منٹ سے یہیں پر بیٹھا رائنا خان کا انتظار کر رہا تھا۔ اور ایسے ہی اس کی آنکھیں مسلسل بند تھیں۔!! کلک کی آواز کے ساتھ واشروم کا دروازہ کھلا۔ رائنا خان نہا کر نکلی تھی۔

عدیل!! رائنا کی آواز سنتے عدیل شاہ نے فوراً سے اپنی آنکھیں کھولی۔ وہ فوراً ہی" ٹیک چھوڑتے سیدھا ہو بیٹھا تھا۔۔ "ہمم!! اپنی آنکھیں مسلتے محض ہنکارا بھرا گیا۔ اس کے سر میں بہت درد ہو رہا تھا۔۔ "کیا ہوا کوئی پریشانی ہے؟؟ اپنے گیلے بالوں میں ٹاول لپیٹتے رائنا خان نے بیڈ پر اس کی طرف جاتے استفسار کیا۔ اسے پہلے بھی لگ رہا تھا جیسے مقابل پریشان ہو لیکن پھر اس نے نہا کر تسلی سے پوچھنا ضروری سمجھا۔۔ "نہیں تمہارے ہوتے ہوئے کوئی پریشانی ہو سکتی ہے بھلا؟ ہلکا سا مسکرا کر اس کا ٹھنڈا ہاتھ پکڑ کر بیڈ پر بٹھاتے عدیل شاہ نے ہلکے پھلکے سے انداز میں کہا۔ وہ اسے نہیں بتانا چاہتا تھا۔۔ "مگر مجھے تو لگا تھا ساری پریشانی کی جڑ ہی میں ہوں! نا میں ہوتی آپ کی زندگی میں اور نا ہی آپ اتنا پریشان ہوتے!! سنجیدگی سے اس کی

طرف دیکھتے وہ دل کی بات کہہ گئی تھی۔۔ "کچھ بھی بکواس مت سوچا کرو۔ کہاں سے لاتی ہو ایسی باتیں جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتی۔ پاگل!! ہلکی سی اس کے سر پر چت لگاتے عدیل شاہ نے جیسے اس کی بات کا برا منایا تھا۔ "سہی!! نروٹھے سے انداز میں کہتے رائنا خان بیڈ سے کھڑی ہوئی۔ اگر مقابل اسے بتانا ہی نہیں چاہتا تھا تو وہ بھی اسے فورس نہیں کر سکتی تھی۔ اسی لیے خاموشی سے بیڈ سے اٹھی۔۔ رائنا خان خاموشی سے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف جاتے اپنے بالوں سے ٹاول اتارتے انہیں کنگی کرنے لگی تھی۔ اسے اب کوئی بات ہی نہیں کرنی تھی عدیل سے!! عدیل شاہ نے اسے دیکھتے ایک گہری سانس ہوا کر سپرد کی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اب مقابل کا منہ بن گیا ہو گا۔ دن میں سو دفعہ تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر یہ لڑکی ناراض ہو جاتی تھی۔۔ "اِدھر آؤ واپس جلدی کرو! خود بیڈ پر بیٹھے اس نے جیسے حکم صادر کیا۔ اس کی نظریں رائنا خان کے وجود پر تھیں جو سفید رنگ کے لباس میں مزید دمک رہا تھا۔ پیچھے کمر سے اس کی قمیض ساری گیلی ہوتے اندر موجود پردے کا رنگ تک واضح کر رہی تھی۔ بالوں کو۔ اس نے کنگی کرنے کی غرض سے آگے کی طرف

کیا ہوا تھا اسی لیے عدیل شاہ اس کی بل کھاتی کمر کو بخوبی دیکھ رہا تھا۔ "آجاؤ یار اب کیا مسئلہ ہے؟ اسے کوئی جواب نا دیتے دیکھ عدیل شاہ نے جھنجھلاتے ایک مرتبہ پھر اسے اپنے پاس بلایا۔۔ لیکن اس مرتبہ بھی جواب ندارد! مقابل سنجیدگی سے شیشے میں دیکھتے اپنا کام پورے انہماک سے کر رہی تھی۔ وہ ایسے کھڑی تھی جیسے عدیل شاہ اس کمرے میں موجود ہی نا ہو!! عدیل شاہ اس مرتبہ بھی اسے متوجہ نا ہوتے دیکھ اس کی پشت کو گھورتے ہوئے خود ہی بیڈ سے کھڑا ہوا۔ مقابل بہت ڈھیٹ تھی۔!! عدیل شاہ دھیمے دھیمے قدموں سے اس کے پاس جاتے اس کے پیچھے کھڑا ہوا۔ وہ سامنے موجودہ شیشے میں دونوں کا عکس دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ ان دونوں کی جوڑی بے تحاشا خوبصورت تھی۔۔ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ قیامت ڈھاتے تھے! اور ایک ساتھ تو پھر بات ہی کیا تھی۔ شیشے میں اسے اپنے پیچھے کھڑے دیکھ رائنا خان نے ایک نظر دونوں کے وجود پر ڈالتے سنجیدگی سے یہاں سے بھی نکلنا چاہا۔ لیکن عدیل شاہ بروقت ہی اسے بازو سے تھامتے واپس سے اس کی جگہ پر کھڑا کر چکا تھا۔!! "چھوڑیں مجھے اب کیا ہے! بات کروں تو آپ کو مسئلہ نا کروں تو بھی آپ

جینے نہیں دیتے۔ کیا مسئلہ ہے آخر؟؟ اپنی بازو چھڑوانے کی کوشش کرتے وہ ایک ہی سانس میں بولتی چلی جا رہی تھی۔!! "میں نے تمہیں چپ ہونے کو تھوڑی کہا تھا؟؟ میرا بچہ تم جتنا مرضی بولو میں یہاں تمہیں سننے کے لیے ہی تو بیٹھا ہوں۔ میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ فضول مت سوچا کرو۔ عدیل شاہ نے اس کے کندھے پر سر رکھتے محبت سے کہتے صفائی دی۔ وہ سختی سے اس کے پیٹ پر ہاتھ جمائے اس کے کندھے پر اپنا سر رکھے شیشے میں دیکھ رہا تھا۔۔ "پھر آپ بتائیں کیا بات ہے! کیوں آپ کا چہرہ مرجھایا ہوا رہتا ہے آج کل؟؟ آپ کو کیا لگتا ہے میں نوٹ نہیں کرتی۔ مجھے پتہ ہے کافی دنوں سے آپ پریشان ہیں۔۔ اور آپ نے رشتے کے لیے۔ بھی نہیں بھیجا کسی کو۔ بابا پوچھ رہے تھی۔ مجھ سے! اب میں کیا کہوں انہیں؟ اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھتے رائنا خان نے شیشے میں اس کے چہرے کی طرف دیکھے سوال داغے!! عدیل شاہ کا چہرہ ایک مرتبہ پھر سنجیدہ ہو چکا تھا۔ اسے کبھی کبھی سمجھ نہیں آتی تھی کہ رائنا خان کو کس طرح ٹریٹ کرے! "بولیں بھی عدیل! میں بھی تو آپ کو ہر بات بتاتی ہوں پھر چاہے وہ گھر کی ہو یا باہر کی میں ہر بات آپ

سے شئیر کرتی ہوں۔اب آپ بھی بتائیں نا؟؟وہ ایک ہی بات کے پیچھے پڑ گئی تھی۔
اسے جاننا تھا کہ آخر عدیل شاہ نے ابھی تک رشتہ کیوں نہیں بھیجا۔۔"کچھ نہیں ہوا
ٹاپک چینج کرو بس! عدیل شاہ نے کہتے نرمی سے ایک ہاتھ سے اس کی گردن سے
بال پیچھے کیے۔وہ اس کی گردن پر جھکتے نرمی سے اپنے تشنہ لب جگہ جگہ اس کی
پچھلی گردن پر رکھتے جیسے اس کا دھیان بٹانا چاہ رہا تھا۔!!"عدیل پیچھے ہو جائیں!
رائنا خان نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے اسے خود سے پیچھے ہونے کو کہا۔یہ
انسان مجال تھی جو اسے کوئی بات بتادے! پھر وہ بھی اب اس سے بات نہیں کرنے
والی تھی۔"کیا مسئلہ ہے تمھیں آخر؟ہر بات تمھیں بتانے والی نہیں ہوتی۔ایک
ہی بات کے پیچھے مت پڑ جایا کرو۔چند لمحوں کے لیے سکون لینے آتا ہوں تمہارے
پاس۔اس میں تم ذلیل کر دیا کرو! عذاب کر رکھی ہے سب نے مل کر زندگی۔!!
ایک جھٹکے سے اسے چھوڑ کر پیچھے ہوتے وہ بہت کرخت لہجہ اپنا گیا تھا۔وہ گھر ہوتا تھا
تو پاکیزہ بیگم، تھانے جاتا تھا تو وہاں کے انگنت کام شاہ ولا جاتا تھا تو وہاں دا جان اسے
لتاڑتے رہتے تھے ایسے میں ایک رائنا ہی تھی جس کے پاس آکر وہ چند لمحوں کے

لیے سکون چاہتا تھا۔اور یہاں یہ لڑکی بھی اپنے سوالوں سے اس کا جینا حرام کر دیتی تھی۔ کبھی کبھی اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ سب کو چھوڑ کر اس ملک سے ہی دور چلا جائے۔۔رائنا خان کی آنکھوں میں فوراً ہی آنسوں سے چمکے!! کہاں دیکھا تھا کبھی مقابل کا غصّہ ؟؟ وہ تو ہمیشہ اس سے نرمی پیار سے بات کرتا تھا۔وہ مڑتے عدیل شاہ کو دیکھ رہی تھی۔!! "میں نے۔۔۔روتے روتے ابھی وہ اسے کچھ کہتی کہ عدیل شاہ نے پہلے ہی سختی سے اس کی بات کاٹی۔۔"کچھ بھی مت کہو خدا کے لیے! چپ رہو پلیز!! اُنگلی اٹھاتے وہ اسے غصے میں سختی سے تنبیہ کر گیا تھا۔!! "چلے جائیں یہاں سے پھر! آج کے بعد میرے کمرے میں آنے کی ضرورت نہیں ہے آپ کو! اور جس کا غصّہ ہے جا کر اسی پر اتاریں۔۔میں نے کچھ بھی نہیں کہا تھا جس طرح بات کی ہے آپ نے مجھ سے! اپنے آنسوں صاف کرتے اس کی طرف دیکھتے وہ خود بھی غصے میں آچکی تھی۔اب مقابل اسے سننا بھی نہیں چاہتا تھا۔!! عدیل شاہ نے جبڑے بھینچتے ایک غصیلے نظر سے اسے دیکھا۔دوسرے لمحے اس نے اپنے سر کو دو انگلیوں سے مسلتے ایک گہری۔سانس ہوا کے سپرد کی۔اسے ہی اپنے غصے کو

کنٹرول کرنا تھا۔ جو وہ کر بھی رہا تھا۔ اس کا سر واقعی میں اس وقت جیسے پھٹنے کو تھا۔ لیکن مقابل کو اب غصے میں نہیں چھوڑ سکتا تھا وہ۔۔ خاموشی سے خود پر ضبط کرتے عدیل شاہ نے واپس سے اس کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔!! "میرے پاس مت آیئے گا میں بتا رہی ہوں۔ اسے دوبارہ سے اپنی طرف قدم بڑھاتے دیکھ رائنا خان پیچھے ہوتے چیخی۔ اسے اندازہ تھا کہ اس کے ساتھ مقابل کا غصّہ محض پانچ منٹ کا بھی نہیں ہوتا۔ عدیل شاہ نے بنا رکے اس کی طرف جاتے خاموشی سے اس کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ رائنا خان اس سے اپنے ہاتھ آزاد کروانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اس کی گرفت مضبوط تھی۔!! "دو منٹ میری بات سن لو! نرمی سے کہتے عدیل شاہ نے اسے ڈریسنگ ٹیبل کے آگے رکھی کرسی پر بٹھایا۔ خود وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ چکا تھا۔۔ رائنا خان روتے ہوئے اب خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔!! "رویا مت کرو! میرا خیال کر لیا کرو تھوڑا۔ اس کے آنسوں صاف کرتے عدیل شاہ نے ہلکے پھلکے انداز میں اسے ڈپٹا۔ وہ اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا اس کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔!!

"رائنا میری بات دھیان سے سننا اور پلیز پوری بات سن کر کوئی جواب دینا۔ عدیل نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اسے پہلے ہی تاکید کی۔!! رائنا خان نے خاموشی سے ہاں میں سر ہلایا۔ اب مقابل بتا ہی رہا تھا تو وہ نخرے نہیں دکھا سکتی تھی۔ اسے خود کو جاننے کی بہت زیادہ کریوسٹی تھی۔!! "داجان نے انکار کر دیا آنے سے! بات کی تھی میں نے ان سے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اُن کی بیعزتی کروادی میں نے اب وہ میرے کسی بھی معاملے میں نہیں بولے گیں! اس کے ہاتھوں پر نظریں جمائے وہ دھیمے سے اسے اپنی پریشانی کی وجہ بتا رہا تھا۔ کل ہی اس نے داجان سے بات کی تھی اور داجان فوراً ہی انکار بھی کر چکے تھے! انہیں پہلے ہی عدیل پر بہت غصّہ تھا۔ "پھر اب؟ ہونٹ کاٹتے رائنا خان نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔ جتنا وہ دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے یہ دنیا اتنی ہی ان لوگوں کے لیے مشکلات کھڑی کر رہی تھی۔!! "ماما تو کبھی نہیں مانے گیں۔ اور کوئی بڑا ہے نہیں میرے سر پر! جن کے سروں پر باپ کا سایہ نہیں ہوتا وہ پھر ایسے ہی ذلیل ہوتے ہیں! مجھے خود سمجھ نہیں آ رہی کہ میں اب کیا کروں۔ تمہارے بابا بھی بنا کسی بڑے

کے آئے رخصتی کے لیے راضی نہیں ہونگے! افسردہ سا مسکراتے عدیل شاہ نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا۔ اسے اب یہی خواہش رہتی تھی کہ کاش اس کے بابا زندہ ہوتے! رائنا خان نے خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ اسے تو خود کو بھی کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ ایک کے بعد ایک مشکل سہتے وہ تو جیسے تنگ آئی ہوئی تھی۔۔ "ایسے ہی چل لو رائنا میرے ساتھ۔ دونوں خوش رہے گیں۔ بھاڑ میں جائے یہ دنیا۔ خدا کی قسم میں کبھی دیکھوں گا بھی نہیں ان لوگوں کی طرف! مشکلات میں ہی پتہ چلا ہے کہ کون کتنا اپنا ہے! تھکے ہارے سے انداز میں اس کی گود میں سر رکھتے عدیل شاہ نے بے بسی سے آخری حل پیش کیا۔ اب اس کے علاوہ ان لوگوں کے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ اسے کبھی اُمید نہیں تھی کہ وہ اپنی ہونے والی بیوی کو اس طرح کی بھی آفر کرے گا۔ لیکن حالات ہی ایسے ہو گئے تھے کہ وہ بلکل مجبور تھا۔۔ "میں ایک مرتبہ پھر بابا کو دھوکہ نہیں دے سکتی عدیل۔۔ آپ کو نہیں پتہ انہوں نے ان حالات میں کیسے میرا ساتھ دیا ہے! مجھے اتنی شرمندگی ہوتی ہے پہلے ہی کہ میں نے اُنہیں دھوکا دیا۔ لیکن اب نہیں۔ پہلے نادانی

کر دی تھی اب نہیں کروں گی۔ آپ کی اپنی جگہ لیکن میرے بابا کو ایک مرتبہ پھر چیٹ نہیں کر سکتی میں ! اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے بھیگی سی آواز میں صاف انکار کیا گیا۔ وہ اب پہلے والی غلطی نہیں دہرا سکتی تھی۔ ! ! "بس پھر انتظار کرو بیٹھ کر اور مجھے بھی انتظار کی سولی پر لٹکائو۔ یا تو مجھے موت آجائے گی یا پھر ان لوگوں کو ہدایت۔ ! ! "اللہ نا کرے آپ کو کچھ ہو عدیل ! سوچ سمجھ کر بولا کریں آپ میں میری بھی جان بستی ہے ! اور رہی بات رخصتی کی تو کوئی بات نہیں ہم لوگ انتظار کر لیتے ہیں۔ خدا دلوں میں رحم ڈالنے والا ہے ! وہ ہم پر بھی نظر کرم کر ہی دے گا۔۔ ماتھے پر سے اس کے بال پیچھے کرتے رائنا خان نے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے میچورٹی دکھائی۔ وہ خود اس تکلیف سے رو رہی تھی۔ کتنے خواب سجا لیے تھے ان لوگوں نے ! لیکن شاید خوشیاں انہیں راس ہی نہیں تھی۔۔ "صرف تمہاری محبت ہے رائنا جو میں ابھی تک رکا ہوا ہوں۔ ورنہ یقین کرو تمھیں اٹھوا کر ساتھ لے جانا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ! اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ جمائے اس نے ایک جذب کے عالم میں کہا۔ وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔۔ رائنا خان اس کی بات سنتے نفی

میں سر ہلاتے ہلکا سا ہنسی۔ دوسرے لمحے اس نے تھوڑا آگے کو ہوتے عدیل شاہ کے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکایا۔۔ "مجھے پورا یقین ہے آپ کبھی ایسا کوئی کام نہیں کرے گیں جس سے میری شدید محبت اتنی ہی نفرت میں تبدیل ہو جائے۔ آپ کے پاس طاقت، دولت سب کچھ ہے میں جانتی ہوں۔۔اور یہ بھی کہ آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں! لیکن جب آپ سب کچھ چھوڑ کر میری مرضی کو سب سے اوپر رکھتے ہیں تو یہی چیز مجھے معتبر کر دیتی ہے! میں جانتی ہوں آپ کو کتنا انتظار ہو گا ہماری شادی کے دن کا۔ لیکن پھر بھی آپ میری مرضی دیکھتے ہیں تو مجھے فخر ہوتا ہے آپ پر اور اپنی پسند پر! اگر آج ہمارے نصیب میں نہیں ہے تو ہم انتظار کر لے گیں۔ کبھی تو ان دنیا والوں کو ہم پر ترس آئے گا ہی۔!! اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ حقیقت بیان کر گئی تھی۔ اسے یقین تھا کہ عدیل شاہ کبھی اس کی اجازت کے بغیر اسے اپنے ساتھ لے کر نہیں جائے گا اور مقابل کی یہی ادا اسے عزیز تھی۔ عدیل شاہ زبردستی کا قائل نہیں تھا۔۔ "اگر انتظار کرتے کرتے مجھ سے کچھ غلط ہو گیا تو؟ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے شرارت سے استفسار کیا گیا۔ "مجھے یقین ہے آپ

پر! سال ہونے والا ہے ہمارے نکاح کو جب آج تک آپ نے کچھ نہیں کہا تو آپ آگے بھی میرا مان نہیں توڑے گیں! مجھے سو فیصد یقین ہے! اس کے لہجے میں واقعی ایک مان بول رہا تھا۔ جیسے اسے واقعی میں پورا یقین ہو!! "اور تمہارا یہ مان میں کبھی ٹوٹنے نہیں دوں گا۔ جان چلی جائے لیکن پسندیدہ عورت کا مان نا ٹوٹے! مسکرا کر کہتے عدیل شاہ آہستہ سے زمین سے کھڑا ہوا۔ وہ اٹھتے ساتھ ہی اسے کرسی سے اپنی گود میں اٹھا چکا تھا۔۔ "میں خود بھی چل سکتی تھی!! اس کے گلے میں بانہیں حائل کرتے رائنا خان نے اسے بتانا ضروری سمجھا۔۔ "جب یہ خادم حاضر ہے تو تمھیں کیا ضرورت ہے قدم نیچے رکھنے کی؟ مسکرا کر کہتے عدیل شاہ نے اس کے ہونٹوں پر ہلکا سا بوسا دیا۔ وہ اسے لیے بیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔!! تمام پریشانیوں کو بھلائے وہ دونوں ایک مرتبہ پھر سے ایک دوسرے میں گم قہقہے لگا رہے تھے!! نجانے قسمت نے ان دونوں پر کب مہربان ہونا تھا۔ اور کب ان لوگوں کی قسمت نے ان کا ساتھ دینا تھا۔۔

یہ تقریباً شام کا وقت تھا جب راحیل خان کی گاڑی کوٹھے کے باہر آتے رکی۔ وہ آج پہلی مرتبہ ایک ہی ہفتے میں دوسری مرتبہ یہاں چکر لگا رہا تھا۔ وجہ کوئی بات تھی جو اس نے مہر ماہ سے کرنی تھی۔ پہلی مرتبہ میں تو اس کی مہر ماہ سے ملاقات نہیں ہو سکی تھی۔ چندہ بائی نے اسے ملنے ہی نہیں دیا تھا۔ اس لیے وہ اب دوسری مرتبہ پھر سے یہاں آ چکا تھا۔۔ اپنی گاڑی سے باہر نکلتے راحیل خان نے سنجیدگی سے اندر کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ سب کچھ ویسے ہی جاری تھا۔ مختلف عورتیں منہ پر ڈھیروں میک اپ کی تہیں لگائے جسم کو عیاں کرتے مردوں کو اپنی طرف لبھانے کی کوششیں کر رہی تھیں۔۔ اِرد گرد کا ماحول بلکل اسی طرح تھا۔ ایسے میں راحیل خان سنجیدگی سے اپنے سر پر لگی کیپ کو ٹھیک کرتے آگے کی طرف بڑھا۔ وہ آج خود ہی اوپر کی طرف جا رہا تھا۔ ورنہ ہمیشہ مہر ماہ اسے نیچے سے لینے آتی تھی۔!! راحیل خان اس وقت سفید رنگ کی ٹی شرٹ پر بلیک جینز پہنے ہمیشہ کی طرح غضب ڈھا رہا تھا۔ وہ کچھ بھی پہن لیتا ہمیشہ ہینڈسم اور خوبصورت ہی لگتا تھا۔ سر پر کیپ جمائے اس کے قدم سیڑھیوں سے اوپر کی طرف روانہ تھے!! اوپر جاتے

راحیل خان نے اِدھر اُدھر دیکھا۔اسے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی تھی۔ سامنے ہی مہرماہ ایک لڑکی کے ساتھ کھڑی محو گفتگو تھی۔!! ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے راحیل خان نے اسی کی جانب اپنے قدم بڑھائے۔ وہ اس کی طرف جاتے بنا کچھ کہے اسے بازو سے پکڑے کمرے کی طرف لے جا رہا تھا۔ جہاں وہ ہمیشہ اس کے ساتھ بیٹھتا تھا۔۔ مہرماہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ جو اچانک سے آتے سنجیدگی اور خاموشی سے اسے ساتھ لیے آگے کو بڑھ رہا تھا۔ وہ حیران تھی کیونکہ آج راحیل خان ڈائریکٹ ہی اوپر آ گیا تھا۔۔ راحیل خان نے کمرے میں داخل ہوتے اس کا بازو چھوڑتے دروازہ بند کیا۔ وہ دروازے کو لاک کر گیا تھا۔۔

کیا ہوا ہے؟ تم غصے میں لگ رہے ہو! مہرماہ نے اس کے پاس جاتے فکر مندی سے " استفسار کیا۔۔ "شٹ اپ میں عورتوں پر غصّہ نہیں کرتا۔ ایسے ہی دل نہیں تھا کچھ بولنے کا تو تمھیں کھینچ کر کمرے میں لے آیا۔ راحیل خان نے بیڈ کی طرف جاتے ہلکے پھلکے انداز میں اسے جواب دیا۔ وہ غصے میں نہیں رہا تھا بس پچھلے کچھ دنوں سے

اس کا دل اُداس تھا۔!! مہر ماہ نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔ وہ خود بھی جاتے اسی کے ساتھ بیڈ پر بیٹھ چکی تھی۔۔ "کیسی ہو؟ اس کے ماتھے پر ہلکی سی چت لگاتے راحیل خان نے اس کی خیریت پوچھی۔ وہ خود کو ہلکا پھلکا شو کروا رہا تھا۔۔ "ٹھیک ہوں تم بتاؤ؟ بڑے دنوں بعد آئے ہو۔ آفس کیا جانا شروع کیا تم نے مجھے تو بھول ہی گئے ہو تم!! نروٹھے سے انداز میں شکوہ سا کیا گیا۔ شاید وہ نہیں جانتی تھی کہ راحیل خان ایک مرتبہ پہلے بھی آ چکا تھا۔۔ "میں ابھی منگل والے دن ہی آیا تھا۔ تمھیں بتایا نہیں ہو گا اس بڑھیا نے! سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے بتایا گیا۔ وہ ساتھ ہی اپنی جیب سے موبائل نکال گیا تھا جو اس نے آج ہی لیا تھا۔۔ اس کی بات پر مہر ماہ کا چہرہ بھی اچانک ہی سنجیدہ سا ہوا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ منگل والے دن راحیل کو اس سے کیوں ملنے نہیں دیا گیا تھا۔ تبھی اچانک ہی اس کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔۔ "کہاں تھی تم اس دن؟ خیریت تو تھی نا؟ موبائل پر نظریں جمائے پھر سے استفسار کیا گیا۔ اس نے ابھی مہر ماہ کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔!! "سیٹھ آیا ہوا تھا۔ وہ جب بھی آتا ہے پھر مجھے کسی اور سے نہیں ملنے دیا جاتا۔ تبھی چندہ نے تمھیں بھی

روک دیا ہو گا۔!! اپنے ہاتھوں پر نظریں جمائے حقیقت بیان کی گئی۔ وہ سچ ہی کہہ رہی تھی۔ راحیل سے کوئی بات چھپانے کا فائدہ نہیں تھا۔۔ اس کی بات سنتے ایک لمحے کے لیے راحیل خان کی موبائل پر چلتی اُنگلیاں تھمی۔ دوسرے لمحے وہ بنا کوئی جواب دیے خاموشی سے واپس سے موبائل میں مصروف ہو چکا تھا۔ اس نے مقابل کی بات پر کوئی کمنٹ کرنا ضروری نہیں سمجھا۔!! مہرماہ نے اسے خاموش دیکھتے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ وہ اسے سچ بتا تو گئی تھی لیکن اب ڈر بھی رہی تھی۔!! "تم۔۔ تمھیں برا لگا کیا؟ اس کے ہلکا سا قریب ہوتے مہرماہ نے فکر مندی سے استفسار کیا۔ اسے ایسا لگا تھا جیسے مقابل کو اس کی بات اچھی نا لگی ہو۔ یہ بات ہی ایسی تھی۔۔ "کم آن مجھے کیوں برا لگے گا۔ تمھارا کام ہے یہ! پہلی مرتبہ تو آیا نہیں ہو گا وہ جو میں برا مناتے بیٹھ جاؤں۔ ایکٹ لائیک میچور! بچوں والی باتیں مت کیا کرو۔!! جھنجھلا کر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے اس نے کہا۔ اسے برا نہیں لگا تھا لیکن یہ سچ تھا کہ اسے اچھا بھی نہیں لگا تھا۔ وہ جو سوچے بیٹھا تھا کم از کم اس کے حساب سے تو بلکل بھی نہیں! نجانے کیوں راحیل خان ایک مرتبہ پھر

اپنے فیصلے پر غور کرنے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔ "یہ تم کہہ رہے ہو راحیل؟ میں کہہ رہی تھی نا یقیناً تمھارا موڈ خراب ہے! بتاؤ کیا ہوا ہے! چھوڑو میری باتیں تم اپنا بتاؤ۔۔ اسے اس طرح جھنجھلاتے دیکھ مہر ماہ نے اس کے موڈ کا اندازہ لگاتے اس کے ہاتھوں کی اپنی گرفت میں لیتے پوچھا۔اس نے ہاتھ اس لیے پکڑے تھے تاکہ مقابل دوبارہ موبائل میں مصروف نا ہو جائے۔!!"کچھ نہیں ہوا یار بس آج کل دل بہت اُداس رہتا ہے اسی لیے! چھوڑو تم مجھے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی تھی۔سیدھے ہو کر بیٹھتے راحیل خان نے مسکراتے ہوئے بتایا۔اب جو وہ بات کرنے جا رہا تھا اسے پورا یقین تھا کہ مقابل خوشی سے جھوم اٹھے گی۔"ہاں ہاں بولو۔ تجسس کے ساتھ اجازت دی گئی۔۔"مہر ماہ اگر میں کہوں کہ تم یہ طوائفوں والا کام۔۔ مطلب جسم۔۔ یہ چھوڑ دو تو کیا تم چھوڑ دو گی؟؟ جانچتی نظریں اس کے چہرے پر گاڑے آدھے ادھورے لفظوں میں سوال پوچھا گیا۔ اسے پتہ نہیں کیوں ایسے الفاظ استعمال کرتے بھی بہت عجیب لگ رہا تھا۔ مہر ماہ کے چہرے کی مسکراہٹ ایک مرتبہ پھر غائب ہوئی۔ وہ اچھی طرح سمجھ رہی تھی کہ یہ انسان اسے کیا کہنا چاہ رہا

ہے! کوئی بھی جواب ناجانے کیوں اس سے بن نہیں پا رہا تھا۔ وہ بس خاموش نظروں سے راحیل خان کو دیکھ رہی تھی جیسے اس نے کوئی انوکھی بات کر دی ہو۔!! "بولو بھی! چھوڑ سکتی ہو میرے لیے یہ سب کچھ؟ اسے کچھ بھی نا بولتے دیکھ راحیل خان نے اس کے ہاتھوں پر گرفت مضبوط کرتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔۔ "راحیل یہ لوگ مار دے گیں مجھے! ان کے کام کی نا رہی میں تو یہ کسی بھی قابل نہیں چھوڑے گیں مجھے! کوئی عام عورت نہیں ہے یہ چندہ۔ تمھیں اندازہ نہیں ہے اس کی پاور کا۔!! سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے مہر ماہ نے اپنا خوف ظاہر کیا۔ موت کا خوف آخر کسے نہیں ہوتا؟ ایسے ہی اسے بھی بے تحاشا تھا۔۔ "تو تمھیں یہاں رہنے کون دے گا؟ میں تمھیں چھوڑنے کا کہہ رہا ہوں تو اس کا مطلب ہے تم میرے ساتھ چلو گی یہاں سے! پاگل۔۔ اس کے سر پر چت لگا کر کہتے جیسے راحیل خان نے اس کی عقل پر افسوس کیا تھا۔ اس کی بات سنتے مہر ماہ دھیما سا مسکرائی۔ وہ واقعی اس کی بات سمجھ نہیں سکی تھی۔ لیکن سمجھ آنے پر بھی تکلیف ہی ہوئی تھی۔!! "خریدو گے مجھے؟ کرب سے سوال داغا۔ اس سے

بڑی بد نصیبی اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس کی محبت اسے خریدنے جا رہی تھی۔!!"اگر پیسوں سے بات بن جاتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ بھاگ چلے گیں۔۔ کوئی روک کر دکھائے ذرا۔۔" بلا تردد جواب آیا۔ وہ اس کی آنکھوں کا کرب سمجھ نہیں سکا تھا۔ تبھی اتنی آسانی سے پیسوں کی بات کر گیا تھا۔۔ مہر ماہ کی آنکھوں میں نمی سی جمع ہوئی۔ مقابل اتنی آسانی سے اسے خریدنے کو کہہ رہا تھا جیسے وہ کوئی کھلونا یا چیز ہو۔ اس سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا تھا۔ اس بات کو مقابل کی بیوقوفی سمجھے یا پھر اس کی عقلمندی۔ وہ کچھ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔!!"اور کیا کرو گے مجھے لے جا کر؟ آنسوؤں کا ایک گولا حلق میں اتارتے سوال داغا گیا۔ وہ واقعی جاننا چاہتی تھی۔۔ "کتوں کے آگے ڈال دوں گا تمھیں! بھئی پہلے ہی میرا دماغ خراب ہے اوپر سے تمہارے ایسے سوال! ظاہر ہے نکاح کروں گا تم سے اور کیا کرنا ہے میں نے؟ جھنجھلا کر کہتے وہ اس پر ایک نئی حقیقت کا آشکار کر گیا تھا۔ ہاں مہر ماہ ہی وہ لڑکی تھی جس سے اس نے شادی کرنے کا ارادہ کر رکھا تھا۔ آبان سے بھی اس دن وہ اسی کے متعلق بات کر رہا تھا۔ اس کا واقعی میں یہی ارادہ تھا۔۔ مہر ماہ کی آنکھوں میں موجود

نمی گہری ہوئی۔ وہ اسے غلط سمجھ رہی تھی۔ مقابل واقعی کوئی فرشتہ صفت انسان تھا جو سب کچھ جانتے ہوئے بھی ایک طوائف کو نکاح کی آفر دے رہا تھا۔!! "محبت کرتے ہو مجھ سے ؟اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوں صاف کرتے اس نے دل میں پلتا سوال پوچھا۔ وہ جاننا چاہتی تھی کیا مقابل اس سے محبت کرتا ہے جو اس سے نکاح کی خواہش رکھ رہا ہے! "نہیں! سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے سچ بولا گیا۔ وہ جب ایک عورت کے علاوہ کسی اور سے محبت کرتا ہی نہیں تھا تو کیوں کچھ غلط کہہ کر اس کے دل میں پنپتے جذبات کو ہوا دیتا؟؟ مہرماہ نے دوبارہ سے کرب سے مسکراتے اپنی آنکھوں سے آنسوں صاف کیے۔ اسے راحیل خان سے اسی صاف گوئی کی امید تھی۔ "پیار؟ ابھی بھی نجانے وہ کیا پوچھنا چاہ رہی تھی۔ شاید وہ دیکھ رہی تھی کہ کیا پتہ مقابل کے دل میں اس کے لیے کوئی جذبہ موجود ہو۔ جس کی بنا پر وہ اسے ہاں کہہ سکے!! "دیکھو مہرماہ تمھیں سب کچھ پتہ ہے تو تمھیں ایسے سوال پوچھنے نہیں چاہیے! پھر بھی میں تمھیں بس اتنا کہہ سکتا ہوں کہ عزت کی کمی نہیں ہو گی تمھیں میرے گھر میں! کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تمھیں ایک

عزت دار گھرانے کی بہو بننے کا موقع مل رہا ہے! باقی رہی پیار محبت کی بات تو ہو سکتا ہے کہ نکاح کے بعد خدا میرا دل پلٹ دے اور تم ہی میرا سب کچھ بن جاؤ۔ لیکن ابھی میرے لیے کوئی بھی عورت اشنا نہیں ہو سکتی۔۔ دل صرف اسی کا ہے! سنجیدگی سے اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتے راحیل خان نے حقیقت بیان کی۔اس کے لفظوں میں کوئی جھوٹ کوئی بناوٹ نہیں تھی۔ مہر ماہ کے ساتھ کبھی اسے ڈبل فیس رہنا ہی نہیں پڑا تھا۔ ہمیشہ کی طرح آج بھی صرف منہ سے سچ ہی نکلا تھا۔۔اور اسے اندازہ تھا کہ اس کا سچ مقابل کے لیے تکلیف دہ ہو گا۔ لیکن وہ اسے جھوٹی اُمید نہیں دلا سکتا تھا۔ "رہنے دو راحیل! تمہیں مجھ سے محض ہمدردی ہے۔اور یہ ایک دن ختم ہو جائے گی۔ پھر کیا ہو گا؟؟ وہی جو ہر گھر میں ہوتا ہے صرف لڑائی جھگڑے! تم مجھے ماضی کے طعنے دینے لگو گے اور میں تمہارے منہ سے اپنے لیے طعنہ برداشت نہیں کر سکتی۔ ساری دنیا بھی میرے خلاف ہو جائے مجھے فرق نہیں پڑتا۔ لیکن تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے بے اعتباری نہیں دیکھ سکتی میں!! دھیمے سے کہتے وہ اس پر اپنا خوف ظاہر کر رہی تھی۔اسے سو فیصد یقین تھا کہ راحیل خان

کو اس سے ہمدردی کی علاوہ اور کچھ نہیں۔!! "تم مجھے اتنا گھٹیا سمجھتی ہو؟ آج تک میں نے کبھی تمھیں طعنہ دیا بھی ہے؟ تم نے ابھی اتنی بڑی بات کہہ دی کہ سیٹھ آیا ہوا تھا۔ اب ظاہر ہے میں بچہ تو ہوں نہیں جو نا سمجھوں کہ وہ یہاں کیا کرنے آیا ہو گا۔ میں نے نکاح کی خواہش رکھتے ہوئے بھی تمھیں کچھ نہیں کہا کوئی بات نہیں کی۔ کیونکہ میں تمہاری مجبوری سمجھتا ہوں۔ سوچوا بھی خواہش ہے صرف دل میں نکاح کی اور میں تمھیں کوئی کسی بھی چیز کے لیے مورد الزام نہیں ٹھہرا رہا۔۔ تو اپنے نکاح میں موجود عورت پر میں کیسے شک کر سکتا ہوں؟ خدا توبہ کرنے پر معاف کر دیتا ہے ہم تو پھر انسان ہیں۔ سچے دل سے معافی مانگے گیں تو اللہ معاف کر دے گا۔ اور پھر دونوں ہنسی خوشی اپنی زندگی گزارے گیں۔ باقی فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے!! تفصیل سے اسے سمجھاتے راحیل خان نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔ وہ آخری فیصلہ اس کے ہاتھ میں چھوڑ گیا تھا۔ اسے مطمئن کرنے کی جتنی کوشش وہ کر سکتا تھا اس نے کر لی تھی۔!! اس سب میں تمہارے لیے بھی مشکلات کھڑی ہو سکتی ہیں! یہ لوگ میرے ساتھ ساتھ تمھیں بھی مار دے

گیں۔۔اور رہی بات خریدنے کی تو مجھے یقین ہے کہ چندہ میرے علاوہ اس کوٹھے کی کوئی بھی لڑکی تمھیں بیچنے کو راضی ہو جائے گی۔ لیکن میں نہیں۔!! سنجیدگی سے اس نے حقیقت بیان کی۔ وہ جتنا چندہ کو جانتی تھی اسے یقین تھا کہ وہ شاطر عورت کبھی اسے اس کوٹھے سے نہیں نکلنے دے گی۔۔"میرے اوپر بھروسہ رکھو تم! بس تم اجازت دو۔ کیسے نکلنا ہے یہاں سے یہ سب میری سر دردی ہے! تم بس خود کو مجھ سے نکاح کے لیے راضی کرو۔ باقی میں دیکھ لوں گا۔۔اسی سنجیدگی کے ساتھ اس کے ہاتھوں کو واپس اپنی گرفت میں لیتے وہ اسے اعتماد میں لینے کی کوشش کر رہا تھا۔ مقابل بس حامی بھر دیتی آگے وہ خود دیکھ لیتا۔!! "سوچ لو راحیل۔ اگر کبھی مجھے میرے ماضی کو لے کر تم نے میرے اوپر سوال اٹھایا تو میں تمہارے حصار سے بھاگنے میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گی۔ مجھے موت گوارہ ہے لیکن تمہاری بے اعتباری نہیں! جن سے محبت کی جائے اُن کی آنکھوں میں بے اعتباری نہیں دیکھی جاتی۔ جیسے میں نہیں دیکھ سکتی تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے! اس کے کندھے پر سر ٹکاتے وہ نیم رضامندی تو ظاہر کر گئی تھی لیکن ساتھ میں

اسے وارن کرنا بھی بلکل نہیں بھولی تھی۔!!"کم آن مد۔۔سوری مہر ماہ کچھ نہیں کہتا میں بھروسہ رکھو! ہلکا سا مسکراتے وہ پہلے کچھ اور بولنے لگا تھا لیکن بروقت ہی ہوش میں آتے اس نے اپنے لفظوں کی تصیح کی۔یہ غیر دانستہ طور پر اس کے منہ سے نکلنے لگا تھا۔۔"پہلے کیا بول رہے تھے تم؟پورا نام لو؟کون ہے یہ؟نا سمجھی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے وہ بھی اس کی زبان اٹکتی نوٹ کر چکی تھی۔مہر ماہ کا سارا دھیان ہی اس کی طرف تھا۔۔"کچھ نہیں یار ویسے ہی منہ سے نکلنے لگا تھا۔آفس کی ایک ورکر ہے!سارا دن میرے ہی آفس میں ہوتی ہے تو اُسی کا نام زبان پر چڑھا رہتا ہے۔میں خود بہت تنگ ہوں اس لڑکی سے۔اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے دماغ میں مدحا کو سوچتے اس نے مقابل کو حقیقت بیان کی۔وہ واقعی اس نام سے بہت تنگ تھا۔۔"کیوں کیا کہتی ہے تمھیں؟آنکھیں چھوٹی کر کے اسے گھورتے ہوئے سوال پوچھا گیا۔وہ جیسے جیلس ہو رہی تھی۔!!"کہتی ہے راحیل آپ بہت پیارے ہیں مجھ سے شادی کر لیں!دنیا جہاں کی معصومیت اپنے لہجے میں سموئے وہ اس کی جیلسی کو مزید ہوا دے رہا تھا۔وہ جانتا تھا مقابل جل کر کوئلہ ہو گئی

ہو گی۔ "تمہیں کس نے کہا ہے اس سے بات کرو۔ نکال دو آفس سے باہر!! بھلا باس کو شادی کی آفر کون کرواتا ہے! عجیب لڑکی ہے! ناک سکوڑتے مدحا کے متعلق وہ کوئی اچھی رائے نہیں رکھ رہی تھی۔!! "ہاہاہاہا۔۔ ایسا کچھ نہیں ہے وہ ایک بہت اچھی لڑکی ہے۔ شریف سی ہے بہت! کرواہی نادے وہ مجھے شادی کی آفر۔۔ ہنس کر کہتے راحیل خان نے فوراً ہی اس کی غلط فہمی دور کی۔ وہ بس ایسے ہی مذاق کر رہا تھا۔۔ "پھر بھی راحیل تمہاری زبان پر اس کا نام چڑھا ہوا ہے! شرم کرو کچھ۔ ابھی تم مجھے شادی کا کہہ رہے تھے اور اب خود دوسری لڑکیوں کے نام کی تسبیح پڑھ رہے ہو۔ مدحا کتنا عجیب نام ہے! منہ کے زاویے بگاڑ کر کہتے وہ اب اس نام میں بھی کیڑے نکال رہی تھی۔ زہر لگا تھا راحیل کے منہ سے اسے کسی بھی اور عورت کا ذکر۔۔ "اب زیادہ ہو رہا ہے! اتنا پیارا نام ہے اور وہ خود بھی بہت پیاری ہے! جب تمھیں یہاں سے لے کر جاؤں گا پھر تمہیں ملواؤں گا اس سے۔ ایک ورکر ہی سہی لیکن پتہ نہیں کیوں مجھے اچھی لگتی ہے وہ۔ مطلب کہاں ملتی ہیں آج کے دور میں اس جیسی سادہ اور معصوم سی لڑکیاں؟؟ جس نے بھی اس کی تربیت کی

ہے یقیناً کوئی عظیم عورت ہو گی۔!! سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ کر کہتے وہ مدحا کی تعریفوں کے پل باندھ رہا تھا۔ اور واقعی وہ دل سے بول رہا تھا۔۔ "اٹھو یہاں سے اور اسی کے پاس جاؤ۔ دوبارہ مت آنا ادھر۔ اتنی ہی اچھی لگتی ہے تو شادی بھی اسی سے کر لو۔ میرے پاس مت آنا۔!! ناگواری سے کہتے وہ جھٹکتے سے اس دور ہوئی۔ اس کا غصّہ آسمان پر پہنچ چکا تھا۔۔ "راحیل خان کے چہرے پر رینگتی مسکراہٹ گہری ہوئی۔ اسے مقابل سے کچھ ایسے ہی ریکشن کی اُمید تھی۔ وہ مہرماہ کو اچھے سے جان چکا تھا۔ "اچھا اِدھر آؤ میں مذاق کر رہا تھا سچ میں! اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھاتے راحیل خان نے اسے بہلانا چاہا۔۔ حالانکہ وہ بلکل بھی جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔۔ اور نا ہی مذاق تھا۔ "راحیل تمہارے یہ بے ڈھنگے مذاق مجھے بلکل پسند نہیں ہے! تم بہت بتمیز ہو۔۔ شرم کرو کچھ۔!! واپس سے اس کے کندھے پر سر کو ٹکاتے وہ ابھی بھی ناراض نظر آ رہی تھی۔۔ "اچھا بس کر دو چینج کرو ٹاپک! اس کا موڈ خراب ہوتے دیکھ راحیل۔ نے بات کو ٹالنا ہی مناسب سمجھا۔۔ "کہو کہ وہ تمہیں اچھی نہیں لگتی۔ یہ لڑکی ابھی تک اسی ایک جملے پر اٹکی ہوئی تھی۔ جلن کی

انتہا تھی اس عورت پر!!"چھوڑو بھی میں جھوٹ نہیں بولتا۔کندھے اُچکاتے بے فکرے لہجے میں کہا۔جب اسے اچھی لگتی تھی تو وہ جھوٹ کیوں بولتا۔"راحیل اگر جیسے تم کہہ رہے ہو ویسے ہو گیا تو پکا وعدہ میں تمہارے آفس سے سب سے پہلے اس لڑکی کو نکلواؤں گی۔!! پھر سے وہی بات! مہرماہ کو واقعی بہت تکلیف ہو رہی تھی۔ اشنا کو نجانے وہ کیسے برداشت کرتی تھی اور یہاں ایک اور آگئی تھی۔"اچھا کر لینا جو مرضی۔ابھی کے لیے صرف مجھے ایک مہینے کا موقع دے دو۔آبان کی مدد کی ضرورت پڑ سکتی ہے مجھے! پہلے اسے منانا ہو گا پھر ہی تمھیں نکال سکتا ہوں میں یہاں سے۔۔ صرف ایک مہینہ انتظار کرنا اس کے بعد تم ساری زندگی کے لیے میری! اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے راحیل نے دھیمے سے اس سے وقت مانگا۔۔ "ایک مہینہ بہت زیادہ نہیں ہے راحیل؟؟ وہ بے صبری ہو رہی تھی۔اتنے عرصے بعد اس قید سے آزادی کا سراغ ملا تھا تو وہ چاہتی تھی کہ جلد از جلد یہاں سے باہر نکلے! وہ خود بھی کوئی شوق سے یہ کام نہیں کرتی تھی۔ مہرماہ واقعی میں مجبور تھی۔!!"مجھے وقت چاہیے تھوڑا یار۔میں نے تو کچھ سوچا بھی نہیں تھا اور ایسے ہی

تمھیں نکاح کا کہہ دیا۔ میرے اپنے ہزار کام ہیں ابھی آفس میں شیئرز لگائے ہیں میں نے۔ دن رات کام کی ضرورت ہے مجھے! ایسے میں تمھارا مسئلہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ اس لیے صرف ایک مہینے یا میں پوری کوشش کروں گا اس سے بھی کم میں تمہیں جلد سے جلد یہاں سے نکال لوں گا۔۔ تھوڑا سا صبر کر لو بس اور مجھ پر بھروسہ رکھو۔!! سنجیدگی سے اسے تفصیل سے سمجھاتے راحیل خان واپس سے اپنے موبائل کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ شاید کوئی کام کر رہا تھا۔۔ جبکہ مہرماہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ چھت پر نظریں جمائے نجانے وہ کیا سوچ رہی تھی۔ جہاں اس نے اتنا انتظار کیا تھا وہاں یہ ایک مہینہ اور بھی کر سکتی تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ اُس نے اُمید ہی چھوڑ رکھی تھی۔ نا اس نے کبھی سوچا تھا کہ راحیل کبھی اسے اس طرح نکاح کا کہے گا۔ یہ سب اس کی سوچ سے باہر تھا۔ لیکن یہ جو کچھ بھی ہوا تھا اچھا ہی ہوا تھا۔۔ اب راحیل خان نے اسے اُمید دلا دی تھی تو اسے پورا یقین تھا راحیل اپنے کہے پر پورا اُترے گا۔۔ نجانے اس کی شادی واقعی راحیل سے ہونے والی تھی یا پھر ان کی زندگی میں ایک نیا موڑ آنے والا تھا۔ یہ تو آنے والا وقت ہی بتا سکتا تھا۔۔

یہ تقریباً صبح کے ساڑھے چار بجے کا وقت تھا جب ہر طرف فجر کی اذانوں کی آواز گونج رہی تھی۔ ابھی فجر کی اذان شروع ہوئی تھی۔ ایسے میں شاہ ولا میں موجود حدائق شاہ کے کمرے میں الارم کی آواز پورے کمرے میں ارتعاش پیدا کیے ہوئے تھی۔ حدائق شاہ اس وقت فائزہ شاہ کو سختی سے اپنے حصار میں جکڑے وہ دونوں ہی خواب و خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔ یہ الارم حدائق شاہ ہمیشہ لگا کر رکھتا تھا۔ اکثر اس کی فجر میں آنکھ نہیں کھلتی تھی ایسے میں اس کی نماز رہ جاتی تھی۔ اسی لیے احتیاطی طور پر وہ روز اب الارم لگا لیتا تھا۔۔ الارم کی آواز پر حدائق شاہ نے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولتے ہاتھ پیچھے کو لے جاتے الارم بند کیا۔ اس کی آنکھیں نیند سے بیدار ہونے کی وجہ سے سرخ ہوئی پڑی تھیں۔۔ انگوٹھے اور اُنگلی کے پوروں سے اپنی آنکھیں مسلتے حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے اپنی کل متاع کو دیکھا جو اس کے سینے میں منہ گھسائے بچوں کی طرح ایک ہاتھ اس کی کمر پر رکھتے سوئی ہوئی تھی۔ دور دور سے آتی اذانوں کی آواز بھی وہ بخوبی سن رہا تھا۔۔

روز آنہ وہ اسی وقت پر اٹھتا تھا۔ لیکن فرق یہ تھا کہ روز وہ دھیمے سے خود ہی اٹھ جاتا تھا۔اور آج اس کا ارادہ فائزہ شاہ کو بھی اپنے ساتھ ہی اُٹھانے کا تھا۔۔دھیمے سے اس کا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکالتے حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پر لب رکھے ! مقابل سوتے ہوئے بلکل کسی بچی کی مانند لگ رہی تھی۔"اٹھو جان۔۔ حدائق شاہ نے تھوڑا نیچے چہرہ جھکاتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ نجانے وہ اسے اتنی صبح کیوں اٹھا رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ کے وجود میں کوئی جنبش بھی نہیں ہوئی تھی۔اس انسان کے حصار میں اسے ہمیشہ ہی پر سکون اور پکی نیند آتی تھی۔ایسے ہی ابھی بھی وہ ساری دنیا بھلائے سونے میں مگن تھی۔!!"میرا بچہ اٹھ جاؤ! بعد میں نیند پوری کر لینا۔ اسے نا ہلتے دیکھ حدائق شاہ نے اسے بازو سے ہلاتے پھر سے اُٹھانے کی کوشش کی۔۔اور اس مرتبہ وہ تھوڑا بہت کامیاب بھی ہوا تھا۔ فائزہ شاہ نے آہستہ سے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس وقت جیسے اس کا دماغ بیدار نہیں تھا۔۔"اٹھ جاؤ جان! آؤ میرے ساتھ۔!! حدائق شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پھر سے محبت سے سرگوشی کی۔!!"شاہ

سونے دیں۔ آپ پلیز آج مت جائیں کام پر۔ منہ کے کیوٹ سے زاویے بنا کر کہتے اس نے واپس سے مقابل کے سینے میں منہ گھسانا چاہا۔۔ حدائق شاہ نے ابرو اُچکاتے اسے دیکھا۔ وہ ایسے کہہ رہی تھی جیسے حدائق نے کام پر جانا ہو تو وہ اسے کھانا بنا کر دیتی ہو اور ابھی بھی حدائق شاہ اسے کام کروانے کے لیے ہی جگا رہا ہو۔!! "میرے جگر کے ٹکڑے اٹھ جاؤ بعد میں نیند پوری کر لینا۔ اٹھو شاباش! اور اب عادت بناؤ اس ٹائم اٹھنے کی۔ میں اس معاملے میں اب کوئی ڈھیل نہیں دوں گا تمھیں!! اس کی کوشش کو ناکام بناتے حدائق شاہ خود اٹھ کر بیٹھا۔ وہ ساتھ میں اسے بھی بازو سے پکڑتے اٹھا چکا تھا۔۔ "شاہ۔۔ فائزہ شاہ نیند سے جھولتی ہوئی واپس سے اس کے بازو میں گھسی۔ اسے سخت نیند آئی ہوئی تھی۔۔ حدائق شاہ نے دانت پیستے اسے دیکھا۔ وہ اسے ضرور نیند پوری کرنے دے دیتا اگر کام ضروری نہیں ہوتا تو۔ لیکن ابھی وہ اسے واقعی میں ڈھیل نہیں دے سکتا تھا۔۔ حدائق شاہ خاموشی سے اسے اپنی گود میں سیٹ کرتے خود بیڈ سے کھڑا ہوا۔ فائزہ شاہ سکون کے احساس سے واپس سے اس کے سینے میں منہ گھساتے نیند کی وادیوں میں جا چکی

تھی۔ حدائق شاہ کے قدموں کا رخ واشروم کی جانب تھا۔ وہ دھیرے دھیرے قدم آگے بڑھاتے اسے گود میں اٹھائے واشروم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جبکہ فائزہ کو تو ہوش ہی نہیں تھی۔ وہ اس کے برہنہ سینے میں منہ دیے سکون کے ساتھ سوئی ہوئی تھی۔!! واشروم میں داخل ہوتے حدائق شاہ نے جھٹکے سے اسے سلیب پر بٹھایا۔ فائزہ شاہ کو ایک مرتبہ پھر آنکھ کھل چکی تھی۔۔"نماز پڑھنی ہے تم نے؟ اس کے دونوں اطراف میں سلیب پر ہاتھ رکھتے حدائق شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے نرمی سے پوچھا۔ فائزہ شاہ جو مندی مندی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی اس کے سوال کا مطلب سمجھتے اس کی پٹ سے آنکھیں کھلی۔!! کیا مقابل نے صبح کے چار بجے اسے یہ سوال پوچھنے کے لیے اٹھایا تھا؟ "بعد میں سرخ پڑ لینا ابھی جلدی بتاؤ تمہارے چکروں میں میری نماز بھی لیٹ ہو رہی ہے! مسجد نہیں جا رہا میں گھر پر ہی پڑھوں گا۔ حدائق شاہ نے اسے ہونٹ کاٹتے سرخ پڑتے دیکھ واپسی سے سوال داغا۔ اسے ہمیشہ اذان ہوتے ہی نماز پڑھنے کی عادت تھی تبھی اب اسے جھنجھلاہٹ ہو رہی تھی۔۔"فائزہ شاہ نے خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے ہاں کی

صورت میں سر ہلایا۔اس کی نیند کا خمار اڑن چھو ہو چکا تھا۔۔"ہمم پھر اٹھو اور وضو کرو شاباش میرا بچہ ! آج سے ہر فجر کی نماز تم میری امامت میں پڑھو گی۔اٹھو نماز قرآن پڑھ کر پھر سو جانا۔۔نرمی سے اس کے ماتھے پر بوسا دیتے حدائق شاہ نے اسے وضو کرنے کو کہا۔اسے کل ہی اس چیز کا خیال آیا تھا جسے آج وہ پورا بھی کر رہا تھا۔اس نے کافی نوٹ کیا تھا کہ فائزہ نماز نہیں پڑھتی تھی۔اسے نماز کی ہوش ہی نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اب سے حدائق شاہ کا ارادہ اپنے ساتھ ساتھ اسے بھی پانچ وقت کی نماز پڑھوانے کا تھا۔وہ چاہتا تھا کہ اس کی ہمسفر بھی اسی کے ساتھ جنت میں جائے۔ وہ فائزہ شاہ کو خدا کے قریب کرنا چاہتا تھا۔۔"شاہ میں بعد میں پڑھ لوں گی پلیز ! ہونٹ کاٹتے بہانہ پیش کیا گیا۔۔"تم ابھی اٹھ رہی ہو اور نماز پڑھ رہی ہو۔ایک بہانہ نہیں سنوں گا میں ! ٹائم تھوڑا ہے دو منٹ میں وضو کرو جلدی۔اپنے چہرے کو سنجیدہ کرتے حدائق شاہ نے سختی سے حکم دیا۔یہ لڑکی نرمی سے ماننے والی نہیں تھی۔۔"شاہ میں نے بہت شکوے کیے ہیں اللہ سے ! میری نماز بھی قبول نہیں ہو گی۔آپ سمجھ کیوں نہیں رہے ! اس کی سختی پر آنکھوں میں آنسوں لیے وہ

اسے اصل وجہ بتا رہی تھی۔ ریپ کے بعد حدائق شاہ کے ساتھ کمفرٹیبل ہونے تک نجانے وہ کتنے ہی شکوے دن میں روز خدا سے کرتی تھی۔ تب اسے اس چیز کا مطلب نہیں پتہ تھا کہ کیوں ہر تنگی کے بعد آسانی کا وعدہ کیا گیا ہے! اور خدا اپنا وعدہ کبھی نہیں بھولتا۔۔) بیشک (۔۔!! "میرا بچہ جیسے شکوے کیے تھے اتنی ہی شرمندگی اور دل سے معافی مانگ لو۔ انسان تو ہے ہی خطا کا پتلا۔ لیکن تمھیں اس کی شان کا اندازہ نہیں ہے! معافی مانگو سچے دل سے! وہ معاف کرنے والا ہے! ہم سب کے گناہ معاف کرنے پر قادر ہے وہ!! اس کے آنسوں صاف کرتے حدائق پھر سے نرمی پر آ چکا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ مقابل کیوں جھجھک رہی ہے! "نا کیا تو؟ سوں سوں کرتے معصومیت سے پھر سے اپنا ڈر ظاہر کیا۔۔ "کر دے گا۔ میں بھی دعا کروں گا اللہ تعالیٰ تمھیں معاف کر دیں۔ دونوں میں سے کسی ایک کی دعا تو قبول ہو گی ہی۔ دھیما سا مسکراتے وہ آج کسی بھی طرح اسے راضی کرنا چاہتا تھا۔۔ "آپ جائیں میں وضو کر کے آتی ہوں! سلیب سے نیچے اترتے وہ مان ہی گئی تھی۔ یہ سچ تھا کہ شادی کے بعد ہی اس نے نمازیں چھوڑنی شروع کی تھی۔ ورنہ وہ پہلے

زیادہ تر نماز پڑھتی ہی تھی۔ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا اس کے بعد خدا سے شکوے کرنا اور شیطان کا اسے ورغلانا ایک بہت عام سی بات تھی۔ لیکن پھر جب جب سے اسے احساس ہوا کہ خدا نے اسے حدائق شاہ جیسی نعمت سے نوازا بھی ہے تب سے ہی وہ شرمندہ بھی تھی۔ اور جن سے دل سے شرمندہ ہوا جائے ان سے نظریں ملانے کی ہمت نہیں رہتی۔۔ کچھ ایسا ہی اس کے ساتھ بھی تھا۔ اسی لیے بس وہ نماز پڑھتی ہی نہیں تھی۔!! شاید خدا اسے واپس سے اپنے حضور کھڑا دیکھنا چاہتا تھا اسی لیے کل ہی ایسے ہی بیٹھے بیٹھے حدائق شاہ کے دل میں یہ بات آگئی تھی۔ خود تو وہ پانچ وقت کی نماز پڑھتا تھا اب اسے بھی ساتھ ہی پڑھاتا۔ "میں نے بھی کرنا ہے وضو! پہلے تم کرو اور جا کر الماری سے جائے نماز نکال کر بچھاؤ پھر میں آتا ہوں۔۔ نرمی سے کہتے حدائق شاہ پیچھے کو ہوا۔ وہ سنجیدگی سے کھڑا مقابل کو وضو کرتا دیکھ رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ وضو کرتے دوپٹے کو اچھی طرح سر پر جماتے واشروم سے۔ باہر !! نکلی۔ اس کے بعد حدائق شاہ شرٹ تبدیل کرتا خود بھی وضو کرنے کھڑا ہوا۔

تقریباً پانچ منٹ بعد وہ دونوں جائے نماز بچھائے نماز پڑھنے میں مصروف تھا۔ حدائق شاہ کا جائے نماز اس سے تھوڑا آگے کو تھا۔ حدائق کے سر پر نماز والی ٹوپی تھی جبکہ فائزہ نے بھی حجاب کیا ہوا تھا۔ وہ دونوں اس وقت پورے خشوع و خضوع سے نماز پڑھنے میں مصروف تھے! دونوں کا دھیان اپنی اپنی نماز میں تھا۔!! اپنی نماز مکمل کرتے حدائق شاہ نے سلام پھیرتے مسکراتے ہوئے پیچھے کو دیکھا۔ مقابل بھی سلام ہی پھیر رہی تھی۔ اس نے ہلکا سا مسکراتے تھوڑا سا اٹھتے اپنا جائے نماز پیچھے کرتے اس کے ساتھ کیا۔۔ دونوں نے نماز پڑھ لی تھی اب بس دعا ہی رہتی تھی۔!! "میرا خواب پورا ہو گیا۔ یہ تو نہیں سوچا تھا کہ کون ہو گی لیکن یہ شوق ضرور تھا میرا کہ میری شریک حیات میری امامت میں فجر کی نماز ادا کرے روزآنہ۔ جو کہ آج پورا ہو گیا۔ بہت شکریہ تمھارا۔" اس کی طرف دیکھتے حدائق شاہ نے اپنی خوشی ظاہر کی۔ "دعا۔۔ فائزہ شاہ نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے دعا کی صورت میں ہاتھ اٹھاتے اس کی توجہ بھی دعا کی طرف کروائی۔!! "اوہ ہاں! مسکرا کر کہتے حدائق شاہ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ وہ دونوں دوبارہ سے

سنجیدگی سے اپنی اپنی دعاؤں میں مصروف ہو چکے تھے!! کچھ دیر بعد دعا سے فارغ ہوتے حدائق شاہ نے پھر سے ایکسائٹڈ سے انداز میں اس کی طرف دیکھا۔ سچ تو یہ تھا کہ دل میں ہزار مرتبہ ماشاءاللہ بولتے وہ اس لمحے پر بچوں کی طرح خوش ہو رہا تھا۔!! "کیا مانگا تم نے؟ اس کی دعا مکمل ہوتے دیکھ اس نے مسکراتے ہوئے فائزہ کا سر اپنے کندھے پر رکھتے پوچھا۔ وہ دونوں جائے نماز پر ایک ساتھ نماز کی صورت میں بیٹھے فائزہ نے اس کے کندھے پر سر رکھا ہوا تھا۔۔ "میں نے پہلے معافی مانگی۔ پھر شکر ادا کیا۔ اور پھر آپ کو مانگا۔ اس کے علاوہ ایمان کی سلامتی اور بس۔ اور کچھ سمجھ ہی نہیں آیا۔۔ دھیمے سے ہاتھوں پر نظریں جمائے سادگی سے جواب آیا۔۔ "مجھے کیوں؟ میں تو پہلے ہی تمہارے نصیب میں ہوں! اور کتنا اپنا غلام بنائو گی مجھے؟ پہلے ہی تمہارے گھٹنوں سے لگنے کو آتا ہوں میں تو۔ اور مانگو گی تو قدموں میں بیٹھ جاؤں گا۔۔ وہ اس کی بات کو مذاق میں لے گیا تھا۔۔ "شاہ آپ میرے نصیب میں ہی ہیں یہ مجھے بھی پتہ ہے! میں نے آپ کو اس لیے مانگا ہے تاکہ آپ ہمیشہ میرے نصیب میں رہیں! اس دنیا میں بھی اور اگلے جہاں میں بھی۔ میرے علاوہ

کوئی بھی اور عورت آپ کی زندگی میں نا آئے! اور آپ ہمیشہ ہی میرے ساتھ ایسے ہی رہیں نرم مزاج!! اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیتے فائزہ نے اس کی تصیح کی۔ وہ اپنی بات کا مطلب اسے اچھے سے سمجھا گئی تھی۔!! "لیکن میں نے تو دوسری شادی کی دعا کی ہے! اور تم نے ایسے ہی دوسری عورت کے معاملے میں بھی دعا کر دی۔ یہ ناانصافی ہے میرے ساتھ۔ خدانخواستہ تمہاری دعا قبول ہو گئی تو مجھے تو ساری زندگی شادی شدہ ہوتے ہوئے بھی کنوارا رہنا پڑے گا۔!! ناک سکوڑ کر اس کی طرف دیکھتے حدائق شاہ نے جیسے دہائی دی۔ "شاہ میں جان سے مار دوں گی آپ کو آئندہ ایسا کچھ مانگا تو آپ نے! آپ صرف میرے ہیں! جو بھی عورت آپ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی گندی نظر سے دیکھے اللہ کرے اس کی آنکھیں پھوٹ جائیں۔۔اور آپ بھی اچھی دعائیں مانگا کریں ذرا۔ دوسری شادی کے تو بس خواب ہی رہ جائے گیں آپ کے! اس کے بازو پر اپنی گرفت سخت کرتے وہ فوراً ہی گھوریوں اور دھمکیوں پر اُتر آئی تھی۔ تھی تو وہ بھی ایک عورت! بھلا اپنے شوہر کے منہ سے دوسری شادی کی بات وہ کیسے برداشت کر سکتی تھی؟؟" مذاق کر رہا تھا

جان من! تم ہی تھی تم ہی ہو اور تم ہی رہو گی۔ میں نے بھی تمہارے والی ہی چیزیں مانگی ہیں۔ اور تمھیں بھی، ساتھ میں ماما کی سلامتی ہیر کے اچھے نصیب، ماہ دیر کے لیے اچھی اولاد اور معاذ کے لیے ایک اچھی بیوی۔!! یہ سب کچھ بھی!! ہلکا سا مسکرا کر اس کے حجاب پر سے ہی سر پر لب رکھتے حدائق شاہ نے اسے اپنی باقی ساری دعائیں بھی گنوائی۔ وہ اپنے گھر والوں۔ کو اپنی دعاؤں میں کیسے بھول سکتا تھا؟؟" معاذ کے لیے کچھ اور نہیں ملا تھا آپ کو؟ ہنستے ہوئے اسے معاذ کی دعا سب سے فنی لگی تھی۔!! "نہیں وہ بیچارہ ترس رہا ہے بیوی کے لیے! اسی لیے بس اُسکے لیے یہی دعا مجھے پرفیکٹ لگی۔ آج کل یہی دعا ہے اس کے لیے! باقی اللہ کی مرضی۔!! مسکرا کر کہتے حدائق شاہ اپنے جائے نماز سے کھڑا ہوا۔ اس نے ابھی قرآن پاک بھی پڑھنا تھا اور پھر اس کے بعد اسے تیاری کر کے عدالت کے لیے بھی نکلنا تھا۔۔ فائزہ شاہ بھی مسکراتے ہوئے اپنے جائے نماز سے کھڑی ہوئی۔ وہ دونوں قرآن پاک اٹھاتے بیڈ کی طرف بڑھ چکے تھے! اپنے نصیب پر رشک کرتے فائزہ شاہ اس کے ساتھ ہی قرآن پڑھنے میں مصروف ہو چکی تھی۔۔ باہر ہلکی ہلکی سی

روشنی چھانے لگی تھی۔ایسے میں اندر موجود دونوں نفوس ابھی تک خدا کی عبادت میں مصروف تھے!

قسط نمبر:78 پارٹ 1

یہ تقریباً صبح کا وقت تھا جب سورج ہر طرف اپنی روشنی پھیلائے ہوئے تھا۔ایسے میں کراچی کی ایک مشہور یونیورسٹی میں موجود تمام طلباء پڑھائی کی غرض سے اِدھر اُدھر گھوم رہے تھے! ایسے میں زارا خان اس وقت اپنی یونیورسٹی میں موجود ابھی کلاس لے کر حرا اور عائشہ کے ساتھ سنجیدگی سے باہر نکل رہی تھی۔یہ صبح کے تقریباً گیارہ سے بارہ بجے کا وقت تھا۔ان لوگوں کا ابھی ہی انگلش کا لیکچر ختم ہوا تھا۔۔زارا خان اس وقت رویل بلو کلر کے سادے سے شلوار قمیض میں ملبوس گلے میں پنک کلر کا شفون کا دوپٹہ لٹکائے ہوئے تھی۔لمبے سیاہ بالوں کو کمر پر کھلا چھوڑے آگے سے دو لٹیں چہرے پر بکھر رہی تھیں۔وہ اس وقت بلکل کوئی چھوٹی کیوٹ سی بچی معلوم ہوتی تھی۔اس کی ہائٹ بھی اتنی زیادہ نہیں تھی۔اس لیے وہ

کچھ زیادہ ہی چھوٹی معلوم ہوتی تھی۔ ویسے اپنی اتج کے حساب سے انیس سال میں تو وہ بلکل پرفیکٹ ہائٹ کی مالک تھی۔ لیکن پھر بھی وہ بچی ہی لگتی تھی۔!!"کہاں جانا ہے اب؟ حرا نے کلاس سے نکلتے آگے بڑھتے ان دونوں سے استفسار کیا۔اس کے بعد کا لیکچر لینے کا ان تینوں کا ہی دل نہیں تھا۔دن میں ایک لیکچر تو یہ لڑکیاں لازمی بنک کرتی تھیں۔۔"بھوک لگی ہے! زارا خان کی سب سے پہلی آواز نکلی۔وہ آج ناشتہ نہیں کر کے آئی تھی اسی لیے اسے بھوک لگ رہی تھی۔"بعد میں کھائیں گیں کچھ پہلے گراؤنڈ میں بیٹھتے ہیں! میری ٹانگوں میں بہت درد ہو رہا ہے! عائشہ کی جانب سے کچھ اور ہی مشورہ دیا گیا تھا۔!!"تم تینوں بعد میں کہیں جانا پہلے مس زارا کو سر معاذ اپنے آفس میں بلا رہے ہیں! ابھی حرا کچھ بولتی کہ اُن کی ایک سینیئر نے پیچھے سے نمودار ہوتے زارا خان کی طرف دیکھتے اسے معاذ شاہ کا حکم سنایا۔زارا خان نے بے ساختہ ہی تھوک نگلا۔اس دن کے بعد اس نے معاذ شاہ کا ایک لیکچر بھی نہیں لیا تھا۔۔اسے اس انسان کا سامنا کرتے ہوئے بھی کچھ عجیب سا ہو رہا تھا۔اس کی آخری کی گئی سرگوشی وہ بھولی نہیں تھی اب تک! مقابل کوئی عجیب ہی

مخلوق تھی۔!! "خیریت؟ عائشہ کی طرف سے تجسس سے پوچھا گیا تھا۔ یہ تو وہ لوگ بھی جانتی تھیں کہ معاذ شاہ کے ڈر سے زارا اس کا لیکچر نہیں لیتی۔ اسی لیے اب وہ ان لوگوں کو اسے بچانے کی ناکام سی کوشش کرنی تھی۔ آخر کو جیسی بھی تھیں۔ تھی تو وہ تینوں آپس میں دوستیں ہی!! "ہاں سب کو بلایا ہے جن کی اسائنمنٹ نہیں پہنچی ابھی تک! پہلے ہمارا ریکارڈ لیا ہے اب تم کچھ بچوں کے نام بتائیں ہیں جن میں ٹاپ آف دا لسٹ زارا خان ہیں! تم پہنچو بیٹا میں بھیجتی ہوں باقیوں کو بھی! سنجیدگی سے زارا خان کی طرف دیکھ کر کہتے اس نے اپنے قدم آگے کو بڑھائے۔ ابھی اسے کچھ اور سٹوڈنٹس کو دیکھنا تھا۔۔اس کے جاتے زارا خان نے خونخوار نظروں سے اپنے سامنے کھڑی دونوں منافق دوستوں کی دیکھا۔ اس نے پہلے ہی ان لوگوں کو کہا تھا کہ کل اس کی اسائنمنٹ بھی جمع کروادیں۔ مگر مجال تھی جو یہ لڑکیاں کبھی اسے بیعزتی سے بچالیں! "دیکھ زارا قسم سے ہم دینے لگے تھے سر کو۔ لیکن سر نے پھاڑ کر پھینک دی تھی اور کہا تھا کہ جس کی ہے وہ خود دے! اب اس میں ہمارا کوئی قصور نہیں ہے! ہم دونوں کی تو سر نے رکھ لی تھی اسائنمنٹ

لیکن تیری تو انہوں نے ایسے پھاڑی اور ایسے کوڑے میں پھینک دی۔ حرا نے سے کی آنکھوں میں دیکھتے جلدی سے اسے صفائی دی۔ وہ سچ کہہ رہی تھی۔ معاذ شاہ واقعی وہ اسائنمنٹ پھاڑ چکا تھا۔ ہاتھ سے اشارے کرتے وہ باقاعدہ اسے سمجھا رہی تھی۔!!"تو اس ٹائم نہیں پھوٹا گیا تم لوگوں سے! اب میری گندی کرے گیں وہ۔ اندازہ نہیں ہے تم لوگوں کو اس انسان کی پہلے دن سے میرے ساتھ کوئی خاص دشمنی ہے! ایسے میری بیعزتی کرتا ہے جیسے اس کے بغیر اس کا کھانا ہضم نا ہوتا ہو۔۔ اپنے ہاتھوں کی اُنگلیاں مروڑتے اس نے پریشانی سے ہونٹ کاٹنے شروع کیے۔ ان لوگوں سے بھی وہ کیا ہی شکوہ کرتی۔ اسے اندازہ تھا کہ معاذ شاہ کس بلا کا نام ہے!"چل اب تو جا اور تھوڑی بہت گندی کروا کر آجانا۔ ہم اتنے تیرے لیے کینٹین سے کچھ لے کر رکھ رہے ہیں! بیعزتی کے بعد انسان کی بھوک ویسے بھی بڑھ جاتی ہے!! عائشہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے اسے حوصلہ دیا تھا یا اس کا مذاق بنایا تھا وہ کچھ سمجھ نہیں سکی تھی۔ لیکن یہ تو سچ تھا کہ معاذ شاہ کے پاس سے آنے کے بعد اس کی بھوک مزید بڑھ جانی تھی۔!!"میں آتی ہوں۔۔ سنجیدگی سے

ایک گہری سانس بھر کر کہتے اس نے اپنے قدم پیچھے کی جانب بڑھائے۔اس کے قدموں کا رخ معاذ شاہ کے آفس کی جانب تھا۔۔ جبکہ اس کے جاتے ہی حرا اور عائشہ بھی کینٹین کی طرف بڑھی۔ شاید وہ دونوں واقعی اس کے لیے کچھ کھانے کو لے کر رکھنے والی تھیں۔۔

معاذ شاہ اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا سنجیدگی سے اپنے کام میں محو تھا۔ وہ اس وقت گرے کلر کے پینٹ کوٹ میں ملبوس بالوں کو جیل سے سیٹ کیے بہت وجیہہ دکھ رہا تھا۔ اس کی ہیزل نٹ آنکھیں اس وقت سنجیدگی اور انہماک کے ساتھ اپنے کام میں مصروف تھیں۔ کہ دروازہ ناک ہونے کی آواز سنتے معاذ شاہ نے یکلخت ہی ایک نظر وال کلاک اور دوسری نظر دروازے کو دیکھا۔اسے نجانے کیوں اندازہ ہو گیا تھا کہ کون آیا ہو گا۔ پچھلے تین دنوں سے اس لڑکی سے اس کا سامنا بھی نہیں ہوا تھا۔ پتہ نہیں وہ اسے دیکھ کر کہاں چھپ جاتی تھی کہ معاذ شاہ پھر اسے تلاش بھی نہیں کر پاتا تھا۔ وہ اس کے متعلق کسی سے پوچھ بھی نہیں سکتا

تھا کیونکہ پہلے ہی ان لوگوں کو لے کر کافی باتیں بن چکی تھیں۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ زار اخان پر دوبارہ سے کوئی اُنگلی اٹھائے۔ اسی لیے صبر کے گھونٹ پیتے جیسے تیسے کرتے اس نے یہ دن گزار ہی لیے تھے! وہ الگ بات تھی کہ اس دن ہوئی اس حسین ملاقات نے اس کی راتوں کو نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ وہ رات کو سونے کے لیے جیسے ہی آنکھیں موندتا تھا اور پٹ سے اس لڑکی کا وجود سامنے آجاتا تھا۔ ابھی تک اس کی آنکھوں سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ تین راتوں سے سہی سے سویا بھی نا ہو! سوتا بھی کیسے؟ اسے تو زار اخان کے ساتھ ہوئی اس ملاقات کو ریکریٹ کرنے کی عادت سی لگ گئی تھی۔ جیسے ہی وہ آنکھیں بند کرتا تھا دماغ کی ساری سوچیں اس ایک لڑکی کی طرف چلی جاتی تھیں۔۔ وہ جیسے ابھی بھی ان تین دن پہلے میں ہی کہیں اٹکا ہوا تھا۔ اس کا دماغ پوری طرح پھر سے اس کی یادوں میں گم تھا کہ ایک مرتبہ پھر سے دروازہ ناک ہونے کی آواز پر وہ جیسے ہوش میں آیا۔ اس مرتبہ ایسا لگتا تھا جسے باہر والے نے بڑے غصے سے دروازہ ناک کیا ہو۔ کیونکہ اچھی خاصی زور سے دروازہ بجا تھا۔!! "کم ان!! سر جھٹکتے معاذ شاہ نے باہر موجود شخص کو اندر

آنے کی اجازت دی۔ کچھ کچھ تو اسے اندازہ تھا کہ وہی ہو گی۔ اور اس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ سامنے ہی دروازے سے زارا خان دھیمے دھیمے قدم اٹھاتے نظریں جھکائے ہوئے نمودار ہوئی۔ وہ اندر آتے دروازے سے تھوڑا آگے کو آتے ہی قدموں کو بریک لگا چکی تھی۔!! "آئیں محترمہ یا کرین بلائیں آپ کو اٹھوا کر آگے لانے کے لیے؟؟ ابرو اچکاتے اس نے کافی کرخت لہجے میں اسے آگے آنے کو کہا۔۔ "سر آپ ایسے ہی بتا دیں! زارا خان ابھی تک وہیں جم کر کھڑی تھی۔۔ شاید وہ ڈر رہی تھی آگے آنے سے! یا پھر پچھلی ہوئی ملاقات کے باعث جھجھک رہی تھی۔ لیکن خیر جو بھی تھا وہ آگے جانا ہی نہیں چاہتی تھی۔۔ معاذ شاہ جسے پہلے ہی اس پر بہت غصّہ تھا اس کی بات پر مزید اس کا پارہ ہائی ہوا۔ مقابل سمجھتی کیا تھی آخر خود کو؟؟ "زارا خان میں آپ کے والد کا ملازم نہیں ہوں جو ایسے ہی بتا دوں۔ آگے آئیں ورنہ میں کوئی سخت ایکشن لینے پر مجبور ہو جاؤں گا۔ ویسے بھی تین دن سے آپ میرا لیکچر بنک کر رہی ہیں میں اچھے سے جانتا ہوں۔ بچ کر رہیے گا ذرا اب مجھ سے!! وہی کرخت لہجہ!! غصے میں وہ اسے دھمکیاں دینے بیٹھ گیا تھا۔۔ زارا

خان نے سراسیمگی کی کیفیت سے اسے دیکھا۔ نجانے کیوں کبھی کبھی اسے اس انسان کو دماغی حالت پر شبہ ہوتا تھا۔ آج پھر سے اس انسان کی پرسنالٹی چینج تھی۔ اس دن کی نسبت یہ پھر سے کوئی اور ہی انسان لگ رہا تھا۔ معاذ شاہ کے واقعی مختلف موڈ تھے! اسے کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔!! "سر ایسے ہی بتانے میں کیا مسئلہ ہے؟ آپ کی آواز یہاں مجھ تک بخوبی آرہی ہے! آپ بولیں میں سن رہی ہوں۔۔ مقابل بھی پھر زاراخان تھی۔ جب تک اس کے پاس راحیل کی سپورٹ تھی اسے کسی کا ڈر ہی نہیں تھا۔ خواہ وہ معاذ شاہ ہی کیوں نا ہو! ان کے لیے راحیل خان کافی تھا۔۔ معاذ شاہ نے ٹیبل پر رکھے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچی۔ یہ لڑکی آخر اتنی ڈھیٹ کیوں تھی؟ وہ واقعی اسے سمجھنے سے قاصر تھا۔ ایک گہری سانس بھرتے اس نے جیسے اپنے امڈتے غصے کو کنٹرول میں لانا چاہا۔۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ اسے کچھ نا کہے! لیکن یہ لڑکی ڈھیٹ پنے کی حد کرتے اسے مزید غصّہ دلا رہی تھی۔!! اپنے آگے سے موجود تمام پیپرز سائڈ پر کرتے معاذ شاہ سنجیدگی کے ساتھ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔ ایسے نہیں تو ایسے ہی سہی! زاراخان نے ایک مرتبہ پھر سے تھوک

نگلتے بے ساختہ ہی دو قدم ہلکے سے پیچھے کو لیے۔ کیا ہوتا اگر اس انسان پر پھر سے اس دن والا بھوت سوار ہو جاتا تو؟ اسے تو سوچ کر ہی کچھ کچھ ہو رہا تھا۔ اس دن اُن لمحات کو دونوں میں سے کوئی بھولا ہی کب تھا بھلا؟ معاذ شاہ اس کی طرف دیکھتے اپنے بازو کے کف لنکس فولڈ کرتے سنجیدگی سے اس کی طرف قدم بڑھا رہا تھا۔۔ ابھی تو وہ خاموشی تھا جبکہ ہیزل نٹ آنکھیں بھوری آنکھوں میں کچھ تلاش ضرور کر رہی تھیں۔ لیکن اس وقت اسے سوائے خوف کے کچھ اور دیکھنے کو ملا نہیں تھا۔۔ ایک بات تو تھی یہ لڑکی اندر سے جتنا مرضی ڈر لیتی۔ لیکن باہر سے مضبوط بننے کی اداکاری بلکل نہیں چھوڑتی تھی۔۔ جیسے ابھی بھی اپنی جگہ پر جم کر کھڑی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے اپنی طرف آتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ لیکن نا تو پلکیں جھپکی تھی اور نا ہی اب پیچھے ہو رہی تھی۔ لیکن افسوس کہ اس کی آنکھیں ساری پول کھول رہی تھی۔ معاذ شاہ کے لیے اس کی آنکھوں میں ہلکا ہلکا سا خوف بہت واضح تھا۔!!"کیا کہہ رہی تھی دوبارہ بولو؟ اس کے بلکل پاس جاتے معاذ شاہ نے دو قدموں کے فاصلے پر رکتے سوالیہ انداز میں استفسار کیا۔۔ زارا خان کے گلے میں

گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہوئی۔ وہ گردن اونچی کیے اب پلکیں جھپکتے مقابل کو دیکھ رہی تھی۔ یہ تو خود ہی اٹھ کر آگیا تھا۔ اس کا خوف مزید بڑھا تھا۔!! "مم۔۔ میں کہہ رہی تھی کہ بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں! میں ابھی آہی رہی تھی کہ آپ اٹھ گئے!! زبردستی کا ہلکا سا مسکراتے زارا خان سیکنڈ کے اندر اپنا بیان بھی بدل چکی تھی۔ بھئی اسے اپنی جان بہت عزیز تھی جو یہ انسان ایک منٹ کے اندر نکال کر رکھ دیتا تھا۔ معاذ شاہ نے اس کی چالاکی پر ابرو اچکاتے اسے گھورا۔ لگتی وہ بچی تھی لیکن چالاک بھی ساتھ میں پوری پوری تھی۔۔ "اچھا لیکن میرے کانوں نے تو کچھ اور ہی سنا تھا؟ ان دو قدموں کا فاصلہ بھی سمیٹتے معاذ شاہ نے ابرو اچکا کر کہتے اسے یاد دلانا چاہا۔ "نن۔۔ نہیں تو۔۔ آپ نے غلط سنا ہو گا۔ اپنے قدم پیچھے کو لیتے وہ ابھی بھی اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹی تھی۔ معاذ شاہ مسلسل اس کی طرف آگے کو بڑھ رہا تھا اور وہ بھی اسی طرح اس کی آنکھوں میں دیکھتے پیچھے کو قدم بڑھا رہی تھی۔!! "رک۔ جج۔۔ جائیں! پیچھے کی ہوتے تھوک نگلتے اس نے اسے رکنے کو کہا۔ جیسے جیسے وہ آگے بڑھ رہا تھا ویسے ویسے اس کی جان جا رہی تھی۔ اگر وہ رکتی تو چلتے چلتے

معاذ شاہ یقیناً اس سے ٹکرا جاتا۔ وہ تو اس لمحے کو پچھتا رہی تھی جب وہ اسے انکار کر کے بحث کرنے کھڑی ہو گئی تھی۔ کاش کہ وہ عزت سے پہلے ہی کرسی پر بیٹھ جاتی۔ پیچھے دروازہ آتے دیکھ اس سے پہلے اس کا سر دروازے سے ٹکراتا معاذ شاہ نے پہلے ہی اس کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھا۔ وہ گردن جھکائے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے جیسے اپنی تشنہ آنکھوں کی پیاس بجھا رہا تھا۔۔ زارا خان بلکل دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی۔ وہ اور پیچھے کیا ہوتی یہاں سے نکلنے کے تمام راستے بند ہو چکے تھے۔ معاذ شاہ اس سے بلکل ایک قدم کے فاصلے پر کھڑا اس کے چہرے کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ وہ پہلے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھا لیتا پھر ذرا اس کی اچھے سے خبر لیتا۔ ایک اپنی نیندیں حرام ہونے پر دوسرا لیکچر چھوڑنے پر اور تیسری ابھی بات نا ماننے پر!!"سر میں بیٹھ جاتی ہوں کرسی پر آپ تھوڑا پیچھے۔۔ اسے خاموشی سے کھڑا دیکھ اپنے اندر ہمت جمع کرتے اس نے ایک ہی سانس میں اسے پیچھے ہونے کو کہا۔ البتہ جملہ ادھورا رہ گیا تھا۔۔ معاذ شاہ نے مزید ہلکا سا آگے کو سرکتے ہاتھ اوپر کو لے جاتے دروازے کی لیچ لگائی۔ یہ اس غرض سے تھی کہ کوئی اسے

ڈسٹرب نا کرے! زارا خان اس کے لمبے چوڑے وجود کے آگے جیسے بلکل چھپ سی گئی تھی۔ وہ دونوں ہاتھ اس کے اِرد گرد دروازے پر جمائے تھوڑا نیچے کو جھکے ابھی بھی اس کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہا تھا۔!!"لا۔۔ک کک۔۔ کیوں کیا ہے؟ لرزتی سی آواز میں کہتے اس نے اوپر دروازے کو دیکھا۔ وہ کچھ اور ہی سمجھ رہی تھی۔ اور جو اس کے دماغ میں آرہا تھا وہ اسے شدید گھبرانے پر مجبور کر رہا تھا۔۔ "ڈر کیوں رہی ہو؟ اس کے چہرے پر اپنی سلگتی سانسیں چھوڑتے نارمل سے انداز میں استفسار کیا گیا۔ یہ پاگل انسان پھر سے غصّہ چھوڑتے نارمل ہو چکا تھا۔ آخر کیا چیز تھا معاذ شاہ۔!!"مم۔۔میں ننن۔۔ نہیں ڈر رہی یہ دد۔۔دروا۔۔زہ کھول دیں پلیز۔ روہانسی سی شکل بناتے وہ ابھی بھی یہ ماننے کو تیار نہیں تھی کہ وہ واقعی میں ڈر رہی تھی۔ اسے اب خوف کے مارے رونا آرہا تھا۔ معاذ شاہ نے امپرسیو نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ وہ اس کا خوف بخوبی بھانپ رہا تھا۔ لیکن سلام تھا اس لڑکی پر جو خود منہ سے ماننے کو تیار ہی نہیں تھی۔ ہلکا سا مسکراتے وہ اس کے کان کے پاس جھکا۔۔"اگر نہیں ڈر رہی تو یہ آنکھیں جھوٹ کیوں بول رہی ہیں؟ یہ جسم

لرز کیوں رہا ہے؟ یہ آواز میں کپکپاہٹ کیوں ہے؟ ان آنکھوں میں نمی کس بات کے لیے ہیں! یہ گردن میں گلٹی کیوں اُبھر رہی ہے؟ یہ ماتھے پر پسینہ کس نام کا ہے؟ اس کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی کرتے معاذ شاہ نے اس کی گردن میں بنا اسے ٹچ کیے ہی ایک گہری سانس بھرتے جیسے اس کی خوشبو اپنے اندر اُتاری۔ یہ خوشبو نہایت مسرور کن تھی۔ اس کے مہنگے پرفیومز سے بھی زیادہ۔۔ زارا خان ایک مرتبہ پھر سے اپنا سانس روک چکی تھی۔ یہ انسان جب بھی اس کے پاس آتا تھا اس کی سانسیں رکوا دیتا تھا۔ جبکہ دل میں وہ سوچ رہی تھی کہ معاذ شاہ اسے اتنا نوٹ کرتا ہے؟ وہ اس کے خوف کو بھانپتے اس کی ایک ایک حرکت بتا گیا تھا۔!!

"ہئے بے بی ڈول! سانس مت بند کیا کرو میرے قریب آنے پر! اپنے قریب جانے پر وہ اس کا سانس روکنا بہت اچھے سے محسوس کر چکا تھا تبھی دوبارہ سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ ابھی تک اس کی گردن کے پاس جھکا ہوا تھا۔ معاذ شاہ نے اس بات کا بخوبی خیال رکھا تھا کہ اس کا چہرہ ذرا بھی مقابل کو ٹچ نا ہو! وہ ہلکے سے فاصلے پر رہتے ہی اس کی گردن میں گہری سانسیں بھر رہا تھا۔ اب اس خوشبو

نے اس کی نیندیں حرام کرنی تھی۔۔ دوسری طرف سے کوئی جواب نا آتے دیکھ معاذ شاہ نے اپنا چہرہ اس کے مقابل کیا۔ دونوں کے چہرے اتنے نزدیک تھے کہ ان میں سے کوئی بھی حرکت کرتا تو دونوں کے ہونٹ بری طرح مس ہوتے ! زارا خان مزید پیچھے ہو نہیں سکتی تھی اور یہ بے شرم انسان جان بوجھ کر اس کے اتنے نزدیک کھڑا اس کی سانسیں رکوائے ہوئے تھا۔ ! ! "رو کیوں رہی ہو؟ میں نے کچھ کہا تو نہیں ہے ! معاذ شاہ نے حیرت سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے پوچھا۔ پیچھے وہ ابھی بھی نہیں ہٹا تھا۔ البتہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی وہ انجان بننے کا ناٹک کر رہا تھا۔ زارا خان کچھ اور نا سوجھتے دیکھ رونے کھڑی ہو چکی تھی۔ اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے ! پہلی مرتبہ کوئی انسان اتنے نزدیک آیا تھا۔ اس کی گھبراہٹ پہلے بھی اور اب بھی آسمان پر پہنچی ہوئی تھی۔ جبکہ دل تھا کہ دو سو کی سپیڈ سے دھڑک رہا تھا۔۔ جبکہ اس نے معاذ شاہ کی بات کا بھی کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ بس نظریں جھکائے شدید آنسوں بھا رہی تھی۔۔ معاذ نے اسے ابھی بھی روتے دیکھ ناگواری سے اپنے ہونٹ بھینچے ! بھلا وہ اسے کھا تھوڑی رہا تھا جو مقابل رونے کھڑی جو گئی

تھی؟؟ خاموشی سے ایک لمبی سی سانس بھرتے اس نے اپنی جیب سے رومال نکالتے اس کے سامنے کیا۔ جبکہ وہ نامحسوس انداز میں ایک قدم پیچھے کو سرک ہی گیا تھا۔ مقابل زیادہ ہی ڈر رہی تھی۔۔ زارا خان نے خاموشی سے اس کے ہاتھ سے ٹشو لیتے جان بوجھ کر پہلے اس سے اپنی ناک صاف کی۔ آیا کہ اس نے مقابل کا رومال خراب کر کے اپنا بدلہ اُتارا تھا۔ اسے کوئی فکر نہیں تھی کہ اب یہ انسان کیا سوچے گا اس کے بارے میں ! اس کا بس غصے اور خوف۔ سے دماغ خراب ہوا پڑا تھا۔ تبھی آنسوں کی جگہ ناک صاف کر لی تھی۔ ! ! اچھی طرح اس رومال کو گندا کرتے زارا خان نے واپس سے اس آگے رومال کرتے معصومیت سے پلکیں جھپکائی۔ مقابل پیچھے ہوا تھا تو وہ بھی اپنے روپ میں واپس آ چکی تھی۔۔ "چھی گندی ! ! معاذ شاہ فوراً ہی ناگواری سے اسے اور رومال کو دیکھتے دو قدم مزید پیچھے کو ہوا۔ وہ ایک ہائیجینک پرسن تھا۔ آنسوں ہوتے تو پھر وہ یہ رومال سنبھال لیتا۔ مقابل نے تو ناک ہی صاف کر لی تھی۔ ! ! "آپ ہی ہونگے گندے ! میں راحیل بھائی کو بتاؤں گی کہ آپ ایسے کرتے ہیں میرے ساتھ اپنے آفس میں بلا کر ! وہ

بتائیں گیں پھر آپ کو کہ میں کتنی گندی ہوں! اسے گھور کر رومال وہیں پر پھینکتے ایک ہی سانس میں بولتے وہ جلدی سے پیچھے کو مڑی! اب زبان چلالی تھی تو اسے یہاں سے بھاگنا تھا۔ ورنہ اس کی خیر نہیں تھی۔۔ لیکن برا ہوا۔ اس کی چھوٹی ہائیٹ لیچ تک پہنچانے میں اسے ناکام تھی۔ زارا خان کی گھبراہٹ میں مزید اضافہ ہوا۔ اب تو وہ پکا گئی تھی۔ معاذ شاہ جو اس کی فراٹے بھرتی زبان دیکھتے حیران تھا اسے بھاگتے دیکھ وہ خاموشی سے اپنے سینے پر ہاتھ باندھ چکا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ اس ٹڈی کا ہاتھ لیچ تک نہیں جائے گا۔ تبھی آرام سے کھڑا تھا۔۔ ساری کوششیں ناکام ہوتے دیکھ زارا خان روہانسی ہوتے واپس سے پیچھے کو مڑی۔ آج اسے واقعی معاذ شاہ سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ "ہاں تو ابھی کوئی مجھے گندا بول رہا تھا۔۔ معاذ شاہ نے ایبرو سکیڑتے قدم در قدم اس کے پاس بڑھائے۔ وہ رومال کو اپنے بوٹ سے سائڈ پر کر چکا تھا۔ اب اسے بعد میں صفائی والا ہی آ کر اٹھاتا.!! "سچ میں مذاق کر رہی تھی۔ دیکھیں سر آپ تو بہت اچھے ہیں! اور راحیل بھائی! اللہ معاف کرے انہیں کیوں کچھ بتاؤں گی میں! میں تو کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی! معصومیت سے پلکیں

جھپکتے وہ فوراً ہی اپنا بیان بدل چکی تھی۔اب بچنا تھا تو تھوڑی بڑ نگ کرنے میں کیا ہی حرج تھا؟؟"مس زارا خان اگر ہمارے درمیان ہوئی ایک بھی بات آفس سے باہر نکلی یا پھر آپ کے گھر تک پہنچی تو یاد رکھیے گا مجھ سے برا کوئی بھی نہیں ہو گا۔ اس سے میرے اوپر بعد میں باتیں آئیں گی تمہارے کردار پر پہلے سوال اُٹھے گیں۔ عقل سے کام لینا کچھ۔ واپس سے اس سے ایک قدم کے فاصلے پر کھڑے ہو کر سنجیدگی سے کہتے معاذ شاہ نے اسے سمجھانا چاہا۔مقابل نادان تھی لیکن وہ تو سمجھدار تھا۔۔"پھر آپ کیوں کرتے ہیں ایسے!آپ پلیز دور ہو کر بات کیا کریں!دو بدو ہی سمجھداری سے ہی کام لیا گیا تھا۔وہ خود بھی سمجھتی تھی لیکن معاذ شاہ کی وجہ سے ہمیشہ ہی اسے خوف سا محسوس ہوتا تھا۔!!"آئندہ میں بلاؤں تو میرے آفس میں مت آنا۔کچھ اور جواب نا سوجتے دیکھ معاذ شاہ نے سنجیدگی سے کہتے اس کے پیچھے موجود دروازے سے لیچ کھولی۔وہ اسے خود ہی خاموشی سے جانے دے رہا تھا۔وہ غلط تھا۔۔مقابل سمجھدار تھی۔۔"ہمم!!ہنکارا بھرتے زارا خان ابھی شکر ادا کرتے باہر کو بڑھتی کہ ایک مرتبہ پھر اس کی آواز سنتے اس کے قدم رکے!"زارا؟

سنجیدگی اور دھیمے سے اس کا نام پکارا گیا تھا۔ وہ دیکھ بھی اسی کی طرف رہا تھا۔۔

"جی؟ایک مرتبہ پھر رکھتے سوالیہ نظروں سے اس کی جانب دیکھا گیا۔"میں بلاؤں تو آجایا کرو۔اور لیکچر بھی کل سے تم ریگولر لو گی۔ میں بے خود ہو جاتا ہوں اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ تم اپنی پڑھائی کا حرج کرو۔اور رہی اسائنمنٹ کی بات تو تم کل دس مرتبہ یہی اسائنمنٹ لکھ کر مجھے چیک کرواؤ گی۔ گوٹ اٹ؟؟شروع میں نرمی سے کہتے وہ آخر میں اسے زچ کرنا بلکل نہیں بھولا تھا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ آخر وہ چاہتا کیا ہے! ٹھیک ہے اسے زارا خان اچھی لگتی تھی اور وہ یہ بات مانتا بھی تھا۔ لیکن اس کا بے خود ہو کر اس کے قریب جھکنا واقعی غلط حرکت تھی۔ مقابل بچی تھی ابھی۔ اسے اپنے جذبات پر لگام ڈالنی چاہیے تھی۔۔اسے نہیں لگتا تھا کہ یہ لڑکی ابھی محبت لفظ سے بھی واقف ہو گی۔!!"سر میں انسان ہوں۔۔دس مرتبہ میں میرے نازک سے ہاتھ ٹوٹ جائے گیں! روہانسی ہوتے اس میں احتجاج کرنا چاہا۔ دس مرتبہ بہت زیادہ تھا۔۔"بیس مرتبہ؟ ابرو اچکاتے دس اور بڑھائے گئے!"نہیں پلیز! ایک اور مرتبہ ضدی سے انداز میں اس کی بات کی نفی کی

گئی۔!!"میں رات میں کال کروں گا وہ اٹھالینا ورنہ تیس مرتبہ !اور اب کوئی بحث نہیں سننے والا میں ! فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے ! لاکھ احساس سہی یہ ڈھیٹ انسان بازا بھی بھی نہیں آیا تھا۔جب اس کی نیندیں حرام تھی تو وہ اپنے ساتھ ساتھ اس کی بھی کرتا۔ورنہ اس کے اندر کے شیطان کو سکون نہیں ملنا تھا۔۔"میں۔۔میں کال اٹھالوں گی پکا۔ جھٹ پٹ سے کال کے لیے حامی بھری گئی۔ بھلا وہ پاگل نہیں تھی جو تیس مرتبہ اتنی بڑی اسائنمنٹ لکھنے بیٹھ جاتی۔۔اسے تو یہ بھی دھیان نہیں تھا معاذ شاہ کے پاس اس کا نمبر کیسے گیا؟"گڈ چوائس۔ جاسکتی ہیں آپ اور اگر ذرا بھی چالاکی کی تو یاد رکھنا۔ تمہارے کمرے تک سانس میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں ہے ! وارننگ والے انداز میں کہتے معاذ شاہ نے اسے جانے کو بولا۔ کون کہہ سکتا تھا کہ ابھی کچھ دیر پہلے اس انسان کو احساس ہو رہا تھا؟ زارا خان منہ بناتے فٹافٹ سے باہر نکلی۔ایک عجیب مخلوق سے اس کا پالا پڑ گیا تھا تو اُسے بھگتنا ہی تھا۔ معاذ شاہ اس کی سپیڈ دیکھتے ہنستے ہوئے واپس سے اپنے کام میں مصروف ہوا۔

یہ تقریباً شام کا وقت تھا جب راحیل خان اپنے کام سے فارغ ہوتے گھر جانے کی تیاریوں میں تھا۔اس کی گاڑی آفس سے نکل ہی چکی تھی۔۔آبان خان اور وہ عموماً تمام سٹاف کی چھٹی ہونے کے بعد کلوز اپ کر کے ہی گھر جاتے تھے! آج آبان خان کسی وجہ سے آفس نہیں آیا تھا تو آج وہ سب سے آخر میں گھر جا رہا تھا۔سارا کام آفس کا آج اسی نے سمبھالا تھا۔سارے سٹاف کی بھی چھٹی ہو چکی تھی۔اور اب اس کی گاڑی بھی سڑک پر روانہ تھی۔راحیل خان اس وقت سفید رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس سنجیدگی سے ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔۔نجانے اب اسے کیا ہی لت لگی تھی کہ وہ روز آنہ ہی شلوار قمیض میں آفس آتا تھا۔اور آج بھی پہلے دن کی طرح ہی کوئی تھا جو اسے دیکھ کر دل ہار جاتا تھا۔وہ نوٹ نا بھی کرے تو اسے اس بات کا اندازہ بہت اچھے سے تھا۔۔آج کل تو ویسے بھی اس پر آبان خان کی طرف سے سختی تھی اس لیے وہ کوشش کرتا تھا کہ آفس میں مدحا سے جتنا ہو سکے اتنا ہی دور رہے! ہر قسم کا ہنسی مذاق فری ہونا وہ بلکل چھوڑ چکا تھا۔۔ان دونوں میں آج کل صرف کام کے متعلق ہی بات ہوتی تھی۔راحیل خان ڈرائیونگ کر ہی رہا تھا کہ

سٹرنگ گھماتے اس کی اچانک ہی نظر سڑک کے کنارے کھڑی کسی لڑکی پر گئی۔ یہ تقریباً ایک سنسان سڑک تھی۔ اکا دکا ہی اس وقت گاڑیاں دیکھنے کو مل رہی تھیں۔ مغرب کا وقت بھی ہو چکا تھا۔ اب آہستہ آہستہ سورج ڈھل رہا تھا اور رات کا اندھیرہ پھیلنے لگا تھا۔۔ راحیل خان نے اِرد گرد دیکھا۔ پہلی جھلک میں دیکھتے اسے نجانے کیوں وہ مدحا لگی تھی۔ لیکن یہ لڑکی تو عبایا میں ملبوس تھی اور مدحا کی ڈریسنگ تو وہ اچھے سے پہچانتا تھا۔ لیکن نجانے کیوں آنکھیں دیکھتے اسے لگا تھا کہ وہ مدحا نسیم ہی ہے! سر جھٹکتے راحیل خان نے اس کے پاس سے گاڑی گزارتے ڈرائیونگ جاری رکھی۔ جو بھی ہوتی اسے کیا فرق پڑنا تھا؟؟ ابھی اس کی گاڑی کچھ آگے ہی گئی تھی کہ نجانے اسے کیا پڑی وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہوتے واپس سے اپنی گاڑی کو پیچھے لے آیا تھا۔ اسے بس ایک مرتبہ اپنا شک دور کرنا تھا۔ اگر وہ مدحا ہوتی تو یہ سچ تھا کہ راحیل خان اس وقت اسے یہاں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ سنسان سڑک تھی ایسے میں کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ گاڑی کو پیچھے کی طرف لاتے راحیل خان نے عین اس لڑکی کے سامنے گاڑی روکی۔ وہ فوراً ہی اپنی طرف کا شیشہ بھی نیچے کر

گیا تھا۔ مقابل وہی تھی جسے وہ سمجھ رہا تھا۔ اس نے مدحا کے ہاتھ میں موجود پرس سے پہچان لیا تھا۔ لیکن وہ عبایا میں اور کمپنی میں جینز شرٹ اسے یہ کنسیپٹ کچھ سمجھ نہیں آیا تھا۔ خیر اپنے سر کو جھٹکتے وہ مدحا کی طرف متوجہ ہوا۔۔

مدحا نسیم جو پچھلے آدھے گھنٹے سے یہاں رکشے کے انتظار میں کھڑی تھی اسے کوئی رکشہ مل ہی نہیں رہا تھا۔ جو ایک دو آئے تھے وہ پیسے زیادہ مانگ رہے تھے اور اس کے پاس صرف دو سو روپے تھے! ساری تنخواتو فرحت بیگم کے ہاتھ میں تھی۔ روز وہ اسے کرائے کے پانچ سو روپے دے تو دیتی تھیں لیکن آج انہوں نے صرف دو سو ہی دیے تھے! اُن کا کہنا تھا کہ دو دن میں ہی تنخوا ختم ہو چکی ہے! اب پورے مہینے مدحا کو رکشوں کے کرائے کے لیے خود ہی کچھ کرنا تھا۔ بے بسی سے وہ لب سے اِدھر کھڑی اب جیسے بیہوش ہونے کو تھی۔ کچھ عبایا کی وجہ سے گھٹن ہو رہی تھی اور کچھ کھڑے کھڑے ٹانگیں شل ہونے لگی تھیں۔ کہ اچانک ہی اتنی بڑی گاڑی اپنے سامنے رکتے دیکھ اس کی گھبراہٹ بے ساختہ تھی۔ لیکن جلد ہی یہ گھبراہٹ کم بھی ہو چکی تھی۔ گاڑی میں راحیل خان تھا۔ اور اب اس گھبراہٹ کی

جگہ شدید سبکی کے احساس نے لے لی تھی۔!! راحیل خان کی آنکھوں میں شناسائی کی رمق اسے بخوبی نظر آچکی تھی۔ وہ کیا سوچ رہا ہوگا اس کے بارے میں؟ یہی چیز اسے سبکی کا احساس دلانے کے لیے کافی تھی۔ مقابل تھا بھی پھر راحیل خان جس کے ریکشن سے نجانے کیوں اسے کچھ زیادہ ہی فرق پڑتا تھا۔۔" مدحا؟ اپنی آنکھوں سے گلاسز اُتارتے سوالیہ سے انداز میں پوچھا گیا۔ حالانکہ اسے پتہ لگ گیا تھا لیکن پھر بھی وہ کنفرم کر رہا تھا۔۔ مدحا نسیم نے اس کی طرف دیکھتے ہونٹ کاٹتے ہاں کی صورت میں سر ہلایا۔ پتہ نہیں ان مردوں کی نظریں اتنی تیز کیسے ہوتی ہیں! وہ پورے نقاب میں تھی پھر بھی مقابل اسے آنکھوں سے پہچان ہی گیا تھا۔۔" اتنی دیر سے آفس کی چھٹی ہوئی ہے تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو؟ رات ہونے والی ہے۔ ایسے میں یہاں کھڑا ہونا سیف نہیں ہے! سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے راحیل خان نے اسے بتانا ضروری سمجھا۔ مدحا نسیم نے آنسوؤں کا گولا حلق میں اُتارتے اس کی طرف دیکھا۔ " پتہ نہیں ان امیروں کو ایسا کیوں لگتا تھا کہ ہمیں سڑک پر کھڑے ہونے کا شوق ہے! اب ہر کسی کے پاس ان لوگوں کی طرح لمبی لمبی گاڑیاں

تو نہیں ہوتی نا؟ وہ بس دل میں سوچ ہی سکی۔!! "میرا دماغ خراب ہو گیا اس لیے یہاں کھڑی ہوں۔ جب دل کرے گا چلی جاؤں گی گھر! تڑخ کر جواب آیا تھا۔ ایک پہلے ہی کھڑے کھڑے اس کی ٹانگیں ٹوٹنے والی تھیں اوپر سے اس انسان کے سامنے شرمندگی الگ ہو رہی تھی۔ اس پر سہاگہ مقابل کے سوال۔ اس کا غصّہ جائز تھا۔۔ء گاڑی میں بیٹھو! اس کے جواب پر ہونٹ بھینچتے راحیل خان نے حکم صادر کیا۔ اسے اندازہ تھا کہ مقابل کسی مجبوری میں ہی کھڑی ہو گی۔ لیکن اس لڑکی کی زبان درازی پر اسے غصّہ بھی بہت آیا تھا۔!! کیوں؟ آپ امیر لوگ سمجھتے کیا ہیں آخر؟ بڑی گاڑی دیکھ کے ایمپریس ہو کر میں فوراً بیٹھ جاؤں گی؟ گھٹیا سوچ چلے جائیں آپ یہاں سے! اس کی آنکھوں میں دیکھتے پٹ پٹ آنسوں بہاتے وہ نجانے کیا بول رہی تھی۔ سچ یہ تھا کہ وہ بنا سوچے سمجھے ہر چیز کا غصّہ راحیل خان پر نکال رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوں بہتے اس کے نقاب میں جذب ہو رہے تھے!! راحیل خان نے حیرت سے اسے دیکھا۔ کیا اس نے کوئی غلط بات کی تھی؟ وہ تو بس اس کی ہی بھلائی کرنا چاہ رہا تھا۔ لیکن یہاں تو نیکی اسی کے گلے میں پڑ رہی

تھی۔ "بی بی مجھے شوق نہیں ہے اپنی امیری کا فلیکس مارنے کا۔ اور تم کسی اور کا غصّہ میرے اوپر مت اتارو۔ ایسے جھاڑ دیتی ہو مجھے جیسے میں شوہر ہوں تمھارا۔ تمیز سے بات کرو! باس ہوں میں۔ عزت ہی نہیں ہے کوئی!! دانت پیس کر کہتے وہ اپنی اہمیت جتانا بلکل نہیں بھولا تھا۔ اسے حیرت ہوتی تھی خود پر وہ مدحا کی باتیں خاموشی سے سہہ لیتا تھا۔!! "آپ پلیز چلیں جائیں یہاں سے سر! اپنی آنکھوں سے آنسوں صاف کرتے اس نے دھیمے سے کہا۔ شاید اسے یاد آگے تھا کہ مقابل باس ہے! "شٹ اپ خاموشی سے گاڑی میں آکر بیٹھو اور پریشانی بتاؤ۔ ایسے رونے سے تمھارا مسئلہ حل تو نہیں ہو جائے گا۔ رات زیادہ ہو رہی ہے سنسان سڑک ہے میں تمھیں ایسے نہیں چھوڑ سکتا۔ راحیل خان نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے اسے پھر سے اندر بیٹھنے کو کہا۔ اسے پتہ نہیں کیوں لگا تھا کہ مدحا پریشان ہے! تبھی اس نے یہ بات کہی تھی کہ وہ اسے اپنی پریشانی بتائے!! مدحا نسیم نے ایک نظر آسمان کی طرف دیکھا۔ واقعی میں رات گہری ہو رہی تھی۔ ایسے میں اب پتہ نہیں اسے رکشہ ملنا بھی تھا یا نہیں! وہ اب غصے کو سائڈ پر رکھے ٹھنڈے دماغ سے کام چلا

رہی تھی۔ اور اب اسے راحیل خان کی آفر بھی کچھ بری نہیں لگی تھی۔ اچھا تھا وہ چھوڑ دیتا تو۔ ویسے بھی اس کے پاس کونسے پیسے تھے!! "میں پیچھے بیٹھ جاؤں گی! دھیمے سے کہتے مدحا نے پچھلی سیٹ کی جانب اپنے قدم بڑھائے! گاڑی انلاک تھی۔ اس کے کھولنے پر دروازہ کھل بھی چکا تھا۔ راحیل خان کو مکمل طور پر اگنور کیے اس نے سنجیدگی سے گاڑی میں بیٹھتے دروازہ واپس سے بند کیا۔۔ راحیل خان نے اسٹیئرنگ پر اپنے ہاتھ کی گرفت مضبوط کرتے جبڑے بھینچتے اس لڑکی کو دیکھا۔ نجانے یہ عورت کیوں اس کے صبر کا امتحان لیتی تھی۔ اس کے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا بھی ہوا تھا۔ لیکن مقابل ایسے پیچھے بیٹھی تھی جیسے وہ اسے کھا جائے گا۔۔ فرنٹ پر لگے مرر سے ایک نظر اسے دیکھتے وہ سنجیدگی سے اپنی گاڑی کا دروازہ کھولتے باہر نکلا۔ وہ ڈرائیور نہیں تھا۔ پیچھے کی طرف جاتے مدحا کی طرف کا دروازہ کھولتے راحیل خان نے اسے گھورا۔!! "نیچے اترو۔ سپاٹ سے لہجے میں حکم دیا گیا تھا۔ وہ دروازے کو پکڑے کھڑا اسے مسلسل گھور رہا تھا۔۔ مدحا نسیم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ کیا یہ انسان پاگل تھا؟؟ "جب گھر چھوڑنا ہی نہیں تھا آپ نے تو ویسے

ہی بتادیتے.. میری انسلٹ کر کے آپ نے پھر سے مجھے میری غربت کا ہی احساس دلایا ہے نہ؟ شرم نہیں آتی آپ کو؟ آنسوں بھری نظریں اس پر گاڑے وہ اس کی بات کا کوئی اور ہی مطلب نکال چکی تھی۔۔اسے ہر بات پر اپنی خود ترسی اور غربت یاد آجاتی تھی۔۔راحیل خان نے اپنا ضبط ختم ہوتے دیکھ اندر کو ہوتے اسے بازو سے پکڑتے کھینچ کر باہر نکالا۔ کیا چیز تھی آخر یہ لڑکی؟ "خود اُتر سکتی ہوں میں۔ دھکے دے کر نکالنا تھا تو بٹھایا کیوں تھا آپ نے! آپ بہت ظالم ہیں سر۔۔ اللہ کبھی معاف نہیں کرے۔۔۔ اس کے ساتھ گاڑی سے اُترتی کھینچتی ہوئی وہ غصے سے نان سٹاپ چیختی جارہی تھی کہ راحیل خان نے اسے گاڑی سے لگاتے اس کے نقاب پر سے ہی ہونٹوں پر سختی سے اپنا ہاتھ جمایا۔ دو منٹ میں اس لڑکی نے اس کے کان پکا دیے تھے! اس کا ایک ہاتھ مقابل کے بازو پر تو دوسرا سختی سے اس کے ہونٹوں پر جما تھا۔!! "تمہیں کوئی دماغی بیماری ہے کیا؟ عجیب پاگل عورت ہو یار تم! علاج کرواؤ جا کر اپنا اور پیسے میں بھر دوں گا.بیفکر رہنا۔۔ بڑی تمھیں ہر بات میں پیسوں کی پڑی ہوتی ہے! میں تمھارا ڈرائیور نہیں ہوں اس لیے جہاں بٹھا رہا ہوں چپ کر

کے بیٹھ جاؤ۔۔اسے گھورتے راحیل خان نے سختی سے اسے ڈانٹا۔اگر اسے آج تک کسی عورت پر غصّہ آرہا تھا کہ وہ کھڑا کھڑا اس کا منہ توڑ دے تو وہ مدحا نسیم تھی۔کیسے کیسے الفاظ بول گئی تھی یہ لڑکی اسے! مدحا کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں میں اضافہ ہوا۔کتنا بتمیز انسان تھا یہ!! اسے مزید رونا آرہا تھا۔۔جیسے ابھی اس نے کہا تھا کہ پیسے میں دے دوں گا اسے مزید سبکی کا احساس ہو رہا تھا۔۔حیرت کی بات تھی کہ اسے دماغ خراب والی بات سے زیادہ پیسوں والی بات کا دکھ تھا۔۔"رونا بند کرو سائیکو لڑکی! تمہیں کچھ کہا نہیں ہے ابھی میں نے! ورنہ میرا دل ہے کہ تمھیں یہیں گاڑ دوں!! اس کے منہ پر شدید غصے سے پھنکارتے راحیل خان اسے بازو سے جکڑے آگے لیے بڑھا۔وہ اسے دوسری طرف سے آتے فرنٹ سیٹ پر بٹھا رہا تھا۔ نجانے کیوں وہ اتنی سی بات کو انا کا مسئلہ بنا چکا تھا۔۔مدحا نسیم اس کی گرفت میں کھینچتی اس کی پشت کو بھیگی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔کیوں تھا یہ انسان ایسا؟ اسے غصے میں یہ لڑکا مزید پیارا لگ رہا تھا۔جہاں ایک طرف اسے اس کی زبان کا دکھ تھا وہیں یہ انسان اپنی خوبصورتی سے سارے خمیازے بھگت دیتا تھا۔راحیل خان نے

سیٹ کی طرف آتے اسے اندر کو دھکیلا۔ وہ دھاڑ کی ایک آواز کے ساتھ ہی زور سے دروازہ بند کر چکا تھا۔ مدحا اچانک ہی ڈرتے ہوئے سیٹ میں گھسی۔ جس طرح اس نے دروازہ بند کیا تھا اس کا دل جیسے باہر آنے کو ہو گیا تھا۔۔ اپنی سیٹ کی طرف آتے راحیل خان نے گاڑی سٹارٹ کی۔ وہ سنجیدگی سے سامنے کی اور دیکھتے گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ جتنا اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا اگر وہ اس لڑکی کی طرف دیکھتا تو یقیناً یہاں جنگ چھڑ جانی تھی۔۔ گاڑی میں اس وقت مکمل خاموشی کا راج تھا۔ راحیل خان خاموشی سے ڈرائیونگ کرتے سیدھ میں ہی گاڑی چلاتا جا رہا تھا۔ اسے مدحا کے گھر کا راستہ بھی معلوم نہیں تھا۔ اسے راستہ پوچھنے کے لیے مقابل کو مخاطب کرنا ہی تھا۔۔ جبکہ اس کے مقابلے میں مدحا نسیم اپنے ہاتھوں پر نظریں جمائے خاموشی سے آنسوں بہا رہی تھی۔ اسے کچھ اور سوج ہی نہیں رہا تھا۔

"ایڈریس بتاؤ! وہی سنجیدہ سپاٹ لہجہ! وہ ایسے پوچھ رہا تھا جیسے پوچھ کر بھی اس پر احسان کر رہا ہو۔۔ "جیسے گاڑی میں بٹھایا ہے ایڈریس بھی خود ہی ڈھونڈ لیں آپ! میں نہیں بتا رہی کچھ بھی! سوں سوں کرتے نروٹھے سے انداز میں جواب آیا۔۔

اس کا غصّہ کم نہیں ہوا تھا۔ اور سب سے حیرت زدہ بات کہ وہ مقابل کو نخرے دکھا رہی تھی۔۔ نجانے کیا سوچ کر!! راحیل خان نے جبڑے بھینچتے خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھا۔ بڑی ہی بے مروت لڑکی تھی یہ! احسان ماننا تو دور آگے سے اسے ہی نخرے دکھا رہی تھی۔۔ جھنجھلاتے راحیل خان نے گاڑی ایک سائڈ پر لگائی۔ ایسے تو وہ ساری رات پھرتا رہتا۔ مقابل کے گھر کا ایڈریس تو اس کے فرشتوں کو بھی نہیں پتہ تھا۔۔ اسٹیئرنگ پر اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کیے اس نے ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی۔ جیسے وہ اپنے غصے کو دبا رہا تھا۔ اتنا تو وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ لڑکی سختی کی قائل نہیں ہے۔ اسے نرمی سے ہی ٹریٹ کیا جا سکتا ہے! کافی حد تک خود پر کنٹرول کرتے راحیل خان نے اپنا رخ اس کی طرف موڑا۔۔

"اِدھر میری بات سنو مدحا!! پتہ نہیں کیا سوچتے وہ اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا جو کہ آنسوؤں سے بھیگا ہوا تھا۔۔ مدحا نے بھیگی سی نظریں اٹھاتے پہلے اپنے ہاتھ اور پھر اس انسان کو دیکھا۔ کیا اندازِ کرم تھا ظالم کا۔ رلاتا بھی خود تھا اور اب اپنی نرمی سے اس کی جان بھی نکال رہا تھا۔ کوئی کہتا کیوں نہیں تھا اس لڑکے

کو کہ انسان کو اتنا بھی پیارا نہیں ہونا چاہئے کہ ذرا سی نرمی دکھانے پر ہی مقابل کا دل پگھل جائے؟؟ وہ کیوں تھا ایسا؟ کیا وہ سب کے لیے ایسا تھا یا پھر وہ اسی کے ساتھ یہ سب کرتا تھا؟؟ مدحا نسیم کو مزید رونا آرہا تھا۔ اس کا دل اس کے بس سے باہر تھا۔ پہلے راحیل خان کو اور پھر اپنے دل کو وہ روز کوسنا بلکل نہیں بھولتی تھی۔ جیسے ابھی بھی اس نے یہی کیا تھا۔۔ "کیا پریشانی ہے بتاؤ مجھے! اتنا تو میں جانتا ہوں کہ میرے ڈانٹنے سے زیادہ تمھیں کسی اور بات پر رونا آرہا ہے! شاباش بتاؤ مجھے!! ایک باس سمجھ کر نہیں تو ایک دوست سمجھ کر ہی بتا دو! اپنا انگوٹھا اس کے ہاتھ کی پشت پر پھیرتے نہایت نرمی سے سوال پوچھا گیا۔ کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ ابھی کچھ دیر پہلے والا راحیل خان ہی تھا؟؟ یہ تو کوئی اور ہی تھا۔ وہی نرم دل انسان!! "آپ کو بتانا ضروری نہیں ہے۔۔ اور میں مردوں کو دوست نہیں بناتی۔ اس لیے آپ کو بھی کبھی دوست نہیں مان سکتی! سنجیدگی سے جواب دیا گیا۔ البتہ ہاتھ چھڑوانے کی کوشش اس نے بھی نہیں کی تھی۔ یا اگر یوں کہا جائے کہ اس کا دھیان ہاتھ سے زیادہ مقابل کی باتوں پر تھا تو یہ کچھ غلط نہیں ہوگا۔۔ "اچھی بات ہے! ہر عورت کو

یہ زیب بھی دیتا ہے۔۔ چلو دوست نا سہی کچھ بھی سمجھ کر بتا دو! بولو شاباش۔ میرا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے تمھیں ہی زیادہ دیر ہو جائے گی ورنہ!! بنا برا بنائے پھر سے سوال دہرایا گیا۔ وہ مسلسل اس کے ہاتھ کی پشت پر انگوٹھا پھیر رہا تھا۔ "آنے جانے کا کرایہ نہیں ہوتا میرے پاس۔ آپ جو تنخواد یتے ہیں وہ ساری میں کرائے میں ہی نکال دوں تو کچھ نہیں بچتا میرے پاس۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے خر۔۔۔ بھیگی سی آواز میں وہ ابھی اپنا مسئلہ اسے پورا بتاتی کہ پہلے ہی راحیل خان نے اس کی بات کاٹی۔!! "میرا ڈرائیور کل سے تمھیں پک اینڈ ڈراپ دے دے گا۔ اور کوئی مسئلہ؟ مدحا نسیم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اس کے لیے جو مسئلہ، مسئلہ کشمیر جتنا بڑا تھا مقابل دو منٹ میں اسے حل کر گیا تھا۔ ہاں بھئی امیروں کی بھی کیا ہی زندگی ہوتی ہے! وہ بس سوچ ہی سکی۔!! "نہیں اور کچھ نہیں ہے! بس یہی مسئلہ تھا۔ دھیمے سے کہتے اس نے بات ختم کرنی چاہی۔ ویسے بھی واقعی اس کا بس یہی مسئلہ تھا۔ آنے جانے کے خرچے کی اسے سب سے زیادہ ٹینشن تھی۔ "تف ہے لڑکی تم پر! دو کلو آنسوں بہانے کی بجائے ایک مرتبہ مجھے حکم کر دیتی تو کیا چلا جاتا تمھارا؟

نفی میں سر ہلاتے راحیل خان جیسے اس کی عقل پر ماتم کر رہا تھا۔۔"آپ میرے کیا لگتے ہیں جو میں آپ کو حکم دیتی؟ جو ہمارا رشتہ ہے اس کی بنا پر آپ مجھے حکم دیتے اچھے لگتے ہیں میں آپ کو نہیں! سمجھداری سے حاضر جوابی سے کام لیا گیا۔ وہ یہ بات پک کر گئی تھی۔"بہت بولتی ہو تم! خیر ایڈریس بتاؤ اور یہ عبایا؟ اس کی کیا کہانی ہے؟ میں تمھیں جج نہیں کر رہا بس نارمل ایک سوال پوچھا ہے! رونے مت بیٹھ جانا اب!! نرمی سے اس کے ہاتھ کو چھوڑتے راحیل خان خود بھی واپس سے سیدھا ہوتے بیٹھا۔ وہ دوبارہ سے گاڑی سٹارٹ کر رہا تھا۔۔ مدحا نے ایک نظر اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا۔ راحیل خان کا انگوٹھا اسے اب تک اپنے ہاتھ کی پشت پر سرسراتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ کیسا احساس تھا یہ جس سے وہ پہلی مرتبہ واقف ہو رہی تھی۔ ایک نظر اس کے حسین چہرے پر ڈالتے اس نے دھیمے سے اسے اپنے گھر کا ایڈریس بتایا۔ راحیل خان نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے گاڑی اسی طرف موڑی۔!! "عبایا کے بارے میں بتایا نہیں تم نے؟ مطلب میں ابھی تک کنفیوز ہوں! اسے ایڈریس بتا کر خاموشی ہوتے دیکھ راحیل خان نے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔ اسے یہ

جاننے کی بہت کریوسٹی ہو رہی تھی۔!! "آپ کے ہاں جس لباس پر مجھے حقارت سے دیکھا جا رہا تھا بلکل ویسے ہی میرے محلے اور گھر والے مجھے جینز اور شرٹ میں حقارت سے دیکھتے! یہی فرق ہوتا ہے امیروں اور غریبوں کا۔ بس اسی لیے مجھے عبایا سب سے بہتر آپشن لگا۔ میرے گھر میں بھی عزت رہ گئی اور اب آفس میں بھی مجھے کوئی زیادہ ہی غریب سمجھ کر حقارت سے نہیں دیکھتا۔ سامنے نظریں جمائے اس نے نہایت سادگی سے جواب دیا۔ وہ اسے لفظ بالفظ سچ بتا گئی تھی۔۔ اس کے الفاظ اور بات پر راحیل خان نے اپنا نچلا لب بے دردی سے دانتوں تلے کچلا۔ کہہ تو مقابل ٹھیک ہی رہی تھی۔ اسے پتہ نہیں کیوں اس کی بات پر شرمندگی سی ہوئی تھی۔ ڈریس کوڈ تو اسی نے دیا تھا۔ بس اسی لیے!! "تمہاری پوسٹ ایسی ہے مدحا کہ میں چاہ کر بھی ڈریس کوڈ تبدیل نہیں کر سکتا تمھارا۔۔ آبان پہلے ہی میری وجہ سے تمھیں برداشت کر رہا ہے اس کے بعد تو دونوں کو آفس سے باہر پھینک دے گا۔ میری اپنی کمپنی ہوتی تو یقیناً تمھیں ہر طرح کی چھوٹ ہوتی۔ لیکن مجبوری یہ ہے کہ میں خود اس معاملے میں اپنے بھائی کا محتاج ہوں۔ اور باقی جو جیسے مرضی

ڈریسنگ کرے کوئی مسئلہ نہیں! مگر ایک تم اور ایک آبان کی سیکرٹری! تم دونوں کی ڈریسنگ ایک اہم چیز ہے! تم سمجھ رہی ہو نا میری بات؟؟ ونڈ سکرین پر نظریں جمائے وہ جیسے اپنی صفائی دے رہا تھا۔ وہ سچ کہہ رہا تھا۔۔ "میں سمجھ سکتی ہوں۔ اسی لیے خاموشی سے یہ ڈریس پہن لیتی ہوں! اگر مجبوری نا ہوتی تو میں نے زندگی میں کبھی جینز نہیں پہنی۔ بے بسی سے مسکراتے وہ سچ کہہ رہی تھی۔ اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ جینز آفس جانے کے بعد ہی پہنی تھی۔۔ "خدا تمہارے لیے آسانیاں پیدا کرے! ایک مرتبہ میں اپنے شیئرز الگ کر کے کام سیٹ کر لوں پھر جیسے مرضی کرنا ڈریسنگ! جینز پر پابندی لگا دی گیں کوئی مسئلہ نہیں ہے! تم کمفرٹیبل رہو بس! راحیل خان نے مسکرا کر ہلکے پھلکے سے انداز میں کہا۔ وہ شرمندہ ہو رہا تھا اسی لیے اس ٹاپک کی ختم کرنا چاہتا تھا۔۔ مدحا بھی نفی میں سر ہلاتے ہلکا سا مسکرائی۔ "پھر تو اللہ آپ کو جلدی سے ترقی دے! ہنستے ہوئے وہ اسے دعا دے گئی تھی۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ دونوں کچھ دیر پہلے ایک دوسرے کو قتل کرنے کے در پر تھے! "ہاہاہاہا۔۔ آمین! دھیما سا قہقہہ لگاتے اس نے بھی آمین بولا۔۔ گاڑی میں

ایک مرتبہ پھر گمبھیر خاموشی چھائی تھی۔ لیکن فرق یہ تھا کہ اب دونوں کا موڈ خوشگوار تھا۔ ان کی گاڑی کراچی کے رستوں پر فراٹے بھرتی مدحا نسیم کے گھر کی طرف روانہ تھی۔۔

یہاں سے کس طرف جانا ہے! دوبارہ بتاؤ؟! مصروف سے انداز میں اینڈ سکرین" پر نظریں جمائے راحیل خان نے ساتھ بیٹھی مدحا سے سوال پوچھا۔ وہ لوگ اس کے گھر کے کافی نزدیک پہنچ چکے تھے!!"بتاؤ بھی یار جلدی کرو بہت رات ہو گئی ہے! آگے سے کوئی جواب نا پاتے راحیل خان نے پھر سے سوال کیا۔ وہ گاڑی کی سپیڈ بہت آہستہ کر چکا تھا۔ ظاہر ہے آگے کا راستہ نہیں پتہ تھا تو وہ کس طرف جاتا؟ اسے ابھی بھی کوئی جواب نا دیتے دیکھ راحیل خان نے جھنجھلاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔۔ مقابل شیشہ پورا نیچے کیے اپنے ہاتھ پر چہرہ ٹکائے بڑے انہماک سے باہر دیکھنے میں مصروف تھی۔۔ راحیل کی طرف اس کا دھیان تھا ہی نہیں!! راحیل خان نے تعجب سے اسے دیکھتے تھوڑی آگے کو گردن کرتے باہر جھانکا۔ وہ

دیکھنا چاہتا تھا اتنے غور سے مقابل باہر کیا دیکھ رہی ہے کہ اسے اس کی آواز بھی سنائی نہیں دی!! مگر اسے تو سامنے ایک آئس کریم پارلر کے علاوہ اور کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ راحیل خان غلط سمجھ بیٹھا تھا۔ مقابل تو اپنی سوچوں میں گم تھی۔ لیکن اسے لگا تھا شاید وہ آئس کریم پارلر کی طرف دیکھ رہی ہے!! "کھانی ہے؟ اس کی آنکھوں کے آگے ہاتھ کر کے چٹکی بجاتے راحیل خان نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اپنے حساب سے تو اس نے سہی ہی سوال پوچھا تھا۔ مدحا نسیم نے اچانک ہی چونکتے ہوئے اسے دیکھا۔ اسے سمجھ نہیں لگی تھی کہ مقابل نے کیا کھانے کا پوچھا ہے!! "کیا؟ نا سمجھی سے سیدھے ہو کر بیٹھتے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔ "آئس کریم اور کیا! اب دیر تو ہو ہی گئی ہے! ساڑھے سات ہو رہے ہیں! آٹھ بجے تک گھر ہو گی تم! آؤ پہلے آئس کریم کھائیں! وہ اسے ایسے محسوس کروانا چاہ رہا تھا جیسے وہ خود اسے کھلا رہا ہو۔ "نہیں پلیز پہلے ہی بہت دیر ہو گئی ہے! مجھے سو سوالوں کے جوابات دینے پڑے گیں۔ آپ پلیز چھوڑیں آئس کریم کو! مجھے نہیں کھانی۔ فوراً ہی اس کی بات سے نفی کی گئی۔ اسے پہلے ہی فکر لگی ہوئی تھی کہ آج تو فرحت بیگم

کے سوالات اس کا جینا حرام کر دے گیں۔اسے پہلی مرتبہ اتنی دیر ہو گئی تھی۔۔

"پانچ منٹ سے کچھ نہیں ہو گا۔بنااس کی طرف دیکھ کر کہتے راحیل خان نے گاڑی آئس کریم پارلر کے باہر لاتے روکی۔وہ اس کے انکار کو کسی خاطر میں ہی نہیں لایا تھا۔۔"سر پلیز میں۔۔مدحا ابھی کچھ کہتی کہ وہ اس کی بات کاٹ چکا تھا۔"فلیور بتاؤ!اس کی طرف دیکھتے راحیل خان نے پوچھا۔آرڈر لینے کے لیے ایک لڑکا گاڑی کے باہر ہی کھڑا تھا۔!!"چاکلیٹ!ایک گہری سانس بھرتے مدحا نے دھیمے سے کہا۔۔بھلا اس انسان نے اس کی سننی تھی جو وہ بحث کرتی؟؟"دو چاکلیٹ فلیور! جلدی لے آیئے گا پلیز۔آرڈر دیتے راحیل خان نے واپس سے مڑتے اس کی طرف رخ کیا۔اسے خود کو بھی چاکلیٹ فلیور ہی پسند تھا۔اسی لیے دو آرڈر کیے تھے!!"مجھے اب گھر سے بہت زیادہ ڈانٹ پڑے گی۔مدحا نے اس کی طرف دیکھتے جتانا ضروری سمجھا۔۔"میرے لیے تھوڑی سی ڈانٹ کھالو گی تو موٹی نہیں ہو جاؤ گی تم!ایک تو تمھیں آئس کریم کھلا رہا ہوں اوپر سے نخرے دیکھو محترمہ کے!!ناک سکوڑ کر کہتے راحیل خان نے بلآخر دل کی بات کہہ ہی دی تھی۔وہ کتنا

نوٹ کرتا تھا کہ یہ لڑکی بے دھیانی میں بلا جھجھک اسے نخرے دکھا دیتی ہے!!

"میں نخرے نہیں دکھاتی! اپنے بھائی کے علاوہ کسی کو نخرے نہیں دکھائے میں نے آج تک! وہ اس بات سے انکاری تھی۔ جبکہ ضیغم کو یاد کرتے اس کے چہرے پر افسردہ سی مسکراہٹ چھائی۔ کاش کہ آج وہ بھی اس کے ساتھ ہوتا۔ وہ دعا کرتی تھی کہ اس کے پاس چند پیسے آئیں تو وہ سب سے پہلے پولیس کی مدد سے ضیغم کو ڈھونڈے! کیونکہ یہاں رہتے کسی گمشدہ کو ڈھونڈنے کے لیے بھی پیسوں کی ضرورت ہوتی تھی۔ بنا پیسوں کے وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔!!"اوہ گڈ تمھارا بھائی بھی ہے؟ پھر وہ کچھ کیوں نہیں کرتا۔ مطلب تم جاب کرتی ہو خوار ہوتی ہو! وہ کیا کرتا ہے؟ سنجیدگی سے سوال داغا گیا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ بڑا بھائی ہو گا۔۔"ہے نہیں تھا۔ اب پتہ نہیں کدھر ہے وہ! اور وہ بچہ تھا چھوٹا سا۔ میرا اکلوتا بھائی۔ وہ افسردہ ہونے لگی تھی۔ اگر زندگی میں اسے سب سے زیادہ کسی سے محبت تھی تو وہ ضیغم ہی تھا۔ اس کا بھائی۔ "اب کہاں گیا؟ راحیل خان نے نا سمجھی سے تشویش کی۔۔"وہ۔۔ ابھی مدحا کچھ بولتی کہ ایک مرتبہ پھر اس کی بات ادھوری رہ گئی

تھی۔!!"سر یہ آپ کا آرڈر!ان لوگوں کا آرڈر آگیا تھا۔راحیل خان نے سیدھے ہوتے پیچھے کو مڑتے شیشہ نیچے کرتے آرڈر پکڑا۔۔یہ دو ہی آئس کریم سکوپ تھے!دونوں ہی چاکلیٹ فلیور کے تھے!!"بل؟اس لڑکے سے بل لے کر اسی وقت پے کرتے راحیل خان ابھی شیشہ اوپر کرتا کہ لڑکے کی بات نے اسے ٹھٹھکنے پر مجبور کر دیا تھا۔!!"بائے داوے گریٹ کپل سر!!آپ دونوں کی جوڑی بہت پیاری ہے!آئی رئیلی لائیک بوتھ آف یو!نیچے کی طرف جھکتے اس نے سچے دل سے راحیل خان کی طرف دیکھتے تعریف کی۔مدحا کو تو اس نے محض ایک نظر ہی دیکھا تھا۔لیکن واقعی جوڑی کمال کی تھی۔مدحا نسیم نے بری طرح اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔اس کا دل ایک الگ ہی لے پر دھڑکنے لگا تھا۔۔"مائنڈ یور آن بزنس! بیوی نہیں ہے میری!سنجیدگی سے اسے بتاتے راحیل خان نے شیشہ اوپر کیا۔اسے لگ رہا تھا کہ مدحا کو یہ بات بری لگی ہو گی۔جبکہ اسے تو کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔۔ واپس سے مدحا کی طرف مڑتے راحیل خان نے اس کے ہاتھ میں کپ تھمایا۔ "مائنڈ مت کرنا لوگوں کی گندی عادت ہوتی ہے!وہ سر جھٹکتے اسے نجانے کیوں یہ

کہہ رہا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے مقابل کو ویٹر کی وہ بات بری لگی ہو۔۔ مدحا نے محض اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ راحیل کو کون بتاتا کہ اسے تو اپنے پیٹ میں تتلیاں سی اڑتی محسوس ہو رہی تھیں۔ کتنی خوبصورتی سے وہ بیچارہ تعریف کر کے گیا تھا اور اس بتمیز انسان نے کیسے جھاڑ دیا تھا اس ویٹر کو! دل میں کلس کر سوچتے مدحا اپنی آئس کریم کی طرف متوجہ ہوئی۔ وہ اب کسی کو کیا ہی کچھ کہتی؟ راحیل خان بھی سنجیدگی سے آئس کریم کو سائڈ پر رکھتے گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔ اس کا دل نہیں تھا ابھی آئس کریم کھانے کو۔ جبکہ مدحا تو نقاب اُتارتے پوری طرح کھانے میں مگن تھی۔ آہستہ سپیڈ سے چلتی ایک مرتبہ پھر ان کی گاڑی مدحا کے گھر کی طرف روانہ تھی۔۔

یہ تقریباً صبح کا وقت تھا جب مدحا نسیم آفس جانے کے لیے بلکل تیار اپنے کمرے میں کھڑی تھی۔ وہ سب عبایا ہی پہننے جا رہی تھی۔ اس وقت صبح کے سات بج رہے تھے! راحیل خان کا اسے میسج ریسیو ہوا تھا کہ ڈرائیور اسے ٹھیک سات پندرہ پر گھر سے ریسیو کرے گا۔۔ تبھی وہ اب جلدی جلدی اپنی تیاری کو بس آخری ٹچ دے رہی تھی۔!! سب کچھ تو کر لیا تھا اس نے۔ بس اب عبایا پہننا باقی رہتا تھا۔ ڈریسنگ ٹیبل کے آگے آتے اس نے ٹیبل سے اٹھاتے آنکھوں میں بھر بھر کر کاجل لگایا۔ اسے کیسے بھول سکتی تھی بھلا وہ؟ جلدی جلدی میں وہ عبایا اٹھاتے فوراً سے اسے بھی پہن چکی تھی۔ کہ موبائل پر ایک اور میسج آنے پر اس نے آگے بڑھتے موبائل اٹھایا۔۔ ڈرائیور کا میسج تھا۔ اس کا نمبر بھی اسے راحیل خان نے ہی دیا تھا۔ وہ باہر آ چکا تھا۔ سر کے گرد اچھی طرح حجاب لپیٹے مدحا نے کمرے کا لاک کھولا۔ وہ اپنا پرس اٹھاتے باہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔ دروازے کو بند کرتے وہ ابھی پیچھے کی طرف مڑتی کے اپنے پیچھے فرحت بیگم کو دیکھتے ایک لمحے کیلئے اس کے قدم رکے!

وہ اس کے کمرے کے دروازے کے سامنے ہی کھڑی تھیں۔!! "میں جا رہی ہوں! کندھے پر موجود پرس سیٹ کرتے اس نے جیسے انہیں اطلاع دی تھی۔!! "رک یہ باہر اتنی بڑی گاڑی کس کی آئی ہے؟ سچ سچ بتانا کہاں جا رہی ہے تو آفس کے نام پر؟ جانچتی نظریں اس کے چہرے پر گاڑتے اسے بازو سے پکڑتے سوال پوچھا گیا۔ وہ ابھی ہی ہارن کی آواز پر باہر دیکھ کر آئی تھیں۔۔ اور اپنے گھر کے سامنے گاڑی دیکھتے تو وہ واقعی میں دنگ رہ گئی تھیں۔!! "میں آفس ہی جا رہی ہوں! یہ کمپنی والوں کی گاڑی ہے! ٹھٹھک کر مدحا نسیم نے فوراً سے اپنی صفائی پیش کی۔ یہ تو وہ بھول ہی گئی تھی کہ اس متعلق فرحت بیگم کو بھی جواب دینا ہو گا۔ "کسے پاگل بنا رہی ہو محترمہ! کل میں نے دیکھا تھا تم کسی لڑکے کے ساتھ اتنی بڑی گاڑی میں آئی تھی۔ وہ بھی آفس کا ہی لڑکا تھا کیا؟ کچھ زیادہ ہی مہربانیاں نہیں کر رہے یہ لوگ تمہارے اوپر؟ فرحت بیگم دوبارہ کچھ بولتی کہ آئیزہ نے بھی اِدھر آتے بات کے درمیان میں حصہ ڈالا۔ اس نے کل راحیل خان کے ساتھ مدحا کو ایک ہی گاڑی میں دیکھا تھا۔ تب تو اس نے کچھ نہیں کہا لیکن اب موقع پر چوکا مارنا

وہ بلکل نہیں بھولی تھی۔۔ "اللہ اب آفس کے نام پر تو یہ سب کرنے لگی ہے! ارے پورے محلے میں ناک کٹوائے گی کیا ہماری؟ کاش کہ آج تیرے باپ کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو میں دکھاتی اسے کہ کیسے اس کی بیٹی کے لچھن خراب ہو چکے ہیں! اللہ معاف کرے توبہ توبہ! فرحت بیگم کی دہائیاں شروع ہو چکی تھیں۔ جبکہ مدحا نے ایک خاموشی نظر سامنے کھڑی آئیز اپر ڈالی۔ اسے کبھی کبھی شدید غصّہ آتا تھا کہ ایک کم تھی جواب یہ دوسری بھی آگئی تھی۔ پتہ نہیں اس کی زندگی کب سیٹ ہونی تھی۔!! "کچھ غلط کام نہیں کر رہی میں امی! آفس والوں نے کل سے ایک اسکیم کھولی تھی جس میں سارے ورکرز کو پک اینڈ ڈراپ کی سروس وہ لوگ خود دے گیں! صرف مجھے نہیں باقی سب کو بھی ایسے ہی گاڑیاں لینے جائیں گیں۔ بلکہ تین چار کو تو آگے سے میری گاڑی میں ہی بیٹھنا پڑے گا۔ اس لیے آپ زیادہ مت سوچیں۔۔ ابو کی بیٹی کے لچھن بلکل ٹھیک ہیں!! فرحت بیگم کی طرف دیکھ کر کہتے وہ بڑی صفائی سے بات کو کور کر رہی تھی۔ اب وہ سچ تو بول نہیں سکتی تھی کہ اس پر راحیل خان کی مہربانیاں ہیں! تبھی جھوٹ کا سہارا لیا۔ یہ اس کے کردار کے

لیے ضروری تھا۔ "تو سچ کہہ رہی ہے نہ؟ دیکھ اگر ایسا ویسا کچھ بھی کام کیا تو یاد رکھنا زندہ دفنا دوں گی تُجھے زمین میں! باپ تو تیرا بستر پر پڑا ہے! سوچ کوئی روک بھی نہیں سکتا مجھے!! مزید سختی سے اپنے ناخن اس کے بازو میں کھبوتے وہ زہر آلود لہجے میں اسے وارن کر گئی تھیں۔ مدحا نسیم نے درد کی شدت سے ہونٹ بھینچتے انہیں دیکھا۔ اب تو عادت سی ہونے لگی تھی یہ درد سہنے کی۔۔ "کچھ غلط نہیں کروں گی میں وعدہ ہے میرا آپ سے! اب جانے دیں مجھے دیر ہو رہی ہے! اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کرتے اس نے جانے کیلئے جیسے منت سی کی۔ ورنہ وہ جانتی تھی یہ دونوں اتنی آسانی سے جان چھوڑنے والی نہیں ہیں!! "تنخواہ کب ملے گی تُجھے؟ اس کے بازو سے چھوڑتے فرحت بیگم نے اب اپنے مطلب کی بات کی۔ انہیں تنخواہ کی فکر رہتی تھی بس! مدحا نسیم نے بھینچے ہے ہونٹ مزید سختی سے آپس میں پیوست ہوئے! کماتی وہ تھی اور کھاتی یہ دونوں تھیں۔ اس کے حصے میں ایک روپیہ بھی نہیں آتا تھا۔۔ "ایسے کیا دیکھ رہی ہے بول بھی! پھر چلی جانا۔ اس کچھ بھی نا بولتے دیکھ فرحت بیگم نے اس کے بازو پر ٹھوہکا لگایا۔۔ "ابھی مہینہ ختم

ہونے میں پانچ دن باقی ہیں۔۔ ظاہر ہے اپنے وقت پر ہی ملے گی۔اور آپ بے فکر رہیں جب بھی ملے گی آپ کے ہاتھ میں ہی لا کر رکھوں گی۔۔ سنجیدگی سے کہتے مدحا نے ایک مرتبہ پھر اپنے کندھے پر موجود پرس سیٹ کیا۔۔پرس میں موجود موبائل پر میسج کی ٹون بجی تھی۔۔"اب میں جاؤں؟اس نے جیسے فرحت بیگم سے اجازت چاہی۔"ہاں جااور کوشش کرنا تنخواجلدی ملے! پیسے نہیں ہیں اب میرے پاس۔ سارے تیرے اس مہینے کے رکشے کے خرچوں میں نکل گئے! شکر ہے آفس والوں نے خود ہی مشکل حل کر دی!اس کے بازو سے کر کر کہتے فرحت بیگم نے اسے تنبیہ کی۔۔ مدحا نسیم نے خاموشی سے ایک افسوس بھری نظر ان پر ڈالتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ڈرائیور کب سے باہر انتظار کر رہا تھا۔۔

خالہ میں کہہ رہی ہوں جھوٹ بول رہی تھی۔یقیناً کوئی لڑکے کا چکر ہے اس کے " ساتھ۔آپ یقین کریں کل اتنا خوبصورت لڑکا تھا اس کے ساتھ۔کوئی امیر شہزادہ لگ رہا تھا۔اب اتنے پیارے ڈرائیور تو نہیں ہوتے نا؟ مدحا کے جاتے ہی آئیزا نے آگے آتے فرحت بیگم کے کان بھرنے شروع کر دیے تھے! وہ چھت پر تھی جب

کل رات کو مدحا واپس آئی تھی۔ اس نے راحیل خان کو بھی دیکھا تھا اور اس کی گاڑی کو بھی۔۔ "ہے کیا اس میں جو کوئی منہ لگائے گا اس کو! یہ امیر لوگ بس دو دن رکھتے ہیں لڑکی کو اور پھر دل بھر جانے پر کسی اور کے پاس۔ اچھا ہے اسے استعمال کر کے پھینک دے گا کہیں۔ ایک سے تو جان چھوٹ گئی میری اس سے بھی چھوٹ جائے گی۔ فرحت بیگم نے اپنی زبان سے زہر اگلا۔ مدحا اور ضیغم کے لیے وہ کچھ اور منہ سے نکال بھی نہیں سکتی تھیں۔۔ "ارے ارے پھر کمائے گا کون! میں کہہ رہی ہوں اسے زیادہ ڈھیل مت دو۔ ایسے رکھو کہ لگام بھی ڈلی رہے اور کما کر یہ آپ کے ہاتھ میں نوٹ بھی تھماتی رہے! ایسا تیر پھینکو جس سے دو شکار ہو! یہ لڑکی کان بھرنے سے باز نہیں آئی تھی۔ جب سے یہ اس گھر میں آئی تھی مدحا نسیم کی زندگی دگنی مشکل میں پڑ چکی تھی۔۔ "کہہ تو تو بلکل ٹھیک رہی ہے! آنے دے اب اسے کھینچتی ہوں ذرا میں اس کی لگامیں! لیکن گاڑی میں جا رہی ہے تو جانے دیتے ہیں۔ میں اسے ایک روپیہ کرائے کا نہیں دینے والی۔۔ بات کے آخر میں انہیں اپنے پیسوں کی فکر ضرور لگ گئی تھی۔!! "اول یہ میرا تو کام تھا سمجھانا۔ آگے آپ

کی مرضی ! کندھے اچکا کر کہتے آئیزہ نے اپنے قدم واپس سے اپنے کمرے کی جانب بڑھائے۔۔ پیچھے فرحت بیگم بھی کچھ سوچتے اپنے کمرے کی طرف بڑھیں۔ نسیم صاحب کی دوائی کا وقت ہونے والا تھا۔ انہیں وہی دینی تھی۔ البتہ شام میں مدحا کی خبر لینے کا ارادہ ان کا ضرور تھا۔۔

یہ تقریباً شام کا وقت تھا جب خان ولا میں اس وقت سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں محو تھے ! اس وقت تقریباً سارے لوگ ہی یہاں موجود تھے سوائے آبان خان اور راحیل خان کے ! وہ دونوں آفس تھے ! ! اس وقت تقریباً شام کے پانچ بجے کا وقت تھا۔ حالانکہ یہ گرمیوں کے دن تھے لیکن پھر بھی اس وقت خان فیملی لاؤنج میں بیٹھی سارے ہی چائے سے لطف اٹھا رہے تھے ! کتنی بھی گرمی پڑتی چائے تو پھر چائے ہی تھی۔ ! ! "السلام وعلیکم ! ابھی سب بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ آبان خان اور راحیل خان نے اندر داخل ہوتے ہم آواز میں سلام کیا۔ وہ دونوں بھی ابھی ہی آفس سے آئے تھے ! لاؤنج میں سب کو بیٹھے دیکھ دونوں نے اسی

طرف اپنے قدم بڑھائے! "وعلیکم السلام! کیسے ہو بیٹا؟ دا جان کی طرف سے مسکراتے ہوئے جواب آیا۔ انہوں نے راحیل خان کی طرف دیکھتے حال پوچھا تھا۔۔ "ٹھیک ہوں فریش ہو کر آتا ہوں! سنجیدگی سے جواب دیتے راحیل خان نے مزید بنا کسی کی طرف دیکھے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے۔۔ان لوگوں کی یہ اچھائی اسے بھاتی ہی کب تھا بھلا؟؟ "تم تو بیٹھو آبان! چائے بنواؤں تمہارے لیے؟ سب کی نظریں راحیل خان کی پشت پر جمی دیکھ عزرا بیگم نے مسکراتے ہوئے سامنے کھڑے آبان خان کو مخاطب کیا۔ "نہیں ماما میں بھی آتا ہوں فریش ہو کر! پھر بیٹھتے ہیں ساتھ!! ایک نظر پورے لاؤنج میں دوڑاتے آبان خان نے ہلکا سا مسکراتے جواب دیا۔ اسے پورے لاؤنج میں اپنی بیوی نظر نہیں آئی تھی۔۔ دھیما سا مسکرا کر کہتے آبان خان نے خود بھی اوپر کی جانب قدم بڑھائے۔ اسے تعجب ہو رہا تھا کہ درفشاں آج سب کے ساتھ لاؤنج میں کیوں نہیں ہے! کہیں اس کی کمر میں پھر سے درد تو نہیں ہو گیا؟ بے ساختہ ہی آبان خان کے دل میں سوال اٹھا۔۔ سر جھٹکتے وہ سنجیدگی سے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ اب تو جا کر ہی پتہ

چلنا تھا۔۔ آبان خان اس وقت گرے کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس تھا۔ آفس کے لیے اس کا ایک یہی مخصوص لباس ہوتا تھا۔ شلوار قمیض وہ پہنتا تھا لیکن صرف گھر میں ! اس کے علاوہ آفس میں وہ صرف تھری پیس سوٹ ہی پہن کر جاتا تھا۔۔

آبان خان دھیرے سے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ وہ اندر داخل ہوتے پیچھے سے دروازے کو واپس سے لاک کر چکا تھا۔ اپنی ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے آبان خان میں پیچھے کو مڑتے دیکھا۔ لیکن جلد ہی اس کی آنکھیں حیرت اور پریشانی سے پھیلی تھیں۔ سامنے ہی در فشاں خان صوفے پر بیٹھی گھٹنوں پر سر ٹکائے زور و شور سے رونے میں مصروف تھی۔ وہ پتہ نہیں کیوں رو رہی تھی۔ آبان خان پریشانی سے تیز تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھا۔ جب وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا تب تو مقابل بلکل ٹھیک تھی۔۔ اب ایسا کیا ہو گیا تھا کہ اس کے آنسوں دور سے بھی آبان خان کو ٹپکتے ہوئے نظر آ گئے تھے ؟ وہ تڑپتے ہوئے اس کی طرف

بڑھا۔ "کیا ہوا ہے میرا بچہ ایسے کیوں رو رہی ہو؟ آبان خان نے اس کے پاس جاتے صوفے کے سامنے نیچے زمین پر بیٹھتے فکر مندی سے پوچھا۔اسے اچانک ہی پریشانی سی ہونے لگی تھی۔۔ درفشاں خان نے ایک خاموشی نظر اس پر ڈالی۔اس کی سنہری آنکھیں رو رو کر ہلکی سی سوجی ہوئی تھی۔ پتہ نہیں وہ کب سے رو رہی تھی۔ ایک نظر آبان خان کو دیکھتے اس نے خاموشی سے اپنے گھٹنوں میں چہرہ چھپایا۔اسے ابھی بس رونا آرہا تھا۔۔ "ہئے لٹل پرنسز بتاؤ تو ہوا کیا ہے؟ رو کیوں رہی ہو میری جان؟اس کے گھٹنوں پر ہاتھ جمائے پریشانی سے پھر سے سوال دہرایا گیا۔ مقابل جواب بھی نہیں دے رہی تھی۔!! پھر وہی جواب ندارد!! وہ پہلے اپنے رونے کا شغل پورا کر لیتی۔۔ آبان خان نے پریشانی سے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے کچلا۔ وہ یاد کر رہا تھا کہ کہیں اس سے تو کوئی غلطی نہیں ہوئی جو مقابل رو رہی ہے۔۔ لیکن اسے تو ایسا کچھ یاد ہی نہیں آرہا تھا۔ان دونوں کی تو ایک عرصے سے کوئی لڑائی بھی نہیں ہوئی تھی۔ دونوں ہی ہنسی خوشی ایک اچھی زندگی گزار رہے تھے!! لیکن پھر وہ رو کیوں رہی تھی؟اسے کہیں درد تو نہیں ہو رہا ہوگا؟ دل میں

سوچتے آبان خان نے پھر سے اس کے گھٹنے پر ہاتھ جمایا۔!!"میری جان بتاؤ تو ہوا کیا ہے؟ تمھیں کہیں پر درد ہے تو مجھے بتاؤ۔ ہم ڈاکٹر کے پاس چل لیتے ہیں۔ایسے رونے سے مسئلے حل تو نہیں ہو جائے گیں نا؟ دل میں پلتا سوال پوچھا گیا۔ وہ فکر مندی سے زمین پر بیٹھا کب سے انتظار کر رہا تھا کہ مقابل کے منہ سے کچھ نکل جائے! لیکن وہ تو کچھ بھی بولنے پر راضی ہی نہیں تھی۔!!"درفشاں؟؟اب اسے غصّہ آنے لگا تھا۔ وہ کب سے بیٹھا یہاں اس کی فکر میں ہلکان ہو رہا تھا اور مقابل کو فکر ہی نہیں تھی۔ آبان خان نے اس کا سر گھٹنوں پر سے اٹھاتے سختی سے اسے پکارا۔ درفشاں خان جو واپس سے منہ گھٹنوں میں دینے لگی تھی اس کی سخت پکار پر نا چاہتے ہوئے بھی وہ رک چکی تھی۔ اس انسان کا غصّہ برداشت کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔!!"کیا ہوا ہے بولو شاباش! اس کے گال پر ہاتھ رکھتے آبان خان نے سنجیدگی مگر نرمی سے پھر سے یہی ایک سوال دہرایا۔۔ درفشاں خان نے موٹے موٹے آنسوؤں سے بھری آنکھیں اس پر جمائے اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا۔۔"آبان!! بہت دھیمی سی اس کی آواز نکلی تھی۔!!"بولو میری جان! کوئی

بات کوئی پریشانی ہے تو بتاؤ مجھے ! میں کس لیے ہوں تمہاری پریشانی ہی حل کروں گا۔ بتاؤ ! ! اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے آبان خان نے محبت سے اسے بہلانا چاہا۔ وہ بس وجہ جاننا چاہتا تھا۔۔ مقابل کیوں اتنا رو رہی ہے ! ! در فشاں خان نے پھر سے خاموشی سے اسے دیکھتے اپنے دوسرے ہاتھ میں موجود کوئی چیز اس کی طرف پھینکی۔۔ اسی لیے اس نے دوسرے ہاتھ کی مٹھی بنائی ہوئی تھی۔ منہ سے بتانے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ تبھی اس نے یہی آبان خان کی طرف پھینک دی تھی۔۔ آبان خان نے نا سمجھی سے اپنے کندھے پر لگتی چیز کو دیکھا۔ وہ ابھی زمین بوس ہوتی کہ آبان خان پہلے ہی اسے اپنے ہاتھ میں پکڑ چکا تھا۔ ! ! آبان خان نے پہلے تو حیرت سے اپنے ہاتھ میں موجود چیز کو دیکھا۔۔ ایک لمحے کے لیے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آرہا تھا۔ کیا واقعی یہ سچ تھا؟ اس نے ایک نظر واپس غور سے اپنے ہاتھ میں موجود چیز کو دیکھتے در فشاں کی طرف دیکھا۔۔ ! "یہ ایک پریگنینسی کٹ تھی جو کہ پازیٹیو تھی۔ یعنی کہ وہ باپ بننے والا تھا۔۔ آج صبح ہی در فشاں نے یہ خود ہی چیک کیا تھا۔ اسے پچھلے تین سے چار دنوں سے اپنے اندر کچھ تبدیلی محسوس ہو رہی

تھی۔اور آج صبح تو اسے وومٹ بھی ہوئی تھی۔ تبھی اس نے یہ ٹیسٹ کیا تھا جو کہ پازیٹیو نکلا تھا۔ اور تب سے ہی اسے وقتاً فوقتاً مسلسل رونا آرہا تھا۔ یہ خوشی کے آنسوں تھے! وہ جیسے بے یقین تھی کے اللہ اسے بھی اتنی بڑی خوشی سے نواز رہا تھا۔!!" یہ۔۔یہ سچ ہے نہ؟ بے یقینی کے عالم میں ایک مرتبہ پھر سے کٹ کو چیک کرتے آبان خان نے دھیمے سے پوچھا۔اس کا لہجہ بلکل بے یقین تھا۔ درفشاں کی طرح اسے بھی یقین نہیں آرہا تھا۔۔"یہ سچ ہے آبان! میں پریگننٹ ہوں! اتنا کہتے یہ لڑکی پھر سے رونے لگی تھی۔ پتہ نہیں کیوں اس کا دل اتنا بھاری ہو رہا تھا کہ اسے بار بار رونا آرہا تھا۔۔آبان خان نے ہنستے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے کٹ کو سائڈ پر رکھتے کھڑے ہو کر صوفے پر بیٹھتے درفشاں کو اپنے سینے سے لگایا۔ وہ مارے خوشی کے اسے سختی سے خود میں بھینچے ہوئے تھا۔"اس میں رونے والی کیا بات ہے میری جان! اتنا خوشی کا موقع ہے اور تم رو رہی ہو! ہم تو جتنا اللہ کا شکر ادا کریں اتنا کم ہے! حالانکہ اس کی خود کی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔ لیکن پھر بھی وہ اسے چپ کروانا زیادہ ضروری سمجھ رہا تھا۔خوشی تھی کہ سمبھالے نہیں سمبھل

رہی تھی۔ آبان خان کو ایک پرسنٹ بھی گمان نہیں تھا کہ ابھی ایسا کچھ ان لوگوں کی زندگی میں ہوگا۔ لیکن اس وقت اس کا دل تھا کہ ہواؤں میں اڑے!! وہ باپ بننے جارہا تھا۔ "یہ خوشی کے آنسوں ہیں آبان! اس کے سینے سے چہرہ باہر نکالتے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے درفشاں خان نے دھیمے سے اسے بتایا۔ وہ سچ کہہ رہی تھی۔!! "افف میں تمھیں بتا نہیں سکتا درفشاں اس وقت میری کیفیت کیا ہے! میری پہلی اولاد اس دنیا میں آنے والی ہے اور یقین کرو میرا دل ہواؤں میں اڑ رہا ہے! مطلب میں گنہگار انسان کہاں ڈیزرو کرتا ہوں ایسی خوشیاں یار۔ لیکن ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے میری اوقات سے زیادہ نواز کر مجھے حیران کر دیتے ہیں!! اپنی آنکھوں میں موجود نمی صاف کرتے وہ اسے اپنے دل کی کیفیت سے آگاہ کر رہا تھا۔ کیسا عجیب احساس تھا باپ بننے کا! "میں خود بہت شوک میں تھی آبان! مطلب ہمارا بچہ۔ افف!! درفشاں خان نے ہلکا سا مسکراتے اس کی بیئرڈ پر ہاتھ رکھا۔ دونوں کے دل اس وقت ایک ہی لے پر دھڑک رہے تھے! ان لوگوں کو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیسے اس خوشی کو سیلبریٹ کریں! "تم نے گھر میں کسی کو بتایا؟

آبان خان نے مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پر بوسا دیتے سوال کیا۔ "میں خود کیسے بتاتی آبان! میں تو آپ کا انتظار کر رہی تھی۔ ظاہر ہے آپ بتائیں گیں سب کو!! اسے جیسے مقابل کی عقل پر افسوس ہوا تھا۔ "اوہ ہاں میں ہی بتاؤں گا۔ یار میں بتا نہیں سکتا میں کتنا خوش ہوں! ہڑبڑاہٹ میں کہتے آبان خان نے ایک مرتبہ پھر اسے اپنے سینے میں بھینچا۔ درفشاں خان نے مسکراتے ہوئے سکون سے اس کے سینے سے لگے آنکھیں موندی۔ اس کی زندگی مکمل ہونے جا رہی تھی۔ خدا نے بھی اس کی کوتاہیوں کو معاف کرتے اسے ہر نعمت سے نواز دیا تھا۔ اور وہ دونوں دل سے اس کے لیے خدا کے شکر گزار تھے! "چلو سب کو بتاتے ہیں! نیچے لاؤنج میں ہی ہیں سب! اچھا ہے سب کو ایک ساتھ پتہ چل جائے گا۔۔ آہستہ سے اسے اپنے ساتھ ہی صوفے سے کھڑا کرتے آبان خان نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے کہا۔ اسے سب کے ریکشن دیکھنے کی بہت خوشی تھی۔۔ خان فیملی میں انیس بیس سالوں بعد زارا خان کے بعد کوئی خوشی آ رہی تھی۔ اور وہ تھا بھی خان فیملی کا سب سے بڑا بیٹا۔ اسے یقین تھا کہ سب خوشی سے پاگل ہو جائے گیں! جیسے اس

وقت وہ خود ہو رہا تھا۔!! درفشاں خان مسکرا کر اسے دیکھتے صوفے پر سائڈ سے اپنا دوپٹہ اٹھا کر سر پر اوڑھتے اس کے ساتھ ہی آگے کو بڑھی۔۔ وہ دونوں دھیمے دھیمے چلتے دروازے سے نکلتے نیچے کی طرف بڑھ رہے تھے!

سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے ابھی تک باتوں میں محو تھے کہ آبان خان نے تیز تیز قدموں سے عزرا بیگم کی طرف آتے انہیں صوفے سے کھڑا کیا۔ اسے سب سے زیادہ خوشی اپنی ماں کو بتانے کی تھی۔ درفشاں خان ایک طرف کھڑی ہونٹ کاٹتے آبان خان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ واقعی خوشی سے پاگل ہونے کو تھا۔۔ باقی سب بھی اچانک ہی آبان خان کی طرف متوجہ ہوئے! وہ لاؤنج میں آیا ہی اس طریقے سے تھا کہ سب کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔ راحیل خان بھی کپڑے چینج کرتے یہیں پر بیٹھا تھا۔۔ "کیا ہو گیا ہے؟ ماشاءاللہ اتنی خوشی کس بات کی ہے؟ عزرا بیگم نے مسکراتے آبان خان سے پوچھا۔ وہ انہیں کھڑا کیے اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھا۔۔ "افف ماما آپ کو اندازہ نہیں ہے کتنی بڑی خوشی ہے۔ آپ سنے گیں تو آپ

بھی جھوم اُٹھے گیں۔اس کے چہرے کی چمک دیدنی تھی۔ مسکراتے ہوئے وہ عزرا بیگم کو بتانے لگا تھا۔۔"اچھا ایسی کیا بات ہے ؟اس کے ماتھے پر لب رکھتے عزرا بیگم نے سوالیہ نظریں اس پر گاڑی ! وہ خوش اتنا تھا کہ انہیں ڈر تھا ان کی ہی نظر نا لگ جائے ! ! آبان خان نے انہیں ایک منٹ کے لیے چھوڑتے در فشاں کو بازو سے پکڑتے اپنے ساتھ کھڑا کیا۔ وہ ہمت کرتے اب سب کو بتانے لگا تھا۔ ! ! "ماما ہم دونوں پریگنینٹ ہیں ! در فشاں اور اپنی طرف اشارے کرتے وہ مارے خوشی کے بنا سوچے سمجھے بول چکا تھا۔خوشی اور ہڑ بڑاہٹ کا یہ عالم تھا کہ وہ اپنے ہی الفاظ نہیں سن سکا تھا۔۔ عزرا بیگم کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ یہ ہم سے کیا مراد تھی لڑکے کی ؟ ان کا اچھا خاصا مرد بیٹا خود کو پریگنینٹ کہہ رہا تھا۔۔ باقی سب کا بھی کچھ یہی حال تھا۔ وہ حیرت سے پوری بات کو چھوڑے بس ایک ہم لفظ پر غور کرتے آبان خان کو دیکھ رہے تھے ! جبکہ راحیل اور بالاج خان نے منہ نیچے کرتے اپنی ہنسی دبائی۔ جب آبان کے خوشی کا کہا تھا ان دونوں کے دماغ یہیں تک پہنچے تھے ! اور ان کا اندازہ بلکل ٹھیک نکلا تھا۔۔"بیٹا جی اندازہ ہے تمھیں کیا بولا ہے تم نے ؟ عزرا

بیگم نے اسے اس کے الفاظ کا احساس دلانا چاہا۔ "سہی تو بولا ہے! اور اتنے ٹھنڈے ری۔۔ بولتے ہوئے وہ ساتھ اپنے پچھلے لفظوں پر غور کر رہا تھا کہ منٹ میں اس کی زبان کو بریک لگی۔ شاید اسے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔۔ "نہیں نہیں سوری! میں پریگنینٹ ہوں! در فشاں کی طرف مسکرا کر دیکھتے اسے لگا تھا جیسے اس مرتبہ اس نے اپنے لفظوں کو سہی کر لیا ہو۔ وہ اب سب کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ "مبارک ہو بھائی! اب نو مہینے تک آپ ریسٹ بلکل ریسٹ کیجئے گا۔ کوئی بھاری سامان نہیں اٹھانا آپ نے! فل ٹائم بستر بس!! سب سے پہلے اکثم خان نے صوفے سے اٹھتے اس کے پیٹ پر نظریں جمائے مسکراتے ہوئے کہا۔۔ اگر آبان خان ابھی پاگل ہوا تھا تو شاید اکثم خان پیدائشی پاگل تھا۔ ان لوگوں نے بے وقوفی کی حد کر رکھی تھی۔۔ وہ ابھی آگے بڑھتے اس سے گلے ملتا کہ آبان خان نے اس کے سر پر تھپڑ مارا۔۔ یہ ذلیل انسان سب کے سامنے اسے یہ کیسی باتیں بول رہا تھا۔۔ "پاگل ہو گیا ہے کیا؟ اکثم کو گھورتے وہ اپنے لفظوں پر غور کیے بغیر اس کے لفظوں اور نظروں کو نوٹ کر رہا تھا۔۔ "چلو جی میں نے کوئی غلط تو نہیں کہا۔ ابھی

آپ نے ہی تو کہا ہے کہ آپ پریگننٹ ہیں! بس میں تو ٹپس دے رہا تھا کچھ۔!! اپنا سر مسلتے اکشم خان نے منہ بنایا۔ مجال تھی جو کوئی اس کی عزت کر لے! وہ بیچارہ ایک تو اسے سب سے پہلے مبارک باد دے رہا تھا اوپر سے تھپڑ بھی اسے ہی پڑ چکا تھا۔۔ آبان خان نے نا سمجھی سے اسے دیکھتے پھر لاؤنج میں سب کو دیکھا۔ کیا اس نے پھر سے کچھ غلط بول دیا تھا کیا؟؟ ایک مرتبہ پھر سب کا وہی ریکشن! کوئی ہنس نہیں رہا تھا بس سب حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے! جبکہ درفشاں خود اپنے شوہر کی حرکتوں پر شرمندگی سے کھڑی تھی۔۔ آبان خان نے ایک نظر سب کو دیکھتے پھر سے اپنے لفظوں پر غور کیا۔ "اوہ نہیں! بے ساختہ ہی اس کے منہ سے پھسلا۔ ایک مرتبہ پھر غلطی ہو چکی تھی۔!! "اوکے میں آسان لفظوں میں بتاتا ہوں۔ آپ ماں بننے والی ہیں! عزرا بیگم کو دونوں بازو سے تھامے وہ نہایت خوشی سے انہیں یہ خبر دے رہا تھا۔۔ عزرا بیگم کو بے ساختہ ہی کھانسی کا دورہ پڑا۔ جبکہ سب کی نظریں بے ساختہ دلشاد خان کی طرف اٹھی تھی۔ راحیل اور بالاج خان کا تو بس نہیں تھا کہ قہقہے لگائے! وہ جس طرح اپنی ہنسی روک کر بیٹھے تھے یہ تو وہ دونوں ہی

جانتے تھے!! لاؤنج میں موجود ہر انسان کی نظریں خود پر محسوس کرتے دلشاد خان بے ساختہ ہی گلا کھنکھارتے سیدھے ہوتے بیٹھے۔ انہوں نے تو ایسا کچھ کیا ہی نہیں تھا۔ ان کا بس نہیں تھا آبان کا منہ توڑ دیں! جو فضول میں سب کی نظروں میں انہیں مشکوک بنا گیا تھا۔۔ "لا حول ولا قوۃ الا باللہ!!" یہاں سب کی شرم مر گئی ہے!! داجان نے ایک نظر آبان خان کو اور پھر دلشاد خان کو گھورتے با آواز بلند پڑھا۔ انہیں اپنے بیٹے پر شک جبکہ پوتے پر پاگل کا گمان ہوا تھا۔ وہ واقعی خوشی سے پاگل ہونے کو تھا۔ تبھی ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا۔!! "حد ہے داجان! اتنی خوشی کی خبر پر آپ ایسے بول رہے ہیں! لگتا ہے میں سوتیلا ہوں تبھی آپ سب کو کوئی خوشی نہیں ہو رہی!! منہ بناتے آبان خان نے داجان کی طرف دیکھتے خفگی سے کہا۔ اسے یہ اُمید تو نہیں تھی کہ سب ایسا ریکشن دے گیں! "اور ماما آپ تو کھانسنا بند کریں! میں سچ بول رہا ہوں! وہ عزرا بیگم سے بھی خفا نظر آرہا تھا۔ "آبان آپ نے پھر غلط بول دیا تھا۔ اسی لیے سب آپ کو گھور رہے ہیں۔ درفشاں نے شرمندگی سے ایک نظر سب کو دیکھتے تھوڑا اوپر کو ہوتے آبان خان کے کان

میں سرگوشی کی۔ وہ خود زمین میں دھنسنے والی تھی۔ شرمندگی ہی اتنی تھی!! آبان خان نے اس کی سرگوشی پر منہ میں زبان رول کرتے ایک مرتبہ پھر اپنے الفاظوں پر غور کیا۔ اور جلد ہی یہ زبان دانتوں تلے جا کر چپک گئی تھی۔ کیا کوئی اولاد کی خبر سن کر اتنا بھی پاگل ہو سکتا تھا جتنا وہ ہو چکا تھا؟؟" سوری میں غلطی سے بول گیا تھا۔ میرا مطلب تھا کہ میں ماں۔۔ ابھی وہ مزید کچھ بول کر یہاں موجود ہر انسان کو شرم سے پانی پانی کرتا کہ پہلے ہی عزرا بیگم نے اس کا کان پکڑتے مروڑا۔۔ "ایک لفظ نا نکلے اب تمہارے منہ سے! اسے گھورتے ہوئے وہ سختی سے اس کا کان پکڑتے اسے خاموشی رہنے کی تاکید کر چکی تھی۔ آبان خان نے منہ کے زاویے بگاڑتے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ عزرا بیگم نے ایک آخری گھوری اس پر ڈالتے اسے چھوڑتے درفشاں کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ اندازہ تو سب کو ہی ہو چکا تھا کہ خبر کیا ہے! بس لفظوں کا ہیر پھیر ہو رہا تھا۔۔ "کیا یہ سچ ہے بیٹا؟ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے انہوں نے نرمی سے پوچھا۔ وہ پھر بھی ایک مرتبہ کنفرم کرنا چاہتی تھیں۔۔ درفشاں خان نے نظریں جھکائے ہی ہاں کی صورت میں سر ہلایا۔۔ اس کی ساری بے

شرمی بس آبان خان کے سامنے ہی نکلتی تھی۔ یہاں وہ شرم سے جیسے زمین میں گڑھنے والی تھی۔!! "ماشاءاللہ نظر نا لگے تم لوگوں کی خوشیوں کو! عزرا بیگم نے مسکرا کر دعا دیتے اسے اپنے ساتھ لگایا۔ سب کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ سب ہی اس خبر سے بے تحاشا خوش تھے! بس آبان خان کی غلطی نے انہیں حیران و پریشان کر دیا تھا۔!! "مبارک ہو بیٹے! خوش رہو! داجان نے کھڑے ہو کر آگے بڑھتے درفشاں کے سر پر ہاتھ رکھا۔ وہ ساتھ ہی اس کے سر سے نوٹ بھی وار گئے تھے! یہ ایک طرح کا صدقہ تھا۔ تاکہ ان لوگوں کی خوشیوں کو کسی کی نظر نا لگے! اسی طرح سب نے آگے بڑھتے مسکراتے ہوئے اسے دعا دیتے تقریباً سارے بڑے ہی درفشاں پر سے نوٹ وار رہے تھے!! سب کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ پوتوں میں سے خان فیملی کا یا کی وارث آنے والا تھا/ تھی۔۔ سوائے ایک کے اور وہ تھا آبان خان!! وہ منہ پھلائے ایک طرف کھڑا سنجیدگی سے سب کو دیکھ رہا تھا۔ جو درفشاں پر سے پیسے وارتے اسے مبارک باد دے رہے تھے! محنت تو ساری اس کی تھی۔ اسے کوئی کچھ کیوں نہیں کہہ رہا تھا؟ وہ کھڑا منہ پھلائے

یہی سوچ رہا تھا۔۔ سارے کے سارے درفشاں پر ہی پیار لٹائے جا رہے تھے۔ اسے تو کسی نے یہ بھی نہیں کہا تھا کہ تمھیں مبارک ہو!! "بیٹھو بیٹا۔ عزرا بیگم نے مسکراتے ہوئے درفشاں کو صوفے پر بٹھایا۔۔ راحیل خان ترحم بھری نظروں سے آبان کو دیکھ رہا تھا۔ بیچارے کو باپ بننے پر بھی کوئی عزت نہیں مل رہی تھی۔!! "میرا خیال ہے یہ میرا بھی برابر کا بچہ ہے! کسی کو بھی اپنی طرف متوجہ نا دیکھ آبان خان نے بولتے خود ہی اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہا۔ اسے اپنی بیعزتی واضح محسوس ہو رہی تھی۔۔ درفشاں خان نے محبت سے اسے دیکھا۔ اس کا پھولا ہوا منہ دیکھتے بے ساختہ ہی درفشاں کا دل تھا کہ اس کے گال چوم لے! جو کہ وہ کمرے میں جا کے کر بھی لیتی! "خبردار جو تم کچھ بولے تو!! داجان اور دلشاد خان نے ہم آواز میں اسے سختی سے تاکید کی۔ پہلے ہی وہ بہت اپنی زبان کے جوہر دکھا چکا تھا۔ مزید کچھ بولتا تو یہاں سب نے منہ چھپا لینا تھا۔۔ آبان خان کا بگڑا منہ مزید بگڑا۔ یہ ہوا کیا تھا آخر اس کے ساتھ! لاؤنج میں بیٹھے سبھی نفوس اسے ہی گھور رہے تھے! پھر سے بول کر وہ واپس سے سب کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔۔ ابھی سب اسے ہی گھور

ہی رہے تھے کہ اچانک ہی سب کے قہقہوں کی گونج پورے لاؤنج میں گونجی۔ سب کے ایک ساتھ قہقہے اڈتے باہر نکلے جن میں آبان خان کا قہقہہ بھی شامل تھا۔۔ وہ اپنے لفظ یاد کرتے خود ہی ہنس رہا تھا۔ درفشاں خان نے اس کی طرف دیکھتے دل میں ہزار مرتبہ ماشاء اللہ بولا۔ وہ ہنستے ہوئے لگ ہی اتنا پیارا رہا تھا۔!! "مبارک ہو بھائی۔ چھوٹا آبان از آن داوے! جتنا تو میرا باپ بنتا ہے اتنا ہی اب اپنی اولاد کا باپ بننا۔ شکر ہے اب تیرے سے میری جان چھٹے گی۔ راحیل خان نے صوفے سے اٹھتے اس سے بغل گیر ہوتے شرارت سے اسے چھیڑا۔ جبکہ دل میں وہ سوچ رہا تھا کہ اب آبان کی زندگی میں اس کی ویلیو کم ہو جائے گی۔ اسے عادت ہو گئی تھی آبان کے لیکچر سننے کی!! "تو پھر بھی میرے لیے پہلے رہے گا۔ تیری جگہ اولاد بھی نہیں لے سکتی! پاگل انسان! تُجھے روز میرے لیکچر اور گالیاں بلکل ایسے ہی سننے کو ملے گیں۔ واپس سے اس کی کمر پر ہاتھ باندھتے آبان خان نے اسی کے انداز میں اس کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ جانتا تھا راحیل کو! بھلا وہ۔ اس کے دل کی بات تک کیسے نہیں پہنچ سکتا۔ تھا؟ ہمیشہ خوش رہنا تو! تیری خوشی میری خوشی

ایک ہی بات ہے ! "اللہ تُجھے نیک اولاد سے نوازے ! اس سے الگ ہوتے راحیل خان نے اسے صدق دل سے دعا دی۔ اس کے پیچھے ہوتے بالاج خان ، برہان ، دلشاد ، داجان ، اور رفیق خان بھی اس سے بغل گیر ہوئے ! وہ سب اسے خوشی سے مبارک باد دے رہے تھے ! ! جبکہ اکثم خان نے دوبارہ اس کی طرف جانے کی غلطی نہیں کی تھی۔ پہلے ایک تھپڑ کافی تھا اس کی بیوقوفی پر ! ! ہنسی خوشی سب صوفوں پر بیٹھتے وہ سب مٹھائی کھاتے ایک مرتبہ پھر باتوں میں مصروف ہو چکے تھے ! شاید ہی خان فیملی میں پہلی مرتبہ سارے گھر والے اکٹھے ایک دوسرے کے ساتھ بنا کسی رنجش کے ہنس بول رہے تھے ! ! راحیل خان بھی اتنا خوش تھا کہ وہ رفیق خان کی بات کا مسکراتے ہوئے جواب دے رہا تھا۔ جو کہ اس نے خود نے تو نہیں البتہ رفیق خان نے بہت اچھے سے نوٹ کی تھی۔ ایسے ہی اپنی خوشی بانٹتا وہ آج ایک مکمل خاندان لگ رہا تھا۔

وقت کا کام ہے گزرنا اور وگزر کر رہتا ہے! بلکل ایسے ہی جیسے آج مہینہ گزر چکا تھا۔ اور بلآخر وہ وقت آ ہی گیا تھا جب شاہ ولا میں پھر سے شہنائیاں بجنے والی تھیں۔ آج کی صبح شاہ ولا کو ایک مرتبہ پھر برقی قمقموں سے سجایا جا رہا تھا۔ کیونکہ آج شام میں کچھ خاص منعقد ہونا تھا۔ ماورا جمیل کا نکاح!! آج کا ہی وہ دن تھا جب اس کا نکاح علی کے ساتھ ہونے کی تیاریاں چل رہی تھیں۔ ہر کوئی تیاری میں مصروف نظر آ رہا تھا۔ یہ تقریباً صبح کے دس سے گیارہ بجے کا وقت تھا۔۔ جب سب لوگ ناشتے سے فارغ ہوتے اب تیاریوں میں مصروف تھے! کسی کو اپنے جوتے کی فکر لگی ہوئی تھی تو کسی کو کپڑوں کی۔ کوئی ناشتے کو سمیٹنے میں لگا ہوا تھا تو کوئی مہمانوں کو دیکھ رہا تھا۔ سارے ہی کسی نا کسی کام میں مصروف اور خوش نظر آ رہے تھے! ہر طرف چہل پہل ہوئی پڑی تھی۔ ماورا کا نکاح پاکستان میں ہو رہا تھا اسی لیے لندن سے جمیل صاحب کی طرف سے سارے مہمان بھی شاہ ولا میں آئے ہوئے تھے! تبھی آج گھر لوگوں کی وجہ سے کچھ زیادہ ہی بھرا بھرا لگ رہا تھا۔ جمیل صاحب کی یہ اکلوتی بیٹی تھی۔۔ اسی لیے ہر کسی کو بلایا تھا۔ وہ خالی نکاح بھی دھوم دھام سے ہی

کر رہے تھے ! ! آج صرف نکاح تھا۔اس کی رخصتی ایک سال بعد کبھی ہونی تھی۔ سب ہی خوش تھے سوائے ایک کے ! ! اور وہ ایک وہی تھی جس کا خود کا نکاح تھا۔ اپنے کمرے میں بیٹھی وہ خاص کر دروازے کو لاک لگائے اجڑی سی حالت میں بیڈ پر پڑی تھی۔

ماورا جمیل کو اس وقت شدید تیز بخار تھا۔۔ بخار کی حدت اتنی تھی کہ اس سے کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔۔ جبکہ اس نے کمرے کو لاک اس لیے کیا ہوا تھا تاکہ کوئی اندر نا آسکے ! اس کی کزنز نے صبح سے اس کا دماغ خراب کیا ہوا تھا۔ تبھی وہ تنگ آتے اب دروازہ لاک کر گئی تھی۔ ویسے بھی کسی سے بات کرنے کا دل نہیں تھا اس کا۔ اکیلی کمرے میں لیٹی وہ ایک آخری مرتبہ اپنی ناکام محبت کا سوگ منا رہی تھی۔۔ کیونکہ آج کے بعد اس نے کسی اور کی امانت بن جانا تھا۔ پھر اسے دل اور دماغ میں بس ایک اسی شخص کو رکھنا پڑتا۔ نکاح کا مطلب وہ اچھے سے جانتی تھی اسی لیے وہ نہیں چاہتی تھی کہ علی کو دھوکا دے ! تبھی لیٹی پکا اِرادہ کیے بس ایک آخری

مرتبہ اُس ظالم انسان کو یاد کر رہی تھی جس نے اس کی زندگی برباد کر کے رکھ دی تھی۔ وہ منہ سے جتنا بھی نفرت کا راگ الاپتی لیکن حقیقت یہی تھی کہ آج بھی اس کے دل میں صرف اور صرف بالاج خان ہی تھا۔ وہی ظالم انسان۔ جو بڑے حق سے اس کے دل میں پنجے گاڑے اسے مکمل طور پر قید کیے جکڑے ہوئے تھا۔ محبت دلوں سے کہاں ختم ہوتی ہے؟ اس دن کے بعد سے وہ انسان تو اپنا وعدہ بھی پورا نہیں کر پایا تھا۔ اسے ڈر تھا بالاج خان کوئی ہنگامہ نا کر دے! لیکن وہ غلط ثابت ہوئی تھی۔۔ بالاج خان نے کچھ کرنا تو دور اسے ایک میسج بھی نہیں کیا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ اکثر وہ خود انتظار کرتی تھی کہ کیا پتہ وہ انسان اسے میسج کر دے! جیسے پہلے کرتا تھا۔ لیکن اِس کا انتظار بس انتظار ہی رہا۔ نا اس نے آنا تھا اور نہ ہی وہ آیا تھا۔!! علی کو تو جیسے تیسے کر کے اس کے سمجھا لیا تھا اور وہ مان بھی گیا تھا تبھی آج ان دونوں کا نکاح ہو رہا تھا۔ بالاج خان ہار چکا تھا۔ وہ جیت گئی تھی۔ اسے آج بھی بالاج خان کا وہ چیلنج یاد تھا۔ اور وہ جیت بھی گئی تھی۔ مقابل اس کا نکاح نہیں روک پایا تھا۔ آج وہ دن آ ہی گیا تھا۔ کچھ لمحوں کا کھیل تھا اور اس نے ماورا جمیل سے ماورا علی بن جانا تھا اور پھر

وہ بالاج خان نے منہ پر ہار کا دکھ دیکھتی۔ لیکن سچ یہ تھا کے وہ خود بھی جیت کر بھی خوش نہیں تھی۔ اور اس بات کا گواہ اس کا بخار میں پھنکتا وجود اور سرخ آنکھیں تھیں۔۔ وہ اپنے دل کو مسلسل کوس رہی تھی جس نے اسے برباد کرنے میں پورا پورا کردار ادا کیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتی تھی۔۔ سائڈ سے موبائل اٹھاتے ماورا جمیل نے اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوں صاف کیے۔۔ وہ مرتی مر جاتی لیکن بالاج خان کو آخری مرتبہ اس کی ہار کی نوید سنانا وہ بلکل نہیں بھولی تھی۔ موبائل پر چلتی اس کی اُنگلیاں بالاج خان کو ان بلاک کرنے میں مصروف تھیں۔ وہ اس وقت بیڈ پر الٹی لیٹی ہوئی تھی۔!! نمبر ان بلاک کرتے اس نے بالاج خان کی ڈی پی دیکھی۔ پہلی مرتبہ اس نے بالاج خان کی خود کی ڈی پی لگی دیکھی تھی۔۔ وہ ابھی اپنی اُنگلیاں اسے کھولنے کے لیے بڑھاتی کہ پہلے ہی ہوش میں آتے وہ چیٹ پر گئی۔ اسے بس دو ٹوک بات کرنی تھی۔ مزید اپنے دل کی وہ نہیں سن سکتی تھی۔۔ کال ملاتے اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے کچلا۔ وہ دعا کر رہی تھی کہ مقابل کال اٹھالے! اسے بالاج خان کو اس کی ہار کی مبارک باد دینی تھی۔ جس کے

بنا اسے سکون نہیں ملنا تھا۔!! دوسری طرف سے دو سیکنڈ کے اندر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ موبائل ہاتھ میں پکڑے اسی کی کال کے انتظار میں تھا۔!! "زہے نصیب!! دیکھو تو ذرا سورج کس طرف سے نکلا ہے آج! ماورا جمیل اور مجھے خود سے کال کر رہی ہے! وللہ قیامت کی نشانی ہے! بتائیں مہارانی کیا حکم ہے اس غلام کے لیے؟ دوسری طرف سے کال اٹینڈ ہوتے ہی بالاج خان کی بھاری شوخ سی آواز ابھری۔ صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ مصنوعی حیرت سے بول رہا ہے! "بکواس بند رکھو اپنی تم گھٹیا انسان! ہار گئے تم! ہنہہہ آئے بڑے بالاج خان! آج نکاح ہے میرا۔ بتاؤ پھر کتنے باپ ہیں تمہارے؟؟ اس کی آواز سنتے وہ اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے زہر آلود لہجے میں پھنکاری۔!! وہ مقابل کو جیسے اس کے یہ الفاظ یاد دلا رہی تھی کہ تم سے نکاح نا کیا تو میں بالاج خان ایک باپ کا نہیں! اسی لیے اس نے جان بوجھ کر یہ بات اسے باور کروائی تھی۔۔ "الحمدللہ ایک ہی باپ ہے! کہو تو ڈی این اے کروا کر بھیج دیتا ہوں۔ اور رہی بات تمہارے نکاح کی تو مجھے کیوں بتا رہی ہو؟ بہت بہت مبارک ہو تمھیں لڑکی! شادی شدہ ہو جاؤ گی آج! بنا

اس کی بات کا برا منائے ڈھیٹ پنے سے جواب آیا تھا۔اسے جیسے کوئی فرق ہی نہیں پڑا تھا۔ جم میں کھڑا وہ دیوار سے ٹیک لگائے بڑے چل انداز میں اس سے بات کر رہا تھا۔۔ "تمہیں شرم نہیں آتی؟ تم جتنا نیچ۔۔ ابھی وہ اپنی گالیوں میں مزید اضافہ کرتی کہ بالاج خان نے بیچ میں ہی اس کی بات کاٹی۔!!"ہاں ہاں پتہ ہے مجھے کہ تم نے میرے جتنا نیچے گھٹیا انسان آج تک اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ کوئی نئ گالیاں نکالو یار! کان پک گئے ہیں ایک ہی بات سن سن کے! اس کی بات کاٹتے بالاج خان نے بیزاریت سے جواب دیا۔ وہ ابھی اسے سننا ہی نہیں چاہتا تھا۔ مقابل واقعی اس کا دماغ خراب کر رہی تھی۔۔ ماورا جمیل نے بے بسی سے نچلا لب مزید بے دردی سے دانتوں تلے کچلا۔ مقابل ڈھیٹوں کا سردار تھا۔۔ وہ اسے بیعزت کرنے کے چکروں میں تھی۔ مگر یہاں تو اس کی زبان کو ہی بریک لگ چکی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اب کیا بولے!!"تم نے اگر اب کچھ نہیں بولنا تو میں کال کٹ کر رہا ہوں۔ اتنا فضول وقت نہیں ہے میرے پاس کہ بیٹھ کر تمہاری جلی کٹی باتیں سنوں! کام والا بندہ ہوں یار میں! اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر کہتے وہ

اسے مزید غصّہ دلا رہا تھا۔ شاید اس کا مقصد بھی یہی تھا۔ "تم کس مٹی کے بنے ہو بالاج خان؟ کیا بھول گئے ہو ہماری آخری ملاقات؟ کیا کہا تھا تم نے؟ نجانے کیوں آنسوں بہاتے وہ اسے اپنی اور اس کی آخری ملاقات یاد کروا رہی تھی۔ ایک تو پتہ نہیں اس کی آنکھوں سے آنسوں کیوں برس رہے تھے!! بالاج خان اس کی آواز اور بات پر ٹیک چھوڑتے سیدھا کھڑا ہوا۔ وہ جان چکا تھا کہ مقابل رو رہی ہے! اور سچ تو یہ تھا کہ اس کا دل تڑپ اٹھا تھا۔ مقابل اتنی اتنی باتوں پر رونے والی تھی تو نہیں! پھر آج وہ کیوں رو رہی تھی؟ آج تو بالاج خان نے اس کے کردار پر بھی کوئی بات نہیں کی تھی۔!! "یاد ہے مجھے۔ اپنے دل کی بات خود سے پہلے تمھیں بتائی تھی۔ وہ ملاقات کیسے بھول سکتا ہوں میں؟؟ بونٹ کاٹتے سوالیہ انداز میں جواباً پوچھا گیا۔ وہ اس کے رونے پر پگھل گیا تھا۔ "بکواس بند رکھو اپنی! تمہارے پاس دل ہے بھی سہی؟ نہیں بالاج خان تمہارے پاس پتھر ہے جسے کسی کے احساسات کا کوئی خیال نہیں ہے! تمہیں صرف اپنی انا اپنا غرور عزیز ہے! تم جیسے انسان ہوتے ہیں جن کی وجہ سے لڑکیاں برباد ہوتی ہیں! اس کی نرم آواز پر وہ روتے

ہوئے شدت گریہ سے چیخی۔اس کا بس نہیں تھا کہ یہیں بیٹھے دھاڑیں مار مار کر روئے! دل کا بوجھ تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔۔ "کیا یہ آنسوں میرے لیے ہیں؟ ایک مرتبہ کہہ دو کہ تم میرے لیے رو رہی ہو! خدا کی قسم ابھی آ کر لے جاؤں گا تمھیں۔۔اس کی بات کو اگنور کرتے وہ اپنی ہی ہانک رہا تھا۔۔ "تم جیسے انسان کے پیچھے رونے سے بہتر میں مرنا پسند کروں گی۔ میری جوتی بھی نہیں روتی تمہارے پر! نامرد کہیں کے! وہی زہر آلود لہجہ! وہ رو بھی رہی تھی اور ساتھ چیخ بھی رہی تھی۔! "سوچ سمجھ کر بولا کرو! میں اپنی مردانگی دکھانے پر آ گیا تو ایک مہینہ تم چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہو گی۔ لیکن اس کے لیے نکاح ضروری ہے! جو تم آج اس)گالی(سے کر رہی ہو۔اس لیے بہتر ہے کہ یہ نامرد اور مردانگی کے طعنے بھی اسی خبیث کو دینا۔ دوبارہ میری مردانگی پر کچھ کہا تو تمہاری زبان حلق سے کھینچ لوں گا۔۔ موبائل پر خطرناک حد تک اپنی گرفت مضبوط کرتے بالاج خان دبی دبی آواز میں غرایا۔۔ مردانگی پر بات آئی تو اس کی انا جاگ گئی تھی۔!! "ہنہہ!! جاگ گئی تمہاری سوکالڈ غیرت؟ بڑا برا لگ رہا ہے اب جب میرے کردار پر باتیں کرتے ہو

تب تمہاری غیرت کہاں جاتی ہے ! تم مانو یا نہ مانو تم ہو ہی نامرد جس کی غیرت اپنے گھر کی عورتوں کے سامنے دبتی ہے اور دوسروں کی بیٹیوں پر گندے الزام لگاتے ٹائم جاگ جاتی ہے ! میری ڈریسنگ پر تنقید کرتے تھے تم۔ اپنی تمہاری بہن بھاگ کر نکاح کیے بیٹھی ہے کیا کہو گے تم اس بارے میں ؟ دوسروں کو بولنے سے پہلے اپنی بہنیں سمبھالو پہلے ! ! مارے غصے کے وہ جو منہ میں آیا وہی بول چکی تھی۔ وہ اسے زیر کرنے کے لیے اس کی بہنوں کو بیچ میں لا رہی تھی۔ ! ! "اپنی بکواس بند رکھو ! میری بہنیں معصوم ہیں ! تم اس طرح نہیں بول سکتی اس کے بارے میں ! عدیل نے پھنسایا تھا اسے ! آئی سمجھ وہ نادان تھی نا سمجھ تھی ! اینڈ دیٹس اٹ ! ! حلق کے بل دھاڑتے وہ اپنے ہاتھ میں موجود فون پوری قوت سے سامنے دیوار میں مار چکا تھا۔ وہ جتنا خود پر ضبط کرتا تھا اتنا ہی یہ لڑکی اس کا دماغ خراب کر دیتی تھی۔ ایک مرتبہ اس نے فائزہ پر بات کی تھی اور بالاج خان نے اسے تھپڑ مارا تھا۔ اب کی بار وہ اس کی دوسری بہن پر بھی بات کر گئی تھی۔ وہ اسے کمزور کرنے کے لیے اس کی بہنوں کو بیچ میں لاتی تھی۔ ٹھیک ہے ایک وقت میں وہ اس کے کردار کو غلط بولتا

تھا۔ لیکن وہ صرف اس کی حد تک رہتا تھا۔اور ماورا جمیل اس کی بہنوں تک جاتے اس کی غیرت کو للکار دیتی تھی۔اگر اسے مقابل سے محبت نا ہوتی تو وہ اس حرکت پر اسے جان سے مار دیتا۔۔ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے وہ گہرے گہرے سانس بھرتے خود پر کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔چند لمحوں کا کھیل تھا اور مقابل اس کا خون بوائلنگ پوائنٹ پر لے آئی تھی۔۔ پاؤں کی ٹھوکر سے زمین پر پڑے موبائل کو ایک سائڈ پر کرتے وہ آگے حسن کی طرف بڑھا۔

ماورا جمیل فون کٹتے دیکھ تمسخرانہ سا مسکرائی۔اس کا مقصد صرف مقابل کے سکون کو غرق کرنا تھا جو کہ وہ کر بھی چکی تھی۔اسے اندازہ تھا کہ رائنا خان معصوم ہے! لیکن غصے میں وہ اپنی زبان پر قابو رکھنا بلکل ہی بھول چکی تھی۔ تبھی اس کی بہنوں کو بھی وہ بیچ میں گھسیٹ لائی تھی۔ فون کو بیڈ کی سائڈ پر پھینکتے ماورا جمیل اپنے آنسوں صاف کرتے واپس سے بیڈ پر لیٹی۔اس کے سر میں بھی شدید درد ہونے لگا تھا۔۔ لیکن اب اس کے دل میں بوجھ نہیں تھا۔ مقابل کو آگ لگا کر ایک الگ ہی سکون ملا

تھا اسے ! ! بیڈ پر لیٹتے وہ اپنی آنکھیں موند چکی تھی۔ کچھ دیر بعد اسے ویسے بھی پارلر کے لیے نکلنا تھا۔۔

شاہ ولا میں چلتی رونقیں اس وقت اپنے عروج پر تھیں۔ شام کا وقت ہو چکا تھا اور کچھ دیر بعد ہی علی کے گھر والوں نے آجانا تھا۔ نکاح کا فنکشن شاہ ولا کے بڑے سے لان میں منعقد کیا گیا تھا۔ لان کو اس وقت پوری طرح سے پھولوں اور لائٹس سے سجایا گیا تھا۔ ایک طرف آمنے سامنے رکھی دو کرسیاں اور ان کے درمیان میں سفید رنگ کے پھولوں سے ڈھکا ہوا ایک پردہ لگایا گیا تھا۔ یہ دو کرسیاں خاص کر نکاح سیر یمنی کے لیے رکھی گئی تھیں۔ لان میں موجود تمام درختوں پر برقی قمقمے لگاتے ان کی دلکشی میں چار چاند لگائے گئے تھے! آس پاس تمام مہمانوں کے بیٹھنے کے لیے کرسیاں اور ٹیبلز پڑی تھی۔۔ غرض کہ اس وقت پورا لان بہت خوبصورت طریقے سے سجا ہوا تھا۔۔ تمام مہمان، سارے لوگ سب تقریباً تیار ہو ہی چکے تھے!!

ماورا جمیل اپنے کمرے میں بیٹھی علی نامی شخص کے لیے دلہن کی طرح سج کر بیٹھی آئینے میں اپنا الجھا الجھا سا سراپا دیکھ رہی تھی۔ وہ اس وقت ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھی شیشے میں نظریں جمائے اپنے حسین چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی جس کی رونق ماند پڑ چکی تھی۔ تسلی تھی لیکن سکون اور خوشی نہیں تھی۔ ہوتی بھی کیسی جب دل ہی بغاوت پر اُترا ہوا تھا تو۔۔ ماورا اس وقت سفید اور گولڈن کلر کے امتزاج کے گرارہ کرتی میں ملبوس تھی۔ کرتی کے بارڈر اور گلے پر خوبصورت سا گولڈن موتیوں سے زری ایمبرائیڈری اور تلے کا کام کیا گیا تھا جو اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگا رہا تھا۔۔ اوپر سیٹ کرتے سلیقے سے آدھے سر پر ایک دوپٹہ تھا جس کے بارڈرز پر بھی کچھ اسی طرح کا کام تھا۔۔ اس کی لمبی ہائیٹ پر یہ لباس کچھ زیادہ ہی جچ رہا تھا۔۔ بالوں میں ڈیزائن بناتے سائڈ پر ایک گولڈ کا جھومر لگایا گیا تھا۔ کانوں میں بھاری گولڈ کے آویزے پہنے، گلے میں چوکر اور ساتھ میں نیکلیس بھی پہنا گیا تھا۔ چہرے پر محض ہلکی پھلکی سی بیس لگائی گئی تھی۔ اس کا رنگ پہلے ہی بہت شفاف تھا ایسے میں کسی بیس کی ضرورت ہی نہیں تھی۔۔ شہد رنگ

آنکھوں پر لینز لگائے ان کا رنگ بدل دیا گیا تھا۔ جبکہ چہرے پر موجود ہلکے پھلکے میک اپ میں بھی وہ آسمان سے اُتری کوئی حور معلوم ہو رہی تھی۔۔ ہونٹوں پر لائٹ ریڈ کلر کی لپسٹک لگاتے انہیں مزید قاتلانہ بنایا گیا تھا۔۔ وہ بلکل ایک دلہن کی طرح سج دھج کر بیٹھی سوچوں میں گم غائب دماغی سے شیشے میں دیکھ رہی تھی۔۔ جبکہ ذہن میں صبح بالاج خان کے ساتھ ہوئی بات کسی پیراگراف کی صورت میں اس کے دماغ میں گردش کر رہی تھی۔!! آخر یہ اُس انسان کو بھول کیوں نہیں جاتی تھی؟ ابھی وہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی کہ سبینا بیگم نوین اور سائرہ بیگم کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوئیں۔ وہ سب بھی بلکل تیار ہو چکے تھے! بارات بھی شاید آ چکی تھی۔ تبھی وہ تینوں اب اس کے کمرے میں آئی تھیں۔. علی کی فرمائش پر نکاح باہر لان میں ایک ساتھ ہی ہونا تھا۔ جمیل صاحب ایسا چاہتے تو نہیں تھے لیکن پھر علی کے اصرار پر انہیں حامی بھرنی ہی پڑی۔ شاید علی کے پاس ایسے چھوٹے چھوٹے اور بہت سے سپنے تھے!! "ماشاءاللہ! چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہے میری بیٹی! جم کر روپ آرہا ہے ماورا تم پر تو! سبینا بیگم نے مسکراتے ہوئے اس کے پاس جاتے

اس کے ماتھے پر بوسا دیتے اس کی تعریف کی۔ وہ واقعی تعریف کے قابل لگ رہی تھی۔ باقی دونوں بھی اس کے اِرد گرد ہی کھڑی انہماک سے اس خوبصورت لڑکی کو دیکھ رہی تھیں۔۔ "بخار تو ابھی بھی ہے تمھیں! دوائی نہیں لی تھی کیا؟ سبینا بیگم نے پریشانی سے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ جانتی تھیں کہ یہ لڑکی صبح سے بخار میں تپ رہی تھی۔ صبح بھی وہ اسے دوائی دے کر گئی تھیں۔ لیکن شاید کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔۔ تبھی وہ ابھی بھی ایسے بری طرح بخار میں پھنک رہی تھی۔!! "ماما میں نے لی تھی دوائی آپ پلیز اب دوبارہ فورس مت کیجئے گا۔ نہیں کچھ ہوتا مجھے! ہلکا پھلکا بخار ہی ہے! جھنجھلا کر کہتے ماورا نے اپنے ماتھے پر سے سبینا بیگم کا ہاتھ ہٹایا۔ اسے اس وقت سب سے ہی کوئی عجیب سے الجھن ہو رہی تھی۔!! "کوئی نہیں سن رہی میں تمہاری! ارے بھئی تمہارے سسرال میں کسی نے ہاتھ لگا کر دیکھ لیا تو کیا کہیں گیں کہ لڑکی کو ڈاکٹر کے پاس بھی لے کر نہیں جا سکتے! شرافت سے دوائی لو۔!! اسے گھور کر کہتے

سبینا بیگم بیڈ کی سائڈ ٹیبل کی طرف بڑھیں۔۔ صبح اس کی دوائی وہ یہیں پر رکھ کر گئی تھیں۔۔ماورا جمیل نفی میں سر ہلاتے انہیں دیکھ رہی تھی۔اب انہیں ہر بات میں اس کے سسرال کی فکر لگ جاتی تھی۔۔ دوائی کے ساتھ پانی کا گلاس اٹھاتے سبینا بیگم نے آگے آتے اسے اپنے ہاتھوں سے دوائی کھلائی۔ماورا نے بھی خاموشی سے یہ کھا ہی لی تھی۔ وہ اپنی ماں کو جانتی تھی۔ انہیں ٹالنا دنیا کا سب سے مشکل کام تھا۔!!" بارات آگئی؟ نجانے کیا سوچتے اس نے اپنی ناک میں موجود نتھلی کو سیٹ کرتے سبینا بیگم کی طرف سوالیہ نظریں گاڑی۔۔"ہاں لیکن علی ابھی کسی کام سے باہر گیا ہوا ہے! وہ آتا ہے تو پھر تمہیں باہر لے کر جائے گیں! بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے سبینا بیگم نے نرمی سے جواب دیا۔ اب وہ سب ہی باہر سے حکم آنے کے انتظار میں تھیں کہ کب نیچے لان میں جائیں۔۔ماورا جمیل بھی اچھا کی صورت سر کو ہلاتے واپس سے اپنی سوچوں میں گم ہوئی۔ سوچوں کا محور بس اب ایک شخص تک ہی تو تھا۔ وہ نکاح سے پہلے ایک مرتبہ بالاج خان کے ساتھ ہوئی ہر ملاقات کو اپنے ذہن میں دہراتے اندر ہی اندر گھٹ رہی تھی۔ لیکن صرف آخری مرتبہ! اس کے

بعد اس نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ علی کے نکاح میں جانے کے بعد وہ کبھی بالاج خان کا تصور بھی اپنے دماغ میں نہیں لائے گی۔ نجانے اب اس نے اپنے وعدے پر ڈٹ کر رہنا بھی تھا یا نہیں! دل میں بسے لوگ آسانی سے پیچھا نہیں چھوڑتے!!

باہر ساری تیاریاں ہو چکی تھیں۔ آج سارے ہی لڑکے اپنے اپنے کاموں سے چھٹی کرتے گھر پر ہی تھے۔ گھر کی شادی تھی سب نے تیاریاں اور بھی باقی سو قسم کے کام دیکھنے تھے!! ماہ دیر شاہ اس وقت لان میں کھڑا اپنے موبائل میں مگن تھا۔ سب کچھ تو وہ لوگ کر ہی چکے تھے! اب بس ان لوگوں کو علی کا انتظار تھا۔ وہ آتا تو پھر نکاح کا فریضہ سرانجام دیتے!!

ماہ دیر شاہ اس وقت سفید رن گلی شلوار قمیض میں ملبوس کندھوں پر براؤن کلر کی شال اوڑھے نہایت وجیہہ اور ہینڈسم دکھ رہا تھا۔ وہ ابھی اپنے موبائل میں مصروف تھا کہ نائرہ شاہ منہ پھلائے اس کے نزدیک آتے کھڑی ہوئی۔ وہ اس وقت پستہ کلر کی میکسی میں ملبوس اوپر دوپٹے کو اچھی طرح سیٹ کیے ہوئے تھی۔

چہرے پر ہلکا پھلکا سا میک اپ وہ خود بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ ویسے بھی آج کل اس کے چہرے پر ممتا کا ہی روپ آیا ہوا تھا اس کی تو بات ہی الگ تھی۔ یہ اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگا رہا تھا۔۔ ماہ دیر شاہ کو انہماک سے فون میں مصروف تھا یکلخت ہی اس کی طرف متوجہ ہوا۔ جو اس کے ساتھ آ کر منہ پھلائے کھڑی تھی۔!! "کیا ہو گیا میرا بچہ؟ موبائل کو جیب میں رکھتے محبت سے سوال پوچھا گیا۔ اس نے فوراً ہی موبائل جیب میں رکھ دیا تھا ورنہ مقابل اس بات کا بھی اشو کھڑا کر دیتی کہ ماہ دیر اسے توجہ نہیں دیتا۔ ویسے بھی وہ آج کل چھوٹی چھوٹی باتوں پر چڑچڑی سی رہنے لگی تھی۔ نائرہ شاہ ماہ دیر شاہ کو اچھا خاصا ٹف ٹائم دے رہی تھی۔ وہ دن دیکھتی تھی نا رات اور کوئی بھی فرمائش کر دیتی تھی۔ جو کہ کسی بھی حال میں ماہ دیر شاہ کو پوری کرنی ہی پڑتی تھی۔ اور وہ بھی مقابل کے شوق سے نخرے اٹھاتا تھا۔ مقابل اس کے بچے کو اس دنیا میں لانے والی تھی۔ اس کے لیے تو ماہ دیر شاہ کو اپنی جان بھی دینی پڑتی تو وہ بلکل نہیں کتراتا۔۔ "ماہ دیر دیکھیں میں موٹی ہو گئی ہوں؟ بچوں کی طرح منہ پھلائے وہ اپنے جسم پر ایک نظر دوڑاتے

روہانسی ہوتے اس سے پوچھ رہی تھی۔ ماہ دیر شاہ نے ایک نظر اس کے ہلکے سے بھرے بھرے سراپے پر ڈالی۔ ابھی تو وہ کہیں سے بھی موٹی نہیں ہوئی تھی اور اس کے وہم پہلے ہی شروع ہو چکے تھے!!" کس نے کہا ہے کہ تم موٹی ہو رہی ہو! منہ توڑ دو اس کا۔ جھوٹ بولتے ہیں سب تاکہ تم چڑ جاؤ۔ اتنا پیارا فگر ہے میری بیوی کا۔ محبت سے اس اپنے ساتھ لگاتے ماہ دیر شاہ نے اسے بچوں کی طرح بچکارا۔ وہ بس اس کا وہم دور کرنا چاہ رہا تھا۔۔" جمیل انکل کی فیملی سے ہے کوئی ایک عورت۔ وہ مجھے دیکھتے ہی پہچان گئی تھیں کہ میں پریگنٹ ہوں! آپ بتائیں میں کیا زیادہ بڑی عورت لگنے لگی ہوں؟ اسے کیسے پتہ چلی یہ بات؟ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے وہ اس سے نہایت بے تکے سے سوال پوچھ رہی تھی۔ اب ماہ دیر شاہ کو کیا پتہ تھا کہ اُس عورت کو کیسے پتہ چلا۔۔" میری جان بڑی عورتوں کو تجربہ ہوتا ہے! وہ دیکھتے ہی پہچان لیتی ہیں کہ کونسی لڑکی کنواری ہے کونسی ماں بننے والی ہے اور کونسی شادی شدہ! تم زیادہ مت سوچا کرو اس بارے میں! اس کے ماتھے پر بوسا دیتے سمجھداری سے کام لیا گیا۔ اس نے جتنا سنا تھا اتنا وہ اس کے جواب میں گوش گذار کر چکا تھا۔۔

"اچھا۔ لیکن میں جب بھی موٹی ہونے لگوں تو آپ پلیز مجھے بتا دیجیے گا۔ پھر میں اس کے بعد سے کمرے سے ہی کم نکلوں گی۔ میں نہیں چاہتی کوئی بھی مجھے موٹی کہے! اس کے چہرے کی طرف دیکھتے وہ اس پر اپنی انسکیورٹیز ظاہر کر رہی تھی۔ ماہ دیر شاہ نے مسکراتے ایک نظر اِرد گرد کے ماحول پر ڈالی۔ سب ہی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے! کوئی بھی ان دونوں کی طرف متوجہ نہیں تھا۔۔ دوسرے لمحے اس نے جھکتے نائرہ شاہ کی ٹھوڑی پکڑتے اس کے ہونٹوں پر ایک زوردار بوسا دیا۔ یہ اس نے اتنی جلدی میں کیا تھا کہ وہ پیچھے بھی ہٹ گیا تھا اور مقابل سمجھ بھی نہیں سکی تھی کہ آخر ہوا کیا ہے! وہ بس اپنے ہونٹوں پر اس کا لمس محسوس کر سکتی تھی۔ نائرہ شاہ کے چہرے پر قوس و قزح کے رنگ بکھرے! لان میں سب کے بیچ و بیچ کھڑے اسے ماہ دیر شاہ سے اس حرکت کی اُمید نہیں تھی۔ وہ خفت سے سرخ چہرہ لیے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی آیا کہ کسی نے ان لوگوں کو دیکھا تو نہیں!! "کسی نے نہیں دیکھا جان من! سب اپنے اپنے کاموں میں۔!! "بھائی کمرے میں جا کر کیا کریں یہ حرکتیں! اچھا نہیں لگتا میرے جیسے معصوم بچے بھی ہوتے ہیں یہاں!!

ابھی ماہ دیر شاہ اسے کچھ کہتا کہ معاذ شاہ نے مسکراتے ہوئے اس کے پاس آتے اس کی بات کاٹی۔۔ وہ ان دونوں کو دیکھ چکا تھا۔ تبھی چھیڑنا اپنا فرض سمجھا۔ نائرہ شاہ گڑبڑاتے ہوئے فوراً سے ماہ دیر شاہ سے دو قدموں کے فاصلے پر ہوئی۔ وہ سرخ چہرہ لیے شرمندگی سے جیسے زمین میں گڑھنے والی تھی۔!! "چل اوئے کسی اور کی بیوی کے ساتھ تھوڑی کر رہا ہوں۔ حق حلال کی بیوی ہے میری! تو آنکھیں بند کر لے اپنی!! معاذ شاہ کو ایک سخت گھوری سے نوازتے ماہ دیر نے واپس سے نائرہ کو ہاتھ سے پکڑتے اس کی جگہ پر کھڑا کیا۔ وہ اس کی خفت کو اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ تبھی خود کو ہلکا پھلکا شو کروا رہا تھا۔۔ "حد ہے بے شرمی کی! مطلب آپ لوگ کمرے میں مت جایئے گا۔ ٹھیک ہیں کریں یہیں کھڑے ہو کر جو مرضی! پورے لان میں موجود لوگوں کو دکھائیں۔!! مصنوعی افسوس سے کہتے معاذ شاہ نے فوراً یہاں سے بھاگنے میں ہی عافیت جانی۔ ورنہ اگر وہ ماہ دیر شاہ کے ہاتھ لگ جاتا تو یقیناً اس کی خیر نہیں تھی۔!! "کمینہ اسے سہی حدائق ہی سیدھا رکھتا ہے! معاذ شاہ کی پشت پر نظریں جمائے اسے زیر لب گالی سے نوازتے وہ اپنے سامنے کھڑی بیوی کی طرف

متوجہ ہوا جو کھڑی اسے گھورنے میں مگن تھی۔۔ "کیا ہو گیا بیگم ! اتنا پیار الگ رہا ہوں تو واقعی بیڈ روم میں چلیں ! میرا بھی موڈ بن گیا ہے اب تو ! اس کی آنکھوں میں دیکھتے ماہ دیر شاہ نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔ وہ جانتا تھا مقابل تپی ہوئی ہے ! "میں سر پھاڑ دوں گی آپ کا۔ پہلے ہی شرمندہ کروا دیا آپ نے معاذ کے سامنے ! کیا سوچ رہا ہو گا وہ میرے بارے میں ! ! نائرہ شاہ تو پھٹ ہی پڑی تھی۔ وہ اس کا کالر دبوچے دبی دبی آواز میں چیخی۔ ! ! "یہی سوچ رہا ہو گا کہ میرا بھائی کتنا رومانٹک انسان ہے ! مسکراتے ہوئے بے شرمی سے جواب آیا تھا۔ وہ اس کے غصے کو کسی خاطر میں لیتا ہی نہیں تھا۔۔ "رومانٹک نہیں بے شرم بولتے ہیں اسے ! اب بات کیجئے گا مجھ سے ! اور رات میں میرے پاس آنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے ! اُنگلی اٹھا کر اسے وارن کرتے وہ فوراً سے اس سے پیچھے ہٹی۔ جانتی جو تھی کہ اس دھمکی پر مقابل کی جان نکل گئی ہو گی۔ "کیا چاہتی ہو تم میں ابھی تمھیں کمرے میں لے جا کر تمہاری اس حسین تیاری کو تحس نہس کر دوں۔ اگر چاہتی ہو تو چلو جلدی۔ میرے جذبات ویسے بھی تمھیں دیکھ کر بے لگام ہوئے پڑے ہیں۔ اس کا

ہاتھ پکڑتے وہ بے باکی کی انتہا کر رہا تھا۔ایک رات بھی مقابل سے دور رہنا اس کے لیے سوہان روح تھا۔!!"اللہ کرے کہ آج رات کچھ ایسا ہو جائے آپ کمرے میں ہی نا آسکیں۔۔ ساری رات ترس ترس کر انہی جذبات کو لگام ڈالتے رہیں آپ۔ دانت پیس کر کہتے نائرہ شاہ نے فوراً سے اپنے قدم آگے کو بڑھائے۔۔ اسے اس انسان کے منہ ہی نہیں لگنا چاہیے تھا۔!!"اللہ نا کرے۔۔ پیچھے ماہ دیر شاہ نے اس کی بد دعا پر دانت پیسے! مقابل صرف اپنا سوچتے اسے یہ بات کہہ گئی تھی۔ لیکن ماہ دیر شاہ کو واقعی اس کی نہایت طلب تھی۔ جو وہ رات میں پوری کرنے کا۔ سوچ رہا تھا۔ مقابل واقعی ایک نادان عورت تھی۔۔

خان ولا کے نہیں تمام لوگ شاہ ولا میں پہنچ چکے تھے! ان لوگوں کی تو خاص کر پوری فیملی انوائیٹیڈ تھی۔ در فشاں خان بھی آبان لوگوں کے ساتھ ہی کافی دنوں بعد یہاں چکر لگا رہی تھی۔۔ آبان خان نے اسے اتنا خود میں گم کر لیا تھا کہ کبھی کبھی تو اسے کھانے کا بھی ہوش نہیں رہتا تھا۔ گھر والوں کی تو پھر کیا ہی یاد آنی

تھی۔۔ابھی ان لوگوں نے پریگننسی کی خبر بھی کسی کو نہیں دی تھی۔آبان خان نے اسے شاہ ولا میں کسی کو بھی بتانے سے منع کیا تھا۔اس کا کہنا تھے کہ شادی سے فارغ ہو کر وہ دونوں اسپشلی جا کر سب کو بتا دے گیں!اور در فشاں کو بھی پھر یہی بہتر لگا تھا۔اس لیے وہ چپ ہی تھی۔انہوں نے ڈاکٹر سے بھی کنفرم کر لیا تھا۔در فشاں خان واقعی دی ہفتوں سے پریگنینٹ تھی۔ سارے ایک ساتھ اپنی اپنی گاڑیوں سے اترتے اندر کی طرف بڑھے! برہان خان رائنا کو بھی ساتھ ہی لائے تھے۔وہ سب اس پر کسی قسم کی پابندی نہیں لگا رہے تھے۔ایک آخری موقع وہ بیٹیوں کو دے سکتے تھے!جو کہ انہوں نے رائنا کو دیا بھی تھا۔!!

السلام و علیکم بابا۔۔فائزہ شاہ جو ابھی ہی اندر سے آئی تھی باہر لان میں اپنے باپ" کی دیکھتی وہ چہکتی ہوئی ان کی طرف جاتے ان کے سینے سے لگی۔اسے برہان خان کی واقعی نے بہت یاد آتی تھی۔!!"وعلیکم السلام!ماشاءاللہ بہت خوش لگ رہی ہو! برہان خان نے مسکراتے ہوئے اس کے گرد حصار بنایا۔وہ نجانے کتنے عرصے بعد اسے ایسے چہکتے ہوئے خوش دیکھ رہے تھے۔ باقی سب بھی مسکرا کر ان دونوں

باپ بیٹی کو دیکھتے یہیں پر رک چکے تھے! "ظاہر ہے میرے ساتھ ہے تو خود ہی ہو گی۔ جواب حدائق شاہ کی طرف سے آیا تھا۔ وہ شوخ ہوا تھا۔ یہ دونوں ابھی ہی اندر سے آئے تھے! حدائق شاہ اس سے کوئی بات کر رہا تھا کہ وہ پہلے ہی بھاگ کر جاتے برہان خان سے لپٹ گئی تھی۔۔ "نہیں بابا میں تو آپ کو دیکھ کر خوش ہوئی ہوں۔ یہ ایسے ہی جھوٹ بولتے رہتے ہیں! حدائق شاہ کو تنگ کرنے کی غرض سے اس نے برہان خان کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے اس کی بات سے نفی کی۔ حالانکہ وہ سچ کہہ رہا تھا۔ فائزہ شاہ خوش صرف اسی ایک انسان کے ساتھ رہ سکتی تھی۔۔ "انکل بہت لمبی زبان ہے آپ کی بیٹی کی! دیکھیں خود جھوٹ بول کر مجھے جھوٹا کہہ رہی ہے! یہ سارا دن ایسے ہی رہتی ہے! آنکھیں چھوٹی کر کے فائزہ شاہ کو گھورتے حدائق شاہ نے لفظ چبائے۔ مجال تھی جو یہ لڑکی کبھی اس کی تعریف ہونے دے! "بابا یہ سارا دن ایسے ہی باتیں سناتے رہتے ہیں! ایک مرتبہ تو میرے منہ پر ٹیپ بھی لگا دی تھی۔ کہتے ہیں زبان لمبی ہے تمہاری۔ مجھے نہیں رہنا ان کے ساتھ! آپ کے ساتھ آج میں گھر جاؤں گی۔!! اس نے حدائق شاہ کو

زبان دکھاتے اپنا ہمیشہ والا حربہ آزمایا۔ وہ اسے چپ کروانے کے لیے ایک یہی دھمکی لگا سکتی تھی۔!! جبکہ برہان خان اور عظمیٰ بیگم مسکراتے ہوئے ان دونوں کی نوک جھونک دیکھ رہے تھے! اس معاملے میں یہ دونوں ہمیشہ لڑنے بیٹھ جاتے تھے! جبکہ دل میں ان کے خدا کا شکر چل رہا تھا۔ حدائق شاہ نے دانت پیستے اسے دیکھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ اس کے ساتھ ہنسی خوشی نیچے آئی تھی۔ آج تو تیار بھی وہ دونوں ایک ساتھ ہوئے تھے! ساتھ ساتھ اس کی بے باکی بھی مقابل نے خاموشی سے سہی تھی۔۔ اور اب یہاں آتے وہ سیکنڈ میں پارٹی بدل کر اپنے بابا سے اسی کی شکایتیں لگا رہی تھی۔۔ "جھوٹ بول رہی ہے انکل یہ! بلکہ مجھے تگنی کا ناچ نچا کر رکھتی ہے! چھوٹی چھوٹی باتوں پر اس لڑکی کی زبان اور ہاتھ دونوں چلنے لگ جاتے ہیں! میں شوہر ہوں پھر بھی اس سے ڈر کر رہنا پڑتا ہے! حدائق شاہ نے برہان خان کی طرف دیکھتے معصومیت سے دہائی دی! یہاں تو وہ بیچارہ مذاق مذاق میں دل کی بات کر گیا تھا۔ مقابل دیکھتی نہیں تھی کہ اسے کہاں لگ رہا ہے! وہ کچھ بھی اٹھا کر اسے مار دیتی تھی۔ اور حدائق بیچارہ ہمیشہ کراہ کر خود ہی خاموش ہو جاتا تھا۔!!

"بہت غلط بات ہے فائزہ! شرم نہیں ہے تمھیں شوہر کے ساتھ زبان چلاتے ہوئے! یہ سکھایا ہے ہم نے تمہیں؟ آئندہ میں ایسا کچھ نا سنوں۔۔ برہان خان نے نرمی سے فائزہ کو خود سے الگ کرتے سختی سے اسے تنبیہ کی۔ وہ حدائق شاہ کی بات کو سیریس لے گئے تھے! کہا جاتا ہے کہ جب بیٹیاں خوش رہنے لگیں تو ماں باپ کو اُن سے زیادہ داماد عزیز ہو جاتے ہیں! بس برہان خان کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔ انہیں نہیں لگتا تھا کہ وہ کبھی فائزہ شاہ کو اصل زندگی کی طرف واپس لا سکتے ہیں! لیکن یہ کام حدائق شاہ نے کر دکھایا تھا۔ اسی لیے وہ کچھ زیادہ ہی اس کی آؤ بھگت کرتے تھے!" بابا جھوٹ بول رہے تھے یہ!! خود انہوں نے اس دن جہیز کا طعنہ بھی دیا تھا اور مارتے بھی ہیں مجھے! نم آنکھوں سے برہان خان کی طرف دیکھ کر کہتے وہ ابھی بھی شکایتوں سے باز نہیں آئی تھی۔ برہان خان نے حدائق کے سامنے اسے ڈانٹا تھا۔ اسے نجانے کیوں یہ چیز بہت بری لگی تھی۔!! برہان خان نے سوالیہ نظریں سے حدائق شاہ کی طرف دیکھا۔۔ انہیں یہ اُمید تو نہیں تھی حدائق سے!! "انکل جھوٹ بول رہی ہے! میں تو جہیز کو ہی لعنت سمجھتا ہوں۔ میں کیوں طعنہ

دوں گا اسے ! اور مار۔۔ توبہ توبہ اس نے مارا تھا مجھے ! کبھی موبائل مار دیتی ہے کبھی سر میں واس اٹھا کر مار دیتی ہے تو کبھی اس کی ٹانگیں اور ہاتھ چل رہے ہوتے ہیں ! اندازہ نہیں ہے آپ کو میں بیچارہ کیسے زندگی گزار رہا ہوں ! ! معصوم سی میسنی شکل بناتے اب وہ بھی سچ سچ شکایتیں لگا رہا تھا۔ وہ فائزہ شاہ کو زچ کر رہا تھا۔ جو کہ کرنے کا اسے کبھی کبھی تو موقع ملتا تھا۔ ! ! " بابا نہیں یہ۔۔۔ فائزہ ابھی کچھ بولتی کہ برہان خان نے اس کی بات کاٹی۔ ! ! "بس کرو تم بچی نہیں ہو۔ یہ کوئی تمیز ہے شوہر کے ساتھ بات کرنے کی۔ حیرت ہے مجھے تم پر فائزہ۔ اتنی امیچور تو کبھی نہیں تھی تم۔ ان کا لہجہ بہت سخت جبکہ آواز تھوڑی اونچی ہو گئی تھی۔ فائزہ شاہ کی آنکھوں میں باقاعدہ آنسوں سے چمکے ! وہ اسے چھوڑ کر حدائق کی بات پر یقین کرتے اسے اہمیت دے رہے تھے ! "انکل میں مذاق کر رہا تھا۔۔ مذاق مذاق میں معاملہ سیریس ہوتے دیکھ حدائق شاہ نے فائزہ کو بازو سے پکڑتے اپنی طرف کیا۔ وہ اب اپنے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔ ایک اور رات کمرے سے باہر ! ! "چھوڑیں مجھے اور خوش ہو جائیں آپ۔ لگا دی آگ اب مل گیا ہو گا آپ کو سکون ! ! جھٹکے سے اس

سے اپنا بازو چھڑواتے وہ اپنے ازلی لہجے میں بولی۔ جو کہ تمیز والا تو بلکل بھی نہیں تھا۔!! "تمیز سے بات کرو فائزہ! سمجھ نہیں آرہی تمھیں میری بات؟ برہان خان حیران تھے اس لڑکی پر! وہ اتنی نخریلی اور اتنی بتمیز تو کبھی نہیں تھی۔!! قصور اس کا نہیں تھا۔ یہ حدائق شاہ کی دی گئی شے تھی جس کی بنا پر وہ لاڈ پیار میں زیادہ نخریلی ہو گئی تھی۔!! "انکل پلیز! آہستہ اور نرمی سے بات کریں۔ میں سچ میں مذاق کر رہا تھا۔ اس نے کبھی کچھ نہیں کہا مجھے! واپس سے فائزہ شاہ کو خود کی طرف کر کے سنجیدگی سے اس نے برہان خان کی طرف دیکھتے انہیں تنبیہ کی۔ اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ اس کے پاس کھڑی آنسوں بہا رہی تھی۔ حدائق شاہ نے اس کی اچھی خاصی بیعزتی کروادی تھی۔۔ "زیادہ سر پر مت چڑھاؤ اسے! تمیز کے دائرے میں رکھ کر اس کر بات مانا کرو! بہت بتمیز ہو رہی ہے یہ!! حدائق شاہ کو تنبیہ کرتے برہان خان نے عظمیٰ بیگم کے ہمراہ اپنے قدم آگے کو بڑھائے! بیٹی اپنی جگہ مگر انہیں فائزہ کا زبان چلانا واقعی برا لگا تھا۔ حدائق شاہ نے ہونٹ کاٹتے اپنے سامنے کھڑی روتی ہوئی اپنی بیوی کو دیکھا۔ وہ تو اس لمحے کو پچھتا رہا تھا جب وہ شوخا

ہوتے بیچ میں کود پڑا تھا۔۔اب اس کی خیر نہیں تھی۔!!"سوری جان قسم سے مجھے اندازہ نہیں تھا تمھیں ڈانٹ پڑ جائے گی۔اس کے ہاتھوں کو پکڑتے اپنے سینے سے لگاتے حدائق شاہ نے نرمی سے کہا۔ وہ لوگ سائڈ پر کھڑے تھے یہاں کوئی بھی نہیں تھا۔!!"شاہ چھوڑیں مجھے!!مجھے نہیں رہنا آپ کے ساتھ!آپ بہت برے ہیں!!اس کے سینے سے دور ہونے کی کوشش کرتے وہ روتے روتے چیخی۔اسے غصّہ آیا ہوا تھا۔!!"سوری نا میرا بچہ!!مجھے واقعی اندازہ نہیں تھا۔میں مذاق کر رہا تھا۔۔تمہاری نا تو زبان لمبی ہے اور نا ہی ہاتھ چلتے ہیں!تم تو میری جان ہو!پلیز غصّہ مت کرو۔۔مزید سختی سے اسے خود میں بھینچے حدائق شاہ نے اسے نرمی سے پچکارا۔ اب اسے منانا دنیا کا سب سے مشکل کام تھا۔۔"نہیں آپ جا کر شکایتیں لگائیں میری!مل گیا ہو گا آپ کو سکون اب!اتنی ہی بری ہوں تو چھوڑ دیں مجھے!جا کے کر لیں اسی ہمسائی سے شادی۔۔میں تو ویسے بھی مارتی ہوں آپ کو!!اس کے سینے پر مکے جڑتے وُہ پہلے سے زیادہ رونے لگی تھی۔کتنا میسنا انسان تھا یہ!!پہلے اس کی برائیاں کر رہا تھا اور اب مکھن بھی خود ہی لگا رہا تھا۔حدائق شاہ نے نچلا ہونٹ

دانتوں تک دبائے اپنی ہنسی روکی۔ مقابل ہمسائی والی بات ابھی تک بھولی نہیں تھی۔ حالانکہ وہ اسے کلیئر بھی کر چکا تھا۔ لیکن مقابل تھی تو عورت!! وہ سمجھ سکتا تھا۔ حدائق شاہ نے نرمی سے اسے خود سے الگ کرتے اس کی کمر پر دونوں ہاتھ باندھے! فائزہ شاہ روتے ہوئے اسے دیکھتے ابھی بھی اس کے کندھے اور سینے پر غصے سے مکّے برسا رہی تھی۔ غلطی اس کی تھی اور وہ خاموشی سے اس کے وار سہہ بھی رہا تھا۔۔ایک گہری سانس بھرتے حدائق شاہ نے نرمی سے اسے اپنی طرف کھینچتے تھوڑا نیچے کو ہوتے اس کے عنابی لبوں کو اپنی گرفت میں لیا۔۔وہ اسے ایسے ہی کنٹرول کر سکتا تھا۔۔فائزہ شاہ کے ہاتھ ایک لمحے کے لیے رکے! دوسرے لمحے وہ مچلتے ہوئے اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ کتنا بے شرم انسان تھا یہ جسے ہر معاملے میں بس یہی کچھ سوجتا تھا۔ حدائق شاہ نے اسے آنکھ ونک کرتے سختی سے اِس کی کمر کو جکڑے اسے مزید اپنے نزدیک کیا۔ وہ شدت سے اس کی سانسیں پی رہا تھا۔ کبھی اس کے بالائی لب پر آتے اس کی نمی پیتا تو کبھی نچلے لب کو سک کرتا۔ بہت تیزی سے وہ اپنے کام میں مگن تھا۔۔فائزہ شاہ کے ہاتھ

ابھی تک چل رہے تھے! وہ بے دردی سے مقابل کے سینے پر مکے برسا رہی تھی۔ رحم نام کا کوئی لفظ تھا ہی نہیں۔ حدائق شاہ نے مزید اس کے وار برداشت سے باہر ہوتے دیکھ اس کے دونوں ہاتھوں کو ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتے انہیں پیچھے کمر پر بینڈ کیا۔ وہ اسے مزید اپنے نزدیک کرتے اس کی ناز کی کو بے باکی سے اپنے سینے پر مسلنے لگا تھا۔۔ فائزہ شاہ کا چہرہ حیا کے مارے خون چھلکانے لگا تھا۔ اس انسان کو یہ بھی خیال نہیں تھا کہ اگر کوئی آگیا تو کیا سوچے گا۔ وہ بے صبری سے اپنے کام میں مصروف اس کے ہونٹوں کو کھانے کے درپر تھا۔۔ اب تو وہ پوری طرح بے بس ہو گئی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ بھی مقابل کی گرفت میں تھے! جبکہ بے شرمی سے یہ انسان اس کی دھڑکنوں کو اپنے سینے پر محسوس کر رہا تھا۔۔

استغفر اللہ!! لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔۔ اچانک سے معاذ شاہ کی آواز اپنے پاس سے" سنتے حدائق شاہ جھٹکے سے اس سے پیچھے کو ہوا۔ وہ اس کے ہاتھ چھوڑتے ہڑبڑاتے ہوئے اِرد گرد دیکھ رہا تھا۔ جہاں معاذ شاہ سامنے ہی کھڑا ان لوگوں کی طرف سے رخ پھیر گیا تھا۔ وہی شرم سے اپنا منہ چھپا گیا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی

حدائق شاہ کے سینے سے قمیض مٹھیوں میں جکڑتے اس کے سینے میں منہ گھسایا۔ وہ اس کیفیت میں جانا نہیں چاہتی تھی جہاں سے وہ نکل آئی تھی۔ لیکن اس موومینٹ پر نجانے کیوں اس کے ہاتھ پیر لرز اُٹھے تھے! تبھی وہ خود کو نارمل رکھنے کے لئے اس انسان کے سینے سے لگ گئی تھی جس کے پاس جاتے خوف اس سے ایسے دور ہوتا تھا جیسے تعوذ پڑھنے پر شیطان انسان سے دور ہوتا ہے!! "خبیث انسان چپ کر کے دفعہ نہیں ہو سکتا تھا کیا؟ حدائق شاہ نے فائزہ شاہ کو سختی سے خود میں قید کرتے معاذ شاہ کی طرف دیکھتے بھڑاس نکالی۔ فائزہ کا لرزنا اور اس کی کیفیت وہ بخوبی سمجھ گیا تھا۔ معاذ شاہ نے رخ موڑتے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ شرم ان لوگوں میں خود نہیں تھی اور باتیں بھی اسے ہی سنا رہے تھے!! "نہیں مطلب میں آج کے فنکشن میں کیا دوسروں کا رومانس دیکھنے کیلئے ہی آیا ہوں۔ آپ سب کو کمرے چھوٹے پڑ رہے تھے کیا؟ حد ہے یار سارے جذبات کی مدر سسٹر ایک کر دی آج۔۔ حدائق شاہ کی طرف دیکھتے اس نے دانت پیستے دہائی دی۔! "سالے ڈر رہی ہے وہ دفعہ ہو یہاں سے! اپنی یہ بکواس ماہ دیر کے ساتھ ہی رکھا کر۔ میں جان سے مار دوں گا

تُجھے ! حدائق شاہ اس کی بکواس پر غصے سے چیخا۔ اسے فائزہ کی فکر ہو رہی تھی۔۔ "جا رہا ہوں ! میرے موبائل سے مسئلے تھے ان کو اور خود کی حرکتیں دیکھو۔ توبہ توبہ ! ! پتہ نہیں میں کب کروں گا۔۔ جاتے جاتے بھی وہ بڑبڑاتے ہوئے آخر میں دہائی دیتے گیا تھا۔ وہ بیچارہ تو محض ترس کر رہ گیا تھا۔ پتہ نہیں اسے کیا سوجی تھی اس طرف آنے کی۔ ایک ہی دن میں دونوں بھائیوں کے کرتوت دیکھتے اس کے کانوں سے دھوئے نکلنے والے تھے ! !

تم ٹھیک ہو میری جان؟ گھبراؤمت صرف معاذ تھا۔ کچھ نہیں ہوا ہے ! اسے نرمی" سے خود سے لگ کرتے اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ جماتے حدائق شاہ نے اسے ریلکس کرنا چاہا۔۔ فائزہ شاہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ لیکن جلد ہی اس کے منہ سے قہقہہ برآمد ہوا تھا۔۔ وہ حدائق شاہ کے چہرے کی طرف دیکھتے قہقہے لگا رہی تھی۔ حدائق شاہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ کیا وہ پاگل ہو گئی تھی؟ "کیا دیکھ لیا میرے جگر کے ٹکڑے نے جو ایسے ہنس رہی

ہو؟اس کی ناک کی ٹپ پر لب رکھتے نہایت محبت سے پوچھا گیا۔"شاہ آپ کا منہ!!
اتنا کہتے فائزہ شاہ نے ایک مرتبہ پھر قہقہہ لگایا۔۔"کونسے لڑائی جھگڑے؟؟کونسی
ناراضگی؟کیا ابھی تھوڑی دیر پہلے ان لوگوں میں لڑائی بھی ہوئی تھی؟؟نہیں اب
لگتا تو نہیں تھا۔۔"میرے منہ کو کیا ہوا ہے؟نا سمجھی سے پوچھا گیا۔۔"شاہ میری
ساری لپسٹک آپ کے ہونٹوں پر اِرد گرد لگ گئی ہے!آپ اس ٹائم بہت فنی لگ
رہے ہیں شاہ!!ہنستے ہوئے وہ اس کی توجہ اسکے چہرے کی طرف کروا رہی تھی۔۔
حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔اسے اندازہ تھا کچھ ایسا ہی ہو گا
کیونکہ مقابل کے ہونٹوں کا بھی کچھ یہی حال تھا۔فرق صرف یہ تھا کہ حدائق بے
کچھ کہا نہیں تھا اور وہ بول گئی تھی۔!!"چلو شاباش خود سے صاف کرو!اپنا چہرہ اس
کے بلکل نزدیک کرتے محبت سے حکم دیا گیا۔وہ اس کے ہونٹوں سے بلکل ایک
انچ کے فاصلے پر اپنے ہونٹ کرتے روک گیا تھا۔۔"دوپٹے سے کرتی ہوں!مسکرا
کر کہتے اس نے اپنے دوپٹے کا پلو پکڑتے مقابل کے گال پر ایک ہاتھ رکھا۔وہ اس
کے ہونٹوں اور طرف میں موجود لپسٹک کو مسکراتے ہوئے صاف کر رہی تھی۔۔

حدائق شاہ محبت سے آنکھوں میں ڈھیروں جذبات کا ٹھاٹے مارتا سمندر لیے ترسی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ نجانے قسمت نے اس پر کب مہربان ہونا تھا۔۔ اچھی طرح لپسٹک کو صاف کرتے فائزہ شاہ مسکراتے ہوئے ہلکا سا پیچھے ہٹی۔ وہ اچھی طرح اس کا منہ صاف کر گئی تھی۔!! "شکریہ میری زندگی! اب ذرا آپ اپنے یہ حسین لب بھی صاف کر کے دوبارہ لپسٹک لگا لیں اور پھر ہم نکاح کا فنکشن اٹینڈ کرتے ہیں! دلہا آگیا ہوگا اب تک!! واپس سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اس کی ناک کے ساتھ اپنی ناک مس کرتے محبت سے کہا گیا۔ "آپ کر دیں! دوبدو جواب آیا تھا۔ شاید اس کا موڈ کچھ زیادہ ہی اچھا ہو گیا تھا۔ وہ اپنا پلو پھر سے اس کے آگے کر گئی تھی۔ "میں نے کیا تو پھر ہونٹوں سے کروں گا۔ یہ پلو والا کام بورنگ ہے! شرارت سے وارن کیا گیا۔۔ "رہنے دیں میں خود کر لوں گی۔ اس کے سینے پر مکا مار کر کہتے فائزہ شاہ نے خود ہی پلو سے اپنے ہونٹوں اور اطراف میں لگی لپسٹک کو صاف کیا۔ وہ اچھی طرح اپنا منہ بھی صاف کر گئی تھی۔۔ "ہو گیا؟؟ حدائق شاہ کی طرف دیکھتے سوالیہ سے انداز میں پوچھا گیا۔ اس کے پاس کوئی شیشہ نہیں تھا جو وہ

دیکھتی۔!! "ہو گیا ہے جان من! اب چلو ورنہ دا جان مجھے مار دے گیں جان سے! اس کے ماتھے پر لب رکھتے حدائق شاہ نے کہتے اس کا ہاتھ پکڑتے اپنے قدم آگے کی بڑھائے۔۔ بہت دیر ہو گئی تھی۔ اب تک نکاح شروع ہونے والا تھا شاید۔!! "شاہ میں ناراض تھی پچھلی بات پر! اب میں بات نہیں کروں گی! اس کے ساتھ چلتے اچانک ہی جیسے اسے اب یاد آیا تھا۔ وہ مقابل کو دھمکی دینا بلکل نہیں بھولی تھی۔۔ "ارے میرا بچہ میں منالوں گا تمھیں! نہیں مانی تو قدموں میں بیٹھ جاؤں گا۔ اور اگر پھر بھی نہیں مانی تو پاؤں پکڑ کر ناک رگڑ کر معافی مانگ لوں گا۔ پھر تو مان ہی جاؤ گی تم!! چلتے چلتے ہی نہایت محبت سے مسکراتے ہوئے جواب آیا۔!! "شاہ آپ واقعی پاؤں پکڑے گیں میرے؟ اسے یقین نہیں آیا تھا۔ حدائق شاہ کے چلتے قدم رکے! وہ اس کے لہجے میں بے یقینی کا عنصر بخوبی محسوس کر چکا تھا۔ اس کی طرف رخ کرتے حدائق شاہ مسکراتے ہوئے گھٹنوں کے بل خاموشی سے نیچے بیٹھا۔ وہ نجانے کیا کرنے والا تھا۔۔ فائزہ شاہ ناسمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ نیچے کیوں بیٹھا تھا؟ حدائق شاہ نے مسکرا کر اسے دیکھتے اس کے فلیٹ شوز

میں ملبوس پاؤں کو اٹھاتے اپنے گھٹنے پر رکھا۔ وہ اس کے گندے جوتے سمیت پاؤں پکڑتے اپنی سفید شلوار پر رکھ چکا تھا۔ بنا کوئی کراہت کھائے! "شاہ یہ آپ۔۔ پلیز!! فائزہ شاہ نے جھجھکتے ہوئے پیچھے کو ہونا چاہا۔ اسے اُمید نہیں تھی کہ یہ پاگل انسان اس کی بات کو اتنا سیریس لے جائے گا۔ وہ اپنی غلطی پر شرمندہ ہو کر رہ گئی تھی۔!! حدائق شاہ نے اسے پیچھے ہوتے دیکھ اس کے پاؤں پر گرفت مضبوط کی۔ وہ بنا جھجھکے مسلسل مسکرا رہا تھا۔۔ "بتاؤ اب کرو گی معاف! یا ناک رگڑوں؟؟ اس کے پاؤں پر دونوں ہاتھ رکھتے گردن اونچی کیے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے پوچھا گیا۔ وہ واقعی پاگل تھا اس لڑکی کے پیچھے!! "شاہ!! وہ اتنا کہتے ایک جھٹکے سے اپنا پاؤں پیچھے کرتے رونے لگی تھی۔ بھیگی سی آواز میں اسے پکارتے سیکنڈ کے اندر فائزہ شاہ کی آنکھوں سے پٹ پٹ آنسوں بہنے لگے تھے! پتہ نہیں اسے کیوں رونا آرہا تھا۔ وہ جیسے اپنی قسمت پر بے یقین تھی۔۔ "شاہ کی جان رونا بند کریں آپ! حدائق شاہ فوراً ہی زمین سے کھڑا ہوا۔ اس کا مقصد ہر گز بھی مقابل کو رلانے کا نہیں تھا۔۔ "شاہ!! ایک مرتبہ پھر اسے پکارتے فائزہ شاہ آنسوں بہاتے جھٹکے سے

اس کے سینے سے لگی۔ وہ کتنا اس شخص کا اور شکر ادا کرتی۔ اس کے پاس الفاظ نہیں تھے اپنی خوش نصیبی بیان کرنے کو۔ کیا کسی کی قسمت اتنی اچھی بھی ہو سکتی تھی؟ کیا تکلیفوں کا صلہ اتنا خوبصورت بھی ہوتا ہے؟ وہ واقعی میں بے یقین تھی۔۔ "واہ میں تو اب روز تمہارے پاؤں پکڑوں گا۔ کم از کم تم اسی بہانے مجھ سے چپکو گی تو سہی! ویسے تو ہاتھ نہیں آتی ہو!! اس کے گرد حصار بنا کر اس کے بالوں پر لب رکھتے حدائق شاہ نے ہلکے پھلکے سے انداز میں اس کا دھیان بٹانا چاہا۔ وہ رو رہی تھی اور اس کے سینے میں چبھن سی اٹھ رہی تھی۔۔ فائزہ شاہ نے پوری قوت سے اس کے سینے پر مکا جڑا۔ کبھی جو یہ انسان اپنی ٹھرک جھاڑنی چھوڑ دے! وہ ہمیشہ ہی موڈ میں رہتا تھا۔ اس کے سینے سے لگی وہ رونا بھولتی اب دانت پیس رہی تھی۔!! "چلو انت الحیات!! نکاح شروع ہو جائے گا۔ ہم بہت لیٹ ہو گئے ہیں! باقی کا رومانس کمرے میں جا کر کرے گیں! نرمی سے اسے خود سے الگ کرتے حدائق شاہ واپس سے اس کا ہاتھ پکڑتے آگے کو بڑھا۔ فائزہ شاہ بھی اب ایک ہاتھ سے اپنے آنسوں

صاف کرتے خاموشی سے اس کے ساتھ آگے بڑھ چکی تھی۔ان لوگوں کو واقعی دیر ہو رہی تھی۔ نکاح شروع ہونے والا تھا۔۔

علی واپس آ چکا تھا۔ وہ اس وقت سفید رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس اوپر سرخ رنگ کی ویسکوٹ پہنے ہوئے تھا۔ خوبصورتی میں کم تو وہ بھی نہیں تھا۔ مگر شاہ برادرز اور خان برادرز میں سب کو مات دینا کسی کے بھی بس کی بات نہیں تھی۔!! علی انصر اس وقت کرسی پر بیٹھا سنجیدگی سے ماورا جمیل کے انتظار میں تھا۔ ماورا کو بس اندر سے لینے گئے ہی ہوئے تھے ! وہ یہاں بیٹھا داجان اور باقی لوگوں کے ساتھ گفتگو کرتے کبھی سنجیدگی تو کبھی مسکراتے ہوئے ان لوگوں کی باتوں کا جواب دے رہا تھا۔ پھولوں کی لڑیوں سے بنے پردے کے ایک پار تمام خواتین تھیں تو دوسری طرف تمام مرد!! نکاح خواں بھی آ چکے تھے ! وہ زاویار شاہ اور جمیل صاحب کے ہمراہ بیٹھے نکاح نامے کو فل کر رہے تھے !اِرد گرد آہستہ آہستہ سب ہی اس سپاٹ پر جمع ہونے لگے تھے ! اس وقت اندھیرہ بھی ہو چکا تھا۔ تمام قسم کی

روشنیاں آن کر دی گئی تھیں۔۔اس وقت تقریباً ساڑھے سات ہو رہے تھے!!
ان لوگوں نے یہ بھی علی کی فرمائش پر ہی شام میں نکاح رکھا تھا۔!!"بھئی لے آؤ
ماورا کو! بہت دیر ہو رہی ہے! قاضی صاحب نے آگے بھی جانا ہے پھر! داجان نے
قاضی صاحب کے کہنے پر نوین بیگم کو مخاطب کیا۔انہیں ذرا کچھ جلدی تھی۔۔"دا
جان بس آ رہی ہے! بلکہ وہ دیکھیں آ بھی گئی۔۔ان کی طرف دیکھتے ابھی وہ کہتیں
کہ سامنے سے ہی سبینا بیگم اور علی کی ماں کے ہمراہ ماورا جمیل کو آتے دیکھ انہوں
نے داجان کی توجہ سامنے کروائی۔!! علی کے گھر والے کافی ملنسار لوگ تھے! وہ بنا
جھجھکے خود ہی ماورا جمیل کو یہاں تک لا رہی تھی۔ علی جو ماہ دیر شاہ سے کوئی بات کر
رہا تھا نوین بیگم کی آواز کانوں میں سنتے اس نے سامنے دیکھا۔بے ساختہ ہی اس کے
ہونٹوں پر مسکراہٹ سی رینگی! وہ دن آ ہی گیا تھا جس کا اسے انتظار تھا۔ماورا جمیل
پور پور سجی اس کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔!! وہ مسکراتے ہوئے دھڑکتے دل
کے ساتھ ماورا کو دیکھ رہا تھا۔سچ یہ تھا کہ وہ واقعی میں پہلی نظر میں دیکھتے اس لڑکی پر
بری طرح فدا ہوا تھا۔ تبھی تو بالاج خان کی اتنی مار کھانے کے بعد بھی وہ پیچھے نہیں

ہٹا تھا۔اس عورت کو حاصل کرنے کے اس نے انگنت سپنے دیکھے تھے! جو کہ آج پورے ہونے والے تھے! ماورا جمیل آج سے کچھ دیر بعد ماورا علی بننے والی تھی۔!! ماورا کو لاتے پردے کے پار رکھی کرسی پر بٹھایا گیا۔ہر کوئی مبہوت ہوا اس حسین لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔جو اپنے حسن کے جلوے اِرد گرد بکھیرتی اب خود کو کسی کے سپرد کرنے کی غرض سے کرسی پر بیٹھی تھی۔۔ماورا جمیل سنجیدگی سے کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتے سنجیدگی سے کرسی پر بیٹھی تھی۔جو اس نے سوچا تھا وہ نہیں ہوا تھا۔ بالاج خان نے کوئی تماشا کرنا تو دور اس کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھا تھا۔ اُس انسان کی باتیں اور محبت دونوں ہی کھوکھلی ثابت ہوئی تھی۔۔ایک بات کا تو اسے پورا یقین تھا کہ بالاج خان آج کے فنکشن میں بلکل نہیں آیا ہوگا۔ نجانے کیوں اس کا دل اسے چپکے سے خبر دے چکا تھا۔۔اور وہ بلکل ٹھیک تھی۔ بالاج خان واقعی یہاں نہیں آیا تھا۔۔کسی اور سے نکاح کی غرض سے سارے معاشرے کے سامنے بیٹھی وہ کسی اور کے بارے میں سچ رہی تھی۔یہ آج ہی تھا جب وہ شخص اسے کچھ زیادہ ہی یاد آرہا تھا۔اور وہ خود بھی نہیں جانتی تھی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے! لیکن

بس یہ اس کے ساتھ ہو رہا تھا۔ شاید دل میں بسی پرانی محبت ٹھاٹھے مار رہی تھی۔۔ ابھی تک تو اس کا دھیان علی کی طرف بھی نہیں گیا تھا۔ وہ بس کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتے سب کو بھلائے اپنے دل اور دماغ کے درمیان ایک جنگ لڑ رہی تھی۔ جو کہ اس کے لیے بلکل آسان نہیں تھا۔۔ بالاج خان کی وجہ سے آج کے دن بھی اس کی مینٹل ہیلتھ بری طرح خراب ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کا بخار بھی ابھی تک ٹھیک نہیں ہوا تھا۔ اس نے دوائی تو لی تھی لیکن ایسا لگتا تھا کہ اب تو دوائیاں بھی اپنا اثر دکھانا بند کر گئی ہو۔ بخار میں رتی برابر بھی فرق نہیں پڑا تھا۔ اس کا ابھی تک صبح والا ہی حال تھا۔ نقاہت سے اسے چکر آنے لگے تھے۔ لیکن مجبور تھی کہ وہ نکاح سے پہلے یہاں سے اٹھ بھی نہیں سکتی تھی۔!!"بیٹا تم ٹھیک تو ہو نہ؟ علی کی ماں نے اس کے کندھے کو ہلکا سا ہلاتے اسے سوچوں کے سمندر سے باہر نکالا۔ وہ کب سے اسے کسی بات کے لیے بلا رہی تھیں مگر حیرت تھی کہ یہ لڑکی انہیں سن ہی نہیں رہی تھی۔!!"جی۔۔جی نے ٹھیک ہوں! سر جھٹکتے اس نے دھیمے سے جواب دیا۔ کچھ دیر میں نکاح شروع ہونے والا تھا۔

معاذ شاہ جو سنجیدگی سے کھڑا یہاں بور ہو رہا تھا کہ اپنے سامنے کھڑی زارا خان کو دیکھتے اس کے شیطانی دماغ میں ایک آئیڈیا کلک ہوا۔۔ یہاں کھڑے ہو کے بور ہونے سے اچھا تھا کہ وہ کسی کو تنگ کر کے ہی اپنا موڈ فریش کر لیتا۔ ویسے بھی کل ساری رات اس نے زارا خان کو اچھی طرح زچ کیا تھا۔ وہ کال کر کے کٹ کرنا جیسے بھول ہی گیا تھا۔ اس نے فجر کی اذانوں کے وقت تک اس لڑکی کی جان کھائی تھی اور وہ بھی مجبوری میں اسائنمنٹ کے ڈر سے کال کٹ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ تبھی ساری رات اس شخص اوٹ پٹانگ باتیں سنتے نیند سے جھولتے اسے گزارا کرنا پڑا۔ یہ تو شکر تھا کہ اس نے صبح نیند پوری کر لی تھی۔ ورنہ ابھی بھی وہ نیند سے جھول ہو رہی ہوتی۔۔ معاذ شاہ نے سنجیدہ چہرہ کرتے اپنے قدم اس کی طرف بڑھائے۔ وہ ایک طرف کھڑی تھی۔ شاید وہ خود بھی یہاں بور ہی ہو رہی تھی۔!!" ہئے بے بی ڈال! قیامت لگ رہی ہو!! اچانک ہی اس کے پیچھے جاتے معاذ شاہ نے اس کے کان کے پاس جھکتے سرگوشی کی۔ زارا خان نے اچانک ہی ڈرتے دو قدم اپنی جگہ

سے سر کتے آگے کو ہوئی۔ یہ بلکل غیر متوقع تھی۔ وہ بہت زیادہ ڈر گئی تھی۔۔ اپنے پیچھے معاذ شاہ کو دانت نکالے کھڑے دیکھ اس کا بس نہیں تھا کہ یہ اس انسان کا منہ توڑ دے! مجال تھی جو اس میں کوئی انسانوں والی حرکت ہو! یہ کوئی اور ہی مخلوق تھی۔۔ معاذ شاہ کو ایک سخت گھوری سے نوازتے وہ بنا کوئی جواب دیے واپس سے سیدھی کھڑی ہوئی۔ سامنے ہی راحیل خان اور اس کے سارے گھر والے کھڑے تھے! لیکن اس انسان میں نا تو شرم تھی اور نا ہی کوئی لحاظ! ابھی وہ اس کے منہ ہی نہیں لگنا چاہتی تھی۔ اگر راحیل سامنے نا کھڑا ہوتا تو وہ اسے اچھے سے بتاتی۔۔ اسے کوئی جواب نا دیتے دیکھ معاذ شاہ منہ میں زبان رول کرتے خود بھی اس کے بلکل ساتھ جاتے کھڑا ہوا۔ وہ اسے ایسے تو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ تھا تو یہ ڈھیٹوں کا سردار۔۔ "اجی سنتی ہو۔۔ قاضی بھی یہیں ہے، نکاح کا سیٹ اپ بھی اچھا ہے، تمہارے اور میرے گھر والے بھی ہیں، گواہان بھی ہیں، کہو تو ہم بھی بِسمِ اللہِ کریں؟ اس کے ساتھ چپک کر کھڑے ہوتے معاذ شاہ نے بے شرمی سے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ اسے پھر سے زچ کرنا چاہ رہا تھا۔ یا شاید راحیل خان کے

ہاتھوں مرنا چاہ رہا تھا۔۔ زارا خان نے بوکھلاتے ہوئے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ کیا یہ انسان پاگل تھا جو کسی کو بھی ایسے ہی نکاح کی آفر کروا رہا تھا۔ اس کا چہرہ ہلکا سا سرخ پڑا تھا لیکن وہ اسے شے نہیں دینا چاہتی تھی اسی لیے جلد ہی خود کی فیلنگز پر بند باندھا۔!! "میرا بھائی سامنے ہی کھڑا ہے۔ اتنے جوتے مارے گیں کہ اپنی شکل بھی آئینے میں نہیں پہچان سکو گے! بہتر ہیں آپ اپنی حد میں رہیں معاذ شاہ۔!! سامنے نظریں جمائے دانت پیستے وہ معاذ شاہ سے مخاطب تھی۔ یہ ایک فیملی فنکشن تھا تو وہ اس کے نام کے ساتھ سر لگانا بھی ضروری نہیں سمجھ رہی تھی۔!! معاذ شاہ اس کی بات اور آخر میں اپنا نام سنتے منہ نیچے کرتے دھیمے سے مسکرایا۔ اسے کچھ ایسی ہی اُمید تھی۔!! "زارا اِدھر آؤ۔۔ اور جس کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔ راحیل خان کی ان دونوں پر نظر پڑ گئی تھی اسی لیے وہ زارا کو اپنی طرف بلا رہا تھا۔۔ زارا خان نے گھبراتے ہوئے ایک نظر ساتھ کھڑے معاذ شاہ پر ڈالتے اپنے قدم راحیل کی جانب بڑھائے۔ اسے لگ رہا تھا کوئی دیکھ لے گا اور وہی ہوا تھا۔۔ پیچھے معاذ شاہ نے ایک سنجیدہ نظر راحیل خان پر ڈالی۔ کیا ہو جاتا جو یہ انسان اسے یہیں

کھڑا رہنے دے دیتا۔۔ نہیں اس نے تو فوراً سے اپنی بہن کو آواز لگالی تھی جیسے وہ اسے کھا رہا تھا۔۔

جی بھائی؟؟ زارا خان نے راحیل کے ساتھ کھڑے ہوتے پوچھا۔۔ اتنا تو اسے " یقین تھا کہ اس تک ان دونوں کی باتوں کی کوئی آواز نہیں پہنچی ہو گی۔۔اِدھر کھڑی رہو میرے ساتھ ! اور کیا کہہ رہا تھا معاذ؟ تم بات کر رہی تھی اس سے کوئی؟ اسے بازو سے پکڑتے ساتھ کھڑا کرتے راحیل خان نے سنجیدگی سے سوال داغا۔ وہ لڑکا زارا خان کے ساتھ فریلی چپک کر کھڑا تھا۔ اور یہی بات اسے زہر لگی تھی۔!! "بھائی وہ کہہ رہے تھے کہ۔۔ یونی ہاں یونی کا پوچھ رہے تھے کہ آج کیا بنا تو میں نے کہہ دیا کہ میں بھی نہیں گئی تھی۔۔ خود کے اندر ہمت پیدا کرتے اس نے صاف جھوٹ بولا۔۔ پتہ نہیں کیوں بس وہ جھوٹ بول ہی گئی تھی۔۔ "آئندہ میں تمھیں اس کے ساتھ نا دیکھوں ! جس مرضی کسی اور سے پوچھ لے تم آئندہ اس کی کسی بات کا جواب نہیں دو گی ! سمجھ آ رہی ہے میری بات؟ اور اب کبھی یہ بات کرنے کی کوشش کرے تو مجھے بتانا۔ لیکن تم کوئی بات نہیں کرو گی اب اس سے !! اس کی

طرف سنجیدگی سے دیکھتے راحیل خان نے سختی سے اسے تنبیہ کی۔۔اسے واقعی یہ بات بہت بری لگی تھی۔۔"جی!!زاراخان نے نظریں جھکائے حامی بھری۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ راحیل ان باتوں پر کبھی ایسے غصّہ کرے گا۔!!سر جھٹکتے راحیل خان سامنے کی طرف متوجہ ہوا۔اب اسے سکون تھا کہ اس کی بہن اس کے ساتھ ہی کھڑی تھی۔۔جبکہ زاراخان نے ایک زہریلی سامنے خود کی طرف تکتا پا کر معاذ شاہ پر ڈالتے خود بھی ماورااور علی کی طرف متوجہ ہوئی۔اس کا کوئی قصور بھی نہیں تھااور راحیل نے اسے ہی باتیں سنادی تھی۔جبکہ معاذ شاہ سنجیدگی سے ڈھیٹ پن سے دیکھ ابھی بھی زارا کی طرف ہی رہا تھا۔اس انسان کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔۔

مولوی صاحب نکاح شروع کریں!داجان نے مسکراتے ہوئے مولوی کو طرف" دیکھتے نکاح شروع کروایا۔کافی دیر ہو چکی تھی۔اب نکاح ہو ہی جانا چاہیئے تھا۔۔ مولوی نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے نکاح شروع کیا۔۔

علی انصر ولد انصر آپ کا نکاح ماورا جمیل ولدیت جمیل حسن کے ساتھ بعوض حق "
مہر دس لاکھ روپے سکہ راہی الوقت کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟"
مولوی صاحب نے علی کے ساتھ کرسی پر بیٹھے اس سے استفسار چاہا۔

قبول ہے!! مسکراتے ہوئے ایک جوش سے جواب آیا تھا۔ اسے اس کی محبت "
مل ہی گئی تھی۔۔ "قبول ہے؟ دوسری مرتبہ مولوی نے پھر سے وہی الفاظ
دہرائے!! "قبول ہے!! دوسری مرتبہ بھی اسی گرم جوشی کے ساتھ جواب آیا
تھا۔۔تینوں مرتبہ اس سے حامی وصول کرتے مولوی صاحب نے نکاح کے پیپرز
!!دستخط کی غرض سے اس کے سامنے کیے

اپی: 2/79

علی انصر ولد انصر آپ کا نکاح ماورا جمیل ولد جمیل احسن کے ساتھ بعوض دس لکھ "
روپے حق مہر سکہ راہی الوقت کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟ مولوی
صاحب نے کرسی پر علی کے پاس بیٹھتے نکاح شروع کیا۔ علی کے چہرے پر ایک
جاندار مسکراہٹ سی چھائی۔ اس کی محبت اسے ملنے ہی والی تھی۔۔ قبول ہے!

جاندار سی آواز میں بولتے اس نے دل و جان سے ماورا جمیل کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔اسی طرح دوسری اور تیسری مرتبہ وہ خوش دلی سے اسے اپنے نکاح میں قبول کر چکا تھا۔۔ ماورا جمیل سامنے پردے کے پار بیٹھی دھڑکتے دل کے ساتھ اس کی آواز بخوبی سن رہی تھی۔ اس کا دل اتنی شدت سے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی باہر آجائے گا۔ نجانے کیوں اس کا جسم لرز رہا تھا۔ یہ کیا ہو گیا تھا اس سے ؟ وہ جذبات اور بدلے کی آگ میں پاگل ہوتے اپنے لیے ہی گڑھا کھود بیٹھی تھی۔ اسے ڈر لگ رہا تھا جیسے ابھی اس وقت تک وہ بالاج خان کو نہیں بھول سکی۔ کیا ہوتا اگر وہ نکاح کے بعد بھی اس شخص کی یادوں سے نا نکل سکی تو؟؟ جیسے جیسے وہ اس بارے میں سوچ رہی تھی ویسے ویسے اس کا جسم مزید لرزنا شروع ہو رہا تھا۔۔ مولوی صاحب نے اس سے اقرار کرواتے نکاح کے پیپرز اس کے سامنے کیے ! وہ ساتھ پین بھی پکڑے ہوئے تھے۔۔ نکاح کے پیپرز پر سائن کرنے کے لیے ! ! علی نے مسکرا کر ان کے ہاتھ سے پیپرز پکڑے ! اس کا دل خوشی سے پھولے نہیں سما رہا تھا۔ ان سے پین بھی پکڑتے وہ مولوی صاحب کی بتائی گئی جگہ پر ابھی سائن کرنے ہی لگا تھا کہ

اچانک ہی۔۔۔ایک گولی آتے اس کے ہاتھ کے بلکل پاس پین پر لگی۔ گولی اس کی انگلیوں کو چھو کر گئی تھی۔۔ علی کے ہاتھ سے اچانک ہی پین چھوٹتے زمین پر گرا۔ وہ چیختے ہوئے اپنی انگلیوں سے بہتا خون دیکھ رہا تھا۔ نشانہ جس نے بھی لگایا تھا بہت پکا نشانہ تھا۔۔ پستول یا گولی کی کوئی آواز نہیں آئی تھی۔ اس لیے ابھی پیچھے کھڑے لوگوں کو تو پتہ ہی نہیں تھا کہ کچھ ہوا بھی ہے! وہ علی کے چیخنے پر اس طرف متوجہ ہوئے تھے! نکاح کے پیپرز پر سارا خون خون ہو چکا تھا۔ سارا نکاح نامہ خراب ہو چکا تھا۔ اچانک ہی پورے لان میں جیسے ہڑ بڑی سی مچ گئی تھی۔۔ سب حیرت سے علی کو دیکھ رہے تھے۔ کسی کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ گولی آخر آئی کس طرف سے ہے! یہ بلکل غیر متوقع حملہ تھا۔ ہر کوئی خوف سے دنگ اس کی انگلیوں سے بھل بھل بہتا خون دیکھ رہا تھا۔۔ ماورا جمیل نے بے ساختہ ہی اپنے گرارے کو دونوں ہاتھوں سے سختی سے جکڑا۔ اس کا جسم پہلے سے زیادہ شدت سے کانپنے لگا تھا۔ پہلا خیال جو اس کے دل میں آیا تھا وہ بالاج خان کا تھا۔۔ لیکن وہ۔۔ وہ کیسے آ سکتا تھا؟ اسے تو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔ پھر وہ کیسے یہ کر سکتا تھا۔ اور اگر بالاج خان نہیں

تھا تو اس کی جگہ پھر کون یہ کام کر سکتا تھا۔ اس کے چہرے پر خوف اور پریشانی کے اثرات بہت واضح تھے! سب کا ہی یہی حال تھا۔۔ ایسے اچانک کہیں سے بھی گولی کا آ کر لگ جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔!! "کیا کھڑے دیکھ رہے ہو تم سب؟ گارڈز کہاں ہیں سارے! پتہ کرو کون ہے جس نے گولی چلائی ہے!! حدائق، زاویار، معاذ، ماہ دیر اور عدیل ان سب کو ایسے ہی کھڑے دیکھ مظہر شاہ غصے سے چیخے۔۔ حیرت تھی ان لڑکوں پر! اس وقت کوئی بھی اپنی بیوی کے ساتھ نہیں کھڑا تھا۔ سب کی بیویاں ایک طرف تھی اور وہ سارے خود ایک طرف تھے! خان برادرز بھی انہی کے ساتھ ہی آرام سے کھڑے تھے! اگر پورے فنکشن میں کوئی ڈرا نہیں تھا تو یہ آٹھ کے آٹھ تھے! وہ سارے مظہر شاہ کے کہنے کے باوجود بھی ایسے ہی جم کر بے خوف ہوئے کھڑے تھے!! علی کی ماں نے پریشانی سے آگے بڑھتے اس کی انگلیوں سے بہتے خون پر اپنا دوپٹہ رکھا۔ یہ عین نکاح کے وقت کیا ہو گیا تھا؟ وہ سب ہی سمجھنے سے قاصر تھے! اس کی انگلیوں کو گولی محض چھو کر گزری تھی۔ یہ وہی ہاتھ تھا جس سے وہ نکاح نامے پر سائن کرنے والا تھا۔ اس کی ماں

پریشانی سے اس کی انگلیوں پر دوپٹہ رکھ کر اسے دباتے خون روکنے کو کوشش کر رہی تھی لیکن خون پھر بھی بہے جارہا تھا۔!!"مولوی صاحب آپ نکاح پڑھائیں۔ چھوڑیں سب کو آپ پلیز جلدی ماورا سے قبول ہے بلوائیں۔ نکاح نامہ بعد میں دوسرا بنوالے گیں۔ آپ ابھی زبانی نکاح کروائیں پلیز۔۔ جھٹکے سے اپنی ماں سے ہاتھ چھڑواتے علی مولوی کی طرف دیکھتے دبی دبی آواز میں چیخا۔اس کی چھٹی حس اسے کچھ برا ہونے کا پتہ دے رہی تھی۔ جو کہ وہ بلکل بھی نہیں چاہتا تھا۔ نجانے کیسے وہ جانتا تھا کہ یہ کام کس کا ہے! اس کے دل میں بھی پہلا خیال اسی انسان کا آیا تھا جس کا خیال ماورا جمیل کے دل میں آیا تھا۔ صرف ایک وہی شخص تو تھا جو ان دونوں کے نکاح میں سب سے بڑی دیوار بن رہا تھا۔اور وہ تھا بالاج خان!! لیکن وہ کیسے آسکتا تھا یہاں۔ جب وہ پہلے نہیں آیا تھا تو عین نکاح کے وقت آکر کیا ہی کر لیتا۔!!"تم پاگل ہو گئے ہو علی! ماحول دیکھو اور تمھیں نکاح کی پڑی ہے؟ ابھی ایک گولی چلی ہے دوسری بھی چل سکتی ہے! صبر رکھو!! ایسے حالات میں علی کی ماں نے سمجھداری سے کام لیتے اسے سمجھانا چاہا۔ مگر علی کے دل میں خوف تھا۔

اسے لگ رہا تھا اگر ابھی نکاح نا ہوا تو وہ ماورا کو ہمیشہ کے لیے کھو دے گا۔اس کی چھٹی حس بار بار اسے کچھ غلط ہونے کا سگنل دے رہی تھی۔!!"ماما آپ نہیں جانتی کچھ بھی!!مولوی صاحب آپ تو ڈرنا چھوڑ کر نکاح پڑھائیں۔اتنی بڑی داڑھی ہے آپ کی پھر بھی ڈر رہے ہیں!اپنی ماں کو سائڈ پر کرتے وہ دوبارہ سے مولوی سے مخاطب تھا۔جو خود آنکھوں میں ڈھیروں خوف لیے بس اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے!!اس وقت سب کی یہ حالت تھی کہ کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلے گا اور گولی آ کر انہیں لگ جائے گی۔۔سارے ہی خوف کے مارے اپنی اپنی جگہوں پر کھڑے دعائیں پڑھتے ہوئے اِرد گرد دیکھ رہے تھے!دشمن جو کوئی بھی تھا اس نے چھپ کر حملہ کیا تھا۔ایک اسی چیز کا سب کو زیادہ ڈر تھا۔کس کو کیا خبر کہ کہیں سے بھی گولی آ کر انہیں لگ جائے!!"مظہر شاہ ان لڑکوں میں سے کسی کو بھی نا ہلتے دیکھ خود ہی گارڈز کے ہمراہ اس حملے کی تشویش کرنے نکل گئے تھے!!جبکہ داجان کا بس نہیں تھا ان ساروں کو لائن میں کھڑا کر کے گولی سے اڑا دیں۔یہاں سب میں خوف کا سماں تھا اور وہ سارے ایک ہجوم بنائے کھڑے چپس پر ٹوٹے ہوئے تھے!!ہاں وہ

آٹھ کے آٹھ کھڑے ایک دوسرے میں مگن چپس کھا رہے تھے! کوئی مر جائے کسی کو گولی لگ جائے انہیں جیسے فکر ہی نہیں تھی۔۔حالانکہ ان کی بیویاں بھی ڈری ہوئی تھیں۔ مگر جب چپس مل جائے تو کونسی بیوی؟ان لوگوں کا وہ والا حال ہوا پڑا تھا۔

مولوی صاحب اگر یہ اتنا اسرار کر رہا ہے تو آپ ماورا کی طرف سے قبول و منظور," کا مرحلہ طے کر لیں! علی کو کچھ زیادہ ہی بے چین ہوتے دیکھ داجان نے مولوی صاحب کو خود ہی مخاطب کیا۔انہیں فکر ضرور ہو رہی تھی سب کی لیکن ڈر نہیں لگ رہا تھا۔!!"ذرا صبر کر لیں داجان دلہا تو اب آیا ہے! نکاح کس سے پڑھوانا۔چاہ رہے تھے پھر آپ!! اپنے عقب سے ایک بھاری بارعب آواز سنتے سب کی نظریں اچانک ہی پیچھے کی طرف اٹھی۔ یہ آواز اتنی تو ضرور تھی کہ سب نے ہی با آسانی سن لی تھی۔ علی نے سامنے دیکھتے غصے سے بری بری طرح اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے!! جبکہ ماورا جمیل نے گہرے گہرے سانس بھرتے نم

آنکھوں کے ساتھ سامنے دیکھا۔ اسے اُمید نہیں تھی کچھ ایسا ہو گا۔۔ کچھ لوگوں کے علاوہ لان میں بیٹھا ہر انسان حیرت سے سامنے دیکھ رہا تھا جہاں "بالاج خان" درجنوں گارڈز اپنے ہمراہ لیے سنجیدگی سے کھڑا ماورا جمیل پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ وہ اس وقت بلیک کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس غضب ڈھا رہا تھا۔۔ ہیزل گرے آنکھیں ہلکی سی سرخ تھیں۔ جیسے وہ بڑے ضبط کے ساتھ اِدھر کھڑا ماورا جمیل کو دلہن کے جوڑے میں دیکھ رہا ہو۔!! "بالاج کیا ہے یہ سب؟ برہان خان حیرت سے اسے دیکھتے اس پر چیختے ہوئے آگے کو بڑھے! آخر یہ ہو کیا رہا تھا۔ وہ سب کے سامنے اس طرح کا تماشا لگا کر ان کی تربیت پر سوال اٹھوا رہا تھا۔!! ماورا جمیل اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوں صاف کرتے کرسی سے کھڑی ہوئی۔ اس کے تو پاؤں سے جیسے جان نکل رہی تھی۔ ٹانگیں تھیں کہ کھڑے ہونے سے انکاری تھیں۔ بخار سے پھنکتا وجود کانپتا جسم، درد سے چور بدن، آنکھوں سے بہتے آنسوں اور دماغ اور دل کے درمیان چلتی جنگ! اس کا بس نہیں تھا کہ خود کشی کر لے! اسے اس وقت جتنی تکلیف ہو رہی تھی اس سے کئی زیادہ بالاج خان سے نفرت بھی

ہو رہی تھی۔اس سب کا ذمیدار یہی ایک انسان تھا۔پہلے اس کی محبت کو تماچہ بنا کر اسی کے منہ پر مارا اور پھر اس کے پیچھے ہٹنے پر وہ خود ہی اس کے پیچھے پڑ گیا تھا۔کیا کچھ نہیں سہا تھا اس نے! مقابل ہر مرتبہ اس کے کردار پر باتیں بناتا تھا اور وہ سہتی تھی۔جواب وہ بھی دیتی تھی لیکن اپنی عزت پر بات آنے کے بعد! پہل ہمیشہ یہی انسان کرتا تھا۔۔اپنے دماغ میں ساری پچھلی باتوں اور اس انسان کے کیے گئے ہر ظلم کو ریوائنڈ کرتے وہ روتے ہوئے کانپتے ہوئے کھڑی یک ٹک اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔!! دیکھا دیکھی سب ہی اپنی اپنی جگہوں سے کھڑے ہو چکے تھے! سب کی نظریں اس وقت ایک ہی انسان پر تھیں اور وہ تھا بالاج خان۔۔اس کے پیچھے ڈھیروں گارڈز گنز لیے کھڑے تھے!! "جب تک نکاح نا ہو جائے تب تک کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلنا نہیں چاہیے! چاہے اس میں کوئی بھی آجائے! بڑا یا چھوٹا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ سنجیدگی سے ایک نظر اپنے پیچھے کھڑے گارڈز کو حکم دیتے بالاج خان نے اپنے قدم آگے کو بڑھائے! اپنے پاس آتے برہان خان کو وہ سرے سے ہی نظر انداز کر گیا تھا۔!! گارڈز نے فوراً ہی اپنی گنز کو لوڈ کرتے سب

کی طرف جاتے انہیں ایک طرف کیا۔ وہ تو اس کے حکم کے تابع تھے! وہ سارے مہمانوں اور گھر والوں کو ایک طرف کرتے انہیں ایک ساتھ کھڑا کرتے ان پر اپنی پستول تانے ہوئے تھے تاکہ کوئی بھی حرکت نا کر سکے۔۔ حتٰی کہ تمام لڑکے جو بالاج خان کے آنے کے بعد بھی چپس کو نہیں چھوڑ رہے تھے ان پر بھی تین سے چار گارڈز مامور ہو چکے تھے!! ایسا لگتا تھا جیسے وہ سارے یا تو پہلے سے اس بارے میں باخبر ہو یا پھر واقعی چاہے کوئی مر جائے یا کچھ بھی ہو جائے ان لوگوں نے چپس نہیں چھوڑنی تھی۔ ان سب کو کسی سے کوئی غرض ہی نہیں تھی۔ یہاں تک کہ گولیاں لے کر کھڑے گارڈز سے بھی نہیں! لان میں اچانک ہی جیسے شور سا اٹھ چکا تھا۔ لوگ پستول سے ڈر رہے تھے۔ لیکن گارڈز نے تو اپنا کام مکمل کرنا ہی تھا۔۔ وہ سب کو ایک طرف کرتے ان پر پستول تانے سب کو ہلنے سے بھی روکے ہوئے تھے! صرف وہ ساتھ لڑکے تھے جو ایک طرف تھے باقی پورے لان میں موجود لوگ ایک طرف تھے!! "یہ کیا طریقہ ہے بالاج؟ تم پاگل ہو گئے ہو کیا؟ کسی کی شادی میں یہ کیا تماشا لگا رہے ہو تم!! ہوش میں تو ہو؟ اور یہ گارڈز پستول نیچے

کرواؤان سے سب ڈر رہے ہیں ! ! اس کے مقابل جاتے برہان خان اس کے بازو کو پکڑ کر اسے روکتے اسے زہر آلود نظروں سے دیکھتے ہوئے چیخے ! اس انسان میں کسی کا لحاظ بھی نہیں رہا تھا۔ وہ اپنی ماں پر بھی بندوق تنوا گیا تھا۔۔ بالاج خان جو آگے بڑھ رہا تھا اس کے ایک لمحے کے لیے قدم رکے ! ایک نظر اپنے بازو اور دوسری نظر برہان خان پر ڈالتے اس نے خاموشی سے ان کا ہاتھ اپنے بازو سے نرمی سے ہٹایا۔ ! ! "آپ کا حکم سر آنکھوں پر بابا۔ لیکن آج اگر آپ کی بات مانی تو اپنی محبت سے ہاتھ دھو بیٹھوں گا۔ آج یا تو اس سے نکاح کر کے جاؤں گا یا اسے یہیں دفنا کر جاؤں گا۔ میری نہیں تو کسی کی نہیں ہو گی یہ ! سنجیدگی سے نرمی سے کہتے بالاج خان نے واپس سے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے ! اسے کوئی غرض نہیں تھی کہ کون کیا سوچتا ہے, یا پھر وہ جو بھی کرنے جا رہا ہے اس کے بعد اسکے ساتھ کیا ہو گا۔۔ اس پر اس وقت بس ایک جنون سوار تھا کہ کسی بھی طرح ماورا جمیل کو علی سے پیچھے کر کے خود اس سے نکاح کر لے ! اور اس کے لیے اسے کچھ بھی کرنا پڑتا وہ کرنے کو تیار تھا۔۔ دا جان اور باقی سب گھر والے تو ہونک بنے بالاج خان کو ہی

دیکھ رہے تھے ! محبت ؟؟ کیسی محبت ؟ یہ کب ہوا تھا ؟؟ ابھی برہان خان غصے سے واپس سے اس کی طرف قدم بڑھاتے کہ ایک گارڈ نے آتے ان کے سینے پر بندوق رکھی۔ اس وقت کسی کے لیے کوئی ریلیف نہیں تھا۔ جو بھی بالاج خان اور ماورا جمیل کے بیچ میں آتا یقیناً مارا جاتا۔ ناچاہتے ہوئے بھی برہان خان کو اپنے قدم روکنے ہی پڑے ! جتنا بالاج خطرناک تھا اس سے زیادہ اس نے اپنے گارڈز خطرناک رکھے ہوئے تھے !! برہان خان کلستے اسے دیکھتے اب یہیں پر کھڑے ہو چکے تھے !! جبکہ پورے شاہ ولا اور خان ولا کے لوگ حیرت کی گہرائیوں میں ڈوبے بالاج خان کو تو کبھی ماورا کو دیکھ رہے تھے ! محبت والی بات بالاج کے منہ سے ان لوگوں کو کچھ !! ہضم نہیں ہوئی تھی۔

تم اس تک نہیں جا سکتے۔۔ بالاج خان اور ماورا میں چند قدموں کا ہی فاصلہ تھا کہ " علی نے بیچ میں آتے بالاج خان کو سختی سے تنبیہ کی۔ وہ ان دونوں کے درمیان دیوار کی مانند حائل ہو گیا تھا۔۔ بالاج خان نے ایک اُکتاہٹ بھری نظر اس پر ڈالی۔ کیوں یہ لڑکا اس کے ہاتھوں سے مرنے پر تلا ہوا تھا؟ یہ ڈھیٹ انسان ہمیشہ اپنی

موت کو خود ہی دعوت دیتا تھا۔ شاید اسے مقابل کے مکے کھانے کی عادت پڑ گئی تھی۔ تبھی ہر مرتبہ بیچ میں کود پڑتا تھا۔۔ "دیکھ تیری طرف میرے بہت سے حساب نکلتے ہیں! جن کا میں بعد میں بہت اچھے سے بدلہ لوں گا۔ ابھی کے لیے اس کے آگے سے ہٹ جا۔ مجھے اس کے علاوہ اور کسی کے منہ نہیں لگنا۔ اُکتاہٹ سے کہتے وہ اسے وارننگ دیتے آخر میں اسے سائڈ ہٹا رہا تھا۔۔ "بکواس بند کر اپنی! یہ میری ہونے والی بیوی ہے! تو کیوں ہمیشہ بیچ میں کود جاتا ہے! اچھا بھلا نکاح ہو رہا تھا۔۔ لیکن تیری وجہ سے سب خراب ہو کر رہ گیا۔۔ اس کے سینے پر ہاتھ مارتے علی حلق کے بل دھاڑا۔ اسے جس بات کا ڈر تھا وہی ہو گیا تھا۔ "اس سے پہلے یہ تیری بیوی ہو میں اسے اور تُجھے جان سے ہی نا مار دوں! غصے سے جبڑے بھینچ کر کہتے بالاج خان نے آگے بڑھتے اس کے منہ پر اپنی پوری قوت سے مکا جڑا۔ اسے اس انسان کے الفاظ چبھے تھے! وہ اس کی محبت کو اپنی ہونے والی بیوی کیسے کہہ سکتا تھا؟؟ تبھی تکلیف ہو تھی اسے!! غصّہ تو اسے صبح کا ہی بہت آیا ہوا تھا۔ اچھا ہی تھا بس اب اُتارنے کے لیے کوئی انسان مل گیا تھا۔۔ علی بے ساختہ ہی کراہتے ہوئے

پیچھے کو ہوا۔ وہ مرد ہو کر بھی اس کے بھاری ہاتھ کا مکا برداشت نہیں کر سکا تھا۔۔ ایک ہی وار میں اس کی ناک اور ہونٹ سے خون نکلنے لگا تھا۔۔ مقابل کا ہاتھ نہیں ہتھوڑا تھا۔۔ "ہٹ میں لڑتا بھی اپنی برابری کے لوگوں سے ہوں! نازک مزاج مردوں کو مارنے میں مزا نہیں آتا مجھے! پہلے جا کر جان بنا اور پھر میرے سامنے آنے کی جرات کرنا۔۔ کھسرا سالا۔!! اسے زمین پر پڑے عورتوں کی طرح کراہتے دیکھ بالاج خان نے ناگواریت سے دیکھتے اپنی بھڑاس نکالی۔ وہ آگے سے وار کرتا تو مزہ آتا۔ ایسے اسے مزہ نہیں آیا تھا۔ غصّہ پھر سے دل میں دب چکا تھا۔ اب یہ کسی اور پر نکلنا تھا۔۔ ماورا جمیل ابھی تک رو ہی رہی تھی۔ وہ نجانے کیسے ابھی تک اپنی ٹانگوں پر سلامت کھڑی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس انسان کو کیا کہے جو اس کے نکاح کا فنکشن خراب کر چکا تھا۔ کیسے دھڑلے سے وہ سب کے سامنے محبت کا اظہار کر گیا تھا۔ حالانکہ حقیقت سے تو بس وہی واقف تھی۔۔ کاش کہ یہاں موجود سبھی لوگوں کو وہ اس دوغلے انسان کا اصل روپ دکھا سکتی۔۔ ایک نظر نیچے پڑے علی کے وجود کو دیکھتے ماورا جمیل نے واپس سے بالاج خان کی طرف

دیکھا۔ بس بہت ہو گیا تھا۔۔ وہ اور مزید برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ بالاج خان ہر مرتبہ اسے زیر نہیں کر سکتا تھا۔ یہ انسان ہر بار نہیں جیت سکتا تھا۔۔ سنجیدگی سے اس کی طرف قدم بڑھاتے ماورا جمیل اس سے ایک قدم کے فاصلے پر رکی! وہ برستی آنکھوں سے مقابل کو دیکھ رہی تھی۔!! ایک آنکھیں اور دوسرا دل! اس کا بس نہیں تھا کہ ان دونوں کو نوچ کر پھینک دے! یہ ہمیشہ اس انسان کی حمایت میں روتے تھے! "میں جیت گیا۔۔ ایک ہی باپ کا ہوں ثابت ہوا ہے! بالاج خان نے تمسخرانہ سا مسکراتے اس کے حسین چہرے پر نظریں جما کر کہتے اسے آنکھ ونک کی۔ سب باتیں ایک طرف لیکن وہ اسے جتانا بلکل نہیں بھولا تھا۔ وہ چیلنج آدھا جیت گیا تھا۔!! "ماورا اس سے دور رہو! جمیل صاحب نے زہر آلود نظروں سے بالاج کو گھورتے ماورا کو تنبیہ کی! اگر آگے گارڈز نا کھڑے ہوتے تو وہ اس شخص کا یقیناً منہ توڑ دیتے! مقابل اگر آیا تھا تو پوری پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا۔ اور سونے پر سہاگہ کہ ان کے اپنے لڑکے بھی ایک طرف کھڑے ماحول کو انجوائے کرتے چپس کھانے میں مگن تھے! ایسا لگتا تھا پتہ نہیں وہ لوگ کتنے دنوں کے

بھوکے ہو جو سارے کے سارے ہی چپس پر ٹوٹے اسے چھوڑ ہی نہیں رہے تھے!
پتہ نہیں اب تک کتنے ہی پیکٹس تو سائڈ پر خالی پڑے تھے! ان میسنوں نے بوریت
سے بچنے کے لیے پہلے ہی اس کا انتظام کر رکھا تھا۔ یقیناً یہ سارے کے سارے بالاج
خان کے پلان سے پہلے سے واقف تھے! یا پھر اب اس کی لوسٹوری میں ولن نہیں
بننا چاہ رہے تھے۔۔ اسی لیے آرام سے ایک طرف کھڑے داجان کی اور باقی سب
کی گھوریوں کو اگنور کرتے اپنے کام میں مصروف تھے! کسی کو اپنی بیوی کا بھی خیال
نہیں تھا۔ جو ایک طرف کھڑی بیچاریاں رو رہی تھیں۔ لیکن مجال تھی جو یہ لڑکے
اپنی جگہ سے ہل لیتے! سچ تو یہ تھا کہ ان میں سے کسی نے دیکھا ہی نہیں تھا۔ ورنہ
اپنی بیویوں کو رونے تو بلکل بھی نہیں دیتے!! باقی سنگل تو ویسے ہی سکون میں
تھے!

"ایک منٹ بابا۔۔ مجھے بات کرنے دیں اس انسان سے! آج آر یا پار ہو ہی جائے!"
میں مزید گھٹ گھٹ کر زندگی نہیں گزار سکتی۔ مزید اس انسان کی محبت کا روگ

نہیں پال سکتی میں ! اس کی محبت میرے گلے میں طوق بن کر اٹک گئی ہے۔۔اس کی محبت پھانس ہے جو میرے وجود کو۔ قطرہ قطرہ کر کے ختم کر رہی ہے ! آپ نہیں جانتے بابا اس انسان نے کتنی مجھے تکلیف دی ہے ! کتنا ذلیل کیا ہے اس ایک شخص نے مجھے۔۔ "میں نے کبھی تمھیں ارادتاً تکلیف نہیں دی۔ تم میرے غصے سے اچھی طرح واقف ہو ! غصے میں جو منہ میں آتا تھا میں وہ بول دیتا تھا۔ بالاج خان نے تڑپتے ہوئے بیچ میں ہی اس کی بات کاٹ چکا تھا۔ پہلے اس کے لیے یہ گلٹ کافی تھا کہ وہ کبھی اس عورت کے کردار کو سوالیہ نشان بناتا تھا۔ مزید ہمت نہیں تھی اس کے اندر ! ! ماورا جمیل نے بری طرح اپنے ہونٹ بھینچتے اس ذلیل انسان کو دیکھا۔ ! ! دوسرے لمحے مارے غصے کے اس کا ہاتھ اٹھتے بالاج خان کے چہرے پر اپنی چھاپ چھوڑ چکا تھا۔ تھپڑ اتنا زبردست تھا کہ پورے لاؤنج میں اس کی آواز گونجی تھی۔ سب ہونک بنے حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے ! اتنا تو سب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ دونوں کا آپس میں کوئی نا کوئی کنیکشن ضرور ہے ! ! بالاج خان نے بری طرح اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے ! آنکھیں جو مارے

غصے کے پہلے ہی سرخ تھیں اب جیسے خون چھلکانے لگی تھیں۔۔ سب کے سامنے یہ تھپڑ اس سے برداشت نہیں ہوا تھا۔ اچانک ہی جیسے وہ اپنا آپا کھو بیٹھا تھا۔۔ اپنی جیب سے پستول نکالتے اس نے گدی سے ماورا جمیل کے بالوں کو پکڑتے اپنے نزدیک کیا۔۔ وہ جارحانہ طریقے سے اس کے بالوں کو پکڑے اپنے بلکل نزدیک کیے کھڑا تھا۔ ایک ساتھ ہی کئی آوازیں تھیں جو لاؤنج اُبھری تھیں۔ کوئی ماورا کے لیے فکر مند تھا تو کوئی بالاج کو روکنے کی ناکام سی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن آگے کوئی بھی نہیں جا سکتا تھا۔۔ ماورا جمیل نے سسکتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اس کا سر جو پہلے ہی درد کر رہا تھا اب جیسے پھٹنے کو تھا۔ وہ بہت بے رحمی سے اس کے بالوں کو دبوچے ہوئے تھا۔ ماورا کی آنکھوں سے آنسوں بہتے اس کی گردن میں جذب ہو رہے تھے! جبکہ ہمت اس نے ابھی بھی نہیں ہاری تھی۔ وہ ابھی بھی ڈٹ کر کھڑی تھی۔!! "مولوی صاحب ذرا نکاح شروع کریں! اپنی خون آشام نظریں اس کے حسین چہرے پر گاڑتے بالاج خان نہایت سرد برفیلے لہجے میں نکاح خواں سے مخاطب تھا۔ بالوں پر گرفت ابھی تک بلکل ویسے ہی تھی۔!! "تم جیسے

گھٹیا۔۔انسان سے م۔۔میں کبھی نکاح نہیں کروں گی۔۔ تھوکتی بھی نہیں ہوں میں تم جیسوں پر!! دوبدو ہی چیختے ہوئے جواب آیا تھا۔اس ظالم۔ شخص سے نکاح سے بہتر تھا وہ مر ہی جاتی۔۔ "پھر کس سے نکاح کرنا ہے تم نے ہاں؟اس خبیث سے جو نامردوں کی طرح سائڈ پر کھڑا تمھیں بچا بھی نہیں پارہا۔ تم مانو یا نا مانو ماورا تمھیں صرف بالاج خان ہی جھیل سکتا ہے! کسی اور کے بس کی بات نہیں ہے!! اسے گھورتے ہوئے وہ حقیقت اس پر آشکار کر رہا تھا۔ مقابل خود ہی اسے غصّہ دلاتے اس کے قہر کو للکار رہی تھی۔ وہ اگر اپنی پر آجاتا تو یہاں کھڑے کسی بھی انسان کا لحاظ بھی نہ کرتا۔!! "تم سے لاکھ درجہ بہتر ہے وہ! کم از کم میری عزت سلامت رہتی ہے اس کے ساتھ! تمہاری طرح میرے ہی کردار کو سوالیہ نشان نہیں بناتا وہ! وہ طاقت میں کمزور سہی لیکن تمہاری طرح منافق نہیں ہے! اپنی بھیگی آنکھیں اس کی سرد سرخ آنکھوں میں گاڑتے وہ بے خوفی سے جواب دے رہی تھی۔ بالاج خان اسے مار بھی دیتا تو اسے فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ اس کے سامنے ہمت نہیں ہار سکتی تھی۔!! "کھڑے دیکھ کیا رہے ہو کہا ہے نکاح پڑھائو تو بس!! اسے

کوئی جواب نا دیتے بالاج خان مولوی کی طرف دیکھتے ایک مرتبہ پھر حلق کے بل دھاڑا۔ وہ شاید اپنے حواس میں نہیں لگ رہا تھا۔!! مولوی نے گڑبڑاتے ہوئے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔اسے اپنی جان بہت عزیز تھی۔وہ جلد ہی بیک اپ میں رکھا دوسرا نکاح نامہ نکال رہے تھے! تاکہ یہاں سے جلد از جلد جان چھڑوا سکیں۔!"ہنہہ! میں مر جاؤں گی بالاج خان لیکن تم سے نکاح کسی صورت نہیں کروں گی۔ یہ تمہاری خام خیالی ہی ہے کہ ماورا جمیل کبھی تمہارے سامنے جھک سکتی ہے! مجھے محبت نہیں جھکا سکی اب تو پھر میں تم سے نفرت کرتی ہوں شدید نفرت! نظریں اس کے وجیہہ چہرے پر گاڑے وہ نفرت آمیز لہجے میں بے خوف ہوتے پھنکاری۔ کاش کہ جتنا خوبصورت یہ چہرہ تھا اتنا شفاف اس انسان کا دل بھی ہوتا۔۔ بالاج خان نے قہر بار نظروں سے اسے گھورتے ایک جھٹکے سے اس کے بال چھوڑے! وہ اسے جھٹکتے دو قدم پیچھے کر گیا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے جبڑے بھینچتے اپنی گن لوڈ کرتے مقابل پر تانی۔!! پھر سے ایک ساتھ کئی آوازیں اُبھری! سب کو ماورا کی فکر ہو رہی تھی۔ بالاج خان اس وقت اپنے حواس نہیں تھا

وہ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ چاہے پھر وہ کسی کی جان ہی کیوں نا لے لے! ایک لمحے کے لیے ماورا کو بھی شدید حیرت نے گھیر لیا تھا۔ کیا وہ واقعی میں اسے مارنے والا تھا؟ کیا بالاج خان اسے محبت کہتا تھا؟ وہ کھڑی ابھی تک بھیگتی آنکھوں سے اسے گھور رہی تھی۔!! "ایسے مت گھورو! میری نہیں ہو سکتی تم تو میں تمہیں کسی اور کے لائق بھی نہیں چھوڑوں گا۔ جو میرا نہیں وہ کسی کا نہیں! خاص کر عورت! پھر اس سے اچھا ہے تم مر جاؤ! کیونکہ جیتے جی اس زندگی میں تو تمھیں کسی اور کا ہونے نہیں دوں گا میں۔۔ سنجیدگی سے اسے جتاتے وہ اس کے ماتھے پر بندوق تان چکا تھا۔ اس کی آنکھیں بتا رہی تھی کہ وہ آج اپنا کہا ایک ایک لفظ سچ کر کے جائے گا۔۔ ماورا جمیل نے سپاٹ سنجیدہ نظر سے اسے دیکھتے تھوڑا آگے کو ہوتے بندوق کی نال اپنے ماتھے سے ہٹاتے سینے پر عین دل کے مقام پر رکھی! کہ اب تو موت کا بھی خوف نہیں رہا تھا۔۔ "چلائو گولی! تمہارے نکاح میں جانے سے بہتر میں مرنا پسند کروں گی۔ چلاؤ بھی یہاں ایک ہی گولی سے مر جاؤں گی میں! ماتھے پر ذرا دیر لگتی! تمہارے لیے ہی آسانی کر رہی ہوں! مار دو مجھے اور ساری زندگی میری قبر پر بیٹھ کر

اپنی ہار کا سوگ منانا۔ کیونکہ میں ماورا جمیل زندگی میں کبھی نہیں ہاری! نا آج نا کل اور نا ہی آگے کبھی زندگی میں! اسے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے لفظ چبائے گئے! اسے موت قبول تھی مگر اس انسان سے ہار قبول نہیں تھی۔۔ بخار اور نقاہت سے جیسے وہ ابھی بیہوش ہونے والی تھی۔ اس کے اندر کیا چل رہا ہے یہ صرف وہی جانتی تھی۔ بضاہر تو وہ ڈٹ کر بے خوف کھڑی تھی۔!! بالاج خان نے اس کی بات پر سختی سے اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے! کیوں تھی یہ لڑکی ایسی؟ اسے موت کا بھی کوئی خوف نہیں تھا۔ وہ بندوق کی نال اپنے سینے پر محسوس کر کے بھی نڈر تھی۔ اور یہی چیز بالاج خان کو حد سے چبھ رہی تھی۔ مقابل اس کے نکاح میں آنے سی بہتر مرنا سمجھتی تھی۔ اسے زہر لگی تھی یہ بات! اس کے ماتھے کی رگیں پھٹنے کی حد تک پھولی ہوئی تھیں۔ مارے غصے اور اپنے اندر پلتی دہشت کے سبب وہ جیسے پاگل ہونے کو تھا۔ نجانے وہ کیسے خود کو روکے کھڑا تھا۔ ورنہ اس کے اندر کہیں سے آواز آرہی تھی کہ اس پستول کی ساری گولیاں مقابل کے سینے میں اُتار دے! لیکن ابھی کچھ دیر کے لیے وہ رکنا چاہتا تھا۔ ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ عین

وقت پر بازی پلٹ جائے اور وہ ماورا کو جیت جائے! "تو تم شرافت کے ساتھ نہیں ماننے والی؟ وارننگ دیتے لہجے میں حتمی انداز میں۔ پوچھا گیا۔ جیسے اس کے بعد وہ کچھ غلط کرنے پر مجبور ہو سکتا تھا۔۔ "نہیں! مار دو مجھے! آج اگر میری لاش یہاں سے نا نکلی تو تمھارا تماشا سارے دنیا دیکھے گی! یاد رکھنا۔۔ وہی نڈر لہجہ!! کیا مضبوط انداز تھا اس لڑکی کا۔ اگر مقابل کا لہجہ برفیلہ سرد تھا تو کم وہ بھی نہیں تھی۔ وہ بالاج خان کو برابر کا اسی کے انداز میں جواب دے رہی تھی۔!! "ہنہہہ اب تم پانچ فٹ کی نازک دوشیزہ میرا تماشا بنائو گی؟ بالاج خان کا؟ سیریسلی باتیں اچھی بنا لیتی ہو تم! صاف صاف مذاق اڑایا گیا تھا۔ یہ لڑکی واقعی میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔۔ ماورا جمیل ابھی کچھ جواب دیتی کہ بالاج خان کو پستول خاموشی کے ساتھ اپنے سینے سے ہٹاتے دیکھ اس کی آواز حلق میں ہی کہیں دب چکی تھی۔۔ وہ کیا کرنے والا تھا اب؟؟ بالاج خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اپنے ہاتھ کو سائڈ پر لے کر گیا۔ پستول کا رخ اس طرف تھا جہاں سارے کھڑے تھے! ماورا جمیل سراسیمگی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ یہ ظالم انسان کچھ غلط کرنے والا ہے!

"ہڈیاں توڑ دو اس کے باپ کی! جب تک اس کے منہ سے ہاں نا نکلے تب تک تم لوگوں کے ہاتھ نہیں رکنے چاہیے!! گارڈز کو حکم دیتے اس کی خود کی پستول کا رخ سبینا بیگم کی طرف تھا۔ سب ہکا بکا اس لڑکے کو دیکھ رہے تھے جو پاگل ہو گیا تھا اور اب یہاں پر خون خرابا کرنے جا رہا تھا۔ یہ واقعی پاگل ہو چکا تھا۔۔ وہ بالاج خان لگ ہی نہیں رہا تھا جو کبھی تھا۔ اس وقت اس پر جنون سوار تھا۔ ماورا جمیل کو حاصل کرنے کا جنون! بس اسی لیے وہ اچھا برا کوئی بھی طریقہ آزما رہا تھا۔ اسے صرف ماورا سے غرض تھی۔!! "میرے بابا کو اگر کچھ ہوا میں جان سے مار دوں گی تمھیں! ماورا جمیل اس کے نزدیک ہوتے اس کے گریبان کو جکڑتے حلق کے بل چیخی۔ مقابل اتنا ظالم ہو گا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ ایک طرف یہ انسان اس کی ماں پر بندوق تانے ہوئے تھا تو دوسری طرف اس کے باپ کو پٹوانے کا حکم دے رہا تھا۔ جبکہ نظریں اس کی ابھی بھی صرف ماورا کے چہرے کا ہی طواف کر رہی تھیں۔!! "تو تم ہاں کر دو مائے لیڈی! سب کچھ تم پر ڈپینڈ کرتا ہے! بچا لو اپنے باپ کو مجھ سے! ورنہ دونوں کی قبر پر بیٹھ کر فاتحہ۔۔۔ وہ ابھی مزید کچھ بولتا کہ آج کے دن

میں دوسرا تھپڑ بھی اس کے منہ پر لگ چکا تھا۔ یہ لڑکی ایک مرتبہ پھر بھری محفل میں بالاج خان پر ہاتھ اٹھا چکی تھی۔۔ کیا اسے اپنی جان پیاری نہیں تھی؟" تھو ہے تم جیسے مردوں پر جو مرد کہلانے کے لائق بھی نہیں ہیں! وہ اس کا گریبان پکڑتے ایک مرتبہ پھر چیخی تھی۔ اس کے سر سے دوپٹہ سرکتے کندھے پر آ چکا تھا۔ جبکہ وہ کھڑی برستی آنکھوں اور سرخ چہرے کے ساتھ حلق کے بل چیخ رہی تھی۔۔ بالاج خان نے اپنے ایک ہاتھ کی مٹھی بھینچی۔ وہ نفی میں سر ہلاتے گولی چلا چکا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ گولی کسے اور کہاں لگی ہے! وہ بس ماورا کے چہرے کی طرف دیکھتے گولی چلا چکا تھا۔۔ اس تھپڑ کا بدلا پتہ نہیں کسے سہنا پڑا تھا۔۔ ایک ساتھ ہی لان میں کئی چیخوں کی آواز ابھری تھی۔ جن میں سر فہرست ماورا کی خود کی چیخ تھی۔ گولی کا رخ سبینا بیگم کی طرف تھا۔ لیکن اچھا ہوا کہ بروقت ہی زاویار شاہ انہیں بازو سے پکڑتے سائڈ پر کر گیا تھا۔ گولی سامنے جاتے درخت میں لگی تھی۔ اگر زاویار شاہ ایک منٹ بھی لیٹ ہو جاتا تو یقیناً آج سبینا بیگم نے مر جانا تھا۔۔" بالاج تم پاگل ہو گئے ہو! کیوں اپنے باپ کو ذلیل کرنے پر تلے ہوئے ہو تم! میری تربیت کا اس

طرح تماشا مت بناؤ!! برہان خان بے بسی سے اس کی طرف دیکھتے تھکے ہارے انداز میں بولے۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ان کی اولاد انہیں یہ دن بھی دکھائے گی۔ لیکن بالاج خان سن ہی کب رہا تھا؟ وہ تو بس اپنی شدید سرخ آنکھیں ماورا جمیل کے چہرے پر جمائے اسی میں کہیں گم تھا۔۔ "انکل یقین رکھیں صرف نکاح مقصد ہے اس کا! کچھ غلط نہیں کرے گا وہ! اگر کرتا ہے تو ہم سب کھڑے ہیں یہاں۔ بیفکر رہیں آپ وہ محض ڈراوا دے رہا ہے! کوئی خون خرابا نہیں ہو گا یہاں! اس پر نہیں تو مجھ پر یقین رکھیں کسی کو خراش بھی نہیں آئے گی۔ حدائق شاہ نے برہان خان کی طرف جاتے انہیں دھیمے سے کہتے تسلی دی۔ شکر تھا کہ یہ نمونے بھی ہوش میں آ گئے تھے۔۔ جبکہ جواباً برہان خان خاموش ہی تھے۔۔ انہیں یقین تو نہیں آیا تھا لیکن ابھی وہ کسی سے بحث میں نہیں پڑنا چاہتے تھے اس لیے خاموش ہی رہے! "تم گھٹیا انسان تم پاگل ہی گئے ہو۔ ابھی میری ماں کو لگ جاتی گولی۔ ماورا جمیل گہرے گہرے سانس بھرتے پھر سے چیخی۔۔ ایک لمحے کے لیے واقعی اس کی جان نکل گئی تھی۔!! "تم لوگ کھڑے میری شکل کیا دیکھ رہے ہو مار دو اس

کے باپ کو۔ جب تک اس کے منہ سے ہاں نہیں نکلے گی تب تک جس کا ہاتھ رکا اسے میں اپنے ہاتھوں سے گولی مار دوں گا۔۔ خون آشام نظروں سے گارڈز کو گھورتے وہ بھوکے درندے کی مانند بری طرح دھاڑ اٹھا تھا۔ جتنا اس وقت اسے غصّہ تھا وہ حدائق شاہ کی بات کو غلط بھی ثابت کر سکتا تھا۔!! "نہیں خبردار میرے بابا کو کچھ کہا تو۔۔ گارڈز کو جمیل صاحب کی طرف بڑھتے دیکھ ماورا جمیل نے چیختے ہوئے اس طرف بڑھنا۔ چاہا۔ مگر برا ہوا۔۔ پہلے ہی اس کی نازک کلائی بالاج خان کی گرفت میں جا چکی تھی۔ وہ اس کی کلائی کو خطرناک حد تک دبوچے اسے واپس سے اپنے نزدیک کر چکا تھا۔۔ گارڈز نے جمیل صاحب کے پاس جاتے انہیں چاروں طرف سے گھیرا۔!! "نہیں پلیز۔۔ بالاج پلیز م۔۔ میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں اگر میرے بابا کو کچھ ہوا میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔ روتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے وہ چیختے ہوئے منت بھی کر رہی تھی اور ساتھ میں دھمکیاں بھی دے رہی تھی۔ وہ مسلسل اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی لیکن کہاں وہ دھان پان سی لڑکی اور کہاں وہ مضبوط مرد! اسے اپنی کلائی

ٹوٹتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ گارڈز نے جمیل صاحب کے مقابل کھڑے ہوتے ایک زوردار مکا ان کے پیٹ میں جڑا۔ ابھی تو ایک نے ہی مارا تھا اور جمیل صاحب درد سے بری طرح چیخ اُٹھے تھے۔۔ بوڑھی عمر تھی ایسے میں وہ یہ وار بھی نہیں سہہ سکتے تھے! "برہان خان نے ایک خاموش نظر حدائق شاہ پر ڈالی۔ جواب کھڑا ان سے نظریں چرا رہا تھا۔ وہ سارے خود بھی مجبور تھے! لیکن انہیں یقین تھا کہ بالاج خان اس سے زیادہ حد سے آگے نہیں بڑھے گا۔ وہ سب بس ماورا کے حامی بھرنے کے انتظار میں کھڑے تھے! "بالاج میرے بابا مر جائیں گیں! تمہیں خدا کا واسطہ ہے بالاج۔ چھوڑ دو انہیں۔ شدید روتے ہوئے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے وہ بے بسی سے دھیمے سے منت سماجت پر بھی اُتر آئی تھی۔ اس وقت بس اسے اپنے باپ کی تکلیف نظر آ رہی تھی۔!! "تو پھر ہاں کر دو! اسی کے انداز میں دھیمے سے کہتے شرط رکھی گئی۔ وہ ایک ہاتھ سے کچھ لمحوں کے لیے گارڈز کو رکنے کا اشارہ کر گیا تھا۔ جمیل صاحب کو صرف ایک ہی پیٹ میں مکا پڑا تھا۔۔ ماورا جمیل کے ہچکی بھرتے خاموشی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ قسمت نے اسے کہاں لا کر

کھڑا کر دیا تھا؟ وہ بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔ اس وقت اس کے دماغ میں نجانے کیا چل رہا تھا۔!! "میں نے۔۔ تمہاری زندگی۔۔۔ اجیرن نا کر دی تو میرا نام بھی ماورا نہیں۔۔ تم زندگی بھر پچھتاؤ گے بالاج خان ! آج کے دن کے لیے میں تمھیں زندگی بھر معاف نہیں کروں گی۔ تم اس دن کے لیے میرے آگے ناک بھی رگڑو گے میں تب بھی تمھیں تمہاری اوقات دکھاؤں گی۔۔ دن رات تمہارے لیے عذاب نا بنا دیے تو پھر کہنا۔۔ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے روتے ہوئے وہ حامی بھر گئی تھی۔ اس کے علاوہ اسکے پاس کوئی اور آپشن نہیں تھا۔ وہ مجبور تھی کیونکہ اسے اپنے ماں باپ کی جان بہت عزیز تھی۔۔ بالاج خان کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ جیت گیا تھا۔ بلآخر وہ محبت اور شرط دونوں کو جیت گیا تھا۔ اسے اپنے دن رات عذاب ہونے کی کوئی ٹینشن نہیں تھی۔ اسے بس ماورا جمیل اپنے حصار میں اپنے پاس چاہیے تھی۔۔ مقابل کی حامی اسے جیسے اپنے جلتے کڑھتے دل پر ٹھنڈی پھوار کی مانند گرتے ہوئے محسوس ہو رہی تھی!! سارا غصّہ یک دم ہی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔ تبھی وہ کھڑا مسکراتے ہوئے اس کے چہرے

کی طرف دیکھ رہا تھا جو اب اسے کچھ زیادہ ہی حسین لگ رہا تھا۔۔ مولوی صاحب نکاح شروع کریں! مجھے مزید دیر نہیں کرنی۔ مسکراتے ہوئے ماورا کو کلائی سے پکڑے اپنے ساتھ کھینچتے اس نے ایک مرتبہ پھر سے مولوی صاحب کو مخاطب کیا۔ اب کی مرتبہ آواز اور لہجے میں ذرا ٹھہراؤ تھا۔۔ ماورا جمیل کٹ پتلی کی مانند اس کے ساتھ آگے چل رہی تھی۔ اسے اپنا آپ اس وقت کٹ پتلی ہی محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے چاہے بالاج خان اسے اپنی مرضی سے توڑ مروڑ سکتا تھا۔ آنکھیں پتھر ہوئی کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھیں۔ ان میں سے تو آنسوں بھی سوکھ چکے تھے! وہ کیا ہی سوگ مناتی! سب کچھ ختم ہونے جا رہا تھا۔۔ وہ عین جیت کے قریب جاتے ہار چکی تھی۔ بالاج خان اسے لیے کرسی کی جانب بڑھا۔ اسے نرمی سے کرسی پر بٹھاتے خود وہ مسکراتے ہوئے مولوی کے ساتھ بیٹھ چکا تھا۔ جبکہ اسے بٹھاتے ہی وہ نرمی سے اس کا دوپٹہ بھی سیٹ کر گیا تھا۔ اسے بلکل اپنے ساتھ بیٹھتے دیکھ مولوی صاحب بے ساختہ ہی سرکتے تھوڑا اس سے دور ہوئے! توبہ تھی کتنا خطرناک انسان تھا یہ! ان کا خوف بجا تھا۔۔ بالاج خان نے انہیں پیچھے کو سرکتے دیکھ ہونٹ

بھینچتے اپنے ہاتھ میں موجود گن سامنے ٹیبل پر رکھی۔ حد تھی کہ اب اس سے مولوی بھی ڈر رہے تھے!! "گواہان وہ کھڑے سارے! تین کی بجائے آٹھ گواہ ہیں! جس مرضی کے سائن لے لیں۔۔ مولوی صاحب کو نکاح نامے پر انفارمیشن لکھتے

دیکھ بالاج خان نے پیچھے کھڑے تمام لڑکوں کی طرف اشارہ کیا۔اب تو ثابت ہو گیا تھا کہ ان سب کو بالاج خان کے پلان کے بارے میں پہلے سے پتہ تھا۔۔ وہ سب ہی معاملہ نبٹتے دیکھ آگے بڑھتے اسی طرف آرہے تھے! ان لوگوں کو بس یہیں تک خاموشی رہنے کو کہا گیا تھا۔۔ علی ایک نفرت آمیز نظر بالاج خان پر ڈالتے آگے کی طرف بڑھا۔ وہ یہاں مزید ایک منٹ بھی کھڑا نہیں ہونا چاہتا تھا۔!! "ارے کہاں جارہے ہو بہن کا نکاح تو دیکھ جاتے کیسے بھائی ہو تم؟ لعنت ہے تمہاری شکل پر!! اسے سڑے ہوئے منہ کے ساتھ شکستہ سے قدموں سے آگے بڑھتے دیکھ بالاج خان نے باقاعدہ ہاتھ اٹھاتے اسے لعنت دیتے ہانک لگائی۔۔ وہ اپنے ازلی موڈ میں

واپس آ چکا تھا۔۔ جبکہ علی نے اس کی بات پر کوئی دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ وہ اندھا دھند چلتے باہر کی طرف بڑھ گیا تھا۔ رکنے کا کوئی جواز ہی نہیں تھا۔

"نکاح شروع کریں مولوی صاحب! رات کے نو بجنے کو ہیں! اپنے ہاتھ میں موجود گھڑی میں وقت دیکھتے بالاج خان نے دوبارہ سے مولوی کو مخاطب کیا۔ اسے کچھ زیادہ ہی جلدی ہو رہی تھی۔ باقی سب کھڑے بے بسی سے ماورا کو دیکھ رہے تھے جو پتھر کی ہو گئی تھی۔ اس وقت بالاج خان سب پر غالب تھا۔ گارڈز اس انسان نے ابھی تک نہیں ہٹائے تھے! شاید اسے کسی پر بھی یقین نہیں تھا۔۔ لڑکے بھی سارے یہیں پر آتے کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے! مولوی صاحب نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے نکاح شروع کیا۔

"بالاج خان ولد برہان خان آپ کا نکاح ماورا جمیل ولد جمیل حسن کے ساتھ بعوض ایک کروڑ روپے حق مہر سکہ رائج الوقت کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟ مولوی صاحب نے اس کے چہرے پر نظریں جمائے دھیمے سے پوچھا۔۔

"قبول ہے! فوراً ہی مسکراتے ہے جواب آیا تھا۔ آہ کتنا خوش تھا وہ اس وقت! کہ کوئی بھی اس کی خوشی کا اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ اس کے دل میں لڈو پھوٹ رہے تھے! کیسا عجیب احساس تھا یہ!! مولوی صاحب نے ایک مرتبہ پھر اپنے الفاظ دہراتے سوالیہ نظریں اس پر گاڑی! "قبول ہے! اسی جوش کے ساتھ جواب آیا تھا۔ وہ اپنے گھٹنوں پر کہنیاں جمائے آگے ہو کر بیٹھا مسکراتے ہوئے اسے اپنے لیے قبول کر رہا تھا۔۔ایک مرتبہ پھر مولوی کے الفاظ اپنے کانوں میں سنتے اس نے آخری مرتبہ اس عورت کو دل و جان سے اپنے لیے قبول کیا۔!! اس کی طرف سے نکاح کا مرحلہ طے پا چکا تھا۔ ہنستے مسکراتے خوشی سے نکاح کے پیپر زپر سائن کرتے وہ چہرے پر ڈھیروں چمک لیے آبان خان سے بغل گیر ہوا۔۔ "سالے ابھی وہ رہتی ہے صبر کر لے تھوڑا سا۔۔آبان خان نے مسکراتے ہوئے اس کی کمر پر دھپ لگائی۔ وہ خوشی سے بے صبرا ہو رہا تھا۔ مولوی صاحب اٹھتے ماورا کی طرف گئے! ان کے ساتھ ہی بالاج خان بھی تھا۔ وہ کسی ایمرجنسی کی صورت میں احتیاطی طور پر ساتھ گیا تھا۔ اس کے پاس جاتے وہ ساتھ رکھی کرسی پر ہی بیٹھ چکا تھا۔

ماورا جمیل ولد جمیل حسن آپ کا نکاح بالاج خان ولد برہان خان کے ساتھ بعوض, حق مہر ایک کروڑ روپے سکہ رائج الوقت کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟ مولوی صاحب کے الفاظ ایسے تھے جیسے اس نے سنے ہی نا ہو! وہ اپنی آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پر جمائے ہوئے ساکت سی بیٹھی تھی۔ آنکھوں سے آنسوں بھی نہیں اب تو خشک ہو چکے تھے! اسے کسی کی کوئی آواز سنائی ہی نہیں دے رہی تھی۔ بخار سے وجود ابھی تک پھنک رہا تھا۔ سر پھٹنے کی حد تک درد کر رہا تھا۔ وہ ایسے تھی جیسے ابھی ہوش کھو بیٹھے گی۔!! بالاج خان نے ایک نظر مولوی صاحب کو دیکھتے ماورا کو بازو سے پکڑتے ہلکا سا ہلایا۔ وہ بے چین نگاہیں اس کے چہرے پر گاڑے ہوئے تھا۔ مارا جمیل نے اس کے ہلانے پر ہوش میں آتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ یہ انسان اس کے دل کی تکلیف سے کبھی واقف نہیں ہو سکتا تھا۔!! "مجھے بعد میں دیکھ لینا قبول ہے بولو پہلے! ساری زندگی تمھارا ہی ہوں اب جتنا مرضی دیکھنا۔ سنجیدگی سے بالاج خان نے اس کی توجہ مولوی صاحب کی طرف کروانی چاہی۔ وہ اب کوئی میس کریبیٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔!! "تمہیں کتوں

کی طرح خود کے پیچھے خوار نا کروایا تو کہنا۔ ذلیل ہو کر مرو گے تم۔ وہ دبی دبی آواز میں چیختے بد دعاؤں پر اُتر آئی تھی۔!!"بعد میں گالیاں دینا پہلے قبول کرو اپنی زندگی میں مجھے! دیکھتے ہیں پھر کس کا جینا حرام ہوتا ہے! اور کون ذلیل ہو کر مرتا ہے۔۔ سنجیدگی سے اس کے چہرے پر نظریں جمائے بنا برا منائے جواب آیا تھا۔"قبول ہے!! ایک نفرت آمیز نگاہ اس پر ڈالتے اس نے قبول ہے بھی پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا تھا۔!! مولوی صاحب نے تھوک نگلتے دوبارہ سے اپنے الفاظ دہرائے! یہاں تو سارے ہی ایک سے بڑھ کر ایک تھے!"قبول ہے یہ جنگلی انسان! بالاج خان کی طرف دیکھتے ہونٹ بھینچتے وہ وہ زہریلے لہجے میں پھنکار رہی۔ تھی۔ اس کا لہجہ اتنا برا تھا کہ مولوی بھی محض اسے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ لیکن نکاح تو مکمل کرنا ہی تھا۔ تبھی صبر کے گھونٹ پیتے پھر سے اپنے الفاظ دہرائے۔ بالاج خان اپنی مسکراہٹ دبائے اسے ہی انوکھے انداز میں قبول ہے بولتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ لیکن جیسے بھی تھا کم از کم اب وہ اس کے نکاح میں تو آنے والی تھی۔!! "قبول ہے یہ کمینہ انسان! آخری مرتبہ قبول ہے بولتے ماورا جمیل کی آنکھوں میں

آنسوں سے چمکے ! اس وقت اسے اپنی بے بسی سے نفرت ہو رہی تھی۔ اور سب سے زیادہ بالاج خان سے بھی۔ کتنا ذلیل شخص تھا یہ کہ اسے نکاح میں لیتے جیت ہی گیا تھا۔۔ "یہاں سائن کریں ! اس کے آگے پین اور نکاح کے پیپرز کرتے مولوی صاحب نے اسے جگہ بتائی۔ ماورا جمیل نے مولوی کو گھورتے اس کے ہاتھ سے پین جھپٹنے کے انداز میں لیا۔ اسے تو اس مولوی سے بھی نفرت ہو رہی تھی جس نے اس کا نکاح پڑھایا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو کیا پتہ اب نکاح بھی نہیں ہوتا۔ کاش کہ یہ مولوی وقت پر بھاگ جاتا۔۔ مولوی صاحب نے بے ساختہ ہی گلا کھنکھارا۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس کا قصور کہاں تھا بھلا؟؟ ماورا جمیل نے پیپرز پر دستخط کرتے پیپرز سامنے ٹیبل پر پھینکے ! جتنا اس کا خون کھولا ہوا تھا اس کا بس نہیں تھا انہیں پھاڑ کر پھینک دے ! لیکن افسوس وہ یہاں بھی بے بس تھی۔ !! "مبارک ہو آپ دونوں کو ! "کرسی سے کھڑے ہو کر تھوڑا دور ہوتے مولوی صاحب نے دونوں کو دھیمے سے مبارک باد دیتے فوراً سے اپنے قدم آگے کو بڑھائے ! بھئی لڑکی کا کیا بھروسہ کچھ اٹھا کر اس کے سر میں مار دیتی ! ماورا جمیل نے ایک نفرت بھری نظر

مولوی کی پشت پر ڈالتے انہی نظروں سے اپنے ساتھ بیٹھے مسکراتے ہوئے تازے تازے شوہر کو دیکھا۔ اس کا بس نہیں تھا یہ چہرہ اپنے ناخنوں سے نوچ ڈالے!!

"مبارک ہو سالے صاحب! کیا دہشت پھیلائی ہے! کر ہی لیا پر نکاح۔۔ سب سے پہلے حدائق شاہ آتے اس سے بغل گیر ہوا۔ وہ سارے میسنے اس کی لوسٹوری سے بہت پہلے سے واقف تھے! اور ان سب کا ماننا تھا کہ دو محبت کرنے والے چاہے مرتے مر جائیں لڑ لڑ کر ایک دوسرے کا سر پھاڑ دیں لیکن رہیں ایک دوسرے کے ساتھ ہی۔۔ کیونکہ یہ ساتھ نا رہنے کی تکلیف سے کم تھا۔۔ آہستہ آہستہ سب ہی آتے اس سے بغل گیر ہو رہے تھے! وہ سب مسکراتے ہوئے اسے مبارک باد دے رہے تھے! اور بالاج خان خوش دلی سے ان کی مبارک باد قبول کر رہا تھا۔!!

"گارڈز ہٹوا۔ آبان خان نے اس سے گلے ملتے سنجیدگی سے حکم دیا۔ "نہیں رخصتی کے بعد!! میں نے ان بڑوں کے ہاتھوں قتل نہیں ہونا۔ اسی سنجیدگی کے ساتھ جواب آیا تھا۔ وہ پاگل نہیں تھا۔!! "کون سی رخصتی؟ تم گھٹیا انسان بات نکاح تک ہوئی تھی۔ منحوس انسان میں مر کر بھی تمہارے ساتھ رخصت نہیں ہونگی۔

ماورا جمیل جس تک اس کی آواز بخوبی پہنچ رہی تھی اس کی بات پر کھڑے ہوتے چٹختے اعصابوں کے ساتھ چیخ اٹھی تھی۔۔ بالاج خان نے فوراً ہی پیچھے مڑتے ایک سنجیدہ نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔پہلے ہی بات اور تھی لیکن اب وہ بیوی تھی۔اور بالاج خان اپنی بیوی کو سر عام تماشا کرتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔خاموشی سے اپنی جیب سے رومال نکالتے بالاج خان نے اس کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔۔

وہ اس کے چہرے پر نظریں جمائے قدم قدم چلتے اس کے نزدیک جاتے ساتھ ساتھ اپنی جیب سے کچھ نکال رہا تھا۔ شاید یہ کوئی رومال تھا۔۔ ماورا جمیل نے ایک نظر اسے دیکھتے نفی میں سر ہلاتے دو قدم پیچھے کو لیے! وہ رومال کیوں نکال رہا تھا؟ جو بات اس کے دماغ میں آ رہی تھی وہ اس پر بلا توقف یقین بھی کر گئی تھی۔۔ کیونکہ بالاج خان سے کچھ بھی اُمید کی جا سکتی تھی۔!!"دیکھو میرے نزدیک مت آنا۔ تم پہلے ہی میرا بہت تماشہ بنا چکے ہو! تم۔۔ تم نے نکاح کر لیا اب جاؤ یہاں سے! اُنگلی اٹھاتے اس نے لرزتی سی آواز میں اسے وارن کیا۔ وہ مزید کچھ بھی برداشت کرنے کی سکت خود میں رکھ ہی نہیں رہی تھی۔ بالاج خان ایک ظالم انسان ہے وہ جانتی تھی یہ بات! یہ شخص اپنی مردانا انا کی تسکین کے لیے کچھ بھی کر سکتا تھا۔ اور اس میں مزید کچھ سہنے کی ہمت تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے اس کا سر کسی نے جکڑ رکھا ہو اور وہ مسلسل اس کے سر پر ہتھوڑے برسا رہا ہو!! پہلے اپنی بیماری کیا کم تھی کہ آج کے دن کا ہوا سارا تماشہ اس کی طبیعت مزید خراب کر گیا تھا۔ وہ

جمیل صاحب کے پاس جانا چاہتی تھی انہیں دیکھنا چاہتی تھی لیکن افسوس کہ ابھی وہ اس ظالم انسان کے سامنے کھڑی تھی۔ بالاج خان نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ وہ سنجیدگی سے رومال کھولتے سپاٹ نظریں اس پر جمائے قدم قدم چلتے اس کے نزدیک جا رہا تھا۔ نجانے اب اس کے دماغ میں اور کیا کچھ چل رہا تھا۔۔ ماورا جمیل نے اسے ابھی بھی نارکتے دیکھ ادھر اُدھر دیکھا۔ یہاں سامنے کھڑے لڑکوں میں اسے کوئی نہیں بچائے گا وہ جانتی تھی۔ یہ سارے بے حس نکلے تھے! سارے ہی بالاج خان کے ساتھ تھے! کوئی بھی اس کا ساتھ نہیں دے گا اسے بخوبی اندازہ تھا۔۔ کچھ اور ناسوچتے دیکھ ماورا جمیل نے تھوڑا نیچے کو ہوتے بالاج خان کی ٹیبل پر رکھی گئی پستول اپنے ہاتھ میں اٹھائی۔ وہ بندوق اٹھائے بالاج خان پر تان چکی تھی جو اس سے دو قدموں کے ہی فاصلے پر تھا۔۔ وہ اس کے کافی نزدیک پہنچ چکا تھا۔ پستول ہاتھ میں اٹھائے وہ کانپتے ہوئے بالاج خان کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ جن میں پسٹل تھی وہ بری طرح لرز رہے تھے! بالاج خان کے یکلخت ہی قدم رکے! مقابل واقعی میں کوئی پاگل عورت تھی۔ وہ اس کی پستول اٹھائے اسی پر تان

چکی تھی۔ ہاتھوں کو سرنڈر کرنے کے انداز میں اٹھاتے بالاج خان نے اپنی جگہ پر ہی قسم روکے۔ پستول فل لوڈڈ تھی۔ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔!! "پاگل مت بنو ماورا۔۔ یہ گن مجھے دو! فل لوڈ ہے یہ گن مجھے دو واپس۔ یہ اگر کسی کو لگ گئی تو بہت نقصان ہو جائے گا۔۔ اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر نرمی سے کہتے بالاج خان نے اس کے ہاتھ سے پستول لینی چاہی۔ ماورا جمیل فوراً ہی دو قدم مزید پیچھے کو ہٹ گئی تھی۔ وہ گہرے گہرے سانس بھرتے ابھی تک روتے ہوئے اس انسان کو دیکھ رہی تھی۔ یہ اس کی اپنی جان کو بچانے کے لیے ضروری تھا کہ وہ اس انسان کو مار ہی دیتی۔ ایک ہی مرتبہ اس کی جان چھوٹ جانی تھی۔ وہ تنگ آ گئی تھی اپنی زندگی میں بالاج نامی بلا سے! اور سب سے زیادہ اپنے اس دل سے جو ابھی بھی چپکے سے اسے گن واپس رکھنے کی ہدایات دے رہا تھا۔ آخر کیوں یہ دل اتنا ڈھیٹ تھا کہ اس حد تک ذلیل ہونے کے بعد بھی وہ اسی کی حمایت کر رہا تھا؟ وہ کسی اور کے ہاتھوں کیا ہی مجبور ہوتی اس کا اپنا دل اس کا سب سے بڑا دشمن تھا۔ اور پھر محبتیں دلوں سے کہاں جاتی ہیں؟ "چاہے تم مر جاؤ اور میری تم جیسے گھٹیا انسان سے جان چھوٹ جائے

گی۔ گن لوڈڈ ہے تو کیا ہوا۔ زیادہ سے زیادہ تمہاری جان ہی جائے گی! یقین کرو پھر تو آج کا دن میرے لیے سب سے خوشی کا دن ہو گا۔ جس دن تمہاری موت ہوئی اس دن سب سے خوشی ماورا جمیل کو ہو گی!! خونخوار نظروں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے وہ زہریلے لہجے میں چیخی! اس وقت وہ اپنی پوری ہمت جتا کر کھڑی تھی۔ کچھ بھی ہو جاتا اسے ہمت نہیں ہارنی تھی۔!! "تم سب کے سامنے تماشہ بنا رہی ہو! مارنا ہی ہے تو اکیلے میں مار لینا۔ افف بھی نہیں کروں گا۔ لیکن ابھی اسے نیچے رکھو سب دیکھ رہے ہیں! نہایت سنجیدگی سے پھر سے نرمی سے سمجھانا چاہا۔ ماورا کے مقابلے میں اس کی آواز اور لہجہ دونوں دھیما تھا۔ اسے جو چاہیے تھا وہ مل چکا تھا۔ اب غصّہ کرنے کا کوئی جواز بنتا ہی نہیں تھا۔ تبھی وہ اسے نرمی سے کھڑا سمجھا رہا تھا۔!! "بکواس بند کرو اپنی! میں تماشہ کر رہی ہو؟ نہیں بالاج خان تماشا تم نے لگایا ہے بھرے مجمعے میں مجھے ذلیل کر کے! تم نے اپنی شرط جیتنے کی خاطر میری زندگی برباد کر دی! میں بدکردار نہیں تھی نا ہوں! لیکن اب تم نے ضرور بنا دیا ہو گا کہ سارے سوچ رہے ہونگے میں ایک سے نکاح کر رہی تھی اور دوسرے یار کو

لارے لگا کر بیٹھی تھی۔ایک فیصد بھی عزت نہیں چھوڑی تم نے میری! اور ابھی بھی تم مجھے بول رہے ہو! وہ مسلسل چیخ رہی تھی۔ دیکھا جاتا تو وہ سہی ہی کہہ رہی تھی۔ بالاج خان نے اسے ذلیل کر دیا تھا۔۔ بالاج خان کے ابرو سکڑے! اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ نا ہی کوئی ایسی سوچ کہ وہ اس لڑکی کا تماشہ بنوائے! وہ حقیقت میں اس سے محبت کرتا تھا وہ بھلا کیسے اس کا تماشا بنا سکتا تھا۔۔"بیٹھ کر بات کرتے ہیں تم یہ نیچے رکھو پلیز۔۔ مجھے نہیں تو کسی اور کو لگ جائے گی۔ تمہیں سہی سے پکڑنی بھی نہیں آرہی گن تم کیا۔۔۔ بالاج خان کے الفاظ حلق میں ہی دم توڑ گئے تھے!۔کیونکہ مقابل غصے سے پاگل ہوتے گولی چلا چکی تھی۔ گولی عین اس کے بازو کے پاس سے گزرتے پیچھے کو گئی تھی۔اگر بالاج خان ایک انچ بھی سائڈ پر ہوتا تو یقیناً یہ گولی اس کے بازو یا سینے پر لگ جاتی!!"دور رہنا مجھ سے۔۔ ورنہ اگلی مرتبہ یہ نشانہ نہیں چوکے گا۔ تم مردوں سے زیادہ ہی مضبوط ہونگی میں!! اچھی طرح جانتی ہوں نشانہ کہاں اور کس طرح لینا ہے! مجھے کمزور مت سمجھنا بالاج خان! میں ایک شرط ہاری ہوں کیونکہ تم نے نامردوں کی طرح میرے ماں باپ کو

پوائنٹ آؤٹ کیا۔ خدا کی قسم اگر تم انہیں بیچ میں نہیں لاتے تو تھوکتی نہیں ہے ماورا جمیل تمہارے اوپر!! وہ اپنے منہ سے زہر اگلتے اس پر حقیقت کا آشکار کر رہی تھی۔ وہ ہر طرح کی گنز چلانا بہت اچھے سے جانتی تھی۔ یہ اس کے لیے بچوں کے کھیل جیسا تھا۔ ہاتھ صرف بخار اور نقاہت سے کانپ رہے تھے!! "پاگل ہو کیا تم؟ بالاج خان ایک نظر اپنے اطراف میں دیکھتے دبی دبی آواز میں غرایا۔ یہ۔ عورت واقعی میں پاگل تھی جو بنا سوچے سمجھے گولی چلا چکی تھی۔ اس کے پیچھے یا سائڈ پر کوئی اور کھڑا ہوتا تو؟ اسے نا سہی تو کسی اور کو گولی لگ جانی تھی۔ شاید اس نے ماورا جمیل کی بات کو غور سے سنا نہیں تھا۔ وہ گنز سے واقف تھی۔!! "ہاں کیونکہ تم نے کر دیا ہے مجھے پاگل! میں کبھی ایسی تھی ہی نہیں بالاج خان! مگر تم نے تمہاری سوکالڈ محبت نے مجھے ایسا بننے پر مجبور کر دیا ہے! تم خود تو نفسیاتی تھے ہی تم نے مجھے بھی بنا دیا۔ وہ اب شدت سے رونے لگی تھی۔ لبوں سے وقفے وقفے سے سسکاریاں سی بلند ہو رہی تھیں۔ وہ صرف محبت کی سزا کاٹ رہی تھی۔ البتہ گن پر گرفت ابھی تک مضبوط تھی۔ اپنے بچاؤ کے لیے اس کے پاس فلحال یہی ایک چیز

تھی۔ ورنہ یہ انسان اسے بیہوش کر کے اپنے ساتھ لے جاتا جو کہ وہ بلکل بھی نہیں چاہتی تھی۔۔ بالاج خان نے بری طرح اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی آخر کیا کرے! یہ عورت سر عام اس کا تماشا بنا رہی تھی۔ ایسا اسے لگتا تھا۔!! دوسرے لمحے اس نے بنا کچھ سوچے سمجھے اس کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔۔ اس مرتبہ قدموں میں ذرا تیزی تھی۔ اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا چاہے اسے گولی لگ جائے! وہ بس کسی بھی طرح اب یہ تماشا ختم کرنا چاہتا تھا۔ اسے ہے اتنا پتہ تھا کہ مقابل اب اس کی بیوی ہے! میرے پاس مت آنا بالاج! "میں سچ میں گولی چلا دوں گی۔ ایک قدم پیچھے کو لیتے اس نے مزید دونوں ہاتھوں کی گرفت گن پر مضبوط کی۔ "گن سائڈ پر کرو! بہتر یہی ہے تمہارے اور میرے لیے کہ تم میرے ساتھ چلو! مسلسل اس کی طرف بڑھتے بالاج خان نے دھیمے سے پھر سے اسے سمجھانا چاہا۔ باقی سب کھڑے پریشانی سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے! کیا محبت ایسی ہوتی ہے جو وہ دونوں ایک دوسرے سے کرتے تھے؟؟ اتنا تو سب کو اندازہ ہو گیا تھا کہ یقیناً یہ دونوں ایک دوسرے کو بہت

اچھے سے جانتے ہیں۔۔ تبھی اس طرح کسی شرط کسی محبت کی باتیں ہو رہی تھیں۔ لیکن ساتھ وہ لوگ یہ بھی جان گئے تھے کہ ان لوگوں نے محبت تو کر لی مگر اپنی انا کو سائڈ پر رکھنا بھول گئے! وہ دونوں ہی انا پرست تھے یا ایک دوسرے کے معاملے میں بن جاتے تھے کچھ سمجھ نہیں آئی۔ تھی۔ لیکن جو بھی تھا۔ سچ یہ تھا کہ بالاج خان۔اور ماورا بالاج خان دونوں ہی ایک ٹکر کے تھے۔۔ سیر کو سوا سیر ہی ملا تھا۔ اپنی اپنی انا میں آتے وہ دونوں اپنی ہی محبت کو تکلیف دینے پر تلے ہوئے تھے! "میری طرف مت آؤ بالاج! خدا کی قسم یہ گولی چل جائے گی! نفی میں سر ہلاتے ماورا جمیل نے ایک مرتبہ پھر اسے وارن کیا۔ وہ جیسے اپنے آخری اسٹیج پر کھڑی تھی۔ کسی بھی وقت اس کی ہمت جواب دے سکتی تھی۔۔ مگر وہ اپنی کمزوری مقابل پر آشکار نہیں کر سکتی تھی۔ تبھی گہرے گہرے سانس بھرتے خود کی حالت کو غصے کی آڑ میں چھپا رہی تھی۔۔ بالاج خان نے ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے اس کے ہاتھ سے پستول لینی چاہی۔ لیکن وہ پھر سے ناکام رہا تھا۔۔ ماورا جمیل بروقت ہی دو سے تین قدم پیچھے کی طرف لے چکی تھی۔!! "تم اب حد سے زیادہ بڑھ

رہی ہو!! غرا کر کہتے بالاج خان دوبارہ سے ایک ہی جست میں اس کے نزدیک ہوا۔ وہ پھر سے اس کے ہاتھ کو پکڑنے کی۔ کوشش کرتے اس مرتبہ کامیاب بھی ہو گیا تھا۔ "چھوڑو مجھے تم جاہل مرد! مزید خطرناک حد تک پستول پر گرفت مضبوط کرتے ماورا جمیل اپنی تمام ہمت جمع کرتے چیخ اٹھی تھی۔ مقابل اس سے طاقت میں زیادہ تھا۔ وہ اس سے گن چھین سکتا تھا۔ بالاج خان نے اسے کمر سے جکڑتے اسے مزید پیچھے ہونے سے روکتے اس کے ہاتھ سے گن لینی چاہی۔ وہ احتیاط برت رہا تھا اسی لیے وہ اس سے یہ نہیں چھین پا رہا تھا۔ گن لوڈ تھی۔ صرف ٹریگر دبانے کی دیر تھی اور گولی دونوں میں سے کسی کو بھی لگ جاتی۔۔ "میرے ہاتھ چھوڑو۔ تم جیسے ناپاک انسان کے ہاتھ ٹچ بھی نا ہونے دوں میں خود سے! ماورا جمیل اپنی پوری قوت لگاتے گن کو تھامے ہوئے تھی۔ وہ اتنی مضبوطی دکھا رہی تھی کہ بالاج خان جیسا لمبا چوڑا مرد بھی اس سے یہ نہیں لے پا رہا تھا۔ ایک ہاتھ اس کی کمر میں ڈالے وہ مسلسل اس سے گن چھیننے کی کوشش کر رہا تھا۔ ایک تو مقابل خود بھی بہت مچل رہی تھی۔۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ پہلے ماورا کو

سمبھالے یا پھر اس کے ہاتھ سے گن چھینے ! وہ مکمل طور پر بے بس ہوا کوشش کر رہا تھا۔ سب حیران پریشان کبھی ماورا تو کبھی بالاج کو دیکھ رہے تھے ! جو پستول کے چکر میں کھینچا تانی میں لگے ہوئے تھے ! اُن لوگوں کو ڈر تھا کہ کہیں کسی کو بھی گولی لگ ہی نا جائے ! جو بھی تھا جیسے بھی تھا۔ دونوں ان کے اپنے ہی بچے تھے ! اوپر سے بالاج خان نے گارڈز بھی نہیں ہٹوائے تھے ورنہ وہ بڑے ہی کچھ کر لیتے ! اور لڑکے تو ویسے بھی پھر سے ایک طرف ہو چکے تھے ! ان سب میں ایک بات تھی کہ جب تک بہن بیٹی تھی وہ بس تب تک عورتوں کے معاملے میں کودتے تھے ! جیسے ہی وہ کسی کی بیوی بن جاتی تھی پھر سب کچھ اس کے شوہر کا ہو جاتا تھا۔ وہ لوگ بیچ میں کچھ نہیں بول سکتے تھے۔۔ جیسے ابھی آج کے بعد وہ لوگ ماورا کو ہاتھ لگانا تو دور اس سے فریلی بات بھی نہیں کر سکتے تھے ! کیونکہ وہ بالاج خان کی بیوی تھی اب ! اور ان میں کوئی اس کا سگا بھائی نہیں تھا۔ یہاں ماورا کے علاوہ کسی کی بہن بھی آجاتی اور نکاح کے بعد وہ اپنے شوہر سے اس طرح لڑتی تب بھی کوئی بیچ میں نہیں بولتا۔ یہ اس کا اور اس کے شوہر کا معاملہ تھا۔ جس کے درمیان کوئی تیسرا جتنا خاموشی رہے

اتنا ہی اچھا ہوتا ہے! وہ دونوں ابھی تک اپنی ہی کھینچا تانی میں مگن تھے! بالاج خان حد سے زیادہ احتیاط برت رہا تھا۔ اس کی اپنی خیر تھی لیکن وہ کوشش کر رہا تھا کہ مقابل کو گولی نا لگ جائے! اور پھر وہ کچھ ایک ہاتھ سے چھین رہا تھا اسی لیے مسلسل ناکام ہو رہا تھا۔ ماورا جمیل عین ٹریگر کے مقام پر دونوں اُنگلیاں جمائے گن چھوڑنے پر راضی ہی نہیں تھی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ گن چھوڑے گی اور یہ ظالم انسان اسے اپنے ساتھ لے جائے گا۔ جو کہ وہ بلکل بھی نہیں چاہتی تھی۔۔ وہ دونوں اسی میں لگے تھے کہ اچانک ہی گولی چلنے کی آواز آئی۔ بالاج خان اور ماورا جمیل کی آنکھیں ساکت ہوئی۔ گولی انہی کی پستول سے نکلی تھی۔ ایک دوسرے سے گن چھیننے کی کوشش میں ماورا جمیل کے ہاتھ سے ٹریگر دب چکا تھا۔ جس بات کا سب کو ڈر تھا وہی ہو گیا تھا۔ نجانے گولی کسے لگی تھی۔!! آبان خان نے مزید اپنے اوپر سے کنٹرول کھوتے تیز تیز قدم ان دونوں کی جانب بڑھائے! وہ خود اس معاملے میں بری طرح پریشان ہو کر رہ گیا تھا۔ اگر کوئی واحد انسان جو بالاج خان کے خلاف تھا تو وہ تھا آبان خان! اگر یہ انسان اسے اس کے ہونے والے بچے کی

قسم دے کے خاموش رہنے کو نا کہتا تو یقیناً آبان خان کبھی اُس کا ساتھ نہیں دیتا۔ لیکن بالاج خان بڑی ہی کوئی کمینی چیز تھا جو اسے قسم دے کر محض خاموشی کروا گیا تھا۔۔ بالاج خان نے کرب سے ہلکا سا مسکراتے نیچے گھاس پر بہتے خون کو دیکھا۔ اس کی سرخی مائل آنکھیں اب جیسے خون چھلکانے لگی تھیں۔ گولی بالاج خان کے سینے پر لگی تھی۔ ٹریگر ماورا سے دبا تھا۔ اگر وہ وقت پر گولی کا رخ اپنی طرف نا موڑتا تو یقیناً گولی ماورا کو لگتی۔۔ لیکن شکر تھا کہ وہ سہی وقت پر گولی کا رخ خود کی طرف کروا گیا تھا۔ اور مقابل غلطی سے ٹریگر دبا گئی تھی۔۔ اس کے سینے سے خون کا ایک فوراً سا چھوٹتے اس کے کپڑوں کو خون سے بھیگاتے نیچے زمین پر گر رہا تھا۔ ماورا جمیل نے ساکت آنکھیں اس کے سینے پر جمائی۔ وہ یک ٹک مقابل کے سینے سے نکلتے خون کو دیکھ رہی تھی۔ کیا یہ اس سے ہوا تھا؟ باتوں کی حد تک الگ بات تھی۔ لیکن سچ تو یہ تھا کہ ابھی اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے! اگر مقابل مر گیا تو؟ وہ ایک قاتلہ؟ بہت سی سوچیں ایک ساتھ ہی دماغ پر غالب آتے اس کا بوجھ مزید ہی بڑھا گئی تھیں۔ ایک لمحے کے لیے تو اس کا دماغ بلکل ہی بلینک ہو گیا تھا۔ بھرے

مجمعے میں وہ غلطی سے ہی سہی لیکن ایک بندے پر گولی چلا چکی تھی۔ اس کی گھبراہٹ بہت عام سی بات تھی۔۔ ماورا جمیل نے سیکنڈ سے پہلے اپنے ہاتھ میں۔ موجود پستول کو سائڈ پر پھینکا۔ یہ گن ہی سارے فساد کی جڑ تھی۔ وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے بے ساختہ ہی دو قدم پیچھے کو سرکی۔۔اس کا واقعی میں بالاج خان کو مارنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔!!" بالاج!! آبان خان نے چیختے ہوئے اس کی طرف جاتے اسے گرنے سے بچایا۔ وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے ہلکا سا لڑکھڑایا ضرور تھا مگر گرا نہیں تھا۔ وہ خود بھی بروقت سمبھل چکا تھا۔ "بھونک رہا تھا میں تجھے مت کر یہ سب! ایمبولینس کو کال کر حدائق کھڑا منہ کیا دیکھ رہا ہے میرا۔۔ حدائق شاہ بھی اس کے پیچھے ہی آیا تھا۔ آبان خان اسے دیکھتے پہلے بالاج اور پھر اس پر چیخا۔ بالاج خان کا چہرہ آہستہ آہستہ زردی مائل ہونے لگا تھا۔ جیسے جیسے خون بہہ رہا تھا ویسے ویسے اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوتی جا رہی تھی۔ درد کی شدت سے آنکھیں شدید سرخ ہو چکی تھیں۔!! برہان خان ایک نظر اس کے خون کو دیکھتے تھکے ہارے انداز میں وہیں زمین پر بیٹھے! ان کے پیروں میں مزید کھڑے ہونے کی ہمت نہیں

تھی۔ عظمیٰ بیگم اور رائنا خان بری طرح رونے میں مصروف تھیں۔ وہ اپنا کیا خود بھگت رہا تھا۔ یہ لوگ کچھ نہیں کہہ سکتے تھے! نجانے ان کے گھر کو کسی کی نظر لگی تھی یا پھر ان کی اولاد ہی ایسی تھی۔ اس بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔!! جمیل صاحب مزید برداشت نا کرتے اپنے قدم آگے کی بڑھانے چاہے۔ گارڈ پھر سے مضبوطی سے ان کے سینے پر بندوق رکھ چکے تھے! انہیں ابھی پیچھے ہٹنے کے آرڈرز نہیں تھے! بے بسی سے جبڑے بھینچتے وہ واپس سے اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے! شکر تھا کہ ماورا کو کچھ نہیں ہوا تھا۔ بس ایک اسی چیز کی انہیں تسلی تھی۔ باقی سب پریشانی سے بالاج خان کو دیکھ رہے تھے! ٹھیک ہے اسکا طریقہ بہت غلط تھا۔ لیکن گولی جس طرح اس کے سینے پر لگی تھی وہ جان سے بھی جا سکتا تھا۔ اور اس کا گناہ اتنا بڑا نہیں تھا جس کے بدلے میں اسے موت دی جائے!! سارے لڑکے بالاج خان کی طرف جاتے پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے! کوئی ایمبولینس کو کال کر رہا تھا تو کوئی اپنی شال اُتارتے اس کے سینے پر باندھتے خون کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور کوئی عقلمندی کا کام لیتے کہہ رہا تھا کہ اسے گاڑی میں ہسپتال لے چلو! ایمبولینس

کاانتظار کرنابیوقوفی تھی۔۔خون بہت زیادہ بہہ رہا تھا۔اور یہ دو عقلمند زاویار شاہ اور ماہ دیر شاہ ہی تھے! اگر کسی نے کچھ نہیں کہا تھا تو وہ ماورا کو کچھ نہیں کہا تھا۔جب پہلے وہ لوگ کچھ نہیں بولے تھے تو وہ لوگ اب بھی کچھ بولنے کا حق نہیں رکھتے تھے! انہیں خاموش ہی رہنا چاہیے تھا۔!! ماورا جمیل کھڑی ابھی تک پتھریلی آنکھوں سے بالاج خان کے سینے پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی کہ یہ اس سے ہوا ہے! وہ کب سے اتنی جنونی اور اتنی ظالم ہو گئی تھی؟اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرہ سا چھانے لگا تھا۔۔آہستہ آہستہ کرتے ہمت جواب دے رہی تھی اور سامنے کا منظر اس کے لیے دھندلا ہوتا جا رہا تھا۔۔اچانک ہی اپنے حواس کھوتے ماورا جمیل زمین پر گری۔وہ بیہوش ہو چکی تھی۔بخار اور سر درد کی وجہ سے جو اسے بہت پہلے لگ رہا تھا کہ وہ کھڑی نہیں رہ پائے گی ہوش گنوادے گی۔وہ اب ہو گیا تھا۔وہ ہوش و خرد سے بیگانہ گھاس پر پڑی تھی۔۔گرنے کی آواز پر سارے یک دم ہی پیچھے ماورا کی طرف متوجہ ہوئے! بالاج خان بھی ابھی ہوش میں ہی تھا۔اسے درد شدید تھا لیکن وہ اتنا درد برداشت کرنا جانتا تھا تبھی ابھی تک

ہوش نہیں گنوائے تھے! یقیناً اس کا ایمیونٹی سسٹم بہت مضبوط تھا۔ اگر کوئی عام انسان ہوتا تو اتنا خون بہنے پر ابھی تک اوپر پہنچ چکا ہوتا۔ مگر اسے عادت تھی۔ وہ ایک فائٹر تھا۔ ریسلنگ کے دوران اس سے زیادہ درد برداشت کیے ہوئے تھے اس نے!! "خبردار۔۔ میں۔ منہ۔۔ توڑ دوں گا تم۔۔ لو۔۔ گوں کا۔۔ کوئی اس طرف گیا۔۔ بھی تو۔۔" ماہ دیر شاہ کو ماورا کی طرف بڑھتے دیکھ بالاج خان ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں غرایا۔ اسے ابھی بھی سکون نہیں تھا۔ درد کی شدت سے اس کے الفاظ اٹک اٹک کر نکل رہے تھے۔۔ "دماغ خراب ہے تیرا۔ ڈاکٹر کی ضرورت ہے تم دونوں کو! چپ کر کے بیٹھ اور اسے اٹھا کر کم از کم گھر کے اندر تو لے جانے دے! راحیل خان جو اس کے سینے پر شال رکھے ہوئے تھا غصے سے اسے گھورتے ہوئے چیخا۔ حد تھی اس انسان پر! "بکواس۔۔ بند رکھ اپنی۔۔ میری بیوی ہے وہ! کیسے ہاتھ لگا سکتے ہو تم۔۔ میں سے کوئی بھی اسے! کسی لڑ۔۔ کی کو بلا۔۔ اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے وہ سرخ آنکھیں اس پر گاڑے بری طرح غرایا۔ اسے غصہ آرہا تھا کیونکہ

یہاں کوئی بھی عقل سے کام لے ہی نہیں رہا تھا۔۔ راحیل خان نے خاموشی سے اِرد گرد دیکھا۔اب وہ یہاں اسے اٹھوانے کے لیے لڑکی کہاں سے لاتے۔۔

ایمبولینس کی آواز سنتے آبان خان اور حدائق شاہ نے آگے بڑھتے فوراً سے پہلے بالاج خان کو اٹھایا۔ وہ لوگ مزید دیر نہیں کر سکتے تھے ! خون زیادہ بہہ رہا تھا۔اس کی جان بھی جاسکتی تھی۔ وہ دونوں اسے لیے تیزی سے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے ! کہ بالاج خان نے زبردستی ہمت کرتے ایک مرتبہ پھر اپنے قدم روکے ! "اسے۔۔اٹھ۔۔اٹھوا کے چیک۔۔ وہ ابھی کچھ بولتا کہ آبان خان اس کی بات کاٹ چکا تھا۔۔ "ہم کر لے گیں تو چل جاہل انسان۔ مرنے کا ارادہ ہے کیا تیرا؟ آبان خان نے غصے سے اس کی کمر میں ایک دھپ لگائی۔

یہاں ان لوگوں کی جان پر بنی ہوئی تھی اور اسے ماورا کی پڑی تھی۔ وہ دوبارہ سے آگے کی طرف قسم بڑھا رہا تھا۔ کچھ اور لوگ بھی ایمبولینس سے اترتے اسے سٹریچر پر لٹاتے ایمبولینس میں لے جا رہے تھے ! آبان خان نے جاتے جاتے گارڈز کو بھی ہٹنے کا اشارہ کر دیا تھا۔اور اب یقیناً جو بچے تھے ان کی خیر نہیں تھی۔ تمام

گارڈز فوراً ہی اس کے اشارے پر پیچھے ہو چکے تھے ! اور اچانک ہی جیسے لان میں ہڑ بڑی سی مچ گئی تھی۔ سب لوگ اپنی اپنی زبانوں سے مختلف القابات بولتے اپنے اپنے گھروں کو نکل رہے تھے۔۔ جتنی زبانیں اتنی ہی باتیں ! یہ والا حساب تھا اور سارے ہی کچھ نا کچھ بولتے یہاں سے نکل رہے تھے !

اورنگزیب صاحب اپنا سر پکڑتے کرسی پر بیٹھے ! خان ولا کے لوگوں نے ہمیشہ ان کا نقصان ہی کیا تھا۔۔ان لوگوں نے جب جب خان فیملی سے تعلقات بڑھائے تھے تب تب صرف خسارے ہی ان لوگوں کے حصے میں آئے تھے ! جیسے ابھی بھی ان لوگوں کی عزت کا تماشا بن گیا تھا۔ امجد خان بھی شکستہ سے قدموں کے ساتھ ان کے سامنے ہی کرسی پر آتے بیٹھے ! بالاج خان سے کسی کو بھی یہ اُمید نہیں تھی۔ پورا لان خالی ہو چکا تھا۔ صرف خان فیملی اور شاہ ولا کے لوگ تھے جو اب یہاں کھڑے تھے ! باقی سارے مہمان اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے ! کچھ جمیل صاحب کے مہمان بھی باتیں کستے اندر کی جانب بڑھ چکے تھے ! ان لوگوں کو آج

رات ہی یہاں سے نکلنا تھا۔ جمیل صاحب فوراً سے پہلے ماورا کی طرف بڑھے ! کسی لڑکے نے اسے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ کیونکہ وہ خبیث انسان منع کر کے گیا تھا۔ راحیل خان اور باقی سب بھی ایمبولینس کے پیچھے ہی اپنی اپنی گاڑیاں لیتے نکل چکے تھے ! اب یہاں سوائے معاذ شاہ کے کوئی بھی نہیں بچا تھا۔ جسے ماہ دیر نے یہاں کی سچویشن کی خبر رکھنے کے لیے ساتھ آنے سے منع کر دیا تھا۔۔ جمیل صاحب نے ماورا کو گود میں اٹھاتے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے ! ابھی کسی سے بھی لڑنے سے بہتر تھا وہ پہلے اپنی بچی کی طبیعت پر دھیان دیتے ! وہ بیہوش پڑی تھی اور جمیل صاحب کے دل پر چھریاں چل رہی تھیں۔ وہ روتے ہوئے اسے گود میں اٹھاتے اندر کی طرف بڑھ رہے تھے تاکہ ڈاکٹر کو بلا کر اسے چیک کروا سکیں ! ! آج انہیں سب سے زیادہ جس چیز پر پچھتاوا ہو رہا تھا وہ تھا ماورا اور سبینا بیگم کو پاکستان میں رہنے کی اجازت دینا۔ کاش کہ وہ ان دونوں کو اپنے ساتھ ہی لندن میں لے جاتے ! اندر بڑھتے انہوں نے ماورا کو آہستہ سے صوفے پر لٹایا۔ مظہر شاہ کب سے ڈاکٹر کو کال کر چکے تھے ! جو کہ اب پہنچ بھی گئی تھی۔۔ "ڈاکٹر پلیز اسے چیک کرے ! میری

بچی کو کچھ ہوا تو نہیں ہے نہ؟ جمیل صاحب نے ڈاکٹر کی طرف دیکھتے منت زدہ سے لہجے میں کہا۔ وہ خود بکھری حالت میں سبینا بیگم کو سہارا دیتے صوفے پر بیٹھ چکے تھے! ان لوگوں کے پاؤں میں کھڑے ہونے کی سکت نہیں تھی۔ ڈاکٹر نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے ماورا کے پاس جاتے چیک اپ شروع کیا۔ دلہن کے لباس میں یہ لڑکی نجانے کس بیماری کا شکار ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے پر مٹے مٹے آنسوؤں کے نشان بھی بہت واضح تھے!! سر جھٹکتے ڈاکٹر نے اس کا چیک اپ شروع کیا۔ باقی سب کی بے چین نظریں ڈاکٹر کی طرف ہی تھیں۔ آدھے لوگ اندر آ چکے تھے اور آدھے ابھی بھی باہر لان میں ہی تھے! تقریباً پانچ منٹ بعد اچھی طرح اس کا معائنہ کرتے ڈاکٹر نے سیدھے ہوتے سنجیدگی سے سب کی طرف دیکھا۔ "زیادہ پریشانی کی بات نہیں ہے! صرف بخار اور ذہنی دباؤ کی وجہ سے یہ بیہوش ہو گئی ہیں۔ انہیں بخار بہت تیز ہے۔۔ ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کریں اور میں کچھ دوائیاں لکھ کر دے رہی ہوں انہیں باقاعدگی سے کھلائے گا۔ اور سب سے اہم بات کہ انہیں ٹینشن سے دور رکھنا ہے! اسٹریس بہت لیا ہوا ہے انہوں نے!!

پروفیشنل لہجے میں سبینا بیگم کی طرف دیکھ کر کہتے ڈاکٹر نے ان کے ہاتھ میں دوائیوں کی پرچی تھمائی۔ سبینا بیگم نے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔اب یہ تو انہی کو پتہ تھا کہ ماورا کو کس بات کی ٹینشن ہے!! سائرہ بیگم جاتے کچن سے باؤل اور کپڑا لائی۔ وہ سب ہی پریشانی سے کسی طرح ماورا کو ہوش میں لانے میں لگے ہوئے تھے! ڈاکٹر دوائیوں کا بتاتے جا چکی تھی۔ پیچھے بس وہی چند لوگ رہ گئے تھے!

داجان لان میں ابھی تک اپنا سر پکڑتے بیٹھے تھے! انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کسی کو کیا کہیں! ایک نے زبردستی نکاح کر لیا تھا تو دوسری نے گولی مار دی تھی۔ پتہ نہیں بالاج نے بچنا بھی تھا یا نہیں! وہ تو بلکل ہی کچھ بولنے کے لائق نہیں بچے تھے! ان کے سامنے ہی بیٹھے امجد خان کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ان میں سے کوئی بھی بالاج خان کے پیچھے ہسپتال نہیں گیا تھا۔۔ حتیٰ کہ برہان خان بھی نہیں! جو کچھ تھوڑی دیر پہلے اس لڑکے نے کیا تھا ان لوگوں کا جانا بنتا بھی نہیں تھا۔ اگر تو آج بالاج خان بچ جاتا تو یقیناً برہان خان اپنے ہاتھوں سے اس کا قتل کر دیتے! معاذ شاہ

نے ہونٹ کاٹتے اِدھر اُدھر دیکھا۔ سارے کے سارے اسے ان لوگوں کے درمیان بلی کا بکرا بنا کر چھوڑ گئے تھے! حالانکہ اس نے تو کچھ کیا بھی نہیں تھا۔ ہاں یہ غلطی ضرور تھی کہ وہ بھی سب کے ساتھ کھڑا خاموشی سے چپس پر ٹوٹ پڑا تھا۔!! ایک گہری سانس بھرتے اپنے اندر ڈھیروں ہمت جمع کرتے اس نے اپنے قدم آگے داجان کی جب بڑھائے! رات گہری ہو رہی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ داجان کو اب آرام کرنا چاہیئے تھا۔ ورنہ ان کی طبیعت خراب ہو جاتی۔۔ آج تو انہوں نے اپنی دوائی بھی نہیں لی تھی۔ وہ بس اسی لیے ان کی فکر میں ان کے پاس جا رہا تھا۔۔ "معاذ شاہ نے داجان کی طرف جاتے تھوک نگلتے ایک قدم مزید ان کے قریب بڑھایا۔ اسے ڈر بھی لگ رہا تھا کیونکہ وہ اپنے کیے کارنامے کو بہت اچھے سے جانتا تھا۔!! "داجان۔۔ یہاں سے اٹھ جائیں آپ کی طبیعت۔۔۔ داجان سے ایک قدم کے فاصلے پر رکتے وہ انہیں کچھ کہتا کہ ایک چپل اڑتے ہوئے اس کے پاس آئی تھی۔ "خبیث انسان دفعہ ہو یہاں سے! مر جاؤ تم بھی جا کے باقی سب کے ساتھ۔!! داجان نے اس کی آواز سنتے ہی غصے سے نیچے کو جھکتے اپنے پیر سے چپل

اتارتے اس کے اوپر پھینک کے ماری! وہ اسے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے بری طرح چیخ اُٹھے تھے! وہ چپل معاذ شاہ کے سینے پر لگتے نیچے گری۔ وہ بیچارہ بروقت اپنا بچاؤ بھی نہیں کر پایا تھا۔ وہ بے ساختہ ہی دو قدم پیچھے کو ہوا۔ "داجان میں تو بس۔۔ ابھی ان کی فکر میں وہ مزید کچھ بولتا کہ داجان کی دوسری چپل بھی سہی سلامت اس تک پہنچ چکی تھی۔ داجان نے مزید اس کی آواز سہن نا کرتے دوسرے پاؤں سے بھی چپل اتارتے اس کی طرف پھینکی۔ جو کہ سیدھا جاتے معاذ شاہ کے بازو پر بڑی زور کی لگی تھی۔!! "اٹھ دفعہ ہو! نکل یہاں سے سارے کے سارے ایک جیسے نامرد ہیں! کوئی لحاظ ہے تم لوگوں میں! بہنوں کی طرح تھی وہ تم سب کی! داجان چیختے چیختے اب کھانسنے بیٹھ چکے تھے! ان میں اتنی جان نہیں تھی کہ اب ذرا اونچا بھی بول سکتے!! معاذ شاہ نے خفت سے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ وہ احتیاطی طور پر ایک نظر اِرد گرد دیکھ رہا تھا آیا کہ کسی نے اسے چپل پڑتے دیکھا تو نہیں!! لیکن جلد ہی اس کا چہرہ ہلکا سا سرخ پڑا۔۔ سامنے ہی زار اخان کرسی پر بیٹھی سنجیدگی سے اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔

لیکن یہ سچ تھا کہ وہ معاذ شاہ کے ساتھ ہوئی بخوبی دیکھ چکی تھی۔! معاذ شاہ کھڑا نہایت خفت سے نچلا ہونٹ دانتوں دبائے اسے چبانے کے درپر تھا۔اسے اس بات کی زیادہ تکلیف نہیں تھی کہ اسے جوتے پڑے ہیں۔ بلکہ اسے اس بات کی زیادہ تکلیف ہوئی تھی کہ اسے زارا خان کے سامنے مار پڑی ہے! اب اسے زارا خان تھوڑی بہت تو پسند تھی ہی! جسے یہ دل و جان سے مانتا بھی تھا۔ تبھی اتنی بیعزتی محسوس کر رہا تھا۔ بیچارے کو کرش کے سامنے داجان نے کریش کر دیا تھا۔۔ جبکہ اس کے برعکس زارا خان بظاہر تو چہرے پر بنا کوئی تاثر لائے بیٹھی تھی۔ لیکن دل میں اس کے لڈو پھوٹ رہے تھے! یہ بات یقیناً اس نے جا کر حرا اور عائشہ کو بتانی تھی۔ لیکن افسوس کہ یہاں کا ماحول ایسا تھا کہ وہ ہنس بھی نہیں سکتی تھی۔ ورنہ یقیناً قہقہے لگاتی۔!! "تم جا رہے ہو یا میں اس گھر سے دھکے دے کر نکلوائوں تمھیں! اور اپنے اُن بڑے نامردوں کو بھی کہہ دینا گھر میں قدم رکھنے کی ضرورت نہیں ہے! ورنہ ہڈیاں توڑ دوں گا ایک ایک کی! اسے ابھی بھی جم کر کھڑے دیکھ داجان پھر سے چیخے! وہ ساتھ میں اسے بڑوں کے لیے پیغام بھی دے گئے تھے۔۔ "جا رہا

ہوں! دھیمے سے کہتے معاذ شاہ نے باہر کی طرف اپنے قدم بڑھائے! اب اپنے ہی گھر سے دھکے مار کر نکلتا ہوا وہ اچھا تو نہیں لگتا تھا نہ؟ تبھی عزت سے باہر کی طرف قدم بڑھائے! پہلے ہی بہت بیعزتی ہو چکی تھی اس کی! اب اس کا ارادہ خود بھی ہسپتال جانے کا تھا۔

قسط نمبر: 80 پارٹ 2

آبان خان اور باقی سب لڑکے اس وقت ہسپتال کے کاریڈور میں کھڑے دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے اندر سے ڈاکٹر کے باہر آنے کا انتظار کر رہے تھے! ان میں سے کوئی کرسی پر بیٹھا تھا تو کوئی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ بالاج خان کو ڈاکٹرز کافی دیر سے آئی سی یو میں لے کر گئے ہوئے تھے! جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔ خون بہت زیادہ بہہ چکا تھا۔ گولی بھی عین دل کے مقام پر لگی تھی۔ وہ سارے پریشانی کے عالم میں کھڑے بس دعائیں ہی کر سکتے تھے! گھر سے بھی ابھی تک کسی نے بھی خبر نہیں لی تھی۔ نا تو شاہ ولا سے کسی نے اور نہ ہی خان ولا میں سے! اور انہیں

اُمید بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ جو کچھ وہ کر کے آئے تھے ان سب کو یقین تھا کہ اب گھر جانے پر کوئی انہیں جلدی سے معاف بھی نہیں کرے گا۔ انہوں نے بالاج خان کے لیے بلڈ کا انتظام بھی کر دیا تھا۔ لیکن پتہ نہیں اب ہونا تو وہی تھا جو خدا کو منظور تھا۔ وہ لوگ بس دعائیں ہی کر سکتے تھے! سامنے سے معاذ شاہ کو سنجیدگی سے اپنی طرف آتا دیکھ ماہ دیر شاہ دیوار سے ٹیک ہٹاتے سیدھا ہوا۔ اسے تو وہ گھر چھوڑ کر آیا تھا۔ پھر وہ یہاں کیوں آ رہا تھا؟ ماہ دیر شاہ میں سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔ مجال تھی جو یہ لڑکا اس کی کوئی بات مان لیتا۔۔ "گھر میں تیرے پاؤں نہیں ٹک رہے تھے جو یہاں میرے ہاتھوں مرنے آ گیا۔ اسے آگے آ کر نہایت سڑے ہوئے منہ کے ساتھ خاموشی سے دیوار کے ساتھ ٹیک لگاتے دیکھ ماہ دیر شاہ نے سنجیدگی سے لفظ چبائے! باقی سب بھی ان دونوں کی طرف متوجہ ہو چکے تھے! معاذ شاہ کو انہوں نے ابھی ہی دیکھا تھا۔!! ایک اور انسان تھا ان لوگوں کے درمیان جسے حدائق شاہ نے سب سے پہلے کال کر کے بتایا تھا اور وہ تھا اریبی! حالانکہ وہ بالاج خان سے صرف ایک مرتبہ سرسری سا ملا تھا لیکن پھر بھی حدائق

شاہ کے ایک مرتبہ کہنے پر وہ آدھی رات کو ان لوگوں کے ساتھ ہی ہسپتال پہنچ چکا تھا۔ ابھی بھی وہ کرسی کے پیچھے سر ٹکائے آرام سے بیٹھا ان لوگوں کی طرح بالاج خان کی خیریت کی خبر کے انتظار میں تھا۔۔ معاذ شاہ نے ٹیک چھوڑتے اس سے زیادہ سنجیدہ سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا۔ اگر ماہ دیر شاہ اسے رکنے کو نا کہتا تو یقیناً اس کی زارا خان کے سامنے اتنی انسلٹ نا ہوتی۔ وہ سوچ سوچ کر ابھی تک شرمندہ ہو رہا تھا۔ پتہ نہیں اب وہ اس کا سامنا کیسے کرے گا۔ "گھر سے نکال دیا ہے آپ کے پیارے دا جان نے مجھے! اور ساتھ یہ بھی کہا ہے کہ آپ چاروں نامردوں کو دوبارہ گھر میں گھسنے کی ضرورت نہیں ہے ورنہ ہڈیاں توڑ دے گیں آپ سب کی! دانت پیستے معاذ شاہ نے لفظ چبائے! ایک تو کاش کہ وہ بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹا نا ہوتا۔ اگر یہ بڑا ہوتا تو یقیناً ماہ دیر شاہ کے کان کے نیچے ایک ضرور لگا دیتا۔ وہ دا جان کا کہا ایک ایک اسے بتا گیا تھا۔۔ راحیل خان نے منہ نیچے کرتے اپنی ہنسی دبائی۔۔ اور کوئی اس سچویشن میں تھا نہیں کہ وہ ہنس سکتا۔ وہ پانچوں ایک ساتھ بے گھر ہو گئے تھے!! عدیل شاہ کا تو پھر الگ گھر بھی تھا لیکن یہ چاروں سچ میں سزا بھگتے

گیں اب!! "ایسے ہی کہہ دیا ہوگا کہ چلا جا گھر سے! اور تو سچ میں گھر چھوڑ کر آگیا۔۔ماہ دیر شاہ نے ہونٹ کاٹتے پھر سے بات کو کریدنا چاہا۔وہ جیسے یقین نہیں کر پارہا تھا۔اسے بے ساختہ ہی اس وقت نائرہ شاہ کی صبح والی بد دعا یاد آئی تھی۔۔اللہ پوچھے اس لڑکی کو!! "پورے دو جوتے پڑے ہیں وہ بھی مت پوچھیں بھائی کس کے سامنے! ٹکے کی عزت نہیں رہی میری! میں نے تو پتہ نہیں کتنے ارمان سجائے تھے کہ اس کے سامنے رعب سے رہوں گا۔داجان نے ساری عزت خاک میں ملا دی۔وہ ہنس رہی تھی مجھ پر بھائی۔!! رونی سی صورت بنا کر کہتے وہ باقاعدہ ماہ دیر شاہ کے گلے لگ چکا تھا۔اسے واقعی بہت دکھ تھا اس بات کا۔کاش کہ وہ داجان کے پاس پوچھنے ہی نا جاتا۔یا پھر جانے سی پہلے ایک مرتبہ غور کر لیتا کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔احتیاط اچھی چیز ہے جو اس نے نہیں کی تھی۔!! "کیا بکواس کر رہا ہے کون ہنس رہی تھی؟ اور تو نے گھر میں ہی منہ مارا ہے! تُجھے شرم نا آئی یہ کرتے ہوئے!! حدائق شاہ جو دیوار کے ساتھ کھڑا اس کی ساری بات سن رہا تھا اس نے سیدھے ہوتے معاذ کے سر پر چت لگاتے ابرو اُچکاتے پوچھا۔اسے تو پہلے ہی اس لڑکے پر

شک تھا۔ جو کہ اب سچ بھی ہو گیا تھا۔۔ "اوئے مار مت پہلے ہی بیچارہ مار کھا کر آیا ہے لڑکی کے سامنے ! ! یہ راحیل خان تھا جو مسکراتے ہوئے حدائق شاہ کا دوسری مرتبہ آگے بڑھتا ہاتھ پکڑ چکا تھا۔ اسے ترس آگیا تھا معاذ شاہ پر کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ لڑکی اس کی اپنی ہی بہن ہے ! "راحیل بھائی کرش کے سامنے دو جوتے پڑے ہیں ! کیا ہی عزت رہ گئی میری ! وہ ایسے ہنس رہی تھی جیسے میرا مذاق اڑا رہی ہو۔ راحیل خان کو اپنی حمایت کرتے دیکھ وہ ماہ دیر کو چھوڑتے اس سے ہی لپٹ چکا تھا۔ وہ اس وقت حقیقی صدمے میں تھا۔ تبھی اسی کرش کے بھائی کو گلے لگا کر اسی کی روداد سنا رہا تھا۔۔ "کچھ نہیں ہوتا۔ زیادہ سے زیادہ بلاک ہی کر دے گی ! اس سے زیادہ کچھ نہیں ہو گا۔ بیفکر رہ ! اس کی کمر کو تھپکتے وہ اسے تسلی دینے کی ناکام سی کوشش کر رہا تھا۔ کیونکہ اسے یہ تسلی دینے والا کام آتا ہی نہیں تھا۔ "راحیل بھائی آپ کو نہیں پتہ ! وہ رعب سے ہی ہاتھ چڑھتی ہے ! جو آج ختم ہو گیا سارا۔ وہ مجھے واقعی بلاک کر دے گی۔ ہائے اب میری راتیں کیسے گزرے گی۔ مجھے تو اسے تنگ کیے بنا نیند ہی نہیں آتی۔ بدھی سی آواز نکالتے وہ اس کے گلے سے لگا دہائیاں دے

رہا تھا۔ لیکن یہاں وہ سچا تھا۔ اسے واقعی زارا خان کو تنگ کیے بنا نیند نہیں آتی تھی۔ اور اب وہ اپنے خدشے ظاہر کر رہا تھا۔!! حدائق شاہ نے دانت کچکچاتے اسے دیکھا۔ ایک مرتبہ یہ لڑکا اکیلے میں اس کے ہاتھ لگتا ذرا۔ اسے تو پہلے ہی اس کے لچھن ٹھیک نہیں لگتے تھے! اور اب تو وہ منہ سے اقرار کر رہا تھا۔ یقیناً حدائق شاہ اس کی ہڈیاں توڑ دیتا۔ اس عمر میں اس کا کوئی افیئر نہیں تھا تو اسے معاذ شاہ کی یہ حرکت بھی زہر ہی لگی تھی۔۔ "کچھ نہیں ہوتا بلاک کرے گی تو گھر سے اٹھوا لے گیں! تو بس حکم کر!! راحیل خان نے ایسے کہا تھا جیسے یہ کوئی بڑی بات ہی نہ ہو!! کاش کہ اسے معلوم ہوتا یہ لڑکا اسی کی بہن کی بات کر رہا ہے! "بہت امیر ہے بھائی وہ! اتنی آسانی سے نہیں ہاتھ آسکتی! ایک تو سانڈ بھائی بھی ہے اس کا۔ اللہ معاف کرے ایسے گھور رہا تھا فنکشن کے شروع میں مجھے جیسے کچا چبا جائے گا۔ وہ اب اس سے اس کی ہی برائیاں کر رہا تھا۔۔ کاش کہ اس وقت راحیل خان زارا کو اپنے پاس نا بلاتا تو وہ آخری ملاقات ہی صحیح سے کر لیتا۔ "بھائی بھی ہی اس کا؟ نام بتا پھر تو بھائی کو ہم جانتے ہونگے! اسے خود سے الگ کرتے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔!! معاذ شاہ

بے ساختہ ہی گڑبڑا سا گیا تھا۔اسے شاید اب یاد آیا تھا کہ وہ کب سے اسی کی بہن کی باتیں اسی سے کر رہا تھا۔ دکھ بھولتے وہ تھوک نگلتے اب راحیل خان کو دیکھ رہا تھا۔!!"ک۔۔کچھ نہیں راحیل بھائی۔اور آپ سب کو داجان گھر بلا رہے ہیں۔ میں مذاق کر رہا تھا سچ میں !پہلے راحیل سے بولتے اس نے آخر میں حدائق شاہ کی طرف دیکھتے جھوٹ بولا۔اب وہ مار کھا کر آیا تھا تو ان لوگوں کو کیسے جینے دے سکتا تھا بھلا؟؟"تو پی کر آیا ہے کیا؟ عجیب بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے! پانچ منٹ پہلے تیری کوئی اور بات تھی اب تیری زبان کچھ اور اُگل رہی ہے! انسان بن جا معاذ۔ ورنہ جان سے مار دوں گا تجھے! حدائق شاہ نے اُنگلی اٹھاتے اسے سختی سے وارن کیا۔ وہ ایک بات پر ٹک ہی نہیں رہا تھا۔۔"سچ کہہ رہا ہوں اب پکا۔جائیں آپ چاروں کو داجان نے بلایا ہے! ماورا آپی کی طبیعت خراب ہے شاید ان کے متعلق کوئی کام ہے! آرام سے کاریڈور میں رکھی کرسی پر بیٹھتے اس نے پھر سے جھوٹ بولا۔وہ اب ہسپتال میں رہتا اور باقی چاروں گھر جاتے!!"جاؤ تم لوگ گھر میں اور اریبی ہیں اِدھر! راحیل اور اکشم تم دونوں بھی گھر چلو! آبان خان نے آگے آتے سنجیدگی

سے ان سب کی طرف دیکھتے حکمیہ انداز میں کہا۔ وہ جانتا تھا اریبی اس کے ساتھ رک جائے گا۔ "آبان بھائی میں بھی یہیں ہوں! مجھے نہیں جانا گھر پر! کرسی پر بیٹھے معاذ شاہ نے ہاتھ اوپر اٹھاتے ہانک لگائی۔ اس کے دوبارہ جوتے نہیں کھانے تھے! اس لیے عزت کے ساتھ یہیں رکنا زیادہ بہتر سمجھا۔۔ "اگر دادجان نے نابلایا ہوتا تو میں بھی یہی رکتا۔ اور فائزہ کا بھی پتہ ہے تُجھے! میں کال کرتا رہوں گا تو بتاتے رہنا مجھے کیا بنا۔۔ حدائق شاہ نے آگے آتے آبان خان سے بغل گیر ہوتے معذرت سی کی۔ وہ گھر جانے کے لیے رضامند ہو گیا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ فائزہ کی آج کے دن کیا حالت ہو گئی ہو گی۔ وہ تو اشنا اور درفشاں اس کے ساتھ تھی تبھی وہ تھوڑی تسلی میں تھا۔۔ "چل کوئی بات نہیں ملتے ہیں پھر کل! دعا کرتے رہنا۔ اس کی پیٹھ تھپتھپاتے آبان خان پیچھے کو ہوا۔ اس کا ارادہ ابھی راحیل اور اکثم کو بھی گھر بھیجنے کا تھا۔۔ حدائق شاہ، زاویار، عدیل اور ماہ دیر شاہ چاروں ایک ساتھ ہی راہداری سے باہر نکلے! ابھی کے لیے وہی تینوں گھر جا رہے تھے! معاذ کو کسی نے ساتھ چلنے کے

لیے کہا بھی نہیں تھا۔ وہ اپنی مرضی کا مالک تھا۔۔ اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے وہ چاروں گھر کی طرف روانہ تھے!!

ماورا جمیل نے آہستہ سے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولتے چھت کی طرف دیکھا۔ اسے تین گھنٹوں بعد ابھی ہی ہوش آیا تھا۔ان تین گھنٹوں میں وقفے وقفے سے سبینا بیگم اور سائرہ بیگم اس کے ماتھے پر پٹیاں کرتی رہی تھیں۔ تبھی اب بخار میں کچھ کمی بھی تھی۔۔ البتہ اس کا سر شدید بھاری ہو رہا تھا۔ سر کا درد ایسے لگتا تھا پہلے سے زیادہ بڑھ گیا ہو۔ وہ اسی درد سے پوری آنکھیں بھی نہیں کھول پا رہی تھی۔۔ اس وقت سارے لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے! خان ولا کے سب لوگ خاموشی سے اپنے گھر کو جا چکے تھے! وہ لوگ کچھ بولنے کی پوزیشن میں بھی نہیں تھے! جبکہ داجان یا کسی نے بھی انہیں کچھ نہیں کہا تھا۔ قصور سب لوگوں کا نہیں بلکہ صرف ایک کا تھا۔اسی لیے سب ہی خاموش تھے! سب اس وقت لاؤنج میں ہی موجود تھے سوائے اشنا، درفشاں اور فائزہ شاہ کے! وہ تینوں اوپر حدائق شاہ کے کمرے میں

تھیں۔ فائزہ کے پاس!! جو کچھ آج ہوا تھا اس کے بعد یقیناً کسی کو بھی نیند نہیں آ سکتی تھی۔!! ماورا کو ہوش میں آئے دیکھ سبینا بیگم فوراً ہی صوفے سے اٹھتے اس کے پاس جاتے بیٹھیں۔ کتنی فکر ہو رہی تھی انہیں اس کی!" کیسی ہے میری بیٹی! اس کے ماتھے پر بوسا دیتے انہوں نے نہایت محبت سے پوچھا۔ وہ اس کے پاس ہی صوفے پر بیٹھ چکی تھیں۔ ماورا نے اپنے پاس سے آواز سنتے اپنی آنکھیں ان کی طرف گھمائی۔ اس کی آنکھوں کے پپوٹے بری طرح سوجے ہوئے تھے! جبکہ چہرے سے ہلکا پھلکا میک اپ بھی بلکل مٹ چکا تھا۔ وہ اس وقت دلہن کے نکاح والے لباس میں ہی ملبوس تھی۔!! "ماما۔۔ بلکل ہلکی سی سرگوشی نما آواز میں اس نے سبینا بیگم کو پکارا۔ چند گھنٹوں پہلے ہوا ایک ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگا تھا۔ وہ بیہوشی میں ہی سکون سے تھی۔!! "بولو بیٹا یہیں ہوں میں! سبینا بیگم نے روتے ہوئے اس کے ماتھے پر آئے بال پیچھے کیے! ایک ہی دن میں۔ وہ صدیوں کی بیمار لگ رہی تھی۔ اب یہ رنج اور روگ کس بات کا تھا وہ نہیں جانتی تھیں۔" بابا میں نے جان بوجھ کر نہیں مارا اسے! وہ بس غلطی۔۔ جمیل صاحب جو

خود اس کے پاس ہی اٹھ کر آ چکے تھے اس کے انہیں دیکھتے روتے ہوئے اپنی صفائی دینی چاہی۔ اس سے واقعی غلطی سے گولی چلی تھی۔ ورنہ وہ ایک انسانی قتل کبھی نہیں کر سکتی تھی۔ جمیل صاحب اس کے بلکل سامنے کرسی رکھتے بیٹھے! وہ اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھے محبت سے اسے دیکھ رہے تھے!! "ہمیں پتہ ہے بیٹے! وہ بس ایک حادثہ تھا غلطی تھی۔ کوئی تمھیں کچھ نہیں کہے گا۔ تمھارا باپ تمہارے ساتھ ہے! جمیل صاحب نے نرمی سے کہا۔ وہ خود ابھی رو کر بیٹھے تھے! بیٹی کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔!! "بابا اسے کچھ ہو گیا تو میں کبھی خود کو معاف نہیں کر سکوں گی۔ وہ روتے ہوئے اپنا خوف ان پر آشکار کر رہی تھی۔۔ جمیل صاحب نے بے بسی سے ایک نظر سبینا بیگم کو دیکھا۔ کاش کہ ان لوگوں کو اس کی زندگی میں چلتی باتوں کی ذرا بھی بھنک ہوتی۔ "کچھ نہیں ہو گا ہوش آ گیا ہے اسے! بچ گیا ہے وہ تم نے کچھ نہیں کیا۔ ٹینشن مت لو زیادہ! ڈاکٹر کے الفاظ ذہن میں دہراتے وہ اسے جھوٹی تسلی دے رہے تھے! وہ نہیں جانتے تھے بالاج خان کی کیسی حالت ہے۔ وہ بس اسے تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے تھے!! "آپ سچ کہہ رہے ہیں نہ بابا۔

وہ بچ گیا ہے؟ روتے ہوئے اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ شکر تھا کہ وہ بچ گیا تھا ورنہ اس کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوں بہتے بالوں میں جذب ہو رہے تھے! اب نجانے کس بات کا رونا تھا اسے!!" ہاں بیٹے بچ گیا ہے وہ! تم دماغ میں زیادہ ٹینشن مت لینا اپنے! جمیل صاحب نے پھر سے کہتے اس کے ماتھے پر لب رکھے! بالاج خان کی وجہ سے ان کی بیٹی کس حالت کو پہنچ گئی تھی۔!!" بابا مجھے نہیں رہنا یہاں! مجھے واپس گھر جانا ہے۔ یہاں کے لوگ بہت برے ہیں بابا۔ مجھے آپ کے ساتھ لندن جانا ہے! ان کا ہاتھ تھامتے ہچکی بھرتے ماورا نے دل کی بات کی۔ وہ مزید یہاں رہ کر اپنی زندگی برباد نہیں کرنا چاہتی تھی۔ بالاج خان سے موو آن کرنا اس کے لیے ناممکن ہے وہ جانتی تھی۔ لیکن پھر بھی لندن جا کر وہ کوشش تو کر سکتی تھی نا؟ بس اسی لیے جھٹ پٹ سے اس نے ایک فیصلہ لیا تھا جو وہ جمیل صاحب کو بتا بھی چکی تھی۔ اسے بس پاکستان اور اس کے لوگوں سے دور جانا تھا۔ یہاں کے لوگ اس کی زندگی کے لیے مضر ثابت ہوئے تھے! ماورا جمیل کو پاکستان راس نہیں آیا تھا۔۔ جمیل صاحب نے ایک نظر سبینا بیگم کی دیکھا۔ جن کی آنکھوں

میں ماورا کے فیصلے سے اتفاق بہت واضح تھا۔۔ وہ خود بھی یہی چاہتے تھے! مزید وہ لوگ یہاں رکتے تو یقیناً بالاج خان اگر بچ جاتا تو ان لوگوں تک رسائی پھر سے حاصل کرتا۔ اس لیے بہتر تھا کہ وہ ماورا کے دماغی سکون کے لیے اسے ساتھ ہی لے جاتے!! "میرا خیال ہے ٹھیک کہہ رہی ہے وہ! تم سب پھر کبھی آ سکتے ہو تمہارا اپنا گھر ہے! مگر ابھی ماورا کے لیے یہی بہتر ہے!! داجان نے بھی سبینا بیگم کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے ماورا جمیل کی بات سے اتفاق کیا۔ ان سب کو یہی بہتر لگ رہا تھا۔۔ "ہمم میں دیکھتا ہوں جتنی جلدی کی پہلی ٹکٹ ملی میں کروالیتا ہوں۔ تم دونوں اپنی تیری مکمل رکھنا۔۔ سنجیدگی سے کہتے جمیل صاحب نے آخر میں ماورا کی طرف دیکھا۔!! "دوبارہ کبھی پاکستان کا رخ نہیں کرو گی تم! وہ سنجیدگی سے کہتے اسے ہدایت دے رہے تھے یا تنبیہ کر رہے تھے کچھ سمجھ نہیں لگی تھی۔ "میں کبھی یہاں نہیں آؤں گی بابا۔۔ میرے لیے پاکستان کسی جہنم سے کم نہیں ہے! یہاں کے لوگ بہت ظالم ہیں! اٹل لہجے میں کہتے وہ اچھے سے ان کی بات کو سمجھ گئی تھی۔۔ جمیل صاحب نے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ انہیں ماورا کی خلع دلوانی

تھی۔اب لندن جا کر ہی وہ کسی اچھے وکیل سے رابطہ کرنے والے تھے! یہاں والا وکیل خود مجرم کے ساتھ ملا ہوا تھا۔اسے تو وہ کیا ہی کہتے!! صوفے سے اٹھتے وہ باہر کی طرف بڑھے! تاکہ ٹکٹس کا پتہ کر سکیں۔۔انہیں اندازہ تھا کہ بالاج خان کو ہوش نہیں آیا ہو گا۔اور وہ اس سے پہلے پہلے ہی ٹکٹس کروانا چاہتے تھے! تاکہ دوبارہ وہ انسان کوئی تماشا نا کر سکے!!

حدائق شاہ کی گاڑی شاہ ولا کے کار پورچ میں آتے رکی۔اس وقت لان بلکل خالی تھا۔سب لوگ اندر جا چکے تھے! اس کے پیچھے ہی باقی تینوں کی گاڑیاں بھی ایک ساتھ ہی اندر داخل ہوئی تھیں۔اپنی اپنی گاڑیوں سے نکلتے وہ چاروں ایک نظر خالی لان کو دیکھتے اندر کی طرف بڑھے! اس وقت رات کا ایک بج گیا تھا۔انہیں شک تھا کہ سب سو نا گئے ہو! حدائق شاہ سب سے آگے تھا جبکہ باقی سب اس کے پیچھے تھے! داخلی دروازے سے جمیل صاحب کو باہر نکلتے دیکھ ان سب کے ایک لمحے کے لیے قدم رکے! وہ ہونٹ کاٹتے انہیں دیکھ رہے تھے! جمیل صاحب بھی

رکے تھے مگر محض ایک لمحے کے لیے! دوسرے لمحے وہ سنجیدگی سے نظریں پھیرتے بھی کے طرف بڑھے! ان لوگوں سے بھی وہ کیا ہی شکوہ کرتے! لڑکوں کی دوستی سے وہ واقف تھے! ہاں لیکن انہیں برا ضرور لگا تھا کہ کسی نے ان کی بیٹی کا ساتھ نہیں دیا تھا۔!! حدائق شاہ نے ان کی پشت کو دیکھتے ایک گہری سانس بھری۔ اب سب کے ایسے ہی ریکشن کے لیے ان لوگوں کو تیار رہنا چاہیے تھا۔ اسے شروع سے اندازہ تھا کہ انجام یہی ہوگا۔ مگر پھر بھی وہ لوگ بالاج خان کا ساتھ دینے پر راضی ہوگئے تھے!! "چلو آگے بھی سب کا یہی حال ہوگا۔ سر جھٹک کر کہتے حدائق شاہ نے آگے کی جانب قدم بڑھائے! وہ زیادہ جلدی میں لگ رہا تھا کیونکہ اسے اب اپنی بیوی کی یاد آئی تھی۔۔

اندر پہنچتے ان چاروں نے اِدھر اُدھر نظریں دوڑائیں۔ ان کی توقع کے برعکس سارے ہی لاؤنج میں بیٹھے تھے! سوائے ان تینوں کی بیویوں کے!! درفشاں بھی آج شاہ ولا میں ہی رکی تھی۔ آبان خان سے اجازت وہ لے چکی تھی۔ وہ بھی ان تینوں کی بیویوں کے ساتھ ہی تھی۔ "اوئے میں جارہا اپنے گھر! ماما نہیں ہیں تو کیا

ہوا۔ کم از کم سکون سے تو رہوں گا۔ عدیل شاہ نے بیزاریت جتاتے سب سے پہلے کہا۔ وہ چاروں دروازے میں ہی جم کر کھڑے تھے! ابھی کوئی بھی اندر نہیں گیا تھا۔ انہیں ڈر لگ رہا تھا خاص کر داجان سے۔۔ "ایک لگاؤں کا کان کے نیچے ساری عقل ٹھکانے لگ جائے گی۔ پلان میں ہمارے ساتھ تھا تو اب بیعزتی بھی ساتھ ہی کروائے گیں۔ خبردار جو تو ہلا بھی تو!! حدائق شاہ نے دانت کچکچاتے اسے منع کیا۔ کتنا کوئی چالاک انسان تھا یہ!۔ عدیل شاہ نے منہ بسورا۔ ان لوگوں نے اسے ساتھ لے کر مرنا تھا۔ "بیویاں نہیں ہیں ہماری زیادہ فیل نہیں ہو گی۔ اس لیے چل لو اندر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ ویسے بھی داجان نے خود ہی تو بلایا تھا۔ جان سے تھوڑی مار دے گیں! زاویار شاہ نے دھیمے سے کہتے خود ہی سب سے پہلے اندر کی طرف بڑھا۔ اسے داجان کا کوئی خوف نہیں تھا۔۔ کیونکہ وہ اسے کچھ نہیں کہتے تھے! باقی تینوں بھی حوصلہ کرتے اس کے پیچھے ہی اندر کی جانب بڑھے!

السلام و علیکم ! اندر پہنچتے ان چاروں نے ہی ہم آواز میں سلام کیا تھا۔ سب بڑے " یہیں موجود شاید کوئی بات کر رہے تھے ! ماورا بھی چینج کرتے اب صوفے پر بیٹھی سبینا بیگم کے کندھے پر سر ٹکائے ہوئے اپنی ہی سوچوں میں گم تھی۔۔ان چاروں کی آواز سنتے سارے یک دم ہی ان کی طرف متوجہ ہوئے جو ابھی باہر سے آئے دھپ سے صوفوں پر ڈھے گئے تھے ! داجان نے خونخوار نظروں سے ان چاروں کو ایک ایک نظر دیکھا۔۔انہوں نے معاذ کو منع کیا تھا کہ ان لوگوں کو گھر نا بھیجے ! مگر شاید وہ ان کا پیغام آگے پہنچانا بھول گیا تھا۔ یا پھر یہ سب کچھ زیادہ ہی ڈھیٹ تھے ! ! ماورا جمیل ایک نظر ان سب کو دیکھتے خاموشی سے صوفے سے اٹھتے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ اسے زہر سے زیادہ بری لگ رہی تھیں یہ شکلیں جنہوں نے اس ظالم انسان کا ساتھ دیا تھا۔ اگر ان میں سے کوئی ایک انسان بھی اس کے ساتھ کھڑا ہوتا تو وہ آج اس اذیت میں نا ہوتی ! ایسا اسے لگتا تھا۔ ! ! حدائق شاہ نے ماورا کی پشت کو دیکھتے اپنے ہونٹ دانتوں تلے چبائے ! انہوں نے بالاج کے چکر میں ماورا کی ہرٹ کر دیا تھا۔ ! ! "تم لوگوں کے لیے اب میری بات بھی کوئی معنی نہیں

رکھتی جو منہ اٹھا کر گھر آ گئے ہو! لعنت ہے تم چاروں پر! داجان نے چاروں کو گھورتے باقاعدہ ہاتھ اٹھاتے لعنت پیش کی۔ ان سب نے بے ساختہ ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ "مگر داجان آپ نے ہی تو بلایا تھا ہمیں۔ وہ سارے ہم آواز میں بولے تھے! معاذ شاہ نے تو ان لوگوں کو یہی کچھ بتایا تھا۔۔اوپر سیڑھیوں سے نائرہ، اشنا، اور درفشاں بھی نیچے کی طرف ہی آ رہی تھیں۔ان تینوں کے ساتھ فائزہ نہیں تھی۔ داجان نے جبڑے بھینچتے ان چاروں کو گھورا۔اب یہ سارے کے سارے جھوٹ بھی بولنے لگے تھے! انہوں نے تو نہیں بلایا تھا۔ "ہاں میں نے ہی بلایا تھا۔ بہو میری لاٹھی دینا ذرا۔ انہیں میں بتاتا ہوں کیسے خاندان کو مشکل میں ڈال کر کھڑے ہو کر چپس کھاتے ہیں! خبیث لوگ زندگی میں جیسے کبھی چپس نہیں ملی تھی انہیں۔۔غصے سے لفظ چباتے انہوں نے نوین بیگم کو مخاطب کیا۔ جو واقعی فوراً سے اپنی جگہ سے اٹھ بھی گئی تھیں۔ انہیں خود کو زاویار سمیت ساروں پر بہت غصّہ تھا۔ یہاں سارے ہی تپے ہوئے تھے! ان چاروں نے ایک مرتبہ پھر ایک دوسرے کو دیکھا۔ کیا معاذ نے ان لوگوں سے جھوٹ بولا تھا؟ یا پھر داجان نے

واقعی ان چاروں کو مارنے کے لیے گھر بلایا تھا۔ وہ سب اسی کشمکش میں تھے!! "دا جان بیٹھ کے بات کر لیتے ہیں! اور چپس کا کیا ہے آپ حکم کریں آج کے بعد دیکھیں گے بھی نہیں چپس کی طرف!! حدائق شاہ نے زبردستی مسکراتے انہیں بٹرنگ کرنی چاہی۔ وہ ایک اور مرتبہ سب کے سامنے جوتے نہیں کھا سکتا تھا۔ ابھی تو وہ یہ شکر کر رہا تھا کہ اس کی بیوی نیچے نہیں آئی۔!! نوین بیگم نے داجان کی لاٹھی لاتے ان کے پاس ہی صوفے پر رکھی۔۔ "ہاں گواہ کے لیے سائن کس کس نے کیے تھے؟ داجان نے لاٹھی اٹھاتے صوفے سے کھڑے ہوتے پوچھا۔ سب سے زیادہ غصّہ تو انہیں گواہوں والی بات پر تھا۔۔ ان چاروں نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا۔ کسی کا اشارہ بھی اپنی طرف نہیں تھا۔ وہ چاروں ایک دوسرے کو پھنسا رہے تھے! "کھڑے ہو چاروں اور نکلو باہر! ایک مہینے تک گھر نہیں آؤ گے تو سارے سائن بھول جاؤ گے!! ان کے پاس جاتے داجان نے لاٹھی گھماتے حکم دیا۔ وہ چاروں خود بھی صوفوں سے کھڑے ہو چکے تھے! "داجان اتنی رات کو ہم۔۔ آہ۔۔ عدیل شاہ ابھی کچھ بولتا کہ سب سے پہلے ٹکا کے اس کی ٹانگ پر لاٹھی

پڑی۔ یہ کچھ زیادہ ہی بھاری تھی اور بہت زور سے لگی تھی۔ تبھی اس کی کراہ نکل گئی تھی۔ باقی تینوں نے اس کی حالت دیکھتے بے ساختہ ہی تھوک نگلا۔ وہ سب شادی شدہ اب خود باپ بننے کی عمر کو پہنچ گئے تھے لیکن آج بھی اپنی حرکتوں پر وہ داجان سے بچوں کی طرح مار کھاتے تھے!! "نکلو تم تینوں بھی! نامردوں کی طرح وہاں انہی ٹانگوں سے کھڑے تھے نا تم سب! ایک ایک کرتے سب کی ٹانگوں پر داجان بنا رحم کھائے لاٹھی برسا رہے تھے! پتہ نہیں ان کے اندر اتنی ہمت کہاں سے آ رہی تھی کہ وہ اپنا پورا زور لگا کر انہیں مارتے غصّہ نکال رہے تھے! "داجان لگ رہی ہے یہ۔ تھوڑا تو رحم کھائیں۔ حدائق شاہ نے اپنا پاؤں مسلتے منہ بناتے دہائی دی۔ یہ لکڑی کی لاٹھی واقعی بہت زور سے لگ رہی تھی۔۔ "رحم خبیثوں تمھیں بھی پتہ ہے رحم کیا ہوتا ہے! جب وہ زبردستی گن پوائنٹ پر نکاح کر رہا تھا تب تمھیں یاد نہیں آیا تھا؟ ایک اور لاٹھی حدائق شاہ کی ٹانگوں پر جاتے لگی۔ داجان کا پارہ ہائی ہوا پڑا تھا۔ "اشنا اور باقی دونوں بہت مشکل سے اپنی ہنسی کنٹرول کیے کھڑی تھیں۔ شکر تھا کہ وہ لڑکیاں تھیں۔ اشنا شاہ اور نائرہ کو جہاں ایک طرف اپنے

اپنے شوہروں پر ترس آرہا تھا وہیں خوشی بھی ہو رہی تھی۔ وہ سب ہی ماورا کے ساتھ تھیں۔۔ "اِدھر مرو تم میں سے کوئی بھی دروازے سے باہر گیا مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ ان چاروں کو دروازے کی طرف بھاگتے دیکھ دا جان نے اُنگلی اٹھاتے پہلے ہی انہیں وارن کیا۔ وہ پہلے اچھے سے اپنا غصّہ اُتار لیتے اور پھر انہیں گھر سے نکالتے! "دا جان میں بیچ میں منع کر رہا تھا ان سب کو! مگر مجال ہے جو کوئی میری بات سن لے! زاویار شاہ جسے اُمید نہیں تھی کہ دا جان اسے مارے گیں وہ ناک سکوڑتے سارا الزام ان تینوں پر ڈال گیا تھا۔ باقی تینوں نے دانت پیستے اسے دیکھا۔ کتنا جھوٹا انسان تھا یہ!! "ہاں تو رہتا نہیں اتنا نیک نیت انسان۔ دا جان جھوٹ بول رہا ہے بالاج کو کہہ رہا تھا کہ گھر سے اٹھوالے بجائے تماشا لگانے کے! اللہ کی قسم میں جھوٹ نہیں بول رہا۔۔ حدائق شاہ نے کلستے بیچ بیچ اس کی پول کھولی۔ وہ چاروں کھڑے اپنے پاؤں مسلتے ہوئے ایک دوسرے کو ہی گھورنے لگے تھے! "تم سارے کے سارے منحوس ہو! اپنی ہی عزت کو گھر سے اٹھوا رہے تھے۔ لاکھ لعنت ہے تم سب پر! دا جان نے آگے بڑھتے ایک ایک اور ان سب کی

ٹانگوں پر لگائی۔ ابھی حدائق شاہ کو پڑنے ہی لگی تھی کہ وہ پہلے ہی سائڈ پر چھلانگ لگا گیا تھا۔ لیکن خود ہی درد سے اس کی کراہ نکلی۔۔ سائڈ پر رکھا شو پیس بری طرح اس کے پاؤں کے انگوٹھے پر لگا تھا۔۔ "بہت اچھا ہوا ہے تمہارے ساتھ۔ یہی انجام ہوتا ہے پھر ایسے کاموں کا۔ داجان نے اس کے پاؤں کے انگوٹھے سے نکلتے خون کو دیکھتے غصے سے لفظ چبائے! ان کا نا تو ابھی بھی غصّہ ٹھنڈا ہو تھا اور نہ ہی انہیں رحم آرہا تھا۔۔ حدائق شاہ کے انگوٹھے کا ناخن بلکل جڑ سے ٹوٹ گیا تھا۔ تبھی اس میں سے خون رس رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے تو وہ تڑپ اٹھا تھا۔ انگوٹھے پر ناخن کا نام بھی نہیں بچا تھا۔ وہ سارا ہی ٹوٹ گیا تھا۔ "داجان زور سے لگی ہے اسے! ماہ دیر شاہ اور عدیل شاہ نے کہتے اس کے پاس جانا چاہا۔ وہ تینوں دروازے کے پاس کھڑے تھے جبکہ حدائق شاہ تھوڑی دور ہو گیا تھا۔۔ "خبر دار۔ یہیں سے تینوں نکلو باہر اور ایک مہینے تک گھر مت آنا۔ اور اسے بھی لے جاؤ ساتھ! ایک ناخن ٹوٹنے سے مر نہیں جائے گا یہ! داجان ان کے آگے لاٹھی کرتے انہیں آگے بڑھنے سے روک چکے تھے! انہیں ذرا برابر بھی ترس نہیں آرہا تھا۔!! "شاہ۔۔ سیڑھیوں پر کھڑی

فائزہ شاہ جو تھوڑی دیر پہلے ہی نیچے کی طرف آرہی تھی کہ نیچے کا ماحول دیکھتے وہ سیڑھیوں پر ہی رک چکی تھی۔ حدائق شاہ کو اتنی بری چوٹ لگتے دیکھ اس نے بھیگی سی آواز میں اسے پکارا۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں۔ شاید وہ پہلے بھی کمرے سے رو کر ہی آرہی تھی۔!! سب کی نظریں بے ساختہ ہی فائزہ کی طرف اٹھی۔ اس کی آواز اتنی تو ضرور تھی کہ سب نے سن لی تھی۔ اسے دیکھتے اشنا اور باقی دونوں نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔ وہ جو نیچے بتانے آئی تھیں وہ تو یہ لوگ بھول ہی گئی تھیں۔ نیچے فلم ہی ایسی چل رہی تھی کہ ان لوگوں کو یاد ہی نہیں رہا تھا۔۔ "حدائق شاہ نے درد کی شدت سے ہونٹ بھینچتے سیڑھیوں کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا بھی نہیں سکا تھا کیونکہ اسے پورے پاؤں میں درد اٹھتا محسوس ہو رہا تھا۔ درد کی انتہا تھی۔۔ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ اس نے آگے فائزہ کی طرف قدم بڑھانے چاہے! اپنی چوٹ سے زیادہ اسے مقابل کی سوجی آنکھیں تکلیف دے رہی تھیں۔ وہ روئی کیوں تھی آخر؟ حدائق شاہ سمجھ نہیں سکا تھا۔ وہ شام کے بعد اس سے ملا ہی کب تھا بھلا؟ "یہیں رکو اور نکلو باہر! نہیں تم ایک مہینے میں بیوی کے بغیر مر جاؤ گے۔ رن

مرید انسان۔ یہاں آواز آئی نہیں وہاں لنگڑے ہو کر چل دیے!! داجان نے اسے روکتے اس کے لڑکھڑاتے قدموں پر چوٹ کی تھی۔ "داجان وہ رو رہی ہے! میرا نہیں تو اس کا ہی خیال کر لیں! حدائق شاہ نے تڑپتے ہوئے پھر سے آگے بڑھنا چاہا۔ اسے بس فائزہ کے پاس جانا تھا۔ شاید اسے ابھی یاد آیا تھا کہ اس کی ایک بیوی بھی ہے! "داجان ہم ہی بتانے آرہے تھے نیچے! یہ تب سے روئے ہی جا رہی ہے! یہ پینک ہو گئی تھی بہت زیادہ خون دیکھ کر! ہم سے نہیں چپ ہو رہی تھی۔ اسی لیے ہم بھی یہی کہنے آئے تھے کہ حدائق بھائی کو بلا دیں! تب سے یہ ایک منٹ کے لیے بھی چپ نہیں ہوئی۔ درفشاں خان نے داجان کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے انہیں بتایا۔ وہ تینوں نیچے یہی بتانے آئی تھیں۔!! "آدھے گھنٹے تک گھر سے باہر نظر آؤ تم مجھے! صرف آدھا گھنٹہ! داجان نے خاموشی سے ایک نظر فائزہ کو دیکھتے ہاتھ سے حدائق شاہ کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ ساتھ میں وہ اسے تنبیہ بھی کر گئے تھے! حدائق شاہ نے سر کو خم دیتے آگے کی طرف قدم بڑھائے! شکر تھا کہ انہیں رحم آگیا تھا۔ چاہے فائزہ کی وجہ سے ہی! زاویار شاہ اور ماہ دیر شاہ نے

دانت کچکچاتے اپنی اپنی والیوں کو دیکھا۔ کتنی سنگدل بیویاں تھی ان کی۔ جو انہیں مار پڑتے دیکھ ہنس رہی تھیں۔ کیا ہو جاتا اگر فائزہ کی طرح وہ دونوں بھی رونے لگ جاتی تو؟؟ "تم بھائی نکلو تینوں! دوبارہ میرے گھر کی طرف دیکھنا بھی مت! ایک مہینے جب بیوی اور گھر کے بغیر رہو گے تو عقل ٹھکانے آجائے گی تم سب کی! دا جان نے انہیں باہر نکالنے کے لیے پھر سے لاٹھی گھمائی۔ انہوں نے آج ان لوگوں کو نکال کر ہی دم لینا تھا۔۔ "دا جان بیوی کو ساتھ بھیج دیں! اس کی بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے! میرا ساتھ ہونا ضروری ہے! ماہ دیر شاہ نے معصومیت چہرے پر سجائے انہیں اعتماد میں لینا چاہا۔ وہ نائرہ کے بنا ایک رات بھی نہیں گزار سکتا تھا۔۔ "نہیں دا جان میری طبیعت بلکل ٹھیک ہے! میں رہ لوں گی اشنا بھابی اور درفشاں کے ساتھ! آپ جائیں!! پہلے دا جان سے کہتے اس نے آخر میں ماہ دیر شاہ کی طرف دیکھتے شرارت سے کہا۔۔ ابھی تو سارے حساب کتاب برابر کرنے کا موقع ملا تھا۔۔ ماہ دیر شاہ نے اس کی بات پر جبڑے بھینچے! ایک مرتبہ یہ لڑکی اس کے ہاتھ لگتی ذرا۔ پھر وہ اسے اچھے سے بتاتا شوہر کے بنا کیسے رہتے ہیں! "سن لیا

اب چلو باہر! ورنہ اس بار تم لوگوں کے منہ پر پڑے گی یہ!! داجان ایک مرتبہ پھر فورم میں آچکے تھے!! "جارہے ہیں۔۔ نہایت سڑے ہوئے منہ بنا کے کہتے وہ تینوں ایک ساتھ دروازے سے باہر نکلے! دو کا تو کچھ زیادہ ہی منہ بنا ہوا تھا۔ کیونکہ ان کی بیویاں اندر تھیں۔ اب یہاں سے ان لوگوں کا ارادہ واپس ہسپتال جانے کا تھا۔ اب معاذ شاہ ان سب کے ہاتھوں اپنی خیر مناتا۔ ان سب کو اپنے پاؤں میں ابھی تک درد محسوس ہو رہا تھا۔ داجان نے واقعی ظلم کیا تھا۔۔

حدائق شاہ نے سیڑھیاں چڑھتے نرمی سے فائزہ شاہ کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا۔ وہ بنا اس کی طرف دیکھے سنجیدگی سے اسے لیے اوپر کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جہاں جہاں سے وہ جا رہا تھا وہیں سے اس کے خون کے داغ سفید ٹائلز والے فرش کو گندا کر رہے تھے! پتہ نہیں وہ چل کیسے رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے خاموشی سے آنسوں بہاتے پہلے اس کے پاؤں اور پھر اس کی پشت کو دیکھا۔ وہ اس سے آگے چل رہا تھا۔ کتنا روئی تھی وہ پہلے بھی جب گارڈز ان کے پاس ہی کھڑے تھے! حالانکہ

اس پر یا نیچے موجود لڑکیوں میں کسی پر پستول نہیں تانی گئی تھی لیکن پھر بھی وہ بے پناہ ڈر گئی تھی۔ وہ تب بھی روتے ہوئے سامنے دور کھڑے اس شخص کو دیکھ رہی تھی کہ وہ آب آئے اسے سینے سے لگا کر تسلی دے! مگر نہیں یہ بے وفا انسان تو چپس کھانے میں مصروف تھا۔ تب حدائق شاہ نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔ کتنی ضرورت تھی اسے اس انسان کی۔ اسے حدائق شاہ کی توجہ کی اتنی ضرورت ہو گئی تھی کہ وہ اس کے بغیر مرنے والی ہو جاتی تھی۔ جیسے ابھی رو رو کر اپنا حشر کر لیا تھا اس نے! اسے حدائق شاہ کی چوبیس گھنٹے اٹینشن چاہیے تھی۔۔ حدائق شاہ نے کمرے میں داخل ہوتے اس کا ہاتھ چھوڑتے دروازہ لاک کیا۔ اس کے پاؤں میں سے درد کی ٹیسیں اٹھتے اب برداشت سے باہر ہو رہی تھیں۔ آخر پورا ناخن ٹوٹا تھا۔ کوئی مذاق نہیں تھا۔! "شاہ۔۔ فائزہ شاہ نے روتے ہوئے ہونٹ باہر نکالتے اسے دیکھا۔ وہ پھر سے اسے خاموشی کی مار، مار رہا تھا۔ وہ اسے گلے لگا کر تسلی کیوں نہیں دے رہا تھا آخر؟؟" نہیں تم مجھے یہ بتاؤ کیا طریقہ ہے یہ! میں نہیں ہونگا تو تم ایسے رو رو کر حشر بگاڑ لو گی اپنا۔ اتنا پینک ہونے کی کوئی بات تھی اس میں؟

ٹھیک ہے بالاج بھائی ہے تمھارا اس کے لیے تھوڑا بہت رو لیا بس! لیکن یہ کیا طریقہ ہے کہ تمہاری آنکھیں سوجی ہوئی ہیں۔۔ حدائق شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے اپنے سامنے کھڑا کرتے سختی سے پوچھا۔ اسے واقعی بہت بری لگی تھی یہ بات۔!! فائزہ شاہ کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔ وہ اسے ڈانٹ رہا تھا؟ اسے؟ وہ یقین کرنے سے قاصر تھی۔ حدائق شاہ اس پر غصّہ بھی کر سکتا تھا کیا؟ اسے واقعی یقین نہیں آیا تھا۔۔ "آپ کے پاس آنا تھا میں نے! آپ پتہ نہیں کہاں چلے گئے تھے پھر میں روتی نا تو اور کیا کرتی! اپنی آنکھوں سے آنسوں صاف کرتے وہ بلکل بچوں کی طرح اسے وجہ بتا رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ جہاں اسے اتنی زیادہ اٹیچمنٹ پر خوشی ہوتی تھی اب وہیں غصّہ بھی آ رہا تھا۔ کیونکہ یہ فائزہ کے لیے ٹھیک نہیں تھا۔ وہ اسے اپنے بغیر مضبوط دیکھنا چاہتا تھا۔ لیکن مقابل صرف اسی کے ساتھ اسی میں مگن تھی۔ حدائق شاہ اس کے ساتھ ہوتا تو وہ بلکل ٹھیک تھی۔ وہ نہیں ہوتا تھا تو یہی حال ہوتا تھا جو اب ہو رہا تھا۔۔ اس کے اپنے بھی ہزاروں کام تھے جو اس نے کرنے ہوتے تھے! لیکن مقابل ایسے توجہ چاہتی

تھی جیسے کسی چھوٹے بچے کو بیڈ کے کنارے پر لٹا کر اس پر نظر رکھی جائے کہ کہیں وہ گر نا جائے! یہ لڑکی اس حد تک توجہ چاہتی تھی۔ اور حدائق شاہ اسے دیتا بھی تھا۔ لیکن اب ہر وقت وہ یہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی جاب، بھائیوں کے ہزاروں کام کچھ نا کچھ ایسا نکل ہی آتا تھا کہ اس کی نا چاہتے ہوئے بھی مقابل پر سے دھیان ہٹ جاتا تھا۔ اور یہ ایسے ہی رونے بیٹھ جاتی تھی۔!! "شاہ۔۔ فائزہ شاہ نے روتے ہوئے خود ہی اس کے سینے سے لگنا چاہا۔ اسے اس وقت مقابل کی حد سے زیادہ ضرورت تھی۔!! "وہیں رہو یار۔ اور اب تمہاری آنکھوں سے ایک آنسوں نا نکلے! سزا ہے تمہاری رہو میرے بغیر! حد ہوتی ہے ہر چیز کی۔۔ جھنجھلا کر کہتے حدائق شاہ نے اسے پیچھے کرتے اپنے قدم آگے کو بڑھائے! اسے اپنے پاؤں کی ڈریسنگ کر کے ہسپتال جانا تھا۔ اس کے دل میں معاذ شاہ کے لیے جتنا غصّہ تھا وہ اسے جان سے مار دیتا۔!! فائزہ شاہ نے اس کی پشت کو دیکھتے ہچکی سی بھری۔ وہ مزید برے طریقے سے رونے لگی تھی۔ مقابل اسے کیسے جھڑک سکتا تھا۔۔ حدائق شاہ نے اس کے رونے کی آواز کو بمشکل ہی اگنور کرتے میڈیکل باکس اٹھاتے صوفے

پر بیٹھا۔اس کے پاؤں سے زیادہ ہی خون بہہ رہا تھا۔ سائڈ پر بٹھاوہ سنجیدہ چہرے کے ساتھ اپنے پاؤں کو صاف کرتے خود ہی اس پر پٹی باندھ رہا تھا۔ پتہ نہیں کیسے چوٹ لگی تھی کہ سارا ناخن ہی اکھڑ گیا تھا۔۔ اپنے پاؤں کی اچھے سے ڈریسنگ کرتے حدائق شاہ نے میڈیکل باکس بند کیا۔ مقابل ابھی تک وہیں جم کر کھڑی اسی طرح رو رہی تھی۔ وہ خود بھی ڈھیٹ بنا اس کی آوازوں کو اگنور کر رہا تھا۔!! "فائزہ اگر میں نے تمہیں اپنے طریقے سے چپ کروایا تو یقین کرو تم بہت پچھتاؤ گی۔ تم نے صرف میرا پیار دیکھا ہے بہتر ہے میرا غصّہ نا ہی دیکھو۔اُنگلی اٹھاتے وہ اسے سختی سے وارن کر رہا تھا۔ "مجھے بابا کے گھر جانا ہے !اپنے آنسوں صاف کرتے اس نے آگے کی طرف اپنے قدم بڑھائے ! مقصد ڈریسنگ روم کی طرف جا کر اپنے کپڑے پیک کرنے کا تھا۔اسے یہاں رہنا ہی نہیں تھا۔!! "تم ہلی بھی یہاں سے تو میں ٹانگیں توڑ دوں گا تمہاری۔ کیا یہ ہر بار کا تمھارا ایک ہی تماشا ہوتا ہے کہ بابا کے گھر جانا ہے ! تمہارا گھر اب سے یہی ہے ! رونا ہی ہے تو اتنا بڑا بیڈ ہے یہاں بیٹھ کر جیسے مرضی رو لو۔ مگر آئندہ میں تمہارے منہ سے یہ بات نا سنوں !! صوفے سے

کھڑے ہو کر ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے حدائق شاہ اس کے بازو کو تھامتے دبی دبی آواز میں غرایا۔ یہ اس کے غصے کو مزید ہوا دے رہی تھی۔۔ فائزہ شاہ نے بھیگی نظروں سے اسے دیکھا۔ ناوہ اسے گھر جانے دیتا تھا اور نہ ہی خود پیار سے گلے لگا کر بات کر رہا تھا۔ ایسے میں رونے کے علاوہ وہ اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اور یہ انسان اسے رونے بھی نہیں دے رہا تھا۔ اپنے آنسوں صاف کرتے اس نے دوبارہ سے خود ہی آگے بڑھتے نرمی اور آہستہ سے حدائق شاہ کے گرد اپنا حصار بنایا۔ اسے بہت ضرورت تھی حدائق شاہ کی۔ تھوڑا بہت سکون تو اس کے سینے سے لگ کر مل گیا تھا مگر زیادہ سکون تب ملتا جب وہ خود بھی اس کے گرد حصار بنا کے پہلے کی طرح نرمی اور محبت سے بات کرتا۔ جو کہ اس نے ابھی تک نہیں کیا تھا۔!! حدائق شاہ نے اسے خود کے ساتھ لگتے دیکھ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ اس نے ابھی تک اپنے ہاتھ نیچے ہی لٹکائے ہوئے تھے! "میرے بنا رہنے کی بھی عادت ڈالو فائزہ۔ یہ بہت غلط بات ہے! تمہیں چوبیس گھنٹے میں میسر نہیں رہ سکتا۔ اور تم جانتی ہو کہ یہ چوبیس گھنٹوں والی میں صرف بات نہیں کر رہا۔ تمھارا بس چلے تو تم

مجھے جاب پر بھی نہ جانے دو! میں بھی انسان ہوں میرا بچہ! دنیا کے سو کام میرے ذمے ہیں! سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر نہیں بیٹھ سکتا میں! اس کے بالوں میں ایک ہاتھ چلاتے حدائق شاہ نے اسے نرمی سے سمجھانا چاہا۔ وہ حرف با حرف سچ کہہ رہا تھا۔۔

"شاہ مجھے بس آپ چاہیے ہیں ہمیشہ! پلیز شاہ آپ کا ہی قصور ہے اگر آپ نے اب اپنی عادت لگا دی ہے تو بھگتے خود ہی! اس کے چہرے کی طرف دیکھتے وہ سہی سارا الزام اس پر ڈال گئی تھی۔ یہ واقعی عادت ہی تھی جو وہ ایسی ہو گئی تھی۔ اور اس چیز میں قطعی بھی اس کا قصور نہیں تھا۔!! حدائق شاہ نے خاموشی سے اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔ کہہ تو وہ سہی ہی رہی تھی۔ وہ اس بات کی مخالفت نہیں کر سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے میں نے ہی عادت لگائی ہے میں ہی ختم کر دوں گا۔ میں گھر ہی اب بہت کم آیا کروں گا بس! ختم کرو اس عادت کو۔ وہ سنجیدگی سے کہتے حل پیش کر رہا تھا۔ پتہ نہیں اسے کچھ ہی دیر میں کیا ہو گیا تھا کہ وہ اس عورت سے جھنجھلا رہا تھا۔!!

"شاہ آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے! روتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے فائزہ شاہ نے اس کے کندھے پر مکا جڑا۔ وہ اس کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا تھا بھلا۔ وہ سوچ

بھی نہیں سکتی تھی۔!!"تم۔۔حدائق شاہ ابھی کچھ بولتا کہ فون بجنے کی آواز پر اس نے خاموشی سے فائزہ کو بازو سے پکڑتے خود سے پیچھے کیا۔۔وہ فون کی طرف متوجہ ہوتے اپنی جیب سے موبائل نکال رہا تھا۔۔فائزہ شاہ مسلسل روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ اسے خود سے کیوں دور کر رہا تھا آخر؟وہ ایک فون کی خاطر اسے خود سے الگ کر چکا تھا۔۔حدائق شاہ نے فون نکالتے سکرین کی طرف دیکھا۔ نیچے گھر کے نمبر سے کال آرہی تھی۔آدھا گھنٹہ پورا ہو چکا تھا۔ایسا لگتا تھا دا جان نے واقعی ان لوگوں کو گھر سے نکالنے کا اِرادہ بنا لیا تھا۔!!"جا رہا ہوں میں!جب یہ لوگ گھر میں گھسنے دے گیں تب آجاؤں گا۔اور اگر نا آؤں تو تم میرے بغیر رہنے کی عادت ڈالو۔میں جو مر گیا کل کو تو تم زندہ تو رہ سکو کم سے کم!!سنجیدگی سے کہتے حدائق شاہ نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے!اب اس کا ارادہ بھی ہسپتال جانے کا ہی تھا۔۔پیچھے فائزہ شاہ روتے ہوئے گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھی۔وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بری طرح بلکنے لگی تھی۔ابھی شام تک تو ان دونوں میں سب کچھ ٹھیک تھا۔پھر پتہ نہیں اب مقابل کو اتنا غصّہ کس بات پر آیا ہوا تھا۔مگر جو

بھی تھا وہ اسے بری طرح ہرٹ کر کے گیا تھا۔ خاص کر اپنے آخری بولے گئے الفاظ سے ! یہ لڑکی واقعی اس کے لاڈ پیار کی عادی ہو چکی تھی۔ حدائق شاہ کی ذرا بھی دوری یا پھر ناراضگی اس کے لیے سوہان روح تھی۔ اب یہ عادت ہی تھی یا پھر محبت کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ لیکن جو بھی تھا وہ حدائق شاہ کی اڈکٹیڈ ضرور تھی۔

اب پتہ نہیں یہ عادت اسے کس موڑ پر لے جانے والی تھی۔۔

آبان خان اور راحیل خان کاریڈور میں کھڑے پریشانی سے اِدھر اُدھر چکر کاٹ رہے تھے ! ! اندر آپریشن کو چلتے کافی دیر ہو گئی تھی۔ لیکن ابھی تک ڈاکٹرز نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ خون کا بھی سارا انتظام فوراً ہی ان لوگوں نے کر دیا تھا اس کے باوجود بھی ڈاکٹرز کوئی جواب نہیں دے رہے تھے ! ! ان لوگوں کو اب سہی معنوں میں پریشانی ہونے لگی تھی۔ معاذ شاہ تو کرسی پر بیٹھے ہی سو گیا تھا جبکہ اریبی ان لوگوں کے ساتھ ہی دعائیں پڑھتا اِدھر اُدھر ٹہل رہا تھا۔ اس وقت رات کے دو سے تین کا وقت تھا اور ان تینوں میں سے کوئی بھی ایک منٹ کے لیے بھی

نہیں بیٹھا تھا۔ پریشانی اتنی تھی کہ انہیں بیٹھنے کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔۔ گھر سے دلشاد اور رفیق خان نے کال کرتے بالاج کی طبیعت پوچھی تھی جو آبان خان سچ سچ انہیں بتا بھی چکا تھا۔۔ برہان خان نے کوئی کال یا میسج کر کے پوچھا بھی نہیں تھا۔ ان کے غصے سے سب ہی واقف تھے! اگر اب بالاج خان بچ بھی جاتا تو وہ اسے کبھی گھر میں گھسنے نا دیتے! جو کچھ اس نے کیا تھا ان لوگوں کو تو برہان خان سے یہی اُمید تھی۔۔

سامنے آئی سی یو سے ڈاکٹر کو نکلتے دیکھ آبان خان سیکنڈ سے پہلے اس تک پہنچا۔ وہ سوالیہ بے چین نظریں ڈاکٹر پر گاڑے ہوئے تھا۔ باقی دونوں بھی اس کے ساتھ ہی موجود تھے! "آپریشن کامیاب رہا ہے! آپ کے پیشنٹ اب خطرے سے باہر ہیں! صبح تک ہوش آجائے گا انہیں! پروفیشنل لہجے میں مسکرا کے کہتے وہ ان کی جان میں جان ڈال گئے تھے! ان تینوں نے بے ساختہ ہی چھت کی طرف دیکھتے دل میں ڈھیروں شکر ادا کیا۔ کب سے اٹکی ہوئی سانسیں اب بحال ہوئی تھی۔!!

"تھینک یو سو مچ ڈاکٹر! آبان خان نے ہلکا سا مسکراتے ان کا شکریہ ادا کیا۔ ڈاکٹر سر کو خم دیتے آگے کو بڑھ چکے تھے! "افف بالاج ایک مرتبہ ہوش آئے اسے! سالے کا منہ توڑ دوں گا میں۔ راحیل خان نے کرسی پر بیٹھتے دھیمے سے کہا۔ کتنا کوئی ذلیل کیا تھا اس انسان نے ان لوگوں کو اپنے پیچھے! "کچھ مت کہنا اسے! فرض تھا ہمارا۔ اور بس شکر ادا کر کہ وہ بچ گیا ہے! اللہ پوچھے اس کی بیوی کو! اریبی بھی سر جھٹکتے کرسی پر بیٹھا۔ اسے تو یہی بتایا گیا تھا کہ بالاج خان کی بیوی نے اسے گولی ماری ہے! "اس کی بیوی کو چھوڑ! تو بتا کچھ کہا تھا میں نے تجھے! آبان خان نے جانچتی نظریں اس کے چہرے پر گاڑے اسے کچھ یاد دلانا چاہا۔ "میں نے نکاح کر لیا تو وہ ریپ نہیں کہلائے گا۔ اور مجھے اس بندی کو ایسے ہی نوچنا ہے جیسے کبھی اس کے بھائی نے میری بہن کو نوچا تھا۔ آگے تو خود سمجھدار ہے! تو مت بتا مجھے کچھ! میں خود اسے ڈھونڈھنے میں لگا ہوا ہوں۔ اور جس دن جہاں بھی وہ مجھے ملی خدا کی قسم وہیں چیر پھاڑ دوں گا اُسے!! کرسی سے ٹیک لگا کر جواب دیتے وہ اسے بہت اچھے سے سمجھا گیا تھا۔ "جاہل انسان زانی ہو جائے گا تو! آخرت کا خیال کر تھوڑا۔ آبان خان

نے اپنی ہمیشہ والی بات دہرائی۔۔ ان لوگوں کی ہر مرتبہ کی یہ بحث ہوتی تھی۔ راحیل خان گہری سانس بھرتے کرسی سے کھڑا ہوتے آگے کو بڑھا۔ جب تک اس نے توبہ نہیں کرنی تھی تب تک ماضی کے گناہوں کے نام نے بھی اسے ایسے ہی بے چین کیے رہنا تھا وہ جانتا تھا۔ "زیادہ فتوے نا جھاڑا کر۔ اور پلیز اب میرا دماغ مت خراب کرنا۔ پہلے ہی بہت تھکا دیا ہے تم لوگوں نے! کرسی سے ٹیک لگا کر کہتے وہ آنکھیں موند چکا تھا۔ اشارہ صاف تھا کہ وہ مزید بات کرنا ہی نہیں چاہتا۔۔ آبان خان بھی اسے گھورتے کرسی پر بیٹھا۔ وہ اسے اور کتنا ہی سمجھاتا؟ مجال تھی جو اریبی اس کی بات سمجھ لے! پتہ نہیں وقت کی ریس نے ان کی کہانی کو کہاں لے کر جانا تھا۔

قسط نمبر: 81 پارٹ 1

جمیل صاحب اس وقت پریشانی کے عالم میں اِدھر سے اُدھر چکر کاٹ رہے تھے!
یہ صبح کے تقریباً آٹھ بجے کا وقت تھا۔ان میں سے کوئی بھی ساری رات سویا نہیں تھا۔کسی کو نیند ہی نہیں آئی تھی۔ابھی بھی تقریباً شاہ ولا کے تمام لوگ ہی جاگے ہوئے تھے! جمیل صاحب فلائٹ کے لیے کل رات سے کوششیں کر رہے تھے لیکن ہر فلائٹ دو دن بعد کی تھی۔انہیں کوئی آج یا کل کی فلائٹ مل ہی نہیں رہی تھی۔۔وہ اس لیے پریشان تھے کیونکہ وہ بالاج خان کے ہسپتال سے آنے سے پہلے ماورا کو لے کر یہاں سے جانا چاہتے تھے! اگر بالاج خان کو بھنک بھی پڑ جاتی تو انہیں اندازہ تھا کہ کیا ہوتا۔وہ سر پھرا انسان کچھ بھی کر سکتا تھا۔اس کے اندر کسی کا بھی لحاظ نہیں تھا۔!! اس وقت جمیل صاحب سب کے ساتھ لاؤنج میں ہی موجود تھے! وہ ابھی ہی ایک مرتبہ پھر ٹرائے کر کے بیٹھے تھے! لیکن وہی جواب!"بابا کیا ہوا ہے؟ نہیں ملی کوئی فلائٹ؟ ماورا جمیل جو صوفے پر سبینا بیگم کے ساتھ بیٹھی تھی اپنے باپ کو فون سائڈ پر رکھتے دیکھ اس نے سوال کیا۔وہ ان کے چہرے سے ہی

بھانپ گئی تھی کہ یہی ہوا ہو گا۔ "دو دن بعد کی ہیں تمام فلائٹس! پہلے ایک بھی سیٹ نہیں ہے! اس لیے اب دو دن بعد کی ہی کروانی پڑے گی۔ لیکن مجھے ڈر ہے ان دو دنوں میں وہ پاگل انسان تمھیں کوئی نقصان نا پہنچا دے!! اس کے چہرے کی طرف دیکھتے انہوں نے صاف گوئی سے کام لیا۔ "کچھ نہیں کہے گا وہ بابا۔ اس نے محض ایک شرط جیتنی تھی جو کہ وہ جیت چکا ہے! اب اس کی مجھ سے کوئی غرض نہیں ہے! ویسے بھی ابھی تو سینے پر گولی کھا کر پڑا ہو گا بستر پر! کچھ نہیں کر سکتا وہ انسان۔!! جمیل صاحب کی طرف دیکھتے وہ اپنے دل کی بات کہہ گئی تھی۔ یہ سب بالاج خان نے صرف شرط جیتنے کے لیے کیا ہے ایسا اسے لگتا تھا۔ "میرا دل کر رہا ہے ایک تمھیں بھی لگاؤں! ایسی شرطیں رکھنے کی ہوتی ہیں؟ اور اگر تم پہلے دن ہی ہم میں سے کسی کو بتا دیتی تو آج یہ دن نہیں دیکھنا پڑتا ہے ہمیں! اب بیٹھو آرام سے دو دن یہیں پر!! فون کو سامنے ٹیبل پر پھینکتے وہ دبی دبی آواز میں غرائے۔ وہ اپنا غصّہ اس پر نکال رہے تھے! بالاج خان نامی بلا نے ایک ہی دن میں سب کو ہلا ڈالا تھا۔!! "مت ڈانٹو اسے! بچی ہے ہو گئی غلطی۔ بس ختم کرو بات کو۔ اور کوئی کچھ

نہیں کہے گا۔ اللہ پر بھروسہ رکھ کر یہیں رہو تم سب دو دن تک انتظار کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے!! داجان نے جمیل صاحب کی طرف دیکھتے انہیں ناگواری سے ٹوکا۔ ایک تو پہلے ہی ماورا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اوپر سے وہ اسے ڈانٹ رہے تھے! جمیل صاحب خاموشی سے۔اٹھتے باہر کی طرف بڑھے! دو دن مزید انہیں اب بالاج خان کے ڈر کو سہنا تھا۔ان سب کی خیر تھی لیکن انہیں بس ماورا کی فکر تھی۔!! ماورا نے ان کی پشت کو ایک نظر دیکھتے سبینا بیگم کے کّندھے میں چہرہ چھپایا۔ وہ واقعی سب کو بہت پریشان کر چکی تھی۔اور اسے اس بات کا احساس بھی تھا۔ لیکن وہ بھی کیا ہی کرتی! وہ خود بری طرح بے بس تھی۔اب مزید دو دن اسے اپنی مینٹل ہیلتھ سے لڑنا تھا۔

فائزہ شاہ اشنا کے ہمراہ آہستہ سے سیڑھیوں سے اترتے نیچے آئی۔ ان سب کے خاوند کو تو داجان نے نکالا ہوا تھا۔ تو وہ سب اب ایک ساتھ ہی تھیں۔ درفشاں خان بھی ان کے ساتھ ہی موجود تھی۔ جب تک آبان خان ہسپتال میں مصروف تھا تب

تک کی اسے مکمل آزادی ملی ہوئی تھی۔ وہ فارغ ہو کر اسے خود ہی یہاں سے لے جاتا۔۔ کل رات میں فائزہ شاہ رو بھی بہت رہی تھی۔ پھر اشنا اور درفشاں نے ہی جا کر اسے چپ کروا کر حوصلہ دیا تھا۔ ایک بات تو وہ دونوں بھی جان چکی تھیں کہ یہ لڑکی حدائق شاہ کے پیچھے پاگل ہو چکی ہے!! وہ کل مسلسل اسی ایک انسان کے نام کی رٹ لگائے ہوئے تھی۔ جیسے وہ کچھ دیر کے لیے اس سے دور نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے چلا گیا ہو۔ وہ حدائق کو لے کر حد سے زیادہ سینسیٹو ہو رہی تھی۔!! اس وقت لاؤنج میں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ سب لوگ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی ناشتے سے فارغ ہوتے اپنے اپنے کمروں میں گئے تھے! ویسے بھی کل رات کے بعد سب کو اب تھوڑا آرام کرنے کا موقع ملا تھا۔۔ "آؤ پہلے ناشتہ کرتے پھر لان میں چلے گیں! درفشاں خان نے ڈائننگ روم کی طرف جاتے ان دونوں کو مخاطب کیا۔ ان لوگوں نے ابھی تک ناشتہ بھی نہیں کیا تھا کیونکہ وہ لوگ کب سے فائزہ میں لگی ہوئی تھیں۔ جو اللہ اللہ کر کے اب ناشتے کے لیے نیچے آنے کو مانی تھی۔ شاید ہی آج پہلی مرتبہ وہ ڈائننگ روم میں بیٹھ کر کھانا کھانے والی تھی۔!! "ہاں بھوک لگ

رہی ہے مجھے بھی! اشناشاہ نے بھی حامی بھری۔ جب تک زاویار شاہ نہیں تھا وہ جتنی چاہے عیاشی کر سکتی تھی۔ وہ تینوں ہی ناشتے کی غرض سے ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھی۔!!"رفعت بی کھانا لگا دیں جلدی سے! درفشاں خان نے مسکراتے ہوئے رفعت بی کو مخاطب کیا۔ صرف وہ تینوں ہی ناشتہ کرنے بیٹھی تھیں۔ رفعت بی نے سر کو خم دیتے باقی ملازماؤں کے ساتھ ان کے لیے ٹیبل پر ناشتہ لگوایا۔ وہ تینوں ہی ناشتے میں مگن ہو چکی تھیں۔۔

سائرہ بیگم جو اس طرف سے گزرتی کچن کی طرف جا رہی تھیں ان سب کو ڈائننگ روم میں دیکھتے ان کے قدم رکے! خاص کر فائزہ شاہ کو۔!! وہ حیرت سے فائزہ کو دیکھ رہی تھیں۔ کیا اس لڑکی میں اتنی ہمت آگئی تھی کہ وہ اب ڈائننگ ٹیبل تک آگئی تھی؟؟ وہ بھی حدائق شاہ کے بغیر!! بے ساختہ ہی ان کے دل میں یہ سوال نمودار ہوا۔ وہ کھڑی سینے پر ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہی تھیں۔!!"رفعت تم جاؤ یہاں سے! رفعت بی کو مخاطب کرتے سائرہ بیگم نے اسے یہاں سے جانے کو بولا۔

خود وہ ان تینوں کی کرسی کی جانب اپنے قدم بڑھا رہی تھیں۔!! رفعت بی فوراً ہی وہاں سے غائب ہو چکی تھی۔ جبکہ ان تینوں نے ٹھٹھکتے ہوئے سائرہ بیگم کو اپنے سامنے کھڑا دیکھا۔ ان لوگوں کی اپنی خیر تھی لیکن یہاں فائزہ بھی بیٹھی تھی۔!!

"مری نہیں تم ابھی تک؟ دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھتے تھوڑا آگے کو جھکتے سائرہ بیگم نے فائزہ کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔ وہ ابھی باقی دونوں کی طرف دیکھ ہی نہیں رہی تھیں۔۔ فائزہ شاہ جو نوالہ منہ کے پاس لے جانے لگی تھی وہ بیچ میں ہی رکا۔ وہ واپس سے نوالہ پلیٹ میں رکھ چکی تھی۔ سائرہ بیگم کا سوال ہی ایسا تھا۔ کچھ وہ اپنی اور ان کی ہوئی پہلی ملاقات بھولی نہیں تھی۔ "چچی کیا طریقہ ہے یہ؟ آپ ایسے تو مت بولیں! درفشاں خان نے ایک نظر فائزہ کو دیکھتے ناگواری سے انہیں ٹوکا۔ حیرت تھی اسے سائرہ پر۔۔ "تم چپ کرو۔ بیچ میں بولنے کی ضرورت نہیں ہے تم دونوں کو! میں جس سے بات کر رہی ہوں بہتر ہے وہی جواب دے! ایک نظر اسے دیکھتے وہ سختی سے اسے بیچ میں بولنے سے منع کر گئی تھیں۔ درفشاں خان نے اپنے ہونٹ بھینچے! وہ یقیناً اب فائزہ کو ہرٹ کرنے والی تھیں جو کہ درفشاں خان

بخوبی جانتی تھی۔!!"بولو تم سے پوچھا تھا میں نے! کب میرے بیٹے کی زندگی سے نکلو گی تم تاکہ اسے سکون مل جائے؟ فائزہ کی طرف متوجہ ہوتے ایک مرتبہ پھر انہوں نے زہر اگلا۔ وہ جانتی تھیں ایک مہینہ حدائق شاہ گھر نہیں آئے گا۔ اور انہیں یہ بہت اچھا موقع مل چکا تھا۔۔ سونے پر سہاگہ کہ فائزہ بھی آج ہی کمرے سے نکل آئی تھی۔۔اور سائرہ بیگم کو اسے بولنے کا موقع مل گیا تھا۔۔ فائزہ شاہ کی آنکھیں تیزی سے نم ہوئیں۔ وہ کیا جواب دیتی ان کی بات کا؟ ان کے بیٹے سے دور ہونا اس کے بس میں نہیں تھا۔۔ وہ ناشتہ چھوڑے ان کی باتیں خاموشی سے سن رہی تھی۔ اس کے اندر کا سارا کانفیڈینس بلکہ ہر جذبہ صرف حدائق شاہ کے لیے ہی تھا۔ باقیوں کے سامنے اس کی زبان کو تالے لگ جاتے تھے!! ءموبائل ہے تمہارے پاس؟ جانچتی نظریں اس کے چہرے پر گاڑے سائرہ بیگم نے نجانے کیوں یہ سوال کیا تھا۔ فائزہ شاہ نے نیچے منہ کرتے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔ اس کے پاس موبائل تھا ہی نہیں تو وہ جھوٹ کیوں بولتی؟؟ حدائق شاہ نے اسے دلوایا ہی نہیں تھا۔ نا کبھی اس کا موبائل کی طرف دھیان گیا تھا۔ سائرہ بیگم نے دل

میں شکر ادا کیا۔ "پھر اپنے یاروں سے کیسے رابطہ کرتی ہو تم؟ وہ جس نے تمھارا۔ ریپ بلکہ نہیں تم تو خود گئی تھی۔ خیر جو بھی تھا وہ کون تھا اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے تمھارا؟ بضاہر افسردہ سے انداز میں کہتے وہ اسے اس کا ماضی یاد دلا رہی تھی۔ فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی اپنے کانپتے ہاتھ سے اپنی قمیض کا دامن مٹھی میں جکڑا۔ اس کے بہتے آنسوؤں میں روانی سی ہوئی۔ جبکہ ہاتھ کانپ اُٹھے تھے! کتنے عرصے بعد کسی نے اسے وہ بھیانک دن یاد دلوایا تھا۔ اور فائزہ شاہ کے سچ میں رونگٹے سے کھڑے ہو گئے تھے! ابھی تک تو حدائق شاہ اسے بچاتا آیا تھا۔ مگر آج وہ نہیں تھا تو پہلے دن ہی اس پر اُنگلیاں اٹھنا شروع ہو گئی تھیں۔!! "فائزہ آپی اٹھیں ہم کمرے میں چلتے ہیں! اشنا شاہ نے کرسی سے اٹھتے سنجیدگی سے فائزہ کو مخاطب کیا۔ وہ سائرہ بیگم کو مکمل نظر انداز کیے ہوئے تھی۔ کیونکہ وہ ان کی فطرت سے اچھے سے واقف تھی۔ "بات سنو بی بی! تمہیں میں نے کچھ نہیں کہا تو تم بھی میرے معاملات میں مت بولو!! اور تم اتنی اتاولی کیوں ہو رہی ہو صرف یہی تو پوچھا ہے میں نے اس سے کہ اپنے یاروں سے رابطہ کیسے کرتی ہے! اب سچ تو ہوتا ہی کڑوا ہے

جو تم دونوں کو سوئیوں کی طرح چبھے گا۔۔ وہ اشنا کی طرف دیکھتے اس پر شروع ہو چکی تھیں۔!! "آپ کو میرے منہ لگنے کی ضرور نہیں ہے! یاد رکھیے گا میں صرف ایک حد تک لحاظ کرتی ہوں۔ اور میں نے آپ سے کوئی بات کی بھی نہیں۔ اپنی بہن کو مخاطب کیا ہے میں نے!! سنجیدگی سے تمیز کے دائرے میں رہتے جواب آیا تھا۔ اشنا واقعی اب کسی کی غلط بات برداشت نہیں کرتی تھی۔ "تم مجھ سے زبان درازی کر رہی ہو؟ اور تمھیں کیوں اتنی مرچیں لگ رہی ہیں؟ کہیں اس کے یار تمہارے بھی تو کچھ نہیں لگتے؟ سائرہ بیگم اب اس پر بھی تہمت بازی پر اُتر آئی تھیں۔ وہ کھڑی غصے میں اپنے منہ میں جو آیا وہی بول رہی تھیں۔۔ "نہیں میرے تو کچھ نہیں لگتے! اور نہ میری بہن کے کچھ لگتے ہیں! ہاں اپنی بیٹی سے ضرور کنفرم کر لیجئے گا۔ کیا پتہ اس کے لگتے ہو؟؟ کرسی کو پیچھے کر کے یہاں سے نکل کر فائزہ کی طرف جاتے اس نے اب تڑخ کر جواب دیا تھا۔ بعد میں جو ہوتا دیکھی جاتی لیکن ابھی وہ اپنے یا فائزہ پر الزام برداشت نہیں کر سکتی تھی۔!! "تمہیں اندازہ ہے تم کیا بکواس کر رہی ہو؟ میری بیٹی کو بیچ میں لانے کی ہمت بھی کیسے ہوئی تمہاری! سائرہ

بیگم مارے غصے کے ٹیبل سے گلاس اٹھا کر زمین پر مارتے بری طرح چیخی۔ اپنی اولاد پر بات آئی تو انہیں برا لگ گیا تھا۔۔ "گلاس توڑنا مجھے بھی آتا ہے! اور یقین کریں آپ سے زیادہ اچھے طریقے سے توڑ سکتی ہوں۔ لیکن نا تو میں آپ کی طرح غلط ہوں اور نا ہی بد کردار! کہ اپنے کردار کی صفائیاں دینے کیلئے بھڑک اٹھوں۔ آپ کا غصّہ آپ کی چوری پکڑوا رہا ہے! سپاٹ سے لہجے میں کہتے اشنا شاہ نے فائزہ کو بازو سے پکڑتے کرسی سے کھڑا کیا۔ کاش کہ یہ لڑکی بجائے رونے کے جواب دینا سیکھ جاتی۔!! شور کی آواز سنتے نوین بیگم اور داجان بھی اپنے اپنے کمروں سے باہر آ چکے تھے! سائرہ بیگم چیخی ہی اس طرح تھیں۔۔ "تم دونوں ہو بد کردار! اور تمہاری یہ بہن تو منہ بھی کالا کروا کر آئی ہوئی ہے! کیا پتہ دو چار سے تم نے بھی کروا رکھا ہو۔ اور اب ہمارے گھر کے لڑکوں کے پیچھے پڑی ہوئی ہو! تم دونوں بہنیں بہت شاطر ہو۔ آئی بڑی میری بیٹی پر بات کرنے والی! پہلے اپنے لچھن ٹھیک کرو! سائرہ بیگم جواباً پھر سے چیخی۔ وہ فائزہ کو ٹراماٹائز کرنا چاہتی تھیں لیکن اشنا شاہ خود ہی بیچ میں کودی تھی۔!! "آپ اب حد سے زیادہ آگے بڑھ رہی ہیں! ہم پر بے جا

الزام لگانا بند کریں! اپنی برداشت ختم ہوتے دیکھ اشنا بھی چیخ اٹھی تھی۔۔ کتنی کوئی غلیظ عورت تھیں یہ کہ کسی پر بھی الزام لگا دیتی تھی۔۔ "کیا ہو رہا ہے یہاں؟؟ اشنا یہ طریقہ ہے بڑوں سے بات کرنے کا؟ داجان نے سختی سے بولتے اشنا کو مخاطب کیا۔ وہ ابھی باہر آئے تھے انہوں نے بس اشنا کے آخری الفاظ سنے تھے! جو لہجہ بلکل بھی قابلِ قبول نہیں تھا۔۔ فائزہ شاہ خاموشی سے نظریں جھکائے کھڑی کانپتے ہوئے رونے میں مصروف تھی۔ جواب دینے کی اس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی۔ وہ ایک مرتبہ پھر ماضی میں پہنچی ہوئی تھی۔!! "داجان ٹھیک چیخی ہے وہ! بچیاں اس گھر میں اپنے کردار پر الزام لگوانے تو نہیں آئی۔ بھابی کی بات بہت نا مناسب تھی۔ نوین بیگم جو یہیں کھڑی تھیں داجان کی طرف دیکھتے انہوں نے اشنا کی حمایت کی۔ کوئی بھی بخوبی دیکھ سکتا تھا کہ غلط کون ہے!! "اور اس نے جو میری بیٹی کے بارے میں کہا وہ مناسب تھا؟ تم دونوں ساس بہو مل کر کچھ بھی کہتی رہو اور میں چپ رہوں! واہ۔!! سائرہ بیگم نے نوین بیگم کو گھورا جو بہو کے آنے کے بعد سے ہمیشہ اس کی ہی طرفداری کرتی تھی۔ ایک مرتبہ پہلے بھی انہوں نے اشنا کا ہی

ساتھ دیا تھا اور اب بھی وہ یہی کر رہی تھی۔۔ "اشنا بیٹا اسے لے کر اوپر جاؤ۔ ایسا لگ رہا ہے ابھی گر جائے گی۔!! داجان نے سنجیدگی سے اشنا کو مخاطب کرتے اس کا دھیان فائزہ کی طرف کروایا۔ وہ واقعی بہت بری حالت میں کھڑی تھی۔۔ اشنا شاہ نے ایک نظر سائرہ بیگم پر ڈالتے آگے بڑھتے فائزہ کو پکڑا۔ وہ اور درفشاں ملتے اسے اوپر لے کر جا رہے تھے۔۔ "یہی عزت رہ گئی ہے میری کہ اب مجھ سے چھوٹی بچیاں مجھے برا بھلا کہے گی اور اس گھر میں انہیں ہی سپورٹ کیا جائے گا۔ حد ہے! سائرہ بیگم نے داجان کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ وہ تو اس انتظار میں تھی کہ داجان اشنا کو ڈانٹے گیں۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹا تھا۔ "بس کر دو بہو! تمہاری فطرت سے ہم سب گھر والے واقف ہیں۔ بھول جاؤ پرانی باتوں کو۔ بہتر ہے تم فائزہ کو قبول کر ہی لو۔ اس بچی کے ساتھ پہلے ہی بہت ظلم ہوا ہے! مزید تم اس پر ظلم نا کرو۔ اور اب مزید میں کوئی تماشا برداشت نہیں کروں گا اس گھر میں!! سائرہ بیگم کو تنبیہ کرتے داجان نے واپس اپنے کمرے کی جانب قدم بڑھائے! تف تھی سائرہ بیگم پر جو صبح صبح شروع ہو گئی تھی۔!! نوین بیگم بھی ایک آخری

نظر خود کو گھورتی سائرہ بیگم پر ڈالتے واپس سے اپنے کمرے کی طرف بڑھیں۔۔ انہیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

جبکہ پیچھے سائرہ بیگم کا مارے غصے کے برا حال تھا۔ سب ہی اس فائزہ کے ساتھ ہوئے پڑے تھے! ایک مرتبہ ان کا بس چلتا اور وہ فائزہ شاہ کا گلا دبا دیتی۔ لیکن افسوس وہ یہاں بھی بے بس تھی۔ پہلے حدائق اور اب اشنا بیچ میں دیوار بن جاتے تھے! ایک گہری سانس بھرتے وہ خود بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ ایک بات کی انہیں تسکین بھی تھی کہ فائزہ کی حالت بری ہو گئی تھی۔ اتنا تو وہ جانتی تھی کہ فائزہ شاہ کو جواب دینا نہیں آتا۔ وہ یا تو شروع سے ہی کمزور تھی یا اسے اب حالات نے کمزور بنا دیا تھا۔ مگر جو بھی تھا یہ ان کے لیے ایک پلس پوائنٹ ثابت ہوا تھا۔ ذرا سی بات پر فائزہ کا پینک ہونا ان کے لیے اچھی بات تھی۔۔ اپنے کمرے کی طرف جاتے وہ نجانے اب کیا سوچ رہی تھی۔

آبان خان اور اس کے ساتھ موجود سات لڑکے ایک ساتھ ہی وارڈ کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئے! کل شاہ برادرز بھی سب یہیں پر آگئی تھے! اور خان برادرز تو تھے ہی یہیں پر!! بالاج خان کو تھوڑی دیر پہلے ہی وارڈ میں شفٹ کیا گیا تھا۔۔ اسی لیے اب سارے ملتے اس کی خیریت معلوم کرنے جارہے تھے! شاہ برادرز نے عدیل شاہ کے گھر رہنے کا فیصلہ کیا تھا۔اب جب تک داجان نے انہیں گھر نہیں بلانا تھا تب تک تو وہ لوگ اپنی پھوپھو کے گھر رہ ہی سکتے تھے! حالانکہ سب کے پاس فارم ہاؤس موجود تھے۔ مگر ان لوگوں نے عدیل کے گھر رہنا زیادہ مناسب سمجھا۔شاید یہاں انہیں زیادہ کمفرٹیبل محسوس ہوتا اس لیے!! بالاج خان جو کچھ دیر پہلے ہی سو کر اٹھا تھا اس ساری عوام کو ایک ساتھ اندر آتا دیکھ دھیما سا مسکرایا۔اس کا چہرہ ابھی تک ہلکا سا زردی مائل تھا۔ سینے پر بہت سی پٹیاں کی گئی تھیں۔ جبکہ وہ بیڈ پر پیچھے ٹیک لگائے لیٹنے کے انداز میں بیٹھا تھا۔۔

کیسا ہے؟ آبان خان نے آگے بڑھتے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ وہ اسے " بلکل بھائیوں کی طرح عزیز تھا۔ "ایک گولی کچھ نہیں بگاڑ سکتی میرا۔ دیکھ تیرے سامنے زندہ بیٹھا ہوں۔ مسکرا کے کہتے وہ شوخی جھاڑنے سے ابھی بھی باز نہیں آیا تھا۔ "سالے جان نکال دی تھی تو نے ہماری! راحیل خان نے آگے بڑھتے اس سے ہاتھ ملایا۔ وہ سب ہی اس سے ابھی مل رہے تھے! ایک ایک کرتے اس سے ملتے وہ سب ہی کہیں نا کہیں جگہ بناتے بیٹھ چکے تھے! پانچ لڑکے تو صرف بیڈ پر موجود تھے! "اور سنا کیسا فیل ہوتا ہے نئ نئ بیوی سے گولی کھا کر! حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔ وہ لوگ اس واقعے کو ساری زندگی یاد رکھنے والے تھے!! بالاج خان کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ اس کی جگہ نا معلوم سنجیدگی نے لے لی تھی۔ بھلے ہی مذاق میں سہی لیکن اسے حدائق شاہ کا اس طرح بات کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ یہاں اریبی بھی بیٹھا تھا۔ "کیسی ہے وہ؟ اس کی طرف دیکھتے دھیمے سے محض اتنا ہی پوچھا گیا۔ اب بات کھل ہی گئی تھی تو وہ اس کی طبیعت کا تو پوچھ ہی سکتا تھا۔!! "ٹھیک ہی ہو گی۔ تم دونوں میاں بیوی بہت ڈھیٹ

ہو! اتنی جلدی نہیں مرنے والے! یہاں تو بچ گیا وہاں وہ بھی بچ گئی ہے! حدائق شاہ مسلسل مذاق کے موڈ میں تھا۔ وہ اس کا لہجہ نوٹ ہی نہیں کر سکا تھا۔ تبھی بیٹھا اپنی ہی ہانک رہا تھا۔!! "ہمم۔۔ اگر ہم زندہ ہیں بھی تو تیرے سر پر نہیں بیٹھے جو تُجھے آگ لگ رہی ہے! پہلے ہنکارا بھرتے آخر میں وہ بھی اپنے ازلی موڈ میں آ چکا تھا۔ دانت پیستے اس نے حدائق شاہ کی طرف دیکھتے کہا۔ "بس کرو لڑنے نا بیٹھ جانا اب! اور تو ابھی ٹھیک ہوا ہے زبان کو لگام ڈال کر بیٹھ!! ابھی حدائق شاہ کچھ بولتا کہ آبان خان پہلے ہی ان دونوں کو سختی سے لتاڑ گیا تھا۔!! "خیر تم سارے یہاں کیا کر رہے ہو؟ کام وام نہیں ہے کیا کوئی؟ ایک نظر سب کو دیکھتے اس نے سوال کیا۔ اس کی اطلاع کے مطابق تو اس وقت سب کو اپنے اپنے کام پر ہونا چاہئے تھا۔!! "سالے تیرے لیے بیٹھے ہیں یہاں! قدر ہی نہیں ہے کوئی! زاویار شاہ نے دانت کچکچاتے اس پر باور کروایا۔ ان سب نے واقعی آج صرف اس کی وجہ سے چھٹی کی تھی۔ کوئی بھی کام پر نہیں گیا تھا۔۔ "تیرے پیروں میں نہیں پڑنے والا میں. بیفکر رہ! منہ بناتے بالاج خان اس کی بات کو کسی اور ہی ڈائریکشن میں لے گیا تھا۔۔

"چھوڑ اسے مجھے گھر جانا ہے! ہسپتال کی بدبو سونگھ کر میری ناک سڑ گئی ہے یار!! ابھی زاویار شاہ کچھ بولتا کہ وہ بیزاریت سے خود ہی اس کی بات کاٹ گیا تھا۔ بالاج خان چند ہی گھنٹوں میں ہسپتال سے اُکتا چکا تھا۔۔ "ہاں ہاں گھر والوں نے تیرے لیے پھول بچھائے ہوئے ہیں کہ کب ہمارا لاڈلا لڑکا گھر آئے اور ہم اسے پھولوں کے ہار پہنائیں۔!! آبان خان کی طرف سے گہرا طنز کیا گیا۔اسے یقین تھا دادا جان اور برہان خان بالاج کو کبھی گھر میں نہیں گھسنے دے گیں!! "گھر جانا بھی نہیں ہے میں نے! فارم ہاؤس جاؤں گا اپنی بیوی کے ساتھ۔ لیکن اس کے لیے پہلے اس جگہ سے جان چھوٹے میری!! دو بدو ہی جواب آیا۔ وہ پاگل نہیں تھا جو مرنے کے لیے گھر چلا جاتا۔ "بیوی تو تیری لندن چلی گئی ہے! تو فارم ہاؤس تجھے اکیلے ہی جانا پڑے گا۔۔ دیواروں کے ساتھ سہاگ رات منا لینا۔۔ حدائق شاہ نے اپنی ہنسی روکتے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔ وہ جانتا تھا کہ جمیل صاحب کو دو دن بعد کی فلائٹ ملی ہے! لیکن پھر بھی وہ اسے ایسے ہی تنگ کر رہا تھا۔!! "دیواروں کے ساتھ کیسے مناتے ہیں سہاگ رات؟ اکشم خان کی طرف سے نا سمجھی سے سوال کیا گیا۔اس کی

سوئی ایک اسی بات پر اٹکی تھی۔ جبکہ اس کے ساتھ کھڑے معاذ شاہ کی بھی یہی سوچ تھی۔ "میں نے جوتی اُتار کے مارنا ہے تُجھے! اپنی عمر کے حساب سے سوچ رکھا کر! آبان خان نے اسے گھورتے ہوئے لفظ چبائے! وہ اسے ابھی تک بچہ ہی سمجھتا تھا۔ جیسے شاہ ولا میں معاذ شاہ کو۔!! "زیادہ نا سوچ اکثم میں بتادوں گا کیسے مناتے ہیں! اریبی نے ہنستے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اس نے ایک بات نوٹ کی تھی کہ ان لوگوں کے ہاں چھوٹے بھائیوں کی کوئی عزت ہی نہیں تھی۔!! "ہاں یہ روز مناتا ہے! تُجھے بھی سکھادے گا۔۔ حدائق شاہ نے ہنستے ہوئے اریبی کی طرف دیکھتے کہا۔ واقعی اس نے کہا تو ایسے تھا جیسے اسے ایکسپیرینس ہو!! "توبہ کر اب اتنی بھی آگ نہیں لگی ہوئی مجھے! اریبی شاید برا منا گیا تھا۔ تبھی منہ بناتے جواب دیا۔۔ "تم سب چپ کروگے دو منٹ؟ بالاج خان نے سنجیدگی سے سب کی طرف دیکھتے پوچھا۔ اسے حدائق شاہ سے بات کرنی تھی۔!! "ہم بول؟ اس کی آواز پر سب بے ساختہ ہی اس کی طرف متوجہ ہوئے! "لندن چلی گئی سے کیا مطلب ہے تیرا؟ پرائیویٹ جیٹ کروایا تھا کیا؟؟ بالاج خان نے حدائق کی طرف

دیکھتے نا سمجھی سے پوچھا۔اور حدائق شاہ اس کی بات پر بری طرح ٹھٹھکا تھا۔ سیکنڈ کے اندر وہ اس ایک سوال سے ساری بات سمجھ چکا تھا۔ آخر تھا تو وہ ایک عقلمند وکیل! معاملے کی تہہ تک جانے کے لیے ایک سراہی کافی تھا۔!!"تیرے سے بڑا کمینہ نہیں دیکھا میں نے بالاج! کتنا پریشان ہو رہے تھے ماورا کے بابا۔۔لعنت ہے تیرے اوپر!! دانت کچکچاتے اس نے سنجیدگی سے بالاج کی طرف دیکھتے کہا۔ کمرے میں بالاج خان کا قہقہہ گونجا۔اس کا بہنوئی شاطر انسان تھا۔۔"ہوا کیا ہے کوئی ہمیں بھی بتائے گا؟؟ عدیل شاہ نے نا سمجھی سے دونوں کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔انہیں تو سمجھ نہیں لگی تھی۔۔"سالے نے خود پھوپھو لوگوں کی فلائٹ لیٹ کروائی ہے! دو دن پہلے کی فلائٹ ان لوگوں کو اسی لیے نہیں مل رہی تھی۔!! حدائق شاہ نے دانت پیستے سچ بولا۔۔وہ سمجھ گیا تھا اس کی پلاننگ!"کیسے کروایا تو نے یہ؟ آبان خان نے سنجیدگی سے سوال داغا۔۔اس لڑکے کو مرتے مرتے بھی سکون نہیں تھا۔۔"جب آپ کے پاس پیسہ ہو تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔ پیسہ اور پاور!! بس لوگ آپ کی مٹھی میں! میں نے بھی یہی دو چیزیں استعمال کی

اور آج وہ گھر پر ہی آرام سے بیٹھی ہو گی۔۔ کندھے اُچکاتے اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔۔ یہ واقعی اسی کا کام تھا!! "تو تو بیہوش مرنے والا ہو رہا تھا۔ پھر یہ کیسے کیا؟ راحیل خان نے ابرو اچکاتے پوچھا۔ کتنے شاطر انسان بیٹھے تھے یہاں!! "میں مر رہا تھا میرے جگری یار نہیں جو کچھ نہ ہو پاتا۔ مجھے پہلے ہی اندازہ تھا کہ یہ لڑکی ایسا کچھ ضرور سوچے گی۔ اسی لیے بیک اپ میں ایک پلان رکھا ہوا تھا۔ مجھے شک سا ہو رہا تھا کہ یہ لڑکی ایک مرتبہ لازمی لندن جانے کا ارادہ کرے گی۔ اسی لیے میں نے حسن کو پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔ بس باقی آگے اسی نے سمبھالا ہے سب کچھ!! ہلکا سا مسکراتے اس نے حقیقت سب کے گوش گزار کی۔ کب سے حسن کے ساتھ اس کی اسی ایک ٹاپک کر پلاننگ چلتی تھی۔ "چلو خوش رہنا اور اسے بھی خوش رکھنا۔۔ ہم نے ساتھ دیا ہے اب ناک مت کٹوا دینا ہماری۔۔ ماہ دیر شاہ نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے کہا۔ اسے ماورا کے لیے اچھا بھی لگ رہا تھا اور برا بھی۔ اچھا اس لیے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بالاج خان اسے خوش رکھے گا۔ ان میں سے کوئی بھی بالاج اور ماورا کی پہلی والی ملاقاتوں سے واقف نہیں تھا۔ انہیں بالاج

خان نے بس اتنا بتایا تھا کہ وہ ماورا کو پسند کرتا ہے اور ماورا بھی اسے پسند کرتی ہے! لیکن وہ علی اور اپنے امی ابو کی وجہ سے اپنی پسند سے انکاری ہے! کچھ اس طرح کی کہانی بناتے ان سب لوگوں کو سنائی گئی تھی۔ تبھی یہ سب بالاج خان اور ماورا جمیل کی لو سٹوری کو لے کر اچھا گمان کیے ہوئے تھے!! "ہاں ٹھیک کہہ رہا ہے یہ! وہ زبان کی تھوڑی کڑوی ہے لیکن دل کی اتنی ہی اچھی ہے! کوشش کرنا اسے کبھی تکلیف مت دینا۔۔ حدائق شاہ نے بھی سنجیدگی سے بات کے درمیان میں حصہ ڈالا۔!! "ہمارے گھر کی عورت ہے وہ! یاد رکھنا مضبوط ہے! اور اگر مضبوط نا بھی ہو تو اس کے پانچ بھائی اس کے پیچھے کھڑے ہیں! ہمیں کچھ بھی ایسا ویسا سننے کو ملا تو دوستی کو بھاڑ میں جھونک کر قتل کر دے گیں تیرا۔ خود سے زیادہ خیال رکھنا اس کا۔!! زاویار شاہ نے بھی سنجیدگی سے اسے تنبیہ کی۔۔ وہ لوگ اسے پہلے ہی وارن کر رہے تھے! "مجھے بہت پہلے سے پتہ تھا کہ وہ تُجھے پسند کرتی ہے! اور مجھے لڑلی اس کی پسند زہر لگی تھی۔ لیکن جو قسمت کو منظور وہی ہوتا ہے! تم دونوں ایک دوسرے کے نصیب میں تھے تو مل گئے! اب تیرے اوپر فرض ہے کہ تو اس رشتے

کو ایمانداری سے نبھائے!! عدیل شاہ نے بھی اسی سنجیدگی کے ساتھ باقیوں کی بات سے حامی بھری۔!!"تو رہ گیا ہے تو بھی کچھ بول لے! سارے ختم ہوتے دیکھ بالاج خان نے معاذ شاہ کی طرف دیکھتے طنز کیا۔ایک وہی رہ گیا تھا بس۔اسے غصّہ آرہا تھا کیونکہ یہ سارے اسے ایسے نصیحتیں کر رہے تھے جیسے وہ ماورا کو جان سے مارنے والا ہو! ظاہر ہے وہ اسے خوش رکھنے والا تھا۔بس اس کا غصّہ کنڑول میں رہ جاتا تو۔!!"ہاں ماورا آپی کو خوش رکھیے گا۔اور۔۔""تو رہنے ہی دے! ابھی معاذ شاہ بولتا کہ بالاج خان خود ہی ہاتھ جھلاتے اس کی بات کاٹ گیا تھا۔اس کے کان پک گئے تھے یہ سن سن کر! معاذ شاہ نے بری طرح دانت پیسے! اس کی واقعی میں کوئی عزت نہیں تھی۔نا تو گھر پر اور نہ ہی بھائیوں میں!!"سہی کہہ رہے ہیں بالاج یہ سب! ان سے پہلے میں تیری ہڈیاں توڑ دوں گا اگر اسے ذرا بھی تکلیف ہوئی تو! زبردستی اپنایا ہے تو اب اس کی قدر بھی کرنا۔اپنا غصّہ قابو میں رکھنا سیکھ! آبان خان نے نارمل سے انداز میں اسے تنبیہ کی!"اٹھو اور نکلو سارے یہاں سے! حد ہے یار تم لوگوں کو میرے اوپر ترس کھانا چاہیئے۔اس سے گولی کھا کر اس حال میں

ہوں میں ! اوپر سے تم سب مجھے ہی دھمکیاں لگا رہے ہو ! نہیں میں جان سے مارتا اسے ! اس سے کم ہی ظالم ہوں میں ! سیدھا گولی نہیں ماری میں نے اسے ! ! تنگ آتے بالاج خان چیخ اٹھا تھا۔ حد تھی ان سب پر ! ! " کبھی کبھی الفاظ گولی سے زیادہ دردناک ہوتے ہیں ! کوشش کرنا اپنے لفظوں کو اس حد تک مت بگاڑنا کہ وہ اس عورت کے لیے ہیبت ناک الفاظ بن جائیں ! ! الفاظ گولیوں سے زیادہ دل کو چھلنی کرنے کا ہنر رکھتے ہیں یاد رکھنا میری یہ بات ! ! آبان خان نے کھڑے ہو کر سنجیدگی سے کہتے دوبارہ اس کے بال بگاڑے ! اسے کچھ دیر کے لیے ایک کام سے آفس جانا تھا۔ بس اب وہ وہی پر جانے والا تھا۔۔ بالاج خان نے ایک خاموش نظر اس کے چہرے پر ڈالتے نظریں جھکائی ! یہ نصیحت ملتے اسے دیر ہو گئی تھی۔ نجانے کیوں اس کے دل میں اپنے پچھلے الفاظ چلے تھے جو وہ آج تک اس عورت کو بولتا آیا تھا۔۔ لیکن جو بھی تھا گزرا وقت واپس نہیں آسکتا تھا۔ اس نے جو بول دیا تھا وہ اُن الفاظ کی ادائیگی تو کر سکتا تھا لیکن ان کی تکلیف کو کم نہیں کر سکتا تھا۔ کیا ہوتا اگر یہی ہوا ہو گا تو؟ کہیں واقعی ماورا جمیل کا دل اس کے لفظوں سے چھلنی نا ہو گیا ہو ! وہ یہ بات

سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ "تم سب جاؤ مجھے آرام کرنا ہے! سنجیدگی سے کہتے بالاج خان بستر پر سیدھا ہوتے لیٹا۔ یک دم اس کا دل ہر چیز سے اُچاٹ ہو گیا تھا۔ ابھی زخم تازہ تھا۔ لیکن وہ بے احتیاطی بہت زیادہ کر رہا تھا۔ درد کی کوئی پرواہ ہی نہیں تھی اس لڑکے کو!! "سب لڑکے سر کو خم دیتے ایک ایک کرتے وارڈ سے باہر نکلے!! بالاج خان کو واقعی آرام کرنا چاہئے تھا۔ زیادہ بیٹھنا یا بولنا اس کے لیے نقصان دہ تھا۔ اسی لیے وہ سب خود ہی اٹھ آئے تھے!! پیچھے بالاج خان دھڑکتے دل کے ساتھ چھت پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ پتہ نہیں کیوں آبان خان کی بات اس کے ذہن میں اٹکی ہوئی تھی۔ اوپر دیکھتے وہ دماغ میں اسی ایک بات کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

راحیل خان کی گاڑی خان ولا کے کار پورچ میں آتے رکی۔ کل کے بعد وہ ابھی ہی گھر آرہا تھا۔۔ ابھی وہ ہسپتال سے سیدھا ادھر ایک بہت ضروری کام سے گھر آیا تھا۔۔ اپنی گاڑی سے نکلتے اس نے تیز تیز قدم آگے کو بڑھائے! وہ بلکل بے خوف

ہو کر گھر کے اندر جا رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ داجان کسی کو بھی گھر سے نکال دے گیں مگر اسے کچھ نہیں کہیں گیں!! پچھلے ظلموں کا صرف ایک ہی فائدہ ہوا تھا۔اور وہ یہی تھا کہ اب اسے کوئی بھی کچھ کہتا نہیں تھا۔جتنے وہ لوگ پہلے برے تھے اب اس کے ساتھ اتنے ہی میٹھے اور اچھے بن رہے تھے! شاید وہ لوگ اپنے پچھلے لیے گئے عمل کا ازالہ کرنا چاہتے تھے! مگر اب اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔!! اندر کی طرف جاتے ایک لمحے کے لیے راحیل خان کے قدم رکے!! سامنے ہی سارے لاؤنج میں بیٹھے تھے! یہ تقریباً دن کے ایک بجے کا وقت تھا۔ سب شاید دوپہر کے کھانے کے لیے جمع تھے!! "السلام وعلیکم!! اخلاق کے دائرے میں رہتے راحیل خان نے سب سے سلام کیا۔وہ کھڑا ہی تھا کیونکہ اسے جلدی اوپر جانا تھا۔۔"وعلیکم السلام!خوش رہو!داجان کی طرف سے سنجیدگی سے جواب آیا۔اس کا یقین سہی تھا۔کوئی اسے کچھ نہیں کہنے والا تھا۔!! "بیٹھو ہمارے۔۔رفیق خان مسکراتے ہوئے ابھی کچھ بولتے کہ پہلے ہی راحیل خان انہیں نظر انداز کرتا تیز تیز قدموں سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ چکا تھا۔اسے ان

کی آواز بھی نہیں سننی تھی۔۔ پیچھے رفیق خان کے الفاظ حلق میں ہی اٹک چکے تھے ! لمحوں میں ان کی مسکراہٹ غائب ہوئی ! یہ لڑکا بھی موڈی تھا۔جب دل کرتا ان سے بات کرلیتااور جب دل کرتاانہیں نظرانداز کر دیتا تھا۔۔

راحیل خان سنجیدگی سے اوپر ضیغم نسیم کے کمرے کے باہر آتے رکا۔وہ اپنی جیب سے فون نکالتے اس کے کمرے کادروازہ ناک کر رہا تھا۔اسے یقین تھا کہ ضیغم اس وقت سکول سے گھر آگیا ہوگا۔ تبھی وہ اس وقت آیا تھا تاکہ ضیغم سے بات کر سکے ! ! پہلی دستک پر ہی ضیغم نسیم نے اپنی مندی مندی آنکھیں مسلتے دروازہ کھولا۔۔ شاید وہ ابھی نیند سے اٹھا تھا۔روز اسکول سے آنے کے بعد سونا اس کی عادت بن چکی تھی۔۔ ویسے بھی جب ہر طرح کی آرائش ملی ہوئی تھی تو سکون کی نیند کیسے نا آتی بھلا۔؟؟ "کیسے ہو ! راحیل خان نے مسکرا کر اس کے کندھے سے ہاتھ گزارتے پوچھا۔ساتھ وہ اسے لیے اندر اس کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ "ٹھیک ہوں خیریت آپ دن کے وقت آج میرے کمرے میں آرہے ہیں؟؟

جواب دیتے ساتھ ہی اس نے سوال داغا۔اس وقت راحیل خان آفس میں ہوتا تھا۔ بس تبھی وہ یہ سوال پوچھ رہا تھا۔۔"ہاں بس آج تم سے ایک ضروری بات کرنی تھی تو اس لیے آگیا۔راحیل خان نے بیڈ پر بیٹھتے جواب دیا۔اس نے یہ پورا کمرہ بلکل ضیغم کے مطابق سیٹ کروا رکھا تھا۔ یہاں ایک ایک چیز ضیغم کی پسند کی تھی۔اس نے صرف بھائی کہا نہیں تھا بلکہ مانا بھی تھا۔!!"بولیں؟ ضیغم نسیم نے اپنی سوالیہ نظریں اس پر گاڑی۔۔"ضیغم اپنی بہن کا نمبر دینا مجھے! جو تم نے ایک مرتبہ پہلے بھی دیا تھا وہ مجھ سے اب ڈیل ہو گیا۔ تم پلیز دوبارہ بتا سکتے ہو؟؟راحیل خان نے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر پوچھتے موبائل پر نظریں جمائی۔۔نجانے وہ اس سے اس کی بہن کا نمبر دوبارہ کیوں مانگ رہا تھا؟؟ ضیغم نے ٹھٹھک کر اسے دیکھا۔کیا وہ اس سے تنگ آگیا تھا؟؟"راحیل بھائی آپ مجھ سے تنگ آگئے ہیں ہے نہ؟ لیکن میں نے تو کچھ نہیں کیا۔ مجھے نہیں جانا اس مار پیٹ والے گھر میں! آپ جیسے کہیں گیں میں ویسے۔۔۔"وہ ابھی روہانسے ہوتے بولتا جا رہا تھا کہ راحیل خان نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔ایک تو اس لڑکے کو نجانے کیوں ہر بات پر یہی لگتا تھا

کہ وہ اسے گھر بھیج دے گا۔ حالانکہ راحیل خان نے کبھی ایسا کچھ سوچا بھی نہیں تھا۔۔ "پاگل میں نے تمھیں کچھ کہا ہے کیا؟ صرف تمہاری بہن کا نمبر مانگا ہے کیونکہ میرے پاس سے ڈیلیٹ ہو گیا ہے! پہلے سمجھایا تھا نہ تمہیں کہ میرے پاس تمہارے گھر میں کسی کا نمبر ہونا ضروری ہے! اسی لیے مانگ رہا ہوں! شاباش بتاؤ! میرا وعدہ ہے تم یہیں رہو گے! میں نہیں بھیج رہا تمھیں گھر!! اس کے منہ سے ہاتھ ہٹاتے راحیل خان نے اسے بچکارہ!! اسے جلد سے جلد بس نمبر دیکھنا تھا۔!! "پکانا؟؟ اسے ابھی بھی یقین نہیں آیا تھا۔ تبھی ہاتھ آگے کرتے وعدہ لینے کے انداز میں پوچھا۔ اسے اُس گھر سے وحشت ہوتی تھی۔ وہاں جانے کا تو اب وہ خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔۔ راحیل خان نے دانت پیستے اسے دیکھا۔ یہ بچہ تھا یا افلاطون؟ وہ جھنجلا رہا تھا۔!! "پکا میرے باپ پکا!! اب جلدی بتا۔۔ اس سے وعدہ لیتے اس نے پھر سے بے چینی سے پوچھا۔۔ ضیغم نے اپنی پوری تسلی کرتے دھیمے سے اسے نمبر بتانا شروع کیا۔ اسے یہ نمبر مدحانے ہی یاد کروایا تھا۔ ضیغم راستہ بہت بھولتا تھا۔ بس اسی لیے اس نے احتیاطی طور پر اسے اپنا نمبر یاد کروا دیا تھا۔ ضیغم

اسے ایک مرتبہ پہلے بھی نمبر دے چکا تھا۔اب دوسری مرتبہ وہ بیٹھا اسے یہ نمبر بتا رہا تھا۔!! راحیل خان نے نمبر سنتے اپنی پچھلی گردن رب کی! وہ کچھ دیکھتے بلکل بے یقین تھا۔ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟ "دوبارہ بتا؟ اپنی تسلی کے لیے اس نے پھر سے پوچھتے یقین کرنا چاہا۔ ضیغم نے بلا جھجھک اسے پھر سے نمبر بتایا۔۔راحیل خان نے ایک مرتبہ پھر نمبر چیک کیا۔یہ وہی نمبر تھا۔اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ قدرت نے کیسے اس کے ساتھ یہ کر دیا تھا۔۔دوسرے لمحے اس نے تیزی سے اپنی اُنگلیاں موبائل پر چلاتے کچھ ڈھونڈنا چاہا۔وہ ہر طرح سے اپنا شک دور کرنا چاہتا تھا۔"یہی ہے تمہاری بہن؟ اپنے موبائل سے ایک تصویر نکال کر اس کے سامنے کرتے راحیل خان نے بے قراری سے پوچھا۔۔پتہ نہیں کیوں لیکن اسے یہ قدرتی طور پر ہوا عمل بہت عجیب لگ رہا تھا۔!! "مدحا آپی کی تصویر آپ کے پاس کیا کر رہی ہے؟ ضیغم نسیم تصویر دیکھتے مارے شاک کے چیخ اٹھا تھا۔وہ حیرت کی گہرائیوں میں تھا۔"آہستہ چیخو ضیغم۔ایک تصویر ہی تو ہے! راحیل خان نے ناگواری سے اسے ٹوکا۔اب تو کوئی شک باقی نہیں رہتا تھا۔اسے پورا پورا یقین ہو چکا تھا۔ لیکن اسے

کوئی خوشی نہیں تھی۔اسے پتہ نہیں کیوں کچھ بری طرح کھٹک رہا تھا۔پہلے ضیغم کا ملنااور پھر مدحا کا۔۔وہ بھی صرف اسے ہی! دونوں بہن بھائی کے لیے اس کے دل میں ہمدردی کا پیدا ہونا۔خاص کر مدحا کے لیے دل میں ایک عزت کا مقام بننا۔اس کا بلا جھجھک مدحا کے لیے کہنا کہ وہ اسے اچھی لگتی ہے! یہ سب کچھ اتفاق نہیں تھا۔ اور نہ ہی عام بات تھی۔حالانکہ وہ اشنا کے علاوہ کسی اور لڑکی کے لیے کبھی دل میں سوچتا نہیں تھا۔لیکن مدحا کے لیے اچھی لگنے کا جذبہ بھی عام نہیں تھا۔کیا قدرت اسے کوئی اشارہ دے رہی تھی؟لیکن کیا؟وہ تو اب مہرماہ سے شادی کرنے والا تھا۔ پھر یہ سب کیا ہو رہا تھا؟راحیل خان سوچتے پاگل ہونے کے در پر تھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر ان دونوں بہن بھائی کا واسطہ اسی سے کیوں پڑا ہے؟پر سو سے سوچ سوچ کر وہ پاگل ہونے والا تھا۔!!"بتائیں راحیل بھائی۔آپ آپی کو کیسے جانتے ہیں؟اور یہ تصویر؟اسے خاموش دیکھتے ضیغم نسیم نے ایک مرتبہ پھر سوال داغا۔وہ خود کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھا۔۔راحیل خان نے خاموشی سے ہونٹ کاٹتے اسے ایک نظر دیکھا۔اسے یہ اس دن پتہ چلا تھا جب پہلی مرتبہ مدحا کو پک

کرنے کے لیے اس نے اپنے ڈرائیور کو اس کے گھر بھیجا تھا۔۔ تب نجانے کیا سوچتے اس نے ریسیپشنسٹ سے مدحا نسیم کی سی وی لے لی تھی۔ اسے اس میں سے بس مقابل کا نمبر چاہیئے تھا۔ لیکن وہ حیران تھا یہ دیکھ کر کہ اس کے موبائل میں پہلے سے مدحا کا نمبر "ضیغم سسٹر" کے نام سے سیو تھا۔ وہ لمحہ اس کے لیے کسی شاک سے کم نہیں تھا۔ وہ جتنا حیران ہوتا اتنا ہی کم تھا۔ وہ مدحا سے اس بارے میں پوچھنا چاہتا تھا۔ لیکن پھر اس نے مدحا سے پہلے ضیغم سے پوچھنا مناسب سمجھا۔ جو کہ اب وہ پوچھ بھی چکا تھا۔ اور اس کے شک پر مہر لگ چکی تھی۔!! اچھی طرح اپنی تسلی کے لیے اس نے مدحا کی تصویر کچھ اس طرح لی تھی کہ اس لڑکی کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا۔ اس کا کوئی غلط مقصد نہیں تھا۔ وہ بس ضیغم سے اچھی طرح کنفرم کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے اس نے اپنے آفس میں ہی مدحا کی تصویر کھینچی تھی۔!! "بتائیں نا؟؟ اسے خاموش دیکھتے ضیغم نے ایک مرتبہ پھر اسے بازو سے ہلاتے پوچھا۔ وہ خود کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔ راحیل خان نے موبائل سائڈ پر رکھتے ایک گہری سانس بھری!! "تمہاری سوتیلی ماں جو سلوک تمہارے ساتھ کرتی تھی

وہی اس کے ساتھ بھی کرتی ہے؟ پتہ نہیں کیا سوچتے اس نے سنجیدگی سے ضیغم سے یہ سوال پوچھا۔ وہ بس جاننا چاہتا تھا۔ ضیغم کی بتائی گئی باتیں وہ آج تک بھولا نہیں تھا۔ اسے سب کچھ لفظ بالفظ یاد تھا۔۔ "ہاں بلکہ آپی کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے! میں تو پھر چھوٹا تھا آپی بچا لیتی تھیں مجھے! لیکن پھر ابو سے ڈانٹ اور امی سے مار انہیں پڑتی تھی۔!! اس کے جواب میں سچ سچ بولا گیا۔ وہ راحیل سے جھوٹ نہیں بولتا تھا۔ جب پہلے ہی اسے سب کچھ پتہ تھا تو اب وہ جھوٹ بول کر کیا کرتا۔ "ہمم! منگنی ونگنی ہوئی ہے اس کی؟ مطلب ویسے ہی پوچھ رہا ہوں کہ شادی یا کچھ اور؟؟۔۔۔" ہلکا سا جھجھکتے وہ نجانے کیوں اس سے ایسے سوال پوچھنے بیٹھ گیا تھا۔ بس اسے جاننا تھا۔۔ "نہیں امی جو بھی رشتہ دیکھتی تھیں وہ انکل ہوتا تھا۔ اور پھر آپی اور میں مل کر کچھ ایسا کر دیتے تھے کہ وہ خود ہی انکار کر دیتے تھے! میری آپی اتنی پیاری ہیں۔ اب کسی بوڑھے سے شادی تھوڑی کرے گیں؟؟ ناک چڑھاتے ضیغم نے ہلکا سا مسکراتے جواب دیا۔ اسے اچانک ہی بری طرح مدحا کی یاد آنے لگی تھی۔ کچھ بھی ہوتا لیکن اسے واقعی اپنی بہن سے بہت محبت تھی۔!! "ہمم

پیاری تو ہے ! نا محسوس انداز میں مسکراتے حامی بھری گئی۔ ! ! " ہے نہ ؟ میں بھی انہیں ہمیشہ کہتا تھا کہ آپی آپ بہت پیاری ہیں ! مگر آگے سے جواب آتا تھا کہ اتنی پیاری ہوتی تو نصیب بھی پیارے ہوتے ! مجھے آج تک ان کی اس بات کی سمجھ نہیں آئی تھی۔ اس کے چہرے پر موجود مسکراہٹ کو دیکھتے وہ مزید باتیں اسے بتا رہا تھا۔ ! ! " پاگل ہے تمہاری بہن ! بہت بولتی ہے ! اس سے اُمید کر بھی سکتے ہیں ایسی باتوں کی۔۔ جھلی کہیں کی ! ! سر جھٹکتے وہ آخری تین الفاظ منہ میں ہی بڑبڑایا۔ جتنا وہ مدحا کو جانتا تھا وہ اس سے ایسی بات کی اُمید کر بھی سکتا تھا۔۔ " آپ کیسے جانتے ہیں انہیں ؟ اور ایک کام کریں راحیل بھائی آپ آپی سے شادی کر لیں ! کتنا مزہ آئے گا آپی بھی اس گھر میں آجائے گیں۔ وہ پتہ نہیں امی کے ساتھ کیسے رہ رہی ہونگی۔ کتنا مارتی ہونگی وہ انہیں ! شروع میں جوش سے کہتے وہ آخر میں خود ہی افسردہ ہو گیا تھا۔ وہ خود تو اس گھر سے نکل آیا تھا۔ لیکن مدحا ابھی تک وہیں پھنسی ہوئی تھی۔ ! ! راحیل خان بے ساختہ ہی گہرا مسکرایا۔ سب کا ٹھیکہ اسی نے اٹھایا ہوا تھا۔ وہ یہ بات سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ لیکن منہ سے کچھ بول کر وہ ضیغم کو ہرٹ

نہیں کرنا چاہتا تھا۔اسی لیے چپ ہی رہا۔!!"میں شادی شدہ ہوں لڑکے !تمہاری بہن کے لیے کوئی اور اچھا سا رشتہ دیکھتے ہیں! سب کی ہی نظریں مجھ پر ہیں! مطلب حد ہو گئی! سیدھے ہوتے بیٹھ کر کہتے وہ ابھی بھی مسکرا ہی رہا تھا۔۔"بیوی تو ہے نہیں آپ کی! پھر آپ شادی شدہ کیسے ہوئے؟ کر لیں نا آپ میری آپی سے شادی۔آپ دونوں بہت پیارے ہیں! ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے اچھے بھی لگے گیں! پہلے خفا سے انداز میں کہتے وہ آخر میں پھر سے اس کی منت پر اُتر آیا تھا۔۔"بیٹا جی میری بیوی ناراض ہو کر اپنے میکے گئی ہوئی ہے! آجائے گی بہت جلد۔پھر تمھیں بھی ملواؤں گا اس سے! اور دوسری بات چڑیل ہے تمہاری آپی! اس سے زیادہ پیارا تو میں ہوں! میرے ساتھ کھڑی بچی لگتی ہے وہ! ہنہہ آئی بڑی پیاری!! زبان دیکھ لیتے کاش تم ایک مرتبہ اپنی آپی کی۔۔ مسلسل جھوٹ بولتے وہ آخر میں اپنے بیان سے بھی مکر گیا تھا۔۔شاید اسے اس لڑکی کی باتیں یاد آگئی تھیں۔ "اب ایسے تو مت کہیں! مدحا آپی سب سے زیادہ پیاری اور اچھی ہیں! آپ نہیں جانتے وہ دل کی کتنی اچھی ہیں۔وہ خفا ہو چکا تھا۔"جوک آف داڈے! تمہاری بہن

روندو ہے ! چھوٹی چھوٹی باتوں پر آنسوں بہانے ایسے بیٹھ جاتی ہے جیسے اسے جان سے مار دیا ہو میں نے ! جھلی عورت ! بیڈ سے کھڑے ہوتے وہ پتہ نہیں کیوں مدحا سے جیلس ہوتے اس کی برائیوں پر اتر آیا تھا۔۔ "میں آپی کو بتاؤں گا۔ اگر کبھی ہم دونوں ملے تو میں ضرور انہیں یہ بتاؤں گا کہ آپ ان کے بارے میں اس طرح بول رہے تھے ! ! ضیغم نے سنجیدگی سے اسے وارن کیا۔ وہ اپنی بہن کے بارے میں اس کے منہ سے ایسی باتیں پتہ نہیں کیسے برداشت کر رہا تھا۔ "ہاں ہاں بتا دینا ڈرتا نہیں ہوں میں ! ہاتھ جھلا کر کہتے وہ کمرے سے باہر نکلا۔ اسے تو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔۔ "آپ نے پھر نہیں بتایا کہ آپی آپ کو کہاں ملی تھی۔ اسے جاتے دیکھ ضیغم نے اس کی پشت پر نظریں جمائے پھر سے سوال دہرایا۔ ! ! "میرے آفس میں جاب کرتی ہے ! ایک مہینے اسے اوپر ہو گیا ہے تب آئی تھی۔ لیکن تم اب پلیز ملنے کی ضد مت کرنے بیٹھ جانا۔ میں اسی کے پاس چھوڑ دوں گا تمھیں ! بہتر ہے بات چھپی ہی رہے ! ! دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ جما کے راحیل خان نے اسے آخر میں سختی سے وارن کیا۔ وہ پتہ نہیں ایسا کیوں کر رہا تھا لیکن واقعی وہ مدحا اور ضیغم کی ابھی ملاقات

نہیں کروا سکتا تھا۔!! ضیغم نے افسردہ سا ہوتے سر کو خم دیا۔ وہ بولنا چاہتا تھا کہ اسے مدحا سے ملنا ہے؛ لیکن راحیل خان کی آخری بات پر وہ چاہتے ہوئے بھی کچھ نہیں بول سکا تھا۔ اسے یہاں سے واپس اس ٹاکسک گھرانے میں نہیں جانا تھا۔۔

!!راحیل خان ایک آخری نظر اس پر ڈالتے کمرے سے باہر نکلا۔

ہاں البتہ اب وہ یہ ضرور سوچ رہا تھا کہ مدحا کو ضیغم کے متعلق کیسے بتائے؟ وہ اگر" اسے بتاتا ہے تو کہیں وہ لڑکی اسے ہی غلط نہ سمجھ لے! راحیل خان ہر سرے سے سوچ رہا تھا۔ یہ کوئی چھوٹی بات نہیں تھی۔ ضیغم ایک عرصے سے اس کے پاس تھا۔ اور سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ تھی کہ مدحا نے پولیس اسٹیشن میں بھی کوئی کمپلین نہیں کی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ کوئی اپنے ہی بھائی کو لے کر اتنا لاپرواہ کیسے ہو سکتا تھا؟؟ اپنے دماغ میں تانے بانے بنتے وہ واپس سے اب گھر سے باہر جانے والا تھا۔ وہ بس خاص طور پر ضیغم سے یہ بات کنفرم کرنے کے لیے گھر آیا تھا۔ اب اس کا ارادہ آفس جانے کا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ مدحا کو ضیغم کے

متعلق ابھی نہیں بتائے گا۔ وہ بس اب سہی وقت کا انتظار کرنے والا تھا۔۔ نجانے اب یہ سہی وقت کب آنے والا تھا۔۔

اپی: 2/81

یہ تقریباً رات کے نو بجے کا وقت تھا جب جمیل صاحب کی فیملی ایئرپورٹ پر بیٹھی فلائٹ کے انتظار میں تھی۔ وہ تینوں آج دو دن بعد بلآخر لندن جانے کے لیے یہاں بیٹھے تھے! جمیل صاحب نے اس دن کے بعد بھی کوششیں کی تھی کہ جلدی کی فلائٹ مل جائے مگر ساری کوشش ناکام گئی تھی۔ بالاج خان نے اپنا کام پورا کیا تھا۔ لیکن پھر بھی آج وہ دن آ ہی گیا تھا جب ان لوگوں کی فلائٹ ٹیک اوور ہونے میں محض چند منٹ رہ گئے تھے! وہ تینوں فلحال ویٹنگ ایریا میں بیٹھے اپنی فلائٹ کے انتظار میں تھے!! گھر سے ان لوگوں کے ساتھ کوئی بھی نہیں آیا تھا۔۔ جمیل صاحب نے خود ہی سب کو منع کر دیا تھا یہاں آنے سے! وہ گھر سے ہی سب سے مل کر آ گئے تھے! ماورا جمیل اس وقت جینز اور ٹاپ میں ملبوس سنجیدگی سے ایک

طرف بیٹھی اپنے موبائل میں مصرف تھی۔ وہ شاید اپنی کسی دوست سے بات کر رہی تھی۔ سنہری بالوں کو کمر پر کھلا چھوڑے سر کے اوپر چشمہ لگایا ہوا تھا۔۔ ابھی وہ بیٹھی تھی تبھی یہ چشمہ آنکھوں سے سیدھا سر پر پہنچا ہوا تھا۔!! "بابا کتنا ٹائم ہے؟ میں تھک گئی ہوں بیٹھ بیٹھ کر! موبائل کو بند کرتے ماورا نے جمیل صاحب کی طرف دیکھتے اُکتاہٹ سے پوچھا۔ "بس پانچ منٹ رہ گئے ہیں! بلکہ اٹھو لگیج رکھواتے ہیں بس فلائٹ کا ٹائم ہو ہی گیا ہے! جواب جمیل صاحب کی بجائے سبینا بیگم کی طرف سے آیا تھا۔ وہ خود بھی کرسی سے کھڑی ہو چکی تھیں۔!! ماورا نے دل نے شکر ادا کرتے اپنا پرس اٹھایا۔ وہ خود بھی نوٹ کر رہی تھی کہ فلائٹ کی اناؤنسمینٹ ہونے لگی تھی۔۔ "چلو! جمیل صاحب نے سامان دیکھتے آگے کی طرف اپنے قدم بڑھائے! ان کے۔ پیچھے ہی سبینا بیگم اور ماورا بھی چل رہی تھیں۔!! ماورا جمیل نے اپنا لیڈیز کوٹ بازو پر ڈالا ہوا تھا۔ جبکہ چشمہ پھر سے آنکھوں پر آچکا تھا۔ وہ اس وقت اتنی حسین لگ رہی تھی کہ کسی بھی عابد و زاہد کا ایمان ڈگمگا سکتی تھی۔ کتنے ہی لوگ چلتے اسے مڑ کر دیکھنے پر مجبور ہو رہے تھے! مگر

وہ سنجیدگی سے چلتی اپنی ہی سوچوں میں گم تھی۔اسے ان چیزوں سے کوئی غرض نہیں تھی۔!!ماورا جمیل چلتی اپنے ماں باپ کے پیچھے آگے جہاز کی طرف بڑھ رہی تھی کہ ایک لڑکی آتے اس سے بری طرح ٹکرائی۔اس لڑکی کے ہاتھ میں کالڈ کافی تھی جو کہ چھلکتے ساری ہی ماورا کے کپڑوں پر گر چکی تھی۔۔"ایم ایم ریئلی سوری۔ یہ غلطی سے ہو گیا! سوری پلیز! لڑکی نے ہڑ بڑاتے ہوئے شرمندہ ہوتے اس سے معافی مانگی۔!!ماورا جمیل نے ایک نظر اپنی شرٹ پر گری کافی پر ڈالتے بری طرح اپنے ہونٹ بھینچے! اب یہ کیا نئی مصیبت آگئی تھی۔۔"تم دیکھ کر نہیں چل سکتی کیا؟ فلائٹ کا ٹائم ہو گیا ہے میں کیسے صاف کروں گی اب اسے! وہ مارے غصے کے اسی لڑکی پر چیخ اٹھی تھی۔آج کل جیسا اس کا موڈ رہتا تھا اسے کسی پر بھی غصّہ آسکتا تھا۔جیسے وہ ابھی بلا فضول چیخ رہی تھی۔جمیل صاحب اور سبینا بیگم کے اس کی آواز سنتے قدم رکے! وہ دونوں اس سے آگے کو چل رہے تھے! لیکن ماورا چیخی اس طرح تھی کہ آس پاس کے لوگ بھی متوجہ ہو چکے تھے!!"سوری میم مجھ سے غلطی سے ہو گئی! میں نے جان کر نہیں گرائی۔لڑکی نے اس کے چہرے کی طرف

دیکھتے پھر سے معافی مانگی۔۔ یہ واقعی اس سے غلطی سے ہوا تھا۔۔ "چھوڑو بیٹا تم جاؤ! اور تم شرم کرو ذرا سب دیکھ رہے ہیں! ابھی ماورا مزید اسے کچھ بولتی کہ سبینا بیگم نے جلدی سے اس کے پاس آتے پہلے لڑکی کو اور پھر ماورا کو مخاطب کیا۔ کیا ہو گیا تھا ان کی بیٹی کو۔ وہ جتنی ہنس مکھ تھی اب اتنی ہی بد تمیز ہو چکی تھی۔ "ماما میرے سارے کپڑے خراب ہو گئے ہیں۔ مجھے اس کافی کی سمیل سے بھی نفرت ہو رہی ہے!! سبینا بیگم کی طرف دیکھتے اس نے نہایت سڑا ہوا منہ بنایا۔ اسے اچانک ہی شدید قسم کی اریٹیشن ہونے لگی تھی۔!! "اچھا ایک کام کرو تم یہ صاف کر کے آؤ ابھی پانچ منٹ ہونگے جہاز اڑنے میں! اتنے ہم اندر سامان وغیرہ رکھتے ہیں تم آجانا۔ لیکن صرف پانچ منٹ میں جلدی سے آؤ!! جمیل صاحب نے ٹالنے کے انداز میں کہتے ماورا کو واشروم میں جا کر شرٹ صاف کرنے کا مشورہ دیا۔ سب دیکھ رہے تھے اور وہ بات کو زیادہ بڑھانا نہیں چاہتے تھے! بس تبھی اسے سنجیدگی سے کہتے انہوں نے اس کے ہاتھ سے ہینڈ کیری پکڑا۔ سبینا بیگم نے بھی ان کی بات سے اتفاق کیا تھا۔۔ "جائیں آپ لوگ آتی ہوں میں! عجیب عذاب ہے! اُکتاہٹ سے

کہتے اس نے اپنی آنکھوں سے چشمہ ہٹاتے پیچھے کی طرف قدم بڑھائے! اب وہ اس گندی شرٹ کے ساتھ تو جہاز میں نہیں جاسکتی تھی۔ جمیل صاحب اور سبینا بیگم آگے جہاز کی طرف بڑھ چکے تھے! انہیں تسلی تھی کہ ماورا پانچ منٹ کے اندر آجائے گی۔

مارا جمیل سنجیدگی سے ایئرپورٹ پر بنے واشروم کے اندر داخل ہوئی۔ اس وقت غصے سے اس کا اتنا برا حال تھا کہ کوئی بھی اس کے سامنے آتا تو وہ یقیناً اس انسان کا منہ توڑ دیتی۔!! واش بیسن کے سامنے کھڑی وہ شیشے میں دیکھتے ہوئے اپنے سینے سے شرٹ پر پانی مارتے کافی کا داغ صاف کرنے میں مصروف تھی۔۔ایک تو یہ شرٹ بھی وائٹ کلر کی تھی۔۔ابھی اس نے پانی ڈالا تھا تو اندر کا سیاہ رنگ کا پردہ تک نظر آنے لگا تھا۔ وہ مارے غصے کے ہونٹ بھینچے مزید پانی ڈالتے پھر بھی داغ صاف کرنے کے چکروں میں تھی۔اس نے خود پر ابھی غور ہی نہیں کیا تھا۔۔لیکن داغ بھی کوئی ڈھیٹ تھا۔۔وہ جا ہی نہیں رہا تھا۔اوپر سے شرٹ بھی مزید گیلی ہوتی

جارہی تھی۔اس کے پاس کوئی دوپٹہ بھی نہیں تھا۔ جھنجلا کر ٹیپ کو بند کرتے اس نے واش بیسن پر دونوں ہاتھ ٹکاتے اوپر چھت کی طرف دیکھتے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ نجانے کیوں اس کا اتنا دماغ خراب ہو رہا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے چہرہ نیچے جھکاتے پھر سے اپنے سینے کی طرف دیکھا۔۔"افف یہ کیا ہو گیا؟اپنی حالت دیکھتے بے ساختہ ہی اس کے منہ سے پھسلا۔اس کی پوری شرٹ آگے سے گیلی ہو چکی تھی۔ جو کہ اس نے ابھی ہی نوٹ کیا تھا۔ سینے پر سے شرٹ گیلی ہو کر چپکتے اس کے نشیب و فراز کو از حد واضح کر رہی تھی۔اس کی دھڑکنوں کے گرد لپٹا پردہ تک بخوبی نظر آرہا تھا۔۔ وہ منہ بناتے اب اپنی حالت کو دیکھتے جیسے پانی پانی ہو رہی تھی۔ کاش کہ وہ سکارف ہی لے آتی۔۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا بھلا؟؟

میں غلط تو نہیں بھونکتا تھا۔ عورت ہو دوپٹہ ساتھ ہوتا تو آج یہ نوبت نہیں آنی" تھی۔!! اپنے پیچھے سے ایک بھاری مردانا آواز سنتے ماورا جمیل جھٹکے سے پیچھے کو مڑی۔ایک لمحے کے لیے اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا تھا۔لیڈیز واشروم وہ بھی

وہ جس میں وہ اس وقت موجود تھی، کوئی مرد کیسے آسکتا تھا؟؟ اپنے پیچھے ایک فاصلے پر موجود دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑے بالاج خان کو دیکھتے ماورا جمیل کی آنکھوں میں مرچیں سی بھری۔ ایک پہلے ہی اس کا موڈ خراب تھا اوپر سے اس انسان کی شکل دیکھتے اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔۔ بالاج خان اس وقت آسمانی بلو کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس شانوں پر بلیک کلر کی شال اوڑھے ہوئے تھا جو کہ اس کے سینے کو بھی کور کیے ہوئے تھی۔ اس کا سینہ ابھی تک پٹیوں میں جکڑا ہوا تھا۔۔ پتہ نہیں کب سے وہ یہاں کھڑا ماورا جمیل کو دیکھ رہا تھا۔ اور بلآخر اپنی برداشت ختم ہوتے دیکھ وہ بول ہی اٹھا تھا۔ اور سب سے بڑی بات کہ بالاج خان کو اس وقت ہسپتال ہونا چاہیے تھا۔ اس کے سٹیچیز ابھی تک ویسے ہی تھے! لیکن اسے ابھی بھی سکون نہیں تھا۔!! "تم۔۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ یہ لیڈیز واشروم ہے! تمہاری ہمت بھی کیسے ہوئی یہاں آنے کی! دونوں ہاتھوں کو اچھی طرح اپنے سینے پر باندھتے وہ دو قدم پیچھے کو ہوتے اس پر چیخی۔ ماورا جمیل ذرا بھی گھبرائی نہیں تھی۔۔ بالاج خان سے ڈرنا یا گھبرانا وہ چھوڑ چکی تھی۔ ہاں اگر اس کی جگہ کوئی اور

ہوتا تو وہ ضرور گھبرا جاتی۔ لیکن یہاں تو بالاج خان تھا۔۔ تبھی وہ خود کو اس سے چھپانے کی ناکام کوشش کرتے کھڑی غصے سے چیخ اٹھی تھی۔۔ بیوی کے ساتھ واشروم واشروم ہوتا ہے! یہ لیڈیز جینٹس کچھ نہیں ہوتا مائے لیڈی!! دیوار سے ٹیک لگائے سکون کے ساتھ جواب آیا۔ پتہ نہیں کیسے مگر آج وہ غصے میں نہیں لگ رہا تھا۔ نا ہی اس نے مقابل کی بات کا برا منایا تھا۔ اس کی ہیزل گرے آنکھوں میں آج ایک الگ ہی چمک نظر آ رہی تھی۔ پتہ نہیں اب یہ کس مقصد کے تحت تھی۔۔ "بکواس بند رکھو! کوئی بیوی نہیں ہوں میں تمہاری! اپنی طاقت کے بلبوتے پر تم مجھے نکاح میں تو لے چکے ہو مگر یاد رکھنا کہ کبھی زندگی میں، میں تم جیسے انسان کو اپنا شوہر نہیں مانو گی۔!! مزید سختی اور اچھے سے اپنے ہاتھوں کو پھیلاتے وہ اسے گھورتے ہوئے غرائی۔ مقابل کی بہکتی نظریں وہ بخوبی محسوس کر رہی تھی۔۔ تبھی خود کو کور کرنے کی وہ ہر ممکن کوشش کر رہی تھی۔۔ "تمہارے ماننے یا نہ ماننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا نے ہم دونوں کو ایک دوسرے کے نصیب میں لکھ دیا ہے! جتنی جلدی تم اسبات کو مان لو گی تمہارے لیے بہتر ہو گا۔ اور انہیں تکلیف مت دو

مائے لیڈی!! میں نے ابھی تک انہیں چھوا بھی نہیں ہے! شروع میں سنجیدگی سے کہتے اس نے آخر میں اُنگلی اٹھاتے بے باکی سے اس کی دھڑکنوں کی طرف اشارہ کیا۔اس کی نظریں بار بار پھسلتے اسی طرف جارہی تھی۔اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ وہ اپنی نظروں کو لگام بھی نہیں ڈال رہا تھا۔وہ بڑے استحقاق سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ مقابل دھڑکنوں پر سختی سے اپنے ہاتھوں کو جمائے ہوئے تھی اور اسے دیکھ کر ہی کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔ "تم۔۔ماورا جمیل ابھی اسے کچھ کہتی کہ اپنی جیب سے فون بجنے کی آواز سنتے وہ اس طرف متوجہ ہوئی۔اسے اب یاد آیا تھا کہ اس نے تو پانچ منٹ کے اندر اندر فلائٹ کے لیے نکلنا تھا۔۔"اوہ شٹ! موبائل نکالتے جمیل صاحب کی کال دیکھتے بے ساختہ ہی اس کے منہ سے پھسلا۔لیکن ابھی بھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔وہ دو منٹ میں جہاز تک جاسکتی تھی۔!! فون کو واپس سے اپنی جیب میں اڑستے اس نے اپنی حالت کو نظر انداز کرتے دروازے کی طرف قدم بڑھائے! اب وہ اپنی حالت جہاز میں بیٹھ کر ہی ٹھیک کرنے والی تھی۔ ابھی کے لیے اس کے پاس ٹائم نہیں تھا۔وہ تو بالاج خان کو بھی اگنور کر گئی تھی۔۔

دروازے تک پہنچتے اس نے لاک کھولتے وہ ابھی دروازہ کھولتی کہ بالاج خان نے ایک ہی جست میں دروازے تک پہنچتے جلدی سے اس پر ہاتھ رکھا۔اس کے ابرو آپس میں سکڑے ہوئے تھے!! جبکہ سنجیدہ نظریں اس بیوقوف عورت پر تھیں۔ کیا وہ ایسے ہی باہر جا کر اس کی عزت کا تماشا لگانے والی تھی؟ بے ساختہ ہی اس نے دل میں سوچا۔ مقابل اب اس کی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی تھی۔!! "ہٹو پیچھے جاہل انسان۔۔ میری فلائٹ مس ہو جائے گی۔ مجھے باہر جانا ہے ابھی! اس کے ہاتھ کو پکڑتے ماورا نفی میں سر ہلاتے چیخی۔ کیا وہ اسے یہاں روکنے والا تھا۔ اوہ خدایا وہ اسے دیکھتے ہی اس کے دماغ میں پلتے مقصد تک کیوں نہیں پہنچ سکی تھی؟ اسے اب سمجھ میں آیا تھا۔۔ "تمہیں لگتا ہے میں تمھیں اس حلیے میں باہر جانے دوں گا؟اس کے چہرے کی طرف دیکھتے نہایت برفیلے لہجے میں جواباً سوال کیا گیا۔ ایک پل لگا تھا اور اس کا غصّہ ساتویں آسمان تک پہنچ چکا تھا۔۔ "کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟ بالاج خان مجھے باہر جانا ہے! میری فلائٹ کا ٹائم ہو گیا ہے! تم ایسے نہیں کر سکتے میرے ساتھ! مسلسل اس کے ہاتھ کو پیچھے کھینچنے کی کوشش

کرتے وہ چیخ رہی تھی۔اس کا بس نہیں تھا مقابل کا منہ توڑ دے جو اسے مزید لیٹ کروا رہا تھا۔اس کی جیب میں موجود موبائل بھی مسلسل بج رہا تھا۔اسے یقین تھا کہ جمیل صاحب کی ہی کال ہو گی۔یہ بے حس انسان پیچھے ہٹتا تو وہ باہر جاتی۔یہ تو ٹس سے مس ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔بالاج خان نے ہونٹ بھینچتے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے آگے کو ہوتے سختی سے اس کا جبڑا اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیا۔"دوبارہ میرے سامنے تمہاری آواز اونچی ہوئی تو میں زبان کاٹ دوں گا تمہاری!میری بیوی ہو اب تم!کوئی غیر نہیں ہو میرے لیے جو کسی بھی حلیے میں تمھیں باہر جانے دوں!فلائٹ مس ہوتی ہے اچھی بات ہے ہو جائے!ویسے بھی تمھیں اب اپنے شوہر کے ساتھ رہنا چاہیئے۔!!اس کے جبڑے کو سختی سے پکڑے وہ اس کے چہرے پر دبی دبی آواز میں پھنکارا۔یہ لڑکی منٹ کے اندر اس کا پارہ ہائی کر گئی تھی۔!!"ویسے بھی وہ خود یہی چاہتا تھا کہ اس کی فلائٹ مس ہو ہی جائے!"میں تمھارا منہ توڑ دوں گی گھٹیا انسان۔میرے ماں باپ میرا انتظار کر رہے ہیں اور یہاں تمہارے تماشے نہیں ختم ہو رہے!اپنا پورا زور لگا کر اپنے جبڑے کو آزاد

کرواتے ماورا جمیل کے غصے میں ابھی بھی کمی نہیں آئی تھی۔ نا ہی وہ اس سے ڈر رہی تھی۔ وہ اپنی پوری ہمت جمع کرتے اس سے برابر کا جواب دے رہی تھی۔ فون ابھی تک بج رہا تھا۔ شاید فلائٹ کا ٹائم ہو گیا تھا۔!! بالاج خان نے ایک نظر اسے گھورتے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھ کی آہنی گرفت میں لیے اس کی کمر پر بینڈ کیا۔ پہلے اس کا ایسا کچھ کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ لیکن اب وہ پیچھے نہیں ہٹنے والا تھا۔۔ "چھوڑو مجھے تم مجھے ہاتھ۔۔ ماورا جمیل مزاحمت کرتی ابھی کچھ بولتی کہ بالاج خان نے اس کے یاقوتی ہونٹوں پر اپنی اُنگلی رکھی۔۔ "شششش!! آواز نہ نکلے تمہارے حلق سے! اپنا منہ بند رکھنا بلکل! ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔ ایک جھٹکے سے رخ بدل کر اسے دروازے کے ساتھ لگاتے بالاج خان نے دھیمے سے سختی سے اسے تنبیہ کی۔ وہ اس کے علم میں لائے بغیر اس کی جیب سے موبائل بھی نکال چکا تھا۔ ماورا جمیل نے حیرت سے اس کے ہاتھ میں اپنا بجتا فون دیکھا۔ یہ کب کیا تھا اس نے؟؟ کیا یہ شخص انسان تھا؟ "میرا فون واپس کرو بالاج!! ورنہ میں منہ توڑ دونگی تمھارا۔ اس کے ہاتھ سے اپنا فون چھیننے کی کوشش کرتے ماورا غصے سے

غرائی۔ وہ کیا کرنے والا تھا اسے کچھ کچھ اندازہ ہو رہا تھا۔ بالاج خان دو قدموں کا فاصلہ سمیٹتے بلکل اس کے مقابل اس کے نزدیک ہوتے کھڑا ہوا۔ دونوں میں ایک انچ لا ہی فاصلہ نہیں تھا۔ وہ دونوں اتنے قریب تھے کہ دونوں کے سینے ایک دوسرے سے بخوبی ٹچ ہو رہے تھے!! فون ابھی بھی اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔!! جو کہ ابھی بھی بج رہا تھا۔ بالاج خان نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود فون کو بیزاریت سے دیکھتے کال اٹینڈ کی۔ جبکہ اس کا دوسرا ہاتھ سختی سے ماورا جمیل کے ہونٹوں پر جاتے اس کی آواز کو قید کر گیا تھا۔ وہ اس کے نکلنے کے تمام راستے مسترد کیے اس کے بلکل پاس کھڑا اس کے ہونٹوں پر سختی سے ہاتھ جمائے ہوئے تھا تاکہ یہ عورت مزید بیچ میں ٹانگ اڑا کر اس کا دماغ خراب نہ کر سکے!! "ماورا کیا طریقہ ہے یہ؟ جلدی پہنچو ٹائم نہیں ہے ہمارے پاس! فلائٹ مس ہو جائے گی۔ دوسری طرف سے جمیل صاحب کی چنگاڑھتی ہوئی آواز گونجی۔ وہ بہت غصے میں لگ رہے تھے۔ کیونکہ واقعی میں ماورا کو بہت دیر ہو چکی تھی۔!! ماورا نے جمیل صاحب کی آواز سنتے نفی میں سر ہلایا۔ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اس شخص کا ایک ہاتھ اپنے

لبوں سے نہیں ہٹا پا رہی تھی!!"بڑی غلط حرکت ہے سسر جی! میاں بیوی کو الگ کرنے والے آپ ہوتے کون ہیں؟ بالاج خان نے ماورا کے چہرے پر نظریں جمائے سنجیدگی سے دوسری طرف جمیل صاحب کو مخاطب کیا۔ باہر حسن کھڑا تھا اس کے باقی دوست بھی تھے! وہ پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا۔ صرف اس ایک عورت کو لینے! اب وہ ایسے ہی تھوڑی اسے جانے دے سکتا تھا؟"تم۔۔تم میری بیٹی کے ساتھ کیا کر رہے ہو! تم یہاں کیسے آ سکتے ہو؟اور ماورا۔۔ماورا کہاں ہے! فون پر موجود جمیل صاحب اس کی آواز بخوبی پہچان گئے تھے! اور اچانک ہی گھبراہٹ کے مارے وہ چیخ اُٹھے تھے! یہ انسان پھر سے ان لوگوں کے بیچ آ چکا تھا۔!!"سر پلیز آہستہ بولیں! آپ باقی لوگوں کو ڈسٹرب کر رہے ہیں! ایک ایئر ہوسٹس نے آتے جمیل صاحب کو ساتھ ہی تنبیہ کی۔!!"بلکل ٹھیک ہے آپ کی بیٹی! میرے ساتھ رہے گی تو مزید ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ بھی ساسوں ماں کے ساتھ لندن کا ٹرپ انجوائے کریں اور برائے مہربانی میری بیوی کو میرے ساتھ

رہنے دیں! بالاج خان نے نرمی اور تمیز کے دائرے میں رہ کر کہتے ٹھک سے فون بند کیا۔۔

اور عین اسی لمحے جہاز کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔ پرواز اڑنے کے لیے بلکل تیار تھی۔ بالاج خان ایک مرتبہ پھر جیت چکا تھا۔ جمیل صاحب فون بند ہوتے دیکھ سیٹ سے اٹھتے اندھا دھند باہر کی طرف بھاگے! وہ ماورا کو اس انسان کے ہاتھوں چھوڑ کر نہیں جا سکتے تھے! انہیں رتی برابر بھی بالاج خان پر بھروسہ نہیں تھا۔ جہاز کے عملے نے انہیں دروازے تک پہنچتے دیکھ پکڑتے روکا۔ وہ فلائٹ کے رولز کو توڑتے انہیں پریشان کر رہے تھے!! "میری بیٹی۔۔ میری بیٹی باہر رہ گئی ہے! بے بسی سے دروازے کی طرف دیکھتے جمیل صاحب نے دھیمے سے کہا۔ ان کے پیچھے ہی پریشانی سے سبینا بیگم بھی اِدھر ہی پہنچ چکی تھیں۔!! "سر یہ کوئی بس نہیں ہے جسے آپ جہاں مرضی رکوا دے گیں۔ پلیز اپنی جگہ پر جا کر بیٹھیں! ورنہ ہمیں کوئی سخت ایکشن لینا پڑے گا۔ جہاز کے عملے نے انہیں سختی سے تنبیہ کی۔ وہ انہیں روکے

ہوئے تھے!! جہاز اڑنے لگا تھا۔ اب بہت دیر ہو چکی تھی۔۔ "چھوڑ دیں جمیل! شوہر ہے وہ اس کا۔ ہم سے زیادہ اس کا حق ہے! اللہ پر بھروسہ رکھیں اور اسی کے سپرد کر دیں اپنی بیٹی! کچھ نہیں ہو گا اسے!! سبینا بیگم نے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کرتے جمیل صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھتے انہیں سمجھانا چاہا۔ جو کچھ جیسے بھی ہوا تھا لیکن اب وہ سمجھداری سے کام لے رہی تھیں۔۔ "اس جانور کے ہاتھوں چھوڑ دوں اپنی بیٹی؟ تم ماں ہو کر ایسی بات کیسے کر سکتی ہو؟ جمیل صاحب نے نے یقینی سے انہیں دیکھا۔ انہیں اس بات کی اُمید نہیں تھی سبینا بیگم سے!! "وہ شوہر ہے اس کا۔ زبردستی ہی سہی لیکن اب بن چکا ہے! کوئی فائدہ نہیں ہے اس تماشے کا۔ کچھ نہیں کر سکتے ہم لوگ! بہتر ہے ہم دونوں بیٹھ کر اب اپنی بیٹی کے نصیب کی دعا ہی کریں! کچھ نہیں ہو گا اسے! سبینا بیگم نے ان کے بازو کو پکڑتے سنجیدگی سے جواب دیا۔ انہیں خود بھی فکر ہو رہی تھی رونا آ رہا تھا۔ مگر انہیں اللہ پر پورا یقین تھا۔ جمیل صاحب نے ایک نظر انہیں گھورتے واپس سے اپنی سیٹ کی طرف قدم بڑھائے! جہاز آسمانوں میں اڑنے لگا تھا۔ وہ دونوں اکیلے ہی لندن جا رہے تھے!!

سبینا بیگم نے بے بسی سے ایک نظر ان کی پشت کو دیکھتے خود بھی ان کے پیچھے ہی اپنی قدم بڑھائے!! وہ اب یقیناً ان سے خفا ہو چکے تھے!!

بالاج خان کے اس کی شہد رنگ آنکھوں میں جھانکتے موبائل کو اپنی پوری قوت سے سائڈ پر پھینکا۔ ایک اس چیز سے اسے سب سے پہلے اپنی بیوی کو نجات دلوانی تھی۔ تاکہ مقابل موبائل چھوڑ کر اسے توجہ دے سکے! موبائل سائڈ پر گرتے چکنا چور ہو چکا تھا۔۔ بالاج خان نے آہستہ سے اس کے منہ سے اپنا ہاتھ ہٹایا۔ اس کا کام ہو چکا تھا۔ "تم گھٹیا انسان تم ایسا کر سکتے ہو میرے ساتھ! ہاتھ ہٹنے کی دیر تھی کہ ماورا اس کے سینے پر مکہ مارتے اپنی پوری قوت سے چیخی۔ وہ اسے خود سے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن افسوس کہ وہ اسے ایک انچ بھی نہیں ہلا پا رہی تھی۔۔ بالاج خان نے درد کی شدت سے بری طرح اپنے جبڑے بھینچے! مقابل نے عین سٹیچیز والی جگہ پر مکا مارا تھا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے ایک مرتبہ پھر اس کے سٹیچیز کھل گئے ہو۔ آخر کیوں یہ لڑکی اتنی ظالم تھی؟؟ "اپنے ہاتھوں کو کنٹرول

میں رکھو! اس کے سر کے پیچھے بالوں کو اپنے ہاتھ کی نرم گرفت میں لیتے بالاج خان نے اسے سختی سے تنبیہ کی۔اس کے سینے سے خون رسنے لگا تھا۔زخم تازہ تھا۔ تبھی ہلکے سے وار پر بھی فوراً سے پہلے والی حالت میں آ چکا تھا۔۔"تم مر جاؤ بالاج خان! اللہ کرے تمھیں موت آجائے! اس کے سینے پر رستے خون کو دیکھتے وہ بد دعائوں پر اُتر آئی تھی۔۔کتنا بے بس کر دیتا تھا یہ انسان اسے!! اسے اندازہ تھا کہ فلائٹ مس ہو گئی ہو گی۔!! "تم مار دو! دیکھو ایک مرتبہ بچ گیا میں۔اس مرتبہ گولی مارو تو نشانے پر مارنا۔ ابھی دل سے تھوڑا ہٹ کر گولی لگی تھی۔ مرا نہیں میں!! اس کے ہونٹوں پر اپنی سلگتی سانسیں چھوڑتے بالاج خان نے بہت نارمل سے انداز میں جواب دیا۔اس کا کام ہو چکا تھا تو موڈ پھر سے ٹھیک ہو چکا تھا۔ماورا نے آنسوؤں کا ایک گولا حلق میں اُتارتے اسے دیکھا۔ وہ دل اور دماغ کی جنگ کے بیچ میں پس کر رہ گئی تھی۔ کتنے تکلیف دہ تھے یہ الفاظ کوئی اس سے پوچھتا!! اس کی آنکھوں میں تیزی سے نمی اکٹھی ہونی شروع گئی تھی۔۔پتہ نہیں اسے کس بات کا برا لگ رہا تھا۔۔"چلو گھر! پہلے ہی بہت دیر ہو چکی ہے ہمیں! اپنا ارادہ ترک کرتے

بالاج خان ایک نظر اس کے ہونٹوں کو دیکھتے پیچھے کو ہوا۔!! "کونسا گھر؟ میں تمہارے ساتھ کہیں نہیں جاؤں گی یاد رکھنا۔ میں دوبارہ سے فلائٹ بک کرواؤں گی اور تمھیں لندن جا کر دکھاؤں گی!! اس کے سینے پر موجود زخم پر اپنی اُنگلی رکھتے وہ زہریلے لہجے میں پھنکاری۔ بالاج خان کے ساتھ ایک گھر میں رہنا مطلب پاگل ہونے کے برابر تھا۔!! مجھے درد ہو رہا ہے! درد کی شدت سے سرخ آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتے بالاج خان نے دھیمے سے کہا۔ مقابل اُنگلی کھبو رہی تھی جو اسے تکلیف دے رہا تھا۔ "اچھا ہے مر جاؤ تم! بھیگتی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتے وہ اپنے اندر کا زہر لفظوں کی صورت باہر نکال رہی تھی۔ اس کے سارے ارادوں پر پانی پھر چکا تھا۔ وہ پھر سے اسی انسان کے حصار میں تھی۔۔ "مار دو تم! چرا لو میری سانسیں! اپنی قربت میں اتنا مدہوش کر دو کہ میں مکمل طور پر تم میں گم ہوتے سانس لینا بھول جاؤں!! اجازت ہے تمھیں! بہکتی نظروں سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے وہ اسے ہر چیز کی اجازت دے گیا تھا۔ اس عورت کے ہاتھوں موت بھی قبول تھی۔ تبھی اس نے گولی مارنے پر مقابل کو کچھ نہیں کہا تھا۔ نا ہی اس کا

ارادہ تھا۔ "ہنہہ! تھو کوں بھی نہ میں تم پر! وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھے اسے پیچھے کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ ایک عقلمند لڑکی تھی۔ مقابل کا کب کیا اِرادہ ہو رہا ہے وہ بہت اچھے سے سمجھ رہی تھی۔ اس انسان کی تو آنکھوں میں دیکھتے بھی پہچان جاتی تھی کہ اس کے دل میں کیا ہے! بالاج خان ابھی کچھ کہتا کہ باہر سے دروازہ ناک ہوا۔ ان دونوں کو اب یاد آیا تھا کہ وہ لوگ واشروم میں کھڑے تھے! بالاج خان نے ناگواری سے دروازے کو دیکھتے ماورا سے ایک قدم پیچھے کو لیا۔ یہ ان کا پرائیویٹ واشروم۔ نہیں تھا جو وہ یہاں اپنی مرضی سے جتنی مرضی دیر کھڑے ہو جاتے! بہر حال اس کا سارا موڈ خراب ضرور ہو گیا تھا۔ کیا ہوتا جو باہر والا تھوڑی دیر اور صبر کر لیتا۔ "یہ لو کور کرو اس سے خود کو! سینا ڈھانپو اپنا۔ اپنی شال اُتار کر اسے تھماتے بالاج خان نے نرمی سے حکم دیا۔۔ مقابل کی شرٹ کا ابھی تک وہی حال تھا۔ گھر جا کر سب سے پہلے اس کا ارادہ مقابل کے ان بیہودہ کپڑوں کو جلانے کا تھا۔ جو اس کا سارا جسم عیاں کر رہے تھے! "تمہارے باپ کی غلام نہیں ہوں میں جو تمھارا حکم مانوں گی۔ اپنی مرضی کی مالک ہوں میں انہی کپڑوں میں باہر

جاؤں گی۔ کر لو جو کرنا ہے!! اس کے ہاتھ کو بری طرح جھٹکتے ماورا ضد پر آ چکی تھی۔ پہلے تو اسے بھی تھوڑا بہت احساس تھا۔ مگر اب اس انسان نے کہہ دیا تھا اب تو وہ قطعی بھی خود کو نہ ڈھانپتی۔ بھلا وہ اس کا حکم کیوں کر مانتی؟ بالاج خان نے خاموشی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ جتنی نرمی برت رہا تھا یہ لڑکی اتنا ہی سر چڑھ رہی تھی۔ اور اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ اس کے نخرے سہتا۔ دروازہ مسلسل بج رہا تھا۔ خاموشی سے اپنی جیب سے ایک رومال نکالتے بالاج خان نے سختی سے اس کے منہ پر رکھا۔ یہ سب اس نے اتنی جلدی کیا تھا کہ ماورا سمجھ بھی نہیں سکی تھی۔ اچانک ہی آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھتے ماورا نے نفی میں سر ہلایا۔ کیا اب وہ اسے بیہوش کر کے اپنے ساتھ لے جانے والا تھا؟ بالاج خان نے اس طرح رومال رکھا تھا کہ وہ سانس بھی نہیں روک سکی تھی!! "تم کیوں بھول جاتی ہو مائے لیڈی کہ تم میری ہی ٹیڑھی پسلی سے بنی ہو!! آخری سرگوشی اپنے کان میں بالاج خان کی سنتے اس نے اپنے کان کی لو پر اس انسان کا لمس محسوس کیا۔ مقابل نے اپنی زبان اس کی کان کی لو پر پھیری تھی۔ اور پھر اس کی آنکھیں بند ہو

چکی تھیں۔ وہ بیہوش ہوتے بالاج خان کی باہوں میں جھول گئی تھی۔۔ بالاج خان نے اپنی تسلی کرتے دھیرے سے اس کے منہ سے رومال ہٹایا۔ دھیرے سے اسے سیدھا کرتے بالاج خان نے اپنے ہاتھ میں موجود شال کو اچھی طرح اس کے جسم پر کور کیا۔ وہ واقعی پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا۔ تبھی کلوروفام لگا رومال اس کی جیب میں پہلے سے تھا۔ شاید وہ مقابل کو زیادہ ہی جانتا تھا۔۔ ایک آخری مرتبہ اس کے ماتھے پر اپنے تشنہ لب رکھتے بالاج خان نے اسے اپنی گود میں اٹھایا۔ اس سے اس کے زخم پر بری طرح کھچاؤ پڑا تھا۔ جبکہ درد کی شدت سے اس کا چہرہ بھی سرخ ہو چکا تھا۔۔ مگر ابھی اسے کسی بھی حال میں مقابل کو لے کر یہاں سے نکلنا تھا۔

واشروم کا دروازہ کھولتے بالاج خان نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ یہاں سوائے حسن کے کوئی بھی اور موجود نہیں تھا۔ سامنے ہی دیوار سے ٹیک کھائے کھڑا حسن اسے گھورنے میں مصروف تھا۔ "نکل جلدی سالے میں کب تک تیرے مسئلے سمبھالوں؟ سیدھے ہوتے حسن نے اسے رکتے دیکھ سختی سے کہا۔ وہ کب سے

یہاں کھڑا تھا۔ باہر موجود ایک عورت کو بھی اسی نے واپس بھیجا تھا۔۔ "گاڑی تیار ہے؟ بالاج خان نے ایک لمحے کے لیے رکتے پوچھا۔اس کی گاڑی دوسرے دوست نے ڈرائیو کی تھی تبھی وہ پوچھ رہا تھا۔ "ہاں دفعہ ہو اب! سڑا سا منہ بنا کے اسے کہتے حسن نے اپنے قدم آگے کو بڑھائے! اس نے کہیں جانا تھا لیکن اب تک اس کی وجہ سے رکا ہوا تھا۔ بالاج خان نے ماورا کو اپنی گود میں اٹھائے آگے کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ تیز تیز قدموں سے آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ حسن اور اس کے دوستوں نے ساری سیکیورٹی کو پہلے ہی سمبھال لیا تھا۔ وہ اسے آسانی سے لے کر جا سکتا تھا۔!! باہر کی طرف بڑھتے اپنی گاڑی کے پاس جاتے بالاج خان کے قدم رکے! اس کے سینے سے خون زیادہ بہنے لگا تھا۔ وہ ڈرائیو نہیں کر سکتا تھا۔ "تو اسے لے کر پیچھے بیٹھ میں کرتا ہوں ڈرائیونگ! اس کا دوست جو یہیں پر موجود تھا اس نے بالاج خان کی طرف دیکھتے دھیمے سے کہا۔ وہ اس کے سینے سے نکلتا خون اور اس کی حالت بخوبی دیکھ رہا تھا۔ "ہاں پلیز! شکر ادا کرتے بالاج ماورا کو لیے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھا۔ وہ اسے سائڈ پر لٹانے کی بجائے اپنی ہی گود میں سیٹ کر گیا تھا۔

اس کے دوست نے بھی بیٹھتے گاڑی سٹارٹ کی۔ان کی گاڑی کارخ بالاج خان کے فلیٹ کی جانب تھا۔اب اگلے کچھ دنوں تک اس کا ارادہ وہیں پر رہنے کو تھا۔جب تک اس نے برہان خان کو نہیں منالینا تھا۔

فائزہ شاہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے کو گھورنے میں مصروف تھی۔وہ ابھی ہی نماز پڑھ کر بیٹھی تھی۔۔وہ اس وقت اسی ایک انسان کو سوچ رہی تھی جو تین سے چار دن ہوئے اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا۔حدائق شاہ نے ایک مرتبہ بھی مڑ کر اسے نہیں دیکھا تھا۔اس کے پاس تو فون بھی نہیں تھا جو وہ اسے کال کر کے ہی بلا لیتی !ان تین دنوں میں وہ اس دن کے بعد اپنے کمرے سے بھی باہر نہیں نکلی تھی۔ناہی اس کا ارادہ تھا۔کھانا پینا اسے اشنا کمرے میں ہی لا کر دے دیتی تھی۔پہلے بھی اس کا کچھ ایسا ہی حال تھا لیکن فرق اتنا تھا کہ پہلے وہ ایک شخص اس کے ساتھ کمرے میں ہوتا تھا تو اسے کبھی اکیلا پن محسوس نہیں ہوا تھا۔اور اب وہ نہیں تھا تو ہر چیز ویران ہو گئی تھی۔وہ سارا سارا دن

اسی ایک کمرے میں بند بیڈ پر بیٹھی اسی انسان کو سوچتی رہتی تھی جو اسے اپنی عادت لگوا کر اچانک ہی کہیں غائب ہو گیا تھا۔ اور کچھ کرنے کو ہوتا ہی نہیں تھا اس کے پاس!! باہر وہ ویسے ہی نہیں جا سکتی تھی۔۔ سائرہ بیگم کے خوف اور ان کے لگائے گئے الزامات سے اسے وحشت سی ہوتی تھی۔ پہلے بھی بہت مشکل سے اسے اشنا اور درفشاں نے سمبھالا تھا۔ تب کہیں جا کر وہ ٹھیک ہوئی تھی۔۔ اب مزید وہ کچھ نہیں سہہ سکتی تھی۔۔ فائزہ شاہ کی نظریں زمین سے سرکتے اوپر دیوار پر لگی حدائق شاہ کی تصویر پر گئی! وہ حدائق اور ماہ دیر کی تصویر تھی۔ جو ایک ساتھ کھڑے ہنستے ہوئے ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مار رہے تھے! تصویر بنانے والے نے بڑی مہارت سے عین وقت پر کلک کیا تھا۔ فائزہ شاہ نے بھیگی آنکھوں سے حدائق شاہ کی تصویر کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بہت تیزی سے نمی اکٹھی ہونی شروع ہوئی۔ دل میں موجود اس شخص کی یاد میں اضافہ ہوا تھا۔ اس کا بس نہیں تھا کہ جہاں کہیں بھی حدائق شاہ ہو وہ اڑ کر اس کے پاس چلی جائے!! لیکن افسوس وہ یہاں بھی بے بس

تھی۔ وہ اس وقت ایسی حالت میں تھی کہ جیسے حدائق شاہ کے بغیر اس کے لیے ترس رہی تھی۔ لیکن اس کے سوا اس کے پاس کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔۔

فائزہ شاہ ابھی اپنی سوچوں میں گم تھی کہ دھڑام کی آواز کے ساتھ جھٹکے سے اس کے کمرے کا دروازہ کھلا۔۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ بس بند تھا۔ تبھی باہر والا جھٹکے سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہو چکا تھا۔۔ "یہ ہیر شاہ تھی جو شاید ہی آج پہلی مرتبہ فائزہ کے آنے کے بعد حدائق شاہ کے کمرے میں قدم رکھ رہی تھی۔ وہ ایک واحد بندی تھی جو پورے شاہ والے کسی کے معاملے میں ٹانگ اڑاتی ہی نہیں تھی۔!! اس کا کام تھا سارا دن بس اپنی فکشنل زندگی میں خواب بننا۔۔ گھر میں کیا ہو رہا ہے، کون کہاں جا رہا ہے؟ کون آ رہا ہے؟ اسے کسی سے کوئی غرض ہی نہیں تھی۔ وہ یا تو سارا دن بیٹھ کر اپنے کمرے میں ناول پڑھتی تھی یا پھر باہر دوستوں کے ساتھ گھومنے چلی جاتی تھی۔ ان دو کے علاوہ اس کا کوئی اور کام تھا ہی نہیں! حتیٰ کہ اس لڑکی نے آج تک فائزہ اشنا یا نائرہ میں سے بھی کسی سے کوئی فضول بات نہیں کی

تھی۔ کیونکہ اسے ضرورت ہی نہیں تھی۔۔اس کی اپنی ہی زندگی تھی جس میں وہ بہت سکون کے ساتھ رہ رہی تھی۔پڑھائی وہ ویسے ہی بلکل چھوڑ چکی تھی۔اس نے وکالت کرنی تھی۔ لیکن پھر پڑھائی سے دل اٹھنے کی وجہ سے اس نے بیچ میں ہی اپنی پڑھائی چھوڑ دی تھی۔ جس میں سب سے زیادہ ساتھ اس کا حدائق شاہ نے دیا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھاان کے خاندان میں اس کے علاوہ کوئی اور وکیل ہو! چاہے وہ اس کی اپنی بہن ہی کیوں نہ ہوتی! آخر کو اس نے خاندان کے اکلوتے وکیل ہونے کا فلیکس بھی تو مارنا تھا۔ تبھی اس کے پڑھائی چھوٹنے پر اس نے شکر ادا کیا تھا۔ بائیس سال کی !! یہ خوبصورت لڑکی سارا دن گھر میں خود میں ہی مگن رہتی تھی۔

دروازہ کھلنے کی آواز پر فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی ڈرتے اچانک سے دروازے کی طرف دیکھا۔۔ابھی آواز ہی کچھ ایسی آئی تھی۔۔ وہ حیران تھی کیونکہ اس نے ہیر شاہ کو اس طرح پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ان دونوں کا شاید ہی کوئی تیسری چوتھی مرتبہ سامنا ہو رہا تھا۔ایک ہی گھر میں رہتے بھی وہ دونوں کبھی ملی نہیں تھی۔۔!! "کیا بگاڑا تھا میں نے آپ کا؟ آگے بڑھ کر اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے ہیر شاہ نے سنجیدگی

سے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔ جبکہ دل میں وہ یہ سوچ رہی تھی کہ یہ لڑکی رو کیوں رہی ہے!! اتنا تو اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ فائزہ شاہ اس کے کمرے میں آنے سے پہلے ہی رو رہی تھی۔ اور یہی چیز اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی۔۔ فائزہ نے اپنے آنسوں صاف کرتے نا سمجھی سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ اس نے کیا کیا تھا جو مقابل ایسے بول رہی تھی؟؟ "بتائیں بھی میں نے تو آج تک آپ سے سلام بھی نہیں کیا۔ پھر کس بنا پر آپ اور اشنا بھابی مجھے لڑائی میں گھسیٹ لائی تھیں؟؟ اپنے سینے پر ہاتھ باندھے وہ اس سے سوال گو تھی۔ اسے سائرہ بیگم نے آج ہی اپنی اور اشنا کی لڑائی کے متعلق بتایا تھا۔ جس میں انہوں نے اسے بڑھا چڑھا اور باتیں کہی تھیں۔۔ انہوں نے تو وہ کچھ بھی اسے کہا تھا جو اشنا نے بات کی ہی نہیں تھی۔ اور وہ بیوقوف بھی بنا تحقیق کیے یہاں لڑنے پہنچ گئی تھی۔ اسے تو یہی بتایا گیا تھا کہ فائزہ نے اس پر گھٹیا الزام لگائے ہیں!! "میں۔۔ میں نے تو کچھ نہیں کہا۔ فائزہ شاہ نے دھیمے سے جواب دیا۔ اسے تو یاد نہیں پڑتا تھا کہ اس نے کبھی ہیر یا شاہ ولا میں موجود کسی بھی انسان کے لیے کچھ بھی برا کہا ہو!! "آپ اب زیادہ معصوم مت بنیں! ماما

نے بتایا ہے مجھے کہ کیسے کیسے الزام لگائے ہیں آپ نے میرے اوپر! نہیں مجھے ایک بات بتائیں آپ خود ایسی ہیں تو کیا سب کو اپنے جیسا سمجھ لیا ہے؟ مارے غصے کے وہ جو منہ میں آیا بولتے چیخ اٹھی تھی۔ جب سے اس نے سائرہ بیگم کے منہ سے اپنے لیے باتیں سنی تھیں اس کا دماغ خراب ہوا پڑا تھا۔ بھلا ایک انسان جس سے اس نے کبھی کوئی بات کی ہی نہیں تھی وہ کیسے اس کے بارے میں غلط بات کر سکتی تھی؟ اور۔اسی چیز نے اس کا زیادہ دماغ خراب کیا تھا۔۔ فائزہ کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں میں اضافہ ہوا۔اب ہر دوسرا انسان آکر اس سے لڑتے اس کے کردار کو سوالیہ نشان بنا رہا تھا۔ وہ سہی ہی چوبیس گھنٹے حدائق شاہ کے حصار میں رہنا پسند کرتی تھی۔!!"ہیر میں نے کچھ نہیں کہا تمہارے بارے میں! تم پلیز بات کی پہلے تحقیق کر لو! پھر مجھے کچھ بولنا۔جب لڑائی ہوئی تھی تب میں نے کسی کو کچھ نہیں کہا تھا۔ تمھیں بیچ میں کیوں لاؤں گی میں؟؟ شکر تھا کہ وہ اپنی صفائی میں بنا اٹکے بول پڑی تھی۔اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہتے وہ اسے اپنا یقین دلانے کی کوشش کر رہی تھی۔!!"آپ کہنا چاہ رہی ہیں کہ میری ماما نے جھوٹ بولا ہے؟ مطلب

آپ میری ماما کو جھوٹا کہہ رہی ہیں رائٹ؟ ہیر شاہ اس کی بات کو کسی اور ہی رخ میں لے گئی تھی۔ اس کا دماغ خراب ہوا پڑا تھا تبھی وہ کسی بھی بات کو سوچ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی۔!! "میں نے ایسا کچھ نہیں کہا؟ فائزہ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیسے اسے اپنا یقین دلائے! مقابل بنا سوچے سمجھے اس سے لڑنے کو کھڑی تھی۔ "پھر کیا کہنا چاہ رہی ہیں آپ؟ ہاں؟ میں بنا تحقیق کیے آ گئی ہوں میری ماما جھوٹی ہیں پھر آپ ہی بتا دیں کہ سچ کیا ہے؟ وہ کھڑی اس کے چہرے کی طرف دیکھتے غصے سے مسلسل چیخ رہی تھی۔!! ابھی فائزہ شاہ کوئی جواب دیتی کہ اشنا شاہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی! وہ ہیر کی آواز سن کر ہی تیز تیز قدموں سے اِدھر آئی تھی۔!! "کیوں چیخ رہی ہو تم یہاں کھڑی ہو کر؟ بھابی ہے یہ تمہاری؟ تمہارے اندر بات کرنے کی تمیز نہیں ہے؟ اشنا شاہ نے کمرے میں داخل ہوتے فائزہ کے پاس جاتے اسے ناگواری سے ٹوکا۔ سائرہ بیگم کی بدولت۔ اسے ہیر بھی اس وقت زہر لگ رہی تھی۔ آخر تھی تو وہ اسی عورت کی بیٹی! کچھ تو پرچھاواں پڑنا ہی تھا۔!! "میرے اندر تمیز نہیں ہے اور آپ دونوں بہت نیک ہیں جو میرے پیٹ پیچھے میرے کردار کو اچھال رہی

تھیں۔ یاد رکھیے میں سب کچھ برداشت کر سکتی ہوں مگر اپنی عزت اور کردار پر کوئی بات نہیں سنوں گی۔ آپ دونوں میرے بارے میں بول بھی کیسے سکتی ہیں؟ وہی دھاڑتا لہجہ اور چیختا انداز۔۔ "ہم نے کچھ نہیں کہا۔ پہلے جا کر اپنی ماں سے پوچھو کہ وہ ہمارے بارے میں کیا کیا بول رہی تھیں۔ اور یقیناً انہوں نے تمھیں بھی کچھ غلط ہی بتایا ہو گا۔۔ تبھی یہاں کھڑی بکواس کر رہی ہو۔!! اشنا شاہ نے غصے سے فائزہ کے آنسوں دیکھے !اس کا بس نہیں تھا کہ اگر فائزہ شاہ اس سے چھوٹی ہوتی تو وہ اسے ایک لگا ہی دیتی۔ مطلب بندہ بجائے رونے کے جواب بھی دے دیتا ہے! شاید وہ آبان خان کے ساتھ اپنی پہلی حالت بھول گئی تھی۔۔ تبھی اسے اب ظلم کے آگے رونے والے ہر انسان پر غصّہ آتا تھا۔ کیونکہ وہ خود جواب دینے کے قابل ہو چکی تھی۔ یہ زاویار شاہ کی دی گئی ہمت ہی تھی۔!! "میں بکواس نہیں کر رہی! بکواس آپ دونوں نے کی ہے میرے بارے میں! اور کچھ نہیں ملا تو اس حنان کو میرے ساتھ جوڑ دیا۔ مطلب ایک بندے نے آپ کا ریپ کر دیا تو اسے دوسروں کے ساتھ بھی ملانا شروع کر دو! آپ کے ساتھ تو ہوا ہے سب کچھ! کم از کم آپ کو تو

میرے بارے میں اس طرح نہیں بولنا چاہیے تھا۔!! شروع میں اشنا سے کہتے وہ آخر میں فائزہ شاہ سے مخاطب تھی۔ پہلے پہل اسے فائزہ کے لیے ہمدردی ہوتی تھی۔ لیکن آج وہ ہمدردی بھی چلی گئی تھی۔ اسے افسوس ہو رہا تھا اس لڑکی پر!! فائزہ شاہ نے ہچکی بھرتے اپنے کانوں پر ہاتھ رکھا۔ وہ پینک ہونے لگی تھی۔ افسوس کی بات تھی کہ اسے حنان لغاری کا نام آج تک یاد تھا۔!! "خ۔۔خدا کے لیے۔۔چ۔۔۔چپ کر جاؤ!! اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتے وہ دھیمے سے بڑبڑائی۔ لیکن آواز اتنی ضرور تھی کہ دونوں نے بخوبی سن لی تھی۔۔ اچانک ہی اس کی آنکھوں کے سامنے وہ اندھیری رات کسی فلم کی طرح چلنے لگی تھی۔ حنان لغاری کا بس نام ہی کافی تھا اس لڑکی کو ماضی میں گھسیٹنے کے لئے! جو کہ ہیر شاہ غصے میں لے چکی تھی۔!! "دفعہ ہو جاؤ یہاں سے جاہل لڑکی! اپنی ماں کی طرح ہو تم بھی جو صرف دوسروں کو زندگی کو عذاب بنانا جانتے ہیں! اشنا شاہ چیختے ہوئے ہیر سے کہتے فائزہ کی طرف متوجہ ہوئی۔ حدائق شاہ بھی نہیں تھا۔ پتہ نہیں اب وہ کیسے اسے سنبھالنے والی تھی۔!! "مم۔۔میں نے۔۔وہ آرہا۔۔ہے

اش۔۔اشنا۔۔مج۔۔مجھے ش۔۔شاہ!!اٹک اٹک کر بولتے وہ نجانے کیا کہنا چاہ رہی تھی۔وہ سامنے کی طرف دیکھ رہی تھی کیونکہ اسے سامنے حنان لغاری کا جیسے سایہ سا نظر آرہا تھا۔یہ سب اس کے دماغ کا کھیل تھا۔وہ پھر سے بھول چکی تھی کہ اس کے محافظ نے اسے نقصان پہنچانے والوں کو ذلیل کر کے مارا تھا۔ہیر شاہ نے حیرت سے فائزہ کی بگڑتی حالت دیکھی!کیا یہ لڑکی ابھی تک گیارہ مہینے پہلے والی حالت میں ہی تھی؟وہ اس کا پینک ہونا بخوبی دیکھ رہی تھی اور یہ بھی سمجھ رہی تھی کہ یہ ناٹک نہیں ہے!"کھڑی شکل کیا دیکھ رہی ہو اس کی!جاؤ یہاں سے!!اسے ابھی بھی جم کر کھڑے دیکھ اشنا شاہ ایک مرتبہ پھر چیخی۔اسے لگ رہا تھا ہیر پھر سے کوئی بکواس کرے گی۔پہلے ہی فائزہ کی حالت دیکھتے وہ خود پریشان ہو گئی تھی۔!!"بھابی میں۔۔ہیر شاہ ابھی کچھ بولتی کہ اشنا نے سختی سے اس کی بات کاٹی۔"چلی جاؤ یہاں سے اس سے پہلے میں تمھارا منہ توڑ دوں!وہ فائزہ کو پکڑتے پریشانی کے عالم میں اسے مسلسل جانے کا کہہ رہی تھی۔!ہیر شاہ نے ایک آخری نظر فائزہ پر ڈالتے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے!وہ پاگل لڑکی اب سوچ رہی تھی کہ فائزہ کی تو خود

ہی حالت ٹھیک نہیں ہے۔وہ کسی کے بارے میں کیا ہی کچھ کہے گی۔سائرہ بیگم کے کمرے میں جاتے اس کا ارادہ ایک مرتبہ پھر کنفرم کرنے کا تھا۔اسے لگ رہا تھا کیا پتہ اس کے کانوں نے کچھ غلط سن لیا ہو۔لیکن ساتھ ہی اس کا دل اسے کوس بھی رہا تھا۔کیونکہ فائزہ کی حالت اسی کی وجہ سے بگڑی تھی۔

فائزہ آپی سنبھالیں خود کو! کوئی نہیں ہے سامنے! یہاں صرف میں اور آپ ہیں" ہوش میں آئیں! اسے مسلسل چیختے دیکھ اشنا شاہ نے اسے بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑتے اسے ہوش میں لانا چاہا۔وہ سامنے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی سامنے کھڑا اسے نقصان پہنچانے کے لیے کھڑا ہو! "نن۔۔نہیں وہ سا۔۔منے!! اُنگلی سے پھر سے سامنے کی طرف اشارہ کرتے اس نے روتے ہوئے ایک سسکی سی بھری۔اس کے سر میں اچانک ہی درد کی ٹیسیں سی اٹھنے لگی تھیں۔۔"کوئی نہیں ہے اُدھر! آپ توجہ مت دیں سامنے اِدھر میری طرف دیکھیں! اور کانپنا تو بند کریں پلیز۔خود پر تھوڑا کنٹرول رکھنا سیکھیں! اشنا۔شاہ نے اس کے پاس بیڈ پر بیٹھتے اس کے

ماتھے۔سے بال پیچھے کیے! وہ نرمی سے اسے نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔!! فائزہ شاہ نے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھتے خاموشی سے ہچکیوں سے روتے اپنے گھٹنوں میں منہ چھپایا۔وہ اسے کیا بتاتی کہ یہ سب کچھ اس کے بس میں نہیں تھا۔ رونے کی وجہ سے اس کا بدن ہچکولے بھر رہا تھا۔ جبکہ کمرے میں ہر تھوڑی دیر بعد اس کی ہچکیوں کی آواز گونج رہی تھی۔!! "آپ یہ پانی پئیں !اشنا شاہ نے سائڈ سے پانی کا گلاس اٹھاتے اس کے سامنے کیا۔ایک بات تو اسے سمجھ آرہی تھی کہ فائزہ شاہ کو صرف حدائق شاہ ہی سمبھال سکتا ہے!! فائزہ نے گھٹنوں سے چہرہ باہر نکالتے اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیتے کانپتے ہاتھوں سے ایک ہی گھونٹ میں پورا گلاس ختم کیا۔ اسے واقعی ابھی پانی کی بہت ضرورت تھی۔۔ "ریلکس رہیں!! میں آج رات آپ کے پاس ہی سو جاؤں گی۔ کوئی بھی نہیں ہے اِرد گرد !ان لوگوں کا کام ہے بکواس کرنا۔آپ پلیز خود کے اوپر قابو رکھا کریں !اس کے بالوں کو سنوارتے وہ سنجیدگی نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔!! "ش۔۔شاہ کو بلا دو پلیز۔۔اشن۔۔اشنا میں مر جاؤں گی اس کے

بغیر! خدا کے لیے شاہ کو بلا دو! وہ مجھے چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہیں! اس کے ہاتھوں کو پکڑتے وہ منتوں پر اُتر آئی تھی۔ اسے صرف حدائق شاہ کی ضرورت تھی۔ وہ انسان اس کے دل اور روح میں جیسے رچ بس گیا تھا۔۔اس کے علاوہ کوئی اور نہیں چاہیے تھا اسے! اشنا شاہ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ پتہ نہیں دا جان حدائق کو گھر میں آنے دیتے بھی یا نہیں!! وہ سب ہی فلحال بنا شوہر کے سکون میں تھیں۔ لیکن فائزہ کا کیا کرتی!! "خدا کے لیے اشنا۔ ایک مرتبہ میری بات ہی کروا دو! ترسے ہوئے لہجے میں کہتے وہ واقعی حدائق شاہ کے بنا مرنے والی ہو رہی تھی۔ روتے ہوئے وہ اس کی منتیں کرتے اسے منانے کی کوشش کر رہی تھی۔!! "اچھا آپ ریلکس رہیں۔ میں کرتی ہوں بھائی کو کال! آپ پلیز اب نارمل رہیئے گا۔ میں فون لے کے آتی ہوں اپنے کمرے سے!! بیڈ سے اٹھتے وہ مان ہی گئی تھی۔ فائزہ شاہ نے زور و شور سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ وہ اب آواز بھی نکالنے والی نہیں تھی۔ کیونکہ اسے حدائق شاہ سے بات کرنی تھی۔ بلآخر وہ تین دنوں بعد اس انسان کی آواز سننے والی تھی۔ اور اسے ایسا لگا تھا جیسے اسے کسی نے جینے کی کوئی امید دکھا

دی ہو! یہ لڑکی شاید ایک لڑکے سے محبت کر بیٹھی تھی۔۔اشنا شاہ ایک آخری نظر اس پر ڈالتے کمرے سے باہر نکلی۔وہ اب اپنا فون لینے جا رہی تھی تاکہ زاویار کو کال کر کے اُس سے حدائق شاہ کا نمبر لے سکے!اس کے پاس تو نمبر بھی نہیں تھا۔۔

جبکہ پیچھے فائزہ شاہ نے خاموشی سے آنسوں بہاتے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔وہ شدت سے اب اشنا کا انتظار کر رہی تھی تاکہ حدائق شاہ سے بات کر سکے۔۔

قسط نمبر: 82 پارٹ 1

یہ تقریباً صبح کا وقت تھا جب سورج ہر طرف اپنی روشنی پھیلائے ہوئے تھا۔ یہ تقریباً گرمیوں کے جانے کا موسم تھا۔ سردیوں کی پھر سے آمد آمد تھی۔ شہر میں بارشوں کا ایک نیا سلسلہ جاری ہوا پڑا تھا۔ آئے روز ہی کہیں نہ کہیں بادل جم کر برستے تھے! ایسے میں آج بھی موسم کی کچھ ایسی ہی صورت حال تھی۔ بارش تو نہیں ہوئی تھی لیکن ابھی ٹھنڈی ہوائیں ضرور چل رہی تھیں۔ یہ موسم ایسا تھا کہ ہر انسان بہت آسانی سے انجوائے کر سکتا تھا۔ ایسے میں آج خان گروپ آف انڈسٹریز میں سب کچھ معمول کے مطابق بلکل ویسے ہی چل رہا تھا۔ ہر شخص اپنے اپنے کام میں مصروف اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے کے چکروں میں تھا۔ معمول کے مطابق مدحا نسیم بھی آج اپنے کام میں انہماک سے مصروف تھی۔ مدحا نسیم اس وقت اپنے مخصوص لباس پینٹ کوٹ میں ملبوس راحیل خان کے آفس میں بیٹھی سنجیدگی سے سامنے رکھے کمپیوٹر کی سکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ پہلے کے مقابلے میں اب اس کی اُنگلیاں بہت مہارت سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں۔۔ یہ

لڑکی کافی حد تک ٹرین ہو چکی تھی۔۔ مدحا ابھی تک راحیل خان کے آفس میں ہی بیٹھتی تھی۔ اور یہ سارا کچھ راحیل کی وجہ سے ہی تھا۔ نجانے کیا وجہ تھی کہ وہ جتنا بھی اچھا کام کر لیتی مگر مجال تھی جو راحیل خان اس کی تعریف کر دے! وہ ہمیشہ ہی اس چیز میں بری ثابت ہوئی تھی کہ جب بھی وہ راحیل کو اپنا کیا گیا کام دکھاتی وہ اس میں کوئی نا کوئی کیڑے نکال دیتا تھا۔۔ پھر آبان خان کے پوچھنے پر بلیم بھی مدحا کو ہی کیا جاتا تھا کہ "میں کیسے اسے باہر بھیجوں ابھی کام ہی نہیں سیکھا اس نے" ہمیشہ کچھ ایسے ہی الفاظ ہوتے تھے اس شخص کے! پتہ نہیں اب وہ جان بوجھ کے کرتا تھا یا واقعی اس کے کام میں غلطی ہوتی تھی۔ اس بات کو تو آج تک وہ خود بھی نہیں سمجھ سکی تھی۔ خیر جو بھی تھا وہ خود شکر کرتی تھی کہ راحیل خان اسے باہر نہیں بھیجتا۔ جتنی وہ یہاں بیٹھ کر کام کرنے کی عادی ہو گئی تھی اب مشکل ہی وہ باہر ایڈجسٹ ہو سکتی تھی۔ کام کے دوران جب تک راحیل خان کی فضول باتیں نا سن لے تب تک سکون اسے بھی نہیں ملتا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ پھر اس سے بھی کام نہیں ہوتا تھا۔ اسے شروع سے ہی راحیل خان کی فضول سی باتیں سننے کی عادت ہو گئی تھی۔ دن بدن

یہ لڑکی اس حسین مرد کی طرف مائل ہو رہی تھی اور بیوقوفی یہ تھی کہ وہ اپنے دل کی حالت سے بخوبی واقف ہوتے ہوئے بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔ شاید وہ جان چکی تھی کہ اب پیچھے ہٹنے کا کوئی راستہ نہیں ہے! تبھی کچھ عرصے کے لیے ہی سہی لیکن خود کے دل کو تسلی دے لیتی تھی کہ ابھی وہ شخص کسی کا بھی نہیں تھا۔ جب اگر وہ کسی اور لڑکی کا ہوتا تو وہ بھی اپنی قسمت کا لکھا سمجھ کر مووآن کر لیتی! اتنا تو اسے سو فیصد یقین تھا کہ راحیل خان اس کا نہیں ہے! وہ انسان کسی کا بھی ہو سکتا ہے اس پوری دنیا میں مگر مدحا نسیم کا نہیں ہو سکتا تھا۔ ایسا اسے لگتا تھا۔ اور شاید وہ اپنے یقین میں سہی بھی تھی۔ راحیل خان اس کے لیے نہیں بنا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ پاگل اس انسان کے پیچھے اپنا دل گنوا بیٹھی تھی۔ مگر اب ہونی کو کون ہی ٹال سکتا ہے بھلا؟؟

مدحا نسیم اس وقت اپنے کام میں مصروف تھی کہ راحیل خان آفس کا دروازہ جھکتے اندر داخل ہوا۔ ایک وہی تھا جو دھڑلے سے اپنے آفس میں بنا ناک کیے داخل ہوتا

تھا۔اسے اتنا بھی احساس نہیں ہوتا تھا کہ اس کے آفس میں ایک لڑکی بیٹھی ہے تو ناک ہی کر لے ! مدحا نسیم کو تو وہ کسی کھاتے میں ہی نہیں لیتا تھا۔اس دن کے بعد آبان خان بھی ہمیشہ یہاں ناک کر کے ہی آتا تھا۔۔ لیکن مجال تھی جو وہ انسان کبھی مدحا کو سیریس لے لے ! ! مدحا نسیم نے دروازہ کھلنے کی آواز پر سامنے دروازے کی طرف دیکھا۔اب تو وہ قدموں کی چاپ سے بھی پہچان جاتی تھی کہ دروازے سے کون آیا ہو گا۔وہ راحیل خان کو اچھے سے جاننے لگی تھی۔ ! ! راحیل خان اس وقت رویل بلو کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس ہمیشہ کی طرح غضب ڈھا رہا تھا۔وہ کچھ بھی پہن لیتا ہمیشہ حسین اور ہینڈسم ہی دکھتا تھا کہ لوگ اسے مڑ مڑ کر دیکھنے پر مجبور ہو جاتے تھے ! تبھی اس انسان کو نظر بھی حد سے زیادہ لگتی تھی۔۔

کیسی ہو ! ! راحیل خان نے اندر داخل ہوتے اسی کی طرف اپنے قدم بڑھائے ! "

اس وقت صبح کے تقریباً ساڑھے نو کا وقت تھا اور وہ ابھی ہی آفس آیا تھا۔آج ان لوگوں کی ایک بہت امپورٹنٹ میٹنگ تھی جو آبان خان کے ساتھ اس نے بھی اٹینڈ کرنی تھی۔اسی لیے وہ تھوڑا جلدی آگیا تھا۔ورنہ تو اس انسان کی صبح کہیں گیارہ

بجے جا کر ہوتی تھی۔!! "ٹھیک ہوں آپ بتائیں؟ مدحا نے واپس اس اپنی نظریں سکرین پر مرکوز کرتے جواباً سوال کیا۔ وہ اسے دیکھنے بیٹھتی تو پھر اس کا کام رہ جانا تھا۔ تبھی فوری طور پر نظریں واپس سکرین پر جاتے اٹک چکی تھیں۔ "تمہارے سامنے ہوں ہمیشہ کی طرح پیارا۔اس کے سامنے رکھی ٹیبل پر بیٹھتے بے تکلفی سے جواب آیا۔ بخدا اس انسان کو مدحا کو چڑانے کا موقع چاہیے تھا صرف!! مدحا نسیم کی چلتی اُنگلیاں ایک لمحے کیلئے تھمی! وہ نوٹ کر رہی تھی کہ راحیل خان آج کل اس کے سامنے اپنی خوبصورتی کا بہت فلیکس مارنے لگا ہے! پتہ نہیں اب اس کے پیچھے وجہ کیا تھی۔۔ "ہمم!! واپس سے سکرین کی طرف متوجہ ہوتے اس نے محض ہنکارا بھرا۔ وہ اور کیا ہی جواب دیتی اب اسے!! "تم نے کانفیڈینٹ رہنا ہے میں تمہارے ساتھ ہی ہونگا۔ یہ تمہاری پہلی میٹنگ ہے تو پلیز میں کوئی گڑ بڑ برداشت نہیں کروں گا۔ اچھے سے تیار ہو نہ تم؟؟ راحیل خان نے سنجیدہ ہوتے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔ آج ان لوگوں کے ساتھ میٹنگ میں مدحا نسیم بھی جانے والی تھی۔ راحیل خان نے کل ہی اسے اس میٹنگ کے متعلق سب کچھ

گائیڈ کر دیا تھا۔ کیونکہ یہ میٹنگ اس کے خود کے لیے بہت ضروری تھی۔!!

"تھوڑی سی نروس ہوں میں! لیکن آپ ساتھ ہونگے تو ٹھیک ہے! میں پوری کوشش کروں گی کہ توجہ سے اور حوصلے سے کام لے سکوں! اس کے چہرے کی طرف دیکھتے وہ اسے سچ سچ اپنے دل کی کیفیت بتا چکی تھی۔ ساتھ میں وہ اسے ایک عجیب سامان بھی دے گئی تھی۔۔ جو کہ راحیل خان نے شدت سے محسوس کیا تھا۔ "ڈونٹ وری! کچھ بھی ہو جائے ذرا سی گھبراہٹ ہونے لگے مجھے دیکھ لینا ایک مرتبہ!! میری خوبصورتی دیکھ کر تم سب کچھ بھول جاؤ گی۔ اور پھر تمہاری گھبراہٹ ایسے غائب ہو جائے گی ایسے! ہلکا سا مسکرا کر جواب دیتے وہ باقاعدہ اپنی اُنگلی اور انگوٹھے سے چٹکی بجاتے اسے سمجھا رہا تھا۔ اللہ اللہ کتنا غرور تھا بندے کو خود پر! مدحا نسیم اس کی بات پر ہلکا سا مسکرائی۔ وہ اسے کیسے بتاتی کہ اسے دیکھ کر پھر اس نے گھبراہٹ ہی نہیں واقعی سب کچھ بھول جانا تھا۔ حتیٰ کہ ساری پریزنٹیشن بھی۔۔ پھر تو میٹنگ کا بھی اللہ ہی حافظ تھا۔ وہ یہ صرف سوچ ہی سکی۔ ایسا کچھ بولنے کا اس کے پاس حق نہیں تھا۔ دونوں میں سے کوئی ابھی کچھ بولتا کہ ان کے

آفس کا دروازہ ناک ہوا۔ باہر دروازے پر کوئی تھا۔ راحیل خان نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھتے اپنی جیب سے موبائل نکالتے اس میں ٹائم دیکھا۔۔ دس بج چکے تھے!! یعنی ان لوگوں کو اب میٹنگ کیلئے نکلنا چاہیئے تھا۔ دروازہ ایک مرتبہ پر سے ناک ہوا۔ "آجائیں! راحیل خان نے ٹیبل سے کھڑے ہوتے باہر موجود شخص کو اندر آنے کی اجازت دی!! باہر آبان خان کے پی اے تھا۔ وہ یقیناً انہیں آبان خان کا ہی کوئی پیغام دینے کے لیے آیا تھا۔۔ "ہم بولو!! راحیل خان نے اس کی طرف جاتے سنجیدگی سے پوچھا۔ "سر وہ آبان سر بلا رہے ہیں آپ دونوں کو میٹنگ روم میں! کچھ ہی دیر میں میٹنگ شروع ہونے والی ہے! پروفیشنل لہجے میں کہتے وہ اسے آبان خان کا پیغام سنا رہا تھا۔ اسے آبان نے ہی بھیجا تھا۔۔ "جاؤ تم۔ ہم آرہے ہیں! سنجیدگی سے کہتے راحیل خان نے اسے جانے کو بولا۔ یہاں پورے آفس میں سوائے مدحا سے بات کرتے وقت اس کے چہرے پر یہی سنجیدگی دیکھنے کو ملتی تھی۔۔ پی اے سر کو خم دیتے فوراً ہی آفس سے باہر نکلا۔!! "لیپ ٹاپ اور یو ایس بی اٹھا لینا۔ اس کے جاتے راحیل خان نے مدحا کی طرف دیکھتے حکم دیا۔ خود وہ

خالی ہاتھ ہی جانے کو تیار تھا۔ مدحا نسیم نے سر کو خم دیتے اپنا لیپ ٹاپ اور اس کی بتائی گئی چیزیں ٹیبل سے اٹھائی۔ وہ ساتھ ہی خود بھی کرسی سے کھڑی ہو چکی تھی۔۔ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے اللہ کا نام لیتے مدحا نسیم ٹیبل کے پیچھے سے باہر نکلی!! وہ جیسے خود کے اندر ہمت جمع کر رہی تھی۔!! "اور یہ۔۔ راحیل خان پیچھے مڑ کر ابھی کچھ بولتا کہ بیچ میں ہی اس کے الفاظ حلق میں رکے! وہ ایبرو سکیرٹے مقابل کو اوپر سے نیچے تک دیکھ رہا تھا۔ پتہ نہیں اس نے ایسا کیا دیکھ لیا تھا۔۔ مدحا نسیم نے ایک نظر اس کی رینگتی نظروں کی دیکھتے اپنی شرٹ کھینچتے مزید نیچے کی! یہ انسان واقعی اس کا کوئی لحاظ نہیں کرتا تھا۔ ابھی بھی ایسے اوپر سے نیچے تک گھور رہا تھا جیسے وہ اس کی اپنی پراپرٹی ہو! وہ اس کی نظروں سے حد درجہ کنفیوز ہو رہی تھی۔!! دراصل میں مدحا نسیم اس وقت وائٹ کلر کی شرٹ پر نیچے بلیک لیڈیز پینٹ پہنے ہوئے تھی۔ جو کہ مکمل اس کی ٹانگوں کے ساتھ چسپا نہیں تھی۔ اس کی ٹانگیں بلکل بھی واضح نہیں ہو رہی تھی۔ جبکہ شرٹ کے اوپر کوٹ ہونا تھا۔ لیکن وہ آج کوٹ نہیں پہن کر آئی تھی۔ بلکہ شرٹ بھی جینز کے اندر

جانے کی بجائے باہر تھی۔ اور ایک یہی چیز راحیل خان کو تھوڑی عجیب لگ رہی تھی۔ وہ لڑکی ہی اس طرح تھوڑی عجیب دکھ رہی تھی۔ کوٹ ہوتا بھی یا نہیں کوئی اتنا فرق نہیں پڑنا تھا۔۔ لیکن مقابل نے شرٹ بھی باہر نکال رکھی تھی۔ اسی لیے بس وہ شرٹ تھوڑی بہت عجیب لگ رہی تھی۔!! "چل۔۔ چلیں؟؟ اس کی نظروں سے مسلسل کنفیوز ہوتے مدحا نسیم نے تھوک نگلتے خود ہی اسے مخاطب کیا۔ کتنا نوٹ کرتا تھا یہ انسان اسے یہ اس کی آنکھوں سے ہی پتہ چل جاتا تھا۔۔ راحیل خان نے نفی میں سر ہلاتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ آخر کیا کرتا اس لڑکی کا۔ جو ہر کام میں زیرو تھی۔۔ "یہ شرٹ سلیقے سے اندر بھی جا سکتی تھی؟ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے وہ شاید طنز کر رہا تھا لیکن اس کا لہجہ بلکل بھی طنزیہ نہیں تھا۔ مدحا نسیم نے اس کی بات پر اپنے ہونٹ بھینچے! مطلب یہ بندہ کوئی بات دل میں نہیں رکھ سکتا تھا۔ وہ بنا سوچے سمجھے اس کے لڑکی ہونے کی پرواہ کیے بغیر کچھ بھی منہ پر بول دیتا تھا۔ مدحا کے دل میں اس وقت اس انسان کے لیے ایک لفظ آیا تھا اور وہ تھا "منہ پھٹ"۔ جو کہ یہ انسان اس کے ساتھ واقعی میں تھا۔۔ "میرا خیال

ہے آپ کو میری ڈریسنگ سے زیادہ میرے کام پر توجہ دینی چاہیئے! ہمت جتاتے تڑخ کر جواب دیا گیا۔۔ راحیل خان کے آنکھیں چھوٹی کرتے اسے گھورا۔ کیسے بنا لحاظ کیے یہ لڑکی اسے منہ پر جواب دے دیتی تھی۔ اس کی واقعی مدحا کے سامنے کوئی عزت نہیں تھی۔ ایسا اسے لگتا تھا۔۔ "تم مجھ سے زبان درازی کر رہی ہو؟ مجھ سے؟ سوال گندم جواب چنا کے برابر تھا۔ کوئی اور جواب اس سے بن نہیں پایا تھا۔۔ "نہیں میں صرف اپنا اوپینین دے رہی ہوں! دو بدو ہی جواب آیا۔ "ہنہہ!! بے عقل عورت! باس ہوں میں۔ عزت کیا کرو میری!! وہ ناک چڑھاتے اسے جیسے یاد دلا رہا تھا۔ "میرا خیال ہے ہمیں دیر ہو رہی ہے؟ اس کی بات کو اگنور کرتے مدحا نے اسے یاد دلانا ضروری سمجھا۔ مقابل کی ہر روز یہی ایک بات ہوتی تھی کہ باس ہوں میں عزت کیا کرو! جیسے اس نے اس کا سر پھاڑ دیا تھا۔ عجیب انسان تھا یہ بھی! وہ اسے کہتے ساتھ ہی خود باہر کی طرف اپنے قدم بڑھا گئی تھی۔ مقابل نے تو ہلنا نہیں تھا۔ بہتر تھا وہ خود ہی پہلے آفس سے باہر نکل جاتی! ورنہ بعد میں اس شخص نے آبان خان کے سامنے پھر سے سارا الزام اسی پر ڈال دینا تھا کہ

اس کی وجہ سے دیر ہوئی ہے!! راحیل خان نے پیچھے دانت کچکچاتے اس کی پشت کو دیکھا۔۔ مجال تھی جو یہ لڑکی کبھی اسے باس کی نظر سے دیکھ لیتی! اسے حد درجہ شکوے تھے کہ مدحا اس کی عزت نہیں کرتی۔ لیکن وہ یہ بھول گیا تھا کہ اُسے اس حد تک سر پر بھی اس نے خود نے ہی چڑھایا تھا۔ وہ پہلے خود اس سے فری ہوتا تھا تبھی آگے سے جواب بھی سن لیتا تھا۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ یہاں اپنی غلطی کون مانے؟؟ ان دونوں کی نوک جھونک ہمیشہ سے ایسے ہی چلتی رہنی تھی۔ سر جھٹکتے راحیل خان نے خود بھی باہر کی طرف اپنے قدم بڑھائے!! پہلے ہی مدحا کی وجہ سے اسے دیر ہو گئی تھی۔ایسا وہ سوچ رہا تھا۔۔

یہ منظر تھا ایک بڑے سے میٹنگ روم کا جہاں اس وقت چہل پہل ہو رہی تھی۔ ایک بڑی سی ٹیبل کے اِرد گرد تقریباً پچاس سے سو کے درمیان کرسیاں رکھی گئی تھی۔ یہ میٹنگ روم بہت وسیع تھا۔ سامنے دیوار پر ایک پروجیکٹر لگا تھا۔ جبکہ کرسیوں پر بہت سے لوگ بیٹھے راحیل خان کے انتظار میں تھے!! آبان خان تو کچھ

دیر پہلے ہی یہاں آ چکا تھا۔ باقی بھی تقریباً سارے ہی لوگ آ چکے تھے! بس نہیں آیا تھا تو وہی لاپرواہ انسان نہیں آیا تھا۔ "آبان سر بلا لیں راحیل کو!! میٹنگ شروع کریں تاکہ ہم!! ان میں سے ایک شخص نے آبان خان کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ یہاں بڑی بڑی کمپنیز کے آنر بیٹھے تھے! یقیناً یہ کوئی بہت بڑی اور بہت اہم میٹنگ تھی! آبان خان نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود گھڑی کو دیکھا۔ ساڑھے دس ہونے کو تھے! ایک مرتبہ میٹنگ کے بعد راحیل خان اس کے ہاتھ لگتا ذرا۔۔ آبان خان نے اس کا منہ توڑ دینا تھا۔!! دروازہ کھلنے کی آواز پر سب ہی سامنے کی طرف متوجہ ہوئے جہاں راحیل خان پورے ٹھاٹ باٹ سے ایک لڑکی کے ساتھ اندر داخل ہو رہا تھا۔ راحیل خان نے اندر آتے اپنے پیچھے سے دروازہ بند کیا۔ جہاں ایک طرف سب کی نظریں بے ساختہ مدحا کی طرف اٹھی تھیں وہیں کچھ دل میں اُن دونوں کی جوڑی کو سراہ رہے تھے! کس قدر حسین لگ رہے تھے یہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے کہ دیکھنے والوں کی ہی آنکھیں چندھیا جائیں! کچھ

لوگوں کو خدا حسن کی دولت سے مالا مال کرتا ہے! بس کچھ ایسا ہی حال ان دونوں کا بھی تھا۔ ساتھ میں کھڑے وہ دونوں

"Made for each other۔۔"

والی وائب دے رہے تھے! مگر ایسا کچھ تھا نہیں!! "گڈ مارننگ ایوری ون! راحیل خان نے آگے بڑھتے پروفیشنل انداز میں اونچی آواز سے کہا۔ وہ آبان خان کے مقابل رکھی کرسی پر بیٹھنے جا رہا تھا کیونکہ ایک وہی کرسی خالی پڑی تھی۔۔ مدحا نسیم خاموشی سے جاتے آبان خان کی سیکرٹری کے ساتھ کھڑی ہوئی۔ کچھ نظریں ابھی بھی خود کی طرف اٹھی وہ بخوبی محسوس کر رہی تھی۔۔ "میرا خیال ہے ہمیں وقت کی پابندی کرتے میٹنگ شروع کرنی چاہیے! آبان خان نے ایک نظر سب کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ سب ہی محسوس کر رہے تھے کہ یہ وقت کی پابندی کا طعنہ کسے ملا ہے!! راحیل خان بے ساختہ ہی گلا کھنکھارتے سیدھا ہوتے بیٹھا۔ اس کا قصور نہیں تھا۔ دیر مدحا کی وجہ سے ہوئی تھی۔۔

مس عشاء شروع کریں پریزنٹیشن! آبان خان نے سائڈ پر کھڑی اپنی سیکرٹری کی" جانب دیکھتے حکم دیا۔ وہ سب ہی سامنے لگے پروجیکٹر کی طرف متوجہ ہو چکے تھے! جہاں اس وقت آبان خان کا تیار کیا گیا پروجیکٹ چل رہا تھا۔ شاید یہاں سب کسی ایک پروجیکٹ پر اتفاق کرتے اس کو فائنل کرتے مل کر اُس پر کام کرنے والے تھے!! یہاں سب لوگ ہی اپنی پوری تیاری کے ساتھ آئے تھے!! سیکرٹری نے آگے بڑھتے پروفیشنل لہجے میں پروجیکٹ کی طرف دیکھتے بولنا شروع کیا۔ وہ ایک پرانی سیکرٹری تھی۔ تبھی بڑی مہارت سے اپنا کام کرتے سب کو ایک ایک پوائنٹ سمجھا رہی تھی۔ مدحا نسیم بھی ایک طرف کھڑی اُنگلیاں چٹخاتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ابھی اس نے بھی ایسے ہی بولنا تھا اور اس کی تو ابھی سے ہی ٹانگیں کانپنے لگی تھیں۔ راحیل۔خان نے اسے اچھا پھنسایا تھا۔!! "ویلڈن مس عشاء!! پریزنٹیشن ختم ہوتے دیکھ آبان خان نے ہلکا سا مسکراتے اپنی سیکرٹری کو اپریشیٹ کیا۔۔ اس کی طرف سے بیسٹ پریزنٹیشن دی گئی تھی۔ میٹینگ روم میں ایک مرتبہ تالیوں کی گونج اٹھی۔ سب کو ہی آبان خان کی بنائی گئی پریزنٹیشن بہت پسند

آئی تھی۔!!"راحیل! آبان خان نے اب راحیل کو مخاطب کیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے بعد راحیل اپنا پروجیکٹ شئیر کرے! وہ اپنے سے زیادہ چاہتا تھا کہ اس کا پراجیکٹ فائنل ہو جائے! حالانکہ اس سے سارا نفع صرف راحیل خان کو ہی ہونا تھا۔!! راحیل خان نے ہونٹ کاٹتے ایک نظر سامنے کھڑی مدحا کو دیکھا۔ وہ کب سے بجائے پریزنٹیشن کے اسے نوٹ کر رہا تھا۔ مقابل واقعی بہت نروس ہو رہی تھی۔ وہ ابھی پریزینٹیشن نہیں دے سکتی تھی۔"میرا خیال ہے سر اسجد آپ کو پہلے اپنا پروجیکٹ دکھانا چاہیئے! پلیز!! راحیل خان نے اپنے سامنے بیٹھے لڑکے کو مخاطب کیا۔ وہ مدحا کو تھوڑا سا ریلکس ہوتے دیکھنا چاہتا تھا۔ ایسے اگر وہ کھڑی ہوتی تو یقیناً گھبراہٹ کے مارے غش کھا کر گر جاتی! اسی لیے اس نے اپنے سے پہلے کسی اور کو موقع دینا مناسب سمجھا۔ تاکہ انہیں دیکھ کر وہ تھوڑا بہت اور سیکھ جائے!!

"شیور!! وہ لڑکا مسکرا کر کہتے اپنی جگہ سے کھڑا ہوا۔۔ یہ ایک بہترین موقع تھا جو راحیل خان اسے دے چکا تھا۔۔ "آبان خان نے جبڑے بھینچتے راحیل خان کی طرف دیکھا۔ وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا کہ یہ مہربانی کس وجہ سے کی گئی ہے! پتہ نہیں

کیوں اسے مدحا سے کبھی اچھی وائب آئی ہی نہیں تھی۔ جیسا اسے کبھی اشنا سے محسوس ہوتا تھا بلکل ویسی ہی وائب اسے مدحا سے آتی تھی۔ اسی لیے یہ دونوں عورتیں ہی اسے بلاوجہ ہی بری لگتی تھیں۔ حالانکہ دونوں نے ہی اس کا بگاڑا کچھ بھی نہیں تھا۔ ہاں لیکن اس کے جگری بھائی کا ضرور بگاڑا تھا۔ ایک بگاڑ چکی تھی اور کسر دوسری نے بھی نہیں چھوڑی تھی۔۔ افف یہ عورتوں کا چکر!!

راحیل خان کی نظریں پروجیکٹ چھوڑے مسلسل مدحا کے اُوپر تھیں۔ وہ انتظار" کر رہا تھا کہ کب مقابل ایک مرتبہ اس کی طرف دیکھے۔۔ لیکن نہیں وہ لڑکی تو سب کچھ بھلائے پروجیکٹ کی طرف متوجہ تھی۔ وہ شاید نہیں یقیناً اس پر غور کر ہی نہیں رہی تھی۔۔ لیکن یہ نظروں کی تپشِ تھی یا پھر کیا تھا کہ وہ اتنی نظروں میں بھی تھوڑی ہی دیر میں پہچان گئی تھی کہ راحیل خان اسے دیکھ رہا ہے! وہ اس لیے اِدھر دھیان نہیں دے رہی تھی کیونکہ اور بہت سی نظریں اس پر جمی تھیں۔ جن میں اب راحیل خان بھی شامل ہو چکا تھا۔!! راحیل خان نے اسے خور کی طرف تکتا پا کر اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں جیسے ریلکس رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ چاہتا تھا بس

مقابل کنفیوز ناہو!! تبھی اسے تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ مدحا نسیم نے اسے دیکھتے بیچارگی سے ایبرو سکوڑے! وہ یہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ بھی تب جب ساروں کی نظریں اسی پر تھیں۔ راحیل خان نے اس کے اشارے کو سمجھتے اپنی آنکھوں سے پہلے اسے ہلکا سا ڈپٹنے کے انداز میں گھورتے اُنگلی سے اپنی طرف اشارہ کیا۔ "وہ اسے کہنا چاہ رہا تھا کہ میں یہیں تمہارے ساتھ ہوں!" مدحا نسیم اس کے اشارے بہت اچھے سے سمجھ رہی تھی۔ وہ دونوں سب کے سامنے آنکھوں ہی آنکھوں میں پتہ نہیں کیسے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے! نجانے ان دونوں نے ایک دوسرے کو اتنا کب جانا تھا کہ اگلے کی خاموشی بھی سمجھ رہے تھے!! "آبان خان نے دانت کچکچاتے ایک نظر مدحا کو اور پھر راحیل کو دیکھا۔ مجال تھی جو ان دونوں میں کسی کا لحاظ ہو! وہ سوچ رہا تھا اسے سہی ہی مدحا سے اچھی وائب نہیں آتی۔۔ عجیب لڑکی تھی یہ!

تالیوں کی گونج پر وہ تینوں ہی سامنے کی طرف متوجہ ہوئے جہاں وہ انسان اپنی" پریزنٹیشن مکمل بھی کر چکا تھا۔۔ وہ لڑکا واپس سے آتے اپنی جگہ پر بیٹھا۔۔ "مس مدحا شروع کریں پریزنٹیشن! راحیل خان نے مدحا کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔ وہ اسے بہت تسلی دے چکا تھا۔ اب مزید وہ پہلے کسی اور کو بھیجتا تو یقیناً آبان نے اٹھ کر کا سر پھاڑ دینا تھا۔ ویسے بھی وہ کب سے آبان خان کی نظریں خود پر محسوس کر رہا تھا۔!! مدحا نسیم نے ایک گہری سانس بھر کر خود میں ہمت جمع کرتے آگے کو قدم بڑھائے! وہ پروجیکٹر کے سامنے کھڑی سائڈ اور رکھی ٹیبل پر سے اپنا لیپ ٹاپ آن کر رہی تھی۔ سامنے بیٹھے تمام لوگوں کی ہی نظریں اس لڑکی پر تھیں۔!! مدحا نے تھوک نگلتے لیپ ٹاپ آن کرنا چاہا۔ وہ تار کو لگاتے بار بار لیپ ٹاپ آن کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ لیکن بری قسمت کہ لیپ ٹاپ بھی شاید عین ٹائم پر دغا دے گیا تھا۔۔ وہ چلنے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ اور لیپ ٹاپ کے بنا وہ پروجیکٹ سب کو آن کر کے کیسے دکھاتی؟ راحیل خان کی بے چین نظریں اسی پر تھیں۔ اب اسے کیا مسئلہ تھا کہ وہ بول ہی نہیں رہی تھی۔!! "مس مدحا ہمارے پاس زیادہ وقت

نہیں ہے! جلدی کریں پلیز!! آبان خان نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے اسے مخاطب کیا۔ پانچ منٹ گزر گئے تھے اور اس نے اب تک لیپ ٹاپ بھی آن نہیں کیا تھا۔!! "سر یہ آن ہی نہیں ہو رہا۔۔ رونی سی صورت بنا کر آبان خان سے کہتے اس نے راحیل کی طرف دیکھا جو بیٹھا اسے گھورنے میں مصروف تھا۔ آتے آتے بھی وہ اس سے پوچھ کر آیا تھا کہ کوئی مسئلہ ہے تو چیک کر لے! لیکن نہیں یہ لڑکی اس کی کہاں سنتی تھی۔! "میرا مسئلہ نہیں ہے! اگر نہیں چل رہا تو آپ دونوں جا سکتے ہیں یہاں سے! آبان خان نے سنجیدگی سے لفظ چباتے دونوں کو مخاطب کیا۔ اسے تو پہلے ہی غصّہ آ رہا تھا تبھی وہ راحیل کو بھی جانے کو بول رہا تھا۔ "آبان کوئی بات نہیں! میں دیکھتا ہوں ایک منٹ! اسجد جو پہلے نمبر پر اٹھا تھا اس نے مدحا کو دیکھتے آبان خان سے کہا۔ ساتھ ہی وہ کرسی سے بھی کھڑا ہو چکا تھا۔ "راحیل خان نے جبڑے بھینچتے اس اسجد کو دیکھا جو اب مدحا کی طرف جا رہا تھا۔ بے ساختہ ہی اس کے ہاتھ میں موجود پین پر اس کی گرفت مضبوطی ہوئی۔ جبکہ جبڑے سختی سے ایک دوسرے میں پیوست تھے! وہ شعلہ بار نظروں سے سامنے کا

منظر دیکھ رہا تھا۔ پتہ نہیں اسے مدحا کی لاپرواہی پر غصّہ آرہا تھا یا پھر اب کا منظر دیکھ کر؟؟ اسجد نے مدحا نسیم کی طرف جاتے اس کے ساتھ کھڑے ہوتے لیپ ٹاپ کا رخ اپنی طرف کیا۔ وہ اسے آن کر سکتا تھا۔۔ مدحا نسیم اس کے ساتھ کھڑی اُنگلیاں چٹخاتے ہوئے لیپ ٹاپ کو دیکھ رہی تھی۔ راحیل خان کی آنکھوں میں مزید مرچیں سی بھری۔ وہ ٹیبل کے پیچھے اس کے بلکل ساتھ کھڑا تھا۔ اور تف تھی مدحا نسیم پر کہ وہ خود بھی پیچھے ہٹنے کی تیار نہیں تھی۔ وہ تو گھبرائے ہوئے چہرے کے ساتھ لیپ ٹاپ کو دیکھتے کچھ پڑھ رہی تھی۔!! راحیل خان نے ایک نظر اسے دیکھتے دوسری نظر پورے میٹنگ روم میں ڈالی۔ یہاں موجود آدھے لوگوں کی نظریں تو مرکوز ہی مدحا پر تھیں۔ اس کے ہاتھ میں موجود پین پر گرفت مزید مضبوط ہوئی۔ آخر کیوں سب اسی کو دیکھ رہے تھے؟؟ بے ساختہ ہی اس کا پارہ ہائی ہو چکا تھا۔ اسے غصّہ آرہا تھا پہلے مدحا پر اور پھر اس کمرے میں موجود ہر اس شخص پر ہوا سے تاڑنے بیٹھا ہوا تھا۔!! "چار جنگ تھی اس میں؟ اسجد نے سوالیہ نظروں سے اس کے چہرے کر طرف دیکھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے رک گیا تھا۔۔ مقابل ایک تو تھی اتنی

پیاری اوپر سے اس وقت منہ کے کیوٹ کیوٹ سے زاویے بنائے رونی صورت بنائے وہ غضب ڈھارہی تھی! مدحا نسیم راحیل کو دیکھ رہی تھی جواب پھر سے اس کی طرف متوجہ ہوتے اسے گھورنے لگا تھا۔ مگر اس بار کچھ زیادہ ہی غصے میں وہ اسے دیکھ رہا تھا۔ مدحا نسیم کو رونا آرہا تھا کیونکہ راحیل اسے ایسے دیکھ رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب تو اس کی خیر نہیں تھی۔ آج تو راحیل نے پکا اسے نوکری سے فارغ کر ہی دینا تھا۔ مگر وہ بھی کیا ہی کرتی! "اسجد نے اسے خود کی طرف متوجہ نا پاتے سر جھٹکتے دوبارہ سے لیپ ٹاپ کی طرف دیکھا۔ اسے تو یہی لگ رہا تھا کہ چار جنگ نہیں ہے! لیکن مقابل جواب ہی نہیں دے رہی تھی۔!! میٹنگ روم میں سب لوگ بیٹھے انہی دونوں کے انتظار میں تھے کہ کب لیپ ٹاپ چلے اور کب پریزنٹیشن مکمل ہو۔ آبان خان کسی اور کو جانے کا بھی نہیں بول رہا تھا۔ وہ خود کبھی مدحا تو کبھی راحیل کو گھور رہا تھا۔ "یو ایس بی!! اسجد نے اپنا ہاتھ آگے کرتے مدحا سے یو ایس بی مانگی۔ جبکہ اس کی نظریں ابھی بھی لیپ ٹاپ پر ہی تھیں۔!! مدحا نسیم نے راحیل سے نظریں ہٹاتے اپنے کانپتے ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کے پاس یو ایس بی کی! پتہ

نہیں کیوں اسے اتنی گھبراہٹ ہو رہی تھی۔۔اسجد کی نزدیک لیپ ٹاپ پر تھیں۔ وہ اس سے یو ایس بی لینے کے چکروں میں اس کے ہاتھ کے ساتھ اپنا ہاتھ مس کر رہا تھا۔ جو کہ سب کو ہی بخوبی نظر آرہا تھا۔ مدحا کا ہاتھ اسے یو ایس بی پکڑانے کے چکروں میں بار بار مقابل سے ٹچ ہو رہا تھا۔ اور بس راحیل خان کی حد یہیں تک تھی۔ مارے غصے کے اس کے ہاتھ میں موجود پین تڑخ کر دو حصوں میں تقسیم ہوتے میز پر گرا۔ کچھ حصہ اس کے ہاتھ میں بھی چبھ گیا تھا۔ اس نے اتنی زور سے پین کو پکڑا تھا کہ پین ہی اس کے ہاتھ سے ٹوٹ گیا تھا۔۔سب کی نظریں بے ساختہ ہی راحیل خان کی طرف اٹھی جو خونخوار نظروں سے سامنے دیکھتے کرسی سے کھڑا ہو چکا تھا۔۔"راحیل سٹاپ! آبان خان نے اسے کڑے تیور لیے آگے بڑھتے دیکھ سختی سے تنبیہ کرتے روکنا چاہا۔ وہ ایک ایک بات ان دونوں کی نوٹ کرتے سب کچھ سمجھ رہا تھا۔ وہ سہی تھا مدحا کے متعلق!! راحیل خان نے تیز تیز قدموں سے مدحا کی طرف بڑھتے اسے بازو سے پکڑتے پیچھے کو کیا۔ ابھی وہ اس کے منہ بھی نہیں لگنا چاہتا تھا۔ ورنہ جتنا غصّہ اسے تھا وہ یہیں اس عورت کی قبر کھود دیتا۔!!

"زیادہ ہاتھ لگانے کا شوق ہے تُجھے ہاں ؟اسجد کی طرف جاتے اسے گریبان سے پکڑ کر جھٹکے سے سیدھا کرتے راحیل خان نے ایک زوردار مکا اس کے منہ پر رسید کیا۔ اسے سب سے زیادہ آگ ہی اس چیز کی لگی تھی۔۔ آبان خان نے بے ساختہ ہی مدحا کو نہایت سخت نظروں سے گھورا۔ جواب حیرت سے راحیل خان کو لڑتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ جیسے اسے علم ہی نہ ہو کہ آخر ہوا کیا ہے ! جبکہ سب سمیت اسجد نے بھی حیرت سے راحیل خان کو دیکھا۔ اسے اچانک کیا ہوا تھا؟ اگر وہ مدحا کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ ٹچ کر بھی رہا تھا تو اسے کیوں آگ لگ رہی تھی۔ انہیں یہی سمجھ نہیں لگی تھی۔ "ہاں ہمت کیسے ہوئے تیری اسے ہاتھ لگانے کی ؟اسے سیدھا کر کے ایک اور مکا اس کے منہ پر کرتے راحیل خان بری طرح حلق کے بل دھاڑا۔ سب لوگ بے ساختہ ہی اپنی اپنی کرسیوں سے اٹھتے کھڑے ہوئے ! یہاں تو میٹنگ سے لڑائی شروع ہو گئی تھی۔ ! ! "تیری بہن ہے کیا جو تُجھے اتنی مرچیں لگ رہی ہیں ! ایک اور مکا اپنی طرف آتے دیکھ اسجد نے راحیل خان کا ہاتھ بیچ میں ہی روکا۔ وہ چیختے واپس سے اس کے منہ پر مکا جڑ چکا تھا۔۔ راحیل خان

بے ساختہ ہی ایک قدم پیچھے کو لڑکھڑایا۔ وہ اس وار کے لیے تیار نہیں تھا۔۔ مدحا نسیم ایک طرف کھڑی منہ پر ہاتھ رکھے اپنی چیخ روکتے ہوئے راحیل خان کو دیکھ رہی تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ مقابل اس کی وجہ سے لڑ رہا ہے! "سالے)گالی("۔ راحیل خان نے آگے کو ہوتے ایک ساتھ دو سے تین مکے اس کے پیٹ اور منہ پر مارے! اسے پتہ نہیں کیوں اس کی بات پر پہلے سے زیادہ غصّہ آچکا تھا۔!! آبان خان نے تیز تیز قدموں سے اس طرف اپنے قدم بڑھائے! باقی سب ابھی تک کھڑے اُن دونوں کو لڑتا ہوا دیکھ رہے تھے! "راحیل چھوڑ اسے! راحیل خان کو بازو سے پکڑتے پیچھے کرنے کی کوشش کرتے آبان خان نے سختی سے اسے روکا۔ وہ اسجد کا منہ توڑنے کے درپر تھا۔۔ وہ بنا رکے اس کے منہ پر مکے مارتا ہی جارہا تھا۔ شاید ہی وہ پہلی مرتبہ کسی سے مدحا کیلئے اس حد تک لڑ رہا تھا۔!! "بکواس بند رکھ! اس سالے نے ہاتھ بھی کیسے لگایا اسے! ایک جھٹکے سے آبان خان سے اپنا آپ چھڑواتے راحیل خان نے آگے بڑھتے اپنی پوری قوت سے لات اسجد کے پیٹ میں ماری! وہ بے ساختہ ہی پیچھے بری طرح زمیں بوس ہوا تھا۔۔ راحیل خان کا

بس نہیں تھا کہ اس آفس کو ہی آگ لگا دے ان لوگوں سمیت جن کی نظریں اس لڑکی پر تھیں۔ وہ غصے سی آتش فشاں بنا ہوا تھا۔ "بس کر جان سے مارے گا کیا اسے ؟اسے واپس سے اسجد کی طرف بڑھتے دیکھ آبان خان نے دونوں کے بیچ میں آتے دھاڑتے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہ اسے دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ساری اہم میٹنگ کا ستیاناس کر دیا تھا اس آدمی نے!! "تھو ہے تیرے آفس پر جہاں اس طرح کے غلیظ لوگ آتے ہیں! آبان خان کو گھور کر زہریلے لہجے میں پھنکارتے پیچھے کی طرف مڑا۔۔ اس کی دہکتی شعلہ بار نظریں مدحا پر جمی تھیں جو اپنے منہ پر ہاتھ رکھے سہمی ہوئی نظروں اسے ہی دیکھ رہی تھی۔اس کی آنکھیں ہی بتا رہی تھیں کہ وہ کتنا ڈری ہوئی ہے!! راحیل خان نے ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے سختی سے اس کی کلائی کو اپنی آہنی گرفت میں لیا۔ وہ ایک نظر اسے گھورتے ہوئے اس کے ہاتھ کو پکڑے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ مدحا نسیم نے ایک نظر اپنے ہاتھ کو دیکھتے اس کی پشت کو دیکھا۔ وہ اتنی تیزی سے چل رہا تھا کہ اسے مقابل کے قدموں کا ساتھ دینے کے لیے بھاگنا پڑ رہا تھا۔۔

لیکن وہ انسان بنا اس کے بارے میں سوچے اسے ساتھ لیے میٹنگ روم سے باہر نکلا۔اس کی کلائی پر راحیل خان کی گرفت اتنی مضبوط تھی کہ اسے لگ رہا تھا کسی بھی لمحے اس کی کلائی ٹوٹ کر ہاتھ میں آجائے گی۔!! آبان خان نے راحیل کے جاتے ایک نظر زمین پر پڑے کراہتے ہوئے اسجد کی طرف دیکھا۔!! "سالوں آگ تم لوگوں کی بھی میں بھجتی!! ایک زور دار ٹھڈا اس کے پیٹ میں مارتے آبان خان تھوڑا جھکتے دبی دبی آواز میں غرایا۔۔دوسرے لمحے وہ سیدھا ہوتے باقی سب کی طرف متوجہ ہوا جو کھڑے اسے ہی دیکھ رہے تھے!! "میٹنگ از اوور!! نیکسٹ ڈیٹ میرا مینیجر آپ لوگوں کو بتادے گا میٹنگ کی!! سنجیدگی سے ایک نظر سب کو دیکھ کر کہتے آبان خان نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے! اس کا ارادہ اب راحیل سے دوٹوک بات کرنے کا تھا۔وہ اپنے آفس میں مزید یہ لڑائی جھگڑے ہنسی مذاق برداشت نہیں کر سکتا تھا۔کام کی جگہ کو بھی اس انسان نے مذاق بنا دیا تھا۔۔میٹنگ روم سے نکلتے اس کے قدموں کا رخ راحیل کے آفس کی جانب تھا۔۔

راحیل خان نے مدحا کو لیے آفس میں داخل ہوتے اسے دیوار میں بے دردی سے پٹخا۔ وہ نہیں جانتا تھا اسے اتنا غصّہ کیوں آرہا ہے! غرض کہ وہ اس وقت کچھ سوچ ہی نہیں رہا تھا۔ اسے بس وہ منظر یاد تھا جب سارے اسے دیکھ رہے تھے اور دوسرا جب اسجد نے اس کے ہاتھ کے ساتھ اپنا ہاتھ مس کیا تھا۔ اور یہی اسے غصّہ دلانے کے لیے کافی تھا۔۔ وہ پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ بھی بند کر گیا تھا۔!! مدحا نسیم نے آنکھوں میں ڈھیروں نمی لیے اسے دیکھا۔ اس کی کمر بہت بری طرح دیوار میں لگی تھی۔ مقابل نے جیسے اسے دھکا دیا تھا۔ لیکن وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ وہ کیا بولتی؟ اسے تو یہ بھی سمجھ نہیں آئی تھی کہ اسجد نے اسے ہاتھ کب لگایا۔ اس کی ساری توجہ اس وقت بھی اسی ایک انسان کی طرف تھی۔ اسے تو پتہ ہی تب چلا جب راحیل خان نے اچانک سے آتے اسجد کو مارنا شروع کیا تھا۔۔ ہاں سچ یہی تھا۔ وہ اس کی طرف دیکھتے اتنی گم تھی کہ اسے کسی اور کے ہاتھ کا لمس بھی اپنے ہاتھ پر محسوس نہیں ہوا تھا۔۔ راحیل خان نے اس کے مقابل جاتے اس کے اِرد گرد دیوار پر ہاتھ جماتے اسے مکمل طور پر محصور کیا۔ اس کی خون چھلکاتی آنکھیں مقابل کی

سہمی ہوئی آنکھوں میں گڑی تھیں۔!!"ہٹ نہیں سکتی تھی تم وہاں سے ہاں؟ وہ جب تمہارے پاس آکر کھڑا ہوا تم تب ہی اس سے پیچھے کیوں نہیں ہوئی!! اپنے زخمی ہاتھ کو دیوار میں بے دردی سے مارتے راحیل خان حلق کے بل اس کے منہ پر دھاڑا۔ غصّہ تو یہیں سے شروع ہوا تھا کہ وہ پیچھے ہٹی کیوں نہیں تھی۔ وہ کیوں اپنی ہی جگہ پر جم کر کھڑی تھی؟ مدحا نسیم نے بے ساختہ ہی آنکھیں میچی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے راحیل خان اس وقت اپنے حواس میں نہیں ہے!! اس کے دماغ پر بس غصّہ سوار تھا۔ اور وہ بلکل ٹھیک سوچ رہی تھی۔ اسے ڈر لگ رہا تھا مقابل کے اس روپ سے! وہ پہلی مرتبہ راحیل خان کو اتنے غصے میں دیکھ رہی تھی۔!!"سنائی نہیں دے رہا تمھیں؟ کچھ پوچھ رہا ہوں میں؟ اسے ابھی بھی خاموش دیکھتے راحیل خان نے اس کے جبڑے کو سختی سے اپنے ہاتھ کی گرفت میں لیتے دبی دبی آواز میں غراتے پھر سے پوچھا۔ مقابل جواب نا دے کر اس کے غصے کو مزید ہوا دے رہی تھی۔۔ مدحا نسیم نے بے ساختہ ہی درد کی شدت سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

مقابل اس کا جبڑا توڑنے کے درپر تھا۔ درد سے اس کی آنکھوں میں آنسوں سے بہنے لگے تھے!! کتنا بے مروت انسان تھا یہ جو بات بے بات اس پر غصّہ اُتار رہا تھا۔۔

آبان خان جو ابھی ہی اس کے آفس میں داخل ہوا تھا اندر کا منظر دیکھتے اس نے افسوس سے راحیل خان کو دیکھا۔ اسے کچھ ایسی ہی اُمید تھی کہ وہ لڑکیوں پر غصّہ نا کرنے والا مرد مدحا کے آنے کے بعد بلکل آپازٹ ہو جائے گا۔!! دوسرے لمحے اس نے سر جھٹکتے ان دونوں کی طرف اپنے قدم بڑھائے! راحیل خان دروازہ لاک کرنا بھول گیا تھا۔ تبھی وہ اندر آ چکا تھا۔ "راحیل چھوڑ اسے رو رہی ہے وہ! آبان خان نے اس کے ہاتھ کو چھڑوانے کی کوشش کرتے اس کی توجہ مدحا کے شدت سے بہتے آنسوؤں کی طرف۔ کروانی چاہی۔ وہ واقعی میں رونے لگی تھی۔۔

"ہٹ جا آبان۔ اس کے اور میرے بیچ میں، میں کسی تیسرے کو برداشت نہیں کروں گا یاد رکھنا۔ تُجھے بھی نہیں! اپنی شدید سرخ ہوتی آنکھیں۔ آبان خان پر گاڑے راحیل خان بھوکے شیر کی مانند غرایا۔!! آبان خان نے ہونٹ بھینچ کر اسے دیکھتے اسے چھوڑتے ایک جھٹکے سے مدحا کو پکڑتے پیچھے کیا۔ وہ فوراً ہی اسے

اپنے پیچھے کر گیا تھا۔۔تاکہ دوبارہ راحیل اس تک نا پہنچ سکے! پتہ نہیں آج راحیل خان کو ہو کیا گیا تھا۔ وہ حواس کھوتے پاگل ہونے کے در پر تھا۔ "ریلکس ہو میری بات سن! اس کا کیا قصور ہے جو اسے بول رہا ہے تو! اسے آگے بڑھتے دیکھ آبان خان نے ہاتھ آگے کرتے اسے روکنا چاہا۔ "اس کا قصور یہ ہے کہ یہ اس سے پیچھے نہیں ہوئی!! میرا بس نہیں چل رہا میں اسے یہیں زندہ دفنا دوں۔ راحیل خان نے ایک جھٹکے سے آگے کو ہوتے مدحا کو بازو سے پکڑتے خود کی طرف کرنا چاہا۔۔ وہ اس میں کامیاب ہی بھی جاتا۔ مگر آبان خان عین وقت پر اسے پھر سے اپنے پیچھے کرتے اسے دور کر گیا تھا۔۔ مدحا نسیم تو کھڑی روتے ہوئے راحیل کی آوازیں سن رہی تھی۔ وہ ان کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ گئی تھی۔ کبھی وہ کھینچ رہا تھا تو کبھی آبان خان پھر سے پکڑتے اسے اپنے پیچھے کر لیتا۔!! "تُجھے کیوں اتنی آگ لگ رہی ہے پھر؟ تو باپ لگتا ہے اس کا؟ بھائی یا پھر شوہر؟ کیا لگتا ہے تو اس کا جو تیری جل رہی ہے! اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے آبان خان نے دل میں پلتا سوال پوچھ ہی لیا تھا۔ کاش کہ آج یہ انسان اسے سچ سچ جواب دے ہی دیتا۔!! "میرے ساتھ زیادہ

بکواس مت کر! اور نکل میرے آفس سے باہر! تیرے لیے بہتر یہی ہے شرافت سے اسے میرے حوالے کر دے! ورنہ میرے علاوہ کہیں اور جا نہیں سکتی یہ! یاد رکھنا۔!! راحیل خان نے انگلی اٹھاتے اسے تنبیہ کی۔اسے بس اس وقت مدحا سے سوال پوچھنا تھا۔آبان خان بیچ میں آتے فضول میں اس کا دماغ مزید خراب کر رہا تھا۔!! "مس مدحا کل سے آپ کو میری کمپنی میں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے! یاد رکھیے گا کل سے میں آپ کو یہاں ایک منٹ بھی برداشت نہیں کروں گا۔ رہی سیلری کی بات تو وہ آپ کے اکاؤنٹ میں ہر مہینہ ٹرانسفر ہوتی رہے گی۔ بہتر ہے اپنی خوبصورتی کو سمبھال کر گھر بیٹھیں آپ!" راحیل خان کی طرف دیکھتے وہ سنجیدگی سے مخاطب اپنے پیچھے کھڑی مدحا سے تھا۔۔ مدحا نسیم نے اس کی بات پر آنکھیں میچتے کھولی۔اسے آبان سے کچھ ایسی ہی اُمید تھی۔۔جو کچھ آج اس کی وجہ سے ہوا تھا اس کے بعد کوئی بھی کمپنی ہوتی اسے دھکے دے کر نکال دیتی۔!! "ہنہہہ!! راحیل خان اس کی بات پر منہ نیچے کرتے تمسخر سا مسکرایا۔ایک یہی دھمکی دے سکتا تھا یہ انسان بس! اسے بھی آبان سے کچھ ایسی ہی اُمید تھی۔!!

موقع دیکھتے آگے کو ہوتے راحیل خان نے ایک جھٹکے سے واپس سے مدحا کو پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔ وہ اسے اپنی طرف کھینچے ساتھ ہی اس کی کمر کے گرد ہاتھ باندھتے اسے اپنے پاس محصور کر گیا تھا۔ مدحا نے آنسوؤں بھری آنکھیں اٹھاتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ جو کہ اس کے نہایت نزدیک تھا۔ وہ راحیل خان سے بلکل لگ کر کھڑی تھی۔ جبکہ اس کا ایک ہاتھ وہ اپنی کمر پر بخوبی محسوس کر رہی تھی۔ اسے مزید رونا آرہا تھا کیونکہ یہ انسان اب ظلم کی انتہا کر رہا تھا۔ وہ اس خوشبو کو ساری زندگی بھولنے والی نہیں تھی جو اس وقت راحیل خان کے کوٹ سے اٹھتے اس کے حواسوں پر چھا رہی تھی۔!! "جب تک میں ہوں تو کیا تیرا باپ بھی اسے آفس سے نہیں نکال سکتا۔۔ دیکھتا ہوں میں بھی کل سے کیسے نہیں آتی یہ! اس کے گھر پہنچ کر اسے اٹھوا کر نہ لایا تو میرا نام بھی راحیل خان نہیں!! آبان خان کی طرف دیکھتے وہ دبی دبی آواز میں چیخا۔ وہ بنا سوچے سمجھے خود سے کچھ بھی بول رہا تھا۔!! "کمینے دور ہو کر کھڑا ہو! آبان خان نے ایک نظر ان دونوں کو دیکھتے دانت پیستے اسے تنبیہ کی۔ وہ دھمکی بھی اسے ایسے دے رہا تھا جیسے اس کے باپ کی کمپنی ہو!

آبان خان کی چیزوں پر وہ ایسے ہی حق جتاتا تھا۔ وہ اس معاملے میں کچھ نہیں بول سکتا تھا۔!! "تیری جل رہی ہے تو دفعہ ہو یہاں سے! کس نے کہا ہے تُجھے یہاں کھڑا ہو۔ وہ رہا دروازہ نکل یہاں سے! اسے گھورتے ہوئے کہتے راحیل خان نے اسے دروازے کا راستہ دکھایا۔۔ "اوپر چڑھ جا اس کے! جاتے جاتے آبان خان اپنی بھڑاس نکالنا بلکل نہیں بھولا تھا۔ وہ اسے اپنے اتنے نزدیک کیے کھڑا تھا جو کہ بہت نامناسب تھا۔ اسی لیے آبان خان نے اسے منع کیا تھا۔۔ لیکن مجال تھی جو یہ آدمی کبھی اس کی سن لے! وہ بے بس تھا بلکل! اتنا کوئی اولاد اپنے باپ کو ذلیل نہیں کرتی جتنا راحیل خان آبان کو کرتا تھا۔ لیکن پھر بھی آبان خان بلکل ایک باپ کی طرح ہی اس کا دھیان رکھنا نہیں چھوڑتا تھا۔ کیونکہ وہ چھوڑ ہی نہیں سکتا تھا۔ جان بستی تھی اس کی راحیل خان میں! اور ایک یہ انسان تھا جسے قدر ہی نہیں تھی اس کی!! آبان خان کے آخری لفظوں پر بے ساختہ ہی مدحا نسیم کی رنگت تانبے کی مانند سرخ پڑی! کیا وہ اسے بول کر گیا تھا؟ وہ رونا بھولے نظریں جھکائے ہوئے

شرمندگی سے جیسے زمین میں دھنسنے والی تھی۔ راحیل خان کا پورا خاندان ہی بے شرم اور بے باک تھا۔۔

کوئی رومانٹک بات نہیں ہوئی ہمارے درمیان جو تم ایسے شرما رہی ہو! اس کے " ایکسپریشنز کو نوٹ کرتے راحیل خان نے اسے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے لفظ چبائے! البتہ اس کی کمر سے ہاتھ وہ ہٹا چکا تھا۔ مقابل اب خود اس کے نزدیک کھڑی تھی۔ وہ چاہتی تو پیچھے ہو سکتی تھی۔ لیکن نا تو وہ پیچھے ہو رہی تھی اور نہ ہی راحیل خان نے زحمت کی تھی۔ البتہ اسے احساس ضرور ہو گیا تھا کہ وہ واقعی نا مناسب ہاتھ رکھے کھڑا تھا۔ تبھی فوراً ہاتھ ہٹا بھی لیا تھا۔۔ مدحا نے خاموشی سے اس کی آنکھوں میں ایک نظر دیکھتے اپنے آنسوں صاف کیے! اب وہ اسے کیا بتاتی کہ جتنی بیہودہ بات اس کا بھائی کہہ کر گیا ہے وہ اس کی وجہ سے شرمندہ ہو رہی ہے! اس نے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔ ان لوگوں کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔۔ "تم ہٹی کیوں نہیں تھی مدحا؟ سچ سچ بتانا۔ تمھیں میری قسم! راحیل خان نے اس کی ٹھوڑی پر

ہاتھ ٹکا کر اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے نرمی سے پوچھا۔ اس نے بڑے مان سے مقابل کو اپنی قسم دی تھی۔ جیسے اسے یقین ہو کہ مقابل جھوٹ نہیں بولے گی۔ البتہ دل میں اس کے ابھی تک یہی بات چل رہی تھی کہ وہ پیچھے کیوں نہیں ہٹی تھی! اسے یہ سوال سوئیوں کی طرح چبھ رہا تھا۔۔ مدحا نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ وہ اسے اتنے مان سے آخر اپنی قسم کیوں دے رہا تھا؟؟ وہ کنفیوز ہو کر رہ گئی تھی۔!! البتہ اس کی آنکھوں سے آنسوں اب رک چکے تھے!! "میں آپ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ مجھے سچ میں یہ تک پتہ نہیں چلا کہ کب اس نے میرے ہاتھ کے ساتھ اپنا ہاتھ ٹچ کیا۔ کمپیوٹر چل نہیں رہا تھا اور آپ مجھے گھور رہے تھے! میں بہت ڈر گئی تھی۔۔ نظریں جھکائے اس نے ساری بات سچ سچ اس کے گوش گذار کی۔ وہ اپنی قسم دے چکا تھا۔ اب تو جھوٹ بولنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اسی لیے اس نے حرف با حرف سچ بولا تھا۔۔ "کیوں کھو جاتی ہی تم مجھے دیکھ کر؟ ہمم؟ کیوں تمہاری آنکھیں آس پاس کے حسین نظارے چھوڑ کر صرف مجھ پر مرکوز ہو کر رہ جاتی ہیں؟ راحیل خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے کسی ٹرانس کی

کیفیت میں سوال داغا۔ یہ مقابل کی خام خیالی ہی تھی کہ وہ کچھ بھی نوٹ نہیں کرتا۔ راحیل خان اس کے متعلق چھوٹی سے چھوٹی بات بھی نوٹ کرتا تھا۔!! مدحا نسیم نے بے ساختہ ہی جھجھکتے اس سے اپنی نظریں چرائی۔ مجال تھی جو اس انسان سے اس کی کوئی بات چھپ جاتی! وہ اس کے متعلق چھوٹی سے چھوٹی بات بھی آسانی سے جان لیتا تھا۔۔" نظریں مت چراؤ۔ مجھے جواب چاہیے! اسے خاموشی دیکھتے راحیل خان نے اس کی ٹھوڑی پر ہلکی سی گرفت مضبوط کرتے بے چینی سے اپنا سوال دہرایا۔ اسے جواب ہر صورت جاننا تھا۔۔"پت۔۔ پتہ نہیں! میرے بس میں نہیں ہے یہ! اس کی آنکھوں میں دیکھتے بلکل دھیمے سے جواب دیا گیا۔ اسے خود کو آج تک سمجھ نہیں لگی تھی کہ ایسا کیوں ہے! وہ اسے کیا ہی بتاتی۔ اب وہ اسے یہ تو بتانے سے رہی کہ اس کا دل مقابل کی طرف مائل ہو رہا تھا۔ وہ پسند کے جذبے سے بہت آگے نکل چکی تھی۔ اور یہ جذبہ اس نے پہلی مرتبہ اپنے اندر محسوس کیا تھا۔ صرف راحیل خان کے لیے!! "قابو کرو خود کو! یہ ہم دونوں کے لیے بہت نقصان دہ ہے! تمہاری محبت میرے لیے مضر ہے! میں تمہارے لیے نہیں ہوں!

میں کسی اپنی جیسی کے لیے ہوں! کوشش کرنا کہ محبت اتنی ہی کرنا تمہاری محبت کی آنچ مجھ تک نا پہنچ جائے! کیونکہ اگر ایسا ہو گیا تو۔ یقین کرو میں ایک مرتبہ پھر برباد ہو جاؤں گا۔ اور یہ بربادی اس مرتبہ غلط راستے تک نہیں بلکہ مجھے موت تک پہنچائے گی۔ تمہارے جیسی ہی ایک پاک لڑکی سے محبت کی سزا میں بھگت چکا ہوں۔ مزید تمہاری طرف مائل ہو گیا تو یقین کرو میں مر جاؤں گا۔ کیونکہ میں پاک عورتیں ڈیزرو نہیں کرتا۔ تم بہت دیر سے ملی ہو مدحا۔ خدارا اب یہ دلوں کا کھیل کھیلنا چھوڑو اور میرا دل اپنی طرف سے موڑ دو۔ میرا دل پہلے ہی کسی کام کا نہیں ہے! ایک جو میری زندگی میں آنے والی ہے کچھ اس کے لیے بھی رہنے دو۔!!"

اس کے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکائے وہ تھکے ہارے انداز میں ڈھکے چھپے لفظوں میں اسے اپنی زندگی کے بارے میں بہت کچھ بتا چکا تھا۔ وہ اس کی منت کر رہا تھا اپنا ہی دل واپس لینے کے لیے! کیا راحیل خان مدحا سے؟؟؟؟؟ "کک۔۔ کون آنے والی ہے؟ پلکیں جھپک کے آنکھوں میں ٹھہرے آنسوں نیچے گراتے اس نے مقابل کو دیکھتے استفسار کیا۔ وہ دونوں ابھی تک ویسے ہی ایک دوسرے کے قریب

کھڑے تھے! راحیل خان نے آنکھیں بند کئے اس کے ماتھے کے ساتھ اپنا ماتھا ٹکایا ہوا تھا۔ کیونکہ وہ تھک گیا تھا۔ ہر چیز سے! اسے سمجھ نہیں آتی تھی آخر کس طرف جائے! اسے لگتا تھا وہ ایک مرتبہ پھر چھ سال پیچھے چلا گیا ہے جب اسے کوئی بھی راہ نظر نہیں آرہی تھی۔ تب تو دل بہلانے کو اس نے غلط راستہ اپنا لیا تھا۔ اس مرتبہ اس نے واقعی مر جانا تھا۔ کیونکہ غلط راستے کا انجام پہلے ہی اس کی نیندیں حرام کیے ہوئے تھا۔ "ہے ایک جسے مجھ جیسے کے لیے بنایا گیا ہو گا۔ جس کے لیے خدا نے میرے دل میں ہمدردی ڈالی۔ کہ میں اس کو نکال سکوں اس غلیظ جگہ سے! پہلے خدا نے اسے میرے لیے ہیلنگ پوائنٹ بنایا۔ شاید اب میری باری ہے! میں مجبور ہوں کیونکہ میں چاہ کر بھی احسان فراموشی نہیں کر سکتا۔ ہے ایک میری سب سے اچھی دوست! دھیمے سے کہتے وہ اسے مہر ماہ کے متعلق آگاہ کر رہا تھا۔ "خدا آپ کے لیے آسانیاں کرے! خوش رہیے گا۔ اس کے سینے سے قمیض کو مٹھیوں میں جکڑتے مدحا نے نہایت بھاری ہوتے دل کے ساتھ پتہ نہیں کیسے یہ دعا دی تھی۔ وہ پہلے بھی جانتی تھی کہ راحیل خان اس کے لیے نہیں ہے! وہ اس کی باتوں کی گہرائی

میں نہیں جارہی تھی۔اس کے لیے یہی خبر کافی تھی کہ راحیل خان شادی کرنے جا رہاہے!!اسے مقابل کو دعادیتے بھی کسی سہارے کی ضرورت تھی تبھی وہ اسی کے سہارے کے لیے اس کی شرٹ مٹھیوں میں جکڑ گئی تھی۔!!"تمہاری خوشی میٹر کرتی ہے!میرا کیا ہے میں تو پہلے برباد ہوں۔تم اپنے دل کو سنبھالو اور اپنے ہونے والے شوہر کے لیے تمام جذبات رکھو۔میں خود دیکھوں گا تمہارے لیے لڑکا۔ بہت اچھا بلکل تمہاری طرح پاک!!تھوڑا پیچھے کو ہوتے راحیل خان نے ہلکا سا مسکراتے انگوٹھے کے پور سے اس کے آنسوں صاف کیے۔۔اس کا غصّہ بیٹھ چکا تھا۔ اب وہ جو کچھ بھی کہہ رہا تھا پورے ہوش و حواس میں کہہ رہا تھا۔۔مدحا نسیم نے آنکھیں اٹھاتے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔کتنا ظالم انسان تھا یہ!!اسے تکلیف ہو رہی تھی مقابل کے لفظوں سے!!"لیکن وہ آپ نہیں ہونگے!ہلکا سا مسکرا کر اس سے دور ہوتے اس نے کرب سے کہا۔جب سچائی کھل ہی گئی تھی تو کچھ چھپانے کا فائدہ نہیں تھا۔وہ تبھی دل کی بات کہہ گئی تھی۔۔"کچھ ہے میرے بارے میں جو تم نہیں جانتی۔۔اگر جانتی ہوتی تو یقین کرو میرے ساتھ ایک آفس میں بھی نہ

بیٹھتی تم۔ محبت کرنا تو بہت دور کی بات ہے! اسے آگے بڑھتے دیکھ راحیل خان نے اس کا ہاتھ پکڑتے روکتے بے بسی سے اسے کہا۔!! "محبت کچھ نہیں دیکھتی۔ آپ کی حقیقت چھوڑیں اگر میرے بس میں محبت ہوتی تو میں آپ کی اور اپنی حیثیت دیکھ کر ہی پیچھے ہٹ جاتی! لیکن محبت پر انسان کا زور کہاں چلتا ہے! ہمارے لیے بہتر تھا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے ملتے ہی نہیں!! پیچھے مڑ کر اس نے بھیگے سے لہجے میں اس کی آنکھوں میں دیکھتے کہا۔ "ہاں یہی بہتر تھا۔ میں زیادتی کر رہا ہوں۔ مہر ماہ کے ساتھ میں جانتا ہوں۔ لیکن تم۔۔ تم ہو مدحا۔ کاش کہ ہم ملے ہی نہ ہوتے! اس کے ہاتھ کو چھوڑتے راحیل خان نے کرب سے مسکراتے سچ اگلا۔ اسے احساس تھا کہ وہ مہر ماہ کے ساتھ زیادتی کر رہا ہے! جیسا وہ محسوس کر رہا تھا اس سب کا حق مدحا کا نہیں مہر ماہ کا تھا۔ وہ واقعی اس عورت کے ساتھ غلط کر رہا تھا۔ اسے چاہیے تھا کہ خود پر ضبط رکھتا۔ جو وہ حد درجہ کر بھی رہا تھا۔ لیکن پھر بھی مدحا۔۔ مدحا تھی۔۔ مدحا اپنے آنسوں صاف کرتے سنجیدگی سے ٹیبل کی طرف بڑھی۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ آج سے ہی وہ کوئی اور جاب ڈھونڈنا شروع کر دے

گی۔ اس جاب نے اس کا بہت نقصان کروا دیا تھا۔ اب جب تک اسے کوئی اور نوکری نہیں ملنی تھی اسے مجبوراً یہاں ہی رہ کے اسی انسان کے ساتھ کام کرنا تھا۔۔

"کل سے اگر تم مجھے اس طرح کے کپڑوں میں نظر آئی تو یقین کرو میں قسم اٹھاتا ہوں تمھیں ان کپڑوں سمیت بیچ آفس میں کھڑا کر کے آگ لگا دوں گا۔ دیکھی جائے گی پھر جو ہو گا۔ اس کی ٹیبل کے پاس آ کر تھوڑا جھکتے راحیل خان نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔ وہ بلکل پاگل تھا۔ پہلے خود ہی اسے یہ کپڑے پہننے کو دیے تھے اور اب خود ہی کھڑا دھمکیاں لگا رہا تھا۔۔ "اب آپ کے بھائی آپ کو آفس سے نہیں نکالے گیں؟ اس کی آنکھوں میں دیکھتے سیدھا سیدھا طنز کیا گیا۔ "نہیں کیونکہ اب میں چاہتا ہوں۔ بھائی کو منانا کونسا مشکل کام ہے؟ سنجیدگی سے کہتے راحیل خان ٹیبل سے پیچھے ہوا۔ اب اسے آبان خان کے پاس جانا تھا۔

جبکہ پیچھے مدحا نسیم نے اس کی بات پر بری طرح اپنے دانت کچکچائے! جہاں ایک طرف اچھا تھا کہ اس کی جینز شرٹ سے جان چھوٹ رہی تھی وہیں دوسری طرف اسے غصّہ بھی آیا تھا۔۔ کتنا بدتمیز انسان تھا یہ!! جبکہ اس کے برعکس اس کے دل

اور دماغ میں ایک نام چل رہا تھا اور وہ تھا مہر ماہ!! راحیل خان نے اس کے سامنے وہ نام لیا تھا اور اس کے ذہن میں جیسے حفظ ہو کر رہ گیا تھا۔ اب شاید ہی ساری زندگی اس نے مہر ماہ نام کو بھول پانا تھا۔ کیونکہ اُس عورت کے پاس وہ جا رہا تھا جس کی اس کے دل میں خواہش اور محبت تھی۔ "مہر ماہ۔۔ سرگوشی نما آواز میں بولتے اس نے ایک نظر دروازے کی طرف دیکھا۔ کتنی کوئی خوش قسمت عورت تھی وہ!! اُداس سا مسکراتے وہ واپس سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوئی۔!! زندگی جسے جس موڑ پر لے جائے ان کی کہانی نے بھی وہیں جانا تھا۔ یہ سب نصیبوں کے کھیل تھے۔ وہ تینوں کتنا بھی چاہ لیتے کچھ نہیں کر سکتے تھے! ہونا وہی تھا ہو قسمت نے ان تینوں کے لیے لکھا تھا۔ نجانے وہ ایک مرد اب کس کے حصے میں جانا تھا۔

یہ تقریباً رات کے دس بجے کا وقت تھا جب رات کی چاندنی ہر سو پھیلی ہوئی تھی۔ آج رات ہلکی ہلکی سی بوندا باندی ہو رہی تھی۔ تبھی موسم کافی حد تک خوشگوار تھا۔ ہلکی سی ٹھنڈ کی رمق بھی تھی موسم میں! شاید یہ سردیوں کی آمد کے لیے بادل برس رہے تھے! یہ تقریباً اکتوبر کا مہینہ تھا۔ اچھی خاصی سردی تو پچھلے دنوں ہوئی بارشوں کی وجہ سے بھی بڑھ چکی تھی۔!! ایسے میں بالاج خان اس وقت اپنے فلیٹ میں موجود راکنگ چیئر پر جھولتے ہوئے بیٹھا سنجیدگی سے گلاس ونڈو سے باہر برستی بارش کو دیکھ رہا تھا۔ یہ رات کے دس بج رہے تھے۔ وہ کب سے اسی حالت میں بیٹھا باہر برستی بارش کی کبھی ہلکی کبھی تیز برستی بوندوں کو دیکھ رہا تھا۔۔ پتہ نہیں وہ کن لا متناہی سوچوں میں گم تھا۔۔ ماورا جمیل اسی کے فلیٹ میں موجود بیہوش بیڈ پر پڑی تھی۔ شاید بالاج خان نے اسے بہت ہیوی ڈوز دے دی تھی تبھی وہ پچھلے چار سے پانچ گھنٹوں سے ابھی تک بیہوش ہی تھی۔ بالاج خان اسے لیے

اپنے فلیٹ میں آیا تھا۔ یہ دو کمروں پر مشتمل ایک چھوٹا سا فلیٹ تھا جسے بنانے والے میں کچھ اس طرح سے سنوارا تھا کہ کوئی بھی دیکھتا تو رہنے والے کے ذوق کو ضرور سراہتا۔ صاف ستھرا یہ چھوٹا سا گھر بالاج خان کا اپنا ذاتی تھا۔ وہ چاہتا تو اسے کسی فارم ہاؤس بھی لے کر جا سکتا تھا۔ لیکن بالاج خان نے یہ ضروری نہیں سمجھا۔ وہ صرف دو لوگ تھے! اس چھوٹے سے گھر میں رہ سکتے تھے! ویسے بھی یہاں ہر طرح کی سہولت موجود تھی۔۔ بالاج خان نے خود بھی کوشش نہیں کی تھی کہ ماورا کو ہوش میں لے آئے! وہ کچھ پل سکون کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔ جو کہ وہ جانتا تھا کہ آج کے بعد اس کا ختم ہونے والا تھا۔ وہ اب اتنا بھی بے خبر نہیں تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ اب سے اس کا سکون چین سب غرق ہونے والا ہے! شیرنی کے منہ میں ہاتھ اس نے خود ڈالا تھا۔ تو اب بھگتنا بھی اسے خود کو ہی تھا۔ جس کے لیے وہ تیار بھی تھا۔ اپنے سینے سے رستے خون پر پٹی وہ کر چکا تھا۔ ایک دو اسٹیچیز کھل چکے تھے۔ مگر اب اس کا دل نہیں تھا کہ ڈاکٹر کے پاس جاتا۔ اسی لیے خود سے ہی پٹی کرتے اب سکون سے پڑا تھا۔۔ ریکنگ چیئر پر جھولتے وہ اپنے ہاتھ میں سگریٹ تھامے

تھوڑی تھوڑی دیر بعد گہرے کش لیتے باہر برستی بارش کو دیکھ رہا تھا۔ وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود تھا جہاں سامنے ہی بیڈ پر اس کی شریک حیات ہوش و خرد سے بیگانہ نیند کی وادیوں میں تھی۔۔ اسے کافی ٹائم ہو گیا تھا بیہوش ہوئے ! اب پتہ نہیں اس نے کب ہوش میں آنا تھا۔۔ بالاج خان اسے یہاں لے تو آیا تھا مگر اب وہ سوچ رہا تھا کہ برہان خان کو کیسے منائے ! ! ابھی تک تو ان سے اس کا سامنا نہیں ہوا تھا۔۔ لیکن وہ اُنہیں زیادہ دیر ناراض نہیں رہنے دے سکتا تھا۔ اسے خود کو برہان خان بے حد عزیز تھے ! اب پتہ نہیں کیسے مگر اسے جلد سے جلد انہیں راضی کر کے ماورا کو گھر لے کر جانا تھا۔ وہ ایک فیملی پرسن تھا۔ گھر سے دور رہنا یا الگ رہنا اسے خود پسند نہیں تھا۔

ماورا جمیل جو بیڈ پر لیٹی تھی اس نے ہوش میں آتے کروٹ بدلی۔ اسے ہوش آ چکا تھا مگر دماغ ابھی بھی جیسے بیدار نہیں ہوا تھا۔۔ اپنی مندی مندی آنکھیں کھولے وہ نا سمجھی سے چھت پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ اس کا سر اس وقت شدید بھاری ہو

رہا تھا۔ جبکہ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ اس وقت کہاں ہے! ابھی اس کی اِرد گرد کہیں بھی نظر نہیں گئی تھی۔ وہ صرف چھت پر نظریں جمائے یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ وہ آخر کہاں ہے! جبکہ اس کے ہاتھ اس وقت اپنے سر پر تھے! اسے اپنا سر اتنا بھاری محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے ایک بوجھ اس پر رکھ دیا ہو۔ شاید یہ ایک لمبی نیند اور بیہوشی کی دوائی کی وجہ سے تھا۔۔ اپنی آنکھیں میچ کر کھولتے ماورا جمیل نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اسے ابھی بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر یہ کونسی جگہ ہے! ! اِدھر اُدھر دیکھتے وہ تھوڑا سا اٹھتے سیدھی ہوتے بیڈ پر بیٹھی۔ ! ! اور اچانک ہی اس کی نظر سامنے کی طرف اٹھی۔ جہاں بالاج خان ریکنگ چیئر پر بیٹھا بلکل بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔۔ اسے دیکھتے اچانک ہی جیسے اس کے دماغ میں کچھ کلک ہوا۔ کچھ گھنٹوں پہلے ہوا ایک ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگا تھا۔۔ لمحے سے پہلے اس کی آنکھیں پوری طرح کھلی۔ وہ الرٹ ہو چکی تھی۔ ! ! کیسے اس ظالم انسان نے اسے ایئرپورٹ پر بیہوش کیا تھا اور وہ بے بسی کی تصویر بنی کچھ کر بھی نہیں سکی تھی۔ ایک زہر آلود نظر اس پر ڈالتے ماورا جمیل نے

کمرے میں نظر دوڑائی۔ کمرے میں اس وقت ہلکی نیلگوں روشنی تھی۔ لیکن اتنی ضرور تھی کہ وہ ہر چیز کو بخوبی دیکھ سکتی تھی۔ تبھی بالاج خان کو بھی وہ ایک ہی نظر میں پہچان گئی تھی۔!!"کہاں لائے ہو تم مجھے جنگلی انسان؟پورے کمرے کو ایک نظر دیکھتے ماورا بالاج خان نے سامنے دیکھتے استفسار کیا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ مقابل سگریٹ پی رہا ہے !اور اسے کوئی زیادہ فرق نہیں پڑا تھا۔ وہ اس انسان سے کچھ بھی توقع کر سکتی تھی۔۔ بالاج خان جو اپنی ہی سوچوں میں گم تھا کمرے میں گونجتی ماورا کی آواز پر اس نے فوراً سے بیڈ کی طرف دیکھا۔ مقابل ہوش میں آچکی تھی اور اسے اندازہ بھی نہیں تھا۔ ایک نظر بیڈ پر بیٹھی اپنی بیوی پر ڈالتے اس نے سر پیچھے کرسی پر ٹکایا۔ وہ چھت کی طرف دیکھتے سگریٹ کا آخری کش لگ رہا تھا۔ اسے وہ بعد میں دیکھ لیتا پہلے سگریٹ ختم ہونی چاہیے تھی۔!!"تم سے پوچھ رہی ہوں میں !اسے خود کو اگنور کرتے دیکھ ماورا بیڈ سے تکیہ اٹھا کر اس کی طرف پھینکتے اسے گھورتے ہوئے چیخی۔ نشانہ غلط نہیں تھا۔ تکیہ سیدھا بالاج خان تک پہنچتے اس کے سینے پر لگا تھا۔ یہ شکر تھا کہ مقابل نے تکیہ ہی پھینکا تھا۔ کچھ اور پھینکتی تو اس مرتبہ تو واقعی

بالاج خان نے اللہ کو پیارا ہو جانا تھا۔۔ بالاج خان نے بچی ہوئی سگریٹ کو سائڈ پر پھینکتے اسے ایک سخت گھوری سے نوازا۔ مجال تھی جو اس لڑکی میں ذرا بھی صبر ہو۔۔ "اپنے شوہر کے گھر ہو تم! اور کہاں جانا ہے! پاگل عورت!! بیزاریت سے جواب دیتے بالاج خان نے واپس سے اپنا سر کرسی پر ٹکایا۔ اسے ابھی جھنجھلاہٹ سی ہو رہی تھی ہر چیز سے!! "تم جیسا مرد شوہر کہلانے کے لائق نہیں ہے! جنگلی جانور کہا کرو خود کو! بیڈ سے اٹھتے ہوئے اس کی طرف نفرت سے دیکھتے جواب آیا۔ اسے ایک طرف فکر بھی ہو رہی تھی کہ وہ گھر میں اس کے ساتھ اکیلی ہے! لیکن وہ اس کے سامنے زبان چلانا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔!! "بالاج خان نے سیدھے ہوتے سختی سے اسے گھورا۔ کتنی کوئی بد تمیز عورت تھی یہ! لحاظ نام کی کوئی چیز نہیں تھی اس کے اندر! "کہاں جا رہی ہو؟ اسے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ بالاج خان ایک جھٹکے سے کرسی سے کھڑا ہوا۔ اسے بہت سخت نظر رکھنی تھی اس عورت پر! سچ تو یہ تھا کہ اسے ماورا پر رتی برابر بھروسہ نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا مقابل کو اس کی پناہوں سے بھاگنے کا موقع چاہیے بس! "اپنے انہی یاروں سے ملنے جا رہی ہوں

جن کے بارے میں تم میرے اوپر الزام لگاتے تھے! ماورا جمیل جو دروازے کی طرف جا رہی تھی اس کے سوال پر رکتے اس کی طرف دیکھتے پلکیں جھپکتے معصومیت سے جواب دیا۔ وہ اسی کی بات شاید اسے یاد دلا رہی تھی۔ بالاج خان نے اس کے جواب پر سختی سے اپنے جبڑے بھینچے! وہ اس کی غصے میں کہی گئی باتیں شاید بہت اچھے سے یاد رکھے ہوئے تھی۔۔ تبھی اب اس طرح طنز کر رہی تھی۔ شکر تھا کہ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ محض طنز ہی ہے! اصل میں ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔!!"تم چلو میں بھی آتا ہوں۔ ویسے بھی ہاتھ میں بڑی خارش ہو رہی ہے! بڑے دن ہوئے ہڈیاں نہیں توڑی میں نے! اچھا ہے تمہاری اور ان سب کی ایک ہی مرتبہ میں توڑ دوں گا۔۔ سادگی سے جواب دیتے بالاج خان نے اس کی طرف قدم بڑھائے! ماورا نے ہونٹ بھینچتے غصے سے اسے گھورا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کیا مقابل ابھی بھی اسے ایسا ہی سمجھتا ہے تبھی یہ بات کر رہا ہے! وہ اس کا طعنہ سمجھ نہیں سکی تھی۔ تبھی ایسا سوچ رہی تھی!!"وہیں رہنا ورنہ میں کچھ اٹھا کر تمہارے سر میں مار دوں گی۔ اسے قدم قدم اپنے نزدیک آتے دیکھ ماورا نے انگلی اٹھاتے اسے تنبیہ

کی۔ وہ اس سے چار پانچ قدموں کے فاصلے پر پہنچ بھی گیا تھا۔۔ "میری جان تمہارے قریب آنے پر ہمیشہ مجھے نقصان ہی ہوا ہے! چلو ایک اور مرتبہ سہی! بنا رکے اس کی طرف بڑھتے نرمی سے جواب دیا گیا۔ وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا مقابل کیا سوچ رہی ہے! "میں تمھارا منہ توڑ دوں گی! اس کے سینے پر اُنگلی رکھتے اسے دو قدموں کے فاصلے پر روکتے ماورا اس کی آنکھوں میں دیکھتے پھنکاری۔۔ "اجازت ہے! مسکراتی نظروں سے اس کے نقوش کا جائزہ لیتے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس کی آنکھوں میں موجود قریب آنے کا خوف بالاج خان کو مزہ دے رہا تھا۔ وہ اس کی اُنگلی ہٹاتے اپنے لبوں کے دباتے یہ قدموں کا فاصلہ بھی سمیٹتے اسکے نزدیک ہوا۔ "چھوڑو!! دل میں اپنی خیر مناتے ماورا خان نے بظاہر مضبوط بنتے سپاٹ سے انداز میں کہتے اس سے اپنی اُنگلی چھڑوانی چاہی۔ وہ واقعی میں یہی سوچ رہی تھی کہ یہ انسان اب اس پر ہر طرح کا حق رکھتا ہے! اوپر سے وہ اس کے ساتھ ایک ہی گھر میں ایک ہی بیڈ روم میں بھی موجود تھی۔ مقابل اسکے ساتھ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ کوئی اس شخص کو روکنے والا

نہیں تھا۔ایک یہی چیز بس اسے تھوڑے بہت خوف میں مبتلا کر رہی تھی۔وہ مرد کی فطرت سے واقف تھی۔!!"کس بات کا اتنا ڈر ہے تمہاری آنکھوں میں؟میرا یا میری قربت کا؟ بالاج خان نے اس کے نہایت نزدیک جاتے دونوں ہاتھ دروازے پر رکھتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔"میری جوتی ڈرتی ہے تم سے!لیکن تم جیسے حوس پرست مرد سے کچھ بھی ایکسپیکٹ کیا جا سکتا ہے!اسی لیے میں کوئی اچھی اُمید نہیں رکھتی خاص کر تمھیں لے کر تو بلکل بھی نہیں!!اس کی آنکھوں میں دیکھتے سنجیدگی سے وہ کچھ زیادہ ہی سچ اُگل گئی تھی۔!!ایک لمحے کے لیے بالاج خان کی مسکراہٹ غائب ہوئی!وہ سمجھ نہیں پاتا تھا کہ ایسی کونسی حرکت اس نے کی ہے جس کی بنا پر مقابل نے ایک مرتبہ پہلے بھی اور اب بھی اسے حوس پرست کہا ہے۔اس نے تو بیوی بننے کے بعد بھی ابھی تک اسے غلط نظر سے نہیں دیکھا تھا۔نا وہ کسی اور کو دیکھتا تھا۔پھر کیوں یہ لڑکی اسے یہ لفظ بولتی تھی جسے سن کر ہی بالاج خان کو خود سے بھی عجیب محسوس ہونے لگتا تھا۔

"تمہیں پتہ بھی ہے حوس پرست کہتے کسے ہیں؟کہاں ہیں میری حوس کے نشان

دکھانا ذرا مجھے بھی! کتنی مرتبہ تمھیں یا کسی اور لڑکی کو میں نے اپنی حوس کا نشانہ بنایا ہے! کوئی ایک بھی گنواؤ۔۔اس کی آنکھوں میں دیکھتے بالاج خان نے جواباً استفسار کیا۔۔"مجھے کیا پتہ! تم مجھے بتا کر تھوڑی راتیں رنگین کرو گے! دوبدو ہی جواب آیا تھا۔ جیسے وہ اس بحث کے لیے بلکل تیار کھڑی تھی۔!! بالاج خان نے ایبرو سکیڑے اسے دیکھا۔ وہ جانچتی نظریں اس کی آنکھوں میں گاڑے اس کے اس الزام کا مقصد جاننا چاہ رہا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پایا تھا کہ مقابل کیوں ایسے کہہ رہی ہے! لیکن جلد ہی بات سمجھ آنے پر اس نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچے! وہ سمجھ گیا تھا۔ مقابل اسی کے الفاظوں کا بدلہ اب اسے برا بھلا بول کر لیتی تھی۔ پہلے بھی اور اب بھی! جیسے بالاج خان اس کردار پر الزام لگاتا تھا بلکل ویسے ہی وہ اس کے کردار کو پوائنٹ آؤٹ کر رہی تھی۔ یہ لڑکی بدلہ چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھی۔

"سوری! بالاج خان نے خاموشی سے اسے دیکھتے اس کی گردن میں منہ چھپاتے دھیمے سے کہا۔ اب یہ کس لیے تھا یہ سمجھ نہیں لگی تھی۔۔"پیچھے ہٹو بالاج خان! تم سے گھن آتی ہے مجھے! اس کا چہرہ اپنی گردن سے نکالنے کی کوشش کرتے ماورا

جمیل شدت سے چیخی۔ لیکن وہ اپنا پورا زور لگا کر بھی مقابل کو پیچھے نہیں کر سکی تھی۔ وہ سختی سے اس کی گردن میں منہ چھپائے اس کی کمر کے گرد دونوں ہاتھ باندھ چکا تھا۔ ماورا جمیل کی ہائیٹ اچھی خاصی تھی۔۔ وہ بالاج کی ٹھوڑی تک آتی تھی۔ تبھی بالاج خان کو زیادہ جھکنا نہیں پڑا تھا۔۔ "کیوں دور کرتی ہو خود سے؟ تمہارے سارے راستے میرے تک ہی آتے ہیں! چھوڑو جھگڑا اور ہم دونوں سکون سے رہے گیں؟؟ بالاج خان نے دھیمے سے کہتے اسے مزید اپنے نزدیک کیا۔ وہ اس کی گردن میں منہ دیے گہری گہری سانسیں بھرتے مقابل کی خوشبو اپنی سانسوں میں اُتارتے سکون کی حدود میں تھا۔ کتنی مسحور کن خوشبو تھی اس لڑکی کے جسم کی! کوئی اس وقت اس سے پوچھتا۔ "بھاڑ میں جاؤ تم پاگل انسان۔ چھوڑو مجھے خود سے بھی گھن آنے لگی ہے! کیونکہ تمہارے جیسا انسان میرے نزدیک کھڑا ہے! چیختے ہوئے وہ اس کے بالوں کو پکڑتے اسے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ اس کے بالوں کو پوری قوت سے کھینچ رہی تھی پھر بھی کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ مقابل اس سے چپک ہی گیا تھا۔۔ "ساری زندگی میں نے ہی تمہاری نزدیک

آنا ہے اب! عادت ڈال لو۔ دھیمے سے کہتے بالاج خان نے اس کی گردن پر اپنے دانت گاڑے۔ وہ یہاں کی سکن کو سک کرتے لو بائٹ بنا رہا تھا۔ پتہ نہیں اچانک ہی اسے کیا ہو گیا تھا۔۔ "میں سر پھاڑ دوں گئی تمھارا بالاج۔۔ ماورا نے سسکی بھرتے اس کی کمر میں پوری قوت سے مکا رسید کیا۔ جس چیز سے اسے ڈر لگ رہا تھا وہی ہو رہا تھا۔ یہ شخص بہک ہی گیا تھا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیسے یہاں سے جان بچا کر بھاگے! یہ چھوڑتا تو وہ کہیں جاتی۔۔ "ظالم عورت بہت مارتی ہو تم مجھے! وہ مزید اپنے دانتوں سے اس کی گردن کو سک کرتے جیسے شکوہ کر رہا تھا۔ مقابل کے اندر کچھ زیادہ ہی جان تھی۔ اس کی کمر میں مکا بہت زور سے لگا تھا۔۔ ماورا نے بے بسی سے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ وہ آخر ایسا کیا کرتی کہ یہ انسان اس سے دور ہو جاتا۔ وہ اس سے چپک کر کھڑا اس کی گردن کو جگہ جگہ سے سک کرنے میں مصروف تھا۔ وہ اس کے دیو ہیکل وجود کو ہلا بھی نہیں پا رہی تھی۔!! اسے بلکل خاموش ہوتے دیکھ بالاج خان نے خود ہی اس کی گردن سے چہرہ باہر نکالا۔ وہ اس کی آنکھوں میں اپنی خمار سے لبریز سرخ آنکھیں گاڑے ہوئے تھا۔ اس کا ارادہ

بلکل بھی نہیں تھا۔ مگر اس لڑکی میں نجانے ایسی کونسی کشش تھی کہ اس کے قریب جانے پر بالاج خان کے جسم میں سپارک سے اٹھ رہے تھے ! پہلی مرتبہ اس کے دل میں کسی عورت کی طلب پیدا ہوئی تھی۔ اور وہ تھی ماورا خان ! ! "پیچھے ہٹو مجھ سے ! ایک نظر اس کی خمار سے لبریز آنکھوں میں دیکھتے ماورا نے خود پر قابو کرتے اس کے ہاتھ اپنی کمر سے ہٹانے چاہے ! وہ اس کی آنکھوں سے بخوبی اس کے دل کا حال جان رہی تھی۔ تبھی اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ اس کے دل میں وسوسے آرہے تھے ! بالاج خان نے اس کی کمر پر گرفت مزید مضبوط کرتے اسے مزید اپنے نزدیک کیا۔ وہ بہکی نظروں سے اس کے ہوش ربا سراپے کو دیکھ رہا تھا۔ "میں کہہ رہی ہوں اگر تم۔۔۔ ماورا خان اس کا ارادہ بھانپتے ابھی چیخی ہی تھی کہ پہلے ہی بالاج خان اپنی پوری شدت کے ساتھ اس کے عنابی لبوں پر قفل لگا چکا تھا۔۔ بالاج خان نے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں دبائے کوئی حرکت نہیں کی تھی۔ وہ صرف اس لمحے کے سکون کو محسوس کر رہا تھا۔ بخدا یہ دونوں کی زندگی کی پہلی کس تھی جس پر ایک کو غصّہ اور نفرت جبکہ دوسرے کو محبت، سکون اور لذت

محسوس ہو رہی تھی۔ ماورا نے اس کے سینے پر ہاتھ مارتے اسے پیچھے کو کرنا چاہا۔ اسے مقابل کے اس لمس سے عجیب گھن سی آ رہی تھی۔۔ مقابل نے کم تو برا نہیں کیا تھا اس کے ساتھ جو وہ خوشی خوشی اس کا لمس محسوس کرتی۔ وہ اس کے سینے پر پوری قوت سے مکے مارتے اسے دور کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر وہی بات کہ وہ اس لمبے چوڑے مرد کو ہلا بھی نہیں سکتی تھی۔۔ بالاج خان نے اس کے دونوں ہاتھوں کو جھٹکے سے اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتے انہیں اوپر دروازے پر پن کیا۔ وہ اپنے ہونٹوں کو حرکت دیتے مکمل طور پر اس کی ذات میں مدہوش گھونٹ گھونٹ کرتے اس کے رسیلے لبوں کا جام پی رہا تھا۔ بالاج خان ماورا کو اس طرح سے قید کیے کھڑا تھا کہ مزاحمت کی کوئی گنجائش بھی نہیں بچتی تھی۔ مقابل پوری اس کے رحم و کرم پر تھی۔!! ماورا نے بے بسی سے آنکھیں کھولتے اسے دیکھا جو اپنی آنکھیں بند کیے بہت نرمی سے اس کے لبوں کو چوم رہا تھا۔ اس کے لمس میں بے تحاشہ نرمی تھی۔ کہیں بھی سختی کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔ وہ اس سے دور ہونا چاہتی تھی۔ اس کے لمس سے نجات چاہتی تھی۔ لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔

مقابل اسے کسی دیو کی طرح قید کیے ہوئے اس کے ہونٹوں پر زبردستی اپنی مرضی دکھا رہا تھا۔۔ پنا کندھا اس کے کندھے پر مارتے ماورا خان نے اسے ہوش دلانی چاہی۔ اس کی نظر میں کافی دیر ہو گئی تھی لیکن مقابل تھا کہ ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ وہ اس کے ہونٹوں کو سک بھی نہیں کر رہا تھا لیکن نہایت نرمی سے بس چوم رہا تھا۔ جیسے سختی سے چھونے پر اُن کی نازکی ختم ہو جانی تھی۔۔ اسے ابھی بھی ہوش میں نا آتے دیکھ ماورا نے غصے سے پاگل ہوتے اس کے ہونٹوں کو اپنے لبوں میں دبایا۔ وُہ اس کے ہونٹوں سے لپٹی سختی سے انہیں اپنے دانتوں سے کتر رہی تھی۔۔ بالاج خان نے حیرت سے اپنی آنکھیں کھولتے مقابل کو دیکھا۔ کیا وہ کوئی خواب دیکھ رہا تھا؟؟ ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟ وہ بے یقین تھا۔۔ اس کے خمار کی جگہ اب بے یقینی نے لے لی تھی۔ وہ اپنے ہونٹوں کی حرکت بھی روک چکا تھا۔ اب وہ بس حیرت سے مقابل کے دانتوں کی چبھن اپنے ہونٹوں پر محسوس کر رہا تھا۔ اپنی بے یقینی پر قابو پاتے بالاج خان نے دھیمے سے اس کے ہاتھ چھوڑے! سچ تو یہ تھا کہ اب اسے موقع ہی نہیں مل رہا تھا اپنے لبوں کو حرکت دینے کا۔ مقابل شدت سے اپنے

موتیوں سے دانتوں کے ساتھ تیزی سے اس کے لبوں کو کاٹ رہی تھی۔۔اپنے ہاتھ آزاد ہوتے محسوس کرتے ماوراخان نے اس کے بالوں کے پیچھے اپنا ایک ہاتھ الجھایا۔وہ اس کے چہرے کو مزید اپنے نزدیک کیے مزید شدت پسند ہو چکی تھی۔ ایک اسی چیز کے انتظار میں تو تھی وہ!! بالاج خان نے آگے کو ہوتے دروازے پر اپنا ایک ہاتھ رکھا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اچانک اس لڑکی کو ہوا کیا ہے؟وہ اسے۔ پیچھے نہیں کر رہا تھا نہ ہی وہ ایسا کبھی کر سکتا تھا۔مقابل جیسے چاہے، جو چاہے اس کے ساتھ کر سکتی تھی۔ لیکن وہ بس تھوڑا حیران تھا جو کہ اس کا ہونا بنتا بھی تھا۔۔ماوراخان نے آنکھیں کھولتے ایک نظر اس کی حیران آنکھوں میں دیکھتے جنونی انداز میں اس کے ہونٹوں پر اپنی پوری قوت سے دانت گاڑے! وہ بے دردی سے اس کے ہونٹوں میں اپنے دانت پیوست کرتے انہیں کچا چبانے کے در پر تھی۔۔ بالاج خان نے درد کی شدت سے اپنے ہاتھوں کی مٹھی بھینچی۔وہ آخر کرنا کیا چاہ رہی تھی اسے سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔اپنا دوسرا ہاتھ بھی اس کے بالوں میں اُلجھاتے وہ اب آخری حد تک جنونی ہوتے جارحانہ انداز میں اس کے ہونٹوں کو

چباتے اپنا غصّہ، نفرت، جنون، بدلہ سب کچھ اس کے ہونٹوں پر اُتار رہی تھی۔ بالاج خان نے درد کی تاب نہ لاتے اسے ہلکا سا خود سے دور کرنا چاہا۔ مقابل بے رحمی دکھا رہی تھی۔ رحم کا کوئی عنصر نہیں تھا یہاں۔ ماورا خان نے اسی لمحے اپنی پوری قوت سے اس کے سٹیچز والی جگہ پر ناخن گاڑتے اس کے بالوں کو پیچھے سے نوچنے کے انداز میں پکڑتے اس کے لبوں پر مزید بے رحمی دکھائی۔ وہ حد سے زیادہ غصے میں اگریسیو ہو رہی تھی۔ وہ اس وقت مکمل طور پر بالاج خان جیسے مرد پر بھی حاوی ہوئی پڑی تھی۔ وہ بس اسے ایسا سبق سکھانا چاہتی تھی کہ مقابل آئندہ اس کے پاس بھٹکنے سے پہلے بھی ہزار مرتبہ سوچے! بالاج خان کی کراہ اس کے ہونٹوں میں ہی کہیں دبی۔ درد کی شدت سے اس کی آنکھیں مزید سرخ ہونے لگی تھی۔ ہونٹوں پر ظلم کم تھا کہ اس لڑکی نے بے دردی سے اس کے سینے پر ناخن گاڑ رکھے تھے! وہ بھی عین اس جگہ پر جہاں اسٹیچز تھے! اس نے ماورا کا ہاتھ سختی سے پکڑتے اپنے سینے سے ہٹانا چاہا۔ ماورا خان نے اس کے ہاتھ کو بری طرح جھٹکتے پھر سے اپنے ناخن گاڑے! کوئی ایک آدھے اسٹیچیز پھر سے کھل چکے تھے! وہ اپنے

ناخنوں کے نیچے کچھ گیلا محسوس کر رہی تھی مگر مجال تھی کہ اسے رحم آجاتا۔ وہ بے رحمی کی حد کر رہی تھی۔۔ بالاج خان نے بے بسی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے آنکھوں سے اشارہ کیا۔ وہ اس سے پیچھے ہونے کے لیے التجا کر رہا تھا۔۔ وہ چاہتا تو کسی بھی طرح اپنی طاقت کے زور پر اسے سیکنڈ کے اندر خود سے دور کر سکتا تھا۔ مگر وہ پھر جھٹکنے کے زمرے میں آجاتا۔ اور بالاج خان اپنی شریک حیات کو کبھی جھٹک نہیں سکتا تھا۔ اس کا حق تھا۔ وہ جیسے چاہے جو مرضی کر سکتی تھی۔ لیکن فلحال وہ بے رحم ہو رہی تھی۔ !! اس کے ہونٹوں کو اچھی طرح کاٹتے اپنی ہمت بلکل ختم ہوتے دیکھ ماورا نے ایک آخری مرتبہ پوری شدت اور ہمت سے پھر سے اپنے دانت گاڑتے ہلکا سا اپنا چہرہ اس سے پیچھے کیا۔۔ بالاج خان نے بے ساختہ ہی کراہتے ہوئے اپنے ہونٹوں کے نیچے اور ٹھوڑی پر ہاتھ رکھا۔ مقابل نے صرف نام کا نہیں بلکہ واقعی میں اس کے ہونٹوں کو اتنی بری طرح کاٹا تھا کہ ان سے خون بہنے کی حد تک رس رہا تھا۔ خون کی ایک لکیر سی آتے اس کی ٹھوڑی تک پہنچتے نیچے جا رہی تھی۔۔ اس خون پر ہاتھ رکھتے بالاج خان اسے اگنور کرتے تیز تیز قدموں سے

ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھا۔ وہ یہاں سے ٹشو ڈھونڈ رہا تھا۔۔ جبکہ ماورا نے ایک تمسخرانہ نظر اس پر ڈالتے اپنے منہ سے تھوک کو سائڈ پر پھینکا۔ اس کے ہونٹوں پر بھی مقابل کا خون لگ رہا تھا۔ جبکہ وہ تمسخرانہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ جیسے کہنا چاہتی ہو کہ مزید پاس آنے کا شوق ہے تو آ کر دکھاؤ۔۔ بالاج خان نے ٹشو باکس سے ایک ساتھ پانچ سے چھ ٹشو نکالتے اپنے ہونٹوں سے بہتے خون پر رکھے! اس کے سینے اور ہونٹوں دونوں پر ہی شدید قسم کی جلن ہو رہی تھی۔ ناخن تو وہ اس کے کسی بھی طریقے سے کاٹ دیتا جن سے سینے پر ظلم ڈھایا گیا تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ دانتوں کا کیا کرتا۔ اب وہ اس کے دانت تو توڑنے سے رہا۔!! ماورا خان نے خاموشی سے ہلکا سا تمسخرانہ سا مسکراتے اس کی طرف اپنے قدم بڑھائے! مقابل کی حالت دیکھ کر اس کے دل کو ایک الگ ہی تسکین سی مل رہی تھی۔۔ بالاج خان نے اسے اپنے پاس آتے دیکھ شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔ اگر وہ اس پر سختی نہیں کرنا چاہتا تھا تو مقابل خود اسے مجبور کر رہی تھی۔ لیکن صبر تھا اس کا کہ وہ یہ بھی برداشت کر گیا تھا۔!! "چچچ! شوہر جی تھوڑا زیادہ ظلم ہو گیا۔ چلیں کوئی بات

نہیں آج کے لیے اتنا ہی کافی ہے ! باقی کل دیکھے گیں !اس کے گال پر اپنا ہاتھ تھپتھپاتے ماورا خان نے مصنوعی افسردہ انداز میں کہا۔۔ "میری پہلی کس تھی یہ !! دھیمے سے کہتے وہ اسے جتا رہا تھا کہ مقابل اس کی زندگی کی پہلی کس اچھی طرح برباد کر گئی ہے !" آخری بھی ! سپاٹ سے انداز میں کہتے ماورا نے اپنے قدم آگے کو بڑھائے !اسے کلی کرنی تھی۔ کیونکہ مقابل کے خون کا ذائقہ اس کے منہ میں بھی آرہا تھا۔ اسے احساس تھا کہ اس نے یہ کوئی انسانوں والا کام نہیں کیا۔ لیکن جو بھی تھا اسے مقابل کو یہ جتانا ہی تھا کہ وہ کمزور نہیں ہے ! تبھی وہ یہ کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ ورنہ بات کس سے آگے بھی بڑھ جاتی۔ اور اس نے بس دیکھتے ہی رہنا تھا۔

بالاج خان نے سنجیدگی سے اس کی پشت کو دیکھا۔ وہ اس عورت کے متعلق سہی ثابت ہوا تھا۔ شاید واقعی اسے اس کا سکون تباہ کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ ابھی وہ اسے کچھ نہیں کہہ رہا تھا کیونکہ وہ مزید زخمی نہیں ہونا چاہتا تھا۔ سینے کے لیے اب اس کا ارادہ واپس سے ڈاکٹر کے پاس جانے کا تھا۔ وہ اگر خود ہی بنا سٹیچیز کو سہی کیے پٹی کرتا رہتا تو انفیکشن بھی ہو سکتا تھا۔ اسے ڈاکٹر کو چیک کروانا ہی تھا۔ اپنے ہونٹوں

سے ٹشو ہٹاتے بالاج خان نے اسے اپنی آنکھوں کے سامنے کرتے دیکھا۔ اچھا خاصا خون نکلا تھا جو کہ اب رک بھی چکا تھا۔۔ ٹشو کو کوڑے دان کی نظر کرتے بالاج خان نے آگے کو ہوتے شیشے میں اپنے ہونٹوں کا جائزہ لیا۔ اس کے ہونٹ سوج چکے تھے! خاص کر نچلا ہونٹ ایسا لگ رہا تھا جیسے چھری سے کاٹا گیا ہو۔ وہ سوجتے بہت عجیب سا دکھ رہا تھا۔ بالاج خان نے اپنی حالت دیکھتے سختی سے اپنے جبڑے بھینچے! کیا سے کیا ہو گیا تھا وہ!! مقابل واقعی نرمی کے قابل نہیں تھی۔ وہ اب اس حالت میں ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں جا سکتا تھا۔ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے بالاج خان نے آگے سائڈ ٹیبل کی طرف اپنے قدم بڑھائے! وقت طور پر تو سینے سے رستا خون روکنا ہی تھا۔ اسی لیے وہ خود سے ہی پٹی کرنے والا تھا۔ اب جب تک ہونٹ ٹھیک نہیں ہو جانے تھے وہ یا تو گھر سے باہر ہی نہ جاتا یا پھر ماسک لگا کر جاتا۔ ایک دنیا جانتی تھی اسے! وہ اس حالت میں باہر جا کر اپنی انسلٹ نہیں کروا سکتا تھا۔ اسی لیے فلحال اپنا ارادہ منقطع کرتے خود ہی بیڈ پر بیٹھتے قمیض اُتارتے اپنے زخم کی پٹی شروع کی۔۔

یہ تقریباً رات کا وقت تھا جب عدیل شاہ کا گھر اس وقت سبزی منڈی معلوم ہو رہا تھا۔۔ شاہ برادرز اور خان برادرز سب اس وقت یہاں پر موجود کچن کا ستیاناس کرنے میں مگن تھے! سوائے بالاج خان کے اس وقت سب ہی یہاں موجود تھے! شاہ برادرز نے تو ویسے بھی کتنے ہی دنوں سے یہاں پر ڈیرہ ڈالا ہوا تھا۔ جبکہ خان ولا کے لڑکوں کو بھی ان لوگوں نے یہیں اپنے پاس بلایا ہوا تھا۔ اس وقت گھر میں صرف یہی لڑکے موجود تھے! ملازمین کو یہ لوگ چھٹی دیئے ہوئے تھے جبکہ پاکیزہ بیگم کو بھی ان لوگوں نے شاہ ولا بھیجا ہوا تھا۔ خود ان سب نے یہاں پر دن رات رہتے پورے گھر کا جیسے کباڑ کر کے رکھا ہوا تھا۔۔ اس وقت بھی تقریباً رات کے نو بجے وہ سارے کے سارے کچن میں موجود پکوڑے بنا رہے تھے! کھانا تو سب نے کھا لیا تھا لیکن پھر سے کریونگ محسوس کرتے اب اتنی محنت کرنے کھڑے تھے! حدائق شاہ اس وقت پکوڑوں کا مکسچر بنا رہا تھا جبکہ ساتھ ساتھ ماہ دیر شاہ اور زاویار اسے پیاز اور آلو وغیرہ کاٹ کر دے رہے تھے! جبکہ آبان خان چولہے کی طرف

کھڑا تھا۔ وہ شاید سب کے لیے چائے بنا رہا تھا۔ حالانکہ اسے بنانی بلکل بھی نہیں آتی تھی۔!! تھے تو وہ سب ہی اناڑی۔ لیکن پتہ نہیں کیا سوچ کر خود سے چیزوں کو بگاڑنے پہنچے ہوئے تھے!! اگر پاکیزہ بیگم اپنے کچن کی اس وقت حالت دیکھ لیتیں تو یقیناً غش کھا کر گر جائیں۔ ان لوگوں نے بہت گند کیا ہوا تھا۔ مجال تھی جو کسی نے کوڑے دان کو استعمال کرنے کی زحمت کی ہو۔ وہ لوگ جو بھی گند کر رہے تھے یہیں پر پھینک رہے تھے!

"آلو تھوڑے باریک کاٹ ماہ دیر! پکوڑے بنانے ہیں۔ اتنا بھی نہیں آتا کیا تُجھے؟" حدائق شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے ماہ دیر کو مخاطب کیا جو اسے آلو کاٹ کر دے رہا تھا۔ لیکن وہ ایسے کاٹ رہا تھا جیسے انہیں کسی سالن میں ڈالنا ہو۔ اگر وہ ایسے بنانے بیٹھ جاتا تو پورے پکوڑے میں صرف آلو ہی نظر آنا تھا۔ اب اتنا تو اسے اندازہ تھا۔ بھلے ہی کبھی بنائے نہیں تھے لیکن ساری زندگی کھائے ضرور تھے! تبھی تھوڑا بہت اندازہ بھی اسے تھا۔۔ "ہاں میری تو گلی کے کونے میں پکوڑوں کی دکان ہے جیسے! سالے پہلی مرتبہ آلو کاٹ رہا ہوں میں! اب اتنی تو اونچ نیچ ہو ہی جاتی

ہے ! ! ماہ دیر شاہ نے دانت پیستے جواب دیا۔ ایک تو وہ اتنی محنت سے آلو کاٹ رہا تھا اوپر سے یہ انسان خوش ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ "کاش کہ تو پکوڑوں کی دکان ہی کھول لیتا۔ ویسے بھی تیرے بزنس مین ہونے سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہوا۔۔ کم از کم تیرے بنائے گئے پکوڑے تو کھا لیتے ! ! زاویار شاہ نے ہنستے ہوئے اس کی برسوں کی محنت پر پانی پھیرا۔ حالانکہ وہ ایک کامیاب بزنس مین تھا۔ ! ! "ہاں پھر ہم نے شاہ ولا نہیں بلکہ کہنا تھا کہ ماہ دیر پکوڑوں والے کے گھر جا رہے ہیں ! آبان خان جو چائے بنا رہا تھا اس نے ہنستے ہوئے جلی پر مزید نمک چھڑکا۔ وہ کب سے یہاں کھڑا تھا لیکن چائے تھی کہ اُبلنے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ حالانکہ اس نے تو بس چینی پتی اور دودھ ڈالا تھا۔ کاش کہ وہ ایک مرتبہ چینی پر غور کر لیتا۔۔ "بھاڑ میں جاؤ تم سب ! میں نہیں کاٹ رہا اب خود ہی کاٹ لو یہ آلو ! ! خفگی سے ایک نظر سب کی طرف دیکھتے وہ کرسی سے کھڑا ہوا۔ اس کا ارادہ سنک کے پاس جا کر ہاتھ دھونے کا تھا۔ اب ویسے بھی اس کی بس ہو گئی تھی آلو کاٹ کاٹ کر ! ! "بس کرتے ہیں اتنا مکسچر کافی ہے ! عدیل تو آئل گرم کر ! حدائق شاہ نے ایک نظر مکسچر

کی طرف دیکھتے اندازہ لگایا۔ یہ ان سب کے حساب سے بہت زیادہ تھا۔ مگر انہیں کون کچھ کہتا بھلا۔!!"پہلے سہی سے مکسچر تو بنالے! عدیل شاہ نے آگے آتے فریج سے دو انڈے نکالے! وہ اپنی طرف سے بہت پتے کا کام کرنے لگا تھا۔"اچھا ابھی کچھ اور بھی رہتا ہے کیا؟ تعجب سے مکسچر کو دیکھتے وہ خود بھی شیور نہیں تھا۔ کیونکہ یہ کام وہ کر ہی پہلی بار رہا تھا۔۔ عدیل شاہ نے فریج سے انڈے نکالتے تین انڈے توڑتے اس پانی میں شامل کیے! ہاں وہ مکسچر کم اور پانی زیادہ تھا۔!!"پکوڑوں میں انڈے کون ڈالتا ہے؟ راحیل خان جس نے دیکھا ہی اس طرف ابھی تھا ناک منہ چڑھاتے گویا ہوا۔۔ اس نے تو آج تک پکوڑوں میں انڈے نہیں دیکھے تھے!"ہاں میں بھی اس معاملے میں تھوڑا کنفیوز ہوں! آج تک پکوڑوں میں انڈے کا ذائقہ آیا نہیں ویسے! اکثم خان نے بھی ایک نظر مکسچر کو دیکھتے راحیل خان کی بات سے اتفاق کیا۔!!"سالوں تم لوگوں کو بس کھانا آتا ہے! ڈلتے ہیں انڈے میں نے دیکھا تھا کہیں پر! عدیل شاہ اپنے کیے گئے پر پورا کانفیڈینٹ تھا۔"اچھا ڈلتے ہونگے! چلو پھر بناتے ہیں! حدائق شاہ مکسچر اٹھاتے کرسی سے کھڑا ہوا۔ بھلے ہی

اسے بنانا نہیں آتا تھا لیکن ایسے کاموں میں سب سے آگے بھی وہی ہوتا تھا۔ جیسے ابھی بھی پکوڑوں کا مشورہ اسی کا تھا۔ ! ! آبان خان نے بیزاریت سے چائے کو دیکھتے اس کا چولہا بند کیا۔ اس سے مزید کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا لیکن چائے تھی کہ اُبلنے میں ہی نہیں آ رہی تھی۔ تھک ہار کر اس نے ہی چولہا بند کر دیا تھا۔ اب جیسی بھی بنی تھی بعد میں دیکھی جاتی ! ! "چولہا جلاتے حدائق شاہ نے کڑھائی میں گرم آئل کو دیکھا۔ یہ عدیل شاہ کر چکا تھا۔ جبکہ اس میں بھی اس نے معاذ کی مدد لی تھی۔ ! ! ایک چمچ بھر کر مکسچر اٹھاتے حدائق شاہ نے آئل میں بے ترتیبی سے ڈالا۔ اور جلد ہی وہ بدک کر پیچھے ہٹا تھا۔ چولہے پر آنچ بہت تیز تھی۔ اور مکسچر تقریباً پانی تھا۔ اب پتہ نہیں کیوں کڑھائی کے اندر سے آگ اٹھ رہی تھی۔۔ "چولہا بند کر ! وہ سارے ہی تقریباً چولہے کے پاس آ چکے تھے ! لیکن اب اس طرح آگ اٹھتے دیکھ آبان خان نے عقلمندی سے کام لیتے حدائق کو مخاطب کیا جو سب سے آگے کھڑا حیرت سے آگ کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی محنت اتنی بیکار نہیں ہو سکتی تھی۔ ! ! باؤل کو ایک ہاتھ میں پکڑتے حدائق شاہ نے آگے کو ہوتے چولہا بند کرنا چاہا۔ اس کے بعد

وہ عدیل شاہ کی خبر ضرور لیتا جس نے فل تیز آنچ کی ہوئی تھی۔ اپنے مکسچر پر اس نے غور نہیں کیا تھا۔ "آگے کو ہوتے ابھی وہ چولہا بند کرتا کہ بے شمار آئل کے گرم چھینٹے اس کے ہاتھ پر آتے گرے! بے ساختہ ہی اس کے ہاتھ سے باؤل چھوٹتے اسی گرم تپتے آئل میں گرا۔ اچانک پہلے سے زیادہ آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اور جو سب سے آگے کھڑا تھا وہی بھاگتے ہوئے سب سے پہلے پیچھے کو ہوا۔ وہ سارے ہی سوائے راحیل خان کے پیچھے ہوتے ایک دم سے جیسے کچن سے باہر نکلے! نجانے کیوں انہیں لگ رہا تھا کہ اب پورے کچن میں آگ پھیل جائے گی۔!! عدیل شاہ نے کچن سے باہر آتے فوراً سے دروازہ بند کیا۔ وہ احتیاط کر رہا تھا کہ کہیں اس کے پورے گھر میں آگ نا پھیل جائے! وہ۔ سارے ہی باہر تھے سوائے راحیل خان کے جو کچن کے اندر کھڑا حیرت سے کبھی دروازے کو تو کبھی آگ کو دیکھ رہا تھا۔ کیا وہ سارے بے وفا لوگ اسے یہاں مرنے کے لیے چھوڑ گئے تھے؟ حالانکہ وہ اتنا ڈر نہیں رہا تھا۔ اسے پتہ تھا کہ بس چولہا بند کرنے کی دیر ہے!! یہ آگ صرف پلاسٹک کے باؤل کی وجہ سے زیادہ بھڑکی ہے۔۔ جو جل رہا تھا۔

لیکن پھر بھی اسے سب کی بیوفائی پر غصّہ بہت آرہا تھا۔اوپر سے وہ لوگ اتنے منحوس تھے کہ کچن کا دروازہ بھی بند کر دیا تھا۔اسے حیرت ہو رہی تھی کہ یہ اتنے ذہین فتین لوگ کچن کے معاملوں میں اتنے بیوقوف اور احمق نکلے گیں!! باہر وہ سارے دروازے کے پاس کھڑے اندر سے شاید آگ پھیلنے کے انتظار میں تھے! راحیل کا کسی کو ہوش بھی نہیں تھا۔۔ جبکہ ان لوگوں کو سمجھ نہیں آئی تھی کہ غلطی کہاں ہوئی ہے! حدائق شاہ نے تو پکوڑوں میں بس پانی، آلو، پیاز، اور دو سے تین چمچ بیسن ڈالا تھا جس سے ہلکا سا پیلا رنگ ضرور آگیا تھا۔اور بعد میں عدیل شاہ نے تین انڈے ڈال دیے تھے! اب پتہ نہیں غلطی کہاں ہوئی تھی؟"سالے تیری وجہ سے ہوا ہے سب کچھ! اب ڈر کر یہاں کیا کھڑا ہے اندر جا اور پھونکیں مار کر بجھا آگ کو!! زاویار شاہ نے حدائق شاہ کے سر کے پیچھے چت لگاتے اپنی طرف سے بہت عقلمندی کا مشورہ دیا تھا۔۔"ہاں میرے اندر ہوا سٹور ہوئی پڑی ہے جیسے! خفگی سے اسے دیکھتے جواب دیا گیا۔وہ جانتا تھا اب سارے ہی اس اکیلے کو بلیم کرے گیں! لیکن واقعی باؤل اس سے اچانک غلطی سے ہی گرا تھا۔۔

اندر موجود راحیل خان نے نفی میں سر ہلاتے خاموشی سے آگے بڑھتے سنک سے ایک شیشے کے جگ میں پانی بھرا۔ چھینٹے بہت اڑ رہے تھے وہ چولہے کے پاس ہاتھ نہیں لے جا سکتا تھا۔ تبھی اب پانی ڈال کر آگ بجھانے جا رہا تھا۔۔ آگے کی طرف بڑھتے اس نے کڑھائی کے اوپر پانی ڈالا۔۔ پانی اچھا خاصا تھا۔ ساتھ ساتھ چولہا بھی بجھ چکا تھا۔۔ راحیل خان نے ایک گہری سانس بھرتے آگے کو ہوتے گیس بند کیا۔۔ وہ اپنا کام مکمل کرتے دانت پیستے دروازے کو دیکھ رہا تھا۔ اب وہ ذرا ان لوگوں کی خبر لیتا۔۔ اپنے دماغ میں ایک شیطانی آئیڈیا سوچتے راحیل خان نے کچن میں موجود کٹلری کو اٹھایا [redacted] کے لیے ہی رکھا گیا تھا۔ چولہے کے پاس

آگ۔۔راحیل خان نے دروازے کے پاس کھڑے ہوتے ہانک لگائی۔۔وہ ایسے چیخ رہا تھا جیسے سچ میں آگ لگ گئی ہو۔!!" باہر موجود لڑکوں نے بے ساختہ ہی ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ "اندر کون تھا؟؟راحیل؟آبان خان نے سب سے پہلے نوٹ کیا۔وہ اتنے پاگل تھے کہ انہیں راحیل کا ہوش بھی نہیں تھا۔!!" پیچھے ہٹو آگ!عدیل شاہ نے اچانک ہی چیختے ان لوگوں کی توجہ دروازے کے نیچے سے نکلتے دھوے کی طرف کروائی۔اب تو ان لوگوں کو کنفرم ہو چکا تھا واقعی آگ پھیل چکی ہے!" سالوں راحیل اندر ہے!ان لوگوں کو مزید دروازے کو اچھی طرح بند کرتے دیکھ آبان خان چیخا۔۔کتنے بیوفا تھے یہ لوگ!" اگر دروازہ کھولا تو پورے گھر میں پھیل جائے گی آگ!عدیل شاہ کو اپنے گھر کی فکر زیادہ تھی۔نہیں بلکہ اسے پاکیزہ بیگم کا ڈر تھا۔!!" بچاؤ۔۔آہ۔۔راحیل خان نے اپنی ہنسی روکتے ایک مرتبہ پھر ہانک لگائی۔وہ ان سب کی آوازیں بخوبی سن رہا تھا۔۔"تو پانی لے کر آ جلدی کر۔اور تو دروازہ کھول کر دیکھ لے نہیں تیرے گھر میں آگ لگتی!آبان خان نے پہلے حدائق شاہ کو مخاطب کرتے آخر میں عدیل شاہ کے سر پر چت لگائی۔وہ

سارے ہی ایک دم سے ہڑبڑا کر رہ گئے تھے! سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اچانک کیا کریں۔ دھواں ویسے ہی اڑتے انہیں پریشان کر رہا تھا۔ پتہ نہیں راحیل خان اندر کیسا تھا۔ مگر مجال تھی جو کسی نے دروازہ کھولنے یا کھلوانے کی زحمت کی ہو!!"پانی پانی۔۔۔ حدائق شاہ نے جلدی سے آگے کو آتے پانی ان لوگوں کے سامنے کیا۔ اور ان سب کا بس نہیں تھا کہ حدائق کا منہ توڑ دیں۔ وہ واقعی پاگل ہو گیا تھا۔ وہ ایک چھوٹے سے گلاس میں پانی لایا تھا۔ شاید کسی کے پینے کے لیے!! آبان خان نے دانت کچکچاتے اس پاگل انسان کو گھورا۔ جو اپنا دماغ شاید گھر پر چھوڑ آیا تھا۔ دوسرے لمحے اس نے گلاس پکڑتے یہی پانی اس کے منہ پر پھینکا۔ وہ اسی لائق تھا۔!!"تو ہی رکھ لے یہ پانی۔!! دانت پیس کر لفظ چباتے آبان خان نے عدیل کی طرف دیکھا۔ حدائق شاہ نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے ہونٹ بھینچے! بھلائی کا زمانہ ہی نہیں تھا۔!!"سالے مجھ سے لے لینا اگر جل جائے تو یہ گھر! جھٹکے سے عدیل شاہ کو پیچھے ہٹاتے آبان خان نے کہتے جھٹکے سے دروازے کو کھولا۔۔ عدیل شاہ نے اسے دیکھتے دانت کچکچائے! وہ صرف گھر کو ہی نہیں ان کی جانوں کو بھی

خطرے میں ڈال رہا تھا۔ لیکن یہ کیا؟؟ دروازہ کھلنے پر اندر تو کوئی آگ ہی نہیں تھی۔ بس دروازے کے پاس ایک جلا ہو کپڑا پڑا تھا۔ اور سامنے وہ انسان کھڑا بتیس کے بتیس دانت باہر نکالتے ان سب کے حیران چہروں کی طرف دیکھ رہا تھا۔!!"تو ٹھیک ہے؟ آبان خان نے اس کی طرف جاتے اسے بازو سے پکڑتے پوچھا۔۔ حالانکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ سب ٹھیک ہے!"چل دفعہ ہو! یہیں چھوڑ کر کیسے بھاگ گئے تھے تم سب! جھوٹا انسان اب فکر بھی نہ جتا۔۔ راحیل خان نے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے جھٹکتے خفگی سے کہا۔ سب سے بڑا تو غم ہی اسے آبان کا تھا۔۔"سالے تیری ٹانگیں نہیں ہیں کیا؟ اور یہ کیا طریقہ تھا۔ جان نکال دی تھی تو نے ان سب کی!! مجھے لگا تھا ایک جنازہ اٹھنے والا ہے خان ولا میں! زاویار شاہ نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے اسے لتاڑا۔ وہ سب سمجھ گئے تھے اس کے شیطانی دماغ کو!!"میں تیرے سے بات نہیں کرتا تو تو بھی مجھ سے مت کیا کر۔ میرا جنازہ اُٹھے یا کچھ بھی ہو تجھے آئندہ میرے منہ لگنے کی ضرورت نہیں ہے! بہتر ہے ہم دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھے بھی نہیں! ورنہ تیرا جنازہ میں ضرور اٹھادوں گا۔۔ اُنگلی

اٹھا کر سنجیدگی سے زاویار شاہ کی طرف دیکھ کر کہتے وہ بھڑک ہی اٹھا تھا۔ اس کی زیادہ تر کوشش ہوتی تھی کہ زاویار کے منہ نہ لگے! لیکن اب وہ خود بولا تھا۔

"راحیل! آبان خان نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے پکارا۔ وہ اسے جیسے یاد دلانا چاہ رہا تھا کہ وہ سب کے درمیان کھڑا ہے!! زاویار شاہ سمیت سب نے حیرت سے راحیل کو دیکھا۔ اس نے تو ایسا کچھ نہیں کہا تھا کہ راحیل اس طرح بھڑک اٹھتا۔!!

"چھوڑو سارے! آؤ لاؤنج میں کوئی مووی دیکھتے ہیں۔ باہر سے کچھ آرڈر کر لے گیں! آبان خان نے سب کو مخاطب کرتے بات کو ٹالنا چاہا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کوئی بھی راحیل پر زیادہ غور کرے! آنکھیں سچ بولنے کا ہنر جانتی تھی۔ تبھی وہ انہیں کہہ رہا تھا۔۔ "ہاں چلو! عدیل شاہ نے حامی بھرتے باہر کی طرف قدم بڑھائے! اس کے پیچھے ہی معاذ اور اکشم بی نکلے! "چل! راحیل خان کو بازو سے پکڑتے آبان خان نے باہر کی طرف قدم لیے! حدائق شاہ کی جانچتی نظروں نے دور تک راحیل خان۔ کی پشت کا پیچھا کیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی رقابت تو کسی ایسے شخص سے ہوتی ہے جس نے آپ کی کوئی قیمتی چیز چرالی ہو! اور زاویار شاہ بھلا راحیل سے کچھ

کیوں چھیننے لگا؟" خیر! دھیمے سے کہتے حدائق شاہ نے اپنا سر جھٹکا۔ اسے ہر معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی گندی عادت تھی۔ قصور اس کا نہیں تھا۔۔!! بچپن میں وہ دونوں ہی بچے تھے! زاویار شاہ خود یہی سوچ رہا تھا۔ پہلے تو وہ تھوڑا بہت نوٹ کرتا تھا کہ راحیل اس سے بات نہیں کرتا۔ اور پھر اب بھی۔۔ اسے تھوڑا عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔۔ اپنے جیب میں بجتے فون کی آواز پر وہ اس کی طرف متوجہ ہوا۔ حدائق شاہ اس کے ساتھ ہی کھڑا نجانے کیا سوچ رہا تھا۔۔ فون نکال کر آنکھوں کے سامنے کرتے زاویار شاہ نے ایک گہری سانس بھری۔ اشنا شاہ کی کال تھی۔ اور اس کال سے پہلے آئے میسج وہ بخوبی دیکھ رہا تھا۔ تین دن سے یہی میسج آ رہے تھے!

"کیا ہوا؟ حدائق شاہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ وہ کال کیوں نہیں اٹھا رہا تھا؟؟۔" تیری ہی بیوی ہے اور کیا ہونا ہے؟ ذلیل نہ کرا سے! اٹھا لے کال!! زاویار شاہ نے ناگواری سے اسے دیکھتے فون اس کے ہاتھ میں تھمایا۔ اسے تین دن سے اشنا کی کالز آ رہی تھیں اور بات ایک ہی ہوتی تھی کہ حدائق بھائی سے فائزہ کی بات کروا دیں! اس نے حدائق کو بتایا بھی تھا۔ مگر وہ پتہ نہیں کیوں بات ہی

نہیں کر رہا تھا۔ اب ان دونوں میاں بیوی کے معاملے میں وہ کیا ہی بول سکتا تھا۔۔
حدائق شاہ نے سنجیدگی سے اپنے ہاتھ موجود بجتے فون کو دیکھا۔ اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ اس نے فائزہ کو فون نا دلا کر کتنی بڑی غلطی کی ہے!! "جا تو میں بات کر کے دے دوں گا فون۔۔ سنجیدگی سے زاویار شاہ کی طرف دیکھ کر کہتے شکر تھا کہ وہ آج بات کرنے پر راضی ہو ہی گیا تھا۔ پتہ نہیں اس لڑکے کو اچانک ہو کیا گیا تھا۔۔
"جا رہا ہوں! لیکن یہ بتا پہلے تو اس کے پیچھے ایسے مرتا تھا کہ بس قدموں میں بچھ جائے اس کے! اب کیا موت پڑ رہی ہے تجھے!! زاویار شاہ کے اس کی طرف دیکھتے دل میں پلتا سوال پوچھا۔ وہ جو نوٹ کر رہا تھا کب سے اسی متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔۔
"ابھی بھی ویسے ہی مرتا ہوں۔ اس پر نہیں مروں گا تو اور کہاں جاؤں گا؟ سنجیدگی سے اس کی بات کا جواب دیا گیا۔ اس کے ہاتھ میں موجود فون بج بج کر خود ہی بند ہو گیا تھا۔ ابھی اس نے کال اٹھائی نہیں تھی۔۔ "ایسے مرتے ہیں کہ ساتھ اگلے کی بھی جان نکال دیں؟ تو ذلیل کر رہا ہے اسے اپنے پیچھے! اشنا نے بتایا تھا مجھے وہ کیسے وہ رو رہی تھی تیرے لیے! کچھ شرم کر! تیرے سے یہ اُمید نہیں تھی ہمیں!!

زاویار شاہ نے اسے جیسے احساس دلانا چاہا۔۔" کبھی کبھی فاصلے ضروری ہوتے ہیں قریب آنے کے لیے! ہونے دے اسے اپنی محبت کا احساس۔ تُجھے کیا لگتا ہے مجھے تکلیف نہیں ہوتی؟ وہ روتی ہے اور یہاں میرا دل تڑپ اٹھتا ہے! لیکن ابھی میں چاہتا ہوں وہ اپنے دل میں چھپی بات زبان پر لے آئے!. موقع کا فائدہ اٹھا کر اس سے دور رہتے میں اسی لیے اس سے بات نہیں کر رہا تھا۔ فرشتہ نہیں ہوں میں! مجھ سے نہیں رہا جاتا اب اس کے بغیر!! سنجیدگی سے کہتے حدائق شاہ فون کی طرف متوجہ ہوا۔۔ شاید کہ یہی وجہ تھی کہ وہ فائزہ شاہ کو اس کی محبت کا احساس دلانا چاہتا تھا۔ مزید بیوی کے ہوتے کنوارا نہیں رہ سکتا تھا وہ!!"لعنت ہے تیرے اوپر! اس سب میں اسے کچھ ہو جائے بیشک! کچھ عرصے صبر نہیں ہوتا تُجھ سے؟ زاویار شاہ کو تو اس بندے کی لاجیک پسند نہیں آئی تھی۔ وہ غلط تھا شاید!!"دماغ ناخراب کر! جو میں کر رہا ہوں وہ ٹھیک ہے! ایک مرتبہ وہ اپنے منہ سے محبت کا اظہار کر دے بس! ہو جاؤں گا پھر میں ٹھیک! لیکن اسے احساس تو ہو! اسے بس دن رات رونا آتا

ہے ! زاویار شاہ نے ایک افسوس بھری نظر اس پر ڈالتے جواباً خاموشی سے اپنے قدم باہر کو بڑھائے ! وہ اسے کیا کہہ سکتا تھا بھلا؟؟

اسے جاتے دیکھ حدائق شاہ نے اپنے ہاتھ موجود فون سے اشنا شاہ کا نمبر ڈائل کیا۔ "جبکہ دل میں وہ زاویار کی محبت پر ماشاءاللہ پڑھ رہا تھا۔اس بندے نے اشنا شاہ کا نمبر My everything" کے نام سے سیو کیا ہوا تھا۔۔دوسری طرف سے پہلی ہی مرتبہ پر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔اور اتفاقی طور پر فائزہ کے ہاتھ میں ہی فون تھا۔وہ کمرے میں ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑی بار بار خود ہی نمبر ٹرائے کر رہی تھی۔اسے اُمید تھی کہ تین دن کے انتظار کے بعد کیا پتہ آج اس شخص کے دل میں رحم آجاتا۔شکر تھا کہ کال اٹھالی گئی تھی۔!!"ہیلو! حدائق شاہ نے فون کان سے لگاتے کرسی کی طرف قدم بڑھائے ! دوسری طرف موجود فائزہ شاہ نے اس کی آواز سنتے اپنی آنکھوں سے بہتے آنسوں صاف کیے ! کتنا ظالم انسان تھا یہ ! ! اتنا دنوں بعد اس شخص کی آواز سنتے اسے اپنی رگوں میں سکون سا گھلتا محسوس ہو رہا

تھا۔ جلتے تپتے دل پر ٹھنڈی پھوار سی پڑ چکی تھی۔۔ حدائق شاہ نے دوسری طرف خاموشی نوٹ کرتے اپنے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ آگے کون ہے! کرسی پر بیٹھے وہ آگے سے اس کے کچھ بولنے کے انتظار میں تھا۔!!"تم کچھ بولو گی یا میں کال کٹ کر دوں؟ اسے کچھ بھی نا بولتے دیکھ اس نے اپنی آواز کو سنجیدہ کرتے پوچھا۔۔ جبکہ دل میں اسے پورا یقین تھا کہ مقابل ابھی بھی رو ہی رہی ہو گی۔!!"شاہ۔۔ فائزہ شاہ نے روتے ہوئے ہچکی بھرتے اسے پکارا۔ وہ اس طرح کیوں کر رہا تھا اسے سمجھ نہیں آتی تھی۔!!"ہمم بولو سن رہا ہوں! وہی سنجیدہ انداز۔ اسے زہر لگ رہا تھا اس وقت فائزہ شاہ کا رونا۔ پتہ نہیں کب مقابل نے رونا چھوڑنا تھا۔"شاہ پلیز گھر آجائیں! ڈریسنگ ٹیبل کو زور سے پکڑتے اس نے منت زدہ لہجے میں کہا۔ ہیر سے لڑائی کے بعد اسے کسی نے کچھ کہا تو نہیں تھا لیکن پھر بھی اسے حدائق شاہ کی حد سے زیادہ ضرورت تھی۔ وہ ایک مرتبہ پھر ٹوٹ کر بکھری ہوئی تھی۔ جس سے یہ شخص انجان تھا۔"پہلے تو یہ بات روئے بغیر بھی ہو سکتی ہے! اور دوسری بات میں کوئی شوق سے گھر سے باہر نہیں ہوں! تمہارے سامنے

داجان نے نکالا تھا۔ تمہارے بھائی کے کیے کی سزا ہم سب بھگت رہے ہیں!

سنجیدگی سے بولتے وہ آخر میں اسے طعنہ دے گیا تھا۔ حالانکہ وہ ایسا کچھ بولنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ فائزہ شاہ کا تو سرے سے اس میں کوئی قصور ہی نہیں تھا۔ لیکن سختی کرنے کے چکروں میں وہ مقابل کے دل کو ٹھیس پہنچا رہا تھا۔۔

"مجھے کچھ نہیں پتہ آپ پلیز گھر آجائیں بس! میں۔۔ میں داجان سے بات کرلوں گی۔ آپ آجائیں پلیز! اسے کوئی غرض ہی نہیں تھی جیسے! اسے بس حدائق شاہ اپنے پاس چاہیے تھا۔ یہ لڑکی پاگل تھی۔۔ حدائق شاہ نے اپنے ہونٹ پر دانتوں کی گرفت مضبوط کی۔ وہ اپنی حرکتوں سے اس کے دل میں اُمید جگا دیتی تھی۔ لیکن منہ سے اظہار اس لڑکی سے نہیں ہوتا تھا۔۔ کاش کہ خدا اس کا دھیان اس طرف کروا دیتا کہ حدائق شاہ آخر کیا چاہتا ہے! "شاہ آجائیں نا۔۔ تھکے ہارے انداز میں بھیگی آواز میں کہتے وہ شدت سے آواز کے ساتھ رونے لگی تھی۔ اس کا دل پھٹنے کو تھا۔ پتہ نہیں کیسے اب تک وہ خود کو سمبھالے ہوئے تھی۔ نجانے کتنی راتوں سے تو وہ سوئی بھی نہیں تھی۔!! "رونا بند کرو یار۔ یہ غلط حرکت ہے! تم مجھے ایسے بے

بس نہیں کر سکتی۔ میں اسی لیے تم سے بات نہیں کر رہا تھا۔ حدائق شاہ نے صبر کے گھونٹ بھرتے بے بسی سے کہا۔ اس کا دل پگھل رہا تھا۔ اس کا بس نہیں تھا کہ طرح اڑ کر چلا جائے اس لڑکی کے پاس! "شاہ میں مر جاؤں گی آپ کے بغیر! پلیز۔!! روتے ہوئے وہ مسلسل منت کر رہی تھی۔ وہ ایسے ہی اسے زیر کر سکتی تھی۔!! "میں آ گیا تو تمہارے لیے اچھا نہیں ہو گا۔ میری شرط ہے پھر تیار رکھو خود کو رات رات بھر میری شدتیں سہنے کے لیے! اس سچویشن میں بھی حدائق شاہ نے موقعے پر چوکا مارنا ضروری سمجھا۔ جانا تو اس نے اب ویسے بھی تھا۔ مقابل اس کے دل کو تڑپا گئی تھی۔ لیکن ضروری تھا کہ اپنی بات بھی منوا لیتا۔ فائزہ شاہ نے اس کی بات پر اپنے آنسوں صاف کرتے سسکی بھری۔!! کتنا کوئی خود غرض انسان تھا یہ! اس کی کنڈیشن کو چھوڑے مقابل کو صرف اپنی پڑی تھی۔ وہ اس کی ساری چالاکیاں سمجھ رہی تھی۔!! "جواب دو اب تو تمہارے رونے کی بھی آواز نہیں آ رہی؟ اہم بات پر ہی کیوں تمھیں سانپ سونگھ جاتا ہے؟ اسے جواب نا دیتے دیکھ وہ خفگی سے گویا ہوا۔ یہ اس کے اوپر ظلم تھا اب!! فائزہ شاہ نے بے بسی سے ایک نظر سامنے آئینے

میں خود کو دیکھتے کال کٹ کی۔ اسے حدائق شاہ اپنے پاس چاہیئے ضرور تھا۔ مگر اس حد تک نہیں جس حد تک مقابل چاہ رہا تھا۔ اسے بس تحفظ اور محبت چاہیے تھی۔ ابھی وہ واقعی مینٹلی طور پر ذرا بھی اس چیز کے لیے تیار نہیں تھی۔ اگر اس مرتبہ کچھ ہو جاتا تو وہ موت کو خوشی خوشی گلے لگاتی۔ چاہے پھر سامنے اس کا شوہر ہی کیوں نہ ہوتا۔ فون کو ڈریسنگ ٹیبل پر پٹختے وہ بے بسی سے پھر سے رونے لگی تھی۔

حدائق شاہ نے کال کٹتے دیکھ فون کان سے ہٹاتے نظروں کے سامنے کیا۔ اس لڑکی نے اسے بے بسی کی تصویر بنا دیا تھا۔ رات رات بھر مقابل کو اپنی بانہوں میں لیے پہلے ہی جیسے وہ خود پر ضبط کرتا تھا بخدا یہ تو وہی جانتا تھا۔ اب اس کی بس ہو گئی تھی۔ سال ہونے والا تھا ان کی شادی کو۔ بلکہ اگلے مہینے کے شروع میں سال ہو بھی جاتا۔ لیکن افسوس تھا کہ وہ عورت اس کی اتنی محبت اتنی چاہت کے باجود بھی اپنی زندگی میں اس وہ مقام نہیں دے سکی تھی جو وہ ڈیزرو کرتا تھا۔ ایک گہری سانس بھرتے حدائق شاہ نے کرسی سے اٹھتے باہر کی طرف اپنے قدم بڑھائے! اب اس کا اِرادہ کل پرسوں تک گھر جانے کا تھا۔ لیکن ایک بات طے تھی کہ وہ اب فائزہ شاہ سے ذرا

بھی بات نہیں کرنا والا تھا۔ مقابل ڈھیٹ تھی تو وہ بھی اسی کا شوہر تھا۔۔ سر جھٹک کر سوچتے حدائق شاہ باہر کی طرف بڑھا۔

یہ تقریباً صبح کا وقت تھا جب معاذ شاہ اس وقت یونیورسٹی میں موجود سنجیدگی سے اپنے آفس میں بیٹھا کام میں محو تھا۔ اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے! معاذ شاہ ابھی فری تھا۔۔ ساڑھے دس کے قریب اس نے لیکچر لینا تھا۔ ابھی وہ اپنے آفس میں بیٹھا کچھ اسائنمنٹ چیک کر رہا تھا۔ معاذ شاہ اس وقت خلاف توقع کیجول سے جینز اور شرٹ میں ملبوس اوپر ایک جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس کی جیکٹ کے سارے بٹن کھلے تھے جبکہ شرٹ پر سامنے بلیک چشمہ لٹکایا ہوا تھا۔ وہ آج اس حلیے میں پہلے سے زیادہ ہینڈسم اور سمارٹ دکھ رہا تھا۔ ابھی تک تو وہ سیدھا اپنے آفس میں ہی بیٹھا تھا۔ اس سے پہلے ایک اور لیکچر اس نے لینا تھا لیکن پھر دل نہ ہونے کی وجہ سے وہ نہیں لے پایا تھا۔ لیکن اب والا لیکچر وہ چھوڑ نہیں سکتا تھا۔ وجہ ایک وہی تھی۔!! بالاج خان کے نکاح والے دن کے بعد سے معاذ شاہ خود میں ہی جیسے اس سے ناراض سا گھوم رہا تھا۔ کیونکہ مقابل اس کو مار پڑنے والی بات اپنی دونوں چمچیوں یعنی کہ اپنی دوستوں کو بتا چکی تھی۔۔ اس نے خود اُن تینوں کو خود پر ہنستے

ہوئے دیکھا تھا۔۔اور یہ اس کے لیے ایسا مقام تھا کہ وہ خود تو توہینِ خجالت کے احساس سے مرتا ہی لیکن ساتھ میں زاراخان کی بھی زبان کاٹ دیتا۔۔اسے واضح اپنی بیعزتی محسوس ہوتی تھی۔ تبھی وہ پچھلے کچھ دنوں سے زاراخان کی طرف سے لا پرواہ بنا سنجیدگی سے یونی میں اپنے کام سے کام رکھ رہا تھا۔وہ ناراض بھی اس سے تھا جسے اس کی ناراضگی سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔۔اپنی گھڑی نے وقت دیکھتے معاذ شاہ ایک گہری سانس بھرتے کرسی سے کھڑا ہوا۔!! سوچتے سوچتے کب لیکچر کا وقت ہو گیا تھا اسے علم بھی نہیں ہو سکا تھا۔۔کرسی سے کھڑا ہوتے وہ اپنا سارا کام وائنڈ اپ کر رہا تھا۔اب وہ کل سے ان اسائنمنٹ کو چیک کرتا۔اپنا فون ٹیبل سے اٹھا کر ہاتھ میں پکڑتے معاذ شاہ نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھائے !اس کے چہرے پر نامعلوم سنجیدگی بلکل واضح تھی۔آج کل وہ اسی موڈ میں رہتا تھا۔باہر کی طرف بڑھتے اس کے قدموں کا رخ اپنی کلاس کی جانب تھا۔

السلام وعلیکم ایوری ون! معاذ شاہ نے کلاس میں داخل ہوتے ایک نظر پوری" کلاس میں دوڑاتے معمول کے مطابق سلام کیا۔اس کے کلاس میں آتے ہی مکمل خاموشی ہو چکی تھی۔ تمام طلباء جو بول رہے تھے فوراً ہی چپ ہو چکے تھے! معاذ شاہ کا جس طرح کا آج کل موڈ تھا اس کا پتہ نہیں چلتا تھا کسی کی بھی انسلٹ کر دے!! معاذ شاہ نے ڈائس کی طرف جاتے اپنے عین سامنے سب سے پہلے والی سیٹ پر بیٹھی اس لڑکی پر نظریں دوڑائی۔ تعجب کی بات تھی کہ آج زارا خان کلاس میں سب سے پہلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ ورنہ وہ ہمیشہ ہی حرا اور عائشہ کے ساتھ پیچھے ہوتی تھی۔ آج پہلی مرتبہ ہی یہ معجزہ ہوا تھا۔۔ زارا خان اس وقت پیچ کلر کے لانگ فراک میں ملبوس بالوں کی ایک طرف لیے چٹیا سی بنائی ہوئے تھی۔اس کے لمبے بالوں کی چٹیاں سینے سے نیچے تک جا رہی تھی۔اوپر ایک کندھے پر آرگینزا کا دوپٹہ لٹکا ہوا تھا۔ جبکہ کانوں میں بھی آج تو آویزے سے لٹک رہے تھے! وہ آج معمول سے زیادہ تیار ہو کر آئی بہت حسین لگ رہی تھی۔ پتہ نہیں اب وہ اتنا تیار کس لیے ہو کر آئی تھی۔۔اس کے دائیں طرف حرا اور عائشہ جبکہ بائیں طرف سی آر اور اس

کے آگے باقی لڑکے بیٹھے تھے!! معاذ شاہ نے ایک نظر میں ہی اس کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔ زار اخان خود بھی بیٹھی سنجیدگی سے اسی کی طرف۔ متوجہ تھی۔ آج کل اس کی جان چھوٹی ہوئی تھی اس پاگل انسان سے! حالانکہ اس کی ناراضگی وہ محسوس کر رہی تھی۔ لیکن اسے نہیں لگتا تھا کہ اس کا معاذ شاہ سے ایسا کوئی رشتہ ہے جس کی بنا پر وہ اسے منا سکے! پتہ نہیں مقابل کیا سوچ کر اس سے ناراض ہوا تھا۔۔ معاذ شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اپنی نظریں پھیری۔ اس نے نظریں بھی ایسے پھیری تھی جیسے وہ پھر سے اس پر جتا رہا ہو۔۔ زار اخان نے سر جھٹکتے کندھے اُچکائے! اس انسان سے وہ کچھ بھی ایکسپکٹ کر سکتی تھی۔!! سر جھٹکتے معاذ شاہ نے سنجیدگی سے اپنا لیکچر شروع کیا۔ وہ بس اپنے کام سے کام رکھنا چاہتا تھا۔ لیکن کیا کرتا اس لڑکی کا جو اس کی ساری توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی تھی۔ خاص کر اب جب وہ عین لڑکی اور لڑکوں کے بیچ میں بیٹھی آتش فشاں بنی ہوئی تھی۔ آخر مقابل کو ضرورت ہی کیا تھی اتنا تیار ہو کر آنے کی۔ اور اس سی آر سے تو اسے شروع دن

سے کوئی بیر تھا۔ یہ لڑکا کچھ زیادہ ہی شوخا تھا۔ غائب دماغی سے لیکچر دیتے وہ سوچ انہی کے بارے میں رہا تھا۔

زارا سر معاذ نے کہیں اُس دن ہماری باتیں تو نہیں سن لی تھیں؟ اس دن کے بعد سے ہی اتنا سیریس موڈ رہتا ہے ان کا۔ حرا نے ایک نظر معاذ شاہ کو دیکھتے اپنے ساتھ بیٹھی زارا خان کے کان میں سرگوشی کی۔ انہیں پتہ نہیں کیوں شک سا پڑ رہا تھا۔۔

"میری بلا سے سن لیں! ڈرتی تھوڑی ہوں میں! میں نے کوئی جھوٹ تو نہیں بولا تھا۔ انہیں واقعی دا جان سے چپلیں اور گالیاں پڑی تھیں۔۔ سامنے پروجیکٹر پر نظریں جمائے اس نے سرگوشی نما آواز میں جواب دیا۔ لیکن آواز اتنی ضرور تھی کہ دائیں بائیں بیٹھے دونوں لوگوں نے بخوبی سن لی تھی۔!!"کیا واقعی؟ ایسا کیسا ہو سکتا ہے؟ جتنے یہ غصے والے ہیں انہیں کوئی کچھ کیسے کہہ سکتا ہے؟ سی آر نے حیرانی سے اسے دیکھتے دھیمے سے تعجب سے پوچھا۔ یہ اس کے لیے نئی بات تھی۔!!"ہاں قسم سے! گھر سے نکالا ہوا ہے انہیں ان کے دادا نے! سچ میں بہت غلط کام کیا تھا ان

لوگوں نے! تب سے ہی سارا خاندان ان سب سے ناراض ہے! اور دا جان نے تو بہت مارا تھا انہیں!! زارا خان نے سی آر کی طرف جھکتے پھر سے سرگوشی کی۔ یہ کچھ دنوں سے ہی سی آر اور ایک اور لڑکا بھی ان کے گروپ میں شامل ہو چکے تھے! اب زیادہ تر یہ لوگ ساتھ ہی بیٹھتے تھے!!"مس زارا خان اٹھیں اور میری کلاس سے باہر نکلیں! آپ کی یہ سرگوشیاں کلاس کو ڈسٹرب کر رہی ہیں! معاذ شاہ جو کب سے اسے ہی نوٹ کر رہا تھا سنجیدگی سے کھڑے ہوتے گویا ہوا۔ اسے سمجھ تو نہیں لگی تھی کہ یہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں لیکن جس طرح مقابل سی آر کی طرف جھکی تھی اسے اچھا نہیں لگا تھا۔ کچھ اس کا دھیان بھی بھٹک رہا تھا تبھی مقابل کو کلاس سے بھیجنے میں ہی بھلائی جانی۔ زارا خان نے اسے دیکھتے اپنے ہونٹ بھینچے! اتنا بے مروت انسان تھا یہ کے اسے اس کی عزت کا بھی خیال نہیں تھا۔ وہ اسے بھری کلاس میں ایک مرتبہ پھر بے عزت کر رہا تھا۔"سوری سر! سیدھے ہو کے بیٹھے اس نے دانت پیستے معافی مانگی۔ اب وہ ایک مرتبہ کہنے پر ہی باہر چلی جاتی تو بھی اسی کے لیے مسئلہ تھا۔"جائیں باہر اور ساتھ میں ان تینوں کو بھی لے جائیں! جتنی

مرضی باتیں کریں باہر جا کر! اٹھیں شاباش۔۔ سختی سے کہتے معاذ شاہ نے اپنے سینے پر ہاتھ باندھے! اب اس نے جب تک کلاس سے باہر نہیں چلے جانا تھا اس نے بھی پڑھانا شروع نہیں کرنا تھا۔۔ "سر وہ میری وجہ سے بول رہی تھی۔ اس کا کوئی قصور نہیں ہے!! سی آر نے ایک نظر ساتھ بیٹھی زارا خان کو دیکھتے اس کی حمایت میں بولنا چاہا۔ دیکھا جاتا تو وہ سچ ہی کہہ رہا تھا۔۔ "میں نے پوچھا ہے آپ سے؟ جب میں بات کر رہا ہوں تو کس نے کہا آپ کو بیچ میں بولنے کے لیے؟ سی آر کو گھور کر دبی دبی آواز میں چیختے وہ تو بری طرح بھڑک ہی اٹھا تھا۔ اب تو ایک مرتبہ یہ لڑکا اس کے ہاتھ لگتا ذرا۔۔ حالانکہ پہلے بھی وہ اسے کم انسلٹ نہیں کرتا تھا۔۔ "اٹھیں یہاں سے! میں ملازم نہیں ہوں آپ کا جو یہاں کھڑا بولتا رہوں۔۔ ایک مرتبہ پھر زارا خان کی طرف متوجہ ہوتے وہ سختی سے بولا۔ زارا خان خاموشی سے ہونٹ بھینچتے ایک نظر اسے دیکھتے اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی۔ وہ تیزی سے اپنا سامان سمیٹتے آنسوؤں کو حلق میں اُتار رہی تھی۔ اچھی طرح جانتی تھی وہ کس بات کا غصّہ نکالا ہے اس انسان نے! اتنے دن ہو گئے تھے اسے معاذ شاہ کو جانتے ہوئے! وہ اچھی

خاصی اس سے واقف ہو چکی تھی۔۔ "آپ سب بھی آؤٹ! زارا خان کی پشت کو ایک نظر دیکھتے معاذ شاہ نے ان چاروں کی طرف بھی اشارہ کیا۔ وہ ان کے پورے گروپ کو ہی کلاس سے باہر نکال رہا تھا۔ کسی کے لیے چھوٹ نہیں تھی۔۔ زارا خان کے مقابلے میں وہ سب خاموشی سے اپنا سامان اٹھاتے عزت سے باہر جا چکے تھے! اتنی انسلٹ کافی تھی۔ انہیں مزید تماشہ نہیں بنوانا تھا۔۔ تبھی چپ کر کے وہ سب بھی کلاس سے نکلے!! پیچھے معاذ شاہ نے سر جھٹکتے دوبارہ سے لیکچر شروع کیا۔ اب اس کے دل کو ذرا سکون تھا۔ مقابل نے جو اتنے دنوں سے اس کی نیندیں چین حرام کیا ہوا تھا وہ ایک فیصد تو اس کا بدلہ لے ہی چکا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ اب وہ لڑکی کسی کونے میں بیٹھ کر رو رہی ہو گی۔۔

"زارا میری بات سن!! باہر نکلتے حرا اور عائشہ زارا خان کے پیچھے پیچھے تھیں جو آنسوں بہاتے آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ اسے اپنی انسلٹ برداشت نہیں تھی۔ اور اتنا ہی یہ انسان اسے پوری کلاس کے سامنے بیعزت کرتا تھا۔۔ "کیا مسئلہ ہے؟ تم

لوگوں کی وجہ سے ہوا ہے یہ سب کچھ! ان دونوں کو اپنے سامنے آتے دیکھ زارا خان اپنے قدموں کو بریک لگاتے چیخی۔ سی آر اور اس کے ساتھ موجود ایک لڑکا بھی اسی طرف آرہے تھے! البتہ وہ ڈھیٹ ہنس رہے تھے!! "چھوڑ جو بھی ہوا اچھا ہی ہوا ہے! اپنی برتھڈے کو خراب نہ کر!! حرا نے آگے آتے اس کے آنسوں صاف کیے! آج زارا خان کی برتھڈے تھی۔ تو یہ ساری تیاری اسی لیے کی گئی تھی۔۔ "خاک برتھڈے سارا موڈ خراب کر دیا اس پاگل انسان نے! اللہ کرے گٹر میں گر جائے! زارا خان نے منہ بناتے دل سے معاذ شاہ کے لیے بد دعا نکالی۔ اسے اتنا ہی غصّہ تھا اس انسان پر!! "چھوڑو نا آؤ تمہارے لیے کیفیٹریا میں کچھ ہے! سی آر نے آگے آتے زارا خان کو مخاطب کیا۔ انہوں نے شاید کوئی سرپرائز پلان کیا ہوا تھا۔ تبھی لیکچر سے جان چھوٹنے پر خوش ہو رہے تھے!! "یہ مت کہنا کہ تم نے میرے لیے سرپرائز پلان کیا ہے! کیونکہ یقین میں نے پھر بھی نہیں کرنا۔ یقیناً ایسا کچھ ہوا تو حرا اور عائشہ کے کام ہونگے! رونا بھولے وہ سی آر کو تنگ کرنے لگی تھی۔ دیکھنے میں ان سب کی کافی اچھی دوستی معلوم ہوتی تھی۔۔ "فار گاڈ سیک زارا۔ کبھی

تو میری شکر مند رہا کرو! ہاتھ جھلا کر مسکرا کر کہتے اس نے آگے کی طرف قدم بڑھائے! وہ زارا خان سے کوئی اچھی اُمید رکھ بھی نہیں سکتا تھا۔اس لڑکی نے ابھی تک اسے کبھی شکریہ نہیں بولا تھا۔ وہ اس کے کام کو کبھی اچھا نہیں بولتی تھی۔۔ زارا خان نے مسکراتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھتے کیفیٹریا کی طرف قدم لیے! وہ بھی تو دیکھتی کہ آخر کیا سرپرائز تھا۔ جبکہ چند لمحوں میں اس کا موڈ پھر سے سہی ہو چکا تھا۔ وہ ایسی ہی تو تھی۔ حرا اور عائشہ کے ہمراہ وہ مسکراتے ہوئے خوش ہوتے آگے بڑھ رہی تھی۔

کیفیٹریا کی طرف جاتے بے ساختہ ہی زارا خان نے اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔ وہ حیرت سے سامنے کا منظر دیکھ رہی تھی۔۔ سامنے محض چھوٹی سی جگہ پر تھوڑی بہت ڈیکوریشن کی گئی تھی۔ لیکن وہ اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ ابھی تک کتنے ہی سٹوڈنٹس اس کی تعریف کر کے جا چکے تھے۔ یہ سی آر نے ہی کروایا تھا۔ بھلے ہی یہ چھوٹی جگہ تھی لیکن زارا خان کے لیے یہ بہت بڑی بات تھی۔ اسے راحیل خان

کے بعد شاید ہی کوئی اپنے ہوش میں پہلی مرتبہ اس طرح کا سرپرائز دے رہا تھا۔ ورنہ اس کی ہر برتھڈے راحیل خان کے واپس آنے سے پہلے روتے ہوئے گزرتی تھی۔ وہ زیادہ تر یہ دن اپنی ماں کو یاد کر کے گزارتی تھی۔ راحیل کی طرح اسے بھی اپنی ماں سے شدید محبت تھی۔ وہ تھی بھی بہت اچھی عورت!!"واہ سی آر تمھیں پڑھنے کے علاوہ یہ کام بھی آتے ہیں؟ حرا نے آگے بڑھتے تعریف یا طنز کیا تھا کچھ سمجھ نہیں لگی تھی۔ "آجاؤ آگے! وہیں کھڑی رہو گی کیا؟ آؤ کیک کٹ کریں! سی آر نے کیک پر کینڈل جلاتے سامنے دیکھتے اسے مخاطب کیا۔ باقی سب اس کے پاس آتے کھڑے ہو چکے تھے ایک وہی ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔ زارا خان نے مسکرا کر اپنی حیرت اور خوشی پر قابو پاتے آگے کی طرف قدم بڑھائے! "مجھے ابھی تک یقین نہیں آرہا۔ زارا خان نے آگے بڑھتے اپنے جذبات کا اظہار کیا۔ وہ واقعی مکمل بے یقین تھی۔!!"کیک کٹ کرو! کسی نے ہیڈ آفس میں شکایت لگادی تو سارے کام سے جائے گیں! سی آر کے ساتھ کھڑے لڑکے نے اس کی طرف دیکھ کر کہتے عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔۔ زارا خان نے مسکراتے ٹیبل پر رکھی چھری اٹھائی۔ وہ

مسکراتے ہوئے کیک کو دیکھ رہی تھی جس پر "ہیپی برتھڈے ڈال" لکھا ہوا تھا۔ اپنے چہرے پر آتی ایک لٹ کو کانوں کے پیچھے اڑستے زارا خان نے کیک کٹ کیا۔ اس کے ساتھ کھڑے چاروں لوگ مسکراتے ہوئے ایک حد تک آواز کے ساتھ تالیاں بجاتے اسے برتھڈے وش کر رہے تھے! وہ یہاں زیادہ شور نہیں کر سکتے تھے! پہلے انہوں نے سوچا تھا کہ کہیں باہر برتھڈے سیلبریٹ کریں! لیکن زارا خان کو راحیل خود لینے آرہا تھا اسی لیے اس نے صاف صاف انکار کر دیا تھا۔ اس کے ساتھ لڑکے بھی تھے اور اس دن معاذ شاہ والی ڈانٹ کے بعد سے وہ راحیل کے سامنے احتیاط ہی برتتی تھی۔ اسے جیسے اپنے بھائی کے دماغ کا پتہ چل گیا تھا۔ لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ سب پھر یہاں اس طرح ڈیکور کر دے گیں!! کیک کٹ کرتے زارا خان نے سب سے پہلے حرا اور عائشہ کو کھلایا۔ وہ لوگ ہنسی خوشی ایک دوسرے کے ساتھ کافی انجوائے کر رہے تھے!! "محترمہ میں سوتیلا تو نہیں ہوں! سے کیک واپس رکھتے دیکھ سی آر نے جیسے نروٹھے سے انداز میں کہا۔ مقصد یہ تھا کہ مقابل نے اسے کیک نہیں کھلایا۔ وہ دونوں ہی اسی انتظار میں کھڑے تھے!! "ہاں

ہاں دے رہی ہوں! زارا خان نے ہنستے ہوئے کہتے ٹیبل سے کیک کا پیس اٹھایا۔ وہ اسے اپنے ہاتھ سے کھلانے لگی تھی۔۔ زارا خان نے ابھی ہاتھ آگے بڑھایا ہی تھا کہ کسی نے فوری طور پر اس کا ہاتھ پکڑتے بیچ میں ہی روکا۔ سی آر کا کھلا منہ کھلا ہی رہ گیا تھا۔۔ "زارا خان نے فوراً ہی حیرت سے اس انسان کو دیکھا۔ اب اسے کیا مسئلہ تھا جو یہاں بھی پہنچ گیا تھا۔۔ وہ معاذ شاہ تھا جو کھڑا نہایت سنجیدگی سے سی آر کو دیکھ رہا تھا۔ ابھی زارا خان کا اس نے صرف ہاتھ پکڑ رکھا تھا اس کی طرف دیکھا نہیں تھا۔۔ وہ ابھی ہی لیکچر ختم کر کے باہر آیا تھا یہ دیکھنے کے زارا خان زیادہ تو نہیں رو رہی۔۔ اسے اندازہ تھا کہ یہ لوگ زیادہ تر یہیں ہوتے تھے!! لیکن یہاں کا ماحول ہی الگ تھا۔ مقابل خوشی خوشی اپنی سالگرہ منا رہی تھی وہ بھی بلا جھجھک لڑکوں کے ساتھ کھڑی! وہ تھوڑی دیر پہلے یہاں آیا تھا اور اب زارا خان کو اس طرح کی بے تکلفی دکھاتے دیکھ وہ سلگتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔ کتنی بیوقوف تھی یہ لڑکی۔۔ "سر وہ ہم۔۔" سی آر ابھی تھوک نگلتے کچھ بولتا کہ اچانک ہی معاذ شاہ نے اسے پیچھے گردن سے پکڑتے اس کا پورا چہرہ کیک پر مارا۔ وہ اسے پیچھے گدی سے پکڑے

اچانک ہی اس کے چہرے کو ٹیبل پر رکھے کیک پر لگا چکا تھا۔۔ سارا کیک خراب ہو گیا تھا۔۔ اِرد گرد کھڑے سٹوڈنٹس بھی ان کی طرف متوجہ ہونے لگے تھے ! مگر یہاں پرواہ کسے تھی بھلا؟؟ وہ تو اندر سے جل بھن کر کوئلہ ہو رہا تھا۔۔ زارا خان نے اسے دیکھتے بری طرح اپنے ہونٹ بھینچے ! اس انسان نے قسم اٹھا رکھی تھی اس کی ہر خوشی کو برباد کرنے کی ! ! "میں نے سوچا اچھے سے کھلا دوں تمھیں کیک ! واپس سے سی آر کو سیدھا کرتے معاذ شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کا سارا منہ کیک سے بھر چکا تھا۔۔ سامنے تھا بھی استاد۔ وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا۔ لیکن دل میں وہ سوچ ضرور رہا تھا کہ آخر یہ اس کے ساتھ کیوں ہوا ہے ! "کم آن گائیز ! یہاں میلہ نہیں لگا ہوا۔ اپنا کام کریں سب ! ایک نظر اکٹھے ہوتے ہجوم کو دیکھتے معاذ شاہ نے ہلکے پھلکے انداز میں سب کو دیکھتے کہا۔ وہ ایسے کہہ رہا تھا جیسے یہاں کچھ ہوا ہی نہ ہو ! یقیناً اگر یہ پروفیسر نا ہوتا تو یہاں لڑائی ہو جانی تھی۔ لیکن افسوس۔ ! ! ایک نظر چھٹتے ہجوم پر ڈالتے معاذ شاہ واپس سے ان پانچوں کی طرف متوجہ ہوا جنہیں سانپ سونگھ گیا تھا۔ وہ بس حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے جیسے وہ کوئی عجوبہ

ہو!! معاذ شاہ نے سی آر کے قریب جاتے اسے نہایت سخت نظروں سے گھورا۔
"آج کے بعد اس سے سو فٹ کے فاصلے پر نظر آنا مجھے! ورنہ میں تمہاری قبر کھود دوں گا۔ یاد رکھنا۔۔اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے معاذ شاہ سرگوشی نما آواز میں اس کے کان میں سختی سے پھنکارا۔اس کی آواز اتنی تھی کہ اس نے یا پھر سی آر نے ہی سنی ہو گی۔۔ سی آر نے حیرت سے معاذ کو دیکھا۔اسے غصّہ تو بہت آیا تھا اس کی حرکت پر مگر یہ کچھ بول نہیں سکتا تھا۔آخر میں پاس اس انسان نے ہی انہیں کرنا تھا۔یونی میں ٹیچرز سے پنگے لینا مطلب اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے کے برابر تھا۔وہ اسی لیے چپ تھا بس! لیکن ابھی کی گئی سرگوشی کا مقصد وہ نہیں سمجھ سکا تھا۔"میرا خیال ہے آپ کو کوئی حق نہیں ہے اس طرح میری برتھڈے خراب کرنے کا۔کیا طریقہ تھا یہ؟آپ پروفیسر ہیں تو کچھ بھی کرے گیں؟زارا خان نے اسے گھورتے ہوئے سنجیدگی سے لفظ چبائے! زہر لگ رہا تھا اس ایسے اس وقت معاذ شاہ۔جس نے سارا موڈ پھر سے خراب کر دیا تھا۔۔معاذ شاہ نے ابرو اچکاتے گردن جُھکائے اسے دیکھا۔اب وہ اس سے بدتمیزی پر اُتر آئی تھی۔بے ساختہ ہی

معاذ شاہ نے دل میں سوچا۔" خراب تو نہیں کی۔اور نہ ہی آپ کو کچھ کہا ہے ! سی آر کے ساتھ ایک چھوٹا سا مذاق کیا ہے ! آپ کو مسئلہ ہو رہا ہے تو میرا کیا قصور ؟اس کی آنکھوں میں دیکھتے اسی کے انداز میں جواب دیا گیا۔" اگر آپ کے مذاق ختم ہو گئے ہو تو پلیز تشریف لے جائیں یہاں سے ! ہاتھ سے سائڈ پر اشارہ کرتے زارا خان نے اسے بھیجنے میں ہی عافیت جانی۔ وہ اس سے بحث میں نہیں پڑ سکتی تھی۔۔ معاذ شاہ نے ایک نظر نہایت سنجیدگی سے اسے دیکھتے ٹیبل پر خراب ہوئے پڑے کیک کو ہاتھ پر لگایا۔ جبکہ نظر اس کی مقابل پر ہی تھیں۔!! "ہیپی برتھڈے مس زارا خان۔اپنا کیک سے بھرا ہاتھ اس کے منہ پر لگاتے وہ سنجیدگی سے اسے وش کر رہا تھا۔ دراصل میں وہ اپنی بھڑاس نکال رہا تھا۔ جو غصّہ اسے اس وقت زارا خان پر تھا۔۔ زارا خان اچانک ہی بدک کر پیچھے ہوئی ! مجال تھی جو اس انسان میں کسی کا خوف یا پھر ذرا بھی تمیز ہوتی ! وہ اب حد کر رہا تھا۔۔" کیا جہالت ہے یہ ؟؟ وہ اپنے منہ سے کیک صاف کرتے شدت سے چیخی۔ آس پاس کے سٹوڈنٹس پھر سے ان کی طرف متوجہ تھے !! "جہالت یہ ہے جو تم کر رہی تھی۔ میں کرتا ہوں راحیل

بھائی سے بات۔ یہ دوست بنانے کیلئے بھیجتے ہیں وہ تمہیں یہاں پر! اُنگلی اٹھا کر دھیمی سی آواز میں اسے دھمکی دیتے معاذ شاہ نے اپنے قدم واپس کی جانب لیے! وہ مزید کھڑا ہوتا تو غصے میں یہاں مزید تماشہ لگا دیتا۔ جو کہ وہ نہیں چاہتا تھا۔ اسی لیے جانا بہتر سمجھا۔۔

جبکہ زارا خان کی تو اس کی دھمکی پر ہی سٹی گم ہو گئی تھی۔ راحیل نے ایک مرتبہ ساتھ کھڑے ہونے پر اس کو ڈانٹ دیا تھا اور اب تو وہ دوست بنائے ہوئے تھی۔ کیا ہوتا جو یہ انسان واقعی اس کی شکایت لگا دیتا۔ اس نے تو منہ دکھانے کے بھی لائق نہیں رہنا تھا۔ "کیا ہوا تیرے چہرے کا رنگ کیوں سفید پڑ رہا ہے! ایسا کیا کہہ کر گئے ہیں سر! ویسے آپس کی بات ہے مجھے یہ اُمید نہیں تھی سر معاذ سے! عائشہ نے آگے بڑھتے اسے چہرہ صاف کرنے کے لیے ٹشو تھماتے استفسار کیا۔ وہ سب ہی معاذ کے اس بیہویر پر شوکڈ تھے! "جب آپ کا کوئی رشتے دار آپ کے ساتھ کسی بھی جگہ پر ہو تو یہی ہوتا ہے! تم دونوں آئندہ اس کے سامنے دور رہنا مجھ سے! جاہل انسان میرے بھائی کی دھمکی لگا کر گیا ہے! غصے سے پہلے عائشہ کو کہتے اس نے

ساتھ ان دونوں لڑکوں کو بھی مخاطب کیا۔!!"بکواس۔ سی آر نے سڑے ہوئے منہ کے ساتھ محض اتنا کہتے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے! واقعی ان سب کا سارا موڈ خراب کر دیا تھا اس انسان نے! وہ منہ دھونے جا رہا تھا اب!!" پتہ نہیں کب جان چھوٹے گی اس معاذ شاہ سے میری! ایک ٹھنڈی آج بھر کر کہتے زارا خان نے اپنے بیگ سے فون نکالا۔ وہ اب راحیل کو کال کرنے والی تھی تاکہ اسے لینے آجائے! یہاں رکنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا اب۔ برتھڈے تو اس کی خراب ہو ہی گئی تھی۔۔

یہ تقریباً صبح کا ہی وقت تھا جب خان گروپ آف انڈسٹریز میں معمول کے مطابق چہل پہل تھی۔ سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف اپنی اپنی ڈیوٹی سرانجام دے رہے تھے!! آبان خان آج آفس نہیں آیا تھا کیونکہ اسے درفشاں کو ہاسپٹل لے کر جانا تھا۔ جبکہ راحیل خان اس وقت اپنے آفس میں بیٹھا سنجیدگی سے اپنے کام میں محو تھا۔ اس کے سامنے رکھی ٹیبل کے پیچھے موجود کرسی آج خالی پڑی تھی۔ کیونکہ

آج مدحا نسیم بھی آفس نہیں آئی تھی۔ راحیل خان نہیں جانتا تھا کہ اس کے چھٹی کیوں کی ہے! ناہی اس نے کوئی لیو کی خبر دی تھی۔ اس نے بنا بتائے ہی چھٹی کر لی تھی۔ جبکہ راحیل خان نے بھی اسے کال کر کے پوچھنا ضروری نہیں سمجھا۔ وہ اس دن کے بعد نجانے کیوں مقابل سے دور رہنا ہی پسند کر رہا تھا۔ اسے عجیب جھجھک سی ہو رہی تھی۔ جیسے مدحا اس کے دل کے راز سے واقف ہو گئی ہو اور سب وہ اس کا سامنا کرنے سے کترا رہا تھا۔ اس دن نجانے اسے کیا ہو گیا تھا کہ وہ اپنے جذبات قابو میں ہی میں رکھ سکا تھا۔ یہ قدرتی طور پر تھا۔۔ ورنہ وہ مر کر بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن پتہ نہیں کیسے اس دن بس اس کی زبان جیسے خود ہی چلتے دل کے حالات اُگل رہی تھی۔ اسے اس دن گھر جا کے احساس ہوا تھا کہ کہیں نہ کہیں اس نے غلط کر دیا۔ بہتر تھا وہ اپنے دل کی بات اپنے تک ہی رکھتا۔ لیکن کیا کرتا اس زبان اور دماغ کا جو مدحا کے سامنے کنفیوز ہو کر سب کچھ اُگل دیتی تھی۔ اس دن کے بعد دو سے تین دن تک تو مدحا نسیم خود بھی اس سے کام کے علاوہ کوئی اور بات نہیں کر رہی تھی۔ وہ خود اس سے پرہیز برت رہی تھی۔ اور مدحا میں کوئی چینج

آئے اور راحیل خان اسے نوٹ نا کرے ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ چاہے وہ دل کی بدلتی حالت ہو یا ظاہری، راحیل خان ایک نظر میں اس عورت کو بھانپ لیتا تھا۔ جیسے ابھی بھی اس نے نوٹ کیا تھا کہ مقابل خود اس دن کے بعد اس سے نظریں چراتی ہے! وہ اس کی ایک دو مرتبہ کی گئی فالتو بات کا بھی کوئی جواب نہیں دے رہی تھی۔ غرض کہ ان دونوں میں پہلے والی بات رہی ہی نہیں تھی۔ وہ دونوں اپنے اپنے دل کے حالات ایک دوسرے کو بتانے کے بعد اب ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے تھے! کیونکہ کہیں نا کہیں دونوں کو احساس تھا کہ ان دونوں نے غلط کیا ہے! یہ جو کچھ بھی ہوا تھا بہت غلط ہوا تھا۔ لیکن اب کیا ہی کر سکتے تھے!

راحیل خان اس وقت پھر سے سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔ وہ آج جان بوجھ کر یہ رنگ پہن کر آیا تھا۔ تھا کوئی جو اسے سفید رنگ میں دیکھ کر کھو گیا تھا۔ اور اسی دن اس کی آنکھوں میں وہ خود بھی کھویا تھا۔ شاید وہیں سے آغاز تھا بدلتے دلوں کے سفر کا۔۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کیونکہ آج دیکھ کر کھونے والے غائب تھے!

آج صرف دیکھنے والے تھے ! دیکھ کر دل ہارنے والے آج نہیں آئے تھے ! اس کی محنت رائیگاں گئی تھی۔ ! ! راحیل خان اس وقت اپنے کام میں مگن تھا کہ دروازہ ناک ہونے پر اس نے گردن اٹھاتے ایک نظر دروازے کی طرف دیکھا۔۔ پتہ نہیں کون اس کی سوچوں میں خلل ڈالنے آگیا تھا۔۔ "کم ان ! ! واپس سے لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے اس نے باہر والے کو اندر آنے کی اجازت دی۔ اب کام بھی تو کرنا ہی تھا۔۔ "جی بو۔۔ سامنے کی طرف دیکھتے وہ کچھ بولتا کہ اس کی زبان کو بریک لگی۔ دروازے سے مدحا نسیم برآمد ہوئی تھی۔ وہ اس وقت ٹی پنک کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس دوپٹے سے خود کو اچھے سے کور کیے ہوئے تھی۔ اس دن کے بعد سے وہ پھر سے اپنی ڈریسنگ پر آگئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی جو نجانے کس لیے تھی۔ جبکہ وہ سنجیدگی سے آفس روم میں داخل ہوتے پیچھے دروازہ واپس سے بند کر چکی تھی۔ ! ! راحیل خان نے ایک نظر اسے دیکھتے گھڑی پر وقت دیکھا۔ یہ کونسا وقت تھا آفس آنے کا۔ اس وقت ساڑھے گیارہ ہو رہے تھے ! مقابل کچھ زیادہ ہی لیٹ تھی۔۔

کچھ زیادہ جلدی آگئی ہیں آپ! آرام سے آجاتی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ دل میں شکر" ادا کرتے راحیل خان زبان سے طنز کرنا نہیں بھولا تھا۔۔ مدحا نسیم نے اپنی گرے آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔ وہ اپنی کرسی پر جانے کی بجائے اس کی طرف قدم بڑھا رہی تھی۔ پتہ نہیں کیوں؟ جبکہ اس کی بات پر بھی چہرے پر نورسپانس سجایا ہوا تھا۔۔ راحیل خان لیپ ٹاپ کو سائڈ پر کرتے سیدھا ہوتے بیٹھا۔ وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا جو اس کے سامنے ٹیبل کے پار رکھی کرسی پر بیٹھ رہی تھی۔ حالانکہ جانتا وہ بھی نہیں تھا کہ مقابل یہاں کیوں بیٹھی ہے!! "فرمائیں؟؟ اس کے چہرے کے ہر نقش کو دیکھتے راحیل خان نے ادب کی تمام حدیں پار کی۔ وہ پتہ نہیں اتنا تمیز دار کیوں بن رہا تھا۔۔ "آبان سر آفس میں نہیں تھے تو مجھے یہ دینے کے لیے آپ کے پاس آنا پڑا۔ یہ لیں! اپنے ہاتھ میں موجود فائل کو سامنے ٹیبل پر رکھ کر راحیل خان کی طرف سرکاتے اس نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ پہلے آبان خان کو آفس میں دیکھ کر آئی تھی۔ تبھی مجبوراً اب یہاں آنا پڑا۔!! "پہلے تم بتاؤ آفس اتنی دیر سے کیوں آئی ہو؟ یہ کوئی وقت نہیں ہے! فائل کو ہاتھ سے سائڈ پر کرتے وہ

ابھی صرف باتوں کے موڈ میں تھا۔ مدحا نسیم نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ کبھی جو یہ انسان سیریس ہو جائے! راحیل خان واقعی نہایت لاپرواہ انسان تھا۔۔ "آپ پلیز یہ دیکھ لیں پہلے! فائل پر نظریں جمائے اس نے سنجیدگی سے کہا۔ وہ چاہتی تھی مقابل جلد سے جلد ان پر سائن کرے اور وہ جائے یہاں سے! اسی ایک مقصد کے لیے وہ آئی تھی۔۔ جبکہ دل میں وہ ایک مرتبہ پھر ماشاءاللہ کا ورد کر رہی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ کہیں اس میسنے انسان کو اس کی ہی نظر نہ لگ جائے!! تبھی وہ یہ کر رہی تھی۔ ہاں وہ لڑکی اچھی طرح اس کی ڈریسنگ نوٹ کر چکی تھی۔ اسے کچھ کچھ اندازہ بھی تھا کہ سفید رنگ کس لیے پہنا گیا ہے! لیکن زبان سے وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی۔ پہلے ہی بہت نقصان ہو چکا تھا اس کا۔۔ "ایسا کیا ہے؟ مسکرا کر کہتے راحیل خان نے اپنے سامنے رکھی فائل کو اٹھایا۔ وہ سوچ رہا تھا یہ کام کی ہی کوئی فائل ہو گی۔ فائل کو کھولتے وہ اس کے اندر سے کاغذ کا ایک ٹکڑا نکالتے اسے پڑھ رہا تھا۔۔ اور جلد ہی اس کے چہرے پر موجود مسکراہٹ فوراً غائب ہوئی۔!! کیا یہ وقت آگیا تھا؟ لیکن اتنی جلدی؟ یہ ایک ریزیگنیشن لیٹر تھا۔ مقابل جاب چھوڑ رہی

تھی۔ نیچے بنی ایک جگہ پر اس کے دستخط درکار تھے! وہ واقعی میں جاب چھوڑ رہی تھی۔ راحیل خان نے سنجیدگی سے لیٹر کو پڑھتے سامنے ٹیبل پر رکھا۔ "کیا میں اس کا مقصد جان سکتا ہوں؟ سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے استفسار کیا گیا۔ اس کا چہرہ اچانک ہی مرجھایا ہوا سا معلوم ہونے لگا تھا۔ صبح صبح ہی کیا خبر مل چکی تھی اسے!! "میں نے جو وجہ اس میں لکھی ہے وہی ہے! سنجیدگی سے جواب دیا گیا۔۔ "ہاں اور میں تمہارے جھوٹ پر یقین کر لوں گا جیسے! تم نے اس میں لکھا ہے کہ تمہیں اس سے بہتر جاب مل چکی ہے! جبکہ میں صرف یہ جانتا ہوں کہ ہر کوئی راحیل نہیں ہوتا۔ بلکہ کوئی بھی راحیل نہیں ہوتا۔ یہاں ہمدردیاں نہیں تعلیم چاہیے ہوتی ہے! اب سچ سچ وجہ بتاؤ؟؟ یہ خود پر غرور ہر گز نہیں تھا۔ وہ صرف حقیقت بتا رہا تھا۔۔ مدحا نسیم نے اسے دیکھتے دانت کچکچائے! مقابل واقعی میں منہ پھٹ تھا۔ اس کی تعلیم تھوڑی کم تھی لیکن سب اسے ایسے بولتے تھے جیسے وہ کوئی انپڑھ ہو! کم از کم اسے تو یہی لگتا تھا۔۔ "میں آپ کو وجہ بتانا ضروری نہیں سمجھتی۔ کوئی اور نہ جواب بنتے دیکھ اس نے سنجیدگی سے یہی حربہ آزمایا۔ اب وہ اسے یہ نہیں

بتا سکتی تھی کہ وہ محبت میں ہار کر جاب چھوڑ رہی تھی۔۔دن بدن اس کے دل کی حالت خراب ہو رہی تھی۔ جو اس کے لیے بلکل اچھا نہیں تھا۔ جب گلاب کے پھول میں موجود کانٹے تکلیف دینے لگے تو اس پھول کو پھینکنا ہی بہتر ہوتا ہے! وہ بھی یہی کر رہی تھی۔!!"میں بھی سائن کرنا ضروری نہیں سمجھتا۔ تم چھوڑو جاب اور میں تم پر کسی بھی وجہ کو پکڑ کر کیس کروادوں گا۔ آفس بھی ریگولر آؤ گی اور ساتھ میں عدالت میں بھی ملتے رہے گیں دونوں! کیا کہتی ہو؟ سنجیدگی سے کہتے اس نے آخر میں ایسے استفسار چاہا تھا جیسے اس نے کوئی بہت اچھی بات کی ہو! کتنا بے مروت انسان تھا یہ!! مدحا نے حیرت سے منہ کھولتے اسے دیکھا۔۔وہ اتنی سی بات پر اب اس پر کیس بھی کروا سکتا تھا۔ وہ بے یقین تھی۔!!"منہ بند کرو اور بتاؤ شاباش۔ آگے کو ہوتے ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھتے راحیل خان نے دوبارہ سے پوچھا۔ وہ بے چین تھا وجہ جاننے کو!! مدحا نے ایک گہری سانس بھرتے بے بسی سے اسے دیکھا۔ وجہ جانے بغیر وہ اسے جانے نہیں دے گا وہ جانتی تھی۔۔"کیا آپ نہیں جانتے کہ آپ خود ہی سب سے بڑی وجہ ہیں؟ جواباً سوال کرتے وہ ایک

ہی لائن میں اسے کافی کچھ سمجھا گئی تھی۔ اس کی گرے آنکھیں عین مقابل کی بھوری آنکھوں میں گڑھی تھی۔۔ راحیل خان نے اُداس سا مسکراتے اسے دیکھا۔ اس کا شک سہی ثابت ہوا تھا۔ اس کا خود کا ذہن بھی اسی وجہ کی طرف گیا تھا۔ "کیا ضروری ہے جاب چھوڑنا؟ مطلب ہم۔۔ مطلب میں دور رہ سکتا ہوں۔۔ دھیمے سے کہتے وہ اسے جاب نا چھوڑنے کے لئے قائل کرنا چاہتا تھا۔ "یہی تو وجہ ہے کہ آپ دور رہ سکتے ہیں۔ میرا دل نہیں رہ سکتا۔ اس لیے بہتر ہے ہم اپنے راستے بدل لیں! دو بدو ہی جواب دیا گیا۔۔ "مت جاؤ۔ ایک اور مرتبہ جیسے منت سی کرنی چاہی۔ پتہ نہیں کیوں اس کا دل بھی اچانک ہی بجھ سا گیا تھا۔۔ "جانا ضروری ہے! اُداس سا مسکراتے جواب آیا۔ وہ سمجھتی نہیں تھی کہ مقابل اگر اسے روک رہا ہے تو کیوں روک رہا ہے!! راحیل خان نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے پیپرز کو اپنے سامنے کیا۔ وہ صرف اپنے بارے میں نہیں سوچ سکتا تھا۔ اسے مقابل کے بارے میں سوچنا تھا۔ اور سچ یہ تھا کہ وہ دل سے اس بات پر سو فیصد پر یقین تھا کہ مقابل اس کی زندگی میں کہیں نہیں ہے! ان دونوں کی زندگی الگ الگ راستے پر

جاتی تھی۔ وہ دونوں ہی الگ الگ راستے کے مسافر تھے! اس کے لیے مہر ماہ تھی اور مقابل کے لیے کوئی اس کے جیسا ہی! کچھ لوگ زندگی میں محض ہمیں سبق سکھانے آتے ہیں! کچھ ایسا ہی حال ان کا بھی تھا۔ وہ دونوں بس ایسے ہی ایک دوسرے سے مل گئے تھے! کچھ لوگ محض ایک چھوٹی سی عمر کیلئے ہماری زندگی میں آتے ہیں اور اسی میں ہمیں بہت کچھ سکھا کر جاتے ہیں! یہی حال ان دونوں کے ساتھ تھا۔۔ان کی کہانی ایک تکون کی صورت اختیار گئی تھی۔ جس کا ایک سرا خالی رہنا ہی تھا۔۔ شاید وہ مدحا نسیم ہی تھی۔۔ پین کو اٹھاتے اس نے تیزی سے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ پیپرز پر سائن کیے! وہ ایک سیکنڈ کے اندر سائن کر چکا تھا۔ کیونکہ وہ خود غرض نہیں تھا۔اپنی خاطر وہ مقابل کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔اس کے خود کے لیے بھی یہی اچھا تھا۔۔ "بیسٹ آف لک! جتنا ہو سکے خوش رہا کرو! پیپرز کو ہاتھ میں پکڑتے اس کے سامنے کرتے وہ زبردستی مسکراتے اسے تنبیہ کر رہا تھا۔۔ مدحا نسیم نے ایک نظر اسے دیکھتے پیپرز کو دوسری طرف سے پکڑا۔اسے اُمید نہیں تھی کہ مقابل اتنی جلدی سائن کر دے گا۔ لیکن چلو اچھا تھا

کہ اس نے آسانی سے کر دیا تھا۔ لیکن سچ یہ تھا کہ چہرے کی رونق اس کی بھی ماند پڑی ہوئی تھی۔ آج کے بعد وہ اسے کبھی دیکھ نہیں سکتی تھی۔ وہ اس کی فضول باتیں نہیں سن سکتی تھی۔ پتہ نہیں اس کے دل کو صبر کیسے آنا تھا۔۔ "چھوڑیں! اسے ابھی بھی پیپرز کو پکڑے خود کی طرف دیکھتا پا کر مدحا نے دھیمے سے کہا۔۔ وہ دونوں الگ الگ سروں سے کاغذ تھامے ہوئے تھے!! "ایک مرتبہ پھر سوچ لو! میرے جیسا شریف باس کہیں نہیں ملے گا۔ اس کی آنکھوں کی ویرانی کو دیکھتے وہ اسے ہنسانا چاہتا تھا۔۔ لیکن برا ہوا۔ یہاں اُلٹ ہو چکا تھا۔ مدحا کی آنکھوں میں نمی سی اکٹھی ہوئی۔ یہ سب بے اختیار تھا۔ وہ خود نہیں جانتی تھی کہ یہ آنسوں کس بنا پر نکلے ہیں! شاید مقابل کی بات کو وہ دل پر لے گئی تھی۔۔ "آپ جیسا انسان مجھے کہیں مل بھی نہیں سکتا۔ اور میری دعا ہے کہ اب ملے بھی نا۔۔ خسارے ایک ہی مرتبہ کے اچھے لگتے ہیں!! پلکیں جھپک جھپک کر آنسوؤں کو واپس سے حلق میں اُتارتے اس نے سچائی کا مظاہرہ کیا۔ لیکن پھر بھی آنسو اپنی جگہ بنا کر نکل رہے تھے! راحیل خان نے اس کے آنسوں دیکھتے پیپر کو دھیمے سے چھوڑتے اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔

وہ اس کی باتوں کی گہرائی کو بہت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ "میں تمہیں بھول نہیں سکوں گا کبھی ! آگے کو ہوتے وہ اسے بتا رہا تھا۔۔ وہ اسے پھر سے دل کی بات بتانے بیٹھ گیا تھا۔۔ "میں چلتی ہوں ! اس سے پہلے وہ یہیں پر پھوٹ پھوٹ کر رو دیتی اس نے جلد سے جلد یہاں سے نکلنا ہی بہتر سمجھا۔ مقابل کیوں اسے اب یہ سب کچھ کہہ رہا تھا۔ اب ان باتوں کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔ سائن کو ایک نظر دیکھتے وہ پیپرز بھی یہیں چھوڑتے کرسی سے کھڑی ہوئی۔ ! ! "رکو ! اللہ اللہ یہ لڑکا اسے پھر سے روک چکا تھا۔ آخر کیوں یہ اسے چین سے جینے نہیں دیتا تھا۔ اب پتہ نہیں کیا بات کرنی تھی۔۔ مدحا نسیم نے مڑتے بے بسی سے اسے دیکھا۔ وہ ایک منٹ بھی رکتی تو یہیں رونے بیٹھ جاتی۔ اس کے حلق میں ایسے آنسوں اٹکے ہوئے تھے کہ اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔۔ راحیل خان ایک نظر اسے دیکھتے کرسی سے کھڑا ہوا۔ وہ خود اس وقت بے بسی کی تصویر معلوم ہو رہا تھا۔ مدحا نسیم کے ساتھ بتایا عرصہ رائیگاں گیا تھا۔ وہ شہزادی اس کی پناہوں سے نکل ہی رہی تھی۔۔ اس کی طرف قدم بڑھاتے راحیل خان اس سے دو قدموں کے فاصلے پر کھڑا ہوا۔ وہ اس کی

آنکھوں سے نکلتے آنسوں دیکھ رہا تھا۔ "کیا میں اُمید رکھوں کہ ہم دوبارہ ملے گیں؟ استفسار کیا گیا جیسے! "نہیں! میں ایک مرتبہ پھر دل نہیں ہار سکتی! آنسوں صاف کرتے صاف گوئی سے کام لیا گیا۔ "سفید رنگ مت پہنا کریں! ہر مدحا برباد ہو جاتی ہو گی۔۔اس کے کپڑوں پر نظریں جمائے وہ اسے مفید مشورہ دے رہی تھی۔ کاش کہ اسے اندازہ ہوتا وہ سفید رنگ میں کس قدر غضب ڈھاتا ہے! راحیل خان منہ نیچے کرتے اُداس سا مسکرایا۔ وہ سہی تھا یہاں بھی! "تم نے کہہ دیا تو آئندہ نہیں پہنوں گا۔ لیکن یقین کرو اگر کبھی ہم لوگ زندگی میں دوبارہ ملے تو میں تمہیں سفید رنگ میں ہی ملوں گا۔۔ہنستے ہوئے وہ نجانے اسے کیا کہنا چاہ رہا تھا۔۔ "آپ کا کچھ نہیں ہو سکتا۔ روتے روتے وہ دھیما سا ہنسی۔ دوسرے لمحے وہ بنا الوداع کیے پھر سے آگے قدم بڑھا چکی تھی۔!! راحیل خان نے اسے آگے جاتے دیکھ پھر سے اسے روکنے کی غرض سے اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا۔ وہ اس کی کلائی پکڑ چکا تھا۔ اس کا دل ہی نہیں تھا اسے بھیجنے کو۔۔ "جانا ضروری ہے کیا؟ ابرو اُچکاتے اُداسی سے استفسار کیا گیا۔ وہ دونوں حد سے زیادہ اُداس ہو رہے تھے!! "رکنے کا

کوئی جواز نہیں ہے! دوبدو ہی جواب دیا گیا۔ "کیا تمہیں میرے پاس رکنے کے لیے بھی کوئی جواز چاہیے! وہ ایسے کہہ رہا تھا جیسے مقابل کی زندگی میں اپنی اہمیت سے وہ بہت اچھے سے واقف ہو!! "ہاں! جہاں میرا نقصان ہو رہا ہو وہاں چاہیئے! وہ سارے جواب دینے کے لیے تیار کھڑی تھی.! راحیل خان نے ایک نظر اسے دیکھا۔اس کے دماغ میں کچھ کلک ہوا تھا۔ جو اس کے چہرے کی رونق واپس لے آیا تھا۔ سے ابھی ہی یاد آیا تھا کہ اس لڑکی کا بھائی اس کے پاس ہے! وہ دوبارہ مل سکتے تھے! کاش کہ اس خوشی کا اندازہ لگایا جا سکتا۔۔ "جاؤ! ہم دوبارہ بہت جلد ملے گیں! مجھ یقین ہے! تمہیں دیکھ سکوں گا میں دوبارہ!! مسکرا کر کہتے راحیل خان نے اس کا ہاتھ چھوڑا۔ مدحا نسیم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ کیا وہ پاگل ہو گیا تھا جو ایسی بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا۔ وہ لوگ اب کیوں ملنے لگے!! "تمہیں میری کسی بھی قسم کی مدد کی ضرورت ہو یا کچھ بھی میں ہمیشہ حاضر رہوں گا۔ ایک کال کر کے یاد کر لینا بس! کچھ بھی بلا جھجھک کبھی بھی دن رات تم مجھے یاد کر سکتی ہو۔ میں حاضر رہوں گا۔۔اس کے گال کو ہلکا سا تھپتھپاتے فراخ دلی سے اسے آفر کی گئی۔!! "خدا

حافظ ! سنجیدگی سے کہتے اس نے فوراً سے باہر کی طرف قدم بڑھائے ! مزید ایک منٹ بھی نہیں ! وہ پاگل نہیں تھی جو یہ راستہ چھوڑنے کے بعد پھر سے اسی انسان کو یاد کر لیتی۔ لیکن ابھی پتہ نہیں کیوں وہ اس کے چہرے کی رونق کو ماند پڑتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔ تبھی کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ نہیں جانتی تھی اچانک مقابل خوش کیسے ہو گیا۔ لیکن بس اسے وہ ایسے ہی اچھا لگ رہا تھا۔۔ تیز تیز قدموں سے آگے بڑھتے وہ کمرے سے باہر نکل چکی تھی۔ اپنے پیچھے دروازے کو بند کرتے وہ آج چلی ہی گئی تھی۔ ہمیشہ کے لیے ! اب اس کا ارادہ گھر جا کر سب سے پہلے مقابل کو بلاک کرنے کا تھا۔ وہ اس انسان کی طرف جاتے تمام راستے مسترد کرنا چاہتی تھی۔۔

جبکہ پیچھے راحیل خان نے اسے جاتے دیکھ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ اس کا چہرہ پھر سے سنجیدہ ہو چکا تھا۔ وہ خود اپنی قسمت کے آگے بے بس تھا۔۔

میرے ہاتھوں کی لکیروں میں یہ عیب ہے محسن۔"

"میں جسے چھو لوں وہ پھر میرا نہیں رہتا۔۔

چھت پر نظریں جمائے راحیل خان نے دھیمے سے یہ شعر بڑبڑایا۔اسے لگ رہا تھا جیسے یہ شعر اسی کے لیے بنا ہو۔ تبھی آج کے دن اسے یہ ایسے ہی یاد آگیا تھا۔۔

اُداس سا مسکراتے وہ واپس سے اپنی کرسی کی جانب بڑھا۔دل پھر سے بجھ گیا تھا۔

آفس پھر سے سنسان لگنے لگا تھا۔اب اسے عادت ڈال لینی چاہیئے تھی۔۔

قسط نمبر: 83 پارٹ 2

یہ تقریباً رات کا وقت تھا جب ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ ہر شخص آرام کی غرض سے اپنے بستر میں گھسا ہوا تھا۔ اس وقت رات کے تقریباً گیارہ بجے تھے! ایسے میں شاہ ولا کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ اس میں موجود لوگ اپنے اپنے کمروں میں آرام کر رہے تھے جبکہ شاہ ولا میں مکمل خاموشی کا سکوت تھا۔۔ اسی کے برعکس شاہ ولا کے لان کی بیک سائڈ پر بلکل اُلٹ ماحول تھا۔ اس وقت تقریباً چار لڑکے بندروں کی طرح دیوار ٹاپ کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہے تھے! اور وجہ یہ تھی کہ گھر کے گارڈز کو بھی سختی سے منع کیا گیا تھا ان چاروں کو گھر کے اندر داخل ہونے کے لیے! گارڈز بھی اتنے ڈھیٹ تھے کہ سو ہی نہیں رہے تھے! وہ چوبیس گھنٹے الرٹ رہتے تھے! دن کے الگ اور رات کے الگ گارڈز تھے! ابھی کچھ دیر پہلے وہ چاروں گھنٹہ گارڈز سے بحث کر کے آئے تھے! لیکن مجال تھی کہ کسی نے ان کی سنی ہو! وہ لوگ ان کو دھمکی، پیار ہر طرح سے منانے کی کوشش کر چکے تھے! مگر جواب ایک ہی کہ بڑے صاحب کے سختی سے آرڈرز ہیں! اُن سب کو اپنی نوکری

عزیز تھی۔۔ وہ ان لوگوں کو ان کے ہی گھر میں گھسنے نا دیتے اپنی جگہ سے ٹس سے مس بھی نہیں ہو رہے تھے!! تمام کوششیں بیکار جاتی دیکھ وہ چاروں اب بیک سائڈ سے دیوار سے پھلانگ کے اندر آنے کی کوشش کر رہے تھے!! کیونکہ گھر سے باہر رہتے ان کی بس ہو چکی تھی۔ خاص کر ان تین شادی شدہ لوگوں کی۔ روز ان لوگوں نے اریبی سے ملنا اور وہ انسان ایسی ایسی انگلش موویز نکال کر لا کر انہیں دکھاتا تھا کہ ان کی بس ہو جاتی تھی۔ کچھ ایسا ہی حال ان لوگوں کا ابھی بھی تھا۔ وہ موویز ہی دیکھ کر آ رہے تھے!! ایک کے پاس بیوی نہیں تھی تو کیا۔ باقی تینوں کے پاس تو تھی۔۔ ان تینوں کی حد ختم ہو گئی تھی اپنی بیویوں سے دور رہ رہ کر!! تبھی اب وہ بندروں کی طرح دیواریں پھلانگ رہے تھے۔۔

حدائق شاہ اس وقت روڈ پر کھڑا تھا جبکہ اس کے کندھے پر چڑھتے زاویار شاہ دیوار پر چڑھ رہا تھا تاکہ دوسری طرف کود سکے! باقی دونوں سنجیدگی سے کھڑے اپنی باری کا اِنتظار کر رہے تھے! دیوار بہت اونچی تھی۔ اب وہ کوئی سپائڈر مین تو تھے

نہیں جو آسانی سے اڑ کر چلے جاتے۔۔انہیں ایک دوسرے کی مدد کر کے ہی اندر جانا تھا۔ بھلے ہی اندر جاتے ساتھ دا جان ایک مرتبہ پھر ان چاروں کی باہر پھکوا دیتے! لیکن زندگی رسک لینے کا ہی نام ہے! یہ ڈائیلاگ حدائق شاہ کا تھا۔ جو ان تینوں کی بھی ہمت باندھ چکا تھا۔۔ تبھی وہ اتنی اونچی دیوار پھلانگنے پر راضی ہوئے تھے! ان چاروں کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔!! "حدائق تھوڑی ایڑیاں اونچی کر! میرا ہاتھ بھی نہیں جا رہا دیوار تک! زاویار شاہ نے دیوار کو ہاتھ لگانے کی کوشش کرتے ہانک لگائی۔ وہ بلکل بھی دیوار تک نہیں پہنچ پا رہا تھا۔۔" سالے یہیں پھینک کے ماروں گا۔ کھوتے جیسا تیرا وزن اٹھایا ہوا ہے میں نے کافی نہیں ہے کیا؟ میں کھڑا ہوں یہی بہت بڑی بات ہے! حدائق شاہ سرخ چہرے کے ساتھ اوپر اسے گھورتے ہوئے غرایا۔ وہ اس کے کندھے پر کھڑا تھا اور حدائق شاہ کا اس کا وزن برداشت کرنے کے چکروں میں چہرہ سرخ ہوا پڑا تھا۔ایک بیوی کے لیے ان لوگوں کو کیا کیا کرنا پڑ رہا تھا۔ معاذ شاہ اور عدیل نے منہ نیچے کرتے اپنا امڈتا قہقہہ روکا۔ انہیں پتہ تھا اگر وہ دونوں ہنسے تو حدائق شاہ نے بھی زاویار کو چھوڑ کر ان کے ساتھ ہی ہنسنے

بیٹھ جانا تھا۔ اور اس وقت وہ دونوں ہی نازک صورت حال میں کھڑے تھے! یا تو ایک بری طرح گرتا یا پھر دوسرے کے بری طرح کندھے ٹوٹتے! ان پر اللہ ہی رحم کرے!! زاویار شاہ نے منہ بناتے خود ہی دیوار کے سرے کو ہاتھ لگانے کی کوشش کی۔ تھوڑا سا فاصلہ پھر بھی رہ ہی رہا تھا۔ بار بار ہاتھ کو اوپر سے اوپر کر کے دیوار کے اوپر ہاتھ رکھنے کی کوشش کرتے وہ پوری طرح اپنے کام نے مگن تھا۔ بجائے یہ دھیان دیے کہ نیچے والے کا چہرہ اور آنکھیں خون چھلکانے لگی تھیں۔ زاویار شاہ باقاعدگی سے جم جاتا تھا۔ اس کا وزن اور باڈی پرفیکٹ تھی۔ لیکن اتنی نہیں تھی کہ کوئی گود میں بھی اٹھا سکے! دوسروں کے حساب سے وہ کافی بھاری تھا۔۔ "لگ گیا۔ زاویار شاہ نے مسلسل کوشش کرتے دیوار کے اوپر ایک ہاتھ لگا کر خوشی کے مارے ہانک لگائی۔ ابھی ایک ہی ہاتھ لگا تھا۔ "بس! حدائق شاہ نے اس کی آواز سنتے ہانپتے ہوتے اپنے قدم پیچھے کی جانب لیے! اس کی بس ہو گئی تھی۔ جبکہ وہ سمجھ رہا تھا کہ مقابل نے دیوار کو پکڑ لیا ہو گا۔ اسی لیے وہ فوراً سے پیچھے ہٹ گیا تھا۔۔ "سالے صبر نہیں ہوا تُجھ سے!! زاویار شاہ اچانک ہی سختی سے دیوار کو

تھامتے چیخا۔اس کا تو بس ہاتھ ہی لگا تھا۔ لیکن شکر تھا کہ حدائق شاہ کے چھوڑتے ہی وہ اِسی ایک ہاتھ سے دیوار کو تھام گیا تھا۔ ورنہ یقیناً وہ بری طرح زمین بوس ہوتا۔۔ زاویار شاہ کو اس طرح بیچ کے لٹکے دیکھ معاذ شاہ اور ماہ دیر شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ وہ مزید خود کو نہیں روک سکتے تھے! مقابل انہی کی طرف دیوار کو تھامے لٹکا ہوا تھا۔ وہ اوپر کیسے جاتا؟؟ محض ہاتھ ہی تو لگا تھا اوپر! دیوار کو تھامے وہ جھولتے ہوئے چیخ رہا تھا۔ اسے مدد کی ضرورت تھی۔ لیکن وہ کھڑے ہنس رہے تھے!! حدائق شاہ نے اپنا کندھا ہاتھ سے دباتے سامنے کی طرف دیکھا۔ کتنا کوئی بھاری انسان تھا یہ! اسے لگ رہا تھا اس کا کندھا ٹوٹ گیا ہے! جبکہ سامنے کی طرف دیکھتے وہ خود بھی اپنی ہنسی پر قابو نہیں رکھ سکا تھا۔ برا ہوا زاویار شاہ کے ساتھ جو دیوار کے ساتھ بندروں کی طرح لٹکا تھا۔۔ "سالوں ہنسنا بند کرو اور مجھے بچاؤ۔ زاویار شاہ ان لوگوں کو اس طرح ہنستے دیکھ ایک نظر نیچے اپنی پہنچ سے دور زمین کو دیکھتے دانت پیستے ان لوگوں پر چیخا۔ کتنی کوئی غلط حرکت تھی یہ!! "ایسے ہی فنی لگ رہا ہے! بندروں والی وائب آرہی ہے تُجھ سے! ماہ دیر شاہ نے ہاتھ سے پرفیکٹ کا اشارہ

کرتے ہنستے ہوئے ہانک لگائی۔ وہ لوگ اسے بچا لیتے لیکن پہلے ہنسنا زیادہ ضروری سمجھا۔۔ "لعنت ہے تم تینوں پر!! دانت پیس کر کہتے زاویار شاہ اپنی مدد آپ کے تحت دیوار پر گرفت مضبوط کرتے زور لگاتے تھوڑا اوپر کو ہوا۔ وہ دوسرا ہاتھ بھی دیوار کے اوپر رکھ چکا تھا۔ یقیناً وہ تھوڑی اور کوشش اور زور لگاتا تو دیوار بھی پھلانگ ہی لیتا۔۔ "رک رک ایک سنیپ بنانے دے! پھر چلے جانا دوسری طرف! حدائق شاہ نے ہنستے ہوئے اپنی جیب سے فون نکالتے اسے آگ لگائی۔!! "ایک مرتبہ تو ہاتھ لگ میرے! اچھے سے بنواتا ہوں تیری سنیپ میں!! زاویار شاہ کوشش جاری رکھتے بنا اس طرف دیکھتے چیخا۔ ان لوگوں سے اب اسے کوئی اُمید نہیں رہی تھی۔!! "حدائق بھائی میں گاڑی اِدھر لے آتا ہوں۔ اس کے اوپر چڑھ کر تھوڑی آسانی سے ہم لوگ دوسری طرف کود سکتے ہیں! معاذ شاہ نے مذاق مذاق میں عقلمندی کی بات کر ڈالی تھی۔ حالانکہ کسی کو اس سے اُمید نہیں تھی۔۔ "میری تو سیویک ہے! ماہ دیر شاہ نے اس کے مشورے پر غور کرتے اپنی گاڑی کا بتایا۔ سیویک تھوڑی چھوٹی ہو جانی تھی۔!! "میں حدائق بھائی کی کہہ رہا ہوں۔

ان کی لینڈ کروزر ہے! معاذ شاہ نے ان کی توجہ حدائق کی گاڑی کی طرف کروائی۔ وہ تینوں زاویار شاہ کو بھاڑ میں جھونک کر خود کے پھلانگنے کے لیے رستے دیکھنے لگے تھے!" پکڑ! لے کر آ ادھر! حدائق شاہ نے اپنی جیب سے چابی نکالتے معاذ شاہ کی طرف پھینکی۔ وہ مفید مشورہ دے گیا تھا۔ ان چاروں کی گاڑیاں تھوڑی پیچھے کر کے کھڑی تھیں۔ ان لوگوں کا ارادہ صبح اپنی اپنی گاڑیوں کو گھر کے اندر لے جانے کا تھا۔ ابھی مین گیٹ سے اینٹری بند تھی۔!! معاذ شاہ نے چابی پکڑتے گاڑی کی جانب قدم بڑھائے! کاش کہ وہ یہ مشورہ پہلے دے دیتا تو آج حدائق کے کندھے سلامت ہوتے!!" دوسری طرف زاویار شاہ دیوار کے اوپر پہنچ ہی چکا تھا۔ یہاں سے تو پھر تھوڑا آسان تھا لیکن اب اسے پتہ چلتا کہ آگے چھلانگ لگانے کے سوا ان لوگوں کے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ "اللہ میری چھوٹی سی بیوی ہے! اسی کی خاطر بچا لینا پلیز۔ اوپر آسمان کی طرف دیکھ کر کہتے زاویار شاہ نے آنکھیں بند کر کے اللہ کا نام لیتے نیچے چھلانگ لگائی۔ وہ بہت زور سے نیچے گرا تھا۔ گھٹنوں پر تو کچھ زیادہ ہی زور سے لگی تھی۔ زمین پر پڑے زاویار شاہ کی کراہ بے ساختہ تھی۔!!

لیکن شکر تھا کہ اس کی کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی تھی۔ وہ سہی سلامت نیچے گرا تھا۔ بس کہنی اور گھٹنوں پر ہو تھوڑی بہت لگی تھی۔۔ زمین سے کھڑے ہو کر اپنے کپڑے جھاڑتے زاویار شاہ ایک سائڈ پر کھڑا ہوا۔ وہ اب باقی تینوں کے انتظار میں تھا۔ تاکہ ساتھ اندر جا سکیں!

جبکہ دوسری طرف معاذ شاہ کے گاڑی لاتے بلکل دیوار کے ساتھ لگا دی تھی۔ وہ لوگ گاڑی پر چڑھ کر دوسری طرف دیوار کو ہاتھ لگا بھی سکتے تھے! گاڑی اچھی خاصی اونچی تھی۔!! سب سے پہلے حدائق شاہ نے اپنی گاڑی پر چڑھتے اوپر دیوار پر جاتے اب اپنی مدد کے لیے زاویار شاہ کو مخاطب کیا۔ وہ پاگل نہیں تھا جو ایسے ہی یہاں سے چھلانگ لگا دیتا۔ "ایک کندھے پر پاؤں رکھنا بس! میرے سے زیادہ بھاری ہے تو!! زاویار شاہ نے اسے اُنگلی اٹھا کر پہلے ہی تنبیہ کرتے اس کی طرف قدم بڑھائے! وہ اپنے کندھے کی خیر منا رہا تھا۔۔ "نہیں تو مرے گا اتنی جلدی! حدائق شاہ نے دانت پیس کر کہتے اس کے کندھے پر پاؤں رکھتے دیوار کا سہارا لیتے

نیچے چھلانگ لگائی۔ زاویار شاہ کی نسبت وہ آرام سے نیچے اتر گیا تھا۔۔اس کے پیچھے ہی ماہ دیر شاہ اور معاذ شاہ بھی چھلانگ لگاتے ایک دوسرے کی مدد لیے گھر کے اندر داخل ہو ہی گئے تھے!! "میں چلا بیوی کے پاس! صبح بارہ ایک بجے سے پہلے کوئی بھی کمرے سے مت نکلنا اور نہ ہی اپنی بیویوں کو نکلنے دینا۔ کسی کو پتہ ہی نہیں چلے گا کہ ہم آ گئے ہیں!! حدائق شاہ نے اپنے کپڑے جھاڑتے ان تینوں کو عقل کی تنبیہ کی۔ اسے کچھ زیادہ جلدی تھی اندر جانے کی۔۔ "اور میں کہاں جاؤں گا؟ میری تو بیوی نہیں ہے! معاذ شاہ نے سینے پر ہاتھ باندھتے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ آخر کیوں کسی کو اس پر رحم نہیں آتا تھا؟ یہ سارے کپلز اسے جلا کر رکھ دیتے تھے!! "تو جب تک چھڑا ہے تب تک نیند انجوائے کر! کیونکہ آگے نیندیں حرام ہوتی ہیں! پھر چاہے بیوی خوش رہ رہی ہو یا ناراض۔ ہونی نیند ہی حرام ہے!! ماہ دیر شاہ نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے مشورے سے نوازا۔ وہ اپنا تجربہ بتا رہا تھا۔۔ "میں خوشی خوشی یہ نیند حرام کرنے کو تیار ہوں! آپ لوگ ہی دھیان نہیں دیتے مجھ پر! پتہ نہیں کب میرا سکون ختم ہو گا۔۔ وہ تو جیسے بے قرار تھا اپنا

سکون گنوانے کو! ماہ دیر کی طرف دیکھتے اس نے ایک سرد آہ بھری!! یہ انسان بہت بے صبرا تھا۔۔ "رک تُجھے بتاتا ہوں میں! جیسے موبائل میں چیزیں دیکھتا ہے ویسی ہی تیری باتیں ہوتی ہیں! گندا انسان۔۔ حدائق شاہ نے اسے گھور کر کہتے اپنے پاؤں سے چپل اُتاری۔۔ وہ اس کے بڑوں کے سامنے ایسی باتیں بولنے پر اس کا منہ توڑ دیتا۔ اس میں بڑوں کا لحاظ ہی نہیں تھا۔!! اس سے پہلے کہ یہ چپل معاذ شاہ کو پڑتی اس نے ہنستے ہوئے اندھا دھند اندر کی طرف دوڑ لگائی۔ وہ بھول گیا تھا کہ سامنے حدائق شاہ بھی ہے! ماہ دیر کی تو خیر تھی لیکن حدائق شاہ واقعی ایسی باتوں پر اس کا منہ توڑ دیتا۔ اسی لیے وہ اندر بھاگ گیا تھا۔۔ "میں بھی چلا۔ جو کہا ہے اس پر عمل کر لینا۔۔ واپسی سے ان دونوں کو پھر سے تنبیہ کرتے حدائق شاہ نے اپنے قدم اندر کی جانب لیے! اس کے پیچھے ہی باقی دونوں بھی اندر کی طرف بڑھ چکے تھے! انہیں یقین تھا کہ اس وقت سارے سو رہے ہونگے!! تبھی دبے قدموں !! سے اندر داخل ہوتے چوری چھپے سیدھا اپنے کمرے کی طرف ہی جا رہے تھے

حدائق شاہ نے دبے قدموں سے اپنے کمرے میں داخل ہوتے اپنے پیچھے دروازہ بند کیا۔ وہ دروازہ بند کیے ہونٹ کاٹتے سامنے دیکھ رہا تھا جہاں وہ پری پیکر ہوش و خرد سے بیگانہ نیند کے مزے لوٹ رہی تھی! کمرے میں اس وقت نیلگوں مدہم سی روشنی جل رہی تھی۔ لیکن یہ اتنی ضرور تھی کہ کسی بھی چیز یا انسان کو بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔!! حدائق شاہ نے اس پر نظریں جمائے اپنے قدم بیڈ کی جانب لیے!! ساتھ ساتھ وہ اپنی قمیض کے بٹن کھول رہا تھا۔۔ شاید وہ سونے کے لیے قمیض اُتارنے لگا تھا۔!! اپنی قمیض اتار کر سائڈ پر پھینکتے حدائق شاہ نے فائزہ شاہ کی سائڈ پر اپنے قدم لیے! اس کی نظریں ایک پل کے لیے بھی مقابل پر سے نہیں ہٹی تھیں۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ یہ لڑکی کیسے اس کی نیندیں حرام کر کے خود چین سکون کی نیند سو رہی تھی۔۔اس کی طرف جاتے حدائق شاہ نے محبت سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ مقابل سوتے ہوئے کوئی چھوٹی بچی معلوم ہو رہی تھی۔۔ وہ بیڈ کراؤن پر ہاتھ ٹکائے تھوڑا جھکتے ہوئے اتنے دنوں بعد اسے دیکھتے اپنی آنکھوں کی پیاس بجھا رہا تھا۔۔ دوسرے لمحے اس نے تھوڑا مزید جھکتے اس کے ماتھے پر اپنی محبت کی مہر ثبت

کی۔۔ "کاش کہ تمھیں رونے کے علاوہ اظہار محبت بھی کرنا آتا۔اس کے کان کے پاس جھکتے وہ سرگوشی نما آواز میں شکوہ کر رہا تھا۔ایک یہی شکوہ تھا بس اسے مقابل سے جس کی بنا پر وہ اسے چھوڑ کر بھی چلا گیا تھا۔ لیکن برا ہوا کہ آخر میں اسے ہی گھٹنے ٹیکنے پڑے تھے!!" اپنے کان کے قریب کسی کی آواز سنتے فائزہ شاہ نے ڈرتے جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھولی۔ وہ ہرگز بھی جاگ نہیں رہی تھی۔ یہ مقابل کی سرگوشی پر اس کی آنکھ کھلی تھی۔ حدائق شاہ کے پاس نہ ہونے پر اس کی نیند اتنی ہی کچی ہوتی تھی۔۔ایک آہٹ پر بھی وہ جاگ جاتی تھی۔ابھی بھی حالانکہ وہ نیند کی گولی لے کر سوئی تھی لیکن پھر بھی اب تو یہ عالم تھا کہ نیند کی گولیاں بھی اثر دکھانا بند کر چکی تھیں۔۔ بیڈ شیٹ کو دونوں طرف سے مٹھیوں میں جکڑے وہ خوفزدہ نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ حدائق شاہ کی طرف ابھی وہ جیسے متوجہ ہی نہیں تھی۔۔آج پھر گھر میں ایک لڑائی ہوئی تھی۔اور بدقسمتی سے اسے بچانے کے لیے آج اشنا بھی نہیں تھی۔ وہ اس وقت سوئی ہوئی تھی جب سائرہ بیگم نے اس کے کمرے میں آتے آج پھر اس کے ماضی کو اُچھالتے اسے اچھی خاصی باتیں سنائی

تھیں۔۔اور وہ بس خاموشی سے آنسوں ہی بہا سکتی تھی۔ یا پھر ان باتوں کو اپنے دماغ میں سوار کرتے ڈپریشن میں جا سکتی تھی۔ پاگل تھی وہ لڑکی جو ظلم کو خاموشی سے برداشت کر رہی تھی۔ وہ خود پر ظلم کر رہی تھی۔ آج بھی سارا دن اس کا روتے ہوئے ہی گزرا تھا۔اب تو یہ معمول بن چکا تھا۔ سارا دن رونے کی اس کی روٹین بن چکی تھی۔۔

میں ہوں جانا۔۔ حدائق شاہ نے اس کی ماتھے پر ہاتھ رکھتے محبت سے کہتے اس کی " توجہ اپنی طرف کروانی چاہی۔ وہ اسے دیکھ ہی نہیں رہی تھی۔!! فائزہ شاہ نے فوراً ہی جھٹکے سے اپنی گردن اس کی طرف موڑی۔ اسے وہ پہچانتی تھی۔اب کیوں آیا تھا یہ ظالم انسان؟؟اسے دیکھتے اس کی آنکھوں میں تیزی سے نمی اکٹھی ہونی شروع ہوئی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کہیں مقابل اسی ایک شرط کی بنا پر تو نہیں آ گیا؟ حالانکہ اس نے تو کوئی حامی بھی نہیں بھری تھی۔۔"رونا نہیں پلیز! مضبوط بنو۔ میں نا بھی ہو تو یہ یقین رکھا کرو کہ اللہ ہمیشہ تمہارے ساتھ ہے! اس کے پاس ہی جگہ بنا کر

بیٹھتے حدائق شاہ نے اسے نرمی سے سمجھانا چاہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ مقابل اس کے اتنے دنوں بعد گھر آنے کی وجہ سے رو رہی ہو گی۔۔ جبکہ وہ تو کچھ اور ہی سوچ کر رو رہی تھی۔ فائزہ شاہ نے خاموشی سے چھت پر اپنی نظریں جمائی۔ اس کے آنسوں بہتے بالوں میں جذب ہو رہے تھے!!" یہ کیا؟ میں نے ناراض ہونا تھا۔ یہ تم کیوں نظریں پھیر رہی ہو؟ اسے خود کو اگنور کرتے حدائق شاہ نے خفگی سے اسے دیکھا۔ یہ کیا بات ہوئی تھی بھلا؟ وہ ارادہ کر کے آیا تھا اس سے ناراض رہنے کا۔ اب یہ کیا بات تھی کہ مقابل خود ہی اسے منہ نہیں لگا رہی تھی۔ وہ اس کی آنکھوں کو نوٹ ہی نہیں کر رہا تھا۔ ابھی وہ اپنی باتوں میں مست تھا۔ لیکن پھر سے جواب ندارد!! وہ کیا جواب دیتی بھلا؟؟ حدائق شاہ نے ایک نظر ہونٹ کاٹتے اسے دیکھتے اپنے جوتے اُتارے! وہ بیڈ پر سیدھا ہو کر بیٹھتے اس کے چہرے پر جھک چکا تھا۔ جبکہ ایک ہاتھ فائزہ شاہ کی دوسری طرف رکھے وہ اس پر حاوی ہوا۔۔ "رگِ جاں! مت رویا کرو اتنا۔ مجھے ریگریٹ ہوتا ہے کہ میں شاید تمہیں خوش نہیں رکھ پاتا۔ اسی لیے تم اتنا روتی ہو۔!! حدائق شاہ نے نرمی سے کہتے ہاتھ آگے بڑھاتے اس کے آنسوں

صاف کرنے چاہے!! فائزہ شاہ فوراً سے پہلے اس کا ہاتھ جھٹک چکی تھی۔ اب یہ خفگی، غصّہ تھا یا پھر خوف کچھ سمجھ نہیں لگی تھی۔۔ حدائق شاہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ اس کی سوچ ابھی تک یہیں تھی کہ جب وہ گیا تھا اور پچھلے کچھ دنوں کی برتی گئی بے اعتنائی کی وجہ سے مقابل کا یہ غصّہ ہے! آج پہلی مرتبہ وہ ذہین وکیل فائزہ شاہ کے دماغ کو نہیں پڑھ پایا تھا۔۔ "اچھا نا سوری! حالانکہ یہ تمھیں بولنا چاہیے! لیکن تم تو بھئی مالکن ہو! میرے جیسے غلام سے سوری تھوڑی کر سکتی ہو!! حدائق شاہ نے دھیمے سے خود ہی خفگی سے کہتے اس کی گردن میں منہ گھسایا۔ وہ اسے پیار سے منانا چاہ رہا تھا۔۔ مگر مجال تھی جو فائزہ شاہ کے منہ سے ایک بھی لفظ نکلا ہو۔ وہ خاموشی سے روتے ہوئے چھت پر نظریں جمائے ہوئے اس کی ساری باتیں محض سن رہی تھی۔۔ ابھی بھی دوسری طرف سے خاموشی محسوس کرتے حدائق شاہ نے اس کی گردن پر اپنی گیلی زبان کا لمس چھوڑا۔ وہ اس کے جسم کی کستوری خوشبو کو انہیل کرتے مدہوش ہونے لگا تھا۔ لیکن بہتر تھا پہلے مقابل کو منا لیتا کم سے کم!! "ایسے خاموشی کی مار مارو گی اب مجھے؟ اپنے شاہ کے ساتھ ایسے مت کرو! میں

سوری کر رہا ہوں۔ حالانکہ میں سہی تھا۔ بس حق ہی تو مانگا تھا۔اس کے کان میں سرگوشی کرتے وہ بلکل بچوں کی طرح اس سے بات کر رہا تھا۔ وہ اپنے ازلی موڈ میں تھا جو صرف اسی عورت کے سامنے ہوتا تھا۔ سب کے سامنے موڈ ایک طرف اور اس کے ساتھ ایک طرف! "ابھی بھی نو رسپانس! دل کے کسی کونے میں فائزہ شاہ لاکھ اس کے اتنے پیار سے منانے کے انداز پر فدا ہو رہی ہو۔ لیکن دماغی وسوسے اس قدر حاوی تھے کہ وہ اپنے آگے کسی اور سوچ کو آنے ہی نہیں دے رہے تھے! "جانوں پلیز نا؟ایک اور مرتبہ منت کی گئی۔اس پر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خمار طاری ہو رہا تھا۔ مقابل کے جسم کی خوشبو اس کے حواس معطل کر رہی تھی۔ اس کی سرگوشی نما آواز تک ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بھاری محسوس ہو رہی تھی۔ وہ اس وقت اپنے اوپر کیے گئے ضبط کی آخری حدود تک پہنچا ہوا تھا۔ جو کسی بھی وقت پر ختم ہو سکتا تھا۔اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ آخر کیسے اسے راضی کرے! "شاہ پی۔۔ پیچھے ہو جائیں پلیز! میری حالت ٹھیک نہیں ہے! بلآخر ایک لمحے کے لیے اپنے دماغ پر قابو کرتے وہ بول ہی پڑی تھی۔ مقابل اس طرح منا رہا تھا کہ اسے

بولناہی پڑا تھا۔ایسے تو وہ اس کا قتل بھی کر کے مناتا وہ تب بھی مان جاتی۔ لیکن سچ یہ تھا کہ وہ اس وقف نہایت ڈپریسڈ تھی۔ سائرہ بیگم کی باتیں کم تو نہیں تھیں اسے موت کے منہ میں دھکیلنے کے لیے! پتہ نہیں وہ اب تک زندہ کیسے تھی۔!!"نہیں ناجان۔۔کچھ نہیں ہوا تمہاری حالت کو! صرف مجھے محسوس کرو اور بھول جاؤ سب کچھ! اس کے کان میں نہایت بوجھل آواز کے ساتھ سرگوشی کرتے حدائق شاہ نے اس کے گال پر اپنے لب رکھے! وہ اس کی آنکھوں تک ہونٹوں کو حرکت دیتے اس کی آنکھوں سے نکلتے آنسوں چن رہا تھا۔ جبکہ اس کی خود کی آنکھیں خمار کے بوجھ سے سرخ ہونے لگی تھیں۔اس کے جواں جذبات میں طغیانی مچی ہوئی تھی۔ "رویا مت کرو! یہ میری ہیزل گرے آنکھیں ہیں جنہیں تم تکلیف دیتی رہتی ہو چوبیس گھنٹے! اس کی دونوں آنکھوں پر باری باری لب رکھتے وہ اسے مصنوعی سا ڈانٹ رہا تھا۔۔ وہ پوری طرح سے فائزہ شاہ کے اوپر آچکا تھا۔ مقابل بول کیا پڑی تھی وہ فری ہو رہا تھا۔!! فائزہ شاہ نے خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے پھر سے نظریں پھیری! اس کی زبان سے نجانے کیوں کچھ نکل ہی نہیں رہا تھا۔ بس اس کا

دل تھا کہ چیخیں مار مار کر روئے! اتنا روئے کہ اس کی جان نکل جائے! اور جان چھوٹے اس دنیا اور یہاں کے ظالم لوگوں سے! اگر کبھی اسے خدا شکایت کا موقع دیتا تو وہ اس روئے زمین پر موجود تمام لوگوں کی شکایت اس رب کو کرتی! ظلم بھی اس کے ساتھ ہوا تھا اور اس دنیا نے ظالم کو چھوڑ کر اسی کا جینا بھی حرام کیا ہوا تھا۔ پتہ نہیں لوگ بولنے سے پہلے یہ کیوں نہیں سوچتے کہ آپ کے منہ سے نکلنے والا ایک جملہ اگلے بندے کی مینٹل ہیلتھ خراب کرنے کی طاقت رکھتا ہے! زبان سے ہی آپ کسی کا دل جیت بھی سکتے ہیں اور اسی سے کچھ غلط بول کر آپ کسی کو موت کے گھاٹ بھی اُتار سکتے ہیں! پھر موت صرف سانس ختم ہونے کو تو نہیں کہتے نا؟؟ اگر کبھی اسے خدا بدلہ لینے کا اختیار دیتا تو وہ اپنے اوپر اُنگلی اُٹھانے والے ہر انسان کی زبان کاٹ دیتی۔ لیکن وہ خاموش تھی کیونکہ وہ اپنا ہر معاملہ اسی ایک ذات کے سپرد کیے ہوئے تھی۔ اور پھر ڈرو اس وقت سے جب کوئی تمہاری باتوں سے تنگ آ کر تمھارا معاملہ خدا کے سپرد کر دے۔۔

جانوں؟ایک مرتبہ پھر حدائق شاہ نے اسے بلانا چاہا۔ وہ اسے بولتا ہوا دیکھنا چاہتا"
تھا بلکل پہلے کی طرح ہی! لیکن یہ لڑکی تھی کہ کچھ بولنے کو تیار ہی نہیں تھی۔ وہ کیا
کر سکتا تھا ایسی سچویشن میں!!"بولنا بھی مت اب! تنگ آکر دانت پیس کر کہتے
حدائق شاہ نے جھکتے اس کے ہونٹوں پر قفل لگایا۔ تف تھی اس لڑکی پر جو اسے
سمجھنے کو تیار ہی نہیں تھی۔ حالانکہ اس وقت وہ خود نہیں سمجھ رہا تھا۔ فائزہ شاہ کے
بہتے آنسوؤں میں اضافہ ہوا۔ وہ بیڈ شیٹ کو مزید سختی سے اپنی مٹھیوں میں جکڑ چکی
تھی۔اس میں تو اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ اسے خود سے دور ہی کر دیتی۔ چھت پر
نظریں جمائے وہ روتے ہوئے خاموش تھی۔ وہ تو اس کا لمس بھی محسوس نہیں کر پا
رہی تھی۔ حدائق شاہ نے اچھی طرح اس کے ہونٹوں کی نمی پیتے چند منٹ بعد
تھوڑا پیچھے کو ہوتے اس کے چہرے کو دیکھا۔ جو پورا آنسوؤں سے تر ہوا پڑا تھا۔
یہاں اس کی حالت خراب ہو رہی تھی اور مقابل صرف ایک کس پر ہی ماتم کناں
انداز میں رو رہی تھی۔ کم از کم اسے تو یہی لگا تھا۔"کیا مسئلہ ہے؟ سنجیدگی سے
حدائق شاہ نے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔ اس کا چہرہ حد درجہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔

جبکہ حالت ابھی بھی وہی تھی۔ اس کی آنکھیں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ خون چھلکانے لگی تھیں۔ مگر مقابل کے نخرے افف!!"پی۔۔ پیچھے ہو جائیں پلیز! میں مر جاؤں گی شاہ!! فائزہ شاہ نے سسکی سی بھرتے اسے اپنی حالت سے آگاہ کرنا چاہا۔ مگر اس سے یہ بھی نہیں ہو سکا تھا۔ اس حد تک حلق میں آنسوؤں کے گولے سے اٹکے تھے کہ اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔۔ "نہیں ہو سکتا نا جان شاہ۔ میرا حشر ہوا پڑا ہے! ایک مرتبہ حد پار کرنے دو یقین کرو تمہارے سب غم سمٹ جائے گیں! میں تمہیں اپنی ذات میں اس قدر گم کر لوں گا کہ تم بھول جاؤ گی سب کچھ! میرے جگر کے ٹکڑے!! مُجھ پر یقین تو کر کے دیکھو!! نرمی بے بسی سے کہتے حدائق شاہ نے واپس سے اس کی گردن پر جھکتے یہاں اپنے لب رکھے! وہ اس کے جواب کا بھی انتظار نہیں کر رہا تھا۔ اس کی حالت ایسی تھی کہ بنا وقت ضائع کیے مقابل کے پور پور پر اپنی محبت کی مہریں ثبت کر کے اسے فوری اپنا بنا لے!! فائزہ شاہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ وہ اندر سے خوف سے لرز رہی تھی۔ مقابل کی باتیں وہ بہت جلدی پک کر جاتی تھی۔ جیسے ابھی بھی ان باتوں کا مطلب وہ اچھے

سے سمجھ رہی تھی۔ لیکن وہ خود اپنی حالت کا کیا کرتی کہ اس کی خود کی حالت بری تھی۔۔ حدائق شاہ نے اس کی گردن پر جگہ جگہ نرمی سے اپنے ہونٹ رکھتے ہاتھ آگے بڑھاتے اس کے سینے سے دوپٹہ ہٹانا چاہا۔ وہ نجانے کیوں اس کی خاموشی کو اس کی رضامندی سمجھنے جیسی خوش فہمی میں پڑ رہا تھا۔ حالانکہ ایسا کچھ نہیں تھا۔۔ فائزہ شاہ نے بروقت ہی اپنے دوپٹے پر گرفت مضبوط کرتے اسے پھر سے روکنا چاہا۔ مقابل واقعی حد پار کر رہا تھا۔۔ "مت روکو یار۔ بھروسہ رکھو مجھ پر! جھنجلا کر کہتے حدائق شاہ نے اس کے ہاتھ کو دوپٹے سے ہٹاتے دوپٹہ اُتارتے سائڈ پر پھینکا۔ وہ واپس سے اس کے ہونٹوں کی طرف آتے اس کے سینے پر بے باکی سے ہاتھ پھیرتے اس کی نازکی کو اچھے سے محسوس کر رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ پھر سے بے بسی کی تصویر بنے چھت پر دیکھتے اپنے رونے کے شغل میں مصروف تھی۔ وہ تو مقابل کو یہ بھی نہیں کہہ سکتی تھی کہ اس کے منہ سے سیگریٹ کی اسمیل آ رہی تھی۔ اسے سیگریٹ کی سمیل سے بھی نفرت تھی۔ لیکن اب مجبوری تھی کہ وہ یہی مہک اپنی سانسوں میں گھلتی محسوس کر رہی تھی۔ حدائق شاہ سب کے ساتھ سگریٹ پی کر

ہی گھر کو آیا تھا۔۔ وہ آتے فریش بھی نہیں ہوا تھا۔۔ "رونا بند کرو جان۔ محسوس کرو بس مجھے! تمہیں مکمل سکون کی وادیوں میں نا بھیج دیا تو آئندہ بیشک شاہ مت کہنا۔۔ اس کے کان میں سرگوشی کرتے حدائق شاہ نے اس کے کان کی لو پر زبان پھیری! وہ اس کی قمیض کو پکڑتے اسے اُتارنے کے چکروں میں تھا۔۔ جو کہ اچانک ہی جھٹکے سے وہ کر بھی چکا تھا۔۔ فائزہ شاہ کچھ سمجھ بھی نہیں سکی تھی۔۔ یہ ہوا کیا تھا اچانک اس کے ساتھ! وہ کسی زندہ لاش کی طرح پڑی چھت کی طرف دیکھتی دماغی طور پر قطعی بھی یہاں نہیں تھی۔ اسے لگ رہا تھا ایک مرتبہ پھر اس کے ساتھ وہی دردناک واقعہ ہونے جا رہا ہے! آنکھوں سے آنسوں کی جگہ لہو سا برس رہا تھا۔۔ حدائق شاہ نے نیچے کو جھکتے اس کے پیٹ پر بہت نرمی سے جگہ جگہ اپنے لب رکھنے شروع کیے۔ وہ مکمل طور پر اس کی ذات میں گم مقابل کے احساسات کی پرواہ کیے بغیر پوری طرح مدہوش بہکا ہوا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ مقابل کے جسم پر بے باکی سے گھوم رہے تھے! وہ پھر سے کوئی خوش فہمی پال رہا تھا کہ شاید اب اجازت مل جائے! لیکن نہیں مقابل نے زبان پر تالے لگائے ہوئے تھے!! اچھی طرح اس

کے پیٹ کو اپنے لمس سے مہکاتے حدائق شاہ نے واپس سے اوپر آتے اپنا چہرہ اس کے مقابل کیا۔۔ "کیا میں تمہاری خاموشی کو تمہاری رضامندی سمجھوں؟ جلدی بتاؤ میں زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکتا۔اس کے گال پر اپنی اُنگلیاں ٹریس کرتے وہ پھر سے اجازت مانگنے آگیا تھا۔ اسے عجیب سا محسوس ہو رہا تھا مقابل کی منہ سے اجازت سنے بغیر کچھ بھی کرنا۔۔ لیکن جواب ندارد!! وہ یہاں ہوتی تو جواب دیتی! اس کا دماغ تو اسے کہیں اور سلامتی سے پہنچا چکا تھا۔!! وہ حنان لغاری کے کمرے میں تھی۔ وہ اسے بالوں سے گھسیٹ رہا تھا۔اس کے منہ پر تماچے مار رہا تھا۔اپنی وحشت کی چھاپ اور درندگی کے نشان اس کے جسم پر ثبت کر رہا تھا۔اُس نے بھی ایسے ہی اس کی قمیض اس کے جسم سے علیحدہ کی تھی۔ وہ اسے نوچ رہا تھا۔اسے اپنے سارے جسم پر کسی کا ناپاک لمس کسی زہریلے سانپ کی مانند رینگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔ وہ ظاہری طور پر یہاں تھی لیکن دماغی طور پر یہاں ہر گز نہیں تھی۔ آنکھوں سے آنسوں نہیں درد بہہ رہا تھا۔کانوں میں وہی اپنی ہی چیخ و پکار پھر سے سنائی دینے لگی تھی۔ہاتھ پاؤں کانپ اُٹھے تھے!! اچانک ہی جسم کے رونگٹے سے

کھڑے ہو رہے تھے ! لیکن وہ۔۔ وہ آج بھی بے بس تھی وہ کل بھی بے بس تھی۔
مرد ذات معاشرے پر اتنا حاوی ہوا پڑا تھا کہ وہی نہیں ہر عورت بے بس تھی۔!!
حدائق شاہ نے تعجب سے ایبرو سکیڑتے اسے دیکھا۔اس کے چہرے پر سوگ کے
تاثرات تھے جیسے ! نا کوئی حیا کا تاثر نا کوئی اس کے لمس پر بکھرتی لالی۔ کیا وہ اسے
محسوس نہیں کر رہی تھی ؟؟ "ڈارلنگ ! حدائق شاہ نے خود کی سوچ کو جھٹکتے پھر
سے محبت سے اسے پکارا۔ لیکن جواب تو دور وہ اسے جیسے سن بھی نہیں رہی تھی۔
اس کی آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پر گڑھی سارے راز کھول رہی تھیں۔۔ حدائق
شاہ نے اس کی آنکھوں پر غور کرتے پھر سے اپنی سوچ کو جھٹکا۔ایسا کیسے ہو سکتا تھا
بھلا؟ مقابل اس کی اتنے عرصے کی محبت اور شفقت کا یہ صلہ نہیں دے سکتی تھی۔
وہ ایک زیرک نگاہ رکھنے والا انسان تھا جو سیکنڈ کے اندر مقابل شخص کو پرکھ لیتا تھا۔
جیسے ابھی وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ٹھیک اندازے پر گیا تھا۔ لیکن وہ آج پہلی
مرتبہ اپنے ہی انکشاف پر گھبرا رہا تھا۔۔ بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔ مقابل اس کی
قربت میں کسی اور کو سوچ رہی تھی وہ اچھے سے سمجھ چکا تھا۔اسے اب سمجھ آئی تھی

کہ اس کے چہرے پر شرم حیا کے تاثرات کیوں نہیں تھے! حالانکہ ہمیشہ صرف جان کہنے پر بھی وہ اس کے چہرے پر بکھرتے رنگ بخوبی دیکھتا تھا۔ لیکن آج تبدیلی کی وجہ وہ جان چکا تھا۔۔ اگر ایسا تھا تو وہ لڑکی اب اس پر ظلم کی انتہا کر رہی تھی۔ یقیناً یہ اس کی مردانگی پر ایک تماچے کی صورت میں تھا کہ اس کے نکاح میں موجود عورت اس کی قربت اس کے حصار میں کسی دوسرے مرد کو سوچ رہی تھی۔ خواہ وہ کوئی بھی ہو کسی بھی صورت کیوں نہ ہو! یہاں کسی پر نظر برداشت نہیں ہوتی تھی مقابل تو سوچوں میں لیے پھر رہی تھی۔۔ یہاں سیدھا اس کی انا پر وار ہوا تھا۔ کم از کم آج سے پہلے مقابل نے اس کی قربت میں کسی دوسرے کو نہیں سوچا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ آج پہلی مرتبہ ہی ہوا ہے!! اور اس کے پیچھے کی وجہ وہ نہیں جانتا تھا۔ اسے دور دور تک اندازہ بھی نہیں تھا۔۔ ایک گہری سانس بھر کر اپنے اوپر قابو رکھتے حدائق شاہ نے ایک مرتبہ پھر کنفرم کرنا چاہا۔ وہ دعا کر رہا تھا کہ وہ غلط ہو! ایسا کچھ نا جیسا وہ سوچ رہا تھا۔ اس وقت شدت سے اس کے دل میں یہی دعا تھی۔ حدائق شاہ نے نیچے کو جھکتے نرمی سے اس کی دھڑکنوں پر لب رکھے۔۔ وہ ہاتھوں سے بے

باکیاں دکھانے لگا تھا کہ شاید اس کا شک غلط ثابت ہو جائے! لیکن وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔۔ یہ لڑکی ایک فیصد بھی اسے محسوس نہیں کر رہی تھی۔ اس وقت وہ اس حالت میں پڑی تھی کہ حدائق شاہ اس کے ساتھ کچھ بھی کر دیتا مقابل کو پتہ بھی نہیں چلنا تھا۔۔ جبڑے بھینچتے حدائق شاہ نے اپنے ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے بند کی! خمار بھک سے اڑ چکا تھا۔ اس کی جگہ اتنے ہی شدید غصے نے لے لی تھی۔ اسے اپنی ذات پر تماچے کی صورت یہ بات لگی تھی۔ اپنی مردانہ انا میں وہ یہ بات بلکل برداشت نہیں کر سکا تھا۔!! "شٹ کیا بکواس ہے یہ؟ جھٹکے سے اس کے اوپر سے کھڑے ہوتے حدائق شاہ شدید غصے کے عالم میں اسے گھورتے ہوئے حلق کے بل دھاڑا۔ اس کا غصّہ آسمان تک پہنچا ہوا تھا۔۔ وہ بیڈ سے بھی نیچے اُتر چکا تھا۔ اس کی خون چھلکاتی آنکھیں مقابل پر جمی تھیں جو ابھی بھی غائب دماغ تھی۔۔ حدائق شاہ نے سختی سے اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کرتے سائڈ ٹیبل سے لیمپ اٹھاتے اپنی پوری قوت سے پیچھے دیوار پر مارا۔ اس کا جیسے صبر جواب دے گیا تھا۔۔ فائزہ شاہ اچانک ہی جیسے ہوش میں آئی۔ کمرے میں ایک دھماکے کیسی آواز آئی

تھی۔ وہ خوفزدہ نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔!! "آیئے محترمہ نکل آئی آپ سوچوں سے باہر؟ حدائق شاہ نے اس کے پاس جھکتے برفیلے لہجے میں تمسخر سا اڑاتے پوچھا۔ وہ حواس کھوئے کھڑا تھا۔ دل اور دماغ میں بس یہی چل رہا تھا کہ مقابل نے اس کی قربت میں کسی اور کو سوچ کر اس کی انا کو ٹھیس پہنچائی ہے! فائزہ شاہ خوفزدہ نظروں سے اس کی شدید سرخ آنکھوں میں دیکھتے تھوڑا سا پیچھے کو سرکی۔ وہ اٹھ کر بیٹھتے بیڈ کراؤن میں گھس کر بیٹھ چکی تھی۔ جبکہ گھٹنے سینے تک فولڈ کیے ہوئے تھی۔ اسے اس وقت اپنی حالت کا تو جیسے کوئی ہوش ہی نہیں تھا۔۔

"کس نے اجازت دی تمھیں میری قربت میری بانہوں میں کسی اور کو اس حد تک دماغ میں بسانے کی؟ ہاں یہ صلہ دے رہی ہو اب تم مجھے! حدائق شاہ اپنا چہرہ اس کے قریب لے جاتے اسے قہربار نظروں سے گھورتے ہوئے بری طرح غرایا۔ وہ اس کے آنسوں، اس کے جسم کی کپکپاہٹ، اس کا خوف سب کچھ سرے سے نظر انداز کیے ہوئے تھا۔ اسے بس اپنا یاد تھا کہ ابھی کچھ دیر پہلے یہ جو کچھ ہوا تھا۔۔

"مم۔۔ مجھ۔۔ مجھے سا۔۔ نس۔۔ فائزہ شاہ نے اپنے گلے کو جکڑے اسے پھر سے

اپنی حالت سے آگاہ کرنا چاہا۔ اسے سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ وہ ہوش میں تھی، دیکھ سمجھ رہی تھی کہ اس کے سامنے حدائق شاہ موجود ہے! لیکن اس کا دماغ اس کا سب سے بڑا دشمن بنا ہوا تھا۔ وہ ہر طرف سے بس تکلیف جھیل رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے اس کی حالت دیکھتے مزید سختی سے اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے! اس کی ماتھے اور گردن کی نسیں تک پھولنے لگی تھیں۔ غصے سے کھولتے خون کے باعث وہ اس کی حالت کو بھی ایک مرتبہ پھر اگنور کر رہا تھا۔۔ "خدا پاک کی قسم اگر تم میری پسندیدہ عورت نا ہوتی تو یہیں تمہاری فاتحہ پڑھ دیتا۔ سہی کیا ہے تم نے ویسے! میرے منہ پر تماچہ مار کے اوقات یاد کروادی مجھے میری! اس) گالی (کو یاد کر رہی تھی تم؟ تم میرے علاوہ کسی کو سوچ بھی کیسے سکتی ہو؟ میں کتا نہیں ہوں جو تمہارے آگے بھونکتا رہوں ساری زندگی۔ آخر اور کتنا وقت دوں میں تمہیں؟ بجائے ٹھیک ہونے کے تم اسے ہی سوچوں میں بسائے ہوئے ہو! اس کے جبڑے کو سختی سے دبوچے وہ اس کے منہ پر بری طرح پھنکار رہا تھا۔ اس کی گرفت مقابل کے کندھوں پر جارحانہ تھی۔۔ فائزہ شاہ نے

روتے ہوئے ہچکی بھرتے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے اسے ہٹانا چاہا۔ وہ بیٹھی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس کے دماغ پر اس وقت اتنا بوجھ تھا کہ اسے لگ رہا تھا ابھی اس کے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔ یہاں حدائق شاہ غلط تھا۔ اس نے کبھی حنان کو یاد نہیں کیا تھا۔ یہ مقابل کی بہن تھی جو اس انسان کا نام بول کر گئی تھی اور تبھی سے اس کے دماغ پر یہ شخص حاوی تھا۔ اس کا قصور کہیں بھی نہیں تھا۔ ان دنوں وہ جتنی ڈپریشن کا شکار ہوئی تھی یہ وہی پہلے والی حالت تھی۔ وہ پھر سے موت کے دہانے پر تھی۔۔ حدائق شاہ نے ایک نظر اس کی مزید بگڑتی حالت پر ڈالتے جھٹکے سے اس کا جبڑا چھوڑا۔ وہ اسے گھورتے ہوئے اس سے دور ہو رہا تھا۔!! وہ ابھی پیچھے ہونے ہی لگا تھا کہ فائزہ شاہ نے تیز تیز سانس لینے کی کوشش کرتے اسے بازو سے پکڑا۔ وہ اسے ایک مرتبہ اپنی صفائی دینا چاہتی تھی۔ اسے احساس تھا یہ اُسی کا شاہ ہے!! وہ بولنا چاہتی تھی مگر آواز نہیں نکل رہی تھی۔ وہ ابھی تک سانس لے رہی تھی بہت بڑی بات تھی جیسے!! "ہاتھ مت لگانا دوبارہ مجھے! اس کے ہاتھ کو بری طرح جھٹکتے حدائق شاہ اس سے پیچھے کو ہوا۔ وہ صوفے کی طرف بڑھتے تیزی

سے اپنی شرٹ واپس سے زیب تن کر رہا تھا۔ قمیض پہنتے سائڈ ٹیبل سے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی نکالے حدائق شاہ تیز تیز قدموں سے دروازے کی طرف بڑھا۔ اتنے غصے کے باوجود بھی وہ ایک نظر پانی کے جگ پر ڈالنا بلکل نہیں بھولا تھا۔ مقابل خود اٹھ کر پانی پی سکتی تھی۔ جگ بھرا ہوا تھا۔!! بنا مزید اس پر ایک بھی نظر ڈالے وہ کمرے سے ہی باہر نکل چکا تھا۔ جبکہ اپنے پیچھے اس نے دروازہ ایسے بند کیا تھا کہ دھڑام کی آواز کے ساتھ کمرے کے در و دیوار بھی لرز اُٹھے تھے! فائزہ شاہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔ وہ رونے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ حدائق شاہ جا چکا تھا۔ اس کی پرواہ کیے بغیر! وہ کمرے سے ہی نکل چکا تھا۔ پیچھے فائزہ شاہ کمبل کو خود پر سیٹ کرتے ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔ وہ اپنا تمام درد تکلیف آنسوؤں کی صورت باہر نکال رہی تھی۔ اسے اب سمجھ آئی تھی کہ بیٹیوں کو عزت کی سلامتی کی دعائیں کیوں دی جاتی ہیں! اس کے جیسی لڑکیوں کو کتنا کوئی حدائق مل جائے! معاشرہ جینے نہیں دیتا۔ وہ انہیں موت کے منہ میں دھکیل کر ہی سکون لیتا ہے۔۔

زاویار شاہ اس وقت اپنے کمرے سے نکلتے تیز تیز قدموں سے سائرہ بیگم کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا چہرہ حد درجہ سنجیدہ اور سپاٹ تھا۔ ابھی اسے گھر آئے تقریباً دو گھنٹے ہی ہوئے تھے! اشنا شاہ نے اسے اتنے ٹائم میں گھر میں ہوئی ایک ایک بات سلامتی کے ساتھ بتادی تھی۔ اس نے کچھ بھی نہیں چھپایا تھا۔ حتیٰ کہ اپنا زبان چلانا بھی! وہ سب کچھ اس کے گوش گذار کر چکی تھی۔ سائرہ بیگم اور ہیر کی کہی گئی ایک ایک بات! کچھ بھی نہیں چھپایا تھا اس نے! لیکن برا ہوا کہ یہ انسان اب اتنے غصے میں آگیا تھا کہ اس کی بھی نہیں سن رہا تھا۔ اشنا شاہ نے تو اسے اس لیے سب کچھ بتایا تھا تاکہ وہ اسے اپنے اعتماد میں لے سکے! جواب تو اس نے دے دیے تھے لیکن اسے یہ ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو بعد میں کو مسئلہ بننے پر زاویار شاہ ہی دوسروں کی باتوں میں آکر اسے غلط ٹھہرا دے۔۔ وہ تبھی اسے اپنے اعتماد میں لینے کی غرض سے آتے ہی ساتھ ایک ایک بات اسے بتا گئی تھی۔۔ لیکن اب وہ پچھتا بھی رہی تھی۔ کیونکہ یہ انسان تو غصے میں آتے سائرہ بیگم سے ہی لڑنے پہنچ گیا تھا۔۔

"زاویار میری بات سنیں! دو تین دن بعد لڑ لیجئے گا۔ ابھی غصّہ تھوک دیں پلیز!۔ اسے کمرے سے نکل کر آگے بڑھتے دیکھ اشنا شاہ نے فوری طور پر اسے بازو سے تھامتے روکا۔ اس نے یہ تو نہیں چاہا تھا کہ لڑائی ہو جائے! اس وقت رات کے بارہ بجنے کو تھے! اور یہ انسان بنا سوچے سمجھے لڑنے جا رہا تھا۔ انسان صبح کا انتظار بھی تو کر ہی سکتا تھا نہ؟؟" ان کے بعد ذرا میں تمہاری خبر لیتا ہوں۔ تمہارے ہاتھ نہیں تھے کیا جو اس ہیر کی باتیں سنتی رہی تھی۔۔ تمھیں چاہیے تھا کہ تم اس لڑکی کے منہ پر ایک لگاتی۔۔ اسے گھورتے ہوئے وہ اس پر بھی چڑھ دوڑا تھا۔ ابھی اسے غصّہ تھا جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسے ہی نکلنا تھا۔ "مجھے نہیں اس نے فائزہ آپی کو زیادہ برا بھلا کہا تھا۔ اور پلیز آپ اس طرح مت کریں! ابھی بہت رات ہے! بعد میں دیکھ لے گیں سب کو!! اس کے بازو کو سختی سے تھامے وہ التجا سی کر رہی تھی۔ "میرا دماغ مت خراب کرو۔ اور بازو چھوڑو ذرا میرا۔ میں بتاتا ہوں کس کا کردار کیا ہے اس گھر میں! اب ہماری بیویاں بھی محفوظ نہیں ہیں کیا یہاں؟ تف ہے یہاں کے لوگوں پر! زاویار شاہ اسے گھورتے دبی دبی آواز میں چیخا۔ مقابل اسے ایسے پکڑ کر کھڑی

تھی جیسے وہ کہیں بھاگ رہا ہو! لیکن آج تو وہ چپ نہیں رہنے والا تھا۔ "پلیز نا؟ سب کیا سوچے گیں کہ کیسی بہو ہے! شوہر کے گھر آتے ہی اسے شکایتیں لگا کر فساد پھیلا دیا گھر میں! میری امیج خراب ہو جائے گی۔ اشنا شاہ نے دانت پیستے اسے پھر سے سمجھانا چاہا۔ "تمہیں ابھی بھی لوگوں کی پڑی ہے؟ سیریسلی؟ وہ جیسے حیران تھا۔ "سسرال ہے میرا یہ لو۔ "گھر کہو یہ تمھارا گھر ہے! ابھی اشنا شاہ کچھ بولتی کہ وہ اس کے ہونٹوں پر اُنگلی رکھتے اس کی بات کی تصیح کر گیا تھا۔ "او کے گھر! اب اندر چلیں پلیز! اس کی بات سے اتفاق کرتے اس نے ایک مرتبہ پھر منت کی۔ کیا عجب رہ جاتی اس کی اگر زاویار شاہ واقعی اس وقت لڑنے کو پہنچ جاتا۔ "بھاڑ میں گیا تمھارا پلیز! بے غیرت نہیں ہوں میں جو تمہارے کردار پر باتیں چپ کر کے سن لوں! چچی کی تو چلو فطرت ایسی ہے لیکن میں حیران ہوں ہیر پر کہ وہ لڑکی کیسے اپنی ماں کے نقشِ قدم پر چل سکتی تھی۔ اصولاً تو فائزہ بھابھی کو اسے دور رکھ کے لگانی چاہیئے تھی تاکہ آئندہ بکواس کرنے سے پہلے دو دفعہ سوچتی!! جھٹکے سے اس سے اپنا بازو چھڑوا کر کہتے زاویار شاہ نے دوبارہ تیزی سے اپنے قدم آگے کو لیے! وہ تو

قطعی بھی خاموش رہنے والا نہیں تھا۔۔ ہاں شروع میں وہ اشنا کو منع کرتا تھا فائزہ کے معاملے میں بولنے سے لیکن وہ بھی صرف ایک احتیاط تھی۔ تاکہ کوئی بھی بعد میں اسے کوئی نقصان نا پہنچا سکے! وہ لوگ بچپن سے سائرہ بیگم کے ساتھ رہتے آئے تھے! انہیں اندازہ تھا کہ وہ اپنی ناپسندیدہ چیزوں اور لوگوں کے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہیں!! بس اسی لیے زاویار شاہ نے اسے سختی سے فائزہ کے معاملے میں بولنے سے منع کیا تھا۔ لیکن اشنا شاہ باز نہیں آئی تھی۔ ایک زاویار شاہ کا یہی فیصلہ تھا جس سے اس لڑکی نے آخری حد تک بغاوت کی تھی۔ وہ اس کے روکنے کے باوجود بھی فائزہ کے لیے بولنے سے نہیں کتراتی تھی۔۔ صرف یہی نہیں پھر اسے بھی اشنا نے ہے سمجھایا تھا کہ ظلم کے خلاف چپ رہنے والا بھی خود میں ایک ظالم ہی ہوتا ہے!! وہ بس اسی لیے فائزہ کے کیے ہمیشہ بولتی تھی کیونکہ اس لڑکی پر حقیقتاً ظلم ہو رہا تھا۔۔ پھر اس دن کے بعد زاویار شاہ نے بھی اسے روکنا بند کر دیا تھا۔ شاید نہیں یقیناً وہ سمجھ گیا تھا۔۔ مگر آج جو ہوا وہ اس کے لیے کسی شوک سے کم نہیں تھا۔ یہ عزت رہ گئی تھی اس کی بیوی کی اس گھر میں کہ کوئی بھی اس کی عزت اچھال دے!

اشنا شاہ کی بات پر تو اس کے تن بدن میں آگ کے شعلے سے دہک اُٹھے تھے ! ابھی وہ زندہ تھا تو یہاں یہ حال تھا جو کل کو ان میں سے کوئی مر جاتا تو ان لوگوں نے ان کی بیویوں کو بھری دنیا میں رسوا کر دینا تھا۔ آخر کوئی تو آواز اٹھاتا اس چیز کے خلاف ! !

"اشنا شاہ نے بے بسی سے اس کی پشت کو دیکھا۔ وہ تو اسے بتا کے اب بے حد پچھتا رہی تھی۔۔ کاش کہ وہ ایک دن کا انتظار کر کے اسے بتا دیتی۔ دراصل میں اسے اپنی امیج کی پڑی ہوئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی اب سارے اسے برا بھلا کہے گیں کہ شوہر کے گھر میں اسے ہی اس سے ان کی برائیاں کر کے اسے لڑنے کے لئے بھیج دیا۔۔

اب وہ سب کو کیا بتاتی کہ اس کا شوہر ہی سر پھرا تھا۔۔

قسط نمبر:1/84

زاویار شاہ تیز تیز قدموں سے نیچے موجود سائرہ بیگم کے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ اشنا شاہ نیچے لاؤنج میں کھڑی افسوس سے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ اب پچھتاوے میں مبتلا تھی۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر اس کی زبان اس کے بس میں کیوں نہیں رہتی تھی۔۔"ساتھ آؤ میرے!زاویار شاہ جو آگے کو بڑھ رہا تھا ایک لمحے کے لیے رک کر پیچھے مڑتے حکمیہ سے انداز میں کہا۔۔اسے تو خود اشنا پر بھی بہت غصّہ تھا۔صرف اس بنا پر کہ مقابل نے تھپڑ کیوں نہیں مارا۔!!اشنا شاہ نے بے بسی سے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے نفی میں سر ہلاتے خاموشی سے اس کے پیچھے کی طرف قدم لیے!اب تو اس کی عزت کا اللہ ہی حافظ تھا۔اسے ابھی بھی اپنے امیج کی زیادہ پڑی تھی۔بھلے ہی باقی لوگ اچھے نا ہو لیکن اس کی ساس بہت اچھی تھی۔وہ سوچ رہی تھی کہ نوین بیگم ہی اس کے بارے میں کیا سوچے گیں۔ اس وقت رات کے ساڑھے بارہ یا ایک بجنے کو تھے!

زاویار شاہ نے سائرہ بیگم کے کمرے کے دروازے تک پہنچتے دروازہ ناک کیا۔وہ اشنا شاہ کو اپنے ساتھ کیے کھڑا دروازہ کھلنے کے انتظار میں تھا۔اسے یہ بھی احساس نہیں تھا کہ وہ اس وقت سو رہی ہو نگی یا کچھ اور !اسے بس ان کے الفاظ انہیں واپس لوٹانے تھے !!اندر سے کوئی جواب نہ آتے دیکھ زاویار شاہ نے ایک مرتبہ پھر دروازہ ناک کیا۔وہ آج یہاں سے ٹلنے والا نہیں تھا۔!!سائرہ بیگم جو اپنے کمرے میں سونے میں مصروف تھیں اپنے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی محسوس کرتے ان کی آنکھ کھلی۔وہ حیرت سے دروازے کو دیکھ رہی تھیں کہ اس وقت کون آگیا۔اپنا دوپٹہ سائڈ سے اٹھاتے وہ بیڈ سے نیچے اُتری۔دروازہ ایک مرتبہ پھر بج اٹھا تھا۔باہر والا زیادہ ہی بے صبرا انسان تھا شاید۔!!یہ آج ہی تھا کوئی اس طرح اتنی رات کو انہیں ڈسٹرب کر رہا تھا۔اب پتہ نہیں کیا بات تھی۔!!کمرے کا دروازہ کھول کر باہر موجود لوگوں کو دیکھتے ان کی حیرت میں مزید اضافہ ہوا۔ان دونوں کی ان سے کیا کام پڑ گیا تھا جو آدھی رات کو ان کے دروازے پر پہنچ گئے تھے !جبکہ وہ یہ بھی سوچ رہی تھی کہ زاویار شاہ آخر گھر کیسے آگیا۔داجان نے تو

نہیں بلایا تھا۔۔ "آیئے! ذرا باہر آیئے گا تھوڑا۔ کیا ہے نا مجھے آپ کا سیاہ چہرہ اندھیرے میں نظر نہیں آرہا۔ تھوڑی روشنی میں آئیں ذرا۔۔ انہیں دیکھتے زاویار شاہ نے ہنس کر کہتے اپنے دونوں ہاتھوں سے انہیں کمرے سے باہر آنے کو کہا۔ وہ ابھی کمرے کی چوکھٹ پر کھڑی تھیں۔۔ اشنا شاہ نے منہ نیچے کرتے اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیرا۔ آج وہ اپنے شوہر کی روسٹنگ سکلز دیکھنے والی تھی۔ لیکن اسے شرمندگی کیوں ہو رہی تھی؟ سائرہ بیگم نے حیرت اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے اسے دیکھا۔ آخر مطلب کیا تھا اس لڑکے کی بات کا؟؟ وہ اتنی رات کو انہیں یہ کہنے آیا تھا؟ "کیا بکواس کر رہے ہو؟ تمہارے اندر تمیز ختم ہو گئی ہے بڑوں سے بات کرنے کی؟ اس کے ساتھ رہ کر تم بھی نافرمان ہوتے جا رہے ہو!! اسے گھورتے ہوئے کہتے سائرہ بیگم نے آخر میں اشنا کو زہریلی نظروں سے دیکھا۔ "اوہ بڑے۔۔ اچھا آپ بھی بڑی ہیں؟ بڑے آپ کے جیسے ہوتے ہیں تو ہم تو کب کی فاتحہ پڑھ کر چھوٹوں میں ہی ٹھیک ہیں! سینے پر ہاتھ باندھ کر کہتے زاویار شاہ صاف صاف ان کی بات کو مذاق میں اڑا رہا تھا۔۔ اس کا غصّہ کسی صورت بیٹھنے کا نام نہیں

لے رہا تھا۔اس کی بیوی کے متعلق باتیں ہوئی تھیں۔وہ اب چپ رہنے والوں میں سے نہیں تھا۔۔"تمہیں اندازہ ہے تم بول کیا رہے ہو؟یہ تربیت دی ہے تمہاری ماں نے تمھیں کہ تم آدھی رات کو میرے دروازے پر آکر مجھے باتیں سنا رہے ہو!!سائرہ بیگم کمرے سے دو قدم باہر نکلتی بھڑک اٹھی تھی۔جب مقابل کوئی خیال نہیں کر رہا تھا تو وہ کیوں کرتی!وہ چیخ اٹھی تھی۔"میری تربیت بہت اچھی ہے کیونکہ میری ماں آپ کے جیسی نہیں ہیں!اور کس نے حق دیا آپ کو میری بیوی کے کردار پر الزام لگانے کا؟؟میری بیوی کتنی پاک ہے یہ اب آپ فیصلہ کرے گیں؟اس عورت پر آج تک کوئی بھی نظر تک نہیں پڑی اور آپ اتنی بڑی بڑی باتیں کہہ گئی اس کے بارے میں!شرم سے مرنے کا مقام ہونا چاہیے آپ کے لیے کہ اپنے چھوٹوں کی نظر میں آپ دن بدن اپنی عزت کھوتی جا رہی ہیں!زاویار شاہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے دبی دبی آواز میں غرایا۔وہ لحاظ نہیں کر رہا تھا۔وہ بس اپنی بیوی کی خاطر ایک چھوٹا سا اسٹینڈ لے رہا تھا۔سائرہ بیگم نے ایک نظر اسے دیکھتے اشنا کو زہر آلود نظروں سے گھورا۔تو یہ سارا تماشہ اس وجہ سے ہو رہا تھا۔صبر

نہیں ہوا تھا اس لڑکی سے ! "تو شاید بھول رہا ہے تو اس وقت میری ماں کے سامنے کھڑا ہے ؟ ابھی وہ کچھ بولتی کہ حدائق شاہ نے آتے سنجیدگی سے زاویار کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ ابھی ہی اپنے کمرے سے نیچے آرہا تھا کہ ان لوگوں کو یہاں کھڑے دیکھ وہ بھی مارے حیرت کے یہیں آگیا تھا۔ اس نے بس زاویار شاہ کی آخری بات سنی تھی۔ اور اسے سخت زہر بھی لگی تھی۔ وہ اس کی ماں سے اس طرح بات کیسے کر سکتا تھا؟ تبھی وہ اس سے گویا ہوا تھا۔۔ زاویار شاہ نے بھی اسی سنجیدگی کے ساتھ اسے دیکھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ شاید حدائق شاہ کی بیوی کے منہ میں واقعی زبان نہیں ہے ! ! تبھی وہ اتنی سنجیدگی سے اپنی ماں کی طرفداری کر رہا تھا۔۔ "جب بیٹے عزت نہیں دیتے تو یہی ہوتا ہے ! کوئی بھی دروازے پر آکر ذلیل کر کے چلا جاتا ہے ! سائرہ بیگم حدائق کو گھورتے ہوئے قدرے اونچی آواز میں گویا ہوئیں۔ یہ سارا کچھ اسی انسان کی وجہ سے تھا۔ کاش کہ وہ فائزہ کو طلاق دے دیتا تو سب کے لیے آسانیاں بن جاتیں۔ ! ! "میں نے ذلیل تو ابھی کیا ہی نہیں آپ کو ! میں بتاؤں پھر ذلالت کسے کہتے ہیں ؟ اپنے کندھے سے حدائق شاہ کا ہاتھ سختی سے جھٹکتے زاویار

شاہ نے دو قدم آگے کو ہوتے انہیں گھورا۔ وہ اپنے بیٹوں کو بھی بیوقوف بنا رہی تھیں۔ "بکواس بند کر! تو میرے سامنے میری ماں سے اس لہجے میں کیسے بات کر سکتا ہے؟ حدائق شاہ جو پہلے ہی کمرے سے غصے سے تپا ہوا آیا تھا اس کی بات پر سیخ پا ہوتے اسکے گریبان کو جکڑے غرایا۔ وہ اس کے سامنے ہی بے خوفی سے سائرہ بیگم کو گھورتے ان سے بدتمیزی کر رہا تھا۔ "زاویار کمرے میں چلتے ہیں پلیز! چھوڑیں لڑائی بڑھ جائے گی۔ ابھی زاویار شاہ کچھ بولتا کہ اشنا نے اسے جلدی سے مخاطب کیا۔ وہ جس چیز سے ڈر رہی تھی وہی ہو رہا تھا۔ ایک تو اس حدائق کو بھی ابھی ہی آنا تھا۔ "کیوں جاؤں میں کمرے میں؟ اور تو لعنت ہے تیرے اوپر جو اس بچی کو اس گھر میں رکھ کر سب سے زیادہ اسے ٹراماٹائز تو خود کروا رہا ہے! پہلے سختی سے اشنا کو جھڑکتے اس نے حدائق شاہ سے کہتے اپنے گریبان کو ایک جھٹکے سے اس کی گرفت سے آزاد کروایا۔ حدائق شاہ نے ابرو سکیڑے اسے دیکھا۔ کیا وہ فائزہ کی بات کر رہا تھا؟ "کیا بکواس کر۔۔۔ حدائق شاہ ابھی کچھ بولتا کہ سائرہ بیگم نے فوراً سے اس کی بات کاٹی۔ وہ جانتی تھیں حدائق کو پتہ چلا تو کیا ہو گا۔ "تم دونوں جاؤ اپنے اپنے

کمروں میں ! مجھے نیند آئی ہے ! ہم صبح بھی اس بارے میں بات کر سکتے ہیں !

حدائق شاہ کی طرف دیکھتے انہوں نے سنجیدگی سے حکمیہ سے انداز میں کہا۔ ! !

زاویار شاہ ان کی بات پر تمسخر سا مسکرایا۔ چور کی داڑھی میں تنکا۔ "کیوں جائے یہ کمرے میں ؟ میں بتاتا ہوں نہ اسے کہ کیا ہوا ہے ہمارے پیچھے اس گھر میں ! اب تو بات ختم ہو ہی جائے ! سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے وہ جیسے اُن سے مذاق اڑاتے لہجے میں استفسار کر رہا تھا۔۔ حدائق شاہ نے نا سمجھی سے ان دونوں کو دیکھا۔ ایسا کیا ہوا تھا اس کے پیچھے جو مقابل اس طرح کہہ رہا تھا ؟ ؟ "بکواس بند رکھو تم اپنی۔ تمہاری بیوی نے غلط بیانی کی ہے ! ایسا تو کچھ ہوا ہی نہیں تھا جو اس نے تمھیں بتایا ہے ؟ زاویار کی طرف دیکھتے چیختے ہے وہ اپنے کیے گئے عمل سے ہی مکر چکی تھیں۔ وہ اس طرح چیخ کر اپنا جھوٹا ہونا خود ہی ثابت کر رہی تھیں۔۔ زاویار شاہ محض ہلکا سا مسکرایا۔ "میں نے تو کچھ کہا ہی نہیں ! ایک بھی لفظ نہیں بولا کہ آپ نے انہیں کیا کہا ہے ! پھر آپ کو کیسے پتہ کہ میں اسی ایک بات کے متعلق آپ سے باز پرس کرنے کھڑا ہوں۔۔ وہ اب انہیں پھنسا رہا تھا۔ جو کہ وہ کر بھی چکا تھا۔۔ "کوئی مجھے

بتائے گا کہ ہوا کیا ہے؟ حدائق شاہ ابھی تک نا سمجھ تھا۔ "حدائق یہ جھو۔۔ سائرہ بیگم کچھ بولتی کہ وہ ہاتھ اٹھاتے انہیں بھی منع کر چکا تھا۔ ابھی اسے تجسس کے مارے صرف بات جاننی تھی۔ اس کی سوالیہ نظریں زاویار شاہ پر تھیں۔۔ "تمہاری اور میری بیوی کی کردار کشی کی گئی ہے اِدھر! نہیں یہاں کیا ہم لوگوں نے کوٹھا کھولا ہوا ہے؟ کم از کم تمہاری ماں کو تو ہماری بیویوں کو دیکھ کر ایسا ہی لگتا ہے؟ اوپر سے تمہاری یہ ماں کم تھی جو تمہاری بہن بھی انہی کے نقشِ قدم پر چل رہی ہے! جتنے دن ہم گھر سے باہر تھے دن رات ان دونوں کے کردار کو اچھالا گیا ہے اس گھر میں!! ہاتھ اٹھا کر سنجیدگی سے کہتے وہ اسے سارے سچ سے آگاہ کر رہا تھا۔ حدائق شاہ کے اس کی باتوں پر ابرو سکڑے! سائرہ بیگم کی خصلت سے وہ واقف تھا لیکن حیرت کی بات تھی کہ ہیر جیسی لڑکی بھی کسی کے معاملوں میں گھس سکتی تھی یا کسی کو کچھ کہہ سکتی تھی۔ اس کی تو خوبصورتی ہی یہی تھی کہ وہ ہر انسان سے بیزار اور کنارہ کش رہتی تھی۔ چاہے اس میں پھر اکثر تو بھائی بہن یا ماں ہی کیوں نہ آجائیں!! حدائق شاہ نے سوالیہ سپاٹ نظروں سے سائرہ بیگم کو دیکھا۔ وہ ان کے منہ سے سن

کے ایک مرتبہ کنفرم کرنا چاہتا تھا۔۔اسے اپنی طرف دیکھتا پا کر سائرہ بیگم نے بے ساختہ ہی نظریں چرائی! یہ منحوس سب کچھ بتا گیا تھا۔وہ اپنی صفائی میں کیا کہتی بھلا؟؟اسے یقین تھا کہ حدائق شاہ نے یقین کر لیا ہو گا زاویار کی بات کا۔"ہیر نے کیا کہا تھا؟ حدائق شاہ انہیں نظریں چراتے سمجھ گیا تھا کہ یہ سب سچ ہے! لیکن پھر بھی اس کی سوئی ابھی ہیر شاہ پر اٹکی تھی۔۔"اس نے بدتمیزی کی تھی بس! آنٹی نے ہی اسے شاید غلط بتا کر فائزہ آپی کے پاس بھیج دیا تھا لڑنے! جواب اشنا شاہ کی طرف سے آیا تھا۔حدائق شاہ ابھی کچھ بولتا کہ اس کے دماغ میں اچانک ہی کچھ کلک سا ہوا۔سرا مل گیا تھا۔۔اسے اب سمجھ آئی تھی فائزہ کی حالت ایسی کیوں تھی۔ورنہ تو حدائق شاہ اسے بلکل ٹھیک چھوڑ کر گیا تھا۔ایک نظر سائرہ بیگم کی طرف دیکھ کر نفی میں سر ہلاتے حدائق شاہ تیز تیز قدموں سے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔اس کی سانسیں اکڑھ رہی تھیں اور وہ غصے میں اسے ایسے ہی چھوڑ کر آ گیا تھا۔!!زاویار شاہ ایک نظر اس کی پشت کو دیکھتے واپس سے سائرہ بیگم کی طرف متوجہ ہوا۔۔حیرت تھی حدائق خاموشی سے چلا گیا تھا۔لیکن وہ نہیں جانتا تھا یہ

طوفان سے پہلے کی خاموشی تھی۔۔"میری بیوی کتنی پاک عورت ہے یہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔ لہٰذا آئندہ کوشش کیجئے گا میری بیوی سے سو فٹ کے فاصلے پر رہیے گا۔ ورنہ اگر میں عزت کرتا ہوں تو بھری محفل میں بے عزت کرنا بھی جانتا ہوں! فیصلہ آپ پر ہے! میرے ہاتھوں ذلیل ہونے سے بچالیں خود کو بھی اور اپنی بیٹی کو بھی! دوبارہ میں برداشت نہیں کروں گا۔۔"اُنگلی اٹھا کر سختی سے سائرہ بیگم کو تنبیہ کرتے زاویار شاہ اشنا شاہ کا ہاتھ تھامتے واپسی کی جانب مڑا۔ آج کے لیے اتنی بہت تھی۔۔ جبکہ پیچھے سائرہ بیگم نے ایک قہر برساتی نظر ان دونوں کی پشت پر ڈالی! حدائق نے انہیں کچھ نہیں کہا تھا تو جیسے ان کے دل میں ایک اُمید کی کرن جاگ اٹھی تھی۔ تمسخر سا مسکراتے وہ واپس سے اپنے کمرے میں داخل ہوئیں۔ دماغ میں تانے بانے بنتے وہ نجانے اب کیا سوچ رہی تھیں۔۔

حدائق شاہ تیزی سے دروازہ کھولے اپنے کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں مقابل کی پرسوز ہچکیاں ابھی تک جاری تھیں۔ وہ حد سے زیادہ برے طریقے سے

ماتم کناں انداز میں رو رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے ہونٹ بھینچتے اسے ایک نظر دیکھتے نیچے سے اس کی قمیض اٹھائی۔۔ مقابل کو اپنی حالت کا رتی برابر بھی احساس نہیں تھا۔ وہ کمبل میں دبکی بس شدید طریقے سے رو رہی تھی۔!! اس کی طرف تیزی سے بڑھتے حدائق شاہ اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھا۔ وہ قمیض کو ایک مرتبہ پھر سائڈ پر رکھ چکا تھا۔ پہلے اسے چپ کروانا ضروری تھا۔ ورنہ اس کی حالت مزید بگڑ جاتی۔۔ حدائق نے نرمی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنے نزدیک کیا۔ ایک بات کا اسے سو فیصد یقین تھا کہ مقابل کبھی اس سے ڈر نہیں سکتی۔ اور اپنے یقین میں وہ کہیں نا کہیں سچا بھی تھا۔!! فائزہ شاہ نے اچانک ہی آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں اتنی آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں کہ وہ پاس بیٹھے حدائق کو بھی نہیں دیکھ پا رہی تھی۔ منظر دھندلا تھا۔ لیکن وہ پہچان گئی تھی کہ یہ کون ہے!! "رونا بند کرو!! اس کے آنسوں صاف کرتے سنجیدگی سے حکم دیا گیا۔ فائزہ شاہ نے اس کا ہاتھ اپنے چہرے کی طرف آتے دیکھ فوراً ہی اس کے ہاتھ کو تھاما۔ وہ اسے پھر سے صفائی دینا چاہتی تھی۔!! "ش۔۔ شاہ۔۔ ہچکی سی بھرتے اس کا نام پکارتے وہ

پھر سے رونے لگی تھی۔اس کے اندر ہمت نہیں تھی بولنے کی! حدائق شاہ نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔اسے ہی صبر کرنا تھا۔کیونکہ اس عورت کو خود ہی دعاؤں میں اس نے خدا سے مانگا تھا۔"یہاں آؤ! اُوپر ہو کر بیٹھتے حدائق شاہ نے اپنی لیپ پر ہاتھ رکھتے اسے پھر سے حکم دیا۔وہ ایسے ہی بات نہیں کر سکتا تھا۔۔ فائزہ شاہ ایک نظر اسے دیکھتی تھوڑا آگے کو ہوئی۔اشارہ صاف تھا کہ مقابل خود بٹھالے! وہ ابھی حدائق کے غصے کو دور کرنا چاہتی تھی۔اسے بتانا چاہتی تھی کہ اس نے شوق سے اس شخص کو نہیں سوچا۔۔حدائق شاہ نے ایک نظر اس کی چالاکی دیکھتے نفی میں سر ہلاتے اسے اپنی طرف کھینچتے اپنی لیپ پر بٹھایا۔۔دراصل وہ اسے محبت سے بہلا کر یہ پوچھنے آیا تھا کہ اسے ہیر شاہ نے کیا کہا تھا۔۔"رونا بند کرو۔۔ میں ہوں یہیں تمہارے پاس ہی۔اور جب میں تمہارے قریب ہوا کروں تو ان آنسوؤں کو بائے بائے بول دیا کرو۔حدائق شاہ نے اس کے گالوں پر اپنے لب رکھتے نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔!!"شاہ۔۔مم۔۔میں۔۔فائزہ شاہ روتے ہوئے ابھی کچھ بولتی کہ وہ پھر سے اس کے ہونٹوں پر اُنگلی رکھتے اسے خاموشی کروا چکا

تھا۔۔"کچھ نہیں بولو گی تم! ابھی کچھ دیر پہلے ہوئے واقعے کے بارے میں تو میں کچھ بھی نہیں سنوں گا۔۔ صرف میری بات کا جواب دینا۔اس کی آنکھوں میں دیکھتے حدائق شاہ نے سختی سے تنبیہ کی۔۔فائزہ شاہ نے روتے ہوئے ہونٹ باہر نکالتے اسے دیکھا۔وہ پھر سے اس سے سختی سے بات کر رہا تھا۔۔"اب ایسے مت دیکھو! بے بسی سے ایک گہری سانس بھرتے حدائق شاہ نے اس کی دونوں باہنیں اپنے گلے میں حائل کی۔!!"شاباش بتاتی جاؤ پچھلے دنوں کیا ہوا تھا۔۔کس نے کیا کہا تھا؟ایک ایک لفظ حرف باحرف سننا ہے مجھے! ورنہ بھول جانا کہ کے ایک اور مرتبہ واپس آجاؤں گا۔۔اس مرتبہ پکا چلا جاؤں گا۔۔پھر سے اس کے آنسوں صاف کرتے وہ سنجیدگی سے اسے دھمکی دے رہا تھا۔وہ اس کے آنسوں صاف کرتا تھا اور تھوڑی ہی دیر میں پھر سے اس کا چہرہ بھیگ جاتا تھا۔پتہ نہیں یہ لڑکی اتنے آنسوں لاتی کہاں سے تھی۔!!"شاہ پلیز۔۔ہچکی روکنے کی خاطر فائزہ شاہ نے اپنے دونوں ہاتھ ہونٹوں پر جمائے! پھر سے ایک مرتبہ وہ باتیں یاد وہ نہیں کر سکتی تھی۔۔"تم بول رہی ہو یا میں چلا جاؤں؟ وہی دھمکی آمیز لہجہ! وہ بس اس کے منہ

سے ساری روداد سننا چاہتا تھا۔۔"دوبارہ مجھے۔۔چھوڑ کر مت جایئے گا شاہ! میں زندوں میں نہیں رہتی۔روتے ہوئے کہتے فائزہ شاہ نے آگے کو ہوتے اس کی گردن میں منہ گھسایا۔!!لے دے کر وہ پھر سے اس کے سہارے کی بھیک مانگنے کے دے پر آگئی تھی۔!!"بولو پھر!نہیں جاؤں گا میں کہیں!اپنے بچے کو چھوڑ کر کہاں جانے لگا میں؟ماما اور ہیر کا ایک ایک لفظ بتاؤ مجھے جان۔۔حدائق شاہ نے اس کی کمر کے گرد ہاتھ باندھ کر اسے مزید سختی سے خود کے ساتھ لپٹاتے نرمی سے سوال دہرایا۔وہ جانتا تھا یہ لڑکی نرمی سے مان جائے گی!!فائزہ شاہ نے اس کی گردن میں منہ گھسائے ہی بولنا شروع کیا۔وہ حدائق شاہ کی گردن اپنے آنسوؤں سے گیلی کرتی ایک ایک لفظ حرف باحرف اس انسان کو بتا رہی تھی۔اس کے اوپر بیتی تھی۔بھلا وہ لفظوں کا زہر کیسے بھلا سکتی تھی۔اسے سب کا ایک ایک لفظ یاد تھا۔یہی بات تو سارا دن دماغ میں چلتی رہتی تھیں۔وہ کیسے بھول جاتی بھلا۔۔"حدائق شاہ سنجیدگی سے سپاٹ چہرے کے ساتھ اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے اس کی ساری باتیں سن رہا تھا!!وہ سوچ رہا تھا کہ اُس کی

ماں آخر کیوں ایسی عورت ہے ! شکر تھا کہ ان چاروں میں ایک فیصد بھی سائرہ بیگم کی پرچھائی نہیں تھی۔ "نام مت لینا اس کا۔ ورنہ میں مزید ضبط نہیں رکھ سکوں گا خود پر۔۔ اسے حنان کا نام لیتے دیکھ حدائق شاہ نے پہلے ہی اسے ٹوکا۔ مقابل نے ابھی حن ہی بولا تھا۔۔ وہ اسے ہیر شاہ کی بات بتا رہی تھی۔۔ فائزہ شاہ نے ایک لمحے کی خاموشی کے بعد پھر سے بولنا شروع کیا۔ اس کے خود کے لئے حنان لغاری کا نام لینا اتنا ہی اذیت ناک تھا جتنا مقابل کو سننے میں لگ رہا تھا۔ وہ اس لیے خاموشی سے آگے بڑھ گئی تھی۔ ! ! "بس ؟؟ اسے خاموشی ہوتے دیکھ حدائق شاہ نے استفسار کیا۔ "جی ! شاہ اب مجھے مت چھوڑیے گا پلیز۔ آپ میرے جینے کی وجہ بن چکے ہیں ! میں آپ کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوں۔ ! ! اس کی گردن میں منہ چھپاتے دنیا جہاں کا سکون پاتے وہ دل کی حالت اسے بتا رہی تھی۔ ! ! حدائق شاہ کا ایک لمحے کے لیے اس کے بالوں میں چلتا ہاتھ رکا۔۔ اس کے دل کی دھڑکنیں بری طرح منتشر ہو چکی تھی۔ مقابل اتنے بڑے اظہار اتنی آسانی سے کر دیتی تھی۔ مگر افسوس ابھی وہ غصے میں تھا۔ " قمیض پہنو ! اسے نرمی سے خود سے الگ کرتے

سنجیدگی سے اس کی قمیض پکڑتے حدائق شاہ نے اس کے سامنے کی۔۔فائزہ شاہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھتے اس کے ہاتھ میں اپنی قمیض دیکھی۔!!"یہ کب ہوا تھا؟ اس کا دماغ ابھی تک اپنی حالت ہی نوٹ نہیں کر پایا تھا۔ایک نظر حدائق شاہ کو دیکھتے اس نے خفت سے اپنا ہونٹ کاٹا۔اسے اب اپنی حالت کا احساس ہوا تھا۔ نجانے وہ کب سے اس کے سامنے ایسی ہی بیٹھی تھی۔۔حدائق شاہ نے اسے یوں شرمندہ ہوتے دیکھ سر جھٹکتے خود ہی اسے قمیض زیب تن کروائی۔۔ابھی اس کے پاس وقت نہیں تھا۔۔فائزہ شاہ کی کمر میں ہاتھ ڈالے وہ خود بیڈ سے کھڑے ہوتے ایک ہاتھ سے ہی اسے بھی کھڑا کر گیا تھا۔۔"دوپٹہ ؟ پھر سے پوچھا گیا۔فائزہ شاہ نے خاموشی سے اسے دیکھتے بیڈ سے اپنا دوپٹہ اوڑھا۔اسے تو سمجھ نہیں آرہی تھی کہ مقابل اس وقت اسے دوپٹہ کیوں اوڑھنے کو کہہ رہا ہے !لیکن اس نے لے لیا تھا۔۔حدائق شاہ نے اس کی کلائی کو اپنی گرفت میں لیتے اپنے قدم سنجیدگی سے دروازے کی طرف بڑھائے !نجانے اس کا کیا کرنے کی اِرادہ تھا؟؟"شاہ ہم کہاں جارہے ہیں؟ فائزہ شاہ نے اس کے پیچھے چلتے پوچھا۔وہ جہاں بھی لے جاتا لیکن اس

نے بس ایسے ہی پوچھ لیا تھا۔۔"جو کہوں گا تم کرو گی اور اگر تم نے نہیں کیا تو میں چلا جاؤں گا فائزہ۔۔اب تم میری بات نہیں مانو گی تو واقعی میں گھر سے چلا جاؤں گا۔!! بنا مڑے دروازہ کھول کر باہر نکلتے اس نے سنجیدگی سے دوبارہ دھمکی دی۔ مقابل کی کمزوری اس کے ہاتھ لگ گئی تھی۔اب وہ آسانی سے اس سے اپنی باتیں منوا سکتا تھا۔ایسا اسے لگتا تھا۔!! فائزہ شاہ نے اس کی پشت کو دیکھتے ناک سکوڑی۔ بدتمیز انسان اب اپنی اہمیت جان کر اسے نخرے دکھانے لگا تھا۔۔

حدائق شاہ نے نیچے لاؤنج میں پہنچتے فائزہ شاہ کا ہاتھ چھوڑا۔۔اس وقت رات کے ڈیڑھ بج رہے تھے! بخدا ان لوگوں کو وقت کا بھی خیال نہیں تھا۔شاید وہ بھی لڑنے پہنچ چکا تھا۔۔"ہیر؟اسے چھوڑ کر آگے بڑھتے حدائق شاہ نے ہیر کے کمرے کا دروازہ ناک کرتے قدرے اونچی آواز میں اسے بلایا۔اسے بھی احساس نہیں ہو رہا تھا کہ ہیر شاہ سو رہی ہو گی۔ہیر کا کمرہ نیچے ہی تھا۔۔فائزہ شاہ نے حیرت سے اس کی پشت کو دیکھا۔۔وہ اس وقت ہیر کو کیوں بلا رہا تھا؟اسے سمجھ نہیں لگی

تھی۔۔اندر سے کوئی جواب نا آتے دیکھ حدائق شاہ نے ایک مرتبہ پھر دروازہ بہت زور سے بجایا۔"ہیر میں جانتا ہوں تم فجر کے بعد سوتی ہو۔دروازہ کھولو ورنہ میرے سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔وہ چیختے ہوئے دھڑا دھڑ دروازہ پیٹ رہا تھا۔وہ اپنی بہن سے اچھے سے واقف تھا۔اسے یہ خیال بھی نہیں آیا تھا کہ باقی سب تو سو رہے ہونگے!!ابھی وہ دوبارہ سے دروازہ ناک کرتا کہ ہیر شاہ نے حیرت سے دروازہ کھولتے اسے دیکھا۔اس وقت حدائق شاہ اس کے کمرے میں کیا کر رہا تھا؟ وہ جاگی ہوئی تھی۔یقیناً وہ ناول پڑھنے میں مصروف تھی۔"کیا ہوا بھ۔۔مارے حیرت کے وہ ابھی کچھ بولتی کہ حدائق شاہ نے پہلے ہی اسے سختی سے گھورتے اسے بازو سے پکڑتے باہر کھینچا۔!!فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی نفی میں سر ہلایا۔اس کا تو بس نہیں تھا کہ یہیں اپنا سر پکڑ کر بیٹھ جائے!کیا مقابل اس وقت لڑنے کے لئے نیچے آیا تھا؟آخر یہ سب اتنے سر پھرے کیوں تھے؟؟زاویار شاہ اور اشنا جو باہر جانے کے لیے نیچے آرہے تھے نیچے کا منظر دیکھتے وہ دونوں بھی لاؤنج کی طرف آئے۔وہ لان میں چہل قدمی کرنے جا رہے تھے!جواب اِرادہ بدل گیا تھا۔۔

"بھائی کیا ہوا ہے؟ ہیر شاہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ حیرت سے استفسار کیا۔ اپنا کیا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔!!"کیا بکواس کی تھی تم نے میری بیوی سے؟ اس نے تمھیں کچھ نہیں کہا تھا تو تم نے اسے کیوں کچھ کہا۔ بات اشنا بھابی نے کی تھی تو انہی سے بات کرتی تم بھی؟ کیا تمھیں نہیں پتہ میری بیوی کی مینٹل ہیلتھ کیسی ہے؟؟ جو تم سارے کے سارے بھونکنے بیٹھ جاتے ہو!! اس کی کلائی کو سختی سے جکڑے حدائق شاہ شدت سے چیخا۔۔"اپنی بات کر! میری بیوی نے بھی اسے کچھ نہیں کہا تھا۔۔ زاویار شاہ نے سنجیدگی سے سختی کے ساتھ اسے ٹوکا۔ وہ تو اب کسی کے منہ سے اشنا کا نام بھی برداشت نہ کرتا۔۔ ہیر شاہ نے ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ اسے اور پھر فائزہ کو دیکھا۔ اسے بعد میں احساس ہوا تھا کہ اس نے غلط کر دیا۔ لیکن بعد کے پچھتاوے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ تبھی وہ اس بات کو بھول گئی تھی۔"بولو اب! کیا بکواس کر رہی تھی تم؟ اسے ابھی بھی خاموش دیکھ حدائق شاہ اس کی کلائی کو مزید سختی سے جکڑتے بری طرح دھاڑا۔ اس کا دبا ہوا غصّہ پھر سے عود آیا تھا۔!! سائرہ بیگم بھی اپنے کمرے سے نکل آئی تھیں۔ وہ ابھی تک سوئی

نہیں تھیں۔ہیر شاہ کی شامت آتے دیکھ وہ اسی کی طرف بڑھیں۔۔"اس پر کیا چیخ رہے ہو تم ؟اب تم بہنوں کو بھی کٹہرے میں کھڑا کرو گے ! حدائق شاہ کو بازو سے تھامے پیچھے کرنے کی کوشش کرتے وہ چیخی۔اس کی آخری بات وہ سن چکی تھیں۔۔ جبکہ ان کے برعکس ہیر شاہ تو آنکھوں میں نمی جمع کیے حدائق کو دیکھ رہی تھی۔جو اپنی بیوی کے لیے اس کے اوپر آکر دھاڑ رہا تھا۔۔ حدائق نے ایک نظر سائرہ بیگم پر ڈالتے داجان کے کمرے کی طرف اپنے قدم بڑھائے ! آج تو فیصلہ ہو ہی جاتا تو بہتر تھا۔۔ سائرہ بیگم کھڑی خونخوار نظروں سے فائزہ کو دیکھ رہی تھیں۔ !! یہی تھی اصل فساد کی جڑ۔

داجان کے کمرے طرف جاتے انہیں جگا کر اپنے ساتھ ہاتھ پکڑ کر لاتے حدائق شاہ واپس سے لاؤنج میں آیا۔داجان اسے گھورنے میں مصروف تھے کہ یہ دونوں آخر گھر کیسے آئے تھے ! اور اگر آ بھی گئے تھے تو ان سب کی نیندیں کیوں حرام کر رہے تھے ! لاؤنج میں سب کو کھڑا وہ دیکھ چکے تھے !! "کیوں سب کو پریشان کر رہے

ہو؟ حدائق شاہ سے اپنا ہاتھ چھڑواتے داجان نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ "آپ بڑے ہیں نہ اس گھر کے؟ آپ کے ہوتے کوئی میری بیوی اور اس گھر کی دوسری بہو پر کیسے کوئی الزام لگا گیا۔۔ بڑے ہیں آپ تو اپنا فرض بھی نبھائیں! ہمیں اس ماورا کے لیے گھر سے نکال دیا تو ان دونوں کو کیا کہے گیں آپ بتائیں ذرا؟ میں بھی دیکھوں آپ کا انصاف۔۔ اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے وہ بمشکل ہی تمیز کے دائرے میں رہتے داجان سے پہلی مرتبہ اس ٹون میں بات کر رہا تھا۔ ابھی وہ بہت غصے میں تھا۔ داجان جو کچھ بولنے لگے تھے وہ ایک لمحے کے لیے رکے! وہ سوچ رہے تھے کہ کیا جواب دیں۔ ان سے کوئی جواب بن نہیں پا رہا تھا۔۔ "داجان بات صرف اتنی ہے کہ یہ لڑکا بیوی کے پیچھے پاگل ہو گیا ہے! اب آپ سے بھی اس طرح کے سوال کرے گا یہ؟ اور یہ لڑکی ساری فساد کی جڑ تو یہی ہے! مر بھی۔۔ سائرہ بیگم ابھی جملہ مکمل کرتی کہ حدائق شاہ پہلے ہی حلق کے بل دھاڑا تھا۔۔ "میری بیوی کے بارے میں آپ کے منہ سے بھی ایک لفظ برداشت نہیں کروں گا میں! یاد رکھے ایسے نہیں مجھے مرنے کی بد دعا دے گی آپ! وہ سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے

بھوکے درندے کی مانند دھاڑا تھا۔ وہ تو اس عورت کی لمبی عمر کی دعائیں مانگتا تھا۔۔ تو کوئی کیسے اس کے لیے موت کی بد دعائیں کر سکتا تھا۔ حدائق شاہ پاگل ہونے کو تھا۔۔ "تم رن مرید ہوئے پڑے ہو! نامرد کر دیا ہے اس نے تمھیں! ایک کے ساتھ گلچھڑے اڑا کر تم سے اسے مروادیا اب تمہارے ساتھ اڑا کر کسی تیسرے سے تمھیں مروادے گی۔ پھر تمہیں سمجھ آئے گی ماں غلط نہیں چیختی تھی۔ سائرہ بیگم بھی حلق کے بل چیخی۔ ان کا بیٹا سب کے سامنے اس قدر بد تمیزی کر رہا تھا۔ وہ بھی اس لڑکی کی خاطر۔ ان کا دماغ خراب ہو چکا تھا۔ وہ قہر برساتی نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ "میری بیوی کے بارے میں سوچ سمجھ کر بولیں۔ میں بھول جاؤں گا کہ آپ بد قسمتی سے میری ماں ہیں! اُنگلی اٹھاتے وہ مسلسل ان کی طرف اپنی خون آشام نظریں گاڑے دھاڑ رہا تھا۔ وہ پاگل ہونے کے در پر تھا۔ آہستہ آہستہ سارے ہی لاؤنج میں جمع ہونے لگے تھے! یہاں شور ہی اتنا تھا۔۔ کبھی سائرہ بیگم چیخ رہی تھیں تو کبھی حدائق۔ سب کی نیند میں خلل پڑ چکا تھا۔ رات کے سناٹے میں ویسے بھی ان دونوں کی آواز کچھ زیادہ ہی گونج رہی تھی۔ تبھی

سارے اٹھ کر آ گئے تھے!" حدائق آرام سے بات کرو! مظہر شاہ نے باہر آتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے تنبیہ کی۔ وہ بری طرح دھاڑ رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ ایک طرف کھڑی روتے ہوئے اسے اپنے لیے لڑتا ہوا دیکھ رہی تھی۔ "کیوں آرام سے کروں میں بات؟ نہیں مجھے بتا دیں میں کہاں جاؤں آخر؟ پاگل کر رکھا ہے ان لوگوں نے مجھے! میری ماں اتنی سازشی عورت ہے یہ تو پتہ ہی مجھے شادی کے بعد چلا ہے! کوئی کیوں نہیں سمجھتا میری جان بستی ہے اس عورت میں! آخر کیوں سب اس کے اور میرے دشمن بن گئے ہو! تعویذ کروایا آپ نے فائزہ پر؟ جھوٹ مت بولیے گا بلکل بھی؟ میں نے خود دیکھا تھا۔ میں چپ رہا کیونکہ میں آپ کے عیبوں کا پردہ رکھ رہا تھا۔ لیکن آپ اس قابل نہیں ہیں کہ آپ سے محبت کی جائے! اولاد تھا میں آپ کی!! شروع میں مظہر شاہ کی طرف دیکھتے وہ آخر میں سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے حلق کے بل چیخ رہا تھا۔۔ وہ سب پر ایک اور انکشاف کر گیا تھا۔ جو اسے بھی تب پتہ چلا تھا جب اس نے فائزہ شاہ کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ اس نے خاموشی میں ہی عافیت جانی تھی تب کیونکہ وہ ان چیزوں پر اتنا یقین نہیں

رکھتا تھا۔ لیکن اب اس کے منہ سے غصے میں یہ بات نکل ہی گئی تھی۔۔ سب کی نظریں بے ساختہ ہی سائرہ بیگم کی طرف اٹھی۔ کیا وہ اس حد تک گر گئی تھیں؟ سائرہ بیگم نے گھبرا کر حدائق کی طرف دیکھا۔ اسے کیسے پتہ چلا تھا آخر؟ آج پھر وہ سے وکیل بنانے کے فیصلے پر پچھتا رہی تھیں۔ کاش کہ یہ انسان اتنا حاضر دماغ اور شاطر نہیں ہوتا۔!!"اور تم اِدھر مر وذرا۔۔ حدائق شاہ نے آگے بڑھتے ہیر شاہ کا ہاتھ پکڑتے اسے پھر سے فائزہ کے مقابل کیا۔ اس نے فائزہ کے سامنے حنان اور ریپ جیسے لفظ استعمال کر کے فائزہ شاہ کو پھر سے ماضی یاد دلایا تھا۔"تم اگر ہلی بھی تو میں منہ توڑ دوں گا تمھارا۔۔ فائزہ شاہ کو دو قدم پیچھے ہوتے دیکھ حدائق شاہ نے اسے گھورتے واپس سے بازو سے پکڑتے اسے ہیر کے سامنے کھڑا کیا۔ سب سے زیادہ تو اپنے ساتھ ظلم یہ لڑکی خود کرتی تھی کسی کو کچھ نہ بول کر!!"لگاؤ ایک اس کے منہ پر! جیسے الفاظ بولے تھے اس نے بلکل اسی طرح ایک کھینچ کے مارو اس کے گال پر! تاکہ پتہ چلے اسے کیسے خود ایک عورت ہو کے دوسری کر کردار پر باتیں کرتے ہیں!! حدائق شاہ نے سختی سے فائزہ شاہ کو حکم دیا۔۔ وہ اس وقت کچھ

نہیں دیکھ رہا تھا۔ "اب تم میری بیٹی کو تھپڑ پڑواؤ گے! سائرہ بیگم آگے آتے چیخیں۔۔ یہ اب حد ہو رہی تھی۔ جبکہ ہیر شاہ تو روتے ہوئے حدائق شاہ کو دیکھ رہی تھی۔ اسے اُمید نہیں تھی کہ کبھی اس کا بھائی اس کے ساتھ یہ سب کرے گا۔ ٹھیک ہے اس سے غلطی ہوئی تھی لیکن وہ معافی مانگنے کو بھی تیار تھی۔ یہاں تو مقابل سب کے سامنے اسے ذلیل کر رہا تھا۔ "میری شکل کیا دیکھ رہی ہو تم؟ مارو اسے! حدائق شاہ نے سب کو اگنور کرتے واپس سے فائزہ کو مخاطب کیا۔ وہ اس کی بات نہیں مان رہی تھی۔!! "شاہ پلیز! میں کیسے؟ روتے ہوئے فائزہ شاہ نے دھیمے سے التجا کی۔ وہ اسے نہیں مار سکتی تھی۔ حدائق شاہ نے نہایت سخت نظروں سے تنبیہی نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ جیسے اپنی دھمکی دوہرا رہا تھا۔۔ "فائزہ شاہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں کا پیغام اس تک بخوبی پہنچ گیا تھا۔ وہ سمجھ گئی تھی۔!! دوسرے لمحے اس نے اپنے آنسوں صاف کرتے دو قدم آگے کو بڑھائے! وہ ہیر کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔!! "دوبارہ بات کرو تو تحقیق کر کے کرنا۔ میں نے تمہارے متعلق کچھ نہیں کہا تھا اور نہ ہی اشنا نے کسی غلط مقصد کے

تحت کہا تھا۔۔ تمہاری ماما بول رہی تھیں تو صرف اشنا کے منہ سے نکل گیا تھا۔۔ وہ ایک بات اب تمھیں کیسے بتائی گئی میں نہیں جانتی۔۔ روتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے وہ اسے ہدایت دے رہی تھی۔ بات کلیئر کر رہی تھی۔ تھپڑ وہ اسے نہیں مار سکتی تھی۔ اندازہ تھا اسے کہ ہیر کی غلطی نہیں ہو گی۔ کیونکہ آج سے پہلے تو اس لڑکی نے اسے کچھ نہیں کہا تھا۔!! حدائق شاہ نے اسے دیکھتے جبڑے بھینچے! کبھی کبھی حد سے زیادہ اچھا ہونا بھی آپ کے لیے ہی نقصان دہ ہوتا ہے!! ہیر شاہ نے ہاتھ سے اپنے آنسوں صاف کیے!! اسے اپنی بے عزتی محسوس ہو رہی تھی جو اسی کے بھائی نے کی تھی۔ وہ بیوی کے آگے یہ بھی بھول گیا تھا کہ اس کی بھی کوئی عزت ہے! ہاں حدائق شاہ اسے اکیلے میں آکر معافی منگوا لیتا وہ فائزہ کو سوری بول بھی دیتی۔ لیکن یہاں سب کے سامنے وہ اس کی عزت کا تماشہ لگا گیا تھا۔۔ "زیادہ اچھی بننے کی ضرورت نہیں ہے بی بی۔ سب جانتے ہیں تم کیسی ہو! سائرہ بیگم نے آگے آتے ہیر شاہ کو بازو سے پکڑ کر پیچھے کرتے فائزہ سے زہریلے لہجے میں کہا۔ وہ کبھی خوش نہیں رہ سکتی تھیں۔۔ ہیر شاہ نے اپنے آنسوں صاف کر کے ایک گہری

سانس بھرتے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھائے! وہ سہی کسی سے گھلتی ملتی نہیں تھی صرف اسی ایک بناپر کہ لوگ بہت ظالم ہوتے ہیں!!"رشتہ دیکھیں اور فارغ کریں اسے! ماما کے ساتھ رہی تو انہی جیسی ہو جائے گی۔!!اپنے پیچھے سے حدائق شاہ کی آواز سنتے اس کے قدم رکے! وہ داجان سے مخاطب تھا۔ جبکہ فائزہ شاہ کو وہ اپنے حصار میں لیتے اسے سہارہ دے گیا تھا۔۔"آپ میری زندگی کا فیصلہ کرنے والے کون ہیں؟آنسوں بہاتے ہیر شاہ نے پیچھے مڑتے حدائق کی طرف دیکھا۔وہ کیوں اتنا بے حس بن رہا تھا آخر؟؟"بکواس مت کرنا کوئی بھی! جہاں میں کہوں گا چپ کر کے قبول کر لینا۔ تمھیں تو میں ایک منٹ گھر میں برداشت نا کروں! کل سے ہی رشتے دیکھتا ہوں۔ہے میری نظر میں ایک دو لڑکے! جو صحیح لگا دیکھ لیجئے گا۔!!پہلے ہیر شاہ کو انگلی اٹھا کر کہتے وہ آخر میں داجان سے مخاطب تھا۔۔سائرہ بیگم ایک طرف کھڑی انہیں گھور ہی سکتی تھیں۔وہ چیخ چیخ کر تھک گئی تھیں۔ لیکن یہ لڑکا ان سے بات تو دور انہیں دیکھ بھی نہیں رہا تھا! ہیر شاہ ایک نظر فائزہ پر ڈالتے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ڈھیروں شکوے تھے اس ایک نظر میں!!کوئی بھی

اس کے لیے نہیں بولا تھا مطلب سارے ہی حدائق کے فیصلے سے متفق تھے!

!!رونے کے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ ہونا وہی تھا جو حدائق چاہتا۔

"میری نظر میں بھی ہے ایک دو اچھے لڑکے! دیکھ لیجئے گا جو سہی لگے! میری خود کی کافی عرصے سے یہی سوچ تھی۔ اس کی عمر ہو گئی ہے شادی کروا دیں بہتر رہے گا۔۔ ماہ دیر شاہ نے بھی سنجیدگی سے اس کی بات سے اتفاق کیا۔ وہ ابھی دیکھ کر نہیں کہہ رہا تھا بلکہ اس کی خود کی کب سے یہی سوچ تھی۔ لیکن وہ حدائق کی طرح اس پر اپنا فیصلہ مسلط نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تبھی چپ تھا۔!! داجان نے خاموشی سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ "ایک مرتبہ پوچھ لیجئے گا خود کسی کو پسند کرتی ہو تو کہے اسے بھیجے رشتہ! سنجیدگی سے داجان سے کہتے حدائق شاہ نے فائزہ کے بالوں پر ہولے سے لب رکھے! وہ اسے اپنی موجودگی کا احساس دلا رہا تھا جو نجانے کیوں رونے لگی تھی۔ "دیکھتے ہیں کل! پوچھ لینا بہو تم اس سے! ورنہ پھر ہم دیکھ لے گیں! داجان نے سنجیدگی سے سائرہ بیگم کو مخاطب کیا۔۔ "انہیں یہ بھی کہہ دیں کہ میری بیوی سے دور رہیں! میری بیوی پاک ہے, تھی اور رہے گی۔ اس کی پاکی کی گواہی میں

دیتاہوں آپ سب کو!! پہلے داجان سے کہتے وہ سائرہ بیگم کو ٹارگٹ کر رہا تھا۔ آخر میں سب کی طرف دیکھتے حدائق شاہ نے پورے وثوق سے گواہی دی۔!! فائزہ شاہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے گردن اونچی کرتے اسے دیکھا۔ وہ کیسے اس پر اتنا اندھا اعتبار کرتا تھا؟؟ کبھی کبھی وہ خود بھی سوچ میں پڑ جاتی تھی۔ "اچھا بس کرو! میں کہتا ہوں آئندہ کچھ نہیں کہے گی یہ تمہاری بیوی کو! اور اگر کہا تو تمہارے بھائی کا گھر ہے بہو! شوق سے وہاں چلی جانا۔ داجان نے حکم سناتے صوفے کی طرف قدم بڑھائے! "مجھے نہیں ضرورت اب آپ کے کسی بھی فیصلے کی۔ بہتر ہے گھر والوں کی حد تک رکھے یہ! اپنی بیوی کو لے کر میں یہ گھر ہی چھوڑ رہا ہوں۔!! ابھی سائرہ بیگم چیختی کہ حدائق شاہ پہلے ہی بول پڑا تھا۔ وہ پختہ اِرادہ کیے کھڑا تھا۔ کیونکہ یہی اس کے اور فائزہ کے لیے بہتر تھا۔۔ داجان نے دانت پیستے اس منحوس انسان کو گھورا۔ مجال تھی جو یہ انسان کسی بھی حال میں خوش ہو جائے! بڑا ہی کوئی ڈھیٹ تھا یہ لڑکا! "کہہ دیا نا ایک مرتبہ نہیں بولے گا اب کوئی اسے کچھ! خبردار جو گھر چھوڑنے کی بات بھی کی تو۔ آج یہ حال ہے تم لوگوں کا جب ہم بڑے مر گئے تو تم

بھائی سارے الگ الگ گھروں کے رہنے لگو گے ! ! داجان نے سختی سے بولتے اسے لتاڑا۔ یہ اب زیادہ بول رہا تھا۔ "جیسے میں سن لوں گا آپ کی ؟ آج جو کچھ ہوا میرے لیے سبق کافی تھا۔ اب تو میں کبھی اعتبار نہ کروں آپ لوگوں پر ! خاص کر اپنی ماں پر ! ! سنجیدگی سے کہتے حدائق شاہ نے فائزہ کے گرد حصار بنائے اپنے قدم اوپر کی جانب لیے ! وہ صبح یہاں سے جانے والا تھا۔ ! ! پیچھے سارے محض اس کی پشت کو دیکھ کر رہ گئے تھے ! بے وقت اس بندے نے تماشہ لگا کر سب کے ہوش ٹھکانے لگا دیے تھے ! ! اب تو کسی کے باپ کی بھی توبہ جو کوئی اس کی بیوی سے بات بھی کر لیتا۔ کب کہاں یہ لڑکا کسی کو بھی بے عزت کر دے ! ! "جو انسان زبان کو قابو کر لے تو یہ دن دیکھنا ہی نہ پڑے ! سوچو کیا عزت رہ گئی تمہاری ہماری نظر میں ! تم اتنی گر گئی کہ تعویذ کروانے پر آ گئی۔ یاد رکھو جنہیں اللہ اپنی امان میں رکھتا ہے ان کا ہم انسان کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے ! ہوا تو کچھ نہیں تمہارے تعویذوں سے ! لیکن تمہاری اپنی عزت ضرور ختم ہو گئی ہے ! داجان نے سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے انہیں سبق سکھانے کی ایک ناکام سی کوشش کی۔ ! ! سائرہ بیگم نے ایک نظر سب

کو خود کی طرف تکتا پا کر خاموشی سے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھائے! وہ کیا کہتی؟ کچھ بولنے لائق وہ بچی ہی نہیں تھی۔ انہیں اندازہ نہیں تھا کہ کبھی ان کا ایسا راز بھی سب کے سامنے آجائے گا۔ تبھی اب شرمندگی زیادہ ہو رہی تھی۔!!

آہستہ آہستہ کرتے سب واپس سے اپنے اپنے کمروں کی طرف بڑھے! البتہ ماہ" دیر شاہ کے قدموں کا رخ ہیر شاہ کے کمرے کے پاس تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ رو رہی ہو گی۔ ہیر کے لیے اسے برا بھی بہت لگا تھا۔ لیکن غلطی اس سے بھی ہوئی تھی اسی لیے وہ چپ تھا۔۔ اب اس کا ارادہ جا کر ہیر سے بات کر کے اسے منانے کا تھا۔ سائرہ بیگم نے اپنے چکروں میں اسے بھی ذلیل کروا دیا تھا۔

یہ تقریباً صبح کے نو بجے کا وقت تھا جب نسیم صاحب کے گھر میں معمول سے ہٹ کر چہل پہل تھی۔ کیونکہ مدحا نسیم آج گھر پر ہی تھی۔ پہلے وہ اس وقت آفس جاتی تھی لیکن اب تو جاب بھی چھوڑ دی تھی۔ اب وہ کہاں جاتی بھلا۔۔ مدحا نسیم اس وقت کچن میں کھڑی برتن دھونے میں مصروف تھی۔ وہ ابھی ہی ناشتہ بنا کر سب

کودے کے اب برتن دھو رہی تھی۔ ابھی اسے پورے گھر کی صفائی بھی کرنی تھی۔ اس نے ابھی تو فرحت بیگم کو بھی نہیں بتایا تھا کہ اس نے جاب چھوڑ دی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ تو اسے جان سے مارنے پر آجاتیں۔۔ گھر کا سارا خرچہ اس ایک اکیلی نے جو اٹھالیا تھا۔ پتہ نہیں اب ان کا گزارہ کیسے ہونا تھا۔ راحیل خان کو وہ کل گھر آتے ساتھ ہی بلاک کر چکی تھی۔ ہر طرح سے وہ اس انسان سے سارے رابطے منقطع کر چکی تھی۔ ہاں البتہ اس نے مقابل کی ڈی پی کا سکرین شاٹ ضرور لے لیا تھا۔ یہ محض دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر کیا گیا تھا۔ وہ راحیل خان کی تصویر دیکھتے رات آنکھوں میں گزار دیتی تھی اور پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔۔ کل کی رات بھی کچھ ایسے ہی زیادہ ہی جلدی گزر گئی تھی۔۔ حالانکہ اس کا دھیان تو محض اس انسان کی تصویر کی طرف تھا۔۔ برتن دھوتے وہ اپنی ہی سوچوں میں مصروف تھی کہ فرحت بیگم کچن میں داخل ہوئیں۔ وہ نوٹ کر رہی تھیں کہ آج یہ صبح سے گھر پر موجود تسلی سے کام کر رہی ہے! ورنہ اس کے کام میں ہڑبڑاہٹ ضرور ہوتی تھی کیونکہ اس نے آفس جانا ہوتا تھا۔ مارے تجسس کے وہ پوچھنے آ ہی گئی تھی۔ "بات سنو؟ اس کے

پاس سلیب کے ساتھ ٹیک لگاتے انہوں نے اسے پکارا۔ "جی؟ بنا ان کی طرف دیکھے فوراً جواب دیا گیا۔ اسے اندازہ تھا کہ یہ یہاں کیوں آئی ہیں! تبھی وہ خود کو جواب کے لیے تیار کر رہی تھی۔ "آفس نہیں جانا کیا؟ گاڑی نہیں آئی ابھی تک تمھیں لینے؟ جانچنے کے انداز میں اسے دیکھتے دل میں پلتا سوال پوچھا گیا۔۔ مدحا نسیم نے اپنے ہاتھ میں موجود گلاس پر گرفت مضبوط کرتے تھوک نگلا۔ وہ ایک مرتبہ سچ چھپاتی تو اس چکر میں روز جھوٹ بولنا پڑتا۔ بہتر تھا کہ وہ ایک ہی مرتبہ سچ ہی بول دیتی۔ جو ہونا تھا دیکھی جاتی۔ زیادہ سے زیادہ مار ہی پڑ سکتی تھی۔ "چھوڑ دی جاب! کمپنی والوں نے نکال دیا مجھے! تعلیم کم تھی اور کام مجھ سے ہو نہیں رہا تھا تو۔۔ "وہ سنک پر نظریں جمائے آدھا جھوٹ اور آدھا سچ بول رہی تھی۔۔ "ہیں؟ کیا دوبارہ بول؟ کیا مطلب کمپنی والوں نے نکال دیا۔ کہیں تو نے کوئی گل تو نہیں کھلا دیا تھا وہاں بھی؟ فوراً سے سیدھی ہو کر کھڑی ہوتے وہ حیران پریشان تھیں۔ لیکن آخر میں اس پر الزام لگانا بلکل بھی نہیں بھولی تھی۔!! "نہیں انہوں نے اپنی مرضی سے نکالا ہے! بڑے لوگ ہیں میں کیا کہہ سکتی تھی انہیں!! وہ ایک مرتبہ

پھر جھوٹ بول چکی تھی۔ البتہ ان کی آخری بات پر اس نے کان ہی نہیں دھرے تھے!!"ارے یہ بیٹھے بیٹھے کونسی مصیبت آگئی۔ اللہ اللہ اب تیرے باپ کی دوائی کے خرچے، گھر کے سو خرچے کون اٹھائے گا یہ سب؟ تیرا باپ تو معذور ہو کر پڑ گیا چارپائی پر۔ اب مجھ بیچاری کو ہر چیز دیکھنی پڑ رہی ہے!! اپنا سر پیٹتے وہ دہائیاں دینے پر اُتر آئی تھی۔ ان کے اندر نا تو شکر تھا اور نہ ہی صبر!!"اللہ انتظام کروادے گا کچھ نہ کچھ! آپ پریشان مت ہو! مدحا نے سنجیدگی سے انہیں تسلی دینی چاہی۔ اسے اس وقت فرحت بیگم کی آواز سے بھی کوفت ہو رہی تھی۔ لیکن مجبوری کہ اسے انہیں سننا ہی تھا۔"ارے خود کے بھی ہاتھ پاؤں چلانے پڑتے ہیں! تو نالائق عورت چھوٹا سا کام نہیں ہوا تُجھ سے؟ زیادہ سے زیادہ کیا ہی کروا لیتے ہونگے وہ! اللہ پوچھے ان بڑی گاڑیوں والوں کو۔ ہم غریبوں کا تو کوئی احساس ہی نہیں ہے کسی میں!! اس کے کندھے پر دونوں ہاتھوں سے تھپڑ جڑتے وہ اسے ہی قصوروار ٹھہرانے لگی تھی۔ اچانک ہی جیسے ایک نئی پریشانی ان کے سر پر آکر بیٹھ گئی تھی۔ گھر کے خرچے کہاں سے پورے ہوتے!! مدحا نسیم نے بمشکل ہی اپنے لڑکھڑاتے

قدموں کو سمبھالا۔اسے رونا آرہا تھا لیکن وہ بھی کیا ہی کر سکتی تھی۔ایک بات تو طے تھی کہ اب وہ کبھی راحیل خان کی کمپنی میں نہیں جا سکتی تھی۔۔"آج ہی ریشما سے بات کرتی ہوں میں !تُجھے کسی کے گھر میں کام کاج کے لیے ہی لگا دے گی۔۔کچھ تو گھر کا خرچ چلے گا نہ !اب تیرا باپ تو کچھ کمانے سے رہا۔۔وہ پھر سے پہلے والی بات پر آچکی تھی۔ایسا لگتا تھا انہیں مدحا کو کسی کے گھر کی نوکرانی بنا کر ہی سکون آنا تھا۔مدحا نسیم نے خاموشی سے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔پتہ نہیں کیوں اس کے دماغ میں ابھی یہ سوچ آئی تھی کہ کیا ہو جو وہ کسی بڑے سے گھر میں نوکرانی بن کر جائے !اور آگے وہ گھر راحیل خان کا نکلے !اس کی کیا عزت رہ جانی تھی ؟اپنی ہی سوچ پر اس نے بری طرح جھرجھری سی لی۔خدا نہ کرے کہ کبھی ایسا ہوتا۔۔آج کل یہی ہوتا تھا۔اس کی سوچ کے سارے سرے جا کر راحیل خان سے جُڑ جاتے تھے !راحیل خان اچانک سے اسے مل نا جائے !کیا ہو جو ان کی اتفاقیہ ملاقات ہو جائے ؟کیا ہو جو کبھی راحیل خان ان لوگوں کا کوئی دور پرا نا رشتے دار نکل آئے ؟لیکن اس کے تو سارے رشتے دار غریب تھے !اور راحیل خان اتنا امیر

انسان۔۔وہ اس سوچ کو تو جھٹک ہی دیتی تھی۔ لیکن پھر بھی زندگی کتنی حسین ہوتی اگر وہ ہمراہ ہوتا۔۔وہ برتن یا کپڑے دھوتی تو دماغ میں راحیل ہوتا۔ کہ اگر وہ اسے دیکھ رہا ہوتا تو وہ یہ کام کیسے کرتی۔ خواہ وہ کچھ بھی کر رہی ہوتی اس کے دماغ میں راحیل راحیل ہوتی تھی۔۔ایک راحیل خان اچھی طرح اس کے دل و دماغ سوچوں پر حاوی ہوا پڑا تھا۔ اسے سوچتے کب اس کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے اسے اندازہ ہی نہیں ہو سکا تھا۔۔ قصور اس کا نہیں تھا۔ وہ ایک اوور تھنکنگ کی مریضہ تھی۔۔فرحت بیگم نے حیرت سے اسے غائب دماغی سے ہنستے ہوئے دیکھا۔ کیا وہ یہاں کوئی لطیفہ سنا رہی تھی جو وہ ہنس رہی تھی؟"اری او محترمہ! کس شہزادے کے خواب دیکھ کر ہنسا جا رہا ہے؟ فرحت بیگم نے ناگواری سے ناک پھلا کر اسے دیکھتے اس کے کندھے پر پوری قوت سے تھپڑ جڑا۔۔اور مدحا اس مرتبہ لڑکھڑا کر سمبھل بھی نہیں سکی تھی۔ وہ ابھی نیچے گرتی کہ اس نے بروقت ہی سلیب کو تھاما۔ ورنہ تو اس نے واقعی میں گر ہی جانا تھا۔ ساری سوچوں سے وہ حقیقت میں آ چکی تھی۔!!"کک۔۔کچھ نہیں۔!! سیدھے ہو کے دھیمے سے کہتے اس نے ٹیپ

بند کی۔ برتن دھل چکے تھے! جبکہ ابھی گرنے پر اس کے دماغ میں سوچ آئی تھی کہ کیا ہی سین ہوتا اگر راحیل خان گرنے سے پہلے کسی فلمی ہیرو کی طرح آکر اسے بچالیتا۔۔افف خدایا۔اسے گرتے گرتے بھی سکون نہیں تھا۔۔"بات سن کن کاموں میں پڑی ہوئی ہے تو آج کل؟ یہ اس طرح بات بے بات مسکرانا میں اچھی طرح جانتی ہوں کس چیز کی علامت ہے! وہ اسے پرکھتے بات کو کریدنے کی کوشش کررہی تھیں۔انہیں دال میں کچھ کالا سا محسوس ہورہا تھا۔!!"ای۔۔ایسا کچھ نہیں ہے امی! برتن دھل گئے ہیں میں جاؤں؟ دھیمے سے اجازت مانگتے اس نے یہاں سے نکلنے میں ہی عافیت جانی۔وہ یہاں ٹھہرتی تو اپنے دل کے سارے راز اپنی حرکتوں سے اُگل دیتی۔"اگر مجھے ایسا کچھ ملا بھی تو جان سے ماردوں گی تُجھے یاد رکھنا۔اس کے بالوں کے بنے جوڑے کو اپنی گرفت میں لیتے وہ دھمکی آمیز لہجے میں اسے وارن کررہی تھی۔وہ ایک تجربہ کار عورت تھی۔مدحا نسیم نے اپنے بالوں کو پکڑتے سسکی سی بھری۔یہ گرفت بہت مضبوط تھی۔اس کے بال آج کل زیادہ ٹینشن لینے کی وجہ سے کمزور ہوتے جڑوں میں درد کرنے لگے تھے! اوپر سے

فرحت بیگم!!" کیوں تنگ کر رہی ہو فرحت بچی کو؟ دروازے سے ایک عورت نمودار ہوئی جو فرحت بیگم کی ہی دوست تھی۔ وہ گھر میں آتے سیدھا کچن میں ہی آگئی تھی۔ اور اب مسکراتے ہوئے فرحت بیگم کو ٹوکا۔ "ارے تم آؤ آؤ۔ فرحت بیگم فوراً سے مدحا کو چھوڑے اس کی طرف بڑھی۔ یہ ان کی کوئی نئی بنی دوست ہی تھی۔۔ مدحا نسیم نے ایک گہری سانس بھرتے خود بھی اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھائے! یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ فرحت بیگم کی یہ دوست ان کے گھر میں سارے حالات سے واقف تھی۔ اس کا آج کل اس گھر میں آنا جانا بہت زیادہ ہو رہا تھا۔ وہ نا دن دیکھتی تھی اور نہ ہی رات۔ بس منہ اٹھا کر کسی بھی وقت ٹپک پڑتی تھی۔ ایک دو مرتبہ تو انہوں نے اس سے بھی بات کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ زیادہ تر پرہیز ہی برتتی تھی۔ اور وجہ یہ تھی کہ وہ فرحت بیگم کی دوست تھی۔۔ اور مدحا تو اللہ کی پناہ مانگتی تھی ایسی عورتوں سے!! دوپٹے سے ہاتھ پونچھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھتے اس نے اندر سے دروازے کو بند کیا۔ وہ سارے کام سے فارغ اب تین سے چار گھنٹوں کے لیے فارغ تھی۔ اس کے بعد دن کا کھانا ہی بنانا

تھا۔۔اپنے جوڑے کو کھول کر پھر سے باندھتے وہ اپنے موبائل کی طرف لپکی۔۔
اس شہزادے کو دیکھنے کا پھر سے موقع مل گیا تھا۔اسے ایک تصویر کیا مل گئی تھی وہ
واقعی خوشی سے پاگل ہونے کو تھی۔اسے اپنے محبوب کی تصویر بھی بہت تھی۔
فقط دیدار یار ہی تو چاہیئے تھا۔موبائل پر ہوتا یا سامنے !کیا ہی فرق پڑ سکتا تھا۔۔اپنے
بیڈ پر لیٹی اس کی تصویر کو زوم کیے وہ پھر سے کھو چکی تھی۔اپنے خوابوں میں جہاں
وہ اور راحیل ایک دوسرے کے ہمسفر تھے !!افف خدایا اس لڑکی کا کچھ نہیں ہو
سکتا تھا۔وہ محبت میں پاگل لوگوں میں شمار ہوتی تھی۔۔

Ep: 84/2

سردیوں کی آمد کے لیے بارشیں زور و شور سے اپنے عروج پر تھیں۔آئے دن ہی
بادل برستے تھے !آج بھی کچھ ایسے ہی موسم تو اچھا تھا لیکن بارش نہیں ہوئی تھی۔
ٹھنڈی یخ ہوائیں چلتی لوگوں کو ٹھٹھرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ایسے میں ماورا خان
اس وقت فلیٹ میں موجود سیٹنگ ایریا میں بیٹھی اسنیکس کھاتے ہوتے ٹی وی

دیکھنے میں مصروف تھی۔ گلاس ونڈو کے سامنے موجود تمام پردے ہٹے ہوئے تھے تاکہ باہر کے منظر کو دیکھ کر انجوائے کیا جاسکے! اسے ویسے بھی یہ والا موسم بہت زیادہ پسند تھا۔ عموماً تو وہ لان میں بیٹھ کر اس موسم کو انجوائے کرتی تھی۔ لیکن بد قسمتی سے وہ اس وقت بالاج خان کے فلیٹ میں موجود تھی۔ جہاں اسے ایک طرح سے قید ہی کر دیا گیا تھا۔ کم از کم اسے تو یہی لگتا تھا۔ کیونکہ وہ انسان اسے اندر یہاں بند کر کے خود نجانے کہاں چلا گیا تھا۔ ماورا جمیل کافی دیر سے یہاں بند تھی۔ اس نے باہر جانے کی بھی کوشش کی تھی۔ ظاہر ہے اسے تو یہاں سے بھاگنے موقع چاہیے تھا بس! لیکن افسوس کہ وہ چالاک انسان دروازے پر کوڈ لگا چکا تھا۔ اور کوڈ بھی صرف بالاج خان کو ہی معلوم تھا۔ اس کے علاوہ کوئی دوسرا انسان دروازہ کھول ہی نہیں سکتا تھا۔ فنگر پرنٹ بھی اسی ایک انسان کے تھے! چار و ناچار غصے سے پاگل ہوتے وہ اب لاؤنج میں بیٹھی اس کے انتظار میں تھی۔ تاکہ اس انسان کی اچھے سے خبر لے سکے! آخر وہ اسے یہاں بند کیسے کر سکتا تھا۔ اس کی بھی کوئی عزت تھی آخر! وہ ایک آزاد خیال لڑکی تھی۔ اس طرح گھر میں رہنا اس کے لیے کسی قید سے

کم نہیں تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ اب بالاج خان کے ہاتھ لگ چکی تھی۔ جس کے لیے عورت ذات کا مطلب ہی ساتھ پردوں میں چھپا کر رہنا تھا۔ بالاج خان پورے خان ولا میں واحد انسان تھا جو سب سے زیادہ دوپٹے پر بولنے والا تھا۔ فائزہ اور رائنا خان پر اس کا برہان خان کی وجہ سے زور نہیں چلتا تھا۔ ہاں لیکن اب بیوی تو اپنی تھی۔ اور وہ یہی چاہتا تھا کہ اس کی بیوی بس اب اس کی طرف مائل رہ کر خود کو اس کے لیے دوسروں سے چھپا کر رکھے! شاید وہ خود ایک مرد تھا۔ اسی لیے دوسرے مردوں کی فطرت سے واقف تھا۔ لاؤنج میں بیٹھی وہ جلتے کڑھتے لیز کھانے میں مصروف تھی۔ اس نے تو نخرے میں صبح سے کچھ کھایا بھی نہیں تھا۔ لیکن کچھ دیر پہلے بھوک کی وجہ سے فریج میں چیک کیا تو اس ظالم انسان نے اس کے لیے کھانے کو کچھ بچایا ہی نہیں تھا۔ وہ بھوکی بیٹھی اب کمرے سے کچھ اسنیکس اٹھا کر لائی مجبوراً انہیں ہی کھا رہی تھی۔ جبکہ دل میں اسے بالاج خان کے گھر آنے کا انتظار تھا۔ تاکہ اس انسان کا سر پھاڑ سکے!

وہ بیٹھی ابھی اپنی ہی سوچوں میں مصروف تھی کہ کلک کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا۔ وہ ڈری نہیں تھی۔ نا ہی نظریں گھماتے اس نے دروازے کی طرف دیکھنا ضروری سمجھا۔ کیونکہ وہ سمجھ ہی گئی تھی کہ دروازے سے کون انسان نمودار ہوا ہوگا۔ ایک وہی تو واحد انسان تھا جو دروازے کا لاک کھول سکتا تھا۔ اس کے علاوہ بھلا کون آسکتا تھا اس کھنڈر میں! بقول ماورا بالاج خان کے!! بالاج خان ہاتھ میں ڈھیروں سامان لیے دھیرے سے اندر داخل ہوا۔ اپنے پیچھے وہ دروازے کو ایک مرتبہ پھر لاک لگا گیا تھا۔ یہ صرف ایک احتیاط تھی۔ کیونکہ وہ اپنی بیوی کو بہت اچھے سے جانتا تھا۔ بالاج خان اس وقت ٹی شرٹ میں ملبوس ہاتھ میں ڈھیروں شاپرز اور سبزیوں کے تھیلے پکڑے خاموشی سے کچن کی طرف بڑھا۔ اسے پہلے اس سامان کو اس کی جگہ پر رکھنا تھا۔ وہ گروسری کر کے آیا تھا۔ ماورا کو وہ سرے سے ہی اگنور کر گیا تھا۔ ابھی پہلے وہ اپنا کام کر لیتا ذرا پھر اس بندی کو دیکھتا۔ جبکہ وہ افسوس سے گھر کی حالت کو دیکھ رہا تھا۔ کتنی کوئی پھوڑ لڑکی تھی یہ اسے اب اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ جہاں چیز کھاتی تھی کچرہ وہیں پر پھینک دیتی تھی۔ اس لڑکی کی زندگی میں

کوڑے دان جیسا کوئی لفظ استعمال ہی نہیں ہوتا تھا۔ ابھی بھی گھر کا کچھ ایسا ہی حال تھا۔ جگہ جگہ ریپر پڑے گند ہی گند تھا اور اخان جو بظاہر ٹوٹی وی دیکھنے میں مصروف تھی۔ لیکن اس کا سارا دھیان اس انسان کی طرف ہی تھا۔ اسے خاموشی سے کچن کی طرف جا کر خود کو اگنور کرتے دیکھ اس کی گرفت ریموٹ پر مضبوط ہوئی! ایک تو ظلم بھی وہ اس پر کر رہا تھا اوپر سے اگنور بھی اسے ہی کر رہا تھا۔ ایسا وہ سوچ رہی تھی۔ دانت پیستے اس نے گردن کو پیچھے کی طرف موڑتے بالاج خان کو گھورا۔ جو سنجیدگی سے سامان کو اس کی جگہ پر سیٹ کر رہا تھا۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہی نہیں تھا۔ اس کے غصے میں اضافہ سا ہوا۔ بھوک لگی ہے مجھے!! گردن کو پیچھے موڑے اس نے مقبول کو اپنی طرف متوجہ بھی پھاڑ کھانے والے انداز میں کیا۔ لہجہ تو اس کا آج کل زہریلا ہی رہنے لگا تھا۔ وہ ایسی ہی ہو گئی تھی منہ پھٹ سی! بالاج خان جو سبزیوں کو دھو رہا تھا ایک لمحے کے لیے اس کے ہاتھ رکے! اسے اندازہ تھا کہ یہ بھوک کس چیز کی لگ رہی ہے! مقابل کو توجہ بھی چاہتے تھی لیکن کبھی اظہار بھی نہیں کیا تھا۔ اور اگر وہ اسے توجہ سے ڈیٹا تو آخر میں نقصان اسے خود کو ہی اٹھانا پڑتا

تھا۔اس نے مقابل کو نامارنے کی قسم کیا اٹھالی تھی مقابل کے تو ہاتھ ہی کھل گئے تھے! وہ پورا پورا فائدہ اٹھاتی تھی۔اللہ نے تمہیں دو ہاتھ دیے ہیں! استعمال کرو انہیں اور شوہر اور اپنے لیے اچھا سا کھانا بنالو۔یقین کرو دونوں کی بھوک مٹ جائے گی۔۔سبزیوں پر نظریں جمائے مقابل کو مفید مشورے سے نوازا گیا۔ماورا نے اس کی بات پر ہونٹ بھینچے! اسے تو فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔"اللہ نے تمہیں کس لیے دیا ہے؟ بنا کر کھلاؤ بیوی کو! اسے گھورتے وہ غصے میں خود کو اس کی بیوی بنا گئی تھی۔جو وہ ہوش میں کبھی نہ کہتی۔بالاج خان نے اس کے جواب پر ہونٹ دانتوں تلے دبائے اپنی مسکراہٹ روکی! کتنی کوئی حاضر دماغ لڑکی تھی یہ!! لیکن وہ جلد ہی اپنے دانت پیچھے بھی کر گیا تھا۔زخم پر ابھی بھی درد سا تھا۔دور سے اب وہ زخم دکھتا تو نہیں تھا لیکن اسے درد ابھی بھی ہوتا تھا۔پہلی کس کا خمیازہ وہ ابھی تک بھگت رہا تھا۔اس کے بعد اس نے دوبارہ ایسی غلطی کرنے کا سوچا بھی نہیں تھا۔وہ اس کے پاس جا کر بہکتا تھا اسی لیے اب زیادہ تر ایک فاصلے پر ہی رہتا تھا۔اسے اپنے ہونٹ بہت عزیز تھے! جن کا مقابل بے رحمی سے حشر بگاڑ دیتی تھی۔۔اس سے کوئی

جواب نہیں بنا تو اس نے خاموشی سے ہی عافیت جانی۔ وہ اس سے بحث میں نہیں جیت سکتا تھا۔ مقابل کے پاس جواب تیار ہوتے تھے! ساری سبزیوں کو دھو کر انہیں سکھانے کے لیے رکھتے بالاج خان نے اپنے ہاتھ صاف کرتے لاؤنج کی طرف قدم بڑھائے! وہ کوفت سے اِرد گرد دیکھ رہا تھا۔ کیا اب صفائی بھی اسے خود کو کرنی تھی؟ کاش کہ اس لڑکی کو ذرا سا صفائی اور شوہر دونوں کا خیال ہوتا۔ "کتا بھی اپنی جگہ صاف کر کے بیٹھتا ہے! اس کی طرف جا کر صوفے کے پاس کھڑے ہوتے بالاج خان نے اسے گھورتے محاورہ بولا۔ وہ اسے احساس دلانا چاہ رہا تھا کہ صفائی کر کے ہی بیٹھ جاتی!! ماورا نے ٹی وی سے نظریں ہٹاتے اپنے سامنے کھڑے اس لمبے چوڑے نہایت وجیہہ انسان کو دیکھا۔ کیا وہ اسے گالی دے رہا تھا؟ اس کی عقل بس اسے اتنا ہی سمجھا سکی تھی۔ وہ اس محاورے سے واقف نہیں تھی۔۔ تم ہو نہ کتے! کرو جگہ صاف اور بیٹھ جاؤ۔ میں انسان ہی اچھی ہوں۔ اسے اس سے ڈبل گھوری سے نوازتے وہ غصے میں بد تمیزی پر اُتر آئی تھی۔ ظاہر ہے اسے تھوڑی پتہ تھا کہ یہ مقولہ ایسے ہی بولا جاتا ہے! بالاج خان نے اس کے جواب پر جبڑے بھینچے! وہ

اسے گالی دے رہی تھی؟اسے؟؟ جہاں وہ پھر سے اس کے حاضر جواب پر عش عش کر اٹھا تھا وہیں اب زہر بھی ساتھ ہی لگ رہی تھی یہ لڑکی!! خاموشی سے اسے گھورتے ہوئے اس کی طرف قدم بڑھاتے بالاج خان اس کے عین سامنے ایک قسم کے فاصلے پر کھڑا ہوا۔ وہ تھوڑا جھکتے اپنے دونوں ہاتھ صوفے کے اوپر ارد گرد رکھ چکا تھا۔ ماورا خاموشی سے ہونٹ بھینچے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ ڈرتی نہیں تھی۔ ایک چیز جو اس نے مکمل چھوڑ دیا تھا وہ تھ خوف!! اسے بالاج خان سے اب کسی بھی قسم کا کوئی خوف نہیں تھا۔۔ شوہر کو گالیاں دینے والی عورتیں سیدھا جہنم میں جاتی ہیں! تمہیں چاہیے کہ اپنی بھلائی کے لیے پہلے مجھ سے اور پھر اللہ سے معافی مانگو! بالاج خان نے اس کے چہرے پر ایک سلگتی سانسیں چھوڑتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے حکمیہ سے انداز میں کہا۔ اسے آگ لگ گئی تھی مقابل کے منہ سے خود کیلئے گالی سن کر! مگر پھر بھی وہ اسے کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔ تمہارا ابھی حساب ہو گا۔ پہلے تم نے مجھے گالی دی تھی۔۔ اسے تھوڑا نرم ہونا پڑا تھا۔ مقابل بات کو دین پر لے گیا تھا۔ وہ جہنمی نہیں ہو سکتی تھی۔ تبھی اس کی آنکھوں میں دیکھتے یاد دہانی

کروانی چاہی! بالاج خان کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی! اس نے کب گالی دی تھی؟ میں نے محاورہ بولا تھا بیوقوف عورت! اردو سیکھ لی تھی تو ساتھ میں کچھ محاورے بھی سیکھ لیتی! یہ تمہارے جیسے سارے لوگوں کو بولا جاتا ہے! بے غیرت نہیں ہوں میں جو بیوی کو گالیاں دینے بیٹھ جاؤں!! اس کی عقل پر افسوس کرتے بالاج خان نے اسے گھورتے ہوئے اس کی تصیح کی۔ مقابل اس سے کچھ بھی گمان کر لیتی تھی!! ہاں تو مجھے خواب تھوڑی آئے تھے کہ یہ محاورہ ہے! اور تم مجھ سے ذرا دور رہ کر بات کیا کرو! پاس آنے کے بہانے چاہیئے بس تمھیں! اِس کے کندھے پر ہاتھ رکھ پیچھے دھکیلتے وہ اپنے ازلی موڈ میں واپسی آچکی تھی۔ بس اتنا ہی ریگریٹ تھا اسے!! بالاج خان نے ابرو اچکاتے اسے دیکھا۔ وہ تو ابھی پاس گیا ہی نہیں تھا۔ کیوں تم مجھے دیکھ کر بہکنے لگتی ہو؟ مزید اپنے چہرے کو اس کے نزدیک کرتے وہ سرگوشی نما آواز میں بولتے اسے تنگ کر رہا تھا۔۔ اتنے برے دن نہیں آئے ابھی میرے! اس کی آنکھوں میں دیکھتے دوبدو ہی جواب دیا گیا۔ شرم وو ویسے بھی نہیں کرتی تھی۔۔ بالاج خان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ چھائی۔ مقابل

منہ پھٹ تھی۔ بالاج خان نے ابرو اچکاتے اسے دیکھا۔ وہ تو ابھی پاس گیا ہی نہیں تھا۔ کیوں تم مجھے دیکھ کر بہکنے لگتی ہو؟ مزید اپنے چہرے کو اس کے نزدیک کرتے وہ سرگوشی نما آواز میں بولتے اسے تنگ کر رہا تھا۔۔ اتنے برے دن نہیں آئے ابھی میرے! اس کی آنکھوں میں دیکھتے دوبدو ہی جواب دیا گیا۔ شرم وویسے بھی نہیں کرتی تھی۔۔ بالاج خان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ چھائی۔ مقابل منہ پھٹ تھی۔ آجائے گیں یہ برے دن بھی! انتظار کرلے گیں ہم جب تم خود مجھے آ کر کہو گی کہ بالاج مجھے تمہاری قربت کی اتنی ضرورت ہے! سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گھر آجاؤنا۔۔۔ وہ اسے مزید تنگ کر رہا تھا۔ کیونکہ مقابل کی یہ جلتی بھنتی شکل اسے کچھ زیادہ ہی سکون دیتی تھی۔ انشاءاللہ اسی حسرت کے ساتھ تم ایک دن جہنم میں جاؤ گے! اس کے گال پر اپنی اُنگلی ٹریس کرتے ماورا نے تمسخرانہ سا مسکراتے کہا۔ کتنی خوش فہمیاں تھیں اس شخص کو اپنے بارے میں! لیکن وہ بھی اسی کی بیوی تھی۔ اس انسان کی خوش فہمیوں پر پانی پھیرنا وہ جانتی تھی۔ استغفراللہ! میں کیوں جاؤں گا جہنم میں؟ وہ جیسے بات کا برا مان گیا تھا۔ پیچھے ہو جاؤ بالاج خان! ورنہ میں

تمھیں کچا چبا جاؤں گی۔ اسے ہلکا سا سرک کر مزید نزدیک ہوتے دیکھ ماورا پھر سے غصے سے پھنکاری۔ وہ اس کی آگ کی مانند سلگتی سانسیں برداشت کرتے تھک گئی تھی۔ پاس نہیں آنے دیتی ایک تو تم! کتنے ارمان تھے میرے! سارے تم سے شادی کر کی خاک میں مل گئے ہیں! اس کے چہرے پر افسوس سا پھیلا تھا۔ جیسے واقعی میں وہ اپنی بات میں بلکل سچا ہو!! چھوڑ دو پھر! تین لفظ ہی تو بولنے ہیں جان چھوٹے گی تمہاری میرے جیسی بد کردار عورت سے! اور میں اپنے عاشقوں کے پاس جا سکوں گی۔ سیدھا سیدھا اسی کے الفاظ اسے ہی لوٹائے گئے تھے!! بالاج خان کی مسکراہٹ پل میں غائب ہوئی! آخر کیوں یہ عورت اسے اس کی ماضی میں کہی گئی باتیں یاد دلانا نہیں چھوڑتی تھی۔ مقابل کی ہر بحث کے وقت یہ بات لازمی چھڑ جاتی تھی۔ وہ تنگ آ گیا تھا۔۔ میں معافی مانگ چکا ہوں! یہ سچ تھا وہ ہر مرتبہ معافی مانگ لیتا تھا۔ تمہارے معافی مانگنے سے کیا اُن لفظوں کی اذیت کم ہو جائے گی جو میں نے سہی؟ یا پھر میرے دل پر لگے زخم مندمل ہو جائے گیں؟ سنجیدگی سے دوبدو ہی جواب دیا گیا۔ جواب دینے کے معاملے میں یہ لڑکی ہمیشہ جیت ہی

جاتی تھی۔ معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے؟ پھر سے سوال دہرایا گیا۔ شاید وہ کوئی گنجائش نکالنا چاہتا تھا۔ کیا پتہ کبھی اس لڑکی کو اس پر ترس آجاتا۔ تم اگر میرے قدموں میں اپنا سر رکھ دو یا پھر اپنا دل چیر کر میری ہتھیلی پر رکھ دو پھر بھی میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔۔ اس کی ہیزل گرے آنکھوں میں جھانکتے ایک عزم سے جواب دیا گیا۔ وہ دونوں نہایت نزدیک ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھے! دونوں ہی بحث سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھے!

"میں بدل چکا ہوں! بالاج خان نے ایک اُمید کے تحت پھر سے کوشش کی! نہیں تمھیں نکاح نے بدلا ہے! اگر آج میں تمہارے نکاح میں موجود عورت نا ہوتی تو تم آج بھی مجھے وہی الفاظ کہتے! میں تمہاری عورت ہوں تم اس لیے میری عزت کرتے ہو!! وہ بلا جھجھک سچائی کا تماچہ اس کے منہ پر مار رہی تھی!! ہو سکتا ہے! وہ خود اس معاملے کے متعلق نہیں جانتا تھا۔ کب اس کا دل بدلا اور کب مقابل اسے سب سے پاک کردار کی لگنی شروع ہوئی اسے خود کو علم نہیں تھا۔ وہ مقابل کی بات سے سہمت تھا۔۔ ظاہری زخم بھر جاتے ہیں بالاج خان! مگر جو زخم دل پر لگے ہوں

وہ کبھی نہیں بھرتے !اور یاد رکھنا تم نے نا صرف میرے دل کو زخموں سے چور کیا ہے بلکہ تم نے میری روح کو بھی اپنے الفاظوں سے چھلنی کیا ہے ! تم سے میرا خدا میرا حساب لے گا۔ محبت کی جو سزا میں نے سہی ہے وہ تم کبھی نہیں سمجھ سکتے !اس کے گریبان کو تھامے وہ نفرت آمیز لہجے میں پھنکارنے پر آگئی تھی۔ ساری تکالیف یاد آگئی تھیں۔ کیا اتنے تکلیف دہ الفاظ تھے میرے ؟اسے خود کو ہی اندازہ نہیں تھا۔ کاش کہ تم ایک فیصد بھی اندازہ لگا سکتے ! ! وہی نفرت بھرا انداز ! ! بالاج خان نے خاموش آنکھوں سے اسے دیکھا۔ اس سے آگے وہ جیسے کچھ بولنے لائق نہیں بچا تھا۔ اس نے مقابل کے ساتھ زیادتی کی تھی وہ جانتا تھا۔ لیکن وہ اس حد تک تکلیف میں ہو گی اسے اندازہ نہیں تھا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیسے مداوا کیا جائے ! ! پیچھے ہٹو ! نفرت سے اسے دیکھتے اس پیچھے کرنے کی کوشش کی گئی ! بالاج خان خاموشی سے پیچھے کو ہوتے اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا۔ ماورا جو اب اٹھ کر کمرے میں جانے لگی تھی کہ بروقت ہی یہ انسان اسے بازو سے پکڑ کر خود کی طرف کھینچ چکا تھا۔ ماورا اچانک ہی اپنا بیلنس کھوتے سیدھا اس کی گود میں

جاتے گری! اس کی ہلکی سی چیخ بے ساختہ تھی۔ کیونکہ اسے لگا تھا جیسے وہ گرنے والی ہو!! کیا طریقہ ہے یہ! وہ اپنی آنکھیں کھولتے اس کے سینے پر مکا جڑتے چیخ اٹھی تھی۔ مقابل بے شرم بنا اسے اپنی گود میں بٹھا چکا تھا۔

I wanna kiss you!!

اسے اچھی طرح اپنے گود میں ایڈجسٹ کرتے وہ کسی اور ہی بات کی طرف آ گیا تھا۔ پرانی باتوں کو دل میں دفن کیے وہ اسے اپنی خواہش بتا رہا تھا۔ ماورا خان نے اس کی بات سنتے سختی سے اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے! صرف تب تک ہی سکون تھا جب تک اس کے ہونٹ زخمی تھے! دل میں وہ اچھی طرح اس بے شرم انسان کو کوس رہی تھی۔۔ جبکہ چہرے پر نارمل تاثرات رکھتے اس نے بالاج خان کو گھوری سے نوازا۔ ایک مرتبہ زخم کھا کر سکون نہیں ملا کیا تمھیں؟ اس کے ہونٹوں پر اپنا انگوٹھا پھیرتے اس نے پلکیں جھپکتے معصومیت سے پوچھا۔ وہ اسے یاد دلانا چاہ رہی تھی کہ میرے قریب آنے پر تمھیں زخم ہی ملے گیں! ہائے ظالم۔ اس طرح مت کرو! تم نقصان اٹھاؤ گی۔ بالاج خان نے اس کا انگوٹھا اپنے

لبوں میں ہلکا سا دباتے پہلے ہی اسے وارن کیا۔۔ بکواس بند کرو اور چھوڑو مجھے ! اگر تم نے کچھ بھی ایسا ویسا کیا تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی یاد رکھنا۔ ماورا نے کہتے اس کی گود سے اٹھنا چاہا۔ بالاج خان اسی لمحے اپنی ٹانگ اس کی ٹانگوں پر رکھتے انہیں لاک لگا گیا تھا۔ آج یہ لڑکی ہاتھ چڑھ گئی تھی تو وہ اسے ایسے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔ تم گھٹیا بیہودہ انسان۔ کچھ تمیز اور شرم کرو ! خود کو اچھی طرح اس کے چنگل میں پھنستے دیکھ ماورا نے اس کے کندھے پر مکے برسائے ! ! تمہارے سامنے شرم کرنے لگا تو بڑھاپے میں ہمیں سنبھالنے والی اولاد اس دنیا میں نہیں آسکے گی۔ اس لیے تم مجھے بے شرم ہی رہنے دو ! ! بے باکی سے اسے آنکھ ونک کرتے بالاج خان اس کے سر کے پیچھے بالوں میں ہاتھ اڑساتے اس کے ہونٹوں پر جھکا۔ اس مرتبہ وہ کوئی گڑبڑ نہیں چاہتا تھا۔ تبھی اپنی پوری شدت کے ساتھ اس کے ہونٹوں پر جھکا انہیں اپنی شدت سے قندھاری کرنے میں مصروف تھا۔ ماورا نے مارے غصے کے شدت سے اس کے بالوں کو نوچا۔ آخر کیوں یہ شخص نہیں سمجھتا تھا کہ اسے بالاج خان کے لمس سے الجھن تھی ! نفرت وہ صرف دکھاوے کی شو کرواتی تھی۔ دراصل اسے

الجھن ہوتی تھی۔ بالاج خان نے اس کے ہونٹوں کو اسی شدت کے ساتھ کرنا شروع کیا۔ مقابل جتنی بے دردی سے اس کے بال نوچے ہوئے تھی وہ بھی اتنی ہی بے دردی اس کے لبوں پر ڈھا رہا تھا۔ دونوں ہی ایک دوسرے کے لیے بے رحم تھے! ماورا چاہتی تھی کہ وہ اپنے لبوں کو حرکت دے کر مقابل کے ہوش ٹھکانے لگا دے لیکن یہ اس مرتبہ ممکن نہیں تھا۔ کیونکہ یہ انسان اس قدر تیزی اور سختی اس کے ہونٹوں پر دکھا رہا تھا کہ وہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کر پا رہی تھی۔ اپنے بال کچھ زدہ ہی کھینچتے محسوس کرتے بالاج خان نے بے دردی سے اس کے ہونٹوں پر دانت گاڑتے اپنا بدلہ اُتارا۔ دونوں ایک جیسے تھے! اس کے جبڑے کو ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتے بالاج خان نے اس کے ہونٹوں کو کھولتے اس کی کڑوی زبان تک رسائی حاصل کی۔ جو اسے زہر لگتی تھی۔ مقابل کی زبان کچھ زیادہ ہی چلتی تھی بس اسی لیے! اس کی زبان کے ساتھ اپنی زبان لڑائے وہ اس کی ساری نمی چننے میں مصروف تھا۔ ماورا کی سانسیں اب تقریباً ختم ہونے والی تھی۔ وہ بمشکل ہی ابھی بھی اس کے بالوں پر اسی مضبوطی کے ساتھ گرفت بنائے ہوئے تھی۔ جبکہ اسے لگ

رہا تھا کہ کسی بھی وقت اس کی ساری سانسیں ختم ہو جائے گیں۔ مگر وہ بے رحم بنا اسے چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھا۔۔ جبکہ بالاج خان تو اس کی زبان تو کبھی ہونٹوں کو سک کرتے کسی اور ہی جہاں میں پہنچا ہوا تھا۔ وہ آج پہلی بار مدہوش ہو کر مقابل کے لبوں سے لپٹا سکون کی وادیوں میں تھا۔ پہلی کس اس کی خراب ہوئی تھی لیکن دوسری کس میں اسے اتنی ہی راحت مل رہی تھی۔۔ ماورا نے ہمت ہارتے اس کے بالوں کو چھوڑتے نرمی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہی ہار ماننے پر راضی ہو گئی تھی۔۔ اپنے بالوں میں تھوڑا سکون محسوس کرتے بالاج خان نے اس کی سانسوں کا خیال کرتے اپنے لب نرمی سے اس کے لبوں سے آزاد کیے! وہ اس سے ہلکا سا پیچھے کو ہوتے مسکراتی نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ ماورا نے خاموشی سے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے اس کے کندھے پر اپنا چہرہ ٹکایا۔ وہ تیز تیز سانس لیتے اپنی سانسیں نارمل کرنے میں مصروف تھی۔ ایک مرتبہ وہ اپنی حالت درست کر لیتی ذرا پھر اسے اچھے سے بتاتی۔۔ کیا ہوا مائے لیڈی؟ تم سے اس ناز کی کی امید نہیں تھی مجھے! بالاج خان نے اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ چلاتے اس

کی حالت پر چوٹ کی۔ وہ سیدھا سیدھا طنز کر رہا تھا۔۔ ماورا خان نے اسے اس طرح اپنی حالت کا مذاق بناتے دیکھ غصے سے پاگل ہوتے بے دردی سے اس کی گردن پر اپنی پوری شدت سے دانت گاڑے! وہ رحم کھانے والوں میں سے نہیں تھی۔۔ جنگلی عورت! جھٹکے سے اس کا چہرہ اپنی گردن سے نکالتے وہ اس جگہ جہاں اس نے دانت گاڑے تھے یہاں اپنا ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ مقابل کے دانت اتنے نوکیلے تھے کہ وہ درد سے بلبلا اٹھتا تھا۔۔ "تم جنگلی تمھارا پورا خاندان جنگلی! چھوڑو مجھے ورنہ میں تمھیں جان سے مار دوں گی۔ پھر سے اس کے بالوں کو نوچتے وہ ہزیانی چیخ اٹھی تھی۔ بالاج خان نے جبڑے بھینچتے اس کی ٹانگوں پر سے اپنی ٹانگ ہٹائی۔ ورنہ مقابل اسے واقعی میں جان سے مار کر سکون لیتی!! ماورا خان جھٹکے سے اس کی گود سے اٹھتے ایک زہریلی نظر اس پر ڈالتے پیر پٹختے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔ ابھی تک تو وہ الگ کمرے میں سوتی تھی اور بالاج خان الگ کمرے میں! وہ پہلے ہی جاتے کسی بھی کمرے میں بند ہو جاتی تھی۔ بالاج خان کو موقع ہی نہیں ملتا تھا اس کے پاس کمرے میں جا کر سونے کا۔۔ دھڑام کی آواز سنتے بالاج خان نے

ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ مقابل آرام سے دروازہ تو بند کر ہی نہیں سکتی تھی۔اس نے اپنے غصے کا اظہار بھی تو کرنا تھا۔۔ پیچھے وہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہوتے صوفے سے ٹیک لگائے ابھی تک اپنی گردن پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا۔ مقابل غصے اور جنون میں دیکھتی بھی نہیں تھی کہ کہاں لگ رہی ہے ! اسے بس مارنا آتا تھا۔۔ سر جھٹکتے وہ عزت سے اب ٹی وی دیکھنے میں مصروف ہو چکا تھا۔

یہ تقریباً دن کا وقت تھا جب حدائق شاہ اس وقت اپنے فارم ہاؤس میں موجود کچن میں کھڑا کھانا بنانے میں مصروف تھا۔اس کے سامنے ہی سلیب پر یوٹیوب پر کوئی ریسیپی کھلی ہوئی۔ جسے دیکھ کر ہی وہ کچھ بنانے میں لگا ہوا تھا۔ حدائق شاہ فائزہ شاہ کے ہمراہ کل ہی اس فارم ہاؤس میں شفٹ ہوا تھا۔اس نے اپنے کہے کے مطابق واقعی میں گھر کو چھوڑ دیا تھا۔ کل سے وہ دونوں یہاں آئے سکون سے تھے ! حدائق شاہ نے فائزہ کا خیال کرتے یہاں سے سارے کے سارے مرد ملازمین کو نکال دیا تھا۔ حتیٰ کہ گارڈز تک گیٹ سے باہر تھے ! وہ نہیں چاہتا تھا اس کی بیوی بلکل بھی

یہاں پر انسکیور محسوس کرے! بس اسی لیے اس نے ہر طرح سے اس لڑکی کو مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی۔اس وقت فائزہ شاہ شاید باہر لان کی طرف تھی۔ شاہ ولا میں تو وہ باقی سب کی وجہ سے کمرے سے بھی باہر نہیں نکلتی تھی۔لیکن حدائق شاہ محسوس کے رہا تھا کہ وہ یہاں خوشی خوشی پورے گھر میں گھومتی پھر رہی تھی۔وہ جب سے یہاں آئی تھی اس کا یہی حال تھا۔حدائق شاہ اس وقت رف سے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس گالوں اور ناک پر آٹا لگائے اپنے کام میں مصروف تھا۔یہ غلطی سے آٹا گوندھتے وقت اس کے چہرے پر بھی لگ گیا تھا۔۔

فائزہ شاہ اپنے ہاتھ میں ایک گلاب کا پھول لیتے کچن کی طرف بڑھی۔وہ یہ پھول" باہر لان سے توڑ کر لائی تھی۔اسے اگر پورے گھر میں کوئی ایریا اچھا لگا تھا تو وہ لان کے ایک طرف بنا چھوٹا سا گارڈن تھا۔جہاں بے تحاشہ رنگ برنگے پھول لگ رہے تھے! کل سے نجانے کتنی ہی مرتبہ وہ اس جگہ پر جا چکی تھی۔یہ گارڈن حدائق شاہ نے اپنے ہاتھوں سے سیٹ کیا ہوا تھا۔وہاں سارے پھول اسی نے لگائے تھے!!"شاہ۔۔فائزہ شاہ نے اوپن کچن کی طرف جاتے حدائق شاہ کو پیچھے سے

پکارا۔ وہ پھول دونوں ہاتھوں سے پکڑے اس کے پیچھے کھڑی تھی۔ حدائق شاہ جو پوری طرح اپنے کام میں مصروف تھا اپنے پیچھے سے اس کی آواز سنتے فوراً سے ہی پیچھے مڑتے اسے دیکھا۔ "شاہ یہ آپکے لیے پھول! گلاب کے پھول کو اس میں سامنے کیے وہ بہت محبت اور چاہ سے اسے یہ پھول دے رہی تھی۔ وہ شاید یہ اسی کے لیے توڑ کے لائی تھی۔۔ حدائق شاہ نے مسکراتے محبت سے اسے دیکھا۔ وہ اسی کے گارڈن سے پھول توڑ کر اسے ہی دے رہی تھی۔ لیکن وہ اسے پکڑ نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے ہاتھ سارے آٹے سے لدے ہوئے تھے! کھانا بھی اس نے پکنے کے لیے رکھا ہوا تھا اور اب وہ آٹا گوندھ رہا تھا۔۔ خاموشی سے اس کے سامنے اپنے دونوں گندے ہاتھ کرتے اس نے کندھے اچکائے! اشارہ تھا کہ میں ابھی نہیں پکڑ سکتا۔۔ فائزہ شاہ نے اس کے اشارے پر منہ بسورا۔ وہ اتنے پیار سے لائی تھی۔ حدائق شاہ نے اس کا بنتا منہ دیکھتے ایک گہری سانس بھری۔ دوسرے لمحے وہ آگے کو ہوتے مکمل طور پر اس کے سامنے جھکا۔ وہ اپنا ایک کان اس کے آگے کرتے آنکھوں سے اسے اشارہ کر رہا تھا۔ وہ اس کا بنتا منہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ تبھی اس کے

سامنے جھک گیا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔ وہ اس کا اشارہ سمجھ نہیں پائی تھی۔ مقابل اپنا کان اس کے آگے کیوں کر رہا تھا۔ البتہ وہ دونوں خاموش تھے! نا وہ پوچھنے کی زحمت کر رہی تھی اور نہ حدائق بتانے کی!! حدائق شاہ نے اس کے چہرے پر نا سمجھی دیکھتے خاموشی سے پھول کی طرف اِشارہ کرتے دوسرا اپنے کان کی طرف اشارہ کیا۔ فائزہ شاہ نے اچھا کی صورت میں اپنی آنکھیں گھمائی۔ وہ اب سمجھی تھی۔ کہ مقابل پھول اسے اپنے کان پر لگانے کو کہہ رہا تھا۔۔ ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلا کر آگے کو ہوتے پھول کے اس کے کان کے پیچھے اڑسا۔ اصولاً یہ حدائق کو کرنا چاہیے تھا۔ لیکن ابھی وہ اس کے لیے لائی تھی تبھی اس نے خوشی خوشی قبول کر لیا تھا۔۔ "شاہ یہ لڑکیوں کو لگتا ہے! آپ فنی لگ رہے ہیں اس وقت! اس کے چہرے کو دیکھتے فائزہ شاہ نے ہنستے ہوئے اس پر چوٹ کی۔ لیکن وہ اچھا لگ رہا تھا۔ گلاب کا پھول کان کے پیچھے سوٹ کر رہا تھا۔۔ "شاہ کی جان صرف تم ہی تو دیکھ رہی ہو۔ ہنستے ہوئے جواب دیتے حدائق شاہ نے اس کی گردن کے گرد اپنا بازو کیا۔ وہ اس ساتھ لیے آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس نے کوشش کی تھی

کہ اس کے ہاتھ مقابل کو نہ لگے ! وہ بازو سے اسے لیے آگے بڑھ رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ اس کے ساتھ آگے کو بڑھتے اس کے اشارے پر خود ہی سلیب پر بیٹھی۔ حدائق شاہ اس کے آگے کھڑا سلیب پر دونوں ہاتھ جمائے آنکھوں میں ڈھیروں محبت لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "کیا؟ اسے خاموشی سے اس طرح خود کی طرف دیکھتا پا کر فائزہ نے ایبرو اچکاتے سوال کیا۔ وہ مسلسل مسکرا رہی تھی۔۔ دیکھ رہا ہوں تم بہت پیاری ہو ! اس کی ناک پر ہلکا سا آٹا لگاتے مسکراتے ہوئے اس نے دل کی بات کی۔ وہ اسے ایسے ہی دیکھتا رہتا تھا۔۔ "آپ سے کم ! میرے سے زیادہ آپ پیارے ہیں ! آپ کی بیئرڈ مجھے بہت پسند ہے ! ! اس کی بیئرڈ پر اُنگلی رکھتے وہ صاف گوئی سے کام لے رہی تھی ! ! ہاہاہا۔۔ پاگل لڑکیاں زیادہ پیاری ہوتی ہیں ! ہنس کر کہتے حدائق شاہ نے اس کی گردن پر اپنی ناک ٹریس کی۔ وہ اپنی ناک پر موجود سارا آٹا اس کی گردن پر لگا چکا تھا۔ لیکن اسے خود کو خبر نہیں تھی ! ! لڑکیاں ؟؟ فائزہ شاہ نے ایبرو اُچکاتے سنجیدگی سے اس کا لفظ دہرایا۔ وہ پوری بات میں ایک یہ لفظ بڑی باریکی سے پک کر گئی تھی۔ حدائق شاہ اس کی گردن میں منہ دیے دھیما سا

مسکرایا۔ "جانو میں شریف انسان تمہارے علاوہ کسی اور کو دیکھتا بھی نہیں! میرے لیے لڑکی لڑکیاں سب میں بس تم ہی آتی ہو! مدہوش کن بھاری سی آواز میں کہتے حدائق نے اس کی گردن پر زبان لک کی!!"شاہ میری ایک بات سنیں! اسے زیادہ فری ہوتے دیکھ فائزہ شاہ نے بروقت ہی اسے کندھے سے تھام کے پیچھے کیا۔ وہ کب سے سوچ رہی تھی حدائق سے بات کرنے کا۔اب موقع مل ہی گیا تھا۔"بولو میں سن رہا ہوں۔اب پیچھے مت کرنا۔

سنجیدگی سے کہتے حدائق شاہ نے واپس سے اس کی گردن میں منہ گھسایا۔اسے سکون مل رہا تھا۔"شاہ آپ کو نہیں لگتا پر سو آپ بہت غلط تھے! اس کے بالوں کے پیچھے ہاتھ الجھائے وہ سمجھے دیکھتے پر سو ہوئی لڑائی کے متعلق بول رہی تھی۔حدائق شاہ جو اس کی گردن پر لب رکھ رہا تھا ایک لمحے کے لیے رکا۔اسے اندازہ تھا کہ مقابل کہاں اسے اس کی غلطی گنوا رہی ہے! کس بارے میں؟ لیکن پھر بھی اس نے پوچھنا ضروری سمجھا۔وہ پھر سے اس کی گردن میں جگہ جگہ لب رکھنے لگا تھا۔۔ گھر والوں کے بارے میں! آپ نے کچھ زیادہ ہی ہارش ریکشن دیا تھا۔آنٹی کا میں

اتنا نہیں کہتی کیونکہ وہ ہمیشہ ہی بولتی ہیں! لیکن ہیر کے ساتھ آپ نے بہت غلط کیا ہے! اوپر سے آخر میں رشتے کی بات کر دی۔ وہ سہی کہہ رہی تھی آپ اس کی زندگی کا فیصلہ کرنے والے کوئی نہیں ہوتے!! اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے وہ خود ڈرتے ڈرتے اس سے دل پلتی بات کر رہی تھی۔ وہ پرسوں سے یہی سوچ رہی تھی۔ لیکن پھر سوچا کہ ایک مرتبہ مقابل کا غصّہ ٹھنڈا ہو جائے پھر ہی بات کرے گی۔ کہیں ایسا نہ ہوتا کہ وہ اسے بھی ساتھ ہی جھڑک دیتا۔۔ حدائق شاہ نے خاموشی سے اس کی گردن سے چہرہ نکالتے اس کے مقابل کیا۔ اس کی سوچ سہی گئی تھی۔ اسے مقابل سے یہی اُمید تھی!! میں جو اسے چھوٹ دے دیتا تو اس کا بھی ماما والا حال ہونا تھا۔ میں نہیں چاہتا میری بہن اگلے گھر جا کر ہمارا نام اس طریقے سے روشن کرے! اور رہی رشتے کی بات تو اس کی عمر ہو گئی ہے! آج نہیں تو کل میں نے یہ بات گھر میں کرنی ہی تھی۔ ہاں میرا طریقہ غلط تھا لیکن بات سہی تھی!! خلاف توقع وہ نرمی سے اسے اپنا موقف بیان کر رہا تھا۔ فائزہ شاہ نے نفی میں سر ہلایا۔ مقابل یہیں پر تو غلط تھا۔ لیکن وہ سمجھ نہیں رہا تھا۔۔ آپ اسے یہی بات اکیلے

میں بھی کہہ سکتے تھے ! آپ نے اسکے بھلے کے لیے کیا لیکن طریقہ غلط تھا۔ سب کے سامنے تماشہ لگایا آپ نے ! چلیں اس بات کو بھی چھوڑیں ! لیکن پھر آپ نے اصل وجہ کو چھوڑ کر ہیر کو سارا بلیم دیا اور اسے سب کے سامنے زلیل کر دیا۔ جبکہ آپ کو چاہیے تھا کہ نرمی سے ایک مرتبہ اس کے کمرے میں جا کر اس سے اس سب کی وجہ پوچھتے ! میں نے اس کی آنکھوں میں اس وقت ندامت دیکھی تھی۔ جو کہ ثابت تھا کہ اس نے کوئی شوق سے یہ کام نہیں کیا۔ یا اگر کیا بھی ہو گا تو بعد میں اسے احساس ہو گیا ہو گا۔ آپ اس معاملے میں حد سے زیادہ غلط تھے ! بہت دل دکھا ہو گا اس کا۔ اس کے گال پر ہاتھ رکھے وہ بہت نرمی سے اسے اس کی غلطی بتا رہی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی اس کا شوہر کسی کی دل آزاری کا سبب بنے ! حدائق شاہ نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ اس کی بات سمجھ ہی نہیں رہا تھا۔ وہ صرف ماما سے بولتی ہے زیادہ گھر میں ! اور میں جانتا ہوں کہ ماما نے ہی اسے کچھ نہ کچھ کہا ہو گا۔ اور وہ بیوقوف بنا سوچے سمجھے پہنچ گئی تم سے لڑنے ! یہ صرف اس کے لیے ایک سبق تھا کہ بنا بات کسی پر الزام لگانے سے یہی انجام ہوتا ہے ! آئندہ وہ یقیناً محتاط رہے گی۔

باقی جو الفاظ میں نے آخر میں رشتے کو لے کر بولے تھے وہ صرف غصے میں تھے!
اس کا اپنا گھر ہے!! جیسے مرضی رہے مجھے کیا مسئلہ ہونا ہے! کندھے اُچکاتے وہ اس
کی بات کو سمجھنے کی بجائے اپنی صفائیاں دے رہا تھا۔ اسے اس وقت اپنا آپ سہی
لگ رہا تھا۔۔ آپ نے اس کے لیے سبق کی نیت سے اسے انسلٹ کیا۔ ٹھیک ہے!
لیکن کیا ہو جو الٹا ہو جائے اور وہ میرے خلاف دل میں بغض رکھ لے کہ میں نے
آپ کو ساری بات بتائی ہے؟ بری تو میں بن گئی نا؟ آنٹی جو چاہتی تھی وہ تو ہو گیا
ہو گا۔ اور بات آپ نے غصے میں کہی ہو یا پھر ہوش میں اگلے بندے کے تو دل کو
ٹکڑے ٹکڑے کر گئی ہو گی۔ نرمی سے کہتے وہ اسے مسلسل سمجھانے کے در پر تھی۔
مقابل آرام سے اس کی بات آج رہا تھا تبھی اس کی ہمت مزید بڑھ رہی تھی۔
حدائق شاہ نے خاموشی سے ایک لمحے کیلئے اس کی بات پر غور کرتے ایک گہری
سانس بھری۔ اس نے اب غور کیا تھا کہ کہہ تو مقابل بلکل ٹھیک رہی تھی۔ کہیں نہ
کہیں وہ غلط لازمی تھا۔۔ "چھوڑو اب تو جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب کیا کر سکتے ہیں!
کندھے اچکا کر کہتے اس نے فائزہ کے گال پر اپنے ہونٹ رکھے! اس کی گستاخیاں

ساتھ ساتھ بات کے درمیان پورے عروج پر تھیں ! ! کیا مطلب ہے چھوڑو ! غلطیوں کا ازالہ بھی ہوتا ہے ! مجھے سچ میں ہیر کے لیے بہت برا لگا تھا۔اب آپ اسے منائے گیں ضرور ! حیرت سے اسے دیکھتے فائزہ شاہ نے ہلکا سا اسے گھورتے ہوئے حکمیہ سے انداز میں کہا۔تف تھی اس انسان کی لاپرواہی پر ! ! توبہ کرو لڑکی ! ہیر کو منانے سے اچھا ہے میں اندھے کنویں میں چھلانگ لگادوں ! پہلے اس کے لیے بازاروں میں گھوم کر بکس لینی پڑے گی اور پھر اس کے آگے سارا دن بیٹھ کر ناک رگڑنی پڑے گی۔اپنی ضد کی کتنی پکی ہے وہ لڑکی تم نہیں جانتی ! یہ خود میں رہنے والے لوگ بہت خطرناک ہوتے ہیں ! ہمارے گھر میں ایک ہے ہم جانتے ہیں اسے ! ! آنکھیں گھما کر کہتے وہ بس کانوں کو ہاتھ لگانے کو تھا۔اس نے جب بھی ہیر شاہ کو منایا تھا اسی طرح منایا تھا۔وہ اپنے پیچھے خوار بہت کرتی تھی ! ! "شاہ میرے لیے آپ اتنا بھی نہیں کر سکتے ! اس مرتبہ میں بھی ہونگی ناساتھ۔ہم دونوں بات کر کے دیکھے گیں اسے ! اور پہلے یہاں مارکیٹ سے بکس لیتے ہوئے چلے گیں ! خفگی سے کہتے وہ آخر میں اسے مشورے سے بھی نواز رہی تھی۔آج اس

نے اپنی بات منوا کر رہنا تھا۔ "افف ہیر! اللہ پوچھے تمھیں میری بیوی کو میرے خلاف کر دیا۔ اوپر کی طرف دیکھتے وہ مزاحیہ انداز میں دہائی دے رہا تھا۔ البتہ دل میں وہ سوچ رہا تھا کہ کل وہ دونوں شاہ ولا چکر لگا کر ہیر سے بات کر لیتے! اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ اس کی نیت سہی تھی لیکن طریقہ غلط تھا۔ ہیر شاہ کو سبق وہ اور بھی بہت طریقوں سے سکھا سکتا تھا۔ البتہ پہلے تو اسے نرمی سے ہی ہیر سے بات کرنی چاہیے تھی۔ لیکن خیر!!! خلاف نہیں ہوئی میں! بس آپ غلطی پر تھے تو آپ کو سمجھایا ہے! اس کے کندھے پر سر ٹکا کر اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ شکر تھا کہ حدائق شاہ اس کی بات سے سہمت ہو گیا تھا۔ "جان اب اگر مجھے سمجھا لیا ہو تو تھوڑا خود کو بھی سمجھاؤ۔ شوہر پر اور کتنا ظلم کرو گی؟ میرے جذبات کا تھوڑا سا احساس کرو!! اس کے بالوں پر لب رکھتے وہ گھوم پھر کر پھر سے اپنے مطلب پر آ گیا تھا۔ فائزہ شاہ نے خاموشی سے اس کے کندھے پر سر ٹکائے ایک گہری سانس بھری! وہ بھی کیا کرتی آخر! اس خوف سا آتا تھا۔ "کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں؟ اسے چپ دیکھتے حدائق شاہ نے ہونٹ کاٹتے سوال داغا۔ اس ٹاپک پر مقابل کو

ہمیشہ سے چپ لگ جاتی تھی ! ! شاہ پلیز نا۔۔آپ کی ہر بات یہیں آکر ختم کیوں ہوتی ہے ؟ بنا اس کی طرف دیکھ کر کہتے وہ جھنجھلاہٹ سے جواب دے رہی تھی ! ! کیونکہ میں نہیں رہ سکتا اب ! ہماری شادی کی سالگرہ تک آنے والیہے اگلے مہینے ! میں نے اتنا عرصہ انتظار کیا ہے ! اب نہیں ہوتا۔ ترس ترس کر آدھا ہو گیا ہوں میں ! مگر مجال ہے جو تمہاری ہاں ہو جائے ! اپنے ہاتھ پر لگے آٹے کو اگنور کرتے حدائق شاہ نے اس کی کمر کے گرد دونوں ہاتھ باندھتے اسے تھوڑا آگے کو سرکایا۔ وہ خود اس کی گردن میں منہ دے چکا تھا۔ سکون اسے اسی جگہ پر ملتا تھا۔۔ جبکہ فائزہ شاہ نے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔ جتنی اس ٹاپک سے اس کی جان جاتی تھی مقابل اتنا ہی اس بات کو کریدتا تھا۔ بہت ظالم ہو تم یار۔ جس دن میرے اوپر تمھیں رحم آیا اس دن اپنی شدتوں سے تمہاری جان حلق میں لے آؤں گا۔ جتنا تم مجھے ترسا رہی ہو اتنا ہی تمہارے لیے خطرہ ہے یاد رکھنا۔۔اس کی گردن پر دانت گاڑتے حدائق شاہ نے اسے پہلے ہی وارننگ دی۔۔ فائزہ شاہ نے خاموشی سے منہ بناتے مزید اس کے کندھے میں منہ گھسایا۔ شاید ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اس کی

شدتوں سے ڈرتے اسے اجازت نہیں دیتی تھی۔ لیکن جو بھی تھا وہ ابھی تیار نہیں تھی!! ظالم عورت! بات مت کرنا اب مجھ سے! خفگی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہتے حدائق شاہ واپس سے آٹے کی طرف متوجہ ہوا۔ وہی بول بول کر تھک گیا تھا۔ مگر مجال تھی جو یہ عورت ٹس سے مس ہوتی۔ پتہ نہیں اس کے دل میں کیا چل رہا ہوتا تھا۔۔ آپ بھی مت کیجئے گا۔ اسی کے انداز میں کہتے فائزہ شاہ سلیب سے اترتے پیر پٹختے باہر کی طرف بڑھی۔ اس سے تو اچھا تھا وہ واپس سے گارڈن کی طرف چلی جاتی! باہر موسم بھی اتنا اچھا تھا۔۔ حدائق شاہ نے دانت کچکچاتے اس کی پشت کو دیکھا۔ ایک مرتبہ وہ اسے اجازت دیتی ذرا۔ حدائق شاہ نے اس کے ہوش ٹھکانے لگا دینے تھے! پتہ نہیں وہ دن کب آنا تھا۔۔ جلتے کڑھتے وہ واپس سے اپنی کوکنگ کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ البتہ اس کے کان کے پیچھے لگا پھول کچھ پتیاں وہیں پر گر گئی تھی تو دو تین پتیوں کے ساتھ ابھی تک سلامتی سے لگا تھا۔۔

یہ تقریباً رات کا وقت تھا جب عدیل شاہ اپنے کمرے سے نکلتے پاکیزہ بیگم کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ اس وقت ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس کانوں میں ہاتھ میں موبائل تھامے وہ آج پھر سے پاکیزہ بیگم کو منانے کی ایک ناکام سی کوشش کرنے جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں موجود فون پر کوئی کال چل رہی تھی۔ رائنا خان دوسری طرف سے کال پر ہی تھی۔ اسی نے عدیل شاہ کو فورس کیا تھا کہ وہ ایک مرتبہ پھر ٹرائے کر کے دیکھے! وہ دونوں بڑوں کی رضامندی لینے کی خاطر پس کر رہ گئے تھے!! یہاں باقی سب تو مان گئے تھے لیکن جس کو اصل ماننا چاہیے تھا ایک وہی رہ گئی تھیں۔ اور وہ تھی پاکیزہ بیگم!! نجانے انہیں کیا ہو گیا تھا کہ وہ ماننے کو تیار ہی نہیں تھیں۔ عدیل شاہ نے غصّہ، پیار، منت سماجت سب کچھ کر کے دیکھ لیا تھا۔ لیکن سب کچھ ہی رائیگاں گیا تھا۔ وہ اپنی ایک بات پر ڈٹی تھیں کہ انہیں رائنا خان کو بہو نہیں بنانا۔ انہوں نے یہ تک کہہ دیا تھا کہ رائنا کے علاوہ عدیل شاہ کسی بھی لڑکی کو لے آئے وہ کسی کو بھی بہو بنانے پر رضامند تھیں۔ لیکن رائنا خان کو نہیں! ہر

مرتبہ کی طرح وہ آج ایک مرتبہ پھر ایک اُمید کے تحت ان سے بات کرتے انہیں منانے جارہا تھا۔ کیا پتہ قسمت کو ان پر رحم آجاتا۔

عدیل شاہ نے پاکیزہ بیگم کے کمرے تک پہنچتے دروازہ ناک کیا۔ رائنا خان کال پر ہی تھی۔ یہ اسی کی ضد تھی کہ وہ ساری بات سنے گی!! آجاؤ! اندر سے پاکیزہ بیگم کی آواز ابھری! وہ ابھی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھیں۔ جائے نماز کو ایک سائڈ پر رکھتے وہ بیڈ کی طرف جاتے دروازے کی طرف ہی دیکھ رہی تھیں۔۔ اجازت ملتے عدیل شاہ ایک گہری سانس بھرتے اندر داخل ہوا۔ وہ ہمیشہ یہاں آتے وقت دعائیں پڑھ کر آتا تھا۔ جبکہ اب تو اس نے پانچوں وقت کی نماز اور تہجّد تک شروع کی ہوئی تھی۔ پہلے اس کی ایک آدھی نماز رہ جاتی تھی۔ مگر اب ایک بھی قضاء نہیں ہوتی تھی۔ وہ باقاعدگی سے نماز پڑھ کر اللہ کے آگے گڑگڑا کر اپنی ماں کے دل کے رحم ڈالنے کی دعائیں کرتا تھا۔ ہائے یہ محبت!! عدیل شاہ دھیرے سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ پاکیزہ بیگم کی طرف دیکھتے وہ ہلکا سا مسکراتے انہی کے پاس بیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پاکیزہ بیگم خود اسے دیکھتے مسکرا اٹھی تھیں۔ وہ انہیں کمرے میں

آکر اپنی شکل دکھا دیتا تھا ان کے لیے بہت بڑی بات تھی۔ آج کل ویسے بھی ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہوتی تھی تو وہ زیادہ تر کمرے میں ہی پائی جاتی تھیں۔ کھانا پینا انہیں یہیں پر مل جاتا تھا۔۔ کیسی طبیعت ہے ماما؟ عدیل شاہ نے ان کے پاس بیڈ پر بیٹھتے ان کی طبیعت کے متعلق استفسار کیا۔ وہ ان کے پاس بیٹھنے کی بجائے ان کی گود میں سر رکھے بیڈ پر ہی لیٹ چکا تھا۔ جبکہ ہاتھ میں موجود موبائل کو اس نے اپنے سینے پر رکھا۔ تاکہ رائنا تک آواز آسانی سے جائے! بس ایسی ہی ہے طبیعت! اب مرنا ہی تو ہے! بڑھاپے میں یہی حال ہوتا ہے! اس کے بالوں میں ہاتھ چلائے وہ مسکرا کر جواب دیا گیا۔ ماما۔ مت کیا کریں ایسی باتیں! اللہ آپ کو میری بھی عمر لگائے! عدیل شاہ نے ان کے چہرے کو دیکھتے خفگی سے کہا۔ جو بھی تھا آگے اس کی ماں تھی۔ وہ ان سے بہت محبت بھی کرتا تھا۔۔ "ہمم تم بتاؤ۔ اس وقت ماں کی یاد کیسے آگئی تمھیں؟ سوئے نہیں تھے تم! وہ اس کے بالوں میں اُنگلیاں پھیرتے یہاں آنے کا مقصد جاننا چاہ رہی تھیں۔ اس وقت دس بج رہے تھے! انہیں سونا بھی تھا۔۔ نیند نہیں آتی! چھت پر نظریں جمائے سادگی سے جواب دیا گیا۔ کیوں؟

ناسمجھی سے پوچھا گیا۔اس عمر میں کیا غم کہ نیند ہی نہیں آتی تھی۔ایسا وہ سوچ رہی تھیں۔۔بس ہے کوئی جسے سوچ کر ساری رات گزر جاتی ہے! پتہ نہیں ہم کب ملے گیں اور سکون کی نیند سوئے گیں! بنا ان کی طرف دیکھے وہ بلا جھجھک انہیں اپنے دل کی بات کہہ گیا تھا۔آگے مقابل بھی سن ہی رہی تھی۔رائنا خان کال پر بڑے غور سے بات سن رہی تھی۔۔پاکیزہ بیگم کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔یہ کس طرف اشارہ کیا گیا تھا وہ بہت اچھے سے سمجھ گئی تھیں۔حد تھی اس لڑکے پر!!اس دنیا میں ایک وہی لڑکی نہیں ہے عدیل! اور بھی بہت ساری اس سے بھی پیاری پیاری لڑکیاں ہیں! تم اس سے اپنا پیچھا چھڑوا کر دنیا کی طرف دیکھو تو سہی! اس کے پیچھے تم صرف خود کو ضائع کر رہے ہو۔پاکیزہ بیگم سنجیدگی سے کہتے اسے سمجھانا چاہ رہی تھیں۔۔ان کی ہمشہ ایک تھی بات ہوتی تھی۔اب تو عدیل شاہ یہ سن سن کر بھی تنگ آ گیا تھا۔ماما محبت اسی چیز کا نام ہے! جب آپ کو پوری دنیا میسر ہو اور آپ پوری دنیا کو ٹھکرا کر اس ایک شخص کا ہاتھ تھام لیں! یہی کہلاتی ہے محبت، عشق! ہونگی دنیا میں لاکھوں حسینائیں۔مگر کوئی رائنا عدیل شاہ نہیں ہو سکتی! ان کے

چہرے کی طرف دیکھتے عدیل شاہ نے پھر سادگی سے جواب دیا۔ دوسری طرف موجود رائنا خان کے چہرے پر اُداس سی مسکراہٹ چھائی۔ کیا مقابل اس سے اتنی محبت کرتا تھا؟ ایسا کیا ہے اس میں؟ ایک عام سی لڑکی ہی تو ہے! تم نے اسے سر چڑھایا ہوا ہے! اس کے علاوہ کچھ بھی خاص نہیں ہے۔ بچی ہے وہ!! ایک گہری سانس بھرتے اسے سمجھانے کی ناکام کوشش جاری تھی!!" کیا نہیں ہے اس میں؟ انیس سال کی آپ کو بچی لگتی ہے وہ؟ اور دوسری بات وہ سب سے خاص ہے کیونکہ وہ میری پسند میری محبت ہے!! جواباً سوال کرتے وہ آخر میں ہلکا سا مسکراتے جواب دے رہا تھا۔ اس کے لفظوں میں کوئی بناوٹ نہیں تھی۔ کہ اگر رائنا خان کال پر ہے تو وہ اس طرح کی باتیں کر رہا ہو۔ وہ اگر کال پر نہ بھی ہوتی تب بھی عدیل شاہ ہمیشہ ہی پاکیزہ بیگم کے سامنے اسی طرح اظہار محبت کرتا تھا۔۔ تم ضائع کر رہے ہو خود کو عدیل! ایک لڑکی کی خاطر کیا سے کیا ہوتے جا رہے ہو! سوچو ابھی یہ حال ہے آگے ساری زندگی کیا ہو گا تمھارا۔ انہیں جیسے عدیل شاہ کی حالت پر ہلکا سا رحم سا آیا تھا۔ خلافِ توقع وہ آج بنا غصّہ کیے نرمی سے اسے سمجھانے کی کوششوں میں

تھیں ! ! وہ نہیں ہے اسی لیے برباد ہو رہا ہوں ! وہ مل جائے گی تو ٹھیک ہو جاؤں گا۔ اُداسی سے جواب دیا گیا۔ آخر وہ کیسے انہیں یقین دلاتا کہ وہ رائنا خان کے بغیر جس طرح رہ رہا ہے بخدا یہ اس کا دل جانتا تھا۔ عدیل مت کرو خود کے ساتھ یہ سب ! تمہاری ماں ابھی زندہ ہے ! کچھ میرا ہی خیال کرو۔ میرے بڑھاپے کا واحد سہارا تم ہو ! پاکیزہ بیگم آبدیدہ ہو چکی تھیں۔ اپنے بیٹے کی اُداسی دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ وہ ایسا تو نہیں تھا۔ وہ تو مایوسی اُداسی کو ہی کفر سمجھتا تھا۔ آپ کو سنبھال لوں گا میں ! لیکن میں خود ختم ہو جاؤں گا ماما۔ خدا کے لیے میرے اوپر رحم کریں ! اتنی منتوں پر تو خدا بھی مان جاتا ہے ! پھر انسان کیوں نہیں مانتے آخر ! لوگ لوگوں کے دشمن کیوں ہیں ! ان کی آنکھوں میں دیکھتے وہ سوال گو تھا۔ اسے اس کی محبت مل کر بھی نہیں ملی تھی۔ ان کی آزمائشیں ختم ہونے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ مجھ سے تمہارے بابا کو نہیں بھولا جاتا عدیل ! جسے دیکھ کر تم جیتے ہو اسے دیکھ کر میرے زخم تازہ ہو جاتے ہیں ! رائنا اس گھر میں آئی تو تم خوش ہو جاؤ گے لیکن میں گھٹ گھٹ کر مر جاؤں گی۔ وہ روتے روتے اسے اصل وجہ بتانے لگی تھیں۔ انہیں اپنے شوہر کا غم

تھا۔ماماوہ صرف ایک حادثہ تھا۔ کسی کا کوئی قصور نہیں تھااس میں ! ہم سب نے ہی معاملے کی تحقیق کی تھی کسی کی کوئی غلطی نہیں تھی۔ جو تین لوگ اس حادثے میں مرے تھےان کی لکھی تھی وہ مر گئے بس ! آپ رائنا کواس چیز کا مورد الزام ٹھہرا رہی ہیں جواس نے کیا ہی نہیں ! وہ سرے سے کہیں بیچ میں آتی ہی نہیں۔ بچی تھی وہ اس وقت ! جس دن آپ نے یہ ماننا شروع کر دیا کہ زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اللہ کی اجازت کے بنا کوئی ہمارا بال بھی باکا نہیں کر سکتا اس دن آپ کے سارے غم ختم ہو جائے گیں ! جس طرح کی ممانی ہیں آپ ان کے نقشِ قدم پر چل کر بلاوجہ کا بغض دل میں رکھے ہوئے ہیں ! نرمی سے انہیں سمجھاتے آخر میں یقیناً اس نے سائرہ بیگم کو پوائنٹ آؤٹ کیا تھا۔ کہیں نہ کہیں وہ سہی بھی تھا۔ جب پاکیزہ بیگم رائنا کے گھر گئی تھی یہ مشورہ اور شے سب کچھ ہی سائرہ بیگم کا دیا گیا تھا۔ ورنہ تو ان کا خود کا اِرادہ بس عدیل کو فورس کر کے طلاق دلوانے کا تھا۔ لیکن پھر سائرہ بیگم کے بھڑکانے پر وہ مزید رائنا سے بد دل ہو گئی تھیں۔ غصے کے مارے تبھی وہ خان ولا پہنچ گئی تھی ! ! "مجھے سونا ہے عدیل ! جاؤ یہاں سے ! اپنے آنسوں

صاف کرتے انہوں نے سنجیدگی سے اسے حکم دیا۔ یہاں آکر وہ بات کو ختم کر رہی تھیں۔ سچ تو یہ تھا کہ ان کے زخم ہرے ہو گئے تھے! شوہر اچھا ہو تو اس سے محبت آخر کیسے کسی کو نہیں ہوتی؟ ان کا بھی کچھ یہی حال تھا۔۔ایسے مت کریں ماما۔ پھر سے ظلم کر رہی ہیں آپ! رائنا کو چھوڑیں میری خاطر ہاں کر دیں! اتنی ظالم مت بنیں! بابا ہوتے تو اب تکہاں بھی کر دیتے! آپ بہت ضدی ہیں ماما۔ بابا کو کھو دیا آپ نے ایسا نہ ہو کہیں مجھے بھی کھو دیں! محبت بہت گندی چیز ہے ماما۔ ان کی گود میں سر کو ٹکائے وہ منتوں پر اتر آیا تھا۔ وہ اس وقت بلکل بچا سا بن گیا تھا۔ جو ضد کرتے وقت ایسا لگ رہا تھا کہ کبھی بھی رو دے گا۔۔"بکواس نہ کیا کرو عدیل! میں پہلے بہت تکلیف میں ہوں۔ خدارا تم میرے اوپر رحم کرو! نہیں تم سے رہا جاتا تو میری اجازت کے بغیر لے آؤ اسے! لیکن پھر مجھ سے کوئی بھی اُمید مت رکھنا۔ اس کی بات سنتے وہ تو تڑپ ہی اٹھی تھیں۔ آخر کیوں وہ نہیں سمجھ رہا تھا؟؟ ماما مان جائیں! ایک آخری مرتبہ بھیگی سی آواز میں منت کرتے اس نے کروٹ بدلتے پاکیزہ بیگم کی گود میں چہرہ چھپایا۔ آج وہ ہمت ہار ہی گیا تھا۔ آج اس کی بھی بس ہو

ہی گئی تھی۔اس کا دل بضد تھا کہ اسے بس رائنا خان ہی چاہیے تھی!! دوسری طرف موجود رائنا خان اس کی بھیگی آواز پر خود بھی تڑپ اٹھی تھی۔وہ اب رو رہا تھا لیکن یہ تو کب سے روتے ہوئے ہی سن رہی تھی۔وہ دونوں جتنی ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے اتنا ہی دنیا والوں نے ان لوگوں کو خوار کیا ہوا تھا۔ان کا قصور بس اتنا تھا کہ وہ بجائے بھاگنے کے یا کسی بھی غلط راستے کے ہر ایک کی رضامندی چاہتے تھے! ورنہ ان لوگوں کے پاس سب کچھ تھا۔وہ ایک ساتھ رہ سکتے تھے! تم رو رہے ہو عدیل! پاکیزہ بیگم نے حیرت سے اس کا چہرہ اپنی گود سے اٹھایا۔وہ خاموشی سے آنسوں بہا رہا تھا۔نہیں بس آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا۔کوئی بات نہیں آج نہیں تو کل سہی۔ کبھی نہ کبھی آپ کو رحم آجائے گا میرے اوپر!! سنجیدگی سے اٹھ کر بیٹھتے انگوٹھے کے پوروں سے اپنے آنسوں صاف کرتے عدیل شاہ نے ازلی اُداسی سے کہا۔وہ انہیں شو نہیں کروانا چاہتا تھا کہ وہ واقعی میں رو رہا تھا۔آخر کو وہ ایک مرد جو تھا۔جتنی محبت تم اس سے کرتے ہو کیا وہ بھی تم سے اتنی ہی محبت کرتی ہے؟ عدیل شاہ بیڈ سے اٹھنے ہی لگا تھا کہ پاکیزہ بیگم کے سوال پر اسے رکنا ہی پڑا۔وہ

ماں تھیں آنسوں اور پانی کا فرق جانتی تھیں۔ یہ لیں پوچھ لیں! بجائے خود جواب دینے کے عدیل نے اپنا فون ان کے سامنے رکھا۔ وہ خود کیسے رائنا کی محبت بیان کر سکتا تھا؟ پاکیزہ بیگم نے ایک نظر چار گھنٹے سے چلتی کال پر ڈالی۔ وہ ان کے درمیان بھی ہوئی ساری باتیں آگے سنوار رہا تھا۔ بے ساختہ ہی انہوں نے عدیل شاہ کو زبردست گھوری سے نوازا۔۔ جبکہ دوسری طرف موجود رائنا خان نے دانت پیستے عدیل شاہ کو کوسا۔ وہ اسے پھنسا رہا تھا۔ کیا ہوتا اگر پاکیزہ بیگم سچ میں اس سے پوچھنے بیٹھ جاتی۔ اس نے تو کال ہی کاٹ دینی تھی۔ کتنا عجیب تھا یہ سب! دفعہ ہو جاؤ یہاں سے! عدیل شاہ کو گھور کر کہتے پاکیزہ بیگم نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔ جو تھوڑا بہت رحم ان کے دل میں آ رہا تھا وہ اس چلتی کال کو دیکھ کر ختم ہو گیا تھا۔ مطلب کوئی پرائیویسی ہی نہیں تھی۔ عدیل سے انہیں یہ اُمید نہیں تھی۔۔ میری بیوی ہے ماما یہ! ساری باتیں سن بھی لی تو کیا فرق پڑتا ہے؟ آپ بھی تو بابا اور دادی کی باتیں کان لگا کر سنتی تھی!! بیڈ سے کھڑے ہوتے سنجیدگی سے کہتے آخر میں اس نے شرارت سے انہیں ان کا وقت یاد دلوایا۔ وہ بچا تھا مگر بے عقل نہیں تھا۔ تمہاری

دادی میرے خلاف تمہارے ابو کو پٹیاں پڑھاتی تھی اسی لیے مجبوراً مجھے سننا پڑتا تھا تاکہ بعد میں لڑائی نا ہو! اب چلے جاؤ یہاں سے اس سے پہلے میں تمھیں دو لگا دوں۔ اسے مسلسل گھورتے ہوئے انہوں نے پاکستان کا انٹرنیشنل مسئلہ بیان کیا۔ ہر بہو کو اپنی ساس سے یہ شکایت ضروری ہوتی تھی جو انہیں بھی تھی۔۔ توبہ میری دادی بیچاری اتنی اچھی تھی۔ آپ خوامخواہ شک۔۔۔۔ اچھا جا رہا ہوں! دھیما سا مسکراتے وہ بات مکمل کرتا کہ پاکیزہ بیگم کو جھک کر بیڈ کے پاس پڑی اپنی چپل اٹھاتے دیکھ وہ فوراً ہی کہتے کمرے سے نو دو گیارہ ہوا۔ ورنہ پاکیزہ بیگم نے اسے اس کی دادی کے پاس ہی پہنچا دینا تھا۔ جو اس وقت اللہ کو پیاری ہوئی پڑی تھیں!! پیچھے پاکیزہ بیگم نے چپل واپس سے نیچے رکھتے نفی میں سر ہلایا۔ وہ نجانے کیوں عدیل شاہ کے وہ تھوڑے بہت ٹپکے آنسوں بھی بھول نہیں پا رہی تھی۔ وہ رائنا کی خاطر پہلی مرتبہ ان سے منت کرتے رو دیا تھا۔ جنہیں عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔۔ ایک آخری نظر دروازے پر ڈالتے وہ سر جھٹکتے سونے کے لیے لیٹی! بعد کے فیصلے وہ بعد پر چھوڑ گئی تھیں۔۔

قسط نمبر 1/85

یہ تقریباً صبح کے گیارہ بجے کا وقت تھا جب ہر طرف معمول کی چہل پہل تھی۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف اپنی اپنی زندگیوں میں مگن تھے! ایسے میں راحیل خان کی گاڑی کوٹھے کے باہر آتے رکی۔ وہ آج تقریباً دو ہفتوں بعد یہاں پر چکر لگا رہا تھا۔ راحیل خان اس وقت جینز شرٹ میں ملبوس سنجیدگی سے اپنی گاڑی سے باہر نکلا۔ آنکھوں پر سیاہ رنگ کے گلاسز وہ ہمیشہ کی طرح ہی غضب ڈھا رہا تھا۔۔ آج وہ آفس بھی نہیں گیا تھا۔ پچھلے دو دن سے اس کی چھٹیاں ہی چل رہی تھیں۔ کیا کرتا وہ آفس جا کر؟ اسے تو آفس میں ویرانی اتنی محسوس ہوتی تھی کہ اس کا دل کرتا بس بھاگ جائے وہاں سے کہیں! اسی لیے آبان خان کی لاکھ گالیاں کھانے کے باوجود بھی وہ آفس نہیں گیا تھا۔ اس کا جیسے اچانک ہی آفس سے دل اچاٹ ہو گیا تھا۔ اب پتہ نہیں وجہ کیا تھی؟؟ ایک گہری سانس بھرتے راحیل خان سر جھٹکتے کوٹھے کے اندر داخل ہوا۔ اس کا یہاں آنے کا بھی دل نہیں تھا۔ مگر جب

تک اس نے مہر ماہ کو یہاں سے نکلوا نہیں لینا تھا تب تک اسے لازمی یہاں چکر لگا کر اس عورت کی خبر ضرور لینی ہوتی تھی۔ وہ مہر ماہ کو ایسے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ اگر وہ نا آتا تو مہر ماہ خود بھی ناراض ہو جاتی۔ بس اس لیے اسے ہر دو تین ہفتوں بعد یہ ڈیوٹی لازمی سرانجام دینی پڑتی تھی۔۔ اندر کی طرف جاتے راحیل خان سیدھا ہی اوپر سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ وہ اب نیچے کھڑا نہیں ہوتا تھا۔ دوسروں کو چڑانا اس نے چھوڑ دیا تھا۔ اسے فرق ہی نہیں پڑتا تھا کوئی کچھ بھی سوچے!! اوپر کی طرف جاتے راحیل خان نے اِرد گرد دیکھا۔ وہ اسی کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ لیکن تعجب کی بات تھی کہ آج کمرے کا دروازہ بند تھا۔ باہر اس وقت کوئی بھی موجود نہیں تھا۔ اوپر موجود تمام کمرے بند تھے! معمول سے ہٹ کر نیچے رقص بھی نہیں ہو رہا تھا۔ راحیل خان نے سر جھٹکتے مہر ماہ کے کمرے کی طرف قدم بڑھائے!

اس کی بلا سے کچھ بھی ہو جاتا وہ یہاں کے بارے میں کیوں سوچتا؟؟ اسے تو بس مہر ماہ سے غرض تھی۔۔ ایک گہری سانس بھرتے راحیل خان نے کمرے کے پاس جاتے اسے کھولنا چاہا۔ کمرہ شاید اندر سے لاک تھا۔۔ تعجب سے دروازے کو دیکھتے

اس نے دروازہ ناک کیا۔ وہ اپنی آنکھوں سے گلاسز اُتارے سنجیدگی سے کھڑا دروازہ کھلنے کے انتظار میں تھا۔ وہ بس یہاں کچھ دیر کے لیے ہی آیا تھا۔ اس کے بعد اسے ایک بہت ضروری کام پر جانا تھا۔۔ ایک مرتبہ ناک کرنے پر اندر سے کوئی جواب نہ پاتے راحیل خان نے دوبارہ سے دروازہ ناک کیا۔ اس کے دماغ میں بس مہر ماہ کا خیال تھا۔ وہ یہ نہیں سوچ رہا تھا کہ یہ کوٹھا تھا۔ اندر کوئی اور بھی ہو سکتا تھا۔ دوبارہ سے کوئی جواب نہ آئے اس نے ایک مرتبہ پھر زور سے دروازہ ناک کیا۔ کیا پتہ مہر ماہ سو رہی ہو۔ وہ حد سے زیادہ پازیٹیو سوچ رہا تھا۔ تقریباً پانچ منٹ کے بعد اندر سے کلک کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا۔ دروازے سے ایک لمبا چوڑا انسان نمودار ہوا تھا۔ جو دیکھنے سے ہی کوئی عیاش قسم کا لفنگا معلوم ہوتا تھا۔ وہ صرف جینز میں ملبوس ٹی شرٹ کو ہاتھوں میں تھامے ہوئے تھا۔ راحیل خان کی طرف معنی خیزی سے دیکھتے وہ اپنے ہونٹوں پر انگوٹھا رب کرتے مسکراتے ہوئے آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ شاید اس کا وقت پورا ہو گیا تھا۔ راحیل خان جو پہلے سے سنجیدہ تھا اس کا چہرہ بلکل سپاٹ ہو چکا تھا۔ دور دور تک جو چیز اس نے ایکسپکٹ نہیں کی تھی

وہ یہی تھی۔۔راحیل تم! مہر ماہ اپنی حالت درست کرتے دروازے تک آئی۔وہ اسے دیکھ کر تھوڑی گھبراہٹ میں ضرور گئی تھی۔حالانکہ وہ جانتی تھی کہ مقابل کو اس کے کام کہ بہت اچھے سے علم ہے! لیکن پھر بھی اب حالات اور معاملات پہلے جیسے نہیں رہے تھے! یہ اسے شادی کی آس دلائے ہوئے تھا۔اسے خود کو اس وقت بہت عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔لیکن وہ بھی کیا ہی کرتی؟ دن میں ایک لازمی گاہک نبٹانا اس کی مجبوری تھی! پتہ نہیں راحیل اس وقت کیوں آیا تھا۔راحیل خان نے سنجیدہ سپاٹ نظروں سے اسے دیکھا۔اسے برا نہیں لگتا تھا کیونکہ وہ ہر طرح کی حقیقت سے واقف تھا۔سب کچھ جانتے بوجھتے اس نے خود ہی یہ فیصلہ کیا تھا۔کبھی کبھی وہ اس بارے میں سوچتا بھی تھا۔لیکن پھر وہ خود کو دیکھتا تھا۔وہ خود بھی تو کوئی دودھ کا دھلا نہیں تھا۔اب نا سہی پچھلے پانچ سال اس کے انہی سب میں گزرے تھے! وہ مہر ماہ کو ہی ڈیزرو کرتا تھا۔راحیل وہ میں۔۔مہر ماہ نے اس کے چہرے کی سنجیدگی دیکھتے اپنی صفائی میں کچھ بولنا چاہا۔لیکن مقابل ہاتھ اٹھا کے اسے روک گیا تھا۔چلتا ہوں۔شاید تم کچھ زیادہ ہی بزی تھی۔پرائیویسی خراب کر دی تمہاری اس

کے لیے معذرت! خدا حافظ!! واپس سے گلاسز اپنی آنکھوں پر لگا کر کہتے راحیل خان نے دو قدم پیچھے کو لیے! اس کا دل یہاں سے بھی اُچاٹ ہو گیا تھا۔ نجانے اسے کیا ہوتا جا رہا تھا۔ راحیل میری بات سنو! کیا تمہیں نہیں پتہ کہ یہ میرا کام ہے؟ مہر ماہ نے بروقت ہی آگے کو ہوتے اس کے بازو کو تھاما۔ اتنے دنوں بعد مقابل آ ہی گیا تھا تو وہ اسے جانے نہیں دے سکتی تھی۔ یہ سب کچھ اس کے خود کے لیے بھی بہت عجیب اور شرمندگی سے بھرپور تھا۔ ہاں تو کرو کام۔ تمھیں منع کس نے کیا ہے؟ بس میرا دل نہیں مان رہا اب! تمہیں کچھ نہیں کہہ رہا میں۔ پھر کبھی آ جاؤں گا۔ اسے پریشان ہوتے راحیل خان نے زبردستی ہلکا سا مسکراتے ہلکے پھلکے سے انداز میں کہتے اسے ریلکس کرنا چاہا۔ اس کا ایسا ارادہ نہیں تھا کہ مقابل کو شرمندہ کر دے! بس وہ اپنے دل سے آج کل بہت تنگ تھا۔ جو اس کی ہر چیز میں سیکنڈ کے اندر دلچسپی ختم کر دیتا تھا۔۔ نہیں تم میری بات سنو اندر چلو پلیز۔۔ ضدی سے انداز میں کہتے مہر ماہ نے اسے اپنے ساتھ ہی اندر کی طرف کھینچا۔ وہ اسے اس کا وعدہ بھی یاد دلانا چاہتی تھی۔ اور بھی بہت سی باتیں تھی جو اسے کرنی تھی! اسے

زیادہ ہی انسسٹ کرتے دیکھ راحیل خان مجبوراً حامی بھرتے اس کے ساتھ ہی اندر کمرے میں داخل ہوا۔ چار و ناچار اب اسے کچھ لمحے یہاں پر بتانے ہی تھے! چاہے وہ مجبوراً گزارتا یا پھر خوشی سے!

اندر داخل ہو کر اس کا بازو چھوڑتے مہر ماہ نے دروازے کو لاک کیا۔ موڈ کیوں آف ہے تمہارا آج؟ اس کی طرف مڑ کر اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے مہر ماہ نے اس کے چہرے کو دیکھتے اندازاً استفسار کیا۔۔ اپنے کام سے کام رکھا کرو۔ میرے موڈ سے تمھیں کوئی غرض نہیں! بیڈ پر بیٹھتے اسی سنجیدگی کے ساتھ جواب آیا۔ وہ شاید اس سے خفا نظر آ رہا تھا۔ لیکن وہ دل کی بات کو خفگی کے زیرِ اثر کور کر گیا تھا۔ راحیل تم سب کچھ جانتے ہو۔ اب شکوہ نہیں کر سکتے تم! اگر اتنا ہی تمہیں برا لگ رہا ہے تو نکلوا لو جلدی ہی مجھے یہاں سے! سب کچھ میں نے تو تمہارے اوپر چھوڑا ہوا ہے! تمہاری مرضی ہے اب! سنجیدگی سے کہتے مہر ماہ نے اس کی طرف اپنے قدم بڑھائے! وہ اسی کے ساتھ جاتے بیڈ پر بیٹھ چکی تھی۔ اس کی نظر میں مقابل اب اوور ریاکٹ کر رہا تھا۔ کیونکہ اسے لگ رہا تھا وہ برا مان گیا ہے! جبکہ ایسا کچھ نہیں

تھا۔ راحیل خان کا موڈ ہی آج کل ایسا رہتا تھا۔ ایک تو تم عورتیں مجھے کسی کھاتے میں کیوں نہیں لیتی ہو؟ جسے دیکھو اپنا غصّہ اُتارنے بیٹھ جاتی ہے! کیا میں نے تمہیں کہا ہے کہ مجھے برا لگا؟ نہیں نہ؟؟ پھر کیوں بھڑک رہی ہو تم میرے اوپر! یہ سیدھا سیدھا مقابل کے لہجے پر چوٹ کی گئی تھی۔ اسے نجانے کیوں اس کے لہجے پر مدحا یاد آئی تھی۔ اس دن جب وہ اسے گھر چھوڑنے گیا تھا تب شروع میں اس کا یہی گستاخ لہجہ تھا۔ تبھی وہ یہ بات کر رہا تھا۔ مدحا تو کبھی اسے عزت دینے کو تیار ہی نہیں ہوتی تھی۔ ایسا اسے لگتا تھا۔ میں نہیں بھڑکی تم کسی اور کا غصّہ یہاں آکر مجھ پر نکال رہے ہو! وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھتے شکوہ سا کر رہی تھی۔ مقابل کا یہ موڈ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ وہ اسے آج معمول سے ہٹ کر لگ رہا تھا۔ تم مجھے اب ایموشنلی بلیک میل کر رہی ہو؟ اس کی آنکھوں کی نمی دیکھتے راحیل خان نے تھوڑا نرم ہوتے استفسار کیا۔ وہ اپنے چکروں میں اسے ہرٹ کر رہا تھا۔ جو وہ بلکل نہیں چاہتا تھا۔۔۔ تمہارے پاس ایموشنز ہیں بھی سہی؟ بدتمیز انسان۔ سامنے سے تکیہ اٹھا کر اس کے کندھے پر مارتے وہ اسے نرم ہوتے دیکھ خود بھی تھوڑا ریلکس ہو گئی تھی۔ مقابل کی

ایک اچھی عادت تھی کہ وہ بات کو جلد ہی رفع دفع کرتا تھا۔ایسا وہ سوچتی تھی۔
حقیقت اس کے برعکس تھی۔تم اب مجھے مار رہی ہو بیوقوف عورت! تکیے کو پکڑتے وہ اسے گھورنے بیٹھ گیا تھا۔وہ دونوں ایک دوسرے کو گھور رہے تھے!! تم نہیں بول رہی کچھ تو میں چلا بائے! ایک آخری گھوری اس پر ڈالتے راحیل خان بیڈ سے کھڑا ہوا۔اسے بہانہ مل گیا تھا یہاں سے نکلنے کا۔راحیل کیا مسئلہ ہے تمھیں؟ تم یہاں مجھے اس طرح تنگ کرنے آتے ہو کیا؟ جھنجھلاہٹ سے کہتے وہ واپس سے اسے بیڈ پر بٹھا چکی تھی۔"اچھا سوری! ایک گہری سانس بھر کر صلح جو انداز میں کہتے راحیل خان نے اپنا موڈ ٹھیک کیا۔وہ مقابل کو بھی تنگ کر رہا تھا۔۔"راحیل مہینہ ختم ہونے والا ہے! اور تمہارے مجھے کوئی آثار نظر نہیں آرہے! کیا تم اپنی زبان پر قائم ہو؟ آگے کو ہو کر اس کا ہاتھ پکڑتے مہر ماہ نے کچھ جھجھکتے ہوئے اس پر سوال داغا۔اسے پتہ نہیں کیوں عجیب سے وسوسے آرہے تھے! پتہ نہیں مقابل کیسے مینیج کرتا۔۔راحیل خان نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔کیا مقابل کو اس پر اعتبار نہیں تھا؟تف تھی اس لڑکی پر!!! اگر تم نے مجھ پر بھروسہ رکھا ہے تو پوری

طرح رکھو! میں مرد ہو کر بھی اپنی زبان سے مکر جاؤں تو لعنت ہو پھر مجھ پر! تمہیں میں یہاں سے ضرور نکال دوں گا بیفکر رہو۔ بس تھوڑا وقت درکار ہے مجھے! جتنا ہم سمجھ رہے تھے معاملہ اتنا آسان نہیں ہے!! مجھے پہلے یہاں کے سارے معاملات سمجھ لینے دو!! اس سے اپنا ہاتھ چھڑواتے راحیل خان نے اسے نرمی سے حقیقت سے آگاہ کیا۔ البتہ ہاتھ اس نے غیر ارادی طور پر چھڑوا کر پیچھے کر لیا تھا۔۔ تم نے ایک مہینے کا وقت مانگا تھا راحیل۔ ترس ترس کے گزارے ہیں یہ دن میں نے! اب مزید تمھیں کتنا وقت چاہیے؟ بہتر تھا کہ تم مجھے امید ہی نہیں دلاتے! وہ آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھتے بلکل نااُمید ہو چکی تھی۔ کتنا انتظار تھا اسے کہ اب سے پانچ دن بعد وہ یہاں سے آزاد ہو جائے گی۔ لیکن یہاں تو راحیل صاحب کے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے تھے! وہ اسے سمجھ نہیں پا رہی تھی۔۔ راحیل خان نے اس کی بات پر ہونٹ بھینچے! مقابل جلد بازی میں اسے سمجھ نہیں رہی تھی۔ آسان تھوڑی تھا ایک کوٹھے سے چوری چھپے کسی کو غائب کروا دینا۔ اور لڑکی بھی وہ جو سب سے زیادہ کوٹھے کی کمائی کا باعث بنے! وہ ہر طرف سے معاملات کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ

اسے گھر میں بھی ابھی بات کرنی تھی۔اسکے گھر میں صرف آبان خان ہی آتا تھا۔ اس نے ابھی تک آبان کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا۔اور اس انسان کے بناوہ یہ کر بھی نہیں سکتا تھا۔ کہیں نہ کہیں اسے ضروری آبان خان کی مدد کی ضرورت پڑنی تھی۔ بہتر تھا وہ پہلے اس سے بات کرتا۔۔میں نے نہیں اللہ نے تمھیں اُمید کی کرن دکھائی ہے ! بہتر ہے اپنے اور میرے لیے دعا کرو نجانے یہاں سے نکل کر بچے گیں بھی کہ نہیں ! پوری گینگ ہے تمہاری اس بڑھیاں کی۔اتنا آسان نہیں ہے سب کچھ ! وہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا اسے سب طریقے سے سمجھانے کی ! ! تم خرید۔۔مطلب پیسے اگر ہیں تو تمہارے پاس دے کر دیکھ لو چندہ کو ! کیا پتہ ہمیں اتنی محنت کرنی ہی نہ پڑے ! اپنی عقل کے مطابق حل پیش کیا گیا۔وہ ہونٹ کاٹتے اسے پھر سے مشورہ دے رہی تھی۔کیا تھا پتہ باتوں باتوں میں۔اس دن یہاں سے نکلا تھا تو پیسے دیتے وقت پوچھا تھا کہ کتنے پیسے لے گی۔صاف انکار کر دیا۔اسے جو

روز

تم سے لاکھوں ملے گیں تو وہ پاگل نہیں ہے جو سونے کی مرغی ایک ہی مرتبہ میں ہلاک کر دے! بہت شاطر عورت ہے یہ بڑھیاں! بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے وہ اس کا یہ مشورہ تو سرے سے ہی مسترد کر گیا تھا۔ وہ سچ کہہ رہا تھا۔ اس نے واقعی میں پتہ کیا تھا۔۔ راحیل پھر پلیز جلدی کرنا۔ مجھ سے اب اور نہیں رہا جاتا۔ جب سے مجھے ایک اُمید کی کرن ملی ہے تب سے تم سوچ نہیں سکتے کہ میں کتنی خوش ہوں۔ مجھے جیسے اب کھل کر سانس آنے لگی ہے! تم کبھی اپنی بات سے مت مکرنا پلیز!! تھوڑا آگے کو سرک کر واپس سے اس کا ہاتھ تھامتے وہ آنکھوں میں ڈھیروں نمی لیے منت سی کر رہی تھی۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے مقابل کی نیت پر شک ہے! بلکہ اسے اپنی قسمت پر یقین نہیں تھا۔ جتنا کچھ اس کے ساتھ ہوا تھا وہ ناامیدی اور ناشکری کی انتہا پر تھی۔۔ "نہیں مکرتا۔ اور اب تمھیں کوئی ایگزیکٹ ٹائم بھی نہیں دے رہا میں! آج ہی جا کر آبان سے بات کرتا ہوں اور پھر جتنی جلدی ہو سکا تم اس کوٹھے سے باہر!! اس کا گال تھپکتے وہ کچھ لمحے کے لیے خاموش ہوا۔ تمہارے نکاح میں! مہر ماہ فوراً ہی بات مکمل کر گئی تھی۔

ایک خواب اس نے اس حسین شہزادے کا بھی دیکھا تھا۔سب سے حسین خواب !

راحیل خان کا دل بوجھل سا ہوا۔اس کا دھیان اب اس طرف گیا تھا کہ اس نے تو آبان سے نکاح کی بات بھی کرنی تھی۔کیا وہ مان جاتا؟؟کیا ہوا؟اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی غائب ہوتے دیکھ مہرماہ نے کسی خدشے کے تحت پوچھا۔وہ کچھ اور سوچ رہی تھی۔ہاں میرے نکاح میں ! چاہے کوئی بھی خلاف ہو جائے ! آبان یا پھر میرے گھر والے ! تم سے کیا وعدہ ضرور نبھاؤں گا میں ! انشاءاللہ ! ! ایک عزم کے ساتھ کہتے راحیل خان نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی ! ایک ڈر سا اس کے دل میں بیٹھ گیا تھا کہ کہیں آبان اسے چھوڑ نا دے ! وہ آبان خان کی فطرت سے بہت اچھے سے واقف تھا۔آبان کیا ان کے گھر کا کوئی بھی فرد کبھی مہرماہ کو قبول نہ کرتا وہ جانتا تھا۔وہ خود ایسا تھا تو کیا ہوا۔اس کے گھر والے خاصے عزت دار لوگ تھے ! یقیناً بہت جلد ایک بہت بڑا طوفان آنے والا تھا۔۔ہمم ! اللہ کرے وہ دن جلدی آئے ! ایک گہری سانس بھری گئی ! سنجیدگی سے کہتے مہرماہ نے بیڈ پر لیٹنے کے انداز میں پاؤں سیدھے کیے ! وہ کافی تھکی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔۔ہاں سچ یہ تو

میں بھول ہی گیا۔اپنے سر پر ہلکا سا ہاتھ مار کر کہتے راحیل خان نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے ایک چھوٹا سا موبائل نکالا۔وہ ساتھ اپنا فون بھی نکال چلا تھا۔۔یہ لو!! چھوٹے بٹنوں والے موبائل کو مہر ماہ کے سامنے کرتے وہ یہ اسے تھما رہا تھا۔ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ اسے یہاں یہ موبائل ہی دینے آیا تھا۔۔موبائل کو تھام کر آگے پیچھے سے اسے دیکھتے نا سمجھی سے پوچھا گیا۔سانپ والی گیم کھیل لینا اس لیے!! آنکھیں گھماتے سنجیدگی سے جواب آیا تھا۔اسے لگتا تھا مہر ماہ سمجھ جائے گی! لیکن مقابل بیوقوف تھی۔تم ہی کھیل لینا۔میں جب چھوٹی تھی تب چندہ کے ایسے موبائل میں کھیلتی تھی۔ایک بات ہے مطلب کے تحت ہی سہی اس عورت نے میرے نخرے بھی بہت اٹھائے ہیں!! واپس سے موبائل اس کی طرف پھینکتے وہ اس کا طنز سمجھ نہیں پائی تھی۔ تبھی اپنی ہانک رہی تھی۔بیوقوف لڑکی رکھو اسے۔ ضرورت پڑے گی۔جس دن میں نے آنا ہو گا اس سے ایک دن پہلے کال کر کے تمھیں جو کہوں وہ کر دینا۔

واپس سے موبائل اسے دیتے وہ اسے اب سنجیدگی اس ہدایت دے رہا تھا۔اس نے شاید کچھ سوچا ہوا تھا۔۔مہر ماہ نے موبائل پکڑتے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔یہ اس کے لیے تھوڑا مشکل تھا۔کوئی بھی اگر موبائل دیکھ لیتی تو بہت بڑی مصیبت آجانی تھی۔اسے بہت سنبھال کے سب کی نظروں سے دور اس موبائل کو حفاظت سے رکھنا تھا۔ورنہ وہ پھنس بھی سکتی تھی۔یہاں انہیں موبائل رکھنے کی اجازت نہیں تھی اس لیے!!شکر ہے!ایک گہری سانس بھرتے راحیل خان نے واپسی سے ٹیک لگاتے اپنا موبائل نکالا۔وہ بور ہو رہا تھا تبھی اب موبائل دیکھنے لگا تھا۔مہر ماہ نے اسے دیکھتے دانت پیسے!آج اسے ہوا کیا تھا جو اس طرح بیہیو کر رہا تھا۔مقابل کا رویہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ابھی بھی وہ سنجیدگی سے اپنے موبائل میں مصروف اسے اگنور کر رہا تھا۔دکھانا ذرا کیا دیکھ رہے ہو؟تھوڑا آگے کو ہوتے مہر ماہ نے بے تکلفی سے ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ سے موبائل جھپٹا۔وہ اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی۔تبھی اس سے موبائل لیتے اس کیلیپ پر سر رکھتے وہ لیٹ بھی چکی تھی۔راحیل خان نے سنگین نظروں سے اسے دیکھا۔سخت زہر لگی

تھی اسے مقابل کی یہ حرکت! وہ مانگ سکتی تھی موبائل ہاتھ سے چھیننے کی کیا ضرورت تھی۔ اسے یہی برا لگ رہا تھا۔ اوپر سے اب وہ اس کی لیپ پر سر رکھے موبائل چھانٹنے لگی تھی۔ وہ بھول رہا تھا کہ اسے اتنا بے تکلف بھی اس نے خود ہی کیا تھا۔ ورنہ اسے برا کبھی نا لگتا۔ کتنی لڑکیوں کی ویڈیوز دیکھتے ہو تم راحیل!! سکرول کرتے مہر ماہ نے نظریں اوپر کرتے راحیل خان نے چہرے کی طرف دیکھتے پوچھا۔ وہ اس کے چہرے پر موجود نامعلوم سنجیدگی دیکھ ہی نہیں پائی تھی۔۔ ٹک ٹاک دیکھ رہی ہو تم! یہاں کوئی میری کچھ نہیں لگتی! مانا میں خوبصورت ہوں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ساتھ دل پھینک بھی بن جاؤں جو اتنی ساری لڑکیوں کی ویڈیوز رکھوں گا۔۔ ہاتھ آگے بڑھا کر ٹک ٹاک کو بیک کرتے وہ سنجیدگی میں بھی اپنی خوبصورتی کا فلیکس مارنا بلکل نہیں بھولا تھا۔ وہ خود کو ہر طرح سے نارمل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن وہ بھی کیا ہی کرتا۔ اس کا استقبال اتنے اچھے سے ہوا تھا کہ اس کا موڈ چاہ کر بھی نارمل نہیں ہو رہا تھا۔۔ خوش فہمیاں بہت ہیں تمھیں! تم کتنے بھی قیامت ڈھالو مہر ماہ کے آگے تمہاری خوبصورتی پھر بھی ماند پڑ جاتی ہے!!

موبائل پر نظریں جمائے وہ شرارت سے اسے تنگ کر رہی تھی۔البتہ دل میں وہ اس سے متفق تھی۔"منہ دھو کر آؤ پھر بات کرنا۔میری نیچرل بیوٹی ہے!تم نے تو چہرے پر کلو کا میک اپ لگایا ہوا ہے!ہنہہ آئی بڑی!"راحیل خان شاید اس کی بات دل پر لے گیا تھا۔تبھی کچھ زیادہ ہی صاف گوئی سے کام لیتے اس نے مقابل کی زیادہ ہی کر دی تھی۔۔مقابل اس کی خوبصورتی پر بات کیسے کر سکتی تھی۔وہ دانت پیستے سچائی اُگل گیا تھا۔۔مہر ماہ نے اس کی طرف دیکھتے اپنے ہونٹ بھینچے!واقعی منہ پھٹ تھا یہ انسان۔اس میں کسی سے بات کرنے کی تمیز تھی ہی نہیں!!خاموشی سے ایک نظر اسے گھورتے مہر ماہ واپس سے موبائل کی طرف متوجہ ہوئی۔وہ اس سے اس معاملے میں بحث نہیں کر سکتی تھی۔کیونکہ یہ شخص اپنے بے پناہ حسن سے انجان نہیں تھا۔وہ جانتا تھا کہ وہ جہاں بھی جاتا ہے لڑکیاں کیا لڑکے بھی مڑ مڑ کر خدا کی اس لاجواب تخلیق کو دیکھنے پر مجبور ہو جاتے تھے!!وہ اس کے موبائل پر واٹسپ پر جاتے واپس آچکی تھی۔واٹسپ لاک تھی اور ابھی وہ اس سے کچھ بولنا نہیں چاہتی تھی۔انگوٹھے کے پور

کو گیلری کی طرف سرکاتے مہرماہ نے اسے اوپن کیا۔ وہ بس ایسے ہی شوق شوق میں اس کا موبائل چھانٹ رہی تھی۔۔ راحیل خان خود بھی اپنا سر پیچھے ٹکائے چھت پر نظریں جمائے نجانے کہاں گم تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں مصروف نظر آرہا تھا۔ اس کے موبائل میں ایسا کچھ نہیں تھا جو اسے مہرماہ کو روکنا پڑتا۔ راحیل یہ کون ہے؟؟ موبائل میں سے ایک تصویر نکالے وہ موبائل کو اس کی آنکھوں کے سامنے کیے اس سے سوال گو تھی۔ پوری گیلری میں بس کام کی ہی چیزیں پڑی تھی۔ کسی کی تصویر تو دور کوئی ویڈیو بھی نہیں تھا۔ سوائے ایک تصویر کے! نجانے وہ کس کی تھی۔۔ راحیل خان نے اس کی طرف متوجہ ہوتے تصویر کو دیکھتے اپنے ہونٹ بھینچے گولائی کی صورت میں باہر نکالے! وہ اسے ڈیل کرنا بھول گیا تھا۔ یہ مدحا نسیم کی تصویر تھی۔ جو وہ ضیغم کو دکھانے کے بعد شاید ڈیلیٹ کرنا بھول گیا تھا اور اب مقابل کے ہاتھ لگ گئی تھی۔۔ کہیں یہ تمہاری بہن تو نہیں! کیا نام تھا اس کا؟ اپنے دماغ کے تانے

بانے بنتے وہ اندازہ لگاتے آخر میں زار اخان کا نام سوچنے بیٹھ گئی تھی۔ "استغفرُاللہ! میری اس پوری دنیا میں ایک ہی بہن ہے اور وہ ہے زار اخان۔ یہ لڑکی کم از کم کبھی میری بہن نہیں ہو سکتی!! شرم کرو تم کچھ! بے ساختہ ہی دانت کچکچاتے راحیل خان نے فوراً اس کی تصیح کی۔ پھر کون ہے؟ ابرو اچکاتے سنجیدگی سے دوبارہ پوچھا گیا۔ اگر بہن نہیں تھی تو کسی اور کی تصویر وہ اپنے موبائل میں کیوں رکھے ہوئے تھا۔

مدحا ہے! پیاری ہے نہ؟ معصوم بھی ہے بہت!! مسکرا کر تصویر کی طرف دیکھتے وہ صاف گوئی سے اسے بتا گیا تھا۔ جب اس نے کچھ غلط کیا ہی نہیں تھا تو وہ کیوں ڈرتا؟ وہ بے خوفی سے اسے بتا گیا تھا۔۔ مہر ماہ کے چہرے پر اچانک ہی ایک رنگ آتے گزرا۔ وہ جو کب سے اس کی بیزاری نوٹ کر رہی تھی مقابل تصویر کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ اوپر سے اسی سے پوچھ بھی رہا تھا کہ پیاری ہے یا نہیں!! کہیں سے بھی پیاری نہیں ہے! شکل دیکھو اس کی۔ ایک تو تم لڑکے بہت دل پھینک ہوتے ہو! ناک دیکھو اس کا جیسے چہرے پر نظر ہی نہ آ رہا ہو۔ گرے آنکھیں تو بہ کتنا برا کلر

ہے ! مجھے اسے دیکھ کر ہی الٹی آ رہی ہے ! ڈیلیٹ کرو اسے ! ! اپنے منہ کے نہایت برے زاویے بناتے وہ مدحا کی ذات پر تبصرے کر رہی تھی۔ وہ پیاری ہوتی یا بری ! اسے زہر ہی لگنی تھی۔ جھٹکے سے وہ اس تصویر کو ڈیلیٹ بھی کر چکی تھی۔ " جاہل لڑکی ڈیلیٹ کیوں کی ہے ! اس کے ہاتھ سے موبائل جھپٹتے وہ جیسے حقیقتاً سنجیدہ ہو چکا تھا۔ اس کی آواز تھوڑی اونچی ہو گئی تھی جو کہ بے ساختہ تھی۔ اس نے تو ٹریش کا آپشن بھی آف کیا ہوا تھا۔ بیک اپ سب کچھ آف تھا۔ تصویر اب تو ڈیلیٹ ہو چکی تھی۔۔ مہر ماہ نے سراسیمگی سے کیفیت میں اسے دیکھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ مقابل اتنا غصّہ کر جائے گا۔ اس نے تو بس جلتے بھنتے ڈیلیٹ کر دی تھی۔ ایک تصویر پر اتنا غصّہ اسے کچھ اور ہی سمجھا رہا تھا۔۔ موبائل کو بند کر کے صوفے پر رکھتے راحیل خان نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ایک گہری سانس بھری ! یہ سچ میں بے ساختہ تھا۔ اس کا مہر ماہ پر چیخنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔۔ میں نے ضیغم کو دکھانی تھی یہ تصویر ! اس لیے ڈیلیٹ کرنے پر نکل گیا منہ سے ! یہ ضیغم کی بہن ہے اور اب تو آفس بھی چھوڑ چکی ہے ! بس یہی وجہ تھی۔ سوری ! اس کے بالوں میں ہاتھ

چلاتے دھیمے سے جھوٹی صفائی دی گئی۔ وہ بات کو کور کر رہا تھا۔۔ "اٹھو اور جاؤ یہاں سے اسی کے پاس! اس لڑکی کا بھائی تمہارے پاس ہے راحیل۔ اس کا خود کا ٹکراؤ تم سے ہوا۔ تمہیں لگتا ہے یہ کوئی عام بات ہے؟ اس سے مجھے بن دیکھے نفرت سی ہوتی ہے! کیونکہ یہ تمھیں بدل رہی ہے! تم مجھے ایک دن بھول جاؤ گے راحیل۔ یہ عورت تمہارے ساتھ رہی تو تم ساری دنیا کو بھول جاؤ گے! سیدھے ہو کر بیٹھتے وہ اس کے چہرے کو دیکھتے روتے ہوئے اپنے خدشے بیان کر رہی تھی۔ اسے شروع دن سے مدحا نسیم زہر لگتی تھی۔ کیونکہ وہ اس کی بدولت راحیل میں آتی تبدیلی دیکھ رہی تھی۔ جو اس کے خود کے ساتھ اس انسان میں قطعی بھی نہیں آئی تھی۔۔ فار گاڈ سیک! بکواس مت کرنا کوئی بھی! کیوں تمھیں نفرت ہوتی ہے اس سے؟ حالانکہ وہ میری زندگی میں کہیں بھی نہیں ہے! آفس پر تمھیں نہیں بلکہ سب کو ہی اعتراض تھا مبارک ہو تم سب کو چھوڑ دیا اس نے آفس! اب اس کا بھائی مجھے ملا تھا تو اس میں میرا یا مدحا کا کوئی قصور نہیں ہے! یہ سارا کچھ اتفاقی طور پر تھا۔۔ اسے چیختے دیکھ وہ سنجیدگی سے اس کی غلط فہمی دور کر رہا تھا۔ مقابل بہت

پوسیسیو تھی۔اتفاق ایسے ہی نہیں ہو جاتے راحیل! قسمت ایک مرتبہ پھر تمھارا دل پلٹ رہی ہے! میں مان لیتی ہوں یہ قدرتی ہو گا لیکن پھر بھی میں خسارے میں جارہی ہوں۔مجھے اس سے رقابت کی بو آتی ہے راحیل! یہ لڑکی ہمارے درمیان ایک دیوار بن کر آئی ہے لکھ لو تم اس بات کو! مجھے اگر کبھی موقع ملا میں ایک قتل اس کا کروں گی۔۔اُنگلی اٹھا کر روتے ہوئے غصے میں وہ جو منہ میں آیا وہی بول رہی تھی۔جلن کی حد تھی یہاں! راحیل خان سنجیدگی سے اسے دیکھتے بیڈ سے کھڑا ہوا۔ وہ ہی پاگل تھا جو یہاں بحث میں پڑ کر اسے سمجھانے بیٹھ گیا تھا۔۔تم کبھی اس سے ملی تو تم اسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکو گی۔قتل تو بہت دور کی بات ہے! کیونکہ آسمان پر خدا اور زمین پر راحیل خان اس کی حفاظت کرنے کے لیے موجود ہیں! بہتر ہیں اپنی یہ جلن قابو میں رکھو! میں تمھارا ہوں، تم سے نکاح بھی کر لوں گا۔یہ فضول کا حسد مت پالو۔ورنہ ہم تینوں اس حسد کی نظر ہو جائے گیں! مائنڈ اٹ! سنجیدگی سے کہتے راحیل خان نے اپنے قدم باہر کی جانب لیے!.اسے وہ نظر نہیں آرہا تھا جو مہر ماہ کو نظر آرہا تھا۔اور مہر ماہ کو ان تینوں کی بربادی نظر آرہی تھی۔کہیں نہ کہیں

مستقبل میں یہ جلن اور رقابت ان سب کے لیے اس حد تک مضر ثابت ہونے والی تھی کہ ان تینوں کو موت کے گھاٹ اتارنے کا ہنر رکھتی تھی۔۔اب جب تک تم مجھے یہاں سے نکلوانا لو تب تک تمھیں یہاں آنے کی بھی ضرورت نہیں ہے! اور اس لڑکی کو بھول جاؤ راحیل۔ یہ سب تمہارا قصور ہے کہ تم اسے ہم دونوں کے بیچ میں لائے ہو۔ یہ لڑکی نہیں کوئی آسیب ہے! اس کی پشت کو دیکھ کر چیختے وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی تھی۔ آخر ضیغم راحیل کو ہی کیوں ملا تھا۔ اسی ایک سوال نے اس کے اندر تہلکہ مچایا ہوا تھا۔ وہ آگ کی بھٹی کی مانند سلگ رہی تھی۔ ایک مدحا نامی لڑکی نے اسے کہاں پہنچا دیا تھا۔۔ تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔ خدا کی قسم کہیں نہیں ہے وہ میری زندگی میں! میں کسی کو بیچ میں نہیں لایا۔ یہ تم ہو جس نے مدحا کو ہوا بنا کر سر پر چڑھایا ہوا ہے!! فضول میں اپنا اور میرا وقت ضائع کر رہی ہو تم! بیوقوف لڑکی کچھ عقل سے کام لو۔ تمہارے لیے یہ کافی ہونا چاہیئے کہ تم گھر کی عورت بننے جا رہی ہو۔ باہر والی باہر والی ہی ہوتی ہے! دروازے میں کھڑے ایک آخری مرتبہ اسے سمجھانے کے لئے کہتے راحیل خان نے سر جھٹکتے اپنے قدم باہر کو

لیے ! یہاں آکر آج اس کا دماغ مزید خراب ہو چکا تھا۔ اسے کچھ دیر سکون چاہیے تھا جو شاید آج کل اس کی زندگی سے غائب ہو چکا تھا۔۔ پیچھے مہر ماہ نے اس کی پشت کو دیکھتے اپنے آنسوں صاف کیے ! وہ پکا اِرادہ کیے ہوئے تھی کہ ایک مرتبہ یہاں سے نکل کر وہ سب سے پہلے راحیل کی زندگی سے اس مدحا نامی عورت کا چیپٹر کلوز کرنے والی تھی۔ وہ راحیل کی بات کو سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔ اسے بس یہ پتہ تھا کہ راحیل خان کا جھکاؤ مدحا کی طرف جا رہا ہے جو اسے

ہی کچھ نہ کچھ کر کے روکنا تھا۔ بڑی باریک بینی سے وہ راحیل خان کے دلی اور ظاہری حالات کو پرکھ گئی تھی۔ ایک دنیا کے لوگ دیکھ رکھے تھے اس نے ! لوگوں کے معاملے میں اس کا تجربہ بولتا تھا۔۔ خدا نہ کرے تم سے کبھی میرا سامنا ہو مدحا۔ اگر راحیل یا اس کا دل میرا نہیں رہا تو بخدا میں اسے تمہارے لیے بھی نہیں چھوڑو گی۔ تم مر جاؤ اللہ کرے ! خدا غرق کرے تمھیں تم نے میری خوشیوں کو آگ لگا دی۔ میں راحیل سے محبت کرتی تھی اسے مجھ سے ہمدردی تھی لیکن تم نے بیچ میں آکر سب کچھ برباد کر دیا۔ ایک منٹ۔۔۔ محض ہمدردی ہی تو تھی۔ وہ تو کسی جانور

سے بھی ہو سکتی ہے! وہ تو کسی دشمن سے بھی ہو سکتی ہے! تمہیں مجھ سے محبت ہونی چاہیے تھی راحیل۔ خدا کرے اشنا بھی مر جائے جس نے تمھیں کسی کے لائق نہیں چھوڑا۔ تمہاری زندگی میں آنے والی ہر عورت مر جائے!! اپنے چہرے کو ہاتھوں میں چھپائے وہ سوچوں میں مدحا نسیم سے مخاطب ہوتے روتے ہوئے مارے غصے اور جلن کے بد دعائوں پر اُتر آئی تھی۔ وہ آج سب کو بیچ میں گھسیٹ رہی تھی۔ اشنا شاہ جس کا کوئی قصور بھی نہیں تھا وہ اسے بھی اپنی بد دعا کے زیرِ اثر رکھے ہوئے تھی۔ حالانکہ وہ معصوم تو راحیل کی محبت سے واقف بھی نہیں تھی۔ یہ راحیل ہی تھا جو ہر جگہ چرچہ کیے پھرتا تھا۔ خدا جانے ان چاروں کی کہانی کس موڑ پر جانے والی تھی۔۔

یہ تقریباً صبح کا وقت تھا جب معاذ شاہ اپنی مخصوص جگہ یونیورسٹی میں موجود اپنے آفس میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بس لیکچر لینے جانے کے لیے اٹھ ہی رہا تھا۔ معاذ شاہ اس وقت گرے کلر کے پینٹ کوٹ میں ملبوس بالوں کو خلاف توقع آج بنا جیل کے

سیٹ کیا گیا تھا۔اس کے سلکی میسی سے بال بہت زیادہ اچھے لگ رہے تھے ! یقیناً اگر اسے اندازہ ہو جاتا کہ وہ اس طرح کے بالوں میں مزید دلکش دکھتا ہے تو وہ کبھی جیل لگاتا ہی نہیں ! ! اپنا موبائل اور پین اٹھاتے معاذ شاہ نے اپنے قدم آفس سے باہر کو سنجیدگی سے دروازہ کھولتے اس کے قدموں کا رخ کلاس کی جانب تھا۔ پچھلے کچھ دنوں سے اس کی زارا خان سے بس ایسی ہی ملاقات ہوتی تھی۔ وہ رات میں اسے کال کرتا تھا تو مقابل کال بھی نہیں اٹھاتی تھی۔ شاید وہ اس سے بہت شدید والا ناراض ہو چکی تھی۔۔اس دن کے بعد اس کا خود کا غصّہ تو ٹھنڈا ہو گیا تھا لیکن اس نے زارا خان کو بری طرح خود سے بدزن اور ناراض کر دیا تھا۔ایسا وہ سوچتا تھا۔ لیے ! یہ ساڑھے بارہ کا وقت تھا۔اس کے لیکچر کا ٹائم آگے کر دیا گیا تھا۔اور تو اور اب وہ صرف تین دن زارا خان کی کلاس میں لیکچر لیتا تھا۔ باقی تین دن کوئی اور سبجیکٹ تھے ! اس معاملے میں وہ خود یونیورسٹی کی انتظامیہ کے حکم کا پابند تھا۔ یہاں وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ ناچاہتے ہوئے بھی اس نے حامی بھر ہی دی تھی۔۔ آج اور اگلے دو دن تو اسی کے لیکچرز تھے ! وہ اسے دیکھ سکتا تھا۔ سنجیدگی سے دروازہ

کھولتے اس کے قدموں کا رخ کلاس کی جانب تھا۔۔ پچھلے کچھ دنوں سے اس کی زارا خان سے بس ایسی ہی ملاقات ہوتی تھی۔ وہ رات میں اسے کال کرتا تھا تو مقابل کال بھی نہیں اٹھاتی تھی۔ شاید وہ اس سے بہت شدید والا ناراض ہو چکی تھی۔۔ اس دن کے بعد اس کا خود کا غصّہ تو ٹھنڈا ہو گیا تھا لیکن اس نے زارا خان کو بری طرح خود سے بدزن اور ناراض کر دیا تھا۔ ایسا وہ سوچتا تھا۔ معاذ شاہ ابھی کاریڈور میں کچھ قدم ہی چکا تھا کہ سامنے کا منظر دیکھتے بے ساختہ ہی اس کے قدم رکے ! کاریڈور اس وقت بلکل خالی تھا۔ کوئی اکا دکا سٹوڈنٹس تھوڑی تھوڑی دیر بعد گزر کر جا رہے تھے ! ایسے میں زارا خان اپنے بیگ کو کندھے پر لٹکائے ہاتھ میں چپس کا پیکٹ اور کولڈ ڈرنک تھامے شاید اسی کی طرف آ رہی تھی۔ نہیں بلکہ وہ شاید اس کے آفس کی طرف جا رہی تھی۔ معاذ شاہ کچھ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر ہی رکا ہوا سنجیدگی سے اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ اڑسے ہوئے تھا۔ وہ جانتا تھا کہ مقابل آفس میں جائے یا پھر یہاں آئے بات تو وہ اسی سے کرنے آ رہی تھی۔۔ زارا خان جو اپنی ہی مستی میں گم نجانے کس کام کے تحت معاذ شاہ

کے آفس میں جانے جیسا خطرہ مول لیے اس کے آفس کی طرف ہی جا رہی تھی، سامنے ہی اس انسان کو ہاتھ جیبوں میں ڈال کر کھڑے دیکھ اس کے قدم رکے ! وہ معصومیت سے پلکیں جھپکتے معاذ شاہ کو دیکھ رہی تھی جو اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے نظروں سے ہی کھا جائے گا۔ یقیناً وہ کال نا اُٹھانے پر اس پر غصّہ تھا۔۔ زارا خان اس وقت وائٹ کلر کے سادے سے سوٹ پر پنک کلر کا ریشمی دوپٹہ لیے کوئی معصوم سی گڑیا معلوم ہو رہی تھی۔ ایسا لگتا تھا وائٹ کلر یہ دونوں بہن بھائی خاص اپنے لیے بنوا کر لائے ہو۔ رفیق خان کی اولاد خوبصورتی کے معاملے میں سب کو ہرانا جانتی تھی۔ آج پھر زارا خان کے ہونٹ مہرون رنگ سے رنگے قاتلانہ لگ رہے تھے ! ایسا لگتا تھا اسے لپسٹک لگانے کا نیا نیا شوق چڑھا ہو۔ روز ہی وہ مختلف کلر کی لپسٹک لگاتے بجلیاں گرا رہی ہوتی تھی۔۔ ایک گہری سانس بھر کر ایک نظر اپنے دائیں طرف دیکھتے زارا خان نے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے ! جہاں معاذ شاہ کھڑا تھا۔۔ معاذ شاہ بھی کھڑا اسے اپنی طرف آتا ہو دیکھ رہا تھا۔ اس نے زحمت

نہیں کی تھی کہ خود بھی ایک قدم چل کر آگے ہو جائے! مقابل آ رہی تھی تو خود ہی آ جاتی۔ حد تھی اس لڑکے پر!!"السلام وعلیکم معاذ سر! اس کے پاس پہنچتے زارا خان نے چہکتے ہوئے سلام جھاڑا۔ خلافِ توقع وہ آج اس سے بڑی تمیز اور مسکرا کر بات کر رہی تھی۔ معاذ شاہ خود تذبذب کا شکار نظر آ رہا تھا۔ اتنی عزت اسے ہضم نہیں ہو رہی تھی۔۔۔ جانچتی نظروں سے اسے دیکھتے وہ اس کے اپنے پاس آنے کا مقصد جاننا چاہ رہا تھا۔ لیکن افسوس کہ اسے مقابل کی آنکھوں میں سوائے معصومیت کے اور کچھ نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔۔ تم جتنی تیز اور تیکھی ہو میں بہت اچھے سے جانتا ہوں۔ اس لیے یہ اچھا بننے کا ناٹک چھوڑو اور کام بتاؤ۔ سینے پر ہاتھ باندھتے سنجیدگی سے کہتے وہ اس کی مسکراہٹ پل میں غائب کروا گیا تھا۔۔ زارا خان نے دل میں ہزار مرتبہ اس چالاک انسان کو کوسا۔ وہ سوچ رہی تھی کہیں وہ خود کنفیوز نا ہو جائے! دراصل میں یہ ایک ڈیئر تھا جو کہ خاص طور پر اسے عائشہ اور حرا کی طرف سے دیا گیا تھا۔ بوتل میں ڈھیروں لال مرچیں ڈال کر اسے اب معاذ شاہ کو پلانا تھا۔ اس نے خود بھی خوشی خوشی حامی بھری تھی۔ اچھا تھا کہ اس کا خود کا

بدلہ بھی اتر جاتا۔اس دن کے بعد تو ویسے بھی اسے اب موقع چاہیئے تھا۔ایک تو میں آپ سے بات کر رہی ہوں اوپر سے اب آپ ایسے بول رہے ہیں! ٹھیک ہے میں تیز ہوں! اب بات نہیں کرتی آپ سے! تھوک نگل کر بظاہر مضبوط بنتے کندھے اچکاتے وہ آگے کی طرف بڑھی۔کاش کہ ایک مرتبہ یہ انسان اسے روک لیتا۔۔معاذ شاہ نے اس کی بات پر ہلکا سا مسکراتے اسے اپنے پاس سے گزرتے دیکھ بازو سے پکڑا۔وہ بنا اسے دیکھے اسے لیے کسی سنسان جگہ کی ہو رہا تھا تاکہ ان دونوں کو کوئی بھی دیکھ نا سکے! زارا خان نے ہونٹ دانتوں تلے دبائے اپنی مسکراہٹ روکی۔آج پہلی مرتبہ معاذ شاہ کے ساتھ چلتے اسے خوشی ہو رہی تھی کیونکہ اب وہ اپنا ڈیئر پورا کر سکتی تھی۔ہارنا اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔۔کاریڈور کے ایک سائڈ پر عائشہ حرا اور سی آر جو کھڑے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے انہیں غائب ہوتے دیکھ وہ تینوں خود بھی ان دونوں کے پیچھے ہوتے دبے قدموں آگے کی طرف بڑھے!! اوہ تینوں یہ سین کیسے مس کر سکتے تھے بھلا۔تبھی اب آگے کہیں چھپنے کی جگہ ڈھونڈ رہے تھے!! معاذ شاہ زارا خان کو اپنے ہمراہ لیے آگے کی طرف

بڑھتے ایک سائڈ پر ہوا۔ وہ اسے دیوار کے ساتھ لگائے خود اس کے مقابل کھڑا تھا۔ اسے اندازہ تھا کہ اس لڑکی کے دماغ میں کچھ شیطانی چل رہا ہے! اسے زار اخان کی نیت پر ایک فیصد بھی بھروسہ نہیں تھا۔ مگر اب مقابل خود ہی ہاتھ آ رہی تھی تو وہ اس موقعے کو کیسے جانے دے سکتا تھا بھلا؟ زار اخان پلکیں جھپکتے ابھی بھی معصومیت کی انتہا پر تھی۔۔ کیوں آئی ہو میرے پاس؟ وجہ بتاؤ؟ اتنا ظلم کیوں کیا ہے آج؟؟ اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ مسکراتے ہوئے اس سے استفسار کر رہا تھا۔ میں نے سوچا آپ بہت تھک جاتے ہونگے لیکچرز لے لے کر تو بس۔۔ زار اخان نے اپنی بھوری آنکھیں اس کی آنکھوں گاڑے مسکرا کر کہتے بات ادھوری چھوڑی! وہ بہت کانفاڈینٹ تھی کہ وہ یہ کر لے۔ گی۔ تو بس۔۔؟ تم نے سوچا اپنا دیدار کروا کر اِس کی ساری تھکان اُتار دوں؟ رائٹ؟ زار اخان اتنی اچھی ہیں مجھے اندازہ نہیں تھا۔۔ وہ اس کے قریب کھڑا اس کے جھوٹ پر مزید مرچ مسالے لگا رہا تھا۔۔ ہاں۔۔ ہاں بلکل ایسا ہی ہے! آپ کی تھکان اُتارنی تھی۔ مسکرا کر کانفیڈنس دکھانے کے چکروں میں وہ شاید کچھ غلط بول گئی تھی۔۔ معاذ شاہ نے گلا کھنکھارتے

اس کے پاس ہی دیوار پر ہاتھ رکھا۔اس کا دماغ کہیں اور ہی گیا تھا۔جو وہ مقابل کو بتا بھی نہیں سکتا تھا۔۔پاگل لڑکی بنا نکاح کے تھکان نہیں اتاری جاتی۔اپنا چہرہ اس کے کان کے پاس کرتے معاذ شاہ نے آسان لفظوں میں اس کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ بلا جھجھک آسان کرتے اپنی سوچ اس پر آشکار کر گیا تھا۔زارا خان کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی۔کیا مطلب تھا آخر اس کی بات کا وہ خو سمجھ نہیں سکی تھی۔بھلا تھکان اُتارنے کے لیے جوس یا پانی پینے کے لیے نکاح کی کیا ضرورت؟ وہ معصوم ہی تھی۔۔

یہ معاذ سر اتنا چپکتے کیوں ہیں زارا سے!ابھی بھی دیکھو کتنے نزدیک کھڑے ہیں دونوں!اور یہ زارا ابھی انہیں کچھ نہیں کہہ رہی!!حرا نے ان دونوں کو دیکھتے دل کی بات کی۔جو وہ ہمیشہ سوچتی تھی۔وہ تینوں ایک طرف بھی ستون کے پیچھے کھڑے ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے!ان لوگوں تک آوازیں تو نہیں آرہی تھیں لیکن وہ دیکھ ضرور سکتے تھے!ویسے بھی ان لوگوں نے۔بس بوتل والا سین دیکھنا

تھا۔ وہ زارا کو ہارتے ہوئے دیکھنا چاہتے تھے ! ! لگتا ہے ان کزنز میں ہوتا ہو گا یہ سب ! امیروں میں ایسے ہی ہوتا ہے ! عائشہ نے نئی منطق نکالتے بات ہی ختم کر دی تھی۔ وہ زیادہ نوٹ نہیں کرتی تھی۔۔ سر جھٹکتے وہ تینوں واپس سے ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے ! !

کک۔۔ کیا مطلب ؟ تھکن سے نکاح کا کیا تعلق ؟ تھوڑا مزید دیوار میں گھستے زارا خان نے دل میں پلتا سوال پوچھا۔ یہ انسان اس کے نزدیک آنے کے بعد بہانے ڈھونڈھتا تھا۔ جیسے ابھی ایک قدم کے فاصلے پر کھڑا وہ اسے دیوار میں گھسنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔ ہہہ ! ! تھکن کا سارا تعلق نکاح سے ہی تو ہے میری جان۔ تم نکاح کر لو مجھ سے میں تمھیں اس بات کا مطلب بہت اچھے سے سمجھا دوں گا۔۔ واپس سے اس کے کان میں سرگوشی کی گئی۔ وہ جان بوجھ کر اس طرح سرگوشیانہ انداز میں مقابل سے بات کرتے اسے کنفیوز کرنا چاہ رہا تھا۔ زارا خان کے گلے میں گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہوئی۔ یہ بے شرم

انسان اس سے کیسی باتیں کر رہا تھا۔ وہ بلا جھجھک اسے کہیں بھی کیسے بھی تیسری مرتبہ نکاح کی آفر کروا رہا تھا۔ شرم نہیں تھی اس کے اندر! سر پلیز۔۔ تھ۔۔ تھوڑا پیچھے ہو کر بات کیا کریں! اپنے کان پر اس کی شدید سلگتی سانسیں محسوس کرتے زار اخان نے اٹک کر کہتے اس کے کندھے پر اُنگلی رکھتے اسے پیچھے کو کرنا چاہا۔ مقابل کا ہمیشہ یہی حال ہوتا تھا۔ وہ اس سے چپک جاتا تھا۔۔ معاذ شاہ نے ہونٹ دانتوں تلے دبائے اپنی مسکراہٹ روکی۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہا تھا۔ مقابل تھوڑا بہت کنفیوز ہو رہی تھی۔۔ نہیں رہا جاتا نا میری جان۔ تمھارا قصور ہے تم نزدیک کیوں آئی ہو؟۔ جان بوجھ کر اپنی آواز کو بوجھل کرتے معاذ شاہ نے ایسے کہا تھا جیسے وہ بہت بہک رہا ہو۔۔ وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔۔ "سر۔۔ زار اخان کے ہاتھ سے چپس کا پیکٹ چھوٹتے نیچے گرا۔ بھاڑ میں گیا ڈیئر اسے بس اس انسان سے آزادی چاہیے تھی۔ وہ روہانسی ہونے لگی تھی کیونکہ معاذ شاہ نے اس کی سٹی گم کروا دی تھی۔ "Baby doll" ۔ ابھی تو میں نے کچھ کہا۔ ارے ارے رونا بند کرو ہی نہیں تھا۔ اس کی روہانسی آواز محسوس کرتے معاذ شاہ نے سیدھے ہوتے انگوٹھے

کواس کی آنکھ کے کنارے پر رکھا۔ صرف ایک بوند اس کی آنکھ سے نکلنے لگی تھی کہ بروقت ہی معاذ شاہ نے یہاں اپنا انگوٹھا رکھا۔ وہ بوند اس کے انگوٹھے پر سلامتی سے آچکی تھی۔ میں جاؤں؟ پلکیں جھپک کر کہتے اسے بس یہاں سے نکلنا تھا اب! چپس نیچے گر چکی تھی ویسے بھی اس میں کچھ نہیں تھا۔ بوتل اس کے ہاتھ میں ہی سہی سلامت تھی۔ ابھی تو کچھ کیا ہی نہیں میں نے! تم تو یہاں میری تھکان اُتارنے آئی تھی؟ معاذ شاہ نے ابرو اُچکاتے اس کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔ آپ اتنے قریب آجاتے ہیں! پھر سے اُنگلی اس کے کندھے پر رکھ کر کہتے وہ اسے احساس دلانا چاہ رہی تھی کہ مقابل بہت نزدیک ہے!۔ میری جا۔۔۔ معاذ ابھی کچھ بولتا کہ زارا خان نے اس کی بات اُچکی۔ یہ مت بولیں میں آپ کی جان کہاں سے ہو گئی؟ شرم کریں کچھ! ہونٹ کاٹتے وہ اب اسے اس کے لفظوں کا بھی احساس دلا رہی تھی۔ میں تو مانتا ہوں تمھیں اپنی جان۔ اس میں شرم کہاں سے آگئی؟ اس کے بالوں کی لٹ کو کان کر پیچھے اڑستے کہیں نہ کہیں اب اس نے سچ بولا تھا۔ بلکہ اس کے منہ سے غلطی سے نکل گیا تھا۔۔ اس کی بات سنتے زارا خان کا دل بے ساختہ ہی شدت

سے دھڑکا۔ مقابل اسے کیوں جان مانتا تھا ویسے سوچنے والی بات تھی۔ وہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھتے اس کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مجھے تم سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے زارا۔ اپنی بیوقوفی کو ایک طرف رکھ کر پلیز میری بات کو سمجھنے کی کوشش کرنا۔ آگے جو تمھارا

فیصلہ ہوگا وہی مجھے قطعی بھی منظور نہیں ہوگا۔ کیونکہ ہوگا وہی جو میں چاہوں گا۔ سنجیدگی سے بات کرتے وہ آخر میں بات کا رخ ہی پلٹ گیا تھا۔ پتہ نہیں اس نے اب کیا بات کرنی تھی اس سے!! بولیں! زارا خان نے ناسمجھی سے پوچھا۔ اچھا تھا مقابل جلد ہی بات ختم کرتا اور وہ یہاں سے نکل پاتی۔ آئندہ تو اس کے باپ کی بھی توبہ جو وہ کبھی معاذ شاہ سے پنگے لینے کے بارے میں سوچ لیتی!! ایسے نہیں! ایک پراپر طریقے سے ہوتا ہے سب کچھ! میں تمہیں ایک جگہ بتاؤں گا کیا تم وہاں آسکتی ہو؟ اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ نجانے اس سے کیا چاہ رہا تھا۔۔ بلکل بھی نہیں۔ کبھی نہیں۔۔ فوراً سے صاف صاف انکار کیا گیا۔ وہ کسی صورت بھی اس طرح اس انسان سے ملنے نہیں جاسکتی تھی۔ کیا تم۔ میرے لیے اتنا نہیں کر سکتی؟ کھا نہیں

جاؤ نگا میں تمھیں ! بس کچھ دکھانا ہے تمھیں اس لیے کہہ رہا تھا۔ میں کوئی ایسا ایسا لڑکا نہیں ہوں۔ تم میرے ساتھ اپنی عزت کو محفوظ سمجھ سکتی ہو ! ! سنجیدگی سے کہتے وہ کسی بھی طرح اسے قائل کرنا چاہتا تھا۔ یہ سچ تھا کہ اس کا کوئی غلط اِرادہ نہیں تھا۔ وہ ایک شریف انسان تھا۔ زارا خان نے جھنجھلاتے ہوئے اسے دیکھا۔ کونسی مصیبت اس کے گلے پڑ گئی تھی۔ وہ یہی سوچ رہی تھی۔ پتہ نہیں کب اس انسان سے اس کی جان چھوٹنی تھی۔ ابھی تو معاذ شاہ کو ایک لمبا عرصہ پڑا تھا۔ دیکھیں سر۔ میرا بھائی پہلے آپ کو اور پھر مجھے جان سے مار دے گا۔ تو بہتر ہے کہ آپ اپنا اور میرا وقت ضائع مت کریں ! سنجیدہ ہو کر انکار کرتے وہ پھر سے اس کا دل توڑ گئی تھی۔۔ بھاڑ میں جائے بھ۔۔ میرا مطلب ہے راحیل بھائی کو میں دیکھ لوں گا تم اپنا بتاؤ بس ! تم رضامند رہو باقی سب کچھ دیکھی جائے گی۔۔ معاذ شاہ نے کہتے اس کے گال پر اپنی اُنگلی ٹریس کی۔ وہ اس کے نقوش کو دیکھتے ان میں کھویا مقابل سے بات کر رہا تھا۔۔ زارا خان نے منہ بناتے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ وہ جانتی تھی کہ باقی بے شرم سارے کھڑے ابھی تک ان دونوں کو دیکھ رہے ہونگے ! کچھ وہ یہ

بھی سوچ رہی تھی کہ سب ان دونوں کے بارے میں کیا سوچے گیں ! معاذ شاہ نہیں جانتا تھا لیکن وہ تو جانتی تھی نا کہ سامنے ہی پلر کے پیچھے تینوں موجود ہیں ! !

او کے ! لوکیشن سینڈ کر دیجئے گا میں ڈرائیور کے ساتھ آجاؤں گی۔اپنی جان چھڑوانے کی خاطر وہ حامی بھر ہی گئی تھی۔ایسا نہیں تھا کہ اسے معاذ شاہ پھر اعتبار نہیں تھا۔ نہیں اسے پورا یقین تھا کہ معاذ شاہ اس کے ساتھ کبھی کچھ غلط نہیں کر سکتا۔بس وہ ویسے ہی راحیل کے ڈر سے کسی صورت اس کے ساتھ نہیں جا سکتی تھی۔وہ اپنے بھائی کو کچھ زیادہ ہی جلاد سمجھ بیٹھی تھی۔ایک ڈانٹ ہی کافی تھی اسے ! !۔کیا واقعی ؟یعنی میں انتظار کروں پھر تمہارا؟اپنی تسلی کے لیے معاذ شاہ نے پھر سے استفسار کیا۔اس کے لیے یقین کرنا تھوڑا مشکل تھا۔۔جی کر لیجئے گا۔ اب مجھے جانے دیں پلیز ! آپ کی بھی کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے ! سٹوڈنٹس انتظار کر رہے ہونگے نہ ؟؟زار اخان نے پھر سے یہاں سے بھاگنا چاہا۔اسے اپنے ڈیئر کا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔۔تم کس لیے آئی تھی پہلے یہ بتاؤ۔پھر چلی جانا۔افف خدایا وہ اسے چھوڑنے پر راضی ہی نہیں تھا۔اس کا دل نہیں مان رہا تھا۔۔میں۔۔ہاں میں

بتایا تو تھا آپ کی تھکن اتارنے آئی تھی۔ پازیٹیور ہے گا پلیز! کولڈ ڈرنک سے!!

زارا خان نے کہتے فوراً سے اسے تنبیہ بھی کی۔ مقابل کی پہلے ڈبل میننگ بات اسے بعد میں سمجھ آگئی تھی تبھی اب پہلے ہی وہ کالڈ ڈرنک اس کے سامنے کر چکی تھی۔۔ہاہاہا۔۔ نیگیٹیو کیا ہوتا پھر بتاؤ ذرا مجھے! تم بچی نہیں ہو سمجھ گئی ہو! شروع میں قہقہہ لگتے وہ بے شرمی سے اس کی پول کھول گیا تھا۔۔زارا خان نے بے ساختہ ہی خفت سے اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔ مقابل انتہا کا بد تمیز انسان ہے اسے اندازہ ہو چکا تھا۔۔

کوئی بات نہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں! سب کو پتہ ہوتا ہے! معاذ شاہ نے اس کے ہاتھ سے آگے بڑھی ہوئی کالڈ ڈرنک تھامتے ہلکے پھلکے سے انداز میں اسے ریلکس کرنا چاہا۔ وہ اسے شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ لیکن وہ اسے شرمندہ کر چکا تھا۔۔میں جاؤں؟ نظریں جھکائے دھیمی سی منمناہٹ سے اجازت چاہی۔

نہیں! پہلے مجھے دیکھنے تو دو کہ زارا خان میرے لیے کالڈ ڈرنک کس خوشی میں لائی ہے! اس نے جھکتے زارا کے کان میں سرگوشی کی۔ اسے دال میں پھر سے کچھ کالا

لگ رہا تھا۔ بوتل اسی کے ہاتھ میں تھی۔ میں ایک شرط پر آپ کے ساتھ کہیں جاؤں گی جب آپ یہ پوری پی کر دکھائیں گیں!! یہ اس نے ہمت کرتے موقع پر چوکا مارا تھا۔ اچھا تھا کہ وہ اپنی شرط بھی جیت جاتی۔ معاذ شاہ کے ساتھ جانا تو اس نے ویسے بھی نہیں تھا۔ لیکن جھوٹ بولنے میں کیا ہی حرج تھا بھلا؟ زہر تو نہیں ہے اس میں؟ ویسے اگر ہو بھی تو کوئی فرق نہیں پڑتا ایسے پیار سے پلاؤ گی تو زہر بھی پی لوں گا۔۔ ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود کالڈ ڈرنک کو دیکھتے معاذ شاہ مسکراتے ہوئے ایک قدم پیچھے کو ہوا۔ اب اس میں جو بھی ہوتا اسے یہ پینی ہی تھی۔ جبکہ زارا خان تو اس کے چہرے کو دیکھتے اس کے لفظوں میں ہی کہیں

اٹک چکی تھی۔ کیا واقعی وہ اسے زہر بھی دیتی تو مقابل پی لیتا؟؟ ڈھکن کھولتے معاذ شاہ ابھی بوتل کو منہ لگاتا کہ زارا خان نے پہلے ہی آگے بڑھتے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے اسے روکا۔ اسے نجانے اچانک کیا ہو گیا تھا۔ لیکن اسے اب بہت برا لگ رہا تھا یہ سب! معاذ شاہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔ اب کیا ہوا تھا؟ رہنے دیں یہ صحیح نہیں ہے! میں کینٹین سے دوسری لا دیتی ہوں آپ کو! اس کی سوالیہ

نظروں میں دیکھتے وہ خود ہی انکار کر گئی تھی۔ معاذ شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے پیچھے کیا۔ اسے خود کو پہلے ہی شک تھا۔ مگر اب وہ پیچھے نہیں ہٹ سکتا تھا۔۔ کوئی بات نہیں! اس کے بدلے میں تم میری بتائی ہوئی جگہ پر آجانا بس! مجھے اور کچھ نہیں چاہیے! تمہارے لیے سرپرائز ہوگا وہاں کچھ! نرمی سے مسکرا کر کہتے معاذ شاہ نے بوتل کو منہ لگایا۔ وہ ایک ہی سانس میں بوتل منہ کو لگائے ساری پینے کے درپر تھا۔۔ زار اخان نے نچلا لب دانتوں تلے دبائے فکر سے اسے دیکھا۔ بوتل میں مرچیں تو کم بلکہ نشہ آور گولیاں تھیں۔ یہ سی آر کے کام تھے! اور تو اور اس چیز سے صرف سی آر ہی واقف تھا۔ زار اخان کو بھی اس کا علم نہیں تھا۔ وہ تو سمجھ رہی تھی بس مرچیں ہیں!! بوتل ختم کرتے سائڈ پر پھینکتے معاذ شاہ نے سائڈ سے مسکراتے زار اخان کو دیکھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کچھ نہ کچھ عجیب تھا اس میں! یقیناً کچھ برا جو اس کے دماغ پر حاوی ہوتے اسے بھاری کر رہا تھا۔ آئندہ اگر گولیاں ملاؤ تو تھوڑی کم ملانا۔ اتنی مقدار کسی کی جان لے لیتی ہے پاگل لڑکی!! زار اخان کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب

کرتے معاذ شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ زارا نے بے ساختہ ہی حیرت سے اسے دیکھا۔ کونسی گولیاں؟؟" سر آپ ٹھیک ہیں؟ وہ اسے اپنے ماتھے کو مسلتے دیکھ اچانک ہی بوکھلاتے ہوئے پریشان سی ہو گئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ صرف مرچوں سے مقابل کے سر میں کیوں درد ہونے لگا تھا۔ ہاں میں ٹھیک ہوں! تم جاؤ یہاں سے! اور پلیز دوبارہ مڑ کے مت دیکھنا اِدھر! کوئی پوچھے بھی تو کہہ دینا تم یہاں تھی ہی نہیں!! اپنے سر کو جھٹکتے معاذ شاہ نے سنجیدگی سے اس تنبیہ کی۔ جب تک وہ بوتل پی رہا تھا تب تک بھی اسے اندازہ نہیں تھا کہ بوتل میں کوئی دوائی بھی ہے! یہ اسے فوری طور پر ہوتے ریکشن سے اندازہ ہوا تھا۔ آخر کو وہ خود ایک ڈاکٹر کی پڑھائی کیے ہوئے تھا۔ وہ سمجھتا تھا یہ سب! لیکن آپ کی طبیعت!! زارا خان نے پریشانی سے اس کی شدید سرخ ہوتی آنکھیں دیکھی! یہ آخر اس سے کیا ہو گیا تھا۔۔ کچھ نہیں ہو رہا مجھے! جاؤ تم! شاباش۔ بات کو مانو میری! اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ جما کر سختی سے کہتے معاذ شاہ نے اس کے ماتھے پر لب رکھے! یہ بلکل غیر ارادی طور پر تھا۔ لیکن زارا خان تو بوکھلائی ہوئی ہی اتنی

تھی کہ وہ سمجھ ہی نہیں سکی تھی۔۔ معاذ شاہ جانتا تھا کہ اب کیا ہونے والا ہے! تبھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ زار اپر کوئی الزام آئے۔اسی لیے وہ اسے بھیج رہا تھا۔۔زار اخان نے ایک آخری نظر اس پر ڈالتے تیز تیز قدموں سے اپنے قدم آگے کی جانب لیے! اس کا اِرادہ کسی کو انفارم کرنا تھا۔ کم از کم ایمبولینس کو ہی! شکر تھا کہ اس کا دماغ کام کر رہا تھا۔۔ پیچھے معاذ شاہ نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے جکڑتے دیوار کا سہارا لیا۔ کوئی بہت ہیوی ڈوز تھی جو بہت مقدار میں صاف صاف اسے مارنے کے لئے دی گئی تھی۔اپنے سر کو جکڑے وہ زمین پر بیٹھتا چلا گیا تھا۔۔ جبکہ پلر کے پیچھے کھڑے تینوں لوگوں نے بھی معاملات بگڑتے دیکھ عائشہ اور حرا نے ایمبولینس کو کال کرتی زار اخان کے پیچھے ہی اپنے قدم لیے! چند لمحوں کا کھیل تھا اور کیا سے کیا ہو گیا تھا۔۔

--

زار اخان روتے ہوئے کاریڈور سے نکلتے گراؤنڈ کی طرف بڑھی! وہ روتے ہوئے آگے چلتے کانپتے ہاتھوں سے کسی کو کال کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کئی سٹوڈنٹس کا ہجوم تھا جو اندر کاریڈور کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کا دماغ اچانک ہی جیسے بلینک ہو گیا تھا۔ بوتل اس کے ہاتھ میں تھی، معاز شاہ کو پلائی بھی اس نے تھی۔ وہ خوفزدہ ہو رہی تھی۔ کچھ اسے معاذ شاہ کی بھی حد سے زیادہ فکر ہو رہی تھی۔۔ "زار ایہ کیا کر دیا تو نے؟ بوتل میں کیا ملایا تھا؟؟ حرا اور عائشہ نے تقریباً بھاگتے ہوئے اس کے پاس آتے استفسار کیا۔ ان دونوں کے چہرے پر حد سے زیادہ پریشانی بہت واضح تھی۔ سی آر ان کے درمیان کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔ نجانے وہ کہاں چلا گیا تھا۔ جبکہ وہ دونوں کھڑی اسے مورد الزام ٹھہرا رہی تھیں۔ کیونکہ مرچیں اس نے ڈالی تھی!! "حرا خدا کی قسم میں نے کچھ نہیں کیا۔ "تو۔۔ تو دیکھ لے یہ بس مرچیں ہی تھیں۔! پتہ نہیں کیا ہو گیا انہیں!! روتے ہوئے اپنے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتے زار اخان نے حرا کا ہاتھ پکڑتے اسے اپنی صفائی دینی چاہی۔ اچانک اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے یخ معلوم ہو رہے تھے!! وہ بہت زیادہ ڈری

ہوئی تھی۔۔بہت سے سٹوڈنٹس ایک ساتھ کاریڈور کی طرف بڑھ رہے تھے!!

معاذ شاہ کو گرے ایک سٹوڈنٹ نے دیکھا تھا اور یہ خبر جنگل میں آگ کی طرح پھیل چکی تھی۔یونیورسٹی انتظامیہ تک ایکشن میں آچکی تھی!!چند ہی لمحوں کا کھیل تھا اور فوری طور پر معاملے کی تحقیق کی جارہی تھی۔یہ ایک انسانی جان کا معاملہ تھا۔معاذ شاہ کے منہ سے نکلتے سفید رنگ کے جھاگ دیکھ کر سب پر ہی خوف کا ماحول تھا۔اب تو ہسپتال جا کر ہی پتہ چلتا کہ اصل میں اس بوتل کے اندر ملایا گیا تھا۔

ابھی تک تو ہر شخص ہی اپنی طرف سے اندازہ لگا رہا تھا۔۔"تو ایک کام کر بھاگ جا یہاں سے!!زارا ہمیں وہاں غلطی سے بھی اگر کسی نے دیکھا ہوا تو تینوں کام سے جائے گیں!!کال۔۔گھر کال۔کر کے بلا کسی کو ورنہ آٹو پکڑتے ہیں!عائشہ نے بروقت ہی عقلمندی سے کام لیتے اپنے بیگ سے فون نکالا۔وہ اپنے گھر سے کسی کو کال کرنے لگی تھی کہ اسے لینے آجائیں!!یہاں مزید رکنا ان لوگوں کے لیے ٹھیک نہیں تھا۔"راحیل بھائی جان سے مار دے گیں مجھے!انہیں چھوڑوا گر سر معاذ کو کچھ ہو گیا تو شاہ ولا والے ہی نہیں چھوڑے گیں مجھے تو!!اللہ یہ میں نے کیا

کر دیا۔۔اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھامتے وہ اپنے دماغ میں ہی خود سے کچھ بھی سوچتے مزید خوفزدہ ہو رہی تھی۔اس کے پاؤں تک بری طرح کانپ رہے تھے! ی وہ راحیل کو کال کرتی تو یقیناً وہ یہاں آ کر بات کی کھال ضرور نکالتا۔وہ بلکل بے بس ہو چکی تھی۔"زارا اگر کاریڈور میں کیمرہ۔۔۔حرا نے نفی میں سر ہلا کر ان کی توجہ اصل چیز کی طرف کروائی۔اس کے دماغ میں ابھی ہی یہ کلک ہوا تھا۔ان سب کو خود کنفرم نہیں تھا کہ وہاں کیمرا ہے یا نہیں۔۔زارا خان جو پہلے ہی رو رو کر بے حال ہو رہی تھی اس کی بات پر اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑا۔ایک یہی چیز جو اس نے سوچی بھی نہیں تھی وہ یہی تھی۔واقعی اگر ایسا ہوا تو وہ تو پکا کام سے گئی تھی!! "بس کر دے حرا۔اسے مزید مت ڈرا۔اور تو کھڑی مشکل کیا دیکھ رہی ہے گھر کال کر ورنہ میں کیب کرواتی ہوں۔جلدی بتا کیسے چلیں! عائشہ نے حرا کے بازو پر چت رسید کرتے آخر میں زارا خان کو مخاطب کیا۔وہ اس کی حالت بہت اچھے سے سمجھ رہی تھی۔وہ سارے تو پھر ستون کے پیچھے تھے اگر کچھ ہو جاتا تو سارا الزام زارا خان پر آتا تھا۔اپنے چکروں میں وہ لوگ یہ تک بھولے ہوئے تھی کہ سی آر کہاں

ہے ؟"راحیل بھائی سو سوال پوچھے گیں۔گھر میں کسی اور کو میں کہہ نہیں سکتی۔
عائشہ پلیز کچھ کر۔دعا کرانہیں کچھ نہ ہو ! ! اپنے آنسوں صاف کرتے زارا خان نے
اپنے خدشات ظاہر کیے ! اسے اپنے گھر والوں کا ڈر زیادہ تھا۔ان لوگوں نے تو اس
کی یونیورسٹی ہی چھڑوا دینی تھی۔ان تینوں میں سے ابھی کوئی کچھ بولتا کہ ایک
ایمبولینس اور پولیس موبائل کو آگے کی طرف بڑھتے دیکھ ان سب کی سٹی گم
ہوئی ! ! وہ پتھرائی آنکھوں سے سامنے کا منظر دیکھ رہی تھیں جہاں پولیس نکلتے
کاریڈور کی طرف بڑھ رہی تھی۔ایمبولینس سے اسٹریچر نکالتے تیزی سے اسے
معاذ شاہ کی طرف لے جایا جارہا تھا۔یقیناوہ ڈر گز نہیں تھی۔وہ کچھ اور تھا۔ڈر گز
سے جان نہیں جاسکتی تھی۔معاذ شاہ کا اندازہ غلط ثابت ہوا تھا۔اب یہ تو جس نے
کام کیا تھا وہی بتا سکتا تھا کہ بوتل میں آخر کیا چیز ملائی گئی تھی ! ! "پو۔۔پولیس ! !
حرانے لٹھے کی مانند سفید چہرے کے ساتھ سامنے دیکھتے دھیرے سے بولا۔وہ
تینوں سامنے دیکھ رہی تھیں۔اور تینوں کی ہی آنکھوں سے آنسوں برسنے لگے
تھے ! ! ایک پرینک نے ان لوگوں کے ساتھ کیا سے کیا کر دیا تھا۔کاش کہ وہ لوگ

کبھی زارا کو اس کام کے لیے اکساتی ہی نہیں۔ مگر اب پچھتائے کون؟؟" نکلو یہاں سے چھوڑو سب کچھ گھر چلو جلدی! اپنا اور زارا خان کا بیگ تھامتے عائشہ زارا کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے ساتھ کھینچتے ہوئے آگے کی طرف بڑھی۔ ایک وہی تھی جس کا تھوڑا بہت دماغ چل رہا تھا۔۔ کانپ وہ خود بھی رہی تھی، آنسوں بھی برس رہے تھے لیکن اسے ہمت دکھانی تھی۔ وہ خود بھی پینک ہو جاتی تو ان تینوں نے یقیناً پکڑے جانا تھا۔ کسی ایک کو عقلمندی دکھانی ہی تھی!! زارا خان پتھرائی آنکھوں سے آگے کی جانب چلتے گردن پیچھے موڑے پیچھے کا منظر دیکھ رہی تھی۔ وہ مکمل طور پر عائشہ کے سہارے آگے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس کی ٹانگوں میں اتنی جان نہیں تھی کہ خود سے چل پاتی۔ یہ منظر ہی ایسا تھا کہ وہ بلکل ہی حواس باختہ ہو چکی تھی۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر اس کی زندگی نے کایا پلٹ دی تھی!! سامنے معاز شاہ کو سٹریچر پر لاتے ایمبولینس میں لٹایا جا رہا تھا۔ دور سے بھی دیکھا جا سکتا تھا کہ اس کے منہ سے سفید رنگ کے جھاگ نکل رہے تھے!! اس کی گردن ایک طرف کو لڑھکی ہوئی تھی۔ دیکھنے سے ہی صاف پتہ چل رہا تھا کہ اسے شاید کوئی زہر

دیا گیا ہے! ستم یہ تھا کہ وہ خود کو بھی صفائیاں نہیں دے پا رہی تھی کہ یہ اس نے نہیں کیا۔ اسے خود پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ جس نے کبھی مچھر بھی نہیں مارا تھا غلطی سے ہی سہی لیکن وہ ایک انسان کو زہر دے چکی تھی۔ وہ بلکل ہی پینک ہو کر رہ گئی تھی!! ایمبولینس کے ارد گرد سٹوڈنٹس کا ایک ہجوم اکٹھا ہو چکا تھا۔ کوئی موبائل نکالتے تصاویر بنا رہا تھا تو کوئی افسوس سے معاذ شاہ کو دیکھ رہا تھا۔ غصے والا ہی سہی مگر وہ ایک اچھا پروفیسر رہا تھا۔۔ زارا خان کی آنکھوں سے منظر دھندلا ہوا۔ وہ لوگ کافی دور آتے گیٹ کراس کر چکے تھے!! اس دوران اس لڑکی کی نظریں ایک سیکنڈ کے لیے بھی اس منظر سے نہیں ہٹی تھی۔ اس نے پلکیں تک نہیں جھپکی تھی۔ وہ پتھرائی آنکھوں سے سامنے دیکھتے اپنے دل اور دماغ کے درمیان ایک جنگ لڑ رہی تھی!!

وہ تینوں یونیورسٹی کے گیٹ سے باہر نکلتے تھوڑی آگے سڑک تک بڑھی ہی تھیں کہ یونی کا گیٹ بند ہو چکا تھا۔ تمام سٹوڈنٹس کو تحقیق کے لیے پولیس نے روک لیا

تھا۔ یہ پولیس ایک سٹوڈنٹ کی طرف سے بلائی گئی تھی۔ ورنہ یونی کی انتظامیہ کو ہمیشہ کی طرح اپنے ادارے کی ریپوٹیشن بہت عزیز تھی۔ چاہے پھر کسی کی جان چلی جاتی۔ اندر جانچ پڑتال جاری تھی! پولیس کیس تھا جو کہ پولیس ہر طرف سے دیکھ بھی رہی تھی۔ کاش کہ وہاں بس کیمرہ نا ہوتا۔۔" پانچ منٹ یہاں کھڑا ہونا پڑے گا۔ ایک تو نیٹ کو بھی آج ہی موت آنی تھی۔ عائشہ نے جھنجھلاتے ہوئے ان دونوں کو مخاطب کیا۔ اس نے کیب کروائی تھی جس کے لیے انہیں پانچ منٹ اب یہیں سڑک پر کھڑے ہو کر انتظار کرنا تھا۔ چلتے چلتے وہ تینوں یونی سے تھوڑا فاصلے پر آچکی تھیں!!"عائشہ میں نے کچھ نہیں کیا سچ میں، میں نے بلکل ٹائم پر اسے روکا بھی تھا۔ مگر وہ نہیں مانے یار۔ وہ پاگل ہو چکے تھے!! اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامے زار اخان ایک مرتبہ پھر عائشہ کو صفائیاں دینے لگی۔ اسے رہ رہ کر بری طرف رونا آرہا تھا۔۔" مجھے پتہ ہے یار۔ چپ کر جا پلیز۔ ورنہ میں نے بھی یہیں رونے بیٹھ جانا ہے!! ہمارا پرینک ہمیں ہی بھاری پڑ گیا ہے!! عائشہ خود پہلے ہی نجانے کیسے خود کو سنبھالے ہوئے تھی۔ اوپر سے اب اس کی باتیں اسے پریشان کر

رہی تھیں!!"میری بات سنو!اگلے پانچ سے چھ دن تک یونی نہیں آئے گیں ہم لوگ!!کچھ بھی ہو جائے یونی کسی صورت نہیں آنا۔۔جب تک معاملہ نبٹ جائے!پولیس کے سارے معاملات سر معاذ خود ہی دیکھ لیں گیں!!دعا کروانہیں ہوش آجائے۔۔زارااور حرا کی طرف دیتے وہ انہیں ہدایت دیتے ساتھ دعائوں پر بھی لگا رہی تھی!!پتہ نہیں کیوں اسے یقین تھا کہ اگر معاذ شاہ کو ہوش آگیا تو وہ کبھی بھی ان لوگوں پر پولیس کیس تو نہیں بننے دے گا۔۔"وہ کیوں دیکھے گیں؟وہ تو زندہ بچتے ہی مجھے اوپر پہنچادے گیں!اللہ ہوش آجائے مگر کچھ دنوں تک بول نا پائیں!!میرے گھر والے مجھے جان سے مار دے گیں ورنہ!!زارا خان نے پہلے عائشہ سے کہتے اوپر آسمان کی طرف دیکھتے سچے دل سے دعا کی۔ایک یہ حادثہ کم تھا کہ اس کے ذہن میں الگ الگ وسوسے آرہے تھے!!اسے لگ رہا تھا کہ کچھ ہو جائے گا جیسے اب!!کچھ بہت برا۔"کیب آگئی چلو جلدی۔اور جاتے ہی اپنے اپنے فون آف کر دینا۔۔آخری مرتبہ بتا رہی ہوں کسی سے کوئی رابطہ مت کرنا۔ہم تینوں وہاں پر تھی ہی نہیں بس بات ختم!!ایک آخری مرتبہ ان دونوں کی ہدایت

دیتے وہ آگے بڑھتے کیب میں بیٹھی۔ باقی دونوں بھی اس کے پیچھے ہی بیٹھ چکی تھی۔۔ زبان پر مختلف دعاؤں کا ورد وہ تینوں اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ تھیں۔ جبکہ زاراخان مسلسل روئے جارہی تھی۔۔ اسے رونا بھی چاہیے تھا۔۔

یہ تقریباً شام کا وقت تھا کہ جب شاہ ولا میں معمول سے ہٹ کر چہل پہل تھی۔ آج آبان خان اور درفشاں خان ایک ساتھ یہاں آئے لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے!! ان لوگوں کا کافی دنوں سے یہاں آنے کا ارادہ تھا لیکن پھر وقت کی کمی اور کچھ اپنی مصروفیات کی وجہ سے وہ لوگ چاہ کے بھی یہاں چکر نہیں لگا پا رہے تھے!! آج آبان خان نے آفس سے چھٹی کی تھے تبھی وہ دونوں وقت نکالتے یہاں آہی گئے تھے!! وجہ ان سب کو ایک خوشخبری دینی تھی۔ وہی خوشخبری جو پچھلے اتنے دنوں سے پینڈنگ پر تھی۔ حدائق شاہ اور فائزہ بھی سامنے ہی صوفے پر بیٹھے تھے!! وہ دونوں کچھ دیر پہلے آبان لوگوں کے آنے کے بعد ہی یہاں آئے تھے وجہ فائزہ شاہ کی ضد تھی جو وہ ہیر کو منانے کے لیے اس سے کر رہی تھی!!

بس اسی لیے وہ دونوں بھی کچھ دیر کے لیے ہی یہاں آئے تھے!!"ارے بھئی آبان بیٹا اب بتا بھی دو کہ یہ مٹھائی کس خوشی میں ہے؟ داجان نے مسکراتے ہوئے ٹیبل پر رکھی مٹھائی میں سے چھوٹا سا پیس اٹھاتے آبان خان سے استفسار کیا۔ وہ دونوں جب سے یہاں آئے تھے تب سے ہی ادھر اُدھر کی باتوں میں لگے ہوئے تھیں سوائے اصل بات کے!! مٹھائی وہ دونوں اپنے ساتھ لائے تھے!! انوین بیگم نے مسکراتے ہوئے درفشاں کو دیکھا۔ انہیں اندازہ تھا۔"دراصل بات یہ ہے دا جان کہ۔۔۔ آبان خان نے سیدھے ہو کر بیٹھتے ادھورا جملہ بولتے صوفے سے ٹیک لگائی۔ وہ سسپینس ڈال رہا تھا۔ لاؤنج میں موجود تمام لوگ ہی اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے! اس وقت سارے ہی لاؤنج میں موجود تھے!! ہیر شاہ بھی!! "بول بھی لے آگے!! حدائق شاہ نے منہ کے زاویے بگاڑتے اس کو مزید بولنے کے لیے اکسایا۔ اس سے سسپینس برداشت نہیں ہوتا تھا۔۔"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ تو۔۔ یعنی تم سب آبان خان نے ہاتھ سے یہاں موجود تمام ینگ جنریشن کی طرف اشارہ کیا۔ وہ انسان پھر سے چپ ہو گیا تھا۔۔ درفشاں خان اس کے پاس سے

اٹھتے اوپر اپنے پرانے کمرے میں جا چکی تھی کیونکہ اسے شاید کوئی کام تھا۔ "میں نے کچھ اٹھا کے مارنا ہے تیرے سر میں تمیز سے بتا دے!! اب تو زاویار شاہ کی بھی بس ہو گئی تھی۔ جب سے آبان خان یہاں آیا تھا وہ تب سے ہی سوچ سوچ کر پاگل ہو رہا تھا۔۔ "زاویار تمیز سے بات کرو! داماد ہے وہ اس گھر کا۔۔ ابھی آبان خان کچھ بولتا کہ داجان نے پہلے ہی سختی سے زاویار شاہ کو تنبیہ کی۔ آبان خان نے بے ساختہ ہی زاویار کی طرف دیکھتے فرضی کالر اچکائے! وہ بتیس کے بتیس دانت نکالے اسے اپنی اہمیت جتا رہا تھا۔۔ "اچھا بول اب؟؟ ماہ دیر شاہ نے بے چینی سے پوچھا۔ مقابل انہیں سسپینس میں ڈال کر خود مسکرا رہا تھا۔۔ "دراصل بات یہ ہے تم سب مامو بننے والے ہو! اور تم سب آنٹیاں۔۔ آبان خان نے پہلے تمام لڑکوں اور پھر تمام لڑکیوں لیے طرف اشارہ کیا۔ وہ ان سب کو آنٹی بنا چکا تھا۔۔ جو کہ کسی کے لیے بھی قابل برداشت بات نہیں تھی۔ ابھی عمر ہی کیا تھی ان لوگوں کی؟؟ "کیا مطلب؟ سب نے بے ساختہ ہی ہم آواز میں پوچھا۔ ان لوگوں کو سمجھ نہیں لگی تھی۔ جبکہ حدائق شاہ صوفے سے کھڑا ہو چکا تھا۔ ایک ہی تو شاطر انسان تھا اس گھر

میں ! ! وہ آبان خان کو مبارک باد دینے کے لیے آگے بڑھ رہا تھا۔۔"بیوقوفوں میں باپ بننے والا ہوں ! ! شکر تھا کہ اب اس کی زبان نہیں پھسلی تھی۔ورنہ اپنے سسرال میں اس کی کیا ہی عزت رہ جاتی ؟؟اس کی بات پر سب کے چہروں پر بے ساختہ ہی مسکراہٹ چھائی ! ! نوین بیگم اپنے خدشے میں سہی ثابت ہوئی تھیں۔ لیکن جہاں پہلے وہ مسکرا رہی تھیں اب وہیں ان کی مسکراہٹ ماند پڑ چکی تھی۔وہ اپنے سامنے صوفے پر بیٹھی اشنا شاہ کو دیکھ رہی تھیں جو کہ خود ایسے تھی جیسے اسے یہ خبر سن کر بہت بڑا دھچکا لگا ہو ! ! اشنا شاہ کی خود کی چہرے کی چمک غائب تھی۔ایسا نہیں تھا کہ وہ آبان خان کی خوشی میں خوش نہیں تھی۔ نہیں اسے بے حد خوشی تھی۔ لیکن اکثر ہوتا ہے کہ دوسروں کی خوشی دیکھ کر اپنی کمی ذہن میں آجاتی ہے ! اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔اس نے لاکھ زاویار شاہ کو بولا تھا کہ ٹیسٹ کروالے ! ! مگر وہ انسان ٹس سے مس ہونے کو بھی تیار نہیں تھا۔اس کے ایک ہی الفاظ ہوتے تھے کہ "جب خدا نے چاہا تب ہو جائے گا۔پتہ نہیں اب کیا ہونا تھا۔۔"اس کے ساتھ بیٹھا زاویار شاہ آبان کو مبارک باد دیتے دوبارہ بیٹھ چکا تھا۔

اس کے چہرے کی مسکراہٹ اُداس مسکراہٹ میں بدلتی جارہی تھی۔ایک لمبا عرصہ ہو گیا تھاان لوگوں کی شادی کو۔ لیکن ابھی تک اسے ایسی کوئی بھی خوشخبری سننے کو نہیں ملی تھی۔ان لوگوں کے کان ترس گئے تھے گھر کے سب سے بڑے بیٹے کے ہاں اولاد کی خبر سننے کو! پتہ نہیں انہیں اور کتنا انتظار کرنا تھا۔۔"میں آتی ہوں!! دھیرے سے زاویار شاہ سے کہتے اشنا صوفے سے کھڑی ہوئی۔لاؤنج میں پھر سے مٹھائی کا دور چل رہا تھا۔سب دل میں بات ضرور تھی لیکن ضروری تو نہیں تھا کہ وہ لوگ اس سب میں آبان خان کی خوشی کو بھی ماند پڑنے دے دیتے!

"کہاں جارہی ہو؟اشنا شاہ ابھی صوفے سے اٹھتی کہ زاویار نے پہلے ہی اس کا ہاتھ تھاما۔وہ جانتا تھا یہ لڑکی اب کیا سوچ رہی ہو گی!!"آرہی ہوں ابھی!اپنا ہاتھ چھڑوا کر سنجیدگی سے صوفے سے کھڑے ہوتے وہ تیز تیز قدموں سے اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔اگر وہ مزید یہاں رکتی تو یہیں رونے بیٹھ جاتی!!اسے پتہ نہیں کیوں بے تحاشا رونا آرہا تھا۔کیونکہ وہ ابھی تک ان لوگوں کو یہ خبر نہیں دے سکی تھی۔

"زاویار اس کے پاس جاؤ۔نوین بیگم نے سنجیدگی سے زاویار شاہ کو مخاطب کیا۔وہ

خود بھی ایک عورت تھیں۔وجہ جانتی تھی وہ!!لاؤنج میں بیٹھے تمام لوگ اشنا کی پشت کو دیکھ رہے تھے!!اندازہ تو سب کو ہی تھا لیکن کوئی بھی کو بولنے کو تیار نہیں تھا۔۔آبان خان سنجیدگی سے صوفے پر سیدھا ہوا۔اس کا مقصد ہر گز بھی کسی کی دل آزاری کرنا نہیں تھا۔وہ تو بس اپنی خوشی بتا رہا تھا۔لیکن اسے لگ رہا تھا کہ اپنی خوشی کے چکروں میں اس نے ان سب کے دل میں اشنا شاہ کے لیے ایک بات ڈال دی!!"چھوڑو بیٹا۔سب نصیبوں کے کھیل ہیں!جب وہ جس کو بھی نواز دے!! ہمیں بس ہر حال میں شکر کرنا چاہئے!!داجان نے ہلکے پھلکے سے انداز میں کہتے آبان خان کی توجہ وہاں سے ہٹانی چاہی۔جو قسمت کو منظور وہی ہونا تھا۔۔"زاویار شاہ اٹھتے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔وہ خود سنجیدہ تھا۔۔

جبکہ پیچھے سب بات کو کور کرنے کی خاطر ایک مرتبہ پھر باتوں میں مصروف آبان خان کو چھیڑنے میں لگے ہوئے تھے!!

زاویار شاہ اپنے کمرے میں کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔اسے سمجھ نہیں آتی تھی کہ کیسے اس لڑکی کو سمجھائے کہ جب تک قسمت نے نہیں چاہنا تھا تب تک کچھ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔وہ ہمیشہ ہی اس طرح کی کوئی بھی بات ہوتی ایسے دل پر لگا کر گھنٹوں رونے بیٹھ جاتی تھی!!سامنے اسے دیکھتے زاویار شاہ نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ابھی بھی یہی حال تھا۔وہ بیڈ پر بیٹھی آنسوں بہانے میں مصروف تھی۔حالانکہ اسے کسی نے کبھی کچھ کہا نہیں تھا۔بس ایک دو مرتبہ ہی نوین بیگم نے اس سے پوچھا تھا۔وہ انہیں کیا بتاتی؟اسے سچ ہی بولنا پڑا تھا۔وہ جیسے اندر ہی اندر سے مایوسی کا شکار ہو رہی تھی۔۔زاویار شاہ اس کی طرف جاتے اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھا۔۔"میں نے کہا تھا آپ کو زاویار کہ ٹیسٹ کروالیں!!مگر مجال تھی جو آپ نے میری سنی ہو!!ایک مرتبہ کیا حرج ہے ٹیسٹ کروانے میں!!زاویار شاہ کو اپنے پاس آکر بیٹھتے دیکھ اشنا شاہ روتے ہوئے اس سے مخاطب ہوئی۔یہ آج سے نہیں بلکہ وہ بہت عرصے سے اس کے پیچھے پڑی ہوئی تھی۔لیکن اسے اب میں سمجھاتا بھلا؟"میری جان بات سنو!!زاویار شاہ نے کہتے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالنا

چاہا۔ جو اشنا شاہ فوراً ہی جھٹک چکی تھی۔ ابھی اسے غصّہ بھی آیا ہوا تھا۔۔ "یار قسمت کی بات ہے ساری! جب ہمارے نصیب میں اولاد ہو گی تو ہمیں مل جائے گی۔ تم کیوں ہر بات کی سر پر سوار کر لیتی ہو؟ نرمی سے اس کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیتے وہ اسے ہمیشہ کی طرح سمجھانے کی ایک ناکام کوشش کر رہا تھا۔۔ "کچھ خود سے بھی ہوتا ہے زاویار! ایک مرتبہ ٹیسٹ ہو جاتے تو پتا چلے کہ آخر مسئلہ کیا ہے! ضروری نہیں ہے کہ قدرت کی طرف سے تاخیر ہو! ہو سکتا ہے مجھ میں یا آپ میں کوئی مسئلہ ہو! ہم علاج کروا لے گیں وقت پر! آپ ایک مرتبہ ٹیسٹ تو کروانے دیں!! اس کے چہرے کی طرف دیکھتے وہ ایک مرتبہ پھر اپنی ہمیشہ والی ضد پر آ گئی تھی۔ اسے بس اپنا چیک اپ کروانا تھا۔ اولاد کی کمی اسے خود کو بہت زیادہ محسوس ہوتی تھی!! بے اولادی بہت بری چیز ہے!! "بس کر دو! ہم دونوں میں سے کسی میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ اللہ معاف کرے اشنا کہاں کی سوچتی ہو تم؟ میرا بچہ اولاد اللہ کی طرف سے ہوتی ہے اس نے جب دینی ہو گی وہ دے دے گا۔ ہاں ہم دعائیں ضرور کر سکتے ہیں!! جو ہم دونوں کرتے بھی ہیں! نرمی سے اسے اپنے

کندھے سے لگاتے وہ اسے سمجھانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ نجانے کیوں وہ چیک اپ نہیں کروانا چاہتا تھا۔۔"آپ مت کروائیں۔ماما کے ساتھ جا کر میں خود کروالوں گی۔اب آپ کو کچھ کہنا بھی نہیں میں نے! میں اپنا چیک اپ ضرور کرواؤں گی زاویار۔مجھے سب کی سوالیہ نظریں خود پر گڑھی اچھی نہیں لگتی آخر آپ کیوں نہیں سمجھ رہے! ہر رشتے دار کی نظریں مجھ پر ہوتی ہیں کہ یہ ابھی تک اولاد کیوں نہیں دے سکی۔آپ نہیں سمجھ سکتے مجھے کیونکہ آپ سے کبھی کسی نے اولاد کا پوچھا نہیں ہوگا۔۔اشنا شاہ کسی صورت بھی راضی ہونے کو تیار نہیں تھی۔ اس کے دماغ میں ایک بات بیٹھ گئی تھی تو اس نے اب یہ ضرور کروانا تھا۔ہر شادی یا کسی بھی فنکشن پر وہ عورتوں کے جواب دے دے کر تھک گئی تھی۔اسے بس اولاد چاہیئے تھی!!"اچھا یار ریلیکس ہو جاؤ کچھ دنوں تک کرتے ہیں کچھ!! میں ٹائم نکال لوں پھر دونوں چلے گیں ڈاکٹر کے پاس کوئی جلدی نہیں ہے!! ایک گہری سانس بھر کر اس کے ماتھے پر لب رکھتے وہ اس کی ضد کو ماننے پر مجبور ہو گیا تھا۔وہ جانتا تھا کہ مقابل رکے گی نہیں۔وہ اس کے ساتھ نہ سہی تو کسی بھی اور کے

ساتھ چلی جاتی۔جو کہ وہ بلکل بھی نہیں چاہتا تھا۔اسی لیے مجبوراً اسے حامی بھرنی ہی پڑی۔"کچھ دنوں تک نہیں۔ بلکل بھی نہیں!!آپ کل ہی چل رہے ہیں!اشنا شاہ کو کچھ زیادہ ہی جلدی تھی۔۔واقعی اس سے صبر نہیں ہو رہا تھا۔"اشنا پلیز یار۔۔ میرا دل نہیں مانتا اس کے لیے!!زاویار شاہ نے بے بسی سے اسے دیکھتے اپنے دل کی بات کہی۔اس کا نجانے کیوں اس بارے میں سوچ کر بھی دل گھبراتا تھا۔۔"کچھ نہیں ہو گا انشاءاللہ۔۔اور اگر کوئی چھوٹا موٹا مسئلہ ہوا بھی تو ہم علاج کروا لے گیں!!کچھ بھی نہیں ہو گا حوصلہ رکھیں!!اب وہ اسے تسلی دینے بیٹھ گئی تھی!! خود کو اسے تسلی تھی کہ اب کل وہ چیک کروائے گی!!"ہمم انشاءاللہ!!ایک گہری سانس بھرتے زاویار شاہ اس کے ہونٹوں پر ایک زوردار بوسا دیتے بیڈ سے کھڑا ہوا۔ابھی باہر سب بیٹھے تھے اسے باہر جانا تھا۔اشنا کو بھی وہ اپنے ساتھ ہی لے کر جانے والا تھا۔"رونا نہیں ہے اب اس طرح!!باہر چل کر درفشاں اور آبان کو مبارک باد دینا۔خوشی ظاہر کر دینا پلیز میری جان ایسے پھر اچھا نہیں لگتا وہ دونوں سوچے گیں کہ ہم اُن کی خوشی میں خوش نہیں ہیں!!اسے نرمی سے اپنے حصار

میں لیے وہ اسے سمجھا رہا تھا۔۔"میں خوش ہی تھی بس آپ کو منانا تھا۔دعا کریں زاویار ہم بھی یہ خبر جلد ہی سب کو بتائیں!!اپنے آنسوں صاف کرتے اشنا شاہ نے اپنے آنسوں صاف کرتے اُداس سا مسکراتے کہا۔اسے بے صبری سے اس دن کا انتظار تھا۔۔کوئی نہیں آجائے گا وہ دن بھی!!نرمی سے کہتے زاویار شاہ اسے اپنے ساتھ لیے آگے کی طرف بڑھا۔

کراچی کے ایک بڑے سے ہسپتال کے اندر ایمبولینس آتے رکی۔اس میں معاذ شاہ تھا۔یہ ایمبولینس یونیورسٹی سے لائی گئی تھی۔معاذ شاہ کو سٹریچر پر لٹاتے تیزی سے اندر لے جایا جا رہا تھا۔۔بہت سے سٹوڈنٹس ساتھ ہی ہسپتال آئے تھے۔جبکہ بہت لوگوں کو تو پولیس یونی میں ہی روک چکی تھی۔مقصد تحقیق کرنا تھا۔۔میرا خیال ہے ان کے گھر والوں کو انفارم کر دینا چاہئے!ایک پروفیسر جو ایمبولینس میں معاذ شاہ کے ساتھ ہی آئے تھے دوسرے سے مخاطب ہوئے!اچانک ہی سارے اتنے پریشان ہو گئے تھے کہ ان لوگوں کو معاذ شاہ کے گھر والوں کو خبر دینے کا بھی ہوش

نہیں رہا تھا۔ "ان کا موبائل۔ایک منٹ رکیں پلیز!! سٹریچر آگے لے جاتے لوگوں کو مخاطب کرتے پروفیسر نے انہیں رکنے کو کہا۔وہ معاذ شاہ کی جیب سے موبائل دیکھ رہے تھے تاکہ اس کے گھر والوں کو کال کر سکیں!" لے جائیں! فون نکال کر اپنے ہاتھ میں لیتے پروفیسر نے فوراً ہی انہیں اجازت دی۔ابھی حالات ایسے نہیں تھے کہ ایک منٹ بھی صبر کیا جاتا۔ معاذ شاہ کو جلد از جلد ٹریٹمنٹ کی ضرورت تھی!!اس کا جسم۔ہر گزرتے لمحے کے ساتھ نیلا پڑتا جا رہا تھا۔ نجانے کس نے دشمنی نکال کر اس کی بوتل میں کچھ ملایا تھا۔۔ فون کو انلاک کرتے پروفیسر نے کانٹیکٹ میں جاتے نمبر ڈائل کیا۔ فون پر کوئی پاسورڈ نہیں تھا۔وہ لوگ آسانی سے نمبرز تک پہنچ گئے تھے! سب سے اوپر ہی حدائق بھائی کے نام سے ایک نمبر سیو تھا۔آخری مرتبہ اس نمبر پر کال کی گئی تھی۔وہ لوگ اسی پر کال کر رہے تھے!

معاذ شاہ کو اندر لے جاتے آئی سی یو میں ایڈمٹ کر دیا گیا تھا۔پتہ نہیں اس کی سانسیں چل بھی رہی تھیں یا نہیں لیکن اتنا ضرور تھا کہ اس کہ جسم کانچ کی طرح نیلا پڑتا جا رہا تھا۔خدا جانے اس کا کیا بننا تھا۔۔

بالاج خان اس وقت اپنے فلیٹ میں موجود سنجیدگی سے اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑا اسے ناک کرنے نے مصروف تھا۔ بالاج خان اس وقت جینز شرٹ میں ملبوس سر پر ایک کیپ پہنے شاید کہیں باہر جانے کے لیے تیار نظر آرہا تھا۔ یہ تقریباً شام کا ہی وقت تھا نجانے اس وقت وہ کہاں جانے والا تھا۔۔"تم نے آج کی تاریخ میں ہی تیار ہونا ہے یا پھر میں جاؤں؟ بالاج خان نے ایک مرتبہ پھر دروازے کو ناک کرتے دانت پیستے اندر کمرے میں موجود ماورا خان کو مخاطب کیا۔۔شاید وہ دونوں کہیں پر جانے والے تھے! بالاج خان پچھلے پندرہ منٹ سے یہاں کھڑا مقابل کے دروازہ کھولنے کے انتظار میں تھا۔۔مگر وہ لڑکی دروازہ کھولنا تو دور کی بات اندر سے کوئی جواب بھی نہیں دے رہی تھی۔ کھڑے رہ رہ کر بھی اب تو اس کی بس ہونے والی تھی!! مگر مقابل ٹھہری ازل کی ڈھیٹ لڑکی! اس نے اپنی مرضی سے ہی باہر آنا تھا۔ پھر چاہے یہاں وبال آجاتا۔۔

دو منٹ صبر نہیں ہوتا تم سے ؟ میں ایک مرتبہ باہر آجاؤں بالاج۔۔ پھر تمھیں "
بہت اچھے سے بتاتی ہوں ! ! پھاڑ کھانے والے انداز میں ہی سہی مگر شکر تھا کہ اس
مرتبہ جواب مل گیا تھا۔ اسے تسلی ہو گئی تھی کہ مقابل اندر زندہ ہی ہے ! ! البتہ وہ
جانتا تھا کہ وہ اتنا کس بات پر بھڑکی ہوئی ہو گی۔۔ وجہ تھی کپڑے ! فلائٹ کے
وقت ماورا خان کا لگیج جمیل صاحب وغیرہ کے سامان کے ساتھ ہی جہاز میں جا چکا
تھا۔ وہ یہاں بالاج خان کے ساتھ بنا کسی سامان کے آئی تھی۔ اب اس کے پاس
جتنے بھی کپڑے تھے وہ بالاج خان کے دیے ہوئے تھے ! بالاج خان پہلے دن ہی
ڈھیروں کپڑے اس کیلئے خرید لایا تھا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ یہ سارے کپڑے اس کی
اپنی مرضی کے تھے ! ! قمیض شلوار اور وہ بھی کھلے کھلے کہ جسم کا کوئی حصہ بھی
عیاں نا ہو ! اسے مقابل کے سائز کا نہیں پتا تھا۔ لایا بھی وہ اندازے سے تھا۔ اور پھر
اس پر تضاد کہ زیادہ کھلے کھلے ! ماورا خان کا غصّہ ہونا بنتا تھا۔ وہ سہی اس انسان کو
روتی تھی ! ! "آجاؤ یار چلنا بھی ہے ! پانچ منٹ مزید گزرنے کے بعد بھی اسے نا
آتے دیکھ بالاج خان نے دروازہ ناک کرتے ایک مرتبہ پھر اسے پکارا۔۔ اس

مرتبہ اس کی محنت رنگ لائی تھی۔اس مرتبہ دروازہ کھول دیا گیا تھا۔۔ماورا خان نے جھٹکے سے دروازہ کھولتے اسے خونخوار نظروں سے گھورا۔وہ اس وقت انارکلی فراک میں ملبوس تھی۔جو اس پر ایسے

لگ رہا تھا جیسے ہینگر پر کپڑے لٹکا دیے ہو! یہ فراک اسے لمبائی میں تو سہی تھا لیکن اس قدر کھلا تھا کہ اس کے بازو نیچے لٹک رہے تھے! ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے کسی بہت موٹی عورت کا سوٹ پہن لیا ہو!"واؤ! آج پہلی مرتبہ انسان لگ رہی ہو! اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے بالاج خان نے شرارت سے کہتے اسے چھیڑا۔۔حالانکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ مقابل تپی ہوئی ہے لیکن پھر بھی اسے تنگ کرنے کا موقع وہ کیسے گنوا سکتا تھا بھلا؟؟" بالاج میں تمھارا سر پھاڑ دوں گی۔کوئی ڈھنگ کے کپڑے نہیں ملے تھے کیا تمہیں! تمہاری شکل کی طرح چوائس بھی سڑی ہوئی ہے!!اس کی بات پر ماورا خان کمرے سے نہ آتے سیخ پا ہوتے چیخی۔اسے شدید رونا آرہا تھا کیونکہ یہ انسان ہر معاملے میں اس پر اپنی مرضی تھوپ رہا تھا۔وہ مکمل طور پر بے بس تھی۔کیونکہ اب اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور چارہ نہیں تھا۔وہ مکمل طور پر بالاج خان

کے رحم و کرم پر تھی۔ سب کے اس کہ ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ اس کے ماں باپ تک اسے اس جنگلی انسان کے پاس چھوڑ کر چلے گئے تھے! وہ رونے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی!! "میری جان پہننا تو تمھیں اب یہی کچھ ہے! بہتر ہے عادت ڈال لو! تھوڑا آگے کو ہوتے بالاج خان نے اس کا گال تھپکتے نرمی سے کہا۔۔ اسے احساس تھا کہ مقابل کو یہ سب پہننے کی عادت نہیں ہو گی۔ لیکن وہ چاہتا تھا کہ ماورا اس کی خاطر خود کو تھوڑا سا بدل لے! خاص کر ڈریسنگ کے معاملے میں! زبان کا تو وہ ویسے بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔ "خدا کے لیے بالاج۔ مجھ پر پابندیاں اتنی ہی لگانا کہ کل کو میں تمہارے حصار سے نکلنے کے بعد میں تمہارے حق میں کوئی بد عا نہ کر سکوں! جتنا تم مجھے ذلیل کر رہے ہیں یقین کرو تم سے آزادی پر میں شکرانے کے نوافل ادا کروں گی!! اس کے چہرے کو دیکھتے ماورا نفرت آمیز لہجے میں اسے شاید کوئی اشارہ دے رہی تھی۔ دونوں ہی جانتے تھے کہ اس لڑکی کو بالاج خان کے حصار سے آزادی چاہیے بس!! بالاج خان نے آگے کو ہوتے اس کے بالوں میں ایک ہاتھ الجھاتے اس کا چہرہ اپنے نزدیک کیا۔۔ وہ شاید

عضّہ ہو گیا تھا۔۔ "پھر تو تم اپنے یا پھر میرے مرنے کا انتظار کرو! کیونکہ جو چیز ایک مرتبہ بالاج خان کے پاس آجاتی ہے وہ پھر مرتے دم تک قید رہتی ہے! اس کی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑے اس نے سنجیدگی سے کہا۔۔ ماورا خان کی آنکھوں میں آنسوں سے چمکے! اس انسان کا پل میں تولہ پل میں ماشا والا حال تھا۔ اسے کب عضّہ آجائے کوئی کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔۔ "پھر تو میں دعا کروں گی کہ تم مر جاؤ بالاج خان۔ تم سے محبت میری زندگی کی سب سے بڑی غلطی تھی۔ اپنے لیے محبت تم نے خود ہی نفرت میں بدل دی۔ تم برباد ہو جاؤ گے یاد رکھنا۔ جو محبتوں کی قدر نہیں کرتا خدا اس سے محبت چھین لیتا ہے! اپنی بھیگی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑے وہ بے بسی سے نفرت آمیز لہجے میں بول رہی تھی!! "تمہاری بکواس ختم ہو گئی ہو تو چادر اوڑھو۔ ہمیں نکلنا ہے گھر کے لیے!! سنجیدگی سے اس کے بال چھوڑتے بالاج خان نے حکمیہ سے انداز میں کہا۔ مقابل کی ایک ایک بات اس کے دل پر نقش ہوتی تھی!! کبھی تو اسے موقع ملتا سچ میں مرنے کا۔۔ "ماورا خان نے ایک آخری نظر اس پر ڈالتے خاموشی سے روتے ہوئے آگے کو بڑھتے اپنی چادر

اٹھائی۔ وہ جس طرح اس لباس کو پہنے ہوئے تھی یہ تو اب وہی جانتی تھی۔۔ لیکن مجبوراً اسے یہ کرنا ہی تھا۔ بالاج خان اور وہ خان ولا جا رہے تھے! یہ بالاج خان کا ہی فیصلہ تھا کہ اب سے وہ لوگ خان ولا میں ہی رہے گیں! اگر برہان خان ان دونوں کو رکھ لیتے تو۔۔ ایک مرتبہ کوشش کرنے میں کیا ہی حرج تھا۔ بس یہی سوچ کر اس نے یہ فیصلہ لیا تھا۔ شادی کے بعد سے اب تک پہلی مرتبہ اس کا برہان خان سے سامنا ہونے والا تھا۔۔ "اپنی چادر اوڑھ کر ٹیڑھے میڑھے طریقے سے نیچے لٹکاتے جیسے بھی اسے سیٹ کرنی آئی کرتے ماورا خان دروازے کے آگے آتے کھڑی ہوئی۔ وہ ابھی تک رو رہی تھی!! دروازے پر کوڈ تھا جو کہ وہ بلکل نہیں کھول سکتی تھی۔ اس چھوٹے سے کام کے لیے بھی وہ بالاج خان کی محتاج ہو کر رہ گئی تھی۔۔ بالاج خان نے اس کے قریب دروازے کے پاس آتے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ اسے سمجھ نہیں آتی تھی کہ یہ لڑکی سب کچھ بھلا کر اس کے ساتھ محبت سے کیوں نہیں رہ سکتی تھی؟ لیکن وہ نہیں سمجھتا تھا۔ کیا بھلانا اتنا آسان ہوتا ہے کیا؟؟ خاموشی سے آگے بڑھ کر اس نے مقابل کی بے ترتیب چادر کو اچھے سے اس کے سر

پر سیٹ کیا۔ وہ خاموش تھا۔ نظریں بھی اس کی چادر پر تھیں۔ وہ کیا ہی بولتا اب اسے!! ماورا خان نے اپنی بھیگی گلابی آنکھیں اٹھاتے اسے دیکھا۔ اسے اب مزید رونا آرہا تھا۔ کیا ہی مصیبت تھی آخر!!"چادر عورت کا حسن ہوتی ہے ماورا۔ میری خاطر نا سہی پردے کی خاطر اپنے آپ کو ڈھانپ کر رکھا کرو۔ تمھارا سب کچھ میری امانت ہے! تمہیں چاہیئے کہ امانت میں خیانت کرنے سے ڈرو!! بالاج خان نے نہایت نرمی سے کہتے تھوڑا جھکتے اس کی آنکھوں پر اپنے لب رکھے! وہ ہی نرم پڑ گیا تھا۔ نکاح میں ایسی کوئی طاقت تھی کہ اسے ہمیشہ ہی نرم ہونا پڑتا تھا۔ جتنا وہ غصے والا اور بے رحم انسان تھا اب اتنا ہی نرم ہو رہا تھا۔۔ کیونکہ مقابل اسے بہت عزیز ہو چکی تھی۔ اور پھر عزیز لوگوں کو تکلیف تو نہیں دی جاتی نا؟؟"رونا بند کرو! اپنے لبوں سے اس کے آنسوں چنتے بالاج خان نے پھر سے حکم دیا۔ مقابل اور زیادہ رونے لگی تھی!!"تم میری زندگی سے چلے جاؤ بالاج۔ میں بہت سکون میں تھی جب تک تم میرے ساتھ نہیں تھے! آج اگر میں اتنی بد تمیز اور منہ پھٹ ہو گئی ہوں تو یہ سب تمھارا قصور ہے! برباد کر دیا تم نے مجھے!! اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ

رکھتے ماراخان نے روتے ہوئے دھیمے سے دل کی بات کی۔اسے کیا ہوتا جارہا تھا خود اسے پتہ نہیں تھا۔۔ بالاج خان نے کندھے اُچکاتے نرمی سے اسے آگے کو کرتے اس کے لبوں پر ایک زوردار آواز ایک ساتھ بوسا دیا۔اسے قبول تھا یہ کڑوا منہ بھی!!"کوئی بات نہیں! برباد ہو یا آباد۔میرے لیے کافی ہے کہ تم میرے ساتھ ہو! بہتر ہے اپنے دل کو سمجھالو مائے لیڈی! نرمی سے کہتے بالاج خان نے اس کے ماتھے پر اپنے لب رکھتے اس کا ہاتھ تھاما۔وہ اسے لیے باہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ ماوراخان چاروناچار خاموشی سے اس کے پیچھے ہی چلتے اس کی پشت کو بھیگی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔وہ کچھ بھی نہیں بولنا چاہتی تھی فلحال۔چیخ چیخ کر بھی وہ تھک گئی تھی۔یہ انسان بے حس تھا۔۔"اگر تم تھوڑا دماغ لگاتی تو تمھیں پتہ چل جاتا کہ کوڈ تمہاری ہی ڈیٹ آف برتھ کا تھا۔میرا سب کچھ تمھارا۔پھر یہ تو صرف کوڈ تھا۔۔ ہلکا سا مسکرا کر بنا اس کی طرف دیکھ کر کہتے بالاج خان نے اس کے ہاتھ کو تھامتے باہر کی طرف قدم بڑھائے!!"کاش کہ مجھے یہ کوڈ معلوم ہوتا۔اس کی پشت کو دیکھ کر دھیمے سے کہتے ماوراخان نے اپنے آنسوں صاف کیے!ایک مرتبہ وہ خان ولا پہنچ

جاتی۔ بالاج خان کو نا کوچنے ناچبوادیتی تو پھر کہنا تھا۔ایسا وہ سوچ رہی تھی!!ابھی تو !!پتہ نہیں ان لوگوں کو خان ولا میں رہنے دیا بھی جانا تھا یا نہیں

بالاج خان کی گاڑی خان ولا کے بڑے سے گیٹ سے گزرتے اندر داخل ہوا۔ یہاں گارڈز کو کوئی پابندی لگانے کا نہیں کہا گیا تھا۔۔ بالاج کو حیرت ہوئی تھی کہ برہان خان نے اس کی گاڑی کو گھر میں گھسنے دے دیا۔ وہ اور ماورا خان سارے راستے خاموشی سے بیٹھ کر آئے تھے!ناتو ماورا نے کوئی بات کی تھی۔ وہ بس روتے چلی جارہی تھی۔اور نہ ہی بالاج خان نے کوئی بات کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اسے رونے دینا چاہتا تھا۔۔تاکہ مقابل دل کا بوجھ ہلکا کرلے!!"اندر جاؤ تو یہ آنسوں صاف کر کے آنا۔سب سوچے گیں تم پر بہت ظلم کیا ہے میں نے!حالانکہ حقیقت اس کے بلکل برعکس ہے!!اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے بالاج خان نے دوسری طرف آتے دھیما سا مسکراتے ہوئے اسے چھیڑا۔ وہ باز نہیں آتا تھا۔"خدا کرے تمھیں گھسنے ہی نہ دیں گھر میں!ایک مرتبہ اندر چلوا چھے سے

تمہاری عزت کا تماشا لگاتی ہوں میں ! ! اپنے آنسوں صاف کرتے گاڑی سے باہر نکلتے ماورا خان نے اٹل لہجے میں اسے وارن کیا۔۔"اوہ واہ۔شیرنی اپنے موڈ میں واپس آتے ہوئے ! چلو میرا بچہ دیکھتے ہیں کون کتنا تماشا لگاتا ہے ! میرا باپ تمھیں موقع دے تو ضروری لگا دینا۔پہلے میرا باپ لگائے گا ہم دونوں کو باہر پھینک کر ! ! ہلکا سا مسکرا کر کہتے بالاج خان نے اپنے قدم آگے کو لیے ! اسے اندازہ تھا کیا ہونا ہے لیکن پھر بھی ڈھیٹ بنا مسکراتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔مار کھانی ہی تھی تو مسکرا کر کھاتا۔ایسے بیعزتی محسوس نہیں ہوتی ! ! پیچھے ماورا نے کلس کر دانت پیستے اس بے شرم انسان کی پشت کو دیکھا۔اپنے ساتھ ساتھ وہ اسے بھی پھنسا رہا تھا۔اس کا قصور کیا تھا آخر ! ! وہ کھڑی اپنے دانت ایسے پیس رہی تھی جیسے ان کے نیچے بالاج خان کی گردن ہو ! اور وہ اسے کچا چبا جاتی ! ! "آجاؤ۔۔میرے ساتھ جاؤ گی تو کم محسوس ہو گی۔اکیلے میں زیادہ ہوتی ہے ! پھر مت کہنا شوہر خیال نہیں کرتا۔۔اپنے پیچھے سے کوئی قدموں کی چاپ نا سنتے بالاج نے رک کر پیچھے مڑتے آواز لگائی۔مقابل ابھی تک وہیں کھڑی خونخوار نظروں سے اسے گھور رہی تھی ! ! "خدا کرے اندر

جاتے ہی تمھیں گولی سے اڑادیں! اور مجھے میرے گھر واپس بھیج دیں!! کلس کر کہتے ماورا نے پیر پٹختے اپنے قدم اس کے پیچھے ہی اندر کی جانب لیے! اب سے تو اسے اس گھر میں ہی رہنا تھا۔

خان ولا میں اس وقت سب لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں محو تھے! اس وقت سارے ہی موجود تھے سوائے زارا خان کے! وہ جب سے آئی تھی اپنے کمرے میں ہی بند تھی۔ دن کے کھانے کے لیے بھی اسے بلایا تھا لیکن اس نے سر میں درد کا بہانہ کر کے صاف انکار کر دیا تھا۔ راحیل خان کا ارادہ اب تھوڑی دیر یہاں بیٹھ کر اُسی کے پاس جانے کا تھا۔ وہ اس سے طبیعت کا پوچھ لیتا کم سے کم!! سارے گھر والے چائے پیتے اپنی باتوں میں مصروف تھے کہ بالاج خان گھر کے اندر داخل ہوا۔ ماورا بھی اس کے ساتھ خلافِ توقع اس کا ہاتھ تھامے ہوئے تھی۔ سچویشن ہی ایسی تھی کہ اسے مجبوراً اس انسان کا سہارا لینا پڑا تھا۔ "ذرا سی مجھے مار زیادہ پڑنے لگے تو رونے بیٹھ جانا۔ کیا پتہ تم پر ترس کھالیں یہ لوگ!! شکل سے ویسے بھی تم اس

وقت ترس کے قابل لگ رہی ہو!! اپنے ساتھ موجود ماورا کے کان میں سرگوشی کرتے بالاج خان اپنی مسکراہٹ روکتے سب کی طرف بڑھا۔ وہ آج اسے ہر طریقے سے زچ کرنے کے موڈ میں تھا۔ جیسے ابھی اسے اس کی شکل کو لے کر شک وشبہات میں ڈال دیا تھا۔۔ "السلام وعلیکم!! آگے بڑھتے سب کے پاس صوفوں کے پاس جاتے بالاج خان نے گلا کھنکھارتے سب سے سلام کیا۔ وہ بڑے آرام سے بنا کسی کی پرواہ کیے جاتے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ اس کا اپنا گھر تھا بھئی! سب لوگ جو باتوں میں مصروف تھے اسے دیکھتے لاؤنج میں مکمل طور پر خاموشی چھائی!! برہان خان نے اسے دیکھتے بے ساختہ ہی غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچی! بے شرمی اور بے غیرتی اینڈ تھی ان لڑکوں پر!!

"کس کی اجازت سے آئے ہو گھر؟ داجان نے اپنے ڈنڈے پر گرفت مضبوط کرتے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔ تقریباً سارے ہی بڑے اس ایک انسان پر تپے ہوئے تھے!! "اجازت لینی تھی کیا؟ دھیما سا مسکراتے اس نے جواباً سوال کیا۔ وہ خود کو لاپرواہ شو کروا رہا تھا لیکن یہ تو وہی جانتا تھا کہ اس کی برہان

خان کی نظروں کو نوٹ کرتے کیا حالت ہو رہی تھی!!"اٹھو اور نکلو میرے گھر سے!داجان اس کے اٹیٹیوڈ پر سیخ پا ہوتے چیخے!ایک تو چوری اوپر سے سینا زوری! اس کا یہ والا حال تھا۔۔"داجان آرام سے بات تو سن لیں میری! تسلی سے بات کر لیتے ہیں! برہان خان کی طرف دیکھنے سے بھی بہتر تھا کہ وہ تمیز سے پہلے داجان کو اپنے اعتماد میں لے لیتا۔گھر تو داجان کا تھا۔اُن کا ماننا زیادہ ضروری تھا! باقی سب بیٹھے اب بالاج خان کی درگت بنتے دیکھنے کے انتظار میں تھے!!"بتاتا ہوں میں تمھیں کہ کیسے تسلی سے بات کی جاتی ہے! خبیث انسان اس دن گارڈز سے ہمارے اوپر بندوقیں تان دی۔کیا کہہ رہے تھے کہ کوئی ہمارے بیچ میں نا آئے! لعنت ہے تمہارے پیدا ہونے پر!اسی دن کے لیے تم لوگوں کو پال پوس کر بڑا کیا تھا۔۔داجان غصے کے مارے اپنی جگہ پر سے کھڑے ہو چکے تھے!تب بالاج خان کا زور چل رہا تھا اب ان کا زور تھا۔۔"ماورا خان نے ہونٹ دانتوں تلے دبائے اپنی ہنسی روکی۔اس کا اب موڈ فریش ہونے والا تھا۔پہلی لعنت پر ہی اس کے دل میں تو ٹھنڈی پھوار سی برس پڑی تھی!!منہ توڑ دیتے داجان اس بے شرم کا۔۔"میری

بات سنیں داجان! میں نے نکاح بھی تو کرنا تھا۔اس لیے مجبوراً مجھے گارڈز رکھوانے پڑے! صوفے سے کھڑے ہو کے داجان کے ڈنڈے سے بچتے بالاج خان نے اپنی صفائی دی!!"ایک منٹ داجان! برہان خان داجان کو آگے بڑھتے دیکھ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے! وہی تھک جاتے یہ سانڈ ان لوگوں کے ہاتھ میں نہیں آنا تھا۔ تبھی ان کا اِرادہ خود اس سے بات کرنے کا تھا۔۔ بالاج خان نے بے ساختہ ہی تھوک نگلا۔اب اسے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ برہان خان سے وہ واقف تھا۔۔

بیٹھ جاؤ بیٹے! ماورا کو ابھی تک کھڑے دیکھ عظمیٰ خان نے صوفے سے کھڑے" ہوتے سنجیدگی سے اسے بیٹھنے کو جگہ دی۔ وہ پہلی مرتبہ گھر آئی انہیں کھڑی ہوئی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔۔"نہیں شکریہ! بمشکل ہی خود کو تمیز کے دائرے میں رکھتے ماورا نے انہی کی طرح کہتے اپنی نظریں سامنے جمائی۔ وہ اتنا تو جانتی تھی کہ اب بالاج خان سے رہائی ممکن نہیں! فلحال وہ تھوڑا بہت سکون تو پا سکتی تھی۔البتہ عظمیٰ بیگم سے وہ بالاج کی وجہ سے اُکھڑی ہوئی تھی!! برہان خان سنجیدگی سے بالاج کے مقابل جاتے اس کے سامنے کھڑے ہوئے! اتنے دنوں بعد بھی ان کا

غصّہ بلکل کم نہیں ہوا تھا۔۔"کیا لینے آئے ہو تم اب یہاں؟ ہماری عزتوں کا تماشا بنا کر سکون نہیں تھا ملا تمھیں جواب زخموں پر نمک چھڑکنے آ گئے! اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے برہان خان نے نہایت سنجیدگی سے استفسار کیا۔ان کی سپاٹ نظریں بالاج خان پر ہی گڑھی تھیں!!" باباوہ میں۔۔۔ بالاج خان ایک گہری سانس بھرتے ابھی اپنی صفائی میں کچھ کہتا کہ منہ پر پڑنے والے زناٹے دار تھپڑ سے اس کے لفظ حلق میں ہی کہیں گم ہوئے! مارے غصے اور ضبط کے برہان خان کا ہاتھ اٹھ چکا تھا۔۔کتنا بے بس کر دیا تھا اس لڑکے نے انہیں! اسے اپنے ماں باپ بہنیں کسی کا بھی کوئی خیال نہیں رہا تھا۔۔!! ماورا خان نے بے ساختہ ہی ایک سکون کی سانس خارج کی!!"شکر تھا کہ خان ولا کے لوگوں میں بھی ابھی انصاف باقی تھا۔وہ تو چاہتی تھی چار پانچ اور اسی طرح کے پڑے اس انسان کے منہ پر تا کہ اس کی عقل ٹھکانے پر آ جائے!! آبان خان اور راحیل صوفوں پر سیدھے ہوتے بیٹھے! جو کچھ بالاج نے کیا تھا وہ لوگ تو اس قابل بھی نہیں تھے کہ اٹھ کر اس کی حمایت میں ہی کچھ بول دیتے! ویسے بھی اب اگر وہ لوگ کچھ بولتے تو پہلے تو دادا جان نے انہیں کچھ

نہیں کہا تھا۔اب ضرور ان دونوں کا منہ توڑ دیتے! تبھی خاموشی سے اب وہ بالاج کو پٹتے ہوئے دیکھ رہے تھے! ہاں بعد میں وہ اس کے زخموں پر مرہم پٹی کر دیتے! اب بھائی ہونے کے ناطے اتنا تو کیا جا ہی سکتا تھا۔!! بالاج خان نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے برہان خان کو دیکھا۔وہ بس اسی لیے ان کا سامنا کرنے سے ڈر رہا تھا۔اسے پتہ تھا مار پڑنی ہے!!"جن قدموں سے آئے ہو انہی سے واپس چلے جاؤ۔نا تمہاری ماں کو تمہاری ضرورت ہے اور نہ ہی مجھے! مر گئے ہو تم ہمارے لیے! اُنگلی اٹھا کے اسے سختی سے تنبیہ کی گئی۔انہیں کوئی غرض نہیں تھی کسی سے بھی! انہیں بس بالاج کی شکل بھی نہیں دیکھنی تھی!!"بابا میری مجبوری تھی۔میں محبت کرتا تھا اس سے نہیں رہ سکتا تھا اس کے بغیر! آپ پلیز سمجھنے کی کوشش کریں!! بے بسی سے برہان خان کو دیکھتے وہ اپنی صفائیاں پیش کر رہا تھا۔!!"تو میں کیا کروں! کیا ہم نے کبھی تمھیں کہا کہ تمہاری شادی کہیں بھی اپنی مرضی سے کروائیں گیں؟ ہر طرح کی آزادی دی تم بہن بھائیوں کو! جس نے جو چاہا اسے وہی لے کر دیا۔یہ دن دیکھنے کے لیے کہ کل کو اولاد جوان ہو کر ماں باپ پر ہی بندوق تان دے! ارے ہماری

چھوڑو اس بچی کا ہی خیال کر لیتے ! ! اندازہ ہے تمھیں کہ وہاں موجود عوام کیسی کیسی باتیں کر کے گئی ہے اس کے بارے میں ! نہیں تمھیں کیا خیال تمھیں تو طاقت کے بلبوتے پر نکاح کرنا تھا بس ! " کر لیا نکاح ؟ یقیناً اسے جیت لیا ہو گا مگر اس کا دل ہار گئے ہو گے ! ! اسے گریبان سے تھام کر آگ بگولا ہو کر اس پر چیختے وہ آخر میں ماورا کی طرف اشارہ کر گئے تھے ! ! انہیں احساس تھا ماورا کا بھی ! مگر وہ خود بھی اس وقت بے بس تھے ! ورنہ یہ نکاح کبھی نا ہونے دیتے ! ! بالاج خان نے شرمندگی سے نظریں جھکائے اپنا نچلا ہونٹ بے دردی سے دانتوں تلے کچلا۔ ابھی کے لیے بہتر تھا کہ اُن کی ڈانٹ چپ چاپ سن لیتا۔۔ ویسے بھی کہہ تو برہان صاحب بلکل ٹھیک رہے تھے ! وہ اس کے منہ سے دن رات نفرت کا الاپ سنتا تھا۔ یقیناً وہ اس کے دل کو ہار گیا تھا۔۔ " جواب دو اب ! زبان پر تالے لگ گئے ہیں کیا ؟ اسے خاموش دیکھ برہان خان نے مزید ایک تھپڑ اس کے دوسرے گال پر رسید کیا۔ وہ جانتے تھے کہ یہ چپ چاپ سنتا رہے گا اور بعد میں پھر وہی حال ہو گا۔ یہ ندامت صرف چند لمحوں کی تھی ! ! " ماورا خان نے نظریں پھیرتے اپنے آنسوں صاف

کیے ! اسے اندازہ تھا کہ اس دن کے بعد اس کی ٹکے کی بھی عزت نہیں رہی ہو گی ! !
سب لوگ ہی اس کے بارے میں اپنے مطابق سوچ رہے ہونگے ! " بابا وہ کسی اور
سے نکاح کر رہی تھی ! ! مجھے یہ۔۔۔۔" بالاج خان ابھی دوبارہ سے صفائی دیتا کہ
برہان خان نے تیسرا تھپڑ اسے مارتے اس کے گریبان کو پکڑتے اسے جھنجھوڑا۔ وہ
اسے بولنے کو بھی کہہ رہے تھے اور جب وہ بولنے لگتا تھا تب مار کر خاموش بھی
کروا دیتے تھے ! وہ بیچارہ کہاں جاتا آخر ! تھپڑوں نے اس کے کان سن کر دیے
تھے ! آخر برہان خان تھے تو اس کے باپ ہی ! ! " بکواس مت کرنا کوئی بھی ! کیا تم
عزت سے پہلے ہی رشتہ نہیں بھیج سکتے تھے ! تمہاری اپنی بہنیں ہیں اور دونوں کے
ساتھ کیا ہوا ہے تم بہت اچھے سے جانتے ہو ! اب سمجھ آتی ہے مجھے کہ کیوں میری
بیٹیوں کے نصیب ایسے ہیں ! گھر کے مردوں کا کیا بیٹیاں ہی بھگتتی ہیں ! تم نے
کسی اور کی بیٹی کے ساتھ کیا خدا نے تمہارے گھر سے ہی تمہاری بہنوں پر مکافات
بھی دکھا دیا۔ ! ! مارے غصے کے وہ بہت سخت الفاظ کہہ گئے تھے ! بالاج خان نے
بے ساختہ ہی کرب سے اپنی آنکھیں میچی ! اُن دونوں کا کیا بھی اس کے سر آ گیا تھا۔

کتنے بھاری الفاظ تھے برہان خان کے کوئی اس سے پوچھتا۔ کیا واقعی گھر کے مردوں کا کیا بیٹیاں بھگتتی ہیں؟؟" دفعہ ہو جاؤ میرے گھر سے! چیخ کر کہتے وہ آخر میں بے بسی سے رونے لگے تھے!! جنہیں کوئی چیز نہیں رلا سکی تھی انہیں ایک کے بعد ایک آتی اولاد کی آزمائش نے رلا دیا تھا۔ تین اولاد تھی ان کے پاس اور تینوں کی ہی زندگی میں ایسا کچھ نہ کچھ ہو چکا تھا کہ ان کا دل پھٹنے کو آجاتا تھا۔۔ان کا اکلوتا بیٹا تھا بالاج۔ کچھ نہ کچھ انہیں اس کے لیے برا ابھی بہت لگتا تھا۔اپنے ہاتھوں سے ہی اپنے لیے گڑھا کھودا تھا اس لڑکے نے!!" بابا۔۔انہیں روتے دیکھ بالاج خان تڑپتے ہوئے ان کی طرف بڑھا۔ برہان خان ابھی ہاتھ اٹھاتے اسے روک رہے تھے کہ باہر سے بھاگ کر آتے ملازم کی آواز پر سب اس کی طرف متوجہ ہوئے! یہ پہلی مرتبہ تھا کہ ملازم اس طرح اندر آگیا تھا۔ وہ گھبرایا ہوا تھا۔۔صاحب باہر پولیس آئی ہے! ملازم نے گھبراتے ہوئے ان لوگوں کی توجہ باہر کی طرف کروائی۔۔

برہان خان بالاج خان کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ اسے مزید کچھ کہتے کہ ایک ملازم بھاگتے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ یہ پہلی مرتبہ تھا جب گھر کے اندر اس طرح کوئی مرد ملازم لاؤنج تک پہنچ چکا تھا۔ وہ ملازم بہت گھبرایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔۔ "کیا ہوا نوردین؟ یہ کیا طریقہ ہے آخر؟ داجان نے ملازم کی طرف دیکھتے کرخت لہجے میں کہا۔ جب اندر کوئی آ ہی نہیں سکتا تھا تو اس کی ہمت کیسے ہوئی تھی دھڑلے سے بھاگتے ہوئے اس طرح آنے کی کہ جیسے کوئی بہت بڑا طوفان آ گیا ہو! وہ آیا تو ایسے ہی تھا۔۔ باقی سب لوگ بھی بالاج کو چھوڑے اسی طرف متوجہ ہو چکے تھے! "گستاخی معاف بڑے صاحب! باہر پولیس آئی ہے! بھاری نفری ہے پولیس کی! آپ لوگوں کو بلا رہے ہیں!! ملازم نے دو قدم پیچھے کو لیتے گھبرائے ہوئے لہجے میں ان سب کو آگاہ کیا۔ آبان خان اور راحیل ایبر و سکیڑے صوفوں سے کھڑے ہوئے! سب کا ہی یہی حال تھا۔ آخر پولیس ان کے گھر کیا کرنے آئی تھی؟ آبان کی نظریں بے ساختہ ہی بالاج اور اکثم کی طرف اٹھی! ان دونوں کی ہی بے چین ہڈیوں کو سکون نہیں تھا۔ ہو سکتا تھا کہ ان دونوں کے ہی کسی کارنامے کی

خبر دینے آئی ہو!!" جاؤ تم دیکھتے ہیں ہم! داجان نے ہاتھ سے ملازم کو باہر کا اشارہ کیا۔ "ہمارے گھر میں پولیس کیوں آنے لگی بھلا؟ عزرا بیگم نے پریشانی سے امجد صاحب کی طرف دیکھتے پوچھا۔ یہ پہلی مرتبہ تھا جب خان ولا میں پولیس آئی تھی۔!!" پریشان مت ہو دیکھتے ہیں ہم! ایک گہری سانس بھرتے نارمل سے انداز میں کہتے آبان خان نے اپنے قدم باہر کو لیے! وہ ریلکس رہتا تو باقی سب بھی بے فکر رہ سکتے تھے!! راحیل خان اور باقی مرد حضرات بھی اسی کے ساتھ ہی باہر کی طرف بڑھے! ملازم نے کہا تھا کہ پولیس کی بھاری نفری ہے! اور ایسا تو صرف تبھی ہو سکتا تھا جب ان کے گھر میں کوئی مجرم ہوتا۔۔

آبان خان نے باہر کی طرف بڑھتے سنجیدگی سے۔ سامنے دیکھا۔ ہمت تھی گارڈز کی جو ان کی اجازت کے بغیر خان ولا کا بڑا سا گیٹ پوری طرح سے کھولا ہوا تھا۔ باہر بے تحاشا پولیس کی گاڑیاں کھڑی تھیں!" معاملہ سیریس لگ رہا ہے! راحیل خان نے سامنے کے حالات دیکھتے آبان خان کو مخاطب کیا۔ سب کے چہروں پر نا سمجھی

کے تاثرات بہت واضح تھے!!"چل دیکھتے ہیں! کیا پتہ تُجھے ہی لینے آئی ہو! بہت کوٹھے پر جاتا ہے نا تو! آبان خان نے بنا اس کی طرف دیکھے اپنے قدم آگے کو لیے! وہ اسے بلاوجہ تنگ کر کے گیا تھا۔"کوٹھے سے پولیس کا کیا تعلق؟ نا سمجھی سے اس کی بات کو سوچتے راحیل خان خود بھی دانت پیستے آگے کی طرف بڑھا۔ مقابل اس پر چوٹ کر کے گیا تھا۔ کتنا کوئی حاضر دماغ انسان تھا آبان خان!! جو سچویشن کے حساب سے اسے طعنہ مار ہی گیا تھا۔۔

آبان خان آگے بڑھتے پولیس آفیسر کے مقابل کھڑا ہوا۔ وہ لوگ ایسے بندوقیں تھامے کھڑے تھے جیسے یہاں کوئی غلط سرگرمی ہو رہی ہو! اور ان لوگوں کو کسی نے مخبری کر دی ہو!!"کیسے مزاج ہیں آپ کے؟ پولیس آفیسر کے مسکراتے ہوئے خود ہی آگے کو بڑھتے آبان خان کے سامنے اپنا ہاتھ کیا۔ سب سے آگے ایک یہی پولیس آفیسر کھڑا تھا۔ باقی سب اس کے پیچھے تھے!! یہ خان ولا تھا۔ آخر کون نہیں جانتا تھا اس گھر میں رہنے والے لوگوں کو؟ پورا شہر آبان، بالاج اور رفیق

خان کو تو کم از کم بہت اچھے سے جانتا تھا۔ یہ تینوں ہی اپنے اپنے شعبے میں بہت مشہور تھے! ان کے رتبے اور رعب و دبدبے سے سارا شہر ہی واقف تھا۔۔ آبان خان نے اپنی کمر کے پیچھے ہاتھ باندھتے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ ڈی ایس پی کا بڑھا ہوا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔ وہ ہر کسی سے ہاتھ ملانے والوں میں سے نہیں تھا۔ خاص کر ایسے لوگوں سے تو بلکل بھی نہیں جو اس کے گھر والوں کے نقصان دہ ثابت ہو!!" یہاں آنے کا کوئی خاص مقصد؟ سنجیدگی سے اسے دیکھتے سپاٹ سے انداز میں پوچھا گیا۔ آبان خان کے پیچھے ہی باقی سب بھی کھڑے تھے!! انہیں یقین تھا آبان معاملہ سنبھال لے گا۔۔ "ارے آبان صاحب! آپ تو لگتا ہے بہت غصے میں ہیں خیر ہونا بھی چاہیے! جو کچھ آپ کے گھر میں ہوا ہے آپ کا غصّہ بنتا ہے!! اپنی خفت کو ہنسی کے زیر اثر چھپاتے ڈی ایس پی نے طنزیہ سے انداز میں کہا۔ وہ لوگ یہاں بس ایک ملزم کو گرفتار کرنے آئے تھے!" تمہیں اندازہ ہے کس کے گھر میں کھڑے ہو تم؟ چٹکیوں کا کھیل ہے اور تمہاری وردی سلامتی سے کسی اور کے پاس ہو گی! لہٰذا بہتر ہے اپنی یہ گاڑیاں ہٹواؤ تاکہ گیٹ بند ہو! آنے جانے

والے لوگ دیکھ رہے ہیں! ہماری عزت ہے کوئی یہاں!! بڑے ضبط سے ایک نظر گیٹ کے پاس اکٹھے ہوتے ہجوم کو دیکھتے آبان خان نے سختی سے حکم دیا۔ آتے جاتے لوگ اتنی پولیس دیکھ کر یہیں تماشا دیکھنے کھڑے ہو چکے تھے! "ہم اپنا کام کرنے آئے ہیں یہاں جو کر کے ہی جائے گیں! تب تک یہ نہیں ہٹ سکتی! دیکھنے دیں جو دیکھ رہا ہے! سب کو پتہ ہونا چاہیے! آبان خان کا اٹیٹیوڈ دیکھتے وہ خود بھی سنجیدہ ہو چکا تھا۔ "بولو بھی کہ کیا مسئلہ ہے؟ لڑنے آئے ہو تم یہاں؟ بالاج خان نے آگے آتے اسے گھورتے ہوئے استفسار کیا۔ یہ ڈی ایس پی ایسے بات کر رہا تھا جیسے ان لوگوں سے اس کی کوئی پرانی دشمنی ہو!! "ارے نہیں نہیں! آپ سے لڑ کر مرنا نہیں ہے میں نے! ڈی ایس پی کے چہرے پر فوراً سے مسکراہٹ واپس سے نمودار ہوئی۔ وہ پاگل نہیں تھا جو اس سر پھرے ریسلر سے پنگے لے لیتا۔

"دراصل بات یہ ہے کہ ہم یہاں ملزم "زار اخان" کو لینے آئے ہیں! بہتر ہے آپ انہیں کچھ تفتیش کیلئے تھانے ہمارے ساتھ جانے دیں! ڈی ایس پی کے الفاظ تھے یا پتھر جو خان ولا کے لوگوں کے سروں پر دھڑا دھڑ برس رہے تھے! کیا

انہوں کہ ٹھیک سنا تھا؟؟ مگر زارا نے ایسا کیا کر دیا تھا کہ پولیس ہی آگئی تھی؟ سب کے دلوں میں ایک ہی سوال اُبھرا تھا۔ وہ سب حیرت سے پولیس کو دیکھ رہے تھے!!" تُجھے اندازہ ہے کس کا نام لیا ہے تو نے؟ راحیل خان نے آگ بگولہ ہو کر آگے بڑھتے ڈی ایس پی کو گریبان سے تھاما۔ وہ اس کی بہن کا نام اپنی زبان سے نکال بھی کیسے سکتا تھا۔۔ "اچھے سے اندازہ ہے مجھے! اور بہتر ہے آپ لوگ بھی ہمارے ساتھ تعاون کریں! آپ کی بہن نے ایک پروفیسر کو زہر دیا ہے! ہسپتال میں زیرِ علاج ہے وہ بندہ! بہتر ہے زارا خان کو ہمارے حوالے کر دیں! اور یہ دوسرا دھچکا تھا خان ولا والوں کے لیے! وہ سب حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھتے پھر ڈی ایس پی کو دیکھ رہے تھے! زارا خان کسی کو زہر دے سکتی ہے وہ لوگ کبھی اس بات پر یقین کر ہی نہیں سکتے تھے! وہ لوگ زارا کو بہت اچھے سے جانتے تھے!" اے میری بہن کا دوبارہ نام بھی لیا تو تیری ہڈیاں توڑ دوں گا۔ کیا ثبوت ہے تیرے پاس کہ میری بہن نے زہر دیا ہے! راحیل خان اس کا گریبان جھنجھوڑتے اس کے منہ پر چیخا۔ وہ بھڑک اٹھا تھا۔ کیونکہ واقعی میں یہ کوئی چھوٹی بات تو نہیں تھی۔ بہن کا

معاملہ تھا آخر۔!!"ثبوت ہے ہمیں سی سی ٹی وی فوٹیج ملی ہے! جس میں صاف صاف دکھایا گیا ہے کہ آپ کی بہن نے معاذ شاہ کو سیڈیوز کر کے انہیں بوتل پلائی ہے! جس میں زہر تھا۔ ہمارے ساتھ تھانے چلیں آپ کو فوٹیج بھی دکھا دیتے ہیں!! وہ از حد درجہ نرمی سے کام لے رہا تھا۔!! کاریڈور میں ایک کیمرے نے چپکے سے معاذ شاہ اور زار اخان دونوں کو ہی ریکارڈ کر لیا تھا۔ ان دونوں کی فوٹیج پولیس کے پاس تھی! تبھی وہ آج کی تاریخ میں ہی ان کے گھر بھی پہنچ چکی تھی۔!! "بکواس کر رہا ہے سالے؟ راحیل خان نے آگے ہوتے ایک زوردار مکا ڈی ایس پی کے منہ پر جڑا۔ ایک لفظ سڈیوز اس کے دماغ میں جیسے اٹک گیا تھا۔ اس آدمی نے بتایا ہی اس طریقے سے تھا۔۔ "راحیل پیچھے ہو! ایک مرتبہ بات تو کرنے دے! قانون کو اپنے ہاتھ میں مت لے! ایک ساتھ کئی بندوقیں راحیل خان پر تنتے دیکھ آبان خان نے آگے کو ہوتے اسے بازو سے پکڑتے ڈی ایس پی سے دور کیا۔ وہ اس کے منہ پر دو مکے مار چکا۔ تھا۔۔ قصور اس کا نہیں تھا چھوٹی چھوٹی باتوں پر آگ بگولا ہونا ان کی خاندانی عادت تھی۔۔ راحیل خان قہر بار نظروں سے اسے دیکھتے پیچھے کو

ہوا!!" دیکھو انسپکٹر جو کچھ بھی ہوا ہے ہمیں نہیں پتہ! ہمارے گھر کی عورت کسی صورت بھی تھانے نہیں جائے گی! یاد رکھنا۔ اور کیا بات کی تھی تم نے کہ معاذ شاہ کو زہر دیا ہے؟ کیا یہ کیس شاہ ولا میں سے کسی نے کروایا ہے؟ بات کرواؤ ذرا میری!! اُنگلی اٹھاتے آبان خان نے دوٹوک بات کی۔ وہ زیادہ تماشا نہیں چاہتا تھا کیونکہ باہر ایک عوام اکٹھی ہو رہی تھی!" جی نہیں! یونیورسٹی کی انتظامیہ نے کروایا ہے! شکر کریں کہ ابھی اُن کے گھر والوں تک یہ خبر نہیں پہنچی کہ آپ کی بہن نے زہر دیا ہے اُن کے بھائی کو! ورنہ یہاں سے زیادہ خطرناک لوگ وہاں پر ہیں!! وہ ڈی ایس پی شاید ان لوگوں کو جانتا نہیں تھا۔ تبھی انہیں شاہ ولا کے لوگوں کی دھمکی لگا رہا تھا۔۔ "تمہاری بکواس ختم ہو گئی ہو تو چلو! میں چلتا ہوں تمہارے ساتھ لیکن زارا کسی صورت بھی تم لوگوں کے سامنے نہیں آئے گی! یاد رکھنا۔ آبان خان خود ہی جانے کو تیار ہو گیا تھا۔ اب کسی کو تو جا کر معاملے کو دیکھنا ہی تھا۔ اوپر سے معاذ شاہ کو زہر دیا گیا تھا۔ اس کا ارادہ بالاج کو ہسپتال بھیجنے کا تھا تاکہ اس کی طبیعت معلوم کر سکے!!" جو ملزم ہے اسے ہی لے کر جایا جائے گا۔ ہماری

لیڈیز کانسٹیبل ہے آپ بات کو سمجھیں اور ہمارے ساتھ تعاون کریں!! ورنہ قانون کو ہاتھ میں لینے کے جرم میں آپ کے بھائی کو بھی اندر کر دوں گا۔۔ اگر راحیل خان اس پر ہاتھ نہ اٹھاتا تو وہ اتنے بڑے لوگ سمجھ کر وہ پھر انہیں چھوڑ دیتا۔ کچھ پیسوں کا لین دین کر کے!! مگر اب عزت کا سوال تھا تو وہ بھی ضد پر اڑ چکا تھا۔ اب تو زار اٹھانے ہی جاتی!!" یہ بات کرو اور نکلو میرے گھر سے! رفیق خان نے آگے بڑھتے فون اس ڈی ایس پی کے ہاتھ میں تھمایا۔ وہ ان کی طرح وقت ضائع کرنے کی بجائے کوششوں میں لگے ہوئے تھے!! انسپکٹر نے ایک نظر رفیق خان پر ڈالتے سائڈ پر ہوتے فون کان سے لگایا۔ یہ اوپر سے آرڈرز کی لیے کوئی کال تھی شاید!!

بالاج ہسپتال چلا جا۔ یا زاویار کو کال کے کے پوچھ معاذ کو کیا ہوا ہے؟ آبان خان" نے بالاج کو آواز لگاتے اسے حکم دیا۔ پہلے ان لوگوں کو سارے معاملے کا پتہ ہوتا تبھی وہ لوگ کچھ کر سکتے تھے!! بالاج خان نے خاموشی سے اچھا کو صورت سر ہلایا۔ بہتر یہی تھا۔!!" بات کرتے انسپکٹر نے فون واپس سے رفیق خان کو تھمایا۔

انہیں واپس جانے کے آرڈرز مل چکے تھے!!"آپ میں سے کوئی ہمارے ساتھ چلے! بڑوں کی طرف اشارہ کرتے انسپکٹر نے اپنے قدم باہر کی طرف لیے! اس کے ساتھ ہی باقی پولیس آفیسرز بھی باہر کی طرف بڑھ چکے تھے!!"میں جاتا ہوں! رفیق خان نے کہتے ان لوگوں کے ساتھ ہی اپنے قدم باہر کی جانب لیے! پولیس کی گاڑیاں ہٹ چکی تھیں۔ایک ساتھ ہی کئی گاڑیاں خان ولا کے گیٹ کو کراس کرتے باہر نکلی!!

راحیل خان ایک نظر بند گیٹ پر ڈالتے تیزی سے اندر کی جانب بڑھا۔اس کا چہرہ حد درجہ سنجیدہ اور سپاٹ تھا۔وہ زارا خان کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔۔آبان خان نے اسے جاتے دیکھ خود بھی اس کے پیچھے بھاگا۔جتنا وہ غصے میں کھڑا تھا یقیناً وہ زارا کو ایک آدھی تو لگا ہی دیتا۔۔"زارا۔۔راحیل خان لاؤنج میں داخل ہوتے اوپر کی طرف دیکھتے چیخا۔وہ غصے سے کسی اور کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔اسے بس زارا سے تمام معاملے کی تحقیق کرنی تھی۔۔وہ بنا انتظار کیے خود ہی سیڑھیوں سے اوپر کی

طرف بڑھ چکا تھا۔لاؤنج میں موجود تمام خواتین نے حیرت سے راحیل کو دیکھا۔ ایسا کیا ہو گیا تھا جو وہ اتنا بھڑک رہا تھا۔اوپر سے آبان خان بھی آتے اسی کے پیچھے ہی سیدھا اوپر کی طرف بڑھ چکا تھا۔"کیا ہوا ہے اکشم؟عزرا بیگم نے اکشم کو لاؤنج میں آتے دیکھ استفسار کیا۔وہ لوگ کب سے پریشانی سے بیٹھی تھیں۔!!اکشم خان نے ایک نظر انہیں دیکھتے صوفے پر بیٹھتے انہیں باہر ہوئی ساری روداد بتانی شروع کی۔ وہ سنجیدگی سے انہیں ساری بات بتا رہا تھا۔

راحیل خان نے زارا کے کمرے کے باہر جاتے دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ دروازہ اندر سے لاک تھا۔ورنہ وہ بنا ناک کیے ہی اندر گھس جاتا۔۔"زارا دروازہ کھولو!راحیل خان نے دروازہ بجاتے تھوڑی اونچی آواز میں اسے پکارا۔وہ ابھی کچھ سوچ ہی نہیں رہا تھا۔اسے بس زارا خان سے بات کرنی تھی۔پولیس والے نے جو بکواس کی تھی ابھی تک اس کے ذہن میں تھی!اس دن اس نے خود بھی تو معاذ سے دور رہنے کے لیے کہا تھا اس لڑکی کو!پھر کیوں زارا نے اس کی بات نہیں مانی۔وہ

بے یقین تھا۔۔"زار اخان جس کی ابھی ہی آنکھ لگی تھی باہر سے اتنی تیزی سے بجتے دروازے کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی۔وہ جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھتے دروازے کو دیکھ رہی تھی۔اسے آواز بھی آچکی تھی کہ باہر راحیل ہے!لیکن وہ اسے اس طرح کیوں پکار رہا تھا؟وہ ناسمجھ تھی۔!!اپنے دوپٹے کو اٹھا کر گلے میں ڈالتے زار اخان نے سلیپر پہنتے اپنے قدم دروازے کی طرف لیے!وہ دروازہ کھولنے جارہی تھی کیونکہ وہ ابھی معاملے سے بے خبر تھی۔ابھی تک تو کچھ لمحوں کے لیے اس کے ذہن میں تھا بھی نہیں کہ آخر کون معاذ!!

"دروازہ کیوں نہیں کھول رہی تھی تم؟دروازہ کھلتے دیکھ راحیل خان نے فوراً سے اندر داخل ہوتے استفسار کیا۔اس کا چہرہ حد درجہ سنجیدہ تھا۔ایک تو پہلے ہی وہ آج کل غصے میں اور چڑچڑا سا رہنے لگا تھا اوپر سے اب زار اخان کے لیے آئی پولیس! اس کا بس نہیں تھا اس پولیس والے کو جان سے مار دے!"بھائی میں سو رہی تھی! لیکن آپ۔۔زار اخان نے تھوک نگلتے اسے سچ بتایا۔وہ اتنے غصے میں اس کے کمرے میں کیوں آیا تھا؟اپنا کارنامہ بھی اس کا دماغ سہی سلامت اسے پوری طرح

سے یاد کروا گیا تھا۔ "یونی میں کیا کر کے آئی ہو تم؟ معاذ کے ساتھ کیا کیا ہے تم نے؟ آگے بڑھ کر اسے بازو سے تھامتے راحیل خان نے سختی سے پوچھا۔ وہ کھڑا اسے سختی سے بازو سے تھامے اسے گھورنے میں مصروف تھا۔ زارا خان کا چہرہ بے ساختہ ہی لٹھے کی مانند سفید پڑا۔ وہ حیرت سے راحیل کو دیکھ رہی تھی! اسے کیسے پتہ چلا تھا آخر؟ جبکہ اس کی آنکھوں میں آنسوں بھی ساتھ ہی چمک اٹھے تھے!" باہر پولیس آئی تھی زارا۔ ایک ایک لفظ سچ سچ بتاؤ مجھے ورنہ میں تمہارا منہ توڑ دوں گا۔ منع کیا تھا نہ میں نے معاذ سے بات کرنے کو؟ اسے بازو سے جھنجھوڑتے راحیل خان بری طرح دھاڑ رہا تھا۔ یہ کوئی چھوٹی بات تو نہیں تھی جو وہ رفع دفع کر دیتا۔

"راحیل آرام سے بھی پوچھا جا سکتا ہے! تو ڈرا رہا ہے اسے۔!! آبان خان نے کمرے میں داخل ہوتا راحیل کو تنبیہ کی۔ وہ ابھی ہی آیا تھا۔ "بھائی میرا کوئی قصور نہیں ہے! اپنی سہمی نگاہیں راحیل خان پر گاڑے زارا نے سراسیمگی کی کیفیت میں اپنی صفائی پیش کی۔ اسے اندازہ تھا کہ سارا الزام اسی پر آئے گا۔ لیکن اس طرح آئے گا وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ پولیس ان کے گھر ہی پہنچ چکی تھی۔۔ "کس کا

قصور ہے پھر؟ کیا تم نے زہر دیا تھا۔ بات کیا ہوئی ہے بتاؤ مجھے! وہ ہسپتال پڑا ہے! تم پر قتل کیس بن سکتا ہے جاہل لڑکی!! راحیل خان کے غصے میں کمی آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ وہ اسے سختی سے بازو سے تھامے چیختے ہوئے پوچھ رہا تھا۔۔ زارا کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔ بازو کے ساتھ ساتھ اس کے دل میں بھی بری طرح تکلیف اٹھ رہی تھی۔ خدا گواہ تھا کہ اس نے کچھ بھی جان بوجھ کر نہیں کیا تھا۔ ایک پرینک نے اسے کہاں لا کے کھڑا کر دیا تھا۔ ایک ہی دن میں زندگی نے رخ بدل کر رکھ دیا تھا۔!! آبان خان نے آگے بڑھتے خاموشی سے زارا کو راحیل خان سے پیچھے کو کیا۔ ایسے تو وہ مارے ڈر کے کچھ بھی نہ بول پاتی! اس سے ساری بات نرمی سے ہی پوچھی جا سکتی تھی۔ اور راحیل بجائے نرمی کے اسے اور زیادہ ڈرا رہا تھا۔ پتہ نہیں اس لڑکے کو کیا ہو گیا تھا۔۔ راحیل خود بھی پیچھے ہٹ گیا تھا۔ ابھی معاملہ جاننا زیادہ ضروری تھا۔ اس کی خبر تو وہ بعد میں بہت اچھے سے لے سکتا تھا۔

"آبان بھائی میں نے کچھ نہیں کیا۔ زارا خان نے آبان کو دیکھتے اسے پھر سے صفائی دینی چاہی۔ وہ بس ایک یہی جملہ دہرا رہی تھی۔!! "کوئی بات نہیں بچے! ہمیں

یقین ہے تمہارے اوپر !اِدھر بیٹھو !نرمی سے اسے بازو سے پکڑ کر بیڈ پر بٹھاتے آبان خان نے خود اس کے سامنے نیچے پنجوں کے بل بیٹھا۔وہ اس سے نرمی سے ساری بات اگلوا سکتا تھا۔۔"بتاؤ بیٹا کیا بات تھی۔معاذ سے تمھارا کیا لینا دینا۔سچ سچ بتانا سب !ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے راحیل کو میں دیکھ لوں گا۔میرا وعدہ ہے کوئی تمھیں کچھ نہیں کہے گا۔۔بتاؤ شاباش !!اسے خوفزدہ نظروں سے راحیل کی طرف دیکھتا پا کر آبان خان نے نرمی سے اس کی توجہ وہاں سے ہٹانی چاہی۔وہ پہلے ہی راحیل سے ڈر رہی تھی۔آگے کیا بولتی بھلا۔اسے تو راحیل پر حیرت ہو رہی تھی !!"زار اخان نے آبان کی طرف دیکھتے اپنے آنسوں صاف کیے !اچھا تھا کہ وہ ان لوگوں کو سب کچھ بتا دیتی !لیکن یقیناً ڈیئر کے نام پر راحیل اسے جان سے ہی مار دیتا۔وہ کہاں جاتی آخر !!لیکن پھر بھی ایک گہری سانس بھرتے اس نے بھیگی سی آواز میں آبان کو سچ سچ ساری بات بتانی شروع کی۔وہ معاذ شاہ کی بھی کوئی بات نہیں چھپا رہی تھی۔!!کیسے اس نے اسے ملنے کو کہا اور اس نے شرارت سے حامی بھری،کیسے اس نے تین مرتبہ اسے نکاح کی آفر کی،بھلے ہی پھر وہ مذاق میں کیوں

نہ تھی۔ وہ بتا رہی تھی تو آبان خان کو ایک ایک لفظ بتا رہی تھی۔ اب اگر وہ کچھ بھی چھپا لیتی اور بعد میں وہ سامنے آجاتا تو یقیناً پھر سے یہی حال ہونا تھا۔ اس سے بہتر تھا کہ اب سب کچھ گھر والوں کو پتہ چل ہی جاتا۔۔ "میں نے بکواس کی تھی سب کچھ مجھے بتانا۔ سنائی نہیں دی تھی تب تمھیں میری بات۔ مجھے تو پہلے ہی اس معاذ پر شک رہتا تھا۔۔ ابھی زارا کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ راحیل خان پہلے ہی چیخ اٹھا تھا۔۔ اتنا پیار، اتنا اعتماد میں رکھنے کے باوجود زارا خان اس سے باتیں چھپاتی تھی وہ بے یقین تھا۔ حد تھی اس لڑکی پر!! "تو بکواس بند کرے گا اپنی؟ میں پوچھ رہا ہوں نہ؟ دفع ہو یہاں سے! آبان خان نے دانت پیستے گردن موڑتے راحیل کو گھورا۔ اس کے بولنے پر وہ پھر سے چپ ہو کر رونے لگی تھی۔۔ "بولو بیٹا ساری بات بتاؤ۔ واپس سے زارا کی طرف متوجہ ہوتے آبان خان نے اسے بہ مٹینیو کرنے کو کہا۔ وہ رونا تو چھوڑتی پہلے!! زارا خان نے دوبارہ سے بولتے اسے ساری حقیقت سے آگاہ کیا۔ وہ حرف با حرف سچ بول رہی تھی۔ نا تو اس نے اپنی کوئی بات چھپائی تھی اور نہ ہی معاذ شاہ کی۔ سب کچھ وہ اُگل چکی تھی۔!! اسے چپ ہوتے دیکھ آبان

خان نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ان ساری باتوں سے وہ تو اسی نتیجے پر پہنچا تھا کہ معاذ شاہ زارا کو پسند کرتا ہے !اور زارا نے غلطی سے بوتل پلائی تھی۔ لیکن زہر کس نے ملایا یہ بات وہ ابھی تک نہیں سمجھ پایا تھا۔۔"معاذ نے کبھی اپنی پسند کا اظہار کیا؟ مذاق سے ہٹ کر؟؟ نجانے کیا سوچتے وہ زارا اسے یہ سوال پوچھ رہا تھا۔!!"کیا بکواس کر رہا ہے !فلرٹ کر رہا تھا وہ صرف اس کے ساتھ !اور یہ بیوقوف۔۔میرا دل کر رہا ہے ایک لگاؤں اسے۔!!مجھے کچھ بتاتے ہوئے موت آ رہی تھی تمھیں؟ شروع میں آبان سے مخاطب ہوتے وہ آخر میں پھر سے زارا خان پر چیخ اٹھا تھا۔اسے پہلے سے زیادہ غصّہ آ رہا تھا کیونکہ اتنا کچھ ہو چکا تھا اور زارا نے اسے بتایا تک نہیں تھا۔آبان خان ابھی کچھ بولتا کہ اس کی جیب میں رکھا فون رنگ ہوا۔!!"ڈرنا نہیں !کچھ کہہ کر تو دکھائے یہ تمھیں۔مار کھائے گا مجھ سے ! آبان خان نے اس کا گال تھپتھپا کر اسے تسلی دیتے زمین سے کھڑے ہوتے اپنی جیب سے فون نکالا۔حدائق شاہ کی کال تھی۔شکر تھا کہ اس کی کال خود ہی آ گئی تھی۔۔راحیل خان کی طرف اپنے قدم بڑھاتے کال اٹینڈ کر کے اسپیکر پر کرتے

آبان خان اس کے ساتھ ہی کھڑا ہوا۔اچھا تھا کہ راحیل بھی ساری بات ساتھ ہی سن لیتا۔۔

"کہاں ہے؟دوسری طرف سے حدائق شاہ کی سنجیدہ آواز ابھری! وہ اور باقی سب لوگ ہسپتال میں ہی تھے! جب سے انہیں یہ خبر ملی تھی تب سے ہی وہ لوگ معاذ شاہ کے لیے بے حد پریشان تھے! اسے زہر دیا گیا تھا۔اور زہر بھی کوئی عام نہیں تھا۔اس سے موت بھی ہو سکتی تھی۔ڈاکٹرز علاج کر کے زہر نکالنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ابھی تک کوئی تسلی بخش جواب ان لوگوں کو نہیں دیا گیا تھا۔!! تفتیش کرنے پر ابھی ہی حدائق شاہ کو پتہ چلا تھا کہ زہر زارا خان نے دیا ہے! یہ خبر صرف اس کے لیے ہی نہیں شاہ ولا میں موجود تمام لوگوں کے لیے۔ہی شاک سے کم نہیں تھی۔انہیں یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ تبھی حدائق نے اب آبان خان کو کال کی تھی!!"گھر پر ہوں تو بتا؟آبان خان نے بھی نارمل سے انداز میں پوچھا۔!! "پولیس آئی تھی تیرے گھر؟حدائق ایسے پوچھ رہا تھا جیسے اسے علم ہی نہ ہو! لیکن یہ سچ تھا اسے تب پتہ چلا تھا جب پولیس واپس بھی چلی گئی تھی۔یہ انہوں نے نہیں

یونی کی انتظامیہ نے بھیجی تھی۔"ہاں آئی تھی چاچو گئے ہیں اب ساتھ! معاذ کی طبیعت کیسی ہے؟آبان خان نے ایک نظر راحیل کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔۔ "پتہ نہیں کیا بنتا ہے! علاج چل رہا ہے! زہر کوئی اچھی کوالٹی۔کا تھا۔پوچھ تو سہی زارا سے کہ کہاں سے لیا تھا۔میں نے بھی لینا ہے!! یہ حدائق شاہ کی طرف سے سیدھا سیدھا طنز کیا گیا تھا۔اسے یقین نہیں آرہا تھا لیکن پھر بھی یہ طعنہ مارنا بلکل۔نہیں بھولا تھا۔۔"اس نے زہر نہیں دیا یار۔تو اتنا بڑا وکیل ہے خود سوچ! زارا کسی کو زہر کیسے دے سکتی ہے! عقل سے کام لے کچھ! سی آر اور اس کی دو تین دوستیں تھی انہوں نے مل کر ڈیئر دیا تھا زارا کو! وہ کہہ رہی ہے کہ اس نے صرف مرچیں ملائی تھیں اب یہ زہر کہاں سے آگیا کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔آبان خان نے زارا کی طرف سے صفائی دی۔وہ جانتا تھا کہ حدائق عقلمندی سے کام لے گا۔ تبھی حدائق اس سے بات کر رہا تھا اور نارمل بھی تھا۔۔"ایک مرتبہ معاذ کو ہوش آجائے اس پریشانی سے نکل جاؤں میں تو پھر خود دیکھتا ہوں اس معاملے کو! اور پولیس کے لیے سوری! ہمیں نہیں پتہ تھا کہ اس طرح ہو جائے گا یہ معاملہ! انکل

کو میں بھجواتا ہوں گھر۔ کرتا ہوں کال! کیس واپس لینا پڑے گا۔۔ سنجیدگی سے کہتے وہ آخر میں بنا کسی بات کے بھی معذرت خواہ تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ معاملہ کتنا سنجیدہ ہو گیا ہو گا۔ لڑکی کی عزت کا سوال تھا آخر! معاذ کے لیے اسے بھی بہت برا لگ رہا تھا۔ اسے دکھ بھی بہت ہوا تھا۔ لیکن ایک یقین تھا کہ زارا میں زہر نہیں دیا ہو گا۔ اب تو یہ کام جس کا بھی تھا اس کی موت پکی تھی۔۔ حدائق شاہ اور ماہ دیر نے اسے ہر گز بھی چھوڑنا نہیں تھا۔ وہ لوگ دعا کر رہے تھے کہ ایک مرتبہ معاذ شاہ کو ہوش آ جائے بس!! زہر اس کے گردے اور آنتوں کو افیکٹ کر رہا تھا۔۔ خدا ہی خیر کرتا اب تو!!" نہیں نہیں! شکر ہے کہ تو ساتھ ہے! بہت شکریہ تیرا۔ ایک گہری سانس بھر کر کہتے آبان خان واقعی اس کا شکر گزار نظر آ رہا تھا۔۔ "دفع ہو! اور زارا کو شاہ ولا۔۔ بلکہ چھوڑ میں خود آ جاؤں گا اس سے پوچھنے! اس سے کہنا کچھ بھی اونچ نیچ ہوئی تو بچتی نہیں وہ مجھ سے! یقین نہیں ٹوٹنا چاہئے ہمارا۔۔ سنجیدگی سے تنبیہ کرتے حدائق شاہ نے کال کٹ کی! وہ باقی سب کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں سائرہ بیگم نے رو رو کر حشر کیا ہوا تھا۔ ابھی تو شکر تھا کہ ماہ دیر نے ان تک

بات پہنچنے ہی۔ نہیں دی تھی کہ زہر کاالزام کس پر آرہا ہے! ورنہ تو یہاں ایک نئی لڑائی شروع ہو جانی تھی۔ سائرہ بیگم نے توزارا کو جان سے مار دینا تھا۔۔

کال کٹتے دیکھ آبان خان نے ہونٹ کاٹتے راحیل کو دیکھا۔ جو پھر سے زارا کو گھورنے لگا تھا۔۔ بیٹھے بیٹھے ان لوگوں کے سر پر مصیبت آگئی تھی۔ اگر زارا سے ہی غلطی ہوئی ہوتی تو وہ لوگ کچھ نہیں کر سکتے تھے! پھر توزارا کو کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔!!"موبائل دو اپنا۔ سی آر کا اور باقی دونوں دوستوں کا نمبر نکالو۔ آبان خان نے زارا کی طرف بڑھتے اس سے موبائل مانگا۔۔ اچھا تھا کہ ایک مرتبہ وہ خود بھی باقیوں سے بھی بتا کر لیتا۔ زارا خان نے خاموشی سے اپنے آنسوں صاف کرتے موبائل آبان کے ہاتھ میں تھمایا۔ لاک وہ کھول چکی تھی۔ آبان خان کے کانٹیکٹس میں جاتے نمبر نکالے! وہ حیران تھا کہ ایک نمبر سے بے تحاشہ کالز آئی ہوئی تھیں۔ لیکن ایک بھی اٹھائی نہیں گئی تھی۔ یہ بس کالز آئی ہوئی تھیں۔!!"یہ نمبر کس کا ہے؟ فون کو اس کی طرف کرتے آبان خان نے پوچھا۔ زارا نے نمبر دیکھتے ایک

نظر راحیل پر ڈالی جو کھڑا اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے شاید اپنے غصے کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ایک تو وہ معاذ شاہ کا نمبر ڈیلیٹ کرنا بھی بھول گئی تھی۔۔اب کیا کرتی وہ!" معاذ سر کا۔ نظریں جھکائے اس نے دھیمے سے جواب دیا۔ جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔وہ پھنس چکی تھی۔۔آبان خان نمبر کی ہسٹری نکالے کھڑا تھا جس میں پہلے تین سے چار گھنٹے اور کبھی تو پوری پوری رات بھی بات کی گئی تھی۔اس میں زارا کا سراسر بھی قصور نہیں تھا۔ معاذ شاہ اسے دھمکیاں دے کر ساری رات کال پر جگاتا تھا۔اور وہ بھی اس کی بات مان لیتی تھی۔۔راحیل خان نے آگے بڑھتے آبان کے ہاتھ سے فون جھپٹا۔ وہ خود ہونٹ بھینچے ان کالز کو دیکھ رہا تھا۔ایک نا آدھی بے تحاشہ کالز تھیں۔ وہ اس لڑکی کو آخر کیا کہتا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر کہاں کمی رہ گئی تھی جو زارا خان اس پر اعتماد نہ کر سکی!!"مان توڑ دیا تم نے میرا زارا۔ ساری دنیا کیا کم تھی جو تم بھی ایسی نکلی! شاید ہی دوبارہ کبھی اعتبار کر سکوں میں تم پر!! پسند بھی تھا تو تم مجھے بتاتی۔ میں خود رشتے کی بات کر لیتا۔ لیکن یہاں تو پتہ نہیں بات کہاں سے کہاں پہنچی ہوئی ہے! کالز چیک کرو ایک

مرتبہ تم! واہ۔ بابا خود دیکھے گیں اب تمہارے معاملے کو! میرے ہاتھ کھڑے ہیں! موبائل کو بیڈ پر پھینکتے سنجیدگی سے کہتے راحیل خان نے اپنے قدم باہر کو لیے! وہ اب اس معاملے میں کچھ بھی نہیں بولنے والا تھا۔ زار اخان نے اسے حد درجہ مایوس کر دیا تھا۔ اس میں ہمت نہیں تھی اب! "کچھ نہیں ہوتا۔ وقتی غصّہ ہے خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ ریلکس رہو! اور سی آر اور باقی دونوں کا نمبر واٹسپ کر دو مجھے! اسے روتے ہوئے راحیل۔ کی پشت کی طرف دیکھتے پا کر آبان خان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دیتے خود بھی اپنے قدم باہر کو لیے! اس کا ارادہ اب ہسپتال جانے کا تھا۔۔

پیچھے زار اخان نے روتے ہوئے لیٹتے تکیے میں منہ چھپایا۔ جہاں معاذ شاہ کے " ساتھ برا ہوا تھا وہاں کچھ اچھا اس کے ساتھ بھی نہیں ہوا تھا۔۔ وہ بے قصور ہوتے ہوئے بھی بری طرح پھنس چکی تھی۔ صرف ایک مذاق کی خاطر اس کی زندگی کہاں سے کہاں پہنچ چکی تھی۔ کسی اور کا کیا وہ بھگت رہی تھی! ! کاش کہ معاذ کو ہوش آجاتا۔۔

یہ تقریباً دوپہر کا وقت تھا جب مدحا نسیم اس وقت اپنے گھر میں موجود کچن میں کھڑی شاید کچھ بنانے میں مصروف تھی!! باہر فرحت بیگم کی کوئی دوست آئی ہوئی تھی۔ وہ اسی کے لیے چائے اور سموسے بنا رہی تھی۔ ویسے تو فرحت بیگم پر غربت چھائی رہتی تھی لیکن اپنی اس دوست کی خاطر تواضع میں وہ کوئی کمی نہیں رکھتی تھیں۔ اور دوست بھی ایسی تھی کہ روز روز ہی منہ اٹھا کر آجاتی تھی۔ اب تو مدحا بھی ان سے تنگ آچکی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس عورت کو دوسرا کوئی کام ہی نہ ہو! جہاں ایک طرف وہ آتی تھی تو فرحت بیگم کے مصروف ہونے کی وجہ سے اسے سکون ہوتا تھا وہیں دوسری طرف اس کا کام مزید بڑھ جاتا تھا۔۔ ویسے بھی سارا گھر تو اسی نے سنبھالا ہوا تھا۔ کھانا بنانے سے لے کر جھاڑو برتن تک سب کچھ وہ خود ہی کرتی تھی۔ سارا کام اس ایک نازک جان پر تھا۔۔ ابھی پرسو فرحت بیگم اسے ایک گھر میں کام کے لیے چھوڑ کر آئی تھیں۔ لیکن برا ہوا کہ اس نے پہلے دن ہی وہاں پر ان لوگوں کے کچن میں موجود مہنگے برتن توڑ دیے تھے! جو کہ کچھ اس سے غلطی

سے تو کچھ اس نے جان بوجھ کر غصے سے توڑے تھے ! بھلا اب وہ اسی لیے رہ گئی تھی کہ لوگوں کے گھروں میں کام کرتی پھرتی ! یہ تو شکر تھا کہ آگے لوگ بھلے تھے ! انہوں نے برتنوں کی بنا کوئی قیمت وصول کیے عزت سے اسے گھر بھیج دیا تھا۔ ورنہ عموماً ایسے کیسیز میں رقم بھی لی جاتی ہے اور کچھ تو مار پیٹ بھی شروع کر دیتے ہیں ! ! گھر آنے پر فرحت بیگم سے اسے دو تھپڑ بھی پڑے تھے لیکن ان کی خیر تھی۔ اسے شروع سے عادت تھی فرحت بیگم کی مار کھانے کی۔ اب تو وہ اس بات کو بہت ہلکے میں لیتی تھی۔ ! ! مدحا نسیم اس وقت سادے سے شلوار قمیض میں ملبوس بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے تھی۔ اس کا دوپٹہ ایک سائڈ پر پڑا تھا۔ کیونکہ وہ کچن میں کھانا بناتے وقت دوپٹہ نہیں سنبھال سکتی تھی۔۔

مدحا لے بھی آ۔ چائے ہیں کہ پائے ! باہر سے فرحت بیگم کی چنگاڑھتی ہوئی" آواز پر مدحا نے ایک گہری سانس بھری ! ابھی دس منٹ بھی نہیں ہوئے تھے ! وہ سموسے اور چائے ایک ہی وقت پر بنا رہی تھی۔ اور باہر سے فرحت بیگم کی آواز بھی آ گئی تھی۔۔ "ابھی لا رہی ہوں۔ دو منٹ بس ! ! سنجیدگی اس جواب دے کر سر

جھٹکتے مدحا نے سموسے پلیٹ میں اتارے ! اب جتنے بھی بنے تھے اس کا قصور نہیں تھا۔ چائے کو بھی کپ میں ڈالتے وہ ایک ٹرے میں سب کچھ سیٹ کرتے سیدھی کھڑی ہوئی ! دوپٹہ تو اسے اب یاد آیا تھا۔۔ شلیف پر پڑا اپنا دوپٹہ اٹھاتے اسے ! ! اوڑھتے ٹرے اٹھاتے اس نے اپنے قدم باہر کی طرف لیے

فرحت بیگم اس وقت اپنی دوست کے ہمراہ بیٹھک میں بیٹھی تھی کہ مدحا نسیم ہاتھ میں ٹرے تھامے اندر داخل ہوئی ! ! وہ سنجیدگی سے ٹرے کو ٹیبل پر رکھے چائے نکال رہی تھی۔ فرحت بیگم کی دوست جس کا نام رضیہ تھا اس نے اوپر سے نیچے تک ایک نظر مدحا کو دیکھا۔ وہ جب بھی یہاں آتی تھی ہمیشہ اسے کام کرتا ہوا ہی پایا تھا۔ ایک چیز تو وہ بھی دیکھتی تھی کہ فرحت بیگم نے اسے بہت کھینچ کر رکھا ہوا تھا۔ وہ کام بھی کرتی تھی اور مار کھا کر چوچاں بھی نہیں کر سکتی تھی ! ! "اتنی دیر کہاں لگا رکھی تھی تم نے ؟ ایک تو پتہ نہیں آج کل کی چھوڑ لڑکیوں کو کوئی کام کیوں نہیں آتا۔ ایسے ہی گھنٹہ لگاتی ہے ہر کام میں ! ! فرحت بیگم نے زہر آلود نظروں سے اسے

دیکھتے اپنی دوست سے جیسے اس کی شکایت کی! زہر لگ رہی تھی انہیں یہ اس وقت! مدحا نے خاموشی سے چائے کا کپ رضیہ کو تھماتے ان کی بات کو سرے سے ہی اگنور کیا۔ وہ جتنا بھی اچھا کام کر لیتی!! مجال تھی جو یہ عورت کبھی اس سے خوش ہو جاتی! وہ ہمیشہ ہی ایسے کرتی تھیں!!"ارے کوئی بات نہیں! نزاکت بہت ہے آج کل کی لڑکیوں میں! بھئی اب ہمارا زمانہ تھوڑی نا ہے جو بھاگ بھاگ کر کام کریں!! آگے شاید ان کی دوست بھی انہی کے جیسی تھی۔ تبھی وہ فرحت بیگم کی بات میں مزید مرچ مسالے لگا رہی تھیں۔!! مدحا نے ایک نظر خاموشی سے ان دونوں پر ڈالتے اپنے قدم باہر کو بڑھائے! وہ ان جیسے لوگوں کے منہ ہی نہیں لگنا چاہتی تھی۔ بہتر تھا کہ بجائے جواب دے کر اپنے لیے ہی مصیبت کھڑی کرنے کے وہ چپ چاپ یہاں سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی جاتی! ایک آئیزہ نامی عذاب سے جان چھٹی تھی کہ اب یہ آ گئی تھیں۔ ان کے گھر میں یہی کچھ چلنا تھا۔ بہتر تھا وہی اپنی زبان کو بند کر کے رکھتی!! خاموشی سے بیٹھک سے نکلتے وہ !!اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکی تھی

مدحا کے کمرے سے نکلتے رضیہ میں ایک نظر دروازے پر ڈالتے فرحت بیگم کی طرف دیکھا۔ وہ چائے کو ٹیبل پر رکھتے ایسے سیدھی ہو کر بیٹھی تھی جیسے فرحت بیگم سے نجانے کونسی راز و نیاز کی بات کرنی ہو۔ اس کا چہرہ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔۔" بات سنو فرحت! یہ کرتی کیا ہے سارا دن؟ رضیہ نے فرحت بیگم کی طرف دیکھتے دھیمے سے پوچھا۔۔" ارے بیٹھی رہتی ہے اور تو اور اب پتہ نہیں کس کی سوچوں میں گم رہنے لگی ہے! جب سے آفس چھوڑا ہے اس نے میری ناک میں دم کر کے رکھ ہوا ہے! مرتی بھی نہیں ہے جو میری جان چھوٹ جائے! منہ بناتے انہوں نے اپنی سوچ کے مطابق جواب دیا۔۔" تو پھر کیوں رکھا ہوا ہے تم نے گھر میں؟ شادی کر دو! چائے کی سپ لیتے وہ انہیں جیسے مشورے سے نواز رہی تھی۔۔ ارے رشتہ بھی تو نہیں آتا کوئی! ہم غریبوں کو آخر کون دیکھتا ہے؟ اس منہوس کیلئے تین چار رشتے دیکھے تھے میں نے۔۔ مگر اس نے اور کچھ اس کے باپ نے انکار کر دیا۔ بھئی اب کوئی شہزادی تو ہے نہیں یہ جو اس کے لیے کوئی شہزادہ آجائے گا۔ منہوس کے

لیے اس کے باپ کی عمر کے دور شتے آئے تھے ! میں نے تو ہاں کر دی لیکن اس کے باپ نے انکار کر دیا تھا۔۔اب تو کوئی دیکھتا بھی نہیں اس کی طرف ! ! نہایت کڑوے منہ کے ساتھ کہتے وہ زہر اُگل رہی تھیں۔ بہر حال وہ کہہ سہی رہی تھیں۔ نسیم صاحب میں تھوڑا بہت احساس بچا تھا۔۔"کیا فائدہ ایسی لڑکی کو گھر میں رکھنے کا۔ارے جوان جہاں لڑکی ہے کل کو کسی کے ساتھ بھاگ گئی تو؟ کیا کر لو گی تم؟ منہ پر کالک مل جائے گی ! ! نجانے وہ بات کو گھماتے کس موڑ پر لے کر جا رہی تھیں۔۔فرحت بیگم نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے دہل کر انہیں دیکھا۔کیا پہلے کم مصیبتیں تھیں جواب مدحا نے بھاگنا بھی تھا۔۔"کیسی باتیں کر رہی ہے رضیہ ! اگر یہ بھاگ گئی تو میں تو واقعی میں بدنام ہو جاؤں گی۔ہائے اللہ پتہ نہیں کونسی منحوس گھڑی تھی جب اس کی ماں نے ان دونوں بہن بھائیوں کو جنم دیا تھا۔۔فرحت بیگم بنا کسی وجہ کے کوسنے دینے بیٹھ گئی تھیں۔۔"فکر مت کرو میں ہوں نہ تمہاری دوست ! ایک مفید مشورہ دیتی ہوں تمہیں کہ کسی امیر کبیر مرد کے حوالے کر دو اسے ! ! شاطرانہ نظروں سے انہیں دیکھتے رضیہ انہیں مشورے سے نوازتے ٹانگ

پر ٹانگ چڑھاتے بیٹھی۔۔وہ کمان سے تیر نکال چکی تھی۔بس اب نشانہ سہی جگہ پر لگ جاتا۔۔فرحت بیگم کی زبان ایک لمحے کے لیے چپ ہوئی!انہیں اس کی بات سمجھ میں نہیں آئی تھی۔"کیا مطلب؟اس کے لیے کوئی امیر لڑکا کیوں آنے لگا بھلا۔اور میں اس کے ساتھ اتنا اچھا کیوں کروں؟؟جس حد تک انہیں بات سمجھ آئی تھی اس حد تک وہ جواب دے چکی تھیں۔بھلا وہ مدحا کے لیے اتنا اچھا کیوں سوچتی!!"ارے پاگل۔کسی امیر کے حوالے کرنے کا مطلب ہے کہ بیچ دے اسے!دیکھ اب کوئی کمانے والا ہے نہیں تیرے گھر میں!کام پر یہ کیا کر کی آئی ہے ہم دونوں جانتے ہیں!ایسے ہی بس بوجھ ہے تیرے اوپر!اس سے اچھا ہے کہ پیسوں کے مول بیچ دے اسے!!رضیہ نامی یہ عورت اب اصل مدعے پر آئی تھی۔ وہ شاید اسی لیے ان لوگوں کے گھر میں آنا جانا بڑھا رہی تھی تاکہ مدحا کے لیے فرحت بیگم سے بات کر سکے!نجانے اب اصل بات کیا تھی۔۔فرحت بیگم ایک نظر اِدھر اُدھر دیکھتے تھوڑا آگے کو ہوئی!!دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں!وہ احتیاط برت رہی تھی۔۔"اسے لے گا کون؟کچھ بھی نہیں ہے ایسا اس میں!کہ

کوئی اسکے بدلے مجھے پیسے دے دے! دیکھا نہیں تم دھان پان سی لڑکی ہے!! وہ جیسے اپنا خدشہ بیان کر رہی تھی۔ جو انسان آپ کو اچھا نہیں لگتا پھر اس کے متعلق کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ کچھ ایسا ہی حال ان کے ساتھ تھا۔ "ارے کیوں نہیں ہے! قیامت ہے یہ لڑکی! تمہیں اندازہ نہیں ہے ہیرا رکھا ہوا ہے تم نے اپنے گھر میں! خوبصورت ہے پڑھی لکھی ہے! اور سب سے بڑی بات کنواری بھی ہے! کروڑوں میں بکے گی یہ!! سیاہ چہرے کے ساتھ وہ ایسے بات کر رہی تھی جیسے انسان کی نہیں کسی چیز کی بات کر رہی ہو۔ کیونکہ انسان بکتے تو نہیں نا؟؟" کیا واقعی؟ نہایت کڑوا منہ بناتے استفسار کیا گیا۔ انہیں تو کہیں سے بھی یہ پیاری نہیں لگتی تھی۔ بلکہ اسے تو زہر لگتی تھی۔۔ "ہاں ہاں میں جانتی ہوں ایک بندے کو! لڑکیوں کا ہی کاروبار کرتا ہے! یقین کر کنواری لڑکیوں کو کروڑوں کے بھاؤ میں بکوائے گا۔ باقی اب تمہاری مرضی!! دیکھ لو بیٹھے بیٹھے امیر ہو جاؤ گی!! اپنی طرف سے یہ عورت ہر ممکن کوشش کر رہی تھی کہ فرحت بیگم مان جائے! اسی ایک مقصد کے لیے ان سے رابطے بڑھائے گئے تھے!! "وہ سب تو ٹھیک ہے! لیکن اس کا باپ! میں اسے

کیا جواب دوں گی؟ روز اپنے باپ کو دوائی یہ منحوس خود دیتی ہے! اب اگر میں کچھ بھی کروں تو اس کے باپ کو جواب مجھے ہی دینا پڑے گا۔۔ فرحت بیگم ہر پہلو سے معاملے کو دیکھ رہی تھی۔ اسے بس نسیم صاحب کی فکر تھی۔ باقی تو ہر طرح سے مدحا پر اس کا زور تھا۔۔ "اس کا باپ تو جیسے بول سکتا ہے! یہ بھی چھوڑ وہ تو چارپائی سے بھی نہیں اٹھ سکتا۔ معذور ہو کر چارپائی پر پڑا ہے! تم بھی کس سے ڈر رہی ہو فرحت؟ ایک معذور انسان سے؟؟ بس یہ سوچو کہ پیسے آئے گیں یہ بوڑھا تو مر جائے گا۔ لیکن تم بیٹھے بیٹھے کروڑ پتی ہو جاؤ گی!! سوچو چار سے پانچ کروڑ یا اس سے بھی زیادہ میں بک جائے یہ!" رضیہ انہیں لالچ دینے لگی تھی۔ خدا کو بھلائے وہ دونوں یہاں بیٹھی ایک جیتی جاگتی معصوم لڑکی کو بیچنے کی باتیں کر رہی تھی۔ کیا ہوتا اگر وہ لڑکی کسی درندے کے ہاتھ لگ جاتی تو؟؟ ایسے لوگ اپنی لالچ اور فائدے میں خدا کو بھلائے زمین پر اس کے لوگوں کو تکلیف دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے!! جو وہ دونوں بیٹھی ابھی بھی کرنے کا سوچ رہی تھی۔۔ بنا یہ سمجھے کہ خدا

کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے! وہ جب برسنے پر آئے تو یہ نہیں دیکھتی کہ آگے کون ہے!!

بات سن رضیہ! میں اسے کیسے بھیجوں گی۔۔ مطلب کیسے میں اسے گھر سے بھی" نکالوں گی۔ آگے خریدنے والے بھی تو پہلے دیکھیں گیں نا کہ لڑکی کیسی ہے؟ اگر اس نے کوئی وبال کھڑا کر دیا تو؟ فرحت بیگم بہت چالاک عورت تھی۔ وہ اس معاملے کو ہر طرف سے پرکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ آخر کوئی چھوٹی بات تو نہیں تھی ایسے ہی کسی جیتی جاگتی لڑکی کو بیچ دینا۔۔ "نہیں کرتی! ایک کام کرنا تم۔ میں تمھیں ایک جگہ بتاؤں گی اسے بس بہانے اسے وہاں پر لے آنا۔ خریدار کو بھی میں وہیں بلالوں گی۔ وہ بڑے ہٹے کٹے لوگ ہوتے ہیں! ایک لگائے گا اسے تو سارا تماشا کرنا بھول جائے گی۔ اور پھر تم بس پیسے لینا اور ہم دونوں اسے وہیں چھوڑ کے گھر آجائے گیں! دیکھو اب میں تمہاری ہر طرح سے مدد کر رہی ہوں۔ آگے تمہاری مرضی ہے! جب تم پکا فیصلہ کر لو تب مجھے بتا دینا۔!! رضیہ سنجیدگی سے کہتے کرسی سے کھڑی ہوئی!!" فرحت بیگم کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے کسی گہری

سوچ کا شکار نظر آ رہی تھیں۔ فیصلہ تو وہ کر چکی تھی لیکن ابھی دل تھوڑا سا ٹال مٹول کر رہا تھا۔ وہ بس اسی لیے اچھی طرح سوچ رہی تھی۔ لیکن پھر دماغ کہہ رہا تھا کہ اتنے پیسے آئے گیں۔ اس غربت سے جان چھوٹے گی اور وہ بیٹھے بیٹھے کروڑ پتی ہو جائے گیں۔ نسیم صاحب کا کیا تھا آج تھے کل نہیں تھے! ایسے میں انہیں کون دیکھتا بھلا؟ ان کی نظر میں ان کی ایک زندگی پڑی تھی۔ جو کہ بنا پیسوں کے گزارنا تو بلکل بھی ممکن نہیں تھا۔ وہ حامی بھرنے کا سوچ رہی تھیں۔!! اچھا تھا کہ ایک تیر سے دو شکار ہوتے! مدحا سے بھی جان چھوٹ جاتی اور پیسے بھی ہاتھ آ جاتے! گھاٹے کا سودا تو بلکل نہیں تھا۔۔ "رکو رضیہ!! رضیہ کو دروازے کی طرف بڑھتے دیکھ فرحت بیگم نے اسے پیچھے سے آواز دیتے پکارا۔ وہ ایک فیصلے پر پہنچ چکی تھی۔ اب جو بھی ہو تا دیکھی جاتی!! رضیہ نے اپنے قدم روکتے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک مکروہ مسکراہٹ تھی۔ جیسے وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہی ہو!! "تم بتا دینا جگہ! اگلے ہفتے تک میں اور تم چل لے گیں اسے لے کر! تب تک تم بھی اس آدمی سے بات کر لو!! سنجیدگی سے کہتے وہ اپنا دین

ایمان آج مکمل طور پر بیچ چکی تھیں۔ثابت ہوا جن کے دل پر مہریں لگادی جائیں وہ پھر کسی کے بارے میں نہیں سوچتے!!ان کے پاس صرف ان کی ذات ہوتی ہے اوران کی ہر بات میں صرف "میں"۔!!"ہاں ہاں ضرور!آج جمعہ ہے!اگلے جمعرات تک میں فارغ ہوں!پھر بیچ دیں گیں اسے!اچھا ہے تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔پیسے آئے تو مجھے مت بھول جانا۔۔شاطرانہ مسکراہٹ چہرے پر سجا کر کہتے رضیہ باہر کی طرف بڑھی!اصل پیسے اسے مل رہے تھے!اس کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔۔

اس کے جاتے فرحت بیگم واپس سے صوفے پر بیٹھی۔اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔کچھ لمحوں پہلے کیا گیا فیصلہ آسان تو نہیں تھا نہ؟؟نجانے قسمت کو کیا منظور تھا۔اوراس مظلوم کے نصیب میں کیا لکھا تھا جو اس وقت اپنے کمرے میں موجود پھر سے ایک شہزادے کے خواب دیکھ رہی تھی!!خدا اس کے لیے آسانیاں کرتا۔۔

یہ تقریباً شام کا وقت تھا۔ مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ آسمان پر ہلکی ہلکی سی سیاہی پھیلنے لگی تھی۔ رات ہونے میں کچھ لمحے ہی باقی تھے! ایسے میں راحیل خان اس وقت بالاج خان کے ہمراہ پولیس اسٹیشن میں موجود سنجیدگی سے پولیس آفیسر کے سامنے کرسی پر بیٹھا تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی بالاج کے ساتھ یہاں پر آیا تھا۔ وجہ تھی کہ اسے فوٹیج دیکھنے کی ایک بے چینی سی لگی ہوئی تھی!! دوپہر میں انسپکٹر کے بولے گئے سیڈیوز والے الفاظ وہ ابھی تک بھولا نہیں تھا۔ اور وہ یہی دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر ایسا کیا تھا اس فوٹیج میں کہ انسپکٹر نے یہ الفاظ استعمال کیے! ظاہر ہے یہ کوئی چھوٹے موٹے الفاظ تو نہیں تھے! اس کی بہن کی عزت کا سوال تھا۔ زارا کو تو اس نے کہہ دیا تھا کہ وہ اسکے معاملات میں نہیں بولے گا۔ مگر اس کا ہرگز بھی یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ اپنی بہن سے بلکل ہی بے خبر ہو جاتا! وہ صرف زارا خان کی احساس دلانے کے لئے کچھ دنوں کی بے اعتنائی برت سکتا تھا۔ ورنہ وہ خود بھی زارا سے اتنا پیار کرتا تھا کہ اس سے بات کیے بغیر اس کا ایک دن بھی نہ گزرتا۔۔ مجھے

یہاں بیٹھے پندرہ منٹ ہو چکے ہیں انسپکٹر! اب یا تو تم مجھے فوٹیج دکھاؤ ورنہ گھنٹے کے اندر تمہاری وردی اتروانا میرے لیے کوئی مشکل کام نہیں ہے! راحیل خان نے اپنے سامنے بیٹھے انسپکٹر کو دیکھتے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔اسے بیٹھے بیٹھے اب مزید غصّہ آنے لگا تھا۔ایک پہلے ہی اس کا دماغ خراب تھا اوپر سے یہ انسان فوٹیج نکال ہی نہیں رہا تھا۔جب سے اس بندے نے زارا کا نام اپنے منہ سے نکالا تھا تب سے ہی اسے یہ انسان زہر سے بھی زیادہ برا لگ رہا تھا۔۔پولیس والے نے اس کی طرف دیکھتے دانت پیسے! ایک تو یہ بڑے لوگ پتہ نہیں خود کو کیا سمجھ کے دھمکیاں بہت دیتے تھے!! لا رہا ہے وہ! آپ تھوڑا صبر کر لے گیں تو کچھ نہیں ہو گا۔اسے خود کو بے صبر سے کام لینا پڑ رہا تھا۔یہ پولیس والے چھوٹے لوگوں کے سامنے رعب دار اور بڑے لوگوں کے سامنے بھیگی بلی بننے میں ایک سیکنڈ بھی نہیں لگاتے تھے! سب کا یہی حال ہوتا ہے!! راحیل خان نے سر جھٹکتے ایک گہری سانس بھری! اس کے بعد وہ ذرا ایک مرتبہ ہسپتال چکر لگاتا۔اگر تو معاذ شاہ بچ جاتا تو اسکے بعد اس کا ارادہ خود اپنے ہاتھوں سے معاذ کا قتل کرنے کا تھا۔جو اس کی بہن کو پھنسا کر خود

موت کے منہ میں چلا گیا تھا۔ وہ بستر پر پڑا شخص بھی اسے زہر لگ رہا تھا۔ اسے آج کل سارے ہی زہر لگتے تھے! اپنے آپ کے ساتھ بھی اس کا یہی حال تھا۔ آج کل اسے اپنا آپ بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ چڑچڑاپن اور بیزاریت ہی اتنی تھی۔۔ سر جھٹکتے وہ اپنے ازلی سڑے ہوئے موڈ کے ساتھ بیٹھا فوٹیج کے انتظار میں تھا۔۔ یہ لیں! لیپ ٹاپ میں ساری ریکارڈنگ نکالتے انسپکٹر نے لیپ ٹاپ کا رخ ان دونوں کی طرف موڑا۔ یہ فوٹیج انہیں کاریڈور سے ہی ملی تھی۔ معاملے کی تحقیق کے وقت سب سے زیادہ اس کیس میں آسانی اسی ایک فوٹیج سے ہوئی تھی۔ جب اصل ثبوت ہی ہاتھ لگ گیا تھا تو وہ لوگ آگے کیا ہی کرنے جاتے! اسی لیے وہ لوگ اسی ثبوت کی بنا پر خان ولا میں زارا کو گرفتار کرنے پہنچ گئے تھے!!, راحیل اور بالاج خان بے ساختہ ہی کرسی پر سیدھے ہوتے بیٹھے! فوٹیج چل رہی تھی۔ پہلے زارا خود مسکراتے ہوئے معاذ شاہ کے پاس گئی تھی۔ یہاں ان لوگوں کا ایک ایک سین ریکارڈ تھا۔ آواز بہت تھوڑی آ رہی تھی لیکن جو بھی چل رہا تھا وہ ان دونوں کا ہی دماغ خراب کرنے کے لیے کافی تھا۔ بعد میں معاذ شاہ خود اسے لیے آگے کی طرف

بڑھا تھا۔ لیپ ٹاپ پر نظریں جمائے وہ دونوں سنجیدگی سے سیدھے ہو کر بیٹھے ایک ایک سین کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے! راحیل خان جیسے جیسے فوٹیج دیکھ رہا تھا ویسے ویسے اس کی مٹھیاں اور جبڑے بھینچتے ہی جا رہے تھے! پہلے اسے زارا خان پر غصّہ آ رہا تھا کہ وہ سنسان کاریڈور میں کسی کے بھی ساتھ اتنا فریلی کھڑی ہی کیوں ہوئی! اوپر سے اس بندے نے ہاتھ پکڑا تو وہ مسکرا رہی تھی۔ اس کی سوچ ایک ہی طرف جا رہی تھی کہ زارا خان بھی معاذ شاہ کو پسند کرتی ہو گی۔ عورت اس طرح تو کسی کو اپنے ساتھ فری نہیں ہونے دیتی! اور یہاں دیکھ کر تو لگ رہا تھا کہ آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے! وہ دونوں پسند کرتے تھے! ایسا راحیل خان کو لگ رہا تھا۔ جبکہ بالاج خان کی سوچ اس کے بلکل برعکس تھی۔ اسے زارا بہت غلط لگ رہی تھی۔ وہیں اسے معاذ شاہ بھی حد سے زیادہ غلط رہا تھا۔ کسی ایک کو قصوروار ٹھہرانا بیوقوفی تھی!! فوٹیج دھیرے دھیرے آگے بڑھ رہی تھی۔ معاذ شاہ بوتل پی چکا تھا۔ راحیل خان دیکھتے ضبط کی انتہاؤں پر تھا۔ اس کی رگیں پھولتی جا رہی تھی۔ جبکہ خون کھولتا جا رہا تھا۔ ایک مرتبہ زارا یا معاذ میں سے کوئی بھی اس کے سامنے آتا اور

وہ دونوں کو بنالحاظ کیے ایک ایک لگا دیتا۔اس کا غصّہ آسمان پر پہنچا ہوا تھا۔۔ معاذ شاہ نے زارا کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنے نزدیک کیا۔وہ اسکے ماتھے اور ہلکے سے نا محسوس انداز میں لب رکھ چکا تھا۔۔اور یہاں راحیل خان کی بھی جیسے بس ہو چکی تھی۔اس نے مارے غصے کے ہاتھ آگے بڑھاتے لیپ ٹاپ کو جھٹکے سے سائڈ پر پھینکا۔اس سے زیادہ وہ نہیں دیکھ سکتا تھا۔ یہاں کو کچھ چل رہا تھا وہ بے یقین تھا کہ زارا بھی اس طرح کر سکتی ہے ! اسے اُمید نہیں تھی ! ! لیپ ٹاپ زمین پر گرتے چکنا چور ہوا۔وہ اڑتے اڑتے دور جا گرا تھا ! بالاج خان نے بھی شکر ادا کیا۔اس سے زیادہ دیکھنے کی اس میں بھی ہمت نہیں تھی۔تف تھی زارا اور معاذ شاہ دونوں پر ! ! انسپکٹر نے دانت پیستے ایک نظر راحیل خان کی سرخ آنکھوں میں اور دوسری نظر راحیل خان پر ڈالی ! یہ سرکاری لیپ ٹاپ تھا۔ تبھی اسے زیادہ فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ شکر تھا کہ اپنا نہیں تھا۔۔اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کے ایک گہری سانس بھرتے راحیل اور بالاج دونوں ہی کرسیوں سے کھڑے ہوئے ! ابھی حدائق نے بھی گھر آنا تھا زارا خان سے تفتیش کرنے ! بہتر تھا کہ وہ دونوں ایسے وقت میں گھر ہی ہوتے !

اب ان لوگوں نے گھر جانا تھا۔۔ دیکھ انسپکٹر! ہماری توجہ سے کوئی دشمنی نہیں ہے! بہتر ہے ہم کوئی دشمنی رکھتے بھی نہیں! رات تک میری بہن کی یہ فوٹیج یونی سے اور تیرے پاس سے ہر جگہ سے ڈیلیٹ ہو جانی چاہیے! مجھے اگر دوبارہ کہیں بھی ملی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔ ٹیبل پر دونوں ہاتھ جما کر تھوڑا جھکتے راحیل خان نے اپنی سرخ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑے دھمکی لگائی!! اسے بلکل اچھا نہیں لگ رہا تھا اس طرح زارا خان کی فوٹیج کا جگہ جگہ گھومنا۔۔ وہ تو ٹھیک ہے لیکن کچھ چائے پانی کا خرچہ۔۔۔ کرسی سے ٹیک لگائے وہ انسپکٹر اپنے مطلب کی بات پر آیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ان لوگوں کا چپ چاپ ساری باتیں برداشت کر رہا تھا۔ جتنی موٹی آسامی اتنی ہی زیادہ نوٹوں کی بارش! موقع پر چوکا کون نہیں مارتا بھلا؟؟ راحیل خان نے سیدھے ہوتے ایک تمسخرانہ نظر سے اسے دیکھا۔ ان لوگوں کے آگے ہڈی ڈالنی بھی ضروری تھی!! ورنہ کام کیسے ہوتا؟ میرا یا آبان کا پی اے پانچ لاکھ کا چیک دے جائے گا تمھیں! اب کام ہو جانا چاہیے میرا۔۔۔ سنجیدگی سے کہتے راحیل خان تیز تیز قدموں سے باہر کی طرف بڑھا۔ بالاج بھی ساتھ ہی

تھا۔۔ باہر کی طرف بڑھتے اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے وہ دونوں ہی زن سے گاڑی بھگا کر لے جا چکے تھے ! ان کی گاڑیوں کا رخ اب خان ولا کی جانب تھا۔ جہاں انہیں آبان کا میسج ملا تھا کہ حدائق شاہ پہنچ چکا تھا۔۔ پتہ نہیں زارا اور معاذ شاہ کا کیا بننا تھا۔ ایک موت سے لڑ رہا تھا تو دوسری سب کے سوالوں کے جواب دیتی پھر رہی تھی ! سارا الزام اس ایک معصوم کے کندھوں پر آ کر رہ گیا تھا

حدائق شاہ کی گاڑی شاہ ولا کے گیٹ کو کراس کرتے اندر آتے رکی ! وہ یہاں زارا خان سے ملاقات کرنے آیا تھا۔ معاذ شاہ کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔ ڈاکٹرز کہہ رہے تھی کہ اُنہوں نے زہر تو نکال دیا لیکن زہر نے اندر نقصانات بہت کر دیئے تھے ! اس کی آنتیں بری طرح افیکٹ ہوئی تھیں۔ جبکہ اس کے گلے میں بھی اندرونی طرف سے کٹس سے لگ چکے تھے ! ! اگر اسے ہوش آ جاتا تو یقیناً وہ کچھ دنوں تک بول نا پاتا۔ یہ بھی شکر تھا کہ زہر پورے جسم میں نہیں پھیلا تھا۔ لیکن وہ جہاں جہاں تک پہنچا تھا وہاں نقصان بھی دکھا گیا تھا۔ آخر معمولی زہر تھوڑی تھا؟

مارنے والے نے بہت دیکھ بھال کر معاذ شاہ کو مارنے کا پورا پورا اِرادہ کرتے یہ زہر خرید کر اسے دیا تھا۔۔ حدائق شاہ یا کسی نے بھی ابھی کسی بڑے کو پتہ نہیں لگنے دیا تھا کہ زہر دینے کا الزام زارا خان پر آرہا ہے! وہ خود جان کر اس بات کو چھپا رہے تھے! کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر کسی کو بھنک بھی پڑ جاتی تو ان لوگوں نے بنا کسی تحقیق کے ایک نئی جنگ شروع کر دینی تھی۔ پہلے ہی اللہ اللہ کر کے تو سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔ وہ لوگ نہیں چاہتے تھے کہ رنجشیں پھر سے بڑھ جائیں! کچھ اب معاملہ ان میں سے تین لوگوں کے سسرال کا بھی تھا۔ بہتر تھا بات دبی رہتی!! گھر میں صرف حدائق، ماہ دیر، زاویار اور عدیل کو اس بارے میں پتہ تھا۔ اور وہ چاروں ہی تب تک جب تک کنفرم نہیں ہو جانا تھا بات چھپانے پر متفق ہوئے تھے! شکر تھا کہ وہ چاروں جوش کی بجائے ہوش سے کام لے رہے تھے! معاذ شاہ ان سب کو ہی بے حد عزیز تھا۔ لیکن ساتھ ہی انہیں زارا پر بھی یقین تھا کہ وہ ایسا کچھ نہیں کر سکتی! وہ بچی تھی جو کہ شکل سے ہی معصوم لگتی تھی!! باقی بڑوں کو ان لوگوں نے یہی بتایا تھا کہ عدیل شاہ پولیس کے ساتھ معاملات دیکھتے مجرم کو پکڑنے کی کوشش

کر رہا ہے ! مگر ابھی تک کوئی سرا ہاتھ نہیں لگا۔ اور گھر والوں کے یقین کا یہ عالم تھا کہ ان لوگوں نے خود بنا کسی چوچاں کے اُن لوگوں کی بنائی گئی کہانی پر یقین کر بھی لیا تھا۔ آخر معاذان لوگوں کا بھی تو بھائی تھا۔۔

اپنی گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکلتے حدائق شاہ نے اپنے قدم اندر کی جانب لیے ! وہ اس وقت جینز شرٹ میں ملبوس بازووں کے کف لنکس کو کہنیوں تک چڑھائے اپنی وجیہہ شخصیت کے ساتھ سنجیدگی سے اندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

اندر داخل ہوتے حدائق شاہ لاؤنج میں سامنے دیکھا جہاں شاید عدالت لگی ہوئی تھی۔ کیونکہ زار اخان بیچ میں بیٹھی تھی اور رفیق خان کچھ بول رہے تھے ! اس چالاک انسان کو دور سے دیکھتے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ یقیناً اندر کوئی سنجیدہ بات چل رہی ہے ! سب کے چہرے کی ایسے تھے ! جبکہ زار اخان تو باقاعدہ رو رہی تھی ! !

السلام و علیکم ! ! اندر انہی سب کی طرف بڑھتے حدائق شاہ نے دھیمے سے سب سے سلام کیا۔ اس کا سسرال تھا۔ وہ اب دھڑلے سے یہاں آجاتا تھا۔ بلکل اپنے گھر کی

طرح ! ! وعلیکم السلام ! ! آؤ بیٹا۔۔ حدائق شاہ کو دیکھتے رفیق خان خاموش ہوئے ! سب ہی جانتے تھے کہ وہ یہاں کس لیے آیا تھا۔ جبکہ زارا مزید رونے لگی تھی۔ اب ساروں نے ہی اسے ایسے کٹہرے میں کھڑا کیا ہوا تھا جیسے اس نے واقعی جان کر معاذ شاہ کو زہر دیا ہو ! ! حدائق شاہ ہلکا سا مسکراتے آگے بڑھتے صوفے پر بیٹھا۔ سارے ہی اس وقت یہاں موجود تھے ! راحیل اور بالاج بھی پہنچ چکے تھے ! مجھے زارا سے کچھ پوچھنا تھا۔ حدائق شاہ نے رفیق خان کی طرف دیکھتے جیسے ان سے اجازت چاہی۔ اس کے بھائی کا معاملہ تھا ایسے تو وہ کسی صورت بھی نہیں جانے دے سکتا تھا۔۔ رفیق خان نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے ہاتھ سے زارا کی طرف اشارہ کیا۔ ابھی کچھ دیر پہلے وہ اسے ڈانٹ ہی رہے تھے ! ! جی تو زارا خان۔ کیا آپ مجھے سچ سچ ساری بات بتانا پسند کرے گی ! حدائق شاہ نے زارا کی طرف رخ کرتے سنجیدگی سے پوچھا۔ اس کا لہجہ بلکل اس کے پروفیشن کی جھلک دکھلا رہا تھا۔ اسی لیے تو تحقیق کے لیے وہ خود آیا تھا۔۔ زارا خان نے روتے ہوئے اپنے

ہاتھوں پر نظریں جمائے بولنا شروع کیا۔اب وہ احتیاط برت رہی تھی کہ اپنی یا معاذ شاہ کی کوئی پرسنل

بات نہیں بتا رہی تھی۔وہ بس آبان کے سامنے ہی سب کچھ نکل گیا تھا۔زار اخان اسے محض کل کی ہوئی ملاقات کے متعلق بتا رہی تھی۔۔حدائق شاہ اور باقی سب بھی سنجیدگی سے اس کی بات سن رہے تھے!فوٹیج کل حدائق شاہ نے بھی دیکھی تھی۔اور اسے اندازہ تھا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے!جس طرح یہ دونوں ہی مسکرا رہے تھے کوئی اندھا بھی دیکھ کر بتا سکتا تھا کہ دونوں کے درمیان کوئی چکر ضرور ہے!اب انہیں کون بتاتا کہ معاذ شاہ کی وہ مسکراہٹ اصلی جبکہ زار اخان کی صرف اپنا مقصد پورا کروانے کے لیے تھی!!اوپر سے اس کے لیے مرنے کا مقام تھا کہ فوٹیج سب نے دیکھی تھی اور معاذ شاہ اس میں کس قدر اِس کے نزدیک کھڑا تھا۔معاذ نے اسے کسی کو منہ دکھانے کے نہیں لائق نہیں چھوڑا تھا۔پتہ نہیں وہ بیٹھی کیسے تھی یہاں پر!!!اپنی بات مکمل کرتے زار اخان نے اپنے آنسوں صاف کیے!ساری بات کے دوران اس لڑکی نے کسی کی بھی طرف نہیں دیکھا تھا۔۔ڈیئر

کیلئے زیادہ فورس کس دوست نے کیا تھا؟ حدائق شاہ کے سوالات شروع ہو چکے تھے !اس کا چہرہ بلکل سنجیدہ تھا۔ حرا نے ! نظریں جھکائے ہی دھیمے سے جواب آیا۔ وہ سچ بول رہی تھی۔ لیکن حرا کہیں سے بھی قصوروار نہیں تھی۔ وہ صرف جوش میں آکر اسے بڑھاوا دے رہی تھیں ! صرف ایک فن کی خاطر ! ! کولڈ ڈرنک کس نے خریدی تھی ؟اور جب خریدی تھی کیا تم وہاں پر موجود تھی ! ساتھ ہی ایک اور سوال داغا گیا۔۔اور اب زارا نے نظریں اٹھاتے ایک نظر راحیل خان کو دیکھا۔ جو بیٹھا سر کے نیچے ہاتھ رکھے اسی ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ کشمکش کا شکار نظر آرہی تھی ! کیونکہ پہلے ہی راحیل اس سے بہت ناراض تھا۔۔ سی آر نے ! لیکن جواب تو دینا ہی تھا۔ وہ اس سب سے نکلنا چاہتی تھی تبھی سچ سچ جواب دیتے جان چھڑوانا چاہ رہی تھی۔۔ کیا تم وہاں پر تھی ؟ سی آر کے متعلق جتنی بھی انفارمیشن ہے ساری بتاؤ۔ ! دو بدو سوال پر سوال داغتے وہ جلد سے جلد اپنا کام کر کے یہاں سے جانا چاہتا تھا۔ اسے ہسپتال جانا تھا۔ تاکہ معاذ کے پاس رات میں رک سکے ! نہیں ! ہم کیفیٹیریا میں بیٹھے تھے جب سی آر نے خود لا کر دی تھی۔ میں نے اس میں مرچیں ملائی تھی

بس! اور ہاں بوتل کھلی ہوئی تھی۔۔ بولتے بولتے اچانک ہی اس کے دماغ میں جیسے جھماکا سا ہوا۔ اسے اچھے سے یاد تھا کہ بوتل کھلی تھی۔ لیکن اس نے یہ بات زیادہ سیریس نہیں لی تھی۔ کیونکہ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اتنا بڑا بلنڈر ہو جائے گا۔۔

ہمم! آپ کی بیوقوفی کو اکیس توپوں کی سلامی محترمہ!! حدائق شاہ نے دانت پیستے طنزیہ سے انداز میں کہا۔ ابھی یاد آنے پر اس نے بتایا تو ایسے تھا جیسے بہت بڑا کارنامہ کیا ہو!! مقابل بیوقوف ہی تھی! سی آر کا نمبر بتاؤ! اسے خفت سے ہونٹ کاٹتے دیکھ سر جھٹکتے حدائق شاہ نے اپنی جیب سے فون نکالا۔ معاملے کا ایک سرا ہاتھ لگ گیا تھا۔ زار اخان نے اپنے ساتھ پڑا اپنا فون اٹھاتے اسے نمبر بتایا۔ جب وہ پھنسی تھی تو وہ کسی اور کو کیوں بچاتی؟ وہ بھی اس صورت میں جب سی آر نے عین ٹائم پر بھاگ کر ان لوگوں کو تنہا چھوڑ دیا تھا۔ اب تو اسے بھی شک ہونے لگا تھا کہ وہی بندہ اصل مجرم ہو گا۔ جس کا کیا وہ خود بھگت رہی تھی!! باقی دونوں دوستوں کا نمبر بھی واٹسپ کر دینا۔ پہلے میں اسے دیکھ لوں ذرا۔ اور دوسری بات کچھ بھی ہو زارا۔ چاہے زہر بوتل میں کسی نے بھی ملایا تھا۔ لیکن یاد رکھنا کہ میرے بھائی نے زہر

تمہارے ہاتھوں سے پیا ہے! فوٹیج دیکھ کر جتنا مجھے اندازہ ہوا ہے وہ یہی ہے کہ میرا بھائی اگر ہوش میں آ گیا تو تم تک دوبارہ اپروچ ضرور کرے گا۔ قدر کیا کرو لوگوں کی! سب کے پاس صاف دل نہیں ہوتے! ایک سبق کافی ہونا چاہیے ہے تمہارے لیے!! صوفے سے کھڑے ہو کر اس کے سر پر ہاتھ رکھتے حدائق شاہ نجانے اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا۔ بہر حال وہ اپنی عادت کے مطابق بات کو دل میں رکھنے کی بجائے سب کے سامنے بول گیا تھا۔ "تیرا بھائی دوبارہ مجھے اس کے آس پاس بھی بھٹکتا نظر آیا تو ان دونوں کو میں زمین میں گاڑ دوں گا یاد رکھنا۔ تماشا بنایا ہوا ہے!! حدائق شاہ کو آگے بڑھتے دیکھ راحیل خان نے سنجیدگی سے اسے وارننگ دی!! یہ عجیب انسان بلکل پاگل ہو چکا تھا۔ لیکن قصور اس کا بھی نہیں تھا۔ بہن کے متعلق اتنا کچھ ہو جانا چھوٹی بات تو نہیں تھی۔ اگر یہاں کوئی ٹیپکل بھائی ہوتا تو یقیناً غیرت کے نام پر ہی قتل ہو جاتے! شکر تھا کہ ان میں شعور تھا جو بیٹیوں کو ان کی صفائی کا اور اپنی غلطی سدھارنے کا موقع دیا جاتا تھا۔ "پاگل مت بن! پسند کرتا ہے وہ اسے یقین ہے مجھے اس بات کا۔ اگر موقع ملا تو میں خود اپنے بھائی کے لیے اسے لینے

آؤں گا۔تو کچھ نہیں کر سکتا۔کیونکہ تیری بہن خود بھی یہی چاہتی ہو گی!! سنجیدگی سے کہتے حدائق شاہ نے اپنے قدم باہر کو لیے!آخر وہ سب کیوں نہیں سمجھ رہے تھے کہ زاراخان کے چہرے پر موجود مسکراہٹ فریبی تھی۔وہ سارے کے سارے اسے پسند سمجھ بیٹھے تھے!!!زاراخان کا بس نہیں تھا کہ اپنا سر دیوار میں دے مارے!حدائق شاہ سہی ثابت کر کے گیا تھا کہ وہ معاذ شاہ کا ہی بھائی ہے! جاتے جاتے بھی وہ اسے سب میں شرمندہ کر کے چلا گیا تھا۔وہ کس کس کو سمجھاتی کہ ایسا کچھ نہیں ہے!وہ معاذ شاہ کو بلکل پسند نہیں کرتی جو ہمیشہ ہی اسے تنگ کرتا رہتا تھا۔اور اس مرتبہ تو حد ہی ہو گئی تھی!"کمرے میں جاؤ!دیکھتے ہیں کیا کرنا ہے!دعا کرو کہ اسے ہوش آجائے!اور کچھ دن یونی مت جانا۔باقی راحیل سے پوچھ لینا جیسے اسے بہتر لگے!اپنی طرف سے اسے مشورہ دیتے صوفے سے کھڑے ہوتے رفیق خان آخری فیصلہ راحیل پر چھوڑ گئے تھے!وہ اپنے سے زیادہ حق زار اپر راحیل کا سمجھتے تھے!!"باپ آپ ہیں میں نہیں!بہتر ہے اپنے اور اپنی بیٹی کے فیصلے خود کریں!

مر گیا سب کے لیے راحیل ! سنجیدگی سے کہتے سر جھٹکتے راحیل خان نے اپنے قدم کمرے کی جانب لیے ! اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اب زارا کے معاملے میں کچھ نہیں بولے گا۔ جو گھر والے کرتے بہتر تھا۔۔ پیچھے زارا خان نے آنسوؤں سے بھری آنکھیں اٹھاتے اس کی پیٹھ کو دیکھا۔ راحیل اس سے ناراض تھا اور اسے تو منانا بھی نہیں آتا تھا۔ ہمیشہ اسی نے ہی نخرے دکھائے تھے ! آج پتہ چلا تھا کہ بھائیوں کے پاس بھی دل ہوتا ہے ! وہ بھی ناراض ہو سکتے ہیں ! پتہ نہیں اب وہ اس کی ناراضگی کو کیسے ختم کرتی ! ! جبکہ باقی سب نے حیرت سے اس کی پشت کو دیکھا۔ اس موڈی انسان کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ زارا کا فیصلہ رفیق خان پر چھوڑ گیا تھا ! جو کہ یقین کرنا تھوڑا مشکل تھا۔۔ کیا ہی کہتے وہ لوگ اسے

یہ تقریباً رات کا وقت تھا جب بالاج خان سیڑھیوں کو کراس کرتے اپنے کمرے میں کی طرف بڑھا۔ سب کے سب زارا والے معاملے میں اتنا اُلجھ گئے تھے کہ اس کا تو کسی کو ہوش بھی نہیں رہا تھا۔ اسی چیز کا فائدہ اٹھاتے بالاج خان بھی خاموشی سے

اپنا سامان واپس اپنے کمرے میں سیٹ کر چکا تھا۔ خان ولا میں اس وقت ہو کا عالم تھا۔ سبھی لوگ دن بھر کی تھکن اور پریشانیوں کے بعد اب اپنے اپنے کمروں میں آرام فرما رہے تھے! ایسے میں ایک وہی تھا ہوا بھی ہی باہر سے واپس آیا تھا۔ سیڑھیوں کو عبور کرتے بالاج خان نے ایک نظر اپنے کمرے کو دیکھا۔ دروازہ بند تھا۔ یعنی کہ اسکی بیوی کو پہلے ہی اس کے کمرے تک پہنچا دیا گیا تھا۔ سچ تو یہ تھا کہ اسے آج لگ رہا تھا کہ واقعی میں وہ

ایک شادی شدہ انسان ہے! فلیٹ میں ذرا فیلنگ سہی نہیں تھی۔ سر جھٹک کر اپنی مسکراہٹ کو برقرار رکھتے بالاج خان نے دروازے کے پاس کے اپنے قدم روکے! کاش کہ اندر سے دروازہ بند نہ ہو! اور اس کی دعا قبول ہوئی تھی۔ دروازہ اتفاقی طور پر کھلا تھا۔ بالاج خان دھیرے سے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ اس کی نظریں سامنے تھیں جہاں اس کی شریک حیات بیٹھی اسی کے موبائل میں مصروف تھی۔ بالاج خان اپنے فون میں کوئی پاسورڈ نہیں رکھتا تھا۔ شاید تبھی وہ بڑے دھڑلے اور حق سے اس کا موبائل اٹھائے نجانے کیا دیکھنے میں مصروف

تھی۔۔وہ اپنا فون گھر ہی چھوڑ کر گیا تھا۔اپنے پیچھے سے دروازہ بند کرتے بالاج خان اندر داخل ہوا۔کیا ہو رہا ہے؟آگے کو بڑھتے گلا کھنکھارتے اس نے مقابل کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔آج پہلی مرتبہ وہ دونوں ایک کمرے میں سونے والے تھے!ورنہ فلیٹ میں تو مقابل جلد ہی جا کر دوسرے کمرے میں بند ہو جاتی تھی۔ اب کہاں جاتی بھلا؟وہ تو اکیلا گھر تھا۔یہاں تو پوری فیملی تھی۔اور اسی بات کا لحاظ کرتے ماورا خان خاموشی سے خود ہی رائنا سے پوچھتے بالاج خان کے کمرے میں آ چکی تھی۔۔اب وہ اتنی بھی بد تمیز نہیں تھی جتنی وہ بنتی تھی۔لوگوں کا لحاظ اس میں ابھی بھی باقی تھا۔تبھی دوسروں کے ریکشن کی فکر تھی۔ماورا خان نے نظریں اٹھاتے ایک نظر بیڈ پر بیٹھتے بالاج خان کو دیکھا۔بڑا ہی کوئی عجیب انسان تھا کہ اس کے ساتھ سونے لگا تھا۔وہ یہی سوچ رہی تھی۔۔یہ پکڑو!خاموشی سے موبائل کو سائڈ پر رکھتے ماورا نے اپنے ساتھ بیٹھے بالاج خان کے سامنے تکیہ کیا۔وہ ایک کمرے میں سہی لیکن اس کے ساتھ ایک بیڈ پر نہیں سو سکتی تھی۔اس بندے کا کیا بھروسہ کہ کب کچھ کر دے!حد تھی کہ اسے اپنے شوہر کی طرف سے بھی خطرہ

تھا۔اور بیوقوفی تھی کہ وہ شوہر سے ڈر رہی تھی!! بالاج خان نے ابرو اُچکاتے اسے دیکھا۔اب مقابل اسے اس کے ہی کمرے سے نکالنے والی تھی واہ۔۔خاموشی سے ایک نظر اے گھورتے اس کے ہاتھ سے تکیہ لیتے بالاج نے سائڈ پر پھینکا۔۔ میری جان یہ میرا کمرہ ہے!اور اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمہیں زمین پر نا سلاؤں تو بہتر ہے کہ عزت سے میرے ساتھ بیڈ پر ہی سو جاؤ۔اسے گھورتے ہوئے بالاج خان نے سنجیدگی سے لفظ چبائے!.اوہ ریئلی؟ لگتا ہے کل انکل سے تھپڑ کھا کر سکون نہیں ملا تمھیں؟ کہو تو ایک آدھی مرتبہ ٹیوننگ اور کروادوں تمہاری؟؟ ماورا خان مصنوعی افسوس سے کہتے اس کے گال کو تھپتھپایا۔اسے جیسے مقابل کو اب ذلیل کرنے کے لیے ایک بات مل گئی تھی۔۔ک سکون ملا تھا اسے اس لمحے کہ جب ٹھاٹھا کر کے بالاج کو تھپڑ پڑے تھے!! تم مجھے طعنہ دے رہی ہو؟ سیریسلی؟ میرے بابا ہیں وہ مار سکتے ہیں! تم نے بھی مار کھائی ہو گی کبھی۔تم اس بات پر مجھے زیر نہیں کر سکتی! وہ جیسے خفا سا نظر آنے لگا تھا۔ایک پہلے ہی سارے گھر والوں کے سامنے اس کی عزت کا فالودہ ہو گیا تھا اوپر سے مقابل کی باتیں!! میں

ناتم سے بحث نہیں کرنا چاہتی ! انفیکٹ میں تم سے بات ہی نہیں کرنا چاہتی ! نکلو اس کمرے سے ! آج سے یہ میرا ہے ! ! ماورا نے دانت پیس اور کہتے ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔۔ ہنہہہ ! بلی کو چھیچھڑوں کے خواب ! ! تمہارے باپ نے نہیں دیا تھا تمھیں یہ کمرہ بنوا کر۔ محترمہ یہ میرا ہے تم نکلو شاباش ! ! بالاج خان جیسے آج پیار سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ وہ مقابل کو اسی کے انداز میں جواب دے رہا تھا۔۔ تم جاہل آدمی عورتوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں ہے تمہارے اندر ! میرا باپ تو مجھے بھی نہیں دے رہا تھا تمھیں ! تمھیں ہی آگ لگی ہوئی تھی مجھے اپنے ساتھ رکھنے کی ! منحوس انسان۔۔ اس کی بات پر سیخ پا ہوتے ماورا نے اسے گھورتے ہوئے زبردست لات ماری ! ! بالاج خان بلکل سرے پر بیٹھا تھا۔ وہ اس وار کے لیے بلکل تیار نہیں تھا تبھی اپنا بیلنس کھوتے زمین بوس ہوا۔ بیڈ کی سائڈ ٹیبل بری طرح اس کی کمر میں لگی تھی۔ وہ بیچارہ زمین پر بیٹھا کمر پر ہاتھ رکھے ہلکا سا کراہ کر رہ گیا تھا۔ کس چیز سے شادی کر لی تھی اس نے ؟؟ اب اگر جان پیاری ہے تو نکلو اس کمرے سے ! لیکن میں اتنی بھی بری نہیں ہوں۔ تمھیں

آفر کروا رہی ہوں کہ عزت سے صوفے پر سو جاؤ۔ آگے تمہاری مرضی ! ! میں تو چلی سونے ! ! تھوڑا آگے کو آ کر نیچے زمین پر بیٹھے بالاج کو دیکھ کر کہتے ماورا سیدھی ہوئی۔ اس کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ تھی جیسے کہنا چاہتی ہو کہ دیکھو تم میری ایک لات کی مار ہو بس ! ! بالاج خان جبڑے بھینچتے زمین سے کھڑا ہوا۔ ابھی وہ کمرے میں آیا ہی تھا کہ ان دونوں کے ایک ساتھ کمرے میں رہنے کے سائڈ افیکٹس نظر آنے لگے تھے ! دونوں ہی ایک جیسے تھے ! تم رکو ذرا۔ تنبیہی لہجے میں کہتے بالاج خان نے اس کے پاؤں کے پاس جاتے اسے دونوں پیروں سے تھامتے نیچے کی طرف کھینچا۔ اگر جو وہ اس طرح گر جاتی تھی بہت بری طرح گرتی ! لیکن یہاں فکر کسے تھی بھلا؟ بالاج نہیں پلیز۔ میری کمر میں لگ جائے گی چھوڑو پلیز ! اپنی باری آئی تو وہ منتوں پر اتر آئی تھی۔ بالاج خان اسے پیروں سے پکڑے کھینچ رہا تھا اور وہ آگے کی طرف لیٹے لیٹے ہی سرکتی جا رہی تھی۔ اب بولو ذرا۔ بہت زبان چلتی ہے نہ تمہاری ! بتاتا ہوں میں تمھیں ! اسے بلکل کنارے پر لا کر اس کی ٹانگوں کو نیچے زمین پر رکھتے بالاج خان نے اس کے سینے سے قمیض کو جکڑتے اسے

اوپر کو اٹھایا۔ وہ لمبا چوڑا انسان محض ایک ہاتھ سے ہی اسے آدھی زمین سے اٹھا گیا. تھا۔ مقابل کی قمیض کا سہارا تھا بس!! ماوراخان حیرت سے اس کے ہاتھ کو تو کبھی اپنی شرٹ کو دیکھ رہی تھی۔ کیا اس کے عورت ہونے کا بھی کوئی خیال نہیں تھا؟ وہ سوچ رہی تھی کہ وہ خود جتنا مرضی مارتی رہتی لیکن مقابل اس کے عورت ہونے کی وجہ سے اسے چھوڑ دیتا۔ لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹا پڑ گیا تھا۔ بے رحم انسان!! "چھوڑ دو پلیز۔ کچھ تو خیال کرو اگر میں مر گئی تو!! آہ میرا گلا۔۔" مصنوعی آنکھیں باہر نکالتے اس نے منت زدہ سے لہجے میں کہا۔ بس کرو دو ٹنکی عورت! گلے سے تو پکڑا بھی نہیں میں نے! کیا کہہ رہی تھی تم میں جاہل ہوں منحوس ہوں؟ اب دس مرتبہ پیار

سے بولو کہ سرتاج آپ اُدھر مجھے اپنی بانہوں میں لے کر سوئیں! آپ میرے سرتاج ہیں۔ میرے سب کچھ ہیں! میری رات آپ پر قربان!! کہو دس مرتبہ!! اسے مزید تھوڑا سا زمین سے اٹھاتے بالاج خان نے فرمائش کی۔ اب ہاتھ لگی تھی یہ لڑکی اچھے طریقے سے!! ماوراخان کا منہ بے ساختہ ہی ایسا ہوا جیسے اس نے بہت

کڑوی چیز کھالی ہو! وہ اسے اور سر تاج بولتی؟ کبھی بھی نہیں۔اس کی شکل ایسی ہو گئی تھی جیسے کوئی کڑوی چیز چبالی ہو!!"ایویو۔۔۔میں تمھیں سر تاج بولوں؟رکو ذرا میں پہلے الٹی کر کے آئی!کڑوا سا منہ بناتے وہ موت کے دہانے پر کھڑی ہو کر بھی باز نہیں آئی تھی۔ بالاج خان نے ایک ہاتھ سے ہی ابھی تک اسے ہوا میں معلق کر رکھا تھا۔وہ بھی صرف سینے اسے اس کی شرٹ پکڑے!وہ گر بھی سکتی تھی۔ قمیض پھٹ بھی سکتی تھی۔ لیکن احتیاط کون کرتا اب؟وہ ٹھہرا انٹرنیشنل ریسلر!! "جہنمی عورت!تم نہیں بول رہی مجھے!بولو ورنہ میں پھینک دوں گا۔اس کا چہرہ بلکل اپنے چہرے کے مقابل کرتے بالاج خان نے پھر سے وارننگ دی۔اسے بس مقابل کے منہ سے یہ سننا تھا۔اب تو ضد چڑھ گئی تھی اسے بھی!مقابل نے جیسے منہ بنایا تھا اس کا بس نہیں تھا واقعی میں پھینک کے مارے اسے!!مر جاؤں گی یہ نہیں بولوں گی۔ تمہاری بانہوں میں!اتنا کہتے ماورا نے اُکلائی کی صورت میں آواز نکالی۔ جیسے اسے اب واقعی میں الٹی آنے لگی ہو!!اسے ڈر بھی لگ رہا تھا لیکن ہارنے والوں میں سے وہ بھی نہیں تھی۔بس یہ بندہ خود ہی رحم کھالیتا۔۔ بالاج

خان نے اسے گھور کر دانت پیستے مارے غصے کے اسے تھوڑا سا مزید اوپر کو اٹھاتے برے طریقے سے بیڈ پر پٹخا۔ اس نے سیدھا سیدھا مقابل کو اوپر سے پھینک کے مارا تھا۔ کونسا رحم؟ کہاں کا رحم؟ وہ اپنے ریسلر ہونے کا پورا پورا ثبوت دے چکا تھا۔۔ ماورا خان کی چیخ بے ساختہ تھی۔ وہ حیرت سے منہ کھولے بیڈ پر سیدھی پڑی اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے کراہ کر رہ گئی تھی۔ مقابل نے جس طرح سے اسے پٹخ کر پھینکا تھا اسے لگ رہا تھا کہ اس کے پیٹ کا سارا کچھ آپس میں مکس ہو گیا ہو۔ بھلے ہی نیچے نرم گدا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ ایک فاصلے سے گری تھی۔ اور گری بھی پھینکنے کے انداز میں! تبھی اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا تھا۔۔ ہنہہ! نافرمان عورت! یہی انجام ہے تمھارا۔ تمسخر سے کہتے بالاج خان نے تھوڑا آگے کو ہوتے اسے دیکھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ زیادہ تو نہیں لگی۔ شکر تھا کہ اس کو عقل تھی تبھی زمین کی بجائے بیڈ پر ہی پھینکا تھا۔ بلکل کسی بے جان چیز کی طرح!! تم منحوس انسان۔ لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز تو پہلے ہی تمہارے اندر نہیں تھی۔ لڑکیوں کے ساتھ کیسے رہا جاتا ہے یہ بھی نہیں آتا کیا۔ مارے غصے کے ماورا خان اپنے پیٹ پر ہاتھ

رکھتے حلق کے بل چیخی ! اسے اُمید نہیں تھی یہ انسان اتنا بے رحم نکلے گا۔۔ بالاج خان نے بے ساختہ ہی ناک سکوڑتے اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھوسی ! مقابل پھاڑ کھانے والے انداز میں چیخی تھی۔۔ تمہارے حلق میں اسپیکر لگے ہیں کیا؟ یاد رکھنا میرا کمرہ ساؤنڈ پروف نہیں ہے ! ہمیں اپنی ویڈنگ نائٹ بھی فارم ہاؤس میں منانی پڑے گی ! افسوس سے اس کی طرف دیکھتے وہ بات کو ہی گھما گیا تھا۔۔ ماورا نے اٹھ کر بیٹھتے حیرت اور غصے کے ملے جلے تاثرات سے اسے دیکھا۔ یہ ویڈنگ نائٹ کہاں سے آگئی تھی بیچ میں ؟؟ اس کا پارہ آسمان پر پہنچا ہوا تھا۔ عین ممکن تھا کہ آج اس کمرے میں قتل ہو جاتا۔ بیڈ سے کھڑے ہوتے ماورا خان عین اس کے مقابل ہوئی ! اب وہ تھوڑی نارمل ہو گئی تھی اب وہ بتاتی ذرا اسے ! ! وہ ایسی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جیسے کہہ رہی ہو کہ اب تم میرے سے نہیں بچتے ! بالاج خان بھی تمسخرانہ نظروں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں تھا کہ مقابل کیا ہی کر لے گی بھلا۔ وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی ! ! ماورا خان نے تھوڑا اور آگے کو ہوتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہاتھ

سے کے بائے بائے کا اشارہ کرتے بری طرح اپنی لات اس کی ٹانگوں کے عین درمیان میں ماری! یہ بہت سوچ سمجھ کر ماری گئی تھی۔۔ بالاج خان بے ساختہ ہی اپنا ہاتھ رکھتے تھوڑا نیچے کو ہوا۔ آخری چیز جو وہ اس سے کبھی ایکسپکٹ نہیں کر سکتا تھا وہ یہی تھی۔ کیا مقابل کو اس کا چھوڑو اپنا بھی خیال نہیں تھا۔۔ اس کے چہرے پر درد کے اثرات بہت واضح تھے! جبکہ اس کی کراہ سے تھوڑی تیز۔۔ بلکہ وہ کراہ نہیں تھی۔ بالاج خان کی ہلکی سی چیخ بہت بے ساختہ تھی۔ وہ جبڑے بھینچے نیچے زمین پر بیٹھتے تڑپ کر رہ گیا تھا۔ بیوی تو آخر اسی کی تھی۔ رحم کیسے کھا سکتی تھی؟؟ اگر میں تمھیں موقع دوں تو ضرور منا لینا اپنی ویڈنگ نائٹ! ورنہ کوئی بات نہیں ہم لوگ بچے اڈاپٹ کر لے گیں! اب اتنا تو میں کر ہی سکتی ہیں تمہاری بیوی ہونے کے ناطے!! پلکیں جھپک جھپک کر مصنوعی افسوس سے کہتے ماورا نے دونوں ہاتھ جھاڑتے اپنے قدم بیڈ کی جانب لیے! ہاتھ اس نے ایسے جھاڑے تھے جیسے کہنا چاہتی ہو کہ ختم۔۔ خلاص۔۔۔ اب مقابل۔ لڑائی نہیں کرے گا۔۔

سیدھا جہنم میں جاؤ گی تم۔۔۔زمین پر ہی لیٹتے وہ اتنا شدید درد کے باوجود بھی اسے "
بتانا بلکل نہیں بھولا تھا۔۔ایک مرتبہ وہ نارمل ہو جاتا پھر اس کی اچھے سے خبر لیتا
ذرا۔۔تمہارے ساتھ ہونگی بے فکر رہو۔اپنے ساتھ ہی گھسیٹ کر تمھیں بھی جہنم
میں نالے کر گئی تو بیوی مت کہنا۔۔ایک نظر واپس سے پیچھے مڑ کر کہتے ماوراخان
نے اپنے قدم آگے کی جانب لیے! وہ ابھی ایک قدم ہی چلی تھی کہ بالاج خان
تھوڑا آگے کو ہوتے اسے پاؤں سے پکڑتے پیچھے کی طرف کھینچ چکا تھا۔ماوراخان
بے ساختہ ہی کمر کے بل بری طرح زمین پر گری! اس کی فلک شگاف چیخ بے ساختہ
تھی۔اس کے سر پر بھی ہلکی سی لگی تھی۔لیکن درد پورا پورا تھا۔۔میرے سے پنگے
لینے سے پہلے یہ سوچ لیا کرو کہ تمھارا شوہر ایک انٹرنیشنل فائٹر ہے! میرے
سامنے تو بڑے بڑے مرد نہیں ٹک پاتے پھر تم کیا چیز ہو آخر!! اسے بازو سے پکڑ
کر تھوڑا اٹھاتے بالاج خان اس کی آنکھوں میں دیکھتے سیدھا سیدھا طنز کر رہا تھا۔وہ
جانتا تھا مقابل کو زور کی لگی ہو گی۔لیکن اسے بھی تو لگی تھی؟ پھر وہ کیوں ہی رحم
دکھاتا جب مقابل ہی اس پر رحم نہیں کھاتی تھی تو! بابا۔۔اپنی کمر پر ہاتھ رکھے

ماورا خان آنکھوں میں نمی اکٹھی کیے اپنے باپ کو پکارنے پر آگئی تھی۔ کیا چیز تھا یہ انسان آخر؟؟"ابھی تو صبر کرو نانی بھی یاد آئے گی! بیوقوف عورت ابھی اندازہ ہے تم نے کیا حرکت کی تھی۔ مجھے کچھ ہو جاتا تو؟؟ ترس نام کی چیز نہیں تھی اس شخص میں! کوئی کہہ سکتا تھا کہ یہ دونوں میچور کپل ہیں؟ کوئی بھی اس طرح دونوں کو زمین پر پڑے ایک دوسرے کو لہولہان کرتے دیکھ لیتا تو یقیناً ان کے آنے والے بچوں کی قسمت پر افسوس کرتا۔ جب وہ دونوں ہی ایسے تھے تو ہونے والے بچوں کا تو اللہ ہی حافظ تھا۔۔ بھاڑ میں جاؤ تم۔ کیڑے پڑے بالاج تمھیں! آہ میری کمر!! اس کے کندھے پر مکے برسا کر اسے پیچھے کرتے آخر میں وہ پھر اپنی کمر پر ہاتھ رکھے کراہنے لگی تھی۔ کاش کہ بالاج خان فائٹر نا ہوتا۔۔ زیادہ لگی ہے کیا؟ ہلکا سا نرم پڑتے بالاج نے آگے کو ہوتے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا جہاں مقابل نے بھی رکھا ہوا تھا۔ بھولے بھٹکے سے اسے شاید احساس ہو ہی گیا تھا۔۔"منہ توڑ دوں گی میں تمہارا۔ دوبارہ ہاتھ بھی لگایا تو۔۔ اس کے ہاتھ کو جھٹکتے ماورا پھر سے حلق کے بل چیخی!! اب احساس کا کیا فائدہ؟ بالاج خان ناگواری سے اسے دیکھتے تھوڑا پیچھے کو

سر کا۔۔ بھاڑ میں جاؤ۔ بھلائی کا زمانہ ہی نہیں ہے ! اسے اوپر سے نیچے تک گھورتے وہ پھر سے اپنے ازلی موڈ میں چلا گیا تھا۔ حالانکہ دونوں نے برابر کے بدلے لیے تھے ! دونوں نے ہی ایک دوسرے کو کم تو نہیں مارا تھا لیکن پھر بھی مقابل چیخ رہی تھی۔ اسے زہر لگ رہی تھی یہ لڑکی چیختے ہوئے ! کاش کہ وہ اس کی آواز بند کروا سکتا۔۔ "تم جاؤ بھاڑ میں ! تمھارا پورا خاندان جائے بھاڑ میں ! جاہل انسان۔۔" ماورا جو پہلے ہی تپی ہوئی تھی اس کی بات پر مزید سیخ پا ہوتے اس نے آگے کو ہوتے بے دردی سے جنونی انداز میں مقابل کے بال کھینچے ! ! وہ چھوڑ بھی نہیں رہی تھی۔ بلکہ پکڑتے کھینچتی ہی جا رہی تھی۔ ماورا بالوں کا مذاق نہیں ہے ! چھوڑو پلیز۔ بالاج خان نے اپنے بالوں پر ہاتھ رکھتے انہیں چھڑوانا چاہا۔ بالوں پر بات ان میں سے کسی بھی لڑکے کو برداشت نہیں تھی۔ بال بہت عزیز تھے یہاں سب کو ! مذاق ؟ ماورا نے حیرت سے اس کے لفظ کو دہرایا۔ کیا مقابل جو ابھی کچھ دیر پہلے اسے پھینک پھینک کے مار رہا تھا وہ مذاق چل رہا تھا ؟ یہاں مذاق ہوا ہی کب تھا بھلا ؟ ؟ بالاج خان نے اسے اپنے بال نہ چھوڑتے دیکھ اس کی گردن کو پیچھے سے پکڑتے اسے پیچھے کی

طرف کرنا چاہا۔ مگر مقابل جنونی ہوتے زیادہ ہی طاقتور ہو چکی تھی!! بال نہیں چھوڑے تھے اس نے!! ان دونوں کے درمیان پھر سے دنیا کی آخری جنگ عظیم شروع ہو چکی تھی۔ ایک دوسرے کے اوپر چیختے وہ دونوں آج ایک دوسرے کو قتل کرنے کے درپر تھے! شاید سہی ہی ان لوگوں کو قسمت نے ایک دوسرے سے دور رکھا ہوا تھا۔ وہ سہی الگ الگ کمرے میں رہتے تھے! مگر اب ایک ہی کمرے میں آ گئے تھے تو اب بھگتتے! ایک دوسرے کے بالوں کو نوچتے وہ مسلسل چیخ !! رہے تھے

عظمیٰ بیگم جو اوپر بالاج خان کو کے کام کی غرض سے بلانے کے لیے آئی تھیں دروازے کے پاس آتے ان کے قدم رکے! بالاج خان کا کمرہ ساؤنڈ پروف نہیں تھا۔ دروازہ بھی ہلکا سا کھلا ہوا تھا۔ اندر جو بھی ہوتا باہر ساری آواز آسانی سے آ رہی تھی۔۔ زیادہ دور تک تو نہیں ہاں لیکن دروازے کے پاس کھڑا انسان آوازیں بخوبی سن سکتا تھا۔ اس وقت انہیں نجانے بالاج سے کیا کام تھا۔۔ وہ ابھی دروازہ ناک کرتی کہ اندر سے آتی عجیب و غریب آوازیں سنتے ان کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق ہوا۔

کچھ غلط نہیں تھا۔ کوئی بھی سن کر بتا سکتا تھا کہ اندر بری طرح لڑائی ہو رہی ہے ! !

عظمیٰ بیگم نے پریشانی سے ایک نظر دروازے کو دیکھتے اِدھر اُدھر دیکھا۔ یہ کیا ہو رہا تھا اندر ؟ وہ بنا اجازت اندر بھی نہیں جا سکتی تھیں۔ ایسے اچھا نہیں لگتا تھا اب بالاج کے ساتھ اس کی بیوی بھی تھی۔۔ حیرت سے وہ کبھی دروازے جو تو کبھی اِرد گرد دیکھ رہی تھیں کہ آبان خان کو اپنے فون میں مصروف یہاں سے گزرتے دیکھ انہوں نے شکر ادا کرتے اسے آواز لگائی۔ اب وہی دیکھ لیتا کہ اندر کہیں کوئی مسئلہ تو نہیں تھا۔۔ "آبان بات سنو ! ! تھوڑا دروازے سے پیچھے ہٹتے انہوں نے آبان خان کو آواز لگائی جو یہاں سے گزرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جی ! ان کی آواز پر فوراً ہی موبائل کو سائڈ پر کرتے آبان خان نے پوچھتے انہی کی طرف قدم لیے ! وہ اس وقت بالاج کے کمرے کے باہر کیا کر رہی تھیں بھلا ؟ ؟ کیا ہوا خی۔۔ آبان خان دروازے کے پاس جا کر ابھی کچھ بولتا کہ اندر سے آتی آوازوں کو اپنے کان میں پڑتی محسوس کرتے اس کے الفاظ حلق میں ہی کہیں رہ گئے تھے ! ! اندر سے کبھی کراہنے کی تو کبھی ایک دوسرے کو کوسنے کی تو کبھی جاہل، منحوس جیسے

القابات کی آوازیں آرہی تھیں۔ایسا لگتا تھا جیسے اندر بہت سیریس لڑائی چل رہی ہو!! کیا اندر کوئی کپل تھا؟؟ یہ کیا ہو رہا ہے اندر؟ آبان خان نے حیرت سے آوازیں سنتے عظمیٰ بیگم کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔ان کا یہاں یہ حال تھا تو پتہ نہیں ان لوگوں کی فلیٹ میں کیسے بنی ہو گی!! پتہ نہیں تم دیکھو! عظمیٰ بیگم نے لا علمی کا اظہار کیا۔وہ خود کھڑی حیران و پریشان نظر آرہی تھی۔اندر ان کا بیٹا تھا آخر!! آبان خان نے اصولوں کو بھاڑ میں جھونکتے آہستہ سے کرتے تھوڑا سا دروازہ کھولا۔لیکن جلد ہی وہ پورا دروازہ کھولنے پر مجبور ہو گیا تھا۔وہ دونوں حیرت سے پھٹی آنکھوں کے ساتھ اندر کا منظر دیکھ رہے تھے!ان کے منہ تک تھوڑے کھل چکے تھے!! اندر کا منظر کچھ یوں تھا کہ بالاج خان زمین پر لیٹا ایک ہاتھ مقابل کے ماتھے پر ٹکائے اسے دانت کاٹنے سے روک رہا تھا تو دوسرے ہاتھ سے بے دردی سے اس کے بال گدی سے جکڑے ہوئے تھا۔جبکہ ماورا خان ایک ہاتھ سے اس کے بالوں کو اس سے زیادہ زور سے کھینچنے میں مصروف تھی جبکہ دوسرے ہاتھ سے وہ اس کی کمر میں دھڑا دھڑ مکے برسا رہی تھی!! یہ منظر ہی کچھ ایسا تھا کہ ان

لوگوں کے حیرت کے مارے خود ہی منہ کھل چکے تھے جبکہ آنکھیں پھٹی ہوئی تھی!!

ماورا خان جو ہر طرح سے بالاج پر قابض تھی کہ اس کی کمر میں مارتے ہوئے اچانک ہی اس کی نظر سامنے کی طرف اٹھی۔ جہاں دروازہ پوری طرح کھلا ہوا تھا اور دروازے کے عین بیچ و بیچ آبان خان اور عظمیٰ بیگم کھڑے حیرت سے انہیں دیکھ رہے تھے!! لڑائی کو بھاڑ میں جھونکتے وہ سیکنڈ سے پہلے بالاج خان کو چھوڑتے اس سے سائڈ پر ہوئی! یہ کیا ہو گیا تھا؟ پہلے دن ہی سسرال میں بہت اچھی امیج بنی تھی اس کی!! بالاج خان نے اسے خود کو چھوڑتا دیکھ تھوڑی حیرت کا مظاہرہ کیا۔ وہ پوری طرح اس پر قابض ہو کر اسے آسانی سے کیسے چھوڑ سکتی تھی۔۔ دراصل اس کی پیٹھ دروازے کی طرف تھی۔ تبھی وہ باہر کا منظر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ وہ بس ماورا کو دیکھ رہا تھا۔۔ جو اچانک ہی اچھی خاصی گھبرائی ہوئی لگ رہی تھی۔۔ مان لی ہار؟ تھک گئی ہو گی۔ آؤں تمہاری سانسیں نارمل کروں!! اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے بالاج خان نے بے باکی سے کہتے ابھی اس کے ہونٹوں پر جھکتا کہ ماورا

نے پہلے ہی اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔ وہ روہانسی ہونے لگی تھی۔۔ عزت کا فالودہ ہو گیا تھا۔ یہاں وہ مرنے کے مقام پر تھی اور مقابل کو اپنی ہی مستی سوجھ رہی تھی۔ اسکا بس نہیں تھا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے!!"ماشاءاللہ!! یہاں تو حلال ریسلنگ چل رہی ہے! آبان خان نے اپنی حیرت پر قابو پاتے سینے پر ہاتھ باندھتے اونچی آواز میں کہا۔ یہ کمرہ اس وقت کمرہ کم اور ریسلنگ کلب زیادہ لگ رہا تھا۔ وہ بالاج

کو ہوش دلانا چاہ رہا تھا جو لڑائی چھوڑے بیغیرتی پر اُتر آیا تھا۔۔ جبکہ عظمیٰ بیگم تو ابھی تک حیران و پریشان تھیں۔ کیا یہ ان کا سڑیل، غصیل بیٹا بالاج خان ہی تھا جو کسی سے سیدھے منہ بات کر لیتا تو بہت بڑی بات ہوتی تھی۔ وہ اتنی بچگانہ حرکت کیسے کر سکتا تھا؟؟ بالاج خان نے سیکنڈ سے پہلے ماورا کو خود سے دور کرتے زمین پر بیٹھے بیٹھے ہی ٹرن مارا۔ وہ اپنا رخ موڑتے حیرت اور شرمندگی سے سامنے دیکھ رہا تھا جہاں اس کی ماں بھی کھڑی اسے گھورنے لگی تھی!! آج کا دن ہی اس کے لیے کوئی منحوس دن تھا۔ سب کیا سوچ رہے ہونگے اس کے بارے میں کہ وہ بیوی سے مار

کھا رہا تھا۔ ابھی بھی اسے اس چیز کی زیادہ پرواہ تھی۔ وہ واقعی پاگل ہو چکا تھا۔۔ بیڈ کی سائڈ سے اپنا دوپٹہ اٹھاتے ماورا زمین سے کھڑی ہوئی اس کے بال سارے ایسے ہوئے پڑے تھے جیسے نجانے کتنے عرصے سے کنگھی نا کی گئی ہو! جبکہ حالت ایسی تھی کہ وہ اس وقت شکل کے علاوہ حلیے سے فقیرنی لگ رہی تھی!! اپنے دوپٹے کو سر پر اوڑھے وہ شرمندگی سے ہونٹ کاٹتے ایک طرف کھڑی ہو چکی تھی۔ وہ پانی پانی ہو چکی تھی۔۔ بالاج خان ایک نظر ماورا پر ڈالتے خود بھی خاموشی سے کھڑا ہوا۔ اسے خود کو خفت محسوس ہو رہی تھی۔ ان دونوں نے بھی ابھی ہی آنا تھا کیا۔ لیکن یہ بھی سچ تھا کہ اگر یہ دونوں نہیں آتے تو اِن دونوں نے ساری رات اسی طرح لڑ کر صبح ایک دوسرے کا جنازہ پڑھ دینا تھا۔ بالاج ذرا باہر آنا۔۔ عظمیٰ بیگم نے ایک نظر ماورا پر ڈالتے بالاج خان کو باہر بلایا۔ یہ طریقہ کیا تھا آخر! ان کی حیرت ختم ہوئی تھی تو غصّہ عود آیا تھا۔۔ بالاج خان نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے ان کی طرف اپنے قدم بڑھائے! وہ چلنے میں ہلکا سا لنگڑا رہا تھا۔ مقابل نے جیسی جگہ پر مارا تھا اس کا درد ابھی تک ختم ہی کب ہوا تھا بھلا!! میری طرف سے بھی دو لگایئے گا۔

ایک ہی دن میں کیا حشر کر دیا بچی کا۔ میں تو حیران ہوں یہ فلیٹ میں کیسے رہ رہے ہونگے ! ! آبان خان نے دانت پیستے اپنے دل کی بھی بھڑاس نکالی۔ وہ ترحم بھری نگاہوں سے ماورا کو دیکھ رہا تھا جس کا اس جاہل فائٹر نے حشر بگاڑ دیا تھا۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ مقابل نے بالاج کو زیادہ مارا تھا۔ وہ جگہ نہیں دیکھتی تھی بس مار دیتی تھی ! ! اوہ بھائی۔ کم نہیں ہے یہ بھی ! ایسی ایسی جگہ مارا ہے کہ میں تُجھے کیا ہی بتاؤں۔ ہاتھ نہیں ہے اس کا ہتھوڑا ہے ہتھوڑا۔ ترس کھاؤ مجھ پر میں نے ساری زندگی اس کے ساتھ گزارنی ہے ! ! بالاج خان نے کلس کر کہتے اپنی بھی بھڑاس نکالی۔ یہ کیا بات ہوئی کہ آبان ماورا کی سائڈ لے رہا تھا۔ حالانکہ ترس کے قابل وہ خود تھا۔۔۔ ماورا نے اس کی پشت کو گھورتے ہونٹ بھینچے ! کیسا شوہر تھا اس کا؟ اسی لائق ہو تم ! کیا تم بیوی کو کُشتی لڑنے کے لیے لائے ہو ! یہ کیا طریقہ تھا آخر ! عظمیٰ بیگم نے اسے گھورتے ہوئے سہی سے اس کی کلاس کی۔ وہ اس کے کان کو سختی سے پکڑے ہوئے تھیں ! ! ماما اس نے بھی مارا ہے یار۔ یہ بھی کم نہیں ہے ! بالاج خان نے اپنے کان کو پکڑتے ان سے چھڑوانا چاہا۔ پہلے کیا وہ کم درد جھیل رہا تھا جو عظمیٰ

بیگم نے اب کان بھی پکڑ لیا تھا۔۔یہ کہیں سے تم لوگوں کی انسانوں والی حرکتیں ہیں؟اس کا ماتھا بھی سوجا ہوا ہے اور تمھارا بھی۔ایک تمھارا اجنگلی پن کم تھا کیا جو تم نے اپنا کام گھر میں بھی شروع کر دیا؟وہ بھی اپنی ہی بیوی کے ساتھ!اس کے سر پر چت لگا کر سختی سے کہتے عظمیٰ بیگم کا اشارہ بالاج خان کے ریسلر ہونے پر تھا۔ان میں سے تو کسی کو بھی اِس انسان کا ریسلر ہونا پسند نہیں تھا۔نا برہان خان اور نہ ہی ان کو!!اچھا نہ آپ بتائیں۔خیریت تھی اس وقت؟منہ بناتے بالاج نے ان سے اصل بات کے متعلق جاننا چاہا۔جتنی ہونی تھی ہو چکی تھی!معافی مانگو اس سے! ورنہ میں یہی جوتی سے شروع ہو جاؤں گی۔پہلے مر رہے تھے تم نکاح کے لیے اور اب یہ سلوک کر رہے ہو تم!!عظمیٰ بیگم اس کی بات کو اگنور کرتے اپنا ہی غصّہ اُتارنے میں لگی ہوئی تھیں۔انہیں بہت برا لگ رہا تھا ماورا کے لیے!!ماورا خان نے ہونٹ دانتوں تلے دبائے اپنی ہنسی روکی۔اس سے کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا اتنا شدید اس کی کمر میں درد تھا۔لیکن اب جب بالاج کو ہی ڈانٹ پڑ رہی تھی تو اس کے دل کو سکون نا ملتا ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟ایک بات اسے آج پتہ چلی تھی کہ کم از

کم اس کی ساس اچھی ہے ! وہ خامخواہ ہی ان سے اکھڑ کر بات کر رہی تھی ! ! بلکل پاگل تھی وہ لڑکی ! ! ماما اس سے بھی کہیں پھر معافی مانگے ! میں بھی انسان ہوں یار۔ منہ بناتے وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے ساتھ ظلم ہو رہا تھا۔ عظمیٰ بیگم اس کو سگی ماں ہیں بھی یا نہیں وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ بھلا بہو کی سائڈ کون لیتا ہے ؟ اس نے تو ہمیشہ ڈراموں میں دیکھا تھا کہ بہو کی جگہ ہمیشہ بیٹے کی سائڈ لی جاتی ہے ! یہاں معاملہ ہی الٹا تھا۔۔ کوئی کہہ سکتا تھا کہ وہ اس وقت انیتس سال کا مرد تھا؟ وہ بلکل بچوں والی حرکتیں کر رہا تھا۔۔ تم صبر کرو ذرا ایسے نہیں ماننے والے تم ! میں بلاتی ہوں تمہارے بابا کو ! دیکھنا ایک ایک بات بتاؤں گی۔ عظمیٰ بیگم سختی سے کہتے ابھی واپس سے پیچھے کو مڑتی کہ بالاج خان نے پہلے ہی ان کو بازو سے پکڑا۔ تین تھپڑ کافی تھے کل کے ! ! اب مزید برہان خان کے وہ تو سامنے بھی نہ جاتا۔ ورنہ تین اور پڑ جانے تھے ! ! ایک تو ہر بات آپ اپنے بندے کو بتانے چلی جایا کریں ! مانگ رہا ہوں معافی ! سڑے ہوئے منہ کے ساتھ کہتے بالاج خان نے اپنے قدم ماورا کی طرف بڑھائے ! ! وہ کلس کر دانت پیستے اس عورت کو

دیکھ رہا تھا جو خود لڑائی کر کے اب مظلوم بن گئی تھی۔اس کا بس نہیں تھا ایک اور مرتبہ پٹخ کے مارے اسے ! ! اکیلے میں ملتی ذرا دوبارہ اسے یہ ! ! ماورا خان نے اسے اپنی طرف آتا دیکھ نا محسوس انداز میں ہلکا سا مسکراتے آنکھ ونک کی ! اشارہ صاف تھا کہ وہ اس پر جتا رہی تھی۔۔ بالاج خان جو پہلے ہی جل بھن رہا تھا اس کے آنکھ ونک کرنے پر اس نے مقابل کو مزید زہریلی نظروں سے گھورا۔اب تو واقعی وہ اسے اکیلے میں ملتی ذرا۔۔۔ "معاف کر دو محترمہ مجھے ! جہنمی عورت ! جہاں تم نے مارا تھا اگر میں اپنی ماں کو بتا دوں تو تمھیں گھر سے ہی اٹھا کر باہر پھینک دے گیں۔ اُدھار رہا یہ تمہارے اوپر ! اس کا بدلہ تو ضرور لوں گا میں ! ! شروع میں اونچی آواز میں کہتے آخر میں وہ تھوڑا آگے کو ہوتے اس کے کان

میں خطرناک سرگوشی کر گیا تھا۔۔ماورا کے گلے میں گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہوئی ! کیا کرنے والا تھا یہ انسان ؟ اسے خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہو رہی تھیں۔۔ بالاج خان اس کے چہرے کو دیکھتے اس کے ہونٹوں پر پھونک مارتے پیچھے ہوا۔وہ اپنا کام کر چکا تھا۔معافی بھی ہی گئی تھی اور مقابل کو ڈراوا بھی دے دیا

تھا۔۔۔ چلواب اِدھر سے ! گیسٹ روم میں سو گیں آج تم لگے پتہ تمھیں کہ کیسے بیوی سے لڑا جاتا ہے ! ! واپس سے اسے اپنے پاس بلاتے عظمیٰ بیگم نے اپنے قدم دروازے سے باہر کی طرف لیے ! آبان خان بھی سر جھٹکتے واپس ہو لیا تھا۔ان کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ بالاج خان نے ماورا کی طرف دیکھ کر اسے فلائنگ کس کرتے اپنے قدم باہر کی جانب لیے ! یہی بہتر تھا کہ وہ آج کی رات کہیں اور ہی سوتا۔ ورنہ دوبارہ یہ جنگ لازمی شروع ہو جانی تھی۔۔ پیچھے ماورا خان نے سر جھٹکتے آگے بڑھتے دروازہ بند کیا۔

آہ امی ! اپنی کمر پر ہاتھ رکھے وہ ایک مرتبہ پھر کراہ اٹھی تھی ! ! ! جو ہوا تھا آج اس کے ساتھ تھوڑا نہیں تھا۔اس بے رحم انسان نے بنا اس کے عورت ہونے کا لحاظ کیے اس کے ساتھ واقعی میں اپنا میچ کیا تھا۔ وہ ریسلر تھا اور ریسلنگ ہی کر کے چلا گیا تھا۔۔۔ دھیرے دھیرے چلتے وہ آہستہ سے بیڈ پر جاتے لیٹی ! ! اب تو درد سے پتہ ! ! ! نہیں نیند بھی آنی تھی یا نہیں

قسط نمبر: 1/87

یہ تقریباً صبح کا وقت تھا جب ماہ دیر شاہ ہسپتال میں موجود کاریڈور میں کھڑا دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے آنکھیں موندے ہوئے تھا۔ حدائق، زاویار اور عدیل شاہ بھی اسی کے ساتھ ہسپتال میں موجود یہیں پر کھڑے تھے!! سب بڑوں کو وہ لوگ بس دن میں ایک مرتبہ یہاں چکر لگانے دیتے تھے! ورنہ تو وہ سب خود ہی یہاں معاذ شاہ کے پاس رکتے تھے!! ان لوگوں کو ہسپتال میں آج تقریباً تیسرا دن تھا۔ پرسوں دن میں معاذ شاہ کو ہسپتال لایا گیا تھا۔۔ مگر ابھی تک اسے ہوش نہیں آیا تھا۔ اس کے اندر جو زہر سے نقصان ہوا تھا اسے کور ہونے میں کچھ وقت درکار تھا۔۔ ڈاکٹرز کہہ رہے تھے کہ کسی بھی وقت ہوش آجائے گا۔۔ شکر تھا کہ بات موت تک نہیں پہنچی تھی۔ کیونکہ اسے ایک گھنٹے کے اندر اندر ہی فوری طور پر ہسپتال لے آیا گیا تھا۔ تبھی شاید زہر پورے جسم میں پھیلنے سے رہ گیا تھا۔ ورنہ معاذ شاہ کب سے اللہ کو پیارا ہو جاتا۔۔ حدائق شاہ بھی ایک طرف کھڑا دیوار سے ٹیک لگائے اندر سے ڈاکٹر کے نکلنے کے انتظار میں تھا۔ ڈاکٹر اندر معاذ کا چیک اپ کرنے کے لیے

گئے ہوئے تھے ! ! وہ انہی کے انتظار میں تھا۔ پتہ نہیں معاذ کو ہوش آیا تھا یا نہیں ! !
اس نے تو فائزہ کو بھی کل خان ولا میں چھوڑ دیا تھا۔ وہ رہنے کو تیار تو نہیں۔ تھی
لیکن پھر حالات وہ خود بھی دیکھ رہی تھی۔ تبھی بنا ضد کیے حامی بھرتے ابھی بھی
خان ولا میں ہی تھی ! ! "ڈاکٹر کو وارڈ سے باہر نکلتے دیکھ حدائق شاہ ٹیک چھوڑتے
سیدھا ہوا۔۔ باقی تینوں بھی اسی کے ساتھ ہی ڈاکٹر کی طرف بڑھے ! کھڑے
کھڑے ان ساروں کی ہی۔ جیسے ٹانگیں شل ہونے لگی تھی۔ لیکن پریشانی۔ اتنی
! ! تھی کہ بیٹھنے کا نہ وقت تھا اور نہ ہی دل

ڈاکٹر معاذ ؟؟؟ ماہ دیر شاہ نے آگے بڑھتے ڈاکٹر سے استفسار کیا۔۔ "ہوش آگیا"
ہے انہیں ! ابھی ہاتھ پر ڈرپ لگائی ہے ! باقی مل سکتے ہیں آپ لوگ ان سے ! بس
کوشش کیجئے گا انہیں زیادہ بلوایئے گا نہیں ! باقی اللہ نے کرم کیا ہے ! کچھ دنوں تک
وہ بلکل ٹھیک ہو جائے گیں ! ! پروفیشنل لہجے میں مسکرا کر کہتے ڈاکٹر کے اپنے قدم
آگے کو بڑھائے ! ان سب کی جیسے اٹکی ہوئی سانس بحال ہو چکی تھی۔ کتنا انتظار کر

رہے رہے وہ سب معاذ کے ہوش میں آنے کا۔۔ان دو تین دنوں میں شاہ ولا میں سے کسی کی بھی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔سب ہی اتنے پریشان تھے کہ نیند بھی آنے کا نام نہیں لیتی تھی۔۔"چلو تم سب میں گھر کال کر کے بتا دیتا ہوں۔زاویار شاہ نے اپنی جیب سے فون نکالتے ان سب کو مخاطب کیا۔ابھی تو وہی چاروں تھے بس ہسپتال میں!!"ہم چلتے ہیں۔لو یہ بھی آ گئے ساتھ ہی چلے گیں تو کر لے کال!!حدائق شاہ ابھی آگے قدم لیتا کہ سامنے سے آبان، بالاج اور اکشم خان کو آتے دیکھ وہ بھی یہیں رک گیا تھا۔یہ تینوں بھی دن میں کوئی دس مرتبہ ہسپتال چکر لگا ہی لیتے تھے!ایک راحیل خان ہی تھا جو نہیں آیا تھا۔وہ یہاں آتا تو معاذ شاہ کو دوبارہ سے بیہوش کر دیتا۔۔"کیا ہوا؟آبان خان نے آگے آتے ان چاروں کو ایک ساتھ کھڑے دیکھ پوچھا۔وہ لوگ آفس جانے لگے تھے لیکن سوچا پہلے یہاں چکر لگا لے!اکشم نے تو ویسے ہی آج یونی سے چھٹی کی تھی۔!!"ہوش آ گیا ہے شکر اللہ کا۔اب دیکھتے ہیں چل کے پوچھے گیں کیسی طبیعت ہے اس کی!!جواب ماہ دیر شاہ کی طرف سے آیا تھا۔۔"میسج کر دیا ہے میں نے بابا کو!وہ داجان کو لیے آئے گیں۔۔

زاویار شاہ نے کہتے موبائل واپس سے جیب میں رکھے اپنے قدم اندر کو لیے !اس کے پیچھے ہی باقی سب بھی وارڈ کی طرف بڑھ چکے تھے ! جہاں معاذ شاہ کو رکھا گیا تھا۔۔

وہ سارے لڑکے ایک ساتھ ہی دروازہ کھولتے اندر داخل ہونے ! سامنے ہی بستر پر معاذ شاہ لیٹا چھت پر اپنی نظریں جمائے ہوئے تھا۔اس کے ایک ہاتھ پر ڈرپ لگ رہی تھی۔ جبکہ وہ اس وقت مریضوں والے لباس میں ملبوس تھا۔۔ معاذ شاہ شاید نہیں یقیناً پورے طریقے سے ہوش میں تھا۔ تبھی چھت پر نظریں جمائے وہ بیہوش ہونے سے پہلے کے منظر یاد کر رہا تھا۔۔اس نے ڈاکٹر سے پوچھا تھا کہ اسے کیا ہوا تھا۔اور یہ بات اس کے لیے کسی شاک سے کم نہیں تھی کہ اسے زہر دیا گیا تھا۔وہ یہی سوچ رہا تھا کہ کیا زاراخان اس سے اتنی نفرت کرتی ہے کہ اسے زہر دے دے۔!! کیا کمال کی اداکاری کی تھی اس لڑکی نے آخر میں پریشان ہونے کی ! ایسا وہ سوچ رہا تھا۔سچ یہ تھا کہ وہ واقعی میں بہت نیگیٹیو سوچ رہا تھا۔ کیونکہ ڈرنک زارا

ہی لائی تھی اور پینے کے لیے بھی اسی نے دی تھی۔ ابھی تو اس نے زارا کو پرپوز کرنا تھا۔ ہاں وہ جو اسے ملنے کے لئے بلا رہا تھا وہ اسی لیے تھا تاکہ اس بیوقوف لڑکی کو اپنے دل کا حال بتا سکے! اسے بتائے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے! اس لڑکی نے اس کی راتوں کی نیندیں حرام کر رکھی تھی۔ لیکن افسوس کہ پہلے ہی اتنا سب کچھ ہو گیا اور اسے بروقت ہی پتہ چل گیا تھا کہ زارا خان اس سے کتنی نفرت کرتی ہے! وہ اب اپنا ارادہ بھی ترک کر چکا تھا۔ "کیسا ہے!! اپنے پاس سے حدائق شاہ کی آواز جبکہ بالوں میں پھرتے ہاتھ کو محسوس کرتے معاذ شاہ اپنی سوچوں سے باہر نکلا۔ وہ سوچتے سوچتے کہیں بہت دور نکل گیا تھا۔!! حدائق شاہ کو اپنے پاس کھڑے دیکھ اس کے چہرے پر ایک اُداس سی مسکراہٹ چھائی۔ وہ سہی سے مسکرا بھی نہیں پا رہا تھا۔ اٹھتے ساتھ ہی جو خبر اسے ملی تھی اس کا دن خراب کرنے کے لیے کافی تھی!! "زندہ ہوں! معاذ شاہ نے دھیمے سے جواب دیا۔ اور وہ کیا کہتا بھلا؟؟ حدائق شاہ نے اس کے جواب پر ابرو اچکاتے اسے دیکھا۔ "کیا چاہ رہا ہے تو تھوڑا سا زہر اور لا دوں؟ سالے شکر کر بچ گیا ہے! ورنہ جتنی ہیوی ڈوز تھی تیری موت بھی ہو سکتی

تھی۔۔اس کے سر پر ہلکی سی چت لگا کر کہتے حدائق شاہ اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھا۔ باقی سب بھی اپنی اپنی جگہ بنائی یہیں بیٹھ۔چکے تھے!! معاذ شاہ اس کی بات پر اُداسی سے مسکرایا۔ ظاہر ہے اس اندازہ تھا۔!!"ویسے یہ عاشقی جھاڑنی ضروری تھی کیا؟ ایسے ہی زارا کو بھی پھنسا دیا۔!! آبان خان نے بیڈ پر بیٹھتے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے کہا۔"مجھے خواب نہیں آئے تھے زہر لائی ہے وہ! مجھے نہیں پتہ تھا اتنی شاطر نکلے گی۔میں تو سمجھا تھا ہلکا پھلکا سا کچھ ہو گا۔۔معاذ شاہ نے منہ بناتے صفائی دی۔سب آتے ہی اسے باتیں سنانا شروع ہو چکے تھے!!"چلو بس کرو جو ہونا تھا ہو گیا۔گھر میں کسی کو مت بتانا۔زاویار شاہ نے سنجیدگی سے کہتے بات کو رفع دفع کیا۔جتنا اس بات کے پیچھے پڑتے اتنا ہی سب کی آپس میں لڑائی ہوتی!! "طبیعت ٹھیک ہے تیری؟؟ماہ دیر شاہ کو جیسے تسلی نہیں ہو رہی تھی۔وہ ایک مرتبہ پھر پوچھتے اس سے کنفرم کرنا چاہ رہا تھا۔!!"کیا ہو گیا یار زندہ سلامت بیٹھا ہوں! بنا شادی کیے نہیں مرنے والا میں!! شروع میں جھنجھلا کے کہتے آخر میں وہ اپنی شادی کا رونا رونا بلکل نہیں بھولا تھا۔شکل اس کی ابھی بھی بگڑی ہی ہوئی

تھی۔!!"لعنت ہے! مرتے مرتے بھی تُجھے شادی کی پڑی ہے! کچھ نہیں رکھا شادی میں! ترس ترس کے گزر رہی ہے زندگی یہاں!! حدائق شاہ نے شروع میں دانت پیستے آخر میں اسے بھی اپنا غم یاد آگیا تھا۔ کتنا مر رہا تھا وہ!"آپ کے جتنا شریف بھی نہ ہو بندہ! مطلب سارا رعب بس گھر والوں پر ہی چلتا ہے! تھوڑا بیوی پر چلا لیا ہوتا تو آج یہ غم نا ہوتا۔!! معاذ شاہ نے ہونٹ دانتوں تلے دبائے شریر لہجے میں کہا۔ وہ ابھی اُداس تھا اور ابھی اس کی پٹر پٹر زبان بھی چلنے لگی تھی۔ وہ بھی حدائق شاہ کے سامنے۔!! لگتا تھا اس کا دوبارہ بیہوش ہونے کا اِرادہ تھا۔۔ بالاج خان نے آنکھیں گھماتے اپنی جیب سے فون نکالا۔ جب تک حدائق کی بیغیرتیاں چل رہی تھی بہتر تھا وہ خاموشی ہی رہتا۔ آگے بہن تھی!"نہیں یار۔ بیوی پر رعب بغیریت انسان جھاڑتا ہے! شریف آدمی بیوی سے دب کر چلتا ہے! پسندیدہ عورت کے آگے بچھنے میں کیسی شرم؟؟ ترس ترس کے مطلب بات کو سمجھا نہیں تو!! چھوڑ یار۔۔ ایک گہری سانس بھرتے وہ خلافِ توقع نارمل جواب دے گیا تھا۔۔ "سمجھ گیا ہوں! میں بھی اسی مطلب میں کہہ رہا تھا۔ معاذ شاہ نے اس کی تصیح کی۔

مقابل نے جیسے اسے شریف سمجھ رکھا تھا۔!!"لعنت ہے دونوں پر!اور تُجھے اٹھتے ہی بکواس سوجھ گئی۔تو ایک کام کر بھائی واپس بیہوش ہو جا۔تو اس قابل نہیں ہے کہ ہوش میں رہے!منہوس کو ڈاکٹرز کہہ رہے تھے کہ بولے گا نہیں زیادہ۔یہاں تو اس کی گندی باتیں نہیں ختم ہو رہی!!ابھی حدائق شاہ کچھ بولتا کہ پہلے ہی بالاج خان نے موبائل سائڈ پر کرتے معاذ کو گھورتے ہوئے لتاڑا۔۔کیسے بیہودہ انسان تھے یہاں!!"سالے صاحب آپ کی کیوں جل رہی ہے؟کیا ماموبننے کا شوق نہیں ہے؟اگر نہیں ہے تو میری بھی آپ پر لعنت!!سالے کہیں تیری ہی تو بد دعا نہیں لگی ہوئی؟؟شروع میں شرارت سے کہتے وہ آخر میں یکدم ہی سیریس ہوا۔کہیں واقعی ایسا تو نہیں تھا!!"میرے ہاتھوں قتل ہو جائے گا تو حدائق!سب بیٹھے ہیں شرم کر!!بالاج خان نے اپنی خفت مٹاتے اسے شرم دلانی چاہی!!حدائق شاہ نے ایک نظر ساروں کی طرف دیکھا۔۔جو خود اسے تاسف سے دیکھ رہے تھے!!سارے کر کے بیٹھے ہیں!کوئی شریف نہیں ہے یہاں۔ایک میرا بھائی کنوارا اور ایک میں کنوارا بس!!سب کی طرف دیکھ کر کہتے حدائق شاہ نے معاذ کی گردن

میں ہاتھ ڈالا۔ شکر تھا کہ وہ اسے نہیں بھولا تھا۔۔ "او بھائی۔ اپنی ٹیم میں شامل کر مجھے بھی! عدیل شاہ نے منہ بناتے ہانک لگائی۔ وہ بھی تو کنوارا ہی تھا۔ پھر اسے کیوں نہیں گنا گیا تھا۔ بالاج خان نے کلس کر جبڑے بھینچتے عدیل کو دیکھا۔ ایک کم تھا کیا جو وہ بھی شروع ہو گیا تھا۔ اس کے دونوں بہنوئی ایک جیسے تھے! "ہاں ہاں آجا۔ پتہ نہیں کب وہ دن آئے گا جب میں ساری رات جاگ کے گزاروں گا۔ ہم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ۔۔۔ "ہائے! کیا مزہ آئے گا۔ وہ کہے گی بس کر دیں اور میں کہوں گا۔!! حدائق شاہ بالاج کو چڑانے کی خاطر ابھی مزید ڈیپ جاتا کہ بالاج خان نے سرخ چہرے کے ساتھ اپنی جوتی اُتارتے اس کی طرف پھینکی! مقابل یہ بھی خیال نہیں کر رہا تھا کہ لڑکی کا بھائی ساتھ کھڑا ہے! "بس کر دو بے شرمی کی حد ہے حدائق تیرے اوپر! پرائیویسی بھی ہوتی ہے کچھ!! ماہ دیر شاہ نے اسے چپل واپس پھینکتے دیکھ تمیز سے اس کے ہاتھ سے چپل لیتے بالاج کی طرف پھینکی۔ ورنہ یہاں لڑائی شروع ہو جانی تھی۔ حالانکہ چپل حدائق کو لگی نہیں تھی۔ وہ کھڑا حدائق کو گھورتے اسے تھوڑی شرم دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ "بیٹا جب

خود کر لو تو دوسروں کو ایسے ہی نصیحتیں دی جاتی ہیں! خود سے تو رخصتی کا بھی انتظار نہیں ہوا۔ چلے ہیں میری باری میں مولانا بننے! وہ جیسے آج اُن سب کو زچ کرنے کے موڈ میں تھا۔ ایک آجکل ویسے ہی اس کے جذبات پیک پر پہنچے ہوئے تھے! اوپر سے اس کی بیوی کے نخرے ختم نہیں ہوتے تھے! حدائق شاہ پاگل ہونے کو تھا۔۔ کبھی تو اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ بنا اجازت ہی مقابل کے چودہ طبق روشن کر دے! لیکن پھر وہ خود ہی اپنی سوچ کو جھٹک دیتا تھا۔ ایسے میں وہ فائزہ شاہ کا مان توڑ دیتا۔ جو وہ نہیں چاہتا تھا۔۔ اس کی بات پر بے ساختہ ہی ماہ دیر اور زاویار شاہ دونوں نے ہی سختی سے اسے گھورا۔۔ کتنا کمینہ انسان تھا یہ!!"بھائی صبر کر لیں! میری طرح آپ کو بھی صبر کا میٹھا پھل ملے گا۔ معاذ شاہ نے دھیما سا مسکراتے اپنے ساتھ ساتھ اسے بھی تسلی دینی چاہی۔ وہ خود بھی تو ترس ترس کے صبر کر رہا تھا۔!!"ہاں تیرے صبر سے یاد آیا۔ زارا کا کیا چکر ہے؟ حدائق شاہ سیدھا ہوتے اچانک ہی جیسے سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔ ایک یہی سب سے اہم بات اس نے پوچھنی تھی معاذ شاہ سے! تاکہ یہ راحیل سے بات کر سکے! معاملے کو لٹکانے کا کوئی فائدہ

نہیں تھا۔ بہتر تھا کہ اگر ایسا ویسا کچھ تھا تو بات آگے بڑھنے سے پہلے ہی وہ ان کی شادی کروا دیتا۔!!"کچھ بھی نہیں ہے! میرا کیا۔۔ معاذ شاہ خود بھی سنجیدہ ہوتے ابھی بات مکمل کرتا کہ حدائق شاہ نے بیچ میں ہی اسے ٹوکا۔۔"جھوٹ مت بولنا کچھ بھی۔ ہم سب نے فوٹیج دیکھی ہے! سچ بول!! معاذ شاہ نے بے ساختہ ہی اس سے نظریں چرائی۔ کیا فوٹیج سب نے دیکھی تھی؟ اس کی چھوڑو زارا کی کیا عزت رہ گئی ہو گی۔ وہ یہی سوچ رہا تھا۔۔ وہ م اچانک ہی جیسے کنفیوز کچھ شرمندہ سا نظر آنے لگا تھا۔!!"بتا دے سچ۔ اب ہم اتنے بھی ظالم نہیں ہیں! رشتہ لے چلے گیں راحیل کے پاس۔ باپ سے زیادہ اس پر راحیل کی چلتی ہے! تو بول بس! ماہ دیر شاہ نے بھی سنجیدگی سے بات کے دیا حصہ ڈالا۔ وہ خود بھی یہی سوچ رہا تھا۔۔"کیا ہو گیا آپ لوگوں کو؟ وہ بس ایک مذاق تھا۔ میں اسے پریشان کرنا چاہ رہا تھا۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے ہمارے درمیان۔ اگر ہوتا تو وہ مجھے زہر تھوڑی دیتی! سوچ سمجھ کر بولا کریں آپ لوگ!! معاذ شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔ اسے زارا کے ٹاپک پر بات ہی نہیں کرنی تھی۔ اسے رہ رہ کر یاد آ رہا تھا کہ کتنی ظالم لڑکی تھی وہ۔!! اپنے

بدلے کے چکر میں وہ اسے قتل کرنے جا رہی تھی!!"ڈنگر۔زارا نے نہیں دیا تُجھے زہر! سی آر نے دیا تھا۔زارا کو نہیں تھا پتہ کہ اس میں زہر ہے! اس پر تو خود یونی کی انتظامیہ نے کیس کروا دیا تھا۔پولیس گھر تک پہنچ چکی تھی۔اگر ہم سب گھر نہیں ہوتے تو یقیناً زارا اس وقت جیل میں ہوتی! تو بیوقوف ہے یار۔۔"آبان خان نے سنجیدگی سے اسے جتانے کے انداز میں بات بتائی۔کتنی غلط سوچ تھی اس انسان کی۔لیکن معاذ کا بھی کوئی قصور نہیں تھا۔جہاں تک اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔اس کی جگہ کوئی اور بھی ہوتا تو یہی سمجھتا کہ زارا خان نے اسے زہر دے کر مارنے کی کوشش کی ہے!! معاذ شاہ نے بے ساختہ ہی جھٹکے سے گردن موڑی۔سی آر نے اسے زہر دیا تھا؟ یہ بات زارا خان سے زیادہ بڑا شاک دے رہی تھی۔سی آر میں اتنی ہمت کہاں سے آگئی تھی؟ اوہ خدایا وہ زارا کو بھی کتنا غلط سمجھ رہا تھا۔اس کا بس نہیں تھا اپنا سر دیوار میں دے مارے! اوپر سے پولیس؟؟ افف کتنا کچھ ہوا تھا اس کی بیہوشی کے دوران!!"سچ کہہ رہے ہیں آپ؟ آپ کو خود بتائی اس نے یہ بات؟ البتہ وہ ایک ہی مرتبہ میں یقین کر چکا تھا۔لیکن پھر بھی دوبارہ تسلی

چاہی۔!!"ہاں سچ میں! حدائق سے پوچھ لے! جانچ پڑتال اسی نے کی ہے ساری!
آبان خان نے ہاتھ سے حدائق کی طرف اشارہ کیا۔۔بہتر تھا وہ لوگ اس کی غلط
فہمی دور کر ہی دیتے!!اس کی سوالیہ نظریں خود پر دیکھتے حدائق شاہ نے زور و شور
سے ہاں میں سر ہلایا۔سی آر غائب تھا۔مطلب یہ کارنامہ بھی اسی کا تھا۔اس کے
گارڈز سی آر کو ڈھونڈنے میں لگے ہوئے تھے! مگر وہ ابھی تک ملا نہیں تھا۔۔وہ یقیناً
اپنا بدلہ لے کر بھاگ چکا تھا۔۔"افف اللہ میں کتنا غلط تھا۔ہیں اب پوچھیں آپ
لوگ! ہاں میں زارا کو پسند کرتا ہوں۔شادی بھی اسی سے کروں گا۔۔اب رشتہ
لے جائیں پلیز! اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہتے وہ آخر میں اصل مدعے پر آچکا تھا۔
پہلے اسکا اِرادہ زارا کی خبر لینے کا تھا۔تبھی وہ کچھ کرتا۔مگر اب جب اس بیچاری نے
کچھ کیا ہی نہیں تھا تو کیسی خبر!!"وہ آفر محدود مدت کے لیے تھی۔اب بیٹھ کر
انتظار کر اگلے سال تک! ہیر کی شادی کے ساتھ تیری بھی کر دے گیں! تب تک
تو دو چار مرتبہ اور زہر کھالے!!تاکہ جذبات کنٹرول میں رہیں!! حدائق شاہ نے
معصومیت سے انکار کرتے ساتھ میں اسے مشورے سے بھی نوازا۔یہاں اس کا

کچھ نہیں بن رہا تھا وہ دوسروں کے کیا ہی رشتے کروانا بیٹھ کر!! معاذ شاہ نے اس کی بات پر منہ بسورا۔ پہلے عزت اسے بھی راس نہیں آرہی تھی۔ اب حدائق کا موڈ بدل چکا تھا۔۔ بہتر تھا کہ وہ اس کے سہی موڈ کو دیکھ کر پھر اس سے بات کرتا۔ شادی تو اب اس نے کرنی ہی تھی! "بھائی مجھے نکلنا ہے یہاں سے! ہٹوائیں یہ ڈرپ تاکہ گھر جا کر آرام کروں میں! مجھ سے نہیں رہا جا رہا ہسپتال میں!! بیزاریت سے اپنے ہاتھ میں لگی ڈرپ کو دیکھتے معاذ شاہ نے ماہ دیر کو مخاطب کیا۔ اٹھتے ہی ساتھ وہ اُکتا بھی گیا تھا۔ کیونکہ اب اسے کسی چیز کی بے چینی لگ چکی تھی! "بیٹھ جا چپ کر کے! ڈاکٹر نے کہا ہے ابھی ٹھیک نہیں ہے تو! اور زیادہ مت بول۔ دو تین دن تک کر دے گیں تجھے ڈسچارج!! ماہ دیر شاہ نے نرمی سے جواب دیا۔ حدائق کے مقابلے میں وہ پھر خاصا سلجھا اور عقلمند انسان تھا۔۔ تمیز سے جواب دے دیتا تھا۔۔ معاذ شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے خاموشی سے اپنا سر پیچھے کو ٹکایا۔ اس نے کونسا ان لوگوں کی سن لینی تھی۔ ایک مرتبہ وہ لوگ اسے اکیلا چھوڑتے اور اس نے یہاں سے بھاگ جانا تھا۔۔۔

اکثم خان جو کھڑا موبائل میں مصروف ان لوگوں کی باتوں کی سرے سے ہی اگنور کیے ہوئے تھا۔ موبائل پر اپنے دوست کا میسج دیکھتے اس نے آبان خان کو مخاطب کیا۔ اکثم خان اس وقت جینز شرٹ میں ملبوس کافی وجیہہ دکھ رہا تھا۔ اس کی سیاہ پر کشش آنکھیں موبائل پر مرکوز تھیں۔ پچیس سالہ یہ مرد دکھنے میں قابلِ ستائش تھا۔!!"بھائی میں جارہا ہوں! رات تک آجاؤں گا گھر!!آبان خان کو مخاطب کرتے اکثم خان نے سنجیدگی سے موبائل فون اپنی جیب میں اڑسا۔ وہ آبان کو اس لیے بتا رہا تھا تاکہ رات میں گھر دیر سے آنے پر اس کی کلاس نہ لگے۔!!اپنے باپ سے زیادہ اس پر آبان خان کا رعب تھا۔ وہ رات کے وقت خاص طور پر اسے گیارہ بجے سے زیادہ باہر نہیں رہنے دیتا تھا۔ دیکھا جائے تو ایک طرح سے یہ اس کی خود کی حفاظت کے لیے تھا۔ شاید یہ آبان کی احتیاط ہی تھی جو وہ آج تک کسی غلط کام میں ملوث نہیں ہو پایا تھا۔ ورنہ جیسے اس کے دوست تھے یقیناً انہیں دیکھ کر آج وہ بھی انہی جیسا ہوتا۔ اگر اس کے سر پر آبان خان نہ ہوتا تو۔۔اور اس بات کو وہ خود بھی

سمجھتا تھا۔ تبھی بنا کسی چوچاں کے آبان کی بات خاموشی سے مان لیتا تھا۔ تھی تو آخر اسی کی بھلائی۔۔!!"ہمم۔۔آبان خان نے ہنکارا بھرتے اسے جانے کی اجازت دی۔وہ پہلے ہی بتا چکا تھا کہ اسے کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ جائے گا۔۔"اپنے کنوارے پن میں ذرا مجھے بھی شمار کر لیں!تاکہ میرے گھر والے بھی کچھ نظر کرم کر دیں میرے اوپر!!سنجیدگی سے ایک نظر حدائق کی طرف دیکھتے وہ نہایت غیر سنجیدہ بات کرتے تیز تیز قدموں سے باہر بھی بڑھ چکا تھا۔۔آبان سے لعنتیں نہیں کھانی تھی اس نے!!"ہاں یہاں شادی شدہ کا کچھ بن نہیں رہا ان کا کنوارا پن دور کرو۔اللہ اب تو رحم کر دے میرے اوپر!!کلس کر کہتے آخر میں حدائق شاہ دعاؤں پر اتر آیا تھا۔وہ دعا ہی کر سکتا تھا آخر!!سب اس کی بات کو اگنور کرتے اپنی باتوں میں مصروف ہوئے!اس انسان نے ایسے ہی اپنے کنوارے پن پر روتے رہنا تھا۔۔۔

یہ تقریباً شام کے پانچ بجے کا وقت تھا جب موسم کے تیور ہر طرح سے بگڑے ہوئے تھے! بارش زور و شور سے برس رہی تھی۔ صبح تک ایسا کچھ لگتا تو نہیں تھا۔ لیکن اب اچانک سے آسمان کو بادل اپنے اوپر چھپاتے فل تیز بارش برسانا شروع ہو چکے تھے! یہ ویسے بھی سردیاں شروع ہونے والی تھی۔ رات کے اور صبح کے وقت تو باقاعدہ سردی ہونے بھی لگی تھی۔ ایک دو اور مرتبہ بارشیں ہوتی تو یقیناً کچھ دنوں میں ہی سردیاں لوگوں پر اپنے پنجے گاڑ دیتی!!"ایسے میں اکثم خان کی گاڑی سڑکوں پر ڈولتی شور کرتے ہوئے فراٹے بھر رہی تھی۔ بلکل اس کی گاڑی کے ساتھ ہی ایک وائٹ کلر کی گاڑی بھی تھی جو خود اسی سپیڈ کے ساتھ چلتی اکثم خان کی بلیک کلر کی کار کو ہرانے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ لوگ ریس لگا رہے تھے!! خان ولا میں ایک یہی لڑکا تھا جسے ڈرفٹنگ، ریسنگ، مہنگی سے مہنگی گاڑی ان سب چیزوں کا کریز تھا۔ وہ اکثر ہی دوستوں کے ساتھ نکلتے یہی کچھ کرتا تھا۔ آبان کو بھی معلوم تھا اس کی ان حرکتوں کے بارے میں! مگر وہ اس پر پابندی نہیں لگاتا تھا۔ اس عمر میں لڑکوں کے شوق بہت عام سی بات تھی۔ تبھی وہ کچھ نہیں کہتا

تھا۔!!اکشم خان صبح کا ہسپتال سے نکلا پہلے یونی پھر کچھ دیر ریسٹورینٹ کھانا کھانے اور اب دوستوں کے ساتھ ریسنگ پر نکلا ہوا تھا۔۔ان دو کی گاڑیوں کی ریس لگ رہی تھی جبکہ ان کے پیچھے ہی دھیرے دھیرے سے آتی اس کے باقی دوستوں کی گاڑیاں بھی تھی۔یہ ایک لمبی سڑک تھی جس کے دائیں بائیں دونوں طرف جنگل ٹائپ کچھ تھا۔یا اگر یوں کہا جاتا کہ وہ اں درخت تھے تو کچھ غلط نہیں ہو گا۔یہ خاصی سنسان سڑک تھی جسے ان لوگوں نے خاص اپنے شوق کو پورا کرنے کے لیے رکھا ہوا تھا۔اکثر وہ سب یہیں پر ریسنگ کرنے آتے تھے!

اکشم خان مسکراتے ہوئے فل تیز سپیڈ کے ساتھ گاڑی کو بھگا رہا تھا۔ان لوگوں کو بارش کا بھی خیال نہیں تھا۔آسمان پر بادل جم کر برس رہے تھے جبکہ زمین پر وہ لاپرواہ بنے اپنی ہی مستی میں گم تھے!!"میں جیتنے والا ہوں بڈی!اپنی فراری تیار رکھنا۔۔ہو ہو!!اکشم خان نے ہلکا سا چہرہ گاڑی کے شیشے سے باہر نکالتے بلکل اپنے ساتھ چلتی گاڑی میں موجود اپنے دوست کو مخاطب کیا۔شاید ان لوگوں میں جیتنے پر

کوئی شرط لگی تھی۔ تبھی وہ اتنا خوش نظر آرہا تھا۔۔دوسرے لمحے کہتے اکشم خان نے اپنی گاڑی کی سپیڈ خطرناک حد تک تیز کرتے گاڑی کو تیزی سے آگے بھگایا۔ ایک روٹ ان لوگوں نے چن رکھا تھا جہاں جا کر انہوں نے گاڑی روکنی تھی اور کوئی جیت جاتا۔!!"دیکھتے ہیں! پیچھے سے اس کے دوست نے خود بھی مسکرا کر کہتے اپنی گاڑی کی سپیڈ تیز کی۔سنسان سڑک پر ان لوگوں کی گاڑی ڈولتی ہوئی ہوا کی تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔!!اکشم خان کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ہمیشہ ریس میں وہ جیت جاتا تھا۔کیونکہ اپنے اس شوق کے پیچھے وہ شروع سے پاگل تھا۔۔وہ روٹ کے بہت زیادہ قریب جاتا جا رہا تھا۔دوسری گاڑی اس سے تھوڑا سا پیچھے تھی۔لیکن پھر بھی اکشم کو یقین تھا کہ وہ جیت جائے گا۔آس پاس گھنا جنگل شروع ہوتا جا رہا تھا۔۔وہ اسی سپیڈ کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔۔اکشم خان نے پھر سے اپنے دوست کو مخاطب کرنے کی غرض سے چہرہ شیشے سے باہر نکالا۔وہ منہ میں شاید کوئی چیونگم بھی چبا رہا تھا۔۔"دیکھ لینا میں جیت۔۔۔۔"ہنستے ہوئے وہ اپنے دوست سے ابھی کچھ کہتا کہ اسے اپنے الفاظوں کو روکنا پڑا۔وہ حیرت

سے سامنے کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں منظر غائب بھی ہو چکا تھا۔ کیونکہ اس کی گاڑی ہوا کی تیزی سے آگے گزر بھی چکی تھی۔!!"شٹ! پیچھے دیکھا منظر غائب ہوتے محسوس کرتے بے ساختہ ہی اکشم خان کے منہ سے پھسلا۔ یہ اسے پہلی مرتبہ ایسا کچھ نظر آیا تھا۔۔ایک نظر اپنے دوست کی گاڑی کو دیکھتے اس نے ناچاہتے ہوئے بھی گاڑی کو بریک لگائی۔اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔بے چینی سی بھی تھی۔ جیسے کوئی ایک منظر کی جھلک دیکھ لی ہو تو اسے واپس سے جلد از جلد دیکھنا ہوتا کہ اپنی غلط فہمی دور کی جا سکے!!اچھا خاصا وہ شرط جیتنے والا تھا۔وہ روٹ کے بلکل قریب تھا۔چند لمحوں میں دوست کی گاڑی ہمیشہ کے لیے اس کی ہو جانی تھی۔۔ لیکن اس ایک جھلک میں ہی ایسا کچھ تھا کہ وہ رکنے پر مجبور ہو گیا تھا۔اس کے پیچھے موجود سارے دوستوں نے حیرت سے اس کی گاڑی کو دیکھا۔جو سڑک کے ایک طرف رکی ہوئی تھی۔جبکہ اکشم خان چہرہ باہر نکالے اپنے دائیں طرف کچھ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔"اوئے ہار مان لی کیا؟اس کا دوست جو ریس جیت رہا تھا تیزی سے اس کے پاس سے گزرتے اُس نے پوچھا۔یقین کرنا تھوڑا مشکل جو

تھا۔!!"پیسے ٹرانسفر ہو جائے گیں تیرے اکاؤنٹ میں !اب گاڑی روک پیچھے کچھ دیکھا ہے میں نے !جلدی کر!!اپنے کان میں لگے بلوٹوتھ میں بولتے اکشم خان نے دھیرے دھیرے کرتے اپنی گاڑی کو پیچھے کیمطرف لینا شروع کیا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ منظر کتنا پیچھے چلا گیا ہے تبھی وہ آہستہ آہستہ گاڑی پیچھے کے جاتے اِرد گرد دیکھ رہا تھا۔۔وہ جیسے اس جھلک کو دوبارہ ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ان لوگوں کی وٹسپ پر گروپ کال چل رہی تھی۔ تبھی اس کے سارے دوستوں نے اس کا پیغام سن لیا تھا۔وہ سب بھی اپنی اپنی گاڑیوں کو روک چکے تھے !پتہ نہیں ایسا کیا دیکھ لیا تھا اس نے جس کی خاطر وہ ریس ہار گیا تھا۔اکشم خان کی نظریں اپنے دائیں طرف مسلسل وہی چیز ڈھونڈنے کی تگودو میں تھیں۔بارش ابھی تک اپنے جوبن پر تھی۔کچھ رات بھی ہونے والی تھی۔لیکن وہ شاید ارادہ کیے بیٹھا تھا کہ دیکھ کر جائے گا۔!!"مل گئی!!دوبارہ سے وہی منظر دیکھتے بے ساختہ ہی اکشم خان کا پاؤں بریک پر لگا۔اس مرتبہ بھی جھلک ہی تھی۔وہ کبھی کبھی نظر آرہی تھی۔آگے جا کر وہ لوگ اسے دیکھ سکتے تھے!!"نکلو باہر!!اپنی طرف کا دروازہ کھول کر باہر

آتے اکشم خان نے اپنے دوستوں کو ہاتھ سے اشارہ کیا۔ یہ تقریباً چھ دوست تھے جبکہ چار گاڑیاں تھیں۔ اس کے اشارے پر وہ سب بھی گاڑیوں سے اُتر چکے تھے۔!!"ایسا کیا ہے اُدھر؟؟اس کے دوست نے اکشم کے پاس آتے استفسار کیا۔ ان لوگوں کو تو کچھ نظر نہیں آرہا تھا کیونکہ وہ ان کے دیکھنے سے پہلے ہی پھر غائب ہو گئی تھی۔۔"لڑکی ہے یار۔ آگے پیچھے گھوم رہی ہے شاید!!اب کہیں آگے گئی ہو گی تبھی نظر نہیں آرہی۔ وقت دیکھ جگہ دیکھ اور لڑکی جنگل میں! کیا پتہ کوئی مجبور ہو! چل دیکھے ہیں! اکشم خان کی متلاشی نظریں پھر سے سامنے گڑھی تھیں۔ کیونکہ وہ ایک مرتبہ پھر درختوں کے جھنڈ میں غائب ہو چکی تھی۔ نجانے اب وہ کہاں گئی تھی۔!!ہاں سامنے اکشم خان کو ایک لڑکی نظر آئی تھی۔ اس نے جھلک دیکھی تھی۔ اور اتنے میں ہی وہ بتا سکتا تھا کہ وہ لڑکی سفید رنگ کے فراک میں ملبوس تھی۔ وہ بس اتنا ہی دیکھ سکا تھا۔ وہ آگے پیچھے ہو رہی تھی۔ اسے پہلے لگا تھا جیسے وہ رقص کر رہی ہو۔۔ لیکن وہ اپنی سوچ جھٹک گیا تھا۔ بھلا جنگل میں اس وقت کون پاگل بارش میں رقص کرنے لگا۔"ابے بھائی بس کر! کوئی آسیب،

چڑیل کچھ بھی ہو سکتی ہے! اب تو دیکھ غائب بھی ہو گئی! اکشم میں کہہ رہا ہوں نکل یہاں سے! کوئی لڑکی نہیں ہے یہاں!! اس کے ایک دوست نے خوفزدہ نظروں سے سامنے دیکھتے اکشم کو مخاطب کیا۔ لگتا تھا کہ وہ بھوت پریت پر کچھ زیادہ ہی یقین رکھتا تھا۔ تبھی سب میں وہی ڈر رہا تھا۔۔ "چپ کر دیکھتے ہیں کون ہو گی۔ چڑیل بھی ہوئی تو کم از کم تیری شکل پر بلکل نہیں مرے گی۔ اس لیے اپنی شکل پر یقین رکھ اور ریلکس رہ۔!! اکشم خان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دیتے خود اپنے قدم آگے کی جانب لیے! وہ روشنی کرنے کی خاطر موبائل کو ٹارچ بھی آن کر چکا تھا۔۔ "ہاں دیکھتے ہیں! کیا پتہ کوئی طوائف اِدھر آ گئی ہو! اور اپنا کام بن جائے! ایک مزید دوست نے سائڈ مسکراہٹ کے ساتھ کہتے اس کے پیچھے ہی اپنے قدم لیے! باقی سب بھی ان کے ساتھ ہی آگے جنگل کی طرف بڑھ رہے تھے!! جبکہ اکشم خان اس کی بات کو سرے سے ہی اگنور کر گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ سارے !! ایسے ہی ہیں

درختوں کے جھنڈ میں اندر کی طرف بڑھتے وہ سب اِدھر اُدھر دیکھتے اس لڑکی کو ڈھونڈ رہے تھے جس کی دو لوگوں نے صرف جھلک دیکھی تھی!"کہاں جا سکتی ہے ایسے اچ۔۔۔اکثم خان متلاشی نظروں سے اِرد گرد دیکھتے ابھی کچھ بولتا کہ اپنے دوستوں کے ساتھ ساتھ اس کے بھی قدم اور زبان دونوں کو ایک ساتھ بریک لگی!!وہ سارے کھڑے حیرت اور متاثر کن نظروں سے سامنے دیکھتے جیسے یقین کرنے کی کوشش کر رہے تھے!!سب کی نظریں ہی سامنے کے منظر پر تھیں۔وہ سارے پلکیں جھپکنا بھول چکے تھے!سامنے منظر ہی کچھ ایسا تھا۔!!"وہاں ایک لڑکی سفید رنگ کے انار کلی فراک میں ملبوس گلے سے دوپٹہ گزار کر اسے کمر کے اطراف پر باندھے،اپنے بھیگے بالوں کو کمر پر کھلا چھوڑے جس سے اس کی گیلی بیک ساری کو رہو رہی تھی,کانوں میں جھمکے پہنے جبکہ اپنے مہندی لگے ہاتھ چہرے پر جمائے گول گول گھوم رہی تھی۔۔اس کے سامنے ہی نیچے موبائل پڑا تھا جسے کچھ اس طرح سیٹ کیا گیا تھا کہ وہ لڑکی پوری ہی اس موبائل میں ریکارڈ ہو رہی تھی!وہ شاید اپنی کوئی ایستھیٹک ویڈیو بنا رہی تھی۔کیمرے پر پانی کی بوندیں ناپڑے اس

کے لیے ایک چھوٹی کیوٹ سی چھتری کو اس کے اوپر زمین کے اندر کھودتے سیٹ کیا گیا تھا۔ جس سے پانی رک رہا تھا۔ بہر حال موبائل ان میں سے کسی نے بھی دیکھا ہی نہیں تھا۔ لڑکی سے نظریں ہٹتی تو وہ لوگ کچھ اور دیکھتے!! یہ منظر اتنا خوبصورت اور وہ درمیانے قد کی لڑکی جھومتے ہوئے اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ وہ سب سن کھڑے اسے دیکھنے پر مجبور ہو رہے تھے!! حالانکہ کسی نے بھی ابھی شکل نہیں دیکھی تھی۔ کیونکہ مقابل نے چہرے پر ہاتھ جمائے ہوئے تھے! لیکن واللہ یہ منظر، یہ جسمانی حسن قیامت خیز تھا۔!! "کیا مال ہے یار!! اگر یہ مل جائے تو سب کو چھوڑ دوں گا۔ اکثم کے ساتھ کھڑے ایک لڑکے نے سامنے دیکھتے دل سے آواز نکالی! "بکواس بند کر! پہلے پوچھتے ہیں اس سے بہن پاگل تو نہیں ہو گئی! یہ کوئی جگہ ہے ایسے اکیلے گھومنے کی! عورتیں اتنی پاگل کیوں ہوتی ہیں؟ ناگواری سے اپنے دوست کو دیکھ کر کہتے اکثم خان نے اپنے قدم آگے کی جانب لیے! ایک ٹائم کے لیے وہ خود بھی مسمرائز ہو گیا تھا۔ لڑکی واقعی میں حسن کا مجسمہ تھی۔۔ کسی کو بھی سٹل کر سکتی تھی۔!! اس کے پیچھے ہی دوستوں نے بھی اس لڑکی کی جانب

قدم لیے!! وہ جو کوئی بھی تھی اپنی ویڈیو کو مکمل کرتے وہ مسکراتے ہوئے کھڑی آسمان کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ وہ اتنی خوش تھی کہ کچھ فاصلے پر قدموں کی چاپ بھی محسوس نہیں کر سکی تھی۔ شاید اسے بارش کچھ زیادہ ہی پسند تھی!! وہ لڑکی اس طرح کھڑی تھی کہ اس کا چہرہ صرف قریب سے ہی نظر آتا۔ وہ لوگ اس سے کچھ فاصلے پر تھے ابھی!! "بات سنیں!! اس سے کچھ قدموں کے فاصلے پر رکتے اکثم خان کے ایک دوست نے دھیرے سے اسے پکارا۔ اکثم تھوڑا سائڈ پر تھا۔ جبکہ اس کے دوست جس طرح کھڑے تھے اُن لوگوں کا زمین پر رکھے موبائل میں سایہ بہت واضح تھا۔ لڑکی کے ساتھ وہ بھی آرہے تھے!! "اپنے پیچھے سے کوئی آواز سنتے وہ لڑکی ایک دم سٹل ہوئی! حرکت رک چکی تھی۔ وہ ان لوگوں سے پیٹھ کیے کھڑی تھی!! جبکہ اس کا اوپر کا سانس اوپر جبکہ نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔ وہ اپنے منہ پر ہاتھ رکھے موبائل کو دیکھ رہی تھی جہاں پیچھے چار لڑکوں کا عکس نظر آرہا تھا۔۔ "اس وقت یہاں لڑکے!! کوئی بھی ڈر سکتا تھا۔۔ تیزی سے اپنے دوپٹے کو کھول کر منہ پر ڈھانپتے اس نے صرف اپنی آنکھوں کو کھلا چھوڑا۔ وہ شاید چہرہ چھپا کر یہاں

سے بھاگنے کے چکروں میں تھی۔وہ بہت گھبرائی ہوئی نظر آنے لگی تھی!! تیزی کے ساتھ زمین سے اپنا موبائل اٹھاتے اس نے پیچھے کی طرف مڑتے اپنے سے دو قدموں کے فاصلے پر کھڑے ان لڑکوں کو دیکھا۔اس کی نظریں انہی چاروں پر تھیں جو سکرین پر نظر آرہے تھے!! حد تھی وہ ان سے ڈر رہی تھی جنہیں پیچھے مڑ کر وہ ایک مرتبہ پھر مسمرائز کر چکی تھی۔وہ سارے کے سارے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے جو کہ آئس بلو آنکھیں تھیں۔صرف آنکھیں ہی تو دکھی تھیں اکثم خان نے اس کی آنکھوں میں جھانکا۔یہ ہرنی جیسے خوفزدہ نظریں کس قدر قاتلانہ تھی اس بات کی گواہی اس کے دل سے آئی تھی۔اس کا دل ایک الگ ہی لے پر دھڑک رہا تھا کہ ساتھ کھڑے اس کے دوست کو بخوبی آواز محسوس ہوتی اگر وہ خود ہوش میں ہوتا تو۔!! لڑکی نے تھوک نگل کر ایک نظر ان سب کو دیکھتے پیچھے کی طرف مڑتے بھاگنے کے انداز میں اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے!! اس نے دوبارہ پیچھے مڑنے کی غلطی نہیں کی تھی۔شاید آگے کہیں اس کی گاڑی بھی کھڑی تھی۔!! "اوئے بھاگ گئی وہ!! اکثم کے ایک دوست نے ہوش میں آکر

کہتے اس کے پیچھے ہی دوڑ لگائی۔ باقی تین بھی آگے بڑھ چکے تھے! ان لوگوں کو ایک مرتبہ پھر اس لڑکی کو دیکھنا تھا۔۔ اپنے دوست کی آواز پر اکشم خان نے ایک نظرِ ادھر اُدھر دیکھا۔ وہ تھوک نگلتے اپنے دل پر ہاتھ رکھ چکا تھا جو دو سو کی سپیڈ پر دھڑک رہا تھا۔ ابھی تو چہرہ دیکھا ہی نہیں تھا۔ ابھی تو صرف آنکھیں نظر آئی تھیں اور اس کا یہ حال تھا۔ آئس بلیو آنکھیں شاید اس کے دل کو اپنے ساتھ بھگا کر لے گئی تھیں۔۔ وہ اپنے خشک حلق کو تر کرنے کی کوشش کرتے سامنے دیکھ رہا تھا جہاں اس کے دوست اس بیچاری کے پیچھے بھاگ کر اسے پریشان کر رہے تھے!! اکشم خان نے ایک نظرِ اردگرد دیکھتے اپنے ماتھے کو صاف کیا۔۔ بارش سے وہ سب ہی پوری طرح بھیگ چکے تھے!! اتنی بارش میں بھی وہ اپنے ماتھے سے وہ پسینے کی ننّھی ننّھی بوندیں محسوس کر رہا تھا۔ اکشم خان نے ایک نظر سمجھے دیکھتے خود بھی دوڑ لگائی۔ اس کا کوئی غلط مقصد نہیں تھا۔ وہ بس اسے ایک مرتبہ دوبارہ دیکھنا چاہتا تھا۔ پتہ نہیں کون تھی جو ایک ہی مرتبہ میں اس کے دل کو گھائل کر گئی تھی!! وہ یا پھر اس لڑکی تک پہنچنے کے لیے کوئی سرا ڈھونڈنا چاہتا تھا۔ تبھی بھاگتے بھاگتے اپنے

دوستوں کے ساتھ ہی پہنچ چکا تھا۔تاکہ دیکھ سکے کہ آخر وہ لڑکی جا کس طرف رہی ہے!! وہ لڑکی اندھا دھند بھاگتے آگے اپنی گاڑی کی طرف بڑھی۔اس کی گاڑی بھی کچھ آگے ہی کھڑی تھی۔ جس میں شاید دو تین لڑکیاں اور تھیں۔!!"رکیں پلیز!! اکشم خان نے اسے گاڑی کی طرف بڑھتے دیکھ پیچھے سے آواز لگائی۔وہ آخر میں بھاگنے لگا تھا اور دوستوں میں سب سے آگے آچکا تھا۔اسے بس لڑکی کو دیکھنا تھا۔۔ لیکن برا ہوا۔!! وہ لڑکی اپنی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے جھٹ سے گاڑی سٹارٹ بھی کر گئی تھی۔۔گاڑی میں موجود باقی لڑکیاں شیشے سے چہرہ باہر نکالے حیرت سے ان لڑکوں کو اپنی طرف آتا دیکھ رہی تھیں۔کہ اس لڑکی نے گاڑی سٹارٹ کرتے زن سے گاڑی آگے کو بھگائی۔!!"شٹ!! گاڑی کو زن سے اپنے پاس سے گزرتے اکشم خان کے قدم رکے!ان لوگوں کی گاڑی تو پیچھے پتہ نہیں کہاں رہ گئی تھی۔وہ اپنی گاڑی لینے بھی نہیں جا سکتا تھا۔مقابل بھگا کر لے گئی تھی اپنی گاڑی۔!!"بھاگ گئی سالی۔ایک لڑکی بھی نہیں پکڑی گئی تُجھ سے!اکشم کے دوست نے اس کی طرف آتے دانت پیستے کہا۔کتنی پیاری تھی وہ!"زبان

سنبھال کر بات کر! ہر کوئی تمہاری تفریح کا سامان نہیں ہوتی! کسی اچھے گھرانے سے لگ رہی تھی وہ! اکشم خان نے ناگواری سے اسے ٹوکا۔ وہ سب ہر کسی کو ایک نظر دے دیکھتے تھے!!" ہاں کچھ زیادہ ہی اچھے گھر کی تھی۔ تبھی سنسان جنگل میں اپنی ڈانس ویڈیو ریکارڈ کر رہی تھی۔ طنزیہ سے انداز میں کہتے وہ واپس کی طرف قدم بڑھا چکا تھا۔۔ اکشم خان نے بھی بنا بحث کے اپنے گیلے کپڑے جھاڑتے واپسی کو قدم لیے! یہاں کھڑے ہونے کا فائدہ نہیں تھا۔۔ اور نا ہی ان لوگوں سے بحث کرنے کا۔ کیونکہ اس کے دوستوں کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔!! وہ آگے تو بڑھ رہا تھا لیکن اس کا دل اٹک گیا تھا۔ اس ایک لمحے میں جب اس نے لڑکی کو بارش میں رقص کرتے دیکھا تھا۔ اس کی آئس بلیو آنکھیں!! ایک الگ ہی کشش خود میں رکھتی تھیں۔۔ اکشم خان کی سیاہ آنکھوں میں ان کا عکس جیسے رچ بس گیا تھا۔ کاش کہ وہ اسے دوبارہ دیکھ سکتا۔۔ پتہ نہیں یہ ممکن بھی تھا یا نہیں!! اپنے دل کو کہیں بہت پیچھے چھوڑے وہ سنجیدگی سے آگے بڑھ چکا تھا۔۔

یہ تقریباً شام کا ہی وقت تھا جب زاویار شاہ اشنا شاہ کے ہمراہ ہسپتال میں بیٹھا ڈاکٹر کے رپورٹس لانے کے انتظار میں تھا۔ اس کے ساتھ ہی کرسی پر اشنا شاہ بیٹھی تھی۔ آج اس کی ضد پر وہ اسے یہاں لے ہی آیا تھا۔ اشنا ابھی ٹیسٹ کروا کر آئی تھی۔ رپورٹس تیار ہونے میں کچھ وقت تھا۔ زاویار شاہ سنجیدگی سے دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھا انتظار میں تھا۔ جبکہ اشنا بھی پریشانی چہرہ پر سجائے مختلف دعاؤں کا ورد کر رہی تھی۔ وہ دعا کر رہی تھی کہ سب کچھ ٹھیک ہو بس! گھر میں یہ لوگ صرف نوین بیگم کو بتا کر آئے تھے! انہیں خود کو ان لوگوں کے واپسی آنے کا بے صبری سے انتظار تھا۔ "زاویار ایسے کیوں بیٹھے ہیں آپ؟ اپنے ساتھ بیٹھے زاویار کے چہرے پر نامعلوم سنجیدگی دیکھتے اشنا نے پریشانی سے استفسار کیا۔ ایک ویسے ہی اس کی جان جا رہی تھی کہ کہیں کچھ غلط نہ ہو! اوپر سے اس انسان کی سنجیدگی اسے اور ہی زیادہ شک و شبہات میں ڈال رہی تھی!! زاویار شاہ نے ایک نظر اشنا کو دیکھتے ایک گہری سانس بھری! اس کا دل بہت عجیب سا ہو رہا تھا۔ بس اس کا اثر چہرے پر بھی تھا۔ "کچھ نہیں ہوا میری جان۔ ہمت اور اللہ پر یقین رکھو! بہتر ہو گا سب!!

نرمی سے اس کے ماتھے پر بوسا دیتے وہ جیسے اسے تسلی دینا چاہ رہا تھا۔ "انشاءاللہ!!
اشنا شاہ نے ہلکا سا مسکراتے ایک اُمید کے تحت کہا۔۔ڈاکٹر کو اس دیکھ وہ دونوں ہی
سیدھے ہو بیٹھے تھے! دونوں کے دل ہی تیزی سے کسی خدشے کے تحت دھڑک
رہے تھے! ابھی صرف اشنا کے ٹیسٹ کروائے تھے! اگر وہ نارمل آجاتے تو پھر
زاویار شاہ خود بھی اپنے ٹیسٹ کروالیتا۔اس میں کوئی قباحت نہیں تھی۔!!"ڈاکٹر
رپورٹس؟؟زاویار شاہ نے لیڈی ڈاکٹر کے سنجیدہ چہرے کی طرف دیکھتے رپورٹس
چاہی۔بے چینی سی ہو رہی تھی اسے!! ڈاکٹر نے ایک گہری سانس بھرتے سنجیدگی
سے ان دونوں کی طرف دیکھا۔وہ ٹیبل پر دونوں ہاتھ رکھے خود کو بولنے کے لیے
تیار کر رہی تھی۔!!"آئی ایم رئیلی سوری مسٹر زاویار۔ مگر آپ کی وائف کبھی ماں
نہیں بن سکتی! یہ میں نہیں رپورٹس کہہ رہی ہیں! میں نے اپنی تسلی کے لیے
دوبارہ سے کوشش بھی کی۔ مگر سٹل وہی رزلٹ ہے! اللہ پر بھروسہ رکھیں وہ
چاہے تو ناممکن بھی ممکن ہو سکتا ہے!! پروفیشنل لہجے میں سنجیدگی سے کہتے وہ ان
لوگوں کے سروں پر دھماکہ کر گئی تھیں۔۔اشنا شاہ کی نیلی آنکھوں کی پتلیاں

ساکت ہوئیں! کیا ڈاکٹر نے جو کہا تھا وہ سچ تھا؟ کیا واقعی میں وہ بانجھ تھی؟ یقین کرنا مشکل تھا۔!! زاویار شاہ کے دل کی دھڑکن ایک لمحے کے لیے بند ہوئی! سارے خدشے سہی ثابت ہوئے تھے! وہ جو ڈرتا تھا ٹیسٹ کروانے سے بلکل سہی ڈرتا تھا۔ سہی ہی اس کی چھٹی حس اسے بار بار منع کرتی تھی۔ لاعلمی بھی کسی نعمت سے کم نہیں! اس بات کا مطلب وہ آج سمجھا تھا۔ اشنا کو کیسے سنبھالتا اب وہ! اس کی بیوی کتنی سینسیٹو اور جذباتی ہے وہ بہت اچھے سے جانتا تھا۔ وہ خود کو سنبھالتا یا اسے!! "ڈاکٹر ایک مرتبہ پھر چیک کر لیں پلیز۔ کیا پتہ غلط فہمی ہو گئی ہو! اپنی حیرت و غم پر قابو پاتے زاویار شاہ نے پھر سے کنفرم کرنا چاہا۔۔ وہ بے ساختہ ہی اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے اشنا شاہ کے ٹھنڈے یخ ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے گیا تھا۔ یہ خبر کوئی چھوٹی تو نہیں تھی!! "دیکھیں میں نے اپنی پوری تسلی کی ہے۔ باقی اللہ پر یقین رکھیں! دعا تقدیر بدل دیتی ہے! ہماری انفو تو یہی کہہ رہی ہے کہ یہ کبھی ماں نہیں بن سکتی! باقی جو خدا کو منظور!! سنجیدگی سے کہتے ڈاکٹر اُن کی آخری اُمید بھی ختم کر گئی تھی۔!! اشنا شاہ کی آنکھوں میں بے ساختہ ہی نمی سی چمکی! وہ تیزی سے بھیگتی

آنکھوں کے ساتھ زاویار شاہ کو دیکھ رہا تھا جو خود کشمکش کا شکار نظر آ رہا تھا۔اب کیا ہو گا یہ سوچ کر ہی اس کے ہاتھ پاؤں پھول رہے تھے!!"تھینک یو ڈاکٹر!اپنے اوپر حد درجہ ضبط رکھتے سنجیدگی سے کہتے زاویار شاہ کرسی سے کھڑا ہوا۔وہ نارمل رہ رہا تھا۔کیونکہ اسے ایک عورت کو سنبھالنا تھا۔!!"چلو!!اس کی بھیگی آنکھوں سے نظریں چراتے زاویار شاہ نے آہستہ سے اشنا کو ہاتھ پکڑتے کرسی سے کھڑا کیا۔وہ ابھی یہاں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔اس کے بس میں کچھ بھی نہیں تھا۔یہ قدرتی آزمائش تھی!اشنا شاہ ابھی تک اسی کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔کیا کچھ نہیں تھا اس کی آنکھوں میں؟کتنا درد اور کرب تھا کہ زاویار شاہ اس سے نظریں چرانے پر مجبور ہو رہا تھا۔اس کے آنسوں گالوں میں جذب ہو رہے تھے!ایک ہاتھ میں رپورٹس کو تھامے جبکہ دوسرے سے اشنا شاہ کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے ساتھ لے کر چلتے وہ سنجیدگی سے آگے بڑھ رہا تھا۔!!

ہسپتال سے نکلتے وہ دونوں اپنی گاڑی کی طرف بڑھ رہے تھے!وہ دونوں ہی خاموش تھے۔کیونکہ بولنے کو کچھ بچا ہی نہیں تھا۔۔اشنا شاہ خاموشی سے بار بار

اپنے آنسوں صاف کرتے اس کی پشت کو دیکھ رہی تھی۔ایک خوف تھا جو ساتھ ہی اس کے دل میں پنجے گاڑ چکا تھا کہ کہیں زاویار اسے چھوڑ نا دے! زیادہ تر کیسیز میں اس نے تو یہی دیکھا تھا۔وہ خوفزدہ نظر آرہی تھی۔کیونکہ شادی شدہ زندگی میں اولاد ایک اہم چیز ہے وہ اچھے سے جانتی تھی۔اس نعمت سے اسے محروم کر دیا گیا تھا۔اسے مستقبل کی فکر ستا رہی تھی۔!!زاویار شاہ نے گاڑی کے پاس جاتے اسے نرمی سے گاڑی کے اندر بٹھایا۔خود وہ مڑ کے آتے اپنی طرف بھی بیٹھ چکا تھا۔۔اشنا شاہ گاڑی میں بیٹھتے ہی چہرہ اپنے ہاتھوں چھپائے بری طرح رونے لگی تھی۔وہ شکوہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔یہ قدرت کی طرف سے تھا۔ہاں لیکن اس کا دل بہت غمگیں تھا۔اگر ایسا کہا جائے کہ اس وقت اس کا دل خون کے آنسوں رو رہا تھا تو غلط نہیں ہو گا۔کیا کچھ اس کے دماغ میں نہیں آرہا تھا اس وقت!!حال، مستقبل، گھر والوں کا ریکشن ,زاویار کے دور ہونے کا خوف۔۔سب کچھ ایک دم ہی غالب آیا تھا۔!!زاویار شاہ نے اپنی سیٹ پر بیٹھتے ایک نظر مقابل کے بلکتے وجود پر ڈالتے سیٹ سے ٹیک لگائی۔وہ رو بھی نہیں سکتا تھا۔کیونکہ اگر وہ رونے بیٹھ جاتا تو اشنا کو

کوں سمبھالتا۔اسے ہمت دکھانی ہی تھی۔دکھ اِسے بھی بہت تھا۔باپ بننے کے اس نے بھی بہت سپنے دیکھے تھے لیکن جس حال میں بھی خدا رکھے انسان کی کیا مجال کہ شکوہ کر جائے۔!!یقیناً اس میں بھی ان دونوں کے لیے ہی کوئی بہتری تھی!!ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے زاویار شاہ نے نرمی سے اشنا کو بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔۔وہ اسے بہت نرمی سے کسی چھوٹی سی بچی کی مانند اپنی گود میں بٹھاتے اس کی کمر کے گرد بازو حائل کر چکا تھا۔۔اشنا نے بھی کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔اسے کسی سہارے، کسی تسلی کی واقعی میں ضرورت تھی۔جو زاویار سب سے بہتر دے سکتا تھا۔!!"رونا بند کرو شاباش۔غم نہیں کرتے!نرمی سے اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے زاویار شاہ نے اس کے ماتھے پر پھر سے لب رکھے! پسندیدہ عورت کو اپنایا تھا تو اس کی کمیاں بھی اپنانی ہی تھی۔!!"کیسے غم نہ کروں زاویار۔یہ خبر چھوٹی تو نہیں ہے!!اس کے چہرے طرف دیکھتے اس کے رونے میں ابھی بھی کمی نہیں آئی تھی۔۔"کچھ نہیں ہوتا۔اللہ پر بھروسہ رکھو!وہ چاہے تو ہو جائے گا سب نرمی سے کہتے زاویار شاہ نے اس کے دونوں گالوں پر باری باری

لب رکھے ! وہ جانتا تھا کہ وہ مقابل کا غم ہلکا نہیں کر سکتا۔ لیکن وہ اس کا دھیان ضرور بٹا سکتا تھا۔۔ جو وہ کرنے کی کوشش بھی کرتا۔۔ "آپ نہیں جانتے زاویار۔ سب باتیں بنائیں گیں ! سارا زمانہ آپ کو دوسری شادی کے لیے فورس کرے گا جانتی ہوں میں ! ! آپ مجھے چھوڑ دے گیں ! ! شدید روتے ہوئے کہتے اشنا نے اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑا۔ وہ اس کی گود میں بیٹھی ہچکیوں سے رونے لگی تھی ! " پاگل عورت ! کہاں تک سوچے بیٹھی ہو تم ! ! کچھ نہیں ہو گا تم اور میں کبھی الگ نہیں ہو سکتے یقین رکھنا میرے اوپر ! ! اس کی سوچ پر زاویار شاہ کا دل تھا کہ اکیس توپوں کی سلامی پیش کرے ! ! مقابل وہ کچھ سوچے ہوئے تھی جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ بھلا وہ اس عورت کو کیسے چھوڑ سکتا تھا؟ لیکن وہ بھول گیا تھا کہ وقت سدا ایک جیسا نہیں رہتا۔ کچھ چیزیں ہمیں ہنس کر چھوڑنی پڑتی ہیں ! ! "زاویار آپ نہیں جانتے۔ معاشرے کی باتوں کو ! ابھی کسی کو کچھ پتہ نہیں تھا تو لوگ شکی نظروں سے مجھے دیکھتے تھے اب جب پتہ چل گیا تو میں کیسے سب کہ سامنا کروں گی۔ میرے اوپر ہی کیوں یہ آزمائش آنی تھی۔ میں آپ کو کھو دوں ہی

زاویار۔!! بنااس کی طرف دیکھتے وہ اس کی شرٹ کو شدت سے مٹھیوں میں بھینچے اپنے خدشے ظاہر کر رہی تھی۔ وہ سہی سوچ رہی تھی۔ ایسی لڑکیوں کا معاشرہ ہی سب سے پہلے جینا حرام کرتا ہے! وہ ہر پہلو سے دیکھ رہی تھی۔۔ "خدا کا واسطہ ہے اشنا۔ میں پہلے ہی بہت مشکل سے ہمت کیے ہوں تم مزید اپنے بچھڑنے کا غم مت دینا مجھے!! کیوں ایسی باتیں کر رہی ہو! سیٹ سے ٹیک لگائے انداز اس کا تھکا ہارا تھا۔ اس شخص کی بس ہونے جا رہی تھی۔ مقابل جیسے رو رہی تھی وہ اپنے ساتھ ساتھ اسے بھی ڈرا رہی تھی۔۔

قسط: 2/87

کیوں اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی اُداس کر رہی ہو اشنا تم! کچھ نہیں ہوتا! دنیا میں " ہزاروں کپلز ہونگے جن کے بچے نہیں ہوتے! تمھیں اتنا زیادہ لوگوں کو پرواہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے! سیٹ سے ٹیک ہٹا کر ایک مرتبہ پھر اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ جمائے زاویار شاہ نے نرمی سے اسے پھر سے سمجھایا۔ مقابل زیادہ ہی جذباتی ہو رہی تھی! "میرا خواب تھا زاویار۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟؟ سوں سوں

کرتے اس نے زاویار کی طرف سوالیہ نظریں جمائی۔ وہ مقابل سے وہ بات پوچھ رہی تھی جس کا اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہو سکتا تھا۔۔ زاویار شاہ نے نفی میں سر ہلاتے ایک گہری سانس بھری! کیا کرتا وہ کہ اس عورت کی اوور تھینکنگ کو دور کر دیتا۔۔ خاموشی سے اسے دیکھتے زاویار شاہ نے اس کا چہرہ اپنے نزدیک کرتے اس کے خشک ہونٹوں پر اپنی زبان پھیری!! اشنا شاہ جو اپنے رونے میں مصروف تھی اس کے لمس پر سٹپٹاتے ہوئے اسے دیکھا۔ یہ وقت تھا بھلا اس حرکت کا؟؟"اب یا تو تم چپ ہو جاؤ یا میں گاڑی میں ہی تمہارے سارے ہوش ٹھکانے لگا دوں گا۔ رونا تو چھوڑو سانس لینا بھی بھول جاؤ گی تم!! اسے مزید اپنے نزدیک کرتے زاویار شاہ نے اس کے کان میں خطرناک سرگوشی کی۔ وہ اس کے کان کی لو کو دانتوں تلے دبا چکا تھا۔!! ایک یہی طریقہ تھا مقابل کے آنسوں روکنے کا۔ جتنا اسے زہر لگتا تھا مقابل اتنا ہی اپنی اوشن بلیو آنکھوں پر ظلم ڈھا رہی تھی۔۔

"کیا آپ کو کوئی دکھ نہیں ہے زاویار؟؟ اشنا شاہ نے اسے اپنے ہونٹوں پر جھکتے دیکھ پہلے ہی اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھتے روتے ہوئے پوچھا۔ مقابل کی یہ حرکتیں

اسے اس وقت بلکل اچھی نہیں لگ رہی تھی ! " بلکل نہیں ہے ! ہم بچے اڈوپٹ کر لے گیں ! ہمارا پیار سلامت رہے بس ! نرمی سے اس کی ہتھیلی کو چومتے بلکل ۔ نارمل سے انداز میں جواب دیا گیا۔ وہ خود کو ہلکا پھلکا شو کروا رہا تھا تا کہ مقابل کا دل ہلکا کر سکے ! لیکن دیکھا جائے تو ایک طرح سے وہ سہی بھی کہہ رہا تھا۔ اگر ان دونوں کا پیار سچا ہوتا تو وہ لوگ ہر مشکل کا سامنا کر سکتے تھے ! ! ابھی اشنا شاہ مزید کچھ بولتی کہ زاویار شاہ نے پہلے ہی اس کے سر کے پیچھے ہاتھ جماتے اس کا چہرہ مزید نزدیک کرتے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ وہ تیزی سے اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی اس کے رسیلے لبوں سے لپٹا اپنی تشنگی مٹانے میں مصروف ہو چکا تھا۔ اشنا شاہ کی حیرت کی انتہا نہیں تھی۔ کیا یہ بندہ کوئی پاگل تھا؟ اس کے لیے تو یہ خبر کسی قیامت سے کم نہیں تھی۔ لیکن یہ شخص ایسے ہو گیا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو ! ! ایک طرح سے اسے تسلی بھی ہو رہی تھی لیکن وہیں وہ سوچ رہی تھی کہ اسے تھوڑا تو غم ہوتا۔ وہ شاید مقابل کے دل کے حال سے واقف نہیں تھی۔ تبھی ایسا سوچ رہی تھی ! زاویار شاہ نے سختی سے اس کی زبان کو اپنی گرفت کے لیتے اسے

اپنے دانتوں سے سک کرنا شروع کیا۔اس کے لمس میں کہیں پر بھی نرمی نہیں تھی۔وہ آنکھیں بند کئے پوری طرح اس کی ذات میں گم ہو چکا تھا۔!!اشنا شاہ بھیگی آنکھوں کے ساتھ اس کے چہرے کو دیکھتے خاموشی سے بنا کسی مزاحمت کے اسے سہہ رہی تھی۔مقابل اس کی زبان کو کھانے کے درپر تھا۔وہ ہونٹوں کو چھوڑے سیدھا زبان پر قابض ہوا تھا۔اسے اتنا بھی خیال نہیں تھا کہ وہ لوگ ابھی تک پارکنگ میں تھے! مقابل بس بے شرموں کی طرح شروع تھا۔۔زاویار شاہ کافی دیر ایک اس کی زبان پر ظلم ڈھانے کے بعد اس کی خاموشی محسوس کرتے تھوڑا سا پیچھے کو ہوا۔وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھتے بے باکی سے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔شکر تھا کہ مقابل رونا بند کر چکی تھی۔وہ الگ بات تھی کہ وہ اب اسے گھورنا شروع ہو چکی تھی۔۔"کہو تو ایک اور مرتبہ تمہاری چلتی زبان کو بریک لگاؤں؟؟بے شرمی سے اس کی دھڑکن کو ہلکا سا دباتے وہ بے باکی کی حد کر رہا تھا۔۔اشنا شاہ کا چہرہ بے ساختہ ہی حیا سے گلنار ہوا۔وہ نظریں جھکا گئی تھی! پھر سے اس کے چہرے پر بکھرے اپنی قربت کے رنگ دیکھ کر زاویار شاہ نے اندر تک

سرشار ہوتے نرمی سے اس کے بالوں کو چوما۔۔وہ ایک آخری مرتبہ اس کے ہونٹوں پر زوردار آواز کے ساتھ بوسا دیتے اسے ساتھ والی سیٹ پر بٹھا چکا تھا۔اتنی بے شرمی کافی تھی!!"رونا نہیں میرے جگر کے ٹکڑے!!کوئی ٹینشن نہیں لینی! میں ہوں، ہم دونوں دو جسم ایک جان ہیں!بس کافی ہے۔ہمیں کسی تیسرے کی ضرورت نہیں!پورا معاشرہ جائے بھاڑ میں!سب کو اگنور کر کے تم بس اپنے شوہر پر دھیان دینا۔تھوڑا سا اس کی طرف جھکتے زاویار شاہ نے نرمی سے کہتے سیدھے ہوتے گاڑی سٹارٹ کی!اپنی طرف سے تو وہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا اسے ریلکس کرنے کی!لیکن اب پتہ نہیں یہ لڑکی خاموشی سے کھڑکی کی طرف نظریں کیے کیا سوچ رہی تھی!اس نے مقابل کی بات کا کوئی جواب دینا بھی ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔زاویار شاہ نے بھی خاموشی سے گاڑی سٹارٹ کرتے گھر کے راستے پر ڈالی!! !!اسے یہ کافی تھا کہ اشنا رو نہیں رہی ہے بس

زاویار شاہ کی گاڑی شاہ ولا کے بڑے سے گیٹ سے گزرتے کار پورچ میں آتے رکی۔ وہ دونوں سارے راستے خاموشی سے گھر آئے تھے! زاویار نے خود بھی بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی! وہ چاہتا تھا کہ اشنا تھوڑی دیر اپنے دماغ کو ریلکس کر لے بس!!"سب کو کیا جواب دے گیں زاویار!! وہ دونوں گاڑی سے باہر نکل چکے تھے! زاویار شاہ ابھی آگے کی طرف قدم بڑھاتا کہ اپنے پیچھے سے اشنا کی آواز سنتے اس کے قدم رکے! یہ تو اس نے سوچا ہی نہیں تھا۔ ایک گہری سانس بھر کے اشنا کو اپنے مقابل کرتے زاویار شاہ نے اس کے گرد نرمی سے حصار بنایا۔"کہہ دے گیں کہ اللہ کو بھی ہمارے درمیان کوئی تیسرا پسند نہیں آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ اشنا کی پوری توجہ اُس کے شوہر پر رہے بس! اس لیے ابھی کے لیے ہمیں اکیلا چھوڑ دیا۔ کہ ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارو۔!! اس کے ماتھے پر بوسا دیتے وہ بہت نرمی سے اسے اپنے ساتھ لیے آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ حالانکہ اس کا جواب کچھ تسلی آمیز نہیں تھا۔ لیکن پھر بھی اشنا ایک اُمید ہے تحت خاموشی سے اس کے ساتھ ہولی تھی۔ بڑی نعمت ہوتی ہے ایسے حالات میں شوہر کا

ساتھ کھڑے رہنا۔اور شاید اشنا شاہ کو اس نعمت سے مالا مال کیا گیا تھا۔اس کا شوہر نا صرف اس کے ساتھ کھڑا تھا بلکہ اسے سپورٹ بھی کر رہا تھا۔وہ اس کے دل کے ٹکڑوں کو جوڑ بھی رہا تھا۔۔

اندر کی طرف بڑھتے زاویار شاہ نے سامنے دیکھتے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ سارے کے سارے ہی لاؤنج میں بیٹھے تھے!! وہ سب اپنی باتوں میں مصروف تھے!!"السلام وعلیکم!! آگے کی طرف بڑھتے زاویار شاہ نے سنجیدگی سے سب سے سلام کیا۔اس نے اشنا شاہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔!!"وعلیکم السلام!! بیٹھو۔کیا بنا بیٹے؟؟نوین بیگم نے صوفے سے کھڑے ہوتے مسکراتے ہوئے پوچھا۔وہ کب سے ان دونوں کا انتظار کر رہی تھیں۔بلکہ سب ہی ان لوگوں کا انتظار کر رہے تھے!! شاید سب جان چکے تھے کہ وہ دونوں کہاں اور کیوں گئے ہیں!! اشنا شاہ نے بے ساختہ ہی ایک نظر زاویار کو دیکھا جو سب کو دیکھ رہا تھا۔اسے نوین بیگم پر حیرت ہو رہی تھی کہ انہوں نے سب کو بتا دیا۔شاید وہ نیگیٹیو نہیں

سوچ رہی تھیں۔ تبھی سب کو بتا چکی تھیں! آہستہ سے اپنا ہاتھ زاویار سے چھڑواتے اشنا نے اپنے آنسوں صاف کرتے تیز تیز قدم اپنے کمرے کی طرف لیے! سوالوں کے جواب دینے تو دور اس میں تو کسی سے نظریں ملانے کی بھی ہمت نہیں تھی!! زاویار نے بھی اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ بہتر تھا اپنے گھر والوں کو وہ خود ہی ساری بات سمجھاتا۔ اچھا تھا اشنا کمرے میں چلی گئی تھی۔!! نوین بیگم کے چہرے پر موجود مسکراہٹ غائب ہوئی! اشنا کے اس طرح جانے کا مطلب وہ کچھ اور سمجھ رہی تھی جو کہ بہت غلط تھا۔۔ باقی سب بھی لاؤنج میں بیٹھے زاویار کو دیکھ رہے تھے! ان سب کی نظریں سوالیہ تھیں۔ زاویار شاہ گھر کا بڑا بیٹا تھا۔ داجان سمیت سب کو زیادہ اس کی اولاد دیکھنے کو خواہش تھی۔ اُن کے خوابوں میں سے ایک خواب تھا زاویار کو باپ بنتے دیکھنا۔ جواب ممکن نہیں تھا۔!! "کیا ہوا ہے زاویار؟؟ یہ ایسے روتے ہوئے کیوں گئی ہے؟ نوین بیگم نے اپنے دل کی بات کو اگنور کرتے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ زاویار شاہ نے خاموشی سے ایک نظر سب کو دیکھتے آگے کو ہوتے نوین بیگم کو دونوں بازو سے تھاما۔!! "سب کچھ اللہ کی

مرضی سے ہوتا ہے ماما۔اسے کوئی کچھ مت کہیے گا پلیز!! جب ہمارے نصیب میں ہوا تب ناممکن بھی ممکن ہو جائے گا۔مجھے یقین ہے اس بات پر!! اور ویسے بھی سب کچھ اولاد ہی تو نہیں ہوتی۔وہ اور میں ساتھ ہیں بس ہمارے لیے کافی ہے!! دھیرے سے کہتے وہ لاؤنج میں بیٹھے سبھی لوگوں کو ڈھکے چھپے لفظوں میں بہت کچھ سمجھا گیا تھا۔۔یہاں کوئی بھی بے عقل تو نہیں تھا جو اس کی بات کا مفہوم نا سمجھتا۔ سارے ہی شعور رکھتے تھے!! سب کی شکلیں ایسی تھی جیسے سب کو بے ساختہ ہی سانپ سونگھ گیا ہو۔سارے خواب چکنا چور ہو گئے تھے! وہ سب سہی سمجھ رہے تھے!! "یہ تم کیا کہہ رہے ہو زاویار۔ہمارے اکلوتے بیٹے ہو تم! تمہاری اولاد دیکھنے کی خواہش ہے ہماری! ایسے کیسے سب کچھ اولاد نہیں ہوتی! بڑھاپے میں کیا کرو گیں تم جب کوئی بھی سہارا دینے کو نہیں ہو گا.!! نوین بیگم بھیگتی آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتے سوال گو تھیں۔انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ ان کے بیٹے کی زندگی میں اتنی بڑی آزمائش ہے!! "سہارا دینے والی ذات اللہ کی ہے ماما۔آپ زیادہ پریشان مت ہو پلیز! اگر اللہ نے چاہا تو ضرور ہماری اولاد ہو گی۔بس دعائیں کر سکتے

ہیں ہم جو کہ کرے گے بھی ! ! حوصلہ رکھیں خدا کے لیے ! ! ان کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیتے وہ ایک ہاتھ سے ان کے آنسوں صاف کر رہا تھا۔ اس کی ماں کے کتنے ارمان تھے وہ سب کچھ اچھے سے جانتا تھا۔ لیکن وہ خود قسمت کے آگے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔ "جب بڑوں کا ادب نا رہے تو اللہ ایسے ہی سامنے لاتا ہے ! دیکھ لو برخوردار ! بڑا اڑ رہی تھی تمہاری بیگم ہواؤں میں۔ پٹخ دیا نہ اللہ نے واپس سے زمین پر؟ بانجھ نکلی وہ تو دنیا میں رہنے کے قابل نہیں ہے میرے سامنے اکڑتی پھرتی تھی۔ ہنہہہہ ! ! ایک اولاد نا دے سکی تمھیں ! بیچاری۔ ! ! ابھی ان دونوں میں سے کوئی کچھ بولتا کہ سائرہ بیگم نے صوفے سے کھڑے ہوتے مسکراتے ہوئے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔ وہ اپنے کمرے میں جا ہی رہی تھی لیکن جاتے جاتے بھی آگ لگانا بلکل نہیں بھولی تھی۔ کچھ لوگوں کی عادت ہوتی ہے جلی پر نمک چھڑکنے کی ! سائرہ بیگم کا شمار بھی کچھ ایسے ہی گھٹیا لوگوں میں ہوتا تھا۔۔ زاویار شاہ نے انہیں دیکھتے اپنے جبڑے بھینچے ! اسے تو اب یہ عورت ہی زہر لگنے لگی تھی۔ لیکن مجبوری تھی کہ انہیں ایک گھر میں ہی رہنا تھا۔ کیونکہ وہ حدائق نہیں

تھا۔ یہاں کوئی بھی حدائق نہیں تھا جو آسانی سے سب کو چھوڑ چھاڑ کر بیوی کی خاطر الگ ہو جائے!" ابھی وہ انہیں کچھ بولتا کہ نوین بیگم نے اس کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ اب لاؤنج میں کوئی تماشا لگے! پہلے ہی پچھلے دنوں سے آئے دن سب کا سکون غرق رہتا تھا۔!!" کمرے میں جاؤ اپنے! بعد میں بات کرے گیں اس متعلق! سنجیدگی سے زاویار شاہ سے کہتے نوین بیگم نے اپنے قدم واپس سے صوفے کی جانب بڑھائے! وہ جانتی تھیں کہ اب زاویار خاموشی سے چلا جائے گا۔۔ سائرہ بیگم کے منہ لگنے کا کوفائدہ نہیں تھا۔۔ "ہاں ہاں جاؤ بھئی! بانجھ بیوی کی چاکری کرو۔۔ سلام ہے ویسے تمہاری ماں پر! میں اس کی جگہ ہوتی تو فوری طلاق دلواتی اپنے بیٹوں سے! طنزیہ سے انداز میں سائرہ بیگم ایسے کہہ رہی تھیں جیسے بیٹے ان کی بہت مانتے تھے اور وہ ان کے ایک مرتبہ کہنے پر ہی طلاق دے دیتے۔۔ "آپ میری ماں جیسی ہو بھی نہیں سکتی! عظیم عورتیں دنیا میں کم ہی پائی جاتی ہیں۔ جن میں آپ کا شمار تو کم از کم کبھی نہیں ہو سکتا۔۔ سنجیدگی سے کہتے زاویار شاہ نے اپنے قدم کمرے کی جانب لیے! جواب دیے بنا اس کی بے

چین ہڈی کو سکون نہیں ملنا تھا۔ تبھی بول کر گیا تھا۔!!"تمہاری ماں۔۔۔"ماما پلیز۔ کبھی تو خاموش رہ لیا کریں! موقع دیکھ کر بات کیا کریں!! سائرہ بیگم ابھی کچھ کہتی کہ ماہ دیر شاہ سنجیدگی سے انہیں ٹوک گیا تھا۔اس کی ماں واقعی موقع نہیں دیکھتی تھی۔بس زہر اگلتی تھی!"ہاں ماں ہی بری ہے تم لوگوں کی! ایک تو چھوڑ کر چلا گیا۔ تم بھی چلے جاؤ۔بیوی کے آگے نظر ہی کیا آتا ہے تم لوگوں کو!! ماہ دیر کے بولنے کی دیر تھی کہ ان کی توپوں کا رخ اسی کی جانب چلا گیا تھا۔انہیں شاید اس وقت لڑنے کے لیے کوئی چاہیے تھا۔۔"اسی چک چک سے تنگ آ کر گیا ہے وہ بھی! اور سہی ہی گیا ہے۔!! سکون میں ہو گا اب اکیلے! کوئی لڑائی جھگڑے نہیں! یہاں تو جب دیکھو آپ تیار رہتی ہیں جھگڑا کھڑا کرنے کو!! تنگ آ جاتا ہے بندہ! ماہ دیر شاہ نے سنجیدگی سے کہتے اپنے قدم اپنے کمرے کی جانب لیے! شکر تھا کہ ابھی اس کی بیوی کمرے میں تھی۔ورنہ سائرہ بیگم اسے بھی سنا دیتیں۔آج کل اس کی بیوی ویسے بھی بہت سنسیٹو ہوئی پڑی تھی۔وہ خود زیادہ تر احتیاط ہی کرتا تھا کہ مقابل روئے نا بس!! پیچھے سائرہ بیگم نے کلس کر اس کی پشت کو دیکھا۔یہاں

سارے انہیں ہی قصوروار ٹھہرانے پر لگے ہوئے تھے ! حالانکہ انہیں سب سے زیادہ سہی اپنا آپ لگتا تھا۔ایک زہر آلود نظر نوین بیگم پر ڈالتے اس کے اپنے قدم کمرے کی جانب بڑھائے ! کوئی اور بیچ میں بولا ہی نہیں تھا جس سے وہ لڑنے بیٹھ جاتی ! البتہ اشنا کی تو جیسے ان کے ہاتھ کمزوری لگ چکی تھی۔اب یہ لڑکی ان کے ہاتھوں اپنی خیر منواتی۔اچھی طرح اپنے بدلے لینے کا ارادہ تھا اب ان کا۔۔خدا ہی رحم کرتا اس معصوم پر !!

یہ تقریباً رات کا وقت تھا جب ہر طرف ہو کا عالم تھا۔ سبھی لوگ اپنے اپنے گھروں میں موجود آرام فرما رہے تھے ! اس وقت رات کے بارہ بجنے کو تھے ! آدھی رات گزر چکی تھی۔ایسے میں خان ولا میں بھی مکمل سکوت چھایا تھا۔۔سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں موجود آرام کرنے میں مصروف تھے ! اس وقت زار اخان اپنے کمرے میں موجود سنجیدگی سے لیٹی کسی غیر مرئی نقطے کو گھورنے میں مصروف تھی۔پتہ نہیں اسے کیا ہو گیا تھا کہ اسے نیند ہی نہیں آتی تھی۔جب سے گھر پر

پولیس آئی تھی تب سے ہی وہ ایسے جاگ کے ہی راتیں گزارتی تھی۔اس کا فون بھی مکمل طور پر آف تھا۔ جبکہ وہ یونی بھی نہیں جا رہی تھی۔ جو کہ ایک واحد پابندی کچھ دنوں کے لیے اس پر راحیل نے لگائی تھی۔ جس میں اسی کی بھلائی تھی۔ کیونکہ یونی میں ابھی تک زار اخان بے گناہ ثابت نہیں ہوئی تھی۔ سب اسے ہی قصوروار سمجھے ہوئے تھے!!اس کا کسی سے بھی کوئی رابطہ نہیں تھا۔ گھر میں بھی راحیل اس سے ناراض تھا تو وہ ماری ماری پھرتی تھی۔ خود جا کر اسے منانے کی اس کے اندر ہمت نہیں تھی۔اور راحیل خود سے کبھی نہیں مان سکتا تھا۔اسے ہی کچھ کرنا تھا۔ جو کہ کرنے کی اس میں ہمت نہیں تھی!! بستر پر لیٹی وہ دماغ میں سوچتے نجانے کہاں پہنچ گئی تھی کہ اسے اس پاس کا بھی کوئی ہوش نہیں تھا۔!!اس کے بیڈ سے بائیں طرف تھوڑا سا آگے کی طرف دیکھا جاتا تو کھڑکی کی طرف کوئی ہاتھ آ رہا تھا۔ شاید وہ کوئی انسان تھا جو اوپر چڑھتے بجائے سیدھے راستے آنے کے بندروں کی طرح کھڑکی سے پھلانگ کے اندر آنے والا تھا۔۔ پتہ نہیں کیسے عقل نہیں تھی۔۔ کھڑکی کا ایک پٹ کھلا تھا جبکہ دوسرا بند تھا۔ باہر جو کوئی بھی تھا وہ دوسرے پٹ کو ہی

کھولنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ اندر آسکے ! ! زارا خان اس وقت غائب دماغ تھی کہ اسے کمرے میں ہوتے ہلکے سے شور کی آواز بھی نہیں جا رہی تھی۔۔بے خبری کی حد تھی یہاں تو ! باہر موجود شخص نے خوب تگ و دو کرتے اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے اندر کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ کھڑکی کا دوسرا پٹ کھولنے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔ تبھی اب آسانی سے اندر کمرے میں کود چکا تھا۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ معاذ شاہ تھا۔ جس نے زارا کے کمرے تک پہنچنے کے لئے تین گھنٹے محنت کی تھی۔ پہلے تو اسے کمرہ ہی نہیں مل رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ غلطی سے رائنا کے کمرے کی کھڑکی کے باہر چلا گیا تھا۔ لیکن پھر شکر تھا کہ سہی وقت پر اسے پتہ چل چکا تھا اور فوراً ہی وہاں سے نکلتے وہ اس طرف آیا تھا۔ خان ولا کے نقشے کو یاد رکھنا کوئی آسان کام تو نہیں تھا۔ بھول بھلیاں تھی ساری یہاں۔ اتنے بڑے گھر میں کوئی بھی نیا ہوتا تو ایسے ہی کنفیوز ہوتا۔ اور پھر یہاں پہنچنے کے بعد کھڑکی کے ساتھ زور آزمائی۔ وہ پچھلے اتنے ٹائم سے وہیں لٹکا ہوا تھا۔ تبھی تو اب ماتھے پر پسینے کے قطرے بھی بہت نمایاں تھے ! جسے صاف کرنے کی وہ زحمت بھی نہیں کر رہا تھا۔

ایک نظر سامنے مسکراتے ہوئے زاراخان کو لیٹے دیکھا اس نے اسی طرف اپنے قدم بڑھائے جو ابھی تک گم سم لیٹی چھت پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔!! وہ ہسپتال سے خاص اسی سے ملنے کے لیے حدائق کو چکما دے کر آیا تھا۔ ورنہ حدائق کبھی اسے بستر سے بھی نہ اٹھنے دیتا۔ وہ مقابل کی نیند کا فائدہ اٹھاتے بھاگ آیا تھا۔ ویسے تو اب وہ ٹھیک تھا۔ لیکن کچھ کمزوری کا احساس اور آنتوں میں کھچاؤ ابھی تک تھا۔ وہ دوائیں لے رہا تھا۔ ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ وہ جلد ہی ریکوور کر جاتا۔۔

دھیرے سے مسکراتے معاذ شاہ بیڈ کی دوسری طرف سے زارا کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے پر خوشی کے اثرات تھے! کیونکہ بڑے دنوں بعد اس لڑکی سے ملاقات ہونے جا رہی تھی۔ البتہ وہ پہلے بنا کسی تحقیق کے خود کو زہر دیے جانے پر اس کی خبر ضرور لیتا۔۔ کمرے میں اس وقت ہلکی سی روشنی تھی۔ صرف ایک ڈم لائٹ آن تھی جس سے قریب سے ہی ایک دوسرے کو دیکھا جا سکتا تھا۔!! زاراخان کے بلکل پاس جاتے معاذ شاہ کے قدم رکے! مقابل اسے دیکھ چکی تھی۔ وہ جو اس کی

غائب دماغی کو نوٹ کر چکا تھا اب اسے خود کی طرف تکتا پا کر وہ اپنے قدم روک گیا تھا۔۔۔زار اخان نے اپنے بلکل قریب سے قدموں کی چاپ سنتے جھٹکے سے گردن موڑتے اپنے دائیں طرف دیکھا۔جہاں ایک لمبا چوڑا کوئی انسان کھڑا مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔ساری سوچیں بھک سے اڑ چکی تھیں۔جبکہ اس کی چیخ بہت بے ساختہ تھی۔اندھیرے میں اس وقت اپنے کمرے میں اگر کوئی بھی اس طرح کسی انسان کو دیکھ لیتا تو کچھ ایسے ہی ڈرتا جیسے اس وقت زار اخان کا دل باہر آنے کو تھا۔۔"معاذ شاہ جو اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اسے چیختے دیکھ اس نے ہڑ بڑا کر آگے بڑھتے بروقت ہی مقابل کے منہ پر ہاتھ رکھا۔تو یہ تھی یہ لڑکی جتنی زور سے چیخی تھی!!"میں ہوں پاگل لڑکی!تمہارے خوابوں کا شہزادہ!!ڈرو مت!!اس کے پاس ہی موجود جگہ پر بیٹھتے معاذ شاہ نے مسکراتے ہوئے شوخ انداز میں اپنا تعارف کروایا۔خوش فہمی کی انتہا تھی اس لڑکے پر!!جبکہ اس نے ابھی تک ہاتھ نہیں ہٹایا تھا۔ایک مرتبہ مقابل اسے اچھے سے پہچان لیتی پھر وہ ہاتھ ہٹا دیتا۔دوبارہ اس کی چیخ نہیں سن سکتا تھا وہ!زار اخان کی آنکھوں میں ڈھیروں

حیرت اُبھری! وہ اسے کچھ آواز اور کچھ اپنے ارد گرد پھیلتی خوشبو سے پہچان چکی تھی۔ لیکن خوابوں کا شہزادہ؟؟ یہ کب ہوا تھا؟؟ وہ اسی بات پر حیران تھی۔ کچھ اسے وسوسے بھی آرہے تھے کہ کہیں مقابل اسے جان سے مار کر اپنا بدلہ تو نہیں لینے آیا؟ اسے اتنا تو پتہ تھا کہ معاذ شاہ زندہ ہے! شکر تھا کہ اس کا دھیان بھوت پر نہیں گیا تھا۔ ورنہ وہ معاذ شاہ کو بھوت ہی بنا دیتی!!"ایسے حیران کیوں ہو رہی ہو؟ اس کے ہونٹوں سے ہاتھ ہٹاتے دھیمے سے پوچھا گیا۔ وہ اس کے پاس سے دو منٹ کے لیے کھڑا ہو گیا تھا۔ وجہ مقابل کا ناقابلِ برداشت سراپا تھا جو اس وقت بنا کسی دوپٹے کے کسی کو بھی اپنی طرف مائل کرنے کے ہنر رکھتا تھا۔ وہ لیٹی ہوئی تھی تبھی معاذ شاہ کی غلطی سے ہولے بھٹکے سے نظر وہاں چلی گئی تھی۔ وہ فوراً نظریں ہٹاتے بیڈ سے ہی کھڑا ہو گیا تھا۔!!"آپ۔۔آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟؟ زارا خان اسے اٹھتے دیکھ خود بھی فوراً سے بیڈ پر اٹھ کر بیٹھی۔ وہ خود ہی نامحسوس انداز میں سائڈ سے اپنا دوپٹہ اٹھاتے گلے میں ڈال چکی تھی۔ یہ غیر اِرادی طور پر تھا۔۔ "کیوں میں نہیں آسکتا کیا؟ تم نے کیا سوچا ہو گا میں زہر دے دیا ہے اب تو مر گیا

ہو گا معاذ۔ مگر افسوس تمہاری سوچوں پر پانی پھر گیا۔!! اسے دوپٹہ اوڑھتے دیکھ معاذ شاہ نے واپس سے اس کے پاس جاتے بیڈ کراؤن پر اپنا ایک ہاتھ ٹکایا۔ وہ اس کے قریب جھکا طنز کر رہا تھا۔ زارا خان نے سراسیمگی کی کیفیت میں اسے دیکھا۔ کیا وہ بھی یہی سوچ رہا تھا جو یہاں موجود باقی لوگ سوچ رہے تھے! ایسا اسے لگتا تھا۔۔ کیا معاذ شاہ کو اس پر اتنا بھی اعتبار نہیں تھا کہ وہ کبھی کسی انسان کو زہر نہیں دے سکتی؟ وہ ایسی لڑکیوں میں سے تھی ہی نہیں!! اور پھر بھلا معاذ شاہ سے اس کی کیا دشمنی؟؟ اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کیونکہ کوئی جواب بن ہی نہیں رہا تھا۔ ڈرنک وہی لے کر گئی تھی اس کے پاس۔ وہ اپنی غلطی بھی مانتی تھی۔!! معاذ شاہ کے اپنے کمرے میں آنے کے مقصد کو بھلائے وہ صرف اس وقت پچھلا وقت یاد کرتے پھر سے رونے لگی تھی۔ ایک مذاق تھا بس! اوپر سے اب یہ انسان بھی اس پر اعتبار نہیں کر رہا تھا۔ اسے اندر ہی اندر یہ بات کھا رہی تھی کہ کوئی بھی بنا تفتیش کیے اس پر اعتبار کیوں نا دکھا سکا۔ کیا اس کی معصومیت پر سب کو شک تھا!!" ہیئے ششش!! رونا بند کرو۔ رونے والی کیا بات ہے اس میں؟ میں نے مذاق میں کہا تھا۔

قریب سے اس کی آنکھوں سے بہتے آنسوں دیکھتے معاذ شاہ نے تڑپتے ہوئے اس کے گال پر ہاتھ رکھا۔ وہ مزاحیہ انداز میں طنز کر رہا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا مقابل رونے لگے گی!!" میں نے آپ کو زہر نہیں دیا تھا۔ میں قسم کھاتی ہوں مجھے پتہ ہی نہیں تھا کہ آپ کی ڈرنک میں زہر ہے! ورنہ میں کبھی بھی آپ کو نہ پلاتی! زارا خان نے روتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اپنی صفائی دی! آج کل وہ سب کو ایسے ہی صفائیاں دیتی پھرتی تھی۔ اسے لگتا تھا سب اسے شکی نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے وہ کوئی قاتلہ ہو!! معاذ شاہ نے خاموشی سے اسے دیکھتے ایک گہری سانس بھری! اسے کچھ کچھ معاملے کی سمجھ آ رہی تھی۔ مقابل کا رونا اور صفائی دینا اسے ساری بات سمجھا رہا تھا۔ پتہ نہیں اس کے پیچھے کیا کچھ ہوا ہو گا۔۔ خاموشی سے اسے دیکھتے وہ خود دوبارہ سے اس کے سامنے ایک انچ کے فاصلے پر بیٹھا۔ جو کہ نا ہونے کے برابر ہی تھا۔ مگر وہ ٹچ نہیں ہو رہے تھے! معاذ شاہ مقابل کے قریب جانے میں ہمیشہ خیال کرتا تھا کہ وہ لوگ آپس میں ٹچ نا ہو! پتہ نہیں یہ احتیاط اب کیوں تھی!" کسی نے کچھ کہا تھا تمھیں؟ اس کے گال پر اپنا انگوٹھا ٹریس کرتے نرمی سے

پوچھا گیا۔اس کا ہاتھ ابھی تک مقابل کہ گال پر ہی تھا۔زارا ابھی اپنے رونے میں اتنی مصروف تھی کہ وہ اس کے ہاتھ کو محسوس ہی نہیں کر رہی تھی۔اسے بس رہ رہ کر ماضی یاد آرہا تھا۔"کچھ ؟؟آپ کو اندازہ نہیں ہے میں نے کیسے سب کے سوالوں کے جواب دیے ہیں! سب نے فوٹیج دیکھی ہے! سب کہہ رہے تھے اس کی شادی معاذ سے کروادو! میں کیسے بتاتی انہیں کہ ہم دونوں میں ایسا کچھ نہیں ہے! کوئی یقین کرنے کو راضی ہی نہیں تھا۔۔شدید روتے ہوئے زارا خان اسے آدھی سچائی بیان کر گئی تھی۔اب وہ اسے تفصیل میں ساری بات نہیں بتا سکتی تھی۔!! معاذ شاہ کی ایک لمحے کے لیے مسکراہٹ غائب ہوئی! اس کی طرف سے تو بہت کچھ تھا ان دونوں کے درمیان!! اگر مقابل سمجھنے کی زحمت کرتی تو۔۔لیکن بس وہ تو اپنے رونے رو رہی تھی۔اس کے جذبات، محبت کی کوئی قدر نہیں تھی یہاں!!"سہی تو کہہ رہے تھے سب! اچھا ہے ہو جانے دو ہماری شادی۔بنا کسی محنت کے یا آزمائش کے ہم دونوں ایک ہو جاتے! نرمی سے بلکل دھیرے سے کہتے وہ شاید اب اپنے دل کی بات اسے بتانے لگا تھا۔!!"آپ پاگل ہیں؟ پہلے کیا کم مصیبتیں جھیل رہی

ہوں میں آپ کی وجہ سے جو آپ سے شادی بھی کر لوں! اور ہیں کون آپ جس سے میں شادی کروں گی۔ زبان سنبھال کر بات کریں!! زارا خان اس کی بات پر سیخ پا ہوتے اس کے ہاتھ کو جھٹکتے دبی دبی آواز میں چیخی۔ آخر زہر لگی تھی اسے مقابل کی یہ بات!! وہ اچانک ہی بھڑک اٹھی تھی۔ حالانکہ اس میں اتنا بھڑکنے والی کوئی بات نہیں تھی۔۔ بس اسے بلکل اچھی نہیں لگی تھی یہ بات!! معاذ شاہ نے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ اس کا اندیشہ سہی تھا۔ صرف وہی تھا جو اس لڑکی کو سر پر بٹھائے ہوئے تھا۔ مقابل کو اس میں کوئی انٹرسٹ نہیں تھا۔ صرف وہی زارا کو پسند کرتا تھا۔۔ بنا غصّہ کیے معاذ شاہ نے دوبارہ سے اس کے گال پر ہاتھ جمایا۔ وہ نرمی سے اسے سمجھا سکتا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ مقابل بچی ہے جو نادانی کر رہی ہے!! "میری بات غور سے سننا زارا۔۔ نرمی سے کہتے وہ اسے نہیں بلکہ خود کو بولنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔۔ اظہار اسے کرنا تھا۔!! زارا خان دوبارہ سے خاموش تھی۔ وہ اسے کچھ دیر سن سکتی تھی۔!! "میں محبت کرتا ہوں تم سے زارا۔ میں نے تمہیں اس بات کا اشارہ تبھی دیا تھا جب ہم کاریڈور میں گرے تھے! میں نہیں جانتا کہ تم

میری باتوں کو کیسے لیتی تھی، کیسے نہیں! مگر یہ سچ ہے کہ میں نے تم سے کبھی مذاق نہیں کیا۔ اگر میں نے کہا ہے کہ میں تمہیں پسند کرتا ہوں تو یہ سچائی ہے! تم خود سوچو بھلا میں ایسے ہی پاگل تھوڑی نا ہوں جو کسی لڑکی کو بار بار اپنے آفس میں بلواؤں، ساری ساری رات اس سے فضول کی باتیں کروں تاکہ صرف اپنے دل کو سکون دے سکوں، یا پھر کسی کے تمہاری طرف دیکھنے پر بھی اس کا منہ توڑ دوں، خوشی خوشی تمہارے ہاتھوں سے زہر بھی پی لوں اور بعد میں شکوہ بھی نہ کروں!! یہ جذبے سب کے لیے تو نہیں ہوتے نا؟ کوئی ایک خاص ہوتی ہے! جو سب حسیناؤں کو چھوڑ کر بڑی اتراہٹ سے دل کی سب سے اونچی مسند پر جا کر بیٹھ جاتی ہے! میرے لیے وہ عورت تم ہو!! تم قبضہ جما چکی ہو اور میں خوشی خوشی تمھارا اپنے دل میں استقبال کرتے اس کے دروازے واپس سے بند بھی کر چکا ہوں! کیونکہ تم آ چکی ہو زارا خان۔ میری زندگی، میرے دل سب جگہ تم ہو! میری زارا۔!!" بیچ میں ہی زارا خان کچھ بولنے لگی تھی کہ وہ پہلے ہی اس کے ہونٹوں پر ہاتھ جما گیا تھا۔ وہ پہلے اسے اپنے دل کی حالت بتانا چاہتا تھا۔ جو کہ وہ بتا بھی چکا تھا۔

اس کے لفظ لفظ میں سچائی تھی۔۔زارا خان بیٹھی بھیگی آنکھیں اس کی ہیزل نٹ آنکھوں میں گاڑے ہوئے تھی۔!! مقابل ہاتھ ہٹاتا تو وہ کوئی جواب دیتی! اسے اندازہ نہیں تھا کہ بات یہاں تک پہنچ چکی ہو گی! معاذ شاہ اسے پسند کرتا ہے نجانے کیوں کچھ ایسا تھا اس کے لفظوں میں کہ وہ ایک مرتبہ بتانے پر ہی یقین کر بیٹھی تھی۔۔لیکن اس سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا تھا۔"آئی لو یو زارا۔آئی لو یو سو مچ! ہلکا سا مسکرا کر کہتے معاذ شاہ نے تھوڑا آگے کو ہوتے اس کے ہونٹوں پر جمے اپنے ہاتھ پر اپنے لب رکھے! کاش کہ اس کے پاس اس سے آگے کا اختیار ہوتا۔۔زارا جہاں کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی پیدا ہوئی! وہ خشک حلق کے ساتھ رونا چھوڑے مقابل کی حرکت دیکھ رہی تھی بس! معاذ شاہ نے اس کا ہلکا سا گھبرانا نوٹ کرتے نرمی سے اپنا ہاتھ ہٹاتے واپس سے اس کے گالوں پر رکھا۔نجانے کیوں اسے آج زارا خان کے گال پر ہاتھ رکھنا اتنا اچھا کیوں لگ رہا تھا۔!!"لیکن میں آپ کو پسند نہیں کرتی! آپ کو محبت ہوئی اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے! اٹھیں یہاں سے اور مجھے بھول جائیں پلیز!! ہاتھ ہٹنے کی دیر تھی کہ وہ سچ بولتے اپنے دل کی

حالت بھی بتا گئی تھی۔۔"نکاح جیسا رشتہ دل نرم کر کے ان میں محبتیں ڈال دیتا ہے!تم میرے ساتھ نکاح کر لو تمھیں بھی محبت ہو جائے گی!!کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟؟وہ آج کچھ زیادہ ہی چل موڈ میں تھا۔اسے جیسے فرق ہی نہیں پڑا تھا اس لڑکی کے انکار سے!!اسے بس شادی کرنی تھی۔۔"آپ چلے جائیں معاذ شاہ۔۔عمر دیکھیں ایک مرتبہ اپنی!آپ کہاں اتنے بڑے ہیں اور میں اتنی چھوٹی! آپ سے شادی کر کے مرنا نہیں۔۔۔"میرا مطلب ہے میری دوستیں کیا کہے گیں!!صاف صاف انکار کرتے وہ آخر میں کچھ اور بولنے لگی تھی کہ معاذ کے ابرو اُچکانے پر فوراً سے بات بدلی!وہ فلو فلو میں کچھ غلط ہی نا بول دیتی بس!!"فار گاڈ سیک!!اتنی بھی کوئی دودھ پیتی بچی نہیں ہو تم زارا۔انیس سال ایک عمر ہوتی ہے! میرے سے سات آٹھ سال ہی چھوٹی ہو گی تم بس!اور رہی تمہاری دوستوں کی بات تو کیا تمھیں مجھ سے زیادہ عزیز اپنی دوستیں ہیں؟؟ویسے میں جانتا ہوں تم کیا بولنے لگی تھی پہلے۔!!شروع میں سنجیدگی سے کہتے وہ آخر میں پھر سے شریر ہو چکا تھا۔۔زارا خان نے ہونٹ کاٹتے اپنی خفت کو مٹاتے اس کی طرف دیکھا۔۔یہ

انسان ایک مرتبہ پیچھے پڑ جائے تو جلدی سے ٹلنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ جیسے ابھی ایسے جم کر بیٹھا تھا جیسے اس کا اپنا گھر ہو!!"سات آٹھ سال ایک عمر ہے! بوڑھے ہونے لگے ہیں آپ اور میں کیوں کروں آپ سے شادی! آپ چلے جائیں ورنہ میں راحیل بھائی کو بلالوں گی!! سیدھی ہوتے وہ اسے دھمکی دینے پر اُتر آئی تھی۔اس کی کمر اکڑ گئی تھی ایک ہی پوزیشن میں بیٹھے بیٹھے!! معاذ شاہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔ کیا وہ بوڑھا ہو رہا تھا؟ ابھی تو اس کی عین جوانی کے دن تھے اور مقابل اسے بوڑھا بول رہی تھی!! خود وہ جیسے ابھی ہی پیدا ہو کر آئی تھی۔۔وہ صرف سوچ ہی سکا۔۔خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے معاذ شاہ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے نرمی سے اس کی کمر پر رکھا۔ وہ اسے جھٹکے سے تھوڑا خود کے مزید قریب کر چکا تھا۔ زارا خان بے ساختہ ہی اس کے سینے سے آتے لگی! اس کا دل اچانک ہی دو سو کی سپیڈ پر دھڑک اٹھا تھا۔مارے گھبراہٹ کے اسے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا بولے! وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے گھبراہٹ سے اسے دیکھتے اس کو شرٹ کو جکڑ چکی تھی!"ڈرو مت! کچھ غلط نہیں کر رہا۔۔ تمھیں بتا رہا تھا کہ تم بچی نہیں ہو!!

لمس محسوس کرتی ہو، اچھی بری چیزیں جانتی ہو، میرا ہاتھ اپنی کمر پر محسوس کر کے تمہاری جان نکل رہی ہے! اور نہ ہی میں بوڑھا ہوں! میں ابھی جوان ہوں! بلکل تمہاری ہی طرح۔ ہلکا سا اسے اپنی طرف کھینچے وہ اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس کی جان ہوا کر رہا تھا۔۔ زارا خان روہانسی ہوتے اب رو دینے کو تھی۔۔ اس کے جسم میں ہلکی سی لرزش پیدا ہونے لگی تھی۔ کیونکہ مقابل کا ہاتھ اس کی کمر پر رینگ رہا تھا۔ "بتاؤ نا جان من! بچی ہو تم؟؟ اسے خاموشی دیکھتے معاذ شاہ نے شرارت سے پوچھا۔ وہ جانتا تھا کہ مقابل کی ہوا ٹائٹ ہوئی پڑی ہے! وہ کسی بھی وقت بیہوش ہونے کو تھی۔!! "چھوڑ دیں پلیز۔۔ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے وہ روتے ہوئے التجا کر رہی تھی۔ اس کا دل اتنی شدت سے دھڑک رہا تھا کہ معاذ شاہ بھی بخوبی اس کے دھڑکنے کی آواز سن رہا تھا۔۔ "پہلے بولو تم بچی اور میں بوڑھا نہیں ہوں! ابھی ہم دونوں جوان ہیں!! بولو شاباش!! معاذ شاہ نے اس کے گال پر اُنگلی ٹریس کرتے حکم صادر کیا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اب ہی موقعے کو ہاتھ سے جانے نہیں دے رہا تھا۔ تبھی اپنی باتیں منوا رہا تھا۔!! "آپ بوڑھے نہیں ہیں! اور میں تو بچی

ہی ہوں۔۔ مطلب نہیں ہوں! ابھی ہم دونوں جوان ہیں!! دھیرے سے بھیگی آواز میں کہتے بھی وہ باز نہیں آئی تھی۔ مگر معاذ کی گھوری پر فوراً ہی تصیح کی۔!! معاذ شاہ نے سرشار ہوتے اسے نرمی سے چھوڑتے واپس اس کی جگہ پر بٹھایا۔ وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔۔ "کب لے کر آؤں پھر میں ڈولی بارات؟؟ جب تم کہو گی غلام حاضر ہو گا۔ بیڈ سے کھڑے ہوتے وہ واپس جھکتے اس سے استفسار کر رہا تھا۔ جاتے جاتے اسے پھر سے بولنا یاد آ گیا تھا۔ البتہ وہ جا رہا تھا کیونکہ اس کے اپنے دل کی حالت غیر ہو رہی تھی! تھا تو وہ بھی ایک مرد! وہ بھی ترسا ہوا۔ یہ بہت ہی عام سی بات تھی۔۔ "میں نے شادی نہیں کرنی! راحیل بھائی بڑے ہیں! اپنے آنسوں صاف کرتے زار اخان نے سنجیدگی سے صاف صاف انکار کیا۔ ابھی کے لیے اسے سب سے بہتر یہی بہانہ لگا تھا۔ مقابل چلا جاتا بس!! "شٹ اپ! تم وہ بہانہ بنا رہی ہو جو میں سرے سے مانتا ہی نہیں! تمہاری شادی مجھ سے ہی ہو گی اور بس بات ختم!! میں داجان سے بات کروں گا۔ زار اخان کا بس نہیں تھا کہ اپنا سر دیوار میں دے مارے! یا پھر اس لڑکے کو کچھ کر دے! جو اس پر اپنی مرضی مسلط کرتے بولتا

ہی جارہا تھا۔ وہ اسے سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔۔ مقابل کا بس نہیں تھا ابھی اسے پکڑ کر نکاح کر لیتا۔۔ "کر لوں بات ؟؟ اسے خاموش دیکھتے ایک اُمید کے تحت معاذ شاہ نے پھر سے پوچھا۔ پتہ نہیں کیوں اس لڑکی کے ساتھ وہ سیلف رسپیکٹ کو بھاڑ میں جھونک کر بلکل کوئی چپکو انسان بن جاتا تھا۔ حالانکہ وہ ایسا تھا نہیں۔ اسے لڑکیوں کی کمی نہیں تھی۔ مگر دل جہاں اٹک جائے ! "خدا کے لیے چلے جائیں ! سارے فیصلے بھائی کے ہاتھ میں ہیں ! اگر تو وہ ہاں کر دیں تو میں بھی کر دوں گی۔ مگر اللہ کا واسطہ ہے چلے جائیں یہاں سے ! آپ کی اس چپکنے کی عادت سے تنگ ہوں میں ! ! وہ اس سے اوازار ہوتے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ چکی تھی۔ البتہ بھولے بسرے سے اس کے منہ سے اجازت نامہ بھی نکل چکا تھا۔ راحیل مان جاتا بس ! " چپکا ہی کب ہوں ابھی میں ؟؟ اور بہت شکریہ اجازت کیلئے ! راحیل بھائی کو منانا میری زمیداری ہے ! میں وعدہ کرتا ہوں تمھیں خوش رکھوں گا۔ اگر جو کبھی کوئی تکلیف تمھیں پہنچ جائے تو بیشک میری شکل مت دیکھنا پھر ! میں پوری کوشش کروں گا دنیا کی ہر خوشی کو تمہارے قدموں میں لا کر رکھنے کی ؟؟ وعدہ ہے میرا۔ ! ! نرمی

سے اس کے ماتھے پر ہولے سے لب رکھ کر کہتے معاذ شاہ سیدھا ہوا۔ وہ ایک آخری نظر اس پر ڈالتے دھڑکتے دل کے ساتھ خوشی خوشی آگے بڑھ چکا تھا۔ ابھی تو کھڑکی سے کودنا بھی تھا۔ البتہ اس کا دل مطمئن تھا کہ مقابل نے ہاں کر دی! اسے بس جلد سے جلد زارا کو اپنے نکاح میں لینا تھا۔ اس دن کا تو اسے شدت سے انتظار تھا۔۔ پتہ نہیں وہ دن کب آنا تھا۔۔

اللہ نا کرے کہ بھائی کبھی مانیں! اس کی پشت کو دیکھتے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے " زارا خان بستر پر لمبی تان پر لیٹی! معاذ شاہ جا چکا تھا۔ اسے نیند تو نہیں آنی تھی لیکن پھر بھی پتہ نہیں کیوں وہ لیٹی معاذ شاہ کے الفاظ یاد کر رہی تھی۔ وہ اسے پرپوز کر کے گیا تھا۔ کوئی ریلیشن کچھ بھی نہیں! سیدھا نکاح کی آفر کی تھی اُس لڑکے نے! اس کی جگہ کوئی بھی اور لڑکی ہوتی تو ایک مرتبہ سوچتی ضرور! وہ بھی سوچ ہی رہی تھی! اس کے کمرے میں ایک مرتبہ پھر خاموشی کا راج ہو چکا تھا۔۔

یہ تقریباً شام کا وقت تھا جب موسم بہت حسین دکھ رہا تھا۔ بارش نہیں ہوئی تھی لیکن ٹھنڈی ہوائیں چلتی ماحول کو خوشگوار بنا رہی تھیں۔ آج تو سورج نے بھی اپنی جھلک نہیں دکھلائی تھی۔ صبح سے ایسا ہی موسم تھا۔ ایسے میں فائزہ شاہ اس وقت فارم ہاؤس میں موجود گارڈن ایریا میں کھڑی اُداسی سے اِرد گرد دیکھ رہی تھی۔ وہ دو دن تک خان ولا میں تھی۔ وہاں پر بھی بس یا برہان خان اور عظمیٰ بیگم کے پاس بیٹھی تھی یا پھر اپنے کمرے میں ہی بند رہی تھی۔ آج دن میں ہی حدائق شاہ اسے واپس سے گھر لے آیا تھا۔ ویسے بھی اس کا تو اب حدائق کے بغیر خان ولا میں بھی دل نہیں لگتا تھا۔ ابھی ہی وہ باہر آتے اس طرف آئی تھی جو جگہ اسے سب سے زیادہ پسند تھی۔ لیکن افسوس کہ تین دن دیکھ بھال نا کرنے کی وجہ سے وہ مرجھائے ہوئے نظر آرہے تھے! کچھ تو پچھلے دنوں ہوئی بارش کی وجہ سے ٹوٹ کر ہی زمین پر گرے تھے! وہ اُداسی سے سامنے رکھے مختلف نیچے گرے پھولوں کو دیکھ رہی تھی۔ فائزہ شاہ اس وقت لیمن کلر کی گھٹنوں تک آتی شرٹ جبکہ اس کے نیچے وائٹ کلر کا پلازو پہنے ہوئے تھی۔ سفید رنگ کا دوپٹہ ہی گلے میں لٹک رہا تھا۔

جبکہ لمبے گھنے بال کمر پر بکھرے تھے!! وہ بنا کسی تیاری کے بھی قیامت ڈھا رہی تھی۔ پھولوں کو دیکھتے سینے پر ہاتھ باندھے وہ ابھی اُداسی سے کھڑی تھی کہ اپنے پیچھے کسی کو اپنے بال سائڈ پر کر کے پچھلی گردن پر لب رکھتے محسوس کرتے وہ جھٹکے سے پیچھے کو مڑی! حالانکہ اسے اندازہ تھا کہ کون ہو گا۔ لیکن پھر بھی وہ بہت محتاط رہتی تھی!! اس کے پیچھے حدائق شاہ تھا۔ جو ابھی ہی باہر آیا تھا۔ وہ مقابل کو یہاں کھڑے دیکھ مسکراتے ہوئے اسی طرف آگیا تھا۔ "کیا دیکھ رہا ہے میرا بچہ؟ نرمی سے اس کی کمر کے گرد دونوں بازو حائل کرتے حدائق شاہ نے اس کے ماتھے پر لب رکھتے پوچھا۔ وہ نوٹ کر رہا تھا کہ مقابل تھوڑی بہت اُداس نظر آرہی تھی۔ پتہ نہیں کیا وجہ تھی۔ اسے مقابل ہر وقت ہنستے ہوئے چاہیے ہوتی تھی بس!! "شاہ وہ پھول۔ سارے مرجھا گئے! میرے پیچھے سے آپ نے بھی نہیں دیکھا ہو گا انہیں! اُداسی سے ایک نظر پیچھے کو دیکھتے اس نے دھیرے وجہ بتائی۔ اسے بہت پسند تھے یہاں پر لگے پھول!! حدائق شاہ نے سائڈ پر گردن کرتے ایک نظر پورے گارڈن میں دوڑائی۔ یہ زیادہ تر تیز بارش کی وجہ سے ٹوٹ کر گرے تھے! اور کچھ مرجھا

گئے تھے ! وہ خود ہسپتال تھا انہیں کیسے دیکھتا بھلا ؟؟ پہلے تو مالی ان کی دیکھ بھال کرتا رہتا تھا لیکن اب تو پورے فارم ہاؤس میں کوئی مرد تھا ہی نہیں جو ان چیزوں کو دیکھتا۔۔ "چھوڑو نا میری جان ! کوئی بات نہیں۔ ہم ویکینڈ پر دوبارہ سے نئے پھول لگا لے گیں ! موڈ ٹھیک کرو شاباش ! ! واپس سے اسے دیکھتے حدائق شاہ نے نرمی سے حکم دیا۔ مقابل کا موڈ بعد میں خراب ہوتا تھا۔ اسے بے چینی پہلے لگ جاتی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ بس یہ خوش رہے ! "نہیں نا شاہ۔۔ بہت برا لگ رہا ہے گارڈن ! صفائی بھی نہیں ہوئی کتنے دنوں سے ! وہ ناپسندیدگی سے گارڈن کو دیکھتے اپنی ضد پر اڑی تھی۔ "کروا لے گیں ! میں نے فیمیل اسٹاف کا پتہ کیا ہے ! ایجینسی والے بھیج دے گیں ! تب ہو جائے گی صفائی بھی۔ اب چپ بس ! ! نرمی سے کہتے حدائق شاہ نے اسے اپنی گود میں اٹھایا۔ مغرب کا وقت ہونے والا تھا۔۔ اور اس وقت زیادہ تر وہ فائزہ کو یہاں آنے سے منع کرتا تھا۔ پتہ نہیں کیا وجہ تھی اتنی احتیاط کی ! ! فائزہ شاہ نے ہونٹ بھینچتے اسے دیکھتے اس کے گلے میں بانہیں حائل کی۔ یہ عمل گرنے کے خوف سے تھا۔ ورنہ وہ اس سے خفا لگ رہی تھی ! "شاہ آپ کو

بلکل برا نہیں لگ رہا ان پھولوں کے لیے؟ مرجھا گئے ہیں سارے! حدائق شاہ اسے لیے آگے اندر کی طرف بڑھ رہا تھا کہ اس نے پھر سے پیچھے کو دیکھتے حدائق شاہ پر سوال داغا۔!!"میرا پھول تو تم ہو! مجھے صرف تمہارے کھلنے اور مرجھانے سے فرق پڑتا ہے! باقی ان پھولوں کو میں سیریس نہیں لیتا۔۔سیدھ میں چلتے وہ بہت نرمی سے جواب دیتے مقابل کے دل کی دھڑکنیں بری طرح منتشر کر گیا تھا۔ کتنے خوبصورت الفاظ ہوتے تھے اس انسان کے! فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی خفگی بھلائے محبت سے اسے دیکھا۔کتنا پیارا انسان تھا یہ! اور ایسے بولتے تو وہ اس کی جان نکال دیتا تھا۔۔"ایسے مت دیکھو پیار ہو جائے گا۔۔حدائق شاہ چنانچہ آگے کی طرف دیکھ رہا تھا مگر اس کی توجہ ساری اپنی گود میں موجود فائزہ پر ہی تھی! وہ محسوس کر رہا تھا کہ مقابل اسے کیسے دیکھ رہی ہے!! اس عورت کا غصّہ مٹانا ہمیشہ سے ہی اس کیلئے بہت آسان رہا تھا۔۔"وہ تو ہو گیا۔اب کچھ نہیں ہو سکتا۔!! فائزہ نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے تھوڑا اوپر کو ہوتے اس کے کان میں سرگوشی کی!! وہ اسے چھیڑ رہی تھی۔لیکن ایک طرح سے یہ سچ بھی تھا۔۔حدائق شاہ کے

ایک لمحے کے لیے آگے بڑھتے قدم رکے! وہ اسے لیے لاؤنج میں صوفے کی طرف بڑھتے بڑھتے رک گیا تھا۔ مقابل کی سرگوشی پر پہلے وہ اپنے دل کی دھڑکن سنبھال لیتا ذرا۔۔"ابھی بھی کچھ رہتا ہے مائے لو!! تم نہیں سمجھتی بس۔ جس دن سمجھ گئی قسم سے دن رات سارے کام کاج چھوڑ کر ہم دونوں ایک کمرے میں برہنہ ایک دوسرے کے جسموں کے ساتھ لپٹے اپنی تشنگی مٹانے میں مصروف ہونگے! تم میری شدتوں سے چور بدن لیے پڑی ہو گی اور میں بنا تم پر رحم کیے مزید شدت سے تمہارے بدن میں گھل کر سکون، سرور، لذت کی انتہاؤں پر پہنچ جاؤں گا۔۔ واپس سے چلتے حدائق شاہ نے اس کے کان میں خطرناک سرگوشی کرتے اس کی جان لبوں پر سجائی۔ فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری!! اس کے پورے جسم میں ایک لہر سی گزر رہی تھی۔ مقابل کے اسے لے کر کتنے خطرناک ارادے ہیں وہ اچھے سے جانتی تھی۔۔ شاید تبھی ابھی تک اسے زیادہ فری نہیں کیا تھا۔ مرنا نہیں تھا اس نے!!"میں کر سکتا ہوں یہ کام۔ آئندہ میں نا دیکھوں تمھیں کرتے ہوئے! اسے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے دیکھ

حدائق شاہ نے مصنوعی گھور کر اسے کہتے اس کے ہونٹوں پر اپنی گیلی زبان کا لمس چھوڑا۔!! وہ اسے لیے آگے بڑھتے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔ فائزہ شاہ کو نرمی سے سائڈ پر بٹھاتے اس نے نرمی سے اس کے گلے سے دوپٹہ اُتارتے سائڈ پر پھینکا۔ جب وہ اس کے پاس ہوتا تھا تو دوپٹے سے اسے کوئی رقابت محسوس ہوتی تھی۔ وہ اس کے نظارے میں خلل ڈالتا تھا۔!! "شاہ۔۔ میں سونے جاؤں!! اس کے خطرناک ارادے بھانپتے فائزہ شاہ نے پہلے ہی صوفے سے کھڑے ہوتے اپنے قدم آگے کو لیے! کہ بروقت ہی حدائق شاہ اسے بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔ فائزہ کٹی ڈال کی طرح اس کی جھولی میں آتے گری! مقابل نے کھینچا ہی کچھ ایسے تھا۔!! حدائق شاہ اسے اپنی گود میں سہی سے بٹھاتے اس کی چالاکی پر اسے گھورنے میں مصروف تھا۔ مقابل یا تو اظہار نہ کرتی اب کر دیا تھا تو اسے سہتی بھی! یہ کیا بات ہوئی تھی کہ وہ سونے جا رہی تھی!! "شاہ۔۔ اسے خود کو گھورتے دیکھ فائزہ نے معصومیت سے اسے پکارتے اس کے گلے میں دونوں بانہیں حائل کی۔ اب پھنس تو وہ گئی تھی بہتر تھا اسے تھوڑا نرم ہی کر لیتی!! "کیا شاہ؟؟ ایک لگاؤں گا میں آئندہ

اس طرح تم بھاگی تو! حدائق شاہ نے دانت پیستے سختی سے اسے وارن کیا۔ وہ مصنوعی غصہ دکھا رہا تھا۔ "شاہ اب آپ مجھے مارے گیں؟ حیرت سے پوچھا گیا۔ وہ اس کی بات کو سیریس کے گئی تھی شاید۔ تبھی بے یقینی سے پوچھ رہی تھی۔!! "پہلے کبھی مارا ہے جو اب ماروں گا۔ پاگل لڑکی! تاسف سے اسے دیکھتے حدائق شاہ نے کہتے اس کے ہونٹوں پر پھر سے زبان پھیری! اسے۔ پتہ نہیں کیوں مقابل کے ہونٹ آج کچھ زیادہ ہی خشک لگ رہے تھے!! "نہیں کیونکہ آپ میرے شاہ ہیں! آپ پر بس پیار سوٹ کرتا ہے! مسکرا کر کہتے فائزہ نے تھوڑا اوپر کو ہوتے اس کے گال پر اپنے لب رکھے! یہ زندگی میں دوسری بار تھا اور حدائق شاہ کو پہلے کی طرح رگ رگ میں سکون سا گھلتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ مقابل حد سے زیادہ ظالم تھی! "پیار تم کرنے ہی کہاں دیتی ہو؟ میں تو تمھیں ہر گہرائی سے محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ مگر مجال ہے جو تم مان جاؤ! میرے جواں جذبات میں آگ لگا کر ہمیشہ خود ایسے ہی سرخ پڑنے لگ جاتی ہو!! حدائق شاہ نے اس کے لال ٹماٹر ہوتے چہرے پر چوٹ کرتے اس کے گالوں پر اپنے دانت گاڑے! جو اس کی باتوں کی تاب نا

لاتے سرخ ہو رہے تھے!!"شاہ آپ اتنے بے شرم پہلے سے تھے یا مجھ سے ملنے کے بعد ہوئے ہیں؟ فائزہ شاہ نے اس کی گردن میں چہرہ چھپاتے دھیرے سے پوچھا۔ وہ نامحسوس انداز میں اپنا ایک ہاتھ سرکاتے اس کے بالوں میں الجھاتے اُنگلیاں چلانے لگی تھی۔ "تم سے ملنے کے بعد ہوا ہوں! ڈھٹائی سے مسکرا کر سرگوشی نما آواز میں جواب دیتے حدائق شاہ نے اس کی دھڑکنوں پر بے باکی سے اپنے ہاتھ کا لمس چھوڑا۔ وہ اسے مزید اپنے قریب کیے اس کی دونوں ٹانگیں کھولتے اپنے دائیں بائیں کر گیا تھا۔ جبکہ ہاتھ پھر سے دھڑکنوں پر جا کر رکتے انہیں محسوس کرنے لگے تھے!! فائزہ شاہ نے اپنی پوزیشن پر شدید سرخ پڑتے اِس کی گردن میں دانت گاڑے! وہ دیکھ نہیں رہی تھی بس محسوس کر رہی تھی کہ کتنی بری طرح وہ مقابل کی گود میں بیٹھی ہو گی۔!! یہ انسان بہت بے شرم تھا۔ "بعد میں شکایت مت کرنا پھر مجھ سے کہ ترس نہیں کھایا تم پر! اپنے دانتوں کو کنڑول میں رکھو کیونکہ میں آئوٹ آف کنڑول ہو جاؤں گا۔ ہاں جب ہماری فرسٹ نائٹ آجائے پھر پورا جسم تمھارا۔ جو مرضی کرنا! اپنا چہرہ اس کے کان کے پاس کرتے دوبارہ

سے سرگوشی کرتے حدائق شاہ نے سختی سے اس کی دھڑکنوں کو اپنے ہاتھوں کے نیچے دبایا۔!!"سس۔۔شاہ۔۔فائزہ شاہ کی سسکاری بے ساختہ تھی۔وہ اسے ذرا سا بھی فری کر لیتی تو یہی مقابل کی سختی ختم نہیں ہوتی تھی!!"کیا شاہ؟چپ کر کے بیٹھی رہو!میں تو کچھ کرتا ہی نہیں اور تمہاری سسکیاں شروع ہو جاتی ہیں!ظالم عورت ایک مرتبہ ہاتھ لگو تم میرے!قسم سے جانو بہت پچھتاؤ گی تم دیر کرنے پر!!منہ بنا کر کہتے حدائق شاہ نے اس کی گردن پر لب رکھنے شروع کیے!البتہ اس کے لہجے میں خفگی کا عنصر بہت نمایاں تھا۔کیونکہ اس کی اینڈ ہوئی پڑی تھی۔۔"شاہ ناراض مت ہوا کریں!اس کی گردن سے چہرہ نکالتے فائزہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے سراسیمگی کی کیفیت سے کہا۔وہ محسوس کر چکی تھی اس کی خفگی تبھی فوراً روہانسی بھی ہو گئی تھی۔جان جاتی تھی اس لڑکی کی مقابل کی ناراضگی سے!!"تم خود بھی تو تھوڑا احساس کرو نا یار۔کب تک صبر کے گھونٹ بھروں میں؟وہ راضی نظر نہیں آ رہا تھا۔۔بلکہ حدائق شاہ مزید سختی سے بول رہا تھا۔مقابل ایسے ہی قابو آ سکتی تھی!!خاموشی سے ایک گہری سانس بھرتے فائزہ شاہ نے اس کے ناراض

چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ جانتی تھی کہ مقابل ایسا لہجہ کیوں بناتا ہے! لیکن پھر بھی وہ اس کی مصنوعی ناراضگی دور کرنے بیٹھ جاتی تھی!!"سوری! دھیرے سے کہتے فائزہ شاہ نے تھوڑا چہرہ آگے کو کرتے اس کے گھنی مونچھوں تلے عنابی لبوں پر اپنے لب رکھے! وہ ہمت جتا گئی تھی۔ ثابت ہوا تھا اس لڑکی کو اپنے شاہ کی ناراضگی بے حد عزیز تھی!"کیا فائدہ ہے اس کا؟ جو میں چاہتا ہوں وہ دو مجھے! یہ تو میں دن رات خود بھی کر لیتا ہوں! ایک لمحے کے لیے اس کے پیچھے بالوں کو نرمی سے پکڑ کر اسے تھوڑا سا دور کرتے حدائق شاہ نے کہتے واپس سے اس کے لبوں کو سختی سے اپنی گرفت میں لیا۔ وہ صرف بولنا چاہتا تھا اسی لیے ایک لمحے کے لیے مقابل کا چہرہ پیچھے کو ہٹایا تھا۔ البتہ دل میں اس کے فائزہ شاہ کی اس حرکت پر لڈو پھوٹ رہے تھے!! خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے فائزہ نے اپنی آنکھیں بند کی۔ جو مقابل کو چاہیے تھا اس کے معاملے میں اس بندے نے خود ہی اسے اتنا ڈرا رکھا تھا کہ اس کی ہمت ہی نہیں ہوتی تھی۔ آگے سے شکوے بھی اس کے خود کے ہی شروع ہو جاتے تھے!! حدائق شاہ نے بے چینی سے اس کے لبوں کو سختی سے سک کرتے

اسے۔نیچے صوفے پر لٹایا۔البتہ ہونٹ ابھی تک نہیں چھوڑے تھے ! وہ مکمل طور پر اس پر جھکتے اپنے ہاتھوں کو بے شرمی سے اس کی قمیض کے اندر سرکا رہا تھا۔ مقابل یہاں تک بھی لا کر ہمیشہ اسے بے بس کر دیتی تھی۔اور وہ ہمیشہ کی طرح پھر سے بے چین ہو رہا تھا۔ ! ! فائزہ شاہ خاموشی سے آنکھیں بند کیے لال بھبوکا چہرے کے ساتھ پڑی تھی۔وہ اسے روک نہیں سکتی تھی۔کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کا شوہر ابھی اپنی حدود بہت اچھے سے جانتا ہے ! وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔حدائق شاہ نے قمیض کے اندر ہاتھ اوپر کو لے جاتے اس کی سٹریپ میں اُنگلیاں الجھاتے اسے نیچے کی طرف سرکایا۔وہ دونوں ہاتھوں سے بے باکی اور بے چینی سے اس کی دھڑکنوں کو ہاتھوں میں بھر بھر کر محسوس کر رہا تھا۔جبکہ ساتھ ساتھ ہونٹ اس کی زبان کے ساتھ اُلجھتے اس کی نمی چننے میں مصروف تھے ! ! کافی دیر تک اس کے لبوں اور زبان کو پوری طرح اپنی شدت سے کندھاری کرتے حدائق شاہ دھیرے سے اس سے دور ہوا۔فائزہ شاہ تیز تیز سانس لیتے پیچھے صوفے پر سر ٹکائے اپنی سانسیں نارمل کر رہی تھی۔شکر تھا کہ مقابل نے خود احساس کر کے چھوڑ دیا تھا

ورنہ آج تو وہ پکا مر ہی جاتی!!"ہاتھ نہیں رکنے چاہیے تمہارے! حدائق شاہ نے اس کے ہاتھوں کو پکڑتے واپس سے اپنے بالوں میں الجھایا۔۔اسے نہایت سکون مل رہا تھا مقابل کے اُنگلیاں چلانے سے!! فائزہ نے خاموشی سے اچھا کی صورت سر ہلاتے اس کے بالوں میں اُنگلیاں چلانی شروع کی۔وہ آج کچھ زیادہ اچھی بن رہی تھی!!"خدا کا واسطہ ہے اسی فرمابرداری کے ساتھ اجازت بھی دے دو میں مر جاؤں گا یار۔تم اندازہ نہیں لگا سکتی اس وقت میری کیا حالت ہے! بے بسی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے وہ پھر سے اجازت طلب کرنے آ گیا تھا۔اس کے لہجہ منت زدہ تھا۔جبکہ ہاتھ ابھی تک اس کی دھڑکنوں سے اچھے طریقے سے محسوس کر رہے تھے!!"شاہ مجھے سونا ہے پلیز۔۔اس سے نظریں چراتے فائزہ نے دھیمے سے کہا۔وہ ہر مرتبہ کی طرح یہاں آ کر اسے چھوڑ دیتی تھی!!"بھاڑ میں جاؤ تم! میں ہی پاگل ہوں جو تمہارے پیچھے پڑا ہوں۔کسی اور سے شادی کرتا تو کم از کم ضرورت تو پوری ہوتی میری! بھاڑ میں جائے محبت!! جھٹکے سے اس کے اوپر سے اٹھتے حدائق شاہ نے اسے سختی سے گھورتے تیز تیز سانس لیتے کہا۔یہاں اس کی بس ہو رہی تھی

اور مقابل کی نیندیں نہیں ختم ہوتی تھی۔۔غصے اور اپنی طلب کے مارے وہ جو منہ میں آیا وہی بول چکا تھا۔وہ اپنے حواس کھونے کو تھا۔۔اس کے منہ زور جذبات اس وقت پیک پر پہنچے ہوئے تھے !کاش کہ یہ عورت ایک مرتبہ اسے سمجھ جاتی ! وہ اسے اپنے پیچھے اچھی طرح سے زلیل کر رہی تھی ! ! "شاہ۔۔فائزہ نے اس کی بات پر آنکھوں میں ڈھیروں نمی لیے اسے دیکھتے پکارا۔مقابل اتنی بڑی بات کیسے کہہ سکتا تھا؟اسے بہت زیادہ رونا آرہا تھا۔کیا وہ اس سے اتنا تنگ آچکا تھا؟؟"کیا شاہ؟؟ نہیں کیا مسئلہ کیا ہے تمھیں ؟یو نو واٹ ! سیکنڈ نہیں لگے گا مجھے دوسری شادی کر کے اپنی ضرورت پوری کرنے میں ! میں جو تمہارے پیچھے مرا جا رہا ہوں تم ذلیل کر رہی ہو مجھے ! ! کونسا شوہر ایک سال کے عرصے کا وقت دیتا ہے ؟ کوئی نہیں دیتا لیکن میں نے تمہیں دیا کیونکہ تمہاری اجازت معنی رکھتی تھی۔لیکن تم اس قابل ہی نہیں ہو ! کچھ بھی کر واب میں تمہارے نزدیک نہیں آؤں گا۔۔لڑکیوں کی کمی نہیں ہے مجھے ! ! اسے شدید غصے کے عالم میں گھورتے چیخ کر کہتے حدائق شاہ نے اپنے قدم باہر کی جانب لیے ! وہ اسے چھوڑ کے نجانے کہاں جا رہا تھا۔۔وہ اپنے

حواس میں نہیں لگ رہا تھا۔!!"شاہ۔۔فائزہ شاہ نے اپنی حالت کی پرواہ کیے بغیر سیدھے ہوتے اسے پکارتے اس کے پیچھے ہی دوڑ لگائی۔وہ اتنے بڑے بڑے الفاظ ایسے ہی بول کر کیسے جا سکتا تھا۔اور وہ جا کہاں رہا تھا؟؟"ہڈیاں توڑ دوں گا تمہاری جو تم اس حلیے میں یہاں سے نکلی تو!اندر چلو۔۔اپنے پیچھے سے اس لڑکی کو آتے دیکھ حدائق شاہ نے دروازے میں رکتے سختی سے حکم صادر کیا۔اسے اپنی حالت کا بھی احساس نہیں تھا۔وہ اس کے پیچھے پاگل تھی مگر اسے اپنا آپ نہیں سونپ سکتی تھی!"کیا مسئلہ ہے؟آپ اس گھر سے قدم باہر رکھ کر دکھائیں میں توڑ دوں گی آپ کی ہڈیاں!آپ سوچ بھی کیسے سکتے ہیں دوسری شادی کا؟؟اتنے آپ کے جذبات میں آگ لگی ہوئی ہے کہ میرے علاوہ کسی بھی عورت کی قربت میں مدہوش ہو جائے گیں آپ؟یہ محبت ہے؟فائزہ شاہ آگے کو ہوئے اس کے گریبان کو تھامتے شدت سے چیخی!!شاید ہی وہ آج پہلی مرتبہ اس پر اس طرح چیخ رہی تھی۔وہ ساتھ شدید رو بھی رہی تھی۔مقابل کی باتوں نے جیسے اس کے دل کو چیر کے رکھ دیا تھا۔وہ اس کے علاوہ کسی اور کے ساتھ کچھ سوچ بھی کیسے سکتا تھا۔!!

"چیخ لینا اجازت نا دینا۔ میں مر دہوں یار۔ تم میری جگہ ہوتی تو تمھیں پتہ چلتا کہ کتنا کنٹرول کیا ہوا میں نے خود پر!! دوسری عورتیں آج میسر ہیں تو سال پہلے بھی تھیں۔ دوسری عورتوں کے پاس ہی جانا ہوتا تو اتنا ترس نا رہا ہوتا۔۔ بیوقوف ہی رہنا تم ساری زندگی!! اس کے چیخنے پر وہ تھوڑا غصّہ ضبط کرتے آگے کو ہوتے چہرہ نیچے جھکائے اس کی برہنہ دھڑکنوں پر لب رکھ چکا تھا۔ اچھا لگا تھا اسے مقابل کا حق جتانا۔ وہ اسے ابھی خود پر۔۔ حکم چلاتی ہوئی اتنی اچھی لگی تھی کہ اس کا سارا غصّہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح یہ لڑکی پھر سے بازی لے گئی تھی! فائزہ اس وقت بہت بے ترتیب حالت میں اس کے سامنے تھی۔ اسے ہوش ہی کہاں تھا اپنی حالت کا؟ مقابل اپنے لفظوں سے اس کے ہوش اڑا دیتا تھا۔ حدائق شاہ بھی کوئی کم ظالم نہیں تھا۔ اس کی زبان اکثر ہی بہت کڑوی ہو جاتی تھی۔ شاید پیشے کا اثر تھا۔۔ "یو نو واٹ اس گھر کے اندر رہ کر بھاڑ میں جائیں آپ! میرے قریب مت آیئے گا اب! میں نے اتنا خود پر ضبط رکھ کر ہر طرح کی اجازت دی آپ کو! آپ اس لائق ہی نہیں ہیں لیکن!! اس کا چہرہ اپنی دھڑکن سے ہٹاتے فائزہ شاہ نے

روتے ہوئے اسے خود سے دور کیا۔ وہ اُنگلی اٹھاتے سختی سے اسے حکم دے گئی تھی!!"میں نے بھاڑ میں جانا ہے تو گھر سے باہر جانا پڑے گا۔ میں چلا بائے! ناک سکوڑ کر ہاتھ سے بائے کا اشارہ کرتے ابھی حدائق شاہ باہر کی طرف قدم لیتا کہ فائزہ شاہ پہلے ہی اسے کان سے پکڑ چکی تھی۔ جس طرح وہ بول رہا تھا اس کے دل میں ڈر بیٹھ گیا تھا کہیں مقابل واقعی کسی دوسری عورت کے پاس نہ چلا جائے! اب تو وہ غصے میں بھی اس بات کا خیال رکھتی کہ لڑائی ہونے پر اسے باہر نہیں جانے دینا تھا۔۔"گھر کے اندر چلیں شرافت کے ساتھ! دیکھتی ہوں میں بھی کیسے جاتے ہیں آپ باہر! اور اگر آپ گئے تو قسم سے میں گھر کو ہی آگ لگا دوں گی! اسے کان سے پکڑ کر واپس اندر کھینچتے دھمکی دیتے فائزہ شاہ نے اپنے قدم کمرے کی طرف لیے! کیا پتہ دھمکی کام آجاتی! البتہ اس کا ارادہ کمرے میں جا کر اپنی حالت درست کرنے کا تھا۔۔"ہنہہ! آئی بڑی۔ حکم کیسے چلا رہی ہو تم میرے اوپر؟ اور یہ کیا تھا؟ کمر کے اطراف میں ہاتھ رکھتے اس کے پیچھے جاتے حدائق شاہ نے مصنوعی اسے گھورتے ہوئے کان پکڑنے کے متعلق استفسار کیا۔!!"مر جائیں اللہ کرے اس

دنیا کی ہر وہ لڑکی جس کے پاس آپ جانے کا سوچ رہے تھے! کمرے کے اندر داخل ہو کر اس کی بات کو اگنور کر کے کہتے فائزہ شاہ نے ٹھک سے اس کے منہ پر دروازہ بند کیا۔ مقابل اب ساری رات اس سے دور رہ کر اپنے لفظوں کی قیمت چکاتا۔۔ حدائق شاہ نے دروازے کو دیکھتے اپنے جبڑے بھینچے! اسی نے سر پر چڑھایا تھا تو اب بھگت بھی رہا تھا۔ وہ بیچارہ تو اب باہر بھی نہیں جا سکتا تھا۔ ایک گہری سانس بھر کر صوفے کی طرف جاتے وہ خاموشی سے اس پر بیٹھا۔ تھوڑے میں عزت اسے بھی راس نہیں آ رہی تھی۔ اب مقابل بلکل ہی دور تھی تو اب دروازے کو دیکھتے پچھتا رہا تھا۔!! "اللہ میں بھی تیرا ہی بندہ ہوں! کچھ رحم ڈال دے اس عورت کے دل میں پلیز!! صوفے سے پیچھے ٹیک لگائے چھت کی طرف دیکھتے وہ دعاؤں کے سوا کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔

قسط:1/88

یہ تقریباً رات کا ہی وقت تھا جب خان ولا میں اس وقت خاموشی کا راج تھا۔ سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں آرام فرما رہے تھے!! ایسے میں بالاج خان اس وقت سیڑھیاں چڑھتے دھیرے دھیرے قدموں سے اوپر کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ وہ پچھلے دو دنوں سے لڑائی کے بعد سے روزانہ گیسٹ روم میں ہی سوتا تھا۔ نا تو اس نے کمرے میں جانے کی زحمت کی تھی اور نہ ہی ماورا خان نے کمرے سے نکلنے کی!! ماورا خان بھی خود اپنے کمرے میں ہی بند تھی۔ وہ یہاں کسی سے زیادہ گھلی ملی بھی نہیں ہوئی تھی جو کسی سے بات ہی کر لیتی!! اسی لیے بس اپنے کمرے میں بند وہ اپنے میں ہی مصروف تھی۔۔ کھانا پینا اسے اس کے کمرے میں ہی بالاج خان ملازمہ کے ہاتھ بھیج دیتا تھا۔ پتہ نہیں وہ خود۔ کیوں اس کا سامنا نہیں کر رہا تھا۔ یہ سچ تھا کہ دو دن سے اس نے اور ماورا نے ایک دوسرے کو دیکھا بھی نہیں تھا۔۔ مگر آج اس وقت نجانے کیا سوچتے بالاج خان اپنے کمرے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا۔ اس کے چہرے پر مکمل سنجیدگی تھی۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ اس لڑکی سے سامنا

ہونے پر ان کی لڑائی ہی ہونی ہے لیکن پھر بھی وہ کمرے میں جا رہا تھا۔ شاید اسے اپنی جان عزیز نہیں تھی۔ پہلے والا درد جو پورے ایک دن رہا تھا وہ شاید بھول گیا تھا۔اس کا یہ حال تھا تو پتہ نہیں کمرے میں بند اس لڑکی کا کیا حال ہو گا۔۔

بالاج خان سیڑھیاں چڑھتے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ وہ دروازے کے پاس جاتے تذبذب کا شکار نظر آ رہا تھا کہ اندر جائے یا نہیں! وہ لڑائی نہیں چاہتا تھا۔اور ماورا کے ساتھ سکون سے اس کی گزر نہیں سکتی تھی۔۔بس اسی لیے وہ تھوڑا سوچ سمجھ کر جا رہا تھا۔۔ایک گہری سانس بھر کر لا متناہی سوچوں کو جھٹکتے بالاج خان جھٹکے سے دروازہ کھولتے کمرے میں داخل ہوا۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔۔ بالاج خان نے کمرے میں داخل ہوتے سب سے پہلی نظر سامنے بیڈ پر ڈالی۔اسے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی تھی۔ سامنے ہی اس کی بیوی کروٹ لیے تکیے میں منہ چھپائے ہوئے تھی۔ شاید وہ سوئی ہوئی تھی یا پھر ایسے ہی لیٹی تھی کچھ کہہ نہیں سکتے تھے!!"ماورا خان اس وقت بالاج کے ہی ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس بیڈ پر لیٹی آرام

فرمارہی تھی۔اسے رات میں سونے کے لیے آرام دہ کپڑے چاہیئے ہوتے تھے جو کہ ٹراؤزر شرٹ یا پھر نائیٹی ہی ہو سکتی تھی۔اس کے بغیر اسے نیند ہی نہیں آتی تھی۔اور بالاج خان اس کے لیے سارے ہی قمیض شلوار لے کر آیا تھا۔جینز کا نام بھی نہیں تھا کپڑوں میں !. نا ہی کوئی نائیٹی تھی جو وہ پہن لیتی !! بس اسی لیے مجبوراً اسے بالاج خان کے ہی کپڑے پہننے پڑ رہے تھے جو اس کے لیے کسی عذاب سے کم نہیں تھے ! وہ کبھی ٹراؤزر سمبھال رہی تھی تو کبھی شرٹ !! یقیناًان کپڑوں میں وہ چل تو بلکل نہیں سکتی تھی۔یہ اسے بہت بڑے تھے !! لیکن افسوس کہ مجبوری !! بالاج خان نے ہونٹ کاٹتے ایک نظر اس کی پشت کو دیکھتے کمرے کے اندر بیڈ کی طرف قدم لیے ! اس کے چہرے پر مسکراہٹ رینگی تھی مقابل کو اپنے کپڑوں میں دیکھ کر !! وہ جانتا تھا کہ یہ لڑکی کیسے کپڑے پہن کے سونے کی عادی ہے ! تبھی مسکرا رہا تھا۔۔بیڈ پر جاتے وہ خاموشی سے اس کے پاس ہی بیٹھا۔اس کے ایبرو سکڑ چکے تھے ! پاس آ کے بیٹھنے پر اسے کچھ شق سا پڑ رہا تھا۔پتہ نہیں اب یہ سچ ہی تھا یا غلط فہمی !!

ہیئے مائے لیڈی!! تھوڑااس کے پاس کو جھکتے بالاج خان نے نرمی سے اس کے "
کان میں سرگوشی کی۔اسے اندیشہ ہوا تھا کہ مقابل رو رہی ہے!اب پتہ نہیں ایسا تھا
بھی یا نہیں!اور اگر تھا تو وہ کیوں رو رہی تھی!ماورا خان جو تکیے میں منہ دیے کچھ
اپنے ماں باپ کو یاد کرتے اور کچھ اپنی کمر کے درد کی وجہ سے رو رہی تھی اپنے کان
کے پاس بالاج خان کی آواز سنتے وہ جھٹکے سے پیچھے کو مڑی!!اس کی شہد رنگ
متورم آنکھیں اس وقت سوجی ہوئی تھیں۔جبکہ آنسوں ابھی تک جاری ہی تھے!
خلافِ توقع وہ گردن موڑے خاموشی سے بالاج خان کو دیکھ رہی تھی!ڈھیروں
شکوے تھے ان نظروں میں!جیسے وہ خود بھی تھک ہار کر اس انسان کے شکوے
کرنے بیٹھ گئی ہو!لیکن محض آنکھوں سے!!"کیا ہوا ہے؟تم رو رہی ہو؟بالاج
خان نے حیرت سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس کے گال پر ہاتھ رکھا۔وہ سوچ
بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ کمرے میں آئے گا اور اسے آگے سے یہ نظارہ دیکھنے کو ملے
گا۔!!اسے رلانے والی خود بھی رو سکتی تھی؟حیرت کی انتہا تھی!!"نہیں مجرے
کر رہی ہوں!دیکھنے ہیں؟لاکھ دل میں غم ہو،لاکھ رونا آرہا ہو،مگر زبان چلانا کون

بھولے ؟؟ وہ اتنے درد میں ہونے کے باوجود بھی تڑخ کر جواب دینا بلکل نہیں بھولی تھی۔ہاں تو مقابل اندھا تھوڑی تھا جو دیکھتے ہوئے بھی اس سے پوچھ رہا تھا کہ کیا تم رو رہی ہو! ظاہر ہے اس کی آنکھوں سے آنسوں گر رہے تھے تو وہ رو ہی رہی تھی !تف تھی ان دونوں پر ! ! بالاج خان جو اس سے کوئی ایمو شنل جواب ایکسپکٹ کر رہا تھا کہ مقابل رو رہی ہے تو اسی حساب سے بولے گی مگر اس کے جواب پر وہ منہ نیچے کرتے نفی میں سر ہلاتے ہنسا۔وہ کیسے بھول گیا تھا کہ اُس کی بیوی زبان کی بہت تیز اور کڑوی ہے ؟اسے ایسا ہی جواب ملنا تھا۔ ! ! "سو بسملّہ ! ! میں تو دیکھنے کو تیار بیٹھا ہوں ! اس دن حلال ریسلنگ ہوئی تھی آج حلال مجرہ ہو جائے ! موڈ اور دن دونوں بن جائے گا میرا۔ ! ! مسکرا کر کہتے بالاج خان اس کے چہرے کی طرف جھکا۔وہ جوتے اُتارتے بیڈ پر مکمل طور پر بیٹھتے اس کے چہرے کے پاس جھک چکا تھا۔جبکہ ایک ہاتھ ابھی تک گال پر ہی تھا۔جو ماورا نے بھی نہیں جھٹکا تھا۔شاید وہ بالاج خان کے ہاتھ کو محسوس ہی نہیں کر رہی تھی۔ ! ! "زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے ! میں نے نہیں لڑنا تم سے ! اس کے جواب پر ماورا خان نے

آنسوں صاف کرتے آنکھیں گھمائی! وہ ابھی بھی روتے روتے ہی اس سے بات کر رہی تھی! البتہ ایسا لگتا تھا جیسے آج اس میں بحث کرنے کی ہمت نہ ہو! وہ تھکی ہوئی تھی! "اچھا بتاؤ رو کیوں رہی ہو؟ کسی نے کچھ کہا ہے؟ بالاج خان نے نہایت نرمی سے پوچھتے اس کے ماتھے پر لب رکھے! اسے فکر ہو رہی تھی کہ مقابل پتہ نہیں کیوں رو رہی ہے اور ایسے بیہیو کر رہی ہے!! "شوہر مر گیا میرا اس لیے رو رہی ہوں!! بہت ہی غیر سنجیدہ جواب سنجیدگی کے ساتھ آیا۔ وہ ایسے بات کر رہی تھی جیسے بلکل کوئی نارمل بات کر رہی ہوں۔ مگر اس کے الفاظ تو بالاج خان ہی جانتا تھا۔ "استغفرُاللہ!! کیوں اپنے جیتے جاگتے شوہر کو رو رہی ہو تم؟؟ ابھی نہیں مرنا میں نے! ابھی تو ہماری فرسٹ نائٹ بھی نہیں آئی!! بنا برا منائے وہ ابھی بھی نرمی سے ہی بات کر رہا تھا۔ کیونکہ اس کے آنسوں دیکھ کر وہ نرم پڑ گیا تھا۔ اور پھر کچھ مقابل کا لہجہ تو نرم ہی تھا۔ "لگتا ہے پہلی مرتبہ کا درد بھول گئے ہو تم! تبھی دوبارہ فرسٹ نائٹ کی بات کر رہے ہو!! کہو تو یاد دلواؤں؟ سیدھے ہوتے ماورا خان نے اپنے پاؤں کو اوپر کرتے پاؤں کے انگوٹھے کو اسکی تھائیز پر رکھا۔ البتہ وہ اسے صرف

ڈرا رہی تھی۔ اس رات اپنی حرکت کو یاد کرتے وہ سچی پکی توبہ کیے بیٹھی تھی۔۔ جیسا بھی تھا شوہر تو آخر اسی کا تھا۔ بالاج خان نے چہرہ نیچے ایک نظر اس کے پاؤں کو دیکھا۔ یہ شکر تھا کہ اس کے پاؤں فولڈ تھے! ورنہ ایک مرتبہ پھر وہ ساری رات درد میں تڑپتا رہتا۔ وہ صرف سوچ ہی سکا۔۔ "تمھارا بھی نقصان ہو گا اس میں یاد رکھنا۔۔ بالاج خان نے اس کی کمر سے ہاتھ گزارتے اس کے کان میں سرگوشی کی! وہ مزید تھوڑا اس پر جھک چکا تھا۔ مقابل کے آنسوں بھی نہیں رکے تھے!! "بھاڑ میں جاؤ تم! سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے ماورا نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ وہ بندہ اس کے اوپر آ چکا تھا اور وہ کچھ بول بھی نہیں سکتی تھی کیونکہ چیخنے کی اس کے اندر ہمت نہیں تھی۔ تبھی آج وہ جواب بنا چیخے نارمل لہجے میں دے رہی تھی۔ لیکن الفاظ ویسے ہی تھے! "ساتھ چلتے ہیں! اس کی آنکھوں میں دیکھتے دلفریب لہجے میں جواب دیا گیا۔ وہ ایک ہاتھ اس کے گال پر رکھے دوسرے کو اس کے سر پر پھیر رہا تھا۔ "رو کیوں رہی ہو تم! جواب دو شاباش۔ وجہ بتاؤ تاکہ مسئلے کا حل نکالیں! ہلکا سا اس کے ہونٹوں کو چھو کر پیچھے ہوتے بالاج خان سوال گو تھا۔۔ "تم

سے بڑا مسئلہ کوئی ہو سکتا ہے؟ بھولے بھٹکے سے اپنے ہاتھ کو اٹھا کر اس کے گال پر انگلی ٹریس کرتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا گیا۔ "تم مجھے آج کیوں موڈ میں لگ رہی ہو؟ دیکھو مجھے اپنی عزت بہت پیاری ہے! مانا میں شوہر ہوں لیکن۔۔۔"

بالاج خان مذاق میں ابھی بات مکمل کرتا کہ ماورا نے پہلے ہی اس کے بالوں میں پیچھے ہاتھ الجھائے اس کے چہرے کو خود پر جھکاتے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ بالاج خان کی آنکھیں حیرت کے مارے پوری کی پوری کھل چکی تھیں! اس نے تو مذاق کیا تھا؟ لیکن ایسا لگتا تھا کہ اس کی بیوی واقعی موڈ میں تھی! ایسا اسے لگتا تھا۔ وہ جانچتی نظروں سے اس کی آنکھوں سے برستے آنسوں دیکھ رہا تھا۔ مقابل بند آنکھوں سے رو رہی تھی۔ جبکہ ساتھ ساتھ اس کے ہونٹوں کو اپنے موتیے سے باریک سے دانتوں سے کترتے نجانے اس سے کیا چاہ رہی تھی!! بالاج خان نے اس کی کمر سے ہاتھ گزارتے خود نیچے بیڈ پر ہوا۔ وہ کروٹ لیتے اسے اپنے اوپر کر گیا تھا۔ البتہ نامحسوس انداز میں دھیرے سے وہ بھی اس کا ساتھ دینا شروع ہو چکا تھا۔ نا تو کہیں مقابل نے سختی دکھائی تھی نا ہی وہ دکھا رہا تھا۔ وہ دونوں آنکھیں

بند کئے سارے جھگڑے بھلائے ایک دوسرے کے ہونٹوں سے لپٹے اپنی پیاس مٹا رہے تھے! بالاج خان کو سمجھ ابھی بھی نہیں لگی تھی کہ یہ مہربانی کیوں ہوئی ہے! خیر جو بھی تھا آخر فائدہ تو اسی کا ہوا تھا۔ تبھی وہ موقع کا فائدہ اٹھا رہا تھا۔اسے اپنے اوپر کیے وہ اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے نرمی سے اس کے لبوں کو سک کرنے میں مصروف تھا۔ماورا خان بھی خاموشی سے اس کا ساتھ دے رہی تھی۔ نجانے آج اسے کیا ہوا تھا۔۔کافی دیر تک اسی طرح ایک دوسرے کے لبوں سے لپٹ کر اپنی پیاس بجھائے ماورا نے دھیرے سے اپنے ہونٹ اس سے آزاد کروائے! اس کی سانسیں بلکل ختم ہونے لگی تھیں۔ تبھی وہ دھیرے سے پیچھے ہٹ چکی تھی۔ جانتی جو تھی کہ مقابل خود تو کبھی نہیں چھوڑے گا۔!! بالاج خان نے خاموش نظر اس پر ڈالتے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری! وہ خود کو تیار کر رہا تھا کہ یہ اب پھر بولے گی یا لڑائی کرے گی!! لیکن ایک مرتبہ پھر جو ہوا وہ اس کی سوچ کے برعکس تھا۔۔ماورا خان خاموشی سے ایک بھیگی نظر اس پر ڈالتے اس کے گلے میں بانہیں حائل کرتی اس کی گردن میں منہ چھپا چکی تھی۔ وہ رو رہی تھی۔ وہ پھر سے رونے لگی تھی۔

نجانے کیا تکلیف تھی جو آج اسے بار بار رلا رہی تھی۔ وہ سسکیوں سے رونے لگی تھی۔!! بالاج خان نے پریشانی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلایا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا آج اس لڑکی کو! ایسا کیا ہو گیا تھا جو وہ ڈپریسڈ دکھ رہی تھی۔!! "کیا ہوا ہے میری جان! بتاؤ تو سہی آخر بات کیا ہے؟ میری کوئی بات بری لگی ہو تو سوری! لیکن بتاؤ تو سہی کہ ہوا کیا ہے؟ اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے دھیرے سے پوچھا گیا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ فکر اور پیار جھلک رہا تھا۔۔ جبکہ ماورا خان بنا کوئی جواب دیے خاموشی سے اس کی گردن میں منہ گھسائے اسے اپنے آنسوؤں سے بھگو رہی تھی۔ وہ سن رہی تھی اس کی بات مگر کوئی جواب نہیں دے رہی تھی!! "ہئے مائے لیڈی! تم پر یہ رونا سوٹ نہیں کرتا۔ تم میری شیرنی ہو میری جان۔ رونا بند کرو شاباش!! اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے بالاج خان نے دونوں ہاتھوں سے اس کے آنسوں صاف کیے! وہ اس کا غم جاننے کی ہر کوشش کر رہا تھا لیکن مقابل بتا ہی نہیں رہی تھی! "سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے بالاج۔ ہر چیز کے قصوروار تم ہو! میرے ہر درد کے پیچھے وجہ تم ہو!! ہر تکلیف تمہاری وجہ سے ہے!! بھیگی سی آواز

میں دھیرے سے کہتے وہ تھکے ہارے انداز میں اس کے ماتھے سے ماتھا ٹکا چکی تھی۔ شکایتیں بھی وہ اسی سے کر رہی تھی اور سہارا بھی اسی کا لے رہی تھی۔ کیونکہ کوئی اور آپشن نہیں تھا۔!! بالاج خان نے بے دردی سے اپنا نچلا کھ دانتوں تلے کچلا۔ اب تو اس نے کچھ بھی نہیں کیا تھا۔ پھر آج کیوں وہ اسے بلیم کر رہی تھی۔"جب تک تم مجھے وجہ نہیں بتاؤ گی تب تک ہم مسئلہ سولو نہیں کر سکتے! کہیں درد ہے؟ کوئی تکلیف ہو رہی ہے! کوئی بات بری لگی ہے؟ کچھ یاد آرہا ہے؟ کیا ہوا ہے شئیر کرو مجھ سے!! اپنی زبان باہر نکال کر اس کے ہونٹوں پر لک کرتے بالاج خان نے سرگوشی نما آواز میں پوچھا۔!! مقابل کے آنسوں اس کے گالوں پر گر رہے تھے!!"مجھے بہت درد ہے بالاج! میں مر جاؤں گی! دھیرے سے کہتے ماورا خان نے ایک ہچکی سی بھری! شاید اسے کوئی جسمانی تکلیف تھی!"کہاں درد ہے بتاؤ! ڈاکٹر کے پاس چلتے ہیں پھر۔ رونا بند کر کے بتاؤ میری جان! پریشان کر رہی ہو تم مجھے!! نرمی سے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے وہ پھر سے سوال گو تھا۔ اس کے ہاتھ مقابل کی کمر پر پھرتے اب نیچے کی طرف سرکنے لگے تھے! ماورا خان نے پھر سے

نفی میں سر ہلاتے خاموشی سے اس کی گردن میں منہ گھسایا۔ وہ اسے بتانے سے قاصر تھی!! بالاج خان جو پھر سے اس سے کچھ پوچھنے لگا تھا اس کی کمر کے نیچے پھرتے ہاتھ ایک لمحے کیلئے رکے !اسے کچھ محسوس ہوا تھا۔ایک مرتبہ پھر ہاتھ پھیر کر اپنا شک کنفرم کرتے بالاج خان نے ایک نظر اس کے بالوں کو دیکھا۔ وہ شاید مسئلے کو سمجھ گیا تھا۔!! سیدھی ہو جاؤ جان من !اٹھو میں تمھیں گرم پانی لا دیتا ہوں ! ٹھیک ہو جائے گا درد!! اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے بالاج خان نے نرمی سے کہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ ساری بات کیا ہے اور سارا رونا کس چیز کا ہے !کاش کہ پہلے ہی مقابل اپنے منہ سے بتا دیتی!! "کیا ہو گا گرم پانی سے ہاں؟ تم نے اس دن پھینک کے مارا تھا مجھے بالاج ! میری کمر میں بھی شدید درد ہے ! دو دن اس کمرے میں اکیلا چھوڑ دیا کہ مرتی رہے اکیلی ! کوئی پوچھتا بھی نہیں آ کر کہ مر گئی ہے یا زندہ ہے ! میں صبح سے اسی بستر پر پڑی رو رہی ہوں ! یہی سلوک کرنا تھا تم نے میرے ساتھ تو کیوں زبردستی نکاح کیا تھا؟ میری کمر ٹوٹ رہی ہے دو دن سے کہ میں اس بیڈ سے بھی مشکل سے اٹھ کر واشروم تک جا رہی ہوں ! لیکن تمھیں کیا ہے ؟ایک

مرتبہ پوچھنا بھی گوارہ نہیں کیا!"زہر آلود نظروں سے اسے دیکھتے وہ روتے ہوئے اسے اپنے ساری مسئلے بتا گئی تھی۔ وہ سچ کہہ رہی تھی کیونکہ مقابل واقعی میں ایک لاپرواہ انسان تھا۔ وہ اسے اس انجان گھر میں تنہا کر گیا تھا۔۔ بالاج خان نے شرمندگی سے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ وہ تو صرف اس وجہ سے نہیں آیا تھا کیونکہ اس میں لڑائی کرنے کی ہمت نہیں تھی! ان دونوں میں پیار سے بات ہوتی ہی کب تھی جو وہ دو گھڑی سکون کا سوچ کر اس کمرے میں آتا؟؟ اور رہی درد کی بات تو اسے خود کو بھی اس ساری رات درد رہا تھا۔ ہاں لیکن اس نے شکوہ نہیں کیا تھا۔ خاموشی سے اسے دیکھتے بالاج خان اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے سیدھا ہوا۔!! وہ خود اٹھ کے بیٹھتے اسے اپنی گود میں کر گیا تھا۔ وہ شرمندہ نظر آرہا تھا کیونکہ اسے واقعی مقابل سے لاتعلق نہیں ہونا چاہیے تھا۔ "اچھا رونا بند کرو! آئندہ لڑ مر جاؤں گا لیکن تمھیں اس طرح چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ رونا بند کرو شاباش!! مطلب لڑنا نہیں چھوڑنا ان دونوں نے! وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ پیار تمیز سے اسی کمرے میں رہ لوں گا۔ مگر نہیں بالاج خان اور سدھر جائے ناممکن سی بات تھی!!

"کیسے رونا بند کروں! میری جان جا رہی ہے! کچھ پیٹ میں درد اوپر سے کمر درد! تمھیں ہوتا تو پتہ چلتا۔۔ سوں سوں کرتے وہ اسے اپنے درد سے آگاہ کر رہی تھی۔ شاید وہ زیادہ تکلیف میں تھی!! "اچھا چھوڑو ایک منٹ! میں آیا۔ بالاج خان نے اپنے گلے سے اس کے بازو نکالے! وہ اسے سائڈ پر لٹاتے بیڈ سے اٹھنے لگا تھا۔ ماورا خان نے خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے تکیے میں منہ چھپایا۔ وہ میں جانتی تھی مقابل کہاں جا رہا ہے! بس وہ واپس آجاتا۔۔ بالاج خان نے خاموشی سے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھتے وہاں سے آئل کی بوتل اٹھائی۔ اسے ایک مرتبہ ریسلنگ کے دوران کمر پر لگی تھی۔!! تب عظمیٰ بیگم نے تیل کی مالش کی تھی اور اس کا درد ٹھیک بھی ہو گیا تھا۔ بس یہی ٹوٹکا اب وہ اپنی بیوی پر آزمانے والا تھا۔۔ آئل کی بوتل اُٹھائے وہ واپس سے بیڈ کی طرف بڑھا۔!! "سیدھی ہو کر بیٹھو ایک منٹ! بیڈ شیٹ سہی کرنی ہے! بیڈ کے پاس کھڑے ہو کر بالاج خان نے ناگواری سے بیڈ شیٹ کو دیکھتے حکم دیا۔ وہ ساری ایک طرف سکڑی ہوئی بہت بری لگ رہی تھی! کم از کم بیڈ شیٹ تو درست کر لیتی یہ لڑکی!! وہ صرف سوچ ہی سکا۔۔ "میں یہاں مر

رہی ہوں اور تمھیں بیڈ شیٹ کی پڑی ہے؟ شکوہ کناں نظروں سے اس کی طرف دیکھتے وہ روتے ہوئے گویا ہوئی!! بالاج خان ایک گہری سانس بھرتے نفی میں سر ہلاتے بیڈ پر بیٹھا۔۔ مقابل کے ساتھ رہ کر اسے گندگی کی عادت ڈال لینی چاہئے تھی!! "آئل لگاؤں گا تمہاری کمر پر بلکل ٹھیک ہو جاؤ گی! اور پیٹ کے درد کی میڈیسن دیتا ہوں وہ لے لو! صبح تک ٹھیک ہو جاؤ گی انشاءاللہ!! نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے بالاج خان نے اس کی طرف جھکتے کان میں سرگوشی کی! مقابل اوندھے منہ لیٹی ہوئی تھی۔!! ماورا نے خاموشی سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ مقابل کچھ بھی کرتا بس۔اسے اس درد سے نجات چاہیے تھی۔وہ مرنے والی ہو رہی تھی! بالاج خان نے بوتل کو سائڈ پر رکھتے اسے کمر سے پکڑتے مکمل طور پر الٹا لٹایا۔ وہ اس کے جسم پر موجود شرٹ کو نرمی سے اوپر کی طرف کر رہا تھا۔۔ ماورا خان خاموشی سے پڑی تکیے میں منہ چھپائے ہوئے تھی۔۔ مکمل طور پر شرٹ کو اوپر کرتے اس کی برہنہ کمر پر محض ایک سیاہ رنگ کی پٹی دیکھتے بالاج خان کے گلے میں گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہوئی! وہ پہلی مرتبہ لائیو کسی کی کمر دیکھ رہا تھا۔ مقابل کی

دودھیا سفید بنا کسی داغ کے کمر اس کے سامنے تھی۔ اوپر سے اس پر سیاہ رنگ کی وہ محض ایک پٹی قیامت ڈھا رہی تھی!! ایک نظر اس کے سر کی طرف دیکھتے بالاج خان نے ہونٹ کاٹتے مقابل کے جسم سے مکمل طور پر شرٹ کو ریمو کیا۔ وہ جھٹکے سے بنا اسے سمجھنے کا موقع دیے اپنا کام کر چکا تھا۔!! ماورا نے تکیے سے چہرہ نکالتے گھورتے ہوئے اسے دیکھا۔ مقابل اب فری ہو رہا تھا۔ البتہ وہ ابھی تک سیدھی نہیں ہوئی تھی۔ صرف چہرے کا رخ موڑا تھا۔۔ "رکاوٹ بنتی ایسے ہی بیچ میں بس اسی لیے اُتار دی!! کندھے اچکا کر اس کی گھورتی آنکھوں میں دیکھتے صفائی دی گئی!! ماورا نے خاموشی سے سر جھٹکتے واپس سے تکیے میں منہ دیا۔ وہ بس ایک مرتبہ ٹھیک ہو جاتی! پھر اچھے سے اس کی خبر لیتی ذرا۔ ابھی وہ چپ تھی! بالاج خان نے مقابل کی خاموشی پر شکر ادا کرتے تھوڑا نیچے کو جھکتے نرمی سے اس کی کمر پر لب رکھے! اسے یہ بل کھاتی پتلی سی کمر بری طرح اپنی طرف اٹریکٹ کر رہی تھی!! مگر ہائے مقابل اسے جان سے مار دیتی۔!! تبھی سیدھے ہوتے جھٹکے سے اس کے پردے میں اُنگلیاں الجھاتے اسے کھولا۔ اس نے محض ہک کھولے تھے! اسے مکمل نہیں اتارا

تھا۔۔ایک گہری سانس بھر کر ہاتھ میں آئل لیتے اس نے نرمی سے مقابل کی کمر پر رکھتے اپنے ہاتھوں کو حرکت دینا شروع کیا۔!! ماورا خان جو اوندھے منہ پڑی تھی خاموشی سے تھوڑا سا اوپر اٹھتے اس نے آگے کو ہوتے مقابل کی گود میں اپنا سر رکھا۔اس کی آنکھوں سے وقفے وقفے سے ابھی بھی آنسوں بہہ رہے تھے! وہ مکمل طور پر اپنا آپ اس کی گود میں ٹرانسفر کیے خاموشی سے اس کی کمر کے اطراف میں منہ گھسا چکی تھی۔جو بھی تھا، جیسا بھی تھا، جتنا بھی ظالم تھا، جتنی بھی لڑائیاں تھی، اس لڑکی کی پہلی محبت تھا یہ انسان۔اگر ماورا خان زندگی میں کبھی کسی مرد کے لیے روئی تھی تو وہ بالاج خان تھا۔ وہ جتنی بھی بدتمیز بن جاتی! ایک عدد دل وہ بھی رکھتی تھی۔ کبھی کبھی دل پگھل جایا کرتے ہیں! خاص کر تکلیف میں!! "بالاج خان کے چہرے پر دلکش دھیمی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔۔مقابل بھی بچی بن ہی گئی تھی۔وہ پہلی مرتبہ اس کا یہ روپ دیکھ رہا تھا۔جو کہ کافی دلکش تھا۔کاش کہ وہ ایسی ہی رہتی ہمیشہ!! نیچے کو جھک کر اس کے بالوں پر لب رکھتے بالاج خان نے نرمی سے ہلکے ہاتھوں سے اس کی کمر میں مساج شروع کی۔وہ اس کی برہنہ کمر پر اوپر

سے نیچے تک ہاتھ پھیرتے اسے سکون دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ ماورا خان بے ساختہ ہی سکون کے ساتھ اپنی آنکھیں بند کئے پڑی اس کے ہاتھوں کو محسوس کر رہی تھی! اسے سکون مل رہا تھا۔۔ "کہو تو تھوڑی آگے بھی کر دوں مساج؟؟ کافی دیر تک اس کی کمر پر ایسے ہی ہلکے ہاتھوں سے مساج کرنے کے بعد بالاج خان نے ایک لمحے کے لیے رکتے اس کے کان میں مسکراتے ہوئے سرگوشی کی! وہ شرارت سے پوچھتے اسے تنگ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔!! مقابل کی برہنہ دھڑکنیں وہ اپنی تھائیز پر بخوبی محسوس کر رہا تھا۔ "تم نے۔۔ اگر میرا۔ فائدہ اٹھایا تو۔۔ میں تمھارا۔ منہ توڑ دوں۔۔ گی!" نیند کے زیرِ اثر دھیمے سے جواب دیتے اس نے آنکھیں ابھی بھی نہیں کھولی تھی! سکون کے احساس سے اسے نیند آنے لگی تھی۔ تبھی وہ غنودگی میں جا چکی تھی!! بالاج خان اس کی نیند میں ڈوبی آواز سنتے دھیرے سے مسکرایا۔ اگر اس کا چہرہ بلکل مقابل کے پاس نہ ہوتا تو وہ اس کی آواز سن ہی نا پاتا۔ "اتنا گھٹیا بھی نہیں ہوں! برا ہوں گندا ہوں کچھ بھی بن جاؤں! لیکن حوس پرست اور گھٹیا نہیں ہوں! تم مکمل برہنہ ہو کر بھی مجھ پر اعتبار کر سکتی ہو! میں

ایک سیلف کنٹرول پرسن ہوں!! تھوڑا جھکتے بالاج خان نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ مقابل اسے کچھ زیادہ ہی برا سمجھتی تھی جو اس کے لیے تکلیف دہ تھا۔۔ "اچھی بات ہے! اس کی کمر کو ایک ہاتھ سے تھپک کے آنکھیں بند کئے ہی دھیرے سے جواب دیتے وہ شاید مکمل طور پر سو چکی تھی۔ وہ اس سے نیند میں باتیں کر رہی تھی!! "جھلی!! مسکرا کے کہتے آئل کی بوتل کو سائڈ پر رکھتے بالاج خان نے اسے کمر سے پکڑ کر اپنے مقابل کرتے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔ وہ ایک ہاتھ سے کمبل کو درست کیے خود بیڈ پر لیٹتے اسے بھی اپنے ساتھ لیے لٹا چکا تھا۔۔ جبکہ دوبارہ شرٹ کا تکلف نہیں تھا کیا اس نے!! بالاج خان نے ایک بوسا اس کے ہونٹوں پر دیتے تھوڑا نیچے کو چہرہ کرتے اس کی دھڑکنوں پر نرمی سے لب رکھے! اب وہ اتنا بھی شریف تھا کہ تھوڑا بہت کچھ بھی نہ کرتا۔ آخر تھی تو اپنی ہی بیوی! اور موقع بھی اچھا تھا کہ مقابل گہری نیند میں سو رہی تھی!! وہ اسے مکمل طور پر اپنے حصار میں قید کیے خود اس کی دھڑکنوں میں منہ دیے نرمی سے ان پر لب رکھ رہا تھا۔ اگر مقابل صبح ان پر کوئی نشان دیکھ لیتی تو اس کا سر پھاڑ دیتی وہ جانتا تھا۔ وہ ماورا

سے کبھی اچھے کی اُمید رکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ تبھی خود پر ضبط کیے بس نرمی سے اس کے مخملی نشیب و فراز سے لپٹا ان پر اپنے بوسوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔ ماورا خان گہری نیند میں گم سکون سے پڑی تھی۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ اس کا شوہر نیند میں اس کے ساتھ کیا کر رہا ہے بالاج خان ابھی تک اسی پوزیشن میں تھا۔ وہ انہیں چھوڑنے کو تیار ہی نہیں تھا۔ کیونکہ اس کا دل ہی نہیں بھر رہا تھا۔ اب جب تک مقابل نا اٹھتی یا پھر اسے نیند نہیں آنی تھی تب تک اس نے مقابل کی دھڑکنوں کو چھوڑنا نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ موقع ملا تھا تو اچھے سے فائدہ اٹھاتا۔

یہ تقریباً رات کا وقت تھا جب عشاء کی اذان کی آواز ہر طرف گونج رہی تھی۔ اب سردیاں شروع ہو چکی تھیں تو ساتھ بجے تک عشاء کا وقت ہو رہا تھا۔۔ ایسے میں عدیل شاہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود بیڈ پر لیٹا کسی کے ساتھ کال پر مصروف تھا۔ وہ کوئی اور نہیں اس کی بیوی تھی جس کے ساتھ دن رات وہ کال پر لگا رہتا تھا۔ پتہ نہیں ان دونوں کی ایسی کونسی باتیں تھیں جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتی

تھیں۔ وہ کام پر بھی ہوتا تو کان میں ایئر پوڈ لازمی لگا رہتا تھا۔ اور کال چل رہی ہوتی تھی۔ بھلے ہی دونوں اپنے اپنے کام میں مصروف ہو لیکن کال نہیں کٹنی چاہیے! وہ دونوں اتنے ہی ایک دوسرے سے اوبسیسیڈ تھے!! ابھی بھی وہ بیڈ پر لیٹا تکیے کو اپنے سینے پر رکھے رائنا خان سے باتوں میں مصروف تھا۔ کہ عشاء کی اذانوں کی آواز سنتے اس نے تکیہ سائڈ پر رکھا۔ آج کل تو وہ تہجّد بھی پڑھ رہا تھا۔ پہلے جہاں دن میں تین سے دو نماز پڑھی جاتی تھیں اب ایک بھی نہیں چھوٹ رہی تھی۔ اسے شدت سے ایک دعا کے قبول ہونے کا انتظار تھا۔ بس اسی لیے عبادتیں بڑھا دی تھیں۔ ابھی بھی وہ عشاء کی نماز کے۔ لیے ہی اٹھنے لگا تھا۔ اس کی عادت تھی کہ عشاء تہجّد اور فجر وہ اپنے کمرے میں گھر پر ہی پڑھتا تھا۔ ہاں باقی نمازیں مسجد میں پڑھی جاتی تھیں!! "اٹھو تم بھی! نماز پڑھ کر بات کرتا ہوں۔ اٹھ کر بیٹھتے عدیل شاہ نے دوسری طرف موجود رائنا خان کو حکمیہ انداز میں کہا۔ اپنے ساتھ ساتھ وہ اسے نماز نا پڑھائے ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟ ہوتے تو چوبیس گھنٹے وہ دونوں کال پر تھے! جب بھی وہ خود اٹھتا تھا ساتھ۔ اسے بھی کہہ دیتا تھا۔ "جا ہی رہی تھی میں! فون بھی

چارج پر لگا رہی ہوں! اسپیکر آن ہے۔!! دوسری طرف سے رائنا خان کی نسوانی آواز ابھری!! وہ بھی اٹھ ہی رہی تھی۔ ساتھ بتا دیا کہ فون اسپیکر پر ہو گا۔ یعنی وہ کال کٹ کرنے والی نہیں تھی۔ ان دونوں کا روزآنہ کا یہی حال تھا۔۔ "اوکے!! سنجیدگی سے کہتے عدیل شاہ نے فون ایسے ہی سائڈ پر رکھا۔۔ وہ بیڈ سے کھڑا ہو چکا تھا۔ البتہ کال چل ہی رہی تھی!! سائڈ سے اپنی قمیض اٹھا کر پہنتے عدیل شاہ نے اپنے قدم واشروم کی طرف لیے! وہ وضو کرنے کی خاطر واشروم کی طرف بڑھ رہا تھا۔!! دوسری طرف کال پر موجود رائنا خان ہوا اٹھ چکی تھی۔ وہ آج کل دن رات گھر میں ہی ہوتی تھی! برہان خان نے اسے دوبارہ یونی جانے کے لئے کہا تھا لیکن اسے عدیل نے منع کر دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ کوئی ضرورت ہی نہیں ہے دماغ کھپانے کی! اسی کا حکم مانتے وہ سیدھی طرح گھر میں موجود اب اپنی رخصتی کے !!انتظار میں تھی

عدیل شاہ واشروم سے وضو کرتے باہر آیا۔ وہ جائے نماز کو بچھائے نماز کے لیے" کھڑا ہو چکا تھا۔ کبھی تو اس کی امامت میں اس کی عورت بھی نماز پڑھتی! یہ سوچ تو

ہر نماز سے پہلے ضرور آتی تھی! پتہ نہیں اس کی ماں نے کب ماننا تھا؟ وہ مقابل کو بھگا بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ رائنا خان نے خود ہی سختی سے انکار کیا ہوا تھا۔ بہتر تھا وہ دونوں بیٹھ کر کی معجزے کا انتظار کرتے!! اچھی طرح اپنی نماز کو مکمل کرتے عدیل شاہ نے نماز کے بعد کی چند دعائیں پڑھی! وہ سر اور ٹوپی اوڑھے شلوار قمیض میں۔ ملبوس جائے نماز پر بیٹھا اس دنیا کا سب سے خوبصورت انسان معلوم ہو رہا تھا۔ مرد کی اصل خوبصورتی یہی ہے کہ وہ دین پر کتنا ہوتا ہے!۔ جو کہ اس وقت عدیل شاہ پوری طرح سے تھا۔ کاش کہ یہ مسلسل قائم بھی رہتا۔۔ زمین پر بیٹھا وہ اپنی انگلیوں پر کوئی ازکار کر رہا تھا۔۔ تمام ذکر واذکار سے فارغ ہوتے عدیل شاہ نے ایک نظر اُداس سا مسکراتے چھت کی طرف دیکھا۔ کبھی کبھی تو اس کا بس نہیں چلتا تھا کہ اسے کوئی ایسی آیات مل جائے جو پڑھنے سے دعا فوری قبول ہو جائے! مگر پھر اسے صبر کے متعلق یاد آجاتا تھا۔ اور وہ تھم جاتا تھا۔ "یا اللہ!! دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے عدیل شاہ نے نامہ آنکھوں سے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھتے دھیمے سے پکارا۔ کیا کچھ نہیں تھا اس کی آواز میں!! تڑپ، چاہت، کچھ پانے کی خواہش، خدا سنے یہ

ایک یہی اُمید، نمی اور بھی بہت کچھ جیسے اس کی آواز میں رچ بس گیا تھا۔ اس کی عادت تھی وہ دعا تھوڑی درمیانی آواز مانگا کرتا تھا۔ اس طرح وہ اپنی دعا پر دھیان دے پاتا تھا۔ اور ایک چیز وہ کوشش کرتا تھا کہ اس کی دعا صرف وہی سنے یا پھر خدا۔۔ لیکن اکثر ایسا ممکن نہیں ہوتا تھا۔ مسجد میں بھی اکثر لوگ مسکراتے ہوئے اسے دیکھتے تھے کیونکہ وہ تھوڑی درمیانی آواز میں دعا مانگتا تھا۔ تقریباً ساتھ والے دو تین لوگ تو آسانی سے سن لیتے تھے اس کی آواز! وہ بھی اب عادت کے ہاتھوں مجبور تھا۔ آہستہ آواز میں اس سے مانگا ہی نہیں جاتا تھا۔۔ "اللہ لوگوں کے دلوں میں رحم ڈال دے! میری ماں کے دل میں رحم ڈال دے اللہ۔ میں تُجھ سے کچھ حرام نہیں مانگ رہا۔ خدا مجھے حلال کی ضرورت ہے! اپنے نبی کے صدقے سے مجھے حلال عطا کر دے!! کچھ اولین دعائیں مانگتے وہ سب سے اہم بات پر آ چکا تھا۔ وہ پہلے سارا کچھ مانگ لیتا تھا اور پھر آخر میں دیر تک اس کی ایک یہی مخصوص دعا ہوتی تھی۔ وہ نم آنکھوں کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو دیکھتے خدا کے آگے گڑگڑا رہا تھا۔ جیسے وہ دن میں چھ وقت گڑگڑاتا تھا۔۔ اسے بس رائنا خان چاہیے تھی۔ سب

لوگ مان گئے تھے بس ایک اس کی ماں کا ماننا ضروری تھا۔ وہ انہی کے لیے زیادہ دعائیں کرتا تھا۔۔ خدا کے حضور پیش وہ ایک مرتبہ پھر روتے ہوئے گڑگڑاتے ہوئے رائناخان کو خدا سے مانگ رہا تھا۔۔

پاکیزہ بیگم سنجیدگی سے اپنے کمرے سے نکلتے عدیل شاہ کے کمرے کی طرف بڑھیں! انہیں عدیل سے کچھ بات کرنی تھی۔ آج کل وہ دونوں کم ہی لاؤنج بیٹھتے تھے! آج کل ان کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی تو اسی لیے وہ اپنے کمرے میں ہوتی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ عدیل شاہ جاگ رہا ہوگا۔ ابھی تو صرف سات ہی بجے تھے! چنانچہ یہ سردی کے دن تھے تو سات بجے ہی ایسا لگ رہا تھا جیسے گیارہ بج گئے ہو! سنجیدگی سے لاؤنج سے گزرتے وہ اپنے ایک ہاتھ میں تسبیح لیے عدیل شاہ کے کمرے کے باہر جاتے رکیں! وہ خود ابھی نماز پڑھ کر آئی تھی۔ اذانیں ہوئے کافی وقت ہو چکا تھا۔۔ عدیل شاہ کے کمرے کے باہر جاتے انہوں نے دروازہ ناک کیا۔ لیکن دروازہ شاید لاک نہیں تھا۔ وہ ایک مرتبہ ناک کرنے پر ہی خود ہی ہلکا سا کھل

چکا تھا۔!! "کیا بنے گا اس لڑکے کا۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے پاکیزہ بیگم نے اپنے قدم اندر کی جانب لیے! لائٹ آن تھی یعنی مقابل جاگ رہا تھا۔۔ کمرے کا دروازہ کھولے اندر داخل ہوئے ان کی پہلی نظر سامنے کی طرف اٹھی جہاں عدیل شاہ جائے نماز پر بیٹھا اپنے ہاتھوں میں سر کو گرائے نماز کی حالت میں بیٹھا شاید رو رہا تھا۔ پاکیزہ بیگم حیرت سے سامنے دیکھ رہی تھیں جیسے ان کے لیے یقین کرنا تھوڑا مشکل ہو! دعا مانگتے وقت عدیل شاہ کی آواز پھر سے اونچی ہو چکی تھی۔ کمرے میں کوئی بھی اس کی آواز بخوبی سن سکتا تھا۔۔ پاکیزہ بیگم دروازے سے تھوڑا آگے ہو کے کمرے میں کھڑی اس کی بھیگی لرزتی آواز بخوبی سن رہی تھیں۔ وہ سن رہی تھی کہ مقابل دعا میں کیا مانگ رہا ہے! وہ اسی ایک کو مانگ رہا تھا جو مل کر بھی اسے نہیں ملی تھی۔ وہ دونوں ایک ہو کے بھی جدا تھے!! عدیل شاہ رائنا خان کو باقاعدہ نام لے کر خدا سے مانگ رہا تھا۔ حیرت تھی کہ وہ ایک عورت کو اپنے نکاح میں ہونے کے باوجود بھی خدا سے مانگ رہا تھا۔ کیونکہ وہ ماں کے حقوق سے واقف تھا۔ بیوی لاکھ عزیز سہی لیکن وہ جانتا تھا کہ اگر خدا نے ماں کے قدموں تلے جنت رکھی ہے

تو کسی وجہ سے رکھی ہے! وہ دعا کر رہا تھا کہ خدا خود ہی اس کی ماں کے دل میں رحم ڈال دے! "اس کی دعائیں، التجائیں، تڑپ سامنے کھڑی اس کی ماں بخوبی سن رہی تھی۔ جس سے وہ بلکل انجان تھا۔۔ وہ ہر نماز کے بعد ایسے ہی جذباتی ہو جاتا تھا۔ آخر انسان جو تھا۔۔ پاکیزہ بیگم کی خود کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔ مقابل بلک ہی ایسے رہا تھا۔ وہ بچوں کی طرح روتے ہوئے دعائیں کر رہا تھا۔ معصومیت سے! جیسے اس کے پاس کوئی طاقت نہ ہو اور صرف ایک خدا کا آسرا ہو! حقیقت میں تھا بھی ایسے ہی!! دوسری طرف فون پر موجود رائنا خان بھی نماز سے فارغ ہوتے فون کو اٹھائے اس کی دھیمی دھیمی سی آتی آواز سن رہی تھی۔ اسے کچھ کچھ الفاظ سمجھ میں آرہے تھے! اس کی خود کی دعا تو بہت ہی مختصر سی ہوتی تھی۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ مقابل تڑپ کر کافی دیر تک دعائیں مانگتا ہے!! وہ اس کی دعاؤں سے بھی واقف تھی۔!! عدیل شاہ کافی دیر تک اپنی دعا کو مکمل کرتے ہاتھوں کو چہرے پر پھیرتے سجدہ ریز ہوا۔ اسے بلکل علم نہیں تھا کہ کمرے میں کوئی اور انسان بھی ہو سکتا ہے جو کب سے کھڑی خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ اس کی تڑپ، بے چینی

سب کچھ محسوس کر چکی تھیں! سیدھے ہو کر اپنے آنسوں صاف کرتے عدیل شاہ نے جائے نماز سے کھڑے ہوتے اسے فولڈ کیا۔ وہ ایک ہاتھ سے اپنے آنسوں صاف کیے آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک ہی اس کی نظر سامنے کی طرف اٹھی جہاں پاکیزہ بیگم نم آنکھوں کے ساتھ کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ نجانے کیوں ان کی آنکھوں میں یہ نمی تھی!! عدیل شاہ نے جائے نماز بیڈ پر رکھتے فوراً سے اپنے آنسوں صاف کیے! پتہ نہیں کیوں خدا کے علاوہ آنسوں کسی اور کو دکھانے میں بہت عجیب سا محسوس ہوتا تھا۔ اسے سبکی کا احساس ہوتا تھا۔۔ "آئیں ماما۔ وہاں کیوں کھڑی ہیں! ہلکا سا مسکراتے اس نے دھیمے سے انہیں اندر آنے کی اجازت دی! پتہ نہیں وہ کب سے کھڑی تھیں! "میں نہیں ماننے والی عدیل! یوں خدا سے دعائیں مانگ کر تم مجھے میری ضد سے پیچھے نہیں ہٹا سکتے! رائنا بہو نہیں بنے گی میری!! پاکیزہ بیگم نے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کرتے سنجیدگی سے کہا۔ عدیل شاہ جو بیڈ پر بیٹھنے لگا تھا ایک لمحے کے لیے رکا۔ یعنی انہوں نے دعائیں سن لی تھیں! وہ سر جھٹکتے موبائل اٹھا رہا تھا۔۔ "خیر ہے! اللہ پر چھوڑا ہوا میں نے سب کچھ! وہ

جانے اور آپ! میرا مسئلہ نہیں ہے! ہلکا سا مسکراتے وہ خلافِ توقع نارمل سے انداز میں جواب دے گیا تھا۔ ابھی ذرا دل ہلکا پھلکا سا۔ تھا۔۔ اگر اس سے اتنی ہی محبت کرتے ہو تو مجھے کیوں نہیں چھوڑا تم نے؟ حدائق نے بھی تو چھوڑ دیا بھابی کو! وہ تو ان کی طرف دیکھتا بھی نہیں! تم کیوں نہیں چھوڑ سکے مجھے۔!! حالانکہ میں نے دیکھا ہے کہ رائنا تمھیں مجھ سے زیادہ عزیز ہے! جانچنے کے انداز میں اسے دیکھتے وہ سوال گو تھی! "فور گاڈ سیک ماما۔ آپ کا اور رائنا کا بھلا کیا موازنہ؟ ماں اور بیوی کا الگ الگ مقام ہے! آپ کی جگہ آپ کی ہی ہے! اور رہی بات حدائق کی تو اس کی ماں کی حرکتوں سے کون واقف نہیں ہے آخر؟ اسے اپنی بیوی کی مینٹل کنڈیشن کی خاطر یہ قدم اٹھانا ہی تھا۔ میں آپ کو چھوڑ کے آخرت میں خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا؟ دھیرے اور نرمی سے عدیل شاہ نے ان کی بات کا جواب دیا۔ وہ ابھی تک موبائل ہاتھ میں تھامے کھڑا ہی تھا۔ دوسری طرف مقابل باتیں سن رہی تھی! وہ خود بھی اس بات سے متفق تھی۔ آج اگر عدیل اس کی خاطر اپنی ماں کو چھوڑتا تو کل کو اس کی اولاد بھی ہونی تھی۔ ایک مرتبہ وہ خود کو پاکیزہ بیگم کی جگہ پر رکھ کر

دیکھ چکی تھی۔ دیر سے ہی سہی لیکن اسے عقل آچکی تھی۔ کیونکہ عدیل شاہ کی ماں اتنی بھی بری نہیں تھی!!"یہی منہ دکھادینا جس سے ماں کی مرضی کے بنا نکاح کیا تھا۔ گہرا طنز کیا گیا۔ وہ اسے جیسے پرکھ رہی تھیں!!"ماما یار نکاح ہی تو کیا تھا۔ اب بیٹھا ہوں نہ آپ کی مرضی پر!! ایک گہری سانس بھرتے بے بسی سے جواب دیا گیا۔۔"کچھ بھی کہہ لو میری مرضی پر بیٹھو گے تو ساری زندگی کنوارے رہو گے! کیونکہ رائنا کے علاوہ کوئی اور تمھیں دکھتی نہیں ہے!"سہی!!ان کی بات پر محض سنجیدگی سے یک لفظی جواب دیا گیا۔ وہ اور کیا کہتا بھلا؟اس کی ماں تو ماننے کو تیار ہی نہیں تھی!!"یہ جو آگے فون پر چپکی رہتی ہے تمہارے ساتھ اسے بھی کہہ دو کہ کوئی ضرورت نہیں ہے آج کے بعد تمھیں کال کرنے کی! اسے گھور کے برہمی سے کہتے پاکیزہ بیگم کمرے سے ہی نکل چکی تھیں!

پیچھے عدیل شاہ نے سر جھٹکتے فوج کان سے لگایا۔اب اتنا بھی فرمابردار نہیں تھا وہ!! رائنا کے بغیر وہ رہ رہا تھا کافی تھا۔ بات نہ کرتا تو جان سے جاتا۔۔

رات کے اسی پہر اگر خان ولا کی طرف دیکھا جاتا تو سب اپنے اپنے کمروں میں جانے کی تیاری کر رہے تھے! سب لوگ ابھی ہی لاؤنج سے اٹھتے اپنے اپنے کمروں میں گئے تھے!! ایسے میں زارا خان بھی صوفے سے اٹھتی اپنے کمرے کی طرف روانہ تھی۔اسے رفیق خان نے نیچے بلایا تھا۔وہ اسے سمجھا رہے تھے کہ راحیل کو منا لے! آج کل ان دونوں میں بات نہیں چل رہی یہ بات سارے گھر والوں کو ہی پتہ تھی۔راحیل خان ویسے ہی گھر سے غائب رہنے لگا تھا۔تو بہتر تھا کہ وہ اسے ہی کہہ دیتے! بس اسی لیے رفیق خان نے زارا کو نیچے بلائے اسے سمجھایا تھا کہ وہ راحیل سے بات کرے۔!! انہیں لگتا تھا کہ ایک زارا کی وجہ سے ہی وہ اس گھر میں رکا ہوا ہے! انہیں ڈر تھا کہ کہیں راحیل خان دوبارہ سے ان کے گھر کو چھوڑ کر نہ چلا جائے! جب سے پتہ چلا تھا کہ راحیل خان اپنی ہی حق حلال کی اولاد ہے تب سے ان کے دل میں کچھ زیادہ ہی محبت جاگ گئی تھی!

ابھی ہی ان کی باتوں کو سنتے زار اخان اپنے کمرے کی طرف روانہ تھی۔ ابھی راحیل گھر نہیں آیا تھا۔ وہ گھر آتا تو زار اموقع دیکھ کر اس سے بات کر لیتی! وہ خود بھی یہی سوچ رہی تھی۔ اس کا بھائی اس کے لیے اتنا کرتا تھا کچھ تو اس کا بھی فرض بنتا ہی تھا۔!! سنجیدگی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے زار اخان دھیرے سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی! نیچے سبھی لوگ تقریباً اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے! گھر میں ایک مرتبہ پھر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ یہاں کے لوگ ویسے بھی جلدی ہی سو جاتے تھے!! زار اخان اپنے دھیان کمرے میں داخل ہوئی ہی تھی کہ اس کی نظر سامنے کی طرف اٹھی۔ جہاں معاذ شاہ بڑے حق سے اس کے بیڈ پر بیٹھا ٹانگیں پھیلائے ہوئے تھا۔ وہ بتیس کے بتیس دانت نکالے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ زار ا خان نے حیرت سے منہ کھولتے اسے دیکھا۔ یہ انسان ایک مرتبہ پھر اس کا دماغ خراب کرنے آگیا تھا۔ اور وہ کیسے اس کے بیڈ پر بیٹھ سکتا تھا؟ وہ شاک نظر آرہی تھی!! غصے سے دانت پیستے زار اخان نے کمر کے اطراف میں دونوں ہاتھ رکھتے اسے گھورتے ہوئے اپنے قدم اس کی طرف لیے! وہ اپنے پیچھے دروازہ لاک کرنا

بھی بھول گئی تھی۔ دروازہ بند تو تھا لیکن لاک نہیں تھا۔۔اس پر تو جیسے اچانک ہی غصّہ عود آیا تھا۔ یہ انسان آخر سمجھتا کیا تھا خود کو؟؟ وہ کیسے دھڑلے سے اس کے کمرے میں گھسا بیٹھا تھا!!

"اپنی! ہیں آجاتے میں کمرے میرے کر اٹھا منہ کو آپ کیا ہے نہیں کام اور کوئی
نہیں تو میری عزت کا خیال کر لیا کریں!! اس کے پاس جا کر اپنے قدم روکتے زارا خان نے برہمی سے کہا۔ وہ کاٹ دار نگاہوں سے کھڑی اسے گھور رہی تھی۔ زہر لگ رہی تھی اسے اس وقت یہ شکل! کتنا منحوس تھا ہے یہ انسان!! "کس سے لڑ کر آرہی ہو جو غصّہ میرے پر اُتر رہا ہے؟ معصومیت سے پلکیں جھپکتے استفسار کیا گیا۔ حالانکہ وہ اتنا معصوم تھا نہیں۔!! "یہ میرے جُڑے ہوئے ہاتھ دیکھیں اور میرا پیچھا چھوڑ دیں! اس کے ایک مرتبہ پھر سے دونوں ہاتھ جوڑے زارا خان نے اُکتاہٹ جتائی! معاذ شاہ نے ایک نظر خاموشی سے اس پر ڈالتے اسے ہاتھ سے پکڑتے بیڈ پر بٹھایا۔ وہ اسے اچانک ہی کلائی سے پکڑے اپنے پاس بٹھا چکا تھا۔ "کیا ہوا ہے؟ کیوں اتنی تپی ہوئی ہو؟ چلا جاؤں گا میں صرف ایک بات پوچھنے آیا تھا۔

کیونکہ بناد ھمکی کے تم میری کال اٹھانا ضروری نہیں سمجھتی۔اور د ھمکی میں تمھیں دینا بھول گیا تھا۔ سمپل!! اس کی آنکھوں میں دیکھتے سنجید گی سے جواب دیا گیا۔ البتہ کلائی اس نے ابھی تک نہیں چھوڑی تھی! "میں کیوں اُٹھاؤں آپ کی کال؟ آپ کو اندازہ نہیں ہے آپ کی وجہ سے میری زند گی میں کتنے مسئلے کھڑے ہو گئے ہیں! ابھی بھائی کو بھی منانا ہے! میں پاگل ہو کے رہ گئی ہوں! لہجے میں نمی کا عنصر لیے وہ بے بسی سے تکلیف سے اسے بتا رہی تھی!! وہ واقعی پاگل ہونے کو تھی۔۔ "ارے ارے رونا نہیں ہے! میں ہوں نہ سارے فساد کی جڑ؟ تو میں سب کچھ ٹھیک بھی کر دوں گا۔ تم پریشان مت ہوا کرو! تھوڑا آگے کو سر کتے معاذ شاہ نے نرمی سے اسے بچکارا۔ وہ جانتا تھا کتنے مسئلے ہو گئے ہیں تبھی وہ اسے تسلی دینے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ کیسے پریشان ناہوں میں؟ سارے میرے اوپر الزام لگا رہے ہیں! اس کے ہاتھ کو جھٹکتے وہ اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رونے لگی تھی! تیز غصے میں اکثر اسے رونا ہی آتا تھا۔اور پھر اب تو رفیق خان کے لیکچر کم اور اسے لگ رہا تھا جیسے اسے ڈانٹ زیادہ پڑ رہی ہو، اس نے کمرے میں آ کر رونا ہی تھا۔ سونے پر

سہا گہ کہ یہ انسان آ گیا تھا تو وہ اسی کے سامنے اسے کو وجہ بنا کر رونے بیٹھ گئی تھی!
معاذ شاہ نے ہونٹ کاٹتے اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹانے چاہے! اسے اندازہ ہوتا
کہ مقابل کو اتنی تکلیف ہو جائے گی وہ کبھی بوتل پیتا ہی نہیں! اس کے ساتھ ساتھ
وہ بھی اب خود کو قصوروار ٹھہرانے لگا تھا۔ "ایم ریئلی سوری زارا۔ تم مجھ پر یقین
رکھ سکتی ہو! میں ہر تکلیف کا ازالہ کر دوں گا۔ رونا بند کرو شاباش!! معاذ شاہ نے
نرمی سے کہتے اس کے آنسوں صاف کیے! وہ اس کے ہاتھ چہرے سے ہٹا چکا تھا۔
اس ساری تگ و دو میں وہ اس کے نہایت قریب آ چکا تھا۔ وہ دونوں آمنے سامنے
بیٹھے بہت قریب ہوئے پڑے تھے!! "کیا خاک ٹھیک کرے گیں آپ؟ سب
کچھ ہوا ہی آپ کی وجہ سے ہے! زارا خان ابھی بھی اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹی
تھی۔ وہ روئے ہی چلی جا رہی تھی!! "اچھا چپ کرو شاباش۔ تمھیں محبت لفظ کا
مطلب نہیں پتہ شاید۔ کوئی بات نہیں تمھیں ہوئی بھی میں ہو گی نا کبھی اس لیے!
خیر میں پوری کوشش کروں گا کہ تمہاری تکلیف دور کر سکوں!! نرمی سے کہتے
معاذ شاہ نے زارا کا چہرہ اپنے کندھے سے لگایا۔ وہ بہت نرمی سے اسے تسلی دینے کی

کوشش کر رہا تھا۔ یہ لڑکی واقعی میں محبت کا مطلب شاید نہیں جانتی تھی تبھی یقین نہیں رکھ رہی تھی! کاش کہ وہ اس پر اندھا اعتبار کر کے دیکھتی ایک مرتبہ!! زارا خان بھی روتے ہوئے اس کے کندھے میں منہ دیے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرنے لگی تھی۔!! جو بھی تھا اسے سہارا مل گیا تھا۔۔ "معاذ شاہ خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلا رہا تھا کہ عین اسی وقت کوئی دھاڑ سے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ زارا خان بے ساختہ ہی اپنی جگہ سے اچھلتی تھوڑی مزید سرکتے آگے کو ہوئی۔ وہ اچانک ہی جیسے اس آواز سے ڈر گئی تھی۔ جبکہ اب اس سے زیادہ جان ہوا سامنے دروازے میں کھڑے انسان کو دیکھتے ہوئی! وہ لٹھے کی مانند سفید چہرہ لیے سامنے دیکھ رہی تھی!!

سامنے راحیل خان کھڑا تھا جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر آیا تھا۔ اسے زارا کی یاد آ رہی تھی تو وہ اس کے پاس چلا آیا تھا۔ بہن بھائیوں میں ناراضگی اتنی حد تک ہی ہوتی تھی بس! لیکن یہاں کے تو منظر ہی کچھ اور تھے! وہ پچھلے دو منٹ سے دروازے میں

ہی کھڑا تھا۔ یہاں تو دکھ درد بانٹے جا رہے تھے!! دروازہ کھلا تھا۔اس تک دھیمی دھیمی آواز بخوبی آ رہی تھی۔ وہ سن اور دیکھ رہا تھا سب!! اپنی حد ختم ہونے اور زارا خان کو اس شخص کے کندھے سے لگتے دیکھ وہ ضبط کھوتے شعلہ بار نگاہیں زارا خان پر گاڑے اندر داخل ہو چکا تھا۔!! معاذ شاہ نے فوراً ہی زارا کو پکڑتے تھوڑا خود سے دور کیا۔ مقابل اچھل کر اس کے مزید نزدیک آ گئی تھی۔ پہلے تو صرف اس کا چہرہ اس کے کندھے پر لگ رہا تھا اب قریب آنے پر وہ اس سے ہلکی سی ٹچ ہونے لگی تھی جو کہ معاذ شاہ بازو سے پکڑتے اسے واپس سے دور کر گیا تھا۔!! راحیل خان خونخوار نگاہوں سے ان دونوں کو گھورتے انہی کی طرف بڑھ رہا تھا۔اس کی آنکھیں شدید سرخ ہو رہی تھیں۔ جبکہ شکل سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ یہاں کسی ایک آدھے کا قتل کر کے جائے گا۔!! معاذ شاہ فوراً ہی اسے دیکھتے بیڈ سے کھڑا ہوا۔ یہ جو بھی کچھ ہوا تھا ان کی سوچ سے پرے اور بہت غلط ہوا تھا۔ راحیل نجانے ان لوگوں کو لے کر کیا سوچ رہا ہو گا۔اس کی خیر تھی لیکن زارا کی خیر نہیں تھی!! "منع کیا تھا نہ تُجھے یہاں آنے سے؟؟ راحیل خان نے تیز تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھتے

اسے گریبان سے تھاما۔ وہ بھوکے درندے کی مانند دھاڑتے اس کے منہ پر مکا رسید کر چکا تھا۔ اس وقت اس کا غصّہ آسمان پر پہنچا ہوا تھا۔ جبکہ اس کی خون آشام سرخ آنکھیں معاذ پر تھیں۔ وہ جیسے اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہا تھا۔!! زار اخان بے ساختہ ہی کانپتے ہوئے بیڈ سے کھڑی ہوئی! اب اس کی بھی خیر نہیں تھی۔ راحیل اسے تو زندہ ہی دفنا دیتا۔۔ "راحیل بھائی ایک مرتبہ میری۔۔ معاذ شاہ نے اپنے ہونٹ کے کنارے سے نکلتے خون کو صاف کرتے نارمل سے انداز میں کہنا چاہا جب وہ دھاڑتے ہوئے ایک اور مکا اس کے منہ پر مار چکا تھا۔ وہ سننے کو تیار ہی نہیں تھا۔ کوئی بھی بھائی اپنی بہن کے کمرے میں اس طرح کسی بھی غیر مرد کو دیکھتا تو کچھ ایسا ہی ریکشن دیتا۔۔ "کیا کر رہا تھا تو یہاں؟ ہاں؟ منع کیا تھا تیرے بھائی کو کہ تو مجھے یہاں نظر نہ آئے! میری ہی بہن کے کمرے میں بیٹھا ہے تو!" پے در پے کئی مکے اس کے منہ پر جڑتے راحیل خان پاگلوں کی طرح دھاڑ رہا تھا۔ وہ پاگل ہی ہونے کو تھا۔!! معاذ شاہ نے ایک مرتبہ بھی پلٹ کر وار نہیں کیا تھا۔ وہ طاقت میں اس جیسا ہی تھا۔ چاہتا تو جوابی کارروائی کر سکتا تھا مگر اس نے ضروری نہیں سمجھا۔۔ کیونکہ

غلطی اسی کی تھی۔اس طرح اگر ہیر کے کمرے میں وہ لوگ کسی کو دیکھ لیتے تو سب کا یہی کچھ ردِ عمل ہوتا۔ وہ اپنی غلطی مان رہا تھا تبھی خاموشی سے مار سہہ رہا تھا۔اس کے ہونٹ بری طرح کناروں سے پھٹ چکے تھے! ناک تک سے خون آنے لگا تھا مگر راحیل خان کو رحم نہیں آرہا تھا۔ وہ اسے مارنے کے درپر تھا۔اس کے منہ سے خون نکلتے زمین پر قطرہ قطرہ بہہ رہا تھا۔!! زارا خان ایک طرف کھڑی روتے ہوئے کانپتے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھے اپنی چیخ روکے ہوئے تھی۔ جس طرح معاذ شاہ پٹ رہا تھا یہ سچ تھا کہ اس کہ دل بری طرح دکھ رہا تھا۔اب یہ کیوں تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہیں نہ کہیں اسے شدید رونا بھی آرہا تھا اور مقابل کے لیے تکلیف بھی ہو رہی تھی۔ حالانکہ غلطی سراسر اُس شخص کی ہی تھی!! "سالے کر کیا رہا تھا تو یہاں؟ راحیل خان نے خونخوار نظریں اس پر گاڑے بھوکے شیر کی مانند غرا کر پوچھتے اسے بالوں سے پکڑا۔ وہ اس کا سر دیوار میں ابھی مارنے ہی لگا تھا کہ پہلے ہی زارا خان اپنی ہمت۔ ختم ہوتے محسوس کرتے آگے کو آتے دیوار کے سامنے آکر کھڑی ہو چکی تھی۔ وہ اور نہیں دیکھ سکتی تھی۔ کچھ ہی لمحوں میں راحیل خان نے

معاذ کو لہولہان کر دیا تھا۔ اسے تکلیف۔ ہو رہی تھی! شدید روتے ہوئے معاذ کی طرف دیکھتے وہ ان کے سامنے کھڑی تھی! اگر اب وہ سامنے نہیں آتی تو یہ شخص یقیناً اسے جان سے مار دیتا۔!! معاذ شاہ منہ سے بہتے خون کے ساتھ اسے سامنے دیکھتے دھیرے سے مسکرایا۔ اس نے شاید غلط سوچ رکھا تھا۔ مقابل اپنے دل سے واقف نہیں تھی۔ محبت سے یہ لڑکی واقف تھی!! "بھائی پلیز۔۔ راحیل خان کی خُون آشام نظروں کا رخ اپنی طرف دیکھتے زارا خان نے روتے ہوئے التجائیہ سے انداز میں کہا۔ "تمھیں تو میں بعد میں پوچھتا ہوں! ہر طرح سے بھونکا تھا تمھیں کہ سیدھی طرح سب کچھ بتا دو! اگر تمہارا اس کے ساتھ کوئی چکر نہیں ہے تو اس کے کندھے سے لگی دکھ کیوں بانٹ رہی تھی تم؟ کمرے میں کیا کر رہا ہے یہ تمہارے؟ تم نے شے دی ہو گی تو وہ اس حد تک بڑھا ہے! معاذ شاہ کو چھوڑ کر آگ بڑھ کر اسے جبڑے سے پکڑتے راحیل خان بری طرح اس کے منہ پر دھاڑا۔ وہ غصے سے پاگل ہونے کو تھا۔۔ زارا کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔ کیونکہ اس کا جبڑا ٹوٹنے کے در پر تھا۔ "آپ۔۔ غلط۔۔ سمجھ۔۔ رہے ہیں بھائی!! روتے ہوئے اٹکتی سی آواز میں

اس نے صفائی دینی چاہی۔ وہ ابھی مزید کچھ کہتی کہ منہ پر پڑنے والے زناٹے دار تھپڑ نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیئے تھے! وہ راحیل جس نے کبھی اس سے سختی سے بات نہیں کی تھی وہ آج اس کے منہ پر تھپڑ مار چکا تھا۔ زارا خان گال پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اسے واقعی یقین آنے میں تھوڑا وقت درکار تھا۔ "مزید جھوٹ مت بولنا کوئی! میں تمہیں جان سے مار دوں گا۔ تمھیں اتنا سپورٹ دینے کے باوجود تمھارا یہ حال ہے! دھاڑ کر کہتے وہ غصے میں ابھی اس کا دوسرا گال بھی لال کرتا کہ معاذ شاہ نے بروقت ہی زارا کو بازو سے پکڑتے اپنے پیچھے کیا۔ اس بیچاری کو بلاوجہ تھپڑ پڑا تھا۔۔ سب کچھ اس کی وجہ سے ہو رہا تھا۔۔ "ہاتھ چھوڑ اس کا۔ تو ہوتا کون ہے ہم دونوں کے بیچ میں آنے والا۔۔ راحیل جس کا غصّہ پہلے ہی نہیں سمبھل رہا تھا اس نے مزید سیخ پا ہوتے معاذ کو گریبان سے تھاما۔ وہ اس کے اور اس کی بہن کے درمیان میں کیوں آیا تھا آخر!! دوبارہ سے اسے ٹارگٹ کرتے راحیل خان اسے پاگلوں کی طرح مارنا شروع ہو چکا تھا۔ آج یہاں سے معاذ کی لاش ہی واپس جاتی! لگتا تو آخر یہی تھا۔۔ زارا خان شدید ہچکیوں سے

روتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ تو خود کھڑی شدید ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ اب معاذ شاہ کو وہ کیسے بچاتی بھلا؟ راحیل کے مارے گئے تھپڑ سے اس کا کان ابھی تک سن ہوا پڑا تھا۔۔ اس کے گال پر پانچوں انگلیاں چھپ چکی تھیں!!

آبان خان جو اوپر کی طرف آتے یہیں سے گزر رہا تھا کہ کمرے سے آتی آوازیں سنتے اس کے قدم رکے! زارا کے کمرے سے راحیل کی آوازیں آ رہی تھیں۔ زارا کے کمرے سے؟؟ جملے پر غور کرتے وہ فوراً سے تیز تیز قدموں سے اندر کی طرف داخل ہوا۔ اس کے ساتھ بالاج خان بھی تھا۔ وہ دونوں ساتھ ہی اوپر آئے تھے!! آج کل جیسے حالات چل رہے تھے راحیل کچھ بھی کر سکتا تھا۔۔ کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتے ان دونوں نے حیرت سے سامنے کی طرف دیکھا۔ راحیل بری طرح معاذ کو پیٹ رہا تھا۔۔ اور وہ پاگل خاموشی سے مار کھا بھی رہا تھا۔ مجال تھی جو اس لڑکے نے پلٹ کر ایک مرتبہ بھی وار کیا ہو۔ وہ وار تو دور اپنا بچاؤ بھی نہیں کر رہا تھا سوائے ایک دو مرتبہ کے! وہ بھی کیونکہ اب اس کی بس ہونے

والی تھی۔ وہ خونم خون ہوا پڑا تھا۔۔ آبان خان نے تیزی سے راحیل کے پاس جاتے اسے بازو سے پکڑتے پیچھے کو کیا۔ وہ اپنی پوری قوت لگاتے اسے معاذ سے دور کر گیا تھا۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ معاذ شاہ اس کمرے تک کیسے پہنچا، یہاں بات کیا ہوئی ہے یا پھر کچھ بھی! وہ بس معاذ کو بچا رہا تھا اس پاگل سے! "پاگل ہے تو جاہل انسان۔ جان سے مارے گا کیا اسے؟ راحیل خان کو دوبارہ سے اس کی طرف بڑھتے دیکھ آبان خان اسے سنبھالتے پیچھے کو دھکا دیتے چیخا۔ پہلے وہ معاذ شاہ زمین پر پڑا ادھ موا ہو رہا تھا۔۔ راحیل خان بپھرے ہوئے سانڈ کی طرح اس کی طرف لپک رہا تھا۔ "اچھا ہے مر جائے یہ! پوچھ اس سے کر کیا رہا تھا یہ زارا کے کمرے میں! آبان خان کے سینے پر ہاتھ مار کے اسے دو قدم پیچھے کرتے راحیل خان شدت سے چیخا۔ اس کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔!! "بعد میں دیکھے گیں اس بات کو! اور چیخ مت اگر گھر میں کسی اور نے دیکھ لیا تو بات کا بتنگڑ بن جائے گا۔ کمرے میں چل تو اپنے! بالاج اسے اٹھا کر میرے کمرے میں لے کے چل!! راحیل سے سنجیدگی سے کہتے آبان خان نے آخر میں بالاج کو اشارہ کیا۔ وہ معاذ کا کہہ رہا تھا جو زمین پر پڑا

بری طرح کراہ رہا تھا۔اسے زیادہ لگی تھی۔۔"تو ہر معاملے میں مت بولا کر آبان۔ تیری بہن نہیں ہے اس لیے تجھے اندازہ نہیں ہے کہ جب آپ کی بہن آپ کا اندھا اعتبار توڑ دے تو کیسا محسوس ہوتا ہے! اس کی نظریں زارا خان پر چلی گئی تھیں۔ جبکہ اس کے لہجے میں ٹوٹے کانچ سی کرچیاں تھیں!! اسے میں نے کہا تھا معاذ سے دور رہے! یہ نہیں مانی کوئی بات نہیں! میں نے اسے کہا معاذ کچھ بھی کہے تو مجھے بتا۔اس نے نہیں بتایا مجھے کچھ! میں نے اسے کہا کہ اگر تم دونوں میں کچھ ہے تو میں شادی کروا دیتا ہوں۔ پوچھ اس سے اس کا جواب تھا کہ بھائی ہمارے درمیان کچھ نہیں ہے! میں تو معاذ کو پسند نہیں کرتی۔ یہی جواب تھا اس کا۔۔ تو پھر اس طرح چھپ چھپ کر ملنے کا کیا مقصد ہے؟ میں نے کوئی دقیانوسی سوچ کبھی رکھی ہی نہیں۔ جو بھی کہا اس کی بھلائی کی لئے کہا اسے ہر طرح کی آزادی دی۔ بابا سے لڑ کر اسے اجازت دلواتا تھا میں ہر چیز کی۔ لیکن جب اسے ہی احساس نہیں تو بھاڑ میں جائے ایسی بہن! مجھے کسی عورت کی محبت ویسے بھی کبھی راس آئی ہی نہیں! بھاڑ میں جائیں سب۔!!" دھیرے سے کہتے وہ آبان خان کو سب بتا رہا تھا۔اس کے

لہجے میں نمی سی گھلتی جا رہی تھی۔ کچھ بھی ہوتا تھا تو اگلا پچھلا سارا کچھ یاد آنے لگتا تھا۔ ابھی بھی اس کا مان توڑ دیا تھا زارا نے! آج کل اسے سارے ہی چھوڑتے جا رہے تھے! ایک مرتبہ پھر وہ وقت آ رہا تھا جب ہر دوسرا انسان اسے دھوکا دے کر چھوڑ رہا تھا۔ راحیل خان ایک مرتبہ پھر اکیلا ہونے لگا تھا۔ جو اسے ہیل کر رہی تھی اب تو اس کے بھی اپنے غم آ گئے تھے! اسے بس آزادی چاہیئے تھی۔ وہ بھول گئی تھی کہ راحیل اس کے پاس کس لیے آیا تھا۔۔ راحیل کی پرواہ کرنا وہ بھول گئی تھی۔ اب ان میں دو تین مرتبہ کال پر بھی بات ہوئی تھی تو محض مہر ماہ کی آزادی کی۔!! راحیل خان اس سے اپنی باتیں شئیر کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس نے موقع ہی نہیں دیا۔ اس کی باتیں ایک مرتبہ پھر سے دل میں رہنے لگی تھیں۔ خدا ایک مرتبہ پھر سب کو اس کے خلاف کر رہا تھا۔ وہ ایک مرتبہ پھر سے چھ سال پیچھے جا رہا تھا۔ جو سفر وہ کاٹ آیا تھا وہ دوبارہ سے شروع ہونے لگا تھا۔۔ انسان اس سے پھر سے بچھڑتے جا رہے تھے!! لے دے کر اس کے پاس زارا ہی بچتی تھی۔ اب تو اس نے بھی دھوکا دے کر مان توڑ دیا تھا۔۔ عورتوں کے معاملے میں اس کی قسمت اچھی رہی ہی نہیں

تھی۔ وہ سہی اپنے دماغ میں اس شعر کو یاد رکھتا تھا جسے اس نے مدحا کے جانے پر پڑھا تھا۔ وہ صحیح تھا۔۔ "ریلکس رہ پلیز۔ سنبھال خود کو یہی زندگی ہے! آبان خان نے تڑپ کر آگے بڑھتے اسے کندھے سے تھپکا۔ وہ اسے کیا بولتا کہ مقابل کے لیے تسلی آمیز الفاظ ہوتے! اسے سمجھ نہیں آرہی تھی۔!! "کہہ دینا معاذ کو اپنی فیملی کو بھیجے! شادی کرواؤ اس کی اور بھیجو اسے اس گھر سے! اب میں ایک نہیں سنوں گا اس کی۔ آبان خان کی طرف دیکھتے وہ مخاطب ساتھ کھڑی زارا سے تھا جو ابھی تک ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ اس کا کہیں بھی کوئی قصور نہیں تھا۔ قصور تو ان تینوں میں سے ہی کسی کا نہیں تھا۔ ساری بات غلط فہمی کی تھی!! معاذ شاہ کو بالاج اٹھاتے آبان کے کمرے میں لے جا چکا تھا۔ پہلے اس کی مرہم پٹی کرنی ضروری تھی۔ وہ بیہوش ہونے کو تھا۔۔ "بھائی۔۔ اسے باہر کی طرف بڑھتے دیکھ زارا خان نے اسے پیچھے سے پکارا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ راحیل کو اتنی تکلیف ہو گی۔!! راحیل خان کے ایک لمحے کے لیے آگے بڑھتے قدم رکے! "مر گیا تمھارا بھائی۔ ابھی بھی تمھارا ہی سوچ کے تمہاری شادی کروا رہا ہوں کافی ہے! دوبارہ مجھے

مخاطب مت کرنا۔!!اس کی طرف دیکھ کر اُنگلی اٹھا کر اسے کہتے راحیل خان تیز تیز قدموں سے باہر کی طرف بڑھا۔ وہ گھر سے ہی باہر نکلنا چاہتا تھا۔ اب اس کا اِرادہ قبرستان جانے کا تھا۔ کوئی اور نہیں تھا۔ کم از کم ماں کی قبر تو تھی! وہ ہمت ہار کر !!وہیں جا سکتا تھا تاکہ بنا کسی کے بھی علم میں لائے کھل کے رو سکے

کیا ضرورت تھی زارا؟ آبان خان نے بے بسی سے زارا کی طرف مڑتے پوچھا۔" اتنی مشکلوں سے راحیل ٹھیک رہنے لگا تھا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ مقابل واپس سے پہلے والی پوزیشن میں جا رہا تھا۔ قصور اس کا نہیں تھا۔ لوگ اسے تکلیف ہی اتنی دیتے تھے!!"آبان بھائی وہ خود آئے تھے! قسم سے میں نے کچھ نہیں کیا۔ معاذ شاہ خود آئے تھے کمرے میں! روتے ہوئے زارا نے کمزور سی صفائی دی!"بچے یہ تو ہم سب کو پتہ ہے کہ وہ خود آیا ہو گا۔ راحیل بھی جانتا ہے یہ بات۔ لیکن تم چھپاتی کیوں ہو؟ راحیل کو نا سہی مجھے ہی بتا دیتی! پہلی مرتبہ تو آیا نہیں ہو گا معاذ۔۔ جب تمہیں اس سے کوئی غرض ہی نہیں تھی تو تم ہمیں بتاتی کہ وہ ایسے ایسے تمہارے

کمرے میں آتا ہے! ہم خود دیکھ لیتے اسے! تم نے بات کو چھپایا ہے یہیں سے تم غلط ثابت ہوئی ہو! اب سب کو یہی لگ رہا ہے کہ تم معاذ کو پسند کرتی ہو! مجھے بھی!! کیا ایسا نہیں ہے؟ آبان خان نے نرمی سے اس سے استفسار کیا۔!! "پتہ نہیں! دھیمے سے دو بدو ہی جواب آیا تھا۔ وہ نہیں کہنا چاہتی تھی لیکن نجانے کیسے اس کے منہ سے پتہ نہیں نکل گیا تھا۔ اپنے دل اور زبان سے وہ خود ہی واقف نہیں تھی۔ دل کی باتوں کو سمجھتی نہیں تھی ابھی وہ!! "خوش رہنا معاذ کے ساتھ! اچھا لڑکا ہے وہ تکلیف نہیں دے گا تمھیں!! آبان خان کو اس کا جواب مل چکا تھا۔ تبھی اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہتے اس نے اپنے قدم باہر کی جانب لیے! ابھی اسے معاذ کو بھی دیکھنا تھا۔!! پیچھے زار اخان خاموشی سے روتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھی۔ اسے معاذ کی فکر ہو رہی تھی۔ بیچارہ کم تو نہیں پٹا تھا۔ آس پاس زمین پر اس کا خون پھیلا ہوا تھا۔ روتے ہوئے خون کو دیکھتے وہ بیڈ پر بیٹھی! کاش کہ راحیل اتنا غصّہ نا کرتا۔ اسے اپنے تھپڑ کو چھوڑے رہ رہ کر معاذ کی خیال آرہا تھا۔ کچھ راحیل کے لیے بھی

اسے بہت برا لگ رہا تھا۔ تینوں کہیں پر بھی غلط نہیں تھے! پتہ نہیں اب کیا بننا تھا۔۔

Episode : 88/ 2

آج ستائیس اکتوبر کا دن تھا۔ یہ دن کسی کے لیے خوشگوار تو کسی کے لیے پریشان کن ثابت ہونے والا تھا۔ صبح کا سورج سر پر چڑھتے اپنی جھلک دکھلاتے لوگوں کو خبر دے رہا تھا کہ صبح ہو چکی ہے! سردیوں کے دن تھے۔ آج بھی پچھلے دنوں کی طرح دھوپ بہت ہلکی نکلی تھی۔ موسم بس خوشگوار ہی تھا۔۔ لوگ صبح سویرے اٹھتے اپنے اپنے کاموں کو چل دیے تھے! یہ تقریباً صبح کے سات بجے کا وقت تھا۔۔ جب ایک شہزادی ایک زور دار انگڑائی لیتے نیند سے بیدار ہوئی! وہ مسکراتے ہوئے اُباسی لیتے بیڈ پر اٹھ کر بیٹھ چکی تھی۔ آج اس لڑکی کے چہرے پر ایک الگ ہی چمک تھی۔ جیسے ہر سال آج کے دن اس کے چہرے پر ہوتی تھی۔۔ سارے غموں کو بھلائے یہ لڑکی آج کا دن بس اپنے لیے گزارتی تھی۔ کیونکہ یہ تھا ہی اس کے لیے

اتنا خوشگوار۔۔ مسکراتے ہوئے اپنے گال کے نیچے ہاتھ رکھے وہ اٹھتے ہی کافی خوش نظر آرہی تھی!! وہ کوئی اور نہیں بلکہ "مدحا نسیم" تھی۔ جسے آج کے دن کسی کے لیے اس دنیا میں اُتارا گیا تھا۔ ہاں آج اس کی سالگرہ کا دن تھا۔ بھلے ہی اس کے پاس وش کرنے کے لیے کوئی بھی نہیں تھا۔۔ لیکن خیر اس کا دل تو آج خوش ہوتا تھا نہ؟؟ اس کے لیے اتنا بھی کافی تھا۔ ہر مرتبہ تو اسے ضیغم سب سے پہلے وش کر دیتا تھا۔ اس مرتبہ تو وہ بھی نہیں تھا!! "کاش کہ تم میرے پاس ہوتے ضیغم! میں آج کے دن امی کی گالیاں سن کر تمھیں کیک بنا کر کھلاتی۔۔ چھت کی طرف دیکھتے مدحا نسیم اُداسی سے منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔۔ جس چہرے پر ابھی مسکراہٹ تھی اب وہاں اُداسی چھائی تھی۔ کیونکہ اس نازک سی شہزادی کو اپنے بھائی کی بہت یاد آرہی تھی۔۔ کاش کہ وہ سلامت ہوتا۔۔ "تم جہاں بھی ہو میرے بھائی۔ ایک دن ہم ضرور ملے گیں! انشاء اللہ! واپس سے مسکراتے بڑی اُمید سے چھت کی طرف دیکھتے وہ دل ہی دل میں خود سے ہی باتیں کر رہی تھی۔ خلافِ توقع وہ آج تھوڑی دیر سے اٹھی تھی۔ اور حیرت کی بات تھی کہ اسے فرحت بیگم نے بھی نہیں اٹھایا

تھا۔ ورنہ تو ان کی صبح چھ بجے ہی ناشتے کی رٹ لگ جاتی تھی! آج نا تو باہر سے کوئی چیخ رہا تھا اور نہ ہی اسے کسی نے اٹھایا تھا۔ اسے تو اب اس خاموش سے بھی ڈر لگ رہا تھا۔۔ "افف اللہ کہیں یہ طوفان کے آنے سے پہلے کی خاموشی تو نہیں؟ چھت کی طرف دیکھتے اس نے آنکھیں چھوٹی کی۔!! خیر جو بھی ہو کچھ تو سکون ملا ہے آج کے دن! میرا ہی فائدہ ہے فلحال۔۔ اچھا ہے امی آج سارا دن ایسے ہی چپ رہیں تو مزا ہی آجائے!! کندھے اچکا کر بے فکری سے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اس نے سائڈ سے اپنا موبائل اٹھایا۔۔ کل رات کے بعد وہ اسے اب دیکھ رہی تھی! اپنے لمبے کھلے بالوں کو ایک طرف کرتے اس نے موبائل کو کھولتے اسے دیکھا۔ کچھ دیکھنے کو تو ہوتا نہیں تھا۔ وہ صبح صبح اپنے محبوب کا ہی دیدار کر لیتی! اب تو موبائل جیسے اسی کام کے لیے رہ گیا تھا۔ موبائل کو انلاک کرتے اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی! وہ جو پھر سے اباسی لینے لگی تھی اس کی سانس بیچ میں ہی اٹک گئی تھی۔۔ ایک انجان نمبر سے کوئی پندرہ سے بیس میسج اور کالز آئی ہوئی تھیں!! "مجھے کس نے اتنے میسیجز کر دیئے! اور میری برتھڈے بھی کسی کو یاد ہو سکتی ہے؟ واہ!! ناک

سکوڑ کر سوچتے مدحا نے واٹسپ انلاک کی!! وہ اس انجان نمبر کو دیکھ رہی تھی جس نے پورے بارہ بجے اسے میسج کرنے شروع کئے تھے اور رات دو بجے تک وقفے وقفے سے اس کے کالز اور میسج آرہے تھے!! اس کا موبائل سائلینٹ پر تھا۔ تبھی اسے پتہ نہیں چل سکا تھا۔ ورنہ نوٹیفکیشن پر اس کی آنکھ کھل ہی جاتی!! ابھی اس نے میسج نہیں پڑھے تھے! ابھی صرف وقت دیکھتے وہ اس کی آئی ڈی دیکھ رہی تھی جہاں ڈی پی تو کوئی نہیں تھی مگر نام لکھا تھا۔۔ وہ نام کوئی اور نہیں بلکہ "راحیل خان" تھا۔ مدحا حیرت سے ہونٹ کاٹتے اسی ایک نام کو دیکھ رہی تھی! ن! "رر۔۔راحیل!! تھوک نگل کر اس نام کو دہراتے مدحا نسیم نے نم آنکھوں سے دوبارہ سے اس نام کو دیکھا۔ کیا چیز تھا آخر وہ انسان؟؟ "راحیل سر۔ مجھے یقین ہے یہ ایک ہی راحیل ہو سکتا ہے! دھیرے سے سرگوشی نما آواز میں کہتے اس نے موبائل کو اپنے ہونٹوں کے قریب لے جاتے اس نام پر دھیرے سے اپنے لب رکھے! اس کی آنکھیں نجانے کیوں نم ہو رہی تھیں۔ اسے ضیغم کے علاوہ پہلی بار کسی نے ایسے بارہ بجے وش کیا تھا۔ مگر افسوس کہ وہ سوئی ہوئی تھی!! واپس سے

بیک آتے اس نے میسج پڑھنے شروع کیے!! ایک میسج میں سادگی سے "ہیپی برتھڈے" لکھا گیا تھا۔ جبکہ دس بارہ تو صرف سوالیہ نشان تھے جیسے وہ اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہو! مگر وہ سوئی ہوئی تھی۔ ایسے میں کیسے جواب دیتی بھلا؟

ایک بڑا سا میسج بھی تھا جو کچھ یوں تھا کہ:

"پیاری تمھیں یہ سالگرہ کا دن بہت مبارک ہو!! زندگی میں تم جو بھی خوشیاں چاہتی ہو سب تمھارا مقدر بن جائیں! خدا کرے جتنی پیاری تم خود ہو اس سے زیادہ پیارا تمھارا نصیب ہو! میں چاہتا تھا تمہاری سالگرہ پر ایسا تحفہ تمھیں دوں کہ ساری زندگی تمھیں یاد رہے پھر ایک لمحہ کے لئے سوچا چیزیں تو ماند پڑ جاتی ہیں، ایک دن کے بعد یا ایک مہینے بعد یا کچھ سالوں کے بعد!! پھر اچانک خلاء میں میرے ہاتھ بلند ہوئے اور التجا کی رب کریم کے حضور کہ آنے والے موسموں میں غم کے گہرے بادل کبھی بھی تمہارے پاس نہ آئیں! تمہاری گرے آنکھوں کی روشنی یونہی چمکتی رہے۔ تمہارے خوبصورت کونپل سے ہونٹوں پر تبسم تیرتی رہے۔ تمہارے چہرے پر حیا کا نور قائم رہے!! تاحیات خدا تمہارے وجود کی پاکیزگی کو ہمیشہ کے

لئے سلامت رکھے!! تمہاری معصومیت، عزت، وقار، چہرے کا نور ایسے ہی

"!! برقرار رہے!" سالگرہ مبارک میری خاص

مدحا نسیم اس پیراگراف کو پڑھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوں بہہ رہے تھے! پتہ نہیں کیوں وہ رونے لگی تھی۔ کیا کبھی اسے کوئی اتنے خوبصورت الفاظ بول سکتا تھا؟ وہ بے یقین تھی۔ خاص کر سب سے آخری کہ یہ دو الفاظ "میری خاص" اس کے دل میں جیسے نقش ہو کر بیٹھ رہے تھے! کیا وہ خاص تھی راحیل خان کے لیے؟ وہ اس پیرے کو بار بار پڑھ رہی تھی۔ آنسوں تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے اور دل تھا کہ بھرنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ کچھ پل کے لیے ہی سہی لیکن وہ خوش فہمی میں جی رہی تھی!! صبح صبح جہاں ضیغم کو یاد کر کے وہ اُداس ہو رہی تھی وہیں اب راحیل خان کے ایک میسج نے اس کا دن بنا دیا تھا۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔ پاگل جو تھا۔۔ حالانکہ راحیل خان کا دوسرا نمبر اس نے بلاک کیا ہوا تھا۔ یہ شاید مقابل نے کوئی نیا نمبر لے کر اسے میسج کیا تھا۔ صرف اباؤٹ میں لکھے نام سے ہی وہ پر یقین تھی کہ یہ انسان راحیل ہی ہے! اس کا

دل کہہ رہا تھا۔!! وہ ابھی میسج پڑھنے میں ہی مصروف تھی کہ اسی انجان سے کال آنی شروع ہوئی! شاید مقابل دیکھ چکا تھا کہ اس کے میسج سین ہو چکے ہیں!! خلافِ توقع راحیل خان آج کل جلدی ہی اٹھ جاتا تھا۔۔اسے نیند ہی کہاں آتی تھی بھلا؟ ساری ساری رات جاگ کر آنکھوں میں کٹ جاتی تھی۔ سکون تھا کہ زندگی سے ایک مرتبہ پھر ختم ہو گیا تھا۔۔ مدحا نے کال آتے دیکھ اپنے آنسوں صاف کرتے ہونٹ کاٹے!! وہ کشمکش کا شکار نظر آرہی تھی آیا کہ کال اٹھائے یا نہیں! اتنے دنوں بعد مقابل سے بات کرنے میں تھوڑی جھجھک سی ہو رہی تھی!! کال کو کٹ کر دوبارہ آتے دیکھ مدحا نے ایک نظر دروازے کو دیکھتے تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ کال اٹینڈ کی! اس نے سوچا تھا کہ بس آخری مرتبہ اس شخص کی آواز سن کر اس کا یہ نمبر بھی بلاک کر دے گی! پتہ نہیں اب قسمت نے اسے اس چیز کا موقع بھی دینا تھا یا نہیں! "ہی۔۔ہیلو!! بے ساختہ ہی اس کی آواز لڑکھڑا گئی تھی۔اس کا حلق تیزی سے خشک ہو رہا تھا۔ پتہ نہیں کیوں اس کی حالت غیر ہونے لگی تھی! اتنے دنوں بعد مقابل سے بات کر رہی تھی وہ!! "ہیپی برتھڈے ڈیئر!!" فون کی

دوسری طرف راحیل خان نے دھیما سا مسکراتے اسے پھر سے برتھڈے وش کی۔ مدحا کی سالگرہ پر اس سے زیادہ خوش تو وہ خود نظر آرہا تھا۔ کیا سکون تھا اس آواز میں!! "تھینک یو! دھیمے سے کہتے وہ خود بھی مسکرائی تھی۔ اس کی آواز سنتے رگ و پے میں ایک سرور، سکون سا دوڑتا محسوس ہو رہا تھا۔!! "کیسی ہو؟ تم تو بھول ہی گئی ہو مجھے!! راحیل خان نے بیڈ پر اُلٹے ہو کر لیٹتے کانوں میں ایئر پوڈ لگائے تکیے کو خود میں بھینچتے شکوہ سا کیا۔ کتنی بے مروت لڑکی تھی یہ کہ اسے گھر جاتے ہی بلاک کر دیا تھا۔۔ "ٹھیک ہوں! آپ بتائیں؟ اس کی دوسری بات کو اگنور کرتے اس نے محض پہلی بات کا جواب دیا۔ اس سے جواب نہیں بن پا رہے تھے! "مرنے کے قریب ہوں! میرے جنازے میں آؤ گی نہ تم؟؟ اُداسی سے ہونٹ سکوڑتے وہ تکیے پر اپنا گال ٹکا چکا تھا۔۔ اس وقت وہ کوئی بلکل معصوم سا حسین بچہ معلوم ہو رہا تھا۔ اگر مدحا اس وقت اس کے سامنے ہوتی تو پھر سے اسے دیکھنے میں مگن باتیں بھول جاتی!! "اللہ نا کرے آپ کو کچھ ہو! بے ساختہ ہی فوراً سے مدحا کے منہ سے پھسلا وہ تیزی سے اپنی جلد بازی پر زبان دانتوں تلے بھی دبا چکی تھی!!

راحیل خان کے چہرے پر دلکش سی مسکراہٹ نمودار ہوئی! مقابل ابھی تک ویسی کی ویسی ہی تھی۔ اسے اچھا لگتا مقابل کا یہ جملہ!! "کیوں اللہ نا کرے؟ تمھیں میرے مرنے سے کیا فرق پڑے گا۔ تم تو شکر ادا کرو گی کہ مر گیا راحیل جو ہمیشہ تم سے فلرٹ کرتا رہتا تھا۔!! ہلکا سا ہنس کر کہتے وہ اس سے بات کو کریدنا چاہ رہا تھا۔۔ "کب کیا آپ نے مجھ سے فلرٹ؟ مجھے تو کچھ یاد نہیں!! پیچھے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے مدحا نے سب کچھ جانتے بوجھتے بھی لاعلمی کا اظہار کیا۔ وہ خود بھی ریلکس ہوتے اب مسکراتے ہوئے بات کر رہی تھی!! "اوہو لوگ اب ہماری باتیں بھی بھولنے لگے ہیں؟ کوئی نہیں وقت وقت کی بات ہے! ہم بھی کبھی سب کو بھول جائے گیں! ہنس کر کہتے راحیل خان مصنوعی دہائی دے رہا تھا۔۔ "آپ کی باتیں بھولنے لائق ہوتی ہیں بھلا؟ خود بتائیں! ایک ایک لفظ آپ کا بولا گیا میرے دل پر ایسے لکھا ہے جیسے پتھر پر لکیر!! اداس سا ہوتے مدحا سچ اُگل گئی تھی۔ وہ جھجکنا بھول چکی تھی!! "دیکھنا کہیں یہ کوئی اور نہ پڑھ لے! میری دشمنی ہو جائے گی اس سے!! راحیل خان نے سیدھے ہو کر لیٹتے دھیرے سے کہا۔ وہ مقابل کے لہجے میں

اُداسی کا عنصر گھلا محسوس کر چکا تھا۔۔ "نہیں پڑھتا۔ آپ کے الفاظوں کو دوسروں سے بچانا جانتی ہے مدحا۔۔ اب دیکھیں ان لفظوں کے چکر میں پورا دل بچانا پڑ رہا ہے! کسی اور کی طرف جانے ہی نہیں دیتی میں! کہ کہیں کوئی دیکھ ہی نہ لے!! دو بدو ہی اسی اُداسی کے ساتھ جواب دیا گیا۔ وہ آہستہ آہستہ کرتے اس کے سامنے کھلنے لگی تھی۔ مقابل جادو گر تھا۔۔ "خسارہ ہے اس میں! تمھارا، میرا اور کسی اور کا بھی! جو بلاوجہ تم سے رقابت رکھے بیٹھی ہے!! دیکھا جائے تو یہ بلاوجہ نہیں ہے! بس اس کی نظریں انسان کو بہت جلدی پرکھ لیتی ہیں!! وہ بھی سنجیدہ ہو چکا تھا۔۔ "مہرماہ ہو گی یقیناً۔۔ سپاٹ سے انداز میں کہتے وہ آج بھی اس لڑکی کا نام ذہن میں یاد رکھے ہوئے تھی۔ اس نام کو بھی بھلایا جا سکتا تھا کیا؟ نہیں۔۔ رقیبوں کے نام کہاں بھلائے جاتے ہیں!! "اور کون ہو سکتی ہے! ظاہر ہے وہی ہے! چھت پر نظریں جمائے اس کے شک پر مہر لگائی گئی!! "ہمم!! مدحا نے محض ہنکارا بھرا۔ اور وہ کیا کہتی بھلا؟ مہرماہ کے ٹاپک پر اس کی زبان کو بریک لگ گئی تھی۔۔ کچھ بولنے کو تھا ہی نہیں!! "تم کہاں چلی گئی ہو مدحا؟ تم کیا گئی ہو سب جاتے جا رہے

ہیں!! سب بدل گئے ہیں! واپس سے کروٹ لیتے وہ بیڈ شیٹ پر اُنگلی سے کوئی ڈیزائن بنا رہا تھا۔ وہ اس وقت پھر سے کوئی اُداس سا بچہ معلوم ہونے لگا تھا!! "میرا جانا آپ کو کیوں اُداس کرتا ہے! آپ واقعی بہت فلرٹی انسان ہیں راحیل۔ اس وقت بھی آپ یہی کر رہے ہیں! بیڈ پر لیٹتے اس نے شرارت سے ہونٹ دانتوں تلے دبائے کہا۔ اچھا تھا مہر ماہ کا ٹاپک مقابل نے خود ہی بند کر دیا تھا۔ اسے وہ دیکھے بغیر ہی اچھی نہیں لگتی تھی۔ اور اس کی وجہ بھی ایک یہی انسان تھا۔ "جھوٹی! تمھیں پتہ ہے کہ میں تم سے فلرٹ نہیں کر سکتا۔ جو منہ میں آئے وہ بول دیتا ہوں۔ جو بھی دل میں ہو وہ نکل جاتا ہے! تم جیسی لڑکیاں فلرٹ کے لیے نہیں بنی ہوتی پاگل! تم تو بہت قیمتی ہو!! ہلکا سا مسکراتے راحیل خان نے بڑے دل سے یہ بات کہی تھی۔!! "نظر نظر کی بات ہے! کسی کے لیے قیمتی ہیں تو کسی کے لیے کچرہ!! ویسے حیرت ہے! راحیل خان جیسے انسان کے لیے بھی میں قیمتی ہو سکتی ہو!! مدحا نسیم کے لہجے میں خوشی کی رمق تھی۔ اس شخص کے الفاظ اس کی شکل کی طرح ہی خوبصورت ہوتے تھے!! دوسری طرف موجود راحیل خان کا قہقہہ بلکل

بے ساختہ تھا۔ مقابل ایسے اس کا نام لے کر کہہ رہی تھی جیسے وہ کوئی پرائم منسٹر ہو!! قسمت اس کے پاس کھڑی چپکے سے اسے نوٹ کر رہی تھی کہ وہ کتنے دنوں بعد اس طرح زور سے ہنسا تھا۔ پتہ نہیں یہ ہنسی آخری ہی نا ہو!! "تم پاگل ہو مدحا۔ اپنی ہنسی پر قابو پاتے اس نے محض اتنا ہی کہا۔ وہ بیڈ شیٹ پر ڈیزائن بناتے اس پر "آر ایم" لکھ رہا تھا۔ اب یہ ایم سے مہر ماہ تھی یا پھر کوئی اور کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔ مقابل سے کچھ بھی اُمید کر سکتے تھے! وہ ایک جگہ نہیں ٹکتا تھا۔!! "آپ بھی۔۔ ہنستے ہوئے اس نے بھی محض اتنا ہی کہا۔ تعجب کی بات تھی کہ وہ خود بھی بیڈ شیٹ پر کچھ ایسے ہی لفظ لکھ رہی تھی۔ وہ بھی اُنگلی سے "آر ایم" لکھ رہی تھی۔ اس کا کنفرم تھا کہ یہ راحیل اور مدحا ہی تھا۔۔ وہ ایک پر ہی ٹکی ہوئی تھی!! "ایک منٹ رکو! یہ نمبر بلاک مت کرنا۔۔ مہر ماہ کی کال ہے! اس کے بعد کرتا ہوں میں تمھیں! راحیل خان نے اپنے فون پر مہر ماہ کے نمبر سے کال آتے دیکھ اس کا جواب سنے بغیر فوراً سے کال کٹ کی۔ مہر ماہ کی کال جب بھی آتی تھی وہ فوراً اٹینڈ کرتا تھا۔ مقابل جہاں تھی وہ اس کے معاملے میں رسک نہیں لے سکتا تھا۔۔ کال کاٹتے

ساتھ ہی اس نے فوراً مہرماہ کی کال اٹینڈ کی!! دوسری طرف مدحا نسیم اُداسی سے مسکرائی۔ مقابل کوئی اور بہانہ بنا کر بھی تو کال کاٹ سکتا تھا۔ مہرماہ کا نام لے کے وہ اسے ایک مرتبہ پھر اُداس کر چکا تھا۔ موبائل کو بیزاری سے سائڈ پر پٹخے وہ نم آنکھوں کے ساتھ دوبارہ سے بیڈ شیٹ پر نام لکھنے لگی تھی۔ وہ جانتے بوجھتے بھی کہ راحیل خان کسی اور کا ہے ہمیشہ اس سے باتیں کرنے بیٹھ جاتی تھی۔ محبت ایسی ہی ہوتی ہے! وہ نفع نقصان نہیں دیکھتی! جب تک راحیل خان اسے میسر تھا تب تک تو وہ دل کو مطمئن رکھتی! پھر ایک دن راحیل کی شادی ہو جانی تھی اور اس نے اسے بھول جانا تھا۔ لیکن شاید وہ ساری زندگی اس انسان کو نہ بھلا پاتی۔ اچھی طرح دل میں ڈیرے جمائے بیٹھا تھا وہ ایک شخص!! روتے ہوئے لیٹی اس کی ساری خوشی ماند پڑ چکی تھی۔ وہ ڈھیٹوں کی طرح پھر سے مقابل کی کال کے انتظار میں تھی۔

!!کاش کہ مہرماہ اس کی جان چھوڑ دیتی

ہیلو؟ راحیل خان نے کال اٹینڈ کرتے دھیرے سے اسے پکارا۔ مہرماہ کے فون" میں بس ایک اسی کا نمبر سیو تھا۔ وہ اسے ہی کال کر سکتی تھی! "کس سے بات کر رہے تھے تم؟ نمبر مصروف آرہا تھا! دوسری طرف سے مہرماہ کی سنجیدہ آواز ابھری! اس نے دوسری مرتبہ کال کی تھی تب مقابل کو ہوش آئی تھی۔ ورنہ تو وہ اپنی ہی باتوں میں گم تھا۔!! راحیل خان نے بے ساختہ ہی اپنی آنکھیں میچتے کھولی! اسے لگتا تھا کہ مہرماہ کو الہام ہوتے ہیں! کتنی تیزی سے وہ بات کو پکڑتی تھی۔!! "ایک کلائنٹ کی کال تھی ضروری! تم بتاؤ سب ٹھیک ہے نہ؟ تم ٹھیک ہو؟ ناشتہ کیا؟ شروع میں اس نے صاف جھوٹ بولا۔ ایک مرتبہ وہ اس لڑکی کی بددعائیں سن چکا تھا۔ اب وہ احتیاط ہی کرتا تھا کہ مہرماہ کے سامنے کسی بھی لڑکی کا نام نا لے! خاص کر مدحا تو بلکل نہیں!! "سہی! تمھارا اعتبار نہیں ہے مجھے راحیل! لیکن تم کہتے ہو تو میں مان لیتی ہوں! اُمید ہے ایسا ہی ہوگا۔ دوسری طرف سے وہ جیسے مطمئن نظر نہیں آرہی تھی۔ جب سے یہ مدحا نامی لڑکی ان کی زندگی میں آئی تھی تب سے مہرماہ کو راحیل پر شک ہی رہتا تھا۔ "بس کر دو! اعتبار نہیں ہے! ہاں کر

رہا تھا مدحا سے بات! سالگرہ تھی آج اس کی تو وش کر رہا تھا اسے! تم سے چھپایا کیونکہ تمہارے ریکشن کو میں جانتا تھا۔ تم نے پتہ نہیں سمجھا کیا ہوا ہے مجھے!! اس کی بات راحیل خان کو کچھ اچھی نہیں لگی تھی۔ تبھی خفگی کے چکروں میں وہ اسے سچ بتا چکا تھا۔ وہ اچانک ہی سنجیدہ نظر آرہا تھا۔۔ "سہی!! خلافِ توقع دھیمے سے محض یک لفظی جواب دیا گیا۔ جبکہ اگر اس کے کمرے میں جھانک کر اسے دیکھا تھا تو مہرماہ اس وقت اپنی مٹھیاں اس قدر زور سے بھینچے ہوئے تھی کہ اس کے ناخن اس کی ہتھیلی کو زخمی کر رہے تھے! لیکن پرواہ کون کرے؟؟ لال انگارا آنکھوں سے آنسوں سے برس رہے تھے! اسے مدحا سہی زہر لگتی تھی۔ مدحا نسیم نامی لڑکی کانٹا بن کر اس کے گلے میں اٹک چکی تھی۔ اس کا بس نہیں چلتا تھا ایک قتل جائز ہوتا اور وہ اس لڑکی کا کرتی جو راحیل خان کی زندگی میں آکر اسے بدل چکی تھی۔ ہاں اسے بھی یہی رونا تھا کہ راحیل بدل گیا ہے! وہ کسی کے ساتھ خوش نہیں رہتا تھا۔ ہاں اگر مدحا سے بات ہو جائے تو ایک الگ بات تھی!! وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ کس لیے یہ سالگرہ وش کی گئی ہو گی۔ یہ لڑکی مارے غصے اور حسد کے جل کر انگارہ ہو

رہی تھی۔ لیکن اس پر بھی چیخنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ راحیل نے کونسا اس کے بولنے سے مدحا کی چھوڑ دینا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ چھوڑ چکا ہوتا۔!! راحیل خان نے حیرت سے فون کو دیکھا۔ مہرماہ اور اس بات پر خاموش رہ جائے تھوڑی تعجب کی بات تھی! اسے حیرت ہوئی تھی!! وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ کس لیے یہ سالگرہ وش کی گئی ہو گی۔ یہ لڑکی مارے غصے اور حسد کے جل کر انگارہ ہو رہی تھی۔۔ لیکن اس پر بھی چیخنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ راحیل نے کونسا اس کے بولنے سے مدحا کی چھوڑ دینا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ چھوڑ چکا ہوتا۔۔ راحیل خان نے حیرت سے فون کو دیکھا۔۔ مہرماہ اور اس بات پر خاموش رہ جائے تھوڑی تعجب کی بات تھی! اسے حیرت ہوئی تھی!! "تمھیں کیا چیز پسند ہے مدحا میں راحیل؟ دھیرے سے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ کچھ عجیب ہی سوال پوچھ بیٹھی تھی۔ اسے جاننا تھا۔۔ "مہرماہ چھوڑو ایم ریئلی سوری! اس کی سالگرہ تھی تو مجھ سے رہا۔۔۔" راحیل خان ابھی صفائی دیتا کہ مہرماہ نے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔ وہ اس کی صفائی کو کسی خاطر میں ہی نہیں لائی تھی!! راحیل نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے ایک گہری سانس

بھری! اسے لگتا تھا کہ سارے فساد کی جڑ ان دونوں کو چھوڑ کر وہ خود ہے! پھر کبھی وہ سوچتا تھا کہ کاش مدحا پہلے مل جاتی۔ کبھی یہ کہ مہرماہ مدحا کی جگہ ہوتی! کبھی یہ کہ مہرماہ اتنی جھلی نا ہوتی! کبھی یہ کہ کاش وہ کوٹھے پر ہی نہ جاتا۔۔ کبھی کچھ کبھی کچھ اس کے دماغ میں چلتا ہی رہتا تھا۔!!"وہ بہت معصوم ہے مہرماہ! دنیا کی چالاکیوں سے وہ واقف نہیں ہے! وہ پاک ہے، حسین ہے دل کی بہت صاف ہے! سینسیٹیو بھی بہت ہے! کچھ بھی دل میں نہیں رکھتی۔ مجھے دیکھ کر جب وہ گم ہو جاتی ہے تو تم یقین کرو اس سے زیادہ میں کھو جاتا ہوں۔ فرق بس یہ ہے کہ میں کنڑول کر لیتا وہ نہیں کر پاتی!! کوئی بات بری لگنے پر جب وہ ناک چڑھاتی ہے تو یقین کرو تم بھی ہو گی تو دل کرے گا بس گال کے نیچے ہاتھ رکھ کر محبت سے تکتی رہو! وہ کسی کے بھی دل میں گھر کر سکتی ہے! اس کی نسوانیت، اس کی پاکیزگی، اس کے کردار کی پختگی، اس کی معصومیت سب سے بڑی بات اس کا باوقار ہونا۔ مجھے چھوڑو کسی کو بھی اس کی طرف اٹریکٹ کر سکتا ہے! اندھا، بہرہ کچھ بھی نہیں ہوں میں جو اپنی ہی حالت زار کا احساس ہی نہ رہے مجھے! میں سب کچھ جانتا ہوں مہرماہ۔ اپنے دل

دماغ کی ہر کیفیت سے واقف ہوں میں ! ! میں نے کبھی مدحا سے محبت کا اظہار نہیں کیا۔ نا میں نے کبھی یہ تم سے کیا ہے ! کیونکہ تم دونوں کا فیصلہ میں نے اللہ پر چھوڑ دیا۔ دلوں میں محبتیں وہ خود ڈالتا ہے مہرماہ ! تم بلاوجہ حسد رکھنے کی بجائے اللہ پر معاملہ چھوڑ دو۔ میں بھی کوئی اتنا نیک نہیں ہوں ! نماز تک نہیں پڑھنی آتی مجھے ! لیکن یقین کرو جب سے میں نے ہم تینوں کا معاملہ اللہ کے سپرد کیا ہے میں سکون میں ہوں ! جو ہوگا اس کی مرضی سے ہوگا۔ میرا دل جہاں جا رہا ہے وہ خود لے کر جا رہا ہے ! ہاں لیکن تمھیں کوٹھے سے ضرور نکلوائوں گا میں ! وعدہ ہے یہ میرا جو پورا کرنا ہے ! اور نکاح بھی کر لوں گا۔ لیکن میرے دل سے صرف اللہ ہی واقف ہے ! ! وہ جو نصیب میں لکھ دے ! ! "راحیل خان جو بولنا شروع ہوا تو آنکھیں بند کئے وہ بولتا ہی چلا گیا تھا۔ اس کے ہر لفظ میں سچائی تھی۔ مدحا کی طرف اپنے ہوتے جھکاؤ سے وہ واقف تھا۔ وہ محبتوں کو منٹوں میں پرکھنے والا انسان بھلا خود سے ہی کیسے لاعلم ہو سکتا تھا؟؟ اسے سب خبر تھی۔ اور باخدا اس معاملے وہ بلکل بے قصور تھا۔۔ دلوں کی ڈور خدا کے ہاتھوں میں ہوتی ہے ! اگر آپ کو کسی سے سچی محبت ہے

تو وہ آپ نے خود نہیں کی بلکہ یہ قدرتی طور پر آپ کے دل میں ڈالی گئی ہے! ہاں لیکن محبت سچی ہو! لیکن ساتھ اسے مہرماہ کا بھی حد درجہ احساس تھا۔۔ تبھی اتنے عرصے سے خود پر ضبط کیے اس نے آج پہلی اور آخری مرتبہ کا سوچتے مدحا سے رابطہ کیا تھا۔ اور آج ہی مہرماہ کو بھی پتہ لگ گیا تھا۔۔ "اگر اس کی عزت اور معصومیت ہی سلامت نا رہی تو؟ جیسے میری نہیں ہے! کیا پھر بھی تمہاری یہی سوچ ہو گی! کیا پھر بھی مدحا۔۔ مدحا ہو گی؟؟ سامنے نظریں جمائے وہ بہت عجیب بات اس سے پوچھ گئی تھی۔ وہ بلکل سنجیدہ تھی۔ کہیں کوئی مذاق کا شبہ نہیں تھا۔ وہ پورے ہوش و حواس میں یہ بات کہہ رہی تھی!!"خدا کے لیے مہرماہ۔ کیسی باتیں کر رہی ہو؟ تم سوچ بھی کیسے سکتی ہو ایسا؟ پاگل ہو کیا تم! راحیل خان اس کی بات پر بے یقینی سے چیخا۔ اسے سوچ کر ہی کچھ ہو رہا تھا۔ اور مقابل کیسے بول سکتی تھی؟ "ہاں پاگل ہوں میں! میری دعا ہے راحیل وہ بھی کھو دے اپنی عزت! تم اس کی پاکیزگی سے محبت کرتے ہو مر جائے اللہ کرے وہ! کاش کہ وہ کسی مرد ہے حوالے کر دی جائے! جو اس کی۔۔۔""بکواس بند کرو اپنی۔۔۔"مہرماہ ابھی جلن اور حسد

کے مارے مزید کچھ بولتی کہ راحیل خان فون پر ہی خون آشام درندے کی مانند اس پر بری طرح دھاڑ اٹھا تھا۔ کیا مقابل خود ایک عورت تھی؟؟ وہ بے یقین تھا کہ ایک عورت ہی دوسری عورت کی عزت ختم ہونے کی بدعائیں کر رہی تھی۔ عورت بھی وہ جو عزت جانے کے غم سے بہت اچھے سے واقف تھی!! مہرماہ نے اپنے آنسوں صاف کرتے ٹھک سے فون بند کیا۔ وہ رو رہی تھی سلگتے ہوئے شدید رو رہی تھی۔ اس وقت مدحا کاش اس کے سامنے ہوتی! وہ اسے خود کسی مرد کے حوالے کر کے راحیل کے دل سے اسکی محبت اور عزت ختم کرتی! وہ حسد کی آگ میں جل رہی تھی۔ کیونکہ اسے آزادی کے ساتھ ساتھ راحیل بھی چاہیے تھا۔۔ وہ قدرت کے فیصلوں پر یقین رکھنے والوں میں سے نہیں تھی۔ جو کچھ اس کے ساتھ آج تک ہوتا آیا تھا وہ کیسے اپنی قسمت پر یقین رکھتی؟ اب اسے خود ہی کچھ کرنا تھا۔۔ راحیل اسے ایک مرتبہ یہاں سے نکال لیتا بس!! اس کے بعد جو ہونا تو وہ یقیناً ایک دنیا دیکھتی!!

راحیل خان نے فون سائڈ پر پھینکتے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ جتنی خوشگوار صبح ہوئی تھی اب اتنا ہی دماغ خراب ہو گیا تھا۔ اس کے دل سے دعائیں نکل رہی تھیں کہ مدحا کی عزت سلامت رہے! خدا نہ کرے کہ کبھی مہرماہ کا کہا ہوا ایک لفظ بھی سچ ہوتا۔۔ دراصل بات یہ تھی کہ قدرت نے ان تینوں کو ایک کنارے پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ جو ثابت قدم رہتا وہی سرخرو ہوتا۔ جس کا ایمان ڈگمگا جاتا اس نے نیچے گہری کھائی میں گر جانا تھا۔۔ نجانے آگے کیا ہونے والا تھا۔۔

مدحا نسیم اپنے کمرے میں لیٹی فون کے انتظار میں تھی۔ راحیل نے کہا تھا کہ وہ اسے کال بیک کرے گا۔ لیکن ابھی تک اس کی کال آئی نہیں تھی۔ پتہ نہیں وہ کہاں مصروف ہو چکا تھا۔۔ اپنے آنسوں صاف کرتے اس نے پھر سے موبائل کو اٹھاتے اسے دیکھا۔ کوئی نوٹیفکیشن نہیں آیا تھا۔ واٹسپ پر جاتے اس نے راحیل خان کا نمبر پر کلک کرتے دیکھا۔ پہلے لاسٹ سین شو ہو رہا تھا اب وہ شو ہونا بند ہو چکا تھا۔ کہیں مقابل نے اسے بلاک تو نہیں کر دیا تھا؟؟ ہاں وہ اپنی وجہ سے مدحا پر بد دعائیں نہیں

سن سکتا تھا۔ تبھی دل کو سمجھاتے ایک مرتبہ پھر اس سے دوری بنانے کا وہ سوچ چکا تھا۔۔ مدحا نے ایک بھیگی نظر اس نمبر پر ڈالتے موبائل سائڈ پر پٹخا۔ کتنا کوئی ظالم انسان تھا وہ!! اسے محض چند لمحوں کی خوشی دے کر سارا دن رونے کے لیے چھوڑ کر وہ جا چکا تھا۔!! وہ ابھی روتے ہوئے اٹھ کر ہی بیٹھی تھی کہ اس کے کمرے کا دروازہ ناک ہوا۔ مدحا نسیم فوراً ہی سیدھی ہو کر بیٹھی۔ اپنے رونے میں وہ یہ تو بھول ہی چکی تھی کہ اسے ابھی اٹھنا تھا۔ آج تو اس نے ناشتہ بھی نہیں بنایا تھا۔۔ اب فرحت بیگم کے ہاتھوں اس کی خیر نہیں تھی! جلدی جلدی بستر سے اٹھتے اس کے سائڈ سے اپنا دوپٹہ اٹھایا۔ اسے منہ بعد میں دھونا تھا اب پہلے وہ فرحت بیگم کو ناشتہ بنا کر دیتی! دروازے کو کھولتے اس نے تھوک نگلتے سامنے کی طرف دیکھا۔ جہاں فرحت بیگم دروازے میں کھڑی سنجیدگی سے اسے دیکھ رہی تھیں!! وہ شاید کہیں جانے کی تیاری میں تھیں۔۔ "امی میں کر دیتی ہوں کام۔ آج پتہ نہیں کیسے نو بج گئے! میں سوئی ہوئی تھی! ان کے سامنے کھڑی وہ اپنی صفائی دے رہی تھی۔۔ "کوئی بات نہیں! ہو جاتا ہے کبھی کبھی! تم روئی ہو؟؟ حیرت کی بات تھی کہ وہ آج

پہلی مرتبہ اس سے نرمی سے بات کر رہی تھیں۔ مدحا نسیم نے آنکھیں پھاڑتے جھٹکے سے ان کی طرف دیکھا۔ کیا وہ کوئی خواب دیکھ رہی تھی؟؟ فرحت بیگم کی زبان اور نرم ہو جائے؟ یہ معجزہ آج کیسے ہو گیا تھا۔۔ وہ بے یقین تھی!! "بولو بھی! اس کے حیران چہرے کی طرف دیکھتے انہوں نے ایک مرتبہ پھر سے استفسار کیا۔ "نہیں آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا۔ میں کر دیتی ہوں کام!! دھیمی سی آواز میں اپنی حیرت سے باہر نکل کر کہتے اس نے کہتے باہر کی طرف بڑھنا چاہا۔ فرحت بیگم اسے بروقت ہی بازو سے تھامتے روک چکی تھیں! "چادر لے کر آؤ۔۔ میں نے بازار سے کچھ سامان لینا ہے ساتھ چلتے ہیں!! اچھا ہے تم بھی دو چار جوڑے لے لینا۔ میری کمیٹی کھلی ہے تو پیسے ہیں میرے پاس! تم بس تیار ہو کر آؤ رضیہ باہر کھڑی ہے!! سنجیدگی سے کہتے وہ اسے پہلی مرتبہ اپنے ساتھ کہیں لے کر جانے کی آفر کروا رہی تھیں۔ مدحا تو آج جتنا حیران ہوتی اتنا ہی کم تھا۔۔ "نہیں آپ جائیں! ابو کو بھی دیکھنا۔۔ "ارے تم چھوڑو میں نے عایزہ کو بلا کر کہہ دیا ہے یہ دیکھ لے گی تمہارے پیچھے سے تیرے ابو کو! تو بس ہمارے ساتھ چل!! اسے نا مانتے دیکھ

فرحت بیگم نے بمشکل ہی خود پر ضبط کرتے اسے پھر سے حکم دیا۔ مدحا نسیم کا بلکل بھی دل نہیں تھا اس وقت کہیں پر بھی جانے کو! لیکن فرحت بیگم کو نجانے آج کیا سوج رہی تھی کہ وہ اس بازار لے جانے پر بضد تھیں۔ اس معصوم کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ آگے اس کے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے!! خاموشی سے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے وہ واپس سے کمرے میں داخل ہوئی۔ اسے بس فریش ہو کر چادر لینی تھی۔ فرحت بیگم دروازے میں ہی کھڑی سنجیدگی سے اس کی پشت کو دیکھ رہی تھیں۔ ان کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا جبکہ ماتھے پر بار بار پسینے کے ننھے ننھے قطرے سے آرہے تھے! اپنے ضمیر کی آواز کو دبا کے جتنا بڑا قدم وہ اُٹھانے جا رہی تھی وہ آسان تو نہیں تھا۔۔ انہیں بس ایک چیز نظر آرہی تھی آگے! اور وہ تھا پیسہ! پیسے کی حوس میں وہ اندھی ہو چکی تھیں کہ انہیں ایک قیمتی انسانی جان بھی نہیں نظر آرہی تھی۔۔ جسے کچھ علم ہی نہیں تھا!! تقریباً دس منٹ کے بعد مدحا واشروم سے فریش ہوتے باہر نکلی۔ آج اس کی سالگرہ تھی۔ اچھا تھا کہ وہ باہر تھوڑا گھوم آتی۔ بس اسی لیے وہ خاموشی سے چادر اٹھا کے اوڑھتے باہر کی طرف

بڑھی۔۔ جہاں فرحت بیگم دروازے میں کھڑی ابھی تک اسی کا انتظار کر رہی تھیں! "چلیں۔ دھیمے سے کہتے وہ ان کے ساتھ ہی آگے کی طرف بڑھ چکی تھی! یہ جانے بغیر کے باہر اس کے ساتھ وہ کچھ ہونے والا تھا جس نے اس کی زندگی کا مکمل طور پر رخ ہی بدل دینا تھا۔ اب تو خدا ہی تھا جو اس کی عزت کو محفوظ رکھ سکتا تھا۔ وہ ان آزمائش سے نکل کر اب ایک نئی آزمائش میں جانے والی تھی۔ کاش کہ وہ اس میں سرخرو ہو پاتی۔۔

مدحا نسیم نے گھر سے باہر نکلتے سامنے کی طرف دیکھا۔ جہاں سامنے ہی رضیہ رکشے کے پاس کھڑی انہیں دونوں کے انتظار میں تھی! اس وقت صبح کے دس سے اوپر کا وقت ہو چکا تھا۔۔ موسم کے تیور ابھی بھی بلکل ویسے ہی تھے!! دھوپ کم ہوتی جا رہی تھی۔۔ "ارے آ بھی جاؤ۔ کب سے انتظار کر رہی تھی میں! رضیہ نے کہتے فرحت بیگم کو اندر بیٹھنے کی جگہ دی۔ وہ مدحا کی طرف دیکھتے کھسیانی سی ہنسی ہنسی تھی۔ جو مدحا نے محسوس تو کیا تھا لیکن سمجھ نہ سکی!! اسے تو ویسے بھی رضیہ کچھ

ٹھیک نہیں لگتی تھی۔ لیکن مجبوری تھی کہ فرحت بیگم کی وجہ سے اسے گھر میں کچھ دیر کے لیے برداشت کرنا پڑتا تھا۔ جیسے ابھی اسے کرنا تھا۔۔ رکشے میں بیٹھتے وہ تینوں ہی اپنی منزل کی طرف روانہ تھیں۔ مدحا نے نہیں پوچھا تھا کہ وہ لوگ کس بازار میں جا رہے ہیں! نا ہی اسے پوچھنے کا کوئی حق تھا۔ تبھی وہ چپ چاپ بس ان لوگوں کے ساتھ جا رہی تھی۔ خریدنا تو اس نے ویسے بھی کچھ نہیں تھا۔

آدھے گھنٹے جیسی ایک لمبی سی مسافت طے کرتے رکشہ ایک سنسان سی جگہ پر آتے رکا۔ اسے تو یہی لوکیشن بتائی گئی تھی۔۔ مدحا نسیم نے حیرت سے ایبر و سکیڑے اِرد گرد دیکھا۔ یہاں تو دور دور تک اسے کوئی بازار نظر ہی نہیں آ رہا تھا۔ آخر یہ دونوں کرنے کیا آئی تھیں اِدھر۔ کسی انجانے خدشے کے احساس سے اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک اٹھا تھا۔ حالانکہ ابھی اسے کچھ پتہ ہی نہیں تھا۔۔ "ابھی تم پیسے دو رکشے والے کو! گھر جا کر لے لینا مجھ سے! رضیہ سے کہتے فرحت بیگم نے رکشے سے چہرہ باہر نکالتے سامنے دیکھا۔ ابھی تک وہ بندہ تو انہیں نظر نہیں آ رہا تھا جس

نے انہیں پیسے دینے تھے!"ہاں ہاں اُتر ورکشے سے تم! رضیہ نے جھٹ سے حامی بھری!!"ایک منٹ امی یہ کونسی جگہ ہے؟ یہ تو کوئی خالی میدان لگ رہا ہے یہاں کیا کرنا ہے آپ لوگوں نے؟ دھڑکتے دل کے ساتھ مدحا نسیم نے دل میں پلتا سوال پوچھا۔۔ اسے عجیب سا محسوس ہونے لگا تھا۔ چھٹی حس بار بار کچھ سگنل دینے شروع کر چکی تھی۔ فرحت بیگم کا ہاتھ تھامے وہ اُن سے سوال گو تھی!!"ارے ہاتھ چھوڑ میرا۔۔ مجھے اور رضیہ کو یہاں کچھ کام ہے! ہم بس وہی کر کے آئے! تو بھی ساتھ چل آجا شاباش۔۔ شروع میں اس کے ہاتھ کو بری طرح جھٹکتے وہ اپنے ازلی لہجے میں بولی ہی تھی کہ رضیہ نے ان کے بازو کو پکڑتے جیسے انہیں کچھ یاد دلانا چاہا۔ فرحت بیگم اشارہ سمجھتے فوراً ہی پھر سے نرم پڑ گئی تھی۔ اس کے چہرے سے ہی مکاری جھلک رہی تھی۔ جبکہ چہرہ سیاہ ہونے لگا تھا۔۔ مدحا نے ہونٹ بھینچتے خاموشی سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ پتہ نہیں کیوں اس کے دل کی دھڑکن اتنی تیز ہو رہی تھی اور کیوں یہ بار بار اسے کچھ غلط ہونے کا احساس ہو رہا تھا۔ اپنی ماں سے وہ کچھ برا ایکسپیکٹ نہیں کر رہی تھی۔ بس اپنی حالت سے تنگ تھی! ایک

ایک کرتے وہ تینوں ہی رکشے سے باہر نکلیں ! ! رکشے والا بھی اپنے پیسے لیتے یہاں سے جا چکا تھا۔ وہ تینوں اس سنسان علاقے میں اکیلے رہ گئے تھے ! !

اے رضیہ وہ آدمی تو نظر نہیں آ رہا۔ کہیں چکما تو نہیں دے دیا ہمیں؟ مدحا سے" ایک طرف کو ہوتے فرحت نے رضیہ کے کان میں سرگوشی کی۔ "ارے بڑے لوگ ہیں ! آ رہا ہو گا اپنی گاڑی میں رک جاوہ۔۔۔ رضیہ بیگم ابھی جملہ مکمل کرتی کہ آنن فانن ایک ویگن ان تینوں کے سامنے آتے رکی۔ وہ ان تینوں کے بلکل قدموں کے پاس رکی تھی ! مدحا نسیم بے ساختہ ہی اچھلتے دو قدم پیچھے کو ہوئی۔ اس کی خوفزدہ نظریں اپنی ماں پر تھیں۔ یہ سب کیا ہو رہا تھا آخر اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ سیاہ چادر کے حالے میں دمکتا ہوا سکا پر نور سفید چہرہ خوف کی وجہ سے لٹھے کی مانند سفید معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر شبنم کے قطرے جبکہ آنکھوں کی ساکت پتلیاں اپنی ماں پر جمی تھیں جو اس ویگن کو دیکھتے جی جان سے مسکرا اٹھی تھی۔ یقیناً وہ انہیں جانتی تھی ! ! ویگن کا دروازہ کھولتے اس میں سے ایک لمبا چوڑا انسان نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک نیلے رنگ کا بیگ تھا۔ جبکہ وہ آنکھوں پر سیاہ

چشمہ لگائے مدحا کو اوپر سے نیچے تک دیکھ رہا تھا۔!! "امی چ۔۔ چلیں یہاں سے پلیز!! اپنے ساتھ کھڑی فرحت بیگم کا ہاتھ پکڑتے مدحا نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے کہا۔اس کی آواز بھی لرز اٹھی تھی۔دل مسلسل کچھ غلط ہونے کی پیشنگوئی کر رہا تھا۔وہ چشمے کے پیچھے چھپی ہونے کے باوجود اس انسان کی گندی نظریں بہت اچھے سے نوٹ کر چکی تھی۔۔ "اری ہٹ! اتنی مشکل سے تو جان چھوٹ رہی ہے تُجھ سے! ایسے ہی یہاں سے چل لیں! لے جا بھائی اسے! جان چھوٹ جائے گی میری! بری طرح مدحا کا ہاتھ اپنی شرٹ سے جھٹکتے وہ زہریلے لہجے میں پھنکارتے ہوئے آخر میں اس شخص سے مخاطب تھیں!! مدحا نے بے یقین نظروں سے اس عورت کو دیکھا۔جو مطلب ان کی بات کا اسے سمجھ میں آیا تھا وہ بہت برا تھا۔کیا اس کی ماں اس حد تک گر چکی تھی؟اس کا دل ایک لمحے کے لیے جیسے رک گیا تھا۔۔ گھبرائی ہوئی نظروں سے ایک دفعہ اس لمبے چوڑے انسان کو اور دوسری نظر ویگن کو دیکھتے مدحا نے بروقت ہی پیچھے کو قدم لیتے یہاں سے بھاگنا چاہا۔وہ پیچھے کی مڑتے ابھی آگے قدم بڑھاتی کہ اس کی کلائی وہ شخص اپنی گرفت

میں لے چکا تھا۔ یہ ہاتھ نہیں تھا، اسے یہ ہاتھ کسی سانپ کی مانند محسوس ہو رہا تھا۔ بے بسی سے واپسی کو مڑتے اس نے شکوہ کناں نظروں سے فرحت بیگم کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں اسے ٹپ ٹپ آنسوں بہنے لگے تھے!!"واہ رضیہ کیا مست مال لائی ہے! کنواری تو ہے نہ؟ وہ کیا ہے نہ کہ اب پرانے مال میں مزا نہیں رہا۔۔ نہایت غلیظ طریقے سے مسکرا کر کہتے وہ شخص سختی سے مدحا کی کلائی پکڑے اپنی غلیظ نظریں اس کے جسم پر گاڑے ہوئے تھا۔۔"بکواس بند کرو اپنی گھٹیا آدمی!! اس سے اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کرتے مدحا روتے ہوئے شدت سے چیخی۔ اس انسان کی نظریں ایسی تھیں کہ اسے خود سے گھن آنے لگی تھی۔ وہ نفرت سے یہاں موجود ان تینوں لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ جبکہ اس کے دل میں دعائیں تھیں کہ اس کی عزت سلامت رہ جائے! اس کی ماں وقت کی فرعون بن چکی تھی۔ وہ اسے بیچ رہی تھی ان غلیظ لوگوں کے ہاتھوں!!"شش! ایک تو پیاری لڑکیوں کے نخرے بہت ہوتے ہیں! اپنے ہونٹوں پر اُنگلی رکھتے اس شخص نے خطرناک سا مسکراتے اسے خاموشی رہنے کو کہا۔۔"ارے ہاں۔ کنواری ہے! جو دیکھے گا کروڑوں کے

بھاؤ خریدے گا اسے ! ہیرا ہے یہ ہیرا۔ رضیہ نے دھیرے سے مسکراتے زور و شور سے حامی بھری ! وہ خود اس انسان کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔ یہ ان لوگوں کا ایک پورا گینگ تھا۔ انہیں کسی مدحا جیسے گھر کی ہی تلاش رہتی تھی ! جو کہ قسمت سے مل بھی گیا تھا۔ پہلے ان سے رابطے بڑھائو اور پھر ان میں آپس میں لڑائیاں کروا کر جوان بچیوں کو بکوا دو۔ یہ ایک پوری پلاننگ کے ساتھ ان لوگوں کا دھندہ چلتا تھا۔ ! ! "اے بھائی پیسے دے مجھے ! تاکہ میں جاؤں۔ مزید اس کی شکل نہیں دیکھنا چاہتی میں ! ! فرحت بیگم نے لالچی نظروں سے اس بیگ کی طرف دیکھتے سامنے کھڑے شخص کو مخاطب کیا جو مدحا کو سنبھال رہا تھا۔ ! ! "ہاں ہاں دیتا ہوں ! ! شاطرانہ طریقے سے مسکرا کر کہتے اس شخص نے اپنی جیب سے پستول نکالی۔ کونسے پیسے، کہاں کے پیسے ؟؟ وہ اپنی جیب سے گن نکالے مسکراتے ہوئے فرحت بیگم پر تان چکا تھا۔ "او بھائی۔ میرا کیا قصور ہے؟ تو۔۔ تو رکھ پیسے اسے بھی رکھ لے میں چلی۔۔۔" فرحت بیگم کی تو پستول کو دیکھتے ہی سٹی گم ہو چکی تھی۔ وہ فوراً ہی لڑکھڑاتے ہوئے جملہ بھی نہیں مکمل کر پائی تھی کہ سامنے موجود شخص بے دردی

سے سفاکیت کی انتہا کرتے مسکراتے ہوئے ان کے دماغ میں سیدھا گولی مار چکا تھا۔ گولی فرحت بیگم کے دماغ میں جاتے آر پار ہوئی! جہاں فرحت بیگم کی ایک فلک شگاف چیخ اُبھری تھی وہیں مدحا کی خود کی بھی حلق سے چیخ برآمد ہوئی! وہ پتھرائی بے یقین نظروں سے فرحت بیگم کے زمین پر پڑے ساکت وجود کو دیکھ رہی تھی۔ ان کے سر سے فوارے کی صورت میں خون نکلتا اِرد گرد کی زمین کو بھگو رہا تھا۔ جبکہ ان کی آنکھیں مکمل طور پر کھلی باہر ابل آئی تھیں۔ لالچ کا انجام دیکھ لیا تھا؟ شاید وہ مر چکی تھی!! چند لمحوں کا کھیل تھا اور سب کی زندگیاں بدلنے جا رہی تھی!! "چھ۔۔ چھوڑ۔۔ و۔۔ امی!! کانپتے ہوئے شدید روتے ہوئے اپنے ہاتھ کو چھڑوانے کی کوشش کرتے مدحا نسیم فرحت کی طرف جانا چاہتی تھی۔ جیسی بھی تھی انہوں نے اس کے ساتھ ایک عرصہ گزارا تھا۔!! "شکل کیا دیکھ رہا ہے بیہوش کر اسے! بہت پھڑ پھڑا رہی ہے یہ! اس شخص کی حوس بھری نظروں سے مدحا کی طرف دیکھتا پا کر رضیہ نے آگے بڑھتے اسے بازو سے پکڑتے ہلایا۔ وہ بھی انہی کے ساتھ ویگن میں بیٹھ کر جانے والی تھی۔ اس طرف کا ملا اس کا کام مکمل ہو

چکا تھا۔ اب اسے کوئی اور گھر ڈھونڈنا تھا۔۔ "نہیں خدا کا واسطہ ہے نہیں۔۔ خوفزدہ ہوتے بن آب مچھلی کی طرح تڑپتے ہوئے مدحا اس سے دور ہونا چاہتی تھی۔ خود کو اس انسان کی نظروں سے چھپانا چاہتی تھی۔ اسے گھن آرہی تھی اس انسان سے! خوف اتنا تھا کہ اس کا دل کانوں میں دھڑک رہا تھا۔ جبکہ وہ بمشکل ہی اپنی کانپتی ٹانگوں سے مقابل کے سہارے کھڑی تھی۔ جو کہ اسے زہر سے بھی زیادہ برا لگ رہا تھا۔ وہ پیچھے ہونا چاہتی تھی لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔۔ یہ سفاک انسان اس کے منہ پر بے دردی سے ایک رومال رکھ چکا تھا۔ وہ اپنا بچاؤ بھی نہیں کر پا رہی تھی۔ کیونکہ یہ سمیل اسے اپنے حواسوں پر چھاتی محسوس ہو رہی تھی!! آخری مرتبہ آنکھیں بند کرتے جو الفاظ بڑبڑاہٹ کی صورت میں اس کے منہ سے نکلے تھے وہ یہی تھے کہ "اے اللہ میری عزت سلامت رکھنا۔" شاید اسے اندازہ تھا کہ اس کی ماں مرتے مرتے اسے کہاں چھوڑ گئی ہے! اور اس کے بعد وہ اسی ظالم انسان کے ہاتھوں میں جھول گئی تھی!! سب سے پہلی چیز جو ہوئی تھی وہ اس کے سر سے چادر اُتری تھی۔ کاش کہ یہ دعاؤں کی قبولیت کا وقت ہوتا۔۔ مدحا کو گود میں اٹھائے

ویگن میں لٹاتے یہ شخص خود بھی اندر جاتے بیٹھا۔ ویگن بند کیے ایک مرتبہ پھر وہ اپنے راستے پر گامزن ہو چکی تھی۔ کسی معصوم کو لیے وہ اس نجانے کہاں لے جا رہے تھے!!

جبکہ پیچھے فرحت بیگم کی لاش بھی وہیں کی وہیں رہ چکی تھی۔ اگر وہ نہیں مری" تھی تو یقیناً کچھ دیر تک مر جاتی! کیونکہ اس سنسان علاقے میں مدد کی اُمید رکھنا کوئی بیوقوفی ہی تھی!! اُمید نہیں تھی کہ خدا اس عورت کو اتنی جلدی اس کے انجام تک پہنچائے گا۔ مگر خیر جو بھی ہو گیا تھا۔ اپنا انجام وہ دنیا میں بھگتتے آخرت کے سفر پر نکل چکی تھی۔ جہاں یقیناً اسے دنیا میں کیے گئے ہر عمل کا بدلہ ملنے والا تھا۔ نجانے مدحا نسیم کے ساتھ آگے کیا کچھ ہونے والا تھا۔۔

یہ تقریباً شام کا وقت تھا جب ہر طرف ہلکی پھلکی سی بوندا باندی شروع ہو چکی تھی۔ آج کل موسم کا یہی حال رہتا تھا۔۔ ایسے میں اگر کسی سنسسان سڑک کے کنارے کسی جنگل کے قریب دیکھا جاتا تو ایک لڑکا اپنی گاڑی کے پاس کھڑا بنا بارش کی پرواہ

کیے سامنے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں مرکوز کیے ہوئے تھا۔۔ وہ کوئی اور نہیں بلکہ وہ "اکشم خان" تھا۔ جو اپنے دل کے ہاتھوں مجبوری ہو کر آج پھر سے اسی سڑک کے دائیں طرف موجود جنگل میں کھڑا تھا۔۔ اکشم خان اس وقت ٹی شرٹ اور پینٹ میں ملبوس بازو پر اپنی جیکٹ لٹکائے کھڑا بہت حسین لگ رہا تھا۔ اس کی سیاہ آنکھیں سنجیدہ تھیں!! جبکہ ٹی شرٹ کے گلے پر بلیک کلر کا چشمہ لٹکا تھا۔ گلے میں ایک سلور کلر کی چین جو اس کے بچپن سے ہمیشہ رہتی تھی پہنے پاؤں میں جو گرز پہنے کھڑا وہ کسی کے بھی دل کو اس وقت گھائل کر سکتا تھا۔ اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے اکشم خان نے ایک اور مرتبہ اُداسی سے سامنے دیکھا۔ وہ کافی دیر سے کھڑا یہاں کسی کا انتظار کر رہا تھا۔ ہاں اسی کا جسے کچھ دنوں پہلے اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ یہاں رقص کرتے دیکھا تھا۔ نجانے کیا تھا اس لڑکی میں کہ وہ اسے دوبارہ دیکھنے کی خاطر اسی پچھلے والے وقت یہاں آنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ جب سے اس نے اس لڑکی کو دیکھا تھا ایک عجیب سی بے چینی تھی جو اسے کہیں چین نہیں لینے دے رہی تھی۔ وہ لڑکی اس کے حواسوں پر بری طرح سوار ہو کے رہ گئی

تھی۔ کتنی حسین تھی وہ!! جیسے کوئی مورنی اپنی مستی میں گم جنگل میں رقص کر رہی ہو!! وہ بلکل ایسی معلوم ہو رہی تھی!! اکثم خان بس ایک مرتبہ اور اسے دیکھنا چاہتا تھا۔ بلکل ایسے ہی رقص کرتے ہوئے! تبھی وہ پچھلے ایک گھنٹے سے کھڑا اسی کے انتظار میں تھا۔ ایک مرتبہ وہ لڑکی اِدھر آئی تھی تو کیا پتہ روز ہی آتی ہو!! سامنے دیکھتے اُداسی سے وہ ابھی پھر سے نظریں پھیرتا کہ اس کی نظر نیچے زمین پر ایک طرف پڑی۔ جہاں ایک ڈارک پنک کلر کی چھوٹی سی کیوٹ سی چھتری گری پڑی تھی!! اس چھتری کو دیکھتے اکثم خان کے دماغ میں ایک جھماکا سا ہوا۔ یہ وہی اسی دن والی لڑکی کی تھی۔ اسے اچھے سے یاد تھا۔ سب سے پہلے اس نے چھتری کو ہی دیکھا تھا۔۔ چہرے پر ایک دلکش گہری مسکراہٹ رقصاں کیے اکثم خان نے اپنے قدم اسی کی جانب لیے! اسے پھر سے یاد آنے لگا تھا کہ کیسے وہ لڑکی موبائل میں اپنی ویڈیو ریکارڈ کر رہی تھی!! "تم جو بھی ہو! میں تمہیں بہت جلد ڈھونڈ لیں گا دیکھ لینا تم!!" نیچے پنجوں کے بل زمین پر بیٹھتے اکثم خان کے چھتری کی ہاتھ میں لیے دھیرے سے سرگوشی کی! وہ جیسے خود کو یقین دلا یا رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کو

ڈھونڈ ہی لے گا جس کی اس کر شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔ وہ مسکراتے ہوئے زمین پر بیٹھا اس چھتری کو گھماتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اب تو پکا یہ اسی کے پاس رہنے والی تھی!! وہ یہاں بیٹھا ابھی اپنے ہی خیالوں میں گم تھا کہ اس سے تھوڑے سے فاصلے پر ایک بڑی سی گاڑی آتے رکی۔ اکثم خان بے ساختہ ہی فوراً سے نظریں اٹھاتے اسی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔ جبکہ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا کیونکہ اسے لگ رہا تھا کہ وہ اسی دن والی لڑکی ہو گی!! گاڑی کا دروازہ کھولتے آگے پیچھے سے چار لڑکیاں باہر نکلی۔ وہ چاروں کوئی آپس میں دوستیں معلوم ہوتی تھیں!! اکثم خان فوراً سے اٹھتے ایک درخت کے پیچھے کھڑا ہو چکا تھا۔ اسے خیال آیا تھا کہ یہ کہیں اسے دیکھ کر اس دن کی طرح پھر سے بھاگ نا جائیں! بس اسی لیے اس نے خود کو چھپانا ہی بہتر سمجھا۔۔ البتہ درخت کی آڑ میں چھپا وہ ہلکا سا چہرہ باہر نکالتے سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔ چھتری ابھی تک اس کے ہاتھ میں ہی تھی!!

گاڑی سے نکلتے اُن چاروں نے اپنے قدم آگے کی جانب لیے! بارش اسی طرح ہی بوندا باندی کی صورت برس رہی تھی۔ وہ لوگ تھوڑے بہت ہی گیلے ہو سکتے

تھے ! اتنی زیادہ نہیں تھی بارش ! ! اکشم خان کی بے چین نظریں ان چاروں پر تھیں ان میں سے کسی کی بھی آنکھیں آئس بلیو نہیں تھیں۔ وہ آنکھیں تھی ہی نہیں جنہوں نے اس کا سکون برباد کر رکھا تھا۔ وہ ایک مرتبہ دیکھنے کے باوجود پھر سے بار بار دیکھتے کنفرم کرنا چاہ رہا تھا۔ وہ ان سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ تبھی آسانی سے انہیں دیکھ سکتا تھا۔ اُن چاروں میں کسی کی بھی آنکھیں آئس بلیو واقعی نہیں تھیں ! ! "شٹ ! ! اپنے ہاتھ میں موجود چھتری کو درخت پر مارتے وہ دبی دبی آواز میں بولا۔ اس کے سارے موڈ کا بیڑا غرق ہو گیا تھا۔ کہاں تھی آخر وہ آئس بلیو آنکھیں ؟ ؟ اس کی سمجھ سے باہر تھا یہ سب کچھ ! " کوئی ہے کیا اِدھر ؟ ؟ ایک لڑکی جو کب سے درخت کے پیچھے سرسراہٹ سی محسوس کر رہی تھی اپنا شک کنفرم کرنے کی خاطر اسی طرف بڑھی ! ان میں سے کسی نے بھی کچھ فاصلے پر کھڑی اکشم خان کی گاڑی نہیں دیکھی تھی۔ اگر دیکھ بھی لیتیں تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ چاروں پہلے والی لڑکی کی طرح ڈرپوک نہیں تھیں ! ! اکشم خان اسے اپنی طرف آتا دیکھ سر جھٹکتے آہستہ سے درخت کے پیچھے سے نکلا۔ کوئی فائدہ نہیں تھا یہاں چھپنے کا۔۔

درخت کے پیچھے سے ایک لڑکے کو یہاں آتے دیکھ باقی لڑکیاں جو شاید یہاں کوئی کیمپ لگانے لگی تھیں حیرت سے آگے کی طرف آئیں۔ اگر کوئی مرد یہاں آ بھی گیا تھا تو انہیں چھپ کر کیوں دیکھ رہا تھا؟" کیا تم کوئی چور ہو؟ لڑکی نے آرام سے اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے پوچھا۔ جیسے اگر وہ چور ہوا تو بھی فرق نہیں پڑتا۔ وہ چاروں چل موڈ میں تھیں! اکثم خان نے اس کے سوال پر جبڑے بھینچے! کیا وہ شکل سے کوئی چور لگ رہا تھا جو مقابل نے اتنے آرام سے یہ سوال کیا تھا؟ کیا ان لڑکیوں کو اس کی پیچھے کھڑی اتنی بڑی گاڑی نظر نہیں آئی تھی؟؟" ہاں چور ہوں! تم سب کو چرانے آیا ہوں! چلو گی؟ کلس کر اسی کے انداز میں سینے پر ہاتھ باندھتے الٹا جواب دیا گیا۔ وہ تپا کھڑا تھا۔۔ لڑکی اس کے انداز اور جواب پر دھیمے سے مسکرائی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ اتنا پیارا اور امیر دکھنے والا لڑکا چور نہیں ہو سکتا۔۔ لیکن جو بھی تھا اب وہ بحث پر آ ہی رہا تھا تو کم تو ان میں سے بھی کوئی بھی نہیں تھی۔ اس نے اپنے ساتھ کھڑی دوست کو آگے دھکا دیا۔ "اسے لے جاؤ! بڑی ترسی ہوئی ہے بیچاری! تمھارا بھی گزارا ہو جائے گا اور اس کا بھی! وہ دھیرے سے ہنستے اپنی دوست کی قربانی دے گئی تھی!

اکشم خان نے حیرت سے منہ کھولتے اپنے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا۔ جسے اس کی دوست نے آگے کیا تھا اور وہ بھی کھڑی مسکرا رہی تھی! اس نے بے ساختہ ہی نفی میں سر ہلایا۔ جو لڑکی آگے ہوئی تھی دراصل اس کے دانت بہت آگے کو تھے! جنہیں وہ اور باہر نکالے شرمانے کی ایکٹنگ کرتے اکشم خان کو دیکھ رہی تھی۔۔ وہ تو جیسے جانے کو تیار کھڑی تھی!! "استغفر اللہ! میں ایسا نہیں ہوں! بے ساختہ ہی اس کے منہ سے پھسلا۔ "ارے کوئی بات نہیں لے جاؤ۔ بس دانت ہی باہر ہیں تھوڑے لو بائٹس اچھی بن جائے گیں!! پیچھے کھڑی لڑکی نے اس کا ریکشن دیکھتے ہنستے ہوئے اسے مزید اُکسایا۔ باقی دونوں کھڑی بھی ہنستے ہوئے اکشم خان کو دیکھ رہی تھیں! "میں آؤں؟ آگے کھڑی لڑکی نے دھیرے سے کہتے دوپٹے کے پلو کو منہ میں لیے اکشم کی طرف اپنے قدم بڑھائے!! "کونسی لڑکی؟ کہاں کی لڑکی؟ اسے اپنی طرف آتا دیکھ اکشم خان نفی میں سر ہلاتے اپنی گاڑی کی طرف دوڑ لگا چکا تھا۔ وہ تو بول کر پچھتایا تھا۔۔ اسے نہیں چاہیے تھی کوئی لڑکی وڑکی! جو چاہیے ہی وہ

ان چاروں میں تھی ہی نہیں! اسے اتنا بھی موقع نہیں ملا تھا کہ ان سب سے اس دن والی لڑکی کے متعلق ہی پوچھ لیتا۔۔

اپنی گاڑی میں بیٹھتے وہ چھتری کو اپنی جیب میں رکھ چکا تھا۔۔ جیکٹ کو سائڈ پر رکھتے اس نے سامنے دیتے دانت پیسے! تھوڑے فاصلے پر کھڑی اُن لڑکیوں کہ اس کی گاڑی کو دیکھ کر ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا! "اللہ نا کرے کہیں وہ بھی انہی جتنی ایڈوانس ہوئی تو؟؟ دل میں سوچتے اکثم خان نے بے ساختہ ہی جھرجھری سی لی! اسے نہیں لگتا تھا۔ کیونکہ اس لڑکی کی آنکھوں سے ہی معصومیت جھلک رہی تھی۔ ہوتے ہیں کچھ لوگ جو محض اپنی باڈی لینگویج سے ہی اگلے کو پتہ دے دیتے ہیں کہ وہ کس طرح کے لوگ ہیں! اس لڑکی کا بھی کچھ ایسا ہی حساب تھا۔ کچھ وہ جب ڈر کر بھاگی تھی اور کچھ اسے دیکھ کر اکثم نے تو یہی اندازہ لگایا تھا کہ یقیناً وہ بہت معصوم ہو گی!! "خدا کرے کہ ایسا ہی ہو!! سر جھٹکتے وہ اپنی گاڑی کو واپس موڑتے سڑک

پر ڈال چکا تھا۔اس کا وقت بر باد ہوا تھا۔ کوئی فائدہ تھا ہوا تھا یہاں آنے کا۔ کاش کہ

!!اسے ایک مرتبہ وہ لڑکی مل جاتی! خیر جب قسمت کو منظور ہو

قسط نمبر:1/89

اس وقت تقریباً رات کے نو بج رہے تھے!! جب ہر طرف چاند کی روشنی بکھری تھی۔ سورج اپنی جھلک چھپا چکا تھا۔اب چاند آسمان پر کھڑا ہر طرف روشنی پھیلا رہا تھا۔۔ایسے میں اگر کسی سوسائٹی کے اندر ایک لمبی سی سنسان سڑک پر دیکھا جاتا تو وہاں تین سے چار بڑی سی گاڑیاں کھڑی تھیں۔ جن میں ایک گاڑی کے ارد گرد چند لڑکے کھڑے آپس کی باتوں میں مصروف تھے! وہ سب کوئی اور نہیں بلکہ شاہ برادرز تھے جو آج اپنے گھر یا کہیں بھی اور جمع ہونے کی بجائے سڑک کے ایک طرف کھڑے تھے! معاذ شاہ اس وقت پٹیوں میں جکڑا گاڑی کے بونٹ پر بیٹھا تھا جبکہ عدیل، زاویار، ماہ دیر اور حدائق شاہ اس کے اِرد گرد کھڑے تھے! معاذ شاہ کو کچھ دیر پہلے ہی بالاج یہاں چھوڑ کر گیا تھا۔مار پیٹ راحیل نے کی تھی تو بالاج خان اور آبان خان نے اس کی اچھی خاصی خاطر داری بھی کر دی تھی۔ آبان نے کال کرتے ماہ دیر کو ساری سچویشن کے متعلق آگاہ کر دیا تھا۔ان لوگوں کا کوئی خاص ریکشن نہیں تھا۔ غلطی سراسر معاذ کی تھی۔ وہ راحیل خان کو کچھ نہیں کہہ سکتے

تھے! معاذ شاہ کو بالاج یہاں چھوڑ گیا تھا اور یہ سارے اسے لینے کی غرض سے آئے تھے! لیکن پتہ نہیں کیا سوچتے وہ سب یہیں جم کر کھڑے ہو چکے تھے!! معاذ شاہ اس وقت سوجے ہوئے منہ کے ساتھ جگہ جگہ چہرے پر نیل کے نشان سجائے جبکہ بازو پر پٹی بندھی تھی سنجیدگی سے بونٹ پر بیٹھا تھا۔اس بیچارے کو اتنی زیادہ مار پڑی تھی کہ اسے اپنے پورے جسم میں درد کی ٹیسیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں۔ایک پہلے ہی وہ ابھی ایک دو دن پہلے ہی بستر سے اٹھا تھا اور راحیل نے اسے اچھی طرح سے دوبارہ دھو کر رکھ دیا تھا۔کوئی ایسی جگہ نہیں تھی جہاں اس ظالم نے اسے مارا نا ہو!! اسے اپنے جسم میں کمزوری سی محسوس ہو رہی تھی! اس وقت بیٹھا وہ شدید کلس رہا تھا۔ایک درد سے برا حشر اوپر سے اس کے دشمن سے بدتر بھائی۔۔ اس کی تپی ہوئی نظریں حدائق شاہ پر تھیں جو جب سے یہاں آیا تھا اسے دیکھ دیکھ کر ہنستا ہی جا رہا تھا۔وہ کوئی بات کرنے لگتا اور پھر معاذ شاہ کو سوجی ہوئی شکل دیکھ کر پھر سے قہقہہ لگا اٹھتا۔۔شاید اسے اس کی مار کا کچھ زیادہ ہی مزہ آیا تھا۔۔باقی سب کھڑے خود برہم نظروں سے حدائق کو دیکھ رہے تھے!! مجال تھی جو اس بندے

نے ان سب کو بات کرنے کا کوئی موقع دیا ہو۔ وہ خود ہی ہنستا جا رہا تھا۔ یہ بات کرنے لگتے اور وہ بیچ میں ہی ہنس پڑتا۔ وہ ان سب سے شاید مار کھانے کے چکروں میں تھا۔!! "حدائق میں نے منہ توڑ دینا ہے تیرا۔۔ ماہ دیر شاہ نے اس کی طرف دیکھتے دانت پیستے کہا۔ کیسا بھائی تھا یہ انسان۔۔ حدائق شاہ نے اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھتے دوسرا ہاتھ گاڑی پر رکھا۔۔ "میرا قصور نہیں ہے یار۔۔ شکل دیکھ۔۔" اتنا کہتے وہ معاذ شاہ کی طرف اشارہ کرتے ایک مرتبہ پھر قہقہہ لگا اٹھا تھا۔ اسے معاذ کی شکل دیکھ دیکھ کر ہنسی آ رہی تھی جو اس وقت حد سے زیادہ بگڑی ہوئی تھی۔ کچھ نیل کے نشان اور کچھ سوجے ہوئے ہونٹ اور ناک!! وہ اس وقت واقعی میں کوئی جوکر لگ رہا تھا۔ حدائق شاہ غلط نہیں ہنس رہا تھا۔۔ "ایسے بھائی اللہ کسی دشمن کو بھی نہ دے!! معاذ شاہ نے دل میں حدائق کو ہزاروں صلواتوں سے نوازتے سامنے محض اتنا ہی کہا۔ اب وہ چھوٹا تھا بڑے بھائی کو منہ پر گالیاں دیتا تو جو بچا تھا وہ حدائق نے اس کا منہ توڑ دینا تھا۔ مزید مار کھانے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔۔ "تیرے جیسا بھی نہ دے! سالے ناک کٹوا دی۔ کیا سوچ رہا ہو گا میرا سالہ

کے اس کے بہنوئی کے بھائی میں بس اتنا ہی دم خم ہے؟ حدائق شاہ نے اپنی ہنسی روکتے اسے گھورتے ہوئے لتاڑا۔ ہنسی واپسی آچکی تھی! "میں کیا کرتا بھائی؟ راحیل بھائی پر کیسے ہاتھ اٹھا سکتا تھا میں! سنجیدگی سے کہتے معاذ شاہ نے پیچھے شیشے سے ٹیک لگائی۔ اس کا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا۔ "تُجھے ضرورت کیا تھی کھڑکی سے کود کر بندروں کی طرح جانے کی؟ یہ سوال زاویار شاہ کی طرف سے تھا۔ اسے تو رہ رہ کر بیچارے پر ترس آرہا تھا۔ لیکن راحیل کو کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ "لڑکی کا چکر بابو بھیا لڑکی کا چکر!! معاذ کے بولنے سے پہلے ہی حدائق شاہ کی طرف سے ہنستے ہوئے جواب آیا تھا۔ وہ سہی مزے لے رہا تھا۔ "عدیل بھائی سے مشورہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ یہ بھی ایسے ہی کود کر جاتے تھے! میں بھی چلا گیا۔ لیکن میرے ساتھ برا ہوا۔ آسمان کی طرف دیکھتے معاذ شاہ نے مصنوعی دہائی دی!! "چل اوئے میری تو بیوی ہے! میں نے بھی نکاح کے بعد کے لیے دیا تھا یہ آپشن تُجھے! تو کچھ زیادہ ہی ایڈوانس نکلا۔ عدیل شاہ نے فوراً اپنی طرف سے صفائی دیتے معاملے سے بری الزمہ ہونا چاہا۔ "چھوڑو سارا کچھ! آجا میرے بھائی! ایک سیلفی لیتے ہیں۔

بڑے دنوں بعد کچھ فنی پوسٹ کرنے کو ملا ہے! حدائق شاہ نے سب کو چپ کرواتے اپنی جیب سے فون نکالتے ہنستے ہوئے معاذ شاہ کی طرف قدم لیے! باقی سب دانت کچکچاتے اسے دیکھ رہے تھے! کتنا کمینہ انسان تھا یہ! "بھائی یار یہاں میں مر رہا ہوں! معاذ شاہ نے بے یقینی سے جیسے اسے یاد دلانا چاہا۔ وہ واقعی سیلفی لینے اس کے پاس پہنچ چکا تھا۔۔ "چپ کر! بڑے بھائیوں سے بحث نہیں کرتے۔ آجا میرا بچہ! اسے ہلکا سا بازو سے پکڑ کر حدائق شاہ اہی سیدھا کرنے ہی لگا تھا کہ اس کے الفاظ بھی بیچ میں ہی رہ گئے تھے!! معاذ شاہ اتنی زور سے چیخ اٹھا تھا۔ جہاں سے حدائق نے بازو پکڑا تھا اسے وہاں بھی لگی تھی! "آہ۔۔ اللہ پوچھے راحیل بھائی آپ کو!! اپنے بازو کو پکڑ کر سیدھے ہوتے وہ بیچارہ تھک ہار کر راحیل کو ہی کوسنے دینے پر آگیا تھا۔۔ جانوروں کی طرح مارا تھا بیچارے کو اس نے!! "اتنی گندی گندی آوازیں نا نکال۔ پاگل سڑک پر ہیں ہم! حدائق شاہ نے واپس سے سیدھے ہوتے ہنستے ہوئے اسے ٹوکا۔ وہ اس کے شروع والے آہ کی بات کر رہا تھا۔۔ "بھائی یار۔ اب بندہ کراہ بھی نہیں سکتا؟ آپ تو پیچھے ہو جائیں! معاذ شاہ بیزار ہونے لگا تھا۔

ایسے بھائی تھے کہ تسلی دینے کی بجائے سیلفی لے رہے تھے تاکہ انسٹا گرام پر پوسٹ کر سکیں!! حدائق شاہ نے کیمرہ سیدھا کرتے سامنے کیا۔ وہ دونوں کے چہروں کو فوکس پر لے آیا تھا۔ لیکن افسوس کہ کیمرے میں معاذ شاہ کی شکل دیکھتے ایک مرتبہ پھر اس کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا۔۔ کیمرے کو نیچے کیے وہ پھر سے پیٹ پر بات رکھے ہنستا ہی جا رہا تھا۔ اب تو باقی سب کو بھی ہنسی آنے لگی تھی۔ جو کہ وہ روکے کھڑے تھے! کیونکہ معاذ پہلے ہی رونے والا ہو رہا تھا۔ اگر یہ سب بھی ہنستے تو وہ بیچارہ یہیں دھاڑیں مار نے بیٹھ جاتا۔۔ "میں جا رہا ہوں گھر!! معاذ شاہ نے خفگی سے کہتے گاڑی کے بونٹ سے اٹھنا چاہا۔ اسے نہیں رہنا تھا اس بدتمیز انسان کے پاس!! حدائق نے اسے کہا تھا کہ وہ اسے کچھ دنوں کے لیے فارم ہاؤس لے جائے گا۔ تاکہ گھر والوں کو کچھ نہ بتانا پڑے! وہ اسی کی بات کر رہا تھا۔ "اچھا اچھا رک! بہت مشکل سے اپنی ہنسی روکتے حدائق شاہ ایک مرتبہ پھر سیدھے کو ہوا۔ وہ اس کے ساتھ کھڑا ہوتے ایک مرتبہ پھر کیمرے کو دونوں پر تان چکا تھا۔ اب وہ کوشش کر رہا تھا کہ معاذ کو نہ دیکھے ورنہ پھر سے اس کی ہنسی چھوٹ جانی تھی!!

"چل اب ایسی شکل بنا جیسے مظلوم ہے تو!! راحیل کو ظالم نام کے ساتھ ٹیگ کروں گا۔ حدائق شاہ نے دو سے تین تصاویر کلک کرتے مسکراتے ہوئے حکم دیا۔ اس کا دل بھرنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔۔ "بھائی یار بچالیں آپ سب مجھے ان سے! اللہ معاف کرے بیوی انہیں منہ نہیں لگاتی اور بھائیوں کو یہ چھوڑتے نہیں! زاویار اور ماہ دیر کی طرف دیکھ کر معاذ شاہ نے دہائی دی! بس حدائق اس سے دور ہو جاتا! وہ یہ بھول گیا تھا کہ جلد اس کے ساتھ کھڑا تھا اور وہ کیسی بات بول گیا تھا۔۔ حدائق شاہ جو ہنس رہا تھا اس کی ہنسی اچانک ہی غائب ہوئی! گہرا طنز تھا یہ سیدھا سیدھا۔ اپنی باری آئی تو اس کی ہنسی غائب ہو گئی تھی! "سالے بیوی کو بیچ میں کیوں لا رہا ہے؟؟ وہ منہ لگاتی ہے تبھی اتنے چل موڈ میں کھڑا ہوں۔ ورنہ تیرے ساتھ ہنستا بھی نا میں!! حدائق شاہ نے دانت پیستے معاذ شاہ کی طرف دیکھتے کہا۔ یہ طنز اس کے دل پر لگا تھا۔ بھلے یہ سچ تھا لیکن اس کی کوئی عزت تھی یار!! "بھاڑ میں جاؤ تم سب! گھر جا رہا ہوں میں!! عدیل شاہ نے اپنے موبائل میں وقت دیکھتے حدائق شاہ کو دیکھتے کہا۔۔ "رک جا ساتھ چلتے ہیں! حدائق فارم ہاؤس جا کر ایک مرتبہ نیم گرم پانی کی

ٹکور کر دینا اس کے چہرے پر! تھوڑی سوجن کم ہو گی!! ماہ دیر شاہ نے عدیل کی طرف قدم لیتے آخر میں حدائق کو مخاطب کیا۔ اتنی رات سڑک اور کھڑے رہنا اچھا نہیں تھا۔۔ "میری تو سن لے کوئی! معاذ شاہ نے کلس کر سب کو گھورتے دانت پیسے! یہاں ان ساروں کو اپنی اپنی پڑی تھی!!" بول بھی لے! سن رہے ہیں ہم بہرے نہیں ہے! جواب ماہ دیر شاہ کی طرف سے ہی آیا تھا۔ بیوی سے اسے نائرہ یاد آگئی تھی! "رشتے کا کہا ہے راحیل بھائی نے! دا جان کو بھیجنا پڑے گا زارا کے لیے! سنجیدگی سے سب کی طرف دیکھتے اس نے سب کو اصل بات بتائی!! "استغفر اللہ!! لعنت ہے تیرے اوپر! دا جان اور زارا۔۔۔ توبہ توبہ!! اپنی ہی محبت کو اپنے ہی دادے کے ساتھ!! توبہ توبہ لعنت ہے تیرے پر!! ابھی کوئی کچھ بولتا کہ حدائق شاہ نے مصنوعی کانوں کو ہاتھ لگایا۔ وہ معاذ شاہ کو زچ کر رہا تھا جو کہ وہ ہو بھی رہا تھا۔!! زاویار شاہ کی ہنسی بے ساختہ تھی۔ کیا چیز تھا آخر یہ لڑکا؟؟ "بھائی یار میرے لیے! کبھی تو پازیٹیو رہا کریں! معاذ شاہ اب جھنجھلانے لگا تھا۔ جتنا اسے درد ہو رہا تھا حدائق کھڑا اسے اتنا ہی ذلیل کر رہا تھا۔ "چھوڑ اسے تو آگے

بول!! ماہ دیر شاہ نے حدائق کو اگنور کرتے اسے بات مکمل کرنے کو کہا۔ یقیناً نائرہ سے اس نے بچنا نہیں تھا۔ رات بہت ہو گئی تھی اور یہ سارے ابھی تک باہر ہی تھے!! "ہاں تو میں محبت کرتا ہوں زارا سے!! راحیل بھائی نے کہا تھا کہ رشتہ بھیج دینا۔ میری شادی کروا دیں زارا سے پلیز۔ ساری بات ان لوگوں کے گوش گزار کرتے آخر میں اس کہ لہجہ التجائیہ ہو چکا تھا۔۔اب اتنی مار کھا کر تو لڑکی والے مانے تھے!! "جب رشتے کا ہی کہنا تھا تو اتنا مارنے کی کیا ضرورت تھی؟ چھوڑ زارا کو کوئی اور لڑکی دیکھتے ہیں تیرے لیے!! ماہ دیر شاہ نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھے کہا۔۔اسے بہت برا لگ رہا تھا معاذ شاہ کے لیے! "بس کر دیں بھائی۔ محبت ہے وہ میری! ایسے ہی چھوڑ دوں؟ ساتھ جیے گیں ہم اور ساتھ میں مرے گیں! بہت اچھی لڑکی ہے زارا۔ معاذ شاہ نے دل پر ہاتھ رکھتے فوراً ہی نفی کی! کہیں اس کے بھائی ہی اس کی لو سٹوری میں ولن نا بن جاتے!! اسے تو صدمہ لگ جانا تھا۔۔ "ظاہر ہے راحیل کی بہن ہے اچھی ہی ہو گی!! یہ کمپلینٹ حدائق شاہ کی طرف سے آیا تھا۔ وہ اب معاذ کی شکل نہیں دیکھ رہا تھا تبھی یہ سب سکون سے بات کر پا

رہے تھے! ورنہ اس کی ہنسی نہیں رکنی تھی! "ہاں بات تو ٹھیک ہے! چلو کرتے ہیں بات! داجان سے بات کر لے اور لے جا رشتہ! اچھا ہے ہمارے گھر کا آخری پیس بھی گھوڑی چڑھ جائے! ماہ دیر شاہ نے کہتے اپنے قدم اپنی گاڑی کی جانب لیے! اس کے فون پر اس کی بیوی کے میسج آنے شروع ہو گئے تھے! اسے اب گھر جانا تھا۔ "پہلے ہیر پھر معاذ۔ بیٹا میں جو تیری شادی ہیر سے پہلے ہونے دے دوں تو میں بھی اپنے باپ کا نہیں! اس لیے چپ کر کے بیٹھا رہ!! دیکھتا ہوں میں کچھ! ہیر کے لیے رشتے دیکھ ہی رہے ہیں!! حدائق شاہ اور کباب میں ہڈی نا بنے ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟ وہ چاہتا تھا پہلے ہیر کی شادی ہو جائے تاکہ بے فکری سے آخر میں معاذ کو دلہا بنا سکیں!! اتنی سائرہ بیگم کو اپنے بچوں کی شادی کی فکر نہیں تھی جتنی حدائق کو رہتی تھی! "آپ سے کچھ اچھی اُمید تھی بھی نہیں مجھے! کلس کر جبڑے بھینچتے معاذ شاہ اپنے اس بڑے بھائی کی شان میں بس اتنا ہی کہہ سکا۔ وہ دل میں اسے سہی سے آج گالیاں دے رہا تھا۔ "رکھنا بھی مت کبھی! اٹھ میرے ساتھ گھر چل! فائزہ اکیلی ہو گی۔ اور پھر دو تین بعد داجان سے بات کرے گیں تیرے لیے!

نکاح کی بات کر لے گیں ! اب اتنا بھی ظالم نہیں ہوں میں ! ! مسکرا کر اس کی کمر میں دھپ رسید کرتے حدائق شاہ گاڑی کی طرف بڑھا۔ جبکہ پیچھے معاذ شاہ مسکرا بھی رہا تھا اور اس کی کراہ بھی نکل چکی تھی ! پہلے کیا وہ کم درد جھیل رہا تھا جواب یہ مکا؟؟ حدائق شاہ کبھی نہیں سدھر سکتا تھا۔۔ آہستہ آہستہ کرتے سر جھٹکتے وہ سارے ہی اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ چکے تھے ! سب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ! ! تھے ! ! سنسان سڑک اس کے جانے سے ایک مرتبہ پھر ویران ہو چکی تھی

ہر طرف صبح کی روشنی بکھری ہوئی تھی۔ یہ تقریباً صبح کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔ آج کا دن کسی کے لیے نہایت خوشگوار تو کسی کے لیے بہت برا ثابت ہونے والا تھا۔ سورج آج پورے آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ ایسے میں خان ولا میں سب لوگ معمول کے مطابق اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے ! ! کوئی آفس گیا ہوا تھا تو کوئی گھر میں مصروف کام کر رہا تھا۔ برہان خان کی فیملی تقریباً آج گھر پر ہی تھی۔ بالاج خان کا کوئی میچ نہیں تھا اس لیے وہ گھر پر تھا۔ اور برہان خان کی طبیعت ٹھیک

نہیں رہتی تھی تو انہوں نے کام چھوڑا ہوا تھا۔ وہ ہر بات کی ٹینشن بہت لے لیتے تھے!! وہ سب اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے! داجان اور باقی سب بھی ان کے ساتھ ہی تھے! بالاج خان بہت دنوں بعد ہمت جتاتے برہان خان کے سامنے آیا تھا اور شکر تھا کہ انہوں نے کچھ کہا نہیں تھا۔ وہ اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہے تھے! ان کا غصّہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ وہ سب ابھی آپس کی باتوں میں مصروف تھے کہ لاؤنج میں موجود انٹر کام پر بیل ہوئی! باہر سے گارڈز کی کال کے لیے تھا یہ!! "میں دیکھتا ہوں! بالاج خان کہتے صوفے سے کھڑا ہوا۔ باقی سب اسی کی طرف دیکھ رہے تھے! یہ بیل تب بجتی تھی جب کوئی انجان انسان آجائے اور گارڈز انہیں جانتے نا ہو!! "ہیلو؟ انٹر کام کو اٹھاتے کان اور لگائے بالاج خان نے سنجیدگی سے کہا۔ "سر باہر ایک عورت آئی ہیں! بڑے صاحب نے منع کیا تھا انہیں اندر آنے سے! لیکن وہ اب ضد کر رہی ہیں۔ کہہ رہی ہیں بات کر کے جائیں گیں! آپ ایک مرتبہ آکر دیکھ لیں پلیز!! انٹر کام سے گارڈ کی آواز اُبھری! یہ گیٹ والا گارڈ ہے بالاج خان پہچان گیا تھا۔۔ بالاج کے ابرو تعجب سے سکڑے! ایسی کون تھی

جسے خان ولا میں آنے سے دا جان نے پابندی لگا رکھی تھی۔ حیرت تھی ویسے !!

"نام پوچھو !! بالاج خان نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ ہو سکتا تھا وہ اس عورت کو جانتا ہو !! باقی سب کی نظریں اسی کی طرف مرکوز ہو چکی تھیں۔!! "شاہ ولا سے بتا رہی ہیں خود کو ! پاکیزہ نام ہے ! باہر کھڑی پاکیزہ بیگم سے ان کا نام پوچھتے گارڈ نے واپسی آتے بالاج کو بتایا۔۔ بالاج خان نے خاموشی سے ہونٹ کاٹتے ایک نظر رائنا کو دیکھا۔ جو یہاں بیٹھی کھانے میں مصروف تھی۔ اب عدیل شاہ کی ماں شاید یہاں پھر سے کی بکواس کرنے آئی تھیں۔ ایسا اسے لگتا تھا۔۔ " بابا عدیل کی ماما آئی ہیں ! بلا لوں ؟؟ سنجیدگی سے برہان خان کی طرف دیکھتے اس نے اجازت چاہی ! پتہ تو چلتا آخر بات کیا تھی !! وہ کیوں ایک مرتبہ پھر اتنی صبح صبح ان لوگوں کے گھر آگئی تھیں !! رائنا خان جو بیٹھی ناشتے کے طور پر سیب کھا رہی تھی اس کے منہ کی طرف جاتا ہاتھ رکا۔ کہیں عدیل شاہ کی ماں پھر سے اس کی شکایت لگانے تو نہیں آگئی تھی کہ وہ چوبیس گھنٹے عدیل کے ساتھ کال پر ہوتی ہے ! سب سے پہلی سوچ اس کے دماغ میں یہی آئی تھی !! "وہ اب کیوں آئی ہے ! برہان خان نے برہمی سے بالاج

کی طرف دیکھتے پوچھا۔ جیسے اُن کے یہاں آنے میں اس کا قصور ہو!! "مجھے نہیں پتہ!! کندھے اِچکاتے لاعلمی کا اظہار کیا گیا۔ وہ کھڑا ہی تھا۔۔ "بلالو! ایک مرتبہ دیکھ لیتے ہیں کیا کہتی ہے! آگے اب کوئی بھی غلط بات کی تو گارڈز سے دھکے دے کر نکلوائیں گیں!! داجان نے بالاج کی طرف دیکھتے اسے اجازت دی! آخر پتہ تو چلتا کہ وہ بنا کسی کے بھی علم میں لائے یہاں آئی کیوں تھی!! "داجان سوچ لیں! میں اپنی بچیوں پر اب کوئی بات برداشت نہیں کرونگا! برہان خان نے پہلے ہی سنجیدگی سے انہیں وارن کر دیا تھا۔۔ "ٹھنڈ رکھو! ہم بھی تمہارے ساتھ ہی ہیں!! داجان نے ہاتھ اٹھاتے انہیں تسلی دی! بالاج خان انٹر کام پر گارڈ کو پاکیزہ بیگم کو اندر بھیجنے کا حکم دیتے واپس اپنی جگہ پر آتے بیٹھ چکا تھا۔ اس کی بیوی کمرے میں ہی تھی۔ وہ باہر نکلتی بھی تھی تو بس اپنے مطلب کے لیے!! وہ سب بیٹھے اب پاکیزہ بیگم کے اندر آنے کے انتظار میں تھے!!

السلام وعلیکم ! ! پاکیزہ بیگم نے لاؤنج میں داخل ہوتے آگے بڑھتے ایک نظر سب " کو دیکھا۔ وہ ڈرائنگ روم کی طرف جاتی لیکن پھر سارے ہی لاؤنج میں بیٹھے تھے تو وہ بھی اسی طرف آگئی تھیں ! نجانے اب وہ یہاں اکیلی کس مقصد کے تحت آئی تھیں ! ءوعلیکم السلام ! ! آئیں بیٹھیں ! ! عزرا بیگم نے صوفے سے کھڑی ہوتے انہیں بیٹھنے کو کہا۔ جو بھی تھا وہ اس گھر میں مہمان بن کر آئی تھیں ! ! پاکیزہ بیگم سر کو خم دیتی صوفے پر جاتے بیٹھیں۔ وہ سب کی نظریں خود پر گڑھی محسوس کر رہی تھیں۔ اور وہ جانتی تھیں کہ یہ ان کے پچھلے کیے گئے کارنامے کی وجہ سے تھیں ! ! رائنا خان بھی ایک طرف بیٹھی انہی کو دیکھ رہی تھی۔ اسے ڈر تھا کہیں کچھ غلط نہ ہو جائے ! ایک تو اس کا فون بھی اوپر کمرے میں تھا۔ " معاف کرنا بہن ! کیا میں آپ کے یہاں آنے کا مقصد جان سکتا ہوں ؟ برہان خان نے صوفے پر سیدھے ہو کر بیٹھتے سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔ بہتر تھا وہ بات کرتی اور جلدی جاتی یہاں سے ! پاکیزہ بیگم نے ایک نظر رائنا خان کو دیکھا۔ وہ پھر برہان خان کی طرف متوجہ ہوتے گویا ہوئیں ! ! " میں یہاں ایک کام سے آئی تھی ! ! " بہتر ہو گا

وہ کام میری بچیوں کے کردار پر الزام لگانا نہیں ہو گا؟؟ دو بدو ہی سنجیدگی سے برہان خان نے وارننگ دیتے لہجے میں کہا۔۔ پاکیزہ بیگم کی واپس سے ایک نظر رائنا پر گئی۔ انہیں اندازہ تھا کہ کچھ ایسا ہی سوچے گیں یہ لوگ! پہلے یہی تو کیا تھا انہوں نے!! "کیا تم اِدھر میرے پاس آکر بیٹھ سکتی ہو؟؟ برہان خان کی بات کو فلحال اگنور کرتے وہ رائنا خان سے مخاطب تھیں! جو ایک طرف بیٹھی تھی! رائنا نے ان کی بات پر تھوک نگلا۔ وہ حیران تھیں کہ پاکیزہ بیگم اس سے نرمی سے بات کر رہی تھیں۔ بلکہ اپنے پاس بلا رہی تھیں!! صرف وہی نہیں باقی سب بھی اسی طرح حیران ہوئے تھے! "وہ کیوں آئے آپ کے پاس! آپ کام بولیں اور جائیں یہاں سے! کسی خدشے کے تحت برہان خان پھر سے بیچ میں بول اُٹھے تھے! "بے فکر رہیں بھائی صاحب! میں اپنی بہو کو کوئی نقصان نہیں پہنچانے آئی! آپ مجھ پر اعتبار کر سکتے ہیں!! پاکیزہ بیگم جیسے آج اپنی باتوں سے ہی ان لوگوں کی مارنے کے در پر تھیں۔ اتنی اچھائی کسی کو بھی ہضم نہیں ہو رہی تھی!! اپنی بہو۔ واہ۔!! "اِدھر آؤ! ایک مرتبہ پھر رائنا خان کی طرف دیکھتے انہوں نے اسے بلایا۔ وہ یہاں واقعی آج کچھ

بھی غلط کرنے کی بجائے کسی اور مقصد کے تحت آئی تھیں۔ پتہ نہیں اب کیا بات تھی!! نجانے کیا سوچتے رائنا خان خاموشی سے صوفے سے کھڑی ہوئی! وہ سنجیدگی سے ان کی طرف اپنے قدم لے رہی تھی!! اب جو ہوتا دیکھی جاتی! کیا پتہ واقعی انہوں نے کوئی ضروری بات کرنی ہو!! ان کے پاس جاتے وہ سنجیدگی سے ان کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔ باقی سب کی نظریں انہی دونوں پر تھیں!! "بیٹا اگر میں تمھیں کہوں کہ تم مجھے معاف کر دو تو کیا تم کر سکتی ہو؟ یہ عجیب ہی بات کر دی تھی پاکیزہ بیگم نے! رائنا خان کی طرف دیکھتے!! وہ شرم سار لہجے میں اس سے سوال گو تھیں۔ قسمت نے ان کا دل پلٹ دیا تھا۔!! ان لوگوں کی تہجد میں مانگی گئی دعائیں رد نہیں ہوئی تھیں! ہاں وہ آج یہاں اپنے پچھلے عمل کی معافی مانگتے رائنا کو مانگنے آئی تھیں۔ بنا اپنے بیٹے کے علم میں لائے! عدیل شاہ کے تو فرشتوں کو بھی اس متعلق کچھ نہیں پتہ تھا۔۔ جب اس دن پاکیزہ بیگم نے اسے دعا میں روتے دیکھا تھا تب سے ہی ان کا دل کافی بے چین سا ہونے لگا تھا۔ بہت سوچ سمجھ کر وہ یہ فیصلہ کر کے آئی تھیں۔۔ انہیں لگتا تھا کہ ان کی زندگی کا کوئی بھروسہ

نہیں رہا۔ تبھی وہ رشتہ آج ہی لے آئی تھیں!! رائنا خان نے بے یقینی اور حیرت سے انہیں دیکھا۔ کیا وہ اس سے معافی مانگ رہی تھیں؟ یقین کرنا تھوڑا تو مشکل تھا۔ باقی سب کا بھی یہی حال تھا۔ یہ وہ پہلے والی پاکیزہ بیگم بلکل تو نہیں لگ رہی تھی!! "مجھے معاف۔۔ کر دو رائنا۔۔ اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ پاکیزہ بیگم نے اس کے سامنے اپنے ہاتھ جوڑے! وہ نم آنکھوں کے ساتھ شرمندہ نظر آنے لگی تھیں!! انہیں احساس تھا اپنے پچھلے فعل کا۔!! "اندازہ ہے کتنی تکلیف ہوئی تھی ہم لوگوں کو آپ کی باتوں سے!؟ آپ کے یوں معافی مانگنے سے ہماری تکلیف کا ازالہ تو نہیں ہو جائے گا۔ پتہ نہیں آپ کی اور حدائق کی ماں کی وجہ سے کتنی مصیبتیں سہی ہیں میری بچیوں نے!! برہان خان تو برہم ہی ہو گئے تھے! یہ کیا بات ہوئی کہ جب چاہا معافی مانگ لی اور جب چاہا دل دکھا دیا۔۔ پاکیزہ بیگم کی جھکی نظریں اور جُڑے ہے ہاتھ برہان خان کی طرف ہو چکے تھے! "میں جانتی ہوں آپ لوگوں کو بہت تکلیف ہوئی ہو گی! میں اس کا ازالہ تو نہیں کر سکتی لیکن اتنا ضرور کر سکتی ہوں کہ میں وعدہ کرتی ہوں رائنا کو ساری زندگی میرے گھر میں کوئی

تکلیف نہیں ہو گی ! میں یہاں ایک تو معافی مانگنے اور دوسرا رخصتی لینے آئی تھی !
برہان خان کی طرف دیکھتے وہ اپنے آنے کا دوسرا مقصد بھی بتا چکی تھیں ! رائنا خان
نے بے ساختہ ہی ہونٹ کاٹتے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔ اس کا بس نہیں تھا کہ
کسی طرح برہان خان کے منہ میں خود ہاں کا لفظ ڈال دے ! کہیں اب یہ انکار نا کر
دیں ! ! اس کی نظروں میں بے چینی بہت واضح تھی۔۔ جبکہ دل میں وہ سوچ رہی
تھی کہ اگر پاکیزہ بیگم اس کی رخصتی لینے آ رہی تھی تو عدیل نے اسے کیوں نہیں
بتایا؟ اس کا اِرادہ عدیل شاہ کی خبر لینے کا بھی تھا۔ اب وہ کیا جانے کہ اُسے تو خود اس
بات کا علم نہیں تھا۔ وہ سنتا تو پتہ نہیں اس کا کیا ریکشن ہونا تھا۔ "ہماری بیٹی بوجھ
نہیں ہے ہمارے اوپر ! ہم کوئی رخصتی نہیں دے رہے آپ جا سکتی ہیں ! بہت
مہربانی یہاں آنے کی زحمت کی آپ نے ! ! برہان خان نے دو ٹوک انداز میں کہتے
پیچھے صوفے سے ٹیک لگائی ! یہ ان کی کوئی چال بھی ہی سکتی تھی ! وہ ہر زاویے سے
سوچ رہے تھے ! ! پاکیزہ بیگم نے ایک نظر سب کی طرف دیتے پریشانی سے پھر
سے برہان خان کو دیکھا۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کس طرح اپنے کیے کی

معافی مانگے ! ! "دیکھنے بھائی صاحب ! بیٹیاں کسی کے لیے بھی بوجھ نہیں ہوتی ! میں اپنے بیٹے کی خاطر بھیک مانگتی ہوں آپ سے ! خدارا ان بچوں نے پہلے ہی بہت مشکلات سہہ لی ہیں ! مزید میں اپنے بچے کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتی ! اس کا بھی اور میرے بیٹے کا بھی ان دونوں کا ایک دوسرے کے بنا گزارا نہیں ہے میں نے خود دیکھا ہے ! اگر آپ کو میری طرف سے کوئی خدشات ہیں تو عدیل اسے الگ گھر میں رکھ لے گا۔ میں خود کہوں گی اسے ! میری بات مان لے گا وہ ! ! مگر خدا کے لیے آپ سب مجھے معاف کر دیجئے گا۔ میں بہت بڑی غلطی کر بیٹھی ! کسی کے کردار پر الزام لگانا کیسا ہے مجھے خدا کی قسم احساس ہو رہا ہے ! مجھے معاف کر دینا رائنا۔ شاید اسی لیے خدا نے مجھے بیٹی سے محروم رکھا کہ بیٹیاں اسی کے ہاں ہوتی ہیں جن میں ان کو پالنے کی اوقات ہوتی ہے ! ! پہلے برہان خان اور پھر رائنا کے سامنے ہاتھ جوڑے وہ باقاعدہ رونے لگی تھیں ! انہیں ہمیشہ یہی کمی رہتی تھی کہ ان کی بیٹی نہیں ہے ! اب سمجھ میں آیا تھا کہ کیوں نہیں دی ! ! برہان خان نے انہیں روتے دیکھ ہونٹ بھینچے ! آخر اس طرح چار آنسوں بہا کر وہ ثابت کیا کرنا چاہتی

تھیں ؟انہیں تو اس عورت پر ذرا ترس نہیں آرہا تھا۔ کتنی لڑائی ہوئی تھی ان لوگوں کی آپس میں جب یہی کرتے یہاں آکر بکواس کر کے گئی تھیں ! "برہان ! ! داجان نے برہان خان کی طرف دیکھتے انہیں آنکھوں سے کچھ اشارہ کیا۔۔ پاکیزہ بیگم ابھی تک دوپٹہ آنکھوں پر رکھے رونے میں مگن تھیں۔ یہ آنسوں جھوٹے نہیں تھے ! انہیں واقعی میں اپنے کیے پر بہت شرمندگی تھی۔ پچھلے تین سے چار دن وہ اسی شرمندگی میں سوچ بچار کر کی گزار رہی تھیں۔ بلآخر آج یہاں اُن کا آنا ہو گیا تھا ! ! "عدیل سے کہہ دیجئے گا الگ گھر میں رکھتا ہے اسے تو ٹھیک ہے ! ورنہ میں رخصتی نہیں کروں گا اس کی ! بہتر ہے آپ پہلے عدیل سے بات کر لیں ! کیونکہ وہ آپ کی وجہ سے رضامند نہیں تھا۔۔ برہان خان نے داجان کا اشارہ سمجھتے مصلحت سے کام لیا۔ بیٹی والے وہ تھے اتنی مشکلوں سے تو پاکیزہ بیگم راضی ہوئی تھیں۔ بہتر تھا کہ اب ایک اور فرض جلد سے جلد سرانجام دے ہی دیتے ! ! "بابا وہ۔۔ ابھی پاکیزہ بیگم کچھ بولتی کہ پہلے ہی رائنا خان بیچ میں بول پڑی تھی۔ اس نے نجانے کیا بولنا تھا۔ سب کی نظریں اس کی طرف اٹھیں ! "بولو بیٹا۔ برہان خان نے نرمی سے حکم

دیا۔۔ "بابا مجھے نہیں رہنا الگ گھر میں! میں رہ لوں گی ان کے ساتھ!! اُنگلیاں چٹخاتے دھیمے سے اس نے پاکیزہ بیگم کی طرف دیکھتے کہا۔اسے پہلے رہنا تھا الگ گھر میں! مگر اب وہ خود یہی چاہتی تھی کہ وہ پاکیزہ بیگم کے ساتھ ہی رہے!! اب تو ویسے بھی اسے وہ ٹھیک لگ رہی تھیں۔۔ برہان خان نے اسے دیکھتے ہونٹ بھینچے! سہی سے عدیل شاہ نے ان کی بری کو پٹیاں پڑھائی ہوئی تھیں۔انہیں یقین تھا کہ یہ بھی اسی انسان کو مہربانی ہو گی۔ اسی نے سکھایا ہو گا یہ بھی!! "رہنے دو بیٹا۔ تمہارے گھر والوں کی اعتبار نہیں ہے تو کوئی بات نہیں! میں رہ لوں گی اکیلے! تم دونوں خوش رہنا۔۔ رائنا خان کے گال پر ہاتھ رکھتے انہوں نے نرمی سے کہا۔اتنی بری نہیں تھی یہ لڑکی! "نہیں میں شادی کروں گی تو ظاہر ہے آپ کے ساتھ رہوں گی۔ بابا پلیز۔ ہم اسی لیے رکے ہے تھے کہ آنٹی نہیں مان رہی تھیں! اب تو یہ مان گئی ہیں تو اب کس بات کا ڈر ہے؟؟ پریشانی سے برہان خان کی گھورتی نظروں میں دیکھتے وہ بولنے سے ابھی بھی باز نہیں آئی تھی! اسے ڈر تھا کہیں برہان خان رخصتی سے ہی انکار نا کر دیں!! "عدیل سے کہیے گا مجھ سے آکر ملے! میں اسی سے

بات کروں گا۔ باقی رہی ساتھ رہنے کی بات تو رائنا نادان ہے میں نہیں!! برہان خان نے بجائے سیدھا انکار کرنے کے بات کو عدیل پر گھما دیا تھا۔!!" بالاج خان جو بیٹھا ساری باتیں سن رہا تھا تھوڑا آگے کو ہوتے رائنا کے کان کی طرف جھکا۔ وہ اس کے ساتھ والے صوفے پر ہی بیٹھا تھا۔ "بولو بھی! ضد پر اڑ جاؤ۔۔ کہو تم نے رخصتی کرنی ہے بس! ورنہ بیٹھی رہنا ساری زندگی یہیں عدیل کے نام پر! دونوں بچھڑے رہو گے! بالاج خان کو نجانے کیا تکلیف اٹھی تھی کہ وہ رائنا کے کان میں سرگوشی کرتے اسے ورغلانے بیٹھ گیا تھا۔ آخر بہن کی زندگی کا سوال تھا۔ اچھا تھا کہ اس بیچاری کی بھی آزمائشیں ختم ہوتی!! "بابا۔۔۔ اس کی بات سنتے رائنا نے ہمت کرتے پھر سے اپنے باپ کو مخاطب کیا۔ شکر تھا کہ بھائی تو ساتھ تھا۔!!" کیا ہے رخصتی کرنی ہے تم نے؟ اسے گھورتے ہے برہان خان نے برہمی سے پوچھا۔ وہ کسی اور کو کیا ہی کچھ کہتے یہاں تو ان کی اپنی بیٹی کو ہی آگ لگی ہوئی تھی! انہیں غصّہ آرہا تھا اس لڑکی پر! وہ خود پر الزام لگانے والوں کو اتنی آسانی سے کیسے معاف کر سکتی تھی؟؟" ٹھیک ہے بیٹا۔ لے آنا اورنگزیب بھائی کو رخصتی کی ڈیٹ رکھ لے گیں!

داجان نے بنا کسی سے پوچھے حتمی انداز میں کہتے بات ہی ختم کر دی تھی۔اچھا تھا کہ خوشیاں خود آ رہی تھیں تو وہ انہیں ٹھکراتے نہیں! برہان خان نے داجان کی طرف دیکھتے سر جھٹکا۔وہ اب اپنی بیٹی کی حفاظت کا وعدہ عدیل سے لینے والے تھے! یہاں !!کسی کو بھی کچھ کہنا بیکار تھا۔

معاذ سے کہہ دیجئے گا اپنی بات پر قائم رہے!! ساتھ وہ بھی رشتہ لے آئے تو بہتر" ہے!! راحیل خان جو کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا اس نے بھی ساتھ ہی بات کرنا مناسب سمجھا۔گھر والوں کو بھی ابھی ہی پتہ چل رہا تھا! سب نے بے ساختہ ہی حیرت سے اسے دیکھا۔بھلا معاذ کا یہاں کیا ذکر؟ اور اس نے رشتہ کب طے کیا تھا؟ رفیق خان جو آج گھر پر ہی تھے حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے! ٹھیک ہے انہوں نے زارا کا فیصلہ راحیل کو دیا تھا۔مگر وہ ایک مرتبہ بتاتا تو سہی انہیں!! "بیٹا یوں اچانک کیا ہو گیا؟ زارا سے پوچھا ہے تم نے؟ راحیل خان کی طرف دیکھتے انہوں نے نرمی سے پوچھا۔۔ "پوچھ لیا ہے اس سے! اس کی شادی معاذ سے ہی ہو گی۔لے آئیں یہ لوگ رشتہ! ہم کر دے گیں شادی! اور ایسے حیران مت ہو آپ سب پلیز! میں

ابھی بھی بتا رہا ہوں کافی ہے! بنا ان کی طرف دیکھے وہ سنجیدگی سے جواب دے رہا تھا۔ ان دنوں ویسے بھی تمیز اس کے اندر سے ختم ہوتی جا رہی تھی۔ کوئی اس کے منہ نا ہی لگتا تو بہتر تھا۔!! "میں کہہ دوں گی دا جان کو۔۔ میں چلتی ہوں! بہت شکریہ آپ لوگوں کا۔!! ابھی کوئی کچھ بولتا کہ پاکیزہ بیگم سائڈ سے کھڑی ہوئیں۔ دا جان کو لے کر آنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اچھا تھا اب ان دونوں کی شادی ایک ساتھ ہی ہوتی تو!! "ٹھیک ہے پھر جب تم نے سوچ ہی لیا ہے تو میں کیا بول سکتا ہوں! رفیق خان دھیرے سے مسکرا کر راحیل کی طرف دیکھ کر کہتے اپنے صوفے سے اٹھتے کمرے کی طرف بڑھے! ان کا دل اچانک ہی بجھ سا گیا تھا۔ راحیل خان نے ابھی تک انہیں دل سے معاف نہیں کیا تھا۔ اگر کیا ہوتا تو کم از کم تمیز سے بات ہی کر لیتا۔!! پاکیزہ بیگم رائنا کی طرف بڑھتے اس کے سر سے کچھ نوٹ وارتے باہر کی طرف بڑھیں! وہ جس کام کے لیے آئیں تھی وہ ہو چکا تھا۔ اب بس دونوں گھروں میں شہنائیاں بجنی تھیں! "بابا۔۔۔ پاکیزہ بیگم کو جاتے دیکھ رائنا نے بے بسی سے انہیں پکارا۔ ایک ناراض ہوتا تھا تو دوسرا مان جاتا تھا، دوسرا مانتا تھا تو پہلا ناراض

ہو جاتا تھا۔اسے لگتا تھاان دونوں کی قسمت ہی خراب ہے!! "اِدھر آؤ!! اسے اس طرح روہانسے ہوتے دیکھ برہان خان نے اس کے لیے اپنے بازو وا کیے! اب تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔۔ رائنا خان مسکراتے ہوئے اب کی طرف بڑھی! افف خدا کا شکر تھا کہ اس کی زندگی میں بھی سکون مطلب عدیل شاہ آنے والا تھا۔ "ہمیشہ خوش رہو! کبھی اگر تمہاری یہ ساس تمھیں کچھ کہے تو بیشک گھر آجانا۔۔ کوئی لاوارث نہیں ہو تم! میں ہمیشہ تمہارے ساتھ کھڑا ہوں کیونکہ صاف بات ہے مجھے حدائق والا یقین عدیل پر نہیں ہے! حدائق حفاظت کر لیتا ہے! پتہ نہیں عدیل کر پائے گا یا نہیں! اسے اپنے ساتھ بٹھائے شفقت سے بازو کے حلقے میں لیتے وہ اپنا خدشہ ظاہر کر رہے تھے!! بابا۔۔ عدیل بہت اچھے ہیں! "آپ نے حدائق بھائی کو آزمایا ہے ایک مرتبہ عدیل کو بھی آزمالیں! وہ آپ کو مایوس نہیں کرے گیں! ایک یقین کے ساتھ کہتے رائنا خان نے ان کے سینے پر سر ٹکایا۔۔ "ہمم باپ کے سامنے شوہر کی تعریفیں ہو رہی ہیں! سہی ہے بھئی! اسے چھیڑنے کی خاطر انہوں نے مصنوعی خفگی سے کہا۔۔ "میرا وہ مطلب نہیں تھا۔۔ رائنا نے

خفت سے نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ باقی سب بیٹھے مسکراتے ہوئے ان کی نوک جھونک دیکھ رہے تھے! "خوش رہو بس!! اس کے سر پر ہاتھ کہ کر مسکرا کر کہتے برہان خان نے صوفے سے ٹیک لگائی! لاؤنج میں بیٹھے وہ سب ایک مرتبہ پھر اپنی باتوں میں مصروف ہو چکے تھے!! جبکہ راحیل خان یہاں سے اٹھتے باہر کی طرف بڑھا۔ اس کا چہرہ بلکل سنجیدہ تھا۔ آج وہ اپنا ایک اور کام مکمل کرنے والا تھا۔ جو کہ آج کی تاریخ میں ہی اسے ضروری کرنا تھا۔

راحیل خان کی گاڑی خان گروپ آف انڈسٹریز کے پارکنگ ایریا میں آتے رکی! وہ تقریباً ایک ہفتے بعد یہاں چکر لگا رہا تھا۔ اس کا دل تھا کہ بس بھاگ جائے کہیں! کسی ایسی جگہ جہاں اسے سکون مل جائے! وہ جہاں جاتا تھا وہیں اسے بے چینی اور بے سکونی کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ خاص کر آفس میں!! یہی وجہ تھی کہ اس سے کام بھی نہیں ہو پاتا تھا بس اسی لیے وہ آتا ہی نہیں تھا۔۔ اس وقت دن کے تقریباً ایک بج رہے تھے! وہ آبان سے ملنے آیا تھا۔ کیونکہ گھر میں ان لوگوں کا کم ہی سامنا ہوتا

تھا۔اسے بات کرنی تھی تو بہتر تھا کہ آفس میں ہی آکر مل لیتا۔۔ سنجیدگی سے اپنی گاڑی سے نکلتے اس نے اپنے قدم اندر کی جانب لیے! راحیل خان اس وقت جینز اور شرٹ میں ملبوس آنکھوں پر سیاہ رنگ کا چشمہ لگائے ہوئے تھا۔ مدحا کیا گئی تھی وہ اپنے مخصوص لباس پر واپس آچکا تھا۔ دیکھنے والی چلی گئی تھی۔ تو کیا کرنا تھا اس نے شلوار قمیض پہن کر؟ وہ اسی لباس میں ٹھیک تھا۔۔ اندر کی طرف بڑھتے راحیل خان کے قدم آبان کے آفس کی جانب تھے! کئی سلام تھے جو آتے جاتے لوگوں کی طرف سے اس کے پاس آرہے تھے! وہ بنا سر کو خم دینے کی بھی زحمت کیے خود ہی آگے بڑھ رہا تھا۔اس کا دل سخت خراب ہو رہا تھا۔ یہیں تو ہوتی تھی وہ!! آبان خان کے آفس میں جاتے راحیل خان بنا ناک کرنے کی زحمت کوئی سنجیدگی سے اندر داخل ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ انسان اپنے آفس میں ہی ہوگا۔ آبان کی میٹنگز کے حوالے سے کچھ کچھ اسے خبر تھی!! آبان خان اس وقت گرے کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس کرسی پر بیٹھا انہماک سے اپنے کام میں مصروف تھا کہ دھڑلے سے اس طرح کسی کو اندر آتے دیکھ اس نے فوراً ہی نظریں اوپر کی۔!! اور سامنے

موجود انسان کو دیکھتے وہ سختی سے اپنے دانت ایک دوسرے میں پیوست کر گیا تھا۔
!! کبھی جو اس انسان میں تمیز آجائے

کیسا ہے؟ اس کے خود کو گھورنے پر بتیس کے بتیس دانت باہر کو نکالتے راحیل" خان نے استفسار کیا۔ وہ جاتے اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔ وہ جانتا تھا آبان کو اس ٹائم وہ زہر لگا رہا ہوگا۔ کیونکہ اس بدتمیز کی حرکتیں ہی کچھ ایسی تھیں!! "تیرے جیسا ڈھیٹ اور کمینہ انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا راحیل! بیغیرت میں کوئی ایک بھی انسانوں والی حرکتیں نہیں ہیں! وہ اسے سامنے بیٹھتے دیکھ ہی غصے سے لیپ ٹاپ کو سائڈ پر کرتے اس پر شروع ہی چکا تھا۔ کتنی منتیں کرتا تھا آبان اس کی کہ وہ واپس آفس آئے اس کیلئے کام سنبھالنا بہت مشکل ہو رہا تھا۔ برڈن اتنا تھا کہ آبان خان درفشاں کو بھی وقت نہیں دے پاتا تھا۔ صرف راحیل کی وجہ سے! پتہ ہے کچھ اور بول! ڈھٹائی سے سامنے ٹیبل پر دونوں پاؤں اوپر کر کے رکھتے راحیل خان کی طرف سے جواب آیا۔ وہ ان گالیوں کے لیے خود کو پہلے

سے ہی تیار کر کے آیا تھا۔ ابھی تو اس نے جو بات کرنی تھی اس پر پتہ نہیں آبان نے کیا ریکشن دینا تھا۔۔ "کسی دن تُجھ سے تنگ آ کر میں نے آفس میں تیری اینٹری بند کروا دینی ہے! پھرتے رہنا پھر بیروزگاروں کی طرح دربدر!! اس کی ڈھٹائی پر آبان خان نے کلس کر کہا۔ کاش کہ اسے عقل آجاتی! "چل اوئے اب اولاد کے ساتھ ایسے کرے گا؟؟ مصنوعی خفگی سے اسے دیکھتے وہ پتہ نہیں کونسے بچوں کی بات کر رہا تھا۔۔ "کونسی اولاد؟ میرے تو ابھی بچے ہی نہیں ہوئے! آبان خان نے ناسمجھی سے سوال داغا۔ اس کے چہرے پر غصے کی جگہ ناسمجھی آچکی تھی! "میں تیری پہلی اولاد۔ بھول گیا کیا؟ پہلی میں اور دوسری اکشم!! حق تو تو ہم دونوں پر ایسے ہی جتاتا ہے! ناک سکوڑ کر اس نے ایسے کہا تھا کہ آبان خان ناچاہتے ہوئے بھی ہنس پڑا تھا۔۔ بے ساختہ ہی سر نفی میں ہلاتے ہنس کر آبان خان نے اسے دیکھا۔ وہ سہی کہتا تھا۔ یہ انسان واقعی میں بہت کمینہ تھا۔۔ "کام بول! کیسے یاد آگئی میری تُجھے؟ یقیناً کوئی مطلب ہو گا۔ سر جھٹکتے آبان خان اب کام کی بات پر آیا۔ وہ راحیل کو جانتا تھا۔۔ راحیل خان نے اس کی بات پر ہونٹ دانتوں تلے دبائے

سیدھے ہوتے اسے دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ آبان بھانپ جائے گا۔ وہ اچانک ہی سنجیدہ نظر آنے لگا تھا۔۔ "آبان میری بات غور سے سن لینا پلیز۔ پہلے سن لینا۔ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے وہ اسے یا خود کو تیار کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ "ایسی کیا بات ہے؟ آبان خان بھی سیدھا ہو بیٹھا تھا۔۔ "آبان میں شادی کرنا چاہتا ہوں!! اپنے دائیں ہاتھ کی تیسری اُنگلی میں موجود انگوٹھی کو گھماتے وہ دل میں پریشانی سمیٹے اسے بتا رہا تھا۔ اسے حد سے زیادہ دماغ میں فکر چل رہی تھی کہ آبان انکار نہ کر دے بس! "واہ!! یہ تو اچھی بات ہے! اتنا گھبرا کر کیوں بتا رہا ہے! تیرے کب سے میرے سامنے پسینے چھوٹنے لگے؟؟ ہلکا سا ہنس کر حیرت سے اسے دیکھتے آبان خان نے اپنے سامنے پڑا پانی کا گلاس اٹھاتے اس تھمایا۔۔ وہ مقابل کو پہلی مرتبہ ایسے خود سے بات کرتے وقت جھجھکتے دیکھ رہا تھا۔ حالانکہ وہ شادی کر رہا تھا تو یہ اچھی بات ہی تھی!! "تو سمجھ نہیں رہا آبان۔ میں تُجھے کھونے سے ڈر رہا ہوں! ہونٹ کاٹتے راحیل خان نے دھیمے سے کہا۔۔ اسے یہی ڈر لگ رہا تھا۔۔ "کیا مطلب؟ آبان خان کے چہرے پر ایک مرتبہ پھر نا سمجھی سی پھیلی!! "خیر چھوڑ تو بتا لڑکی

کون ہے؟ کہاں کی ہے؟ کیا کرتی ہے؟ اس کے بولنے سے پہلے ہی آبان خان نے خود ہی سوال پر سوال داغے! وہ بہت خوش نظر آرہا تھا راحیل کے لیے! اس کا بھائی تھا آخر!! "کچھ نہیں کرتی! فارغ ہی ہوتی ہے! اور یہیں کراچی کی ہی ہے! ابھی کے لیے اس نے بس اتنا ہی بتایا۔۔ "اچھا ہے کون بتا تو سہی! کہیں مدحا؟؟ او گاڈ کہیں مدحا تو نہیں؟؟ تھوڑا آگے کو ہو کر بیٹھتے آبان خان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اس کا دماغ یہیں تک پہنچا تھا۔ اگر مدحا تھیں تو بھی ٹھیک ہی تھا۔ وہ بھی اچھی تھی! "خدا کو مان یار! تُجھے کہاں سے اچانک مدحا کی یاد آگئی! اس سے میرا بھلا کیا تعلق؟ میں کسی اور کی بات کر رہا ہوں!! راحیل نے اس کی بات کو فوراً ہی نفی کی۔ ایک پہلے ہی وہ اس کے بنا آفس میں پتہ نہیں کیسے بیٹھا تھا اوپر سے اب آبان نے اُسی کا نام لے دیا تھا۔۔ "اچھا پھر جلدی بول کیا نام ہے! میرے سے صبر نہیں ہو رہا۔ مطلب تیری بیوی تیری ہی ٹکر کی ہو گی! مجھے تیری چوائس دیکھنی ہے!! آبان خان بے صبرا ہوا جا رہا تھا۔۔ "آبان وہ طوائف۔۔ میرا مطلب مجبوری میں صرف کوٹھے پر رہتی ہے! مطلب ابھی کے لیے وہ مہر ماہ طوائف ہی ہے! مجھے اُسے آزاد

کروانا ہے وہاں سے ! میں اسی سے نکاح کروں گا۔۔اس کی طرف دیکھتے وہ بلآخر اس کے سر پر دھماکہ کر چکا تھا۔۔"کیا کہا ہے تو نے پھر سے بول؟؟اپنی پوری توجہ اس کی طرف کرتے آبان خان نے اسے بات کو دہرانے کو کہا۔اسے لگا تھا جیسے اسے سننے میں غلطی ہوئی ہو!!راحیل یہ نہیں کر سکتا تھا۔۔"طوائف ہے ایک ! میں جانتا تھا اس کے پاس !کافی اچھی ہے ! وہ بہت مجبور ہے آبان۔میں چاہتا ہوں تو اسے کوٹھے سے نکلوانے میں میری مدد کرے !اسے نکلوا کر بس مجھے اس سے نکاح کرنا ہے!!اسی طرح دھیرے سے کہتے وہ پھر سے بات کو دہرا گیا تھا۔۔"تُجھے اندازہ ہے کیا بھونک رہا ہے تو؟طوائف؟سیریسلی؟اور میں تیری مدد کروں گا اس کام میں؟مائے فٹ!!نہایت سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ کر کہتے آبان خان کے لہجے میں ہی طوائف لفظ کے لیے حقارت سی گھل رہی تھی۔وہ کبھی مر کے راحیل کی مدد نا کرتا!اسے راحیل خان کی دماغی حالت پر شبہ ہونے لگا تھا۔۔"آبان وہ صرف مجبوری میں رہ رہی تھی وہاں۔تُجھے اس کے پاسٹ کا اندازہ نہیں ہے !اور مجھے بھی بہت سپورٹ کیا ہے اس بندی نے ! یہ جو میں پچھلے کچھ عرصے میں اتنا

ٹھیک ہو گیا تھا وہ تیری یا اسی کی مہربانی تھی۔ ورنہ یقیناً میں آج بھی بھٹک ہی رہا ہوتا۔۔ اصل امتحان تو اب شروع ہوا تھا۔ اسے جس بات کا ڈر تھا وہی ہو گیا تھا۔۔

"فار گاڈ سیک راحیل! یہ پاسٹ سن کر ایموشنل تو ہی ہو سکتا ہے! اور رہی بات سپورٹ کی تو کیا ہی کیا ہو گا اس بندی نے؟ تیرے ساتھ زنا کر لیا ہو گا بس؟ یہی ہوا ہو گا نا؟ تو کیسے ایک طوائف؟ مجھے یقین نہیں آ رہا اتنی گندی اور گھٹیا چوائس ہو سکتی ہے تیری!! سنجیدگی سے کہتے آبان خان نے اپنے جبڑے بھینچے! کاش کہ وہ اسے کوٹھے پر جانے سے پہلے ہی روک لیتا تو یہ دن دیکھنے ہی نا پڑتے!! وہ بنا لگی لپٹی کے باتیں اور طنز بھگو بھگو کر اس کے منہ پر مار رہا تھا۔۔ "تو نہیں سمجھ رہا آبان۔ زنا چھوڑ دیا ہے میں نے! لیکن تو یہ بھی تو دیکھ کہ میں کونسا دودھ کا دھلا ہوں! میں شادی کر رہا ہوں یہی بہت بڑی بات ہے! اچھا ہے مجھے میری جیسی مل گئی ہے!! مزید آگے کو ہو کر بیٹھتے راحیل خان بے چینی سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"بکواس بند رکھ! سخت زہر لگتی ہے مجھے تیری یہ بات! کیا تیرے جیسی؟ تیرے جیسا عزت دار خاندان ہے اس کے پاس؟. تیرے زنا کا پردہ آج تک خدا نے رکھا

ہوا ہے تو سمجھ کیا پتہ اس میں کوئی مصلحت ہو! ہر انسان تُجھے عزت کی نظر سے دیکھتا ہے! اور اس پر ہر بندہ تھوکتا ہو گا۔ کہاں سے تیری جیسی ہو گئی وہ؟؟ سنجیدگی کے چکروں میں اس کی آواز اونچی ہونے لگی تھی۔۔اس کا بس نہیں تھا کہ راحیل کے منہ پر ایک لگائے جو یہاں اس کا دماغ خراب کرنے آ گیا تھا۔۔"اس کے پاس اگر نہیں ہے میرے جیسا خاندان تو اس کا کوئی قصور نہیں ہے! تُجھے اندازہ نہیں ہے آبان اسے بیچا گیا تھا یہاں پر! وہ لڑکی ایک معصوم بچی تھی یار۔ پلیز آبان ایک مرتبہ اسے وہاں سے نکلوا دے! راحیل خان منتوں پر اُتر آیا تھا۔ بس مہر ماہ کوٹھے سے نکل جاتی!! "ہو گیا تیرا؟ اب دفعہ ہو یہاں سے! اور ایک بات یاد رکھنا راحیل کوٹھے جیسی جگہوں پر نوے فیصد عورتیں زبردستی لے کر جائی جاتی یا پھر بکتی ہیں! ان میں اصل عورت وہی ہوتی ہے جو عزت کو بیچنے کی بجائے موت کو گلے لگانا پسند کرے! میں بھی جانتا ہوں سب کچھ! زیادہ سے زیادہ اسے ٹارچر کیا ہو گا کوٹھے والوں نے؟ مر جاتی وہ! تیرے جیسوں مردوں کے نفس کو تسکین پہنچانے سے بہتر تھا یہ! کچھ ان کا ایمان کمزور ہوتا ہے اور کچھ تیرے جیسے مرد انہیں سر پر چڑھا

کر شے دیتے ہو! لعنت ہو تم دونوں جیسے لوگوں پر!! اپنی سپاٹ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑے وہ کچھ زیادہ ہی سچ اُگل گیا تھا۔۔ دماغ خراب کر دیا تھا اس کا راحیل نے! وہ آج پہلی مرتبہ راحیل کے زنا پر اسے گہرا طنز کرتے لعنت دے گیا تھا۔۔ "اب تو جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔۔ صرف اس کا ہی نہیں میرا خود کا ایمان بہت کمزور ہے سہی کہہ رہا ہے تو! لیکن اب ماضی میں جا کر کچھ بھی ٹھیک تو نہیں کر سکتے نا؟ اسے نکال سکتے ہیں ہم آبان پلیز۔!! اتنی سننے کے

باوجود بھی وہ اپنی بحث سے پیچھے نہیں ہٹا تھا۔ کیا کیا کرنا پڑ رہا تھا اسے مہر ماہ کے لیے! وہ بیٹھا آبان خان سے دھڑلے سے کام لینے کی بجائے منت کر رہا تھا۔۔ "اٹھ اور دفعہ ہو میرے آفس سے! تو سمجھ کیوں نہیں رہا کہ بہت شاطر عورتیں ہوتی ہیں یہاں پر راحیل! پھر تیرے جیسے گدھے ہوتے ہیں جو ان کی چالوں میں پھنس جاتے ہیں! خبیث انسان کتنی اچھی اچھی عزت دار گھرانوں کی لڑکیوں کے رشتے ہیں تیرے لیے! مگر گند نے گند میں ہی منہ مارنا تھا۔ لعنت ہو تم دونوں پر!! اسے ایک ہی ٹاپک کو پکڑے دیکھ آبان خان اسے گھورتے ہوئے چیخا۔ اس کا غصّہ آسمان

پر پہنچ رہا تھا۔ کیونکہ یہ منحوس ضد سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھا۔ "وہ ایسی نہیں ہے آبان! وہ محبت بھی کرتی ہے مجھ سے!۔ تو بنا دیکھے ایسے الزام نہیں لگا سکتا اس پر!! میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ بہت اچھی ہے!! میں اس کے علاوہ کسی اور سے شادی کر کے کسی بھی لڑکی کی زندگی برباد نہیں کر سکتا۔۔ مجال تھی جو یہ لڑکا باز آجائے!! آبان خان خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے کرسی سے کھڑا ہوا۔ اسکی بس ہو گئی تھی۔ مزید وہ نہیں سن سکتا تھا۔ راحیل خان کی طرف بڑھتے وہ جھٹکے سے اسے بازو سے پکڑ کر کھڑا کر چکا تھا۔۔ "نکل باہر! جب تیرے سر سے ان گھٹیا عورتوں کا بھوت اُتر جائے تب آجانا۔ اب اتنے برے دن آگئے ہیں کہ ہماری نسل طوائفیں آگے بڑھائے گیں! تیری سوچ پر بھی لعنت! جس نام کو ہی ہمارے یہاں گالی سمجھا جاتا ہے تو اُسی گند کو گھر میں اٹھا کر لانے کی بات کر رہا ہے! طوائفیں کسی کی سگی نہیں ہوتیں! اسے بازو سے پکڑ کر تھوڑا آگے کی طرف دھکا دیتے آبان خان برہمی سے گویا ہوا۔ اسے تو یہ لفظ ہی زہر لگ رہا تھا تو اس ٹیگ لگی عورت کو کیا ہی وہ بچاتا۔ وہ تو کبھی کسی ایسی عورت کی خاطر کوٹھے جیسی جگہ پر قدم

نہ رکھتا۔اسے بچانا تو بہت دور کی بات تھی ! جتنا خود غرضی کا دور تھا اسے ایک فیصد بھی ایسی لڑکیوں پر یقین نہیں تھا۔ایک راحیل ہی تھا ان سب میں پاگل ! راحیل خان نے خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے ایک گہری سانس بھری ! وہ آبان کا جتنا برار یکشن سوچ کر آیا تھا یہ اس سے زیادہ تھا۔۔ "ٹھیک ہے مت کر تو مدد ! لیکن میں نے ٹھان لی ہے کہ اس عورت کو میں ہر صورت وہاں سے نکلواؤں گا۔میں نے زبان دی ہے ایسے پیچھے نہیں ہٹ سکتا میں ! تیری مدد چاہیئے تھی کیونکہ تیرے رابطے بہت اوپر تک ہیں ! خیر اب چھوڑ ! میں خود کر لوں گا سب کچھ !! سنجیدگی سے کہتے وہ ابھی آگے قدم لیتا کہ آبان خان کی بات نے اسے رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔ "میں تیرے سارے اکاؤنٹس بلاک کروادوں گا۔۔ کنگلا نا کر دیا تُجھے تو پھر کہنا۔کر لے بنا پیسوں کے تو جو کچھ بھی کر سکتا ہے ! ایک گارڈ بھی تیرے ساتھ اسے چھڑوانے چلا جائے تو میرا نام بھی آبان نہیں ! جا چھڑوا لے اسے ! اتنی بڑی گینگ ہو گی ! خوشی خوشی تیرے حوالے کر دے گیں وہ لوگ !! تمسخراتی نظروں سے اس کی پشت کو دیکھتے آبان خان ضد پر اڑ چکا تھا۔اب تو پکا اس نے اوقات

دکھانی تھی! "تو ایسا نہیں کر سکتا! آبان اگر ایسا کچھ بھی ہوا تو یاد رکھنا میں تُجھے جان سے مار دوں گا۔ تو نہیں جانتا اسے آزاد کروانا کتنا ضروری ہے! وہ میرے آسرے بیٹھی ہے وہاں پر! تو سمجھ کیوں نہیں رہا؟؟ راحیل خان نے پیچھے مڑتے بے یقینی سے اسے منع کیا۔۔ "شٹ اپ! تیرے جیسے بیسیوں نے اسے لارے لگا رکھے ہونگے! اگر جو وہ گھٹیا طوائف تیری زندگی میں آئی تو یاد رکھنا مر جائے گا تو میرے لیے! اپنا سب سے بڑا دشمن تو آبان خان کو پائے گا۔۔ دو قدم آگے کو ہو کر اس کے سینے پر اُنگلی رکھتے آبان خان نے سنجیدگی سے حتمی انداز میں کہا۔ وہ ان لوگوں اور جگہوں سے سخت نفرت کرنے والا تھا جو پتہ بھی چل رہی تھی۔ اس کے لہجے میں ہی حقارت گھل رہی تھی!! "ٹھیک ہے پھر! ختم کر آج سے ہی! کیونکہ زندگی میں تو میری وہی آئے گی! تو چاہے ساتھ دے یا نہ دے! تو جتنے جتن کر سکتا ہے مجھے روکنے کے تو کر لے! میں اسے نکلواؤں گا بھی! اور اس سے نکاح بھی کروں گا۔۔ راحیل خان اپنے ازلی موڈ میں واپس آ چکا تھا۔ بہت ہو گئی تھیں منتیں! اب اسے خود کو ہی کچھ کرنا تھا۔ البتہ اس کا دل اسے کوس رہا تھا۔ کیونکہ وہ مہر ماہ کی خاطر اتنی

محبت کرنے والے بھائی کو کھو رہا تھا۔ ابھی راحیل خان واپس سے قدم لیتا کہ آبان خان نے اسے بازو سے پکڑ کر واپس سے اپنی طرف موڑتے ایک زناٹے دار چانٹا اس کے منہ پر رسید کیا۔ شاید اسے اب عقل آجاتی! وہ بے یقین تھا کیونکہ راحیل ایک طوائف کی خاطر اسے چھوڑ رہا تھا۔ "یہ صلہ دے رہا ہے تو مجھے؟ ہاں بھونک اب! نظر کیا آیا تھا تُجھے اس جسم فروش عورت میں! تو مجھے چھوڑ رہا ہے اس کی خاطر؟؟ اس کے سینے پر دونوں ہاتھ جما کر اسے پیچھے کو دھکا دیتے آبان خان اپنی سرخ آنکھیں اس پر گاڑتے دھاڑا۔ اس کا بس نہیں تھا کہ ایک اور لگائے اس خبیث انسان کے منہ پر!! راحیل خان نے اپنے گال پر دو انگلیوں سے ہلکا سا چھوا۔ اس کی نظریں آبان خان پر تھیں جو آج بدل گیا تھا۔ ایک اسی کی کمی تھی بس!! سارے چلے گئے تھے آج یہ بھی بدل گیا تھا۔ "خوش رہ!! میں کسی طوائف سے شادی کروں یا کسی اور سے! تیرا مسئلہ نہیں ہے! مرنا جینا ختم ہے آج سے ہمارا۔ میرے اکاؤنٹ بلاک کروانے ہیں تو کروا دے! گارڈز اپنی طرف کر لے تو جو مرضی کر! میں نہیں رکوں گا۔ اور ہاں اس کے لیے شکریہ!! میں یہ تھپڑ ساری

زندگی نہیں بھولوں گا۔۔ زبردستی ہلکا سا مسکرا کر کہتے راحیل خان نے بنا پیچھے مڑے اپنے تیز تیز قدم باہر کی طرف لیے! اس کی آنکھیں جاتے وقت تیزی سے نام ہونا شروع ہوئی تھیں۔ وہ یہاں جس خوف کے ساتھ آیا تھا اب اسے پورا کر کے جا رہا تھا۔ آبان اس سے دور ہو چکا تھا۔۔

اس کے جاتے آبان خان نے غصے سے صوفے کو لات ماری! اب جو اس نے کرنا تھا وہ راحیل دیکھتا ذرا۔ جب ختم تھی تو بس ختم ہی تھی! وہ بھی اب کسی کا احساس کرنے والا نہیں تھا۔۔ پتہ نہیں ایک مہرماہ اور مدحا کی وجہ سے اور کیا کچھ ہونا باقی تھا۔۔

قسط نمبر: 2/89

اس وقت صبح کا سورج ہر سو روشنی بکھیرے ہوئے تھا۔ کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی کام میں مصروف تھا۔ کسی کے لیے زندگی بے تحاشہ تنگ تھی تو کسی کے لیے آسانیاں ہی آسانیاں تھیں!! ایسے میں اگر کسی آباد علاقے میں موجود ایک بڑی سی عمارت

کے اندر دیکھا جاتا تو یہاں بھی معمول کے مطابق چہل پہل جاری تھی۔ وہی رونق جو یہاں ہر سو لگی ہوتی تھی۔ آج بھی یہی سماں تھا۔۔ اگر اسی عمارت کے اندر کچھ آگے کو کر کے ایک کمرے کے اندر جھانکا جاتا تو یہاں گپ اندھیرا چھایا تھا۔ یہ ایک درمیانے سائز کا کمرہ تھا جس کے اندر زیادہ کچھ سامان نہیں تھا۔ بس ایک طرف ایک کرسی اور پلنگ رکھا تھا۔ تو دوسری طرف محض ایک پانی کا گھڑا تھا۔۔ باقی پوری طرح یہ کمرہ سنسان ہی تھا۔ مگر کیا وہ واقعی میں سنسان تھا؟ نہیں اگر اس پلنگ کے ایک طرف دیکھا جاتا تو زمین پر ایک نازک وجود ہوش و خرد سے بیگانہ زمین پر پڑا خواب و خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا۔۔ ہاں وہ وہی تھی جسے زبردستی بیہوش کرتے یہاں پر لایا گیا تھا۔ وہ پچھلے چوبیس گھنٹوں سے بیہوش تھی۔۔ بیہوش کرنے والے نے بہت سوچ سمجھ کر رومال پر دوائی لگائی تھی!! نجانے یہ کونسی جگہ تھی جہاں مدحا نسیم کو لایا گیا تھا۔ اسے یہاں لا کے خاموشی سے بس اس کمرے میں پھینک دیا تھا۔ جہاں پر کوئی روشندان تک نہیں تھا۔ یہ مکمل بند کمرہ تھا۔ جہاں اس وقت گپ اندھیرا چھایا۔ تھا۔۔ مدحا نسیم ایک طرف پلنگ کے پاس زمین پر پڑی

تھی۔اس کا دوپٹہ شاید راستے میں ہی کہیں پر گر گیا تھا۔ جبکہ بالوں سے کلپ بھی کھل گیا تھا۔ لمبے گھنے بال کمر پر بکھرے تھے! اسے کسی رسی یا کسی بھی دوسری چیز سے باندھا نہیں گیا تھا۔ شاید رکھنے والوں کو اندازہ تھا کہ یہ لڑکی چوبیس گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آنے والی۔ فلحال تو اس کمرے میں اس کے پاس کوئی بھی نہیں آیا تھا۔۔ اگر تھوڑا قریب ہو کر دیکھا جاتا تو مدحا نسیم کے بیہوش وجود میں ہلکی سی جنبش ہوئی!! اسے شاید بلآخر چوبیس گھنٹوں بعد ہوش آنے لگا تھا۔ ساکت وجود ہلکا سا ہل رہا تھا۔ جبکہ ہاتھوں میں لرزش واضح تھی!! ہلکا سا کروٹ لے کر سیدھے کو ہوتے مدحا نے اپنی مندی مندی آنکھیں آہستہ آہستہ کرتے کھولی! آنکھیں کھولتے ساتھ ہی اس کے ہاتھ بے ساختہ ہی سر کی طرف گئے! وہ اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑے ہلکی سی کراہ اٹھی تھی۔اس کے سر میں اس وقت شدید قسم کا درد ہو رہا تھا۔ دماغ کی رگیں تھیں کہ پھٹنے کو تھیں۔ اپنے بھاری ہوتے سر کے ساتھ اسے لگ رہا تھا وہ ہل بھی نہیں پائے گی۔ چوبیس گھنٹوں بعد ہوش آنا کوئی معمولی بات تو نہیں تھی۔۔ خود میں ہمت پیدا کر کے آہستہ سے پوری طرح اپنی

آنکھوں کو کھولتے اس نے گپ اندھیرے میں اِرد گرد دیکھا۔۔اس کا دماغ ابھی مکمل طور پر بلینک تھا۔کچھ بھی یاد نہیں آرہا تھا اسے !اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر اوپر اندھیرے میں چھت کو دیکھتے وہ کچھ یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔اگر یہ اس کا گھر تھا تو وہ زمین پر کیوں تھی؟؟اب اتنا تو وہ محسوس کر چکی تھی کہ وہ زمین پر لیٹی ہے !نا سمجھی سے چھت کو دیکھتے وہ ذہن پر زور دے ہی رہی تھی کہ اچانک ہی اس کے دماغ میں دھڑا دھڑ کل کے منظر نمودار ہوئے !! "فرحت بیگم کا اسے ساتھ لے کر آنا، وہ لمحہ چوڑا انسان، فرحت بیگم کو گولی لگنا، اس کا چیخنا چلانا اور پھر اچانک ہی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جانا۔سب کچھ ایک ساتھ ہی اس کے دماغ میں فلم کی طرح چلنے لگا تھا۔کتنا چیخ رہی تھی وہ !اور یہ۔۔یہ جگہ کونسی تھی؟؟اس کی آنکھوں میں اچانک ہی نا سمجھی کی جگہ خوف نے پنجے گاڑے !پتہ نہیں کیوں لوگ تھے جن کے ہاتھوں اسے بیچ دیا گیا تھا۔!! "کک۔۔کوئی ہے؟؟اِدھر اُدھر دیکھ کر دھیرے سے کہتے مدحا زمین کا سہارا لیتے آہستہ سے اٹھ کر بیٹھی !اندھیرہ اتنا زیادہ تھا کہ اسے کچھ نظر بھی نہیں آرہا تھا۔وہ نہیں جانتی تھی کہ یہاں کیا کچھ ہے !کون

تھا جو اس کی پکار کا جواب دیتا۔ یہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔!!"ام۔۔می۔۔فرحت بیگم کا خون سے لت پت وجود یاد کرتے اس نے لرزتے ہاتھ اپنے ہونٹوں پر رکھے! اس کی آنکھیں تیزی سے بھیگنے لگی تھیں۔ آسان تو نہیں تھا کسی کو اپنی آنکھوں کے سامنے گولی لگ کے مرتے دیکھنا۔ سوچ کر ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے!"یا اللہ!! اپنے سر کو ایک ہاتھ سے جکڑے جبکہ دوسرے ہاتھ سے زمین کا سہارا لیتے وہ دھیرے سے زمین سے کھڑی ہوئی۔ وہ رو رہی تھی۔ کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ وہ بری طرح کسی مصیبت میں پھنس چکی ہے! اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ اپنے گھر پر نہیں ہے!!"کوئی ہے؟ بھیگی سی آواز میں تھوڑا اونچا پکارتے اس نے سیدھ میں اپنے قدم لیے! کہاں کیا چیز پڑی ہے اسے کوئی اندازہ نہیں تھا۔۔ وہ ابھی تھوڑی ہی آگے بڑھی تھی کہ اچانک ہی کرسی میں پاؤں کے بری طرح ٹکرانے کی وجہ سے اچانک ہی لڑکھڑاتے زمیں بوس ہوئی!! اس کی چیخ بہت بے ساختہ تھی۔ اپنے پاؤں کو تھامے وہ روتے ہوئے کراہتے ہوئے زمین پر پڑی تھی! اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ اسے پاؤں پر بہت زور سے لگی تھی۔ اچانک مڑا تھا

شاید اس کا پاؤں ! ! زمین پر بیٹھی وہ اپنے پاؤں کو تھامے ابھی اپنے رونے نے شغل میں مصروف تھی کہ اچانک ہی باہر دروازے کے پاس قدموں کی چاپ محسوس ہوئی ! وہ دروازے سے زیادہ دور نہیں بیٹھی تھی۔ تھوڑے سے فاصلے پر ہی تھا دروازہ جسے وہ اندھیرے میں دیکھ ہی نہیں پائی تھی ! ! قدموں کی چاپ کو قریب آتے محسوس کرتے اس نے سختی سے ایک ہاتھ اپنے منہ پر رکھا۔ جو کچھ ہو چکا تھا خوف اس کے دل و دماغ پر جیسے حاوی تھا۔ کتنی ہی چیزوں کا خوف تھا آخر۔ اوپر سے اب یہ ! ! باہر سے کسی نے دروازے کے پاس آہستہ سے دروازہ انلاک کرتے ! ! پوری طرح سے دونوں پٹ وا کیے

مدحا نسیم جو اندھیرے میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی اچانک ہی کمرے میں پیدا" ہونے والی روشنی پر اس نے بے ساختہ ہی اپنے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھے ! اتنی دیر بعد تیز روشنی آنکھوں کو بھائی نہیں تھی ! اس کی آنکھیں چندھیا سی گئی تھی تبھی انہیں واپس سے بند کیے وہ کچھ دیر کے لیے سامنے کے منظر کو دیکھنے سے فراموش کر گئی تھی۔۔ سامنے دروازے کو پوری طرح کھولتے مسکراتے ہوئے

اس کی طرف دیکھتے باہر سے کوئی لڑکی نمودار ہوئی! یہ کوئی پچیس چھبیس سال کی کوئی دوشیزہ لگ رہی تھی جس نے اپنے سیاہ چہرے کو میک اپ کی تہوں کے پیچھے چھپاتے اسے مصنوعی رنگ دیا ہوا تھا۔ وہ دیکھنے میں ہی کوئی بہت تیز عورت لگ رہی تھی۔۔ "کیسی ہو پیاری لڑکی!! مسکراتے ہوئے آگے کو آتے وہ جو بھی تھا یا تھی آواز سے کچھ معلوم نہیں ہو سکتا تھا۔ بہر حال وہ لڑکی نہیں تھی! وہ مسکراتے ہوئے آگے کو بڑھتے اس کے بلکل پاس کھڑی ہوئی! اپنے بلکل پاس سے کچھ ایسی آواز سنتے مدحانے جھٹکے سے اپنی آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتے بے یقینی سے سامنے اسے کھڑا دیکھا۔ وہ بچی ہر گز نہیں تھی۔ وہ پہچان گئی تھی کہ یہ آواز خواجہ سراؤں کی ہے!! وہ کونسی جگہ پر تھی آخر جہاں اسے ایسے لوگ آ کر ملے تھے؟؟ "کک۔۔ کون۔۔ ہو۔۔ت۔۔ تم؟؟ بے ساختہ ہو زمین پر بیٹھے تھوڑا پیچھے کو سرکتے مدحانے خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھتے پوچھا۔۔ "ارے میرے سے بھی بھلا کوئی ڈرتا ہے؟ بیفکر رہو خوبصورتی میری کمزوری ہے! میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گی پیاری لڑکی! تھوڑا مزید آگے کو ہو کر اس کے پاس ہی زمین پر بیٹھتے خوش

اخلاقی سے جواب آیا۔ کمرے میں جہاں پہلے گپ اندھیرا تھا وہاں اب مکمل روشنی پھیلی تھی! آسانی سے سب کچھ دیکھا جا سکتا تھا۔ مدحا نسیم زمین پر بلکل سمٹ چکی تھی۔ اس کی برستی آنکھوں میں خوف کے سائے گہرے تھے!!

"میں۔۔کہ۔۔کہاں ہوں؟اس کی بات کو اگنور کرتے مدحا نے روتے ہوئے اس سے دھیرے سے پوچھا۔ وہ گھٹنوں کو اپنے سینے تک فولڈ کرتے بلکل سکڑی سمٹی بیٹھ چکی تھی۔اسے محسوس ہوا تھا کہ اس کے جسم پر کہیں بھی اس کے پاس دوپٹہ نہیں ہے! وہ گر گیا تھا۔۔"تم۔۔تم جنت میں ہو! اپنی بات مکمل کرتے اس نے خود ہی ایک قہقہہ لگایا۔ جیسے اسے اپنی بات پر خود ہی بے تحاشہ ہنسی آئی ہو!

"جنت! مدحا زیرِ لب اس کا یہ لفظ دہرائے نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ یہاں وہ مطلب واقعی میں نہیں سمجھی تھی!!"ارے اتنا پریشان مت ہو!!خوبصورتی پر اثر پڑتا ہے پریشان ہونے سے!لگ جائے گا تمھیں بھی پتہ کہ کتنی رنگین جنت ہے یہ جگہ! ہاں سچی۔ صرف میرے لیے نہیں۔ سب کے لیے یہ ایسی ہی ہے! وہ بنا اس کے رونے لیے پرواہ کیے اپنی ہی ہانک رہا تھا۔!! "دیکھو۔۔مم۔۔ مجھے

جا۔۔نے دو پلیز!! کوئی اور راستہ نا نظر آتے مدحا نے بے بسی سے اس سے منت کی۔ وہ شدید رونے لگی تھی جبکہ جسم ہلکا ہلکا کانپ رہا تھا۔ بہت برا پھنس چکی ہے وہ اندازہ تھا اسے!! "جہاں آراں؟؟ وہ ابھی کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ باہر سے ایک رعب دار آواز سنتے وہ فوراً سے پہلے زمین سے کھڑا ہوا۔ شاید یہ اس کا نام پکارا گیا تھا۔ یہ آواز باہر سے آئی تھی جو کہ اب قریب آتی جا رہی تھی! "اللہ ہی رحم کرے اب تم پر پیاری لڑکی!! مسکرا کر اسے دیکھ کر کہتے اس نے اپنے قدم پیچھے کو لیے! شاید کوئی ان کا مالک آ رہا تھا تبھی وہ فوراً اس طرح سے کھڑی ہوتے پیچھے کو ہٹ چکی تھی! مدحا نسیم کی ناسمجھ نظریں اس سے ہوتے دروازے کی طرف گئی جہاں سے ایک موٹی سی عورت مختلف قسم کے زیورات سے لدی ہوئی، چہرے پر ڈھیروں میک اپ تھوپے ایک رعب کے ساتھ اندر داخل ہوئی! وہ مسکرا رہی تھی۔ کیونکہ ان کی توعید ہو گئی تھی۔ جی جان سے مسکرا کر اسے دیکھتے وہ عورت مدحا کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھی۔ وہ بھاری بھرکم عورت نظریں مدحا پر مرکوز کیے ہوئے تھی۔ جہاں آراں اس کے ساتھ ہی کرسی کے پاس کھڑا تھا۔۔ "کیا مال ڈھونڈا ہے رضیہ

نے! ہاتھ چوم لوں گی آج تو میں اس کے!! خوبصورت, اتنی شفاف ملائم، کنواری پورا پیکج ایک ساتھ ہی مل گیا۔ ہنستے ہوئے اس کے گال پر ہلکا سا ایک اُنگلی کا لمس چھوڑتے جسے مدحا فوراً ہی جھٹک چکی تھی وہ لالچی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ عورت شکل سے ہی کوئی بہت شاطر قسم کی عورت تھی۔ شاید وہ اس پوری عمارت میں موجود لوگوں کی سربراہ تھی۔!! "کون ہو تم؟ مدحا نے ایک ہاتھ سے اپنے آنسوں صاف کرتے پوچھا۔۔آخر کوئی اسے بتا کیوں نہیں رہا تھا کہ وہ کس جگہ پر ہے!! "وہیں جہاں تُجھے ہونا چاہیے! ارے بتایا مجھے رضیہ نے کہ کتنی غریبی تھی تیرے گھر میں! میں تُجھے کام دوں گی۔ تو کمانا اور دونوں کھائے گیں! اس عورت نے آگے کو جھک کر کہتے خود ہی آخر میں قہقہہ لگایا! مدحا نسیم اب پاگل ہونے کو تھی۔۔ایک اس کے سر میں شدید درد ہو رہا تھا، دوسرا خوف کے مارے اس کا دل دھڑک دھڑک کر پاگل ہو رہا تھا۔۔اوپر سے اس عورت کی باتیں اسے مزید رونے پر مجبور کر رہی تھیں! "اری پریشان مت ہو! زیادہ کچھ نہیں کرنا بس دن رات مردوں کو سکون دینا ہے! پیسہ ہی پیسہ!! اتنا آسان سا کام ہے۔اس کے یہ الفاظ

بولنے تھے کہ مدحا نسیم ایک لمحے کے لیے سن ہو گئی تھی۔ وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو اتنی بڑی بات اتنی آسانی سے کر گئی تھی۔ کیا اسے خوف نہیں آتا تھا؟؟ جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا۔۔ اس معصوم سی لڑکی کی عزت پوری طرح خطرے میں تھی!!" یہ۔۔ یہ کونسی جگہ ہے؟ خدا کا واسطہ ہے مجھے جانے دو! ایک نظر کمرے کے باہر دروازے پر دوڑاتے مدحا نے روتے ہوئے پوچھا۔۔ باہر ایک لڑکا اور لڑکی گلے میں بانہیں ڈالے گزر رہے تھے! اس کا دل رک رک کر چلنے لگا تھا۔ کہاں پھینک دیا گیا تھا آخر اسے!!" کوٹھے پر ہے تو! کوٹھا سنا ہو گا نا کیا ہوتا ہے؟ یہ بھی پتہ ہو گا کہ یہاں پر کیا کام ہوتے ہیں؟ بس وہی کام اب تو بھی کرے گی!! یہاں لوگ آتے بھی میری مرضی سے ہیں اور جاتے بھی! تو اب نہیں جا سکتی! "جہاں آراں کچھ کھانے کو لا کر دے اسے! بھوکی ہو گی بیچاری!! شاطرانہ ہنسی ہنس کر کہتے وہ آخر میں پیچھے کھڑے شخص سے مخاطب تھی۔۔ جو حیران تھا کہ چندہ جیسی عورت کسی لڑکی سے نرمی سے بات کر رہی ہے۔۔ شاید وہ اس لڑکی کو پیار سے سمجھانا چاہ رہی تھی!! جبکہ مدحا کا تو چہرہ ایسا ہو چکا تھا جیسے اسے کسی سانپ نے

ڈس لیا ہو! وہ کوٹھے پر تھی! یہ خبر اس کے لیے کسی موت کے لمحے سے کم نہیں تھی!! کوٹھا۔۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی ایسی جگہوں پر ہوتا کیا ہے! کیا یہ لوگ اس سے بھی یہی کچھ کروانے والے تھے؟ وہ لٹھے کی مانند سفید چہرے کے ساتھ چندہ بائی کو دیکھ رہی تھی۔ جسم کی لرزش ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھنے لگی تھی۔ جبکہ آنکھیں بھیگتی جا رہی تھی مگر مجال تھی جو اس لڑکی نے پلکیں جھپکی ہو! وہ جیسے شاک میں تھی! "کرے گی نا تو کام؟ دن رات مزے لینا بس! ارے تُجھے عیش کرواؤں گی عیش!! مسکراتے ہوئے اس کی ٹھوڑی کو پکڑ کر کہتے وہ سوال گو تھی! "خدا کے لیے مجھے جانے دو! میں ان کاموں کے لیے نہیں ہوں! مدحا نے شدید حقارت سے جس کا ہاتھ پھر سے اپنی ٹھوڑی سے جھٹکا۔ اسے گھن آ رہی تھی اس عورت سے جس میں اپنے عورت ہونے کا بھی لحاظ نہیں تھا۔ وہ اسے اتنی غلیظ چیزوں کی آفر کروا رہی تھی۔۔ "کوئی بھی نہیں ہوتا ان کاموں کے لیے! لیکن دیکھ ہزاروں لڑکیاں بن جاتی ہیں۔ پیسہ سب کچھ کروا دیتا ہے! بس یہ جسم ہی تو دینا ہے! کون سی بری بات ہے اس میں؟ تو خوبصورت ہے اسی لیے پیار سے سمجھا رہی

ہوں! میں نہیں چاہتی تیرا یہ حسن ذرا بھی ماند پڑے! اری کمائی دیکھنی پڑتی ہے!
وہ بیٹھی ابھی بھی اسے نرمی سے ہی ڈیل کر رہی تھی۔۔ جیسے کبھی سالوں پہلے کسی
اور کو کیا تھا۔ کیا تمھیں یاد ہے کہ وہ کون تھی؟؟ "چندہ یہ لے کھانا۔ اسے پہلے
کھانے دے کچھ! پھر بات کر لینا۔۔ کل سے بیہوش ہے بھولی ہو گی! ابھی مدحا کچھ
بولتی کہ جہاں آرا نے کمرے میں داخل ہوتے چندہ کے ہاتھ میں کھانا پکڑایا۔ وہ پھر
سے سائڈ پر ہو چکی تھی۔ جبکہ اسے مدحا پر ترس سا آرہا تھا۔ پتہ نہیں کیوں!! "یہ
لے کھانا کھا۔۔ پھر کام بھی کرنا ہے! اس کے سامنے پلیٹ کو پکڑ کر کرتے چندہ نے
حکمیہ سے انداز میں کہا۔ گاہکوں کی لائن لگی ہوئی تھی! ان لوگوں کے پاس اتنا وقت
نہیں تھا کہ کسی بھی لڑکی کے نخرے سہتے! کتنے ہی لوگوں سے چندہ نے ایڈوانس لیا
ہوا تھا اس نام پر کہ کنواری لڑکی آتے ہی سب سے پہلے اسے انہیں دیا جائے گا۔ اور
یہ کنواری کوئی اور نہیں مدحا نسیم ہی تھی۔ رضیہ ساری خبر اسے دیتی تھی۔ مدحا نے
روتے ہوئے نفرت سے اسے دیکھتے پلیٹ پر ہاتھ مارا۔ پلیٹ اڑتے اڑتے سائڈ پر جا
گری تھی۔ اس کے اندر موجود دال چاول بھی سارے گر چکے تھے!! یہاں پلیٹ

گری تھی اور وہیں سے ایک تھپڑ اس کے نازک گال کی زینت بنا۔ اتنی ہی نرمی تھی بس! "پیار سے سمجھا رہی ہوں تو کیا سمجھ میں نہیں آ رہی تجھے بات؟ ہاں؟ اس کے بالوں کو گدی سے جکڑے چندہ اس کے منہ پر پھنکاری! وہ اسے کب سے نرمی سے سمجھا رہی تھی لیکن مقابل کوئی ڈھیٹ تھی۔۔ ان جیسی لڑکیوں سے ڈیل کرنا اس عورت کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔!! "سس۔۔ خدا کے لیے۔۔ مجھے جانے دو!! سسکی سی بھرتے مدحا نے روتے ہوئے التجائیہ لہجے میں کہا۔ اسے پہلے ہی سر میں درد تھا اور اوپر سے چندہ نے بال اتنی زور سے پکڑے ہوئے تھے! مدحا مرنے کو تھی! "بند کرا اسے ایک کمرے میں جہاں آرا۔۔ ابھی وقت نہیں ہے شام میں دیکھوں گی اسے۔۔ چار دن بھوکی رہے گی تو ساری عقل آ جائے گی۔۔ کرسی سے اٹھ کر کہتے چندہ نے ایک آخری نظر اس کے بلکتے وجود پر ڈالتے اپنے قدم باہر کو لیے! اسے اور بھی کام تھے!! "مان جاؤ اس کی بات! تم معصوم لگتی ہو لیکن اب اس جگہ پر آ گئی ہو! یہی کام مقدر ہے تمھارا۔ جہاں آرا نے آگے بڑھتے نرمی سے اس کا گال تھپتھپایا۔ اسے یہی نہیں ہر نئی آنے والی لڑکی پر ایسے ہی ترس آتا تھا۔

شاید اس میں تھوڑی بہت انسانیت باقی تھی۔!! مدحا نے بھیگی آنکھیں اٹھاتے اس کی پشت کو دیکھا۔اسے پھر سے کمرے میں اندھیرے میں بند کیا جارہا تھا۔شاید اب یہ اندھیرے ہی اس کا مقدر تھے!"یااللہ!!روتے ہوئے چھت کی طرف دیکھتے مدحا نے دھیرے سے خدا کو پکارا۔فرحت بیگم نے اس کے ساتھ اچھا نہیں کیا تھا۔۔وہ مرتے مرتے اسے ایسی جگہ چھوڑ گئی تھیں کہ جہاں سے نکلنا ناممکن تھا۔ اس کی خوبصورتی ہی اس کی سب اس بڑی دشمن بن چکی تھی!کاش کہ وہ یہاں رہ کے اپنی عزت بچا پاتی۔کاش۔۔"یااللہ میری عزت سلامت رکھنا۔۔مجھے نکال دے یہاں سے!روتے ہوئے واپس سے زمین پر سکڑ کر لیٹتے وہ دل میں شدت سے خدا کو مخاطب کر رہی تھی۔وقفے وقفے سے روتے ہوئے اس کی ہچکیاں خاموش کمرے میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔پتہ نہیں اس معصوم کے ساتھ کیا کچھ ہونے والا تھا۔وہ کوٹھے پر آ تو گئی تھی لیکن یہ ممکن نہیں تھا کہ یہاں عزت سلامت رہتی!باقی جو خدا کو منظور!!

یہ تقریباً دن کا وقت تھا جب شاہ ولا میں بہت تھوڑے لوگ موجود تھے! تمام مرد حضرت زیادہ تر اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے! جبکہ خواتین کچھ اپنے کمروں میں تو کچھ کاموں میں مصروف تھیں۔ شاہ ولا میں اب سناٹا سا رہنے لگا تھا۔ کوئی ہوتا ہی نہیں تھا جو ہنسی مذاق کرے!! کچھ دیر کے لیے رات میں سب لاؤنج میں بیٹھتے تھے تو وہ بھی اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے اٹھ جاتے تھے! ایک انسان کیا گیا تھا گھر کی رونق ماند پڑ گئی تھی۔!! اشنا شاہ اس وقت کچن میں کھڑی کھانا بنانے میں مصروف تھی۔۔ اسے کوئی کہتا تو نہیں تھا کام کو۔ لیکن پھر بھی وہ اپنی مرضی اور خوشی سے ملازمین کے ساتھ تھوڑا بہت کھانا بنوانے میں مدد کر دیتی تھی۔۔ ویسے بھی تو سارا دن گھر میں فارغ ہی رہنا ہوتا تھا۔ اس کی خوشی تھی اس میں! ابھی بھی کھڑی وہ شاید قورمہ بنا رہی تھی۔ اس کے پاس ہی باقی ملازمین کھڑی اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھی!! وہ سب اپنے دھیان کام کر رہی تھیں کہ سائرہ بیگم کچن میں داخل ہوئیں! بڑے دنوں سے انہیں موقع نہیں مل پایا تھا اشنا سے اکیلے میں ملنے کا۔ کچھ دنوں کے لیے زاویار کی۔ چھٹیاں تھیں تو وہ سارا دن اسی کے ساتھ چپکا رہتا تھا۔

جہاں اشنا شاہ وہیں زاویار شاہ۔ وہ آج ہی اپنے آفس گیا تھا۔۔ تبھی سائرہ بیگم اب موقع دیکھتے کچن کے اندر داخل ہوئیں!!

"کیا کر رہی ہو؟ نہایت شیریں لہجے میں پوچھتے وہ مسکراتے ہوئے اس کے سامنے جاتے شیلف سے ٹیک لگائے کھڑی ہو چکی تھیں۔ کام تو انہوں نے کوئی کرنا نہیں ہوتا تھا۔ ہاں لیکن کام کو بگاڑنا انہیں بہت اچھے سے آتا تھا۔!! اشنا شاہ جو مکمل طور پر کام میں مصروف تھی اچانک سے سائرہ بیگم کی آواز سنتے اس نے نظریں اٹھاتے سامنے دیکھا۔ وہ سب سمجھ رہی تھی کہ یہ مسکراہٹ کس لیے ہے! کافی دنوں سے وہ ان سے بچ رہی تھی لیکن بد قسمتی سے آج سامنا ہو ہی گیا تھا۔۔ بنا کوئی جواب دیے وہ نظریں پھیرتے واپس سے اپنے کام میں مصروف ہوئی! جواب دینے کا مطلب اپنے لیے ہی گڑھا کھودنا تھا۔ "اوہو نخرے تو دیکھو محترمہ کے! میں بھی مری نہیں جا رہی بی بی تم سے بات کرنے کو! توبہ توبہ آج کل کی تو بانجھ لڑکیوں کے بھی اتنے نخرے ہیں! کیا زمانہ آگیا ہے! اپنے کانوں کو ہاتھ لگا کر وہ خاصی اونچی آواز میں بولنا شروع ہو چکی تھیں۔ وہ جواب دیتی تب بھی بری تھی۔ اور اب جواب

نہیں دیا تھا تب بھی بری وہی بن رہی تھی! ان کی بات پر اشنا شاہ کے ایک لمحے کے لیے چلتے ہاتھ رکے! آج کل ویسے بھی وہ بہت احساسِ کمتری کا شکار ہو رہی تھی۔ یہ تو زاویار تھا جس نے اسے سنبھالا ہوا تھا۔ ورنہ وہ تو لوگوں کی باتوں سے بچنے کی خاطر خود کو کمرے میں ہی بند رکھتی! پہلے اس کے پاس کوئی کمزوری نہیں تھی۔ لیکن اب برا ہوا اس کے ساتھ کہ اب اس کے پاس ایک خامی تھی جس کے متعلق لوگوں سے باتیں سننا اس کے لیے سوہان روح تھا۔ اسے معاشرے کی باتوں اس ڈر لگتا تھا۔!! دوسرے لمحے وہ واپس سے بنا کوئی جواب دیے اپنے کام میں مگن ہوئی۔ پہلے جو وہ بحث کر لیتی تھی تو اس کی کوئی کمزوری لوگوں کے ہاتھ میں نہیں تھی۔ اب اسے لگتا تھا کہ وہ کسی سے بحث کرنے کے بھی قابل نہیں رہی۔۔ وہ حد سے زیادہ احساسِ کمتری کا شکار تھی!! "ہنہہ!! کیا تم سب کو پتہ ہے کہ یہ بیچاری اپنے شوہر کو ایک اولاد تک نہیں دے سکتی! دیکھا تم لوگوں نے خدا کیسے دکھاتا ہے آپ کو! اسے ابھی بھی خاموشی دیکھتے سائرہ بیگم نے تمام ملازمین کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے انہیں بتایا۔ وہ اشنا کا تماشہ بنا رہی تھی!! ملازمین بھی کیا ہی بولتی۔

وہ سب واقف تھیں اس بات سے بھی اور سائرہ بیگم کی فطرت سے بھی۔۔ تبھی بنا کچھ کہے اپنا کام کرتی رہیں! ویسے بندہ ڈھیٹ ہو تو تمہارے جتنا۔ ارے بھئی اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتی تو اب تک اپنا سامان باندھ کے سسرال کو خیر آباد کہہ دیتی! "ارے اپنا نہیں تو اپنے شوہر کا خیال کر لو! بیچارے کو اولاد کی کتنی خواہش ہوتی ہو گی۔ اب تم تو ٹھہری بانجھ عورت! اولاد تو دینے سے رہی! واپس سے اشنا کی طرف متوجہ ہوتے سائرہ بیگم اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات بہت اچھے سے دیکھ رہی تھیں۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو۔ رہی تھی۔ اچھا تھا کہ یہ ٹینشن سے ہی مر جاتی۔۔ اشنا شاہ کی آنکھوں میں نمی سی چمکنے لگی تھی۔ وہ پاگل پھر سے سائرہ بیگم کی باتوں کو دل پر لے رہی تھی۔ قصور اس کا بھی نہیں تھا۔ ابھی اس کی دماغی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ کسی کے بھی طعنے سہتی! دن رات اسے ایک ہی خوف رہتا تھا کہ کہیں زاویار شاہ اسے چھوڑ نا دے! وہ کہیں اولاد کی خاطر کسی دوسری عورت کے پاس نہ چلا جائے! کیسے برداشت کرتی وہ اگر ایسا کچھ ہو جاتا تو؟؟ اپنے ہاتھ میں موجود چھری کو سائڈ پر پٹختے اشنا شاہ اپنے آنسوں صاف کرتے کچن سے باہر

کی طرف بڑھتی کہ سائرہ بیگم نے فوراً سے اسے بازو سے پکڑتے آگے بڑھنے سے روکا۔۔"ارے کہاں جارہی ہو؟ بانجھ ہو کر بھی تمہاری اکڑ ختم نہیں ہوئی؟ ویسے تمھیں سوچنا چاہیئے اس بارے میں کہ تمہارے شوہر کو تو اولاد کی طلب ہو گی۔ ارے سوچو کیا پتہ وہ آفس کی بجائے کسی دوسری عورت کے پاس ہو! دیکھنا ایک دن آئے گا جب وہ اپنی دوسری بیوی اور بچے کو گھر میں لے آئے گا۔۔ پھر تم اس گھر سے باہر!! بہت ہی چالاکی سے وہ اس کے کانوں میں باتیں ڈال رہی تھیں۔ان کا مشن تھا آج کل اشنا اور زاویار کو الگ کر کے اشنا کو اس گھر سے دھکے دے کر نکلوانا۔فائزہ تو چلی گئی تھی۔ان کا اپنا بیٹا بیغیرت نکلا تھا۔۔لیکن اشنا تو تھی نا؟ وہ اسے اتنا ٹراما دینا چاہتی تھیں کہ وہ خود ہی یہ گھر چھوڑ کر چلی جاتی!! "اللہ نا کرے! آپ بولنے سے پہلے سوچ لیا کریں! مجھے اپنے شوہر پر پورا پورا یقین ہے! آپ ایسے مجھے ورغلا نہیں سکتیں! اشنا شاہ نے ہمت جتاتے ان سے اپنا بازو چھڑواتے کہا۔رونا اس نے پھر بھی بند نہیں کیا تھا۔البتہ اس کے دل میں بات بیٹھ گئی تھی!! " کبھی کبھی اندھا اعتبار بھی نقصان دہ ہوتا ہے! ارے خود سوچو تم میں اب کچھ بھی نہیں ہے!

جو تھوڑا بہت اولاد سے سہارا لگ جاتا اب تو تمہاری اولاد بھی نہیں ہو سکتی! شوہر تو جائے گا نہ دوسری عورتوں کے پاس! میں تو تمھیں عقلمند سمجھتی تھی! بیوقوف ہو تم! افسردہ سے لہجے میں کہتے وہ عورت مسلسل اپنے داؤ کھیل رہی تھی! اس کی مکاری کا یہ عالم تھا کہ وہ اچھے سے سمجھ رہی تھی اشنا شاہ کے دل کی حالت! اس کی آنکھیں سب بیان کر رہی تھیں!! اشنا شاہ نے ایک آخری نظر ان پر ڈالتے روتے ہوئے تیز تیز قدم کچن سے باہر لیے،! وہ مزید نہیں سن سکتی تھی۔ پہلے کیا یہ کم برا ہوا تھا اس کے ساتھ جو وہ لوگوں کی باتیں بھی برداشت کرتی!! ایسا نہیں تھا کہ اسے زاویار پر یقین نہیں تھا۔ بس حالات کچھ ایسے بن گئے تھے کہ اسے کسی کی غلط بات کو بھی سو دفعہ سوچنا پڑتا تھا۔ روتے ہوئے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ البتہ۔ دماغ میں اب اگلے کتنے دنوں تک سائرہ بیگم کی باتیں ہی چلنی تھیں۔

وہ ایسی ہی تھی۔۔

پیچھے سائرہ بیگم مسکراتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھتے خود بھی کچن سے باہر نکلی۔"

وہ اپنا کام کر چکی تھی۔

یہ رات کا وقت تھا جب خان ولا میں سب اس وقت اپنے اپنے کمروں میں موجود آرام کر رہے تھے ! اس وقت رات کے نے بج رہے تھے ! سب لوگ ہی گھر پر تھے سوائے راحیل خان کے ! وہ دوستوں کے ساتھ باہر ہوتا تھا اور لیٹ نائٹ ہی گھر آتا تھا۔ آج کل بے چینی ختم کرنے کو اس نے یہ نیا بہانہ ڈھونڈا ہوا تھا۔ وہ شخص ہر جگہ بھٹک رہا تھا۔ وہ ہر چیز میں دل لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کہیں تو اسے سکون ملے ! لیکن افسوس کہ اسے سکون کا س بھی نصیب نہیں ہو رہا تھا۔ وہ جہاں جاتا تھا اس کا دل بجھا بجھا سا رہتا تھا۔ جس سے دیکھو اسی سے لڑائی جھگڑے چل رہے تھے ! غصّہ ہمیشہ اس کے دماغ پر سوار رہتا تھا۔ وہ جتنا کول انسان تھا اب اتنی ہی اس کی حالت بگڑ رہی تھی۔ کیونکہ وہ وہاں نہیں جا رہا تھا جہاں اسے جانا چاہیے تھا۔ وہ انسان دنیا کی ہر چیز میں دل لگانے کی کوشش کر رہا تھا بجائے اس کے کہ وہ دنیا بنانے والے کے پاس جاتا۔ وہ وہاں نہیں جا رہا تھا جہاں اسے سب سے پہلے جانا چاہیے تھا۔ تبھی سب اس سے دور ہو رہے تھے ! یہ بے سکونی اسی وجہ سے تھی۔

اسی لیے دنیا کی تمام آسائشیں ہوتے ہوئے بھی اسے بے چینی رہتی تھی۔ دل تھا کہ کہیں لگتا ہی نہیں تھا۔۔

خان ولا میں اگر اس وقت رائنا خان کے کمرے میں دیکھا جاتا تو عدیل شاہ اس وقت اس کے کمرے میں بیڈ پر بیٹھا بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی یہاں آیا تھا۔۔ کیونکہ اسے خاص طور پر رائنا خان نے بلایا تھا۔۔ عدیل شاہ اس وقت جینز اور شرٹ میں ملبوس تھا۔ جبکہ اس کے سامنے نیچے سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑی رائنا خان مسٹرڈ کلر کی پھولدار شلوار قمیض میں ملبوس بہت پیاری لگ رہی تھی۔!! عدیل شاہ تقریباً پانچ سے دس منٹ پہلے یہاں آیا تھا اور وہ جب سے آیا تھا تب سے ہی رائنا خان اس کے سامنے کھڑی سینے پر ہاتھ باندھے اسے گھورنے میں مصروف تھی۔ پہلے تو عدیل شاہ نے زیادہ نوٹس نہیں کیا کیونکہ وہ اکثر ہی ایسے ناراض رہتی تھی۔ مگر اب وقت زیادہ ہو گیا تھا۔ وہ کھڑی ہی تھی!

کیا تم نے میرا کوئی افیئر پکڑ لیا ہے جو ایسے گھور رہی ہو؟ ابرو اچکا کر اسے دیکھتے" عدیل شاہ نے استفسار کیا۔ اسے تو یہی لگ رہا تھا۔۔ وہ بیڈ پر بیٹھا تھا اور رائنا اس کے سامنے نیچے زمین پر کھڑی تھی۔ رائنا خان نے اس کی بات پر ابرو سکوڑے! کیا مطلب اس کے شوہر کے افیئرز بھی ہیں؟؟" کیا مطلب آپ کے افیئرز بھی ہیں؟ دانت پیستے اس نے پوچھ ہی لیا تھا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ابھی اس کا سر پھاڑ دیتی!!" ہاں نا سب کے ہوتے ہیں! کندھے اچکاتے سنجیدگی سے جواب آیا۔ لگتا تھا اس کے مرنے کے ارادے تھے!! تبھی ایسی باتیں کر رہا تھا۔ رائنا خان نے اس کی بات پر ہونٹ بھینچے! پہلے ہی وہ غصے میں کھڑی تھی اور اب عدیل شاہ کی باتیں اسے مزید تب چڑھا رہی تھیں۔ "سب جائیں بھاڑ میں آپ اپنا بتائیں بس!! اسے گھورتے ہوئے پوچھا گیا۔۔" پاس آؤ پھر بتاتا ہوں۔ اپنا ایک ہاتھ آگے کرتے عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے پاس بلایا۔ وہ دور کھڑی اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ اسے مقابل بس اپنی گود اور بانہوں میں اچھی لگتی تھی۔ "یہیں سے بتائیں ذرا۔ پھر میں نے ایک اور بات پوچھنی ہے آپ سے! کتنے چھپے رستم ہیں آپ عدیل! میں سخت

ناراض ہوں آپ سے! رائنا خان دو قدم سرکتے پیچھے کو ہوئی! اس انسان کا کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ وہ اسے کھینچ کر اپنی گود میں بٹھالیتا۔ وہ اسی لیے پیچھے ہوئی تھی!

"تو میرا بچہ بول بھی لو! میں جب سے آیا۔ ہوں تم سٹل کھڑی گھور رہی ہو مجھے! ایسے کیسے پتہ چلے گا مجھے کہ آخر بات کیا ہے! اور افیئر ہے نا میرا تمہارے ساتھ! تمہارے علاوہ میں دیکھتا بھی نہیں کسی کو!! واپس سے ہاتھ کو پیچھے کرتے عدیل شاہ نے نرمی سے کہا۔ اب اسے جاننا تھا کہ آخر بات کیا ہے!" میں بیوی ہوں آپ کی! اس کی افیئر والی بات کو پکڑ لیا تھا اس نے!" تو کہاں لکھا ہے کہ بیوی کے ساتھ افیئر نہیں چل سکتا؟ جاناں تم ہی تھی تم ہی ہو اور تم ہی رہو گی۔ اب جلدی سے بات بتاؤ۔ تم نے سسپینس پھیلا دیا ہے! عدیل شاہ بے صبرا ہوا جا رہا تھا۔!! رائنا خان نے اسے گھورتے آگے کو ہوتے تکیہ اٹھایا۔ اس شخص کو اس کی بجائے بات کی پڑی تھی۔۔ وہ تکیہ اُٹھائے اسے مار بھی چکی تھی۔۔ اسے غصّہ آ رہا تھا۔۔ "کیا مسئلہ ہے؟ عدیل شاہ نے چیختے اسے گھورا۔ یہ بدتمیزی تھی۔ وہ بے ساختہ ہی اسے گھورتے ہوئے چیخ اٹھا تھا۔ یہ بلکل بے ساختہ تھا۔!! رائنا خان نے اس کے چیخنے پر تکیہ

زمین پر پھینکا۔اس کی آنکھوں میں تیزی سے نمی اکٹھی ہونا شروع ہو چکی تھی۔۔
مقابل زور سے چیخا تھا۔"چلے جائیں یہاں سے! دھیمے سے کہتے وہ مڑتے کرسی کی
طرف بڑھی!! باہر وہ جا نہیں سکتی تھی، بیڈ پر یہ انسان بیٹھا تھا۔اسے صوفہ ہی نظر
آیا تھا۔ وہ اس کے جانے تک یہاں بیٹھ سکتی تھی۔ جبکہ وہ رو رہی۔ تھی۔ کیونکہ
اسے اب رونا آرہا تھا۔ وہ تو بس مصنوعی ناراض تھی کیونکہ اسے عدیل شاہ نے کچھ
بتایا نہیں تھا کہ پاکیزہ بیگم رشتہ لے کر آنے والی ہیں! لیکن مقابل ہمیشہ کی طرح
سیریس ہو گیا تھا۔ عدیل شاہ نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے اپنے منہ پر
ہاتھ پھیرا۔۔ آخر کیا ضرورت تھی اسے چیخنے کی؟"اچھا اِدھر آؤ!! اس کی طرف
دیکھتے سنجیدہ حکمیہ سے انداز میں کہا۔!! وہ ایک مرتبہ اسے پاس بلا لیتا پھر سوری
کرتا۔۔ رائنا خان خاموشی سے صوفے پر بیٹھی اپنے چہرے کو ہاتھوں میں چھپائے
رونے میں مگن تھی۔ دن رات یہ انسان اس سے پیار سے بات کرتا تھا اب ذرا سی
سختی اس سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ عدیل شاہ ہونٹ کاٹ کر اسے دیکھتے بیڈ
سے کھڑا ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ اب تو وہ ساری رات یہاں بیٹھ کر بولتا رہے مقابل

جواب نہیں دے گی۔ بس اسی لیے وہ خود بیڈ سے کھڑا ہو گیا تھا۔۔ "میری جان!! کیسے جمے گی ہماری۔ تم تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونے بیٹھ جاتی ہو! بڑی ہو جاؤ اب۔۔ اس کی طرف قدم بڑھاتے مسلسل بولتے عدیل شاہ صوفے کے پاس جاتے رکا۔۔ رائنا نے ابھی بھی ہاتھ نہیں ہٹائے تھے۔ وہ محسوس کر چکی تھی کہ عدیل شاہ صوفے کے پاس ہی کھڑا ہے!! "میری جان۔۔۔ نرمی سے مسکرا کر کہتے عدیل شاہ نیچے زمین پر پنجوں کے بل بیٹھا۔ کتنا مشکل ہوتا تھا ایک لڑکی کے ساتھ ڈیل کرنا۔ خاص کر وہ لڑکی جسے سر پر بھی آپ نے خود ہی چڑھایا ہو!! کسی چھوٹی سی بچی کی طرح رائنا خان کو اپنے دونوں ہاتھوں کے حصار لیتے عدیل شاہ اسے گود میں لیتے زمین سے کھڑا ہوا۔!! رائنا خان خاموشی سے ابھی تک چہرے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔ وہ جانتی تھی کہ عدیل شاہ ایسے اسے منائے بغیر نہیں جائے گا۔ "میرا بچہ! ضد مت کیا کرو۔ اسے گود میں اٹھائے زمین سے کھڑے ہو کر اس کے ہاتھوں پر لب رکھتے عدیل شاہ نے محبت سے کہا۔ وہ اسے لیے واپس سے بیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ "میں نے کوئی ضد نہیں کی تھی۔ کچھ دیر کے لیے چہرے سے

ہاتھ ہٹاتے رائنا خان نے بھیگی آواز میں اسے بتانا ضروری سمجھا۔۔ عدیل شاہ نے اس کے واپس ہاتھ رکھنے سے پہلے موقع دیکھتے فوراً سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ وہ بہت تیزی سے اسے مزید تھوڑا اوپر کو کرتے شدت سے اس کے لبوں سے لپٹ چکا۔ تھا۔۔ رائنا خان نے اس کے کندھے پر مکا جڑتے اسے دیکھا۔ کتنا تیز تھا یہ انسان! عدیل شاہ آہستہ آہستہ کرتے اس کے ہونٹوں کی نمی چنتے۔ اسے لیے بیڈ کی طرف بڑھا۔ وہ شدت سے اس کی سانسیں انہیل کر رہا تھا۔ " کبھی تو ساتھ دیا کرو!! کچھ دیر کے لیے اس کے ہونٹوں کو چھوڑتے عدیل شاہ نے مصنوعی خفگی سے کہا۔ ہمیشہ وہی کرتا تھا۔ مقابل کبھی اس کا ساتھ نہیں دیتی تھی۔۔ "آپ کی طرح بے شرم نہیں ہوں میں! خفگی سے کہتے رائنا خان نے اپنا چہرہ سائڈ پر کیا۔ اب ہاتھ رکھنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں تھا۔۔ "اس میں شرم کا کیا کام؟ عدیل شاہ نے ہنس کر کہتے اسے نرمی سے بیڈ پر لٹایا۔ وہ خود اپنی شرٹ کے بٹن کھول رہا تھا۔!! "یہ۔۔ یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟ چلے جائیں آپ یہاں سے! اسے اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے دیکھ رائنا خان نے تھوک نگلتے اس کی طرف دیکھا۔ اسے اپنے اِرد گرد

خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہو رہی تھیں! "ابھی بتاتا ہوں کیا کر رہا ہوں! عدیل شاہ نے کہتے اپنی شرٹ اتارتے ایک سائڈ پر رکھی۔ کمرے میں اس وقت تیز روشنی ہو رہی تھی۔ سائڈ ٹیبل سے ریموٹ اٹھائے کمرے کی تمام بتیاں گل کرتے عدیل شاہ آہستہ سے بیڈ پر بیٹھا۔ اچانک ہی ہلکا سا اندھیرہ چھا گیا تھا۔ محض نیلگوں روشنی جل رہی تھی جس سے قریب سے ہی ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے!! اپنی سینڈو اُتار کر بھی سائڈ پر پھینکتے عدیل شاہ اس کے پاس ہی بیڈ پر لیٹا۔ وہ محض جینز میں ملبوس تھا۔۔ "بتاؤ اب کیا بات ہے؟ اس کے اوپر جاتے عدیل شاہ نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ وہ اپنا آدھا وزن اس کے سینے پر ڈالے لیٹا تھا۔۔ "کچھ نہیں! خفگی سے آنکھیں پھیرتے رائنا خان نے جواب دیا۔۔ "آؤ پھر رومانس کرتے ہیں! میرا بہت موڈ ہے! شرارت سے ہونٹ دانتوں تلے دبا کر کہتے عدیل شاہ نے اس کی ہیزل گرین آنکھوں پر باری باری لب رکھے! رائنا خان کی جان ہوا ہوئی۔ وہ فوراً ہی نفی میں سر ہلاتے اسے اپنے ہونٹوں پر جھکتے دیکھ پہلے ہی اس کے لبوں اور پر دونوں ہاتھ رکھ گئی تھی۔۔ کونسی گھڑی تھی جب اس

نے عدیل شاہ کو یہاں بلایا تھا۔!!"میں بتاتی ہوں پلیز۔۔دھیرے سے کہتے رائنا خان نے اپنے ہاتھ ہٹائے!رومانس سے اچھا تھا وہ اسے بات بتا ہی دیتی!!"تم بولو میں سن رہا ہوں!!اس کے ماتھے پر بوسا دے کر سرگوشی نما آواز میں کہتے عدیل شاہ نے اس کی گردن میں منہ گھسایا۔وہ یہاں نرمی اور پیار سے اپنی محبت کی مہریں ثبت کرنا شروع جو چکا تھا۔مقابل اتنے قریب ہو اور اس کی گستاخیاں جاری نہ رہیں ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟وہ شریف بن ہی نا جاتا!!رائنا خان نے ایک گہری سانس بھرتے نفی میں سر ہلایا۔وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی اس انسان کا۔۔خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھاتے رائنا خان نے بولنا شروع کیا۔!!"عدیل آپ نے اپنی ماما کو بھیجا تھا اور بتایا بھی نہیں؟میرے لیے یہ کسی سرپرائز سے کم نہیں تھا۔آپ مجھے بتا بھی سکتے تھے!!رائنا خان نے اس کے کان کے پاس آہستہ سی آواز میں کہا۔عدیل شاہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔سچ تو یہ تھا کہ اس نے بات سنی ہی نہیں تھی۔وہ مکمل طور پر اس کے جسم سے اٹھتی مسحور کن خوشبو میں گم اس کی گردن کو جگہ جگہ سے سک کرتے سرخ کر رہا تھا۔جبکہ اس کے ہاتھ بیڈ سے ہوتے رائنا کے

جسم پر آ چکے تھے ! وہ پوری طرح اپنے کام میں مصروف تھا۔ اسے ہوش نہیں تھا کہیں کا بھی۔۔ "سس۔۔ عدیل۔۔ رائناخان نے اس کے دانتوں کی چبھن محسوس کرتے سسکی سی بھرتے اسے۔ ہوش دلانی چاہی ! ! "بعد میں بات کرے گیں ! بھاری بوجھل آواز میں کہتے اپنے کندھوں پر موجود اس کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیتے عدیل شاہ نے اوپر تکیے پر پن کیا۔ وہ اسے پیچھے کرنے کی کوشش کر رہی تھی ان ہاتھوں سے ! ! رائناخان کا بس نہیں تھا کہ اس کا سر پھاڑ دے ! وہ اس کی سن ہی نہیں رہا تھا۔ یہ انسان کیوں اتنا بے باک اور بے صبرا تھا اسے سمجھ نہیں آتی تھی۔ ! ! عدیل شاہ نے جگہ جگہ سے اس کی گردن کو شدید سرخ کرتے تھوڑا پیچھے کو ہوتے ان نشانات پر اُنگلی پھیری ! وہ مسکراتے ہوئے اپنے آرٹ کو دیکھ رہا تھا۔ جو وہ پچھلے اتنے عرصے سے مٹنے نہیں دیتا تھا۔ یہاں نشانات جاتے اور وہاں عدیل شاہ واپس سے انہیں بنا دیتا۔ ! ! "عد۔۔ رائناخان پھر سے ابھی کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ وہ اس کے عنابی لبوں پر ایک مرتبہ پھر قفل لگا چکا تھا۔ عدیل شاہ نے اس کے ہاتھوں کو چھوڑتے نرمی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے تھوڑا سا اوپر اٹھایا۔ وہ

اس کے ہونٹوں پر بھی قفل لگائے ہوئے تھا۔ مقابل کچھ بولنا بھی چاہے تب بھی نہیں بول سکتی تھی۔ اس کی زبان کے ساتھ اپنی زبان لڑائے وہ اس کی ساری نمی چننے کے درپر تھا۔!! عدیل شاہ نے تھوڑا اوپر کو ہوتے جھٹکے سے اس کے جسم سے شرٹ ریموو کی۔ وہ ایک لمحے کے لیے اس کے لبوں کو چھوڑتے پیچھے ہوا تھا۔ اس کی قمیض کو سائڈ پر پھینکتے وہ واپس سے اس کے اوپر آیا۔ "عدیل پلیز۔۔۔ اسے اپنی دھڑکنوں پر ہاتھ کا پہرہ جمائے دیکھ رائنا خان نے نفی میں سر ہلاتے لال سرخ چہرے کے ساتھ اس پکارا۔ مقابل سیکنڈ کے اندر اس کے چہرے سے بھانپ چھڑوا دیتا تھا۔ خود تو یہ بے شرم تھا ہی اس کا لحاظ بھی نہیں تھا اس میں!! "چپ رہو! پچھلے اتنے دنوں سے میں تمہارے اتنے قریب نہیں آیا۔ اب بلکل چپ کر کے پڑی رہو۔ ساتھ تو تم دیتی نہیں ہو۔ آواز بھی بند رکھنا۔۔ اس کے کان میں سرگوشی کرتے عدیل شاہ نے ہلکی سی اس کے کان کی لو کو دانتوں تلے دبایا۔!! رائنا خان نے منہ بناتے اپنی آنکھیں موندی۔ کرنی تو اس بے شرم نے اپنی ہی تھی۔۔ اچھا تھا کہ وہ چپ کر کے اسے اس کی منمانیاں کرنے دیتی! ایک نظر اس کی بند آنکھوں میں

دیکھتے اس نے نیچے کو ہوتے پردے کے اوپر سے ہی مقابل کی دھڑکنوں پر لب رکھے!! وہ اپنے ہاتھوں اور لبوں سے انہیں اچھی طرح محسوس کر رہا تھا۔ "کیا بات کر رہی تھی بولو!! کچھ زیادہ ہی خاموشی محسوس کرتے عدیل نے اوپر کو ہوتے سرگوشی نما آواز میں کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں مقابل برا ہی نا مان گئی ہو!! واپس سے چہرہ نیچے کو جھکاتے عدیل شاہ نے اس کی دھڑکنوں کو اس آخری پردے سے بھی آزاد کیا۔ وہ یہاں پھر سے اپنی محبت کے نشان چھوڑنے لگا تھا۔ جبکہ کان اس مرتبہ پوری طرح اس کی طرف تھے!! "عدیل آپ نے اپنی امی کو بھیجا اور بتایا بھی نہیں مجھے! کل آپ کی امی آئی تھیں۔ اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے کچھ دیر شرم کو سائڈ پر کرتے رائنا خان نے دھیرے سے دل میں پلتا سوال پوچھا۔!! عدیل شاہ جو اس کے نشیب و فراز پر لب رکھ رہا تھا اس کی بات پر جھٹکے سے سر اٹھاتے اس نے حیرت سے رائنا کو دیکھا۔ اس نے تو کسی کو نہیں بھیجا تھا۔ اور نہ ہی پاکیزہ بیگم نے اسے اس بارے میں کچھ بتایا تھا۔ کیا ایک مرتبہ پھر وہ اسے کوسنے آئی تھیں؟؟" کیا کہہ رہی تھیں ماما؟؟ اس کے اوپر سے ہٹتے عدیل شاہ سائڈ پر لیٹا۔ دماغ پر حاوی ہوتا

خمار اچانک ہی ختم ہو گیا تھا۔اسے ڈر تھا کہ دوبارہ مزید معاملہ نا بگڑ گیا ہو!!"آپ کو نہیں پتہ؟ کھائیں میری قسم!! حیرت سے اسے دیکھتے رائنا خان نے بلینکٹ سیدھے کرتے اسے اپنے سینے تک لیا۔اسے حیرت ہوئی تھی کہ عدیل شاہ کو کچھ پتہ ہی نہیں تھا۔یا وہ مذاق کر رہا تھا۔۔"قسم سے کچھ نہیں پتہ مجھے! بتاؤ کب آئی تھیں ماما اور کیا کہہ رہی تھیں؟ رائنا خان کو کمبل سمیت اپنی بانہوں میں لیتے عدیل شاہ نے پھر سے استفسار کیا۔وہ قسم بھی اٹھا گیا۔ تھا۔!!"عدیل مجھے لگا تھا آپ نے مجھے شاک دیا ہے! لیکن اب جو میں آپ کو بات بتاؤں گی آپ شاک ہو جائیں گیں!! مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھتے رائنا خان نے ایکسائٹڈ سے۔انداز میں کہا۔یہاں تو وہی غلط فہمی کا شکار تھی۔ لیکن ایک طرح سے اچھا ہی ہوا تھا۔!!"ہمم سن رہا ہوں جاناں بولو!! اس کی تھائیز پر نرمی سے اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑتے عدیل شاہ نے پوچھا۔مقابل قریب کیا آئی تھی اس پر پھر سے خمار طاری ہونے لگا تھا۔۔رائنا خان ہونٹ دانتوں۔تلے دبائے تھوڑا اوپر کو ہوتے اس کے کان کے پاس جھکی!"عدیل ہماری شادی کی بات کرنے آئی تھیں آپ کی ماما۔کیا آپ کو

نہیں پتہ کہ پرسوں داجان آرہے ہیں رخصتی کی بات کرنے! مسکراتے ہوئے اسے بتا کر وہ پھر سے اس کا خمار بھک سے اڑا گئی تھی۔۔اسے جیسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا تھا۔ جھٹکے سے اسے بازو سے پکڑتے خود کے مقابل کرتے عدیل شاہ نے سوالیہ نظریں اس پر گاڑی! وہ آنکھوں سے ہی اس سے کنفرم کرنا چاہ رہا تھا۔!! "ہاں بلکل سچ! واہ آپ کی ماما نے آپ کو ہی نہیں بتایا۔ عدیل میں سچ کہہ رہی ہوں!! یقین نہیں آتا تو آپ گھر میں کسی سے پوچھ لیجئے گا۔۔ کل آپ کی ماما آئی تھیں اور اب پرسوں داجان آئے گیں زارا اور معاذ کے لیے اور میرے اور آپ کے لیے!! ہنستے ہوئے اسے بتاتے۔وہ بہت خوش نظر آرہی تھی۔ ہوتی بھی کیوں نہ؟ ان لوگوں نے ایک لمبے عرصے تک انتظار کیا تھا۔ کتنا تڑپے تھے وہ دونوں!! "ماما نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟ وہ پاگل اس سے پوچھ رہا تھا جیسے اسے معلوم ہو گا۔ عدیل شاہ واقعی شاک میں تھا۔۔ "ہو سکتا ہے وہ آپ کو سرپرائز دینا چاہتی ہوں۔ آم کھائیں عدیل آپ گھٹلیاں کیوں گن رہے ہیں؟ شکر کریں وہ مان گئی ہیں! وہی خوش باش انداز اور لہجہ!! "تم کھاؤ آم۔۔ مجھے گھٹلیاں ہی گننی ہیں تاکہ بعد میں کوئی مسئلہ نا

بن جائے! میں پہلے ماما سے پوچھ لوں پھر بتاؤں گا تمھیں کہ انہوں نے مجھ سے کیوں چھپایا۔ ابھی گھر جا کر پوچھ لوں گا۔!! "اچھا اور بابا نے بھی بلایا تھا آپ کو! پہلے ان سے مل لیجئے گا کل!! یاد آنے پر رائنا خان اسے اپنے باپ کے بلاوے کا بھی بتا گئی تھی۔۔ "تمہارے بابا نے پھر سے باتیں سنّانی ہیں مجھے؟ منہ بناتے عدیل شاہ کی شکل برہان خان کے ذکر پر ایسی ہی ہو جاتی تھی۔ مجال تھی جو ان داماد سسر میں ذرا بھی بنتی ہو۔ یہی حال برہان خان کا تھا۔ اور کچھ ایسا ہی حال اس کا بھی ہوتا جا رہا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو کچھ خاص پسند نہیں کرتے تھے! یہ تو طے تھا کہ برہان خان کا پسندیدہ داماد حدائق شاہ تھا۔!! "نہیں رشتے کی بات کرنی ہے! کچھ باتیں تھیں انہوں نے جو آپ سے کرنی تھی۔ اب تو سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہے نہ؟ اب کوئی کچھ نہیں کہے گا آپ کو!! اس کی ناک کے ساتھ اپنی ناک رگڑتے رائنا خان نے مسکراتے ہوئے اس کی تصیح کی!! "سہی! دیکھتے ہیں پھر کیا ہوتا ہے! اگر جو مجھے ایک فیصد بھی جھول نظر آیا تو میں ابھی کے لیے ڈیلے کر دوں گا۔ میرا بچہ ماما اتنی آسانی سے مان کیسے گئی! حیرت ہو رہی ہے مجھے!! عدیل شاہ نے نرمی سے کہتے

اس۔کے اور اپنے درمیان میں موجود کمبل کو ہٹاتے دونوں کے اوپر کیا۔!!دونوں کے برہنہ سینے ایک دوسرے سے بری طرح مس ہو رہے تھے!رائنا خان اس کے اوپر آئی ہوئی تھی۔!!"جیسے آپ کو ٹھیک لگے!بجائے کوئی بحث کرنے کے اس نے عدیل شاہ کی بات سے اتفاق کیا۔وہ زیادہ عقلمند تھا۔وہ اگر کہہ رہا تھا کہ وہ دیکھ لے گا تو رائنا خان کو اس پر اندھا اعتبار تھا۔۔"ہم کہاں پر تھے؟بات کو ختم کرنے کی غرض سے عدیل شاہ نے شرارت سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔اس کے ہاتھ مقابل کی تھائیز پر بہت بے باکی سے گھوم رہے تھے!!"عدیل۔۔مجھے نیند آئی ہے!تھوڑا جھجھک کر اس پر سے ہٹنے کی کوشش کرتے رائنا خان نے اس سے جان چھڑوانی چاہی۔وہ پھر سے اپنے موڈ میں واپس آرہا تھا۔۔"محسوس کرو صرف مجھے!اب تو بہت جلد ہماری فرسٹ نائٹ بھی آجائے گی!سوچو کیا حال ہو گا تمھارا جب ہم دونوں کے جسم ایک دوسرے سے جُڑے ہونگے؟؟شدت سے انتظار ہے مجھے اس دن کا۔اس کے کان میں سرگوشی کرتے عدیل شاہ کے ہاتھ تمام حدود پار کرتے اس کے ٹراؤزر کے اندر سرکنے لگے تھے!"عدیل۔۔رائنا خان

نے بھاری ہوتی سانس کے ساتھ اسے پکارا۔ وہ اس کے گال کے پاس ہوتے گہرے گہرے سانس لینے لگی تھی۔!! "محسوس کرو بس! کتنے مسرور کن لمحات ہیں یہ! جیوان جذبوں کو! اس کے کان میں سرگوشی کرتے عدیل شاہ شدت سے اپنے ہاتھ کو مزید حرکت دیتے اس کی انر تھائیز پر بے باکی دکھا رہا تھا۔!! "عدیل۔۔ آہہ۔۔ آہستہ!! اس کے ہاتھوں کو بہت زیادہ سخت ہوتے دیکھ رائنا خان نے دھیرے سے اسے منع کیا۔ مقابل کے ہاتھ بہت سخت ہو رہے تھے! وہ اسے بے بس کر دیتا تھا۔ "کچھ کیا نہیں ابھی میں نے! اتنی نازک ہو تم۔ مجھے کیسے برداشت کرو گی؟ کچھ ہلکے ہاتھوں سے اس کی انر تھائیز کو سہلاتے عدیل شاہ نے ابرو اُچکاتے اس سے استفسار کیا۔ "آپ۔۔ کی طرح۔۔ بے شرم۔۔ نہیں ہوں میں!! اس کے گالوں کے ساتھ اپنے گال جوڑتے رائنا خان نے پھولتی سانسوں کے ساتھ اسے جو سمجھ لگی وہی جواب دیا۔ فلحال اس کا دماغ کام نہیں کر رہا تھا۔!! "محسوس کرو گی مجھے؟ آج حد سے گزر جانے دو۔ عدیل شاہ نے ایک ہاتھ سے اس کے بالوں کو سر سے پیچھے کرتے بے شرمی سے سوال کیا۔!! "پلیز۔۔ رائنا خان

نے نہایت سرخ چہرے کے ساتھ اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔۔ مقابل نے اس کے کانوں سے دھوے نکال دیے تھے! عدیل شاہ نے خاموشی سے اسے کمر سے پکڑتے تھوڑا اوپر کو کرتے اپنی بیلٹ میں اُنگلیاں الجھائیں۔ وہ اپنی جینز سے بیلٹ نکال رہا تھا۔۔ رائنا خاموشی سے اس کے کندھے میں منہ چھپائے اس کی ساری کرتوتے دیکھ رہی تھی۔ مجال تھی جو کبھی یہ انسان اس کی سن لے! عدیل شاہ نے اپنی بیلٹ کو نکالتے سائڈ پر پھینکا۔ وہ اپنی جینز کے ساتھ چھیڑ خانیاں کرتے واپس سے سیدھا ہو چکا تھا۔۔ "کچھ نہیں کر رہا سو جاؤ بس! اسے ٹانگیں کلوز کرتے دیکھ عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ مقابل کا ڈر اچھے سے سمجھ رہا تھا۔ مگر اس کا غلط مقصد ہرگز نہیں تھا۔ اس نے سونا تھا اور وہ جینز میں نہیں سکتا تھا۔۔ بس اسی لیے یہ حرکت تھی! "مجھے آپ پر اتنا سا بھی اعتبار نہیں ہے! آپ جو کہتے ہیں وہ کر دیتے ہیں! ناک سکوڑتے رائنا خان نے اسی کے انداز میں سرگوشی کی۔۔ "افف اتنی بے اعتباری؟ عدیل شاہ نے ہنس کر کہتے اس کی بات پر مہر لگائی۔ وہ اپنے جسم کو اس کی تھائیز پر محسوس کرواتے بے شرمی سے

مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ مقابل کیسے لال ٹماٹر ہوئی پڑی تھی۔۔اسے ہنسی آرہی تھی۔۔ "عدیل۔۔رائناخان روہانسی ہوتے چیخی۔کتنا کوئی بدتمیز انسان تھا یہ! وہ سہی اس کی بات پر اعتبار نہیں کرتی تھی۔۔ "تمھارا ہی ہوں! کل کرے سو آج، آج کرے سو اب! کیا کہتی ہو پھر؟وہ ہنستے ہوئے ابھی بھی اسے تنگ کرنے اسے باز نہیں آیا تھا۔۔ "میں سر پھاڑ دوں گی آپ کا۔۔اس کے کان کے پاس چیختے رائناخان نے اس کے کندھے پر مکا جڑا۔!! "ہاہاہا۔۔اچھا سو جاؤ!! ہنستے ہوئے کہتے عدیل شاہ نے اسے شدت سے اپنے سینے میں بھینچا۔وہ اسے خود کے ساتھ اس یہ لپٹا چکا تھا کہ دونوں کے جسم بری طرح آپس میں مس ہو رہے تھے!! خود تو وہ اپنی آنکھیں موند چکا تھا۔ جبکہ رائنا خان اپنی حالت پر زمین میں دھنسنے والی ہو رہی تھی۔تف تھی اس انسان پر!! چار و ناچار سر جھٹکتے اس نے آنکھیں موندی! اب اس انسان کو چنا تھا تو اس کی بے باکیاں بھی سہنی ہی تھیں!

قسط نمبر:90 پارٹ 1

یہ تقریباً شام کا وقت تھا جب شاہ ولا میں معمول کی چہل پہل جاری تھی۔ سب لوگ اپنے اپنے کاموں سے واپس لوٹتے اب لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں محو تھے!! یہاں سب ہی موجود تھے سوائے کچھ نوجوانوں کے!! حدائق، معاذ، ماہ دیر اور ،عدیل شاہ یہ چاروں ہی ابھی گھر کے اندر داخل ہوئے تھے! وہ باہر سے آرہے تھے! حدائق شاہ ویسے جلدی سے یہاں آتا نہیں تھا لیکن شاید اسے اب کوئی کام تھا جو وہ ان لڑکوں کے ساتھ یہاں آگیا تھا۔!! لاؤنج بیٹھے باقی لوگ جو اپنی باتوں میں مصروف تھے ان چاروں کو ہنستے ہوئے ایک ساتھ اندر آتے دیکھ سب ان کی طرف متوجہ ہوئے! سب کی نظریں بے ساختہ ہی ان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔!! "معاذ یہ کیا ہوا ہے تمہارے چہرے پر؟ سائرہ بیگم کو صوفے پر بیٹھی تھیں کہ اچانک ہی معاذ شاہ کی شکل دیکھتے وہ صوفے سے کھڑی ہوئیں! وہ دو سے تین بعد آج اسے دیکھ رہی تھیں!! کیونکہ معاذ شاہ آج ہی حدائق کے ساتھ فارم ہاؤس سے واپس آیا تھا۔۔ حدائق شاہ نے اسے رکھ ہی لیا تھا دو دن اپنے گھر پر! اب اس کے

چہرے پر سوجن تو ختم تھی مگر کچھ زخموں کے نشان ابھی تک تھے! انہیں مندمل ہونے میں کچھ وقت درکار تھا۔۔ حدائق شاہ نے سنجیدگی سے ایک نظر سائرہ بیگم کو دیکھتے اپنے قدم آگے سب کی جانب لیے! وہ بات۔ہی نہیں کرتا تھا ان سے!! سائرہ بیگم معاذ شاہ کے پاس آتے پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ یہ زخم پرانے تھے! لیکن اسے لگے کیسے تھے انہیں یہی جاننا تھا۔!! "ماما کچھ نہیں ہوا گر گیا تھا میں!! نرمی سے کہتے معاذ شاہ نے اپنی ماں کے گرد حصار بنایا۔ باقی سب لوگ بھی آگے۔ بڑھتے صوفوں پر بیٹھ چکے تھے! صرف یہی دونوں تھے جو کھڑے سب کی توجہ کا مرکز بن رہے تھے!! "اندھی نہیں ہوں میں! یہ گرنے کے تو زخم نہیں ہیں۔ کسی نے مارا تھا تمھیں؟ سچ سچ بتاؤ کس سے لڑائی ہوئی تھی تمہاری؟ سائرہ بیگم اس کے جھوٹ پر خفگی سے اس کی طرف دیکھتے پوچھا۔!! "حدائق بھائی سے مار پڑ گئی۔ تھی بس تھوڑی بہت! معاذ شاہ نے منہ میں زبان رول کرتے صاف صاف جھوٹ بولا۔ وہ مسکراتے ہوئے حدائق کی طرف دیکھ رہا تھا جسے وہ پھنسا چکا تھا۔ اب اگر وہ یہاں راحیل کا نام لیتا تو گھر کی جگہ خاندان میں جنگ چھڑ جانی تھی۔ اسی

لیے اس نے حدائق کا ہی نام لے دیا تھا۔ کیونکہ اس انسان سے توقع بھی کی جاسکتی تھی کہ وہ اس طرح مار سکتا ہے!! حدائق شاہ نے اسے گھورتے دانت کچکچائے! بڑا منحوس تھا یہ!!" کیوں اسے کیا موت پڑی ہوئی تھی جو تم پر ہاتھ اٹھایا ہے! تمھیں زیادہ ان کے باپ بننے کی ضرورت نہیں ہے! میں زندہ ہوں ابھی دیکھ سکتی ہوں اپنی اولاد کو! ہیر اور معاذ سے دور رہا کرو تم!! شروع میں معاذ کو کہتے آخر میں۔ سائرہ بیگم نے برہمی سے حدائق کو گھورا۔ وہ کون ہوتا ہے ان کی اولاد پر ہاتھ اٹھانے والا؟ "اور سنائیں دا جان کیسے ہیں آپ؟ سرے سے سائرہ بیگم کی بات کو اگنور کرتے حدائق شاہ نے پیچھے صوفے سے ٹیک لگاتے جان بوجھ کر دا۔ جان کو مخاطب کیا۔ اس نے بحث کرنی ضروری نہیں سمجھی تھی!" سمجھتے کیا ہو تم آخر خود کو؟ دن رات خدا کی بھی لعنت برستی ہو گی تم پر جو سلوک تم اپنی ماں کے ساتھ کرتے ہو! خود کے اگنور ہونے پر سائرہ بیگم تپ کر اسے دیکھتے دبی دبی آواز میں چیخی۔!! جبکہ معاذ شاہ کھڑا حدائق کی آنکھوں میں دیکھتے تھوک نگل رہا تھا۔ ساری آگ تو اسی نے لگائی تھی۔ اب وہ واقعی میں اس کے ہاتھوں اپنی خیر منا لیتا ذرا۔ کیا

ضرورت تھی اسے حدائق کا نام لینے کی! "اسی لیے نہیں آتا میں! جب دیکھو ایک ہی فساد۔ بیفکر رہیں آپ پر بھی خدا پھول نہیں برساتا ہوگا۔ میرا منہ خود کھلواتے ہیں آپ لوگ!! نہایت سڑے ہوئے چہرے کے ساتھ سائرہ کو دیکھ کر کہتے وہ صوفے سے کھڑا ہوا۔ آتے ساتھ ہی اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ سائرہ بیگم اس کے دل سے اپنے لیے بچی کچی عزت بھی خود ہی ختم کر رہی تھیں!! ابھی وہ غصے میں باہر کی طرف قدم لیتا کہ داجان کی آواز سنتے ایک مرتبہ پھر۔اس کے قدم رکے! "بیٹھ جاؤ چپ کر کے! اتنے دنوں بعد آئے ہو! اور بہو یہ میرے دو جُڑے ہوئے ہاتھ دیکھ لو۔ میرے گھر کا سکون برباد کر دیا ہے تم نے! ہر دوسرا بچہ تمہاری وجہ سے پریشان ہے۔!! اپنے کمرے میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرو تم! چلی جاؤ یہاں سے مہربانی ہو گی تمہاری!! داجان نے حدائق شاہ کو ہاتھ سے پکڑ کر روکتے سائرہ بیگم کو مخاطب کیا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ان کے دل میں حدائق شاہ کے لیے نفرت پل رہی ہو! وہ جب بھی حدائق کو دیکھتی تھیں کوئی نہ کوئی جھگڑا کھڑا ہوتا تھا۔۔ تنگ آ گئے تھے سارے ہر وقت کے تماشے سے! ان میں اتنا بھی احساس نہیں تھا کہ بیٹا اتنے دنوں

بعد گھر آیا ہے۔۔ "ہاں میں ہی بری ہوں! میری ہی وجہ سے پریشان ہیں سب! اس گھر میں ہر بچہ اپنی کرتوتوں کی وجہ سے پریشان ہے! ایک بانجھ نکلی ہے دیکھنا جب تک بڑوں سے بات کرنے کی تمیز نہیں لائے گیں یہ لوگ سب کے ایسے ہی نقصانات ہوتے رہے گیں!! زہر آلود نظروں سے حدائق شاہ کی طرف دیکھ کر چیخ کر کہتے سائرہ بیگم پیر پٹختے اپنے کمرے کی طرف بڑھیں۔ جاتے جاتے بھی وہ کسی کی آنکھوں میں نمی کی گہری لکیریں چھوڑ کر گئی تھیں!! زاویار شاہ نے بے ساختہ ہی خاموشی سے اپنے ساتھ بیٹھی اشنا کے گرد حصار بنایا۔۔ سائرہ بیگم لگتا تھا دماغی مریضہ ہوتی جارہی تھی! ان کو جتنا ہی کچھ کہہ لو اپنے ہی الفاظ ضائع کرنے والی بات تھی! وہ بیچارہ خود بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔ کیسے بچاتا اپنی بیوی کو آخر ان طعنوں سے اسے سمجھ نہیں آتی تھی۔!! "بیٹھ جاؤاب تم!! داجان نے واپس سے حدائق شاہ کی بازو سے کھینچتے بٹھایا جو سائرہ بیگم کی پشت کو افسوس بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔ حدائق شاہ ایک گہری سانس بھرتے سر جھٹکتے صوفے پر بیٹھا۔۔ "اور برخوردار تم!! خیریت سے گھر نہیں آئے پچھلے دو دنوں سے؟ داجان کا رخ معاذ

شاہ کی طرف ہو چکا تھا جو خود اس کے ساتھ رکھے صوفے پر ہی بیٹھ رہا تھا۔ انہیں پتہ تھا لیکن پھر بھی وہ پوچھ رہے تھے! "میں حدائق بھائی کے ساتھ تھا۔ بتایا تو تھا۔۔ معاذ شاہ نے دھیرے سے جواب دیا۔ اسے تو حدائق کا سوچ سوچ کر ڈر لگ رہا تھا۔ خیر نہیں تھی اب اس کی۔ کیا ضرورت پڑی تھی اسے پنگے لینے کی!! "ہمم۔۔ اب بھی نہ آتے؟ سیدھا سیدھا طنز کیا گیا تھا۔ "داجان آپ سے ایک بات کرنی تھی اسی لیے آیا ہوں! معاذ شاہ نے دانت باہر نکالتے اصل بات بتائی۔ وہ خاص کر اسی لیے حدائق شاہ کو ساتھ لے کر آیا تھا۔ کیونکہ اسے داجان سے بات کرنی تھی۔ "بولو مطلب پرست تو ویسے بھی تم سارے ہی ہو! داجان نے ایک نظر معاذ شاہ کو دیکھتے سائڈ سے ٹیک لگائی۔ جبکہ وہ سوچ رہے تھے کہ ان سب کو مطلب کے وقت ہی دادے کی یاد آتی تھی۔!! "وہ۔۔ معاذ شاہ ابھی کچھ بولتا کہ حدائق نے اس کی بات کاٹی۔۔ "داجان پہلے ذرا اپنی لاٹھی اٹھا کر پاس رکھ لیں۔!! ضرورت پڑ جائے گی۔ بلکہ یہ لیں میں ہی دے دیتا ہوں!! ایک نظر معاذ کو گھورتے حدائق نے صوفے سے کھڑے ہوتے داجان کی لاٹھی اٹھاتے ان کے پاس ہی صوفے پر رکھی۔ آتے

ہی جو اس بندے نے آگ لگائی تھی اب حدائق شاہ کا بس نہیں تھا کہ اسے جوتیاں پڑتے ہوئے دیکھے! اسے یقین تھا کہ جب معاذ زارا کے لیے داجان سے رشتے کی بات کرے گا تو کیا ہونا ہے! پاکیزہ بیگم نے صرف عدیل کے متعلق بات کی تھی۔ اُنہیں حدائق نے ہی منع کیا تھا معاذ کے متعلق کچھ۔ بھی بتانے سے! ویسے بھی جتنا کچھ ہو چکا تھا اچھا تھا کہ اب وہ لوگ گھر والوں سے پرانی باتیں چھپانے کی خاطر خود ہی معاملات کو دیکھتے!! حدائق اور وہ سب اب داجان سے اسی سلسلے میں بات کرنے آئے تھے کہ پرسوا گر خان ولا جائیں تو ساتھ میں زارا خان اور معاذ شاہ کے لیے بھی بات کریں!! راحیل نے انہیں پرسوتک کا ہی ٹائم دیا تھا۔!! معاذ شاہ نے کلس کر اسے دیکھا۔ کیسا بھائی تھا یہ انسان؟ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ لاٹھی کس خوشی میں پاس رکھی گئی ہے! خان ولا کی لڑکی کا سن کر داجان کا کیا ریکشن ہو گا ان سب کو ہی اندازہ تھا۔ "بولو تم!! داجان نے لاٹھی کو پکڑ کر مزید پاس کرتے معاذ کو مخاطب کیا۔ وہ سمجھ رہے تھے کہ حدائق شاہ کو ان کا کتنا خیال ہے!! "ایک منٹ داجان! میں پہلے بتا رہا ہوں انصاف ہونا چاہیئے! میں نے، عدیل نے، ہم دونوں

نے جوتیاں کھائی ہیں اس بات کے پیچھے ! میں تو کہتا ہوں اسے جان سے ہی مار دیجئے گا۔۔ابھی پھر سے معاذ بات کو جاری رکھتا کہ حدائق شاہ پھر سے بات میں ٹانگ اڑا گیا تھا۔!! وہ بہت زیادہ تپا بیٹھا تھا معاذ شاہ کے جھوٹ بولنے پر ! تبھی پہلے ہی داجان کو ورغلا رہا تھا۔۔ "ایسی کیا بات ہے؟ داجان نے نا سمجھی سے پوچھا۔انہیں تو یاد نہیں تھا۔ "بتائے گا ابھی یہ ! داجان تھپڑوں سے منہ لال کر دینا آپ اس کا۔اگر آپ کے ہاتھ ٹوٹ بھی گئے تو میں جُڑوادوں گا۔ مگر رکنا نہیں آپ نے۔!! اپنی جگہ سے اٹھ کر داجان کے بلکل پاس آکر بیٹھتے وہ انسان اب آگ لگانے والا کام کر رہا تھا۔اسے بس بدلہ لینا تھا اپنا۔۔ "اللہ نا کرے بھئی میرے ہاتھ کیوں ٹوٹے گیں؟ کیسے پوتے ہو تم؟؟ لعنت ہے ! داجان نے دل پر ہاتھ رکھتے حدائق کے کندھے پر تھپڑ مارا۔انہیں اپنے ہاتھ بہت عزیز تھے !! جبکہ معاذ شاہ کا بس نہیں تھا یہاں سے کچھ اٹھا کر حدائق کے سر میں مارے ! وہ اسے سفارش کرنے کے لیے ساتھ لایا تھا۔ مگر یہ شخص تو اسے ہی پٹوانے کے چکروں میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا۔وہ اسے یہاں کام بنوانے کے لیے لے کر آیا تھا یہاں تو یہ منحوس کام بگاڑنے

بیٹھ گیا تھا۔!! "اللہ ایسا بھائی کسی کو نا دے!! نہایت سڑی ہوئی شکل بنا کر وہ بے ساختہ ہی منہ ہی منہ نے بڑبڑایا۔اُونچا بول کر اس نے مرنا نہیں تھا۔۔"داجان مجھے نہیں اسے مارنا ہے!! پوچھیں ذرا اس سے کیا گل کھلایا ہے اس نے! ارے آپ کی ناک کے نیچے کرتوت کر دیے اس منحوس شکل والے انسان نے!! حدائق شاہ باز آنے والا نہیں تھا۔!! وہ ابھی بھی داجان کے پاس ہی ایک صوفے پر بیٹھا تھا۔۔ "تم چپ کرو دو منٹ! ہاں بھئی تم بتاؤ کیا کیا ہے تم نے ایسا؟؟ داجان نے حدائق کو خاموشی کرواتے آخر میں معاذ شاہ سے استفسار کیا جو کلس کے دانت پیستے حدائق شاہ کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے ابھی کچھ اٹھا کر حدائق کے سر میں دے مارے!! معاذ شاہ نے سر جھٹکتے اپنی نظریں پھیرتے داجان کو دیکھا۔وہ ایک گہری سانس بھرتے خود کو بولنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔اب جو کچھ بھی تھا اسے بات کرنی تو تھی ہی! تبھی بولنا ہی مناسب سمجھا۔۔ "داجان وہ۔۔ مجھے ایک لڑکی پسند آئی ہے!! زمین پر نظریں جمائے اپنی پچھلی گردن کو رب کرتے اس نے بات کا آغاز کیا۔!! داجان سے زیادہ حدائق شاہ سائڈ سے آگے کو ہو بیٹھا تھا۔اسے مار پڑنے والے منظر کا انتظار

تھا بس!! "چلو جی تم سب کیا پیدائشی قسم اٹھا کر آئے تھے کہ بڑوں کو اپنے لیے لڑکی پسند نہیں کرنے دینی؟ کسی ایک خبیث نے بھی ہمیں موقع دیا ہو! داجان تو پہلی بات پر ہی جل بھن گئے تھے! تمام بڑوں کی طرح ان کے ارمان بھی تھے کہ اپنے پوتوں کے لیے رشتے وہ خود دیکھتے! لیکن یہاں تو ماشاءاللہ سے سب نے ہی چکر چلائے تھے!! "داجان اب دل پر زور تھوڑی چلتا ہے! جدھر بھی بھٹک جائے کیا کہہ سکتے ہیں ہم اسے! معاذ شاہ نے فوراً ہی صفائی پیش کی۔!! "دل کی تو بات ہی مت کرو برخوردار۔ آنکھ مٹکا خود کرو اور پھر سارا الزام دل پر ڈال دو! ارے ہمارے زمانے بھی تو تھے! ہم نے تو بھائی کبھی کسی لڑکی کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا۔ تو کیا ہمارے دل پیلاسٹک کے تھے؟؟ زمین سے اُگے نہیں اور چلے ہیں دل کی باتیں کرنے! داجان تو تپ کر شروع ہو گئے تھے! آخر ان کے ارمان آخری پیس پر بھی پانی میں مل گئے تھے! سارے ہی بیغیرت نکلے تھے یہاں!! حدائق شاہ نے ہونٹ دانتوں تلے دبائے اپنی ہنسی روکی۔ مزہ آگیا تھا۔ جبکہ معاذ شاہ کو تو سمجھ ہی نہیں آرہی تھی کہ اب کیا کہے! وہ اسی لیے تو ساتھ حدائق کو لایا تھا کیونکہ اسے

بات نہیں کرنی آتی تھی۔!! مگر خیر دشمن نا کرے بھائی نے وہ کام کر دیا تھا۔" وہ بدل گیا تھا۔۔اب آنکھ مٹکا کر ہی لیا ہے تو بک دو کہ کون ہے لڑکی! ہم تو ویسے بھی بھیا بس تم لوگوں کے لیے لڑکیاں دیکھنے میں ہی رہ گئے! ایک یہ خبیث لٹکا ہوا تھا تمہارے بھی دیکھ لیتے ہیں کونسی حور ڈھونڈی ہے! داجان کا اشارہ عدیل شاہ کی طرف تھا۔ جبکہ وہ معاذ کی گندی بیعزتی کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے تھے! انہیں غصّہ آیا ہوا تھا۔۔"داجان وہ خان ولا سے ہے! زارا۔۔"راحیل کی بہن!!" معاذ شاہ کو واقعی میں بات نہیں کرنی آتی تھی۔ وہ داجان کا خراب موڈ دیکھتے ہوئے بھی اپنی ہانک گیا تھا۔ وہ زمین پر نظریں جمائے تھوک نگلتے انہیں سچ بتا گیا تھا۔اب جو ہوتا وہ دیکھی جاتی!! حدائق شاہ نے بے ساختہ ہی لاٹھی تھوڑی مزید داجان کے ہاتھ کے قریب کی۔ اچھا تھا اب اٹھ کر داجان معاذ پر بنار کے شروع ہو جاتے! اس کے دل کو ٹھنڈک پہنچ جانی تھی۔ کتنے مزے کا سین ہوتا۔!!"چلو جی ماشاءاللہ!! بیٹا میں تو کہتا ہوں کوئی اور بچی ہے وہاں تو اسے بھی اسی گھر میں لے آؤ!! بلکہ ساری عورتوں کو ہی یہاں لے آؤ۔ خان ولا میں بیٹھی کوئی عورت اچھی نہیں لگتی نا تم

لوگوں کو؟مزید زہر بھری نظروں سے معاذ شاہ کو دیکھتے داجان نے سیدھا سیدھا طنز کیا۔دونوں جگہ پر آخری آخری بچے تھے!اوران دونوں نے ہی اپنا ٹانکا فکس کر لیا تھا۔ان کا غصّہ بنتا تھا۔!!"داجان بس وہ آخری تھی۔اچھی لگی مجھے تو سوچا شادی کر لوں۔وہ سچ میں بہت اچھی ہے!!آپ کی نظروں کے سامنے ہی تو پلی بڑھی ہے۔۔اپنے ہاتھوں پر نظریں جمائے معاذ شاہ انہیں قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔وہ بات کر دوران آنکھوں میں آنکھیں نہیں ڈال سکتا تھا۔خاص کر داجان کے!تبھی زمین یا ہاتھوں پر تھی اِس کی نظریں!!جبکہ حدائق شاہ بے چینی سے دا جان کو دیکھ رہا تھا۔کب مارنا تھا انہوں نے؟"ہاں ہاں باقی ساری دنیا کی لڑکیاں تو خراب ہیں!ایک وہیں کی لڑکیاں نظر آئی تھیں تم سب کو!!یہ سارے کے سارے اسی کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں!اس خبیث کو دیکھ کر بگڑے ہیں سارے!!شروع میں معاذ کو کہتے آخر میں داجان نے اپنے ساتھ بیٹھے بے چین حدائق شاہ کے گال پر ایک تھپڑ رسید کرتے اس پر بھڑاس نکالی۔تھپڑ زیادہ زور کا نہیں تھا۔لیکن ہلکا بھی ہر گز نہیں تھا۔!!حدائق شاہ کے لیے یہ تھپڑ بلکل ان

ایکسپکٹڈ تھا۔ اس نے بے ساختہ ہی اپنے گال پر ہاتھ رکھتے منہ کھولتے دا جان کی گھورتی آنکھوں میں دیکھا۔ اگر معاذ شاہ کو خان ولا کی لڑکی پسند آئی تھی تو اس میں اس کا کیا قصور تھا؟؟ اسے کس خوشی میں مارا تھا دا جان نے؟؟ معاذ اور عدیل نے اپنے ہونٹوں پر سختی سے ہاتھ جمایا۔ ورنہ ان کے قہقہے نکلتے اور دوسرا تھپڑ ان دونوں کی طرف آنا تھا۔!! جبکہ معاذ کا تو دل ہی جھوم اٹھا تھا۔ مقابل اس کیلئے گڑھا کھود رہا تھا اور اب خود ہی مار کھا کر ابھی تک اپنے گال پر ہاتھ رکھے ہوئے بے یقین نظروں سے دا جان کو دیکھ رہا تھا۔۔ "کیا دیکھ رہے ہو؟ سہی کہہ رہا ہوں میں! بڑے جیسا کرے گیں چھوٹے وہی سیکھے گیں! تمہاری دیکھم دیکھ ہی یہ سارے خان ولا میں پہنچے ہیں۔ لعنت ہے تم سارے منحوسوں پر! ساری بہنیں اٹھا کر یہیں لے آئے!! حدائق شاہ کو سٹل ہکا بکا چہرے کے ساتھ خود کی طرف دیکھتا پا کر دا جان نے اسے گھورتے ہوئے جھاڑ پلائی۔ انہیں لگ رہا تھا واقعی میں سارا قصور اسی ایک بندے کا ہے!!" یہ آپ کے باقی پوتے بھی کم نہیں ہیں۔ سب نے میرے سے پہلے منہ مارا تھا۔۔ اپنے گال سے ہاتھ ہٹاتے حدائق شاہ نے صفائی دینی چاہی۔

باقی سب کی ہنسی وہ بخوبی نوٹ کر رہا تھا۔۔ "بلکل چپ کر کے بیٹھو! تمہاری شے ہی ہو گی سب کے پاس۔ پتہ نہیں کونسی منحوس گھڑی تھی جب تم سب کو پال پوس کر بڑا کیا تھا۔ اور ایک یہ ہے بڑے فخر سے آ کر بتا رہے ہیں جیسے کوئی تمغہ جیت لیا ہو۔۔ شروع میں حدائق شاہ کو باتیں سناتے آخر میں داجان کی توپوں کا رخ معاذ کی جانب تھا۔۔ وہ تھوڑا دور بیٹھا تھا ورنہ یقیناً ایک آدھا تھپڑ اسے بھی پڑ ہی جاتا۔!! "داجان پلیز نا۔۔" معاذ نے مسکین سی شکل بناتے منت زدہ لہجے میں کہا۔ کاش کہ اسے بنا مار پڑے داجان مان جاتے!!" جا رہا ہوں میں! آئندہ آؤں گا بھی نہیں۔۔ کوئی عزت ہی نہیں ہے یہاں۔۔ داجان کچھ بولنے ہی لگے تھے کہ حدائق شاہ ضدی سے انداز میں کہتے صوفے سے کھڑا ہوا۔ ستھری ہو گئی تھی اس کے ساتھ!! "ہاں ہاں جاؤ بھائی۔ ہمیں بھی ضرروت نہیں تمہاری! اپنے ساتھ ساتھ ان سب کو بھی لے جاؤ۔ ورنہ مر جائے گیں میرے ہاتھوں! داجان نے بھی ٹالنے کے انداز میں کہتے ساتھ باقی تینوں کی طرف اشارہ کیا۔ جن کی شادی خان ولا میں ہوئی تھی صرف وہی تین!!" کوڑے میں پھینک دیں ان ساروں کو! میں تو آئندہ کسی کا کام

نہیں کروں گا۔۔ہاتھ جھلا کر کہتے حدائق شاہ منہ بناتے گیٹ سے باہر نکلا۔اب تو واقعی میں معاذ اس کے ہاتھ لگتا ذرا۔۔"باقی شاہ برادرز حدائق پر جس طرح اپنی ہنسی روکے بیٹھے تھے یہ تو یہی لوگ جانتے تھے! بیچارہ معاذ کو پٹوانے کے چکروں میں خود ہی پٹ کر چلا گیا تھا۔ ویسے انہیں تھپڑ والے سین پر مزہ آگیا تھا۔"دا جان۔۔ معاذ نے صوفے سے کھڑے ہو کے اس کے پیچھے جاتے پھر سے منت کرنی چاہی۔یہ محض ایک احتیاط تھی۔کیونکہ حدائق چلا گیا تھا اب عین ممکن تھا کہ اسے مار پڑتی!!"اپنی ماں کو خود ہی سنبھالنا کمبخت!!ذرا جو مجھے اس گھر میں لڑائی نظر آئی تو میں تم سب کو اٹھا کر باہر پھینک دوں گا۔کر لوں گا بات!اور اب میں تمہاری شکل نا دیکھوں دو دن سے پہلے!!معاذ شاہ کو گھورتے دا جان نے اجازت بھی پھاڑ کھانے والے انداز میں دی۔ایک اور لڑکی گھر میں آنے والی تھی۔مطلب سائرہ بیگم کے ساتھ ایک اور جنگ!!یس!!"یو آر گریٹ دا جان۔دل کر رہا ہے آپ کا منہ چوم لوں۔ لیکن ابھی میں آپ کے پاس آیا تو میرا منہ سوج جائے گا۔ تھینک یو سو مچ!!معاذ شاہ نے جی جان سے مسکراتے ہاتھ سے دا جان کو فلائنگ

کس بھیجی۔ابھی وہ یہ دور سے ہی کر سکتا تھا۔پٹنا نہیں تھا اس نے ! "دفعہ ہو ! کوئی شرم و حیا نہیں ہے آج کل کے بچوں میں۔!! اسے ڈپٹتے دا جان سنجیدگی سے صوفے سے کھڑے ہوئے ! ان کا ارادہ اب اپنے کمرے میں جانے کا تھا۔بول بول کر ان کا حلق خشک ہونے لگا تھا۔ مگر مجال تھی جو ان کے پوتوں کو عقل آجائے !! دا جان کو جاتے دیکھ معاذ شاہ ہنستے ہوئے خوش باش چہرے کے ساتھ واپس سے صوفے پر بیٹھا۔اس کی تو عید ہو گئی تھی۔بس سائرہ بیگم کو منانا ناممکن کام تھا۔اب !! اسے بھی اپنی ماں سے لڑائی کرنی تھی۔جو بھی ہوتا اب تو دیکھی جاتی

یہ تقریباً رات کا وقت تھا جب خان ولا میں اس وقت سارے ڈائننگ روم میں بیٹھے کھانا کھانے میں مصروف تھے ! سب لوگ ہی یہاں موجود تھے ! سارے اپنے اپنے کام سے واپس آ چکے تھے۔ تبھی سب ساتھ بیٹھے کھانا نوش فرما رہے تھے ! سوائے ماورا خان کے !! وہ اوپر اپنے کمرے میں تھی۔وہ اس وقت شاید سوئی ہوئی تھی۔ بالاج خان آتے ہوئے اسے دیکھ کر آیا تھا۔ پھر اس نے بھی اٹھانا ضروری

نہیں سمجھا۔ ورنہ مقابل اپنی نیند خراب ہونے پر ایک اور نئی لڑائی شروع کر دیتی۔ وہ خود جب بھی اٹھتی تب ہی کھا لیتی۔ فلحال وہی سب کھا رہے تھے! راحیل خان بھی خلافِ توقع اس وقت گھر پر ہی تھا۔ کھانا تو وہ کھا نہیں رہا تھا ہاں البتہ ایک فورمالٹی پوری کرنے کی خاطر یہاں سب کے ساتھ بیٹھ ضرور گیا تھا۔۔ وہ اپنے موبائل میں مصروف تھا۔۔

وہ سب ابھی کھا ہی رہے تھے کہ سیڑھیوں سے نیچے اترتے ماورا خان نے سنجیدگی سے ڈائننگ روم میں قدم رکھا۔ اس کا چہرہ ہلکا سا گیلا تھا۔ شاید وہ ابھی منہ دھو کر آئی تھی۔ ماورا اس وقت شرٹ کے ساتھ لیڈیز ٹراؤزر میں ملبوس تھی۔ دوپٹہ شاید وہ لینا بھول گئی تھی۔ یا پھر یہ ہی بھول گئی تھی کہ وہ اپنے گھر نہیں بلکہ خان ولا میں ہے! بہر حال جیسے اسے سمجھ آئی وہ ویسے ہی باہر آگئی تھی۔!! یہ اس طرح کے ل کپڑے اس نے خود اپنے لیے آرڈر کر ہی لیے تھے۔!! بڑے حق اور دھڑلے سے اس نے بنا پوچھے بالاج خان کی جیب سے کارڈ نکالتے بل پے کیا تھا ان کپڑوں کا۔ ہاں تو اب اس انسان نے زبردستی شادی کی تھی تو پوچھنے کا کیا فائدہ؟ ہر چیز پر اس کا

حق تھا۔!! "ارے بیٹا تم آؤ۔۔ ماورا خان جو اپنے دھیان ڈائننگ روم میں آرہی تھی کہ سب سے پہلی نظر اس پر عظمیٰ بیگم کی پڑی!! سب لوگ اپنے کھانے میں مصروف تھے کہ آواز پر بے ساختہ ہی سب کی نظریں سامنے کی طرف اٹھی جہاں دروازے سے ماورا نمودار ہوئی تھی۔۔ ایک نظر دیکھتے سارے ہی اپنے اپنے کھانے میں واپس سے مصروف ہو چکے تھے! ان کا کوئی کام ہی نہیں تھا۔۔ "نہیں میں وہ بالاج۔۔۔ ماورا نے آگے بڑھتے تھوڑا جھجھکتے ہوئے جواب دیا۔ وہ بس یہاں شاید بالاج خان کو بلانے آئی تھی۔!! بالاج خان جو نوالہ اپنے منہ میں رکھ رہا تھا کہ سامنے سے اپنی بیوی کو اس حلیے میں آتے دیکھ اس کے ہاتھ بیچ میں ہی رکے! مقابل شعلہ جوالا بنی اپنی حالت سے بے پرواہ یہاں کھڑی تھی۔۔ "وہ کھانا کھا رہا ہے! آؤ تم بھی کھا لو۔ عظمیٰ بیگم نے مسکراتے ہوئے اسے پھر سے کھانے کی دعوت دی۔ باقی سب اپنے دھیان میں تھے! بالاج خان سنجیدگی سے نوالہ واپس سے پلیٹ میں رکھتے کرسی پیچھے کو کرتے کھڑا ہوا۔ بھوک ہی اڑ گئی تھی اس کی تو۔۔ ماورا نے ایک نظر خاموشی سے عظمیٰ بیگم کو دیکھتے بالاج خان کو دیکھا۔ جو سنجیدگی

سے اسی کی طرف آرہا تھا۔اسے سمجھ نہیں لگی تھی بالاج خان سنجیدہ کیوں ہے؟وہ اسے دیکھ کر مسکرا بھی سکتا تھا۔۔ بالاج خان نے خاموشی سے اس کی طرف بڑھتے اس کی کلائی کو اپنی گرفت میں لیا۔وہ اسے لیے سپاٹ چہرے کے ساتھ آگے بڑھ چکا تھا۔۔دوبارہ پیچھے مڑنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ماورا کو اپنے ساتھ لیے وہ خاموشی اور تیز تیز قدموں سے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ "اسے تھوڑی تمیز سکھاؤ! یہ طریقے نہیں ہوتے۔بہو کے گھر میں رہنے کے! ایک نظر بالاج خان کی۔پشت کو دیکھتے داجان سنجیدگی سے عظمیٰ بیگم سے مخاطب ہوئے! نہ تو اس لڑکی میں پہننے اوڑھنے کی تمیز تھی اور نہ ہی سلام دعا کی۔اس نے تو آج تک کسی بڑے سے سلام کیا ہی نہیں تھا۔شاید داجان کا اشارہ اسی طرف تھا۔۔ "جی!! محض یک لفظی جواب دیتے عظمیٰ بیگم اپنے کھانے میں مصروف ہوئیں۔وہ کیا کہتی بھلا؟ بالاج کا معاملہ تھا بہتر تھا وہ خود ہی۔دیکھتا۔باقی سب بھی سر جھٹکتے واپس سے باتیں کرتے کھانے لگے تھے!

بالاج خان نے کمرے کے اندر داخل ہوتے جھٹکے سے اس کی کلائی چھوڑی۔ وہ پیچھے مڑتے دروازے کو لاک لگا چکا تھا۔۔ "تمیز نہیں ہے تمہارے اندر؟ جیسے کھینچ کر لائے ہو تم مجھے سب کے سامنے سے! ماورا خان نے تپ کر اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے پوچھا۔ وہ اس کے سامنے ہی کھڑی تھی۔ بالاج خان نے سنجیدگی سے پیچھے کو مڑتے اسے گھورا۔۔ کبھی جو اس لڑکی کو اپنی غلطی نظر آئی ہو! وہ ہمیشہ اسی کی خامیاں نکالنے پر تلی ہوتی تھی۔ اسے لگتا تھا وہ لڑکی ہے تو ساری مظلومیت اسی میں ہے!! "تم بتاؤ کون مر گیا تھا تمھارا جو تمہیں دوپٹے کا بھی ہوش نہیں تھا اور ایسے ہی ٹپک پڑی تم نیچے!! اسی کے انداز میں سینے پر ہاتھ باندھتے سرد لہجے میں پوچھا گیا۔ اسے غصّہ آرہا تھا جسے وہ بہت مشکل سے کنٹرول کیے کھڑا تھا۔۔ فائدہ نہیں تھا بیوی پر چیخنے چلانے کا۔۔ "ارے ارے!! تمہاری نام نہاد غیرت جاگ گئی کیا؟ چچ چچ بہت افسوس ہوا۔ تم تو اب غیرت کے نام پر قتل کر دو گے میرا ہے نہ؟؟ مصنوعی ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے وہ اپنے ازلی لہجے سے باز نہیں آئی تھی۔ جتنا بالاج خان اس کے ساتھ اچھا رہنے لگا تھا وہ اب اس کے غصے کو کسی خاطر میں لیتی ہی نہیں

تھی۔!! بالاج خان نے تھوڑا آگے کو ہوتے اس کے بالوں کو پیچھے گدی سے اپنی گرفت میں لیا۔ غلطی پر بھی وہ خود تھی اور اکڑ بھی خود ہی رہی تھی۔ کتنا مشکل تھا خود پر ضبط رکھنا کوئی اس سے پوچھتا۔!!"میں تمہیں پہلی اور آخری وارننگ دے رہا ہوں مائے لیڈی!! اپنی حرکتیں سدھار لو۔ میرے ہاتھوں مر جاؤ گی ورنہ تم۔ مجھے شادی سے پہلے والا بالاج بننے پر مجبور مت کرو! ورنہ بہت نقصان اٹھاؤ گی!! سختی سے اس کے بالوں کو دبوچے وہ سرد لہجے میں اس کے منہ پر غرایا۔ وہ نرمی رکھنا چاہتا تھا لیکن اسے مجبور کرتی تھی یہ لڑکی غصے پر۔!!"کیا کر لو گے تم ہاں؟ مارو گیں مجھے؟ ہاتھ لگاؤ۔ لگا کر دکھاؤ ہاتھ۔۔ میں نے بھی اس پورے گھر میں تمہاری عزت کا تماشہ نہ لگا دیا تو اپنی بیوی مت کہنا مجھے! ایک دوپٹے پر اتنی آگ لگ رہی ہے تمھیں! مائے فٹ! جیسی تمہاری حرکتیں ہیں بہتر ہے میری جگہ تم دوپٹہ اوڑھ کر بیٹھو! اپنے بالوں پر موجود بالاج خان کے ہاتھ پر سختی سے اپنے لمبے نوکیلے ناخن گاڑے وہ اس سے بھی زیادہ برفیلے لہجے میں بے خوف ہوتے غرائی۔ اس کی آنکھوں میں دور دور تک خوف کی کوئی رمق نہیں تھی۔ وہ نڈر انداز میں بنا سسکے جم

کر کھڑی تھی۔۔ "اپنی بکواس بند رکھو! میرے سامنے بکواس مت کیا کرو۔ دوسرے ہاتھ سے اس کے جبڑے کو دبوچے بالاج خان سیخ پا ہوتے دبی دبی آواز میں اسکے چہرے پر پھنکارا۔ ماورا خان کی آنکھوں میں ہلکی سی درد کی رمک اُبھری۔ مقابل اس کے بالوں اور جبڑے دونوں پر گرفت سخت کیے کھڑا تھا۔ اس سے بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔ جواب تو وہ کیا خاک ہی دیتی!! "اپنی زبان قابو میں رکھا کرو۔ ان ہی حرکتوں پر سنتی ہو تم مجھ سے! آج کے بعد نیچے میں تمھیں دوپٹے کے بغیر نہ دیکھوں!! یاد رکھنا یہ پہلی اور آخری مرتبہ تمھیں وارن کر رہا ہوں! اُنگلی اٹھا کر سختی سے اسے وارن کرتے بالاج خان نے جھٹکے سے اس کے بالوں کو چھوڑا۔ جبڑا وہ پہلے ہی چھوڑ چکا تھا۔۔ "تم مجھے ایسے ذلیل نہیں کر سکتے! میں تمہارے باپ کی غلام نہیں ہوں جو تمھارا حکم مانو۔ میری مرضی جیسے مرضی جاؤں! بالاج خان پیچھے کو مڑتا کہ ماورا اس کے بازو کو پکڑتے واپسی سے اس کے مقابل ہوئی! مقابل ایسے نہیں جا سکتا تھا۔ وہ ہوتا کون تھا اس پر حکم صادر کرنا والا؟؟ "زبان سنبھال کر بات کرو! اپنی لینگویج سے کہیں سے بھی تم ایک پڑھی لکھی عورت نہیں لگتی! تم

سے بہتر تو انپڑھ لڑکیاں ہو نگی!! جھٹکے سے اپنا بازو چھڑاتے بالاج خان سنجیدگی سے گویا ہوا۔ وہ بحث نہیں کرنا چاہتا تھا، لڑائی سے بچ رہا تھا۔ لیکن یہ لڑکی اسے مجبور کر رہی تھی کہ وہ اسے یہیں کھڑے کھڑے دو لگا دیتا۔۔"تم سمجھتے کیا ہو آخر خود کو؟ تم سے لاکھ درجے بہتر ہے میری لینگویج! انفیکٹ اس کے پیچھے بھی تمھارا ہی قصور ہے! تم مجبور کرتے ہو مجھے بولنے پر!! ماورا خان مارے غصے کے بری طرح چیخی!!"میرا دماغ نا خراب کرو! میں ہی پاگل ہوں جو تمہارے منہ لگ جاتا ہوں! تم اس قابل نہیں ہو تمھیں کچھ سمجھایا جائے! آئندہ تم نے کمرے سے باہر اس طرح کے کپڑے پہنے تو آگ لگا دوں گا میں تمھیں ان کپڑوں سمیت!! سختی سے اسے کہتے بالاج خان نے پھر سے اپنے قدم باہر کو لینے چاہے! وہ یہاں رہنا ہی نہیں چاہتا تھا۔!!"کونسی ماں بیٹھی ہے تمہاری باہر جو بار بار باہر جا رہے ہو؟ ماورا خان نے پھر سے اس کے بازو کو پکڑا۔ شاید وہ لڑائی کے موڈ میں تھی۔ یا شاید اسے بحث جیتنی تھی۔!! بالاج خان نے اپنی بس ہوتی محسوس کرتے سختی سے اس کے جبڑے کو دبوچے جارحانہ انداز میں اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ مقابل

زیادہ بد تمیزی کر رہی تھی اور اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ برداشت کی بھی ایک حد تھی!! ماوراخان نے بے ساختہ ہی دھڑکتے دل کے ساتھ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ مقابل نے شروات ہی دانتوں سے کی تھی۔۔ وہ اسے کندھے پر ہاتھ رکھتے پیچھے کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ مگر کیا وہ اس لمبے چوڑے انسان کو ہٹا سکتی تھی؟ ہر گز نہیں!! بالاج خان نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے تھوڑا زمین سے اوپر کو اٹھایا۔ وہ سختی سے اس کے لبوں پر ستم ڈھاتے اپنا غصّہ کم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ کبھی دانتوں سے اس کے لبوں کو سک کرتا تو کبھی تو جارحانہ انداز میں اس کی کڑوی زبان پر گرفت جماتا۔ ماوراخان اس کی گرفت میں پھڑ پھڑا کر رہ گئی تھی۔ مقابل کی اُنگلیاں اسے اپنی کمر میں دھنستی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ کچھ ہونٹوں پر ظلم۔۔ اسے زبان چلانے کی اچھی خاصی سزا مل رہی تھی۔۔ اسے مسلسل اپنے کندھوں پر مکے برساتے دیکھ بالاج خان نے اس کے سر کے پیچھے بیٹھ رکھتے اس کے چہرے کو مزید اپنے نزدیک کیا۔ وہ اپنے قدموں کو حرکت دیتے بیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پتہ نہیں وہ آج اس لڑکی کے ساتھ کیا کچھ کرنے والا

تھا۔۔ماورا خان نے ایک نظر اسے بیڈ کی طرف بڑھتے دیکھ نفی میں سر ہلانا چاہا۔ چاہتا کیا تھا آخر یہ انسان اس سے؟ اب اس کی ساری اکڑ دھری کی دھری رہ گئی تھی۔ مقابل اپنی پر آگیا تھا۔ وہ اس کی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھاتی تھی۔۔ بالاج خان نے بیڈ کی طرف بڑھتے اسے جھٹکے سے چھوڑتے بیڈ پر پھینکا۔ وہ اس کے لبوں کو چھوڑ چکا تھا۔۔ ماورا خان نے سسکتے ہوئے اپنے ہونٹ پر ہاتھ رکھا۔ سائڈ پر ہلکا سا کٹ لگا تھا۔ جبکہ اسے اپنی زبان پر بھی جلن سی محسوس ہو رہی تھی! بالاج خان اس کی آنکھوں میں دیکھتے اپنی شرٹ کو اُتار کر سائڈ پر پھینکتے بیڈ پر چڑھا۔!! ماورا جو اٹھ کر اب یہاں سے بھاگنے کی تیاریوں میں تھی بالاج خان پہلے ہی اسے بازو سے پکڑ کر واپس سے پٹختے اس پر سایہ فگن ہو چکا تھا۔ وہ اپنا پورا وزن اس پر ڈالے لیٹا اس کی تمام تر مزاحمت کو ترک کر گیا تھا۔!! "آہ۔۔ بالاج۔۔ تمہ۔ تمھارا وزن۔۔ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ماورا شدت سے چیخی۔ اس کا دم گھٹنے کو تھا۔ مقابل کا پہاڑ جیسا وزن سہنا آسان تو نہیں تھا۔۔ "خبردار آواز اونچی کی تو۔ زبان کاٹ دوں گا تمہاری!! بالاج خان نے سختی سے اس کی زبان کو باہر نکالتے اپنی انگلی اور انگوٹھے

کے پور سے پکڑا۔ زہر لگتی تھی اسے یہ آگ اگلتی زبان۔!! ماورا نے آنکھیں پھاڑتے نفی میں سر ہلایا۔۔وہ باز آنے والوں میں سے نہیں تھی۔ابھی بھی آنکھیں پھاڑتے اسی کے انداز میں گھور رہی تھی۔۔ "اب چلاؤ گی زبان؟ استعمال کرو گی ایسی لینگویج؟اس کی زبان کی مزید سختی سے جکڑے بالاج خان نے تنبیہی انداز میں پوچھا۔۔ وہ اسے کھینچ رہا تھا تاکہ مقابل کو ہلکا سا درد محسوس ہو!! ماورا نے کلس کر ہاں میں سر ہلایا۔ لیکن جلد ہی اس کے اپنی زبان پر ناخن گاڑنے سے وہ فوراً نفی میں سر ہلا گئی تھی۔۔ وقتی طور پر جان بچانے کی خاطر زیر ہونے میں بھلا کیسی قباحت؟؟"بدتمیزی مت کیا کرو ماورا۔ میں نے جو کیا وہ ایک طرف مگر تم بھی کچھ اچھا نہیں کر رہی میرے ساتھ۔ پیچھے سے داجان کی آواز سنی تھی نا تم نے؟؟ میرا کچھ نہیں جا رہا اس سے سب کی نظروں میں تمہاری ہی عزت ختم ہو رہی ہے! تھوڑا لحاظ کیا کرو بڑوں کا۔ بند کمرے میں شوہر سے تو بات کرنے کی تمیز نہیں تمھیں کم از کم سسرال والوں کے ساتھ ہی تمیز سے رہ لو! انہوں نے تو کچھ نہیں کہا تمھیں! اس کے گال پر ہاتھ رکھے بالاج خان نے نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔

حالانکہ وہ جانتا تھا کہ مقابل سدھرنے والی نہیں ہے لیکن پھر بھی وہ پتھر سے اپنا سر پھوڑنے بیٹھ گیا تھا۔اس کی زبان وہ چھوڑ چکا تھا۔۔"تمہارے گھر والوں کو کچھ نہیں کہا میں نے! تمہارے دادے نے جو بات کی ہے کہ اسے تمیز سکھاؤ۔۔کوئی پوچھے کیا میں نے ان کے آگے سے روٹی اٹھالی تھی؟ میں نے جب کچھ کہا ہی نہیں تھا تو اُن کو کیا ضرورت پڑی تھی میرے پر بات کرنے کی! سارا قصور تمھارا اور تمہارے گھر والوں کا ہے! اپنے بیٹے کی اچھی تربیت ہوئی نہیں اور چلے ہیں بہو کو تمیز سکھانے!! ہٹو میرے اوپر سے!! سنجیدہ سپاٹ لہجے میں جواب دیتے ماورا نے آخر میں اس سے نظریں پھیری! بالاج خان نے افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھا۔کتنی کوئی ڈھیٹ لڑکی تھی یہ اسے اچھے سے اندازہ تھا۔وہ اس کے ساتھ ساتھ اب اس کے بڑوں کو بیچ میں لے آئی تھی۔!!"جسٹ گو ٹو دا ہیل!! تم سے بات کرنا ہی بیکار ہے! جتنی تم بدزبان ہو یقین کرو منہ کے بل گرو گی!! سنجیدگی سے کہتے بالاج خان ایک ہی جست میں اس کے اوپر سے اٹھتا کہ ماورا نے اسے گریبان سے تھاما!"تم چاہتی کیا ہو آخر! پاگل سمجھا ہوا ہے تم نے مجھے؟ بالاج خان

واپس سے اس کے اوپر آتا اپنے دونوں ہاتھ اس کے اطراف میں مارتے حلق کے بل دھاڑا۔ وہ جتنا لڑائی سے بچ رہا تھا یہ لڑکی اتنا ہی سر چڑھ رہی تھی۔ نرمی کے قابل نہیں تھی یہ عورت!! ماورا خان نے بے ساختہ ہی سہمتے ہوئے فوراً اس کا گریبان چھوڑا۔۔ مقابل بری طرح دھاڑا تھا۔ اسے نجانے کیوں آج ہلکی سی پہلے والے بالاج کی جھلک نظر آئی تھی۔۔ "یو نو واٹ!! میں نے اگر تمھیں زبان سے تکلیف دی ہے تو تم نے بھی کم نہیں کیا میرے ساتھ! برابر کی زبان چلاتی ہو تم برابر کے تھپڑ بھی مار لیتی ہو! میں نے تمہیں پرپوز کرنے پر نہیں فائزہ کے متعلق بات کرنے پر مارا تھا۔ جس کے بدلے دو تھپڑ مارتے تم بدلہ بھی لے گئی تھی۔ تم مجھے زیر کرنے کی خاطر میری بہنوں کو بیچ میں لاتی رہی۔ میرے پرپوز کرنے پر تم نے ہر طرح کا واحیات الزام لگایا میرے اوپر!! کیا میں نے کبھی تمھیں کہا کہ تم مردوں کے۔۔۔؟؟ اس سے پورا جملہ بولا نہیں گی تھا۔ تبھی بیچ میں ادھورا چھوڑ دیا تھا۔۔ "چھوڑو۔۔ لیکن تم نے تو یہ الزام بھی لگا دیا میرے اوپر کہ میں لڑکیوں کے ساتھ راتیں گزارتا ہوں! ہر طرح کا برابر کا بدلہ لیا ہے تم نے میرے سے! میں

چیخا ہوں تو تم برابر کا چیخی ہو ! ! میں نے تمہارے ماں باپ کے متعلق کچھ کہا ہے تو تم نے بھی ہر طرح سے بدلہ لیا ہے ! ! نکاح والے دن زبردستی مجھے تصاویر بھیجی تاکہ میں آؤں۔ تم چاہتی تھی کہ میں آؤں۔ نظریں مت چرانا۔ میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ تم چاہتی تھی کہ میں آؤں ! میں آگیا تم سے نکاح بھی کر لیا۔۔ برا میں بن گیا۔ کیونکہ تمہارے بات دل میں تھی اور میں نے سب کے سامنے تماشہ کر دیا تھا۔ میں نے تو کسی کو نہیں کہا کہ تم بھی چاہتی تھی یہ نکاح کرنا۔ مر رہی تھی بخار میں اس دن اس خوف سے کہ کہیں میں زبان سے مکر گیا تو تمہارا نکاح اس بیغیرت سے نہ ہو جائے ! "ای۔۔ایسا کچھ نہیں ہے ! ماورا نے اس سے نظریں چراتے دھیرے سے کہا۔ مقابل کا ایک ایک لفظ اس کے دماغ میں بیٹھ رہا تھا۔۔ "آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھوٹ بولو ! تم صرف اپنی انا کی تسکین کی خاطر میرے ساتھ یہ سلوک رکھ رہی ہو ! ورنہ تم بہت اچھے سے جانتی ہو کہ جہاں میں قصوروار ہوں وہاں تم بھی برابر کی قصوروار ہو ! فرق اتنا ہے کہ میں مرد ہوں اور تم عورت ! ! تمہاری مظلومیت سب کو نظر آجاتی ہے لیکن تمہارا قصور کسی کو نظر

نہیں آتا۔ بھرے مجمعے میں تم سے زیادہ گندا میں بنا تھا۔ باپ نے میرے ابھی تک بات نہیں کی مجھ سے ! حالانکہ تم بھی چاہتی تھی یہ نکاح کرنا۔ مگر فرق یہ ہے کہ تم نے میرے کندھے پر رکھ کر بندوق چلائی ہے ! ! ابھی بھی مظلومیت کے رونے روتی ہو تم اور میں چپ کر کے سنتا ہوں تو یہ میری محبت ہے ! تمہاری انا تمہاری محبت پر غالب ہے ! اور میں نے محبت میں انا کو مارا ہے ! بس اتنا ہی فرق ہے ہم دونوں میں ! ! ورنہ میں جتنا ڈھیٹ اور ظالم انسان ہوں ایک دنیا جانتی ہے ! ! " سختی سے ایک ایک لفظ چبا کر آج سچ کو اس پر باور کرواتے بالاج خان جھٹکے سے اس پر سے سائڈ ہوا۔ دیکھا جاتا تو وہ سچ کہہ رہا تھا۔ ان دونوں نے برابر کا ایک دوسرے کے ساتھ برا کیا تھا۔ جہاں مقابل کے پرپوز کرنے پر اسے بالاج نے ذلیل کیا تھا۔ وہیں یہ لڑکی اس سے زیادہ بدلہ لے گئی تھی۔ مگر فرق اتنا تھا کہ وہ مرد تھا تو اس کے کردار کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔ اور یہ عورت تھی تو اس کا کردار ہی اس کے لئے سب کچھ تھا۔۔ نکاح والے دن بھی وہ جانتا تھا کہ یہ انکار کا ناٹک صرف اور صرف مظلوم بننے کی خاطر ہے ! ورنہ یہ لڑکی خود چاہتی تھی کہ نکاح ہو جائے !

یونہی نہیں وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ کہیں نہ کہیں اس کے دل میں بالاج خان کی محبت ٹھاٹھے مار رہی تھی! "ک۔۔ کہاں جا رہے ہو؟؟ اسے بیڈ سے نیچے اترتے دیکھ ماورا نے اس کا بازو پھر سے تھاما۔ لڑائی ہو یا نرمی وہ آج نجانے کیوں اسے باہر نہیں جانے دے رہی تھی۔!! "جہنم میں۔ چلو گی ساتھ؟؟ اس کے ہاتھ کو جھٹکتے بالاج خان بیڈ سے نیچے اترا۔ وہ زمین سے اپنی شرٹ اٹھائے واپس سے پہن رہا تھا۔ شاید اب وہ واقعی میں باہر جانے کی تیاریوں میں تھا۔ اس کا چہرہ حد سے زیادہ سنجیدہ تھا۔ شاید وہ بہت زیادہ غصے میں تھا۔!! "نہیں تم ہی جاؤ! میں تو جنت میں جاؤں گی! تف تھی اس عورت پر۔ لاکھ احساس سہی مگر زبان چلانے سے کون باز آئے؟؟ وہ دھیمے سے کہتے کروٹ بدل گئی تھی۔ جبکہ اس کے دماغ میں مقابل کے الفاظ چل رہے تھے!! بالاج خان نے اس کی پشت کو دیکھتے جبڑے بھینچے! اس عورت کو کبھی عقل نہیں آنی تھی۔ واقعی اس نے پتھر سے سر پھوڑا تھا۔۔ "جتنی تم شوہر کی عزت کرتی ہو بنا سوال جواب کے سیدھا جہنم میں بھیجی جاؤ گی!! جواب

دینے سے وہ بھی باز نہیں آیا تھا۔۔ "تمھیں ساتھ لے کر جاؤں گی.بیفکر رہو!! یہ عورت تو بحث کے لیے ہمیشہ کی طرح تیار بیٹھی تھی۔حد تھی ان دونوں پر!!

بالاج خان دانت کچکچاتے کمرے سے باہر نکلا۔اب وہ جواب دیتا تو دوبارہ لڑائی شروع ہو جاتی۔ بہتر تھا وہ اسے اس کے حال پر ہی چھوڑ دیتا۔ان دونوں کا اللہ ہی حافظ تھا۔۔ جبکہ پیچھے ماورا خان منہ بسورتے سونے کے لیے سیدھی ہوئی۔ نیند اسے آنی نہیں تھی۔لیکن خیر لیٹی تو تھی وہ!!

یہ تقریباً شام کا وقت تھا جب کوٹھے جیسی غلیظ جگہ پر رونق معمول کے مطابق عروج پر تھی۔ یہاں دن سے زیادہ شام ہوتے ہی رش بڑھنے لگتا تھا۔اور پھر ساری رات لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا تھا۔۔ایسے میں ایک رقص دیکھتے ایک ہجوم کی چیرتے ہوئے صحن کے ایک طرف بنے کمرے پر دیکھا جاتا تو یہاں آج بھی وہی نازک سی لڑکی زمین پر سکڑی سمٹی ہوئی روتے اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا بھگت رہی تھی۔ اندھیرے کمرے میں لیٹی وہ ابھی تک بے تحاشہ رو رہی تھی۔اپنی قسمت پر رونے

کے علاوہ اور وہ کر بھی کیا سکتی تھی بھلا؟ اسے کل سے کسی نے دیکھا بھی نہیں تھا۔ شاید کسی کے پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا۔ وہ کل سے بھوکی پیاسی یہیں پر پڑی تھی۔ پیاس سے اس کا حلق شدید سوکھ رہا تھا۔۔ مگر وہ کیا کرتی؟ کس سے پانی مانگتی؟ یہاں کوئی نہیں تھا جو اس پر رحم کھاتا۔۔ اسے تو رات بھر نیند بھی نہیں آئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے بھی اس نے آنکھیں نہیں موندی تھیں۔ اسے لگتا تھا کہ وہ آنکھیں بند کرے گی اور اس کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ خوف اس کے اعصاب پر اچھی طرح سوار تھا۔۔ ہو بھی کیوں نہ؟ یہ کوئی اچھی جگہ تو نہیں تھی!

ابھی بھی وہ اپنے ہی رونے میں مصروف تھی کہ ایک مرتبہ پھر باہر سے کوئی دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔۔ ایک مرتبہ پھر اندھیرے کمرے میں روشنی چھا گئی تھی۔ ہر منظر واضح ہو چکا تھا۔ مدحا نے بے ساختہ ہی اپنی سوجن زدہ آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔ اس کی آنکھیں پہلے ہی بہت دکھ رہی تھیں اوپر سے یہ روشنی کی چبھن!! دروازے میں چندہ بائی تھی۔ سچ تو یہ تھا کہ اسے ابھی ایک گاہک کے کال کرنے پر مدحا کی یاد آئی تھی۔ آخر اس نے کنواری کے نام پر لوگوں سے کافی مال وصول رکھا تھا۔ وہ اسی

لڑکی کے متعلق استفسار کر رہا تھا۔ اور چندہ نے اُسے آج سے اگلے ہفتے کا وقت دیا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ مدحا کو منانے میں کچھ وقت درکار ہے!! اسی لیے اس نے گاہک سے کچھ دنوں کی مزید مہلت لی۔۔ ابھی وہ کال کٹ کر کے ہی سیدھا اس کمرے میں آئی تھی۔ اسے تو یاد نہیں تھا کہ کوئی مدحا بھی پڑی ہے! وہ اکیلی تو نہیں تھی۔۔ دو تین اور اسی کے جیسی لڑکیاں بھی اسی کی طرح کمروں کے پڑی قسمتوں کو رو رہی تھیں۔ انہیں بھی اسی طرح ہی لایا گیا تھا۔!! چندہ نے مدحا کو دیکھتے اس کی طرف اپنے قدم لیے! وہ اس کے مقابل جاتے وہیں رکھی کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔۔ اس کے پیچھے ہی دروازے سے جہاں آرا بھی کمرے میں داخل ہوا۔ شاید وہ چندہ کا کوئی خاص آدمی تھا۔ ہمیشہ اسی کے ساتھ ہوتا تھا وہ!! جب اندھیرے مقدر بن جائیں تو روشنی ایسے ہی آنکھوں کو چبھتی ہے!" سیدھی ہو۔۔ چندہ بائی نے مدحا کے ہاتھ کو پکڑتے جھٹکے سے نیچے کیا۔ پہلی مرتبہ کی طرح آج اس کے لہجے میں نرمی نہیں تھی۔ وہ اپنے ازلی کرخت لہجے میں بات کر رہی تھی۔۔ مدحا نسیم جو سمجھ رہی تھی کہ نجانے کون ہو گا چندہ کے ہاتھ ہٹانے پر اس نے اپنی سوجی برستی آنکھیں

اس ظالم عورت پر گاڑی!! "اللہ نے کیا خوبصورت تخلیق کی ہے ویسے! سوجی آنکھوں کے ساتھ مزید حسین دکھ رہی ہے! میں تو کہتی ہوں اسے ایسے ہی دو چار مردوں کے پاس بھیج دیتی ہوں۔ اچھی خاصی کمائی کر کے لائے گی!! مدحا نسیم کی آنکھوں میں اشتیاق سے دیکھتے چندہ نے پیچھے کھڑے جہاں آراء کو مخاطب کیا۔ جو ترحم بھری نظروں سے مدحا کو دیکھ رہا تھا۔۔ "لعنت ہے تمہارے جیسی عورتوں پر! خدا غرق کرے تمھیں!! اپنے بارے میں اس قدر غلیظ بکواس سنتے مدحا حلق کے بل چیخی!! وہ چیختے خود ہی بری طرح کھانسنے لگی تھی۔۔ پہلے ہی حلق خشک تھا۔ "چچ چچ۔۔ افسوس کہ اب تو بھی انہی عورتوں میں شامل ہونے جا رہی ہے! تُجھے بھی ایک دن خدا غرق کر دے گا۔ ابھی بکواس بند کر اور اٹھ یہاں سے۔ رقص سکھائے گا تُجھے یہ!! اگلے ہفتے سے جسم بیچنا شروع کرنا۔۔ ابھی کے لیے فارغ رہنے سے اچھا ہے تو رقص کر!! مفت کی روٹیاں تو میں کسی کے باپ کو نہیں توڑنے دیتی یہاں۔ اٹھ! برہمی سے کہتے چندہ نے مدحا کے بازو کو اپنی آہنی گرفت میں لیا۔ وہ ان روٹیوں کی بات کر رہی تھی جو ایک بھی مرتبہ اسے دی بھی نہیں گئی

تھی۔ بھوک پیاس کے مارے اس میں ہلنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ وہ تو پہلے ہی دھان پان سی تھی۔ اگر ایسا ہی چلتا رہتا تو اس میں محض ہڈیاں ہی بچتی!!

"نن۔۔ نہیں خدا کے لیے نہیں۔ میں کسی صورت ان کاموں میں نہیں پڑوں گی۔ خدا کا کچھ خوف کرو!! بے بسی سے روتے ہوئے وہ بری طرح چکی اٹھی تھی۔ اپنی ساری ہمت جمع کرتے وہ جیسے بول رہی تھی یہ تو وہی جانتی تھی۔ لیکن اسے کمزور نہیں پڑنا تھا۔ اسے لڑنا تھا۔ اگر وہ چاہتی تھی کہ اس کی عزت سلامت رہے تو اسے دعاؤں کے ساتھ ساتھ خود بھی لڑنا تھا۔ اسے ہمت دکھانی ہی تھی۔۔ "اری اٹھ! آئی بڑی زیادہ ہی خدا خدا لگا رکھی ہے! تیرا تو باپ بھی کرے گا یہ کام!! خود کرسی سے کھڑے ہوتے چندہ نے اسے بھی جارحانہ انداز میں نیچے زمین سے کھڑا کیا۔۔ وہ بھاری بھر کم عورت بس ایک ہاتھ سے ہی اسے اٹھا گئی تھی۔!! "چندہ تھوڑا سا آرام سے!! نئی آئی ہے بیچاری۔ تھوڑا وقت دے اسے! پیچھے کھڑے جہاں آراء نے ترحم بھری نظروں سے مدحا کو دیکھتے چندہ سے جیسے التجا کی۔ وہ اتنی برے طریقے سے رو اور چیخ رہی تھی کہ اسے ہی ترس آ گیا تھا۔۔ تھوڑی انسانیت باقی تھی

اس میں!! "تو چپ کر!! ہر نئی لڑکی پر ایسے ہی ترس آتا ہے تُجھے! اری اگر ہم لوگ ترس کھانے بیٹھ گئے تو بس پھر ہو گیا یہاں کام۔ پھر تو اس کوٹھے پر لڑکیوں کی جگہ کھسرے کام کرے گیں!! کھینچ اسے میرے ساتھ! سختی سے جہاں آراء کو خاموش کرواتے اس نے آخر میں حکم دیا۔۔ "چھوڑ دو مجھے خدا کے لیے جانے دو!! اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتے یہ معصوم سی لڑکی پھر سے چیخ اٹھی تھی۔ وہ مسلسل خشک حلق کے ساتھ چیخ رہی تھی۔اس کی آواز بیٹھنے لگی تھی۔!!" شکل کیا دیکھ رہا ہے لے کر چل اسے!! چندہ نے مدحا کو اپنے ساتھ جانوروں کی طرح کھینچتے جہاں آراء کو پھر سے مدد کو پکارا۔ جو کھڑا ابھی تک ترس ہی کھا رہا تھا۔۔ اپنے دل کو سائڈ پر کرتے جہاں آراء نے آگے بڑھتے مدحا کو دوسرے بازو سے تھاما۔ وہ اپنے جسم کو بلکل اکڑا چکی تھی۔ پورا زور لگا رہی تھی یہ نازک سی لڑکی اپنا تاکہ یہ لوگ اسے باہر نہ لے جا سکیں! لیکن ایسا ممکن نہیں تھا۔۔ وہ دونوں ہی اچھی خاصی صحت کے مالک لوگ اسے گھسیٹتے ہوئے بازو سے تھامے باہر لے کر جا رہے تھے! اس کی چیخ و پکار، اس کی آہ و زاریاں سب کچھ بیکار تھا۔ وہ گر چکی تھی۔ ان

لوگوں نے اتنی بے دردی سے کھینچا تھا کہ وہ کرسی میں اڑتے منہ کے بل زمین بوس ہوئی! اسے بنا اُٹھانے کی زحمت کیے چندہ اور جہاں آراء نے ملتے اسے زمین پر ہی گھسیٹنا شروع کیا۔۔ وہ دونوں ایک ایک بازو سے تھامے اسے گھسیٹتے ہے باہر کی طرف لے کر جا رہی تھیں!! اسے باہر کو لاتے چندہ نے ایک لمحے کے لیے اس کا بازو چھوڑا۔ جتنی وہ موٹی تازی تھی اتنے میں ہی اس کی سانس پھول چکی تھی۔!! "میرے ہاتھوں مر جائے گی یہ جہاں آراء!! خدا کی قسم بڑی ہی کوئی ڈھیٹ لڑکی ہے! نیچے پڑے مدحا نسیم کے ماتم کناں انداز میں روتے وجود کو پر ایک تھپڑ رسید کرتے وہ جہاں آراء سے مخاطب تھی۔ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔۔ "تھوڑا وقت دے دے اسے چندہ! میں بار بار کہہ رہی ہوں! ایسے زیادہ زبردستی کرے گیں تو کہیں مر ہی نہ جائے یہ!! جہاں آراء نے اسے سمجھانا چاہا۔ وہ سہی سوچ رہی تھی۔۔ "تیرے سے مدد لینا ہی بیوقوفی ہے! اٹھا اسے گود میں اور رقص سکھا اسے! نہیں مانتی تو ایک آدھی اُنگلی کاٹ دینا۔ خود ہی موت کے خوف سے اچھے اچھے مان جاتے ہیں!! سفاکی سے کہتے وہ انسانیت کے درجے سے بھی نیچے گر گئی

تھی۔ وہ اس وقت بے رحم عورت معلوم ہو رہی تھی۔ ہر کسی کے لیے وہ اتنی ہی بے رحم ہوتی تھی۔ ایک مہر ماہ تھی بس جس نے جتنی اچھی کمائی کروائی تھی وہ اتنی ہی پسندیدہ رہی تھی۔۔ وہ مان بھی تو جلدی گئی تھی۔ اُسے بس تین دن بھوکا رکھا گیا تھا اور وہ حامی بھر گئی تھی۔ جہاں آراء نے ایک گہری سانس بھرتے نیچے کو جھکتے مدحا کو بازو سے پکڑتے اٹھایا۔ گود میں نہیں اٹھا سکتا تھا وہ!! تبھی بازو سے ہی گھسیٹتے وہ اسے لیے آگے جا رہا تھا۔۔ مدحا نسیم چیختے ہوئے بھی اب بیہوش ہونے کو تھی۔ اس کی بس ہو گئی تھی۔ مزاحمت کم پڑتی جا رہی تھی۔ بھوک اور نقاہت سے پیٹ اور سر بری طرح دکھنے لگا تھا۔۔ اس کی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں! اور پھر تھک ہار کر وہ اپنی آنکھیں موند چکی تھی۔ وہ شاید نہیں یقیناً بیہوش ہو چکی تھی۔ خدا ہی رحم کرتا اس معصوم پر۔ جسے بیہوشی کے باوجود بھی گھسیٹتے ہوئے آگے لے جایا جا رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا ان لوگوں کا پکا اِرادہ ہو کہ اس سے رقص کروا کر رہنا تھا۔۔ پتہ نہیں آگے کیا بننا تھا۔

قسط نمبر:90 پارٹ 2

آج چار نومبر کا دن تھا۔ وہ دن جب بلآخر دو لوگ ایک سے ملتے نکاح جیسے بندھن میں بندھے تھے! پچھلے سال اس دن جہاں ایک طرف نکاح کی خوشی تھی وہیں برا بھی تھا۔ پریشانیاں، تکالیف، کیا کچھ نہیں سہا تھا ان لوگوں نے آجکے دن! پچھلے سال یہ ہفتہ اس خوبصورت سے جوڑے کے لیے کسی قیامت کی گھڑی سے کم نہیں تھا۔ خدا نے ایک کو تکلیف میں مبتلا کیا تھا تو دوسرا اس کی تکلیف کو محسوس کر کے خون کے آنسوں رویا تھا۔۔ کسی خاندان پر قیامت ٹوٹی تھی۔ کسی کی عزت مٹی میں روندی گئی تھی۔ ایک ظالم سب پر وقتی غالب تھا۔ خدا نے بہت کڑا امتحان لیا تھا۔ دو خاندان اس ایک امتحان سے گزرے تھے! کوئی ایسا شخص نہیں تھا جو اس ظلم پر رویا نہ ہو!! مگر کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اگر خدا نے تکالیف دی تھی تو اس پر یوں سا حسن رکھنے والی لڑکی کے لیے بہت سی آسانیاں بھی پیدا کر دی تھی! اسے فوری طور پر ہی ایک ایسے شخص سے نواز دیا گیا تھا جسے ماضی سے فرق نہیں پڑتا تھا۔ جو بات کرے تو اس میں کھرا تھا۔ جس نے آج کے دن فجر کی نماز میں رو رو کر اس

لڑکی کو مانگا تھا۔ وہ سب کچھ جانتا تھا۔ جانتا تھا کہ اس کی محبت کی عزت لٹ چکی ہے! جانتا تھا کہ اب معاشرے میں کسی کو اس کی پارسائی کا یقین نہیں رہا۔ لیکن پھر بھی وہ بیٹھا مسجد میں اس عورت کے لیے گڑگڑا رہا تھا۔۔ صبر تھا اس انسان کا کہ یہ ایک سال کا عرصہ اس لڑکی کو سنبھالنے میں گزر گیا تھا۔ اگر کہا جائے کہ وہ مکمل طور پر اس لڑکی کے قدموں میں بچھ گیا تھا تو کچھ غلط نہیں ہوگا۔ وہ واقعی بنا کسی غرض کے اس لڑکی پر مر مٹا تھا۔ جو معصوم تھی لیکن ایک بے رحم نے اس کی معصومیت قائم نہیں رہنے دی تھی۔ وہ اس کی عزت کو نوچ کر اسے ایک ایسے ٹراما میں دھکیل گیا تھا جس سے نکلنا آج بھی اس لڑکی کے لیے بے حد مشکل تھا۔ اگر حدائق شاہ اس لڑکی کو نہ سنبھالتا تو یہ سچ تھا کہ اس نے واقعی میں مر جانا تھا۔ ریپ وکٹم عورتیں سو میں سے کوئی دس فیصد زندہ رہتی ہوں۔ خوش نصیب تھی یہ لڑکی جو اُن دس فیصد والیوں میں شامل ہوئی تھی۔ صرف اور صرف حدائق شاہ کی وجہ سے! ہاں آج ہی تھا وہ دن جب خدا کے ان دونوں کو ایک دوسرے کے نام کر دیا تھا۔ آج حدائق شاہ اور فائزہ حدائق شاہ کی انیورسری تھی! ان کی شادی کو پورا ایک

سال ہو گیا تھا۔ ایک سال کا لمبا عرصہ گزر گیا تھا۔ کیا کچھ نہیں بدلا تھا اس ایک سال میں ! ! بہت سے لوگ، بہت سے رشتے اور سب سے بڑھ کر فائزہ اور حدائق شاہ کی پوری کی پوری زندگی بدل گئی تھی۔۔

یہ تقریباً گیارہ بج کر پچپن منٹ کا وقت تھا۔۔ پانچ منٹ بعد پانچ نومبر کا دن شروع ہو جاتا اور ان کی شادی کی سالگرہ کا دن آجانا تھا۔ اس وقت حدائق شاہ اپنے کمرے میں موجود اپنی متاعِ جاں کو باہوں میں سمیٹے محبت بھری نظروں سے اسے تکنے میں مگن تھا۔۔ اسے اچھے سے یاد تھا کہ پانچ منٹ بعد ایک خاص دن شروع ہو جائے گا۔ تبھی اس کی نظریں بار بار گھڑی پر جا رہی تھیں۔ ! ! وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹا فائزہ کو اپنی بانہوں میں بھینچے ہر منٹ بعد گھڑی کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ اسے انتظار تھا بارہ بجنے کا۔۔ جبکہ اس کے برعکس فائزہ شاہ انتظار کرتے کرتے شاید سو گئی تھی۔ وہ اور حدائق شاہ ایک ساتھ ہی بارہ بجنے کا انتظار کر رہے تھے ! لیکن افسوس کہ شاید اس پر نیند غالب آگئی تھی۔ یا شاید وہ ایسے ہی آنکھیں بند کیے ہوئے تھی

کچھ سمجھ میں نہیں آیا تھا۔۔ حدائق شاہ نے بھی اسے سویا ہوا سمجھتے اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ایک چیز وہ بہت اچھے سے جانتا تھا کہ اس کی بیوی کی نیند حد سے زیادہ ڈسٹرب ہے ! وہ ایک یہی چیز ٹھیک نہیں کر پایا تھا۔ نیند کے معاملے میں اس لڑکی کو یا تو نیند آتی ہی نہیں تھی یا پھر آتی تھی بہت کچی نیند میں ہوتی تھی یہ لڑکی کہ ذرا سی آواز پر وہ اٹھ کر بیٹھ جائے ! ! بس یہی سوچتے حدائق شاہ خاموشی سے اسے ہمیشہ سونے دیتا تھا۔تاکہ مقابل نیند پوری کر لے اپنی ! ! گھڑی پر پورے بارہ کا ہندسہ آتے دیکھ حدائق شاہ جی جان سے مسکرایا۔بلآخر ایک سال پورا ہو گیا تھا۔۔

"Happy Anniversery Jan "

حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے اکسائٹڈ سے انداز میں اپنے نہایت قریب سوئی فائزہ شاہ کے کان میں دھیرے سے سرگوشی کی۔اسے پتہ نہیں آج کیوں بے حد خوشی ہو رہی تھی۔۔ ہوتی بھی کیوں نا؟؟ محبت کا ملنا کوئی آسان کام تو نہیں ہوتا۔ خدا کی یہ مہربانی بھی کسی کسی پر ہوتی ہے ! وہ بھی انہی لوگوں میں شامل تھا۔۔اپنے کان میں حدائق شاہ کی آواز سنتے فائزہ شاہ نے آہستہ سے اپنی مندی مندی آنکھیں

کھولی۔ وہ کچھ کچھ نیند میں تھی۔ نیند آنے ہی لگی تھی کہ حدائق شاہ کی وجہ سے وہ اٹھ گئی تھی۔!! "نیند آئی ہے میرے بچے کو؟؟ اس کی ہلکی سی گلابی ہوتی نشیلی آنکھوں میں دیکھتے حدائق شاہ نے مسکراتے محبت سے سوال پوچھا۔۔ فائزہ شاہ کے چہرے پر خوبصورت سی مسکراہٹ چھائی۔ کتنا مان اور کتنی محبت جھلکتی تھی اس !!انسان کے لہجے میں ہمیشہ

ہیپی انّیورسری شاہ۔۔" تھوڑا سا اوپر کو سرکتے فائزہ شاہ نے اس کے گلے میں اپنی" بانہیں حائل کی۔ اسے یاد تھا اچھے سے! بس نیند کو وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی جو اچانک ہی آنے لگی تھی۔!! "تھینک یو زندگی! تمھارا میں جتنا شکریہ کروں اتنا کم ہے۔ تم نے آکر مجھے مکمل کر دیا۔ محبت کامل جانا معجزہ ہے! اور میرا دل کرتا ہے میں سب کو چیخ چیخ کر بتاؤں یہ معجزہ میرے ساتھ ہوا ہے!! حدائق شاہ نے اسے مزید سختی سے خود میں بھینچتے ہنستے ہوئے اس کے ماتھے پر اپنے تشنہ لب رکھے!! "شاہ اتنی خوشی؟ فائزہ شاہ نے مسکراتے ہوئے تھوڑی حیرت سے پوچھا۔ "تو کیا تمھیں نہیں ہے؟ آنکھیں چھوٹی کرتے حدائق شاہ نے اسے مصنوعی گھورا۔ بھلا یہ

کیا بات ہوئی تھی۔ صرف اسے ہی خوشی تھی؟"میرا غم میری خوشی پر غالب آجاتا ہے شاہ۔ آج کے دن صرف ہمارا نکاح تو نہیں ہوا تھا اور بھ۔۔" فائزہ شاہ اچانک ہی سنجیدہ ہوتے ابھی مزید آگے کچھ بولتی کہ حدائق شاہ نے پہلے ہی سختی سے اس کی پنکھڑیوں سے لبوں پر جھکتے ان پر قفل لگایا۔ وہ اپنی آج کی خوشی خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ آخر کیوں نہیں بھول جاتی تھی یہ لڑکی سب پرانی باتیں؟ شاید یہ آسان نہیں تھا۔ جس پر گزری ہو صرف وہی جانتا ہے کہ اس کے حالات کیا ہے! کوئی بھی اس لڑکی کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ کوئی بھی نہیں!! لوگ بس نصیحتیں دیتے تھے یا پھر اسے برا بھلا بولتے تھے! ایک کام جو کسی نے نہیں کیا تھا وہ یہی تھا کہ اسے سمجھتا کوئی نہیں تھا۔۔ حدائق شاہ نے شدت سے اس کی سانسیں پیتے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے جھٹکے سے اپنے اوپر کیا۔ وہ خود بیڈ پر سیدھا ہوتے اس کے یاقوتی لبوں پر جھکا ان کی نمی پینے میں مصروف تھا۔ فائزہ شاہ جو سمجھ ہی نہیں پائی تھی کہ آخر ہوا کیا ہے اسے آنکھیں بند کیے اپنے کام میں مصروف دیکھ اس نے حدائق شاہ کو گھورا۔ وہ اسے ایک نظر گھورتے اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ جما گئی تھی۔ فائزہ نے اس کے

گالوں پر ہاتھ رکھتے ہلکا سا اسے پیچھے کو کیا۔ وہ بات کر رہی تھی جسے اس انسان نے پوری بھی نہیں ہونے دیا تھا۔۔ حدائق شاہ نے آنکھیں کھولتے ہلکا سا اسے گھورا۔ مقابل اسے کس بھی نہیں کرنے دیتی تھی۔۔ منہ بناتے ایک آخری مرتبہ اپنی زبان کو اچھی طرح اس کے ہونٹوں پر پھیرتے حدائق شاہ آہستہ سے اس سے دور ہوا۔۔ "اللہ پوچھے گا تمھیں ! اسے واپس سے سائڈ پر اپنے بازو پر لٹاتے حدائق شاہ نے اس کی گردن میں چہرہ چھپایا۔ وہ اسے بلکل اپنے نزدیک کرتے اس کی ٹانگوں کو بھی لاک کر چکا تھا۔۔ "شاہ میں با۔۔۔ فائزہ شاہ نے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے پھر سے اپنی بات جاری کرنی چاہی۔!! "شش۔۔ کچھ مت کہو۔ آج کے دن صرف ہمارا نکاح ہوا تھا۔ اور کچھ نہیں ہوا تھا آج یا کل، کبھی بھی کچھ نہیں ہوا تھا۔ صرف میں اور تم ہیں اور ہماری خوشیاں ہیں ! خدا کا واسطہ میری خوشی کو برباد مت کرنا کچھ بھی ایسا ویسا بول کر !! تمھیں اندازہ نہیں ہے میری طبیعت کا۔۔ حدائق شاہ نے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھتے سنجیدگی سے اس کی بات کاٹی۔ اسے اچھے سے اندازہ تھا کہ یہ لڑکی کس ڈر میں مبتلا ہے اور کیا بات کرنا چاہ رہی ہے ! وہ اس کے منہ

سے بات نکلنے سے پہلے ہی سمجھ جاتا تھا۔۔ "شاہ۔۔ فائزہ شاہ نے روہانسی ہوتے اسے پکارا۔۔ یہ دن اس کے لیے کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔ اتنا آسان نہیں تھا سب کچھ بھولنا۔۔ " بلکل چپ فائزہ!! خبردار تمہاری آنکھوں سے ایک آنسوں بھی بہا تو۔ خوشی کا موقع ہے یار بھول جاؤ سب کچھ! اچھا تمھیں ایک بات بتاؤں؟؟ حدائق شاہ نے شروع میں سختی سے کہتے آخر میں پھر سے مسکراتے اس کا دھیان بٹانا چاہا۔ صبر تھا اس انسان کا کہ وہ ان حالات میں خود کی مردانہ انا اور غصے پر قابو پا لیتا تھا۔ صرف آج نہیں ہمیشہ! وہ جانتا تھا کہ اب وہ زیادہ سختی کرے گا تو یہ رونے لگے گی!! "شاہ آپ بہت اچھے ہیں! آنکھوں میں ڈھیروں نمی لیے کسی معصوم سے بچے کی طرح اس کی تعریف کرتے فائزہ شاہ نے اس کی گردن میں بانہیں ڈالتے اس کے گال پر لب رکھے! وہ دل سے کہہ رہی تھی۔۔ حالانکہ وہ کوئی اور بات کرنا چاہتی تھی لیکن مقابل جیسے خوش تھا وہ چھوڑ چکی تھی اپنی بات کو! کچھ دیر کے لیے ہی سہی دماغ سے لا متناہی سوچیں نکالنا بہت ضروری تھا۔ یہ ان کے خوبصورت لمحات تھے؛ "پتہ ہے مجھے اب تم میری بات سنو۔۔ اس کے گال پر بھی اسی کے

انداز میں لب رکھتے حدائق شاہ نے شوخ لہجے میں کہا۔ سب کے ساتھ ساتھ اسے بھی اس بات کا اچھے سے اندازہ تھا کہ وہ اچھا ہے!! "ہمم بولیں!! مکمل طور پر اپنا رخ اس کی طرف کرتے فائزہ شاہ نے اپنی کہنیاں موڑتے ہتھیلی کو دونوں گالوں پر رکھا۔ وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو چکی تھی۔ نیند تو غائب ہو گئی تھی۔ اب وہ اسی کی باتیں سن لیتی! "رات میں ایک سرپرائز ہے تمہارے لیے! میں نے الماری میں کچھ کپڑے رکھے ہیں میری ایک ریکویسٹ ہے تم سے کہ پلیز وہی پہن لینا۔ اور اگر تم نے نا پہنے تو میں خود تمھیں پہنا دوں گا مسئلہ نہیں ہے!! شروع میں سنجیدگی سے کہتے آخر میں حدائق نے دانت نکالتے فوراً سے ساتھ ہی مسئلے کا حل بھی نکالا۔ وہ اب ایک نہیں سننے والا تھا اس لڑکی کی!! "پہن لوں گی دھمکیاں کیوں دے رہے ہیں آپ! کپڑے ہی تو پہننے ہیں!! فائزہ شاہ نے اس کی دھمکی پر ناک سکوڑی۔! "گڈ!! حدائق شاہ نے اس کا گال تھپکتے نرمی سے اسے واپس سے اپنے بازو پر لٹایا۔ یہاں اسے ایک الگ ہی سکون ملتا تھا۔۔ وہ اسے پھر سے اپنے ساتھ لٹائے نرمی سے اس کے چہرے کے نقوش پر لب رکھ رہا تھا۔ وہ کبھی ماتھے

،آنکھوں، ناک، ہونٹوں، گالوں پر دھیرے دھیرے لب رکھتے وہ اس کے پورے چہرے کو اپنے لمس سے مہکا رہا تھا۔ فائزہ خاموشی سے اپنا ایک ہاتھ اس کے بالوں میں الجھائے آنکھیں موندے پڑی تھی۔ وہ یہاں تک اس انسان کو کبھی نہیں روکتی تھی۔ "جان!! کچھ دیر کے توقف کے بعد حدائق شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے محبت سے اسے پکارا۔ اس کی بھی آنکھیں بند تھیں! "جی!! فوراً ہی جواب آیا تھا۔ وہ بند آنکھوں سے ابھی تک اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے اسے سکون پہنچانے کی کوششوں میں تھی۔!! "تمھیں نہیں لگتا ایک سال بہت لمبا عرصہ ہے؟ میں اتنا صبر والا انسان تھا نہیں جتنا تم نے بنا دیا۔ بہت ظالم ہو تم! میں نے معاف کیا ہوا ہے یہ تو تمہیں۔ تمھیں اندازہ ہے خدا کے ہاں کتنی گنہگار ہو رہی ہو تم؟ نرمی سے اس کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی کرتے حدائق شاہ نے اس کی گردن میں چہرہ چھپایا۔۔ وہ بیچارہ ترس کر رہ گیا تھا۔۔ جس طرح اس انسان نے اتنا لمبا عرصہ صبر کیا تھا یہ تو اب وہی جانتا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ اب بہت ہو گئی تھی۔ اب انہیں اپنے رشتے کو آگے بڑھانا چاہیے تھا۔ "شاہ آپ کو کیا لگتا ہے میں شوق

سے آپ کو دور رکھتی ہوں؟ یا پھر مجھے شوق ہے اپنے شوہر کو ترسا کر رکھنے کا؟ میں بھی جانتی ہوں کہ اگر میری یہی حرکتیں رہی تو آپ دوسری عورتوں کی طرف راغب ہونگے! میں مجبور ہوں شاہ۔ آپ اچھے سے جانتے ہیں۔ میرے دل کی حالت! ایک مرتبہ جو ہوا اس کے بعد میرے لیے کسی کو اپنا جسم سونپنا کسی قیامت کی گھڑی سے کم نہیں ہے! میرے دل میں خوف بیٹھ گیا ہے شاہ۔۔ سہی کہتے ہیں لوگ مجھ جیسی لڑکیوں کو یا تو اُسی وقت مر جانا چاہیئے یا پھر شادی نہیں کرنی چاہیئے! مجھے آپ مل گئے شاہ۔ لیکن کسی اور کو تو حدائق نہیں ملتا۔ آپ کا صبر میں جانتی ہوں بہت اچھے سے! لیکن آپ میرے دل کی کیفیت نہیں سمجھتے شاہ۔" آنکھیں کھولتے اس کے وجیہہ مردانہ نقوش کو دیکھتے آنکھوں میں ڈھیروں نمی کے قطرے لیے فائزہ شاہ اسے سمجھانے کی ایک کوشش کر رہی تھی!! "غلط ہو تم! کیوں مر جانا چاہیئے؟ کیا اُن کا کوئی قصور ہوتا ہے؟ کیا تمہارا کوئی قصور تھا؟ بزدلوں والی بات کی ہے تم نے! لڑو جہاں تک ہو سکے انصاف لینے کی کوشش کرو! اور رہی بات جسم سونپنے کی تو یہ تو تمہیں کرنا ہی پڑے گا۔ خوف تمہارے دل میں نہیں بیٹھا بلکہ تم

نے خود اس بات کو اپنے دماغ پر حاوی کیا ہوا ہے! میں کوئی عام مرد نہیں ہوں! شوہر ہوں تمھارا۔ تمھارا جسم بنایا ہی میرے لیے گیا ہے! آج بات کرنی ضروری تھی۔۔ ورنہ دل میں باتیں اسی طرح دبی رہتی! ایک مرتبہ پھر حدائق شاہ اپنا ظرف بڑا کرتے اس کی سن بھی رہا تھا اور اسے سمجھا بھی رہا تھا۔۔ فلحال وہ اس بات کو چھوڑ چکا تھا کہ اس کی بیوی پھر سے ماضی کو دہرا رہی ہے یا وہ پوزیزونیس دکھاتا۔ وہ ابھی کے لیے سارا کچھ بھاڑ میں جھونکتے ایک کوشش کر رہا تھا۔ "کہنا آسان ہے شاہ۔ ہر کسی کے پاس سپورٹ کرنے والا بھائی، باپ اور شوہر نہیں ہوتا۔ کچھ کے مرد ہی انہیں غیرت کے نام پر قتل کر دیتے ہیں! نہ ہی کسی کے پاس وسائل ہوتے ہیں کوٹ کچہریوں میں دھکے کھانے کے لیے! عورت ذات کمزور ہی رہ جاتی ہے! اور رہی بات جسم کی تو آپ کا ہے میں انکار نہیں کرتی اس بات سے! جیسے مرضی آپ وصول کر لیں اپنا حق۔ یہ بات آپ اور میں بہت اچھے سے جانتے ہیں کہ اس دوران میری حالت کیا ہو گی۔ اسی لیے آپ آج تک میری اجازت کے طلبگار رہے ہیں! ورنہ عام زندگی ہوتی تو کوئی شوہر اتنا انتظار نہیں کرتا۔ نا ہی کوئی اپنی عورت کو

اتنی چھوٹ دیتا ہے! یہاں بنا اجازت لیے اور بنا احساسات کا خیال کیے اپنا حق وصولا جاتا ہے! لیکن آپ میرا خیال کر رہے ہیں تو یہ بھی آپ کا احسان ہے میرے اوپر!! اس کی طرف دیکھتے فائزہ شاہ سنجیدگی سے دل کی بات کر رہی تھی۔ وہ اسی کے انداز میں ترتیب سے اپنا ہر پوائنٹ کلیئر کر رہی تھی۔۔ "صرف ایک مرتبہ کا ڈر ہے۔ تمہاری تھوڑی کوشش ہماری زندگی سنوار سکتی ہے! تم اگر ہمت دکھاؤ تو۔۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ تم ہمت نہیں دکھاتی۔ تم ایک ہی بات لے کر بیٹھی ہوئی ہو!! حدائق شاہ نے سنجیدگی سے سچ اُگلا۔ وہی سچ جو اس کے دل میں تھا۔۔ جبکہ پہلی بات کو وہ اگنور کر گیا تھا۔ مقابل سہی کہہ رہی تھی۔ ہر کسی کے پاس وسائل نہیں ہوتے!! "سونا ہے مجھے! سنجیدگی سے سیدھی ہوتے فائزہ شاہ نے کروٹ بدلی! مقابل شاید کہیں نا کہیں سچ ہی بول رہا تھا۔ وہ ہمت نہیں دکھاتی تھی۔ وہ واقعی میں بزدل بن رہی تھی۔ حالانکہ وہ ایسی کبھی تھی نہیں!!"، سو جاؤ لیکن ایسے منہ مت پھیرو! کوئی بات نہیں۔ حدائق شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے اسے بازو سے پکڑتے واپس سے اپنی طرف کھینچا۔ وہ اس کا رخ جھٹکے سے اپنی طرف

موڑتے پھر سے اپنی بانہوں میں بھینچ چکا تھا۔اس کے بنا اسے نیند نہیں آنی تھی!!

"تھینک یو شاہ۔فائزہ شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہتے اپنے بازو اس کے گرد باندھے! یہ شکریہ نجانے کس بات کا تھا۔لیکن جو بھی تھا یہاں ایک حقیقت تھی کہ فائزہ شاہ دل سے حدائق کی مشکور تھی۔۔"میرے جگر کے ٹکڑے تم پر میرا دل قربان۔ایسے بار بار تھینک یو مت بولا کرو! تم بس حکم دیتی اچھی لگتی ہو۔۔نرمی سے مسکرا کر کہتے حدائق شاہ نے دونوں پر کمبل سیٹ کیا۔وہ اِس کی گردن میں منہ چھپائے سونے کی تیاریوں میں نظر آرہا تھا۔صبح اس کا ایک بہت امپورٹنٹ کیس بھی تھا۔اسے جلدی اٹھنا تھا۔۔فائزہ نے بھی خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلانا شروع کیا۔اسے جلدی نیند تو نہیں آنی تھی اسی لیے وہ چھت پر نظریں جمائے اپنی ہی سوچوں میں مصروف حدائق شاہ کے بالوں میں ہاتھ چلا رہی تھی۔۔

یہ تقریباً رات کے سات بجے کا وقت تھا جب ہر طرح اندھیرہ چھایا ہوا تھا۔دور کہیں آسمان پر چاند بادلوں کی آڑ سے نکلتے بار بار اپنی جھلک دکھلا رہا تھا۔۔اس وقت

موسم بھی خاصا اچھا تھا۔ ٹھنڈی ہوائیں چلتی ماحول کو اچھا خاصا سرد بنا رہی تھیں۔ بارش کا کوئی امکان نہیں تھا۔ ہاں لیکن ہوائیں بہت زبردست چل رہی تھیں۔۔ یہ تیز سردی کا شاید استقبال تھا۔۔ ایسے میں حدائق شاہ اس وقت اپنے فارم ہاؤس میں موجود لاؤنج میں کھڑا بار بار اپنی گھڑی پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ آج کا وہی دن تھا۔ اس کی شادی کی سالگرہ کا دن!! حدائق شاہ اس وقت بلیک کلر کے تھری پیس ڈنر سوٹ میں ملبوس اپنے حسن سے لوگوں کو مبہوت کرنے کا ہنر رکھ رہا تھا۔ اس کی مردانہ وجاہت بلیک کلر میں مزید نکھر رہی تھی!! وہ سراپائے حسن کھڑا اس وقت اپنی بیوی کا انتظار کر رہا تھا جو پچھلے آدھے گھنٹے سے کمرے میں بند نجانے ایسا کونسا تیار ہو رہی تھی کہ ابھی تک باہر ہی نہیں نکلی تھی۔ حدائق شاہ نے خصوصاً اپنی بیوی کے لیے آج کے دن کے لیے کوئی سرپرائز پلان کیا تھا جس کا وہ کل رات میں ہی اسے آگاہ بھی کر چکا تھا۔ ابھی کچھ دیر میں ان لوگوں نے کہیں باہر نکلنا تھا اور فائزہ میڈم کی تیاریاں ہی پوری ہونے میں نہیں آ رہی تھیں!! "فائزہ باہر آو یار۔۔ ٹائم جا رہا ہے!! حدائق شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے دروازے کے پاس جاتے اسے

ناک کرتے اونچی آواز میں پکارا۔اسے سمجھ نہیں آتی تھی کہ آخر لڑکیاں تیار ہونے میں اتنا وقت کیوں لگاتی ہیں! وہ خود تو محض پندرہ بیس منٹ میں تیار ہو گیا تھا۔!! "آرہی ہوں!! اندر سے فائزہ شاہ کا اسی کے انداز میں جواب آیا۔ شاید وہ خود بھی جھنجھلائی ہوئی تھی۔ پتہ نہیں کیا وجہ تھی!!"جلدی آؤ۔۔ سنجیدگی سے کہتے حدائق شاہ نے پھر سے گھڑی میں وقت دیکھا۔انہیں لیٹ ہو رہا تھا۔۔ تقریباً پانچ منٹ مزید انتظار کرنے کے بعد آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھلا۔ فائزہ شاہ بلآخر تیار ہوتے باہر آ چکی تھی۔ حدائق شاہ جو سنجیدگی سے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا دروازے کے عین سامنے یہیں نظریں جمائے ہوئے تھا کہ دروازہ کھلتے دیکھ اس نے شکر کا سانس بحال کیا۔ شکر تھا کہ یہ لڑکی آج کی تاریخ میں ہی کمرے سے نکل آئی تھی۔ ورنہ اسے لگا تھا ساری رات یہیں نکل جائے گی!! سامنے کی طرف دیکھتے حدائق شاہ نے بے ساختہ ہی سینے پر بندھے ہاتھ کھولے! وہ مبہوت ہوا سامنے دیکھ رہا تھا۔۔ جہاں سے فائزہ شاہ اپنی ساڑھی کا فال سنبھالتے قدم قدم چلتی اسی کے نزدیک آرہی تھی۔!! فائزہ اس وقت بلیک کلر کی سلک کی ساڑھی میں ملبوس تھی

جس کے پلو پر چمکدار موتیوں کا کام تھا۔ جبکہ چھوٹا سا بلاؤز جو اس کے پیٹ کو ڈھانپنے سے بلکل قاصر تھا وہ پیچھے سے محض دو سے تین ڈوریوں کے آسرے بندھا ہوا تھا۔اس کا دودھیار نگت کا صاف شفاف پیٹ بخوبی سائڈ سے بخوبی نظر آرہا تھا۔ پیروں میں ہیل پہنے وہ قد میں بھی تھوڑی لمبی لگ رہی تھی۔۔ بالوں کے آگے سے دو کرل کر کے لٹیں نکالتے ان کا پیچھے سے جوڑا بنایا گیا تھا۔ کانوں میں آویزے لٹکائے گلے میں نیکلیس پہنے وہ آج واقعی میں آسمان سے اُتری کوئی حور معلوم ہو رہی تھی۔اس کی رنگت ویسے بھی بہت زیادہ صاف تھی۔اسے کسی میک اپ کی ضرورت نہیں تھا۔ قدرتی حسن تھا اس لڑکی کے پاس!! لیکن پھر بھی آج خاص فرمائش پر ہونٹوں پر بلڈ ریڈ کلر کی لپسٹک لگائی گئی تھی۔۔ اس کی ہیزل گرے آنکھوں پر سمو کی میک اپ تھا جو شاید اس نے بلیک کلر کی ساڑھی کو دیکھتے کیا تھا۔اسے یہ ساڑھی خاص طور پر اسرار کرتے حدائق شاہ نے پہننے کے لیے دی تھی۔ آج تک تو اس بندے نے کسی بھی فنکشن میں اسے ساڑھی پہننے نہیں دی تھی ہاں لیکن آج اپنے لیے ضرور اس نے شوق پورا کر ہی لیا تھا۔ شاید ہی فائزہ شاہ

ایک سال کے عرصے میں آج پہلی مرتبہ حدائق شاہ کے لیے اس طرح تیار ہوئی تھی۔آج لگ بھی رہا تھا کہ یہ ساری تیاری بہت دل سے کی گئی ہے! وہ حدائق شاہ کو قتل کرنے کے سارے ہتھکنڈے ساتھ لے کر آئی تھی۔!! "کیسی لگ رہی ہوں؟؟اس کے بلکل پاس آتے فائزہ شاہ مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔حالانکہ وہ دیکھ رہی تھی کہ یہ انسان اسے دیکھ کر بلکل سن پڑ گیا ہے! وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں اسے دیکھ رہا تھا۔پھر بھی اس نے دل کی تسلی کے لیے منہ سے پوچھنا ضروری سمجھا۔"شاہ۔۔اسے کوئی بھی جواب نا دیتے دیکھ فائزہ شاہ نے منہ بناتے اسے بازو سے پکڑتے ہلکا سا ہلایا۔اسے وسوسے سے آنے لگے تھے!! "ہاں ہاں!! حدائق شاہ نے اچانک ہی جیسے ہوش میں آتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔وہ کھویا تھا اس پریوں سا حسن رکھنے والی عورت کے حسن میں!! فائزہ شاہ اس کے بلکل قریب کھڑی تھی۔۔اس کے جسم سے اٹھتی اپنے پرفیوم کی خوشبو حدائق شاہ بخوبی محسوس کر رہا تھا۔مقابل نے اپنی جگہ اس کا پرفیوم لگایا تھا۔!! "کیسی لگ رہی ہوں

میں بتائیں بھی؟ ایک نظر خود کو دیکھتے فائزہ نے کوئی تیسری مرتبہ پھر سے سوال کیا۔۔

"چہرہ ایک پھول کی طرح شاداب ہے"

"چہرہ اس کا ہے یا کوئی مہتاب ہے"

"چہرہ جیسے غزل، چہرہ جانے غزل" ،

"چہرہ جیسے کلی، چہرہ جیسے کنول "

"چہرہ جیسے تصور بھی تصویر بھی" ،

"چہرہ ایک خواب بھی چہرہ تعبیر بھی"

"چہرہ کوئی الف لیلوی داستان" ,

"چہرہ ایک پل یقین، چہرہ ایک پل گماں"

"چہرہ جیسے کہ چہرہ کہیں بھی نہیں"

"ماہر و ماہر و، مہجبیں مہجبیں"

"حسن جانا کی تعریف ممکن نہیں تھی۔"

"آفری آفری، آفری آفری؛"

"!! حسن جانا کی تعریف ممکن نہیں"

اسے بازو سے پکڑے اپنے نزدیک کرتے حدائق شاہ سیدھا جواب دینے کی بجائے گنگنا شروع ہو چکا تھا۔ مقابل اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ آج اس کے پاس الفاظ کم پڑ رہے تھے!! فائزہ شاہ نے اسے گنگناتے دیکھ بے ساختہ ہی ہلکا سا سرخ پڑتے نظریں جھکائی۔ یہ انسان ہمیشہ اس کی سوچ سے آگے نکلتا تھا۔۔ وہ اسے اپنے نزدیک کیے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے دھیمے دھیمے سے ابھی تک اس کے کان میں گنگنا رہا تھا۔۔

"شاہ آپ بھی بہت اچھے لگ رہے ہیں! فائزہ شاہ نے ہلکا سا مسکراتے اس کی بلیک ٹائی کو درست کرتے اس کی بھی تعریف کی! وہ دل سے کہہ رہی تھی۔ اس وقت وہ دونوں ساتھ کھڑے واقعی میں چاند سورج کی جوڑی لگ رہے تھے! دونوں ہی ٹکر کے تھے آخر!! "جان شاہ میری چھوڑو!! تم بتاؤ مجھے قتل کرنا تھا کیا؟ ان ہیزل گرے آنکھوں کو مزید قاتلانہ بناتے یہ تم نے سراسر مجھ پر ظلم کیا ہے!! ہولے

سے اس کی آنکھوں پر باری باری لب رکھتے حدائق شاہ نے دہائی دیتے لہجے میں کہا۔

وہ بیچارہ ایک مرتبہ پھر بے بس تھا۔!!"مجھے نہیں پتہ تھا کہ آپ۔۔۔اپنے ہونٹ کی دانتوں تلے دبائے فائزہ شاہ ابھی بات مکمل کرتی کہ پہلے ہی حدائق شاہ نے نا گواری سے اس کے ہونٹ دانتوں کی گرفت سے آزاد کروائے!!"یہ میں نے کرنا ہے!! تمہاری لپسٹک میرے خراب کرنے سے پہلے ذرا سی بھی ہٹی تو میں ساری رات تمہارے ہونٹوں سے لپٹا رہوں گا۔۔اسے مصنوعی گھورتے سیدھا سیدھا دھمکی لگائی گئی تھی۔!!"چ۔۔چلیں؟ اسے پٹڑی سے اترتے اور غصّہ کرتے دیکھ فائزہ شاہ نے دھیمے سے پوچھا۔۔اچھا تھا وہ لوگ نکل لیتے!! پہلے ہی بہت دیر ہو گئی تھی!"ہاں جی چلو ماہرانی صاحبہ!! آپ پہلے قدم رکھیں!! ہاتھ سے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کرتے حدائق شاہ پھر سے اپنے موڈ میں واپس آ چکا تھا۔ یہ محض مقابل کو اس کام سے روکنے کے لیے وہ سنجیدہ ہوا تھا۔ ورنہ اس عورت پر غصّہ آنا نا ممکن سی بات تھی! نفی میں سر ہلاتے فائزہ شاہ نے اپنے قدم

آگے کو لیے ! وہ دونوں ہی ایک ساتھ باہر کی جانب بڑھ چکے تھے ! ! اپنی گاڑی میں بیٹھتے ان کی گاڑی منزل کی طرف روانہ تھی ! !

تقریباً بیس منٹ کی مسافت طے کرتے حدائق شاہ کی گاڑی ایک جھٹکے سے ایک سنسان سی جگہ پر آتے رکی ! یہ زیادہ تر سنسان ہی علاقہ تھا جہاں اکا دکا ہی گھر نظر آرہے تھے ! ! راستے میں ان دونوں کے درمیان خاموشی ہی تھی۔ فائزہ شاہ کو سسپینس تھا کہ آخر اس کے شوہر نے کیا پلان کیا ہوگا۔ جبکہ حدائق شاہ اپنے دھیان ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ وہ ایک ہی مرتبہ اس سے بات کرتا۔ ! ! گاڑی کو روکتے حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے گردن موڑتے اپنے ساتھ بیٹھی اپنی متاع جاں کو دیکھا۔ پہنچ گئے ! ! اپنی سیٹ بیلٹ کھول کر مسکراتے ہوئے اسے بتاتے وہ گاڑی سے نکلنے لگا تھا۔۔ "شاہ مجھے تھوڑا۔۔۔ "آجاؤ باہر کوئی نہیں ہے یہاں ! تم سے زیادہ مجھے فکر ہے اس چیز کی ! فائزہ شاہ اپنی ساڑھی کے متعلق شاید کوئی بات کہنے لگی تھی کہ حدائق پہلے ہی اس کی بات کاٹ گیا تھا۔ وہ دیکھ بھال کر ہی آیا تھا

یہاں!! فائزہ بھی اچھا کی صورت میں سر ہلاتے گاڑی سے باہر نکلی۔ وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے آگے کو بڑھ رہے تھے! جہاں سامنے ہی ایک خوبصورت سا چھوٹا سا لکڑی کا شاید کوئی کاٹیج ٹائپ تھا۔ لیکن وہ لیویش اور ماڈرن لگ رہا تھا۔۔ دور سے دیکھنے پر بھی وہ بہت خوبصورت تھا۔!! "شاہ پلیز یہ مت کہیے گا کہ ہم نے اس گھر میں جانا ہے؟ فائزہ شاہ نے سامنے دیکھتے آنکھوں میں بے یقینی لیے استفسار کیا۔ شاید وہ سمجھ چکی تھی کہ یہ لوگ اسی لکڑی کے گھر میں جانے والے تھے! "میری زندگی یہیں جانا ہے ہم نے! اور اب تم کچھ نہیں پوچھو گی مجھ سے کیونکہ میں تمھیں بلکل نہیں بتانے والا کہ مجھے اس کے متعلق رائنا نے بتایا تھا۔ اتنی پیاری سالی ہے میری! وقت پر کام آئی ہے!! اس کا ہاتھ پکڑے آگے بڑھتے وہ کہہ بھی رہا تھا کہ نہیں بتاؤں گا اور خود ہی بتا بھی چکا تھا۔ بلکل پاگل تھا یہ لڑکا۔۔ "دراصل میں یہ ایک لکڑی کا گھر تھا جو باہر سے جتنا خوبصورت تھا اندر سے اس سے کہیں زیادہ خوبصورت تھا۔ فائزہ شاہ کو بچپن سے ہی شوق تھا ایسے چھوٹے چھوٹے گھروں کا۔ وہ جتنے مرضی بڑے محل میں رہ لیتی لیکن ایسے دو کمروں کے

گھر کی بات ہی الگ تھی! اس نے اپنے لیے دو سے تین مرتبہ اس طرح کا چھوٹا سا گھر خریدا بھی تھا۔ جو سارے ہی بالاج خان کی نظر ہو چکے تھے! وہ انسان مذاق مذاق میں ہی کباڑا کر دیتا تھا۔ کیونکہ اس بندے کو پسند نہیں تھا کہ اس کی بہن ایسے چھوٹے چھوٹے گھر خریدے! جب اللہ نے دیا تھا تو دل کھول کر خرچ کرتے!! ایسی اس کی سوچ تھی!! "شاہ کیا ضرورت تھی اس کی؟؟ آنکھوں میں نمی لیے کاٹیج کے اندر داخل ہوتے فائزہ شاہ نے اس سے استفسار کیا۔ وہ دونوں اندر داخل ہو چکے تھے! یہ محض دو کمروں کا ایک چھوٹا سا کاٹیج ہی تھا۔۔ "میں نے آج تک تمھیں کچھ نہیں دیا۔ سوچا پہلی مرتبہ کچھ کر ہی رہا ہوں تو تمہاری ساری خواہشیں پوری کروں!! آگے آؤ اور بھی بہت کچھ ہے!! حدائق شاہ اس کا ہاتھ پکڑتے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ وہ جلدی کر رہا تھا کیونکہ اسے سب کچھ بارہ بجنے سے پہلے ختم کرنا تھا۔ "شاہ آپ بہت اچھے ہیں!! فائزہ شاہ مسکراتے ہوئے اپنی آنکھوں میں موجود ہلکے سے آنسوں صاف کرتے خاصی اونچی آواز میں چیخی! اس کا دل آج جتنا خوش تھا کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔۔ "تمھیں قسم لگے تھوڑی دیر بعد

بھی اسی طرح چیخنا۔ حدائق شاہ نے ایک نظر پیچھے مڑتے اسے پہلے ہی تنبیہ کی۔ وہ آہستہ سے واپس سے اس کے نزدیک ہوتے اس کے پیچھے کھڑا ہو چکا تھا۔۔

وہ دونوں ایک کمرے کے دروازے کے بلکل سامنے تھے!! "کیا مطلب؟ پیچھے دیکھنے کی کوشش کرتے نا سمجھی سے پوچھا گیا۔۔ "چلو نہ پھر بتاتا ہوں! اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے حدائق شاہ نے سنجیدگی سے کہتے اسے لیے آگے کو بڑھا۔۔ وہ پاؤں سے دروازے کو کھولتے کمرے کے اندر داخل ہو چکا تھا۔ البتہ آنکھوں پر ہاتھ ابھی تک رکھے تھے!! "ون۔۔ٹو۔۔تھری۔۔ہیپی اینیورسری جان من!!" حدائق شاہ نے اونچی آواز میں مسکرا کر بولتے دھیرے سے اس کی آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے! اس کے ہاتھ ہٹانے کی دیر تھی کہ ڈھیروں گلاب کے پھول کی پتیاں ان دونوں کے اوپر آتے گری! وہ شاید اوپر چھت پر کوئی ایسا سسٹم کیا گیا تھا جہاں سے پھول برس رہے تھے!! فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے۔ ایک لمحے کے لیے تو وہ سمجھ بھی نہیں سکی تھی کہ آخر یہ ہو کیا رہا ہے! لیکن یہ جو بھی تھا بہت حسین تھا۔ پورے کمرے میں گلاب کے پھولوں کی خوشبو

بکھر چکی تھی۔اتنی پتیاں گری تھیں کہ ایک لمحے کے لیے وہ دونوں بلکل ہی غائب ہو گئے تھے!!"یہ بہت حسین ہے شاہ!!فائزہ شاہ نے ہنستے ہوئے حدائق شاہ کی طرف محبت سے دیکھا۔ایک دل تھا مقابل کتنی مرتبہ جیت چکا تھا۔"سامنے دیکھو!!حدائق شاہ نے سر کو خم دیتے اس کی توجہ سامنے کی طرف کروانی چاہی۔ جہاں ایک ٹیبل پر خوبصورت سا پائن ایپل کیک پڑا تھا۔جبکہ پورے کمرے کو سرخ رنگ کے غباروں سے سجایا گیا تھا۔ٹیبل پر اِرد گرد بہت سی کینڈلز رکھی تھیں۔جبکہ اس نے اب نوٹ کیا تھا کہ ان کے پیروں میں پھولوں کی ایک روش آگے جارہی تھی۔یہ بلکل لائٹ سی ڈیکوریشن بھی فائزہ شاہ کے حساب سے ہی تھی۔اسے زیادہ کچھ پسند نہیں تھا۔جبکہ سرخ رنگ اس کا پسندیدہ تھا۔یہ ایک درمیانے سائز کا کمرہ تھا جو بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔!!"شاہ یہ آپ نے کیا ہے؟فائزہ شاہ نے ایک ستائشی نظر پورے کمرے میں ڈالتے حدائق شاہ کی طرف دیکھتے پوچھا۔"اوبیسلی جانو!!تمہارے شوہر نے تمہارے گھر میں خود سے ڈیکوریشن کی ہے!اب اگر آپ نے ملاحظہ فرمالیا ہو تو ہم کیک کٹ کریں؟مجھے

بہت بھوک لگی ہے ! ! میسنی سی شکل بنا کر کہتے وہ اسے اپنے بازو کے حصار میں لیے آگے بڑھ چکا تھا۔اب یہ بھوک پتہ نہیں کس چیز کی تھی اسے ! یہ تو وہی جانتا تھا۔۔ فائزہ شاہ بھی اپنی ساڑھی کا فال سنبھالتے اس کے ساتھ ہی ٹیبل کی طرف بڑھی ! ایک تو اس سے یہ ساڑھی نہیں سمبھل رہی تھی !

"Let's cut the cake"

ٹیبل کے قریب پہنچتے کھڑے ہوتے حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ میں چھری تھمائی۔وہ اپنا ہاتھ بھی اس کے اوپر رکھ گیا تھا۔

"Happy Anniversery Babe"

ہنسی خوشی ان دونوں نے مل کر کیک کٹ کیا۔فائزہ شاہ کے چہرے پر بھی ایک الگ ہی چمک تھی۔وہ کتنا شکر ادا کرتی اس رب کا جس نے اس کے نصیب میں حدائق جیسا انسان لکھا تھا۔وہ واقعی خوش قسمت تھی ! "شاہ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں آپ نے میرے لیے اتنا کچھ کیا۔۔ میں سمجھ نہیں پا رہی کہ کیسے آپ کو شکریہ کہوں ! آنکھوں میں خوشی کے آنسوں لیے کہتے فائزہ شاہ نے جذباتی ہوتے آگے

بڑھتے اس کے گلے میں اپنی بانہیں حائل کی۔ وہ اس کے سینے میں منہ دیے شاید رو رہی تھی۔ کیونکہ اسے بے تحاشہ رونا آرہا تھا۔ یہ خوشی کے آنسوں تھے!! "ارے ارے یہ کیا بات ہوئی؟ میں نے تو کچھ کیا ہی نہیں ہے ابھی!! اس کے گرد نرمی سے حصار بناتے حدائق شاہ اس کے جذباتی پن پر ہلکا سا مسکرایا۔ مقابل بلکل بچی بن جاتی تھی۔۔ "شاہ آپ نے بہت کچھ کیا ہی میرے لیے! میں آپ کے بنا ایک دن بھی نہیں رہ سکتی شاہ۔ آپ مجھے بے حد عزیز ہیں!! اس کے سینے سے چہرہ باہر نکالتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ آج دل کی بات اس پر عیاں کر رہی تھی۔ زبان سے کیے گئے اقرار کی بات ہی کچھ اور تھی! "میرا بچہ!! کیوں مجھے ہرٹ اٹیک دلوا رہی ہو؟ تمھیں اظہار بھی آج ہی سوج رہا ہے جب تم قیامت بنی میری بانہوں میں کھڑی ہو؟ میں غلط نہیں کہتا تم بہت ظالم ہو! اس کی ناک کے ساتھ اپنی ناک مس کرتے حدائق نے منہ بناتے دہائی دی!! "اچھا چھوڑو آؤ کیک کھائیں! فائزہ ابھی کچھ بولتی کہ وہ پہلے ہی اس کے ہونٹوں پر اُنگلی رکھتے اس کی توجہ کیک کی طرف کروا گیا تھا۔ فائزہ شاہ نے سر کو خم دے کر آگے بڑھتے اپنے ہاتھ میں کیک کا ایک پیس

اٹھایا۔پہلے اسے کھلانا تھا۔کیونکہ مقابل کو بھوک لگی تھی!"تم کھاؤ مجھے پائن ایپل نہیں پسند!! مسکرا کر صاف انکار کرتے حدائق شاہ نے اس کے ہاتھ کا رخ اسی کے منہ کی طرف کیا۔کھانے پینے کے معاملے میں ان دونوں کی چوائس بہت مختلف تھی!!"چکھ کر دیکھیں مزے کا ہوتا ہے یہ بھی!ضدی سے انداز میں کہتے فائزہ شاہ نے پھر سے اس کے پاس کیک کیا۔!! حدائق شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر واپس سے کیک اس کے منہ میں دیتے اسے بلکل اپنے نزدیک کیا۔وہ بنا اسے کچھ سمجھنے کا موقع دیے شدت سے اس کے لبوں پر جھک چکا تھا۔۔فائزہ شاہ نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے اسی دیکھا۔کیک تو کھانے دیتا یہ انسان اسے! وہ ایسے ہی جھک گیا تھا۔۔حدائق شاہ نے اسے آنکھ ونک کرتے اپنی زبان کو رول کرتے اس کی زبان سے تمام کیک چنا۔وہ بڑی تیزی سے یہ کیک سہی سلامت اپنے منہ میں ٹرانسفر کر چکا تھا۔!! فائزہ شاہ ابرو اچکائے آنکھیں کھولے اس کی حرکتوں پر اسے گھورنے میں مصروف تھی۔یہ کیک انسانوں کی طرح بھی کھایا جا سکتا تھا۔!! حدائق شاہ نے اس کی کمر پر اپنی ٹھنڈی انگلیوں کا لمس چھوڑتے اسے اپنے

مزید نزدیک کیا۔ وہ اسے اپنے نزدیک کیے کیک ختم کرتے اب اس کے ہونٹوں کی نمی پینے میں مصروف تھا۔ فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ مقابل جنونی ہو گیا تھا۔۔ وہ اس کی کمر کو سختی سے جکڑے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ جنونی ہو رہا تھا۔ وہ سختی سے اس کی زبان تک رسائی حاصل اپنی زبان کے ساتھ لڑائے شدت پسند ہو چکا تھا۔۔ فائزہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ مارتے اسے ہوش دلانی چاہی۔ وہ اپنے دانتوں سے اس کی زبان پر ظلم ڈھا رہا تھا۔ اسے جلن سی شروع ہونے لگی تھی۔ وہ پہلی مرتبہ اتنا جذباتی ہو رہا تھا۔۔ حدائق شاہ نے شدید بدمزہ ہوتے اس سے تھوڑا سا فاصلہ بنایا۔۔ مقابل اسے بہت زور سے پیچھے کرنے لگی تھی جس کا مطلب صاف تھا کہ اسے درد ہو رہا تھا۔ یا پھر اس کی سانسیں تھم رہی تھیں۔!! "کیک بہت مزے کا تھا میرے بچے! لیکن مجھے بھوک کھانے کی نہیں بلکہ تمہاری لگی ہے! حدائق شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے جھٹکے سے اسے اپنی گود میں اٹھایا۔ اتنا تو طے تھا کہ آج اس سے یہ لڑکی بچنے والی نہیں تھی۔ بہت ڈھیل دے دی تھی اس نے!! "شاہ گھر چلتے ہیں! میرے پاؤں میں درد

ہونے لگا ہے ہیل سے ! فائزہ شاہ نے اس کی گردن میں بازو ڈالتے اپنے پیروں کی طرف اشارہ کیا ! اسے ہیل پہننے کی عادت نہیں رہی تھی شاید اسی لیے درد ہو رہا تھا۔ "صبح چلے گیں گھر ! میں دیکھتا ہوا بھی پاؤں کو ! ! نرمی سے کہتے حدائق شاہ نے بیڈ کی طرف بڑھتے اسے نرمی سے بیڈ پر لٹایا۔ خود وہ سیدھا کھڑا ہوتے اپنا کوٹ اُتار رہا تھا۔۔ "صبح کیوں ابھی کیوں نہیں؟ میرا پھر بعد میں دل نہیں کرے گا یہاں سے جانے کا۔ اسی لیے کہہ رہی ہوں ابھی چلتے ہیں ! فائزہ شاہ نے پیچھے کو ہوتے تکیے پر سر رکھتے کہا۔ اس نے ہیلز ابھی تک پہنی ہوئی تھی ! "تمھارا ہی ہے جیسے مرضی رہو ! یہ اور تین چار اور جگہ ہیں گھر وہ میں تمھیں کل دکھاؤں گا۔ سب تمہارے نام پر ہیں ! جہاں مرضی رہو ! ! مجھے پتہ ہے تمھیں اپنے نام پر گھر رکھنے کا کتنا شوق ہے ! حدائق شاہ اپنی ٹائی اُتارتے اسے بھی سائڈ پر پھینکتے بیڈ پر چڑھا۔ وہ اس کے قریب ہی پیروں والی سائڈ پر بیٹھ چکا تھا۔۔ "ہاں شوق تو بہت تھا۔۔ وہ بھی صرف اس لیے کیونکہ میں نے سنا تھا کہ لڑکیوں کا کوئی اپنا گھر نہیں ہوتا۔ یا سسرال ہوتا ہے یا میکہ ! ! میں اسی لیے سوچتی تھی کہ اپنا الگ گھر ضرور رکھوں گی۔ جو صرف

میرا ہو گا۔ لیکن اب جسے آپ جیسا شوہر مل جائے اسے بھلا کسی اور چیز کی کیا ضرورت؟ اس کی طرف محبت سے دیکھتے یہ لڑکی آج اظہار کے معاملے میں سخاوت دکھا رہی تھی۔ وہ دل کی باتیں کر رہی تھی! "ہمم درد کہاں تھا؟ حدائق شاہ نے اس کا پاؤں پکڑنے کی کوشش کرتے نرمی سے پوچھا۔۔ ابھی وہ مقابل کے درد کی فکر کر رہا تھا۔۔ "شاہ آپ پاگل ہیں؟ فائزہ اس کے ہاتھ لگانے سے پہلے ہی جھٹپٹاتے ہوئے اپنا پاؤں فوراً سائڈ پر کر چکی تھی۔ یہ تو وہ مر کے نہ کرنے دیتی! "بکواس نہیں کرو! دکھاؤ اِدھر۔ حدائق شاہ نے اسے مصنوعی گھورتے واپس سے اس کا پاؤں پکڑنا چاہا۔ اب کی بار وہ کامیاب بھی ہو گیا تھا۔۔ فائزہ کے پاؤں ہٹانے سے پہلے ہی وہ اسے سختی سے پکڑ چکا تھا۔ "شاہ شوہر ہیں آپ میرے حد ہے کیوں مجھے گلٹ میں ڈال رہے ہیں؟ فائزہ شاہ نے اٹھ کر بیٹھتے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے التجا سی کی! "کونسی کتاب میں لکھا ہے کہ شوہر پیروں کو ہاتھ نہیں لگا سکتا؟ اپنی فلاسفی کم جھاڑا کرو اور یہ فرمابرداری کسی اور چیز میں دکھانا۔ واپس لیٹو شاباش!! اس کا ہاتھ ہٹاتے حکمیہ سے انداز میں کہا گیا۔۔ وہ اس کے دونوں پیروں

سے ہیلز اتارتے نیچے پھینک چکا تھا۔ فائزہ شاہ نے خاموشی سے ہونٹ بھینچتے لیٹنے میں ہی عافیت جانی! یہ انسان اس کی سنتا ہی کب تھا بھلا؟ وہ تو بتا کر پچھتائی تھی!! حدائق شاہ نے اس کے پاؤں کو آگے پیچھے کرتے اچھی طرح معائنہ شروع کیا۔ کوئی سوزش تو نہیں تھی۔ شاید اسے ویسے ہی اندرونی درد ہو رہا تھا۔ اس نے تو یہی اندازہ لگایا تھا۔ "یہاں کوئی دوائی بھی نہیں ہو گی! ٹھیک ہو جائے گا تھوڑی دیر میں! ہیلز تھوڑی فٹ تھی اس لیے ہو گیا ہو گا درد!! بنا اس کی طرف دیکھتے حدائق شاہ نے کہتے اس کے پاؤں پر نرمی سے لب رکھے! وہ بلا جھجھک اس کے پیروں پر لب رکھتے انہیں اپنے لمس سے مہکا رہا تھا۔ "شاہ پلیز نا۔ فائزہ شاہ نے اپنی بس ہوتی محسوس کرتے واپس سے اٹھتے اسے بازو سے تھاما۔ اسے بلکل اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ "شاہ کی جان کر دیا بس!! اس کے پاؤں کو چھوڑتے حدائق شاہ نے اسے بازو سے تھامتے واپسی سے بیڈ پر لٹایا۔ وہ خود اس کے اوپر آتے اس پر کسی گھٹا کی مانند چھا چکا تھا۔ فائزہ شاہ اس کے لمبے چوڑے وجود کے نیچے جیسے دب کر رہ گئی تھی۔!! "آئی لو یو سو مچ فائزہ!! حدائق شاہ نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں

دیکھتے مسکراتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی!!"شاہ۔۔فائزہ نے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے ہولے سے اسے پکارا۔۔"میں قربان۔۔حدائق شاہ نے اس کی آنکھوں پر لب رکھتے دو بدو ہی جواب دیا۔وہ اس کے اوپر سایہ فگن ہوا نرمی سے اس کے چہرے کے نقوش پر لب رکھنے لگا تھا۔"آئی لو یو ٹو شاہ۔"!اور یہ لمحہ تھا جب فائزہ نے خود حدائق شاہ کی گردن میں چہرہ چھپایا۔جبکہ حدائق شاہ کے لب رک چکے تھے!وہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا جس نے آج سال میں ایک مرتبہ یہ فقرہ بولتے اسے گنگ کر دیا تھا۔شکر تھا کہ وہ زبان سے اقرار کر چکی تھی۔وہ واقعی حدائق شاہ سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔۔"سچ؟بے یقینی سے اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے کنفرم کرنا چاہا۔فائزہ شاہ نے کسی معصوم سے بچے کی طرح زور و شور سے ہاں میں سر ہلایا۔وہ بلکل جھوٹ نہیں بول رہی تھی!!"ارے میرا بچہ پتہ تو مجھے تھا۔افف فائزہ کتنا انتظار کروایا ہے تم نے اقرار کرنے میں!بہت شکریہ تمھارا مجھ سے محبت کرنے کے لیے!مسکرا کر کہتے حدائق شاہ نے زبان باہر نکالتے اس کے ہونٹوں کو ایک مرتبہ لک کیا۔وہ ساتھ ہی اس کی گردن پر جھکتا یہاں اپنے پیار

کی سوغاتیں نچھاور کرنے لگا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی اس کے بالوں میں پھر سے ہاتھ الجھائے! ان لمحات میں اس کا ہاتھ خود بخود ہی مقابل کے بالوں میں چلا جاتا تھا۔!! حدائق اس کی گردن پر جھکا یہاں لو بائٹس بنا رہا تھا۔اس کے لمس میں بے حد نرمی تھی مگر پھر بھی مقابل پڑی سسک رہی تھی!! "شاہ مجھے پہلے ہونٹوں پر جلن ہے! پلیز۔!! اس کے ہونٹوں کو حد سے تجاوز کرتے اور تکلیف دیتے محسوس کرتے فائزہ شاہ نے دھیمے سے اسے منع کرنا چاہا۔اسے لو بائٹس پسند نہیں تھیں!! "شش۔۔ آواز نا آئے تمہاری! محسوس کرو بس مجھے! دیکھو کتنے حسین لمحات ہیں یہ!! میرے پیار کی نشانیاں تمہارے سارے بدن پر ہونگی! آواز نا آئے اب تمہاری! اپنا کام کرو چپ کر کے! حدائق شاہ نے واپس سے اس کے کان کے پاس آتے سرگوشی کی۔اس کی سرگوشی نما آواز بھی نہایت ڈیپ اور بھاری ہو چکی تھی۔ خمار کا بوجھ تھا شاید! فائزہ شاہ نے تھوک نگلتے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔ اس انسان نے کونسا اس کی سن لینی تھی۔ وہ پھر سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے حدائق کے مطابق اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔!! حدائق شاہ نے اس کے

پلو کو رکاوٹ بنتے دیکھ نرمی لیکن جھٹکے سے اس کے پلو کو پکڑتے سائڈ پر کیا۔ وہ اسے بلکل ایک طرف کر چکا تھا۔ جھکتے واپس سے حدائق شاہ نے اس کے کندھے پر نرمی سے لب رکھے ! اس کے لمس میں عقیدت تھی۔۔ وہ بہت نرمی سے جگہ جگہ اس کے کندھے اور اطراف میں اپنے لب رکھ رہا تھا۔۔ "تم بہت خوبصورت ہو میرے جگر کے ٹکڑے ! تمھیں اندازہ نہیں ہے تمھارا شاہ کس حد تک پاگل ہے تمہاری پیچھے ! میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ کچھ بھی۔۔ تم قیامت ہو ! اس کے کان کے پاس آکر میٹھی میٹھی سرگوشیاں کرتے وہ دل کی باتیں بتلا رہا تھا۔ فائزہ شاہ کے گلے میں نجانے کیوں بار بار گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہو رہی تھی۔ حدائق شاہ کی جذبات میں ڈوبی بھاری بوجھل آواز سنتے اسے اپنے اِرد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہو رہی تھیں۔ زبان تالو سے چپک چکی تھی کیونکہ وہ کچھ بھی بول لیتی آج اس کی نہیں سنی جانی تھی۔ ایسا اس کی چھٹی حس اشارہ دے رہی تھی ! ! حدائق شاہ نے نیچے کو جھکتے پردے کے اوپر سے ہی اس کی دھڑکنوں پر نرمی سے لب رکھے ! وہ یہاں قابض ہوتے اپنے ہاتھوں اور ہونٹوں کا پہرہ لگا چکا تھا۔

ہاں البتہ وہ آج تھوڑی نرمی رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ اسے خوفزدہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اسی لیے تھی یہ احتیاط۔۔ نرمی سے اس کے آنکھوں میں دیکھ کر اس کے بلاؤز کی ڈوریاں کھولتے حدائق شاہ نے آنن فانن اس کے جسم کو اس سے آزاد کیا۔

"شاہ مجھ۔۔ مجھے نیند۔۔ فائزہ شاہ نے بلآخر خشک حلق تر کرتے ایک کمزور سی مزاحمت کرنی چاہی۔ اس کی سانسیں تیز ہونے لگی تھیں!! "آج نہیں۔۔ آج کسی صورت بھی نہیں۔ آج تم بس مجھے محسوس کرو گی۔ ساری رات میرے پیار کی بارش میں بھیگ کر مجھے محسوس کرنا بس۔ ہم دو جسم ایک جان ہوتے سارے پردے گرادے گیں! دھیرے سے کہتے حدائق شاہ نے اس کی دھڑکنوں کے نظارے میں رکاوٹ بنتے اس آخری پردے کو بھی گراتے نرمی سے یہاں لب رکھنے شروع کیے۔ فائزہ شاہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہوئی۔ اسے مقابل کے اِرادے آج کچھ زیادہ ہی خطرناک لگ رہے تھے! وہ ڈر رہی تھی!!

"ش۔۔ شاہ۔۔ چھت کی طرف دیکھتے اس نے پھر سے اسے پکارا۔ "چپ!! یک لفظی جواب دیتے وہ ابھی اس کے سمندر کی لہروں کا منظر پیش کرتے نشیب و فراز

میں گم اس کی نازکی کو بہت اچھے سے اپنے ہاتھوں اور لبوں سے محسوس کر رہا تھا۔۔
فائزہ شاہ نے شرم سے دوہری ہوتے دونوں طرف سے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں بھینچا۔ وہ اس کے بال چھوڑ چکی تھی۔ ہمت نہیں تھی اب اس میں! ایک شرم اور دوسرا ڈر اس کی جان نکال رہے تھے!! حدائق شاہ نے اس کی دھڑکنوں کو سک کرنا شروع کیا۔ وہ بیچ بیچ میں کبھی جارحانہ ہو رہا تھا لیکن پھر بروقت ہی خیال کرتے وہ خود کو سمبھال لیتا تھا۔ اس کا قصور نہیں تھا۔ یہ اتنے عرصے کے بچا کر رکھے جذبات کا اثر تھا جو اسے پاگل کیے ہوئے تھے! اس کے جذبات اسے جارحانہ اور سخت ہونے پر مجبور کر رہے تھے!! حدائق شاہ نے تھوڑا مزید نیچے کو جھکتے اس کے پیٹ پر نرمی سے لب رکھے! وہ آج اس عورت کے پورے جسم کو اپنے ہونٹوں سے محسوس کرنا چاہتا تھا۔ یہ بھی خواہشوں میں ایک خواہش تھی!! "کم آن جان۔ بالوں سے ہاتھ مت ہٹانا اب! اپنے سر کو خالی اس انسان نے اب محسوس کیا تھا۔ تبھی واپس سے اس کے ہاتھ پکڑتے اپنے بالوں میں رکھے! اسے سکون ملتا تھا مقابل کے ہاتھوں سے!! فائزہ شاہ نے خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلانا

شروع کیا۔ وہ بس اپنی ہی کر رہا تھا تو اس نے بھی بولنا بند کر دیا تھا۔۔ حدائق شاہ نے اس کے پورے پیٹ پر لب رکھتے اپنی آنکھیں اس کے چہرے کی طرف مرکوز کرتے اس کی ناف پر زبان پھیری!! "ش۔۔ شاہ۔۔ نہیں۔۔ کریں پلیز۔۔!! فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی اپنے پیروں کی اُنگلیاں مروڑتے بھاری ہوتی سانسوں کے ساتھ اسے پھر سے منع کیا۔ آج اس کی خیر نہیں تھی!! "ضروری ہے!! آج نہیں فائزہ۔ آج بلکل نہیں!! حدائق شاہ نے دھیرے سے کہتے اس کی کمر کے اطراف میں ہاتھ رکھتے اس کی ناف پر گول گول زبان پھیرنے شروع کی۔۔ وہ اپنے لبوں اور ہاتھوں کی بے باکی سے اس معصوم نازک سی لڑکی کے ہوش اڑا رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ کے چلتے ہاتھ ایک مرتبہ پھر تھم چکے تھے! وہ سسکتے ہوئے پڑی تیز تیز سانس لینے لگی تھی۔ ہاتھ بیڈ شیٹ پر آ چکے تھے!! حدائق شاہ نے اس کی غیر ہوتی حالت دیکھتے اس کی دھڑکنوں کو ہاتھوں میں بھرتے انہیں نرمی سے سہلانا شروع کیا۔ اس کے ہاتھوں میں نرمی تھی۔ سختی وہ ابھی کر نہیں سکتا تھا۔!! "مجھ پر بھروسہ رکھنا جانو۔ صرف اپنے شاہ پر اندھا اعتبار دکھانا۔۔ واپس سے اوپر آ کے اس

کے کان میں سرگوشی کرتے حدائق شاہ نے اپنی شرٹ اتارتے دور اچھالی۔ وہ اپنی سینڈو بھی اُتارتے دور پھینک چکا تھا۔!!"شاہ۔۔ مم۔۔مجھے سونا ہے پلیز! فائزہ شاہ نے روہانسی ہوتے راہ فرار حاصل کرنی چاہی۔ خوف سے اس کی جان نکل رہی تھی!! حدائق شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اس کی ساڑھی کو پکڑتے نرمی سے پنز کھولنی شروع کیں۔ مقابل بولتی رہتی اس نے کونسا سن لینی تھی۔۔ ساری پنز کو ہٹاتے بنااس کی آنکھوں میں دیکھے حدائق شاہ نے اس کی ساڑھی کے فال کو ہٹاتے اپنے کپڑوں کے پاس اچھالا۔ مقابل محض ایک پردے میں اس کے سامنے بچی تھی!! "شاہ۔۔ اس کی بے باک نظریں اپنے جسم پر محسوس کرتے فائزہ نے ہاتھوں سے خود کو ڈھانپنے کی کوشش کرتے روتے ہوئے اسے پکارا۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوں بہنے لگے تھے! یہ انسان اس کی سن ہی نہیں رہا تھا۔ جبکہ وہ یہاں مرنے والی ہو رہی تھی!! ایک نظر اس کے آنسوں دیکھتے حدائق شاہ نے سائڈ ٹیبل کے پاس جھکتے یہاں سے ریموٹ اٹھایا۔ وہ سنجیدگی سے کمرے کی تمام لائٹس ڈم کر چکا تھا۔ اب محض ایک چھوٹی سی بتی جل رہی تھی۔ "رونا

نہیں۔۔چپ کرو اور ہمت دکھاؤ شاباش۔کچھ نہیں ہو گا۔۔اس کے گلے میں ہاتھ ڈال کر اس کے چہرہ اپنے مقابل کرتے حدائق شاہ نے نرمی سے کہتے اس کے ماتھے پر لب رکھے! وہ سائڈ پر آ چکا تھا۔۔ تبھی بیٹھا اس تھوڑا اٹھاتے اس کا چہرہ اپنے مقابل کیے ہوئے تھا۔"شاہ۔۔خدا کے لیے ن۔۔"فائزہ شاہ نے اس کے ہاتھوں کو حدود پار کر کے اپنی تھائیز پر محسوس کرتے روتے ہوئے اسے منع کرنا چاہا۔وہ سختی سے اس کے کندھوں کو تھامے ہوئے تھی۔ جبکہ آنکھوں سے آنسوں کچھ زیادہ ہی بہنے لگے تھے! یہ بے ساختہ تھے!!"بلکل چپ کرو! کچھ کیا ہے ابھی میں نے جو تم رو رہی ہو؟ حدائق شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے سختی سے استفسار کیا۔اسے مقابل کے آنسوں دیکھ کر غصّہ آرہا تھا۔ابھی تو اس نے محض ہاتھ ہی لگایا تھا۔۔"شاہ میں۔۔نے سونا ہے پلیز۔۔اس کی سختی پر مزید آنسوں بہاتے وہ ایک ہی ضد پر اڑی ہوئی تھی۔اس کے حواس سلب ہو رہے تھے!"کچھ نہیں ہو گا میرے لیے تھوڑا سا خود کو تیار کرو! ہمت رکھنا شاباش! ایک گہری سانس بھر کے نرمی سے کہتے حدائق شاہ نے اسے نرمی سے اس آخری پردے سے بھی آزاد کرنا شروع کیا۔

وہی نرم پڑ گیا تھا۔ کیونکہ آج وہ اسے کسی صورت چھوڑنے والا نہیں تھا۔۔ "شاہ مجھے ڈر لگ رہا ہے پلیز۔۔ فائزہ نے پھر سے روتے ہوئے التجائیہ سے انداز میں کہا۔۔ وہ اس کے سینے سے لگی اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی! "کچھ بھی نہیں ہو گا۔ تھوڑی دیر کی بات ہوتی ہے بس! ہمت رکھو! اس کے ہونٹوں پر ہلکا سا بوسا دیتے حدائق شاہ نے اپنے ہاتھ کو نرمی سے اس کی تھائیز پر پھیرا۔۔ وہ اسے سختی سے خود میں بھینچتے آہستہ سے اپنے ہاتھ کو سرکاتے اس کی گہرائیوں تک لے کر جا رہا تھا۔!! "شاہ۔۔ م۔۔ میں۔ مر۔۔ جاؤں گی۔۔ اس لڑکی کا خوف کم ہونے میں ہی نہیں آ رہا تھا۔ مقابل کی تسلیاں ضائع جا رہی تھیں! "چپ۔ صرف مجھے دیکھو۔۔ میں ہوں تمہارے پاس بس! اِدھر میری آنکھوں میں دیکھو۔۔ محسوس کرو بس مجھے! تمھارا شاہ ہے تمہارے پاس! محسوس کرو بس!! حدائق شاہ نے نرمی سے کہتے اس کی گہرائیوں میں ہاتھ لے جاتے ہلکے ہاتھوں سے انہیں سہلانا شروع کیا۔ وہ ساتھ ساتھ اس کے آنسوں اپنے ہونٹوں سے چنتے حلق میں اُتار رہا تھا۔۔ مقابل رو ہی اتنا زیادہ رہی تھی.!! فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی اپنی کمر اوپر کو

اٹھائی۔اس کے جسم میں ہلکی سی لرزش ہونے لگی تھی۔۔ جبکہ رونے میں باقاعدہ ہچکیاں بندھ چکی تھیں۔ مگر یہ ظالم آج اسے چھوڑنے کے لیے راضی نہیں تھا۔

"بس بس۔۔ نظریں مت پھیرو۔اِدھر دیکھو مجھے! یہ تمہارے اور میرے لیے بہت ضروری ہے!! میں نہیں رہ سکتا تمہارے بنا مزید!! اسے نظریں پھیرتے روتے دیکھ حدائق شاہ نے سختی سے اس کی توجہ پھر سے اپنی جانب کروائی۔وہ چاہتا تھا مقابل اس کا ہر لمس دل سے محسوس کرے بس! یہ اسی کے لیے بہت بہتر تھا۔ جبکہ اس کے ہاتھ ابھی تک نرمی سے اس کی گہرائیوں کو سہلانے میں مصروف تھے! اس کے ہاتھ میں کہیں بھی سختی کا عنصر نہیں تھا۔مقابل کمر کو بار بار اوپر اٹھا رہی تھی۔ لیکن مجال تھی جو اس انسان نے ہاتھ ہٹایا ہو۔وہ اس کی مزاحمت کو کسی خاطر میں ہی نہیں لا رہا تھا۔ہاں تو اتنا انتظار کر لیا تھا تھوڑا تھا کیا؟ وہ اب مزید ایک منٹ بھی اس لڑکی کے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔۔ "شاہ۔۔ فائزہ ابھی کچھ بولتی کہ وہ اسے بولنے۔ بھی نہیں دے رہا تھا۔ "شاہ کی جان بس کرو! کس بات کا رونا ہے اتنا؟ میں کوئی زبردستی کر رہا ہوں تمہارے ساتھ؟ اپنے ہاتھ کو ہٹاتے حدائق شاہ

نے نہایت سنجیدگی سے اس کے چہرے کو دیکھا۔ رو تو یہ لڑکی کچھ ایسے ہی رہی تھی۔۔ "شاہ ناراض مت ہو پلیز۔!! ہلکا سا ریلکس ہوتے فائزہ شاہ نے اپنی بھیگی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑی۔ وقفے وقفے سے اس کی ہچکیاں جاری تھیں۔ جبکہ جسم کی لرزش بڑھتی جا رہی تھی۔۔ "بکواس بند کرو اپنی۔ برہمی سے اسے ٹوکتے حدائق نے تھوڑا اوپر کو ہوتے خود کو بھی ہر پردے سے آزاد کیا۔ وہ آج شاید پکا اِرادہ کیے ہوئے تھا۔ جو مرضی ہو جائے وہ رکنے والا نہیں تھا آج!! فائزہ شاہ نے اپنے آنسوں صاف کیے! کتنا بے مروت انسان تھا یہ! حدائق نے خود کو ہر پردے سے آزاد کرتے واپس سے اس کے اوپر آتے آہستہ سے اسے پیچھے بیڈ پر لٹایا۔ وہ شاید بھول گیا تھا کہ وہ ابھی تک اس لڑکی کی اجازت کے خاطر رکا ہوا تھا۔۔ واپس سے اس کے ہونٹوں لب رکھتے اس نے اپنے ہاتھ کو بے باکی سے اس کے پورے جسم پر پھیرا۔ وہ پوری طرح اپنے کام میں مگن تھا۔!! "اجازت ہے؟ توڑ دو آج یہ بندھ میری جان۔ اجازت دو مجھے کہ میں تمہاری روح کی گہرائیوں میں اُتر کر ہمارے رشتے کو مکمل کروں!! ایک لمحے کے لیے اس کے ہونٹوں چھوڑتے وہ پھر

سے اجازت پر آ کر رک گیا تھا۔ اسے اچھے سے یاد تھا۔!! "میں مر۔۔ جاؤں گی شاہ۔!! فائزہ نے دھیرے سے کہتے اس کے کندھوں کو سختی سے تھاما۔ اس کی جان نکل رہی تھی۔!! "مجھے دیکھو بس! صرف میں اور تم ہیں یہاں۔ ہوش کرو اور اپنے دل کو سمجھاؤ یہ بات! صرف ایک مرتبہ کا ڈر ہے تمھارا۔ مجھے یقین ہے تم اس کے بعد بلکل ٹھیک ہو جاؤ گی۔ آج کے لیے ہمت کرو!! حدائق نے نہایت شیریں لہجے میں اسے ریلکس کرنا چاہا۔ وہ جیسے خود پر اس حالت میں ضبط کیے پڑا تھا یہ وہی جانتا تھا۔ اس کے جذبات پیک پر پہنچے ہوئے تھے! مگر ہائے یہ ظالم عورت!! "شاہ۔۔ آپ مجھے۔۔ کبھی چھوڑ۔۔ فائزہ شاہ دل میں پلتا ڈر اسے بتاتی کہ پھر سے وہ بے صبری سے اس کی بات کاٹ گیا تھا۔۔ "تمھیں چھوڑوں گا تو میں خود مر جاؤں گا جان۔۔ کہاں تک کا سوچتی ہو تم؟ میرے جگر کے ٹوٹے وسوسے مت لاؤ دل میں! تمھارا شاہ ساری زندگی اور اگلی دنیا میں بھی تمھارا ہی ہو گا بے فکر رہو!! حدائق شاہ آخری حد تک اپنی کوشش کر رہا تھا۔ اجازت ہے؟ پلیز بولو میری جان۔ میں مر جاؤں گا۔ بے چینی سے تھوڑا اوپر کو ہوتے حدائق شاہ نے پھر سے

پوچھا۔اس کی آواز سے ہی محض اندازہ لگایا جا سکتا تھا اس کی حالت کا۔ جبکہ اس کے ہاتھ تب سے اب تک دھڑکنوں پر ہی رینگ رہے تھے! فائزہ شاہ نے پتہ نہیں کیسے دل میں لاکھ ہمت جمع کرتے آہستہ سے روتے ہوئے ہاں کی صورت میں سر ہلایا۔ وہ اس کی کمر کے گرد ہاتھ باندھتے روتے ہوئے اس کی گردن میں منہ چھپا چکی تھی۔!! حدائق شاہ نے بے یقینی سے مسکراتے بے چینی سے اپنے جسم کو اس میں داخل کیا۔ وہ تو جیسے تیار بیٹھا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے بے ساختہ ہی اس کے کندھے میں سختی سے اپنے ناخن گاڑے! اس کی چیخ بے ساختہ تھی۔۔ جبکہ وہ مزید رونے لگی تھی۔ حدائق شاہ جو دنیا جہاں کا سکون محسوس کرتے آنکھیں بند کر گیا تھا اس کے مزید زور سے رونے کی آواز پر اس نے پریشانی سے آنکھیں کھولتے مقابل کو دیکھا۔۔ وہ ہچکیوں کے ساتھ روتے کانپنے لگی تھی۔ وہ کوئی حرکت نہیں کر رہا تھا۔ بس اپنے جسم کو اس میں منتقل کیے وہ پریشانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ "اِدھر میری طرف دیکھو فائزہ!! حدائق شاہ نے اس کے گال کو تھپتھپاتے اس کی توجہ خود کی طرف کروانی چاہی!! مگر وہ شاید حواس میں نہیں تھی۔ یہ لڑکی بیہوش ہونے کو

تھی۔ جسم بری طرح کانپ رہا تھا۔ جبکہ وہ ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ اسی ایک ڈر کی وجہ سے وہ دونوں ہی آج تک رکے ہوئے تھے!! وہ اسے سن ہی نہیں رہی تھی۔ تکیے پر سر کو پٹخے فائزہ شاہ اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔!! حدائق شاہ جبڑے بھینچتے دھیرے سے اس سے دور ہوا۔۔ ایک مرتبہ پھر وہی ہوا تھا۔ یہ لڑکی اس کی قربت میں اسے ہی محسوس نہیں کر رہی تھی۔ وہ کہیں اور تھی۔ لیکن اس مرتبہ وہ غلط تھا۔ مقابل کسی کے خیالوں میں نہیں تھی اس مرتبہ! وہ بس پینک ہو گئی تھی۔!! خاموشی سے اس سے فاصلہ بناتے حدائق شاہ سنجیدگی سپاٹ چہرے کے ساتھ سائڈ پر ہوا۔ اس پر غضّہ حاوی ہو چکا تھا۔ ابھی وہ خود کو سمبھال رہا تھا۔۔ مقابل کو حوصلہ وہ کیا ہی دیتا؟؟ بیڈ سے نیچے پاؤں لٹکا کر اس کی طرف سے رخ موڑتے حدائق شاہ سنجیدگی سے کسی گہری سوچ کا شکار نظر آ رہا تھا۔۔ ایک جذبات بے لگام ہوئے پڑے تھے جنہیں کنٹرول کرنا اس کے بس سے باہر تھا۔۔ دوسرا یہ عورت اس طرح بیہیو کر رہی تھی۔ اس کی آنکھیں سرخی مائل ہوتے خون چھلکانے لگی تھیں۔ انگ انگ میں بے چینی سی پھیلی ہوئی تھی۔ خوشی کو محض چھو

کر واپس آیا تھا یہ انسان۔!! اپنے پیچھے دیکھنے کی اس میں ہمت نہیں تھی۔ فائزہ کے رونے کی آواز وہ بخوبی اپنے کانوں میں سن رہا تھا۔ لیکن اس مرتبہ وہ اسے تسلی بھی نہیں دے سکتا تھا۔۔ اسے خود کو کسی تسلی یا عورت کی ضرورت تھی! جھنجھلا کر حدائق شاہ اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ابھی بیڈ سے ہی کھڑا ہوتا کہ بروقت ہی اسے کوئی پیچھے سے تھام چکا تھا۔!! فائزہ شاہ نے روتے ہوئے آگے کو ہوتے اس کی کمر سے ہاتھ گزارتے اس کے پیٹ پر باندھا۔ وہ صرف پینک ہوئی تھی۔ اُس وقت کچھ بول نہیں سکتی تھی ہاں لیکن اب سمجھ ضرور گئی تھی۔ یہ اس کے بس سے باہر تھا۔ اب وہ جان بوجھ کر پینک تو نہیں ہوئی تھی نہ؟؟" شاہ۔۔ تھوڑا آگے کو ہوتے اس کے کمر سے لگتے فائزہ نے دھیمے سے اسے پکارا۔ وہ جانتی تھی کہ وہ اپنے چکروں میں اس شخص پر کتنا ظلم کر چکی تھی۔ بیچارہ بے قصور ہو کر بھی سزا کاٹ رہا تھا۔!! حدائق شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے ایک نظر پیچھے کو دیکھا۔ "کوئی بات نہیں! سو جاؤ میں باہر ہوں! زبردستی ہلکا سا مسکراتے حدائق شاہ نے پھر سے بڑے دل کا مظاہرہ کیا۔ وہ سب سمجھتا تھا۔ اس کے ہاتھ کو ہٹاتے وہ بیڈ سے کھڑا ہو رہا تھا۔!!

"اگر آج آپ چلے گئے شاہ تو ساری زندگی کچھ نہیں بن پائے گا۔!!" روتے ہوئے شرم کو ایک طرف رکھے وہ ابھی اپنی زندگی سنوارنے کی کوششوں میں تھی۔ بہت ہو گیا تھا یہ سب کچھ! وہ خود تنگ تھی! حدائق شاہ نے جھٹکے سے گردن موڑ کر اسے دیکھتے دماغ میں ایک مرتبہ پھر اس کی بات کو دہرایا۔ یہ اس کے ذہن میں کیوں نہیں آیا تھا؟؟ واقعی وہ اسے پیار میں زیادہ ڈھیل دے رہا تھا۔۔ واپس سے اسے بازو سے تھام کر بیڈ پر چڑھتے حدائق شاہ پھر سے اس پر سایہ فگن ہوا۔ اب وہ پیچھے نہیں ہٹے گا یہ عزم تھا۔۔ "اِدھر دیکھو میری آنکھوں میں! بعد میں کر لینا شرم۔ ابھی صرف مجھے دیکھو!! حدائق شاہ نے نرمی سے اس کے ہونٹوں کو چومتے اسے تنبیہ کی۔ وہ اپنے جسم کو اس کے جسم سے بری طرح مس کر رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے خاموش آنسوں ابھی تک بہہ رہے تھے! جبکہ جسم کی لرزش تو آج کے دن جیسے ساتھ ہی چپک گئی تھی۔۔ فائزہ شاہ نے سر کو خم دیتے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھی۔ وہ اسے دونوں کندھوں سے سختی سے تھامے ہوئے تھی۔۔ "صرف میں ہوں اِدھر! ہلنا مت اب! نرمی سے کہتے حدائق شاہ نے اس کے

ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھتے پھر سے اس میں اپنے جسم کو بے چینی سے منتقل کیا۔وہ پھر سے رک کر مقابل کی حالت دیکھ رہا تھا۔جو پہلے جیسی ہی ہو رہی تھی۔وہ کانپنے لگی تھی۔کتنا مشکل تھا ان حالات میں اپنے آپ کو بھاڑ میں جھونک کر کسی اور کے جذبات کا خیال کرنا۔۔"بس بس!! میری زندگی، میرا بچہ۔۔ پینک نہیں ہونا فائزہ۔ہوش میں رہو صرف میں ہوں! تمھارا شاہ۔۔اپنے جسم کی کپکپاہٹ کو خود سے روکنے کی کوشش کرو۔۔ شاباش یہ تم ہی کر سکتی ہو! پھر سے خود کو روکے وہ اسے سمجھا رہا تھا۔۔ حدائق شاہ نے اسے کمر سے اٹھاتے نرمی سے اپنے ہاتھوں میں بھرتے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔وہ اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے اس کے کان میں میٹھی میٹھی سرگوشیاں کرتے اسے ریلکس کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔اس کے جذبات بھڑک کر آتش فشاں کی صورت اختیار کیے ہوئے تھے! خود کا چہرہ سرخ پڑ رہا تھا لیکن مقابل کی حالت زیادہ ضروری تھی!! تقریباً دس سے پندرہ منٹ ایسے ہی بیٹھتے اس کے بالوں ہاتھ چلاتے حدائق شاہ نے اسے بلکل ریلکس کیا۔ مقابل اب رونا بند کر چکی تھی یہ شکر تھا جبکہ لرزش محض پیروں میں بچی تھی۔۔وہ

اس کے سینے میں منہ دیے بہت حد تک اب ریلکس ہو چکی تھی! حدائق شاہ نے اسے نارمل ہوتے دیکھ خود پر باندھے تمام ضبط کی حدود کو توڑتے سیدھے کو ہوتے حرکت شروع کی۔ وہ پیچھے تو ہٹا ہی نہیں تھا۔ اس نے ایسے ہی مقابل کو ریلکس کیا تھا۔!! بیڈ پر لٹاتے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھے وہ اپنا ضبط کھوتے اس میں تیزی سے حرکت کرتا اب خود کا سوچ رہا تھا۔!! "ششاہ۔۔۔آہ۔۔پلیز!! اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے ہٹاتے فائزہ شاہ نے بری طرح سسکتے ہوئے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں بھینچا۔۔آنسوں پھر سے بہتے تکیے میں جذب ہو رہے تھے! پہلے وہ خود رو رہی تھی اب حدائق شاہ کی طوفانی شدتیں اسے رلا رہی تھیں۔ مقابل تیز تیز سانسیں بھرتا بنا اس پر رحم کھائے اس میں داخل ہو رہا تھا۔ حدائق شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اس کی دھڑکنوں کے ابھرے حصے پر زبان پھیرتے مزید شدت سے آخری حد تک اس میں داخل ہوا۔۔یہ اتنے عرصے کا سنبھالا ہوا جنون تھا جو آج باہر نکل رہا تھا۔۔اس کی شدتوں سے فائزہ کے جسم کے ساتھ ساتھ بیڈ بھی بری طرح لرز رہا تھا۔ کمرے میں ان دونوں کے ملن آوازیں گونج رہی تھیں!!

"کچھ۔۔۔دیر۔۔چپ کر کے۔۔ برداشت کرو۔ میں نے بھی بہت کیا ہے!
نہایت بھاری ڈیپ آواز کے ساتھ کہتے حدائق شاہ نے واپس سے اس کی دھڑکنوں
میں چہرہ چھپایا۔ کتنا انتظار کیا تھا اس نے آج کے دن کا۔ اسے ابھی تک یقین نہیں
آرہا تھا۔!!"آہہ۔۔۔شاہ۔۔۔فائزہ شاہ نے اس کی طوفانی شدتوں سے بری طرح
روتے اپنی کمر اوپر کو اٹھائی۔ اس کی ٹانگیں لرزنے لگی تھیں۔ مگر مجال تھی جو یہ
انسان رحم کھالیتا۔ پہلے اس نے رحم نہیں کھایا تھا اور اب وہ بے رحم بن گیا تھا۔۔
حساب برابر!! حدائق شاہ نے بے چینی سے اس اپنے بازوں میں اٹھاتے ہلکا سا
مسکراتے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا۔ اس کی سانسیں بری طرح پھول
رہی تھیں جبکہ دونوں کے جسم پسینے سے شرابور تھے! وہ ایک لمحے کے لیے رک
گیا تھا۔!! اس کے ہونٹوں کو سک کرتے حدائق شاہ اسے گود میں اٹھائے بیڈ سے
کھڑا ہوا۔ وہ اسے سختی سے خود میں بھینچے ہوئے تھا۔۔ دونوں کے برہنہ جسم آپس
میں بری طرح مس ہو رہے تھے!! ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھتے حدائق شاہ نے
ایک ہاتھ سے تمام چیزیں سائڈ پر کرتے اسے نرمی سے اس پر بٹھایا۔ وہ پیچھے شیشے

میں دونوں کا عکس مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔اس کا تو دل ہی جھوم اٹھا تھا۔ فائزہ شاہ نے اپنی آنسوں صاف کرتے گہری گہری سانسیں بھرتے اس کے کندھے میں منہ چھپایا۔۔ وہ اتنے میں ہی نڈھال نظر آرہی تھی! "اب یہ ناز کی ختم کرو شاباش۔۔ بھاڑ میں گئی اجازت آج کے بعد دن رات تم مجھے بستر پر ملو! میں بلکل نہیں بخشنے والا اب تمھیں! جتنا تم نے خوار کروایا ہے اب میری باری ہے!! دوبارہ سے جھٹکے سے اس میں سماتے حدائق شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے مسکراتے ہوئے اسے خبر دار کیا۔اس کے ارادے بھی کچھ ایسے ہی لگ رہے تھے! اس کا چہرہ وہ اپنے مقابل کر چکا تھا۔ "فائزہ شاہ نے منہ بسورتے سسکتے ہوئے اس کے کندھے میں منہ دیا۔ سہی کہتا تھا یہ انسان۔ اس نے ڈر کو اپنے دماغ پر حاوی کیا ہوا تھا۔ صرف ایک مرتبہ کی بات تھی اور اب وہ نارمل ہونے لگی تھی۔ایک مرتبہ اس نے ہمت دکھائی تھی اور اب وہ بلکل ٹھیک بیٹھی سسکتے ہوئے اپنے شوہر کی شدتیں سہہ رہی تھی۔!! حدائق شاہ اس کی دھڑکنوں پر قابض ہوا پھر سے بے دردی سے اس میں داخل ہوتے تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔ خاموش کمرے میں ان دونوں

کے ملن کی معنی خیز آوازیں ایک الگ ہی ارتعاش پیدا کر رہی تھیں۔ جبکہ اس میں دونوں کی بھاری سانسوں کی آواز بھی شامل ہوتے ماحول کو رومانوی بنا رہی تھیں۔۔ "تم۔۔بہت خوبصورت۔۔ہو میری جانا۔۔ تھینک۔۔یو سو مچ! اپنی طوفانی قہر کی مانند شدتیں اس کے جسم میں انڈیلتے حدائق شاہ نے ہانپتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ پسینے سے بھر چکا تھا۔ جبکہ اس کی بیوی کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔ وہ بیہوش ہونے کو تھی! "شاہ۔۔میں مر۔۔" "بلکل چپ! برداشت کرو چپ کر کے! سکون محسوس کرو بس!! نرمی سے کہتے حدائق شاہ نے اس کی کمر کے نچلے حصے پر ہاتھ رکھتے اسے ڈریسنگ ٹیبل سے اپنی گود میں شفٹ کیا۔ وہ اس کی ٹانگیں اپنی کمر کے گرد لپیٹے آخری حد تک اس میں داخل تھا۔۔ اتنے عرصے کا جنون تھا۔ ایسے ہی تو نہیں مٹ سکتا تھا۔ وہ آخری حد تک اس میں داخل بے رحم بن رہا تھا۔ ساری رات اسے اپنی محبت کی بارش میں بھگونے کا اِرادہ تھا اس شخص کا۔۔ سال بعد موقع ملا تھا تو اب وہ پورا پورا فائدہ اٹھانے والا تھا۔۔ اندھیرے کمرے

میں ایک دوسرے کے جسم کے ساتھ لپٹے وہ دونوں بلآخر اپنا رشتہ مکمل کرتے دو جسم ایک جان ہو چکے تھے!

قسط نمبر: 1/91

یہ ایک خوبصورت سی صبح تھی جب ہلکی ہلکی بوندیں برستی موسم کو بہت زیادہ خوشگوار بنائے ہوئے تھیں۔ صبح کے وقت بھی ایسا لگتا تھا جیسے رات ہونے والی ہو۔ آسمان پر کالی گھٹائیں چھائی تھیں۔ایسا لگتا تھا جیسے بہت تیز بارش ہو گی۔ لیکن ابھی کے لیے تو بس پچھلے ایک گھنٹے سے ہلکی ہلکی بوندا باندی ہی تھی بس!! پتہ نہیں آگے موسم کا کہ کیا پتہ کب بارش تیز ہو جاتی!! یہ تقریباً صبح کے سات بجے کا وقت تھا۔ جب سنسان علاقے میں بنے اس چھوٹے سے گھر میں موجود دو لوگ اپنی خوشیاں پاتے ایک دوسرے سے لپٹے ابھی تک کمرے میں بند تھے!! حدائق شاہ اس وقت اپنے کمرے میں لیٹا فائزہ شاہ کو اپنی بانہوں میں سختی سے بھینچے کل رات سے جاگا ہوا تھا۔ بلکہ سچ تو یہ تھا کہ اسے ساری رات اور نہ ابھی نیند ہی نہیں

آرہی تھی۔۔ فائزہ شاہ کی جان اس نے ابھی کچھ گھنٹوں پہلے فجر میں ہی چھوڑی تھی۔ یہ نازک سی لڑکی تو بلکل ہی نڈھال ہوتے بیہوش ہونے کو تھی جبکہ حدائق شاہ کا ابھی تک دل نہیں بھرا تھا۔۔ فجر کے وقت بھی اس نے پتہ نہیں کیسے اس کی جان چھوڑتے اسے سونے کی اجازت دے ہی دی تھی۔ مقابل منتوں پر اُتر آئی تھی۔ تبھی وہ پیچھے ہٹ گیا تھا۔۔ فائزہ شاہ تو اس کے سینے پر سر رکھے بیہوشی کی نیند سو چکی تھی لیکن یہ حدائق شاہ ہی تھا جسے نیند کا ن بھی نہیں آیا تھا۔ وہ کب سے جاگتی آنکھوں سے مسلسل مسکراتے ہوئے اس حسین چہرے کو دیکھ رہا تھا جو آنن فانن اس کی زندگی میں آیا تھا اور اسے سب سے زیادہ عزیز ہو چکا تھا۔۔ اس کی آنکھیں ابھی تک سرخ تھیں۔ گزری رات کا خمار ابھی تک آنکھوں سے گیا ہی کب تھا۔ وہ ساری رات کنویں سے پانی پینے کے بعد بھی پیاسا تھا۔۔ فائزہ شاہ اس کے سینے پر سر رکھے اسی کی محض ایک شرٹ میں ملبوس بکھری حالت میں اس کی شدتوں سے چور بدن لیے پڑی تھی۔!! "بس کرو جان شاہ۔۔ ساری زندگی تم سوتی ہی آئی ہو۔ اب اٹھ جاؤ! بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر موجود الارم کی آواز سنتے حدائق

شاہ نے مسکراتے ہوئے چہرہ جھکائے فائزہ کے کان میں سرگوشی کی۔ یہ الارم اسی نے فائزہ کے علم میں لائے بغیر لگایا تھا۔ مقابل کو ایک حد تک سونے دینا تھا اس نے!! آخر کو اس سے اب زیادہ صبر تو بلکل نہیں ہونا تھا۔۔ کچھ خاموش کمرے میں گونجتی الارم کی آواز اور کچھ حدائق شاہ کے بولنے اور فائزہ نے بے ساختہ ہی اپنی نیند کے خمار سے سرخ آنکھیں کھولتے اِرد گرد دیکھا۔ وہ جیسے اچانک ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔ شاید وہ ڈری تھی ہلکا سا یا کچھ اور!! نیند تو خراب ہو ہی گئی تھی!! "کیا ہو گیا؟ الارم ہی بجا ہے بس!! حدائق شاہ نے اسے گھبراہٹ میں دیکھتے نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے بتایا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ اچانک ڈر کر اٹھی ہے! اور یہ فائزہ کے ساتھ عام سی بات تھی! فائزہ شاہ جو سامنے دیکھ رہی تھی اپنے بلکل قریب حدائق شاہ کی آواز سنتے جیسے وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ کہاں ہے۔۔ اس نے کھلتے منہ کے آگے ہاتھ رکھتے آہستہ سے نظریں پھیرتے حدائق شاہ کی طرف دیکھا۔۔ جو معصومیت اور مسکراہٹ سے پلکیں جھپکتے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ "گڈ مارننگ میری زندگی!! شدو مد سے بجتے الارم کی آواز کو ہاتھ آگے بڑھا کر بند

کرتے حدائق شاہ نے سرگوشی نما آواز میں کہا۔۔"ہمم!! محض ہنکارا بھرتے فائزہ شاہ واپس سے اس کے سینے میں منہ دیے شاید دوبارہ سونے کی تیاریوں میں تھی۔ حدائق شاہ اس وقت محض ایک ٹراؤزر میں ملبوس تھا۔"طبیعت ٹھیک ہے؟ اسے تھوڑا ڈاؤن دیکھتے حدائق شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے تھوڑا اوپر کو کرتے اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا۔ اب یہ لڑکی اٹھ ہی گئی تھی تو وہ لازم اسے سونا دیتا ذرا۔۔ "آپ پوچھ رہے ہیں یہ؟ واقعی؟ اس کے کندھے پر ہلکا سا مکا جڑتے فائزہ نے منہ بناتے سیدھا سیدھا طنز کیا۔ مقابل خود ساری رات ظلم ڈھا کر اب طبیعت کا پوچھ رہا تھا۔۔ ظالم انسان۔!! حدائق شاہ کے چہرے پر پھر سے مسکراہٹ رینگی! اسے یہی اُمید تھی!"عادت ڈال لو! میں تو جان نہیں چھوڑتا اب تمہاری! اور یہ سونا کم کر دو اپنا۔۔ پچھلے ساڑھے چار گھنٹے سے تم سو رہی ہو! اب نہیں سونا۔!! اسے اپنی گردن میں منہ چھپاتے دیکھ واپس سے اس کا چہرہ اپنے سامنے کرتے دانت نکالتے اسے پہلے ہی تنبیہ کی گئی۔۔ فائزہ نے بے ساختہ ہی آنکھیں پھاڑتے تھوک نگلا۔ کیا ساری رات کم تھی؟ یہ شخص اب اس کے سونے کا بھی حساب رکھ رہا تھا۔ نیند کو

بھاڑ میں جھونکے وہ دانت پیستے اس بے رحم کو دیکھ رہی تھی جس کے رات میں ڈھائے گئے ظلم سے اس کی ٹانگوں اور کمر میں بری طرح درد تھا۔ کتنی بری طرح کانپ رہی تھی وہ مگر مجال تھی جو یہ انسان رحم کر لیتا۔ وہ پہلے اسے شریف سمجھتی تھی۔ لیکن گزری رات کے بعد اچھے سے اندازہ ہو چکا تھا فائزہ شاہ کو کہ حدائق بلکل شریف نہیں ہے!! اس کے شوہر سے زیادہ بے شرم کوئی نہیں تھا۔ یہاں ہر کسی کی بیوی کو یہی کچھ لگتا تھا۔ لیکن ایک بات تھی کہ اس کا دل حد سے زیادہ مطمئن تھا۔ شائد حدائق سہی کہتا تھا۔ ان کے رشتے کا آگے بڑھنا ان دونوں کے لیے ل بے حد ضروری ہو گیا تھا۔ اچھا تھا سہی وقت پر اس نے عقل سے کام لیا اور حدائق کو اجازت دے دی تھی۔ ایک لمبے عرصے کے بعد اس لڑکی کو دلی سکون سا محسوس ہو رہا تھا۔ کاش کہ ہر ایسی لڑکی کو حدائق جیسا شوہر نصیب ہوتا۔ اس انسان نے سنبھال ہی لیا تھا اس لڑکی کو! وہ نارمل زندگی کی طرف لوٹ آئی تھی۔!! حدائق شاہ نے اپنی مسکراہٹ دباتے اوپر کو چہرہ کرتے اس کی گھورتی آنکھوں پر باری باری اپنے سلگتے لب رکھے! وہ اس کی کمر پر ہاتھ باندھتے اسے مکمل

اپنے اوپر کیے اٹھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا چکا تھا۔!!"شاہ سونے دیں پلیز!!پہلے ہی میرا جسم درد سے چور ہے!ایک اور مرتبہ منت کرتے لہجے میں کہتے فائزہ نے اس کی گردن میں منہ۔چھپایا۔وہ سونا چاہتی تھی۔ابھی اسے بس ڈھیر سارا سونا تھا۔۔"ہمم!!محض ہنکارا بھرتے حدائق شاہ نے اسے اپنے دونوں ہاتھوں میں کسی بچے کی مانند پکڑتے پاؤں سے خود پر سے کمبل ہٹایا۔۔وہ بہت اچھے سے سونے دیتا ذرا اب اسے!نرمی اور ڈھیل کی بھی ایک حد تھی!مقابل کچھ دن تو اب اسے اس کے صبر کا پھل دیتی!وہ ایک رات میں ہی پھر سے ٹوکنے پر آگئی تھی۔!!اپنے پاؤں بیڈ سے نیچے اتارتے حدائق شاہ اسے گود میں لیے کھڑا ہوا۔فائزہ جواب پھر سے سونے کی تیاریوں میں تھی اسے کھڑا ہوتے محسوس کرتے اس نے آہستہ سے گردن سے چہرہ باہر نکالتے سنجیدگی سے حدائق شاہ کو گھورا۔کیا اس انسان کو صبح میں بھی سکون نہیں تھا؟؟"گھورو مت!عادت ڈال لو اس سب کی!بہت تمھیں ڈھیل دی ہے میں نے کہا میں نے!اب تمھیں چاہیے کہ شوہر کی ہر طرح سے خدمت کرو!اور تمہیں نیند کی پڑی ہوئی ہے!شرم کرو کچھ!!اس کی گھورتی

آنکھوں میں دیکھ کر سکون سے جواب دیتے حدائق شاہ نے اپنے قدم آگے کو لیے۔۔اس کے قدموں کا رخ واشروم کی جانب تھا۔اس لڑکی کی نیند بھی تو بھگانی تھی آخر!!"شاہ آپ شرم کریں! تنگ کر رہے ہیں آپ مجھے! منہ بنا کے جواب دیتے فائزہ نے اس کے گلے میں بانہیں حائل کی۔ سنتا تھوڑی تھا یہ لڑکا اس کی! اس کے ساتھ بحث بیکار تھی۔!!"میرا شرم سے کوئی تعلق نہیں! یہ تم ہی کرو!! بے شرمی سے دانت باہر نکال کر کہتے حدائق شاہ پاؤں سے واشروم کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔ وہ پاؤں سے ہی دروازہ بھی بند کر چکا تھا۔۔"نیند آئی ہے؟ اسے آنکھیں موندے اپنے سینے سے لگتے دیکھ حدائق شاہ نے چہرہ نیچے جھکاتے نرمی سے استفسار کیا۔ پوچھ وہ ایسے رہا تھا جیسے اگر آرہی ہو تو اس نے سونے دے دینا تھا۔ "جیسے آپ نے سونے دے دینا ہے؟ بنا آنکھیں کھولے دل کی بات کی گئی۔ وہ جان چکی تھی اس انسان کو بھی اور اس کے ارادے کو بھی!" سمجھدار ہو!! شاور کے نیچے جاتے حدائق شاہ نے اسے نرمی سے خود سے تھوڑا دور کرتے دیوار کے ساتھ لگایا۔ وہ خود اس کی کمر کے نچلے حصے پر ہاتھ رکھے اس تھامے ہوئے تھا۔۔"شاہ پلیز!!

فائزہ شاہ نے اس کے ارادے بھانپتے پھر سے التجا کرنی چاہی! "شش۔۔ پہلے تم میری خدمت کرو پھر میں تمہاری کر دوں گا۔ دوائی دے دوں گا درد دوں کی! دبا بھی دوں تمھیں! اب مزاحمت مت کرنا۔۔ سنجیدگی سے اسے ٹوکتے حدائق شاہ نے بنااس کے جواب کو سنے اس کے لبوں پر اپنی گرفت جمائی۔ وہ ہاتھ پیچھے کو لیے جاتے ساتھ ہی شاور بھی آن کر چکا تھا۔۔ شاور سے نکلتا ٹھنڈا پانی اچانک ہی بوندوں کی صورت ان پر آتے گرا۔۔ فائزہ شاہ بے ساختہ ہی ٹھٹھرتے ہوئے تھوڑا آگے ہوتے مزید اس سے چپکی۔ ایک آج ویسے ہی ٹھنڈ تھی اوپر سے یہ یخ پانی!! حدائق شاہ نے آگے کو ہاتھ بڑھاتے گرم پانی کو آن کرتے شدت سے اس کے ہونٹوں کو سک کیا۔ اس کی کل رات کی شدتوں سے مقابل سنبھلی نہیں تھی اور وہ پھر سے اسے اپنے پیار کی بارش میں بھگو رہا تھا۔۔ شاور سے گرتے پانی کی وجہ سے منٹ میں ہی وہ دونوں بھیگ چکے تھے! حدائق شاہ نے اس کی زبان کے ساتھ اپنی زبان لڑاتے اسے مزید خود میں بھینچا۔ وہ اسے ڈیپ کس کرتے بے باکی سے اس کی کمر کے نچلے حصے پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔ وہ مکمل مدہوش ہو چکا تھا۔۔ فائزہ شاہ اس کے

گلے میں بازو ڈالے آنکھیں بند کیے اس کی شدت کو برداشت کر رہی تھی۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اس بے شرم کو! کافی دیر تک مقابل کی سانسیں بلکل ختم ہوتی محسوس کرتے حدائق شاہ نے آہستہ سے اس سے دور ہوتے اس کی گردن میں منہ چھپایا۔ فائزہ شاہ اپنے ہاتھوں کو اس کے بالوں تک سرکاتے گہری گہری سانسیں بھرتے آنکھیں موندے ہوئے تھی۔!! "تم بہت خوبصورت ہو جانو۔۔ تمھارا یہ جسم پاگل کر دیتا ہے مجھے!! بے صبری سے اس کی گردن پر اپنی زبان لک کرتے حدائق شاہ نے بوجھل آواز کے ساتھ دھیمے سے اس کی تعریف کی۔!! مقابل کی گردن پہلے ہی اس کی وجہ سے لال سرخ ہوئی پڑی تھی۔ جگہ جگہ نشانات بنے تھے! وہ انہی نشانوں پر زبان پھیر رہا تھا۔۔ "شاہ۔۔ تیز سانسوں کے ساتھ فائزہ نے دھیرے سے اسے پکارا۔۔ "جی میرے بچے! فوراً ہی بنا اسے دیکھے محبت سے جواب آیا۔ وہ اس کی کمر سے ہاتھ ہٹاتے شرٹ تک لے آیا تھا۔۔ "آئی لو یو سو مچ شاہ۔۔ آپ نہ ہوتے تو میں کبھی ٹھیک نہیں ہو پاتی؟ نظریں جھکائے آہستہ سے بولتے فائزہ شاہ نے اس کی گردن میں منہ چھپایا۔ بنتا تھا اس کا اظہار۔۔ اسے کرنا

چاہیے تھااور وہ کر بھی چکی تھی۔ کیونکہ یہ سچ تھا کہ وہ دل سے اس شخص کی مشکور تھی۔!! اس کے اظہار پر حدائق شاہ ایک لمحے کے لیے رکا۔۔ دوسرے لمحے وہ مسکراتے ہوئے اس کے کندھے پر عقیدت سے لب رکھ چکا تھا۔!! "آئی لو یو ٹو میری زندگی، میری دھڑکن، میرا دل، میرا سب کچھ! محبت سے چور لہجے میں کہتے حدائق شاہ نے نرمی سے اس کے کندھوں سے شرٹ نیچے کو سرکائی۔۔ شرٹ بے حد کھلی تھی۔ تبھی بٹن کھولنے کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ وہ آگے خود ہی گرتی چلی گئی تھی۔ "نائس!! اس کے برہنہ جسم پر اپنے رات کے چھوڑے گئے نشانات دیکھتے بے ساختہ ہی حدائق شاہ کے منہ سے پھسلا۔ وہ اپنے آرٹ کو خود ہی سراہ رہا تھا۔ کیونکہ یہ اس کا پہلا بنایا گیا آرٹ تھا۔۔ فائزہ شاہ نے منہ بسورتے اس کے کندھے پر مکا جڑا۔ بدتمیز انسان۔ شاور سے ابھی تک پانی گرتا دونوں کو مکمل بھگا چکا تھا۔ نرمی سے اس کی دھڑکنوں پر لب رکھتے حدائق شاہ نے شرٹ کو مکمل اس کے جسم سے علیحدہ کیا۔ وہ بہت آرام سے اس کی لال سرخ ہوئی دھڑکنوں پر لب رکھ رہا تھا۔ گویا کہ اپنے دیے گئے زخموں پر مرہم رکھ رہا تھا۔ رات میں وہ زیادہ ہی

وائلڈ ہو گیا تھا۔!! فائزہ شاہ سسکتے ہوئے پیچھے دیوار سے سر کو لگائے ہوئے تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں جبکہ سانسیں بھاری ہو رہی تھیں۔اس کی ساری نیند اڑن چھو ہو چکی تھی۔ سونے ہی نا دیتا یہ انسان اسے!! حدائق شاہ نے اس کی دھڑکنوں سے اپنے لبوں کے لمس سے مہکاتے دھیرے سے اپنے ٹراؤزر کو نیچے سرکایا۔۔وہ اپنی نشیلی لال سرخ ہوتی آنکھیں فائزہ پر گاڑے ہوئے تھا۔جذبات میں طغیانی مچی ہوئی تھی۔اس کی آنکھیں کھلوانے کی خاطر حدائق شاہ نے اپنے ہاتھ کو سختی سے اس کی تھائیز پر پھیرا۔ وہ دماغ میں کچھ سوچتا اسے لیے سلیب کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ جبکہ ہاتھ دونوں تھائیز پر ہی تھے! یہ تو فائزہ تھی جس نے اپنی ٹانگیں بروقت اس کی کمر کے گرد لپیٹ لی تھیں۔ ورنہ وہ یقیناً گر جاتی!! "کس می!! آگے کو قدم بڑھاتے حدائق شاہ نے اسے حکم دیا۔۔ "ہیں؟ فائزہ جو آنکھیں کھولے ہونٹ کاٹ رہی تھی کہ اس کے حکم پر بے ساختہ اس کے منہ سے پھسلا۔ وہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی! "کس کرو جان۔۔ جتنا تم ساتھ دو گی میری طرف سے اتنی نرمی پاؤ گی! مسکرا کے بوجھل سی آواز میں کہتے حدائق شاہ نے نرمی سے اسے

سلیب پر بٹھایا۔ وہ اسے دھمکی دے رہا تھا۔!! "شاہ بہت بے شرم ہیں آپ!! فائزہ منہ بسورتے اس کے کندھے سے لگی! کر ہی نہ دیتی وہ اسے کس! اتنی ہمت نہیں تھی اس کے اندر!! "نہیں کر رہی تم؟ حدائق شاہ نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔ مقابل کبھی اس کی بات سنتی ہی نہیں تھی۔ اسے سنجیدہ ہونا پڑتا تھا۔۔ "شاہ۔۔ جھنجھلاتے ہوئے فائزہ نے اسے دیکھا۔ کیوں تنگ کر رہا تھا وہ؟؟ حدائق شاہ نے خاموشی سے اسے دیکھتے اس کی ٹانگوں کے درمیان فاصلہ بناتے خود کو اس پر سہی سے ایڈجسٹ کیا۔!! وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے اپنے سلگتے وجود کو بے رحمی سے اس میں منتقل کر چکا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے کراہتے ہوئے اس کے کندھے میں ناخن گاڑتے اپنی گردن پیچھے کو پھینکی۔ ایک لمحے کے لیے لرزہ طاری ہوا تھا اس پر لیکن فوراً ہی ٹھیک بھی ہو گیا تھا۔۔ کہاں کی نرمی؟ کونسی نرمی؟ حدائق شاہ آخری حد تک خود کو اس میں پیوست کیے بے رحمی سے اس کے جسم میں اسٹروکس دے رہا تھا۔ فائزہ شاہ بری طرح سسکتے ہوئے اس کے کندھوں سے تھامے ہوئے تھی۔ یہ شدت رات سے زیادہ تھی۔۔ "ش۔۔۔ خدا کے لیے۔۔۔ آہہہ۔۔ آہستہ۔۔۔

آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوں لیے فائزہ شاہ نے اس سے درخواست کی! وہ چیخنے کو تھی۔ کمر میں بری طرح درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھی۔!! حدائق شاہ اپنے کان لپیٹے اس کی دھڑکنوں کو منہ میں لیے مکمل طور پر اپنے کام میں مصروف تھا۔ وہ بنا رکے اس کے جسم میں اندر باہر ہوتا تیزی سے اس میں حرکت رہا تھا۔ وہ اپنے جسم کی آخری حد تک اس کے جسم میں انڈیلے خود سکون کی اتھاہ گہرائیوں میں تھا۔!! "ٹانگیں کھولو۔۔ اسے اپنی ٹانگوں کو مکمل بند کرتے دیکھ حدائق شاہ اس کے چہرے پر دبی دبی آواز میں غرایا۔ اس کی خود کی سانسیں پھولی ہوئی تھیں۔ جسم پسینے سے شرابور تھا۔۔ فائزہ شاہ نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ مقابل بے رحم ہو رہا تھا۔ وہ اسے مزید برداشت کرتی تو یقیناً مر جاتی۔ اس میں ہمت نہیں تھی۔!! حدائق شاہ نے ہونٹ بھینچتے اس کی تھائیز پر ہاتھ رکھے زبردستی انہیں آخری حد تک کھولا۔ ایسے نہیں تو ایسے ہی سہی!! ایسا لگتا تھا جیسے وہ بہت غصے میں ہو! اس کی آنکھیں خون چھلکا رہی تھیں۔!! "شاہ۔۔ پلیز۔۔ میری کمر میں درد ہے بہت! اپنی ہر مزاحمت کو ضائع جاتے دیکھ فائزہ نے روتے ہوئے منت سی کی۔ وہ کیا کرتی

بھلا۔۔ "تمہاری ٹانگیں ذرا بھی کلوز نہ ہو! ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔ اس کی منتوں کو اگنور کر کے سختی سے کہتے حدائق شاہ بے دردی سے اس میں دوبارہ سے داخل ہوا۔۔ وہ سکون کے ساتھ اپنی آنکھیں موندے اس کی دھڑکنوں کو سختی سے اپنے ہاتھوں میں بھینچتے اپنے پورے جسم کو اس میں داخل کیے بری طرح اسٹروکس دے رہا تھا۔ اس کی خود کی سانسیں بری طرح پھول رہی تھیں۔۔ فائزہ شاہ نے اسے دونوں کندھوں سے تھامتے روتے سسکتے ہوئے اس بے رحم کو دیکھا۔ وہ اچھی طرح جانتی تھی یہ ظلم کیوں ہو رہا ہے! سختی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے فائزہ شاہ نے اس کا چہرہ آگے کو کرتے سختی سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا۔۔ اس کے علاوہ بچنے کا کوئی راستہ نہیں تھا اس کے پاس!!

"کوئی۔۔ ضرورت۔۔۔ نہیں ہے! جب۔۔۔ بولا تھا۔۔ تب کیا مصیبت ۔۔ تھی۔۔ تم۔۔ تمھیں؟ برداشت کرو اب۔۔ چپ کر کے! نہایت بھاری میں آواز میں پھولتی سانسوں کے ساتھ اسے خود سے دور کر کے کہتے حدائق شاہ مزید شدت پسند ہوا۔ وہ اس کے لبوں کو خود سے دور کر چکا تھا۔ ابھی اسے غصّہ بہت آیا

ہوا تھا۔!! فائزہ شاہ آنکھوں میں ڈھیروں آنسوں لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ مقابل اسے کیسے جھٹک سکتا تھا آخر؟؟ایک تو اس نے ہمت دکھائی تھی اوپر سے اس انسان کے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے تھے!! حدائق شاہ نے اسے تھوڑا پیچھے کو لٹاتے اسے پاؤں سے پکڑ کر اپنے نزدیک کرتے نیچے کو جھکتے اس کی تھائیز پر نرمی سے لب رکھے! وہ پھولتی سانسوں کے ساتھ پھر سے اس میں داخل ہو چکا تھا۔۔ دل تھا کہ بھرنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ وہ بنا مقابل کی پرواہ کیے اس کی گردن میں چہرہ چھپائے تیز تیز سانسیں بھرتے اپنے بھڑکتے جذبات کو شدت سے اس پر اُتار رہا تھا۔۔ وہ کل رات سے زیادہ قہر بن کر ٹوٹا تھا مقابل پر! غصے میں وہ خود پر قابو نہیں رکھ پایا تھا۔۔ فائزہ شاہ سلیب کو ایک طرف سے پکڑے روتے ہوئے درد سے چور بدن کے ساتھ خاموشی سے پڑی تھی۔ اسے اُمید نہیں تھی حدائق سے ایسی! اچھی طرح اپنی ضرورت پوری کرتے حدائق شاہ ہانپتے ہوئے جھٹکے سے اس پر گرا۔ وہ سلیب پر آدھا اس کے اوپر گرا تیز تیز سانسیں بھرتے اپنی بے ترتیب سانسوں کو درست کر رہا تھا۔۔ دونوں کے درمیان خاموشی کا راج تھا۔ دونوں ہی اپنی اپنی

سانسوں کو درست کرنے کی کوششوں میں تھے!! فائزہ شاہ ہلکا سا لرز رہی تھی۔ وہ خاموش آنسوں بھی بہا رہی تھی۔!! "آج کے بعد وقت پر بات مان لینا۔ ورنہ ابھی تم نے صرف ڈیمو دیکھا ہے! میں اگر اچھا ہوں تو برا بنتے بھی دیر نہیں لگتی!! سنجیدگی سپاٹ سے انداز میں کہتے حدائق شاہ نے اس کے گالوں پر لب رکھے! اس کی سانسیں نارمل ہو چکی تھیں۔ فائزہ شاہ نے خاموشی سے اسے دیکھتے اپنی آنکھیں پھیری۔ شکوہ کرنا ضروری نہیں سمجھا اس نے! مقابل اپنی پر آیا ہوا تھا۔۔ ابھی اسے وہ کچھ کہتی تو اس نے بلکل نہیں سمجھنا تھا۔ تبھی وہ چپ ہی تھی۔۔ اپنی پوری طاقت لگا کر اسی خود سے سائڈ پر کرتے فائزہ آہستہ سے اٹھ کر بیٹھی۔ وہ اپنے آنسوں صاف کرتے بنا اسے دیکھے سلیب سے کھڑی ہو چکی تھی۔ اس کا جوڑ جوڑ درد سے ٹوٹ رہا تھا۔۔ "نخرے دکھانے کی ضرورت نہیں ہے زیادہ۔ میرا کبھی تو احساس کیا کرو۔ ہمیشہ میں ہی اس رشتے میں ایفرٹس دکھاتا رہوں؟ ایک کس ہی تو مانگی تھی تم سے بس! مجال ہے کبھی شوہر کو خوش کیا ہو تم نے! سنجیدگی سے کہتے حدائق شاہ اس سے پہلے ہی تیزی سے شاور کے نیچے جاتے کھڑا ہوا۔ اپنے ظلم پر اسے ذرا بھی

پچھتاوا نہیں تھا۔۔ فائزہ شاہ نے ایک خاموش نظر اس پر ڈالتے آگے کو بڑھتے اپنی شرٹ زمین سے اٹھانی چاہی جو زمین پر پڑی ساری گیلی ہو چکی تھی۔۔ وہ شرٹ حدائق شاہ کے پاؤں کے پاس پڑی تھی۔۔ ابھی وہ آگے بڑھتے شرٹ اُٹھانے کے لیے جھکتی کہ حدائق شاہ نے اسے پہلے ہی بازو سے پکڑتے اسے دیوار کے ساتھ پن کیا۔!! "کیا ہوا میرے بچے کو؟ کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟ معصومیت سے پلکیں جھپکتے اس نے اسے دونوں بازو سے تھامے استفسار کیا۔ وہ ایسے پوچھ رہا تھا جیسے اسے پتہ ہی نہیں ہو! ہمیشہ کی طرح غصّہ محض اس کا کچھ دیر کا ہی تھا۔ لیکن یہ کچھ دیر مقابل کو زیادہ بھاری پڑی تھی۔!! فائزہ شاہ نے اپنے آنسوں صاف کرتے شکوہ کناں نظروں سے اسے دیکھا۔ وہ ایسے پوچھ رہا تھا جیسے اسے پتہ ہی نہیں ہو کہ آخر ہوا کیا ہے! یہ انسان حد سے زیادہ بد تمیز ہو جاتا تھا۔۔ "چھوڑیں مجھے باہر جانا ہے! اس سے اپنے بازو چھڑوانے کی کوشش کرتے فائزہ شاہ نے اس سے دور ہونا چاہا۔ وہ پوری لال سرخ ہوئی پڑی تھی۔ کچھ سردی اور کچھ شرم سے وہ لال پیلی ہوئی پڑی تھی۔ اوپر سے یہ انسان ایسے پوچھ رہا تھا جیسے اسے کچھ پتہ ہی نہیں ہے!

"ارے میرے جگر کے ٹوٹے کیوں بھول جاتی ہو تمھارا شوہر ایک ڈھیٹ انسان ہے! کہاں ہے درد میرے بچے کو؟ جلدی سے بتاؤ۔!! شاور کو بند کرتے حدائق شاہ نے محبت سے مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔ وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے اسے اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔!! "شاہ میرا پورا جسم درد کر رہا ہے! اس کے لہجے میں پھر سے محبت محسوس کرتے فائزہ شاہ شدید روتے ہوئے جواب دیتے ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔ ابھی اسے بس اپنے درد کی پرواہ ہو گئی تھی جس کا قصوروار بھی مقابل ہی تھا۔ وہ کسی چھوٹی بچی کی مانند تھی جسے کوئی مار دے تو وہ رونے بیٹھ جاتی تھی اور تھوڑی دیر بعد یہ منائے تو بنا نخرے دکھائے فوراً مان جاتی تھی۔ حدائق شاہ کے ساتھ اس کا یہی حساب تھا۔!! وہ ہمیشہ اس کے ایک نرم جملے پر پگھل جاتی تھی۔۔ "بس بس!! اتنا روتا ہے کوئی؟ میری شہزادی۔ سوری نا؟ نرمی سے کہتے حدائق شاہ نے ہونٹ کاٹتے معافی مانگی۔۔ اسے بہت زیادہ ریگریٹ ہو رہا تھا۔ کیا ضرورت تھی اسے غصے میں اتنا پاگل ہونے کی!! فائزہ شاہ نے روتے ہوئے اس کے سینے میں منہ چھپایا۔ "چلو شاور لیتے ہیں پھر کرتے ہیں تمہارے درد کا علاج

بھی! گھر بھی جانا ہے اور میں نے کام پر بھی جانا ہے! آجاؤ شاباش! نرمی سے اس کے ہونٹوں پر بوسا دیتے حدائق شاہ نے واپس سے شاور آن کیا۔ وہ اسے اور خود کو اچھی طرح شاور دلوا رہا تھا۔ ساتھ ساتھ اس کی بے باکیاں بھی اپنے عروج پر تھیں۔۔ جبکہ فائزہ بھی بنا چوچاں کیے خاموشی سے اس کی بے باکیاں سہہ رہی تھی۔ وہ اس انسان کا کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ لیکن ایک تسلی تھی کہ اب اس نے کہہ دیا ہے تو وہ واقعی اس کے درد کا علاج کر دے گا۔ تبھی وہ خاموشی سے اس کے ہاتھوں سے شاور لیتے خود بھی سکون میں تھی۔۔

یہ تقریباً دن کا وقت تھا جب کوٹھے جیسی جگہ کی رونق اپنے عروج پر تھی۔ جب تک لوگوں کا ایمان کمزور تھا تب تک یہ رونق ایسے ہی قائم و دائم رہنے والی تھی۔!! ایسے میں مہرماہ اس وقت اپنے کمرے میں آئینے کے سامنے کھڑی تیار ہونے میں مصروف تھی۔ وہ شاید ابھی نہا کر نکلی تھی۔ تبھی دوبارہ سے میک اپ کرتے اپنی خوبصورتی کو مزید نکھار رہی تھی۔۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔

راحیل خان سے اس کا رابطہ فلحال بند تھا۔ کیونکہ اس نے خود بند کیا ہوا تھا۔ کال کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا اسے!! جبکہ راحیل خان خود بھی جیسے بھول ہی گیا تھا۔ اس بیچارے کے اپنے مسئلے ہزاروں تھے وہ اسے کیا ہی کال کرتا۔ آبان خان نے اس کا جینا حرام کیا ہوا تھا۔ راحیل نے یہ بات مہرماہ کو بھی بتائی تھی کہ آبان اس کی مدد کو راضی نہیں ہے! بس تبھی سے اس کے دل میں موجود اُمید کا دیا مزید بجھ چکا تھا۔ مدحا اور آبان خان سے بیٹھے بیٹھے اسے نفرت ہوتی تھی۔ انہی دونوں کی وجہ سے وہ ابھی تک یہاں سے نہیں نکل سکی تھی۔ ایسا اسے لگتا تھا۔۔ اپنے دماغ سے سوچوں کو جھٹک کر ایک نظر اپنی تیاری پر ڈالتے مہرماہ آئینے کے سامنے سے ہٹی۔ ابھی وہ فارغ تھی۔ جو دو تین گاہک آئے تھے انہیں چندہ نے کسی نئی لڑکی کے پاس بھیج دیا تھا۔۔ اچھی طرح تیار ہو کر مہرماہ اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے باہر نکلی۔ باہر وہی ماحول تھا جسے دیکھ دیکھ کر وہ تھک چکی تھی۔ کاش کہ راحیل خان آبان سے اتنی محبت نا کرتا کہ وہ بندہ اس کے راستے میں رکاوٹ بن رہا تھا اور راحیل اسے کچھ کہہ ہی نہیں رہا تھا۔ راحیل نے اسے آخری مرتبہ بات کرتے وقت یہی کہا تھا کہ وہ

آبان کو کچھ نہیں کہہ سکتا۔اس نے تو یہ تک کہہ دیا تھا کہ آبان جب تک راضی نہیں ہو گا تب تک وہ اسے بھی نہیں نکلوا سکے گا۔ وہ مکمل آبان پر ڈپینڈ تھا۔۔اسی لیے وہ آبان خان کو دیکھے بغیر بھی نفرت کر رہی تھی۔۔

مہر ماہ اِدھر آ کر میری بات سن ! ! مہر ماہ جو اپنی ہی سوچوں میں مصروف تھی کہ " نیچے سے ایک آواز سنتے وہ سوچوں سے باہر نکلی۔ وہ ریلنگ کے پاس کھڑی تھی جہاں سے نیچے اسے آسانی سے دیکھا جا سکتا تھا۔"ہاں بول ! ! نیچے کی جھانکتے اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔نیچے اسی کی طرح کی کوئی لڑکی کھڑی تھی جو اسے بلا رہی تھی۔۔" نیچے آ پھر بتاتی ہوں ! ! اسے بلا کے کہتے وہ اندر کی طرف بڑھی۔۔ مہر ماہ نے پیچھے کو ہوتے ایک گہری سانس بھری۔ وہ سر جھٹکتے نیچے کی جانب قدم لے رہی تھی۔اب اس نے بلا ہی لیا تھا تو وہ انکار نہیں کر سکتی تھی۔ ورنہ ویسے یہ سچ تھا کہ سب کوٹھے میں اسے مغرور سمجھتے تھے ! کوئی بھی لڑکی اس سے بات کرتے وقت سوچتی ضرور تھی ! وہ چندہ بائی کی پسندیدہ تھی۔اور کچھ اپنے حسن کا تھوڑا

غرور تھا اس میں ! لیکن وہ یہاں کسی کے ساتھ بھی بری نہیں تھی۔!! نیچے کی طرف جاتے اس نے اپنے قدم اسی جانب لیے جہاں وہ لڑکی گئی تھی۔ سامنے ہی لائن میں کمرے سے بنے تھے !! وہ گزرتے اسی لڑکی کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ شاید اسے اندازہ تھا۔۔ کمروں کے پاس سے گزرتے وہ ابھی آگے بڑھتی کہ کچھ شور کی آواز سنتے اس کے قدم رکے ! کوئی چیخ رہا تھا۔ ویسے یہ عموماً بہت عام سی بات تھی۔ نئ لڑکیاں یہاں آکر شروع میں ایسے ہی چیخ و پکار کرتی تھیں۔ بعد میں وہ سب بھی حالات سے سمجھوتا کرتے خاموش ہو جاتی تھیں۔!! "رک کیوں گئی ہے آجا۔۔ وہ لڑکی جو دروازے میں ہی کھڑی تھی اسے رکتے دیکھ اُس نے پھر اسے اسے پکارا۔ وہ کچھ فاصلے پر ہی کھڑی تھی اس سے !! شاید اسے مہر ماہ سے کوئی کام تھا۔۔ "یہ چیخ کون رہی ہے اتنا؟؟ کوئی نئ آئی ہے کیا؟؟ اس لڑکی کی طرف دیکھتے مہر ماہ نے اس سنجیدگی سے استفسار کیا۔ کوٹھے میں نئ آنے والی لڑکیوں کو ابھی تک اس نے نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنی ہی الجھنوں میں اتنا مصروف تھی۔ کسی اور پر کیا ہی دھیان دیتی !! "ہاں نا ایک تین لڑکی آئی ہیں۔ دو تو مان گئی ہیں لیکن ایک اللہ

معاف کرے بڑی ہی ڈھیٹ ہڈی ہے! وہ جتنی خوبصورت ہے اتنی ہی اکڑ ہے اس میں! اتنا مار چکی ہے چندہ اسے! مگر مجال ہے جو وہ مانی ہو!! ویسے ایک بات ہے اگر وہ مان جائے تو۔۔۔" بات کرتے کرتے وہ اس کے نزدیک آچکی تھی۔ایک لمحے کے لیے چپ ہوتے اس نے تمسخراتی نظروں سے مہرماہ کے چہرے کو دیکھا۔!! "تو؟؟ مہرماہ نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی جس نے بات ادھوری چھوڑ کر سسپینس پیدا کر دیا تھا۔۔"تو یہ کہ کوٹھے کی تاریخ میں پہلی مرتبہ تیرا ریکارڈ ٹوٹے گا۔ تیرے چہرے پر معصومیت نہیں ہے! اس کے چہرے پر تجھے اندازہ نہیں ہے کس قدر معصومیت ہے! کیا لڑکی ہے یار وہ۔۔ بلکل آسمان سے اُتری حور لگتی ہے! اگر وہ یہاں نہ پھنستی تو یقیناً کسی ریاست کی شہزادی ہوتی۔۔ تیرے سے زیادہ پیاری اور اچھی ہے وہ! لیکن ایک مسئلہ ہے کہ وہ مان نہیں رہی۔۔پہلے جتانے کے انداز میں اسے بتاتے آخر میں اس نے افسردگی سے کہا۔اس کے لہجے میں ہی مہرماہ کے لیے جلن دیکھی جاسکتی تھی۔آخر ان سب کو اب موقع ملا تھا مہرماہ کے مقابل کسی کو لانے کا۔ جس کا وہ فائدہ بھی اٹھا رہی تھی۔مہرماہ کے چہرے کی سنجیدگی مزید بڑھی۔

کہنا کیا چاہتی تھی آخر یہ عورت اسے؟ اور وہ کون تھی جو اس سے زیادہ حسین تھی؟؟ "میرے سے زیادہ اگر چندہ اور گاہکوں کو وہ خوش کر دے تو میرا نام بدل دینا تم! ہو گی وہ خوبصورت مگر تم سب جانتے ہو کہ میرے جتنا کوئی یہاں ٹک نہیں سکتا۔!! سنجیدگی سے جواب دیتے مہرماہ دماغ میں یہ سوچ رہی تھی کہ آخر کون ہے وہ لڑکی؟ اسے تجسس ہو رہا تھا۔ "ارے میں تو ویسے ہی بتا رہی تھی تمھیں! تم تو برا ہی مان گئی ہو!! چالاکی سے اس لڑکی نے فوراً ہی چاپلوسی کی۔۔ "کام تھا تمہ۔۔ابھی مہرماہ اس سے کچھ کہتی کہ اندر سے آتی ایک زوردار چیخ کی آواز سنتے ان دونوں کی نظر بے ساختہ ہی اپنے دائیں طرف موجود کمرے کے دروازے پر گئی۔ یہ جہاں آراء کی چیخ تھی۔!! "ارے بیڑا غرق ہو اس لڑکی نے کیا کر دیا جہاں آراء کے ساتھ!! اس لڑکی نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر کہتے کمرے کی جانب قدم لیے! اسے پتہ تھا کہ اندر جہان آراء اس نئ آئی لڑکی کو رقص سکھانے گیا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔۔ مہرماہ ابھی سر جھٹکتے واپسی کو قدم لیتی کہ نجانے کیا سوجتے وہ خود بھی اسی کمرے کی طرف بڑھی۔ آخر وہ بھی تو دیکھتی اُس نئ آئی لڑکی

کو جس کے آتے ساتھ ہی چرچے شروع تھے !اس تجسس ہو رہا تھا اس بندی کو دیکھنے کا۔ تبھی اسے دیکھنے جا رہی تھی۔۔

کمرے کے اندر داخل ہوتے لڑکی نے بے ساختہ ہی اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ جہاں آراء ایک طرف اپنے سر سے نکلتے خون پر ہاتھ رکھے چیخیں مار رہا تھا جبکہ وہ پری پیکر ایک طرف سکڑی سمٹی بیٹھی گھٹنوں کو سینے پر فولڈ کیے ساکت نظروں سے اس خون کو دیکھ رہی تھی۔ جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو کہ وہ کسی کو مار سکتی ہے !! وہ زمین پر بیٹھی تھی ! پچھلے اتنے دنوں سے جیسے وہ یہاں خود کو بچا کر رکھ رہی تھی یہ تو وہی جانتی تھی۔ مجال تھی جو بیہوشی کے علاوہ ایک لمحے کے لیے بھی اس کی آنکھ لگی ہو ! عزت جانے کا ڈر موت سے زیادہ تھا۔۔ ہاں وہ وہی تھی۔ "مدحا نسیم !! جو پچھلے اتنے دنوں سے خود پر ظلم برداشت کر رہی تھی۔ ابھی جہاں آراء اسے رقص سکھانے آیا تھا جب وہ پتہ نہیں کہاں سے اتنی ہمت خود میں لاتے شیشے کا واس اٹھاتے اس کے سر میں مار چکی تھی۔ نجانے وہ اتنی بہادر کب بنی تھی۔!! "ارے

کمبخت ماری یہ کیا کر دیا تو نے ؟اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے اس لڑکی نے مدحا کی طرف دیکھ کر کہتے تیزی سے جہاں آراء کی طرف اپنے قدم لیے جو درد سے تڑپ رہا تھا۔ کانچ اس کے سر میں پیوست تھا شاید۔!! اس کے دروازے سے ہٹتے ہی مہرماہ سنجیدگی سے کمرے میں داخل ہوئی۔اس کی پہلی نظر جہاں آراء تک گئی تھی جبکہ دوسری نظر پورے کمرے سے ہوتی ایک جگہ پر ایک انسان پر جاتے اٹکی۔۔ جہاں آراء کو اس نے سرے سے ہی اگنور کیا تھا۔۔ جبکہ اس کی نظر سامنے تھی۔اچانک ہی اس لڑکی کو دیکھتے مہرماہ کے ابرو آپس میں سکڑے!! پہلی نظر میں دیکھتے اسے پتہ نہیں کیوں یہ دیکھی دیکھی سی لگی تھی۔ جو دیوار سے ٹیک لگائے جہاں آراء کو دیکھ رہی تھی وہ مہرماہ کی طرف متوجہ نہیں تھی۔!! مہرماہ کھڑی اپنے دماغ میں یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ آخر اس نے اس لڑکی کو دیکھا کہاں ہے! بہت زیادہ کسی سے ملتا تھا اس لڑکی کا چہرہ!! لیکن کس سے ؟؟ وہ یہی یاد کر رہی تھی۔!! اس لڑکی نے جہاں آراء کو بازو سے پکڑتے اسے کھڑا کرتے پریشانی سے جلد سے جلد اپنے قدم باہر کو لیے! خون زیادہ بہہ رہا تھا۔۔ "تُجھے تو میں دیکھتی ہوں بعد

میں۔ میں چھوڑ وچندہ ہی جان سے مار دے گی تُجھے تو! ارے اپنے لیے ہی گڑھا کھود لیا تو نے!! ایک لمحے کے لیے رک کر گردن پیچھے موڑے مدحا سے کہتے وہ لڑکی جہاں آراء کو لیتے واپس سے باہر کی طرف بڑھی۔ وہ اسے وارننگ دے کر گئی تھی۔ "مہرماہ دیکھ لینا اسے۔ کمرے میں بند کر دینا۔ میں اسے دیکھتی ہوں۔!! مہرماہ کو تنبیہ کرتے وہ باہر نکل چکی تھی۔ جہاں آراء کو مرہم پٹی کی اس وقت اشد ضرورت تھی۔!! مہرماہ نے تعجب سے اس لڑکی کو دیکھتے اپنے قدم اسی کی جانب لیے!! اسے ابھی تک یاد نہیں آیا تھا کہ یہ لڑکی کون ہے! اسے دیکھا تھا کہیں پر یہ تو اسے کنفرم ہی تھا۔!! ایک گئی تھی تو کوئی دوسری لڑکی کمرے میں چکی تھی۔ وہ مدحا کو ہی دیکھنے آئی تھی۔۔ کہ آگے مہرماہ کو دیکھتے وہ خاموشی سے ایک طرف ہوئی۔ اب مہرماہ جاتی تو وہ مدحا سے کوئی بات کرتی! مدحا نسیم جو دیوار کے ساتھ لگی خوفزدہ آنکھوں سے مہرماہ کو دیکھ رہی تھی!! اسے اپنے نزدیک آتے دیکھ وہ بے ساختہ ہی مزید دیوار میں گھسی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ یہ اسے مارنے آرہی ہے!! مہرماہ نے اس کے مقابل جاتے بے ساختہ ہی اپنا ہاتھ نیچے اس کے آگے بڑھایا۔ وہ

اسے زمین سے کھڑا کرنا چاہ رہی تھی۔ لیکن برا ہوا کہ ابھی اس نے ہاتھ آگے بڑھایا ہے تھا کہ مدحا نسیم چیختے ہوئے پہلے ہی اپنے منہ پر ہاتھ رکھ چکی تھی۔ اسے لگ رہا تھا وہ مار رہی ہے!! "کچھ نہیں کہہ رہی میں! کھڑی ہو زمین سے! نفی میں سر ہلا کر اسے بازو سے ہلاتے مہر ماہ نے دھیمے سے اس کی غلط فہمی دور کرنی چاہی۔!! وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ لڑکی حد سے زیادہ ڈری ہوئی ہے!! مدحا نے اس کی نرم آواز سنتے آہستہ سے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹایا۔۔ شکر تھا کہ کسی نے تو یہاں نرمی سے بات کی تھی۔!! "مم۔۔ میں نے کچھ۔۔ نن۔۔ نہیں کیا۔۔" اس کے چہرے کو دیکھتے لرزتی سی آواز میں مدحا نسیم صفائی دے رہی تھی۔ اس کی آنکھوں کے پپوٹے بری طرح سوجے ہوئے تھے! جبکہ وہ جب سے یہاں آئی تھی تب سے ایک ہی سوٹ میں ملبوس تھی۔ "میرا کام نہیں ہے یہ! میں تمہیں اس کے لیے کچھ نہیں کہوں گی زمین سے اٹھو ایک مرتبہ!! واپس سے اپنا ہاتھ آگے کو بڑھاتے مہر ماہ نے صاف گوئی سے کام لیا۔ اسے جہاں آراء سے کوئی غرض نہیں تھی! مدحا نسیم نے اپنے آنسوں صاف کرتے اس کی آنکھوں میں موجود سچائی کو دیکھتے آہستہ سے اپنا ہاتھ

اس کے ہاتھ میں دیا۔ایسی جگہ پر اگر کوئی نرمی سے بات کر رہا تھا تو غنیمت تھی۔وہ اسے اپنی مدد کے لیے کہہ سکتی تھی۔اسے ابھی بھی خوش فہمی تھی کہ کوئی اس کی مدد کر دے گا۔آخر کوٹھے جیسی جگہ پر بھی تو انسان ہی بستے ہیں! ہو سکتا تھا کہ کسی میں تو انسانیت بچی ہو اور وہ اس کی مدد کر دے!! مہر ماہ کے ہاتھ کا سہارا لیتے وہ زمین سے کھڑی ہو چکی تھی۔!! جبکہ اس کے برعکس کھڑی مہر ماہ یاد کرنے کی کوشش کر رہی تھی کہ آخر اسے دیکھا کہاں ہے! اس کا دماغ یہیں سوچنے میں لگا ہوا تھا کہ اچانک ہی مہر ماہ کے دماغ میں ایک جھماکا سا ہوا۔اس کی آنکھیں بے ساختہ ہی پھیلی تھیں۔!! جو بات اس کے دماغ میں آ رہی تھی وہ بہت غلط تھی۔جو تصویر اچانک اس کے ذہن میں آئی تھی وہ اس پر یقین کرنے سے قاصر تھی۔اس کا دل بلکل رک رک کر چلنے لگا تھا۔کیا دنیا اتنی چھوٹی تھی؟؟ "کک۔۔کیا نام ہے تمھارا؟ اسے بازو سے پکڑتے تھوک نگلتے مہر ماہ نے استفسار کیا۔اس کی آواز میں ہی بے چینی کا عنصر نمایاں تھا۔۔ابھی اسے کنفرم نہیں تھا۔پہلے وہ نام پوچھ لیتی ذرا۔۔مدحا نسیم نے نا سمجھی سے اس کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو دیکھا۔وہ بھلا اس کا نام

کیوں پوچھ رہی تھی؟؟" مدحا۔۔"کچھ بھی ہوتا خیر دھیمی سی آواز میں اس نے اپنا نام بتا ہی دیا تھا۔۔ لیکن اس نام سے وہ مہرماہ کو کھڑے کھڑے سن کر چکی تھی۔ حیرت، بے یقینی نجانے کتنا کچھ تھا جو بیک وقت ہی اس پر غالب آیا تھا۔۔ہاں یہ وہی تھی جس سے اسے دیکھے بغیر ہی نفرت ہوتی تھی۔ یہ وہی تھی جسے وہ دن رات اپنی بددعاؤں کے زیرِاثر رکھے ہوئے تھی۔ لیکن وہ یہاں کیسے آئی تھی؟ کیا راحیل خان کو اس متعلق پتہ تھا؟ کیا مدحا اسے جانتی تھی؟ حیرت ختم ہوئی تھی تو فوراً ہی ہزاروں قسم کے سوالات اس کے دماغ میں پیدا ہو رہے تھے! مدحا نسیم اسی کے کوٹھے پر ہے یہ بات اس کے لیے کسی سانحے کی خبر سننے سے کم نہیں تھا۔ وہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے کبھی دیکھے گی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ یہ آخر قسمت ان لوگوں کے ساتھ کونسا کھیل، کھیل رہی تھی۔ وہ مدحا کو اٹھا کر اس کے پاس خود ہی لے آئی تھی۔!! مدحا نسیم اس کے پاس کھڑی ابھی تک اس کے تیزی سے بدلتے تاثرات کو بخوبی نوٹ کر رہی تھی۔ بخدا وہ نہیں جانتی تھی کہ آخر یہ لڑکی اسے دیکھ کر ایسے ایکسپریشنز کیوں دے رہی ہے!! بہرحال اسے فلحال مہرماہ بہت

عجیب لڑکی لگ رہی تھی۔!!ءمدحا۔۔مہرماہ نے سرگوشی نما آواز میں یہ نام پکارا۔ وہ نام جس سے اسے بے تحاشہ نفرت تھی۔وہ آج اسی کے سامنے کھڑی تھی۔۔ "تم یہاں کیسے آئی ہو؟خود پر قابو پاتے مہرماہ نے اس کے بازو پر گرفت مضبوط کرتے چبھتے لہجے میں پوچھا۔وہ کچھ نہیں جانتی تھی اس متعلق!"کیا تم مجھے جانتی ہو؟مدحا نسیم نے ناسمجھی سے سوال داغا۔مقابل نے سوال کچھ ایسے ہی کیا تھا جیسے وہ اسے اچھے سے جانتی ہو!"ہنہہہ مجھ سے بہتر تمھیں کوئی جان سکتا ہے کیا؟؟ تمسخرانہ ہنستے مہرماہ نے سیدھا سیدھا طنز کیا تھا۔اسے دیکھتے دل میں چھپی نفرت مزید بڑھ گئی تھی۔آخر کیوں یہ لڑکی ہر جگہ نمبر بنا لیتی تھی۔وہ ابھی کوٹھے میں آئی ہی تھی کہ وہ لڑکیاں جو کسی کو منہ نہیں لگاتی وہ بھی اس کی تعریف پر اُتر آئی تھیں۔ راحیل کو وہ اس نے چھین لیا تھا۔اسے مزید نفرت ہو رہی تھی اس چہرے سے!! "کیا مطلب؟وہی ناسمجھی سے استفسار کیا گیا۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر یہ لڑکی اس طرح کیوں بیہیو کر رہی ہے!اور بھلا کوٹھے میں موجود ایک عورت اسے کیسے جان سکتی تھی؟اس کا تو دور دور تک کوئی کوٹھے کے لوگوں سے واسطہ نہیں

تھا۔البتہ اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ کوٹھے کواور یہاں کے لوگوں کو دیکھا تھا۔۔ پھر بھی یہ لڑکی آنکھوں میں ڈھیروں نفرت لیے اسے کیوں دیکھ رہی تھی؟؟اس کا نام سنتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات کیوں بدلے تھے؟ وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔اسے یہاں سے بھی اُمید ختم ہوتی نظر آرہی تھی۔!! مہرماہ کی آنکھوں میں مرچیں سے بھری۔ کیوں یہ لڑکی خود کو اتنی معصوم بناتی تھی۔ حالانکہ اسے اندازہ تھا کہ مدحا نسیم معصوم نہیں ہے! راحیل خان کو اس سے چھیننے والی معصوم نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ بہت ہی کوئی شاطر عورت تھی۔ وہ خود سے اندازے لگائے ہوئے تھی۔ نفرت سے اس دیتے مہرماہ نے تھوڑا آگے کو ہوتے جواباً ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر جڑا۔ نفرت باہر آگئی تھی۔ وہ آج پہلی مرتبہ اس کوٹھے میں موجود کسی لڑکی پر ہاتھ اٹھا چکی تھی۔ زہر لگتا تھا اسے یہ چہرہ جو اس کے محبوب کا پسندیدہ تھا۔۔ مدحا نسیم نے سسکتے ہوئے اپنے نازک گال پر ہاتھ رکھا۔ یہاں پہلے ہی چندہ کے تھپڑوں سے جلن رہتی تھی۔اس کی آنکھوں سے تیزی سے آنسوں بہنے لگے تھے! کتنی غلط تھی وہ انسانوں کو لے کر!! کمرے میں موجود تیسری لڑکی نے

حیرت سے مہرماہ کو دیکھا۔ وہ کون ہوتی تھی مدحا پر ہاتھ اٹھانے والی!! اسے سمجھ نہیں آرہی تھی۔ اسے خود ہی مدحا بہت پسند تھی۔ لیکن یہ جو مہرماہ نے کیا تھا یہ بلکل کوئی غیر اخلاقی حرکت تھی۔ وہ یہاں کی مالک نہیں تھی جو جسے مرضی مار دیتی! اسے غصّہ آیا تھا مہرماہ پر! لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتی تھی۔!! "تمھیں میری باتوں کے مطلب کبھی سمجھ میں آ بھی نہیں سکتے!! کیونکہ میں تم سے لاکھ درجے بہتر ہوں! میں مہرماہ ہوں۔ تم سے بہتر سمجھی تم!! یہ معصومیت کا ڈھونگ رچا کے تم سب کو بیوقوف بنا سکتی ہو لیکن مجھے نہیں! اس کے جبڑے کو سختی سے دبوچے مہرماہ اس کے منہ پر زہریلے لہجے میں پھنکاری۔ وہ غصے میں جو منہ میں آیا وہی بول رہی تھی۔ رقیب سے ہمدردی بھلا آج تک کسی کو ہوئی ہے جو اسے ہوتی؟؟ دشمنوں سے محض نفرت ہوتی ہے!! مدحا نسیم نے سسکتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ شدید برے طریقے سے رو رہی تھی۔ جبکہ جبڑا اسے لگ رہا تھا آج اس کا ٹوٹ ہی جائے گا۔ بہت سختی تھی مقابل کے ہاتھوں میں!! "کیسے پھنسایا ہے تو نے اسے! ہاں؟ کیا ہے ایسا تُجھ میں جو مجھ میں نہیں ہے! کیوں وہ مجھ پر تُجھے فوقیت دیتا

ہے؟ کیوں آخر تُجھے دیکھ کر وہ سب کچھ بھول جاتا ہے؟ وہ تُجھے دیکھ کر خوش نظر آتا ہے کیوں؟؟ اس کے جبڑے پر گرفت مضبوط کرتے مہرماہ نے ہزیانی ہوتے اس سے چیختے سوال پوچھے! وہ غصے میں بھول چکی تھی کہ وہ کہاں کھڑی ہے! غصّہ اور نفرت اس کے دماغ پر حاوی تھے! اس کے سوالات پر جہاں مدحا نے حیرت سے اسے دیکھا وہیں کمرے میں موجود تیسری لڑکی کا بھی کچھ یہی حال تھا۔ آخر کس انسان کی بات کر رہی تھی یہ لڑکی؟ وہ دونوں ہی لاعلم تھیں! "بول بھی شکل کیا دیکھ رہی ہے میری؟ میں جانتی ہوں اسے بلکل علم نہیں ہوگا کہ تو یہاں ہے! اچھا ہے! تیری اسی معصومیت سے محبت ہے نہ اسے؟؟ اسی کے گن گاتا ہے نہ وہ؟؟ کیا ہو جو یہ معصومیت ہی باقی نہ رہے؟؟ ہاں پھر تو وہ تیرے سے بھی بس ہمدردی ہی کر سکے گا۔۔ جبڑا چھوڑ کر اس کے بالوں کو سختی سے دبوچے مہرماہ پاگل ہو چکی تھی۔ اس کا پاگل ہونا بنتا بھی تھا۔۔ ہر وہ وقت یاد آرہا تھا اسے جب راحیل خان اس کے سامنے مدحا کی باتیں کرتا تھا۔ جب جب وہ مدحا کو بددعائیں دیتے روئی تھی۔ جب جب راحیل مدحا کی وجہ سے مسکرایا تھا۔ اسے سخت زہر لگتا تھا۔۔ اسے اپنی قسمت

پر یقین نہیں تھا۔ لیکن اسے لگ رہا تھا کہ پہلی مرتبہ قسمت نے اس کے ساتھ کچھ اچھا کیا ہے! مدحا نسیم کو بھی اسی جگہ پر لا کر کھڑا کر دیا گیا تھا۔ جہاں وہ خود تھی۔ اسے لگ رہا تھا کہ اب وہ دونوں برابر ہیں! لیکن ایک بہت بڑا فرق تھا دونوں میں! جسے وہ نہیں جانتی تھی۔ وہ فرق ہمیشہ قائم رہنے والا تھا۔ پتہ نہیں وہ کیا تھا۔!!

"کس۔۔ کس کی بات کر رہی ہو تم؟؟ اپنے بالوں کو اس کی گرفت سے چھڑوانے کی کوشش کرتے مدحا نسیم نے بھیگی سی آواز میں پوچھا۔ دور دور تک اسے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ کون اس سے محبت کرتا ہے! کوئی بھی انسان اس کے دماغ میں آ ہی نہیں رہا تھا۔۔ "او بی بی میرے سامنے یہ معصومیت کا ڈھونگ مت رچانا۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ میں را۔۔۔" "مہرماہ چھوڑ اسے!! مہرماہ جو اس پر چیختے ہوئے غصے سے ابھی پورا نام لیتی کہ اس کے پیچھے سے چندہ نے آتے مدحا کے بالوں کو اس کی گرفت سے آزاد کروایا۔ چندہ ابھی ہی کمرے میں آئی تھی کہ ان دونوں کو دیکھتے وہ مہرماہ کو اس سے دور کر چکی تھی۔!! مہرماہ نے خاموشی سے نفرت آمیز نظروں سے مدحا کو گھورتے ایک نظر چندہ بائی کو دیکھا۔ وہ جیسے اب اپنے حواسوں

میں آئی تھی۔ اب اسے احساس ہوا تھا کہ وہ کونسی جگہ پر کھڑی ہے! جہاں ایک ایک قدم اسے پھونک پھونک کر رکھنا ہوتا تھا۔۔ مدحا نسیم روتے ہوئے پھر سے دیوار سے لگی۔ اسے اپنے سر میں شدید درد کی ٹیسیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ بہت زیادہ رو رہی تھی! کچھ چندہ کو دیکھ کر اسے مزید خوف آرہا تھا۔۔ "تو کیا کر رہی ہے یہاں؟ اور اسے کیوں مار رہی تھی تو؟ چندہ نے مہرماہ کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔ وہ یہاں مدحا کی خبر لینے آئی تھی۔ "میں بتاتی ہوں چندہ!! پیچھے کھڑی لڑکی اس کے سوال پر فوراً ہی آگے ہوئی۔ وہ ہر منظر کی چشمدید گواہ تھی۔ یہ وہی تھی جسے ایک مرتبہ مہرماہ نے راحیل خان سے دور جھٹکا تھا۔ کیا تمھیں یاد ہے؟؟ تب سے ہی اسے مہرماہ زہر لگتی تھی۔ "نہیں!! تم کیوں بتاؤ گی! میرا مسئلہ ہے میں خود دیکھ لوں گی۔ جاؤ یہاں سے! اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی مہرماہ نے گھبراتے ہوئے اسے ٹوکا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ مدحا اور اس کے علاوہ کوئی اور بھی ہے کمرے میں! لیکن اب پتہ چلا تھا تو یہ کوئی اچھی بات نہیں تھی۔!! پتہ نہیں اس نے تو کیا کیا بول دیا تھا۔۔ "کیوں؟ چندہ کو بھی تو پتہ چلنا چاہے کہ یہاں کیا کچھ ہو رہا

ہے یہاں ! ! اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے اس نے اکڑ سے جواب دیا۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس کے ہاتھ مہرماہ کی کوئی کمزوری لگ چکی ہے ! "اے تو باہر جا۔ جو بھی بات ہوتی میں خود پوچھ لوں گی مہرماہ سے ! جاتو یہاں سے ! مہرماہ ابھی کوئی جواب دیتی کہ چندہ نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی اس لڑکی کو باہر بھیجنا مناسب سمجھا۔۔ اسے مہرماہ پر اندھا اعتبار تھا۔ مہرماہ کے علاوہ کسی کی نہیں سنتی تھی وہ ! " کبھی کبھی اندھا اعتبار بھی ہمیں منہ کے بل گراتا ہے ! یاد رکھنا چندہ بہت برا گرے گی تو ! ! ہونٹ بھینچتے چندہ کو پہلے ہی خبردار کرتے وہ لڑکی کمرے سے باہر نکلی۔ اسے اندازہ تھا کہ اس کی نہیں سنی جائے گی۔ وہ جانتی تھی چندہ کو اچھے طریقے سے ! ! "میں جہاں آراء کو مارنے پر اس سے پوچھ رہی تھی۔ کتنے برے طریقے سے مارا ہے اس نے جہاں آراء کو ! بس مجھے غصّہ آگیا تھا۔۔ مہرماہ نے چندہ بائی کی سوالیہ نظریں خود پر محسوس کرتے تیزی سے جواب دیا۔ وہ بنا گھبرائے صاف صاف جھوٹ بول چکی تھی۔ ! ! مدحا نسیم نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ جھوٹ بول رہی تھی۔ لیکن کیوں ؟ اور وہ کیا بولنے والی تھی ؟ اسے سمجھ نہیں لگی تھی۔۔ "ہاں میں

بھی یہی دیکھنے آئی تھی۔اس منحوس نے کتنی زور سے مارا ہے جہاں آراء کو! مدحا کی طرف دیکھ کر غصے سے کہتے چندہ بائی نے اسی کی جانب قدم لیے!! مہرماہ نے بے ساختہ ہی سکون کا سانس لیا۔ شکر تھا کہ اس عورت نے زیادہ تفتیش نہیں کی تھی۔اعتبار جیتنے کا کوئی تو فائدہ ہوا تھا۔۔چندہ بائی نے مدحا کی طرف جاتے اس کے نازک سے گال پر اپنے بھاری ہاتھ کا تھپڑ بے دردی سے جڑا۔ ترس نہیں آتا تھا ان ظالموں کو! "کیوں ری زیادہ طاقت ہے تیرے اندر؟ ہسپتال کے بل تیرا باپ دے گا؟ اس کے بالوں کو بے دردی سے نوچتے چندہ بائی نے استفسار کیا۔ اس عورت کو ہسپتال کے خرچوں کا دکھ زیادہ تھا۔ حد تھی لالچ کی!! مدحا نے چیختے ہوئے اپنے بالوں پر ہاتھ رکھا۔ آخر کیوں یہ سب اسے مارتے رہتے تھے! وہ شدید روتے ہوئے چیخ رہی تھی۔ کیونکہ چندہ کی گرفت مہرماہ سے کئی گنا زیادہ تھی۔!! "دیکھتی ہوں تُجھے بھی ذرا میں! آج رات ہی کسی مرد کے حوالے کرتی ہوں تاکہ تیرے سارے بل کسے وہ! صبر رکھ ذرا۔۔اس کے بالوں کو جھٹکے سے چھوڑتے چندہ نے اپنے قدم پیچھے کو لیے!! اس نے مقابل کے بالوں کو کچھ اس طرح چھوڑا

تھا کہ مدحا نسیم کا سر بری طرح پیچھے دیوار میں لگا۔ وہ بے ساختہ ہی اپنے سر پر ہاتھ رکھے بری طرح چیخ اٹھی تھی۔ خون نہیں آیا تھا۔ لیکن لگی بہت زور کی تھی!!

"چل مہرماہ بند کرنا ہے اسے کمرے میں! اور رات میں آج سیٹھ آئے گا تیار رہنا تو!! باہر کی طرف اپنے قدم لیتے وہ مہرماہ سے مخاطب تھی۔" ,پتہ ہے! مہرماہ نے سنجیدگی سے کہتے اپنے قدم باہر کو بڑھائے! اس کی بلا سے مدحا مر جاتی اسے کیا فکر ہونی تھی بھلا۔ وہ ایک آخری نظر اس پر ڈالتے باہر کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔

کمرے کا دروازہ ایک مرتبہ پھر بند کر دیا گیا تھا۔ ایک مرتبہ پھر اس معصوم کو مار پیٹ کر وہ لوگ جا چکے تھے!! پیچھے مدحا نسیم نیچے بیٹھتے چلی گئی تھی۔ وہ بری طرح روتے ہوئے دل میں دعائیں کر رہی تھی۔ اتنا اپنے درد کا خیال نہیں تھا جتنا چندہ کی آخری بات پر اس کا حلق خشک ہو گیا تھا۔ عزت کا خوف زیادہ تھا۔ خدا ہی رحم کرتا اس معصوم پر!!

قسط نمبر۔۔۔۔۔2/91

یہ منظر تھا صبح کے وقت خان ولا کا جہاں اس وقت رونق لگی ہوئی تھی! کیونکہ شاہ ولا سے کچھ لوگ رشتے کے لیے آئے ہوئے تھے! داجان اور باقی سب ساتھ ہی عدیل شاہ اور معاذ شاہ کا رشتہ لے کے آئے تھے! وہ لوگ پچھلے دو گھنٹوں سے بیٹھے یہیں پر ڈیٹ رکھ رہے تھے!! یہاں سب ہی تھے! سوائے سائرہ بیگم کے! جنہیں معاذ کے متعلق کوئی خبر ہی نہیں دی گئی تھی۔ اُنہیں یہی لگ رہا تھا کہ یہاں سب لوگ عدیل کے رشتے کے لیے گئے ہیں! اسی لیے وہ ساتھ بھی نہیں آئی تھیں! اُن کے علاوہ تمام بڑے اور چھوٹے اس وقت خان ولا کے بڑے سے پر تعیش لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں مصروف تھے! حدائق شاہ اور فائزہ شاہ بھی انہی لوگوں میں شامل تھے!! شادی کی ڈیٹ رکھ دی گئی تھی۔ اگلے مہینے دسمبر میں معاذ شاہ اور عدیل شاہ کی شادی ایک ہی دن رکھی گئی تھی۔ جبکہ عدیل شاہ کا نکاح بھی دوبارہ ہونا تھا۔ یہ تو صرف انہی لوگوں کو پتا تھا کہ نکاح ہو چکا ہے! باقی پوری خاندان تو اس بات سے واقف نہیں تھا۔ بس اسی لیے کسی کی باتوں سے بچنے کے لئے نکاح دوبارہ رکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔ یہ دونوں خاندانوں کے داجان کا فیصلہ تھا جس سے سارے

ہی متفق نظر آرہے تھے!!"زاراخان خاموشی سنجیدگی سے ایک طرف صوفے پر بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔اسے نہیں پتہ تھا کونسی ڈیٹ رکھ گئی ہے، کیا کچھ ہو رہا ہے! وہ دماغی طور پر یہاں تھی ہی نہیں۔۔یہ جو کچھ ہو رہا تھا راحیل خان کی مرضی سے ہو رہا تھا۔اور غضب یہ تھا کہ وہ انکار بھی نہیں کر پا رہی تھی۔کچھ اس کا اپنا دل نہیں تھا انکار کرنے کو اور کچھ اس کی سننی بھی نہیں تھی راحیل نے! اسی لیے وہ خاموش تھی۔معاذ شاہ سے تو وہ بلکل بات نہیں کرتی تھی۔!! اس بندے کو ہر جگہ سے بلاک کر رکھا تھا اس نے! وہ بس حالات اور چھوڑ چکی تھی سب کچھ!! اگر اس کے نصیب میں معاذ شاہ ہی تھا تو اسے قبول تھا۔لیکن اسے راحیل کے لیے بھی بہت برا لگتا تھا۔آخر جو بھی تھا اسے خود کو احساس تھا کہ اس نے راحیل خان کا مان توڑا ہے!! وہ تو معافی مانگنے کے لیے بھی لائق نہیں بچی تھی۔۔وہ راحیل سے کوئی بات ہی نہیں کرتی تھی۔نا راحیل اس سے کرتا تھا۔ایک ناراض تھا تو دوسری کو منانا بھی نہیں آتا تھا۔۔"اجازت دیں ہمیں۔اگلے مہینے بارات لے کر آئے گیں ہم انشاءاللہ!! داجان نے صوفے سے کھڑے ہوتے

امجد صاحب کی طرف دیکھتے اجازت چاہی۔ وہ لوگ بس گھر کے لیے نکلنے لگے تھے!! "انشاءاللہ!! امجد خان بھی مسکرا کر کہتے صوفے سے کھڑے ہوئے! وہ انہیں الوداع کرنے کے لیے اُٹھے تھے!! دیکھتے ہی دیکھتے تمام لوگ اپنے اپنے صوفوں سے کھڑے ہو چکے تھے!! اشنا خان بھی باقی سب سے ملتی باہر کی طرف بڑھی۔اس کے متعلق ابھی خان ولا کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔ناہی کسی میں اس بات کا ذکر کیا تھا۔ بلکہ سارے گھر میں بس سائرہ بیگم کے ہی دن رات طعنے شروع ہوتے تھے! اُن کے علاوہ کوئی اسے کچھ نہیں کہتا تھا۔ہاں البتہ نوین بیگم نے اس سے بات کرنا بہت کم کر دی تھی۔ان کی آنکھوں میں وہ اپنے کیے اکثر سنجیدگی دیکھتی تھی۔ لیکن نوین بیگم نے منہ سے کبھی کچھ نہیں بولا تھا۔اب پتہ نہیں وہ واقعی ایسے ہو رہی تھیں یا پھر اس کی غلط فہمی تھی۔کچھ کہہ نہیں سکتے تھے!! شاہ میمبرز سب ایک ساتھ ہی باہر کی طرف بڑھے!! وہ سب اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے گھر کی طرف روانہ ہو چکے تھے!!

تمام مہمانوں کی جاتے دیکھ در فشاں خان صوفے سے اٹھتے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔اس کی طبیعت آج کل ٹھیک نہیں رہتی تھی۔کچھ پریگننسی اور کچھ اپنی صحت کی وجہ سے وہ زیادہ تر آرام ہی کرتی تھی بس! زیادہ بیٹھتی تھی تو کمر میں درد شروع ہو جاتا تھا۔۔آبان خان اسے اوپر کی طرف بڑھتے دیکھ خود بھی صوفے سے اٹھتے باہر کی طرف بڑھا۔اسے ایک ضروری کال کرنی تھی۔باقی سب لوگ ابھی تک لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے!!

راحیل خان جو بیٹھا کب سے سب کے جانے کے انتظار میں تھا کہ آبان خان کو" باہر کی طرف بڑھتے دیکھ اس نے شکر ادا کیا۔ان دونوں میں بات چیت بلکل بند تھی۔بلکہ راحیل خان کی تو سب سے ہی بند تھی۔نہ وہ کسی کو منہ لگاتا تھا اور جو اسے لگاتا تھا تو جواباً اس انسان کا لہجہ ایسا ہوتا تھا کہ دوبارہ کوئی بات ہی نہ کرے! اس شخص کا چڑچڑا پن ابھی تک جاری تھا۔وہ خود بھی اپنے آپ سے تنگ آیا ہوا تھا۔۔ فلحال وہ جس کام کے پیچھے لگا ہوا تھا وہ تھا مہر ماہ کو آزاد کروانا۔لیکن آبان خان بڑی چالاکی سے اس کے اس کام میں ٹانگ اڑا رہا تھا۔وہ گارڈز ہائر کرتا اور آبان خان ان

گارڈز کو دگنی رقم دے کر خرید لیتا۔ ابھی تو دونوں میں ہی یہی کچھ چل رہا تھا۔ راحیل خان کے سارے بینک اکاؤنٹس آبان نے بلاک کروا دیے تھے! اس بندے کے پاس صرف کچھ کیش پڑا تھا جو سارا گارڈز کے چکروں میں ختم ہو چکا تھا۔۔ اگر یہ کہا جائے کہ راحیل خان بذاتِ خود کنگلا ہوا پڑا تھا تو کچھ غلط نہیں ہو گا۔ آبان خان نے اس سے اسی کی محنت سے کمایا ہوا پیسہ بھی چھین لیا تھا۔ اور تعجب یہ تھا کہ راحیل کچھ کہہ بھی نہیں سکتا تھا اسے!! نا کبھی آبان نے پیسوں کے معاملے میں اس سے فرق کیا تھا اور اب راحیل نے بھی کوئی بات نہیں کی تھی۔ ان دونوں کی ساری جنگ ہی مہر ماہ پر تھی۔ ورنہ آبان کے خود کے پاس پیسوں کی کمی نہیں تھی!! آبان خان پوری ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا کہ راحیل کو کسی طرح اس مہر ماہ نامی عورت سے دور رکھے! منہ سے کہہ دیا تھا کہ رشتہ ختم ہو گیا۔ لیکن سچ یہ تھا کہ وہ دل سے کبھی اسے تنہا چھوڑ ہی نہیں سکتا تھا۔ جان بستی تھی اس کی راحیل میں!! اسے کچھ بہت برا ہوتا نظر آتا تھا اسی لیے وہ راحیل کی حفاظت کے لیے ہی اس کے راستے میں رکاوٹ بن رہا تھا۔ جو راحیل کبھی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔!! "بابا۔۔

راحیل خان اپنے سامنے بیٹھے رفیق خان کو دیکھے صوفے سے تھوڑا آگے کو ہوا۔ پتہ نہیں کتنے عرصے بعد وہ انہیں اس طرح مخاطب کر رہا تھا۔!! رفیق خان بے ساختہ ہی فوراً سے اس کی طرف متوجہ ہوئے! انہیں حیرت ہوئی تھی کہ یہ راحیل کی ہی آواز تھی ناجو انہیں پکار رہا تھا۔۔ "بولو بیٹے!! فوراً ہی خوشی سے استفسار کیا گیا۔۔ وہ بات کر لیتا یہی بہت تھا ان کے لیے تو!! "وہ مجھے کارڈ چاہیے تھا آپ کا وقتی طور پر!! میرے اکاؤنٹس میں کچھ مسئلہ آرہا ہے تو میں واپس کر دوں گا آپ کو کچھ دنوں تک!! راحیل خان نے کچھ جھجھکتے ان سے ان کا کارڈ مانگا۔ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ رفیق خان سے اس طرح پیسے مانگے گا۔ لیکن مہر ماہ نے اس کا جینا حرام کیا ہوا تھا۔۔ بس اسی لیے وہ جلد سے جلد اسے نکلوانا چاہتا تھا! اس کے کروڑوں روپے آبان خان نے اپنے قبضے میں کر لیے تھے! اور اسے جلد سے جلد مہر ماہ کو نکلوانا تھا۔ ایسے حالات میں اسے سب سے بہتر آپشن رفیق خان ہی نظر آئے تھے! بھلا باپ سے پیسے لینے میں کیسی قباحت؟ وہ انہیں واپس بھی کر دیتا جب اس کے پاس پیسے آتے!! ابھی تو وہ آفس بھی نہیں جا رہا تھا۔ آبان نے داخلہ بند کر دیا تھا۔۔ رفیق خان

نے بنا کسی بحث یا بات کیے خاموشی سے مسکراتے ہوئے اپنی جیب سے کارڈ نکالا۔ انہیں خوشی ہو رہی تھی بہت زیادہ۔۔"میرا سب کچھ تمھارا ہی ہے بیٹا۔ حکم کیا کرو بس!! اپنے کارڈز کو نکال کر اس کی طرف بڑھاتے انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔"نہیں میں واپس کر دوں گا آپ کو!! جتنے بھی نکلوائے ایک ایک روپیہ آپ کے اکاؤنٹ میں واپسی آجائے گا۔ سنجیدگی سے جواب دیتے ابھی راحیل خان آگے کو ہوتے ان کے بڑھے ہوئے ہاتھ سے کارڈ تھامتا کہ پیچھے سے آبان خان نے آتے تیزی سے رفیق خان کے ہاتھ سے کارڈ جھپٹنے کے انداز میں لیا۔ وہ ابھی ہی لاؤنج میں داخل ہوا تھا اور معاملے کو سمجھتے وہ سیکنڈ سے پہلے آگے بڑھتے رفیق خان کے ہاتھ سے کارڈ لے چکا تھا۔ راحیل اس کی سوچ سے زیادہ شاطر پن دکھا رہا تھا۔۔ رفیق خان اور راحیل دونوں نے بے ساختہ ہی حیرت سے اسے دیکھا۔ "یہ کیا بدتمیزی تھی بھلا؟؟"مجھے بھی پیسوں کی ضرورت ہے! واپس کر دوں گا آپ کو یہ کارڈز کچھ عرصے تک!! رفیق خان کی حیران کن سوالیہ نظروں میں دیکھتے آبان خان نے کندھے اچکا کر کہتے کارڈ کو اپنی جیب میں رکھا۔ وہ بڑے دھڑلے سے یہ

لیتے صوفے پر جا کے بیٹھ چکا تھا۔ "راحیل خان نے اس منحوس کو دیکھتے دانت کچکچائے! اسے اس کے کروڑوں روپے ہڑپ کر بھی سکون نہیں ملا تھا جو اب اس کے باپ کے پیسے بھی لے لیے تھے! اور بیغیرت اپنی اس غربت کا کہہ رہا تھا جو راحیل کو لگتا تھا اس پر کبھی آ ہی نہیں سکتی تھی۔!! "کوئی بات نہیں راحیل تم یہ میرا دوسرا کارڈ لے لو!!" رفیق خان نے سر جھٹکتے اپنی جیب سے اپنا دوسرا کارڈ نکالا۔ اب آبان نے پہلی مرتبہ ان سے کچھ لے ہی لیا تھا تو وہ منع نہیں کر سکتے تھے!! "نہیں اسے دے دیں وہ بھی! میرے سے زیادہ غربت آگئی ہے اس پر! بیوی بچوں کا پیٹ بھی پالنا ہے بیچارے نے! میں تو کہتا ہوں اگلے مہینے سے زکوٰۃ بھی اسے ہی دے دیا کریں! غریب ہے بیچارہ!! واپسی سے صوفے پر پیچھے ہو کر بیٹھتے راحیل خان نے جلتے بھنتے آبان پر اپنی بھڑاس نکالی۔ کتنا منحوس تھا یہ انسان۔!! آبان خان نے اسے ایک نظر دیکھتے سر جھٹکا۔ اس کی بلا سے بولتا رہتا یہ انسان۔ اسے اچھے سے پتہ تھا کہ آج کل وہ راحیل کی گالیوں کی زد میں ہو گا۔ آخر کم ذلیل نہیں کر رکھا تھا اس نے راحیل کو!! "کیا ہو گیا تم دونوں میں کوئی جھگڑا ہوا ہے کیا؟ اور

آبان تمہارے پر کب سے اتنی غریبی آنے لگی کہ تم مانگنے پر آ گئے؟ ہوش میں ہو تم دونوں؟؟ داجان جو کب سے دونوں کو دیکھ رہے تھے بلآخر دال میں کچھ کالا دیکھتے وہ بول ہی اُٹھے تھے! انہیں شک ہو رہا تھا۔۔ "میں جھگڑا بھی اپنوں سے کرتا ہوں! ایسے منافق لوگ جو عورت کے پیچھے جینا مرنا ختم کر دیں میرا اُن سے کوئی واسطہ نہیں ہے! میں کم ظرفوں سے جھگڑے نہیں کرتا۔۔ سنجیدگی سے راحیل خان کی طرف دیکھ کر جواب دیتے آبان خان اپنی جیب میں بجتے فون کی طرف متوجہ ہوا۔ اسے پھر سے کسی کی کال آنے لگی تھی۔!! لاؤنج میں بیٹھے تمام لوگوں کے چہروں پر ناسمجھی سی پھیلی۔ کیا مطلب کونسی عورت؟ انہیں آبان کی بات کی سمجھ نہیں لگی تھی۔۔ جبکہ راحیل خان نیچے منہ کرتے ہلکا سا اُداس سا مسکرایا۔ کاش کہ آبان ایک مرتبہ اس کی جگہ خود کو رکھ کر دیکھ لیتا۔۔ اسے یقین تھا پھر وہ کبھی بھی اس کے راستے میں رکاوٹ نہ بنتا۔ ابھی جو وقت وہ کاٹ رہا تھا یہ پچھلے گزرے چھ سالوں سے زیادہ مشکل تھا۔ پہلے اس کے پاس دکھ بانٹنے کو حرام کا رستہ اور کچھ دوست تو تھے! اب تو دوستیاں بھی ختم ہو گئی تھیں اور حرام کرنے کو بھی دل نہیں کرتا

تھا۔۔ مسئلہ یہ تھا کہ اس نے حرام تو چھوڑ دیا تھا لیکن سہی راستہ ابھی تک نہیں اپنایا تھا۔ وہ بیچ میں ہی کہیں لٹک کر رہ گیا تھا۔۔ "کیا کہہ کر گیا ہے وہ؟ کون عورت؟ تمھارا معاملہ ہے کیا کوئی؟ آبان خان کو اٹھ کر باہر کی طرف بڑھتے دیکھ دادا جان نے راحیل کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔ آبان کال اٹینڈ کر کے باہر چلا گیا تھا۔!!" پتہ نہیں جو کہہ کر گیا ہے اسی سے پوچھ لیں! مجھے تو خود نہیں سمجھ لگی کہ وہ کیا کہہ کر گیا ہے! آپ کو پتہ لگے تو مجھے بھی بتا دیجئے گا۔۔ سنجیدگی سے جواب دیتے راحیل خان خود بھی صوفے سے کھڑا ہوا۔ وہ صاف مکر گیا تھا ایسے جیسے اسے واقعی میں سمجھ نہیں لگی ہو! اس کے قدموں کا رخ اوپر ضیغم کے کمرے کی طرف تھا۔ آج کل وہ ضیغم کو کچھ زیادہ ہی وقت دیتا تھا۔ دن میں تھوڑی بہت دیر اس کے پاس لازمی بیٹھ جاتا تھا۔ اب پتہ نہیں اس کے پیچھے کیا وجہ تھی۔۔

آبان خان اس وقت اپنی گاڑی کے پاس کھڑا سنجیدگی سے کال پر مصروف تھا۔ دوسری طرف اس کے کسی ملازم کی کال تھی۔!!"تم سب اندھے تھے کیا؟ اسے

پتہ کیسے چلا اس کا؟ آبان خان کال پر دبی دبی آواز میں چیخا۔ شاید کوئی سیریس مسئلہ ہو گیا تھا۔ وہ پتہ نہیں کس کی بات کر رہا تھا۔۔ "صاحب وہ لوگ اچانک آئے اور لے گئے اسے! ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے! دوسری طرف موجود ملازم کی آواز اُبھری۔ بکواس بند کرو دیکھتا ہوں میں تم لوگوں کو بھی! تم لوگوں کو مفت کا کھانے کی عادت لگ گئی ہے بس! اپنے ماتھے کو دو انگلیوں سے مسل کر چیختے آبان خان نے کال کٹ کی۔ وہ بہت زیادہ غصے میں لگ رہا تھا۔ پتہ نہیں ایسا کیا ہو گیا تھا جو اس کا دماغ خراب ہونے کو تھا۔ اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے آبان خان نے تیزی سے موبائل میں اُنگلیاں چلاتے اریبی کا نمبر ڈائل کیا۔ اس کا چہرہ حد سے زیادہ سنجیدہ اور سپاٹ تھا۔ شاید کچھ ایسا ہوا تھا جسے وہ جانتا تھا کہ اریبی نے کیا ہو گا۔۔ دوسری بیل پر کال ریسیو کر لی گئی تھی۔!! "کیا طریقہ تھا یہ؟ کال ریسیو ہوتے دیکھ آبان خان نہایت سنجیدگی سے فون پر گرفت مضبوط کرتے دبی دبی آواز میں غرایا۔ اسے پورا پورا یقین تھا کہ یہ کام اریبی نے ہی کیا ہو گا۔۔ "وہی طریقہ تھا جو پچھلے اتنے دنوں سے تو میرے ساتھ کر رہا تھا۔ میں نے کہا تھا جس دن ایسے ڈھونڈ لیا اس دن

تیرے چنگل سے آزاد کروادوں گا میں ! ! دیکھ آج میرے سامنے میرے بیڈ پر ہے وہ ! ! دوسری طرف سے اریبی کی مسکراتی ہوئی آواز اُبھری۔ وہ اس کے شک پر مہر لگا چکا تھا۔ ! ! دراصل یہ مشال لغاری کو ڈھونڈنے کا معاملہ تھا۔ ہاں وہی مشال۔۔ حنان لغاری کی بہن ! ! جس کے پیچھے اریبی ہاتھ دھو کر پڑ گیا تھا۔۔ آخر کار وہ انسان اتنے دنوں کی محنت کے بعد مشال کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔ آبان خان نے بڑا چھپا کر اسے اپنی فارم ہاؤس میں کام کرتی ایک ملازمہ کے گھر رکھوایا ہوا تھا۔ یہ احتیاط بھی محض مشال کو اریبی سے دور رکھنے کے لیے تھی۔۔ آبان خان اچھے سے جانتا تھا کہ اریبی کے ارادے کتنے خطرناک ہیں ! ! اریبی کی مدد حدائق شاہ نے کی تھی۔ بلکہ اگر کہا جائے کہ مشال کو آزاد کروانے کے علاوہ پتہ تک حدائق نے ڈھونڈا تھا تو کچھ غلط نہیں ہو گا۔ وہ اور اریبی بہت۔ عرصے سے اسی پر جدوجہد کر رہے تھے ! حدائق شاہ کسی کا احسان اپنے سر پر رکھنے والوں میں سے نہیں تھا۔ اریبی نے اس کی مدد کی تھی اور اب وہ اس کی مدد کرتے احسان اُتار بھی چکا تھا۔ آگے اُس کی بلا سے مشال مر جاتی۔ اسے کیا۔۔ "اگر تو نے اس کے ساتھ

کچھ بھی غلط کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا اریبی۔۔ میں نے عائشہ سے وعدہ لیا تھا اس کی حفاظت کا۔۔ آبان خان اس کی بات پر سیخ پا ہوتے پھر سے چیخا۔۔ جس چیز سے وہ ڈر رہا تھا یہی ہو گئی تھی۔ یہ اریبی اپنے مقصد میں کامیاب ہو رہا تھا۔ کہیں وہ مشال کے ساتھ کچھ غلط کر ہی نہ چکا ہوتا۔ اسے یہ ڈر زیادہ تھا۔۔ اس سے مشال کی تو عزت جانی ہی تھی لیکن اریبی کی آخرت بھی برباد ہوتی۔ اُس انسان کے ارادے مشال کا ریپ کرنے کے تھے!! "اصولاً تو تُجھے اُس عائشہ کو بھاڑ میں جھونک کر میرا ساتھ دینا چاہیے! کیا بھول گیا ہے تو تیری کزن کے ریپ میں بھی اسی کا ہاتھ تھا۔ تم سب میں ایک حدائق ہی اچھا ہے بس! میرے ٹائپ کا ہے وہ بندہ! دشمنوں کو کاٹ پر پھینک دیتا ہے! نا کہ بیٹھ کر اُن پر ترس کھائے!! دوسری طرف موجود اریبی نے تلخی سے جواب دیا۔ اس کی آواز سنجیدہ ہو چکی تھی۔ ریپ لفظ پر ہی اسے کوئی اور بھی یاد آتا تھا۔۔ "دیکھ اریبی تو جو مرضی کر اس کے ساتھ! اس سے اچھا ہے تو مار دے اسے بیشک لیکن عزت کے ساتھ مت کھیلنا۔ اگر تو بھی یہی کچھ کرے گا تو اس میں اور ہم میں فرق کیا رہ جائے گا۔ اپنی آخرت کا سوچ!! ایک

گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے آبان خان نے تسلی سے اسے سمجھانے کی ایک ناکام کوشش کی۔اسے کوئی ترس نہیں آتا تھا مشال لغاری پر!!ہاں لیکن وہ اریبی کو اتنا غلط قدم نہیں اٹھانے دے سکتا تھا۔"آخ تھو۔۔ان جیسی لڑکیوں کی بھی عزت ہوتی ہے؟اچھا مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا۔ایک کام نہیں کیا بس اس نے باقی تیری سوچ ہے کتنی گندی عورت ہے یہ!!وہی تلخ حقارت سے بھرپور لہجہ!!وہ اپنے فارم ہاؤس میں کمرے میں صوفے پر بیٹھا آبان سے بات کر رہا تھا۔لغاریوں کی ساری جائیداد اسی کے پاس تھی۔!!اس کے سامنے ہی مشال لغاری بیڈ کراؤن میں گھسی گھٹنوں کو سختی سے سینے تک فولڈ کیے روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔وہ لگ ہی نہیں رہی تھی پہلے والی مشال لغاری۔منہ پھٹ،بدزبان،اور مغرور!!یہ تو کوئی اور ہی تھی جس کی آنکھوں میں اریبی کا خوف بہت واضح تھا۔آبان خان نے کچھ اچھے حالات میں نہیں رکھا تھا اسے!دن رات کام کرنے پر ایک روٹی ملتی تھی سارے دن میں!اب وہ اتنا بھی اچھا نہیں تھا کہ مشال کو اریبی سے بچانے کے علاوہ اچھے حالات میں بھی رکھتا۔اس نے رکھ لیا یہی بہت بڑی بات تھی۔!!

"دیکھ اریبی مجھے کوئی غرض نہیں کوں کتنا گندا ہے! تو بس کچھ غلط نہیں کرے گا یہ میں تجھے وارن کر رہا ہوں!! تو نے اسے چھڑوالیا ٹھیک ہے میں کچھ نہیں کہتا تجھے! اس سے نکاح کر لے پلیز۔ بیشک پھر جو مرضی کرنا لیکن نکاح کر لے تو اس سے!! تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھتے آبان خان نے پھر سے وہی ہمیشہ والی بات دہرائی۔ اس نے اپنے ملازم کو اریبی کی کرنٹ لوکیشن نکالنے کا کام دیا ہوا تھا۔ جو ابھی ہی آیا تھا۔ اسی لیے وہ گاڑی کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ اسے روک سکے! اسے اریبی پر ایک فیصد بھی یقین نہیں تھا۔ اگر اس نے کہا تھا کہ وہ ریپ کریں گا تو اس بندے نے یہ کر کے رہنا تھا۔ اور وہ چاہتا تھا کہ اریبی نکاح کر لے کسی طرح!! ءبکواس نہ کر!! میں اپنا مقصد پورا کر کے اسے مار دوں گا۔ میرے کسی کام کی نہیں ہے یہ! اب دائم حسین پر اتنے بھی برے دن نہیں آئے کہ وہ ان جیسے لڑکیوں کو اپنے نکاح میں لیتا پھرے!! ایک ہی طرز کا لہجہ۔۔ البتہ دائم حسین اس کا اصل نام تھا۔ اریبی نام سے سب جانتے تھے لیکن اس کا اصل نام بہت کم لوگ ہی جانتے تھے!! "اریبی تجھے قسم لگے! اپنے ہاتھوں اپنی زندگی برباد کرے گا تو!! گاڑی میں

بیٹھ کر اسے سٹارٹ کر کے باہر کی طرف بڑھتے آبان خان بات کو طول دے رہا تھا۔تاکہ یہ کال پر ہی رہے ! وہ رسک نہیں لے سکتا تھا۔۔"میرا دماغ مت خراب کر ! میں چلا آج اپنی زندگی کا پہلا ریپ کرنے ! تو بیٹھ آرام سے اور ہمدردیاں دکھا۔ میں اپنا مقصد پورا کر کے اسے پھینک دوں گا تیرے در پر ! ! میرے کام کی بس ایک مرتبہ ہی ہے یہ ! ! سنجیدگی سے کہتے اریبی ٹھک سے فون بند کر چکا تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ آبان خان اسی کی طرف آرہا ہے ! ! آبان خان نے فون بند ہوتے دیکھ اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتے زیرِ لب اسے گالی۔سے نوازا۔۔ بڑا ہی کوئی بیغیرت انسان تھا یہ ! ! وہ تیزی سے اپنی گاڑی کو خان ولا سے باہر نکالے سڑکوں پر دوڑا رہا تھا۔اسے جلد سے جلد اریبی کے پاس پہنچنا تھا۔اس کی چھٹی حس مسلسل کوئی برا سگنل دے رہی تھی۔اسے جلد سے جلد اریبی کو روکنا تھا۔۔

اریبی نے فون کو بند کر کے سامنے ٹیبل پر پھینکتے پر اسرار سا مسکراتے اپنے سامنے بیٹھی۔مشال لغاری کو دیکھا۔اس کی خوشی دیکھنے لائق تھی۔ابھی اسے احساس

نہیں تھا کہ وہ کچھ بھی غلط کرنے جا رہا ہے! اسے بس اپنا بدلہ لینا تھا۔ تب تک اسے سکون نہیں ملنا تھا۔۔ آج بلآخر وہ دن آ گیا تھا جس کا اسے بے صبری سے انتظار تھا۔ اس عورت نے کبھی جوتی کی نوک پر رکھا تھا اسے! کتنے عرصے سے وہ دل میں حسرت لیے پھرتا تھا کہ مشال لغاری کو اپنے قدموں میں جھکتا دیکھے! اسے لگ رہا تھا آج وہ دن آ ہی گیا ہے! "اِدھر آ۔۔۔ اپنے پاؤں آرام سے سامنے ٹیبل پر رکھتے دو انگلیوں سے اریبی نے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا۔ اس کے لہجے میں کہیں پر بھی تمیز کا عنصر نہیں تھا۔ وہ اپنے ازلی بد تمیز انداز میں اسے حکم دے رہا تھا۔ مشال لغاری بے ساختہ ہی اس کے حکم پر مزید پیچھے کو سرکی۔ پیچھے جگہ تو نہیں تھی۔ وہ بیڈ کراؤن میں گھسنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ اسے خوف آ رہا تھا اس انسان سے۔ کیونکہ جس طرح اس نے اسے یہاں لا کر پھینکا تھا اسے خطرے کی گھنٹیاں اپنے اِرد گرد بجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ اپنے پچھلے کیے گئے اعمال کا اندازہ تھا اسے!! وہ اس وقت سادے سے شلوار قمیض میں ملبوس تھی جبکہ دوپٹہ گلے میں جھول رہا تھا۔ نین نقش اس کے شروع سے ہی خوبصورت تھے! "سنائی نہیں دی رہا تُجھے؟

اگر میں وہاں آیا تو زیادہ برا ہو گا۔ بند کر یہ رونا دھونا اور اِدھر آ فوراً۔۔" اسے اپنے حکم کو نہ مانتے دیکھ اریبی صوفے پر ہاتھ مارتے حلق کے بل دھاڑا۔ وہ اسے مزید خود کے قہر سے ڈرانا چاہتا تھا جس میں وہ کامیاب بھی ہو رہا تھا۔۔ مشال لغاری بے ساختہ ہی روتے ہوئے اپنی جگہ سے اچھلی۔ وہ بہت زور سے دھاڑا تھا۔ اسے اپنی جان پر بنتی نظر آ رہی تھی۔ اکیلے گھر میں پتہ نہیں یہ انسان اسکے ساتھ کچھ بھی کر سکتا تھا۔ وہ اس خود سے دگنے لمبے چوڑے اکتیس سالہ انسان کو روک بھی نہیں سکتی تھی۔!! "مجھے جانے دو خدا کے لیے! میں نے تمھارا تو کچھ نہیں بگاڑا۔ اپنے آنسوں صاف کرتے اس نے بھیگی سی آواز میں دھیرے سے کہا۔۔ اریبی کے چہرے پر ایک تلخ مسکراہٹ اُبھری۔ آج بھی لڑکھڑاہٹ نہیں تھی اس عورت کی زبان میں! وہ اس کے شکنجے میں ہوتے خود کو بری طرح پھنسا ہوا دیکھ کے بھی بنا لڑکھڑائے بات جواب دے گئی تھی۔ جو بھی تھا اریبی کو ایمپریس کیا تھا اس چیز نے!! وہ ثابت کر گئی تھی کہ آج بھی یہ وہی مشال لغاری ہے!! "اوہو تیرے جیسے لوگوں کو بھی خدا یاد آتا ہے؟ کافروں کے منہ سے ایسی باتیں اچھی نہیں لگتی۔

اور رہی بات بگاڑنے کی تو بگاڑا تو تیرے اس خبیث بھائی نے اور تو نے بہت کچھ ہے ! ایک تو کتوں کی نظر ہو گیا تیرا ابھی کچھ ایسا ہی حال ہو گا۔۔ خود ہی صوفے سے اٹھ کر مسکرا کر کہتے اریبی نے دھیرے دھیرے اس کی طرف اپنے قدم بڑھانے شروع کیے ! وہ اس کے چہرے کو دیکھتے مسکراتے ہوئے اس کی طرف قدم لے رہا تھا۔۔ اس کی بات سنتے مشال کی آنکھیں ایک لمحے کے لیے ساکت ہوئیں ! وہ حنان کے متعلق کچھ نہیں جانتی تھی۔۔ لیکن ابھی جو خبر اس انسان نے دی تھی اسے لگ رہا تھا پورے کمرے کی چھت اس کے سر پر آ کر گر چکی ہو ! حنان کو کتوں کی نظر۔۔۔ مطلب کیا وہ مر گیا تھا؟ اس کے دماغ میں ایک یہی بات گھوم رہی تھی۔ جو بھی تھا ہر بہن کی طرح اسے بھی اپنے بھائی سے بے پناہ محبت تھی.!! "بھ۔۔ بھائی کے ساتھ کیا کیا ہے تم لوگوں نے ؟ کہاں ہے میرا بھائی؟ اسے اپنی طرف بڑھتا ہوا دیکھ کر مشال لغاری نے چیختے ہوئے اس سے سوال کیا۔ وہ روتے ہوئے اس ظالم کو دیکھ رہی تھی جو اتنی بڑی خبر اسے مسکراتے ہوئے دے گیا تھا۔ آخر بھائی تھا اس کا۔۔ وہ اور بری طرح رونے لگی تھی۔ ایک وقت ظالم کا تھا۔۔ اب

وقت مظلوم کا آ گیا تھا۔ وہ وقت ظلم کرنے کا تھا۔ یہ وقت بدلہ لینے کا تھا۔ اریبی کے چہرے پر اچانک ہی سرد تاثرات نمودار ہوئے! وہ ایک ہی جست میں آگے کو بڑھتے اس کی طرف جھکتے اس کے بالوں کو گدی سے اپنی جارحانہ گرفت میں لے چکا تھا۔ اب وہ پہلے والا اریبی نہیں تھا جو اس کی چپ کر کے سن لیتا۔ مقابل اس پر چیخ کے خود ہی اپنے لیے نقصان کر رہی تھی۔۔ لیکن اب وہ غلطی کر بیٹھی تھی۔!!

"چیخ۔۔ پھر سے چیخ۔۔ بے دردی سے اس کے بالوں سے کھینچتے اسے بیڈ سے نیچے اتارتے اریبی اس کے منہ پر دھاڑا۔۔ اس نے کہیں بھی احتیاطی طور پر ہاتھ تک نہیں لگایا تھا۔ مقابل کو بالوں سے گھسیٹ کر آگے کو کھینچتے وہ بے رحمی سے بیڈ سے نیچے اتار چکا تھا۔۔ مشال لغاری اپنے بالوں پر ہاتھ رکھتے بری طرح چیخی۔ جس طرح اس انسان نے کھینچا تھا وہ بری طرح بیڈ سے نیچے گری تھی۔ اور یہ بے رحم ایسے ہی اسے زمین سے کھڑا کر چکا تھا۔ اس کا سر بری طرح دکھنے لگا تھا۔۔ "اپنی یہ گز بھر لمبی زبان میرے سامنے دوبارہ مت کھولنا۔ آئی سمجھ؟ اس کے جبڑے کو اپنی جارحانہ گرفت میں لیے اریبی قہر بار نظروں سے اسے گھورتے ہوئے دبی دبی آواز

میں سرد برفیلے لہجے میں غرایا۔وہ خون آشام نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔۔مشال لغاری نے روتے ہوئے اسے دیکھا۔اریبی کبھی اس طرح کا نکلے گا ان سب کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔۔"آئی سمجھ؟اسے خاموش سے اپنی طرف دیکھتا پا کر اریبی نے اس کے بالوں پر گرفت مزید سخت کرتے دوبارہ سے استفسار کیا۔۔ مشال نے درد سے سسکتے بمشکل ہی اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔اس کی آنکھوں سے آنسوں قطار در قطار روانہ تھے!ابھی وقت اریبی کا تھا۔وہ۔کمزور تھی اسی لیے وہ چاہ کر بھی اپنی مرضی نہیں کر سکتی تھی!"ہنہہ!!تیرے پر تو فرمابرداری بھی نہیں جچتی۔بیہودہ عورت!!حقارت سے اس کے چہرے کو دیکھتے اریبی نے تمسخر اڑایا۔۔زہر سے بھی زیادہ برا لگ رہا تھا اسے یہ چہرہ!!لیکن انا کی تسکین کی خاطر وہ یہ چہرہ دیکھنے پر بھی مجبور تھا۔ورنہ اس کا بس نہیں تھا کھڑے کھڑے آگ لگا دے اس لڑکی۔کو!!لیکن پہلے اسے اپنا مقصد پورا کرنا تھا۔۔"مجھے جانے دو پلیز!میں وہیں پر سہی تھی مجھے جانے دو!!مشال لغاری نے اس کے ہاتھ کو پکڑتے روتے ہوئے التجا کی۔یہ وہی ہاتھ تھا جس سے اریبی نے اس کے بالوں کو جکڑا ہوا تھا۔اس

کے سر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں!! اریبی نے ایک نظر اس کے ہاتھ کو دیکھتے سختی سے اپنے جبڑے بھینچتے اپنے بھاری ہاتھ کا ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر جڑا۔ اسے کراہیت ہو رہی تھی اسے اس گھٹیا عورت سے!! بس نہیں تھا اس کا زندہ زمین میں دفنا دے اسے!! مشال لغاری نے سسکتے ہوئے اپنے گال پر ہاتھ رکھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اچانک ہی اندھیرا سا چھانے لگا تھا۔ چودہ طبق روشن کر دیے تھے اس کے محض ایک تھپڑ نے! اریبی کی پانچوں انگلیاں اس کے نازک گال پر چھپی ہوئی تھیں! "دوبارہ مجھے خود سے ہاتھ لگانے کی تو نے اگر کوشش بھی کی تو زندہ گاڑ دوں گا تجھے یاد رکھنا۔۔ غلیظ عورت ہے تو! تھوہے تیرے پر! اس کے بالوں پر آخری حد تک گرفت مضبوط کرتے اریبی اس کے چہرے پر زہر آلود لہجے میں پھنکارا۔ اس کی۔ آنکھیں خون آلود ہوئی پڑی تھیں۔ جبکہ وہ شعلہ بار نظروں سے گہرے گہرے سانس بھرتے اسے۔ دیکھ رہا تھا۔ پتہ نہیں اسے اتنی آگ کیوں لگی تھی جب مشال نے خود اسے ہاتھ لگایا تھا۔ اس کا پارہ ہائی ہو چکا تھا۔۔ "مجھے جانے دو پلیز!! ہچکیوں سے روتے مشال نے پھر سے منت کی۔۔

اریبی آبان خان سے زیادہ ظالم تھا۔اس سے اچھا تو وہ اس بنجر گھر میں ہی سہی تھی۔ وہ دعائیں کر رہی تھی کہ کوئی اسے اس درندے سے بچا لے! لیکن اب اس کی قسمت اتنی بھی اچھی نہیں رہی تھی۔۔ "جانے دوں گا۔پہلے ذرا تیرا جسم تو چکھ لوں! تُجھے بتا تو دوں کہ اصل میں ریپ کہتے کسے ہیں! اریبی کی گرفت میں آئی ہے تو! اتنی آسانی سے کسی کا باپ بھی تجھے مجھ سے آزاد نہیں کروا سکتا۔۔ اس کی التجاؤں پر طنزیہ سا مسکرا کر کہتے اریبی اسے آنکھیں پھاڑنے پر مجبور کر گیا تھا۔ وہ اس کے ایک فقرے میں اٹکی ہوئی تھی۔ ریپ؟؟ تو کیا یہ انسان اس لیے اسے یہاں لایا تھا۔اس کا خوف مزید بڑھا۔اریبی اپنی بات کا کتنا پکا ہے اس سے بہتر کون جان سکتا تھا بھلا؟ "نن۔۔ نہیں۔۔دی۔۔دیکھو۔۔ "روتے کانپتے ہوئے وہ ابھی لرزتی سی آواز میں کچھ کہتی کہ کمرے میں گونجتے اس شخص کے خوفناک قہقہے پر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی ہوئی! اریبی نے اپنی ہنسی پر قابو پاتے اسے دیکھا۔اسے واقعی ہنسی آئی تھی جس طرح مقابل لڑکھڑائی تھی۔خود پر بات آئی تھی تو اچھے سے اس کی جان نکل رہی تھی۔اس کی آنکھوں میں ڈھیروں خوف جمع

تھا جو اریبی کو اندر تک سکون دے رہا تھا۔۔ "کیوں ڈر لگ رہا ہے؟ تُجھے بھی ڈر لگتا ہے؟ جب دوسری لڑکیوں کا ریپ کرواتی تھی تب ڈر نہیں لگتا تھا؟ آیت سے دوستی کرتے ہوئے ڈر نہیں لگا تھا تُجھے؟ شروع میں ہنس کر کہتے وہ آخر میں پھر سے سنجیدہ ہوتے آیت کے نام پر دوسرا تھپڑ اسے مار چکا تھا۔ پرانے زخم ہرے ہو گئے تھے! اس کی آنکھوں کی سرخی دیکھنے لائق تھی۔۔ "اُتار یہ دوپٹہ! تیرے اوپر یہ پارسائی نہیں جچتی۔ تو بیہودہ عورتوں میں سے ہے! اپنا اصل مت بھولا کر!! اس کے دوپٹے کو بے دردی سے کھینچ کر زمین پر پھینکتے وہ زہریلے لہجے میں پھنکار رہا تھا۔۔ مشال لغاری نے روتے ہوئے گال سے ہاتھ ہٹاتے اپنے سینے پر رکھا۔ آج اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ عزت جانے کا خوف کیا ہوتا ہے! اس کی آنکھوں میں ڈر پنجے گاڑے بیٹھا تھا۔ جبکہ مقابل کے ظالم تھپڑوں سے اس کا گال ابھی تک سن ہوا پڑا تھا۔۔ "ہنہہ!! ہزار مرتبہ دیکھا ہے تیرا یہ جسم۔ تنگ کپڑے بھی نہ پہننے کے برابر ہی ہوتے تھے تیرے! اب تیرا ہاتھ نہ آئے یہاں۔۔ اس کے ہاتھ کو سختی سے پکڑ کر اس کے سینے سے ہٹاتے سرد لہجے میں حکم دیا گیا۔ مقابل کی آنکھوں میں

پھیلا ڈر دیکھ کر ہی اسے اندر تک سکون مل رہا تھا۔ یہی تو اس نے دیکھنا تھا۔۔ "مجھے جانے دو خدا کے لیے! میں نے تمھارا تو کچھ نہیں بگاڑا میں۔۔ "ابھی پھر سے بات مکمل ہونے لگی تھی کہ تیسرے تھپڑ وہ بری طرح لڑکھڑائی۔ جبڑا ٹوٹنے کو تھا۔ کان سن ہو چکا تھا۔۔ جبکہ گال لال سرخ ہو رہا تھا۔ یہ انسان بے رحمی سے اس کے گالوں پر تھپڑ مار رہا تھا۔ "میرا ہی تو سب کچھ بگاڑا ہے تم دونوں بہن بھائیوں نے! نفرت ہے مجھے تُجھ سے یاد رکھنا بے پناہ نفرت!! اس کے جبڑے کو دبوچ کر بھوکے۔ درندے کی مانند غراتے اریبی نے تھوڑا چہرہ نیچے کو جھکاتے اس کی بیوٹی بون پر بے دردی سے دانت گاڑے! مشال لغاری بے ساختہ ہی کانپتے ہوئے شدت سے چیخ اٹھی تھی۔ وہ روتے ہوئے اپنی گردن پر ہاتھ رکھے اسے دیکھ رہی تھی جو بے رحم بنا آج اپنی ضد پوری کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔ اریبی اسے بالوں سے پکڑ کر اس کہ چہرہ اپنے مقابل کرتے ابھی اس کے ہونٹوں پر قہر ڈھاتا ہے کہ باہر سے ایک جھٹکے سے دروازہ کھلا۔۔ حالانکہ دروازہ لاک تھا لیکن باہر جو بھی تھا وہ

لاک توڑ کر اندر آیا تھا۔ بے ساختہ ہی اریبی اور مشال دونوں کی نظر سامنے کی طرف اٹھی۔!!

جہاں آبان خان یہاں کا منظر دیکھ تیز تیز قدموں سے ان دونوں کی طرف بڑھ رہا تھا۔اس کے پیچھے ہی حدائق شاہ اور چند ایک گارڈز تھے! اریبی نے آبان خان کے یہاں دیکھتے سختی سے اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے۔!! اس منحوس کو سکون نہیں تھا۔وہ یہاں اس کے بیڈ روم تک پہنچ ہی گیا تھا۔البتہ مشال کو اس نے ابھی تک نہیں چھوڑا تھا۔وہ اسے بالوں سے جکڑے اپنے نزدیک کیے ہوئے تھا۔!! مشال لغاری نے آبان کو دیکھتے دل میں ڈھیروں شکر ادا کیا۔اسے آج اپنی عزت پکا خطرے میں لگ رہی تھی۔۔ لیکن شکر تھا کہ آبان سہی وقت پر آگیا تھا۔اسے اب ہلکی سی اُمید کی کرن نظر آئی تھی۔آبان خان نے تیزی سے ان دونوں کی طرف بڑھتے اریبی کو اپنی پوری قوت سے پیچھے کو جھٹکتے اس کے منہ پر ایک مکا رسید کیا۔کتنا منع کیا تھا آبان نے اسے اس کام سے!! "سالے کسی اور کا

نہیں تو اپنا ہی خیال کر لے! اندازہ ہے تجھے کیا کرنے جا رہا تھا تو؟ اس کے سینے پر ہاتھ مارتے آبان خان اسے گھورتے ہوئے بری طرح دھاڑا تھا۔ اندازہ تھا اسے کہ کچھ نہیں ہوا۔ لیکن اگر وہ تھوڑی دیر مزید لیٹ ہو جاتا تو پتہ نہیں کیا کچھ ہو جانا تھا۔۔ "تو دور رہ آبان۔ میرے معاملات سے دور رہ!! میں جو مرضی کروں اس کے ساتھ تیرا مسئلہ نہیں ہے! تیری کیا لگتی ہے یہ جو تو بیچ میں آ رہا ہے؟ اریبی ناگواری سے اسے دیکھتے چیخا۔ سارا موڈ خراب کر دیا تھا اس شخص نے! کاش کہ آبان تھوڑی اور دیر سے آجاتا۔۔ "سالے میری کچھ نہ بھی لگے لیکن غلط اور صحی کی تمیز ہے میرے اندر! کہہ رہا ہوں تُجھے نکاح کر لے اس سے! میں تجھے کسی صورت بھی غلط قدم نہیں اٹھانے دوں گا یاد رکھنا۔۔ اُنگلی اٹھا کر اسے سختی اس وارن کرتے آبان خان نے ایک نظر پیچھے کھڑی کانپتی ہوئی مشال کو دیکھا۔ "تُجھے میرا باپ بننے کی ضرورت نہیں ہے! اپنے یہ حکم اپنے گھر کے لڑکوں پر چلایا کر جو تیری سنتے بھی ہیں! دفعہ ہو میرے گھر سے!! سنجیدگی سے اسے گھورتے اریبی نے لفظ چبائے! اسے مزید غصّہ آ رہا تھا کیونکہ اسے لگ رہا تھا کہ آبان مشال کا ساتھ دے رہا ہے!

جبکہ وہ بلکل غلط سوچ رہا تھا۔ آبان صرف اسے غلط قدم اٹھانے سے روک رہا تھا۔ وہ سہی کہتا تھا کہ گرار یبی نے بھی یہی کچھ کر دیا تو ان میں اور ان لوگوں میں فرق ہی کیا رہ جانا تھا۔ پھر تو دونوں ایک جیسے تھے! "یعنی تو نے پورا ارادہ کر لیا ہے کہ تو اس سے نکاح نہیں کرے گا؟ آبان خان نے دو قدم ہلکے سے پیچھے کو لیتے حتمی انداز میں استفسار کیا۔ " کبھی بھی نہیں! میں اپنی بہن کے قاتلوں سے ہر گز بھی ہمدردی نہیں دکھا سکتا۔ میں کسی صورت اس بد کردار. بیغیرت عورت سے نکاح نہیں کروں گا۔۔ یاد رکھنا تو ہمیشہ!! اسی کی طرح اٹل لہجے میں جواب آیا تھا۔ اس کے ارادے مضبوط لگتے تھے۔!! اسے بس مشال لغاری کچھ دیر کے لیے چاہیے تھی نہ کہ ساری زندگی وہ اسے نکاح میں لے کر اپنے سر پر بیٹھا لیتا۔۔ "ٹھیک ہے پھر مار دیتے ہیں اسے! سارا مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔ آبان خان نے اریبی کی طرف دیکھ کر کہتے اپنی جیب سے پستول نکالتے پیچھے کھڑی مشال لغاری پر تانی!! وہ واقعی اسے مار دیتا۔!! حدائق شاہ سائڈ پر کھڑا ان دونوں کو فراموش کیے اپنی بیوی کے ساتھ مگن تھا۔ وہ موبائل پر اس سے بات کر رہا تھا۔ اس کی بلا سے یہاں خون کی

ندیاں بہہ جاتی۔ فائزہ کو نیا موبائل اس نے کل ہی دلوایا تھا۔ ابھی اسے زبردستی آبان خان ہی پکڑ کر لایا تھا۔ ورنہ یہ وقت اس کی بیوی کا تھا۔۔ مشال لغاری نے چیختے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ موت، عزت جانے کا خوف سارے جھٹکے اسے آج ہی مل رہے تھے! اس نے بھی آبان کو گولیاں ماری تھیں۔ کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ یہ انسان اسے بھی مار دیتا۔ ہر طرف خسارہ ہی خسارہ تھا۔ اریبی سے نکاح کرتی تو ساری زندگی کا رونا۔ آبان کے پاس رہتی تو وہ واقعی اسے مار دیتا۔ اریبی کے پاس ہوتی تو اس کی عزت لٹ جانی تھی۔ وہ کہاں جاتی کوئی چارہ نہیں تھا اس کے پاس سوائے موت کے! اور پھر موت بھی آسان تھوڑی ہے! "تو یہ نہیں کرے گا۔ میری بلا سے جب مرضی مار دے اسے! لیکن ایک رات سے پہلے اگر تو نے اسے مارا تو تو مجھے اپنا دشمن پائے گا آبان یاد رکھنا۔۔ اریبی نے جبڑے بھینچتے انگلی اٹھاتے اسے سختی سے تنبیہ کی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا آبان اتنا ضدی نکلے گا۔۔ "مجھے دشمنی منظور ہے! آبان خان نے سنجیدگی سے کہتے گن لوڈ کی۔ صرف ٹریگر دبانے کی دیر تھی اور مشال لغاری کا پتہ صاف ہو جاتا۔ بیچ میں آبان خان کھڑا تھا۔ ورنہ

اریبی کب کا مشال کو اپنی طرف کر لیتا۔ منہوس آیا ہی اتنی اچانک تھا کہ اریبی کو کچھ سمجھ نہیں لگی تھی۔ "تو ایسا نہیں کر سکتا آبان۔ تو نہیں جانتا اسے ڈھونڈنے میں کتنی محنت کی ہے میں نے! اب میرا مقصد پورا ہوئے بغیر تو اسے نہیں مار سکتا۔!! اریبی آگے آنے کی کوشش کرتے غصیلے لہجے میں چیخا۔ آبان کا ہاتھ ٹریگر پر ہی تھا۔ وہ اپنی محنت ضائع ہوتی نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔ "میں ایسا ہی کروں گا۔ آبان خان نے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہتے ٹریگر پر اُنگلی۔ رکھتے اسے دبایا۔ گولی چل چکی تھی۔!! "میں راضی ہوں!!" لیکن بروقت ہی اریبی نے چیختے ہوئے آگے کو بڑھتے آبان خان کے ہاتھ کا رخ موڑا۔۔ گولی دیوار میں لگی تھی۔ ایک لمحے کے لیے اریبی واقعی میں بہت ڈر گیا تھا۔ مشال لغاری کی فلک شگاف چیخ اُبھری۔ اسے لگا تھا گولی اسے لگ جائے گی۔ لیکن گولی اسے نہیں بلکہ اس کے پاس سے گزرتے ساتھ دیوار میں لگی تھی۔۔ "سالے میں جان سے مار دوں گا تُجھے! اریبی نے غصے سے پاگل ہوتے ایک زوردار مکا آبان خان کے منہ پر جڑا۔ اسے پتہ نہیں کیوں اتنی آگ لگ رہی تھی۔ لیکن یہ سچ تھا کہ اس کے دل کی دھڑکن بہت تیز ہوئی پڑی

تھی۔ وہ اپنا مقصد پورا کیے بغیر مشال کو مرنے نہیں دے سکتا تھا۔۔ "اپنی زبان پر قائم رہنا۔۔ آبان خان نے اپنے پھٹے ہونٹ سے نکلتے تھوڑے بہت خون کو انگوٹھے سے صاف کرتے مسکراتے ہوئے اسے جتایا۔ وہ سن چکا تھا کہ اریبی نے حامی بھر دی ہے!! اسے یقین تھا۔۔ حدائق شاہ جو موبائل میں مگن تھا گولی۔ کی آواز سنتے اس نے بیزاریت سے آنکھیں اٹھاتے سامنے مشال کو دیکھا۔ایک گولی ہی تو تھی اتنا ڈرنے کی کیا ضرورت تھی اس عورت کو! ایسا وہ سوچ رہا تھا۔۔ سر جھٹکتے وہ واپس سے موبائل کی طرف متوجہ ہوا جہاں فائزہ کا میسج جگمگا رہا تھا۔اس کی بلا سے سارے مر جاتے! اسے بس۔بیوی عزیز تھی!

اریبی نے آبان خان کی بات پر ہونٹ بھینچتے اسے دیکھا۔ "ذلیل کر دیا تھا اس انسان نے! پتہ نہیں اس کا نکاح کروا کر آبان کو کونسے لڈو ملنے تھے جو وہ اسے اس طرح راضی کر چکا تھا۔۔ "صبح تُجھے لاش ملے گی اس کی یاد رکھنا۔۔ اُنگلی اٹھا کر نہایت غصے سے کہتے اریبی نے اپنے قدم باہر کو لیے! لے آتا یہ خبیث اب خود ہی

نکاح خواں کو! وہ صرف بیٹھ کر قبول ہے قبول ہے بول سکتا تھا۔۔ "میری بلا سے!! کندھے اچکا کر کہتے آبان خان نے مسکراتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھا۔ اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا مشال لغاری کے مرنے یا جینے سے! اسے صرف اریبی کو ریپ کرنے سے روکنا تھا۔ وہ ایک اچھا دوست ہونے کا فرض نبھا چکا تھا۔ دوست کو غلط کام سے روک کر وہ واقعی ایک اچھا دوست ثابت ہوا تھا۔۔ "چلو بی بی۔۔ تمہارے تو برے دن اب سے شروع ہونگے! شرافت اور عزت اسی میں ہے تمہاری کہ اسے اپنی زندگی میں قبول کر لینا۔۔ ورنہ اب اگر تم نے انکار کیا تو میں بھی نہیں بچاؤں گا۔ مشال لغاری کی طرف متوجہ ہوتے۔آبان خان نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔۔اس کی۔آنکھوں میں ہی مشال لغاری کے لیے بے پناہ حقارت اور نفرت بہت واضح تھی۔ وہ پتہ نہیں کیسے خود کو اس کا قتل کرنے سے روکتا آیا تھا آج تک! ورنہ زہر سے زیادہ بری لگتی تھی یہ عورت اسے!! "میں کسی صورت اس درندے سے نکاح نہیں کروں گی آئی سمجھ! تم سب میری۔زندگی کا فیصلہ کرنے والے ہوتے کون ہو؟ اپنے۔چہرے سے ہاتھ ہٹاتے مشال لغاری

روتے ہوئے ہزیانی انداز میں چیخی ! ! ابھی جو روپ اس نے۔اریبی کا دیکھا تھا اس سے تو بہتر تھا کہ وہ مر ہی۔جاتی۔ساری زندگی اریبی کے تھپڑ وہ نہیں۔سہہ سکتی تھی۔اسے خوف آنے لگا تھا۔اتنے۔مردوں میں تن تنہا وہ پھنس کے رہ گئی تھی۔ آگے پیچھے کوئی بھی نہیں تھا اس کے ! وہ مکمل۔بے آسرا تھی۔! ! "او باجی آہستہ چیخ ! ابھی آبان۔خان کوئی جواب دیتا کہ حدائق شاہ ناگواری سے اسے ٹوک چکا تھا۔وہ ڈسٹرب ہو رہا تھا۔! ! سر جھٹکتے وہ واپس سے اپنے موبائل کی طرف متوجہ ہوا۔ "تم سے پوچھ نہیں رہے ہم۔تمھیں نکاح کرنا ہے کرو ورنہ میں تمھیں بنا نکاح کے خود اریبی کے حوالے کر دوں گا۔اتنی ہی برداشت تھی میرے اندر ! ! حدائق شاہ کو سرے سے اگنور کرتے آبان خان نے اُنگلی اٹھاتے مشال لغاری کو سختی سے تنبیہ کی۔وہ اس کے نخرے نہیں دیکھ سکتا تھا۔اگر نکاح نا کرتی تو وہ اسے یہیں مار کے جاتا۔! ! "رک تُجھے میں بتاتا ہوں ! ! اریبی جو واپس سے دروازے سے اندر داخل ہو رہا تھا کہ مشال لغاری کی بات سنتے وہ چیختے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔وہ ہوتی کون تھی انکار کرنے والی۔کیا اس نے انکار کا حق دیا تھا مقابل کو جو وہ

چیختے ہوئے انکار کر رہی تھی۔۔ مشال لغاری اسے کڑے تیور لیے اپنی طرف آتا دیکھ بھاگتے ہوئے آبان خان کے پیچھے چھپی۔ پہلے ہی گال سوج گیا تھا وہ مزید تھپڑ برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ اریبی بہت خطرناک انسان تھا۔۔ "مان گئی ہے وہ! اگر انکار کرے گی تو تیری مرضی جو مرضی کرنا۔ نکاح خواں آگیا ہے باہر چل!! آبان خان نے ہاتھ اٹھاتے اریبی کو وہیں رکنے کو بولا۔۔ نکاح خواں دروازے میں ہی کھڑے تھے! شاید اسے اریبی ہی گیٹ سے لے کر آیا تھا۔!! اریبی نے ایک نظر آبان خان کے پیچھے چھپی مشال کو گھورتے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اتنی گندی اور گھٹیا عورت اسکے نکاح میں آئے گی۔ ایک بدلے کی خاطر اسے کیا کچھ کرنا پڑ رہا تھا۔ صرف اپنی انا کی تسکین کے لیے وہ اس عورت سے نکاح کرنے جا رہا تھا تاکہ اس کے جسم کو نوچ کے اسے بتا سکے کہ جب کوئی مرد جسم نوچتا ہے تو کیسا محسوس ہوتا ہے! وہ ہر برے کام میں اپنے بھائی کے ساتھ برابر کی شریک ہوتی تھی۔!! ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے اریبی سر جھٹکتے مولوی کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ شاید اس کمرے میں ہی نکاح

کروانے والا تھا۔ "آجائیں!! مولوی صاحب کو مخاطب کرتے اریبی بیڈ کے کنارے پر بیٹھا۔ یہ مولوی کو آبان خان اپنے ساتھ لایا تھا۔ مشال لغاری ہچکیوں سے۔ روتے ہوئے اب سب کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے پاس کوئی اور راستہ بچتا ہے نہیں تھا۔ وہ جہاں بھی جاتی منزل اب اریبی ہی تھا۔ اس کے سارے راستے بند ہو چکے تھے!!

بیوی کے علاوہ اور بھی بہت کچھ ہے دنیا میں!! سالے اس لیے نہیں لایا تھا میں" تُجھے ساتھ!! آبان خان نے حدائق کی طرف بڑھتے اس کی کمر میں ایک دھپ رسید کیا۔ مجال تھی جو اس انسان کو آس پاس کے ماحول سے کوئی فرق پڑتا ہو! البتہ بیوی والی بات کا اس نے تکا لگایا تھا! حدائق شاہ نے فون سے نظریں ہٹاتے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ "مجھ سے شکل بھی نہیں دیکھی جا رہی اس عورت کی! اور تو کہہ رہا ہے اس کے نکاح میں شامل ہو جاؤں۔ میرا بس چلے تو میں قتل کر دوں اس کا۔ بہتر ہے تو مجھے سائڈ پر ہی رہنے دے!! گواہی کے لیے بتا دینا دستخط کر دوں گا۔

سنجیدگی سے ایک ایک لفظ چباتے حدائق شاہ واپس سے اپنے موبائل میں مصروف ہوا۔ "مل کے مارے گیں! کل بلاؤں گا تُجھے بھی!! اریبی نے سنجیدگی سے حدائق کو کہتے مولوی کی طرف رخ موڑا جو نکاح نامے پر اطلاعات لکھ رہے تھے!! اسے بس حدائق ہی پسند آیا تھا۔ "شروع کریں نکاح۔۔!! نکاح خواں کی طرف دیکھتے اس نے سنجیدگی سے حکم دیا۔ اسے اب جلدی لگ گئی تھی نکاح کرنے کی!! اچھا تھا وہ اپنا مقصد پورا کرتا اور اسے بھاڑ میں جھونکتا۔ تھوڑا سا اٹھتے مشال لغاری کو بازو سے تھامے وہ اپنے بلکل پاس بیڈ کے کنارے پر بیٹھ چکا تھا۔ مشال لغاری کانپتے ہوئے روتے ہوئے اس کے ساتھ بیٹھی اس کے چہرے کو ہی دیکھ رہی تھی۔ جو حسین تھا لیکن حد سے زیادہ ظالم بھی تھا۔ صرف اس کے لیے! وہ ظلم صرف اسی پر کر سکتا تھا۔ کبھی وہ اس پر حکمرانی کرتی تھی۔ کبھی ہمیشہ اریبی اس کے حکم کا منتظر رہتا تھا۔ آج وہ اس کا مالک بننے جا رہا تھا۔ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ اب اس کے ساتھ کیا کچھ ہونے والا ہے! اپنے پچھلے کیے گئے اعمال کا اسے اندازہ تھا لیکن پچھتاوا نہیں تھا۔ اس کے اندر آج بھی "میں" باقی تھی۔ ہاں غرور نہیں رہا تھا

کیونکہ وقت پہلا سا نہیں رہا تھا۔ ورنہ اپنے لیے اور اپنے بھائی کے لیے وہ آج بھی پہلے والی مشال ہی۔ تھی۔۔ تبھی اتنے ڈر کے باوجود ابھی بھی اس کی زبان میں لڑکھڑاہٹ نہیں آئی تھی۔! مولوی صاحب نے ایک نظر اریبی کو دیکھتے نکاح شروع کیا۔ آبان خان اور حدائق ایک طرف کھڑے سنجیدگی سے ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے!! مولوی صاحب نے الفاظ بولتے سوالیہ نظروں سے اریبی کو دیکھا۔ اریبی کی نظریں مشال کے چہرے پر تھیں۔ وہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے قبول ہے بول چکا تھا۔ اس کا تو اب جینا حرام وہ کرتا۔۔ اس کی طرف سے قبول ہے کا مرحلہ طے پاتے مولوی صاحب نے یہی کچھ مشال لغاری سے پوچھا۔ اس کا حق مہر شرعی تھا۔ کچھ ہزار روپے!! اب اریبی اتنا پاگل نہیں تھا کہ اس پر اتنا پیسہ اڑاتا۔۔ مشال نے اپنے آنسوں پونچھتے شکوہ کناں نظروں سے آبان خان کو دیکھتے دھیمے سے قبول ہے بولا۔ اگر آبان خان نا ہوتا تو کم از کم اسے نکاح نہیں کرنا پڑنا تھا۔۔ آبان خان اسے اچھے سے پھنسا چکا تھا۔۔ لیکن قبول ہے بولنے کے علاوہ اس کے پاس کوئی اور راستہ بھی نہیں تھا۔ تبھی مسلسل روتے ہوئے وہ تینوں مرتبہ قبول ہے بول گئی

تھی۔۔ وہ مشال لغاری سے مشال دائم حسین ہو چکی تھی۔ اس کی شناخت اور زندگی دونوں ہی بدل چکی تھی۔ نجانے اب وہ کب تک زندہ رہتی!! "نکاح مبارک ہو!!" مولوی صاحب نے دونوں کے دستخط لیتے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے!! "رہنے دیں مولوی صاحب!! دو دن کی شادیوں میں دعائیں دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ بہت شکریہ آپ کا آپ آئے! جا سکتے ہیں اب آپ!! بیڈ سے کھڑے ہو کے سنجیدگی سے کہتے اریبی سائڈ پر ہوا۔ وہ دعا بھی نہیں مانگ سکتا تھا۔۔ مولوی صاحب خاموشی سے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے باہر کی طرف بڑھے!! !! وہ بھلا کیا ہی کہہ سکتے تھے اب کسی کو! اپنا کام مکمل کرتے وہ جا چکے تھے

"سالے راحیل اور اکشم کم تھے کیا میرا بھی باپ بننے لگا ہے تو؟ کروا ہی دیا آخر تو نے نکاح۔۔ خوش نصیب ہے تو!! ورنہ اریبی کسی کی بات جلدی سے سنتا نہیں ہے!! سنجیدگی سے آبان خان کو دیکھتے اریبی نے اسی کی طرف قدم لیے! وہ ابھی مشال کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔۔ ورنہ جتنا اسے غصّہ تھا وہ اپنا مقصد پروا کیے بغیر ہی اسے جان سے مار دیتا۔ وہ آج اپنا قہر مقابل پر ڈھانے کا پورا پورا اِرادہ رکھتا تھا۔ ہو

سکتا تھا کہ آج کی رات اس کے اندر جلتی تپتی بدلے کی آگ بجھ جاتی!! اس کی انا کو تسکین مل جاتی!!"ایک دن تُجھے میرا یہ فیصلہ بلکل ٹھیک لگے گا۔احساس ہو گا تُجھے ایک دن کہ آبان خان غلط نہیں تھا۔۔آبان خان نے اسے اپنے پاس آنے پر گلے سے لگایا۔وہ اس کی کمر کو تھپکتے بہت اُمید سے یہ بات کہہ رہا تھا۔۔"ایک دن آہی نہ جائے وہ!! میں مار دوں گا اُسے صبح آبان۔۔مجھے آیت کے قاتلوں سے کوئی رشتہ نہیں رکھنا۔اس عورت سے جتنی مجھے نفرت اور حقارت محسوس ہوتی ہے میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔۔میری آیت آج مجھ سے خفا ضرور ہوئی ہو گی!! اریبی نے اس کے گلے سے لگتے کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہا۔اسے اپنی نازوں سے پالی ہوئے بہن یاد آرہی تھی۔آج کے دن اس کا یاد آنا بنتا بھی تھا۔۔"ہمت رکھ!! صبح ملتے ہیں پھر اس کے جنازے پر!! اللہ حافظ!!"واپس سے اس کی پیٹھ کو تھپکتے آبان خان نے اسے ہلکا سا خود سے دور کیا۔اسے یقین تھا کہ ایسا کچھ نہیں ہونے والا۔لیکن پھر بھی وہ بس ایسے ہی اسے یہ بات کہہ گیا تھا۔۔"سر کو خم دیتے اریبی نے تھوڑا پیچھے کو ہوتے اسے جانے کی اجازت دی۔۔وہ انہیں روک

نہیں سکتا تھا۔۔ آبان خان اور حدائق شاہ دونوں ہی مشال پر فاتحہ پڑھتے باہر کی طرف بڑھے ! ان کا کام پورا ہو گیا تھا۔ اب اریبی جانے اور اس کی بیوی ! ! وہ لوگ بھی بڑھتے اپنے گھروں کو روانہ ہو چکے تھے !

اریبی آبان خان کے حدائق کو چھوڑتے واپسی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔ اس وقت تقریباً شام کا وقت تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی وہ لوگ نکاح سے فارغ ہوتے یہاں سے گئے تھے۔ اریبی ابھی ہی انہیں گیٹ تک چھوڑ کر آیا تھا۔۔ کمرے میں داخل دائم نے دروازے کو اچھی سے لاک کیا۔۔ اس کا چہرہ حد سے زیادہ سنجیدہ تھا۔ جبکہ غصّہ اتنا دماغ پر حاوی تھا کہ الامان۔ اس کے ماتھے کی رگیں پھٹنے کی حد تک پھولی ہوئی تھیں۔ یہ غصّہ محض ایک ہی بات کا ہو سکتا تھا۔ اور وہ تھا نکاح کا۔۔ آبان خان کے سامنے وہ تھوڑا نارمل بیہیو تو کے گیا تھا لیکن یہ تو وہی جانتا تھا کہ اس نے اپنا غصّہ کیسے قابو میں رکھا ہے! اسے اپنا بدلہ لینا تھا۔ آبان نے سارے پلان پر پانی پھیر دیا تھا اس کے! اگر وہ مشال کو مارنے کی دھمکی نا دیتا تو اریبی کسی صورت بھی اپنی بہن کی قاتلہ سے نکاح نا کرتا۔۔ ہاں قاتلہ!! قاتل کا ساتھ دینے والی کو بھی اسی کے ساتھ شامل کیا ہوا تھا اس نے! صرف اس کی بہن ہی نہیں۔ اور بھی نجانے کتنے گھٹیا کاموں میں اس عورت نے اپنے بھائی کا پورا پورا ساتھ دیا

تھا۔۔اور تو اور اریبی برسوں پہلے اس کی آبان خان کے سامنے کی گئی اس گھٹیا حرکت سے بھی اچھی طرح واقف تھا۔اسے اس عورت کا ایک ایک کارنامہ پتہ تھا۔کچھ اسے اس بات کی بھی آگ لگی ہوئی تھی۔کیونکہ وہ اس طرح کی عورت ڈیزرو نہیں کرتا تھا۔۔وہ گنہگار ہو سکتا تھا لیکن گھٹیا نہیں تھا۔جبکہ اس کے نصیب میں گھٹیا عورت تھی۔وہ جس اپنے گناہوں پر کوئی پچھتاوا بھی نہیں تھا۔۔ہاں ایک گناہ اریبی بھی کرنے جا رہا تھا۔شکر تھا کہ آبان خان نے بروقت اسے سمجھا بجھا لیا تھا۔وہ ایسے وقت میں کوئی فرشتہ ثابت ہوا تھا۔لیکن خیر جو بھی تھا کوئی بھی جواز اس کی نفرت، غصّہ اس عورت پر ختم نہیں کر سکتا تھا۔اس کا ظرف نہیں تھا کہ وہ اپنی بہن کے دشمنوں سے بیٹھ کر رشتے نبھاتا۔اس کے دل میں پلتی نفرت، دہشت ٹھاٹے مار رہی تھی۔لیکن ایک طرف دل کے کسی آخری کونے میں چپکے سے مسلسل یہ بات بھی گردش کر رہی تھی کہ وہ اب اس کی بیوی ہے!اس کی عورت!!آگے جو اس کی مرضی ہوتی!!

دائم حسین نے دروازے کو لاک کرتے پورے کمرے میں اپنی نظر دوڑائی۔وہ اس وقت بلیک کلر کے کرتا شلوار میں ملبوس تھا جو کہ اب خاصا شکن زدہ ہو چکا تھا۔ کمرے میں نظر دوڑاتے بے ساختہ ہی اس کے ابرو آپس میں سکڑے!! مقابل کہیں نہیں تھی۔وہ باہر سے ہی تو آیا تھا۔اگر مشال باہر نکلی ہوتی تو اسے خبر ہو جاتی۔۔سنجیدگی سپاٹ چہرے کے ساتھ تیزی سے دماغ میں سوچتے اریبی نے واشروم کے دروازے کی طرف دیکھا جو بند تھا۔۔یقیناً یہ لڑکی اس سے بچنے کی خاطر واشروم میں چھپ چکی تھی۔اسے سو فیصد یقین تھا کہ یہ اس سے بچنے کی خاطر ہو گا۔وہ ایک عرصہ ساتھ رہا تھا اس لڑکی کے!! اس عورت کی رگ رگ سے واقف تھا وہ!! خاموشی سے اپنے بھاری قدموں کو اٹھاتے اریبی نے واشروم کی طرف قدم لیے! جتنا وہ اپنا غصّہ پی رہا تھا یہ عورت اس طرح کی حرکت کرتے مزید اسے تپ چڑھا چکی تھی۔۔اپنے بھاری قدموں کی دھمک سے واشروم کی طرف بڑھتے اریبی نے بنا کسی ہچکچاہٹ یا کچھ سوچے سنجیدگی سے لاک گھمایا۔ ایک لمحے کے لیے بھی اس نے نہیں سوچا تھا کہ مقابل آگے واشروم میں ہے!! وہ

بڑے حق سے اندر جانے کی تیاریوں میں تھا۔ لیکن برا ہوا۔۔ دروازہ لاک تھا۔ اب مشال اتنی بھی پاگل نہیں تھی کہ دروازہ لاک کرنا بھول جاتی۔ بچنے کا ایک یہی تو واحد راستہ تھا۔ اریبی نے دروازے کو لاک دیکھتے سختی سے ہونٹ بھینچے! یہ سراسر محض اسے مزید غصّہ دلانے کی ایک سازش تھی۔ ایسا اسے لگتا تھا۔ ایک زہر آلود نظر دروازے پر ڈالتے اس نے خاموشی سے پیچھے کو ہوتے کمرے میں موجود بیڈ کی سائڈ ٹیبل کی طرف اپنے قدم لیے! اس نے دروازہ ناک کرنے یا پھر چیخنے چلانے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔ کیونکہ یہ اسے ضروری ہی نہیں لگا تھا۔۔ وہ جانتا تھا اس سب کا کوئی فائدہ نہیں ہے! مقابل بہت ہی کوئی ڈھیٹ عورت ہے وہ اچھے سے واقف تھا اس بات سے! اور پھر جب اس کے پاس چابی تھی تو وہ کیوں ہی اپنی انرجی ضائع کرتا؟؟ سائڈ ٹیبل کی دراز سے چابیاں نکالتے اریبی واپس سے واشروم کی طرف بڑھا۔ اس کے چہرے کی سنجیدگی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔ وہ جتنا برداشت کر رہا تھا ضبط تھا اس کا۔۔ چابی کو گھماتے کلک کی آواز کے ساتھ جھٹکے سے دروازہ کھلا۔ وہ کامیاب ٹھہرا تھا۔ اریبی نے پوری طرح دھم کی

آواز کے ساتھ واشروم کو کھولتے اپنی شدید سرخ ہوتی آنکھیں سامنے گاڑی۔ سامنے ہی مشال لغاری دروازے سے تھوڑا دور دیوار کے ساتھ بلکل چپک کے کھڑی آنسوں بہا رہی تھی۔ کہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلتے دیکھ وہ بے ساختہ۔ہی اپنی جگہ سے اچھلی۔!! سامنے ہی اس خطرناک انسان کو دیکھتے اس کی سانسیں خشک ہوئیں! وہ اس سے بچنے کی خاطر ہی یہاں پر آئی تھی۔آج اس شخص کی دہشت سے اسے واقعی میں مزید خوف آرہا تھا۔ نکاح ہو چکا تھا۔ وہ ہر طرح سے اس پر حق رکھتا تھا۔اسے اندازہ تھا کہ اریبی اب حنان کا بھی سارا غصّہ کس کس طرح سے اس پر اُتارے گا۔اس نے بچنے کی ایک ناکام سی کوشش کی تھی جو کہ واقعی میں ناکام ہو چکی تھی۔!! اریبی کو اپنے سامنے دیکھتے اس کی سانسیں بلکل خشک ہو چکی تھی۔اپنی سہمی ہوئی بھیگی آنکھیں اریبی کی سرخ خون چھلکاتی آنکھوں میں گاڑے وہ مزید پیچھے دیوار کے ساتھ چپکی۔!!" باہر آ۔۔۔اریبی نے اسے سامنے دیکھتے اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے سنجیدگی سے حکم دیا۔اسے زہر لگ رہی تھی یہ شکل۔اور کچھ یہ آنکھیں جن میں ظاہری معصومیت تھی۔ لیکن وہ جانتا تھا

کہ یہ معصوم نہیں ہے! مشال نے بے ساختہ ہی دیوار میں مزید گھسنے کی کوشش کرتے نفی میں سر ہلایا۔ خوف سے اس کی جان نکل رہی تھی۔ جبکہ آنکھوں سے آنسوں قطار در قطار روانہ تھے! وہ باہر نہیں جاسکتی تھی۔!!"میں اگر وہاں آیا تو بہت برا ہوگا مشال۔ کھڑے کھڑے تیر۔۔ تمہاری جان سولی پر نہ لٹکا دی تو میرا نام بھی دائم نہیں!! باہر آ۔۔"سنجیدگی سے دوبارہ سے دھمکی آمیز حکم پیش کیا گیا۔ البتہ وہ نجانے کیوں تو بولتے بولتے تم پر آگیا تھا۔۔"مجھے جانے دو خدا کے لیے! میں نے تمھارا تو کچھ نہیں بگاڑا تھا۔ تم میرے بھائی سے بدلہ لے چکے ہو مجھے جانے دو پلیز!! مشال نے روتے ہوئے اس سے التجا سی کی۔ وہ اس بات کو قبول کر چکی تھی کہ حنان کو واقعی ان ظالموں نے مار دیا ہوگا۔ ان سے کچھ بھی بعید نہیں تھی۔"تم باہر آرہی ہو یا نہیں؟ اسے مسلسل ضد کرتے دیکھ اریبی دروازے پر ہاتھ مارتے حلق کے بل دھاڑا۔ وہ خون آشام نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ جبکہ اس کا اپنا غصّہ مزید آسمان پر پہنچ رہا تھا۔!! مشال نے ہچکی سی بھرتے دھیرے دھیرے سے اس کی طرف قدم لینے شروع کیے! اگر مقابل یہاں آجاتا تو

اس کا اپنا ہی نقصان زیادہ تھا۔ بہتر تھا وہ چلی ہی جاتی۔ البتہ اس کی ٹانگوں میں کپکپاہٹ بہت زیادہ واضح طور پر دیکھی جاسکتی تھی۔ یہ راستہ آسان تو نہیں تھا۔ وہ ابھی کچھ فاصلے پر ہی تھی کہ اریبی ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے اسے بے دردی سے بازو سے جکڑے واشروم سے باہر کھینچ چکا تھا۔ مقابل جس طرح آرہی تھی وہ آنے میں ہی دس گھنٹے لگا دیتی۔!! اسے بازو سے پکڑے کمرے کی طرف آتے اریبی نے اسے کھینچ کر اپنے سامنے کیا۔ وہ قہر بار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ آج یہ عورت اس کا وہ روپ دیکھتی کہ آج تک کسی نے نہیں دیکھا تھا۔۔ "مجھ سے بچ رہی تھی ہاں؟ اس کے بالوں کو پیچھے گدی اس جکڑتے اریبی نے سرد برفیلے لہجے میں استفسار کیا۔ وہ اس کی کپکپاہٹ بخوبی دیکھ رہا تھا۔ مقابل سے کھڑا بھی نہیں ہوا جارہا تھا۔ شاید یہ خوف تھا۔ "مجھے جانے دو اریبی۔ میں نے تمھارا کچھ نہیں بگاڑا۔۔ اپنے بالوں کو اس کی تنگ گرفت سے آزاد کروانے کی کوشش کرتے اس کی ایک ہی رٹ تھی۔ وہ بس کسی طرح اس ظالم سے آزادی چاہتی تھی۔ "میرا ہی بگاڑا ہے تم دونوں نے! میری بہن کو مار دیا تم لوگوں نے اور ابھی بھی کہہ رہی ہو تم نے میرا

کچھ نہیں بگاڑا؟اس کی بات پر غصے سے پاگل ہوتے اریبی کے ایک چانٹا اس کے منہ پر رسید کیا۔وہ کیوں بار بار خود کو سہی ثابت کرنے میں لگی ہوئی تھی۔حالانکہ اریبی اچھے سے جانتا تھا کہ یہ عورت ہر لڑکی کے ریپ میں اپنے بھائی کے ساتھ برابر کی شریک رہی تھی۔وہ کچھ نہ بھی کرتی ہو تو اسے سراہتی ضرور تھی۔اس نے کبھی اپنے بھائی کی مخالفت کی ہی نہیں تھی۔!!مشال نے چیختے ہوئے اپنے گال پر ہاتھ رکھا جہاں شاید قسم کی جلن ہو رہی تھی۔آج کے دن کا یہ چوتھا تھپڑ اسے ایک ہی گال پر لگا تھا۔"تو بیہودہ عورت ہے۔۔مجھے خود سے گھن آرہی ہے کہ تیرے جیسی عورت کو اپنے نکاح میں لیا ہے میں نے۔۔لیکن خیر ایک رات کی ہی بات ہے! آج میں تُجھے بتاؤں گا کہ اصل میں ریپ ہوتا کیسے ہے! بہت اپنے بھائی کا ساتھ دیتی تھی نہ تو؟آج تُجھے پتہ چلے گا جب ایک لڑکی کی عزت روندی جاتی۔ہے،اسے جانوروں کی طرح مارا پیٹا جاتا ہے تب کیسا محسوس ہوتا ہے!!واپس سے اس کے بالوں کو پکڑتے اس کے چہرے کو اپنے حد درجہ نزدیک کیے وہ اپنے الفاظوں سے ہی اس کی جان نکال رہا تھا۔اس کا لہجہ پختہ تھا۔جیسے آج وہ واقعی میں یہ کرنے کا

ارادہ رکھتا ہو۔اور تھا بھی کچھ ایسا ہی ! "مجھے معاف۔۔۔"مشال لغاری روتے ہوئے تیزی سے ابھی اس سے شاید معافی مانگنے لگی تھی کہ پہلے ہی اریبی اس سے زیادہ تیزی سے اس کے بالوں پر گرفت مضبوط کیے۔اسے اپنے نزدیک کیے شدت سے اس کے لبوں پر جھکا۔۔وہ جارحانہ انداز میں اس کے لبوں کو اپنے دانتوں سے کاٹتے بے دردی سے انہیں کھانے کے درپر تھا۔۔مشال لغاری چیخنا چاہتی تھی اسے خود سے دور کرنا چاہتی تھی لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔مقابل نے شروع ہی اتنی بے دردی سے کیا تھا کہ اس کا خوف مزید بڑھ گیا تھا۔جسم کی کپکپاہٹ میں بھی مزید اضافہ ہوا۔اس کی ٹانگوں نے کھڑے رہنے سے انکار کر دیا تھا۔وہ لاکھ بولڈ، کانفیڈنٹ اور بری سہی لیکن یہ سچ تھا کہ پہلی مرتبہ کوئی مرد اس کے اس حد تک۔نزدیک آیا تھا۔ایک مرتبہ بس اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ آبان کو پرپوز کر کے اسے سیڈیوز کرنے کی کوشش کی تھی۔تب اسے وہی سہی لگا تھا۔لیکن جس طرح بدلے میں آبان خان نے اسے۔ذلیل کیا تھا وہ ان محبتوں کے چکروں میں پڑنے کی بجائے بدلے کی آگ میں جلتے خود کو برباد کر چکی تھی۔!!اریبی نے ایک ہاتھ اس کے

بالوں سے ہٹاتے سختی سے اس کے جبڑے کو دبوچے۔اس کے منہ کو کھلوایا۔وہ ایک نظر اس کے ہونٹ سے نکلتے خون کو دیکھتے بنا رحم کھائے پھر سے اس کی زبان تک رسائی حاصل کرتے اسے ہے رحمی سے اپنے دانتوں تلے کچل چکا تھا۔اس شخص نے مقابل کو ہونٹوں کا لمس محسوس کروانا ضروری نہیں سمجھا۔وہ اپنے دانتوں سے واقعی میں اس پر قہر ڈھا رہا تھا۔۔مشال لغاری کی آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات جاری تھی۔وہ بری طرح رو رہی تھی کیونکہ اسے بہت زیادہ جلن ہو رہی تھی۔اریبی جتنا ظالم شخص اس نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا تھا۔۔شاید وہ اپنے بھائی کی حرکتیں بھول گئی تھی۔بس اسی لیے!!اپنی سانسیں بلکل ختم ہوتے دیکھ مشال نے نہایت سرخ چہرے کے ساتھ ڈرتے ڈرتے اپنے ہاتھ کو اٹھاتے ہلکا سا اس کے بازو کو ہلایا۔وہ اسے ہوش دلانا چاہتی تھی۔وہ یہاں موت کے دہانے پر کھڑی تھی۔اریبی نے اس کا ہاتھ اپنے بازو پر دیکھتے آنکھیں کھولتے اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھا۔اس کی آنکھیں خون چھلکا رہی تھیں۔۔اگلے ہی لمحے وہ اسے بے دردی سے دور جھٹکتے اپنے بھاری ہاتھ کا ایک اور تھپڑ بے رحمی سے

اس کے نازک گال پر مار چکا تھا۔اس کا غصّہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ کم ہونے کی بجائے بڑھتا ہی جا رہا تھا۔۔مشال لغاری اس بے در و دار کی تاب نالاتے لڑکھڑاتے ہوئے بری طرح زمیں بوس ہوئی۔اس مرتبہ اریبی کا سہارا نہیں تھا جو وہ سلامت کھڑی رہتی۔وہ زمین پر گری ہچکیوں سے روتے ہوئے کراہ رہی تھی۔۔کہاں کھائے تھے پہلے کبھی ایسے تھپڑ؟یہ پہلی مرتبہ کسی مرد کے ہاتھ کا تھپڑ کھانے اور اسے معلوم ہوا تھا کہ عورت کو کسی مرد کی مار کھا کر کیسا محسوس ہوتا ہے!!اس شخص کے لمس میں حقارت تھی۔جبکہ وہ سیدھا سیدھا تذلیل کر رہا تھا اس کی۔جسے یہ نازک اندام عورت بخوبی محسوس کر رہی تھی۔!!دائم جبڑے بھینچ کر اسے دیکھتے اس کے پاس ہی ایک گھٹنا نیچے زمین پر فولڈ کرتے بیٹھا۔وہ جبڑے بھینچے نفرت آمیز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ابھی تو شروات تھی اور یہ لڑکی ہچکیوں سے رونے پر آگئی تھی۔"آج کے بعد مجھے ہاتھ مت لگانا۔آئی سمجھ؟تیرے سے گھن آتی ہے مجھے!ہر اُس شخص سے گھن آتی ہے مجھے جو میری آیت کے قتل میں شامل تھا۔نفرت ہے مجھے تُجھ سے!بے۔تحاشہ نفرت!!"اس کے جبڑے کو پھر

سے اپنے بھاری مسلز سے بھرے ہاتھ میں لیتے اریبی اس کے چہرے پر دبی دبی آواز میں پھنکارا۔ وہ خود اسے ہاتھ لگا لیتا جیسے مرضی لگاتا۔ لیکن جہاں اس عورت نے خود ہاتھ رکھا تھا اسے گھن آ رہی تھی۔ "کھڑی ہو!! اتنی نازک ہے نہیں تو جو ایک تھپڑ پر زمین پر گر جائے! اس کے بازو سے جارحانہ طریقے سے پکڑتے اریبی نے خود بھی کھڑے ہوتے اسے بھی زمین سے اٹھایا۔ وہ کوئی رحم نہیں کھا رہا تھا۔۔ مشال لغاری بمشکل ہی اس کے ہاتھ کے سہارے کھڑی ہو چکی تھی۔ اس کے پاس تو بولنے کو بھی کچھ نہیں تھا۔ رونے سے فرصت ملتی تو وہ کچھ بولتی۔ زندگی میں پہلی مرتبہ وہ اپنے آپ کو حد سے زیادہ کمزور محسوس کر رہی تھی۔ اریبی نے اس کے ہوش اڑا دیے تھے! اریبی نے اسے اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے بیڈ کی طرف لاتے اسے بیڈ پر پٹخا۔ مشال لغاری بیڈ پر بری طرح اوندھے منہ گری تھی۔۔ اس کے ہونٹوں سے خون تک ابھی بھی نکل رہا تھا۔۔ اریبی نے اپنی قمیض کو ایک ہی جست میں اُتارتے سائڈ پر پھینکی۔!! وہ قہر برساتی نظروں سے اسے گھورتے ہوئے اپنی سینڈو بھی اُتارتے سائڈ پر پھینک چکا تھا۔۔ مشال لغاری سہمتے ہوئے

اسے دیکھتے کہنیوں کے بل تھوڑا پیچھے کو ہوئی۔ خوف کے مارے اس کے حواس سلب ہو رہے تھے!! "دیکھو پلیز اریبی تم۔۔۔" بھیگی سی آواز میں بولتے اس نے پھر سے منت سماجت کرنی چاہی جب وہ بے رحم انسان اس کے اوپر آتے بے دردی سے اسے اپنے پہاڑ جیسے وزن کے نیچے کچل چکا تھا۔!! "آپ۔۔آپ بول!! اریبی نے اس کے اوپر آتے اس کی گردن کو پکڑتے سنجیدگی سے حکم دیا۔ کب سے مقابل تم تم لگائے ہوئے تھی۔۔اس کی بس ہو گئی تھی۔۔مشال نے نہایت سرخ چہرے کے ساتھ اپنی گردن سے اس کا ہاتھ ہٹانا چاہا۔ وہ اسے مارنے کے درپر تھا۔ اریبی کی گرفت بہت سخت تھی! اسے سانس لینے میں مشکل ہونے لگی تھی۔۔ "ایک مرتبہ میں سنتا نہیں کیا تُجھے؟ آپ بول!! اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ اریبی تھوڑی مزید گرفت بڑھاتے حلق کے بل دھاڑا۔۔زہر لگتا تھا اسے جب یہ عورت ایک مرتبہ میں اس کی سنتی نہیں تھی! "آ۔۔آپ۔۔روتے ہوئے سہمتے مشال نے فوراً ہی اس کے حکم کی تکمیل کی۔ اس کی سانسیں ختم ہونے لگی تھیں۔۔ اریبی نے تمسخرانہ سا مسکراتے جھٹکے سے اس کی گردن کو آزاد کیا۔ اتنی آسانی سے

تھوڑی مار سکتا تھا وہ اسے ! اسے تو وہ تڑپا تڑپا کے مارتا۔۔ "خدا کی قسم آج تیرے پور پور پر اپنا نفرت بھرا لمس چھوڑ کر تُجھے تیری اوقات یاد نا دلوائی تو میں بھی اپنے باپ کا نہیں ! بہت ریپ میں تیرا ہاتھ رہا ہے ! آج اپنے اوپر ہوئے ایکسپریمنٹ کے مزے لینا۔ ! ! ہلکا سا ہنس کر کہتے اریبی نے نیچے کو جھکتے اس کے گردن پر بے رحمی سے دانت گاڑے ! وہ اپنا پہاڑ جیسا وزن مکمل طور پر اس پر ڈالے بری طرح اس کی گردن پر دانت گاڑتے۔ اسے اپنی شدتوں سے رنگین کر رہا تھا۔ کئی جگہ سے تو ہلکا سا خون بھی رسنے لگا تھا۔۔ مشال لغاری بیڈ شیٹ کو دونوں طرف سے مٹھیوں میں سختی سے بھینچے شدید برے طریقے سے روتے ہوئے اسے سہہ رہی تھی۔ اسے اپنی پوری گردن پر جلن محسوس ہونے لگی تھی۔ ظلم اتنا تھا کہ وہ اسے ہاتھ لگا کر دوبارہ پیچھے بھی نہیں کر سکتی تھی۔ اپنے نازک گال پر مزید تھپڑ کھانے کی ہمت نہیں تھی اس کے اندر ! ! یہ شخص اس وقت کوئی انسان تو لگ ہی نہیں رہا تھا۔ اس کے اندر جذبات یا انسانیت نام کی کوئی چیز تھی ہی نہیں ! ! یہ شخص اس وقت کوئی خونخوار بھیڑیا لگ رہا تھا۔ ؟ ! اریبی نے اس کی گردن کو پوری طرح سے نیل و نیل کرتے

چہرہ اوپر کو کرتے اسے دیکھا۔ حیرت تھی مزاحمت نہیں کی گئی تھی اس بار!

"تمہ۔۔آپ کو خدا کا واسطہ ہے اریبی۔ میں مر جاؤں گی۔!! مشال نے روتے ہوئے لرزتی سی آواز میں پھر سے کوشش کرنی چاہی۔۔وہ اسے قسمیں یا واسطے ہی دے سکتی تھی۔۔ پھنس گئی تھی وہ عورت یہاں!!"کوئی فائدہ نہیں ہے تیرے اس گڑگڑانے کا۔ میں رحم کرنے والوں میں سے نہیں ہوں! ایک وقت پر تم دونوں نے نہیں کیا تھا اب میں نہیں کروں گا۔ ابھی تو کچھ کیا ہی نہیں میں نے! ابھی تو تجھے بتاؤں گا کہ عورت بے بس کیسے ہوتی ہے! تجھے بھی کچھ اندازہ ہو! سنجیدگی سے ایک ایک لفظ چباتے دائم حسین نے اس کی قمیض کو ایک ہی جست میں گلے سے پکڑتے چاک کیا۔ اس وقت وہ یہ بھی بھولے ہوئے تھا کہ یہ عورت اس کی بیوی ہے! ابھی کچھ لمحوں پہلے ان لوگوں کا نکاح ہوا تھا۔ اسے بس اپنے بدلے آگ بجھانی تھی۔۔مشال لغاری نے سسکتے ہوئے اپنی حالت دیکھی۔ مقابل اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس کی قمیض کو مکمل طور پر چاک کر گیا تھا۔۔وہ چیخنا چلانا چاہتی تھی لیکن اس شخص کے بھاری بھر کم وزن کو برداشت کر کے اتنی بھی ہمت

نہیں تھی اس کے اندر!! اس کی سانسیں پہلے ہی رک رک کر چل رہی تھیں۔ جبکہ چہرہ خون چھلکا رہا تھا۔۔ اریبی اسکے دونوں ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتے دوسرے ہاتھ سے دونوں کو ہر پردے سے آزاد کرنے میں مگن تھا۔ وہ کچھ لمحوں کے لیے اس کے اوپر سے اٹھا تھا کہ مشال نے تیزی سے سانس لیتے اپنی سانسیں بحال کرنی چاہی۔۔ "خدا کے لیے یہ ظلم مت کرو! جانے دو مجھے!! اپنی ٹانگوں کو حرکت دیتے وہ چیخ ہی اٹھی تھی۔ اسے ہر گز بھی اس شخص کو اپنا جسم نہیں سونپنا تھا۔ کاش کہ خدا اس انسان کے دل میں رحم ڈال دیتا۔۔ "بکواس بند کر!! وہ چیخی تھی کہ ساتھ ہی اریبی کا ہاتھ پھر سے اٹھ چکا تھا۔ کیا اس عورت کو اپنی جان پیاری نہیں تھی جو بار بار اسے مزید غصّہ دلا رہی تھی؟ زہر لگی تھی وہ اسے خود کے سامنے چیختی ہوئی!! مشال نے ماتم کناں انداز میں روتے ہوئے اپنے گال پر ہاتھ رکھا۔ اس کا گال بری طرح سوج چکا تھا۔ ایک ہی گال پر آج کے دن میں نجانے کتنے تھپڑ پڑ چکے تھے! اریبی اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کرتے بنا اسے کچھ بھی سمجھنے کا موقع دیے جارحانہ انداز میں اس کے جسم میں داخل ہوا۔۔ مشال

لغاری کی فلک شگاف چیخ بے ساختہ تھی۔ مقابل بہت زیادہ برے طریقے سے اپنے جسم کو اس میں پیوست کرتے اس کی جان لبوں پر لے آیا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتے مچلتے ہوئے اریبی سے دور ہونا چاہا۔ درد سے اس کی جان نکل رہی تھی۔ اریبی نے اس کی مزاحمت پر طنزیہ سا ہنستے مزید اپنے جسم کو آخری حد تک اس میں پیوست کرتے حرکت کرنی شروع کی۔ وہ آخری حد تک اس میں داخل بے دردی سے اس کے دونوں ہاتھوں کو تکیے سے پن کیے مسکراتے ہوئے اس کی چیخوں کو سن رہا تھا جو اس کے کانوں

کو راحت پہنچا رہی تھیں۔ اسے سکون آ رہا تھا یہ چیخیں سنتے!! مشال لغاری بری طرح روتے ہوئے مسلسل مچلتے ہوئے اس سے دور ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس انسان کی جان لیوا شدتوں نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیئے تھے!! اس شخص نے ایک مرتبہ بھی اپنے ہونٹوں سے اسے نہیں چھوا تھا۔ وہ بنا اس کے احساسات اور جذبات کی پرواہ کیے خود کو اس میں گھولتے بری طرح اسٹروکس دے رہا تھا۔ کمرے میں شدت سے ان دونوں کے ملن کی آوازیں گونج رہی

تھیں۔!!"میں تو۔۔ سمجھا تھا تو مضبوط ہو گی۔ یہ رونا کس بات کا ہے؟ پھولتی سانسوں کے ساتھ اس کے منہ پر غراتے اریبی تیزی سے اس میں آخری حد تک داخل ہوتا اسے منہ کھولنے پر مجبور کر گیا تھا۔ اسے مقابل کی بے بسی سکون پہنچا رہی تھی۔ مشال لغاری نے چیختے۔ ہوئے اپنا سر تکیے پر اِدھر اُدھر پٹخا۔ وہ اس بے رحم کی شدتیں برداشت کرتے بیہوش ہونے کو تھی۔!!"خ۔۔ خدا کک۔۔ کے لیے ار۔۔ یبی۔۔ "شدید برے طریقے سے روتے ہوئے مشال نے اسے بازو سے تھامے روکنے کی کوشش کرتے اسے خود سے دوری کرنا چاہا۔ اس کا جوڑ جوڑ درد کرنے لگا تھا۔۔ "ہاتھ ہٹا۔۔ اریبی نے ایک لمحے کے لیے رکتے ساتھ ہی اس کے بالوں کو بے دردی سے نوچتے دھاڑتے ہوئے حکم دیا۔ مقابل کو اس کی ایک مرتبہ کی کہی گئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔۔ مشال نے فوراً ہی اپنے ہاتھ کو اس سے دور کیا۔ اس کا پورا جسم اتنی شدت سے کانپ رہا تھا کہ بیڈ تک لرز رہے تھا۔ کچھ اریبی کے قہر سے اور کچھ اس کے کانپنے سے ایسا لگتا تھا جیسے زلزلہ آیا ہو اور بیڈ ہل رہا ہو!! وہ بے رحم انسان اس پر قہر بن کر ٹوٹا تھا۔۔ اریبی نے پھولتی سانسوں کے

ساتھ ایک لمحے کے لیے رکتے اسے بالوں سے پکڑتے اٹھا کر بٹھایا۔ وہ اس کی چیخ و پکار، آہ وزاری کو کسی خاطر میں ہی نہیں لا رہا تھا۔۔ مشال کو لگتا تھا آج اس کا سر واقعی میں پھٹ جائے گا۔ مقابل سختی سے اس کے بالوں کو کھینچتے ہوئے اسے اٹھا کر بٹھا چکا تھا۔۔ خود بیڈ کراؤن کی طرف جا کر بیٹھتے اریبی نے اسے بالوں سے ہی گھسیٹتے ہوئے اپنی طرف کرتے اسے اپنی گود میں ایڈجسٹ کرتے بٹھایا۔ اس کی خود کی آنکھیں اور چہرہ لال سرخ ہوا پڑا تھا۔۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ پھر سے بے رحمی سے اس میں سمایا۔۔ مشال کی پھر سے چیخ اُبھر چکی تھی۔ پہلے اس کے پاس پکڑنے کے لیے بیڈ شیٹ تو تھی۔ اب تو بیڈ شیٹ بھی نہیں تھی۔ وہ اس کے اوپر بیٹھی کسی چیز کو پکڑ بھی نہیں سکتی تھی۔ خود کو ہاتھ یہ انسان لگانے نہیں دیتا تھا۔۔ اس مزید تھپڑ نہیں کھانے تھے!! اریبی نے اس کی گردن کو پکڑتے اسے آگے کو کھینچتے اس کے جسم میں بری طرح اسٹروکس دینے شروع کیے۔ وہ بہت رفلی اور ہارڈ طریقے سے اس کے جسم میں حرکت کر رہا تھا۔ اسے آگے کو کیے اریبی نے اس کے دونوں گالوں پر بے رحمی سے اپنے دانت گاڑے! دونوں کے جسم پسینے سے تر

ہوئے پڑے تھے !اس شخص کے قہر اور دہشت سے کمرے کے در و دیوار بھی جیسے پناہ مانگ رہے تھے ! وہ ظالم اپنی بربریت اس عورت کے جسم پر ڈھاتے سکون میں تھا۔۔ کمرہ ساؤنڈ پروف تھا۔ ورنہ یقیناً مشال کی ماتم کناں چیخیں اور اریبی کی ظالم شدتوں کی آواز پورے فارم ہاؤس میں گونجتی !" تھو ہے۔۔ تمہارے جیسی عورتوں پر ! ! مارے غصے کے اس کی دھڑکنوں پر پوری شدت سے دانت گاڑتے اریبی نے جھٹکے سے اسے خود سے دور پھینکا۔۔ اس کی خود کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔ مشال لغاری چیختے ہوئے بیڈ پر اوندھے منہ گری ! چیخ چیخ کر اس کا خود کا حلق خشک ہو اپڑا تھا۔ جسم اس شخص کی شدتوں سے ٹوٹنے کو تھا۔ جبکہ آنکھیں سوج چکی تھیں۔۔ مقابل نے تھپڑوں سے اس کا گال مسخ کر دیا تھا۔۔ اس میں اب اتنی بھی ہمت نہیں بچی تھی کہ وہ اپنا ہاتھ بھی ہلا پاتی۔ اتنی بے رحمی ؟ اسے شبہ ہوا تھا کہ مقابل انسان بھی ہے یا نہیں ؟ وہ اس حد تک بے رحمی دکھائے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔۔ بیڈ پر اوندھے پڑی وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ ابھی تک وہ زندہ کیسے ہے ؟ وہ مر کیوں نہیں گئی تھی قبول ہے

بولنے سے پہلے ؟آبان خان نے اس کے ساتھ کچھ اچھا نہیں کیا تھا۔وہ اس کے ساتھ برا کر گیا تھا۔اریبی کو نکاح کے لیے راضی کر کے وہ اسے اس وحشی درندے کے پاس چھوڑ کر چلا گیا تھا۔جس نے ایک رات میں ہی اسے نوچ ڈالا تھا۔اس کی چیخ و پکار،فریادیں سب بیکار گئی تھیں!"اے آواز نا آئے تمہاری!!اپنے ماتھے اس آیا پسینہ صاف کرتے اریبی نے اس کی چیخوں پر جھنجھلا کر دھاڑتے ہوئے اسے روکا۔۔کمرے میں اسی وقت بلکل خاموشی چھا چکی تھی۔مشال اپنے منہ پر سختی سے دونوں ہاتھ جمائے اپنی آواز روک چکی تھی۔ایک مرتبہ اس شخص کی وحشت دیکھ لی تھی۔اب ہمت نہیں تھی اس کے اندر!!مقابل اس کی روح تک پر اپنی وحشت کی گہری چھاپ چھوڑ چکا تھا۔"ہنہہ!!تم پر تو فرمابرداری بھی نہیں جچتی!!آگے کو ہو کر اسے بازو سے تھامتے اپنے قریب کرتے اریبی نے تمسخراتے سے انداز میں کہتے اس کی دھڑکنوں پر پھر سے شدت سے دانت گاڑے!!مشال نے نڈھال سے انداز میں ایک ہاتھ بیڈ پر رکھتے اپنا سر اس کے سینے سے ٹکایا۔وہ چیخی بھی نہیں تھی۔بس خاموشی سے درد کی تاب نالاتے اس کے سینے پر گرنے

کے انداز میں لگ چکی تھی۔!!"میں نے من۔۔۔اریبی اسے خود سے دور جھٹکتے

ابھی پھر چیختا کہ اس کے بیچ میں بولنے پر وہ رک چکا تھا۔۔"میر۔۔۔ے

اندر۔۔ہمت۔۔نہ۔ نہیں ہے دائم۔۔میں۔۔نے

تمہ۔۔ تمھارا۔۔کچھ۔۔نہ۔۔ نہیں بگاڑا۔۔ تھا۔۔آیت۔۔کے۔۔ مم۔۔۔ متعلق

میں۔۔جانتی بھ۔ بھی۔۔۔ نہیں۔۔ تھی۔!!"سسکیاں بھرتے روتے ہوئے

اس نے اریبی کے سینے سے سر ٹکائے دھیرے سے صفائی پیش کرنی چاہی۔۔

"بکواس بند کر!!میری بہن کا نام لینے کی کوشش بھی مت کرنا دوبارہ۔۔تم دونوں

ملے ہوئے تھے !اچھے سے جانتا تھا میں اس کی ساری دوستوں کو جن نے سر

فہرست تم تھی۔دوبارہ میری بہن کا نام لیا تو تیری زبان کاٹ دوں گا۔اسے

جارحانہ طریقے سے خود سے دور جھٹکتے اریبی پھر سے حلق کے بل چیخا۔۔ برداشت

نہیں ہوا تھا اس کے منہ سے اپنی بہن کا نام۔اس کی آنکھوں میں پہلے سے زیادہ

خون اُتر آیا تھا۔مشال سسکتے ہوئے روتے اس کے ہاتھوں کا کھلونا بن کر رہ گئی

تھی۔اس کی پر سوز ہچکیاں پورے کمرے میں گونج رہی تھیں۔۔اریبی نے اسے

بیڈ پر سیدھا کر کے لٹاتے دوبارہ سے اس کے اوپر آتے اس میں شمولیت اختیار کی۔ وہ پہلے سے زیادہ شدت سے اس میں داخل ہوتے ایک مرتبہ پھر اس کی چیخیں نکلوا گیا تھا۔۔"دوبارہ میری بہن کا نام لینے سے ہزار مرتبہ سوچنا۔ورنہ جان سے مار دوں گا تجھے!!اس کے چہرے پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کر کے کہتے اریبی پھولتی سانسوں کے ساتھ حلق کے بل دھاڑا۔اس کا غصّہ آسمان پر پہنچا ہوا تھا۔مقابل بول کر پچھتائی تھی۔!!مشال لغاری جو اس بے رحم کی شدتوں سے پہلے ہی نڈھال ہوئی پڑی تھی۔اس آخری تھپڑ پر اسے اپنی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آتے محسوس ہوا۔اور پھر کچھ ہی لمحوں میں وہ آنکھیں بند کر چکی تھی۔درد کی تاب نا لاتے وہ بیہوش ہو چکی تھی۔اس کا وجود یکدم ہی ہر طرح کی حرکت روکتے اس سکون کی نیند سلا چکا تھا۔۔اریبی نے اس کے جسم کو بے حس و حرکت ہوتا محسوس کرتے جبڑے بھینچتے اس سے ہلکی سی دوری بنائی۔وہ اس کے گال کو تھپکتے اسے دیکھ رہا تھا کہ آیا وہ بے ہوش ہی ہوئی ہے یا اس کی غلط فہمی ہے!مقابل واقعی بیہوش ہوئی تھی۔وہ اس کی شدتوں کی تاب نہ لاتے ہوش گنوا بیٹھی تھی۔کیا حشر کر دیا تھا

اس نازک عورت کا ایک ہی رات میں اس شخص نے! وہ خود بھی کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کسی عورت کے ساتھ ایسا سلوک کرنے کا۔ مگر عورت یہاں اس کی بہن کے قاتلوں میں سے تھی۔ وہ مشال کے علاوہ دنیا میں موجود ہر عورت کی عزت کر سکتا تھا۔ سب پر رحم کھا سکتا تھا۔۔ لیکن ایک اس پر نہیں!!"اچھا ہے تم ہوش کھو چکی ہو لڑکی!! ورنہ میرے قہر سے آج تم نے واقعی میں مر جانا تھا۔ تم خوبصورت ہو۔۔ حد سے زیادہ خوبصورت!! اگر تم گنہگار نا ہوتی تو یقیناً دائم حسین ملک کے دل پر حکومت کرتی۔۔ مگر افسوس ہوتا ہے تمہاری قسمت پر مجھے۔۔" تھوڑا نیچے کو جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کرتے اریبی ایک آخری نظر اس کے چہرے پر ڈالتے ایک ہی جست میں اس پر سے اٹھتے بیڈ سے کھڑا ہوا۔!! وہ سنجیدگی سپاٹ چہرے کے ساتھ واشروم کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ اس کے اندر ایک سکون سا تھا جو اپنی وحشت اور بربریت کو مقابل پر اُتار کر اسے ملا تھا۔ بدلے۔ کی آگ تھوڑی بہت بجھی ضرور تھی۔ ایک رات میں ہی وہ اس عورت کو گھٹنوں کے بل لے آیا تھا۔۔ خدا ہی رحم کرتا اب تو مشال دائم حسین پر!!!

یہ تقریباً مغرب کا وقت تھا جب شام کے سائے ڈھلنے لگے تھے ! ہر طرف ہلکی سی ہی روشنی بچی تھی جو اب ختم ہوتے رات کے آنے کا پیغام دے رہی تھی۔۔ایسے میں کوٹھے کی روشنیاں ایک مرتبہ پھر گل ہو چکی تھیں۔رونق حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی۔مردوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا۔کہیں رقص تو کہیں زنا یہ سب یہاں بہت عام سی باتیں تھیں ! ! ایسے میں ایک سنسان سے کمرے میں وہ نازک وجود آج بھی اسی طرح دیوار کے ساتھ لگا زار و قطار رونے میں مصروف تھا۔اسے ابھی تک اسی ایک کمرے میں بند رکھا گیا تھا۔ہاں یہ وہی تھی۔ معصوم سا چہرہ لیے پر اسرار لڑکی ! ! مدحا نسیم ! ! "اسے اس غلیظ جگہ پر آئے ایک ہفتے سے زائد ہونے والا تھا۔ ابھی تک وہ نکل نہیں سکی تھی یہاں سے ! ! کوئی راہ بھی۔ نظر نہیں آتی تھی۔۔ اسے یہاں باقاعدگی سے چندہ بائی کی طرف سے آرڈر دیا جاتا تھا زنا کا۔۔ لیکن مدحا بھی جیسے اڑ گئی تھی کہ وہ اپنا جسم کسی صورت بھی نہیں دے گی۔وہ مار کھا لیتی تھی لیکن مجال تھی جو اس لڑکی نے ہاں کی ہو ! یہاں تو کھانا بھی اسے ایک ٹائم مل رہا تھا

وہ بھی سوکھی روٹی اور پانی جیسی دال۔۔ لیکن بھوک میں انسان پتھر بھی کھالے اسی کے مصداق پیٹ پالنے کی خاطر دو چار نوالے اسے زہر مار کرنے ہی پڑتے تھے!! ہاں ایک چیز تھی جو اسے تینوں ٹائم مل رہی تھی وہ تھیں گالیاں اور تھپڑ!! اب تک وہ جتنی چندہ کی مار کھا چکی تھی اتنی تو اس نے زندگی میں کبھی اپنی ماں کی بھی نہیں کھائی تھیں۔اس کے دل میں خوف سا بیٹھا ہوا تھا۔عزت جانے کا خوف!! کبھی جو اس پر نیند غالب آتی تو وہ سوتی بھی ایسے تھی کہ اس کا دماغ جاگا ہوا ہوتا تھا۔وہ جب سے یہاں آئی تھی چین کی نیند سو بھی نہیں سکتی تھی۔اسے لگتا تھا کہ وہ سوئے گی اور اس کی عزت چلی جائے گی۔خوف اچھی طرح دل و دماغ میں پنجے گاڑے بیٹھا تھا۔ہوتا بھی کیوں نا؟ جیسی جگہ پر وہ تھی یہ جگہ کوئی اچھی تو نہیں تھی۔!! اس وقت بھی وہ گھٹنوں کو سینے تک فولڈ کیے ان پر اپنا چہرہ ٹکائے روتے ہوئے دعاؤں میں مصروف تھی۔وہ جب سے یہاں آئی تھی تب سے دوپٹہ بھی نہیں تھا اس کے پاس!! وہ ایک ہی سوٹ میں ملبوس تھی جو اب کافی زیادہ آلودہ ہو چکا تھا۔اسے یہاں اب کوئی آکر کپڑے تو دینے سے رہا۔اگر کوئی دیتا بھی تو وہ ایسے

ہونے تھی جن میں آدھا جسم برہنہ رہ جائے!!ایسے تو وہ کبھی نہ پہنتی!!کچھ ہی دنوں میں یہ لڑکی مرجھا سی گئی تھی۔چہرے پر ہر وقت رہنے والی چمک ماند پڑ گئی تھی۔اب تو بس آنکھوں کے گرد حلقے اور محض گالوں پر تھپڑوں کے نشان ہی رہ گئے تھے!!اس کا حسن سوگوار سا معلوم ہونے لگا تھا۔۔

ابھی وہ اپنی ہی دعاؤں میں مصروف تھی کہ دھاڑ کی آواز کے ساتھ کمرے کا در از کھلا۔مدحا کی فوراً ہی نظر سامنے کی طرف اٹھی۔جب بھی یہ دروازہ کھلتا تھا خوف کے مارے اس کا دل اچھل کر حلق میں آجاتا تھا۔کیا ہوتا اگر چندہ نے اپنا کوئی آدمی بھیجا ہوتا۔۔اسے خوف رہتا تھا۔۔سراسیمگی کی کیفیت میں سامنے کی طرف دیکھتے وہ مزید پیچھے کو ہوئی!سامنے دروازے سے چندہ بائی اور مہرماہ داخل ہوئے تھے!ان کے ساتھ جہاں آراء بھی تھا۔جس کے سر پر ابھی تک پٹی بندھی ہوئی تھی۔اس کا زخم ابھی بھی ٹھیک نہیں ہوا تھا۔!!مہرماہ نے کمرے کے اندر داخل ہوتے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔کتنی اچھی لگتی تھی وہ اسے اپنی نظروں کے سامنے کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا۔اسے ایک تسلی رہنے لگی تھی اب کہ مدحا نسیم راحیل

سے دور ہے! اسے پورا یقین تھا کہ راحیل کچھ عرصے تک اسے بھول بھی جائے گا۔۔ایسا محض اسے لگتا تھا۔۔ایک گہری سانس بھرتے آگے کو بڑھتے مہر ماہ چندہ بائی کے ساتھ ہی کرسی کے پاس کھڑی ہوئی! چندہ بائی مدحا کی طرف بڑھتے اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔۔مدحا نسیم اپنی گرے خوفزدہ نظریں کبھی مہر ماہ تو کبھی چندہ بائی پر گاڑے مزید پیچھے دیوار میں گھسنے کے چکروں میں تھی۔اس کے جسم میں ہلکی سی لرزاہٹ بہت واضح تھی۔جبکہ آنکھوں سے آنسوں تو خشک ہونے کا نام ہی نہیں لیتے تھے! وہ روتی ہی رہتی تھی۔۔کچھ اسے اندازہ تھا کہ یہ لوگ اب کس خوشی میں یہاں آئے ہونگے! ان ظالموں کو اس سے بس ایک ہی چیز چاہیے تھی جو وہ دینے پر راضی نہیں تھی۔وہ مر سکتی تھی لیکن اپنی عزت پر کمپرومائز نہیں کر سکتی تھی۔وہ باقی لڑکیوں جیسی نہیں تھی۔"مدحا۔۔مدحا تھی!!

"کیسی ہے تو؟ دیکھ چہرہ کیسے مرجھا گیا ہے! ایک دو لاکھ تو کم ہو گئی ہو گی تیری قیمت! ارے کیوں اپنا اور ہمارا نقصان کروا رہی ہے!! چندہ بائی نے تھوڑا آگے کو جھکتے اس کی ٹھوڑی کو پکڑتے خلافِ توقع نرمی سے بات کی۔وہ شروع میں نرمی ہی

دکھاتی تھی۔۔اب تک تو مدحا اس عورت کی فطرت سے بہت اچھے سے واقف ہو چکی تھی۔وہ ہمیشہ سے ایسے ہی کرتی تھی۔!!کراہیت سے اس کے ہاتھ سے دیکھتے مدحا نے بری طرح اس کا ہاتھ اپنی ٹھوڑی پر سے جھٹکا۔اسے گھن آتی تھی یہاں کھڑے تینوں لوگوں سے!انسانوں کی شکل میں درندے تھے یہ لوگ!جو اس کے جسم کو مردوں سے نوچنے کے لئے دینے پر تلے ہوئے تھے!!"مجھے ہاتھ مت لگایا کرو تم!!گھن آتی ہے مجھے خود سے بھی!روتے ہوئے چندہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہتے مدحا نے اپنے ہاتھ کی پشت سے رگڑ رگڑ کر اپنی ٹھوڑی کو صاف کیا۔پتہ نہیں اس میں اتنی ہمت کہاں سے آئی تھی لیکن وہ بھی آخر ایک عورت تھی۔خود کے متعلق اس طرح کی غلاظت بھری گفتگو سنتے اس کا غصّہ جائز تھا۔البتہ بہادری دکھاتے وقت بھی اس کے آنسوں رکتے نہیں تھے!!"لو بھلا۔۔چندہ نے اتنا کہتے مہر ماہ کی طرف دیکھتے قہقہہ لگایا۔وہ آج اس کے جھٹکنے پر ہنس رہی تھی۔حیرت تھی ویسے!!"ارے مرد ذات ترستی ہے اس طرح کے لمس کو!!یہ جو کھڑی ہے نہ یہ اب تک کروڑوں کما کر دے چکی ہے مجھے!یوں یوں پیسے وارتے

ہیں مرد اس پر جیسے پیسے کی بارش ہو رہی ہو!! ارے تو بھی مجھے اسی کے جیسی حسین لگتی ہے! زبان بھی اچھی ہے مردوں کو بہلا لے گی!! چندہ بائی نے مدحا کی طرف دیکھتے مسکرا کر کہتے بات کر دوران مہر ماہ کی طرف اشارہ کیا۔ لہجے میں پھر سے نرمی ہی نرمی تھی۔ وہ آج کسی بھی طریقے سے اسے قائل کرنے آئی تھی۔۔ ساتھ مہر ماہ بھی تھی! "میں لعنت بھیجتی ہوں اس جیسی عورتوں پر اور اس پر پیسے لٹانے والے مردوں پر!! میرے نزدیک یہ لاکھوں کمائے یا کروڑوں۔ میری جوتی کے بھی برابر نہیں ہے! اور رہی بات اس لمس کے لیے مردوں کے ترسنے کی تو ہونگے کوئی تم سب جیسے. بیغیرت اور نامرد جو لٹاتے ہونگے تم جیسیوں پر پیسے! میرے نزدیک ان کی اوقات بھی زیرو ہے اور تم لوگوں کی بھی!! لہٰذا اس جیسی عورت کا میرے ساتھ موازنہ تم نہ ہی کرو تو بہتر ہے!! چندہ کے ساتھ کھڑی مہر ماہ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے ایک ایک لفظ سنجیدگی سے چباتے وہ انہیں ان کا اصل دکھا رہی تھی۔ اس کے لہجے میں اپنے لیے فخر بول رہا تھا۔ کیونکہ ہاں وہ سمجھتی تھی خود کو ان سب سے بہتر!! وہ واقعی تھی ان سب سے بہتر!! اس کے لفظوں پر

مہر ماہ کا چہرہ ہلکا سا سرخ پڑا۔ اسے اپنی بے عزتی اور مقابل کے لہجے میں خود کے لیے حقارت بہت واضح محسوس ہوئی تھی۔ جہاں ایک طرف اس عورت کے لیے دل میں موجود نفرت مزید بڑھی تھی وہیں دل کے کسی کونے میں اس بات کی گواہی دی گئی تھی کہ راحیل خان کی پسند کوئی عام نہیں تھی۔۔ وہ الگ بات تھی کہ وقتی طور پر مہر ماہ اپنے دل کو ڈانٹ ڈپٹ کر بٹھا چکی تھی۔۔ "اے زیادہ ہوشیار مت بن!! ایک مرد کا ہاتھ پھرنے کی دیر ہے تیرے اوپر اور تو بھی ہمارے جیسی بنی ہو گی۔ بہت دیکھی ہیں تیرے جیسی! بڑی بڑی باتیں کروالو بس!! ارے احسان مان میرا جو ابھی تک تیرے پیچھے پڑی تیری مرضی پوچھ رہی ہوں! اگر تیرے نام کا ایڈوانس نا لیا ہوتا میں نے لوگوں سے تو کب کا تجھے کسی کے بھی حوالے کر دیتی!

چندہ نے اس کے جبڑے کو دبوچتے اسے گھورتے ہوئے صاف صاف بات کی۔ وہ اپنے اصل روپ میں آ چکی تھی۔ یہاں موجود تینوں لوگوں کو ہی اس لڑکی کی بات میں اپنے لیے بے عزتی محسوس ہوئی تھی!! جبکہ مہر ماہ بھی کھڑی زہر بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ "جب تک میرا خدا میری حفاظت کر رہا ہے تم

میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتی ! اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھے لرزتی سی آواز میں جواب آیا۔ اس وقت وہ جیسے اپنے خوف پر قابو پائے ہوئے تھی یہ تو وہی جانتی تھی۔ اسے اندر سے شدید ڈر لگ رہا تھا۔ لیکن ظاہری طور پر بہادری کی مثال بنی ہوئی تھی وہ ! کیونکہ اسے اپنے لیے خود لڑنا تھا۔۔ اس کے پاس خدا کے علاوہ کوئی اور سہارا نہیں تھا۔ وہ اس بات کو مان چکی تھی کہ کوئی بھی اس جگہ پر اس کی مدد نہیں کرنے والا۔ یہاں کی رہنے والی لڑکیاں سمجھوتہ کر چکی تھیں۔ وہ نہیں کر سکتی تھی ! "ارے ہٹ ! ! پیار سے بات کر رہی ہوں تو زیادہ اکڑ آ رہی ہے تُجھ میں ؟ دو منٹ میں تیری ساری اکڑ باہر نکال دوں گی۔۔ چندہ نے اس کے جبڑے کو چھوڑتے اس کے بالوں کو گدی سے جکڑا۔ یہ عورت کچھ لمحوں کے لیے ہی نرمی دکھا سکتی تھی بس ! ! مدحا نسیم نے درد سے سسکتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ یہ عورت اس کے بالوں کو جڑ سے اکھاڑنے پر آ جاتی تھی۔ ! ! "مجھے یہاں سے جانے دو پلیز۔ میں نہیں بنی ان سب کے لیے ! اپنے بالوں کو چھڑوانے کی کوشش کرتے وہ ہمیشہ کی طرح روتے ہوئے منت کرنا چاہ رہی تھی۔ کیا پتہ خدا کسی کے دل میں رحم ڈال

دیتا۔۔مہرماہ اس کی التجائیں دیکھتے تمسخرانہ سا مسکرائی۔آگئی تھی نہ اب اپنی اوقات پر!!اسے خود کو یہ لڑکی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔!!"کوئی بھی نہیں بنا ہوتا اب یا تو تو ہاں کرے گی یا پھر میں تیرا یہیں پر کام تمام کر کے جاتی ہوں!ارے تُجھے بٹھا کر مفت کی روٹیاں نہیں کھلا سکتی میں!!چندہ نے اس کے بالوں کو جھٹکے سے چھوڑ کے سختی سے کہتے اپنے پاس کھڑی مہرماہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔۔مہرماہ کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا چاقو تھا۔جو وہ شاید اسی چیز کے لیے ساتھ لائی تھی۔نہیں بلکہ اسے چندہ نے کہا تھا ساتھ لانے کو!!وہ واقعی میں آج اسے چھوڑنے والے نہیں تھے!!مدحا کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے مہرماہ نے چندہ کے ہاتھ میں چاقو تھمایا۔اس کی نظریں مسلسل مدحا پر ہی تھیں۔۔مدحا نسیم کی آنکھوں میں ٹھہرے خوف کے سائے گہرے ہوئے!وہ آنکھیں پھاڑے چاقو کو دیکھ رہی تھی۔کیا یہ اس کے لیے تھا؟کیا یہ ظالم لوگ واقعی اسے مارنے والے تھے؟اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک ریلا سا جاری تھا۔۔خوف سے دل رک رک کر دھڑکنے لگا تھا۔سب کی طرح اسے بھی موت کا بے حد خوف تھا۔وہ کوئی فرشتہ تو نہیں

تھی۔۔"بول کرے گی یہ کام یا میں آج تیرا پتہ صاف کروں؟اس کے ہاتھ کو زبردستی سختی سے اپنی گرفت میں لیتے چندہ نے سفاکیت سے سوال داغا۔اس کی آنکھوں سے ہی سفاکیت جھلک رہی تھی!!وہ یہاں موجود ہر لڑکی کو منانے کے لیے اتنی ہی بے رحم تھی۔مدحا نے روتے ہوئے اس کی جارحانہ گرفت سے اپنا ہاتھ آزاد کروانا چاہا۔وہ مسلسل کوشش کر رہی تھی لیکن وہی بات!!وہ کامیاب نہیں ہو سکتی تھی۔ہاتھ چھڑانے میں بھی وہ محض خود کو تھکا رہی تھی۔۔"میں کسی صورت بھی یہ کام نہیں کروں گی۔سن لو تم سب!!تم سب سے میرا بدلہ میرا خدا لے گا۔۔روتے ہوئے وہ شدت سے چیخ اٹھی تھی۔اس کی بس ہونے کو تھی۔۔ اب تو لگتا تھا کہ موت کا وقت بھی قریب ہو!!لیکن حامی اس نے پھر بھی نہیں بھرنی تھی۔۔چندہ نے اسے گھورتے ہوئے اس کے منہ پر ایک چانٹا رسید کیا۔اتنی ہی برداشت تھی اس کے اندر!!وہ اس کے ہاتھ کو پھر سے سختی سے تھامے چاقو کو اس کی کلائی پر رکھ چکی تھی۔اس کی آنکھوں میں موجود حیوانیت بتا رہی تھی وہ واقعی اسے مار دیتی!!"اب بول!بہت ہو گئی تیرے ساتھ نرمی۔۔اس کی کلائی پر

بے دردی سے ایک بڑا سا کٹ لگاتے چندہ نے سفاکیت سے استفسار کیا۔اس نے ابھی تو احتیاط کی تھی۔چاقو رگ سے تھوڑا سائڈ پر مارا تھا۔۔مدحا نسیم کی چیخ بہت بے ساختہ تھی۔درد سے وہ بلبلا اٹھی تھی۔کٹ چھوٹا نہیں تھا۔۔خون کا ایک فوارہ سا چھوٹ پڑا تھا۔اپنے ہاتھ سے بہتے خون کو دیکھتے وہ بری طرح روئے چلی جا رہی تھی! مہر ماہ نے اپنے سینے پر ہاتھ باندھتے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔اب وہ دیکھتی ذرا یہ لڑکی کیسے حامی نہیں بھرتی تھی۔اس نہج تک پہنچ کر اس نے اچھی اچھی لڑکیوں کو حامی بھرتے دیکھا تھا۔تو مدحا کس بلا کا نام تھا۔اسے یقین تھا کہ اب وہ بھی حامی بھر دے گی۔۔اور پھر وہ اسی کی طرح اسے اس کی اوقات یاد دلاتی۔ایک ایک لفظ اسے مقابل کا بہت اچھے سے یاد تھا۔اب وہ وقت تھا جب مدحا حامی بھرتی اور مہر ماہ اس کے الفاظ دوبارہ سے اسی کے منہ پر مارتی!! وہ بے تاب تھی مدحا کے منہ سے حامی سننے کے لیے! اپنی بے عزتی وہ بھولنے والوں میں سے نہیں تھی۔۔"بول اب حامی بھرے گی یا نہیں؟ اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ چندہ نے بری طرح چاقو پر دباؤ ڈالتے کٹ لگی جگہ سے تھوڑا اوپر کو رکھا۔وہ ابھی رگ کو لے

نیاط برت رہی تھی۔!! مدحا نسیم کا درد کی شدت سے چہرہ سرخ پڑنے لگا تھا۔آنکھوں سے آنسوں لہو کی مانند بہہ رہے تھے! بہت ظالم لوگ تھے یہاں!!"تم نے چاقو غلط جگہ رکھا ہے چندہ!! روتے ہوئے درد سے اٹکتے بمشکل ہی بولتے اس نے چندہ کے ہاتھ کو پکڑا۔وہ پتہ نہیں کیا کہہ رہی تھی۔۔وہ اس کے ہاتھ کو پکڑے عین اپنی کلائی کی رگ پر رکھ چکی تھی۔۔کیا یہ لڑکی پاگل تھی؟؟"رگ یہاں پر ہے!! تمھیں خدا کا واسطہ ہے مجھے مار دو!! کیونکہ میں مدحا نسیم لعنت بھیجتی ہے ایسی زندگی پر جس میں عزت نہ ہو!! ہم غریبوں کے پاس ایک عزت ہی ہوتی ہے بس!! میں ساری زندگی ایک عزت کے نام پر فخر سے جیتی آئی ہوں۔خدا کے لیے مجھے اسی شان کے ساتھ مرنے دو!! چلادو چھری چندہ! مار دو مجھے!! روتے ہوئے بمشکل ہی اپنے درد پر قابو پاتے وہ لال سرخ آنکھوں کے ساتھ چٹان سے زیادہ مضبوط لہجے میں چندہ سے مخاطب تھی۔۔اسے موت سے خوف آتا تھا لیکن اس سے زیادہ نہیں کہ اس کی عزت چلی جائے!! ساری زندگی ایک گالی بن کر رہنے سے اچھا تھا کہ وہ ابھی مر جاتی۔۔اسے زندہ نہیں رہنا تھا۔۔"اور مہر ماہ کو ایسے لگا تھا

جیسے بیچ چوراہے پر کھڑا کر کے کسی نے بری بری طرح اس کے گال پر چانٹا رسید کیا ہو!! اس کی مسکراہٹ پل میں غائب ہوئی! جبکہ چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ گیا تھا۔ اس پر تو چھری بھی نہیں رکھی گئی تھی۔ مسئلہ ظلم کا نہیں مسئلہ ایمان کی کمزوری کا تھا۔ خیر وہ چھوٹی ضرور تھی جب وہ کوٹھے پر آئی تھی۔ لیکن وہ ناسمجھ ہرگز نہیں تھی۔ جب اس کے چاچے نے اس کے ساتھ یہی کچھ کیا تھا وہ اس سے بھی پہلے سے اپنی عزت کے متعلق جانتی تھی۔ ہر انسان ہر بچے کو اس کے متعلق شعور ہوتا ہے۔۔ اس کی ماں نے اسے بتایا تھا سب کچھ!! پھر ایسا کیا ہوا تھا جو اس نے حامی بھر دی تھی؟؟ تین دن کی بھوک اس سے حامی بھروا گئی تھی۔ لیکن مدحا کو تو پانچ دن کچھ نہیں ملا تھا۔ اسے اچھے سے پتہ تھا۔ اس کی تو کلائی پر چاقو سے کٹ بھی لگے تھے۔۔ پھر بھی وہ موت کو ترجیح دے رہی تھی۔ وہ اپنا اور اس کا موازنہ کرنے پر مجبور ہو رہی تھی۔ خود ہی دماغ میں سوال کرتے مہر ماہ اس وقت خود ہی جواب بھی دے رہی تھی۔ وہ الجھی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔۔ چندہ نے اس کی بات پر سختی سے اپنے ہونٹ بھینچے! وہ اسے کیا کہتی جسے مرنے سے بھی خوف نہیں آتا تھا۔۔ یہ لڑکی

بہت ڈھیٹ تھی!"میں سچ میں مار دوں گی تُجھے!!اس کی رگ پر چاقو کا ہلکا سا دباؤ بڑھاتے چندہ نے پھر سے اسے ڈرانا چاہا۔ کیا پتہ اب مان جاتی۔۔ مدحا نسیم خاموشی سے اسے دیکھتے اپنی آنکھیں موند چکی تھی۔ وہ دل ہی دل میں کلمہ پڑھ رہی تھی۔ چندہ سے کچھ بھی بعید نہیں تھی۔ وہ تیار تھی بلکل کہ چاقو اس کی کلائی پر چل جاتا۔ کیونکہ اسے ہر زانی مرد اور ہر زانی عورت سے نفرت تھی۔ وہ ان میں شامل نہیں ہی سکتی تھی۔ وہ زانی نہیں تھی۔!! چندہ نے چاقو کو سائڈ پر پھینکتے بے دردی سے اپنا بھاری پاؤں اس کے سینے پر مارا۔ وہ غصے سے پاگل ہونے کو تھی۔ مدحا نے اسے بہت زیادہ ذلیل کر کے رکھا ہوا تھا۔۔ یہ کوئی ڈھیٹ ہڈی تھی۔۔ مدحا نسیم بے ساختہ ہی بری طرح پیچھے کو زمین بوس ہوئی۔ اس کا سر نیچے زمین پر بہت زور سے لگا تھا۔ جبکہ وہ چیختے ہوئے روتے ہوئے زمین پر پڑی سسکیوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ ہاتھ میں شدید قسم کا درد ہو رہا تھا۔۔ جبکہ سر بھی بہت زور سے زمین پر لگا تھا۔۔"نہیں مان رہی یہ!! بھاڑ میں جائیں پیسے اس پر خلیل کا ہاتھ پھروا دو! اچھے سے پھر حامی بھرے گی! ایک ہی مرتبہ کا غرور ہے بس اسے!! غصے سے چندہ اپنے

ساتھ کھڑی گم سم سی مہر ماہ سے مخاطب تھی۔ وہ اسے بتا رہی تھی۔۔ مہر ماہ نے خاموشی سے ایک نظر چندہ کو دیکھتے اپنے قدم باہر کو لیے! اسے زہر لگ رہی تھی یہ مدحا۔ مہر ماہ کو لگتا تھا جیسے وہ اسے نیچا دکھانے کے لیے یہ سب کچھ کر رہی ہے!! یہ لڑکی پھر اس سے بازی لے گئی تھی۔ اس کے اندر آگ کے شعلے سے دہک رہے تھے!! اس کا بس نہیں تھا کہ اب تو واقعی میں مدحا کو خود کسی مرد کے حوالے کر کے اس کی اکڑ غرور سب کچھ خاک میں ملا دے! لیکن سب کچھ آہستہ آہستہ ہی ہونا تھا۔ وہ ابھی انتظار کر سکتی تھی۔ تبھی جلتے بھنتے خاموشی سے باہر کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔ چندہ بائی ایک نظر اس کی پشت کو دیکھتے سر جھٹکتے کرسی سے کھڑی ہوئی! وہ اب خود ہی کچھ کرنے والی تھی۔ مدحا کسی قیمتی ہیرے سے کم نہیں تھی۔ وہ اسے ایسے ہاتھ سے نہیں جانے دے سکتی تھی۔ ایک آخری نظر اس پر ڈالتے چندہ جہاں آراء کے ہمراہ باہر کی طرف بڑھی۔

دروازہ ایک مرتبہ پھر سے لاک ہو چکا تھا۔۔اندر موجود وہ نازک سی لڑکی ایک مرتبہ پھر درد سے سسکتے ہوئے زمین پر پڑی رہ گئی تھی۔کوئی اسے پوچھنے والا نہیں تھا۔وہ پڑی رونے کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔خدا ہی رحم کرتا اس معصوم پر!!

قسط نمبر: 2/92

یہ تقریباً صبح کا وقت تھا جب آج کے دن سورج آسمان پر کھڑا سردی سے ٹھٹھرتے لوگوں کو دھوپ کا دیدار کروا رہا تھا۔ آج کے دن موسم تھوڑا گرم معلوم ہوتا تھا۔ ایسے میں کوٹھے پر اس وقت بھی آرجار کچھ کم ہو سہی لیکن جاری تھی۔ صبح کے وقت اتنا زیادہ رش نہیں ہوتا تھا۔ یہ رش رات میں زیادہ بڑھ جاتا تھا۔ مگر تھے کچھ ایسے بھی لوگ جو صبح آنا پسند کرتے تھے!! جب ضرورت اور گناہ دل و دماغ پر غالب آجائیں!! مہر ماہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود شاید ابھی نہا کر نکلی تھی۔ کل رات یا پھر کل کے پورے دن بھی چندہ نے کسی بھی گاہک کو اس کے پاس نہیں بھیجا تھا۔ اس نے خود ہی منع کیا تھا۔ کیونکہ اسے ایک دن اپنی زندگی میں سکون چاہیے تھا۔ راحیل خان کی باتیں تو محض باتیں ہی رہ گئی تھیں۔ وہ تو آہستہ آہستہ اُمید بھی کھونے لگی تھی کہ اب کبھی اس کوٹھے سے نکل پائے گی!! نا کبھی آبان نے ماننا تھا اور نہ کبھی اس نے یہاں سے نکلنا تھا۔ اسے پورا یقین تھا کہ راحیل خود کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ وہ پوری طرح آبان خان پر ڈیپینڈ تھا۔ اتنا تو اسے بھی اندازہ

ہو چکا تھا۔ لیکن شاید وہ غلط تھی اس مرتبہ ! ! شاید ! ! اپنے بالوں کو ٹاول سے خشک کرتے مہر ماہ نے آئینے کی طرف اپنے قدم لیے ! وہ تیار ہو رہی تھی کیونکہ اسے چندہ کا پیغام ملا تھا ابھی کچھ دیر میں سیٹھ آنے والا تھا۔ اسے ہمیشہ ہی سج سنور کے رہنا پڑتا تھا۔۔ آخر جیسی جگہ پر وہ تھی یہاں گندی مندی تو نہیں رہ سکتی تھی وہ ! ! آئینے کے سامنے کھڑی وہ مختلف قسم کے میک اپ کو اپنے منہ پر لگاتے اپنی خوبصورتی کو مزید نکھار دے رہی تھی۔۔ اس وقت کوئی صبح کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔۔ کل کے بعد مدحا کو چندہ نے کمرے میں ہی بند کیا ہوا تھا۔ اس کی کسی نے خبر بھی نہیں لی تھی۔۔ مہر ماہ چاہتی تو تھی ایک مرتبہ اس سے کھل کر بات کرنا لیکن پھر کچھ سوچتے وہ خود ہی رک گئی تھی۔ اسے شکل ہی زہر لگتی تھی اس لڑکی کی۔ اس کے پاس جا کر اپنا موڈ خراب کرنے سے بہتر تھا وہ بات کو دل میں ہی دبا لیتی ! ! ہاں البتہ اسے انتظار تھا اب اس دن کا جب چندہ اپنا کہا پورا کرتی اور واقعی میں مدحا کو کسی مرد کے حوالے کر دیتی ! ! پھر اسے ایک سکون ہو جانا تھا کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں رہا۔۔ کل کی مدحا کی باتوں سے ویسے بھی اس کے دل میں پلتی نفرت اور حسد مزید بڑھ گیا

تھا۔اسے لگتا تھا جیسے وہ اسے نیچا دکھانا چاہتی ہو! جبکہ یہ محض اس کی خام خیالی تھی۔ مدحا کے فرشتوں کو بھی اندازہ نہیں تھا کہ راحیل خان جس مہرماہ کا نام لیتا تھا وہ یہ ہو گی! "اچھی طرح تیار ہو کر ایک گہری سانس بھرتے وہ آئینے کے سامنے سے ہٹی۔ سیٹھ کے آنے سے پہلے وہ ایک مرتبہ مدحا کی طرف چکر لگا ہی لیتی۔اس لڑکی سے بات کرنا ضروری ہو گیا تھا۔۔ مسکراتے ہوئے اپنے کمرے میں نکلتے وہ نیچے کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں ایک کمرے میں مدحا نسیم کو رکھا گیا تھا۔اس کا موڈ خاصا خوشگوار معلوم ہوتا تھا۔ لیکن وہ جانتی تھی یہ زیادہ دیر تک نہیں رہے گا مدحا کی شکل دیکھتے ہی اس کے سارے موڈ کا بیڑا غرق ہو جانا تھا۔۔ سفید رنگ کے چمکدار موتیوں سے لبریز سوٹ میں ملبوس وہ نیچے کی طرف بڑھتے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ ابھی سیٹھ کے آنے میں کچھ وقت تھا۔ایک گھنٹہ تو تقریباً وہ مدحا سے آرام سے بات کر سکتی تھی۔اچھا تھا فرصت سے اس لڑکی کی وہ خبر لیتی!!اس وقت نیچے بھی کچھ لوگ ہی تھے۔ زیادہ تر سب کمرے میں تھے۔!! رقص ابھی نہیں

چل رہا تھا۔اسے لیے نیچے رش بھی نہ ہونے کے برابر تھا۔وہ سیدھ میں چلتی کمرے کی طرف جا رہی تھی۔۔

کمرے کی طرف جاتے مہر ماہ نے مسکراتے ہوئے اس کا بند دروازہ دیکھا۔ محبوب کا محبوب اس کی مٹھی میں تھا۔ وہ شاید ہی زندگی میں پہلی مرتبہ اپنی قسمت پر خوش ہوئی تھی کیونکہ جس عورت سے وہ سب سے زیادہ حسد کرتے اس سے انسیکیور تھی اسی کو قسمت نے لا کر اس کے سامنے کھڑا کر دیا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔۔ سر جھٹکتے دروازے کی کنڈی کو کھولتے مہر ماہ نے مسکراتے ہوئے سامنے دیکھا۔ جہاں وہ لڑکی کرسی پر بیٹھی اپنے ہاتھ کو روتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔ وہ شاید نیچے بیٹھ بیٹھ کر تھک چکی تھی بس تبھی وہ اٹھ کر کرسی پر بیٹھی۔ تھی۔ البتہ ہر وقت وہ روتی ہی رہتی تھی۔ اب تو آنسوں بھی خشک ہونے لگے تھے!! "ہیلو کیسی ہو؟؟ کمرے کے اندر داخل ہوتے مہر ماہ نے خوش باش لہجے میں استفسار کیا۔ وہ اپنے پیچھے سے دروازہ بھی بند کر گئی تھی۔ مسکراتے ہوئے پیچھے اپنی کمر پر دونوں ہاتھ باندھے

مہرماہ آگے کو بڑھتے اس کے سامنے کھڑی ہوئی!! مدحا نسیم جو اپنے ہی رونے میں مصروف تھی کہ کسی کی آواز اور آہٹ محسوس کرتے اس نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ وہ اپنے ہاتھ کو دیکھتے رو رہی تھی کیونکہ اس کے ہاتھ میں بے تحاشہ درد ہو رہا تھا۔ چندہ نے جہاں کٹ لگایا تھا وہاں پر خون نکل نکل کر خود ہی رکتے جم چکا تھا۔ درد بھی اسے کل رات میں تھوڑا کم تھا لیکن ابھی بے دھیانی میں وہ اپنے ہی ہاتھ پر زمین سے رگڑ لگوا چکی تھی۔ اور عین اسی جگہ پر جہاں پر زخم تھا۔ تبھی اسے بہت زیادہ درد ہو رہا تھا۔ وہ اسی لیے رو رہی تھی۔ مہرماہ کو اپنے سامنے مسکراتے ہوئے کھڑے دیکھ اس نے اپنے آنسوں فوراً سے صاف کیے! بہت بری لگتی تھی اسے یہ عورت!! بلکہ اسے یہاں کوٹھے میں موجود ہر عورت ہی بری لگتی تھی۔۔ وہ نا محسوس انداز میں اپنا درد بھلائے کرسی سے کھڑی ہو چکی تھی۔ ورنہ ان لوگوں کا کوئی بھروسہ نہیں تھا کہ کرسی پر بیٹھنے پر بھی اس کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کر دیتے! اسے تو اب سب سے زیادہ خوف لوگوں کے تھپڑوں سے آنے لگا تھا۔ بہت ظالم لوگ تھے یہاں پر!! بنا کوئی جواب دیے وہ کھڑی مہرماہ کو دیکھ رہی تھی۔ جب

مقابل خود اس کی حالت دیکھ رہی تھی پھر حال پوچھنے کا بھلا کیا جواز؟؟ یہ تو سیدھا سیدھا زخموں پر نمک چھڑکنے والا کام تھا۔۔ "اوہو سوری سوری!! تمہاری حالت تو بہت بری ہے! میں بھی کیا کرتی ہوں! بیٹھ جاؤ تم تسلی سے کوئی بات نہیں!! اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر مصنوعی افسوس سے کہتے مہرماہ نے اسے آخر میں بازو سے پکڑتے جھٹکے سے واپس کرسی پر بٹھایا۔ وہ افسوس سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ مدحا نسیم نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے فوراً سے اس کا ہاتھ اپنے بازو سے جھٹکا۔ کتنے خود غرض اور بھیڑیے نما لوگ تھے یہاں کے!! یہ لوگ خود پر ظلم سہتے سہتے سفاک ہو چکے تھے! ایسا اسے لگتا تھا۔۔ "تم جو بھی ہو مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں ہے! خدارا مجھے ہاتھ مت لگایا کرو! میں تم لوگوں جیسی نہیں ہوں۔۔اس کی آنکھوں میں اپنی گرے سوجن زدہ آنکھیں ڈالے وہ مضبوط لہجے میں کہہ گئی تھی۔ مہرماہ سے زیادہ اسے چندہ کا ڈر رہتا تھا۔۔ وہ جانتی تھی یہ لڑکی کوئی عام سی طوائف ہے! یہ اسے مارنے کے علاوہ اس کی عزت کے ساتھ کچھ نہیں کر سکتی۔ البتہ وہ نام نہیں جانتی تھی مہرماہ کا۔ نہ اسے جاننے کا شوق تھا۔۔ لیکن شاید اس مرتبہ وہ غلط

ثابت ہونے والی تھی۔!!"ہنہہ!! بڑا غرور ہے تمھیں ہم جیسا نا ہونے پر؟ مہر ماہ نے سنجیدہ ہوتے کرسی کے دونوں اطراف میں ہاتھ رکھتے تھوڑا جھک کر سپاٹ سے انداز میں سوال داغا۔یہی چیز سب سے زیادہ چبھتی تھی اسے!!"غرور نہیں فخر ہے مجھے خود پر!! اور افسوس ہے تم سب پر۔۔ میں لاکھ گنہگار ہو سکتی ہوں لیکن زانی نہیں ہو سکتی! جو کہ تم سب ہو۔۔اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے وہ بنا پلکیں جھپکائے مضبوط لہجے میں بولتی مہر ماہ کو لاجواب کر رہی تھی۔۔ کہاں سے آئی تھی اس لڑکی میں اتنی ہمت؟؟ وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھیں۔دونوں ہی مضبوط دکھ رہی تھیں۔۔"بہت جلد تمھارا یہ نام نہاد فخر بھی خاک میں مل جائے گا۔اگر تمھیں بھی اپنے جیسا کر کے نہ چھوڑا تو مجھے بھی مہر ماہ مت کہنا۔اس کے چہرے کو دیکھتے وہ نفرت آمیز لہجے میں پھنکاری۔!! اور مدحا نسیم یہاں بری طرح ٹھٹکی تھی۔"مہر ماہ۔۔۔یہ نام تو کہیں سنا سنا لگ رہا تھا۔ بلکہ نہیں سنا ہوا کیوں؟ اسے تو یہ نام اچھے سے یاد تھا۔ بھلا وہ اس نام کو کبھی بھول سکتی تھی؟ ساری زندگی بھی نہیں!! آج ذہن تھوڑا کام کر رہا تھا تو اسے ایک اور

شخص بھی یاد آیا تھا۔اسی ایک نام کے توسط سے اسے وہ شخص یاد آیا تھا۔ لیکن ابھی وقت نہیں تھااس کے پاس ایسے سوچنے کا۔ابھی وہ اپنی زندگی اور موت اور عزت کی سلامتی کی جنگ لڑ رہی تھی۔ابھی محبت کرنے کا وقت نہیں تھااس کے پاس!! جبکہ مہرماہ کے متعلق جو اس کے دماغ میں آیا تھا وہ اسے فوراً ہی جھٹک چکی تھی۔۔ بھلا راحیل خان کی ہونے والی بیوی کسی کوٹھے کی کیسے ہو سکتی تھی؟اسے یقین تھا وہ کوئی راحیل کے جیسی ہی عزت دار ہو گی۔افسوس کہ وہ غلط تھی۔!! "میں مرنا پسند کروں گی تم جیسی بننے سے پہلے !خود پر ضبط کرتے مدحا نے سنجیدگی سے اس کی غلط فہمی دور کی۔ وہ کبھی بن ہی نا جاتی ان لوگوں جیسی۔ وہ ان سب سے مختلف تھی۔وہ مدحا تھی۔۔مہرماہ کے چہرے کی سنجیدگی ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتی ہی جا رہی تھی۔ یہ چھٹانک بھر کی لڑکی ہمیشہ اسے نیچا دکھانے پر تلی ہوتی تھی۔ کاش کہ ان دونوں میں ایک اتنا بڑا فرق نا ہوتا۔۔"دیکھا جائے تو تم میرے جیسی ہی ہو!! جگہ کا فرق ہے بس۔ ورنہ تم بھی کوئی عزت دار لڑکی نہیں ہو!! اپنے دماغ میں ہوئے جھماکے پر پھر سے مسکراتے مہرماہ سیدھی کو ہوئی !وہ دھیرے دھیرے

چلتے کرسی کے ارد گرد گول گول چکر لگانا شروع ہو چکی تھی۔!! مدحا کے چہرے پر ناسمجھی سی پھیلی۔ وہ ابرو آپس میں سکیڑے اس کی بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی جو اس کے پلے نہیں پڑی تھی! "کیا مطلب؟ اسے دیکھنے کی کوشش کرتے لاعلمی سے پوچھا گیا۔۔ مہرماہ اس کے سوال پر طنزیہ سا مسکرائی۔ اسے اب یاد آیا تھا جیسے اس لڑکی کی کوئی کمزوری اس کے ہاتھ لگی ہو۔ وہ اسے زیر کر سکتی تھی۔۔ ہاں ایک بات ایسی تھی جس پر وہ اسے اپنے مدمقابل تو نہیں لیکن اپنے سے ایک قدم کے فاصلے پر ضرور کھڑا کر سکتی تھی۔ اسے سو فیصد یقین تھا کہ مدحا لاعلم ہو گی۔ اپنے گناہ خود سے کوئی کسی کو نہیں بتاتا۔ اسے بھی نہیں بتایا ہو گا یقیناً۔ نجانے وہ کیا بات تھی۔!! "اپنے آفس میں جا کر باس کو پھنسانے والی لڑکیاں طوائفوں سے کم تو نہیں ہوتی نہ؟ معصوم تو نہیں ہو تم!! کرسی کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کے چہرے کے پاس جھک کر بولتے وہ مدحا نسیم کو سن کر چکی تھی۔ اسے کیسے پتہ تھا؟ وہ اتنی بڑی بات اس کے متعلق کیسے جانتی تھی؟ بھلے ہی یہ پھنسانا لفظ نہایت ناقابل برداشت تھا۔ لیکن پھر بھی وہ کیسے جانتی تھی۔ وہ فوراً سمجھ گئی تھی کہ یہاں کس

کے متعلق بات ہو رہی ہے! اپنی اس غلطی کو وہ کیسے بھول سکتی تھی بھلا؟؟ اسے اُمید نہیں تھی کہ کبھی کوئی ایسے بھی اسے طعنہ دے گا۔ لیکن جو بھی تھا سوال یہاں یہ پیدا ہوتا تھا کہ کوٹھے میں رہنے والی ایک عورت اس کے متعلق کیسے جان سکتی ہے؟ وہ بھی اتنی بڑی بات!! "تم۔۔ تمھیں کیسے پتہ؟؟ سامنے دیوار کی طرف دیکھتے دھیمے سے سوال داغا گیا۔اس کی واقعی میں ایک لمحے کے لیے سٹی گم ہو گئی تھی۔!! "یعنی تم نے واقعی میں پھنسایا ہے ہے نہ؟؟ مہرماہ نے واپس سے چلتے سنجیدگی سے سوال کیا۔ وہ پتہ نہیں کیسے خود کو اس کا قتل کرنے سے روکے ہوئے تھی۔ یہ لڑکی زہر سے زیادہ بری لگ رہی تھی اسے!! "میں نے کسی کو نہیں پھنسایا۔ جو بھی ہے وہ میرا پرسنل معاملہ ہے! تم یہ بتاؤ کہ تم میرے متعلق کیسے جانتی ہو؟؟ گردن کی گھماتے مدحا سوال گو تھی۔اب تو اسے واقعی جاننا تھا۔ مہرماہ کیسے جانتی تھی اسے!! مہرماہ کے ایک لمحے کے لیے آگے بڑھتے قدم رکے!! وہ گردن کو پیچھے موڑے نفرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اپنی باری آئی تھی تو اس لڑکی کا معاملہ پرسنل ہو گیا تھا۔ واقعی وہ اسی کے جیسی تھی۔!! "کچھ بھی پرسنل

نہیں ہے لڑکی۔۔ تم نے مجھ سے میری محبت چھینی ہے اور تم اب بھی کہہ رہی ہو کہ پرسنل ہے؟ بہت شاطر عورت ہو تم!! پیچھے کو آکر اس کے جبڑے کو سختی سے پکڑتے مہر ماہ دبی دبی آواز میں اس کے منہ پر پھنکاری۔ اس کا پارہ ہائی کر دیا تھا اس لڑکی نے!! "دماغ خراب ہے تمھارا؟ تمہاری محبت بھی کوئی تمہارے جیسی ہی ہو گی! میں بھلا کیوں کسی کو چھیننے لگی؟ ہو کون تم؟ اسی سختی کے ساتھ اس کے ہاتھ کو جھٹکتے مدحا نسیم اپنی بس ہوتے دیکھ خود بھی دبی دبی آواز میں چیخ اٹھی تھی۔ یہ عورت اس پر بے جا الزام لگا رہی تھی۔ جو وہ اس کی برداشت سے باہر تھا۔ وہ دونوں اس وقت ایک دوسرے کی دشمن معلوم ہوتی تھیں۔!! "ہنہہ!! تو تمہاری کونسی پاک صاف ہے؟ کیا میں تمہیں آج ایک سچ نا بتا دوں؟ بڑی تم اُچھل رہی ہو۔ بڑا تمھیں اپنے کردار پر فخر ہے تو سنو بی بی کوئی اچھے کردار کی مالک نہیں ہو تم! نا ہی تمہاری محبت! اپنی سرخ ہوتی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑے وہ شاید آج کوئی راز فاش کرنے والی تھی۔ اس کا دل بلکل خاموشی سے کسی کونے میں پڑا تھا۔ اس وقت دماغ کام کر رہا تھا۔ وہ دماغ کی سننے والوں میں سے تھی۔ جو اس وقت

اسے اُکسا رہا تھا مزید مدحا نسیم کو زیر کرنے پر!! وہ اس عورت کا غرور خاک میں ملا دیکھنا چاہتی تھی بس!! مدحا نسیم کی آنکھوں کی پتلیاں ایک مرتبہ پھر ساکت ہوئیں۔اس کا دماغ کیوں اسے بار بار راحیل خان کی یاد دلا رہا تھا؟ یہاں محبت کا لفظ آتا تھا اور وہاں اسے راحیل کی یاد آتی تھی۔ لیکن ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟ راحیل خان ایک عزت دار مرد ہے اسے یقین تھا پورا پورا۔۔ مہر ماہ بکواس کر رہی تھی۔اور ہو سکتا تھا کہ وہ راحیل کی نہیں بلکہ غلط فہمی کے زیرِ اثر کسی اور کی بات کر رہی ہو؟؟ "پہیلیاں مت بجھواؤ مہر ماہ۔ میں نہیں جانتی تم کس کے متعلق بات کر رہی ہو۔اور رہی میرے کردار کی بات تو میں تم جیسے لوگوں کو صفائیاں دینا ضروری نہیں سمجھتی۔ میرا خدا جانتا ہے کہ میں کیسی ہوں اور یہی میرے لیے بہت ہے!! ہر گزرتے لمحے کے ساتھ خود کو مزید مضبوط کرتے وہ پختہ لہجے میں جواب دے رہی تھی۔اس عورت سے ہارنا نہیں ہے یہ عزم تو خیر اس کا اپنا بھی تھا۔۔ "کیا تم کسی راحیل کو نہیں جانتی؟ یہ مت کہنا کہ تم نہیں جانتی۔۔ کیونکہ میں سب کچھ جانتی ہوں!! اس کے کان کے پاس جھکتے سرگوشی نما آواز میں کہتے وہ مسکراتے ہوئے

اس کا ریکشن دیکھ رہی تھی۔!! مدحا نسیم کا چہرہ اس وقت دیکھنے لائق تھا۔۔ دل کا کوئی کونا تڑخ کر ٹوٹا تھا۔ یہ لڑکی راحیل کے متعلق کیسے جانتی تھی؟ وہ لٹھے کی مانند سفید چہرہ لیے سامنے کو دیکھتے مسلسل دماغ میں اُبھرتے وسوسوں کو جھٹلا رہی تھی۔ اوپر سے اس لڑکی کا تو نام بھی مہر ماہ تھا۔ کیا کچھ نہیں چل رہا تھا اس کے دماغ میں اس وقت!! "راحیل خان۔۔" مہر ماہ کے منہ سے اس انسان کا نام سننا اس کے دل کی دھڑکنیں روکنے کا باعث بنا تھا۔!! "س۔۔ سیدھی طرح بات کرو!! اپنے چہرے کے سامنے اس کے چٹکی بجانے پر مدحا نے اسے کے چہرے کو دیکھتے رکتی سانسوں کے ساتھ سوال داغا۔ اس کا دل دو سو کی سپیڈ پر دھڑک رہا تھا۔۔ محض ایک نام تھا اور اس کی سانسیں روک گیا تھا۔ ہاں تو یہ کوئی عام نام تو نہیں تھا۔ یہ انسان تو اسے سب سے زیادہ عزیز تھا۔۔ "ارے ابھی بھی نہیں سمجھی تم؟ چلو کوئی بات نہیں میں بتاتی ہوں! مسکرا کر ہمدردی بھرے لہجے میں کہتے وہ تھوڑا آگے کو جھکی۔!! "مطلب یہ ہے کہ تم ایک زانی مرد کو پھنسا بیٹھی تھی۔ فرق تم میں اور مجھ میں مٹ چکا ہے بی بی!! شریف تم بھی نہیں رہی۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ راحیل

خان میرے ساتھ زنا کرتا رہا ہے؟ صرف میرے ساتھ نہیں پتہ نہیں اور کتنی ہی لڑکیوں کے ساتھ کیا ہے اس ایک شخص نے! حیرت ہے کیا اس نے تمھیں نہیں بتایا اپنے بارے میں؟ شاطر سا مسکراتے آخر میں مصنوعی حیرت سے سوال کیا گیا۔ جیسے اسے واقعی میں کچھ بھی علم نہیں ہو!! اس سے زیادہ تو معصوم اس دنیا میں ہی کوئی نہ ہو!! وہ اپنے حسد اور جلن میں انسانیت کے درجے سے نیچے گرتی جا رہی تھی۔۔ محبت اندھی ہوتی ہے وہ کسی اور متعلق نہیں بلکہ اسی ایک چیز کے متعلق کہا گیا ہے! محبت اندھی اسی لیے ہوتی ہے کیونکہ یہ اچھے برے کا فرق بھلا دیتی ہے! اندھا انسان اس وقت بنتا ہے جب وہ محبت کی خاطر کوئی غلط کام کرے اور اسے اپنے کیے پر پچھتاوا بھی نہ ہو!! جیسے اس وقت اسے نہیں تھا۔ وہ ثابت کر گئی تھی کہ عورت ہی عورت کی سب سے بڑی دشمن ہو سکتی ہے!! جلن، حسد، "میں" کی حوس میں یہ لڑکی خود غرض ہوتی جا رہی تھی۔!! مدحا نسیم کی آنکھوں کی پتلیاں ساکت سی سامنے ہی جمی تھیں۔ وہ واقعی میں سن ہو گئی تھی۔ یہ لمحہ کسی قیامت سے کم تو نہیں تھا۔ اس کی محبت اس کا پسندیدہ مرد زانی نکلا تھا۔ اس کی آنکھوں سے چپکے

سے ایک بوند ٹپکتے نیچے کو گری۔ اور پھر یہ سلسلہ رکا نہیں تھا۔ ایک کے بعد ایک آنسوں پلکوں کی باڑ توڑتے نکلتا جارہا تھا۔ خدارا کوئی اس لڑکی کو ایک مرتبہ کہہ دیتا کہ مہرماہ جھوٹ بول رہی ہے! اس کی محبت۔ زانی نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ شخص جسے وہ بہت شوق سے اپنے دل کی سب سے اونچی مسند پر بٹھائے ہوئے تھی اسی ایک انسان نے اسکے دل میں تیر پیوست کر دیا تھا۔ وہ یقین نہیں کرنا چاہتی تھی اس عورت کی بات پر!! اس کا دل چیخ چیخ کر راحیل خان کی حمایت میں بول رہا تھا۔ لیکن دماغ یقین کر بیٹھا تھا۔ دماغ خود خاموش ہو چکا تھا۔ وہ چیز جس سے اسے سب سے زیادہ نفرت تھی اس کی محبت یہی کرتی آرہی تھی۔ اور مہرماہ۔۔ پھر تو اس انسان کی ہونے والی بیوی بھی یہی ہوتی۔ دماغ نے چپکے سے سرگوشی کی۔ اور مدحا نسیم کی نظریں مہرماہ کی طرف مڑی۔ جو کھڑی ہنستے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ جیسے اس نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہو۔ جیسے اسے یہ راز کھول کر واقعی میں بہت خوشی محسوس ہو رہی ہو!! جیسے وہ جیت گئی ہو!! "تم۔۔ تم جھوٹ بول رہی ہو۔ برستی آنکھوں کے ساتھ دل کی بات مانتے دھیرے سے ایک اُمید کے تحت اس

نے جھٹلانا چاہا۔ ابھی تک دل بول رہا تھا کہ اس دنیا میں ایک ہی تو راحیل نہیں ہو گا نہ؟؟ "لو بھلا میں کیوں جھوٹ بولوں گی؟ خان گروپ آف انڈسٹریز میں کام کرتی تھی نہ تم؟ دیکھو اب یہ کیسے پتہ چلا مجھے؟ ظاہر ہے بھئی تمھیں میں جانتی ہوں تو تم سے اتنی نفرت ہے نہ مجھے!! شروع میں مسکرا کر کہتے اس کا لہجہ آخر میں پھر سے نفرت سے لبریز ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرتی جا رہی تھی۔ کیسے رو رہی تھی یہ عورت راحیل کے نام پر!! یہ نا قابل برداشت تھا۔!! "اب مجھے تم پر افسوس ہو رہا ہے! ایک زانی مرد کو اپنے جال میں پھنسایا ہے تم نے! میں مہرماہ خود اس کو اپنے جسم کی گہرائیوں میں اچھے سے محسوس کر چکی ہوں۔۔ ہنہہ!! کہیں تمھیں بھی تو اس نے؟؟ اس کے پاس جھک کر وہ مزید کچھ ملفوضات بکتی کہ پہلے ہی مدحا اس کی بات کاٹ گئی تھی۔ کس قدر غلیظ لوگ بستے تھے یہاں پر!! "بکواس بند کرو اپنی۔ میں تمہارے جیسی نہیں ہوں۔۔ ایک ہاتھ سے اپنے آنسوں صاف کرتے وہ اسے ٹوک گئی تھی۔ پہلے کیا اس کی زندگی میں کم صدمے اور دکھ تھے جو ایک اور مل گیا تھا۔ اس کا دل ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو چکا تھا۔ راحیل

خان اس کے دل کو ہی نہیں اسے بھی توڑ چکا تھا۔ایک لمحہ لگا تھا اور محبت سے اعتبار اٹھ چکا تھا اس معصوم کا۔۔"ابھی بھی تمھیں یہ غرور ہے کہ تم میرے جیسی نہیں ہو؟ سمجھتی کیا ہو تم خود کو ہاں؟ بتاتا تھا راحیل مجھے تمہاری ساری باتیں! شریف تو کہیں سے بھی نہیں ہو تم۔۔ تم میں اور مُجھ میں کوئی فرق نہیں ہے! ہر طرح سے راحیل نے تو تمہیں بھی چھوا ہو گا۔ وہ عورتوں سے دور رہنے والا مرد تو نہیں ہے! تم سے بھی نہیں رہا ہو گا۔!! اس کے بالوں کو گدی سے دبوچتے اس کے چہرے پر غراتے مہر ماہ بھڑک اٹھی تھی۔ابھی تک اس لڑکی کی نظریں نہیں جھکا پائی تھی وہ! کیوں آخر کیوں یہ جھکنے کو تیار نہیں تھی؟ وہ اسے زیر کرنے کی خاطر راحیل خان کو بیچ میں گھسیٹتے کہیں نہ کہیں اس پر بھی کچھ جھوٹ باندھ چکی تھی۔ یا پھر ہو سکتا تھا کہ وہ سچ ہی کہہ رہی ہوتی!! بہر حال وہ اپنے مقصد میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوئی تھی۔!! مدحا کے دماغ میں اچانک بے ساختہ ہی وہ تمام مناظر چلنے لگے تھے جب وہ انسان بڑے حق سے اس کا ہاتھ پکڑتا تھا۔ لیکن دوسروں کے محض ہاتھ لگانے پر وہ اتنا ہی بھڑک اٹھتا تھا۔ تو کیا راحیل خان اس سے بھی یہی کچھ چاہتا تھا؟

کیا وہ اسی مقصد کے لیے اسے اپنے پاس بٹھاتا تھا؟ لیکن ایک منٹ نہیں۔۔اس نے کبھی زندگی میں اس شخص کی آنکھوں میں خود کے لیے حوس نہیں دیکھی تھی۔ عورت کی نظر بہت تیز ہوتی ہے! اسے نہیں لگتا تھا راحیل خان کا اسے لے کر کبھی کوئی غلط اِرادہ ہو سکتا ہے! اگر ایسا ہوتا تو اُس شخص کو بہت سے مواقع میسر آئے تھے! ایک لمحہ وہ بھی تھا جب وہ دونوں انتہائی نزدیک کھڑے تھے! کرنے کو اس سے طاقت میں دگنا مرد کچھ بھی کر سکتا تھا۔۔ لیکن نہیں راحیل خان کے دل میں اسے لے کر کوئی غلط خیال نہیں تھا۔ وہ یقین سے کہہ سکتی تھی یہ بات!! شکر تھا کہ راحیل خان کے لیے ایک پلس پوائنٹ نکل آیا تھا۔ دل چھوٹے چھوٹے نقطے اکٹھے کرتا راحیل کو سہی ثابت کرنے پر تلا ہوا تھا۔ دل اپنے مکیں کو نکلنے نہیں دینا چاہتا تھا۔۔ "یہیں سے اندازہ لگا لو تم میں اور مُجھ میں کتنا فرق ہے! تم زانی طوائف ہو اسی لیے وہ تمہارے ساتھ زانی ہو گا۔ میں ایک غریب گھر کی شریف لڑکی تھی اسی لیے وہ میرے ساتھ شریف تھا۔ محترمہ تم میں اور مُجھ میں زمین آسمان کا فرق ہے! یہ جو تم نے مجھے زیر کرنے کی خاطر راحیل خان کا راز کھولا ہے یقین کرو مجھے

ذرا برابر فرق نہیں پڑتا۔ ایسا زانی مرد تمھیں ہی مبارک ہو! سوٹ کرتے ہو تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ!!" خود پر ہر طرح سے قابو پاتے بضاہر یہ لڑکی بہت مضبوطی سے جواب دے گئی تھی۔ لیکن یہ تو وہی جانتی تھی کہ دل کیسے ان الفاظوں کو بولنے پر قائل ہوا تھا۔۔ اس کا دل پھٹنے کو تھا۔ اس کا بس نہیں تھا کہ چیخیں مار مار کر روئے! لیکن ہائے یہ دنیا کہ اسے اپنے رونے پر بھی قابو پانا تھا۔ وہ کمزور نہیں پڑ سکتی تھی۔۔ "تم بہت زیادہ بھونکنے لگی ہو اب!! مہرماہ نے اس کی بات پر سیخ پا ہوتے چیختے ہوئے اس کے بالوں کو دبوچا۔ وہ اس کے چہرے پر ایک تماچہ لگانے ہی لگی تھی کہ دروازے سے کسی کی آواز سنتے اس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔ وہ اسے مارنے کی حسرت دل میں ہی دبا چکی تھی۔!!" مہرماہ تمھیں چندہ بلا رہی ہے! سیٹھ آیا ہے باہر۔۔ دروازے میں کوئی دوشیزہ تھی جو پورے کوٹھے میں مہرماہ کو ڈھونڈتے بلآخر یہاں پہنچتے مہرماہ کو چندہ کا پیغام دے رہی تھی۔ ابھی ہی باہر سیٹھ آیا تھا۔!! مہرماہ نے جبڑے بھینچتے مدحا نسیم کی طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں طنز وہ بخوبی دیکھ اور سمجھ رہی تھی۔ "جاؤ اپنا جسم بیچ کر پیسے کماؤ!!

سنجیدگی سے مسکرا کر کہتے مدحا نے اس سے اپنی نظریں پھیری۔ وہ سہی سے مسکرا بھی نہیں سکی تھی۔۔ ہاں البتہ یہ واقعی میں اس نے طنز ہی کیا تھا۔۔ "تمھارا یہ غرور خاک میں ضرور ملاؤں گی میں مدحا۔۔ یاد رکھنا۔۔ اُنگلی اٹھا کر اسے وارن کرتے مہرماہ نے اپنے قدم باہر کو لیے! اس کا غصّہ آسمان پر پہنچا ہوا تھا۔ غصے کا یہ عالم تھا کہ وہ کھڑے کھڑے یا تو مدحا کا قتل کر دے یا پھر خود اسے کسی مرد کے حوالے کر کے اس کا غرور مٹی کر دے! اسے زیر کر دے!! کمرے کے دروازے کو زور سے بند کرتے وہ آگے چندہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔!! جبکہ پیچھے مدحا نسیم نے خاموشی سے ایک نظر بند دروازے کو دیکھا۔ آنسوں پھر سے جاری ہو چکے تھے! محض آنسوں نہیں وہ اپنے ہاتھوں پر چہرے کو گرائے بری طرح سسک پڑی تھی۔ پہلے کیا زندگی میں کم غم تھے جو آج ایک اور دکھ مل گیا تھا۔ راحیل خان نے اسے واقعی میں توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ اب کس پر اعتبار کرتی؟ راحیل خان نے اس کا دل کرچی کرچی کر دیا تھا۔ کھڑا جانے اس معصوم کے لیے اور کتنی آزمائشیں باقی تھیں۔ اپنے ہاتھ پر سر رکھے وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی!

مہرماہ نے باہر کو آتے چندہ کی طرف اپنے قدم بڑھائے! اس کا چہرہ ہی اس کے غصے اور غضب کی پیشن گوئی کر رہا تھا۔ مدحا نسیم اس کی سوچ سے زیادہ اس کا دماغ خراب کر چکی تھی۔۔اس کا بس نہیں تھا کچھ کر دے اس لڑکی کے ساتھ! وہ اتنی سکون میں کیوں رہتی تھی آخر؟؟اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ راحیل خان کے متعلق بتانے پر بھی وہ بس کچھ دیر رو کر پھر سے نارمل کیوں ہو گئی تھی۔آخر کیوں یہ لڑکی اتنی ریلکس رہتی تھی۔اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ مدحا نسیم اس کے گلے کا کانٹا بن کر رہ گئی تھی۔!! چندہ کے کمرے کی طرف جاتے اس نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔چندہ کے سامنے اسے ریلکس رہنا تھا۔سامنے ہی اندر چندہ کے سامنے بیٹھا سیٹھ اسے نظر آ گیا تھا۔کچھ اس وجہ سے بھی وہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے خود کو ریلکس کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔"بول چندہ!! اندر کی طرف بڑھتے مہرماہ نے مسکراتے ہوئے چندہ سے استفسار کیا۔وہ خود کو نارمل کر چکی تھی۔وہ پھر سے مسکرانے کی بھرپور اداکاری کر رہی تھی۔کیونکہ اس کا کام تھا یہاں۔!! سیٹھ نے

کرسی پر پیچھے کو ٹیک لگاتے مسکراتے ہوئے اوپر سے نیچے تک اس پری پیکر کو دیکھا۔ وہ بھی اس عورت کے دیوانوں میں سے ایک تھا۔ بلکہ نہیں وہ خوبصورتی کا دیوانہ تھا۔ ہاں البتہ وہ آتا یہاں صرف مہرماہ کے لیے ہی تھا۔! "سلام سیٹھ!! چندہ کے اشارے پر سیٹھ کی طرف دیکھتے مہرماہ نے مسکراتے ہوئے سلام جھاڑا۔ سیٹھ کرسی سے کھڑا ہو چکا تھا۔۔ اس کے چہرے پر مسلسل ایک مسکراہٹ تھی۔۔ "چلو۔۔ ہاتھ سے آگے کی طرف اشارہ کرتے سیٹھ نے اسے آگے بڑھنے کو کہا۔ ظاہر ہے وہ کمرے میں جانے کو بول رہا تھا۔۔ "آ۔۔ سیٹھ آپ جائیں میں آتی ہوں کچھ دیر تک! بس پانچ منٹ دے دیں مجھے! کچھ سوچتے مہرماہ نے سیٹھ کی طرف دیکھ کر کہتے آگے چندہ کی طرف قدم لیے! پتہ نہیں اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔۔ "ہم انتظار کرے گیں!! مسکرا کر کہتے وہ باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔ وہ کہیں دور نہیں جا رہا تھا۔۔ دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا وہ!! مہرماہ آتی تو وہ اس کے ساتھ ہی اوپر کو جاتا۔۔

مہرماہ چندہ کے سامنے کرسی کرتے اس پر بیٹھی۔ وہ سنجیدہ ہو چکی تھی۔ جو وہ کرنے جا رہی تھی اسے سو فیصد یقین تھا کہ یہ ٹھیک ہو گا۔۔ "ارے دیر کیوں کر رہی ہے چلی جا۔ تو جتنی جلدی جائے گی اتنی ہی جلدی پیسے آئے گیں!! چندہ نے سگار کا ایک کش لیتے کہا۔ اسے پیسوں کے آنے کی بہت جلدی ہوتی تھی۔۔ "چندہ میری بات بہت غور سے سننا۔ میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے! تیرا بھی فائدہ ہے اس میں!! مہرماہ نے بنا جھجھکے بات کا آغاز کیا۔ وہ اس کے چہرے کو دیکھتے خود کو مزید بولنے پر راضی کر رہی تھی۔ کہیں اندر دل ملامت کر رہا تھا اسے یہ کرنے پر!! مگر وہ دل کی سننے والوں میں سے نہیں تھی۔ اس کا دماغ ہی کافی تھا اس کے لیے!! "بول!! فائدے کی بات ہو اور چندہ جیسی لالچی عورت حامی نہیں بھرے ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟ وہ ہمہ تن گوش تھی!! "چندہ میں تو کہتی ہوں مدحا کو سیٹھ کے حوالے کر دے! اتنے دن ہو گئے ہیں تو بس اسے مفت کا کھانا دے رہی ہے! کوئی فائدہ نہیں ہے اسے رکھنے کا۔ خود سے حامی بھرنے والی لڑکیوں میں سے نہیں ہے وہ! تو اسے سیٹھ کو دے گی تو کنواری لڑکی دیکھ کر ہی سیٹھ لاکھوں دے دے گا تجھے

اُس کے !! ارے سوچ چندہ کتنے پیسے آئے گیں اس مدحا کے !! بہت ہی چالاکی سے بولتے وہ چندہ کے کانوں میں بات ڈال رہی تھی۔۔ یہ آخری داؤ تھا اور یہ لڑکی واقعی میں انسانیت کے درجے سے بھی نیچے گر گئی تھی۔ وہ اس پوری دنیا میں سب سے زیادہ مدحا نسیم کے لیے بے رحم اور سفاک ثابت ہوئی تھی۔ محبت سے زیادہ وہ حسد کی آگ میں جلتے اندھی ہو چکی تھی۔ خود کو بہتر ثابت کرنے کا شوق اسے انسانیت کے درجے سے بھی نیچے گرا رہا تھا۔۔ چندہ نے سنجیدگی سے اس کے چہرے کو دیکھتے اس کی بات پر غور کرنا شروع کیا۔ کہہ تو یہ بلکل ٹھیک رہی تھی۔ ان لوگوں کو جتنا پیسہ کنواری لڑکیوں پر ملتا تھا اتنا کوئی پرانی لڑکی نہیں دے سکتی تھی۔ "ارے وہ حامی بھی تو بھرے ! اسی ایک انتظار میں تو بیٹھے ہیں ہم !! چندہ نے اپنی سمجھ کے مطابق جواب دیا۔۔ زبردستی کوئی لڑکی لیتا نہیں تھا۔ "سیٹھ زبردستی کر لے گا چندہ !! جب میں نہیں تھی بہت پہلے ایک مرتبہ تب یاد کر سیٹھ نے کسی اور کے ساتھ زبردستی کر لی تھی۔ ارے وہ بھی تو نہیں مان رہی تھی۔ تو بس مدحا تک پہنچا دے اسے ! آگے سیٹھ جانے اور مدحا۔ تیرا کام بس پھر پیسے گننا ہو گا۔!!

تھوڑا آگے کو ہوتے اس نے چندہ کو مزید لالچ دیتے اکسانا چاہا۔ چندہ کی پر سوچ نظریں کسی غیر مرئی نقطے پر جمی تھیں۔۔ کہہ تو یہ بلکل ٹھیک رہی تھی۔ لیکن اسے ڈر تھا کہ کہیں مدحا مر نا جائے! کیونکہ وہ لڑکی اسی غم میں کچھ دنوں بعد مر چکی تھی۔ یہ بہت عرصے پہلے کی بات تھی۔ بہت سوچ بچار کے بعد ایک فیصلے پر پہنچتے چندہ نے اپنے تخت سے نیچے قدم اُتارے! وہ اپنے ہاتھ میں موجود سگار کو سائڈ پر رکھتے سنجیدگی سے کھڑی ہو چکی تھی۔!! اسے دیکھتے ہی دیکھتے مہرماہ بھی کرسی سے کھڑی ہوتے اس کے مقابل ہوئی۔ اسے بے صبری سے چندہ کے جواب کا انتظار تھا۔۔ "چل مدحا کے کمرے میں لے کر چلتے ہیں سیٹھ کو!! آگے وہ دونوں جانے! مجھے تو بس پیسوں سے مطلب ہے! آگے بڑھ کر تھوڑا اونچا بولتے وہ۔ مہرماہ کو بھی ساتھ آنے کا اشارہ دے رہی تھی۔۔ یہ ظالم لوگ انسانوں سے گدھ کی شکل اختیار کر چکے تھے!! مہرماہ کے چہرے پر بے ساختہ ہی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ وہ اندر سے کتنی خوش تھی کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا۔ فرق مٹنے جارہا تھا۔ مدحا نسیم بھی اسی کے جیسی ہونے جارہی تھی۔ وہ بہت خوش تھی۔!! چندہ کے

پیچھے مسکراتے ہوئے قدم بڑھاتے وہ ایک مرتبہ پھر اپنی قسمت پر بے یقین تھی۔
قسمت اسے خوش کیسے کر سکتی تھی؟

باہر کی طرف بڑھتے چندہ نے ایک نظر باہر چکر کاٹتے سیٹھ کو دیکھا۔ یہ ابھی تک یہیں کھڑا تھا۔۔اسے کچھ کچھ اندازہ تھا۔ "آیئے سیٹھ صاحب! آپ کے لیے ایک کنواری لڑکی دیکھی ہے میں نے! اگر آپ حکم کریں تو آپ کی خدمت میں پیش کروں؟ مسکراتے ہوئے چلاکی سے بات کو شروع کرتے چندہ کی سوالیہ نظریں سیٹھ پر جمی تھیں جو انہیں باہر آتے دیکھ رک چکا تھا۔۔ سیٹھ نے ایک نظر اس کے ساتھ کھڑی مہرماہ کو دیکھا۔ اچانک کیا ہو گیا تھا کہ چندہ اسے کنواری لڑکی دینے پر آگئی تھی۔ بچہ تو وہ بھی نہیں تھا۔ لیکن خیر اگلی پتہ نہیں خوبصورت ہوتی یا نہیں! اسے بس حسن سے مطلب تھا۔ وہ ایک حسن پرست انسان تھا۔۔ "خوبصورت ہے وہ؟ اسی کے جیسی؟ مہرماہ کی طرف اشارہ کرتے سوال داغا گیا۔ تھا تو یہ شخص بھی با رعب مرد!! لیکن کردار کا بہت کچا تھا۔ "خوبصورت؟ میں تو کہتی ہوں کوہِ نور کا

ہیرا ہے ہیرا۔۔ رو رو کر بس ذرا سی آنکھیں سوج گئی ہیں۔ اور اس منظر میں بھی قیامت لگتی ہے! آپ دیکھیں گیں تو آئندہ سے اس کی بجائے مجھ سے اسی ایک لڑکی کی ڈیمانڈ کرے گیں! بس ایک مسئلہ ہے کہ پہلے زبردستی کرنی پڑے گی آپ کو۔ باقی بلکل ٹھیک ہے وہ!! چندہ نے اسے قائل کرنے کی ایک کوشش کرنی چاہی۔ اسے یقین تھا سیٹھ حامی بھر ہی دے گا۔!! سیٹھ نے پر سوچ نظروں سے پھر سے مہرماہ کی طرف دیکھا۔ وہ پتہ نہیں کیوں بار بار چندہ کی بجائے اسے دیکھ رہا تھا۔!! "اس لڑکی سے فارغ ہو کر تم مجھے بستر پر ملو!! اُنگلی اٹھا کر مہرماہ سے کہتے سیٹھ چندہ کی طرف متوجہ ہوا۔ مہرماہ کو نہیں چھوڑ سکتا تھا وہ!! اسی لیے یہی سب سے بہتر آپشن لگا۔۔ "چلو!! چندہ سے کہتے وہ آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ آیا کہ اس کے قدم چندہ کے قدموں کے منتظر تھے۔!! تاکہ اسے اس لڑکی کے پاس پہنچایا جا سکے!! اتنا ہی آسان تھا اس انسان کو رضامند کرنا۔ چندہ بھی اس کے ساتھ ہی آگے کو بڑھی۔ ان کے قدموں کا رخ ساتھ ہی موجود مدحا کے کمرے کی طرف تھا۔ وہ کچھ فاصلے پر ہی تھا۔!! پیچھے مہرماہ نے سیٹھ کی پشت کو دیکھتے آنکھیں گھمائی۔

اس کے دیوانے بہت ہیں یہاں اور وہاں جانتی تھی اس بات کو!! لیکن وہ جس انسان کی دیوانی ہوئی پھرتی تھی اسی کو ایک اس میں دلچسپی نہیں تھی۔ایک گہری سانس بھر کر سر جھٹکتے وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی۔۔

مدحا نسیم جو ابھی تک اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے رونے میں مصروف تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلتے محسوس کرتے وہ رونا چھوڑ فوراً ہی سامنے کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس کے آنسوں رک ہی نہیں رہے تھے!! چندہ بائی کے ساتھ سامنے دروازے سے کوئی آدمی نمودار ہوا تھا۔۔اس نے پہلی مرتبہ دیکھا تھا اس شخص کو!! بے ساختہ ہی دھڑکتے دل کے ساتھ وہ کرسی سے کھڑی ہوئی۔دل تھا کہ پہلے ہی کسی ناگہانی آفت کی پیشن گوئی کر رہا تھا۔اس کی چھٹی حس فوراً ہی ایکٹو ہوتے اسے کچھ بہت برا ہونے کا اشارہ دے چکی تھی۔!! "یہی ہے وہ لڑکی سیٹھ صاحب!! میں چلتی ہوں اسے اوپر لے جائیں اور جو مرضی کریں اس کے ساتھ!! مجھے بس قیمت اچھی دیجئے گا۔۔چندہ بائی نے مسکراتے ہوئے سیٹھ کو مخاطب کرتے

اپنے قدم باہر کی طرف لیے !اس کا کام ختم ہو چکا تھا۔ مدحا کا راستہ وہ دکھا چکی تھی اسے ! سیٹھ جس کی اندر آتے ہی پہلی نظر مدحا نسیم پر پڑی تھی وہ کھڑا حوس بھری نظروں سے اس لڑکی کو اوپر سے نیچے تک دیکھ رہا تھا۔ بیشک چندہ غلط نہیں تھی اس کے متعلق ! ! مدحا کا چندہ کی بات سنتے چہرے کا رنگ بدلا۔ اس کا دل شدت سے دھڑک رہے تھا۔ جبکہ پیروں میں لرزاہٹ سی آنے لگی تھی۔ اب وہ نہیں بچتی تھی یہاں سے ! ! اسے اپنی عزت خطرے میں لگ رہی تھی ! "بیفیکر رہو جتنا حسین مال تم نے دکھایا ہے اس کے بدلے تمھیں اتنے دوں گا کہ تم خوش ہو جاؤ گی۔ نکلو اب یہاں سے ! ! مسکرا کر چندہ کی طرف نظریں پھیر کر کہتے وہ آخر میں اسے باہر کا راستہ دکھا چکا تھا۔ "جو حکم ! ! چندہ بائی نے ایک آخری نظر مدحا پر ڈالتے اپنے قدم باہر کو لیے ! وہ اپنے پیچھے سے مدحا کی چیخ بخوبی سن چکی تھی۔ لیکن اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔ مدحا چیختی یا چلاتی اب تو ان کا کام بن ہی جانا تھا۔۔

نن۔۔ نہیں خدا کے لیے چندہ میرے ساتھ یہ مت کرو! مدحا نے چیختے ہوئے" چندہ کے پیچھے ہی بھاگتے باہر کی طرف بڑھنا چاہا۔ وہ کسی صورت بھی اس مرد کے ساتھ اپنی عزت کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی تھی! وہ ابھی آگے کی بڑھتے بھاگتے ہوئے دروازہ عبور کرتی کہ دروازے کے ایک طرف کھڑے سیٹھ نے بروقت ہی اس کا ہاتھ تھاما۔ وہ اس کی کلائی سختی سے جکڑے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔!! "چھوڑو مجھے۔۔دی۔۔دیکھو خدا کے لیے مجھے جانے دو!! اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتے مدحا ہزیانی انداز میں روتے ہوئے حلق کے بل چیخی۔ کسی کو تو رحم آتا اس پر!! کوئی تو اس کی مدد کرتا۔۔ وہ مسلسل اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کرتے روتے ہوئے حلق کے بل چیخ رہی تھی۔ لیکن افسوس یہاں اس کی فریاد سننے والا کوئی نہیں تھا۔!! اوپر ریکنگ کے پاس کھڑی مہرماہ نے بے ساختہ ہی سکون سے اپنی آنکھیں موندی۔۔ چیخوں کی آواز اوپر تک آرہی تھی۔ فرق مٹنے جا رہا تھا۔ ایک اور مدحا مہرماہ بننے جارہی تھی۔!! "اے چپ کر!! اس کے بالوں کو سختی سے دبوچتے سیٹھ اسے سنبھالنے کی کوشش میں غصّہ کرتا جارہا تھا۔ وہ اسے

آگے کو کھینچ رہا تھا مگر مدحا نے دوسرے ہاتھ سے دروازے کے ہینڈل کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ پتہ نہیں اتنی ہمت کہاں سے آئی تھی اس لڑکی میں!! وہ روتے ہوئے چیختے بری طرح مچل رہی تھی۔ وہ مر جاتی مگر اپنے ساتھ عزت پر بات آنے پر وہ کبھی برداشت نا کرتی!! "خدا کا قہر برسے گا تم سب پر!! ہینڈل سے ہاتھ ہٹا کر سیٹھ کے منہ پر ایک تماچہ مارتے وہ حلق کے بل چیخ رہی تھی۔۔اور یہی اس کی سب سے بڑی غلطی ثابت ہوئی تھی۔۔ سیٹھ نے غصے سے پاگل ہوتے اسے گھورتے ہوئے بالوں سے آگے کو گھسیٹا۔ وہ اس کے منہ پر سختی سے ہاتھ جمائے اسے اپنے ساتھ گھسیٹتے ہوئے آگے کو بڑھ رہا تھا۔ جتنا اس لڑکی نے اسے غصّہ دلایا تھا اب تو واقعی میں وہ اسے نا چھوڑتا۔ وہ چھٹانک بھر کی لڑکی اسے تھپڑ مار چکی تھی۔ اس کا غصّہ آسمان پر پہنچا ہوا تھا۔۔ مدحا نسیم چیخنے کی خود کو چھڑوانے کی کوشش کرتے بری طرح مچل رہی تھی۔ مگر افسوس وہ اس باڈی بلڈر مرد کے قبضے میں آچکی تھی۔ اسے اب اس کے شکنجے سے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔ وہ خود کی چھڑوانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہلکان ہو رہی تھی۔ مگر ہر کوشش رائیگاں۔!! سیٹھ اسے گھسیٹتے ہوئے

اپنے ساتھ لیے اوپر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ وہ تقریباً اسے گود میں لیے بہت مشکل سے قابو کرتے سیڑھیوں پر چڑھ چکا تھا۔!! "نیچے کھڑی کچھ لڑکیاں ترحم بھری نظروں سے مدحا کو دیکھ رہی تھیں۔ یہاں آئے دن اسی طرح کا ظلم ہوتا تھا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اور ان سب کو کچھ دیر کے لیے ایسے ہی ترس آتا تھا سب !!پر!! مگر پھر سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف اور رہا سہا ترس بھی ختم

اوپر کھڑی مہر ماہ جو مسکراتے ہوئے مدحا کی دیکھ رہی تھی کہ اندر کمرے سے کچھ گھنٹی کی آواز سننے پر وہ فوراً سے الرٹ ہوئی! اس کے پاس فون تھا۔ وہ اس کے کمرے میں باہر بیڈ پر ہی پڑا تھا۔۔ کوئی بھی اسے دیکھ سکتا تھا۔ تبھی وہ فوراً سے ہی تیز تیز قدموں سے کمرے کی طرف بڑھی۔ اس کا کام تو ہو گیا تھا۔ باقی آگے کا کام سیٹھ کا تھا۔ وہ اب ایک ہی مرتبہ کام ہو جانے پر اس لڑکی کی تھکی ہاری شکل دیکھنے اس کے پاس جاتی۔ کتنا مزہ آنا تھا اس کھیل میں کوئی اس سے پوچھتا۔۔

مدحا نسیم نے ریکنگ کے پاس خود کو محسوس کرتے سختی سے ایک ہاتھ سے ریکنگ کو تھاما۔۔ شکر تھا کہ اس کا دماغ کام کر رہا تھا۔ وہ بری طرح روتے ہوئے کانپ رہی تھی۔ اس کا جسم جیسے وائبریٹ پر لگا ہوا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ ہمت نہیں ہار رہی تھی۔ اگر ہمت ہارتی تو اپنی ہی عزت گنواتی۔ یہ اسی کیلئے بہتر تھا کہ وہ ڈر کو دل میں دبا کر خود کو مضبوط ظاہر کرتی۔ کیا پتہ اس کی بہادری ہی کام آجاتی۔!! سیٹھ نے ایک گہری سانس بھر کر نفی میں سر ہلاتے اس کے ہاتھ کو ریکنگ سے چھڑوانے کی کوشش کی۔ اسے مزید غصّہ آرہا تھا۔۔ ایک جھٹکے سے اس کے ہاتھ کو چھڑوا کر اس کے دونوں ہاتھوں کو ایک ہاتھ میں لیتے وہ واپس سے اوپر کی طرف بڑھا۔۔ وہ اسے اب پہلے سے زیادہ سختی سے جکڑے ہوئے تھا۔ یہ لڑکی اکڑ رہی تھی بہت! اسے گھسیٹتے ہوئے وہ اس کی چیخوں، بد دعاؤں اور رحم کی مانگتی بھیک کو اگنور کرتے اوپر کی طرف بڑھ رہا تھا۔ دل نہیں تھا ان ظالموں کے پاس! ان کے دلوں پر مہریں لگی ہوئی تھیں!!۔

مہرماہ نے کمرے کے اندر داخل ہوتے فوراً سے بیڈ پر سے موبائل اٹھاتے اسے سائلینٹ کیا۔ شکر تھا کہ کسی نے آواز نہیں سنی تھی۔ وہ آخر اتنی لاپرواہ کیسے ہو سکتی تھی۔!! فون پر موجود نمبر سے آتی کال کو دیکھتے اس نے گولائی کی صورت میں اپنے ہونٹ باہر نکالے! بڑے دنوں بعد یاد کیا تھا اس شخص نے! ورنہ وہ ہی کال کرتی تھی اسے! کال کو اٹینڈ کرتے مہرماہ نے اسے اپنے کان سے لگایا۔ وہ آوازوں کو روکنے کی خاطر کمرے کا دروازہ ہی بند کر چکی تھی۔ "بڑی دیر کر دی مہرباں آتے آتے!! واپس سے بیڈ کی طرف جا کر اس پر بیٹھتے سنجیدگی سے اس نے بات کا آغاز کیا۔ آگے راحیل خان کی کال تھی۔ پتہ نہیں اس شخص نے اس وقت کس مقصد کے تحت کال کی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔۔ "کہاں ہو؟؟ دوسری طرف سے بھی اسی سنجیدگی کے ساتھ سوال داغا گیا۔ وہ آج کل اس سے اسی طرح سنجیدگی سے ہی بات کرتا تھا۔۔ "تمہارے گھر پر!! ظاہر ہے میں کوٹھے میں ہوتی ہوں! آنکھیں گھماتے پہلے طنز کرتے آخر میں وہ بات کی تصیح کر گئی تھی۔ وہ اپنے ہاتھ کو آنکھوں کے سامنے کرتے اس کے ناخنوں پر پھونک مار رہی تھی۔ یہ صرف ایک

غیر اِرادی حرکت تھی۔!!"سہی!!میں باہر ہوں!!سنجیدگی سے اسے جیسے آگاہ کیا گیا۔وہ واقعی میں کوٹھے کے باہر ہی کھڑا تھا۔مہر ماہ فوراً ہی بیڈ سے کھڑی ہوئی۔۔ یہ شخص اس وقت یہاں کیوں آیا تھا؟ابھی تو سیٹھ مدحا کو لے کر اندر بھی نہیں گیا تھا۔کاش کہ وہ تھوڑی دیر مزید رک کر پھر آجاتا۔اسے فکر ہونے لگی تھی۔۔"میں نے تمہیں منع کیا تھا یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے جب تک میں نہ کہوں تمھیں!پھر کیا کرنے آئے ہو تم یہاں۔ محض باتیں کرنے تو سن لو میں نے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔اپنے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کرتے وہ دبی دبی آواز میں چیخی۔ یہ صرف ایک کوشش تھی مقابل کو ابھی کے لیے یہاں سے دور رکھنے کی۔!! دوسری طرف موجود راحیل خان کے ابرو آپس میں سکڑے!!"یہ کس طرح بات کر رہی ہو تم مجھ سے؟کیا میں نے ابھی کچھ کہا تمھیں؟انفیکٹ میں تمھیں یہی کہنے لگا تھا کہ میں تمہیں لینے ہی آیا ہوں۔۔راحیل خان نے سنجیدگی سے اس کی تصیح کرنا ضروری سمجھا۔ مقابل اسی طرح بہت بدتمیز ہونے لگی تھی۔۔ "کک۔۔کیا کہا تم نے؟؟مہر ماہ کا دل بے ساختہ ہی شدت سے دھڑکا۔کیا اس نے

جو ابھی سنا تھا وہ ٹھیک تھا؟ کیا واقعی آج کا دن اس کی آزادی کا دن تھا۔ ایسے آنن فانن اسے یقین نہیں آرہا تھا۔۔ "میری بات بہت غور سے سنو مہرماہ۔۔ تمہارے کمرے میں ایک کونے میں گھڑا پڑا ہے رائیٹ؟ راحیل خان نے اپنے پیچھے موجود گارڈز کو اشارہ دیتے مہرماہ کو آگاہ کرنا شروع کیا۔ پتہ نہیں وہ گارڈز کیسے لے آیا تھا۔ ایک دو پولیس موبائلز بھی تھیں اس کے ساتھ!! کوئی تو تھا جس نے اس کی مدد کی تھی۔ پولیس کی گاڑیاں ایک فاصلے پر کھڑی تھیں! وہ لوگ کوئی رسک نہیں لے سکتے تھے!! جبکہ اس کے اشارے میں گارڈز فوراً ہی کوٹھے کی پچھلی بلڈنگ کی طرف بڑھے! "ہاں ہے!! مہرماہ کی فوراً سے نظر اس گھڑے کی طرف گئی۔ یہ تو شروع سے اس کے کمرے میں یہیں پر پڑا تھا۔ لیکن اس کا کیا تعلق بھلا؟"، اس کی پیچھے دیوار پر پلاسٹک چڑھا ہے! وہاں دیوار نہیں ایک دروازہ ہے! کوٹھے کی پچھلی طرف نکلتا ہے وہ!! ہمیں وہیں سے نکلنا ہے!! فون پر اس کو ہدایات دیتے راحیل خان نے اللہ کا نام لیتے اپنے قدم اندر کی جانب بڑھائے!! اسے پہلے کوٹھے کے اندر تو لازمی جانا تھا۔ البتہ اس کے پاس پورے کوٹھے کا نقشہ موجود تھا۔ ہاتھ پر ہاتھ

دھر کر نہیں بیٹھا تھا وہ!! وہ اسی ایک چیز کے لیے محنت کر رہا تھا۔۔ بات صرف اتنی تھی کہ وہ بنا کسی کو کچھ بتائے سب کی باتیں خاموشی سے سن رہا تھا۔ وہ بس بیٹھ کے اس مرتبہ سب کی اوقات دیکھ رہا تھا۔۔ "راحیل لیکن کیسے؟ مطلب میں ایسے اچانک!! نہایت تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ مہرماہ کنفیوز ہو گئی تھی۔ آخر چھوٹی خبر تو نہیں تھی اس کے لیے! اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔ یا شاید خوشی کے مارے پھٹنے کو تھا۔ وہ اپنی مرضی سے کھل کر جی سکتی تھی۔!! باہر سے آتی چیخوں کی آوازوں میں بھی کمی آچکی تھی۔ سیٹھ مدحا کے ہونٹوں پر ہاتھ جمائے اس کی آواز کو گلے میں گھونٹے کمرے کے نہایت نزدیک پہنچ چکا تھا۔ اسے اتنی دیر صرف مدحا کی مسلسل ہوتی مزاحمت کی وجہ سے۔ لگی تھی۔ بہت طاقت دکھا رہی تھی یہ لڑکی!!

"بکواس بند کرو اب میرا دماغ پہلے بہت خراب ہے! کوئی چادر ہے تو تمہارے پاس اُسے اوڑھو اور کمرے کا دروازہ کھولو۔ میں نیچے ہی ہوں پیسے دے کر آتا ہوں

اوپر!! ایسے نہیں آنے دے گی وہ!! سنجیدگی سے کہتے راحیل خان نے ٹھک سے فون بند کیا۔ وہ شاید غصے میں تھا۔ یا شاید تنگ آیا ہوا تھا ہر چیز سے!! فون کو واپس سے جیب میں رکھتے اس نے چندہ کی طرف تیز تیز قدم لیے۔۔ اسے آبان کو پتہ لگنے سے پہلے جلد سے جلد اپنا کام کر کے یہاں سے نکلنا تھا۔ اگر آبان خان کو پتہ چل جاتا تو بنا بنایا کام بگڑ سکتا تھا۔ اسی لیے وہ تیزی سے اپنی جیب سے پیسے نکالتے اس عورت کے ہاتھ میں تھما چکا تھا۔۔ اپنے ہاتھ میں پیسے پکڑتے چندہ نے ایک نظر اوپر سے نیچے تک اسے دیکھا۔ آج یہ انسان خاصی جلدی میں لگ رہا تھا۔۔ راحیل خان نے سنجیدگی سے اسے دیکھتے واپسی کو قدم لیے۔ وہ اس کی نظریں بخوبی نوٹ کر رہا تھا۔ ایک سے بڑھ کر ایک شاطر تھا یہاں! خیر شکر تھا کہ چندہ نے اسے روک کر کچھ بات نہیں کی تھی۔ وہ چپ کر کے باہر نکلتے اوپر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔

دوسری طرف موجود مہرماہ نے فون کو سائڈ پر پھینکتے تیزی سے آگے کو بڑھتے الماری چھاننی شروع کی۔ اس کے پاس تو کوئی دوپٹہ نہیں تھا۔۔ البتہ دل میں وہ دعائیں کر رہی تھی کہ سیٹھ مدحا کو لے کر کمرے میں بند ہو گیا ہو۔ ورنہ اس کا سارا

پلان برباد ہو جانا تھا۔ کچھ حد تک وہ ریلکس بھی تھی کیونکہ چیخوں کی آواز آنا بلکل بند ہو چکی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ سیٹھ نے سنبھال لیا ہونا مدحا کو!! لیکن پھر بھی کچھ سوچتے وہ اپنی مزید تسلی کی خاطر دوپٹے کو بھاڑ میں جھونکتے باہر کی طرف بڑھی۔ وہ دیکھ لیتی ایک مرتبہ۔ کہیں ایسا نا ہو کہ مدحا باہر ہی ہو اور راحیل سے اس کا سامنا ہو جائے!! کمرے کا دروازہ کھولتے اس کی پہلی نظر سیڑھیوں سے اوپر آتے راحیل خان کی طرف بڑھی۔ وہ انسان شلوار قمیض میں ملبوس اوپر براؤن کلر کی شال اوڑھے ہوئے تھا۔ سردیاں تھیں شاید اس لیے! پتہ نہیں آج پھر سے اس انسان کو شلوار قمیض کا کیا بھوت چڑھا تھا۔ ایک ہی نظر میں اس انسان کے حسن کی بلائیں لیتے مہرماہ کی دوسری نظر بیچ میں خلا سے ہوتی اپنے سے کچھ فاصلے پر موجود ریکنگ کے پار ایک کمرے کی طرف پڑی جہاں سیٹھ اور مدحا باہر ہی تھے!! اس نے بے ساختہ ہی گھبراتے ہوئے راحیل کو دیکھا۔ وہ اوپر آ چکا تھا۔۔ مگر یہ شکر تھا کہ دوسری طرف سیٹھ آگے تھا اور مدحا اس کے پیچھے بلکل چھپ سی گئی تھی۔ سیٹھ کی بھی محض پشت ہی نظر آ رہی تھی۔

تمھیں کہا تھا اندر ہی رہنا۔۔ راحیل خان نے اوپر اس کی طرف آتے اسے" مصنوعی گھورتے ہوئے کہا۔ مجال تھی جو یہ لڑکی کبھی اس کی ایک بھی بات سن لیتی ! کرنی اس نے اپنی ہی ہوتی تھی۔۔ "تم۔۔ تم چلو جلدی چلتے ہیں ! ! آگے کو بڑھ کر راحیل خان کو بازو سے تھامتے مہرماہ نے آگے کو قدم بڑھائے ! وہ اسے کھینچ رہی تھی۔۔ "آرہا ہوں کھینچو تو مت ! ! اپنا بازو چھڑوا کر سر جھٹکتے راحیل خان نے اپنے قدم آگے کو لیے ! ! اس کے چہرے پر ابھی تک سنجیدگی تھی۔ وہ دونوں اپنے کمرے کے دروازے تک ہی پہنچے تھے۔ کہ کسی کی فلک شگاف چیخ کو سنتے بے ساختہ ہی ان دونوں کے قدم رکے ! خاص طور پر راحیل خان کے ! اس کا دل نجانے کیوں ایک لمحے کے لیے شدت سے دھڑکا تھا۔ ایک سرسراتے ہوا کے جھونکے نے اسے جھرجھری لینے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ اچانک کیا ہوا تھا؟؟ مہرماہ نے گھبراتے ہوئے اسے مزید سختی سے بازو سے تھاما۔ خدانہ کرے کہ مدحا اور راحیل کا

سامنا ہوتا۔ یہ مدحا کی ہی چیخ ہے وہ پہچان چکی تھی۔ وہ کسی صورت بھی اپنی محنت ضائع ہوتی نہیں دیکھ سکتی تھی!

دوسری طرف موجود مدحا نسیم کے منہ پر سیٹھ نے تھپڑ مارا تھا تبھی اس کی چیخ اُبھری تھی۔ یہ تھپڑ پچھلے کھائے گئے تھپڑوں سے زیادہ بھاری اور دردناک تھا۔ سیٹھ کے ہاتھ میں موجود انگوٹھی سے مدحا کا گال چھل چکا تھا۔ وہ مارے درد کے بلبلا اٹھی تھی۔ البتہ ہمت ابھی بھی چھوڑی تھی۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اس کمرے کے دروازے کو ہینڈل سے تھامے اڑ کے کھڑی تھی۔ جبکہ سیٹھ اسے مسلسل آگے کو دھکا دیتے دروازے سے انڈے کمرے میں کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بہت ہی کوئی ڈھیٹ تھی یہ لڑکی!!

راحیل خان کی گردن بے ساختہ ہی پیچھے کی طرف مڑی۔ جہاں بس ایک مرد کی پشت نظر آ رہی تھی۔ لیکن دیکھا جا سکتا تھا کہ وہ کسی کے ساتھ زور آزمائی کر رہا تھا۔ البتہ لڑکی کی جھلک بھی نہیں دکھی تھی! "راحیل جلدی چلو یہاں کچھ بھی ہو سکتا

ہے! تم کیوں دوسروں پر دھیان دے رہے ہو؟ مہرماہ نے گھبراتے ہوئے اسے بازو سے کھینچتے پھر سے آگے بڑھنا چاہا۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ سیٹھ مرد ہو کر اس چھٹانک بھر کی لڑکی کو ابھی تک قابو میں کیوں نہیں کر سکا۔۔"وہاں کیا ہو رہا ہے؟ شاید کسی کے ساتھ زبردستی ہو رہی ہے؟ راحیل خان کی گردن ابھی تک پیچھے کو ہی تھی۔اسے تجسس ہو رہا تھا۔آخر یہ دل دہلا دینے والی چیخ عام تو نہیں تھی۔کوئی تو ظلم ہو رہا تھا۔۔"یہ کوٹھا ہے راحیل!! آئے دن یہی کچھ ہوتا ہے یہاں۔تم۔۔تم پلیز جلدی چلو ورنہ میں۔۔میں۔۔میں خودکشی کر لوں گی۔مجھے جلدی یہاں سے نکلنا ہے!! تم اوروں کو کیوں دیکھ رہے ہو راحیل؟ مہرماہ اس کی ٹھوڑی کو پکڑتے اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے دبی دبی آواز میں چیخی۔وہ اسے جو منہ میں آیا وہی دھمکی بھی دے چکی تھی۔۔راحیل خان نے ناگواری سے اسے دیکھا۔یہ کیا طریقہ تھا بھلا؟؟"چلو!! ایک گہری سانس بھر کر اس کا ہاتھ اپنی ٹھوڑی سے ہٹاتے وہ دونوں اندر کی طرف بڑھ چکے تھے! ابھی اسے صرف مہرماہ کو آزاد کروانا تھا۔اس سے کیا وعدہ نبھانا تھا۔وہ کسی اور پر دھیان نہیں دے سکتا تھا۔البتہ دل اس

کا شدت سے ابھی تک دھڑک رہا تھا جس پر وہ دھیان ہی نہیں دے پایا تھا۔اس کی چھٹی حس کوئی سگنل دے رہی تھی۔ مگر۔وہ بیوقوف سمجھنے سے قاصر تھا۔اس کے دماغ میں بس مہرماہ کی آزادی چل رہی تھی۔۔اس کی جیب میں ہی کوٹھے کہ نقشہ بھی موجود تھا۔ یہ کوئی عام اور چھوٹی سی عمارت نہیں تھی۔۔بھول بھلیاں تھی ایک طرح سے یہ جگہ!! بہت سے خفیہ راستے بھی تھے یہاں پر!! جن میں سے ایک راحیل خان کو مہرماہ کے کمرے میں ہی مل گیا تھا۔لیکن اس طرف سرنگ بھی تھی۔ یہ راستہ کوٹھے سے تھوڑا دور کر کے نکلتا تھا۔ لیکن خیر اسے یہی سب سے بہتر لگا تھا۔ تھوڑی محنت تھی بس!! وہ دونوں خاموشی سے نکل سکتے تھے! البتہ گارڈز اور پولیس کو وہ احتیاطی طور پر لایا تھا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا چندہ اور اس کے آدمی بہت شاطر ہیں!! کمرے کی طرف ڑھتے مہرماہ نے تیزی سے کمرے میں داخل ہوتے اپنے پیچھے سے دروازہ بند کرتے اس کی کنڈی لگائی۔اس کے ساتھ ہی سامنے موجود دروازے کی بھی کنڈی لگ چکی تھی!! سیٹھ بہت زور آزمائی کے بعد بلآخر مدحا کو اندر لے کر جانے میں کامیاب ہو ہی گیا تھا۔ دونوں کے دروازے ایک

ساتھ ہی بند ہوئے تھے!! لیکن دونوں عورتوں میں فرق بہت تھا۔ ایک آزاد ہونے جارہی تھی اور دوسری اپنا سب کچھ کھوتے یہاں قید ہونے جارہی تھی۔!!

مہرماہ دروازے کی کنڈی لگاتے راحیل خان کی طرف مڑی۔ وہ جارہی تھی۔ وہ خود تو جارہی تھی لیکن اپنے پیچھے ایک اور مہرماہ چھوڑ کر جارہی تھی۔ یہ سلسلہ ایسے ہی چلتے رہنا تھا۔ ایک کے بعد ایک مہرماہ نے یہاں آتے ہی رہنا تھا۔ جب تک یہ کوٹھا قائم رہتا تب تک!!

قسط نمبر : 93 پارٹ 1

راحیل خان مہرماہ کے ہمراہ کمرے میں بند ہو چکا تھا۔ اسے جلد سے جلد آبان خان کو پتہ لگنے سے پہلے مہرماہ کو کوٹھے سے نکلوانا تھا۔ یہ تو طے تھا کہ وہ اس لڑکی کو آج کی تاریخ میں ہر صورت نکلوانے والا تھا۔ کمرے میں کھڑا وہ بے چین دل کے ساتھ اس سرنگ کے نقشے کو دیکھ رہا تھا۔ بہت خفیہ راستے بھی تھے یہاں پر ! ظاہر ہے کوٹھے جیسی جگہ کھولی ہوئی تھی ان لوگوں نے ! بہت سی لڑکیاں زبردستی بھی لائی جاتی تھیں۔ ان لوگوں کو اپنی حفاظت کے لیے اس طرح کی ہی عمارت بنانی پڑتی تھی۔۔ تم دیکھ کر نہیں آئے تھے کیا؟ مہرماہ نے اسے نقشہ پھرولتے دیکھ دانت کچکچاتے سوال داغا۔ وہ کمرے میں اس کے پاس ہی کھڑی تھی۔ مگر اسے اب راحیل خان پر غصّہ آرہا تھا۔ جتنی اسے جلدی تھی یہ انسان اتنی ہی دیر لگا رہا تھا۔ ابھی تک گھڑے کے پاس بھی نہیں گیا تھا۔ وہ ! ! کہیں وہ اس سے کوئی مذاق تو نہیں کر رہا تھا؟؟ وہ پاگل ہونے کو تھی۔ اس کا بس نہیں تھا کسی طرح اڑ کے اس کوٹھے سے بھاگ جائے ! البتہ دل اس کا یہاں بھی خوش تھا کہ مدحا کا کام تمام ہو رہا ہوگا۔ صبر کر سکتی ہو تم دو منٹ؟ راحیل خان نے نقشے سے نظریں ہٹاتے سنجیدگی سے جواب دیا۔ وہ جھنجھلایا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ ایک پہلے ہی پتہ

نہیں کیوں دل دھڑک دھڑک کر باہر آنے کو تھا۔ اوپر سے مہرماہ کی بے صبری ! ! وہ چڑ چڑا ہو رہا تھا۔۔کیوں اس طرح کرنے لگے ہو راحیل ! تم کبھی مجھ سے ایسے بات نہیں کرتے تھے ! اس کی بے رخی پر دل برداشتہ ہوتے مہرماہ نے آگے کو بڑھتے اور کا بازو ہوتا تھا تو rude تھاما۔ اس کی آنکھوں میں نمی جمع ہونے لگی تھی ! جو بھی تھا یہ انسان بات دل پر لگتی تھی۔۔ راحیل خان نے ایک گہری سانس بھر کر اسے دیکھتے اس سے اپنا بازو چھڑوایا۔ کوئی ہاتھ لگائے تو اسے اب جھنجھلاہٹ سی ہوتی تھی۔۔میں ابھی آیا ہوں مہرماہ۔ صرف کچھ دیر دو مجھے ! اپنے سینے کو ہلکا سا رب کرتے راحیل خان نے نقشے کو بیڈ پر پھینکا۔ اس کا دل پاگل ہوا پڑا تھا۔ چھٹی حس کچھ کہہ رہی تھی وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ وہ اپنے دل کے حال کو جاننے سے قاصر تھا۔ اس کے قدم آگے بڑھنے سے اسے انکار رہے تھے ! ! مہرماہ نے اس کی طرف دیکھتے ہونٹ بھینچے ! آخر کیوں تھا یہ شخص ایسا؟تم کہیں نہیں جا سکتے راحیل ! مجھے آزاد کرواتے بغیر تم کہیں نہیں جاؤ گے ! اسے آگے بڑھتے دیکھ مہرماہ فوراً ہی اس کے راستے میں حائل ہوئی ! وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ وقت اس طرح بازی پلٹے گا۔ سہی ہی وہ اپنی قسمت پر اعتبار نہیں کرتی تھی۔۔ وہ۔۔وہ لڑکی مشکل میں ہے مہرماہ۔ وہ بہت چیخ رہی تھی۔ ایک مرتبہ

مجھے دیکھنے دو بس ! ! اسنے منہ پر ہاتھ پھیر کر بے چینی سے کہتے راحیل خان خود ہی بے خبر تھا کہ آخر وہ بول کیا رہا ہے ! اسے خود نہیں پتہ تھا کہ اس لڑکی کا ذکر یہاں کہاں سے آگیا تھا۔۔ مہرماہ کی آنکھوں میں اچانک ہی مرچیں سی بھری۔ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اس نے سنا تھا۔ بد قسمتی سے آج جیتی جاگتی مثال بھی سامنے

ہی تھی۔ کیسے مر رہا تھا یہ انسان باہر جانے کو ! لیکن وہ بھی اسنے نام کیی ایک ہی تھی۔ وہ کسی صورت اسے باہر نہیں جانے دے سکتی تھی۔۔ تم پاگل ہو راحیل؟ یہ کوٹھا ہے کسی کو یہاں تمہاری مدد کی ضرورت نہیں ہے سوائے میرے ! تم مجھے ذلیل کر رہے ہو راحیل۔۔ مہرماہ نے اس

کی آنکھوں میں دیکھتے شدت سے چیختے اپنی آنکھوں کی نمی صاف کی۔ وہ لڑتے دھرتے اسے کسی طرح قائل کر سکتی تھی۔ میں کوئی ذلیل نہیں کر رہا تمھیں ! میں کیا کروں میرے قدم زنجیر ہو رہے ہیں ! میں اگر چلا گیا تو ساری زندگی کا ریگریٹ دل میں رہ جائے گا۔ ایک مرتبہ دیکھنے کی ہی بات ہے مہرماہ بس ! میں ابھی آتا ہوں ! ! اس کے گال کو تھپک کر جلدبازی میں کہتے راحیل خان ابھی آگے کو بڑھتا کہ مہرماہ اسے پھر سے بازو سے تھام چکی تھی۔ اسے ہی اپنی محنت ضائع ہوتی نہیں دیکھ سکتی تھی وہ ! ! میں مرجاؤں گی

راحیل۔ تمھیں میری آزادی سے مطلب ہونا چاہئیے بس ! تم یہاں دوسری لڑکیوں کو کیوں دیکھ رہے ہو آخر؟ اس کے سینے پر ہاتھ مار کر وہ ہزیانی ہوتے چیخ اٹھی تھی۔ اسے یہی عادت زہر لگتی تھی راحیل خان کی۔ وہ ہر کسی کی مدد کرنے کے لیے تیار رہتا تھا۔

فار گاڈ سیک تمہاری آزادی سے زیادہ یہاں کسی کی عزت ضروری ہے ! بھاڑ میں جاؤ تم ! ! وہاں کوئی زبردستی کر رہا ہے اس کے ساتھ ! ریپ ہو رہا ہے سامنے اور میں نا مردوں کی طرح کان لپیٹ کر نکل جاؤں تو لعنت ہو پھر میرے اوپر ! ! اس کے بازو کو سختی سے جھٹکتے چیخ کے کہتے راحیل خان نے اندھا دھند دروازے کی طرف قدم لیے ! وہ شدت سے دھڑکتے دل کے ساتھ بھاگتے ہوئے دروازے کی طرف جاتے اس کی کنڈی کو کھولتے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔ مہرماہ کو تو وہ بعد میں بھی آزاد کروا لیتا۔ اس لڑکی کی عزت جا چکی تھی۔ اس کی کوشش تھی کہ کسی اور کی عزت خطرے میں نہ رہتی۔

چیخ سے تو اس نے اندازہ لگایا تھا کہ یقیناً زبردستی ہو رہی ہے ! خدا کرے تم مر جاؤ مدحا۔۔ مہرماہ روتے ہوئے راحیل خان کی پشت کو دیکھتے ڈریسنگ ٹیبل سے چیزیں اٹھا کے پھینکتے شدت سے چیخی۔

اس کی محنت ضائع ہو گئی تھی۔ راحیل خان اندھا دھند اس کے ہاتھ سے نکلتے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔ وہ نہیں روک پائی تھی اسے ! !

اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ریلا جاری ہو چکا تھا۔ خوشی کے نزدیک جا کر وہ اسے محسوس بھی نہیں کر سکی تھی۔۔ایک مرتبہ پھر مدحا نامی عورت اس کی آزادی کے بیچ میں آچکی تھی۔ اسے یقین نہیں تھا اپنی قسمت پر تو خدا نے اسے اس کے حال پر ہی چھوڑ دیا تھا۔ اس کی زندگی میں وہی کچھ ہو رہا تھا جیسا وہ سوچتی تھی ! نفرت سے سامنے کی طرف دیکھتے اس نے خود بھی اپنے قدم باہر کو لیے ! خدا کرے کہ مدحا کی عزت لٹ چکی ہوتی۔ برستی آنکھوں کے

ساتھ اس کے دل میں بس یہی دعائیں چل رہی تھیں ! ! راحیل خان نے اندھا دھند باہر کی طرف بھاگتے گول چکر کاٹ کر آگے اُس کمرے کی طرف قدم بڑھائے ! وہ تقریباً بھاگ رہا تھا۔ اس کے دل میں ایک ہی بات چل رہی تھی کہ وہ جو کوئی بھی ہے اس کی عزت بچانی ہے ! وہ ایسا نہیں ہونے دے سکتا تھا۔۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ آگے کون عورت ہوگی۔ بس اس کا دل باہر

آنے کو تھا۔ اسے نہیں مگر شاید دل کو خبر ہو گئی تھی کہ کوئی اپنا ہی ہے ! مہرماہ بھی اس کے پیچھے ہی تھی۔ البتہ وہ کافی دور تھی کیونکہ وہ روتے ہوئے چل کر آرہی تھی۔۔

راحیل خان نے کمرے کی طرف جاتے اپنے لرزتے ہاتھ کو دروازے پر مارتے اسے کھولنے کی کوشش کی۔ وہ پتہ نہیں کیوں اتنا گھبرا رہا تھا۔پتہ نہیں کیوں اس کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔ وہ دروازے

پر ہاتھ مار کر اسے کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ دروازے کے قریبآنے پر پتہ چلا تھا کہ اندر سے ہیبت ناک چیخوں کی آواز آرہی تھی۔۔راحیل خان نے دھڑکتے دل کے ساتھ تھوڑا پیچھے کو ہوتے اپنا بازو دروازے پر مارتے اسے کھولنا چاہا۔ وہ مسلسل اپنے بازو کو مارتے دروازے کو توڑنے کی کوششوں میں تھا۔ اس کے ماتھے پر پسینہ آنے لگا تھا۔ نجانے اندر ایسا کون تھا جو اس کی حالت ایسی ہونے لگی تھی۔ مہرماہ بھی اس کے پاس ہی جلتے ہونٹ بھینچے اسے دیکھ رہی تھی۔ راحیل خان نے تھوڑا زیادہ پیچھے کو ہوتے ایک زوردار ٹھوہکا دروازے کو لگایا۔ وہ جانتا تھا اندر موجود انسان ایسے ہی دروازہ نہیں کھولے گا۔ اسے دروازے کو توڑنا ہی تھا۔ دروازہ دھاڑ سے کھلا تھا۔ کنڈی ٹوٹ چکی تھی۔ اس کی محنت رائیگاں نہیں گئی تھی۔ راحیل خان نے تیزی سے دروازے کو

پوری طرح سے کھولتے اٹنے قدم اندر کی جانب لیے ! ! دل تیزی سے دھڑک رہا تھا، آنکھیں ساکت ہوئی پڑی تھیں، چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں، اس کے ہاتھ لرز رہے تھے پتہ نہیں کیوں ! کچھ کسر پوری سامنے کے منظر نے کر دی تھی۔۔ وہ کھڑا بے یقینی سے سامنے دیکھ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ بے ساختہ ہی سہارے کی غرض سے ساتھ موجود دیوار پر لگے ! ایسا کیا دیکھ لیا تھا جو وہ جوان جہاں مرد اٹنے ہی قدموں پر کھڑا لڑکھڑا گیا تھا۔۔ اسے ایسا لگتا تھا جیسے پورے کمرے کی چھت اس کے سر پر آتے گری ! ! ہو۔ کچھ تو بہت برا دیکھا تھا اس نے

مہرماہ بھی آتے اس کے ساتھ ہی کھڑی ہو چکی تھی۔ سامنے کا منظر دیکھتے اس نے سختی سے اٹنے ہونٹ بھینچے ! اس کی دوسری نظر راحیل

خان پر گئی تھی جو کھڑا ہوائیاں اڑے بے یقین چہرے کے ساتھ سامنے دیکھ رہا تھا۔۔ سامنے مدحا نسیم اور سیٹھ بیڈ کے پاس کھڑے تھے ! ہمت تھی اس لڑکی کی کہ وہ ابھی تک اپنی عزت کی خاطر لڑ رہی تھی۔ وہ کامیاب بھی ہو رہی تھی۔ ابھی تک سیٹھ کچھ نہیں کر سکا تھا۔ ہاں صرف اس کی

قمیض کا بازو ضرور پھٹا تھا۔ وہ دوپٹے سے ندارد سراپا لیے اپنی عزت بچانے میں بلآخر کامیاب ہو ہی گئی تھی۔ ثابت ہوا تھا جب آپ کو خدا کی ذات پر پورا بھروسہ ہو تب تک کوئی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔۔مدحا نسیم اور سیٹھ کی نظریں بھی سامنے ہی اٹھی ہوئی تھیں۔ جہاں راحیل خان کھڑا تھا۔ وہ روتے ہوئے راحیل کو دیکھ رہی تھی۔ خدا نے وہاں سے مدد بھیجی تھی جہاں سے گمان بھی نہیں تھا۔ اس کی آنکھوں سے لہو کی مانند آنسوں برس رہے تھے ! کتنا قیامت خیز

دن تھا آج کا کوئی اس معصوم سے پوچھتا۔

راحیل خان خود بھی اس کی گرے آنکھوں میں ہی دیکھ رہا تھا ! اسے آج پتہ چلا تھا کہ اصل ڈر کیا ہوتا ہے ! پتہ نہیں کیوں مدحا کو ہہاں دیکھتے اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی تھی۔ وہ ساکت آنکھوں سے سامنے دیکھ رہا تھا۔۔۔ ایک ساتھ ہی ڈر، سوال اور بھی نجانے کتنی ہی چیزوں کا ریلا امڈتے اس پر حاوی ہوا۔۔ مدحا نسیم نے ایک نظر سیٹھ پر ڈالتے اپنے ہاتھ پر اس کی ہلکی ہوتی گرفت محسوس کرتے جھٹکے سے اپنے ہاتھ کو اس سے چھڑوایا۔ وہ واپس اس کے شکنجے میں جکڑے جانے سے پہلے ہی سامنے کی طرف دوڑ لگا چکی تھی۔ ابھی اسے خود کو محفوظ کرنا تھا بس ! ! اسیٹھ راحیل خان کی

طرف متوجہ تھا بس اسی لیے وہ غلطی سے مدحا کے ہاتھ پر گرفت ہلکی کر بیٹھا تھا۔ اور یہی اس کی غلطی ثابت ہوئی تھی ! مہرماہ کھڑی جبڑے بھینچے مدحا کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا پلان فلاپ ہو گیا تھا۔ مدحا کی قسمت بازی لے گئی تھی۔۔مدحا نسیم بھاگ کے راحیل خان کے پاس آتے شدت سے اس کے سینے سے لگی۔ وہ اپنے دونوں بازو کو اس کے گرد باندھے ماتم کناں انداز میں ہچکیوں سے رونا شروع ہو چکی تھی۔ وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔ وہ بھول گئی تھی سب کچھ ! ! یہ بھی کہ ابھی کچھ دیر پہلے اسے اسی انسان کے متعلق کتنی بڑی بات پتہ چلی تھی۔ یہ بھی کہ وہ انسان اس وقت یہاں کیا کر رہا تھا۔ یہ بھی کہ وہ اسے دھوکا دیتا آیا تھا۔ سبکچھ بھلائے اسے بس یہ یاد تھا کہ اسے ایک محافظ ملا ہے ! حیرت تھی کہ یہ لڑکی ایک زانی مرد کو اپنا محافظ سمجھ رہی تھی۔ سمجھ نہیں رہی تھی اسے سو فیصد یقین تھا۔ ساری دنیا اس کے ساتھ برا کر سکتی تھی۔ لیکن یہ انسان کبھی اس کے ساتھ کچھ برا نہیں کر سکتا تھا اسے اندھا یقین تھا۔ ہزاروں کی بھیڑ میں محض ایک شخص اسے اپنا محافظ لگا تھا۔ وہ شدت سے اس کے سینے میں منہ دیے اس کے ساتھ لپٹے بری طرح آنسوں بہا رہی تھی۔ جیسے محض اپنی ہچکیوں اور اپنی سسکیوں سے ہی اسے اپنا درد دل سنانا چاہ رہی ہو ! ! وہ اتنی شدت سے راحیل خان سے آکر لگی تھی کہ وہ دو قدم پیچھے کو لڑکھڑایا تھا۔ اس کی تو بے یقینی ہی ختم ہونے کا نام نہیں لے رہی

تھی۔ مدحا اس غلیظ جگہ پر تھی اور اسے علم ہی نہیں تھا۔ اسے اب اپنی بے چینی اور دل کی حالت کی وجہ پتہ چلی تھی۔ اسے خبردار کیا گیا تھا۔ اس نے سامنے سے نظریں ہٹاتے خاموشی سے ایک نظر اپنے سینے سے لگی مدحا کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں لال سرخ ہو چکی تھیں۔ اب یہ نجانے غصے کے مارے تھیں یا خود پر ضبط کرنے کے چکروں میں ! اس کے ہاتھ ابھی تک نیچے ہی تھے ! اسے دھیان ہی نہیں تھا مقابل کے گرد ہاتھ باندھنے کا۔ بے یقینی ختم ہوئی تھی تو اسے سب سے پہلا خیال اس لڑکی کی عزت کا آیا تھا۔ اس کی نظریں پھٹے ہوئے بازو پر تھیں۔ کہیں وہ بھی تو

اپنی عزت گنوا نہیں بیٹھی تھی؟ کہیں اسے دیر تو نہیں ہو گئی تھی؟ نجانے کتنے دنوں سے تھی وہ یہاں پر ! ! ایک ساتھ کئی سوال اس کے دماغ میں اُبھر رہے تھے ! لیکن سب سے قابلِ غور جو سوال تھا وہ یہ تھا کہ اس لڑکی کی عزت سلامت ہے یا نہیں ! وہ اتنا بڑا دکھ نہیں سہہ سکتا تھا۔ کوئی رشتہ نا ہونے کے باوجود اسے مدحا کی عزت سبسے زیادہ عزیز تھی۔ خدارا اس کی عزت کو کوئی آنچ نہ آئی ہوتی ! خاموشی سے اپنے ہاتھوں کو حرکت دیتے راحیل خان نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے چہرے کے اطراف میں رکھتے اس کا چہرہ اپنے سینے سے باہر نکالا۔ وہ اتنی شدت سے رو رہی تھی کہ سینے پر سے راحیل خان کی

قمیض ساری آنسوؤں سے بھیگ چکی تھی۔۔ مدحا نے اپنی سوجی متورم آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑی۔ وہآنکھوں میں موٹے موٹے آنسوں لیے اسے دیکھ رہی تھی۔ کتنے دنوں بعد اسے اُمید کی ایک کرن نظر آئی تھی۔ اس کا صبر ضائع نہیں گیا تھا۔ اسے اس کے صبر کا پھل اس کی عزت بچنے کی صورت مل گیا تھا۔ چندہ بائی شور کی آواز سنتے اوپر ہی آچکی تھی۔ وہ خود کمرے کے دروازے کے پاس کھڑی حیرت سے معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جبکہ اس کے ساتھ کھڑی مہرماہ کی آنکھوں میں نفرت ہی نفرت تھی ! اس سے برداشت نہیں ہو رہا ان دونوں کو اتنے قریب دیکھنا۔ خاص کر مدحا کو تو اس کا بس نہیں تھا اسے جان سے مار دے ! وہ پھر سے اس کی خوشیوں کے درمیان میں دیوار بن کر کھڑی ہو چکی تھی۔

تم۔۔ تمھیں کچھ۔۔۔ کہا۔۔ تمہارے ساتھ۔۔ کچھ۔۔ کیا۔۔۔

اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھ کر گردن جھکائے راحیل خان نے لرزتی سی آواز میں جھجھکتے ہوئے سوال داغا۔ وہ اس سے اس کی عزت کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔ اس کی سانسیں رک رہی تھیں۔ لیکن ایک جھجھک آڑے آرہی تھی۔ وہ سہی سے سوال

بھی نہیں کر پایا تھا۔۔ راحیل سر۔۔۔۔۔ مدحا نے ہچکی سی بھرتے ساتھ ہی اس کا نام پکارا۔ وہ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ چکی تھی۔ اس مزید رونا آرہا تھا۔۔ اب کسے فکر تھی اپنی عزت کی؟ اس کا محافظ اسے مل گیا تھا۔۔ خدا کے لیے مدحا۔ پلیز بتاؤ مجھے ! تمہارے ساتھ کچھ غلط تو نہیں ہوا نا یہاں پر؟ کہہ دو ایک مرتبہ کہ تمہاری عزت اور معصومیت برقرار ہے ! خدارا کہہ دو ! ! اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ جمائے وہ انگوٹھے سے اس کے آنسوں صاف کرتا دل کی بات پوچھ گیا تھا۔ ابھی کے لیے اس کا یہ جاننا زیادہ ضروری تھا۔ وہ ٹوٹ کر بکھر رہا تھا۔ قسمت اس کے لیے ہمیشہ سے اتنی ظالم کیوں رہی تھی آخر؟؟ راحیل۔۔ مدحا نے پھر سے ہچکی بھرتے اسے پکارا۔ وہ شدت سے مزید رونے لگی تھی۔ سارا رونا اسی ایک عزت کا ہی تو تھا۔ کتنا کچھ برداشت کیا تھا اس نے ایک عزت بچانے کی خاطر ! ! خدا کے لیے مدحا بتاؤ مجھے ! خدا کی قسم اگر تمہارے ساتھ کچھ بھی ہوا تو میں اس پورے کوٹھے کو آگ لگا دوں گا۔ بتاؤ مجھے مدحا۔ میری سانسیں رک جائے گیں خدا کے لیے کچھ بولو ! ! اسے ابھی بھی کچھ نہ بولتے دیکھ راحیل خان بے چینی سے چیخ اٹھا تھا۔ مقابل اس کا امتحان لے رہی تھی۔ اس کے لہجے میں چٹانوں سی سختی تھی جیسے وہ واقعی اس عورت کی خاطر پورے کوٹھے کو آگ لگا دے ! مدحا نسیم نے نظریں جھکائے اس کے سوال پر غور کرتے روتے ہوئے آہستہ

سے نفی میں سر ہلایا۔ ابھی اس کا دماغ کام کرنا چھوڑے ہوئے تھا۔ ابھی محض دل ہی کام کر رہا تھا۔ اوہ خدایا۔۔۔ بے ساختہ ہی چھت کی طرف دیکھ کر لہو چھلکاتی آنکھیں چھت پر گاڑے کہتے اس نے شکر کا سانس بحال کیا۔ وہ شاید ہی زندگی میں آج بڑے دل سے اپنے رب کا شکر گزار تھا۔ کتنا ڈر گیا تھا وہ ! ! تمھیں کچھ نہیں ہو سکتا مدحا۔۔ میں آگیا ہوں نہ ! ! چپ کرو پلیز ! ! اس کے بھٹے ہوئے بازو پر اپنا ہاتھ رکھتے راحیل خان نے اسے چپ کروانے کی ایک ناکام سی کوشش کی۔۔ وہ اس کے گرد حصار بناتے اسے نرمی سے اپنے سینے میں بھینچ چکا تھا۔ کتنا سکون ملا تھا اسے محض اس لڑکی کے نفی میں گردن ہلانے سے کوئی اس سے پوچھتا۔ کیا اس کی عزت اتنی ضروری تھی؟ شش۔۔ میں آگیا ہوں نہ ! کچھ نہیں ہوگا۔ بھروسہ رکھو مجھ پر ! ! راحیل خان نے اسے مزید زور سے روتے دیکھ نرمی سے ہمت دینے کی ناکام سی کوشش کی۔ ابھی وہ صرف مدحا کی طرف متوجہ تھا۔ کمرے میں موجود باقی تینوں افراد کو وہ دونوں ہی سرے سے نظر انداز کر چکے تھے !

تم دونوں کا یہ میلو ڈراما ختم ہو گیا ہو تو اسے واپس مجھے دو ! پہلے میرا ؤقت ہے تم بعد میں آنا اس کے پاس ! ! سیٹھ جو کب سے کھڑا خاموشی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا اپنا وقت ضائع ہوتے دیکھ اس نے سینے پر ہاتھ باندھتے آنکھیں گھماتے راحیل خان کی طرف دیکھا۔ اب تو اسے صرف مدحا ہی چاہیے تھی۔ راحیل خان نے اس شخص کی طرف دیکھتے سختی سے اپنے جبڑے بھینچے !

وہ جانتا تھا اس شخص کو۔ یہ کوئی عام شخص نہیں تھا۔ اپنی لال سرخ ہوتی آنکھیں اٹھائے وہ اسے گھورنے میں مصروف تھا۔۔ مدحا نے بے ساختہ ہی سیٹھ کی آواز پر راحیل خان کی قمیض کو مٹھیوں میں جکڑا۔ ابھی تک اس شخص کے خوف سے اس کی جان جا رہی تھی۔ ہمت رکھو ! ! مدحا کی طرف دیکھتے اس نے نرمی سے اپنے گرد لپٹی شال اُتاری۔ وہ اسے اُتارے اس عورت کے گرد لپیٹ چکا تھا۔ اس کی حالت پر اس نے ابھی ہی غور کیا تھا۔ پہلے صدمہ کیا کم لگا تھا؟؟ اس کے بالوں پر نا محسوس انداز میں ہلکے سے لب رکھتے راحیل خان نے مدحا کو بازو سے پکڑتے ایک سائڈ پر کیا۔ وہ اپنی شال اسے دے گیا تھا۔ جسے یہ لڑکی سختی سے اپنے گرد لپیٹے روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔ کیا کہا ہے دوبارہ بول؟ آگے سیٹھ کی طرف بڑھتے راحیل خان نے اپنے بازو کے

کف لینک فولڈ کرنے شروع کئے ! اس کا تو پہلے ہی دماغ خراب ہوا پڑا تھا۔ اپنی سرخ آنکھیں اس انسان کی آنکھوں میں گاڑے وہ اسی کی طرف اپنے قدم لے رہا تھا۔۔یہ میرا وقت ہے ! ابھی کے لیے وہ میری ہے ! تم بعد میں آنا۔ پہلے میں اس کے جسم۔۔۔۔ سیٹھ بنا ڈرے سنجیدگی سے ابھی اپنی بات مکمل کرتا کہ راحیل خان نے ایک ہی جست میں اس تک جاتے تیزی سے ایک زناٹے دار مکا اس کے منہ پر جڑا۔۔ وہ جبڑے بھینچے اسے گھور رہا تھا۔ ہوتا کون تھا یہ انسان مدحا کے متعلق اس طرح سوچنے والا۔ سالے صرف میری ہے وہ ! ! ہے کون تو؟ اس کے گریبان کو تھامے چیخ کر کہتے راحیل خان نے پے درپے کئی مکے اس کے منہ پر مارے ! شاید اسے خود کو اندازہ نہیں تھا کہ آخر اس اس نے بولا کیا ہے ! ! وہ بنا اسے جوابی کارروائی کرنے کا موقع دیے یا پھر اپنا بچاؤ کرنے کے موقع دیے بنا رکے اس کے منہ پر مکے برسا رہا تھا۔ اس کا غصے سے برا حال تھا۔ مدحا یہاں کیسے ہے اور مہرماہ نے اسے اس متعلق کیوں نہیں بتایا اس سب کی تفتیش تو وہ بعد میں کرتا۔ پہلے اسے اس منہوس کی خبر لینی تھی۔ اس شخص کی ہمت بھی کیسے ہوئی تھی مدحا کو ہاتھ لگانے کی۔ اس کا بس چلتا تو وہ اُس لڑکی کو کہیں سات پردوں میں چھپے کر کے چھپا دیتا۔ تاکہ کسی کی بھی اس پر میلی نظر نا

پڑے ! ! ! لیکن افسوس اس لڑکی پر اتنی ہی آزمائشیں آچکی تھیں۔۔ اس کے لفظ میری ہے پر مدحا نسیم کی بلکل غیر اِرادی طور پر نظر مہرماہ کی طرف اٹھی۔ وہ بھی آنکھوں میں ڈھیروں نفرت کے شعلے لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ دونوں کی نظریں ملی۔ ایک کی آنکھیں پتہ نہیں کیوں زیادہ آبدیدہ ہونے لگی تھیں جبکہ دوسری کی آنکھیں شدید نفرت چھلکا رہی تھیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کا الٹ تھیں۔۔چندہ نے ان دونوں کو جانوروں کی طرح لڑتے دیکھ اپنے سر پر ہاتھ مارتے ان دونوں کی طرف قدم لیے ! یہ اس کا کوٹھا تھا کوئی عام جگہ نہیں تھی جو وہ دونوں یہیں مرنے مرانے پر آگئے تھے ! ! راحیل خان بری طرح اس کے چہرے پر مکے مارتے اس کا حشر بگاڑ چکا تھا۔ جوابی طور پر بس ایک ہی مکا تھا جو راحیل خان کے منہ پر لگا تھا۔ ورنہ وہ اسے مکمل طور پر قابو کیے جان سے مارنے کے در پر تھا۔۔پھر سے بھونک کیا بھونک رہا تھا؟ اسے پھر سے کچھ بولنے کی کوشش کرتے دیکھے راحیل خان نے سائڈ ٹیبل سے لیمپ اٹھاتے اس کے بولنے سے پہلے ہی بے دردی سے سیٹھ کے سر میں مارا۔ سیٹھ بے ساختہ ہی اپنے سر پر ہاتھ رکھے دو قدم پیچھے کو لڑکھڑایا۔ خون کا ایک فوارہ سا چھوٹ پڑا تھا۔ کانچ اڑتے اِدھر اُدھر بکھر رہا تھا۔ اس کی چیخ بے ساختہ تھی۔ ارے لڑنا ہے تو باہر جا کر لڑو میرے یہاں کی چیزیں کیوں توڑ رہے ہو؟ ارے تم لوگ کیا جانو کتنی محنت سے یہ بنتے ہیں ! اپنے لیمپ کو ٹوٹتے

دیکھ چندہ اپنے سر پر ہاتھ مارتے چیخی۔ اسے سب کچھ چھوڑ کر اپنے لیمپ کا دکھ زیادہ تھا۔ آخر پیسوں سے آیا تھا۔۔ اس کی بلا سے دونوں ایک دوسرے کو جان سے مار دیتے ! ! لیکن یہاں سے ہلے جاتے بس

تو۔۔کیا ۔۔باپ لگتا ہے اس کا۔۔ سیٹھ نے اپنے سر سے بہتے خون پر ہاتھ رکھے آہستہ سے راحیل خان کی طرف دیکھتے پوچھا۔ وہ کم ہی ہاتھ اٹھا رہا تھا اس پر ! ! وہ جانتا تھا اس شخص کو۔ کبھی جگری دوست رہ چکے تھے وہ دونوں ! ! ! یہ امریکہ کے دنوں کی بات تھی۔۔ راحیل خان نے جبڑے بھنچتے آگے بڑھتے بے دردی سے اس کے پیٹ میں لات ماری۔ وہ دوست ضرور تھے ! مگر اُن دنوں جب راحیل زانی تھا۔ اب تو راحیل خان کے پاس بھی بس اکا دکا ہی دوست بچے تھے ! ! میں جو بھی لگوں اس کا۔ تیری ہمت کیسے ہوئی اسے ہاتھ لگانے کی؟ آگے کو بڑھ کر اسے بالوں سے پکڑ کر زمین سے کھڑا کرتے راحیل خان نے پاگل ہوتے مزید ایک مکا اس کے منہ پر جڑا۔ وہ اسے خونم خون کر چکا تھا۔ سکون اسے پھر بھی نہیں مل رہا تھا۔ اس کا بس نہیں تھا مقابل کے چھیتڑے اڑا دے ! !چندہ ان دونوں کے پاس کھڑی مسلسل چیخ رہی تھی۔ وہ راحیل

کو بازو سے تھامے اسے پیچھے کرنے کی کوشش کر رہی تھی جو پھر سے سیٹھ کو مارتے اس شخص کو جان سے مارنے کے درپر تھا۔ تھوڑی بہت تو سیٹھ کی طرف سے بھی جوابی کارروائی ہونے لگی تھی۔ وہ بدلے میں تین مکے راحیل خان کو مار چکا تھا۔ مگر جتنا اس کا برا حشر راحیل نے کیا تھا اس کے مقابلے یہ تین مکے کچھ بھی نہیں تھے ! ! وہ دونوں ہی ابھی اپنی لڑائی میں مصروف تھے کہ پیچھے سے ایک فلک

شگاف چیخ سنتے راحیل خان کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق ہوا۔ چیخیں تمام خواتین کی عموماً ایک جیسی ہی ہوتی ہیں ! وہ نہیں پہچان پاتا تھا کسی کو بھی اس کی چیخ سے ! ہاں آواز کی ایک الگ بات تھی۔۔ ابھی بھی اس کا رخ سامنے تھا۔ آواز پیچھے سے آئی تھی۔ البتہ اس کا ہاتھ رک گیا تھا۔ آگے کھڑے ان تینوں لوگوں کی نظریں بے ساختہ ہی ایک ساتھ پیچھے کی طرف گئی۔ سیٹھ نڈھال سے انداز میں بیڈ پر بیٹھ چکا تھا۔ کھڑے رہنے کی ہمت نہیں تھی اس میں ! اسے کوئی فرق ہی نہیں

پڑتا تھا۔ وہ خود زخموں سے چور تھا۔ کانچ اس کے سر میں پیوست تھا۔ چندہ نے پیچھے کی طرف دیکھتے بے ساختہ ہی اپنے منہ پر دونوں ہاتھ جمائے ! یہ بلکل ان ایکسپیکٹڈ تھا۔۔ مدحا۔۔۔ جبکہ راحیل خان چیختے ہوئے اسے پکارتے تیزی سے اس کی طرف

بھاگا۔ پیچھے مدحا نسیم ہوش و خرد سے بیگانہ زمین پر پڑی تھی۔ اس کے آس پاس زمین پر تیزی سے خون بکھر رہا تھا۔ اس کی گردن میں ایک چاقو پیوست تھا۔ گردن میں سیدھی طرف گلے پر ایک چاقو بے دردی سے پیوست تھا۔ مارنے والے نے چاقو نکالنے کی زحمت

نہیں کی تھی۔ وہ بے دردی کی انتہا کر گیا تھا۔۔ اسکے دائیں طرف مہرماہ کھڑی ساکت نظروں سے مدحا کے وجود کو دیکھ رہی تھی۔ کمرے میں صرف یہ پانچ لوگ موجود تھے ! چندہ، راحیل اور سیٹھ تو اپنی ہی لڑائی میں مصروف تھے باقی بچی مہرماہ اور مدحا۔ پتہ نہیں یہ چاقو کہاں سے آیا تھا۔ دور دور تک کوئی اور نظر تو نہیں آرہا تھا۔۔ مہرماہ بھی ایک طرف کھڑی تھی۔ راحیل خان کبھی مہرماہ پر اس معاملے میں شک کر بھی نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بری نہیں تھی ! سب کچھ بھاڑ میں جھونکتے راحیل خان تیزی سے اس کی طرف بڑھتے زمین پر بیٹھا۔ اس کا دل باہر آنے کو تھا۔ اور کتنی آزمائشیں باقی تھیں آخر ان دونوں کی زندگی میں ! ! وہ بہت گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔۔

چاقو کہاں سے آیا، کس نے مارا یہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ ابھی کے لیے مدحا کی زندگی سب سے زیادہ ضروری تھی۔۔ مد۔۔مدحا۔۔ راحیل خان نے اس کے پاس ہی

گھٹنوں کے بل بیٹھتے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے اسے تھپتھپایا۔ مقابل بیہوش تھی شاید ! !
اسے سمجھ نہیں آرہی تھی پہلے چاقو نکالے یا اسے لے کر ہسپتال جائے ! یا پھر سب کو
چھوڑ کر پہلے اپنی گھبراہٹ اور اپنے اندر پلتی تکلیف پر قابو پائے ! وہ پاگل ہونے کو
تھا۔۔ وہ تکلیف میں تھا۔۔ راحیل خان نے اپنے سر کو جھٹکتے تیزی سے لرزتا سا ہاتھ
آگے کو بڑھاتے اللہ کا نام لیتے جھٹکے سے اس کی گردن سے چاقو باہر نکالا۔ ابھی اس کے
پاس سوچنے کا ہی وقت نہیں تھا۔۔ مدحا نسیم کے جسم نے بیہوشی میں بھی ایک جھٹکا
سا کھایا۔ خون کا فوارہ سا پہلے سے زیادہ چھوٹ پڑا تھا۔ زخم بہت زیادہ گہرا تھا۔۔ چاقو
کو سائڈ پر پھینکتے راحیل خان نے بے شمار آنسوں اپنے حلق میں اتارتے اپنی ہی شال کو
اس کی گردن پر رکھا۔ یہ محض خون روکنے کی ایک کوشش تھی۔ کتنا قیامت خیز لمحہ تھا یہ
کوئی اس سے پوچھتا۔ یہ منظر کسی کے بھی رونگٹے کھڑے کروا سکتا تھا۔ اور پھر جب
سامنے

کوئی ایسا شخص ہو جو آپ کو بے حد عزیز ہو اُسی کی گردن سے چاقو نکالتے وقت راحیل
خان کا بس نہیں تھا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے ! تیزی سے اسے اپنے بازو میں
بھرتے راحیل خان نے اسے اپنی گود میں اٹھایا۔ ابھی اسے صرف اور صرف اس لڑکی

کی زندگی عزیز تھی ! وہ اسے اپنی گود میں اٹھائے تیزی سے باہر کی طرف بڑھتا کہ چندہ پہلے ہی آگے کو آتی اس کے راستے میں حائل ہوئی۔ پیسے دے کر جا صاحب ! ! ایسے ہی لڑکی نہیں لے جا سکتا۔ بے حسی کی حد تھی اس عورت پر ! اسے ابھی بھی پیسوں کی ہی پڑی تھی۔۔ راحیل خان نے جبڑے بھینچتے اس عورت کو دیکھا۔ عورت کے نام پر دھبہ تھی یہ ! ! کیا کوئی پیسوں کے پیچھے اتنا پاگل بھی ہو سکتا ہے؟ اسے پتہ تھا کہ پیسہ پاگل کر دیتا ہے آج جیتی جاگتی مثال بھی دیکھ لی تھی۔ تھو ہے تیرے جیسی عورتوں پر ! ! سب کچھ بھاڑ میں جھونکتے غصے سے پاگل ہوتے راحیل خان نے اس کے منہ پر تھوک پھینکا۔ وہ اس کی سائڈ سے نکلتے تقریباً بھاگتے ہوئے آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔ مدحا کو جلد سے جلد ہسپتال پہنچانا بہت ضروری تھا۔ مہرماہ پر دھیان دینا تو وہ بھول ہی گیا تھا۔ ایک مرتبہ پھر مہرماہ اسی جگہ پر پھنسی تھی۔ راحیل خان مدحا کو سختی سے اپنے سینے میں بھینچے اندھا دھند باہر کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اسے سیکنڈ بھی نہیں لگا تھا اور وہ سیڑھیوں کے پاس تھا۔ اتنی تیزی تھی اس کے پیروں میں ! ! اس کے سفید رنگ کی قمیض ساری خون سے تر ہو چکی تھی۔ کیا تمھیں کچھ یاد ہے؟؟ ہاں وہ بلکل غیر متوقع طور پر آج سفید رنگ میں تھا۔ بھاگتے ہوئے اسے لیے وہ جا چکا تھا۔۔

خبیث ! ! چندہ نے اپنے منہ سے تھوک صاف کرتے زہریلی نظروں سے راحیل خان کی غائب ہوتی پشت کو دیکھا۔۔ ایک اس کی وجہ سے بہت زیادہ کام خراب ہو گیا تھا۔۔ جبکہ مہرماہ کی بھیگی نظریں بھی اسی طرف تھیں۔ راحیل جا چکا تھا۔

اس کا بس نہیں تھا دھاڑیں مار مار کر روئے ! دروازے میں کھڑی وہ بھیگی نظروں سے سامنے خالی جگہ کو دیکھ رہی تھی۔۔وہ چلا گیا۔۔ دھیرے سے گم سم سے انداز میں کہتے مہرماہ نے اپنا ایک

ہاتھ دروازے پر رکھا۔ وہ غائب دماغ نظر آرہی تھی۔۔ اس کی دھیمی سی آواز سنتے چندہ کی نظر بے ساختہ ہی اس کی طرف اٹھی۔ لیکن یہ نظر پھر پلٹ نہیں سکی تھی۔ وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے مہرماہ کے ہاتھ کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ دروازے پر ہاتھ رکھتے جہاں سے مہرماہ نے ہٹایا تھا اسی طرف دروازے پر خون لگا تھا۔ کسی کی پانچوں اُنگلیاں ابھی تازی یہاں جمی تھی۔ کسی کے ہاتھ پر خون لگا تھا جو کہ دروازے پر لگ چکا تھا۔۔ شاید چندہ سمجھ چکی تھی معاملے کو ! ! وہ ایک بہت شاطر عورت تھی۔

راحیل خان کا جلدی میں یہاں آنا، مدحا کو بچانا، مہرماہ کا بھی یہاں موجود ہونا، مہرماہ کی آنکھوں میں موجود آنسوں اور سب سے بڑی بات

اسے لگ رہا تھا مدحا کو بھی اسی نے مارا ہے ! ! ان سب کو ملاتے اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ وہ معاملے کی سمجھ گئی تھی۔ بلکہ وہ

شاطر عورت اپنی طرف سے ہی بنائے گئے کسی معاملے کی تہہ تک پہنچ چکی تھی۔۔

راحیل خان مدحا کو گود میں اٹھائے کوٹھے سے باہر نکلا۔ وہ تیزی سے آگے کو بڑھتے اپنی گاڑی کی طرف جا رہا تھا۔ کہ منہ پر پڑنے والے مکے سے اس کے قدم بیچ میں ہی رکے ! یہ بلکل اچانک ہی آیا تھا۔ کسی نے اچانک سامنے آتے اس کے رکے بغیر اس کے منہ پر مارا تھا۔ راحیل کے قدم رک چکے تھے ! ! سامنے موجود انسان کو دیکھتے اس نے نفی میں سر ہلایا۔ کچھ نہیں ہو سکتا تھا اس بغیرت کا۔ سامنے والے کا بھی اس کے متعلق یہی خیال

تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے متعلق یہی سوچ رہے تھے ! ! سالے میری آنکھوں میں دھول جھونکے گا تو؟ اور یہ کون ہے؟ وہ آبان خان تھا۔ جو بالآخر اس کے پیچھے پہنچ ہی گیا تھا۔ اتنی باپ کو فکر

نہیں تھی جتنی اسے ہو رہی تھی راحیل کی۔ اسے پتہ چل چکا تھا کہ راحیل خان کوٹھے پر گیا ہے ! بس اسی لیے وہ بھی اپنی گاڑی موڑتے یہیں پر آگیا تھا۔ راحیل سے کچھ بھی بعید نہیں تھی۔ اس کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔ وہ شاید گاڑی میں ہی بیٹھا تھا۔۔ ابھی وہ کوٹھے کے اندر جانے ہی لگا تھا کہ راحیل کو بھاگتے ہوئے باہر کی طرف آتے دیکھ وہ رک چکا تھا۔ شکر ہے آبان تو آگیا۔ یہ۔۔ یہ مدحا ہے یار۔ ابھی کے لیے مجھے بس اس کی زندگی عزیز ہے ! پلیز میرا راستہ مت روکنا۔۔ سنجیدگی سے آبان خان کو بتاتے راحیل پھر سے آگے کی طرف بڑھا۔ اس نے کوئی دوسری بات سنی ہی نہیں تھی۔ خون بہت بہہ رہا تھا اور اس کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ اسے جلد سے جلد ہسپتال جانا تھا۔۔ اوہ گاڈ مدحا یہاں کیسے آئی؟ آبان خان کی حیرت کے مارے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔ کسی کے بھی وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ مدحا اس غلیظ جگہ پر ہو سکتی ہے ! وہ تو سمجھ رہا تھا کہ یہ لڑکی یقیناً مہرماہ ہوگی۔۔ پیچھے کی طرف مڑتے وہ بھی تیزی سے اس کی طرف

بڑھا۔ واقعی اس لڑکی کی تو زندگی پیاری تھی۔۔ راحیل خان ابھی اپنی گاڑی کے پاس جاتا کہ آبان خان کی گاڑی میں موجود شخص کو دیکھتے اس کے قدم رکے ! اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا۔ ابھی اس کے پاس گھبرانے کا بھی وقت نہیں تھا۔۔ اپنی گاڑی کو چھوڑ کر وہ تیزی سے آبان خان کی گاڑی کی طرف بڑھا۔ پتہ نہیں اب اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔۔ آبان خان کی گاڑی میں ضیغم بیٹھا تھا۔ آبان اور وہ خان گروپ آف انڈسٹریز جا رہے تھے محض ضیغم کو سیر کروانے کہ راستے میں اسے راحیل کے متعلق پتہ چل چکا تھا۔ اس نے اتنی بھی دیر نہیں کی تھی کہ ضیغم کو ہی گھر چھوڑ آتا۔ وہ اسے بھی ساتھ لے آیا تھا۔۔ آبان خان نے اسے اپنی گاڑی کی طرف جاتے دیکھ تعجب سے اسے دیکھا۔ وہ اسے اس کی گاڑی کی طرف کیوں لے کر جا رہا تھا؟ وہ مکمل طور پر لا علم تھا۔۔ راحیل خان نے رخ موڑ کر فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے ضیغم کی طرف دیکھا۔ ضیغم اسی طرف بیٹھا تھا۔۔ ڈرائیونگ سیٹ پر جا ضیغم ! ! راحیل خان نے اسے جلد بازی میں حکم دیا۔ پتہ نہیں اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔۔ میں؟ ضیغم نے اُنگلی سے اپنی طرف اشارہ کیا۔ اس کی تو خون دیکھتے ہی حالت بری ہونے لگ جاتی تھی۔۔ ضیغم ڈرائیونگ سیٹ پر ہو جلدی ! تیری ہی بہن ہے ٹائم نہیں ہے ہمارے

پاس ! اسے کچھ نہیں ہونا چاہیئے جلدی کر ! ! راحیل خان جلد بازی میں چیخ اٹھا تھا۔ وہ پتہ نہیں خود کیوں نہیں جا رہا تھا۔۔ ضیغم نسیم ہڑبڑاتے ہوئے فوراً سے ساتھ والی سیٹ پر ہوا۔۔اس کی بہن ہے کیا مطلب کیا یہ مدحا تھی؟؟ آبان خان نے حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کر کیا رہا تھا۔۔راحیل خان نے اسے فرنٹ سیٹ پر بٹھاتے اچھی طرح سیٹ بیلٹ کو اس کے گرد باندھا۔ وہ شال کو اچھی طرح اس کے گرد لپیٹے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔ میں وعدہ کرتا ہوں تمھیں کچھ نہیں ہونے دوں گا۔ قسمت میرے لیے اتنی ظالم نہیں ہو سکتی مجھے یقین ہے ! اگر تمھیں کچھ ہوا تو میں ایک مرتبہ پھر ٹوٹ جاؤں گا۔ راحیل خان نے جھکتے مدحا کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ تھوڑا پیچھے کو ہوتے نا محسوس انداز میں اس کے ماتھے پر اپنے سلگتے لب رکھ چکا تھا۔ وہ اسے خدا کے حوالے کر رہا تھا۔پتہ نہیں کیا تھا اس کے دماغ میں ! راحیل بھائی۔۔ ضیغم نے اسے پکارتے اپنی موجودگی کا احساس دلانا چاہا۔ اس نے ابھی تک لڑکی کا چہرہ بھی نہیں دیکھا تھا۔۔ راحیل خان نے اس کی آواز پر آنکھیں کھولتے کچھ پڑھتے مدحا کے چہرے پر پھونک ماری۔پتہ نہیں اس نے کیا پڑھا تھا۔۔ وہ ایک نظر ضیغم کو دیکھتے پیچھے کو ہوتے اس کی طرف کا دروازہ بند کر چکا تھا۔ رخ موڑ کر ابھی وہ ضیغم کی طرف آرہا تھا کہ پہلے ہی اسے ضیغم کی چیخ سنائی دی۔ شاید نہیں یقیناً وہ دیکھ چکا تھا کہ یہ اسی کی بہن

ہے ! وہ خون سے لت پت ہوئی پڑی تھی۔ ضیغم بے ساختہ ہی بری طرح رونے لگا تھا۔۔ اتنے دنوں بعد بہن ملی بھی تھی تو کس حال میں ! ! آپی۔۔ راحیل بھائی کیا ہوا ہے انہیں؟ دیکھیں کتنا خون نکل رہا ہے ! ضیغم نے اپنے بازو پر راحیل خان کی گرفت دیکھتے روتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ وہ مدحا کی طرف دیکھتے رو رہا تھا۔۔ میں نے تجھے ڈرائیونگ سکھائی ہے ضیغم ! ہسپتال لے کر جا اسے ! جتنی جلدی ہو سکے اسے علاج کی ضرورت ہے ! بھاگ یہاں سے ! ! راحیل

خان نے اس کا چہرہ اپنی طرف موڑتے سنجیدگی سے حکم پیش کیا۔ وہ پتہ نہیں خود کیوں نہیں جا رہا تھا آخر ! اسے واپس اندر جانا تھا۔۔ راحیل تو پاگل ہے؟ آبان خان جو معاملے کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا اس نے حیرت سے اس بیوقوف کو دیکھا۔ وہ واقعی میں پاگل لگتا تھا۔ ایک بچے کو وہ مدحا کو ہسپتال لے کر جانے کو کہہ رہا تھا۔ مزید کوئی نقصان ہو جاتا اس طرح تو ! ! یہ شخص پاگل ہو چکا تھا۔۔ پھر تو لے جا؟؟ راحیل نے اپنی گردن موڑتے سنجیدگی سے اسے دیکھا۔ وہ جیسے آبان کو آپشن پیش کر رہا تھا۔۔ میں تُجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔ میں جانتا ہوں وہ گھٹیا عورت ہے ابھی بھی تیرے دماغ میں ! ! تُجھے اسے نکالنا ہوگا یقیناً۔ میں تجھے چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گا۔ لعنت ہے

تجھ پر مدحا سے زیادہ تجھے ایک طوائف کی فکر ہو رہی ہے ! ! آبان خان ہو اور معاملے کی تہہ تک نہ پہنچے ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟ ایک سیکنڈ لگا تھا اس انسان کو معاملہ سمجھنے میں !یہ بہت ہی حاضر دماغ اور شاطر انسان ثابت ہوا تھا۔ جب تو نہیں جا سکتا تو اپنا منہ بھی بند رکھ ! ! سر جھٹکتے اس کی باتوں کو اگنور کرتے راحیل نے پھر سے ضیغم کی طرف پر اُمید نظروں سے دیکھا۔ اس کی مجبوری نا ہوتی تو وہ ایک منٹ بھی یہاں نہیں لگاتا۔ اور مدحا کے معاملے میں وہ کسی اور پر اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ گاڑی سٹارٹ کہاں سے ہوتی ہے جلدی بتا ضیغم ! ! اسے تو تو ہی لے کر جائے گا۔ شاید اسی دن کے لیے قسمت نے ہمیں ملوایا تھا۔ میں نے ایک ایک چیز سکھائی ہے ضیغم تمھیں ! ! جلدی بولو وقت نہیں ہے ! اسے ابھی تک خاموشی سے روتے دیکھ راحیل خان اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتے چیخا۔ اس کی جان پر بنی ہوئی تھی۔ اور یہاں رونے نہیں ختم ہو رہے تھے ! ! ضیغم نے اپنے آنسوں صاف کرتے تیزی سے اسے سارے فنکشن بتائے ! اسے ہی ہمت دکھانی تھی۔ اسے اپنی بہن بہت عزیز تھی۔ ہسپتال ! ! یہ راستہ بتا رہا ہے ! جدھر یہ ریڈ ڈاٹ جائے اسی طرف گاڑی کو ٹرن لینا ہے ! ہسپتال پہنچ کر وہاں صرف میرا نام لینا آگے وہ لوگ

خود دیکھ لے گیں ! ! بھاگ شاباش ! ! سپیڈ تیز رکھنا۔ تیزی سے اسے سب کچھ بتاتے راحیل خان نے پیچھے کو ہوا۔ وہ گاڑی کا دروازہ بند کر چکا تھا۔

اسے یقین تھا کہ ضیغم اس کی محنت کو پانی میں نہیں ملنے دے گا۔۔ ضیغم نے اپنی سیٹ بیلٹ باندھتے گاڑی سٹارٹ کی۔ اسے سب کچھ یاد تھا۔ گاڑی چلانی بھی آتی تھی۔ بس وہ تھوڑا گھبرا رہا تھا۔ ظاہر ہے ساتھ اس کی بڑی بہن بیٹھی تھی جو زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہی تھی۔ لیکن اسے ابھی ہمت دکھانی تھی۔ رونے کو بہت وقت تھا۔۔

گاڑی کو سٹارٹ کیے وہ زن سے تیزی سے اسے آگے بھگا لے گیا تھا۔ پیچھے راحیل خان اور آبان خان باقی رہ گئے تھے ! ! آبان خان نے ایک نظر اس خبیث کو گھورتے فوراً سے اپنی جیب سے فون نکالا۔ وہ کسی کو کال ملا رہا تھا۔ یہ شخص جلد بازی میں کام لینے والا تھا۔ لیکن آبان خان دیکھ بھال کر کام کرنے والوں میں سے تھا۔۔۔ ہاں ہیلو ! ! دوسری طرف سے کال ریسیو ہوتے دیکھ آبان خان نے فوراً سے مخاطب کیا۔۔ دوسری طرف اس نے حدائق شاہ کو کال ملائی تھی۔ اسنے ہی یاد آتے تھے اسے وقت میں ! ! ہاں بول ! ! دوسری طرف سے حدائق شاہ کی آواز ابھری۔ وہ اس وقت عدالت میں تھا۔ شاید وہ تھوڑا مصروف بھی تھا۔۔ آبان خان نے اسے تیزی سے اپنی گاڑی کا

نمبر بتایا جس میں ضیغم تھا۔ اس گاڑی کی لوکیشن نکال کر پانچ منٹ کے اندر اندر فالو کر ! اسے ! ہسپتال کی طرف جا رہی ہے ! اس میں لڑکی کو کچھ نہیں ہونا چاہئے حدائق احھے سے اچھا ڈاکٹر ہائیر کر، خون کا ارینج کر کچھ بھی کر ! ! بس اس لڑکی کو بچا لے ! بچے کے ساتھ ہسپتال میں ہی رہنا تو ! ! آبان خان نے سنجیدگی سے حکم دیا۔ اسے یقین تھا حدائق انکار نہیں کرے گا۔ ہاسپٹل میں بھی کسی اپنے کا ہونا بہت ضروری تھا۔۔ راحیل خان بھی سنجیدگی سے اسی کے پاس کھڑا تھا۔ وہ سہی کر رہا تھا۔ اگر آبان یہ نہ کرتا تو راحیل خود ہی کسی کو کال کر دیتا۔ ضیغم بچہ تھا وہ سب کچھ نہیں سمبھال سکتا تھا۔۔ اوکے ! ! محض ایک لفظی جواب دیتے اپنی کام کو بھاڑ میں جھونکتے حدائق شاہ نے فوراً سے حامی بھری۔ وہ اٹھ بھی گیا تھا۔ اگر آبان نے کہا تھا ایمرجنسی ہے تو یقیناً ہوگی۔۔۔ باقی لڑکی کون ہے کیا ہے یہ سب بعد کی باتیں تھیں۔ ابھی جان بچانا زیادہ ضروری تھا۔۔ آبان خان نے کال کٹ کرتے فون جیب میں رکھا۔ اس طرف صرف یہی دونوں کھڑے تھے ! ؛گارڈز کو راحیل نے پچھلی سائڈ پر بھیجا تھا۔ وہ وہیں ہونگے شاید ! ! کیونکہ اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اتنا کچھ ہو جائے گا۔ آگے اس کے لیے اتنے بڑے بڑے شاک رکھے ہونگے ! اسے تو بس یہی تھا کہ

مہرماہ کو بچا کر وہ نکل لے گا یہاں سے ! ! لیکن شاید اس کی قسمت نے کچھ اور ہی سوچا ہوا تھا۔ وہ جسے بچانے گیا تھا وہ اوپر ہی تھی اور

جس کا خواب و خیال میں بھی نہیں تھا وہ اسے نکال چکا تھا۔۔پولیس کی گاڑیاں بھی تھی لیکن وہ پیچھے ہی کھڑی تھیں۔ وہ ان کے حکم

کی منتظر تھے بس ! راحیل خان کی خود کی شرٹ ساری خون سے بھیگ چکی تھی۔ سفید رنگ کی قمیض پر ہر جگہ خون لگا تھا۔ اس کے ہاتھ بھی خون سے رنگ حکے تھے ! وہ جیسے خود پر قابو کیے کھڑا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔ ایک مرتبہ مہرماہ کو نکال کر وہ سب سے پہلے مدحا کو دیکھنے جاتا ہسپتال ! ! ایک مرتبہ پھر سوچ لے راحیل ! ! واپس سے اندر جانا خطرے سے خالی

نہیں ہوگا۔ اور ایک مرتبہ اُس خبیث کا نام بتا دے مجھے جس نے تیری مدد کی ہے ! تو گھر چل تجھے تو میں پھر بتاؤں گا۔ اسے آگے کی طرف بڑھتے دیکھ آبان خان نے شروع میں دانت پیس کر استفسار کرتے آخر میں دھمکی لگائی۔ وہ پہلا بندہ تھا جو اس کی آنکھوں میں دھول جھونک چکا تھا۔ بہت تیز تھا راحیل خان۔۔۔جتنا آبان کو یہ عزیز تھا اتنا ہی

اسے یہ ذلیل بھی کرتا تھا۔۔ خطرے سے خالی اب کچھ بھی نہیں ہے آبان ! ! چندہ کو پتہ لگ چکا ہے کہ میں مہرماہ کو آزاد کروانے آیا تھا۔ اور اسی ایک چیز کی فکر ہے مجھے ! ! میں مہرماہ کو اسے چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ میں اسے لارے نہیں لگا سکتا۔ مجھے ! ! اُسے بچانا ہی ہے ! چندہ اسے کوئی نقصان نا پہنچائے

بہت غلیظ اور گھٹیا عورت ہے ! ! وہ کسی کی سگی نہیں ہو سکتی ! راحیل خان نے سنجیدگی سے آبان خان کی طرف دیکھتے کہا۔ وہ اپنی جیب سے پستول نکالتے اسے لوڈ کر رہا تھا۔ بچہ نہیں تھا وہ ! ! اندازہ تھا اسے اب کیا ہوگا۔ البتہ وہ اتنی گھبراہٹ میں بھی چندہ کی آنکھیں نوٹ کر چکا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس عورت کو پتہ چل گیا ہوگا۔ وہ غلیظ عورت واقعی میں کچھ بھی کر سکتی تھی۔ مدحا کو کچھ اس لیے اس نے بھیجا تھا کیونکہ کوٹھے کے باہر کیمرے لگے تھے ! یقیناً وہ لوگ ریکارڈ ہو رہے تھے۔ اسے میں اگر وہ بھی ساتھ جاتا تو اب چندہ کے آدمی بھی اس کا پیچھا کرتا۔ ابھی وہ یہیں پر تھا اس لیے باہر کوئی نہیں نکلا تھا۔ وہ ہر طرف سے معاملے کو دیکھ رہا تھا۔ اب پھنس چکے تھے وہ لوگ وہ

جانتا تھا۔ اگر یہاں سے بھاگتا تو ایک طرف جہاں مہرماہ پھنستی وہیں دوسری طرف مدحا بھی پھنستی۔ ان لوگوں نے ساری زندگی مدحا کا

پیچھا نہیں چھوڑنا تھا۔۔ کچھ ضیغم کے ساتھ بھیجنے کی وجہ بھی یہی تھی۔ میں مدحا کو بچا لوں گا راحیل۔ میں وعدہ کرتا ہوں اسے کوئی آنچ بھی نہیں آئے گی ان لوگوں کی طرف سے ! تو اپنے آپ کو خطرے میں مت ڈال۔ چھوڑ اس مہرماہ کو اور چلتے ہیں یہاں سے ! آبان خان نے اس کے بازو کو پکڑتے پھر سے اسے روکنا چاہا۔ اسے کچھ بہت بری طرح چبھ رہا تھا۔ وہ لوگ یا تو خطرے میں تھے یا پھر بری طرح پھنسنے والے تھے ! آبان جانتا تھا کہ کوئی بھی منہ اٹھا کر کوٹھا نہیں کھول لیتا۔ یہ کوئی بہت ہی ٹرینڈ اور پہنچے ہوئے لوگوں کا کام ہوتا ہے ! ایک نظر میں بندے کی نیت بھانپنے کا ہنر ہوتا ہے اسے لوگوں کے پاس ! ! اسے تو

حیرت ہو رہی تھی کہ راحیل لڑکی لے آیا اور ابھی تک کچھ کیا نہیں گیا ان لوگوں کی طرف سے ! ! آبان خان اب اتنا بھی بے خبر نہیں تھا۔ وہ جانتا تھا سب کچھ ! ! دنیا دیکھ رکھی تھی اس شخص نے ! ! مدحا کو تو میں بھی بچا لوں گا۔ اس کی فکر نہیں ہے ! اس کی حفاظت میں اپنی جان پر کھیل کر بھی کر سکتا ہوں۔ اصل فکر ہی مہرماہ کی ہے !

سنجیدگی سے جواب دیتے راحیل خان بنا اس کی کوئی بھی بات سنے اندر کی طرف بڑھا۔ اسے اپنے اِرد گرد واقعی میں خطرے کی گھنٹیاں بجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ مگر پھر بھی وہ اپنے وعدے سے نہیں مکر سکتا تھا۔ اب لڑائی کرنی تھی تو لڑائی ہی سہی ! ! لیکن وہ خودغرض بن کر مہرماہ کو نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ مہرماہ کو اس کی ضرورت تھی۔۔آبان خان نے بے چینی سے آگے بڑھتے اسے بازو سے تھاما۔ کیوں نہیں سنتا تھا آخر یہ شخص اس کی۔ وہ اسے نہیں کھو سکتا تھا۔۔ کوٹھے کی عورتیں کسی کی سگی نہیں ہوتی راحیل ! ! یہ خود پر ظلم سہہ کر سفاک بن چکی ہوتی ہیں۔ یہ عورت اپنا مطلب نکلواتے ہی تمھیں بھی چھوڑ دے گی۔ تمہاری کوئی سگی نہیں ہے یہاں کی کوئی عورت ! ! میری مان لے پلیز راحیل۔ میں تُجھے خطرے میں نہیں دیکھ سکتا۔آبان خان نے اسے بازو سے پکڑتے سمجھانے کی ایک آخری کوشش کی ! وہ چاہتا تھا راحیل رک جائے ! اسے مہرماہ سے کوئی غرض ہی نہیں تھی۔

وہ دیکھے بغیر بھی مہرماہ سے کوئی اچھا گمان نہیں رکھتا تھا۔ چھوڑ دے مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔ میں صرف اس احسان کا بدلہ اتارنا چاہتا ہوں جو کبھی اس نے مجھ پر کیا تھا۔ تو نہیں جانتا آبان۔ بہت مجبوری میں رہ رہی ہے وہ یہاں ! وہ سب سے مختلف ہے مجھے

یقین ہے ! راحیل خان اس کی بات کو سرے سے ہی رد کر گیا تھا۔ اسے مہرماہ پر یقین تھا۔ وہ جانتا تھا مہرماہ کو ! ! وہ بس غصے کی تھوڑی تیز تھی لیکن وہ بری نہیں تھی۔ مہرماہ کم از کم اس کے لیے بری نہیں ہو سکتی تھی۔ ٹھیک ہے جا۔ یاد رکھنا راحیل اگر تُجھے ایک خراش بھی لگی تو خدا کی قسم اس مہرماہ کو اپنے ہاتھوں سے میں ماروں گا۔ پھر چاہے تو ساری زندگی میرے سے بات نا کرے مجھے فرق نہیں پڑتا۔۔ اس کے بازو کی چھوڑتے وارننگ دی گئی۔ بنا دیکھے ہی زہر لگ رہی تھی اسے مہرماہ۔ وہ لڑکی اپنے چکروں میں راحیل کو خطرے میں ڈال رہی تھی۔ کیا خاک دوستی یا محبت تھی یہ ! ! بھاڑ میں جا۔ تجھے ان چیزوں کے علاوہ اور آتا ہی کیا ہے؟ مہرماہ کو مارنے سے پہلے ایک گولی مجھے بھی مار دینا۔ قصہ ہی ختم ہو ! ! راحیل خان غصیلے لہجے میں کہتا اسے سختی سے گھورتے رخ بدل چکا تھا۔ انسانیت ہی نہیں تھی ان لوگوں میں ! لیکن وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اپنی اس انسانیت دکھانے کی عادت کے چکروں میں اس کا کیا حال ہونے والا تھا۔ ہر جگہ ہمدردی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ اس بات کا اندازہ راحیل خان کو بہت جلد ہونے والا تھا۔۔۔ سر جھٹکتے اس کی طرف سے کوئی جواب بھی نہ پاتے وہ آگے کی طرف

بڑھ چکا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں گن تھی ۔ جبکہ اس کی قمیض پر موجود خون کے دھبے سوکھ چکے تھے ! اس کے ہاتھوں پر بھی مدحا

نسیم کا خون لگا تھا جسے وہ اپنی قمیض سے ہی صاف کر چکا تھا۔ بہت زیادہ خون بہہ چکا تھا اس معصوم کا۔ پتہ نہیں کس نے بے دردی سے

چاقو مارا تھا اسے ! ! آبان خان نے اس کی غائب ہوتی پشت کو دیکھتے جبڑے بھینچے ! اگر یہ انسان اس کی نہیں سن رہا تھا تو اب وہ مرے یا جیے اسے بھی فرق نہیں پڑتا تھا۔ وہ نہیں کرنے والا تھا اب اس کی مدد ! ! ویسے بھی اب تو اسے لگتا تھا کہ راحیل خان کو اس کی مدد کی ضرورت بھی نہیں ہے ! وہ خود سے ہی سب کچھ کر چکا تھا۔ ہر چیز تھی اب اس شخص کے پاس !

کسی نے بھی راحیل کی مدد نہیں کی تھی۔ وہ خود سے ہی اپنی مدد آپ کے تحت آیا تھا۔ آبان نے اکاؤنٹس بلاک کروائے تھے تو کیا ہوا؟ اسے رفیق خان نے اس رات کمرے میں آکر اپنے کارڈ دے دیے تھے ! باپ تو زندہ تھا نہ اس کا۔ اور شاید زندگی میں پہلی مرتبہ کام بھی آگیا تھا۔ اس کی اگر مجبوری نا ہوتی تو وہ کبھی رفیق خان سے پیسے نا لیتا۔ آبان خان الگ سمت میں جا رہا تھا۔ اس کا اِرادہ گھر جانے کا تھا۔ ضد پر آجائے تو اس سے

زیادہ بے رحم کوئی نہیں تھا۔۔ جبکہ راحیل خان کے قدم کوٹھے کی دہلیز پر تھے ! وہ اپنی جیب سے

وائرلیس نکالتے گارڈز کو سامنے کی طرف آنے کا حکم دے رہا تھا۔۔پتہ نہیں اب یہاں کونسی جنگ چھیڑنے والی تھی۔ لیکن اتنا تو یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ باہر موجود راحیل اور اندر موجود مہرماہ پھنس چکے تھے ! راحیل خان خفیہ طور پر ان لوگوں کے ٹارگٹ پر تھا۔ وہ صرف پولیس کی وجہ سے رکے ہوئے تھے ! ! خدا ہی رحم کرتا یہاں ! ! کے لوگوں کے حال پر

Ep : 93/2

راحیل خان اپنی گن کو لوڈ کرتے اندر کوٹھے کی طرف بڑھا۔ اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا۔ ابھی کے لیے اس کے دل میں مدحا جبکہ دماغ میں مہرماہ چل رہی تھی۔ جو بھی تھا اس بندے کو ایک کی جان کی فکر تھی تو دوسری کی آزادی کی۔ آبان خان جا چکا تھا۔ اسے تھوڑا حوصلا ہوا تھا آبان کو دیکھ کر ! ! لیکن افسوس کہ مہرماہ کی وجہ سے ایک مرتبہ پھر ان لوگوں میں ان بن ہو چکی تھی۔ آبان خان ضد کا بڑا پکا نکلا تھا۔ اسے کوٹھے کے لوگوں

سے گھن آتی تھی اور وہ اسے بھی روکتا تھا۔ لیکن اب راحیل خان کو کون سمجھائے بھلا؟؟ اپنے ہاتھ میں گن کو تھامے وہ کوٹھے کے اندر داخل ہو چکا تھا۔ پورے کوٹھے کو چاروں طرف سے گارڈز نے حراست میں لیا ہوا تھا۔ پولیس بھی ایکشن میں آئی ہوئی تھی۔ انہیں بس اشارے کی دیر تھی۔ راحیل خان جانتا تھا کہ حالات سنگین ہو چکے ہیں ! غیر ارادی طور پر اس کی نظر سامنے اوپر کی طرف پڑ گئی تھی۔ جہاں ایک شخص گن ہاتھ میں تھامے انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ اسے زیادہ تر یہیں سے اندازہ ہوا تھا کہ یہ پھنس چکا ہے ! ! مگر اس نے زیادہ دھیان دینا ضروری نہیں سمجھا۔ ابھی اسے خود کو نارمل دکھانا تھا۔ کیونکہ وہ اکیلا نہیں تھا۔ مہرماہ تھی اس کے ساتھ ! ! آج تو خدا ہی رحم کرتا ان لوگوں پر ! !

راحیل خان نے کوٹھے کے اندر داخل ہوتے اِرد گرد دیکھا۔ وہ اپنے ہاتھ میں موجود گن کو چھپا گیا تھا۔ پورے کوٹھے میں اس وقت ہو کا عالم تھا۔ پہلے جب وہ آیا تھا یہاں رونق لگی ہوئی تھی۔ اب ایسے لگتا تھا جیسے کسی پرندے کی بھی آواز نا آرہی ہو۔ وہ نیچے کھڑا اوپر کی طرف دیکھتے چاروں طرف سے کچھ معائنہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اب تو اس کے شک پر مہر لگ چکی تھی کہ وہ پھنس چکے ہیں ! ! یہ شاید طوفان سے پہلے کی خاموشی

تھی۔ آبان خان اور وہ سہی نکلے تھے ! ! چندہ واقعی میں ایک بہت شاطر عورت تھی۔۔۔۔۔کوئی ہے؟؟ ! راحیل خان نے سیڑھیوں کی طرف اپنے قدم لیتے تھوڑی اونچی آواز میں چاروں طرف دیکھتے پکارا۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اس طرح سب لوگ ایک ساتھ گئے کہاں ہے؟ پھر اسے یاد آیا تھا کہ کوٹھے میں بہت سی خفیہ جگہیں بھی تھیں۔ یقیناً یہ سب کچھ پولیس کے ڈر سے ہوا تھا۔۔ اسے صرف مہرماہ کی فکر ہو رہی تھی۔ ایک گہری سانس بھرتے اپنے ہاتھ میں گن کو تھامتے راحیل خان نے اوپر کی طرف قدم لیے ! کسی طرف بھی اسے گھیر لیا جا سکتا تھا۔ کوئی بھی اچانک سے نمودار ہو سکتا تھا۔۔ اسے بہت ہوشیاری سے کام لینا تھا۔ پورا کوٹھا اس وقت ویران سنسان معلوم ہو رہا تھا۔ اسے کسی سے کوئی غرض نہیں تھی۔ اس کی بلا سے سارے جہاں مرضی جاتے ! ! اسے صرف مہرماہ کو اپنے ساتھ لے کر جانا تھا۔ اسے یہی ڈر تھا چندہ نے مہرماہ کو کوئی نقصان نا پہنچا دیا ہو۔۔ واقعی میں کوٹھے میں رہنے والے لوگ بہت شاطر ہوتے ہیں ! ! اوپر کی طرف جاتے راحیل خان نے اِرد گرد دیکھا۔ سب کمروں کے دروازے کھلے تھے ! یہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ اس کا دماغ گھما کر رکھ دیا تھا اس عورت نے ! ! پہلے کی کم ٹینشن تھی مدحا کی جو اب وہ مہرماہ کو بھی ڈھونڈتا۔۔ اس کا بس نہیں تھا یہ چندہ نامی عورت اس کے سامنے ہو اور وہ اس کا منہ نوچ لے ! ! پہلی مرتبہ کسی

عورت کے منہ پر تھپڑ مارنے کا اس کا خواب تھا۔ اور وہ عورت چندہ تھی۔۔ مدحا کو نقصان پہنچانے والی عورت بھی تو وہی تھی؟؟ دیکھ چندہ یہ بچوں والا کھیل مت کھیل میرے ساتھ ! ! سامنے آجب میں سامنے ہوں تو ! ! راحیل خان نے اِرد گِرد دیکھتے اونچی آواز میں چندہ کو مخاطب کیا۔ اسے پتہ نہیں کیوں لگ رہا تھا کہ یہ عورت یہیں پر ہوگی یقیناً۔ اسے شک سا ہوا تھا۔۔ اور پھر بہت جلد ہی اس کے شک پر مہر بھی لگ چکی تھی۔ سامنے ہی پلر کے پیچھے اسے کسی کے پاؤں کی جھلک نظر آئی تھی۔ پلر کافی بڑا اور چوڑا تھا۔ کوئی بھی انسان اس پلر کے پیچھے بہت آسانی سے چھپ سکتا تھا۔ راحیل خان فوراً بی خبردار ہوا۔ وہ ایک اکیلا مرد یہاں اندر تن تنہا تھا۔ کوئی بھی اس کی مدد کرنے کو نہیں تھا۔ آج تو اسے خدا ہی بچا سکتا تھا۔ باہر نکل چندہ ! ! راحیل خان اپنے پاؤں کے پاس موجود چھوڑا سا پتھر اٹھاتے پلر پر مارتے دھاڑا۔ یہ عجیب چوہے بلی کا کھیل کھیل رہی تھی یہ عورت ! ! اسے غصّہ آرہا تھا۔۔ چندہ جو واقعی میں پلر کے پیچھے ہی تھی ایک گہری سانس بھرتے اپنے آگے موجود شخص کو لیتے آہستہ سے باہر کو نکلی۔ اسے دیکھتے راحیل خان نے سختی سے اپنے جبڑے بھینچے ! ! خاص کر اس کے ساتھ موجود عورت جس کی گردن پر چندہ نے چاقو رکھا ہوا تھا اسے دیکھتے راحیل خان کے سارے ڈر یقین میں بدل گئے تھے ! وہ مہر ماہ تھی۔ چندہ نے اس کے دونوں ہاتھ سختی سے اپنے

ایک ہاتھ کی طرف میں لیے دوسرے ہاتھ سے اس کی گردن پر چاقو رکھا ہوا تھا۔ وہ معاملے کو سمجھ چکی تھی۔۔ بس تبھی یہ سب کچھ کیا تھا اس عورت نے ! ! بہت تیز تھی یہ عورت ! ! مہرماہ اس عورت کے شکنجے میں جکڑی راحیل خان کی طرف دیکھتے آنسوں بہا رہی تھی۔ وہ خاموشی سے رو رہی تھی۔ اس شخص نے اسے پھنسا دیا تھا۔ اگر مدحا نہ ہوتی تو اب تک وہ دونوں نکل چکے ہوتے ! یہ سب کچھ صرف اور صرف مدحا اور راحیل کی وجہ سے ہوا تھا۔ چندہ غداری کو معاف نہیں کرتی وہ جانتی تھی۔۔۔ اور وہ یہاں سے بھاگ کر اس کے ساتھ غداری ہی کرنے لگی تھی۔۔۔ کچھ لمحے لگے تھے اور مہرماہ اس کی سب سے پسندیدہ طوائف سے غدار کے لقب تک آگئی تھی۔۔ یہ لوگ کسی کے سگے نہیں ہو سکتے تھے ! ! !

دیکھ چندہ اسے چھوڑ دے ! ! راحیل خان نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے جیسے پہلے اسے نرمی سے سمجھانا چاہا۔ وہ آرام سے بات کرنے کی کوشش کر رہا تھا پہلے ! ! ارے صاحب اتنی محنت کرنے کی کیا ضرورت تھی تُجھے؟ بولا تھا نہ تُجھے کہ اسے نہیں بیچوں گی میں ! ! پھر کیوں پیچھے پڑا ہے؟؟؟ جا شاباش گھر چلا جا تُجھے ایک موقع دیتی ہوں ! ! دوبارہ کوٹھے پر نظر مت آنا۔۔۔۔ چندہ نے مہرماہ کی گردن پر چاقو کا ہلکا سا دباؤ

بڑھاتے اسے جیسے ایک موقع دینا چاہا۔۔۔ جہاں لڑائی میں راحیل کا نقصان تھا وہاں فائدہ تو کچھ اس کا بھی نہیں تھا۔ اسی لیے وہ ایک ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔۔ کیا پتہ یہ انسان ڈر کر یا پھر مہرماہ کی زندگی کی خاطر کی چلا جاتا۔۔۔ پاگل نہیں ہوں میں جو ایسے ہی چلا جاؤں۔۔۔ اسے ساتھ لے کر جاؤں گا یاد رکھنا۔۔ راحیل خان صاف صاف انکار کر چکا تھا۔ اب وہ پاگل تو نہیں تھا جو خطرہ مول لے کر اندر بھی آیا تھا اور اب ایسے ہی چلا جاتا۔۔۔ اوئے گن نیچے رکھ ! ! چندہ ابھی کچھ بولتی کہ راحیل خان کے دائیں طرف ایک لمبا چوڑا انسان اپنے ہاتھ میں رائفل تھامے نمودار ہوا۔۔۔ وہ آتے ساتھ ہی اس پر بندوق تانے اسے حکم دے گیا تھا۔۔۔ راحیل خان نے اپنے دائیں طرف دیکھتے مزید سختی سے اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے ! ! اس کا دماغ تڑخ کر دو حصوں میں تقسیم ہونے کو تھا۔۔۔ کیوں تھے آخر یہ لوگ اتنے ظالم؟؟؟ پستول نیچے رکھ ورنہ اس کا کام تمام کر دوں گی میں ! ! بیٹھ کے ماتم کرنا پھر اس کی قبر پر۔۔۔ اسے ابھی بھی گن نا نیچے رکھتے دیکھ چندہ نے مہرماہ کی گردن پر ہلکا سا مزید دباؤ بڑھایا۔۔۔ مگر اس مرتبہ مہرماہ کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔ وہ بری طرح رو رہی تھی۔۔ وہ روتے ہوئے دل میں اپنی قسمت کو کوس رہی تھیں۔۔ قسمت ہمیشہ سے اس کے لیے ظالم ہی رہی تھی۔۔۔ جیسے ابھی ! ! ! وہ خود تو پھنسی ہی تھی ساتھ میں راحیل خان بھی پھنس چکا تھا۔۔۔

میں۔۔۔میں رکھ رہا ہوں یہ نیچے ! ! اسے کچھ مت کہنا۔۔۔ راحیل خان نے مہرماہ کے سسکنے پر فوراً سے بندوق نیچے زمین پر رکھی۔ اس عورت سے کوئی بعید نہیں تھی کہ وہ واقعی میں مہرماہ کو جان سے مار دیتی ! ! ! اسے حد سے زیادہ مہرماہ کی فکر ہونے لگی تھی۔۔۔ تبھی آسانی سے اپنی جان خطرے میں ڈالتے وہ گن کو نیچے رکھ چکا تھا۔۔۔۔ اس کی نظریں مہرماہ کی آنکھوں میں گڑھی تھیں۔۔ سچ تو یہ تھا کہ وہ جیسے اسے آنکھوں ہی آنکھوں میں تسلی دینے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔ وہ اسے بہت ڈری ہوئی لگ رہی تھی۔۔۔ ظاہر ہے جب گردن پر چاقو رکھا دیا جائے تو اچھے اچھوں کی جان نکل جاتی ہے ! ! ! مہرماہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔۔ وہ ہلکا ہلکا سا لرز بھی رہی تھی۔۔۔جبکہ اِس کی خود کی نظریں بھی راحیل پر ہی تھیں۔۔ اس کی مجبوری تھی کہ وہ چیخ بھی نہیں سکتی تھی۔۔ کیونکہ اسے پہلے ہی وارننگ دی گئی تھی کہ وہ جیسے ہی چیخے گی ویسے ہی اسے قتل کر دیا جائے گا۔۔۔وہ اسی لیے صرف اپنی جان بچانے کی خاطر خاموش تھی۔۔۔وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ چندہ اس کے لیے اس قدر سفاک نکلے گی۔۔۔ اسے وہاں سے تکلیف دی جا رہی تھی جہاں سے اسے گمان بھی نہیں تھا۔۔۔

ہاتھ اوپر کر کوئی ہوشیاری دکھانے کی ضرورت نہیں ہے ! ! راحیل خان کو اپنی جیب پر ہاتھ لگاتے دیکھ اس شخص نے آگے آتے چیختے ہوئے حکم دیا۔ وہ شخص گن سے عین اس کے ماتھے کا نشانہ لیے ہوئے تھا۔۔۔ راحیل خان نے ہونٹ بھینچتے اپنے ہاتھ اوپر کو کیے ! ! ! لیکن اپنا کام وہ کر چکا تھا۔۔ اس نے محض اپنے فون سے ایک بٹن دبانا تھا۔۔ جو وہ کر چکا تھا۔۔ اب وہ اکیلا نہیں تھا۔۔۔ گارڈز اندر آنے ہی والے ہونگے ! ! اس شخص نے آگے کو بڑھتے راحیل خان کے پاس آتے اس کی جیبوں کو پھرولنا شروع کیا۔ وہ اپنی گن کو ابھی بھی اس پر تانے ہوئے تھا۔۔۔ شاید یہ کافی ٹرینڈ تھا۔۔ تبھی ایک ہاتھ سے پستول کو ابھی بھی پکڑے دوسرے ہاتھ سے اس کی جیب سے تمام چیزیں نکال رہا تھا۔۔۔ راحیل خان اس کے ہاتھوں کو دیکھتے اس کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہا تھا۔۔ اس کے خود کے دونوں ہاتھ اوپر اس کے کندھوں سے لگے تھے ! ! وہ شخص اس کی جیب سے مزید ایک پستول ، موبائل, والٹ ، گاڑی کی چابیاں، وائرلیس سب کچھ نکالتے زمین پر پھینکتا رہا تھا۔ البتہ گن اس نے اپنی جیب میں اڑس لی تھی۔۔۔ وہ پاگل نہیں تھا۔۔۔ راحیل خان نے اسے کچھ پیسوں کو نکال کر زمین پر پھنکتے اس کی نظروں کو زمین پر مرکوز دیکھتے تیزی سے موقع ملتے ہی اس کے گلے میں ہاتھ ڈالتے اس کے ہاتھ سے گن چھینی۔ اس نے یہ سب اتنی پھرتی سے کیا تھا کہ کوئی کچھ

سمجھ ہی نہیں سکا تھا۔۔ وہ بہت تیزی اور سختی سے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالے اس کے ہاتھ سے گن چھینتے اسی پر تان چکا تھا۔۔۔ وہ زیادہ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔۔ بائے بائے ! ! ! ! اس کی مزاحمت کو ہر طرح سے رد کرتے راحیل خان نے عین اس کے دماغ کا نشانہ لیے گولی چلائی۔۔ ایک شخص تو جہنم واصل ہوا تھا۔۔ وہ شخص ساکت آنکھوں کے ساتھ زمین پر بے سدھ ڈھے چکا تھا۔۔ گولی بلکل دماغ میں لگی تھی۔۔۔

اے کیا کیا یہ تو نے؟؟ چندہ اپنے ایک آدمی کو مرتے دیکھ غصے سے راحیل خان پر چیخی۔۔ اسے تو خود سمجھ نہیں آئی تھی کہ آخر ہوا کیا ہے ! ! ! گولی چلنے کی دیر تھی اور کوٹھے کی تیسری منزل سے دھڑا دھڑ کئی آدمی اترتے راحیل خان پر پستول تان چکے تھے ! ! ! یہ سب شاید چندہ کے گارڈز تھے ! ! ! وہ عورت پوری تیاری کے ساتھ یہاں کھڑی تھی۔۔۔ درجنوں گارڈز تھے چندہ کے جو راحیل خان کے گرد مکمل طور پر گھیرا بنا چکے تھے ! ! ! ابھی تک وہ اکیلا تھا۔۔۔ اس کے اپنے گارڈز نجانے کہاں مر گئے تھے ! ! ! وہ اکیلا ہی چاروں طرف بے خوفی سے اُن سب کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ یہ کھیل اس کی سوچ سے زیادہ مشکل ثابت ہوا تھا۔۔ لیکن پھر بھی اسے خدا پر یقین

تھا۔۔۔کیونکہ اس کی نیت بلکل صاف تھی۔۔۔ اسے یقین تھا کہ کچھ غلط نہیں ہوگا۔۔۔۔ اسے بس مہرماہ کو سہی سلامت نکالنا تھا۔ اس کی اپنی جان کی پھر بھی خیر ہی تھی۔۔۔

میں سرنڈر کرتا ہوں۔۔۔ راحیل خان نے چندہ کی تنبیہی نظریں خود پر محسوس کرتے فوراً سے اپنے قدم پیچھے کو لیے۔۔۔۔ چندہ مہرماہ کی گردن پر چاقو چلانے ہی لگی تھی کہ فوراً ہی راحیل خان بول اٹھا تھا۔۔۔ اسے ایک فیصد بھی یقین نہیں تھا چندہ پر۔۔۔۔۔ زیادہ ڈیڑھ ہوشیاری مت کر!!! اپنے آدمیوں اور پولیس والوں کو بول واپس جائیں۔۔۔۔

چندہ نے مہرماہ کو اپنے ساتھ گھسیٹتے دائیں طرف قدم لیتے اسے حکم دیا۔۔۔۔ راحیل خان کو تو اب اس کے گارڈز بھی دیکھ لیتے۔۔۔۔ اسے مہرماہ کی خبر لینی تھی جو آزادی کی لالچ میں اس کے ساتھ بغاوت پر اتر آئی تھی۔۔۔۔ اسے تو اب چندہ مزا چکھاتی ذرا۔۔۔۔ مہرماہ روتے ہوئے اس کے ساتھ گھسیٹتے راحیل کو ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔ اسے خوشیاں تو کیا خاک ہی ملنی تھیں۔۔۔ اس کی تو زندگی بھی برباد ہو چکی تھی۔۔۔۔ راحیل ابھی مہرماہ کو بچانے کی خاطر کوئی بھی قدم اٹھاتا کہ پہلے ہی پورے کوٹھے میں گولیوں کی تھرتھراہٹ سی گونجی۔۔۔ پوری عمارت میں گولیوں کی آواز گونج

اٹھی تھی۔۔۔ راحیل خان کے گارڈز اندر داخل ہو چکے تھے ! ! ! وہ پیچھے کی طرف سے آئے تھے اسی لیے آتے ساتھ ہی گولیاں برساتے وہ چندہ کے کافی گارڈز کو گولیاں مار چکے تھے ! ! چاروں طرف یکدم ہی جیسے افراتفری مچ گئی تھی۔۔۔ دونوں طرف کے گارڈز آپس میں دھڑا دھڑ گولیاں برسا رہے تھے۔۔۔۔۔

چندہ بائی جو آگے بڑھ رہی تھی اس کے اچانک ہی قدم رکے ! ! جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔۔۔ اس کے بھاگنے سے پہلے ہی یہاں جنگ چھڑ چکی تھی۔۔۔ وہ اپنی گردن موڑے تیزی سے اپنے قتل ہوتے گارڈز کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ راحیل خان جس کی نظر اور توجہ ہی اس ایک عورت پر تھی اس کی نظروں کو گارڈز پر دیکھتے ذرا اس کا دھیان بھٹکتے محسوس کرتے ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے مہرماہ کی گردن پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔ وہ چاقو کے عین نیچے اپنا ہاتھ رکھے چاقو کو تھام چکا تھا۔۔۔ چندہ فوراً ہی الرٹ ہو چکی تھی۔۔۔ وہ اپنا پورا زور لگا رہی تھی چاقو کو اس کے ہاتھ پر چلا کر اس کے ہاتھ کو ہٹانے کی۔۔۔ اس کے دونوں ہاتھ مصروف تھے۔۔۔ کوئی ایک بھی چھوڑتی تو وہ خود پھنس جاتی۔۔۔ ہاں وہ مہرماہ کو بھی چھوڑنے پر راضی نہیں تھی۔۔۔ راحیل خان نے دوسرے ہاتھ سے ایک زناٹے دار تھپڑ چندہ کے منہ پر رسید کیا جو غلطی سے آدھا مہرماہ کو

لگا تھا اور راحیل نے دھیان ہی نہیں دیا تھا۔۔۔ وہ دونوں چپکی ہی تو کھڑی تھیں۔۔۔۔۔ راحیل کا ہاتھ خونم خون ہو چکا تھا۔۔۔ یہ عورت پورا زور لگا رہی تھی۔۔۔۔ ایک جھٹکے سے چاقو کو پکڑتے اسے سائڈ پر پھنکتے راحیل خان نے مہرماہ کو بازو سے تھامے اپنے پاس کیا۔۔ اس کے ہاتھ پر بہت گہرا زخم آیا تھا۔۔۔ خون فوارے کی مانند نیچے زمین پر گر رہا تھا۔۔۔۔ راحیل خان نے ایک گہری سانس بھرتے اپنے ہاتھ کو جھٹکتے چندہ کی طرف قدم لیے ! ! ! مہرماہ کو وہ اپنے ایک ہاتھ کے حصار میں لیے ہوئے تھا۔۔ چاروں طرف ابھی ایک گولیاں برس رہی تھیں۔۔۔ گارڈز آپس میں بری لڑ رہے تھے۔۔۔

ارے کوئی بچاؤ دیکھو اسے۔۔۔۔۔ چندہ راحیل خان کو اپنی طرف بڑھتے دیکھ گارڈز پر چیخی۔ اس کی طرف سے اور بھی گارڈز نکلتے لڑنے کے لیے پہنچے ہوئے تھے۔۔۔ کچھ ہی دیر لگی تھی اور یہ کوٹھا جنگ کا میدان معلوم ہو رہا تھا۔۔۔ آواز اتنی تھی گولیوں کی کہ کسی بھی عام انسان کا خوف کے مارے دل لرز اُٹھے۔۔۔۔ ر۔۔۔ راحیل تمھارا ہاتھ۔۔۔ مہرماہ نے اپنے آنسوں صاف کرتے اس کے ہاتھ کو دیکھا۔۔۔ زیادہ کٹا تھا وہ۔۔۔۔ ہاتھ مت لگانا مُجھے۔۔۔ ٹھیک ہوں میں۔۔۔ سنجیدگی سے اسے ٹوکتے راحیل

خان نے آگے کی طرف بڑھتے زمین وہ چاقو اٹھایا۔۔۔مہرماہ کو وہ سختی سے خود تھامے ہوئے تھا۔۔۔ البتہ پتہ نہیں یہ بے رخی کیوں تھی۔۔۔ وہ ابھی چاقو اٹھائے چندہ کی طرف دوبارہ بڑھتا کہ ایک گولی آتے بری طرح اس کے چاقو لگے ہاتھ پر ہی لگی۔۔۔پہلے ہی وہ ہاتھ تو خون سے بھرا پڑا تھا۔۔۔ عین اسی جگہ پر آتے گلی چھو کر گزری تھی۔۔۔ سسس۔۔۔ راحیل کی کراہ جبکہ مہرماہ کی چیخ بے ساختہ تھی۔۔ اسے لگ رہا تھا جیسے گولی اسے لگنے والی ہو۔۔۔مگر نشانہ راحیل تھا۔۔۔ درد کی شدت سے راحیل خان سختی سے اپنے جبڑے بھینچے ہوئے تھا۔۔۔ سالے تیری تو۔۔۔۔ راحیل خان نے چیختے اپنے پاؤں کے پاس پڑی اپنی ہی پستول اٹھاتے اندھا دھند سامنے کی طرف فائرنگ شروع کی۔۔ وہ ایک لمحے کے لیے مہرماہ کا ہاتھ چھوڑ چکا تھا۔۔۔یہاں سے بھاگنے سے پہلے انہیں لڑنا ہی تھا۔۔۔ لڑنا ضروری تھا۔۔۔۔۔ سامنے بہت سے گارڈز ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔۔۔ ایک طرف سے راحیل خان گولیاں چلا رہا تھا تو دوسری طرف سے وہ لوگ شروع تھے۔۔۔۔اس کے درجنوں گارڈز بھی پوری طرح مقابلہ کر رہے تھے۔۔۔۔ مہرماہ بھاگو یہاں سے۔۔ راحیل خان نے اپنے گارڈز کو لڑتے دیکھ موقع کی مناسبت سے فوراً سے مہرماہ کا ہاتھ تھاما۔۔۔چندہ ایک طرف کھڑی اپنا بازو تھامے ہوئے تھی۔۔ ایک گارڈ نے اسے گولی ماری تھی بازو پر۔۔۔ راحیل نے مہرماہ کے ہاتھ

تھامے آگے کی طرف قدم لیے۔۔۔ وہ اسے خود کے ساتھ کھینچتے تقریباً بھاگتے ہوئے باہر کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔ ابھی وہ لوگ قابض تھی ان سب پر!!! اچھا تھا باقیوں کے آنے سے پہلے راحیل مہرماہ کو یہاں سے نکال دیتا۔۔۔ اسے یقین تھا کہ یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں ہونگے۔۔ چندہ کے پاس گارڈز کی کمی نہیں تھی۔۔۔ وہ اس کے ساتھ اندھا دھند آگے کی طرف بھاگتے ہوئے کسی بھی طرح اسے کوٹھے سے باہر نکالنا چاہتا تھا۔۔۔ وہ دونوں اپنی منزل کے کچھ ہی قریب تھے کہ راحیل خان کے پاؤں میں ایک گولی آتے پیوست ہوئے۔۔ گولی عین پنڈلی پر لگی تھی۔۔ وہ آگے حلتے حلتے بے ساختہ ہی رک گیا تھا۔۔پورے جسم میں ایک درد کی لہر سی دوڑ اٹھی تھی۔۔۔۔ راحیل تمھارا پاؤں۔۔۔ مہرماہ روتے ہوئے شدت سے چیخی۔۔۔ مقابل کے سفید رنگ کے کپڑے آہستہ آہستہ پوری طرح سرخ ہونے لگے تھے۔۔۔۔ رکنے کا وقت نہیں ہے مہرماہ۔۔۔ نکلو یہاں سے ورنہ دونوں مارے جائے گیں۔۔۔ راحیل خان نے درد کو برداشت کرتے اس کے ساتھ پھر سے آگے بھاگنا شروع کیا۔۔ اس کے پیر اور ہاتھ سے خون نکلتا جا رہا تھا۔۔۔ لیکن ابھی وہ رک نہیں سکتا تھا۔۔ سختی سے زرد پڑتے چہرے کے ساتھ اپنے جبڑے بھینچے وہ مہرماہ کو ساتھ لیے اپنے درد کو بھلائے آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔

ارے بھاگ رہے ہیں وہ پکڑو کوئی۔۔ چندہ ان دونوں کو بھاگتے دیکھ اپنے بازو کو چھوڑے شدت سے چیخی۔۔ اتنی آسانی سے اس عورت نے انہیں نکلنے نہیں دینا تھا۔۔۔۔ اس کی آواز پر بہت سے لوگ ایک ساتھ ہی راحیل خان کی طرف متوجہ ہوئے۔۔۔ وہ دونوں سیڑھیوں سے نیچے اُتر رہے تھے۔۔۔۔۔ گارڈز نے مل کر ایک ساتھ ان دونوں پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع کی۔۔۔ راحیل خان لا علم تھا۔۔ اتنی گولیوں کی آواز میں چندہ کی آواز اس تک نہیں پہنچی تھی۔۔۔ ابھی پیچھے سے ایک اور گولی اسے لگتی کہ کسی نے بروقت ہی اسے بازو سے تھامتے اپنی طرف کھینچا۔۔۔ مہرماہ کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھا۔۔ جس نے بھی کھینچا تھا انجانے میں ہی سہی مگر گولی کے آگے مہرماہ ہو چکی تھی۔۔۔ مہرماہ کی فلک شگاف چیخ اُبھری۔۔۔ گولی اس کے عین کندھے پر لگی تھی۔۔۔

تو پاگل ہے؟؟ راحیل خان نے اپنے ساتھ موجود آبان خان کے منہ پر ایک مکا جڑا۔۔۔ ہاں وہ آبان خان ہی تھا۔۔۔ ثابت ہوا تھا کہ وہ کسی صورت میں بھی راحیل کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔۔ وہ آگیا تھا۔۔۔ لیکن اسے بچانے کے چکروں میں وہ مہرماہ کو نقصان پہنچوا چکا تھا۔۔۔ تیزی سے مہرماہ کو اپنی طرف کھینچتے راحیل خان نے پریشانی

سے اس کے کندھے کو دیکھا۔۔۔خون بھل بھل بہہ رہا تھا۔۔۔ وہ بری طرح چیختے ہوئے رو رہی تھی۔۔۔ کچھ دیر برداشت کرو مہرماہ۔۔۔۔ہم نکلے گیں یہاں سے ! ! ! اس کی ہمت باندھتے راحیل خان نے اِرد گرد دیکھتے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔۔ وہ تینوں گارڈز کے حصار میں تھے۔۔۔ کچھ ان کے گارڈز بچانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن پھر بھی کچھ لوگ بلٹ پروف جیکٹس پہنے ان تینوں کو گھیرے ان پر بندوقیں تانے ہوئے تھے۔۔۔۔

سالے اسی دن کے لیے منع کرتا تھا میں۔۔۔آبان خان نے سختی سے اپنے جبڑے بھنچتے راحیل سے کہتے اپنی جیب سے پستول نکالی۔۔۔ وہ بھی پوری تیاری کے ساتھ آیا تھا۔۔۔ البتہ آج بھی وہ اسے طعنہ دینا بلکل نہیں بھولا تھا۔۔۔ راحیل خان بھی اپنے ہاتھ میں موجود پستول کو لوڈ کر چکا تھا۔۔۔۔ وہ دونوں ایک ساتھ تھے۔۔۔۔ اب اسے پھر سے تھوڑی تسلی ہوئی تھی۔۔۔یہ سچ تھا کہ آبان خان کو دیکھتے اس کی ہمت بندھ جاتی تھی۔۔۔ اپنے درد کو بھلائے وہ اندھا دھند فائرنگ کرتے چندہ کے گارڈز کو مارنے کی کوششوں میں تھے ! ! ! نجانے کہاں کہاں سے اور زیادہ گارڈز آتے جا رہے تھے۔۔۔یہ لوگ جتنے مارتے اتنے ہی کم تھے۔۔۔ راحیل بچ۔۔۔۔ آبان خان نے ایک گولی کو

راحیل کی طرف آتا دیکھ چیختے ہوئے اسے اپنی طرف کھینچا۔۔۔ وہ دوسری مرتبہ بھی اسے بچا چکا تھا۔۔۔ کتنا مشکل تھا خود کو اور اس کی ان حالات میں بچانا۔۔۔۔ اوہ تھینکس۔۔۔ راحیل خان نے نفی میں سر ہلا کر کہتے سامنے موجود گارڈز پر فائرنگ شروع کی۔۔۔۔ آبان خان نے دانت کچکچاتے اس منہوس کو گھورا۔۔۔ بغیرت انسان تو ایک مرتبہ گھر چل ذرا۔۔۔ جل بھن کر اسے وارننگ دیتے آبان خان بھی سامنے کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔ جبکہ اس کی بات پر ان حالات میں بھی راحیل خان کی ہنسی چھوٹ چکی تھی۔۔۔ بندہ آبان خان کے فیصلے کے خلاف جاتا اور پھر اس کی گالیاں سنتا بس۔۔۔ وہ ساتھ بھی دے دیتا تھا لیکن پھر گندی بھی بہت کرتا تھا۔۔۔ جیسے ابھی راحیل کے ساتھ ہونے والی تھی۔۔۔۔ اپنی پستول میں گولیاں ختم ہوتے دیکھ راحیل خان پھر سے مہرماہ کی طرف متوجہ ہوا جو پلر کے ساتھ لگی کانوں پر ہاتھ رکھتے شدید رو رہی تھی۔۔ اسے شاید کندھے میں درد ہو رہا تھا۔۔۔ خون بہت بہہ رہا تھا۔۔۔ راحیل خان نے پستول وہیں پھینک مہرماہ کی طرف بڑھتے پھر سے اس کے ہاتھ کو تھاما۔۔۔۔ وہ اسے جلد سے جلد یہاں سے نکالنا چاہتا تھا۔۔ آبان خان نے تھوڑی بہت اور کچھ پولیس اندر آتے سچویشن کو سنبھال رہی تھی۔۔۔ وہ اسے لے کر نکل سکتا تھا۔۔۔ ان دونوں کو ہی بینڈیج کی اشد ضرورت تھی۔۔۔ چلو یہاں سے۔۔۔ راحیل

خان مہرماہ کی کلائی پکڑے پھر سے آگے کی طرف بھاگا۔۔ وہ دونوں دروازے کے قریب آرام سے جا سکتے تھے۔۔۔۔ مہرماہ بھی پھر سے ایک نئی اُمید جگائے آگے کی طرف اس کے ساتھ بھاگ رہی تھی۔۔۔۔۔ وہ شدید رو رہی تھی۔۔۔ کیونکہ اسے نجانے کس بات پر رہ رہ کر رونا آرہا تھا۔۔۔۔

وہ دونوں بھاگتے ہوئے ابھی دروازے تک ہی پہنچے تھا کہ پیچھے سے ایک ساتھ ہی دونوں کو نشانہ بناتے چار سے پانچ گولیاں برسائی گئی۔۔۔ گولیاں برسانے والا کوئی اور نہیں بلکہ چندہ خود تھی۔۔۔ وہ خود غرض عورت کسی صورت بھی مہرماہ کو تو یہاں سے نہیں نکلنے دیتی!!!

مہرماہ اور راحیل دونوں کے آگے بڑھتے قدم رکے!! نشانہ چوکا نہیں تھا۔۔ ایک گولی سیدھا مہرماہ کے پیچھے دماغ میں لگی تھی۔۔۔ جبکہ دو گولیاں راحیل خان کی کمر پر لگی تھیں۔۔ مہرماہ کی چیخ سنتے راحیل خان نے درد سے چور بدن کے ساتھ لال انگارا آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔ وہ ناکام ہوا تھا۔۔ مہرماہ اس کے بازو میں ہی جھول گئی تھی۔۔۔ اس کی آنکھوں میں بے ساختہ ہی نمی سی اکٹھی ہوئی۔۔۔ جو بھی تھا وہ اس کی ایک اچھی دوست تھی۔۔ اس کے دماغ میں گولی لگی تھی۔۔۔ مہرماہ آنکھیں کھولو۔۔۔

راحیل خان نے اپنے درد پر قابو پاتے اس کے گال کو تھپتھپایا۔۔ کھڑا اس سے بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔۔ کسی اور کا وزن تو وہ کیا خاک ہی برداشت کرتا۔۔۔ وہ بے ساختہ ہی زمین پر بیٹھتا چلا گیا تھا۔۔۔ مہرماہ اس کے سینے پر ہی ہوش و خرد سے بیگانہ خون سے لت پت وجود کے ساتھ پڑی تھی۔۔۔

راحیل۔۔۔ آبان خان جس کی نظر ابھی ہی راحیل کی طرف اٹھی تھی وہ چیختے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔۔۔۔ اُن دونوں کا خون مکس ہوتے زمین پر بری طرح پھیل رہا تھا۔۔۔ لیکن آبان کو فکر بس راحیل کی تھی۔۔۔ وہ لڑکی اپنے ساتھ ساتھ اس کے بھائی کو بھی پھنسا چکی تھی۔۔۔ آبان خان نے تیزی سے آگے بڑھتے راحیل خان کو بازو سے تھاما۔۔۔ راحیل اٹھ یہاں سے تُجھے ڈاکٹر کی ضرورت ہے۔۔۔ اس کے بازو سے تھامتے آبان خان نے پریشانی سے اسے اٹھانا چاہا۔۔۔۔ وہ خون سے لت پت ہوا پڑا تھا۔۔۔ سفید کپڑے اب پوری طرح لہو رنگ کے ہو چکے تھے۔۔۔۔ میری چھ۔۔ چھوڑ آبان اسے لے جا ہاسپٹل۔۔۔ اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے۔۔۔ میں آجاؤں گا۔۔۔ اس کا ہاتھ اپنے بازو سے ہٹاتے راحیل کے اس کی توجہ مہرماہ کی طرف کروانی چاہی۔۔۔ اسے ابھی بھی صرف مہرماہ کی پڑی تھی۔۔ وہ اس کے خواب توڑنا نہیں

چاہتا تھا۔۔۔ وہ چاہتا تھا کہ یہ لڑکی ایک مرتبہ آزاد فضا میں سانس لے سکے ! ! ! ہاں اسے مہرماہ کی بھی فکر تھی۔۔۔ بکواس بند رکھ ورنہ منہ توڑ دوں گا تیرا۔۔۔ آبان خان نے حلق کے بل چیختے اسے زبردستی بازو سے پکڑتے زمین سے کھڑا کیا۔۔ کیا تھا آخر یہ انسان۔۔۔ راحیل خان نے پھر سے اس سے اپنا بازو چھڑوایا۔۔ تو اسے۔۔۔۔آہ۔۔۔ تو اسے نہیں لے کر جا سکتا تو بھاڑ میں جا۔۔۔ اپنی کمر پر ہاتھ رکھتے بری طرح کراہتے راحیل خان اسے کہتے مہرماہ کی طرف بڑھا۔۔ کمر میں ایک ساتھ دو گولیاں لگی تھیں۔۔ وہ نے حد تکلیف میں تھا۔۔۔ اس کی آنکھیں نم ہوتے لہو چھلکا رہی تھیں۔۔ جبکہ چہرہ آہستہ آہستہ پیلا پڑتا جا رہا تھا۔۔ خون بہت بہہ چکا تھا۔۔۔ آبان خان ابھی پھر س اس خبیث کو کچھ کہتا کہ سامنے سے عدیل شاہ کو آتے دیکھ اس نے لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔۔۔ وہ آنے سے پہلے عدیل کو کال کر کے آیا تھا۔۔۔ اسے خطرہ تھا کہ یہی کچھ ہوگا۔۔۔ افف راحیل۔۔۔۔ عدیل شاہ جو ابھی ہی اپنی بھاری نفری کے ساتھ اندر آیا تھا راحیل خان کی حالت دیکھتے وہ بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔۔ یہاں تو اس کی سوچ سے زیادہ حالات خراب تھے۔۔ ہر طرف لاشیں ہی لاشیں بکھری ہوئی تھیں۔۔۔ ان کے اور چندہ کے درجنوں گارڈز مرے تھے۔۔ جبکہ چندہ ابھی بھی چھپی کھڑی تھی۔۔۔ وہ اوپر ریلنگ کے پار چھپی ہوئی تھی۔۔۔ عدیل شاہ کے ساتھ

آئی نفری معاملات کو سنبھالنے کی کوشش میں آگے بڑھ چکی تھی۔۔ وہ بھاری اسلحے کے ساتھ آیا تھا۔۔۔

راحیل خان نے آگے کو بڑھتے مہرماہ کو بازو سے تھامتے سیدھا کیا۔۔ وہ شدت سے اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے اسے سیدھا کیے اپنی گود میں اٹھا چکا تھا۔۔ گولی لگی جگہوں پر شدید درد تھا۔۔ اس کی ہمت جواب دے رہی تھی۔۔ لیکن ابھی وہ ہمت نہیں ہار سکتا تھا۔۔۔ آبان خان جو اسے پھر سے روکنے کی خاطر آگے بڑھ رہا تھا کہ پیچھے ایک گولی آتے اس کے بازو کو چھو کر گزری۔۔۔۔ وہ بے ساختہ ہی اپنی جگہ پر رک گیا تھا۔۔ نشانہ راحیل خان کا لیا گیا تھا۔۔ لیکن شکر تھا کہ وہ بروقت ہی آگے آگیا تھا۔۔ راحیل خان نے آبان کو گولی لگتی دیکھ قہر برساتی نظروں سے اوپر کی طرف دیکھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے۔۔۔۔۔)گالی(چندہ کو زیر لب گالی سے نوازتے وہ اپنے سارے درد بھلائے آبان خان کے ہاتھ سے پستول چھینتے اوپر کی طرف بھاگا۔۔ ایک مرتبہ میں وہ ساری ہمت جتا گیا تھا۔۔ غصّہ تھا اس کا کہ آسمان پر پہنچا ہوا تھا۔یہ ضروری تھا اب۔۔۔۔۔ تیزی سے ایک ہجوم کو چیرتے اوپر کی طرف بھاگتے راحیل خان کی نظریں چندہ پر تھیں جو اسے اوپر آتے دیکھ خود بھاگنے کی تیاریوں میں

تھی۔۔۔ وہ اٹھ کر ابھی دو قدم ہی چلی تھی کہ راحیل خان نے دور سے ہی اس کے پاؤں کا نشانہ لیا۔۔ چندہ کے پاؤں پر گولی لگی تھی۔۔ نشانہ چوکا نہیں تھا۔۔۔ وہ وہیں پر زمیں بوس ہو چکی تھی۔۔۔ اس نے تیزی سے مزید آگے بڑھتے چندہ کے پاس جاتے اپنے قدم روکے۔۔ اپنی سانسیں اس کی بری طرح پھول چکی تھیں۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ آخری سانسیں بھر رہا ہو۔۔۔ لیکن اسے تو مار کر ہی مرنا تھا راحیل خان نے۔۔۔ سالی بھر ذلیل کیا ہے تو نے ! ! ! چندہ کے پاس جاتے اسے بالوں سے پکڑتے راحیل خان نے زمین سے کھڑا کیا۔۔۔ وہ بھول گیا تھا کہ وہ کبھی عورتوں سے اس ٹون میں بات کرنے والا مرد نہیں ہے ! ! وہ بھول گیا تھا کہ اس نے کبھی کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔۔ کیونکہ یہ انسانی نما بھیڑیا تھی۔۔ یہ عورت کے نام پر دھبہ تھی۔۔۔ اس عورت کا یہی انجام ہونا تھا۔۔۔ راحیل خان نے اسے بالوں سے پکڑ کر سیدھا کیے ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا۔۔ چندہ بری طرح چیختے ہوئے پیچھے کو لڑکھڑائی۔۔۔ اتنا بھاری ہاتھ تھا اس انسان کا۔۔۔ خدا کرے تُجھے جہنم نصیب ہو ! ! ! راحیل خان نے دھاڑ کر کہتے اندھا دھند اس عورت پر فائرنگ شروع کی۔۔ وہ بری طرح چیختے ہوئے اپنی صفائی ہمت جمع کیے اس پر گولیوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔۔ چندہ زمین پر گری ساکت ہو چکی تھی۔۔ اس کی آنکھیں باہر کو اُبل آئی تھیں۔۔ پورا وجود گولیوں سے چھلنی ہوا پڑا

تھا۔۔۔ راحیل خان نے اپنی پستول میں گولیاں ختم ہوتے دیکھ چیختے ہوئے اسے زمین پر پھینکا۔۔۔۔ وہ آگے کو بڑھتے چندہ کے منہ پر بری طرح اپنے بھاری بوٹوں کی ضربیں لگا رہا تھا۔۔۔ اس کا غصّہ کسی صورت بھی کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔۔ مقابل شاید مر گئی تھی وہ پھر بھی اس کے منہ پر ضربیں لگا رہا تھا۔ اس کا بس نہیں تھا کہ ایک مرتبہ پھر یہ عورت زندہ ہو اور وہ پھر سے اس کا قتل کرے۔۔۔۔

آبان خان نے تیزی سے اوپر کی طرف آتے راحیل کو بازو سے تھامتے اس سے پیچھے کو کیا۔۔ اسے اتنی لگی نہیں تھی جتنی یہ غصے میں چندہ کا حشر بگاڑ چکا تھا۔۔ اُس عورت کا سیاہ چہرہ مسخ ہو چکا تھا۔۔ نیچے ایمبولینس آچکی تھی۔۔ مہرماہ کو ایمبولینس میں لٹایا جا رہا تھا۔۔ پولیس سیچویشن کو سنبھال چکی تھی۔۔ گولیوں کی آوازیں بھی کافی حد تک رک گئی تھی۔۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک مسلسل گولیاں چلی تھیں۔۔۔ اور اس آدھے گھنٹے میں ہی نجانے کتنے لوگ زندگی کی بازی ہار چکے تھے۔۔۔ اور نجانے کتنے ہی زخمی بھی تھے۔۔ زخمیوں کو تیزی سے ایمبولینس میں لٹایا جا رہا تھا۔۔ یہ ماحول کسی جنگ کا منظر پیش کر رہا تھا۔۔ ایک عورت کی خاطر کتنے ہی لوگوں نے جان کی بازی گنوائی تھی۔۔۔ آبان خان نے اس کے پاس آتے اسے تیزی سے تھاما۔۔ وہ اپنی ہمت ہارتے ابھی

گرنے ہی لگا تھا کہ آبان اسے تھام چکا تھا۔۔ راحیل خان بیہوش ہونے کو تھا۔۔۔ اس کے جسم میں خون جیسے بلکل ہی ختم ہو رہا تھا۔۔۔ راحیل۔۔۔ ہوش کر کچھ نہیں ہونے دوں گا میں تُجھے۔۔ آنکھیں نہیں بند کرنی کچھ نہیں ہوگا تُجھے۔۔۔ آبان خان نے اس کے گال کو تھپتھپاتے تیزی سے اسے اپنے بازو میں بھرا۔۔۔ وہ اس کا مکمل وزن خود پر ڈالے ہونٹ بھینچے اسے لیے نیچے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔ اس کے اپنے بازو میں درد تھا لیکن ابھی راحیل کو بچانا زیادہ ضروری تھا۔۔ وہ اسے اٹھائے جتنے تیز ہو سکتا تھا اتنے تیز قدم اٹھا رہا تھا۔۔ راحیل خان کی نا چاہتے ہوئے بھی آنکھیں بند ہو چکی تھی۔۔ وہ شاید درد کی تاب نا لاتے بیہوش ہو چکا تھا۔۔۔ نیچے کی طرف آتے آبان خان کی طرف ایک لڑکے نے قدم بڑھائے۔ وہ ایمبولنس بوائے تھا جو اس کی مدد کی لیے آرہا تھا۔۔۔ پانچ منٹ میں اسے ہسپتال لے کر جانا ہے کسی بھی طرح۔۔۔ اس ہدایات دیتے آبان خان نے اس لڑکے کی مدد سے بھاگتے ہوئے آگے کو بڑھتے راحیل خان کو ایمبولینس میں لٹایا۔۔۔ پولیس اس جگہ کو حراست میں لیتے باقی لوگوں کو جو چھپے ہوئے تھے انہیں باہر نکالنے میں مصروف تھی۔۔۔ سب کو نکال لیا گیا تھا۔۔۔ آج سے کوٹھے کی یہ داستان ختم ہونے والی تھی۔۔۔ پولیس اس جگہ کو سیل کرتے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تالا لگا چکی تھی۔۔۔ لیکن کیا تمھیں بتاؤں کہ اندر تین تین لوگوں کا خون ابھی بھی موجود

تھا۔۔ تاریخ رقم تھی ان لوگوں کی۔۔۔ ایک عورت کو چھڑوانے سے یہ کہانی شروع ہوئی تھی اور حسد، جلن، خود سے زیر کرنے کے چکروں میں سارے معاملے کا بتنگڑ بن چکا تھا۔۔۔ وہ ایک عورت نکل تو گئی تھی۔۔ لیکن نا تو خود اچھی حالت میں تھی اور نہ بی اس نے حسد کے مارے کسی معصوم کو سلامت یہاں سے نکلنے دیا تھا۔۔ وہ اچھی تھی۔۔ وہ لڑکی بہت اچھی تھی۔۔ لیکن صرف تب تک جب تک اس کی محبت صرف اس کی تھی۔۔ محض تب تک ہی اچھی رہ سکی تھی وہ۔۔۔ خدا نے اس کی آزمائش لی تھی اور افسوس کے ساتھ وہ اسی خدا کی بندی کے ساتھ برا کرتے اس آزمائش میں ناکام ہو چکی تھی۔۔ مہرماہ، راحیل خان اور مدحا نسیم کی کہانی اس کوٹھے کے دروازے کی طرح ہمیشہ کے لیے بند ہو چکی تھی۔۔ آج کے بعد کوئی راحیل اس کوٹھے پر نہیں آنے والا تھا، کوئی مدحا یہاں دن رات عزت کے خوف سے اپنی نیندیں حرام نہیں کرتی، کوئی مہرماہ حسد اور جلن کے مارے کسی مدحا کے لیے گڑھا نہیں کھودنے والی تھی۔۔۔ پتہ نہیں ان تینوں سے زندہ بھی بچنا تھا یا نہیں۔۔۔ حسد اور جلن کی لپیٹ میں درجنوں لوگ آئے تھے۔۔۔ لیکن خیر قصہ ختم ہو چکا تھا۔۔۔

Ep : 94/1

یہ تقریباً شام کا وقت تھا جب ایک ساتھ کئی ایمبولینس ہسپتال کے باہر آتے رکی۔ راحیل خان اور باقی سب انہی ایمبولینس میں موجود تھے۔۔ راحیل خان بیہوش ہو چکا تھا۔۔ اُس شخص کا پورا جسم خون سے بھرا ہوا تھا۔۔۔ ایمبولینس کے رکتے ہی آبان خان تیزی سے باہر نکلا۔۔ اس کے اپنے بازو سے خون نکل رہا تھا لیکن اس وقت اسے بس راحیل کی پرواہ تھی۔۔ بھلے ہی منہوس تھا لیکن تھا تو اس کا بھائی ہی۔۔ اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھا یہ شخص۔۔ کاش کہ وہ اس کی بات سن لیتا۔۔ کاش کہ وہ رک جاتا۔۔۔ لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔۔ راحیل خان، مہرماہ اور باقی زخمی گارڈز کو سٹریچر پر لٹاتے ہاسپٹل کے اندر لے جایا جا رہا تھا۔ مہرماہ کے بھی سر سے بہت زیادہ خون بہا تھا۔ وہ بھی بیہوش تھی۔۔ اس کے سر میں پیچھے کسی گارڈ نے یا شاید چندہ نے گولی ماری تھی۔۔ لیکن اتنا تو طے تھا کہ راحیل خان کو چندہ نے مارا تھا۔۔ مہرماہ کے متعلق کچھ کہہ نہیں سکتے تھے ! ! !

ڈاکٹر۔۔۔۔ آبان خان سٹریچر کے ساتھ اندر آتے بری طرح چیخا۔۔ راحیل خان کا خون بری طرح بہہ رہا تھا اور اس کی جان جا رہی تھی۔۔ عدیل بھی اندر آچکا تھا۔ وہ ان کے پیچھے اپنی گاڑی میں ہی تھا۔۔ اسے تو ابھی تک یہی سمجھ نہیں آئی تھی کہ یہ ہو کیا رہا ہے؟؟ راحیل کا بھلا کوٹھے پر کیا کام اور اگر وہ کسی غلط مقصد کے لیے گیا بھی تھا تو بھلا اتنی لڑائی کیسے شروع ہوئی۔۔ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ یہ اسے آبان خان ہی سمجھا سکتا تھا۔۔۔۔ راحیل کو آئی سی یو میں لے جایا جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے ہی مہرماہ بھی موجود تھیں۔۔ نکال ہی لیا گیا تھا اسے لیکن افسوس کہ کوئی اچھی حالت نہیں تھی۔۔ وہ پہلی مرتبہ کوٹھے سے باہر نکلی بھی تھی تو اس حالت میں۔۔۔ خدا ہی رحم کرتا ان دونوں پر۔۔۔۔ مدحا نسیم بھی اسی ہسپتال میں موجود تھی۔۔ اس کا علاج بھی چل رہا تھا۔۔ وہ آئی سی یو میں تھی۔۔ چاقو عین گردن پر لگا تھا۔۔۔ اصل نقصان تو اُس کے ساتھ کوئی بھی ہو سکتا تھا۔۔ وہ تینوں ایک ہی ہسپتال کے آئی سی یو میں موجود زیر علاج اپنی زندگی کی سانسیں لے رہے تھے۔۔۔۔ خدا ان کی مدد کرتا۔۔۔

یہ تقریباً رات کے آٹھ سے نو بجے کے درمیان کا وقت تھا جب آسمان پر محض چاند کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔۔۔ ایسے میں خان ولا میں موجود کچھ لوگ اس وقت لاؤنج میں سٹھے شادی کی تیاریوں میں مگن تھے تو کچھ لوگ اپنے اپنے کمروں میں تھے۔۔۔ عظمیٰ بیگم اور برہان خان رائنا کے لیے کچھ شاپنگ کر کے آئے تھے بس سب سٹھے وہی کچھ دیکھ رہے تھے۔۔۔ جبکہ جو تھکے ہوئے تھے وہ اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔۔ لاؤنج سے ہٹ کر اگر اس وقت بالاج خان کے کمرے میں دیکھا جاتا تو اس کی ساری بتیاں گل تھیں۔۔ بالاج خان اور اس کی بیوی بھی اپنے کمرے میں ہی موجود تھے۔۔۔ بالاج اس وقت بیڈ پر بیٹھا اپنے موبائل میں مصروف تھا۔۔ جبکہ ماورا خان واشروم میں موجود شاید شاور لے رہی تھی۔۔۔۔ شکر تھا کہ اس دن بالاج کے چیخنے کے بعد سے کافی حد تک معاملات نارمل تھے۔۔۔ ماورا زیادہ بدتمیزی نہیں کرتی تھی۔۔ بلکہ ان کے دوران بات ہی بہت کم ہوتی تھی۔۔ بالاج شاید ناراض تھا اس سے جسے نا مقابل نے منانے کی زحمت کی تھی اور نہ ہی اُسے فرق پڑتا تھا۔ اس کی بلا سے یہ انسان ساری زندگی ناراض رہتا۔۔۔ لیکن یہ سچ تھا کہ ابھی اسے بالاج کی ناراضگی کا علم ہی نہیں ہو سکا تھا۔۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ ویسے ہی بس اس سے بات نہیں کر رہا۔۔۔ دونوں کی اپنی اپنی زندگی خاموشی سے کٹ رہی تھی۔۔ ویسے بھی بالاج کا یہی ماننا تھا کہ روز روز کے جھگڑوں سے

خاموشی اچھی۔۔۔ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کی شادی شدہ زندگی کچھ اس طرح گزرے گی۔۔ لیکن خیر جو قسمت کو منظور۔۔۔۔

بالاج خان اس وقت اپنے ٹریک سوٹ میں ملبوس بیڈ پر بیٹھا سنجیدگی سے اپنے موبائل میں محو تھا۔۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی جم سے واپس آیا تھا۔۔۔ اس نے بھی شاور لینا تھا پہلے ذرا مقابل باہر آجاتی جو پچھلے آدھے گھنٹے سے پتہ نہیں واشروم میں کونسی چیز ایجاد کر رہی تھی جو وہاں سے باہر آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔۔ ایسا وہ تھوڑا تھوڑا سوچ رہا تھا۔۔ ظاہر ہے ایک ہی کمرے میں رہ کر لاتعلق تو نہیں ہوا جا سکتا نا؟؟

وہ ابھی بیٹھا اپنی ہی سوچوں میں گم موبائل سکرول کر رہا تھا کہ کلک کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا۔۔ نظریں موبائل پر مرکوز کیے ہی اس نے ڈھیروں شکر ادا کیا تھا کہ یہ لڑکی باہر آگئی۔۔ ورنہ تو آج اسے لگا تھا اسے ہی سونا پڑے گا۔۔۔۔ماورا خان اس وقت سینے سے لے کر تھائیز تک محض ایک ٹاول اپنے گرد لپیٹے ہوئے تھی۔۔ وہ ابھی نہا کے باہر نکلی تھی۔۔ لیکن شاید اس نے کوئی باتھ روب گاؤن یا کچھ بھی اور پہننا ضروری نہیں سمجھا۔۔ وہ محض ایک ٹاول کو اپنے گرد لپیٹے بڑے آرام سے اپنے بالوں کو جھٹکتے آئینے کے سامنے آچکی تھی۔۔ اس کا چاندی کی مانند دمکتا دودھیا سراپا اس وقت غضب ڈھا رہا

تھا۔۔۔ کمرے میں کوئی اور بھی ہے اس بات کو تو وہ لڑکی سرے سے ہی اگنور کیے ہوئے تھی۔۔ چونکہ سردیاں تھیں اس لیے کمرے میں آتش دان جل رہا تھا۔ وہ اسی لیے بڑے آرام سے کھڑی تھی۔۔ بالاج خان جو اپنے ہی موبائل میں مصروف تھا کہ اس نے غیر ارادی طور پر ایک نظر ااٹھاتے اپنے عین سامنے کچھ فاصلے پر کھڑی شریک حیات کو دیکھا۔۔۔ ارادتاً یہ ایک سرسری نظر تھی لیکن پھر یہ سرسری رہ نہ سکی۔۔ وہ اسے مسلسل دیکھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔ مقابل بنا اپنے حلیے کی پرواہ کیے آئینے کے سامنے کھڑی لپسٹک کی مختلف شیڈز چیک کر رہی تھی۔۔۔ بالاج خان خشک حلق کو تر کرتے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھ رہا تھا۔۔۔ مقابل اس وقت کسی بھی عابد و زاہد کا ایمان ڈگمگانے کا ہنر رکھتی تھی۔۔۔ ماورا خان نے اپنے ایک پاؤں کے انگوٹھے کو دوسرے پر پھیرا۔۔۔ شاید اسے کوئی کھجلی ہو رہی تھی پاؤں میں۔۔ وہ ابھی تک اپنے پیچھے خود کو تکتے انسان سے بے خبر تھی۔۔۔ اسے یہی تھا کہ بالاج اپنے موبائل میں ہی مصروف ہوگا۔۔ بالاج خان کے گلے میں گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہوئی۔۔۔ اس کی نظریں مقابل کی سڈول صاف شفاف ٹانگوں پر تھی جو مکمل واضح ہوتی اس کے حواسوں کو معطل کر رہی تھیں۔۔ اپنی پچھلی گردن کو رب کرتے بالاج خان نے موبائل کو سائڈ پر پھینکا۔۔ وہ دھیرے سے بیڈ سے کھڑا ہو چکا تھا۔۔ مقابل کچھ کہے بغیر ہی اس کی

ناراضگی کو اڑن چھو کر چکی تھی۔۔۔ صرف خوبصورتی ہی کافی تھی اس عورت کی اسے زیر کرنے کے لیے۔۔۔ نہایت بے باک نظروں سے اس کے سراپے کا جائزہ لیتے بالاج خان نے اس کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔۔وہ دبے قدموں چلتے اس کے پاس جا رہا تھا۔۔ جبکہ گہری بے باک نظریں اس کے پورے سراپے کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔۔ ماورا خان کھڑی اپنے میک اپ کو چیک کر رہی تھی شاید۔۔ وہ اسے ہی دل کی مانتے ایسے ہی باہر آگئی تھی۔۔ اپنے گھر اپنے کمرے میں بھی وہ اکثر ایسے ہی کر لیتی تھی لیکن وہاں کوئی ہوتا نہیں تھا۔۔ اور شاید وہ بھول گئی تھی کہ یہاں اس کا ایک عدد سر پھرا شوہر بھی ہے۔۔۔ لپسٹک کو ٹشو سے صاف کرتے اس نے دوسری شیڈ چیک کرنے کی خاطر اسے اپنے گلابی ہونٹوں پر لگایا۔۔ اس کے یہ سارا میک اپ کل ہی منگوایا تھا۔۔ بالاج خان تو کچھ بولتا ہی نہیں تھا اب۔۔۔ مقابل کے روز ہی آنلائن شاپنگ کے ڈھیروں بیگز گھر میں آرہے ہوتے تھے۔۔ وہ اسی کے کارڈ سے بنا پوچھے بڑے حق سے پیمنٹ کر دیتی تھی۔۔۔ آج تک اس نے کبھی حساب بھی نہیں لیا تھا۔۔ بلکہ وہ اس کی آسانی کی خاطر اپنا ایک آدھ کارڈ لازمی گھر چھوڑ کر جاتا تھا۔۔ ماورا خان جو اس مہرون شیڈ کی لپسٹک کو لگاتے اب پھر سے صاف کرنے ہی لگی تھی کہ بالاج خان نے ایک ہی جست میں اس تک پہنچتے تیزی سے اس کے ہاتھ کو تھاما۔۔ یہ شیڈ مقابل پر

کچھ زیادہ ہی اچھی لگ رہی تھی۔۔۔ کیا بدتمیزی ہے یہ؟؟ ماورا خان اپنے ہاتھ سے لپسٹک چھوٹ کر نیچے گرتی دیکھ بے ساختہ ہی چیخی۔۔ یہ بلکل بے ساختہ تھا۔۔ ورنہ اسے تو اندازہ بھی نہیں تھا کہ بالاج خان ہوگا۔۔ آہستہ آواز رکھا کرو میرے سامنے بیگم۔۔۔۔ بالاج خان دانت پیس کر کہتے اس کے پیچھے ہی مرر کے سامنے جاتے کھڑا ہوا۔۔۔ وہ دونوں مرر میں ایک ساتھ غضب ڈھا رہے تھے۔۔۔ جوڑی کمال کی تھی ان لوگوں کی۔۔۔ ماورا خان نے ہونٹ کاٹتے سر جھٹکا۔۔ اس کا ارادہ نہیں تھا چیخنے کا۔۔ وہ نیچے کو جھکتے اپنی لپسٹک واپس سے اٹھا چکی تھی۔۔ اس شخص سے بات ہی نہیں کرنی تھی اسے۔۔ ورنہ پھر الزام لگ جاتا کہ یہ ہمیشہ لڑتی رہتی ہے۔۔۔۔۔۔ کیا ہوا؟؟ اسے خاموشی سے مرر میں خود کی طرف تکتا پا کر بالاج خان نے اس کے کان کے پاس جھکتے سرگوشی نما آواز میں پوچھا۔۔ وہ تھوڑا مزید نیچے چہرہ کیے اس کی گردن میں ایک گہری سانس بھرتے اس کی خوشبو کو اپنے اندر اُتار رہا تھا۔۔ مقابل کے جسم کی خوشبو ہی اتنی مسحور کن تھی کہ وہ اس کے حواسوں پر چھاتے اسے خمار کی وادیوں میں پھینک رہی تھی۔۔ نشہ تھا اس عورت میں۔۔۔۔ پیچھے ہو جاؤ مُجھ سے پھر تنگ بھی تم بہت جلدی آجاتے ہو۔۔ مرر میں سے اس کی طرف دیکھتے ماورا نے سپاٹ سے لہجے میں کہتے اس خود سے دور کرنا چاہا۔۔۔ وہ لڑائی نہیں چاہتی تھی۔ اور ان دونوں کی ہمیشہ لڑائی

ہی ہوتی تھی۔۔ تم سے کس کے کہا تھا اتنی آتش فشاں بن کر میرے سامنے آؤ۔۔ اب تمہارا شوہر بہک چکا ہے تو میرا کیا قصور۔۔۔ سارا الزام اس پر ڈالتے وہ اس کے بیٹ پر ہاتھ باندھے اسے پیچھے کرتے اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔۔ ماورا کی پشت اس کے سینے سے ٹکرا رہی تھی۔۔ جبکہ اس کا چہرہ مقابل کی گردن کی طرف تھا۔۔ تم سے بڑا ٹھرکی میں نے زندگی میں نہیں دیکھا۔بیوی دیکھی نہیں اور نیت خراب ہو گئی۔۔ ہنہہ آئے بڑے انٹرنشینل ریسلر۔۔۔۔ ہلکی سی اپنی کہنی اس کے سینے پر مارتے ماورا نے جیسے تمسخر اڑایا۔۔ بڑا منہوس تھا یہ انسان۔۔۔ بالاج خان نے ہلکا سا مسکراتے اسے کمر کے اطراف سے تھامے جھٹکے سے اٹھاتے ڈریسنگ ٹیبل پر بٹھایا۔۔۔ وہ اسے ایسے اٹھاتا پٹختا تھا جیسے مقابل کوئی گڑیا ہو۔۔۔بیوی تمھیں نہیں لگتا ہمارے بچے لیٹ ہو رہے ہیں؟ اس کی گردن میں منہ چھپائے بالاج خان نے خمار زدہ آواز میں کہا۔۔۔ اس پر خمار طاری تھا۔۔ جبکہ آواز آہستہ آہستہ بوجھل ہونے لگی تھی۔۔۔ وہ اپنے ہاتھ کو بے باکی سے اس کی تھائیز پر پھیرتا اسے گھبرانے پر مجبور کر رہا تھا۔۔ بٹھنے پر اس کا ٹاول کچھ اور ہی اوپر ہو گیا تھا۔۔۔ اتنا ہی تمھیں بچے پیدا کرنے کا شوق ہے تو کسی کے ساتھ بھی جا کے کر لو۔۔ جس طرح تم نے مجھ سے شادی کی ہے تمھیں لگتا ہے میں تمھیں اپنا جسم سونپو گی؟؟ ہنہہ مائی فٹ ! ! ٹیبل کے اِرد گِرد دونوں ہاتھ رکھتے وہ صاف انکار کر گئی

تھی۔۔ اس کا لہجہ زہر آلود تھا۔۔ کیوں اس طرح کی باتیں کر کے یہ انسان اسے غصّہ دلاتا تھا۔۔۔ سوچ لو تمھیں بلکل فرق نہیں پڑے گا؟؟ بالاج خان نے سنجیدگی سے اس کی گردن پر اپنی پوری شدت سے دانت گاڑتے استفسار کیا۔۔ اسے دکھ ہوا تھا اس عورت کی بات پر۔۔ وہ اس کی اُس دن کی باتوں کے بعد بھی اپنی ضد سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھی۔۔۔ ہاں نہیں پڑتا ایک نہیں بلکہ چار پانچ کرنا۔۔۔۔ وہی زہر بھرا لہجہ۔۔۔ وہ اس کے جارحانہ انداز میں دانت گاڑنے پر اپنی سسکی تک روک گئی تھی۔۔ البتہ وہ اسے پیچھے نہیں کر رہی تھی۔۔۔ میں جو چاہوں تو ابھی اسی وقت اپنا حق لے لوں۔۔ اگر میں تمھیں احترام اور عزت دے رہا ہوں تو تم سر پر چڑھ رہی ہو۔۔۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتے بالاج نے سرد برفیلے لہجے میں کہا۔۔۔۔ اس کا خود کا دماغ خراب کر دیا تھا اس عورت نے۔۔۔ یہی سہی تھا کہ وہ دونوں بات ہی نہیں کرتے تھے۔۔ کر لو زبردستی اور پھر اس کے بعد تم میرا وہ روپ دیکھو گے کہ تم تو کیا تمہارا پورا گھر معافیاں مانگے گا۔۔ وہ اسے زہر بھری نظروں سے دیکھتے جواب دینے سے باز نہیں آرہی تھی۔۔ ہو جائے پھر ون ورسز ون؟؟؟ دیکھتے ہیں کون معافیاں مانگتا ہے؟؟ بالاج خان نے نہایت سکون سے جواب دیا۔۔۔ وہ جانتا تھا اس کی بیوی بدزبان ہے۔۔ اکثر وہی ہار مان لیتا تھا۔۔۔ اس میں میرا نہیں بلکہ تمھارا فائدہ ہے۔۔ بہت تیز ہے تم بالاج۔۔۔

ماورا خان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے سنجیدگی سے اس کی بات کو سرے سے رد کیا۔۔ وہ اچھے سے اس شخص کی چالاکی سمجھ رہی تھی۔۔۔ دل تو تمہارا بھی بہت کرتا ہے جانتا ہوں میں یہ ادائیں، یہ اس طرح ٹاول میں آجانا۔۔ تم اس مرتبہ پھر میرے کندھے پر رکھ بندوق چلانا چاہ رہی ہو۔ بعد میں برا میں بن جاؤں گا۔۔ اپنے کندھے پر موجود ایک نظر اس کے ہاتھ کو دیکھتے بالاج خان بنا لگی لپٹی کے سچائی اس کے منہ پر مار چکا تھا۔۔ اس نے جو محسوس کیا تھا وہی بتا رہا تھا۔۔ ماورا نے گڑبڑاتے ہوئے اس کے کندھے سے ہاتھ ہٹایا۔۔۔ کتنا کوئی منہ پھٹ انسان تھا یہ۔۔۔ البتہ بالاج کی بات پر وہ گھبرائی ہوئی ضرور نظر آرہی تھی۔۔۔ مت گھبراؤ نیچرل ہے یہ ! ! وسے اگر کچھ کرنا ہے تو بتا دو۔۔۔ میں تیار ہوں۔۔ بالاج خان نے اس کی گھبراہٹ دیکھتے ہونٹ دانتوں تلے دبائے شرارت سے اسے چھیڑا۔۔ اس نے تو وسے ہی تکا لگایا تھا لیکن اسے لگ رہا تھا کہ یہ سچ ہے۔۔۔ اب وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔۔ ہاں تمہارا قتل کرنا ہے۔۔ بتاؤ تم تیار ہو قتل ہونے کو؟؟ ماورا نے اس کے کندھے پر مکا جڑتے ہونٹ بھینچے۔۔۔ وہ کلس کر رہ گئی تھی۔۔۔ اپنی اداؤں سے قتل کر دو تم۔۔۔ میں تیار ہوں۔۔۔ اس کے گال پر ہونٹ رکھتے بالاج خان نے بوجھل سی آواز کے کہتے بنا اس کا جواب سنے اس کے ہونٹوں کو اپنی گرفت میں لیا۔۔۔ وہ اس کی گردن کے پیچھے ہاتھ رکھے شدت سے اس کی

سانسیں انہیل کرنے لگا تھا۔۔۔ ماورا خان نے اپنی ٹانگیں اوپر کو کرتے اس کے گرد باندھی۔۔۔ جو بھی تھا اس شخص کے لمس میں ہمیشہ ایک الگ ہی سکون ملتا تھا۔ شاید یہ نکاح جیسے مضبوط رشتے کا اثر تھا۔۔ وہ جب سے اسے محسوس کرنے لگی تھی وہ کھو جاتی تھی اس کے لمس میں۔۔ بالاج خان نے تھوڑا مزید آگے کو ہوتے اپنے دونوں ہاتھ اس کی تھائیز پر رکھے۔۔ وہ بے باکی سے اپنی زبان کے ساتھ اس کی زبان لڑائے اسے ڈیپ کس کرنے میں مصروف تھا۔۔ وہ مکمل طور پر اس لڑکی کی ذات میں گم تھا۔۔ ماورا نے خاموشی سے اس کا ساتھ دیتے اپنے دونوں ہاتھ اس کے بالوں میں الجھائے۔۔۔ وہ دونوں مکمل طور پر ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ساری لڑائیاں بھلائے ہوئے تھے۔۔ بالاج خان نے اپنے دونوں ہاتھوں کو حرکت دیتے نرمی سے اس کی تھائیز کو سہلانا شروع کیا۔۔۔۔ وہ بہت آہستہ سے اپنے ٹھنڈے ہاتھ کا لمس اس کی تھائیز پر چھوڑتے اسے جھرجھری سی لینے پر مجبور کر رہا تھا۔۔ ماورا خان کا ٹاول ڈھیلا ہونے لگا تھا۔۔ وہ اسے روک بھی نہیں رہی تھی۔۔ ایک دوسرے کی ذات میں گم بالاج خان ابھی مزید بے باکیاں دکھاتا کہ کمرے میں گونجتی شدت سے فون کی آواز پر بالاج خان نے بے ساختہ ہی اپنی آنکھیں کھولی۔۔ ماورا نے دھیان دینے کی بھی زحمت نہیں کی تھی۔۔ وہ اس کے ہونٹوں سے لپٹی ہوئی تھی۔۔ بالاج خان نے ایک نظر اپنے کام میں

گم ماورا کو دیکھتے اپنی جیب سے فون نکالا۔۔۔ ایک منٹ پلیز۔۔۔ اپنے لبوں کو اس سے چھڑوائے وہ ایک سیکنڈ کے لیے اس سے معذرت کر گیا تھا۔۔ آبان خان کی کال تھی۔۔۔ اسے اندازہ تھا کہ یہ دونوں کہاں گئے ہیں۔۔ وہ ابھی کال نہیں کاٹ سکتا تھا۔۔ ماورا خان نے اس کے چہرے کو دیکھتے اس کے ہاتھ سے فون سے چھینا۔۔۔ وہ فون سائڈ پر رکھتے پھر سے اس کے لبوں سے لپٹ چکی تھی۔۔۔ بالاج خان محض ایک گہری سانس بھر کر رہ چکا تھا۔۔ اسے لگ رہا تھا اب تو وہ بلکل سہی تھا۔۔۔ نرمی سے اِس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے پھر سے تھوڑا پیچھے کرتے بالاج خان نے اس کے چہرے کو دیکھا۔۔۔ صرف دو منٹ رک جاؤ میری جان۔۔۔ آبان کی کال ہے یقیناً کوئی ایمرجنسی ہوگی۔۔۔ بالاج خان نے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے نرمی سے کہا۔

وہ دوسرے ہاتھ سے واپس سے موبائل اٹھا چکا تھا جو شدو مد سے بج رہا تھا۔۔ آبان کال کاٹنا بھول ہی چکا تھا۔۔۔۔ بھاڑ میں جاؤ تم۔۔ اسے پیچھے جھٹک کر ڈریسنگ ٹیبل سے نیچے اترتے ماورا خان نے نہایت سڑے ہوئے چہرے کے ساتھ ڈریسنگ روم کی جانب اپنے قدم لیے۔۔ اب وہ خود قریب جا رہی تھی تو اس شخص کے نخرے نہیں ختم ہو رہے تھے۔۔ زہر لگ رہا تھا اسے اب یہ انسان۔۔ ابھی وہ ڈریسنگ روم میں بند

ہوتی کہ بالاج خان نے ایک بی جست میں اس تک پہنچتے اس کے پیٹ سے ہاتھ گزارا۔۔ وہ اسے ناراض ہو کر نہیں جانے دے سکتا تھا۔۔ تبھی روک لیا تھا۔۔۔ دو منٹ صرف۔۔۔ فون کو کان سے لگا کر کال اٹینڈ کر کے کہتے بالاج خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے آنکھوں سے ہی التجا سی کی۔۔ ماورا خان رک گئی تھی۔۔ البتہ کوئی جواب دینا اس نے ضروری نہیں سمجھا۔۔۔

ہاں بول۔۔۔۔ فون کی طرف متوجہ ہوتے بالاج خان نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔۔ جو بھی تھا لیکن اس کا اتنا خوبصورت لمحہ خراب کر دیا تھا آبان نے۔۔۔۔ سالے کہاں مرا ہوا تھا تو۔۔ پچھلے اتنے ٹائم سے میسج کر رہا ہوں میں مر گیا تھا کیا؟؟ فون اٹینڈ ہوتے ہی دیکھ آبان خان کی چیختی ہوئی آواز ابھری۔۔ وہ شاید بہت زیادہ غصے میں تھا اور اب بالاج خان پر غصّہ اُتر رہا تھا۔۔ میں گھر پر ہی ہوں کیا ہوا ہے اتنا غصّہ کس بات کا ہے ! ! سوری میں نے تیرے میسج نہیں دیکھے۔۔ بالاج خان نے سنجیدگی سے فوراً ہی جواب دیا۔۔۔ اس کے ساتھ کھڑی ماورا خان بھی آبان کی باتیں سن رہی تھی۔ اس تک آواز بخوبی پہنچ رہی تھی۔۔۔ تو جلدی ہسپتال مر اب۔۔ اگر راحیل کو کچھ ہوا میں تم سب کو آگ لگا دوں گا۔۔۔ تیرا اور راحیل کا بلڈ گروپ سیم ہے بالاج دو منٹ میں

ہسپتال آجلدی۔۔۔ آبان خان دوبارہ سے شدت سے دھاڑا۔۔۔ اس کی آواز سے ہی اس کی اضطرابی کیفیت کا بخوبی اندازہ ہو رہا تھا۔۔ وہ تڑپتے ہوئے چیختے اسے ہسپتال بلا رہا تھا۔۔۔شاید راحیل خان کی زیادہ ہی نازک صورت حال تھی۔۔۔ بالاج خان کے ہاتھ بے ساختہ ہی ماورا کے پیٹ سے پیچھے ہٹے ! ! ! وہ تیزی سے بنا کوئی سوال جواب کیے بیڈ کی طرف بڑھتا اپنے جوتے پہن رہا تھا۔۔ کیا ہوا ہے اسے؟؟ جوتے پہن کر بنا کوئی بھی نظر ماورا پر ڈالے بالاج خان تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔۔ اسے خود کو فکر ہونے لگی تھی۔۔۔ راحیل خان کو خون کی ضرورت تھی مطلب معاملہ کچھ اچھا نہیں تھا۔۔۔ گولیاں لگی ہیں بہت نازک صورت حال ہے ڈاکٹرز جواب دے رہے ہیں تجھے خدا کا واسطہ ہے جلدی پہنچ جا۔۔۔ اور رفیق چاچو کو بھی لے آنا ساتھ پانچ منٹ میں جلدی آ۔۔۔۔ آبان خان نے سنجیدگی سے کہتے کال کٹ کی۔۔ وہ اس وقت ہسپتال کے ہی کاریڈور میں کھڑا تھا۔۔

بالاج خان نے موبائل کو جیب میں رکھتے دروازے سے باہر کو اپنے قدم لیے۔۔ پریشانی اچانک ہی اتنی ہو گئی تھی کہ وہ ماورا پر دھیان دینا ہی بھول گیا تھا۔۔یہ جو اچانک ہی سر پر بم پھوٹا تھا یہ کم تو نہیں تھا۔۔۔ کمرے سے باہر نکلتے وہ تیزی سے نیچے کی طرف بڑھ چکا

تھا۔۔۔ جبکہ پیچھے ماورا خان نے بند دروازے کو دیکھتے اپنے ہونٹ کاٹے۔۔ اسے اب عقل آئی تھی۔۔ بلکہ وہ جیسے حواس میں آئی تھی۔۔ یہ اسے کیا ہو رہا تھا اچانک اس کی خود کی سمجھ سے باہر تھا۔ اچھا تھا کہ مقابل چلا گیا تھا ورنہ وہ تو اس کے ساتھ آج پتہ نہیں کیا کر بیٹھتی۔۔ اپنی ہی سوچ پر جھرجھری سی لیتے ماورا نے ڈریسنگ روم کی جانب اپنے قدم لیے۔۔۔ وہ اب چینج کرنے لگی تھی۔۔ جبکہ راحیل خان کی اسے بھی فکر ہو رہی تھی۔۔ ایک وہی تو نارمل انسان تھا ان لوگوں کے خاندان میں۔۔۔ ایسا وہ سوچتی تھی۔۔۔ ڈریسنگ روم کی طرف جاتے وہ اس کے اندر بند ہو چکی تھی۔۔۔

یہ تقریباً رات کا وقت تھا جب شاہ ولا میں اس وقت سناٹا چھایا تھا۔۔ ان لوگوں تک ابھی راحیل خان کی خبر نہیں پہنچی تھی۔۔ بس حدائق، معاذ اور عدیل کو ہی پتہ تھا۔۔ ماہ دیر شاہ اور زاویار شاہ آفس تھے اور ابھی ہی گھر آئے تھے۔۔ بس تبھی ان لوگوں کو کچھ نہیں پتہ تھا۔۔ البتہ کسی نے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔۔ اب اپنی ہی پریشانی میں اتنے مگن تھے ان پر کون ہی دھیان دیتا۔۔۔

شاہ ولا میں اس وقت جہاں سب اپنے اپنے کمروں میں تھے وہیں ماہ دیر شاہ بھی کچھ دیر پہلے آفس سے گھر آیا اپنے کمرے میں ہی موجود تھا۔۔ وہ آج تھوڑی لیٹ آیا تھا کیونکہ کام کا برڈن ہی اتنا تھا۔۔۔ اس وقت وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھا اپنے ماتھے کے نیچے ہاتھ رکھے اپنی بیوی کی باتیں سننے میں مصروف تھا۔۔ وہ ابھی ہی آیا تھا اور بیچارے نے چینج بھی نہیں کیا تھا کہ اس کی بیوی ایک مرتبہ پھر آج کسی کے اس کو موٹی بولنے پر اپنے نخرے لے کر بیٹھ گئی تھی۔۔۔ وہ جب سے کمرے میں داخل ہوا تھا تب سے ہی اس کی باتیں اور انسیکیورٹیز سننے میں مصروف تھا۔۔ تھا تو وہ بہت زیادہ تھکا ہوا لیکن اب بھلا اس کی بیوی کو کون ہی سمجھائے بیٹھ کر۔۔ اگر وہ اسے روکتا تو اس کی بیوی نے اس سے بھی بدگمان ہو جانا تھا۔۔۔ بہتر تھا وہ چپ ہی رہتا۔۔۔ نائرہ شاہ کے بس آخری دن ہی چل رہے تھے۔۔۔ کسی بھی وقت ننھا سا مہمان شاہ ولا میں آسکتا تھا۔۔۔ ان دنوں ماہ دیر شاہ پہلے سے بھی زیادہ نائرہ کا خیال رکھنے لگا تھا۔۔ چوبیس گھنٹے ایک کیئر ٹیکر لازمی نائرہ شاہ کے ساتھ ہوتی تھی۔۔ وہ بہت زیادہ محتاط تھا۔۔ اسے اپنی بیوی اور ہونے والی اولاد بہت عزیز تھی۔۔ جس طرح یہ نو مہینے کا عرصہ گزرا تھا یہ تو ماہ دیر شاہ ہی جانتا تھا۔۔ جتنا ذلیل اسے نائرہ نے کیا تھا اور جتنے نخرے اٹھوائے تھے ہمت تھی اس شخص کی کہ بنا چوچاں کیے وہ خاموشی سے سہہ گیا تھا۔۔

ماہ دیر دیکھیں نا میں بہت موٹی ہو گئی ہوں۔۔ نائرہ شاہ نے روہانسی ہوتے پھر سے اس کی توجہ اپنی طرف کروائی۔ وہ بھولے بھٹکے سے اپنی آنکھیں موند چکا تھا کہ نائرہ شاہ ایک مرتبہ پھر بول پڑی تھی۔۔ ایک تو اس لڑکی کو اپنے فگر کی بہت پرواہ تھی جو اس وقت بلکل بگڑ چکا تھا۔۔ وہ نہایت بھرے بھرے جسم کی معلوم ہوتی تھی۔۔۔ ماہ دیر شاہ نے آنکھیں کھولتے دو انگلیوں سے اپنے ماتھے کو مسلتے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔۔ وہ کیا کہتا اب اس عورت کو۔۔ ایسی حالت میں اس کی بیوی نے موٹی بی ہونا تھا۔۔ میری جانا اِدھر آؤ۔۔۔بیڈ کراؤن سے ٹیک ہٹاتے ماہ دیر شاہ نے اپنا ہاتھ آگے کو کیا۔۔ وہ اس سے تھوڑا فاصلے پر بیٹھا تھا تبھی اسے اب اپنے پاس بلا رہا تھا۔۔ نہیں اب میرا وزن بہت زیادہ ہو گیا ہے۔۔ آج ہی وہ آنٹی آئی تھیں ان کے چھوٹے سے بچے نے موٹا بول دیا تھا مجھے۔۔۔ آپ کی اولاد کے چکروں میں ہوا ہے یہ سب کچھ۔۔۔ نروٹھے سے انداز میں کہتے وہ اب سارا الزام ماہ دیر شاہ اور اپنی اولاد پر ہی ڈال چکی تھی۔۔ میرے جگر کے ٹوٹے تمہاری بھی تو اولاد ہے یہ۔۔ ایک مرتبہ بچہ ہو جائے پھر سے اپنا فگر مینٹین کر لینا اس میں کونسی بڑی بات ہے۔۔۔ ماہ دیر شاہ نے پھر سے

اسے سمجھانا چاہا۔۔۔ وہ جتنا ہو سکے اسے نرمی سے ہی ٹریٹ کرتا تھا۔۔ اِدھر تو آؤ۔۔۔ پھر سے ہاتھ آگے کرتے وہ اسے اپنے نزدیک بلا رہا تھا۔۔ پہلے بتائیں میں بہت موٹی ہو گئی ہوں نہ ماہ دیر۔۔۔ تبھی آپ اب گود میں بھی نہیں اُٹھا پاتے مجھے۔۔۔ دو بدو ہی جواب آیا تھا۔۔ تف تھی اس لڑکی پر۔۔۔ ماہ دیر شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے خود ہی آگے کو ہوتے اسے دونوں بازو سے پکڑا۔۔ وہ اسے نرمی آرام سے اٹھاتے اپنی گود میں شفٹ کر چکا تھا۔۔۔ نائرہ شاہ نے نروٹھے سے انداز میں اس کی گردن میں چہرہ چھپایا۔۔ ماہ دیر شاہ ابھی اتنا کمزور نہیں ہوا جو اپنی بیوی اور بچوں کا بوجھ نہ اٹھا سکے۔۔۔ تم ایک تو کیا دس اور بچے بھی کر لو میں تب بھی تمھیں اٹھا سکتا ہوں۔۔ نرمی سے اسے اچھی طرح اپنی گود میں سیٹ کرتے ماہ دیر شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی نما آواز میں کہا۔۔ وہ اپنے دونوں بازو اس کی کمر میں گرد حائل کیے ہوئے تھا۔۔ دس کرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو آپ پیدا کر لیجئے گا۔۔ میری تو ایک پر بس ہو گئی ہے۔۔ ابھی تو اتنا درد مزید برداشت کرنا ہے۔۔ ناک سکوڑ کر کہتے نائرہ نے اس کی گردن میں دانت گاڑے۔۔۔ مقابل سوچ بھی کیسے سکتا تھا دس بچوں کا۔۔ یہاں اس کی ایک میں ہی بس ہو رہی تھی۔۔۔۔ ماہ دیر شاہ کے چہرے پر خوبصورت سی مسکراہٹ چھائی۔۔۔ کوئی حال نہیں تھا اس کی بیوی کا۔ اس نے تو ویسے ہی بول دیا تھا۔۔ لیکن

اب کیا ہی کہا جا سکتا ہے اس کی بیوی کو بھی۔۔۔ اوکے نہیں کرتے دس بجے۔۔۔ آئندہ میں تمھیں اپنے ویٹ کو لے کر اتنا انسکیورنا دیکھوں۔۔۔ میری جان تم سو کلو کی بھی ہو جاؤ تب بھی میرے لیے اتنی ہی عزیز رہو گی۔۔ دھیرے سے اس کی گردن پر لب رکھتے وہ اس کی انسکیورٹیز دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اچھے سے جانتا تھا وہ کس لیے یہ لڑکی اپنے فگر کو لے کر اتنی فکرمند ہے۔۔۔ اللہ نہ کرے میں سو کلو کو ہو جاؤں۔۔ آپ مجھے بددعا دے رہے ہیں؟؟ دانت پیستے اس کی طرف دیکھتے وہ اس کی بات کا الٹا ہی مطلب لے گئی تھی۔۔ اور ماہ دیر شاہ کا بس نہیں تھا کہ اپنا سر دیوار میں دے مارے۔۔۔ کیا کرتا وہ آخر۔۔۔ اچھا چھوڑو سب کچھ میں نے کوئی بددعا نہیں دی۔۔۔ سب کچھ چھوڑو میں بہت تھکا ہوا ہوں جان۔۔ پلیز اب میرا ٹائم ہے بھول جاؤ سب کچھ۔۔۔ ماہ دیر شاہ نے نرمی سے کہتے اس کی گردن میں چہرہ چھپایا۔۔ وہ واقعی میں بہت تھکا ہوا تھا۔۔ روز ایسے ہی تھکے ہوتے ہیں ماہ دیر آپ۔۔ کام سے کچھ دنوں کے لئے ٹیسٹ لے لیں۔۔ نائرہ شاہ نے بھی سر جھٹکتے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھایا۔۔ کبھی کبھی تو اسے خود کو بھی ماہ دیر پر ترس آجاتا تھا۔۔۔ وہ روز ایسے ہی تھکا ہوا آتا تھا۔۔۔ اوپر سے گھر آکر وہ خود اسے اپنے ساتھ جگا کے اس کے ساتھ زیادتی کر جاتی تھی۔۔ مجال تھی جو کبھی اس شخص نے افف بھی کی ہو۔۔۔ چھٹی لینے سے بہتر ہے کہ تم

خاموشی سے مجھے اس وقت سکون دیا کرو میرا بچہ۔۔ کچھ وقت مجھے دے دیا کرو بس۔۔
محبت سے کہتے وہ اس کی گردن پر جگہ جگہ اپنے بوسوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔۔ دیتی تو ہوں۔۔۔ منہ بنا کر کہتے اس نے نرمی سے ماہ دیر شاہ کے بالوں پر اپنے لب رکھے۔۔
اسے ترس آرہا تھا اپنے شوہر پر۔۔ احساس اسے بھی تھا کہ وہ غلط کرتی ہے۔۔مگر وہ اپنے موڈ سونگز کا کیا کرتی جو اس سے پل میں تولہ اور پل میں ماشا والا کام کرواتے تھے۔۔ ماہ دیر نے نرمی سے اسے بیڈ پر لٹاتے اسے سیدھا کیا۔۔ وہ خود اس کے اوپر آتے اس کے لبوں سے لپٹ چکا تھا۔۔ وہ بہت دھیان کرتا تھا کہ بلکل بھی مقابل کے جسم پر اس کا ہلکا سا بھی وزن نا پڑے۔۔۔ اس شخص کے ہر عمل میں بس احتیاط ہی تھی۔۔۔ اپنی بیوی اور بچہ اسے بے حد عزیز تھے۔۔ نائرہ شاہ خاموشی سے پڑی اس کا لمس اپنے لبوں پر برداشت کر رہی تھی۔۔ کچھ دیر اس کی سانسیں انہیل کرتے ماہ دیر شاہ نے بہت نرمی سے اس کے پورے چہرے پر لب رکھنے شروع کیے۔۔ اس کے ہونٹ نائرہ کے ماتھے سے ہوتے اس کی آنکھوں، ناک، گال اور ٹھوڑی تک سفر کرتے جا رہے تھے۔۔ وہ مکمل طور پر مدہوش اس کی ذات میں گم تھا۔۔ نائرہ شاہ خاموشی سے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالے گہری گہری سانسیں بھر رہی تھی۔۔ وہ خاموشی سے آنکھیں بند کیے پڑی تھی۔۔۔ ایک نظر اس کی بند آنکھوں کو دیکھتے ماہ دیر شاہ نے تھوڑا اس کے

اوپر سے اٹھتے کمرے کی تمام لائٹس ڈم کی۔۔ کمرے میں محض ایک نیلگوں روشنی بچی تھی۔۔ وہ نزدیک سے ایک دوسرے کو بخوبی دیکھ سکتے تھے۔۔ واپس سے اس کے پاس آتے ماہ دیر شاہ نے نرمی سے اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کیا۔۔ جانا طبیعت تو ٹھیک ہے نہ؟؟ اس کی بند آنکھوں اور گہرے سانس بھرنے کی وجہ سے ماہ دیر شاہ یہ سوال پوچھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔ اسے فکر ہونے لگی تھی۔۔ نائرہ شاہ نے آہستہ سے آنکھیں کھولتے دھیرے سے ہاں کی صورت میں سر ہلایا۔۔ اس نے بس اسے ہی آنکھیں بند کی تھیں۔۔ جبکہ یہ سانس پھولنا تو ایک نارمل سی بات بن چکی تھی۔۔ پریگننسی میں اکثر ہی اس کی سانس اسی طرح تیز ہو جاتی تھی جسے شاید ماہ دیر شاہ نے ابھی ہی نوٹ کیا تھا۔۔۔ ذرا بھی تکلیف ہو تو فوراً مجھے بتایا کرو۔۔ ماہ دیر نے دھیرے سے کہتے نیچے کو جھکتے اس کے پیٹ پر لب رکھے۔۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کے پیٹ پر جگہ جگہ لب رکھ رہا تھا۔۔ کتنا انوکھا سا احساس تھا یہ ! ! ! باپ بننے کی اسے جتنی خوشی تھی شاید ہی کسی اور کو ہوتی۔۔ اسے بھر بے صبری سے اپنے آنے والے بچے کا انتظار تھا۔۔۔ کچھ دیر اس کے پورے پیٹ پر اپنے لبوں سے مہکاتے ماہ دیر شاہ واپس سے اوپر کو آتے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیے نرمی سے آہستہ سے اس کے جسم میں داخل ہوا۔۔ وہ بہت نرمی دکھاتا تھا۔۔ مقابل اس کے بچے کی ماں بننے والی تھی۔ وہ سختی

نہیں کر سکتا تھا ایسے میں۔۔۔ نائرہ شاہ کی سسکی کہیں اس کے ہونٹوں میں ہی گم ہوئی۔۔۔ وہ زور سے آنکھیں میچے اپنے شوہر کو برداشت کر رہی تھی۔۔ بھلے ہی یہ شخص نرمی دکھاتا تھا لیکن وہ اس شخص کی نرمی بھی جیسے برداشت کرتی تھی یہ تو وہی جانتی تھی۔۔۔ پین تو نہیں ہو رہا کہیں؟؟ نرمی سے اپنی شدتیں اس کے جسم پر نچھاور کرتے ماہ دیر شاہ نے پھولتی سانسوں کے ساتھ استفسار کیا۔۔ وہ اس کے گال پر ہاتھ رکھے اس کے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔۔ نائرہ شاہ نے ایک لمبی سی سانس بھرتے نفی میں سر ہلایا۔۔ اسے درد نہیں ہو رہا تھا بس سانس کا ہی مسئلہ تھا۔۔ کچھ دیر بس میرے جگر کے ٹکڑے۔۔۔ اس کی گردن پر اپنی زبان کا لمس چھوڑ کر کہتے ماہ دیر شاہ نے ہلکا سا اپنی شدتوں میں اضافہ کیا۔۔ وہ خود پر بہت مشکل ہی ضبط رکھتا تھا۔۔۔ کمرے میں اس وقت ایک معنی خیز ماحول پیدا ہو رہا تھا۔۔۔ کچھ ان کے ملن کی آوازیں اور وقفے وقفے سے گونجتی ماہ دیر شاہ کی سرگوشیاں ماحول کو رومانوی بنائے ہوئے تھیں۔۔۔ جبکہ ماہ دیر شاہ نائرہ کو اپنی ذات میں گم کیے اس کے دماغ سے سارے وہم دور کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔ جس میں وہ کامیاب بھی ٹھہرا تھا۔۔۔ نائرہ شاہ سب کچھ بھلائے اس کی قربت میں مدہوش کن سسکیاں بھر رہی تھی۔۔۔

یہ منظر تھا کراچی کے ایک مشہور ہسپتال کا جہاں کاریڈور میں اس وقت رش لگا ہوا تھا۔۔ خان ولا سے تقریباً سارے ہی مرد اس وقت یہاں کھڑے اندر سے کسی ڈاکٹر کے باہر آنے کے انتظار میں تھے۔۔ راحیل خان کا آپریشن ہو چکا تھا۔ گولیاں نکال دی تھی ڈاکٹر نے لیکن اب تک اسے ہوش نہیں آیا تھا۔۔ جبکہ مہرماہ کے بھی دماغ پر کندھے سے گولی نکال لی گئی تھی۔۔۔ وہ سانسیں لے رہی تھی لیکن اس کے متعلق ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ اگر اسے چوبیس گھنٹے میں ہوش نہیں آیا تو وہ کوما میں بھی جا سکتی ہے۔۔۔ اس کے دماغ میں گولی لگی تھی۔ اس کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔۔۔ جبکہ ایک محض مدحا نسیم تھی جس کی گردن پر سٹیچیز آئے تھے ہاں البتہ اسے ہوش آچکا تھا۔۔ ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ شاید اس کی ہلکی پھلکی مزاحمت کی وجہ سے مارنے والے کا نشانہ چوکا ہے۔۔۔ وہ اسے شہہ رگ پر مار رہا تھا لیکن شکر تھا کہ شہہ رگ بچ گئی تھی۔۔۔۔ ہاں لیکن خون بہت ضائع ہوا تھا۔۔ جس کا فوراً بی انتظام حدائق شاہ نے کر دیا تھا۔۔ اس کا بہت جلدی علاج بھی ہو گیا تھا اور اسے ہسپتال بھی جلدی لے آیا گیا تھا۔۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ بچ گئی تھی۔۔۔ ابھی تک کوئی اس سے ملنے نہیں گیا تھا۔۔ وہ اپنے وارڈ میں

ضیغم کے ساتھ اکیلی ہی تھی۔۔ کسی اور کو کوئی ہوش ہوتی تو وہ جاتے۔۔ مدحا کو تو کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔۔

اس وقت تقریباً رات کے دو بج رہے تھے۔۔ جب سے خان ولا کے لوگوں کو راحیل کی خبر ملی تھی تب سے کوئی بحران مچا ہوا تھا۔۔ رفیق خان کی خود کی آنکھوں سے آنسوں برس رہے تھے۔۔۔ انہیں جب سے پتہ چلا تھا و روئے ہی جا رہے تھے۔۔ اگر انہیں پتہ ہوتا کہ راحیل ایسے ایسے کسی کام کے لیے لے رہا ہے تو کبھی بھی وہ اس کی مدد نا کرتے۔۔ انہیں اپنا بیٹا ہے حد عزیز ہو چکا تھا۔۔ جبکہ زارا خان کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔ اس نے رو رو کر آنکھیں سوجا لی تھیں۔۔۔

آبان خان جو کاریڈور میں کھڑا تھا ایک نظر سب کو دیکھتے اس نے سنجیدگی سے اپنے قدم وارڈ کی جانب بڑھائے۔۔ وہ مدحا نسیم کے پاس اس کے وارڈ میں جا رہا تھا۔ اس کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔۔ بلکہ اسے پتہ بھی آج ہی چلا تھا کہ ضیغم مدحا کا بھائی ہے۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر ضیغم کو راحیل نے اپنے پاس رکھا کس لیے ہوا ہے۔۔ وارڈ کی طرف اپنے قدم بڑھاتے وہ یہی سوچ رہا تھا۔۔۔۔۔

آبان خان سنجیدگی سے وارڈ کا دروازہ کھولے اندر داخل ہوا۔۔۔ دروازہ تھوڑا سا پہلے ہی کھلا تھا دروازے سے ضیغم نے اسے دیکھ بھی لیا تھا۔۔ اسی لیے آبان خان بنا ناک کیے ہی اندر بڑھ چکا تھا۔۔۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی مدحا جو ضیغم کو شاید ساری باتیں بتاتے رو رہی تھی اس نے فوراً سے اپنے آنسوں صاف کیے۔۔۔ جب ہوش آیا تھا تب تو وہ ایک گھنٹہ کچھ بول ہی نہیں سکی تھی۔۔ ابھی بھی بلکل آہستہ سے آواز نکالتے وہ تکلیف کے باوجود بول ہی رہی تھی۔۔۔ اس کے گلے پر اثر پڑا تھا۔۔۔ لیکن اس کا دل مطمئن تھا کہ وہ سہی سلامت ہے۔۔ ظاہری چوٹ تو پھر ایک دن ٹھیک ہو جاتی۔۔۔ لیکن جو داغ عزت پر لگ جائے پھر وہ ساری زندگی نہیں بھرتا۔۔ وہ اسی لیے مطمئن تھی۔۔ اور کہیں نہ کہیں راحیل خان کی احسان مند بھی۔۔۔ اسے ابھی ہی ضیغم نے اپنی ساری داستان سنائی تھی۔۔ وہ اتنے عرصے سے راحیل کے پاس تھا مدحا جان چکی تھی۔۔۔ جہاں ایک طرف دل میں پلتی محبت دب گئی تھی وہیں اب احسان مندی کا خول چڑھ گیا تھا۔۔ وہ احسان فراموش نہیں تھی نہ ہی وہ کبھی بن سکتی تھی۔۔۔ آبان خان کو یہاں دیکھتے وہ سیدھی ہوتے بیٹھی۔۔ وہ تو ان کے خاندان میں کسی سے نظریں ملانے کے بھی قابل نہیں تھی۔۔ ایسا وہ سمجھ رہی تھی۔۔۔ کیسی ہو؟؟ آبان خان نے بیڈ کے پاس سنجیدگی سے استفسار کیا۔۔ ضیغم بیڈ کے پاس رکھی

کرسی پر بیٹھا تھا۔۔ آبان خان بھی جاتے اسی کے پاس کھڑا اپنے دونوں ہاتھ جیبوں میں اڑسے ہوئے تھا۔۔۔ ٹھیک ہوں۔۔ اُنگلیاں چٹخاتے دھیرے سے جواب آیا۔۔ وہ کنفیوز ہو رہی تھی۔۔ اسے ضیغم ایک ایک بات بتا چکا تھا۔۔ کوٹھے پر تھی تم رائٹ؟؟ جانچنے کے انداز میں اس کے چہرے کو دیکھتے سوال داغا گیا۔۔۔۔ ضیغم خاموشی سے کبھی آبان تو کبھی مدحا کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ جبکہ ان دونوں کو آبان کے اس طرح سوال پوچھنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا تھا۔۔۔ج۔۔جی۔۔۔ نظریں جھکائے وہ بہت ہلکی آواز میں حامی بھر گئی تھی۔۔ جب یہی سچ تھا تو وہ جھوٹ کیوں بولتی؟؟ البتہ اس کی آواز بہت زیادہ آہستہ نکل رہی تھی۔۔ اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔۔ کیسے گئی تھی وہاں؟؟ اتنا تو مجھے یقین ہے تم کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہو۔۔ میں انسان کو دیکھ کر ایک نظر میں ہی پرکھ سکتا ہوں۔۔ اب تم بتاؤ کیسے گئی تھی تم وہاں؟؟ ان حالات میں وہ راحیل کو چھوڑے اس سے اصل معاملہ دریافت کرنے کے چکروں میں تھا۔۔پتہ نہیں اس کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔۔۔ مدحا نسیم کی آنکھوں میں تیزی سے نمی اکٹھی ہونا شروع ہوئی۔۔ اگر اس کی نیت صاف تھی تو خدا نے بھی لوگوں میں اس کی عزت رکھی ہوئی تھی۔۔ جنہیں وہ جانتی بھی نہیں تھی انہیں بھی اس پر پورا یقین تھا۔۔۔ خاموشی سے اپنے آنسوں صاف کرتے وہ بس نظریں جھکائے ہوئے تھی۔۔ اس سے بولا نہیں

جا رہا تھا۔۔ وہ یا تو رو سکتی تھی یا پھر بول سکتی تھی۔۔۔ اس کی گردن میں سٹریچیز پر شدید قسم کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔۔۔ بتاؤ بھی کیا تم راحیل کو پسند کرتی ہو؟؟ وہ کمینہ تو ایک کا روگ دل میں لے کر پھر سے برباد ہو چکا ہے۔۔ تم بتاؤ اپنا۔۔۔ بنا کسی لگی لپٹی کے وہ اس پر سوال داغ رہا تھا۔۔ جبکہ اس گالی کے ساتھ راحیل خان کو یاد کیا گیا تھا۔۔ اسے غصّہ بھی بہت تھا راحیل پر۔۔۔ مگر ابھی دل بس اس کی سلامتی کے لیے دعا گو تھا۔۔ آبان بھائی آپی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ۔۔۔ ضیغم مدحا کی حالت دیکھتے ابھی آبان کو کچھ بھی کہتا کہ آبان خان ہاتھ اٹھتے بیچ میں ہی اسے روک چکا تھا۔۔ اسے ضیغم کی نہیں مدحا کی آواز سننی تھی۔۔ اسے کسی بھی صورت جواب چاہیے تھا۔۔ جواب دو لڑکی۔۔۔ میں باتیں دہرانے کا عادی نہیں ہوں۔۔ سنجیدگی سے مدحا کی طرف دیکھ کر کہتے وہ شدت سے اس کے جواب کا منتظر تھا۔۔ ویسے تو اسے شک تھا کہ مدحا راحیل کو پسند کرتی ہے لیکن وہ ایک مرتبہ پھر بھی کنفرم کرنا چاہتا تھا۔۔ کر۔۔۔ کرتی تھی۔۔ آپ کے بھائی۔۔۔ کے زنا کی۔۔ خبر نے میرے دل کو پلٹ دیا ہے۔۔ میں۔۔ ایسے بدکردار مرد سے۔۔۔ مزید محبت نہیں کر سکتی۔۔۔۔ دھیرے سے روتے ہوئے نہایت بھاری دل کے ساتھ جواب دیا گیا۔۔ ایک مرتبہ پھر وہ ستمگر یاد آگیا تھا۔۔ ایک مرتبہ پھر مہرماہ کی باتیں دماغ میں حلنے لگی تھیں۔۔۔ اس نے خود راحیل کو

کوٹھے پر دیکھا تھا۔۔ شک کی کوئی گنجائش باقی ہی نہیں رہتی تھی۔۔۔ آبان خان نے اس کے جواب پر ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔۔ یہ تو ہونا ہی تھا۔۔ وہ جانتا تھا کہ کچھ نہ کچھ ایسا لازمی ہوگا۔۔۔ کوئی بھی پاک صاف عورت بلکل نہیں چاہے گی کہ اس کی زندگی میں آنے والا کوئی بھی مرد زانی ہو۔۔۔ تمھیں اتنا علم ہونا چاہئیے لڑکی کہ تمہاری عزت بھی اسی نے بچائی ہے۔۔۔ وہ آج نا ہوتا تو تم میں اور مہرماہ میں کوئی فرق نہیں رہتا۔۔ تم دونوں عورتوں کو اس نے بچایا ہے اور تم دونوں نے ہی اُسے محض اپنے اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا ہے۔۔۔ افسوس ہوتا ہے مجھے راحیل پر کہ وہ آنکھیں بند کر کے عورت ذات پر یقین کرتا ہے۔۔۔ سنجیدگی سے وہ نجانے اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا۔۔۔ وہ ابھی تک جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔۔۔ آپ اپنے بھائی کے زنا کو ڈیفینڈ کر رہے ہیں۔۔۔ کیا آپ نہیں جانتے یہ کتنا بڑا گناہ ہے۔۔۔ گردن اٹھاتے وہ روتے ہوئے اسے شاید بتا رہی تھی۔۔۔ کیونکہ اسے سراسر آبان خان کی بات غلط لگی تھی۔۔۔ تو کیا تمہارے ساتھ کرتا ہے؟؟ نہیں نا؟؟ جن کے ساتھ کرتا تھا وہ اسی کام کے لیے ہوتی تھیں۔۔ میں یہ ہرگز نہیں کہہ رہا کہ وہ زنا کر کے بہت کوئی عظیم کام کرتا تھا۔۔ نہیں۔۔ مجھے خود کو اس کے زنا سے شدید نفرت تھی۔۔۔ لیکن میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں اس نے کبھی کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کی ہوگی۔۔ سب کچھ چھوڑو تم

وہ اب بہت بدل گیا ہے۔۔ ایک سال ہونے کو ہے وہ زنا کے قریب بھی نہیں بھٹکا۔۔ تمھیں جو باتیں پتہ چلی ہیں وہ بہت پرانی ہونگی۔۔۔ وہ پتہ نہیں اتنی تفصیل سے اسے کیا سمجھانا چاہ رہا تھا۔۔ نجانے اس شخص کے دماغ میں کیا کچھ گھومتا تھا۔۔۔ آپ یہ ساری باتیں پھر مجھے کیوں بتا رہے ہیں؟؟ آپ کے بھائی کے بہت احسانات ہیں میرے اوپر وہ سب ایک طرف۔۔۔ لیکن پلیز اس کا ذکر میرے سامنے مت کریں۔۔۔ جا سکتے ہیں آپ یہاں سے۔۔ بل میں خود بھر دوں گی۔ اور اب میرا بھائی بھی میرے ساتھ ہی رہے گا۔۔۔ اپنے آنسوں صاف کرتے مدحا نسیم اچانک ہی سنجیدہ ہو چکی تھی۔۔ اسے مزید تکلیف ہو رہی تھی ان سب باتوں سے۔۔۔ جسٹ شٹ اپ ! ! ! بلز پہلے سے کلیئر ہیں تمہارے۔۔ اور رہی تمہارے بھائی کی بات تو وہ خود تمہارے ساتھ نہیں جائے گا۔۔ اور تیسری بات مدحا غور سے سننا۔۔ جب ہم خدا سے یہ اُمید رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں معاف کر دے تو ہمیں بھی لوگوں کے لیے دل میں گنجائش رکھنی چاہیے۔۔ راحیل زانی تھا لیکن اپنی غلطی سدھاری بھی ہے اس انسان نے ! ! میرا بھائی اس وقت زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا ہے۔۔ خدا کے لیے اس کے لیے دل میں بغض مت رکھنا۔۔۔ تھوڑا آگے کو ہوتے آبان خان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔ وہ شاید ہی زندگی میں پہلی مرتبہ اس طرح کسی غیر کو بہنوں والا شرف دے گیا

تھا۔۔پتہ نہیں اس کے پیچھے وجہ کیا تھی۔۔ مدحا نسیم کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔۔ وہ چہرہ جھکائے بری طرح رو رہی تھی۔۔ اس کا بس نہیں تھا وہ اپنے دل کو نکال کر باہر پھینک دے ! ! اتنی حمایت، اتنی محبت وہ بھی محض ایک عام سی انسان سے؟؟ ہائے لیکن مسئلہ یہی تھا کہ وہ شخص اب عام نہیں رہا تھا۔۔۔ بلکہ ایک وہی تو تھا جو عام نہیں تھا۔۔ وہ تو سب سے خاص تھا۔۔۔ کچھ تھا اُس انسان میں جو اسے سب سے خاص بناتا تھا۔۔۔ کچھ نہیں بھی ہوتا تو اُس شخص کی خوبصورتی ہی کافی تھی۔۔۔ راحیل کی زندگی میں آنے والی ہر عورت زہر لگی ہے مجھے۔۔ شروع سے یہی رہا ہے میرے ساتھ۔۔ کیونکہ عورتوں کے معاملے میں اس شخص کی قسمت کبھی اچھی رہی ہی نہیں ہے ! ! اس کی لائف میں جو بھی عورت آئی ہے اسی نے اسے صرف برباد کیا ہے۔۔۔ صرف برباد۔۔۔ مہرماہ نے بھی یہی کیا ہے۔۔ اشنا بھلے ہی لاعلم تھی لیکن اس کی وجہ سے بھی یہی ہوا تھا۔۔ اب تمہاری وجہ سے میں نہیں چاہتا وہ مزید ٹوٹ جائے۔۔ تم پہلی ہو مدحا جسے آبان خان اپنے جگری بھائی کی زندگی میں آنے کی خود اجازت دے گا۔۔۔ سنجیدگی سے کہتے وہ اس کے سر سے ہاتھ ہٹا چکا تھا۔۔۔ وہ اب باہر جانے کی تیاریوں میں تھا۔۔۔ کک۔۔کیا مطلب؟؟ گھبراتے دل کے ساتھ فوراً ہی سوال آیا۔۔۔ اسے آبان خان کی بات کا مفہوم سمجھ میں نہیں آیا تھا۔۔ لیکن اسے

گھبراہٹ ضرور ہونے لگی تھی۔۔ بات ہی ایسی تھی۔۔ وقت آنے پر سمجھ جاؤ گی تم مطلب بھی۔۔ ریسٹ کرو شاباش اور راحیل کے لیے دعا کرو۔۔۔ میری بھائی کو کچھ ہوا تو اس مہرماہ اور تمھیں میں نہیں چھوڑوں گا۔۔۔ تم دونوں نے بہت ذلیل کیا ہے اسے۔۔۔ ضیغم تم میرے ساتھ آؤ۔۔ اس شخص کا پل میں تولہ پل میں ماشا والا حال تھا۔۔ وہ شروع میں سنجیدگی سے کہتے آخر میں وارننگ بھی دے گیا تھا۔۔ جبکہ اس نے آخر میں ضیغم کا ہاتھ تھاما۔۔پتہ نہیں وہ اپنے ساتھ ضیغم کو کہاں لے کر جا رہا تھا۔۔۔ مدحا نے خاموشی میں ہی عافیت جانی۔۔ ابھی واقعی میں سب نے انہیں ہی قصوروار ٹھہرانا تھا۔۔ وہی دونوں تھیں اصل سارے معاملے کی جڑ۔۔۔ آبان بھائی آپی کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں بعد میں آکر ملتا ہوں آپ سے ! ! اس کے ساتھ چلتے ضیغم نے بہانہ سا بنانا چاہا۔۔۔ وہ ابھی مدحا کے ساتھ ٹائم گزارنا چاہتا تھا۔۔ چپ کرو کہیں نہیں جا رہی تمہاری آپی۔۔۔ تمھیں تمہارے والدین کی خبر دینی ہے میں نے ڈیٹا نکلوایا تھا تمھارا۔۔۔ بنا اس کی طرف دیکھ کر کہتے آبان خان اس کے ہاتھ کو تھامے باہر کی طرف بڑھا۔۔ وہ وارڈ کا دروازہ کھولتے باہر نکل چکا تھا۔۔ جبکہ پیچھے مدحا نسیم روتے ہوئے اس کی باتوں میں ہی اٹکی ہوئی تھی۔۔۔ کہیں نہ کہیں چپکے سے اس کا دل راحیل

خان کی صحت کے لیے شدت سے دعائیں بھی کر رہا تھا۔۔جو بھی تھا آخر ہے تو محبت۔۔۔پتہ نہیں آگے کیا بننا تھا۔۔

ہسپتال میں اس وقت سب پریشانی کے عالم میں ہی بیٹھے تھے۔۔ نا تو راحیل کی طرف سے کوئی تسلی بخش جواب ملا تھا اور نہ ہی مہرماہ کی طرف سے۔۔ وہ دونوں ہی زندگی اور موت کی ایک جنگ لڑ رہے تھے۔۔ ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ اگر دونوں میں سے اگلے چوبیس گھنٹوں تک انہیں ہوش نہیں آیا تو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔ وہ انہیں پہلے ہی خبردار کیے ہوئے تھے۔۔ زارا خان نے شام سے رو رو کر اپنی آنکھیں سجا لی تھیں۔۔۔ وہ اس وقت کاریڈور میں بیٹھی ابھی بھی رونے میں مصروف تھی۔۔ اس وقت صبح کے تین بج رہے تھے۔۔۔نیند سب کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔۔ سب کو ہی راحیل کی فکر کھائے جا رہی تھی۔۔۔ شاہ ولا سے بھی کوئی نہ کوئی پتہ کرنے آتا ہی جا رہا تھا۔۔۔ ابھی بھی زاویار شاہ کو پتہ چلا تھا تو وہ اور اشنا آئے ہوئے تھے۔۔۔۔بھلا مصیبت میں دن اور رات کون دیکھتا ہے؟؟ جبکہ حدائق، عدیل اور معاذ شاہ تو کب سے یہیں پر موجود تھے۔۔۔

معاذ شاہ کب سے کھڑا اپنے سامنے بیٹھی اس نازک جاں کو نوٹ کر رہا تھا جو جب سے آئی تھی تب سے روئے ہی جا رہی تھی۔۔ رو وہ رہی تھی اور اسے لگ رہا تھا تکلیف اس کی آنکھوں کو ہو رہی ہے ! ! ان دونوں کے بات چیت بلکل بند تھی۔۔۔ معاذ شاہ بہت رابطہ کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن مجال تھی جو زارا خان ٹس سے مس بھی ہوئی ہو۔۔ آخری مرتبہ اس نے بس معاذ کو ایک میسج کیا تھا جو کچھ اُس طرح تھا کہ: "تمہاری وجہ سے میں نے اپنے بھائی کا مان توڑ دیا ہے۔۔ میں نہیں چاہتی وہ مزید مجھ سے بدگمان ہو اس لیے آئندہ مجھے میسج مت کرنا۔۔ تمہارے لیے میرے دل میں کیا ہے کیا نہیں یہ میں خود بھی نہیں جانتی۔۔ میرے پاس ان سب باتوں کو سوچنے کے لیے وقت ہی نہیں ہوتا۔۔ ہاں لیکن جو میری قسمت میں لکھا ہے وہ مجھے منظور ہے۔۔ اگر خدا نے تمھارا جوڑ میرے ساتھ لکھا ہے تو کوئی نہ کوئی مصلحت ہی ہوگی۔۔ میں تقدیروں کے چکروں میں پڑنے والی لڑکی نہیں تھی۔۔ لیکن حالات صدا ایک جیسے نہیں رہتے۔۔۔ وقت آپ کو حالات کے مطابق ڈھلنے پر مجبور کر دیتا ہے۔۔۔ میں بھائی کے فیصلے پر نہیں بلکہ خدا کے فیصلے پر آپ کو قبول کر چکی ہوں۔۔ خدارا اب شادی سے پہلے مجھے کوئی کال یا میسج مت کیجئے گا"۔۔ چند سطروں کا محض یہ ایک میسج تھا جس کے جواب میں معاذ شاہ نے کوئی ہزاروں میسیجز کر دئے تھے۔۔ مگر افسوس کہ اس کا ہر جواب ضائع گیا تھا۔۔

مقابل اپنی بات کہہ کر اسے بلاک کر چکی تھی۔۔ لیکن ان چند سطروں میں کیا کچھ نہیں تھا؟ سب سے بڑی بات وہ اسے شادی کے لیے اپنی رضامندی دے گئی تھی۔۔ اسے زارا خان سے اتنی سمجھداری کی کبھی توقع رہی ہی نہیں تھی۔۔ لیکن حیرت تھی کہ وہ اس کی سوچ سے زیادہ سمجھدار ہو گئی تھی۔۔ شاید وقت اور حالات نے اسے کر دیا تھا۔۔۔ سب سے زیادہ اس کے ساتھ ہوئے اُس حادثے نے اسے اچھے سے سمجھا دیا تھا کہ گھر والوں کے علاوہ کوئی بھی اپنا نہیں ہوتا۔۔ وہ اگر کسی بھی چیز کے لیے منع کر رہے ہیں تو کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے۔۔ اسے اچھے سے پتہ چل چکی تھی یہ بات کہ راحیل خان نے یونی کے شروع دن سے اسے لڑکوں سے دور رہنے کے لیے کیوں کہا تھا۔۔ لیکن افسوس کہ اس نے نہیں مانی تھی راحیل کی بات اور پھر اتنا بڑا حادثہ بھگت بھی لیا تھا۔۔ یہ تو باپ، بھائی ہی تھے جنہوں نے معاملے کو سمبھال لیا تھا۔ ورنہ اس کی عزت تو واقعی خاک میں ملنے لگی تھی۔۔ خدا نے کرم کیا تھا اس پر۔۔۔ معاذ شاہ اُس دن کے بعد بھی اسے اب دیکھ رہا تھا۔۔ اور وہ جب سے آیا تھا تب سے ہی اسے دیکھتے صرف اپنی آنکھوں کی پیاس بجھا رہا تھا۔۔ اب تو شاید شادی پر ہی دیکھنا نصیب ہوتا۔ لیکن وہ شادی سے پہلے بھی ایک مرتبہ لازمی اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔۔ شادی سے پہلے ان کے درمیان آئی خلش اور رنجشیں دور کرنا بے حد ضروری تھا۔۔ اس لڑکی

نے قسمت کے آگے گھٹنے تو ٹیک دیئے تھے لیکن کیا ہوتا اگر وہ دل سے خوش نہیں ہوتی تو؟؟ معاذ شاہ کو بس یہیں کنفرم کرنا تھا۔۔ وہ خود بھی اس کے دل کا حال جاننے سے قاصر تھا۔۔۔پتہ نہیں اسے بات کرنے کا موقع کب ملتا۔۔۔

یہ منظر ہے ایک بڑے سے فارم ہاؤس کا جہاں اس وقت سناٹا چھایا تھا۔۔ کوئی ہوتا ہی نہیں تھا یہاں پر جو کبھی رونق ہوتی۔۔ اتنے بڑے گھر میں محض دو لوگوں کا ہونا بھی کسی کے نہ ہونے کے ہی برابر تھا۔۔یہ دائم حسین کا فارم ہاؤس تھا۔۔ جہاں اس وقت صرف وہ اور اس کی بیوی مقیم تھے۔۔۔ مشال لغاری کے آتے ہی اریبی نے یہاں موجود تمام ملازمین کو فارغ کر دیا تھا۔۔ کسی بھی کام کے لیے کوئی ملازم تھا ہی نہیں۔۔۔ اریبی اس وقت اپنے کمرے میں موجود سنجیدگی سے اپنے موبائل میں محو تھا۔۔ اسے وقت صبح کے چار بج رہے تھے۔۔ اسے کچھ دیر پہلے ہی راحیل خان کے متعلق پتہ چلا تھا۔۔ وہ شاید ہسپتال ہی جانے کی تیاریوں میں تھا۔۔۔ تبھی اتنی صبح صبح اُٹھا ہوا تھا۔۔۔ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھا وہ فلحال تو موبائل استعمال کر رہا تھا۔۔ دائم حسین اس وقت جینز اور شرٹ میں ملبوس کافی وجیہہ دکھ رہا تھا۔۔ اس کی شرٹ

اس کے کسرتی بازو کے ساتھ چپکی مسلز کو بہت واضح کر رہی تھی۔۔ بلاشبہ اس میں مردانہ وجاہت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔۔۔ وہ ایک لمبا چوڑا خوبصورت انسان تھا۔۔

مشال لغاری اس کے سامنے ہی صوفے پر سکڑی سمٹی بیٹھی نیند میں جھول رہی تھی۔۔۔ وہ اس وقت ریڈ کلر کی نائیٹی میں ملبوس تھی جو کہ اریبی کی ہی مہربانی تھی۔۔ اسے تین دن ہو گئے تھے اس شخص کے ساتھ۔۔۔ اور یہ تین دن اس کے لیے کسی قیامت سے کم نہیں تھے۔۔ ساری ساری رات اس شخص کی شدتیں اپنے نازک سے جسم پر جھیل کر وہ صبح سے شام تک سارے گھر کے کام اکیلی کرتی تھی۔۔ اس نازک جان کی حالت اب تو ایسی ہو گئی تھی کہ کوئی ہاتھ بھی لگائے تو وہ نیچے گر جائے۔۔ تین دنوں سے وہ بری طرح بخار میں پھنک رہی تھی۔۔ مگر مجال تھی جو اس کے شوہر کو قطرہ برابر بھی اس پر رحم آیا ہو۔۔ وہ شخص بے رحم بنا ہوا تھا۔۔ جان بوجھ کر اس نے ملازمین کو چھٹی دی تھی تاکہ بس اس عورت سے سارے گھر کے کام کروا کر اسے بتا سکے کہ جب وہ نوکروں کی ذلیل کرتی تھی تب انہیں کیسا محسوس ہوتا ہوگا۔۔۔ ابھی پھر سے وہ اس کی بے رحم شدتیں سہتے سسک رہی تھی کہ حدائق شاہ کی کال آنے پر اریبی نے اسے چھوڑا تھا۔۔ وہ شاور لے کر آ بھی گیا تھا اور مشال لغاری ابھی تک صوفے پر

بیٹھی اپنی اجڑی ہوئی حالت کا ماتم منا رہی تھی۔۔ شکر تھا کہ ابھی تو اریبی نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی۔۔۔ وہ پتہ نہیں کیوں کچھ بول ہی نہیں رہا تھا۔۔ ورنہ تو پہلے اس کی ذرا سے سسکی نکلتی تھی اور وہیں سے ایک تھپڑ آتا تھا۔۔ یہ بے رحم انسان اسے رونے بھی نہیں دیتا تھا۔۔ اس لڑکی کا پورا جسم مقابل کی شدتوں سے نیل و نیل تھا۔۔ مگر مجال تھی جو وہ پھر بھی اپنا قہر ڈھانے سے باز آجائے۔۔۔ہاں البتہ ایک بات تھی کہ اس نے اسے جان سے نہیں مارا تھا۔۔ اس کا کہنا تھا کہ اب وہ اسے روز روز تھوڑا تھوڑا کر کے مارے گا۔۔ ایک ہی مرتبہ میں مشال کی جان نکل جاتی تو اسے مزہ نہیں آنا تھا۔۔یہی الفاظ تھے اس بے رحم شخص کے۔۔۔ وہ کبھی اتنا بے رحم تھا نہیں لیکن اپنے دشمنوں کو وہ چھوڑتا بھی نہیں تھا۔۔ جیسے اب مشال لغاری اس کے شکنجے میں تھی۔۔ اب تو خدا ہی اسے اس بے رحم کی قید سے آزادی دلوا سکتا تھا۔۔۔

اریبی جو اپنے موبائل مصروف تھا کہ اس نے غیر ارادی طور پر ایک نظر اٹھاتے سامنے کی طرف دیکھا۔۔ وہ بیڈ پر تھا جبکہ مقابل صوفے پر بیٹھی تھی۔۔ البتہ اس کا دل نہیں تھا ابھی ہسپتال جانے کا۔۔۔ تبھی وہ تھوڑی دیر آرام سے بیٹھا تھا۔۔ سامنے کی طرف دیکھتے وہ واپس سے نظریں پھیرتا کہ کچھ دیکھتے اس کی نظریں وہیں اٹکی رہ گئی تھی۔۔۔

صوفے پر مشال لغاری بلکل کسی چھوٹی سی بچی کی مانند سکڑی سمٹی بیٹھی آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔۔ اسے شاید نیند آرہی تھی۔۔ تین دن سے سونے کا موقع دیا ہی کب دیا تھا اس ظالم نے؟؟ ریڈ کلر کی نائیٹی میں اس کا دودھیا سراپا دمک کر مزید کھل اٹھا تھا۔۔ خوبصورتی تو اس میں بھی کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔۔ وہ نازک سی لڑکی دونوں سوجے ہوئے گال اور اس کے شدتوں سے چور بدن لیے نیند کی وادیوں میں جا رہی تھی۔۔۔

اریبی نے ایک نظر اسے دیکھتے بری طرح اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے کچلا۔۔ اگر وہ صرف اریبی ہوتا تو شاید وہ اس پر رحم کھا لیتا۔ لیکن مسئلہ یہی تھا کہ وہ آیت کا بھائی بھی تھا۔۔ اسے اپنی بہن کا بدلا لے کر بھی سکون نہیں ملا تھا۔۔ خاموشی سے موبائل کو سائڈ پر رکھتے وہ بیڈ پر سے کھڑا ہوا۔۔ ہسپتال جانے کا تو ویسے بھی دل نہیں تھا۔۔ جبکہ دعائیں وہ بھی کر رہا تھا کہ راحیل کو کچھ نہ ہو۔۔ راحیل خان کے لیے سب کے لبوں پر دعائیں چل رہی تھیں۔۔ نجانے کونسے پہر کس کی دعا قبول ہو جاتی۔۔۔

دھیرے دھیرے دبے قدموں چلتے اریبی نے اپنے قدم صوفے کی جانب لیے۔۔۔ اس کا چہرہ بلکل سنجیدہ سپاٹ تھا۔۔۔ اس عورت کو دیکھ کر وہ زندگی میں کبھی مسکرا بھی نہیں سکا تھا۔۔۔ صوفے کی طرف بڑھتے اس کے قدم رکے۔۔ وہ اس سے ایک قدم

کے فاصلے پر رکا بہت گہری نظروں سے اس کے چہرے پر موجود معصومیت کو دیکھ رہا تھا جس نے اسے وہاں سے اٹھا کر یہاں آنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔ یہ لڑکی معصوم تھی تو نہیں۔۔ پھر اس کے چہرے پر یہ معصومیت کیا کر رہی تھی اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔۔ وہ اس کے پاس کھڑا اپنی نظریں اس کے چہرے پر گاڑے اس کی نقوش کو بھر غور سے دیکھ رہا تھا۔۔۔ گوری رنگت، تیکھے نین نقش، سرمئی آنکھیں اس وقت بند تھیں، گھنی مخمور پلکیں عارض پر سجدہ ریز تھیں، گلابی ہونٹ جو مقابل کی شدتوں سے خون چھلکا رہے تھے، پھولے گال جو اس وقت دونوں اس شخص کے تھپڑوں سے سوجن کا شکار تھے، چھوٹی سی ناک بلا شبہ وہ بہت حسین تھی۔۔ اس بے رحم کے اتنے ظلم پر بھی اس کے حسن میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔۔ صرف چہرہ ہی نہیں اس عورت کے جسم میں بھی ایک الگ ہی نشہ تھا۔۔ اریبی نے اچھے سے محسوس کیا تھا خود کو کبھی کبھی اس کے حسن میں بلکل مدہوش ہوتے ہوئے۔۔۔ لیکن وہ فوراً ہی ہوش میں بھی آجاتا تھا۔۔ اسے اپنے حواسوں پر جذبات پر قابو رکھنا بہت اچھے سے آتا تھا۔۔۔

تھوڑا آگے کو جھکتے کچھ سوچتے اریبی نے نرمی سے مشال لغاری کے گرد اپنے ہاتھ باندھے۔۔۔ وہ ایک ہاتھ اس کی گردن کے پاس جبکہ دوسرا ہاتھ اس کی تھائیز سے

گزارتے اسے جھٹکے سے صوفے سے اپنی گود میں اٹھا چکا تھا۔۔۔ جبکہ نظریں اس کے چہرے کا ہی طواف کر رہی تھیں۔۔۔ مشال جو ابھی بھی کچی پکی نیند میں تھی اس نے بدحواس ہوتے جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھولی۔۔ وہ شاید ڈر گئی تھی۔۔ لیکن اس سے زیادہ خود کو پھر سے اس ظالم کے پاس دیکھتے اس کے اوسان خطا ہوئے۔۔ یہ شخص آخر اب تک ہوا کیوں نہیں تھا۔۔ وہ اسے اپنی گود میں بھر کے کیوں کھڑا تھا؟؟ اسے لگتا تھا جیسے اچانک ہی اس کے جسم کو کسی وائبریٹنگ پر لگا دیا ہو۔۔ تیزی سے پھر سے برستی آنکھوں کے ساتھ وہ کانپنے لگی تھی۔۔ حتنے برے طریقے سے اس شخص نے اسے رکھا ہوا تھا جان جاتی تھی اس کے خوف سے۔۔ اسے اگر دنیا میں کسی شخص سے سب سے زیادہ ڈر لگنے لگا تھا تو وہ تھی مرد ذات۔۔۔ اپنی طاقت کے بلبوتے وہ کس کس طرح سے عورت کو روندتا ہے یہ اس کے شوہر نے پہلی رات سے ہی اسے بہت اچھے سے سمجھا دیا تھا۔۔ دیکھا جائے تو اس نے پہلی رات میں ہی اپنے پچھلے کیے گئے گناہوں کی سزا بھگت لی تھی۔۔ مگر پھر بھی اس بے رحم کو ترس نہیں آتا تھا۔۔ وہ اس کے لیے واقعی میں قہر بن کر آیا تھا۔۔۔ سو کیوں رہی تھی؟ اسے روتے دیکھ اریبی نے سرد برفیلے لہجے میں استفسار کیا۔۔ حیرت تھی وہ اس سے اس بات کے متعلق پوچھ رہا تھا جس پر انسان کا اختیار ہی نہیں ہوتا۔۔ مشال کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔۔ یہ

کوئی نئی بات نہیں تھی۔۔ وہ اسے سونے بھی نہیں دیتا تھا۔۔ جواب نا دے کر کیوں اپنی جان کو مشکل میں ڈالتی ہو؟؟ اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ سامنے کی طرف دیکھتے وارننگ زدہ لہجے میں کہا گیا۔۔ وہ اسے لے کر آگے بیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔

مم۔۔مجھے۔۔نن۔۔نیند آرہ۔۔آرہی تھی۔۔ لرزتی سی آواز میں دھیرے سے کہتے اس نے مقابل کی شرٹ کو اپنی مٹھیوں میں بھینچا۔۔ وہ ہمیشہ بھول جاتی تھی کہ یہ شخص اسے خود کو ہاتھ لگانے سے منع کرتا تھا۔۔یہاں وہ ہاتھ لگاتی تھی اور وہیں سے ایک تھپڑ اس کے نازک گال کی زینت بن جاتا تھا۔۔ اریبی نے خاموشی سے اسے بیڈ کی طرف لے کر جاتے نرمی سے بیڈ پر لٹایا۔۔پتہ نہیں کیا سوچ کر وہ اس کے ساتھ ابھی کے لیے نرمی برت رہا تھا۔۔۔ مشال لغاری اپنی سہمی آنکھیں اس کے چہرے پر گاڑے ہوئے تھی۔۔ اس شخص کی نرمی سے بھی خوف آتا تھا۔۔بہت ظالم انسان تھا یہ۔۔۔

اریبی نے خاموشی سنجیدگی سے ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھتے اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کیے۔۔ وہ بٹن کھول رہا تھا اور مشال کی سانسیں حلق میں ہی خشک ہو رہی تھیں۔۔ وہ ابھی برداشت نہیں کر سکتی تھی اس انسان کو۔۔۔ خوف کے مارے اس کی جان نکل رہی تھی۔۔ پہلے ہی اس کے پورے جسم میں شدید درد تھا۔ وہ مزید اسے سہتی تو یقیناً مر جاتی۔۔پتہ نہیں وہ اب تک بھی زندہ کیسے تھی۔۔ اس میں تو کچھ

بولنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔۔ اگر وہ کچھ بھی چوں چراں کرتی تو یقیناً ایک مرتبہ پھر مقابل کے تھپڑ سہتی۔۔ اریبی نے اپنی شرٹ کو اُتارتے سائڈ پر پھینکا۔۔۔ وہ اسے تھوڑا آگے کو کرتے اس کے پاس بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے بیٹھ چکا تھا۔۔ مشال کی نگاہیں اسی پر جمی تھیں۔ وہ پلکیں بھی نہیں جھپک رہی تھی۔۔۔ خوف بنجے گاڑے بیٹھا تھا اس کی آنکھوں میں۔۔۔ اِدھر آؤ۔۔۔ اسے بازو سے پکڑ کر بٹھاتے اریبی نے اپنی گود کی طرف اشارہ کیا۔۔ وہ آنکھوں سے ہی اسے اپنی گود میں بیٹھنے کو بول رہا تھا۔۔۔ مشال لغاری سیکنڈ کے اندر لرزتے جسم کے ساتھ فوراً سے اس کی گود میں چڑھتے بیٹھی۔۔ اسے مزید تھپڑ نہیں کھانے تھے۔۔ تھپڑ نہیں بھی سہی اسے گالیاں بھی نہیں سننی تھیں۔۔ یہ شخص بہت تذلیل کرتا تھا اس لڑکی کی۔۔۔ تم بہت خوبصورت ہو لڑکی۔۔ لیکن تم ہو بہت گُنہگار۔۔۔ قاتلہ ہو تم یاد رکھا کرو۔۔ اس کے گال پر اُنگلی ٹریس کرتے وہ کھوئے کھوئے لہجے میں کہتے اسے کانپنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔ وہ آخر اسے کن لفظوں میں سمجھاتی کہ وہ قاتلہ نہیں ہے۔ اس نے کبھی کسی کا قتل نہیں کیا تھا۔۔ ہیں لیکن اس کی وجہ سے قتل ہوا ضرور تھا۔۔۔ اس نے قتل ہوتے دیکھا ضرور تھا۔۔ اور وہ اس بات پر خاموش بھی رہی تھی۔۔ بس اتنی ہی غلطی تھی اس لڑکی کی۔۔ وہ کیا ہی جواب دیتی بھلا اس انسان کو۔۔ وہ تو کچھ بولنے یا اپنی صفائی دینا بھی ضروری نہیں

سمجھتی تھی۔۔ اس شخص کے آگے سب کچھ بیکار تھا۔۔ اریبی نے اسے خاموشی سے آنسوں بہاتے دیکھ اس کی گردن کے پیچھے ہاتھ رکھتے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا۔۔۔ وہ اس کی نائیٹی کو کندھوں سے کھسکاتے اس کے لبوں کو سختی سے سک کرنے میں مگن تھا۔۔ مشال لغاری کی آنکھوں سے بھل بھل آنسوں بہہ رہے تھے۔۔ وہ نہیں برداشت کر سکتی تھی مزید اسے۔۔۔ لیکن اگر اسے روکنے کی کوشش کرتی تو خود کا ہی نقصان کرواتی۔۔۔ اریبی نے اس کی نائیٹی کو مکمل طور پر نیچے گراتے سختی سے اس کی دھڑکنوں پر اپنے ٹھنڈے ہاتھ کا لمس چھوڑا۔۔۔ وہ بے باکی سے اس کی دھڑکنوں پر اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑتے انہیں ہاتھوں میں بھرتے محسوس کر رہا تھا۔۔۔ مشال کی سسکیاں اس کے ہونٹوں میں ہی کہیں دب کر رہ گئی تھیں۔۔ پہلے ہی اس شخص کے جنگلی پن سے اس کی دھڑکنوں میں شدید جلن تھی اور اب پھر سے یہ انسان ان پر حاوی ہو چکا تھا۔۔ وہ بری طرح بے بس ہو کر رہ گئی تھی۔۔ اب وہ سوچتی تھی کہ اس سے اچھا وہ واقعی میں مر ہی جاتی۔۔ ایسے بھی تو وہ پل پل مر ہی رہی تھی۔۔ اچھا تھا ایک ہی مرتبہ میں جان چھوٹ جاتی اس کی۔۔۔ اریبی سختی سے اس کے لبوں پر ایک آخری مرتبہ شدت سے دانت گاڑتے تھوڑا پیچھے کو ہوا۔۔ ان دونوں کی سانسیں بری طرح پھول رہی تھیں۔۔ سانس روکنے کے چکروں میں مشال لغاری کا چہرہ شدید سرخ ہو چکا

تھا۔۔ مگر ہائے ظلم کہ وہ اس بے رحم کو پیچھے بھی نہیں ہٹا سکتی تھی۔۔۔اس کی آنکھوں سے مسلسل برسات جاری تھی جسے مقابل کسی کھاتے میں ہی نہیں لے رہا تھا۔۔تیزی سے اس کی گردن کے پاس جھکتے اریبی نے اس کی پہلے سے سرخ گردن کو پھر سے اپنی شدتوں سے رنگین کرنا شروع کیا۔۔ وہ اس کے چہرے کو دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔۔یہ سچ تھا کہ اس کے جسم میں مقابل اس وقت طلب بن کر دوڑ رہی تھی۔۔ اسے شدت سے مشال کی ضرورت تھی۔۔ تبھی سب کچھ بھلائے وہ بس ابھی اپنی تشنگی اور طلب مٹانے کے مصروف تھا۔۔اب اس کے پیچھے وجہ کیا تھی، اسے کیوں اس عورت کی ضرورت اور طلب محسوس ہو رہی تھی وہ خود نہیں جانتا تھا۔۔ ابھی سوچنے کا وقت نہیں تھا اس کے پاس۔۔۔ البتہ نرمی اس وقت بھی نہیں تھی۔۔ شاید وہ نرمی دکھانے والا انسان تھا ہی نہیں۔۔۔ اریبی نے اس کی نائیٹی کو مکمل اس کے جسم سے ہٹاتے سائڈ پر پھینکا۔۔ وہ اپنی جینز کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے اسے اپنی گود میں سہی سے ایڈجسٹ کر رہا تھا۔۔ البتہ چہرہ ابھی تک دھڑکنوں پر ہی تھا۔۔ وہ ایک ہاتھ سے اس سہی سے بٹھاتے اس کی دھڑکنوں کو سک کرنے میں مگن تھا۔۔ مشال لغاری اس وقت شدت سے موت کی دعائیں کر رہی تھی۔۔ اسے اب مر جانا ہی بہتر لگ رہا

تھا۔۔ اتنی تکلیف، اتنا درد؟؟ وہ زندہ نہیں رہنا چاہتی تھی اس طرح۔۔۔ لیکن پھر موت تو برحق ہے۔۔ موت نے تو اپنے وقت پر ہی آنا ہے۔۔۔ اریبی نے اسے اپنی گود میں ایڈجسٹ کر کے بٹھاتے جھٹکے سے اس میں شمولیت اختیار کی۔۔۔ مشال کی چیخ حلق میں ہی کہیں دب چکی تھی۔۔ سختی سے منع کیا تھا اس انسان نے ایسے وقت میں چیخنے سے۔۔۔ وہ اس کی بات ماننے پر مجبور تھی۔۔ اگر نا مانتی تو یہ شخص اسے بہت اذیت دیتا۔۔ وہ اپنے پاؤں کو سختی سے جکڑے اپنی کپکپاہٹ پر قابو پاتے بری طرح ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔۔ یہ چیزیں اس کے بس میں نہیں تھیں۔۔۔ آواز نا آئے سب تمہاری۔۔۔ ایسے ماتم کناں انداز میں رو کر تم خود کو مظلوم ثابت نہیں کر سکتی۔۔۔ اریبی اس کے بالوں کو گدی سے جکڑے سختی سے غرایا۔۔۔ وہ پھولتی سانسوں کے ساتھ تیزی سے اس میں حرکت کرتے اسے اذیت جبکہ خود کو سکون پہنچا رہا تھا۔۔ مشال لغاری اپنے ہونٹوں پر سختی سے دونوں ہاتھ جما کر اپنی ہچکیوں اور سسکیوں کو قابو کرنے کی کوشش کیے ہوئے تھی۔۔ اسے مار نہیں کھانی تھی۔۔ اریبی اسے جھٹکے سے بیڈ پر لٹاتے اس کے اوپر آتے پھر سے بے دردی سے اس میں داخل ہوا۔۔ اس کی شدتوں سے مشال کے جسم کے ساتھ ساتھ کمرہ بھی بری طرح لرز رہا تھا۔ آج بھی اس شخص کے لمس میں پہلی رات کی طرح وہی نفرت حقارت تھی جسے

مشال خود بھی بہت شدت سے محسوس کر رہی تھی۔۔۔ اسے خیر فرق نہیں پڑتا تھا۔۔ لیکن اس پر ظلم ہو رہا تھا۔۔ اریبی نے ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھتے بری طرح اس کے جسم میں اسٹروکس دیے۔۔ وہ اس کے جسم میں تیزی سے اسٹروکس دیتے اسے اپنے ہاتھ ہٹا کر چیخنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔۔ یہی تو وہ چاہتا تھا۔۔۔ نا اس عورت کی خاموشی برداشت تھی اور نہ ہی اس کی آواز۔۔ وہ بیچاری آخر کہاں جاتی؟؟ تیزی سے اس کے ہونٹوں پر جھکتے اریبی نے ہاتھوں سے بے رحمی سے اس کی دھڑکنوں کو مسلتے اس کے لبوں کو دانتوں سے کاٹا۔۔ وہ بری طرح اس پر حاوی اسے موت کے دہانے پر کھڑا کیے ہوئے تھا۔۔۔ مشال لغاری کی آنکھوں سے جیسے لہو برس رہے تھا۔۔۔ وہ بری طرح کانپ رہی تھی۔۔ اسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی تھی۔ ایسا لگتا تھا وہ کسی بھی وقت مر جائے گی۔۔۔ ہاتھوں سے تھوڑی سی مزاحمت کرتے مشال نے اسے خود سے دور کرنا چاہا۔۔۔ اس کا چہرہ خون چھلکا رہا تھا۔۔ اریبی اپنی ضرورت پوری کرتے جھٹکے سے اس پر گرا۔۔ کچھ وہ اس کی زیر ہوتی حالت کو دیکھتے اس کے ہونٹوں کو چھوڑ چکا تھا۔۔ وہ نہایت پھولتی سانسوں کے ساتھ اس پر لیٹے ہانپ کر رہ گیا تھا۔۔ دونوں کے جسم پسینے سے شرابور تھے۔۔۔ مشال کی گھٹی گھٹی سی سسکیاں برآمد ہو رہی تھیں۔۔ وہ بری طرح رو رہی تھی۔۔۔ کس بات کا ماتم منا رہی ہو؟! اپنی

سانسوں کو کچھ حد تک نارمل کرتے وہ اسے پوچھ رہا تھا جیسے اسے کچھ پتہ ہی نا ہو۔۔ اتنا ظالم شخص خدا کسی کو نہ دیتا۔۔ مشال نے بنا کوئی جواب دیے خاموشی سے اپنے دونوں ہاتھوں کو چہرے پر رکھا۔۔ وہ واقعی میں ماتم کناں انداز میں رو رہی تھی۔۔ کس سے چھپا رہی ہو اپنا چہرہ؟؟ واپس سے اس کے ہاتھوں کو چہرے سے ہٹا کر سر کے اوپر پن کرتے سرد لہجے میں استفسار کیا گیا۔۔ زہر لگی تھی اسے مقابل کی یہ عادت۔۔۔ خدا کرے تم برباد ہو جاؤ اریبی۔۔ خدا کرے تمھیں کبھی سکون نصیب نا ہو۔۔ تم حنان بھائی سے زیادہ ظالم ہو۔۔ تم۔۔ تم نے میرے اوپر ظلم کیا ہے۔۔۔ میں گنہگار تھی تو خدا کی تھی تمھیں میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔۔ میرا بدلہ خدا لے گا تم سے۔۔۔ تم برباد ہو جاؤ گے اریبی۔۔ ساری زندگی تم سکون کو ترسو گے۔۔۔ ہچکیوں سے روتے وہ اپنی ہمت ختم ہوتے دیکھ حلق کے بل چیخ اٹھی تھی۔۔ وہ اسے بددعائیں دے رہی تھی۔۔۔ اور یہ بددعا اس کے دل سے نکلی تھی۔۔ اریبی خاموشی سے اس کی باتیں سنتے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔ وہ چاہتا تھا ایک مرتبہ یہ بول لے اسی لیے کچھ نہیں کہا تھا۔۔۔ وہ بے حد سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ اور کچھ؟؟ اسے خاموش ہوتے دیکھ سرد لہجے میں اسے مزید بولنے کے لیے اکسایا گیا۔۔۔ اس کا لہجہ حد سے زیادہ برفیلہ تھا۔۔ مقابل اگر اپنا رونا چھوڑ کر اس کے لہجے پر غور کرتی تو یقیناً خوف کے مارے اس

کی جان ہی نکل جانی تھی۔۔۔ میں نے تمہاری بہن کو نہیں مارا تھا اریبی۔۔ تم مجھے ناحق سزا دے رہے ہو۔۔۔ تم اس بات کے لیے میرے اوپر ظلم ڈھا رہے ہو جس پر میں سرے سے قصوروار تھی ہی نہیں۔۔ خدا صرف تمھارا نہیں ہے۔۔ میرا بھی ہے۔۔۔ میرا بدلہ تم سے وہ لے گا اریبی۔۔ تم پاک صاف بن کے بھی اپنا معاملہ خدا کے سپرد نہ کر سکے اور میں گُنہگار ہو کر بھی اپنا معاملہ خدا کے سپرد کر رہی ہوں۔۔ تمھیں برباد کرے گا وہ بلکل ایسے ہی جیسے تم نے مجھے کر دیا ہے۔۔۔ مشال لغاری آج پھٹ پڑی تھی۔۔ وہ شدت سے روتے ہوئے حلق کے بل چیخ رہی تھی۔۔ اس کی آواز پورے کمرے میں گونج رہی تھی۔۔۔ تین دن ہو گئے تھے اسے یہ ظلم سہتے ہوئے۔۔ آخر وہ بھی ایک انسان تھی۔۔ صرف چار دنوں میں ہی اس کی حالت اتنی بری کر دی تھی اس شخص نے کہ اب اسے یہ چند بچی سانسیں بھی زہر لگتی تھیں۔۔ اچھا تھا کہ وہ مر ہی جاتی۔۔ تم میری بہن کے لیے قصوروار ہو۔۔ آخر کیوں تم یہ مظلومیت کا رونا رو کر مجھے زیر کرنا چاہتی ہو؟؟ تم نرمی کے لائق ہی نہیں ہو۔۔ ذرا سی نرمی پر زبان کھل گئی ہے تمہاری۔۔۔ میری بہن کے قتل میں تم بھی ملوث تھی پورا یقین ہے مجھے۔۔۔ اریبی نے سنجیدگی سے اس پر پھر سے باور کروایا۔۔۔ وہ اس نرمی کی بات کر رہا تھا جو اس نے کبھی برتی ہی نہیں تھی۔۔۔ البتہ وہ اس لڑکی پر کسی بھی طرح اپنی بہن کے

قتل کا الزام لگانے پر تلا ہوا تھا۔۔ مشال نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔۔ وہ کس طرح اسے آخر سمجھاتی۔۔۔ میں تمہاری بہن کے قتل میں ملوث نہیں تھی۔۔ دھیرے سے کہتے اس نے پھر سے اپنا آپ بے قصور ثابت کرنا چاہا۔۔۔ کیا تم اس کی دوست نہیں تھی؟؟ کیا تم آیت کی کلاس میں نہیں پڑھتی تھی؟؟ اریبی نے دل پر پتھر رکھتے سنجیدگی سے سوال داغا۔ آیت کے نام پر اس کے دل میں کرچیاں سی چبھنے لگتی تھیں۔۔ یاد آتا تھا کتنی بری حالت میں اس نے اپنی بہن کو کچرے سے اٹھایا تھا۔۔ ہاں لیکن۔۔ مشال حامی بھرتے ابھی کچھ بولتی کہ اریبی نے پھر سے سوال داغا۔۔ کیا تم نے اسے اپنے بھائی سے دوستی کرنے پر مجبور نہیں کیا تھا؟؟ خود پر ضبط کرتے پھر سے سوال کیا گیا۔۔ جیسے جیسے وہ پوچھ رہا تھا ویسے ویسے اس کی آنکھیں شدید سرخ ہوتی جا رہی تھیں۔۔ اسے نفرت بو رہی تھی اس چہرے سے ! ! ! لیکن یہاں بھی میں قصور وار نہیں بنتی۔۔۔ مشال نے روتے ہوئے ایک طرح سے حامی ہی بھری تھی۔۔ یہ سچ تھا کہ وہ اس وقت ایک ٹین ایجر لڑکی تھی۔۔ جو یہ پتہ چلنے پر کہ اس کی دوست حنان کو پسند کرتی ہے وہ بھی بہت زیادہ ایکسائٹڈ ہو گئی تھی۔۔ باقی سب کی طرح اس نے بھی بول بول کر آیت کی اس چھوٹی سی پسند کو محبت میں بدلوا دیا تھا۔۔۔ تب وہ اپنے بھائی کے کرتوتوں سے واقف نہیں تھی۔۔ اسے بس خوشی ہو رہی تھی۔۔۔ تم قصور

وار بنتی ہو لڑکی۔۔ تمھیں پتہ تھا تمھارا بھائی گھٹیا ہے لیکن پھر بھی تم نے اسے بڑھاوا دیا۔۔ تم سب کے سب قصور وار ہو میری آیت کے قتل میں۔۔ جھٹکے سے اس کے اوپر سے اٹھتے اریبی نے غراتے ہوئے پھر سے اس پر الزام داغا۔۔ شاید وہ غلط تھا یہاں۔۔ یا پتہ نہیں شاید سہی بھی تھا۔۔۔ میں نے تمہاری بہن کا قتل نہیں کیا اریبی۔۔۔ میں اس وقت بھائی کے پنگوں سے واقف بھی نہیں تھی۔۔ میرے مرے ہے باپ کی قسم میں ناواقف تھی۔۔۔ مشال شدت سے چیختے ہوئے اپنے مرے باپ کی قسم بھی اٹھا چکی تھی۔۔ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اس عورت کو زندگی میں حنان سے بھی زیادہ اپنی ماں سے بھی بلکہ سب سے زیادہ محبت صرف اپنے باپ سے تھی۔۔۔ وہ اپنے باپ سے بے حد اٹیچ تھی۔۔۔

اریبی نے اسے پھر سے چیختے دیکھ اپنا آپا کھوتے ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر جڑا۔۔ اب تک کتنے تھپڑ ہو گئے تھے ان کی تو گنتی بھی نا ممکن تھی۔۔۔ ڈوب کے مر جانے کا مقام ہے تمہارے اوپر کہ اپنے فرشتہ صفت باپ کی جھوٹی قسم اٹھا رہی ہے۔۔ ارے قبر میں تو چین سے سونے دو اسے۔۔ اس کے چہرے پر بری طرح پھنکارتے اریبی نے ایک آخری نظر اس کے بری طرح ہلکتے وجود پر ڈالتے پیچھے کو ہوتے

اپنی شرٹ اٹھاتے پہنی۔۔ وہ نہایت سنجیدہ اسپاٹ چہرے کے ساتھ تیزی سے اپنی شرٹ پہنتے جینز کو درست کرتے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ اگر وہ یہاں رہتا تو یقیناً اس لڑکی کا قتل کر دیتا۔۔ وہ کیسے اپنے باپ کے متعلق اتنی بڑی جھوٹی قسم اٹھا سکتی تھی۔۔ اس کا دماغ خراب ہوا پڑا تھا۔۔ تبھی ہسپتال کے بہانے وہ گھر سے ہی باہر نکل چکا تھا۔۔۔ پیچھے مشال لغاری ایک مرتبہ پھر سسکتے ہوئے ماتم کناں انداز میں روتے ہوئے اپنے نصیبوں کو رو رہی تھی۔۔ اس کے دو میں شدت سے موت کی دعائیں چل رہی تھیں۔۔ کاش کہ خدا اسے اس ظالم انسان سے بچا لیتا۔۔۔

94/2

یہ تقریباً صبح کا وقت تھا جب اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے۔۔ خان ولا کے لوگوں کو ایک پل کا بھی سکون نہیں تھا۔۔ پریشانی اتنی تھی کہ ان میں سے کسی کو بھی کھانے تک کا ہوش نہیں رہا تھا۔ راحیل خان کو ہوش نہیں آرہا تھا اور یہاں سب کی جان پر بنی ہوئی تھی۔۔ شاہ ولا سے بھی کافی لوگ یہیں پر موجود تھے۔۔ اشنا اور زاویار شاہ بھی رات سے ادھر ہی تھے۔۔ آبان خان ایک طرف کھڑا سنجیدگی سے راحیل کے

لیے دعائیں کر رہا تھا۔۔ وہ کل رات سے ایک منٹ کے لیے بھی نہیں بیٹھا تھا۔۔ اس کی خود کی سانسیں سینے میں اٹکی ہوئی تھیں۔۔ دو دفعہ تو وہ سب سے چھپانے کی خاطر واشروم میں جاتے رو کر بھی آیا تھا۔۔ یہ سچ تھا کہ راحیل خان کی حالت نے سب کے ہاتھ پاؤں پھلا دیے تھے۔۔ چوبیس گھنٹے ہونے میں کچھ گھنٹے ہی باقی رہتے تھے۔۔ راحیل کو ابھی تک ہوش نہیں آیا تھا۔۔ ڈاکٹرز کوئی تسلی بخش جواب دینے پر راضی نہیں تھے۔۔ وہ سب بس دعائیں ہی کر سکتے تھے۔۔ کتنا مشکل تھا اپنے جگری بھائی کو اس حالت میں دیکھنا کوئی اس سے پوچھتا۔۔۔ وہ اس دن کے لیے ڈرتا تھا۔ اسی دن کے لیے راحیل کو منع کرتا تھا۔۔ مگر مجال ہے جو کبھی راحیل خان نے اس کی سنی ہو۔۔ وہ ہمیشہ سے اپنی کرتے نقصان ہی اٹھاتا آیا تھا۔۔ جیسے آج بھی وہ ہسپتال کے بستر پر پڑا زندگی اور موت کی ایک سنگین جنگ لڑ رہا تھا۔۔ اسے پہلے سے ہی خطرہ تھا تبھی وہ راحیل کو مہرماہ سے دور رہنے اور مدحا کے دل کے فضول کی امیدیں جگانے پر منع کرتا تھا۔۔ مگر وہ شخص سنتا ہی کہاں تھا بھلا اس کی؟؟ وہ کہتا تھا کہ وہ کبھی دوسری محبت نہیں کرے گا۔۔ لیکن آبان خان جانتا تھا کہ اسے دوسری محبت ہو چکی ہے جس کا جیتا جاگتا ثبوت اس کی بربادی تھی۔۔ راحیل خان کے لیے ہمیشہ سے ہی محبت کا دوسرا نام بربادی رہا تھا۔۔ ابھی بھی یہی کچھ ہو رہا تھا۔۔ وہ شخص برباد ہو گیا تھا۔۔ مہرماہ نامی

عورت سب کچھ جانتے بوجھتے بھی کہ اُس کا کوٹھے سے نکلنا آسان نہیں ہے اسے پھنسا چکی تھی۔۔ ایسا آبان خان کو لگتا تھا۔۔۔

وہ سب کاریڈور میں کھڑے ابھی پریشانی کے عالم میں دعائیں کرنے میں مصروف تھے کہ ایک ڈاکٹر کو اکنی طرف آتا دیکھ آبان خان تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔۔ زارا بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔۔ اس لڑکی نے خود رو رو کر حشر کر لیا تھا۔ اس کی آنکھیں بھی سوجی ہوئی تھیں۔۔ ڈاکٹر۔۔۔آبان خان نے ڈاکٹر کی طرف جاتے اپنی سرخ سوالیہ نظریں اس پر گاڑی۔۔ وہ راحیل کے متعلق پوچھنا چاہتا تھا۔۔ اس کے پیچھے ہی رفیق خان بھی اٹھتے آگئے تھے۔۔ وہ تو پہلے بھی بار بار آئی سی یو کے باہر جاتے راحیل کو دیکھ کر آرہے تھے۔۔ وہ سب ہی بہت پریشان ہو کر رہ گئے تھے۔۔ ڈاکٹر نے ایک نظر سب کو دیکھتے ایک گہری سانس بھری۔۔۔پیشنٹ مہرماہ کو ہوش آگیا ہے۔۔۔ لیکن انہیں سانس۔۔۔۔ڈاکٹر ابھی بات مکمل کرتا کہ آبان خان سنجیدگی سے اسے ٹوک چکا تھا۔۔۔ میں نے راحیل کے متعلق پوچھا ہے۔۔ سنجیدگی سے اس پر باور کروایا گیا۔۔۔ اسے بس راحیل کی پڑی تھی۔۔۔ راحیل کو بھی ہوش آگیا ہے لیکن ان کی حالت پھر سے خراب ہونے لگی تھی اس لیے انہیں دوبارہ سے انجیکشن لگایا ہے۔۔۔

کچھ دیر صبر کریں اللہ بہتر کرے گا۔۔۔ باقی مہرماہ مسلسل راحیل کو پکار رہی ہیں۔ اگر وہ کوئی اور راحیل ہے تو انہیں بلا دیں پلیز اُن کی حالت خراب ہو رہی تھی۔۔ پروفیشنل لہجے میں کہتے وہ جنہیں نہیں پتہ تھا انہیں شاک دے رہے تھے۔۔ جبکہ آبان خان نے اس کی بات کو محض ہوا میں اڑایا۔۔۔ راحیل خود اتنی بری حالت میں تھا۔۔۔ وہ بھلا کیسے ملتا کسی سے ! ! ! جبکہ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اگر مہرماہ کو راحیل سے اتنی ہی فکر یا محبت ہوتی تو وہ اسے پھنساتی ہی نہیں۔۔ اسے تو سارا غصّہ ہی خاص کر مہرماہ پر تھا۔۔۔ ڈاکٹر میرے راحیل کو بچا لیں آپ پلیز۔۔ رفیق خان نے ڈاکٹر کی طرف دیکھتے حیسے التجا سی کی۔۔۔ انہیں رہ رہ کر اپنے بیٹے کی فکر کھائے جا رہی تھی۔۔۔ کچھ دیر تک ہوش آجائے گا انہیں بھی مل لیجئے گا آپ لوگ ان سے۔۔ شکر ہے کہ وہ دونوں خطرے سے باہر ہیں۔۔ آپ لوگ پریشان مت ہو بس زخم ہیں جنہیں بھرنے میں کچھ وقت لگے گا۔۔ باقی وہ بلکل ٹھیک ہیں۔۔۔ پروفیشنل لہجے میں کہتے ڈاکٹر نے اپنے قدم واپسی کی جانب لیے۔۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مہرماہ جس راحیل کا نام لے رہی ہے وہ وہی ہے جو کوڈ بستر پر پڑا ہے۔۔ آبان خان اور باقی سب نے بے ساختہ ہی شکر کا سانس بحال کیا۔۔ راحیل ٹھیک ہے یہ خبر ہی ان کی اٹکی سانسیں بحال کر گئی تھی۔۔ شکر تھا کہ وہ بچ گیا تھا۔۔ اب قسمت اس کے لیے اتنی بھی بے رحم نہیں

تھی۔۔۔ جبکہ باقی سب جنہیں مہرماہ اور راحیل کے متعلق کچھ پتہ ہی نہیں تھا وہ سب اب گھر جا کر تسلی سے ان لوگوں سے اس متعلق پوچھنے والے تھے۔۔ ابھی سہی وقت بھی نہیں تھا۔۔ جبکہ اب سارے مطمئن ضرور نظر آرہے تھے۔۔ ورنہ کل رات سے تو ان سب کی جان پر بنی ہوئی تھی۔۔

آبان خان ایک گہری سانس بھرتے کاریڈور میں رکھی کرسی پر جاتے بیٹھا۔۔ اپنا زخم تو اس نے ڈاکٹر کو بھی نہیں دکھایا تھا۔۔ حالانکہ اسے گولی چھو کر گزری تھی۔۔ لیکن یہاں پرواہ کسے تھے بھلا؟؟ اسے تو بس راحیل کی پڑی تھی۔۔ یہ تو شکر تھا کہ درفشاں یہاں نہیں تھی۔۔ ورنہ یقیناً وہ اس کی لاپرواہی پر اس سے ناراض ہو جاتی۔۔ درفشاں سے اس کی فون پر ہی بات ہو رہی تھی۔۔۔ تبھی اسے پتہ نہیں تھا ابھی تک۔۔ اس کے بس اسے ہی خود سے ہلکی سی پٹی کی ہوئی تھی جو محض خون روکنے کے کام آئی تھی۔۔۔ ٹینشن اتنی تھی کہ وہ اب تک یونہی کپڑوں میں ملبوس تھا جن پر ڈھیروں راحیل خان کا خون لگا تھا۔۔ کرسی پر بیٹھتے اس نے بے ساختہ ہی اپنی سرخ آنکھیں مسلتے پیچھے کو ٹیک لگاتے آنکھیں موندی۔۔ سر شدید درد سے پھٹ رہا تھا اس کا۔۔۔ کچھ وہ سب

ہی کل کے بھوکے تھے۔۔ سچ تو یہ تھا کہ کسی کا کھانے کی طرف دھیان گیا ہی نہیں گیا تھا۔۔۔۔

زارا بیٹے منہ دھو کر آجاؤ تم۔۔ اب تو ٹھیک ہے راحیل۔۔ دیکھو کتنی بری حالت ہو رہی ہے تمہاری۔ عزرا خان نے زارا کی طرف جاتے اسے ہدایات دیں۔۔ وہ جب سے آئی تھی تب سے رو ہی رہی تھی۔ آخر کو اس کا اکلوتا بھائی تھا۔۔ راحیل کو تکلیف میں دیکھ کر وہ خوش کیسے رہ سکتی تھی بھلا؟؟ میں ٹھیک ہوں بڑی ماما۔۔۔ چادر سے اپنے آنسوں صاف کرتے دھیرے سے جواب دیا گیا۔۔ اس کی آواز زکام زدہ سی معلوم ہوتی تھی۔۔ اس کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی اوپر سے راحیل کی ٹینشن۔۔ جب سے وہ یہاں آئی تھی تب سے معاذ شاہ کی نظریں وہ بخوبی اپنے اوپر محسوس کر رہی تھی۔۔ مگر مجال تھی جو اس لڑکی نے ایک مرتبہ بھی نظریں اٹھا کر اسے دیکھنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔ اسے کوئی ضرورت نہیں تھی اس شخص کو دیکھنے کی۔۔ پہلے کیا کم مسئلے تھے جو وہ ان چکروں میں پڑتی۔۔۔ نہیں ٹھیک ہو تم بچے۔۔ جاؤ شاباش اٹھ کر منہ دھو کر آؤ۔۔ عزرا بیگم نے اس کی حالت دیکھتے پھر سے زور دیا۔۔ وہ اسے تھوڑا ریلکس کرنا چاہ رہی

تھیں۔ اب تو راحیل ٹھیک ہو گیا تھا اب بھلا کیا مقصد تھا رونے کا۔۔ زارا خان خاموشی سے اپنے آنسوں صاف کرتے کرسی سے کھڑی ہوئی۔۔ اب عزرا بیگم اتنا فورس کر رہی تھیں تو اچھا نہیں لگتا تھا وہ ان کی بات ٹالتی۔۔ اسی لیے خاموشی سے ایک نظر سب کو دیکھتے وہ آگے کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔ اس کا مقصد منہ دھونے کا تھا تاکہ تھوڑا فریش ہو سکے۔۔۔ معاذ شاہ جو کب سے کھڑا اسی کی ایک ایک حرکت نوٹ کر رہا تھا وہ اسے ایک سائڈ پر جاتے دیکھ موقع کی مناسبت کو ایک نظر دیکھتے چھپتے چھپاتے اس کی پیچھے ہی بڑھا۔۔ اسی موقع کے انتظار میں تو تھا وہ۔۔۔ سارے ہی اپنی اپنی باتوں میں مصروف تھے۔۔ کسی نے بھی ان دونوں کو نوٹ ہی نہیں کیا تھا سوائے عدیل شاہ نے جو دیکھتے ہی ایسے ہو گیا تھا جیسے اس نے کچھ دیکھا ہی نہیں۔۔ ان دونوں کی بھی شادی ہونے والی تھی اب روک ٹوک کا کیا فائدہ بھلا۔۔۔

زارا خان کاریڈور سے گزرتے ایک سائڈ پر بنے واٹر کولر کی طرف بڑھی۔۔ وہ اس وقت پٹھانی فراک میں ملبوس تھی۔۔ اپنی کاسٹ کے مطابق وہ کبھی کبھی ایسے لباس پہن لیا کرتی تھی۔۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کوئی دبے قدموں اسی کی سپیڈ سے

اس کے پیچھے آرہا ہے۔ وہ بس اپنے دھیان چل رہی تھی۔۔ جبکہ دماغ میں یہ چل رہا تھا کہ وہ آخر کیسے راحیل کو منائے۔۔ اسے بس راحیل کی فکر تھی۔۔ وہ ابھی واٹر کولر تک پہنچنے کی والی تھی کہ معاذ شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔۔ آگے لوگ کھڑے تھے۔ وہ اس سے اکیلے میں ملنا چاہتا تھا۔۔ تبھی اسے بروقت ہی پکڑتے اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔۔ زارا خان ڈرتے ابھی چیختی کہ اس شخص نے پہلے ہی اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔۔۔ وہ جانتا تھا اس تیز لڑکی کو۔۔ اسی لیے بچاؤ کر گیا تھا۔۔ معاذ شاہ اسے اپنے ساتھ لیے بلکل ایک کونے والی سائڈ پر ہوا۔۔ مشکل ہی تھا یہاں کسی کا آنا۔۔ وہ اس کے منہ پر سختی سے ہاتھ جمائے جبڑے بھینچے یہاں آیا تھا۔۔ کیونکہ مقابل نے اپنے ناخن اس کی کلائی اور گاڑ رکھے تھے۔۔ اس نے ابھی تک معاذ کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔۔۔ وہ بھلا کیسے اعتبار کرتی کسی پر۔۔ معاذ شاہ نے خاموشی سے اسے کھینچتے ہوئے ایک سائڈ پر ہوتے اسے دیوار کے ساتھ لگایا۔۔ وہ خود اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔جبکہ دونوں ہاتھ دیوار پر اس کے اِرد گرد رکھتے وہ اس کے نکلنے کا راستہ مسترد کر چکا تھا۔۔ زارا خان جو ڈر رہی تھی کہ پتہ نہیں آخر کون ہوگا اپنے سامنے معاذ شاہ کو دیکھتے اس نے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچے۔۔ اس شخص کو ہاسپٹل میں بھی چین نہیں تھا۔۔ پہلے بھی اس کی نظروں سے وہ بہت تنگ آرہی تھی اور اب یہ انسان اسے گھسیٹ کر اپنے

ساتھ ہی یہاں لے آیا تھا۔۔ اسے بے ساختہ ہی غصّہ آیا تھا۔۔ کیا مسئلہ تھا آخر اس انسان کے ساتھ۔۔۔ بھر بدتمیز ہو تم۔۔ اتنے بڑے ناخن جنگلی بلیوں کے ہوتے ہیں۔۔ ایک نظر اپنی کلائی کو دیکھتے معاذ شاہ نے مصنوعی خفگی سے اسے ڈپٹا۔۔ اس کی نظریں اپنی کلائی کی طرف تھی جہاں سے ہلکا ہلکا سا خون رس رہا تھا۔۔ بہت تیز سے اس کے ناخن۔۔ اسے بہت غصّہ تھا اس لڑکی پر لیکن ابھی ذرا وہ اس کی حالت بھی دیکھ رہا تھا تبھی نارمل رہنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ مقابل بہلے ہی اپنے بھائی کے لیے بہت پریشان تھی۔۔ میرے ناخن بڑے ہو یا چھوٹے آپ کو کیا تکلیف ہے آخر؟؟ اور یہ کیا بدتمیزی تھی؟؟ زارا خان نے سنجیدگی سے اپنے سینے پر ہاتھ باندھے۔۔ وہ اسی کے انداز میں اس سے یہاں کھینچنے کے متعلق استفسار کر رہی تھی۔۔ معاذ شاہ نے اسے دیکھتے ایبرو اُچکائی۔۔ یہ بھی ٹھیک تھا کہ وہ خود ہی غصّہ کرنے بیٹھ گئی تھی۔ حالانکہ اُس کا ناراض ہونے کا حق بنتا تھا۔۔ وہ ترستا رہا تھا اس سے بات کرنے کو۔۔ مگر مجال تھی جو اسے رحم آیا ہو۔۔۔ تم میری کال نہیں اٹھا رہی جب سے ہم آخری مرتبہ ملے تھے تب سے اب تک تم نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی۔۔ میں نے تمہیں ہزاروں کالز کی تم نے ایک نہیں اٹھائی۔۔ یہ اصل بدتمیزی تھی۔۔ سنجیدگی سے اسے بتایا گیا۔۔ اس کے لہجے میں شکوہ جھلک رہا تھا۔۔ یہی تو وہ اس سے پوچھنا چاہتا تھا۔۔۔ نہیں مجھے ایک

بات بتائیں کیا میں آپ کے حکم کی پابند ہوں؟؟ یا پھر ابھی ہمارے درمیان ایسا کوئی رشتہ ہے کہ میں بے دھڑک آپ سے ساری ساری رات باتیں کرتی پھروں؟ میرے ہاتھ، میرا موبائل، میری مرضی، جب آپ حق رکھے گیں تب ہی سوال کریے گا مجھ سے۔۔ ابھی آپ پوچھنے کا بھی حق نہیں رکھتے۔۔ سنجیدگی سے ایک ایک لفظ چباتے وہ جیسے اسے اس کی اوقات یاد دلا رہی تھی۔ کم از کم ایسا معاذ شاہ کو محسوس ہوا تھا۔۔ مگر حقیقت یہی تھی کہ وہ حق پر رہ کر بات کر رہی تھی۔۔ شاید وہ سہی تھی۔۔۔ ہمم تمہاری مرضی؟؟ میں نے کوئی ڈھیروں باتیں تو نہیں کرنی تھی تم سے۔۔ صرف اتنا کہا تھا کہ ایک بات سن لو میری۔۔ کیا تم اتنا بھی نہیں کر سکتی تھی میرے لیے۔۔ نہایت سنجیدگی سے سوال داغا گیا۔۔۔ اس کے اندر غصے کے اُبال اٹھ رہے تھے۔۔ مگر وہ شادی سے پہلے ہی اپنے اور اس کے درمیان بدگمانیاں پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔۔ تبھی نارمل رہ کر بات کرتے خود پر ضبط کر رہا تھا۔۔۔ ہاں نہیں کر سکتی تھی۔۔ راستہ چھوڑیں میرا۔۔ اپنی چادر کو درست کرتے زارا خان نے اس کی سائڈ سے نکلنا چاہا۔۔ لیکن آگے مقابل کا ہاتھ تھا۔ اس سے پہلے وہ پھر سے یہیں رونے بیٹھ جاتی اسے بس کسی طرح یہاں سے نکلنا تھا۔۔ اس شخص سے مل کر ساری پرانی باتیں یاد آنے لگی تھیں۔۔ معاذ شاہ نے سپاٹ نظروں سے اسے دیکھتے تھوڑا مزید آگے کو ہوتے اسے

دونوں کندھوں سے تھاما۔۔ وہ اسے تھامے جھٹکے سے اس کا رخ اپنی طرف کرتے اسے اپنے نزدیک کر چکا تھا۔۔ جبکہ کندھوں پر اس کی پکڑ بہت سخت تھی۔۔ تمھارے سارے راستے مُجھ پر ہی آکر ختم ہوتے ہیں مس زارا خان۔۔ میں اگر تمہارے ساتھ نرمی برت رہا ہوں تو اس کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ تم جو جی میں آئے وہ کرو۔۔ چند دنوں میں ہماری شادی ہے۔۔ بہتر ہے اپنا لہجہ اور ٹون دونوں کو ٹھیک کرنے کی پریکٹس کرتی رہو۔۔ اچھی رہ جاؤ گی۔۔ نہایت سخت برفیلے لہجے میں کہتے وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے ہوئے تھا۔۔ جبکہ کندھوں پر گرفت نہایت سخت تھی۔۔ زارا خان رونے لگی تھی شاید اسی وجہ سے۔۔۔ جتنا وہ اپنے غصے پر کنٹرول کر رہا تھا یہ لڑکی اتنا ہی اس کا پارہ ہائی کر رہی تھی۔۔ یہ پچھلے اتنے دنوں کا غصّہ تھا جو اب چھوٹی سی بات پر نکل رہا تھا۔۔۔ آپ ہوتے کون ہیں مجھ پر اس طرح حکم چلانے والے؟؟ زارا خان نے روتے روتے سوال داغا۔۔ اسے اپنے کندھوں میں درد محسوس ہونے لگا تھا۔۔ اتنی سخت پکڑ تھی اس شخص کی۔۔۔ میں تمھارا ہونے والا شوہر ہوتا ہوں۔۔ کیوں اپنے پیچھے خوار کروا رہی ہو زارا۔۔ میں محبت کرتا ہوں تم سے تو کیوں آخر تم اس محبت کا پاس نہیں رکھ سکتی۔۔ معاذ شاہ نے کرب سے سوال کرتے اپنی گرفت ہلکی کی۔۔ اسے کبھی کبھی اس کے ساتھ ساتھ خود پر ترس بھی آتا تھا۔۔ آخر کہاں محبت کر

بیٹھا تھا وہ۔۔ اس لڑکی کو اپنے بھائی کے علاوہ کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا۔۔ اب تو اسے بھی ریئلائز ہونے لگی تھی یہ بات۔۔۔یا شاید وہ غلط تھا۔۔ آپ نے محبت کی ہے یہ آپ کا مسئلہ ہے۔۔ میں نے شادی کے لیے حامی بھر تو دی ہے مگر میں آپ سے محبت نہیں کرتی۔۔ اور نہ ہی میں شادی سے پہلے یہ فضول کے چونچلے پال سکتی ہوں۔۔ جتنا برا میں نے اپنے ساتھ کرنا تھا میں کر چکی ہوں۔۔ مزید میں اپنی وجہ سے کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتی۔۔۔ سوں سوں کرتے زارا خان نظریں جھکائے اسے سچ بتا رہی تھی۔۔۔اس بے حد رونا آرہا تھا۔۔ کسی کو کیا پتہ کہ اس حادثے کے بعد اس کی راتیں کیسے گزرتی تھیں۔۔ وہ ساری ساری رات بس رونے میں گزار دیتی تھی۔۔ کچھ دوستوں کی طرف سے ملنے والے دھوکا، کچھ اپنوں کی بے رخی، بھائی کی آنکھوں میں موجود ہے اعتباری، اپنے خواب چھوڑ کر اچانک ہوتی شادی، گھر میں پولیس کا آجانا، یونی انتظامیہ کا اسے یونیورسٹی سے نکال دینا، معاذ شاہ کے لیے دل میں ملتے نئے انوکھے غصے اور محبت کے ملے جلے ہلکے پھلکے جذبات جن کے متعلق آج تک اس نے کسی کو بتایا نہیں تھا، یہ گلٹ کہ اس نے انجانے میں ہی سہی لیکن کسی کو زہر دیا ہے۔۔۔یہ سب کچھ ایک ساتھ ملتے اسے کسی ٹراما میں گھسیٹ رہے تھے۔۔ اسے خود کو اس ٹراما سے نکلنے کا واحد حل شادی لگ رہا تھا لیکن آگے مقابل بھی تو اسے سپورٹ کرتا۔۔ وہ بنا اس کی سنے، بنا

اس کے دل کا حال جانے بس اپنا ہی غصّہ کرنے میں لگا ہوا تھا۔۔ زارا خان بھی آخر کس حد تک برداشت کرتی۔۔ اس کا دماغ ہمیشہ سن رہنے لگا تھا۔ صرف اسی ٹراما میں رہ رہ کر۔۔کیا مطلب ہے تمہارا فضول کے چونچلے؟؟ معاذ شاہ نے آہستگی سے سوال کیا۔۔۔ اس کے سیدھا دل پر لگی تھی یہ باتیں۔۔ مقابل کو اس سے کوئی محبت نہیں ہے یہ تو وہ بہت اچھے سے جانتا تھا۔۔ لیکن وہ ایسے بولے گی ایسے اُمید نہیں تھی۔۔ اس کے لہجے میں محض ٹوٹی کرچیاں تھیں۔۔ جبکہ چہرے پر کرب پھیلا ہوا تھا۔۔ ہاں فضول کے چونچلے۔۔ دیکھیں معاذ شاہ اگر تو آپ صرف اس وجہ سے مجھ سے نکاح کر رہے ہیں کہ میں نے آپ کو زہر دیا ہے تو۔۔۔ زارا خان سنجیدگی سے بات مکمل کرتی کہ اس کی دھاڑ پر اس نے بے ساختہ ہی سہمتے ہوئے اسے دیکھا۔۔ مقابل چیخ اٹھا تھا۔۔ تمھیں میں اتنا گھٹیا لگتا ہوں کہ بدلے کی خاطر نکاح کروں گا تم سے؟؟ معاذ شاہ اسے خون آشام نظروں سے گھورتے ہوئے دھاڑا۔۔ یہ لڑکی ایسا کچھ سوچ بھی کیسے سکتی تھی۔۔ وہ بے یقین تھا۔۔۔ کیا اسے اعتبار نہیں تھا۔۔ زارا خان کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔۔ وہ نگاہیں جھکائے رونے لگی تھی۔۔۔ معاذ اسے سمجھتا ہی نہیں تھا۔۔ وہ اس کی بات تو پوری ہونے دیتا۔۔ بولو بتاؤ مجھے کیا تم اتنا گھٹیا سمجھتی ہو مجھے؟؟ یو نو واٹ زارا۔۔ جتنا میں تمہارے پیچھے پاگل ہوا ہوں جب سے تم اتنی ہی میرے سے دور بھاگ

رہی ہو۔۔ کیا مقصد تھا آخر اس بات کا تمہاری؟ تم یہی چاہتی ہو کہ میں غصے میں آکر رشتہ ختم کر دوں؟؟ غراتے ہوئے پوچھتے وہ بات کو نجانے کہاں سے کہاں لے کر جا چکا تھا۔۔ وہ خود سے ہی باتیں بنا رہا تھا۔۔ ابھی وہ بہت غصے میں تھا۔۔ دماغ کام نہیں کرتا تھا ایسے وقت میں ! ! ! میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔۔ میں جو اگر شادی سے انکار کرنا چاہوں تو پوری دنیا بھی مل کر مجھے آپ سے شادی کرنے پر راضی نہیں کر سکتی۔۔ میں یہ کہہ رہی تھی کہ کہیں آپ کے دل میں زہر والی بات ابھی بھی نا ہو ! ! بات آپ نے پوری نہیں سنی میری۔۔ میں آپ کی غلام نہیں ہوں جو اس طرح چیخ کر اپنی مردانگی ظاہر کر رہے ہیں۔۔ زارا خان روتے دبی آواز میں چیخی۔۔ یہ سچ تھا کہ ایک ٹائم کے لیے وہ ڈر گئی تھی۔۔ لیکن اگر آج اپنی عزت پر کمپرومائز کرتی تو ساری زندگی مقابل چھوٹی چھوٹی باتوں پر اسی طرح چیختا۔۔ جو اسے کسی صورت برداشت نہیں تھا۔۔ اس کے بھائی نے اسے جیسے رکھا تھا اس کی ایکسپکٹشنز بہت بائی تھیں۔۔ مجھے اپنی مردانگی ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔ تم نے بات کو کوئی اور رخ دیا ہے۔۔۔ اور دوسری بات تم انکار کر بھی نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے علاوہ تمہارے پاس کوئی اور آپشن نہیں ہے۔۔ معاذ شاہ نہایت سنجیدگی سے غرایا۔۔۔ مارے ضبط کے اس کے ماتھے کی رگیں پھولنے لگی تھیں۔۔۔ اسے جلدی سے غصّہ آتا نہیں تھا۔۔ مگر جب آتا تھا تو اگلے انسان کی خیر

نہیں ہوتی تھی۔۔پتہ نہیں زارا ابھی تک اس کے ہاتھوں بچ کیسے گئی تھی۔۔ وہ ابھی تک اسے کندھوں سے تھامے ہوئے تھا۔۔مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے ایسے اوچھے ہتھکنڈے آزمانے کی۔۔ بات جو کھری اور سچ ہے وہی کی ہے میں نے ! ! میرا راستہ چھوڑیں ورنہ میں ایک اور مرتبہ آپ کو راحیل بھائی سے پٹوانے میں ذرا نہیں ہچکچاؤں گی۔۔ زارا خان نے اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے اس کے ہاتھ کو ہٹانا چاہا۔۔ اسے جلد سے جلد یہاں سے نکلنا تھا۔۔ ضروری نہیں تھا جو ہمت باندھ رکھی تھی اس کی مدت کچھ زیادہ ہی لمبی ہوتی۔۔یہ کسی بھی وقت ختم ہو سکتی تھی۔۔ ہنہہ ! ! وہی بھائی جو خود بستر پر پڑا ہے؟ تمسخرانہ سا انداز۔۔۔ وہ بھول گیا تھا کہ وہ کس سے کس کے متعلق بات کر رہا ہے۔۔ اسے بس غصّہ آیا تھا۔۔۔ بکواس مت کریں میرے بھائی کے متعلق۔۔۔ وہ ٹھیک ہو جائے گیں بہت جلد۔۔ اور یاد رکھیے گا معاذ شاہ۔۔ آپ کا یہ آج کا روپ دیکھ کر میرا واقعی میں دل آپ سے بدگمان ہو چکا ہے۔۔ حد سے زیادہ خود غرض اور مطلب پرست انسان ہیں آپ۔۔ اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ اپنے آنسوؤں پر ضبط کرتے دل میں آئی بات اُگل گئی تھی۔۔ میں بکواس کر رہا ہوں تو تم کیا کر رہی ہو؟میں نے تمہاری خاطر کیا کچھ نہیں کیا۔۔۔اور بدلے میں تم میرے ساتھ اس طرح کا سلوک کر رہی ہو؟ ہماری شادی ہونے والی ہے زارا۔۔ جس طرح کا تم برتاؤ کر رہی

ہو اس طرح گھر نہیں چلتے۔۔ اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ جمائے وہ تھوڑا نارمل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ اس کا ہرگز بھی یہ مطلب نہیں تھا کہ اسے اپنے سے بدگمان کر دے۔۔ میں نے کچھ نہیں کیا۔۔ آپ بلاوجہ شروع سے مجھے تنگ کرتے آئے ہیں۔۔ کبھی آپ نے مجھے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔۔ آپ کے لیے ہر چیز مذاق ہے۔۔ میں اتنے دنوں سے کس تکلیف میں ہوں کس ٹراما سے گزر رہی ہوں یہ سب کچھ چھوڑ کر آپ کو بس آپکی پڑی ہے کہ میں نے کال نہیں اٹھائی۔۔ کبھی مجھ سے وجہ پوچھی کہ کیوں میں آپ سے بات نہیں کرتی؟؟ آپ کو صرف اپنا آپ نظر آتا ہے۔۔ روتے ہوئے نظریں جھکائے وہ تھوڑا تھوڑا اس کے سامنے کھلنے لگی تھی۔۔ یہ دل میں چھپی باتیں تھی جو وہ اسے بتا رہی تھی۔۔۔ تو بتاؤ نہ۔۔ زارا خاموش رہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔۔ تم جب تک وجہ نہیں بتاؤ گی ہم کیسے ایک دوسرے کے دل کی باتیں جان سکتے ہیں۔۔ میں کوئی نجومی تو ہوں نہیں جو تم نے سوچا میں نے وہ جان لیا۔۔ بولنا پڑتا ہے میری جان۔۔ نہایت نرمی سے کہتے معاذ شاہ نے اسے سمجھانا چاہا۔۔ کسی حد تک وہ بھی ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔۔ مجھ سے نہیں بولا جاتا۔۔ آپ نے ابھی نہیں سمجھا اس کا مطلب آپ کبھی نہیں سمجھ سکتے مجھے۔۔ اس کے ہاتھوں کو اپنے گال سے ہٹانے کی کوشش کرتے وہ بس یہاں سے نکلنے کے چکروں میں تھی۔۔ معاذ شاہ نے اسے دیکھتے ایک گہری سانس

بھری۔۔ اب اسے پتہ چلا تھا پسندیدہ عورت کیسے کیسے اپنے سامنے جھکاتی ہے۔۔ اس کا غصّہ کافی حد تک بیٹھ چکا تھا۔۔ جو کہ بہت مشکل سے ہی اس نے کنٹرول کیا تھا۔۔۔ میں معذرت کرتا ہوں۔۔۔ تم پریشان مت ہوا کرو میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔ میرے ساتھ کمفرٹیبل رہا کرو زارا۔۔۔ یقین کرو تم اپنا ہر دکھ بلا جھجھک بھی میرے ساتھ شیئر کرو میں کبھی تمھیں جج نہیں کروں گا۔۔۔ تم اپنا ہمسفر بعد میں اور دوست، ساتھی پہلے سمجھ سکتی ہو مجھے۔۔ اس کے گرد نرمی سے اپنا حصار بناتے معاذ شاہ نے جیسے منت زدہ سے لہجے میں کہا۔۔ وہ چاہتا تھا یہ لڑکی اس کے ساتھ نارمل رہے بس۔۔۔ زارا خان خاموشی سے اس کے سینے میں منہ دیے سسکیاں بھر رہی تھی۔۔۔ وہ رو رہی تھی کیونکہ اسے وہ لمحہ یاد کر کے ہمیشہ ہی رونا آتا تھا۔۔ بہت چھوٹا دل تھا اس لڑکی کا۔۔۔ معاذ شاہ نے نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔ اچھا تھا یہ لڑکی ایک ہی مرتبہ رو کر اپنے دل کا غبار نکال لیتی۔۔ البتہ وہ اپنے ہاتھ اس کے گرد سے ہٹا چکا تھا۔۔ ہر انسان کے ساتھ شیطان لگا ہوتا ہے۔۔ اور پھر کچھ یہ اسے مناسب بھی نہیں لگا تھا۔۔ چپ ہو جاؤ میری جان۔۔ کیوں میری شرٹ گیلی کر رہی ہو؟؟ معاذ شاہ نے اسے خاموش کروانے کی خاطر شرارت سے چھیڑا۔۔ اب بس بہت رو لیا تھا۔۔ زارا خان نے فوراً سے اس کے سینے سے چہرہ نکالتے ایک مکا اس کے اس کے سینے پر مارا۔۔۔ مقابل

بہت بدتمیز تھا۔۔ کیا گ

کرو ابھی تو فون پر کرتا ہوں۔۔ جب میں اصل میں تمہاری راتوں کی نیند چراؤں گا تب کیا نے گا تمھارا؟ ابھی تو صرف بات کرنی پڑتی ہے۔۔۔پھر بات کے علاوہ سب کچھ ہوگا ہمارے درمیان۔۔ تھوڑا جھک کر مسکراتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کرتے وہ تیزی سے اس کا چہرہ سرخ کر چکا تھا۔۔مقابل احمے سے سمجھ چکی تھی اس کی بات کو۔۔ زارا خان نے اپنے ہونٹ کاٹتے نگاہیں جھکائی۔۔ وہ کیا جواب دیتی بھلا اس بے شرم کو۔۔ اتنا سرخ پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔۔ ابھی تو میں نے صرف بات کی ہے سوچو آج سے پورے سترہ دن بعد رات کے کسی پہر میں ہم دونوں ایک دوسرے سے لپٹے ہونگے۔۔ تم اور میں بس۔۔ تم میری شدتوں پر سسک سسک کر شکوے کرو گی اور میں اتنا ہی تمہارے پورے جسم تک رسائی حاصل ک۔۔۔ اسے مزید تنگ کرنے کی خاطر وہ سرگوشیانہ آواز میں مزید کچھ کہتا کہ زارا خان نے بروقت ہی اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔۔ وہ چیخ اٹھی تھی۔۔ چہرہ بھانپ چھوڑنے لگا تھا۔۔ بہت بے شرم ہیں آپ۔۔ جا رہی ہوں میں۔۔ اپنی چادر کو درست کرتے زارا خان نے تیزی سے پیچھے ہوتے اپنے قدم واپسی کی جانب لیے۔۔ وہ اتنی تیزی سے آگے بڑھی تھی کہ معاذ شاہ محض اس سے پشت کو دیکھ کر رہ گیا تھا۔۔ اس کے چہرے پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ تھی۔۔۔ وہ جتنا اتاولا تھا شادی کے لیے فائنلی اس کی شادی ہونے جا رہی

تھی۔۔۔اس کا خوش ہونا بنتا تھا۔۔ نفی میں سر ہلاتے معاذ شاہ نے خود بھی اسی کے پیچھے قدم لیے۔۔۔وہ آگے بڑھ رہا تھا۔۔ البتہ شکر تھا کہ وہ اسے مطمئن کر چکا تھا۔۔ اس کا دل تسلی میں تھا۔ جبکہ اسے ایک بات پر تھوڑا بہت افسوس بھی تھا۔۔مقابل اس سے محبت نہیں کرتی۔۔ لیکن خیر اس نے سوچا تھا کہ اپنی محبت سے اسے اپنی طرف مائل کر لے گا۔۔ زارا خان بہت جلد اس سے محبت کرنے لگے گی اسے پورا یقین تھا۔۔

سب لوگ ابھی کاریڈور میں ہی بیٹھے تھے کہ ایک ڈاکٹر کو پھر سے اس طرف آتے دیکھ آبان خان کرسی سے کھڑا ہوا۔ اسے راحیل کی حد سے زیادہ فکر ہو رہی تھی۔ پتہ نہیں وہ ہوش میں آیا بھی تھا یا نہیں۔ البتہ آبان خان ابھی تک گھر بھی نہیں گیا تھا۔۔ راحیل کو ہوش آگیا ہے او لوگ اُن سے مل سکتے ہیں۔۔ وارڈ میں شفٹ کر دیا ہے ہم لوگوں نے انہیں۔۔ ڈاکٹر نے ان کی طرف بڑھ کر پروفیشنل لہجے میں کہتے ان سب کی سانس بحال کر دی تھی۔۔ سب نے بے ساختہ ہی خدا کا ڈھیروں ڈھیر شکر ادا کیا۔۔ سب کی جان

بستی تھی راحیل خان میں۔۔ ان لوگوں کے پریشان چہرے اب کچھ حد تک مطمئن نظر آرہے تھے۔۔۔ آبان خان نے ایک گہری سانس بھرتے اپنے منہ پر ہاتھ پھیرا۔۔۔ جتنی اس کو راحیل کی فکر تھی اتنی شاید ہی کسی کو ہوتی۔۔ ڈاکٹر ان لوگوں کو کہتے واپس جا چکے تھے۔۔ رفیق خان نے آبان کی طرف آتے اس کی پیٹھ کو تھپکا۔۔۔ تم چلو پہلے۔۔ وہ نرمی سے اسے راحیل کے پاس جانے کو کہہ رہے تھے۔۔ میں گیا تو مر جائے گا وہ ہاتھوں۔۔ پھر مت کہیے گا آپ کی اکلوتی اولاد کو مار دیا۔۔ سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھتے آبان خان انہیں پہلے ہی آگاہ کر رہا تھا۔۔۔ پریشانی ختم ہوئی تھی تو اب غصّہ عود آیا تھا۔۔۔ رفیق خان ہلکا سا مسکرائے۔۔ انہیں آبان اور راحیل کی ٹام اینڈ جیری کی جوڑی لگتی تھی۔۔ دو چار میری طرف سے بھی لگا دینا کچھ نہیں کہوں گا تمھیں۔۔۔ ہلکا سا مسکرا کر کہتے وہ آگے کی طرف بڑھے۔۔ جبکہ آبان خان نے سر جھٹکا۔ ایک مرتبہ سب مل لیتے اس سے پھر ذرا وہ اکیلے میں اس کی خبر لیتا۔۔ اس شخص نے آبان خان کو رلایا تھا۔۔۔ اتنی آسانی سے تو اب آبان اسے چھوڑنے والا نہیں تھا۔۔۔ زارا خان اور باقی سب بھی وارڈ کی طرف راحیل کو دیکھنے جا رہے تھے۔۔۔

راحیل خان اس وقت وارڈ میں بیڈ پر بیٹھا سامنے دیوار پر سنجیدگی سے نظریں جمائے ہوئے تھا۔۔۔اسے کچھ دیر پہلے ہی ہوش آیا تھا۔۔ اور ہوش میں آتے ہی ساتھ اس لڑکے کو پھر سے دوسروں کی فکر ستائے جا رہی تھی۔۔ وارڈ میں کوئی تھا ہی نہیں جس سے وہ کسی کے متعلق بھی پوچھتا۔۔ اس کی ٹانگ اور کمر پر پٹیاں بندھی تھی۔۔ درد اتنا شدید تھا کہ لیٹا بھی نہیں جا رہا تھا۔۔ وہ تبھی بیٹھا تھا۔۔ ہاتھ میں ڈرپ لگی تھی جو شاید کمزوری کی وجہ سے تھی۔۔ اتنا خون لگنے کے باوجود اس کا چہرہ ابھی تک زردی مائل تھا۔۔ چہرے کا رنگ پیلا پڑا تھا۔۔ ج کے دماغ میں ٹینشن۔۔ اسے رہ رہ کر افسوس ہو رہا تھا کہ وہ مہرماہ کو سہی سلامت نہ نکال سکا۔۔پتہ نہیں اس عورت کے ساتھ کیا کچھ ہوا ہوگا۔۔ کوئی آتا تو وہ اس سے پوچھتا۔۔ پیچھے بیڈ سے ٹیک لگائے وہ اٹھتے ساتھ ہی فکروں میں گھل رہا تھا۔۔ اپنی جان تو اسے کبھی عزیز رہی ہی نہیں تھی۔۔

وہ ابھی اپنی سوچوں میں ہی مصروف تھا کہ وائرڈ کا دروازہ کھولتے رفیق خان، دا جان، زارا اور باقی سب اندر داخل ہوئے۔۔ بالاج خان اور باقی سب بھی انہی کے ساتھ تھے۔۔ راحیل خان نے گردن موڑتے سنجیدگی سے ایک نظر سب کو دیکھا۔۔یقیناً جو بات آج تک راز تھی وہ بھی کھل چکی ہوگی۔۔ یقیناً سب کو پتہ چل گیا ہوگا کہ وہ کوٹھے پر

جاتا ہے۔۔ اسے رہ رہ کر گلٹ کھائے جا رہا تھا۔۔ نجانے کیوں حد سے زیادہ اس کا دل بوجھل ہوا پڑا تھا۔ اس کی حالت کو دیکھتے رفیق خان کی آنکھوں میں تیزی سے نمی اکٹھی ہوئی۔۔ کیا سے کیا ہو گیا تھا ان کا بیٹا۔۔ بکیسی طبیعت ہے بیٹا اب؟؟ اس کے پاس جاتے انہوں نے نرمی سے اس کے بالوں پر جھکتے لب رکھے۔۔ وہ آنکھوں میں نمی لیے اس سے استفسار کر رہے تھے۔۔ راحیل خان نے خاموشی سے ہاں کی صورت میں سر ہلایا۔۔۔یہ ایک اشارہ تھا کہ وہ ٹھیک ہے۔۔ ورنہ وہ کسی سے نظریں ملانے کے بھی خود کو قابل نہیں سمجھ رہا تھا۔۔ اب پتہ چلا تھا جب رازوں سے پردہ اٹھتا ہے تو کیسا محسوس ہوتا ہے۔۔ منہ سے کچھ بولو بیٹے۔۔ رفیق خان نے بھیگی سی آواز میں کہتے اس سے بلوانا چاہا۔۔ وہ اس کی آواز سننے کے لیے ترس کر رہ گئے تھے۔۔ میں ٹھیک ہوں بابا۔۔ پریشان مت ہو۔۔۔ دھیرے سے ایک گہری سانس بھرتے اس نے کہتے نظریں ابھی بھی نہیں اٹھائی تھیں۔۔ وہ نہیں چاہتا تھا اس کی وجہ سے کوئی پریشان ہو۔۔ بھائی۔۔۔ زارا خان نے آگے بڑھتے روتے ہوئے اسے پکارا۔۔ وہ اس سے ملنے کے لیے ابھی مزید آگے بڑھتی کہ راحیل خان ہاتھ اٹھاتے اسے پیچھے ہی روک گیا تھا۔۔ شاید وہ اب تک ناراض تھا اس سے۔۔۔ ٹھیک ہوں میں۔۔ زارا خان کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہتے اس نے اپنی نظریں پھیری۔۔ کمرے میں موجود تمام لوگوں کو اس کی یہ

حرکت اچھی تو نہیں لگی تھی لیکن خیر وہ سب ابھی کچھ بولنا نہیں چاہتے تھے۔۔ زارا خان کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔۔ راحیل پہلی مرتبہ ناراض ہوا تھا اور وہ بھی ایسا کہ وہ اس کی شفقت محبت کو ترس کر رہ گئی تھی۔۔ خاموشی سے روتے ہوئے اس نے اپنے قدم پیچھے کو لیے۔۔ وہ خود بھی تو مناتی نہیں تھی۔۔۔ جبکہ دروازے سے اندر داخل ہوتے معاذ شاہ نے زارا کی طرف دیکھتے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔۔ سب کچھ ہوا تو اسی کی وجہ سے تھا۔۔

آہستہ آہستہ سب اس کا حال چال پوچھتے اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے لگے تھے۔۔ راحیل خان مسلسل کبھی اپنے ہاتھوں تو کبھی بیڈ پر نظریں جمائے سنجیدگی سے کبھی کبھی جواب دے رہا تھا۔۔ اسے جس بات کا گلٹ ہو رہا تھا وہ تو کسی نے چھیڑی ہی نہیں تھی۔۔ کسی نے بھی اس کے کوٹھے پر جانے کے متعلق کوئی بات نہیں کی تھی۔۔ حالانکہ پتہ سب کو تھا۔۔ لیکن یہ مناسب وقت نہیں تھا بات کرنے کو۔۔ اسی لیے وہ سب چپ تھے۔۔ لیکن پھر بھی راحیل خان کا دل حد سے زیادہ بھاری پن محسوس کر رہا تھا۔ وہ نہیں جانتا تھا یہ سب کچھ کیوں ہے۔۔ بس اسے سکون نہیں تھا۔۔ تقریباً پندرہ منٹ تک ایسے ہی باتیں کرتے سب ہی اسے ایک نظر دیکھتے باہر کی طرف بڑھے۔۔

اسے آرام کی ضرورت تھی۔۔ دوائیاں کچھ دیر تک ڈاکٹر نے اسے دینی تھی۔۔۔ ان سب کی جاتے دیکھ راحیل خان نے نظریں اٹھاتے ایک نظر دروازے کو دیکھا۔۔ اس کی ہمت ہی نہیں پڑی تھی جو وہ کسی سے مہرماہ یا مدحا کے متعلق پوچھتا۔۔۔ البتہ جب سے وہ لوگ آئے اس شخص نے سب نظریں اٹھائی تھیں۔ اسے کسی سے نظریں ملانی ہی نہیں تھیں۔۔ خود ہی اندر سے گھٹ رہا تھا وہ۔۔ پتہ نہیں یہ تکلیف، بے چینی آخر کس چیز کی تھی۔۔ ایک گہری سانس بھرتے اس نے پیچھے بیڈ سے ٹیک لگائی۔۔ خاموشی سے سامنے دیکھتے وہ ایک مرتبہ پھر سوچ سوچ کر اپنے دماغ کو ٹینشن دے رہا تھا۔۔ اس لڑکے کو اپنی طبیعت کی فکر تھی ہی نہیں۔۔

وہ ابھی سوچوں کے سمندر میں مزید غوطے لگاتا کہ آہستہ سے پھر سے وارڈ کا دروازہ کھلا۔۔ اب پتہ نہیں کون تھا۔۔ راحیل خان نے بے ساختہ ہی سوچوں سے باہر نکلتے اپنے بائیں طرف دیکھا جہاں سے آبان خان نمودار ہو رہا تھا۔۔ آبان خان آپکے کہے کے مطابق سب سے آخر میں اس سے ملنے آیا تھا۔ خبر بھی تو لینی تھی اس کی۔۔ جبکہ اسے دیکھتے راحیل خان نے شکر کا سانس بحال کیا۔۔ ہاں وہ اس شخص سے کچھ بھی بلا جھجھک پوچھ سکتا تھا۔۔ اس کے سامنے راحیل خان کو کچھ بھی چھپانے کی ضرورت

نہیں تھی۔۔ آبان خان سنجیدگی سے ایک نظر اسے دیکھتے آگے کی طرف بڑھا۔۔ اس کا غصّہ ابھی تک ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔۔ ابھی وہ مدحا کے پاس سے آرہا تھا۔۔ اسے بخار تھا تو ڈرپ لگی تھی۔۔ آبان خان اسے ہی دیکھ کر یہاں آرہا تھا۔۔ جبکہ مہرماہ کو تو وہ دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتا۔۔ اسے شدید زہر لگتی تھی وہ عورت۔۔ ان لوگوں نے علاج ضرور کروا دیا تھا اس لڑکی کا۔۔ مگر کوئی بھی دیکھنے نہیں گیا تھا اس کو۔۔ نا ہی کسی نے پوچھا تھا اس کے متعلق۔۔ یہ اس کے طوائف ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ ان سب کی یہی سوچ تھی کہ راحیل کو مہرماہ نے پھنسایا ہے۔۔ سارے گھر والے یہی سوچ رہے تھے کہ جب وہ لڑکی جانتی تھی خطرہ ہے پھر کیوں اس نے راحیل سے آزادی کے لیے اسے اپنے جال میں پھنسایا۔۔۔ انہیں اسی لیے کوئی خاص نہیں لگی تھی مہرماہ۔۔

آبان خان نے اس کی طرف بڑھتے خاموشی سے جبڑے بھینچے اسے دیکھا۔۔ وہ دونوں آمنے سامنے ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ہوئے تھے۔۔ راحیل خان ابھی کچھ بولنے ہی لگا تھا کہ منہ پر پڑنے والے زبردست مکے پر اس کی کراہ بلکل بے ساختہ تھی۔۔ یہ بلکل اچانک حملہ تھا۔۔ اسے اُمید نہیں تھی آبان سے اتنی بے حسی کی۔۔ پہلے ہی وہ بیچارہ زخموں سے چور ہوا پڑا تھا۔۔ اوپر سے یہ بے حس انسان۔۔۔

سالے دل تو کر رہا ہے تیری چمڑی اُدھیڑ دوں۔۔ مر ہی جاتا زندہ کیوں ہے تو۔۔ اس کے جبڑے کو پکڑے جھٹکا دیتے آبان خان اس کے چہرے پر پھنکارا۔۔ اس کا چہرہ بلکل سنجیدہ تھا۔۔ البتہ واقعی اس کا دل نہیں تھا کہ اسے جان سے مار دے۔۔ وہ غصے سے کھڑا اسے گھور رہا تھا۔۔ راحیل خان نے درد کی شدت سے ہونٹ بھینچے۔۔ اس کے جھٹکا دینے پر اسے اسٹریچیز میں درد ہونے لگا تھا۔۔ بہت بدتمیز تھا یہ شخص۔۔۔ لیکن ایک بات تھی کہ اسے دیکھتے وہ ہمت ہار رہا تھا۔۔ باپ سے زیادہ اس سے اٹیچ تھا وہ۔۔۔ مدحا کیسی ہے آبان؟ پھر سے اسے مکا مارتے دیکھ راحیل خان نے بروقت ہی اس کا ہاتھ تھاما۔۔ وہ اس کے ہاتھ کو پکڑے تھکے ہارے انداز میں سوال داغ رہا تھا۔۔ اس کی آواز ایسی تھی جیسے وہ کسی بھی وقت رو دے گا۔۔ اس حد تک اس شخص کے اندر توڑ پھوڑ ہوئی پڑی تھی۔۔ آبان خان نے اس کے سوال پر جبڑے بھینچے۔۔ کبھی جو یہ انسان اپنی بھی فکر کر لے۔۔۔ اسے زہر لگتی تھی راحیل کی یہ عادت۔۔ بتانا آبان اسے زیادہ تو نہیں لگی۔۔ اسے خاموش دیکھتے راحیل خان نے پھر سے سوال داغا۔۔ وہ اس کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کر چکا تھا۔۔ اسے کوئی بری خبر نہیں سننی تھی۔۔ بچ گئی ہے وہ۔۔۔ تیرے سے پہلے ہوش آچکا تھا اُسے۔۔ یہیں ہے اور بلکل ٹھیک ہے۔۔۔ آبان خان نے ایک گہری سانس بھرتے اسے سچ بتایا۔۔ وہ حیران ہو رہا تھا کہ راحیل

اس طرح کیوں بیہیو کر رہا ہے۔۔ وہ اتنا بے چین تھا کہ ابھی رونے بیٹھ جاتا۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی ایسا کیا ہوا ہے۔۔ اور مہرماہ؟؟ راحیل خان نے شکر ادا کرتے مہرماہ کے متعلق پوچھا۔۔ اب اس کے لہجے میں تھوڑی جھجھک تھی۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اب ایک اور مکا اسے پڑ جائے گا۔۔۔ اور بلکل اس کی سوچ کے مطابق ہی ہوا تھا۔۔ آبان خان سیخ پا ہوتے ایک اور مکا اس کے گال پر بے دردی سے مار چکا تھا۔۔ اسے ترس بھی نہیں آرہا تھا۔۔ سالے ابھی بھی تُجھے اُس کی پڑی ہے۔۔ آبان خان اس کے پاس جھکتے غصے سے غرایا۔۔ زہر لگتا تھا اسے اس کے منہ سے مہرماہ کا نام۔۔ بتا دے نہ پلیز۔۔ اس کے ہاتھ کو پکڑ کر بیڈ پر بٹھاتے ضدی سے انداز میں کہا گیا۔۔ وہ ہنس بھی نہیں پا رہا تھا۔۔۔دل اتنا بوجھل تھا۔۔ تو کبھی نہیں سدھر سکتا راحیل۔۔ تُجھ سے جو بھی انسان محبت کرتا ہے وہ ہمیشہ خسارے میں ہی رہتا ہے۔۔ تو رلاتا بہت ہے۔۔ اپنے پیچھے خوار بہت کرواتا ہے راحیل تو۔۔ آبان خان سچ کہہ رہا تھا۔۔ یہ ایک حقیقت تھی۔۔ میں جان بوجھ کر نہیں کرتا۔۔ بس ہو جاتا ہے۔۔ اسی لیے میری کوشش ہوتی ہے کوئی مجھ سے محبت نا کرے۔۔ لیکن اتنا ہی لوگ میری طرف مائل ہوتے ہیں۔۔ اُداس سا مسکراتے جواب دیا گیا۔۔ اس کی آنکھوں کے کنارے ہلکے سے سرخ ہونے لگے تھے۔۔ یہ آنسوں روکنے میں چکروں میں تھا۔۔ مہرماہ کی حالت

ٹھیک نہیں ہے۔۔ ابھی بتا کے گیا ہے ڈاکٹر۔۔ وہ تُجھے بلا رہی ہے مسلسل تُجھے پکار رہی ہے۔۔ سنجیدگی سے آبان خان نے اسے مہرماہ کے متعلق آگاہی دی۔۔ ابھی آتے ہوئے اس نے ڈاکٹر کی بات سنی تھی۔۔ کہاں ہے وہ۔۔ چل لے آبان میں نہیں چاہتا اسے کچھ بھی ہو۔۔ وہ آزاد ہونا چاہتی تھی تو کم از کم اسے ایک لمحے کے لیے ہی سہی آزادی محسوس تو کرنے دے۔۔ راحیل خان نے اپنی ٹانگ پر موجود چادر کو اٹھاتے سائڈ پر کیا۔۔ اس کا دل مزید بے چین ہونے لگا تھا۔۔کاش کہ وہ مہرماہ کو سہی سلامت نکلوا پاتا۔۔ سالے لنگڑاتے ہوئے جائے گا کیا؟؟ اسی لیے تُجھے بتانے کا دل نہیں کر رہا تھا میرا۔۔ بھاڑ میں جا۔۔ آبان خان نے ناگواری سے اسے دیکھ کر کہتے بیڈ سے کھڑا ہوا۔۔ بڑا ہی ہے حس تھا یہ شخص۔۔ لیکن کچھ حد تک وہ بھی ٹھیک تھا۔۔۔راحیل کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔۔ آبان پلیز ایک مرتبہ لے چل۔۔ راحیل خان نے اس کے ہاتھ کو تھامتے منٹ سی کی۔۔ وہ چاہتا تھا مہرماہ سے ملنا۔۔ ایک مرتبہ وہ لڑکی سہی سے آزاد ہو جاتی بس۔۔ اس کا وعدہ پورا ہو جانا تھا۔۔ آگے جو مرضی ہوتا اسے کوئی غرض ہی نہیں تھی۔۔۔ راحیل تو پاگل ہے۔۔ آبان خان بے بسی سے اپنا ہاتھ چھڑواتے چیخ اٹھا تھا۔ اسے غصّہ آرہا تھا منہوس انسان پر۔۔ مقابل نے پکڑ بھی وہی ہاتھ رکھا تھا جہاں اسے گولی کی وجہ سے درد تھا۔۔ اس نے تو مرہم بھی نہیں رکھی تھی۔۔ بس ہلکی

پھلکی سی پٹی باندھی ہوئی تھی۔۔ لے چل نہ آبان پلیز۔۔ تیرا احسان ہوگا۔۔ راحیل خان نے پھر سے منت کی۔۔ وہ مسکین سی شکل بنا گیا تھا۔۔ آبان خان نے ایک گہری سانس بھرتے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی۔۔ اسے ہمیشہ سے ہی جھکنا پڑتا تھا۔۔ یہ منہوس ایک تو تھا بھی بہت عزیز۔۔ ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کرتے خود پر کنٹرول کرتے آبان خان سنجیدگی سے آگے کی طرف بڑھا۔۔ کمرے میں ایک طرف وہیل چیئر پڑی تھی۔۔ وہ اسے لے کر جا سکتا تھا اس پر۔۔ البتہ ایسے تو وہ اسے مر کے بھی اٹھنے نا دیتا۔۔ راحیل کی ٹانگ پر بھی گولی لگی تھی وہ نہیں چل سکتا تھا۔۔ تُجھے میں معذور لگتا ہوں جو یہ اٹھا لایا ہے؟ اسے وہیل چیئر کو اپنے پاس لاتے دیکھ راحیل خان نے بری طرح دانت پیسے۔۔۔ وہ معذور تھوڑی تھا۔۔ زیادہ چنگیز خان مت بن۔۔ یہ ضروری ہے اس لیے لایا ہوں۔۔ چلنا ہے تو اس پر چل ورنہ بیٹھا رہ یہیں۔۔ دو بدو ہی جواب آیا۔۔ بیمار ہو کر بھی اس لڑکے کو سکون نہیں تھا۔۔ خود ہی چلا جا اس پر تو۔۔ سارے کیا سوچے گیں اتنا خوبصورت لڑکا وہیل چیئر پر توبہ توبہ۔۔ ناک سکوڑتے وہ آبان کو بس تنگ کر رہا تھا۔ البتہ اسے واقعی میں وہیل چیئر پر بیٹھتے ہوئے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔۔ اس سے اچھا تھا وہ پیدل چل لیتا۔۔ جتنا تُجھے اپنی شکل پر گھمنڈ ہے اتنی ہی بگڑ گئی ہے تیری شکل۔۔ ایک بار آئینہ دیکھ رات میں خود

ہی ڈر جائے گا۔۔ آبان خان نے کلس کر جواب دیا۔۔ وہ وہیل چیئر کو بیڈ کے پاس لئے اس مہاراج کے بیٹھنے کے انتظار تھا جس کے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے تھے۔۔ چل چل روز دیکھتا ہوں آج تک بس پیار ہی آیا ہے۔۔ ہاں تیری شکل دیکھ کر روز ضرور ڈرتا ہوں میں۔۔ منہ بناتے وہ شاید بحث کے چکروں میں تھا۔۔ وہ بس اپنا دھیان بٹانے کی خاطر خود کو ہلکا پھلکا شو کروا رہا تھا۔۔ راحیل تو نے جانا ہے یا میں جاؤں؟؟ آبان خان نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔ تماشے ختم نہیں ہو رہے تھے یہاں پر تو۔۔ جتنا وہ غصے میں تھا اتنا ہی یہ اسے ذلیل کر رہا تھا۔۔ اچھا چلتا ہوں۔۔ نہایت سڑا ہوا منہ بناتے راحیل خان نے اس کے آگے اپنا ہاتھ کیا۔۔ اشارہ صاف تھا کہ وہ اسے سہارا دے کر وہیل چیئر پر بٹھائے۔۔۔ آبان خان نے کلس کر آگے بڑھتے اسے سہارا دیتے وہیل چیئر پر بٹھایا۔۔ اتنے اس کی بیوی کے نخرے نہیں ہوتے تھے جتنے یہ منہوس کرتا تھا۔۔۔ وہ بیچارہ تو بس پس کر رہ جاتا تھا۔۔ اسے وہیل چیئر پر بٹھاتے آبان خان نے پیچھے سے ہینڈل کو پکڑتے آگے باہر کی طرف قدم لیے۔۔ وہ سنجیدگی سے آگے بڑھ رہا تھا۔۔۔

وہ دونوں ابھی وارڈ سے باہر ہی نکلے تھے کہ آبان خان کے دماغ میں پتہ نہیں کونسی شیطانی چال جاگی کہ وہ تھوڑا آگے راحیل کی طرف جھکا۔۔ کیا خیال ہے راحیل۔۔ تیری شکل

اور حالت بھی ایسی ہی ہو رہی ہے۔۔۔ اور تو بیٹھا بھی وہیل چیئر پر ہے۔۔تیرے نام پر مانگنا شروع کریں۔۔حتنے پیسے بنے تیرے ! ! ولسے بھی بہت کنگلا ہے تو آج کل۔۔۔ شیطانی سا مسکرا کر مشہور دتے وہ اسے گڑبڑانے پر مجبور کر گیا تھا۔۔ راحیل خان نے ٹھٹھکتے ہوئے اسے دیکھا۔۔ کیا وہ واقعی میں یہ کرنے والا تھا؟؟ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔۔ سالے حتنے بڑے ہسپتال میں ہم اس وقت ہیں کوئی بھیک بھی نہیں دے گا۔۔ جو جواب اس کے دماغ میں آیا وہ دے چکا تھا۔۔ آبان خان کی دبی دبی ہنسی واضح تھی۔۔ اسے بھیک کی پڑ گئی تھی۔۔ جبکہ وہ یہ بھی کہہ سکتا تھا کہ میری شکل اتنی بھی بری نہیں ہے۔۔ یا میں فقیر نہیں لگتا۔ لیکن نہیں راحیل خان کے پاس عقل کا گھاٹا تھا۔۔۔ وہ اسے لیے مسلسل آگے بڑھ رہا تھا۔۔ پاگل بڑے ہسپتال میں زیادہ بڑے لوگ ہونگے۔۔۔ ہم کہہ دے گیں ہم یہاں علاج کے لیے نہیں بلکہ تیرے لیے پیسے جمع کرنے آئے ہیں۔۔ پھر سے آگے کو جھکتے آبان خان نے پھر سے اسے چھیڑا۔۔ وہ اسے تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔۔ سالے بس کر۔۔ راحیل خان نے مسکراتے ہوئے اسے ٹوکا۔۔ یہ شخص اس کا موڈ بحال کرنا جانتا تھا۔۔ باجی اللہ کے نام پر۔۔۔ ہاہاہاہا۔۔۔ آبان خان دور سے آتی ایک لڑکی کو دیکھتے بلکل آہستہ سی آواز میں شروع ہوا۔ بیچ میں ہی اس کی اور راحیل کی ہنسی چھوٹ چکی تھی۔۔ وہ لوگ مانگ بھی نہیں سکتے تھے۔۔

آبان خان وہیل چیئر کو روکے پیٹ پر ہاتھ رکھے ہنس رہا تھا۔۔ جبکہ راحیل خان کا حال بھی کچھ ایسا ہی تھا۔۔۔وہ ہنس بھی رہا تھا اور ساتھ ساتھ کراہ بھی رہا تھا۔۔ کیا چیز تھا آخر آبان۔۔ وہ لڑکی حلتے حلتے ان کے قریب آچکی تھی۔۔ آبان کی اتنی آواز ضرور تھی کہ اس تک لازمی پہنچ گئی تھی۔۔ ایک نظر راحیل خان کو دیکھتے اس نے اپنے پرس سے دس روپے نکالتے اس کی گود میں رکھے۔۔ وہ خاموشی سے اپنا کام کرتے آگے جا چکی تھی۔۔ جبکہ اس کی حرکت پر جہاں آبان خان کا چھت پھاڑ قہقہہ گونجا وہیں راحیل خان کا مارے حیرت کے پورا منہ کھل چکا تھا۔۔ کیا وہ واقعی میں بھکاری لگ رہا تھا؟؟ آبان خان ہنستے ہنستے پیٹ پکڑتے وہیں زمین پر بیٹھا۔۔۔اس کا ہنس ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس طرح وہ لڑکی سن لے گی۔۔ میں تیرا سر پھاڑ دوں گا خبیث انسان۔۔ اپنی گود سے دس روپے اٹھا کر آبان کے سر میں مارتے راحیل خان کلس کر چیخا۔۔ وہ تو شدید کلس کے رہ گیا تھا۔۔ اوپر سے وہ لڑکی۔۔ کیا اسے اس کی اتنی پیاری شکل نظر نہیں آئی تھی۔۔ دفعہ ہو تو میں خود ہی چلا جاؤں گا۔۔ لعنت ہے تیرے اوپر۔۔ باقاعدہ ہاتھ سے اسے لعنت دیتے راحیل خان سڑے ہوئے چہرے کے ساتھ وہیل چیئر سے ابھی کھڑا ہوتا کہ آبان خان نے بروقت ہی اپنی ہنسی پر ضبط کرتے اس کے ہاتھ کو تھاما۔۔ ہنس ہنس کر اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔۔ اچھی بنی تھی راحیل کے

ساتھ۔۔۔یہ بدلہ تھا جو تو میری بات نہیں مانتا۔۔ بھکاری۔۔ آبان خان نے کہتے آخر میں پھر سے قہقہہ لگایا۔۔ اس کی ہنسی ہی نہیں رک رہی تھی۔۔ آبان۔۔ راحیل خان اسے گھورتے ہوئے چیخا۔۔ وہ اس کا مذاق اڑا رہا تھا جو اس سے برداشت نہیں تھا۔۔۔ اچھا اچھا سوری چل۔۔۔ اپنی ہنسی پر ضبط کرتے آبان خان نے واپس سے ہینڈل کو پکڑتے آگے کی طرف قدم لیے۔۔ البتہ وہ بنا آواز کے ہنس ابھی بھی رہا تھا۔۔ جبکہ دس روپے پیچھے ہی کہیں پڑے رہ گئے تھے۔۔ وہ اور آبان آگے بڑھ چکے تھے۔۔۔

آبان خان راحیل کو لیے آئی سی یو کے باہر آیا۔۔۔ ڈاکٹر سے اس نے ابھی ہی بات کر لی تھی۔۔۔وہ لوگ پہلے ڈاکٹر کے پاس ہی گئے تھے جس نے انہیں ملنے کی اجازت دے دی تھی۔۔ مہرماہ مسلسل راحیل خان کو بلا رہی تھی۔۔ جا اندر میں باہر ہی کھڑا ہوں۔۔ آبان خان سنجیدگی سے کہتے سائڈ پر ہوا۔ کتنی اچھی تھی ان لوگوں کی زندگی جب تک مہرماہ نہیں تھی۔۔ اس کا دل ہی نہیں کرتا تھا کبھی راحیل اور مہرماہ کو ایک ساتھ دیکھنے کا۔۔ راحیل خان ایک گہری سانس بھرتے اندر کی طرف بڑھا۔۔ وہ مسلسل اپنے ہونٹ کاٹ رہا تھا۔۔ دل تھا کہ بضد تھا اس لڑکی کی آزادی پر۔۔ اسے حد سے زیادہ ریگریٹ ہو رہا تھا۔۔ بس ایک بات کا شکر تھا کہ اس لڑکی کی سانسیں چل رہی

تھیں۔۔ اندر کی طرف بڑھتے آئی سی یو کا دروازہ خود ہی دوبارہ بند ہو چکا تھا۔۔ راحیل خان نے سامنے مہرماہ کو مختلف مشینوں میں جکڑا دیکھ کرب سے آنکھیں بند کر کے کھولی۔۔ کاش کہ اس پر آنے والی گولیاں وہ اپنے اوپر کھا لیتا۔۔ کاش کہ وہ اسے سہی سلامت نکال پاتا۔۔ وہ اس کی سچائی سے ایک فیصد بھی واقف نہیں تھا شاید تب ہی اس کے دل میں حد سے زیادہ گلٹ تھا۔۔ مزید آگے کو بڑھتے راحیل خان نے وینٹیلیٹر کی طرف جاتے وہیل چیئر کو روکا۔۔ وہ اس کے بلکل قریب بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پر آکسیجن ماسک لگا تھا۔۔ وہ دھیمی دھیمی آنکھیں کھولے ہوئے تھی۔ یعنی کہ وہ ہوش میں تھی۔۔ مہرماہ ہوش میں تو کب سے تھی۔۔ بس اس کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔۔ اس کا پورا سر پٹیوں میں جکڑا تھا۔۔ جبکہ وہ مریضوں والے لباس میں موجود تھی۔۔ راحیل خان نے پہلی مرتبہ اسے طوائف کے علاوہ کسی اور لباس میں دیکھا تھا۔۔ کیسی ہو مہرماہ؟ میں راحیل۔۔ اس کے ڈرپ لگے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے راحیل خان نے دھیرے سے کہتے اپنا تعارف سا کروانا چاہا۔۔ وہ اس کی توجہ خود کی طرف کروا رہا تھا۔۔ مہرماہ نے اپنے اِرد گِرد سے راحیل خان کی آواز سنتے فوراً ہی تھوڑی زیادہ آنکھیں کھولی۔۔۔ اس کی حالت بہت سیریس لگ رہی تھی۔۔ اپنی گردن کو ہلکا سا حرکت دیتے مہرماہ نے راحیل خان کو دیکھا۔۔ اس کی شکل پہلے دھندلی اور

اب واضح نظر آنے لگی تھی۔۔ راحیل خان کو اپنے سامنے دیکھتے بے ساختہ ہی اس کی آنکھوں سے برسات جاری ہوئی۔۔ اس کی آنکھوں سے آنسوں نکلتے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔۔ وہ روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔ کچھ نہیں ہوا۔۔ ہمت رکھو نے تمہارے ساتھ ہوں۔۔ راحیل خان نے نرمی سے کہتے ہاتھ آگے بڑھاتے اس کے آنسوں صاف کیے۔۔ ابھی وہ اپنا گلٹ چھوڑے اسے تسلی دے رہا تھا۔۔ اسے تسلی کی زیادہ ضرورت تھی۔۔ مہرماہ نے کانپتا ہوا اپنا ہاتھ اوپر کو اٹھاتے آکسیجن ماسک ہو ہٹانا چاہا۔۔ وہ شاید کچھ بولنا چاہتی تھی۔۔ یہ مت ہٹاؤ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔ راحیل خان نے بروقت ہی اس کے ہاتھ کو تھاما۔۔ یہی ماسک تو ہٹانے سے منع کیا گیا تھا۔۔ اسے سانس لینے کے لیے مصنوعی آکسیجن کی شدید ضرورت تھی۔۔ راحیل خان کے اپنے ہاتھ پر بھی پٹی بندھی ہوئی تھی۔۔ مہرماہ نے شدید روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔۔ اسے بولنا تھا۔۔ اس کے سر میں شدید درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے آخری وقت بہت قریب ہو۔۔ وہ بس ایک مرتبہ اُس سے بات کرنا چاہتی تھی۔۔۔ اب اتنا تو حق تھا اس کا۔۔ آخری مرتبہ محبوب سے بات کر کے مرتی۔۔۔ ایسا وہ سوچ رہی تھی۔۔ راحیل خان کے ہاتھ کو پیچھے کرتے اس نے آہستہ سے اپنے چہرے سے آکسیجن ماسک کو نیچے کو کیا۔۔ روتے روتے اس کی ہچکیاں بندھنے

لگی تھیں۔۔پتہ نہیں اسے کس بات کا اتنا رونا آرہا تھا۔۔ راحیل خان بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ وہ کیوں تھی آخر اتنی ضدی؟؟ اس کی سنتی ہی نہیں تھی یہ لڑکی۔۔یہ اس کے لیے بہت خطرناک ہو سکتا تھا۔۔۔ مہرماہ تمہاری طبیعت۔۔ راحیل خان ابھی مزید بولتا کہ مہرماہ نے اس کے ہاتھ کو مضبوطی سے تھامتے دھیرے سے بولنا شروع کیا۔۔ اس کا سانس پھول رہا تھا۔۔ تم۔۔۔نے۔۔مجھے۔۔آزاد کروایا راحیل۔۔ تم نے وعدہ نبھا دیا لیکن دیکھو میری قسمت میرا ساتھ نہیں دیتی۔۔ پھر۔۔۔ لوگ بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ قسمت پر یقین رکھو۔۔ ہچکیوں سے روتے ہوئے اپنے درد پر قابو پاتے وہ لرزتے ہوئے محض اتنا ہی بول سکی تھی۔۔۔ واپس سے اوپر کو دیکھتے وہ گہرے گہرے سانس بھر رہی تھی۔۔ جبکہ اس کی بات پر راحیل خان کی آنکھوں میں بے ساختہ ہی نمی سی اکٹھی ہوئی۔۔ کیوں اتنی غلط تھی یہ عورت۔۔ اسے سمجھ ہی نہیں آرہی تھی۔۔زیادہ مت بولو۔۔ تم ٹھیک ہو جاؤ گی انشاء اللہ۔۔ راحیل خان نے اسے تسلی سی دینی چاہی۔۔ مقابل کی حالت دیکھتے اس کا دل خون کے آنسوں رو رہا تھا۔۔ ایسا تو کبھی نہیں چاہا تھا اس نے۔۔ وہ اس کی حالت کا زمیدار خود کو ٹھہرا رہا تھا۔۔ میں نے بچپن سے خاموشی سے سب کچھ برداشت کیا صرف اس لیے کہ ایک دن سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔۔ مگر دیکھو راحیل کچھ لوگ بنے ہی برباد ہونے

کے لیے ہیں۔۔ جیسے کہ میں۔۔ روتے ہوئے وہ مایوسی کی آخری حد پر تھی۔۔ اسے رہ رہ کر یہ دکھ کھائے جا رہا تھا کہ وہ آزاد ہو کے بھی آزاد نہیں تھی۔۔ شش۔۔ بس کرو۔۔ مایوسی کفر ہے۔۔ راحیل خان نے نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ مہرماہ اس حد تک بدگمان ہوگی۔۔۔ میں۔۔ تم سے بہت محبت کرتی ہوں راحیل۔۔ تمہاری محبت برباد کر دیتی ہے۔۔ گہرے گہرے سانس بھرتے وہ آبان خان والی بات کر گئی تھی۔۔ کچھ دیر پہلے اس نے بھی تو یہی کہا تھا۔۔ اس کو سانس کی کمی ہونے لگی تھی۔۔۔ جبکہ اس کی بات پر راحیل خان جو کب سے ضبط کر رہا تھا۔۔ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑتے اس کی آنکھوں میں تیزی سے نمی اکٹھی ہونے لگی تھی۔۔ مہرماہ اپنے ساتھ ساتھ اسے بھی رلا چکی تھی۔۔ مت کرو ایسی باتیں مہرماہ۔۔ میرے دل پر پہلے ہی بہت بوجھ ہے۔۔ اس کے ہاتھ پر نظریں جمائے دھیرے سے کہا گیا۔۔ وہ نظریں اٹھانے کے قابل نہیں رہتا تھا۔۔ اس میں اس کا قصور ہرگز بھی نہیں تھا۔۔ مدحا جیت گئی راحیل۔۔ وہ زندگی میں بھی جیت گئی وہ تمہیں بھی جیت گئی۔۔ میری ہی تقدیر میں بربادی کیوں آئی ہے آخر۔۔۔ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے ہچکیوں سے روتے وہ سوال گو تھی۔۔ کمرے میں اس کی پرسوز ہچکیاں گونج رہی تھیں۔۔ راحیل خان کی آنکھوں سے ایک بوند گرتے نیچے کو اس کے ہاتھ پر گری۔۔

مقابل اس وقت کسی کو بھی رلانے کا ہنر رکھتی تھی۔۔وہ بنا کوئی جواب دیے اپنے آنسوؤں پر ضبط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔اس بات کا جواب اس کے پاس بھی نہیں تھا۔۔ میں نے تمہاری خاطر وہ کچھ بھی کیا ہی راحیل جو نہیں کرنا چاہیے تھا۔۔ اپنے اجر کو خود ہی میں نے اپنے ہاتھوں سے۔۔۔۔۔ضائع کر دیا۔۔۔ وہ بیچ میں اٹکنے لگی تھی۔۔ اس کے سینے میں شدید قسم کا درد اٹھ رہا تھا۔۔ جبکہ جسم نے ایک جھٹکا سا کھایا تھا۔۔ سانسیں ختم ہونے لگی تھیں۔۔ مہرماہ خدا کے لیے بس کر دو۔۔ اسے لگاؤ۔۔ راحیل خان نے تیزی سے کرسی سے کھڑے ہوتے آکسیجن ماسک کو اٹھاتے اس کے چہرے پر پھر سے لگانا چاہا۔ وہ اپنا درد بھول گیا تھا۔ اسے بس مقابل کی شدید فکر ہو رہی تھی۔۔اس کی حالت ٹھیک نہیں تھی۔۔ مرجانے دو۔۔ میں مروں گی تو۔۔ سکۓ۔۔ سکون ہوگا۔۔ مدد۔۔مدحا جیت گئی۔۔ ہچکیاں مزید بڑھ گئی تھیں۔۔ کچھ درد کی شدت اور کچھ دل میں ہوتی تکلیف۔۔۔ وہ بری طرح تڑپ رہی تھی۔۔۔ راحیل خان نے بے بسی سے روتے ہوئے اسے دیکھا۔۔ اس کی حالت نہیں دیکھی جا رہی تھی راحیل سے۔۔ جبکہ اس کی باتیں بھی وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔۔اسے لگ رہا تھا کہ مقابل بیمار ہے شاید اس لیے اس طرح کی باتیں کر رہی ہے۔۔۔ کوئی کچھ نہیں کر رہا مہرماہ۔۔۔ کوئی نہیں جیتا۔۔ کوئی نہیں ہارا۔۔ اس کے گال پر ہاتھ رکھتے اس نے مقابل

کو حوصلہ دینا چاہا۔۔ مدحا جیتی ہے۔۔۔ تم۔۔ نہیں۔۔ جانتے۔۔ وہ جیت گئی ہے۔۔ مجھ۔۔ مجھے معاف کر دینا راحیل۔۔ جو باتیں تمھیں۔۔ میرے متعلق پتہ چلیں۔۔ اُن کے لیے خدارا مجھے معاف کر دینا۔۔ اس کے ہاتھ پر مضبوط ترین حد تک گرفت بڑھاتے مہرماہ معافی مانگ رہی تھی۔۔ درد کی شدت سے اس کا زرد چہرہ مزید زرد دکھنے لگا تھا۔۔ ایسا لگتا تھا موت کا فرشتہ اس کے پاس ہی کھڑا ہو جو کسی بھی وقت اس کی روح قبض کر سکتا تھا۔۔۔ مہرماہ کو اپنے پچھلے کیے گئے اعمال یاد آنے لگے تھے۔۔ وہ معافی مانگ رہی تھی۔۔ میں کون ہوتا ہوں تمھیں معاف کرنے والا۔۔ میں تو خود کسی سے شدت سے معافی کا طلبگار ہوں۔۔ تم نے تو پھر کچھ کیا ہی نہیں۔۔ اپنی آنکھوں میں ٹھہرے آنسوں صاف کرتے وہ دھیرے سے اُداس سا مسکرایا۔۔ وہ پتہ نہیں کس سے معافی مانگنا چاہتا تھا۔۔۔ تم۔۔ جب خدا سے یہ اُمید رکھو کہ وہ تمہیں۔۔ معاف کر دے گا تو خدارا میرے لیے بھی دل۔۔ میں بغض مت رکھنا۔۔ محبت اندھی۔۔ ہوتی ہے راحیل۔۔ لیکن۔۔۔ میں سچ میں اندھی بن گئی۔۔۔ میرے صبر کا تمہاری صورت میں مجھے جو اجر ملنا تھا وہ ختم ہو چکا ہے۔۔ میں نے اپنے ہاتھوں سے اسے گنوا دیا راحیل۔۔۔ قسمت کو چھوڑ کر خود کچھ کرنے کا جنون مجھے رسوا کر گیا۔۔ میں تمہاری آنکھوں میں خود کے لیے نفرت نہیں دیکھ سکتی۔۔ خدا مجھے۔۔ موت

دے راحیل۔۔۔ ثابت ہوا اپنے گناہ کوئی بھی منہ سے نہیں بتاتا۔۔ اس میں بھی ہمت نہیں تھی۔۔ لیکن وہ جانتی ضرور تھی کہ اب جب بھی راحیل خان کو اس کے متعلق پتہ چلے گا اُسے اس کی باتیں ضرور یاد آئے گیں۔۔ وہ مدحا کی بجائے اس سے معافی مانگ رہی تھی جس کا اس نے کچھ بگاڑا ہی نہیں تھا۔۔ خیر چلو اسے احساس تو ہوا تھا۔۔۔ میں تم سے کیوں نفرت کرنے لگا مہرماہ؟؟ تم چھوڑو ساری باتیں خدا کے لیے یہ لگا لو پلیز میں نہیں چاہتا تمھیں کچھ بھی ہو۔۔ زندگی خدا کی ایک نعمت ہے جس پر تمھارا بھی پورا پورا حق ہے۔۔ تم آزاد ہو مہرماہ۔۔ اپنی آزادی کی خاطر ہی یہ لگا لو پلیز۔۔۔ راحیل خان باقاعدہ اس کی منتیں کر رہا تھا۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس سے زیادہ اسے مقابل کی جان کی فکر ہو ! ! ! ! ! کیا۔۔ کروں گی اس آزادی کا؟؟ کمبخت سارا مسئلہ ہی تو اس آزادی کا تھا۔۔ محبت تو کہیں بعد میں آتی ہے۔۔۔نہ۔۔ نہیں ملتی میری جیسی لڑکیوں کو آزادی۔۔۔ نہیں ملتی۔۔ جو دوسروں کے پر کاٹتے ہیں خدا ان کے بھی کاٹ دیتا ہے۔۔۔ مجھے احساس ہوا بھی تو کس گھڑی۔۔

۔ شدید روتے ہوئے بولتے اس کے جسم کو عجیب جھٹکے سے لگنے لگے تھے۔۔ وہ بولتے بولتے رک گئی تھی۔۔ دل میں حد سے زیادہ درد اٹھنے لگا تھا۔۔ اب برداشت سے باہر

تھا درد۔۔ راحیل خان نے پریشانی سے اسے دیکھتے اس کے ماسک کو پکڑتے پھر سے لگانا چاہا۔۔ اس کی آنکھوں سے آنسوں برس رہے تھے۔ کتنا مشکل تھا کسی کی ایسی حالت اپنے ہاتھوں میں دیکھنا۔۔ وہ بھی وہ شخص جو کبھی آپ کا ہمراز، آپ کا سب سے اچھا دوست رہا ہو۔۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ مہرماہ نے ایسی باتیں کیوں کی ہیں۔۔ اسے بس اس لڑکی کو ایک مرتبہ آزاد ہوا میں سانس لیتا ہوا دیکھنا چاہتا تھا۔۔ وہ ڈیزرو کرتی تھی آزادی۔۔۔

ڈاکٹر۔۔۔ آبان۔۔ راحیل خان اس کی حالت کو کچھ زیادہ ہی خراب ہوتے دیکھ حلق کے بل چیخا۔۔ وب باہر سے آوازیں دے رہا تھا۔۔ اس کے ہاتھ پاؤں بری طرح کانپنے لگے تھے جبکہ آنکھوں سے آنسوں رواں تھے۔۔۔ مقابل کی حالت ہی کچھ ایسی تھی۔۔ اُس کے منہ سے خون کی الٹیاں آنے لگی تھیں۔۔ جسم میں جھٹکے سے لگ رہے تھے۔۔ راحیل خان حلق کے بل چیختے ہوئے باہر سے کسی کو بلانا چاہ رہا تھا۔۔ آبان خان جو باہر ہی کھڑا تھا تیزی سے بھاگتے ہوئے اندر کو داخل ہوا۔۔۔ اسے فکر تھی کہ راحیل کو کچھ نہ ہوا ہو۔۔ اح بھاگتے ہوئے اندر کی طرف بڑھتے سامنے کا منظر دیکھتے رک گیا تھا۔۔۔ یہ منظر کسی قیامت سے کم نہیں تھا۔۔ شکل کیا دیکھ رہا ہے ڈاکٹر کو بلا

آبان۔۔ راحیل خان آبان کو ساکت نظروں سے خود کی طرف دیکھتا پا کر حلق کے بل چیخا۔۔۔ وہ مہرماہ کو تھامے اس کے منہ پر زبردستی آکسیجن ماسک رکھ رہا تھا۔۔ مقابل کو سانس کی بہت ضرورت تھی۔۔ آبان خان اچھا کی صورت میں سر ہلاتے تیزی سے باہر کی طرف بڑھا۔۔ اب وہ اتنا بھی بے حس نہیں تھا کہ کسی کو مرتے ہوئے دیکھ کر نظریں پھیر لیتا۔۔۔

کچھ نہیں ہوگا تمھیں مہرماہ۔۔۔ خدا کے لیے آنکھیں بند مت کرنا۔۔ خدا کے لیے ہمت رکھو۔۔ راحیل خان نے روتے ہوئے اسے تنبیہ کی۔۔ اس کی آنکھوں سے خود بخود آنسوں برس رہے تھے۔۔ اسے اُمید نہیں تھی کہ وہ کبھی اس طرح بھی روئے گا۔۔ وہ بلکل کسی بچے کی طرح رو رہا تھا۔۔ م۔۔ میں ن۔۔۔ نے تم۔۔ سے۔۔ بہ۔۔ بہت۔۔ محب۔۔ ت ک۔۔ ی ہے۔۔ را۔۔ حیل۔۔ اس۔۔ محبت۔۔ ک۔۔۔ ے۔۔ صدقے۔۔ ہی۔۔ مجھ۔۔ مجھے۔۔ معاف کر دینا۔۔۔

محض آخری چند الفاظ بولتے اس کے جسم نے ایک جھٹکا سا کھایا۔۔ اور پھر۔۔۔۔۔۔ اس کی گردن ایک طرف کو ڈھلک چکی تھی۔۔ جسم کی حرکت کچھ پل کے لیے بلکل رک چکی تھی۔۔ جو شور شرابا تھا وہ اب موت کے سے سناٹے میں بدل

گیا تھا۔۔یہاں شاید کسی کی واقعی میں موت ہوئی تھی۔۔ سب کچھ ایک لمحے کے لیے ساکت ہو گیا تھا۔۔ فرشتے روح قبض کر کے لے جا چکے تھے۔۔ راحیل خان کی نظریں ساکت ہو چکی تھیں۔۔ وہ اس پر سے ہاتھ ہٹا چکا تھا۔۔ اسے یقین آنے میں کچھ لمحات لگنے تھے۔۔ کیا واقعی زندگی محض اتنا سا تماشا ہے؟؟ آنکھوں کی برسات، جسم کی کپکپاہٹ، بولتی زبان، سب کچھ کچھ دیر کے لیے بلکل ساکت ہو چکا تھا۔۔ خاموش کمرے میں محض مشین کی ٹوں ٹوں بج رہی تھی۔۔ جیسے کسی کی زندگی ختم ہونے کی خبر دے رہی ہو۔۔ اس کی نظریں مقابل کے چہرے پر تھیں جہاں اس کی آنکھیں اب تک کھلی تھیں۔۔ نظریں راحیل کی طرف تھیں۔۔ جیسے وہ واقعی میں اسے دیکھ رہی ہو!!!!!م۔۔مہرماہ۔۔ راحیل خان نے تھوک نگلتے اس کے گال کو تھپکا۔۔ کسی کے لیے بھی یہ ماننا انتہائی مشکل تھا کہ وہ اب ختم ہو چکی تھی۔۔ وہ کبھی یقین کر ہی نہیں سکتا تھا اس بات پر۔۔ مہرماہ آنکھیں کھولو۔۔ دیکھو تم آزاد ہو۔۔ ابھی بہت کچھ کرنا تھا تم نے زندگی میں مہرماہ۔۔ اٹھ جاؤ کیوں تنگ کر رہی ہو مجھے؟؟ راحیل خان نے پھر سے اس کے گال کو تھپکا۔۔ وہ اسے کسی بھی طرح اٹھانا چاہ رہا تھا۔۔۔کچھ تھا اندر جو کہہ رہا تھا یہ ختم ہو گئی ہے۔ لیکن دل اور دماغ بضد تھے کہ ایسا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔

آبان خان تیزی سے ڈاکٹر کو لیتے آئی سی یو کے اندر داخل ہوا۔۔ کمرے میں موجود نا معلوم خاموشی اسے کھٹکی ضرور تھی۔۔ دل کہہ رہا تھا کہ کچھ غلط ضرور ہوا ہے۔۔ لیکن ایک مرتبہ دیکھنے میں کیا حرج تھا۔۔ ڈاکٹر نے تیزی سے آگے مہرماہ کی طرف بڑھتے اس کی آنکھوں کو دیکھتے ایک گہری سانس بھری۔۔ کوئی بھی دیکھ کر بتا سکتا تھا کیا ہوا ہے۔۔ ساتھ مشین صاف صاف اشارہ دے رہی تھی۔۔ دیکھ کیا رہے ہیں چیک کریں اسے۔۔بیہوش ہوئی ہوگی۔۔ چیک کریں پلیز ڈاکٹر۔۔ کوئی اتنی آسانی سے کیسے جا سکتا ہے۔۔ راحیل خان ڈاکٹر کو رکتے دیکھ پھر سے چیخا۔ سب کو نظر آرہا تھا کہ یہاں کیا ہوا ہے۔۔ صرف ایک اسی کو نظر نہیں آرہا تھا۔۔ نظر آ بھی رہا ہو تو وہ یقین کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔۔

We are really sorry۔۔She is no more۔۔۔

ڈاکٹر نے افسردگی سے کہتے ہاتھ آگے کو بڑھاتے مہرماہ کی آنکھیں مکمل طور پر بند کی جو ابھی تک راحیل کے چہرے پر مرکوز تھیں۔۔ اور راحیل خان کو لگا تھا کسی بھی وقت اس کی جان بھی نکل جائے گی۔۔ کیا آسان ہوتا ہے کسی کو اپنے ہاتھوں میں مرتے دیکھنا؟؟ دوستوں میں تو سب کی جان بستی ہے نہ؟؟ دوست بھی چھوڑو کسی بھی عام انسان کو

بھی اپنے ہاتھوں میں مرتے ہوئے دیکھنا آسان تو نہیں تھا۔۔ اس کا سانس رکنے لگا تھا۔۔ جبکہ آنکھوں سے آنسوں پھر سے روانہ ہو چکے تھے۔۔ پھلے ہی حیرت، بے یقینی، غم، دکھ سب کچھ غالب تھا۔۔ لیکن آنسوں بھلا کہاں رکتے ہیں؟؟ وہ اپنا راستہ بنا کر نکل ہی پڑتے ہیں۔۔ ڈاکٹر آگے کو بڑھتے اس کے پاس سے تمام مشینیں ہٹا رہا تھا۔۔ کمرے میں مکمل خاموشی چھائی تھی۔۔ آبان خان نے ایک گہری سانس بھر کر آگے کو بڑھتے راحیل کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ وہ جانتا تھا راحیل کا دل کیسا ہے۔۔ اسے اندازہ تھا کہ وہ رو رہا ہوگا۔ راحیل خان کو اسی نے سنبھالنا تھا۔۔۔۔

ہمت رکھ راحیل۔۔ سب نے ایک دن اس دنیا سے جانا ہے۔۔ آبان خان نے آگے کو آتے اسے زبردستی بیڈ سے کھڑا کیا۔۔ وہ واقعی میں رو رہا تھا۔۔ آنکھوں سے چپکے سے آنسوں برس رہے تھے۔۔ جبکہ نظریں مقابل کے چہرے پر ہی تھیں۔۔ وہ یقین کر لیتا پہلے۔۔ اسے یقین کرنے میں کچھ وقت درکار تھا۔۔۔

کیا سارا رونا آزادی اور محبت کا تھا۔ قسمت کی کرنی ایسی ہوئی تھی کہ اسے دونوں ہی نصیب نہیں ہوئے تھے۔۔ خدا نے مہرماہ کو ایک موقع دیا ضرور تھا۔۔ وہ سہی کہہ رہی تھی کہ اس نے اپنا نفع اپنے ہاتھوں سے گنوایا تھا۔۔ کیا پتہ اگر وہ صابر رہتی تو خدا اس

سے بہتر راستے بناتا اس کے لیے۔ لیکن ہم انسانوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہم صبر نہیں کرتے۔۔ ہمیں ہر چیز اپنے وقت پر پرفیکٹ چاہیئے ہوتی ہے۔ اور اگر ذرا سی بھی وہ چیز ویسے نہ ہو جیسے ہم چاہتے ہیں تو ہم قسمت کو بلیم ضرور کرتے ہیں۔ یہ ایک انسانی فطرت ہے۔۔ جبکہ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ قسمت لکھی تو اسی نے ہے جس نے ہمیں بنایا ہے ! ! اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ مجھے قسمت پر یقین نہیں ہے اس کا واضح مطلب یہی نکلتا ہے کہ اسے خدا پر یقین نہیں ہے۔۔ پھر چاہے وہ اپنی بات کی کتنی ہی روشن دلیلیں دینے بیٹھ جائے۔۔۔ کیونکہ قسمت بھی تو خدا نے ہی لکھی ہے نہ؟؟ ہر وہ شخص جو کہتا ہے کہ ہمیں قسمت پر یقین نہیں ہے خدا انہیں دیکھنے والا ہے۔۔۔ اور راستے میں رکاوٹ بننے والی ہر چیز سے ہمیں نفرت سی محسوس ہوتی ہے۔ جیسے اس کے ساتھ ہوا تھا۔۔ وہ صابر نہیں رہی تھی تبھی تو آزاد ہو کے بھی آزاد نہیں تھی۔۔ خدا نے اسے آزادی دلوائی ضرور تھی۔۔ مگر کیا فائدہ اُس آزادی کا جس کے فوراً بعد موت آجائے؟؟ اسے آزاد فضا میں ایک سانس بھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔۔ یہ سب قدرتی معاملات تھے۔ موت کے متعلق کسی کو بلیم نہیں کیا جا سکتا۔۔ یہاں بھی کسی کو کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔۔ اس کی معافی کے متعلق بھی کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔۔ وہ اسی پر منحصر کرتا تھا جس کے ساتھ اس لڑکی نے برا کیا تھا۔۔ اور رہی محبت کی بات تو اس

نے سارا کچھ کیا ہی محبت اور آزادی کی خاطر تھا۔۔ دوسرے نمبر پر محبت ہی آتی تھی۔ خدا نے یہ بھی شاید اس کے لیے اچھا ہی کیا تھا کہ وہ اپنی محبت کی آنکھوں میں خود کے لیے نفرت دیکھنے سے پہلے ہی اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئی تھی۔۔ یہ شاید ! ! ! ! اس کی کسی نیکی کا اجر تھا۔۔ خدا نیکیاں بھولتا تو نہیں ہے نہ اسی لیے

آبان۔۔ وہ۔۔ وہ آزادی چاہتی تھی یار۔۔۔ اس کے ساتھ ایسا کیوں ہوا ہے۔۔ راحیل خان نے مہرماہ کی طرف دیکھتے دھیرے سے کہا۔۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوں بہہ رہے تھے۔۔ بہت دنوں بعد وہ آج اس طرح رو رہا تھا۔۔ ہمت رکھ راحیل۔۔ اور دعا کر خدا اس کے لیے آگے کے معاملات میں آسانی کرے۔۔ آبان خان نے نرمی سے کہتے اسے اپنے گلے سے لگایا۔ وہ اسے آسرا دینے کی ایک کوشش کر رہا تھا۔۔ راحیل خان کی نظریں مہرماہ پر تھیں جس پر ایک نرس سفید رنگ کی چادر ڈال رہی تھی۔۔ ہر طرح سے کنفرم ہو چکا تھا کہ مہرماہ نہیں بچی تھی۔۔ موت سب کی برحق ہے۔۔ بس اس کی جلدی آگئی تھی۔۔ وہ اپنی اتنی ہی زندگی لکھوا کر آئی تھی۔۔ آپ لوگ ان کی ڈیڈ باڈی کو لے کر جا سکتے ہیں ! ! ڈاکٹر نے سنجیدگی سے کہتے باہر کی طرف قدم لیے۔۔ مہرماہ کے وجود کو سفید چادر میں ڈھانپ دیا گیا تھا۔۔ اس کا چہرہ بھی نظر نہیں

آرہا تھا۔۔راحیل ہمت رکھ۔۔ آبان خان کی آواز پھر سے اپنے کانوں میں گونجتی محسوس کرتے راحیل خان جیسے اچانک ہی ہوش میں آیا۔۔ اس کی نظریں اس سفید کپڑے میں چھپے وجود سے ہوتے آبان خان پر آئے رک چکی تھی۔۔ وہ بے خیالی میں بھی رو ہی رہا تھا۔۔ آبان خان نے اسے اپنے سینے سے لگایا ہوا تھا۔۔ وہ اس کے ساتھ ہر طرح کے وقت میں کھڑا تھا۔۔ وہ مر گئی ہے آبان۔۔جو ہم میں سے کسی نے سوچا بھی نہیں تھا وہ ہو گیا۔۔ کیا اتنا سا تماشا ہے بس زندگی کا؟؟ دھیمے سے کہتے راحیل خان اس کے کندھے میں منہ دیے شدید رونے لگا تھا۔۔ کمرے میں محض وہ تینوں ہی تھے۔ نہیں بلکہ دونوں۔ ایک کا وجود تو مردہ ہو چکا تھا۔۔ وہ اب کھل کر رو رہا تھا۔۔ کتنا بھیانک منظر تھا یہ کہ لفظوں میں بیان کرنے سے قاصر تھا۔۔ راحیل خان آبان کے گرد سختی سے حصار بنائے آواز کے ساتھ رونے لگا تھا۔۔ اس کی آنکھوں سے وہ لمحہ گیا نہیں تھا جب مہرماہ نے آخری ہچکی بھری تھی۔۔ رونگٹے کھڑے ہو چکے تھے اس شخص کے۔۔ مہرماہ مر چکی ہے یہ خبر ہی بھیانک تھی۔۔ کم از کم اس کے لیے تو بہت زیادہ۔۔ وہ لڑکی پھر بھی خوش قسمت رہی تھی کہ اپنی محبت کے ہاتھوں میں مری تھی۔۔۔حسے وہ پا نہیں سکی تھی کم از کم اس کی بانہوں میں تو دم توڑا تھا۔۔ وہ پھر بھی ایک طرح سے جیتی ہی تھی۔۔ سب کو یہ چیز نصیب نہیں ہوتی۔۔ لیکن اسے ہوئی تھی۔۔ خاموش

کمرے میں ایک مرتبہ پھر راحیل خان کی روٹی ہوئی آواز گونجنے لگی تھی۔۔ وہ آج سارے پہرے ہٹا کر کھل کے رو رہا تھا۔۔ ایک غم تھا تو پچھلے بھی سارے غم یاد آرہے تھے۔ سب سے زیادہ اسے خوف محسوس ہو رہا تھا۔۔ ایک وقت میں اس نے بھی اسے ہی مر جانا تھا۔ اس نے بھی اسے ہی آخری ہچکی بھرنی تھی اور سب ختم ہو جانا تھا۔۔ زندگی کتنی چھوٹی چیز ہے اسے اب احساس ہو رہا تھا۔۔ سب سے خاص کر اسے رہ رہ کے اپنا زنا یاد آتا تھا۔۔ موت کا خوف جیسے ہی ہوا تھا تو اسے ہر طرح کا گناہ یاد آنے لگا تھا۔۔ چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا۔۔ ہاں زندگی بس اتنی ہی چھوٹی ہے۔۔۔

ہمت رکھ راحیل۔۔ اس کے کفن دفن کا انتظام کرتے ہیں۔۔ رونے سے کچھ نہیں ہوگا۔۔ جیسی اس کی زندگی رہی ہے بہتر ہے تو بس اس کے لیے دعائے مغفرت کر۔۔

اپنے سینے سے ہٹاتے آبان خان نے اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا۔۔ وہ کچھ ہی دیر میں روتے روتے سرخ ہو چکا تھا۔۔ اس کی آنکھیں خون چھلکا رہی تھی۔۔ آنکھوں میں سرخ ڈورے سے بندھ گئے تھے۔۔ دل ابھی بھی حد سے زیادہ بھاری ہی تھا۔۔ کون کہتا ہے مرد نہیں روتا؟؟ جو کہتے ہیں وہ محض بکواس کرتے ہیں۔۔ مرد کے پاس بھی دل ہوتا ہے۔ وہ بھی جذبات اور احساسات لیے ہوئے ایک انسان ہوتا ہے۔ سب روتے

ہیں۔۔مرد کے رونے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔۔ مرد نہیں روتا یہ محض ہمارے معاشرے کی ایک جاہلانہ سوچ ہے جس نے کتنے ہی مردوں کو اندر ہی اندر گھٹ گھٹ کر خودکشی کرنے پر مجبور کیا ہے۔۔ غبار کبھی دلوں میں نہیں رکھا کرتے۔۔ خدا نے آنسوں بناتے وقت ہرگز بھی یہ نہیں کہا تھا کہ یہ محض عورت کے لیے ہیں۔۔ ہر انسان پر ایسا وقت ضرور آتا ہے جب وہ کھل کر رونا چاہتا ہے۔۔۔ایسے میں خود پر مرد کا ٹیگ لگا کر یہ سوچنا کہ مرد روتے نہیں ہیں محض فضول حرکت ہے۔۔یہ صرف ہمارے معاشرے کی ایک جاہلانہ سوچ ہے جو نسلوں میں کنورٹ ہوتی رہتی ہے۔۔ مگر خدا حسے شعور دے۔۔۔آنسوں بھی نعمت ہیں۔۔ دل کا بوجھ ہلکا کرتے ہیں۔۔ جب کبھی انسان تھک ہار جائے تو مرد ہو یا عورت دو گھڑی رو لینا چاہئے۔۔یہ دل کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے۔۔

راحیل خان نے خاموشی سے اپنے آنسوں صاف کرتے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ مقابل سہی کہہ رہا تھا۔۔ وہ اس کے لیے دعائے مغفرت کر کے بھی اپنی دوستی کا فرض نبھا سکتا تھا۔۔ چل اس کے کفن دفن کا انتظام کرتے ہیں۔۔یہیں سے سیدھا قبرستان میں دفنا دے گیں۔۔ میں کال کرتا ہوں سب کو۔۔ بے فکر رہ نمازِ جنازہ ہو جائے

گی۔۔ آبان خان نے نرمی سے کہتے خود سے اس کے آنسوں صاف کیے۔ وہ بے حس ہر گز بھی نہیں تھا۔۔ اس کا دل بھی آخر پگھل ہی گیا تھا۔۔ راحیل خان نے اپنے آنسوں صاف کرتے باہر کی طرف قدم لیے۔۔ وہ ریسیپشن پر سارے معاملے دیکھنے جا رہا تھا۔ ہمت تو دکھانی ہی تھی۔۔ البتہ اس اپنے قدم من من کے بھاری محسوس ہو رہے تھے۔ آنکھیں ابھی صاف کی تھیں جو پھر سے برسنے لگی تھیں۔ دل اتنا بھاری تھا کہ بوجھ کی تاب نہ لاتے ابھی پھٹ جائے۔۔ پتہ نہیں یہ ساری تکلیف آخر کس بات کی تھی۔۔ وہ اپنے زخم تک بھولے ہوئے تھا۔۔ اس کے پاؤں میں حلتے ہوئے شدید قسم کا درد تھا۔۔ لیکن ابھی فکر کسے تھی بھلا؟؟ اس طرف تو اس کا ہوش بھی نہیں تھا۔ اس کی چال میں تھوڑی لڑکھڑاہٹ ضرور تھی۔۔ ظاہر ہے اتنی چوٹ میں یہ بہت عام سی بات تھی۔۔۔ وہ باہر نکل چکا تھا۔۔ جبکہ پیچھے آبان خان بھی اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے باہر کی طرف بڑھا۔۔ اس مدحا کے رہنے کے لیے بھی انتظام کرنا تھا۔ اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا وہ اسے۔۔ لیکن پہلے مہرماہ کی تدفین ضروری تھی۔۔ مدحا کو تو بعد میں بھی دیکھا جا سکتا تھا۔۔ خود بھی باہر کی طرف بڑھتے وہ سارے انتظامات کرنے جا رہا تھا۔۔ پیچھے ایک جیتی جاگتی لڑکی آج لاش کی صورت میں آگے اپنا حساب کتاب کروا رہی تھی۔۔ خدا اس کے لیے آسانیاں کرتا۔۔

Epi : 95/1

تین دن بعد۔۔۔۔۔

یہ منظر تھا صبح کے دس بجے کا جہاں اس وقت سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے تھے۔۔یہاں سب ہی بڑے چھوٹے سب موجود تھے۔۔ کوئی بھی اپنے کام پر نہیں گیا تھا۔ شاید آج اتوار تھا اس وجہ سے۔۔ مہرماہ نامی لڑکی کو تین دن پہلے ہی دفنا دیا گیا تھا۔ آبان خان کے توسط سے وہ لوگ بھی اس کے جنازے میں شامل ہوئے تھی جو اسے جانتے بھی نہیں تھے۔ ایک کثیر عوام اس کے جنازے میں بن ہی گئی تھی۔ اس لڑکی کو دفنا کر کوئی بھی بھولا نہیں تھا۔۔سب کو یاد تھی وہ۔۔ خاص کر اسے جسے ہونی چاہیے تھی۔۔ راحیل خان کو۔۔۔ مہرماہ کو دفنا کر آنے کے بعد سے وہ جیسے گم سم سا رہنے لگا تھا۔۔ تین دن ہو گئے تھے سب گھر والے اسے ہنسانے اس سے بات کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ لیکن مجال تھی جو وہ ہمم ہاں کے علاوہ کوئی اور جواب دے۔۔ وہ جیسے اپنی ذات میں ہی گم رہنے لگا تھا۔ آبان خان سے بھی کوئی بات شئیر نہیں کر رہا تھا۔ دل کی باتیں دل میں ہی رہنے لگی تھیں۔۔ تین دن سے وہ سنجیدہ تھا۔۔تنہائی میں اسے رونا بھی

بہت آتا تھا۔۔کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس کے ساتھ آخر ہوا کیا ہے ! ! اس طرح تو راحیل نے کبھی بیہیو کیا ہی نہیں تھا۔۔ شاید اس مرتبہ زخم گہرا تھا۔۔ وہ محفل میں بیٹھ کر بھی دماغی طور پر غائب ہوتا تھا۔۔تین دن ہو گئے تھے اسے کسی نے بھی مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔۔جبکہ اس کے زخموں پر مسلسل مرہم پٹی جاری تھی۔ ایک تو کھانا پینا بھی تقریباً چھوڑا ہی ہوا تھا اس لڑکے نے۔۔ وہ پہلے سے زیادہ بری حالت میں تھا۔ کوئی تھا ہی نہیں اس کے ساتھ ! ! اسے اپنی اوقات پتہ چلتی تھی اب۔۔ چھ سال پہلے اتنا برا نہیں ہوا تھا جتنا وہ اب ٹوٹ کر کرچی کرچی ہوا پڑا تھا۔۔۔کوئی اسے سمیٹنے والا نہیں تھا۔۔ اس کی زندگی پھر سے ایک جگہ پر رک چکی تھی۔۔یہ وہ لمحہ تھا جہاں تسلیاں، دلاسے، ہمدردیاں کچھ بھی کام آنے والا نہیں تھا۔۔ اسے بس خود کو خود ہی سنبھالنا تھا۔ جس کی اس نے کوشش بھی نہیں کی تھی۔۔۔ مہرماہ کے مرنے کے بعد سے تو اب تک اس کا مدحا سے بھی کوئی سامنا نہیں ہوا تھا۔۔نا ہی اس لڑکی نے اس کی خبر لینا یا کچھ پوچھنا ضروری سمجھا تھا۔۔ ہاں اُسے بھی مہرماہ کے متعلق ضرور پتہ چل گیا تھا۔۔

ابھی بھی راحیل خان سنجیدگی سے لاؤنج میں بیٹھا یہاں ہو کر بھی یہاں نہیں تھا۔ سب ہنس بول رہے تھے جبکہ وہ خاموشی سے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے اپنی ہی سوچوں میں گم تھا۔۔ اسے جیسے ان محفلوں سے کوئی غرض ہی نہیں تھی۔۔ آبان خان بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھا سب سے باتوں میں مصروف تھا۔۔ اس نے بھی بہت کوشش کی تھی کہ راحیل اس سے ہی بول لے۔ لیکن نہیں اس شخص نے تو بلکل ہی چپ سادھ لی تھی۔ کسی نے بھی مہرماہ یا مدحا کی طرف سے راحیل سے کوئی سوال نہیں کیا تھا۔ انہیں ضرورت ہی نہیں تھی۔۔ وہ لوگ باتوں کو کرید کر راحیل کو مزید تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے۔۔ جبکہ مدحا نسیم اور ضیغم نسیم آبان خان کے دیے گئے ایک اپارٹمینٹ میں رہ رہے تھے۔۔ ان دونوں کو آبان نے رہنے کے لیے فلحال الگ ہی گھر دینا مناسب سمجھا تھا۔۔ کیونکہ اسے جو مدحا کے خاندان کے متعلق پتہ چلا تھا وہ محلے میں تو یہی کچھ پھیلا ہوا تھا کہ فرحت بیگم اور مدحا بھاگ گئی ہیں۔ جبکہ نسیم صاحب کا کچھ دن بعد انتقال ہو گیا تھا۔ گھر میں سے اٹھنے والی بدبو سے محلے والے ان کے گھر میں گئے تھے۔۔۔ جہاں نسیم صاحب کی گلی سڑی سی لاش پڑی تھی۔ ظاہر ہے کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں تھا تو اس فالج کے مریض کا یہی حال ہونا تھا۔۔ ان دونوں میاں بیوی کا ایک جیسا ہی انجام ہوا تھا۔۔بہت عرصہ پہلے ہی محلے والوں نے ہی نسیم صاحب کو

دفنا بھی دیا تھا۔ جبکہ گھر پر رشتے داروں نے قبضہ کر لیا تھا۔۔ آبان خان کو جو کچھ پتہ چلا تھا تو اس نے مدحا اور ضیغم دونوں کو بتا دیا تھا۔۔۔ اپنے باپ کا سنتے وہ دونوں روئے تو بہت تھے۔ لیکن خیر خدا صبر دینے والا ہے ! ! ! اسی لیے وہ دونوں اب دنیا میں بے آسرا آبان خان کے بہت اسرار نہیں بلکہ حکم پر اس کے اپارٹمنٹ میں رہ رہے تھے۔۔

راحیل تو بتا زارا کے لیے لہنگا کیسا لیں؟ آبان خان نے راحیل کو بلوانے کی خاطر ٹیب کو اس کے سامنے کیا۔۔ وہ لوگ سب یہاں بیٹھے رائنا خان اور زارا خان کی شادی کے لیے لہنگا فائنل کر رہے تھے۔ شادی میں محض پندرہ دن باقی تھے۔۔ راحیل خان جو اپنی ہی سوچوں میں مگن تھا کہ اچانک ہی وہ ہوش میں آیا۔۔۔ وہ نظریں پھیرے کبھی آبان تو کبھی ٹیب کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں مختلف ڈیزائن کے لہنگے کھلے تھے۔۔ بتا نا؟؟ زارا نے تیرے اوپر ہی چھوڑا ہوا ہے سب کچھ ! ! اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ آبان خان نے اس کے بازو پر ٹھوہکا سا لگایا۔۔ کچھ تو بول لیتا یہ شخص ! ! ! ! کچھ بھی دیکھ لو جس کی شادی ہے اسی سے پوچھو۔ میں کون ہوتا ہوں کچھ بتانے والا۔۔ سنجیدگی سے ایک نظر زارا خان کی طرف دیکھتے جواب آیا۔۔ وہ شاید اتنے عرصے کا ابھی بھی ناراض تھا۔۔۔ اسے اُمید تھی کہ زارا اسے منائے گی۔ لیکن افسوس امیدوں پر پانی پھر چکا

تھا۔۔ ویسے بھی آج کل اس کی زندگی کے مسئلے ختم نہیں ہو رہے تھے کسی اور کو وہ کیا ہی دیکھتا بھلا۔۔ سنجیدگی سے کہتے وہ صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ وہ جو سوچ رہا تھا منٹوں میں اس پر عمل کرنے جا رہا تھا۔۔پتہ نہیں اس کے دماغ میں کیا آیا تھا۔۔ کہاں جا رہا ہے؟؟ آبان خان نے اس کی طرف دیکھتے سوال داغا۔ سب لوگ اپنی باتیں چھوڑے اسی کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔۔ جبکہ زارا خان آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ دل پر لگتی تھیں راحیل کی بے اعتنائی۔۔۔

آرہا ہوں۔۔ سپاٹ سے انداز میں کہتے وہ آگے کو بڑھ چکا تھا۔۔ اس نے آبان خان کی دوسری کوئی بات بھی سننا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔ وہ لاؤنج سے نکلتے دروازے کو پار کرتے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔ یقیناً وہ کہیں باہر جا رہا تھا۔۔۔ جبکہ پیچھے باقی سب سر جھٹکتے پھر سے اپنی باتوں میں مصروف ہوئے۔۔ اب تو راحیل کے اس رویے کی عادت سی ہونے لگی تھی۔۔ جبکہ آبان خان کی نظریں سامنے ہی تھیں۔۔ وہ غائب ہو چکا تھا لیکن پھر بھی وہ سامنے دیکھتے اپنے شاطر دماغ سے کچھ سوچ رہا تھا۔۔یہی کہ راحیل خان آخر کہاں گیا ہے ! ! ! اس کی چھٹی حس اسے جو کہہ رہی تھی وہ اس پر یقین بھی کر بیٹھا تھا۔ پتہ نہیں اسے پورا یقین تھا کہ وہ جہاں سوچ رہا ہے راحیل خان وہیں پر

گیا ہوگا۔۔ نفی میں سر ہلا کر ایک گہری سانس بھرتے وہ خود بھی صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ وہ اس کا پیچھا کرنے والا تھا۔۔ جیسی راحیل کی حالت تھی وہ اسے اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔ اب تم کہاں چلے میاں؟؟ دا جان نے اسے بھی کھڑے ہوتے دیکھ سنجیدگی سے پوچھا۔۔ آرہا ہوں کچھ دیر تک ! ! راحیل کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں ہے۔ آپ سب جانتے ہیں اس کی حالت ! ! سنجیدگی سے جواب دیتے آبان خان نے خود بھی اپنے قدم باہر کی طرف لیے۔۔ وہ اس کا پیچھا کرنے والا تھا۔۔ باہر سے گاڑی کی آواز آتے دیکھ وہ خود بھی تیزی سے باہر بڑھ رہا تھا۔۔۔ جبکہ وہ دعا کر رہا تھا کہ جیسا وہ سوچ رہا ہے ویسے ہی ہو۔۔

پیچھے باقی سب بھی اپنی باتوں میں مشغول ہوئے۔۔ وہ سب ان دونوں کو کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔۔ آبان خان کی اپنی بیوی اس سے پچھلے اتنے دنوں سے ناراض تھی۔۔ مگر وہ انسان راحیل میں اتنا مگن تھا کہ بیوی کو بھی وقت نہیں دے پاتا تھا۔۔ درفشاں خان ناراض ضرور تھی مگر اس نے بھی ناراضگی جتائی نہیں تھی۔ نا ہی وہ کوئی نخرے کرتی تھی۔۔ وہ بس بات اور شکوے کو دل میں دبائے اس انتظار میں تھی کہ کب آبان خان کو خود سے احساس ہو کہ وہ رشتوں کو برابری کی سطح پر لے کر نہیں چل پا رہا۔۔۔ اسے

واقعی میں احساس ہونے کی ضرورت تھی۔۔ لیکن نہیں اسے تو بس راحیل ہی نظر آتا تھا۔۔ اسی کے پیچھے خوار ہو رہا تھا وہ شخص۔۔

راحیل خان اپنی گاڑی کو نکالے سنجیدگی سے خان ولا سے باہر نکلا۔۔ اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا۔ جبکہ اپنے زخموں کو تو وہ کسی کھاتے میں لیتا ہی نہیں تھا۔ یہ بدپرہیزی ہی تھی جو اس کے زخموں کو روز مرہم پٹی کی ضرورت پڑ رہی تھی۔۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ آبان خان کی گاڑی اس کے پیچھے ہی آرہی ہے۔ وہ بس اپنے میں مگن اپنی ڈرائیونگ کرتے پھر سے کچھ سوچ رہا تھا۔ آبان کی گاڑی اس سے ایک کافی فاصلے پر اسے فالو کر رہی تھی۔۔ ان دونوں کی گاڑی کراچی کے راستے پر فراٹے بھرتی اپنی منزل کی طرف گامزن تھی۔۔۔

راحیل خان کی گاڑی جھٹکے سے ایک عمارت کے باہر آتے رکی۔۔ وہ پتہ نہیں کیا سوچتے کیا کرنے اس طرف آیا تھا۔۔ جو بھی تھا اب وہ آ ہی گیا تھا۔ اسے بس کسی طرح ایک مرتبہ اس عمارت میں مقیم لوگوں سے بات کرنی تھی۔۔ آبان خان جو خبر اس کے پیچھے ہی تھا اپنی گاڑی کو اس کی نظروں سے اوجھل کافی فاصلے پر روکتے دلکش سا مسکرایا۔۔

وہ غلط نہیں تھا۔۔ اسے پہلے ہی شک تھا کہ راحیل اسی جگہ پر آئے گا۔۔ اس کا شک یقین میں بدل چکا تھا۔۔ وہ اپنی گاڑی کو روکے شیشے پر ہاتھ ٹکائے سامنے ونڈ سکرین سے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

راحیل خان سنجیدگی سے اپنی طرف کا دروازہ کھولتے باہر نکلا۔۔ اسے پتہ تھا اس اپارٹمنٹ کا۔۔ اب وہ دنیا سے اتنا بھی غافل نہیں تھا۔ ہاں یہ اپارٹمینٹ آبان کا تھا جو اس نے وقتی طور پر مدحا اور ضیغم کو دیا ہوا تھا۔۔ وہ جانتا تھا سب کچھ ! ! بے خبر وہ کسی بھی چیز سے نہیں تھا۔ بس وہ خاموش تھا۔۔ ایک نظر اس اپارٹمنٹ کو دیکھتے راحیل خان نے ایک گہری سانس بھرتے اپنے قدم اندر کی جانب لیے ! ! اس کے دماغ میں بہت سی باتیں چل رہی تھیں۔ پتہ نہیں وہ یہاں کس مقصد کے تحت آیا تھا۔۔ اس کے پیچھے موجود آبان خان بھی اس کی دیکھم دیکھ مسکراتے ہوئے گاڑی سے باہر نکلا۔۔ ایک تو پتہ نہیں راحیل کو یہاں آتے دیکھ اسے اتنی خوشی کیوں ہو رہی تھی۔۔ وہ اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ہونٹوں کو گولائی کی صورت میں باہر نکالے آہستہ سے سیٹی بجاتے ہوئے آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جس طرف راحیل گیا تھا۔ البتہ اس کی سپیڈ بھی دھیمی تھی۔ راحیل سے سامنا تھوڑی کرنا تھا اس نے ! ! !

راحیل خان سیڑھیاں چڑھتے اوپر کی طرف بڑھا۔ یہ ایک چوتھی منزل پر بنا اپارٹمنٹ تھا۔۔ جبکہ اس عمارت میں اور بھی بہت سے اپارٹمینٹ موجود تھے۔ بہت سے لوگ رہتے تھے یہاں۔ آبان خان مدحا کو کسی سنسان علاقے میں نہیں چھوڑ سکتا تھا۔ راحیل خان بنا کسی لفٹ کا استعمال کیے سیڑھیوں سے اوپر جا رہا تھا۔۔ سچ تو یہ تھا کہ یہ محض بے دھیانی کی وجہ سے تھا۔۔ اسے لفٹ کا کوئی خیال ہی نہیں رہا تھا۔۔ آبان خان نے ایک نظر سیڑھیوں سے اوپر چڑھتی اس کی پشت کو دیکھتے کندھے اُچکاتے اپنے قدم لفٹ کی جانب لیے۔ اس کے چکروں میں بھلا وہ کیوں اپنی ٹانگیں تھکاتا؟؟ البتہ اسے تھوڑا غصّہ تو آیا تھا۔ کیونکہ راحیل کو اپنے پیر کی بلکل کوئی پرواہ نہیں تھی۔۔ آبان خان لفٹ سے ایک سیکنڈ میں اوپر پہنچ رہا تھا جبکہ اس کے برعکس راحیل خان سیڑھیوں سے چلتے ابھی دوسری منزل پر ہی تھا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کا دماغ کسی خیالوں میں گم تھا۔۔

کچھ دیر بعد اپنی منزل تک پہنچتے راحیل خان نے سامنے موجود دروازے کو دیکھتے ایک گہری سانس بھری۔۔ یہاں آکر دل ایک مرتبہ پھر سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ وہ اندر جائے یا نہیں۔۔ لیکن اس کا کوئی غلط مقصد تو نہیں تھا۔ اسے تو بس مدحا سے کچھ بات

کرنی تھی۔۔ وہ اس وقت براؤن کلر کے شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔ آج کل ٹانگ پر چوٹ تھی تو وہ جینز نہیں پہن سکتا تھا۔ وہ پھر سے شلوار قمیض پہننے پر مجبور ہو گیا تھا۔ ایک نظر اوپر کی طرف دیکھ کر ایک گہری سانس بھرتے راحیل خان نے آہستہ سے ہاتھ اوپر کو اٹھاتے دروازے بیل پر رکھا۔ وہ بہت سوچ سمجھ کر یہاں آیا تھا۔۔ بھولا وہ شخص کسی کو بھی نہیں تھا۔ تین دن پہلے فوت ہوئی لڑکی اور اس کے آخری الفاظ اسے بہت اچھے سے یاد تھے۔۔بیل کو بجا کر راحیل خان اندر سے کسی کے آنے کے انتظار میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہیں مقابل دروازہ ہی نہ کھولے ! ! اس کے دماغ میں پتہ نہیں کیا کچھ چل رہا تھا۔۔ ایک مرتبہ پر اندر سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔۔ راحیل خان نے کچھ دیر انتظار کرتے ایک مرتبہ پھر سے بیل کا بٹن دبایا۔۔ کبھی تو کوئی آتا۔۔ اس کے پیچھے ہی آبان خان دیوار سے ٹیک لگائے اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ تھوڑا اس طرح چھپا ہوا تھا کہ کوئی اسے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔۔۔

دروازے کے لاک کو کھلتے محسوس کرتے راحیل خان ہونٹ کاٹتے دو قدم پیچھے کو ہوا۔۔ پتہ نہیں کیوں اس کا دل شدت سے دھڑکنے لگا تھا۔ پچھلے دنوں جو کچھ بھی ہوا تھا وہ اس کے بعد بے حد فورمل ہو رہا تھا۔ عجیب جھجھک سی تھی جو آڑے آرہی تھی۔ اس

کا دل اس ڈر سے بیٹھا جا رہا تھا کہ کہیں مدحا کو بھی اس کے زنا کر متعلق پتہ نہ چل گیا ہو۔ جس لڑکی کی آنکھوں میں خود کے لیے ہمیشہ محبت دیکھی تھی وہ اس کی آنکھوں میں اب نفرت نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔یہ اس کے لیے مکمل طور پر ٹوٹ جانے کے مترادف تھا۔ پتہ نہیں مدحا اس کے متعلق جانتی بھی تھی یا نہیں۔ کاش کہ اس کے گناہوں کا پردہ رہ جاتا۔ اس کی حسرت تھی کہ کاش مدحا کبھی اس سے نفرت نہ کرے!!!!

دروازہ کھل چکا تھا۔ دروازے سے ضیغم نسیم نمودار ہوا تھا۔ ضیغم نے دروازے کو کھولتے حیرت سے سامنے دیکھا۔۔ راحیل کو یہاں دیکھتے اس کی حیرت بہت بے ساختہ تھی۔۔ تین دنوں بعد وہ لوگ آج ہی مل رہے تھے۔۔ راحیل بھائی۔۔ ضیغم اپنی حیرت پر قابو پاتے مسکراتے ہوئے باہر نکلا۔۔ وہ ان دو قدموں کا فاصلہ خود سے سمیٹتے اس کے گلے سے جا لگا تھا۔ ایک راحیل ہی تو تھا جو سب سے فیورٹ تھا۔۔ کیسے ہیں آپ راحیل بھائی؟؟ ضیغم نے مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔۔ اسے خوشی ہوئی تھی راحیل کو یہاں دیکھ کر!!! میں ٹھیک ہوں تم بتاؤ۔۔ دھیما سا محض ہلکا سا مسکراتے راحیل خان نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔۔اس کی شروع سے ضیغم کے ساتھ یہی عادت رہی تھی۔ اب تو ضیغم چڑتا بھی نہیں تھا۔۔ بلکل ٹھیک مزے میں!!

مسکراتے ہے جواب آیا۔۔ وہ اس سے پیچھے ہٹ چکا تھا۔۔ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟ راحیل خان نے سنجیدگی سے اس سے جیسے اجازت لی۔۔ وہ ایسے ہی بے دھڑک اندر نہیں جا سکتا تھا۔۔ ارے آپ کا اپنا گھر ہے جیسے مرضی آئیں ! ! خوشدلی سے جواب دیتے ضیغم نسیم دروازے سے سائڈ پر ہو چکا تھا۔ وہ راحیل کو اندر آنے کے لیے جگہ دیے ہوئے تھا۔۔ راحیل خان نے دھڑکتے دل کے ساتھ ابھی محض گھر کے اندر ایک ہی قدم رکھا تھا کہ سامنے سے آتی مدحا نسیم کی آواز پر اس کا دوسرا قدم ہوا میں ہی معلق ہوا۔۔ وہ سامنے اسے دیکھ رہا تھا جو شاید تیزی سے ابھی ہی کمرے سے نکل کر آئی تھی۔۔ وہیں رک جائیں ! ! ! مدحا نسیم جو دروازے سے سامنے دیکھ چکی تھی کہ کون آیا ہے تیزی سے آگے کو آتے وہ راحیل خان کو آگے آنے سے منع کر چکی تھی۔۔ ضیغم نے اس سے بنا پوچھے دروازہ کھولا تھا۔۔ راحیل خان نے خاموشی سے اپنا وہ ایک قدم بھی واپس سے اٹھاتے گھر سے باہر کو کیا۔۔ مقابل نے منع کر دیا تھا۔ کچھ زیادہ ہی شریف بن رہا تھا وہ ! ! ! آپی راحیل بھائی ہیں۔۔ یہ انہی کا گھر ہے۔۔ آپ کیوں منع کر رہی ہیں۔۔ ضیغم نے مدحا کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے استفسار کیا۔۔ اسے بہت بری لگی تھی مدحا کی یہ حرکت ! ! مدحا نسیم جلتے آگے کو آتے دروازے کے پاس کھڑی ہو چکی تھی۔ اس کا چہرہ حد سے زیادہ سنجیدہ تھا جو کہ یقیناً راحیل کو دیکھ کر ہوا تھا۔ وہ دونوں

آمنے سامنے کھڑے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔۔ ایک کی آنکھوں میں شعلے سے بھڑک رہے تھے تو دوسرے کی آنکھیں بنجر تھیں۔۔ ویران آنکھیں ! ! ! تم چپ کرو ضیغم ! ! اور آپ برائے مہربانی جیسے آئے ہیں ویسے ہی یہاں سے تشریف لے جائیں ! ہمیں آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنی۔۔ نہایت سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ کر کہتے مدحا نے ضیغم کو بازو سے پکڑتے پیچھے کو کیا۔۔ وہ اس شخص کا سایہ بھی نہیں پڑنے دیتی ضیغم پر ! ! وہ بھولی نہیں تھی کچھ بھی ! ! ! راحیل خان کا دل مزید شدت سے دھڑکنے لگا تھا۔۔ مقابل اس طرح کیوں کہہ رہی تھی؟؟ کیا وہ اس کے متعلق جانتی تھی؟؟ اس کی دھڑکنیں منتشر ہونے لگی تھیں۔۔ مدحا آپی کیا بدتمیزی ہے یہ؟؟ ضیغم نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑاتے راحیل خان کے ہاتھ کو تھاما۔۔ وہ تو اسے اندر بلا سکتا تھا۔۔ تم کچھ نہیں جانتے ضیغم۔۔ یہ شخص کیسا ہے تم نہیں جانتے ! ! تم دور رہو اس سے ! ! مدحا نسیم نے ضیغم کو دیکھتے بری طرح اپنے ہونٹ بھینچے۔۔ اس کا بھائی اس سے زیادہ راحیل کا سگا تھا۔۔۔ میں نے صرف تم سے کچھ بات کرنی ہے ! ! ابھی ضیغم کچھ بولتا کہ راحیل خان اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے بول ہی پڑا تھا۔۔ اس کے دل میں شک پیدا ہو گیا تھا کہ مقابل اس کے زنا کے متعلق جانتی ہے ! ! گناہوں سے پردہ اٹھنے کا خوف کیا ہوتا ہے کوئی اس سے پوچھتا۔۔ لیکن مجھے آپ سے کوئی

بات نہیں کرنی مسٹر راحیل۔۔ آپ جیسے زانی مردوں کی طرف دیکھنا بھی میں اپنی توہین سمجھتی ہوں ! ! ! ایک قدم آگے کو بڑھاتے وہ اُنگلی اٹھاتے زہر ملے لہجے میں پھنکاری۔۔ لیکن ایک بات تھی۔۔ اس کی آنکھوں میں کہیں پر بھی نفرت نظر نہیں آرہی تھی۔۔ شاید اسے راحیل خان سے نفرت کرنے کے لیے کچھ وقت درکار تھا۔۔ محبت کھیل تو نہیں ہے نہ جو اتنی آسانی سے ختم ہو جائے؟؟؟ اور راحیل خان کو لگا تھا کہ بیچ چوراہے پر کھڑے ہو کر کسی نے اس کے منہ پر تماچہ مارا ہو۔۔ جس چیز سے وہ ڈر رہا تھا وہ ہو گئی تھی۔۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے اس کی زنا کر متعلق کیسے پتہ ہے ! ! لیکن مقابل جان چکی تھی۔۔ آخری تیر بھی دل میں اچھی طرح پیوست ہو چکا تھا۔۔ مدحا محض آخری لڑکی تھی جو کہ اب وہ بھی نفرت کرنے لگی تھی۔۔ اسے ایسا لگتا تھا۔۔ اس کے پاس تو کچھ بولنے کے لیے بھی نہیں بچا تھا۔۔ حلق میں گرہیں سی بندھ رہی تھی۔۔۔ دل ایک لمحے کے رک رک کر چلنے لگا تھا مگر وہ بھی اب ٹھیکے ہو چکا تھا۔۔ راحیل خان کو بے ساختہ شدید شرمندگی میں آن گھیرا تھا۔۔ اسے لگتا تھا جیسے اب وہ کسی سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا۔۔ وہ سب کے درمیان میں اپنی ذات کو بے حد کمتر محسوس کرنے لگا تھا۔۔ جیسے ابھی مدحا کے سامنے اسے اپنا آپ بہت چھوٹا سا لگ رہا تھا۔۔ لوگوں کے سامنے راز کھلنے پر اتنی شرمندگی ہو رہی تھی تو وہ کل کو آخرت میں خدا کو

جواب کس طرح دیتا؟؟ اس کے دماغ میں یہی چل رہا تھا۔۔ اپنا آپ اب تو حقیر سا لگنے لگا تھا۔۔ جتنا وہ زنا کرتا تھا اب اتنا ہی اسے اس لفظ سے اور اپنے آپ سے نفرت سی محسوس ہوتی تھی۔۔ راحیل بھائی یہ زانی کیا ہوتا ہے؟؟ ضیغم نے نا سمجھی سے راحیل کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ اس کے سر پر سے گزری تھی مدحا کی بات ! ! ! ضیغم منہ توڑ دوں گی میں تمھارا۔۔ اندر چلو اور دروازہ بند کرو ! ! مدحا نے راحیل سے نظریں ہٹاتے ضیغم کے ہاتھ کو تھامتے اسے پھر سے اپنی طرف کھینچا۔۔ اس کے منہ سے بے ساختہ وہ بات نکلی تھی۔۔ اس کا اِرادہ نہیں تھا ضیغم کے سامنے ایسا کچھ بولنے کا۔۔ لیکن بس غصّہ تھا جو سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو ختم کیے ہوئے تھا۔۔

راحیل خان خاموشی سے ابھی ایک قدم پیچھے کی طرف ل کر مڑتا کہ کسی نے پیچھے سے آتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ راحیل خان کے بڑھتے قدم رک چکے تھے۔۔ وہ بنا کوئی جواب دیے خاموشی سے یہاں سے جانے ہی لگا تھا کہ آبان خان جو ساری باتیں سن رہا تھا یہاں آتے اسے روک چکا تھا۔۔ اندر نہیں بلاؤ گی مجھے ! ! راحیل خان کے کندھے پر ہاتھ رکھتے آبان خان نے مدحا کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ اس نے راحیل پر ایک نظر بھی نہیں ڈالی تھی۔۔ وہ بس مدحا کی طرف متوجہ تھا۔۔ چھوڑ آبان۔۔۔ راحیل

خان نے سنجیدگی سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنا چاہا۔۔ وہ یہاں کسی سے نظریں ملانے کے بھی قابل نہیں سمجھ رہا تھا خود کو ! ! ! یعنی نہیں بلا رہی تم ؟؟ راحیل کو سرے سے ہی اگنور کرتے آبان خان نے مدحا کو کوئی جواب نہ دیتے دیکھ ایبرو اُچکائی۔۔ کیا دن آگئے تھے کہ اسے اپنے ہی گھر میں آنے کے لیے اجازت چاہیے تھی ! ! ! ! مدحا نسیم ایک نظر راحیل خان پر ڈالتے دروازے سے سائڈ پر ہوئی۔۔۔ یہ آبان کا ہی گھر تھا۔۔ آپ کا اپنا گھر ہے ! ! میں کون ہوتی ہوں روکنے والی ! ! سنجیدگی سے آبان خان کی طرف دیکھ کر کہتے وہ انہیں اندر آنے کی اجازت دے گئی تھی۔۔ اسے بس راحیل سے مسئلہ تھا۔۔ لیکن اب آبان خان بھی ساتھ تھا تو وہ کسی کو روک نہیں سکتی تھی۔۔ اسی لیے سنجیدگی سے سائڈ پر ہوتے وہ انہیں اندر آنے دے رہی تھی۔۔۔ گڈ گرل ! ! مسکرا کے کہتے آبان خان راحیل کو اپنے ساتھ گھسیٹے گھر کے اندر داخل ہوا۔۔ آبان نے جا رہا ہوں تو کیوں اتنی ضد کرتا ہے ! ! راحیل خان کا دل اُچاٹ ہو چکا تھا۔۔ وہ اندر اب جانا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔ لیکن کیا کرتا آخر وہ اپنے ساتھ حلتے اس منہوس کا۔۔ جو اس کی باتوں کو ایسے اگنور کر رہا تھا جیسے وہ بہرا ہو اور اسے راحیل کی آواز ہی نہ آرہی ہو ! ! ! ضیغم نے مسکراتے ہوئے دروازے کو واپس سے لاک لگایا۔۔ وہ اکیلا لڑکا تھا۔۔ مدحا سے زیادہ اسے ان لوگوں میں رہ کر زیادہ مزا آتا تھا۔۔ ایک لمبا عرصہ

گزارا تھا اس نے ان سب کے ساتھ ! ! ! تبھی وہ انہیں دیکھ کر کھل اٹھتا تھا۔۔ خاص کر راحیل کو ! ! ! مدحا نسیم خاموشی سے کچن کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔ آبان نے پانی مانگا تھا وہ اسے وہی دینے لگی تھی۔۔ یہ ایک چھوٹا سا دو کمروں کا اپارٹمنٹ تھا جس میں ایک چھوٹی سی فیملی آرام سے رہ سکتی تھی۔۔ یہاں ضرورت کی ہر چیز موجود تھی ! ! جو نہیں تھا وہ آبان خان نے لا دیا تھا۔ البتہ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آبان آخر یہاں کرنے کیا آیا تھا۔۔

آبان خان راحیل کو اپنے ساتھ لیے ٹی وی لاؤنج کی طرف آیا۔۔ یہاں محض دو ہی بڑے صوفے رکھے تھے جس میں ایک اور وہ دونوں ہی آرام سے بیٹھ چکے تھے۔۔ راحیل خان مسلسل آبان کو گھورنے میں مصروف تھا۔۔ مگر مجال تھی جو آبان خان نے ایک مرتبہ بھی اس پر دھیان دیا ہو ! ! یہ شخص واقعی میں بہت منہوس تھا۔۔

مدحا بچے بوتل نکال لینا دو چار لوگ اور بھی آرہے ہیں ! ! آبان خان نے آرام سے صوفے پر ٹیک لگاتے ہانک لگائی۔۔ مدحا نسیم کچن سے نکلتے پانی لے کر اسی طرف آرہی تھی۔۔ اس کی بات پر مدحا سمیت راحیل خان بھی بری طرح ٹھٹکا۔۔ کیا مطلب وہ کسی کو بھی یہاں کیوں بلا رہا تھا۔۔ انہیں سمجھ نہیں لگی تھی۔۔ مدحا کے ایک لمحے کے

لیے قدم رکے ضرور تھے لیکن وہ پھر سے آگے بڑھتے میز پر پانی کا گلاس رکھ چکی تھی۔۔ البتہ اس کا دل عجیب ضرور ہو گیا تھا۔۔ کچھ تھا جو اسے کھٹک رہا تھا۔۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے آبان یا راحیل پر اعتبار نہیں ہے ! ! لیکن آبان نے جو یہ کچھ لوگوں کے آنے کی خبر دی تھی یہ اسے کچھ مناسب نہیں لگا تھا۔۔ بھلے ہی گھر آبان کا تھا لیکن ابھی تو وہ یہاں رہ رہی تھی نہ ! ! ! ! اس کی بھی کوئی عزت تھی ! ! ! !

کون آرہا ہے؟؟ راحیل خان نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔۔ اسے سمجھ نہیں لگی تھی کہ آخر کون آسکتا تھا۔۔ وہ سارا دن بیٹھ کر بھی سوچتا رہتا تب بھی سمجھ نہ آتی ! ! آبان خان نے پانی کا گلاس اٹھاتے مسکراتے ہوئے ہونٹوں سے لگایا۔۔ وہ ایک گھونٹ بھرتے اسے واپس ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔۔ مدحا نسیم بھی یہیں پر آتے ان لوگوں سے ایک فاصلے پر رکھی کرسی پر بیٹھ چکی تھی۔۔ زہر لگ رہا تھا اسے اس وقت راحیل خان اس گھر میں بیٹھا ہوا۔۔ مگر ہائے یہ مجبوری ! ! ! ! کچھ پوچھ رہا ہوں میں تُجھ سے ! ! سالے تُجھے میں نظر نہیں آرہا کیا؟ کسے بلایا ہے تو نے یہاں پر؟ اور یہ کیا مناسب ہے اس طرح؟ راحیل خان نے اسے پھر سے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ دانت پیستے اس کے بازو کو ہلایا۔۔ اسے غصّہ آنے لگا تھا آبان پر ! ! زیادہ لوگ نہیں آرہے ! بس ایک

مولوی ہے اور بالاج، حدائق، اریبی اور ماہ دیر ہے ! ! باقیوں کو بھی بلا لیتا میں۔ لیکن ابھی ذرا ٹائم نہیں تھا۔۔ چل انداز میں کہتے وہ مدحا کو کسی سے اٹھنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔

جبکہ راحیل خان کا مارے شاک اور حیرت کے منہ کھلا۔۔ وہ دونوں ہی لفظ مولوی پر بری طرح ٹھٹھکے تھے ! ! مولوی کا بھلا یہاں کیا کام؟؟ راحیل خان اور مدحا نسیم کی غیر ارادی طور پر آپس میں نظر ملی۔۔ دونوں کے چہروں پر حیران کن تاثرات تھے ! ! مولوی کس لیے؟؟ اور باقی سب کا یہاں کیا کام؟؟ راحیل خان نے آبان کی طرف دیکھتے پوچھا جو مسکراتے ہوئے ان دونوں کا ریکشن دیکھ رہا تھا۔۔ بہت میسنا انسان تھا یہ ! ! آبان خان بھی اوپر کی چیز تھا۔۔ ارے پاگل تیرے اور مدحا کے نکاح کے لیے ! ! اور بھلا مولوی کا یہاں کیا کام؟؟ چل سے انداز میں ہاتھوں کو سر کے پیچھے باندھ کر کہتے وہ ان دونوں کے سروں پر دھماکہ کر گیا تھا۔۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ آبان خان کے دل میں کچھ ایسا چل رہا ہوگا۔۔۔ دماغ خراب ہے تیرا/ آپ کا۔۔۔ مدحا اور راحیل خان دونوں ہی ہم آواز میں چیخے ! ! ! وہ ایسا سوچ بھی کیسے سکتا تھا۔۔ مدحا کبھی کسی زانی شخص سے نکاح نہیں کر سکتی تھی۔۔ اور راحیل خان زبردستی کا قائل نہیں تھا۔۔ ہاں اگر مدحا اپنی مرضی سے کہتی تو الگ بات تھی۔۔ جبکہ ان کے برعکس ضیغم نسیم خوشی کے مارے پورا منہ کھولے آبان خان کو دیکھ رہا تھا۔ اس کی تو دلی حسرت

پوری ہو جاتی اگر ایسا ہو جاتا تو ! ! آبان خان نے ناگواری سے ان دونوں کو گھورا۔ بھلائی کا زمانہ ہی نہیں تھا۔۔ وہ دونوں اسے ہی پاگل بول رہے تھے ! ! اسنے چہرے کو بلکل سنجیدہ کرتے آبان خان صوفے سے کھڑا ہوا۔ وہ آتے ہوئے کال کر کے آیا تھا سب کو ! ! کچھ دیر میں سب پہنچنے ہی والے تھے۔۔ ویسے بھی سب تقریباً آج گھر پر ہی تھے۔۔ اسے ان لوگوں کے آنے سے پہلے پہلے ان دونوں کو راضی کرنا تھا۔۔

تم دونوں نکاح کر لو ! ! میں کروا رہا ہوں۔۔ دونوں خوش رہو گے یقین کرو ! ! آبان خان نے دونوں کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے انہیں سمجھانا چاہا۔۔ ضیغم اور راحیل خان بھی صوفے سے کھڑے ہو چکے تھے۔۔ کیوں کروں میں نکاح؟ آپ ہوتے کون ہیں میرے اوپر اپنا فیصلہ تھوپنے وّالے ! ! اسنے زانی بھائی کا نکاح جس مرضی سے جا کر کروا دیں لیکن میرا نام بھی مت لیجئے گا۔۔ مدحا نسیم تو ہتھے سے ہی اکھڑ گئی تھی۔۔ غصّہ اس کے دماغ پر حاوی تھا۔۔ جبکہ اس کی بات پر راحیل خان نے بے دردی سے اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔۔ مقابل جب جب اسے زانی بول رہی تھی تب تب اس کے دل میں جیسے برچھیاں سی چل رہی تھیں۔۔ اس کا دل پھٹنے کو تھا۔۔ حلق میں بندھی گرہیں مضبوط ہوتی جا رہی تھیں ! ! ! ! ہوش سے کام لو مدحا۔۔ یہ محض اس کا ماضی

تھا۔۔ ہم سب ہی کہیں نا کہیں کوئی نہ کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں ! ! یہ شرمندہ ہے اپنے گناہوں پر ! ! کیا تمھیں نظر نہیں آتا ؟؟ آبان خان نے سنجیدگی سے مدحا کی طرف دیکھتے کہا۔۔ اس لڑکی کے لہجے پر اس نے مٹھیاں ضرور بھینچی تھیں۔۔ ابھی وہ غصّہ نہیں کر سکتا تھا۔ ابھی اسے منانا تھا مدحا کو ! ! مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں ہے ! ! بہتر ہے آپ اپنے بھائی کو لے کر چلے جائیں یہاں سے ! ! وہ مہرماہ انتقال کر گئی تو آپ لوگوں کو میں نظر آگئی ہوں۔۔ میں اتنی بھی گری پڑی نہیں ہوں سن لیں آپ دونوں ! ! بلکہ آپ لوگ کیوں جائے گیں میں ہی یہ گھر چھوڑ دیتی ہوں ! ! ضیغم چلو یہاں سے ! ! یہ لڑکی چیختے ہوئے کہتے جذباتی ہو رہی تھی۔۔ اسے کسی صورت راحیل سے شادی نہیں کرنی تھی۔۔ اگر حالات پہلے جیسے ہوتے تو اس وقت وہ خوشی سے لال پیلی ہو رہی ہوتی۔۔ لیکن نا وقت پہلے جیسا تھا۔ اور نہ ہی حالات پہلے جیسے تھے ! ! اس کی آنکھوں میں نمی سی جمع ہونے لگی تھی۔۔ اسے بس کہیں ایسی جگہ جانا تھا جہاں راحیل نامی شخص کا سایہ بھی نہ ہو ! ! ! راحیل خان خاموشی سے کھڑا بے بسی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔ کبھی یہی آنکھیں اور آواز محبت چھلکاتی تھیں۔۔ کبھی وہ اسے حیرت بھری نظروں سے دیکھتی تھی۔۔ آج اس لڑکی کا یہ رویہ اس کے دل کو کتنا زخمی کر رہا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔ پتہ نہیں اتنا کچھ سہنے کے بعد بھی وہ اب تک زندہ کیسے تھا۔۔ اس کا دل

تھا کہ بس آخری حد تک دھڑکتے پھٹنے کو تھا۔۔ ضبط اور صبر کی انتہا تھی اس لڑکے پر!!!!!

اس سے پہلے مدحا نسیم ضیغم کو بازو سے پکڑتے اسنے ساتھ لیتی کہ آبان خان نے پہلے ہی ضیغم کو پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔۔ وہ ان دونوں کے درمیان میں ہی کھڑا تھا۔ آبان خان ضیغم کو کھینچے اپنا بازو اس کی گردن کے گرد حائل کیے ہوئے تھا۔۔ وہ بھی پوری تیاری کے ساتھ ہی آیا تھا۔۔ ضیغم اِدھر آؤ!! مدحا نسیم نے ضیغم کو سنجیدگی سے اپنی طرف بلایا۔۔وہ کچھ برا سوچ ہی نہیں رہی تھی اس متعلق!! نا ہی راحیل نے کچھ برا سوچا تھا!!!!! یعنی تم دونوں نہیں مان رہے؟؟ آبان خان نے ضیغم کو ساتھ لیے تھوڑا پیچھے کو ہوتے حتمی انداز میں پوچھا۔۔ اس کا لہجہ بلکل حتمی تھا۔ جبکہ چہرہ حد سے زیادہ سنجیدہ!! میں جواب دے چکی ہوں!! مدحا نسیم جواب دے چکی تھی۔۔ جبکہ راحیل تو اب بھی خاموشی سے کھڑا تھا۔۔ وہ بس مدحا کے چہرے پر نظریں مرکوز کیے ہوئے تھا۔۔ چپکے سے اس کی آنکھوں میں اس وقت حسرت جھلک رہی تھی۔۔ کاش کہ وقت اور حالات پہلے جیسے ہوتے!!!!

آبان خان نے خاموشی سے اپنی جیب سے کچھ نکالتے ضیغم کے سر پر رکھا۔۔ وہ شاطرانہ سا مسکراتے مدحا کو دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں مارے حیرت کے پوری کی پوری کھل چکی تھیں۔۔ آبان خان کے ہاتھ میں گن تھی۔۔۔ جو وہ اس وقت ضیغم کے سر پر تانے ہوئے تھا۔۔ بہت بے رحم تھا یہ شخص ! ! ! ! یہ مشورہ اسے بالاج نے دیا تھا۔۔ نکاح کا سب سے آسان راستہ ! ! وہ تو بس اپلائی کر رہا تھا اب ! ! ! تو پاگل ہے آبان۔۔۔ گن ہٹا ضیغم ڈر رہا ہے ! ! راحیل خان جس کی ابھی ہی نظر ضیغم پر گئی تھی کہ یہ منظر دیکھتے وہ پاگل ہوتے آبان پر چیخا۔ کوئی نہیں جان سکتا تھا کہ آخر آبان خان کے دماغ میں کیا چل رہا ہے ! ! وہ کبھی بھی کچھ بھی کر سکتا تھا۔۔ میری بلا سے ! ! ! تم دونوں یا تو حامی بھرو یا ہم پرسو اس کی میت کے چاول کھائے گیں ! ! کیوں ضیغم؟؟ ٹھیک کہا نا میں نے ! ! ! آبان خان نے سنجیدگی سے کہتے آخر میں ضیغم کی طرف جھکتے استفسار کیا۔۔ جو گن کو دیکھتے ہی رونے لگا تھا۔۔ یہ اُمید تو کسی کو بھی نہیں تھی آبان سے کہ وہ اپنے مقصد کے خاطر اتنا بے رحم بن جائے گا۔۔۔ ضیغم کی آنکھوں میں خوف بہت واضح تھا۔۔ وہ بنا کوئی جواب دیے مسلسل بس اس گن کو ہی دیکھ رہا تھا۔۔ آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوں بہہ رہے تھے ! ! ! ! آپ لوگ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے ! ! مجھے مجبور نہیں کر سکتے آپ لوگ ! ! مدحا نسیم ہوش میں آتی شدت سے

چیخی۔۔یہ اس کے ساتھ زیادتی تھی۔۔ وہ پاگل ہونے کو تھی۔۔ آخر کیوں زبردستی کر رہا تھا یہ انسان اس سے ! ! اسے راحیل سے مسئلہ نہیں تھا۔۔ اسے راحیل کے زانی ہونے سے مسئلہ تھا۔ قسمت نے کیا خوب کھیل کھیلا تھا کہ اسے محبت بھی اس شخص سے ہوئی تھی جو زانی تھا۔۔ اسے زنا سے سخت نفرت تھی۔۔ تمھیں کوئی مجبور کر بھی نہیں رہا لڑکی ! ! صرف نکاح کرنا ہے کر لو تم ! ! سب جانتے ہیں میں آسرا نہیں کرتا۔۔

میں اگر کہہ رہا ہوں اسے جان سے مار دوں گا تو میں واقعی میں مار دوں گا اسے ! ! تمہارے لیے بہتر ہے حامی بھر دو۔۔ نہایت سپاٹ سے انداز میں کہتے آبان خان نے گن عین ضیغم کی گردن پر رکھی۔۔ اس کے لہجے سے لگ رہا تھا جیسے وہ واقعی میں یہ کر دے گا۔۔ آبان فورس مت کر ! ! ! ضیغم کو کچھ ہوا تو میں تُجھے جان سے مار دوں گا یاد رکھنا۔۔ مدحا کی آنکھوں میں آتے آنسوں دیکھتے راحیل خان نے سنجیدگی سے آبان کی طرف دیکھتے اسے تنبیہ کی۔۔۔ وہ اُنگلی اٹھائے اسے وارن کر رہا تھا۔۔ مجھے پرواہ نہیں ہے۔۔۔تیرا نکاح ہو جائے پھر بھلے جان سے مار دینا مجھے ! ! ! آبان خان نے بے فکری سے کندھے اُچکاے۔۔ اس لڑکے کو پرواہ ہی نہیں تھی ! ! ! یہ سب کچھ آپ کی وجہ سے ہو رہا ہے ! ! میرے بھائی کو کچھ بھی ہوا میں تو میں ساری زندگی آپ کو معاف نہیں کروں گی یاد رکھیے گا۔۔ مدحا نسیم نے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوں لیے راحیل کی

طرف دیکھا۔۔ وہ زہر بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو جب سے اس کی زندگی میں آیا تھا تب سے ہی کچھ نا کچھ ہو رہا تھا۔۔ راحیل خان خود بے بسی سے کھڑا تھا۔ اس کا دل نہیں مان رہا تھا آبان کو پیچھے ہٹانے کا۔۔ تبھی مزاحمت بھی بس ایسی ہی تھی۔۔ کتنا اچھا ہوتا اگر مدحا خود ہی مان جاتی ! ! اسے بس مدحا کی رضامندی چاہیے تھی۔۔ اب اسے بھی لگتا تھا کہ ہو جانا چاہیئے۔۔ وہ مزید اکیلا نہیں رہ سکتا تھا۔۔ اسے کسی کی ضرورت تھی۔۔ کسی ہمدرد کی۔۔ جو بس اسے سمیٹ لے ! ! وہ اندر سے بلکل کھوکھلا ہوا پڑا تھا۔۔ آبان خان نے اس کے ڈراموں کو کوفت سے دیکھتے ضیغم کے عین پاؤں کے پاس گولی چلائی۔۔ یہ محض ڈراوا دیا تھا اس نے ! ! ! ضیغم۔۔ مدحا اور ضیغم دونوں کی ہی چیخ بہت بے ساختہ تھی۔۔ وہ اپنے بھائی کو اس طرح مرتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔ یہ شکر تھا کہ ضیغم کا پاؤں بچ گیا تھا۔۔ گولی زمین پر لگی تھی۔۔ مدحا نسیم کھڑی روتے ہوئے دھڑکتے دل کے ساتھ ضیغم پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ ایک لمحے کے لیے اس کا دل اچھل کر حلق میں آگیا تھا۔۔ ضیغم میں اس کی جان بستی تھی۔۔ اتنے دنوں بعد تو وہ اپنے بھائی سے ملی تھی ! ! ! ! مدحا آپی پلیز ہاں بول دیں۔۔ مجھے ابھی نہیں مرنا پلیز۔۔ ضیغم نے شدید روتے ہوئے مدحا سے التجا سی کی۔۔ وہ کانپنے بھی لگا تھا۔ بندوق واپس سے اس کی گردن پر آچکی تھی۔۔ مدحا نسیم نے راحیل کو

ایک نظر دیکھتے سختی سے اپنے ہونٹ بھینچے ! ! وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسی مجبوری دیکھنی پڑے گی۔۔ راحیل خان بھی کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ اس کے چہرے پر محض بے بسی کے اثرات تھے ! ! ! ! میں تیار ہوں۔۔ ضیغم کو چھوڑ دیں پلیز۔۔ اپنے آنسوں صاف کرتے مدحا نے سنجیدگی سے حامی بھری۔۔۔ اس نے کچھ سوچ کر ہی ہاں بولا تھا۔۔ ایک مرتبہ پہلے فرحت بیگم کو وہ اپنی آنکھوں کے سامنے گولی لگتے دیکھ چکی تھی۔۔ اب ضیغم کو دیکھتی تو وہ بھی ساتھ ہی مر جاتی۔۔ وہ بری طرح پھنس چکا تھا۔۔ آبان خان نے شکر کا سانس بحال کیا۔۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ پھر سے واپس آچکی تھی۔۔ بالاج خان کا فارمولا اس کے دوسری مرتبہ کام آیا تھا۔۔ جبکہ راحیل خان نے اس کی رضامندی پر اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔۔ پتہ نہیں کیوں اس کے چہرے پر مسکراہٹ چھا رہی تھی۔۔ لیکن وہ اس نازک صورت حال میں مسکرا نہیں سکتا تھا۔۔ دل ایک طرف ہلکا سا مطمئن ہوا تھا۔۔ جبکہ وہ خود کو سمجھا رہا تھا کہ اس نے زبردستی نہیں کی بلکہ آبان نے کی ہے ! ! ! اس نے تو کسی کو فورس نہیں کیا تھا۔۔ وہ تو خود مجبور تھا۔۔ ہے نہ؟؟؟

دروازہ کھول راحیل۔۔ وہ لوگ پہنچ چکے ہیں ! ! نکاح ہو جائے تو میں ضیغم کو چھوڑ دوں گا۔ اعتبار نہیں ہے مجھے تم دونوں پر ! ! ! آبان خان نے پستول ابھی بھی نہیں ہٹائی تھی۔۔ وہ دانت نکالے راحیل اور مدحا کو دیکھ رہا تھا۔۔ راحیل خان نے خاموشی سے سر جھٹکتے دروازے کی طرف اپنے قدم لیے ! ! مدحا بھیگی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی ہے وہ بہت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔۔ اس لڑکی کی آنکھوں میں جلتے شعلے بھی وہ بہت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔۔ جبکہ وہ اِس کی آنکھوں میں موجود تحریر بھی پڑھ چکا تھا۔۔ مقابل انتظار میں تھی کہ راحیل خود انکار دے ! ! اب بھلا راحیل کو کیا پاگل کتے نے کاٹا تھا جو وہ انکار کر دیتا؟؟ وہ اس کی نظروں سے سرے سے ہی اگنور کر گیا تھا۔۔ ابھی برا لگ رہا تھا تھوڑا۔۔ لیکن یہ مدحا اور اس کے لیے دونوں کے لیے ہی بہت اچھا تھا۔۔ راحیل خان نے دروازہ کھولتے سنجیدگی سے سامنے دیکھا جہاں وہ سب کھڑے تھے جن کے متعلق آبان نے بتایا تھا۔۔ سنجیدگی سے سائڈ پر ہوتے وہ بنا کچھ بولے اندر آنے کی اجازت دے گیا تھا۔۔ تیرا نکاح ہے؟؟ حدائق شاہ نے اندر آتے مسکراتے ہوئے راحیل سے استفسار کیا۔۔ آبان نے تو یہی بتایا تھا۔۔ پتہ نہیں ! ! سنجیدگی سے جواب دیتے راحیل خان آگے کی بڑھ چکا تھا۔۔ اسے خود کو ہی نہیں پتہ تھا کہ اس کا نکاح ہے یا نہیں ! ! ہاں شاید اسی کا نکاح تھا۔۔

دوپٹہ لو لڑکی ! ! میرے بھائی کی عزت بننے جا رہی ہو تم ! ! ! آبان خان نے اس کے سر سے دوپٹہ ڈھلکتے دیکھ سنجیدگی سے حکم دیا۔۔ سارے آرہے تھے اور اسے یہ چیز کسی بھی عورت کے لیے اچھی نہیں لگتی تھی۔۔ حالانکہ مقابل کے سر سے ابھی ہی ڈھلکا تھا دوپٹہ ! ! ! مدحا نسیم نے روتے ہوئے اپنی سرخ آنکھوں سے آبان کو دیکھتے خاموشی سے دوپٹہ سر پر سیٹ کیا۔۔یہ بات تو سہی ہی کی تھی آبان نے ! ! وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اس بات پر آگے سے ! ! ! ! ! تمام لوگ لاؤنج میں آتے اپنی اپنی جگہ بناتے بیٹھ چکا تھا۔۔ مولوی صاحب بھی انہی کے ساتھ تھے۔۔ بالاج نکاح شروع کروا۔۔ میں ذرا بچے کو نہیں چھوڑ سکتا ابھی۔ اعتبار مت کرنا ان دونوں پر ! ! ! آبان خان نے ضیغم کے کندھے پر ہاتھ رکھتے بالاج کو آواز لگائی۔۔ راحیل سے زیادہ وہ بے صبرا ہو رہا تھا کہ بس کسی طرح نکاح ہو جائے جلدی سے جلدی ! ! ! ! خوش بھی وہ ایسے ہی ہو رہا تھا جیسے اس کا اپنا نکاح ہو رہا ہو ! ! ! بالاج خان نے مسکراتے ہوئے ایک نظر روتے ہوئے ضیغم کو دیکھتے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ اسی منحوس کا تو مشورہ تھا۔۔ راحیل خان بھی باقی سب کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا تھا۔ صرف مدحا ہی تھی جو سائڈ پر کھڑی تھی۔۔ آبان اور ضیغم بھی کھڑے ہی تھے ! ! ! مدحا نسیم روتے ہوئے یہ سارا تماشہ دیکھ رہی تھی۔۔۔ کتنی آسانی سے ان لوگوں نے اس کی زندگی کا فیصلہ کر دیا

تھا۔۔ وہ جتنا کوٹھے میں مضبوط بن کر رہی تھی اب اتنی کی کمزور لگ رہی تھی۔۔ کیونکہ یہاں اس کی کمزوری ان لوگوں کے پاس تھی ! ! اگر ضیغم نہ ہوتا تو وہ کسی صورت راحیل سے نکاح نا کرتی۔۔ اسے مجبور کیا گیا تھا۔۔ بیٹھ جاؤ مدحا۔۔ یہ سارے ہی تمہارے جیٹھ اور دیور ہی ہیں ! ! ڈرو مت ! ! آبان خان نے معصوم سی شکل بناتے مدحا کو حکم دیا۔۔ وہ ایسے کہہ رہا تھا جیسے اس نے تو کچھ کیا ہی نہیں ! ! ایک بات تو طے ہو گئی تھی کہ راحیل کی زندگی میں آنے والی ہر لڑکی کو آبان خان نے ذلیل کرنے کا ٹھیکہ اٹھایا ہوا تھا۔۔ مدحا نسیم خاموشی سے یہیں سائڈ پر رکھی ٹیبل پر بیٹھی۔۔۔ حسے ضرورت تھی یہیں آکر اس سے پوچھ لیتا۔۔ اس کی نظریں بار بار راحیل کی طرف اٹھ رہی تھیں۔۔ کاش کہ وہ انکار کر دے ! ! مگر راحیل پاگل نہیں تھا۔۔

مولوی صاحب نکاح شروع کریں ! ! بالاج خان نے آگے کو ہوتے مولوی کو حکم دیا۔۔ جبکہ حدائق شاہ حسے کچھ نہیں پتہ تھا ایک سیکنڈ میں معاملے کو بھانپ گیا تھا۔۔ ایک تو خان ولا کے لڑکوں کو زبردستی نکاح کر کے پتہ نہیں کونسا سکون ملتا تھا۔ بے ساختہ ہی سوحتے اس نے سر جھٹکا۔۔ اس کے ساتھ ہی ماہ دیر اور اریبی بھی بیٹھے تھے۔ سمجھ تو وہ

بھی گئے تھے لیکن وہی بات کہ کوئی کچھ بول نہیں رہا تھا۔۔ مولوی صاحب نے اپنے ساتھ بیٹھے راحیل خان کی طرف دیکھتے نکاح شروع کیا۔۔

راحیل خان ولد رفیق خان آپ کا نکاح مدحا نسیم ولدیت نسیم کے ساتھ حق مہر ایک کروڑ روپے سکہ رائج الوقت کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟ مولوی صاحب نے نکاح کے بول شروع کیے ! ! ! راحیل خان کا دل اتنی شدت سے دھڑکا تھا کہ پاس بیٹھا کوئی بھی انسان اس کی آواز بخوبی سن لیتا۔۔ یہ احساس ہی کچھ انوکھا تھا۔۔ مدحا شروع سے اسے بے حد پسند رہی تھی۔۔ اس بات کو وہ مانتا بھی تھا۔۔ اسے اس وقت میں اشنا بھی لازمی یاد آئی تھی۔ لیکن اشنا کی محبت اب دل میں ایک قبر کی صورت میں رہ گئی تھی۔۔ وہ اشنا کی محبت کو اپنے دل میں دفنا چکا تھا۔۔ اب اس پر ایک نئی عمارت تعمیر ہوئی تھی جو مدحا کے نام پر تھی۔۔ وہ جو کہتا تھا کہ وہ دوسری محبت نہیں کرے گا وہ خود ہی چپکے سے کب سے دوسری محبت کر بیٹھا تھا اور اسے علم آج تک نہیں تھا۔۔ آج بھی اسے یہی لگتا تھا کہ مدحا محض اسے اچھی لگتی ہے۔۔۔ لیکن حقیقت یہی تھی اسے مدحا سے محبت تھی۔۔ دوسری محبت پہلی سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے ! ! ! ! قبول ہے ! ! نہایت تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے سنجیدگی

سے مدحا نسیم کو اپنی زندگی میں قبول کیا۔۔ دوسری اور تیسری مرتبہ بھی یہی الفاظ دہرائے گئے تھے۔۔ وہ سنجیدہ چہرے کے ساتھ تیزی سے دھڑکتے دل سے مدحا نسیم کا اپنی زندگی میں استقبال کر چکا تھا۔۔ اس کی طرف سے تینوں مرتبہ قبول ہے ہو چکا تھا۔۔ مولوی صاحب نے نکاح کے پیپرز اس کے سامنے کیے ! ! راحیل خان نے ایک گہری سانس بھرتے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے مولوی کی بتائی ہوئی تمام جگہوں پر سائن کیے ! ! ! اس کی طرف سے تمام مرحلے طے پا چکے تھے۔۔ گواہ یہی سب تھے جو چاروں شکلیں لٹکائے نکاح میں شامل ہونے آئے تھے۔۔ آبان خان اپنی زبان کا اتنا پکا تھا کہ اس نے ابھی تک گن بھی نہیں ہٹائی تھی۔۔ اصل تو خطرہ ہے مدحا کی طرف سے ! ! تھا۔۔ ایک مرتبہ نکاح پورا ہو جاتا بس

وہیں بیٹھ کر کروا دیں مولوی صاحب ! ! ! مولوی صاحب ابھی صوفے سے اٹھتے مدحا کی طرف آتے کہ آبان خان نے مسکراتے ہوئے انہیں تنبیہ کی۔۔ زیادہ دور تو نہیں تھا۔۔ بس انہیں اپنی آواز تھوڑی اونچی رکھنی تھی۔۔ مولوی صاحب نے واپس سے صوفے پر بیٹھتے نکاح شروع کیا۔۔

مدحا نسیم ولدیت نسیم آپ کا نکاح راحیل خان ولد رفیق خان کے ساتھ حق مہر ایک کروڑ روپے سکہ رائج الوقت کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟؟ مولوی صاحب نے اپنی آواز کو تھوڑا اونچا کرتے مدحا سے پوچھا۔۔ جبکہ مدحا کی نظریں راحیل خان پر تھیں۔۔ کیوں کر رہا تھا یہ شخص اس کے ساتھ یہ سب کچھ ! ! اس کی آنکھوں سے تیزی سے آنسوں برس رہے تھے۔۔ راحیل خان اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔۔ وہ اس سے نظریں چرا رہا ہے وہ اچھے سے جانتی تھی۔۔ قبول ہے ! ! اس حسین مرد سے اپنی نظریں پھیرتے مدحا نسیم نے ضیغم کو دیکھتے دھیرے سے قبول ہے بولا۔۔ آواز اتنی تھی کہ سب نے بخوبی سن لی تھی۔۔ راحیل خان نے تو کچھ زیادہ ہی سنی تھی۔۔ وہ نیچے منہ کیے اپنے جوتوں پر نظریں جمائے اس کے دو مرتبہ مزید قبول ہے بولنے کے انتظار میں تھا۔۔ اسے لگ رہا تھا کہ دل ابھی ہی دھڑک دھڑک کر باہر آجائے گا۔۔۔ مولوی صاحب نے مدحا کی طرف دیکھتے پھر سے اپنے الفاظ دہرائے ! ! ! دوسری مرتبہ بھی روتے ہوئے ہی صحیح لیکن اس شخص کو قبول کر لیا گیا تھا۔۔ تینوں مرتبہ قبول ہے کا مرحلہ طے پایا جا چکا تھا۔۔ آبان خان نے ایک لمحے کے لیے ضیغم کو چھوڑتے آگے کو بڑھتے مولوی کے ہاتھ سے پیپرز لیے ! ! ! منہوس نے چھوڑا بھی تب تھا جب مدحا اپنے بھائی کو بچانے کی خاطر کچھ کر بھی نہیں سکتی تھی۔۔ اب تو نکاح ہو بھی گیا تھا۔۔۔

پیپرز کو لیے آبان خان مسکراتے ہوئے مدحا کی طرف آرہا تھا۔۔ اس کی طرف آتے آبان نے پیپرز اس کے آگے کیے ! ! آبان کے ایک ہاتھ میں پین تھا تو دوسرے میں پیپرز تھے۔۔ وہ اسے سائن کرنے کا اشارہ کر رہا تھا۔۔ مدحا نسیم نے ایک زہر بھری نظر آبان خان پر ڈالتے سنجیدگی سے روتے ہوئے اس کی بتائی ہوئی جگہوں پر سائن کرنے شروع کئے ! ! وہ جیسے جیسے بتا رہا تھا مدحا نسیم ویسے ویسے اپنا نام راحیل کے نام کے ساتھ لکھتی جا رہی تھی۔ اس کے آنسوں نکاح نامے پر برس رہے تھے۔۔ نکاح مکمل ہو چکا تھا۔۔ آبان خان نے مسکراتے ہوئے پیپرز کو بند کرتے ایک ہاتھ میں پکڑا۔۔۔۔۔۔۔۔ میں پھر سے یہی کہوں گا بچے کہ جب ہم خدا سے یہ اُمید رکھتے ہیں کہ وہ ہمیں معاف کر دے گا تو ہمیں بھی دوسروں کو معاف کرنے کی سکت خود میں رکھنی چاہیے۔۔۔ میاں بیوی کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے ! ! ! اپنے رشتے کو سنوارنا ہے یا بگاڑنا ہے یہ اب تمہارے ہاتھ میں ہے ! ! مرضی ہے تمہاری چاہو تو شیطانی راستے پر چلو چاہو شیطان کی مخالفت کر کے اپنا گھر بچا لینا۔۔ بہت بہت مبارک ہو تمھیں نکاح کی۔۔ خدا تم دونوں کی جوڑی ہمیشہ سلامت رکھے ! ! تم دونوں میں جو بھی رنجشیں ہیں میری دعا ہے کہ وہ جلد ہی دور ہو جائیں ! ! تم دونوں ایک اچھی اور نئی زندگی ڈیزرو کرتے ہو۔۔ کوشش کرنا اپنی اس زندگی کو خوشگوار بنانا۔۔ ماضی سب کا ہوتا ہے

بچے۔۔ ماضی کی بنا پر کسی بھی انسان کو جج نہیں کرنا چاہئیے ! ! ! نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ رکھے آبان خان اسے نرمی سے ہدایات دے رہا تھا۔ وہ اپنی طرف سے ایک کوشش کر رہا تھا تاکہ ان دونوں میں کوئی خلش نہ رہے ! ! یہ دونوں ایک اچھی زندگی گزار سکیں۔۔ اسے مدحا سمجھدار لگتی تھی۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ اس کی باتوں پر غور ضرور کرے گی۔۔۔ مدحا نسیم نے خاموشی سے روتے ہوئے نظریں جھکائی۔ اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا۔۔ کچھ سمجھ نہیں تھا آرہا اسے ! ! کیا آسان تھا اپنے شریک حیات کے ماضی میں ہوئے زنا جیسے گناہ کو معاف کرنا۔۔ لیکن وہ کون ہوتی تھی معاف کرنے والی؟؟؟ معاف کرنے والی ذات تو ایک ہی ہے نہ؟؟ راحیل نے اس کے ساتھ تو کچھ برا نہیں کیا تھا جو حقوق العباد بھی بیچ میں آتے ! ! !

آبان خان ایک گہری سانس بھرتے پیپرز کو لیتے مولوی صاحب کی طرف بڑھا جو دعا کے لیے ہاتھ اٹھا رہے تھے۔۔۔ پیپرز کو ٹیبل پر رکھے وہ خود بھی دعا میں شامل ضرور ہو گیا تھا۔۔ بہت بہت مبارک ہو آپ دونوں کو ! ! مولوی صاحب نے دعا مکمل کرتے راحیل خان کی طرف دیکھتے کہا۔۔ راحیل صوفے سے کھڑا ہو چکا تھا۔ باری باری وہ سب ہی اٹھ چکے تھے۔۔

آبان بھائی مبارک ہو ! ! اس سے پہلے کوئی بھی کچھ بولتا کہ ضیغم جو رو رہا تھا وہ چیختے ہوئے ہنستے ہوئے آگے کو بڑھتے آبان سے چپکا۔۔ کون کہہ سکتا تھا کہ وہ ابھی رو رہا تھا؟؟ مدحا ، راحیل سمیت باقی سب بھی حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے۔۔ کیا یہ ایک ڈرامہ تھا؟؟؟ آبان خان نے ہنستے ہوئے ضیغم کو اپنے بازو میں بھرا۔۔ وہ پہلے ہی ضیغم کو اس دن کے لیے تیار کیے ہوئے تھا۔۔ بہت شاطر انسان تھا یہ ! ! ! میرے شیر تُجھے بھی بہت مبارک ہو ! ! ! اسے اپنے سینے سے لگاتے آبان خان نے ہنستے ہوئے کہا۔۔

وہ دونوں ایسے خوش ہو رہے تھے جیسے راحیل اور مدحا کا نہیں بلکہ ان کا اپنا نکاح ہوا ہو۔۔ لیکن یہ سچ تھا کہ ان دونوں کی خوشی دیدنی تھی۔۔ دونوں کے چہرے کھلے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔۔ وہ چہک رہے تھے۔۔

مدحا نسیم نہیں نہیں۔۔۔مدحا راحیل خان بھیگی نظروں سے ضیغم کو دیکھ رہی تھی۔ کسی اور سے وہ کیا ہی شکوہ کرتی ! ! ! وہ سہی سوچتی تھی۔ ضیغم اس سے زیادہ ان لوگوں کا سگا ہو چکا تھا۔۔ پارٹی بدل لی تھی اس کے بھائی نے بھی ! ! ! راحیل خان افسوس بھری نظر آبان خان پر ڈالتے مولوی صاحب سے گلے ملا۔۔ وہ آبان کے دماغ پر عش عش کر اٹھا تھا۔۔ حالانکہ اسے پہلے بھی اندازہ تھا کہ آبان کبھی اس طرح کسی بے

قصور کو نہیں مار سکتا۔۔ یسنا وہ خود بھی کم نہیں تھا۔۔ ہنہہ ! ! اسے تو اب مدحا پوچھتی ذرا۔۔۔ ایک ایک کرتے سب ہی راحیل خان سے بغلگیر ہوئے۔۔ وہ سب اسے مبارک باد دے رہے تھے۔۔ حدائق شاہ نے بھی اس کے گلے لگتے مسکراتے ہوئے اسے مبارک باد دی۔۔ ماہ دیر اور اس کی یہ سوچ تھی کہ ہیر کے لیے راحیل کا رشتہ لینے کی ! ! انہیں ہیر کے لیے راحیل پسند تھا۔۔ لیکن خیر جو قسمت کو منظور ! ! وہ دونوں اپنی خواہش کو دل میں ہی دبا گئے تھے ! ! ! ! ! راحیل خان سب سے ملتے ابھی واپس سے صوفے پر بیٹھتا کہ اس کی نظر آبان خان پر گئی جو کھڑا سینے پر ہاتھ باندھے سنجیدگی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ وہ منہ بسورے ہوئے تھا کیونکہ راحیل سب سے گلے ملا تھا صرف اسی سے نہیں ملا تھا۔۔ کبھی کبھی یہ شخص بلکل بچا بن جاتا تھا۔۔ ہلکا سا مسکرا کر نفی میں سر ہلاتے راحیل خان واپس سے کھڑا ہوا۔۔۔ وہ اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ آبان خان سنجیدگی سے اسے اپنی طرف آتا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔ ضیغم آگے بڑھتے باقی سب سے گلے مل رہا تھا۔۔ اس کی تو عید ہو گئی تھی ! ! ! ! ! سالے بہت تیز ہے تو ! ! ! آبان خان کی طرف جاتے راحیل خان نے کہتے آگے بڑھتے اس کے گرد اپنے بازو حائل کیے ! ! جو بھی تھا آبان میں تو خیر اس کی بھی جان بستی تھی۔۔ اب تو پھر اور زیادہ ہی عزیز ہو گیا تھا۔۔ لیکن زبان سے اعتراف کون کرے؟؟؟ وہ جو کبھی زبان

سے دو بول اس کے لیے اچھے بول دیتا تو اس کی زبان نا ٹوٹ جاتی؟؟؟ بہت مبارک ہو تُجھے راحیل۔۔۔ آبان خان نے جذباتی ہوتے شدت سے اس کے گرد بازو باندھے۔۔ جتنی خوشی اسے تھی شاید ہی کسی کو ہوتی۔۔ وہ سختی سے اس کے گرد بازو حائل کیے ہوئے تھا۔۔ خیر مبارک ! ! ! راحیل خان نے ہلکا سا مسکراتے خوشدلی سے مبارکباد وصول کی۔۔۔ کتنا خیال کرتا تھا یہ انسان اس کا۔۔ بہت خوش رکھنا اسے راحیل ! ! میں نے اس کا ڈیٹا نکالا ہے اور ضیغم نے بھی بتایا ہے۔۔ بہت مشکلات میں زندگی گزاری ہے اس نے ! ! مجھے امید ہے تو مجھے مایوس نہیں کرے گا۔۔ آبان خان نے دھیرے سے سرگوشی نما آواز میں اسے بھی ہدایات کی ! ! ! پریشان مت ہو۔۔ پلکوں پر بٹھا کر رکھوں گا۔۔ تو جانتا ہے میں عورت ذات کے ساتھ کیسے رہتا ہوں۔۔۔ پھر اب تو عورت ہمسفر، ہمراز، ہمنشیں، ہم جاں، متاع جاں سب کچھ ہے ! ! ! اسے کیسے تکلیف دے سکتا ہوں میں؟؟ اس کے گلے سے لگے ہی وہ سامنے مدحا کو دیکھتے کھوئے کھوئے لہجے میں جواب دے گیا تھا۔۔۔ مجھے تُجھ سے یہی اُمید تھی۔۔ آبان خان نے مسکرا کر کہتے اس سے فاصلہ بنایا۔۔۔ اس کے دل کی اب تسلی ضرور ہو چکی تھی۔ وہ دونوں بھی باقی سب کی طرف بڑھ رہے تھے جو جانے کے لیے کھڑے تھے ! ! مولوی

صاحب تو جا بھی چکے تھے۔۔ ظہر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔۔ پیچھے مدحا نسیم اب تک روتے ہوئے اپنی جگہ پر ہی بیٹھی تھی۔۔ اسے کسی کا ہوش ہی نہیں تھا۔۔

مٹھائی گھر بجھوا دینا۔۔ حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے راحیل سے کہتے اپنے قدم باہر کو لیے۔۔ فائزہ گھر پر اکیلی تھی۔۔ آج ان دونوں نے کہیں باہر ڈنر پر جانا تھا۔۔ اسی کی تیاری کے لیے حدائق شاہ کو کچھ زیادہ جلدی لگی ہوئی تھی۔۔ حلتے ہیں ہم بھی ! ! پھر کبھی مٹھائی کھائے گیں ! ! باقی سب بھی کہتے باہر کی طرف بڑھے۔۔ سب کو ہی کوئی نہ کوئی کام لازمی تھا۔۔ پاس رہنا اس کے ! ! گھر لے آنا ایک دو دن تک ! ! باقی میں سنبھال لوں گا۔۔ آبان خان نے راحیل کا کندھا تھپتھپاتے مدحا کی طرف اشارہ کیا۔۔ اسے یقین تھا راحیل سنبھال لے گا۔ لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اسے روتے دیکھ راحیل کا خود کا دل کٹ رہا تھا۔۔ سنجیدگی سے اس نے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ آبان خان ضیغم سے ملتے باہر کی طرف بڑھا۔۔ سب جا چکے تھے۔۔ آخر میں وہی جا رہا تھا۔۔

ضیغم نسیم ہنستے ہوئے خوشی سے مدحا کی طرف بڑھا۔۔ وہ ابھی تک چہکتا پھر رہا تھا۔۔ دلی مراد پوری ہوئی تھی آخر اس کی۔۔ آپی بہت مبارک۔۔ مدحا کی طرف جاتے وہ ابھی

اس کے گلے سے لگتا کہ پہلے ہی مدحا نے غصے سے پاگل ہوتے ایک زناٹے دار چانٹا اس کے منہ پر رسید کیا۔۔ شاید ہی زندگی میں پہلی مرتبہ اس نے ضیغم پر ہاتھ اٹھایا تھا۔۔ کارنامہ ہی ایسا کیا تھا اس لڑکے نے ! ! ! تھپڑ کی گونج اتنی تھی کہ دروازے سے باہر جاتا آبان خان بھی رک چکا تھا۔۔ اس نے واپس سے اندر جھانکتے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔۔ اس کی وجہ سے بیچارے بچے کو مار پڑ گئی تھی۔۔ وہ یہیں کھڑا ہو گیا تھا۔۔۔

تمھیں اندازہ ہے ضیغم تم نے کیا کیا ہے؟ میں نے یہ کچھ سکھایا تھا تمھیں؟ مدحا نسیم ضیغم کو سختی سے بازو سے پکڑے اسے جھنجھوڑتے ہوئے چیخی۔۔ ضیغم رونے لگا تھا۔ اس کا نازک گال لال سرخ ہو چکا تھا۔ کچھ زیادہ ہی زور سے لگا تھا تھپڑ۔۔ مدحا نسیم ابھی مارے طیش کے دوسرا تھپڑ بھی اسے مارتی کہ راحیل خان نے پہلے ہی ایک جست میں اس تک پہنچتے ضیغم کو بازو سے پکڑتے اپنے پیچھے کیا۔۔ وہ بلکل سنجیدہ چہرے کے ساتھ مدحا کو دیکھ رہا تھا۔۔ مقابل سارا غصّہ بچے پر اُتار رہی تھی۔۔۔ آبان اسے بھی گھر لے جا ساتھ۔۔ ضیغم کا ہاتھ پکڑے پیچھے کو مڑتے آبان خان کی طرف دیکھتے راحیل خان نے سنجیدگی سے حکم صادر کیا۔۔ اچھا تھا اب ضیغم اور اس کی بیوی کا سامنا ہی نہ ہوتا۔۔ مدحا نسیم خاموشی سے اپنے ہاتھوں میں چہرہ چھپائے مزید رونے لگی

تھی۔۔ اسے رونے سے فرصت ملتی تو وہ کچھ اور دیکھتی۔۔ آبان خان اچھا کی صورت میں سر ہلاتے آگے کو آیا۔۔۔ وہ ضیغم کو دیکھ رہا تھا جو بیچارہ روئے جا رہا تھا۔۔ اسے ترس آرہا تھا ضیغم پر۔۔ کوئی بات نہیں ! ! بڑی بہن ماں کے برابر ہوتی ہے۔۔ ہوتا رہتا ہے ! ! رو مت ! ! ضیغم کے پاس جا کر اس کا ہاتھ پکڑتے آبان خان نے اسے ایک تسلی سی دینے کی کوشش کی۔۔ وہ اس کے ہاتھ کو تھامے واپس سے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ وہ دونوں اپنے پیچھے سے دروازے کو بند کیے جا چکے تھے۔۔ پیچھے مدحا اور راحیل خان اکیلے ہی رہ گئے تھے۔۔

راحیل خان نے ایک نظر بند دروازے کو دیکھتے ہونٹ کاٹتے اپنی اس نئی نئی بنی بیوی کو دیکھا جس نے رو رو کر حشر کر لیا تھا۔۔ وہ اپنے چہرے کے ہاتھوں میں چھپائے شدت سے رو رہی تھی۔۔ راحیل خان کھڑا بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ ایک گہری سانس بھرتے وہ اس کے سامنے ہی نیچے زمین پر بیٹھا۔۔ مقابل ٹیبل پر بیٹھی تھی۔۔ جبکہ راحیل خان گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھتے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ مدحا۔۔۔۔ اس کے ہاتھوں کو ہٹانے کی کوشش کرتے راحیل خان نے دھیرے سے اسے پکارا۔۔ وہ بڑے حق سے اس کے ہاتھوں کو اب پکڑ سکتا تھا۔۔ کتنا انوکھا سا احساس تھا نہ یہ؟؟؟ مدحا

نسیم جو پہلے ہی غصے سے بھری بیٹھی تھی اس نے اچانک ہی ٹیبل سے کھڑے ہوتے ایک زناٹے دار تھپڑ راحیل خان کے منہ پر مارا۔۔ اس کی شدت اتنی ہی تھی جتنی زور سے ضیغم کو پڑا تھا۔۔ یہ بلکل بے ساختہ اور اچانک حملہ تھا۔۔ وہ دونوں ہی نہیں سمجھ سکے تھے کہ آخر ہوا کیا ہے ! ! راحیل خان نے نہایت سنجیدگی سے دو انگلیوں سے اپنے گال پر آہستہ سے ٹچ کیا۔۔ اس کا چہرہ بلکل سپاٹ ہو چکا تھا۔۔جبکہ گال پر مقابل کی پانچوں انگلیاں چھپی تھیں۔۔ مدحا نسیم ٹیبل سے کھڑی ہو چکی تھی۔۔ وہ کھڑی خونخوار نظروں سے راحیل کو دیکھ رہی تھی۔ ویسے اس کا ہاتھ بلکل اچانک اٹھا تھا۔۔ ابھی وہ بہت غصے میں تھی۔۔ راحیل خان ایک نظر اسے دیکھتے خود بھی زمین سے کھڑا ہوا۔۔ ایک لمحے کے لیے اسے غصّہ آیا تھا۔ لیکن وہ اس غصے کو پی گیا تھا۔۔ سمجھتے کیا ہیں آپ آخر خود کو؟؟ جب انکار کا ٹائم تھا تب آخر آپ نے انکار کیوں نہیں کیا؟؟ پتہ نہیں کس کس کے ساتھ آپ نے زنا کیا ہے۔۔ نجانے ابھی بھی آپ کا کردار صاف ہے یا نہیں۔۔ آپ کیوں آخر میری زندگی میں آئے ہیں۔۔۔ مدحا نسیم اس کی طرف دیکھتے شدت سے چیخی۔۔ اس کے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی۔۔ غصّہ تھا کہ دماغ خراب کر رہا تھا۔۔ میری بات سنو مدحا۔۔۔ راحیل خان نے دونوں ہاتھ اٹھا کر نرمی سے کہتے اسے بہلانا چاہا۔۔۔ وہ بس ایک مرتبہ اسے اپنی صفائی دینا چاہ رہا تھا۔۔ اس کا دل کٹ

رہا تھا جس طرح مقابل اس سے بدگمان تھی۔۔ وہ کم از کم اس کے منہ سے اپنے لیے زانی جیسا لفظ نہیں سن سکتا تھا۔۔ یہ اس کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔۔ کیوں سنوں میں آپ کی بات؟؟ آخر سننے کو رہ ہی کیا گیا ہے؟ آپ ہزاروں لڑکیوں کے جسم کے ساتھ کھیلتے رہے پھر اب میری کیوں زندگی برباد کی ہے۔۔ مجھے بھی استعمال کر کے پھینک دے گیں آپ کسی۔۔۔ آگے بڑھتے اس کے گریبان کو تھامے وہ چیختے ہوئے مزید کچھ بولتی کہ راحیل خان نے تڑپتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔۔ اسے بری طرح روتے دیکھ وہ خود بے بس ہو کر رہ گیا تھا۔۔ حلق میں بندھی گرہیں اس حد تک مضبوط ہو چکی تھیں کہ اب اسے سانس لینے میں دشواری سی ہوتی تھی۔۔ اتنی تکلیف، اتنی اذیت؟؟ کیا یہ دنیا اسے اتنا گھٹیا سمجھتی ہے؟؟ کیا ایک گناہ کی خاطر اب وہ اعتبار کے لائق نہیں رہا تھا؟؟ اس کی اپنی بیوی اس کے متعلق اس طرح بول رہی تھی۔ کسی اور سے تو پھر وہ کیا ہی کوئی اچھی اُمید رکھتا۔۔ وہ سہی ہی کسی سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا تھا۔۔ خدا نے اب تک پردہ رکھا تھا تو آج پردہ اٹھ بھی گیا تھا۔۔ یہ اٹھنا بہت ضروری تھا۔۔۔ میں اتنا گھٹیا نہیں ہوں مدحا۔۔ خدا کے لیے اس طرح کے الفاظ بول کر میرے دل میں خنجر مت گھونپو۔۔ تمہارے یہ الفاظ مجھے اذیت دے رہے ہیں ! ! اس کے ہونٹوں پر ہاتھ جمائے بے بسی سے اسے حال دل سنانے کی ایک ناکام

سی کوشش کی گئی۔۔ اسے واقعی میں تکلیف ہو رہی تھی۔۔۔ آپ زانی ہیں، تھے اور رہے گیں۔۔ فطرت کبھی نہیں بدلتی راحیل خان۔۔ ابھی بھی آپ کو اپنی پڑی ہے حالانکہ اصل میں آپ نے میری زندگی برباد کی ہے ! ! میں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میری قسمت میں ایک زانی مرد ہوگا۔۔ آپ۔۔۔ آپ طلاق دیں مجھے ! ! میں ایک سیکنڈ بھی آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی۔ ختم کریں اس تعلق کو ! ! ! مدحا پاگل ہوتے جو منہ میں آیا وہی بول رہی تھی۔۔ غصّہ اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کو بری طرح متاثر کیے ہوئے تھا۔۔ وہ ابھی تک راحیل خان کا گریبان تھامے ہوئے تھی۔۔ راحیل خان کے چہرے پر کرب کے تاثرات پھیلے۔۔ وہ زانی نہیں تھا۔۔ ہاں وہ ماضی میں تھا زانی لیکن وہ اب زنا نہیں کرتا تھا۔۔ خدارا کوئی تو اس لڑکی کو سمجھاتا کہ وہ زانی نہیں تھا۔۔۔ پانچ منٹ نہیں ہوئے تھے ان کے نکاح کو۔۔ اور مقابل کھڑی ابھی اسی وقت اس سے طلاق مانگ رہی تھی۔۔۔ وہ بے بسی کی تصویر بنا کھڑا تھا۔۔ خدا کے لیے مدحا تم تو اس طرح کا سلوک مت کرو۔۔ راحیل خان نے اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھتے پھر سے اسے نرمی سے کہا۔۔ وہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا تھا اس لڑکی کو ! ! ! ہاتھ مت لگائیں مجھے ! ! آپ بہت ظالم ہیں راحیل۔۔ نفرت ہوتی ہے مجھے اس لمحے سے جب میں نے آپ کو ٹوٹ کر چاہا تھا۔۔ آپ کی محبت محض بربادی ہے ! !

اس کے ہاتھوں جھٹکتے مدحا پیچھے کو ہوتے چیخی۔۔ وہ ہچکیوں سے شدید رو رہی تھی۔۔ اس کی محبت تھا یہ انسان۔۔ ٹھیک ٹھاک قسم کی محبت تھی اس لڑکی کو مقابل سے ! ! ! مجھے صفائی کا ایک موقع تو دو مدحا۔۔۔ راحیل خان نے بے بسی سے اسے دیکھتے منت سی کرنی چاہی۔۔ وہ ہونٹ بھینچے اس دیکھ رہا تھا۔۔۔ کہنے سننے کو کچھ نہیں بچا ہے اب راحیل خان۔۔ میں۔۔ میں بہت جلد آپ سے خلع لوں گی یاد رکھیے گا یہ بات ! ! اُنگلی اٹھا کے اسے وارن کرتے مدحا نے پیچھے کی طرف اپنے قدم لیے۔۔ وہ تیزی سے پیچھے کو بھاگتے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔۔ افسوس تھا کہ اسے مقابل پر یقین نہیں رہا تھا۔۔ مد۔۔ حا۔۔۔ راحیل خان نے اسے پھر سے پکارنا چاہا۔۔ مگر دروازہ بند ہو چکا تھا۔۔ مقابل کمرے میں بند ہوتے لاک لگا چکی تھی۔۔

راحیل خان ایک اُداس سی نظر دروازے پر ڈالتے تھکے ہارے قدموں سے لاؤنج کی طرف بڑھا۔۔ اس کا چہرہ پھر سے نہایت سنجیدہ ہو چکا تھا۔۔ وہ لاؤنج میں موجود صوفے پر دھپ کر کے بیٹھتے سامنے ٹیبل پر اپنی ٹانگیں رکھ چکا تھا۔۔ سر اور زخموں میں شدید درد تھا۔۔ دل تکلیف سے کٹ رہا تھا۔ راحیل خان مکمل طور پر ٹوٹ کر رہ گیا تھا۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کس طرح مقابل کو یقین دلائے ! ! کس طرح اس

سے اپنے دل کی بات کرے۔۔۔ وہ تو کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھی۔۔ صوفے پر پیچھے کو سر ٹکائے وہ چھت پر نظریں جما چکا تھا۔۔ کوئی نہیں تھا اس کے پاس ! ! کہنے کو سب اپنے تھے لیکن دل کا حال بانٹنے کو کوئی بھی نہیں تھا۔۔ اس کا سب سے بڑا مسئلہ یہی تھا کہ وہ انسانوں کو ہمدرد بناتا تھا۔۔۔ ابھی تک عقل نہیں آئی تھی لڑکے کو ! ! انسان بھلا کب کس کے سگے رہے ہیں؟؟ اسے جہاں لو لگانی چاہیے تھی وہ اس کے علاوہ ساری دنیا میں در بدر بھٹک رہا تھا۔۔ پھر بس اس کے حصے میں تکالیف ہی آنی تھی۔۔ چھت پر نظریں جمائے وہ پھر سے کچھ سوچ رہا تھا۔۔ جبکے سے چند آنسوں اس کی پلکوں کی باڑ توڑتے باہر کو نکلے۔۔ یہ سلسلہ تو شروع ہی ہو گیا تھا۔ یہ بھی ایک اچھا ذریعہ تھا کہ دل بھاری ہوتا تھا تو خود بخود ہی آنکھیں بھگنے لگ جاتی تھیں۔۔ وہ کیسے بتاتا سب کو کہ اس کے ماضی کا گناہ اس کا دل مردہ کر رہا تھا۔۔ سب اسے زانی کہہ رہے تھے۔۔۔ اسے ہر شخص کی نظروں میں خود کے لیے کراہیت دکھنے لگی تھی۔۔ وہ مکمل طور پر ٹوٹتے ختم ہونے کو تھا۔۔ چھت پر نظریں جمائے وہ بس خاموشی سے رو رہا تھا۔۔ خدا ہی اسے ہدایت دیتا۔۔۔

آبان خان ضیغم کو لیتے گھر کے اندر داخل ہوا۔۔ اس وقت دن کے تین بج رہے تھے۔۔ وہ راستے سے اسے اچھا خاصا گھما پھرا کے لایا تھا تاکہ اس کا موڈ ٹھیک ہو جائے۔۔ انہوں نے آئس کریم بھی کھائی تھی۔۔۔ خیر اب ضیغم کا موڈ کافی حد تک ٹھیک ہو چکا تھا۔۔ وہ دونوں کسی بات پر ہنستے ہوئے اندر آ رہے تھے۔۔ چل اب کمرے میں بھاگ جا۔ کچھ دیر میں ٹیوشن جانا ہے۔۔۔ آبان خان نے ضیغم کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے اسے حکم دیا۔۔ پورے لاؤنج میں سناٹا چھایا تھا۔۔ باہر موسم بھی بہت اچھا تھا۔۔ سب لوگ ابھی ہی دن کے کھانے کے بعد اپنے اپنے کمروں میں جا چکے تھے۔۔ ویسے بھی صبح سے شوپنگ کر کر کے وہ سب ہی تھکے ہوئے تھے۔۔ ضیغم نسیم مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھ میں موجود چپس کھاتے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ تھپڑ !!!! تو وہ کب کا بھول بھی گیا تھا۔۔ موڈ جو ٹھیک ہو گیا تھا اب

اس کو جاتے دیکھ آبان خان نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔۔ پتہ نہیں کتنے سالوں بعد اُسے آج سکون ملا تھا۔۔ راحیل کو کوئی سنبھالنے والی مل گئی تھی۔۔ اسے لگ رہا تھا جیسے منوں بوجھ اس کے سر سے اُتر گیا ہو۔۔۔ جیسے کوئی باپ اپنے فرض کو انجام دے کر تسلی سے بیٹھا ہو اس وقت اس کا دل بلکل ایسے ہی مطمئن تھا۔۔ اسے

خوشی تھی کہ راحیل کی زندگی میں بھی سکون آسکتا تھا۔۔ بہت عرصے بعد اسے یہ سکون محسوس ہو رہا تھا۔۔ ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود گھڑی کو دیکھتے آبان خان نے اپنے قدم سیڑھیوں کی جانب لیے ! ! وہ بہت تھکا ہوا نظر آرہا تھا۔۔ تین چار دن سے تو وہ اپنی بیوی کو بھی بلکل وقت نہیں دے پایا تھا۔۔ راحیل کی ہی اتنی فکر تھی۔۔ آدھی آدھی رات تک وہ راحیل کے کمرے میں بیٹھا اسے تسلیاں دیتا رہتا تھا کہ راحیل ٹھیک ہو جائے بس ! ! وہ جب کمرے میں جاتا تھا تب اس کی بیوی سوئی پڑی ہوتی تھی۔۔ آج کل وہ دونوں محض ایک دوسرے کو دیکھ ہی پاتے تھے۔۔ تھکے ہارے انداز میں اوپر کی طرف بڑھتے وہ اپنے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔۔ چھٹی کا دن بھی سارا راحیل کے چکروں میں نکل گیا تھا۔۔ کیا کرتا وہ بھی بھلا۔۔ لیکن اب وہ مکمل طور پر فارغ تھا۔۔ اب راحیل کو سنبھالنے والی آگئی تھی اب تو وہ اس کی بلا سے بھاڑ میں جاتا۔۔ اب آبان خان سارا وقت اپنی بیوی کو دینے والا تھا۔۔۔ اسے اندازہ تھا کہ درفشاں اس سے ناراض ہوگی ۔ وُہ اس کی آنکھوں میں موجود ناراضگی کی رمق دیکھ چکا تھا۔۔ لیکن منانے کہ وقت ابھی ہی تھا۔۔

کمرے کی طرف بڑھتے آبان خان نے دروازے کو ناک کرتے اسے اوپن کیا۔۔ نیچے تو کوئی نہیں تھا۔۔یعنی درفشاں کمرے میں ہی تھی۔۔ دروازہ بھی لاک نہیں تھا۔ وہ کمرے کا دروازہ کھولے اندر داخل ہو چکا تھا۔۔ آبان خان اس وقت بلیک شلوار قمیض میں ملبوس بہت وجیہہ دکھ رہا تھا۔۔ کچھ اس کی آنکھیں تھکاوٹ کے بوجھ سے نشیلی ہوتے ایک الگ ہی چمک دے رہی تھیں۔۔۔ کوئی بھی ان آنکھوں کو دیکھ کر اس میں کھو سکتی تھی۔۔ آبان خان نے کمرے میں داخل ہوتے پہلی نظر بیڈ پر دوڑائی۔۔۔ اس کا اندازہ بلکل ٹھیک تھا۔۔ درفشاں خان بیڈ پر لیٹی کمبل چہرے پر لیٹے ہوئے تھی۔۔ کمرے میں خاصی گرمائی ہو رہی تھی۔۔ الیکٹرک ہیٹر بھی آن تھے۔۔۔ آبان خان باہر سے آیا تھا اسی لیے ایک سکون سا ملا تھا اسے اندر آتے ہی ! ! ! دروازے کو لاک کرتے اس نے اپنے قدم بیڈ کی جانب لیے ! ! مقابل شاید سوئی ہوئی تھی تبھی اس کے آنے پر بھی وہ سیدھی نہیں ہوئی تھی۔۔۔ وہ ایسے ہی چہرے تک کمبل تانے لیٹی ہوئی تھی۔۔ آبان خان اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبائے بجائے اپنی طرف بیٹھنے کے اس کی سائڈ پر آیا۔۔ شکر تھا کہ اسے اتنے دنوں بعد بیوی کا بھی خیال آگیا تھا۔۔ اس کی طرف جاتے بیڈ کے پاس کھڑے ہوتے آبان خان انتظار میں تھا کہ شاید اس کی آہٹ محسوس کر کے اب ہی اس کی بیوی اٹھ جائے ! ! لیکن مجال تھی جو وہ ہلی بھی ہو ! ! آبان خان

نے کچھ دیر انتظار کرتے آنکھیں گھماتے اس کے کمبل کو پکڑا۔۔ جاناں۔۔۔ جھٹکے سے پورے کمبل کو کھینچے وہ آنکھیں ٹپٹپاتے مقابل کو دیکھ رہا تھا۔۔ درفشاں خان جو جاگی ہی ہوئی تھی لیکن پھر بھی اس اچانک اُفتاد پر وہ ہڑبڑاتے ہوئے فوراً سے اٹھ کر بیٹھی۔۔۔ وہ اچانک ڈر گئی تھی۔۔۔ مقابل نے پورا ہی کمبل کھینچ لیا تھا اس پر سے ! ! اسے لگ رہا تھا آبان کوئی بات کرے گا لیکن نہیں۔۔ مجال تھی جو اس کے شوہر کی ایک بھی انسانوں والی حرکت ہو ! ! ! خاموشی سے ایک نظر آبان خان کی مصنوعی معصوم بنتی شکل کو دیکھتے اس نے سنجیدگی سے سائڈ سے اپنا دوپٹہ اُٹھایا۔۔ اس کا دل نہیں تھا اس شخص سے بات کرنے کا۔۔ اس کی پریگننسی کو پانچ مہینے گزر چکے تھے۔۔ جسم بھرا بھرا سا معلوم ہوتا تھا۔۔ میرا بچہ ناراض ہے؟؟ کمبل کو سائڈ پر پھینکتے آبان خان اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھا۔۔ وہ اس کے قریب بیٹھا اس کے چہرے پر پھرتی اس آوارہ لٹ کو پیچھے کیے محبت سے پوچھ رہا تھا۔ جیسے اسے خود کو تو کچھ علم ہی نہیں ہو ! ! ! حالانکہ وہ اس کی خاموشی بھی بہت اچھے سے سمجھ جاتا تھا۔۔ نہیں کوئی کام ہے آپ کو؟؟ سنجیدگی سے پہلے جھوٹ بولتے آخر میں استفسار کیا گیا۔۔ اسے لگ رہا تھا جب آبان کو خود کو احساس نہیں ہے تو پھر اس کے شکوے بیکار تھے۔۔ وہ یہی تو چاہتی تھی کہ مقابل کو خود سے اپنی غلطی اور لاپرواہی کا احساس ہو ! ! ! ہاں کام تو ہے ! ! میرے

بازو میں کچھ دن پہلے گولی لگی تھی۔۔ تب سے خود ہی مرہم پٹی کر رہا ہوں۔۔ آج درد زیادہ ہے تو تم کر دو پلیز۔۔ اپنے بائیں بازو کو آگے کرتے آبان خان نے معصومیت سے اسے اپنی چوٹ کا بتایا۔ وہ اسے ابھی ہی یہ بتا رہا تھا۔۔ ورنہ ابھی تک کسی کو نہیں پتہ تھا کہ اسے بھی بازو پر گولی چھو کر گزری تھی۔۔ درفشاں کے حلق میں بے ساختہ ہی آنسوؤں کا ایک گولا سا اٹکا۔۔ مقابل اب اس سے باتیں بھی چھپانے لگا تھا۔۔ جہاں ایک طرف دل پریشان اور بے چین ہوا تھا تو وہیں دوسری طرف اسے رونا بھی بہت آرہا تھا۔۔ وہ اس کی ناراضگی کو کسی کھاتے میں نہ لیتے محض مطلب کے لیے اس کے پاس آیا تھا۔۔ وہ محض اوور تھنکنگ کر رہی تھی۔۔ تم بیٹھو میں میڈیکل باکس لے کے آتا ہوں ! ! ! آبان خان سب کچھ جانتے بوجھتے بھی خود ہی بیڈ سے اٹھتے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ وہ محض اسے تنگ کر رہا تھا۔۔ حالانکہ وہ اچھے سے جانتا تھا کہ یہ لڑکی اس کے رویے پر تکلیف میں ہوگی۔۔ لیکن پھر بھی آبان خان کبھی کوئی انسانوں والی حرکت کر لے ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟ وہ ابھی بھی اسے تنگ کرنے کی خاطر جھوٹ موٹ کے درد کا بہانہ بنا رہا تھا۔۔ ڈریسنگ ٹیبل سے میڈیکل باکس اٹھاتے آبان خان واپس سے اس کی طرف آیا۔۔ درفشاں خان خاموشی سے نظریں جھکائے اپنے آنسوں روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ مقابل کا رویہ واقعی میں اسے تکلیف دے

رہا تھا۔۔ آبان خان مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ پھر سے اس کی طرف سے بیڈ پر چڑھتے آبان خان بلکل اس سے چپک کر بیٹھا۔۔ وہ بیڈ کراؤن کی طرف بیٹھا اس سے ٹیک لگا چکا تھا۔۔ کرو شاباش ! ! ! اس کے سامنے میڈیکل باکس رکھتے آبان خان نے اپنے بازو کے کف لنکس کھولنے شروع کیے۔۔ وہ جبکہ دیکھ اسی کو رہا تھا۔ مقابل کے چہرے کا ایک ایک ایکسپریشن وہ بخوبی نوٹ کر رہا تھا۔۔ درفشاں خان مسلسل ہونٹ چباتے اپنے آنسوں روکنے کے چکروں میں تھی۔۔ اسے فکر بھی ہو رہی تھی کہ کہیں اسے زیادہ ہی نہ لگی ہو۔۔ وہ بھلا کیا کہتی اب آبان خان کو ! ! ! یہ بندہ تو اس کی ناراضگی اور خاموشی کو بھی نہیں سمجھ پاتا تھا۔۔ آبان خان نے اس کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے اپنی شرٹ کے بٹن کھولتے اسے اُتارتے ایک سائڈ پر پھینکا۔۔ اب وہ شرٹ اُتار کر ہی مقابل کو اپنے زخم دکھا سکتا تھا۔۔ درفشاں خان سنجیدگی سے اس کی طرف پوری طرح مڑی۔۔ کام وہ کر دیتی اس کا۔۔ وہ اس کے کام سے نہیں کتراتی تھی۔۔ لیکن دکھ بھی اسے بہت ہو رہا تھا۔۔ ناراضگی بھی جاری تھی۔۔ وہ خاموش تھی بس ! ! ! میڈیکل باکس سے کچھ ٹیوب اور پٹی نکالتے درفشاں نے سنجیدگی سے اس کے بازو کو اپنی انگلی اور انگوٹھے سے پکڑتے آگے پیچھے کرتے اس کا معائنہ شروع کیا۔۔ کہنی سے اوپر زخم تو اچھا خاصا تھا۔۔ اس پر اس وقت کوئی پٹی بھی نہیں کی ہوئی

تھی۔۔ مقابل خود سے اتنا لاپرواہ کیسے ہو سکتا تھا۔۔ اسے غصّہ اور رونا دونوں ایک ساتھ آرہا تھا۔۔۔ آبان خان کی جانچتی نظریں مسلسل اسی پر تھیں۔۔ وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا کہ مقابل کب کیا سوچ رہی ہے ! ! اس کے دل کی باتیں جیسے آبان خان تک بخوبی پہنچ رہی تھیں۔۔ تم نے پہلے کبھی اس طرح دوائی نہیں لگائی لٹل پرنسز۔۔ جگہ پر آؤ اپنی شاباش ! ! ! درفشاں خان ابھی اس کے زخم پر ٹیوب لگانے ہی لگی تھی کہ آبان خان نے اپنا بازو پیچھے کرتے پہلے اسے حکم دیا۔۔ وہ اپنے پاؤں سیدھے کر چکا تھا۔ اشارہ صاف تھا کہ وہ اسے اپنی گود میں بلا رہا تھا۔۔ خاموشی سے ایک شکوہ کناں نظر اس کی آنکھوں میں ڈالتے درفشاں خان خود سے اٹھتے اس کی گود میں جاتے بیٹھی۔۔ وہ اس کے زخم کے لیے پریشان ہو رہی تھی۔۔ جیسے بھی لگواتا۔۔ مقابل بس دوائی لگوا لیتا۔۔ وہ ناراض بھی تھی لیکن پھر بھی پرواہ کرنا نہیں چھوڑ سکتی تھی۔۔ اب سکون آیا ہے ! ! آبان خان نے اس کی گردن میں ایک گہری سانس بھرتے اس کی خوشبو کو اپنی سانسوں میں اُتارتے سرگوشی نما آواز میں کہا۔۔ پہلے ذرا پٹی ہو جاتی پھر وہ اس کی ناراضگی کو بھی بہت اچھے سے دیکھ لیتا۔۔ وہ جانتا تھا کہ یہ لڑکی وقت نہ دینے پر ناراض ہوگی۔ وہ اسے تسلی سے بیٹھ کر اپنی ساری پچھلی مصروفیات بتانا چاہتا تھا۔۔ اگر پھر بھی اس لڑکی کو وہ غلط لگتا تو وہ بیٹھ کر معافی مانگنے کو بھی تیار تھا۔۔ لیکن اس کے لیے

ضروری تھا کہ وہ ایک مرتبہ اپنی صفائی ضرور دیتا۔۔۔ کچھ بول نہیں رہا میرا بچہ؟؟ در فشاں خان کو خاموشی سے اپنے زخم کو صاف کر کے اس پر ٹیوب لگاتے دیکھ آبان خان نے اس کے گال پر لب رکھتے پوچھا۔۔ وہ اس کے گرد دونوں بازو حائل کیے ہوئے تھا۔۔ لیکن جواب ندارد۔۔۔ وہ بس خاموشی سے اپنے آنسوں کنٹرول کرنے کی کوشش کرتے سنجیدہ چہرے کے ساتھ اس کے بازو کی طرف متوجہ تھی۔۔ ٹیوب لگاتے در فشاں نے سہی سے اس کے زخم اور پٹی شروع کی۔۔ مقابل بول رہا تھا تو اس کی بلا سے بولتا رہتا۔۔ وہ جواب ہی نہیں دے رہی تھی۔۔ سفید رنگ کی پٹی کو اس کے بازو پر بندھے وہ ابھی تیزی سے اٹھتی کہ آبان خان نے پہلے ہی اسے بازو سے پکڑتے مزید اپنے نزدیک کیا۔۔ وہ سختی سے دونوں ہاتھ اس کی کمر کے گرد حائل کیے ہوئے تھا۔۔ در فشاں خان آنسوں روکنے کے چکروں میں کچھ بول بھی نہیں سکتی تھی۔۔ وہ جو منہ کھولتی تو یقیناً بری طرح رو پڑتی ! ! ! ! ! آبان خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس کے گلے سے دوپٹہ نکالتے سائڈ پر پھینکا۔۔ وہ اسے اپنے نزدیک کیے مکمل طور پر اپنی گود میں ایڈجسٹ کر چکا تھا۔۔ مقابل کی طرف سے کبھی کو مزاحمت رہی ہی نہیں تھی۔۔ وہ ناراض بھی ہو تو اس کی حق تلفی نہیں کرتی تھی ! ! ! کیوں ناراض ہو لٹل پرنسز ! ! ! چھوڑو نا ناراضگی کو۔۔۔۔ آبان خان نے نرمی سے کہتے اس کی گردن میں چہرہ

چھپایا۔۔ وہ اس کی گردن میں گہری گہری سانسیں بھرتے جگہ جگہ اپنے لب رکھ رہا تھا۔۔ درفشاں خان جو کب سے خود پر ضبط کر رہی تھی بلآخر صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹتے دیکھ اس کی سسکی سی اُبھری۔۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ کو چہرے پر رکھے ایک ہی دم جیسے بری طرح سسک پڑی تھی۔۔ آنسوں پلکوں کی باڑ توڑتے گالوں پر بہہ رہے تھے۔۔ آبان خان نے پریشانی سے اسے دیکھا۔۔ کیا وہ اتنا زیادہ ہرٹ تھی؟؟ میری جان کیوں ایسے رو رہی ہو؟ اسے شدت سے اپنے لپٹاتے آبان خان نے اس کی پیٹھ کو تھپکتے استفسار کیا۔۔ درفشاں خاموشی سے اس کے سینے میں منہ دیے اپنے شغل میں مصروف تھی۔۔۔ وہ کیا ہی جواب دیتی بھلا؟؟؟ نے بہت مصروف تھا درفشاں ! ! ! اسی لیے تمھیں وقت نہیں دے سکا۔۔ تمھیں اچھے سے اندازہ ہے راحیل۔۔۔۔ آبان خان ابھی اپنی صفائی میں کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ درفشاں پہلے ہی چیخ اٹھی تھی ! ! ! ! ! نام مت لیں اس کا۔۔۔ سب کچھ اسی کی وجہ سے ہو رہا ہے۔۔ آپ کو اپنی بیوی، اولاد ہر چیز سے زیادہ عزیز وہ ہے آبان۔۔۔ صرف آج سے نہیں شروع دن سے یہی ہوتا آیا ہے ! ! آپ اس سے محبت کریں میں یہ نہیں کہہ رہی کہ اسے چھوڑ دیں۔۔ لیکن برابری بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔۔ ہر وقت آپ کی توجہ بس اس ایک شخص پر ہوتی ہے ! ! میرے سے بس ایک چیز ہی چاہیئے آپ کو۔۔ اس کے علاوہ بیکار ہوں میں آپ

کی زندگی میں ! ! شدید روتے ہوئے اس کے سینے سے چہرہ نکالتے آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ چیخ اٹھی تھی۔۔ تھی غبار تھا دل میں بس ! ! آبان خان نے اس کی بات پر اپنے ہونٹ بھینچے ! ! اسے اندازہ نہیں تھا کہ راحیل کو لے کر وہ اس حد تک بدگمان ہوگی۔۔۔ یہ سراسر اس پر الزام تھا۔۔۔ ایک گہری سانس بھرتے اس نے خاموشی سے اس کے چہرے کو اپنے قریب کرتے اس کے ماتھے پر لب رکھے ! ! ابھی وہ بھی غصّہ کرنے بیٹھ جاتا تو لڑائی مزید بڑھ جاتی۔۔۔ اسے ہی جھکنا تھا۔۔ کسی ایک کا غصے پر ضبط کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔۔۔ ابھی اگر وہ اس کی آخری بات کو انا کا مسئلہ بنا لیتا تو پھر تو اُن کا گھر بہت اچھے سے چل جانا تھا۔۔ اتنی شکایتیں؟؟؟ ہلکا سا مسکراتے نرمی سے پوچھتے آبان خان نے اس کے گالوں پر لب رکھے ! ! مقابل ابھی بھی اسے دیکھتے رو ہی رہی تھی۔۔ درفشاں خان نے اس سے اپنی نظریں پھیرتے ہاتھ سے آنسوں صاف کیے۔۔ کوئی فائدہ نہیں تھا اس انسان سے شکایتیں کرنے کا۔۔ وہ سنتا ہی کب تھا اس کی بھلا ! ! ! اسے سارا غصّہ راحیل پر آتا تھا جس کی وجہ سے اس کا شوہر ہمیشہ اسے اگنور کرتا تھا۔۔ بلکہ کبھی کبھی تو سب پر ہی آتا تھا۔۔ آبان پر زمیداریوں کا بوجھ سب نے مل کر اتنا ڈالا ہوا تھا کہ درفشاں کا دل کرتا تھا اپنے شوہر کو لے کر الگ ہو جائے ! ! ! لیکن اس کا شوہر ایسا کر ہی نہ لیتا بھلا۔۔ اسے اب سمجھ آتی تھی کہ لوگ گھر

کے بڑے بیٹے سے سوچ سمجھ کر شادی کیوں کرتے ہیں ! ! تم غلط ہو در فشاں ! ! ! میں نہیں دیکھوں گا تو کون دیکھے گا سب کو؟؟ اس پر حالات بہت تنگ تھے۔۔۔ بہت سی ایسی باتیں ہیں جو راحیل کے متعلق تم بھی نہیں جانتی۔۔ اسے کسی کے سہارے کی ضرورت تھی اور وہ سہارا میں بن گیا تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟؟ آبان خان نے نرمی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے بولنا شروع کیا۔۔ اسے یقین تھا وہ اسے سمجھا سکتا ہے ! ! میں یہ نہیں کہہ رہی۔۔ میں بس کہہ رہی ہوں کہ آپ برابری نہیں رکھتے پھر۔۔۔ آپ کا سارا جھکاؤ ایک ہی طرف ہو جاتا ہے ! ! نروٹھے سے انداز میں کہتے در فشاں خان نے اس کے کندھے پر چہرہ چھپایا۔۔ وہ نہ اسے سمجھ سکتا تھا اور نہ ہی اس کی بات کو ! ! ! اوکے میری غلطی ہے ! ! کیا معافی مل سکتی ہے؟ آئندہ کبھی ایسا نہیں ہوگا پکا۔۔۔ اب تو ویسے بھی راحیل کی بیوی آگئی ہے۔۔ آبان خان نے مسکرا کر کہتے اس کے بالوں میں اپنی انگلیاں چلانی شروع کی۔۔ جبکہ در فشاں خان نے اس کی بات پر جھٹکے سے اپنا چہرہ اس کے مقابل کیا۔۔۔ اس کی آنکھوں میں بے پناہ حیرت تھی ! ! ! کب؟؟ کس کس ساتھ؟ حیرت سے استفسار کیا گیا۔۔ ابھی کچھ دیر پہلے لڑکی کے ساتھ ! ! ! دو بدو ہی مسکراتے ہوئے جواب آیا تھا۔۔ اسے یاد آیا تھا وہ تو بہت خوش تھا راحیل کے نکاح پر ! ! ! وہ تو مجھے بھی پتہ ہے کہ لڑکی کے ساتھ۔۔ لیکن ہے

کون لڑکی؟ کیا میں اسے جانتی ہوں۔۔ کیا ہمارے خاندان کی ہے؟؟ یونو واٹ میں نے شادی پر ایک مرتبہ حدائق بھائی سے سنا تھا کہ وہ ہیر کے لیے چاہتے ہیں راحیل کو۔۔ ہیر سے ہوئی ہے کیا؟؟ وہ جو بولنے پر آئی تو چپ ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔۔ وہ باتوں باتوں میں حدائق کی بات بھی اسی بتا گئی تھی۔۔ آبان خان کے ابرو آپس میں سکڑے!! اسے تو ایسا کچھ نہیں پتہ تھا۔۔ اگر ایسی کوئی بات تھی تو حدائق نے دیر کر دی تھی۔ اب راحیل خان بک ہو چکا تھا۔۔۔۔۔ ہسپتال میں وہ مدحا تھی جو میرے اپارٹمنٹ میں رہ رہی ہے؟ بتایا تھا میں نے تمہیں!!! اسی سے ہوئی ہے!! اور حدائق والی بات مجھے نہیں پتہ تھا۔۔ آبان خان نے سر جھٹکتے جواب دیا۔۔۔ یہ سب نصیبوں کا کھیل تھا۔۔ کسی کو کیا ہی کہتے بھلا!!! ہمم سہی!! دھیمی سی آواز میں جواب دیتے در فشاں خان نے پھر سے نظریں پھیری۔۔ دوبارہ سے یاد آگیا تھا کہ وہ تو اس سے ناراض تھی۔۔ اچھا نا چھوڑو ساری باتیں!! یہ صرف ہمارا وقت ہے!! آبان خان نے واپس سے اس کا چہرہ اپنے پاس کرتے اس کے ہونٹوں کو اپنی زبان سے لک کیا۔۔ وہ ہاتھوں سے آگے کی طرف سرکائے اس کے پیٹ پر پھیرنے لگا تھا۔۔۔ نہیں مان رہی تم؟؟ اسے آگے سے کوئی رسپانس نا دیتے دیکھ آبان خان نے حتمی سے انداز میں پوچھا۔۔ ایک تو وہ منا رہا تھا اوپر سے یہاں نخرے ختم نہیں ہو رہے تھے۔۔ منایا کب ہے آپ

نے؟؟ سنجیدگی سے اس کے چہرے کو دیکھتے درفشاں نے طنزیہ سے انداز میں پوچھا۔۔

ویسے یہ سچ ہی تھا۔۔۔۔ میں اپنے طریقے سے مناؤں گا۔۔ مگر اس میں بھی تمہارے ساتھ کے بغیر مزہ نہیں آتا۔۔ مسکرا کر بے باکی سے کہتے آبان خان نے اسے آنکھ ونک کی۔۔۔ وہ اپنی ٹون میں واپس آچکا تھا۔۔۔ میں تو نہیں دے رہی کوئی ساتھ ! ! ! وہی سنجیدہ انداز۔۔۔ مان جاؤ نا جان من ! ! ! تمھیں اندازہ ہے کہ میں کتنی دنوں بعد تمہارے قریب آرہا ہوں؟؟ ناک سکوڑ کر کہتے آبان خان نے ایک ہی جست میں اس کی قمیض کو علیحدہ کرتے سائڈ پر پھینکا۔۔ وہ اتنی تیزی سے یہ کام کر گیا تھا کہ درفشاں خان محض دانت پیس کر رہ گئی تھی۔۔

"تم ہی مجھ سے روٹھ گئے تو کس سے بات کروں میں!

جی اٹھا ہوں میں تم سے مل کے تم جو ہو تو ہوں میں ! !

چھوڑو اچھا نہیں ہوتا ہے اتنا چڑنا۔۔۔۔

"چلو جانے دو اب چھوڑو بھی، اتنا بھی کیا غصّہ کرنا؟

نرمی سے اس کی آنکھوں پر لب رکھتے وہ ان میں دیکھتے ہوئے گنگنا رہا تھا۔۔۔ شاید ہی اپنی زندگی نے وہ پہلے مرتبہ اس طرح گنگنا کر کسی کو منا رہا تھا۔۔ درفشاں خان کا دل

زوروں سے دھڑک اٹھا تھا۔۔۔ کتنی پیاری آواز تھی اس کے شوہر کی۔۔ وہ بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھتے خاموشی سے اپنی بانہیں اس کی گردن کے گرد حائل کر چکی تھی۔۔۔ اتنا ہی ناراض رہ سکتی تھی وہ بھی بس ! ! ! ارے میرے سوہنے منہ سے بولو اب تو ناراض نہیں ہو نہ؟؟ آبان خان نے مسکراتے ہوئے اس کی دھڑکنوں پر پردے کے اوپر سے ہی لب رکھے ! ! ! ! ! آبان برابری رکھا کریں۔ آپ برابری نہیں رکھے گیں تو میں سب سے بدظن ہوتی ہوں۔۔ میرا دل سب کی طرف سے صاف ہے لیکن پھر اس طرح کا رویہ دیکھ کر غصّہ آتا ہے جو کسی بھی عورت کے لیے بلکل عام سی بات ہے ! ! آپ اگر کسی کی فکر کسی کا کام کر بھی رہے ہیں تو یہ مت بھولا کریں کہ آپ کی ایک بیوی بھی ہے جسے آپ کے وقت کی ضرورت ہے ! ! میں نے کبھی کوئی شکایت نہیں کی لیکن شروع سے ہوتا یہی آیا ہے میرے ساتھ ! ! آج بس ہمت جواب دے گئی تھی تو میں بول پڑی۔۔ سنجیدگی سے درفشاں خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اپنے دل کی بات کی۔۔۔یہ کوئی نئی بات نہیں تھی ! ! ! ! اوکے آج کے بعد انشاء اللہ کبھی تمہاری حق تلفی نہیں ہوگی۔۔ میں پوری کوشش کروں گا تمھیں پوری طرح وقت دینے کی ! ! بلکہ کوشش چھوڑو میں سب کچھ بھاڑ میں جھونک کر تمھیں وقت دوں گا۔۔ بدظن مت ہوا کرو کسی سے ! ! یہ سب اتنا کچھ مجھے کہتے نہیں ہیں جتنا میں خود سب کے

معاملات میں گھس جاتا ہوں۔۔یہ کچھ قدرتی طور پر ہی ہوتا ہے ! ! خیر چھوڑو ساری باتیں۔۔۔ میں معذرت کرتا ہوں بس ! ! مسکراتے ہوئے صلح جو لہجے میں کہتے آبان خان نے اس کی دھڑکنوں میں چہرہ چھپایا۔۔۔ اس کی نظریں بھٹک بھٹک کر یہیں پر جا رہی تھیں۔۔۔ ہمم ! ! ! محض ہنکارا بھرتے درفشاں نے چہرہ جھکاتے اس کے بالوں پر نرمی سے لب رکھے ! ! ایک اور موقع دینے میں بھلا کیا حرج ؟؟ اسے اپنے شوہر کی زبان پر پورا یقین تھا۔۔ وہ وعدہ نبھانے والوں میں سے تھا۔۔۔ آبان خان نے بے تابی سے اس کی دھڑکنوں کو آخری پردے سے بھی آزاد کرتے سختی سے انہیں اپنے ہاتھوں میں بھرا۔۔۔وہ ان پر لب رکھے کافی دنوں بعد اپنی تشنگی مٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ درفشاں خان خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھا چکی تھی۔۔ وہ اس کی گود میں بیٹھی محض سسکیاں بھر رہی تھی۔۔ مقابل ہمیشہ کی طرح اس نازک حصے پر جارحانہ ہو رہا تھا۔۔ آبان خان نے ایک لمحے کے لیے اس کے لبوں کے پاس آتے انہیں اپنی گرفت میں لیا۔۔ وہ اسے کمر سے جکڑے نرمی سے بیڈ پر لٹا چکا تھا۔ درفشاں بھی اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے اس کا ساتھ دے رہی تھی۔۔۔ آبان خان آہستہ سے مکمل طور پر اس پر حاوی ہوا۔۔ وہ خیال کرتا تھا کہ پیٹ پر وزن نا پڑے ! ! وہ سارا وزن اس کی ٹانگوں اور سینے پر ڈالے ہوئے تھا۔۔ درفشاں خان اس کی گرفت میں بلکل کسی

بچی کی مانند جکڑی جاتی تھی۔۔ آبان خان نے اس کی زبان تک پہنچتے سختی سے اسے سک کیا۔۔ وہ اسے ڈیپلی کس کر رہا تھا۔۔۔ جبکہ ہاتھ پوری طرح سے مقابل کے جسم پر رینگ رہے تھے۔۔ کافی لمحوں تک اس کی سانسیں چراتے آبان خان ہلکا سا اس سے پیچھے کو ہٹا۔۔ میں تھوڑا وائلڈ ہو جاؤں تو برداشت کرنا۔۔۔ تم جانتی ہو کہ میں کافی دنوں بعد تمہارے قریب آؤں تو پھر کیا ہوتا ہے ! ! آبان خان نے اس کے کان کے پاس جھکتے خطرناک سرگوشی کی۔۔۔ وہ درفشاں کو تھوک نگلنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔ آبان میری حالت پہلے جیسی نہیں ہے۔۔۔ آپ جانتے ہیں میری کمر کا مسئلہ ہے ! ! درفشاں نے اسے جیسے یاد دلانا چاہا۔۔۔ اس کی کمر میں اکثر ہی درد رہتا تھا۔۔ شام میں ڈاکٹر کے پاس چل لے گیں۔۔ دوائیاں بھی ختم ہو رہی ہے تمہاری ! ! مصروف سے انداز میں کہتے آبان خان نے نیچے کو جھکتے اس کی دھڑکنوں پر پھر سے پہرا جمایا۔۔ وہ انہیں ہاتھوں اور لبوں میں بھر کر محسوس کر رہا تھا۔۔ جبکہ درفشاں خان اس کی بات پر تھوڑا حیران ہوئی تھی۔۔ آبان کو کیسے پتہ تھا کہ اس کی دوائیاں ختم ہونے والی ہیں؟؟ اب وہ اس سے اتنا بھی بے خبر نہیں تھا۔۔ کم از کم اپنے بچے اور بیوی کی اسے اتنی سے پرواہ ضرور تھی۔۔۔ آبان خان وہ انسان تھا جو اپنے عزیز لوگوں کی فکر کرنا بلکل نہیں چھوڑتا

تھا۔۔۔ آبان خان نے نرمی سے اس کی دھڑکنوں کی اُبھری ہوئی ساخت کو اپنے لبوں میں دبایا۔۔۔ وہ ان پر جگہ جگہ اپنی محبت کے رنگ بکھیر رہا

بقیہ 95/1

تھا۔۔۔ درفشاں خان خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے اس کا لمس برداشت کر رہی تھی۔۔ آبان خان نے تھوڑا مزید نیچے کو جھکتے نرمی سے اس کے پیٹ پر لب رکھے ! ! وہ اکثر ہی اپنے بچے کو یہاں بہت اچھے سے محسوس کرتا تھا۔۔۔ درفشاں کی مسکراہٹ ہے ساختہ تھی۔۔ اسے یاد آیا تھا پچھلی مرتبہ آبان خان پاگلوں کی طرح اس کے پیٹ کے پاس جھکے باتیں کرنے لگا تھا۔۔ جیسے سچ میں بچہ اس کے سامنے ہی ہو ! ! ! آبان خان نے جگہ جگہ اس کے پیٹ پر لب رکھتے اس کی تھائیز پر سختی سے اپنی اُنگلیاں پھیری۔۔ وہ واپس سے اوپر کو آتے اسے اور خود کو جھٹکے سے ہر پردے سے آزاد کر چکا تھا۔۔ بے تابی سے اس کے رسیلے لبوں کے گھونٹ بھرتے آبان خان نے بے باکی سے اپنے جسم کو اس کے جسم کے ساتھ جوڑا۔۔ درفشاں خان بے ساختہ ہی اس سے اپنے ہونٹ چھڑواتے ایک لمبی سی سانس بھرتے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑ چکی تھی۔۔ اسے زہر لگتی تھی مقابل کو یہ عادت۔۔ آبان خان مسکراتے ہوئے

اسے دیکھتے مسلسل اپنے جسم کو بے شرمی سے اس کے جسم کے ساتھ جوڑ رہا تھا۔۔ در فشاں خان نے ایک گہری سانس بھرتے اپنی ٹانگیں اس کی کمر کے گرد فولڈ کی۔۔ وہ تھوڑا نیچے کو سرکتے سسکی سی بھرتے اسے خود میں داخل ہوتا محسوس کر رہی تھی۔۔ آبان خان سرشاری سے مسکرایا۔۔ اسی چیز کا تو اشارہ دے رہا تھا وہ مقابل کو ! ! ! نرمی سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیے وہ اس کے جسم میں تیزی سے حرکت کرنے لگا تھا۔۔ در فشاں خان اس کے گلے میں بانہیں حائل کیے اسے خود میں سرائیت کرتا محسوس کر رہی تھی۔۔ کمرے میں اس کی مدھوش کن سسکیاں سی گونج رہی تھیں۔۔۔ آبان خان نے نیچے کو چہرہ کیے بے دردی سے اس کی دھڑکنوں پر دانت گاڑے ! ! وہ پھر سے وائلڈ ہو رہا تھا۔۔ در فشاں خان پھولتی سانسوں کے ساتھ ہونٹ بھینچے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ کبھی جو اس انسان نے اس کے اس نازک حصے کا خیال کیا ہو۔۔ وہ جنونی ہو جاتا تھا۔۔۔ تمہاری کمر درد کا علاج میں خود کر دوں گا میری جان۔۔۔ اوپر کو آ کے اس کے کان میں سرگوشی کرتے آبان خان مسکراتے ہوئے تھوڑا پیچھے کو ہوا۔۔ وہ اس کی ٹانگوں کو اوپن کرتے اپنے کندھوں پر رکھے پھر سے بے دردی سے اس نے داخل ہو چکا تھا۔۔ در فشاں خان اس کی گردن میں بانہیں حائل کیے خاموشی سے اسے برداشت کر رہی تھی۔۔ آبان خان نے اس کے جسم میں بری طرح

اسٹروکس دیتے اس کے گالوں کے پاس آتے اپنی زبان لک کی۔۔ در فشاں کی ٹانگیں لرزنے لگی تھیں۔۔ مقابل اس کی حالت کی پرواہ کبھی کرتا ہی نہیں تھا۔۔ آبان خان کے ماتھے سے پسینہ اس کے بالوں پر گر رہا تھا۔۔ دونوں کے جسم ملتے ایک معنی خیز آواز پیدا کر رہے تھے۔۔۔ آبان خان اسے تھائیز سے جکڑے مسلسل پسینے سے بھیگا اس کے جسم میں اسٹروکس دے رہا تھا۔۔ ماحول کچھ زیادہ ہی گرم ہو پڑا تھا۔۔۔ ایک دوسرے کی بانہوں میں لپٹے وہ دونوں ساری رنجشیں سمیٹے ایک دوسرے کے جسم سے سکون حاصل کر رہے تھے!!!!

95/2

یہ تقریباً پانچ بجے کا وقت تھا جب دور کہیں سے فجر کی اذانوں کی آواز آرہی تھی۔۔ اس وقت فجر کا وقت ہو رہا تھا۔۔ موسم بہت زیادہ خوشگوار تھا۔۔ ساتھ راست بادل جم کر برسا تھا۔۔ ابھی بھی بارش ہو رہی تھی۔۔ مجال تھی جو ساری رات میں ایک منٹ کے لیے بھی بارش رکی ہو!! ابھی تک وہ اپنے زور و شور سے جاری تھی۔۔ سردی کی شدت بڑھتے لوگوں کو ٹھٹھرنے پر مجبور کر رہی تھی۔۔ اس وقت آسمان پر اندھیرا چھایا

تھا۔۔ بجلی کے کڑکنے سے بس کبھی کبھی روشنی ہو جاتی تھی۔۔ ابھی ہی فجر کی ازانیں شروع ہوئی تھیں۔۔

اسے میں راحیل خان ابھی تک اپارٹمنٹ میں موجود بلکل اسی طرح صوفے پر بیٹھا تھا۔۔ وہ پیچھے صوفے سے ٹیک لگائے صوفے کے متھے پر اپنے سر کو ٹکائے ہوئے تھا۔۔ نہیں تو ساری رات میں مدحا نے کمرے کا دروازہ کھول کر باہر جھانکنا مناسب سمجھا تھا اور نہ ہی راحیل خان نے کمرے کے قریب بھی جاتے چیک کرنا۔۔ وہ بھلا کیا کرتا۔۔ اسے اپنے آپ سے فرصت ملتی تو یہ کچھ اور کرتا۔۔ وہ ابھی تک بلکل ویسے ہی پڑا گلاس ونڈو سے باہر برستی بارش کو دیکھ رہا تھا۔۔ اس کی ٹانگیں شل ہوئی پڑی تھیں۔۔ جسم میں بری طرح درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔۔ سردی کی شدت سے چہرہ لال سرخ ہوا پڑا تھا۔۔ زخموں میں بری طرح جلن اٹھ رہی تھی۔۔ آنکھیں کل شام سے ابھی تک بلکل ویسے ہی برس رہی تھیں۔۔ اس کے دل پر شدید قسم کا بوجھ تھا جیسے ابھی اس بوجھ کی تاب نہ لاتے دل پھٹ جائے گا۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ اسے رونا کس بات کا آرہا ہے ! ! اسے بس یہ پتہ تھا کہ آنکھوں سے آنسوں برس رہے ہیں ! ! دل پر بہت بوجھ ہے۔ اور دماغ پتہ نہیں کہاں کہاں سے باتوں کو کرید کر لاتے دل کا بوجھ مزید بڑھا رہا ہے ! ! ! !

اسے ہر بات یاد آرہی تھی۔۔ اسے سب سے زیادہ اپنی ماں یاد آرہی تھی۔۔ وہ ساری رات ایک منٹ کے لیے بھی نہیں سو سکا تھا۔۔ جسم میں بے چینی ہی اتنی تھی۔۔ نیند بھلا کیسے آسکتی تھی اسے؟؟ لاؤنج بھی اس وقت خاصا سرد ہوا پڑا تھا۔۔ کوئی بھی ایسے ہی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔۔ اسے اتنی بھی توفیق نہیں ہوئی تھی کہ اٹھ کر آتش دان ہی جلا لے ! ! وہ اپنے غموں سے نکلتا تو کچھ محسوس کرتا۔۔ وہ اپنے حواسوں میں نہیں لگ رہا تھا۔ اسے کسی بھی چیز کا ہوش نہیں تھا۔۔۔ ایک چیونٹی جتنی اوقات لیے وہ ابھی تک ویسے ہی صوفے پر پڑا وہ پتہ نہیں اپنے کونسے غم کا ماتم منا رہا تھا۔۔ ساری رات ہو گئی تھی اس کی آنکھیں ایک منٹ کے لیے بھی نہیں سوکھی تھی۔۔ وہ بس روئے جا رہا تھا۔۔ اور ظلم تو یہ تھا کہ اسے پتہ بھی نہیں تھا کہ یہ آخر آنسوں برس کس وجہ سے رہے ہیں ! ! اسے کچھ نہیں پتہ تھا۔۔ اس کا دماغ ماؤف ہوا پڑا تھا۔۔ وہ پاگل ہونے کو تھا۔۔ وہ زندہ لاش کی طرح یہاں کل شام سے پڑا تھا۔۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا تھا وہ نہیں جانتا تھا۔۔ فجر کی اذان کی آواز اس کے کانوں میں اچھے سے جا رہی تھی۔۔ پہلے دور دور اذانیں ہو رہی تھیں۔۔ اب قریب کی مسجد میں بھی اذان ہونے لگی تھی۔۔ وہ اچھے سے سن رہا تھا ان آوازوں کو۔۔

راحیل خان نے ایک گہری سانس بھرتے لاؤنج میں وال کلاک کی طرف اپنی نظریں دوڑائی۔۔ ساری رات ایک ہی پوزیشن میں لیٹنے کی وجہ سے گردن بھی بری طرح اکڑی ہوئی تھی۔۔ اسے درد ہونے لگا تھا۔۔ گھڑی اس وقت پانچ بج کر دس منٹ کا وقت بتا رہی تھی۔۔ راحیل خان اپنے انگوٹھے کے پوروں سے اپنی آنکھیں صاف کرتا اشیاء سے اٹھ کر سیدھا ہوتے بیٹھا۔۔ آنکھوں میں شدید جلن ہو رہی تھی۔۔ ساری رات کچھ رونے اور کچھ رات کو جاگنے کی وجہ سے اس کیا آنکھیں شدید سرخ ہوئی پڑی تھیں۔۔ چہرہ خون چھلکا رہا تھا۔۔ ابھی ہی آنکھیں صاف کی تھیں اور ایک مرتبہ پھر وہ بھیگ اٹھی تھیں۔۔۔پتہ نہیں وہ اتنے آنسوں لا کہاں سے رہا تھا۔۔ مگر وہ بس رویے جا رہا تھا۔۔ وہ بلا وجہ ہی اپنے دل کے اس بوجھ سے تنگ رو رہا تھا۔۔ چہرے کے ایکسپریشنز بلکل نارمل تھے۔۔ بس آنکھیں برس رہی تھیں۔۔ اس کی کمر میں بھی بری طرح در ہو رہا تھا۔۔ زخموں میں ٹیسیں اٹھ رہی تھی۔۔۔ راحیل خان نے ایک نظر گردن کی گھماتے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔۔ اس کے دل میں ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔۔ مقابل اس سے حد سے زیادہ بدگمان تھی۔۔ وہ کچھ سوچتے آہستہ سے صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ درد کی ایک لہر پورے جسم میں دوڑی۔۔۔ اس سے کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔۔ دل بھاری ہوتے پھٹنے کو تھا۔۔ سر بھاری ہوتے ایسا محسوس کروا رہا تھا

جیسے ابھی کوئی رگ پھٹے۔۔ آنکھیں لال سرخ ہوئی پڑی تھی۔۔۔ جسم اکڑا ہوا تھا۔۔ پورے جسم میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔۔ ٹانگیں شل ہوئی پڑی تھیں۔۔ آنکھیں پھر سے برس رہی تھیں۔۔ زخموں میں شدید قسم کا درد اٹھ رہا تھا۔۔۔ وہ پوری طرح بے بسی کی تصویر لگ رہا تھا۔۔ پھر سے اپنی آنکھوں کو صاف کرتے اس نے اپنے قدم آگے کو لیے۔۔ پتہ نہیں کیا سوجھتے وہ کمرے کی طرف جا رہا تھا۔۔ اس کے قدموں میں لرزش بلکل واضح تھی۔۔ جبکہ وہ اپنے چکراتے سر کو تھامے آگے کو بڑھ رہا تھا۔۔ ابھی آنکھیں صاف کی تھیں اور آنسوں پھر سے پلکوں کی باڑ توڑتے نکل پڑے تھے۔۔ باہر بارش بھی اپنے زوروں پر تھی۔۔۔ آسمان جم کر برس رہا تھا۔۔۔

راحیل خان کے آگے آتے دروازے کے پاس پہنچتے قدم رکے۔۔ اس کمرے کا دروازہ لاؤنج سے زیادہ دور نہیں تھا۔۔ محض چند قدموں میں ہی وہ یہاں پہنچ چکا تھا۔۔ خاموشی سے ایک نظر دروازے کو دیکھتے اس نے ہاتھ آگے کی بڑھاتے لاک کو گھمایا۔۔ وہ بس ایک مرتبہ چیک کرنا چاہتا تھا مدحا کو۔۔ اگر لاک لگا ہوتا تو وہ واپس صوفے پر جا کر بیٹھ جاتا۔۔ اس نے رسک نہیں لیا تھا۔۔ کہیں ایسا نہ ہوتا کہ مقابل سوئی ہوتی اور وہ دروازہ ناک کرتا تو وہ اٹھ کر ایک نیا تماشہ کھڑا کر دیتی۔۔ اسی لیے وہ بلکل آرام سے بنا

ناک کرنے کا تکلف کیے خود ہی لاک کھولنے لگا تھا۔۔ لاک کھلا تھا۔۔ اسے حیرت ہوئی تھی۔۔ یہ مدحا نے کب کھولا؟؟ اور کیوں؟؟ اسے تو کچھ علم ہی نہیں تھا۔۔ خیر جو بھی تھا یہ اسی کے لیے فائدہ مند ثابت ہوا تھا۔۔ اس کے بال ماتھے پر بکھرے تھے۔۔ کپڑے سارے شکن زدہ تھے۔۔ جبکہ کمر پر زخموں والی جگہ پر خون لگا تھا۔۔ ظاہر ہے یہ سارا لاپرواہی کا نتیجہ تھا۔۔ وہ لڑکا خود سے بلکل ہی بے خبر ہوا پڑا تھا۔۔ لیکن بخدا وہ اس حلیے میں بھی غضب ڈھا رہا تھا۔۔۔

ایک گہری سانس بھرتے راحیل خان نے اپنے بازو سے آنکھیں پھر سے صاف کی۔۔ اس سے کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔۔ لیکن افسوس آنسوں ایک مرتبہ پھر سے نکل پڑے تھے۔۔ وہ بے بسی سے اپنے ہاتھوں میں چہرہ چھپائے کسی بھی طرح اپنے اندر پلتی اس اذیت، تکلیف کو ختم کرنا چاہتا تھا۔۔ لیکن نہیں ہو رہی تھی۔۔ بوجھ بڑھتا جا رہا تھا۔۔ تکلیف حد سے سوا ہو رہی تھی۔۔۔ اس کی برداشت سے زیادہ تھی یہ تکلیف۔۔ اس کا دل پھٹنے کو تھا۔۔ درد کی شدت اتنی تھی کہ وہ ابھی مر جائے ! ! ! بس موت ہی نہیں آ رہی تھی۔۔ باقی وہ بہت مشکل سے اس تکلیف کو جھیل رہا تھا۔۔ اس کا کوئی زور نہیں تھا اپنے اوپر ! ! ایسا لگتا تھا جیسے وہ اپنے اوپر سے اختیار کھو چکا

ہو۔۔یہ سب کچھ قدرتی طور پر ہو رہا تھا۔۔ وہ چپ ہونا چاہتا تھا لیکن اگر آنسوں رکتے ! ! !تو دل پھٹ جاتا۔۔ وہ بری طرح بے بس تھا۔۔۔ خدا ہی رحم کرتا اس پر

اپنی حالت کو قابو میں نہ آتے دیکھ راحیل خان آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتے ایسے ہی دروازے کو کھولتے کمرے کے اندر داخل ہوا۔۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے اندر آیا تھا۔۔ چلا نہیں جا رہا تھا اس سے۔۔ حالت بری ہوئی پڑی تھی۔۔ وہ چھ فٹ دو انچ کا مرد خود پر سے مکمل طور پر اختیار کھو چکا تھا۔۔ کمرے کے اندر داخل ہوتے راحیل خان کی پہلی نظر بیڈ کی طرف گئی۔۔ مدحا راحیل خان کہیں پر بھی نہیں تھی۔۔۔ اس نے حیرت سے خالی بستر کو دیکھتے پورے کمرے میں چاروں طرف نظر دوڑائی۔۔ مقابل اتنی صبح آخر کیا کرنے اٹھی تھی۔۔ باہر تو نہیں تھی وہ پھر کہاں گئی تھی۔ وہ کھڑا چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔۔ لیکن ایک طرف ہی اس کی نظر اٹک گئی تھی۔۔ مدحا جائے نماز پر بیٹھی شاید ابھی فجر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تھی۔۔ کیونکہ وہ دعا مانگ رہی تھی۔۔ راحیل خان کی آنکھوں سے بے ساختہ ہی پہلے سے زیادہ آنسوؤں کا ریلا جاری ہوا۔ مقابل سہی کہہ رہی تھی۔۔ وہ اس کے قابل ہی نہیں تھا۔۔ وہ خود کو اس سے بہت چھوٹا محسوس کرتا تھا۔۔ آج دیکھ بھی لیا تھا۔ وہ واقعی میں اس سے اوقات میں بہت چھوٹا تھا۔۔

پتہ نہیں کونسی نیکی کا اجر تھا جو خدا نے اس کے نصیب میں مدحا جیسی لڑکی رکھ دی تھی۔۔ اسے اپنے نصیب پر یقین نہیں آتا تھا۔۔ راحیل نے بے ساختہ ہی شدید روتے ہوئے بیڈ کے کنارے کا سہارا لیا۔۔ وہ ٹانگوں پر کھڑا نہیں رہ سکتا تھا۔۔ تکلیف حد سے زیادہ ہونے لگی تھی۔۔ گلے میں بندھی گرہیں آخری حد تک مضبوط ہو چکی تھیں۔۔ اس کا دم گھٹ رہا تھا۔۔ اس کا بس نہیں تھا کہ چیخیں مار مار کے روئے۔۔۔ اپنے دل کی سائڈ پر سینے کو رب کرتے وہ شدید ٹوٹی پھوٹی حالت میں پھر سے سیدھا ہوتے مدحا کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔ اس کے قدم من من کے بھاری ہو رہے تھے۔۔ وہ پتہ نہیں کیسے اپنے قدموں پر چل رہا تھا۔۔ سر پھٹنے کی حد تک دکھ رہا تھا۔۔ اسے یقین تھا یہی حالت رہی تو کچھ ہی دیر میں وہ ہرٹ اٹیک سے ہی مر جائے گا یا پھر اس کے دماغ کی کوئی رگ پھٹ جائے گی۔۔ لیکن پھر بھی وہ دھیرے دھیرے حلتے اس کے قریب جا رہا تھا۔۔

مدحا نسیم خاموشی سے اپنی دعا میں مصروف تھی۔۔ ساری رات نیند تو اسے بھی ایک لمحے کے لیے بھی نہیں آئی تھی۔۔۔ اوپر سے اس اندھیرے کمرے میں اسے باہر بارش کی آواز کو سن سن کر خوف آرہا تھا۔۔یہ دروازہ بھی اس نے اسی لیے کھولا تھا۔۔ اس کی بھی ساری رات آنکھوں میں کٹی تھی۔ پسندیدہ مرد سے شادی تو ہو گئی تھی لیکن دل

مطمئن نہیں تھا۔۔کاش کہ راز راز ہی رہتا۔۔ کاش کہ اسے کبھی پتہ ہی نہیں چلتا کہ راحیل خان زانی ہے ! ! وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بیٹھی خاموش تھی بلکل۔۔ شکر ادا وہ کر چکی تھی۔۔ لیکن اب جیسے مانگنے کو کچھ نہیں بچا تھا۔۔ اس کے پاس سب کچھ تھا۔۔ زنا کو سائڈ کیا جاتا تو محبت بھی مل گئی تھی۔۔ لیکن کمبخت مسئلہ ہی سارا زنا کا تھا۔۔ وہ خدا سے شکوہ نہیں کر سکتی تھی۔۔ اپنی مرضی کے خلاف ہوتے فیصلوں میں اس نے بعد میں خدا کی مصلحت کو بہت دفعہ نوٹ کیا تھا۔۔ وہ ابھی بھی صبر کر رہی تھی۔۔ صبر سب سے بڑی چیز تھا۔۔ وہ احھے سے محسوس کر چکی تھی کہ کمرے میں کوئی داخل ہوا ہے۔۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اندر آنے والا کون ہوگا۔۔ پورے گھر میں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔۔ وہ پھر بھی خاموشی سے آنکھوں میں نمی لیے بس خدا سے دل میں گفتگو کر رہی تھی۔۔ اسے یقین تھا راحیل اسے دیکھ کر چلا جائے گا۔۔ اندھا اعتبار تو خیر اسے شروع سے ہی راحیل پر رہا تھا۔۔ کل شام میں وہ بہت غصے میں تھی۔۔ تبھی جو منہ میں آیا وہی بول گئی تھی۔۔ اب غصّہ تھوڑا ٹھنڈا ہوا تھا تو اسے ہے تحاشہ بس رونا آرہا تھا۔۔ ساری رات وہ بس اپنے اور راحیل کے متعلق ہی سوچتی رہی تھی۔۔۔

راحیل خان آگے کو آتے خاموشی سے اس کے پاس ہی نیچے ٹھنڈی زمین پر بیٹھا۔۔ ابھی کے لیے اسے کسی بھی چیز سے فرق نہیں پڑتا تھا۔۔ اسے لگ رہا تھا موت کا فرشتہ اس کے پاس ہی کھڑا ہے جو کسی بھی وقت اس کی روح قبض کر سکتا تھا۔۔ نیچے ماربل کا فرش ٹھنڈا یخ تھا۔۔ وہ لاپرواہ بنا بکھری حالت میں اس کے پاس ہی زمین پر بیٹھ چکا تھا۔۔ آنکھوں سے جیسے آنسوؤں کی صورت میں لہو بہہ رہا تھا۔۔ وہ بھیگی نظروں سے اس کے پرنور چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ مدحا نسیم جو اپنی دعا میں مصروف تھی اسے اپنے ساتھ بیٹھتے دیکھ اس نے تیزی سے دعا کو ختم کیا۔۔ اسے شکل بھی نہیں دیکھنی تھی اس شخص کی۔۔ وہ بنا اس کی طرف دیکھے ابھی جائے نماز سے اٹھتی کہ راحیل خان نے پہلے ہی اس کے ہاتھ کو تھاما۔۔ اسے ضرورت تھی کسی کی۔۔ وہ مر رہا تھا۔۔ کیا بدتمیزی ہے یہ آخر؟؟ ہاتھ چھوو۔۔۔ روتے ہوئے چیختے وہ ابھی اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کرتی کہ اس کی نظر اچانک ہی راحیل خان کے چہرے کی طرف اٹھی۔۔ اس کا پورا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔۔ وہ کیوں رو رہا تھا؟؟ وہ بے یقینی اور حیرت سے راحیل خان کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی۔۔ وہ غم کی مورت بنا نظر آرہا تھا۔۔ سوجی متورم آنکھیں لال سرخ تھی۔۔ وہ ابھی بھی رو ہی رہا تھا ! ! ! ! ! راحیل خان خاموشی سے اس کا ہاتھ چھوڑتے روتے ہوئے تھوڑا نیچے کو لیٹا۔۔ وہ اس

کی گود میں سر رکھے خاموشی سے نیچے زمین پر ہی لیٹ چکا تھا۔۔ مدحا حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ اتنی بری حالت میں اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا راحیل کو۔ اس کی جگہ بھی اگر کوئی بھی ہوتا تو یقیناً اسے اس شخص کی حالت پر رہ رہ کر ترس آتا۔۔ راحیل خان نے سیدھے کو ہوتے خاموشی سے روتے ہوئے اس کے پیٹ میں اپنا چہرہ چھپایا۔۔۔ پہلی مرتبہ حلال کا احساس ہو رہا تھا۔۔۔ حرام میں وقتی سکون تھا۔۔ حلال کا سکون انوکھا اور پرمننٹ تھا۔۔۔ مدحا حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ مقابل اسنے دونوں بازو اس کی کمر کے گرد باندھے اس کے پیٹ میں چہرہ چھپا چکا تھا۔۔ مدحا کو تیزی سے اپنی قمیض بھیگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔ اس کی حیرانی ختم ہی نہیں ہو رہی تھی۔۔ مقابل کیوں آخر ایسے پاگلوں کی طرح رو رہا تھا۔۔ اس نے ایک اور چیز محسوس کی تھی کہ یہ شخص آگ کی بھٹی کی مانند سلگ رہا تھا۔۔ اس کی گرم تپتی سلگتی سانسیں وہ اپنے پیٹ پر بخوبی بخوبی محسوس کر رہی تھی۔۔۔ راحیل خان کو بے حد تیز بخار تھا۔۔۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ آخر یہ ہو کیا رہا ہے ! ! ایک ہی رات میں اس شخص کی اتنی بری حالت کیسے ہو گئی تھی ! ! ! پی۔۔ پیچھے ہو جائیں۔۔ مدحا نے اپنی حیرت پر قابو پاتے آنکھوں میں نمی لیے اس کے سر کو پیچھے کرنا چاہا۔۔۔ وہ یہاں سے کسی طرح فرار چاہتی تھی۔۔ اس کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔ پتہ نہیں اب

اسے کیا ہو رہا تھا۔۔ راحیل خان نفی میں سر ہلاتے ہچکی سی بھرتے مزید اس کے نزدیک ہوا۔۔ وہ اپنا چہرہ مزید سختی سے اس کے پیٹ میں گھسائے ہچکیوں سے رونے لگا تھا۔۔ وہ بچوں کی طرح بلک رہا تھا۔۔۔۔ میں مر۔۔رہا ہوں مدحا۔۔۔ خاموش کمرے میں راحیل خان کی بھیگی سی آواز ابھری۔۔ اس کی ہچکیاں بھی جاری تھیں۔۔ وہ کھل کر رو رہا تھا۔۔ مدحا کا دل دھڑک دھڑک کر باہر آنے کو تھا۔۔ وہ آنسوں روکنے کی خاطر اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے ہوئے تھی۔۔ کچھ پتہ تو چلتا ہوا کیا تھا آخر!!! راحیل کیوں اتنا برے طریقے سے رو کر اسے بھی رلا رہا تھا۔۔ وہ کیوں اس کے پاس اس طرح آیا تھا۔۔ وہ کیوں مرنے کی بات کر رہا تھا۔۔ سب کچھ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ جائے نماز پر بیٹھی وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔

میں مر جاؤں گا مدحا۔۔ مجھے اس بوجھ سے نجات چاہیے۔۔ میرے دل پر بوجھ ہے مدحا۔۔ میرا۔۔ میرا دم گھٹ رہا ہے۔۔ سانس لینے میں مشکل ہو رہی ہے۔۔ اس بوجھ سے فرار چاہیئے مجھے!! مجھے اس بوجھ سے آزادی دلوا دو۔۔ روتے ہوئے اس کی آواز منت زدہ سی تھی۔۔ وہ شدید روتے ہوئے اس سے منت کر رہا تھا۔۔ مدحا نے حیرت سے اسے دیکھا۔ کونسا بوجھ؟؟؟ اس کی آنکھوں سے آنسوں برستے گالوں پر بہنے

لگے تھے۔ مقابل اتنی بری طرح رو رہا تھا کہ اس کی جگہ اگر کوئی بھی ہوتا تو وہ بھی ساتھ ہی رونے بیٹھ جاتا۔ مجھ سے پیچھے ہو جائیں راحیل خان۔۔ آپ جیسے لوگوں کو صرف ایک ہی چیز سے مطلب ہوتا ہے ! ! یاد رکھیے گا یہ گناہوں کا بوجھ ہوگا۔۔ آنسوں بہاتے اس نے سنجیدگی سے سامنے دیکھتے کہا۔۔ وہ اپنے دونوں ہاتھ سائڈ پر کر گئی تھی۔۔ مقابل خود ہی اٹھتا۔۔ البتہ اس کی گرم سانسوں سے اسے اپنا پیٹ جھلستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ وہ سنجیدگی سے اس کے دل پر موجود بوجھ کو چٹکیوں میں ایک نام دے گئی تھی ! ! ! ! ! میں بہت گنہگار رہا ہوں مدحا۔۔ شاید تم ٹھیک ہی کہہ رہی ہوں۔۔ میرا دل پھٹتا ہے اپنا ماضی سوچ کر۔۔ جس لفظ سے آج نفرت ہوتی ہے کبھی اسی گناہ کو دن رات کرتا تھا میں۔۔ میں کیوں بن گیا ایسا۔۔ کیوں آخر اپنے نفس کی تسکین خاطر میں حرام اور حلال میں فرق بھول گیا تھا۔۔ راحیل خان کی پھر سے آواز ابھری۔۔ وہ اس سے سوال گو تھا۔۔۔ جبکہ مدحا کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔۔ مقابل پھر سے ان باتوں کو کریدتے اس کے دل کو اذیت دے رہا تھا۔۔ پہلے کیا وہ کم تکلیف میں تھی جو مزید وہ یہ باتیں دوہرا رہا تھا۔۔ کتنا اذیت ناک ہوتا ہے اپنی محبت کے منہ سے یہ سننا کہ وہ زانی رہا ہے۔۔ کوئی اس سے پوچھتا۔۔۔ "میرا دل پھٹ رہا ہے مدحا۔۔ میں تو دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہا تو آخرت میں خدا کو کیا ہی منہ دکھاؤں گا۔۔

میری دنیا اور آخرت دونوں برباد ہے مدحا۔۔ میرے ہاتھوں میں کچھ نہیں ہے ! ! مجھے۔۔۔مجھے خوف آنے لگا ہے مدحا۔۔۔ جیسے مہرماہ مر گئی، جیسے ماما چلی گئی تھیں۔۔ ایک دن میری بھی آنکھیں بند ہونگی۔۔ میں ہار گیا یار۔۔ میں بری طرح ہار گیا۔۔۔ آگ مقدر بن گئی ہے میرا"۔۔۔۔ شدید ہچکیوں اور سسکیوں سے روتے وہ مسلسل بول رہا تھا۔۔ اس کی آواز نہایت کرب میں ڈوبی تھی۔۔ درد برداشت سے باہر کا تھا۔۔۔ مدحا بھی اپنے ہونٹوں پر ہاتھ جمائے شدت سے رونے لگی تھی۔۔ کیوں کر رہا تھا آخر یہ شخص ایسی باتیں؟؟ ہو کیا گیا تھا آخر اسے؟؟ راحیل خان ابھی تک اس کے پیٹ پر چہرہ چھپائے شدت سے رو رہا تھا۔۔ وہ ہول رہا تھا اور مدحا اسے سن رہی تھی۔۔

میں نے بہت کوشش کی کہ میں اچھا انسان بن جاؤں۔۔ میں بنا بھی۔۔ لیکن تمھیں پتہ " ہے ایک وقت ایسا آیا ساری اچھائی دھری کی دھری رہ گئی۔۔ میرے اوپر آزمائشیں آئی اور میں برائی کے راستے پر چلا گیا۔۔ میرا نفس اتنا کمزور کیوں تھا مدحا؟؟ ضروری تھوڑی ہے جیسا باپ ہو ویسا ہی بیٹا بھی نکلے۔۔۔ میں شعور رکھتا تھا۔۔میں اچھائی کے راستے پر آسکتا تھا۔۔ لیکن میں برائی پر چلا گیا۔۔۔ میں نے پیسے اور جوانی کے نشے میں مست بہت سے گناہ کیے اور آج وہی گناہ میرا دل کاٹ رہے ہیں مدحا۔۔

مجھے۔۔مجھے لگ رہا ہے میرے پورے جسم میں کانٹے سے چبھ رہے ہیں۔۔ میرے جسم پر کچھ رینگ رہا ہے مدحا"۔۔۔۔ وہ ہچکیوں سے روتے ہوئے مدحا کا دل دہلا رہا تھا۔۔ وہ خاموشی سے روتے ہوئے اسے سن رہی تھی۔۔ کچھ تھا جو اسے اس شخص کو بیچ میں ٹوکنے سے روک رہا تھا۔۔ راحیل خان ہول رہا تھا اور وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔۔ ایک اپنے غم پر رو رہا تھا تو دوسری کو اس کی باتیں رلا رہی تھیں۔۔ کتنا تکلیف دہ منظر تھا یہ کوئی ان سے پوچھتا۔۔۔۔ " میری ماما مجھے چھوڑ کر چلی گئی، میں کچھ نہیں کر سکا۔۔ انہیں مار دیا تھا مدحا۔۔۔ میرا باپ بھی اپنی بیوی کو نہ بچا سکا۔۔۔۔ میں بھی تھا وہاں۔۔ میری ماں نے میرے ہاتھوں میں دم توڑا تھا۔۔ پانچ لوگ مرے تھے اس دن۔۔ حدائق کا باپ، انصر شاہ، اشنا کے ماں باپ اور ماما۔ شاہ ولا والوں کو لگتا تھا کہ ہم نے جان بوجھ کر ان کے لوگوں پر گولیاں چلائی تھیں۔۔۔ لیکن وہ لوگ غلط تھے ! ! اشنا کے باپ کے دشمن تھے وہ لوگ جنہوں نے مجھے کڈنیپ کیا تھا۔۔۔ سب لوگ۔۔ سب لوگ مجھے بچانے آئے تھے ! ! ! اشنا کے ماں باپ کو گاڑی میں راستے میں ہی ختم کر دیا تھا ان لوگوں نے۔۔ اور مجھے بچانے کے لیے میری ماں چلی گئی اس دنیا سے ! ! ! میں قصور وار نہیں تھا لیکن پھر بھی ایک عرصے تک میں اسی ٹراما میں رہا""۔۔۔

:::ماضی:::

وہ سچ کہہ رہا تھا۔۔ آج سے ساڑھے سات پہلے اسے کیڈنیپ کیا گیا تھا۔۔ اشنا کے باپ کے کسی دشمن نے اسے انہی کی اولاد سمجھتے کیڈنیپ کیا تھا۔۔۔ یونہی نہیں اشنا بچپن سے اس کی محبت رہی تھی ! وہ بچپن میں بھی زیادہ تر اشنا لوگوں کے گھر ہی رہتا آیا تھا۔۔۔ گھر میں تو ماں کے علاوہ کوئی پیار ملتا نہیں تھا ہاں لیکن اس کی پھپھو یعنی اشنا کی ماں بھی اس سے بہت محبت کرتی تھی۔۔۔ لیکن اس ایک بھیانک دن میں دشمنوں کی چلی گئی چال پر اشنا کے ماں اور باپ دونوں کی گاڑی کو گولیوں سے چھلنی کر دیا گیا تھا۔۔ وہ اسی کو بچانے جا رہے تھے ! ! ! عدیل کے بابا بھی پولیس میں تھے ! ! تب شاہ ولا کے لوگوں سے ان سب کی بنتی بھی بہت تھی ! ! عدیل شاہ کے باپ سے مدد اشنا کے باپ نے مانگی تھی ! ! وہی اپنے ساتھ بشارت صاحب یعنی کہ حدائق کے باپ کو بھی لے گئے تھے ! ! لیکن افسوس کہ اس وقت دشمن حاوی تھا۔۔ مار دیا گیا تھا سب کو ! ! ! اس کی ماں کو اس کی آنکھوں کے سامنے گولیاں ماری گئی تھیں ! ! اس کی گود میں

اس کی ماں نے دم توڑا تھا اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکا تھا۔۔ وہ سب ہی تقریباً اسی ایک کو بچانے آئے تھے اور یہی دشمن کا بھی پلان تھا۔۔ بعد میں اس دشمن کو بھی پکڑ لیا گیا تھا۔۔ عدیل شاہ، اور حدائق اپنا بدلہ لے کر تب ہی وکیل اور پولیس آفیسر بنے تھے ! ! وہ بھی شامل تھا اُن لوگوں میں ! ! وہ سب ینگ جنریشن ایک تھے ! ! لیکن پھر پتہ نہیں ایسا کیا ہوا کہ کسی نے شاہ ولا کے لوگوں کے کان بھرنے شروع کیا۔۔ ظاہری زہر اگر کھانے میں دے دیا جائے تو وہ صرف ایک شخص کو نقصان پہنچاتا ہے ! ! لیکن اگر زہر کانوں میں گھولا جائے تو اس سے نسلیں تباہ ہوتی ہیں ! ! کچھ یہی ہوا تھا ان لوگوں کے ساتھ بھی ! ! اِدھر شاہ ولا کے لوگوں کے کان بھرتے گئے اور اُدھر وہ ان لوگوں سے دوریاں بناتے اور دشمنی بڑھاتے گئے ! ! پھر ایک وقت ایسا آیا کہ شاہ ولا کے لوگوں نے خاص کر بڑوں نے قتل نا سارا الزام ہی ان سب پر ڈال دیا۔۔ ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ اُن لوگوں نے اتنا تک کہہ دیا تھا کہ خان ولا کے لوگوں نے جان بوجھ کر راحیل کو کڈنیپ کروایا تاکہ ہمارے گھر کے لوگوں کو پھنسایا جا سکے ! ! جس ینگ جنریشن کے لڑکوں نے خود ہی اپنا بدلہ لیا تھا بعد میں وہ سب بھی خود ہی عقل پر پردے ڈالے آپس میں لڑنے لگے تھے ! ! پانچ سے چھ سال تک ان دونوں خاندانوں میں اس قدر انا کی دیوار آگئی تھی کہ دونوں میں سے کسی نے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا بھی

گوارہ نہیں کیا تھا۔۔ وہ تیسرا جو کوئی بھی تھا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا تھا۔۔ لیکن ان کے اتنے سال برباد ہو گئے تھے ! ! اور پھر ایک دن آیا جب شاہ ولا کے لوگوں کو یاد آیا کہ ان کی بیٹی کا نکاح ہوا ہے خان ولا میں موجود آبان خان سے ! ! یہ ساڑھے سات پہلے ہی اچھے حالات میں ہوا تھا۔۔۔ تب درفشاں بھی آبان کو پسند کرتی تھی۔۔ مگر جب لڑائی جھگڑے زیادہ حد تک ہی بڑھنے لگے اور قتل کا سارا الزام خان ولا کے لوگوں پر ڈالا گیا تب یہ محبت نفرت میں بدلتی گئی۔۔۔ دشمن ایک عرصے تک اپنے مقصد میں کامیاب رہا۔۔ لیکن پھر ایک دن اسے بھی بری طرح شکست ہوئی ! ! اور وہ دونوں خاندان سب کچھ بھلائے ایک مرتبہ پھر ایک ہوئے بیٹھے تھے ! ! مگر اُن پانچ لوگوں کی اموات کا دن آج بھی کسی کو نہیں بھولتا تھا۔۔ وہ بھولنے والا دن تھا ہی نہیں ! ! بدلہ لے لیا تھا لیکن پھر بھی دلوں میں سکون نہیں آتا تھا کیونکہ ان کے عزیز لوگ مرے تھے ! ! جب راحیل خان آزاد ہو کر آیا تھا تب بھی وہ ایک بہت بڑے ٹراما سے گزرا تھا۔۔۔ اپنی ماں کے جنازے سے ہی وہ شاہ ولا سے باہر نکلا تھا۔۔ اس دن کے بعد پانچ، چھ سال بعد اس نے یہاں قدم رکھا تھا۔۔ وہ اسی دن امریکہ بھی گیا تھا۔۔ سب کو لگتا تھا کہ وہ امریکہ گیا ہے ! ! نہیں وہ اپنے بدلہ لے کے امریکہ گیا تھا۔۔ حدائق اور عدیل بھی اس کے ساتھ ہی تھے ! ! اس دن کے بعد تقریباً سب کی ہی زندگی بدل گئی

تھی۔۔یہی وہ تھی کہ سائرہ بیگم کو خان ولا کے سب لوگوں سے شدید نفرت تھی سوائے راحیل اور زارا کے ! ! ! ان سے بھی تھوڑا بہت دل صاف رہتا ہے کیونکہ راحیل کی ماں اُن کی بہت اچھی دوست رہی تھی۔۔۔ شاید اسی وجہ سے وہ راحیل اور زارا سے کوئی بات ہی نہیں کرتی تھی کہ کہیں انہیں نقصان پہنچا کر اپنی دوست کو تکلیف نہ دے دیں ! ! تھوڑا بہت کوئی انسانیت کا نقطہ شاید ان میں سلامت تھا۔۔۔ اس دن کے بعد سے ہی اشنا شاہ بھی انہی لوگوں کے پاس آگئی تھی۔۔ ش خان ولا میں رہنے لگی تھی اور زاویار شاہ جس سے ش محبت کرتی تھی اس دن کے بعد بچھڑ گیا تھا۔۔ خیر غم اور جھگڑوں کی یہ مدت کچھ عرصے ہی سہی مگر ان سب کو ہی بہت کچھ سکھا کر گئی تھی ! ! ! تبھی وہ سب آج اگر ایک ہوئے ایک دوسرے کو خاطر جان تک دینے کو تیار رہتے تھے ! ! !

اس کے پیٹ میں چہرہ چھپائے وہ بڑی طرح بلکتے ہوئے اپنی زندگی کی داستان اسے بتا رہا تھا۔۔ وہی داستان جہاں سے دردوں اور تکلیفوں کی تاب نہ لاتے اس کے زانی بننے کا سفر شروع ہوا تھا۔۔ مدحا نسیم حیران در حیران تھی۔۔ وہ اسے بولنے دینا چاہتی تھی۔۔۔ وہ ایک مرتبہ جاننا چاہتی تھی اس کے بارے میں ! ! اگر وہ کہہ رہا تھا کہ وہ شروع سے ایسا نہیں تھا تو یقیناً کچھ نہ کچھ ایسا ہوا ہوگا کہ وہ ایسا بننے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔ اس کے آنسوں اپنے پیٹ پر محسوس کرتے وہ خود بھی بری روتے ہوئے اسے سن رہی تھی۔۔۔

راحیل خان اسے ایک ایک لفظ بتا رہا تھا۔۔۔ سب کا اسے ناجائز سمجھنا، رفیق خان اور دا جان کی اس سے نفرت، سب کا اس کے خلاف ہو جانا، اشنا۔۔ ہاں وہ اب اسے اشنا کے متعلق بھی بتا رہا تھا۔ جس کی محبت اس کے لیے کسی بربادی سے کم نہیں تھی۔۔ حنان کا اس کا بھائی نکلنا، آبان کا اسے ہر طرح کے معاملات میں سنبھالنا، امریکہ میں اس کا پہلا زنا کرنا، پھر اس کا پاکستان آکر کوٹھے پر جانا۔۔ اور پھر مہرماہ سے ملاقات ہونا ، مہرماہ کا اس کی سب سے اچھی دوست اور ہمراز بننا، پھر اس کا آزادی کا کہنا اور مہرماہ کا بس ایک رٹ کو پکڑ کر بیٹھ جانا، اس نے اپنی آنکھوں سے بدلتی ہوئی مہرماہ کو

دیکھا تھا۔۔ اور پھر ایک وقت آیا تھا جب راحیل خان پھر سے مہرماہ سے بھی کوئی بات شیئر نہیں کرتا تھا۔۔ اس کا پھر سے اکیلا پڑ جانا، ہر دوسرے شخص کو اپنے خلاف دیکھنا، سکون کی تلاش میں در بدر پھرنا مگر پھر بھی سکون کا نصیب نا ہونا، وہ ایک ایک بات بتا رہا تھا۔۔ شروع سے لے کر اب تک کی مجال تھی جو اس لڑکے نے اپنے متعلق کوئی بھی بات اس سے چھپائی ہو۔۔ راز تو پہلے ہی کھل چکا تھا۔ وہ اپنے زنا کے متعلق بھی اسے بتا رہا تھا۔۔ وہ اسے یہ بات بھی بتا گیا تھا جو وہ خود سے بھی کرتے ہوئے کتراتا تھا۔۔ غم کا بوجھ اتنا تھا کہ سب کچھ دل سے نکل رہا تھا۔۔ اتنا تو وہ مہرماہ کے سامنے بھی نہیں کھلا تھا جتنا وہ اس کے سامنے کھل گیا تھا۔۔ ساری باتیں بچپن سے لے کر اب تک کے ہوئے سارے حادثے وہ اس کے گوش گذار کر چکا تھا۔۔ سوائے ایک بات کے ! ! ! وہ کمبخت ایک بات دل سے نکلنے کو تیار ہی نہیں تھی۔۔ وہ غیر ارادی طور پر اس بات کو چھپا گیا تھا۔۔ جو کہ تھی کہ اس کا مدحا کی طرف مائل ہونا۔۔ وہ اظہار چھپا گیا تھا بس ! ! یہ بات اس کے ذہن میں آئی ہی نہیں تھی ! ! ! ! مدحا خاموشی سے اسے سنتے مزید رونے لگی تھی۔۔ وہ تو اس شخص کی پہلی محبت بھی نہیں بن سکتی تھی۔۔۔ ایک اور غم آگیا تھا کہ اس کا محبوب کسی اور کو پسند کرتا تھا۔۔۔ بے ساختہ ہی اس کے دل میں اشنا کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی تھی۔۔ البتہ وہ ابھی بہت شدت

سے رو رہی تھی۔۔۔ ان دونوں کی ہچکیاں اور سسکیاں کمرے میں گونجتی کوئی سوگوار ماحول بنا رہی تھیں ! ! ! راحیل خان سب کچھ بتاتے ایک لمحے کے لیے خاموش سا ہوا۔۔ اسے کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔۔ وہ اپنے حواس میں نہیں تھا شاید ! ! ! وہ سب کچھ بولتے بس خاموشی سے رو رہا تھا۔۔ سب کچھ اُگل کر بھی دل کا بوجھ ہلکا نہیں ہوا تھا۔۔ وہ اسی تکلیف، اذیت کے ساتھ بری طرح رو رہا تھا۔۔

95/2 آگے::

پہلے کیا ایک کم تھا جو دوسری بھی اس کے ساتھ ہی اسے کی طرح رونے بیٹھ گئی تھی۔۔ اتنا ہی چھوٹا دل تھا اس معصوم کا وہ ابھی کچھ دیر پہلے تک جس شخص کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی وہ اب اس کے ساتھ ہی بیٹھی اسی کے غم پر رو رہی تھی۔ کتنی عجیب تھی نا وہ؟؟ مجھے نماز پڑھنی ہے مدحا... مجھے نماز نہیں پڑھنی آتی... کیا تم میری مدد کر دو گی؟؟ کچھ دیر کے خاموشی کے بعد راحیل خان کی کھوئی کھوئی سی آواز ابھری وہ اتنا رویا تھا کہ اس کی آواز زکام زدہ سی لگنے لگی تھی۔ بخار تھا کہ حد سے زیادہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔۔ اس کے جسم کی گرمی سے مدحا کو اپنا آپ جھلستا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ پتہ نہیں مقابل اتنے تیز بخار میں اب تک زندہ کیسے تھا۔۔ اس کی بات پر مدحا نے سختی سے

اپنے ہونٹ بھینچے ! ! ! بس ایک یہی سننا رہ گیا تھا۔۔ وہ خدا سے شکوہ کرنے کا حق نہیں رکھتی تھی ورنہ وہ لازماً اس متعلق خدا سے شکوہ کرتی اس کا دل کسی ایسے انسان کی طرف کیسے جا سکتا تھا؟؟ اور کیوں ؟؟ آج تک اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ راحیل خان اور وہ دو مترادف لوگ تھے۔ پھر بھی قسمت نے انہی کا جوڑ بنا دیا تھا۔۔۔۔۔ میرے پاس سے ہٹ جائیں راحیل بہت سن لی ہے میں نے آپ کی بے دردی سے اس کے بالوں کو جکڑ کر روتے ہوئے اس کا چہرہ پیچھے کو کرتے مدحا بری طرح چیخی وہ غصے میں کچھ بھی کر جانے والی لڑکی تھی۔ جتنی وہ صابر تھی آج کل اتنا ہی غصہ آرہا تھا... شاید حالات کا اثر تھا۔ راحیل خان پیچھے کو ہوتے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس کی آنکھیں بری طرح سوجی ہوئی لال انگارا ہو رہی تھیں۔ شکل مت دکھائیے گا دوبارہ اپنی مجھے ! ! ! جھٹکے سے جائے نماز سے کھڑے ہو کے کہت مدحا نے اپنے آنسوں صاف کرتے تیزی سے کمرے سے باہر کی طرف قدم لیے ۔۔۔۔ وہ اس کمرے میں ہی نہیں رکنا چاہتی تھی وہ تیز تیز قدموں سے باہر کی طرف بڑھ چکی تھی... جبکہ پیچھے راحیل خان نے ایک بھولی بھٹکی نظر چھت پر ڈالتے جائے نماز میں چہرہ چھپایا۔ یہی ڈیسرو کرتا تھا وہ ! ! محبتیں بخت ہوتی ہیں۔ جسے مل گئی سو مل گئی جو محروم رہ گیا سے رہ گیا۔۔ وہ محروم رہنے والوں میں سے تھا۔۔۔ اگر اس سے کوئی محبت کرتا بھی تھا تو وہ

اپنا ہی نقصان کرواتا تھا۔ اس بات کا تو راحیل نے خود بھی اندازہ لگایا تھا۔۔ مہرماہ سہی کہہ کے گئی تھی۔ راحیل خان کی محبت محض بربادی تھی۔

مدحا تیز تیز قدموں سے باہر کو آتے دھپ سے گرنے کے انداز میں صوفے پر بیٹھی اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسوں بہہ رہے تھے۔ اس کے ساتھ ہی کیوں ہوا تھا آخر یہ سب کچھ ! ! اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کیا جائے۔ تکالیف تو اس نے بھی بچپن سے سہی تھیں۔ مگر راحیل کے غم بڑے تھے۔۔ پتہ نہیں وہ اتنا کچھ جھیل کر بھی زندہ کیسے تھا۔۔ لیکن پھر بھی اگر آپ کے ساتھ کچھ غلط ہو تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ بھی پھر غلط راستے کو ہی اپنا لیں۔ آپ کو مضبوط رہنا چاہئیے۔۔ اللہ سے مدد مانگنی چاہیے ! ! ! راحیل کے گناہ حاوی تے اس کے ساتھ ہوگی ظلموں کو دبا رہے تھے۔۔ کوئی بھی اس پر ترس سکتا تھا۔ اس پر ہمدردی جتا سکتا تھا۔ لیکن کوئی بھی اسے سہی نہیں بول سکتا تھا۔ کیونکہ وہ ماضی میں بے حد غلط راستے پر تھا۔۔ ! ! اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے جکڑے وہ شدید آواز کے ساتھ روتے ہوئے اس شخص کی باتیں یاد کر رہی تھی زنا تو چھوڑو وہ تو پہلے کسی اور سے محبت بھی کرتا تھا۔ بھلا برداشت کے قابل تھی یہ بات؟؟ وہ تو اس شخص کی پہلی محبت بھی نہیں بن سکتی تھی۔ اپنا سارا غم

راحیل خان اس میں انڈیل چکا تھا۔۔ اس شخص کو نماز بھی پڑھنی نہیں آتی تھی۔ مدحا کبھی خواب میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ اس کے نصیب میں کوئی ایسا شخص ہوگا۔ اچھا ہمسفر ہر لڑکی کا خواب ہوتا ہے۔ اور اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے سارے خواب چکنا چور ہو گئے ہو۔ باہر بارش اپنے عروج پر برس رہی تھی اور اندر دو لوگوں کی آنکھوں سے برسات جاری تھی۔ وہ رونے میں ہی مصروف تھی کہ اچانک اس کے دماغ میں ایک جھماکا سا ہوا۔۔۔۔ اسے راحیل کی کوئی بات یاد آئی تھی۔۔۔ "مجھے نماز پڑھنی ہے مدحا.. مجھے نماز نہیں پڑھنی آتی۔ کیا تم میری مدد کر دو گی؟۔۔۔ اس کے دماغ میں راحیل کی یہ بات چل رہی تھی۔ اس کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔۔ کوئی نماز کے متعلق اس سے مدد مانگ رہا تھا اور وہ انکار کر کے آگئی تھی۔۔ بلکہ اسے جھٹک کر آگئی تھی۔ وہ بھج کیا ہی کرتی آخر اتنے بڑے بڑے دھماکے اس شخص نے اس پر کیے تھے اس کا غصہ بنتا تھا۔۔۔۔ بہر حال اب اسے ریگریٹ ہو رہا تھا۔ وہ کون ہوتی تھی بھلا کسی کی نماز سکھانے والی ! ! یہ تو خدا نے مقابل کے دل میں ڈالا تھا تو اس نے اس سے مدد مانگی تھی۔ سب کچھ ایک طرف لیکن نماز کے معاملے میں کسی کو منع کرنا واقعی ایک بہت بری حرکت تھی۔ اپنے آنسوں صاف کرتے وہ کچھ سوچتے ایک مرتبہ پھر صوفے سے کھڑی ہوئی۔۔ ایک تو دماغ بھی ایسے ایسے وسوسے ڈالتا تھا دماغ میں کہ انسان

چھوٹی سی غلطی پر خود کو جہنمی تصور کر لے ! ! سر جھٹکتے وہ پھر سے تیز تیز قدموں سے کمرے کی طرف بڑھی فجر کی نماز کا ٹائم ختم ہونے والا تھا۔ بس دس پندرہ منٹ ہی باقی رہتے تھے۔۔ اسے اگر کچھ کرنا تھا تو جلدی ہے کرنا تھا۔ باہر بارش اب تک اپنے جوبن پر تھی۔پتہ نہیں کس لیے آج آسمان بھی جم کر رو رہا تھا... مدحا کمرے تک جاتے ایک گہری سانس بھرتے کمرے میں داخل ہوئی وہ خوبصورتی سے اپنے چہرے کے گرد نماز کی طرح دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی۔ اندر داخل ہونے پر اسے پتہ چلا تھا کہ یہ شخص ابھی تک رو رہا تھا۔۔ پورے کمرے میں راحیل خان کے ہچکیوں سے رونے کی آواز گونج رہی تھی۔ وہ شاید ساری زندگی میں اتنا نہیں رویا تھا جتنا وہ اس وقت رو رہا تھا۔۔ جبکہ وہ اب جائے نماز میں چہرہ چھپائے اس وقت دل میں کسی سے مخاطب تھا۔۔۔۔ اب دل میں کسی سے راز و نیاز کی باتیں ہو رہی تھیں۔۔۔ اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے مدحا آگے کو بڑھی۔ ایک تو پتہ نہیں کیوں وہ جب جب راحیل کو روتا دیکھ رہی تھی اسے خود کو بھی رونا آرہا تھا.... خاموشی سے راحیل کی طرف جاتے مدحا نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔ وہ نیچے کو اس کے پاس جھکتے اپنا لرزتا ہوا ہاتھ آگے کو کرتے اس کے بازو پر رکھ چکی تھی خود کی آنکھوں سے آنسوں برس رہے تھے ! ! ! ! راحیل خان جو مکمل طور پر اپنی ذات میں گم تھا کہ کسی کا ہاتھ اپنے بازو پر محسوس کرتے اس نے سیدھے کو ہوتے

مدحا طرف دیکھا۔ پتہ نہیں کیسے اسے بن دیکھے بھی سیکنڈ میں پتہ چل گیا تھا کہ مدحا کی ہوگی۔۔۔ وہ آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوں لیے اجڑی ہوئی حالت میں بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔۔۔ نماز میں بہت کم وقت بچا ہے راحیل ! ! اٹھ جائیں وضو کر کے نماز پڑھ لیں ! ! ! مدحا نے سیدھے کھڑے ہوتے اپنے آنسوں صاف کرتے سنجیدگی سے کہا۔۔۔ وہ اتنا ہی کر سکتی تھی بس ! ! ! ! ! مگر مجھے نماز راحیل خان بے بسی سے ابھی کچھ بولتا کہ وہ اس کی بات کاٹ چکی تھی۔ میں بتا دوں گی جلدی وضو کر آئیں وقت بہت کم ہے ! ! سنجیدگی سے کہتے مدحا خود بیڈ کے پاس جاتے اس کے کنارے پر بیٹھی۔ اس کا کام تھا بس بتانا... اب مقابل کی مرضی تھی وہ خود اٹھتا یا نہیں ! ! ! ! راحیل خان گردن موڑے ایک نظر پیچھے بیڈ پر سنجیدہ سپاٹ چہرے کے ساتھ بیٹھی مدحا کو دیکھتے آہستہ سے زمین کا سہارا لیتے کھڑا ہوا۔۔ کھڑے ہوتے ہی اس کے سر میں زبردست قسم کا چکر آیا تھا۔۔ پورے جسم میں درد کی شدید ٹیسیں اٹھتی مزید تکلیف دے رہی تھیں۔ اس کے قدموں میں لرزش بہت واضح تھی وہ آگے چلتے ہوئے واشروم کی طرف جاتے لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔ ٹانگیں شل ہوئی پڑی تھیں۔ اس میں چلنے کی بھی ہمت نہیں تھی۔ آگے کو بڑھتے وہ ایک قسم کا اپنے قدموں کو گھسیٹتے ہوئے واشروم کی طرف جا رہا تھا۔۔ آنکھیں تو جیسے آج خشک ہونے کا

نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ واشروم کے اندر جاتے وہ پیچھے سے دروازہ بند کر گیا تھا۔ اسے وضو تو خیر یاد تھا..... مدحا بیڈ پر بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ غائب ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اس کی نظریں وہیں پر تھیں۔۔۔ ایک لمحے کے لیے اس نے سوچا تھا کہ اٹھ کے اس شخص کی حلنے میں مدد کر دے لیکن پھر بہت جلد وہ اپنا خیال جھٹک بھی گئی تھی وہ بھلا کیوں ہمدردیاں دکھاتی۔ آج جتنا اس کا دل اسے کوس رہا تھا شاید ہی دل میں کبھی اتنی مخالفت کی ہوتی۔ ایک طرح سے اسے اپنے دل سے آج گالیاں پڑ رہی تھیں۔ وہ جو سلوک راحیل کے ساتھ کر رہی تھی دل اس پر ایک فیصد بھی راضی نہیں تھا۔ یہ سارا کچھ دماغ کا کیا دھرا تھا۔ اور وہ سن بھی آج دماغ کی ہی رہی تھی۔ دل نے ویسے بھی بہت نقصان کروا دیا تھا۔۔۔ اب کچھ دیر دماغ کے ساتھ ہی سہی !!!

تقریباً دو منٹ میں ہی راحیل خان وضو کرتے واشروم سے باہر نکلا اسے خود کو احساس تھا کہ وقت بہت کم رہ گیا تھا۔۔ اس کی اتنے عرصے بعد پہلی نماز تھی کم از کم وہ آج اسے وقت پر پڑھنا چاہتا تھا۔ تبھی جلدی جلدی وضو کر کے وہ باہر بھی آ چکا تھا۔۔

واپس سے اپنے بازو کو نیچے کرتے راحیل خان نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔۔ وہ آنسوں روکنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کہاں زور تھا ان پر اس کا؟؟؟ مدحا اسے باہر آتے

دیکھ پھر سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے بس نماز پڑھا کر سونے جاتی۔ البتہ اب وہ اپنے رونے پر قابو پا چکی تھی۔ راحیل خان ایک گہری سانس بھرتے اپنے اندر ڈھیروں ہمت جمع کیے آہستہ آہستہ قدموں سے جائے نماز کے اوپر جاتے کھڑا ہوا۔ تقریباً ساڑھے سات سال بعد وہ آج نماز پڑھنے والا تھا۔ اس عرصے میں وہ آدھی نماز بھول گیا تھا جبکہ آدھی اسے یاد تھی۔۔۔ اسے بس آیتیں وغیرہ بھولی تھیں۔۔۔ باقی رکوع و سجود یاد تھے۔۔۔

پڑھیں خود سے ! ! اگر آپ کی نیت سچی ہوئی تو خود بخود یاد آئے گی نماز ! ! میرے بتانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ قرآن کی آیتیں اور نماز مذاق نہیں ہیں جو انسان اتنی آسانی سے بھول جائے ! ! راحیل خان کی انتظار کرتی نظریں خود پر محسوس کرتے مدحا نے سنجیدگی سے لفظ چبائے ! ! شاید وہ سہی ہی کہہ رہی تھی۔ اسے ایک مرتبہ خود سے ٹرائے کرنا چاہیے تھا۔۔۔ ہیں اگر وہ کہیں پر بھی اٹکتا تو مدحا اسے بتا دیتی ! ! ! میں خود نہیں جانتا کہ میری نیت کیا ہے ! ! مجھے گناہوں سے معافی چاہیے ! ! ! کل کو خدا کو کیا منہ دکھاؤں گا یہ ڈر مجھے کھائے جا رہا ہے ! ! ! میں بشر ہوں مدحا. گنہگار بشر.... مجھے سکون چاہیے ! ! بنا اس کی طرف دیکھ کر کہتے راحیل خان کی آواز بھیگی سی معلوم ہو رہی تھی۔

اس شخص کا دل پھٹنے کو تھا۔۔۔ تھوڑی اونچی آواز میں پڑھیے گا۔۔ جہاں آپ انکے گیں میں بتا دوں گی۔ مدحا نے سپاٹ سے لہجے میں حل پیش کیا۔ وہ بھلا کیا کہتی۔ خدا اور بندے کے بیچ میں بولنے والی وہ ہوتی کون تھی بھلا؟؟!!! راحیل خان نے خاموشی سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔ وہ نہایت بھاری دل اور پرستی آنکھوں کے ساتھ جائے نماز پر سیدھا کھڑا ہو چکا تھا۔ نیت اسے آتی تھی۔۔۔ وہ بہت مشکل سے کھڑا تھا۔ اپنے پیروں پر اس شخص کا کھڑا ہونا بھی دشوار تھا... لیکن اسے یہ کرنا ہی تھا۔ اس نے لوگوں سے سنا تھا کہ نماز میں سکون بہت ہے!!! اسے بھی تو سکون ہی چاہئیے تھا۔۔۔ اسے معافی اور سکون دونوں چاہیے تھا... بلآخر وہ اس طرف آ ہی گیا تھا جہاں اسے سات سال پہلے آنا چاہئے تھا۔ لیکن خیر دیر آئے درست آئے!!! یہ تو ہم انسان ہی ہیں جو تاخیر کرتے ہیں سمجھنے میں!! ورنہ خدا کبھی اپنی بندوں کو اکیلا نہیں چھوڑتا۔ نماز میں بھی بھیجی سی آواز میں وہ نہایت بوجھ کے ساتھ نماز ادا کر رہا تھا۔ مدحا بیڈ پر بیٹھی غور سے اس کی نماز سن رہی تھی۔۔۔ ابھی تک تو کوئی غلطی نہیں ہوئی تھی۔ شاید وہ ٹھیک تھی۔ جس طرح کے وہ شیطانی کاموں میں ملوث رہا تھا شیطانی وسوسے آنا بہت عام سی بات تھی۔ شاید راحیل خان کو صرف وہم تھا کہ اسے نماز بھول گئی ہے۔۔۔ ورنہ اسے یاد تھی۔۔۔ ہاں لیکن وہ الگ بات ہے کہ کبھی اس نے پڑھنے کی

توفیق نہیں کی تھی ! ! ! ! ! راحیل خان تھوڑی سی تیز آواز میں نماز پڑھتے مسلسل رو رہا تھا۔۔۔ اس کی کمر میں بھی شدید قسم ہے درد اٹھ رہا تھا۔۔۔ زخموں سے خون رسنے لگا تھا۔۔۔ مگر آج اس نے یہ پورا ارادہ کر رکھا تھا کہ وہ یہ کر کے رہے گا۔ اور وہ کر بھی رہا تھا۔۔۔ اس کی ہمت جواب دے رہی تھی۔ جب بھی وہ سجدے میں جا رہا تھا اس کا بس نہیں تھا اسے ہی سجدے میں ہی پڑا رہے ! ! اور اتنا گڑگڑائے کہ خدا کو اس پر ترس آجاتا ! ! وہ کھل کر رونا چاہتا تھا۔ اتنا رو کے بھی اس شخص کو سکون نہیں ملا تھا... نماز تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ وہ التحیات پڑھ رہا تھا۔ وہ غلط تھا۔۔۔ اسے تو پوری نماز یاد تھی۔ کہیں پر بھی مدحا کو اسے ٹوکنے کی ضرورت پیش ہی نہیں آئی تھی ! ! ! مدحا اس کی نماز کو ختم ہوتے دیکھ سنجیدگی سے بیڈ سے کھڑی ہوئی اس نے اپنا کام کر دیا تھا۔ اسے پھر سے اس انسان کی شکل بھی نہیں دیکھنی تھی۔۔۔ سنجیدگی سے بیڈ کی طرف بڑھتے وہ سرہانے کی طرف جاتے بیٹھی۔۔۔ ساری رات اسے ایک منٹ بھی نیند نہیں آئی تھی۔ اسے اب سونا تھا۔۔۔ سونے کی غرض سے بستر پر لیٹتے وہ آنکھوں پر اپنا بازو رکھ چکی تھی۔۔۔ اس کی بلا سے مقبول اب جب مرضی کرے سے جاتا۔۔۔

راحیل خان نے سلام پھیرتے اپنے آنسوں صاف کرتے ایک نظر چھت کی طرف دیکھا جو کہ دھندلی نظر آرہی تھی۔۔۔۔۔ اس کی آنکھوں میں آنسوں جمع تھے۔۔۔ "" یا اللہ "" حلق سے گھٹی گھٹی آواز میں محض اتنا نکلا تھا اور وہ سجدے میں گرتے بری طرح سسک پڑا تھا۔۔۔ زنا کا بوجھ نا قابل حد برداشت کر رہا تھا وہ ! ! ! ! خدا سے بھی نا مانگتا تو پھر کس سے معافی مانگنا وہ بری طرح روتے سسکتے ہوئے دل ہی دل میں سچے اور پورے خلوص سے معافی مانگ رہا تھا۔۔۔ جائے نماز پر بیٹھا سجدے میں گرا وہ انسان خدا سے اپنی کافی کا طلبگار تھا۔ وہ ہچکیوں سے رو رہا تھا۔ اس کی پرسوز ہچکیاں کوئی اس وقت سن لیتا تو یہی تصور کرتا کہ اس شخص کا کوئی عزیز مرا ہے ! ! لیکن نہیں۔ اسے بس اپنے گناہوں پر شرمندگی تھی جن کی وہ معافی مانگ رہا تھا۔۔ اس کا دل پھٹنے کو تھا۔ وہ تکلیف اذیت سے دوچار تھا۔۔ اب تو خدا ہی اس پر رحم کر سکتا تھا۔۔۔ بلآخر وہ وہاں آ ہی گیا تھا جہاں اسے بہت پہلے آنا چاہئے تھا۔ وہ جوان جہان نوجوان سجدے میں گرا گڑگڑاتے ہوئے خدا سے باتیں کر رہا تھا۔۔۔ دنیا تو بہت بے وفا تھی۔ یہاں کے لوگ تو چھوٹی چھوٹی باتوں پر جج کرنے بیٹھ جاتے تھے۔۔ لیکن وہ اتنے گناہ کے بعد گیا تھا اس جگہ پر ! ! خدا نے تو اسے جج نہیں کیا تھا۔۔۔ نا ہی خدا نے اسے یہ کہہ کر کہ تو بہت گنہگار ہے بھی نکالا تھا۔۔۔ اس کے ہاتھوں میں دو دو لوگوں نے جان کی بازی باری تھی۔ ایک اس

کی ماں اور دوسری مہرماہ... اب اسے سمجھ میں آتا تھا انسان کی اوقات کتنی چھوٹی ہے ! ! سجدے میں وہ بری طرح بلکتے ہوئے روتے خدا سے معافی مانگ رہا تھا۔۔ اس کے آنسوں سچے تھے۔۔ اس کا دل بلکل صاف تھا۔۔ معافی کیسے نا ملتی پھر؟؟ وہ تو بہت غفور ہے نہ ؟؟

مدحا چھت پر نظریں جمائے اسے سن رہی تھی۔ نیند تو کیا خاک بی آنی تھی وہ پھر سے اس شخص کی آوازیں سنتے آنسوں بہا رہی تھی۔۔ کیا واقعی اسے احساس تھا؟؟ اس کے دل میں سوال چل رہے تھے۔۔ دل تو خیر تھا ہی اس شخص کا حمایتی ! ! ! وہ دماغ کی سن رہی تھی۔ کم از کم اس معاملے میں وہ کسی کو یہ بھی نہیں کہہ سکتی تھی کہ وہ جھوٹا ہے یا دکھاوا کر رہا ہے ! ! وہ خدا اور اس بندے کا ہی معاملہ تھا... وہ تو جو دیکھ رہی تھی اسی پر یقین کر رہی تھی بس ! ! ! اس کی آنکھوں سے آنسوں برستے تکیے میں جذب ہو رہے تھے۔۔ آج کی رات ان دونوں کے لیے ہی بہت بھاری معلوم ہوئی تھی باہر بارش کچھ حد تک رک چکی تھی۔ مکمل طور پر چاندنی بر طرف پھیل رہی تھی۔۔۔ کہیں دور سے سورج کی ایک ہلکی سی کرن نمودار ہونے لگی تھی۔۔۔ وہ اب تک بیٹھا بس روئے جا رہا تھا۔ پتہ نہیں اتنے آنسوں کہاں سے لا رہا تھا وہ ! ! ! راحیل خان کو تقریباً

آدھا گھنٹہ والا تھا.... وہ بلکل ایسے ہی سجدے میں پڑا بری طرح مسلسل گڑگڑا رہا تھا۔۔۔ کوئی اس پاگل کو اٹھاتا جا کر!! اس شخص کو اپنے درد کی یا زخموں کی بھی پرواہ نہیں تھی۔۔ اسے بس معافی چاہئے تھی۔ وہ ابھی ایسے ہی سجدے میں پڑا تھا کہ ایک ہی دم کمرے میں مکمل سناٹا چھایا۔ جہاں اتنی دیر سے ہچکیاں سسکیاں اور آوازیں گونج رہی تھیں وہیں اب محض باہر کھڑکی سے پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں آرہی تھیں۔

راحیل خان نجانے کیوں خاموش ہو گیا تھا۔۔۔۔ وہ بخار میں بری طرح پھنک رہا تھا..... مدحا جو انتظار میں تھی کہ اب اس شخص کی کوئی آواز آئے ی بھی آواز نا آتے دیکھ وہ پریشانی سے کھڑے ہو کر بیٹھی۔ اس طرح اچانک سے سناٹا چھا جانا اسے کچھ عجیب لگ رہا تھا۔ وہ خود بھی بری طرح آنسوں بہا رہی تھی.بیڈ پر بیٹھتے اس نے آگے کو ہوتے راحیل خان کو دیکھا جو جائے نماز پر ہی شاید.بیہوش ہو گیا تھا۔۔ اس کی آنکھیں مکمل طور پر بند تھیں جبکہ یہ شاید اتنی زیادہ طبیعت خرابی کی وجہ سے ہوا تھا۔۔۔ وہ ساری رات سے روتا ہوا ہوش و خرد سے.بیگانہ شاید سکون کی وادیوں میں چلا گیا تھا۔۔۔۔ یا اللہ مدحا پریشانی سے بولتی فوراً سے بہلے.بیڈ سے کھڑی ہوئی فکر عود آئی تھی۔ شاید دل میں چھپی محبت جاگی تھی یا پھر ترس آیا تھا کچھ کہہ نہیں سکتے تھے۔۔۔ وہ تیزی سے راحیل خان کو طرف بڑھتے پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اپنے آنسوں صاف کرتے وہ

پریشانی سے اس کے پاس ہی زمین پر بیٹھی ابھی ٹھنڈی زمین کی پرواہ کسے تھی بھلا؟؟؟

راحیل اٹھیں ! ! ! مدحا نے نیچے بیٹھتے اس کے گال کو تھپتھپایا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس نے جلتے توے پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ اتنا تیز بخار ! ! ! لیکن خیر اسے بھی اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ بیہوش ہے ! ! بے بسی سے بھیگی نظروں سے اسے دیکھتے اس نے نجانے کیا سوچتے راحیل خان کا سر اٹھاتے اپنی گود میں رکھا۔ وہ سیدھی ہوتے زمین پر ہی بیٹھ چکی تھی۔ ابھی شاید دل کام کر رہا تھا یا شاید اسے ترس آگیا تھا۔۔ اپنی گود میں اس کا سر رکھے وہ روتے ہوئے اس شخص کے وجیہہ نقوش کو دیکھ رہی تھی جو اسے دنیا میں سب سے زیادہ خوبصورت لگتے تھے ! ! اس نے اپنی زندگی میں راحیل سے زیادہ خوبصورت انسان نہیں دیکھا تھا۔ اور اس بات کی گواہی دل نے دی تھی۔ لیکن کیا فائدہ ایسی خوبصورتی کا جو گناہوں کی نظر ہو جائے ! ! فوراً ہی دماغ نے سرگوشی کی وہ دل اور دماغ کی جنگ میں بری طرح پھنس کر رہ گئی تھی۔۔۔۔ اس کے آنسوں راحیل خان کے گالوں پر گر رہے تھے۔۔ کاش کہ اس انسان کا ماضی صاف ہوتا تو یقیناً آج وہ دونوں خوشی خوشی ایک دوسرے کے ساتھ رہ رہے ہوتے ! ! ! کچھ خیال آنے پر مدحا نرمی سے اس کا سر نیچے رکھتے زمین سے کھڑی ہوئی ! ! ! اب نیند تو کیا خاک بی آنی تھی۔ وہ ایک نظر اسے دیکھتے اپنے آنسوں صاف کرتے کمرے سے باہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔

پتہ نہیں اس کے دماغ میں کیا آیا تھا۔۔۔۔۔ پیچھے راحیل خان ہوش و حواس سے بیگانہ پڑا نجانے کتنے ہی گھنٹوں کے بعد اب سکون میں تھا۔ اسے دنیا کی کوئی خبر ہی نہیں تھی۔ تقریباً پانچ منٹ بعد مدحا اپنے ہاتھ میں ایک باؤل اور کپڑا لیتے کمرے میں داخل ہوئی۔ مقابل کو بہت تیز بخار تھا۔ وہ اس کی بیہوشی میں تو تھوڑی بہت محبت اور پھر جتا ہی سکتی تھی۔ اسے ترس آرہا تھا راحیل خان پر!!! باؤل کو راحیل کی طرف بڑھتے نیچے زمین پر رکھتے وہ خر سے بیڈ کی طرف بڑھی۔ وہ اس لمبے چوڑے انسان کو سرکا بھی نہیں سکتی تھی۔ ہاں لیکن اس پر کمبل تو ڈھک ہی سکتی تھی تاکہ یہ انسان تھوڑی بہت سردی سے بچ جائے!! کمبل کو اٹھتے واپس سے اس طرف آتے اس نے اچھی طرح راحیل خان پر کمبل اوڑھایا ثابت ہوا تھا کہ اس لڑکی کے دل میں آج بھی محبت اسی طرح بنجے گاڑے بیٹھی تھی۔ غصہ ضرور تھا اسے مگر وہ آج تک راحیل سے نفرت نہیں کر پائی تھی۔ اتنی بڑی بات پتہ چلنے کے بعد بھی!!! اس پر اچھی طرح کمبل سیٹ کرتے مدحا واپس سے نیچے اس کے پاس ہی بیٹھی۔ وہ پھر اس شخص کا سر پکڑتے اپنی گود میں رکھ چکی تھی۔۔۔ ساتھ ہی ٹھنڈے پانی کا باؤل اور پٹیاں بھی پڑی تھیں۔ روتے ہوئے اسے دیکھتے مدحا نے ہاتھ آگے کو بڑھاتے اس کے چہرے پر سے مئے مئے آنسوؤں کے نشان صاف کیے۔ وہ اپنے دوپٹے سے اچھی طرح اس کا چہرہ صاف کر گئی تھی.... کاش

کہ آپ صرف میرے ہوتے راحیل بھیگی سی آواز میں جھکتے مدحا نے نجانے کیا سوحتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ وہ ایک سسکی سی بھرتے اس کے ماتھے پر شدت سے لب رکھ چکی تھی۔ لب رکھ کر وہ کچھ دیر ٹھہر گئی تھی۔۔۔ اس کے آنسوں راحیل کے بالوں پر گر رہے تھے۔۔۔ کتنی تکلیف میں تھی وہ راحیل کے متعلق جان کر کوئی اس سے پوچھتا۔ ایک گہری سانس بھرتے سیدھے کو ہوتے مدحا نے سائڈ سے پٹی اٹھائی وہ روتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھتے نرمی سے اس کے ماتھے پر پٹیاں کرنے لگی تھی۔ دماغ میں مختلف سوچیں تھیں تو دل جھوم رہا تھا۔ جبکہ وہ روتے ہوئے مسلسل پٹیاں اس کے ماتھے پر رکھے اپنی طرف سے کوشش میں تھی کہ اس شخص کا بخار ختم ہو جائے ! ! خدا ان دونوں کی جوڑی کو بنانے والا تھا... نبھانا اب ان کا کام تھا۔۔۔۔پتہ ! ! ! نہیں کبھی مدحا کے دل سے اس کی زنا والی بات نکل پاتی بھی یا نہیں

96/1

اس وقت صبح کے تقریباً گیارہ بج رہے تھے جب ہر شخص اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھا۔۔ ساری رات اور صبح بھی برسات ہوئی تھی جس کی وجہ سے موسم اچھا

خاصا سرد ہوا پڑا تھا۔۔۔ ٹھنڈی ہوائیں لوگوں کو ٹھٹھرنے پر مجبور کر رہی تھیں۔۔۔ بارش تو رک گئی تھی لیکن ہوائیں ابھی بھی چل رہی تھیں۔۔۔ ایسے میں اگر ایک بڑے سے فارم ہاؤس کے پار دیکھا جاتا تو ایک بڑی سی گاڑی اس کے کار پورچ میں آتے رکی۔۔۔ یہ دائم حسین کا گھر تھا۔۔ وہ صبح کا نکلا ابھی ہی گھر واپس آیا تھا۔۔ اسے ایک کام تھا وہ بس وہی کرنے صبح پانچ بجے سے بارش کے دوران ہی گھر سے نکلا ہوا تھا۔۔ ابھی وہ کام ختم ہوگیا تھا تو یہ بھی گھر واپس آگیا تھا۔۔ دائم حسین نے گاڑی سے نکلتے ایک گہری سانس بھرتے ارد گرد دیکھا۔۔۔۔ بارش کی وجہ سے سب کچھ بکھرا ہوا تھا۔۔ تمام نوکروں کی اس نے چھٹی دی ہوئی تھی جبکہ اس کی بیوی نے ابھی تک صفائی نہیں کی تھی۔۔ اسے تعجب ہوا تھا یہ گند دیکھ کر! ! کیا مشال لغاری کی اپنی جان پیاری نہیں تھی جو اس نے کچھ نہیں کیا تھا۔۔ حالانکہ وہ اسے کہہ کر گیا تھا۔۔ اس شخص نے اس لڑکی کا جینا حرام کیا ہوا تھا۔۔ وہ سہی سے اپنی بہن کا بدلا اس لڑکی پر اُتارتا تھا۔۔ دن رات اس لڑکی کے بدن سے لپٹے وہ اپنی وحشت اس کے جسم میں اتارتا تھا۔۔ پتہ نہیں وہ لڑکی اب تک زندہ کیسے تھی۔۔۔ وہ دن رات اس بے رحم کے تھپڑ بھی کھاتی تھی اور جانوروں کی طرح سارے گھر کا کام کر کے اس کی شدتیں بھی برداشت کرتی تھی۔۔ ہمت تھی اس لڑکی کی۔۔ اس کی جگہ کوئی اور ہوتی تو اب تک

دنیائے فانی سے کوچ کر گئی ہوتی ! ! ! ! ! اریبی نے ایک گہری سانس بھرتے اپنے قدم اندر کی جانب لیے ! ! وہ اس وقت تھری پیس سوٹ میں ملبوس اپنی با رعب مردانا وجاہت کے ساتھ آگے بڑھ رہا تھا۔۔ تھا تو وہ بہت نہایت وجیہہ دکھنے والا ایک بھرپور مردانا وجاہت کا اعلیٰ شاہکار ! ! لیکن وہ تھا بہت بے رحم ! ! وہ کسی بھی لڑکی کا ڈریم ہو سکتا تھا لیکن اگر کوئی اس کی بے رحمی دیکھ لیتی تو یقیناً اس سے پناہ مانگتی ! ! ! تیز تیز قدموں سے اندر کی طرف بڑھتے دائم کے دماغ میں اس وقت ایک ہی لڑکی چل رہی تھی۔۔ اور وہ تھی مشال لغاری ! ! ! ابھی تک صفائی نہیں ہوئی تھی اور اسے گندگی سے سخت نفرت تھی۔۔۔ وہ اس کی احمقانہ سے خبر لینے والا تھا۔۔ تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھتے اریبی نے جھٹکے سے دروازہ کھولا۔۔ اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا۔۔ جبکہ پھولتی ہوئی گردن کی نس اس کے غصے کا پتہ دے رہی تھی۔۔ دروازے کو کھولے وہ اندر داخل ہوا اِرد گرد مشال کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ مشال لغاری پورے کمرے میں کہیں پر بھی نہیں تھی۔۔۔ وہ آس پاس دیکھتے تیزی سے واشروم کی طرف بڑھا۔۔۔ اگر کمرے میں نہیں تھی تو یقیناً واشروم میں ہوتی۔۔۔ بنا کسی لحاظ کے وہ واشروم کا دروازہ کھولے اندر جھانک رہا تھا۔۔ لیکن شکر یہاں بھی کوئی نہیں تھا۔۔ اس کی آنکھوں میں موجود سرد پن بڑھتا جا رہا تھا۔۔ صفائی بھی نہیں ہوئی تھی اور مقابل کمرے میں بھی نہیں تھی۔۔

اس کا پارہ ہائی ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ شاید یہ باہر سے ہی غصے میں آئی تھا تبھی ان چھوٹی چھوٹی باتوں پر مزید اس کا دماغ خراب ہو رہا تھا۔۔ واپس سے واشروم کا دروازہ بند کرتے اریبی نے تیز تیز قدم کمرے سے باہر کی طرف لیے ! ! اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا۔۔ جبکہ آنکھیں لال سرخ ہوتے اس کے غصے کا پتہ دے رہی تھیں۔۔ پتہ نہیں کیوں مقابل کو وقت پر نہ دیکھنے سے اسے اتنا غصّہ کیوں آرہا تھا۔۔ پہلے تو وہ جب بھی گھر آتا تھا مشال سامنے ہی کہیں نہ کہیں مل جاتی تھی۔۔ کرتا وہ اسے ذلیل ہی رہا ہمیشہ ! ! ! لیکن آج وہ نہیں دکھ رہی تھی تو اسے غصّہ آرہا تھا۔۔ ایک ہفتہ ہو گیا تھا مشال لغاری کو اس بے رحم کے گھر میں رہتے ہوئے ! ! حتنے تھپڑ اس لڑکی نے ایک ہفتے میں کھائے تھے اتنے تو اس نے ساری زندگی میں نہیں کھائے تھے۔۔ بلکہ اسے تو ماں باپ اور بھائی نے نازوں سے پالا تھا۔۔۔ لیکن افسوس ہوتا تھا اس لڑکی کی قسمت پر کیونکہ وقت صدا ایک جیسا نہیں رہتا تھا ! ! ! ! ! دائم حسین کمرے سے باہر آتے لاؤنج میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑائی۔۔ کہیں تو مل جاتی وہ ! ! ! کہیں تو نظر آجاتی۔۔ لیکن یہ لاؤنج میں بھی نہیں تھی۔۔۔ اسے اب تشویش کے ساتھ ساتھ ہلکی سی پریشانی بھی ہونے لگی تھی۔۔ آخر وہ لڑکی گئی کہاں تھی اسے سمجھ نہیں آرہا تھا۔۔ گھر کے اندر تو کوئی ملازم بھی نہیں تھا جو وہ کسی سے پوچھ ہی لیتا۔۔ اور نہ ہی اس اندر کے ایریا میں کوئی کیمرا لگا تھا۔۔

اسے خود ہی کچھ کرنا تھا۔۔۔ ایک گہری سانس بھرتے اریبی نے کمروں کو چیک کرنے کا فیصلہ کیا۔۔ ایسا بھی تو ہو سکتا تھا کہ وہ اس سے بچنے کی خاطر خوف سے کسی کمرے میں چھپ گئی ہو ! ! ! اس کے دماغ میں تو فلحال یہی بات آئی تھی۔۔۔ آگے کو بڑھتے وہ تیزی سے تمام کمروں کو چیک کر رہا تھا۔۔ مشال۔۔۔ دائم کمروں کی طرف بڑھتے ہر ایک کمرے کو کھول کھول کر دیکھتے بری طرح چیخا۔۔ آخر گئی کہاں تھی یہ لڑکی ! ! اسے اب در حقیقت پریشانی ہونے لگی تھی۔۔۔ جبکہ غصے سے برا حال تھا۔۔ ایک مرتبہ یہ لڑکی اس کے ہاتھ لگ جاتی ذرا۔۔ وہ آج اسے واقعی میں جان سے مارنے کا اِرادہ کیے ہوئے تھا۔۔۔ مقابل کی ہمت بھی کیسے ہوئی تھی اس کی اجازت کے بغیر اس طرح غائب ہونے کی ! ! ! مشال جہاں کہیں بھی چھپی ہو باہر نکل آؤ ورنہ میں چمڑی ادھیڑ دوں گا تمہاری ! ! دائم ایک مرتبہ پھر لاؤنج جو طرف آتے شدت سے چیخ اٹھا تھا۔۔ کہاں گئی تھی آخر وہ لڑکی ! اس ہے چہرے پر غصے اور فکر کے تاثرات بہت نمایاں تھے۔۔۔ فجر اتا نہیں اسے کس بات کی تھی۔۔ وہ اس طرف سے سارے کمرے چیک کر چکا تھا۔۔ یہاں نہیں تھی وہ لڑکی ! ! کچن کی طرف جاتے اس نے اپنی تسلی کی خاطر کچن کو کھولتے چیک کیا۔۔ یہ بھی خالی تھا۔۔ اریبی کے ہاتھ کی مٹھیاں مارے ضبط کے بھینچتی ہی جا رہی تھی۔۔ بس ایک مرتبہ یہ لڑکی اسے دکھ جاتی بس ! ! کہیں وہ

بھاگ۔۔۔۔ اپنے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوتے دیکھ دائم دھیرے سے بڑبڑایا۔۔۔

وہ ایک بہت تیز انسان تھا۔۔ وہ معاملے کو ہر طرف سے دیکھ رہا تھا۔۔ نفی میں سر ہلاتے اپنے چہرے اور ہاتھ پھیرتے اح اندھا دھند باہر کی طرف بھاگا۔۔ گیٹ پر حالانکہ گارڈز تھے۔۔ لیکن پھر بھی اسے اعتبار نہیں تھا کسی پر!! وہ بس ایک مرتبہ کنفرم کرنا چاہتا تھا۔۔۔جیسا وہ سوچ رہا تھا اگر ایسا کچھ ہوتا تو وہ واقعی میں آج اس لڑکی پر فاتحہ پڑھ دیتا۔۔ اس کے جبڑے بھینچتے جا رہے تھے۔۔۔جبکہ وہ تیزی سے باہر کی طرف بڑھتے لان کو کراس کرتے گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔۔ اندر وہ لڑکی کہیں بھی نہیں تھی۔۔۔ تو یقیناً وہ باہر ہی کہیں گئی ہوتی!!!! نوردین!!! کہاں مر گئے ہو سارے کے سارے!! دائم حسین گیٹ سے کچھ فاصلے پر ہوتے بری طرح چیخا۔۔ اس کے دل و دماغ میں مختلف خیالات آ رہے تھے جنہیں وہ بار بار جھٹک رہا تھا۔۔ اس لڑکی نے اتنی ہمت نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ اس کی دسترس سے بھاگ کر اپنی موت کو خود۔آواز لگاتی!! وہ مسلسل اس بھاگنے والی بات کو اپنے دماغ سے جھٹک رہا تھا۔۔ وہ لڑکی آگے ایسا کچھ کرتی تو یقیناً اس کے قہر کو للکارتی!!! اس کی آواز پر گیٹ پر موجود گارڈز بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوئے!! وہ اس کی آواز سے ہی پہچان گئے تھے کہ یہ شخص بہت غصے میں ہے!! اس کے غصے سے تو ویسے بھی سب کی ہی جان جاتی تھی۔۔ جی

صاحب ! ! ! گارڈ نے اس کے پاس آتے پوچھا۔۔۔ وہ لڑکی وہ باہر نکلی ہے ! ! کہاں مر گئے تھے تم سب آخر؟؟ کہاں ہے وہ؟ دائم نے آگے بڑھتے غصے سے پاگل ہوتے اس کے گریبان کو تھاما۔۔ اسے سب پر ہی غصّہ آرہا تھا۔۔۔ گارڈ کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی۔۔ گھر کے اندر سے تو کوئی لڑکی باہر نکلی ہی نہیں تھی ! ! ! صاحب میں ایک منٹ کے لیے بھی صبح سے گیٹ سے نہیں ہٹا۔۔ کوئی لڑکی بھی باہر نہیں نکلی یہاں سے ! ! گارڈ نے تھوک نگلتے شی جواب دیا جو سچ تھا۔۔ مشال اس کے سامنے تو نہیں نکلی تھی ! ! ! پھر کہاں گئی وہ؟؟ ہاں؟ آسمان کھا گیا زمین نگل گئی ہے کہاں وہ اس وقت؟ جھٹکے سے اس کے گریبان کو تھامتے وہ پاگلوں کی طرح چیخ رہا تھا۔۔ وہ واقعی میں پاگل ہونے کو تھا۔۔ اب کھڑے شکل کیا دیکھ رہے ہو میری باقی گارڈز کے ساتھ ڈھونڈو اسے پورے گھر میں ! ! اسے ایسے ہی کھڑا دیکھ دائم پھر سے چیخ اٹھا تھا۔۔۔ اسے بس کسی بھی طرح جلد سے جلد مشال اپنے سامنے چاہیے تھی۔۔ گارڈز اچھا کی صورت میں سر ہلاتے گھر کے چاروں طرف پھیلے ! ! اتنا تو طے تھا کہ وہ لڑکی گھر سے باہر نہیں نکلی۔۔ گیٹ پر موجود تمام گارڈز اِدھر ہی آتے اِرد گرد مشال کو تلاش کر رہے تھے۔۔۔ دائم نے اپنی سرخ آنکھیں مسلتے خود بھی فارم ہاؤس کی پچھلی طرف قدم بڑھائے ! ! وہ اپنی جیب سے پستول نکال رہا تھا۔۔ آج اگر وہ لڑکی اس کے ہاتھ لگ

جاتی تو بچتی نہیں تھی۔۔ غصے سے اس کا برا حشر ہوا پڑا تھا۔۔ لہو چھلکاتی آنکھیں سامنے کی طرف گاڑھے وہ آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ ساری جگہ تو اس نے چیک کر لیا تھا۔۔ اب بس گھر کی بیک سائڈ ہی رہتی تھی۔۔ تیز تیز قدموں سے آگے کی طرف بڑھتے دائم گھر کی بیک سائڈ پر آیا۔۔ اس کے ہاتھ میں گن لوڈڈ تھی۔۔ بیک سائڈ پر آتے اس نے سختی سے اپنے جبڑے بھینچے ! ! یہ پول ایریا تھا۔۔ یہ بھی خالی ہے تھا۔۔ مقابل دور دور تک اسے کہیں نظر ہی نہیں آرہی تھی۔۔ جبڑے بھینچے ابھی وہ واپسی کو قدم لیتا کہ اچانک ہی اس کی نظر ایک جگہ پر ٹھہری ! ! اسے کچھ بری طرح ٹھٹھکا تھا۔۔ واپس سے تیزی سے مڑتے اریبی نے اپنے دائیں طرف تھوڑا آگے کو دیکھتے ایبرو سکیڑے ! ! ! یہاں ایک ٹیبل کے اوپر سٹول پڑا تھا۔۔ حالانکہ دائم احجے سے جانتا تھا کہ اس سائڈ پر ٹیبل اور کرسی کا کوئی کام ہی نہیں ہے ! ! ! وہ پھر یہاں کون لایا تھا۔۔ اس کی نظریں ٹیبل سے ہوتی ہوئی کرسی اور اور پھر کرسی سے ہوتی اس سے اوپر دیوار کی طرف گئی۔۔ پھر دیوار کے بھی اوپر جاتے اس کی نظر ٹھہر گئی تھی۔۔ وہ جسے وہ پُورے گھر میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہوا پڑا تھا وہ محترمہ دیوار پر چڑھی سراسیمگی کی کیفیت میں ڈوبی ہاتھ سختی سے منہ پر جمائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ دائم کو لمحہ لگا تھا بطب سمجھنے میں ! ! یہ عورت یہاں سے بھاگنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ مشال لغاری واقعی اس

شخص کی نظروں سے اس کے وحشی پن سے بھاگ رہی تھی۔۔ وہ خوفزدہ تھی حد سے زیادہ۔۔ گیٹ پر تو گارڈز تھے۔۔ اسے یہی راستہ بہتر لگا تھا۔۔ لیکن وہ چڑھ تو گئی تھی دیوار پر۔۔ نگر برا ہوا۔۔ کیونکہ باہر سے کوئی کرسی رکھنے والا نہیں تھا۔۔ نیچے سڑک جا فاصلہ بہت زیادہ تھا۔۔ وہ نہیں کود سکتی تھی اتنے فاصلے سے ! ! ! وہ ابھی کچھ سوچتی خ پہلے ہی یہ شخص اس کے سامنے آتے خوف سے اسے کانپنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔۔ خاص کر اس کے ہاتھ میں موجود گن ! ! اسے رتی برابر بھی اعتماد نہیں تھا دائم پر ! ! ! تبھی وہ منہ پر ہاتھ جمائے اپنا سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے حواس سلب ہو رہے تھے ! ! ! خوف سے جان نکل رہی تھی ! ! ! وہ اپنی ہیرنی جیسی خوفزدہ نگاہیں ! ! ! ! ! ! مقابل کی آنکھوں میں گاڑے ہوئے تھی

جس طرح اوپر گئی ہو اسی طرح شرافت سے نیچے آؤ ! ! ایک منٹ ہیں تمہارے پاس ! ! نہایت سرد برفیلے لہجے میں حکم پیش کیا گیا۔۔ وہ واقعی میں اپنی گھڑی پر ٹائم نوٹ کرنے لگا تھا۔ جبکہ گن کو نال اس کے سر پر گھوم رہی تھی ! ! ! نن۔۔ نہیں۔۔۔ مشال نے شدید روتے ہوئے فوراً ہی نفی میں سر ہلایا۔۔۔ اس نے مرنا نہیں تھا جو نیچے چلی جاتی ! ! البتہ خوف سے اس کی جان جا رہی تھی۔۔ پتہ نہیں کونسا لمحہ تھا جب اس

نے یہاں سے بھاگنے کا سوچا تھا۔۔ کاش کہ یہ انسان تھوڑی اور دیر سے آجاتا۔۔ پچاس سیکنڈ باقی ہیں مس مشال دائم حسین ! ! ! ایک منٹ سے بھی اوپر ہوا تو خدا کی قسم میں گولی چلا دوں گا۔۔ اوپر کی طرف دیکھ کر غراتے ہوئے کہتے اریبی نے اس کا نشانہ لیا۔۔ اسے پتہ تھا یہ لڑکی ایسے نہیں ماننے والی۔۔ جبکہ وہ لاعلمی میں مقابل کا نام بڑی خوبصورتی سے اپنے نام کے ساتھ جوڑ چکا تھا۔۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ یہ اس نے کیا ہے ! ! یہ بے ساختہ ہوا تھا۔۔۔ اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا۔۔ مشال نے روتے ہوئے بے بسی سے اسے دیکھا۔۔ اسے تو اُترنے میں بھی وقت لگتا۔۔ مقابل نے محض کچھ سیکنڈ دیے تھے ! ! وہ خوفزدہ نظروں سے نیچے موجود فاصلے کو دیکھ رہی تھی۔۔ یہ بحر زیادہ تھا۔۔ پتہ نہیں وہ اوپر چڑھی کس طرح تھی ! ! تیس سیکنڈ ! ! اریبی کی لہر سے سنجیدگی سے میں ڈوبی آواز ابھری ! ! مشال کی آنکھوں میں خوف مزید بڑھا۔۔ وہ اس فاصلے کو دیکھتی یا گن کو اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔۔ اس بے رحم شخص کے شکنجے میں واپس جانے سے تو اچھا تھا کہ وہ ایک ہی مرتبہ میں مرجاتی ! ! وہ دل میں شدت سے دعائیں کر رہی تھی۔۔ کاش کہ خدا اسے معاف کر کے اپنے پاس بلا لیتا۔۔ لیکن وہی ہاتھ کہ مرنا بھی تو آسان نہیں تھا۔۔ وہ شدید روتے ہوئے کبھی دائم تو کبھی اس فاصلے کو دیکھ رہی تھی۔۔ پانچ، چار۔۔۔ کچھ ہی سیکنڈز کو پیچھے بچتے دیکھ اریبی نے

ساتھ ساتھ کاؤنٹ ڈاؤن شروع کیا۔۔ اسے اب تو یقین ہو گیا تھا کہ اس لڑکی کو واقعی میں اپنی جان پیاری نہیں ہے ! ! مشال کی آنکھوں میں خوف کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔۔۔ جسم بری طرح کانپنے لگا تھا۔۔۔ ون۔۔ دائم نے بولتے عین اس کا نشانہ لیے بے رحمی کی حد کرتے گولی چلائی۔۔ اور ایک اسی وقت مشال لغاری چیختے ہوئے چھلانگ لگا چکی تھی۔۔ موٹ آسان نہیں ہوتی ! ! گولی اسے نہیں لگی تھی۔۔ شکر تھا کہ وہ بروقت ہی کود گئی تھی۔۔ لیکن کچھ اچھا بھی نہیں ہوا تھا۔۔ وہ بری طرح نیچے دائم کے پیروں میں آتے گری ! ! ! اس کے گھٹنے پر لگی تھی۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے ایک آدھی ہڈی واقعی میں ٹوٹ گئی ہو ! ! زمین پر گری وہ چیختے ہوئے بری طرح رو رہی تھی ! ! ! دائم نے سنجیدگی سے پستول کو واپس سے اپنی جیب میں اڑستے ایک سنجیدہ نظر اپنے پیروں میں پڑی مشال لغاری پر ڈالی ! ! وہ اچھے سے جانتا تھا کہ لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے ! ! ! ! کھڑی ہو ! ! ! سپاٹ سے لہجے میں حکم پیش کیا گیا۔۔ اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا اس لڑکی کی تکلیف سے ! ! ! اسے بس یہ یاد تھا کہ وہ اس کی دسترس سے بھاگنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ جو کہ اس کا دماغ خراب کر گیا تھا۔۔ مشال زمین پر لیٹے بری طرح سسکیاں بھر رہی تھی۔۔ اسے زیادہ لگی تھی۔۔ مقابل کی آواز تک نہیں سنی تھی اس نے ! ! اپنے درد سے فرصت ملتی تو وہ کچھ

دیکھتی ! ! ! سنائی نہیں دی رہا کیا ؟؟ اٹھو زمین سے ! ! ! اسے اپنی حکم عدولی کرتے دیکھ دائم حلق کے بل چیختے خود ہی نیچے کی طرف جھکا۔۔یہ لڑکی اسے ماننے والی نہیں تھی۔۔۔ وہ اسے مزید غصّہ دلا کر اس کے قہر کو للکار رہی تھی۔۔ مشال لغاری نے بے ساختہ ہی اپنی آواز کو بھی حلق میں دبایا۔۔۔ وہ ابھی کچھ بھی حرکت کرتی کہ دائم اسے بے دردی سے بالوں سے جکڑے جھٹکے سے زمین سے کھڑا کر گیا تھا۔۔۔ مشال کی فلک شگاف دردناک چیخ بہت بے ساختہ تھی۔۔ اس شخص نے اس کے بالوں کا ستیاناس کر دیا تھا۔۔۔ اسے شدید درد ہو رہا تھا۔۔۔ آواز نا نکلے تمہاری ! ! خبردار جو کمرے کی چار دیواری کے علاوہ باہر کہیں تمہارے حلق سے ایک چیخ بھی نکلی تو ! ! ! دائم بے دردی سے اس کے بالوں پر خطرناک حد تک گرفت بڑھاتے اسے گھسیٹتے ہوئے تیز تیز قدموں سے آگے کی طرف بڑھا۔۔۔ مشال لغاری اپنی چیخیں اور سسکیاں تک حلق میں گھونٹ گئی تھی۔۔ اسے شدید درد ہو رہا تھا۔۔ کوئی چیخ نا نکلے اس ڈر سے وہ اپنے ہونٹوں پر سختی سے ہاتھ جما گئی تھی۔۔ آنکھوں سے تیزی سے آنسوں رواں تھے ! ! وہ مقابل کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے جا رہی تھی۔۔یہ شخص اسے بالوں سے گھسیٹ رہا تھا۔۔ دائم حسین نے سنجیدہ سپاٹ چہرے کے ساتھ اسے لیے آگے بڑھتے ہوئے اسے بالوں سے چھوڑتے بازو سے تھاما۔۔پتہ نہیں کیا ہوا تھا کہ اسے شاید تھوڑا

ترس آگیا تھا۔۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں ! ! یہ شخص اسے بازو سے بے دردی سے خطرناک حد تک گرفت کو مضبوط کیے پکڑے ہوئے تھا۔۔۔ اندر کی طرف بڑھتے اریبی نے اپنے قدم کمرے کی جانب لیے ! ! ! اس شخص نے ایک مرتبہ بھی پیچھے کو مڑ کر نہیں دیکھا تھا۔۔ ابھی وہ پیچھے دیکھتا تو اس لڑکی کا قتل کر دیتا۔۔ وہ بہت زیادہ غصے میں تھا۔۔ مشال کی آنکھوں میں ٹھہرا خوف گہرا ہوا۔۔ کمرے میں جا کر اس کے ساتھ کیا کچھ ہوگا وہ بہت اچھے سے جانتی تھی۔۔ اسے اب احساس ہوتا تھا کہ جب فائزہ کے ریپ والے دن وہ فارم ہاؤس میں بیٹھی مزے سے اس کی چیخوں کو سن رہی تھی تب اندر اس معصوم کے ساتھ کیا گزر رہی ہوگی۔۔۔ فائزہ کے ساتھ تو صرف ایک مرتبہ ہی ہوا تھا۔۔۔ اس کے ساتھ روز ایک قسم کا ریپ ہی ہو رہا تھا۔۔ شوہر کی طرح تو یہ شخص کبھی کچھ کرتا ہی نہیں تھا۔۔۔ قربت کے لمحات میں گالیاں تھپڑ بہت عام سی بات بن چکی تھی۔۔ وہ آج تک صرف ایک ہی ریپ کیس میں اپنے بھائی کے ساتھ ملوث رہی تھی اور وہ تھا فائزہ کا ریپ ! ! اس کے علاوہ کبھی اس عورت نے ایسا کچھ نہیں کیا تھا۔۔۔ آبان سے بدلے کی خاطر وہ پاگل ہو گئی تھی بس ! ! ! اور اسی چیز کی سزا وہ آج تک بھگت رہی تھی۔۔۔ بلکہ نہیں اس کی نہیں وہ تو ایک نا کردہ عمل کی سزا بھگت رہی تھی۔۔ وہ ٹھیک کہتی تھی۔۔ آیت کے ساتھ جب ریپ ہوا تھا تب اس کے فرشتوں

کو بھی علم نہیں تھا۔۔ بعد میں تو سب کو ہی پتہ چل گیا تھا۔۔۔ اریبی کو جہاں سے بھی انفارمیشن ملی تھی غلط ملی تھی۔۔ آیت کے ریپ میں مشال کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔۔ ہاں وہ بہت خوش تھی اس وقت حنان اور آیت کے لیے ! ! اسے تھا کہ وہ اپنی دوست کو بھابی بنا لے گی۔۔ تب تو وہ اپنے بھائی کی نیت سے بھی واقف نہیں تھی۔۔۔

دائم حسین نے کمرے میں داخل ہوتے جھٹکے سے مشال کا ہاتھ چھوڑا۔۔۔ وہ اسے جھٹکے سے چھوڑتے کمرے کے دروازے کو لاک لگا چکا تھا۔۔ مشال لغاری کی نا چاہتے ہوئے بھی ہچکیاں پھر سے برآمد ہونے لگی تھیں۔۔ وہ مارے خوف کے بری طرح رو رہی تھی۔۔۔ کہاں بھاگ رہی تھی ہاں؟؟ واپس سے اس کی طرف مڑتے دائم نے سرد لہجے میں سنجیدگی سے استفسار کیا۔۔۔ اس کی سرد آواز پر مشال کی ریڑھ کی ہڈی بری طرح سنسنا اٹھی تھی۔۔ وہ خوف سے اسے دیکھتے دو قدم پیچھے کو ہوئی ! ! ! اتنی ہمت ہی کہاں بچی تھی کہ وہ جواب دیتی ! ! وہ اس شخص کے قہر سے واقعی میں ڈر رہی تھی۔۔ کچھ اس کی سرخ آنکھیں اسے خوف سے تھوک نگلنے پر مجبور کر رہی تھیں ! ! ! کچھ پوچھ رہا ہوں میں جواب دو ! ! اسے پھر سے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ دائم ایک ہی جست میں اس تک جاتے اسے بالوں سے پکڑتے بری طرح دھاڑا۔۔۔ کمرے کے در و دیوار بھی

اس شخص کی دھاڑ پر بری طرح لرز اُٹھے تھے ! ! ! مم۔۔میں آئند۔۔آئندہ نہیں۔۔ کروں۔۔گی ! ! ! ! لرزتی سی آواز میں روتے ہوئے دھیمے سے جواب آیا۔۔ وہ نہیں سہہ سکتی تھی مزید اس شخص کے ظلم۔۔ خوف سے اس کی تو جان جا رہی تھی۔۔۔ تمہاری ٹانگیں سلامت چھوڑوں گا میں تو تم کچھ کرو گی نہ ! ! غرا کر کہتے اریبی نے اپنی بیلٹ کو کھولنا شروع کیا۔۔ وہ اسے خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے اپنی بیلٹ اُتار رہا تھا۔۔ مشال کی آنکھوں میں خوف کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے ! ! وہ اس کے ہاتھوں پر نظریں جمائے مزید دو قدم پیچھے کو ہوئی۔۔ مقابل کیا کرنے والا تھا آخر؟ اس کی ٹانگوں میں لرزش ہونے لگی تھی۔۔ جسم کی کپکپاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔ منع کیا تھا نہ میں نے ایسی کوئی حرکت کرنے سے؟؟ ہمت بھی کیسے ہوئی تمہاری میرے حکم کو رد کرنے کی؟ دائم نے اپنی بیلٹ کو کھولتے دھاڑتے ہے بے دردی سے اسے بالوں سے گھسیٹتے ہوئے بیڈ پر پٹخا۔۔ ذرا جو رحم آجائے اس نے رحم شخص کو۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس لڑکی کے ساتھ اس کے اندر کی انسانیت بھی مر گئی ہو ! ! مشال لغاری چیختے ہوئے بری طرح بیڈ پر گری۔۔ وہ فوراً ہی سیدھی ہوئی خوفزدہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ وہ کیا کرنے والا تھا آخر؟ کاش کہ خدا اس کی حفاظت کر لیتا۔۔ اس کے دل میں شدت سے دعائیں چل رہی تھیں ! ! ! انہی ٹانگوں سے چل کے گئی تھی نہ تم؟؟

غرا کر کہتے اریبی نے آگے کو بڑھتے بے دردی سے بیلٹ کو اس کی ٹانگوں پر مارا۔۔۔ وہ اس وقت بھول گیا تھا کہ وہ سہی کر رہا ہے یا غلط ! ! اسے اچھے اور بری کی واقعی میں تمیز بھول گئی تھی۔۔ وہ بس غصے میں تھا۔۔ شیطان اس کے سر پر حاوی تھا۔۔ اسے بس یہ پتہ تھا کہ یہ لڑکی اس کی دسترس اس کے گھر سے بھاگنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔۔ مشال کی فلک شگاف چیخ بہت بے ساختہ تھی۔۔ وہ چیختے ہوئے بری طرح ماتم کناں انداز میں رونے لگی تھی۔۔ کیونکہ یہ سلسلہ رکا نہیں تھا۔۔۔ اریبی چیختے ہوئے بری طرح اس کی ٹانگوں پر بے دردی سے اپنی پوری قوت کے ساتھ بیلٹوں سے مار رہا تھا۔۔ ابھی تین مرتبہ ہی مارا تھا کہ مقابل کا پائچہ پھٹتے ٹانگوں سے بری طرح خون رسنے لگا تھا۔ اتنی شدت تھی ان تین مرتبہ کی بھی ! ! پہلے جب گہری تھی تب بھی اس کے گھٹنوں پر ہی لگی تھی۔۔ اور اب ٹانگوں پر یہ ظلم ! ! اسے لگ تھا تھا وہ جیسے آج کے بعد چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہے گی ! ! ! تین وار کے بعد رکتے اریبی نے آگے کو بڑھتے اس کے جبڑے کو سختی سے اپنی گرفت میں لیا۔۔ سوچو گی آج کے بعد کچھ ایسا؟ ہاں؟؟ اس کے جبڑے کو توڑنے کی حد تک پکڑے وہ بھوکے درندے کی مانند دھاڑ اٹھا تھا۔۔ غصے سے وہ پاگل ہونے کو تھا۔۔ مشال نے بری طرح ہچکیوں سے روتے آہستہ سے فوراً ہی نفی میں سر ہلایا۔۔۔ اسے مزید مار نہیں کھانی تھی۔۔ وہ کھانستے ہوئے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ

چکی تھی۔۔ خوف اور درد سے اسے لگ رہا تھا جیسے ابھی جان نکل جائے گی۔۔ وہ بہت بری حالت میں تھی ! ! یہی تمہارے لیے بہتر ہوگا۔۔ بے دردی سے اسے پیچھے دھکا دیتے اریبی بیڈ سے اٹھتے تیز تیز قدموں سے باہر کی طرف بڑھا۔۔ اس نے دوبارہ اس عورت پر نظر ڈالنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔ اگر دیکھتا تو اسے جان سے مار دیتا جو کہ وہ بلکل نہیں چاہتا تھا۔۔ تبھی ابھی کے لیے اپنی جیب سے سیگریٹ نکالے وہ باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔۔ اب اپنے غصے کو وہ پہلے سیگریٹ کے دھوئے میں اڑاتا اور پھر اس کے پاس آتا۔۔۔ اسے یقین تھا وہ اگر یہاں رہتا تو جان سے مار دیتا مقابل کو ! ! دھاڑ کی آواز کے ساتھ دروازہ بند کیے وہ جا چکا تھا۔۔ جبکہ پیچھے مشال لغاری پیچھے کو ہوتی بیڈ کراؤن میں سمائی۔۔ وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔۔ اریبی جا چکا تھا لیکن پھر بھی اس کی خوف سے جان جا رہی تھی۔۔ اپنے پیروں سے نکلتے خون کو دیکھتے وہ بے تحاشہ اونچی آواز میں ماتم کناں انداز میں رو رہی تھی۔۔ سوائے رونے کے اور اذیت سہنے کے اب ! ! !زندگی میں بچا ہی کیا تھا بھلا؟؟ خدا ہی رحم کرتا اس پر

-

یہ شام کا وقت تھا جب شاہ ولا میں اس وقت سب لاؤنج میں بیٹھے شام کی چائے پینے میں مگن تھے۔۔۔ اس وقت سب ہی تھے گھر پر ! ! دا جان نے فائزہ اور حدائق شاہ کو بھی چائے پر بلایا ہوا تھا۔۔۔ بہت دنوں بعد وہ دونوں بھی آج یہاں سب کے ساتھ بیٹھے تھے۔۔۔ ورنہ تو حدائق شاہ ایک ہی جھگڑوں کی وجہ سے آتا ہی نہیں تھا۔۔ اسے یہ روز روز کو چک چک ذرا بھی پسند نہیں تھی۔۔ لیکن آج دا جان نے بلا ہی لیا تھا تو اس کی مجبوری تھی۔۔ اور پھر کچھ معاذ شاہ اپنی شیروانی اور باقی چیزوں کی شاپنگ بھی کر کے آیا تھا تو اس نے حدائق کو دکھانے کے لیے ایسپشلی اسے بلایا تھا۔۔۔ اسی لیے وہ آ ہی گیا تھا۔۔ وہ دونوں ابھی ہی کچھ دیر پہلے یہاں آئے تھے ! ! سب لوگ لاؤنج میں بیٹھے باتوں میں مشغول تھے اور ساتھ چائے بھی پی رہے تھے ! ! ! !

زارا کی ساری شاپنگ ہو گئی ؟؟ حدائق شاہ نے سنجیدگی سے سامنے بیٹھے معاذ شاہ سے استفسار کیا۔۔ ابھی سائرہ بیگم یہاں نہیں تھیں۔۔ وہ اپنے کمرے میں تھی تبھی وہ آسانی سے معاذ سے بات کر سکتا تھا۔۔ وہ اس شاپنگ کی بات کر رہا جو ان کی طرف سے زارا کو ملنی تھی۔۔ بارات اور ولیمے کا جوڑا انہی کی طرف سے جانا تھا۔۔۔ نہیں خود لے کر جاؤں گا اپنی پسند سے کر لے گی ! ! ! دانت نکالتے معاذ شاہ نے چائے کی چسکی لیتے

جواب دیا۔۔ اب تو اس کی شادی ہو رہی تھی۔۔۔وہ حدائق کو چڑانے کا کوئی موقع ہاتھ سے کیسے جانے دیتا بھلا ! ! ! خان ولا سے آبان نے کہا تھا ان لوگوں نے بھی شاپنگ نہیں کی۔۔ پرسو اکٹھے چلتے ہیں سب؟ یہ زاویار شاہ کی طرف سے مشورہ آیا تھا۔۔۔ اس کی کل ہی آبان سے اس متعلق بات ہوئی تھی۔۔ شادی سر پر تھی اور ان لوگوں نے اب تک شاپنگ بھی نہیں کی تھی۔۔ سب لوگ انہی کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔۔۔ میں نے اور فائزہ نے کر لی ہے شاپنگ ! ! لیکن پھر بھی تم لوگوں کے ساتھ بھی چل ہی لے گیں ! ! حدائق شاہ نے پیچھے صوفے سے ٹیک لگاتے اپنے ساتھ بیٹھی فائزہ شاہ کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں کل ہی جاتے اپنی ساری شاپنگ مکمل کر چکے تھے ! ! ! میری بھی ہو گئی ہے ! ! لیکن پھر بھی اپنی ہونے والی بیوی کی خاطر چل لوں گا۔۔ معاذ شاہ کی طرف سے بھی مسکراتے ہوئے جواب آیا۔۔۔۔ اس کی تو آج کل بانچھیں ہی کھلی ہوئی تھیں۔۔ شادی جو ہو رہی تھی اس کی ! ! ! ! ! تمہاری ہونے والی بیوی کہاں سے ٹپک پڑی؟؟ سائرہ بیگم جو ابھی ہی لاؤنج میں داخل ہوئی تھیں وہ معاذ کی آخری بات سن چکی تھیں۔۔ انہوں نے آگے کو آتے سنجیدگی سے معاذ کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ وہ ایک اور بات نوٹ کر رہی تھیں کہ سارے اس گھر میں ایسے شاپنگ کر رہے تھے جیسے یہیں پر شادی ہو ! ! اُنہیں ابھی تک یہی خوشفہمی تھی کہ محض عدیل کی

ہی شادی ہے ! ! دا جان اور حدائق کے کہنے پر بڑی صفائی سے سب گھر والوں نے ان سے معاذ شاہ کی شادی کی بات چھپائی تھی۔۔یہ صرف اس لیے تھا کہ گھر میں کوئی جھگڑا نہ ہو ! ! پہلے ہی آج کل گھر کا ماحول بہت زیادہ خراب ہوا پڑا تھا۔۔ اور دا جان نہیں چاہتا تھا کہ اب کوئی مزید لڑائی ہو ! ! ! سائرہ بیگم کی فطرت سے کون واقف نہیں رہا بھلا؟؟ وہ ماما۔۔میرا مطلب ہے جب بھی کوئی ہوگی ! ! ! معاذ شاہ نے زبردستی مسکراتے دھیرے سے جواب دیا۔۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ سائرہ بیگم پیچھے ہی کھڑی ہونگی۔۔ اتنا تو اسے بھی اندازہ تھا کہ سائرہ بیگم اس کی شادی کا سن کر حدائق کی طرح کا ہی سلوک کرے گیں اس کے ساتھ ! ! جبکہ حدائق شاہ انہیں آتے دیکھ سنجیدگی سے فائزہ کی طرف متوجہ ہوا۔۔ اس نے تو بیچ میں بولنا ہی چھوڑ دیا تھا۔۔ جب سائرہ بیگم سب سے زیادہ برا ہی اسے سمجھتی تھیں تو اس کے بولنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔۔ فائزہ کی طرف دیکھتے وہ بلکل دھیمی آواز میں اس سے باتیں کرنے لگا تھا۔۔۔ کچھ زیادہ ہی آگ لگی ہوئی ہے تمھیں شادی کی ! ! میں تو کہتی ہوں ماں کو کسی دارالامان میں چھوڑ آؤ۔۔۔ کیونکہ تم نے بھی شادی کے بعد یہی سلوک کرنا ہے میرے ساتھ جو دو بڑے کر رہے ہیں ! ! حدائق کی طرف دیکھ کے بھل بھل جلتے سائرہ بیگم نے اپنی بھڑاس نکالی۔۔ وہ جب جب ان دونوں کو ساتھ دیکھتی تھیں ان کا خون کھول

اٹھتا تھا۔۔ انہیں حدائق اور فائزہ دونوں سے نفرت ہوتی تھی۔۔ اس حد تک زہر لگتی تھی انہیں فائزہ کہ وہ اپنی ہی اولاد سے بھی نفرت کرنے لگی تھیں ! ! ! وہ لاؤنج میں آتے یہیں صوفے پر بیٹھ چکی تھیں۔۔۔ ماہ دیر شاہ اور حدائق نے سرے سے ہی سائرہ بیگم کی بات کو اگنور کیا۔۔ انہیں پتہ تھا کہ سائرہ بیگم کو ایسے ہی بولنے کی عادت ہے ! ! یہ دونوں جتنا ہی اچھا کر لیتے ان کی صرف برائی یہ تھی کہ وہ دونوں شادی شدہ تھے ! ! ساری خار ہی سائرہ بیگم کو بس یہ تھی ! ! ! ایسا کچھ نہیں ہے ماما۔۔ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں ! ! معاذ شاہ صوفے سے اٹھتے اُن کے پاس جاتے بیٹھا۔۔ پتہ نہیں اس کی ماں ایسی ! ! ! کیوں ہو گئی تھی۔۔۔ ابھی تو اس کی خبر ملنی باقی تھی انہیں

میں نے معاذ کا رشتہ طے کیا ہے بہو ! ! لڑکی دیکھی ہے ہم نے اس کے لیے ! ! دا جان نے صوفے پر سیدھے ہوتے سنجیدگی سے سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے بات کا آغاز کیا۔۔ انہوں نے سوچ لیا تھا سائرہ بیگم کو بتانے کا۔۔ یہ بات زیادہ دیر چھپنے والی نہیں تھی۔۔ کچھ دنوں بعد شادی تھی۔۔ آج نہیں تو کل سائرہ بیگم کو پتہ چل ہی جاتا۔۔ کل سے کارڈز بٹنے بھی شروع ہو جانے تھے ! ! بعد کے تماشے سے بہتر تھا کہ وہ لوگ آج ہی انہیں بتا دیتے ! ! ! معاذ شاہ تھوک نگلتے واپس سے کھڑا ہوتے اپنی جگہ پر واپس آیا۔۔۔ اسے تھپڑ

نہیں کھانا تھا۔۔۔ سائرہ بیگم کا ریکشن اسے پتہ تھا کیا ہوگا۔۔۔۔ "میری اجازت کے بغیر آپ نے رشتہ بھی دیکھ لیا۔۔ معاف کیجئے گا دا جان مگر سب کی شادی آپ کی مرضی سے ہی ہوئی ہے ! ! اب ایک بیٹے کی طرف سے تو مجھے دیکھنے دیتے ! ! " سائرہ بیگم نے تڑخ کر جواب دیا۔۔ انہیں بہت بری لگی تھی دا جان کی یہ بات ہو وہ منہ پر بول بھی گئی تھیں۔۔۔ دا جان نے ہونٹ بھینچتے سخت نظروں سے معاذ شاہ کو گھورا۔۔ انہوں نے تو کسی ایک کا بھی نہیں ڈھونڈا تھا۔۔ سب نے ہی اپنی مرضی کی تھی اور اب طعنہ انہیں مل گیا تھا۔۔۔ لیکن خیر اب رک شادی کی ڈیٹ بھی فائنل ہو گئی تھی۔ اب کیا ہی کر سکتے تھے بھلا ! ؟ لیکن یہ تو طے تھا کہ ایک مرتبہ سائرہ بیگم چلی جاتی پھر ذرا دا جان معاذ کے اچھی طرح کان کھینچتے ! ! ! ! ہمیں ایک اور سائرہ نہیں چاہیے گھر میں۔ اسی لیے تم سے لڑکی دیکھنے کو نہیں کہا۔۔ ہم نے ڈھونڈ لی ہے کافی ہے ! ! شادی کی تیاریاں کرو بس تم بھی ! ! دس دن بعد معاذ کا نکاح ہے ! ! سنجیدگی سے دا جان نے انہیں کے انداز میں جواب دیا جو خ سائرہ بیگم کو کسی تھپڑ سے تو کم نہیں لگا تھا۔۔۔ سائرہ بیگم مارے حیرت اور تذلیل کے لال پیلی ہوتی آگے کو ہو کر بیٹھی۔۔وہ حیرت سے دا جان کی آخری بات کو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔ انہیں جو شک تھا کیا وہ سچ تھا؟؟ ان کی اجازت کے بغیر سب ایسا کیسے کر سکتے تھے بھلا؟؟ دس دن؟ دا جان آپ کو پتہ ہے آپ

کیا بول رہے ہیں؟؟ شادی کوئی گڈے گڑیا کا کھیل ہے جو ایسے ہی کر لی ! ! اور آپ نے لڑکی کہاں دیکھی کب دیکھی ! میری اولاد ہے یہ اور آپ نے مجھے ہی دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال دیا۔۔ سائرہ بیگم مارے حیرت اور بے یقینی کے دا جان سے سوال گو تھیں۔۔ انہیں غصّہ آرہا تھا۔۔۔ اور کی آواز خاصی اونچی تھی۔۔۔ ہاں دس دن۔۔ اور یہ میرا فیصلہ ہے ! ! تم کون ہوتی ہو بیچ بولنے والی؟ کیا بڑوں سے بات کرنے کی تمیز بھی بھول گئی ہو تم؟؟ دا جان ان کے لہجے کی وجہ سے سیخ پا ہوتے غرا اٹھے تھے ! ! آج تک گھر میں جب سے کسی نے ایسے بات نہیں کی تھی۔۔ ان کا غصّہ بنتا تھا۔۔ میں کون ہوتی ہوں؟ میری اولاد ہے یہ ! ! ! سائرہ بیگم آج تمیز بھلائے خود بھی چیخ اٹھی تھیں۔۔۔۔ معاذ شاہ نے دونوں کو ایک نظر دیکھتے تھوک نگلا۔۔ اس کی وجہ سے لڑائی ہو رہی تھی۔۔ اسے پتہ تھا کہ اب اس نے دا جان اور سائرہ بیگم دونوں سے ہی نہیں بچنا تھا ! ! ! ! ! ! وہی اولاد جسے پیدا کر کے چھوڑ دیا تھا تم نے اور سمبھالا ہم نے ہے ! ! بڑی تم ماں ہونے کا فرض نبھا رہی ہو جیسے ! ! آج ان کی شادیوں کی باری آئی ہے تو تمھیں اولاد یاد آگئی ہے ! ! میں نے کر دیا ہے رشتہ طے اور یہ میرا آخری فیصلہ ہے ! ! جسے اعتراض ہے وہ رہا دروازہ شوق سے نکلے میرے گھر سے ! ! اور اب تو فریں نے خان ولا کی لڑکی دیکھی ہے ! ! بتاؤ کیا اعتراض ہے تمھیں؟؟ دا جان انہیں

گھورتے ہوئے بری طرح بھڑک اُٹھے تھے۔۔۔ وہ بہت غصے میں تھے ! ! ! حدائق شاہ خاموشی سے فائزہ کو اشارہ کرتے صوفے سے کھڑا ہے ! ! اسی لیے وہ یہاں آتا ہی نہیں تھا۔۔ ایک ہی لڑائی ایک ہی منہوسیت ! ! شکر تھا کہ وہ سہی وقت پر گھر سے ہی نکل گیا تھا۔۔ اب تک یہاں آنے کو بھی دل نہیں کرتا تھا۔۔ فائزہ شاہ بھی اس کے اشارے پر اپنی چادر درست کرتے صوفے سے کھڑی ہوئی ! ! ! بنا کسی کو کچھ بھی بولے ابھی وہ دونوں آگے کی طرف بڑھتے کہ سائرہ بیگم کی بات پر وہ دونوں ہی رکنے پر مجبور ہو گئے تھے ! ! ! چلو جی پھر سے خان ولا۔۔۔ نہیں مجھے بتائیں آپ لوگوں کو پھر سے وہی ملا تھا۔۔ پہلے والیوں نے جو چاند چڑھائے ہیں کیا بھول گئے ہیں آپ لوگ؟ ایک کی عزت گئی ہے ہوئی ہے دوسری بانجھ نکلی ہے اور تیسری نے تو ماشاء اللہ پھنسا کے نکاح ہی کر لیا۔۔۔ چوتھی جو بھی رہتی ہی وہ بھی ضرور کوئی چاند چڑھا چکی ہوگی ! ! ! سائرہ بیگم دا جان کی طرف دیکھتے زہر اُگل رہی تھیں۔۔ آخر میں ان کی زہریلی نظریں حدائق اور فائزہ پر تھیں ! ! ! حدائق شاہ بھی رکا ہونٹ بھینچے ان کی طرف دیکھ رہا تھا ! ! ! کیا ملتا ہے ماما آپ کو دوسروں پر کیچڑ اچھال کر؟ آپ میری ہی ماں ہیں نہ سچ میں؟ سچ میں آج میں یہ بات کہنے پر مجبور ہو گیا ہوں کہ کاش میرا باپ آپ سے شادی ہی نہ کرتا۔۔ تف ہے آپ جیسی عورتوں پر ! ! جو اپنی زندگی، اپنا گھر اور اپنی آخرت دونوں اپنی

زبان کی وجہ سے خراب کرتی ہیں ! ! حدائق شاہ سنجیدگی سے ان کی طرف دیکھے کچھ زیادہ ہی سچ اُگل گیا تھا۔۔ برداشت کی بھی ایک حد تھی ! ! کوئی اس سے پوچھتا جب سائرہ بیگم سب کے سامنے اس کی بیوی کے ماضی کو کھولتی تھی تو اسے کیسا محسوس ہوتا تھا۔۔۔ اشنا شاہ بھیگی نظروں سے زاویار کو دیکھتی اٹھ کر اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔۔ جبکہ زاویار شاہ کا بس نہیں تھا ایک مرتبہ بڑے چھوٹے کی تمیز اس کے اندر سے ختم ہوتی اور وہ کچھ اٹھا کر سائرہ بیگم کے سر میں مارتا۔۔۔ تمہارے جیسی جہنمی اولاد بھی لینے کا مجھے کوئی شوق نہیں تھا۔۔پتہ نہیں کونسی منحوس گھڑی تھی جب تم پیدا ہوئے تھے۔۔ سائرہ بیگم کی طرف سے دو بدو ہی جواب آیا تھا۔۔ حدائق شاہ بنا کوئی جواب دیے خاموشی سے فائزہ کا بہت تھامے باہر کی طرف بڑھا۔۔ فائزہ شاہ بھی سنجیدگی سے اس کے ساتھ چلتی آگے بڑھ رہی تھی۔۔ کم از کم اتنا تو حدائق شاہ نے اسے بہادر کر دیا تھا کہ وہ اب اس طرح کے لوگوں کی باتوں پر روتی نہیں تھی۔۔ اسے فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔۔ اسے بس حدائق شاہ سے غرض تھی۔۔۔حسے اس پر اندھا یقین تھا۔۔ اب تو اس کی بلا سے ساری دنیا بھاڑ میں جاتی ! ! اس کی زندگی بس حدائق شاہ سے شروع ہو کر اسی پر ختم تھی ! ! !

میرا معاذ انکار کر دے دیکھیے گا آپ سب ! ! یہ کسی صورت بھی میری مرضی کے خلاف جا کر شادی نہیں کرے گا۔۔ سائرہ بیگم نے ایک اُمید سے معاذ شاہ کی طرف دیکھتے کہا۔۔ ان کے لہجے سے ہی مان جھلک رہا تھا۔۔۔ جبکہ معاذ شاہ نے ایک نظر انہیں دیکھتے پھر سے تھوک نگلا۔۔۔ اسی کی تو پسند کی شادی تھی۔۔ دا جان کی بھی تمسخراتی نظریں اسی پر تھیں۔۔۔ اللہ کرے اب اسے جوتیاں پڑتی ! ! ! جس طرح اس کی وجہ سے وہ غصے میں مٹھے تھے یہی دعائیں کر سکتے تھے ! ! ! ماما۔۔۔ وہ میری ہی پسند ہے ! ! راحیل بھائی کی بہن ہے اور یقین کریں بہت اچھی ہے ! ! تھوڑا صوفے پر مزید پیچھے کو سرکتے معاذ شاہ نے میسنی سی شکل بناتے کہا۔۔۔ اب تو حدائق بھی چلا گیا تھا۔۔ یقیناً سارا غصّہ اسی پر اترتا۔۔۔ راحیل کی بہن زارا ہے؟؟ خلافِ توقع سائرہ بیگم نے سنجیدگی اور کچھ حیرت سے استفسار کیا۔۔ انہیں زارا کا خیال نہیں آیا تھا۔۔ معاذ شاہ نے زور و شور سے ہاں میں سر ہلایا۔۔ یہ اس کی ماں کی اچانک بدلتی ٹون پر سب حیران تھے ! ! انہیں اُمید نہیں تھی اتنے ٹھنڈے ریکشن کی ! ! ! تم مجھے بھی بتا سکتے تھے ! ! بچی اچھی ہے وہ ماہ دیر کی شادی میں ملی تھی میں ! ! اور اس کا بھائی بھی اچھا ہے ! ! پورے خان ولا میں وہ دونوں بہن بھائی ہی تو تمیز دار ہیں بس ! ! سائرہ بیگم نے سنجیدگی سے کہتے پر سوچ نظریں زمین پر جمائی۔۔ وہ جانتی تھیں سارے انہیں حیرت سے دیکھ رہے

تھے۔۔ حیرت تو بنتی تھی۔۔ جو عورت اپنی اولاد کو اچھا نہیں بولتی تھی وہ کسی اور کی اولاد کی تعریفیں کر رہی تھی وہ بھی خان ولا سے ! ! ! لاؤنج میں موجود تمام لوگوں پر حیرت کے پہاڑ ٹوٹے تھے ! ! پتہ نہیں اس کے پیچھے وجہ کیا تھی۔۔۔ معاذ شاہ شاک سے نکلتا مارے خوشی کے واپس سے اُچھلتے ہوئے ان کے پاس صوفے پر جاتے بیٹھا۔۔ کیا واقعی اس کی ماں ناراض نہیں ہو رہی تھی؟ اس کی تو خوشی کی انتہا ہی نہیں تھی ! ! جبکہ باقی سب ابھی حیران ہی تھے ! ! راحیل میں ایسے کونسے ہیرے جڑے تھے ہو اس کی تعریفوں کے پل باندھے جا رہے تھے۔۔ ان کی سمجھ سے باہر تھا ! ! ! ! ماما کیا واقعی آپ ناراض نہیں ہیں؟؟ آپ یقین کریں وہ بہت اچھی ہے ! ! وہ تھوڑی نادان ہے بس لیکن سمجھدار بھی بہت ہے ! ! ! یقین کریں آپ کبھی اس فیصلے پر نہیں پچھتائے گیں ! ! دس دن بعد عدیل کے ساتھ میری شادی ہے ماما۔۔ مجھے لگا تھا آپ برا مان جائے گیں اسی لیے ابھی تک آپ کو نہیں بتایا تھا۔۔ معاذ شاہ جو بولنا شروع ہوا تو مارے خوشی کے بولتا ہی چلا گیا تھا۔۔ اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔۔۔ تمھیں تو اس کے لیے میں بعد میں پوچھوں گی۔۔ ابھی کے لیے میں بہت خوش ہوں کہ کم از کم ایک نے تو سہی عورت کا انتخاب کیا ہے ! ! سائرہ بیگم نے مسکراتے ہوئے اس کے گال پر ہاتھ رکھا۔۔ ایک تو پتہ نہیں وہ مان کیسے گئی تھیں۔۔۔ تھینک یو سو مچ ماما۔۔۔

معاذ شاہ نے مسکراتے ہوئے ان کے گرد حصار بنایا۔۔ اس کی قسمت آج کل کچھ زیادہ ہی اچھی چل رہی تھی۔۔ جبکہ باقی سب نے سر جھٹکتے شکر ادا کیا۔۔۔ گھر میں ایک اور تماشے سے بچ گئے تھے وہ لوگ ! ! انہیں تو شکرانے کے نوافل پڑھنے چاہیے تھے ! ! ! دا جان اٹھ کر اپنے کمرے میں جا چکے تھے ! ! جبکہ باقی سب پھر سے اپنی باتوں میں مشغول ! ! ! ہوئے ! ! ! وہ لوگ شادی کی تیاریوں کے متعلق بات کر رہے تھے

اس وقت صبح کے آٹھ بجے کا وقت تھا جب سورج پورے آب و تاب سے چمک رہا تھا۔۔ سردی کے ماروں کو سورج کی تپش مل گئی تھی۔۔ خان ولا میں بھی اس وقت سب لوگ اپنی اپنی تیاریوں سے فارغ ہوتے ناشتے کی ٹیبل پر آتے ملتے ! ! سب نے ہی کسی نا کسی کام پر جانا تھا۔۔ اسی لیے ہر شخص صبح صبح اُٹھا ناشتے کی ٹیبل پر جمع تھا۔۔۔ سب ہی تھے یہاں پر ! ! سوائے ماورا خان کے ! ! ! اس کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی۔۔۔ اسے وہی کرنی تھی تبھی وہ اوپر اپنے کمرے میں سوئی ہی ہوئی تھی۔۔ ویسے بھی وہ نیچے کم ہی آتی تھی۔۔ اس کے علاوہ باقی سب یہاں موجود تھے ! ! ! سب لوگ ابھی اپنے ناشتے میں مصروف تھے کہ راحیل خان اور مدحا ایک ساتھ گھر کے اندر

داخل ہوئے ! ! ""راحیل خان آج صبح صبح ہی ہمیشہ کے لیے مدحا کو یہاں لایا تھا۔۔۔

وہ فجر کی نماز کے بعد کب ہوش و خرد سے بیگانہ ہوا اسے علم ہی نہیں ہو سکا تھا۔۔ مقابل نے پٹیاں کی تھیں اور کچھ اس پر کمبل اوڑھا دیا تھا تبھی اسے شاید جلدی ہوش آگیا تھا۔۔ مدحا بیٹھی ایک گھنٹے تک اس کے ماتھے پر ٹھنڈے پانی کی پٹیاں کرتی رہی تھی۔۔ اور وہ لڑکی اس ایک گھنٹے میں بری طرح روتے ہوئے راحیل کے چہرے پر کچھ نہ کچھ پڑھ کر پھونکتی رہی تھی۔۔ اُس وقت دماغ خاموش تھا نا صرف اس وجہ سے ! ! اور جب راحیل کو ہوش آنے لگا تھا تب وہ فوراً سے ہی اسے چھوڑتے اٹھ بھی گئی تھی۔۔ راحیل کو پتہ نہ چلے وہ اس وجہ سے اس شخص کے اوپر سے کمبل بھی کھینچ کر بیڈ پر رکھ گئی تھی۔۔ اسے نہیں پتہ لگنے دینا تھا اس شخص کو کہ وہ اس سے بے پناہ عشق کرتی ہے ! ! بہلے ہی بہت خسارے ہو چکے تھے ! ! راحیل خان کو ایک گھنٹے بعد ہوش آیا تھا۔ وہ جب اٹھا تھا تب مدحا راحیل خان بڑی ہی چلاکی سے اپنے بستر پر جاتے آنکھیں موند چکی تھی۔۔۔ اس کا چہرہ بھی مدحا نے اچھے سے دوپٹے سے صاف کر دیا تھا تاکہ پانی دیکھ کر مقابل کو شک نہ ہو ! ! وہ بستر پر لیٹے سونے کی اداکاری کر چکی تھی اور راحیل خان کو دیکھ کر لگا تھا جیسے وہ واقعی میں سو رہی ہو۔۔ اسے اپنے چہرے پر کچھ محسوس ہو رہا تھا لیکن پھر اس نے دھیان نہیں دیا۔۔ اپنے دردوں سے اسے نجات ملتی تو وہ

کچھ دیکھتا۔۔ راحیل خان نے اٹھ کر پہلے شاور لیا تھا اور پھر وہ مدحا کو ساتھ یہاں لے آیا تھا۔۔ وہ نہیں چاہتا تھا اس کی بیوی اکیلی رہے ! ! اُسے سب کے ساتھ رہنا چاہئیے تھا۔۔۔ مدحا نے بھی اس معاملے میں کوئی بحث کرنی ضروری نہیں سمجھی۔۔ وہ اس کے ایک مرتبہ کہنے پر ہی خاموشی سے تیار ہو گئی تھی۔۔ اب جہاں شوہر رہتا اس نے بھی تو وہیں رہنا تھا۔۔ راحیل خان کے بخار میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔۔ کمی آئی بھی تھی تو وہ پھر ٹھنڈے پانی سے نہا کر کسر پُوری کر چکا تھا۔۔ اس کے پورے جسم میں شدید درد تھا۔۔ کمر پر لگے زخم کی ڈریسنگ بھی نہیں کی تھی ۔۔ مجال تھی جو یہ شخص ذرا بھی اپنی جان کی پرواہ کر لیتا۔۔۔ آنکھیں بھی بری طرح سوجی ہوئی تھی۔۔ دل پر کچھ تو بوجھ ابھی بھی تھا۔۔ لیکن بخدا وہ ایک گھنٹہ جب بیہوش تھا تب بہت سکون میں تھا۔۔ اب وہ اپنے رونے پر قابو پا چکا تھا۔۔۔ آنسوں بھی کسی کسی کے سامنے ہی نکلتے ہیں ! ! وہ اس وقت شلوار قمیض میں ملبوس نظر لگ جانے کی حد تک حسین دکھ رہا تھا۔۔ کیوں تھا آخر یہ شخص اس قدر حسین کہ اس کے ساتھ کھڑی لڑکی اس کی بیوی ہونے کے باوجود نظریں چرانے پر مجبور ہو جاتی تھی۔۔ وہ ہمیشہ ہی سوچتی تھی کہ کہیں راحیل کو اس کی ہی نظر نہ لگ جائے ! ! ! جبکہ مدحا خان اس وقت رویل بلیو کلر کے پرنٹڈ سوٹ میں ملبوس خود بھی کچھ کم نہیں تھی۔۔ وہ دونوں ساتھ کھڑے چاند سورج کا جوڑ لگ

رہے تھے ! ! بلاشبہ ان کا کپل بہت حسین تھا۔۔ مدحا اس شخص کے کندھے سے بھی تھوڑا نیچے تک آتی تھی۔۔۔ اس کی ہائٹ صحیح تھی لیکن اس کا شوہر تھوڑا زیادہ لمبا تھا۔۔ پھر بھی وہ دونوں ایک ساتھ کھڑے نظر لگ جانے کی حد تک حسین دکھ رہے تھے ! !

راحیل خان سنجیدگی سے مدحا کے ساتھ چلتے گھر کے اندر داخل ہوا۔۔ مدحا گیٹ سے لے کر اب تک نظریں گھماتے امپریسیو نظروں سے بس گھر کو ہی دیکھتی آئی تھی۔۔ اس کی نظروں میں ستائش بہت واضح تھی۔۔۔ اس کی سوچ سے زیادہ خوبصورت گھر تھا اس شخص کا۔۔ جبکہ وہ تھوڑی نروس بھی ہو رہی تھی۔۔ پتہ نہیں راحیل کے گھر والوں کا اسے دیکھ کر کیا ریکشن ہوتا۔۔ حالانکہ وہ پہلے ہسپتال میں ایک مرتبہ سب کو دیکھ چکی تھی۔۔ سب نے اسے بھی دیکھا تھا اور مہرماہ کو بھی !؛ مگر کسی نے کوئی بات نہیں کی تھی۔۔ اسے بہت اوکوارڈ سا لگ رہا تھا۔۔ لیکن پھر ایک تسلی تھی کہ وہ بیاہ کر اپنے شوہر کے ساتھ آئی ہے اس گھر میں ! ! کوئی ایسے ہی منہ اٹھا کے نہیں آئی جو کوئی بھی کچھ بھی کہہ دیتا۔۔۔ راحیل خان نے ایک نظر خالی لاؤنج کو دیکھتے اِرد گرد اپنی نظریں دوڑائیں۔۔ اسے اندازہ تھا کہ اب اس وقت ناشتہ کر رہے ہونگے ! ! اس کی

آنکھیں سرخ ہوئی پڑی تھیں۔۔ بخار کی حدت سے جسم آگ کی مانند سلگ رہا تھا۔۔ آنکھوں تک میں تپش اُتر رہی تھی ! ! ! ! بیٹھو یہاں میں باقی سب کو بلا کر لاتا ہوں ! ! راحیل خان نے بنا مدحا کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہتے اپنے قدم آگے ڈائننگ روم کی جانب بڑھائے ! ! ! وہ سب کو ایک ساتھ ہی یہاں لا کر بتانے والا تھا۔۔ اسے یقین تھا اس کے نکاح کے متعلق آبان نے کسی کی کچھ نہیں بتایا ہوگا۔۔ یہ سرحد اسے خود کو ہی پار کرنی تھی۔۔۔ مدحا پیچھے منہ بسورتے خود آگے بڑھتے جھجھکتے ہوئے صوفے کے پاس جاتی کھڑی تھی۔۔ مقابل اسے بھی ساتھ لے جاتا تو کیا ہی حرج تھی ! ! یہ سچ تھا کہ وہ جس سے زیادہ نروس ہو رہی تھی۔۔ تبھی بیٹھنے کی بجائے یہاں کھڑی لاؤنج میں معائنہ کرنے میں مصروف تھی۔۔ کچھ وہ ضیغم کو بھی ڈھونڈ رہی تھی ! ! ! راحیل خان آگے کی طرف آتے سنجیدگی سے ڈائننگ روم میں داخل ہوا۔۔ اس کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔۔ جتنا وہ بیمار تھا اور جتنی وہ تکلیف میں تھا وہ مسکرا بھی نہیں سکتا تھا۔۔ وہ چل رہا تھا یہی بہت بڑی بات تھی ! ! ! السلام و علیکم ! ! ! ایک نظر پورے ڈائننگ روم میں سب پر دوڑاتے راحیل خان نے سنجیدگی سے سلام جھاڑا۔۔ مقصد سب کی توجہ اپنی طرف کرنا تھا۔۔ سب لوگ جو ناشتے میں مصروف تھے کہ اس کی آواز پر فوراً ہی اس کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔۔۔ چار سے پانچ دن بعد سن رہے تھے وہ لوگ اس کی

آواز ! ! ! و علیکم السلام ! ! ! آنکھوں پر کیا ہوا ہے؟ سب سے پہلے جواب عزرا بیگم کی طرف سے آیا تھا۔۔ اس کی آنکھیں شدید سرخ ہو رہی تھیں۔۔ کوئی بھی بتا سکتا تھا کہ وہ بہت زیادہ رو کر آیا تھا۔۔ راحیل خان نے ایک گہری سانس بھری۔۔ کیا کرتا آخر وہ ان آنکھوں کا۔۔ اس کا کوئی قصور نہیں تھا ! ! ! ! مجھے آپ سب کو کچھ دکھانا ہے ! ! لاؤنج میں آجائیں پلیز۔۔۔ بنا ان کی بات کا جواب دیے اس نے ٹو دا پوائنٹ بات کرنی چاہی۔۔ ویسے بھی اس سے تو کھڑا بھی نہیں ہوا جا رہا تھا۔۔ زخموں سے چور تھا وہ شخص ! ! ! دیکھ لے گیں پہلے ناشتہ کرو آکر ! ! ! یہ رفیق خان تھے جن کی طرف سے نرمی سے جواب آیا تھا۔۔ وہ چاہتے تھے اب یہ آ ہی گیا ہے تو سب کے ساتھ بیٹھ کے ناشتہ کرے ! ! ! ! آپ لوگ سمجھ نہیں رہے مجھے کسی سے ملوانا ہے آپ لوگوں کو ! ! ! آجائیں دو منٹ۔۔ کسی کو انتظار کروانا اچھی بات نہیں ! ! اپنی کمر پر دونوں ہاتھ باندھتے اس نے سنجیدگی سے کہا۔۔ ایک تو اس کے گھر والوں کی باتیں ختم نہیں ہوتی تھیں ! ! ! چلو ! ! ! سب سے پہلے رفیق خان اپنی کرسی سرکاتے کھڑے ہوئے تھے ! ! وہ کھڑے ہوتے ناشتہ چھوڑے مسکراتے ہوئے اس کے پاس بڑھے ! ! ! راحیل خان ایک نظر انہیں دیکھتے لاؤنج کی طرف بڑھا۔۔ وہ آرہے تھے تو باقی سب بھی خود ہی آجاتے ! ! وہ لاؤنج کی طرف جا چکا تھا۔۔ جبکہ رفیق خان کے پیچھے ہی باری باری باقی

سب بھی اپنی کرسیوں سے اٹھتے ناشتہ چھوڑے لاؤنج کی طرف بڑھے ! ! آبان اور در فشاں کے علاوہ باقی سب کو ہی تجسس تھا دیکھنے کا کہ ایسی کیا چیز ہے ! ! جبکہ آبان خان سوچ رہا تھا کہ راحیل کو اتنی جلدی کیا تھی مدحا کو یہاں لانے کی ! ! اسے لگ رہا تھا کہ ان دونوں کو کچھ دن الگ رہ کر اکیلے وقت گزارنا چاہیے تھا تاکہ ان کے رشتے میں موجود تمام رنجشیں ختم ہوتی ! ! ! لیکن خیر اب راحیل کو وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔۔ کرسی سے اٹھے وہ سب کے ساتھ لاؤنج کی طرف جا رہا تھا۔۔۔۔

راحیل خان نے واپس سے لاؤنج آتے ایک نظر مدحا کو دیکھا جو صوفے کے ساتھ کھڑی اسے ہی آتا ہوا دیکھ رہی تھی۔۔ وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا کہ یہ جھجھک رہی ہے ! ! شاید نئی جگہ تھی اس لیے ! ! اس کے پیچھے ہی رفیق خان بھی اِدھر ہی آ چکے تھی۔۔ البتہ کسی لڑکی کو یہاں دیکھ کر وہ ٹھٹھکے ضرور تھے ! ! ! راحیل خان نے آگے بڑھتے خاموشی سے نرمی سے مدحا کو بازو سے تھاما۔۔ وہ اسے آگے لیے صوفے پر بٹھا چکا تھا۔۔۔مدحا خاموشی سے اس کے ساتھ چلتی صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔۔ وہ اب مزید گھبرا رہی تھی کیونکہ سب کو آتا ہوا وہ دیکھ چکی تھی۔۔۔پتہ نہیں سب اس کے بارے میں کیا سوچتے ! ! ! گھبراؤ مت تمھارا اپنا گھر ہے ! ! ! راحیل خان نے ہلکا سا مسکرا کر کہتے اس

کے گال کو تھپکا۔۔ وہ اس کے آگے کی مٹتے خود بھی اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔۔ باقی سب بھی اپنی اپنی نشستیں سنبھالتے یہی پر بیٹھے ! ! سب کی آنکھوں میں حیرت بہت واضح تھی۔۔ راحیل کے ساتھ کوئی لڑکی ! ! ! سب حیران تھے۔۔۔ البتہ ان لوگوں کو مدحا بہت اچھے سے یاد تھی۔۔۔ لیکن وہی سوال کہ یہ راحیل کے ساتھ کیا کر رہی تھی ! ! ! ! ! یہ کون ہے بیٹے؟؟ دا جان نے گلا کھنکارتے سنجیدگی سے بات کا آغاز کیا۔۔۔ سارے ہی مدحا کو دیکھ رہے تھے ! ! وہ دونوں ایک صوفے پر بیٹھے اب کی توجہ کا مرکز بن رہے تھے ! ! سب کو ہی کچھ کھٹک رہا تھا۔۔۔۔ دا جان آپ لوگوں نے دیکھا تو ہوگا اسے ہسپتال میں ! ! راحیل خان نے ایک نظر سب کو دیکھتے جواب دیا۔۔۔ وہ جواب الٹا دے رہا تھا۔۔۔ دیکھا تو تھا لیکن یہ تمہارے ساتھ یہاں کیا کر رہی ہے؟؟ دا جان نے فوراً ہی استفسار کیا۔۔ انہیں کچھ غلط لگ رہا تھا۔۔ مدحا اُنگلیاں مروڑے نہایت تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ کبھی راحیل کو تو کبھی سب کو دیکھ رہی تھی۔۔ اسے بہت زیادہ گھبراہٹ ہو رہی تھی۔۔۔ سب ہی جانتے تھے کہ وہ کوٹھے میں تھی۔۔ پتہ نہیں سب کی نظروں میں اس کی کیا امیج ہونی ! ! ! ! راحیل خان نے پھر سے ان کے سوال پر ایک گہری سانس بھری ! ! بتانا تو تھا ہی ! ! ! ! بیوی ہے میری ! ! نکاح کیا تھا کل اس سے ! ! سنجیدگی سے نظریں جھکائے وہ یہاں موجود سب لوگوں کے

سروں پر دھماکہ کر چکا تھا۔۔ سب کی حیرانی مزید بڑھی۔۔ اسے اچانک نکاح؟؟ کوئی کھیل تھوڑی تھا۔۔۔۔ برخوردار اندازہ ہے کیا بول رہے ہو؟؟ دا جان کی طرف سے تھوڑا رعب اور غصے سے پوچھا گیا۔۔۔ انہیں تو غصّہ آرہا تھا۔۔ مجال تھی جو کسی ایک نے بھی انسانوں کی طرح شادی کی ہو ! ! سب ہی آنن فانن ان لوگوں کو دودھ میں سے مکھی کی طرح نکالتے خود ہی نکاح کر کے بیٹھ گئے تھے ! ! ! اندازہ ہے تبھی تو بول رہا ہوں۔۔۔ اور نکاح ہی کیا ہے کوئی گناہ تو نہیں کیا میں نے جو سب اتنا حیران ہو رہے ہیں ! ! ! اپنے پیروں پر باتیں جمائے وہ سنجیدگی کے ساتھ بات کر رہا تھا۔۔۔۔ گناہ کی بات نہیں ہو رہی۔۔ کیا نکاح کوئی کھیل ہے جو اسے ہی کسی سے بھی کر لیا۔۔ کیا تم بھول گئے ہو کہاں سے لائے تھے تم اسے ! ! دا جان بھڑک اُٹھے تھے ! ! ان کے لہجے سے ہی ان کے غصے کا پتہ چلتا تھا۔۔۔ مدحا نے اُن کی بات پر بے ساختہ ہی اپنے ساتھ بیٹھے راحیل خان کا بازو تھاما۔۔ وہ سب کچھ برداشت کر سکتی تھی لیکن یہ بات نہیں ! ! جس بات کا ڈر تھا یہی ہوا تھا۔۔ اس کی آنکھوں میں تیزی سے نمی سی اکٹھی ہونا شروع ہوئی ! ! راحیل خان نے نظریں اُٹھاتے ایک نظر اپنے بازو کو دیکھا جہاں پر مقابل کی گرفت تھی۔۔ وہ سمجھ رہا تھا اس کی تکلیف کو ! ! ! جہاں سے بھی لایا تھا میں لایا تھا۔۔ آپ لوگوں کے لیے کیا اتنا کافی نہیں ہے کہ یہ میری بیوی ہے؟ سنجیدگی سے سب کی

طرف دیکھتے استفسار کیا گیا۔۔۔ نہیں ہے کافی ! ! ارے کوئی خاندان، کوئی آگے پیچھے ہے اس کا؟ کس ذات کی ہے؟ ہمارے مد مقابل ہے بھی یا نہیں ! ؟ یہ تو جگہ پر ہی ایسی تھی کہ کوئی قبول کرنا بھی چاہے تو نا کرے ! ! ! دا جان کا وہی غصیلہ لہجہ ! ! ! وہ بھڑکے ہوئے تھے ! ! جبکہ باقی سب خاموشی سے ان دونوں کو سن رہے تھے ! ! ! !

راحیل خان ایک گہری سانس بھرتے پیچھے کو ہوتے بیٹھا۔۔ وہ اپنی ایک ٹانگ کی اٹھائے بڑے ٹھاٹ سے دوسری پر رکھ چکا تھا۔۔۔ جبل سنجیدہ نظریں دا جان پر تھیں۔۔۔ میرے سے جڑی ہے ! ! میں ہی اس کے آگے پیچھے ہوں ! ! میرے ساتھ مل کے ایک خوشگوار خاندان بنائے گی ! ! میں ہی اس کی ذات ہوں ! ! اور رہی بات جس جگہ پر یہ تھی تو میں خدا کی قسم اٹھا کر دعوے سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میری مدحا سب سے پاک ہے ! ! کچھ اور پوچھنا ہے کسی کو؟؟ سنجیدگی سے دا جان کی طرف دیکھ کر ایک ایک لفظ چباتے آخر میں اس کی نظریں باقی پورے گھر والوں پر تھیں۔۔۔ جبکہ مدحا کی آنکھوں میں ٹھہری نمی مزید بڑھی۔۔۔ اس کے دل حمایتی کو تو موقع مل گیا تھا راحیل کے گن گانے کا۔۔ وہ بھیگی نظروں سے اس خوبرو نوجوان کو دیکھ رہی تھی جس نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ اس کا تعارف کرواتے اسے بس اپنی ذات کے اِرد گرد ہی محصور کر لیا تھا۔۔۔ پھر بھی راحیل کوئی تو ہوگا اس کے خاندان میں ! ! کوئی ماں باپ

بہن بھائی۔۔ کہاں سے آئی ہے یہ؟ کوٹھے جیسی جگہ پر کیا کچھ ہوتا ہے کیا تم نہیں جانتے؟؟ اس مرتبہ رفیق خان کی طرف سے بات آئی تھی۔۔۔ انہیں دکھ ہوا تھا کہ راحیل ابھی بھی ان پر اعتبار نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔ کہہ تو دیا ہے میں ہوں سب کچھ اس کا تو کیا بچ جاتا ہے پھر پیچھے ! ! ! ساری زندگی اس نے میرے ساتھ گزارنی ہے تو آپ لوگوں کو کیا مسئلہ ہے ! ! اور بھائی ہاں یہ ضیغم اسی کا بھائی ہے ! ! اور دوبارہ میری بیوی کو اس جگہ سے مت جوڑیے گا۔۔ مجھے پتہ ہے یہ پاک ہے میرے لیے کافی ہے ! ! آپ لوگوں نے نہیں بلکہ میں نے گزارنی ہے زندگی ! ! ! بہت مشکل سے اپنے اُبھرتے غصے پر کنٹرول کرتے اس نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔ اس کا لہجہ تھوڑا گستاخ پھر بھی ہو ہی گیا تھا۔۔۔ یہ بھی اچھا ہے بھائی۔۔ کسی سے بھی نکاح کر کے گھر لے آؤ ! ! ارے۔۔۔ دا جان ابھی غصے میں کچھ بولتے کہ وہ ان کی بات بھی کاٹ گیا تھا۔۔۔۔ آپ لوگوں نے نہیں رکھنا تو بتا دیں ! میرے پاس گھروں کی کمی نہیں ہے ! ! اور ہاں میں دوبارہ اس کے متعلق کوئی بات برداشت نہیں کروں گا۔۔ جب شادی میں نے کی ہے، زندگی میں نے گزارنی ہے، اس کا اچھا برا سب کچھ میرے ساتھ ہے، تو کوئی تیسرا سوال کرنے والا ہوتا کون ہے؟ آپ لوگوں کو محض میں نے بتانے کے لیے یہاں بلایا تھا۔۔۔ نا کہ اس لیے کہ سارے ہی اس کی ذات پر تبصرے کرنے بیٹھ جائیں ! ! ! اُن

کی بات کاٹے راحیل خان کی آواز تھوڑی اونچی ہوتی جا رہی تھی۔۔۔ اسے غصّہ آرہا تھا۔۔ دکھاتے بھی مت پھر ہمیں ! ! ! دو چار اور لے آؤ میری بلا سے ! ! ! تم سارے کے سارے اور کر بھی کیا سکتے ہو؟؟ پال پوس کر جوان کیا تم لوگوں کو یہی دن دیکھنے کے لیے ! ! ! خود تو تم سب نکاح کر کے بڑے چوڑے ہو کر بیٹھ جاتے ہو۔۔۔ کبھی سوچا ہے خاندان والوں کی کیسی کیسی باتوں کے جواب دیے ہیں میں نے ! ! ! پتہ نہیں کتنے تو تربیت پر اُنگلی اٹھا کے چلے جاتے ہیں ! ! لیکن تم لوگوں کو کیا مطلب ! ! کرو سب اپنی من مرضی ! ! ! ہم کیا کہہ سکتے ہیں ! ! ! دا جان ایموشنل ہی چلے تھے ! ! ! سنجیدگی سے کہتے وہ صوفے سے کھڑے ہوئے ! ! ان کی دوائیوں کا وقت ہو رہا تھا۔۔۔ ان کی بلا سے اب تو راحیل کچھ بھی کرتا۔۔۔ اس بار خاندان میں سے کوئی بات کرنے آئے تو میرے پاس بھیج دیجئے گا۔۔۔ میں بہت اچھے سے جواب دینا جانتا ہوں۔۔۔ مجھے کوئی یہاں کھانے کو نہیں دے کر جا رہا جو میں کسی کی بھی باتوں کو برداشت کروں۔۔ اپنے گھر سنبھلتے نہیں ہیں ان لوگوں سے اور ہمارے معاملات میں ٹانگ اڑانے کا بہت شوق ہے ! ! ! دا جان کی پشت کو دیکھ کر کہتے راحیل خان نے سر جھٹکا۔۔۔ اسے تو کسی کی باتوں سے فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔۔ جبکہ دا جان بنا کوئی جواب دیے اپنے کمرے میں جا چکے تھے۔۔ وہ راحیل سے سخت ناراض تھے ! ! ! جبکہ باقی سب نے بھی خاموشی میں

ہی عافیت جانی۔۔ انہیں لگتا تھا راحیل باغی ہوا پڑا ہے ! ! کوئی کچھ بھی کہتا اس نے سننی تو تھی نہیں ! ! پھر بولنے کا فائدہ بھی نہیں تھا۔۔۔۔۔ راحیل خان نے ایک نظر اپنے ساتھ بیٹھی مدحا کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ بھوری آنکھوں کا گرے آنکھوں سے زبردست قسم کا تصادم ہوا۔۔۔۔ میں تمہارے ساتھ ہوں ! ! ! غلیظ ہوں گنہگار ہوں گندا ہوں۔۔ لیکن بیغیرت نہیں ہوں کہ تمہیں ذلیل ہونے دوں ! ! ! جو بھی کوئی بات کرے بلا جھجھک جواب دے دینا۔۔ آگے تمھارا شوہر سمبھال لے گا۔۔۔ نرمی سے اسے ہدایات دیتے راحیل خان نے ہلکا سا مسکرایا۔۔ یہ شروع کے لفظ اس لیے بولے تھے کیونکہ اسے یہی لگتا تھا کہ مقابل اسے ایسا ہی سمجھتی ہے ! ! مدحا نے خاموشی سے اس کے بازو سے ہاتھ ہٹاتے آنکھیں گھمائی۔۔۔ اشارہ صاف تھا اسے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے کسی سے بات کرنے میں ! ! ! راحیل خان اس کے ایٹیٹیوڈ پر ہلکا سا مسکراتا زارا کی طرف متوجہ ہوا جو کھڑی اسے دیکھتے ہوئے رو رہی تھی۔۔ وہ کب سے محسوس کر رہا تھا زارا کی نظریں اسی پر تھیں۔۔۔ زارا اِدھر آؤ ! ! ! راحیل خان نے اپنے ہاتھ کو آگے کرتے زارا کو اپنے پاس بلایا۔۔۔ بلآخر اسے ہی ناراضگی ختم کرنی پڑی تھی۔۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کی بہن کو صرف روٹھنا آتا ہے منانا نہیں آتا۔۔۔ اب تو وہ رخصت ہونے والی تھی۔۔ اچھا تھا راحیل خان ناراضگی ختم کر ہی دیتا۔۔۔ زارا

خان نے بے یقینی سے اسے دیکھتے فوراً ہی آنسوں صاف کرتے اس کی طرف قدم بڑھائے ! ! ! اسے یقین نہیں آرہا تھا۔۔ اتنے دنوں بعد راحیل نے اسے مخاطب کیا تھا۔۔۔ جبکہ وہ رو اس لیے رہی تھی کیونکہ اسے تھا کہ راحیل نے اتنی بڑی بات اسے بھی نہیں بتائی ! ! ! ورنہ راحیل کا وعدہ تھا کہ ہونے والی بھابی کے بارے میں وہ سب سے پہلے اسے ہی بتائے گا۔۔۔ راحیل خان تھوڑا سرکتے مدحا کی طرف ہوا۔۔ وہ زارا کو اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کر گیا تھا۔۔۔ یہ بڑا سا صوفہ تھا۔۔ مدحا کی نظریں بھی زارا پر ہی تھیں۔۔ اب یہ کون ہے اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔۔ اور راحیل اسے اپنے پاس کیوں بلا رہا تھا۔۔۔ وہ یہی سوچ رہی تھی ! ! ! زارا خان خاموشی سے جاتے راحیل کے پاس ہی صوفے پر بیٹھی۔۔ اس کی آنکھوں سے پھر سے آنسوں برسنے لگے تھے ! ! ! اب اگر تم روئی تھی واپس وہیں کھڑا کر دوں گا۔۔ اس کے آنسوں صاف کر کے اسے تنبیہ کرتے راحیل خان نے اس کے گرد نرمی سے حصار بنایا۔۔ وہ اسے اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔۔۔ بلاشبہ اسے اپنی بہن حد سے زیادہ عزیز تھی۔۔۔ میرا بچہ بس کرو ! ! اسے مزید روتے دیکھ راحیل خان نے اس کے بالوں پر لب رکھے ! ! وہ اسے اتنے دنوں بعد اپنے سینے سے لگائے ساری رنجشیں دور کر رہا تھا۔۔۔ مدحا خاموشی سے انہی دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔ آخر کون تھی یہ لڑکی ! ! اس کا دل مچل رہا تھا جسے وہ

تھپک تھپک کر خاموش کروانے کے چکروں میں تھی۔۔ بہن کی طرف دھیان گیا ہی نہیں تھا اس کا۔۔ جبکہ وہ پوچھ بھی نہیں سکتی تھی۔۔ مقابل شوخا ہو جاتا۔۔ وہ اچھے سے جانتی تھی راحیل خان کو ! ! ! بس بھی میرا بیٹا اور کتنا رونا ہے؟؟ بھائی چپ کروا رہا ہے تو چپ ہو جاؤ۔۔۔ راحیل خان نے مسکراتے ہوئے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔ وہ جانتا تھا اس کی بہن کا دل کتنا چھوٹا تھا۔۔ جبکہ یہ مسکراہٹ محض ایک ہی نظر میں دائیں طرف بیٹھی اپنی بیوی کے ایکسپریشنز دیکھ کے آئی تھی۔۔۔ وہ بھانپ گیا تھا دائیں طرف آگ لگ رہی ہے تبھی میرا بیٹا بول کر اس کی غلط فہمی دور کر دی تھی۔۔ اور مدحا نے واقعی میں ایک سکون کی سانس خارج کی۔۔۔ دل اچانک ہی تھم کر معمول کے مطابق دھڑکنے لگا تھا۔۔۔ تو یہ لڑکی اس کی نند تھی۔۔ کتنی غلط سوچ تھی اس کی ! ! ! بھائی آپ ناراض تو نہیں ہیں اب؟ زارا خان نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔۔ بلکل بھی نہیں بھائی کی جان ! ! تم نے تو منایا نہیں میں خود ہی مان گیا۔۔۔ چھوڑو پرانی باتوں کو۔۔ بس ہنسی خوشی اپنی شادی کی تیاریاں کرو ! ! دیکھ لو میں نے وعدہ نبھا دیا۔۔ تم سے پہلے شادی کر لی۔۔ اب تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہئے ! ! ! مسکراتے ہوئے اس کے چہرے سے آنسوں صاف کرتے راحیل خان نے نرمی سے کہا۔۔۔ ان میں پہلے اکثر یہ بات ہوتی تھی کہ راحیل کی شادی پہلے

ہوگی۔۔۔ کیا نام ہے آپ کا؟؟ زارا نے واپس سے اس کے سینے پر سر ٹکاتے مدحا کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔۔ پہلے تو وہ خود اتنی ٹینشن میں تھی کسی اور کو کیا ہی دیکھتی ! ! ! مدحا۔۔ مدحا نے دھیرے سے جواب دیا۔۔۔۔ مدحا راحیل خان ! ! ! اسے مکمل راحیل خان نے کر دیا تھا۔۔ وہ اُداس سا مسکراتے مدحا کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس کے نام مکمل کرنے پر خود بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! ! ! بہت پیارا نام ہے ! ! ! زارا خان کی آواز پر ان دونوں نے ایک دوسرے سے نظریں پھیری ! ! ! بھائی آپ کو بہت تیز بخار ہے ! ! زارا خان جو کب سے محسوس کر رہی تھی بلآخر اس نے راحیل کی طرف دیکھتے جیسے اسے بتانا چاہا۔۔۔ باقی سب لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو چکے تھے ! ! ! لاؤنج میں صرف وہی تینوں بچے تھے ! ! ! کوئی تیز نہیں ہے ! ! ہلکا پھلکا سا ہے وہ ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔ تم جاؤ اپنی بھابی کو میرے کمرے میں چھوڑ آؤ ! ! میں آبان کے ساتھ آفس جا رہا ہوں ! ! ! نرمی سے اسے خود سے الگ کیے راحیل خان صوفے سے کھڑا ہو چکا تھا۔۔۔ اس نے سامنے آبان کو باہر نکلتے دیکھا تھا تبھی ہی جلدی میں کھڑا ہو چکا تھا۔۔ تاکہ اس کے ساتھ ہی جا سکے ! ! ! میں گیسٹ روم میں رہ لوں گی ! ! ! ابھی زارا خان کوئی جواب دیتی کہ مدحا کی آواز پر وہ دونوں ہی اس کی طرف متوجہ ہوئے ! ! ! پتہ نہیں اس لڑکی کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔۔۔ زارا

اسے میرے کمرے میں چھوڑ دینا اور گیسٹ روم کو تالا لگوا دو چابی میں آکر تم سے لوں گا یاد رکھنا میری یہ بات ! ! اُنگلی اٹھا کے سختی سے زارا خان کو تنبیہ کرتے راحیل خان باہر کی طرف بڑھا۔۔ اس کے پاس وقت نہیں تھا مدحا کے ساتھ دماغ کھپانے کے لیے ! ! ! کسی صورت وہ اس عورت کو الگ کمرے میں نہ رہنے دیتا۔۔۔ جبکہ مدحا نے بری طرح دانت کچکچائے ! ! ! منہوس انسان اسے سرے سے ہی اگنور کر کے چلا گیا تھا۔۔۔ بندہ کوئی رسپانس تو دیتا۔۔۔ اسے غصّہ آیا تھا راحیل کی اس حرکت پر ! ! ! جبکہ زارا خان نے خاموشی سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ وہ بھلا ان دونوں میاں بیوی کے معاملے میں کیا ہی بولتی ! ! آجائیں آپ میں چھوڑ دیتی ہوں آپ کو ! ! مسکراتے ہوئے مدحا کی طرف متوجہ ہوتے زارا خان نے کہا۔۔ وہ اسے چھوڑ کر پھر اس کے لیے ناشتہ بھجوا دیتی ! ! اتنا تو اسے اندازہ تھا کہ صبح صبح وہ لوگ بھوکے ہی آئے ہونگے ! ! مدحا بھی خاموشی سے اس کے ساتھ ہی صوفے سے کھڑی ہوئی ! ! ! وہ بھلا اب کیا ہی بولتی کسی کو ! ! ! جبکہ وہ سوچ رہی تھی کہ اب راحیل گھر آئے تو وہ اس سے بات ہی نہیں کرے گی۔۔ اسے برا لگا تھا جیسے اسے راحیل اگنور کر کے گیا تھا۔۔۔ صوفے سے کھڑی ہوئی وہ دونوں اوپر راحیل کے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھیں ! ! !

96/2

سب لوگ ناشتے سے فارغ ہوتے اپنے اپنے کام پر جا چکے تھے جب بالاج خان اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔۔ اس کی آج کل چھٹیاں چل رہی تھیں۔۔ کوئی میچ ہوتا تو وہ مصروف ہوتا تھا ورنہ پھر فارغ ! ! آج بھی اس نے بس ٹریننگ کے لیے جانا تھا وہ بھی شام میں ! ! ابھی کے لیے تو وہ فارغ تھا۔۔ جم وہ صبح ہی چلا گیا تھا۔۔ بالاج خان اس وقت بلیک کلر کے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس اپنی مکمل وجاہت کے ساتھ اوپر کی طرح بڑھ رہا تھا۔۔ کچھ دیر میں شاہ ولا سے تمام لوگوں نے آجانا تھا۔۔ ان سب نے آج مل کر شاپنگ پر جانا تھا۔۔ شادی میں کچھ ہی دن باقی رہتے تھے ! ! بالاج خان اوپر کی طرف بڑھتے ساتھ ساتھ اپنے موبائل میں مصروف تھا۔۔ ماورا خان کی وہی روٹین تھی۔۔ وہ صبح تھوڑی دیر سے اٹھتی تھی ! ! ! ناشتے کے بعد سب سے آخر میں اس لڑکی کا ناشتہ ہو رہا ہوتا تھا۔۔ خیر اسے نیند کے معاملے میں بالاج یا کسی اور نے کچھ کہا بھی نہیں تھا۔۔۔ وہ جیسے مرضی اپنی نیند پوری کر کے اُٹھے کوئی کچھ نہیں بولتا تھا۔۔ جب شوہر ہی چپ تھا تو وہ لوگ کیا ہی بولتے ! ! ! اوپر کی طرف بڑھتے بالاج خان موبائل میں

مصروف اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ وہ شاید موبائل میں کوئی ریلز وغیرہ دیکھ رہا تھا۔۔۔ اس وقت صبح کے تقریباً نو بجے کا وقت تھا۔۔ ان دونوں میں راحیل کے ایکسیڈینٹ کے بعد سے کوئی زیادہ لڑائی تو نہیں ہوئی تھی۔۔۔ جس کی وجہ تھی کہ ماورا تھوڑا سا اپنی زبان پر کنٹرول رکھتی تھی۔۔ وہ اس سے بحث تو دور بات تک کرنا چھوڑے ہوئے تھی۔۔ شاید وہ اس سے دور رہ رہی تھی۔۔۔ بالاج خان کوشش کرتا تھا کہ اس کے ساتھ وہ لڑکی کمفرٹیبل رہے ! ! مگر یہ ممکن ہی نہیں ہو رہا تھا۔۔ وہ لڑکی ایسے تھی کہ اُسے جلدی سے کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔۔ وہ خود قریب آجاتی تھی بالاج خان کے ! ! لیکن جب وہ خود جاتا تھا تو اسے سو باتیں سننے کو مل جاتی تھیں۔۔۔ وہ لڑکی محض موڈی بندی تھی ! ! ! اتنی مرتبہ بالاج خان نے اپنے ماضی میں دیے گئے الزامات پر اس سے معافی بھی مانگی تھی۔۔ مگر مجال تھی جو وہ لڑکی اسے معاف کرنے پر راضی ہو جائے ! ! حالانکہ بالاج نے اسے سچ ہی بتا دیا تھا کہ وہ دونوں برابر کے شریک تھے اس ! ! ! چیز میں ! ! لیکن پھر بھی مجال تھی جو ماورا کچھ سمجھنے کو تیار ہو

ایک گہری سانس بھرتے بالاج خان اپنے کمرے میں داخل ہوا۔۔ وہ موبائل میں ہی مگن اپنے پیچھے سے دروازہ بند کر چکا تھا۔۔ اس نے اب سونا تھا۔۔ ساری رات وہ

دوستوں کے ساتھ باہر تھا۔۔ تبھی اس کی نیند پوری نہیں ہوئی تھی ! اب سوتا تو وہ کچھ دیر بعد فریش ہو کر اٹھتے باہر سب کے ساتھ شاپنگ پر جاتا۔۔ ماورا نے بھی شاپنگ کرنی تھی۔۔۔ اسے بھی ساتھ لے کر ہی جانا تھا۔۔ ابھی تو وہ نیند پوری کرتا۔۔ موبائل کو آف کر کے آگے بڑھتے بالاج خان نے اسے بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر رکھا۔۔۔ اس کی نظریں بیڈ پر سوئی اپنی بیوی پر تھیں جو کمبل میں چھپی پڑی تھی۔ اس کا محض چہرہ ہی نظر آرہا تھا۔۔ وہ شاید گہری نیند میں تھی۔۔۔ بالاج خان ہونٹ کاٹتے بیڈ کے اوپر چڑھا۔۔ اِرادہ تو اس کا بھی سونے کا ہی تھا۔۔۔ لیکن نظریں اس کی مقابل کے چہرے پر تھیں جو سوئی ہوئی کوئی معصوم سی بچی لگ رہی تھی۔۔۔ بیڈ پر اس وقت ایک ہی کمبل پڑا تھا۔۔ اور وہ لڑکی اچھی طرح اپنے گرد لپیٹے ہوئے تھی۔۔ شاید اسے زیادہ سردی لگ رہی تھی۔۔ کمرے میں اس وقت نارمل ہی ٹمپریچر تھا۔۔ صبح جب بالاج خان باہر گیا تھا تو وہ الکٹرک ہیٹر بند کر کے گیا تھا۔۔ کیونکہ بہت زیادہ ہیٹ ہو رہی تھی کمرے میں ! ! ! بالاج خان نے اس سے اپنی نظریں پھیرتے پیچھے رکھے تکیے کو سیٹ کیا۔۔ وہ ہونٹ کاٹتے پھر سے اسے دیکھ رہا تھا کیونکہ اسے کمبل چاہیے تھا۔۔ ایک گہری سانس بھر کر فیصلہ کرتے بالاج خان بیڈ پر سیدھا ہوتے لیٹا۔۔۔ وہ تھوڑا ہچکچا رہا تھا کیونکہ اسے لڑائی نہیں کرنی تھی۔۔ اور اگر جو مقابل کی نیند خراب ہوتی تو ان دونوں میں لڑائی

ہی ہوتی ! ! ! ماورا خان لیٹی ابھی تک نیند کی وادیوں میں گم تھی۔۔۔ ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھتے بہت نرمی سے بالاج خان نے اس کی طرف سرکتے کمبل کھینچنا شروع کیا۔۔۔ مقابل پورا کمبل اپنے نیچے دبائے ہوئے تھی۔۔ بہت عجیب طرقے سے سوتی تھی یہ لڑکی ! ! بالاج خان نے نفی میں سر ہلاتے کمبل کے اندر ہاتھ دیتے اس کے بازو کو نرمی سے پکڑا۔۔۔ وہ اسے تھوڑا دوسری طرف سرکا رہا تھا تاکہ کمبل اس تک پہنچ جائے ! ! ایک سرا بھی ہاتھ لگ جاتا تو وہ پورا کمبل کسی بھی طرح کھینچ ہی لیتا۔۔ نرمی سے اسے بازو سے پکڑ کر تھوڑا سا اٹھائے بالاج خان نے کمبل کو بہت آہستہ سے دوسرے ہاتھ سے اپنی طرف سرکایا۔۔ کچھ حد تک تو آ ہی گیا تھا اس کے پاس بھی ! ! ماورا خان جو مکمل طور پر نیند میں گم تھی کہ بالاج کے ہلانے پر شاید اس کی نیند میں خلل پڑ گیا تھا ! ! ماورا نے نیندوں میں ہی منہ بسورتے بالاج خان کی کی طرف کروٹ لی۔۔۔ آنکھیں نہیں کھولی تھی۔۔ وہ جاگی بھی نہیں تھی۔۔۔ بالاج خان نے شکر کا سانس بحال کیا۔۔ مقابل کے کروٹ لینے سے کمبل پورا ہی کے اس کے پاس آگیا تھا۔۔ ایک طرح سے اچھا ہی ہوا تھا۔۔۔ کمبل کو پکڑتے اس نے تھوڑا اوپر اٹھتے اچھی طرح دونوں پر سیٹ کیا۔۔ ان دونوں کے محض چہرے ہی نظر آرہے تھے ! ! ! ماورا خان اس کی طرف کروٹ لیے پھر سے گہری نیند میں جا چکی تھی۔۔ بالاج خان نے

ہونٹ کاٹتے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھا۔۔ وہ آنکھیں موندنا چاہتا تھا لیکن جب اتنا حسین چہرہ سامنے ہو تو کون کافر آنکھیں بند کرے ! ! وہ یہی سوچتے اپنے بازو پر ہاتھ رکھے اس کے چہرے کے نقوش کو دیکھنے میں مصروف تھا۔۔ اسے وہ لمحہ یاد آرہا تھا جب اسے پہلی مرتبہ اس لڑکی سے محبت ہوئی تھی۔۔۔ کتنا بے چین رہنے لگا تھا وہ ! ! بلآخر دسترس میں تو وہ اسے لے آیا تھا لیکن پھر بھی وہ عورت کو اب تک حاصل نہیں کر سکا تھا۔۔ ان کی شادی کو تین مہینے سے بھی اوپر ہو گئے تھے ! ! اسے اب ضرورت محسوس ہوتی تھی اس عورت کی ! ! مگر پھر اس کا رویہ دیکھ کر وہ خود ہی اپنا اِرادہ منقطع کر دیتا تھا۔۔ مقابل ابھی تک اسے معاف بھی نہیں کر پائی تھی۔۔ وہ کیا ہی کرتا۔۔۔ سمجھ نہیں آتی تھی آخر کیسے معافی مانگے ! ! اسے اندازہ نہیں تھا کہ ماورا اپنی ضد کی اتنی پکی نکلے گی ! ! بازو کے نیچے ہاتھ جمائے وہ اس کے چہرے کے نقوش کو دیکھتے مسلسل اس کے اور اپنے رشتے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔۔ وہ دونوں ایک اچھا اور آئیڈیل کپل بن سکتے تھے۔۔ مگر یہ صرف تب ممکن ہوتا اگر بالاج خان شادی سے پہلے اپنی زبان پر قابو پا لیتا۔۔ پتہ نہیں اسے کیا ہو گیا تھا تب ! ! ! حالانکہ وہ بلکل بھی کسی اور لڑکی کے ساتھ ایسا نہیں تھا۔۔ اسے بس ماورا کے ساتھ ہی کوئی تکلیف ہوئی تھی ! ! ! بالاج خان نے تھوڑا آگے کو ہوتے دل کی آواز پر لبیک کہتے اس کے ماتھے پر اپنی محبت کی مہر

ثبت کی۔۔۔ کبھی سوچا نہیں تھا یہ لڑکی اس طرح سے بھی سب سے زیادہ عزیز ہو جائے گی۔۔ وہ اس کے ماتھے پر لب رکھتے نیچے آنکھوں پر آگیا تھا۔۔ اگر ماورا خان نیند سے اٹھی ہوتی تو اس کا سر پھاڑ دیتی یقیناً۔۔۔ بالاج خان نے تھوڑا پیچھے کو ہوتے پھر سے اس کے چہرے کو دیکھا۔۔ اس کی نظریں مقابل کے یاقوتی ہونٹوں پر تھیں۔۔۔ بالاج خان کو اپنے حلق میں کانٹے سے چبھتے محسوس ہو رہے تھے ! ! ! لیکن اگر وہ کوئی گستاخی کرتا تو یقیناً مقابل پھر سے لڑائی کرتی ! ! ! ایسا نہیں تھا کہ وہ ڈر رہا تھا یا کچھ اور ! ! ! اسے بس اپنے رشتے میں اب لڑائی جھگڑا نہیں چاہیئے تھا۔۔ اسی ایک چیز سے وہ دونوں ہی بچنے لگے تھے۔۔۔ فائدہ نہیں تھا چوبیس گھنٹے لڑنے کا۔۔ وہ دونوں ایسی حرکتیں کر کے اپنا ہی گولڈن ٹائم برباد کر رہے تھے ! ! بالاج خان ترسی ہوئی نظروں سے اس عورت کے ہونٹوں کو دیکھ رہا تھا جو اسے بری طرح اپنی طرف کھینچ رہے تھے ! ! دل تھا کہ کسی طرح انہیں اپنی گرفت میں لے کر کھا جائے ! ! اس کی نظریں ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں ! ! ! بالاج خان نے ایک نظر اس کی بند آنکھوں کو دیکھتے اپنے لبوں پر زبان پھیری ! ! وہ ساری حدود توڑتے اپنا ضبط ختم ہوتے دیکھ جھٹکے سے آگے کو ہوتے اس کے لبوں سے لپٹ چکا تھا۔۔ اب جو ہوتا وہ دیکھی جاتی ! ! ایک ہاتھ کو اس کی کمر کے گرد لپیٹے بالاج خان نے بہت نرمی سے اپنی زبان اس کے لبوں پر لگ کی ! ! !

وہ تھوڑا آگے کو سرک کر اس کے نزدیک ہوتے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں دبائے بہت نرمی سے ان کی نمی چننے میں مصروف تھا۔۔ ایک ہاتھ ماورا کی کمر پر رینگ رہا تھا۔۔ ماورا خان ابھی تک نیند میں ہی مصروف تھی۔۔ مقابل اتنی نرمی سے جھکا ہوا تھا کہ اسے محسوس بھی نہیں ہوا ہوگا۔۔ بالاج خان نے بے چینی سے اس کی کمر کے نیچے ہاتھ کو سرکاتے بے باکی سے اپنے ہاتھ کو حرکت دی ! ! وہ آہستہ آہستہ سخت ہو رہا تھا۔۔ وہ نرمی ہی رکھنا چاہتا تھا لیکن پھر سے یہ ممکن ہی کہاں تھا بھلا؟؟ بالاج خان نے اس کے لبوں کو کھولتے زبان تک رسائی حاصل کرتے اس کی زبان پر نرمی سے اپنی زبان پھیری ! ! ! وہ اسے تھوڑا آگے کو سرکاتے بے دھیانی میں اس کی زبان کو سک کرنے لگا تھا۔ جبکہ ہاتھ ہے باکی سے اس کی کمر کے نچلے حصے کو محسوس کر رہے تھے ! ! ! ماورا خان جو پوری طرح اپنی نیند میں گم تھی کہ اس شخص کی سختی پر اس نے جھٹکے سے نیند سے بیدار ہوتے اپنی آنکھیں کھولی۔۔ اس کی سانسیں حلق میں ہی گھٹ رہی تھی۔۔ کیونکہ یہ شخص اس کی سانسوں پر تسلط جمائے بیٹھا تھا۔۔ اس کی آنکھوں میں نیند کا خمار بہت واضح تھا۔۔ جبکہ شہد رنگ آنکھوں میں سرخ ڈورے سے بندھ رہے تھے ! ! وہ حیرت سے بالاج خان کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جو آنکھیں بند کیے اس کے لبوں پر سختی سے جھکا ہوا تھا۔۔ جبکہ وہ اس کے ہاتھوں کی بے باکی بھی بہت اچھے سے

محسوس کر رہی تھی۔۔ ایک لمحے کے لیے تو اسے سمجھ ہی نہیں آئی تھی کہ یہاں ہو کیا رہا ہے ! ! اپنی نیند خراب ہونے پر ماورا نے غصے سے اس کے بالوں میں ہاتھ اُلجھاتے جھٹکے سے اس کے بال پیچھے کو کھینچے ! ! وہ بہت بے درد ہو جاتی تھی۔۔ بالاج خان جو خمار کے نشے میں ڈوبا مکمل طور پر اس میں گم اپنی پیاس مٹا رہا تھا کہ اس کے بے دردی سے بال کھینچنے پر وہ بے ساختہ ہی اپنی کراہ روکتے ہلکا سا پیچھے کو ہوا۔۔ اتنی بے رحم کیوں تھی وہ عورت آخر ! ! اس نے فوراً ہی اپنا ہاتھ بھی ہٹا لیا تھا۔۔۔ بال چھوڑو ! ! ! بالاج خان نے اپنی خمار سے سرخ ہوتی آنکھوں سے اسے دیکھتے بوجھل آواز میں اسے حکم دیا۔۔ بہت سختی سے پکڑے ہوئے تھے اس لڑکی نے بال ! ! ! کی طریقہ تھا یہ؟ ماورا خان ہے دانت پیستے دو بدو ہی استفسار کیا۔۔۔ باپ وہ اس کے چھوڑ چکی تھی ! ! ! طریقہ تو بس یہی ہے کہ اپنی بیوی کو کس کر رہا تھا۔۔ تمھیں کوئی مسئلہ ہے؟؟ سنجیدگی سے کہتے بالاج خان تھوڑا سرک کر واپس سے اس کے نہایت نزدیک ہوا۔۔۔ اس کے جذبات میں طغیانی سی مچی ہوئی تھی۔۔۔ پورے جسم میں مقابل طلب بن کر دوڑ رہی تھی ! ! ! بالاج تم پھر کہتے ہو میں لڑائی کرتی ہوں۔۔ دور ہو جاؤ پلیز ! ! ! ماورا خان نے جھنجھلا کر کہتے اس سے دور ہونا چاہا۔۔۔ اسے ابھی سونا تھا۔۔ وہ ابھی پیچھے کو سرکنے ہی لگی تھی کہ بالاج خان اسے کمر سے جکڑے اپنی طرف کھینچتے

اپنے بازو کو وا کرتے سیدھا اپنے بازو پر لٹا گیا تھا۔۔۔ ماورا خان اس کی گرفت میں کھینچتی چلی آئی تھی۔۔۔ ایسے ہی رہو پلیز!!! اسے مزاحمت کر کے دور ہونے کی کوشش کرتے دیکھ بالاج خان نے دھیمے سے کہتے اس کے گال پر لب رکھے!! اس کی آواز سے اس شخص کی بے چینی کا صاف پتہ لگایا جا سکتا تھا۔۔ وہ بہت نرمی سے اس کے گالوں پر لب رکھتے یہاں بھی اپنی زبان کا لمس چھوڑ رہا تھا۔۔ ماورا خان نے اس شخص کی حرکتوں پر ایک گہری سانس بھری۔۔۔ وہ سنجیدگی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی جس کی پھر سے آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔۔ کیا چاہتے ہو آخر تم؟؟ سنجیدگی سے اس کے چہرے کو دیکھتے ماورا نے استفسار کیا۔۔ یہ شخص جب کمرے میں نہیں تھا تب ہی سکون ہوتا تھا!!!! تمھیں چاہتا ہوں۔۔ صرف تمھیں!! سونپ دو اپنے آپ کو مجھے دونوں کو سکون ملے گا یقین کرو!!! میری آغوش میں تمھیں ہمیشہ بس سکون ہی ملے گا۔۔ بوجھل آواز میں کہتے بالاج خان نے اس کی گردن میں چہرہ چھپایا۔۔۔ جس طرح وہ خود پر ضبط کیے ہوئے تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔۔۔ دور ہو جاؤ مجھ سے!! ماورا خان نے اس کی بات پر آنکھیں گھماتے سنجیدگی سے کہا۔۔ بالاج خان کمبل کے اندر سے ہی اس کی قمیض کے اندر ہاتھ سرکانے ہی لگا تھا کہ ماورا بروقت ہی اس کا ہاتھ تھام چکی تھی!!! اور کتنا انتظار کروں یار؟؟ زندگی کے انتیس سال نکل گئے انتظار کرتے

کرتے ! ! اور تم ابھی بھی مجھ پر پابندیاں لگا رہی ہو؟؟ چھوڑو لڑائی جھگڑے ! ! معاف کرنے والا بڑا ہوتا ہے ! ! بالاج خان کی پھر سے آواز اُبھری۔۔ وہ اس کی گردن میں منہ چھپائے نرمی سے یہاں بوسے دے رہا تھا ! ! ! تمھیں لگتا ہے لڑائی کیے بنا سکون نہیں ملتا۔۔ تبھی ایسی باتیں کرتے ہو ! ! ! ماورا خان نے اس کی گردن پر آہستہ سے اپنے ناخن سے ایک لکیر کھینچی ! ! ! کون کمبخت لڑائی چاہتا ہے ! ! مجھے تو بس تم چاہیے ہو ! ! تمہاری اجازت چاہیے ہے ! ! اور تمہارا یہ چاندی سا بدن چاہیے ہے ! ! اس سے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑاتے بالاج خان نے سرگوشی نما آواز میں کہتے اس کی شرٹ کے اوپر سے ہی دھڑکنوں پر نرمی سے اپنے ہاتھ کا لمس چھوڑا۔۔۔ اس کی آواز ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بھاری ہوتی جا رہی تھی۔۔ خمار دل و دماغ پر حاوی ہو رہا تھا۔۔ کہاں وہ سونے آیا تھا اور ایسی حالت ہو گئی تھی۔۔۔ میرے سے تمھیں کچھ نہیں مل سکتا۔۔۔ تمسخرانہ سا مسکراتے ہوئے جواب آیا۔۔۔ وہ اس کے ہاتھوں کو بے باکی سے اپنی دھڑکنوں پر بخوبی محسوس کر رہی تھی ! ! ! بالاج خان نے آنکھیں موندتے مزید اس کے ساتھ حسکتے اس کے ہونٹوں پر اپنے ہاتھ رکھے ! ! وہ بہت نرمی سے اس کے لبوں سے لپٹا انہیں سک کر رہا تھا۔۔ ماورا خان خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھا چکی تھی۔۔۔ خیر یہاں تک تو اسے بھی بہت سکون ملتا تھا۔۔ وہ اسے روکتی نہیں تھی بلکہ

جذبات کی رو میں بہہ کر خود ہی اس کا ساتھ دینے لگ جاتی تھی۔۔ ایسے ہی جیسے ابھی بھی وہ اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے نرمی سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیتے اس کا ساتھ دے رہی تھی ! ! ! بالاج خان نے اپنا ایک پاؤں اس کی ٹانگوں پر رکھتے اپنے ہاتھ کو نیچے کو سرکایا۔۔ وہ ایک بازو اس کے سر کے نیچے رکھے خود مکمل طور پر اس پر حاوی تھا۔۔۔ ماورا خان آنکھیں بند کیے خود بھی اس کی گردن کے گرد بانہیں حائل کر چکی تھی۔۔ وہ دونوں آنکھیں بند کیے مکمل طور پر ایک دوسرے میں گم تھے ! ! بالاج خان نے اسے نا روکتے دیکھ اپنے ہاتھ کو مزید نیچے کو سرکایا۔۔ وہ اس کے ٹراؤزر کے اندر اپنا ہاتھ سرکاتے نرمی سے اس کی تھائیز پر اپنے ہاتھ کا لمس چھوڑ رہا تھا۔۔ ماورا خان بے ساختہ ہی ایک ہاتھ اس کے گال پر رکھتے تھوڑا اس کے مزید قریب سرکی۔۔ وہ دونوں مکمل طور پر مدہوش ایک دوسرے میں گم تھے ! ! بالاج خان کی مسکراہٹ کہیں اس کے ہونٹوں میں ہی دبی ! ! وہ اپنے لبوں کو روک چکا تھا۔۔ اب صرف مقابل ہی اس کی زبان کے ساتھ زبان لڑائے اسے ڈیپ کس کر رہی تھی۔۔ اتنا تو بالاج نے اسے ٹرین کر ہی دیا تھا۔۔ نرمی سے اپنے ہاتھ کو اوپر کی طرف لاتے بالاج خان نے اس کے نازک خدوخال پر بے باکی سے اپنی انگلیوں کا لمس چھوڑا۔۔ ماورا خان نے بے ساختہ ہی اس کے لبوں کو چھوڑتے ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی۔۔۔ وہ تکیے پر سر کو

ٹخنے گہری سانس بھر رہی تھی۔۔ بالاج خان نے ہلکا سا مسکرا کر اسے دیکھتے اپنے ہاتھ کو مزید سختی سے اس کی گہرائیوں پر رکھتے حرکت دی ! ! وہ سختی سے اس کے نازک گوشوں پر اپنی انگلیوں سے چھیڑ خانی کر رہا تھا۔۔۔ ماورا خان آنکھیں بند کیے گہرے گہرے سانس بھر رہی تھی ! ! وہ بری طرح مدہوش نظر آرہی تھی ! ! ! کیا میں رک جاؤں؟؟ بالاج خان نے مسلسل محض اوپر سے ہی اس کی نازک جگہ پر انگلیوں کا لمس چھوڑتے اس کے کان میں سرگوشی کرتے پوچھا۔۔ وہ محض شرارتی لہجے میں یہ سوال کر گیا تھا۔۔ کیونکہ اسے پتہ تھا کہ جواب کیا ہوگا۔۔۔ نہیں ! ! ! ! یک لفظی جواب دیتے ماورا نے اس کے لبوں کو پھر سے اپنی گرفت میں لیا۔۔ اس کی سانسیں نہایت بھاری ہوئی پڑی تھیں۔۔ جبکہ وہ نا محسوس انداز میں اپنی ٹانگوں کو مزید کھول چکی تھی۔۔۔ آنکھیں اس کی بند بی تھیں ! ! بالاج خان نے فتح یابی سے مسکراتے ہوئے اپنے ہاتھوں سے مزید سختی دکھائی۔۔۔ ماورا کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔ وہ اس کے لبوں کو چھوڑے ہونٹ کاٹتے ہوئے سسکیاں بھر رہی تھی۔۔ سوچو ابھی تو میں نزدیک نہیں آیا اور تم اتنے سکون میں ہو ! ! جب میں آگیا تو کیا ہوگا۔۔ بالاج نے اس کے کان کے پاس جھکتے پھر سے سرگوشی کی۔۔ اس کے ہاتھ کمبل کے اندر سے مکمل طور پر بے باکی دکھا رہے تھے ! ! ! ماورا خان آنکھیں بند کیے ہی گہرا مسکرائی۔۔ یہ شخص چال چلنا جانتا

تھا۔۔۔ وہ بنا کوئی جواب دیے پھر سسک پڑی تھی۔۔ مقابل کے ہاتھ بے رحمی دکھا رہے تھے ! ! بالاج نے دوسرے ہاتھ سے کمبل کو مزید اوپر کو سرکاتے اپنے سر تک کرتے نیچے کو چہرہ کیے اس کی دھڑکنوں پر لب رکھے ! ! شرٹ اوپر کرو ! ! وہ اس کے کان کے پاس آتے حکم دے گیا تھا۔۔ اس کے دونوں ہاتھ مصروف تھے ! ! ! وہ دونوں کمبل میں غروب مکمل طور پر چھپ چکے تھے ! ! ماورا نے خاموشی سے اپنے سر کو اوپر کو اٹھایا۔۔ اشارہ صاف تھا کہ مقابل خود ہی اس کے سر کے نیچے سے ہاتھ نکال کر خود کر لے ! ! ! تم دوسرا ہاتھ ہٹانے کو بھی کہہ سکتی تھی ! ! بالاج خان نے بے شرمی سے اسے چھیڑتے تیزی سے اس کی شرٹ کو اوپر کو سرکایا۔۔ مقابل رات میں اکثر ہی صرف ایک شرٹ میں سوتی تھی۔۔۔ ابھی بھی یہی حال تھا۔ اس کی دھڑکنیں بنا کسی پردے کے بوجھ سے آزاد تھیں۔۔ منہ بند رکھو اپنا۔۔۔ دھیرے سے کہتے ماورا نے پھر سے اپنی آنکھیں موندی۔۔ مقابل تنگ کرے یا کچھ بھی بولے اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔۔ بالاج خان نے نیچے چہرہ کیے آہستہ سے اس کی دھڑکنوں کے نازک حصے پر اپنی زبان لک کی۔۔ وہ نرمی سے یہاں اپنی زبان سے لک کرتے اسے بے چین کر رہا تھا ! ! ! مت کرو بالاج ! ! ماورا خان نے پھولتی سانسوں کے درمیان آواز اُبھری۔۔۔ اس کی آنکھیں خوبخود بند ہونے لگی تھیں۔۔ وہ بری طرح مدہوش ہو رہی

تھی ! ! توڑنے دو آج تمام حدود ! ! میں جانتا ہوں تم بھی چاہتی ہو ! ! تمہاری یہ نازک گہرائیاں سب خبر دے رہی ہیں مجھے ! ! بالاج خان نے بے باکی سے کہتے اس کے نازک حصے پر بری طرح اپنے ہاتھ کا دباؤ بڑھایا۔۔۔ ماورا نے بے ساختہ ہی اس کے بازو کو تھاما تھا۔۔ اس کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔۔ منہ کھولے وہ سسکتے ہوئے اس شخص کو دیکھ رہی تھی ! ! ! ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھتے اس نے اپنا چہرہ آگے کو کیے بنا کوئی جواب دیے بالاج کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا۔۔ وہ دونوں ہاتھوں سے تیزی سے اس کی شرٹ کے بٹن کھول رہی تھی۔۔۔ بالاج خان کی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں میں ہی دبی ! ! ! وہ جانتا تھا سب کچھ ! ! ! بڑی ہی چلاکی سے داؤ کھیلتے اس نے مقابل کو اپنے ساتھ ساتھ مدہوش کر دیا تھا۔ اسے یقین تھا کہ چٹکیوں کی دیر ہے اور مقابل اسے اجازت بھی دے دے گی ! ! ! یہی تو وہ چاہتا تھا۔۔۔ اس کی شرٹ کے سارے بٹن کھولتے ماورا اس کے اوپر کو ہوئی ! ! وہ اسے نیچے کو لیے جھٹکے سے اس کی شرٹ کو اُتارتے سائڈ پر پھینک چکی تھی۔۔۔ بالاج خان نیچے تھا اور وہ اس کے اوپر آئی سختی سے اس کے لبوں پر تسلط جمائے ہوئے تھی ! ! ! بالاج کے ہاتھ مسلسل اس کی نازک گہرائیوں سے چھیڑ خانیاں کرتے اس کے جذبات کو پیک کر پہنچا چکا تھا ! ! وہ اپنے ساتھ ساتھ اس میں بھی اپنی طلب جگا چکا تھا۔۔۔ بالاج خان نے مسکراتے ہوئے

ایک لمحے کے لیے پیچھے ہوتے اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کیا۔۔ چٹکیوں میں وہ دونوں فیصلہ کر بھی چکے تھے ! ! وہ واپس سے اس سے لپٹا اسے واپس سے اپنے نیچے کیے اس کی دھڑکنوں پر پہرہ جمائے ہوئے تھا۔۔ بالاج خان نے بے دردی سے اس کی دھڑکنوں کو ہاتھوں میں بھر کر انہیں محسوس کیا۔۔ ماورا سسکتے ہوئے آنکھیں موندے ہوئے تھی۔۔ وہ خود بری طرح اس حد تک مدہوش تھی کہ اس کی سختی پر بھی اسے نہیں روک سکتی تھی۔۔ بالاج خان ابھی ان میں موجود تمام حدود کو پار کرتا کہ ان لوگوں کے کمرے کا دروازہ ناک ہوا۔۔۔۔ ناک کی آواز پر ان دونوں نے ہی ہے ساختہ الرٹ ہوتے دروازے کو دیکھا۔۔۔ "نہیں" وہ دونوں ایک ساتھ نفی میں سر ہلاتے چیخ اٹھاتے تھے ! ! انہیں ابھی باہر نہیں جانا تھا۔۔ وہ جا ہی نہیں سکتے تھے ! ! بالاج خان ابھی واپس سے اس پر جھکتا کہ ایک مرتبہ پھر شد و مد سے دروازہ ناک ہوا۔۔ کیا تکلیف ہے؟ وہ بنا یہ جانے کہ باہر کون ہے غصے سے پاگل ہوتے حلق کے بل چیخ اٹھا تھا۔۔ ایک جذبات منہ زور ہو رہے تھے اوپر سے یہ مصیبت ! ! ! وہ بڑے صاحب آپ کو بلا رہے ہیں ! ! ان کی رپورٹس اٹھا کر لانی ہے آپ کو بلا رہے ہیں ! ! باہر سے کسی ملازمہ کی آواز ابھری۔۔ وہ ملازمہ اونچی آواز میں بول کر واپس جا چکی تھی۔۔ جس طرح بالاج خان چیخا تھا اسے لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی باہر آکر اسے جان سے مار دے گا۔۔۔ بالاج خان

نے چہرے کے زاویے بگاڑتے ایک گہری سانس بھرتے ماورا کو دیکھا۔۔ جو خود غصے سے سرخ چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی ! ! ! ! قسمت ہی خراب ہو جب تو ایسا ہی ہوتا ہے ! ! دانت پیس کر کہتے بالاج خان اس سے تھوڑا سائڈ پر ہوا۔۔ برہان خان نے بلایا تھا۔۔ اُن کی رپورٹس ابھی اٹھا کر لانا ضروری تھا۔ ساتھ میں ان کا چیک اپ بھی کروانا تھا ڈاکٹر کے پاس ! ! ! اس کے دماغ سے بلکل ہی یہ بات نکل گئی تھی۔۔۔ تم نہیں جا سکتے بالاج ! ! ماورا نے اسے اٹھتے دیکھ اس کے بازو کو تھاما۔۔ وہ ایسے اس کے جذبات میں طغیانی مچا کر نہیں جا سکتا تھا۔۔۔ بالاج خان نے بے بسی سے اسے دیکھتے اس کے لبوں پر نرمی سے اپنے لب رکھے ! ! شام میں میرے ساتھ فارم ہاؤس چلو گی؟؟ اس کے ہونٹوں پر ایک زوردار بوسا دیتے وہ اس سے سوال گو تھا۔۔ ابھی اس کا جانا ضروری تھی۔۔۔ ہرگز نہیں ! ! تم ابھی نہیں جا سکتے میں ابھی تمھیں نہیں جانے دے سکتی ! ! ! ماورا نے اس کے گرد بازو باندھتے ضدی سے انداز میں کہا۔۔۔ شام میں فارم ہاؤس چل لینا پلیز ! ! چھوڑ دو یہ بچوں والے انداز میری جان ! ! تمھیں نہیں لگتا شروع سے ہمارے درمیان بس جھگڑے ہوئے ہیں ! ! اب سب کچھ ٹھیک ہو جانا چاہیے ! ! ! بالاج خان نے نرمی سے کہتے اس کے ماتھے پر لب رکھے ! ! وہ اسے پیار اور نرمی سے سمجھا ہی سکتا تھا۔۔ باقی آگے اس کی مرضی تھی وہ سمجھتی یا نہیں ! ! !

تم نے میرے کردار پر باتیں کی اور میں لڑائی بھی نہ کرتی واہ ! ! ! طنزیہ سا انداز۔۔۔اسے اب ہوش آیا تھا کہ یہ شخص وہی بالاج تھا جو کبھی اس پر الزام لگانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔۔۔ کر لی لڑائی؟؟ اب ساری باتیں ختم کر کے پلیز میری خواہشات کو پورا کر دو۔۔ میرے جسم میں تمہاری طلب رگوں میں جیسے خون کی طرح دوڑتی ہے ! ! ! منت زدہ سا لہجہ ! ! ! تم میرے پیروں میں گر کر جس دن ناک رگڑو گے اس دن کر دوں گی معاف ! ! ! سنجیدگی سے جواب آیا۔۔ وہ بس ایک مرتبہ اسے آزمانا چاہتی تھی۔۔۔ بالاج خان نے اس کی بات پر خاموشی سے ایک گہری سانس بھری ! ! یہ کچھ زیادہ ہو رہا تھا۔۔ وہ پکڑ کر معافی مانگ سکتا تھا لیکن ناک رگڑنا کچھ مناسب نہیں تھا۔۔ کیا تمھیں میری محبت کا اعتبار نہیں ہے؟؟ سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے وہ شخص بڑی چالاکی سے بات کو گھما چکا تھا۔۔ محبت کی تو یہاں بات ہی نہیں ہو رہی ! ! محبت تو مجھے بھی تم سے بے تحاشہ ہے ! ! یہ دل کمبخت کہاں مانتا ہے؟؟ میں معافی کی بات کر رہی ہوں اس کا جواب دو ! ! ! جس چالاکی سے مقابل نے بات گھمائی تھی وہ اسی چالاکی سے واپس اسی جگہ پر اسے لے ہی آئی تھی۔۔۔ بالاج خان اس کے چہرے کو دیکھتے پھر سے ایک سانس ہوا کے سپرد کرتے سنجیدگی سے اس کے اوپر سے کھڑا ہوا۔۔۔ وہ سنجیدہ چہرے کے ساتھ کھڑا کپڑے پہن رہا تھا۔۔ جبکہ

ماورا خان اس کی پشت کو دیکھتے طنزیہ سا مسکرائی۔۔ اس نے کونسا سچ میں ناک رگڑوا لینی تھی۔۔ وہ بس ایک مرتبہ اسے آزما رہی تھی۔۔ اور ثابت ہوا تھا کہ اس شخص کو ابھی بھی اپنی انا عزیز تھی۔۔ خاموشی سے کمبل میں منہ دیے وہ اپنے جذبات پر کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ جبکہ بالاج خان ڈریسنگ مرر کے آگے جا کر بال سیٹ کرتے ایک سنجیدہ آخری نظر اس پر ڈالتے کمرے سے باہر نکلا۔۔ اسے آگے کوئی بحث ہی نہیں کرنی تھی۔۔ مقابل کی بات غلط لگی تھی اسے ! ! لیکن پھر بھی خاموشی سے وہ باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔۔ ان دونوں کا خدا ہی حافظ تھا۔۔۔۔

یہ شام کے تقریباً چار بجے کا وقت تھا جب سب لڑکیاں اس وقت راحیل خان کے کمرے میں پہرا جمائے ہوئے تھیں۔۔ وہ سب یہاں مدحا کو دیکھنے اور اس سے بات چیت کرنے آئی تھیں ! ! ! شاہ ولا کی بھی تمام لڑکیاں اس وقت یہیں پر موجود تھیں۔۔ جبکہ مرد حضرات نیچے لاؤنج میں بیٹھے تھے ! ! ساری ینگ جنریشن ابھی شاپنگ سے واپسی آئی تھی۔۔ مدحا اور راحیل کے علاوہ سب ہی گئے تھے شاپنگ پر ! ! راحیل کا کہنا تھا کہ

وہ اکیلے جا کر خود کروا دے گا مدحا کو شاپنگ ! ! اور کچھ اس کی طبیعت بھی حد سے زیادہ خراب ہوئی پڑی تھی۔۔ اسی لیے وہ دن میں گھر آتے آرام کر رہا تھا۔۔ ابھی ہی سب لڑکیوں کے اپنے کمرے میں آنے سے کچھ دیر پہلے ہی وہ باہر نکلا تھا۔۔ آبان نے میسج کر دیا تھا اسے ! ! ! اس شخص کا بخار جانے کا نام نہیں لے رہا تھا۔۔ مگر مجال تھی جو ذرا وہ احتیاط کر لیتا۔۔۔ شاہ ولا سے بھی حسے حسے اس اچانک شادی کا پتہ چلا تھا وہ سب ہی بہت حیران ہوئے تھے ! ! ابھی کسی بڑے کو نہیں پتہ تھا۔۔ نیچے لاؤنج میں سب راحیل کی خبر لے رہے تھے صرف وہ جن کو آبان نے نکاح میں نہیں بلایا تھا۔۔ جبکہ اوپر ساری لڑکیاں مدحا کے گرد گھیرا جمائے ہوئے تھیں۔۔ ان کے خاندان میں پہلی مرتبہ کوئی باہر سے آئی تھی۔۔ اور آئی بھی ایسے اچانک تھی۔۔ ان سب کا تعارف کروانا تو بنتا ہی تھا۔۔۔ مدحا بھی یہاں کسی کو نہیں جانتی تھی۔۔ اچھا تھا اب آپس میں مل بیٹھ کر اس سے دوستی بڑھا رہی تھیں۔۔

وہ سب لڑکیاں ایک ساتھ ہی ہجوم بنا کر اندر داخل ہوئی۔۔ شاہ ولا اور خان ولا کی سب لڑکیاں یہاں پر موجود تھیں ! ! ہیلو ! ! در فشاں خان جو سب سے آگے تھی اس نے اندر داخل ہوتے مسکراتے ہوئے مدحا کی طرف دیکھتے کہا۔۔ جبکہ اس کے برعکس

مدحا جو کب سے اکیلی بیٹھی بور ہو رہی تھی اتنی ساری لڑکیوں کو ایک ساتھ آتے دیکھ اس کی گھبراہٹ بہت بے ساختہ تھی۔۔ وہ ایک تو یہاں کسی کو جانتی نہیں تھی۔۔ اوپر سے نیا گھر نئے لوگ ! ! اس کی گھبراہٹ بہت عام سی بات تھی۔۔ ہسپتال میں کچھ نے اسے دیکھا ضرور تھا مگر اس نے کسی کو نہیں دیکھا تھا۔۔بیڈ پر بیٹھی وہ بے ساختہ ہی سیدھی ہوتے سب لڑکیوں کو دیکھ رہی تھی۔۔ سارے چہرے ہی انجان تھے ! ! لیکن ایک بات تھی یہاں ساری ہی ایک سے بڑھ کے ایک تھیں ! ! ! کیا ہم یہاں بیٹھ کے آپ سے کچھ دیر بات کر سکتے ہیں؟؟ یہ پوچھنے والی زارا خان تھی۔۔ وہ تو صبح بھی ملی تھی اس سے ! ! ہاں۔۔ہاں ضرور ! ! ! مدحا نے دھیرے سے فوراً ہی جواب دیا۔۔ ان لوگوں کا اپنا گھر تھا۔۔ بھلا وہ اس سے کیوں پوچھ رہی تھیں۔۔ البتہ وہ اتنی ساری لڑکیوں میں جھجھک رہی تھی۔۔ سب لڑکیاں ہی مسکراتے ہوئے آگے کو بڑھتے صوفے بیڈ پر کرسیوں پر بیٹھ چکی تھیں۔۔ انہیں مدحا بہت پیاری لگی تھی۔۔ جو بھی تھا یہ لڑکی شکل و صورت میں واقعی راحیل خان کے ٹکر کی تھی ! ! ! کہاں سے ہیں آپ؟ رائنا خان کی طرف سے سوال کیا گیا۔۔۔ سب کی نظریں اسی ایک پر تھیں جیسے وہ کوئی عجوبہ ہو ! ! قصور اُن کا نہیں تھا ان کے خاندان میں پہلی مرتبہ کوئی نئی لڑکی آئی تھی۔۔ ورنہ تو سب کی بیٹی یا بہو یہ سب انہی دونوں خاندانوں میں سے تھیں ! ! یہیں سے ہوں ! ! مدحا

کی طرف سے دھیرے سے جواب دیا گیا۔۔وہ نروس نظر آرہی تھی ! ! ! کم آن ریلکس رہو ہم بھی تمہاری طرح لڑکیاں ہی ہیں ! ! ہم کوئی لڑکے تو ہیں نہیں جو تم اتنا جھجھک رہی ہو ! ! ! درفشاں خان نے اس کی جھجھک کو بھانپتے ہلکے پھلکے سے انداز میں کہا۔۔۔ وہ تھوڑا جلدی گھلنے ملنے والی لڑکی تھی۔۔۔ نہیں وہ۔۔۔ بس ایسے ہی ! ! دھیما سا مسکراتے مدحا نے فوراً ہی جواب دیا۔۔۔ اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ اس کے ساتھ نئے ماحول میں ایسا ہی ہوتا تھا۔۔۔ اوکے چلو تم پہلے اپنا تعارف دو اور پھر ہم بتاتے ہیں کہ ہمارا کیا رشتہ ہے ! ! آئی نو خاندان بڑا ہے ہمارا۔۔ لیکن پھر بھی تمھیں نام یاد ہو ہی جائے گیں کچھ ٹائم تک ! ! ! یہ ماورا خان تھی۔۔ جو اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھی تھی۔۔۔ وہ لوگ اسے اپنے ساتھ گھلنا ملانا چاہ رہے تھے ! ! نام کیا ہے تمھارا میں پھر بھول گئی ! ! ماورا نے اس کا نام پوچھا۔۔ باقی سب خاموشی سے اس کے تعارف دینے کے انتظار میں تھیں ! ! مدحا۔۔۔ راحیل خان ! ! مدحا نے ابھی اپنا نام ہی بتایا تھا کہ اس مرتبہ زارا خان شرارت سے اسے پورا کر چکی تھی۔۔ اسے بے ساختہ ہی صبح راحیل والی بات یاد آئی تھی۔۔۔ جبکہ مدحا نے دانت پیسے ! ! بھائی نہیں تھا تو اس کی کمی پوری کرنے بہن آگئی تھی ! ! ! کیا کرتی ہو؟؟ جاب یا ہاؤس وائف بن کر رہو گی ہماری طرح؟؟ درفشاں کی طرف سے پھر سے سوال آیا۔۔ وہ اسے سننا چاہتی تھیں

لیکن یہ لڑکی تو کچھ بول ہی نہیں رہی تھی ! ! ! بہلے جاب کرتی تھی انہی کی کمپنی میں ! ! اب چھوڑ دی ہے ! ! اپنے ہاتھوں پر نظریں جمائے اس نے دھیمے سے جواب دیا۔۔ البتہ اس نے غیر ارادی طور پر راحیل کا نام نہیں لیا تھا۔۔ اسے جھجھک سی آرہی تھی اس طرح سب کے سامنے ! ! ! ! انہی کون؟؟ سمجھ تو وہ سب گئی تھیں لیکن پھر بھی اشنا شاہ نے شرارت سے اسے چھیڑنا چاہا۔۔۔ اسے بہت شرمیلی اور پیاری سی لگی تھی یہ لڑکی ! ! وہ۔۔را۔۔راحیل ! ! مدحا نے اس کی طرف دیکھتے جواب دیا۔۔ وہ نہیں سمجھ پائی تھی اس کی شرارت کو ! ! ! اوہ تو راحیل بھائی کی لو میرج ہے ! ! لگتے تو شریف تھے راحیل بھائی ! ! یہ رائنا کی طرف سے تبصرہ کیا گیا تھا۔۔ مدحا خان نے نظریں جھکائے خاموشی سے صبر کے گھونٹ پیے ! ! کوئی اس سے پوچھتا کتنا شریف تھا وہ ! ! ! اسے راحیل نے بتایا تھا کہ گھر میں کچھ لوگوں کے علاوہ کوئی اس کے کوٹھے پر جانے کے متعلق نہیں جانتا تھا۔۔ اس شخص نے ایک ایک بات اسے بتائی تھی ! ! ! اچھا چھوڑو ہم سب تمھیں اپنا بتاتے ہیں ! ! اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ ماورا نے پھر سے بات کنٹینیو کرنی چاہی ! ! ! ! میں درفشاں ہوں آبان کو تو جانتی ہوگی نا تم؟؟ اس کی محبوب بیوی ! ! درفشاں کی طرف سے سب سے پہلے تعارف کروایا گیا تھا۔۔ البتہ وہ محبوب لگانا بلکل نہیں بھولی تھی۔۔ لگاتی بھی کیوں نہ؟؟ آخر وہ واقعی میں تھی ! ! ! مدحا

نے ہاں میں سر ہلایا۔۔ اس کے شوہر کی حرکتیں بتاتی وہ ذرا در فشاں کو ! ! اسے رہ رہ کر یاد آیا تھا کہ کیسے ضیغم اور آبان نے مل کر اسے پاگل بنایا تھا۔۔ لیکن خیر جو بھی تھا شادی تو زندگی کے واحد عشق سے ہی ہوئی تھی۔۔۔ اسی لیے اسے زیادہ چبھتی نہیں تھی یہ بات ! ! میں آپ کی نند جو کہ کچھ ہی دنوں میں اس گھر سے جانے والی ہے ! ! زارا خان نے بھی مسکراتے ہوئے اپنا بتایا۔۔۔نام تو وہ پہلے ہی بتا چکی تھی۔۔۔ ہاں اور یہ میری بھابی بننے والی ہے ! ! ! ہیر شاہ نے سنجیدگی سے بتایا۔۔ وہ موبائل میں مگن تھی۔۔ بھلا کیا بات کرتی وہ ان لوگوں میں بیٹھ کر اسے تو سمجھ ہی نہیں آتی تھی ! ! لیکن ابھی زارا کی بات پر وہ پتہ نہیں کیسے بول پڑی تھی ! ! ! ! میں رائنا اور فائزہ آپی بہنیں ہیں ! ! اور زارا کے ساتھ میری بھی شادی ہے ! ! ہم آپ کے ساتھ زیادہ ٹائم سپینڈ نہیں کر سکے گیں ! ! رائنا خان نے بھی مسکراتے ہوئے بتایا۔۔ وہ فائزہ کی طرف اشارہ کیے ہوئے تھی ! ! ! میں نائرہ ہوں در فشاں کی سسٹر اور فائزہ اور زارا کی جیٹھانی ! ! ! مدحا مسکراتے ہوئے سب کے نام اور رشتے سن رہی تھی۔۔۔وہ الگ بات تھی کہ اس کے پلے کچھ کے نام ہی پڑے تھے ! ! جبکہ رشتے تو وہ واقعی میں سمجھنے میں قاصر تھی۔۔ کوئی کہیں کا تھا تو کوئی کہیں کا۔ یہ اسے وقت کے ساتھ ہی سمجھ میں آنے تھے ! ! ! میں اشنا ہوں اور در فشاں کی بھابی ! ! اشنا شاہ کی طرف سے تعارف دیا گیا اور مدحا کے چہرے کی

مسکراہٹ پل میں غائب ہو چکی تھی۔۔ تو یہ تھی اشنا خان جس کے پیچھے اس کا شوہر پاگل تھا۔۔۔ یہ لڑکی خوبصورت تھی اور کسی کا بھی خواب ہو سکتی تھی ! ! مدحا کے دل میں ایک چبھن سی اٹھی ! ! اسے یاد آگیا تھا جیسے راحیل بتا رہا تھا کہ وہ اس کے پیچھے بہت رویا تھا۔۔۔ وہ چاہ کر بھی مسکرا نہیں پائی تھی ! ! ! تو دیکھ ہی لیا تھا اس نے اشنا خان کو ! ! ! آخر آسان تو نہیں تھا اپنے شوہر جس سے آپ آخری حد تک عشق کرتے ہو اس کی محبت کو دیکھنا۔۔ اس کے دل میں کانٹے سے چبھ رہے تھے ! ! ! سب لوگ اپنا تعارف کروا چکے تھے سوائے فائزہ کے ! ! اس کے بارے میں وہی رائنا نے ہی بتایا تھا۔۔۔ مدحا خان ایک گہری سانس بھرتے سر جھٹکتے باقی سب کی طرف متوجہ ہوئی ! ! اس کی نظریں بے ساختہ فائزہ کی طرف اٹھی تھیں جو گم سم سی بیٹھی تھی۔۔ فائزہ شاہ سنجیدگی سے بیٹھی سب کی باتیں بس سن رہی تھی ! ! ! وہ حدائق شاہ سے لڑ کے بیٹھی تھی تبھی ایسا موڈ تھا۔۔۔۔ آپ؟؟ اسے کچھ نہ بولتے دیکھ مدحا نے اپنا دھیان بٹانے کی خاطر خود ہی پوچھا۔۔۔ یہ خاندان کے نمونے کی بیوی ہے ! ! جواب ماورا کی طرف سے آیا تھا۔۔ وہ بات کر کے خود ہی قہقہہ لگا کر ہنسنے لگی تھی۔۔ جبکہ کمرے میں باقی سب کی بھی دبی دبی ہنسی گونجی ! ! حدائق نمونہ تھا نہیں لیکن ماورا کی بات پر انہیں ہنسی ضرور آئی تھی ! ! ! تمیز سے ماورا۔۔ میں اپنے شوہر کے خلاف ایک بات نہیں

سنوں گی ! ! فائزہ شاہ نے سنجیدگی سے ماورا کی طرف دیکھتے لفظ چبائے ! ! اسے زہر لگی تھی ماورا کی بات ! ! ! بھلا وہ کون ہوتی تھی اس کے شوہر کو اس طرح بولنے والی ! ! لاکھ لڑائی سہی لیکن حدائق شاہ اسے سب سے زیادہ عزیز تھا۔۔۔ مذاق کر رہی تھی یار سیریس کیوں ہو گئی ہو؟؟ حدائق اور میرا اس طرح کا بہت مرتبہ مذاق چلتا ہے ! ! میں نے تو اسی لیے بول دیا تھا۔۔ چل کرو ! ! ماورا خان نے فوراً ہی اپنی ہنسی روکتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ اگر وہ بھی منہ پھلا لیتی تو دلوں میں بغض پیدا ہوتا جس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔۔وہ اسی لیے رفع دفع کرنے گئی تھی بات کو ! ! فائزہ شاہ نے خاموشی سے سر جھٹکا۔۔ کیا کہتی بھلا اب وہ کسی کو ! ! !

وہ سب ابھی اپنی ہی باتوں میں مصروف تھیں کہ کچھ دیر بعد راحیل خان نے کمرے کے باہر آتے دروازے کو ناک کیا۔۔۔ شاہ ولا کے تمام لڑکے گھر جا رہے تھے اور نیچے اپنی بیویوں کو بلا رہے تھے جو آج اس کے کمرے میں ڈیرہ ہی جما کر بیٹھ گئی تھی۔۔ اس کی بیوی آتے ہی ساتھ مشہور ہو گئی تھی۔۔۔۔ البتہ کچھ اس کی طبیعت بھی خراب ہو رہی تھی اسی لیے وہ اوپر آگیا تھا۔۔ اس لڑکے کی بخار کی حدت سے اب تک آنکھیں لال سرخ تھیں۔۔ کمرے کا دروازہ ناک کیے وہ تھوڑا پیچھے ہو کر کھڑا ہوا۔۔۔

آجائیں ! ! ! اندر سے درفشاں کی آواز آئی تھی۔۔ مجال تھی جو ان لڑکیوں میں سے کسی کو اتنی توفیق ہوئی ہو کہ خود اٹھ کے دروازہ کھول دیں ! ! اندر سے ہی آواز لگا دی تھی کہ آجائیں ! ! ! راحیل خان نے بے ساختہ ہی سوچتے آہستہ سے دروازہ کھولا۔۔ وہ محض اندر جھانک رہا تھا۔۔ یہ سب نکلتی تو وہ اندر جاتا۔۔۔ راحیل بھائی آج کے لیے اپنی بیوی ہمیں دے دیں ! ! کہاں سے ڈھونڈی ہے آپ نے اتنی کیوٹ سی بیوی ! ! اسے دروازے میں کھڑا دیکھ ماورا نے چہکتے ہوئے کہا۔۔۔ اس کی ہر کسی سے فری ہونے والی عادت گئی نہیں تھی ! ! آپ سب کے لیے نہیں اپنے لیے لایا ہوں میں اسے ! ! آپ لوگ پلیز اٹھیں اور میرے کمرے سے تشریف لے جائیں تاکہ میں کچھ دیر آرام کر سکوں ! ! ! راحیل خان نے ہلکا سا مسکراتے جواب دیا۔۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔۔۔۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی بیوی کسی کو بھی بہت آسانی سے پسند آ ہی سکتی ہے ! ! اس لڑکی کی شخصیت ہی کچھ ایسی تھی ! ! جبکہ اس نے ابھی تک ایک نظر بھی مدحا کو نہیں دیکھا تھا۔۔ وہ ابھی پہلے انہیں نکال دیتا کمرے سے ! ! ! مدحا خود بھی بیڈ پر بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! اس کا دل زوروں سے دھڑک رہا تھا۔۔ وہ اشنا اور راحیل کے بارے میں سوچ رہی تھی۔۔ ایسا نہیں تھا کہ اسے اشنا کی نیت پر شک تھا یا کچھ اور ! ! اشنا راحیل کی محبت کے متعلق جانتی تک نہیں یہ بات اسے پتہ تھی۔۔ اور

پھر جیسے ابھی اشنا کچھ دیر پہلے اپنے شوہر کی تعریفوں کے پل باندھ رہی تھی اسے بھی یقین تھا کہ وہ لڑکی اپنے شوہر سے بے حد محبت کرتی ہے ! ! اور تو اور اسے خود کو بھی اشنا بہت اچھی لگی تھی ! ! سب کچھ جانتے بوجھتے بھی بس پتہ نہیں اسے کچھ عجیب سا لگ رہا تھا۔۔۔دل خود بخود اس بات کو سوچ سوچ کر بجھے جا رہا تھا۔۔۔ ہمیں ابھی اور باتیں کرنی تھی بھائی ! ! زارا خان نے اُداسی سے کہا۔۔۔ راحیل نے آکر مزہ خراب کر دیا تھا۔۔۔ میرے بیٹے ان سب نے جانا ہے اور پھر آدھا گھنٹہ ہو گیا تم لوگوں کو ! ! اٹھ شاباش ! ! مجھے بھی آرام کرنا ہے ! ! راحیل خان نے شروع میں نرمی سے کہتے آخر میں سنجیدگی حکم دیا۔۔ کسی اور کو تو وہ کچھ کہہ نہیں سکتا تھا۔۔ کم از کم زارا کو تو بھیجتا۔۔۔یہ تو اس کی اپنی ہی بہن تھی ! ! ! راحیل بھائی کچھ دیر اور ایک جائیں پلیز ! ! ! اشنا شاہ نے منت زدہ سے لہجے میں کہا۔۔ وہ خود ابھی اور باتیں کرنا چاہتی تھی مدحا سے ! ! راحیل خان نے سنجیدگی سے اپنی طرف دیکھتی پا کر مدحا کو خود بھی دیکھا۔۔ دونوں ہی نظریں ملی ! ! ! وہ سنجیدگی سے اپنی بیوی کو دیکھ رہا تھا جو ہنسی دبانے کے چکروں میں اپنا ہونٹ کھانے کے درپر تھی ! ! احھے سے جانتا تھا وہ یہ ہنسی کس لیے ہے ! جبکہ اشنا کی طرف اس نے دیکھا بھی نہیں تھا۔۔ وہی اس لڑکے کی شروع سے عادت تھی وہ اشنا کو جلدی سے دیکھتا نہیں تھا۔۔۔ وہ سنجیدگی سے کھڑا ہاتھ اپنے پیچھے

کمر پر باندھے ہوئے تھا۔۔ ابھی بھی وہ شخص شلوار قمیض میں ہی ملبوس تھا۔۔۔ جبکہ مدحا خان کے حلتے تپتے دل پر اس بھائی لفظ نے جیسے ٹھنڈی پھوار سی برسا دی تھی ! ! وہ راحیل کی طرف دیکھ کر طنزیہ سا ہنسنا چاہتی تھی لیکن یہ ممکن نہیں ہوا۔۔ وہ ہنسی روکنے پر مجبور ہو گئی تھی۔۔۔ کیونکہ سب انہیں ہی دیکھ رہے تھے ! ! ! البتہ اسے سکون ضرور مل گیا تھا۔۔ راحیل بھائی ! ! ! اشنا اسے بھائی بولتی تھی ! ! اس کے دل میں یہ بات مسلسل چل رہی تھی اور اس کا بس نہیں تھا ہنس ہنس کے راحیل کا مذاق بنائے ! ! وہ جس کی محبت میں مرا جا رہا تھا وہی لڑکی اسے بھائی بولتی تھی ! ! ! شاہ کا میسج آیا ہے ! ! وہ کہہ رہے ہیں حلتے ہیں باقی سب کو بھی لیتی آنا سب نکل رہے ہیں ! ! ابھی کوئی کچھ بولتا کہ فائزہ شاہ نے حدائق کا میسج دیکھتے ان سب کو پڑھتے سنایا۔۔ ابھی ان سب کو بیٹھے آدھا گھنٹہ ہی ہوا تھا۔۔۔ جبکہ راحیل خان نے اس کی بات پر شکر کا سانس بحال کیا۔۔۔ جان چھٹتی اس کی ان چڑیلوں سے جو اس کی بیوی کے ساتھ چپک ہی گئی تھیں ! ! پھر ملتے ہیں ! ! اب تو شادی میں ہی ملاقات ہوگی ! ! فائزہ شاہ نے مسکرا کر کہتے باہر کی طرف اپنے قدم لیے ! ! اس کے پیچھے ہی باقی سب بھی اٹھتی مدحا سے ملتے باہر کو بڑھ چکی تھیں ! ! ! راحیل خان دروازے سے ٹیٹے ایک سائڈ پر ہو چکا تھا ! ! سب جا رہی تھیں اور اس کی نظریں مدحا پر تھیں ! ! ایک ایک کرتے سب ہی

کمرے سے نکلتے نیچے کی طرف بڑھی ! ! راحیل خان نے سب کو جاتے دیکھ بے ساختہ ہی شکر کا سانس بحال کیا۔۔ اس کا کمرہ جیسے اچانک ہی خالی خالی سا لگنے لگا تھا۔۔ البتہ اس کے سر میں شدید قسم کا درد تھا۔۔ آج وہ اپنا چیک اپ کروانے ڈاکٹر کے پاس بھی گیا تھا لیکن پھر محض سٹیچیز کو ٹھیک کروا کر ہی وہ پھر قبرستان چلا گیا تھا۔۔ کل جمعہ تھا اور وہ بہت پہلے سے ہی ہر جمعے کو لازمی قبرستان جاتا تھا۔۔ اب تو اپنے ہاتھوں سے ایک اور شخص کو قبر میں اتارا تھا اس نے ! ! بھولا نہیں تھا وہ اسے ! ! وہ لازمی اس کی قبر پر بھی فاتحہ پڑھ کر آتا تھا۔۔ یہ لوگ تو محض اب اس کے لیے دعائے مغفرت ہی کر سکتے تھے ! ! ! ایک گہری سانس بھرتے راحیل خان کمرے کے اندر داخل ہوا۔۔ وہ اپنے پیچھے سے دروازہ بند کر گیا تھا۔۔۔ مدحا بیڈ پر بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔۔ اسے تو سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی کیا کرے ! ! وہ بور ہو رہی تھی ! ! سارا دن سے ہی وہ ایسے بیٹھی ہی تھی بس ! ! نیند اسے رات میں اپنے وقت پر ہی آتی تھی۔۔ دن میں عادت نہیں تھی سونے کی ! ! ! راحیل خان نے آگے کی طرف بڑھتے بیڈ کی طرف قدم لیے ! ! وہ بلکل خاموش تھا۔۔۔ مدحا بیڈ کے کنارے پر بیٹھی تھی۔۔۔ کہ راحیل خان جو سائڈ ٹیبل پر اپنا سامان رکھ رہا تھا اس نے کچھ یاد آنے پر اس کی طرف دیکھا۔۔ کھانا کھایا ہے؟؟ راحیل خان نے اس سے استفسار کرتے بیڈ کی دوسری طرف اپنے قدم

بڑھائے ! ! وہ زارا کو کہہ کر گیا تھا کہ مدحا کے کمرے میں کھانا بھجوا دے تبھی پوچھ رہا تھا۔۔پتہ نہیں ! ! سنجیدگی سے جواب دیتے مدحا نے اس سے اپنی نظریں پھیری ! ! اسے بات ہی نہیں کرنی تھی اس انسان سے ! ! راحیل خان ایک نظر اسے دیکھتے نفی میں سر ہلاتے بیڈ پر چڑھا۔۔۔ ایک تو اس کی زندگی میں آنے والی لڑکیاں ہمیشہ ہی بہت نخرے والی رہی تھیں۔۔ اسے تو خیر یہی لگا تھا کہ مدحا نخرے دکھا رہی ہے ! ! ! بجائے یہاں سونے کے آپ صوفے پر بھی سو سکتے تھے؟؟ اسے خاموشی سے خود سے کچھ فاصلے پر لیٹتے دیکھ مدحا نے دانت پیستے اسے بتانا ضروری سمجھا۔۔ اب کیا اسے ایک ہی بیڈ پر راحیل کے ساتھ سونا تھا؟؟؟ تم کیا چاہتی ہو آخر؟ راحیل خان جو بخار سے ہلکان وجود لیے پڑا تھا کہ اس کی بات پر سنجیدگی سے پوچھا۔۔اسے سمجھ نہیں آرہی تھی مدحا آخر اس طرح کر کس وجہ سے رہی ہے ! ! اسے اُمید نہیں تھی یہ مدحا سے ! ! پتہ نہیں ! ! پھر سے وہی جواب ! ! لیکن یہ سچ تھا اس لڑکی کو خود نہیں پتہ تھا کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے ! ! اسے صرف راحیل چاہیئے تھا۔۔ لیکن راحیل تو اسی کا تھا۔۔ نہیں اسے راحیل کا دل چاہیئے تھا۔۔۔ اور وہی ہر جگہ بٹنا ہوا تھا۔۔ ایسا وہ سوچتی تھی۔۔ اور یہی سوچ اسے راحیل سے بدظن کر رہی تھی۔۔ اسے چڑچڑی ہوتے دیکھ راحیل خان نے چھت کی طرف دیکھتے ایک گہری سانس بھری۔۔ خاموشی سے اپنے تکیے کو سرکاتے اس کے

نزدیک کرتے وہ خود بھی سرک کر آگے کو ہوا۔۔ مدحا ابھی تک بیٹھی ہی تھی ! ! ! لیٹ جاؤ۔۔ راحیل خان نے اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیتے نرمی سے کہا۔۔ وہ اس سے کھل کر بات کرنا چاہتا تھا۔۔۔ مدحا ایک نظر اسے دیکھتے خاموشی سے سیدھے ہوتے لیٹی ! ! پتہ نہیں کیوں وہ اس کی بات ماننے پر مجبور ہو گئی تھی ! ! ایک تو اس شخص کی میسنی شکل ہی کافی تھی کہ کوئی بھی اس کی بات ماننے پر مجبور ہو جائے ! ! وہ تو پھر اس کی چاہنے والی تھی۔۔ وہ دونوں ایک بیڈ پر نہایت قریب لیٹے تھے ! ! مدحا کا ہاتھ ابھی تک راحیل کی گرفت میں تھا ! ! آپ کو ابھی تک بہت تیز بخار ہے ! ! اس کی طرف کروٹ لے کر اس کے چہرے کو دیکھتے مدحا نے جیسے اسے بتایا۔۔ وہ اس کے ہاتھ سے ہی محض آگ نکلتی محسوس کر رہی تھی ! ! کچھ نہیں ہے ! ! ہو جائے گا ٹھیک خود ہی ! ! نرمی سے کہتے راحیل خان نے اس کے ہاتھ میں اپنی انگلیاں الجھاتے دھیرے سے اس کی پشت پر اپنے لب رکھے ! ! یہ بلکل نا محسوس انداز میں تھا۔۔ جبکہ اس شخص کو ایک سو پانچ کا بخار ہلکا پھلکا لگ رہا تھا۔۔۔ مدحا جھجھکتے ہوئے تھوڑا خود میں سمٹی ! ! یہ جو بھی حرکت تھی اس کے دل کی دھڑکنیں بری طرح منتشر کر گئی تھی ! ! ! اشنا سے بدگمان مت ہونا مدحا۔۔ مجھے ایک اور مہرماہ نہیں دیکھنی ! ! ! تم عورتیں بہت حسد کرتی ہو ! ! اس کی اپنی زندگی ہے وہ خوش ہے جس میں ! ! اور میری اپنی زندگی ہے جو

صرف اب تمہارے اِرد گِرد گھومتی ہے ! ! میں امانت میں خیانت نہیں کرتا یاد رکھنا۔۔ مجھ پر اعتبار دکھانا پلیز ! ! اس کے ہاتھ کو تھامے اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ جیسے اسے تنبیہ کر رہا تھا۔۔ اسی طرح کا ایک معاملہ وہ پہلے دیکھ چکا تھا۔۔ اور آج مدحا کی آنکھوں میں موجود بے چینی دیکھتے وہ یہ کہنے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔ اسے پھر سے معاملات کا وہی انجام نہیں ہونے دینا تھا۔ پہلے ہی بہت نقصان کروا کر بیٹھے تھے وہ لوگ ! ! ! مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے حسد کرنے کی ! ! اتنے حسین نہیں ہیں آپ کہ آپ کے پیچھے مروں گی۔۔ اور ویسے بھی اشنا نے کیسے بولا تھا آپ کو " راحیل ب۔۔۔۔ شروع میں سنجیدگی سے کلس کر کہتے مدحا آخر میں اس کا مذاق بناتی کہ راحیل خان نے پہلے ہی اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔۔ نکاح ٹوٹ جائے گا یاد رکھنا۔۔ سنجیدگی سے اس پر باور کروایا گیا۔۔ کتنی کوئی حاضر دماغ لڑکی تھی یہ ! ! اسے پتہ تھا کہ یہ طعنہ ضرور ملے گا اُسے ! ! اور وہی ہوا تھا۔۔ پھر مقابل کہتی تھی کہ میں جل نہیں رہی ! ! ! اپنی طرف سے تھوڑی کہہ رہی ہوں ! ! اشنا کی طرف سے بول رہی تھی۔۔ اشنا کے بھائی راحیل ! ! ! اس کا ہاتھ ہٹا کر کہتے مدحا نے مسکراتے ہوئے کہتے معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپائی۔۔۔ اس کا تو بس نہیں تھا اب راحیل کو بلائے بھی ایسے ہی " اشنا کے بھائی بات سنیں"۔۔۔ کم از کم اس کے تو تڑپتے ہوئے دل کو تسکین ملتی رہتی ! ! بولتی رہو مجھے فرق ہی نہیں

پڑتا۔۔ تمہارے بولنے سے کونسا میں سچ میں بن جاؤں گا۔۔ راحیل خان نے مسکراتے ہوئے کندھے اچکائے!!! بڑا منہوس انسان تھا یہ!! مدحا خان کی اچانک ہی مسکراہٹ سمٹی!! کیا مطلب تھا آخر اس کی بات کا۔۔۔ اس شخص کی ایسی باتیں بی اسے زہر لگتی تھیں!! پھر تم کہتی ہو مجھ میں ایسا ہے کیا کہ تم جلو؟؟ اس کے چہرے کو نہایت سنجیدہ ہوتے دیکھ راحیل خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔ جو آگ وہ لگانا چاہ رہی تھی بڑی ہی چلاکی سے وہ خود لگا چکا تھا۔۔۔ مدحا خاموشی سے ایک گہری سانس بھرتے ابھی کروٹ بدلتی کہ راحیل خان نے گہرا مسکراتے اسے بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔۔ مرد ہو یا عورت جلن ایک بہت عام سی بات ہے وہ جانتا تھا۔۔ لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ مدحا بھی جلتی ہے!!! اسے اپنی طرف کیے وہ بازو پھیلاتے بہت نرمی سے اسے اپنے بازو پر لٹا چکا تھا۔۔ مدحا نہایت سنجیدہ چہرے کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ اس کا بس نہیں تھا اپنے دل کو اور راحیل کو اٹھا کر باہر پھینک دے!! دونوں نے ہی اسے ذلیل کیا ہوا تھا۔۔ دل تو تھا ہی حمایتی!! وہ تو مزاحمت بھی نہیں کرنے دیتا تھا۔۔۔ کیوں جلتی ہو؟؟ کہا نا میں امانت میں خیانت نہیں کروں گا وعدہ ہے میرا تم سے!! جب میں نے نکاح نامے پر دستخط کیے تھے اسی وقت میں اپنے ماضی کو دل سے نکال چکا تھا جس میں اشنا بھی شامل تھی!! مجھے اپنے رشتوں کے ساتھ

مخلص رہنا آتا ہے ! ! وہ الگ بات ہے کہ آج تک کوئی میرے ساتھ مخلص نہیں رہ پاتا۔۔۔ اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہتے وہ آخر میں اُداسی سے مسکرایا۔۔ حرکتیں ہے آپ کی مخلص رہنے والی؟ آئے بڑے ! ! طنزیہ سا انداز۔۔۔ وہ ابھی غصے میں تھی ! ! ہاں شاید ! ! لیکن اب تم ہو ! ! مجھے اندھا اعتماد ہے تم پر ! ! ! نرمی پیار کے ساتھ وہ بڑے مان سے یہ بات کہہ گیا تھا ! ! اسے واقعی میں اندھا یقین تھا مدحا پر ! ! ! ! اور اگر میں بھی مخلص نا نکلی تو؟؟ مکمل طور پر اس کی طرف مڑتے تجسس سے سوال کیا گیا۔۔۔ وہ بس دیکھنا چاہتی تھی ! ! تو بس یہ ہوگا کہ تم بیوہ ہو کر میری میت۔۔۔۔ راحیل خان مسکراتے ہوئے ابھی بولتا کہ اس مرتبہ مدحا نے دھڑکتے دل کے ساتھ تیزی سے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔۔ کتنا بے رحم شخص تھا یہ ! ! کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ اس میں مدحا کی جان بستی ہے ! ! ! وہ وقتی طور پر غصے میں ہوتی تھی لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسے راحیل خان عزیز نہیں ہے ! ! اس کی آنکھوں میں تیزی سے نمی سی اکٹھی ہونا شروع کیا۔۔ آخر کیا کیا برداشت کرتی وہ اس شخص کی خاطر ! ! ! یہ تو باز آنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔۔۔ راحیل خان نے اس کی آنکھوں کو بھیگتا دیکھ نرمی سے اپنے ہونٹوں پر موجود اس کے ہاتھ پر لب رکھے ! ! سوری ! ! لیکن پھر بھی لوگ کہتے ہیں کہ میرے اندر ایسا کچھ ہے نہیں؟؟ اور پھر خود ہی لوگ رونے بھی بیٹھ جاتے ہیں ! ! شروع میں

معذرت کرتے وہ آخر میں پھر سے موڈ میں آتے اسے تنگ کر رہا تھا۔۔ کنٹی انوکھی تھی اس لڑکی کی محبت ! ! اتنا تو راحیل کو اندازہ تھا کہ محبت میں بلکل فنا ہو جانے والی لڑکی ہے ! ! اس کے آنسوں بی اس کے دل میں ملتے عشق کی چیخ چیخ کر گواہی دے رہے تھے ! ! وہ شروع سے جانتا تھا۔۔یہ کوئی نئی بات نہیں تھی ! ! مدحا نے خاموشی سے آنسوؤں کا ایک گولا حلق میں اُتارتے اس سے اپنی نظریں پھیری ! ! اس کا دل تھا کہ رونے بیٹھ جائے ! ! مگر اس شخص کے سامنے ہر گز بھی نہیں ! ! سارے فساد کی جڑ بھی تو یہی شخص تھا۔۔ اچھا سوری ! ! ! راحیل خان نے ایک مرتبہ پھر معافی مانگتے نرمی سے اسے اپنی طرف کھنچتے اپنے سینے سے لگایا۔۔ وہ کروٹ لیے لیٹا اس کا چہرہ اپنے سینے میں چھپا چکا تھا۔۔۔یہ محض ایک تسلی تھی ! ! اگر آپ کو کچھ ہوا راحیل تو میرا جنازہ بھی ساتھ ہی اُٹھے گا یاد رکھیے گا۔۔ ساری رنجشیں سارے جھگڑے ایک طرف لیکن یہ مذاق میں برداشت نہیں کر سکتی ! ! سسکتے ہوئے اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑتے مدحا دھیمی سی آواز میں دل کی بات زبان پر لے ہی آئی تھی۔۔ بڑی ہمت کر کے اس نے یہ بات کہی تھی۔۔ وہ بھی صرف آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے ! ! وہ جذباتی ہو رہی تھی ! ! ! تمھیں میرے مرنے سے اتنا فرق پڑتا ہے ! ! راحیل خان نے چھت پر نظریں جمائے اس کی کمر کو تھپکتے پوچھا۔۔۔پتہ نہیں ! ! فوراً ہی الٹا جواب آیا تھا۔۔ وہ ابھی رو

رہی تھی ! ! راحیل خان نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔۔ مقابل کو ابھی تک پتہ نہیں چلا تھا لیکن اسے بہت اچھے سے پتہ چل گیا تھا۔۔ وہ اب بیٹھ کے سوچتا تھا کہ اس نے کونسی ایسی نیکی ہے جو مدحا اس کی زندگی میں آئی ! ! ! یہ سچ تھا کہ جتنی محبت یہ لڑکی اس سے کرتی ہے شاید ہی کوئی اور کرتا۔۔۔ اب آگے محبت کی قدر کرنا اس کا کام تھا ! ! راحیل خان اسے ہی لیٹے اپنی آنکھیں موند چکا تھا۔۔۔ اسے نیند آئی تھی۔۔ جبکہ مدحا اب تک رونے میں مصروف تھی۔۔ وہ اس وقت راحیل کے بازو پر لیٹی ایک طرح سے اس کی بانہوں میں تھی۔۔۔ اسے نیند کیسے آسکتی تھی بھلا؟؟ وہ روتے روتے اس کے سینے سے چہرہ باہر نکالے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی ! ! ! اسے یہی کام سب سے بہتر لگا تھا۔۔ اچھا تھا آنکھوں کی پیاس بجھ جاتی ! ! !

! ! ! مہندی سیشل

وقت کا کام ہے گزرنا اور وہ گزر کر ہی رہتا ہے اسے ہی جیسے ابھی معاذ آج کے دن رائنا خان اور زارا خان کی مہندی کا دن تھا۔۔ پورے خان ولا کو برقی قمقموں اور مختلف قسم

کی لائٹس اور پھولوں سے سجایا جا رہا تھا۔۔ آخر ان کے گھر میں آخری لڑکیوں کی شادی تھی۔۔ اب تو اگلے نسل سے ہی کسی لڑکی کی شادی آتی ! ! لڑکوں میں تو پھر اکثم رہتا تھا لیکن لڑکیوں میں سب سے چھوٹی بس وہی دونوں تھیں ! ! اس وقت شام کے پانچ بج رہے تھے ! سب لوگ ہی مہندی کی تیاریوں میں مگن تھے ! ! خان ولا اور شاہ ولا میں الگ الگ مہندی ہونی تھی ! ! معاذ اور زارا کا نکاح نہیں ہوا تھا اسی لیے سب اسی فیصلے پر متفق ہوئے تھے کہ مہندی الگ الگ ہی کی جائے ! ! معاذ اور زارا کا نکاح اور رائنا، عدیل کا نکاح بھی کل تھا۔۔۔ دوسری طرف شاہ ولا میں مہندی کی تیاریاں شروع تھیں۔۔ وہاں بھی شاہ ولا کو کسی دلہن کی طرح سجایا جا رہا تھا۔۔ حدائق شاہ بھی اپنی بیوی کے ساتھ شاہ ولا میں ہی آچکا تھا۔۔ وُہ کچھ دنوں کے لیے رہنے آیا تھا۔۔ صرف شادی کی خاطر ! ! ! ! خان ولا میں موجود تمام لوگ اس وقت اِدھر اُدھر گھومتے کاموں میں مصروف تھے ! ! کوئی تیاریاں کر رہا تھا تو کوئی گھر میں ہوتی سجاوٹ کو دیکھ رہا تھا۔۔ ان لوگوں نے صبح سے ایسے ہی وقت ضائع کر دیا تھا۔۔ اور اب بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔۔۔ سب ہی جلدی جلدی مچا رہے تھے ! ! یہ سردیوں کے دن تھے اس لیے چھ بجے ہی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔۔۔ زارا خان اور رائنا خان پارلر گئی ہوئی تھیں ! ! جبکہ ! ! ! باقی سب گھر میں ابھی تیار ہونا شروع ہوئے تھے

راحیل خان اس وقت شلوار قمیض میں ملبوس ایک نظر ساروں تیاریوں کو دیکھتے اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ وہ ابھی ہی عشاء کی نماز پڑھ کے آیا تھا۔۔ اس شخص کے اس دن کے بعد سے ہی پانچوں ٹائم کی نمازیں جا رہی تھیں۔۔ بلآخر وہ اب اس جگہ پر آکر رک گیا تھا جہاں اگر وہ پہلے آتا تو اتنی تکالیف نہیں سہتا۔۔ ویسے تو وہ ہمیشہ تھوڑی دیر میں پڑھتا تھا عشاء کی نماز لیکن آج چونکہ گھر میں مہندی کہ فنکشن تھا اور بہت سے کام بھی تھے اسی لیے وہ اذان ہوتے ہی ساتھ پڑھ بھی آیا تھا۔۔ گھر میں سب تیار ہو رہے تھے اور یہ شخص ابھی عام سی حلیے میں ہی پھر رہا تھا۔۔ اسے ٹینشن نہیں تھی ! ! اسے یقین تھا مدحا نے بنا کہے بھی اس کے کپڑے نکال دیے ہونگے ! ! اسے بس جا کر تیار ہونا تھا۔۔۔۔ سنجیدگی سے اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے راحیل خان کمرے میں اندر داخل ہوا۔۔۔ بس اب جلدی جلدی تیار ہو کر وہ بھی نیچے سب کے ساتھ کاموں پر لگتا۔۔ مدحا جو ابھی ہی اس شخص کے کپڑے پریس کر کے بیٹھی تھی کہ راحیل خان کو کمرے میں داخل ہوتے دیکھ اس نے شکر کا سانس بحال کیا۔۔ راحیل کے سارے کام وہ اپنے ہاتھوں سے ہی کرتی تھی ! ! یہ آج سے نہیں اس کی شروع دن سے روٹین تھی۔۔ بہت مرتبہ اسے راحیل نے منع کیا تھا کہ مت کیا کرے ابھی اسے اس گھر میں آئے ایک ہفتہ بھی مشکل سے ہوا ہے ! ! لیکن نہیں مجال تھی جو یہ لڑکی

اس کی سن لے ! ! وہ اس کا ہر چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا کام خود کرتی تھی۔۔ بھلے ہی اس سے بات نا کرے ! ! لیکن کاموں کے معاملے میں کوتاہی نہیں برتتی تھی یہ لڑکی ! ! ! کیا ہوا؟؟ کمرے کے اندر داخل ہوتے راحیل خان نے واپس سے دروازہ بند کرتے پوچھا۔۔ وہ اسی کی طرف دیکھ رہی تھی اسی لیے راحیل نے پوچھا تھا۔۔ اس نے بنا پیچھے مڑے سوال کیا تھا لیکن پیچھے مڑ کر دیکھنے پر اس کے مزید الفاظ حلق میں ہی گھٹ گئے تھے ! ! وہ ابھی مزید بولنا چاہتا تھا لیکن الفاظ نکل نہیں رہے تھے ! ! ! کوئی اتنا خوبصورت کیسے ہو سکتا تھا؟؟؟ وہ مبہوت ہوا اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ مدحا اس وقت بلکل تیار کھڑی اسی کا انتظار کر رہی تھی بس ! ! وہ اس وقت شوخ پنک کلر کے لہنگا چولی میں ملبوس ساتھ شوخ پنک ، پیلے اور اورینج کلر کے امتزاج کے دوپٹے کو سلیقے سے اپنے گلے میں لٹکائے ہوئے تھی۔ قمیض کے بارڈر پر گولڈن کلر سے خوبصورت سے گوٹے کی کڑھائی کا کام ہوا تھا۔۔۔ کانوں میں جھمکوں کے طور پر موتیے کے پھولوں کی جویلری استعمال کی گئی تھی۔ ہاتھوں میں بھر بھر کر چوڑیاں پہنے، چہرے پر لائٹ سا میک اپ کرتے، ہونٹوں پر پنک شیڈ کی ہی لپسٹک لگائی وہ آسمان سے اُتری کوئی حور معلوم ہو رہی تھی۔ اس کی گرے آنکھیں کاجل سے لبریز قاتلانہ معلوم ہوتی تھیں۔ کوئی بھی اس حسن کی دیوی کو دیکھ کر کچھ پل کے لیے بلکل مبہوت

ہو سکتا تھا۔۔ جیسے ابھی سامنے کھڑا اس کا شوہر ہی چکا تھا۔۔ اس شخص کی آنکھوں میں بے پناہ ستائش اور محبت بہت واضح تھی ! ! مدحا جو خود اسے کچھ بولنے لگی تھی کہ اسے اس طرح مسمرائیز ہوتے دیکھ اس نے بری طرح کنفیوز ہوتے اپنے لپسٹک سے لبریز ہونٹ کاٹنے شروع کیے ! ! مقابل جیسے دیکھ تھا تھا وہ کنفیوز ہو رہی تھی۔۔۔ اس سے نظریں چراتے مدحا نے ادھر اُدھر دیکھنا شروع کیا۔۔ مقابل کی نظروں کی تپش اسے پتہ نہیں کیوں گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی تھی ! ! ! راحیل خان جو اس کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہا تھا کہ اسے نظریں پھیرتے دیکھ اچانک ہی وہ اپنے سحر سے باہر نکلا۔۔۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا جو اب کنفیوز ہو رہی تھی ! ! ! راحیل خان نے نفی میں سر ہلاتے اس کی طرف اپنے قدم لیے ! ! ! اس کی بیوی محض اس کے دیکھنے پر بھی کنفیوز ہو رہی تھی۔۔ مدحا نے اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھ تھوک نگلا ! ! ! اس نے کچھ کہنا تھا راحیل کو لیکن وہ بھول گئی تھی کہ اس نے کیا کہنا ہے ! ! وہ دماغ میں سوچ رہی تھی لیکن شاید اب یہ ممکن نہیں تھا۔۔ وہ بھول گئی تھی۔۔۔ راحیل خان نے اسے کنفیوز ہوتے دیکھ مسکراتے ہوئے اس کی طرف اپنے قدم لیے

وہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا جو اب اس کی نظروں کی تپش سے نظریں چرانے لگی تھی۔۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ مدحا تیار ہو کر اتنی پیاری بھی لگ سکتی ہے ! ! خاموشی سے اس کی طرف جاتے راحیل خان نے اس کی گھومتی نظروں پر دھیرے سے پھونک ماری ! ! وہ محبت سے اسے دیکھ رہا تھا جو ایک لمحے کے لیے اس کے دل کی دھڑکن بلکل روک چکی تھی ! ! مدحا میں واقعی میں کوئی جادو تھا جو اسے اپنی طرف کھینچتا تھا۔۔۔ یہ چاند کہاں سے آگیا؟ مجھے تو اپنی بیوی کو دیکھنا تھا۔۔۔ معصومیت سے آنکھیں ٹپٹپاتے راحیل خان نے ہاتھوں کو کمر کے پیچھے باندھتے استفسار کیا۔۔ وہ اتنا سیریس ہو کر پوچھ رہا تھا جیسے کوئی بھی ایک لمحے کو کنفیوز ہو جائے ! ! ! مدحا نے بھی کچھ ایسے ہی نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔ اسے کچھ لمحے لگے تھے اس شخص کی بات کو سمجھنے میں ! ! راحیل خان نے اسے نا سمجھی سے خود کی طرف دیکھتا پا کر ایبرو اُچکائی ! ! وہ آنکھوں میں آنکھوں میں پھر سے پوچھ رہا تھا۔۔ مدحا جو اس کی بات کو دماغ میں دوہرا رہی تھی کہ اچانک ہی دماغ نے جیسے اس کی بات کو پک کیا۔۔ وہ سمجھ گئی تھی۔۔ اور سمجھ آنے پر خاموشی سے ہونٹ کاٹتے نظریں جھکائی۔۔ گال حیا کی لالی سے سرخ پڑنے لگے تھے ! ! اتنا انوکھا انداز تھا اس شخص کے تعریف کرنے کا ! ! جو بھی تھا اسے اچھا لگا تھا۔۔۔ لیکن ساتھ ہی دل اس لے پر دھڑک رہا تھا کہ ابھی باہر آجائے ! ! ! وہ کیا

ہی جواب دیتی آخر ! ! ! بتاؤ نہ میری بیوی کہاں ہے ؟؟ اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ راحیل خان نے تھوڑا مزید اس کے نزدیک ہوتے پھر سے مسکراتے ہوئے پوچھا۔۔ اس کے ہاتھ مدحا کے چہرے پر آئی ایک آوارہ لٹ کو پیچھے کرنے میں مصروف تھے ! ! ! تی۔۔تیار ہو جائیں ! ! نی۔۔نیچے سب انت۔۔انتظار کر رہے ہونگے ! ! ! نہایت تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ کہتے مدحا نے پھر سے تھوک نگلتے اپنا خشک حلق تر کیا۔۔ اس کے پیٹ میں تتلیاں سی اڑنے لگی تھیں۔۔۔ جبکہ وہ گھبرا رہی تھی۔۔ پہلے کبھی تو ایسا نہیں ہوا تھا پتہ نہیں آج ایسا کیا تھا۔۔۔ راحیل خان نے اسے بات پلٹتے دیکھ ہنستے ہوئے سر جھٹکا۔۔۔ اسے اچھا لگ رہا تھا یہ لمحہ ! ! ! بہت حسین لگ رہی ہو ! ! میں آج بھی وہی کہتا ہوں کہ تم میری کسی نیکی کا صلہ ہو ! ! دھیما سا مسکرا کر پیار سے کہتے راحیل خان نے اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھتے اس کے ماتھے پر اپنی محبت کی پہلی مگر ثبت کی ! ! ! وہ یہاں لب رکھتے کچھ دیر ٹھہر گیا تھا۔۔ مقابل کا دل اتنی شدت سے دھڑک رہا تھا کہ اسے بھی بہت احھے سے آواز آرہی تھی ! ! مدحا نسیم اپنے اوپر ضبط کرتے ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچے آنکھیں بند کیے اس کے لبوں کو بخوبی اپنے ماتھے پر محسوس کر رہی تھی۔۔ اس کے چہرے کی لالی گہری ہوتی جا رہی تھی۔۔۔۔ مقابل کے الفاظ دل و دماغ میں بری طرح گھومتے نقش ہو چکے تھے ! ! ریلکس ہو جاؤ ! ! اس کی حالت کو

دیکھتے راحیل خان نے تھوڑا پیچھے کو ہوتے کہا۔۔ وہ اسے ہاتھ سے جکڑے بہت نرمی سے اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔۔ وہ جیسے اس کی حالت اور اس کے پیچھے کی وجہ سمجھ رہا تھا۔۔ مدحا کے گلے میں گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہوئی ! ! ویو یہ شخص ہر بات سمجھ جاتا تھا۔۔۔ اس کی تو سمجھ سے باہر تھا کہ راحیل اس سے محبت بھی نہیں کرتا پھر بھی وہ اس کے دل کے حال سے واقف ہوتا تھا۔۔۔ ہاں تو راحیل نے کبھی اظہار تھوڑی نا کیا تھا جو اسے پتہ چلتا کہ راحیل کو اس محبت ہے یا نہیں ! ! ! ریلکس ہو جاؤ میری بچہ ! ! کانپنا بند کرو ! ! اسے ہلکا سا لرزتے دیکھ راحیل خان نے نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔ جیسی جگہ یہ لڑکی کچھ دن رہی تھی اس کے بعد جس طرح وہ ابھی تھوڑی دیر پہلے اس کے نزدیک آیا تھا ایسے میں یہ بہت عام سی بات تھی۔۔۔ جبکہ وہ غیر ارادی طور پر اسے میرا بچہ بول چکا تھا۔۔۔ تیا۔۔تیار ہو۔۔۔جائیں ! ! مدحا نے اس کے سینے میں منہ دیے پھر سے اس کا دھیان تیاری کی طرف کروانا چاہا۔۔ اسے بس جلدی سے اس کمرے سے نکلنا تھا۔۔۔ اسے پانی کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی تھی ! ! ! راحیل خان نے مسکراتے ہوئے اس کا چہرہ پھر سے اپنے مقابل کیا۔۔ وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا کہ یہ دور جانے کے بہانے ہیں بس ! ! ! ڈر رہی ہو مجھ سے؟؟ یا میرے ماضی سے؟؟ اس کی آنکھوں میں دیکھتے راحیل نے اُداسی سے سوال داغا۔۔ کم

ازکم اسے تو یہی لگا تھا۔۔۔ جبکہ وہ اپنے دائیں ہاتھ سے اس کے گال پر اپنا انگوٹھا نرمی سے رب کر رہا تھا۔۔ مدحا نے جلدی سے نفی کے سر ہلایا۔۔ یہ شخص بہت غلط سمجھ رہا تھا۔۔۔ وہ تو بس ایسے ہی کہہ رہی تھی۔۔۔ پھر کیوں اس طرح ہو گئی ہو اچانک؟؟ راحیل خان نے پھر سے سوال داغا۔۔۔ میں نے تو کچھ نہیں کیا۔۔۔ آپ خود سے کچھ نہ کچھ سوچتے جا رہے ہیں ! ! ! میں نیچے جا رہی ہوں آجائیے گا آپ بھی ! ! خود کو نارمل کرتے مدحا نے سنجیدگی سے کہا۔۔ وہ اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھے نرمی سے ہٹاتے اسے پیچھے کر چکی تھی ! ! اس کے پاس سے گزرتے وہ ابھی آگے کی طرف بڑھتی کہ راحیل خان نے نجانے کیا سوچتے اسے بازو سے پکڑتے پھر سے اپنی طرف کھینچا۔۔۔ وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے اسے اپنے بازو پر تھوڑا نیچے کو گراتے اس کے ہونٹوں پر جھک چکا تھا۔۔۔ یہ بہت اچانک حملہ تھا کہ مدحا محض ہڑبڑا کر رہ گئی تھی۔۔ وہ اچانک ہی کھنچتے ہوئے اس کی گرفت میں اسی کے سہارے کھڑی بری طرح گڑبڑاتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔ دل دھڑک دھڑک کر باہر آنے کو تھا۔۔ جبکہ چہرہ اچانک ہی جیسے خون چھلکانے لگا تھا۔۔۔ وہ حیرت سے کانپتے ہوئے راحیل کو دیکھ رہی تھی۔۔۔ راحیل خان اس کے لبوں سے لپٹا انہیں نرمی سے اپنے ہونٹوں میں دبائے کچھ سیکنڈز کے لیے جیسے تمام پابندیاں تمام باتیں بھول چکا تھا۔۔۔ وہ بہت نرمی سے اس کے

لبوں کی نمی چننے میں مصروف تھا۔۔۔ مدحا کے ہونٹوں پر لگی لپسٹک ان دونوں کے لبوں کے اِرد گرد پھیل چکی تھی۔۔ راحیل خان کے دل سے گواہی آئی تھی کہ حلال بہتر ہے ! ! حرام میں کچھ رکھا ہی نہیں تھا۔۔ جو لذت، سرور، اور سکون حلال میں ہے وہ حرام میں ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔ اسے بس حرام سے کچھ لمحوں کا وقتی سکون ملتا تھا اور بس پھر سے وہی بے سکونی ! ! لیکن اب لگتا تھا جیسے واقع میں دل سکون میں ہو ! ! اب روح بوجھل نہیں لگتی تھی۔۔۔ اب جینے کا دل کرتا تھا۔۔۔ اور اسے لگتا تھا جیسے یہ سب صرف مدحا کی وجہ سے ممکن ہوا ہو ! ! جو بھی تھا یہ محبت کے ساتھ ساتھ اس عورت کا دل سے شکر گزار بھی تھا۔۔۔ خدا نے مدحا کو شاید اس کی اصلاح کا وسیلہ بنا کر بھیجا تھا اس کے پاس ! ! ! مدحا کانوں کی لو تک سرخ پڑی اسے بازو سے پکڑے کچھ دور کرنا چاہتی تھی۔۔ اس کی سانسیں بری طرح گھٹ رہی تھیں۔۔ کچھ گھبراہٹ اور کچھ اس شخص کی بے باکی سے وہ جیسے زمین میں دھنسنے والی ہو رہی تھی۔۔ اس کی سانسیں بلکل بند ہونے کو تھیں۔۔ جبکہ اسے بلکل اُمید نہیں تھی راحیل سے ایسی کسی حرکت کی ! ! ! راحیل خان مکمل سب کچھ بھلائے اس کی ذات میں گم اس کے لبوں کو کھانے کے درپر تھا۔۔۔ وہ کبھی اس کے ہونٹوں کو دانتوں سے کاٹتا تو کبھی نرمی سے ان پر اپنی زبان اور ہونٹوں کا لمس چھوڑتا۔۔۔ وہ بری طرح اس لڑکی کی سانسیں چرا

رہا تھا۔۔۔ سانسوں کا یہ کھیل کچھ دیر تک جاری رہا تھا کہ اپنی ہمت ختم ہوتے دیکھ مدحا کی آنکھوں سے آنسوں لڑھکتے اس کے گالوں پر گرے ! ! ! وہ رونے لگی تھی کیونکہ وہ سہی سے اس شخص کی پیچھے بھی نہیں ہٹا پا رہی تھی۔۔ اسے لگ رہا تھا اب سانس نا ملی تو وہ واقعی میں مرجائے گی ! ! راحیل خان جو مکمل طور پر اس کی ذات میں مدہوش کھویا ہوا تھا کہ اسے روتے دیکھ اس نے جھٹ سے اپنی آنکھیں کھولی۔۔ وہ اس لڑکی کیا آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جس کا چہرہ لال سرخ جبکہ آنکھیں آنسوں برسا رہی تھی۔۔۔

اچانک ہی جیسے ہوش میں آتے راحیل نے فوراً سے اسے چھوڑا۔۔ وہ اسے کمر سے جکڑے سیدھا کرتے خود بھی سیدھا کھڑا ہو چکا تھا۔۔ سچ تو یہ تھا اس نے بھی کچھ ایسا سوچا نہیں تھا۔۔ یہ اس سے بے ساختہ ہوا تھا۔۔ پتہ نہیں اس کا قصور تھا یا مقابل میں کشش ہی کچھ ایسی تھی کہ انسان سب کچھ بھلائے اپنے حواس ہی گنوا دے ! ! ! مدحا نے تیز تیز سانس لیتے روتے ہوئے اس کے سینے میں منہ چھپایا۔۔ وہ تی جیسے اس سے نظریں بھی نہیں ملا پا رہی تھی ! ! ! اس کے سینے میں منہ دیے وہ گہرے گہرے سانس بھرتے اپنی سانسیں نارمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی ! ! ! راحیل خان نے نرمی سے اس کے گرد ہاتھ باندھتے اس کی پیٹھ کو تھپکا۔۔۔ وہ بار بار اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے جیسے اس کا بچا کچا لمس خود میں جذب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔ اس کا دل نہیں تھا

چھوڑنے کو لیکن خیر ! ! ! ! سوری ! ! اپنی قمیض کو مقابل کے آنسوؤں سے بھیگتی دیکھ راحیل خان نے دھیرے سے اس سے معافی مانگنے میں ہی بھلائی جانی۔۔ سچ میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔۔ وہ بس پتہ نہیں کیسے بہک گیا تھا۔۔۔ اسے خود کو بھی نہیں پتہ تھا۔۔۔ جواب ندارد ! ! ! وہ خاموشی سے اس کے سینے میں منہ دیے ہوئے تھی۔۔۔ راحیل خان نے ایک گہری سانس بھرتے اسے اپنے سینے سے ہٹانا چاہا۔۔ وہ اس کا چہرہ دیکھنا چاہتا تھا۔۔ لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکا۔۔ کیونکہ مدحا اس کی قمیض کو جکڑے واپس سے اس کے سینے میں منہ گھسا چکی تھی۔۔ وہ نظریں ہی نہیں ملا پا رہی تھی اس سے ! ! میری بات تو سن لو ! راحیل خان نے دھیرے سے کہا۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ لڑکی آخر اتنا عجیب برتاؤ کیوں کرتی ہے ! ! ! شاید وہ خود کنفیوز تھی ! ! ایک طرف اس لڑکی کا دل تھا تو دوسری طرف اس شخص کا ماضی ! ! اتنا تو طے تھا کہ وہ راحیل کے ماضی کو ساری زندگی نہیں بھول سکتی تھی ! ! اوکے فائن اب دیر نہیں ہو رہی تمھیں؟؟ اسے مسلسل پیچھے نہ ہٹتے دیکھ راحیل خان نے اس کے بالوں پر لب رکھتے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔ مدحا ایک گہری سانس بھرتے دھیرے سے اس سے پیچھے ہوئی ! ! مجال تھی جو وہ لڑکی کچھ بولنے کا نام لے۔۔ وہ بس خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے باہر کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔ اس کی زبان تالو سے چپکی ہوئی تھی ! ! ! مدحا ابھی

آگے بڑھتی کہ راحیل خان نے پھر سے اس کے ہاتھ کو تھاما۔۔ اس کا بس نہیں تھا مقابل کی عقل کو اکیس توپوں کی سلامی پیش کرے ! ! لپسٹک ٹھیک کر کے جاؤ پاگل لڑکی ! ! کیوں ناک کٹوا رہی ہو میری ؟؟ نفی میں سر ہلا کر کہتے راحیل نے اس کی توجہ سامنے ڈریسنگ مرر کی طرف کروائی ! ! سب کچھ آپ کی وجہ سے ہو رہا ہے ! ! ! وہ بنا آئینے میں دیکھنے کی کوشش کیے پھر سے رونے لگی تھی ! ! پتہ نہیں یہ کس بات کا رونا تھا۔۔ راحیل خان نے ہونٹ کاٹتے بے بسی سے اسے دیکھا۔۔ ایک تو یہ لڑکی اپنے دل کی کوئی بات اسے بتاتی نہیں تھی۔۔۔ وہ اسے سمجھ نہیں پا رہا تھا۔۔۔ سوری مدحا۔۔ میں پتہ نہیں کیسے ! ! آئندہ نہیں ہوگا پکا۔۔ نرمی سے جیسے اسے تسلی دینی چاہی ! ! اسے جس حد تک سمجھ آ رہی تھی وہ معافی تو مانگ ہی رہا تھا۔۔ جبکہ اپنی حرکت پر سو مرتبہ خود کو کوس بھی چکا تھا۔۔۔ بات سوری کی نہیں ہے ! ! مجھے افسوس ہے کہ ہماری زندگی میں آپ کا ہر لمس میرے لیے پہلا ہوگا اور آپ کے لیے آخری ! ! ! پہلی مرتبہ تو نہیں کیا ہوگا نا آپ نے یہ ؟؟ روتے ہوئے بھیگی سی آواز میں کہتے مدحا نے اپنے قدم ڈریسنگ مرر کی جانب لیے ! ! وہ اپنی لپسٹک صاف کرتے بس کسی طرح اس شخص کی نظروں سے اور اس کمرے سے نکلنا چاہتی تھی ! ! اس کے دل میں جو بات تھی وہ صاف صاف کہتی اگلے کو سن کر چکی تھی ! ! ! راحیل خان کو اندازہ تھا کہ کچھ ایسا ہی ہوتا ہے ماضی میں

لیے گئے زنا کے بدلے ! ! لیکن پھر بھی اس کے دل میں ایک چبھن سی اٹھی تھی ! ! آج یہ طعنہ دل میں تیر پیوست کر دیتا تھا۔۔ واقعی میں اس کے لیے پہلی کس نہیں تھی لیکن پھر بھی آج پہلی مرتبہ شاید اس کے لمس میں کسی کے لیے احترام کے علاوہ محبت بھی شامل تھی۔۔ مقابل سمجھ ہی نہیں سکی تھی ! ! ! لیکن خیر جو گناہ ماضی میں کیے تھے اب بھگت بھی رہا تھا وہ ! ! ! مدحا کی ایک بات نے ہی محض اسے اتنی تکلیف میں مبتلا کر دیا تھا کہ وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ پتہ نہیں اسے معافی ملی بھی ہوگی یا نہیں ! ! ! وہ تو معافی کے قابل ہی نہیں تھا۔۔۔ مدحا اپنے آنسوں صاف کرتے سنجیدگی سے میک اپ کو پھر سے سیٹ کرتے تیز تیز قدموں سے باہر کی طرف بڑھی ! ! اسے مزید ایک منٹ نہیں رہنا تھا یہاں پر ! ! بنا راحیل خان پر دوبارہ کوئی نظر ڈالے وہ کمرے سے باہر نکل چکی تھی ! ! جبکہ پیچھے راحیل خان اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے سنجیدگی سے آگے کی طرف بڑھا۔۔ وہ سہی سوچتا تھا۔۔ مدحا اس سے محبت تو کرتی تھی لیکن اس کے ماضی کی وجہ سے وہ اس پر اعتبار نہیں کر سکتی تھی ! ! اعتبار کے علاوہ بھی کوئی بھی اور عورت ہوتی تو یہ اس کے لیے بہت بڑی بات تھی ! ! خاموشی سے آگے بڑھتے فریش ہونے کی غرض سے واشروم کی طرف جاتے وہ ایک مرتبہ پھر غم کی تصویر لگ رہا

تھا۔۔۔ ماضی کے گناہ پیچھا چھوڑنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے ! ! وہ بھی کیا کرتا آخر ! ! !

اس وقت رات کے نو بج رہے تھے ! ! خان ولا میں رونق کا سماں تھا۔۔ پورا لان مہمانوں سے کچا کچ بھرا پڑا تھا۔۔ کئی مربوں پر پھیلا یہ وسیع و عریض لان اس وقت کسی شادی ہال کا منظر پیش کر رہا تھا۔۔۔ اِرد گرد ٹیبلز لگی ہوئی تھیں جبکہ ایک طرف اسٹیج بنا تھا۔۔۔ مختلف قسم کی لائٹس اور پھولوں سے پورا لان جیسے ایک الگ ہی منظر پیش کر رہا تھا۔۔ بلا شبہ یہ ایک بہت خوبصورت منظر تھا۔۔ آج رائنا خان اور زارا خان کی مہندی تھی ! ! شاہ ولا سے کوئی بھی نہیں آیا تھا کیونکہ مہندی الگ الگ کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔۔ اسی لیے جو جہاں تھا وہ وہیں سے رسمیں نبھا رہا تھا۔۔ نا وہاں سے یہاں کی کوئی بیٹی آئی تھی اور نہ ہی یہاں سے کوئی گئی تھی ! ! سب اپنے اپنے سسرال کی رسمیں نبھا رہی تھیں۔۔ اور یہ ان سب کا خود کا ہی کیا گیا فیصلہ تھا ! ! بارات میں ملنا تو تھا ہی ! ! تو بہتر تھا مہندی وہ لوگ اپنے اپنے سسرال کی طرف سے ہی کرتی ! ! رائنا اور زارا خان

پارلر سے واپس آچکی تھیں ! ! ! وہ دونوں اس وقت نیچے موجود ایک کمرے میں بیٹھی تھیں ! ! مدحا اور ماورا انہی دونوں کے پاس تھیں ! ! جبکہ درفشاں باہر مہمانوں کو آبان کے ساتھ ریسیو کر رہی تھی ! ! بڑے سب خود مختلف کاموں میں مصروف تھے ! !

رائنا خان اس وقت گرین کلر کے ہیوی لہنگا چولی میں ملبوس تھی۔ جس کے اوپر سنہرے موتیوں سے خوبصورت سا تلے کا کام کیا گیا تھا۔ کانوں میں ہیوی جھمکے پہنے، ماتھا پٹی اور گلے میں گلوبند لٹکائے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اس نے اپنے لمبے اور گھنے بالوں کو پیچھے کی طرف کرتے چٹیاں کی صورت میں باندھا ہوا تھا۔ جس پر ایک قطار میں ہیئر بیٹس لگے ہوئے تھے ! ! دوپٹے کو آدھے سر پر بڑے سلیقے سے سیٹ کیا گیا تھا۔۔۔ مہندی سے لبریز ہاتھوں میں بھر بھر کر چوڑیاں پہنی گئی تھیں ! ! وہ ایک چھوٹی سی دلہن معلوم ہو رہی تھی۔۔ چہرے پر آج کے لیے ہلکا پھلکا سا میک اپ تھا جو کہ اس نے خود ہی کروایا تھا۔۔ آگے بارات میں ایک ہی مرتبہ ہیوی میک اپ کرواتی ! ! ! جبکہ اس کے برعکس زارا خان پیلو کلر کے ہیوی لہنگے میں ملبوس ساتھ اسی کلر کی کرتی میں ملبوس تھی جس پر سفید کڑھائی کی گئی تھی ! ! ! گلے میں ہیوی گولڈ کا گلوبند لٹکائے، کانوں میں میچنگ کے ہی جھمکے، بالوں کی مانگ سے نکلتی ایک بندیا، جبکہ ہاتھوں میں چوڑیاں پہنے وہ آسمان سے اُتری کوئی حور معلوم ہو رہی تھی۔۔ اس نے صرف

ایک ہی ہاتھ میں مہندی لگوائی تھی کیونکہ اسے زیادہ مہندی لگوانے کا شوق نہیں تھا۔۔ اس نے اپنے بال بھی کھلے چھوڑے تھے جنہیں آگے سے کرل کیا گیا تھا۔۔ آنکھوں پر ہلکی سی شیڈ لگائے پلکوں پر مسکارے کے بھر بھر کر کوٹ لگائے انہیں مزید گھنا کیا گیا تھا۔۔ اس کی بھوری آنکھیں قاتلانہ لگ رہی تھی ! ! ہونٹوں پر پنک کلر کی لپسٹک لگائے انہیں مزید اٹریکٹو بنایا گیا تھا۔۔ کی تو ان دونوں نے اپنے اپنے بندوں کے ساتھ میچنگ تھی مگر افسوس یہ لوگ ساتھ نہیں ہو پائے تھے ! ! رائنا کو تو پارلر میں ہی عدیل نے ویڈیو کال پر دیکھ لیا تھا جبکہ معاذ شاہ کی طرف سے مکمل خاموشی تھی ! ! اس نے کوئی کال کوئی میسج کیا ہی نہیں تھا زارا کو ! ! ! زارا خان خود بھی یہی سوچ رہی تھی۔۔ ویسے تو وہ اتاولا ہوا رہتا تھا اور آج جب اُن کی مہندی کا دن آ ہی گیا تھا تو اس شخص نے دیکھنے کے لیے تصویر مانگنا بھی ضروری نہیں سمجھا۔۔۔ جو بھی تھا اسے برا لگا تھا۔۔ آئے دن وہ شخص دن رات اس کا دماغ کھاتا تھا اور آج اتنے خاص دن میں پوچھنا تک بھی گوارہ نہیں کیا۔۔ خیر کسی کو کیا ہی کہا جا سکتا تھا۔۔ ماورا خان اس وقت سیگرین کلر کی ہیوی میکسی میں ملبوس خود بھی بہت خوبصورت دکھ رہی تھی ! ! اس کی لمبی ہائٹ پر میکسی بہت سوٹ کرتی تھی ! ! لمبے گھنے بال کمر پر کھلے چھوڑے گئے تھے ! ! وہ اپنے ہاتھ میں ایک کیمرہ پکڑے ہوئے تھی جس سے وہ کب سے زارا اور رائنا کو کیپچر کر رہی

تھی۔۔ اسے فوٹو گرافی بہت اچھے سے آتی تھی۔۔۔ لندن میں شوق کے طور پر سیکھی تھی اس نے ! ! اور اسے آج یاد آیا تھا کہ کوئی کیمرا اٹھا کے اپنی اور اپنی نندوں کی تصاویر ہی بنا لے ! ! ! وسے بھی ابھی فوٹو گرافر آئی ہی نہیں تھی۔۔ تب تک وہ یہ ڈیوٹی سر انجام دے رہی تھی ! ! وہ چاروں ابھی باتوں اور تصاویر میں ہی مگن تھیں کہ عظمیٰ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں ! ! وہ ان دونوں کو لینے آئی تھیں ! ! باہر سارے مہمان آ چکے تھے۔۔ ساتھ انہیں مدحا کو بھی لے کر جانا تھا۔۔ دا جان نے کہا تھا کہ آج ہی مدحا کو سارے خاندان میں انٹریڈیوس کروا دیں اور ساتھ یہ کہا جائے کہ کچھ دنوں پہلے ہی انہوں نے آپس میں ہی سادگی سے راحیل اور اس کا نکاح کروایا تھا۔۔۔ بدنامی اور دوسروں کی ایک مرتبہ پھر سے باتیں سننے سے بہتر تھا کہ وہ لوگ خود ہی سب کو مدحا کے مطلق بتا دیتے ! ! ! ماشاء اللہ ! ! اندر داخل ہوتے بے ساختہ ہی عظمیٰ بیگم کے منہ سے نکلا۔۔ وہ چاروں ہی کھڑی ایک سے بڑھ کر ایک لگ رہی تھیں۔۔ جبکہ دلہنوں کے چہروں پر تو رونق ہی دیکھنے لائق تھی۔۔ وہ چاروں بھی ان کی آواز پر ان کی طرف متوجہ ہوئیں ! ! ! بہت پیاری لگ رہی ہو تم سب ! ! عظمیٰ بیگم نے مسکرا کر کہتے آگے رائنا خان کی طرف اپنے قدم لیے ! ! کتنی تکالیف سہی تھیں ان کی بیٹی نے صرف اپنی محبت کی خاطر ! ! وہ آنکھوں میں نمی لیے اس کی طرف بڑھ رہی تھیں ! ! اس کی طرف

جاتے انہوں نے نرمی سے رائنا کو اپنے سینے سے لگایا۔۔ بہت پیاری لگ رہی ہے میری بیٹی ! ! ! اس کے بالوں پر لب رکھے وہ محبت سے اس کی تعریف کر رہی تھیں ! ! جبکہ ماورا اور مدحا مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھی ! ! لیکن زارا خان مسکرا بھی نہیں سکی ! ! اگر آج اس کی ماں زندہ ہوتی تو وہ بھی کچھ ایسے ہی اسے اپنے ہاتھوں سے رخصت کرتی ! ! لیکن خیر جو قسمت کو منظور ! ! اسے رونا آرہا تھا کیونکہ اسے ہمیشہ اس طرح کے لمحات دیکھ کے اپنی ماں کی یاد آتی تھی ! ! ! عظمیٰ بیگم رائنا کو پیار اور ان دونوں کو ہی ڈھیر سری دعائیں دے رہی تھیں۔۔ حالانکہ ان کی دعاؤں میں کہیں پر بھی رائنا اکیلی نہیں تھی زارا بھی ساتھ ہی شامل تھی۔۔ لیکن پھر بھی ایک کمی تھی جو زارا خان کی بہت زیادہ محسوس ہوتی تھی ! ! اپنی ماں اپنی ہی ہوتی ہے ! ! ! مدحا جو کھڑی خود ان دونوں کو دیکھ رہی تھی کہ اس کی اچانک ہی نظر زارا خان پر گئی جس کی شکل سے ہی صاف پتہ چل رہا تھا کہ وہ آنسوں روکنے کی کوشش کر رہی ہے ! ! اسے نجانے کیسے سمجھ میں آگئی تھی کہ زارا یقیناً اپنی ماں کو یاد کر رہی ہوگی ! ! وہ سمجھتی تھی اس دکھ کو۔۔ اس کی خود کی ماں نہیں تھی اس لیے ! ! خیر اب تو باپ کی بھی ڈیتھ ہو چکی تھی ! ! ایک گہری سانس بھرتے اس نے زارا کی طرف اپنے قدم لیے ! ! ! اس کے پاس جاتے مدحا بہت نرمی سے اس کے بازو کے گرد اپنے ہاتھ باندھ چکی تھی ! ! !

اتنے دنوں میں تقریباً اس کی سب ہی لڑکیوں سے اچھی خاصی بن چکی تھی ! ! شاہ ولا سے بھی سب گھر کے نمبر پر کال کر کے اکثر ہی اس سے بات کرتی رہتی تھیں ! ! ہئے تم بہت پیاری لگ رہی ہو ! ! یو نو واٹ اگر ایک بی آنسوں باہر نکلا تو تمہارا میک اپ خراب ہو جائے گا ! ! واٹر پروف نہیں کروایا نا ہم نے اس لیے ! ! مدحا نے اس کے گرد حصار بنائے افسردہ سے انداز میں اسے چھیڑا۔۔ وہ اور راحیل ہی پارلر سے ان دونوں کو لینے گئے تھے ! ! زارا خان جو واقعی میں اب رونے بیٹھ جاتی کہ اس کی بات پر اس نے اُنگلی کے پور سے اپنا آنسوں چنا۔۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ واٹر پروف میک اپ نہیں ہے ! ! اگر یہ خراب ہو جاتا تو دوبارہ ٹھیک کرنے میں بھی دس گھنٹے لگ جاتے ! اسے ہی کنٹرول کرنا تھا۔۔ گڈ گرل ! ! ویسے کیا تمہارے سیاں جی نے دیکھ لیا تمھیں؟؟ مس زارا معاذ شاہ؟؟ اس کا دھیان بٹانے کی خاطر وہ شرارت سے اسے مزید چھیڑ رہی تھی ! ! جب وہ آئی تھی یہاں تب تو زارا نے بھی راحیل کی بات کو پکڑ کر اسے بہت چھیڑا تھا۔۔ کہیں پر بھی مدحا کا نام آتا اور وہ جان بوجھ کر آگے راحیل خان خود بول دیتی تھی ! ! زارا خان جو اپنے ہی دماغ میں اپنی ماں کو یاد کرتے رونے پر کنٹرول کر رہی تھی کہ اس کی بات پر اس نے منہ بسورا۔۔ مقابل اسی کے طریقے سے اسے ہی تنگ کر رہی تھی ! ! ابھی تو نکاح بھی نہیں ہوا تھا اور اس نے پہلے ہی نام ساتھ جوڑ دیا

تھا۔۔۔ مانگی تھی انہوں نے پکس لیکن پھر میں نے منع کر دیا۔۔ اب اچھا تھوڑی نا لگتا ہے ! ! مدحا کی طرف دیکھتے دھیمے سے جواب دیا گیا۔۔ وہ صاف جھوٹ بول گئی تھی۔۔۔ اب وہ انہیں یہ تو بتانے سے رہی کہ اس کا ہونے والا شوہر حد سے زیادہ بدتمیز ہے ! ! ارے پاگل بھیج دینی تھی۔۔ اچھا تھا کل تک تڑپتا رہتا۔۔ اتنا اچھا موقع گنوا دیا تم نے اسے تنگ کرنے کا۔۔ مدحا خان اس کا دھیان بٹانے کی خاطر جو منہ میں آیا وہی مشورہ دینے لگی تھی۔۔۔ اسے بس زارا کا دھیان بٹانا تھا۔۔ بتاؤں گی آپ کے شوہر کو کیسے کیسے مشورے دے رہی ہیں مجھے ! ! ! زارا خان نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے اسے دھمکی لگائی۔۔۔ اس کا واقعی دھیان مکمل مدحا کی طرف ہو چکا تھا۔۔۔ ڈرتی تھوڑی ہوں میں ! ! بتا دینا۔۔ دو بدو ہی جواب آیا۔۔ البتہ وہ دل میں سوچ رہی تھی کہیں واقعی نہ بتا دے ! ! یہ بھی بتاؤں گی ! ! پھر اچھے سے ڈرائے گیں وہ آپ کو ! ! زارا خان نے ہنستے ہوئے کہا۔۔ وہ اس کے فیس ایکسپریشنز سے بخوبی سمجھ رہی تھی کہ مقابل کیا سوچ رہی ہے ! ! تم نند بننے کے لائق ہی نہیں ہو ! ! شرم نہیں آتی بھابی کی باتیں بھائی کو بتاؤ گی ! ! اصولاً تو تمہیں میرا ساتھ دینا چاہئیے ! ! مدحا نے کہتے روٹھے سے انداز میں اس کے گرد سے بازو ہٹائے ! ! اور زارا خان کی ہنسی کی چھنکار بے ساختہ تھی ! ! کہاں وہ اسے تنگ کرنے آئی تھی اور اب خود ہی تنگ ہو چکی

تھی۔۔۔ ابھی وہ مزید اسے کچھ کہتی کہ عظمیٰ بیگم کی آواز پر وہ دونوں ہی ان کی طرف متوجہ ہوئیں ! ! ! چلو بیٹے بہت دیر ہو گئی ہے پہلے بھی ! ! ! تم دونوں لے کے آؤ انہیں اور نے باہر دیکھتی ہوں ! ! عظمیٰ بیگم انہیں حکم دیتی جا چکی تھیں۔۔ انہیں باہر ابھی بہت کام تھے ! ! چلو جی ! ! ہماری تو مہندی ہوئی نہیں تمہاری ہی انجوائے کر لیتے ہیں ! ! ماورا خان نے ایک گہری سانس بھر کر کہتے رائنا کی طرف اپنے قدم لیے ! ! اس کے محض مذاق میں کی تھی یہ بات ! ! وہ دونوں ان کی طرف بڑھتے انہیں لیے باہر کی ! ! طرف بڑھ چکی تھیں ! ! کچھ ہی دیر میں مہندی سٹارٹ ہونے والی تھی

مدحا اور ماورا کے سنگ چل کر آتی ان دو دلہنوں کو سب ہی مبہوت ہوئے دیکھ رہے تھے ! ! وہ چل کر آتی لگ ہی اتنی پیاری رہی تھیں۔۔ جبکہ مدحا کے لیے سب کے چہروں پر نا سمجھی تھی ! ! لیکن پھر یہ سوچ کر کہ رائنا یا زارا کی کوئی دوست ہوگی وہ سب ہی سر جھٹک دیتے تھے ! ! ماورا اور مدحا ان دونوں کو لیتے اسٹیج کی طرف بڑھیں ! ! باہر ڈھول بج رہے تھے ! ! جبکہ اندر مدھم سی آواز میں گانے بھی چل رہے تھے ! ! کچھ خاندان کے لڑکے اور بچے آپس میں مل کر پٹاخے اور انار جلا رہے تھے ! ! ! رائنا اور زارا خان کو لے جاتے اسٹیج پر بٹھایا گیا۔۔۔ درفشاں بھی ان دونوں کے پاس ہی آ چکی

تھی ! ! ! بڑی پیاری لگ رہی ہو دونوں نظر نہ لگے ماشاء اللہ ! ! مسکراتے ہوئے کہتے در فشاں نے باقاعدہ ہاتھ سے ان دونوں کی نظر اتاری ! ! وہ کاموں میں اتنا مصروف تھی کہ ابھی ہی ان دونوں کو دیکھا تھا۔۔ اسٹیج کو گیندے کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔۔ جبکہ آگے ایک ٹیبل رکھی تھی جس پر در فشاں سارا مہندی کا سامان سجا رہی تھی ! ! گھر کے لڑکے بالاج، آبان، اکثم اور راحیل خان یہ چاروں ہی ان سب کو دیکھتے اسی طرف بڑھے ! ! کچھ ہی دیر میں مہندی کہ رسم شروع ہونے والی تھی ! ! ! راحیل خان سب سے آگے جبکہ باقی سب اس کے پیچھے ہی اسٹیج پر چڑھے ! ! ! تمام بڑے بھی یہیں اِرد گرد ہی کھڑے تھے ! ! راحیل خان اس وقت سفید رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس تھا جو کسی نے خصوصاً اس کے لیے نکال کر استری کیا تھا۔۔ وہ بھلا پہننے سے کیسے انکار کر سکتا تھا؟؟ جو جو چیزیں اس کی مدحا نے بیڈ پر نکال کر رکھی تھی وہ انہی میں ملبوس تھا۔۔ وہ لڑکی اس کے جوتے تک نکال کے رکھ کر آئی تھی ! ! بلکل اچھا نہیں لگتا تھا راحیل کو یہ سب ! ! ! لیکن جو اس کی بات سن لے وہ پھر مدحا کیسی؟؟ وہ لڑکی اس کے کاموں کے معاملے میں بلکل نہیں سنتی تھی اس کی ! ! ! مجال تھی جب سے وہ آئی تھی راحیل کا کوئی بھی کام کسی نوکر نے کیا ہو ! ! اس نے تو نوکروں کو بھی منع کر دیا تھا اس کے کام کو ہاتھ بھی لگانے سے ! ! ! جب بیوی وہ تھی تو اسی کا فرض تھا۔۔۔ راحیل خان

اوپر آتے زارا کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھا۔۔ اسے بہت عجیب لگ رہا تھا کہ بہن محض ایک ہی دن کی مہمان رہ گئی تھی ! ! اکثم اور آبان بھی اسی طرف کھڑے ہو چکے تھے ! ! جبکہ بالاج رائنا خان کی سائڈ پر تھا۔۔ خوش ہو؟؟ بالاج خان نے رائنا کے پاس بیٹھتے مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔۔ ایک بہن تو بلکل ہی پرائی ہو گئی تھی۔۔۔ وہ تو اسے بلکل بھول ہی گئی تھی۔۔ ایک سال ہو گیا تھا فائزہ شاہ نے اس سے آکر خود سلام تک نہیں کیا تھا۔۔ اس کے پاس صرف رائنا ہی بچی تھی ! ! ! بہت زیادہ۔۔ رائنا نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔۔ وہ بھلا جھوٹ کیوں بولتی؟؟ آج کے دن اس سے زیادہ خوش کوئی ہو سکتا تھا بھلا؟؟ ڈیڑھ سال بعد کہیں جا کر اب ان کی رخصتی ہو رہی تھی۔۔ اسے اس کی محبت مل رہی تھی ! ! ایسے ہی خوش رہو ! ! بھائی کو مت بھولنا۔۔ بالاج خان نے مسکراتے ہوئے اسے دعا دی ! ! ساتھ میں وہ کسی خدشے کے تحت اسے تنبیہ بھی کر گیا تھا۔۔ بلکل نہیں بھائی میں فائزہ آپی کی طرح نہیں ہوں ! ! وہ تو ہمیں بھول ہی گئی ہیں ! ! رائنا خان اس کا اشارہ بہت اچھے سے سمجھ گئی تھی تبھی اس کی تصیح کرنا ضروری سمجھا۔۔ وہ پاگل نہیں تھی جو اپنے گھر والوں کو چھوڑ دیتی ! ! بالاج خان نے محض مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔۔ کیا ہی بولتے آخر وہ لوگ اب فائزہ کو ! ! ! چلو بھئی رسم شروع کرتے ہیں تمام مہمان انتظار کر رہے ہیں ! ! عزرا بیگم نے

اسٹیج پر آتے ان سب کو مخاطب کیا۔۔۔ وہ سارے ہی یہاں آکر باتوں میں لگ گئے تھے ! ! ! سوائے اکثم کے جو ایک طرف کھڑا موبائل میں مصروف تھا۔۔ وہ اس گھر میں لڑکیوں میں سے وہ اشنا سے فری تھا اور اس کی بھی شادی ہو گئی تھی۔۔ شادی کے بعد تو کبھی زاویار نے اشنا کو اس سے بات بھی نہیں کرنے دی تھی۔۔ وہ سب ہی اپنی اپنی زندگیوں میں مگن ہو گئے تھے ! ! وسے بھی آج کل تو اس لڑکے کے دماغ کو کسی سحر نے جکڑا ہوا تھا۔۔ دن رات ایک ہی لڑکی کا خیال اس کے ذہن سے آج تک گیا نہیں تھا۔۔ ہر دوسرے دن وہ پھر سے اس آئس بلیو آنکھوں والی لڑکی کو ڈھونڈنے اسی جنگل میں جاتا تھا۔۔ لیکن خیر اس دن کے بعد اسے دیدار نصیب ہی نہیں ہوا تھا۔۔ وہ لڑکی اس کے دل کو اپنے ساتھ لیے کہیں غائب ہو گئی تھی۔۔ کاش کہ وہ زندگی میں کبھی دوبارہ اس عورت کو دیکھ پاتا جس کی محض آنکھوں سے ہی اسے شدید قسم کی اٹریکشن اور شاید کچھ اور احساس شاید وہ محبت کا احساس ہوتا تھا۔۔۔پتہ نہیں کیا تھا۔۔ وہ اپنے جذبات اور احساسات کو آج تک خود بھی کوئی نام نہیں دے پایا تھا۔۔۔

عزرا بیگم کی بات پر وہ سب کی اسٹیج سے نیچے اترے ! ! پہلے سب بڑے رسم کرتے تو پھر ان لوگوں کی باری آتی ! ! ! وہ ہنستے مسکراتے باتیں کرتے ہوئے اسٹیج سے نیچے

اترے ایک سائڈ پر کھڑے ہو چکے تھے ! ! سب سے پہلے امجد خان اور عزرا بیگم رم کرنے کی خاطر اسٹیج پر چڑھے ! ! تمام مہمان اِرد گرد بکھرے انہیں ہی دیکھ رہے تھے۔۔ کیمرے کی آنکھ ایک ایک چیز کو ریکارڈ کر رہی تھی۔۔ ہر طرف فیمیل فوٹو گرافرز تصاویر اور ویڈیوز بنانے کے لئے کھڑی تھیں۔۔ وہ دونوں اوپر چڑھتے زارا اور رائنا کے اِرد گرد بیٹھے ! ! جو دونوں ہی نظریں جھکائے بیٹھی تھیں ! ! وہ بہت حسین لگ رہی تھیں ! ! ماشاء اللہ اللہ تم لوگوں کو ہر بری نظر سے بچائے ! ! امجد خان نے مسکراتے ہوئے ان دونوں کے سروں پر ہاتھ رکھا۔۔ وہ ابھی رسم کرنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھا ہی رہے تھے کہ باہر سے کہیں اچانک ہی ایک عجیب سا شور اٹھا۔۔ یہ شور بہت زیادہ تھا۔۔ اتنا کہ یہاں بجتے گانوں کی آواز بھی دب گئی تھی۔۔ سب کی نظریں بے ساختہ ہی ڈھیروں حیرت اور لا علمی کے تحت مین گیٹ کی طرف اٹھی ! ! جہاں سے یہ سارا شور آرہا تھا۔۔ راحیل ، آبان اور بالاج بے ساختہ ہی فوراً سے گیٹ کی طرف بڑھے ! ! یہ کچھ عجیب سا شور تھا۔۔ وہ سب ہی سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ آخر ہو کیا رہا ہے ! ! دلہنیں، گھر کے تمام افراد، تمام مہمان غرض کہ لان میں موجود بچے بچے کی نظر اس وقت گیٹ پر تھی جو ابھی تک تو بند تھا۔۔ گیٹ کھلوائیں؟؟ راحیل خان نے آبان کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔۔ کوئی بھی ہو سکتا تھا۔۔ ان کے دشمنوں کی کمی نہیں تھی یہاں ! ! ہاں

دیکھتے ہیں ! ! آبان خان نے آگے کو بڑھتے سنجیدگی سے کہا۔۔ کسی کو کوئی علم نہیں تھا کہ کون ہو سکتا ہے گیٹ پر ! ! آبان خان نے آگے بڑھتے گارڈز کو گیٹ کھولنے کا حکم دیا۔۔ ویسے تو آج کے دن گیٹ کھلا ہی تھا لیکن ابھی ہی بند کیا تھا شاید کسی گارڈ نے ! ! ! گارڈز نے فوراً ہی حکم کی تکمیل کرتے بڑے سے گیٹ کا دروازہ وا کیا۔۔ سب یہیں پر دیکھ رہے تھے کہ گیٹ کے کھلتے ہی اچانک سے شور مزید بڑھا۔۔ مختلف گولیوں اور پٹاخوں کی آواز سے آسمان جھوم اٹھا تھا۔۔ باہر گاڑیوں کی ایک لمبی سی قطار لگی تھی جس کے اِرد گرد بے تحاشہ انار جلا رہے تھے ! ! پٹاخوں کی آواز اتنی تھی کہ انسان اپنے کانوں پر ہاتھ رکھنے پر مجبور ہو جائے ! ! ! سب سے آگے معاذ شاہ کی گاڑی تھی جو گاڑی کی روف کا شیشہ کھولے اس سے باہر نکلا ہوا تھا۔۔ اس کے خود کے ہاتھ میں گن تھی جس سے وہ دھڑا دھڑ فائرنگ کر رہے تھے ! ! سب کی حیرت بے ساختہ تھی ! ! یہ ہو کیا رہا تھا اچانک سب ہی سمجھنے سے قاصر تھے ! ! شاہ ولا کے تمام لوگ یہاں کیا کر رہے تھے ! ! گاڑی کو گیٹ سے تھوڑا آگے کو لایا گیا۔۔ گرین کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس وہ اوپر گرین ہی کلر کی واسکٹ پہنے بالوں کو جیل سے سیٹ کیے وہ شہزادہ بہت خوش نظر آرہا تھا۔۔ اس کے چہرے کی مسکراہٹ دیدنی تھی۔۔ اس کے پیچھے ہی ایک گاڑی تھی جس میں عدیل شاہ تھا۔۔ وہ اس وقت سفید رنگ کے شلوار قمیض میں

ملبوس ساتھ ییلو کلر کی واسکٹ پہنے ہوئے تھا۔۔ بلا شبہ وہ بھی بجلیاں گرا رہا تھا۔۔ اس کے ہاتھ میں بھی گن تھی جس سے وہ فائرنگ کر رہا تھا۔۔۔ جبکہ چہرے کی چمک آج تو دیکھنے لائق تھی۔۔ ان کے پیچھے ہی باقی سب گھر والے بھی تھے سوائے ماہ دیر نائرہ اور دا جان کے ! ! ! نائرہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اسی لیے وہ دونوں ہی نہیں آسکے تھے ! ! جبکہ دا جان نے بھی گھر پر رہنا ہی پسند کیا۔۔ باقی سب شاید یہاں مہندی لے کر آئے تھے ! ! پیچھے گاڑیوں میں موجود لوگوں کے ہاتھوں میں مہندی کہ ٹوکریاں اور مختلف سامان دیکھ کے تو یہی لگتا تھا۔۔۔۔۔

معاذ شاہ نے ہنستے ہوئے پستول راحیل کی طرف اچھالی جو اس چیز کے لیے تیار بھی نہیں تھا۔ مگر بروقت وہ پستول کیچ کر چکا تھا۔۔۔ راحیل خان نے اسے گھورتے ہوئے دانت کچکچائے ! ! ! اوئے ڈی جے گانا لگا۔۔۔ اونچی آواز میں ڈی جے کو مخاطب کرتے معاذ شاہ نے گاڑی میں نیچے کو ہوتے ایک جمپ لگائی ! ! فوراً ہی اس کے حکم پر گانا چل پڑا تھا۔۔۔ باقی سب بھی اس کے پیچھے ہی اپنی اپنی گاڑیوں کو ایک سائڈ پر لگاتے نیچے کو اُترے ! ! ! ابھی میوزک چل رہا تھا۔۔۔ اور معاذ شاہ مسکراتے ہوئے زارا خان کی طرف بڑھ رہا تھا جس کا اسٹیج دوسری طرف تھا۔۔ وہ دونوں ابھی تک بس

آواز ہی سن سکی تھیں اسنے اسنے ہونے والے شوہروں کو دیکھا نہیں تھا ان لوگوں نے ! ! !

"ہیریے سہرا باندھ کے میں تو آیا رے ! !

"ڈولی بارات بھی ساتھ میں، میں تو لایا رے

معاذ شاہ نے گانے کو شروع ہوتے دیکھ تیزی سے زارا کی طرف قدم لیتے اس کے سامنے جاتے ہنستے ہوئے اسٹیپ شروع کیے ! ! وہ بڑی خوبصورتی سے اس کے سامنے جاتے ڈانس کر رہا تھا۔۔ تمام مہمان اور لوگ اسے دیکھتے زارا کی قسمت پر رشک کھا رہے تھے ! ! جبکہ زارا خان نے مارے حیرت کے منہ کھولتے اسنے منہ پر ہاتھ رکھا۔۔ یہ بلکل ان ایکسپیکٹڈ تھا۔۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کچھ ایسا۔۔۔ اس کا دل دو سو کی سپیڈ پر دھڑکنے لگا تھا۔۔۔ معاذ شاہ اسے اس طرح کا کبھی سرپرائز دے گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔۔ لیکن نہیں وہ تھا ہی سب سے انوکھا تو کام بھی انوکھا ہی کرنا تھا۔۔۔

"اب تو نہ ہوتا ہے ایک روز انتظار سوہنی ! ! !

""آج نہیں تو کل ہے تجھ کو تو بس میری ہونی رے

معاذ شاہ نے ان لفظوں پر پہلے نفی میں سر ہلاتے بعد میں اپنی طرف اشارہ کیا۔۔ وہ گانے کے بول کے مطابق اسے اشارہ دے رہا تھا کہ وہ واقعی میں کل صرف اس کی ہونے والی تھی۔۔۔ زارا خان نے نم آنکھوں کے ساتھ اسے دیکھتے آنکھوں ہی آنکھوں میں جیسے ہاں کا اشارہ کیا۔۔۔

تینوں لے کے میں جاواں گا۔۔۔"

دل دے کے میں جاواں گا""۔۔

معاذ شاہ نے ہنستے ہوئے آگے کو بڑھتے اپنی جیب سے ایک گلاب کا پھول نکالا۔۔ وہ زارا خان کی طرف بڑھتے گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھتے اس کے سامنے وہ پھول کر چکا تھا۔۔ اس کا یہ کرنا تھا کہ پورا لان زبردست قسم کی ہوٹنگ سے گونج اٹھا تھا۔۔ تمام مہمان اور لوگوں نے مل کر اتنی تیز ہوٹنگ کی تھی کہ بندہ کانوں میں ہاتھ ٹھوس لے ! ! سب لوگ ہنستے ہوئے رشک سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے ! ! زارا خان آنکھوں میں ڈھیروں نمی لیے خود بے یقین تھی ! ! یہ اس کے ساتھ ہو رہا تھا؟؟ یہ اس کی سوچ سے زیادہ تھا۔۔۔ پکڑو یارا۔۔۔ اسے بے یقینی اور آنکھوں میں نمی لیے خود کی طرف تکتا پا کر معاذ شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔ گانا نکل رہا تھا اس نے ڈانس کرنا

تھا ابھی اور ! ! ! زارا خان نے جیسے ہوش میں آتے اس کے ہاتھ سے پھول تھاما۔۔

ایک مرتبہ پھر لان ہوٹنگ کی آواز سے گونج اٹھا تھا۔۔ بلا شبہ یہ ایک خوابناک منظر تھا۔۔۔ تھینک یو سو مچ ! ! ! ہنس کر کہتے معاذ شاہ واپس سے اٹھتے بھگتے ہوئے اسٹیج پر آیا۔۔۔۔ گانا چینج ہو چکا تھا۔۔ اس کے ساتھ ہی عدیل شاہ بھی آکر کھڑا ہوا۔۔۔

تیرے گھر آیا میں آیا تُجھ کو لینے"

""دل کے بدلے میں دل کا نظرانہ دینے

عدیل شاہ اور معاذ شاہ نے اپنی اپنی والیوں کے سامنے آتے گانے کے بول پر مہارت سے اسٹیپ شروع کیے ! ! ان کی مسکراتی نظریں اپنی اپنی بیویوں کی طرف تھیں۔۔ سب لوگ بڑے چھوٹے سب مسکراتے ہوئے ان لوگوں کو دیکھ رہے تھے ! ! یہ چھوٹی چھوٹی خوشیاں انجوائے کرنے کے لیے ہی تھیں۔۔ وہ لوگ روک کر ان بچوں کی خوشیاں برباد نہیں کر سکتے تھے ! ! ! شادی کوئی روز روز تھوڑی ہوتی ہے ! ! !

"میری ہر دھڑکن کیا بولے ہائے سن سن سن سن"

ساجن جی گھر آئے، ساجن جی گھر آئے۔۔

"دلہن کیوں شرمائے ، ساجن جی گھر آئے

بڑے بڑے لاؤڈ اسپیکرز پر گانا اس طرح چل رہا تھا کہ پاس کھڑے بندے کی آواز بھی نہیں آئے ! ! معاذ شاہ اور عدیل گانے کے حساب سے اسٹیپ کرتے ہنستے ہوئے ڈانس کر رہی تھے ! ! وہ دونوں شہزادیاں ہی انہیں دیکھتی اپنی اپنی قسمت پر جیسے رشک کر رہی تھیں ! ! ! درفشاں اور ماورا نے آگے کو بڑھتے ہنستے ہوئے رائنا اور زارا کی طرف جاتے انہیں بازو سے پکڑتے اُٹھایا۔۔۔یہ ان کے خود کے شیطانی دماغ میں آیا تھا۔۔ وہ دونوں نا سمجھی سے انہیں دیکھ رہی تھیں جو ان دونوں کو معاذ اور عدیل کی طرف لے کر جا رہی تھیں ! ! ! درفشاں نے زارا کو معاذ کی طرف لے جاتے اس کا ہاتھ معاذ کے ہاتھ میں تھمایا۔۔ جبکہ سیم یہی چیز دوسری طرف ہوئی تھی۔۔یہ محض اس لیے تھا کہ وہ دونوں ساتھ میں ڈانس کریں ! ! گانا ایک مرتبہ پھر سے چینج ہو چکا تھا۔۔یہ شاید ڈی جے کو سمجھایا گیا تھا جو میش اپ میں گانے لگا رہا تھا۔۔۔۔

"ہم اپنی سجنیاں لے جائے گیں"

معاذ شاہ نے زارا کا ہاتھ اپنے کندھے پر رکھتے آگے کو طرف قدم لیے ! ! زارا خان ہنستے ہوئے اس کے پیچھے چل رہی تھی۔۔۔

"ہم اپنی دلہنیاں لے جائے گیں"

بلکل ایسے ہی عدیل شاہ نے بھی رائنا کا ہاتھ پکڑتے ہنستے ہوئے آگے کو قدم لیے ! ! رائنا ! ! ! خان مسکراتے ہوئے اس کے ساتھ بڑھتے اسے دیکھ رہی تھی

"اجی پیار کرے گی؟؟"

معاذ شاہ نے ایک لمحے کے لیے رکتے اس کی طرف مڑتے کمر کے اطراف میں ہاتھ رکھتے پوچھا۔۔ وہ جیسے گانے کے بول کے ساتھ ہی پوچھ رہا تھا۔۔

"ہاں جی ہاں جی"

زارا خان نے بے ساختہ ہی گانے کے بول کے ساتھ دھیمے سے یہ لفظ دہرائے کہ محض اس کے ہونٹوں کی حرکت سے ہی معاذ شاہ احھے سے پہچان چکا تھا۔۔ معاذ شاہ حیران ! ! ! اور بے یقین تھا۔۔ لیکن خیر

"میرے ساتھ چلے گی؟؟"

عدیل اور معاذ شاہ نے ان دونوں کی طرف دیکھتے گانے کے طور پر پوچھا۔۔

نا جی نا جی"۔۔"

زارا اور رائنا خان دونوں نے ہی بولتے انگوٹھے سے نفی کا اشارہ کیا۔۔ وہ دونوں ہنستے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھیں ! ! !

عدیل اور معاذ شاہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک اشارہ کیا۔۔

"تو ہاں کر یا پھر نہ کر تیری مرضی سونیے"

ہم تُجھ کو اٹھا کر لے جائے گیں"۔۔۔۔۔

ان دونوں نے ہی آگے بڑھتے اپنی اپنی والیوں کو ہلکا سا گود میں اُٹھاتے گول گول گھمایا۔۔۔ اور لان میں ایک مرتبہ پھر ہوٹنگ اور تالیوں سے فضا گونج اٹھی تھی۔۔ سب لوگ ہنستے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے ! ! گانا ختم ہو چکا تھا۔۔ معاذ شاہ اور عدیل شاہ نے ہنستے ہوئے ان دونوں کو چھوڑا۔۔ وہ سب مسلسل مسکرا رہے تھے ! ! چہروں پر خوشی کے رنگ بکھرے تھے ! ! دا جان ، رفیق خان اور برہان صاحب ان دونوں کی طرف بڑھے ! ! آتے ہی ڈانس ہوا تھا وہ اب ان سے ملنے والے تھے ! ! آخر کو ہونے والے داماد تھے یہ دونوں ! ! خوش رہو ! ! دا جان آگے بڑھتے ان دونوں سے گلے ملے ! ! اس کے بعد رفیق صاحب اور ماجد صاحب بھی ان سے بغل گیر ہوتے اپنی اپنی بیٹیوں

کے سر پر ہاتھ رکھتے انہیں دعائیں دے رہے تھے ! ! چلو اسٹیج پر آجاؤ رسم شروع کرتے ہیں ! ! سب انتظار کر رہے ہونگے ! ! ! دا جان نے ان دونوں کو کہتے آگے کی طرف قدم بڑھائے ! ! فائزہ شاہ اور اشنا خان آتے ان دونوں کو اسٹیج پر لے کر جا رہی تھیں ! ! یہ سارا پلان معاذ شاہ کا تھا۔۔ آخر وہ اپنی اتنی پھیکی مہندی کیسے ہونے دے سکتا تھا بھلا؟؟ پتہ نہیں اس کے تو کیا کیا خواب تھے شادی کو لے کر جو سارے پورے کرنے تھے اس نے ! ! اسی نے زاویار کے ذریعے دا جان کو منوایا تھا اور پھر وہ سب یہاں مہندی لے کر آئے تھے ! ! الگ الگ بھی بھلا کوئی مہندی ہوتی ہے؟؟ ایسا اس کا ماننا تھا۔۔۔ اسٹیج کی طرف جاتے ان چاروں کو دو پھولوں سے سجے جھولوں پر بٹھایا گیا۔۔ رائنا اور عدیل شاہ ایک پر بیٹھے تھے تو دوسری پر زارا اور معاذ شاہ بیٹھے تھے ! ! یہ سجے ہوئے بہت خوبصورت اور بڑے سے جھولے تھے کہ وہ دونوں ایک فاصلے کے تحت آرام سے بیٹھ گئے تھے ! ! درفشاں خان اور اس کے ساتھ باقی سب میں ملتے زارا اوڑ رائنا کے ہاتھ نے نوٹ رکھے جن پر مہندی لگنی تھی۔۔۔ گانے ابھی بھی زور و شور سے چل رہے تھے ! ! زارا کے پاس عائشہ اور حرا بھی آتے اس سے مل رہی تھیں۔۔ زارا نے ان دونوں کو ہی انوائٹ کیا تھا۔۔ وہ ان دونوں کو کیسے بھول سکتی تھی بھلا؟؟ پہلے تو ان دونوں کو یقین ہی نہیں آیا تھا کہ معاذ اور زارا کی شادی ہو رہی ہے لیکن پھر آہستہ آہستہ

یقین کر ہی لیا تھا۔۔ مگر پھر وہ زارا کو ذلیل کرنا بلکل نہیں بھولی تھیں۔۔ معاذ شاہ نا گواری سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔ بھلا ضروری تھا زارا کا اُن دونوں کو بلانا۔۔ اسے ! ! !تو پسند نہیں تھی یہ دونوں ! ! ! آہستہ آہستہ وہ سب ہی مہندی کی رسم کر رہے تھے

حدائق شاہ جو ابھی ہی فائزہ شاہ کے ساتھ مہندی کی رسم کر کے اسٹیج سے نیچے اُتر رہا تھا کہ اس نے آگے بڑھتے فائزہ کے ہاتھ کو تھاما۔۔۔ وہ دونوں الگ الگ سائڈ سے اُتر رہے تھے ! ! ! شاپنگ والے دن سے ہی ان میں لڑائی چل رہی تھی۔۔ دونوں ہی بات کر لیتے تھے ایک دوسرے سے لیکن وہ بات نہیں تھی۔۔ بس کام کی حد تک بات تھی ! ! فائزہ ناراض تھی اور حدائق نے منایا بھی نہیں تھا اسے ! ! وہ خود ناراض تھا۔۔۔ فائزہ شاہ جو اپنے دھیان اُتر رہی تھی کہ اس اچانک اُفتاد پر اس نے یکلخت ہی حدائق شاہ کی طرف دیکھا۔۔ جو کسی کی بھی پرواہ کیے بنا اسے اپنے ساتھ لیے آگے کو بڑھ رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ اس وقت پیلو، گرین اور پنک کے کنٹراس کلر کی میکسی میں ملبوس تھی۔ وہ خود بھی بجلیاں گرا رہی تھی ! ! ! جبکہ اس کے برعکس حدائق شاہ اس وقت بلیک کلر کی شلوار قمیض پر سیگرین کلر کی شال اوڑھے ہوئے تھا۔۔ ایک طرف کو جاتے حدائق شاہ نے فائزہ کو دیوار سے پن کیا۔۔ خود وہ مسکراتے ہوئے اس کے سامنے کھڑا اسے دیکھ

رہا تھا۔۔ اس طرف مشکل سے ہی کوئی آتا۔۔۔ وہ جان بوجھ کر اسے یہاں لے کر آیا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے ایک نظر اس کے مسکراتے چہرے پر ڈالتے نروٹھے سے انداز میں اپنی نظریں پھیری ! ! وہ ابھی تک ناراض تھی ! ! میرے شہزادی میری جان آج بہت پیاری لگ رہی ہو ! ! حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے اس کی تعریف کرتے اس کے گال پر لب رکھے ! ! وہ چہرہ دوسری طرف موڑے ہوئے تھی۔۔ فائزہ شاہ نے خاموشی سے سنجیدہ چہرے کے ساتھ اپنے گال سے اس کا لمس ہٹایا۔۔ وہ دیکھ ہی نہیں رہی تھی اسے ! ! ! حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے پھر سے اس کی ناک کی ٹپ پر اپنے لب رکھے ! ! فائزہ شاہ فوراً ہی یہ بھی صاف کر چکی تھی۔۔۔ حدائق شاہ نے پھر سے اس کے ہونٹوں پر اپنی زبان پھیری ! ! فائزہ بنا اپنی لپسٹک کا خیال کیے یہ بھی صاف کر چکی تھی ! ! اس نے ابھی تک حدائق کو دیکھا بھی نہیں تھا۔۔ کہاں کہاں سے مٹاؤ گی میری جاناں۔۔ تمہاری روح تک پر میرا لمس ہے ! ! تھوڑا آگے کو ہوتے بے باکی سے کہتے حدائق نے اس کی انر تھائیز پر بے باکی سے اپنا ہاتھ سختی سے پھیرا۔۔۔ فائزہ شاہ اچانک ہی سٹپٹائی تھی۔۔۔ اس نے فوراً ہی گردن موڑتے حدائق شاہ کو سخت نظروں سے گھورا۔۔۔ حد سے زیادہ بے شرم شوہر ملا تھا اسے ! ! اس کی دھڑکنیں منتشر ہوئی پڑی تھیں۔۔۔ ایسے مت گھورو شرم نہیں آرہی شوہر اتنے دنوں سے ناراض ہے اور تمہیں

منانے کی توفیق بھی نہیں ہوئی ! ! ! حدائق شاہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ابرو اچکائی۔۔۔ آپ کو کونسا ہو گئی تھی ! ! آپ جتنا بدتمیز انسان میں نے اپنی پوری زندگی میں نہیں دیکھا۔۔۔ جب غصے میں ہوتے ہیں تو ایسے بن جاتے ہیں جیسے مجھے جانتے ہی نہیں آپ ! ! غصے میں ہی انسان کا پتہ چلتا ہے کہ اسے کتنی محبت ہے ! ! اور میں نے ہمیشہ آپ کو غصے میں خود سے لاتعلق پایا ہے ! ! وہ جو بولنا شروع ہوئی تو پھٹ ہی پڑی تھی ! ! کچھ حد اس کی بات بلکل درست تھی ! ! اچھا نا سوری غصے میں دماغ نہیں ٹھیک رہتا۔۔۔ سوری نا میرے جگر کے ٹوٹے ! ! اتنے دنوں سے تمہارے بنا رہ رہا ہوں اب تو سوری قبول کر لو ! ! ! حدائق شاہ کانوں کو ہاتھ لگا کر محبت سے کہتے دو قدم مزید اس کے نزدیک ہوا۔۔ وہ اتنا نزدیک ہو چکا تھا کہ مقابل کی دھڑکنیں اسے اپنے سینے سے ٹچ ہوتی محسوس ہو رہی تھیں ! ! نہیں آپ ہمیشہ سوری کرتے ہیں اور پھر وہی ! ! فائزہ شاہ نے منہ بسورتے کہا۔۔ کچھ حد تک وہ ٹھیک ہو چکی تھی۔۔ وہ اتنا ہی ناراض رہ سکتی تھی بس ! ! اس کے ایک مرتبہ محض سوری کہنے کی دیر ہوتی تھی اور پھر کونسی ناراضگی ! ! فائزہ شاہ منہ بناتے اس کی قمیض کے اوپر کے دو کھلے بٹن بند کر رہی تھی ! ! ! آئندہ نہیں کروں گا پکا۔۔۔ تم تو میری جان ہو ! ! تم سے دوری بنا کر مروں گا تھوڑی ! ! تم سے کبھی لاتعلق نہیں ہوا میں میری جان۔۔ بس شو کروانا چھوڑ دیتا

ہوں ! ! اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی نما آواز میں کہتے حدائق شاہ نے اس کے لپسٹک سے سجے ہونٹوں پر زبان لک کی ! ! بس کر دیں ! ! فائزہ شاہ نے جیسے اس کی بات سے نفی کی تھی۔۔۔ اسے یقین نہیں تھا آرہا۔۔۔ وہ دونوں نہایت نزدیک کھڑے تھے ! ! حدائق شاہ فاصلہ سمٹتے سمٹتے تھک ہی نہیں رہا تھا۔۔۔ وہ جیسے اسے خود میں سمانا چاہ رہا تھا۔۔۔ مجھے تمہاری ضرورت ہے جان ! تمھیں کون کہتا ہے اتنی تیار ہو کر اتنی پیاری بن کر شوہر کے سامنے آؤ ! ! اس کے کان میں سرگوشی کرتے حدائق شاہ نے بے باکی سے اس کے کمر سے نچلے حصے کو مٹھیوں میں بھرا۔۔ وہ آنکھیں بند کر چکا تھا۔۔ جیسے اس وقت بس مقابل کو محسوس کرنا چاہتا ہو۔۔۔ شاہ ہم ایک فنکشن میں ہیں ! ! کوئی بھی آسکتا ہے ادھر کیا طریقہ ہے یہ ! ! فائزہ شاہ تو حیران تھی اس لڑکے پر ! ! اسے یہ بھی خیال نہیں تھا کہ وہ لوگ ایک فیملی فنکشن میں ہیں ! ! گھر جا کر آج بچنا نہیں ہے میری زندگی تم نے مجھ سے ! ! تیار رہنا پوری رات خود کو مجھ میں محسوس کرنے کے لیے ! ! ! تمہاری گہرائیوں میں ساری رات سفر کرتے تمہاری جان حلق سے نہ نکالی تو اپنا شاہ مت کہنا۔۔۔ آنکھیں بند کیے حدائق شاہ نے اس کے کان میں خطرناک سرگوشی کی ! ! وہ اپنے ہاتھ کو مسلسل بے باکی سے اس کی انر تھائیز تک لے جانے کی کوشش کر رہا تھا جو کہ مقابل ناکام بنا رہی تھی ! ! ! فائزہ شاہ کو ریڑھ کی ہڈی میں بری طرح سنسناہٹ

ہوئی ! ! اسے پہلے سے زیادہ ڈر لگتا تھا اب حدائق سے ! ! وہ رحم نہیں کھاتا تھا۔۔۔ ایک بات تو بتاؤ؟؟ کچھ یاد آنے پر حدائق شاہ اس سے تھوڑا پیچھے کو ہوا۔۔۔ اچانک ہی پتہ نہیں کیسے اس کے ذہن میں یہ بات آئی تھی ! ! جی؟؟ فائزہ نے شکر کا سانس بحال کیا۔۔ بالاج سے کیوں نہیں بولتی تم؟؟ پلیز کچھ ایسا مت کہنا کہ مجھے لگے میں تمھیں ابھی تک سنبھال نہیں پایا۔۔۔ وہ پوچھتے ساتھ ہی اسے تنبیہ بھی کر گیا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے بری طرح اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا ! ! ! اسے حدائق سے فرصت ملتی تو وہ کسی اور کو دیکھتی ! ! کبھی بالاج نے خود بھی تو بات نہیں کی تھی۔۔۔ وہ تو چلو اس کے ڈر کو خاطر دور رہتا رہا لیکن اب تو وہ کافی حد تک ٹھیک بھی ہو چکی تھی۔۔ ایسے ہی ! ! کوئی اور جواب نا سنتے دیکھ اس نے دھیرے سے جواب دیا۔۔ کیا ایسے ہی غلط بات ہے میری جان ! ! بھائی ہے تمھارا اس کی آنکھوں میں بہت مرتبہ میں نے اُداسی دیکھی ہے صرف اس لیے تم پاس سے گزر جاتی ہو سلام بھی نہیں کرتی ! ! ! تم بلکل ٹھیک ہو فائزہ۔۔ کچھ نہیں ہے اب تمھیں ! ! چلو میرے ساتھ تم میرے سامنے بالاج سے بات کرو گی اور آئندہ اپنے دونوں بہن بھائیوں سے بات چیت کرتی رہا کرو ! ! یہ بہن بھائی دکھ سکھ کے ساتھی ہوتے ہیں ! ! آپس میں جتنی بھی لڑائیاں ہو بہن بھائی ہمیشہ وقت پر کام آتے ہیں ! ! میری زندگی کا تجربہ ہے یہ ! ! ! چلو شاباش ! ! مسکراتے ہوئے اس کے

گالوں پر ہاتھ رکھتے حدائق نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی بیوی بلکل پہلے کی طرح ہی سب سے ہنس کر بات کرے ! ! سب کے ساتھ گھل مل کر رہے ! اپنے ساتھ کمفرٹیبل کر لیا تھا اب اسے دوسروں کے ساتھ کرنا تھا۔ جیسے کب اس کے عزیز اور باقی لوگ ! ! شاہ اب کیسے۔۔۔ فائزہ شاہ نے ہونٹ کاٹتے پوچھا۔۔ وہ نروس ہو رہی تھی ! ! ! کیا اب؟ میں ایک نہیں سنوں گا تمہاری ! ! شرافت سے چلو ! ! اور خود جاؤ گی تم ! ! بھئی مجھے پلو سے لگا لیا ہے تم نے ! ! اب خود جاؤ شاباش ! ! تمھارا اپنا گھر ہے یہ جہاں مرضی پھرو ! ! اسے بازو سے پکڑے آگے کو کرتے حدائق شاہ نے حکم دیا۔۔ وہ خود دیوار سے ٹیک لگاتے اپنے سینے پر ہاتھ باندھ چکا تھا۔۔۔ فائزہ شاہ نے منہ بناتے اسے دیکھ کر خاموشی سے اپنے قدم آگے کی جانب لیے ! ! ! مقابل خود چپکتا تھا اس کے ساتھ اور اب کیسے سارا الزام اسی پر ڈال دیا تھا کہ مجھے پلو سے لگا لیا ہے تم نے ! ! حیسے خود تو وہ کچھ کرتا ہی نہیں تھا۔۔۔ منہ بنا کر سوحتے وہ آگے بالاج خان کی طرف بڑھ رہی تھی جو کہ اسٹیج کے پاس ہی ماورا کے ساتھ کھڑا شاید کوئی بات کر رہا تھا۔۔۔ فائزہ شاہ بالاج کی طرف جاتے اس کے پاس کھڑی ہوئی ! ! حدائق شاہ بھی آگے کو آتے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ وہ اپنے سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے تھا جبکہ چہرہ بلکل سنجیدہ تھا۔۔۔ فائزہ شاہ بالاج کی طرف جاتے اس کے سامنے

کھڑی ہوئی ! ! بالاج خان جو ماورا سے کوئی بات کر رہا تھا کہ ماورا کے اشارے پر اس نے یکلخت ہی اپنے دائیں طرف دیکھا جہاں فائزہ کھڑی اُنگلیاں چٹخاتے اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! وہ کنفیوز نظر آرہی تھی ! ! کوئی کام ہے بچے؟؟ حدائق کہاں ہے؟؟ بالاج خان فوراً ہی اس کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔ وہ اس سے پوچھتے اِدھر اُدھر حدائق کو ڈھونڈنے لگا تھا۔۔ نہیں بھائی کیسے ہیں آپ؟؟ فائزہ شاہ نے ہمت باندھتے بالاج کے بازو کو پکڑا جو آگے حدائق کو دیکھنے جا رہا تھا۔۔۔ وہ پوچھ ہی بیٹھی تھی اس سے ! ! بالاج خان نے مڑتے تھوڑا حیرت سے اسے دیکھا۔۔ اسے حیرت ہو رہی تھی کیونکہ یہ ایک سال بعد تھا جب فائزہ اس طرح اس کا حال چال پوچھ رہی تھی ! ! ماورا بھی کھڑی انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔۔ اسے بھی تھوڑی حیرت ضرور ہوئی تھی۔۔۔ میں بلکل ٹھیک ہو بچے ! ! تم بتاؤ؟؟ بالاج خان نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے نرمی سے پوچھا۔۔۔ چلو اتنے عرصے بعد ہی سہی اس لڑکی نے بات تو کی تھی اس سے ! ! اتنے دنوں بعد بات کر رہے ہیں ! ! سینے سے نہیں لگائے گیں؟؟ فائزہ شاہ نے آنکھوں میں نمی لیے بھیگی سی آواز میں کہا۔۔ شاید خون نے اپنا اثر دکھایا تھا۔۔ اب وہ سوچ رہی تھی واقعی میں اس نے زیادتی کر دی سب کے ساتھ ! ! ! اپنی تکلیف میں وہ اپنے عزیزوں کو بھی تکلیف دے رہی تھی۔۔ بالاج خان نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔ کیا واقعی میں یہ فائزہ تھی؟؟

اسے بے یقینی سے خود کو طرف دیکھتا پا کر فائزہ خود ہی آگے بڑھتی اس کے سینے سے لگی۔۔۔ وہ اپنے دونوں بازو اس کے گرد باندھ چکی تھی ! ! سوری بھائی ! ! ! اس کے سینے پر چہرہ ٹکائے دھیمے سے نجانے کس بات کی معافی مانگی گئی ! ! بالاج خان جسے ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا اس نے مقابل کی آواز پر اس کی طرف دیکھا۔۔۔ بڑی جلدی بھائی کی یاد آگئی ہے تمھیں ! ! نا چاہتے ہوئے بھی وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے شکوہ کر گیا تھا۔۔ کتنا اُداس ہوتا تھا وہ اکثر فائزہ کو سوچ کر ! ! ! سوری نا۔۔ آئندہ نہیں کروں گی پکا۔۔ اپنی فائزہ کو معاف کر دیں مجھے آپ سب سے دور نہیں ہونا چاہئے تھا۔۔ اس کے سینے سے لگی وہ اسکی دل سے اپنی غلطی سدھارنے کی ایک کوشش کر رہی تھی۔۔ جس میں ہمت اسے حدائق شاہ نے دی تھی ! ! بالاج خان نے اس کے ماتھے پر لب رکھتے نرمی سے اس کے گرد حصار بنایا۔۔ وہ اسے اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔۔۔ اتنا ہی بڑا دل ہوتا ہے بڑے بھائیوں کا۔۔۔ دور کہیں کھڑے حدائق شاہ کے چہرے پر ایک خوبصورت سی مسکراہٹ چھائی۔۔۔ اسے تھوڑی جیلسی بھی ہو رہی تھی کہ بالاج نے اس کی بیوی کو سینے سے لگایا تھا۔۔ لیکن پھر بھی ایک مرتبہ ہی سہی ! ! اس کے بعد تو وہ بالاج سے کہتا دور ہی رہ کر بات کرے ! ! بھئی اس کی بیوی تھی فائزہ ! ! مسکراتے ہے سر جھٹکتے حدائق شاہ باقی لڑکوں کی طرف بڑھا جو کھڑے کچھ نہ کچھ کھانے میں مگن

تھے ! ! ! جبکہ وہاں فائزہ شاہ بالاج کے پاس کھڑی اس سے باتیں کر رہی تھی۔۔۔ ماورا بھی انہی کے ساتھ کھڑی تھی۔۔۔

کھانا کھل چکا تھا۔۔ سبھی نے تقریباً کھانا کھا بھی لیا تھا۔۔ کچھ مہمان جو رہ رہے تھے وہ اب مہندی کی رسم کر رہے تھے ! ! گانے ڈھول کی آواز سب کچھ بلکل ویسے ہی جاری تھا۔۔۔ سب لوگ اچھا خاصا انجوائے کر رہے تھے ! ! کچھ ان کے خاندان کے کزنز نے ہی اسٹیج پر آتے ڈانس بھی کیا تھا۔۔ وہ سب ابھی بیٹھتے ہی تھے کہ آبان خان اور باقی سب پھر سے اسٹیج پر چڑھے ! ! وہ سب کپل کپل جاتے تم کر چکے تھے ! ! اب پتہ نہیں کیا کرنے جا رہے تھے ! ! ! معاذ بور نگ ہو رہی ہے تیری مہندی ! ! زاویار شاہ نے معاذ کے پاس جاتے منہ بناتے کہا۔۔ وہ اسے ایسے ہی چھیڑ رہا تھا۔۔ حالانکہ ان سب کو ہی بہت مزا آیا تھا مہندی میں ! ! مجرہ کر کے دکھاؤں آپ کے مزے کے لیے؟؟ دانت پیستے فوراً ہی جواب آیا۔۔ ایک تو اتنا ماحول بنا دیا تھا اس نے اور یہاں ان کے نخرے ختم نہیں ہو رہے تھے ! ! جبکہ اس کی بات پر زارا سمیت سب کی ہنسی کی چھنکار بہت بے ساختہ تھی ! ! ! وہ سب ہی اس وقت اسٹیج پر چڑھے ہوئے تھے ! ! ! شروع ہو

جا۔۔ کس بات کی دیر ہے؟؟ آبان خان کی طرف سے فوراً ہی حامی بھری گئی ! ! وہ اس وقت خود سفید رنگ کی شلوار قمیض میں ملبوس غضب ڈھا رہا تھا۔۔ شرم کر لیں آپ لوگ ! ! میری ہونے والی بیوی بیٹھی ہے ساتھ ہی ! ! معاذ شاہ نے منہ بناتے کہا۔۔ اس کی تو عزت ہی نہیں تھی کوئی ! ! ! اوئے گانا لگوا رہا ہوں کپل ڈانس کرواتے ہیں پھر سے ان دونوں کا۔۔ یادگار رہے گا یار ! ! حدائق شاہ نے آگے کو آتے جیسے مشورہ دیا تھا۔۔ اوہ بھائی بس کر ! ! پہلے ہی اس کھسرے کے کہنے پر ڈانس کیا تھا میں نے ! ! تین آنٹیاں یہاں آکر بے شرم بول گئی ہیں مجھے ! ! ابھی کوئی کچھ بولتا کہ عدیل شاہ کی طرف سے دہائی دی گئی ! اس کا اشارہ معاذ شاہ کی طرف تھا۔۔ جو خونخوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔۔ اور یہاں سب کے قہقہے چھوٹے تھے ! ! زارا خان خود منہ پر ہاتھ رکھے جس طرح اپنا امڈتا قہقہہ روکے ہوئے تھی یہ تو وہی جانتی تھی ! ! اس کی دونوں دوستیں سامنے کھڑی اسٹیج پر موجود اتنے ہینڈسم مردوں کو دیکھ کر آہیں بھر رہی تھی ! ! اور زارا اس بات سے بہت اچھے سے واقف تھی۔ آج تو اس کے سارے بھائیوں کو نظر لگتی ہی لگتی ! ! بندہ ذلیل ہو کمینہ ہو بس گھر میں سب سے چھوٹا نا ہو ! ! غصے سے ایک نظر سب کو ہنستے دیکھ معاذ شاہ سنجیدگی سے بڑبڑایا۔۔ لیکن آواز اتنی ضرور تھی کہ سب نے سن لی تھی ! ! بیٹا تو ذلیل بھی ہے کمینہ بھی ہے اور سب سے چھوٹا

بھی ! ! حدائق شاہ کی طرف سے اسے مزید آگ لگائی گئی ! ! وہ ہنستے ہوئے اس کے غصے سے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ سب سے زیادہ غصّہ تو اسے زارا پر تھا جو بجائے اس کا ساتھ دینے کے کب سے منسے جا رہی تھی ! ! ! بس کرو بیچارہ روزے لگ جائے گا۔۔ شادی ہے اس کی ! ! آبان خان نے اس پر ترس سا کھاتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔۔بیچارے کی واقعی میں کوئی عزت نہیں تھی ! ! رہنے دیں ! ! اب تو کروں گا کپل ڈانس ! ! جسے کھسرا لگ رہا ہوں میں ثبوت اس کے منہ پر مار سکتا ہوں ! ! آؤ زارا جلنے والوں کو اور جلائیں ! ! معاذ شاہ کلس کر بے شرمی سے کہتے کھڑا ہوا۔۔ عدیل شاہ اس کی بات پر سرخ پڑا ہوا تھا جبکہ باقی لڑکے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہے تھے ! ! باقیوں کو تو خیر سمجھ ہی نہیں آئی تھی کہ مطلب کیا ہے معاذ کی بات کا ! ! !بیغیرت ! ! اسے زارا کا ہاتھ پکڑے اسٹیج سے نیچے جاتے دیکھ عدیل شاہ نے اونچی آواز میں اسے لقب سے نوازا۔۔۔ زارا خان ہنستے ہوئے اس کے ساتھ نیچے اسٹیج پر اُتر رہی تھی ! ! وہ جنتی اپنی ماں کو یاد کر کے اُداس ہو رہی تھی معاذ شاہ نے اتنا ہی آتے اس کا دن بنا دیا تھا ! ! ! میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ یہ موبائل پر کچھ اچھا نہیں دیکھتا۔۔ ماہ دیر کی دی گئی شے ہے اب بھگتو ! ! حدائق شاہ نے ہنستے ہوئے کہتے سر جھٹکا۔۔ اسے کبھی معاذ پر یقین رہا ہی نہیں تھا۔۔۔ چل اوئے اب تو بھی اٹھ جا۔۔

دیکھ کیسے دیکھ رہی ہے بیچاری بچی ! ! اس کے بھی لاکھوں ارمان ہونگے ! ! دونوں ساتھ ڈانس کرو ! ! انجوائے کرو یار۔۔ آنٹیوں کا تو کام ہی بولنا ہے ! ! آبان خان مسکرا کر کہتے عدیل شاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ وہ سب ہی اسے فورس کرنے لگے تھے ! ! عدیل شاہ نے ایک نظر رائنا خان کو دیکھتے اپنا ہاتھ آگے کیا۔۔ وہ مان گیا تھا۔۔ اب کوئی کچھ بھی بولتا اسے تو اپنی بیوی کی خوشی دیکھنی تھی ! ! مسکراتے ہوئے رائنا نے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا۔۔ وہ دونوں خود بھی اٹھتے نیچے اسٹیج پر جا چکے تھے ! ! ! حال میں موجود تمام لائٹس کچھ دیر کے لیے آف ہوئی ! ! صرف بیچ میں دونوں کپلز پر دو سپاٹ لائٹس جل اٹھی تھیں ! ! پورے لان میں موجود لوگ اسی طرف متوجہ تھے ! ! راحیل خان اور باقی سب بھی نیچے اترتے ایک سائڈ پر کھڑے ہو چکے تھے ! ! راحیل سے کچھ فاصلے پر ہی مدحا خان کھڑی سنجیدگی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی ! ! اس کے ٹارگٹ پر سامنے کھڑی دو لڑکیاں تھیں جو زارا کی دوستیں تھیں ! ! وہ کب سے نوٹ کر رہی تھیں کہ یہ کب سے اس کے شوہر پر نظریں جمائے ہوئے تھیں ! ! اسے رہ رہ کر غصہ آرہا تھا۔ ابھی سے نہیں جب سے تقریب شروع ہوئی تھی بہت سی لڑکیوں کی اس حرکت کو وہ نوٹ کر رہی تھی ! ! اس کا سارا موڈ خراب ہو کر رہ گیا تھا۔۔ آخر کس نے حق دیا تھا راحیل خان کو اتنا پیارا اور اٹریکٹو دکھنے کا؟؟؟ اوپر سے چہرے پر اس شخص

نے سنجیدگی اسے سجائی ہوئی تھی جیسے کبھی ہنسا ہی نہیں ہو ! ! یہ محض لڑکیوں کی توجہ اپنی جانب کروانے کے لیے تھا۔ ایسا وہ سوچ رہی تھی ! ! راحیل خان کے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا ایسا کچھ ! ! بہرحال وہ اس وقت جل بھن کر کوئلہ ہوئی پڑی تھی ! ! ہر دوسری لڑکی کی نظریں راحیل پر تھیں۔۔ وہ آخر کیوں انسکیورنا ہوتی؟؟؟

سپاٹ لائٹ دونوں کپلز پر تھی ! ! سب کی نظریں انہی کی طرف اٹھی تھیں۔۔ اور ڈی جے سسٹم اس وقت حدائق شاہ سمبھال چکا تھا۔۔ جس سے کبھی اُمید ہی نہیں تھی کہ وہ کوئی اچھا سونگ لگائے گا۔۔ اسے ڈانس کے لیے بس آئٹم سونگ ہی یاد آتے تھے ! ! میوزک شروع ہو چکا تھا۔۔ اور شروع کے میوزک پر ہی جہاں عدیل شاہ نے دانت پیسے ! ! وہیں معاذ شاہ نیچے منہ کرتے ہلکا سا مسکرایا۔۔ اسے حدائق سے کچھ ایسی ہی اُمید تھی ! ! بہرحال جو بھی تھا وہ اس پر بھی ڈانس کر سکتے تھے ! !

"2(گورے تن سے سرکتا جائے، میرا دل یہ دھڑکتا جائے)

"دوپٹے کو سنبھال سونیے، برا ہے میرا حال سونیے

ان پہلے جملوں پر عدیل شاہ اور معاذ شاہ نے اپنی اپنی والیوں کے اِرد گِرد گھومتے گانے کے حساب سے مسکراتے ہوئے اسٹیپ کیے ! ! کچھ تالیوں اور کچھ گانے کی بہت

اونچی آواز سے فضا گونج اٹھی تھی ! ! زارا اور رائنا خان ہنستے ہوئے اپنے اپنے والوں کو دیکھ رہی تھیں ! ! !

"میرے پیچھے زمانہ سارا، حسن میرا ہے ایک انگارا

تو خود کی سنبھال سونیے، نا ایسے دل اچھال سونیے"۔۔۔

معاذ اور عدیل سینے پر ہاتھ باندھے کھڑے تھے اور یہ رائنا اور زارا کہ اسٹیپ تھا۔۔ وہ دونوں ہلکے پھلکے سے انداز میں ہاتھوں کو ہلاتے گانے کے حساب سے اسٹیپ کر رہی تھیں ! !

"میں نے چکر پہ چکر چلایا صنم،

تیرے بابل کو میں نے پٹایا صنم"..

عدیل شاہ نے ہنستے ہوئے رائنا خان کے سامنے اُنگلی سے گول گول اشارہ کرتے برہان خان کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا۔۔ وہ برہان خان کی طرف دیکھتے انہیں آنکھ ونک کر گیا تھا۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہ لائنز واقعی میں ان دونوں کے لیے ہی بنی ہو ! ! برہان خان

نے اس کی حرکت پر بری طرح دانت پیسے ! ! سہی ہی ان کا پسندیدہ داماد حدائق تھا۔۔۔

میری جان تو نے احسان مجھ پہ کیا"

.."کروں کیسے بھلا میں تیرا شکریہ

رائنا خان نے مسکراتے ساتھ ہی گانے کے ساتھ لپسنگ کی ! ! وہ آنکھوں میں نمی لیے اسے دیکھ رہی تھی ! ! جبکہ زارا اور معاذ شاہ رک چکے تھے ! ! یہ لائنز واقعی میں صرف ! ! ان دونوں کے لیے بنی تھیں

! میں نے کیا کیا ہے پاپڑ بیلے، کھیل نجانے کیا کیا کھیلے"

میں عاشق بے مثال سونیے، یہ تیرا ہے کمال سونیے"۔۔

"تو خود کو سنبھال سوہنیا، نا اسے دل اچھال سوہنیا۔

شروع میں عدیل شاہ نے ہنستے ہوئے اسٹیپ کرتے دوسری لائن پر اس کے گال کھینچے ! ! جبکہ تیسری لائن پر رائنا خان گنگنائی تھی ! ! ! بلاشبہ یہ ایک بہت خوبصورت

منظر تھا۔۔ سب لوگ ہی تالیاں بجاتے ان چاروں کو دیکھ رہے تھے ! ! وقفے وقفے سے ہوٹنگ بھی جاری تھی ! !

"تیری میری محبت کا گل کھل گیا۔۔

"میں نے چاہا جسے وہ صنم مل گیا۔

یہ زارا کی لائنز تھیں۔۔ اب رائنا اور عدیل ایک حکے تھے ! ! وہ مسکراتے ہوئے ان دونوں کو ہی دیکھ رہے تھے ! ! زارا خان نے ہنستے ہوئے ان بول کے مطابق اسٹیپ کیے ! ! لیکن یہ کسی اور پر بھی جچ رہا تھا۔۔ مدحا نے بے ساختہ ہی آنکھیں گھماتے اپنے سے کچھ قدموں کے فاصلے پر کھڑے راحیل خان کی طرف دیکھا۔۔ اسے بھی تو من چاہا صنم مل گیا تھا۔۔ پتہ نہیں کیوں حملے اس کے دل پر لگے تھے ! ! راحیل خان جو سامنے کی طرف متوجہ تھا کہ اپنے اوپر کسی کی نظروں کی تپش کو محسوس کرتے اس نے اچانک ہی نظریں گھماتے مدحا کی طرف دیکھا۔۔ دونوں کی نظریں ملی ! ! راحیل خان اسے ہی دیکھ رہا تھا جو کھوئی کھوئی سی اپنی گرے آنکھیں اس پر گاڑے نجانے کیا سوچ رہی تھی ! ! !

"بڑی مشکل سے ہم کو ملی یہ گھڑی

پاس آجا ارے دور کیوں ہے کھڑی؟"۔۔

یہ معاذ شاہ کے اسٹیپ تھے ! ! وہ زارا کو بازو سے پکڑے خود سے تھوڑے فاصلے پر کھڑا کر چکا تھا۔۔۔ جبکہ راحیل خان جس کا دھیان خود ابھی ہی گانے کی طرف گیا تھا اس نے نا محسوس انداز میں ہاتھ آگے کو بڑھاتے مدحا کو بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔۔۔ اسے مدحا سے دور رہنے کی تنبیہ کی گئی تھی دا جان کی طرف سے ! ! کیونکہ ابھی خاندان میں کسی کو نہیں پتہ تھا۔۔ وہ چاہتے تھے کہ پہلے وہ خود پورے خاندان میں مدحا کو انٹروڈیوز کروائیں ! ! مگر جو بات مان لے وہ پھر راحیل کیسا؟؟ مدحا ابھی تک اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! دل تھا کہ بھرنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔۔ آخر کیوں تھی وہ اس شخص کے پیچھے اتنی پاگل؟؟ وہ آج پھر اسے سفید رنگ میں دیکھ کر کھو چکی تھی ! ! راحیل خان اسے اپنے قریب کیے اس کی کمر کے گرد اپنا حصار بنا چکا تھا۔۔ وہ خود اس کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہا تھا۔۔ وہ دونوں محض اپنے میں گم تھے ! !

تُجھے دیکھوں بہکتی جاؤں، خوشبو سے مہکتی جاؤں۔"

یہ تیرا ہے کمال سوہنیا، ہوئی میں بے خیال سوہنیا۔۔

یہ زارا کی لائنز تھیں۔۔ وہ ہنستے ہوئے معاذ شاہ کی طرف دیکھتے اسٹیپ کر رہی تھی ! !

جبکہ مدحا نے نا محسوس انداز میں راحیل کی طرف دیکھتے یہ الفاظ ساتھ ہی دہرائے ! ! وہ اس حسین شخص کے سحر میں کھوئی ہوئی تھی ! ! راحیل خان نے ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلاتے اس کی ناک کے ساتھ اپنی ناک مس کی ! ! اسے کسی سے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔۔۔ وہ جتنا محبتوں کو ترستا تھا خدا نے وہ ساری محبت ایک ہی لڑکی کے دل میں ڈال کر اسے سونپ دیا تھا۔۔ اب اس محبت کی حفاظت کرنا اس کا خود کا کام تھا۔۔۔ وہ احھے سے جانتا تھا کہ یہ لڑکی اس کے پیچھے کتنی پاگل ہے ! ! مدحا جیسے اچانک ہی ہوش میں آئی ! ! وہ سٹپٹاتے ہوئے اس سے دور ہونا چاہ رہی تھی یہاں سب تھے ! ! لیکن اب ممکن نہیں تھا۔۔ راحیل خان اس کی کمر کے گرد گرفت مضبوط کیے ہوئے تھا۔۔۔ اتنی ہی محبت کرتی ہو تو اتنی اکھڑی اکھڑی کیوں رہتی ہو؟؟ راحیل خان نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔۔۔ اُداس سی مسکراہٹ ! ! ! حرکتیں ہیں آپ کی سیدھے رہنے والی؟؟ مدحا نے سنجیدگی سے کہتے اس سے اپنی نظریں پھیری ! ! کتنا تڑپ رہی تھی پچھلی اتنی دیر سے وہ ! ! ! ان لڑکیوں کو دیکھ دیکھ کر اس کا بس نہیں تھا کہ راحیل کو کہیں چھپا دے یا پھر ان لڑکیوں کی آنکھیں پھوڑ دے ! ! اتنی مشکل سے تو وہ شخص صرف اس کا ہوا تھا اب وہ کچھ بھی برداشت نہیں کر سکتی تھی ! ! ! راحیل

خان ابھی اسے کچھ بھی کہتا کہ امجد صاحب ہی آواز پر اس نے گڑبڑاتے ہوئے مدحا کے گرد سے اپنا ہاتھ ہٹایا۔۔ وہ فوراً ہی پھر سے اس سے فاصلہ بنا چکا تھا۔۔ مدحا خود شرم سے مرتے آگے کی طرف بڑھی ! ! اللہ پوچھے اس راحیل کو ! ! امجد خان انہیں دیکھتے انہی دونوں کے پاس آکر کھڑے ہو گئے تھے ! ! برخوردار ولیمے تک کچھ گھنٹوں کی بات ہے بس ! ! مر نہیں جاؤ گے تم اتنے میں ! ! کتنے لوگ دیکھ دیکھ کر تمھیں باتیں بنا رہے ہیں ! ! یہ میرے جڑے ہاتھ دیکھ لو اور شرم کر لو کچھ ! ! ہماری کوئی عزت ہے اسے باقی رہنے دو ! ! ! امجد خان نے سنجیدگی سے کہتے اسے شرم دلانی چاہی ! ! انہیں دا جان نے بھیجا تھا۔۔ وہ دونوں دور سے راحیل اور مدحا کو دیکھ حکے تھے ! ! حالانکہ بہت سختی سے دا جان نے راحیل کو منع کیا تھا لیکن وہ جو ٹھہرا منہوس ! ! ! کیسے ان کی بات کو مانتا؟؟ اچھا۔۔ اسنے جوتوں پر نظریں جمائے مس اتنا کہتے راحیل خان خود بھی آگے کی طرف بڑھا۔۔ ایک تو پابندیاں ہی بہت تھیں اس گھر میں ! ! لیکن خیر اس کی بات ادھوری رہ گئی تھی ! ! !

ڈانس ختم ہو چکا تھا۔۔۔ دلہے اور دلہنیں جاتے واپس سے اسٹیج پر بیٹھ حکے تھے ! یہ لوگ بس مہندی کا فنکشن اختتام ہی کر رہے تھے ! ! رات کے ڈھائی بج حکے تھے ! ! !

کل شام میں برات بھی تھی ! ! بخیر و عافیت سے مہندی کا فنکشن اپنے اختتام کو پہنچا۔۔۔ بلا شبہ یہ ایک خوبصورت رات تھی ! ! زارا اور رائنا خان کو اندر لے جایا جا چکا تھا۔۔ جبکہ کچھ مہمان جو یہیں نزدیک کے تھے وہ سب اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو رہے تھے ! ! شاہ ولا سے بھی تمام لوگ بس نکلنے ہی لگے تھے ! ! وہ سب ہی بہت تھک ! ! چکے تھے

97/2

دن کا سورج پورے آب و تاب سے چمک رہا تھا۔۔۔ آج بارات کا دن تھا۔۔۔ آج بلآخر وہ دن آنے ہی والا تھا جب دو حسین جوڑے مکمل ہونے والے تھے ! ! تمام رنجشیں، مصیبتیں اور پریشانیاں جھیلے وہ سب آگے بڑھ رہے تھے ! ! خان ولا اس وقت مکمل طور پر سناٹا چھایا تھا۔۔۔ کیونکہ سب لوگ ہی ہال ہے لیے نکلے ہوئے تھے ! ! رائنا خان اور زارا خان کو راحیل پارلر سے پک کرنے گیا ہوا تھا۔۔ وہ بھی سیدھا ہال ہی جاتا۔۔ بارات کا وقت شام میں تھا۔۔ لیکن چونکہ سردیوں کے دن کی وجہ سے بہت جلدی رات ہو رہی تھی تو ان لوگوں کو وقت کے حساب سے جلدی ہی نکلنا

پڑا۔۔ سب لوگ ہال میں ہی تھے ! ! اس وقت گھر میں کوئی انسان بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ ! ! ! ! ! اسی کے برعکس اگر شاہ ولا میں دیکھا جاتا تو وہاں بھگدڑ مچی ہوئی تھی۔۔ سب لوگ ہی تقریباً تیار تھے ! ! انہیں کال آگئی تھی آبان کی کہ وہ لوگ ہال پہنچ چکے ہیں ! ! تبھی وہ لوگ بھی جلدی جلدی کرتے بس اب نکلنے ہی لگے تھے ! ! معاذ شاہ اس وقت سفید رنگ کی خوبصورت سی شیروانی میں ملبوس پاؤں میں کھیڑیاں پہنے سر پر سہرا سجائے کوئی شہزادہ معلوم ہو رہا تھا۔۔ آج تو چہرے کی رونق ہی الگ تھی ! ! وہ اس وقت سائرہ بیگم کے ساتھ لاؤنج میں کھڑا باقی سب کے ساتھ باہر کی طرف ہی بڑھ رہا تھا۔۔ شکر تھا کہ سائرہ بیگم آج کل چپ تھیں۔۔ انہیں زارا سے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔۔ جس کے پیچھے وجہ راحیل تھا۔۔ اُن سب نے ہی ہیر کے لیے راحیل کو سوچا ہوا تھا۔۔ پتہ نہیں کیوں انہیں رفیق صاحب کا خاندان کچھ ٹھیک لگتا تھا۔۔ کا اُن کی اولاد سے ان کا واسطہ نہیں پڑا تھا نہ اس لیے ! ! ! لیکن جو بھی تھا راحیل انہیں پرسنلی اپنے داماد کے طور پر بہت پسند تھا۔۔۔ خوبصورت تھا، امیر تھا، بڑوں کی عزت کرتا تھا، سب سے بڑی بات انہوں نے دیکھا تھا کہ وہ عورتوں کی بھی بہت عزت کرتا ہے ! ! اپنی بیٹی کے لیے کسی کو اور کیا ہی چاہیے بھلا؟؟ خان ولا کے لوگوں سے ان کی نفرت تھی اور وہی اپنی بیٹی دینے کا سوچ رہی تھیں یہ ! ! حیرت تھی سائرہ بیگم پر ! ! ہیر شاہ

بھی انہی کے ساتھ باہر کی طرف بڑھتی زنک کلر کی خوبصورت سی میکسی میں ملبوس تھی جس پر گولڈن کلر کے موتیوں کا کام کیا گیا تھا۔۔۔لمبے گھنے بالوں کو کمر پر کھلا چھوڑا گیا تھا جبکہ آگے سے ان کا خوبصورت سا ڈیزائن بنا ہوا تھا۔۔ اس کی ہیزل نٹ آنکھیں کاجل سے لبریز قاتلانہ لگ رہی تھیں ! ! وہ خوبصورت تھی اور اس وقت تو کسی کا بھی ایمان ڈگمگا سکتی تھی ! ! ایک چیز جو اس میں سب سے زیادہ اٹریکٹو تھی وہ تھا اس کا فگر ! ! ویسے تو سب لڑکیاں ہی دبلی پتلی اچھی تھیں مگر اس کے فگر کی بات ہی کچھ اور تھی ! ! کوئی اس کا چہرہ نہ دیکھے اور بس فگر ہی دیکھ لے وہ بھی اس پر فدا ہو جائے ! ! حدائق اور فائزہ شاہ بھی باہر چلتے اپنی گاڑی میں بیٹھ چکے تھے ! ! حدائق شاہ بلیک کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس اوپر واسکٹ پہنے ہوئے غضب ڈھا رہا تھا۔۔ جبکہ اس کے ساتھ بیٹھی شہزادی اس وقت آسمانی نیلے رنگ کی سلک کی میکسی میں ملبوس تھی جس پر آرگینزا کا دوپٹہ تھا۔۔ میکسی کے آگے سینے پر ایک پیٹی کوٹ تھا جس پر کڑھائی کی گئی تھی ! ! بالوں کو کرل ڈال کر آدھا آگے کر کے جبکہ آدھے پیچھے کھلے چھوڑے گئے تھے ! ! کانوں میں بھاری آویزے لٹکائے جبکہ چہرے پر خوبصورت سا میک اپ کیے وہ ہمیشہ کی طرح کوئی آسمان سے اُتری ہوئی معلوم ہو رہی تھی ! ! وہ دونوں ہی گاڑی میں بیٹھتے آگے بڑھ چکے تھے ! ! ان کے پیچھے ہی اشنا شاہ اور زاویار شاہ کی گاڑی تھی ! ! زاویار شاہ اس وقت

شلوار قمیض میں ملبوس تھا جبکہ اس کے ساتھ بیٹھی اشنا شاہ پستہ کلر کے گرارے اور کرتی میں ملبوس بہت حسین لگ رہی تھی ! ! اس نے بھی بالوں کو کھلا چھوڑا تھا۔۔ بس کرلز نہیں ڈالے تھے ! ! چہرے پر خوبصورت سا میک اپ کیے وہ آج زاویار شاہ کے دل پر بجلیاں گرا رہی تھی ! ! ! حدائق کی گاڑی کو آگے نکلتے دیکھ وہ دونوں بھی آگے کی طرف بڑھے ! ! ان کے پیچھے ہی نائرہ شاہ اور ماہ دیر شاہ تھے ! ! وہ دونوں عام سے ڈریسز میں تھے کیونکہ وہ بارات کی بجائے ہسپتال جا رہے تھے ! ! ! ماہ دیر شاہ کے ہاں ننھا مہمان کسی بھی وقت آسکتا تھا۔۔ وہ شادی انجوائے بھی نہیں کر سکے تھے ! ! ڈاکٹرز نے کہا تھا کہ نائرہ کو ہاسپٹل میں ہی ایڈمٹ کر دیا جائے کیونکہ اس کی حالت کچھ ٹھیک نہیں رہتی تھی ! ! خدا ہی رحم کرتا اس پر ! ! ورنہ ڈاکٹرز نے اس وقت ماہ دیر شاہ اور نائرہ کی بہت ڈرایا ہوا تھا۔۔ بچہ اور ماں دونوں ہی ہے حد کمزور تھے ! ! اتنی کیئر کے باوجود بھی کچھ نہیں لگا تھا اس لڑکی کو ! ! خیر وہ لوگ اب پھر سے اس سلسلے میں ہسپتال نائرہ کو ایڈمٹ کروانے جا رہے تھے ! ! ہو سکتا تھا کہ کسی بھی ٹائم ڈیلیوری ہو جاتی ! !

عدیل شاہ اس وقت بلیک کلر کی شیروانی میں ملبوس سر پر سرخ رنگ کا سہرا سجائے شہزادہ لگ رہا تھا۔۔ اس کی وجیہہ پرسنالٹی اس سوٹ میں مزید واضح ہوتے اس کی وجاحت کو چار چاند لگا رہی تھی ! ! بالوں کو احھے سے جیل سے سیٹ کیے چہرے پر ایک حسین سی مسکراہٹ سجائے وہ بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔۔ اس کی اور معاذ شاہ کی پھولوں سے سجی گاڑی سب سے آگے تھی ! ! جبکہ سب سے پیچھے ڈھول والے تھے ! ! بے تحاشہ گاڑیاں ایک قطار میں آگے کی طرف بڑھتی ہال کی طرف روانہ تھیں ! ! معاذ کے کچھ دوست اپنی اپنی گاڑیوں کی روف ٹاپ سے نکلے فائرنگ کر رہے تھے ! ! ہلا گلا سب کچھ ہی جاری تھا۔۔ جہاں سے وہ لوگ گزر رہے تھے وہیں پر اتنا شور مچ رہا تھا کہ عوام رک رک کر اس بارات کو دیکھنے پر مجبور ہو جاتی تھی ! ! رہی سہی کسر زاویار شاہ نے اپنی گاڑی میں فل تیز آواز کے ساتھ گانے لگا کر پُوری کر دی تھی ! ! وہ ! ! ! سب ہی ایک خوبصورت منظر پیش کرتے بارات لے کر جا رہے تھے

زارا خان اور رائنا خان اس وقت ہال کے برائیڈل روم میں بیٹھی تھیں ! ! وہ دونوں ہی مکمل طور پر تیار اپنا ہوش ربا سراپا لیے آج آسمان سے اُتری کوئی حوریں معلوم ہو رہی

تھیں ! ! زارا خان اس وقت سفید رنگ کے گرارے کرتی میں ملبوس تھی جس میں کرتی کے بارڈر پر گولڈن کلر کی کڑھائی بہت نفاست سے کی گئی تھی ! ! ! جبکہ گرارے پر پُوری طرف کام کیا گیا تھا۔۔ بلا شبہ یہ ایک حسین ترین جوڑا تھا جو کہ معاذ شاہ کی پسند کا تھا۔۔۔ ان دونوں نے بجائے ریڈ کے اس کلر کو زیادہ پریفر کیا تھا۔۔ کیونکہ سفید رنگ معاذ شاہ کا سب سے پسندیدہ رنگ تھا ! ! ! کانوں میں بھاری ڈائمنڈ کے اعویزے لٹکائے گلے میں گلوبند پہنے ، جبکہ ناک میں ایک گول باریک خوبصورت سی نوزپن بھی تھی جو آج اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ پہنی تھی، مہندی سے لبریز ہاتھوں نے بھر بھر کر چوڑیاں پہنے چہرے پر حسین سا میک اپ کیے وہ آج کسی بھی عابد و زاہد کا ایمان ڈگمگا سکتی تھی ! ! اس لڑکی کی خوبصورتی کو لفظوں میں بیان کرنا نا ممکن تھا۔۔ وہ دونوں ہی اتنی حسین لگ رہی تھیں ! ! وہ کوئی چھوٹی سی دلہنیں معلوم ہوتی تھیں ! ! ! جبکہ اس کے برعکس رائنا خان اس وقت سرخ رنگ کے دلہن کے لباس میں ملبوس چاند کا ٹکڑا لگ رہی تھی ! ! سر کے ایک طرف خوبصورت گولڈ کی ماتھا پٹی پہنے, کانوں میں جھمکے پہنے اس پر یہ جویلری اور یہ لباس بہت سوٹ کر رہا تھا۔۔ پلکوں کو مسکارے کے بوجھ سے لبریز کیے ہونٹوں پر مہرون کلر کی لپسٹک لگائے وہ آج عدیل شاہ کے چودہ طبق روشن کرنے والی تھی۔۔ عدیل اور معاذ کے مسلسل ان کے پاس میسجز آرہے تھے وہ پل پل

کی خبر دے رہے تھے کہ بس پہنچنے والے ہیں ! ! عدیل شاہ تو بے صبری سے تصویر تک مانگ رہا تھا۔۔ لیکن رائنا پاگل نہیں تھی جو سارا مزا خراب کر دیتی۔۔ اسی لیے آرام سے بیٹھی اس کے میسج کو اگنور کر رہی تھی ! ! ! وہ دونوں ابھی بیٹھی ہی تھیں کہ مدحا، ماورا اور درفشاں اندر داخل ہوئیں ! ! ! مدحا راحیل خان اس وقت پیرٹ گرین کلر کی میکسی میں ملبوس جس پر چھوٹے چھوٹے سنہری رنگ کے موتی لگے تھے ساتھ بازو میں ڈیزائن بناتے اس میں تھوڑا پرپل کلر کا ٹچ دیا گیا تھا۔۔ ساتھ دوپٹہ بھی اسی رنگ کا تھا۔۔۔ بالوں کو کھلا چھوڑے بیچ سے مانگ نکالے بندیاں لٹکائی گئی تھی ! ! کانوں میں جھمکے لٹک رہے تھے جبکہ گلے میں ڈائمنڈ لاکٹ تھا جو کہ اسے شاپنگ پر راحیل نے ہی دلوایا تھا۔۔ وہ الگ بات تھی کہ مدحا ابھی واقف نہیں تھی کہ اس کی ساری جویلری ڈائمنڈ کی ہے ! ! ! یہ سوٹ بھی راحیل خان کی پسند کا ہی تھا۔۔ وہ پارلر سے تیار ہو کر ماورا اور درفشاں کے ساتھ ہی آبان کے ساتھ یہاں آئی تھی۔۔ راحیل خان سے ابھی تک اس کا ٹکراؤ ہوا ہی نہیں تھا۔۔ لیکن جو بھی تھا وہ لڑکی کل سے زیادہ آج پیاری لگ رہی تھی ! ! وہ کوئی کانچ کی گڑیا معلوم ہوتی تھی جو ہاتھ لگانے سے ہی میلی ہو جائے ! ! جو بھی اسے دیکھتا ٹھہر کر دیکھنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔۔ اس کے ساتھ ہی ماورا بالاج خان اس وقت مہرون کلر کی شارٹ کرتی کے ساتھ نیچے گھاگھرا پہنے بہت خوبصورت لگ رہی

تھی۔۔ اس کی لمبی ہائٹ پر ہر طرح کا ہی لباس جچتا تھا۔۔ اس نے اپنے بالوں کا جوڑا بنایا ہوا تھا جس میں سے دو لٹیں نکلتے کرل ہوئی آگے چہرے پر گھوم رہی تھیں ! ! وہ بھی بہت پیاری لگ رہی تھی ! ! اس کے ساتھ کھڑی درفشاں خان اس وقت فالسے کلر کے لباس میں موجود بہت حسین دکھ رہی تھی ! ! ! اس کے چہرے پر ٹوٹ کر ممتا کا روپ نظر آتا تھا۔۔ وہ تینوں ہی اندر کی طرف بڑھتے زارا اور رائنا خان کی طرف بڑھیں ! ! یہ دونوں الگ پارلر سے تیار ہوئی تھیں ! ! یہ لوگ ابھی ہی مل رہے تھے ! ! ! ماشاء اللہ کتنی پیاری لگ رہی ہو تم دونوں ! ! ماورا نے آگے بڑھتے مسکراتے ہوئے ان دونوں کی طرف کی ! ! ان دونوں پر دلہن کا ٹوٹ کر روپ آیا تھا۔۔۔ آپ بھی اچھی لگ رہی ہیں ! ! مدحا بھابی آپ کا میرے بھائی کو مارنے کا اِرادہ ہے کیا؟؟ زارا خان نے ماورا سے کہتے آخر میں ستائش سے مدحا کی طرف دیکھتے کہا۔۔ وہ اسے اکثر ہی چھیڑتی رہتی تھی ! ! آج بھی باز نہیں آئی تھی یہ لڑکی ! ! مدحا نے اس کی بات پر اپنے لپسٹک سے لبریز ہاتھ دانتوں تلے دبائے ! ! کل جو راحیل کا ریکشن تھا وہ سوچ رہی تھی کہیں آج بھی ایسا ہی نا ہو ! ! وہ تو اب تک راحیل کے سامنے بھی نہیں گئی تھی ! ! اپنے والے کی فکر کرو تم ! ! منہ بسورتے مدحا نے تڑخ کر جواب دیا۔۔۔بیہوش ہی ہو جائے گا دیکھ کر ! ! آپ اپنی کریں ذرا۔۔۔ میرے بھائی بیچارے پر ترس آرہا ہے مجھے ! ! کوئی حق

نہیں ہے آپ کو اتنا حسین دکھنے کا۔۔ زارا خان نے ہنستے ہوئے اسے مزید چھیڑا۔۔ گھبرا وہ خود بھی بہت رہی تھی یہ دن ہی ایسا تھا۔۔ لیکن مدحا کو چھیڑنا تو اس کا فرض تھا۔۔ مجھ پر ترس کھاؤ تمھارا بھائی ترس کے لائق نہیں ہے ! ! اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھتے اس نے محض مذاق میں یہ بات کی تھی ! ! ہائے اللہ ذرا دوبارہ بولیں ! ! لڑائی ہو جائے گی۔۔ میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ میں اپنے بھائی کے خلاف بات سنوں ! ! زارا خان مصنوعی سنجیدگی سے کہتے ان سب کو ہنسنے پر مجبور کر گئی تھی ! ! مدحا نے ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلاتے اس کے سر پر چت لگائی ! ! زارا کے ساتھ اس کے پچھلے تھوڑے سے دن ہی اتنے اچھے گزرے تھے کہ اب وہ جا رہی تھی تو اسے بھی اُداسی سی ہو رہی تھی ! ! ! رائنا بھی جا رہی تھی ! ! یہ دونوں ہی گھر کی رونق تھیں ! ! آتی رہنا تم دونوں ! ! تم لوگوں کے بنا گھر سنسان ہو جائے گا ! ! ! در فشاں خان نے آگے بڑھتے اُداسی سے کہا۔۔ اسے خود کو بہت برا لگ رہا تھا۔۔۔ لیکن خیر تھی دنیا کہ رواج تھا۔۔ ہاں نا میں تو روز آؤں گی۔۔ بھئی ایسے اچانک اپنا گھر چھوڑنا آسان تھوڑی ہے ! ! دیکھیے گا عدیل جاب پر ہونگے اور میں پیچھے سے گھر آجاؤں گی ! ! رائنا خان نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔ اس کے تو یہی ارادے تھے ! ! میں بھی ! ! زارا نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی ! ! ! وہ پانچوں ابھی باتوں میں ہی مصروف تھیں کہ باہر سے بے تحاشہ ڈھول

اور فائرنگ کی آواز سنتے بے ساختہ ہی رائنا خان اور زارا خان کا دل شدت سے دھڑکا۔۔

صاف پتہ چل رہا تھا کہ یقیناً بارات ائی ہوگی ! ! بارات آگئی ! ! میں جا رہی ہوں باہر۔۔۔ تم دونوں کے سیاں کو دیکھنے ! ! چلو تم بھی ! ! در فشاں خان نے شروع میں زارا اور رائنا سے کہتے آخر میں ماورا کا ہاتھ پکڑا۔۔ وہ اسے بھی ساتھ لے کر جا رہی تھی ! ! بھابی آپ تو میرے پاس ہی رہیں آپ کدھر جا رہی ہیں ! ! مدحا بھی ابھی ان لوگوں کے پیچھے جاتی کہ زارا نے گھبراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما۔۔یہ وقت ہی کچھ ایسا تھا کہ ان لوگوں کا دل باہر آنے کو تھا۔۔ میں نے بارات دیکھنی ہے ! ! مدحا نے منہ بناتے اسے آگاہ کیا۔۔ اسے بھی باہر جانا تھا۔۔۔یہ کھڑکی سے دیکھتے ہیں تینوں آجائیں ! ! رائنا خان نے کمرے میں موجود ایک کھڑکی کو دیکھتے مسکراتے ہوئے اس کی طرف قدم لیے ! ! باقی دونوں بھی اسی کے پیچھے تھیں ! ! وہ تینوں بڑی سی کھڑکی کا شیشہ ! ! !کھولے نیچے جھانک رہی تھیں

جہاں عدیل شاہ اور معاذ شاہ کھڑے تھے اور ان پر پیسوں کی بارش ہو رہی تھی ! ! ایک ہجوم لگا ہوا تھا باہر ! ! ان سب کے شوہر بھی اسی ہجوم میں شامل تھے ! ! نیچے دھڑا دھڑ بجتے ڈھول کی تھاپ پر بھنگڑے ڈالے جا رہے تھے ! ! جبکہ فائرنگ سے فضا گونج

اٹھی تھی ! ! معاذ اور عدیل شاہ کے دوست تھے یہ جو فائرنگ کر کر پاگل ہوئے پڑے تھے ! ! فضا میں آتش بازی بھی ہو رہی تھی جو آسمان کا ایک خوبصورت نظارہ پیش کر رہی تھی ! ! معاذ شاہ اور عدیل شاہ بیچ میں کھڑے تھے جبکہ ان کے اِرد گرد سارے لڑکے کھڑے ان پر سے پیسے وار رہے تھے ! ! راحیل خان اور بالاج خان نے آگے بڑھتے عدیل اور معاذ شاہ کے گلے میں پھولوں کا ہار پہنایا۔۔۔ راحیل خان اس وقت کرتا شلوار میں ملبوس تھا اور بالاج خان نے بھی اسی کی طرح کی ڈریسنگ کی تھی ! ! اوپر واسکٹ پہنی ہوئی تھی ان دونوں نے ! ! معاذ شاہ جو کھڑا مسکراتے ہوئے سب کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک ہی اس کی نظر اوپر کی طرف اٹھی ! ! جہاں کھڑکی سے اسے اس حسین چہرے کی محض جھلک نظر آئی تھی ! ! زارا خان اسے اوپر کی طرف دیکھتا پا کر فوراً ہی سائڈ پر ہو چکی تھی ! ! معاذ شاہ نے مسکراتے ہوئے گردن کو اِدھر اُدھر کرتے اوپر دوبارہ اسے دیکھنا چاہا لیکن اب وہاں محض دو ہی لڑکیاں کھڑی تھی ! ! زارا خان سائڈ پر ہو چکی تھی ! ! مسکرا کر سر جھٹکتے معاذ شاہ نے اپنے ساتھ کھڑے حدائق شاہ کے بازو کو پکڑا۔۔ حدائق شاہ کی سوالیہ نظریں اسی پر تھیں ! ! معاذ شاہ نے شور کے تحت ایک کان پر ہاتھ رکھتے اس کے کان میں کچھ سرگوشی کی ! ! وہ اسے کچھ کہہ رہا تھا۔۔ کہ حدائق شاہ نے پیچھے کو ہوتے اسے گھور کر دیکھا۔۔ معاذ شاہ کی آنکھوں میں التجا

اُبھری ! ! ! حدائق شاہ نفی میں سر ہلاتے آگے اندر کی طرف بڑھا۔۔پتہ نہیں وہ کیا کام کرنے جا رہا تھا معاذ کا۔۔ سالے بس کر دے سارے پیسے آج ہی ختم کرنے ہیں کیا؟؟ عدیل شاہ نے دانت پیستے ہوئے زاویار شاہ کو مخاطب کیا جو کھڑا اس پر نوٹوں کی گدیاں نچھاور کرتا ہی جا رہا تھا۔۔ اسے غصّہ آنے لگا تھا۔۔بھئی جلدی جلدی جا کر سیدھے ٹریک سے اندر بٹھاؤ ! ! نہیں ان کے تو یہاں تماشے ہی ختم نہیں ہوتے تھے ! ! ! شکر کر تیری اس منہوس شکل پر لٹا رہا ہوں ! ! عزت راس ہی نہیں ہے ! ! دو بدو ہی زاویار شاہ کی طرف سے جواب آیا۔۔ ان کی بیویاں سب اندر چلی گئی تھیں ! ! وہ سب ابھی باتیں ہی کر رہے تھے کہ فل تیز آواز میں گانا چلایا گیا۔۔ اور عدیل شاہ کی پہلی نظر معاذ پر گئی تھی ! ! اسے پتہ تھا کہ یہ معاذ کا ہی کام ہوگا۔۔ اگر معاذ شاہ کی شادی اس کے ساتھ نا ہوتی تو یقیناً اس شخص کی شادی میں بلکل مزا نہیں آنا تھا۔۔۔ اندر چلو بیٹا۔۔۔ دا جان نے آگے کو آتے ان لوگوں کو مخاطب کیا۔۔ کافی دیر ہو گئی تھی یہاں کھڑے ہوئے ! ! ! جبکہ معاذ شاہ نے آگے کی طرف بڑھتے ایک نظر پھر سے کھڑکی کی طرف دیکھا۔۔۔۔

پیچھے باراتی، آگے بینڈ باجا۔۔"

"آئے دلہے راجہ گوری کھول دروازہ

معاذ شاہ نے اوپر کی طرف دیکھا۔۔ اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی ! ! مقابل محض چہرہ نکالے جھانک کر اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! اور معاذ شاہ مر مٹا تھا اس کی اس ادا پر۔۔۔ اس کی نظریں اوپر سے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں ! ! کتنی پیاری لگ رہی تھی وہ ! ! اس کے نام کی دلہن بنی زارا خان اب زارا معاذ شاہ بننے والی تھی ! ! معاذ شاہ سن ہوا مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ دیدار پہلے ہی نصیب ہو گیا تھا اسے ! ! ! اس کے پاس واقعی میں الفاظ نہیں تھے اس لڑکی کے حسن کو بیان کرنے کے لیے ! ! مقابل اس کی سوچ سے زیادہ پیاری لگ رہی تھی ! ! چل بھی لے ! ! حدائق شاہ نے اسے آرام سے کھڑے دیکھ ٹھوہکا سا لگایا۔۔ سارے اسی کا انتظار کر رہے تھے ! ! زارا خان حدائق کو اوپر کی طرف دیکھتا پا کر فوراً ہی پیچھے ہو گئی تھی ! ! وہ کیا باقی دونوں بھی پیچھے ہو گئی تھیں ! ! ! معاذ شاہ مسکراتے ایک گہری سانس بھرتے اندر کی طرف بڑھا۔۔ پتہ نہیں انتظار کی گھڑیاں کب ختم ہونی تھی۔۔ وہ سب لوگ اندر کی طرف بڑھ چکے تھے ! ! آن بارات میں اریبی بھی شامل تھا جسے خاص حدائق نے بلایا تھا۔۔ کہا تو کل مہندی کا بھی تھا مگر اریبی صاحب کو عالمی بیوی کی کلاس لینے سے

فرصت ملے تو وہ کچھ کرتا۔۔۔ وہ کل اسی میں مصروف تھا۔۔ حدائق ناراض نہ ہو اس لیے وہ آج وقت نکالتے آ ہی گیا تھا۔۔ مشال کو ایک کمرے میں بند کیے ! ! جو ایک مرتبہ بھاگنے کی کوشش کر چکی تھی وہ دوبارہ بھی نکل سکتی تھی ! ! اریبی اب رسک لینا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔۔ خیر وہ بھی ابھی بارات میں شامل تھا۔۔۔ اندر کی طرف بڑھتے معاذ شاہ برہان خان اور رفیق خان سے ملا۔۔۔ اِرد گرد لڑکیاں کھڑی ان پر پھولوں کی برسات کر رہی تھیں ! ! راحیل خان ضیغم کے ساتھ ایک طرف سنجیدگی سے کھڑا تھا۔۔۔ وہ بھلا کیا ہی کرتا۔۔ کیا ہی خوشی مناتا۔۔ اس کی چھوٹی بہن جا رہی تھی اور سوچ سوچ کر ہی اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔۔ عدیل شاہ اور باقی سب بڑوں کے ہمراہ آگے ہے اسٹیج پر بیٹھے ! ! یہ ایک بہت بڑا ہال تھا۔۔۔ معاذ شاہ اور عدیل شاہ ایک ساتھ ہی صوفے پر بیٹھے تھے ! ! پہلے ان کا نکاح ہونا تھا۔ جو کہ لڑکیوں کا برائیڈل روم میں ہی اور ان کا یہیں پر ہوتا۔۔۔ ساتھ کرنے کی بجائے اسی پر سب نے اتفاق کیا تھا۔۔ تاکہ بعد میں اینٹری اچھی ہو سکے ! ! ماشاء اللہ بہت ہینڈسم لگ رہے ہو دونوں ! ! آبان خان نے ان دونوں کی طرف آتے پتہ نہیں کیسے آج ان کی طرف کر دی تھی ! ! ہینڈسم ہوں تو ہینڈسم ہو لگوں گا نہ؟ ! معاذ شاہ کو طرف دردانت نکالتے فوراً ہی جواب آیا تھا۔۔ دلہا بن کر بھی اس کی زبان کو چین نہیں آرہا تھا۔۔ دفعہ ہو تعریف کے لائق ہی نہیں ہے تو ! !

آبان خان نے اس کے جواب پر دانت پیسے ! ! میرا خیال ہے نکاح شروع کرتے ہیں ! ! رات ہو چکی ہے مولوی صاحب نے جانا بھی ہے ! ! پہلے ہی دیر ہو گئی ہے ! ! ! ابھی معاذ شاہ کچھ کہتا کہ رفیق خان نے ان کی طرف آتے مظہر شاہ سے اجازت چاہی ! ! ! جی جی ضرور ! ! انہوں نے خوشامد سے کہتے دا جان کی طرف اپنے قدم لیے ! ! کچھ بڑے اسٹیج پر ہی تھے تو کچھ اِدھر اُدھر مہمانوں کو دیکھ رہے تھے ! ! جبکہ سائرہ بیگم اور نوین بیگم برائیڈل روم میں چلی گئی تھیں ! ! ڈھول ڈھمکا، گانوں کی آواز، آتش بازی سب کچھ ایک پل کے لیے رک گیا تھا۔۔ سب کو ہی خبر ہوئی تھی کہ نکاح ہونے جا رہا تھا۔۔ تمام خواتین اسٹیج سے ایک سائڈ پر ہو چکی تھیں ! ! دوٹے سروں پر آ چکے تھے ! ! معاذ شاہ مسکراتے ہوئے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ کتنا انوکھا سا احساس تھا یہ ! ! اس کا خود کا دل بہت تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔۔ اب تک یقین نہیں آتا تھا اسے کہ جسے چاہا اسے اتنی آسانی سے پا لیا۔۔۔ وہ پوری طرح اس کی ہونے جا رہی تھی ! ! صرف اس کی ! ! اس پر سب سے زیادہ حق اب معاذ شاہ کا ہوتا یہ احساس ہی اس کے دل کی دھڑکن میں بتدریج اضافہ کر رہا تھا۔۔۔۔ مولوی صاحب اسٹیج پر آتے اس کے ساتھ ہی بیٹھے ! ! ! دو مولوی تھے ! ! ایک عدیل شاہ کی طرف بیٹھے تھے تو

دوسرے معاذ شاہ کی طرف ! ! ! نکاح شروع کریں مولوی صاحب ! ! دا جان نے کرسی پر بیٹھتے مولوی کو حکم دیا۔۔۔۔

معاذ شاہ ولد بشارت شاہ آپ کا نکاح زارا خان ولد رفیق خان کے ساتھ ایک کروڑ" روپے سکہ رائج الوقت کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟ مولوی صاحب نے معاذ شاہ کی طرف رکھتے استفسار کیا۔۔ معاذ شاہ کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی ! ! شاید ہی اپنی ستائیس سالہ زندگی میں اس نے اس سے زیادہ خوبصورت الفاظ سنے ہو ! ! ! اس کے کانوں ایک راحت سی پہنچ گئی تھی ! ! ! اس کی آنکھوں کے سامنے بے ساختہ ہی وہ منظر گھوما جب اس نے یونی میں پہلی مرتبہ زارا کو دیکھ کر جان بوجھ کر اس کا نام پوری کلاس کے سامنے لے کر اسے تنگ کیا تھا۔۔۔ "قبول ہے"۔۔ جی جان سے مسکراتے ہے جواب آیا۔۔ اسے تو دل و جان سے قبول تھی وہ لڑکی ! ! ! مولوی صاحب نے ہن میں گردن ہلاتے پھر سے اپنے الفاظوں کو دہرایا۔۔۔ "قبول ہے"۔۔۔۔ اس مرتبہ بھی اسی جوش کے ساتھ قبول کیا گیا تھا۔۔۔ اس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر گھوما تھا جب اسے پہلی مرتبہ زارا کے لیے کچھ انوکھا محسوس ہوا تھا۔۔ جب اس دن کاریڈور میں وہ دونوں گرے تھے ! ! اس پوری رات وہ سو نہیں پایا تھا۔۔۔ سب لوگ مسکراتے

ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے ! ! ہال میں اس وقت مکمل خاموشی تھی ! ! یا تو مولوی کی آواز گونج رہی تھی یا پھر معاذ شاہ کی ! ! مولوی صاحب نے ایک مرتبہ پھر سے اپنے الفاظ دہرائے ! ! ! "قبول ہے"۔۔۔ آخری مرتبہ قبول ہے بولتے ہوئے وہ سارے منظر اس کی آنکھوں کے سامنے گھومے تھے جب جب وہ زارا خان سے ملا تھا۔۔۔ خاص کر وہ جب زارا نے اسے اپنے ہاتھوں سے زہر دیا تھا۔۔ خیر سی آر سے وہ اپنا بدلہ لے چکا تھا۔۔۔ کچھ حدائق نے بھی اس کی اچھی خاصی خبر لیتے ٹانگیں توڑ دی تھی اس کی ! ! ! یہاں دستخط کریں ! ! مولوی صاحب نے نکاح نامے کو معاذ کے سامنے کرتے اسے دستخط کرنے کو کہا۔۔۔ معاذ شاہ نے فوراً ہی اور کی بتائی جگہ پر اپنے سائن کر دیے تھے ! ! اس کا دل بہت زیادہ تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔۔ اس کی طرف سے استعجاب و قبول کا مرحلہ طے پایا جا چکا تھا۔۔ زارا خان کا نکاح برائیڈل روم میں ہی ہونا تھا۔۔۔ آجائیں اتنے بچی کی طرف سے بھی نکاح کر لیں ! ! دا جان نے کرسی سے کھڑے ہوتے مولوی صاحب کی طرف دیکھتے کہا۔۔یہاں اتنے عدیل شاہ کا نکاح ہوتا اتنے زارا کی طرف سے بھی نکاح ہو جانا تھا۔۔ مولوی صاحب بھی اٹھتے ان کے ساتھ بی آگے کی جانب بڑھے ! ! ! عزرا بیگم ، رفیق خان اور راحیل خان ان کے ساتھ ہی تھے ! ! مدحا اور باقی سب کو ویسے بھی برائیڈل روم میں ہی تھیں ! ! معاذ شاہ اپنے خشک ہونٹوں پر

زبان پھیرتے مسکراتے ہوئے انہیں جاتے دیکھ رہا تھا۔۔۔ ایک بار نکاح ہو جاتا اس نے بھنگڑے ڈالنے تھے ! ! یہاں عدیل شاہ کی طرف سے نکاح ہو رہا تھا۔۔۔

راحیل خان نے سب سے پہلے آگے کو آتے برائیڈل روم کا دروازہ ناک کیا۔۔ زارا بیٹے نکاح کے لیے مولوی صاحب آئے ہیں ! ! راحیل خان نے دھیرے سے کہا۔۔ یہ محض ایک اشارہ تھا۔۔ اندر موجود زارا خان نے بے ساختہ ہی اپنے ساتھ بیٹھی مدحا کے بازو کو پکڑا۔۔۔ ایک تو پہلے ہی اس کی حالت خراب ہو رہی تھی اوپر سے اب اتنی جلدی نکاح کا وقت بھی ہو گیا تھا۔۔ اسے جلدی لگ رہا تھا۔۔۔ وہ گھبرا رہی تھی ! ! ! کچھ نہیں ہوگا تم یہ چادر اوڑھو ! ! ! مدحا نے اس کے گال کو تھپتھپاتے اس کے پاس پڑا سرخ رنگ کا دوپٹہ اٹھاتے گھونگھٹ کے طور پر اس کے سر پر ڈالا۔۔۔ زارا کا چہرہ بلکل ڈھک چکا تھا۔۔ رائنا خان کو بھی اسی طرح درفشاں اور ماورا نے ملتے دوپٹہ اوڑھایا۔۔۔ سائرہ بیگم اور نوین بیگم ایک طرف کھڑی ہو چکی تھی ! ! جبکہ مدحا اور باقی دونوں بھی دوپٹہ سیٹ کرتے ایک طرف کھڑی ہوئیں ! ! آجائیں ! ! مدحا نے دروازے کی طرف دیکھتے انہیں اندر آنے کی اجازت دی ! ! وہ سب ایک طرف ہو چکی تھیں ! ! ویسے بھی یہ برائیڈل روم اچھا خاصا بڑا تھا۔۔۔ راحیل خان دروازے کو کھولتے سب

کے ساتھ ملتے اندر کی طرف بڑھا۔۔۔ سب لوگ اندر داخل ہو چکے تھے ! ! رفیق خان اور راحیل آگے کی طرف بڑھتے زارا کے پاس بیٹھے ! ! ! زارا خان نہایت تیزی سے دھڑکتے دل کے ساتھ بیٹھی کپکپا رہی تھی ! ! کوئی بھی اسے دیکھ کر بتا سکتا تھا کہ وہ کانپ رہی ہے ! ! یہ وقت اس کے لیے واقعی میں بہت مشکل تھا۔۔ جتنی خوشی تھی اتنا ہی گھر والوں کو چھوڑنے کا غم بھی تھا۔۔۔ مولوی صاحب بھی سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ چکے تھے ! ! ! ریلکس میرا بچہ ! ! اسے کانپ کیوں رہی ہو ! ! راحیل خان نے زارا کے گرد نرمی سے حصار بناتے اس کے سر پر اپنے لب رکھے ! ! وہ اس کی گھبراہٹ بہت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔۔ یہ وقت شاید ہر لڑکی کے لیے ہی ایسا ہوتا ہے ! ! بھائی ! ! زارا خان نے راحیل کے سینے میں منہ چھپاتے دھیرے سے اسے پکارا۔۔ اس کے اندر سے جیسے جان ختم ہو رہی تھی ! ! جبکہ اس کی آواز بھیگی ہوئی تھی ! ! وہ رو رہی تھی؟ لیکن کیوں؟؟ کیا ہوا ہے میرے بچے؟ خوشی کا موقع ہے اسے تھوڑی کرتے ہیں؟؟ راحیل خان نے اسے روتے دیکھ نرمی سے کہا۔۔ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں مولوی صاحب سے ایک لمحے کے لیے معذرت کر گیا تھا۔۔۔ بھائی۔۔۔ ماما۔۔۔ دھیرے سے کہتے زارا خان اس کے سینے میں منہ دیے سسکنے لگی تھی ! ! اسے اپنی ماں کی شدت سے یاد آرہی تھی ! ! کاش کہ وہ اس وقت میں ان کے ساتھ ہوتی ! ! راحیل خان نے ہونٹ

کاٹتے ایک نظر رفیق خان کو دیکھا جو خود نظریں چرا رہے تھے ! ! جیسے ہمیشہ اس کی ماں کے ذکر پر ہوا کرتا تھا۔۔۔ میں ہوں نہ بچے ! ! میں ہوں سب کچھ تمھارا۔۔ ماما کو بلکل اچھا نہیں لگ رہا ہوگا تمھیں اس طرح روتے دیکھ ! ! چپ کرو شاباش ! ! مولوی صاحب انتظار کر رہے ہیں ! ! راحیل خان نے زارا کی طرف دیکھتے اسے نرمی سے ٹریٹ کرتے چپ کروانا چاہا۔۔۔ مقابل اس کا بھی دل ہولا رہی تھی ! ! اسے کب نہیں آتی تھی اپنی ماں کی یاد؟؟ دیوار سے لگی مدحا کی خود کی آنکھوں میں نمی سی اکٹھی ہونا شروع ہوئی ! ! وہ احھے سے جانتی تھی اس دکھ کو ! ! نہیں بھائی ! ! ماما آجائیں پلیز ! ! زارا خان نے سسکتے ہوئے کہا۔۔۔ اِس کی آواز شدید بھیگی ہوئی تھی ! ! راحیل خان نے نظریں اٹھاتے مدحا کی طرف دیکھا۔۔ اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے پاس بلایا تھا۔۔ وہ نہیں سنبھال پا رہا تھا زارا کو ! ! ! اس کی آنکھوں میں نمی سی جمع ہونے لگی تھی جسے وہ ہاتھ کاٹتے پیچھے گھسیٹ رہا تھا۔۔۔ اپنی ماں اسے بھی بہت عزیز رہی تھی ! ! ایک اس کی ماں ہی تھی جس نے اس سے بے لوث محبت کی تھی ! ! اوپر سے زارا بھی جا رہی تھی آج ! ! وہ ہمت ہار رہا تھا۔۔ مدحا نے اپنے آنسوں صاف کرتے اس کی طرف قدم لیے ! ! زارا بیٹے ! ! ! رفیق خان ابھی زارا کے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہ راحیل خان انگلی اٹھاتے انہیں آنکھوں ہی آنکھوں میں تنبیہ کر گیا تھا۔۔۔ صرف اسی

شخص کی وجہ سے وہ دونوں بہن بھائی آج اس حالت میں تھے ! ! ! سارا کیا دھرا اسی ایک انسان کا تھا۔۔۔ رفیق خان ایک گہری سانس بھرتے نم آنکھوں کے ساتھ صوفے سے کھڑے ہوئے ! ! انہیں گھٹن سی ہونے لگی تھی ! ! دن رات راحیل سے معافی مانگنے کے باوجود بھی وہ شخص انہیں دل سے معاف نہیں کر پایا تھا۔۔ قصور اس کا نہیں تھا۔۔ اس کا نقصان بہت زیادہ ہوا تھا۔۔ مدحا آگے بڑھتے زارا کے دائیں طرف بیٹھی ! !بیچ میں زارا خان تھی جبکہ اس کے اِرد گرد راحیل اور مدحا بیٹھے تھے ! ! زارا اِدھر دیکھو ! ! ! مدحا نے آرام سے راحیل کی گرفت سے زارا کو ہٹاتے اپنی طرف کیا۔۔ وہ اس کے گرد حصار بنائے گھونگھٹ میں سے اس کے آنسوں صاف کر رہی تھی ! ! کیا سوچ رہی ہونگی کہ اتنی روتو بیٹی ہے میری ! ! کیسے نکاح کے دن بھی رو رہی ہے ! ! چپ کرو شاباش ! ! یہ خوشی کا دن ہے ! ! آنٹی کی دعائیں تمہارے ساتھ ہونگی ! ! دیکھنا یقیناً وہ جنت میں بیٹھی تمھیں دیکھتے ہوئے مسکرا رہی ہونگی ! ! ریلکس ہو جاؤ شاباش ! ! ! مدحا نے اس کے آنسوں صاف کرتے ہلکے پھلکے سے انداز میں کہا۔۔۔ وہ ہمت باندھ گئی تھی ! ! اب زارا کو سمبھالنا تھا۔۔۔ ہاں نا سارے دیکھ رہے ہیں کیا سوچ رہے ہونگے؟؟ چپ کرو شاباش میرا بہادر بچہ ! ! راحیل خان نے بھی اس کے گرد اپنا ایک بازو باندھا۔۔۔ وہ دونوں بیٹھے اسے تسلیاں دیتے چپ کروا

رہے تھے ! ! ! زارا خان کے رونے میں تو کمی آئی تھی لیکن اس کی گھبراہٹ بند نہیں ہوئی تھی ! ! ! اسے تھوڑا بہت ریلکس ہوتے دیکھ راحیل خان نے مولوی صاحب کو اشارہ کیا۔۔ جو کب سے ہٹھے انہی کے انتظار میں تھے ! ! ہر عورت کے لیے یہ وقت مشکل تھا۔۔ اسی لیے کوئی کچھ بول بھی نہیں سکتا تھا۔۔۔ مولوی صاحب نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے نکاح شروع کیا۔۔۔ اس کا ایک ہاتھ راحیل خان نے پکڑا ہوا تھا ! !تو دوسرا مدحا نے ! ! وہ دونوں اس کے گرد اپنا ایک ایک بازو باندھے ہوئے تھے

زارا خان ولد رفیق خان آپ کا نکاح معاذ شاہ ولد بشارت شاہ کے ساتھ ایک کروڑ" روپے سکہ رائج الوقت کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟" مولوی صاحب نے نکاح شروع کرتے کہا۔۔۔ زارا خان نے بے ساختہ ہی مدحا کے ہاتھ پر گرفت مضبوط کی ! ! اس کے ہاتھ بری طرح لرز رہے تھے ! ! بولو بیٹے ! ! ! راحیل خان نے اسے خاموش دیکھتے اس کے سر پر پھر سے لب رکھے ! ! وہ دونوں ہٹھے اسے کافی حد تک ریلکس کر چکے تھے ! ! قب۔۔قبول ہے ! ! زارا خان نے دھیمی سی آواز میں معاذ شاہ کے لیے سچے دل سے حامی بھری ! ! وہ شخص اس کی محبت ہے یا نہیں یہ بات تو وہ نہیں جانتی تھی ہاں لیکن وہ شخص اسے سب سے اچھا ضرور لگنے لگا تھا۔۔۔ کل سب

کے سامنے دیئے گئے معاذ شاہ کے ایک پھول کو دیکھتے وہ ساری رات سو نہیں سکی تھی ! ! اس اس کی ساری رات جاگتے گزری تھی ! ! اتنا ہی اچھا لگا تھا معاذ شاہ اور اس کا دیا گیا یہ چھوٹا سا تحفہ ! ! ! وہ اس کے لیے سب سے خاص ضرور بن گیا تھا۔۔۔ مولوی صاحب نے پھر سے اپنے الفاظ دہرائے ! ! ! زارا خان نے پھر سے اس شخص کو اپنے لیے قبول کر لیا تھا۔۔۔ تینوں مرتبہ قبول ہے ہو چکا تھا۔۔۔ زارا خان اب آفیشلی زارا معاذ شاہ بن چکی تھی ! ! راحیل خان نے بے ساختہ ہی شدت سے زارا کے سر پر عقیدت سے لب رکھتے شکر کا سانس بحال کیا۔۔ اس نے اپنی ماں سے کیا وعدہ نبھا دیا تھا۔۔ اسے یقین تھا کہ اب زارا خان بہت خوش رہے گی ! ! اسے معاذ پر یقین تھا۔۔پیپرز پر سائن کرتے زارا خان نے انہیں راحیل کو تھمایا۔۔ اس کے آنسوں پیپرز پر بھی گرے ہے تھے ! ! جبکہ سائن دیکھ کر صاف پتہ چل رہا تھا کہ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دستخط کیے ہیں ! ! نکاح ہو چکا تھا۔۔۔ دا جان کرسی سے اٹھتے زارا کے سر پر ہاتھ رکھتے باہر کی طرف بڑھے ! ! جتنی دیر میں ذرا کا نکاح ہوا تھا اتنے میں عدیل شاہ اور رائنا کا ہو بھی گیا تھا۔۔ خاندان کی خاطر ان کا دوبارہ نکاح کروایا گیا تھا۔۔۔ رفیق خان نے سب کو باہر جاتے دیکھ آگے کو بڑھتے زارا کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔۔ ہمیشہ خوش رہو بیٹی ! ! میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ ہیں ! ! اس کے سر پر ہاتھ رکھے وہ نم سی آواز

میں اسے دعا دے رہے تھے ! ! وہ جیسے برسوں کے بوڑھے نظر آرہے تھے ! ! ! زارا خان ایک نظر راحیل کی طرف دیکھتے صوفے سے کھڑی ہوئی ! ! رفیق خان آگے کو بڑھ چکے تھے ! ! کہ زارا ان کے آگے جاتی ان کے گلے سے لگ چکی تھی ! ! جو بھی تھا اس کا باپ تھا۔۔ راحیل نے ان دونوں کو دیکھتے ایک گہری سانس بھری ! ! وہ خود صوفے سے کھڑا ہو چکا تھا۔۔۔ وہ بھلا کیا کہتا۔۔ میں آپ کو بھی بہت یاد کروں گی بابا۔۔ رفیق خان کی طرف دیکھتے وہ دھیرے سے انہیں سچ ہی کہہ رہی تھی ! ! وہ ان کے سینے سے لگی ہوئی تھی جو باقاعدہ رونے لگے تھے ! ! بابا دلہن میں ہوں آپ کیوں رو رہے ہیں؟؟ ہاتھ آگے کو بڑھاتے ان کے آنسوں صاف کرتے زارا خان نے اپنی طرف سے جیسے انہیں ہنسانا چاہا۔۔ وہ آج تک کسی بھی بات سے واقف نہیں تھی۔۔ وہ بس ان کے دور رہنے کی وجہ سے ان سے بات نہیں کرتی تھی ! ! اور کچھ راحیل کی وجہ سے ! ! ! نکاح مبارک ہی میری بچی ! ! اپنے باپ کو معاف کر دینا بیٹا۔۔ میں ایک اولاد کی ناراضگی سہہ رہا ہوں خدا کے لیے تم مجھ سے کبھی منہ مت پھیرنا۔۔۔ رفیق خان نے بھیگی سی آواز میں کہتے اس کے ماتھے پر لب رکھے ! ! زارا خان نے بے بسی سے انہیں دیکھا۔۔۔ راحیل اور اپنے باپ کو ساتھ دیکھنے کا سپنا تو اس کا سپنا ہی رہ گیا تھا۔۔۔ نہیں ہوتی بابا۔۔ آپ کی بیٹی ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے ! ! زارا خان مسکرا کر کہتے ان

کے سینے سے لگی ! ! راحیل باہر جا چکا تھا۔۔ جبکہ رفیق خان بھی اس کے سر پر ہاتھ رکھتے باہر کی طرف بڑھے ! ! ! برائیڈل روم میں پھر سے صرف خواتین رہ گئی تھیں ! ! اوئے ہوئے شادی شدہ ہو گئی بچی ! ! زارا خان ابھی بیٹھنے ہی لگی تھی کہ حرا اور عائشہ برائیڈل روم میں داخل ہوئیں ! ! وہ دونوں ابھی ہی آئی تھی اور آتے ہی پتہ چلا تھا کہ نکاح ہو چکا ہے ! ! سائرہ بیگم جو کب سے کھڑی مدحا کو نوٹ کر رہی تھیں بلآخر سنجیدگی سے انہوں نے اس کی طرف قدم لیے ! ! ! مدحا کھڑی زارا کی دوستوں سے مل رہی تھی ! ! بات سنو ! ! سائرہ بیگم نے مدحا کی طرف آتے اسے بازو سے پکڑتے اپنی طرف موڑا۔۔۔ مدحا بے ساختہ ہی ان کی طرف گھومی ! ! وہ گرتے گرتے بچی تھی ! ! یہ کون تھیں بھلا۔۔ وہ نہیں جانتی تھی انہیں ! ! نا کسی نے بتایا تھا۔۔ آنٹی آرام سے ! ! حرا نے صحرا بیگم کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔۔ یہ بھلا کیا تمیز تھی ! ! ! فائزہ شاہ جو رائنا کے پاس کھڑی تھی وہ بھی انہی کے طرف متوجہ ہوئی ! ! وہ احھے سے جانتی تھی اس عورت کو ! ! ! ہمارے گھر کی عورتیں اس طرح دھڑلے سے مردوں کے ساتھ نہیں بیٹھ جاتی جیسے تم ابھی راحیل کے ساتھ بیٹھی تھی ! ! ارے کچھ شرم لحاظ ہے؟؟ زارا کی دوست ہو تو دوست بن کر رہو ! ! ماں کیوں بن رہی تھی ! ! اس کے بازو کو جھٹکے سے چھوڑتے سائرہ بیگم نے اسے گھورتے غصے سے کہا۔۔ حتیٰ کہ شاہ ولا کے بڑوں تک کو یہ

بتایا گیا تھا کہ مدحا زارا کی دوست ہے جو کہ شادی کے لیے کچھ دن یہاں رکنے آئی ہوئی ہے ! ! بس ینگ جنریشن ہی اس نکاح سے واقف تھی ! ! مدحا نے توہین کے احساس سے اِدھر اُدھر دیکھا۔۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ اس کا شوہر ہی ہے لیکن پھر بھی جو مقابل کا لہجہ تھا اسے اپنی بے عزتی صاف محسوس ہوئی تھی ! ! اسے منع کیا گیا تھا بتانے سے ! ! ورنہ وہ کب کا انہیں جواب دے دیتی ! ! ! آنٹی میری دوست ہے بھائی کے ساتھ نہیں وہ میرے ساتھ بیٹھی تھی ! ! آپ پلیز اس طرح تو بات مت کریں ! ! ! زارا خان نے آگے آتے سنجیدگی سے سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے کہا۔۔ وہ مدحا کو بازو سے پکڑے اپنی طرف کر چکی تھی ! ! سب لوگ انہی کی طرف متوجہ تھے ! ! بیٹا تمھیں نہیں پتہ یہ ایسے ہی پھر مردوں کو اپنے جال میں پھانستی ہیں ! ! لگتی امیر ہے لیکن پھر بھی حرکتیں دیکھو اس کی ! ! سائرہ بیگم شدید بھڑکی ہوئی تھیں ! ! وہ تو بس سب کے باہر جانے کے ہی انتظار میں تھے ! ! میرے کریکٹر پر بات مت کیجئے گا۔۔ بڑی ہیں آپ میں لحاظ کر رہی ہوں لیکن جواب بھی دے سکتی ہوں یاد رکھیے گا ! ! ! مدحا نے انگلی اٹھا کر نہایت سنجیدگی سے کہتے اپنے قدم تیزی سے باہر کو لیے ! ! اس کی آنکھوں میں نمی سی جمع ہونے لگی تھی ! ! پتہ نہیں کیوں اب تو کوئی ذرا سی بھی کریکٹر پر بات کرتا تھا تو سیدھا دل پر لگتی تھی ! ! باقی سب پیچھے افسوس سے سائرہ بیگم کو دیکھتے صوفوں پر بیٹھے ! ! کچھ ہی دیر

میں انہیں اسٹیج پر لے کر جانا تھا۔۔ ماورا خان ابھی ہی اسی وجہ سے برائیڈل روم میں داخل ہوئی تھی تاکہ ان دونوں کو باہر لے جایا جا سکے !!

باہر نکاح مکمل ہوتے ہی ایک مرتبہ پھر اسی طرح کا شور شروع ہو چکا تھا۔۔ دعائیں، مبارک باد سب کچھ ہو چکا تھا۔۔ اب سب بیٹھے دلہنوں کے انتظار میں تھے !! تمام لڑکے اس وقت اسٹیج پر جمع تھے !! وہ یہاں مبارک باد دینے آئے تھے اور یہیں ڈیرہ جما کے بیٹھ چکے تھے !! اوئے معاذ اس کنجوس نے تو نکاح کی ٹریٹ نہیں دی میں نے تیرے سے لازمی لینی ہے !! ورنہ آج رات تیری ہمارے نام !! حدائق شاہ نے خطرناک مسکراہٹ چہرے پر سجائے معاذ شاہ کو مخاطب کیا۔۔ اس کا پہلا اشارہ راحیل کی طرف تھا۔۔ بھائی پہلے ہی مرمر کے نصیب ہو رہی ہے !! آپ لوگ پہلے خر۔۔۔ معاذ شاہ ابھی دہائی بھی نہیں دے پایا تھا کہ پہلے ہی راحیل نے اس کے سر پر چت لگائی !! کتنے کوئی منہوس انسان تھے !! اس کی بہن کے متعلق اسی کے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے تھے !! سالے بہن ہے میری !! اور اب بیوی بھی ہے تیری !! تمیز کر لے کچھ !! راحیل خان نے سنجیدگی سے اسے لتاڑا۔۔ بھلا کوئی تمیز تھی یہ !! کیا یار راحیل بھائی اب تو میں بہنوئی ہوں آپ کا۔۔ سنا ہے بڑا رعب ہوتا ہے لڑکے والوں

کا۔۔یہاں تو معاملہ ہی الٹا ہے ! ! معاذ شاہ نے اس کے تھپڑ پر منہ بسورا۔۔ اپنے بھائی تو اپنے اس کی تو بیوی کا بھائی بھی اس کی عزت نہیں کرتا تھا۔۔ جب گھر میں انسان کی عزت نہ ہو پھر یہی ہوتا ہے ! ! باہر بھی نہیں ہوتی ! ! حدائق شاہ نے ہنستے ہوئے کہتے معاذ کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔۔بیچارے پر کبھی کبھی تو ترس آتا تھا۔۔ شکل بھی ہونی چاہیے انسان کی عزت کروانے والی ! ! ساتھ ہی ساتھ عدیل شاہ نے بھی ہانک لگائی ! ! وہ سب اسے تنگ کر رہے تھے اور وہ بیچارہ واقعی میں اب رونے والا ہو گیا تھا۔۔۔ اچھا بس کرو شادی ہے آج بیچارے کی ! ! ایک دن کی تو چھوٹ دے دو اسے ! ! اریبی جو کھڑا ان سب کی باتیں سن رہا تھا اس اکیلے کو ہی معاذ پر ترس آیا تھا۔۔ سگے بھائیوں سے زیادہ انہیں فکر ہے میری ! ! معاذ شاہ نے اپنے ندیدہ آنسوں صاف کرتے اریبی کو کہتے حدائق کو جیسے شرم دلانی چاہی ! ! جبکہ حدائق شاہ نے سیدھا سیدھا اس کی بات کو ہوا میں اڑایا۔۔ اتنے برے دن نہیں آئے تھے اس پر کہ وہ معاذ کی عزت کرتا۔۔۔ ابھی وہ سب باتوں میں مصروف تھے کہ پورے ہال کی تمام لائٹس آف ہوئی ! ! سب لوگوں کی نظر بے ساختہ ہی سامنے کی طرف اٹھی تھی ! جہاں دو سپاٹ لائٹس جل رہی تھیں ! ! تمام لڑکے اُٹھتے اسٹیج سے نیچے اترے ! ! دلہنوں کی اینٹری ہو رہی تھی ! ! یہ اب ان کی جگہ تھی۔۔ معاذ شاہ اور عدیل شاہ صوفوں پر سیدھے ہوتے بیٹھے ! ! ان کی

بے تاب نظریں سامنے کی طرف تھیں جہاں ان کی بیویاں ابھی اندھیرے میں تھیں ! !
معاذ شاہ کو تو لگ رہا تھا کہ دھڑک دھڑک کر آج اسے دل کا دورہ ہی پڑ جائے گا۔۔۔ جبکہ
عدیل شاہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔ اتنی مشکلات کے بعد اس کی بیوی اس کی
ہونے جا رہی تھی ! ! اسے سمجھ میں نہیں آتا تھا کس طرح خدا کا شکر ادا کرے ! ! وہ
دونوں اسٹیج پر بیٹھے مبہوت ہوئے بے چین نظروں سے سامنے دیکھ رہے تھے ! ! !
سپاٹ لائٹ کے احاطے میں دو چھوٹی سی دلہنیں آگے کو بڑھتے انہی کی طرف آ رہی
تھیں ! ! پورے ہال میں محض خاموشی تھی ! ! سب کے سب انہی دونوں کو دیکھ رہے
تھے ! ! جبکہ دھڑا دھڑ ان کی تصویریں کھینچی جا رہی تھی ! ! ہال ایک گانے سے گونج اٹھا
تھا۔۔ یہ ڈی جے سسٹم پر بیٹھا بندہ یقیناً معاذ شاہ کا کوئی دوست تھا۔ جو ہر سچویشن کے
حساب سے گانا لگا دیتا تھا۔۔

شہنائیوں کی صدا کہہ رہی ہے۔۔"

خوشی کی مبارک گھڑی آگئی ہے۔۔

! ! سجی سرخ جوڑے میں چاند سی دلہن

زمین پر فلک سے پری آگئی ہے""۔۔۔۔

گانا چل رہا تھا۔۔ زارا خان رفیق خان کے ساتھ جبکہ رائنا خان برہان خان اور عظمیٰ بیگم کے ساتھ قدم قدم حلتے اسی طرف آرہی تھیں ! ! وہ دونوں ہی نظریں جھکائے ہوئے تھیں ! ! ! نظریں اٹھانے کی ہمت نہیں تھی ان کے اندر ! ! ! سامنے موجود معاذ شاہ نے زارا کو دیکھتے بے ساختہ ہی اپنے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے رب کیا۔۔ کوئی اتنا حسین کیسے لگ سکتا تھا آخر؟؟ جبکہ عدیل شاہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔ اس کی آنکھوں میں نمی سی جمع ہونے لگی تھی ! ! ! خواب جب پورے ہو جائیں تب اسی طرح دل بھر آتا ہے ! ! رائنا خان دلہن بنی اس کے سامنے اسی کی طرف آرہی تھی اور عدیل شاہ ابھی تک بے یقین تھا۔۔ وہ شکر ادا کرتے کرتے نہیں تھکتا تھا۔۔ ان دونوں کو نزدیک آتے دیکھ وہ دونوں ہی اسٹیج سے کھڑے ہوئے ! ! برہان اور رفیق خان اسٹیج کے نیچے ہی اپنے قدم روک چکے تھے ! ! ! آگے اب ان کے شوہر انہیں پکڑتے ! ! معاذ شاہ اور عدیل شاہ مسکراتے ہوئے اسٹیج سے نیچے اترے ! ! وہ دونوں تو اپنی اپنی والیوں کو دیکھتے دیکھتے نہیں تھک رہے تھے ! ! معاذ شاہ نیچے اترتے رفیق خان کے پاس جاتے پہلے ان سے بغل گیر ہوا۔ وہ نکاح کے بعد اب ان سے مل رہا تھا۔۔ رفیق خان بھی خوش دلی سے اسے مبارکباد دے رہے تھے ! ! جبکہ دوسری طرف عدیل شاہ بھی نیچے اترتے برہان خان سے گلے ملا۔۔۔ ان سے ملتے وہ عظمیٰ بیگم کے سامنے تھوڑا جھک گیا تھا۔۔

مقصد ان سے دعائیں اور پیار لینا تھا۔۔ ہمیشہ خوش رہو بچے ! ! عظمیٰ بیگم نے مسکرا کر کہتے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔۔ انہیں تو اپنے دونوں داماد ایک سے لگتے تھے ! ! ! برہان خان نے عدیل شاہ کا ہاتھ پکڑتے خود سے رائنا خان کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھمایا۔۔۔ جبکہ اسی طرح رفیق خان نے کیا تھا۔۔ ان کا یہ کرنا تھا کہ اوپر سے بے پناہ گلاب کے پھولوں کی جیسے بارش سی شروع ہوئی ! ! بلا شبہ یہ ایک خوبناک منظر تھا۔۔۔

کیسریا تیرا عشق ہے پیا۔۔"

رنگ جاؤں جو میں ہاتھ لگاؤں۔

دن بیتے سارا تیری فکر میں۔۔۔

رین ساری تیری خیر مناؤں۔۔

"""کیسریا تیرا عشق ہے پیا۔۔

گانا پھر سے چینج ہو چکا تھا۔۔ معاذ شاہ نے زارا کا ہاتھ تھامتے اس کے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے ! ! اس کا یہ کرنا تھا کہ پورا ہال ہوٹنگ سے گونج اٹھا تھا۔۔۔ زارا خان بے ساختہ ہی حیا سے سمٹی ! ایک تو بے تحاشہ گلاب کے پھول ان لوگوں پر گر رہے تھے ! !

ہمیشہ خوش رکھنا اسے ! ! ہماری جان بستی ہے اس میں ! ! رائنا خان سے تھوڑا پیچھے کو ہوتے برہان خان نے دھیما سا مسکراتے عدیل کو تنبیہ کی ! ! میری بھی ! ! عدیل شاہ مسکراتے ہوئے کہتے رائنا خان کو اپنے ساتھ لیے اسٹیج کی جانب بڑھا۔۔ معاذ شاہ اور زارا بھی اسٹیج پر چڑھتے بیٹھ چکے تھے ! ! اشنا شاہ اور در فشاں نے اسٹیج پر آتے رائنا کا لہنگا سیٹ کیا جو کہ پیر میں اُلجھ رہا تھا۔۔۔ وہ سب صوفوں پر بیٹھ چکے تھے ! ! معاذ شاہ بنا کسی کی پرواہ کیے چہرے پر بے تحاشہ رونق لیے زارا خان کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ ہاتھ ابھی بھی نہیں چھوڑا تھا اس نے ! ! نکاح مبارک ہو بیگم ! ! ! اس کے ہاتھ کی پشت پر اپنا انگوٹھا ٹریس کیے معاذ شاہ نے دھیرے سے اسے نکاح کی مبارک باد دی ! ! زارا اس کے ساتھ نظریں جھکائے بیٹھی تھی ! ! وہ ہلکا ہلکا لرز رہی تھی ! ! دل باہر آنے کو تھا۔۔ بنا کوئی جواب دیے وہ خاموشی سے بیٹھی تھی ! ! معاذ شاہ اس کی کیفیت سمجھ سکتا تھا۔۔ تبھی سر جھٹکتے وہ دوسری طرف متوجہ ہوا۔۔ وہ اس سے اکیلے میں گھر جا کر ہی بات کرتا۔۔۔

عدیل شاہ نے اپنے ساتھ بیٹھی رائنا کے بازو پر ہلکی سی اپنی کہنی ماری ! ! فائنلی؟؟ ہنستے ہوئے وہ اس سے استفسار کر رہا تھا۔۔ فائنلی ! ! رائنا خان کی طرف سے بلکل دھیما سا

جواب آیا۔۔ وہ اس کا اشارہ سمجھ گئی تھی تبھی شرم کو ایک سائڈ پر رکھتے جواب دینا ضروری سمجھا۔۔۔ عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔۔ فائنلی وہ دونوں ایک ہو گئے تھے ! ! ! سب بڑے اسٹیج پر آتے ان دونوں کو دعائیں دے رہے تھے ! ! حسے وہ دونوں جوڑے خوشدلی سے قبول بھی کر رہے تھے ! ! سب سے آخر میں تمام لڑکے پھر سے اسٹیج پر چڑھے ! ! مہمانوں میں کھانا کھل چکا تھا۔۔ سب لوگ ہی کھانا کھانے لگے تھے ! ! گھر والوں میں سب کا ہی ارادہ بعد میں کھانے کا تھا ! ! ! ! اس کا خیال رکھنا معاذ ! ! ! راحیل خان نے معاذ شاہ کے ساتھ رکھی کرسی پر بیٹھتے سنجیدگی سے اسے تنبیہ کی ! ! وہ جس دل کے ساتھ اپنے ہاتھوں سے پالی ہوئی بہن کسی اور کو سونپ رہا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔۔۔ بے فکر رہیں ! ! میری بیوی ہے میں خیال نہیں رکھوں گا تو کون رکھے گا ؟؟ سارا ہنسی مذاق ایک طرف لیکن معاذ شاہ بیغیرت نہیں ہے یاد رکھیے گا ! ! مسکراتے ہوئے کہتے وہ راحیل خان کو کم از کم تسلی دے گیا تھا۔۔ راحیل نے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔۔ کاش کہ ایسا ہی ہوتا۔۔ جبکہ عدیل کی طرف بالاج خان بیٹھا تھا۔۔۔۔ میری بہن کو اگر ایک خراش بھی آئی تو میں ہڈیاں بہت اچھی توڑتا ہوں یاد رکھنا۔۔۔ اس شخص کو تنبیہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔ وہ سیدھا سیدھا عدیل شاہ کو دھمکی دے رہا تھا۔۔۔ عدیل شاہ نے اس کی دھمکی پر ابرو اچکائی ! ! ! میں نے بھی چوڑیاں

نہیں پہنی ! ! سالے صاحب یہی بات تو تمیز سے بھی کر سکتا تھا۔۔ عدیل شاہ نے دانت پیستے کلس کر جواب دیا۔۔ اسے تو تپ چڑھ رہی تھی ! ! لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے ! ! پہلے ایک بار تمیز ہی دکھائی تھی ہم نے ! ! بالاج خان کہاں کم تھا؟؟ ان دونوں کے درمیان بیچاری رائنا پریشانی سے دونوں کو دیکھ رہی تھی ! ! ! ! بکواس بند کر۔۔۔ میں نے۔۔۔ عدیل شاہ ابھی بھڑک کر کچھ بولتا کہ رائنا نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔ وہ کیوں آج کے دن بھی اسے رلانے پر تلا ہوا تھا۔۔۔ عدیل شاہ نے بے ساختہ ہی رائنا کی طرف دیکھتے صرف اس کی خاطر اپنے الفاظ حلق میں گھونٹے ! ! وہ زیادہ ریاکٹ کر گیا تھا۔۔۔ بالاج خان کرسی پر پیچھے کو ہو کر بیٹھتے اپنے فون میں مصروف ہوا جیسے اس نے تو کچھ کیا ہی نہیں ! ! سوری ! ! ! عدیل شاہ نے دھیمی سی آواز میں کہتے رائنا کے ہاتھ کی پشت پر لب رکھے ! ! اسے سوچنا چاہئیے تھا۔۔۔ رائنا نے خاموشی سے محض ہاں میں سر ہلایا۔۔۔ وہ کیا ہی بات کو بڑھاتی اب ! ! ! وہ سب ابھی باتوں میں مگن تھے کہ فائزہ شاہ اور اس کے ہمراہ باقی تمام لڑکیاں ہاتھ میں دودھ کا گلاس پکڑے اسٹیج پر چڑھیں ! ! دودھ پلائی کی رسم ہونے لگی تھی ! ! تمام لڑکے جو اسٹیج پر ہی کچھ بیٹھے اور کچھ کھڑے تھے انہوں نے حیرت سے ان سب کو دیکھا۔۔ ایک نا آدھی یہاں تو اتنی ساری عوام آگئی تھی ! ! بلکہ ان سب کی ہی بیویاں موجود تھیں ! ! چلو فائزہ

کا تو حق تھا۔۔ باقی سب ایسے ہی فری میں آئی تھیں ! ! حدائق شاہ صوفے کے پیچھے آبان، ضیغم اور زاویار کے ساتھ کھڑا تھا۔۔ جبکہ باقی سب بیٹھے تھے ! ! فائزہ شاہ آگے اسٹیج پر آتے عدیل شاہ کے سامنے ہی بیٹھی ! ! دودھ کا گلاس اسی کے ہاتھ میں تھا۔۔۔ باقی سب لڑکیاں بھی اسی کے ساتھ نیچے ہی بیٹھ چکی تھیں ! ! نکالیں عدیل بھائی پیسے ! ! فائزہ شاہ نے ہاتھ آگے کو بڑھاتے اس سے مسکراتے ہوئے پیسوں کی ڈیمانڈ کی ! ! پچھلی شادی کی نسبت کتنا بدل گئی تھی نہ وہ ! ! ! حدائق شاہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ جبکہ معاذ شاہ کے سامنے باقی ساری چڑیلیں بیٹھی تھیں جنہیں وہ عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔۔ کیا مطلب وہ ایسے ہی خوش ہو رہا تھا کہ اس کی کوئی سالی نہیں ہے ! ! یہاں تو اتنی ساری عوام اسے بھی لوٹنے پہنچی ہوئی تھی ! ! ! کتنی ڈیمانڈ ہے؟؟ عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔۔ فائزہ سے بحث کرنے کو دل ہی نہیں کرتا تھا۔۔ وہ لڑکی سب کے لیے ایسی تھی کہ جو کچھ کہے اس پر لٹا دیں ! ! شاید اس کے ساتھ ہوئے حادثے نے اسے سب کے لیے خاص بنا دیا تھا۔۔۔ ہمدردی میں، کچھ کی محبت میں اور کچھ کے ترس میں ! ! میری جاناں تمھیں قسم لگے میرا ایک کروڑ پورا کروانا ہے ! ! یاد رکھنا انہوں نے بھی تمہارے شوہر کو بہت لوٹا ہوا ہے ! ! ابھی فائزہ کچھ کہتی کہ حدائق شاہ نے دہائی دی ! ! وہ فائزہ سے مخاطب تھا۔۔ اس بیوی کے حمچے کو

پیچھے کرواؤ پہلے ! ! ایک اسے اور ایک آبان کو سائڈ پر رکھنا دونوں کو ! ! ! زاویار شاہ نے دانت پیستے حدائق کے سر پر چت لگائی۔۔۔ وہ بجائے تمام لڑکوں کا ساتھ دینے کے اپنی بیوی کو پٹیاں پڑھا رہا تھا۔۔ جبکہ آبان خان نے زاویار کے سر پر چت لگائی۔۔ اس کا قصور کہاں تھا بھلا؟؟ وہ تو اب تک بولا ہی نہیں تھا۔۔ سالے میری بیوی نہیں ہے اس مرتبہ اس لیے میں لڑکوں کی طرف ہی ہوں ! ! آبان خان نے دانت پیستے اسے آگاہ کیا۔۔ وہ واقعی اس مرتبہ لڑکے والی سائڈ پر تھا۔۔۔ ایک منٹ دونوں ٹیم ذرا اکٹھی ہو جاؤ اور پھر بتاؤ کہ ہم دونوں کی طرف سے کتنے چاہیئے ہیں ! ! عدیل شاہ نے لڑکیوں کی طرف دیکھتے جیسے انہیں مشورہ دیا۔۔ اچھا تھا جتنے بھی بیسے بنتے وہ اور معاذ آدھے آدھے کرتے ! ! نہیں معاذ کی طرف سے اصولاً مجھے بیسے ملنے چاہیئے ! ! میرے حصے کے میری بیوی کو دو ! ! اس کا ہاتھ آگے نہیں بڑھنا چاہیئے ! ! چل معاذ جیب خالی کر اور خود پکڑا اسے ! ! راحیل خان نے مدحا کی طرف دیکھتے کہا۔۔ جو اشنا کے ساتھ بیٹھی مسکراتے ہوئے سب کو دیکھ رہی تھی ! ! اسے زبردستی اشنا لے کر آئی تھی ! ! جبکہ اسٹیج پر اس وقت کوئی بھی نہیں تھا ایسا کہ بار پھیلتی ! ! اسی لیے وہ بڑے دھڑلے سے میری بیوی میری بیوی کر رہا تھا۔۔۔ چلو جی باپ چپ ہوا تو اولاد نے پارٹی بدل لی ! ! یہ تبصرہ حدائق شاہ کی طرف سے آبان اور راحیل پر کیا گیا تھا۔۔۔ سب کے قہقہے بے ساختہ

تھے ! ! ! لگتے جو وہ دونوں حرکتوں سے باپ بیٹا ہی تھے ! ! چل اوئے ! ! بکواس نہ کر ! ! میں اپنی بہن کی سائڈ سے ہوں ! ! راحیل خان نے سنجیدگی سے کہتے ہونٹ بھینچے ! ! ہاں بھئی اب کوئی سالی تو تھی نہیں وہی زارا کی سائڈ سے ہو گیا تھا۔۔ ایک منٹ ایک منٹ ! ! راحیل بھائی رہیں آپ ذرا۔۔۔ آپ کی بیوی کو حصہ دے دے گیں ہم ! ! ! فلحال پیسے نکالیں آپ ہم سب کے ! ! کیونکہ ہم سب ہی زارا کی بہنیں ہیں ! ! اشنا شاہ نے راحیل کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے اس کی خوش فہمی کو ہوا میں اڑایا۔۔۔ جب وہ سب یہاں بیٹھی تھیں تو راحیل کو کیوں ہی اپنی ٹیم میں شامل کرتی ؟؟ راحیل خان کی نظر بے ساختہ ہی مدحا کی طرف اٹھی جو اپنے ہونٹ کاٹتے ہنسی روک رہی تھی ! ! وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! اشنا اس شخص کو بھائی بولے اور مدحا کے دل کو راحت نہ ملے ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا ؟؟ اس کا دل کرتا تھا قہقہے لگائے ایسی سچویشن میں ! ! مگر ہائے یہ ظالم سماج ! ! ! راحیل خان اشنا کو تو کیا ہی جواب دیتا اس کی بیوی اپنے ایکسپریشنز سے ہی جیسے صاف صاف اس کا مذاق بنا رہی تھی ! ! کیا کہتا وہ آخر اس لڑکی کو ! ! نکالیں پیسے اتنی کنجوسی کیوں دکھا رہے ہیں آپ لوگ ؟؟ فائزہ شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے پھر سے ان کی تھا پیسوں کی طرف کروائی۔۔۔ بھئی اب اس کا ہاتھ تھکنے لگا تھا آگے کیے کیے ! ! ! کتنے چاہئے بتاؤ تو سہی ؟؟ ہم دونوں کی طرف سے اکٹھے

بتاؤ ! ! عدیل شاہ نے بھی دو بدو ہی استفسار کیا۔۔۔۔۔ دس ہزار بلکل ٹھیک ہیں دو سو دو سو سارے بانٹ لینا آپس میں ! ! زاویار شاہ کی طرف سے جیسے مشورہ دیا گیا تھا۔۔ وہ لوگ انہیں بولنے ہی نہیں دے رہے تھے ! ! ! پانچ کر دے اتنے زیادہ پیسوں کا کیا کرے گیں یہ لوگ ! ! آبان خان نے بھی ساتھ ہی مشورہ دیا۔۔۔ وہ اتنے امیر لوگ اس معاملے میں فقیر بن چکے تھے ! ! جبکہ سب لڑکیاں حیرت سے انہیں دیکھ رہی تھیں ! ! کیا وہ بھیک مانگ رہی تھی؟؟؟ فائزہ ایک کروڑ لیے بغیر ہلنا نہیں ہے تم نے یہاں سے ! ! پچھلی مرتبہ تمہارے شوہر پر ڈال دیا ان لوگوں نے سارا خرچہ ! ! اس مرتبہ تم حساب پورا کرو گی؟ اوکے ؟؟ حدائق شاہ نے پھر سے فائزہ کو تنبیہ کی ! ! وہ سہی اپنی بیوی کو پٹیاں پڑھا رہا تھا۔۔۔ یار ان لوگوں کی ڈیمانڈ تو سننے دو ! ! پھر دیکھتے ہیں ! ! معاذ شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے دو منٹ کے لیے ان لڑکوں کو خاموش کروایا۔۔۔ ہاں بھئی بتاؤ کتنے چاہئیے دونوں کے ملا کے؟؟ وہ اب لڑکیوں کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔۔۔ ایک کروڑ ! ! ! فائزہ شاہ کی طرف سے فوراً ہی جواب آیا تھا۔۔ جبکہ اس کے جواب پر جہاں سارے لڑکوں نے حدائق شاہ کو گھورا وہیں حدائق کا بس نہیں تھا آگے بڑھ کر اپنی بیوی کا منہ چوم لے ! ! اتنی فرمانبرداری ! ! ! ! فائزہ آپی تھوڑا رحم کریں ! ! آپ کے اس منحوس شوہر کی طرح سب بینک پر نہیں بیٹھے ! ! میں تو غریب سا بندہ

ہوں ! ! دو وقت کی روٹی بھی گھر والے دے دیتے ہیں تو کھا لیتا ہوں ورنہ بھوکا رہ کر گزارا ہو ہی جاتا ہے ! ! ! معاذ شاہ نے دہائی دی جیسے واقعی میں اس سے غریب تو کوئی ہو ہی نہ ! ! ! سالے پیسے کم کروانے ہیں غربت کا رونا نہیں رونا۔۔ زاویار شاہ کی طرف سے جیسے اسے یاد کروایا گیا۔۔ غربت کا رونا روں گا تو پیسے کم ہونگے نا ! ! ! معاذ نے بھی فوراً ہی لاجیک پیش کی ! ! وہ ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔۔۔ ننانوے لاکھ ننانوے ہزار فائنل ! ! اس سے زیادہ کم نہیں کر سکتے ہم ! ! ماورا کی طرف سے فوراً ہی پیسوں میں محض ایک ہزار کی کمی کی گئی ! ! ! رکو ابھی ڈاکہ ڈال کر دیتا ہوں آپ لوگوں کو ! ! معاذ شاہ کو کلس ہی اٹھا تھا۔۔۔ بھی احسان کیا تھا انہوں نے ایک ہزار کم کر کے ! ! راحیل خان جو کرسی پر بیٹھا مدحا کو نوٹ کر رہا تھا اگ خاموشی سے کرسی سے اٹھتے اس کی طرف بڑھا۔۔۔ وہ کب سے نوٹ کر رہا تھا کہ مدحا سہی سے بیٹھی نہیں تھی نیچے ! ! کچھ اسے اچھا بھی نہیں لگ رہا تھا۔۔۔ مدحا کی طرف جاتے راحیل خان نے بازو سے اسے پکڑتے کھڑا کیا۔۔۔ مدحا سوالیہ نظروں سے اسے دیکھتے کھڑی ہو چکی تھی ! ! کرسی پر بیٹھ جاؤ ! ! ! سنجیدگی سے کہتے راحیل خان خود بھی آبان کے ساتھ جاتے کھڑا ہوا۔۔۔ اسے یقین تھا مدحا اس کا حکم نہیں ٹالے گی ! ! ! اور ہوا بھی ایسا ہی تھا۔۔ مدحا خاموشی سے جاتے کسی پر بیٹھ چکی تھی ! ! اچھا تھا ویسے بھی اس کے پاؤں میں درد

ہو رہا تھا۔۔۔ تم سب ایک کام کرو یہ دودھ کا گلاس خود ہی رکھو ! ! اتنا مہنگا دودھ مجھے نہیں پینا بھئی ! ! ! عدیل شاہ نے پیچھے ٹیک لگاتے مسکراتے ہوئے صاف انکار کیا۔۔ اس کی بیوی ساتھ بیٹھی اس کی کنجوسی پر سڑ رہی تھی ! ! ارے یہ سب سے اسپیشل ہے ! ! ہم اپنی بہن دے رہے ہیں آپ کو ! ! کیا آپ رائنا کی خاطر ایک کروڑ نہیں دے سکتے ؟؟ میرا شوہر ہی سب ہے اچھا ہے بس ! ! ! فائزہ شاہ نے کہتے آخر بے جان نثار نظروں سے حدائق شاہ کی طرف دیکھا جس کے چہرے کی مسکراہٹ مزید گہری ہو چکی تھی ! ! ! بس کر دیں بھابی۔۔۔ کتنا اچھا ہے آپ کا شوہر مجھ غریب سے پوچھیں حسے آج تک انہوں نے ایک روپیہ نہیں دیا۔۔۔ اتنے بڑے جھوٹ پر معاذ شاہ کا دہائی دینا بلکل بنتا تھا۔۔۔ لیکن یہ جھوٹ تھا۔۔ اس کی یونی کے سارے خرچے حدائق اور ماہ دیر پر ہی تھے ! ! اچھا بس کرو پچاس ہزار اور بس ! ! یہ صرف میں اس لیے کر رہا ہوں کیونکہ میری بیوی بیٹھ بیٹھ کر تھک گئی ہے ! ! ! ابھی حدائق کچھ کہتا کہ زاویار شاہ پچاس ہزار پر آ ہی گیا تھا۔۔۔ اس کی نظریں اشنا پر تھیں ! ! فائزہ ایک کروڑ سے نیچے ایک روپیہ نہیں لینا تم نے ! ! ! حدائق شاہ کی پھر سے آواز اُبھری ! ! بہت ڈھیٹ تھا یہ لڑکا۔۔۔ اٹھا کر باہر پھینک اسے ! ! عدیل شاہ نے پیچھے کو گردن موڑتے زاویار کی حکم دیا۔۔ یہ منہوس ان غریبوں کو لوٹنے پر تلا ہوا تھا۔۔ وہ الگ بات تھی کہ یہ لوگ خود ہی

کچھ زیادہ ہی غریب بن رہے تھے ! ! حالانکہ یہاں مزید ہر شخص آرام سے ایک کروڑ سے سکتا تھا۔۔ چل اوئے دفعہ ہو ! ! اور عدیل کے حکم پر زاویار شاہ نے واقعی میں حدائق کو بازو سے پکڑ کر اچانک ہی سائڈ پر دھکا دیا۔۔ حدائق شاہ اس حملے کے لیے بلکل تیار نہیں تھا۔۔۔ وہ بے ساختہ ہی لڑکھڑاتے ہوئے اسٹیج سے نیچے کو اُترا۔۔ اگر وہ صوفے کا سہارا نا لیتا تو یقیناً گر جاتا۔۔ سیدھا کھڑا وہ خونخوار نظروں سے زاویار کو گھور رہا تھا جو اب کے ساتھ مل کے ہنس رہا تھا۔۔۔ فائزہ اب تو ساری رات بیٹھی رہنا مگر ایک کروڑ سے نیچے ایک روپیہ بھی تم نے لیا تو میں تم س ناراض ! ! بس بات ختم ! ! حدائق شاہ نے فائزہ کی طرف دیکھتے صاف صاف دھمکی دی ! ! اب وہ انہیں بتاتا ذرا۔۔۔ جبکہ فائزہ شاہ نے اس کی طرف منت زدہ آنکھوں سے دیکھا۔۔۔ اس کے ہاتھ دکھنے لگے تھے ! ! ب تو حتنے بھی مل جاتے وہ چپ کر کے رکھ لیتی ! ! ! بھئی بس کرو ! ! ! کب تک کرنی ہے یہ ایک ہی رسم ؟؟ بڑوں نے بھی آنا ہے اسٹیج پر جلدی کرو ! ! ابھی ان میں سے کوئی کچھ بولتا کہ مظہر شاہ نے آگے آتے ان لوگوں وقت کی یاد دلانی چاہی ! ! یہ سب تو بھول ہی گیا تھے اٹھنا۔۔۔ بس پانچ منٹ ! ! جواب آبان خان کی طرف سے گیا تھا۔۔۔ مظہر شاہ اچھا کی صورت میں سرہلاتے واپس سے مہمانوں کی طرف بڑھے ! ! دیر ہو رہی ہے پچاس لاکھ میں بات ختم کرتے ہیں ! ! پچیس میری طرف سے

اور پچیس معاذ کی طرف سے اوکے؟؟؟ عدیل شاہ بیالحر پچاس لاکھ تک آ ہی گیا تھا۔۔ اب بیوی کی خاطر اتنا تو کیا جا ہی سکتا تھا۔۔ ڈن ! ! حدائق شاہ کو اگنور کرتے فائزہ شاہ نے فوراً ہی حامی بھری ! ! حتنے بھی ملتے وہ تو رکھ لیتی ! ! ! جبکہ حدائق شاہ نے اس کی طرف دیکھتے دانت پیسے ! ! مجال تھی جو اس کی بیوی اس کی ایک سن لے ! ! عدیل شاہ نے اپنی جیب سے چیک نکالتے اس پر رقم لکھی ! ! ابھی وہ پورے دے رہا تھا بعد میں معاذ سے وہ خود حساب کر لیتا۔۔۔ پچاس لاکھ کا چیک کاٹتے اس نے فائزہ کے ہاتھ میں تھمایا۔۔۔ باقی سب بھی مسکراتے ہوئے چیک دیکھ رہی تھیں ! ! ان سب کا حصہ تھا ان پیسوں میں سے ! ! ! فائزہ شاہ نے ہاتھ آگے کو کرتے عدیل شاہ کو دودھ کا گلاس پکڑایا۔۔ جبکہ معاذ شاہ کو اشنا نے دیا تھا۔۔۔ میری زندگی کا سب سے مہنگا گلاس ! ! عدیل شاہ نے پیچھے لڑکوں کی طرف گلاس کرتے انہیں بتایا۔۔۔ یہ گلاس واقعی میں سب سے مہنگا پڑا تھا۔۔ سب کی ہنسی کی چھنکار بے ساختہ تھی ! ! معاذ شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے دودھ کا گلاس ختم کیا۔۔ سیدھا سیدھا لوٹا ہے آپ لوگوں نے ہمیں ! ! اب بھاگ جاؤ یہاں سے ! ! معاذ شاہ نے واپس سے گلاس ان لوگوں کو پکڑاتے انہیں یہاں سے بھاگنے کو کہا۔۔ وہ دونوں ہی گلاس خالی کرتے انہیں پکڑا چکے تھے ! ! تھینک یو سو مچ ! ! ! فائزہ شاہ مسکرا کر کہتے باقی سب کے ساتھ کھڑی ہوئی ! ! وہ ایک ک کرتے

اسٹیج سے نیچے اترتے یہاں سے جا چکی تھیں ! ! دودھ پلائی کی رسم بھی مکمل ہو چکی تھی ! ! انہیں جاتے دیکھ تمام بڑے اسٹیج کی طرح بڑھے ! ! کچھ رسمیں انہوں نے بھی ! !کرنی تھی اب

مدحا راحیل خان اسٹیج سے نیچے اترتے آگے کی طرف بڑھی ! ! باقی سب دوسری طرف جا چکی تھیں۔۔ جبکہ اسے پیاس لگی تھی وہ اسی لیے کھانے پینے والی طرف جا رہی تھی ! ! ایک ٹیبل پر بے تحاشہ ڈشیز لگی تھیں ! ! ! جن کے اندر کھانا تھا۔۔ کچھ لوگ کھانا کھا چکے تھے اور کچھ تو ابھی تک کھا رہے تھے ! ! مدحا نے ٹیبل کی طرف بڑھتے ایک کالڈ ڈرنک اٹھائی ! ! ! اسے گلاس میں ڈالتے وہ پیتے ہوئے مسلسل خود میں مگن تھی کہ ایک آنٹی آتے اس کے پاس کھڑی ہوئی ! ! وہ کب سے اسے نوٹ کر رہی تھیں ! ! کیسی ہو بیٹا؟؟ مسکراتے ہوئے اس کے پاس کھڑے ہوتے اس آنٹی نے مدحا سے پوچھا۔۔۔ وہ کوئی بڑی عمر کی سلجھی ہوئی عورت لگ رہی تھی ! ! ! مدحا جو کالڈ ڈرنک پی رہی تھی اس نے فوراً ہی گلاس ٹیبل پر واپس رکھا۔۔پتہ نہیں اب یہ کون تھیں ! ! میں۔۔ ٹھیک ہوں ! ! مدحا نے تھوڑا جھجھکتے ہوئے جواب دیا۔۔ زارا کی دوست ہو نہ تم؟؟ انہوں

نے پھر سے سوال پوچھا۔۔ جبکہ ان کے چہرے پر ایک مسکراہٹ لازمی تھی ! !

جی ! ! دو بدو ہی جواب دیا تھا۔۔ ایک تو وہ یہاں پر واقعی میں صرف زارا کی دوست بن کر رہ گئی تھی ! ! دا جان نے کہا تھا کہ اس شادی سے فارغ ہو کر ایک سادہ سی نکاح کی تقریب رکھ دے گیں تاکہ سب کو پتہ چل جائے کہ مدحا اس گھر کی بہو ہے ! ! تب تک اسے زارا کی دوست ہی رہنا تھا۔۔ ماشاء اللہ بہت پیاری ہو ! ! کہاں سے ہیں بیٹا آپ؟؟ اس کے بازو کو تھپکتے وہ سچے دل اور خلوص سے اس کی تعریف کر رہی تھیں ! ! اسلام آباد سے ! ! یہاں شادی کے لیے آئی ہوں ! ! زارا کی شادی ! ! زبرستی مسکراتے صاف جھوٹ بولا گیا۔۔ اسے اچھا بھی نہیں لگ رہا تھا اسے جھوٹ بولنا۔۔ مگر ہائے یہ مجبوری ! ! ! ماشاء اللہ شادی شدہ تو نہیں لگتی ! ! کہیں منگنی ونگنی ہوئی ہے یا نہیں؟؟ آنٹی نجانے اس سے کیا جاننا چاہ رہی تھیں ! ! مدحا نے ایک گہری سانس بھرتے نفی میں سر ہلایا۔۔ یہاں وہ شوہر کے متعلق جھوٹ منہ سے نہیں بول سکتی تھی ! ! ارے واہ ماشاء اللہ ! ! میرا بھی ایک بیٹا ہے ! ! یہ بھی کنوارا ہے اسی کے لیے رشتہ دیکھ رہی ہوں میں ! ! بڑی ہی پیاری بچی ہو تم ! ! رکو میں بلاتی ہوں اپنے بیٹے کو یہیں کہیں ہوگا۔۔۔ اس آنٹی کی تو جیسے باچھیں ہی کھل گئی تھی ! مسکرا کر ایک ہی سانس میں کہتے وہ آگے اپنے بیٹے کو دیکھنے واقعی میں چلی بھی گیں تھیں ! ! مدحا نے حیرت سے منہ

کھولتے ان کی پشت کو دیکھا۔۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ اس مقصد کے لیے اس کے پاس آئی ہونگی ! ! اس کا تو پہلے سے ایک شوہر تھا جس میں اس کی جان بستی تھی ! ! کسی اور کی طرف تو وہ دیکھتی بھی نہیں ! ! گلاس اٹھاتے اپنی بچی ہوئی کالڈ ڈرنک کو پیتے مدحا نے واپس سے گلاس ٹیبل پر رکھا۔۔ اچھا تھا ان آنٹی کے آنے سے پہلے ہی وہ یہاں سے نکل لیتی ! ! وہ ابھی آگے بڑھنے ہی لگی تھی کہ سامنے سے وہ آنٹی ایک لڑکے کا ہاتھ تھامے آ بھی گئی تھیں ! ! اور غضب یہ کہ وہ اسے دیکھ بھی چکی تھیں ! ! مدحا نے بے بسی ایک گہری سانس بھری ! ! اب ایسے چلی جاتی تو اچھا نہیں لگتا تھا۔۔ بہتر تھا وہ ان آنٹی کو سہولت سے خود ہی انکار کر دیتی ! ! ! یہ ہے بیٹا۔۔ نام تو پوچھنا ہی بھول گئی میں ! !پیاری ہے نہ؟؟ اس آنٹی نے مدحا کے پاس آتے اپنے بیٹے سے استفسار کیا۔۔ وہ بہت زیادہ خوش نظر آرہی تھیں ! ! لڑکے نے مدحا کو ایک نظر دیکھا۔۔ لیکن وہ ایک نظر رہی نہیں تھی ! ! وہ مسلسل اسے دیکھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔

یہ لڑکی لگ ہی اتنی پیاری رہی تھی کہ کوئی بھی اسے نظر بھر کر دیکھنے پر مجبور ہو جائے ! ! ! آنٹی میں چلتی ہوں ! ! مدحا گھبراتے ہوئے انہیں کہتے ابھی آگے بڑھتی کہ اس آنٹی نے اس کا ہاتھ تھاما۔۔۔ وہ تو پیچھے ہی پڑ گئی تھیں ! ! ! ارے بیٹا اپنا نام یا کوئی کانٹیکٹ نمبر دیتی جاؤ ! ! تم میرے بیٹے سے ایک مرتبہ بات تو کر کے دیکھو ! ! ماشاء اللہ

سے ڈاکٹر ہے ! ! اس آنٹی نے مدحا کا ہاتھ تھامتے اس کی توجہ اپنے بیٹے کی طرف کروائی۔۔۔ بلکہ ایک کام کرو تم دونوں بات کرو ارے تھوڑا جان لو ایک دوسرے کو ! ! میں ذرا آتی ہوں ! ! آنٹی نے مدحا کو کہتے اپنے قدم آگے کی جانب لیے ! ! ! وہ کچھ زیادہ ہی سیریس ہو گئی تھی مدحا کو لے کر ! ! وہ واقعی میں جا چکی تھیں ! ! مدحا کنفیوز سی کھڑی اپنی اُنگلیاں چٹخا رہی تھی ! ! جبکہ وہ لڑکا اس کے سامنے ہی راستہ روکے کھڑا تھا۔۔ وہ سائڈ سے بھی نکلتی تو کیسے نکلتی ! ! ! کیا نام ہے آپ کا؟؟ لڑکے نے مسکراتے ہوئے اس سے استفسار کیا۔۔۔ دی۔۔دیکھیں مسٹر میں شادی شدہ ہوں جانے دیں مجھے ! ! ! مدحا نے اب سچ بولنے میں ہی بھلائی جانی ! ! وہ تو پھنس گئی ! ! تھی ! ! کم آن ! ! میں جانتا ہوں آپ جھوٹ بول رہی ہیں مجھ سے بچنے کے لیے

لڑکے نے فوراً ہی اس کی بات کو محض ہوا میں اڑایا۔۔۔ اس کی نظروں میں مدحا کے لیے پسند بہت واضح تھی ! ! آپ کو کیا خواب آئے ہیں؟؟ ہٹیں سامنے سے میں نے جانا ہے ! ! مدحا نے گھبراہٹ میں پھر سے سائڈ سے نکلنا چاہا۔۔ وہ ابھی آگے بڑھتی کہ وہ لڑکا اس کے آگے اپنا بازو کر چکا تھا۔۔۔ بات تو سن لیں میری ایک مرتبہ ! ! میں کوئی

کھا تھوڑی جاؤں گا آپ کو ! ! وہ لڑکا ہنستے ہوئے اسے پھر سے جانے اسے روک چکا تھا۔۔۔۔۔ کیا ہو رہا ہے یہاں؟؟ ابھی مدحا کوئی جواب دیتی کہ اپنے دائیں طرف سے ایک آواز سنتے اس کا رنگ اچانک ہی لٹھے کی مانند سفید پڑا۔۔۔۔ وہ محض آواز سے ہی اس شخص کو پہچان چکی تھی ! ! مارے گھبراہٹ کے تیزی سے اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے سے نمایاں ہونے شروع ہوئے ! ! یہ اس شخص کی رگ رگ سے واقف تھی ! ! لڑکے کی نظر بے ساختہ ہی دائیں طرف اٹھی جہاں راحیل خان نہایت سنجیدہ اسپاٹ چہرے کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ وہ ابھی ہی اُدھر آیا تھا اور یہاں کا منظر دیکھتے تو جیسے اس کا دماغ پل میں گھوم اٹھا تھا۔۔۔ آپ کون ہیں؟؟ دکھ نہیں رہا ہم بات کر رہے ہیں ! ! ! لڑکے نے راحیل خان کی طرف دیکھتے ناگواری سے کہا۔۔ شاید اسے مداخلت پسند نہیں آئی تھی ! ! اور راحیل خان جو پہلے ہی تپا ہوا تھا کہ اس کی بات پر غصے سے پاگل ہوتے اس نے بنا کچھ سوچے سمجھے آگے کو بڑھتے ایک زوردار مکا اس شخص کے منہ پر جڑا۔۔۔ وہ اسے گریبان سے تھامے اس کے دوسرے گال پر بھی ایک مکا مار چکا تھا۔۔ مدحا نے بے ساختہ ہی گھبراتے ہوئے پیچھے کو ہوتے اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے اپنی چیخ روکی ! ! کیوں تھا یہ شخص آخر ایسا؟؟؟ اس کی آنکھوں میں تیزی سے نمی اکٹھی ہونے لگی تھی ! ! ! سالے بتاتا ہوں کیسے بات کرتے ہیں ! ! تیری ہمت بھی

کیسے ہوئی اسے دیکھنے کی ! ! راحیل خان نے اس کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑتے جھٹکے سے اسے کھینچتے ہوئے بے دردی سے اس کا سر ٹیبل میں مارا ۔۔۔ کچھ کھانا بھی نیچے گر چکا تھا ۔۔ یہ انسان غصے سے پاگل ہوا پڑا تھا ۔۔۔ وہ جیسے اپنے حواس میں نہیں تھا ۔۔۔ لڑکے کی چیخ بے ساختہ تھی ! ! آس پاس جو قریب لوگ تھے وہ ان کی طرف متوجہ ہونے لگے تھے ! ! راحیل خان غصے سے دھاڑتے ہوئے پاگل ہوا پڑا تھا ۔۔۔ لڑکے نے اپنے سر سے نکلتے خون پر ہاتھ رکھتے جواباً راحیل کے منہ پر ایک مکا مارنا چاہا جسے راحیل خان بیچ میں ہی اس کا ہاتھ تھامتے روک چکا تھا ۔۔۔ ہمت بھی کیسے ہوئی تیری میری چیز کو اپنی ان غلیظ نظروں سے دیکھنے کی؟ راحیل خان نے دھاڑتے ہوئے اس کی ناک پر ایک مکا جڑا ۔۔۔ وہ آنکھوں پر مارنا چاہتا تھا لیکن عین وقت پر یہ شخص تھوڑا پیچھے ہو گیا تھا ۔۔ لڑکے کی ناک سے خون کا ایک فوارہ سا چھوٹا ۔۔ کچھ ہی لمحوں میں اس شخص نے مقابل کو لہو لہان کر دیا تھا ۔۔ مدحا ایک سائڈ پر کھڑی روتے ہوئے کانپتے ہوئے راحیل کو دیکھ رہی تھی ! ! وہ کیوں تھا آخر ایسا؟؟ اب تو اس کی بھی خیر نہیں تھی ! ! آس پاس لوگ جمع ہونے لگے تھے ! ! سب لوگ انہیں ہی دیکھ رہے تھے ! ! لڑکے کی ماں نے تیزی سے آگے کو آتے اپنے بیٹے کو پیچھے ہٹانا چاہا ۔۔ دوسری طرف سے دا جان اور باقی سب راحیل کی طرف بڑھ رہے تھے ! ! ! راحیل خان پاگل

ہوتے ابھی ایک اور چانٹا اسے مارتا کہ لڑکے نے پہلے ہی اس کا ہاتھ تھاما۔۔۔تیری۔۔ کیا بہن لگتی ہے جو اتنا بھڑک رہا ہے ! ! غرا کر کہتے وہ لڑکا راحیل کے منہ پر ایک لگا چکا تھا۔۔۔ راحیل خان جس کا غصّہ پہلے ہی نہیں سمبھل رہا تھا اس نے سرخ لہو چھلکاتی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑے بے دردی سے اس شخص کے پیٹ میں لات ماری ! ! وہ تیزی سے اپنی واسکٹ اُتارتے سائڈ پر پھینک چکا تھا۔۔۔ میں بتاتا ہوں کون ہے یہ ! ! چیخ کر کہتے راحیل خان نے بے دردی سے اس کے پیٹ میں لاتیں مارنی شروع کی ! ! وہ بہت بے دردی سے اسے مارتے پاگل ہوا پڑا تھا۔۔۔۔ سب لوگ پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے ! ! ! لوگوں میں مدحا کو لے کر چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں ! ! !

"بیوی ہے یہ میری ! صرف میری ہے یہ ! ! پوری دنیا میں صرف میں ہوں اس کا۔۔ صرف میں اس پر حق رکھتا ہوں۔۔ میری ہے یہ مجھ اکیلے کی ! ! تو ہوتا کون ہے اسے دیکھنے والا بھی ! ! "" بھوکے شیر کی مانند دھاڑ کے کہتے راحیل خان نے بے دردی سے اس کے پیٹ میں لاتیں ماری ! ! ! دا جان نے بے ساختہ ہی اپنے سر پر ہاتھ مارا۔۔ ان کا بس نہیں تھا کہ راحیل کے منہ پر دو لگائیں ! ! سب میں خبر پھیلا چکا تھا وہ ! ! ! سب حیرت سے مدحا اور راحیل کو دیکھ رہے تھے ! ! خاص کر سائرہ بیگم جن کا خواب ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا تھا۔۔۔ آبان خان اور زاویار نے آگے کو بڑھتے راحیل کو اس لڑکے سے

دور کرنا چاہا۔۔ وہ اسے مارنے کے در پر تھا۔۔۔ عدیل اور معاذ شاہ بھی اٹھتے اس طرف آ گئے تھے ! ! اتنا زیادہ مجمع لگ چکا تھا یہاں پر ! ! ! چھوڑ آبان میں جان سے مار دوں گا اسے ! ! آبان کو خود سے پیچھے کو دھکا دیتے راحیل خان واپس سے اس کی طرف بڑھا۔۔ لیکن اسے بروقت ہی عدیل شاہ اور حدائق پکڑ چکے تھے ! ! بس کر مر جائے گا وہ ! ! عدیل شاہ نے اسے پیچھے کو کرتے سنجیدگی سے کہا۔۔ اُس لڑکے کی حالت واقعی میں بری ہو گئی تھی ! ! تو مر جائے تُجھے کیوں برا لگ رہا ہے ! ! میری بیوی کو کیسی نظروں سے دیکھ رہا تھا وہ میں جانتا ہوں ! ! ! چھوڑ مجھے ! ! راحیل خان نے جھٹکے سے عدیل شاہ سے خود کو چھڑواتے اپنی سرخ آنکھیں مسلتے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔۔ اسے اِرد گرد کا کوئی ہوش ہی نہیں رہا تھا۔۔ غصے سے پاگل ہوا پڑا تھا وہ ! ! ! دل تھا کہ واقعی میں اس انسان کو جان سے مار دے ! ! ! لیکن لڑکے کے آگے یہ سب کھڑے ہو چکے تھے ! ! بس کرو لے کر جاؤ اسے ! ! شکل نا دکھانا تم اپنی اب مجھے ! ! دا جان نے آگے آتے سختی سے راحیل خان کو تنبیہ کی ! ! اسے تو وہ گھر جا کر پوچھتے ذرا جو پورے خاندان کے سامنے ان کی عزت کا تماشا لگا چکا تھا۔۔ لڑکے کی ماں اس کے پاس بیٹھی راحیل کو کوس رہی تھی ! ! ! راحیل خان نے پیچھے کو مڑتے ایک خونخوار نظر مدحا پر ڈالی جو کانپتے ہوئے روتے اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! وہ تیز تیز قدموں سے آگے کو بڑھتے اس

کی کلائی کو بے دردی سے جکڑ چکا تھا۔۔ مدحا نے درد سے سسکتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔ اسے درد ہونے لگا تھا اتنی سخت پکڑ تھی اس شخص کی ! ! وہ ایک نظر اس پر ڈالے ہجوم میں سے نکلتے ہوئے آگے کو بڑھ رہا تھا۔۔۔ مدحا تقریباً بھاگتے ہوئے اس کے قدموں کا ساتھ دے رہی تھی ! ! بہت تیز چل رہا تھا یہ شخص ! ! راحیل خان اسے اپنے ساتھ لیے جا چکا تھا۔۔ پیچھے دا جان نے بنا کسی سے بھی کوئی بات کیے خاموشی سے اپنے قدم واپس سے اسٹیج کی طرف لیے ! ! ! ان کے اندر تو ہمت نہیں تھی نہ کسی کی باتیں سننے کی اور نہ ہی صفائیاں دینے کی ! ! جبکہ پیچھے گارڈز کو بلاتے آبان خان اس لڑکے کو ہسپتال بھجوا رہا تھا۔۔۔ تف تھی راحیل پر کہ غصے میں وہ شخص کسی کی سنتا ہی نہیں تھا۔۔۔ وہ تو سمجھا سمجھا کر تھک گیا تھا راحیل کو ! ! لوگ واپس سے اپنی اپنی جگہوں پر جانے لگے تھے ! ! جبکہ ہر کسی کی زبان پر راحیل اور مدحا تھے ! ! حتنے منہ اتنی باتیں ! ! ! ! ! ! وہ والا حساب ہو رہا تھا یہاں پر

راحیل خان مدحا کو اپنے ساتھ لیے ایک کونے والی سائڈ پر آیا۔۔ یہ بلکل خالی جگہ تھی ! کوئی بھی نہیں تھا یہاں پر ! ! ! راحیل خان نے جھٹکے سے مدحا کے بازو کو چھوڑتے بے دردی سے اسے دیوار میں پٹخا۔۔ اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا جبکہ وہ کھڑا خونخوار نظروں

سے مدحا کو دیکھ رہا تھا جیسے ابھی اس کا منہ توڑ دے ! ! مدحا کے منہ سے بے ساختہ ہی سسکی سی نکلی ! ! اس کی کمر بری طرح دیوار میں لگی تھی۔۔۔ وہ روتے ہوئے خوفزدہ نظروں سے راحیل کو دیکھ رہی تھی ! ! راحیل خان نے آگے کو ہوتے اس نے دونوں اطراف میں دیوار پر ہاتھ رکھا۔۔ کیا کر رہی تھی وہاں؟؟ ہاں؟؟ اس کی آنکھوں میں دیکھتے سرد برفیلے لہجے میں استفسار کیا گیا۔۔ وہ۔۔وہ آنٹ۔۔آنٹی خ۔۔خود آئی تھیں ! ! مدحا نے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوں لیے لرزتی سی آواز میں جواب دیا۔۔ وہ خود بھی بری طرح لرز رہی تھی ! ! میں نے اس عورت کا نہیں اس کے بیٹے کا پوچھا ہے ! ! تم گئی کیوں نہیں اُدھر سے فوراً۔۔۔ کس لیے کھڑی تھی تم وہاں؟؟ راحیل خان غصے سے پاگل ہوتے اس کے جبڑے کو دبوچے دھاڑ اٹھا تھا۔۔ اس کی آنکھوں سے وہ منظر ہٹ ہی نہیں رہا تھا۔۔ مدحا نے روتے ہوئے اس کے ہاتھ کو پکڑا۔۔ اسے درد ہو رہا تھا۔۔ تم صرف میری ہو ! ! صرف میری ! ! تو کیوں کھڑی تھی اس خبیث کے پاس ! ! اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ وہ پھر سے بھوکے شیر کی مانند دھاڑ اٹھا تھا۔۔ مدحا کیسے جواب دیتی ! ! اس شخص نے اتنی سختی سے اس کا جبڑا پکڑا ہوا تھا کہ ابھی ٹوٹ جائے ! ! جواب پھر سے ندارد ! ! وہ بس کھڑی بری طرح رو رہی تھی ! ! جواب کیسے دیتی بھلا وہ ! ! راحیل خان نے جھٹکے سے اس کے جبڑے کو چھوڑتے اسے بازو سے

پکڑتے اپنے سینے میں بھینچا۔۔ غصے سے وہ پاگل ہو رہا تھا لیکن شاید خیال آگیا تھا کہ وہ بہت بری طرح ٹریٹ کر رہا تھا اسے ! ! مدحا اس کے سینے میں منہ دیے اس کی قمیض کو سختی سے جکڑے رونے میں مصروف تھی ! ! اس کا کوئی قصور بھی نہیں تھا اور راحیل نے ایسے ہی اتنا ڈانٹ دیا تھا۔۔ حالانکہ وہ تو خود اس شخص کے پاس سے نکلنا چاہتی تھی ! ! ! تم صرف میری ہو مدحا۔۔ صرف میری ! ! میں نے سب کو کھویا ہے محض ! ! کوئی عورت میری زندگی میں نہیں رہ پاتی ! ! میں تمہیں نہیں کھو سکتا۔۔۔ راحیل مرجائے گا اب تمہارے بعد ! ! ! اسے سختی سے اپنے سینے میں بھینچے راحیل خان کھوئے کھوئے سے لہجے میں دیوار پر نظریں جمائے بول رہا تھا۔۔۔ اس کی آواز جیسے کرب میں ڈوبی تھی ! ! سوچ سوچ کر اس کا دل گھٹے جا رہا تھا۔۔ کسی کے پاس کھڑی بھی برداشت نہیں تھی یہ عورت ! ! وہ اسے اس حد تک کھونے سے ڈرتا تھا۔۔۔ مدحا نے روتے ہوئے اس کے سینے سے منہ نکالتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔ وہ ابھی بھی رو رہی تھی ! ! البتہ اس شخص کے سینے سے لگانے کی دیر تھی کہ اس کی کپکپاہٹ میں بھی کمی آگئی تھی ! ! ! میں وہاں صرف پانی پینے گئی تھی اور پھر وہ آنٹی آئی اور اپنے بیٹے کو بھی لے آئیں ! ! روتے ہوئے اس نے دھیمی سی آواز میں اسے بتانا چاہا۔۔ اس کا قصور بس یہ تھا کہ اس نے جھوٹ بول دیا تھا۔۔۔ تم ہٹ بھی سکتی

تھی وہاں سے ! ! جب تم صرف میری ہو تو اس لڑکے کو دیکھتے ہی سائڈ پر ہو جاتی ! ! تم صرف میری ہو مدحا۔۔ بتاؤ میری ہو نہ؟؟ دیوار سے نظریں ہٹاتے راحیل نے اس کے گالوں پر جمائے اس کی آنکھوں میں دیکھتے جنونی سے انداز میں پوچھا۔۔ اس کی آنکھیں ابھی تک سرخ تھیں ! ! غصّہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔۔۔ مدحا نے بے بسی سے اسے دیکھا۔۔ وہ اور کس طرح آخر اس کی ہوتی؟؟ سب کچھ تو اس ایک شخص پر لٹا چکی تھی وہ ! ! ! بولو کس کی ہو تم بتاؤ مجھے ! ! ! بول کیوں نہیں رہی ہو؟؟ کس کی ہو تم بولو بھی ! ! ! راحیل خان نے اسے جواب نا دیتے دیکھ بے تابی سے اس کے گالوں پر ہاتھ کا دباؤ بڑھایا۔۔ اس کا دل بے چین ہو رہا تھا۔۔ جبکہ وہ جیسے اپنے حواس میں نہیں تھا۔۔۔ آپ۔۔ آپ کی ہوں ! ! مدحا نے روتے ہوئے دھیمے سے کہا۔۔ ہاں وہ محض اسی ایک شخص کی تھی ! ! بولتی رہو ! ! بولتی رہو جب تک میں نہ کہوں ! ! ایک سکون کی سانس خارج کرتے راحیل خان اس کی گردن میں منہ چھپا چکا تھا۔۔ اسے بس سکون چاہیے تھا جو مقابل ہی دے سکتی تھی ! ! ! مدحا نے روتے ہوئے ایک نظر اس کے بالوں کو دیکھتے آہستہ سے اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے اس کے گلے میں بانہیں حائل کی ! ! وہ شاید اس کی حالت سمجھ گئی تھی ! ! مقابل اسے اس حد تک کھونے سے ڈرتا ہے اس کے لیے یہ بات کسی حیرت اور شاک سے کم نہیں تھی ! ! میں صرف آپ کی

ہوں راحیل ! ! مدحا کے لیے راحیل سے آگے زندگی ختم ہو جاتی ہے ! ! اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتے مدحا نے بولنا شروع کیا۔۔۔ وہ سچ کہہ رہی تھی ! ! راحیل خان اس کی گردن میں منہ چھپائے بے ساختہ ہی آنکھیں موند چکا تھا۔۔ سکون کی ایک لہر سی پورے جسم میں دوڑ اٹھی تھی ! ! وہ اپنے ہاتھ سختی سے اس کی کمر کے گرد باندھے ہوئے تھا۔۔۔ اور؟؟ اسے خاموش ہوتے دیکھ راحیل خان نے بے چینی سے مزید بولنے کو کہا۔۔۔ مقابل جس طرح اس کے بالوں میں ہاتھ چلا رہی تھی وہ سکون میں تھا۔۔ غصّہ جھاگ کی طرح بیٹھ رہا تھا۔۔ لیکن وہ اسے اور سننا چاہتا تھا۔۔۔ اور یہ کہ مدحا راحیل خان آپ سے بے تحاشہ عشق کرتی ہے ! ! میری زندگی میں آنے والے پہلے اور آخری مرد ہیں آپ۔۔۔ آپ سے آگے میری زندگی، میری ذات ، میرے اندر پلتی محبت سب کچھ بلکل ختم ہے ! ! مدحا کو اپنا راحیل بے حد عزیز ہے ! ! وہ ساری زندگی آپ کی بن کر رہے گی یہ وعدہ ہے میرا۔۔۔ عشق میں شرک حرام ہوتا ہے ! ! اور مدحا حرام سے دور رہنے والوں میں سے ہے ! ! چھوٹے موٹے گناہ ہو جاتے ہیں لیکن یہ تو اتنا بڑا گناہ ہے ! ! ! میرا دل آپ کے نام پر دھڑکتا ہے ! ! صرف آپ کے لیے ! ! اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے وہ بہت سادگی سے اسے مان بخش رہی تھی ! ! اس کا حرف حرف سچ تھا۔۔۔ کیا خوبصورت انداز تھا اس لڑکی کے اظہار محبت کا۔۔ وہ

اب کھل کر اظہار کر دیتی تھی ! ! کیونکہ اسے نہیں لگتا تھا کہ حلال میں اب دل کی باتیں دل میں رہنی چاہئے ! ! ! جب وہ عشق کرتی ہے اس شخص سے تو اگلے کو بھی پتہ ہونا چاہئے ! ! ! راحیل خان سکون کے ساتھ اپنی آنکھیں موندے ہوئے تھا۔۔۔ اس کے جلتے تڑپتے دل پر ٹھنڈی پھوار سی برس رہی تھی ! ! کیا خوبصورت احساس تھا یہ ! ! ایسا لگتا تھا جیسے یہ شخص محض مدحا کی محبت کے سہارے ہی جی رہا ہو ! ! میری جان بنو گی؟؟ اسے خاموش ہوتے دیکھ راحیل خان نے دھیرے سے پوچھا۔۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مقابل کی کمر اور اس کا گھیرا تنگ ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ تو کیا ابھی نہیں ہوں؟؟ دو بدو ہی مدحا نے اپنے آنسوں صاف کرتے جواباً سوال پوچھا۔۔۔ تم ہی تو سب کچھ ہو ! ! بکواس ہے یہ بات جو کہتے ہیں دوسری محبت نہیں ہوتی ! ! میں بھی کبھی یہی سوچتا تھا۔۔ لیکن یہ بات غلط ہے ! ! اصل اور سچی محبت دوسری ہی ہوتی ہے ! ! پہلی محبت محض مجھے سبق سکھانے کے لیے تھی شاید ! ! ! وہ تو نصیب بھی نہیں ہوئی کیونکہ تم جو نصیب میں تھی ! ! اور میں شکر گزار ہوں خدا کا میرا نصیب اتنا حسین لکھنے کے لیے ! ! ! اس کی گردن کی سکن کو اپنے ہونٹوں میں دباتے راحیل خان نے دھیرے سے کہا۔۔ وہ شاید یہاں لو بائٹ بنا رہا تھا۔۔۔ پتہ نہیں میری تو پہلی محبت اور آخری محبت آپ ہی ہیں ! ! ! آپ کے بنا میں تو مر جاؤں ! ! دوسرے کسی شخص کو دیکھ بھی نہیں

سکتی ! ! کجا کہ دوسری محبت کرنا۔۔۔ مدحا نے نرمی سے کہتے اس کے بالوں پر نا محسوس انداز میں لب رکھے ! ! اس کی کوشش تھی کہ راحیل یہ محسوس نہ کرے ! لیکن وہ ناکام رہی تھی۔۔ راحیل خان کو پتہ چل گیا تھا۔۔ وہ اس کی گردن میں منہ دیے ہی گہرا مسکرایا۔۔۔ تمھارا نفس مضبوط ہے اس لیے ! ! میرا نفس کمزور تھا اس لیے ! ! بس اتنا ہی فرق ہے تم میں اور مُجھ میں ! ! دھیرے سے سچائی بتاتے راحیل خان نے اس کی گردن پر مزید نشانات بنانے شروع کیے ! ! حتنے سکون میں اس وقت وہ تھا شاید ہی کبھی اس نے اتنا سکون محسوس کیا ہوتا۔۔۔ مدحا نے خاموشی میں ہی بھلائی جانی ! ! اس سے جواب نہیں بن پایا تھا۔۔ کس کی ہو؟ اسے خاموش ہوتے دیکھ راحیل نے پھر سے پوچھا۔۔ وہ اسے چپ اچھی نہیں لگ رہی تھی ! ! وہ چاہتا تھا مقابل بولتی رہے ! ! وہ نرمی سے اس کی گردن پر جگہ جگہ اپنی محبت کی مہریں ثبت کر رہا تھا۔۔۔ وہ کہاں کھڑا ہے کیا ہے وہ پھر سے یہ بھول چکا تھا۔۔ بس آس پاس مدحا ہی مدحا تھی ! ! آپ کی صرف آپ کی ! ! ! مدحا نے سرگوشی نما آواز میں کہتے اپنی آنکھیں موندی ! ! اس کی سانسیں بھاری ہو رہی تھیں ! ! وہ اس کے کندھے میں منہ چھپا چکی تھی ! ! میرا سکون ہو تم لڑکی ! ! مجھے مجھ سے زیادہ عزیز ہوتی جا رہی ہو ! ! کچھ پہلے ہی میں تو تمہاری طرف کھینچا جاتا تھا اور کچھ نکاح نے تو جیسے دل کو مضبوط کر دیا ہے ! !

نکاح میں بہت طاقت ہے ! ! راحیل خان نے اس کی گردن سے چہرہ نکالتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے محبت سے کہا۔۔۔ اس شخص کی آنکھیں ابھی تک سرخ تھیں البتہ اب غصّہ نہیں تھا ان میں ! ! پتہ نہیں یہ کس لیے آنکھیں سرخ ہوئی تھیں اب ! ! ! ! مدحا کا دل شدت سے دھڑکا۔۔۔ اسے پتہ نہیں کیوں یقین نہیں آتا تھا۔۔ کچھ راحیل بھی سیدھے طریقے سے بولتا نہیں تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے ! ! اسی میں مدحا کنفیوز ہو کر رہ جاتی تھی ! ! عادت، کسی کے محض سکون کا ذریعہ ہونا اور محبت الگ الگ چیزیں ہیں ! ! راحیل باقی دو تو بول دیتا تھا ابھی تک یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے ! ! ! تو۔۔۔ تو کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟؟ اس کے بٹنوں پر ہاتھ جماتے مدحا نے شرم کو ایک سائڈ پر رکھتے دھیرے سے پوچھا۔۔ ابھی اسے واقعی میں جاننا تھا۔۔ وہ یہ بات کلیئر کرنا چاہتی تھی ! ! ! تو کیا میں اتنی دیر سے فارسی بول رہا تھا؟؟ راحیل خان نے دو بدو ہی اس کے لبوں پر ایک زوردار بوسا دیتے پوچھا۔۔۔ تو کیا آپ کو کسی اور سے محبت نہیں تھی؟؟ شرم سے لال سرخ چہرے کے ساتھ پوچھا گیا۔۔ آج تو وہ پتہ کر کے رہتی بھلے کچھ بھی ہو جاتا۔۔۔ تو کیا دوسری محبت نہیں ہو سکتی ! ! دو بدو ہی مسکراتے ہوئے جواباً سوال آیا۔۔۔ تو کیا دوسری محبت آپ کو مجھ سے ہوئی ہے؟؟ مدحا نے بے یقینی سے پوچھا۔۔ کاش کہ یہ شخص آج کہہ ہی دیتا۔۔

اس کا دل ہی دھڑک دھڑک کر باہر آجاتا۔۔۔ تو کیا میں نے ایسے ہی تم سے نکاح کر لیا؟؟ پھر سے الٹا جواب دیا گیا۔۔۔ وہ شخص سیدھے سیدھے طریقے سے کیوں نہیں بول رہا تھا؟؟ تو کیا آپ یہی بات سیدھے طریقے سے نہیں بول سکتے؟؟ دانت پیستے مدحا نے اس کے گریبان کو پکڑتے گرفت مضبوط کی ! ! ! وہ جتنی بے چین تھی یہ شخص اتنا ہی تڑپاتا تھا۔۔۔ تو کیا سننا چاہ رہی ہیں آپ؟؟ ایک نظر اپنے گریبان کو دیکھتے راحیل خان نے مسکراتے ہوئے محبت سے پوچھا۔۔ وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا کہ مقابل کیا سننا چاہتی ہے تبھی اسے تنگ کر رہا تھا۔۔۔۔ " آپ دونوں کا یہ تو کیا تو کیا ختم ہو گیا ہو تو آجائیں ! ! میری رخصتی لیٹ ہو رہی ہے آپ لوگوں کی وجہ سے ! ! مدحا ابھی کچھ بولتی کہ معاذ شاہ کی آواز سنتے وہ دونوں ہی جھٹکے سے ایک دوسرے سے دور ہوئے ! ! ذرا جو تمیز ہو اس شخص میں ! ! راحیل خان جبڑے بھینچے اس منہوس کو دیکھ رہا تھا۔۔ مدحا نے شرم سے لال سرخ پڑتے لرزتے ہاتھوں سے اپنا دوپٹہ درست کیا۔۔ وہ تو جیسے زمین میں گڑھنے والی ہو رہی تھی ! ! معاذ شاہ پوری ہال میں ان لوگوں کو ڈھونڈتا ہو یہاں آیا تھا۔۔ سب راحیل کا پوچھ رہے تھے کہ وہ آئے تو رخصتی ہو ! ! یہاں اس سے صبر نہیں ہو رہا تھا اور ان لوگوں کے اپنے مسئلے ختم نہیں ہوتے تھے ! ! ! آجائیں اب جلدی ! ! سب اٹھ چکے ہیں آپ دونوں کا ہی انتظار ہے ! ! ! معاذ شاہ نے جھنجھلاتے

ہوئے کہا۔۔ اسے جلدی سے جلدی رخصتی کرنی تھی ! ! آرہے ہیں دفعہ ہو ! ! اور لعنت ہے تجھ پر کسی کی پرائیویسی خراب کرتے شرم نہیں آتی؟؟ سالے دلہا بن کر بھی سکون نہیں ہے تُجھے ! ! راحیل خان جبڑے بھینچے اسے گھورتے ہوئے غرایا۔۔ اسے تو غصّہ آرہا تھا۔۔ کتنا سکون میں تھا ابھی وہ ! ! جگہ دیکھ کر پرائیویسی والا ماحول بنایا کریں ! ! جا رہا ہوں میں آجائے جلدی سب کھڑے ہیں ! ! معاذ شاہ منہ بنا کر کہتے تیزی سے واپسی کی طرف بڑھا۔۔ کیونکہ اس کی پہلی بات پر ہی راحیل کا ہاتھ جوتے تک جا چکا تھا۔۔ اس سے پہلے آج کے دن بھی یہ جوتا واقعی میں اسے پڑتا اس نے یہاں سے نکلنا ہی بہتر سمجھا۔۔۔ راحیل خان اسے جاتے دیکھ سر جھٹکتے مدحا کی طرف متوجہ ہوا جو لال سرخ چہرے کے ساتھ کھڑی تھی ! ! ! میری جان گھبراؤ مت کچھ نہیں ہوا۔۔۔

اسے واپس سے اپنے حصار میں لیتے راحیل خان نے نرمی سے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔ کتنی عجیب لینگویج ہے آپ کی ! ! سالا یہ تو وہ ! ! سہی سے بولا کریں ! ! مدحا نے ناک سکوڑتے اسے سمجھانا چاہا۔۔ وہ شروع سے نوٹ کرتی آئی تھی بلآخر آج بول ہی دیا تھا۔۔۔ راحیل خان کے چہرے پر مسکراہٹ چھائی ! ! لینگویج پھر اس لڑکی نے ابھی ان لڑکوں کی آپس میں باتیں اور گالیاں سنی نہیں تھی ! ! وہ تو سالا پر ہی بولنے لگی تھی ! ! ہمارے میں چلتی ہے ! ! تم سے تو تمیز سے بولتا ہوں نہ میں؟؟ راحیل خان

نے مزے سے جواب دیا۔۔ وہ اسے نرمی سے خود سے الگ کیے ایک آخری مرتبہ اس کے ہونٹوں سے لپٹ چکا تھا۔۔۔ مدحا کو کچھ بولنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا اس نے ! ! اس کی زبان پر بے باکی سے اپنی زبان کو پوری طرح سے پھیرتے راحیل خان نے اس کے ہونٹوں تک لاتے اس کے ہونٹوں پر اور تھوڑا اوپر بے باکی سے اپنی زبان پھیری ! ! مدحا نے اس کے کندھے پر آہستہ سے مکا جڑا جو اتنا بے شرم تھا۔۔۔ چلو رخصتی کا وقت ہو گیا ہے ! ! رات بھی بہت ہو گئی ہے ! ! نرمی سے کہتے راحیل خان نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے آگے کی طرف قدم لیے ! ! وہ اس کا ہاتھ تھامے آگے چل رہا تھا۔۔ جبکہ اس کے پیچھے چلتی مدحا اپنے چہرے کو صاف کرتے اسی کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی ! ! !

ہال میں رخصتی کا شور اٹھا ہوا تھا۔۔ سب لوگ اٹھتے رخصتی کے انتظار میں تھے ! ! رائنا اور عدیل شاہ صوفے سے اترتے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے ! ! عدیل شاہ نے رائنا کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔۔ جبکہ معاذ اور زارا بھی اسی طرح آگے بڑھ چکے تھے ! ! راحیل اور مدحا بھی اِدھر آ چکے تھے ! ! اب سب کچھ نارمل تھا۔۔۔ گاڑی کے پاس پہنچتے رائنا خان کے قدم رکے ! ! برہان خان اسی کے پاس کھڑے تھے ! ! ان کی

آنکھوں میں نمی سی تھی ! ! بہت خوش رکھنا بیٹا اسے ! ! ! میں نے کبھی اس کو کسی خواہش کو ادھورا نہیں رہنے دیا۔۔ تم بھی مت رہنے دینا۔۔ عدیل شاہ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے برہان خان نے بھیگی سی آواز میں کہا۔۔۔ ان کی دوسری بیٹی بھی جا رہی تھی۔۔ ایک طرف جہاں وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو رہے تھے وہیں غم بھی تھا۔۔ گھر کی رونق ماند پڑنے والی تھی ! ! ! بیفکر رہیں انکل ! ! مجھے بھی ہے حد عزیز ہے یہ ! اس کے نخرے نہیں اٹھاؤ گا تو کس کے اُٹھاؤں گا؟؟ عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔۔ برہان خان کو روتے دیکھ رائنا خود بھی رونے لگی تھی۔۔ برہان خان نے اسے نرمی سے اپنے سینے میں بھینچا۔۔ بول دوسری طرف زارا خان سب سے مل رہی تھی ! ! ! عدیل شاہ گاڑی کی طرف کھڑا رائنا کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ مہمان بھی آہستہ آہستہ کرتے جا رہے تھے ! ! ! رائنا خان بالاج، فائزہ اور عظمیٰ بیگم سے بھی ملتے دا جان اور باقی سب سے مل رہی تھی ! ! ! راحیل خان نے زارا کی طرف بڑھتے نرمی سے اسے اپنے سینے سے لگایا۔۔ وہ نم آنکھوں کے ساتھ اس کے ماتھے پر لب رکھ گیا تھا۔۔ زارا خان اور رائنا دونوں ہی رو رہی تھیں ! ! ! یہ وقت ہی بہت مشکل تھا۔۔۔ مذاق اپنی جگہ معاذ۔۔ میں تمھیں اپنے جگر کا ٹکڑا دے رہا ہوں۔۔ اسے کبھی کوئی تکلیف مت دینا۔۔۔ اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو مجھے بتانا۔۔۔ بہت چھوٹا دل ہے اس کا۔

اسے کچھ مت کہنا۔۔ اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے راحیل خان نے معاذ کی طرف دیکھتے کہا۔۔۔پھر بھی اس کی آنکھوں میں نمی جمع ہو رہی تھی ! ! مدحا بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی تھی؛ ! وہ مل چکی تھی زارا سے ! ! جبکہ زارا کے ساتھ وہ خود بھی رونے لگی تھی ! ! ! معاذ شاہ نے سنجیدگی سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ وہ ابھی رو رہی تھی تو اس کے دل پر چھریاں چل رہی تھیں۔۔ آگے تو وہ اس کو کیا ہی رلاتا۔۔ وہ اس عورت کو کبھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔ بھائی۔۔ زارا نے روتے ہوئے اسے پکارا۔۔۔ جی بھائی کی جان۔۔ بولو میرا بیٹا۔۔ راحیل نے فوراً ہی محبت سے جواب دیا۔۔جس طرح وہ یہاں خود پر ضبط کیے کھڑا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔۔۔ بھائی میں بہت یاد کروں گی آپ کو ! ! پلیز مجھ۔۔سے ملتے رہیے گا۔۔ زارا خان نے روتے ہوئے کہا۔۔۔ وہ جس دل سے جا رہی تھی یہ تو وہی جانتی تھی ! ! ! حرا اور عائشہ تک رونے لگی تھی ! ! یہ وقت ہی ایسا تھا۔۔ جو بھی دیکھ رہا تھا اسے ہی رونا آرہا تھا۔۔ ظاہر ہے میں اپنے بیٹے سے ضرور ملوں گا۔۔ میرا بچہ رونا بند کرو شاباش ! ! دیکھو رائنا گاڑی میں بھی بیٹھ گئی ہے ! ! بیٹھو تم بھی شاباش ! ! ! اسے نرمی سے خود سے الگ کرنے کی کوشش کرتے راحیل خان نے محبت سے کہا۔۔ اس کی آنکھوں سے چپکے سے ایک بوند ٹپکتے نیچے گر پڑی تھی ! ! یہاں اچھے اچھے حوصلہ ہار جاتے تھے ! ! بھائی وعدہ کریں آپ

پرایا نہیں کرے گیں مجھے ! ! زارا خان نے روتے ہوئے اس کے سامنے اپنا ہاتھ کیا۔۔ اسے سب سے زیادہ راحیل کی یاد آنی تھی ! ! وعدہ ہے بھائی کا میرے بیٹے کو بھول سکتا ہوں بھلا میں؟؟ بیٹھو شاباش سب انتظار کر رہے ہیں نہ ! ! کل ملے گیں نا ہم پھر سے ولیمے میں ! ! راحیل خان نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے نرمی سے اسے خود سے الگ کیا۔۔ وہ اسے گاڑی میں بٹھانا چاہ رہا تھا۔۔ زارا خان نے ابھی پھر سے راحیل کی طرف دیکھتی کہ پہلے ہی معاذ شاہ نے آگے بڑھتے نرمی سے اس کے گرد حصار بناتے بنا کسی کی پرواہ کیے اسے اپنے سینے سے لگایا۔۔ اتنی ہی برداشت تھی اس کی بس ! ! ! رائنا اور عدیل کی گاڑی چلی بھی گئی تھی۔۔۔ اور یہاں تو مقابل کا رونا ہی ختم نہیں ہو رہا تھا۔۔۔ شش۔۔۔ میں روز ملوانے لے آؤں گا اپنی جان کو ! ! رونا بند کرو شاباش ! ! معاذ شاہ نے نرمی سے اس کے گرد بازو باندھتے اس کے کان میں سرگوشی کی ! ! پکا نا؟؟ زارا خان نے روتے ہوئے سوں سوں کرتے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔۔ پکا پرومس ! ! اب رونا نہیں ! ! اوکے؟ میں ہوں نہ؟ معاذ شاہ نے نرمی سے کہتے اس کی طرف کا دروازہ کھولتے اسے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔ راحیل خان اُداس سا مسکراتے زارا اور معاذ کو دیکھ رہا تھا۔۔ جیسے بھی رشتہ ہوا تھا۔۔ لیکن زارا خان کے لیے کیا گیا انتخاب برا نہیں تھا۔۔ اسے یقین تھا معاذ زارا کو ہے حد خوش

رکھے گا۔۔۔ جس کی ایک جھلک ابھی ہی نظر آرہی تھی ! ! اسے گاڑی میں بٹھتے دیکھ معاذ شاہ نے نیچے کو جھکتے اس کے گھاگھرے کو اٹھاتے گاڑی کے اندر کیا۔۔ وہ مسکرا کر ایک نظر اسے دیکھتے گاڑی کا دروازہ بند کر چکا تھا۔۔۔ خیال رکھنا اس کا معاذ ! ! کوئی تکلیف مت دینا اسے ! ! معاذ شاہ آگے بڑھتے راحیل خان سے بغل گیر ہوا ہوتا کہ راحیل نے پھر سے اسے تنبیہ کی ! ! ! بے فکر ہو جائیں میری خود کی بھی جان بستی ہے اس لڑکی میں ! !بیغیرت نہیں ہوں میں جو بیوی کو تکلیف دوں گا۔۔ اسے تو پلکوں پر بٹھا کر رکھوں گا۔۔۔ معاذ شاہ نے مسکرا کر کہتے اس سے الگ ہوتے گاڑی کی طرف قدم لیے ! ! ہال تقریباً خالی ہو چکا تھا۔۔۔ سب لوگ جا چکے تھے ! ! معاذ شاہ نے گاڑی میں بٹھتے گاڑی سٹارٹ کرتے گھر کے راستے پر ڈالی ! ! باقی سب بھی ان کے پیچھے ہی اپنی اپنی گاڑیوں ! ! ! میں بٹھتے گھر کی طرف روانہ ہوئے

بقیہ 97/2

لڑکے نے فوراً ہی اس کی بات کو محض ہوا میں اڑایا۔۔۔ اس کی نظروں میں مدحا کے لیے پسند بہت واضح تھی ! ! آپ کو کیا خواب آئے ہیں؟؟ ہٹیں سامنے سے میں نے جانا

ہے ! ! مدحا نے گھبراہٹ میں پھر سے سائڈ سے نکلنا چاہا۔۔ وہ ابھی آگے بڑھتی کہ وہ لڑکا اس کے آگے اپنا بازو کر چکا تھا۔۔۔ بات تو سن لیں میری ایک مرتبہ ! ! میں کوئی کھا تھوڑی جاؤں گا آپ کو ! ! وہ لڑکا ہنستے ہوئے اسے پھر سے جانے اسے روک چکا تھا۔۔۔۔۔ کیا ہو رہا ہے یہاں؟؟ ابھی مدحا کوئی جواب دیتی کہ اسنے دائیں طرف سے ایک آواز سنتے اس کا رنگ اچانک ہی لٹھے کی مانند سفید پڑا۔۔۔ وہ محض آواز سے ہی اس شخص کو پہچان چکی تھی ! ! مارے گھبراہٹ کے تیزی سے اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے سے نمایاں ہونے شروع ہوئے ! ! یہ اس شخص کی رگ رگ سے واقف تھی ! ! لڑکے کی نظر بے ساختہ ہی دائیں طرف اٹھی جہاں راحیل خان نہایت سنجیدہ اسپاٹ چہرے کے ساتھ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ وہ ابھی ہی اُدھر آیا تھا اور یہاں کا منظر دیکھتے تو جیسے اس کا دماغ پل میں گھوم اٹھا تھا۔۔۔ آپ کون ہیں؟؟ دکھ نہیں رہا ہم بات کر رہے ہیں ! ! ! لڑکے نے راحیل خان کی طرف دیکھتے ناگواری سے کہا۔۔ شاید اسے مداخلت پسند نہیں آئی تھی ! ! اور راحیل خان جو پہلے ہی تپا ہوا تھا کہ اس کی بات پر غصے سے پاگل ہوتے اس نے بنا کچھ سوچے سمجھے آگے کو بڑھتے ایک زوردار مکا اس شخص کے منہ پر جڑا۔۔۔ وہ اسے گریبان سے تھامے اس کے دوسرے گال پر بھی ایک مکا مار چکا تھا۔۔ مدحا نے بے ساختہ ہی گھبراتے ہوئے پیچھے کو ہوتے اپنے منہ پر

ہاتھ رکھتے اپنی چیخ روکی ! ! کیوں تھا یہ شخص آخر ایسا؟؟؟ اس کی آنکھوں میں تیزی سے نمی اکٹھی ہونے لگی تھی ! ! ! سالے بتاتا ہوں کیسے بات کرتے ہیں ! ! تیری ہمت بھی کیسے ہوئی اسے دیکھنے کی ! ! راحیل خان نے اس کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑتے جھٹکے سے اسے کھینچتے ہوئے بے دردی سے اس کا سر ٹیبل میں مارا۔۔۔ کچھ کھانا بھی نیچے گر چکا تھا۔۔یہ انسان غصے سے پاگل ہوا پڑا تھا۔۔۔ وہ جیسے اپنے حواس میں نہیں تھا۔۔۔ لڑکے کی چیخ بے ساختہ تھی ! ! آس پاس جو قریب لوگ تھے وہ ان کی طرف متوجہ ہونے لگے تھے ! ! راحیل خان غصے سے دھاڑتے ہوئے پاگل ہوا پڑا تھا۔۔۔ لڑکے نے اپنے سر سے نکلتے خون پر ہاتھ رکھتے جواباً راحیل کے منہ پر ایک مکا مارنا چاہا جسے راحیل خان بیچ میں ہی اس کا ہاتھ تھامتے روک چکا تھا۔۔۔ ہمت بھی کیسے ہوئی تیری میری چیز کو اپنی ان غلیظ نظروں سے دیکھنے کی؟ راحیل خان نے دھاڑتے ہوئے اس کی ناک پر ایک مکا جڑا۔۔۔ وہ آنکھوں پر مارنا چاہتا تھا لیکن عین وقت پر یہ شخص تھوڑا پیچھے ہو گیا تھا۔۔ لڑکے کی ناک سے خون کا ایک فوارہ سا چھوٹا۔۔ کچھ ہی لمحوں میں اس شخص نے مقابل کو لہو لہان کر دیا تھا۔۔ مدحا ایک سائڈ پر کھڑی روتے ہوئے کانپتے ہوئے راحیل کو دیکھ رہی تھی ! ! وہ کیوں تھا آخر ایسا؟؟ اب تو اس کی بھی خیر نہیں تھی ! ! آس پاس لوگ جمع ہونے لگے تھے ! ! سب لوگ انہیں ہی دیکھ رہے

تھے ! ! لڑکے کی ماں نے تیزی سے آگے کو آتے اپنے بیٹے کو پیچھے ہٹانا چاہا۔۔ دوسری طرف سے دا جان اور باقی سب راحیل کی طرف بڑھ رہے تھے ! ! ! راحیل خان پاگل ہوتے ابھی ایک اور چانٹا اسے مارتا کہ لڑکے نے پہلے ہی اس کا ہاتھ تھاما۔۔۔ تیری۔۔ کیا بہن لگتی ہے جو اتنا بھڑک رہا ہے ! ! غرا کر کہتے وہ لڑکا راحیل کے منہ پر ایک لگا چکا تھا۔۔۔ راحیل خان جس کا غصّہ پہلے ہی نہیں سمبھل رہا تھا اس نے سرخ لہو چھلکاتی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑے بے دردی سے اس شخص کے پیٹ میں لات ماری ! ! وہ تیزی سے اپنی واسکٹ اُتارتے سائڈ پر پھینک چکا تھا۔۔۔ میں بتاتا ہوں کون ہے یہ ! ! چیخ کر کہتے راحیل خان نے بے دردی سے اس کے پیٹ میں لاتیں مارنی شروع کی ! ! وہ بہت بے دردی سے اسے مارتے پاگل ہوا پڑا تھا۔۔۔ سب لوگ پریشانی سے اسے دیکھ رہے تھے ! ! ! لوگوں میں مدحا کو لے کر چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں ! ! !

"بیوی ہے یہ میری ! صرف میری ہے یہ ! ! پوری دنیا میں صرف میں ہوں اس کا۔۔ صرف میں اس پر حق رکھتا ہوں۔۔ میری ہے یہ مجھ اکیلے کی ! ! تو ہوتا کون ہے اسے دیکھنے والا بھی ! ! "" بھوکے شیر کی مانند دھاڑ کے کہتے راحیل خان نے بے دردی سے اس کے پیٹ میں لاتیں ماری ! ! ! دا جان نے بے ساختہ ہی اپنے سر پر ہاتھ مارا۔۔ ان کا بس نہیں تھا کہ راحیل کے منہ پر دو لگائیں ! ! سب میں خبر پھیلا چکا تھا وہ ! ! ! سب

حیرت سے مدحا اور راحیل کو دیکھ رہے تھے ! ! خاص کر سائرہ بیگم جن کا خواب ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا تھا۔۔ آبان خان اور زاویار نے آگے کو بڑھتے راحیل کو اس لڑکے سے دور کرنا چاہا۔۔ وہ اسے مارنے کے درپر تھا۔۔ عدیل اور معاذ شاہ بھی اٹھتے اس طرف آ گئے تھے ! ! اتنا زیادہ مجمع لگ چکا تھا یہاں پر ! ! ! چھوڑ آبان میں جان سے مار دوں گا اسے ! ! آبان کو خود سے پیچھے کو دھکا دیتے راحیل خان واپس سے اس کی طرف بڑھا۔۔ لیکن اسے بروقت ہی عدیل شاہ اور حدائق پکڑ چکے تھے ! ! بس کر مر جائے گا وہ ! ! عدیل شاہ نے اسے پیچھے کو کرتے سنجیدگی سے کہا۔۔ اُس لڑکے کی حالت واقعی میں بری ہو گئی تھی ! ! تو مر جائے تُجھے کیوں برا لگ رہا ہے ! ! میری بیوی کو کیسی نظروں سے دیکھ رہا تھا وہ میں جانتا ہوں ! ! ! چھوڑ مجھے ! ! راحیل خان نے جھٹکے سے عدیل شاہ سے خود کو چھڑواتے اپنی سرخ آنکھیں مسلتے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔۔ اسے اِرد گرد کا کوئی ہوش ہی نہیں رہا تھا۔۔ غصے سے پاگل ہوا پڑا تھا وہ ! ! ! دل تھا کہ واقعی میں اس انسان کو جان سے مار دے ! ! ! لیکن لڑکے کے آگے یہ سب کھڑے ہو چکے تھے ! ! بس کرو لے کر جاؤ اسے ! ! شکل نا دکھانا تم اپنی اب مجھے ! ! دا جان نے آگے آتے سختی سے راحیل خان کو تنبیہ کی ! ! اسے تو وہ گھر جا کر پوچھتے ذرا جو پورے خاندان کے سامنے ان کی عزت کا تماشا لگا چکا تھا۔۔ لڑکے کی ماں اس کے پاس بیٹھی

راحیل کو کوس رہی تھی ! ! ! راحیل خان نے پیچھے کو مڑتے ایک خونخوار نظر مدحا پر ڈالی جو کانپتے ہوئے روتے اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! وہ تیز تیز قدموں سے آگے کو بڑھتے اس کی کلائی کو بے دردی سے جکڑ چکا تھا۔۔ مدحا نے درد سے سسکتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔ اسے درد ہونے لگا تھا اتنی سخت پکڑ تھی اس شخص کی ! ! وہ ایک نظر اس پر ڈالے ہجوم میں سے نکلتے ہوئے آگے کو بڑھ رہا تھا۔۔۔ مدحا تقریباً بھاگتے ہوئے اس کے قدموں کا ساتھ دے رہی تھی ! ! بہت تیز چل رہا تھا یہ شخص ! ! راحیل خان اسے اپنے ساتھ لیے جا چکا تھا۔۔ پیچھے دا جان نے بنا کسی سے بھی کوئی بات کیے خاموشی سے اپنے قدم واپس سے اسٹیج کی طرف لیے ! ! ! ان کے اندر تو ہمت نہیں تھی نہ کسی کی باتیں سننے کی اور نہ ہی صفائیاں دینے کی ! ! جبکہ پیچھے گارڈز کو بلاتے آبان خان اس لڑکے کو ہسپتال بھجوا رہا تھا۔۔۔ تف تھی راحیل پر کہ غصے میں وہ شخص کسی کی سنتا ہی نہیں تھا۔۔۔ وہ تو سمجھا سمجھا کر تھک گیا تھا راحیل کو ! ! لوگ واپس سے اپنی اپنی جگہوں پر جانے لگے تھے ! ! جبکہ ہر کسی کی زبان پر راحیل اور مدحا تھے ! ! حتنے منہ اتنی باتیں ! ! ! ! ! ! وہ والا حساب ہو رہا تھا یہاں پر

راحیل خان مدحا کو اپنے ساتھ لیے ایک کونے والی سائڈ پر آیا۔۔یہ بلکل خالی جگہ تھی ! کوئی بھی نہیں تھا یہاں پر ! ! ! راحیل خان نے جھٹکے سے مدحا کے بازو کو چھوڑتے بے دردی سے اسے دیوار میں پٹخا۔۔ اس کا چہرہ بلکل سپاٹ تھا جبکہ وہ کھڑا خونخوار نظروں سے مدحا کو دیکھ رہا تھا جیسے ابھی اس کا منہ توڑ دے ! ! مدحا کے منہ سے بے ساختہ ہی سسکی سی نکلی ! ! اس کی کمر بری طرح دیوار میں لگی تھی۔۔۔ وہ روتے ہوئے خوفزدہ نظروں سے راحیل کو دیکھ رہی تھی ! ! راحیل خان نے آگے کو ہوتے اس نے دونوں اطراف میں دیوار پر ہاتھ رکھا۔۔ کیا کر رہی تھی وہاں؟؟ ہاں؟؟ اس کی آنکھوں میں دیکھتے سرد برفیلے لہجے میں استفسار کیا گیا۔۔ وہ۔۔وہ آنٹ۔۔آنٹی خ۔۔خود آئی تھیں ! ! مدحا نے آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوں لیے لرزتی سی آواز میں جواب دیا۔۔ وہ خود بھی بری طرح لرز رہی تھی ! ! میں نے اس عورت کا نہیں اس کے بیٹے کا پوچھا ہے ! ! تم گئی کیوں نہیں اُدھر سے فوراً۔۔۔ کس لیے کھڑی تھی تم وہاں؟؟ راحیل خان غصے سے پاگل ہوتے اس کے جبڑے کو دبوچے دھاڑ اٹھا تھا۔۔ اس کی آنکھوں سے وہ منظر ہٹ ہی نہیں رہا تھا۔۔ مدحا نے روتے ہوئے اس کے ہاتھ کو پکڑا۔۔ اسے درد ہو رہا تھا۔۔ تم صرف میری ہو ! ! صرف میری ! ! تو کیوں کھڑی تھی اس خبیث کے پاس ! ! اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ وہ پھر سے بھوکے شیر کی مانند دھاڑ اٹھا تھا۔۔ مدحا

کیسے جواب دیتی ! ! اس شخص نے اتنی سختی سے اس کا جبڑا پکڑا ہوا تھا کہ ابھی ٹوٹ جائے ! ! جواب پھر سے ندارد ! ! وہ بس کھڑی بری طرح رو رہی تھی ! ! جواب کیسے دیتی بھلا وہ ! ! راحیل خان نے جھٹکے سے اس کے جبڑے کو چھوڑتے اسے بازو سے پکڑتے اپنے سینے میں بھینچا۔۔ غصے سے وہ پاگل ہو رہا تھا لیکن شاید خیال آگیا تھا کہ وہ بہت بری طرح ٹریٹ کر رہا تھا اسے ! ! مدحا اس کے سینے میں منہ دیے اس کی قمیض کو سختی سے جکڑے رونے میں مصروف تھی ! ! اس کا کوئی قصور بھی نہیں تھا اور راحیل نے ایسے ہی اتنا ڈانٹ دیا تھا۔۔ حالانکہ وہ تو خود اس شخص کے پاس سے نکلنا چاہتی تھی ! ! ! تم صرف میری ہو مدحا۔۔ صرف میری ! ! میں نے سب کو کھویا ہے محض ! ! کوئی عورت میری زندگی میں نہیں رہ پاتی ! ! میں تمہیں نہیں کھو سکتا۔۔۔ راحیل مرجائے گا اب تمہارے بعد ! ! ! اسے سختی سے اپنے سینے میں بھینچے راحیل خان کھوئے کھوئے سے لہجے میں دیوار پر نظریں جمائے بول رہا تھا۔۔۔ اس کی آواز جیسے کرب میں ڈوبی تھی ! ! سوچ سوچ کر اس کا دل گھٹے جا رہا تھا۔۔ کسی کے پاس کھڑی بھی برداشت نہیں تھی یہ عورت ! ! وہ اسے اس حد تک کھونے سے ڈرتا تھا۔۔۔ مدحا نے روتے ہوئے اس کے سینے سے منہ نکالتے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔ وہ ابھی بھی رو رہی تھی ! ! البتہ اس شخص کے سینے سے لگانے کی دیر تھی کہ اس کی

کپکپاہٹ میں بھی کمی آگئی تھی ! ! ! میں وہاں صرف پانی پینے گئی تھی اور پھر وہ آنٹی آئی اور اپنے بیٹے کو بھی لے آئیں ! ! روتے ہوئے اس نے دھیمی سی آواز میں اسے بتانا چاہا۔۔ اس کا قصور بس یہ تھا کہ اس نے جھوٹ بول دیا تھا۔۔۔ تم ہٹ بھی سکتی تھی وہاں سے ! ! جب تم صرف میری ہو تو اس لڑکے کو دیکھتے ہی سائڈ پر ہو جاتی ! ! تم صرف میری ہو مدحا۔۔ بتاؤ میری ہو نہ؟؟ دیوار سے نظریں ہٹاتے راحیل نے اس کے گالوں پر جمائے اس کی آنکھوں میں دیکھتے جنونی سے انداز میں پوچھا۔۔ اس کی آنکھیں ابھی تک سرخ تھیں ! ! غصّہ ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔۔۔ مدحا نے بے بسی سے اسے دیکھا۔۔ وہ اور کس طرح آخر اس کی ہوتی؟؟ سب کچھ تو اس ایک شخص پر لٹا چکی تھی وہ ! ! ! بولو کس کی ہو تم بتاؤ مجھے ! ! ! بول کیوں نہیں رہی ہو؟؟ کس کی ہو تم بولو بھی ! ! ! راحیل خان نے اسے جواب نا دیتے دیکھ بے تابی سے اس کے گالوں پر ہاتھ کا دباؤ بڑھایا۔۔ اس کا دل بے چین ہو رہا تھا۔۔ جبکہ وہ جیسے اپنے حواس میں نہیں تھا۔۔۔ آپ۔۔ آپ کی ہوں ! ! مدحا نے روتے ہوئے دھیمے سے کہا۔۔ ہاں وہ محض اسی ایک شخص کی تھی ! ! بولتی رہو ! ! بولتی رہو جب تک میں نہ کہوں ! ! ایک سکون کی سانس خارج کرتے راحیل خان اس کی گردن میں منہ چھپا چکا تھا۔۔ اسے بس سکون چاہیے تھا جو مقابل ہی دے سکتی تھی ! ! ! مدحا نے روتے ہوئے ایک نظر اس کے

بالوں کو دیکھتے آہستہ سے اپنے ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے اس کے گلے میں بانہیں حائل کی ! ! وہ شاید اس کی حالت سمجھ گئی تھی ! ! مقابل اسے اس حد تک کھونے سے ڈرتا ہے اس کے لیے یہ بات کسی حیرت اور شاک سے کم نہیں تھی ! ! میں صرف آپ کی ہوں راحیل ! ! مدحا کے لیے راحیل سے آگے زندگی ختم ہو جاتی ہے ! ! اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتے مدحا نے بولنا شروع کیا۔۔۔ وہ سچ کہہ رہی تھی ! ! راحیل خان اس کی گردن میں منہ چھپائے بے ساختہ ہی آنکھیں موند چکا تھا۔۔ سکون کی ایک لہر سی پورے جسم میں دوڑ اٹھی تھی ! ! وہ اپنے ہاتھ سختی سے اس کی کمر کے گرد باندھے ہوئے تھا۔۔۔ اور؟؟ اسے خاموش ہوتے دیکھ راحیل خان نے بے چینی سے مزید بولنے کو کہا۔۔۔ مقابل جس طرح اس کے بالوں میں ہاتھ چلا رہی تھی وہ سکون میں تھا۔۔ غصّہ جھاگ کی طرح بیٹھ رہا تھا۔۔ لیکن وہ اسے اور سننا چاہتا تھا۔۔۔ اور یہ کہ مدحا راحیل خان آپ سے بے تحاشہ عشق کرتی ہے ! ! میری زندگی میں آنے والے پہلے اور آخری مرد ہیں آپ۔۔۔ آپ سے آگے میری زندگی، میری ذات، میرے اندر پلتی محبت سب کچھ بلکل ختم ہے ! ! مدحا کو اپنا راحیل بے حد عزیز ہے ! ! وہ ساری زندگی آپ کی بن کر رہے گی یہ وعدہ ہے میرا۔۔۔ عشق میں شرک حرام ہوتا ہے ! ! اور مدحا حرام سے دور رہنے والوں میں سے ہے ! ! چھوٹے موٹے گناہ ہو جاتے ہیں لیکن یہ

تو اتنا بڑا گناہ ہے ! ! ! میرا دل آپ کے نام پر دھڑکتا ہے ! ! صرف آپ کے لیے ! ! اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے وہ بہت سادگی سے اسے مان بخش رہی تھی ! ! اس کا حرف حرف سچ تھا۔۔۔ کیا خوبصورت انداز تھا اس لڑکی کے اظہار محبت کا۔۔ وہ اب کھل کر اظہار کر دیتی تھی ! ! کیونکہ اسے نہیں لگتا تھا کہ حلال میں اب دل کی باتیں دل میں رہنی چاہئے ! ! ! جب وہ عشق کرتی ہے اس شخص سے تو اگلے کو بھی پتہ ہونا چاہئے ! ! ! راحیل خان سکون کے ساتھ اپنی آنکھیں موندے ہوئے تھا۔۔۔ اس کے جلتے تڑپتے دل پر ٹھنڈی پھوار سی برس رہی تھی ! ! کیا خوبصورت احساس تھا یہ ! ! ایسا لگتا تھا جیسے یہ شخص محض مدحا کی محبت کے سہارے ہی جی رہا ہو ! ! میری جان بنو گی؟؟ اسے خاموش ہوتے دیکھ راحیل خان نے دھیرے سے پوچھا۔۔ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مقابل کی کمر اور اس کا گھیرا تنگ ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ تو کیا ابھی نہیں ہوں؟؟ دو بدو ہی مدحا نے اپنے آنسوں صاف کرتے جواباً سوال پوچھا۔۔۔ تم ہی تو سب کچھ ہو ! ! بکواس ہے یہ بات جو کہتے ہیں دوسری محبت نہیں ہوتی ! ! میں بھی کبھی یہی سوچتا تھا۔۔ لیکن یہ بات غلط ہے ! ! اصل اور سچی محبت دوسری ہی ہوتی ہے ! ! پہلی محبت محض مجھے سبق سکھانے کے لیے تھی شاید ! ! ! وہ تو نصیب بھی نہیں ہوئی کیونکہ تم جو نصیب میں تھی ! ! اور میں شکر گزار ہوں خدا کا میرا نصیب اتنا حسین لکھنے کے

لیے ! ! ! اس کی گردن کی سکن کو اپنے ہونٹوں میں دباتے راحیل خان نے دھیرے سے کہا۔۔ وہ شاید یہاں لو بائٹ بنا رہا تھا۔۔۔ پتہ نہیں میری تو پہلی محبت اور آخری محبت آپ ہی ہیں ! ! ! آپ کے بنا میں تو مر جاؤں ! ! دوسرے کسی شخص کو دیکھ بھی نہیں سکتی ! ! کجا کہ دوسری محبت کرنا۔۔۔ مدحا نے نرمی سے کہتے اس کے بالوں پر نا محسوس انداز میں لب رکھے ! ! اس کی کوشش تھی کہ راحیل یہ محسوس نہ کرے ! لیکن وہ ناکام رہی تھی۔۔ راحیل خان کو پتہ چل گیا تھا۔۔ وہ اس کی گردن میں منہ دیے ہی گہرا مسکرایا۔۔۔ تمھارا نفس مضبوط ہے اس لیے ! ! میرا نفس کمزور تھا اس لیے ! ! بس اتنا ہی فرق ہے تم میں اور مُجھ میں ! ! دھیرے سے سچائی بتاتے راحیل خان نے اس کی گردن پر مزید نشانات بنانے شروع کیے ! ! حتنے سکون میں اس وقت وہ تھا شاید ہی کبھی اس نے اتنا سکون محسوس کیا ہوتا۔۔۔ مدحا نے خاموشی میں ہی بھلائی جانی ! ! اس سے جواب نہیں بن پایا تھا۔۔ کس کی ہو؟ اسے خاموش ہوتے دیکھ راحیل نے پھر سے پوچھا۔۔ وہ اسے چپ اچھی نہیں لگ رہی تھی ! ! وہ چاہتا تھا مقابل بولتی رہے ! ! وہ نرمی سے اس کی گردن پر جگہ جگہ اپنی محبت کی مہریں ثبت کر رہا تھا۔۔۔ وہ کہاں کھڑا ہے کیا ہے وہ پھر سے یہ بھول چکا تھا۔۔ بس آس پاس مدحا ہی مدحا تھی ! ! آپ کی صرف آپ کی ! ! ! مدحا نے سرگوشی نما آواز میں کہتے اپنی آنکھیں

موندی ! ! اس کی سانسیں بھاری ہو رہی تھیں ! ! وہ اس کے کندھے میں منہ چھپا چکی تھی ! ! میرا سکون ہو تم لڑکی ! ! مجھے مجھ سے زیادہ عزیز ہوتی جا رہی ہو ! ! کچھ پہلے ہی میں تو تمہاری طرف کھینچا جاتا تھا اور کچھ نکاح نے تو جیسے دل کو مضبوط کر دیا ہے ! ! نکاح میں بہت طاقت ہے ! ! راحیل خان نے اس کی گردن سے چہرہ نکالتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے محبت سے کہا۔۔۔ اس شخص کی آنکھیں ابھی تک سرخ تھیں البتہ اب غصّہ نہیں تھا ان میں ! ! پتہ نہیں یہ کس لیے آنکھیں سرخ ہوئی تھیں اب ! ! ! ! مدحا کا دل شدت سے دھڑکا۔۔۔ اسے پتہ نہیں کیوں یقین نہیں آتا تھا۔۔ کچھ راحیل بھی سیدھے طریقے سے بولتا نہیں تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے ! ! اسی میں مدحا کنفیوز ہو کر رہ جاتی تھی ! ! عادت، کسی کے محض سکون کا ذریعہ ہونا اور محبت الگ الگ چیزیں ہیں ! ! راحیل باقی دو تو بول دیتا تھا ابھی تک یہ نہیں کہا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے ! ! ! تو۔۔۔ تو کیا آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں؟؟ اس کے بٹنوں پر ہاتھ جماتے مدحا نے شرم کو ایک سائڈ پر رکھتے دھیرے سے پوچھا۔۔ ابھی اسے واقعی میں جاننا تھا۔۔ وہ یہ بات کلیئر کرنا چاہتی تھی ! ! ! تو کیا میں اتنی دیر سے فارسی بول رہا تھا؟؟ راحیل خان نے دو بدو ہی اس کے لبوں پر ایک زوردار بوسا دیتے پوچھا۔۔۔ تو کیا آپ کو کسی اور سے محبت نہیں تھی؟؟ شرم سے لال سرخ چہرے کے ساتھ پوچھا

گیا۔۔ آج تو وہ پتہ کر کے رہتی بھلے کچھ بھی ہو جاتا۔۔۔ تو کیا دوسری محبت نہیں ہو سکتی ! ! دو بدو ہی مسکراتے ہوئے جواباً سوال آیا۔۔۔ تو کیا دوسری محبت آپ کو مجھ سے ہوئی ہے؟؟ مدحا نے بے یقینی سے پوچھا۔۔ کاش کہ یہ شخص آج کہہ ہی دیتا۔۔ اس کا دل ہی دھڑک دھڑک کر باہر آجاتا۔۔۔ تو کیا میں نے ایسے ہی تم سے نکاح کر لیا؟؟ پھر سے الٹا جواب دیا گیا۔۔۔ وہ شخص سیدھے سیدھے طریقے سے کیوں نہیں بول رہا تھا؟؟ تو کیا آپ یہی بات سیدھے طریقے سے نہیں بول سکتے؟؟ دانت پیستے مدحا نے اس کے گریبان کو پکڑتے گرفت مضبوط کی ! ! ! وہ جتنی بے چین تھی یہ شخص اتنا ہی تڑپاتا تھا۔۔۔ تو کیا سننا چاہ رہی ہیں آپ؟؟ ایک نظر اپنے گریبان کو دیکھتے راحیل خان نے مسکراتے ہوئے محبت سے پوچھا۔۔ وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا کہ مقابل کیا سننا چاہتی ہے تبھی اسے تنگ کر رہا تھا۔۔۔۔ " آپ دونوں کا یہ تو کیا تو کیا ختم ہو گیا ہو تو آجائیں ! ! میری رخصتی لیٹ ہو رہی ہے آپ لوگوں کی وجہ سے ! ! مدحا ابھی کچھ بولتی کہ معاذ شاہ کی آواز سنتے وہ دونوں ہی جھٹکے سے ایک دوسرے سے دور ہوئے ! ! ذرا جو تمیز ہو اس شخص میں ! ! راحیل خان جبڑے بھینچے اس منہوس کو دیکھ رہا تھا۔۔ مدحا نے شرم سے لال سرخ پڑتے لرزتے ہاتھوں سے اپنا دوپٹہ درست کیا۔۔ وہ تو جیسے زمین میں گڑھنے والی ہو رہی تھی ! ! معاذ شاہ پوری ہال میں ان لوگوں کو ڈھونڈتا ہو یہاں آیا

تھا۔۔ سب راحیل کا پوچھ رہے تھے کہ وہ آئے تو رخصتی ہو ! ! یہاں اس سے صبر نہیں ہو رہا تھا اور ان لوگوں کے اپنے مسئلے ختم نہیں ہوتے تھے ! ! ! آجائیں اب جلدی ! ! سب اٹھ حکے ہیں آپ دونوں کا ہی انتظار ہے ! ! ! معاذ شاہ نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔۔ اسے جلدی سے جلدی رخصتی کرنی تھی ! ! آرہے ہیں دفعہ ہو ! ! اور لعنت ہے تجھ پر کسی کی پرائیویسی خراب کرتے شرم نہیں آتی؟؟ سالے دلہا بن کر بھی سکون نہیں ہے تُجھے ! ! راحیل خان جبڑے بھنچے اسے گھورتے ہوئے غرایا۔۔ اسے تو غصّہ آرہا تھا۔۔ کتنا سکون میں تھا ابھی وہ ! ! جگہ دیکھ کر پرائیویسی والا ماحول بنایا کریں ! ! جا رہا ہوں میں آجائے جلدی سب کھڑے ہیں ! ! معاذ شاہ منہ بنا کر کہتے تیزی سے واپسی کی طرف بڑھا۔۔ کیونکہ اس کی پہلی بات پر ہی راحیل کا ہاتھ جوتے تک جا چکا تھا۔۔ اس سے پہلے آج کے دن بھی یہ جوتا واقعی میں اسے پڑتا اس نے یہاں سے نکلنا ہی بہتر سمجھا۔۔۔ راحیل خان اسے جاتے دیکھ سر جھٹکتے مدحا کی طرف متوجہ ہوا جو لال سرخ چہرے کے ساتھ کھڑی تھی ! ! ! میری جان گھبراؤ مت کچھ نہیں ہوا۔۔۔ اسے واپس سے اپنے حصار میں لیتے راحیل خان نے نرمی سے اس کی کمر پر ہاتھ پھیرا۔۔۔ کتنی عجیب لینگویج ہے آپ کی ! ! سالا یہ تو وہ ! ! سہی سے بولا کریں ! ! مدحا نے ناک سکوڑتے اسے سمجھانا چاہا۔۔ وہ شروع سے نوٹ کرتی آئی تھی بلآخر آج بول

ہی دیا تھا۔۔۔ راحیل خان کے چہرے پر مسکراہٹ چھائی ! ! لینگویج پھر اس لڑکی نے ابھی ان لڑکوں کی آپس میں باتیں اور گالیاں سنی نہیں تھی ! ! وہ تو سالا پر ہی بولنے لگی تھی ! ! ہمارے میں چلتی ہے ! ! تم سے تو تمیز سے بولتا ہوں نہ میں؟؟ راحیل خان نے مزے سے جواب دیا۔۔ وہ اسے نرمی سے خود سے الگ کیے ایک آخری مرتبہ اس کے ہونٹوں سے لپٹ چکا تھا۔۔۔ مدحا کو کچھ بولنے کا موقع ہی نہیں دیا تھا اس نے ! ! اس کی زبان پر بے باکی سے اپنی زبان کو پوری طرح سے پھیرتے راحیل خان نے اس کے ہونٹوں تک لاتے اس کے ہونٹوں پر اور تھوڑا اوپر بے باکی سے اپنی زبان پھیری ! ! مدحا نے اس کے کندھے پر آہستہ سے مکا جڑا جو اتنا بے شرم تھا۔۔۔ چلو رخصتی کا وقت ہو گیا ہے ! ! رات بھی بہت ہو گئی ہے ! ! نرمی سے کہتے راحیل خان نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے آگے کی طرف قدم لیے ! ! وہ اس کا ہاتھ تھامے آگے چل رہا تھا۔۔ جبکہ اس کے پیچھے چلتی مدحا اپنے چہرے کو صاف کرتے اسی کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی ! ! !

ہال میں رخصتی کا شور اٹھا ہوا تھا۔۔ سب لوگ اٹھتے رخصتی کے انتظار میں تھے ! ! رائنا اور عدیل شاہ صوفے سے اترتے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے ! ! عدیل شاہ نے

رائنا کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔۔ جبکہ معاذ اور زارا بھی اسی طرح آگے بڑھ چکے تھے ! !
راحیل اور مدحا بھی اِدھر آ چکے تھے ! ! اب سب کچھ نارمل تھا۔۔۔ گاڑی کے پاس
پہنچتے رائنا خان کے قدم رکے ! ! برہان خان اسی کے پاس کھڑے تھے ! ! ان کی
آنکھوں میں نمی سی تھی ! ! بہت خوش رکھنا بیٹا اسے ! ! ! میں نے کبھی اس کو کسی
خواہش کو ادھورا نہیں رہنے دیا۔۔ تم بھی مت رہنے دینا۔۔ عدیل شاہ کے کندھے پر
ہاتھ رکھتے برہان خان نے بھیگی سی آواز میں کہا۔۔۔ ان کی دوسری بیٹی بھی جا رہی
تھی۔۔ ایک طرف جہاں وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو رہے تھے وہیں غم بھی تھا۔۔
گھر کی رونق ماند پڑنے والی تھی ! ! ! بیفکر رہیں انکل ! ! مجھے بھی ہے حد عزیز ہے یہ !
اس کے نخرے نہیں اٹھاؤ گا تو کس کے اُٹھاؤں گا؟؟ عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے
جواب دیا۔۔ برہان خان کو روتے دیکھ رائنا خود بھی رونے لگی تھی۔۔ برہان خان نے
اسے نرمی سے اپنے سینے میں بھینچا۔۔ بول دوسری طرف زارا خان سب سے مل رہی
تھی ! ! ! عدیل شاہ گاڑی کی طرف کھڑا رائنا کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ مہمان بھی آہستہ آہستہ
کرتے جا رہے تھے ! ! ! رائنا خان بالاج، فائزہ اور عظمیٰ بیگم سے بھی ملتے دا جان اور
باقی سب سے مل رہی تھی ! ! ! راحیل خان نے زارا کی طرف بڑھتے نرمی سے اسے
اپنے سینے سے لگایا۔۔ وہ نم آنکھوں کے ساتھ اس کے ماتھے پر لب رکھ گیا تھا۔۔ زارا

خان اور رائنا دونوں ہی رو رہی تھیں ! ! ! یہ وقت ہی بہت مشکل تھا۔۔۔ مذاق اپنی جگہ معاذ۔۔ میں تمھیں اپنے جگر کا ٹکڑا دے رہا ہوں۔۔ اسے کبھی کوئی تکلیف مت دینا۔۔۔ اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو مجھے بتانا۔۔۔ بہت چھوٹا دل ہے اس کا۔ اسے کچھ مت کہنا۔۔ اپنے آنسوؤں پر قابو پاتے راحیل خان نے معاذ کی طرف دیکھتے کہا۔۔۔ پھر بھی اس کی آنکھوں میں نمی جمع ہو رہی تھی ! ! مدحا بھی اس کے ساتھ ہی کھڑی تھی؛ ! وہ مل چکی تھی زارا سے ! ! جبکہ زارا کے ساتھ وہ خود بھی رونے لگی تھی ! ! ! معاذ شاہ نے سنجیدگی سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ وہ ابھی رو رہی تھی تو اس کے دل پر چھریاں چل رہی تھیں۔۔ آگے تو وہ اس کو کیا ہی رلاتا۔۔ وہ اس عورت کو کبھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔ بھائی۔۔ زارا نے روتے ہوئے اسے پکارا۔۔۔ جی بھائی کی جان۔۔ بولو میرا بیٹا۔۔ راحیل نے فوراً ہی محبت سے جواب دیا۔۔ جس طرح وہ یہاں خود پر ضبط کیے کھڑا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔۔۔ بھائی میں بہت یاد کروں گی آپ کو ! ! پلیز مجھ۔۔ سے ملتے رہیے گا۔۔ زارا خان نے روتے ہوئے کہا۔۔۔ وہ جس دل سے جا رہی تھی یہ تو وہی جانتی تھی ! ! ! حرا اور عائشہ تک رونے لگی تھی ! ! یہ وقت ہی ایسا تھا۔۔ جو بھی دیکھ رہا تھا اسے ہی رونا آرہا تھا۔۔ ظاہر ہے میں اپنے بیٹے سے ضرور ملوں گا۔۔ میرا بچہ رونا بند کرو شاباش ! ! دیکھو رائنا گاڑی میں

بھی بیٹھ گئی ہے ! ! بیٹھو تم بھی شاباش ! ! ! اسے نرمی سے خود سے الگ کرنے کی کوشش کرتے راحیل خان نے محبت سے کہا۔۔ اس کی آنکھوں سے چپکے سے ایک بوند ٹپکتے نیچے گر پڑی تھی ! ! یہاں اچھے اچھے حوصلہ ہار جاتے تھے ! ! بھائی وعدہ کریں آپ پرایا نہیں کرے گیں مجھے ! ! زارا خان نے روتے ہوئے اس کے سامنے اپنا ہاتھ کیا۔۔ اسے سب سے زیادہ راحیل کی یاد آنی تھی ! ! وعدہ ہے بھائی کا میرے بیٹے کو بھول سکتا ہوں بھلا میں؟؟ بیٹھو شاباش سب انتظار کر رہے ہیں نہ ! ! کل ملے گیں نا ہم پھر سے ولیمے میں ! ! راحیل خان نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتے نرمی سے اسے خود سے الگ کیا۔۔ وہ اسے گاڑی میں بٹھانا چاہ رہا تھا۔۔ زارا خان نے ابھی پھر سے راحیل کی طرف دیکھتی کہ پہلے ہی معاذ شاہ نے آگے بڑھتے نرمی سے اس کے گرد حصار بناتے بنا کسی کی پرواہ کیے اسے اپنے سینے سے لگایا۔۔ اتنی ہی برداشت تھی اس کی بس ! ! ! رائنا اور عدیل کی گاڑی چلی بھی گئی تھی۔۔۔ اور یہاں تو مقابل کا رونا ہی ختم نہیں ہو رہا تھا۔۔۔ شش۔۔۔ میں روز ملوانے لے آؤں گا اپنی جان کو ! ! رونا بند کرو شاباش ! ! معاذ شاہ نے نرمی سے اس کے گرد بازو باندھتے اس کے کان میں سرگوشی کی ! ! پکا نا؟؟ زارا خان نے روتے ہوئے سوں سوں کرتے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔۔ پکا پرومس ! ! اب رونا نہیں ! ! اوکے؟ میں ہوں نہ؟ معاذ شاہ نے

نرمی سے کہتے اس کی طرف کا دروازہ کھولتے اسے اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔ راحیل خان اُداس سا مسکراتے زارا اور معاذ کو دیکھ رہا تھا۔۔ جیسے بھی رشتہ ہوا تھا۔۔ لیکن زارا خان کے لیے کیا گیا انتخاب برا نہیں تھا۔۔ اسے یقین تھا معاذ زارا کو ہے حد خوش رکھے گا۔۔۔ جس کی ایک جھلک ابھی ہی نظر آرہی تھی ! ! اسے گاڑی میں بیٹھتے دیکھ معاذ شاہ نے نیچے کو جھکتے اس کے گھاگھرے کو اٹھاتے گاڑی کے اندر کیا۔۔ وہ مسکرا کر ایک نظر اسے دیکھتے گاڑی کا دروازہ بند کر چکا تھا۔۔۔ خیال رکھنا اس کا معاذ ! ! کوئی تکلیف مت دینا اسے ! ! معاذ شاہ آگے بڑھتے راحیل خان سے بغل گیر ہوا ہوتا کہ راحیل نے پھر سے اسے تنبیہ کی ! ! ! بے فکر ہو جائیں میری خود کی بھی جان بستی ہے اس لڑکی میں ! !بیغیرت نہیں ہوں میں جو بیوی کو تکلیف دوں گا۔۔ اسے تو پلکوں پر بٹھا کر رکھوں گا۔۔۔ معاذ شاہ نے مسکرا کر کہتے اس سے الگ ہوتے گاڑی کی طرف قدم لیے ! ! ہال تقریباً خالی ہو چکا تھا۔۔۔ سب لوگ جا چکے تھے ! ! معاذ شاہ نے گاڑی میں بیٹھتے گاڑی سٹارٹ کرتے گھر کے راستے پر ڈالی ! ! باقی سب بھی ان کے پیچھے ہی اپنی اپنی گاڑیوں میں ! ! ! بیٹھتے گھر کی طرف روانہ ہوئے

سب لوگوں کی گاڑیاں ایک ساتھ ہی آگے پیچھے شاہ ولا کے بڑے سے گیٹ سے گزرتے اندر آتے رکی ! ! اس وقت رات کے ساڑھے دس ہو رہے تھے ! ! وہ سب ابھی ہی ہال سے واپس آئے تھے ! ! پاکیزہ بیگم اور عدیل شاہ کی فیملی بھی اِدھر ہی تھی ! ! دا جان کے کہنے پر شادی کے لیے وہ لوگ پچھلے کافی دنوں سے یہیں پر رہ رہے تھے ! ! ان کا اِرادہ ولیمے کے بعد یہاں سے جانے کا تھا۔۔۔ ویسے بھی گھر میں تو کوئی تھا نہیں سوائے عدیل شاہ اور پاکیزہ بیگم کے اسی لیے سب کو یہی بہتر لگا تھا۔۔۔ سب لوگ اپنی اپنی گاڑیوں سے نیچے اترتے اندر کی طرف بڑھے ! ! ! نوین اور سائرہ بیگم پہلے ہی گھر آچکی تھیں ! ! انہیں دلہنوں کے استقبال کی تیاری کرنی تھی ! ! مگر تف تھی کہ سائرہ بیگم آتے ساتھ ہی اپنے کمرے میں بند ہو چکی تھیں ! ! انہیں شاید صدمہ پہنچا ہوا تھا۔۔۔ ساری تیاری نوین بیگم ہی کر رہی تھیں ! ! معاذ شاہ اپنی طرف کا دروازہ کھولتے باہر نکلا۔۔ اس کے ساتھ بیٹھی زارا خان سارے راستے روتی آئی تھی اور سارے راستے ہی وہ اسے تسلیاں دیتا آیا تھا۔۔ لیکن وہی بات اس لڑکی کو ایسے اچانک اپنا گھر چھوڑنے کا بہت غم تھا۔۔ زارا خان کی طرف آتے معاذ نے اس کی سائڈ پر دروازہ کھولا۔۔

آجائیں باہر محترمہ ! ! ! تھوڑا اس کی طرف جھک کر مسکرا کر کہتا معاذ شاہ پیچھے کو ہوا۔۔ وہ اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔۔۔زارا خان اس کے ہاتھ کے سہارے اپنے کپڑوں کو سنبھالتی گاڑی سے نیچے اتری ! ! ! وہیں عدیل اور رائنا شاہ بھی گاڑی سے اُتر چکے تھے ! ! رائنا بھی روئی تو تھی مگر اسے عدیل نے بروقت ہی سنبھال لیا تھا۔۔۔ ویسے بھی وہ لڑکی عدیل شاہ کے پیچھے پاگل تھی۔۔ پھر بھلا اس کے ساتھ جانے میں رونا دھونا کیسا؟؟ ہاں بس اسے اپنا گھر چھوڑنے پر برا لگ رہا تھا۔۔۔ آجاؤ اندر ! ! اشنا شاہ نے ان لوگوں کو یہیں کھڑے دیکھ مسکراتے ہوئے انہیں کہا۔۔۔ وہ چاروں ہی یہیں کھڑے تھے ! ! سب لوگ آہستہ آہستہ کرتے اندر جا رہے تھے ! ! ! چلو ! ! معاذ شاہ نے مسکراتے ہوئے زارا خان کا ہاتھ تھامتے دھیرے دھیرے اندر کی طرف قدم لیے ! ! زارا خان نظریں جھکائے اس کے ساتھ چلتی ایک نئی زندگی کے سفر پر تھی ! ! رائنا اور عدیل شاہ بھی ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے اندر پہنچ چکے تھے ! ! ! ! اندر پہنچنے پر ان چاروں کے بے ساختہ ہی قسم رکے ! ! نیچے سفید فرش پر سرخ رنگ کے پھولوں کی ایک روش بچھی تھی ! ! جس کے اِرد گرد کئی انار رکھے تھے ! ! وہ لوگ ابھی پہلے تک ہی پہنچے تھے کہ وہ انار جلنا شروع ہو چکے تھے ! ! معاذ شاہ اور عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے اپنے بیویوں کا ہاتھ تھامتے اندر کی طرف قدم بڑھائے ! ! انہیں اندازہ نہیں تھا کہ کچھ

ایسا استقبال ہوگا۔۔ اس مرتبہ یہ اشنا اور فائزہ نے مل کر کروایا کیا تھا۔۔ جیسے جیسے وہ چاروں آگے بڑھ رہے تھے ان کے اِرد گرد رکھے انار جلا اٹھتے تھے ! ! گھر میں موجود کزنز اور باقی لوگ سب مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہے تھے ! ! پھولوں کی روش کے مطابق وہ لوگ چلتے ہوئے لاؤنج میں موجود صوفوں کی طرف آئے ! ! ! ! بیٹھو بیٹے ! ! نوین بیگم نے مسکراتے ہوئے زارا خان کو بازو سے پکڑتے صوفے پر بٹھایا۔۔ وہ دونوں کپلز دو صوفوں پر بیٹھ چکے تھے ! ! حدائق ، زاویار اور ماہ دیر شاہ بھی ان کے سامنے ہی بیٹھے تھے ! ! ماہ دیر شاہ بھی نائرہ کا چیک اپ کروا کر اسے گھر ہی لے آیا تھا۔۔ ہسپتال میں تو اس لڑکی کی طبیعت مزید بگڑ رہی تھی اسی لیے اسے مجبوراً ڈاکٹر سے پوچھ کر اسے ! ! ! گھر ہی لانا پڑا۔۔ ابھی بھی وہ اپنے کمرے میں موجود گولیاں کھا کر سوئی پڑی تھی

Wellcome to the family bcho ! !

ماہ دیر شاہ نے اٹھتے زارا خان اور رائنا خان کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔ وہ تو شادی میں بھی نہیں جا سکا تھا۔۔۔ بھائی سریسلی پوری شادی بہت مس کیا ہے آپ کو ! ! معاذ شاہ منہ بنا کر کہتے صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ اس کا بڑا بھائی ہی اس کی شادی میں شریک نہیں ہو سکا تھا۔۔۔ چل کوئی بات نہیں اب تو شادی شدہ ہو گیا تو؟ تیرے بچوں کی شادی میں

شریک ہو جاؤں گا۔۔ مسکرا کر ہلکے پھلکے سے انداز میں کہتے ماہ دیر شاہ آگے کو بڑھتے معاذ شاہ سے بغل گیر ہوا۔۔۔ معاذ شاہ محض مسکرا کر رہ گیا تھا۔۔۔ جبکہ زارا خان کی جھکی نظریں مزید جھکی ! ! معاذ شاہ سے ملتے ماہ دیر شاہ آگے کو بڑھتے عدیل شاہ سے ملا۔۔۔ شادی مبارک ہو بہت بہت تم چاروں کو؟ اللہ تم سب کو خوش رکھے ! ! بڑا بھائی ہونے کے ناطے وہ ان سب کو دعا دے رہا تھا۔۔۔ آمین ! ! عدیل شاہ مسکرا کر کہتا واپس سے صوفے پر بیٹھا۔۔۔ رات بھر ہو گئی ہے بچیاں تھک گئی ہونگی انہیں کمرے میں بھیج دو ! ! دا جان جو صوفے پر بیٹھے تھے انہوں نے نوین بیگم کی طرف دیکھتے کہا۔۔ وہ خود اتنا تھک گئے تھے اور یہ دونوں تو پھر نازک سی بچیاں تھیں ! ! ایک منٹ وہ صدقہ اُتار دوں ان سب کا پھر چھوڑ آتے ہیں ! ! نوین بیگم نے شائستگی سے جواب دیا۔۔ انہوں نے ملازمہ کو اپنے کمرے میں بیسے لینے بھیجا ہوا تھا۔۔۔ مجھے تو راحیل پر حیرت ہو رہی تھی ! ! نکاح کر لیا اس نے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلنے دیا۔۔۔ ہم غیر تھوڑی ہیں ! ! بتا ہی دیتا ہے بندہ ! ! مظہر شاہ نے سوچوں سے نکلتے دا جان کی طرف دیکھتے بات چھیڑی ! ! انہیں میٹھے میٹھے ایسے ہی یاد آگئی تھی بات ! ! بھئی تمھیں پتہ تو ہے آپ کی جذباتی نوجوان نسل کا۔۔ اب اپنے ہی گھر کے سارے بچوں کو دیکھ لو ! ! اس نے بھی کر لیا ہوگا۔۔ امجد ایک دور اندیش انسان ہے ! مجھے یقین ہے اسی نے بات

چھپائی ہوگی جو کہ آج کھل گئی ! ! چھوڑو چلو نکاح ہی تو کیا ہے بچے نے اچھا ہے شادی شدہ ہو گیا۔۔۔ دا جان نے سہولت سے جواب دیا۔۔ شکر ہے ان میں سے کسی نے برا بھلا نہیں بولا تھا۔۔ ہاں یہ تو ہے ! ! مظہر شاہ نے ہن کی صورت میں سر ہلایا۔۔ ان کے تو دماغ میں ایسے ہی ہٹھے ہٹھے بات آئی تھی ! ! ! ملازمہ پیسے لے کر آچکی تھی ! ! نوین بیگم نے صوفے سے اٹھتے معاذ شاہ اور عدیل شاہ کے سر سے ڈھیروں نوٹوں کی گدیاں وارتے ان چاروں کا صدیقہ اُتارا۔۔ پاکیزہ بیگم بھی مسکراتے ہوئے انہیں دیکھ رہی تھیں ! ! وہ صدیقہ اُتارا چکی تھیں ان لوگوں کا۔۔ انہوں نے صدقے کے بکرے اور مرغ مدرسے میں دیے تھے ! ! اللہ تم چاروں کو نظر بد سے بچائے ! ! ! نوین بیگم نے مسکراتے ہوئے انہیں دعا دی ! ! آجاؤ شاباش تم لوگوں کو کمرے میں چھوڑ آؤں ! ! ملازمہ کو نسے پکڑاتے نوین بیگم نے مسکراتے ہوتے رائنا خان کا ہاتھ تھاما۔۔ جبکہ زارا کی طرف فائزہ اٹھ کر آگئی تھی ! ! ہم ہی لے جاتے ہیں انہیں ! ! ابھی وہ دونوں صوفے سے اٹھتی کہ معاذ شاہ اور عدیل شاہ ہم آواز میں بولے ! ! اچھا تھا انہیں بھی تی کمرے میں جانے کی جلدی ہی لگی تھی ! ! گیارہ تو بج گئے تھے ! ! مزید دیر کرنا بیوقوفی تھی ! ! ماما لے جائیں انہیں ہمیں ذرا عدیل اور معاذ سے کام ہے ! ! زاویار شاہ نے دانت نکالتے نوین بیگم کو مخاطب کیا۔۔ جانے دیتا ذرا وہ ان منہوسوں کو کمرے میں ! ! معاذ شاہ نے

اسے دیکھتے دانت کچکچائے ! ! ! اگر کسی کی وجہ سے آج اس کی ویڈنگ نائٹ لیٹ ہوتی تو اس نے ایک ایک کا سر پھاڑ دینا تھا۔۔ پہلے ہی زارا کو دیکھ دیکھ کر اس کی تو حالت بری ہو رہی تھی ! ! جبکہ عدیل شاہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔۔ میں چھوڑ آتی ہوں انہیں ! ! نوین بیگم نے کہتے رائنا کو اپنے ساتھ لیے اوپر کی طرف قدم بڑھائے ! ! عدیل کو اوپر موجود ایک کمرہ دیا گیا تھا۔۔۔ رائنا اور زارا خان نے بے ساختہ ہی شکر کا سانس بحال کیا۔۔ مٹھے مٹھے ان کی تو کمر اکڑ گئی تھی ! ! لیکن آگے بھی کچھ آسانی نہیں تھی ان لوگوں کے لیے ! ! ! زارا خان کا تو پھر دھیان اتنا اس طرف نہیں تھا لیکن سارے راستے عدیل شاہ اپنی بے تابیاں اسے بتاتا آیا تھا۔۔ اور اس کا بس نہیں تھا کہیں چھپ جائے ! ! ! سیڑھیوں سے ہوتے وہ دونوں ہی اوپر کی طرف بڑھ رہی تھی ! ! ! ۔

نیچے موجود عدیل اور معاذ شاہ نے ایک نظر ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے صوفوں سے کھڑے ہوئے ! ! انہیں کمرے میں جانا تھا۔۔۔ چلو فارم ہاؤس چلتے ہیں ! ! مجھے بھوک لگی ہے ! یا پھر کسی ریسٹورینٹ کچھ کھانے؟؟ وہ دونوں ابھی اُٹھے ہی تھے کہ حدائق شاہ نے دانت نکالتے ان دونوں سے پوچھا۔۔ دا جان صوفے سے اٹھتے اپنے کمرے میں ہی جا رہے تھے ! جبکہ مظہر شاہ بھی اپنے کمرے میں جا چکے تھے ! ! پاکیزہ بیگم

بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھیں ! ! اب یہ بچے جانتے اور ان کا کام ! ! ! بھائی اللہ کا واسطہ ترس ترس کے آج کی رات نصیب ہوئی ہے ! ! میں نے تو اتنے خواب دیکھے ہیں آج کی رات کے ! ! پلیز مجھ غریب کے خوابوں کو چکنا چور مت کیجئے گا۔۔ معاذ شاہ نے مسکین سی شکل بناتے التجا سی کی ! ! اس جلد سے جلد کمرے میں جانا تھا۔۔۔ مگر ان شیطانوں کے ارادے خطرناک تھے ! ! نہیں نہیں زیادہ نہیں بس صبح سات آٹھ بجے تک آجائے گیں واپس ! پھر جیسے مرضی اپنے کمرے میں چلے جانا۔۔ شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ مزے سے جواب دیا گیا۔۔۔ وہ خود صوفے سے اٹھ چکا تھا۔۔ زاویار شاہ اور ماہ دیر شاہ بھی ہنستے ہوئے کھڑے ہو چکے تھے ! ! جبکہ معاذ کو تو سات آٹھ بجے کا سن کر ہی ہارٹ اٹیک آنے والا تھا۔۔ اس کی تو رات ہی برباد ہو جاتی ! ! عدیل شاہ نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دباتے ایک نظر ان تینوں کی طرف دیکھا۔۔ وہ تو کسی صورت یہ ظلم نا سہتا۔۔ پہلے اتنا ترستا تڑپتا آیا تھا وہ ! ! ایک اور رات مزید صبر کرتا تو جان سے جاتا۔۔۔ اس نے ٹیڑھی نظریں کرتے ایک دفعہ سیڑھیوں سے اپنے درمیان کا فاصلہ نوٹ کرنا چاہا۔۔ یہ تھوڑا زیادہ تھا۔۔ اسے بھاگنے کی ضرورت تھی ! ! وہ تینوں اور کے دائیں طرف کھڑے تھے ! ! جبکہ سیڑھیاں بائیں طرف تھیں ! ! ! اپنے پیروں کی تیار کرتے عدیل شاہ نے نا محسوس انداز میں معاذ کا ہاتھ تھاما۔۔ اسے یاد رکھنے والا تھا وہ ! !

معاذ بھاگ ! ! ! اچانک ہی اسے اپنے ساتھ کھنچتے وہ بنا اِدھر اُدھر دیکھے سامنے دوڑ لگا چکا تھا۔۔ جبکہ اس کی سپیڈ اتنی تھی کہ ایک لمحے کے لئے معاذ شاہ لڑکھڑا کر گرنے والا تھا۔ لیکن وہ بچ گیا تھا۔۔ حدائق اور زاویار شاہ نے حیرت سے اس چالاک کو گھورا۔۔ پہلے تو انہیں سمجھ ہی نہیں آئی تھی کہ ہوا کیا ہے لیکن سمجھ آنے پر وہ تینوں خود بھی اندھا دھند اب دونوں کے پیچھے بھاگے ! ! عدیل شاہ تین تین سیڑھیاں ایک ساتھ پھلانگتے اوپر کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔ جبکہ اس کے پیچھے معاذ شاہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔ ہاتھ وہ چھوڑ چکا تھا اس کا۔۔ سالے ایک یہ چیٹنگ ہے ! ! میری باری میں بھی تم لوگوں نے فجر تک فارم ہاؤس میں بٹھایا تھا مجھے ! ! ! رک جا عدیل ! ! ماہ دیر شاہ نے تیزی سے اس کے پیچھے ہی بھاگتے ہوئے اسے روکنا چاہا۔۔۔ وہ اپنے ساتھ نا انصافی ہوتی نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔۔ عدیل شاہ اوپر جاتے اپنے کمرے کی طرف بھاگا۔۔ جبکہ معاذ شاہ اپنے کمرے کی طرف ! ! دونوں کے کمرے ایک ہی لائن میں تھے ! ! وہ دونوں آگے آگے تھے اور باقی تینوں پیچھے پیچھے ! ! عدیل شاہ کو تو بھاگنے کی کچھ زیادہ ہی ٹریننگ تھی ! لیکن افسوس وہ بھاگتے ہوئے اچانک ہی ایک ٹیبل سے بری طرح ٹکرایا۔۔ اس کے پاؤں پر بہت زور سے لگی تھی ! ! ہنہہہ ! ! ہم سے ننگے لینے کا انجام ! ! حدائق شاہ اس سے دو قدموں کے فاصلے پر آتے بولا ہی تھا کہ اسے اتنا نزدیک آتے دیکھ عدیل شاہ

واپس سے اندھا دھند بھاگا۔۔ حدائق شاہ پکڑنے ہی لگا تھا اسے لیکن کوشش ناکام گئی ! ! باقی دو معاذ کے پیچھے تھے ! ! یا اللہ بس آج کی رات کمرے میں پہنچا دے ! ! دو نوافل شکرانے کے پڑھوں گا۔۔ عدیل شاہ نے بھاگتے بھاگتے اوپر دیکھتے دعا کی۔۔ آج تو لگتا تھا راستہ بھی کچھ زیادہ ہی لمبا ہو گیا تھا۔۔ اس کے پاؤں کے انگوٹھے سے بھی خون نکل رہا تھا۔۔۔ لیکن آج کی رات بھاگنا ضروری تھا۔۔۔ سالے رک جا۔۔۔ حدائق شاہ نے پھر سے کہتے اسے روکنا چاہا لیکن برا ہوا۔۔۔ عدیل شاہ تیزی سے کمرے کا دروازہ کھولتے بھاگتے ہوئے اندر داخل ہوتے فوراً ہی دروازہ بند کر چکا تھا۔۔۔ حدائق شاہ جو پیچھے ہی تھا اس کا ہاتھ بری طرح دروازے پر لگا۔۔۔ سالے کمینے ! ! اللہ کرے بیوی منہ ہی نہ لگائے ! ! اپنے ہاتھ کو پکڑ کر وہ کراہتے ہوئے چیخا۔۔ منہوس ان کے ہاتھوں سے نکل ہی گیا تھا۔۔

جبکہ دوسری طرف معاذ شاہ جو آگے بھاگتے اپنے کمرے سے کچھ ہی فاصلے پر تھا اسے زاویار شاہ نے تیزی سے پیچھے کالر سے پکڑا۔۔۔ وہ اسے ایسے ہی پیچھے کھینچ چکا تھا۔۔ ایک تو ہاتھ آیا تھا۔۔ اب بھاگ ! ! بتیس کے بتیس دانت باہر نکالتے زاویار شاہ نے اسے سختی سے بازو سے جکڑا۔۔ دوسری طرف سے ماہ دیر شاہ اسے پکڑے ہوئے

تھا۔۔ جبکہ معاذ کی شکل ایسے تھی جیسے ابھی رو پڑے ! ! ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔۔۔ اس نے کیا کیا سوچا تھا آج رات کے لیے ! ! ایک تو ہاتھ آیا۔۔ اسے تو صبح پوچھے گیں ! ! حدائق شاہ نے ان کے پاس آتے معاذ کے گلے میں ہاتھ ڈالتے آگے کی طرف قدم لیے ! ! ! حدائق بھائی اللہ کا واسطہ جانے دیں یار اندر وہ انتظار کر رہی ہوگی ! ! معاذ شاہ نے رونی شکل بناتے منت سی کی ! ! لیکن آج ان لوگوں کو ترس نہیں آنے والا تھا۔۔ چل اوئے سو جائے گی وہ ! ! تو ہمارے ساتھ انجوائے کر آج کی رات کبھی بھائیوں کو بھی ٹائم دینا چاہئیے ! ! ! حدائق شاہ نے کہتے اسے اپنے ساتھ لیے آگے کو بڑھا۔۔ عدیل شاہ کو تو اب وہ صبح پوچھتے ذرا۔۔۔ جبکہ معاذ شاہ بیچارہ پس کر رہ گیا تھا۔۔ وہ رونی شکل بناتے ان لوگوں کے ساتھ اب کسی ریسٹورینٹ جانے والا تھا۔۔۔

عدیل شاہ تقریباً بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔۔ وہ فوراً سے اندر آتے کمرے کو لاک کر چکا تھا۔۔ رائنا شاہ جو ابھی بیٹھی لیٹنے کا ہی سوچ رہی تھی کہ اسے اس طرح

اندر آتے اس نے حیرت سے عدیل کو دیکھا۔۔ وہ اسے اندر آیا تھا جیسے کوئی چور یا پولیس اس کے پیچھے پڑی ہو ! ! عدیل شاہ دروازے کے ساتھ لگا گہرے گہرے سانس بھر رہا تھا۔۔۔ بچ ہی گیا تھا آخر کار وہ ان لوگوں سے ! ! ایک گہری سانس بھرتے عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے سامنے اپنے لیے سجی سنوری اس شہزادی کو دیکھا۔۔ وہ سامنے بیڈ پر بیٹھی آنکھوں میں حیرانی لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! عدیل شاہ نے سیدھے کو ہوتے اسی کی طرف اپنے قدم بڑھائے ! ! وہ قدم قدم چلتے مسکراتے ہوئے اس کے نزدیک آرہا تھا اور رائنا خان کا دل مانو باہر آنے کو تھا۔۔ اس کے دل کو دھڑکن میں بتدریج اضافہ ہوتا تھا۔۔ آنکھوں میں حیرانی کی جگہ شرم و حیا اکٹھی ہوتے اسے نظریں جھکانے پر مجبور کر رہی تھیں ! ! اسے خوف سا آرہا تھا۔۔ آج کی رات کے تقاضوں سے وہ بہت اچھے سے واقف تھی ! ! جہاں ایک طرف محبت ملی تھی وہیں اسے ڈر بھی لگ رہا تھا۔۔ عدیل شاہ اس کی طرف بڑھتے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ وہ جس پل کا اس نے دن رات انتظار کیا تھا وہ آ ہی گیا تھا۔۔۔ اس کی قسمت میں اس کی پسندیدہ عورت لکھ دی گئی تھی ! ! عدیل شاہ کا بس نہیں تھا آج تو ہواؤں میں اڑے ! ! ! یہ لڑکی اس کی ہو گئی تھی اسے یقین نہیں آتا تھا۔۔ جسے چاہا جائے اس کا دسترس میں آجانا بھی کسی نعمت سے کم نہیں ہوتا۔۔ اور یہ نعمت بھی سب کو نہیں

ملتی ! ! کچھ خوش نصیب ہوتے ہیں جن کی قسمت اچھی ہوتی ہے ! ! جن پر خدا کا خاص فضل ہوتا ہے ! ! عدیل شاہ بھی انہی میں سے ایک تھا۔۔ اس کی طرف بڑھتے عدیل شاہ نے بنا پلکیں جھپکے اسے دیکھتے ہوئے اس کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھا۔۔۔ وہ مسکراتی آنکھوں میں ڈھیروں محبت لیے اسے تک رہا تھا۔۔ آج تو دیکھ دیکھ کر بھی دل نہیں بھرنا تھا۔۔ وہ اس قدر حسین لگ رہی تھی کہ عدیل شاہ کا بس نہیں تھا سب کچھ بھاڑ میں جھونک کر ساری رات بیٹھ کے بس اسے ہی دیکھتا رہے ! ! ! رائنا خان اپنے ہاتھوں میں نظریں جمائے اپنی منتشر ہوئی دھڑکنوں کو سنبھالنے کی کوششوں میں تھی ! ! دل اس لے پر دھڑک رہا تھا کہ مقابل بھی اس کے دھڑکنے کی آواز بخوبی سن لے ! ! وہ نظریں تک نہیں اٹھا پا رہی تھی ! ! عدیل شاہ نے اسے ایسے شرماتے دیکھ مسکراتے ہوئے اس کے چہرے سے بال پیچھے کیے ! ! وہ اپنے جوتے اُتارے مکمل طور پر اوپر ہو کے بیٹھ چکا تھا۔۔ بہت حسین لگ رہی ہو ! ! میری سوچ سے بھی زیادہ۔۔۔ ایسا لگتا ہے جیسے آسمان سے کوئی پری اُتر آئی ہو ! ! عدیل شاہ نے تھوڑا اس کے نزدیک ہوتے اس کے ماتھے پر شدت سے اپنے سلگتے لب رکھے ! ! وہ محبت سے لبریز لہجے میں سچے دل سے اس کی تعریف کر رہا تھا۔۔ رائنا شاہ جو پہلے ہی شرم اس مرنے والی ہو رہی تھی وہ اس کی جسارت پر مزید خود میں سمٹی ! ! پتہ نہیں کیوں وہ اتنا گھبرا رہی تھی ! ! شاید یہ

لمحات ہی کچھ ایسے تھے ! ! اٹھو نماز پڑھتے ہیں ! شکرانے کے نوافل ادا کرنے ہیں ! ! ہم نے وعدہ کیا تھا نہ ؟؟ عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھوں کو تھامتے یاد دہانی کروائی ۔۔۔ بہت پہلے ان دونوں نے ایک دوسرے سے وعدہ کیا تھا کہ شادی کی پہلی رات وہ لوگ لازمی شکرانے کے نوافل پڑھے گیں ! ! رائنا شاہ نے نظریں اُٹھاتے اسے دیکھا ۔۔ اسے بھی یاد تھا ۔ عدیل شاہ نہ کہتا تو وہ اسے یاد دلا دیتی ! ! اٹھو شاباش ! ! اس کے گال پر ہاتھ رکھتے عدیل شاہ کہتے خود بیڈ سے کھڑا ہوا ۔۔ اسے اور رائنا دونوں کو ہی وضو کرنا تھا پہلے ! ! رائنا خان اچھا کی صورت میں سر ہلاتے خاموشی سے آہستہ سے بیڈ سے کھڑی ہوئی ! ! اسے لہنگے میں تھوڑی مشکل تو ہونی تھی لیکن خیر ! ! نماز بھی تو اب پڑھنی ہی تھی ! ! عدیل شاہ نے اسے تھوڑا انکمفرٹیبل ہوتے دیکھ آگے بڑھتے اس کے سامنے اپنا ہاتھ کیا ۔۔۔ اشارہ صاف تھا ۔۔ وہ اسے سہارا دے رہا تھا ۔۔ رائنا شاہ نے ایک نظر اسے دیکھتے خاموشی سے اپنا مہندی اور چوڑیوں سے لبریز ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھا ۔۔ اس کے ہاتھ ہلانے کی دیر تھی کہ پورا کمرہ چوڑیوں کی کھنک سے گونج اٹھا تھا ۔۔ عدیل شاہ کے چہرے پر بے ساختہ ہی ایک گہری مسکراہٹ چھائی ! ! کتنے حسین لمحات تھے نا یہ ؟؟ وہ اسے سہارا دیتے بیڈ سے کھڑا کر چکا تھا ۔۔۔ جویلری اُتار دو اسے آرام دہ رہو گی ! ! عدیل شاہ اسے لیتے نرمی سے ڈریسنگ

ٹیبل کی طرف بڑھا۔۔ وہ چاہتا تو نہیں تھا اتنی جلدی اس کی تیاری کو اتروانا لیکن ابھی نماز زیادہ ضروری تھی ! ! اسی لیے اسے یہ کرنا ہی تھا۔۔ وہ اس کا ہاتھ اسے پکڑے ہوئے تھا جیسے ذرا سی سختی پر یہ نازک سی کانچ کی گڑیا ٹوٹ جائے گی ! ! وہ اس عورت پر سختی دکھا ہی نہیں سکتا تھا۔۔ اسے ہاتھ سے پکڑے عدیل شاہ نے نرمی سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے رکھی کرسی پر بٹھایا۔۔ پورا کمرہ اس وقت سجا ہوا تھا۔۔ کمرے میں سفید اور سرخ گلابوں کی روشنی بکھری ہوئی تھی ! ! بیڈ کے اِرد گرد پھولوں اور جالیوں سے سجاتے بے حد خوبصورت سیج بنائی گئی تھی ! ! ڈریسنگ ٹیبل پر بھی سامان کے آگے سرخ رنگ کے پھول بکھرے تھے ! ! ! رائنا شاہ نے ایک نظر شیشے میں خود کو دیکھتے پھر سے نظریں جھکائی ! ! مقابل پیچھے ہی کھڑا گہری نظروں سے اس کے سراپے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ وہ تو اسے دیکھتے دیکھتے ہی نہیں تھک رہا تھا۔۔۔ میرا بس نہیں ہے میری جان ! ! آج کی رات میں اپنے آپ کو تمہارے قدموں میں بچھا دوں ! ! بہت شکریہ ہر مشکل حالات میں میرا ساتھ دینے کے لیے ! ! بہت شکریہ مجھ پر اندھا اعتبار دکھانے کے لیے ! ! اور بہت شکریہ صرف میری بن کر رہنے کے لیے، مجھ سے محبت کرنے کے لیے ! ! میں ساری زندگی بھی تمہارا شکر گزار رہوں تب بھی کم ہے ! ! خدا نے تمہارا دل صرف میرے لیے بنایا اور تم نے اس دل کی حفاظت کی یہ میرے لیے بہت بڑا اعزاز

ہے ! ! عدیل شاہ نے تھوڑا نیچے کو جھکتے اس کے بالوں پر لب رکھے ! ! ! وہ محبت سے لبریز شیریں لہجے میں کہتے دل سے اس کا شکر گزار تھا۔۔ میں بھی ! ! رائنا کی دھیمی سی آواز اُبھری ! ! وہ خود بھی اس شخص کی محبت کے سہارے ہی ابھی تک تمام مشکلات سے لڑتی آئی تھی ! ! ! عدیل شاہ نے گہرا مسکراتے نرمی سے تھوڑا مزید جھکتے اس کی گردن پر نرمی سے لب رکھے ! ! نماز پڑھ لیں پہلے ! ! تھوڑا پیچھے کو ہو کر نرمی سے کہتے عدیل شاہ اس کے سامنے آیا۔۔ وہ خود سے اس کی جویلری اُتارنے والا تھا۔۔۔ رائنا خان اپنے ہاتھوں پر نظریں جمائے خاموشی سے بیٹھی تھی ! ! اسے خود کو بھی اندازہ تھا کہ جویلری عدیل شاہ خود اُتارے گا۔۔ عدیل نے آگے آتے نرمی سے اس کے کان میں موجود جھمکے اُتارنے شروع کیے ! ! وہ بہت نرمی سے اس کے کان پر اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑتے جھمکے اُتارنے میں مصروف تھا۔۔ رائنا خان نظریں جھکائے اپنے دل پر قابو پاتے خاموشی سے بیٹھی تھی ! ! ! عدیل شاہ نے ایک کان سے جھمکا اُتار کے ٹیبل پر رکھتے نرمی سے اس کے کان کی لو پر اپنے لب رکھے ! ! دونوں کے درمیان مکمل خاموشی تھی ! ! ! وہ دونوں ہی محض اپنے اپنے کام میں مگن تھے ! ! عدیل شاہ خود پر خمار طاری ہونے سے روک رہا تھا جبکہ رائنا خان اپنے دل کو سنبھال رہی تھی جو آج باہر آنے کو تھا۔۔ اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی ! ! عدیل شاہ نے اِدھر سے ہی دوسری طرف کو جھکتے

اس کے دوسرے کان سے بھی جھمکا اُتارتے سامنے ٹیبل پر رکھا۔۔ وہ بہت نرمی سے یہ کام کر رہا تھا تاکہ مقابل کو زیادہ تکلیف نہ ہو ! ! جھمکے کو ٹیبل پر رکھتے عدیل شاہ نے بلکل اسی طرح اس کے اس کان کی لو پر بھی لب رکھے ! ! رائنا شاہ نے بے ساختہ ہی اپنے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیری ! ! اس کی گھبراہٹ بڑھتی ہی جا رہی تھی ! ! عدیل شاہ نے تھوڑا پیچھے کو ہوتے نرمی سے اس کے دوپٹے سے پنز اٹارنی شروع کی۔۔ کوئی ایک آدھی نہیں یہاں ڈھیروں پینز لگی تھیں ! ! اسے دیر لگ جانی تھی یہ اتارتے ! ! ایک گہری سانس بھر کر نفی میں سر ہلاتے وہ بہت آرام سے اس طرح کے مقابل کے بال نہ کھینچے پنز کو اُتار اُتار کر سامنے ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔۔ رائنا ابھی تک نظریں جھکائے ہوئے تھی ! ! کمرے میں ایک عجیب سی خاموشی چھائی تھی ! ! تمام پنز کو اُتارتے اس نے ایک لمبی سی سانس بھرتے دوپٹے کو اُتارتے سائڈ پر رکھا۔۔ وہ اسے کوئی آرام دہ دوپٹہ دیتا نماز پڑھنے کے لیے ! ! عدیل شاہ جو اب اس کے گلے سے گلوبند اُتارنے لگا تھا کہ اس کی اچانک ہی نظر شیشے میں موجود مقابل کے دوپٹے سے ندارد سراپے پر گئی ! ! رائنا کا دو آتشہ بدن اس سرخ رنگ کے جوڑے میں چاند کی مانند دمک رہا تھا۔۔ اس کی گردن سے ابھرتی بیوٹی بون عدیل شاہ کو بری طرح اپنی طرف اٹریکٹ کر رہی تھی ! ! اس کے گلے میں گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہوئی ! ! اب وہ پچھتا رہا تھا کہ کیوں آخر اس نے

مقابل کا دوپٹہ اتارا۔۔ لیکن خیر اب تو ہو گیا تھا۔۔ بہت مشکل سے خود پر ضبط کے پہرے بٹھاتے عدیل شاہ نے اس سے اپنی نظریں پھیری ! ! اس کے ہاتھ مقابل کے گلے کی طرف سرک رہے تھے تاکہ گلوبند کو اتارا جا سکے ! ! اپنے نچلے ہونٹ کو بری طرح دانتوں تلے دباتے عدیل شاہ نے بہت نرمی سے اس کی گردن پر اپنی ٹھنڈی انگلیوں کا لمس چھوڑا۔۔۔ وہ گلوبند کی ڈوری کو کھول رہا تھا۔۔ رائنا خان نے بے ساختہ ہی کرسی کو ایک طرف سے سختی سے جکڑا۔۔ اس کے جسم میں ایک ٹھنڈی لہر سی دوڑ اٹھی تھی ! اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ آج آخر ہو کیا رہا ہے اس کے ساتھ ! ! گلوبند کی ڈوری کو ڈھیلا کرتے عدیل شاہ نے نرمی سے اس کے گلے سے اتارتے اسے بھی ٹیبل پر رکھا۔۔ وہ یہاں جھکتے پھر سے اپنے لب رکھ چکا تھا۔۔۔ کس نے حق دیا تمھیں اتنا حسین دکھنے کا؟؟ مجھ مضبوط نفس والے انسان کو بھی تم نے اتنا بہکا دیا ہے مت پوچھو ! ! میرے جذبات میں طغیانی مچی ہوئی ہے اس وقت ! ! اس کے کان کے پاس آتے عدیل شاہ نے بھاری آواز میں سرگوشی کرتے اسے لرزنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔ رائنا شاہ ہونٹ کاٹتے اپنے لرزتے بدن پر قابو پا رہی تھی ! ! ! پتہ نہیں آج اس کے ساتھ کیا ہونا تھا۔۔ لیکن پہلے نماز پڑھنی ہے ! ! خود اتارو اپنی چوڑیاں اور وضو کر کے آؤ ! ! میں نے اتاری تو ہماری نماز رہ جائے گی ! ! عدیل شاہ بوجھل آواز میں اس کے کان میں سرگوشی کرتا

فوراً ہی پیچھے کو ہوا۔۔ اس کی حالت خراب ہو رہی تھی ! ! جسم میں چونٹیاں سی رینگ رہی تھیں ! ! ! بہتر تھا وہ ابھی کے لیے اس لڑکی سے دور ہو ہی جاتا۔۔ وہ اس سے دور ہوا واشروم کی طرف قدم لے رہا تھا تاکہ پہلے خود وضو کر سکے ! ! بنا اس کی طرف دوسری کوئی نظر ڈالے عدیل شاہ واشروم میں بند ہوا۔۔ جبکہ پیچھے رائنا خان نے اسے جاتے دیکھ شکر کا سانس بحال کرتے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔۔۔ اس کا دل باہر آنے کو تھا۔۔ شیشے میں اپنے سراپے کو دیکھتے وہ خود ہی شرم سے لال سرخ ہوتے نظریں جھکا چکی تھی ! ! آنے والے لمحات اسے گھبرانے پر مجبور کر رہے تھے ! ! ایک گہری سانس بھرتے اس نے ہلکا سا مسکراتے اپنی گردن پر اُنگلیاں پھیری ! ! یہ وہی جگہ تھی جہاں عدیل شاہ نے اپنے لب رکھے تھے ! ! کتنا خوصبورت احساس تھا یہ ! ! جہاں ایک طرف اسے گھبراہٹ ہو رہی تھی وہاں خوشی بھی بہت تھی ! ! عدیل شاہ اس کی پہلی اور آخری محبت تھا۔۔ وہ اس شخص سے پاگلوں کی طرح عشق کرتی تھی کہ اس کی خاطر وہ کچھ بھی کر دے ! ! یہی حال عدیل شاہ کا تھا۔۔ یونہی تو نہیں دو مرتبہ خلع کے پیپرز سننے کے بعد بھی یہ دنیا مل کے انہیں الگ نہیں کر سکی تھی ! ! ان کی محبت جیت گئی تھی ! ! خدا نے دونوں طرف سے سچے دلوں کو دیکھا تھا تو انہیں ملوا بھی دیا تھا۔۔۔ وہ اپنی گردن پر ہاتھ رکھے ابھی تک مسکرا ہی رہی تھی کہ واشروم کا دروازہ کھلا۔۔ عدیل شاہ وضو کر کے

نکلا تھا۔۔ رائنا نے ایک نظر عدیل شاہ کو دیکھتے کرسی سے کھڑی ہوئی ! ! اب وہ وضو کرنے جاتی ! ! وضو کر آؤ میری جان۔۔۔میں اتنے جائے نماز بچھا رہا ہوں ! ! دور سے ہی مسکرا کر کہتے عدیل شاہ نے اپنے بازو کے کف لنکس نیچے کو کیے ! ! وہ جائے نماز اُٹھانے جا رہا تھا۔۔ جبکہ رائنا نے اچھا کی صورت میں سر کو ہلاتے اپنے قدم واشروم کی جانب لیے ! ! وہ اپنے لہنگے کو دونوں ہاتھوں سے تھامے آگے کی طرف بڑھ رہی تھی ! ! چوڑیاں اپنی وہ اُتار چکی تھی ! ! واشروم میں بند ہوتے اس نے وضو کے لیے بازو اوپر کو کیے ! ! باہر عدیل شاہ بیڈ کے پاس ہی قبلہ رخ کرتے جائے نماز بچھا چکا تھا۔۔ وہ مسکراتے ہوئے چھت کی طرف دیکھ کر دل میں بے حد خدا کا شکر گزار تھا۔۔ کتنا انتظار کیا تھا اس نے اس ایک لمحے کا۔۔ یقین جیت گیا تھا۔۔ رائنا خان دروازے کو کھولتے باہر نکلی ! ! میک اپ اتار چکی تھی وہ ! ! چہرہ پھر سے بلکل صاف ہو چکا تھا۔۔ نکھرا نکھرا چہرہ اسے مزید حسین دکھ رہا تھا۔۔۔ عدیل شاہ نے اس سے دوپٹہ لیتے اسے ہلکا پھلکا سا دوپٹہ دیا۔۔ وہ اسی ہیوی دوپٹے کے ساتھ وضو کر کے آئی تھی ! ! رائنا شاہ نے خاموشی سے دوپٹہ لیتے اسے حجاب کی صورت میں اپنے چہرے کے گرد باندھا۔۔ وہ دونوں نماز کے لیے جائے نماز پر کھڑے ہو چکے تھے ! ! شکرانے کے نوافل کی نیت باندھتے انہوں میں نماز شروع کی۔۔ عدیل شاہ آگے تھا جبکہ رائنا خان اس سے تھوڑا

پیچھے کھڑی تھی ! ! عدیل شاہ کی امامت میں نماز پڑھتے وہ نہ صرف زبان سے خدا کا شکر ادا کر رہی تھی بلکہ وہ دل سے اس ذات کا احسان مانتی تھی ! ! وہ دونوں آگے پیچھے کھڑے ایک مکمل اور خوبصورت جوڑ لگ رہے تھے جنہیں خدا نے کچھ مشکلات سے گزار کر ایک کر ہی دیا تھا۔۔۔ وہ دونوں مکمل طور پر اپنی اپنی نماز میں مگن تھے ! ! تقریباً پانچ منٹ بعد عدیل شاہ نے نماز مکمل کرتے سلام پھیرا۔۔ صرف دو نفل ہی تو پڑھنے تھے ! ! اس کے ساتھ ہی رائنا خان بھی سلام پھیر چکی تھی ! ! ! دعا۔۔ عدیل شاہ نے ہاتھ اوپر کو اٹھاتے مسکراتے ہوئے اسے بھی ہاتھ اٹھانے کو کہا۔۔۔ وہ واپس سے گردن موڑتے اپنی دعا کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔۔ جبکہ رائنا شاہ نے بھی محبت سے ایک نظر اس کی پشت دیکھتے سر جھٹکتے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے ! ! سچ تو یہ تھا ایک لمحے کے لیے وہ سب کچھ بھول گئی تھی ! ! اسے بس عدیل شاہ یاد تھا اور یہ کہ وہ اس وقت ایک حسین ترین لمحہ جی رہی ہے ! ! اس رات نماز کی طرف کسی کی توجہ ہوتی ہی نہیں ! ! حالانکہ اسے لگتا تھا کہ کم از کم دو نفل تو لازمی پڑھنے چاہیے ! ! اسے اسی طرح کا شوہر چاہیے تھا جو اس کے نصیب میں لکھ دیا گیا تھا۔۔۔ مسکراتے ہوئے نماز میں وہ بس شکر ہی ادا کر رہی تھی ! ! سب کچھ تو مل گیا تھا اسے ! ! اب اسے کچھ چاہیے ہی نہیں تھا۔۔ اب اسے بس عدیل کے ساتھ ایک ہنستا بستا گھرانہ چاہیے تھا۔ جو کہ سراسر

اس کے اور عدیل کے ہاتھ میں تھا۔۔ وہ دونوں مل کر چاہے تو خوش باش اور چاہے تو غمزدہ رہتے ! ! غیبی آزمائشوں کے علاوہ اپنے رشتے کو کیسے نبھانا ہے یہ اب ان دونوں پر ڈپینڈ کرتا تھا۔ خاص کر مرد پر ! ! مرد کو خدا نے محافظ بنایا ہے ! ! عدیل کو چاہیے تھا کہ وہ محافظ بن کر ہی نہیں بلکہ اس عورت کے ذہنی سکون کا بھی ذریعہ بن کر رہتا۔۔۔ باقی راستے خدا خود بنانے والا تھا۔۔۔ اپنی دعا کو ختم کرتے عدیل شاہ نے پیچھے کو مڑتے اس کے چہرے پر پھونک ماری ! ! شاید اس نے کوئی دعائیں بھی پڑھی تھیں ! ! ! حجاب کے حالے میں اپنا روشن چہرہ لیے رائنا خان مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی ! ! ! اس کا لہنگا سارا اِرد گرد بکھرا تھا۔۔ وہ خود بھی دعا مانگ چکی تھی ! ! ! میرے لیے بہت قیمتی لمحات ہیں یہ ! ! ! یقین کرو تمہارے ساتھ گزارا ہر لمحہ مجھے ساری زندگی یاد رہے گا۔۔۔ عدیل شاہ نے محبت سے اسے دیکھتے کہا۔۔ وہ جائے نماز سے کھڑا ہو رہا تھا۔۔ میں بھی ! ! دھیمی سی آواز میں کہتے رائنا خان خود بھی کھڑی ہوئی ! ! وہ بھی اپنا جائے نماز اٹھا رہی تھی ! ! عدیل شاہ نے جائے نماز ٹیبل پر رکھتے اس کے گرد نرمی سے اپنا حصار بنایا۔۔۔ گھر والوں کی یاد تو نہیں آرہی؟؟ وہ اس کے ماتھے پر پھر سے لب رکھتے محبت سے استفسار کر رہا تھا۔۔ رائنا شاہ اس کے ساتھ ہی حلتے بیڈ کی طرف بڑھ رہی تھی ! ! عدیل نے اس کی کمر میں بازو حائل کیا ہوا تھا۔۔ نہیں بس تھوڑی بہت آرہی

ہے ! ! لیکن اب دل کو سمجھا لیا ہے کہ کل ملے گیں تو سہی ! ! مسکرا کر اسے دیکھتے جواب دیا گیا۔۔ وہ کافی حد تک نارمل نظر آرہی تھی ! ! ! شاید مقابل کی آنکھوں میں وہ خمار کے ڈورے بھی نہیں تھے اس لیے ! ! جب بھی یاد آئے میرا بچہ مجھے بتائے گا۔۔

اُداس نہیں ہونا بس اوکے؟؟ عدیل شاہ نے اسے نرمی سے بیڈ پر بٹھاتے پھر سے اس کے ماتھے پر لب رکھے ! ! مقابل اس کے لیے اپنا گھر، ماں باپ سب کچھ چھوڑ کر آئی تھی ! ! اس کے لیے یہ عورت بہت عزت کے قابل تھی ! ! ! لوگوں کے لیے یہ بڑی بات نہیں ہوتی ! ! ان کا کہنا ہوتا ہے کہ یہی دستور ہے ! ! سب لڑکیاں گھر چھوڑتی ہیں ! ! لیکن اس کے لیے تھی ! ! کیونکہ وہ ماں باپ کے چھوٹنے کا دکھ جانتا تھا۔۔ خاص کر باپ کے ! ! وہ تو اس چیز کے لیے بھی ساری زندگی اس عورت کا احسان مند رہتا۔۔ کیونکہ وہ اس کے لیے آئی تھی ! ! صرف اس کے بھروسے ! اس کی محبت کے بھروسے ! ! یہ عورت ہر طرح سے اس کے احترام اور اس کی عزت کے قابل تھی ! ! کیونکہ وہ جاہل مردوں میں سے نہیں تھا۔۔ اسے اپنی انا کو سائڈ کر کے عورت کی عزت کرنا آتی تھی ! ! ! رائنا شاہ نے خاموشی سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ عدیل شاہ اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ چکا تھا۔۔ کرنا انتظار کیا تھا ہم نے اس رات کا؟ اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیتے عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔ وہ دونوں اوپر ہو کے

بیٹھے آمنے سامنے بیٹھے تھے ! ! رائنا شاہ نے اس کی بات پر ابرو اُچکائ ! ! ہم تو یہ شخص اسے کہہ رہا تھا جیسے وہ اس انتظار میں پاگل ہوئی جا رہی تھی ! ! حالانکہ صرف عدیل شاہ ہی تھا بے صبرا انسان ! ! ! وہی خود باتیں کر کے اسے بھی ڈراتا رہتا تھا۔۔ اسے مت دیکھو ! ! کیا تمھیں انتظار نہیں تھا اپنے شوہر کی قربت کا؟؟ سچ سچ بتانا؟؟ عدیل شاہ نے اپنی مسکراہٹ دباتے اسے تنگ کرنا چاہا۔۔ وہ تھوڑا مزید آگے کو ہو کر بیٹھ چکا تھا۔۔ رائنا کے گالوں پر بے ساختہ ہی سرخی سی چھائی ! ! ! تھوڑا بہت ایسا تھا بھی لیکن وہ اس کو تھوڑا بتا سکتی تھی ! ! ! اگر نیا دیتی تو ساری زندگی مقابل اسے تنگ کرتا وہ جانتی تھی ! ! اس لیے گردن جھکائے نفی میں سر ہلایا۔۔ بس کر دو کیوں بھول جاتی ہو تم کہ تمہارے دل کی باتیں سیدھا میرے دل تک پہنچتی ہیں ! ! ! چلو تمھارا انتظار ختم کرتے ہیں ! ! اسے مزید تنگ کرنے کی غرض سے کہتے عدیل شاہ نے مزید تھوڑا آگے کو ہوتے اس کے گال پر لب رکھے ! ! وہ سرکتے سرکتے اس کے بلکل نزدیک آ چکا تھا۔۔ جبکہ وہ محض تکے لگا رہا تھا۔۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ واقعی میں ایسا کچھ ہو سکتا ہے ! ! رائنا نے لال سرخ چہرے کے ساتھ اپنے خشک ہوتے ہونٹوں پر زبان پھیری ! ! یہ غلط بات تھی ! ! تھوڑا بہت کبھی ایک دو مرتبہ اسے خیال آیا ہوگا بس ! ! وہ شخص اس طرح اس کے دل کی باتیں نہیں جان سکتا تھا۔۔ اسے تو اب اپنی سوچوں پر

بھی پابندی لگانی تھی ! ! ای۔۔ایسا کچھ نہیں ہے ! ! میں۔۔۔نے بس شادی کا انتظار کیا تھا۔۔ نظریں جھکائے رائنا شاہ نے دھیرے سے کہتے اپنا پوائنٹ کلیئر کرنا چاہا۔۔۔ اسے شرم آرہی تھی مقابل سے ! ! جبکہ وہ اب روہانسی ہونے لگی تھی ! ! عدیل شاہ بات ہی ایسی کر رہا تھا۔۔۔ تو شادی کے بعد یہی کچھ تو ہوتا ہے جان من ! ! پچھلے ڈیڑھ سال سے تمھیں کلاسز دیتا آیا ہوں ابھی بھی سمجھ نہیں آئی کیا تمھیں؟؟ عدیل شاہ نے آگے کو ہوتے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس کے کان کی لو پر زبان پھیری ! ! رائنا کی جھرجھری بے ساختہ تھی ! ! ! اس کے پورے جسم میں ایک لہر سی دوڑ اٹھی تھی ! ! اس نے مزید خود میں سمٹتے اپنی نظریں جھکائی ! ! جواب دینے کی ہمت نہیں تھی اس میں ! ! عدیل شاہ نے اس کے کان کی لو کو دانتوں تلے دباتے اس کے دوپٹے کو جھٹکے سے اتارتے سائڈ پر پھینکا۔۔ رائنا کی سسکی بے ساختہ تھی ! ! کچھ دوپٹہ اُترنے پر اس کے جسم میں سرسراہٹ سی ہونے لگی تھی ! ! ! میرے لیے آج کی رات بہت بڑی ہے رائنا ! ! میں ایک مرد ہوں۔۔ کتنا بھی کہہ لوں نفس مضبوط نہیں ہے میرا۔۔۔ جیسے انتیس سال تک میں نے خود کو سمبھالا ہے یہ مجھ سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔۔۔ پھر تم آئی اور تمہارے ساتھ رہ کر مجھے اپنے اوپر مزید ضبط رکھنا پڑا۔۔ ایسے نا سہی لیکن میرے خیالوں میں بہت مرتبہ ہم دونوں ایک دوسرے کے ہو چکے ہیں ! !

تمھیں لے کر ایسی سوچیں آنا میرے لیے بہت نارمل سی بات بن چکی تھی اور اب تو خیر حقیقت میں تم میرے سامنے ہو ! ! میرے بیڈ پر ! ! جو چاہے کریں ہم دونوں ! ! کوئی روکنے والا نہیں ہے ! ! عدیل شاہ بوجھل آواز کے ساتھ اس کے کان میں سرگوشی کرتے مزید اس کے نزدیک ہوتے بے باکی سے اپنے ہاتھ کی پشت کو اس کی دھڑکنوں پر رکھ رہا تھا۔۔۔ اس کی آنکھیں بند تھیں ! جبکہ وہ جیسے اپنا حال اور اپنی تڑپ اسے بتا رہا تھا۔۔یہی سچ تھا۔۔ رائنا کے گال تپ کر انگارہ ہو چکے تھے ! ! کانوں سے جیسے دھواں نکلنے والا تھا۔۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ عدیل شاہ اس حد تک بے شرم ہوگا۔۔ کچھ بولنے کی ہمت نہیں بچی تھی اس میں ! ! ایک منٹ ! ! کچھ یاد آنے پر عدیل شاہ اس سے تھوڑا دور ہوا۔ رائنا کی سوالیہ نظریں اسی پر گڑھی تھیں ! ! عدیل شاہ تھوڑا سائڈ پر ہوتے آگے ٹیبل کی طرف جھکا اس کی ڈرا سے کچھ نکال رہا تھا۔۔۔ رائنا خاموشی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! ٹیبل سے دو چھوٹے بڑے باکس نکالتے عدیل شاہ واپس سے سیدھا ہوا۔۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ تمہاری منہ دکھائی ! ! تم نے تو یاد دلوایا نہیں دیکھو مجھے خود ہی یاد آگیا۔۔۔ مسکراتے ہوئے کہتے عدیل شاہ نے دونوں باکس اس کے سامنے کیے ! ! آپ مل گئے ہیں نہ ! ! اب کچھ نہیں چاہیے مجھے ! ! ! رائنا نے محبت سے کہتے باکس کو سائڈ پر رکھا۔۔ اسے ایک طرح سے ان تحفے تحائف میں

دلچسپی نہیں تھی ! ! عدیل کے ساتھ تو بلکل بھی نہیں ! ! پاگل لڑکی منہ دکھائی ہے تمہاری ! ! لڑکیاں اتنی ایکسائٹڈ ہوتی ہیں اس کے لیے ! ! کھول کے دیکھو کیا ہے ! ! عدیل شاہ نے نرمی سے کہتے واپس سے باکس اس کے سامنے کیے ! ! جبکہ اس لڑکی کی بات پر اس کے دل میں مقابل کا درجہ مزید بڑھ گیا تھا۔۔ رائنا نے ایک گہری سانس بھرتے باکس کھولنے شروع کیے ! ! اب مقابل کہہ ہی رہا تھا تو وہ بھی کیا ہی بحث کرتی ! ! ! باکس کو کھولے اس نے اندر سے ایک پینڈینٹ نکالا۔۔۔ یہ ایک ڈائمنڈ پینڈینٹ تھا جس پر خوبصورت سا ایک دل بنا ہوا تھا۔۔ واؤ عدیل یہ بہت پیارا ہے ! ! رائنا نے اس پینڈینٹ کی نکالتے اپنے ہاتھ میں لیتے ستائش سے کہا۔۔ عدیل شاہ کی چوائس ہمیشہ ہی اسے حیران کر دیتی تھی ! ! میری جان کے لیے ایک چھوٹا سا دل ! ! عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے اس کی ناک کھینچی ! ! رائنا کی جھرجھری بے ساختہ تھی ! ! میں پہناؤں؟؟ عدیل شاہ نے جیسے اجازت چاہی ! ! ہاں نا ! ! ! رائنا نے فوراً ہی پینڈینٹ اس کے ہاتھ میں تھمایا۔۔ وہ اپنے لمبے گھنے بال ایک ہاتھ میں لیتے سائڈ پر کرتے اپنی شفاف گردن اس کے سامنے کر چکی تھی ! ! عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے تھوڑا آگے کو ہوتے اس کی گردن میں پینڈینٹ پہنایا۔۔ اب زیادہ قیمتی اور پیارا لگ رہا ہے ! ! تمہاری گردن میں آنے سے اس کی شان مزید بڑھ گئی ہے ! ! عدیل شاہ نے

مسکرا کر کہتے نرمی سے اس کی گردن پر جھکتے یہاں اپنے لب رکھے ! ! رائنا مسکراتے ہوئے خوشی سے اپنی گردن پر ہاتھ پھیر رہی تھی ! ! اسے یہ واقعی میں بہت پسند آیا تھا۔۔۔ عدیل شاہ نے تھوڑا آگے کو آتے نرمی سے اس کی سامنے گردن پر جگہ جگہ لب رکھنے شروع کیے ! ! رائنا خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھا چکی تھی ! ! عدیل شاہ اس کی گردن کو محض اپنے لبوں کے لمس سے مہکا رہا تھا۔۔ اس کی کرتی کا گلا تھوڑا ڈیپ تھا۔۔ عدیل شاہ کے لب گردن سے نیچے سفر کرنے لگے تھے ! ! رائنا نے اس کے بالوں میں نرمی سے اُنگلیاں چلاتے اپنی آنکھیں موندی ! ! جس طرح عدیل شاہ اپنے لب رکھ رہا تھا اسے ایک سکون سا اپنے اندر اترتا محسوس ہو رہا تھا۔۔۔ باقی سب دیکھ لینا۔۔ ابھی میرے انتظار کی حد ختم ہو رہی ہے ! ! تھوڑا اوپر کو آتے عدیل شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس ایک آگے سے باکس اٹھائے ! ! وہ انہیں واپس سے ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔۔۔ رائنا خاموشی سے تھوک نگلتے نظریں جھکا چکی تھی ! ! اسے اندازہ تھا کہ عدیل شاہ نے کتنا انتظار کیا ہے ! ! وہ اسے مزید نہیں ترسانا چاہتی تھی۔۔ مگر اپنے اس دل کا کیا کرتی جو باہر آنے کو تھا۔۔ خاموشی سے اپنے دھڑکتے دل کو قابو میں کرتے اس نے اپنی آنکھیں بند کی ! ! ! ہاں وہ تیار تھی اس شخص کو پوری طرح خود کو سونپنے کے لیے ! ! ! عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے اس کے لبوں

کو اپنی گرفت میں لیا۔۔ وہ اسے پیچھے بیڈ پر لٹاتے خود اس کے لبوں سے لپٹا اس کی سانسیں گھوٹ چکا تھا۔۔ اس نے دھیان کیا تھا کہ مقابل پر اس کا زیادہ وزن نا پڑے ! ! اپنے ہونٹوں سے اس کی زبان کو اپنی گرفت میں لیتے عدیل شاہ نے نرمی سے اسے سک کرنا شروع کیا۔۔ وہ اس کی زبان تک راستہ بناتے اسے ڈیپ کس کر رہا تھا۔۔ رائنا شاہ بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑے آنکھیں موند چکی تھی ! ! بھلا پسندیدہ مرد کے آگے وہ کچھ کہہ سکتی تھی؟؟ گھبراہٹ اسے ابھی بھی تھی لیکن اب ذرا محبت دماغ پر حاوی ہوئی پڑی تھی ! ! وہ اس وقت مقابل پر جان بھی نچھاور کر دیتی ! ! عدیل شاہ نے اس کے ہاتھوں سے بیڈ شیٹ کو چھڑواتے اپنی گرفت میں لیتے انہیں تکیے پر پن کیا۔۔ وہ بہت بے شرمی سے اپنے لبوں کو پوری طرح اس کی زبان پر پھیرتے اس کی نمی چننے میں مصروف تھا۔۔ رائنا کی سانسیں اب جیسے ختم ہونے لگی تھیں ! ! وہ ہاتھ بھی نہیں چلا سکتی تھی ! ! مقابل اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیے سختی سے پکڑے ہوئے تھا۔۔۔ سانس نا ملنے پر اس کا پہلے سے سرخ چہرہ مزید سرخ پڑنے لگا تھا۔۔ اللہ پوچھتا اس شخص کو جو اس کی سانسوں کا دشمن بنا ہوا تھا۔۔ بہت مشکل سے اپنے سر کو اِدھر اُدھر کرتے اس نے جیسے عدیل کو اشارہ دینا چاہا۔۔۔ وہ شخص تو آنکھیں بند کر کے جیسے کھولنا ہی بھول گیا تھا۔۔۔ عدیل شاہ نے ذرا سی

مزاحمت اور جھٹ سے اپنی آنکھیں کھولتے اسے گھورا۔۔ وہ مکمل طور پر اس کی ذات میں گم تھا۔۔ جس میں اس لڑکی نے خلل ڈال دیا تھا۔۔ رائنا نے اسے اپنی طرف تکتا پا کر آنکھوں ہی آنکھوں میں التجا سی کی ! ! وہ رونے والی ہو رہی تھی ! ! کچھ عدیل شاہ کی خمار سے لبریز سرخ آنکھیں دیکھتے اس کی ریڑھ کی ہڈی تک سنسنا اٹھی تھی ! ! عدیل شاہ نے منہ بناتے اس سے ذرا سا فاصلہ بنایا۔۔۔ وہ اس پر ترس کھا ہی چکا تھا۔۔ دونوں کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں ! ! لیکن اس شخص کی پیاس جیسے ابھی تک نہیں بجھی تھی ! ! وہ ابھی تک برسوں کا پیاسا لگ رہا تھا۔۔ شکل ایسے بنی ہوئی تھی جیسے اس کے ساتھ زیادتی کی ہو مقابل نے اتنی جلدی پیچھے ہٹا کر ! ! رائنا نے تکیے پر سر ٹکاتے گہرے گہرے سانس بھرنے شروع کیا۔۔ اب تو اپنی سانسوں سے بھی اسے عدیل شاہ کی خوشبو آتی تھی ! ! تھوڑی تو بہادر ہو جاؤ ! ! کتنا کہتا تھا میں کہ آج کی رات کے لیے اپنی نازکی ختم کر دینا۔۔۔ مجال ہے تم نے کبھی میری سنی ہو ! ! اس کے گال پر لب رکھتے عدیل شاہ نے منہ بناتے کہا۔۔ اسے رائنا ایسی چاہیے تھی کہ وہ ساتھ دے نہ کہ مزاحمت کرے ! ! لیکن افسوس اس کی بیوی ایسی تھی نہیں ! ! اُمم۔۔۔ منہ بنا کر بچوں کی طرح کرتے رائنا نے اس کی گردن میں چہرہ چھپایا۔۔ وہ اپنے ہاتھ اس سے چھڑواتے اس کی گردن میں بانہیں حائل کر چکی تھی ! ! اس طرح کی حرکتیں کرتی ہو پھر

کہتی ہو عدیل آپ بہت بے شرم ہیں ! ! مت بہکایا کرو نا پھر مجھے میرا بچہ ! ! تمھیں پتہ ہے تمھارا شوہر تمہارے سامنے ہر وقت تیار رہتا ہے ! ! رہی سہی کسر تم یہ ادائیں دکھا کر پوری کر دیتی ہو ! ! عدیل شاہ نے مسکرا کر کہتے ہر چیز کا الزام اس پر تھوپا۔۔۔اس کے جذبات میں جیسے آگ لگی ہوئی تھی ! ! کمال تھا کہ وہ اب تک ضبط کیے لیٹا تھا۔۔ جھوٹ مت بولیں ! ! میں ایسی نہیں ہو ! ! فوراً ہی اپنا پلا صاف کیا گیا۔۔یہ سیدھا سیدھا الزام تھا۔۔ہاں ہاں میں ہی جھوٹا ہوں ! ! تم تو سچی ہو ! ! عدیل شاہ نے دو بدو ہی مسکراتے ہوئے اسے مزید چھیڑا۔۔ہاں نا ! ! ! بلا جھجھک اس کی بات پر یہ لڑکی مہر لگا چکی تھی ! ! ہاں تو جب یہ شخص تنگ کر رہا تھا وہ بھی کر ہی سکتی تھی ! ! عدیل شاہ نے گردن کو پیچھے کرتے اسے سامنے کرتے ابرو اچکاتے گھورا۔۔۔بڑی بدتمیز تھی اس کی بیوی ! ! ! رائنا شاہ نے مسکراتے ہوئے بتیس کے بتیس دانت نکالتے اس کے گال پر گاڑے ! ! ! اتنا کیوٹ لگ رہا تھا مقابل اسے اس وقت ! ! لیکن وہ بول کر اسے فری نہیں کر سکتی تھی ! ! تبھی یہ جسارت کرتے خود ہی شرم سے سرخ پڑتے اس نے عدیل شاہ کے بازو میں چہرہ چھپایا۔۔بہت عجیب تھی یہ لڑکی ! ! ! عدیل شاہ اس کی ہمت پر گہرا مسکرایا۔۔۔شاید ہی مقابل کی طرف سے یہ پہلا لمس ملا تھا اسے ! ! لیکن اسے اچھا لگا تھا بہت ! ! ! میری جان بس کر دو اب ! ! اور کتنا امتحان لو گی؟؟ اجازت دو

مجھے کہ آج کی رات ہمارے درمیان تمام پردے گرے ! ! میں اور تم ایک ہو جائیں ! ! اسے اپنے مقابل کرتے عدیل شاہ نے دھیما سا مسکراتے ہوئے پوچھا۔۔ وہ ابھی بھی اس سے پوچھ کے اسے مان بخش رہا تھا۔۔۔ رائنا شاہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ اسے دیکھتے نظریں جھکائی ! ! یہ اس کے لیے بہت بڑی بات تھی ! ! اس کی ایک دو دوستیں تھی شادی شدہ ! ! انہوں نے اسے بتایا تھا سب کچھ ! ! ان سے تو نہیں پوچھا گیا تھا۔۔ شاید اسے کوئی خاص مل گیا تھا۔۔ ورنہ حقیقت میں اس نے دیکھا تھا کوئی مرد نہیں پوچھتا۔۔۔ دو تین کا تو اس نے خود سنا تھا۔۔ بتاؤ نہ؟؟ اسے خاموش دیکھتے عدیل شاہ نے بے تابی سے پھر سے پوچھا۔۔ یہاں اس کی حالت بری ہو رہی تھی ! ! اگر۔۔۔ میں۔۔ اگر میں انکار کر دوں تو؟؟ رائنا شاہ نے اسے ایسے ہی ٹیسٹ کرنا چاہا۔۔ وہ دیکھ رہی تھی دوسرے مردوں میں اور اس کے شوہر میں کیا فرق ہے ! ! اگر وہ انکار کرتی تو عدیل شاہ کا کیا ریکشن ہونا تھا۔۔ وہ بس دیکھنا چاہتی تھی ! ! ورنہ اس کا انکار کرنے کا کوئی اِرادہ نہیں تھا۔۔ کسی بھی عورت کا نہیں ہوتا۔۔ بس مرد کے مان بخشنے کی بات ہوتی ہے اجازت لے کر ! ! تو بس یہی ہوگا کہ تم سو جانا اور میں ساری رت سیگریٹ پھونک کر بالکنی میں گزار لوں گا۔۔ اب جذبات کو کسی طرح تو لگام ڈالنا پڑے گا نہ ! ! سادگی سے جواب دیتے وہ شاید اس کے دل میں اپنی محبت مزید بڑھا گیا

تھا۔۔ اسے اچھا لگا تھا اس شخص کا جواب ! ! عدیل شاہ کبھی زبردستی کا قائل رہا ہی نہیں تھا۔۔ عورت ذات کی مرضی اس کے لیے میٹر کرتی تھی ! ! کس طرح شکر ادا کرتی وہ اتنا اچھا مرد ملنے پر وہ یہی سوچ رہی تھی ! ! ! جواب دو نا جلدی ! ! مجھ سے صبر نہیں ہوتا جانو ! ! اسے خاموشی سے خود کی طرف دیکھتا پا کر عدیل شاہ نے اسے بازو سے ہلاتے پھر سے بے صبری سے پوچھا۔۔۔ کیا کرتا وہ اس عورت کا آخر ! ! ! رائنا شاہ نے نظریں جھکاتے ایک نظر اپنے بازو کو دیکھا۔۔ وہ اچانک ہی تیزی سے آگے کو بڑھتے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لے چکی تھی ! ! اس نے اجازت مانگی تھی وہ اسے پورا جسم سونپ چکی تھی ! ! ساری بات ہی مان اور محبت کی تھی ! ! مرد چاہے تو اس سے عورت کو قدموں میں بٹھا لے ! ! رائنا شاہ اس کے لبوں سے لپٹی شدت سے انہیں سک کر رہی تھی ! ! عدیل شاہ پر تو جیسے آج حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے ! ! کیا یہ اسی کی بیوی تھی؟؟ کیا یہ رائنا ہی تھی؟؟ اسے یقین کرنے میں کچھ لمحے درکار تھے ! ! وہ حیرت سے مقابل کی بند آنکھوں کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ کیا یہ اجازت دینے کا ایک طریقہ تھا؟؟ شاید ہاں ! ! دل سے آواز آئی ! ! عدیل شاہ نے بے یقینی کا اثر زائل کرتے سب کچھ بھاڑ میں جھونکتے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھاتے شدت سے اسے خود کے ساتھ لپٹایا۔۔ وہ اس کا ساتھ دینے لگا تھا۔۔ وہ دونوں ایک

دوسرے کے لبوں سے لپٹے آنکھیں بند کیے آج واقعی میں ایک دوسرے کے ہونا چاہتے تھے ! ! لمحے سرکتے گئے، سانسیں تھمتی گئی، وقت بیتتا گیا، غرض کہ رائنا کی سانسیں ختم ہونے کو تھیں ! ! کہ عدیل شاہ خود ہی اس سے تھوڑا پیچھے کو ہٹا۔۔۔ اسے خیال آگیا تھا اس مرتبہ ! ! ! یہ میرے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں تھا۔۔ مسکرا کر پھولی سانسوں کے ساتھ کہتے عدیل شاہ نے اس کی گردن میں چہرہ چھپایا۔۔۔ وہ اس کی گردن پر جگہ جگہ دانت گاڑتے اپنی محبت کی مہریں یہاں ثبت کر رہا تھا۔۔ رائنا شاہ تیز تیز سانسیں بھرتے خاموشی سے لال سرخ چہرے کے ساتھ پڑی اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے ہوئے تھی ! ! ! وہ شرم سے مرنے والی ہو رہی تھی لیکن آج کی رات مجبوری تھی ! ! عدیل شاہ نے اس کی گردن پر جگہ جگہ نشانات بناتے پھر سے اوپر کو آتے اس کے ماتھے پر لب رکھے ! ! اس کے ہاتھ رائنا کے لہنگے کے بلاؤز کی ڈوریوں میں اُلجھ رہے تھے ! ! ! منہ سے کہو اجازت ہے ! ! ایک لمحے کے لیے رکتے عدیل شاہ نے اپنی تسلی کے لیے پھر سے پوچھا۔۔ پتہ نہیں کیوں اسے تسلی نہیں ہوئی تھی ! ! ! رائنا شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے اس شخص کی آنکھوں میں دیکھا۔۔ اتنی محبت پر اب وہ رونے بیٹھ جاتی ! ! تیز چلتی سانسوں کے ساتھ خاموشی سے ہاں کی صورت میں سر ہلاتے اس نے نظریں جھکائے اپنے ہاتھوں میں چہرہ چھپایا۔۔ اسے شرم آرہی تھی ! ! جبکہ اس کے

اس طرح شرمانے پر عدیل شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔ کوئی حال نہیں تھا اس لڑکی کا۔۔ رائنا شاہ اس کے قہقہے پر مزید خفت میں بتلا ہوتے خاموشی سے کروٹ بدل چکی تھی ! ! اچھا نا۔۔۔ اب شرمانا بند کرو میری جان ! ! مجھ سے کیسی شرم؟؟ عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے اسے بازو سے پکڑتے پھر سے سیدھا کیا۔۔ وہ اس کے چہرے سے ہاتھ ہٹائے پھر سے تکیے پر پن کر چکا تھا۔۔ جبکہ رائنا نے اب نظریں جھکائے خاموشی میں ہی عافیت جانی ! ! اب وہ اسے کیا بتاتی کہ ساری شرم ہی اسی سے تھی ! ! ! عدیل شاہ نے نفی میں سر ہلاتے اس کے بلاؤز کی ڈوریوں کو کھولتے جھٹکے سے اس کے جسم سے ریموو کیا۔۔ وہ ایک لمحے کے لیے اس پر سے اٹھتے سائڈ ٹیبل سے ریموٹ اٹھائے کمرے کی تمام لائٹس ڈم کر چکا تھا۔۔۔ کمرے میں محض ایک نیلگوں روشنی جل رہی تھی جس سے وہ دونوں ایک دوسرے کو بہت آسانی سے دیکھ سکتے تھے ! ! عدیل شاہ نے واپس سے اس کے اوپر آتے نرمی سے اس کی دھڑکنوں پر پردے کے اوپر سے ہی لب رکھے ! ! رائنا شاہ تیز تیز سانسیں بھرتے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی ! ! اس کے نشیب و فراز سمندر کی لہروں کا منظر پیش کر رہے تھے ! ! عدیل نے اس کے پیٹ پر اپنی ٹھنڈی انگلیوں کا لمس چھوڑتے اس کی دھڑکنوں کو دانتوں سے کاٹا۔۔ رائنا کی سسکی بے ساختہ تھی ! ! ابھی سے سسکیاں مت بھرو میری جان ! ! !

کچھ بعد کے لیے بھی بچا کر رکھو ! ! مسکرا کر کہتے وہ اس کی دھڑکنوں کو اس آخری پردے سے بھی آزاد کر چکا تھا۔۔۔ رائنا شاہ شرم سے دوہری ہوئی آنکھیں موندے ہوئے تھی ! ! اس میں تو اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ آنکھیں کھولے ! ! زبان کھولنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔۔۔ عدیل شاہ نے نیچے کو جھکتے نرمی سے اس کی دھڑکنوں پر لب رکھے ! ! پہلے سے کافی فرق ہے ! ! واپس سے اوپر کو آتے اس کے کان میں بے باکی سے سرگوشی کرتے عدیل شاہ اس کے کانوں سے دھوے نکلوا چکا تھا۔۔ بچی نہیں تھی وہ ! ! احھے سے جانتی تھی کہ یہ کیا بات ہو رہی ہے ! ! عدیل شاہ نے آپکی مسکراہٹ روکتے ایک ہی جست میں اپنی قمیض کو اُتارتے سائڈ پر پھینکا۔۔ آج تو اس نے حیسے ٹھیکہ اٹھا لیا تھا مقابل کو کانوں کی لو تک سرخ کرنے کا۔۔ وہ جتنا شرما رہی تھی عدیل شاہ اتنا ہی تنگ کر رہا تھا اسے ! ! واپس سے جھکتے اس نے نرمی سے اس کی دھڑکنوں کو ہاتھوں میں بھرتے محسوس کیا۔۔ وہ انہیں اپنی گرفت میں لیتے نرمی سے ان پر اپنے بوسوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔۔۔ رائنا بھاری ہوتی سانسوں کے ساتھ خاموشی سے اسے برداشت کر رہی تھی ! ! اس کی آنکھیں ابھی تک بند تھیں ! ! جبکہ ہاتھ مقابل کی گرفت میں جا چکے تھے ! ! عدیل نے اس کی دھڑکنوں پر اپنے دانتوں سے کاٹتے ان پر لو بائٹس بنانی شروع کی۔۔ وہ یہاں بھی اپنے دانتوں کا لمس چھوڑتے اسے سسکنے پر مجبور کر گیا

تھا۔۔۔ وہ نرمی رکھنا چاہتا تھا لیکن وہ نا چاہتے ہوئے بھی جنونی ہوتا جا رہا تھا۔۔۔

عد۔۔۔عدیل آہستہ ! ! ! رائنا نے درد سے ہونٹ بھنچتے اسے جیسے ہوش دلانی چاہی ! !

مقابل بھول ہی جاتا تھا سب کچھ ! ! شش ! ! کچھ دیر بس ! ! آج مت روکنا پلیز ! !

میرے بس میں کچھ بھی نہیں ہے ! ! مصروف سے انداز میں جواب دیتے عدیل شاہ نے

اپنے کام کی جاری رکھتے تھوڑا نیچے کو ہوتے اس کے پیٹ پر نرمی سے لب رکھے ! !

کمرے میں رائنا کی بھاری ہوتی سانسوں کا رقص چل رہا تھا۔۔۔ وہ پھر سے خاموشی سے

ہونٹ بھنچتے اس شخص کو برداشت کر رہی تھی ! ! کیونکہ اسے کرنا ہی تھا۔۔۔ عدیل

شاہ نے اس کے پورے پیٹ پر اپنے لبوں کی بوچھاڑ کرتے اوپر کو آتے نرمی سے اس

اس کے گال پر لب رکھے ! ! وہ اس کے لہنگے کی سائڈ زپ میں ہاتھ الجھاتے اسے

کھول چکا تھا۔۔ اس کی بے باک نظریں رائنا کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں جو

چپ چاپ سختی سے آنکھیں میچے پڑی تھی ! ! شاید وہ انے والے لمحات سے ڈر رہی

تھی ! ! عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے نرمی سے اسے ہر طرح کے پردے سے آزاد

کیا۔۔۔ وہ دوسری مرتبہ مقابل کو اس طرح دیکھ رہا تھا۔۔ لیکن آج حدود نہیں تھیں ! !

وہ جو مرضی کر سکتا تھا۔۔۔ کیا تم تیار ہو اس کے لیے؟؟ اس کے کان میں سرگوشی

کرتے عدیل شاہ نے پھر سے پوچھا۔۔۔پتہ نہیں وہ کیا سننا چاہتا تھا۔۔۔ رائنا نے

خاموشی سے کروٹ بدلتے تکیے میں چہرہ چھپایا۔۔ کتنا منہوس انسان تھا یہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی اس سے پوچھ رہا تھا۔۔۔ یعنی میں ہاں سمجھوں؟؟ عدیل نے مسکراتے ہوئے اسے مزید تنگ کیا۔۔۔ اس کی آواز بھاری ہو رہی تھی ! ! جبکہ آنکھیں خمار کے بوجھ سے لال سرخ ہونے لگی تھیں ! ! پورے جسم میں سنسنی سی دوڑ رہی تھی ! ! عدیل میں سر پھاڑ دوں گی آپ کا۔۔۔ اپنی ہمت ختم ہوتے دیکھ رائنا خان روہانسی ہوتے شدت سے چیخی ! ! اتنی ہی برداشت تھی بس ! ! عدیل شاہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔ وہ تو بس اسے بلوانا چاہتا تھا۔۔۔ مقابل تو چیخ ہی اٹھی تھی ! ! ! اچھا اچھا میری جان اب تنگ نہیں کرتا۔۔ سوری ! ! نرمی سے اس کے ماتھے پر لب رکھتے عدیل شاہ نے معافی مانگی ! ! وہ اس کی تھائیز پر اپنے ہاتھ کا لمس چھوڑتے خود بھی جھٹکے سے اس کی حالت میں آچکا تھا۔۔ رائنا نے ایک نظر اس دیکھتے پھر سے نظریں جھکائی ! ! وہ لال ٹماٹر بنی ہوئی تھی ! ! عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے خود کو اس پر سہی سے سیٹ کیا۔۔ رائنا شاہ نے بے ساختہ ہی گھبراتے ہوئے اسے بازو سے تھاما۔۔ اس کی آنکھوں میں تیزی سے خوف واضح ہوا۔۔ اسے ڈر لگ رہا تھا عدیل شاہ سے ! ! ریلکس میرا بچہ ! ! زیادہ کچھ نہیں ہوگا۔۔ مجھ پر بھروسہ ہے نہ؟؟ اسے گھبراتے دیکھ عدیل شاہ نے اس کے ماتھے سے بالوں کو پیچھے کرتے محبت سے پوچھا۔۔ وہ اسے ڈرانا

نہیں چاہتا تھا۔۔۔وہ اسے مکمل طور پر ریلکس دیکھنا چاہتا تھا۔۔ جو شاید آج تو ممکن نہیں تھا۔۔ رائنا نے ایک گہری سانس بھرتے شرم سے دوہری ہوتے ہاں کی صورت میں سر ہلایا۔۔ بھروسہ؟؟ اسے اندھا یقین تھا مقابل پر ! ! لیکن یہ وقت ہی کچھ ایسا تھا۔۔ اس کی گھبراہٹ خود بخود ہو رہی تھی ! ! ! بس پھر بھروسے کو کبھی ختم نہ ہونے دینا۔۔ نرمی سے کہتے عدیل شاہ نہایت نرمی سے دھیرے سے اس کے جسم میں جھٹکے سے داخل ہوا۔۔ وہ دو سے تین مرتبہ جھٹکے دیتا مکمل طور پر اس میں سما چکا تھا۔۔۔رائنا کی فلک شگاف چیخ بے ساختہ تھی ! ! ! آہہہہ ! ! ! عد۔۔عدیل پی۔۔پیچھے۔۔۔۔۔ ! ! وہ اس کے بازو پر سختی سے اپنے ناخن گاڑے روتے ہوئے نفی میں سر ہلانے لگی تھی ! ! ! آنکھوں سے آنسوں برستے گالوں پر بہہ رہے تھے ! ! ! اسے درد ہو رہا تھا بہت زیادہ ! ! ! ریلکس میری جان۔۔ ریلکس ! ! عدیل شاہ نے لال سرخ چہرے کے ساتھ اپنے جذبات پر بندھ لگاتے اس کے گالوں پر نرمی سے لب رکھے ! ! وہ اس کی لرزتی ٹانگوں کو دونوں ہاتھوں سے جکڑے ہوئے تھا۔۔۔ رائنا شدید روتے ہوئے نفی میں سر ہلا رہی تھی ! ! اسے کسی طرح اس شخص کی پناہوں سے آزدی چاہئیے تھی ! ! اس کی جان نکل رہی تھی ! ! مقابل کو ابھی تک اپنے جسم میں وہ بخوبی محسوس کر رہی تھی ! ! البتہ کوئی حرکت نہیں تھی ! ! ! عدیل شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے نرمی سے اسے

اپنے بازو میں بھرتے اسے اپنے سینے سے لگایا۔۔۔ وہ پہلے اسے ریلکس کرنا چاہتا تھا۔۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ رائنا کو اس حد تک درد ہوگا کہ وہ ایسے لرزتے رونے بیٹھ جائے گی ! ! ! وہ خود سچویشن کے مطابق ایک لمحے کے لیے گھبرا گیا تھا۔۔ یہ تو پینک ہو گئی تھی ! ! شش۔۔ چپ کرو میری جان ! ! کچھ دیر کا درد ہے بس ! ! بلکل ٹھیک ہو جاؤ گی تم ! ! رونا بند کرو ! ! اور کانپنا تو بند کرو پلیز ! ! کیوں مجھے ریگریٹ میں ڈال رہی ہو ! ! عدیل شاہ نے اس کے چہرے کو اپنے سینے سے لگاتے نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے اسے ریلکس کرنا چاہا۔۔ وہ ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔۔ اس کے اپنے جسم میں آگ لگی ہوئی تھی ! ! سانسیں شدید بھاری ہو رہی تھی ! ! اس کے جذبات پیک پر پہنچے ہوئے تھے ! ! چہرہ جذبات کی حدت کی تاب نہ لاتے سرخ ہوا پڑا تھا۔۔ لیکن اسے مقابل کے احساسات کا بھی خیال رکھنا تھا۔۔۔ پی۔۔ پیچھے ہو۔۔ جا۔۔ جائیں۔۔۔۔ رائنا کی روتے ہوئے ایک ہی رٹ تھی۔۔ اس کی تو جان نکل گئی تھی ! ! مقابل پیچھے ہٹنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔۔ بس چپ ! ! صرف محسوس کرو ان لمحات کو ! کچھ دیر کی بات ہے صرف بس جو ہونا تھا درد ہو گیا۔۔ چپ کرو شاباش ! ! عدیل شاہ نے تھوڑا نرمی سے کہتے ہلکا سا خود کو موو کرنا شروع کیا۔۔۔ وہ زیادہ دیر خود پر ضبط رکھتا تو جان سے جاتا۔۔۔ رائنا اس کے سینے میں منہ دیے بری طرح

سسک رہی تھی ! ! عدیل شاہ اس کے بالوں پر مسلسل لب رکھ رہا تھا۔۔ پلیز رائنا میری خاطر ! ! اتنا ظلم مت کرو مجھ پر ! ! عدیل شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے منت سی کی ! ! اس کی بس ہو رہی تھی اب ! ! برداشت سے باہر تھا یہ سب ! ! رائنا شاہ اس پر ترس سا کھاتے خاموشی سے اس سے پیچھے کو ہوتے تکیے پر لیٹی ! ! وہ اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپائے بری طرح کانپ رہی تھی ! ! لیکن اب وہ اس کے ساتھ زیادتی نہیں کرنا چاہتی تھی بس ! ! عدیل شاہ نے ہلکا سا مسکراتے واپس سے نرمی سے خود کو اس میں منتقل کیا۔۔۔ تھینک یو سو مچ ! ! ہاتھ ہٹاؤ اور صرف مجھے محسوس کرو ! ! دیکھو کتنے خوبصورت لمحات ہیں یہ ! ! کچھ پل کا درد تھا غور کرو اب کم ہوا ہوگا۔۔ عدیل شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے نرمی سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا۔۔ وہ سکون کی وادیوں میں گم نہایت نرمی سے اس کے جسم میں حرکت کرتا ایک ہاتھ سے اس کی لرزتی تھائیز کو پکڑے ہوئے تھا۔۔ رائنا کو اب واقعی درد کی شدت میں کمی محسوس ہونے لگی تھی۔۔ آنکھوں سے آنسوں سوکھنے لگے تھے ! ! وہ خاموشی سے پڑی لرزتے بدن کے ساتھ اس شخص کو خود میں گھلتا ہوا محسوس کر رہی تھی ! ! کہا تھا نا ! ! عدیل شاہ نے مسکرا کر کہتے ہلکی سی پھولتی سانسوں کے ساتھ نیچے کو چہرے کیے اس کی دھڑکنوں پر موجود نشانات پر نرمی سے اپنے لب رکھے ! وہ جیسے ان پر مرہم رکھ رہا

تھا۔۔ اسے تھوڑا ریلکس ہوتے دیکھ عدیل شاہ نے اس کی دھڑکنوں پر زبان پھیرتے اپنی شدت میں اضافہ کیا۔ وہ اچانک ہی شدت پسند ہوتے تیزی سے اس میں حرکت کرنے لگا تھا۔۔ رائنا کی تو جیسے ایک لمحے کے لیے آنکھیں باہر کو اُبل آئی تھیں۔۔ وہ بری طرح سسکتے ہوئے اس کے بازو کو سختی سے جکڑے آنکھیں موند چکی تھی ! ! کمرے میں ان دونوں کے ملن کی آوازیں گونج رہی تھیں ! ! جبکہ وقفے وقفے سے رائنا کی سسکیاں اس آواز کا حصہ بنتی ماحول کو رومانوی بنائے ہوئے تھی ! ! عدیل شاہ نے اپنی طوفانی شدتیں اس میں اُنڈیلتے مسکراتے ہوئے بے دردی سے خود کو آخری حد تک اس میں سمایا۔۔ رائنا اب پھر سے روہانسی ہونے لگی تھی ! ! عدیل شاہ اسے تکلیف دے رہا تھا۔۔ خود کو ایک لمحے کے لیے اس سے الگ کرتے عدیل شاہ اسے اپنی گود میں اُٹھاتا بیڈ سے کھڑا ہوا۔۔ رائنا نے بے ساختہ ہی شکر کا سانس کیا۔۔ اسے لگ رہا تھا جیسے اب جان چھٹنے والی ہے ! ! مگر شاید یہ آج کی رات ممکن نہیں تھا۔۔ عدیل شاہ اسے ساتھ لیے صوفے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔ اس کا ماتھا پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔۔ جبکہ سانسیں دونوں کی پھولی ہوئی تھیں ! ! وہ مسکراتے ہوئے جگہ جگہ اس کے چہرے پر لب رکھتے اسے لیے صوفے کی طرف بڑھا۔۔ اسے نرمی سے صوفے پر لٹائے وہ پھر سے اس پر حاوی ہو چکا تھا۔ رائنا جو سمجھ رہی تھی کہ اب جان چھوٹ گئی ہے یہاں آتے دیکھ

اس کی جان پھر سے ہوا ہوئی ! ! وہ روہانسی صورت بناتے عدیل شاہ کو دیکھ رہی تھی ! ! ! بس کرو ایسے مت دیکھو ! ! بھول جاؤ کہ آج کی رات تمھیں مجھ سے۔۔ آزادی ملے گی ! ! بات کے دوران ہی مسکراتے ہوئے عدیل شاہ پوری شدت سے اس میں پھر سے داخل ہوا۔۔ وہ صوفے پر صحیح سے ایڈجسٹ نہیں ہو پا رہا تھا۔۔ تبھی ایک ٹانگ کو نیچے لٹکائے جبکہ دوسری کو صوفے پر رکھتے وہ آخری حد تک اس میں سماتے رائنا کو کراہنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔۔ چیخنا۔۔۔ مت اب ! ! اور۔۔ رونا۔۔۔ بھی۔۔ نہیں ! ! ۔۔۔ بس۔۔ محسوس کرو مجھے ! ! بھاری ہوتی پھولتی سانسوں کے ساتھ کہتے عدیل شاہ نے بری طرح اس کے جسم میں اسٹروکس دئے ! ! آہہہہ ! ! ! عدیل۔۔۔۔ رائنا بری طرح کراہتے پھر سے رونے لگی تھی ! ! وہ دونوں ہاتھوں سے صوفے کو جکڑے مسلسل اسے برداشت کر رہی تھی ! ! چپ ! ! نرمی سے کہتے عدیل شاہ اپنی شدتیں طوفان کی مانند اس پر برسا رہا تھا۔۔ اس کی شدت سے صوفے کے ساتھ ساتھ کمرے کے در و دیوار تک لرز اٹھے تھے ! ! دونوں کی سانسوں کا رقص پورے کمرے میں گونج رہا تھا۔۔ عدیل شاہ کا جسم پسینے سے تر ہو چکا تھا۔۔ مگر پھر بھی وہ اس کے جسم میں مسلسل اسٹروکس دیتے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مزید جنونی ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ وہ پھر سے بھول چکا تھا کہ مقابل اس کی نازک سی بیوی ہے ! ! رائنا

لرزتے ہوئے دونوں ہاتھوں سے روتے ہوئے صوفے کو تھامے ہوئے تھی ! ! ! عدیل شاہ نے تھوڑا آگے کو آتے نرمی سے اس کی ناف سے لے کر دھڑکنوں تک زبان پھیری ! ! رائنا نے بے ساختہ ہی کمر اوپر کو اٹھائی ! ! وہ بری طرح بے بس ہو کر رہ گئی تھی ! ! ! کمر میں شدید درد ہونے لگا تھا۔۔ جبکہ آنکھوں سے آنسوں مسلسل جاری تھے ! ! شش۔۔ رونا۔۔۔بند۔۔ کرو۔۔۔۔جان۔۔ مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پر بوسا دیتے عدیل شاہ نے نرمی سے اس کے آنسوں چننے شروع کیے ! ! وہ مسلسل اس کے جسم میں داخل اس کی جان لبوں پر سجائے ہوئے تھا۔۔ عدیل شاہ اس وقت جیسے سکون کی وادیوں میں گم تھا۔۔۔ اس کے لیے واقعی آج کی رات بہت قیمتی ثابت ہوئی تھی ! ! وقت تھا کہ پانی کی طرح بہہ رہا تھا۔۔ دو بج چکے تھے ! ! اپنی ضرورت پوری کرتے عدیل شاہ ایک دم ہی ہانپتے ہوئے رائنا کے اوپر ہی صوفے پر گرا۔۔ دونوں کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں ! عدیل شاہ اس کی گردن میں منہ چھپائے گہرے گہرے سانس بھر رہا تھا۔۔ اس کے چہرے پر مسلسل ایک مسکراہٹ تھی ! ! ہوتی بھی کیوں نہ ! ! اس نے اپنی محبت کو پا لیا تھا۔۔۔ جبکہ رائنا شاہ خود اپنی منتشر ہوئی سانسوں کو سنبھالنے کی کوشش کرتے اپنے آنسوں صاف کیے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ اب کہیں جا کر اسے تھوڑا سکون ملا تھا۔۔۔ میرے جگر کے ٹکڑے کو زیادہ درد تو نہیں

ہوا؟؟ اپنی سانسیں نارمل کرتے عدیل شاہ نے مسکراتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی ! ! پر رائنا کا بس نہیں تھا اس شخص کا سر پھاڑ دے ! ! آگ اس کے بازو پر ایک مکا جڑتے واپس سے اس کے بازو میں چہرہ چھپا چکی تھی ! ! بہت تھک گئی تھی وہ ! ! میرا چھوٹا سا بچہ ! ! بہت شکریہ میری رات کو اس قدر حسین بنانے کے لئے ! ! ! تم نے جان بستی ہے عدیل شاہ کی ! ! اور اب تو دل سے تمھارا غلام ہے یہ بندہ ! ! زندگی کے ہر موڑ پر مجھے بس میری چھوٹی سی بیوی چاہیے ! ! مسکراتے ہوئے اس کے کان میں میٹھی میٹھی سرگوشیاں کرتے وہ اسے سکون پہنچانے کی ایک کوشش کر رہا تھا۔۔ بہت سنے ہیں آپ ! ! رائنا نے ایک ہاتھ اس کے گال پر رکھتے سرگوشیاں انداز میں کہا۔۔ وہ اچھے سے سمجھ رہی تھی اس مکھن لگانے کہ مقصد ! ! ! سونا ہے؟ بلآخر وہ اصل بات پر آ ہی گیا تھا۔۔ اس شخص کا دل نہیں بھرا تھا ابھی بھی ! لیکن کیا کرتا وہ اس دل کا جو اس چھوٹی سی جان پر ترس کھا کر اسے کوسنے دے رہا تھا۔۔ میں بہت تھک گئی ہوں عدیل ! ! پلیز سونے دیں ! ! رائنا نے اس کے گال پر انگوٹھا ٹریس کرتے منت سی کی ! ! اگر وہ ایک منٹ بھی مزید اس شخص کو برداشت کرتی تو یقیناً دنیا سے ہو غائب ہو جاتی ! ! یار۔۔۔ اوکے ! ! عدیل شاہ نے نہایت سڑا ہوا منہ بناتے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اوپر اکنی گود میں اٹھایا۔۔۔ وہ خود صوفے سے کھڑا ہو چکا تھا۔۔۔ میری

جان یہ صرف آج کی چھوٹ تھی ! ! اس کے بعد تمہاری ایک نہیں سننی میں نے ! ! یاد رکھنا ساری رت تمھیں اپنے پیار کی بارش میں نہ بھگویا تو عدیل شاہ مت کہنا۔۔ مسکرا کر کہتے عدیل شاہ اسے لیے بیڈ کی طرف بڑھا ! ! ! وہ اسے گود میں لیے ہی پہلے خود بیڈ پر بیٹھ چکا تھا۔۔ رائنا نے منہ بناتے اس کے سینے میں منہ چھپایا۔۔۔ دونوں اور کمبل سیٹ کرتے وہ دونوں ایک دوسرے کی بانہوں میں گم نیند کی وادیوں میں جا چکے تھے ! ! خیر یہ جوڑا آج مکمل ہو چکا تھا۔۔ ان کی دعائیں اور محبت جیت گئی تھی ! ! ! دنیا ہار گئی تھی ! ! صرف اوپر والے پر یقین کام آیا تھا۔۔

اس وقت رات کے تین بجے کا وقت تھا جب معاذ شاہ منہ لٹکائے اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔۔ اس بیچارے کی ابھی ہی جن چھوڑی تھی سب نے ! ! وہ سارے کے سارے ابھی ہی ریسٹورینٹ سے آتے اپنے اپنے کمرے میں جا چکے تھے ! ! ساری رات ان تینوں کے ساتھ معاذ شاہ کی شکل ایسے تھی جیسے وہ کسی بھی وقت بیٹھ کے دھاڑیں مار مار کر روئے ! ! کتنے منہوس بھائی تھے اس کے جنہوں نے

اس کے سارے خواب خاک میں ملا دیے تھے ! ! پہلے وہ خود بھی اسی طرح بڑی خوشی سے دلہے کو روک کر ساری رات اس کی خود کی ساتھ گزرواتا تھا۔۔ لیکن اب سمجھ میں آیا تھا دلہے کے دل پر کیا گزرتی ہوگی جس کے خواب چکنا چور ہوتے ہونگے ! ! ابھی بھی وہ حدائق سے لڑ کر گھر آیا تھا۔۔ ورنہ ان لوگوں کا ارادہ تھا ایک ہی مرتبہ فجر کی نماز پڑھ کر گھر چلے گیں ! ! اس بیچارے کے ساتھ بہت برا ہوا تھا۔۔۔ کمرے کے دروازے پر پہنچتے معاذ شاہ نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی ! ! اسے غصّہ آیا ہوا تھا۔۔ چہرہ حد سے زیادہ سنجیدہ تھا۔۔۔ کچھ باہر دماغ خراب ہوا تھا اور کچھ حدائق سے لڑائی۔۔ شاید ہی اس نے زندگی میں پہلی مرتبہ حدائق سے بدتمیزی کر دی تھی ! ! شاید وہ اس کی حالت سمجھ رہا تھا تبھی ہنسی میں ٹال گیا تھا۔۔ لیکن پھر بھی اسے بری لگی تھی یہ بات اب ! ! اسے نہیں کرنا چاہئیے تھا۔۔۔ کچھ نیند کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے بندھے ہوئے تھے ! ! اس کا بس نہیں تھا کہ کیا کر جائے ! ! اصل اس معصوم کے لیے بھی ہمک رہا تھا۔۔ کیا وہ سو گئی ہوگی ؟؟ ہاں شاید ! ! اپنے دماغ میں تانے بانے بنتے وہ سنجیدگی سے کمرے کا دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔۔۔ آتے ساتھ ہی تیز روشنی نے اس کا استقبال کیا تھا۔۔ معاذ شاہ نے بے ساختہ ہی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔۔۔ اس کی آنکھیں جل سی اٹھی تھیں ! ! کمرے کی تمام چھوٹی بڑی سب لائٹس آن تھیں ! ! اسے

تھوڑی حیرت ہوئی تھی ! ! بھلا ساری لائٹس آن کرنے کا کیا مقصد تھا؟؟ اپنی آنکھوں سے ہاتھ ہٹاتے اس نے انگوٹھے اور اُنگلی کے پور سے اپنی آنکھیں مسلی ! ! وہ اندر داخل ہوتے آگے کی طرف سنجیدگی سے بڑھ رہا تھا۔۔۔ کمرے میں مکمل طور پر خاموشی تھی ! !بیڈ کی سائڈ ٹیبل کی طرف جاتے سب سے پہلے اس نے کمرے کے تمام لائٹس آف کی ! ! ! اس کی آنکھوں میں چبھ رہی تھی اتنی روشنی ! ! پتہ نہیں مقابل کیسے بیٹھی تھی ! ! کمرے کی تمام لائٹس ڈم کرتے اس کی پہلی نظر بیڈ کی طرف اٹھی جہاں وہ پری پیکر بنا چینج کیے ویسے ہی حلیے میں سکڑی سمٹی لیٹی شاید سو گئی تھی ! ! معاذ شاہ نے اسے بنا چینج کیے سوتے دیکھ اپنا نچلا ہونٹ بری طرح دانتوں تلے کچلا۔۔ ایک مرتبہ پھر ان تینوں منہوسوں پر اسے رج کے غصّہ آرہا تھا۔۔ جبکہ زارا خان کے لیے دل میں گلٹ سا بیٹھ گیا تھا۔۔ وہ یہ ڈیزرو تو نہیں کرتی تھی ! ! ! اس کے چینج نہیں کیا تھا اس کا مطلب تھا کہ وہ اس کا انتظار کرتی رہی تھی ! ! اسے شرمندگی سے آن گھیرا تھا۔۔ پہلے دن ہی اس نے زارا کا ساتھ برا کر دیا تھا۔۔ لیکن دیکھا جائے تو قصور اس کا بھی نہیں تھا۔۔ مگر پھر بھی وہ اسے نیچے بیٹھے ہوئے پہلے ہی خبردار کر سکتا تھا۔۔ خیر اس کے ذہن میں ہی نہیں تھا ایسا کچھ ! ! یہ تو زارا کے اوپر جانے کے بعد اپنے بھائیوں کی خطرناک شکلیں دیکھنے کے بعد اسے یاد آیا تھا کہ ایسا بھی کچھ ہو سکتا ہے ! ! ہو سکتا ہے نہیں ہو

چکا تھا۔۔۔ اسے جتنی جلدی تھی شادی کی اتنی ہی اس کی رات برباد ہو گئی تھی ! !
ایک گہری سانس بھرتے معاذ شاہ نے آگے کو ہوتے زارا کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔
کس قدر حسین لگ رہی تھی اس کی بیوی سوتے میں بھی ! ! اس کے چہرے پر بے
ساختہ ہی ایک خوبصورت سی مگر اُداس مسکراہٹ چھائی ! ! کاش کہ آج کی رات اس
کے بھائی کہیں جا کر فوت ہو جاتے ! ! اس نے سر جھٹکتے زارا کے بازو کو ہلکا سا
ہلایا۔۔۔ وہ اسے چینج کرنے کا کہنا چاہتا تھا۔۔ مقابل اتنے بھاری جوڑے میں اسے
ہی لیٹی تھی ! ! زارا اٹھو۔۔ اس کے بازو کو ہلاتے اس نے دھیرے سے اسے اُٹھانے
کی ایک کوشش کرنی چاہی ! ! زارا خان جو شاید کچی نیند میں تھی اس کے ذرا سے ہلانے پر
ہی وہ ہڑبڑاتے ہوئے سیدھی کو ہوئی ! ! ! وہ رات ایک بجے تک بیٹھی معاذ شاہ کا انتظار
کرتی رہی تھی ! ! اور پتہ نہیں کب اس کی آنکھ لگی اسے معلوم ہی نہیں ہو سکا۔۔۔
ساری رات مٹھے مٹھے اس کی کمر بھی بری طرح اکڑ گئی تھی ! ! ! معاذ شاہ پر غصّہ بھی
بہت آیا تھا۔۔ اور تو اور وہ روئی بھی تھی ! ! لیکن کسی کو کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھی ! !
کوئی تھا ہی نہیں اس کے پاس ! ! معاذ شاہ اسے اٹھتے دیکھ شرمندگی سے ہونٹ کاٹتے
سیدھا ہوا۔۔۔ اس کے چہرے پر موجود مٹے مٹے آنسوؤں کے نشان وہ دیکھ چکا تھا۔۔
اسے مزید شرمندگی ہو رہی تھی ! ! ! زارا نے سیدھے کو ہوتے ایک سپاٹ نظر اس پر

ڈالی جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ کتنا بے حس شخص تھا یہ جو اسے خواب دکھا کر خود کہیں غائب ہو گیا تھا۔۔۔ اسے پھر سے رونا آرہا تھا۔۔ لیکن اب اس نے تہیہ کیا تھا کہ وہ اس شخص کے سامنے روئے گی بھی نہیں ! ! وہ ہی پاگل تھی جو ساری رات بیٹھ کر اس کا انتظار کرتی رہی ! ! مقابل تو سیر سپاٹے کر کے آرام سے گھر آرہا تھا۔۔ ایسا وہ سوچ رہی تھی ! ! خاموشی سے اس سے اپنی نظریں پھیرتے زارا خان نے سیدھے کو ہوتے اپنے سر اور لگے دوپٹے سے پنز اُتارنی شروع کی۔۔ اسے خود کو بہت الجھن ہو رہی تھی اس بھاری جوڑے میں ! ! پہلے تو وہ اس بے حس انسان کا اِنتظار کرتے کرتے بے خبر ہی سو گئی تھی لیکن اب پہلے سے زیادہ الجھن ہونے لگی تھی ! ! تبھی خاموشی سے خود ہی چینج کرنے کا سوچا۔۔ نیند تو خراب ہو ہی گئی تھی اب ! ! ! زارا۔۔ آئی ایم ریئلی سوری ! ! ! میں۔۔۔۔۔ معاذ شاہ شرمندگی سے ابھی کچھ بولتا کہ زارا خان اپنا گرارا سنبھالتی تیزی سے بیڈ سے کھڑی ہوئی ! ! اسے شکل بھی نہیں دیکھنی تھی اس شخص کی ! ! کل سے وہ جتنا اچھا لگ رہا تھا اب اتنا ہی زہر بھی لگ رہا تھا۔۔۔ اپنے گرارے کو سنبھالتے بنا اس شخص پر کوئی دوسری نظر ڈالے وہ سنجیدگی سے آگے چینجنگ روم کی طرف بڑھی ! ! نوین بیگم نے اسے بتا دیا تھا کہ اُس کے سارے کپڑے الماری میں سیٹ کر دیے گئے تھے ! ! وہ اسی لیے آگے کو بڑھتے ڈریسنگ روم کی طرف جا رہی

تھی ! ! معاذ شاہ نے اسے آگے بڑھتے دیکھ ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی ! ! وہ کیا کہتا بھلا۔۔ مقابل اس سے سخت ناراض نظر آرہی تھی ! ! ! غلطی بھی تو اس کی ہی تھی۔۔۔ ایک مرتبہ وہ چینج کر آئے پھر دیکھتے ہیں ! ! منائے بغیر تو میں بھی نہیں سوتا آج ! ! خود سے ہی بڑبڑاتے ہوئے معاذ شاہ بیڈ کی طرف بڑھا۔۔ پہلی پہلی شادی ہوئی تھی اس کی ! ! اسے تو کوئی ذرا ایکسپیرینس بھی نہیں تھا کسی چیز کا۔۔ ایک اگر ہوتا کہ پہلے نکاح ہو جاتا تو وہ روٹھنے منانے کی تھوڑی پریکٹس کر لیتا۔۔۔ لیکن یہاں تو اچانک ہی شادی ہوتے بیوی پاس آگئی تھی ! ! اسے تو منانا بھی نہیں آتا تھا۔۔ اس معاملے میں وہ اور زارا بلکل ایک جیسے تھے ! ! کسی کو منانا ان دونوں کے ہی بس سے باہر تھا۔۔ نفی میں سر ہلاتے اپنے حال پر افسوس کرتے وہ بیڈ پر دھپ سے لیٹا۔۔۔ اپنی شیروانی وہ پہلے ہی اتار چکا تھا۔۔ وہ اس وقت صرف شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔۔ چھت پر نظریں جمائے معاذ شاہ اب اپنی بیوی کے باہر آنے کے انتظار میں تھا۔۔۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد زارا خان ایک سادی سی شلوار قمیض میں ملبوس ڈریسنگ روم سے باہر نکلی ! ! اس کے چہرے سے پانی کے قطرے گر رہے تھے ! شاید وہ منہ دھو کر آئی تھی ! ! چہرے سے میک اپ مٹ چکا تھا۔۔ جبکہ جویلری کے نام پر اس کے پاس

محض ہاتھوں میں چوڑیاں بچی تھیں ! ! جو اس سے اُتر ہی نہیں رہی تھی ! ! اسی لیے چھوڑ دیا تھا اس نے ! ! ! سنجیدگی سے ڈریسنگ روم سے باہر بیڈ کی طرف آتے اس کے ایک لمحے کے لیے قدم رکے ! ! مقابل پورے بیڈ پر لیٹا ہوا تھا۔۔ اس کے لیے تو جیسے جگہ ہی نہیں بچی تھی ! ! وہ ایسے پھیل کر لیٹا تھا۔۔۔ معاذ شاہ نے اپنے پیچھے کسی کو محسوس کرتے جھٹکے سے گردن موڑتے پیچھے کو دیکھا۔۔ جہاں زارا کھڑی اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! لیکن اس کے دیکھتے ہی وہ اپنی نظریں پھیر چکی تھی ! ! یہ جیسے ناراضگی جتانے کا ایک طریقہ تھا۔۔ اس کا اِرادہ تو نہیں تھا ایسا کچھ کرنے کا۔۔ لیکن بس ہو گیا تھا۔۔ معاذ شاہ اسے دیکھتے فوراً ہی اٹھ کر بیٹھا۔۔ اسے خیال نہیں رہا تھا۔۔ آجاؤ وہاں کیوں کھڑی ہو؟؟ مسکرا کر معاذ شاہ نے ہلکے پھلکے سے انداز میں اسے بیڈ پر بلانا چاہا۔۔۔ زارا نے اسے سیدھے ہوتے سنجیدگی سے اپنے قدم آگے کو لیے ! ! اس کا چہرہ نہایت سنجیدہ تھا۔۔ وہ واقعی میں اس سے ناراض نظر آرہی تھی ! ! آگے بیڈ کی طرف آئے اس نے اپنا تکیہ اٹھایا۔۔ اسے سونا ہی نہیں تھا اس شخص کے ساتھ ! ! وہ تکیہ اُٹھائے صوفے کی طرف بڑھ رہی تھی ! ! معاذ شاہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔ کیا اب یہ بھی ہونا تھا۔۔ اس کی تو شادی کی پہلی رات میں ہی بیوی پاس آنے کو تیار نہیں تھی ! ! ہائے یہ قسمت ! ! بلکہ پہلی رات پوری طرح برباد ہی ہو گئی تھی ! ! ایک گہری سانس

بھرتے وہ خود بھی بیڈ سے کھڑا ہوا۔۔ ایک مرتبہ پھر حدائق اور باقی دونوں کے لئے اس کے دل سے آہیں نکل رہی تھیں ! ! جبکہ وہ سوچ رہا تھا عدیل شاہ کے سہی مزے ہونگے ! ! وہ تو بھاگ گیا تھا لیکن یہ بیچارہ پھنس گیا تھا۔۔ زارا نے سنجیدگی سے صوفے کی طرف جاتے اس پر اپنا تکیہ رکھا۔۔ وہ یہیں سونے والی تھی ! ! صوفہ اچھا خاصا بڑا تھا۔۔ وُہ کیا اس جیسی ایک اور بھی پوری آسکتی تھی ! ! آگے کو بڑھتے وہ ابھی صوفے پر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ معاذ شاہ نے اس کے پیٹ سے ہاتھ گزارتے جھٹکے سے اسے اپنی گود میں اٹھایا۔۔۔ وہ محض ایک ہی ہاتھ سے بڑے حق سے اسے گود میں اٹھا چکا تھا۔۔ زارا خان کی پشت اس کے سینے سے لگی تھی ! ! کہاں بھاگ رہی ہو بے بی ڈال؟؟ مسکراتے ہوئے اسے اپنے ساتھ بیڈ کی طرف لے کر جاتے استفسار کیا گیا۔۔ وہ تو بھول ہی گیا تھا کہ وہ کبھی اس لڑکی کا کھڑوس پروفیسر بھی رہا تھا۔۔۔ یونی سے تو خیر دونوں ہی نکالے جا چکے تھے ! ! زارا نے اس کی حرکت پر سختی سے اپنے ہونٹ بھینچے ! ! کیوں یہ شخص آخر اسے تنگ کر رہا تھا۔۔ اس کا بس نہیں تھا کچھ اٹھا کر اس کے سر میں مارے ! ! ! وہ اپنے ہاتھ پاؤں چلاتے اس سے دور ہونے کی کوششوں میں تھی ! ! لیکن یہ مضبوط مرد اسے جکڑے ہوئے تھا۔۔ معاذ شاہ نے اسے ساتھ لیے بیڈ کی طرف آتے اسے آہستہ سے بیڈ پر پھینکنے کے انداز میں گرایا۔۔ زارا خان سیدھی ہوتی بیڈ

پر جا گری تھی ! ! کیا بدتمیزی ہے آخریہ؟؟ بیڈ پر گرتے ساتھ ہی زارا خان اسے دیکھتے شدت سے چیخی ! ! اسے غصّہ آرہا تھا۔۔ ساتھ میں رونا بھی ! ! خود ہی اس طرح کا سلوک کر کے مقابل ابھی بھی اس کے ساتھ زیادتی کر رہا تھا۔۔۔ معاذ شاہ خاموشی سے ایبرو اچکاتے آگے کو بڑھتے جھٹکے سے اس پر حاوی ہوا۔۔ وہ اس کے اوپر اپنا وزن ڈالے لیٹا مسکراتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ بدتمیزی نہیں ہے میری جان ! ! بدتمیزی میں تو ابھی میں نے کچھ کیا ہی نہیں ! ! معصوم سی شکل بنا کر کہتے معاذ شاہ نے بڑے حق سے اس کی گردن کے پاس جھکتے ایک گہری سانس بھری ! ! میرے اوپر سے ہٹیں ! ! زارا خان کی آنسوں روکنے کے چکروں میں آواز بھاری ہو رہی تھی ! ! وہ اس کے سامنے رونا بھی نہیں چاہتی تھی ! ! ! کوئی ناراض ہے ہم سے ! ! معاذ شاہ اپنی ہی مستی میں تھا۔۔ اسے لگ رہا تھا کہ وہ اسے منا لے گا۔۔ لیکن وہ بھول گیا تھا کہ آج کی رات باقی سب لڑکیوں کی طرح زارا کے بھی بہت خواب تھے ! ! جو کہ سارے ٹوٹ گئے تھے صرف اس شخص کی وجہ سے ! ! وہ اسے اتنی آسانی سے معاف کرنے والی نہیں تھی ! ! بنا کوئی جواب دیتے وہ خاموشی سے ہونٹ بھینچے اپنے آنسوں پر قابو پا رہی تھی ! ! معاذ شاہ ایک گہری سانس بھرتے اسے بازو میں بھرتے سیدھا ہوا۔۔۔ وہ سیدھا ہو کر لیٹتے اسے اپنے ساتھ لٹا چکا تھا۔۔ اندازہ تھا اسے

کہ مقابل اپنے آنسوں روک رہی ہے ! ! زارا خان نے اس کے ساتھ لپٹتے خاموشی سے اس کے سینے کی طرف چہرہ چھپایا۔۔ بس ہو گئی تھی اس کی ! ! اور ضبط کرنا مشکل تھا۔۔ وہ اس کے سینے میں منہ دیے ہچکے سے رونے لگی تھی ! ! ! میں نے بہت کوشش کی تھی زارا۔۔ میں تم سے بہت شرمندہ ہوں ! ! بھائی وغیرہ ملنے بھی نہیں دے رہے تھے ! ! آئی ایم ریئلی سوری ! ! آخری موقع دے دو پلیز ! ! معاذ شاہ نے اُداسی سے اسے دیکھتے معافی مانگنی چاہی ! ! وہ سمجھتا تھا اس لڑکی کو۔۔۔ تبھی چپ چاپ معافی مانگ رہا تھا۔۔۔ وہ اسے اپنے بازو پر لٹا چکا تھا۔۔ زارا نے پھر سے اس کے کندھے نے منہ چھپایا۔۔۔ پچھلی مرتبہ بھی پہلی اور آخری دفعہ ہی تھا آپکا۔۔ آپ نے آخر سمجھ کیا لیا ہے مجھے؟؟ پچھلے تین گھنٹوں سے بیٹھی میں مسلسل آپ کا انتظار کر رہی تھی ! ! ایک مرتبہ بولنا یا میسج کرنا ضروری نہیں سمجھا آپ نے ! ! پہلے دن ہی یہ سلوک ہو رہا ہے تو آگے کیا خاک ہی خوش رکھے سکے گیں آپ ! ! گھر اور بیوی کو جب سمبھالنا ہی نہیں آتا تو شادی کس لیے کی ہے آخر؟ آج انتظار کی سولی پر لٹکایا ہے کل کو اور زیادتیاں ہونگی ! ! میں ہر گز بھی یہ سب برداشت نہیں کروں گی یاد رکھیے گا آپ ! ! ! وہ جو بولنا شروع ہوئی تو پھٹ ہی پڑی تھی ! ! روتے ہوئے وہ جو منہ میں آیا یہی بول رہی تھی ! ! سخت زہر لگتا تھا اسے انتظار کرنا۔۔ اور مقابل نے پہلے دن ہی وہ کر دیا تھا۔۔ اس کے

سینے سے چہرہ نکالے وہ بھیگی آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑے ہوئی تھیں ! ! معاذ شاہ نے سنجیدگی سے ایک نظر اسے دیکھتے تھکی تھکی سی سانس بحال کی ! ! اتنا اس کا قصور نہیں تھا جتنی باتیں سننے کو مل گئی تھیں ! ! اس کا قصور صرف یہ تھا کہ اس نے وقت پر مقابل کو آگاہ نہیں کیا تھا۔۔ وہ لڑکی ایک چھوٹی سی بات پر پتہ نہیں کیسے کیسے الزام لگا گئی تھی اس پر ! ! وہ ایک میچور اور بھرپور مرد تھا۔۔ وہ گھر سمبھال سکتا تھا۔۔ ایک غلطی کی بنا پر اس لڑکی نے اسے غلط جج کیا تھا۔۔۔ لیکن خیر ابھی تو غلطی اس کی ہی تھی ! ! پہلی ہی رات اپنی بیوی پر چیخ چلا کر یا جھگڑا کر کے وہ اسے مزید برباد نہیں کر سکتا تھا۔۔ اسے اپنے غصے کو دبانا تھا۔۔ محبتوں میں جب انا آجائے تو اس محبت پر فاتحہ پڑھ دینی چاہئیے ! ! اسی لیے وہ انا کو سائڈ پر لگا گیا تھا۔۔ یہ تو پکا اِرادہ اور خود سے وعدہ تھا کہ میاں بیوی کے رشتے میں وہ کبھی انا کو بیچ میں نہیں لائے گا۔۔۔۔ یہ اس نے بہت پہلے سے ہی سوچا ہوا تھا۔۔ سوری غلطی میری تھی ! ! میں معافی بھی مانگتا ہوں ! ! مجھے تمہیں بتانا چاہیے تھا۔۔ اور فون میرا گھر پر ہی تھا۔۔ لیکن خیر ہو سکے تو معاف کر دینا۔۔ سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے معاذ شاہ نے دھیرے سے معافی مانگی ! ! اس نے غلطی کی تھی تو معافی بھی مانگ رہا تھا۔۔ میرے پاس سے اٹھیں اور جہاں سے آئے ہیں ابھی بھی وہیں چلے جائیں ! ! سارا موڈ برباد کر کے اب معافی کس چیز کی لینے

آئے ہیں آپ؟ کچھ نہیں ہے آپ کو دینے کے لئے میرے پاس۔۔ چلے جائیں یہاں سے ! ! زارا خان نے دبی دبی آواز میں چیخ کے کہتے اس کی طرف سے جھٹکے سے کروٹ بدلی ! ! کیا وہ اتنی آسانی سے معاف کر دیتی اسے ! ! اسے غصّہ آیا ہوا تھا شدید ! ! ابھی وہ اپنے آپے سے باہر تھی ! ! معاذ شاہ نے ایک نہایت سنجیدہ نظر اس کی پشت پر ڈالی ! ! اگر یہاں اس عورت کی جگہ کوئی اور ہوتا تو یقیناً وہ اس کے ایک منہ پر لازمی لگا دیتا۔۔ اس کا خود کا پارہ ہائی ہو رہا تھا۔۔ لیکن افسوس وہ غصّہ بھی نہیں کر سکتا تھا اس پر ! ! ! خاموشی سے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے اس نے نرمی سے زارا کو پھر سے بازو سے پکڑتے اپنے سینے پر کیا۔۔ وہ جھک سکتا تھا۔۔ کیا پتہ اس کے جھکنے سے ہی صلح ہو جاتی ! ! ! البتہ اس کے دل سے باقی تینوں کے لیے بددعائیں نکل رہی تھیں۔۔۔ زارا خان اس دے دور ہونے کی تگ و دو کرتے اس کے بازو پر مکے برسا رہی تھی۔۔۔ مگر معاذ شاہ نے تو جیسے آج قسم کھائی تھی نہ ملنے کی ! ! ! شادی کی پہلی رات ہم لڑکوں میں یہ ایک بہت عام مسئلہ ہے زارا۔۔ دوست یار اتنی آسانی سے کمرے میں نہیں جانے دیتے ! ! مجھ سے غلطی ہوئی تمھیں نہیں بتایا اس کے لیے بہت معذرت ! ! لیکن میں نے کبھی سب کو روکا تھا آج اُن سب نے میرے ٹائم پر مجھے روک لیا۔۔۔ یہ ایک بہت نارمل سی بات ہے ! ! میں تین گھنٹے تک باہر رہا ہوں بس ! ! اسکے لیے میں معافی بھی

مانگ رہا ہوں ! ! معاذ شاہ سنجیدگی سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ اس کی آواز میں نرمی تھی ! ! لیکن وہ مسکرا نہیں پا رہا تھا۔۔۔ اسے بری لگی تھی مقابل کی پہلی باتیں۔۔۔ لیکن جن باتوں کا احساس بول کر کروایا جائے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔۔ اسی لیے وہ چپ تھا۔۔ وہ نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے اس کے بے درد وار اپنے بازو پر برداشت کر رہا تھا۔۔۔ آپ پھر سے یہی کرے گیں ! ! حیسے آپ نے پچھلی مرتبہ ایک موقع مانگا تھا آپ اس مرتبہ پھر مانگ رہے ہیں ! ! جب زبان پر ہی قائم انہی رہ سکے آپ تو آگے کیا خاک۔۔۔۔ زارا خان چیختے ہوئے پھر سے آگے کی کوئی بات کرتی معاذ شاہ آگے کو ہوتے سختی سے اس کے ہونٹوں پر اپنے دانت گاڑ چکا تھا۔۔ کہیں نہ کہیں تو غصّہ نکلنا ہی تھا۔۔ وہ اس کے نچلے لب پر سختی سے دانت گاڑتے پیچھے کو ہوا۔۔ زارا کی کراہ بے ساختہ تھی ! ! ! تم نے آخری موقع نہیں دینا مت دو ! ! مگر اب آگے کی کوئی بات مت کرنا۔۔ تم سیدھا سیدھا میری مردانگی پر سوال اٹھا کے میری انا کو ٹھیس پہنچا رہی ہو ! ! میں جو ضبط کر رہا ہوں تو ضروری نہیں کہ ضبط قائم ہی رہے ! ! سو جاؤ۔۔ ابھی تم بھی غصے میں ہو اور میری بھی کچھ یہی کیفیت ہے ! جتنا ہم ایک دوسرے کے منہ لگے گیں اتنی ہی رشتے میں خرابیاں ہونگی ! ! بہتر ہے چپ ہی رہیں ہم دونوں ! ! صبح بات کرے گیں ! ! سنجیدگی سے اس کے جبڑے کو دبوچ کر کہتے معاذ

شاہ نے اس کا جبڑا چھوڑا۔۔ وہ اس کے پاس سے جھٹکے سے اٹھتے بیڈ سے ہی کھڑا ہو چکا تھا۔۔ وہ سہی تھا۔۔ ابھی یہ دونوں بات نا ہی کرتے تو بہتر تھا۔۔ برباد ہو گئی تھی اس شخص کی پہلی رات ! ! زارا خان نے ہونٹ بھینچے اسے دیکھتے تکیے میں منہ چھپایا۔۔ وہ بنا کوئی جواب دیے پھر سے اپنے رونے میں مصروف ہو چکی تھی ! ! پتہ نہیں کس بات پر اسے رہ رہ کر رونا آرہا تھا۔۔ جبکہ معاذ شاہ سنجیدگی سے سائڈ ٹیبل سے سیگریٹ لیس اور لائٹر نکالتے باہر بالکنی کی طرف بڑھا۔۔ یہ ہمیشہ بھائیوں سے چھپ کر سموکنگ کی جاتی تھی ! ! حالانکہ حدائق اور ماہ دیر دونوں خود بھی پیتے تھے ! ! لیکن اسے سختی سے منع تھی ! ! لیکن اب باز کون آئے بھلا۔۔ ٹینشن، جذبات کو کنٹرول کرنا سب کا حل اسے سیگریٹ ہی نظر آتا تھا۔۔۔ اس کی رونے کی آواز کو سرے سے ہی اگنور کیے سب بالکنی میں جاتے اپنے کام میں مصروف ہوا۔۔۔ ابھی اسے سخت غصّہ آیا ہوا تھا۔۔ وہ بات نہ ہی کرتا تو بہتر تھا۔۔۔۔کیا سوچا تھا پہلی رات کے متعلق اور کیا کچھ ہو گیا تھا۔۔۔۔

یہ رات کا وقت تھا جب اس وقت شہر کے ایک بڑے سے ہال میں رونق لگی ہوئی تھی ! ! آج عدیل شاہ اور معاذ شاہ کے ولیمے کا دن تھا۔۔ خان ولا اور شاہ ولا سے سب لوگ ہال میں پہنچ چکے تھے ! ! بس دونوں کپلز ہی تھے جن کی بیویاں پارلر میں تیار ہونے گئی ہوئی تھیں اور اُن کے شوہر انہیں پک کرنے ! ! وہ دونوں ہی کپلز بس پہنچنے ہی والے تھے ! ! سب کو انہی کا انتظار تھا۔۔ صبح خان ولا سے فائزہ شاہ، عظمیٰ بیگم، رفیق خان، راحیل اور مدحا یہ چار لوگ ناشتہ لے کر شاہ ولا آئے تھے ! ! مدحا کو خود ہی راحیل اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔۔ اور اس کے بعد تو سائرہ بیگم کا ریکشن دیکھنے والا تھا۔۔۔ وہ کچھ بولی نہیں تھی بس اپنے کمرے میں بند ہو گئی تھیں ! ! اب پتہ نہیں اس خاموشی کے پیچھے وجہ کیا تھی ! ! لگتا تو ایسے ہی تھا جیسے یہ کوئی طوفان سے پہلے ہی خاموشی ہو ! ! صبح یہاں لاتے راحیل خان سب سے ہی مدحا کو ملوا چکا تھا۔۔ باقی سب ناشتہ دے کر رائنا اور زارا خان سے ملتے چلے گئے تھے ! ! زارا اور معاذ میں لڑائی ویسے ہی جاری تھی ! ! دونوں نے نا صبح اٹھ کر کوئی بات کی تھی اور دن میں تو ویسے ہی سب لاؤنج میں ہی تھے ! ! کوئی موقع ہی نہیں ملا تھا معاذ شاہ کو اس سے بات کرنے کا۔۔ ان دونوں کی شادی کے جتنے معاذ شاہ نے خواب سجائے تھے سارے مٹی میں مل چکے تھے ! ! اللہ ہی حافظ تھا اُن کے رشتے کا۔۔۔

راحیل خان اس وقت بلیک کلر کی شلوار قمیض میں ملبوس کھڑا آبان کے ساتھ اس کے کچھ دوستوں سے مل رہا تھا۔۔ وہ کچھ دیر پہلے ہال میں آیا تھا کیونکہ اسے پہلے کچھ کام جانا تھا اور پھر کام کر کے وہ سیدھا ابھی ہی ہال میں واپسی آیا تھا۔۔ وہ آبان خان کا آفس واپس سے جوائن کر چکا تھا۔۔ اب تو شادی بھی ہو گئی تھی ! ! اسے سیریس رہ کر کام کرنا ہی تھا۔۔ ہاں اگر آفس میں مدحا آجاتی تو بات ہی کچھ اور تھی ! ! اس بات کا ذکر اس نے آبان سے ابھی چھیڑا ہی تھا کہ بدلے میں آبان خان کی چپل سہی سلامت اس تک پہنچ چکی تھی ! ! وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔ اسے آفس میں مدحا کے بغیر ہی رہنا تھا۔۔ ابھی تک اس نے اپنی بیوی کو دیکھا بھی نہیں تھا۔۔ وہ ابھی ہی ہال میں آیا تھا کہ اسے آبان خان نے ان لوگوں سے ملوانے کے لیے بلا لیا تھا۔۔ گھر میں وہ مدحا کے تیار ہونے سے پہلے ہی نکل آیا تھا۔۔ خلافِ توقع وہ آج مدحا سے پہلے ہی تیار ہوا تھا۔۔ دوسری طرف دا جان اور باقی سب بڑے مہمانوں کو دیکھ رہے تھے ! ! ! سب لڑکیاں ہجوم بناتے ایک طرف کھڑی ایک دوسرے کے کپڑوں اور میک اپ پر تبصرے کر رہی تھیں ! ! وہ سب ہی تیار ہوئی ایک سے بڑھ کر ایک لگ رہی تھیں ! ! سوائے ہیر شاہ کے سب ہی یہاں تھیں ! ! ہیر شاہ ایک طرف کھڑی اپنے موبائل میں مگن تھی ! ! اسے ان محفلوں سے اُکتاہٹ سی ہوتی تھی ! ! بس ایک دنیا کا قانون تھا جو اسے بھی

نبھانا تھا۔۔ ورنہ اس کا بس چلتا تو اکیلے خطے پر جا کر اپنا ایک گھر لیتی اور آرام سکون سے وہیں پر رہتی بس ! ! نا کوئی انسان نہ کوئی لڑائی جھگڑے ! ! وہاں بس اسے سکون میسر ہوتا۔۔یہ اس کے خوابوں میں سے ایک خواب تھا۔۔ لوگوں سے گھلنے ملنے یا ان سے بات کرنے والی حس اس کے اندر تھی ہی نہیں ! ! کچھ دوستیں تھیں اس کی وہ انہی سے تھوڑی بہت بات کرتے انہی کے ساتھ گھومتی پھرتی رہتی تھی بس ! ! یہی زندگی تھی اس کی ! ! ! مدحا راحیل خان اس وقت بلیک کلر کی خوبصورت سی میکسی میں ملبوس ساتھ گلے میں دوپٹہ لٹکائے ہوئے تھی ! ! بالوں میں کرل ڈالتے انہیں کھلا چھوڑا گیا تھا۔۔۔وہ ہر دن پہلے سے زیادہ حسین لگتی تھی ! ! اب پتہ نہیں اس کے پیچھے کیا وجہ تھی ! ! درفشاں خان اس وقت پستہ کلر کی میکسی میں ملبوس اوپر خوبصورت ساپیٹی گاؤن پہنے ہوئے تھی ! ! وہ بھی بہت حسین دکھ رہی تھی ! ! ماورا اور بالاج ایک طرف کھڑے شاید لڑ رہے تھے یا کوئی بات کر رہے تھے کچھ کہا نہیں جا سکتا تھا۔۔ ان دونوں کو ویسے بھی کچھ نہیں کہہ سکتے تھے ! ! ان لوگوں میں باتیں ہوتی ہی کب تھی بھلا؟؟ دونوں لڑائی ہی کرتے تھے ہمیشہ ! ! شاید سہی ہی قسمت نے ان دونوں کا جوڑ بنایا تھا۔۔ اکثم اور ضیغم ایک طرف کھڑے موبائل میں کچھ دیکھ رہے تھے ! ! راحیل خان کے بعد ضیغم اکثم سے زیادہ ایٹچ تھا۔۔ وہ سب ہی کہیں نا کہیں مصروف کچھ نہ کچھ کر ہی رہے

تھے ! ! ماہ دیر شاہ اور نائرہ آج آئے تو تھے لیکن وہ دونوں ہی محض ایک طرف بیٹھے تھے ! ! وجہ نائرہ کی طبیعت تھی ! ! اسی کی خاطر ماہ دیر شاہ کو ہر طرح کی قربانی دینی پڑتی تھی ! ! وہ اسے ایک لمحے کے لیے بھی اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا ! ! ! ! ! ۔۔۔ مدحا خان اس وقت سب کے ساتھ کھڑی تھی کہ راحیل خان کو ایک سائڈ سے گزرتے دیکھ اس کی اچانک ہی نظر راحیل پر پڑی ! ! جو جا بدتمیز انسان تھا یہ اسے آنے کے بعد بتایا بھی نہیں تھا ۔۔۔ وہ تو سمجھی تھی کہ راحیل اب تک آیا ہی نہیں ہوگا ۔۔ لیکن نہیں وہ غلط تھی ! ! راحیل خان کب سے آیا آبان خان کے دوستوں کے ساتھ کھڑا تھا ۔۔ میں آتی ہوں ایک منٹ ! ! ! درفشاں اور اشنا کو کہتے مدحا نے اپنے قدم آگے کی جانب لیے ! ! جہاں راحیل خان موبائل میں مگن آگے بڑھ رہا تھا ۔۔ اس نے دیکھا ہی نہیں تھا مدحا کو ! ! ! راحیل خان ضیغم کی طرف ہی جا رہا تھا تاکہ اس سے مدحا کے متعلق پوچھ سکے ! ! مدحا اکثم اور ضیغم کے ساتھ ہی پارلر تک آئی تھی ! ! وہ تو کام میں مصروف تھا ۔۔ اسی لیے ان دونوں کی ڈیوٹی لگا کر آیا تھا ۔۔۔ راحیل خان کے اکثم خان کے پاس جاتے قدم رکے جو کھڑا ضیغم کے ساتھ موبائل میں کچھ دیکھ رہا تھا ۔۔ اوئے تیری بھابی کہاں ہے ؟؟ اکثم کے پاس جاتے راحیل خان نے سنجیدگی سے استفسار کیا ۔۔ اس کی نظریں موبائل پر ہی تھیں ! ! اکثم جس نے جواب دینے کے لیے ہی گردن اٹھائی

تھی کہ اس شخص کے پیچھے ہی مدحا کو اِدھر آتے دیکھ اس نے واپس سے ایک نظر راحیل کو دیکھا۔۔۔۔ اہم اہم۔۔۔ میچنگ ! گلا کھنکھار کر مسکرا کر راحیل خان کو کہتے وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔۔ مدحا اور راحیل کی مکمل طور پر میچنگ تھی ! ! دونوں ہی بلیک کلر کے لباس میں تھے ! ! راحیل خان کے ایبرو آپس میں سکڑے ! ! ! یہ اس کے سوال کا جواب نہیں تھا۔۔ اور کس کی میچنگ ؟؟ کیا بک رہا ہے ؟؟ سڑا ہوا منہ بناتے اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔ ضیغم کھڑا مسکراتے ہوئے اپنی بہن اور اسے دیکھ رہا تھا۔۔ اسے تو یہ دونوں ہمیشہ ہی احمے لگتے تھے ! ! کچھ نہیں خود دیکھ لیجئے گا۔۔ چل ضیغم ہم کنوارے کباب میں ہڈی نہیں بنتے ! ! مسکرا کے کہتے اکثم خان ضیغم کا ہاتھ تھامے آگے کو بڑھا۔۔۔ اب وہ دونوں میاں بیوی خود ہی ایک دوسرے کو دیکھ لیتے ! ! ! راحیل خان نا سمجھی سے اس کی بات کو سمجھنے کی ہی کوشش کر رہا تھا کہ پیچھے اپنے کندھے پر پڑتے ہاتھ کو محسوس کرتے وہ جھٹکے سے پیچھے کو مڑا۔۔ وہ ہر آہٹ پر فوری رد عمل دینے والا انسان تھا۔۔ جی ! ! اس کے پیچھے کوئی لڑکی کھڑی تھی ! ! حسے کم از کم وہ تو بلکل بھی نہیں جانتا تھا۔۔ شاید یہ شاہ ولا والوں میں سے کسی کی رشتے دار کی ! ! ! ایبرو سکیڑے راحیل خان نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔۔ مدحا جو حلتے اسی کی طرف آرہی تھی کہ اس کے رستے میں ہی قدم رکے ! ! وہ دیکھ چکی تھی اس لڑکی کو راحیل کی طرف

آتا اور راحیل کو اب اس سے بات کرتے ! ! وہ کھڑی سنجیدگی سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی ! ! ! وہ بات کرنی تھی آپ سے ! ! میں کب سے آپ کو نوٹ کر رہی تھی ابھی آپ کو فارغ دیکھا تو۔۔۔ لڑکی نے دھیرے سے کہتے بات ادھُوری چھوڑی ! ! یہ کوئی ایوریج گھرانے کی عام سی لڑکی تھی۔۔پتہ نہیں راحیل سے اسے کیا کام پڑ گیا تھا۔۔۔ بولیں محترمہ؟؟ راحیل خان نے سنجیدگی سے پوچھتے واپس سے اپنے فون پر نظریں جمائی ! ! ! اس کی آواز نہایت سنجیدہ ہو چکی تھی جبکہ دل تھا کہ بھاگ جائے یہاں سے ! ! اس نے ابھی تک مدحا کو بھی نہیں دیکھا تھا۔۔۔ آپ بہت ڈیشنگ لگ رہے۔۔۔۔۔ وہ لڑکی ابھی پھر سے کچھ بولتی کہ راحیل خان اس کی بات کاٹ چکا تھا۔۔۔ کام بولیں ! ! سنجیدگی سے پھر سے پوچھا گیا۔۔ اسے اُکتاہٹ ہو رہی تھی کیونکہ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لڑکی صرف اس کا اور اپنا ٹائم ضائع کر رہی ہے ! ! ! آپ اتنے بیزار کیوں کھڑے ہیں؟ ایکٹو رہیں شادی کا ماحول ہے ! ! آئیں ہم۔۔۔۔۔۔ وہ لڑکی ابھی مسکراتے ہوئے بول ہی رہی تھی کہ مدحا نے تیزی سے آگے آتے اسے بازو سے پکڑتے ہلکا سا پیچھے کیا۔۔ وہ اس کی آخری بات سن چکی تھی ! ! ! یہ بیزار اس لیے ہیں کیونکہ ان کی انرجی ڈرنک ذرا مصروف تھی ! ! میں آگئی ہوں نہ دیکھنا اب کیسے ایکٹو موڈ پر لگ جائے گیں۔۔۔ ہے نہ جان؟ ! ! راحیل خان کی طرف جاتے اس کے بازو کو

پکڑتے مدحا نے سنجیدگی سے کہتے آخر میں دلفریب لہجے میں راحیل خان سے استفسار کیا۔۔۔ وہ معصومیت سے پلکیں جھپکتے جبکہ آنکھوں میں ڈھیروں دھمکیاں لیے راحیل خان کے چہرے کی طرف دیکھ رہی تھی ! ! راحیل خان کے چہرے پر بے ساختہ ہی خوبصورت سی مسکراہٹ چھائی ! ! مدحا تو پھر مدحا تھی۔۔۔ یہ لڑکی محض آتے ہی اس کے دل کی دھڑکن کو آسمان پر پہنچا گئی تھی ! ! ! وہ انجان لڑکی ناگواری سے ان دونوں کو ایک ساتھ کھڑا دیکھ رہی تھی ! ! ! بلکل جان کی جاناں ! ! مسکراتے ہوئے تابعداری سے جواب دیا گیا۔۔ جبکہ یہ واقعی میں ہوا تھا۔۔ مدحا کو دیکھتے وہ جیسے ایک ہی دم کھل اٹھا تھا۔۔ جو کہ اس لڑکی نے بھی بخوبی محسوس کیا تھا۔۔ جا سکتی ہیں آپ ! پرائیویسی ڈسٹرب نہیں کرتے کسی کپل کی ! ! اللہ آپ کو بھی کوئی اچھا سا شوہر دے دے گا۔۔۔ بس دوسروں کے شوہروں سے دور رہا کریں ! ! سنجیدہ مسکراہٹ چہرے پر سجائے مدحا اس لڑکی سے مخاطب تھی ! ! جو بہت بری لگ رہی تھی اسے ! ! راحیل صرف اس کا تھا۔۔۔ وہ لڑکی ایک نظر راحیل خان کو اوپر سے نیچے تک دیکھتے پیچھے کی طرف مڑی ! ! وہ بھلا کیا بولتی اب ! ! اسے نہیں پتہ تھا کہ یہ شہزادوں سی آن بان رکھنے والا شخص شادی شدہ نکلے گا۔۔ راحیل خان مسکراتے ہوئے مدحا کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ اب اسے کوئی اور منظر دیکھنا ہی نہیں تھا۔۔ اکثم کی بات بھی اسے اب سمجھ میں آئی

تھی ! ! ! بڑی دیر کر دی مہرباں دیدار کروانے میں ! ! اپنے دونوں ہاتھ اس کی کمر کے گرد باندھتے راحیل خان نے نرمی سے اسے اپنے قریب کیے محبت سے کہا۔۔ بس کر دیں آپ ! ! بڑا جیسے آپ کو خیال ہے میرا۔۔۔ باتیں ہانک رہے تھے اس لڑکی کے ساتھ کھڑے ہوئے ! ! مدحا نے اسے گھورتے ہوئے اس کی کلاس لی۔۔۔ گستاخی معاف ماہرانی صاحبہ ! ! یہ غلام جو آپ کے علاوہ اب کسی اور کو دیکھے بھی تو جہنمی نا کہلائے ! ! مسکراتے ہوئے اس کی ناک کے ساتھ اپنی ناک مس کرتے راحیل خان نے تابعداری کے تمام ریکارڈ توڑے ! ! لیکن اس معاملے میں اب وہ بلکل ٹھیک تھا۔۔۔ مدحا کے علاوہ وہ ہر عورت کو خود پر حرام کر چکا تھا۔۔ اپنی پہلی محبت تک کو ! ! اُس لڑکی کا خیال بھی اب راحیل خان ایسے سمجھتا تھا جیسے وہ کسی حرام گناہ کے متعلق سوچ رہا ہو۔۔ وہ پوری طرح اس عورت کا وفادار بن کر رہنا چاہتا تھا جیسے مقابل خود تھی اس کے لیے بلکل ویسے ہی ! ! اور وہ بن بھی چکا تھا۔۔۔ مدحا کے چہرے پر بے ساختہ ہی خوبصورت سی مسکراہٹ چھائی ! ! یہ انسان آخر اتنا پیارا کیوں تھا کہ کوئی اس پر غصّہ بھی نہ کر سکے ! ! چٹکیوں میں یہ شخص محض اپنی خوبصورتی سے ہی کسی کے بھی دل کو پگھلا سکتا تھا۔۔ ہنسی تو پھنسی ! ! میری انرجی ڈرنک ! ! راحیل خان نے مسکراتے ہوئے اس کے لپسٹک سے لبریز سرخ ہونٹوں پر زبان پھیری ! ! وہ اسی کا جملہ اسے ہی

بولتے اسے شرمانے پر مجبور کر گیا تھا۔۔ پہلے تو غصے میں بول دیا تھا مدحا نے ! ! مگر اب سمجھ میں آئی تھی کہ کیا بول دیا۔۔ اب شرم سے اسے منہ چھپانے کو کوئی جگہ چاہئے تھی ! ! اتنی دیر سے کیوں آئی ہو سامنے؟؟ میں تمہیں مس کر رہا تھا۔۔۔ راحیل خان نے اس کی خفت کو مٹانے کی خاطر ٹاپک چینج کیا۔۔۔ جھوٹ ! ! فوراً ہی اس کی بات کو محض ایک لفظ سے رد کر دیا گیا تھا۔۔ قسم سے راحیل کی جان ! ! اتنا برا وقت نہیں آیا مجھ پر کہ تم سے بھی جھوٹ بولنا پڑے ! ! تمہارے سامنے میں پوری ایک کھلی کتاب کی طرح ہوں ! ! محبت سے جواب دیا گیا۔۔ وہ سچ کہہ رہا تھا۔۔ اس عورت کے آگے وہ سب سے زیادہ کھلا تھا۔۔ مہرماہ سے بھی زیادہ۔۔ مہرماہ کو تو محض کچھ ہی باتیں پتہ تھیں ! ! لیکن مدحا کو سب کچھ پتہ تھا۔۔۔ ہمم۔۔۔ راحیل کی جان ! ! واہ۔۔۔ اس کی ساری باتوں کو چھوڑتے مدحا نے محض اس بات کو پک کیا۔۔ اسے اچھا لگتا تھا جب جب یہ شخص اسے خود کی جان بول دیتا تھا۔۔ اسے لگتا تھا جیسے واقعی میں وہ راحیل کی جان بن گئی ہو ! ! تم ہی تو ہو ! ! میرے جگر کے ٹکڑے، میری جان، میری بیوی صرف میری عورت, میرا سب کچھ ! ! ! تم پر تم سے بھی زیادہ صرف میرا حق ہے ! ! راحیل خان تمہارے معاملے میں بہت جنونی ہے ! چٹانوں سے مضبوط لہجے میں کہتے وہ سچ اُگل رہا تھا۔۔۔ وہ اشنا کے معاملے میں صابر جبکہ مدحا کے معاملے میں اس کا بلکل اُلٹ

ثابت ہوا تھا۔۔ راحیل خان نے اسے مزید اپنے نزدیک کرتے پھر سے اس کے لبوں پر زبان پھیری ! ! مقابل کے خشک ہونٹ اسے اریٹیٹ کر رہے تھے ! ! کوئی دیکھ لے گا راحیل ! ! ہم پبلک پلیس پر ہیں ! ! مدحا نے دھیمی سی آواز میں کہتے اسے ہوش دلانی چاہی ! ! جبکہ وہ اس کی بات کی وجہ سے ہوئی اپنی منتشر دھڑکنوں کو سمبھال رہی تھی۔۔۔ دیکھنے دو ! ! سب کو پتہ چلے کہ نوبیاہتے جوڑے نے بہت تکالیف سہی ہیں ! ! اب انہیں ایک دوسرے کی ذات میں گم سکون چاہیے بس ! ! مجھے بہت چاہیے ! ! صرف تم سے چاہیے ! ! ! تمہاری روح تمہارے جسم سے چاہیے ! ! بھاڑ میں جھونکو دنیا کو۔۔۔ ساری زندگی بس انہی لوگوں کو دیکھتے آئے ہیں ! ! صرف مجھ پر دھیان دیا کرو ! ! میں ہوں آس پاس کوئی نہیں ہے ! ! محسوس کرو مجھے اور بتاؤ کہ کیا تمھیں محض میں ہی کافی نہیں ہوں؟؟ کیا ضروری ہے اس بات کی پرواہ کی جائے کہ لوگ دیکھ لے گیں ! ! اس کے کان کے پاس جھک کر وہ اس طرقے سے سرگوشی کر رہا تھا کہ کوئی بھی مدہوش ہو جائے ! ! اس شخص کو لبھانا بہت احھے سے آتا تھا۔۔۔ مدحا نے خاموشی سے نظریں جھکائے صرف نفی میں سر ہلایا۔۔ واقعی میں دنیا کسے ضروری تھی؟؟ اسے تو بس راحیل چاہیے تھا۔۔ یہی شخص تو اس کی کل کائنات تھا۔۔ میری انرجی ڈرنک ! ! صرف میری ! ! سہی نام رکھا ہے تم نے اپنا۔۔ پھر سے سرگوشی کرتے راحیل خان

نے مسکراتے ہوئے اس کے کان کی لو پر اپنے لب رکھے ! ! اس عورت کے پاس آکر خواہشات خود بخود منہ زور ہونے لگتی تھیں۔۔ شاید یہ نکاح کا اثر تھا۔۔۔ وہ اسے مزید اپنے نزدیک کیے مزید کوئی گستاخی کرتا کہ اچانک ہی ہال میں اٹھتے شور پر ان دونوں کی نظر ایک ساتھ ہی سامنے کی طرف اٹھی ! ! جہاں سے شاید کپلز کی اینٹری ہونے لگی تھی ! ! عدیل شاہ اور معاذ شاہ پہنچ گئے تھے ! ! چھوڑیں میں نے بھی اینٹری دیکھنی ہے اُن لوگوں کی ! ! مدحا نے سامنے کی طرف دیکھتے اس کے ہاتھ اپنی کمر سے ہٹانے چاہے ! ! ! سوچ لو تم پھر مجھ سے زیادہ دنیا پر دھیان دے رہی ہو ! ! راحیل خان نے سنجیدگی سے کہتے اسے جج کرنا چاہا۔۔۔ وہ بس آگے سے اس کا ریکشن دیکھنا چاہتا تھا جو کہ اس کی توقع سے بھی اوپر تھا۔۔۔ یہ لڑکی اس کی دیوانی تھی ! ! راحیل خان کو ایک بات تو بہت اچھے سے سمجھ آگئی تھی کہ عورت ذات نہایت جذباتی طبیعت کی مالک ہے ! ! ہر طرح کے معاملے میں ! ! راحیل خان صرف دو بول محبت کے بولتا تھا اور وہ اس کے قدموں میں بچھنے کو ہو جاتی تھی ! ! شاید ہر عورت ہی محبت کی خاطر ایسی ہی ہوتی ہے ! ! مدحا بھی ایسی ہی تھی ! ! وہ راحیل کے پیچھے پاگل تھی ! ! مدحا نے اس کی بات پر خاموشی سے اپنی خواہش کو دل میں دباتے اس کے سینے میں چہرہ چھپایا۔۔۔ وہ رکھ ہی نہیں سکتی تھی دنیا کو اس شخص سے اوپر ! ! پھر چاہے دنیا میں کوئی بھی آجاتا۔۔۔ اتنا ظالم

بھی نہیں ہوں اب میں میری انرجی ڈرنک ! ! ! آؤ ساتھ میں حلتے ہیں ! ! صرف اپنی جان کی خاطر۔۔۔ اس کا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے راحیل خان نے اس کے ماتھے پر محبت سے لب رکھے ! ! وہ پیچھے کو ہوتے اس کے ہاتھ کو پکڑے آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ جبکہ اس کے پیچھے چلتی مدحا خاموشی سے چل رہی تھی ! ! اسے اب دلچسپی نہیں رہی تھی ! ! اب راحیل اینٹری دیکھتا اور وہ راحیل کو ! ! ! اتنا ہی چاہ سکتی تھی وہ اس شخص کو ! !

سامنے ہال میں خوبصورت جوڑے آتش بازی اور پھولوں کی چھاؤں میں حلتے آگے آرہے تھے ! ! بے تحاشہ پھول تھے جو ان چاروں پر برس رہے تھے ! ! آسمان آتش بازی سے چمک اٹھا تھا۔۔ سب لوگ ستائش سے ان چاروں کو دیکھ رہے تھے ! ! زارا خان اس وقت معاذ شاہ کے بازو میں اپنا ہاتھ ڈالے مسکراتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی ! ! وہ اس وقت پاسٹل بلیو کلر کے خوبصورت سے فیری ٹیل فراک میں ملبوس تھی جس پر سر سے دوپٹہ سیٹ کرتے پیچھے زمین تک جا رہا تھا۔۔ بالوں میں پیچھے محض ایک

چھوٹے چھوٹے پھولوں سے بنا کلپ لگایا گیا تھا جس سے سارے ہی بال کور ہوتے پیچھے کمر پر کھلے تھے ! ! ان میں کرل ڈالا گیا تھا۔۔ خوبصورت سی جویلری پہنے وہ آسمان سے اُتری ہوئی حور لگ رہی تھی ! ! سب لوگ اسے دیکھ کر ماشاء اللہ بول رہے تھے کہ کہیں ان کی ہی نظر نہ لگ جائے ! ! اس کے ساتھ معاذ شاہ سفید رنگ کی شلوار قمیض پر پاسٹل بلیو کلر کی واسکٹ میں ملبوس بہت وجیہہ دکھ رہا تھا۔۔۔ اس کے چہرے پر آج ایک نا معلوم سی سنجیدگی تھی ! ! نجانے اب یہ کل رات کی وجہ سے تھی یا پھر کچھ اور تھا۔۔۔ جبکہ ان کے ساتھ ساتھ ہی حلتے دوسرے کپل کو دیکھا جاتا تو رائنا خان اس وقت بے بی پنک کلر کے فیری ٹیل فراک میں ملبوس کوئی چھوٹی سی گڑیا لگ رہی تھی ! ! اس کا اور زارا کا ولیمے کا سوٹ تقریباً ایک جیسا تھا۔۔ بس کلر اور کڑھائی میں تھوڑا فرق تھا۔۔ باقی سب کچھ ایک جیسا ہی تھا۔۔ اس کا دوپٹہ بھی بلکل ایسے ہی سیٹ ہوتے پیچھے زمین پر بکھرتے اس کے ساتھ ساتھ ہی آگے کو بڑھ رہا تھا۔۔۔ خوبصورت سی جویلری پہنے میک اپ کیے وہ بڑی بڑی حسیناؤں کو پیچھے چھوڑ رہی تھی ! ! اس کے ساتھ چلتا عدیل شاہ بلیک کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس شہزادہ لگ رہا تھا۔۔ ان دونوں کے چہروں پر ایک خاص چمک تھی ! ! ایک دوسرے کو پا لینے کی چمک ! ! ! ایک دوسرے کے ساتھ حسین زندگی گزارنے کی چمک ! ! خاص کر رائنا

کے چہرے پر ! ! اس کا چہرہ بے حد کھلا کھلا اور پر نور نظر آرہا تھا۔۔ غرض کہ خوشی چہرے سے ہی عیاں تھیں ! ! ! صبح بھی عدیل شاہ نے اس لڑکی کو اپنے پیار کی بارش میں بھگویا تھا۔۔ وہ خود کو بہت خوش قسمت تصور کرنے لگی تھی اس شخص کا ساتھ پا کر ! ! ! ! سب لوگ آنکھوں میں رشک لیے ان چاروں کو دیکھ رہے تھے ! ! ! عدیل شاہ اور معاذ شاہ آگے کو بڑھتے پہلے اسٹیج پر چڑھے ! ! ! وہ دونوں اوپر کو جاتے تھوڑا جھکتے ہوئے اپنی اپنی بیویوں کے آگے اپنے ہاتھ کر چکے تھے ! ! ہال میں موجود تمام لوگوں کی ہوٹنگ بے ساختہ تھی ! ! سب انہیں ہی دیکھ رہے تھے ! ! ! دھڑا دھڑ کیمرے میں ان لوگوں کی تصاویر اُتاری جا رہی تھیں۔۔۔ رائنا خان اور زارا نے اپنا ہاتھ آگے کو بڑھاتے ان کے ہاتھ میں رکھا۔۔ ہال میں خوبصورت سا گانا بھی گونج اٹھا تھا۔۔۔ یہ بلکل ایک خواب ناک ماحول تھا۔۔ عدیل شاہ اور معاذ شاہ کے سہارے وہ دونوں ہی اسٹیج پر چڑھتے آگے کو بڑھ رہی تھیں۔۔۔ ان دونوں کو نرمی سے صوفوں پر بٹھاتے عدیل شاہ تو رائنا کے ساتھ ہی بیٹھا۔۔ کیونکہ رائنا اپنا لباس سنبھال کر سہی سے بیٹھی تھی۔۔ جبکہ زارا خان کا دوپٹہ اور سوٹ دونوں ہی اُلجھ رہے تھے ! ! اس کا دوپٹہ اس کی اپنی ہی ہیل کے نیچے آگیا تھا۔۔ معاذ شاہ نے اسے نرمی سے صوفے پر بٹھاتے خود نیچے کو جھکا۔۔ زارا نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ کیا کرنے والا تھا؟ معاذ شاہ نے نیچے

کو ہوتے اس کی ہیل کو پکڑتے آرام سے دوپٹہ اس سے سائڈ پر کیا۔۔ جہاں زارا خان نے اس کی حرکت پر شرمندگی سے تھوک نگلا وہیں ہال میں موجود کسی کی آنکھوں میں مرچیں سی بھر آئی تھیں ! ! وہ کسی کوئی اور نہیں بلکہ سائرہ بیگم تھیں جو پتہ نہیں کیسے خود پر ضبط کر کے کھڑی تھیں۔۔پتہ نہیں اب ان کی خاموشی کے پیچھے وجہ کیا تھی۔۔۔ معاذ شاہ کھڑے ہوتے سنجیدگی کے ساتھ اس کے دوپٹے کو سیٹ کرتے اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا۔۔ زارا گردن موڑے اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! اتنی شرمندگی تو اسے صبح سے ہی تھی کہ اس نے کل رات میں کچھ زیادہ ہی بول دیا تھا۔۔۔ لیکن اب منانا کیسے ہے اس شخص کو یہ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔۔ہاں وہ بس سوری کے سکتی تھی ! ! ! ! جبکہ معاذ شاہ کا حال کچھ ایسا تھا کہ وہ خود بھی اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔۔۔ جو کہ اب گھر جانے کے بعد ہی ممکن تھا۔۔۔ وہ اپنی نئی شادی شدہ زندگی کو ایسے برباد ہونے نہیں دے سکتا تھا۔۔۔ لڑائی جھگڑوں سے ہمیشہ ہی اسے کوفت رہی تھی خاص کر میاں بیوی کے درمیان۔۔۔۔ وہ چاہتا تھا جلد از جلد اس لڑکی کو منا لے ! ! ! ! وہ چاروں بیٹھے ہی تھے کہ تمام بڑے آگے کو آتے ان لوگوں کے سروں سے پیسے وارتے انہیں دعائیں دینے لگے تھے۔۔۔ سب لوگ اِرد گرد ہی تھے ! ! ! برہان خان اور عظمیٰ بیگم بھی جاتے رائنا اور زارا سے مل رہے تھے ! ! جبکہ رفیق خان اور

راحیل بھی زارا کے پاس تھے جو کل سے تو بہتر ہی تھی ! ! مدحا اشنا اور ماورا کے ساتھ کھڑی کچھ کھانے پینے کے متعلق بات کر رہی تھی ! ! اشنا کو بھوک لگی ہوئی تھی اور کھانا ابھی تک کھلا نہیں تھا وہ تینوں اسی کو اور اور ہنسی مذاق کر رہی تھی ! ! ! اب تو بہت اچھی بننے لگی تھی مدحا کی سب کے ساتھ۔۔۔ وہ سب کو ہی جانتے ان کے ساتھ گھل مل کر رہتی تھی ! ! زیادہ تر جو اسے بہت اچھی لگتی تھیں وہ فائزہ اور اشنا تھیں۔۔۔ اشنا اچھی تھی بہت اچھی تھی اور مدحا کو اس ٹائم تو اور بھی زیادہ اچھی لگتی تھی جب وہ راحیل کو بھائی بول دے ! ! اس کے دل میں تو لڈو سے پھوٹ پڑتے تھے ! ! ! جبکہ فائزہ کے احھے لگنے کی وجہ سے کچھ اُس کی معصوم سی شکل اور کچھ اسی کی طرح اپنے شوہر سے محبت تھی ! ! اسے پتہ لگ گیا تھا کہ فائزہ بھی اسی کی طرح اپنے شوہر کے پیچھے پاگل ہے ! ! اسے اپنے جیسی ہی کوئی مل گئی تھی۔۔۔ اسٹیج پر اب تک تمام لوگ ڈیرہ جمائے کھڑے تھے ! ! وہ تینوں ابھی کچھ سوچ ہی رہی تھیں کہ دا جان کے حکم پر مہمانوں میں کھانا کھلنا شروع ہوا۔۔۔ شکر ہے ! ! اشنا نے بے ساختہ ہی شکر ادا کیا۔۔ اس کی بھوک سے جان نکل رہی تھی ! ! جاؤ تم ہم دونوں کا بھی لے آنا۔۔۔ ماورا نے مسکراتے ہوئے اشنا کو حکم دیا۔۔ وہ تینوں ایک طرف کھڑی تھیں۔۔ میں اکیلی تو نہیں جاؤں گی بھئی تم دونوں بھی آؤ۔۔۔ اشنا نے فوراً ہی انکار

کیا۔۔۔اس میں اتنا حوصلہ نہیں تھا۔۔ اچھا نا چلو تینوں حلتے ہیں ! ! مدحا نے آسانی سے حل پیش کیا۔۔ نہیں مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے تم دونوں جاؤ۔۔ ماورا نے کہتے اپنے ہاتھ میں موجود موبائل سامنے کیا۔۔ اسے جانا ہی نہیں تھا۔۔ ہاں یہ ٹھیک ہے آجاؤ ! ! اشنا شاہ نے مدحا کا ہاتھ پکڑتے اپنے قدم کھانے کی ٹیبلز کی جانب لیے ! ! مدحا بھی اس کے ساتھ ہی تھی ! ! ! وہ دونوں ٹیبل کی طرف جاتے کسی بات پر ہنستے ہوئے کھانا لے رہی تھیں ! ! اشنا نے اپنے لیے ایک پلیٹ میں بریانی نکالی جبکہ مدحا نے چکن تکہ ایک پلیٹ میں اٹھایا تھا محض ! ! اسے اتنی ہی بھوک تھی۔۔۔ بس؟؟ اشنا کی طرف دیکھتے اس نے سوال کیا۔۔ آیا کہ وہ اس سے واپس حلنے کا پوچھ رہی تھی ! ! ہاں بس ! ! مسکرا کر کہتے اشنا اور وہ ایک ساتھ ہی پیچھے کو مڑی۔۔۔ اشنا شاہ اچانک ابھی مڑی ہی تھی کہ بے ساختہ ہی اچانک اس کی زبردست ٹکر سائرہ بیگم سے ہوئی ! ! اِس کے ہاتھ سے اچانک ہی بریانی کی پلیٹ چھوٹتے ساری سائرہ بیگم پر جا گری تھی ! ! یہ بلکل اچانک تھا۔۔ اس کا کوئی قصور نہیں تھا۔۔ سائرہ بیگم یہاں آتے کچھ زیادہ ہی قریب ہو کر کھڑی تھی کہ وہ اچانک ہی غلطی سے ان سے ٹکرا گئی تھی۔۔ مدحا نے پریشانی سے اشنا کو بازو سے پکڑا۔۔ وہ تو پہلے دن ہی جیسے اس عورت کی فطرت سے واقف ہو گئی تھی ! ! ! کچھ راحیل نے بھی بتایا تھا اسے ! ! ! اشنا کے خود کے چہرے پر پریشانی پھیلی

تھی ! ! چاولوں پر موجود رائتہ سائرہ بیگم کے آگے سے سارے کپڑے گندے کر چکا تھا۔۔ وہ دونوں گھبراتے ہوئے سائرہ بیگم کو دیکھ رہی تھیں ! ! جبکہ سائرہ بیگم کا تو چہرہ اسے تھا جیسے کاٹوں تو بدن میں لہو نہیں۔۔ آنکھوں میں شعلے سے دہک اُٹھے تھے۔۔۔ یقیناً انہوں نے اس بات کا بھی سارا الزام اشنا پر ہی ڈال دینا تھا۔۔ آنٹی سوری۔۔ سچ میں غلطی سے ہوا ہے ! ! اشنا نے تھوک نگلتے فوراً سے معافی مانگی ! ! جس کی زبان کا بھروسہ نا ہو اُن سے محفل نے ننگے لینے کا مطلب اپنا ہی نقصان کروانا تھا۔۔۔ غلطی؟ پاگل ہو تم؟ جانتی ہوں میں جان بوجھ کر کیا ہے یہ تم نے ! ! اتنی ہی زہر لگتی ہوں تمھیں تو مار دو مجھے ! ! ایسی حرکتیں کیوں کر رہی ہو؟؟ سائرہ بیگم اس کی طرف دیکھتے شدت سے چیخی۔۔۔ اپنی عادت کے مطابق وہ تو بھڑک ہی اٹھی تھیں۔۔ اشنا نے پریشانی سے ایک نظر اِدھر اُدھر دیکھا۔۔ یہاں تماشہ لگنا کسی صورت افورڈ نہیں کر سکتی تھی وہ ! ! خان ولا کے بھی سب لوگ کھڑے تھے سب کیا سوچتے اس کے متعلق ! ! آنٹی میں معافی مانگ تو رہی ہوں آپ پلیز گھر جا کر کچھ بھی کہہ لیجئے گا۔۔ یہاں تماشہ مت کریں ! ! اشنا نے ان کی جیسے منت سی کرنی چاہی۔۔۔ اسے ٹینشن ہونے لگی تھی ! ! ! میں تماشہ کر رہی ہوں ہاں؟ ارے میں نے کیا کیا ہے؟ تم نے پہلے میرے اوپر جان بوجھ کر یہ بریانی گرا دی اور اب الزام بھی میرے اوپر ڈال رہی ہو؟ یہ تربیت کی

ہے تمہارے گھر والوں نے کہا بڑوں سے زبان لڑاؤ ! ! ! سائرہ بیگم ہو میں بل پاگلوں کی طرح چیخ رہی تھیں۔۔ آس پاس کے لوگ اُن کی طرف متوجہ ہونے لگے تھے ! ! سب کو قصور اشنا کا ہی نظر آرہا تھا۔۔ کہانی کا رخ ہی سائرہ بیگم نے کچھ اس طرقے سے کر دیا تھا۔ بالاج خان جو خود کچھ اسی طرف تھا کہ وہ بھی فوراً سے ان کی طرف بڑھا۔۔۔

آخر ہو کیا رہا تھا یہاں پر ! ! آنٹی بات اتنی ہے نہیں جتنا آپ بڑھا رہی ہیں اسے ! ! وہ معافی مانگ تو رہی ہے آپ سے ! ! ایسے تو یہ بھی کہہ دے کہ آپ خود جان کر اس کے پیچھے آکر کھڑی ہوئی ! ! آپ پلیز تھوڑا تحمل سے کام لیں ! ! اشنا کی آنکھوں میں نمی سی اکٹھی ہوتے دیکھ مدحا نے آہستہ آواز میں سائرہ بیگم کو سمجھانا چاہا۔۔۔ اور یہی اس کی غلطی ثابت ہوئی تھی ! ! تم تو معاف ہی کرو بی بی۔۔ ارے پتہ نہیں کہاں سے اٹھا لایا ہے تمھیں راحیل۔۔۔ اوقات ہے تمہاری ہمارے خاندان میں کھڑے ہونے کی؟ تم سے ذرا اچھے گھرانوں کے تو ہمارے نوکر ہیں ! ! پہلے وہ تمہارا بھائی بھکاری اس بچے کے ٹکڑوں پر پلنے لگا اور ساتھ ساتھ بہن نے بھی امیر پارٹی دیکھ کر پھنسا لیا اسے ! ! !

ارے ڈوب مرو شرم سے۔۔۔ مدحا جو بولی تو سائرہ بیگم تو موقع کا فائدہ اٹھاتے اسی پر شروع ہو چکی تھیں ! ! وہ چیختے ہوئے کچھ ہی لفظوں میں سب کے سامنے مدحا کی عزت کا کچرہ کر گئی تھیں۔۔۔ آنٹی آرام سے اور تمیز سے بات کریں ہمارے گھر کی عورتوں

سے ! ! ! بالاج خان نے آگے کو آتے سختی سے سائرہ بیگم کو وارن کیا۔۔۔ مدحا خود ہونٹ بھینچے کھڑی تھی ! ! سب کے سامنے سائرہ بیگم کی بات اسے کسی تماچے کی صورت میں لگی تھی۔۔۔ باقی لوگ بھی اسی طرف آنے لگے تھے ! ! لوگوں میں چہ میگوئیاں عروج پر تھیں۔۔۔ منہ مت لگو تم میرے ! ! تم لوگوں کا خاندان بڑا اچھا ہے جیسے جو کھڑے مجھے تمیز سکھا رہے ہو تم ! ! ! ارے تمیز تم سب میں نہیں ہے ! ! پوچھو اس سے بڑوں پر سامان پھینکنا کہاں کی تمیز ہے ! ! اوریہ توبہ اللہ دوسری مرتبہ میرے ساتھ زبان لڑائی ہے اس نے ! ! ارے خدا غرق کرے ایسی زبان والی لڑکیوں کو ! ! ! سائرہ بیگم تو جیسے بھری پڑی تھیں۔۔۔ وہ کسی کو بھی نہیں بخش رہی تھیں۔۔۔ بس کر دیں میں نے جان کر نہیں گرائے ! ! غلطی ہو گئی معافی مانگ تو رہی ہوں میں آپ سے ! ! کیوں یہاں سب کے سامنے بات کو بڑھا رہی ہیں آپ ! ! آپ کی مجھ سے جو دشمنی ہے گھر میں کچھ بھی ہول لیجئے گا یہاں کچھ مت کہیں پلیز ! ! اشنا نے اپنی آنکھیں صاف کرتے انہیں چپ کروانا چاہا۔۔ اس نے کبھی اپنے سسرال کی کوئی بات گھر میں نہیں بتائی تھی۔۔ اس نے تو ابھی تک اپنے بانجھ ہونے کا بھی نہیں بتایا تھا۔۔ کیونکہ وہ چاہتی ہی نہیں تھی کہ خان ولا میں کسی کو کچھ بھی پتہ چلے ! ! ! وہ ڈر رہی تھی۔ کیونکہ اسے سائرہ بیگم کی زبان پر ایک فیصد بھی بھروسہ نہیں تھا۔۔۔ بکواس بند کرو

اپنی۔۔۔ سائرہ بیگم نے غصے سے پاگل ہوتے ایک زناٹے دار چانٹا اشنا کے منہ پر رسید کیا۔۔یہ اتنی اچانک تھا کہ کوئی روک بھی نہیں پایا تھا۔۔ زاویار شاہ جو بھاگتے ہوئے اسی طرف آرہا تھا کہ اچانک ہی اس کے قدم رکے ! ! ! اس نے بے ساختہ ہی اپنے ہاتھوں کو مٹھیاں سختی سے بھینچی ! ! رگیں تن چکی تھیں۔۔ غصّہ اچانک ہی عود آیا تھا۔۔ راحیل خان اس کے پاس سے گزرتے تیزی سے آگے کو بڑھا۔۔ اس کی بیوی بھی ساتھ ہی کھڑی تھی۔۔ ابھی تو انہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ ہوا کیا ہے ! ! بس اسے یہ پتہ تھا کہ لڑائی چل رہی ہے ! ! ! ! بانجھ ہو کر زبان چلاتی ہے میرے سامنے ! ! ارے ایک بچہ تک تو شوہر کو دے نہیں سکتی اور چلی ہیں میرے سے بدتمیزی کرنے ! ! آج کل کی لڑکیاں تو اللہ معاف کرے بس۔۔۔یہی انجام ہونا چاہیے تم جیسی لڑکیوں کا۔۔۔ سائرہ بیگم اسے تھپڑ مار کر بھی چیخ رہی تھیں ! ! اس مرتبہ خان ولا کے جتنے بھی لوگ اس طرف آرہے تھے سب جیسے اچانک ہی سن ہوئے ! ! مطلب کیا تھا آخر سائرہ بیگم کی بات کا۔۔ سب لوگ حیرت سے منہ کھولے اشنا کو دیکھ رہے تھے ! ! اشنا نے بے ساختہ ہی کرب سے اپنی آنکھیں میچ کر کھولی۔۔ اس کے اندر موجود خامی صرف سائرہ بیگم کی بدولت اسے عیب لگنے لگی تھی۔۔ جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔۔ صرف خان ولا کے لوگوں کو ہی نہیں بلکہ سب کو پتہ چل گیا تھی یہ بات ! ! سب ہی تقریباً انہی

لوگوں کی طرف متوجہ تھے ! ! ! زاویار شاہ واپس سے تیز تیز قدموں سے اشنا کی طرف بڑھا جو کھڑی بجائے کچھ کہنے کے رونے لگی تھی۔۔۔ تو کیا ہے آپ اسے کہہ رہی ہیں جیسے بانجھ ہونا کوئی گناہ ہے ! ! ارے قدرتی طور پر ہے یہ ! ! یہی خامی اگر آپ لوگوں کے لڑکے میں ہوتی تب کیا کرتی آپ؟؟ اس کا انجام تو جو ہوگا سو ہوگا اپنے انجام کی فکر کریں آپ۔۔۔ مدحا حیرت سے باہر نکلتے سائرہ بیگم سے سختی سے مخاطب ہوئی ! ! اسے سمجھ نہیں آتی تھی کیا ایسے لوگوں میں خوف خدا نہیں ہوتا؟؟ یا خدا نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دی ہوتی ہیں؟ پتہ نہیں شاید ! ! ! تم بیچ میں مت بولو لڑکی ! ! کہا ہے نہ تمہاری اوقات نہ۔۔۔۔۔ سائرہ بیگم بولتے ہوئے ابھی اسے بھی ایک لگاتی کہ راحیل خان نے تیزی سے آگے بڑھتے مدحا کو اپنے طرف کھینچتے اپنے سینے میں بھینچا۔۔ سائرہ بیگم کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا۔۔۔۔ وہ بچا گیا تھا اسے ! ! ! خبردار۔۔۔ کوشش بھی مت کیجئے گا۔۔ ورنہ نسلیں اجاڑ دوں گا آپکی ! ! ! اُنگلی اٹھائے سائرہ بیگم کو قہر بار نظروں سے گھورتے ہوئے وہ بری طرح دھاڑ اٹھا تھا۔۔ پہلے ہی اشنا پر ہاتھ اٹھا تھا تو اس کا پارہ ہائی تھا۔۔ مدحا کے معاملے میں تو وہ انہیں ہی آگ لگا دیتا۔۔۔ مدحا خاموشی سے راحیل کو دیکھتے اس کے سینے میں منہ چھپا چکی تھی۔۔۔ اسے یقین تھا راحیل بچا لے گا۔۔۔ سائرہ بیگم نے حیرت اور بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔۔ شاید انہیں پہچاننے میں

غلطی ہو گئی تھی۔۔۔ میری بیوی کو ہاتھ کیسے لگایا ہے آپ نے؟؟ ہاں؟؟ بڑی ہیں آپ تو کب تک لحاظ کروں میں؟ ہمت بھی کیسے ہوئی اس پر ہاتھ اٹھانے کی آپکی؟؟ زاویار شاہ آگے کو آتے اشنا کے گرد حصار بناتے خون آشام درندے کی مانند سائرہ بیگم پر دھاڑا۔۔۔ اس کا بس نہیں تھا ایک لمحے کے لیے عمر کا لحاظ بھول کر اسی طرح کا کرارا سا تھپڑ انہیں لگا دے ! ! ! ارے جاؤ بھائی۔۔۔ تمہاری بیوی جیسے بڑی۔۔۔۔ ایک لفظ بھی مت کہیے گا میں جان سے مار دوں گا آپ کو۔۔۔ وہ ابھی جملہ بھی مکمل نہیں کر پائی تھیں کہ زاویار شاہ نے غصے سے پاگل ہوتے ان کی اٹھی ہوئی اُنگلی کو پکڑتے ہی انہیں پیچھے کو دھکا دیا۔۔ وہ تو پاگل ہوا پڑا تھا۔۔ سائرہ بیگم پیچھے کو لڑکھڑا کر گرتی کہ حدائق شاہ بروقت انہیں سمبھال چکا تھا۔۔ یہ ان کے خود کے کرتوت تھے کہ وہ آج اپنی عزت تک گنوا بیٹھی تھیں۔۔ حدائق تو اب زاویار کو بھی کچھ نہ کہتا۔۔ جب قصور ہی سارا اس کی ماں کا تھا۔۔ اندھا تو نہیں تھا وہ ! ! ! ہاں لیکن اولاد ہونے کے ناطے اپنی ماں کو سہارا ضرور دے سکتا تھا وہ ! ! ! چھوڑو مجھے تم ہاتھ مت لگایا کرو ! ! ! دیکھ لو دنیا والوں یہ عزت کرتے ہیں اس گھر کے چھوٹے میری ! ! ارے جب سے یہ خان ولا کی بہوئیں آئی ہیں میری تو زندگی ہی ختم ہو گئی ہے ! ! ایک بانجھ ہونے کے باوجود دن رات میری سے بدتمیزی کرتی ہے ! ارے یہی تو کہا تھا میں نے کہ شوہر کو اولاد کی خاطر

دوسری شادی کرنے دے ! ! ! نہیں مانتی۔۔۔ آگے سے میں ہی بری۔۔ دوسری تو میرے بیٹے کو ہی لے اڑی۔۔ شکل بھی نہیں دیکھتا یہ رن مرید میری ! ! ارے پہلے پتہ نہیں کس کے ساتھ منہ کالا کروا کے آئی تھی اور اب میرے بیٹے کو پھانس کر اسے سارے گھر والوں سے ہی الگ کر دیا۔۔۔ تیسری لائی ہوں بھائی نے تو پہلے دن ہی تیور دکھا دیے بہن بھی ایسی ہی ہوگی۔۔۔ ہائے نصیب ہی پھوٹ گئے میرے تو۔۔۔ سائرہ بیگم چیختے ہوئی بین ڈال رہی تھی۔۔ وہ مظلوم ایسے بن رہی تھیں جیسے انہوں نے کبھی کچھ کیا ہی نہ ہو۔۔۔ صرف ایک بریانی گری تھی اُن پر۔۔ اور انہوں نے بات کا بتنگڑ بنا دیا تھا۔۔۔ اشنا شاہ کھڑی ہچکیوں سے روتے ہوئے زاویار کے سینے میں منہ چھپائے ہوئے تھی۔۔ ایک خامی کا طعنہ کتنا برا تھا نہ؟؟ آپ کے نصیب نہیں پھوٹے نصیب تو ان بیچاریوں کے پھوٹے ہیں جو آپ کی بہو بنی ہیں ! ! کسی کے عیب کھول کھول کر جس طرح آپ بھری محفل میں گنوا رہی ہیں یاد رکھیے گا خدا کی لاٹھی بے آواز ہے ! ! اور کیوں دے وہ اپنے شوہر کو دوسری شادی کی اجازت؟؟ جب اسے اس چیز سے مسئلہ نہیں ہے ! ! اس کے شوہر کو نہیں ہے تو آپ کون ہوتی ہیں بولنے والی؟؟ شادی شدہ زندگی میں ایک اولاد ہی تو سب کچھ نہیں ہوتی۔۔ کیا دو لوگ بنا کسی تیسرے کے ہنسی خوشی زندگی نہیں گزار سکتے؟؟ لیکن افسوس آپ جیسے لوگ انہیں خوش بھی تو

نہیں رہنے دیتے نا ! ! ! ! مدحا راحیل خان کے سینے سے منہ نکالے سائرہ بیگم سے مخاطب تھی۔۔۔ وہ صرف راحیل کے دم پر اتنا بول پا رہی تھی۔۔ اسے یقین تھا کہ راحیل بچا لے گا۔۔۔ کیا طریقہ ہے یہ اورنگزیب؟؟ کیا اس دن کے لیے ہم اپنی بیٹیاں بیاہ رہے ہیں؟ یہ سلوک ہوتا ہے ان کے ساتھ تمہارے گھر میں ! ! ! دا جان شاہ ولا کے دا جان کی طرف دیکھتے برہمی سے گویا ہوئے ! ! سائرہ بیگم زہر آلود نظروں سے مدحا کو دیکھ رہی تھیں جو راحیل سے چپکی کھڑی اس کا لمس اپنے ماتھے پر محسوس کر رہی تھی۔۔ بے شرمی سے راحیل خان مدحا کے ماتھے پر سب کے سامنے لب رکھ رہا تھا۔۔ اچھا لگا تھا اسے مدحا کا حق کے لیے بولنا۔۔۔ اورنگزیب صاحب نے شرمندگی سے ایک نظر سائرہ بیگم کو دیکھا۔۔ ان کی وجہ سے ہمیشہ ہی ان کا سر جھکا تھا۔۔ مجال تھی جو سائرہ بیگم کی زبان ذرا بھی قابو میں رہ جاتی ! ! میں شرمندہ ہوں۔۔ بچیاں ویسے تو خوش ہیں گھر میں تم پوچھ سکتے ہو کسی سے بھی ! ! یہ صرف بہو کی ہی سب کے ساتھ لڑائی رہتی ہے ! ! دا جان نے سنجیدگی سے کچھ حد تک سچ ہی کہا تھا۔۔۔ گھر میں اگر سائرہ بیگم نہ ہو تو سب ہی خوش تھے ! ! ! میں ہی سارے فساد کی جڑ ہوں ! ! ارے پوچھو اس سے کیا غلط کہا ہے میں نے ! ! بس اتنا ہی تو کہا ہے کہ اولاد کی خاطر شوہر کو دوسری شادی کرنے دے ! ! زندگی میں کبھی نہ کبھی اولاد کی ضرورت پڑتی ہی ہے ! ! اور پھر دین اجازت

دیتا ہے بھئی ! ! تم لوگ بتاؤ کیا غلط کہا ہے میں نے؟ وہ اپنا پلا صاف کرتے محفل میں موجود لوگوں سے استفسار کر رہی تھیں۔۔۔ میری زندگی ہے آپ کو کیوں اتنی آگ لگی ہوئی ہے؟ میری مرضی دوسری کروں نا کروں آپ کون ہوتی ہیں مجھے بولنے والی؟ زاویار شاہ سختی سے اشنا کو خود میں بھینچے چیخ اٹھا تھا۔۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ محض اشنا کا گھر خراب کرنے کی ایک سازش ہے ! ! ! ورنہ سائرہ بیگم اتنی اچھی نہیں کہ کسی کی فکر کریں ! ! ! بس کر دو بہو اتنا ہی خیال کر لو کہ آج تمہارے اتنے بیٹے کا ولیمہ ہے ! ! کیوں اس کی خوشی خراب کر رہی ہو؟؟ دا جان نے افسوس سے سائرہ بیگم کی طرف دیکھتے انہیں سمجھانے کی ایک ناکام سی کوشش کی۔۔۔ ہر روز کے کسی نہ کسی تماشے سے وہ سب ہی اکتائے ہوئے تھے۔۔۔۔ اشنا ہمارے ساتھ جائے گی۔۔ یہ سلوک ہو رہا ہے اس کے ساتھ اس گھر میں اور ہمیں خبر بھی نہیں ہے ! ! لاوارث نہیں ہے وہ۔۔۔ جب آپ لوگوں کے گھر کے مسئلے حل ہو جائیں اور ہماری بچی کو عزت دی جائے تب اسے بھیج دے گیں ہم ! ! رہی زاویار کی دوسری شادی کی بات تو وہ کر لے شوق سے ! ! مگر پھر اشنا کو چھوڑ دے ! ! ! دا جان نے حتمی انداز میں کہتے اورنگزیب صاحب کی طرف دیکھا۔۔۔ سائرہ بیگم کے چہرے پر بے ساختہ ہی مکاری سے بھرپور مسکراہٹ چھائی۔۔۔ یہی تو وہ چاہتی تھیں۔۔ آج اشنا کو نکلوا رہی تھی اگلا نمبر فائزہ کا

تھا۔۔۔ میری بیوی ہے یہ ! ! میں فیصلہ کروں گا یہ کہاں رہے گی اور کہاں نہیں ! ! آپ کوئی نہیں ہوتے اسے مجھ سے دور کرنے والے ! ! زاویار شاہ جو پہلے ہی غصے سے بھرا پڑا تھا دا جان کی بات پر مزید سیخ پا ہوتے چیخا۔۔۔ وہ بھول گیا تھا کہ یہ کس سے بات کر رہا ہے ! ! ! اشنا شاہ اپنے ہاتھوں میں چہرہ چھپائے ابھی تک رو رہی تھی۔۔۔ بڑا تم نے عزت سے رکھا ہوا ہے جیسے اسے ! ! یہ عزت مل رہی ہے اسے کہ تمہارے ہی سامنے بھری محفل میں تھپڑ پڑ رہے ہیں اسے ! ! آج تو ہم نے دیکھ لیا پہلے پتہ نہیں کیا کچھ ہوتا رہا ہوگا۔۔۔ دا جان خود چیخ رہے تھے ! ! ان کا تو خون ہی کھول اٹھا تھا اشنا کو تھپڑ پڑتے دیکھ ! ! ! ! میں۔۔میں معافی مانگتا ہوں اس کے لیے۔۔۔ چچی تھپڑ مار دے گیں ہمیں کسی کو بھی اندازہ نہیں تھا۔۔ لیکن اشنا کہیں نہیں جائے گی۔۔ یاد رکھیے گا میں ایک لمحے کے لیے بھی اپنی بیوی کو خود سے الگ نہیں کروں گا۔۔۔ اور نہ ہی میں کبھی دوسری شادی کروں گا۔۔۔ یہ جیسے ہے بلکل ویسے ہی مجھے قبول ہے ! ! اُنگلی اٹھائے دا جان کی طرف دیکھتے وہ چٹانوں سی مضبوط لہجے میں انہیں اپنا فیصلہ سنا گیا تھا۔۔ اشنا چلی جاتی تو اس کے پاس باقی ہی کیا رہ جاتا۔۔ سب لوگ یہاں جمع تھے سوائے نائرہ کے جو پریشانی سے کرسی پر بیٹھی اس طرف دیکھ رہی تھی۔۔ اس کی حالت کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔۔۔ ماہ دیر ابھی ہی اٹھتے سائرہ بیگم کی طرف گیا تھا۔۔۔ اشنا سے

ہی پوچھ لیتے ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ رہے گی یا نہیں۔۔۔ مجھے یقین ہے ہماری تربیت اپنی ذلت کسی صورت بھی برداشت نہیں کرے گی ! ! ! جس گھر میں عزت ہی نہ ملے ارے بھاڑ میں جائے پھر ایسا گھر ! ! ! دا جان نے برہمی سے کہتے سوالیہ نظروں سے اشنا کی جانب دیکھا۔۔ انہیں یقین تھا اشنا اس تھپڑ کی معافی کے بغیر کبھی اس گھر میں قدم نہیں رکھے گی ! ! انہیں اپنی تربیت پر یقین تھا جس نے اپنی بیٹی کو بھی اور اشنا کو بھی عزت پر کمپرومائز کرنا بلکل نہیں سکھایا تھا۔۔۔ جہاں سے ذلت کا تماچہ ملے وہاں پلٹ کر دو مارو ! ! ! عزت پر کسی صورت بھی کمپرومائز نہیں کرنا چاہئیے ! ! ! سب کی سوالیہ نظریں اشنا پر ہی تھیں۔۔۔ خاص کر زاویار شاہ کی۔۔ وہ ایک مرتبہ کہہ دیتی کہ وہ اسے چھوڑ کر کہیں نہیں جائے گی۔۔ زاویار کی جان میں جان آجانی تھی۔۔۔ بتاؤ اشنا۔۔ میں نے تمھیں کبھی ڈسرسپیکٹ نہیں کیا۔۔ کہہ دو ان لوگوں کو کہ تم ان کے ساتھ کہیں نہیں جاؤ گی ! کہو کہ تمہیں میرے ساتھ ہی رہنا ہے ! ! ! زاویار شاہ نے بے چینی سے اشنا کے ہاتھ تھامتے اس سے استفسار کیا۔۔۔ اس کے لفظوں سے ہی اس کی بے چینی بہت واضح تھی۔۔ مجھے کچھ دن سکون چاہئیے زاویار۔۔۔ شاید یہ سہی کہہ رہی ہیں کہ اولاد کی ضرورت سب کو ہوتی ہے ! ! روز روز کے طعنے باتوں سے اچھا ہے کہ آپ دوسری۔۔۔ شا۔۔۔ شادی کر لیں۔۔ کم از کم آپ کو اولاد بھی مل جائے گی اور

میری بھی ان باتوں سے جان چھوٹ جائے گی ! ! میں مزید برداشت نہیں کر سکتی۔۔۔ میرا دم گھٹتا ہے زاویار۔۔۔ چوبیس گھنٹوں میں سے بارہ گھنٹے تو آپ آفس میں ہوتے ہیں پیچھے ان کی باتیں میں برداشت کرتی ہوں ! ! ! ہم دونوں کے لیے یہی بہتر ہے کہ کچھ دن کے لیے علیحدہ ہو جائیں ! ! آپ دیکھ لیں۔۔۔ اگر۔۔دو۔۔دوسری شادی کرنا چاہیں۔۔۔ ہچکیوں سے روتے ہوئے وہ کرچی کرچی ہوتے دل کے ساتھ اسے اپنا فیصلہ سنا گئی تھی ! ! یا ایک طرح سے زاویار شاہ کی سانسیں ہی روک گئی تھی۔۔۔ اس کی اپنی خود کی سانسیں رکنے کو تھیں اسے اجازت دیتے ہوئے ! ! ! لیکن قسمت نے اس کے اندر کمی ہی ایسی رکھ دی تھی کہ وہ مجبور ہو گئی تھی ! ! ! کیا بکواس کر رہی ہو؟ تمھیں اندازہ ہے کیا بول رہی ہو تم؟ زاویار شاہ اسے دونوں بازو سے پکڑے جھنجھوڑتے ہوئے چیخا۔۔۔ ایک آخری چیز جو وہ کبھی اشنا سے ایکسپکٹ نہیں کر سکتا تھا وہ یہی تھی۔۔ جب اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا تو مقابل کیسے کہہ سکتی تھی اتنی بڑی بات ! ! ! وہ مرد ہو کر دوسری شادی کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور یہ لڑکی عورت ہو کر اسے اجازت دے گئی تھی ! ! اس کا بس نہیں تھا ایک لگائے اس بیوقوف کو۔۔۔۔ تو اور کیا کروں میں آپ بتا دیں۔۔ ہے میرے اندر کمی۔۔۔ نہیں دے سکتی میں آپ کو اولاد ایک یہی بات میرا دم گھوٹتی ہے ! ! مجھے دن رات یہی گلٹ کھائے جاتا ہے کہ میری وجہ سے آپ بھی

اولاد سے محروم رہ رہے ہیں ! ! ! اپنے بازو اس سے چھڑواتے ش چیخ اٹھی تھی ۔۔۔ خدا کے لیے کچھ دن خود بھی سکون سے رہیں اور مجھے بھی رہنے دیں ! ! آپ کو اجازت دے دی ہے میں نے ! ! آنسوں صاف کرتے سپاٹ سے لہجے میں کہا گیا ۔۔ اس کا دل پھٹنے کو تھا ۔۔ لیکن اب یہ سب کچھ بھی برداشت سے باہر تھا ۔۔۔ اشنا ٹھیک کہہ رہی ہے زاویار ۔۔۔ تم ایک ہی اولاد ہو ہماری ! ! آنکھیں ترستی ہیں تمہاری اولاد دیکھنے کے لیے ۔۔۔ دوسری شادی کر لو یہی ہم سب کے لیے بہتر ہے ! ! نوین بیگم نے روتے ہوئے اشنا کی بات سے اتفاق کیا ۔۔۔ وہ خود ڈرتی تھیں یہ بات کرنے سے کہ کہیں زاویار انہیں غلط نہ سمجھ لے ! ! ! لیکن آج اشنا نے خود ہی اجازت دے دی تھی تو وہ بھی بول ہی پڑی تھیں ۔۔۔ خدا کے لیے ماما آپ تو اس طرح مت کہیں ! ! مجھے آپ سے یہ اُمید نہیں تھی ۔۔ زاویار شاہ نے بے بسی سے اپنی ماں کی طرف دیکھا ۔۔ یہ جو کچھ بھی ہو رہا تھا اس کی سمجھ سے باہر تھا ۔۔۔ اچانک ہی بیٹھے بٹھائے ایک نئی مصیبت گلے پڑ گئی تھی ! ! ! وہ سب ابھی یہیں جمع تھے کہ پیچھے سے اچانک گلاس کے ٹوٹنے اور کسی کی چیخ کی آواز سنتے وہ سب ہی بے ساختہ پیچھے کی طرف متوجہ ہوئے ! ! خاص کر ماہ دیر شاہ ۔۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ وہاں نائرہ بیٹھی تھی ۔۔۔ نائرہ ۔۔۔ چیختے ہوئے ایک نظر پیچھے دیکھتے وہ اندھا دھند اسی طرف بھاگا ۔۔ نائرہ شاہ اپنے پیٹ پر ہاتھ رکھے کرسی

سے نیچے گری پڑی تھی ! ! یہی ایک وجہ تھی کہ ماہ دیر شاہ کسی بھی فنکشن میں اسے لے کر ہی نہیں آیا تھا۔۔۔ اس کی طبیعت ایسی ہی رہتی تھی ! ! وہ پریشانی سے حواس باختہ ہوتے آگے بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے ڈیلیوری کا وقت قریب ہو ! ! سب لوگ وہاں کی لڑائی چھوڑے یہاں متوجہ ہو چکے تھے۔۔۔ زاویار شاہ بھی سب کچھ بھاڑ میں جھونکتے اسی طرف بھاگا۔۔۔ نائرہ آنکھیں کھولو ! ! ماہ دیر شاہ اس کے پاس جاتے تیزی سے نیچے زمین پر بیٹھتے اس کا گال تھپتھپا رہا تھا۔۔ وہ شاید بیہوش ہو چکی تھی۔۔۔ پتہ نہیں وہ کرسی سے گری تھی یا خود ہی نیچے بیٹھی تھی کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔۔۔ اٹھا اسے میں گاڑی نکال رہا ہوں ! ! زاویار شاہ ماہ دیر کو کہتے تیزی سے باہر کی طرف بڑھا۔۔ ماہ دیر شاہ نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے نائرہ کو احتیاط سے اپنی گود میں اٹھایا۔۔۔ وہ اسے لیے تیزی سے آگے بڑھ چکا تھا۔۔۔ مظہر شاہ اور نوین بیگم بھی اس کے پیچھے ہی تھیں۔۔۔ حدائق شاہ نے ایک نظر ان سب کو جاتے دیکھ پر سوچ نظریں زمین پر گاڑی۔۔۔ اس کے دماغ میں کچھ چل رہا تھا جس کا فیصلہ محض پندرہ سیکنڈ کے اندر وہ کر بھی چکا تھا۔۔۔ سائرہ بیگم کو چھوڑے وہ تیزی سے فائزہ کی طرف بھاگا۔۔۔۔ ان لوگوں کے جھگڑے ساری زندگی ختم نہیں ہونے تھے لیکن ابھی اسے بہت ضروری کام تھا۔۔ چلو میرے ساتھ جلدی ! ! ! فائزہ شاہ کا ہاتھ پکڑ کر

کہتے وہ اسے لیے اندھا دھند باہر کی طرف بھاگا۔۔۔ ابھی اس کے پاس کسی کو کچھ بھی بتانے یا سمجھانے کے لیے ایک منٹ کا بھی ٹائم نہیں تھا۔۔۔ فائزہ حیرت سے اس کے ساتھ کھینچتی چلی جا رہی تھی۔۔۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ شخص بنا کچھ بولے اس طرح اسے لے کر کہاں جا رہا ہے؟؟ وہ اس کے ساتھ خاموشی اور حیرت سے بس بھاگتی جا رہی تھی!!!

دا جان نے سب کو جاتے دیکھ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی!!! ناک کٹ گئی تھی ان کی پورے خاندان میں!! یہاں جو کچھ بھی ہوا ہے اس کے لیے معذرت۔۔۔ کھانا کھا کر جائیے گا پلیز!!! ایک نظر سب کو دیکھتے ان لوگوں سے معذرت کرتے وہ آگے اسٹیج کی طرف بڑھے جہاں دونوں دلہنیں پریشانی سے اِدھر ہی دیکھ رہی تھی۔۔ معاذ شاہ اور عدیل شاہ جو اِدھر ہی آگئی تھے وہ دونوں بھی واپس سے اسٹیج کی طرف بڑھے!! دل ہی مرگیا تھا اب تو۔۔۔ ایک فورمالیٹی کے طور پر وہ لوگ مہمانوں کے کھانا کھانے تک بیٹھتے اور اس کے بعد وہ لوگ بھی گھر چلے جاتے!! معاذ شاہ کا سنجیدہ چہرہ مزید بگڑ چکا تھا۔۔ حتنے اس نے اپنی شادی کے خواب سجائے تھے ہر فنکشن میں اتنا ہی بیڑا غرق ہوگیا تھا۔۔ اس کے لیے یہ دن ہی کوئی منہوس چل رہے تھے۔۔ صرف

محبت ملنے کے علاوہ کچھ اچھا ہوا ہی نہیں تھا اس کے ساتھ ! ! ! ! اشنا شاہ بالاج اور ماورا کے ساتھ آگے کو بڑھتے خان ولا جانے کا ارادہ رکھتی تھی۔۔ زاویار شاہ نائرہ کو لے کر چلا گیا تھا۔۔۔ موقع تھا اس کے پاس ! ! بہتر تھا کہ وہ گھر ہی چلی جاتی۔۔۔ وہ اسی لیے اپنے ٹوٹتے دل پر قابو پاتے باہر کی طرف بڑھ چکی تھی ! ! باقی سب بھی کچھ دیر کے لیے مہمانوں کی طرف متوجہ ہوئے ! ! !

حدائق شاہ نے فائزہ کو لیے تیزی سے گاڑی کی طرف بڑھتے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولتے اسے اندر بٹھایا۔۔۔ وہ بنا کچھ بولے سنجیدگی سے اپنی طرف آتے بیٹھ چکا تھا۔۔ فائزہ کب سے انتظار میں تھی کہ یہ شخص اب کچھ بولے اب کچھ بولے ! ! لیکن نہیں وہ کچھ بتانے کو تیار ہی نہیں تھا۔۔۔ شاہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟؟ اسے گاڑی کو سٹارٹ کرتے دیکھ وہ پوچھ ہی بیٹھی تھی۔۔ اسے سمجھ نہیں آیا تھا کہ اتنی جلدی میں ایسا کونسا کام یاد آیا ہے اس شخص کو ! ! ! مجھ پر بھروسہ رکھو اور پلیز چپ رہنا اب ! ! ! سنجیدگی سے کہتے حدائق شاہ نے گاڑی سٹارٹ کی۔۔ ہال سے اس کے گھر کا فاصلہ پانچ منٹ کا

تھا۔۔ جبکہ ہسپتال کا بیس منٹ کا۔۔ وہ آدھے گھنٹے تک گھر سے ہو کر ہسپتال جا سکتا تھا۔۔ اپنے دماغ میں تانے بانے بنتے وہ نجانے کس لیے راستوں کا حساب لگا رہا تھا۔۔ اس کے ساتھ بیٹھی فائزہ شاہ خاموش ہو چکی تھی۔۔ اب تو جا کر ہی پتہ چلتا کہ آخر یہ شخص چاہتا کیا ہے ! ! حدائق شاہ نے گاڑی کو سڑک پر ڈالتے ایک نظر خالی سڑک کو دیکھتے سپیڈ بڑھائی۔۔ ابھی اس کے لیے ایک ایک لمحہ بہت قیمتی تھا۔۔ وہ ایک منٹ کی بھی دیر نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ شاہ آہستہ چلائیں گاڑی ! ! اتنی جلدی کس چیز کی ہے آپ کو ! ! اس کے ساتھ بیٹھی فائزہ اتنی تیز سپیڈ سے خوفزدہ ہوتے دبی دبی آواز میں چیخی ! ! اسے غصّہ آرہا تھا حدائق پر جو کچھ بتا بھی نہیں رہا تھا۔۔ اوپر سے اتنی تیز سپیڈ کہ گاڑی کو ہوائی جہاز بنا لے ! ! ! چپ کرو دو منٹ صبر نہیں ہو رہا تم سے؟ منہ بند رکھنا اب اپنا۔۔۔ حدائق شاہ نے سختی سے اسے ڈانٹتے اپنی پوری توجہ ڈرائیونگ کی طرف کی ! ! راستہ زیادہ لمبا نہیں تھا۔۔ اور پھر جس طرح وہ گاڑی کو بھگا رہا تھا وہ دو سے تین منٹ میں ہی فارم ہاؤس پہنچ بھی چکا تھا۔۔ گھر آتے دیکھ جھٹکے سے بریک لگاتے ساتھ ہی حدائق شاہ نے ہارن بجایا۔۔۔ اس کے ایک ہارن پر ہی گیٹ کھل چکا تھا۔۔ فائزہ شاہ ہونٹ بھینچے خاموشی سے بیٹھی تھی اب ! ! کچھ بھی کرتا اب یہ انسان۔۔ وہ تو بولنے والی نہیں تھی۔۔۔ ایسے ہی حدائق شاہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر اسے اب ڈانٹنے لگا

تھا۔۔ ایسا اسے لگتا تھا۔۔ حدائق شاہ گاڑی کو گیراج میں روکتے اپنی طرف کا دروازہ کھولتے باہر کو نکلا۔۔۔ اس کا چہرہ اب تو سنجیدہ تھا۔۔۔ جبکہ دماغ میں مسلسل ایک بات کہ کہیں اسے دیر نہ ہو جائے ! ! ! ! فائزہ کی طرف جاتے اس کی طرف کا دروازہ کھولتے حدائق شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے باہر نکالا۔۔ وہ جانتا تھا کہ یہ ناراض ہی گئی ہوگی لیکن ابھی اس کے پاس روٹھنے منانے کا بھی وقت نہیں تھا۔۔ اس کے ہاتھ کو پکڑے وہ اپنے ساتھ لیے خاموشی سے تیز تیز قدموں سے اندر کی طرف بڑھا۔۔۔ فائزہ نروٹھے سے انداز میں اس کی پشت کو دیکھتے اس کے ساتھ آگے کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔ دوبارہ کچھ بولنے کی کوشش کر ہی نہ لیتی وہ ! ! جانتی جو تھی کہ غصے میں یہ انسان اسے مزید ڈانٹ دے گا۔۔۔ حدائق شاہ اپنے کمرے کا دروازہ کھولے اندر داخل ہوا۔۔ اندر آتے ہی فائزہ کا ہاتھ وہ چھوڑ چکا تھا۔۔ ایک منٹ اِدھر ہی رہنا۔۔ بنا اس کی طرف دیکھ کر کہتے وہ تیزی سے ڈریسنگ روم کی طرف بڑھا۔۔۔ فائزہ نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ آتے ہی ڈریسنگ روم میں کیا لینے گیا تھا اب وہ ! ! حدائق شاہ کو بھی انسان کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔۔ اپنے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑی وہ اس کے باہر آنے کے انتظار میں تھی ! ! ! حدائق شاہ ہاتھ میں کچھ پکڑے ڈریسنگ روم سے باہر نکلا۔۔۔ وہ تیزی سے فائزہ کی ارگ آتے اس جا دوپٹہ اُتارتے سائڈ پر پھینک چکا تھا۔۔۔ شاہ کر کیا

رہے ہیں آخر آپ؟ اور یہ کیا ہے ! ایک نظر اسنے زمین پر پڑے دوسٹے کو دیکھتے فائزہ شاہ نے استفسار کیا۔۔یہ کوئی شاپنگ بیگ تھا حدائق کے ہاتھ میں ! ! حدائق شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے شاپنگ بیگ میں موجود یونیفارم کو باہر نکالا۔۔۔ وہ فائزہ کے چہرے کی طرف دیکھتے اسے باہر نکالے فائزہ کی آنکھوں کے سامنے کر چکا تھا۔۔۔ فائزہ شاہ جو سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ یہ کیا ہے اچانک ہی اسنے دماغ میں آئے خیال پر اس کے چہرے کا رنگ بدلا۔۔۔ وہ بے یقینی سے کبھی حدائق تو کبھی اس یونیفارم کو دیکھ رہی تھی۔۔ جو اس کے دماغ میں آرہی تھا وہ وہ کبھی کرنے والی نہیں تھی۔۔۔ حدائق شاہ پتہ نہیں کیوں خود سے ہی کچھ بھی کرتا رہتا تھا۔۔۔یہ۔۔یہ کیوں لائے ہیں شاہ آپ؟؟ اسنے حلق میں بندھتی گرہوں پر قابو پاتے فائزہ شاہ نے یونیفارم کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے استفسار کیا۔۔پتہ نہیں کیوں اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔۔۔ ماتھے پر پسینے کے قطرے سے نمایاں ہو رہے تھے ! ! ! نائرہ بھابی کا آپریشن تم کرو گی سمپل ! ! اسی لیے لایا ہوں میں اسے ڈاکٹر فائزہ حدائق شاہ ! ! ! یونیفارم کو اس کے سامنے کرتے سنجیدگی سے جواب دیا گیا۔۔یہ فائزہ شاہ کی ڈاکٹر کی یونیفارم تھی جس کے ساتھ لیب کوٹ بھی تھا۔۔۔ میں کسی صورت یہ نہیں کروں گی شاہ۔۔۔آپ۔۔آپ کو پتہ ہے نہ اسی یونیفارم نے۔۔۔ شاہ۔۔ خدا کے لیے اسے میری آنکھوں کے سامنے سے دور کر

دیں۔۔۔ فائزہ شاہ نے چیختے ہوئے فوراً سے انکار کیا۔۔ آخر میں اس کی آواز بھیگ سی گئی تھی۔۔ اسے وہ دن یاد آیا تھا جب اس کا ریپ ہوا تھا وہ اسی یونیفارم میں تھی ! ! ! دوبارہ اس وردی کو دیکھنے کی ہمت نہیں تھی اس کے اندر ! ! آج اتنے عرصے بعد اسے وہ دن پھر سے رہ رہ کر یاد آرہا تھا۔۔۔ تم کرو گی میری جان۔۔ اور یہ میرا حکم ہے ! ! تم نہیں کرو گی تو میں تم سے زبردستی کرواؤں گا۔۔ اپنی جاب پھر سے جوائن کرو اور بلکل ویسے ہی لوگوں کی خدمت کرو جیسے پہلے کرتی تھی۔۔ میں مزید تمھیں گھر میں بیٹھ کر تمہاری سکلز ضائع کرنے نہیں دوں گا۔۔ کسی صورت بھی نہیں ! ! ! حدائق شاہ نے سنجیدگی سے کہتے آگے کی بڑھتے اس کی قمیض کی پیچھے زپ میں ہاتھ الجھایا۔۔۔ وہ اس کی ایک نہیں سننے والا تھا۔۔ جب وہ اسے ٹھیک کر ہی رہا تھا تو ہر طرف سے دیکھتا۔۔ اس شخص نے یہ سوچا ضرور تھا کہ وہ صرف اسے اپنے ساتھ ٹھیک کرے گا۔۔ لیکن نہیں وہ اسے ساری دنیا کے لیے وہی پہلے جیسی فائزہ بنانا چاہتا تھا۔۔۔ وہ چاہتا تھا یہ لڑکی بلکل پہلے کی طرح لوگوں کی خدمت کرے ! ! ! اس کا آخری ڈر یہ یونیفارم رہ گئی تھی جسے آج حدائق شاہ ہر صورت میں ختم کرنے والا تھا۔۔ وہ ایک اچھا شوہر ہونے کا ہر طرح سے فرض پورا کرنا چاہتا تھا۔۔۔ اس کی بیوی پھر سے وہی بہادر فائزہ بنے اس کے لیے وہ جان توڑ کوششیں کر رہا تھا۔۔ کبھی نہیں شاہ۔۔ میں نے آپ کی ہر طرح کی بات مانی

ہے ! ! مجھ سے یہ نہیں ہوگا پلیز شاہ ایسا مت کریں میرے ساتھ ! ! فائزہ شاہ نے روتے ہوئے اس کے ہاتھ کو ہٹانا چاہا۔۔وہ بری طرح رونے لگی تھی ! ! ! اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ اب یہ بھی کرتی پھرے ! ! پھر سے ہسپتال نہیں جا سکتی تھی وہ ! ! شش۔۔۔ میری جان جب تمھارا شاہ تمہارے ساتھ کھڑا ہے پھر کس بات کا ڈر ہے تمھیں؟؟ میں جانتا ہوں اپنے بچے کو ! ! تمھارا ابھی بھی ادھورا خواب ہے یہ۔۔۔ میری جاناں میں باہر ہی کھڑا ہونگا تم ڈیلیوری کرو گی ! ! اوکے؟ حدائق شاہ نے آگے کو بڑھتے نرمی سے اسے اپنے سینے میں بھینچا۔۔۔وہ اسے بہلا رہا تھا۔۔ وقت کم تھا ابھی اسے کسی بھی طرح فائزہ کو لے کے جانا تھا۔۔ شاہ نہ۔۔ نہیں پلیز۔۔۔ فائزہ شاہ نے اپنی زپ کو کھلتا محسوس کرتے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔۔۔ آخر کیوں نہیں سمجھتا تھا یہ انسان اسے ! ! وہ اس کی ایک نہیں سنتا تھا۔۔ ہمیشہ ہی اپنے والی کی تھی اس آدمی نے ! ! آواز نا آئے اب تمہاری ! ! سنجیدگی سے کہتے حدائق شاہ نے ایک ہی جست میں اس کے جسم سے شرٹ علیحدہ کی۔۔ وہ یونیفارم کو ساتھ صوفے پر رکھے ہاتھ میں محض شرٹ اٹھا چکا تھا۔۔یہ ڈارک بلو کلر کی شرٹ تھی جو ہمیشہ ہی پہلے فائزہ شاہ پہنا کرتی تھی۔۔یہ اس کی یونیفارم تھی ! ! فائزہ شاہ روتے ہوئے مزید اس کے سینے میں گھسی ! ! کیا کہتی آخر وہ کہ حدائق شاہ اپنے اِرادے سے پیچھے ہٹ جاتا۔۔ میں ایک لگاؤں گا تمھیں

اب ہلی بھی تو تم ! ! کس بات کا رونا ہے آخر ! ! آواز نا آئے تمہاری ! ! حدائق شاہ نے سختی سے تھوڑی اونچی آواز میں کہتے اسے خود سے دور کیا۔۔ مقابل نے رونا پیٹنا ڈال دیا تھا۔۔۔ سختی سے ایک نظر اس کے آنسوؤں کو گھورتے حدائق شاہ نے شرٹ اس کے گلے میں پہنائی۔۔ وہ اس کے بازو کو پکڑتے بلکل کسی بچے کی طرح اسے شرٹ پہنا چکا تھا۔۔ شرٹ پہناتے حدائق شاہ اس کے پیچھے جاتے کھڑا ہوا۔۔ فائزہ کا بال کھلے تھے کے جویلری بھی ویسے ہی پہنی ہوئی تھی ! ! وہ اسی پر کام رہا تھا۔۔۔ خاموشی سے تیز تیز ہاتھوں سے اس کی جویلری اُتارتے وہ بنا انہیں رکھنے کی زحمت کیے سائڈ پر پھینک رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ اپنے آنسوں بار بار صاف کرتے اسے ہے دیکھ رہی تھی۔۔ وہ پھر سے وہی لباس اسے پہنا چکا تھا جو کہ اس کے لیے کسی آگ کے لباس سے کم نہیں تھا۔۔۔ وہ کیسے بھول سکتی تھی اس قیامت خیز دن کو۔۔۔ اس لباس سے بھی اسے تو نفرت سی ہونے لگی تھی ! ! نفرت سے زیادہ خوف آتا تھا۔۔ اس کی کیفیت حدائق شاہ کبھی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔۔ ایسا وہ سوچ رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے تیز تیز ہاتھ چلاتے اس کے بالوں کو جوڑے میں قید کیا۔۔۔ فائزہ کے ساتھ رہ کر اب اسے جوڑا بنانا تو آ ہی گیا تھا۔۔ ساری جویلری اُتر چکی تھی۔۔ حدائق شاہ ایک گہری سانس بھرتے واپس سے اس کے سامنے آیا۔۔۔ یہ خود کرو گی یا یہ بھی میں ہی کر دوں؟؟ اگر ہم لیٹ ہوئے فائزہ

تو یاد رکھنا میں ساری زندگی تم سے بات نہیں کروں گا۔۔ حدائق شاہ نے اس کے ٹراؤزر کی طرف اشارہ کرتے ساتھ ساتھ اسے دھمکی بھی دی ! ! ! وہ آج جو ارادہ کیے ہوئے تھا وہ کسی بھی صورت کرنے والا تھا۔۔ شاہ۔۔میں بھول گئی ہوں سب کچھ ! ! انسانی جان کا سوال ہے آپ مت کریں میرے ساتھ ایسا۔۔ پلیز شاہ۔۔فائزہ نے بہانہ گڑھتے اسے روکنا چاہا۔۔ اتنی محنت سے جو پڑھائی پڑھی تھی وہ اسے ایسے بھول سکتی تھی؟؟ ڈاکٹر بننا اس کا جنون تھا۔۔۔مگر افسوس وہ جنون اب خوف میں بدل چکا تھا۔۔ شٹ اپ ! ! یہ مجھے نہیں تمھیں سوچنا چاہئے کہ انسانی جان کا سوال ہے تم ایسی کوئی غلطی کرو گی ہی نہیں جس سے کسی کو بھی کچھ ہو ! ! یہ میرا مسئلہ نہیں ہے کہ تمھیں کچھ یاد ہے یا نہیں۔۔ آج کا آپریشن ہر صورت میں تم کرو گی بات ختم ! ! حدائق شاہ نے بولتے ہوئے ایک ہی جست میں اسے اس پردے سے بھی آزاد کیا۔۔۔وہ اس کی ایک سننے کو تیار نہیں تھا۔۔ بہانہ تھا یا جو بھی ہے اسے کچھ نہیں پتہ تھا۔۔ اسے بس یہ پتہ تھا کہ اس کی بیوی کر سکتی ہے؛ ! اسے اندھا یقین تھا فائزہ پر ! ! ! ! میں۔۔میں خود کر۔۔۔۔ لوں گی۔۔۔ اس شخص کو پیچھے نہ ہٹتے دیکھ اس نے لال سرخ چہرے کے ساتھ جلدی سے اس کے ہاتھ سے ٹراؤزر تھاما۔۔ شرم تو جیسے چھو کر بھی نہیں گزری تھی اس شخص کو ! ! ! جلدی کرو ! ! حدائق شاہ نے ٹراؤزر اس کے ہاتھ میں تھماتے اپنے سینے پر ہاتھ

باندھے ! ! وہ اس کے یہ پہننے کے انتظار میں تھا تاکہ اسے لے کر جلد سے جلد پہنچ سکے ! ! ! فائزہ شاہ نے لرزتے ہاتھوں سے تیزی سے ٹراؤزر پہنا۔۔ اسے نہیں جانا تھا۔۔۔ لیکن جس حالت میں وہ کھڑی تھی اسے کچھ نہ کچھ پہننا ہی تھا۔۔ ورنہ شرم سے ہی وہ تو زمین میں دھنس جاتی۔۔۔ شوز۔۔۔۔ حدائق شاہ نے ایک نظر اس کے جوتوں کی طرف دیکھتے تیزی سے پھر سے ڈریسنگ روم کی طرف قدم لیے ! ! ایک تو وہ جتنی جلدی کر رہا تھا اتنی ہی دیر ہو رہی تھی۔۔۔ تیزی سے ڈریسنگ روم میں جاتے وہ تقریباً بھاگتے ہوئے ہاتھ میں فائزہ شاہ کے جاگر اٹھاتے لایا۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے اس نے یہ سب بہت پہلے سے ہی سوچ کر تیاری کر رکھی ہو ! ! ! سب کچھ اس نے پہلے سے ہی لا کے رکھ رکھا تھا۔۔ فائزہ شاہ کو بازو سے پکڑے وہ صوفے پر بٹھا چکا تھا۔۔ اسے صوفے پر بٹھاتے حدائق شاہ نے نیچے کو بیٹھتے نرمی سے اس کے پاؤں میں جوگرز پہنانے شروع کیے ! ! شاہ میں خود کر۔۔۔۔۔ آوازنا آئے تمہاری ! ! فائزہ شاہ جھجھکتے ہوئے ابھی اسے ٹوکتی کہ حدائق شاہ ہی اسے ٹوک چکا تھا۔۔ اسے فائزہ کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں سننا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے خاموشی سے منہ بسورا۔۔ ایک مرتبہ اس شخص کا موڈ ٹھیک ہو جاتا پھر وہ بہت اچھے سے اسے بتاتی ذرا۔۔ حدائق شاہ اسے اسے جوتے پہناتے زمین سے کھڑا ہوتے پھر سے بیڈ کی طرف بڑھا۔۔۔ لیب کوٹ تو رہ ہی گیا

تھا۔۔ وہ اسے اٹھائے فائزہ کے پاس آتے نرمی سے اسے یہ بھی پہناتے پوری طرح سے ایک ڈاکٹر کے حلیے میں تبدیل کروا چکا تھا۔ بلکل ویسے ہی جیسے حدائق شاہ کو پہلی مرتبہ اس سے محبت ہوئی تھی۔۔ تب بھی فائزہ اسی لباس میں تھی ! ! لب کوٹ کے ایک طرف

Dr. Faiza shah

لکھا تھا۔۔ یہ حدائق شاہ نے خود لکھوایا تھا۔۔ میرا بہادر بچہ ! ! ایک نظر اسے دیکھتے حدائق نے محبت سے اس کے لبوں پر ایک زوردار بوسا دیا۔۔ وہ ساتھ ہی اس کی کلائی پکڑے تیز تیز قدموں سے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ جبکہ فائزہ شاہ بھیگی نظروں سے اپنے سراپے کو دیکھ رہی تھی ! ! کتنا تکلیف دہ تھا اس کے لیے اس وردی کو دوبارہ سے پہننا حدائق کبھی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔۔ کاش کہ وہ ایک مرتبہ اسے سمجھ لیتا۔۔۔ حدائق شاہ کے ساتھ گھسٹتی ہوئی وہ غائب دماغی سے باہر کی طرف بڑھ رہی تھی ! ! اس کا دماغ تو اس وردی اور ماضی کے درمیان ہی کہیں الجھا ہوا تھا۔۔ وہ نہیں کر سکتی تھی آپریشن ! ! حدائق زبردستی اس پر اپنی مرضی تھوپ رہا تھا۔۔ جب وہ خود ہی اپنے شوق کو دفنا چکی تھی تو وہ کیوں پیچھے پڑ گیا تھا۔۔۔ حدائق شاہ نے گاڑی کے نزدیک جاتے اپنی

جیب سے کچھ نکالتے اس کے کان میں لگایا۔۔ فائزہ نہیں جانتی تھی کہ وہ کیا ہے ! اس کا دماغ اس طرف تھا ہی نہیں ! ! بیٹھو جلدی ! ! اسے نرمی سے گاڑی میں بٹھاتے حدائق شاہ اس کی طرف کا دروازہ بند کر چکا تھا۔۔وہ ابھی تک غائب دماغ تھی۔۔ حدائق شاہ نے اپنی طرف جا کر بیٹھتے گاڑی سٹارٹ کی۔۔ وہ جانتا تھا فائزہ کی حالت ! ! مقابل سوچ رہی تھی کہ وہ اسے سمجھ نہیں رہا تھا حالانکہ حدائق شاہ سے زیادہ فائزہ کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔۔ وہ جو بھی کر رہا تھا یہ فائزہ کے لیے ہی بہتر تھا۔۔۔ ایک مرتبہ پھر حدائق شاہ کی گاڑی فارم ہاؤس سے نکلتے اسی سپیڈ کے ساتھ سڑکوں پر ڈولتی ہسپتال ! ! کر راستے پر رواں تھی۔۔ ایک مرتبہ پھر گاڑی میں مکمل طور پر خاموشی تھی

ماہ دیر شاہ اس وقت ہسپتال ہے کاریڈور میں کھڑا پریشانی سے اِدھر اُدھر چکر کاٹتے فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔۔۔ اس وقت رات کے گیارہ سے ساڑھے گیارہ کا وقت تھا۔۔ ہسپتال میں ابھی کوئی لیڈی ڈاکٹر اویلیبل نہیں تھی ! ! یہ ماہ دیر شاہ کے یہاں پہنچنے پر ہی دو سے تین کو بلایا گیا تھا جو ابھی راستے میں تھیں۔۔یہ وہی ہسپتال تھا جہاں سے کبھی فائزہ شاہ کو کیڈنیپ کیا گیا تھا۔۔ نائرہ کا ویکلی چیک اپ بھی یہیں پر ہوتا تھا۔۔

ڈاکٹرز نے بتایا تھا اسے کہ آپریشن ہوگا۔۔۔وہ اسی لیے زیادہ پریشان تھا۔۔ نائرہ کی حالت بھی ٹھیک نہیں تھی۔۔ صرف وہی نہیں سب گھر والے ہی پریشانی کے عالم میں بیٹھے تھے ! ! زاویار شاہ خود ایک طرف سنجیدگی سے کھڑا کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔۔ وہ جانتا تھا اشنا چلی گئی ہوگی۔۔۔ وہ سخت ناراض تھا اشنا سے جو ان حالات میں اسے چھوڑ کر چلی گئی تھی ! ! اگر تو نائرہ کی طبیعت خراب نہ ہوتی وہ اسے کسی صورت نہ جانے دیتا۔۔۔ لیکن اُس وقت کسی کی زندگی بچانا زیادہ ضروری ہو گیا تھا۔۔ اشنا کو تو وہ بعد میں بھی کے آتا۔۔ اتنا تو طے تھا کہ اگر ساری دنیا مل کر بھی اسے اشنا شاہ کو چھوڑنے کا بولتی وہ تب بھی اس عورت کی بجائے دنیا کو ہی چھوڑ دیتا۔۔ وہ اپنی ماں سے بھی سخت ناراض تھا۔ اسے اُمید نہیں تھی کہ اس کی ماں بی ایسا کچھ بول سکتی ہے ! ! لیکن قصور تو اُن کا بھی نہیں تھا۔۔ اکلوتی اولاد کے بچے دیکھنا کس کی خواہش نہیں ہوتا بھلا؟؟ ان کی نسل زاویار شاہ سے ہی آگے بڑھ سکتی تھی ! ! وہ اسی لیے بول رہی تھیں صرف ! ! ورنہ ان کا ایسا کوئی اِرادہ نہیں تھا کہ زاویار اشنا کو چھوڑ دے۔۔۔ وہ بس چاہتی تھیں کہ اولاد کی خاطر زاویار دوسری شادی کر لے ! ! خیر جو قسمت کو منظور۔۔۔

ماہ دیر شاہ کھڑا پریشانی سے اِرد گرد چکر کاٹ رہا تھا۔۔ ڈاکٹرز آگئی تھیں۔۔ نائرہ شاہ کو اندر لیبر روم میں لے جایا جا چکا تھا۔۔ ڈاکٹرز بھی آپریشن کی تیاری کرتے اندر ہی جا رہی تھیں کہ سامنے سے حدائق شاہ کو آتے دیکھ ماہ دیر شاہ کے قدم رکے ! ! حدائق شاہ سے زیادہ اس کے قدم اس کے ساتھ چلتی بیوی کو دیکھ کر رکے تھے ! ! ماہ دیر شاہ نے حیرت سے سامنے فائزہ کو دیکھا۔۔ حدائق شاہ پہنچ چکا تھا۔۔ اس کے ساتھ چلتی فائزہ کی آنکھیں اب تک بھیگی ہوئی تھیں۔۔ وہ حدائق شاہ کا ہاتھ سختی سے تھامے ہوئے تھی کیونکہ اسے خوف آرہا تھا اس جگہ سے بھی ! ! ! اس میں نہیں تھی اتنی ہمت کہ دوبارہ اس جگہ پر پھر سکے ! ! لیکن حدائق شاہ اس کی سنتا ہی نہیں تھا۔۔ وہ شخص ہمیشہ اپنی کرنے والوں میں سے تھا۔۔ اندر آتے ہی سب سے پہلے رسپشنسٹ نے فائزہ شاہ کا استقبال کیا تھا جس کا وہ کوئی جواب بھی نہ دے سکی۔۔۔ وہ اس وقت مکمل طور پر اپنے ڈاکٹر کے حلیے میں موجود تھی ! ! حدائق شاہ فائزہ کو اپنے ساتھ لیے سیدھا آگے کو بڑھا۔۔ سارے گھر والے حیرت سے فائزہ کو اور اسے دیکھ رہے تھے جو اُن کی طرف متوجہ ہی نہیں تھا۔۔ وہ بس اپنی بیوی کو اپنے ساتھ لیے سیدھ میں آگے بڑھ رہا تھا۔۔ شاید اسے لیبر روم کا راستہ پتہ تھا۔۔ ماہ دیر شاہ جو حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا کہ اس کے دماغ میں اچانک ہی جھماکا سا ہوا۔۔ نہیں وہ اتنا بڑا رسک نہیں لے سکتا تھا۔۔

اپنے فون کو جیب میں رکھتے وہ تیزی سے حدائق شاہ کے پیچھے ہی بھاگا جو ان کے پاس سے گزرتے آگے بھی بڑھ چکا تھا۔۔ مجال تھی جو اس شخص نے انہیں دیکھا بھی ہو ! !

حدائق شاہ نے اس کا ہاتھ پکڑتے آگے کو بڑھتے لیبر روم کی طرف جاتے اپنے قدم روکے ! ! وہ سہی وقت پر پہنچا تھا۔۔ ڈاکٹرز آپریشن کی تیاری کر رہے تھے ! ! ! تم کر سکتی ہو میری جان اندر جاؤ باہر سب کو میں دیکھ لوں گا۔۔ فائزہ کی طرف مڑتے حدائق نے اس کے ماتھے پر لب رکھتے نرمی سے کہا۔۔ فائزہ شاہ نروٹھے سے انداز میں اس کا لمس اپنے ماتھے سے صاف کر چکی تھی۔۔۔ وہ نہیں کرنا چاہتی تھی یہ آپریشن ! ! وہ سخت ناراض تھی اس سے ! ! ! حدائق شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے اسے دیکھا۔۔ کیسے سمجھاتا آخر وہ اسے ! ! اندر جاؤ۔۔ زیادہ وقت نہیں ہے ہمارے پاس ! !

سنجیدہ چہرہ کرتے حکم دیا گیا۔۔ مقابل نرمی کے لائق ہی نہیں تھی۔۔۔۔ حدائق رک ! ! ماہ دیر شاہ جو اسی طرف آیا تھا اس نے دور سے ہی آواز لگاتے حدائق کو جیسے سختی سے انکار کیا۔۔ وہ واقعی میں سمجھ گیا تھا۔۔۔ جلدی جاؤ اندر ! ! حدائق شاہ نے ماہ دیر کو اُدھر آتے دیکھ لیبر روم کا دروازہ کھولتے زبردستی فائزہ کو اندر گھسیٹا۔۔ وہ ایک ماسٹر مائنڈ انسان تھا۔۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ آگے کیا ہوگا۔۔ دو سے تین نرسز پہلے ہی انکار موجود تھیں۔۔ فائزہ شاہ ڈاکٹر کے طور پر اب جا چکی تھی۔۔ جس ڈاکٹر نے نائرہ کا

آپریشن کرنا تھا وہ باہر ہی تھی۔۔۔ اندر نائرہ شاہ ہوش و حواس میں درد سے مرنے کو تھی۔۔ حدائق شاہ لیبر روم کا دروازہ بند کرتے اڑ کر آگے کھڑا ہوا۔۔ سب کچھ تو اندر ہی تھا۔۔ حدائق میں منہ توڑ دوں گا تیرا۔ ماہ دیر شاہ حدائق کے پاس تیز تیز قدموں سے آتے چیخا۔۔ یہ چل کیا رہا تھا آخر اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ بکواس نہ کر!! وہ کرلے گی آپریشن!! مجھے یقین ہے وہ کرلے گی!! کسی دوسری ڈاکٹر سے نہیں کرائیں گیں ہم جب ہمارے اپنے گھر میں ایک گائناکالوجسٹ موجود ہے ہمیں کسی اور کی کیا ضرورت!!! حدائق شاہ نے لیبر روم کے دروازے کے سامنے صحیح سے کھڑے ہوتے سنجیدگی سے کہا۔۔ وہ جانتا تھا یہاں سے آواز ضرور اُٹھے گی!! زاویار شاہ اور باقی سب بھی اِدھر آچکے تھے!! چل کیا رہا تھا آخر یہاں پر!!! تو بکواس مت کر!! تُجھے سارے ایکسپریمنٹ میری ہی بیوی پر یاد آرہے ہیں!! وہ ایک عرصے تک ٹراما میں رہی ہے حدائق!! بھول بھال گئی ہوگی وہ سب کچھ!! اگر میری بیوی کو کچھ ہوا تو میں تُجھے جان سے مار دوں گا۔۔۔ ماہ دیر شاہ انگلی اٹھائے چیختے ہوئے آپے سے باہر ہو رہا تھا۔۔ صرف وہی نہیں یہاں موجود سب کو یہی لگتا تھا کہ فائزہ بھول گئی ہوگی سب کچھ!!! اسے تو یاد ہی نہیں ہوگا کچھ!! ماہ دیر سہی کہہ رہا ہے حدائق!! وہ آرہی ڈاکٹر شرافت کے ساتھ پیچھے ہٹ جانا۔۔ زاویار شاہ نے سامنے سے ڈاکٹر کو آتے دیکھ سختی

سے حدائق کو تنبیہ کی ! ! وہ لوگ کسی صورت نائرہ اور بچے کی جان پر رسک نہیں لے سکتے تھے ! ! ! ماہ دیر شاہ کھڑا نہایت سخت نظروں سے حدائق کو گھور رہا تھا جس پر چیونٹی بھی نہیں رینگی تھی ! ! وہ ویسے ہی جم کر کھڑا تھا۔۔ ڈاکٹر نے ان لوگوں کے قریب آتے حیرت سے انہیں دیکھا۔۔ وہ سب یہاں کیوں جمع تھے آخر ! ! مسٹر ماہ دیر کیا آپ کو ہاسپٹل کے رولز بھول گئے ہیں سارے؟ ماہ دیر شاہ کے پاس آتے اس نے سنجیدگی سے استفسار کیا۔۔ ایک تو وہ لوگ یہاں کھڑے تھے اوپر سے شور بھی کر رہے تھے ! ! ! بھاڑ میں گئے رولز آپ پلیز جلدی اندر جائیں ! ! ماہ دیر شاہ نے چڑ کر جواب دیا۔۔ اسے فکر ہو رہی تھی نائرہ کی۔۔۔ اس کی بیوی اندر تھی اور ساتھ ایک ایسی ڈاکٹر جس نے ایک عرصے تک کوئی کام ہی نہیں کیا تھا۔۔ اس کی فکر بجا تھی ! ! ! ڈاکٹر نے تاسف سے انہیں دیکھتے نفی میں سر ہلایا۔۔۔ وہ آگے بھی کیسے جاتی؟؟ دروازے میں تو یہ شخص کھڑا تھا۔۔ پیچھے ہو جائیں مسٹر شاہ۔۔ اسے نا ہٹتے دیکھ ڈاکٹر نے خود ہی اسے پیچھے ہٹنے کو کہا۔۔ وہ تو پاگل ہو جاتی ان لوگوں کے درمیان میں ! ! اندر ایک ڈاکٹر الریڈی موجود ہے ! ! ساتھ چار سے پانچ نرسز بھی ہونگی ! ! میرا نہیں خیال اندر آپکی کوئی ضرورت ہے ! ! جائیں آپ ریسٹ کریں ! ! حدائق شاہ نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے جواب دیا۔۔۔ وہ شخص جیسے ضد پر اڑ گیا تھا کہ آپریشن فائرہ ہی کرے گی ! ! ! ڈاکٹر

کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی ! ! ہسپتال میں تو اس وقت کوئی ڈاکٹر تھی ہی نہیں۔۔ وہ خود بھی ابھی آئی تھی۔۔ پھر بھلا کیسے کوئی اندر جا سکتی تھی ! ! آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے ہسپتال میں میرے علاوہ کوئی بھی گائنکالوجسٹ موجود ہی نہیں ہے ! ! کوئی نرس ہوگی آپ سامنے سے تو ہٹیں پیشنٹ کی جان پر رسک لے رہے ہیں آپ ! ! ڈاکٹر نے تحمل سے کہتے اسے پھر سے ہٹانا چاہا۔۔ یہ سیدھا سیدھا بدتمیزی تھی۔۔۔ اندر نائرہ شاہ تکلیف میں تھی۔۔ اسے آپریشن کی ضرورت تھی جلد سے جلد ! ! حدائق شاہ نے خاموشی سے ایک نظر اسے دیکھتے اپنی جیب سے کچھ نکالا۔۔۔ وہ اسے نکالے اس ڈاکٹر کے سامنے کر چکا تھا۔۔ ڈاکٹر فائزہ شاہ ! ! آپ سے ڈیڑھ سال سینئر اس وقت اندر موجود ہے ! ! ! میرا نہیں خیال آپ کی ضرورت ہوگی اندر ! ! میری بیوی کر سکتی ہے وہ کر کے دکھائے گی ! ! حدائق شاہ نے فائزہ کا لائسنس جو کب سے اس نے سنبھال کر رکھا ہوا تھا وہ اس ڈاکٹر کے سامنے کیا۔۔ اس سے بڑا پروف وہ اور کچھ نہیں دے سکتا تھا۔۔۔ آپ پاگل ہیں مسٹر شاہ۔۔۔ اُن کے ساتھ جو ہوا سب کو پتہ ہے وہ دوبارہ بنا کسی ٹریننگ کے اندر چلی گئی ہیں ! ! ایک عرصے بعد وہ یہ کام کر رہی ہیں آپ لوگ رسک لے رہے ہیں پیشنٹ کی جان پر ! ! پیچھے ہٹیں پلیز ! ! ڈاکٹر نے لائسنس کو دیکھتے پریشانی سے کہا۔۔ وہ فائزہ کو بہت اچھے سے جانتی تھی۔۔ بلکہ سب ہی تقریباً یہاں فائزہ کو

احھے سے جانتے تھے ! ! ! کچھ نہیں ہوا اس کے ساتھ ! ! میری بیوی کے بارے میں دوبارہ اس طرح کی بکواس کی تو میں بھول جاؤں گا کہ آپ ایک عورت ہیں ! ! حدائق شاہ کا سنجیدہ چہرہ مزید سپاٹ ہو چکا تھا۔۔۔ زہر لگی تھی اسے ڈاکٹر کی یہ بات ! ! آپ یہاں کھڑے مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟ ایک اناڑی ڈاکٹر جو سب کچھ بھول گئی ہوگی اسے ایک پیشنٹ کے پاس بھیجنے پر میں کیس بھی کر سکتی ہوں آپ پر یاد رکھیے گا۔۔ ڈاکٹر کی آواز اونچی ہوتی جا رہی تھی۔۔ ماحول لڑائی میں تبدیل ہونے لگا تھا۔۔۔ صرف اور صرف حدائق شاہ کی بدولت ! ! گھر والے بھی کھڑے غصے سے حدائق کو گھور رہے تھے ! ! ! کریں کیس محترمہ ! ! میں تو کہتا ہوں ہو ہی جائے۔۔ لیکن یاد رکھیے گا میں خود ایک وکیل ہوں ! ! پولیس مجھے تو کچھ نہیں کہہ سکے گی ہاں لیکن پھر میں آپ کے اگلے پچھلے اہل خانہ کو جیل میں ضرور بھجوا دوں گا یاد رکھیے گا۔۔ آپ کی نسلوں تک پر کیس نا بنا دیا تو میں بھی حدائق شاہ نہیں ! ! کریں تھوڑی اور بحث؟؟ حدائق شاہ نے نہایت سنجیدگی سے کہتے آخر میں معصومیت سے استفسار کیا۔۔ وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔۔ وہ یہ کر بھی سکتا تھا۔۔ ڈاکٹر رہنے دیں اندر فائزہ ہے وہ کر لے گی ! ! جتنی بحث ہوگی یہاں اتنی ہو لڑائی بڑھے گی ! ! کیونکہ ہم اس گدھے کی فطرت سے بہت احھے سے واقف ہیں ! ! ڈاکٹر ابھی کوئی جواب دیتی کہ مظہر شاہ ڈاکٹر کو سہولت سے منع کر چکے تھے ! ! نائرہ کی فکر

تو انہیں بھی تھی لیکن وہ جانتے تھے کہ اگر حدائق نے کچھ کیا ہے تو سوچ سمجھ کر ہی کیا ہوگا۔۔ ڈاکٹر خاموشی سے ایک نظر حدائق شاہ کو گھورتے ہوئے سامنے ہی جاتے دیوار سے ٹیک لگاتے کھڑی ہوئی ! ! وہ لوگ رسک نہیں لے سکتے تھے ! ! اگر کچھ ہو جاتا تو ہسپتال کی ساکھ کا مسئلہ تھا۔۔ اسے کسی بھی ایمرجنسی کی صورت میں یہیں کھڑے ہونا تھا۔۔ اگر میری بیوی اور بچے کو کچھ بھی ہوا حدائق تو یاد رکھنا تیرا میرا ساری زندگی کا واسطہ ٹوٹ جائے گا۔۔ ماہ دیر شاہ نے اُنگلی اٹھاتے اسے سنجیدگی سے وارن کیا۔۔ وہ بھی جاتے یہیں کچھ فاصلے پر کھڑا ہو چکا تھا۔۔ جبکہ دل میں دعائیں چل رہی تھیں کہ نائرہ کو کچھ نہ ہو ! ! ! سچ تو یہ تھا اسے بچے سے بھی زیادہ نائرہ کی فکر تھی ! ! ڈاکٹر نے پہلے ہی کہا تھا ڈیلیوری میں پیچیدگیاں ہو سکتی ہیں ! ! اوپر سے اندر ڈاکٹر بھی ماشاء اللہ سے ایسی ہی چلی گئی تھی بقول ماہ دیر کے ! ! ! اس کی فکر بجا تھی۔۔۔ مختلف دعائیں پڑھتا وہ دل میں شدت سے نائرہ کے لیے دعائیں کر رہا تھا۔۔۔۔ حدائق شاہ ان سب کو پیچھے ہٹتے دیکھ اپنے کان میں لگے ایئر پوڈ کی طرف متوجہ ہوا جو کہ اندر سے آتی تمام آوازیں اسے سنا رہا تھا۔۔ یہ دوسرا فائزہ کے کان میں لگا تھا۔۔ حدائق شاہ نے کان پر اُنگلی رکھتے اپنی پوری توجہ اس طرف کی ! ! ہیلو فائزہ کی تم مجھے سب سکتی ہو؟ کچھ شور کی آواز آتے دیکھ حدائق شاہ نے دھیرے سے فائزہ کو مخاطب کیا۔۔۔ اندر موجود فائزہ شاہ لیبر روم

میں داخل ہوتے بھیگی نظروں سے اِرد گرد دیکھ رہی تھی۔۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری تھا۔۔پتہ نہیں کتنے ہی آپریشن کتنی ہی ڈیلیوری وہ یہاں پر کر چکی تھی۔۔۔ آج پھر وہ یہیں پر کھڑی تھی۔۔ نرسز نے اسے اندر آتے دیکھ خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا۔۔۔ وہ اسے پہچان چکی تھیں ۔ فائزہ شاہ کو آخر کون نہیں جانتا تھا یہاں؟؟ ویلکم بیک ڈاکٹر فائزہ ! ! ایک نرس نے آگے آتے مسکراتے ہوئے کہا۔۔یہ دوسری عورت تھی جو اسے یہ بول رہی تھی ! ! فائزہ شاہ نے بھیگی نظریں دیوار سے ہٹاتے اس پر مرکوز کی۔۔ وہ بھی جانتی تھی انہیں ! ! جن کے ساتھ ایک عرصے تک کام کیا ہی وہ انہیں کیسے بھول سکتی تھی بھلا؟؟ اسے بس کچھ یاد تھا۔۔۔یہ لیں ! ! ایک نرس نے آگے کو آتے اس کے ہاتھ میں دو گلوز تھمائے ! ! حدائق شاہ سے اس کی پہلے ہی بات ہو چکی تھی ! ! وہ شخص ہر طرح کی تیاری کیے بیٹھا تھا۔۔ میں۔۔۔۔میں نہیں کر سکوں گی یہ ! ! میرے لیے بہت مشکل ہے ! ! فائزہ نے ایک نظر گلوز کو دیکھتے روتے ہوئے صاف انکار کیا۔۔ وہ اپنے اندر ہمت جمع کرنا چاہ رہی تھی مگر وہ ناکام رہی ! ! اس کے ذہن میں وہ بھیانک دن کسی فلم کی طرح چل رہا تھا۔۔۔ فائزہ میں نے ایک لگانی ہے تمھیں ! ! اس کا انکار کرنا تھا کہ حدائق شاہ جو کھڑا سب کچھ سن رہا تھا وہ بے چینی سے دبی دبی آواز میں چیخا۔۔ سب کچھ اس پر ڈپینڈ کرتا تھا۔۔ اب اگر کچھ بھی

ہو جاتا تو گھر والوں نے اسے الٹا لٹکا دینا تھا۔۔۔ فائزہ شاہ نے اندر بے بسی سے روتے ہوئے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود گلوز کو دیکھا۔۔۔ وہ کیوں زبردستی کر رہا تھا آخر اس کے ساتھ؟؟ فائزہ تم کر سکتی ہو!! میری جان صرف سامنے دیکھو!! تمہارے سامنے ایک مریض ہے فائزہ!! نائرہ کی چیخیں یہاں تک آرہی ہیں۔۔ تمھیں اس کی اور اس کے بچے کی جان بچانی ہے!! اسی دن کے لیے اتنی محنت سے پڑھائی کی تھی تم نے!! کوشش کرو!! میں باہر دروازے میں ہی کھڑا ہوں۔۔ صرف کوشش کرو میرا بچہ!!! کچھ بھی ہوا تو دوسری ڈاکٹر بھی یہیں ہے ہم دیکھ لے گیں معاملے کو تم بس مریض پر دھیان دو!! آگے بڑھو شاباش!! اپنے شاہ کا مان مت توڑنا فائزہ۔۔۔ مجھے اندھا یقین ہے تم پر!! تم کر سکتی ہو یہ تم ہی کرو گی!!! جلدی کرو آپریشن میں جتنا لیٹ ہوگا اتنے ہی مسائل کھڑے ہونگے!! حدائق شاہ مسلسل بول رہا تھا۔۔۔ وہ دروازے کے سامنے کھڑا صرف فائزہ پر دھیان دیے اسے تسلیاں دینے کی کوششوں میں تھا۔۔ فائزہ نے ایک نظر سامنے موجود نائرہ کو دیکھا۔۔۔ وہ چیخ رہی تھی!! جلد سے جلد ڈیلیوری ہونی تھی اس کی!! وہ تکلیف میں تھی!! اسے علاج کی ضرورت تھی!! ایک گہری سانس بھرتے اس نے اپنے آنسوں صاف کیے!!! وہ تیزی سے اپنے ہاتھوں میں گلووز پہن رہی تھی۔۔۔ نرس اسے گلووز پہنتے دیکھ گہرا مسکرائی!!! آخر مقابل

حدائق شاہ تھا۔۔۔کوئی بھی بات مان سکتا تھا اس کی۔۔۔ آگے بڑھو فائزہ جلدی کرو وقت نہیں ہے زیادہ ! ! حدائق شاہ کی آواز مسلسل آرہی تھی۔۔ وہ اسے کنوینس کرنے کی ہر کوشش کر رہا تھا۔۔ اسے یقین تھا اس کی بیوی کر لے گی ! ! ! فائزہ شاہ تیزی سے آگے کو بڑھی۔۔ ابھی آنسوں صاف کیے تھے اور دوبارہ سے آنسوں برس پڑے تھے ! ! وہ روتے ہوئے آگے کو بڑھتے نائرہ شاہ کے پاس جاتے کھڑی ہوئی ! ! پتہ نہیں کیوں اس کا جسم لرزنے لگا تھا۔۔ آسان تو نہیں تھا اس زندگی کی طرف واپس سے لوٹنا۔۔۔ وہ ایک مرتبہ پھر لرزتے جسم کے ساتھ وہیں کھڑی تھی ! ! ریلکس رہیں بھابی ! ! میں کر لوں گی ! ! فائزہ شاہ نے بھیگی سی آواز میں نائرہ کو تسلی سی دینی چاہی۔۔ یہ اس کا پہلا جملہ تھا جس نے نائرہ کو تو نہیں ہاں لیکن باہر کھڑے حدائق شاہ کو سکون کا سانس لینے پر مجبور کر دیا تھا۔۔ حدائق شاہ بے ساختہ ہی گہرا مسکرایا۔۔ آخر مان ہی گئی تھی اس کی ضدی بیوی ! ! اندر آپریشن شروع ہو چکا تھا۔۔ نائرہ شاہ کی فلک شگاف چیخیں باہر تک آرہی تھیں ! ! فائزہ برستی آنکھوں اور لرزتے ہاتھوں کے ساتھ آپریشن کر رہی تھی ! ! نرسز اس کے ساتھ کھڑی اس اور مدد میں مگن تھیں۔۔۔باہر حدائق شاہ دروازے سے مٹتے اِدھر اُدھر گھومتے ہوئے خود بھی دعائیں پڑھ رہا تھا۔۔ اگر کچھ غلط ہوتا اس کے گھر والوں نے اسے واقعی میں جان سے مار دینا تھا۔۔ اسے ایک طرح سے ہلکا سا ڈر بھی

لگ رہا تھا۔۔ معصوم سے بچے کا بھی سوال تھا۔۔ ماہ دیر شاہ خود پریشانی سے کھڑا حدائق شاہ کو گھورنے میں مصروف تھا۔۔ اسے تو رہ رہ کر غصّہ آرہا تھا اس شخص پر جسے سارے ایکسپریمنٹ اس کی بیوی کی مرتبہ میں ہی یاد آئے تھے ! ! ! سامنے سے دا جان اور معاذ شاہ بھی آ چکے تھے۔۔ شاید ولیمہ ختم ہو چکا تھا۔۔ خان ولا سے بھی کچھ لوگ آئے تھے اِدھر ! ! سب کی زبانوں پر دعائیں ہی دعائیں تھیں ! ! ! ڈاکٹر آنکھیں صاف کریں پلیز ! ! حدائق شاہ چکر کاٹ ہی رہا تھا کہ اس کے کانوں میں نرس کی آواز اُبھری ! ! وہ شاید فائزہ سے مخاطب تھی ! ! ! فائزہ رو رہی ہو تم ؟؟ فار گاڈ سیک وہ جگہ ہے رونے والی ؟؟ تم افورڈ کر سکتی ہو وہاں رونا ؟؟ حدائق شاہ جبڑے بھنچتے دبی دبی آواز میں چیخا۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کس طرح اس لڑکی کو سمجھائے ! ! ! میری بات سنو فائزہ۔۔ یہاں پولیس کیس بھی بن سکتا ہے اگر کچھ بھی ہوا تو۔۔ میرے تو گھر والے بھی اب مجھے نہیں بچائے گیں۔۔ سب کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے ! ! دھیان دو آپریشن پر ! ! ایک ننھی جان کا سوال ہے ! ! دو دو جانوں کا سوال ہے فائزہ ! ! حدائق شاہ پھر سے بولنا شروع ہو چکا تھا۔۔ وہ ایسے بول رہا تھا جیسے واقعی میں پولیس اس کے سامنے ہی کھڑی ہو ! ! وہ بس فائزہ کو ریلکس کرنا چاہ رہا تھا۔۔۔ یہاں کھڑے لوگوں میں جس جس کو معاملے کا پتہ چل رہا تھا وہ وہ حدائق کو کھڑا گھور رہا تھا۔۔ انہیں یقین تھا کہ فائزہ

نہیں کر سکے گی۔۔ وہ ایک عرصے تک ٹراما میں رہی تھی۔۔ کسی کو بھی نہیں لگتا تھا کہ اسے کچھ بھی یاد ہوگا۔۔۔ سوائے حدائق شاہ کے یہاں کھڑا ہر شخص نا اُمید تھا۔۔۔

اندر موجود فائزہ شاہ نے تھکے ہارے انداز میں اپنے ہاتھ میں موجود آلات سائڈ پر رکھے ! ! ! وہ شدت سے رونے لگی تھی ! ! اس سے نہیں ہو رہا تھا۔۔ فا۔۔فائزہ۔۔۔

حدائق شاہ نے اس کے رونے کی آواز محسوس کرتے لڑکھڑاتی سی آواز میں اسے پکارا۔۔۔ اب اسے لگ رہا تھا کہ اس نے واقعی میں سیدھا سیدھا رسک لیا ہے ! ! مجھ سے نہیں ہو رہا شاہ۔۔۔مجھے معاف کر دیں میں نہیں کر پا رہی ! ! ! نائرہ کے گھٹنے پر ہاتھ رکھے وہ بری طرح روتے ہوئے انکار کر گئی تھی ! ! وہ نہیں کر پا رہی تھی ! ! ! حدائق شاہ نے اپنی پچھلی گردن کو رب کرتے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی ! ! وہ کچھ بولنے کے قابل نہیں بچا تھا۔۔ اسے یقین تھا کہ فائزہ کر لے گی لیکن فائزہ دھیرے دھیرے اس کا یقین توڑ رہی تھی ! ! اس کا بس نہیں تھا کہ کچھ کر جائے ! ! بس ہونے والا ہے ڈاکٹر ! ! پلیز ہمت مت ہاریں۔۔ ہم سب بھی تو ساتھ ہی کھڑے ہے ! ! پکڑیں اسے آپ کر سکتی ہیں ! ! فائزہ شاہ کے ساتھ کھڑی نرس نے واپس سے آلات اُٹھاتے اس کے ہاتھ میں تھمائے ! ! اجنبی ہونے کے باوجود بھی اسے فائزہ پر پورا یقین تھا۔۔۔ نائرہ شاہ کی فکر شگاف چیخیں ابھی تک جاری تھیں ! ! وہ بری طرح رو رہی تھی۔۔یہ لمحات

ہی اتنے تکلیف دہ تھے ! ! نارمل آپریشن تھا اس کا اسی لیے اسے بیہوش بھی نہیں کیا تھا۔۔۔ کوشش تو کرو میری جان۔۔۔ تم میرا مان توڑ رہی ہو ! ! اس کے کان سے بھی حدائق شاہ کی تھکی ہاری آواز اُبھری ! ! ! اگر آج فائزہ یہ نہ کر پاتی تو اسے ساری زندگی کا افسوس رہ جانا تھا۔۔ باہر کھڑا وہ اپنے بالوں میں ہاتھ چلاتے سنجیدگی سے دھیرے دھیرے قدموں سے اسی ڈاکٹر کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ اسے اندر بھیج سکے ! ! اس کی بھابی اور بھتیجے / بھتیجی کا سوال تھا۔۔ وہ ایک مرتبہ رسک لے چکا تھا اب مزید انتظار کرنا بیوقوفی تھی۔۔ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے وہ ڈاکٹر کی طرف جا رہا تھا۔۔۔۔ جبکہ اندر موجود فائزہ شاہ نرس کو دیکھتے ہاں کی صورت میں سر ہلاتے پھر سے ہمت باندھ چکی تھی ! ! وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے ہمت دلانے والا باہر خود ہمت ہار چکا ہے ! ! وہ تو اسی کے آسرے ہمت دکھا رہی تھی ! ! آپریشن جاری تھا۔۔ جب فائزہ نے پہلے منع کیا تھا تب تقریباً آدھا کام تو ہو چکا تھا۔۔ آپریشن زیادہ دیر کا تھا بھی نہیں۔۔۔ ایک ننھی سی جان آہستہ آہستہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں آرہی تھی ! ! نائرہ شاہ کی چیخیں عروج پر تھیں۔۔ لیبر روم کے باہر تک ان چیخوں کی آواز آرہی تھی۔۔۔ ماہ دیر شاہ آنکھوں میں نمی لیے چھت کی طرف دیکھتے مسلسل کچھ نہ کچھ پڑھ رہا تھا۔۔ وہ دیوار سے ٹیک لگائے شدت سے دل میں اپنے رب سے دعائیں مانگ رہا تھا۔۔ اسے بس اپنے بیوی اور بچے کی

فکر تھی ! ! باقی سب کھڑے خاموشی اور پریشانی سے ان چیخوں کی آوازیں سن رہے تھے۔۔ لیبر روم سے ایسی آوازیں آنا بہت عام سی بات تھی۔۔۔اسی لیے وہ لوگ کچھ بول بھی نہیں سکتے تھے ! ! حدائق شاہ خاموشی سے جاتے ڈاکٹر کے مقابل کھڑا ہوا۔۔۔ اندر ایک لمحے کے لیے مکمل طور پر خاموشی چھا گئی تھی۔۔ نائرہ کی چیخیں اچانک ہی جیسے تھم سی گئی تھیں۔۔ حدائق شاہ کو کچھ غلط ہونے کا خدشہ ہوا۔۔ صرف اسے ہی نہیں باقی سب کو بھی یہی ہوا تھا۔۔ اندر سے کوئی آواز بھی نہیں آرہی تھی۔۔ ماہ دیر شاہ تیزی سے دیوار سے ٹیک ہٹاتے سیدھا ہوا۔۔۔ چاروں طرف مکمل خاموشی تھی۔۔۔ ڈاک۔۔۔ حدائق شاہ ہوائیاں اڑے چہرے کے ساتھ ابھی ڈاکٹر کو مخاطب کرتا کہ اس کے کانوں میں فائزہ کی سسکتی ہوئی آواز اُبھری ! ! ! وہ بری طرح رو رہی تھی۔۔۔ مبارک ہو شاہ بیٹی ہوئی ہے ! ! ! ایک ننھی سی جان کو اپنے ہاتھ میں تھامے وہ بری طرح روتے ہوئے حدائق کو یہ خبر دے گئی تھی ! ! نرس نائرہ کو دیکھ رہی تھی ! ! فائزہ نے آگے کو بڑھتے بچی کو نرس کے ہاتھ میں تھمایا۔۔۔ وہ آگے نائرہ کی طرف بڑھ رہی تھی تاکہ اسے اسٹیچیز لگا سکے ! ! ہلکا سا کٹ لگایا گیا تھا اسے ! ! ! اپنے بازو سے اپنے آنسوں صاف کرتے وہ کام میں مگن ہو چکی تھی ! !

اس نے کر دکھایا تھا۔۔ ایک نظر نائرہ شاہ کو دیکھتے وہ اپنے کام میں مصروف ہو چکی تھی۔۔ اوہ خدایا۔۔ حدائق شاہ بے ساختہ ہی بولتے ہوئے اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھتے تھوڑا نیچے کو جھکا۔۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی کس طرح آخر یقین ہار سکتا تھا؟؟ ایک لمحے کے لیے وہ واقعی میں ڈر گیا تھا۔۔ خیر اس کا یقین جیت گیا تھا۔۔ اس نے اپنا فرض نبھا دیا تھا۔۔ فائزہ شاہ کا آخری ڈر بھی وہ اس کے دل سے نکال چکا تھا۔۔ اپنے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے جھکا وہ ہنستا چلا جا رہا تھا۔۔ اس کی بیوی نے کر دکھایا تھا۔۔ اس نے کر دکھایا تھا۔۔ سب گھر والوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔ کیا وہ پاگل ہو گیا تھا جو اتنے سنگین حالات میں بھی ہنس رہا تھا؟؟ انہیں اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو رہا تھا۔۔۔ اندر سے آتی چیخوں کی آواز تھم چکی تھی۔۔ ماہ دیر شاہ نے ایک نظر حدائق کو دیکھتے تیزی سے اپنے قدم ڈاکٹر کی جانب لیے ! ! وہ اپنے بیوی بچے کی جان پر کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا۔۔۔ تبھی تیزی سے ڈاکٹر کی طرف بڑھتے وہ اس کے مقابل جاتے کھڑا ہوا۔۔ ابھی اسے بس نائرہ کی فکر تھی ! ! ! ڈاکٹر آپ اندر جائیں پلیز۔۔ چھوڑیں اسے آپ اندر جائیں۔۔ میری بیوی کو کچھ نہیں ہونا چاہیئے ! ! ماہ دیر شاہ ڈاکٹر کے پاس آتے

حواس باختہ ہوتے چیخا۔۔ اس کوئی ہوش ہی نہیں رہی تھی ! ! ! حدائق شاہ ہنستے ہوئے ایک نظر اس کی حالت کو دیکھتے سیدھا ہوا۔۔ وہ تیزی سے ہنستے ہوئے آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ حدائق شاہ آگے کو بڑھتے شدت سے اس جذباتی انسان کے گلے سے لگا۔۔ وہ اس کی کمر کے گرد بازو حائل کیے مسکراتے ہوئے کھڑا تھا۔۔۔ اب تو سب کو واقعی یقین ہو گیا تھا کہ حدائق پاگل ہو گیا ہے ! ! ! ! مبارک ہو سالے باپ بن گیا ہے تو ! ! تیری بیٹی اور میری ہونے والی بہو پیدا ہوئی ہے ! ! حدائق شاہ نے ہنستے ہوئے نہایت خوشی سے اسے یہ خبر دی ! ! وہ ابھی کچھ لمحوں پہلے پیدا ہوئی بچی کا رشتہ بھی طے کر چکا تھا۔۔ تف تھی اس انسان پر ! ! ماہ دیر شاہ نے خوشگوار حیرت اور کچھ بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔ کیا واقعی میں؟؟ کیا خدا نے اسے رحمت سے نوازا تھا؟؟ سچ بتا؟؟ اور نائرہ۔۔ نائرہ کیسی ہے؟؟ حدائق شاہ کو خود سے الگ کرتے اس نے بے یقینی سے پوچھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا۔۔ ہاں سچ میں ! اور نائرہ بھابی بھی بلکل ٹھیک ہونگی۔۔ آخر میری بیوی نے آپریشن کیا ہے ! ! کچھ کیسے ہو سکتا تھا بھلا انہیں؟؟ مسکرا کر کہتے وہ اب شوخا ہو رہا تھا۔۔ ہوتا بھی کیوں نہ؟ اتنا ہی خوش ہو سکتا تھا وہ فائزہ شاہ کی ہر کامیابی پر ! ! سامنے کھڑی ڈاکٹر ان کی باتیں سنتے ایک گہری سانس بھرتے واپس سے آگے بڑھی ! ! اس کا کوئی کام نہیں تھا اب یہاں پر ! ! ! اب مسکراتے ہوئے ایک

دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے ! ! خان ولا سے آبان، درفشاں، راحیل، ماورا اور مدحا آئے تھے ! ! بالاج کو کوئی کام تھا اس لیے وہ کہیں باہر گیا ہوا تھا۔۔ جبکہ اشنا اکثم اور ضیغم کے ساتھ گھر چلی گئی تھی۔۔۔ سب لوگ آگے بڑھتے ماہ دیر شاہ کو مبارک باد دے رہے تھے ! ! ہیر شاہ کے بعد خاندان میں بائیس سال بعد کوئی لڑکی پیدا ہوئی تھی۔۔ ان سب کی ہی خوشی دیدنی تھی۔۔۔ وہ سب ابھی اسی میں مگن تھے کہ ایک نرس لیبر روم کا دروازہ کھولتے باہر نکلی ! ! اس کے ہاتھ میں ایک ننھی سی جان تھی جسے وہ لیے مسکراتے ہوئے ان لوگوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔ حدائق شاہ کی بدولت وہ سب سامنے ہی تو کھڑے تھے ! ! ! نرس مسکراتے ہوئے ماہ دیر شاہ کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔ سب کو ہی پتہ تھا کہ یہ ماہ دیر کی اولاد ہے ! ! ! ماہ دیر شاہ نے نرس کو اپنی طرف آتا دیکھ مسکراتے ہوئے اپنے ساتھ کھڑے حدائق شاہ کو بازو سے پکڑتے آگے کو کیا۔۔ وہ چاہتا تھا کہ پہلے حدائق اسے پکڑے ! ! اسے پکڑائیں میں بعد میں اپنی بیوی کے ساتھ دیکھوں گا۔۔ میری بیوی کیسی ہے؟؟ حدائق شاہ کو آگے کو کرتے ماہ دیر شاہ نرس سے سوال گو تھا۔۔ اس نے نائرہ سے تہیہ کیا تھا ایک مرتبہ کہ وہ اپنی پہلی اولاد کو پہلی مرتبہ اس کے ساتھ ہی دیکھے گا۔۔ کچھ یہی وجہ تھی ! ! حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے خوشدلی سے آگے کو بڑھتے نرمی سے اس ننھی سی جان کو اپنے بازو میں بھرتے احتیاط

سے اسے اٹھایا۔۔ کتنا خوبصورت احساس تھا نہ یہ؟؟ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی اپنی اولاد ہو ! ! ! اور میری بیوی کیسی ہے؟؟ نرس کی طرف دیکھتے اس نے لگے ہاتھ فائزہ شاہ کے متعلق بھی استفسار کیا۔۔ آپ دونوں کی بیوی بلکل ٹھیک ہے ! ! ڈاکٹر فائزہ نے بہت ہمت دکھائی ہے مسٹر شاہ۔۔۔ اللہ آپ جیسا شوہر ہر لڑکی کو دے ! ! مسکراتے ہوئے کہتے وہ واپسی کی طرف بڑھ چکی تھی۔۔ اسے ابھی اور بھی بہت کام تھے ! ! ! لیکن میں صرف اپنی فائزہ کا ہوں ! ! حدائق شاہ اس کی پیٹھ کو دیکھ کر کہتے بچی کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔ آخر اس کی بیوی تھی۔۔ ہمت کیسے نا دکھاتی؟؟ حدائق شاہ مسکراتے ہے اسے لیے کھڑا اسے دیکھ رہا تھا جو خود بھی حدائق کو ہی دیکھ رہی تھی۔۔ وہ بہت پیاری تھی ! ! ! بلکل کسی چھوٹی سی گڑیا کی مانند ! ! ! سب لوگ آگے کو آتے حدائق شاہ کے گرد ہجوم سا بنا چکے تھے۔۔ حدائق شاہ مسکراتے ہوئے بچی کو سب کی دکھا رہا تھا۔۔۔ سب لوگ مسکراتے ہے اسے دیکھتے ڈھیروں دعائیں دیتے بہت خوش تھے ! ! سوائے ایک کے ! ! جو ایک طرف کھڑی سڑی ہوئی شکل کے ساتھ اس طرف دیکھ رہی تھیں۔۔ کتنے ارمان تھے ان کے کہ ماہ دیر کی پہلی اولاد بیٹا ہو ! ! مگر نہیں ان کی کبھی کوئی خواہش پوری ہو ہی نہیں سکتی تھی ! ! وہ تو اس بچی کی طرف دیکھتی بھی نہ ! ! وہ کوئی اور نہیں بلکہ سائرہ بیگم تھیں جو دا جان اور معاذ شاہ کے ساتھ ہی اِدھر آئی

تھیں۔۔ ماہ دیر شاہ کھڑا بخوبی انہیں نوٹ کر رہا تھا۔۔ وہ سب سمجھ رہا تھا۔۔ اس کے دل میں ایک چبھن سی تو اٹھی تھی لیکن خیر!! وہ بعد میں ایک ہی مرتبہ اپنی بیٹی کو خود لے کے ان کے پاس جاتا۔۔ اسے یقین تھا سائرہ بیگم کبھی انکار نہیں کرے گیں۔۔ اسے یقین تھا اس کی ماں کا دل پگھل ہی جائے گا۔۔ اسی لیے ان سے اپنی نظریں پھیرتا وہ دوبارہ سے باقی سب کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔۔۔

بھائی یہ کتنی پیاری ہے!! بلکل کسی چھوٹی سی گڑیا کی طرح!!! یہ بلکل نائرہ بھابی پر گئی ہے!! معاذ شاہ نے مسکراتے ہوئے بچی کی طرف دیکھتے کہا۔۔ ان سب کو ہی وہ بہت پیاری لگی تھی!! اس کی آنکھوں کا رنگ بلکل نائرہ کی آنکھوں کے جیسا تھا۔۔ وہ آنکھیں کھولے ابھی تک حدائق شاہ کو ہی دیکھ رہی تھی۔۔ بھائی اب میری باری ہے!! اسے میری گود میں دے دیں پلیز!! معاذ شاہ نے بچی کی طرف دیکھتے ضدی سے انداز میں کہا۔۔ کب سے حدائق ہی اسے لیے کھڑا تھا۔۔ ہاں یہ لے!! لیکن صرف پانچ منٹ! تیرے بعد پھر زاویار کی باری ہے!! ان کی آپس نے باریاں لگاتے حدائق شاہ نے احتیاط سے بچی کو معاذ شاہ کے ہاتھوں میں تھمایا۔۔۔ ظاہر ہے اتنے سارے لوگوں میں ایک ایک کر کے ہی سب کی باری آتی!!! وہ اسے بلکل کسی کانچ کی گڑیا کی طرح

پکڑ رہے تھے ! ! وہ معصوم سی بچی بھی انہی لوگوں کو دیکھ رہی تھی ! ! ! حدائق شاہ سامنے لیبر روم سے نکلتی اپنی بیوی کو دیکھ چکا تھا۔۔ تبھی اس ہجوم سے نکلتے وہ آگے کی طرف بڑھا۔۔۔ اسے بے حد پیاری لگ رہی تھی اس وقت اپنی بیوی ! ! آگے کو بڑھتے وہ یہاں موجود ہر شخص کو فراموش کیے مسکراتے ہوئے اسے دیکھتے اپنی بانہیں پھیلا چکا تھا۔۔۔ وہ اس سے کچھ فاصلے پر کھڑا اپنے بازو وا کر چکا تھا۔۔ کسی کا ہوش نہیں تھا اس شخص کو ! ! ! فائزہ شاہ جس کی لیبر روم سے نکلتے ہی پہلی نظر اس کی طرف اٹھی تھی اس نے حدائق شاہ کو اس طرح کھڑے دیکھ ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔۔ وہ اپنا کام ختم کر کے آئی تھی ! ! ! ایک نظر حدائق شاہ کو دیکھتے وہ مسکراتے ہوئے تقریباً بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھی ! ! اسے کسی کا ہوش نہیں رہا تھا۔۔ اسے بس حدائق نظر آرہا تھا۔۔ وہ شخص جو اسے اندھیرے سے نکالتے پھر سے روشنی میں لے آیا تھا۔۔ وہ آج اگر اس مقام تک واپس سے پہنچ پائی تھی تو صرف اور صرف حدائق شاہ کی وجہ سے ! ! وہ دعوے سے یہ بات کہہ سکتی تھی کہ اگر حدائق اس کی زندگی میں نا آتا تو وہ کب کی مر جاتی۔۔ حدائق شاہ کی بدولت اسے ایک نئی زندگی ملی تھی۔۔۔ بھاگتے ہوئے اس کی طرف بڑھتے وہ سب کچھ بھلائے شدت سے اس کے بازو میں سمائی ! ! حدائق شاہ اپنی بانہیں سمیٹتے شدت سے اسے خود میں قید کر چکا تھا۔۔۔ ماہ دیر شاہ جو

انہی دونوں کی طرف متوجہ تھا اس نے ہنستے ہوئے سر جھٹکتے اپنی نظریں پھیری ! ! ! بلاشبہ ان دونوں کا ایک آئیڈیل کپل تھا۔۔ اس کا دل ہمک رہا تھا اپنی بیٹی کی طرف ! ! لیکن نہیں۔۔ وہ وعدہ خلافی نہیں کر سکتا تھا۔۔ نائرہ کو نیند کا انجکشن لگایا گیا تھا۔۔ وہ ابھی سکون میں تھی ! ! اسی لیے کوئی بھی اندر نہیں جا رہا تھا۔۔ ایک مرتبہ نائرہ کو ہوش آجاتا تو پھر وہ سب اس سے ملنے جاتے ! ! فلحال تو وہ سب بس بچی کے ساتھ کھیل رہے تھے ! ! !

حدائق شاہ فائزہ کو شدت سے اپنے سینے میں بھینچے کھڑا تھا۔۔ فائزہ بھی اس کے گرد بازو حائل کیے اس کے سینے میں منہ چھپائے ہوئے تھی۔۔۔ میرے جگر کے ٹکڑے ! ! حدائق نے مسکرا کر کہتے مزید سختی سے اسے خود میں قید کیا۔۔ وہ دونوں بھول گئے تھے کہ وہ کہاں پر کھڑے ہیں ! ! وہ بس ایک دوسرے میں مگن تھے ! ! ! میں نے کر دکھایا شاہ۔۔۔ فائزہ نے اس کے سینے سے چہرہ نکالتے دھیمے سے کہا۔۔ وہ کامیاب ٹھہری تھی۔۔ جی میری جان آپ نے کر دکھایا۔۔ میری فائزہ نے کر دکھایا۔۔ میرے جگر کے ٹکڑے کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے ! ! مجھے فخر ہے کہ تم میری بیوی ہو ! ! حدائق شاہ نے محبت سے کہتے اس کے ماتھے پر لب رکھے ! ! فائزہ کی کامیابی پر اس سے زیادہ

خوش بھلا اور کون ہو سکتا تھا؟؟ ایک وہی تو تھا۔۔۔۔ اہمم۔۔۔ شرم لحاظ کیا سب کچھ بھول گیا ہے تم دونوں کو؟؟ دا جان جو کھڑے ابھی ہی ان دونوں کی طرف متوجہ ہوئے تھے کہ ان سے فوراً اپنی نظریں پھیرتے انہوں نے سرخ چہرے کے ساتھ گلا کھنکھارتے ہوئے استفسار کیا۔۔ وہ دونوں سب کے بیچ وبیچ کھڑے یہ حرکتیں کر رہے تھے ! ! حدائق شاہ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبائے انہیں دیکھا۔۔۔ وہ مزید سختی سے فائزہ کو خود میں بھینچ رہا تھا جو دا جان کی بات پر اس سے دور ہونے کی کوشش کر رہی تھی ! ! ! اپنی بیوی کے ساتھ کھڑا ہوں ! ! کسی اور کی بیوی تھوڑی پکڑی ہے جو شرم کروں ! ! ! نہایت بے شرمی سے دا جان کو جواب دیتے اس نے فائزہ کو پیچھے کرتے اس کی کلائی کو اپنی گرفت میں لیا۔۔ وہ جواب دیتے ساتھ ہی فائزہ کو پکڑے آگے کی طرف قدم بڑھا چکا تھا۔۔ کیونکہ اسے پتہ تھا کہ ایک اور منٹ وہ یہاں کھڑا ہوا تو دا جان نے جگہ کا لحاظ کیے بغیر چپل اُتار لینی تھی۔۔۔ وہ اسی ڈر سے فوراً سے جواب دیتے فائزہ کو لیے آگے بڑھ چکا تھا۔۔۔ جبکہ پیچھے دا جان نے ہونٹ بھینچتے باقاعدہ ہاتھ سے اس کی پشت کو لعنت سے نوازا۔۔۔ ان کے اس پوتے کو تو جیسے شرم چھو کر بھی نہیں گزری تھی ! ! ! کلستے ہوئے وہ آگے کی طرف متوجہ ہو چکے تھے !

حدائق شاہ فائزہ کا ہاتھ تھامتے اسے لیے تیز تیز قدموں سے ایک کمرے کے باہر آیا۔۔ وہ دروازہ کھولتے تیزی سے اس کمرے کے اندر داخل ہو چکے تھے ! حدائق شاہ نے اندر کی طرف بڑھتے کمرے کا دروازہ لاک کیا۔۔۔ وہ فائزہ کا ہاتھ چھوڑ چکا تھا جو آنکھوں میں ڈھیروں نمی لیے آگے کی طرف بڑھتے کمرے میں اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی ! ! اس کی آنکھوں میں نمی بہت واضح تھی ! ! ! وہ پہچانتی تھی اس کمرے کو ! ! یہ اسی کا کیبن تھا۔۔ یہ وہی کیبن تھا جہاں ایک مرتبہ پہلے حدائق شاہ ریجیکٹ ہوا تھا۔۔ آج اسی جگہ پر وہ اس کا شوہر بن کر کھڑا تھا۔۔ یہ سب تو قسمت کے کھیل تھے ! ! فائزہ کو ایک ایک چیز اچھی طرح سے یاد تھی ! ! وہ کیسے بھول سکتی تھی بھلا ان دنوں کو۔۔ سب کچھ اسے اچھے سے یاد تھا۔۔ آفس میں ہر چیز بلکل ویسے ہی رکھی تھی جیسی وہ چھوڑ کے گئی تھی ! ! ! کچھ بھی چینج نہیں ہوا تھا۔۔۔ حتیٰ کہ ٹیبل پر پڑی نام پلیٹ تک ویسے ہی تھی ! ! اس پر آج بھی اس کا نام نقش تھا۔۔ فرق صرف اتنا تھا کہ پہلے وہاں فائزہ خان لکھا تھا اور اب اس کی جگہ فائزہ شاہ لکھ دیا گیا تھا۔۔۔ یہیں سے صاف پتہ چل رہا تھا کہ

یہ بھی اس کے شوہر نامدار کے کام ہیں ! ! وہ شخص ہر طرح کی تیاری کیے بیٹھا تھا۔۔۔ ہسپتال کی انتظامیہ سے بھی حدائق کی بات ہو گئی تھی۔۔۔ کل سے فائزہ شاہ نے واپس سے ہسپتال جوائن کرنا تھا۔۔ یہ سب کچھ اسی ایک شخص کی بدولت ممکن ہوا تھا۔۔ وہ اس کا جتنا شکر ادا کرتی اتنا کم تھا۔۔ حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے آگے کو بڑھتے نرمی سے اس کے گرد پیچھے سے حصار بنایا۔۔ وہ اس کے پیٹ کی گرد ہاتھ باندھے اس کے کندھے پر ٹھوڑی ٹکائے اس کی پشت کو اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔۔۔ کیا دیکھ رہی ہے میری جان؟؟ اس کی پچھلی گردن پر لب رکھتے محبت سے استفسار کیا گیا۔۔۔ سب کچھ ویسے ہی ہے شاہ۔۔۔ آپ نے کیا ہے یہ سب میں جانتی ہوں ! ! بہت شکریہ شاہ ! ! فائزہ شاہ نے نم آنکھوں سے اِرد گرد دیکھتے کہا۔۔ وہ اپنے پیٹ کے گرد بندھے اس کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھ چکی تھی ! ! میرا فرض تھا جو کہ میں نے پورا کر دیا۔۔ حدائق شاہ نے محبت سے جواب دیا۔۔ وہ اس کی گردن ویسے ہی لب رکھتے جا رہا تھا۔۔۔ یہ سب کچھ صرف آپ کی وجہ سے ممکن ہوا ہے شاہ۔۔ آپ کے بغیر فائزہ کچھ بھی نہیں ہے ! ! روتے ہوئے وہ مسلسل بول رہی تھی۔۔۔ حدائق شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے اس کا رخ اپنی طرف موڑا۔۔۔ فائزہ کے بغیر حدائق کچھ نہیں ہے ایسے کہو۔۔۔ میری جاناں تم میں جان بستی ہے میری ! ! ! میں نے کچھ نہیں کیا تمہارے

لیے ! ! یہ تمہارا احسان ہے کہ تم میری زندگی میں آئی اور میرے لیے وفادار رہی ! ! !
حدائق شاہ نے محبت سے کہتے اس کے خشک لبوں کو اپنی گیلی زبان سے تر کیا۔۔ وہ
محبت سے اسے تک رہا تھا جو صرف اس کے لیے بنائی گئی تھی۔۔۔ کل سے تم اپنی
جاب پر اور میں اپنی ! ! میں جانتا ہوں یہ میرے لیے تھوڑا سا نقصان دہ ہوگا کیونکہ جب
میں گھر آؤں گا تو تم مجھے گھر پر نہیں ملو گی۔۔ لیکن کوئی بات نہیں ! ! میں سیدھا تمہارے
ہسپتال ہی آجایا کروں گا۔۔ پھر شام میں ایک ساتھ گھر ! ! ! ڈن؟؟ حدائق شاہ نے
اسے قریب کرتے شروع میں تھوڑا سا اُداسی سے کہتے آخر میں مسکراتے ہوئے استفسار
کیا۔۔ ڈن؟؟ فائزہ شاہ نے اپنے آنسوں صاف کرتے فوراً سے اس کی بات سے حامی
بھری۔۔ وہ اس شخص کی خاطر کچھ بھی کرنے کی تیار تھی ! ! میرے جگر کا ٹکڑا۔۔۔
تمھیں پتہ ہے نہ تمھارا شاہ تم بن ادھورا ہے ! ! ایک دن چھوڑو میں ایک سیکنڈ بھی
تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔ جینے کے لیے کسی آکسیجن کی طرح ضروری ہو تم ! ! !
نہایت شیریں لہجے میں محبت سے کہتے حدائق شاہ تھوڑا آگے کو ہوتے اس کے لبوں
سے لپٹا۔۔ فائزہ شاہ کی مسکراہٹ اس کے لبوں میں ہی کہیں دب چکی تھی۔۔۔ شاید
وہ خود بھی اسی ایک محبت کے آسرے جی رہی تھی ! ! اس لڑکی کو سمبھال لیا تھا
حدائق شاہ نے ! ! ثابت ہوا تھا اس کے وعدے خالی خولی نہیں تھے ! ! ! ایک وقت

لگا تھا لیکن سب کچھ ٹھیک ہو گیا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے خاموشی سے اس کے گلے میں بانہیں حائل کرتے اس کے بالوں میں اُنگلیاں چلانا شروع کی۔۔ وہ بہت نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے آہستہ آہستہ اس کا ساتھ دینے لگی تھی۔۔ حدائق شاہ کی شدت زیادہ تھی۔۔ وہ بے چینی سے اس کے ہونٹوں کو دانتوں سے کترتے بے چینی سے اپنی ذہن اس کی زبان کے ساتھ مس کر رہا تھا۔۔ جبکہ ہاتھ بڑے استحقاق سے پورے جسم پر گھومنے لگے تھے ! ! ! فائزہ اس کے بالوں میں اُنگلیاں چلاتے اس کا ساتھ دے رہی تھی لیکن یہ ممکن نہیں تھا۔۔ مقابل کی شدت بڑھتی ہی جا رہی تھی۔۔ وہ اس کی زبان تک رسائی حاصل کرتے شدت سے اسے سک کر رہا تھا۔۔ فائزہ نے اس کی شدت کی تاب نہ لاتے آہستہ سے اپنی حرکت روکی۔۔ وہ اس شخص کا ساتھ کبھی دے ہی نہیں پائی تھی۔۔ حدائق شاہ اس کی زبان کے ساتھ لپٹا اس کی ساری نمی چننے میں مصروف تھا۔۔ سانسوں کا یہ کھیل کئی لمحوں تک جاری رہا تھا کہ حدائق شاہ اس کی سانسیں بلکل گھٹتی دیکھ اپنی آنکھیں کھولتے آہستہ سے اس سے دور ہوا۔۔۔ وہ اس کے لبوں کو آزادی دیے اس کی گردن میں منہ چھپا چکا تھا۔۔ فائزہ شاہ خود بھی گہرے گہرے سانس بھرتے اس کی گردن میں منہ دیے ہوئے تھی۔۔ اس کی سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔۔۔ آئی لو یو سو مچ جان۔۔ تم ہو تو حدائق ہے ! ! تم بن حدائق کچھ بھی نہیں ! !

حدائق شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس کی جولائن پر اپنی زبان پھیری ! !
اس کی آواز خمار سے بھاری ہونے لگی تھی۔۔یہ عورت جب بھی اس کے اِرد گرد
دکھتی تھی سیکنڈ لگتا تھا حدائق شاہ پر خمار طاری ہونے میں ! ! ! آنکھوں میں سرخ
! ! !ڈورے سے بندھنے لگے تھے

"I badly need you jan"۔۔۔۔۔

حدائق شاہ نے خمار سے لبریز آواز میں اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔ وہ اسے شدت
سے خود میں بھینچے اس کی نازکی کو بخوبی اپنے سینے پر محسوس کر رہا تھا۔۔۔ شاہ۔۔ ہم
آفس۔۔۔ فائزہ شاہ نے دھیرے سے بولتے اسے جگہ کی ہوش دلانی چاہی ! ! وہ اس سے
پہلے ہی اس کی کلائی پکڑے اپنے ساتھ لے کر چلتے اسے دیوار سے لگا چکا تھا۔۔۔ خود
حدائق شاہ اس کے سامنے آتے اس کے مقابل کھڑا ہوا۔۔۔ شاہ ماہ دیر بھائی کی بیٹی
کتنی پیاری ہے نہ؟؟ فائزہ شاہ نے اس کا دھیان بٹانے کی خاطر ماہ دیر کی بیٹی کا ذکر
چھیڑا۔۔۔ اس نے دیکھی تھی اسے خود کو بہت پیاری لگی تھی وہ معصوم سی بچی ! ! !
ہاں نا ماشاء اللہ بہت پیاری ہے ! ! ! خاص کر اس کی سنہری آنکھیں۔۔ دھوپ میں
جائے گی تو اُن میں ایک الگ ہی چمک ہوگی دیکھنا۔۔ حدائق شاہ نے بھی مسکراتے

ہوئے اس کی بات سے اتفاق کیا۔۔پیدا ہوتے ہی وہ بچی پُورے شاہ ولا کے لوگوں کو بے حد عزیز ہو چکی تھی۔۔ سوائے ایک کے ! ! ! جان مجھے بھی ایک بلکل ایسی ہی بیٹی چاہیے ! ! پلیز دے دو نا جلدی سے۔۔۔ مجھ سے اور صبر نہیں ہوتا۔۔ حدائق شاہ نے اس کی گردن میں منہ چھپاتے فرمائش سی کی۔۔ اسے بہت پسند تھے بچے خاص کر بیٹیاں ! ! ! ابھی ماہ دیر کی بیٹی دیکھ کر خود کی بھی یہ خواہش مزید بڑھ گئی تھی۔۔۔ فائزہ شاہ نے بری طرح اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔۔ بھلا اب اس کے بس میں تھوڑی تھا۔۔ میرا کیا اختیار اولاد پر شاہ۔۔ یہ تو اللہ کی دین ہے جسے مرضی دے دے ! ! ! میرے بس میں تو کچھ بھی نہیں ہے نہ ! ! فائزہ شاہ نے دھیمے سے کہا۔۔ اس کی بات ٹھیک تھی ! ! میری جان کچھ ہمارے بس میں بھی ہوتا ہے ! ! اسی لیے کہتا ہوں روک ٹوک مت کیا کرو۔۔ پہلے ہی تم بہت لیٹ کروا چکی ہو۔۔۔ اب مجھے نہیں پتہ مجھے ہماری بیٹی جلد سے جلد اس دنیا میں چاہیے جس کے لیے محنت کرنی ہوگی ! ! ! اور اب تم چپ رہو گی ! ! حدائق شاہ نے نرمی سے کہتے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں کیا۔۔۔ فائزہ کچھ بولنے لگی تھی لیکن خیر۔۔۔ اس شخص نے موقع ہی نہیں دیا تھا۔۔۔ وہ پھر سے اس کے گلے میں بانہیں حائل کیے اس کی شدت برداشت کر رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے اپنے لبوں کو سختی سے اس کے زبان میں پیوست کرتے اس کی نمی چننا شروع

کی۔۔ وہ پھر س جنونی انداز میں اسے ڈیپ کس کر رہا تھا۔۔۔ فائزہ شاہ بنا مزاحمت کے اسے برداشت کر رہی تھی۔۔ حدائق نے کچھ لمحوں بعد اس کے لبوں کو چھوڑتے اس کی گردن میں منہ چھپائے یہاں اپنی محبت کے نشانات چھوڑنے شروع کیے۔۔ وہ جگہ جگہ سے اس کی گردن کی سکن کو سک کرتے سرخ نشان چھوڑ رہا تھا۔۔ فائزہ اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے خاموشی سے سسکتے ہوئے اسے برداشت کر رہی تھی ! ! !

حدائق شاہ نے ایک لمحے کے لیے اس سے پیچھے کو ہوتے پورے کمرے میں اِرد گرد اپنی نظریں دوڑائیں۔۔پتہ نہیں اسے کیا یاد آیا تھا۔۔۔ نہیں ہے کوئی کیمرہ اس آفس میں ! ! فائزہ شاہ جیسے اس کا مقصد سمجھ گئی تھی۔۔ تبھی اپنی مسکراہٹ روکتے اس نے مقابل کے لیے آسانی کرنی چاہی ! ! ! ! احتیاط اچھی چیز ہے.. ویسے تھینک گاڈ ورنہ واشروم میں جانا پڑتا۔۔۔ شکر ادا کرتے حدائق شاہ نے آگے کو ہوتے اس کے گال پر لب رکھے ! ! ! وہ ہاتھوں سے اس کی شرٹ کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے تھوڑا نیچے کو جھکا۔۔ وہ اس کی دھڑکنوں پر لب رکھ رہا تھا۔۔ اس کی دھڑکنوں کو سیاہ رنگ کے پردے کے اوپر سے ہی اپنے لمس سے مہکاتے حدائق شاہ مکمل طور پر اپنے کام میں مگن تھا۔۔ فائزہ شاہ دیوار سے سر کو ٹکائے اپنی بھاری ہوتی سانسوں پر قابو پا رہی تھی۔۔ وہ خاموشی سے آنکھیں موند چکی تھی۔۔ اس شخص نے جب ارادہ کر ہی لیا تھا تو وہ کیا کہتی بھلا۔۔۔

حدائق شاہ نے پردے کو بیچ میں رکاوٹ بنتے دیکھ جھنجھلاتے ہوئے اس کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے فائزہ شاہ کی دھڑکنوں کو ان سے آزاد کیا۔۔ وہ ان پر اب سکون سے لب رکھتا پوری طرح اپنے کام میں مگن تھا۔۔۔فائزہ کی سانسیں بری طرح بھاری ہو رہی تھیں۔۔ حدائق شاہ نے اس کی دھڑکنوں کی سرخ اُبھری ساخت کو اپنے لبوں میں دباتے بے دردی سے کھینچا۔۔ فائزہ کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔۔ وہ اسے اپنے لبوں میں لیے شدت سے سک کرنے لگا تھا۔۔ فائزہ خاموشی سے اسے برداشت کر رہی تھی۔۔۔

حدائق شاہ واپس سے اوپر کو آتے اس کے کان کے پاس جھکا۔۔ "تم نشہ ہو میری جان۔۔ جو میرے حواسوں پر چھاتے مجھے پاگل کر دیتا ہے ! ! عنقریب وہ وقت آئے گا جب تمھارا شاہ کسی کام کا نہیں رہے گا۔۔ تمہاری طلب میرے اندر کسی آکسیجن کی ضرورت کی طرح ہمیشہ قائم رہتی ہے" ! ! ! تم وہ نشہ ہو جو جتنا ملے اتنا کم ہے" ! ! نہایت بھاری آواز میں اس کے کان میں سرگوشی کرتے حدائق شاہ نے ہاتھ اس کی دھڑکنوں سے گزارتے نیچے پیٹ کی طرف بڑھایا۔۔۔ تم نہ ہو تو حدائق بھی کچھ نہیں ! ! ! حدائق شاہ نے مسلسل اس کے کان میں میٹھی میٹھی سرگوشیاں کرتے اپنے ہاتھ کو نیچے کی طرف بڑھاتے اس کی نازک گوشوں پر سختی سے اپنے ہاتھ کا دباؤ دیا۔۔۔ فائزہ کی سسکی بے ساختہ تھی۔۔ وہ آنکھیں بند کیے اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑ چکی

تھی ! ! ! حدائق شاہ نے خود بھی آنکھیں موندتے اس کے گالوں پر لب رکھتے اپنے ہاتھ سے مزید بے باکی دکھائی۔۔ وہ اس کی نازک گہرائیوں پر اپنے ہاتھ کو سختی سے رکھے اس کی جان لبوں پر سجائے ہوئے تھا۔۔ فائزہ شاہ سختی سے آنکھیں میچے اس کے ہاتھوں کی سختی برداشت کر رہی تھی۔۔ "تمھیں تمھارا شاہ ہمیشہ اسے ہی پاگلوں کی طرح چاہ سکتا ہے ! ! میرا پہلا پیار، پہلی محبت، پہلی طلب، پہلی خواہش، پہلا عشق، پہلی زندگی سب کچھ تم ہو ! ! حدائق شاہ نے پھر سے سرگوشی اپنے ہاتھ کا دباؤ مزید بڑھایا۔۔ اس کی آواز نہایت بھاری ڈیپ ہوتی جا رہی تھی۔۔۔ ش۔۔ شاہ۔۔۔۔ آہ۔۔۔ آہستہ ! ! ! فائزہ شاہ نے اس کے ہاتھ کو جان لیوا حد تک سخت ہوتے دیکھ بری طرح سسکتے ہوئے اسے روکنا چاہا۔۔ اس کی جان لبوں پر سجی ہوئی تھی۔۔۔ مقابل کے ہاتھ بہت تیزی اور سختی سے اس کی نرم و نازک گہرائیوں پر اپنا حق جتا رہے تھے ! ! ! آہ۔۔۔ فائزہ شاہ کی کراہ پھر سے بے ساختہ تھی ! ! ! حدائق شاہ نے ہلکا سا مسکراتے ایک آخری مرتبہ شدت سے اپنے ہاتھ کو دباؤ دیتے آہستہ سے اپنے ہاتھ کو پیچھے ہٹایا۔۔۔ فائزہ شاہ نے سکون کا سانس بھرا۔۔۔ مقابل چند ہی لمحوں میں اس کی جان لبوں پر سجا دیتا تھا۔۔۔ میرا چھوٹا سا بچہ ! ! ! میری جند میری جان سب کچھ تم پر قربان ! ! ! خمار سے لبریز آواز میں سرگوشی کرتے حدائق شاہ کچھ مزید اس کے نزدیک ہوا۔۔ وہ اپنے جینز کے ساتھ چھیڑ

خانیاں کرتے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔۔ اس کی آنکھیں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ سرخ ہوتی جا رہی تھی۔۔ جبکہ فائزہ شاہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔ اس کی آنکھوں میں سرخ ڈورے سے بندھنے لگے تھے ! ! حدائق شاہ نے اسے اور خود کو ایک حد تک پردے سے آزاد کرتے اسے کمر سے جکڑے اپنے نزدیک کیا۔۔ فائزہ خاموشی سے آنکھیں بند کر چکی تھی۔۔ حدائق شاہ نے اس کی آنکھوں کو مسکرا کر دیکھتے بے باکی سے سختی سے اپنے جسم کو اس کے جسم کے ساتھ جوڑا۔۔۔ کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟ سرگوشی نما آواز میں سوال پوچھا گیا۔۔۔ وہ مسلسل اپنے جسم کے اس کے ساتھ ٹچ کر رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے آنکھیں کھولتے اس کے سوال پر دانت پیسے ! ! مقابل کو سوال پوچھنا بھی اتنے نازک لمحات میں یاد آرہا تھا۔۔ وہ اسے مدہوش کر کے تڑپانا بہت اچھے سے جانتا تھا۔۔۔ بولو نا جان؟ معصومیت سے بھاری آواز کے ساتھ پھر سے پوچھا گیا۔۔۔ وہ اپنے جسم کو مزید سختی سے اس کے ساتھ جوڑ رہا تھا۔۔۔ فائزہ نے اس کی طرف دیکھتے ایک گہری سانس بھری ! ! ! "میری جان بستی ہے آپ میں شاہ۔۔۔ آپ ہیں تو فائزہ ہے ورنہ آپ کے بغیر فائزہ کچھ بھی نہیں ! ! ! آپ سے مجھے عشق ہے ! ! لا علاج عشق ! ! ! کبھی ختم نہ ہونے والا۔۔ جس کا کوئی علاج ہی نہیں ہے ! ! جو بس ساری زندگی کسی بیماری کی طرف میرے ساتھ لگا رہے ! ! میں خوشی خوشی ساری زندگی

اس عشق کی بیماری کو قبول کر سکتی ہوں ! ! کیونکہ میرا یہ لا علاج عشق آپ سے ہے ! ! آپ جان ہیں فائزہ کی ! ! ! آپ نہیں تو میں بھی نہیں۔۔۔ میرا دل آپ پر قربان".. اس لا علاج عشق کے صدقے میں سب کچھ قربان کر سکتی ہوں۔۔ اور میری دعا ہے کہ یہ لا علاج عشق ساری زندگی آج کی طرح ہی قائم رہے ! ! اور مجھے یقین ہے یہ رہے گا۔۔۔" وہ جو بولنے پر آئی تو اس قدر خوبصورت لفظوں میں بول رہی تھی کہ حدائق شاہ بھی ایک لمحے کو گنگ رہ گیا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے اپنی بات مکمل کرتے آگے کو ہوتے اس کے لبوں کو سختی سے اپنی گرفت میں لیا۔۔ حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے شدت سے خود کو اس میں منتقل کیا۔۔ وہ اس کے جسم میں داخل ہوتے حرکت کرتے اس کا ساتھ دینے لگا تھا۔۔ فائزہ شاہ آنکھیں موندے اس کے لبوں کو دانتوں سے کترتے اپنی سسکیوں پر قابو پا رہی تھی۔۔۔ حدائق شاہ نے اپنا ایک ہاتھ پیچھے اس کے بالوں میں الجھاتے شدت اس کے جسم میں اسٹروکس دیتے اس کے لبوں کو سک کرنا شروع کیا۔۔ وہ ہمیشہ کی طرف جنونی ہو رہا تھا۔۔ کمرے میں ان دونوں کے ملن کی آوازیں شدت سے گونج رہی تھیں۔۔ فائزہ شاہ نے جھٹکے سے اپنے لب اس کی گرفت سے آزاد کرواتے گہرے گہرے سانس بھرتے پیچھے دیوار میں سر ٹکایا۔۔ اس کے لبوں سے سسکیاں برآمد ہو رہی تھیں۔۔ حدائق شاہ جنونی انداز میں اسے کمر کے دونوں اطراف

سے جکڑے آخری حد تک اس میں داخل مسلسل اسٹروکس دے رہا تھا۔۔۔

شش۔۔شاہ۔۔ آہ۔۔آہ۔۔ آہستہ ! ! ! فائزہ شاہ نے سسکتے ہوئے روتے ہوئے اس کے کندھے میں شدت سے ناخن گاڑے ! ! اس کی آنکھوں سے آنسوں برسنے لگے تھے ! ! کمر بری طرح پیچھے دیوار میں لگ رہی تھی۔۔ اسے درد ہو رہا تھا۔۔۔

"برداشت۔۔۔کرو۔۔ کچھ۔۔۔دیر۔۔۔تم۔۔اچھی۔۔۔طرح جانتی ہو۔۔۔کہ یہاں ۔۔۔آکر میرے بس۔۔۔میں کچھ بھی۔۔ نہیں رہتا۔۔۔" بھاری سانسوں کے ساتھ ڈیپ آواز میں کہتے حدائق شاہ نے اس کے خشک لبوں پر پھر سے اپنی زبان پھیری ! ! ! زبان۔۔ باہر نکالو۔۔۔ اس میں آخری حد تک داخل ہوتے حکم سا دیا گیا۔۔ فائزہ شاہ نے دیوار سے سر ہٹاتے خاموشی سے اس کی کمر کے گرد ہاتھ باندھتے اپنی زبان کو باہر نکالا۔۔ اس کی خود کی سانسیں بری طرح پھول رہی تھیں ! ! حدائق شاہ نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے اس کی زبان اپنے لبوں میں دباتے اس کی نمی چننی شروع کی۔۔ دونوں کے جسم پسینے سے شرابور ہو رہے تھے ! ! کمرے میں نہایت بھاری سانسوں کا رقص اور انکے ملن کی آوازیں ایک معنی خیز ماحول پیدا کر رہا تھا۔۔ باہر شدید سردی پڑ رہی تھی۔۔ اندر کچھ زیادہ ہی گرم ماحول میں وہ دونوں پسینے سے تر ہو رہے تھے ! ! حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے اپنے ماتھے پر آیا پسینہ اس کی شرٹ سے صاف کیا۔۔ وہ تیزی سے اس

میں حرکت کرتے مسلسل پیچھے ہٹنے کو تیار ہی نہیں تھا۔۔۔

"مجھے۔۔بھی۔۔تم۔۔۔سے۔۔۔لا علاج عشق۔۔۔ہے ! ! !

ہمارا۔۔۔عشق۔۔۔کہتا ہے۔۔کہ ہم دونوں۔۔ساتھ جیے گیں اور ساتھ۔۔۔میں مرے گیں ! ! !"۔۔ حدائق شاہ نے نہایت بھاری آواز میں اس کے کان میں سرگوشی کرتے مسکراتے ہوئے اسے فرنٹ سے گردن سے نرمی سے پکڑتے اپنے قریب کیا۔۔ مقابل بار بار پیچھے دیوار میں خود ہی لگ رہی تھی۔۔۔ وہ مسکراتے ہوئے اپنا پسینے سے تر ماتھا پھر سے اس کی شرٹ سے صاف کر گیا تھا۔۔۔ فائزہ شاہ اس کی شدتوں سے سہتے سسکیاں بھرتے ہوئے نڈھال ہوئی پڑی تھی ! ! مقابل پیچھے ہٹنے میں ہی نہیں آرہا تھا۔۔۔ حدائق شاہ نے تھوڑا نیچے کو چہرہ کیے پھر سے اس کی دھڑکنوں کو اپنی زبان کے لمس سے مہکایا۔۔۔ "ش۔۔شاہ۔۔۔میں۔۔۔تھک گئی ہوں ! ! سسکیوں کے درمیان دھیرے سے بولتے فائزہ نے اسے پیچھے ہٹانا چاہا۔۔کتنے ہی لمحے گزر چکے تھے وہ پیچھے نہیں ہٹا تھا ! ! ! ! بس۔۔میری جان۔۔بس۔۔دو منٹ اور ! ! ! پھولتی سانسوں کے درمیان ہانپتے ہوئے کہتے حدائق شاہ اسی شدت کے ساتھ آخری حد تک اس میں داخل سرور اور لذت کی آخری حدود تک تھا۔۔ کچھ لمحوں بعد اپنی ضرورت پوری کرتے حدائق شاہ جھٹکے سے اس سے علیحدہ ہوا۔۔وہ اس کی گردن میں منہ دیے

گہرے گہرے سانس بھرتے اپنی بکھری سانسوں اور ہانپتے جسم پر کنٹرول کر رہا تھا۔۔
فائزہ شاہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔ وہ ابھی اس کی گردن میں منہ چھپائے لمبی لمبی
سانسیں بھر رہی تھی ! ! دونوں کے جسم پسینے سے بھیگے پڑے تھے ! ! وہ دونوں ایک
دوسرے کے گلے سے لگے اپنی سانسوں کی رفتار کو معمول پر لا رہے تھے ! ! ! تھینک یو
سومچ میری جان ! ! ! حدائق شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے نرمی سے اسے
اور خود کی حالت کو درست کیا۔۔۔ وہ اس سے پیچھے کو ہوتے نرمی سے اس کے بال
سنوار رہا تھا۔۔۔ فائزہ شاہ مسکراتے ہوئے محبت سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ میرے
جگر کے ٹکڑے چلو باہر سب سوچ رہے ہونگے کہ ہم نے اتنی دیر تک اندر کیا کیا ہے
آخر ! ! ! اس کے ہاتھ کو پکڑتے وہ مسکرا کر کہتے آگے کی طرف قدم بڑھا چکا تھا۔۔۔
فائزہ شاہ اس کے پیچھے ہی چلتی اس کے ساتھ ہی باہر کی طرف بڑھ رہی تھی ! ! ! شاہ
میں نے گھر جانا ہے ! ! میں بہت تھک گئی ہوں ! ! منہ بسورتے اس نے جیسے فرمائش
کی۔۔۔ وہ واقعی میں بہت تھکی ہوئی لگ رہی تھی۔۔۔ جی میری جان مجھے پتہ ہے کہ
آپ تھکی ہوئی ہیں ! ! گھر ہی جا رہے ہیں ہم ! ! صبح شاہ ولا حلے گیں بس اب ! ! نرمی
سے بنا اس کی طرف دیکھ کر کہتے وہ دونوں کیبن سے باہر نکلے ! ! ! ایک دوسرے کا ہاتھ
! ! ! تھامے وہ ایک پرفیکٹ کپل کی طرح آگے کو حلتے کسی کا بھی ڈریم کپل ہو سکتے تھے

اس وقت رات کے ایک بج رہے تھے ! ! جب سب گھر والے لیبر روم نے ڈیرہ جمائے بچی کے ساتھ ابھی تک کھلنے میں مگن تھے ! ! وہ بیچاری بھی سوچ رہی ہوگی کہ کیسے خاندان سے پالا پڑ گیا جو چھوڑ ہی نہیں رہا تھا۔۔ ایک چھوڑتا تھا تو دوسرا پکڑ لیتا تھا۔۔ دوسرا چھوڑتا تھا تو تیسرا۔۔ اس بیچاری کی نیند بھی پوری نہیں ہوئی تھی۔۔۔ اٹھا دیا تھا ان منہوسوں نے ! ! ! وہ سب بہت زیادہ خوش تھے اس ننھے سے مہمان کے آنے پر ! ! بچی اس وقت معاذ شاہ کے ہاتھ میں تھی۔۔ خان ولا سے آئے سب لوگ واپس جا چکے تھے ! ! کل شام میں ماہ دیر شاہ نے اپنی بیٹی کی خوشی میں سب کی دعوت رکھی تھی۔۔ وہ سب اب دعوت میں ہی آتے ! !

99/1

اس کے علاوہ اس وقت لیبر روم میں صرف شاہ ولا کے ہی کچھ لوگ بچے تھے ! ! سائرہ بیگم بھی ڈرائیور کو بلاتے گھر جا چکی تھیں۔۔ عدیل شاہ اور رائنا بھی آئے تھے وہ دونوں بھی دیکھ کر چلے گئے تھے ! ! انہوں نے آج رات اپنے گھر جانا تھا۔۔ اسی لیے پاکیزہ

بیگم کو ہسپتال سے ہی پک کرتے وہ لوگ آج اپنے گھر میں شفٹ ہو چکے تھے ! ! ! ماہ دیر شاہ کچھ کام سے کچھ دیر کے لیے باہر گیا ہوا تھا۔۔ وہ ابھی تک ننھی بچی نہ نائرہ کسی سے بھی نہیں ملا تھا۔۔ دا جان نے ڈھیروں روپے صدقہ نکالا تھا اس ننھی سی جان کا۔۔ ساتھ میں صبح صدقے کے بکرے بھی تقسیم ہونے تھے ! ! جو کوئی بھی آرہا تھا وہی ڈھیروں روپے اس بچی کا صدقہ نکال رہا تھا۔۔

معاذ شاہ بچی کو لیے نائرہ کے پاس بیڈ کے پاس جاتے کھڑا ہوا۔۔ کب سے بچی اسی کے پاس تھی ! ! نائرہ شاہ کو بھی کافی دیر پہلے کا ہوش آچکا تھا۔۔۔ بھابی یہ کتنی پیاری ہے نہ؟ جو آپ نے کھایا تھا اس کے ٹائم میں پلیز وہی میری بیوی کو بھی کھلا دیجئے گا۔۔ مجھے بھی اسی کے جیسی چھوٹی سی پیاری سی گڑیا چاہئیے ! ! معاذ شاہ نے بچی کی طرف پیار سے دیکھتے نائرہ کو مخاطب کیا جو مسکراتے ہوئے انہی دونوں کو دیکھ رہی تھی ! ! ! اس کی بات پر نائرہ کی ہنسی بے ساختہ تھی ! ! اس کے ایک ہاتھ پر ڈرپ لگی ہوئی تھی۔۔ بچے چھوٹے ہی ہوتے ہیں معاذ ! ! اور سارے پیارے ہوتے ہیں۔۔۔ تمہاری بھی ایسی ہی بیٹی ہوگی دیکھنا انشاء اللہ ! ! ہنستے ہوئے اس کی طرف دیکھتے اس نے سچے دل سے دعا دی۔۔ یہ وہ دل تھا جس میں سے سب کے لیے دعا ہی نکلتی تھی ! ! ! بھابی یہ زیادہ

پیاری ہے ! ایک کام کریں آپ لوگ دوسری بیٹی کر لیجئے گا۔۔ اس کو تو چاچی اور چاچو ہی پال لے گیں ! ! ہے نہ چاچو کی جان؟؟ معاذ شاہ نے مسکرا کر کہتے آخر میں بچی سے استفسار کیا جو ٹکر ٹکر اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! وہ اس سے پوچھ رہا تھا جسے اس کی بات کچھ سمجھ بھی نہیں لگی ہوگی ! ! وہ سب پاگل ہوئے پڑے تھے ! ! ! بچی کے ابّا ابّا ابھی زندہ ہیں ! ! تو چاچو اور چاچی کو چاہئیے کہ اپنی اولاد پیدا کر کے اسے پالیں شکریہ ! ! ! میں اپنی بیٹی کسی کو نہیں دوں گا۔۔۔ نائرہ شاہ ابھی کوئی جواب دیتی کہ ماہ دیر شاہ جو ابھی ہی لیبر روم میں داخل ہوا تھا اس کی بات پر فوراً ہی جواب دیا۔۔۔ اللہ نے اسے اتنی لیاری نعمت سے نوازا تھا۔۔ بھلا وہ پاگل تھا جو ایسے ہی کسی کو بھی دے دیتا۔۔ وہ تو دن رات اپنی بیٹی کو سینے سے لگا کر رکھتا۔۔۔ ماہ دیر شاہ ابھی ہی باہر سے واپس آیا تھا۔۔ اس کے ہاتھ میں سرخ رنگ کے گلاب کے پھولوں گا لکے بھی موجود تھا۔۔ وہ وہ انہیں ہی بنوانے کی خاطر اتنی دور گیا تھا۔۔ نائرہ شاہ کو گلاب کے پھول بہت پسند تھے ! ! وہ صرف اس کی خاطر رات کے اس وقت شدید سردی میں اسپیشل ایک پھول والے کی دکان کھلوا کر اس سے تازہ لکے بنوا کر لایا تھا۔۔۔ ماہ دیر کی بات پر جہاں معاذ شاہ نے منہ بسورا وہیں نائرہ کی ہنسی کی چھنکار بہت بے ساختہ تھی ! ! وہ بہت خوش نظر آرہی تھی ! ! ہاں ہاں رکھ لیں اپنی اولاد میری بھی ہو جائے گی ایک دن انشاء اللہ ! !

پھر دیکھنے بھی نہیں دوں گا آپ کو ! ! ! حیسے آپ کر رہے ہیں میرے ساتھ ! ! ! معاذ شاہ نے مصنوعی دہائی دی ! ! اسے اس بچی کو دیکھ کر اتنا شوق ہو رہا تھا کہ اس کا من تھا نو دس مہینے زندگی سے سکپ کر کے ڈائریکٹ ایک چھوٹی سی اس کی بھی شہزادی اس کے ہاتھوں میں آجائے ! ! وہ بے صبرا ہو رہا تھا۔۔ ہاں ہاں مت دینا۔۔ وہ خود بڑے بابا کے پاس بھاگتی ہوئی آئے گی ! ! اب میری بیٹی کو رکھ اور بھاگ جا تو بھی ! ! ماہ دیر شاہ نے ایک نظر باقی سب کو جاتے دیکھ اسے بھی کہا۔۔ سب ایک ایک کرتے کمرے سے جا رہے تھے ! ! وہ لوگ ماہ دیر اور نائرہ کو پرائیویسی دینا چاہ رہے تھے ! ! ویسے بھی رات بہت ہو گئی تھی سب لوگ اب گھر جاتے ! ! ہسپتال میں صرف زاویار شاہ اور ماہ دیر نے ہی رکنا تھا۔۔ صبح نائرہ کو بھی ڈاکٹر فائزہ نے کہا تھا کہ گھر لے کر جایا جا سکتا ہے ! ! ! معاذ شاہ نے منہ بناتے نہایت بجھتے دل کے ساتھ آگے بڑھتے بچی کو نائرہ کے پاس ہی لٹایا۔۔ اس نے زارا کو بھی بچی کی تصویر بھیجی تھی۔۔ لیکن اس نے اب تک سین نہیں کی تھی۔۔ شاید وہ سو رہی تھی۔۔ معاذ شاہ کا تو دل ہی نہیں بھر رہا تھا۔۔۔ چاچو صبح آئے گیں ! ! ماما بابا کو چھوڑ کر لے کر بھاگ جائوں گا اپنی چھوٹی سی جان کو ! ! ! اسے لٹاتے وقت معاذ شاہ نے تھوڑا جھکتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔۔ وہ اسے باتیں کر رہا تھا حیسے بچی اسے سن رہی ہو ! ! وہ بیچاری تو بس اپنا انگوٹھا منہ میں لیے

اسے دیکھ رہی تھی ! ! شاید اسے بھوک لگی تھی ! ! ! معاذ شاہ سیدھا ہوتے ایک نظر ماہ دیر کو دیکھتے لیبر روم سے باہر نکلا۔۔۔ سب لوگ لیبر روم سے باہر جا چکے تھے ! ! ! یہاں اب ماہ دیر شاہ اور نائرہ بچے تھے ! ! ماہ دیر شاہ نے مسکراتے ہوئے آگے کو بڑھتے ننھے نائرہ کے ہاتھ میں تھمایا۔۔۔ بہت شکریہ میری جان ! ! تھوڑا نیچے کو جھکتے وہ اس کے ماتھے پر شدت سے لب رکھ چکا تھا۔۔۔ نائرہ شاہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔ وہ تھوڑا اٹھ کر پیچھے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔۔ اپنے ہاتھ میں موجود ننھے کو دیکھتے اس نے ایک گہری سانس بھرتے ان کی خوشبو اپنے اندر اُتاری۔۔ اسے بہت پسند تھے گلاب کے پھول ! ! ! کیسی ہے میری پرنسز؟؟ اس کے بعد ماہ دیر شاہ پہلی مرتبہ اپنی بیٹی کی طرف جھکا۔۔ اس کی آنکھوں میں بے ساختہ ہی نمی سی اکٹھی ہو چکی تھی۔۔ بے ساختہ ہی اسے یہ بات یاد آئی تھی کہ اس کی ماں نے اس کی بیٹی کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا۔۔۔ وہ ایسا کیا کرتا کہ سائرہ بیگم کا دل ان سب کی طرف سے صاف ہو جاتا۔۔۔ اسے بہت دکھ ہوتا تھا۔۔ اس کی ماں صرف اپنی دنیا اور آخرت دونوں برباد کر رہی تھی ! ! ! لیکن وہ بھی کیا کر سکتا تھا آخر ! ! ! اپنی بیٹی کی طرف جھکے اس نے نرمی سے اسے اپنے بازو میں بھرتے گود میں اٹھایا۔۔ وہ اسے لیے اس کے سامنے ہی موجود کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔۔ بیڈ کے بلکل پاس ہی کرسی رکھی تھی۔۔۔ ماہ دیر آپ کی

بیٹی ! ! ! نائرہ شاہ نے پھولوں سے توجہ ہٹاتے مسکراتے ہوئے کہا۔۔ وہ جانتی تھی اس کے شوہر نے بیٹی کے لیے کتنی دعائیں کی ہیں ! ! ہماری بیٹی۔۔۔ ماہ دیر شاہ نے فوراً ہی اس کی تصیح کی۔۔ وہ نم آنکھوں سے جھکتے بچی کے ماتھے پر لب رکھ چکا تھا۔۔ بچی ابھی تک آنکھیں کھولے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ میری پیاری بیٹی ! ! بابا کی جان ! ! ! اس کی آنکھوں میں دیکھتے ماہ دیر شاہ جیسے اسے کھلا رہا تھا۔۔ کتنا خوبصورت احساس تھا ایک بیٹی کا باپ بننا کوئی اس سے پوچھتا۔۔ اس کا دل تھا کہ سنبھلنے میں ہی نہیں آرہا تھا۔۔ پہلے وہ خدا کا شکر گزار تھا اور پھر اپنی بیوی کا جس نے اسے اتنی پیاری بیٹی دی تھی۔۔۔ ماہ دیر اسے بھوک لگی ہوگی ! ! بہت دیر پہلے فیڈ کیا تھا اس نے ! ! اوپر سے اتنے لوگوں اور شور میں سوئی بھی نہیں میری بچی ! ! ! نائرہ شاہ نے مسکراتے ہوئے ماہ دیر کی توجہ اس کے فیڈ کی طرف کروائی ! ! ایک مرتبہ پہلے وہ اسے فیڈ کروا چکی تھی۔۔ تب اسے نوین بیگم نے سارا گائیڈ کیا تھا۔۔ اب وہ خود کر سکتی تھی۔۔۔ ہاں یہ لو ! ! پہلے بتا دیتی بھوکی نہ رہنے دینا کبھی اسے ایک منٹ بھی ! ! ! ماہ دیر شاہ نے فوراً ہی کھڑے ہوتے نرمی سے بچی کو واپس سے نائرہ کے ہاتھوں میں تھمایا۔۔۔ نائرہ شاہ اپنی شرٹ کو اوپر کرتے مسکراتے ہوئے اسے فیڈ کروا رہی تھی ! ! ! بچی نائرہ کی گود میں آتے پہلے کسمسانے لگی تھی گویا رونے کی تیاری پکڑ رہی ہو ! ! لیکن پھر اپنا مطلب نکلتے

دیکھ اس نے خاموشی سے فیڈ شروع کیا۔۔ ماہ دیر شاہ مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھتے نائرہ کے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ چکا تھا۔۔۔۔

بہت پیاری ہے نہ یہ؟؟ وہ خوشی سے اپنی بیٹی کو دیکھتے نائرہ سے استفسار کر رہا تھا۔۔۔ بلکل آپ پر گئی ہے ! ! نائرہ نے ہنستے ہوئے ماہ دیر کی ناک پکڑتے کھینچی ! ! وہ زیادہ سے زیادہ اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ وہ جانتی تھی کہ ماہ دیر سائرہ بیگم کی وجہ سے اُداس ہے ! ! آخر وہ اس کی بیوی تھی۔۔ وہ اس کی اُداسی کیسے نا بھانپتی ! ! ظاہر ہے اس کی پہلی اولاد تھی اور اسی کے ساتھ اس کی ماں نے اس طرح کا سلوک کیا تھا۔۔ اس کی اُداسی بنتی تھی ! ! انہوں نے بچی کی شکل تک نہیں دیکھی تھی ! ! ! نہیں سب کہہ رہے ہیں تم پر گئی ہے ! ! ! میرے پاس تو چھوٹی نائرہ آگئی ! ! اب تم بیشک ناراض رہنا میں اور میری بیٹی مل کر تمھیں تگنی کا ناچ نچائے گیں ! ! شروع میں ہنس کے کہتے وہ آخر میں شرارت سے اسے تنگ کرنے لگا تھا۔۔۔ آپ کی بیٹی کو بھی دو لگے گیں اور آپ کو بھی ! ! خبردار مجھے تنگ کیا تو۔۔۔ نائرہ شاہ نے مصنوعی رعب جھاڑا۔۔۔ وہ دونوں بہت آہستہ آواز میں باتیں کر رہے تھے کیونکہ بچی اب غنودگی میں جانے لگی تھی ! ! شاید تھوڑا سکون محسوس کرتے اسے نیند آرہی تھی ! ! میری بیٹی کے

حصے کا بھی مجھے مار دینا۔۔۔ اسے کچھ مت کہنا۔۔ ہم اپنی بیٹی کو شہزادی بنا کر رکھے گیں ! ! ! میں نے ساری زندگی اسے ایک خراش بھی نہیں لگنے دینی انشاء اللہ ! ! ! ماہ دیر شاہ نے نم کہتے بچی کے پاؤں کو پکڑتے نرمی سے اسے چوما۔۔۔ وہ رکا نہیں تھا بلکہ جگہ جگہ اس کے پاؤں پر لب رکھتا جا رہا تھا۔۔ اتنی ہی عزیز تھی اسے اپنی بیٹی ! ! ! انشاء اللہ ! ! ماہ دیر نام کیا رکھے گیں ہم اپنی بیٹی کا؟؟ نائرہ نے تھوڑا آگے کو ہوتے سرگوشی نما آواز میں پوچھا۔۔ بچی سو چکی تھی ! ! ! پہلے اسے لٹا دوں پھر آتا ہوں ! ! ورنہ نیند خراب ہو جائے گی اس کی ! ! ! ماہ دیر شاہ نے آہستہ سے کہتے اس کے ہاتھ سے نرمی سے بہت آرام سے بچی کو اٹھایا۔۔ وہ دونوں تو بیشک ساری رات میٹھے باتیں کرتے رہتے ! ! ! ! ماہ دیر شاہ بچی کو لے جاتے نرمی سے بے بی کاٹ میں لٹا چکا تھا۔۔ اسے تو رہ رہ کر اپنی بیٹی پر پیار آرہا تھا۔۔۔ مگر افسوس ابھی وہ کچھ کرتا تو اس کی نیند خراب ہو جاتی ! ! جو وہ بلکل نہیں چاہتا تھا۔۔۔ اسی لیے اسے لٹاتے مسکراتے ہوئے واپس سے نائرہ کی طرف مڑا۔۔۔ نائرہ شاہ اسے آتے دیکھ تھوڑا سرک کر پیچھے ہو بیٹھی تھی۔۔ اشارہ صاف تھا کہ وہ ماہ دیر شاہ کو یہاں اپنے پاس بلا رہی تھی۔۔ اسے ضرورت تھی ماہ دیر کی ! ! ! ماہ دیر مسکراتے ہوئے اس کے جسم جاتے اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھا۔۔ اح اپنے پاؤں اوپر کرتے جیسے تیسے اس پر پورا آ ہی گیا تھا۔۔۔ نائرہ نے ایک نظر اسے

دیکھتے اس کے سینے پر سر ٹکایا۔۔۔ اب بتاؤ کیا نام رکھو گی تم اس کا؟؟ ماہ دیر شاہ نے اس کے بالوں پر لب رکھتے محبت سے پوچھا۔۔۔ یہ تو آپ ڈیسائڈ کرے گیں۔۔۔ فوراً ہی جواب آیا تھا۔۔ اس نے تو اس بات کا فیصلہ ماہ دیر پر چھوڑا ہوا تھا۔۔۔ بہت پہلے میں نے ماما کے منہ سے سنا تھا کہ انہیں حفصہ نام بہت پسند ہے ! ! اگر تم اجازت دو تو ہم یہ نام رکھ سکتے ہیں؟؟ مجھے خود کو بھی یہ نام پسند رہا ہے ! ! ماہ دیر شاہ نے دھیرے سے اپنا موقف بیان کیا۔۔ اس کے دل میں بات تھی جو وہ بلا جھجھک نائرہ کے سامنے رکھ چکا تھا۔۔۔ آپ کو پسند ہے تو پھر مجھے بھی پسند ہے ! ! ! چچی سے مجھے کوئی غرض نہیں ہے ! ! بس آج سے ہماری بیٹی کا نام حفصہ ماہ دیر شاہ۔۔ ڈن؟؟ نائرہ نے ایکسائٹڈ سے انداز میں کہتے اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔ نام تو اسے بھی پسند آیا تھا۔۔۔ ہمم ڈن ! ! تھینک یو سو مچ ہر معاملے میں مجھے سمجھنے کے لیے ! ! ! ماہ دیر شاہ نے مسکرا کر کہتے نرمی سے اس کے ماتھے پر لب رکھے ! ! نائرہ نے دو بدو ہی اس کے جبڑے کو پکڑتے ایک سائڈ پر کرتے اس کے گال پر لب رکھے ! ! ! وہ جیسے شرارتا بدلہ اُتار گئی تھی۔۔ میرا پیارا بچہ ! ! میری جان حفصہ اور نائرہ شاہ۔۔۔ دو دو شہزادیاں ہیں اب میری زندگی میں ! ! خدا نے مجھ جیسے گنہگار کو بھی اتنا نواز دیا ہے ! ! ماہ دیر نے محبت سے کہتے اس کے گرد نرمی سے حصار بنائے اس کی گردن میں منہ چھپایا۔۔ اسے

نیند آرہی تھی۔۔ اتنے دنوں کی تھکان جیسے ایک ہی مرتبہ میں حاوی ہو گئی تھی۔۔ سو جائیں آپ میں بھی یہی کہنے لگی تھی۔۔۔ نائرہ نے مسکراتے اس کے بالوں میں ہاتھ چلانا شروع کیا۔۔۔ وہ اس کا سر سونے سینے پر رکھتے خود بھی لیٹ ہی گئی تھی۔۔ زخم میں تھوڑا درد تو اٹھا تھا لیکن خیر ! ! ! وہ دونوں ابھی غنودگی میں جاتے سونے ہی لگے ہونگے کہ اچانک ہی پورے کمرے میں حفصہ کے رونے کی آواز گونجی ! ! ! وہ شاید اپنی نیند پوری کر کے اٹھ گئی تھی۔۔ تبھی اتنی زور سے رو رہی تھی ! ! ! ماہ دیر شاہ ہڑبڑاتے ہوئے کچی نیند سے اٹھا۔۔ نائرہ بھی اٹھ چکی تھی۔۔ آپ ہی سنبھالیں مجھے نیند آرہی ہے ! ! ! ماہ دیر شاہ کو کہتے وہ کمبل اپنے سر تک تان چکی تھی۔۔ اسے نیند آنے لگی تھی اب ! ! ماہ دیر شاہ ایک گہری سانس بھر کے اپنی نیند کے باعث سرخ ہوتی آنکھیں مسلتے بیڈ سے کھڑا ہوا۔۔۔ وہ خاموشی سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا تاکہ اسے گود میں لے کر چپ کروا سکے ! ! بنا یہ جانے کہ یہ کام اب اس کا روز کا معمول بننے والا تھا۔۔۔ ان دونوں کی زندگی اب اسی حد تک محدود رہ جانی تھی ! ! ! ان لوگوں کا لا علاج عشق ایک چھوٹے سے بچے کے ساتھ مکمل ہو چکا تھا۔۔۔

یہ رات کے تقریباً ڈیڑھ بجے کا وقت تھا جب دائم حسین کی گاڑی اپنے گھر پر آتے جھٹکے سے گیراج میں رکی ! ! وہ ابھی ہی آبان خان اور بالاج کے ساتھ ہوتے گھر لوٹا تھا۔۔ بالاج اور وہ تو پہلے ہی مل رہے تھے لیکن پھر آبان خان بھی در فشاں کو ہاسپٹل سے گھر چھوڑتے انہی دونوں کے پاس چلا گیا تھا۔۔ اکثر ہی اب تو رات کے وقت وہ لوگ چائے سیگریٹ پر ایک دوسرے سے مل لیتے تھے ! ! بالاج اور اریبی میں بھی کافی بننے لگی تھی۔ اس شخص کی پوری دنیا میں سب کے ساتھ ہی بن سکتی تھی سوائے ایک کے ! ! ! اور وہ ایک اس کی بیوی ہی تھی جسے آج اس کے پاس آئے ایک مہینے سے اوپر ہی ہو گیا تھا۔۔ مگر پھر بھی اس کے دل سے نفرت نہیں مٹ سکی تھی ! ! کبھی جو اگر اسے مشال پر ترس آتا تو فوراً ہی بہن کی کوڑے میں پڑی لاش یاد آجاتی تھی۔۔ اور وہ پھر سے انسان سے ایک حیوان بننے پر مجبور ہو جاتا تھا۔۔ یہ درندگی اور سفاکیت بھی محض مشال لغاری کے لیے ہی تھی ! ! اس ایک مہینے میں جتنا ہو سکتا تھا اس شخص نے اس لڑکی کا جینا حرام کیا ہوا تھا۔۔ وہ دن رات اس سے رحم کی بھیک مانگتی تھی اور یہ شخص سیگریٹ جلا کر لیٹا اس کی آہ و زاری کو انجوائے کرتا تھا۔۔ اس کے کانوں

میں جیسے سکون سا اُترتا تھا۔۔ بدلے کی آگ میں اس کے اندر سے انسانیت تک ختم ہو چکی تھی ! ! ! وہ بدلہ بھی اس چیز کا لے رہا تھا جس میں سراسر بھی مقابل قصور وار نہیں تھی۔۔یہی بات وہ اسے چیخ چیخ کر دن رات بتاتی تھی ! ! وہ لڑکی گنہگار ضرور تھی لیکن وہ اریبی کی گنہگار نہیں تھی ! ! وہ اسے ناحق سزا دے رہا تھا۔۔ اور اگر سزا دی بھی تھی تو جتنا اس کا گناہ تھا اسی حساب سے دیتا۔۔ اس شخص نے تو ظلم کے پہاڑ توڑ دیے تھے ! ! ! ! خدا ہی جانے ان دونوں کا کیا بننا تھا۔۔۔

دائم اپنی گاڑی کو روکتے ایک گہری سانس بھرتے باہر نکلا۔۔۔ نوکر اس کے گھر میں آج بھی نہیں تھے ! ! آج بھی سارا کام مشال ہی کرتی تھی۔۔۔ لیکن ایک بات اچھی ہوئی تھی کہ اس دن کے بعد اسے گھر صاف ستھرا مل جاتا تھا۔۔ اس شخص کے ڈر سے اگر اس لڑکی کو زبان سے چاٹ کر بھی گھر صاف کرنا پڑتا وہ کرتی ! ! نا ہی اس نے بھاگنے کی کوشش کی تھی۔۔۔ دوبارہ بیلٹ سے نہیں پٹنا تھا اسے ! ! ! اسے ہر چیز سے زیادہ خوف اسی ایک شخص کا رہنے لگا تھا۔۔ اریبی ایک گہری سانس بھرتے اندر کی طرف بڑھا۔۔ اس کا چہرہ بلکل سنجیدہ تھا۔۔ بلیو کلر کی جینز پر سفید رنگ کی شرٹ پہنے وہ بہت وجیہہ شخصیت کا مالک دکھ رہا تھا۔۔ سر پر کیپ پہنی ہوئی تھی جس کی آگے والی سائڈ

پیچھے اور پیچھے والی سائڈ آگے تھی ! ! اپنی جیب سے فون نکالتے وہ سنجیدگی سے اندر کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔۔ گھر میں آتے ہی اس کا چہرہ کچھ اسی طرح سنجیدہ ہو جاتا تھا۔۔۔ اندر کی طرف بڑھتے اندر داخل ہوتے وہ گھر کا اندرونی دروازہ واپس سے بند کر چکا تھا۔۔ پر تعیش لاؤنج ویسے ہی چمک رہا تھا جیسا کہ وہ چاہتا تھا۔۔ جبکہ اندر کی تمام لائٹس آن تھیں۔۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے مقابل اب تک سوئی ہی نہ ہو ! ! کچن سے آتی روشنی کو دیکھتے دائم کے ماتھے پر بے شمار بل پڑے ! ! اس کی دوسری نظر اپنے ہاتھ میں موجود گھڑی پر گئی تھی ! ! ! دو بجنے کو تھے ! ! اس وقت مقابل کچن میں کیا کر رہی تھی ! ! اسے تو یہی سمجھ لگی تھی کہ شاید مشال کچن میں ہے ! ! ورنہ رات کے وقت سب سے پہلے کچن کی ہی لائٹ آف ہوتی تھی ! ! آج جل رہی تھی تو یقیناً کچن میں کوئی تھا۔۔۔ اپنے موبائل کو بند کرتے اس نے موبائل کو اپنی جیب میں رکھا۔۔ آگے کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے وہ کچن کی جانب جا رہا تھا۔۔۔ چہرہ سپاٹ ہو چکا تھا۔۔ جبکہ آنکھیں ہر قسم کے جذبے سے عاری تھیں۔۔۔ اس لڑکی کے لیے اس کے دل میں غلطی سے بھی کوئی نرم گوشہ دیکھنے کو نہیں ملتا تھا۔۔۔ اگر ملتا بھی تو بدلے کی آگ ہی اتنی تھی کہ وہ کچھ اور سوچنے ہی نہیں دیتی تھی ! ! بدلے کی آگ میں مقابل کو جلا کر اسے سکون محسوس ہوتا تھا۔۔ آگے کی طرف بڑھتے وہ بلکل دبے قدموں سے کچن میں داخل ہوا۔۔۔ آیاں کہ

اس کے قدموں کی آہٹ سے ہی کہیں مقابل اسے پہچان نہ لے ! ! وہ دیکھنا چاہتا تھا کہ آخر یہ لڑکی اتنی رات کو کچن میں کر کیا رہی ہے ! ! جب وہ گھر سے گیا تھا تب اس نے خود ہی مقابل کو کھانا کھلایا تھا۔۔ وہ دو لقمے لیتی تھی اور بس کر دیتی تھی ! ! اور اسنے بدلے کی خاطر ہی سہی لیکن اسے اس لڑکی کی جان پیاری تھی۔۔ وہ اسی لیے اسے خود کھانا کھلا کر گیا تھا۔۔ پھر کیا کام تھا مقابل کو کچن میں ! ! ! ایک تو جب سے مشال نے بھاگنے کی کوشش کی تھی وہ کچھ زیادہ ہی چوکنا رہنے لگا تھا۔۔ گھر کے چاروں طرف گارڈز تھے ! ! ! اسے اس لڑکی کی نا دوری برداشت تھی اور نہ ہی نزدیکی۔۔۔ کچن میں داخل ہوتے دائم حسین کے ماتھے پر موجود بل مزید گہرے ہوئے ! ! مشال شیلف کی طرف منہ کیے کھڑی کچھ کھا رہی تھی۔۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ یہ لڑکی آخر کیا کھا رہی ہے ! ! دماغ تھا کہ کسی اور طرف ہی جا رہا تھا۔۔ کہیں یہ زہر۔۔۔۔ کیا ہو رہا ہے یہاں؟؟ سنجیدگی سے اس نے آگے کو بڑھتے تھوڑی اونچی آواز میں پوچھا۔۔۔ وہ تیزی سے آگے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ مشال لغاری جس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ کچن میں اس کے علاوہ بھی کوئی اور ہوگا اس بھیانک آواز پر خوفزدہ ہوتے اس کی چیخ بہت بے ساختہ تھی ! ! وہ وہ کانوں پر ہاتھ رکھتے شدت سے چیخ اٹھی تھی ! ! ! دل تھا کہ باہر آنے کو تھا۔۔ دائم اسے کمرے سے نکلنے سے منع کر کے گیا تھا۔۔ لیکن وہ بھی

کیا ہی کرتی ! ! اس لڑکی کا حشر بہت برا ہوا پڑا تھا۔۔ نازک گال تھپڑوں کے نشانات سے مسخ ہوئے پڑے تھے ! ! سوجی متورم آنکھیں ہر وقت رونے کی وجہ سے سرخ رہنے لگی تھیں ! ! جسم تھا کہ سوکھتا ہی جا رہا تھا۔۔ وہ پہلے سے بہت کمزور ہو گئی تھی ! ! جگہ جگہ جسم اور اس شخص کی درندگی کے نشانات موجود تھے ! ! ہر روز وہ ایک نئے قسم کے ریپ سے آشنا ہوتی تھی ! ! ہاں ریپ ہی تو تھا۔۔ آج وہ دن رات خود کو اس گناہ اور کوستی تھی جو کبھی اس نے ماضی میں کیے تھے ! ! لیکن جو بھی تھا میں پھر کہتی ہوں خ باقیوں کے ساتھ تو ایک ہی مرتبہ ہوا تھا لیکن اس کے ساتھ روز ریپ ہوتا تھا۔۔ ریپ سے بھی بدتر ! ! یہ شخص قربت کے لمحات میں بھیڑیے کی مانند ہو جاتا تھا جو اسے چیر پھاڑ کر رکھ دے ! ! پتہ نہیں اب تک وہ زندہ کیسے تھی؟؟ اس میں اتنی ہمت آئی کہاں سے تھی کہ وہ اتنا ظلم برداشت کر رہی تھی؟؟ ساری زندگی باپ بھائی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔۔۔ آج وہ صبح اٹھتی تھی تب بھی تھپڑ اور رات میں سوتی تھی تب بھی تھپڑ ہی اس کا مقدر بن چکے تھے ! ! اس کے جسم پر جگہ جگہ نیل کے نشانات تھے ! ! جو کبھی نہ کبھی بری طرح مارنے کی وجہ سے تھے ! ! اس کے لیے یہ گھر کی جہنم سے کم نہیں تھا۔۔ دن رات اس کی دعائیں ہوتی تھیں کہ خدا اسے معاف کر کے اس درندے سے آزادی دلوا دے ! ! وہ یہاں سے بھاگنا چاہتی تھی۔۔ اب تو معافیاں مانگ مانگ کے بھی وہ

تھک گئی تھی ! ! پتہ نہیں خدا کو کب اس پر رحم آنا تھا۔۔ ایک مہینہ صرف ایک مہینہ تھا اور اس لڑکی کے لیے سب سے بڑا خوف مردذات بن گیا تھا۔۔ اگر کبھی اسے اس شخص سے آزادی ملتی تو وہ کبھی زندگی میں دوبارہ کسی مردذات کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتی ! ! ! مرد درندہ بنتے دیر نہیں لگاتا یہ سب کچھ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔۔۔ یہ شخص اس کے بھائی سے بھی بدتر تھا۔۔ اگر حنان لغاری گنہگار اور ایک ریپسٹ انسان تھا تو کم اریبی بھی نہیں نکلا تھا۔۔ دیکھا جائے تو اریبی زیادہ قصوروار تھا۔۔ وہ اس عورت کو جانوروں کی طرح رکھ رہا تھا جو اس کے نکاح میں تھی ! ! خدا کی ہدایت دیتا اسے ! ! !

مشال نے چیختے ہوئے اپنے ہاتھ میں موجود کسی چیز کو فوراً سے سختی سے اپنے ہاتھوں میں قید کیا۔۔ وہ مٹھیاں بند کر چکی تھی ! ! اسے جیسے اسے یہ چیز مقابل نے کھاتے ہوئے دیکھ لی تو پھر سے کہیں اسے مارنا پڑے ! ! ! دائم حسین تیز تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھتے رکا۔۔ وہ سرد برفیلی نظریں نہایت سنجیدگی سے اس پر گاڑے ہوئے تھا۔۔ کیا کر رہی تھی یہاں ہاں؟؟ اریبی نے اسے بازو سے پکڑے جھٹکے سے اس کا رخ اپنی طرف موڑے کرخت لہجے میں پوچھا۔۔ اسے شک سا ہو رہا تھا۔۔ کچھ غلط ہونے کا شک ! ! !

مشال نے اپنی خوفزدہ نظریں اس پر گاڑتے اپنے ہاتھ میں موجود چیز کو مزید سختی سے اپنی مٹھیوں میں قید کیا۔۔ اس کی آنکھیں تیزی سے بھگنے لگی تھیں۔۔۔ مزید مار کھانے کی ہمت نہیں تھی اس کے اندر!! مقابل کی اُنگلیاں اسے اپنے بازو میں کھبتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں!!! کُ۔۔۔ کچھ نہ۔۔ نہیں!!! اپنے منہ میں موجود کوئی چیز حلق میں انڈیلتے اس نے روتے ہوئے جواب دیا۔۔ اسے اندازہ تھا کہ یہ شخص جھوٹ بولنے پر ایک دو لگا دے گا۔۔ مگر وہ اسے بتا نہیں سکتی تھی کہ وہ کیا کھا رہی تھی!!! مجھ سے جھوٹ ہاں؟؟ کیا بھول گئی ہو تم میری دہشت کو؟؟ بتاؤ شاباش!!! کوئی زہر کھایا ہے تم نے؟؟ دائم نے اسے بازو سے جکڑے مزید اپنے نزدیک کرتے نہایت سنجیدگی سے دوبارہ استفسار کیا۔۔۔ اس کا لہجہ اتنا سرد تھا کہ مشال کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اٹھی تھی!! مشال نے اپنے بازو میں اٹھتے درد پر شدید روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔۔ نرمی کبھی اس شخص نے رکھی ہی نہیں تھی!! وہ ہمیشہ اسی طرح اسے تکلیف دیتا تھا۔۔۔ اس شخص کے ہاتھ بھی تو بہت سخت تھے!!! وہ اپنی سہمی ہوئی خوفزدہ نظریں اس کی آنکھوں میں گاڑے ہوئے تھی۔۔۔ منہ کھولو!! اریبی کا دھیان ابھی اس کے ہاتھ کی طرف گیا ہی نہیں تھا جبھی سنجیدگی سے حکم دیا گیا۔۔ وہ خود ہی دیکھ لیتا!!! اور اگر تم جھوٹی نکلی تو یاد رکھنا مشال میں تمہیں زندہ زمین میں دفنا دوں گا۔۔۔ دائم نے ساتھ ہی

ساتھ اسے دھمکی بھی لگائی۔۔۔ وہ دیکھ رہا تھا اچھے سے کہ اس لڑکی نے کچھ نگلا ہے ! ! پھر بھی مقابل نے اس سے جھوٹ بولا تھا۔۔ اس کا غصہ بے ساختہ تھا۔۔ برداشت نہیں ہوتا تھا کہ یہ لڑکی ذرا بھی جھوٹ بولے ! ! ! ککک۔۔ کچھ۔۔نہ۔۔نہ۔ نہیں کھا۔۔یا۔۔۔ مشال نے اٹکتے اٹکتے پھر سے جھوٹ بولا۔۔ اس کے حلق میں آنسوؤں کے گولے سے اٹک رہے تھے ! ! ! مقابل ظالموں کا سردار تھا۔۔ بکواس کر رہی ہو؟ میں نے کہا ہے منہ کھولو ! ! اسے مسلسل جھوٹ پر جھوٹ بولتے دیکھ دائم اس کے جبڑے کو سختی سے دبوچے حلق کے بل دھاڑا۔۔ اس کی خوفناک دھاڑ سے کچن کے در و دیوار تک لرز اٹھے تھے ! ! ! مشال نے ہچکی سی بھرتے کانپتے ہوئے سیکنڈ سے پہلے اپنا منہ کھولا۔۔ اس کا دل باہر آنے کو تھا۔۔۔ مقابل کے غصے سے اس کی جان جاتی تھی ! ! ! دائم نے ایک نظر اپنی سرخ آنکھوں سے اسے گھورتے تھوڑا اپنا چہرہ اس کے نزدیک کیا۔۔ مقابل سانس فوراً روک گئی تھی۔۔۔ مشال جتنا تم میرا دماغ خراب کر رہی ہو یقین کرو میں اتنا ہی قہر بن کر ٹوٹوں گا تم پر ! ! تمہاری بھلائی اسی میں ہے سانس لو اور شرافت عزت سے خود ہی بتاؤ کیا کھایا ہے ابھی تم نے ! ! ورنہ یقین کرو ابھی تم نے میرے قہر کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھی ! ! میں جو تڑپانے پر آیا تو تمہیں اس اس طریقے سے ٹارچر کروں گا کہ تم موت کی دعا مانگو گی اور موت بھی نہیں

آئے گی ! ! بتاؤ شاباش ایک منٹ ہے تمہارے پاس ! ! ! سنجیدگی سے حکم دیتے اریبی نے آہستہ سے اس کا جبڑا چھوڑا۔۔ وہ باہر سے تھکا ہارا آیا تھا اوپر سے یہ لڑکی مزید اس کا پارہ ہائی کر رہی تھی ! ! وہ ایک مرتبہ دھمکی سے دیکھنا چاہتا تھا۔۔۔ کیا پتہ وہ مان جاتی اور اس کے عتاب سے بچ جاتی ! ! اس کی منتظر نگاہیں مقابل پر ہی تھیں ! ! ! مشال نے روتے ہوئے اس کی دھمکی پر مزید کھیل سے پاگل ہوتے دھیرے سے اپنا کانپتا ہاتھ اوپر کو کیا۔۔۔ دکھا کر بھی مار کھانی تھی اور نہ دکھاتی تو زیادہ مار پڑتی ! ! اسی لیے وہ خاموشی سے اپنا ہاتھ اوپر کو کرتے اس کے سامنے کر چکی تھی ! ! دائم نے ماتھے پر بل لیے اس کے بازو کو چھوڑتے اس کے ہاتھ کو تھاما۔۔ یعنی وہ سہی سوچ رہا تھا۔۔ آج وہ واقعی میں اس لڑکی کو چھوڑنے والا نہیں تھا۔۔۔ اس کی کلائی کو جکڑے اس نے دوسرے ہاتھ سے سنجیدگی سے اس کی بند مٹھی کو کھولنا شروع کیا۔۔ مقابل کے ہاتھ اس کی گرفت میں بھی بری طرح کانپ رہے تھے ! ! وہ کھڑی خود بھی لرز رہی تھی ! ! ! بند مٹھی کو کھولتے اریبی کے ماتھے کے بل مزید گہرے ہوئے ! ! آنکھوں میں تھوڑی حیرت اُبھری تھی ! ! کیا مطلب تھا اس چیز کا آخر؟؟ اس نے حیرت اور نا سمجھی سے مقابل کے ہاتھ سے ایک چھوٹا سا شاپر اٹھایا۔۔ جس کے اندر تھوڑی سی املی تھی ! ! وہ املی کھا رہی تھی؟؟ مگر کیوں؟ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ اس نے ایک نظر اچھی

طرح شاپر کو دیکھتے اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھا۔۔ اسے پتہ نہیں کیوں تھوڑا عجیب لگا تھا۔۔۔ سچ سچ بتانا یہی کھا رہی تھی تم؟؟ املی کو اس کی آنکھوں کے سامنے کرتے دائم نے اپنی حیرانی پر قابو پاتے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔ مشال نے روتے ہوئے منہ پر ہاتھ رکھتے فوراً سے ہاں میں سر ہلایا۔۔ وہ سچ کہہ رہی تھی ! ! ! کیا تم واقعی میں یہ کھا رہی تھی؟؟ دائم کی جیسے سمجھ سے باہر تھا۔۔ اس نے پھر سے اپنا سوال دہرایا ! ! ! ! ق۔۔ قسم سے یہی تھی۔۔ می۔۔ میں نے زہ۔۔ زہر نہیں ک۔۔ کھایا۔۔۔ مشال نے روتے ہوئے لرزتی سی آواز میں کہا۔۔ وہ قسم تک اٹھا چکی تھی ! ! جانتی جو تھی کہ اس شخص نے کبھی اس کی بات پر بنا قسم کے اعتبار کیا ہی نہیں ! ! اسی لیے وہ اسے اعتبار دلانے کی خاطر قسم اٹھا لیتی تھی ! ! صرف تب جب وہ واقعی میں سچی ہو ! ! یہ ایسے کھانے کی چیز ہے؟ پاگل ہو گئی ہو تم؟ املی کوں کھاتا ہے ڈفر عورت ! ! دائم نے املی کو سائڈ پر پھینکتے اسے نہایت سخت نظروں سے گھورا۔۔۔ پتہ نہیں کیوں لیکن وہ اس کی قسموں پر یقین بھی کر لیتا تھا۔۔۔ مم۔۔ میرا۔۔۔ دل۔۔ اتن۔۔ اتنے۔۔ دنو۔۔ دنوں سے۔۔ ب۔۔ بہت عجیب ہو رہا ت۔۔ تھا۔۔۔ شدید روتے ہوئے اس نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے دھیمے سے کہا۔۔ وہ سچ کہہ رہی تھی۔۔۔ پچھلے تین سے چار دنوں سے اس کا بہت کھٹا کھانے کو دل للچاتا تھا۔۔ حالانکہ وہ اچھے سے جانتی تھی کہ اب

زندگی میں کوئی فرمائشی پروگرام نہیں چلنے والا۔۔ مگر پھر بھی بھوک بھی زیادہ لگتی تھی اور کچھ اچھا کھانے کو بھی دل کرتا تھا۔۔ مگر ہائے یہ مجبوری ! ! ! یہاں اسے روکھی سوکھی دو وقت کی روٹی مل رہی تھی وہی غنیمت تھا۔۔ یہ تو آج صفائی کرتے وقت اس کے ہاتھ یہ املی لگ گئی تھی تو وہ صبح سے تھوڑی تھوڑی کرتے کھا رہی تھی ! ! کچھ تو دل کو سکون ہوا تھا۔۔ ہنہہ ! ! تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے جو دل عجیب ہوگا تو جو مرضی اٹھا کر کھا لوگی ! ! یہ میرا گھر ہے محترمہ ! ! اور یہاں کا پتہ بھی میری مرضی سے ملے گا۔۔۔ سب جانتا ہوں میں کہ یہ سارے کام سے بچنے کے بہانے ہیں ! ! تم جیسی گندی عورتوں سے میں بہت اچھے سے واقف ہوں ! ! چلو اندر ! ! دائم نے غرا کر کہتے اس کے بالوں کو پیچھے گدی سے جکڑا۔۔ وہ اسے کمرے میں لے کر جانا چاہتا تھا۔۔۔ مشال کی سسکی بے ساختہ تھی ! ! وہ مزید روتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھے اپنے بال آزاد کروانے کی کوشش کر رہی تھی ! ! اس کے اندر بلکل ہمت نہیں تھی اس شخص کو سہن کرنے کی ! ! وہ پہلے ہی اپنی حالت سے نڈھال ہوئی پڑی تھی ! ! پتہ نہیں موت بھی کیوں نہیں آتی تھی ! ! دائم نے جارحانہ انداز میں اسے اپنے ساتھ گھسیٹا۔۔ وہ خود آگے کو چلتے اسے بالوں سے پکڑے بے دردی سے اپنے ساتھ لیے چلتے اس کی مزاحمت کو سرے سے ہی اگنور کر رہا تھا۔۔۔ یہ روز کا کام تھا ! ! ! ! "خ۔۔ خدا کے لیے

دا۔۔دائم۔۔۔ میں مرجاؤں گی ! ! "۔۔ مشال نے اس کے ساتھ گھسٹتے ہوئے درخواست کی ! ! ! اس کے سر میں شدید درد کی ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔۔ جبکہ حال یہ تھا کہ وہ ابھی غش کھا کر گر جائے ! ! ! حالت بہت بری ہو رہی تھی اس کی ! ! دائم کے لاؤنج کی طرف آتے قدم رکے ! ! وہ پیچھے کو گردن موڑے سرد سرخ نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔ ! ! اب اگر تمہاری آواز نکلی تو میں منہ توڑ دوں گا تمہارا۔۔ تم میں ہمت ہے چاہے نہیں ہے ! ! یہ میرا مسئلہ ہر گز بھی نہیں ہے ! ! مجھے تمہاری ضرورت ہے اس لیے خاموشی سے میرے ساتھ چلو ! ! جتنی اپنی اس زبان کو خاموش رکھو گی اتنی ہی کم تکلیف دوں گا۔۔ دو قدم اس کے نزدیک بڑھاتے سنجیدگی سے تنبیہ کی گئی ! ! ! اس کے دل میں ہلکا سا رحم کا قطرہ اُبھرا تھا جس پر فوراً ہی بدلے کا سمندر حاوی ہوتے اسے مٹا چکا تھا۔۔۔ وہ پھر سے اپنی ٹون میں واپس تھا۔۔ مشال کی آنکھوں سے لہو کی مانند آنسوں برس رہے تھے ! ! ! میرے۔۔۔۔ اندر۔۔۔ کچھ خ۔۔۔ ختم ہو رہا ہے۔۔دائم۔۔۔ کچھ۔۔ کچھ ہے جو۔۔۔ مجھ۔۔ مجھے لگ رہا ہے اگر۔۔۔ اگر میں۔۔ میں۔۔ مرجاؤں گی ! ! ! روتے ہوئے ہچکیوں سے وہ اپنی بات بھی سہی طرقے سے نہیں کر پا رہی تھی ! ! پتہ نہیں وہ کیا کہنا چاہتی تھی۔۔ لیکن اسے اس شخص کے ساتھ قطعی بھی نہیں جانا تھا۔۔ کمرے میں اس شخص کی درندگی جھلنے کی ہمت نہیں

تھی اس کے اندر ! ! ایک مہینے سے اوپر ہو گیا تھا روز رات میں وہ اس شخص کو سہتی تھی، سارا دن جانوروں کی طرح گھر کے کام کرتی تھی ! ! نیند تو اس کی نہ ہونے کے برابر ہی پوری ہو رہی تھی ! ! آخر وہ بھی انسان تھی۔۔ کبھی نہ کبھی تھکنا ہی تھا اس نے ! ! میرا مسئلہ نہیں ہے ! ! چلو اندر ! ! ! سفاکیت سے کہتے دائم نے اسے بازو سے پکڑے پھر سے اپنے ساتھ گھسیٹنا شروع کیا۔۔ مشال آگے نہیں بڑھ رہی تھی ! ! وہ روتے ہوئے صوفے کو جکڑ چکی تھی ! ! وہ مرنے کے در پر تھی ! ! ! کیا بکواس ہے؟؟ زیادہ نہیں پر لگ گئے ہیں تمھیں؟؟ بھول گئی ہو تم یہ نخرے کس کو دکھا رہی ہو؟؟ دائم اس کی طرف مڑتے بری طرح دھاڑا۔۔۔ جتنا وہ اپنے اوپر ضبط کر رہا تھا یہ لڑکی اتنا ہی اس کا دماغ خراب کر رہی تھی ! ! اس کا بس نہیں تھا یہیں زندہ دفنا دے اس لڑکی کو ! ! وہ سختی سے صوفے کو جکڑے ہوئے تھی جس کی وجہ سے اریبی اسے سہی سے کھینچ نہیں پا رہا تھا۔۔۔ "میں۔۔ نے۔۔ تمہاری۔۔ بہن کو نہیں مارا دائم۔۔ میں۔۔۔ میں تمہ۔۔ تمہارے پیروں۔۔۔ روتے ہوئے اس کے پیروں کی طرف دیکھتے آدھا جملہ بولتے اس نے ہچکی سی بھری ! ! کتنی قیامت خیز زندگی ہو گئی تھی کہ جو لوگوں کو اپنے پاؤں کی جوتی سمجھتی تھی آج خود کسی کے پیروں میں گر کر بھیک مانگنے پر مجبور ہو رہی تھی ! ! ! میں تمہارے۔۔۔ پیروں۔۔ میں گر کر پھر بھی معا۔۔ معافی۔۔ مانگ۔۔۔ لوں گی۔ لیکن

پلیز۔۔۔مجھے جانے دو۔۔۔میں مرجاؤں گی ! ! مشال نے ہچکی سی بھرتے اس کے پیروں پر نظریں جمائے کہا۔۔ اس کی آواز کرب میں دوبئ تھی ! ! اگر اسے اب اس شخص سے آزادی کے لیے یہ بھی کرنا پڑتا تو وہ کر جاتی ! ! وہ اس شخص سے نفرت بھی نہیں کرتی تھی۔۔ اسے لے کر کوئی جذبہ تھا ہی نہیں اس کے دل میں ! ! ! ہاں بس خوف تھا اس انسان کا۔۔ کیونکہ وہ انسان کے روپ میں بھیڑیا تھا۔۔۔ اور اس کا یہ روپ مشال نے دیکھا تھا۔۔ وہ بس اس شخص سے، اس دنیا سے سب سے کہیں دور جانا چاہتی تھی ! ! کہیں بہت دور ! ! ! جہاں ظلم نا ہو ! ! جہاں وہ سکون سے معافی مانگ سکے ! ! اور اسے خدا معاف کر دے ! ! ایسا نہیں تھا کہ اسے اپنے کیے کا احساس نہیں تھا۔۔ اب ہی تو سہی سے احساس ہوا تھا۔۔ اب ہی تو لگا چلا تھا کہ بھلے اس نے کچھ کیا نہیں تھا لیکن اپنے بھائی کا ساتھ دے کر خاموش رہ کر اس نے کتنی بڑی غلطی کی تھی۔۔ فائزہ تو آج خوش تھی ! ! خدا نے اسے اس کے صبر کا اجر دے دیا تھا۔۔۔ اور وہ اریبی کی صورت میں سزا آج تک بھگت رہی تھی ! ! اریبی ایک خاموش نظر اس پر ڈالتے دو قدم چلتے اس کے نزدیک ہوا۔۔۔پتہ نہیں کیوں وہ اسے آج کچھ عجیب لگ رہی تھی ! ! جیسے وہ اندر سے ہی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو ! ! لیکن خیر اسے کیا ! ! ! دل

میں جو خیال آیا تھا دماغ اسے فوراً سے سائڈ کر گیا تھا۔۔۔دماغ کا ہی سارا کنٹرول تھا۔۔ وہ اسے رحم کرنے نہیں دیتا تھا۔۔۔

مشال دائم حسین تم ایک غلیظ عورت رہ چکی ہو یاد ہے نہ تمھیں؟ تمہارے ایک ایک " کارنامے سے میں واقف ہوں ! ! ہر طرح کی واہیات ڈریسنگ تم نے کی، میری بہن کو ورغلایا تم نے کہ وہ تمہارے اس)گالی(بھائی سے دوستی کرے، میری بہن کے ریپ کو اپنے باپ سے چھپایا تم نے کہ کہیں وہ اس کمینے کو کچھ نہ کہہ دے۔۔۔۔ فائزہ کے ریپ میں شامل رہی تم ! ! آبان کو گولیاں ماری تم نے، آبان کے سامنے اپنے۔۔۔۔ تھو ہے تم پر۔۔۔ وہ الفاظ پورے نہیں کر پایا تھا۔ ! ! ! اپنے دوستوں کے ساتھ نائٹ کلب پر جاتی رہی ہو تم۔۔میں۔۔۔میں کرتا تھا دن رات تمہاری نگرانی ! ! تم نے کبھی انسان کو انسان سمجھا ہی نہیں۔۔ نوکروں کے ساتھ۔۔چھوڑو میرے ساتھ ہی کیسا رویہ ہوتا تھا تمھارا بہت اچھے سے یاد ہوگا تمھیں ! ! ! تم ایک ضدی ، خودغرض، خودسر، مطلبی، بدتمیز، انا پرست، ایک ریپسٹ کی بہن رہ چکی ہو ! ! یقین کرو میں تم پر رحم کرنا بھی چاہوں تو بھی نہیں کر پاتا۔۔ تمہاری جب یہ ساری باتیں میرے دماغ میں گھومتی ہیں میرا دل کرتا ہے تم پر زندگی تنگ کر دوں ! ! ! اتنا درد اتنی تکلیف دوں تمھیں کہ تمہیں نانی

یاد آجائے ! ! تمہارے چھیتڑے اڑانے کا دل کرتا ہے یہ سب یاد کر کے ! ! ! تم رحم کے قابل نہیں ہو ! ! اس لیے رحم کی بھیک مانگنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے ! ! ! اس کی طرف صوفے کے آگے جھکے دائم نے سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ایک ایک لفظ چبایا۔۔ اسے جب جب یاد آتا تھا تب تب دل کرتا تھا کہ اس لڑکی پر زندگی تنگ کر دے ! ! جو کہ اس نے ابھی بھی کی ہی ہوئی تھی ! ! ! مشال نے شدید روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔۔۔ وہ غلط تھا۔۔۔ ! ! ! میں۔۔۔ میں نے اگر ہر طرح کی ڈریسنگ کی جس میں جسم کی نمائش ہو میں تمہاری گنہگار نہیں خدا کی گنہگار بنی، تمہاری بہن۔۔۔ کے ریپ کو میں نے نہیں حنان بھائی نے بابا سے چھپایا۔۔ مجھے تو اس وقت خود کا بھی ہوش نہیں تھا۔۔ فائزہ کے ریپ والے دن اگر میں فارم ہاؤس میں تھی میں تب بھی صرف فائزہ کی گنہگار ہوں، میں نے آبان کو اگر گولیاں ماری تو آبان کا حق ہے بدلہ لینے کا۔۔ جو وہ لے بھی چکا ہے، میں اگ۔۔ اگر کبھی نائٹ کلب گئی بھی ہوں میں تب بھی تمہاری گنہگار نہیں ہوں۔۔ یہ خدا کا اور میرا معاملہ ہے، میں نے اگر نوکروں کے سا۔۔ ساتھ برا سلوک رکھا ہے میں تب بھی تمہاری گنہگار نہیں ہوں۔۔۔ نا۔۔ ناحق سزا دے رہے ہو تم مجھے ! ! میں اپنا ہر گناہ مانتی ہوں جو میں نے کیا ہے۔۔ تم۔۔ تم صرف سزا دے رہے ہو مجھے اور وہ اس بات کی کہ میں آیت کے ری۔۔ ریپ میں

شامل رہی۔۔ میں قسم۔ اٹھاتی ہوں میں کسی بھی چیز سے واقف نہیں تھی۔۔ میں ایک ٹین ایجر لڑکی تھی اس وقت۔۔۔ خدا کی قسم مجھے تب پتہ بھی نہیں تھا ریپ ہوتا کیا ہے ! ! ! ! تم۔۔۔ تم بہت ظالم ہو اریبی ! ! ! ! تم حنان بھائی سے زیادہ ظالم ہو ! ! ! ! شدید روتے ہوئے وہ اس کی ہر بات کو رد کر گئی تھی۔۔ دیکھا جاتا تو کچھ حد تک اس کی بات ٹھیک ہی تھی ! ! ! وہ دائم کی شرٹ کو اپنی مٹھیوں نے بھینچ چکی تھی۔۔۔ اس کا سر بری طرح چکرا رہا تھا۔۔ کھڑے رہنے کی ہمت نہیں تھی اس کے اندر ! ! ! تم میری گنہگار ہو کیونکہ تم تھی آیت کے ریپ میں شامل ! ! تمہاری قسم پر ایک فیصد بھی بھروسہ نہیں ہے مجھے ! ! تم جھوٹی تھی جھوٹی ہو اور ساری زندگی جھوٹی ہی رہو گی ! ! کیونکہ یہ تم ہو ! ! مشال لغاری کو اور کبھی ہدایت آجائے یہ نا ممکن سی بات ہے ! ! ! تم ایک انتہائی گھٹیا عورت ہو ! ! ! آج تمھیں آزادی ملے اور تم نے پھر سے وہی کام کرنے ہیں جو تم میری دسترس میں آنے سے پہلے کیا کرتی تھی ! ! معصوم نہیں ہو تم اس لیے معصوم بننے کی ایکٹنگ بھی مت کیا کرو ! ! شدید زہر لگتی ہو ! ! ! دائم حسین دبی دبی آواز میں اس کے چہرے پر پھنکارا۔۔۔ وہ اس کے سامنے صوفے کے دونوں اطراف میں ہاتھ رکھے کھڑا اس پر جھکا ہوا تھا۔ ! ! ! مشال کی آنکھوں سے مسلسل برسات جاری تھی۔۔۔ تم اس بات کا فیصلہ کرنے والے کوئی نہیں ہوتے کہ

مجھے ہدایت ملتی ہے یا نہیں ! ! یہ خدا کے فیصلہ ہے ! ! مجھ سے زیادہ ہدایت کی ضرورت تمھیں ہے ! ! چلو میں تو قصور وار ہوں ! ! میں تو ہوں ہی گندے۔۔گندی عورت ! ! تم کونسے دودھ کے دھلے ہو؟؟ میرے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا ہے تم نے ! ! ! مجھے۔۔۔مجھے موت کی دعائیں مانگنے پر مجبور کیا ہے تم نے ! ! ! تم نے مجھ پر ہر طرح کا ظلم ڈھایا۔۔۔کیا۔۔۔لیا فرق ہے تم میں اور حنان بھائی میں؟؟ بلکہ تم ان سے زیادہ درندہ۔۔۔۔ روتے ہوئے وہ ابھی اپنی بات مکمل کرتی کہ منہ پر پڑنے والے زبردست تھپڑ نے اس کے الفاظ حلق میں ہی کہیں دبا دیے تھے ! ! دائم اپنا آپا پھر سے کھو چکا تھا۔۔ وہ غصے سے پاگل ہوتے اس کے بالوں کو گدی سے جکڑے اس کے منہ پر ایک تھپڑ مار چکا تھا۔ ! ! ! ! شاید سچ ہضم نہیں ہوا تھا اس سے ! ! ! مشال نے چیختے ہوئے اپنے گال پر ہاتھ رکھا۔۔ ہونٹ کا کنارا پھٹ چکا تھا۔۔ اس ظالم کا ہاتھ بہت بھاری تھا۔۔ ایک لمحے کے لیے اس کا کان سن جبکہ دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا۔۔ پہلے سے جلن زدہ گال مزید جل اٹھا تھا۔۔ ! ! ! ! ہمت بھی کیسے ہوئی تمہاری مجھے اپنے اس غلیظ اور گھٹیا بھائی سے ملوانے کی؟ دائم نے غصے سے پاگل ہوتے اس کے بالوں کو سختی سے پکڑتے جھنجھوڑا۔۔ درد کے مارے مشال کی چیخیں نکل پڑی تھیں۔۔ ! ! تم ہو۔۔۔آہ۔۔۔تم حنان بھ۔۔بھائی سس۔۔سے زیا۔۔زیادہ ظالم ہو ! ! روتے روتے

اتنی تکلیف ہے باوجود بھی وہ لڑکی اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹی تھی ! ! وہ اپنے بالوں کو پکڑتے چیخ اٹھی تھی۔ ! ! یہ شخص واقعی میں اس کے بھائی سے زیادہ ظالم تھا۔۔ مگر صرف اس کے لیے ! ! دوسروں کے لیے وہ ایک نرم دل اریبی تھا۔۔ دائم نے سیخ پا ہوتے تھوڑا پیچھے کو ہوتے اسے بالوں سے پکڑے سیدھا کھڑا کیا۔ ! ! لگتا ہے اپنی زندگی پیاری نہیں ہے تمھیں تب ہی اس طرح کی بکواس کرتی ہو ! ! ہے نہ ! ! تمھارا وہ غلیظ بھائی جس نے پتہ نہیں کتنی ہی لڑکیوں کے ریپ کیے اس میں ملا رہی ہو تم مجھے؟؟ ارے کم از کم تم لوگوں کی طرح میں بدلے کی خاطر کسی کو جانا سے نہیں مارتا۔۔۔ نا ہی کسی کی زندگی برباد کرتا ہوں ! ! تمہارے اس غلیظ بھائی میں اور مجھ میں زمین آسمان کا فرق ہے ! ! ! کہو کہ ہاں فرق ہے ! ! جلدی کرو ورنہ یہیں تمہاری قبر کھود دوں گا میں ! ! دائم نے اس کے بالوں کو جکڑے دھاڑتے ہوئے آخر میں حکم سا پیش کیا۔۔ اسے تو آگ ہی لگ گئی تھی ! ! اس کا بس نہیں تھا واقعی میں اس لڑکی کی زبان کاٹ دے ! ! ! نہیں ہے تم میں اور بھائی میں کوئی فرق ! ! تم دونوں ایک جیسے درندہ صفت لوگ ہو ! ! اس نے لڑکیوں کی زندگی برباد کی اور تم نے میری ! ! تم چار ہاتھ آگے نکلے ہو میرے بھائی سے ! ! اتنے ہی پاک صاف بنتے ہو تم تو کیوں بدلہ لے رہے ہو ! ! خدا پر یقین رکھنے والے بدلہ نہیں لیا کرتے ! ! ! میں نے قتل نہیں کیا کسی کا جو اسلام کی رو

سے بھی تم میرے اوپر یہ ظلم کے پہاڑ توڑو ! ! میں گندی تھی تو صرف خدا کی گنہگار ہوں ! ! تمھیں مجھے سزا دینے کا حق کسی نے نہیں دیا۔۔۔ فرعون ہو تم ! ! وقت کے فرعون جو دن رات میرے اوپر ظلم ڈھاتا ہے ! ! خدا غرق کرے تمھیں ! ! ! مشال اپنے درد پر قابو پاتے حلق کے بل چیخی ! ! وہ بھول گئی تھی کہ وہ کس کے سامنے کھڑی چیخ رہی ہے ! اس بس یہ یاد تھا کہ اس پر ظلم ہو رہا ہے ! ! ! زبان بند کرو ورنہ کاٹ دوں گا اسے میں ! ! دائم نے اس کے جبڑے کو سختی سے جکڑے اسے تھوڑا پیچھے کو دھکا دیا۔۔ اس کی آنکھیں خون چھلکانے لگی تھیں ! ! مارے ضبط کے ماتھے اور گردن کی نسیں تک اُبھرتے باہر آنے کو تھیں ! ! دل نے غصے کا لاوا سا اُبل رہا تھا۔۔ ! ! ! کیوں س۔۔ سچ ہضم نہیں ہو رہا کیا؟ تم۔۔۔ تم جانتے ہو کہ تم بھی میرے بھائی جیسے ہی ہو ! ! اور تم۔۔۔۔ ! ! ! مشال اُنگلی اٹھائے روتے ہوئے کچھ کہتی کہ دائم نے اپنا آپا کھوتے آگے کو بڑھتے ایک ساتھ اس کے چہرے پر تھپڑوں کی برسات شروع کی۔۔ وہ بنا رکے ایک ساتھ ہی تین زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر مار چکا تھا۔۔ تھپڑ کی شدت اتنی تھی کہ مشال بری طرح چیختے ہوئے سائڈ پر جاتے گری ! ! صوفے کا کونہ سیدھا اس کے پیٹ میں لگا تھا۔۔۔ وہ پیٹ پر ہاتھ رکھتے بری طرح فلک شگاف چیخیں مارتے ہوئے زمین پر بیٹھتی چلی گئی تھی۔ ! ! یہی اوقات ہے تمہاری ! ! نرمی کے قابل نہیں ہو تم ! !

دائم نے غصے سے پاگل ہوتے ساتھ پڑی ٹیبل سے واس اٹھاتے بے دردی سے اس کے پاس پھینکا۔۔۔ کچھ کانچ اڑتے مشال کو بھی لگا تھا۔۔۔ وہ جو پہلے ہی درد کے مارے مرنے کو تھی کہ اس مزید ظلم پر شدید چیخیں مارتے وہ مرنے کے در پر تھی ! ! ! اس کی سانسیں جیسے بند ہو رہی تھیں ! ! ! ماتھے پر کانچ لگنے سے خون نکلنے لگا تھا۔۔۔ درد کی تاب نہ لاتے اس نے ایک آخری ہچکی سی بھری ! ! اس کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں۔۔ چیخیں تھم گئی تھیں۔۔ وہ شاید بیہوش ہوئی تھی ! ! زمین پر ہوش و خرد سے بیگانہ پڑی وہ لہو لہان ہوئی پڑی تھی۔۔ ماتھے اور نجانے کیوں اس کے پیٹ سے بھی خون نکل رہا تھا۔۔پیٹ سے تھا یا پتہ نہیں۔۔ بہرحال اس کی آگے کی شرٹ کی طرف سے خون نکل رہا تھا۔۔ شاید یہ صوفہ لگنے کی وجہ سے تھا۔ ! ! دائم نے چیختے ہوئے غصے سے پاگل ہوتے اپنا ہاتھ بے دردی سے دیوار میں مارا۔۔ اس کی نظر ابھی مقابل کے پیٹ کی طرف گئی ہی نہیں تھی ! ! میں نہیں ہوں حنان۔۔ میں دائم ہوں ! ! حنان کا سایہ بھی میرے جیسا نہیں ہو سکتا۔۔۔ نہیں ہوں میں سن۔۔۔ دائم چیختے ہوئے ابھی اس کی طرف مڑا ہی تھا کہ اس کی حالت کو دیکھتے اس کے الفاظ کہیں حلق میں ہی اٹکے ! ! ! وہ اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرتے تیزی سے اس کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔یہ یہ خون کیوں نکل رہا تھا اتنا۔۔ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔۔ اصل معنوں میں تو اس کے

ہوش اب اڑے تھے ! ! ! مشال کی طرف جاتے وہ تیزی سے اس کے پاس ہی نیچے زمین پر بیٹھا۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا کرے وہ ! ! ! ئے مشال آنکھیں کھولو ! ! ! اس کے گال کو تھپتھپاتے اس نے دھیمی سی آواز میں کہا۔۔ اپنی جیب سے رومال نکالتے وہ تیزی سے اس کے ماتھے سے نکلتے خون پر رکھ چکا تھا۔۔۔ دائم نے ایک نظر اِدھر اُدھر دیکھتے اسے فوراً سے اپنی گود میں اٹھایا۔۔ پتہ نہیں کیوں اس کے ہاتھ پاؤں پھول سے گئے تھے ! ! چہرے کی ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔۔ غصّہ اچانک ہی تھم چکا تھا تو اب ہوش آیا تھا کہ اس نے کیا کیا ہے ! ! دائم نے اسے گود میں اٹھائے فوراً سے تقریباً بھاگتے ہوئے اپنے قدم باہر کو لیے ! ! سفید ماربل کے فرش پر اس عورت کا خون لگا ہوا تھا۔۔ جبکہ دائم کی خود کی شرٹ خون سے بھیگتی جا رہی تھی۔۔ مشال ہوش و خرد سے بیگانہ اس کے بازو میں جھول رہی تھی ! ! باہر نکلتے دائم تیزی سے اپنی گاڑی کی طرف بڑھا۔۔ وہ اس کا دروازہ کھولے اسے اندر بٹھاتے تیزی سے خود دوسری طرف آتے بیٹھا۔ ! ! ! گیٹ کھولو ! ! وہ نیند میں جھولتے گارڈ کو دھاڑتے ہوئے حکم دے گیا تھا۔۔ گارڈ نے ہڑبڑا کر اٹھتے فوراً ہی دروازہ کھولا۔۔ اربی ایک نظر مشال کے بیہوش وجود کو دیکھتے زن سے گاڑی گیٹ سے گزارتے باہر نکلا۔۔ وہ فل سپیڈ سے گاڑی چلاتے ہسپتال

کے راستے پر ڈال چکا تھا۔۔۔ دور کہیں سے فجر کی اذانیں بھی شروع تھیں۔۔ خدا ہی جانے ان دونوں کا کیا بننا تھا۔۔

99/2

اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے جب شاہ ولا میں سب لوگ اس وقت جمع تھے ! ! حدائق شاہ اور فائزہ بھی آج صبح ہی آ گئے تھے ! ! ان دونوں نے ہی کام اور سے آج چھٹی کی تھی۔۔۔ کچھ دیر پہلے ہی نائرہ بھی گھر آ چکی تھی ! ! وہ سب لوگ اس وقت لاؤنج میں بیٹھے تھے ! ! حدائق شاہ نے ایک بہت ضروری بات کرنی تھی سب سے اسی لیے وہ صبح ہی آ گیا تھا۔۔ ورنہ دعوت تو شام میں تھی ! ! شام میں ہی خان ولا کے بھی سب لوگوں نے آنا تھا۔۔ حفصہ کی خوشی میں ماہ دیر شاہ نے سب کو خصوصی دعوت دی تھی ! ! ! لاؤنج میں بیٹھے وہ سب لوگ اس وقت باتوں میں مگن تھے ! ! تو کوئی حفصہ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔۔ زارا خان بھی ایک طرف معاذ شاہ کے ساتھ بیٹھی حفصہ کے ساتھ کھیل رہی تھی ! ! اس وقت وہ اسی کی گود میں تھی ! ! معاذ شاہ کی طرح وہ بھی پاگل ہوئی پڑی تھی اس بچی کے لیے ! ! ان سب کو ہی بہت پسند آئی تھی یہ ! ! اچانک ہی ایک

ننھا مہمان آیا تھا اور ان سب کو ہی بے حد عزیز ہو گیا تھا۔۔ معاذ شاہ اس کے ساتھ ہی بیٹھا محبت سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔ زارا ناراض تھی اس سے وہ جانتا تھا اس بات کو ! ! لیکن ابھی ذرا اسے منانے کے لیے اسے مقابل کے ساتھ اکیلے ٹائم بتانا پڑتا جو کہ زارا ابھی اسے دے ہی نہیں رہی تھی۔۔۔ جب صبح وہ لوگ اُٹھے تھے تب سے ہی زارا نیچے تھی اور کل بھی وہ اس کے ہسپتال سے آنے کے بعد سوئی ہوئی تھی ! ! پتہ نہیں ان دونوں کا کیا بننا تھا۔۔ زاویار شاہ بھی سنجیدگی سے ایک طرف بیٹھا اپنے فون میں مصروف تھا۔۔ وہ کل سے اشنا کو میسجز کر کر کے پاگل ہوا پڑا تھا۔۔ ٹھیک ہے مقابل کو کچھ دن سکون چاہیے تھا تو وہ بھی اس بات پر کمپرومائز کر چکا تھا۔۔ لیکن وہ اس کے میسج کا جواب تو دیتی ! ! وہ تو ایک جواب بھی دینے کو راضی نہیں تھی ! ! سارے میسج با سین کر کے چھوڑ دیتی تھی۔۔ وہ کل سے ایسے ہی ٹوٹی پھوٹی حالت میں غم کی مورت بنا ہوا تھا۔۔ اشنا کا صرف ایک میسج آیا تھا کہ آپ اولاد کی خاطر دوسری شادی کر لیں ! ! اور یہی میسج اس کا دل چیر رہا تھا۔۔ بھلا وہ کیوں کسی سے شادی کرنے لگا۔۔ جب اسے کوئی اعتراض نہیں تھا تو پتہ نہیں اس لڑکی کو دوسروں کی باتوں سے اس حد تک فرق کیوں پڑ رہا تھا۔۔ یہاں دوسری مرتبہ اس سے نوین بیگم نے شادی کا کہا تھا اور وہ تب سے ان سے ناراض تھا۔۔ وہ اپنی محبت کے ساتھ ہی خوش تھا۔۔ پتہ نہیں

اشنا کی عقل پر کب یہ بات پڑنی تھی ! ! اس کے دل سے سائرہ بیگم کے لیے بددعائیں نکل رہی تھیں جنہوں نے اس کا ہنستا کھیلتا گھر برباد کر کے رکھ دیا تھا۔۔ دوسرا غصّہ اسے اشنا پر تھا جو لوگوں کی باتوں میں آکر اسے چھوڑ گئی تھی ! ! ! اسے اب آج شام کا انتظار تھا تاکہ اشنا سے بات کر سکے ! ! اسے یقین تھا سب کے ساتھ اشنا بھی لازمی گھر آئے گی ! ! وہ تب ہی اب اس کی خبر لینے والا تھا۔۔۔

حدائق شاہ اور فائزہ بھی ایک طرف صوفے پر بیٹھے تھے ! ! رائنا اور عدیل شاہ بھی کچھ دیر تک پہنچنے والے تھے ! ! وہ سب لوگ بیٹھے ہی تھے کہ حدائق شاہ ایک نظر دا جان کو دیکھتے گلا کھنکھارتے ہوئے سیدھا ہوتے بیٹھا۔۔ یہ جیسے اس نے دا جان کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا تھا۔۔ جو کہ وہ ہو بھی گئے تھے ! ! دا جان کی سوالیہ نظریں اسی پر تھیں ! ! میں نے ایک بات کرنی تھی ! ! سائرہ بیگم کو لاؤنج میں نہ پاتے حدائق شاہ نے بات کا آغاز کیا۔۔ سائرہ بیگم اپنے کمرے میں تھیں۔۔ حدائق کی شکل بھی نہیں دیکھنی تھی انہیں ! ! وہ آتا تھا تو ایسے ہی سائرہ بیگم کمرے میں بند ہو جاتی تھیں ! ! ! بولو برخوردار ! ! ! دا جان نے اس کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔۔ آدھے سے زیادہ لوگ اس کی طرف ہی متوجہ ہو چکے تھے ! ! حدائق اگر بات کرنے سے پہلے اجازت لے رہا تھا تو

یقیناً بات ضروری تھی ! ! حدائق شاہ نے ایک نظر ہیر شاہ کی طرف دیکھتے پھر سے دا جان کو دیکھا۔۔ وہ تھوڑا جھجھک رہا تھا۔۔۔ ہیر شاہ اس کے سامنے ہی بیٹھی گم سم سی اپنے ہی خیالوں میں گم تھی ! ! دا جان میں نے ہیر کے لیے ایک لڑکا دیکھا ہے ! ! آپ کو نہیں لگتا اب اس کی شادی کی عمر نکلتی جا رہی ہے ! ! ! سنجیدگی سے دا جان کی طرف دیکھتے اس نے ہیر کے سر پر جیسے بم پھوڑا تھا۔۔ وہ جھٹکے سے گردن موڑے اس کی طرف متوجہ ہوئی ! ! یہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی زندگی کا فیصلہ کرنے والے آخر ہوتے کون تھے ! ! وہ نہایت سنجیدگی سے حدائق شاہ کے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔۔ وہ چاہتی تھی کہ ایک مرتبہ اس کا یہ بڑا بھائی بات مکمل کر لے ذرا پھر وہ بولے ! ! ! دا جان نے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ یہ بات تو بہت پہلے ہی ہو گئی تھی کہ اب ہیر کا رشتہ دیکھنا ہے ! ! لیکن انہوں نے بھی سارا کچھ حدائق یا ماہ دیر پر ہی چھوڑا ہوا تھا۔۔ وہ دونوں خود ہی اپنی بہن کا رشتہ دیکھتے ! ! ! حدائق شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے پھر سے بولنا شروع کیا۔۔۔ پہلے میں نے سوچا تھا کہ راحیل سے ہیر کی شادی ! ! مطلب جب اس کی شادی نہیں ہوئی تب ہم سب کی یہ سوچ تھی ! ! اب تو ماشاء اللہ سے وہ بھی شادی شدہ ہے ! ! خیر جس کا جہاں نصیب ! ! ! میں نے کوئی اور لڑکا دیکھا ہے اب ! ! وہ کھل کر جو بات حقیقت تھی وہ انہیں بتا چکا تھا۔۔۔ اس نے چھپانے والی

کوئی بات تھی ہی نہیں ! ! زارا خان جو اپنے میں مگن تھی راحیل کے نام پر وہ بھی انہی لوگوں کی طرف متوجہ ہو چکی تھی ! ! ! ہیر شاہ نے بری طرح اپنے دانت پیسے ! ! اس کے لیے ساری دنیا میں کیا راحیل ہی رہ گیا تھا جسے اس نے ساری زندگی دیکھا ہی بھائی کی نظر سے تھا۔۔ خیر شکر وہ شادی شدہ ہو چکا تھا۔۔ ! ! ! میں نے آبان سے بات کی ہے اکثم کے لیے ! ! کروں گا تو میں اس کی خان ولا میں ہی ! ! اچھا ہے ساری زندگی کا ساتھ ہے ! ! ہماری ساری بچیاں وہیں پر ہیں ! ! بہتر ہے ہیر کی بھی وہیں پر ہو ! ! سسرال کیسا ہوگا، کہیں ہیر کو کوئی تکلیف نہ ہو، ساس سسر کیسے ہونگے، اچھا ہے ہم سب اس جھنجھٹ سے بچ جائے گیں ! ! ! اور سب سے بڑی بات ہیر کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی ! ! اکثم اچھا ہے نمازی بھی ہی میں نے خود دیکھا ہے ! ! مجھے یقین ہے وہ اسے خوش رکھے گا۔۔۔ آپ دیکھ لیں باقی ! ! ماہ دیر اور میری طرف سے تو ڈن ہے ! ! حدائق شاہ نے سنجیدگی سے کہتے پیچھے صوفے سے ٹیک لگائی ! ! اس کے ساتھ بیٹھی فائزہ ہیر کو دیکھ رہی تھی ! ! اس نے بھی برہان خان سے بات کی تھی ! ! اب پتہ نہیں خان ولا والوں کا کیا جواب ہوتا۔۔۔ دا جان نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔۔ کچھ حد تک اس کی بات ٹھیک تو تھی ! ! ویسے بھی جب انہوں نے خود ہی سارا معاملہ انہی دونوں پر چھوڑا ہوا تھا تو اب وہ کیا کہتے بھلا ! ! ! ! دیکھ لو آج شام میں وہ لوگ آتے ہیں تو سب

بڑے بیٹھ کر بات کر لے گیں ! ! دا جان نے بھی اسی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا۔ ! ! کیوں بات کر لے گیں آپ لوگ ! ! میں کوئی گری پڑی نہیں ہوں جو کسی کے بھی ساتھ اٹھا کر باندھ دے گیں آپ لوگ ! ! میں بھی بیٹھی ہوں سامنے میرے سے تو کوئی پوچھنا بھی گوارہ نہیں کر رہا۔۔ یہ میری زندگی ہے اور مجھے اس میں شادی کرنی ہے یا نہیں اس بات کا فیصلہ بھی میرا ہی ہوگا۔۔ بھائی آپ کوئی نہیں ہوتے میرے لیے رشتے دیکھنے والے ! ! ! دا جان کی ابھی ابات ختم ہی ہوئی تھی کہ ہیر شاہ فوراً ہی چیخ پڑی تھی ! ! وہ کسی صورت بھی کٹھ پُتلی کی طرح حدائق کی بتائی ہوئی جگہ پر شادی نہیں کر سکتی تھی ! ! ! اس کی اپنی کوئی چوائس اپنی کوئی پسند تھی ! ! اکثم خان سے تو وہ واقف بھی نہیں تھی۔۔ دیکھنے اور جاننے میں فرق ہوتا ہے ! ! اس نے تو کبھی اکثم سے بات تک نہیں کی تھی ! ! ! پھر ایسے اچانک شادی کیسے کر لیتی ! ! ! حدائق شاہ نے سنجیدگی خاموشی سے اسے دیکھا۔۔ ! ! یہی وجہ ہے کہ ہم جلدی کر رہے ہیں ! ! ماما کی سنگت میں رہ کر اچھی طرح پرچھاوا پڑ رہا ہے تم پر ! ! تمیز نہیں ہے بات کرنے کی؟؟ حدائق شاہ نے نہایت سنجیدگی استفسار کیا۔۔ اس کی آواز تھوڑی اونچی ہو گئی تھی تبھی فائزہ نے بروقت ہی اس کے بازو کو تھاما۔۔۔ وہ جیسے اسے نارمل رہنے کا کہہ رہی تھی ! ! ! نہیں ہے ! ! ! پہلے پورے لاؤنج میں ذلیل کر دیا میں چپ رہی کچھ نہیں بولا آپ کو ! ! اب

اپنی زندگی میں کسی صورت آپ کو انوالو نہیں ہونے دوں گی میں ! ! اپنے فیصلے اپنی بیوی تک محدود رکھیں بہت اچھا ہوگا۔۔ میں غلام نہیں ہوں آپ کی ! ! اور نہ ہی آپ میرے باپ لگتے ہیں ! ! ! ہیر شاہ کی آنکھوں سے آنسوں برسنے لگے تھے ! ! شاید ہی زندگی میں وہ پہلی مرتبہ حدائق شاہ سے اس طرح بات کر رہی تھی ! ! مقابل نے ٹاپک ہی ایسا چھیڑا تھا کہ وہ بھڑک اٹھی تھی ! ! ! ! فار گاڈ سیک تمہاری گندی عادت ہو گئی ہے ایک ہی بات کو پکڑ کے بیٹھنے کی ! ! میں دو مرتبہ تم سے سوری کر چکا ہوں اس کے لیے ! ! نہیں مان رہی ہو تم میرا کیا قصور ہے ! ! ! اور رہی بات تمہاری شادی کی تو باپ بھلے ہی نہیں ہوں لیکن تمہارا باپ مرتے وقت میں مجھے ہی تم سب کی زمیداری سونپ کر گیا تھا۔۔۔ ساری جوانی گزار دی تم لوگوں پر یہ صلہ دے رہی ہو آج تم ! ! آج تمہاری شادی کی باری آئی تو میں کون ہوتا ہوں ! ! ! حدائق شاہ خود بھی بھڑک اٹھا تھا۔۔ اس کی آواز پہلے سے زیادہ اونچی ہو چکی تھی ! ! مقابل کتنی آسانی سے اسے پرایا کر گئی تھی ! ! ! وہ کسی کی برداشت کر ہی نہ لیتا۔۔ ! ! اوئے آواز نیچی رکھ ! ! نہیں رہ رہی تو اٹھ اور دفعہ ہو ! ! منہ توڑ گا میں تیرا۔۔۔ ہیر شاہ کے جواب دینے سے پہلے ہی ماہ دیر شاہ حدائق کی گھورتے ہوئے اسے وارن کر گیا تھا۔۔۔ وہ صوفے سے اٹھ چکا تھا تاکہ ہیر شاہ کو چپ کروا سکے ! ! ! حدائق اور ہیر میں جب بھی ہوتی تھی لڑائی ہی ہوتی تھی۔۔ ان

دونوں کا بچپن کا مسئلہ تھا۔۔ لیکن اب اسے لگتا تھا کہ حدائق کو عقل سے کام لینا چاہیئے ! ! ہیر بچی نہیں تھی ! ! وہ اس کے رویے کی وجہ سے اس سے باغی بھی ہو سکتی تھی ! ! ! حدائق شاہ خاموشی سے ایک نظر ماہ دیر کو گھورتے ہوئے صوفے پر پیچھے ہوتے بیٹھا۔۔۔ وہ زیادہ ہائپر ہو رہا تھا۔۔۔ حالانکہ ہیر کا شادی سے انکار بلکل نارمل سی بات تھی ! ! اسے اس کے لیے تیار رہنا چاہیے تھا۔ ! ! ! ماہ دیر شاہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہیر شاہ کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا۔۔ ہیر بھیگی نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! اسے کم ازکم ماہ دیر شاہ سے یہ اُمید نہیں تھی ! ! باقی سب لوگ خاموشی سے انہی کی طرف متوجہ تھے ! ! یہ ان دونوں بہن بھائیوں کا معاملہ تھا۔۔ وہ کیا بولتے بھلا ! ! ! ماہ دیر شاہ نے ہیر کے ساتھ بیٹھتے نرمی سے اس کے گرد حصار بنائے اسے اپنے سینے سے لگایا۔۔ ایک ہی بہن تھی اسے تو بہت عزیز تھی ! ! ہاں لیکن حدائق ہمیشہ لڑتا رہتا تھا۔۔ ! ! ! بھائی مجھے شادی نہیں کرنی ! ! ! ہیر شاہ نے اس کے سینے پر سر ٹکائے روتے ہوئے کہا۔۔ ماہ دیر سے وہ بات منوا سکتی تھی ! ! اوکے نہیں کرواتے ! ! چلو میرا بچہ شاباش اب وجہ بتاؤ۔۔ ہر بات کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے ! ! اس کے پیچھے بھی ہوگی ! ! جلدی سے بتاؤ۔۔ ماہ دیر شاہ نے آسانی سے اس کی ہاں میں ہاں ملائی ! ! شادی تو اس کی کروانی ہی تھی۔۔ لیکن وہ اس سے وجہ کریدنے کی خاطر انکار کر گیا تھا۔۔ ہر بات

کرنے کا ایک طریقہ ہوتا ہے ! ! ! جو کہ حدائق کو نہیں آتا تھا۔ ! ! ! کوئی وجہ نہیں ہے بھائی ! ! بس شادی نہیں کرنی ! ! ہیر شاہ نے روتے ہوئے صاف انکار کیا۔۔ اسے شادی ہی نہیں کرنی تھی ! ! ! میرا بچہ کہہ دیا ہے نہ نہیں کروائیں گیں شادی ! ! بس تم ایک کوئی ایسی وجہ بتا دو جس پر میں واقعی میں سوچ سکوں کہ ہاں ہیر کی شادی کروانی ہی نہیں ! ! کوئی ایک وجہ دے دو ایسی ! ! ماہ دیر شاہ نے نرمی سے کہا۔۔۔ وہ اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ! ! بھائی ڈر لگتا ہے شادی سے ! ! مجھے نہیں کرنی بس شادی۔۔۔ ہیر شاہ تھوڑا کھلنے لگی تھی۔۔ وہ ایک ہلکی سی وجہ بتاتے پھر سے اپنی رٹ پر آچکی تھی ! ! ! کسی جانور سے نہیں باندھ تھے تمھیں جو ڈر لگتا ہے ! ! عام اتنا اچھا رشتہ ہے ہیر ! ! یقین کرو تم ہی بعد میں دعائیں دو گی مجھے ! ! ! ماہ دیر کے بولنے سے پہلے ہی حدائق شاہ بیچ میں بول پڑا تھا۔۔ البتہ اب لہجے میں نرمی تھی ! ! ! تو چپ کر جا دو منٹ ! ! میں پوچھ رہا ہوں نہ؟؟ ماہ دیر شاہ نے سنجیدگی سے اسے ٹوکا۔۔۔ کوئی اچھی بات تو وہ منہ سے نکال ہی نہیں سکتا تھا۔۔۔ ! ! ! بتاؤ بیٹا کس چیز کا ڈر ہے ! ! شادی ڈرنے والا رشتہ تھوڑی ہے؟؟ شادی تو تحفظ دیتی ہے ! ! تمھیں کس نے کہا شادی سے ڈرنے کو؟؟ حدائق نہیں سمجھا تھا لیکن جیسے ماہ دیر شاہ اس کی بات میں چھپے مطلب کو تھوڑا بہت بھانپ گیا تھا۔۔ وہ نرمی سے آج کسی طرح اس

سے بلوانا چاہتا تھا۔۔ اس کی یہ بہن بولتی بہت کم تھی ! ! اور آج ماہ دیر شاہ چاہتا تھا کہ وہ بول لے ! ! اس کے دل میں جو بھی بات ہے ان لوگوں کا جاننا ضروری تھا۔۔ ! ! ! ! شادی ڈرنے والا رشتہ نہیں ہے ایسا کہنا آپ لوگوں کے لیے آسان ہے بھائی ! ! کبھی کسی لڑکی سے پوچھیں اس کے لیے شادی ہے کیا ! ! ! ! لڑکیوں کے لئے سب سے بڑا خوف ہی شادی ہے۔۔۔۔۔ تحفظ سے زیادہ ٹراما دیتی ہے آج کی شادیاں ! ! ! ہیر شاہ نے کھوئے سے انداز میں اپنے آنسوں صاف کرتے دھیمی سی آواز میں کہا۔۔۔ اس کے لیے تو شادی کسی نائٹ میئر سے کم نہیں تھی ! ! کیا مطلب؟؟ ماہ دیر شاہ کے ساتھ ساتھ حدائق کے بھی چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی ! ! آخر کیا کیا دل میں ! ! ! ! رکھا ہوا تھا اس لڑکی نے؟؟ وہ شادی کو آخر کیا سوچے ہوئے تھی

مطلب صاف ہے بھائی ! ! مجھے خوف آتا ہے شادی سے ! ! میں نے اپنے اندر ایک " چیز دیکھی ہے کہ میں باتیں بھول نہیں پاتی ! ! میرے دل میں خلش باقی رہ جاتی ہے ! ! ! کوئی کتنی ہی معافیاں مانگتا رہے پھر لیکن اگر ایک مرتبہ اس نے میرے ساتھ کچھ غلط کر دیا تو ساری زندگی میں اس کے ساتھ پہلے جیسی نہیں رہ پاتی ! ! کہیں نہ کہیں دل میں بات رہ جاتی ہے ! ! میں اسی لیے لوگوں سے زیادہ بات چیت نہیں کرتی کیونکہ لوگوں کے لہجے

میرے دل پر بہت گہرا اثر چھوڑتے ہیں ! ! کیا ہوا اگر کل کو شوہر نے ہاتھ اٹھا دیا اور ساری زندگی میں اس کے اس تھپڑ کو نہ بھول پائی تو؟ ! ! لڑکیوں کے پاس تو طلاق کا آپشن بھی نہیں ہوتا۔۔ پھر اگر میں اسی ایک تھپڑ کی بنا پر خلع بھی لے لوں تو معاشرے میں بری میں بن جاؤں گی ! ! ! سب کہے گیں خاص کر عورتیں "ہم نے تو اتنی اتنی مار کھائی ہے ہم نے تو آگے سے افف بھی نہیں کی ! ! ضروری تھوڑی ہے اگر سو میں سے ننانوے عورتیں افف نہ کر کے اچھی ہیں تو میں افف کر کے بری بن جاؤں؟؟ مرد کی زبان نہیں چلتی بھائی ! ! ایک مرتبہ اس کی زبان چلتی ہے دوسری مرتبہ اس کا ہاتھ اٹھتا ہے ! ! میری زندگی کا سب سے بڑا خوف شادی اسی لیے ہے کیونکہ مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں اگر اس کا ہاتھ کھلا ہوا تو؟؟ بات بات پر مارتا ہوا تو؟؟ مجھے تو آپ سب سے بھی یہی اُمید ہے کہ آپ لوگ کہیں گیں ہیر وہیں رہو ! ! شوہر ہے مار دیا تو کیا ہو گیا۔۔ ! ! مجھے نہیں کرنی شادی بھائی ! ! ! مجھے اس جھنجھٹ میں پڑنا ہی نہیں ہے ! ! !"۔ سب کہتے تھے وہ بولتی نہیں ہے ! ! وہ جو آج بولنا شروع ہوئی تھی تو سب کو صوفوں پر سے آگے ہو کر بیٹھنے پر مجبور کر گئی تھی ! ! ! کیا اس قدر باتیں تھیں اس لڑکی کے دل میں؟؟؟ سب لوگ دم سادھے اسے ہی سن رہے تھے ! ! ! ضروری نہیں ہے ہیر ! ! ضروری نہیں ہے ہر مرد ہاتھ اٹھائے ! ! سیریسلی تمھیں مرد کی مار سے ڈر لگتا ہے؟ تمھیں یہ بات کس نے

کہی ہے کہ ہر مرد ہاتھ اٹھاتا ہے؟؟ ما دیر شاہ نے اپنی حیرت پر قابو پاتے نرمی سے پوچھا۔۔ آخر یہ بات آئی کیسے تھی اس بچی کے دماغ میں ! ! !

کسی نے نہیں کہا۔۔ میں نے اپنے اِرد گرد کے معاشرے میں دیکھا ہے بھائی ! ! سب سے پہلے میں نے گھر میں دیکھا ہے ! ! ایک مرتبہ بابا نے بچپن میں ماما پر ہاتھ اٹھایا تھا۔۔ ماما بھول گئی ہونگی مگر مجھے یاد ہے ! ! ایک مرتبہ آپ نے نائرہ بھابی پر ہاتھ اٹھایا تھا۔۔ میں نے خود آواز سنی تھی ! ! بھابی بھول گئی ہونگی مگر میرے دماغ میں وہ تھپڑ کی گونج نقش رہ گئی ! ! ! ایک مرتبہ آبان بھائی نے بھرے لاؤنج میں در فشاں کو اتنی زور کا تھپڑ مارا تھا کہ وہ پیچھے چار پانچ قدموں کے فاصلے پر گری تھیں ! ! آپ سب بھول گئے ہونگے اس بات کو ! ! مجھے آج تک یاد ہے ! ! اس وقت کی سب کی سفاکیت بھی یاد ہے کہ اس بندی کے اپنے سگے ماں باپ بھی اسے بچانے کے لیے کھڑے نہیں ہوئے تھے ! ! میں پھر بھائیوں سے کیسے اُمید رکھ لوں؟؟ ماں باپ سے زیادہ تو پیار نہیں کر سکتے نا بھائی بہن؟؟ دن رات میری اپنی ہی ماما فائزہ بھابی کو بری طرح طعنے اور بددعائیں دیتی ہیں ! ! میں اپنی ساس سے اچھے کی اُمید کیسے رکھ لوں؟؟ حدائق بھائی نے ایک مرتبہ مجھے بھرے لاؤنج میں ذلیل کیا۔۔۔ سب بھول گئے ہونگے وہ تذلیل ! ! لیکن آپ کو پتہ ہے کہ

انہوں نے دو مرتبہ معافی مانگی میں نے معاف تو کر دیا۔۔ لیکن دل میں خلش رہ گئی ہے ! ! ! شادی ایک رشتے سے زیادہ بوجھ ہے بھائی ! ! اور میری اس سوچ پر قصور میرا نہیں ہے ! ! قصور میرے معاشرے اور میرے گھر والوں کا ہے ! ! جنہوں نے شادی کے رشتے کو اتنا بھیانک کر دیا ہے ہمارے لیے ! ! کہ مجھے شادی کا سوچتے ہی پہلا خیال یہ آتا ہے کہ کیا ہو اگر وہ عزت نہ دے پایا؟؟ کیا ہو اگر اس کے ہاتھ کھلے ہوئے تو؟؟ شادی کے بعد تو ماں باپ بھی اپنے نہیں رہتے ! ! میں کس سے اُمید رکھوں گی پھر کہ وہ میرے حق میں میرے ساتھ کھڑا رہے گا۔۔۔ ! ! ! شادی کے بعد تو شوہر ہی سب کچھ ہوتا ہے نہ؟؟ کیا ہو جو شوہر ہی سکون نا دے سکا؟؟ ایک مرتبہ تھپڑ مارے گا۔۔ شام میں آکر وہی شوہر پیار کے دو بول ہول کر منا بھی لے گا۔۔۔ اور لڑکیاں بیوقوفوں کی طرح مان بھی جاتی ہیں ! ! کیوں؟ کیونکہ انہیں اسی ایک شوہر کے ساتھ سروائیو بھی کرنا ہوتا ہے ! ! اُنہیں پتہ ہوتا ہے کہ یہی ایک شوہر ہے اب بس آگے پیچھے ! ! مار کھا کر رہو چاہے ہنسی خوشی ! ! رہنا اسی کے ساتھ ہے ! ! اس سب میں عورت کی اپنی زندگی تو ختم ہو گئی نا بھائی؟؟ وہ تو بس مار کھائے گی، کھانا بنائے گی یا پھر اسی مرد کے بچے پیدا کر کے سارا دن اُن بچوں کے آگے پیچھے ذلیل ہوگی ! ! کہاں گئی عورت؟؟ آخر میں اعلان ہوگا مر گئی ! ! مجھے کم از کم آج تھپڑ نہیں کھانے پڑتے بھائی ! ! میں اسی لیے بنا شادی کے ہی خوش

ہوں ! ! ! سامنے دیوار پر دیکھتے وہ بولتے ہی سب کو خاموش کروا گئی تھی ! ! یہی کچھ تھا اس کے دل میں ! ! شاید ہی وہ آج پہلی مرتبہ اتنا زیادہ بولی تھی ! ! لیکن جو بھی تھا وہ اپنا ڈر کھل کر آج سب گھر والوں کے سامنے کھول گئی تھی ! ! یہی خوف تھا اس کا۔ ! ! ! ! ماہ دیر شاہ نے نائرہ شاہ کے چہرے کو دیکھتے بری طرح اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا ! ! ! اس نے زندگی میں بس ایک ہی مرتبہ ہاتھ اٹھایا تھا۔۔ وہ بھی بند کمرے ! ! ! میں ! ! ! اسے اندازہ نہیں تھا کہ ہیر شاہ کو اس بات کا علم ہوگا۔۔

شادی نام ہی کمپرومائز کا ہے ہیر ! ! ! اگر عورت گھر کے کام کاج کر رہی ہے بچے پال رہی ہے تو مرد بھی سارا دن انہی بیوی بچوں کی خاطر باہر ذلیل ہوتا ہے ! ! کما کر کون کھلا رہا ہے انہیں ؟؟ شوہر ہی نہ ؟؟ تو کیا ہی مضائقہ ہے اگر وہ تھوڑا غصّہ کر بھی دے تو ؟؟ حدائق شاہ نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے کہا۔۔۔ حالانکہ وہ ایسا مرد تھا نہیں ! ! اس نے کبھی فائزہ پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا۔۔ لیکن پھر بھی وہ اسے ایسے ہی سمجھا رہا تھا۔۔ شادی واقعی میں محض کمپرومائز کا ہی نام تھا۔۔ البتہ اسے شدید دکھ تھا کہ ہیر شاہ کے دل میں اس نے خود ہی اپنے لیے بغض پیدا کیا۔ ! ! ! بات کام کاج یا پھر بچے پالنے کی نہیں ہے ! ! وہ ہر عورت شوق سے کرتی ہے اگر شوہر محبت کرنے والا ہو تو ! !

اگر مرد باہر کی ذمے داریاں سمبھال رہا ہے تو عورت بھی گھر سنبھالتی ہے بھائی ! ! زندگی کی گاڑی میں دونوں کا برابر کردار ہوتا ہے ! ! کوئی ایک بھی اپنی زمیداری سے پیچھے ہٹ جائے تو یقیناً گھر چلنا بند ہو جائے۔۔۔ بات یہاں تھپڑ اور مار کی ہو رہی ہے ! ! میں نے ابھی تک اپنے اِرد گرد ایسی کوئی عورت نہیں دیکھی جس نے شوہر سے مار نا کھائی ہو ! ! نا ہی کبھی کسی والدین کو اپنی بیٹیوں کا ساتھ دیتے دیکھا ہے ! ! کیا بیٹیاں اتنی ہی فضول چیز ہیں ! ! اگر یہی تھپڑ غصے میں عورت مار دے تو کہاں جائے گا مرد؟؟ یقیناً ننانوے فیصد مرد عورت کو اس ایک تھپڑ کے بدلے میں جان سے مارنے پر آجائے گیں ! ! مرد ایک انتہائی نا قابلِ اعتبار ذات ہے بھائی ! ! اور میں اپنے ہی بھائیوں کے منہ پر یہ بات کر رہی ہوں کیونکہ یہی حقیقت ہے ! ! میں اسی لیے مرد ذات سے دور رہتی ہوں ! ! کیونکہ مجھے مرد کے مارے گئے تھپڑ سے خوف آتا ہے ! ! کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کب اس کا دماغ گھومے اور وہ ہاتھ اٹھا دے ! ! ! ہیر شاہ نے سنجیدگی سے کہتے اپنے آنسوں صاف کیے ! ! وہ بولتے بولتے مسلسل رو رہی تھی ! ! دل میں پلتی باتیں شاید ہی پہلی مرتبہ باہر نکلی تھیں ! ! آج وہ بول رہی تھی تو بلا جھجھک بول رہی تھی ! ! ! ضروری نہیں ہے ہیر ! ! ضروری نہیں ہے سب کا نصیب ایک جیسا ہو ! ! شادی کوئی ایسا رشتہ نہیں ہے کہ ایک تھپڑ پر طلاق لی جائے ! ! شادی عمر بھر کا ساتھ ہے ! ! جس عورت پر طلاق کا

دھبہ لگ جائے اسے پھر معاشرہ قبول نہیں کرتا۔۔۔یہی وجہ ہے کہ بیٹیاں پٹتی بھی رہیں تو ماں باپ نہیں بولتے ! ! کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ ایک نا ایک دن سکون آجائے گا ! ! کبھی نہ کبھی تو مرد کا ہاتھ رکے گا ہی ! ! ! ایک تھپڑ پر اگر باتیں بڑھانے لگے تو تمہیں اس دنیا میں ننانوے فیصد عورتیں طلاق یافتہ ملے گیں ! ! شادی رشتہ ہی ایسا ہے کہ اگلے کا غصّہ،پیار سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے ! ! ! اول تو ضروری نہیں ہے کہ سب کا ہی شوہر ہاتھ اٹھائے ! میں نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔۔۔ میری بیوی بیٹھی ہے تمہارے سامنے پوچھ لو بیشک اس سے ! ! ! بہت مرتبہ ہمارے درمیان بھی لڑائی جھگڑے ہوئے ہیں ! ! چھوٹے موٹے جھگڑے ہر جگہ ہی ہوتے ہیں ! ! اتنی اتنی سی باتیں دل میں رکھنے لگے تو آج تمھیں ہم ہی یہاں بیٹھے نظر آرہے ہوتے ! ! ہماری بیویاں انا کی چادر لیے طلاق کے پرچے ہاتھ میں تھامے تمھیں اکیلی ملتی ! ! ! رشتوں میں جھکنا پڑتا ہے ! ! مرد اگر ایک مرتبہ ہاتھ اٹھائے تو جب اس کا غصّہ ٹھنڈا ہو تم لازمی اپنی ناراضگی ظاہر کرو ! ! پھر سے ہاتھ اٹھائے تو بدلے میں ایک اسے بھی لگا دو ! ! اور اگر تیسری مرتبہ ہاتھ اٹھائے تب چھوڑ دو ایسے مرد کو ! ! ! تب تمھارا بنتا بھی ہے ! ! پھر تو میں خود تمھارا کیس لڑوں گا۔۔۔ کیونکہ جس مرد کا ہاتھ تیسری مرتبہ اٹھ گیا وہ پھر ساری زندگی تمھیں چھوٹی چھوٹی باتوں پر مارے گا۔۔۔یہاں تک میں بھی بولتا ہوں ! ! لیکن جیسے تم کہہ رہی ہو کہ ایک

مرتبہ بھی ہاتھ اٹھا دے تو تم نہیں رہ سکو گی تو میرا بچہ اس طرح گھر نہیں چلتے ! ! ! ایک دو مرتبہ سب کو ہی کمپرومائز کرنے پڑتے ہیں ! ! آج عورت کرے گی تو اسے صبر کا اجر اللہ دے گا۔ ! ! ! " حدائق شاہ سنجیدگی سے اسے سمجھا رہا تھا۔۔۔انہیں اندازہ نہیں تھا کہ ہیر شاہ کے دل میں یہ کچھ ہوگا۔۔ وہ اپنے ہی ارد گرد کے ماحول سے اس طرح اتنی باتیں پک کرے گی ! ! "عورت کو اس کے صبر کا اجر تو ملے گا بھائی ! ! ساری زندگی ایک عورت صبر ہی تو کرتی ہے ! ! میں ایک مرتبہ میں بھی اس کا تھپڑ کیوں سہوں ؟؟ جس نے ایک مرتبہ ہاتھ اٹھا دیا اور دیکھ لیا کہ اس کے تو ماں باپ بھی کچھ نہیں بول رہے ! ! وہ پھر ساری زندگی ہاتھ اٹھائے گا۔۔ بات بات پر یہی طعنہ بھی دے گا کہ تمہارے والدین نے تو بوجھ آزاد کیا ہے بس ! ! پھر کہا جائے عورت ؟؟ اگر شادی کے بعد ایسی بی زندگی ہے تو مجھے نہیں چاہیے ایسی زندگی ! ! تیسری مرتبہ مارے تو چھوڑ دو ! ! یہی کام میں پہلی مرتبہ میں کیوں نہیں کر سکتی ؟؟ کیا پتہ اس کا دوسری مرتبہ میں جان سے مارنے کا اِرادہ ہو پھر ؟؟ میرے پاس تو لوٹنے کا چانس نہیں بچے گا نہ ؟؟ مرد مارے تو کمپرومائز کرو ! ! اگر عورت مار دے تو ؟؟ تب تو ہر مرد کی انا جاگتی ہوگی ! ! ایک تھپڑ کے بدلے میں اپنی درندگی دکھانے پر آجاتے ہیں یہ لوگ ! ! میں سارا دن سوشل میڈیا پر ہوتی ہوں ! ! ایک سے بڑھ کر ایک کیس میرے سامنے آتا ہے ! ! سوتے جاگتے بس یہی ڈر رہ گیا ہے اب

تو کہ بھائی کسی سے بھی شادی کروا دے گیں ! ! کل کو اگر اس نے ہاتھ اٹھا دیا تو سب کہے گیں کہ کمپرومائز کرو ! ! کیوں کروں ؟؟ دو وقت کی روٹی دے کر احسان تو نہیں کرے گا نہ وہ مجھ پر ؟؟ ایسے تو پھر بدلے میں، میں بھی اس کا گھر سمبھالوں گی ! ! میں بھی بچوں کی فرسٹیشن اس پر نکالوں اور دو چار لگا دوں اسے ! ! ! پھر انا کیوں آتی ہے بیچ میں ! ! اپنی پر آئے تو ان سے بڑا حیوان کوئی نہیں ! ! یہی اگر عورت کو مار مار کر اس کی ہڈیاں بھی توڑ دیں تو وہ بیچاری شام میں اسی مرد کے لیے گرم گرم روٹیاں بنا رہی ہوتی ہے ! ! اتنی نا انصافی کیوں ہے آخر ؟؟ اب آپ کہیں گیں ہمارے گھر میں نوکر ہیں ! ! سب کے گھر میں نوکر نہیں ہوتے بھائی ! ! ! ہر گھر میں عورت خود ہی پکاتی ہے ! ! خاص کر مڈل کلاس طبقے میں ! ! ہم امیروں کا پھر اتنا مسئلہ نہیں ہوتا ۔۔ اصل تو مڈل کلاس لڑکیاں پستی ہیں ! ! میری دوست ہے ایک ! ! آج تک وہ برداشت کر رہی ہے بھائی ! ! ! ہیر شاہ نہایت سنجیدہ تھی ! ! اس وقت صرف لاؤنج میں یا حدائق بول رہا تھا یا پھر ہیر شاہ ۔۔۔ وہ دونوں اپنا اپنا موقف دے رہے تھے ! ! حدائق مرد تھا تو اس کی سوچ بھی مردوں والی تھی ! ! یہاں ایک عورت تھی تو وہ دوسری عورت کا غم سمجھتے ہوئے بول رہی تھی ! ! ! ہر مرد ایک جیسا نہیں ہوتا ۔۔ کوئی ہاتھ اٹھاتا ہے اور کوئی نہیں اٹھاتا ۔۔ سب کی اپنی ہمت اور جذبے کی بات ہوتی ہے بیٹے ! ! معاشرے میں کچھ اس

طرح کے مردوں کو دیکھ کر سب کو ایک ہی صف میں کھڑا کرنا غلط ہے ! ! پانچوں اُنگلیاں برابر نہیں ہوتی ! ! زاویار شاہ نے سنجیدگی سے ہیر شاہ کی طرف دیکھتے کہا۔۔ وہ آخر بول ہی پڑا تھا۔۔ فخر تھا اسے کہ اس نے کبھی اشنا پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔۔ جنہوں نے اٹھایا تھا برے وہ بھی نہیں تھے ! ! بس ان کی برداشت کی حد کم تھی ! ! ! ہیر شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے نفی میں سر ہلایا۔۔ مسئلہ یہ تھا کہ وہ یہاں مرد ذات کے خلاف مردوں سے ہی بحث کرنے بیٹھی ہوئی تھی ! ! اس لیے اسے کوئی سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ ! ! ! کہاں ہیں پھر وہ مرد بھائی؟؟ پانچوں اُنگلیاں برابر نہیں ہوتی یہ میں بھی جانتی ہوں ! ! لیکن جب مجھے معاشرے میں ننانوے فیصد مرد برے اور ایک کوئی اچھا دیکھنے کو ملے تو میرا دھیان تو ظاہر ہے اُن ننانوے پر ہی جائے گا۔۔ اس ایک کو دیکھ کر کیا ملے گا بھلا مجھے؟؟ میں کوئی حور پری تو ہوں نہیں جو کوئی شہزادیوں کی طرح رکھ لے گا۔۔ یہاں ذرا غلطی ہوئی یا زبان کھلی وہاں ایک آئے گا نازک گال پر ! ! ! شادی کا خوف نہیں ہے مجھے ! ! ! نازک گال پر پڑنے والے اس تھپڑ کا خوف ہے بھائی ! ! مردوں کی اونچی آواز سے وحشت ہوتی ہے ! ! گارنٹی دے دے مجھے کوئی اس بات کی کہ میرے ساتھ ایسا رویہ نہیں رکھے گا کہ میں پھر ساری زندگی اس کے ساتھ پہلی جیسی نا رہ سکوں، کر لے وعدہ کوئی کہ بھلے ہی کتنے غصے میں ہو ساری زندگی ہاتھ نہیں اٹھائے گا، کہہ دے کوئی کہ

غصے میں اپنی زبان پر قابو رکھے گا، مجھے کبھی گالی نہیں دے گا، کہہ دے کوئی کہ میری غلطیوں پر بجائے ڈانٹ اور مار کے پیار سے سمجھائے گا۔۔ جس دن کوئی مرد اگر آپ لوگوں کو ان سب باتوں کی گارنٹی دے دے اس دن اس مرد کا رشتہ لے آئیے گا میرے پاس ! ! قسم سے خود کو خوش نصیب تصور کر کے خوشی خوشی ہاں کر دوں گی ! ! آزما لوں گی پھر ایک مرتبہ اپنی قسمت کو ! ! ! لیکن ایسے نہیں ! ! اکثم خان جس کا رشتہ آپ نے دیکھا ہے میں تو اسے جانتی بھی نہیں ! ! مجھے کیا پتہ اس کی زبان کیسی ہے؟ آپ نے کہہ دیا نمازی ہے ! ! میں نے آج کل کے نمازیوں کو بھی بیوی کی تذلیل کرتے دیکھا ہے ! ! یہاں دین سب کے پاس ہے عمل کسی کے پاس نہیں ہے ! ! ! آج دین پر بحث چھڑ جائے تو ہر شخص مولوی ہوگا۔۔۔ اور وہی شخص گھر میں بیوی اور اولاد کو گالیاں بھی دیتا ہوگا، مار پیٹ بھی رکھتا ہوگا۔۔۔ آج کی جنریشن سہہ رہی ہے یہ سب کچھ ! ! "۔ ہیر شاہ مسلسل بحث میں پڑتے اپنے دل کی ایک ایک بات کر گئی تھی۔۔۔ یہی کچھ تھا اس کے دل میں جو وہ بچپن سے نوٹ کرتی آئی تھی ! ! آج دل بول ہی پڑا تھا۔۔ وہ اسی لیے سب سے دور اپنے ناولز کی دنیا میں زیادہ رہتی تھی ! ! حقیقت نے ! ! ! اتنا تھکا دیا تھا کہ ناول پڑھے بغیر اس کا گزارہ نہیں تھا۔۔

حدائق شاہ ایک گہری سانس بھرتے صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ لاؤنج میں بیٹھا کوئی بھی انسان ہیر شاہ کو واقعی میں اس بات کی گارنٹی بلکل نہیں دے سکتا تھا۔۔ ثابت ہوا تھا کہ مرد چاہے جیسا بھی ہو ! ! اعتبار کے قابل نہیں ہوتا ! ! ! ! ایک غلطی کی دیر ہوتی ہے اور اس کا سیدھا ہاتھ اٹھتا ہے ! ! ! سنجیدگی سے ہیر شاہ کی طرف آتے وہ اس کے دائیں طرف بیٹھا۔۔ بائیں طرف ماہ دیر شاہ بیٹھا تھا۔۔ وہ تو جیسے کچھ بولنے کے لائق ہی نہیں بچا تھا۔۔ ! ! دشمن نہیں ہوں میں تمھارا۔۔۔ میری بہن بعد میں بیٹیوں کی طرح پہلے ہو تم ! ! اسے تھوڑا ماہ دیر کی طرف سرکتے دیکھ حدائق شاہ نے اسے بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچا۔۔ اسے احساس تھا کہ وہ واقعی میں غصے میں بہت لوگوں کے ساتھ زیادتیاں کر جاتا ہے ! ! ہیر شاہ کو اپنی طرف سرکائے وہ اس کے بالوں پر لب رکھتے اسے اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔۔ ! ! اسے نہیں پتہ تھا کہ اس کی بہن اتنی تکلیف میں ہوگی ! ! اسے ڈر بھی لگتا ہوگا۔۔ وہ بھی مرد ذات سے ! ! ! میرا بچہ ! ! میں گارنٹی تو نہیں دے سکتا۔۔ ہاں لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ اگر کبھی مستقبل میں اس نے تم پر ہاتھ اٹھایا تو صرف میرے پاس آجانا۔۔۔ وعدہ ہے بھائی کا دوبارہ اپنے بچے کو کبھی ایسے شخص کے پاس نہیں بھیجے گا۔۔ مڈل کلاس لڑکیوں کے پاس یہ آپشن نہیں ہوتا ہوگا

تم انہیں دیکھو بھی مت ! ! یہ ان کا نصیب ہوتا ہے ! ! ! تم اپنی سوچو اور یہ سوچو کہ صرف میں تمہارے ساتھ ہوں ! ! !

بقیہ 99/2 ! !

جب بھائی کہہ رہا ہے کہ وہ تمہیں کسی ایسے شخص کو نہیں سونپے گا تو اعتبار رکھو ! ! اگر کبھی تم دیکھو کہ تمہاری عزت میں کمی آئی ہے تو بیشک چلی آنا۔۔ میرا وعدہ ہے کہ ہم تینوں میں سے کوئی بھی تمھیں کمپرومائز کرنے کو نہیں کہے گا۔۔ اور مجھے بے حد افسوس ہے کہ تمہارے دل میں آج تک میرے لیے خلش ہے ! ! ! اس کے لیے میں تم سے دوبارہ سب کے سامنے معافی بھی مانگتا ہوں ! ! دوسروں کو معاف کرنا سیکھو میرے بچے ! ! اس طرح دلوں میں خلش رکھنے سے رشتے نہیں جلتے ! ! ! آج تم اگر کسی کو معاف کرو گی تو کل کو خدا تمہیں بھی معاف کرے گا۔۔۔ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں جو دلوں میں رہ جاتی ہیں یہ بعد میں ایک ناسور بن جاتی ہیں جو کہ رشتوں کو ختم کر دیتی ہیں ! ! ! تنہا رہ جاتا ہے انسان پھر ! ! اپنے اچھے نصیبوں کے لیے دعا کیا کرو اللہ سے ! ! اب سمجھ میں آتا ہے لوگ بیٹیوں کو دیکھتے ہی نصیب کی دعا کیوں دیتے ہیں ! ! کیونکہ اس معاشرے کے مرد واقعی میں اعتبار کے قابل نہیں ہیں ! ! ! قدرت نے مرد کو طاقت اور عورت کو

زبان دے کر حساب برابر رکھا ہے ! ! فرق صرف اتنا ہے کہ طاقت جیت جاتی ہے ! ! صرف ایک کام کرنا ہیر ! ! اگر کبھی کسی مرد کو غصے میں دیکھو تو اس سے کوئی بات مت کرنا۔۔۔ صرف اپنے کام میں مگن رہنا۔۔ پانچ منٹ تک اسے اسپیس دے دینا۔ پانچ منٹ بعد وہ خود تمہارے پاس آئے گا۔۔ لیکن اگر ان پانچ منٹ میں وہ بلاوجہ عورت پر مارپیٹ شروع کرتا ہے تو پھر یہ ظلم ہے ! ! ! اور یاد رکھنا ہیر ظلم سہنے والا ظلم کرنے والے کے برابر ہوتا ہے ! ! ! جو عورتیں اس طرح خود پر ظلم سہتی ہیں وہ پھر خود کے ساتھ زیادتی کرتی ہیں ! ! تم مت کرنا یہ ! ! ! ! میں تمہیں کہہ رہا ہوں ! ! اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرو اور یقین رکھو کہ وہ تمھیں کبھی تنہا نہیں کرے گا۔۔ ایک بار اپنی قسمت آزما کر دیکھو ! ! شادی ہم سب پر فرض کی طرح ہی ہے ! ! بابا آدم کے زمانے سے یہ سلسلہ چلتا ہوا آرہا ہے ! ! ! شروع سے خدا نے یہ نظام رکھا ہے ! ! ! صرف اس بنا پر کہ کہیں اچھا مرد نہ ملا شادی ہی نہ کرنا بیوقوفی ہے ! ! کیا پتہ خدا نے تمہارے نصیب میں ایک اچھا مرد لکھا ہو ! ! ایک مرتبہ اپنی قسمت کو آزما کر تو دیکھو ! ! باقی ہم سب ہر موڑ پر تمہارے ساتھ ہیں ! ! حدائق شاہ اس کے ماتھے پر شفقت سے لب رکھتے مسلسل اسے سمجھانے کی کوششیں کر رہا تھا۔۔۔ شادی تو کروانی ہی تھی ! ! ! کیا شادی ضروری ہے بھائی؟؟ کیا میں ساری زندگی ایسے ہی آپ لوگوں کے ساتھ نہیں رہ سکتی؟؟ ہیر شاہ نے کھوئے

کھوئے لہجے میں استفسار کیا۔۔ وہ حدائق کی باتوں پر غور کر رہی تھی ! ! ! البتہ آنسوں بھی تھم چکے تھے ! ! ابھی میں نے کہا نا یہ ضروری ہی ہے ایک قسم کا۔۔ دنیا کے ہر مرد اور عورت نے شادی کی ہے ! ! ! سب کو چھوڑو ہمارے نبی نے شادی کی ہے ! ! تو اُن کی سنت سمجھ کر ہی ہم سب کو شادی لازمی کرنی چاہیے ! ! ! تم بھی ایک مرتبہ قسمت آزما کر تو دیکھو ! ! کیا پتہ اللہ نے تمہارے نصیب میں بہت اچھا مرد لکھا ہو۔۔ ایک مرتبہ صرف میرے کہنے پر ! ! ! اگر کچھ بھی ہوا ذرا بھی کچھ ہوا تو وعدہ ہے میرا آئندہ کبھی تمھیں کسی چیز کے لیے فورس نہیں کروں گا۔۔ پھر جیسے مرضی ہوگی تمہاری وہ ہم سب کو قبول ہوگی ! ! ! حدائق شاہ نے نرمی سے کہا۔۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ مقابل کچھ کچھ ماننے لگی تھی ! ! اس کے چہرے کے ایکسپریشنز بتا رہے تھے ! ! آخر وہ ایک وکیل تھا۔۔ لوگوں کو چٹکیوں میں منانا اسے بہت اچھے سے آتا تھا۔۔ ! ! ! بھائی اگر کبھی اس نے ایک مرتبہ بھی اونچی آواز میں بات کی تو سیدھا آپ کے پاس آؤں گی میں۔۔۔ ہیر شاہ نے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے جیسے پہلے ہی کنفرم کرنا چاہا۔۔ ! ! وعدہ ہے دونوں مل کے اس کی خبر لے گیں ! ! حدائق شاہ نے دو بدو ہی کہتے نرمی سے اسے پھر سے اپنے سینے سے لگایا۔۔ ! ! میں ہاں کر دوں؟؟ وہ اب پوچھ رہا تھا۔۔۔ ! ! ! میں اسے جانتی بھی نہیں بھائی ! ! ہیر شاہ نے منہ بناتے بہانہ سا پیش کیا۔۔ ویسے یہ سچ

تھا۔۔۔ ! ! شادی کے بعد جان لینا۔۔ ! ! شادی سے پہلے تو فائزہ اور میں بھی ایک دوسرے کو نہیں جانتے تھے ! ! ! حدائق شاہ نے جیسے حل پیش کیا۔۔ ! ! ہیر شاہ نے خاموشی سے تھوک نگلتے اس کے سینے میں منہ چھپایا۔۔۔ بڑی مشکل سے اپنے دل کو راضی کیا تھا اس نے ! ! محض ایک مرتبہ قسمت آزمانے کی خاطر ! ! اسے بس حدائق کی ایک بات اچھی لگی تھی اور وہ یہ تھی کہ سارا معاملہ خدا پر چھوڑ دو ! ! ! وہ جانے اور نصیب ! ! کہیں نہ کہیں ڈر وہ ابھی بھی رہی تھی ! ! ایک ہی دم یقین نہیں آسکتا تھا۔۔ اسے کچھ وقت درکار تھا۔۔۔ لیکن خیر اب لگ رہا تھا کہ وہ حامی بھر دے گی ! ! بولو بھی۔۔ شام میں وہ لوگ آئے گیں پھر بات بھی کرنی ہے ہم نے۔۔۔ ٹرسٹ می اکثم بہت اچھا ہے۔۔۔ ہماری آنکھوں کے سامنے پلے بڑھے ہیں سب ! ! ایک مرد کو دوسرے مرد سے بہتر کوئی نہیں جانتا۔۔ راحیل اکثم سے زیادہ اچھا تھا۔۔ لیکن خیر اکثم بھی اچھا ہے ! ! بتاؤ تم کروں اب میں بات؟؟ اسے خاموش دیکھتے حدائق شاہ نے پھر سے استفسار کیا۔۔ اسے کہیں نہ کہیں ابھی بھی راحیل پسند تھا۔۔ کیونکہ وہ عورتوں کی بہت عزت کرتا تھا۔ اس نے خود دیکھا تھا۔۔ لیکن خیر اب تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔۔ ! ! ! ! بھائی ماما آپ کو اور مجھے زندہ دفنا دے گیں... ہیر شاہ کو جیسے ابھی ہی اپنی ماں کی یاد آئی تھی۔۔ وہ جانتی تھی اس کی ماں کبھی نہیں مانے گی ! ! ! ! چھوڑو ماما

کو۔۔ ماما کی مانی ہوتی تو آج ہم سب ہی تمھیں یہاں طلاق یافتہ ملتے ! ! ! تم حامی بھرو بس۔۔ میں تو پہلے ہی برا ہوں تمہاری خاطر تھوڑا اور بن جاؤں گا۔۔۔ حدائق شاہ نے مسکراتے تھوڑی اُداسی سے کہا۔۔ وہ واقعی میں برا ہی تھا۔۔ سوچتا سب کا بھلا تھا لیکن ہر کوئی ہی سیکنڈ سے پہلے اوقات دکھانے بیٹھ جاتا تھا۔۔ ! ! ! دیکھ لیں جیسے آپ کو بہتر لگے ! ! ہیر شاہ دھیمے سے جواب دیتی اس سے تھوڑا دور ہوئی ! ! وہ نوٹ کر رہی تھی اس کی بات کی وجہ سے ماہ دیر کب سے خاموش ہے ! ! ! بھائی آپ تو ایسے چپ مت ہوا کریں ! ! میرے فیورٹ بھائی ہیں آپ۔۔۔ ایسے خاموش نا ہوا کریں۔۔ سوری ! ! ہیر شاہ نے ماہ دیر کی طرف سرکتے اس کے بازو پر سر رکھا۔۔۔ جو مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! تم دونوں بات کر رہے تھے اسی لیے چپ تھا میں ! ! میری گڑیا۔۔۔ ! ! ماہ دیر شاہ نے نرمی سے اس کے گرد حصار بناتے اس کے بالوں پر لب رکھے ! ! ! وہ تو ناراض نہیں تھا۔۔ بس ایسے ہی خاموش تھا۔۔۔

برخوردار اگر تمہاری ماں نے شام میں کوئی تماشہ لگا دیا پھر؟؟ دا جان نے سنجیدگی سے حدائق شاہ کی طرف دیکھتے پوچھا۔۔ سائرہ بیگم کا بھی سوچنا ضروری تھا۔۔ ! ! ماما کب تماشہ نہیں لگاتیں؟ چھوڑیں آپ انہیں عادت ہے ان کی ! ! ہیر کی شادی وہیں ہوگی

جہاں میں چاہوں گا۔۔ خان ولا والوں کو بھی پتہ ہے ماما کا۔۔۔ وہ لوگ بھی انہیں سیریس نہیں لیتے بیفکر رہیں ! ! حدائق شاہ سنجیدگی سے کہتے صوفے سے اٹھتے واپس سے ! ! ! اپنی جگہ کی طرف بڑھا۔۔ دا جان نے بھی سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔۔۔

وہ سب لوگ بیٹھے ابھی باتوں میں مصروف تھے کہ فائزہ شاہ کے موبائل کی آواز پورے لاؤنج میں گونجی ! ! اس نے فوراً ہی سائڈ سے موبائل اٹھاتے سائلینٹ پر لگایا۔۔ وہ بھول گئی تھی پہلے سائلینٹ کرنا۔۔۔ کس کی کال ہے؟؟ فائزہ شاہ نے ابھی کال ریسیو بھی نہیں کی تھی کہ حدائق شاہ جو اس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا وہ اسی کی طرف متوجہ ہوا۔۔ ہاسپٹل سے کال ہے ! ! فائزہ شاہ نے سنجیدگی سے جواب دیتے کال اٹینڈ کی۔۔۔ حدائق شاہ اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ باقی سب اپنی باتوں میں مصروف تھے ! ! ! تقریباً دو منٹ بات کرتے فائزہ شاہ نے کال کٹ کی ! ! حدائق شاہ کی سوالیہ نظریں اسی پر تھیں۔۔ ! ایمرجنسی ہے ! ! بلا رہے ہیں وہ لوگ کچھ دیر کے لیے ! ! ! صبح سے ایک کیس آیا ہوا ہے انہیں کوئی سینئر ڈاکٹر نہیں مل رہا۔۔ ! ! فائزہ شاہ نے حدائق کی طرف دیکھتے دھیمی سی آواز میں کہا۔۔۔ کوئی بھی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔۔ ! ! پھر تم نے کیا کہا؟؟ حدائق شاہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔ ویسے تو یہ فیملی ٹائم تھا لیکن خیر ! ! کہا

ہے آرہی ہوں ! ! کسی کی زندگی کا سوال ہوتا ہے شاہ ! ! فائزہ شاہ نے دھیرے سے کہا۔۔ وہ حامی بھر چکی تھی۔۔۔ چلو پھر ! لیکن پھر ساتھ ہ واپس بھی لے آؤں گا۔۔ میں یہیں بیٹھ جاؤں گا۔۔ حدائق شاہ اسے تنبیہ کرتے صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ فائزہ بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ چکی تھی ! ! ! ہم ابھی آتے ہیں تھوڑی دیر تک ! ! حدائق شاہ نے ایک نظر سب کو دیکھتے فائزہ کا ہاتھ پکڑا۔۔ وہ اسے ساتھ لیے آگے کی طرف بڑھ چکا ! ! ! تھا۔۔ جبکہ باقی سب سمجھتے پھر سے اپنی باتوں میں مصروف ہوئے

اس وقت صبح کے آٹھ بجے کا وقت تھا جب کراچی کے ایک ہسپتال میں موجود دائم حسین سنجیدگی سے دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔۔ وہ پچھلے تین گھنٹوں سے اسی طرح کھڑا تھا۔۔ مشال لغاری کو اندر لے جایا جا چکا تھا۔۔پتہ نہیں اسے کیا ہوا تھا۔ ڈاکٹرز کچھ بول ہی نہیں رہے تھے ! ! ابھی تک کوئی ڈاکٹر باہر بھی نہیں نکلی تھی۔۔ ! ! وہ سنجیدگی سے دیوار سے ٹیک لگائے سینے پر ہاتھ باندھے کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔۔ دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔ دماغ سکون سے ایک طرف بیٹھا اب

تماشہ دیکھ رہا تھا۔۔۔ جبکہ دل مسلسل کوس رہا تھا کہ وہ اتنا بے رحم کیسے بن سکتا تھا۔۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی آخر مشال کو ہوا کیا ہے جو ڈاکٹرز اتنی دیر لگا رہے ہیں ! ! اس نے سنا تھا آپریشن چل رہا ہے اندر ! ! لیکن کس چیز کا آپریشن ؟؟ وہ سمجھنے سے قاصر تھا۔۔ جبکہ ابھی ڈاکٹرز کوئی جواب بھی نہیں دے رہے تھے ! ! ! کاش کہ بس وہ لڑکی بچ جاتی ! ! اسے مشال ہر صورت میں زندہ چاہیے تھی ! ! وہ اسے مرنے نہیں دے سکتا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مشال کو کچھ ہو جائے ! ! اسے شدت سے انتظار تھا کہ کوئی ڈاکٹر باہر آئے اور اسے کہہ دے کہ مشال سہی سلامت ہے ! ! پتہ نہیں کیوں لیکن وہ اس لڑکی کو مرنے نہیں دے سکتا تھا۔۔۔ وہ ابھی کاریڈور میں کھڑا اپنی ہی سوچوں میں مصروف تھا کہ حدائق شاہ اور فائزہ ایک ساتھ ہی کاریڈور میں داخل ہوئے ! ! فائزہ شاہ اپنے مخصوص ڈاکٹر کے حلیے میں تھی جبکہ حدائق شاہ اس کے ساتھ ہی حلتے اس کے کیبن میں ہی بیٹھنے کا اِرادہ رکھتا تھا۔۔ ! ! ! حدائق شاہ جو اپنے ہی دھیان سامنے سے حلتے آرہا تھا کہ دائم حسین کو سامنے کھڑے دیکھ ایک لمحے کے لیے اس کے قدم رکے ! ! وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹھکا ضرور تھا۔۔ اریبی کا بھلا ہسپتال میں کیا کام ؟؟ اور اگر تھا بھی تو وہ اس وارڈ کے باہر کیوں کھڑا تھا ؟؟ اس کا دماغ جو بات کہہ رہا تھا وہ بات حدائق شاہ سمجھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔ ! ! کیا ہوا ؟؟ حدائق شاہ کو رکتے

دیکھ فائزہ نے خود بھی اپنے قدم روکتے استفسار کیا۔۔۔ اریبی ہی ہے نا یہ؟ تم چلو میں یہیں ہوں ! ! حدائق شاہ نے پہلے اس سے پوچھتے آخر میں اسے جانے کو کہا۔۔ اسے یقین تھا کہ یہ اریبی ہی ہے ! ! فائزہ شاہ نے گردن موڑتے ایک نظر اس کے تعاقب میں دیکھا۔۔ جو بھی تھا اسے دائم سے کوئی غرض نہیں تھی۔۔۔ تبھی وہ سنجیدگی سے اپنے لیب کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے آگے بڑھ چکی تھی ! ! ! ولسے بھی وہ تھوڑی جلدی میں تھی ! !

دائم جو اپنے ہی دھیان کھڑا تھا کہ اپنے سامنے سے فائزہ شاہ کو گزرتے دیکھ وہ سیدھا کھڑا ہوا۔۔ اسے تھوڑی حیرت ہوئی تھی فائزہ کو یہاں دیکھ کر ! ! ! وہ لڑکی بھلے اس سے واقف نا ہو لیکن وہ اس لڑکی سے بہت اچھے سے واقف تھا۔۔ لیکن خیر وہ بنا اس کی طرف دیکھے آگے بڑھ چکی تھی ! ! دائم اچھے سے جانتا تھا کہ فائزہ کس چیز کی ڈاکٹر ہے ! ! یہ آخر ہو کیا رہا تھا سب کچھ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے وہ اپنے دائیں طرف متوجہ ہوا جہاں سے کسی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔۔۔ وہ حدائق شاہ تھا۔۔ ! ! تو یہاں کیا کر رہا ہے؟؟ حدائق شاہ نے اس کی طرف دیکھتے ہی سوال داغا۔۔ اس کے دل میں یہی بات چل رہی تھی ! ! ! دائم نے حدائق شاہ کو دیکھتے ایک

گہری سانس بھری ! ! وہ تیزی سے تھوڑا آگے کو ہوتے اس کے گلے سے لگ چکا تھا۔۔ اس کی شرٹ پر لگا خون بھی سوکھ گیا تھا۔۔ ! ! حدائق شاہ کی نظر اس خون پر پڑ چکی تھی ! ! اس کا دماغ اسے کہہ رہا تھا کہ کچھ ٹھیک نہیں ہے ! ! ! "غلطی ہو گئی یار۔۔بہت بڑی غلطی ہو گئی مجھ سے ! ! مجھے اب کچھ سمجھ نہیں آرہا حدائق ! ! سب کچھ میری سمجھ سے باہر ہے ! ! دائم نے اس کے گلے سے لگتے کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہا۔۔ وہ حواس باختہ نظر آرہا تھا۔۔یہاں جو کچھ ہو رہا تھا وہ اس کے حواس سلب کرنے کے لیے کافی تھا۔۔ ! ! حدائق شاہ نے اس کے گرد حصار بناتے اس کی پیٹھ کو تھپکا۔۔ لیکن پتہ تو چلتا آخر ہوا کیا تھا۔۔ کچھ کچھ تو وہ خود ہی سمجھ رہا تھا۔۔۔ ! ! ہوا کیا ہے؟ شرٹ پر خون کس کا ہے؟ کچھ بتا تو سہی؟؟ حدائق شاہ نے جواباً سوال داغا۔۔ اسے اریبی ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔۔ ! ! میں نے مارا تھا اسے حدائق ! ! وہ اسنے اس بھائی سے ملا رہی تھی مجھے ! ! میں نے۔۔۔ بہت بے رحمی دکھا دی یار۔۔ وہ اندر ہے ! ! اور میرا دل پتہ نہیں کیوں بری طرح بے چین ہے ! ! دعا کر اسے کچھ نہ ہو حدائق ! ! وہ مجھے زندہ سلامت چاہئے ہے ! ! دائم نے اس کے گلے سے لگے کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولنا شروع کیا۔۔ وہ اسے سچ بتا رہا تھا۔۔کیونکہ ان لوگوں سے جھوٹ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔ وہ سب جانتے تھے ! ! حدائق شاہ نے خاموشی

سے اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔۔پتہ نہیں کیوں اسے وقت میں اسے ہیر شاہ کی باتیں شدت سے یاد آرہی تھیں ! ! دماغ میں وہی کچھ گھوم رہا تھا۔۔ ! ہمت رکھ کچھ نہیں ہوگا اسے ! ! ! زیادہ تو نہیں مارا تھا؟؟ حدائق شاہ نے سنجیدگی سے اس سے الگ ہوتے استفسار کیا۔۔ اسے کیا پتہ تھا کہ اب کس حد تک مارا تھا۔۔ ! ! ! دائم نے واپس دیوار سے ٹیک لگاتے اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرے ! ! ! یہی تو مسئلہ تھا کہ کچھ زیادہ ہی مارا تھا۔۔۔۔ تھپڑ مارے تھے جو کہ زیادہ زور کے تھے ! ! صوفہ لگا ہے پیٹ میں ! ! پتہ نہیں کیسے خون آنے لگا تھا۔۔ کانچ بھی لگا تھا سر میں ! ! دھیمی سی آواز میں اپنے پیروں پر نظریں جمائے اس نے حدائق کو بتایا۔۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ غصے میں اس قدر حیوان آخر کیسے بن سکتا تھا؟؟ اب تھوڑا دماغ ٹھنڈا ہوا تھا تو اسے کچھ ہوش آرہی تھی ! ! ابھی بدلہ کچھ ایک سائڈ پر رکھا تھا۔۔ ! ! شرم کرلے اریبی ! ! اس سے اچھا تھا تو اسے اُسی دن مرنے دیتا۔۔ مجھے لگا تھا نکاح کا کچھ تو اثر ہوا ہوگا تُجھ پر ! ! اسی لیے تب سے میں چپ تھا۔۔ لیکن تو یہ سلوک کر رہا ہوگا اس کے ساتھ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔ خیر اب پچھتانے سے بہتر ہے تو بس دعا کر ! ! حدائق شاہ نے سنجیدگی سے کہتے خود بھی دیوار سے ٹیک لگائی ! ! کسی کو کیا ہی کہا جاتا بھلا؟؟ ہر شخص ہی اپنی مرضی کا مالک تھا۔۔ ویسے بھی یہ ان دونوں میاں بیوی کا مسئلہ تھا۔۔ کوئی تیسرا محض آکر یا تو

اریبی کو باتیں سنا سکتا تھا یا پھر ان پر افسوس کر سکتا تھا۔۔ ! ! ! خدا کے لیے چپ کر جا۔۔ میں پہلے ہی بہت بے چین ہوں ! ! چار گھنٹے ہونے کو ہیں ! ! ڈاکٹرز کچھ بتا بھی نہیں رہے ! ! وہ زندہ رہ جائے بس ! ! دائم نے سنجیدگی سے کہتے ایک نظر آئی سی یو کے بند دروازے کو دیکھا۔۔ پتہ نہیں یہ اب کب کھلنا تھا۔۔ کھڑے کھڑے اس کی ٹانگیں شل ہونے لگی تھیں۔۔ لیکن بیٹھنا گوارہ نہیں تھا اس لڑکے کو ! ! ! وہ پریشانی کے عالم میں جب سے آیا تھا تب سے ایسے ہی کھڑا تھا۔۔۔ بیٹھنے کا ہوش بھی بھلا کسے تھا؟؟ ان دونوں کو کھڑے ابھی کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ ایک ڈاکٹر آئی سی یو کا دروازہ کھولتے سنجیدگی سے باہر نکلی ! ! ! دائم فوراً ہی ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہوتے اس کی طرف بڑھا تھا۔۔ حدائق شاہ بھی اسی کے ساتھ تھا۔۔ ! ! ! ڈاکٹر کیسی ہے وہ؟؟ دائم نے آگے ڈاکٹر کے پاس جاتے پریشانی سے استفسار کیا۔۔ اسے ڈاکٹر کے چہرے پر موجود سنجیدگی سے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہی تھی ! ! مسٹر شاہ کیا یہ آپ کے جاننے والے ہیں؟؟ ڈاکٹر نے دائم کو ایک نظر دیکھتے اس کے ساتھ کھڑے حدائق شاہ سے استفسار کیا۔۔ فائزہ کے توقف سے سب ہی یہاں حدائق کو جانتے تھے ! ! ! جی ! ! حدائق شاہ نے سنجیدگی سے محض ایک لفظی جواب دیا۔۔ اس کی چھٹی حس بتا گئی تھی کہ یہ سوال کس لیے پوچھا گیا ہے ! ! ! تھوڑے سلیقے اور طریقے انہیں بھی سکھا دینے تھے پھر ! ! حیرت ہو

رہی ہے مجھے کہ ڈاکٹر فائزہ کو اس طرح ٹریٹ کرنے والے مرد کے رشتے دار ایسے بھی ہو سکتے ہیں ! ! ! ڈاکٹر شاید بھری پڑی تھی ! ! ظاہر ہے وہ اندر سے علاج کر کے آئی تھی ! ! ! اس نے حالت دیکھی تھی مشال کی ! ! جو کہ کوئی بھی دیکھ کر بتا سکتا تھا کہ اُس کے ساتھ کیا ہوا ہے ! ! ! سیدھی طرح بات کرو ! ! کتنے سلیقے اور طریقے ہیں مجھ میں یہ آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں ہے ! ! میری بیوی کیسی ہے یہ بتائیں بس آپ ! ! ! دائم حسین نے بہت مشکل سے اپنے غصے کو پیتے اُنگلی اٹھاتے ڈاکٹر سے استفسار کیا۔۔ ! ! ! اس کا لہجہ نہایت سنجیدہ اور سخت ہو چکا تھا۔۔

" ان کو لائے تھے صاف پتہ چل رہا تھا کہ کتنا تشدد کیا جاتا ہے اُن پر ! ! ان کا پورا جسم زخموں سے چور ہے۔۔۔ پیروں پر بیلٹ سے مارے جانے کے نشانات ہیں جن پر کوئی دوا بھی نہیں لگائی گئی ! ! آپ انسان ہیں یا حیوان؟ ! مجھے تو لگتا ہے اپنے بچے کو بھی آپ نے خود ہی مارا ہوگا۔۔۔ سیدھا سیدھا پولیس کیس بننا چاہیے آپ پر تو ! ! پتہ نہیں کیسی ماؤں نے تربیت کی ہوتی ہے آپ جیسے لوگوں کی ! ! ! "۔۔ نفرت سے دائم کو دیکھ کر کہتے ڈاکٹر نے اپنے قدم واپسی کی جانب لیے ! ! ان لوگوں نے جتنی مشکل سے مشال کو بچایا تھا یہ بچہ مر گیا ہے آپ کا۔۔ ماں کو بھی مرتے مرتے بچایا ہے ! ! جتنی بری حالت میں یہ ان

تو وہی جانتی تھیں ! ! ! جبکہ دائم حسین تو اسے ہی چکا تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں ! ! ! اس کا چہرہ لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔۔ اسے تو ڈاکٹر کی آدھی بات سمجھ میں ہی نہیں آئی تھی ! ! اسے تو بس یہ سمجھ میں آیا تھا کہ "آپ کا بچہ مر گیا ہے ! !"۔۔ لیکن اس کا بچہ؟؟ کیا مشال پریگننٹ تھی؟ وہ سن کھڑا کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہا تھا۔۔ اور کا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا۔۔۔ وہ ہے یقین تھا۔۔ کیا اس نے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنے بچے کو مار دیا تھا؟؟ کیا وہ بدلے کی آگ میں اس حد تک اندھا ہو گیا تھا؟؟ لیکن وہ لاعلم تھا۔۔۔۔ اگر لاعلم تھا تب بھی اپنے نکاح میں آئی ایک عورت کے ساتھ اس طرح جانوروں جیسے سلوک اسے زیب نہیں دیتا تھا۔۔ اس چاہیے تھا کہ وہ اپنے ہاتھ پر کنٹرول رکھتا۔۔ لیکن اس نے تو ہاتھ کو ہی آزادی دے دی تھی ! ! جیسے چاہے اس لڑکی کو تکلیف دی ! ! اور آج اس نے انجام بھی دیکھ لیا تھا۔۔ اس کا اپنا ہی بچہ اس دنیا میں آکر سانس لینے سے پہلے ہی اس دنیا سے جا چکا تھا۔۔ وہ سن کھڑا دل اور دماغ کے درمیان ایک جنگ لڑ رہا تھا۔۔ کیا فائدہ ایسے بدلے کا جسے لے کر بھی سکون نا ملے ! ! وہ تو آج بھی بے سکون ہی کھڑا تھا۔۔۔ بلکہ آج تو جیسے کچھ ٹوٹ گیا تھا۔۔ اسے اپنے آپ سے ہی گھن سی آنے لگی تھی ! ! حدائق شاہ جو خود کچھ اسی طرح بے یقینی کی کیفیت میں تھا خود پر کنٹرول کرتے اس نے افسوس سے اریبی کو دیکھا۔۔ وہ شخص خود

اسنے ہی ہاتھوں سے اپنا سب کچھ برباد کر کے بیٹھ گیا تھا۔۔ ! ! کیا تو جانتا تھا کہ وہ پریگنینٹ ہے؟؟ حدائق شاہ نے اس کے کندھے کو پکڑ کر ہلاتے استفسار کیا۔۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ مشال کے ساتھ الگ بات لیکن اریبی اپنی ہی اولاد کے ساتھ اتنی زیادتی نہیں کر سکتا تھا ! ! ! دائم نے ہوش سنبھالتے انجان خالی نظروں سے حدائق شاہ کو دیکھا۔۔ وہ بھی یہ سوال پوچھ رہا تھا۔۔ یعنی واقعی میں اسے دائم پر اعتبار نہیں تھا۔۔ ! ! تُجھے لگتا ہے میں اپنی ہی اولاد کو مار سکتا ہوں؟؟ اجنبیت سا سپاٹ لہجہ ! ! وہ ایک مرتبہ پھر حواس میں نہیں لگ رہا تھا۔۔ خبر ہی کچھ ایسی تھی کہ اسے ایک لمحے کے لیے لگا تھا جیسے پورے ہسپتال کی چھت اس کے سر پر آکر گری ہو ! ! ! جب ماں کو مار سکتا ہے تو بچہ کیا چیز ہے ! ! ! مار سکتا ہوں نہیں تو نے مار دیا ہے ! ! اتنی بے دردی سے کون مارتا ہے یار؟؟ تو نے بدلا بھی لینا تھا تو زیادہ سے زیادہ ایک دو تھپڑ لگا دیتا۔۔ تو نے بیلٹ سے مارا ہے اسے؟؟ سیریسلی؟؟ حدائق شاہ نے افسوس سے اسے دیکھتے تاسف سے کہا۔۔۔ وہ جتنا شاک ہوتا اتنا کم تھا۔۔ اس سے تو بہتر تھا وہ لوگ ایک ہی مرتبہ مشال کو جان سے ہی مار دیتے ! لیکن اس حد تک تکلیف؟؟ وہ بھول گیا تھا اس وقت میں کہ مشال اس کے دشمن کی بہن ہے ! ! اسے بس یاد تھا تو یہ کہ وہ بھی ایک انسان ہے ! ! دائم نے اس کی بات پر تھکے ہارے انداز میں کندھے اُچکائے ! ! اس کی

آنکھوں کے کنارے ملکے سے بھگنے لگے تھے جنہیں وہ پلک جھپک جھپک کر پیچھے دھکیل رہا تھا۔۔۔ ایک معصوم جان کا قاتل بن چکا تھا وہ ! ! ! اس کا دل اسے بے حد ملامت کر رہا تھا۔۔۔ وہ رونا چاہتا تھا لیکن وہ مرد ہو کر رو بھی نہیں سکتا تھا۔۔ ایسا اسے لگتا تھا۔۔ اسے تکلیف میں بوجھ کے ساتھ رہنا گوارہ تھا مگر رونا نہیں ! ! اور کسی کے سامنے تو بلکل بھی نہیں ! ! وہ خاموش ہو چکا تھا بلکل ! ! کچھ بولنے کو بچا ہی نہیں تھا۔۔ کچھ تھا ہی نہیں جو وہ جواب دیتا۔۔ ! ! حدائق شاہ ابھی پھر سے اس سے کوئی سوال کرتا کہ سامنے سے فائزہ شاہ کو آتے دیکھ اس نے ایک گہری سانس بھری ! ! وہ لوگ فائزہ سے پوچھ سکتے تھے ساری بات ! ! ورنہ پہلی ڈاکٹر تو بہت ہی غصے میں تھی ! ! فائزہ شاہ انہی دونوں کی طرف آئی تھی۔۔ وہ ابھی اسی ڈاکٹر سے مل کے آرہی تھی ! ! اسے حدائق نے یہ تو بتایا تھا کہ مشال اور اریبی کی شادی ہوئی ہے لیکن یہ نہیں بتایا تھا کہ حالات اس قدر کشیدہ ہیں ! ! سامنے ان دونوں کے سامنے جاتے اس نے حدائق شاہ کو دیکھا۔۔۔ وہ تو خود بے یقین تھی کہ اریبی دوسرا حنان کیسے بن سکتا ہے؟؟

کیا ہوا ہے؟ کیا مشال؟؟ حدائق شاہ نے فائزہ کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتے بات ادھوری چھوڑی ! ! اریبی بھی زمین پر نظریں جمائے کان اِدھر ہی لگائے ہوئے

تھا۔۔ اسے بھی جاننا تھا۔۔ ! ! "بہت بری حالت تھی اس کی جب اِدھر لایا گیا۔۔ وہ ڈیڑھ ہفتے سے اوپر کی پریگننٹ تھی ! ! ڈاکٹرز کے مطابق مرتے مرتے بچایا گیا ہے اسے ! ! ابھی بھی ٹھیک نہیں ہے وہ ! ! یہ کہیں نا کہیں لازمی ایفیکٹ کرے گا۔۔ ڈاکٹرز ابھی ٹیسٹ کر رہے ہیں دیکھتے ہیں پھر ! ! پورے جسم پر تشدد کے نشانات ہیں ! ! ہاتھ جلا ہوا تھا، پیروں میں زخم بن کر وہ خود ہی سوکھ رہے تھے جیسے ان پر دوائی ہی نہ لگائی گئی ہو ! ! فیزیکلی اور مینٹلی بہت زیادہ ٹارچر کیا گیا ہے اسے ! ! سر الگ پھٹا ہوا تھا۔۔۔ مجھے بتاتے ہوئے دل ہول رہا ہے میرا۔۔۔ حیرت ہے آپ کو یہ سب کچھ کرتے ہوئے کچھ نہیں ہوا؟؟ افسوس کہ اس لڑکی کی زندگی میں دو دو حنان آئے ہیں ! ! ! ایک نے دوسروں کو نقصان پہنچایا اور دوسرے نے اسی کو ! ! ! اتنی بدتر حالت میری نہیں ہوگی جتنی اس کی ہے ! ! شروع میں حدائق شاہ کی طرف دیکھتے اس نے آخر میں دائم کی طرف دیکھا۔۔ نہایت افسوس ہو رہا تھا دائم پر ! ! اور اس سے زیادہ مشال کی قسمت پر ! ! ! ! اس کا تو مشال سے کوئی سامنا بھی نہیں ہوا تھا۔۔ لیکن وہ اتنی بدتر حالت میں تھی کہ اسے دیکھ کر کسی دشمن کی بھی روح کانپ جائے ! ! سب سے بڑا نقصان تو بچے کا تھا۔۔ ! ! ! دائم کا جھکا سر مزید جھکا۔۔ وہ کچھ بولنے کے لائق نہیں بچا تھا۔۔ کچھ سمجھ ہی انہوں آرہی تھی اسے کہ کیا جواب دے ! ! وہ بس شرمندگی سے بے

دردی سے اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچل رہا تھا۔۔ وہ اتنی شدت سے یہ کام کر رہا تھا کہ اس کے منہ میں خون کا ذائقہ گھلنے لگا تھا۔۔ مگر ہوش کسے تھی بھلا؟؟؟ کیا میں وجہ جان سکتی ہوں اس سب کی؟؟ اسے خاموش دیکھتے فائزہ شاہ نے سنجیدگی سے سوال داغا۔۔ وہ لگ ہی نہیں رہی تھی پچھلے ایک سال والی فائزہ ! ! یہ تو کوئی اور تھی ! ! ! پہلے سے ! ! ! زیادہ مضبوط۔۔

وہ کہتی ہے کہ میں اس کے بھائی جیسا ہوں ! ! بلکہ اس نے کہا تھا کہ میں اس سے " زیادہ ظالم ہوں ! ! ! وہ۔۔۔۔

وہ تو آپ ہیں ! ! بلکل سہی کہتی ہے وہ ! ! کچھ اور بتائیں؟؟ کچھ نیا؟؟" فائزہ شاہ نے " سنجیدگی سے اس کی بات کاٹی ! ! وہ نڈر ہو کر کھڑی تھی۔۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کا محافظ سامنے ہی کھڑا ہے ! ! جو اسے کبھی کچھ نہیں ہونے دے گا۔۔

دائم نے تھوک نگلتے اپنے خشک حلق کو تر کیا۔۔ وہ اسے کیا کہتا؟؟ اب تو اس کے اپنے اندر سے آوازیں آرہی تھی کہ وہ واقعی میں حنان سے زیادہ ظالم ہے ! ! ایک بدلے کی خاطر اس نے اُس لڑکی کی زندگی عذاب بنا دی تھی ! ! اسے لگ رہا تھا اس کا دل کسی شکنجے میں جکڑتا جا رہا ہے ! ! کوئی اس کے دل کو پکڑ کر بھینچ رہا تھا۔۔ اسے تکلیف ہو رہی

تھی ! ! سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کہاں جائے آخر ! ! دل تھا کہ مسلسل لعنت ملامت کر رہا تھا کہ وہ اسنے ہی بچے کا قتل کر چکا تھا۔۔ وہ بچہ جس نے ابھی سانس بھی نہیں لیا ہوگا۔۔ ! ! فائزہ رہنے دو ! ! دائم کی حالت دیکھتے حدائق شاہ نے فائزہ کو نرمی سے منع کیا۔۔ وہ دائم کی حالت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔۔ ! ! ! "کیوں رہنے دوں شاہ۔۔ جواب دیں مسٹر آپ؟ اتنا ظلم کس وجہ سے کیا ہے آخر آپ نے؟؟ وجہ تو بتائیں آخر ! ! ورنہ جس ڈاکٹر کو پولیس کیس کروانے سے ابھی میں منع کر کے آئی ہوں اسی کو ہاں بھی بول سکتی ہوں ! ! آپ کے خلاف گواہی تو پھر میں خود دوں گی۔۔۔ کاٹتے رہیے گا پھر عدالت کے چکر ! ! ! فائزہ شاہ بھڑک ہی اٹھی تھی ! ! اسے رہ رہ کر اپنا وقت یاد آرہا تھا۔۔۔ جو بھی تھا اسے لگتا تھا اس کی دشمنی صرف حنان سے تھی جس کا بدلہ اس کا شوہر لے چکا تھا۔۔ لیکن یہاں تو کایا ہی الٹی تھی ! ! یہ شخص اپنی بہن کا بدلا اس سے لے رہا تھا جس کا سرے سے کوئی قصور ہی نہیں تھا۔۔ ! ! ابھی وہ لوگ ہیر شاہ کی باتیں سن کر آئے تھے اور ابھی ایک زندہ مثال سامنے ہی مل گئی تھی۔۔ ! ! ! دائم نے اوپر چھت کی طرف دیکھتے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی ! ! وہ عزت کے قابل تھا بھی نہیں جو کوئی اس کی عزت کرتا۔۔ اس نے خود ہی اپنے لیے ایسے حالات بنائے تھے ! ! ! لیکن خیر ! ! ! "میری بہن کو ورغلایا تھا اس نے ! ! وہ اچھے سے جانتی تھی کہ

حنان کی نیت کیا ہے ! ! لیکن پھر بھی وہ اسے شے دیتی رہی۔۔۔ آپ کے ساتھ بھی وہ فارم ہاؤس میں ہی تھی ! ! میں صرف اس سے اپنی بہن کا بدلا لینا چاہتا تھا۔۔ اسے بتانا چاہتا تھا کہ جب کوئی مرد نوچتا ہے تو کیسا محسوس ہوتا ہے ! ! مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ پریگنینٹ ہے ! ! خدا کی قسم اگر مجھے ذرا بھی علم ہوتا تو میں کبھی اس کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا۔ میں بھلا اپنی ہی اولاد کو کیوں مارنے لگا؟؟ میں لاعلم تھا۔۔ ! !" دائم نے اس کی طرف دیکھتے دھیمی سی آواز میں جواب دیا۔۔ وہ سچ بات بتا گیا تھا اسے ! ! سارا مسئلہ ہی تو کمبخت اس بدلے کا تھا۔۔۔ ! ! مسٹر اریبی بلکل ٹھیک کہتی ہے وہ کہ آپ میں اور اس کے بھائی میں کوئی فرق نہیں ہے ! ! اس نے بھی بدلہ لیا تھا اور آپ نے بھی بدلہ ہی لیا ہے ! ! پہلی بات تو یہ کہ کیا آپ کی بہن اتنی چھوٹی کاکی تھی جو کسی نے کچھ بھی کہا اور وہ اسی طرف چل پڑی؟؟ خاص کر کسی مرد کے معاملے میں؟؟ دوسری بات یہ کہ آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ مشال نے ہی اسے ورغلایا تھا؟؟ دکھائیں کوئی ثبوت؟؟ اور اگر چلیں ورغلایا بھی تھا تو ساری بات یہیں ختم ہو جاتی ہے کہ اگر آپ کی بہن کو مردوں سے بات کرنے کا پتہ تھا تو وہ اتنا شعور بھی رکھتی ہوگی کہ کونسا مرد کس نیت سے دیکھ رہا ہے ! ! میں ہرگز یہ نہیں کہہ رہی کہ آپ کی بہن غلط ہے ! نہیں اس کے ساتھ زیادتی ہوئی یہ واقعی میں بہت غلط بات ہے ! ! آپ لوگوں نے مل کر مین

وکٹم کو مار دیا۔ بہت اچھا کیا۔۔ لیکن پھر بھی بدلے کی خاطر اس کے گھر والوں کو رکھنا یہ غلط ہے ! ! جانوروں سے بدتر سلوک تو آپ نے بھی مشال کے ساتھ کیا ہے؟؟ کل کو مشال کا کوئی سگا آکر آپ کے گھر میں سے کسی عورت سے مشال کا بدلہ لے لے پھر؟؟

قصور سارا یہ ہے کہ لڑائی اور دشمنی آپ مردوں کی ہوتی ہے جس میں پستی عورت ہے ! ! ! میرا نہیں خیال کہ مشال میری مرتبہ میں بھی قصوروار ہوگی ! ! ! اس وقت فارم ہاؤس میں تو پتہ نہیں کتنے ہی گارڈز بھی تھے ! ! پھر تو وہ سب بھی قصوروار ہوئے؟؟ میں یہ نہیں کہہ رہی کہ پھر انہیں سزا نہ دی جائے ! ! ان سب نے بچایا نہیں اس بات کی جتنی اُن کی سزا بنتی ہے وہ قانون دے انہیں ! ! آپ کا کوئی حق نہیں تھا مشال سے اس طرح بدلے نکالنے کا۔۔۔ آپ کی دشمنی کی بھینٹ پھر سے ایک معصوم جان چڑھ گئی ہے ! ! ایسے تو ساری دنیا بدلے لیتی رہے اور معصوموں کا خون چوستی رہے ! ! سب سے پہلے تو آپ مجھے ثبوت دکھائیں کہ آپ کی بہن کو مشال نے ہی ورغلایا تھا۔۔ باقی ساری باتیں بعد میں آتی ہیں ! ! اسی ایک بات کا بدلہ نکال رہے ہیں نہ آپ؟؟ دکھائیں ثبوت؟ مجھے سو فیصد یقین ہے کہ سوائے زبانی کلامی باتوں کے اور کچھ نہیں ہوگا آپ کے پاس ! ! ! ارے پہلے جا کر ثبوت ڈھونڈیں۔۔ بات کی تہہ تک جائیں ! ! اول تو کچھ ایسا ہوگا نہیں میرا دل کہہ رہا ہے ! ! اور اگر ایسا ہوا تب بھی آپ

اسے سزا دینے کے حقدار نہیں ہیں مسٹر اریبی ! ! کیونکہ آپ کی بہن بھی کوئی چھوٹی بچی نہیں ہوگی ! ! اٹھارہ انیس سال کی لڑکی اچھا خاصا شعور رکھتی ہے ! ! اسے پتہ ہوتا ہے کیا غلط ہے اور کیا سہی ! ! دوستوں کو وہ محض سنتی ہے ! ! کرتی وہ اپنے مرضی سے ہی سب کچھ ! ! آج کل کے بچے ماں باپ کی نہیں مانتے ! ! آپ کو لگتا ہے اس نے دوست کی مانی ہوگی ؟؟ قصور کہیں نا کہیں آپ کی بہن کا بھی تھا۔۔ جسے آپ بھی اچھے سے جانتے ہیں ! ! لیکن انا کی تسکین کی خاطر آپ نے بدلے کا نام دے کر مشال کو موت کے منہ تک پہنچا دیا۔۔ ! ! ! شرم آنی چاہیے آپ کو ! ! اس سے خوشی آپ کی بہن کی روح کو بھی نہیں ملی ہوگی ! ! وہ بھی افسوس ہی کر رہی ہوگی آپ پر ! ! ! وہ جو بولنے اور آئی تو پھٹ پڑی تھی ! ! جس نے سہا ہو وہ دوسروں کو اس غم میں دیکھ کر ایسے ہی جذباتی ہو جاتے ہیں ! ! ! ابھی تو کتنا ہی کچھ اس نے ان لوگوں کو بتایا ہی نہیں تھا جو جو اسے ڈاکٹر نے بتایا تھا۔۔۔ ڈاکٹر نے تو اتنا تک کہا تھا کہ پہلی مرتبہ میں اُن لوگوں کو لگا جیسے لڑکی کے ساتھ مسلسل ریپ ہوتا آیا ہے ! ! ! لیکن پھر دائم کے فارم فل کرنے پر اُنہیں پتہ چلا تھا کہ وہ اس کا شوہر ہے ! ! ! وہ لوگ جیسے حیران در حیران تھے ! ! کیا ایک شوہر بھی اتنی حیوانیت دکھا سکتا ہے ؟؟ اریبی خاموشی سے نظریں جھکائے کھڑا تھا۔ مسئلہ یہ تھا کہ وہ فائزہ کو کچھ بول نہیں سکتا تھا۔۔ کیونکہ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے

حقیقت اور سچ کا تھپڑ مارا ہے اس لڑکی نے اسے ! ! ! اور تھپڑ بھی اتنا جاندار کہ جو اسے جھنجھوڑ کے رکھ گیا تھا۔۔ ! ! وہ نظریں جھکائے اپنے حلق میں بندھتی گرہیں اور اپنے مسلسل ملامت کرتے دل کو سنبھال رہا تھا۔۔ اس کی آنکھوں کے کنارے پھر سے بھگنے لگے تھے ! ! کیا بچے کا دکھ کم تھا جو اسے اور سچ سے اشنا کروا دیا گیا تھا۔۔ ! ! واقعی میں اس کے پاس ثبوت کوئی نہیں تھا۔۔ اس نے جو آیت کی دوستوں سے سنا تھا اس میں مشال کا بھی نام تھا۔۔ وہیں سے بس اس نے اندازہ لگا لیا تھا۔۔ ثبوت تو دیکھا ہی نہیں تھا اس نے کوئی ! ! وہ کچھ بولنے کے لائق نہیں بچا تھا۔۔ ! ! ! جبکہ حدائق شاہ سنجیدگی سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھے کبھی فائزہ تو کبھی دائم کو دیکھ رہا تھا۔۔ وہ بھی کیا ہی بولتا ! ! ! اسے ایک طرح سے خوشی ہو رہی تھی کہ اس کی بیوی بولنے لگی ہے ! ! تو دوسری طرف اسے اریبی کے لیے بہت برا لگ رہا تھا۔۔ بیچارے نے اس کی بیوی سے ستھری کروالی تھی ! ! خیر قصور بھی تو اس کا اپنا ہی تھا ! ! ! "جائیں ثبوت ڈھونڈ کر لائیں۔۔ اتنے مشال کو بھی ہوش آجائے گا کیا پتہ ! ! اگر آپ میں ذرا بھی انسانیت بچی ہو تو اب اسے کوئی تکلیف مت دیجئے گا۔۔ پہلے ہی وہ آپ کی وجہ سے مرتے مرتے بچی ہے ! ! "۔۔ سنجیدگی سے کہتے فائزہ شاہ نے اپنے قدم واپسی کی جانب لیے ! ! وہ وارڈ کی طرف مشال کو ہی دیکھنے جا رہی تھی ! ! ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اس کی

ڈرپ وغیرہ چینج کرنی ہے ! ! ! حدائق شاہ فخر سے اس لڑکی کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔۔آہ کاش کہ وقت ٹھیک ہوتا تو وہ اس لڑکی کا منہ چوم لیتا۔۔ ! ! اریبی نے سنجیدگی سے ایک نظر حدائق شاہ کو دیکھتے اپنے قدم پیچھے کی جانب لیے ! ! پتہ نہیں وہ کہاں جا رہا تھا۔۔ لیکن وہ تابوت میں ایک آخری کیل ٹھوکنے جا رہا تھا۔۔ اپنے تابوت میں ! ! ! اپنی آنکھیں صاف کرتے وہ نہایت تیز تیز قدموں سے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ ! ! حدائق شاہ نے اس کی پشت کو دیکھتے ایک گہری سانس بھرتے کندھے اچکائے ! ! شاید اسے اندازہ تھا کہ مقابل کہاں گیا ہوگا۔۔ اسی لیے بجائے اس کے پیچھے جانے کے وہ آرام سے کرسی پر بیٹھا۔۔ اپنی یہ جنگ وہ لوگ دائم کو خود ہی لڑنے دیتے تو بہتر تھا۔۔۔ دائم کاریڈور کراس کرتے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ خدا ہی جانے کہ وہ کہاں جا رہا تھا۔۔۔ ! ! !

100/1

خان ولا میں اس وقت مکمل طور پر سناٹا چھایا تھا۔۔ سب لوگ ہی اپنے اپنے کام پر گئے ہوئے تھے ! ! اس وقت صبح کے تقریباً گیارہ بج رہے تھے اور شام میں ان لوگوں

نے شاہ ولا بھی جانا تھا۔۔ مدحا، اشنا، اور ماورا یہ تینوں ہی شاپنگ پر گئی ہوئی تھیں ! ! ماورا کو کچھ سامان لینا تھا۔۔ اور باقی دونوں گھر میں رہ کے بور ہونے لگی تھیں تو اس کے ساتھ ہی چلی گئی ! ! باقی سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں تھے ! ! درفشاں خان بھی اپنے کمرے میں ہی تھی کیونکہ آج آبان خان گھر پر تھا جو کہ ابھی ہی کمرے سے باہر نکلتے نیچے آتے اکثم خان کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔۔

آبان خان اس وقت ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس سنجیدگی سے اکثم خان کے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ وہ جانتا تھا کہ آج اکثم گھر پر ہی ہے ! ! اس کی یونی سے ابھی ہی پیپرز کمپلیٹ ہوئے تھے ! ! تقریباً وہ بھی اب فارغ ہی تھا۔۔ لیکن اکثم کا اِرادہ ہائیر اسٹڈیز کے لیے باہر ملک جانے کا تھا۔۔ اب پتہ نہیں کیا بنتا۔۔۔جبکہ آبان خان کا آفس کچھ دنوں سے راحیل سمبھال رہا تھا۔۔ آج تو تھکان کی وجہ سے آبان خان نے آرام سے چھٹی کر لی تھی ! کیونکہ اب راحیل کام کے ساتھ سیریس ہو چکا تھا۔۔ اسے اب زیادہ فکر نہیں تھی ! ! ! وہ ابھی کمرے میں درفشاں کے ساتھ ہی تھا جب اسے حدائق شاہ کی کال آئی تھی ! ! حدائق شاہ اور اس کی مہندی والے دن ایسے ہی اکثم اور ہیر پر بات چھڑی تھی ! جس کا آغاز حدائق نے ہی کیا تھا۔۔ اس دن آبان نے بھی کہہ دیا تھا

کہ کوئی مضائقہ نہیں ہے ! ! اس نے تو اکثم سے کوئی بات بھی نہیں کی تھی ! ! ہاں لیکن اپنے باپ کے کانوں سے وہ یہ بات گزار چکا تھا۔۔۔ ظاہر ہے یہ بڑوں کے معاملات تھے ! ! ! ابھی اسے حدائق نے بتایا تھا کہ ہیر کو وہ منا چکا ہے ! ! اور اسے یہاں ٹینشن لگ گئی تھی کہ کہیں اکثم کسی اور کو پسند تو نہیں کرتا۔۔ اس نے تو اکثم سے پوچھا بھی نہیں تھا۔۔ کاش کہ وہ حدائق کے ساتھ حامی بھرنے سے پہلے ایک مرتبہ اکثم سے پوچھ لیتا۔۔ وہ اب پریشانی کے عالم میں دعائیں کرتے ہوئے اکثم سے یہی پوچھنے جا رہا تھا۔۔ اس کی دعائیں تھیں کہ بس اکثم کسی اور کو پسند نہ کرتا ہو ! ! باقی پھر اسے منانا بہت آسان تھا۔۔۔ ویسے جس طرح وہ اکثم پر نگرانی رکھتا تھا اتنا تو وہ جانتا تھا کہ اکثم کا کوئی چکر نہیں ہے ! ! اس بندے کا پاسٹ اور پریزینٹ دونوں بلکل کلیئر ہیں ! ! لیکن پھر بھی ! ! انسان کو کبھی بھی کوئی بھی پسند آسکتا ہے ! ! وہ بس اسی لیے پوچھنے جا رہا تھا ! ! !

اکثم خان کے کمرے کے باہر جاتے اس نے ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی ! ! کتنا مشکل ہوتا ہے چھوٹے بہن بھائیوں کے رشتے کے چکروں میں پڑنا۔۔ وہ سوچ رہا تھا اگر اکثم کسی اور کو پسند کرتا ہوا تو وہ حدائق کو کس منہ سے انکار کرے گا۔۔ یہ تو سیدھا

سیدھا زبان سے پھرنے والی بات ہو جاتی ! ! خیر سر جھٹکتے اس نے دروازے کو ناک کیا۔۔ اب تو جو ہوتا وہ دیکھا جاتا۔۔ ! ! ! دروازہ کو ناک کیے وہ اکثم خان کے دروازہ کھولنے کے انتظار میں تھا۔۔۔ ! ! ! کون؟؟ اندر سے اکثم کی آواز اُبھری ! ! شاید وہ کوئی کام کر رہا تھا تبھی پوچھ رہا تھا۔۔ ! ! میں ہوں کھول ! ! آبان خان نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔ وہ اپنے ٹراؤزر کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سنجیدگی سے کھڑا ہو چکا تھا۔۔۔ اکثم خان نے ایک منٹ کے اندر اندر فوراً ہی دروازہ کھولا۔۔ وہ دروازہ کھولے سوالیہ نظروں سے آبان خان کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ اتنی صبح آبان کو اس سے بھلا کیا کام تھا؟؟ اکثم خان اس وقت رف سے ٹراؤزر شرٹ میں ہی ملبوس تھا۔۔ وہ صبح سے گھر پر اپنے کمرے میں ہی تھا اس لیے چینج نہیں کیا تھا۔۔۔ آبان خان ایک نظر اسے دیکھتے کمرے کے اندر داخل ہوا۔۔ ! ! اکثم سائڈ پر ہٹ چکا تھا۔۔ دروازے کو واپس سے بند کرتے اکثم خان بھی سنجیدگی سے اپنے بیڈ کی طرف بڑھا۔۔۔یقیناً آبان نے کوئی بات کرنی ہے وہ سمجھ گیا تھا۔۔ ! ! تو سیگریٹ پی رہا تھا؟؟ آبان خان نے کمرے میں ہوتی سمیل کو محسوس کرتے سنجیدگی سے پوچھا۔۔ اکثم خان کب سے سموکنگ کرنے لگا۔۔ اس کے تو علم میں نہیں تھی یہ بات ! ! ہاں دل کر رہا تھا۔۔۔ ہلکا سا مسکرا کر جواب دیتے اکثم خان بھی اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھا۔۔ آبان پاؤں والی سائڈ پر بیٹھا تھا جبکہ

اکثم اس کے سامنے ! ! ! میرے مطابق تو سموکنگ نہیں کرتا۔۔ پھر کیا ہے یہ سب؟؟
بیڈ کی سائڈ ٹیبل پر پڑی ایش ٹرے میں موجود سیگریٹ کے کچھ ٹکڑے دیکھتے آبان خان کا سنجیدہ چہرہ مزید سنجیدہ ہو چکا تھا۔۔ ضروری نہیں تھا کہ اگر ان سب کو لت تھی تو وہ اسنے چھوٹے بھائی کو بھی اسی طرف آنے دیتا۔۔ ! ! بھائی صرف سیگریٹ ہے یہ ! ! شراب نہیں ہے جو آپ ایسے بول رہے ہیں ! ! ساری دنیا پیتی ہے میں نے پی لی تو کونسی قیامت آگئی؟؟ اور آپ خود بھی تو پیتے ہیں ! ! اکثم خان جواب تو مسکرا کر دے رہا تھا مگر الفاظ سنجیدہ تھے ! ! پتہ نہیں شاید اس کا موڈ ٹھیک نہیں تھا۔۔ ! ! خیر چھوڑ مجھے تُجھ سے ایک بہت ضروری بات کرنی ہے ! ! آبان خان ٹاپک کو چینج کرتے اصل مقصد کی طرف آیا۔۔۔ اب وہ کیا ہی بات کو کھینچتا۔۔۔ ان کے گھر میں سارے ہی سیگریٹ پیتے تھے ! ! تو اکثم نے بھی یہی سیکھنا تھا۔۔ وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔۔ ! ! ! جی جی بولیں ! ! فوراً ہی تابعداری سے استفسار کیا گیا۔۔ ! ! تو کسی لڑکی کی چکروں میں تو نہیں ہے؟ مطلب کوئی پسند ہے تُجھے تو بتا؟؟ آبان خان نے جانچتی نظریں اس کے چہرے پر گاڑے سوال داغا۔۔ وہ چاہتا تھا کہ اصل بات بتانے سے پہلے وہ اس سے ایک مرتبہ پوچھ لے ! ! شادی میں پسند کا حق سب کا ہوتا ہے ! ! وہ اکثم کو بھی دینا چاہتا تھا۔۔ ! ! "اس کی بات پر اکثم کی آنکھوں کے سامنے چھن سے ایک سایہ سا لہرایا۔۔

کمبخت دل سے اسی کو مٹانے کے لئے اس نے سیگریٹ شروع کی تھی ! ! اس نے سنا تھا کہ سیگریٹ سارے غم بھلا دیتی ہے ! ! وہ بھی بھولنا چاہتا تھا وہ ایک جھلک ! ! وہ آئس بلیو آنکھیں ! ! جو ایک مرتبہ دکھی تھیں مگر اس کے بعد اس کا دیدار نصیب ہی نہیں ہوا تھا۔۔ وہ ڈھونڈ ڈھونڈ تھک گیا تھا اس ایک لڑکی کو ! مگر مجال تھی جو وہ دوبارہ سے اس جنگل میں آئی ہو ! ! اکثم خان کو آج تک پچھتاوا رہتا تھا کہ کاش وہ گاڑی کا نمبر دیکھ لیتا۔۔ یا پھر کسی اور طریقے سے اسے روک لیتا۔۔ لیکن اب تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا۔۔ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔ اس نے تو چہرہ بھی نہیں دیکھا تھا اس کا کہ اسے دیکھ کر ہی کہیں ڈھونڈ لیتا۔۔ وہ تو محض آنکھوں پر دل ہار بیٹھا تھا۔۔ اور آنکھیں تو اس جیسی پتہ نہیں کتنوں کی تھیں ! ! نہیں بلکہ اس کی آئس بلیو آنکھوں میں کچھ الگ ہی چمک تھی ! ! کچھ تھا الگ اس دن اُن آنکھوں میں جو اسے اپنا دل لٹانے پر مجبور کر گیا تھا۔۔ اربوں کھربوں لوگوں کی اس دنیا میں وہ اس ایک عورت کو آخر کہاں ڈھونڈتا۔۔ اسی لیے بھلانا چاہتا تھا وہ اس اپسرا کو ! ! جو بھلائے نہیں بھول رہی تھی ! ! ! اوئے کہاں گم ہو گیا؟؟ آبان خان نے اسے بلکل گم سم ہوتے دیکھ تھوڑا آگے کو ہوتے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی ! ! اکثم خان ہڑبڑاتے ہوئے فوراً ہی ہوش سمبھال چکا تھا۔۔ وہ کھو گیا تھا۔۔ جیسے ہمیشہ کھو جاتا تھا۔۔ اسی ایک کے خیالوں میں ! ! ہاں کیا

ہوا؟؟ سر جھٹکتے اس نے آبان خان سے استفسار کیا۔۔یہ محبت بھی کسی مصیبت سے کم نہیں تھی ! ! ہمیشہ دنیا سے بیگانہ کر کے صرف اپنا بنا لیتی تھی۔۔ ! ! کچھ پوچھا ہے میں نے؟ کسی کو پسند تو نہیں کرتا نا تو؟؟ آبان خان نے پیچھے ہوتے پھر سے اپنا سوال دہرایا۔۔ اس شخص کی یہ حرکت کچھ مشکوک تھی ! ! لیکن خیر کیا پتہ جیسا وہ سوچ رہا تھا ویسا نا ہوتا۔۔ ! ! اکثم نے اس کے سوال پر ایک لمبی سی سانس ہوا کے سپرد کی۔۔ کیا کہتا وہ بھلا اب ! ! نہیں کسی کو پسند نہیں کرتا۔۔ اکیلا ہی ٹھیک ہوں ! ! کندھے اچکاتے بہت سادگی سے جواب دیا تھا۔۔ بلکہ جھوٹ بولا گیا۔۔ اب وہ لڑکی ملی تو تھی نہیں ! ! وہ تو جانتا بھی نہیں تھا اس کو۔۔ پھر کیسے اس کا نام بتا دیتا؟؟ کیا بتاتا کہ وہ ایک ایسی لڑکی سے محبت کرتا ہے جس کو اس نے دیکھا بھی نہیں ! ! نا کوئی نام نا کوئی اتا پتہ ! ! کچھ بھی تو نہیں تھا اس کے پاس ! ! ایسے میں اسے جھوٹ بولنا ہی سب سے بہتر لگا۔ ! ! ! اور آبان خان نے بے ساختہ ہی ایک سکون کی سانس خارج کی ! ! شکر تھا کہ اُس کی دی گئی زبان بچ گئی تھی۔۔ شکر تھا کہ اکثم کسی کو پسند نہیں کرتا تھا۔۔ وہ اب حدائق کو منہ دکھانے کے قابل تھا۔۔ وہ دل میں ڈھیروں شکر ادا کر رہا تھا۔ ! ! ! شکر ہے چل اچھا ہے تو کسی کو پسند نہیں کرتا۔۔ شکر ہے ! ! ! آبان خان مسکراتے ہوئے کہتے اس کے ماتھے پر ڈھیروں بل دے گیا تھا۔۔ اگر وہ کسی کو پسند نہیں کرتا تھا تو اس

میں آبان خان کیوں شکر منا رہا تھا؟؟ اس کی سمجھ سے باہر تھی یہ بات ! !بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ ماتھے پر بے شمار بل لیے آبان خان کو دیکھ رہا تھا ! ! ! آپ کیوں شکر کر رہے ہیں؟؟ اگر میں کسی کو پسند نہیں کرتا تو یہ ایک بہت نارمل سی بات ہے ! ! اکثم خان نے بلآخر اس کی طرف دیکھتے دل کی بات کی ! ! ! اسے آبان بہت عجیب لگا تھا اس وقت ! ! ! شکر اس لیے کر رہا ہوں یار کیونکہ۔۔ کیونکہ میں نے تیرے لیے ایک لڑکی دیکھی ہے ! ! سچ میں بہت اچھی ہے ! ! تُجھے بھی بہت پسند آئے گی ! ! آبان خان نے خوشی سے اسے بتایا۔۔ بہتر تھا وہ ساتھ ہی اسے رشتے کے متعلق بھی بتا دیتا۔۔۔ ! ! اکثم خان جو چل بیٹھا تھا کہ مقابل کی بات نے اسے سیدھے ہو کر بیٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔ اس کی زندگی میں ابھی شادی کہاں سے آگئی تھی؟؟ اسے تو ابھی باہر ملک جانا تھا بہت کچھ کرنا تھا۔۔ یہ آبان ویسے تو بچہ بچہ کرتا رہتا تھا اب اس کو آخر کیا پڑی تھی اس بچے کی شادی کرنے کی؟؟ ہاں اگر لڑکی وہ آئس بلیو آنکھوں والی ہوتی تو الگ بات تھی ! ! یہاں تو پتہ نہیں آبان نے کسے دیکھا ہوگا۔۔ ! ! ! آبان کی دی گئی خبر اسے حیران اور پریشان کرنے کے لیے کافی تھی ! ! ! وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک ہٹاتے سنجیدہ چہرے کے ساتھ آبان کو دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! ! بھائی آپ سے کس نے کہہ دیا کہ میں نے ابھی شادی کرنی ہے؟؟ اور لڑکی دیکھی ہی کیوں ہے آپ نے؟ مجھے کسی سے شادی نہیں

کرنی۔ اکیلے زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے میری ! ! ! اکثم خان نے سنجیدگی سے صاف انکار کیا۔۔ وہ بھلا کیوں کرتا کسی سے شادی ! ! اسے ضرورت ہی نہیں تھی۔۔ کیا پتہ کبھی نصیب میں وہ آئس بلیو آنکھوں والی مل جاتی ! ! ! جاہل انسان یہ مواقع بار بار نہیں ملتے ! ! لڑکی کا رشتہ خود آیا ہے تیرے لیے۔۔۔ بلکہ تو جانتا بھی ہوگا اسے ! ! میں تو کہتا ہوں موقع ہے تیرے پاس ! ! اچھا ہے شادی کر اور جان چھڑوا۔۔۔ آبان خان نے تھوڑا آگے کو سرکتے اسے کنوینس کرنا چاہا۔۔ بس اب تو اس نے اکثم کی شادی کروا کے رہنی تھی ! ! ! میں کیسے جانتا ہوں؟؟ اکثم نے نا سمجھی سے پوچھا۔۔ بھلے اسے انٹرسٹ نہیں تھا۔۔ لیکن کچھ پوچھنے میں کیا ہی حرج تھا بھلا؟؟ شاہ فیملی سے ہے ! ! ہیر شاہ ! ! جانتا ہے تو اسے ! ! روز تو دیکھتے ہی ہونگے ایک دوسرے کو ! ! ہر فنکشن میں ساتھ ہوتے ہیں ! ! آبان خان نے مسکراتے ہوئے اسے ہیر شاہ کے متعلق آگاہ کیا۔۔ ایک تو پتہ نہیں جب بھی کسی کی شادی کی بات ہوتی تھی یا پھر شادی ہوتی تھی تو اسے اتنی خوشی کیوں ہوتی تھی ! ! وہ ہر جگہ اپنا کردار نبھانا ضروری سمجھتا تھا۔۔۔ شاید سہی ہی اسے سب سے بڑا بنا کے بھیجا گیا تھا۔۔۔ ! ! ! ! فار گاڈ سیک بھائی ! ! یہ میرے دو جڑے ہوئے ہاتھ دیکھ لیں آپ ! ! اس کی ماں کو دیکھا ہے آپ نے؟؟ اللہ معاف کرے ! ! بیچاری اشنا صبح بھی رو رہی تھی ! ! ماں ایسی ہے تو بیٹی چار ہاتھ آگے

ہوگی ! ! کیوں مجھ غریب کی زندگی برباد کرنی ہے آپ نے؟؟ اچھی ہے تو اسے کہہ رہے تھے جیسے کوئی نیک پروین باجی کا رشتہ لائے ہو میرے لیے ! ! اکثم خان تو ہیر کے نام پر ہی باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگا چکا تھا۔۔ وہ ہیر شاہ کو نہیں جانتا تھا۔۔ یہ تبصرہ محض سائرہ بیگم کی فطرت کو دیکھ کر کیا گیا تھا۔۔ ورنہ پرسنلی تو اس کی ہیر شاہ سے کبھی سلام دعا بھی نہیں ہوئی تھی ! ! ! آبان خان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔ مقابل نے جواب ہی کچھ ایسا دیا تھا۔۔۔ واقعی میں سائرہ بیگم تو ایک خطرناک عورت تھی ! ! ! میری جان ضروری نہیں ہے کہ جیسی ماں ہے ویسی ہی بیٹی ہوگی ! ! یہ تینوں بھائی بھی تو کتنے چینج ہیں ! ! مجھے یقین ہے ہیر بھی اپنے بھائیوں جیسی ہی ہوگی ! ! ! بلکہ وہ ہے ! ! کیسے سارے فنکشنز میں چپ چاپ اپنے میں مگن بیٹھی رہتی ہے۔۔ کبھی اس بچی کو فالتو بات کرتے نہیں دیکھا ہم نے ! ! ! اخلاق کی اچھی ہے اور بھلا کیا چاہیے ہمیں؟؟ تو حامی بھر دے پلیز۔۔ میں ویسے بھی حدائق کو زبان دے چکا ہوں ! ! شادی تو اب تیری ہیر سے ہی ہوگی ! ! آبان خان نے مسکراتے ہوئے اس کے سر پر بم پھوڑا۔۔۔ ! ! وہ اس کی اجازت کے بغیر زبان کیسے دے سکتا تھا آخر؟؟ بھائی آپ ہوش میں ہیں؟ میں نے جب شادی ہی نہیں کرنی تو آپ نے کس خوشی میں زبان دی ہے ! ایک مرتبہ میری تو مرضی جان لیتے آپ ! ! ! اکثم خان بے ساختہ ہی بیڈ سے کھڑا ہوا۔۔ یہاں تو سارے

معاملات ہی طے تھے اور اسے اب بتایا جا رہا تھا۔۔ وہ جذباتی ہو چکا تھا۔۔ اور کہیں نا کہیں اسے آبان خان پر غصّہ بھی تھا۔۔ ! ! کبھی نہ کبھی تو کرنی ہے نہ اکثم ؟؟ ابھی ہم کہہ رہے ہیں تو کیا موت پڑ رہی ہے تُجھے؟ بابا بھی راضی ہیں ! ! باقی سب بھی راضی ہو جائے گیں اور تو۔۔۔۔ آبان خان ابھی مزید بولتا کہ اکثم چیختے ہوئے اس کی بات کاٹ گیا تھا۔۔ ! ! ! یہ میری زندگی ہے بھائی۔۔ بابا چاہے آپ چاہیں یہ میرا مسئلہ نہیں ہے ! ! میں کوئی کٹھ پُتلی نہیں ہوں کسی سے بھی شادی کر دے گیں آپ لوگ ! ! سب کے راضی ہونے اسے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔ جب میرا دل ہی راضی نہیں ہوگا تو کیا فائدہ ہے ایسی شادی کا؟؟ بیڈ کے پاس کھڑا وہ آبان خان کو دیکھتے چیخ اٹھا تھا۔۔ شاید ہی زندگی میں پہلی مرتبہ اس کی آبان خان کے سامنے آواز بلند ہوئی تھی۔۔ ! ! اس کے لیے بھی آبان نے خود ایسی بات کر کے اسے مجبور کر دیا تھا۔۔ وہ ہائپر ہو رہا تھا۔۔ ! ! ! آبان خان کا مسکراتا چہرہ اچانک ہی سنجیدہ ہوا۔۔ اسے ایک فیصد بھی اس لڑکے کا لہجہ پسند نہیں آیا تھا۔۔ ! ! ! تمیز بھول گیا ہے تو؟؟ دکھ نہیں رہا سامنے بڑا ہے چھوٹا کون بیٹھا ہے؟؟ چیخا کیسے ہے تو؟؟ ایک شادی کی ہی تو بات کی ہے میں نے ! ! ! آبان خان نے خود بھی بیڈ سے کھڑے ہوتے اسے سخت گھوری سے نوازا۔۔ اسے بھی غصّہ آرہا تھا۔۔ ظاہر ہے ساری زندگی جس بھائی نے آواز نا اٹھائی ہو وہ اسے اچانک چیخ اٹھا

تھا۔۔۔ اس کا غصّہ بنتا تھا۔۔۔ ! ! کتنی آسانی سے کہہ دیا آپ نے کہ ایک شادی کی ہی تو بات کی ہے ! ! میری پوری زندگی کا فیصلہ کیا ہے آپ نے ! ! میں چیخوں بھی نا پھر ؟؟ کیا میں نہیں جانتا کہ ہم خان اپنی زبان کے کتنے پکے ہیں؟ آپ نے حدائق بھائی کو کہہ دیا تو اس کا مطلب اب تو آپ جان پر کھیل کر بھی شادی کروا کر رہے گیں ! ! میں نے کرنی ہی نہیں ہے شادی بھائی ! ! یہ میری زندگی تھی ایک مرتبہ پوچھ تو لیتے آپ ! ! ! اکثم خان غصے سے اسے دیکھتا آخر میں پھر سے چیخ پڑا تھا۔۔ وہ آبان کی فطرت اور زبان دونوں سے ہی واقف تھا۔۔۔ یہ سب ہو کر رہنا تھا وہ کتنا ہی چیخ لیتا۔۔۔ ! ! "مجھے لگا تھا تو میرے فیصلے کو مان لے گا۔۔ صرف میں نہیں بابا اور دا جان بھی راضی ہیں ! ! اور میں نے پہلے تُجھ سے پوچھا تو ہے ! ! جب تو کسی کو پسند ہی نہیں کرتا تو کیا وجہ ہے آخر انکار کی ؟؟ کر لے شادی اس میں کیا قباحت ہے ؟؟ چھبیس کا تو ہو گیا ہے ! ! یہی عمر ہے شادی کی ! ! آبان خان نے اس کے سامنے کھڑے ہوتے نرمی سے اسے سمجھانا چاہا۔۔۔ پہلے کی نسبت اس کا لہجہ اب سمجھانے والا تھا۔۔۔ اسے دونوں غصے میں آجاتے تو یہاں بات کی جگہ لڑائی ہو جانی تھی ! ! ! کیوں بھائی ؟؟ ویسے چھوٹے چھوٹے فیصلے میرے آج تک آپ لیتے ہیں میں کچھ نہیں بولتا۔۔ کیونکہ میں بھی اس بات کو سمجھتا ہوں کہ آپ کو میری فکر ہوگی۔۔۔ لیکن یہ شادی ہے بھائی ! ! میں اتنا میچور ہوں

کہ اپنا شادی جیسا فیصلہ خود لے سکتا ہوں ! ! ! آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی ! ! میں بڑا ہو گیا ہوں بھائی ! ! سمجھ جائیں اس بات کو ! ! میری زندگی آپ کے حساب سے نہیں چلے گی۔۔یہ میری زندگی ہے ! ! کس سے شادی کرنی ہے کس سے نہیں یہ فیصلہ بھی میں خود کروں گا۔۔ آپ کی غلطی یہ ہے کہ آپ نے خود سے حدائق بھائی کو زبان دے دی ! ! آپ خود بھگتے گیں اب ! ! انکار کرے چاہے جو مرضی کریں ! ! لیکن مجھے اس ہیر سے شادی نہیں کرنی پہلے بتا رہا ہوں ! ! ! اس کا لہجہ حتمی تھا۔۔ اکثم خان آج تمام لحاظ بھلائے بول رہا تھا۔۔ اسے بس یہ پتہ تھا کہ اسے شادی نہیں کرنی ! ! ! غصّہ اس بات کا تھا کہ آبان خان نے اسے بلکل ہی اپنے ہاتھوں کی کٹ پتلی سمجھ لیا تھا جسے جیسے وہ چلائے اور وہ چل پڑے ! ! ! وہ ہر بات خاموشی سے مان لیتا تھا اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ اس کی بتائی ہوئی جگہ پر خاموشی سے شادی بھی کر لیتا۔۔ ! ! ! آبان خان نے سنجیدگی سے اس کے چہرے کو دیکھتے ایک گہری سانس بھری ! ! وہ اب حد سے زیادہ بدتمیزی کر رہا تھا۔۔ اس کا دماغ خراب ہو رہا تھا۔۔ آخر ایک اچھی لڑکی کا ہی بتا رہا تھا وہ ! ! کیا پتہ اسی میں مقابل کے لیے کوئی بہتری ہوتی ! ! یہ غلط تھا کہ وہ اس کی فکر کے بدلے میں یہ صلہ دے رہا تھا۔۔ حالانکہ آبان غلط تھا۔۔ کچھ باتیں اسے بھی سمجھنے کی ضرورت تھیں ! ! لیکن خیر ! ! ! "تُجھ سے تو اب دا جان بات

کرے گیں ! ! میں زبان دے چکا ہوں اکثم ! ! ایک لڑکی کے بھائی نے خود میرے سے بات کی ہے ! ! کیا تو جانتا ہے کتنی بڑی بات ہے یہ کہ لڑکی والے خود رشتے کی بات کریں اور پھر بھی انکار کر دیں ہم ؟؟ ہماری بھی بچیاں ہیں ! ! بہت ذلت کی بات ہوتی ہے یہ ! ! ! میں حدائق سے بات کر چکا ہوں اور آج رات دا جان تیری شادی کی بات بھی کر لے گیں ! ! بہتر ہے اپنے دماغ کو سمجھا لے ورنہ میں ابھی دا جان کے پاس جا رہا ہوں ! ! پھر بھی تو مانے گا ؟؟ ابھی عزت راس نہیں آرہی کیا ؟؟ آبان خان نے بھی حتمی انداز میں کہتے اپنے قدم باہر کی جانب لیے ! ! بہتر یہی تھا اب اس معاملے میں بڑوں کو انوالو کر لیتا۔۔ اس کی نہیں سنی جانی تھی یہ بات وہ اکثم کے لہجے سے ہی بھانپ گیا تھا۔۔ اس کے پاس سے گزرتے وہ دروازے تک پہنچے اسے کھول چکا تھا۔۔ ! ! ! میں کیوں کروں شادی ؟ کس لیے دھمکیاں دے رہے ہیں آپ ؟؟ کیا کوئی زبردستی ہے ؟ میں کوئی لاوارث نہیں ہوں جیسے مرضی چلا لے گیں آپ مجھے ! ! اسے اچانک آکر شادی کا بم پھوڑ دیا میرے سر پر ! ! آخر کیوں ؟؟ میں نے نہیں کرنی شادی ایک مرتبہ بول رہا ہوں کیوں نہیں سمجھ رہے آپ ؟؟ بڑوں کو گھسیٹ کر ثابت کیا کرنا چاہتے ہیں آپ ؟؟ اکثم خان اس کے پیچھے ہی جاتے دروازے کو زور سے دیوار میں مارتے دھاڑا۔۔ وہ پاگل ہو گیا تھا۔۔ اسے شادی کی بات سے زیادہ غصّہ یہ آبان خان کے دھونس جمانے پر آرہا

تھا۔۔ بچہ نہیں تھا اب وہ جو شادی بھی آبان کی مرضی سے کرتا۔۔ دروازے میں کھڑا وہ بے فکری سے آگے بڑھتے آبان خان کو گھور رہا تھا۔۔ مقابل دا جان کے کمرے کی طرف جا رہا تھا۔۔ یعنی اب وہ اپنی زبان کی خاطر اس کی قربانی دینے والا تھا۔۔ عزرا بیگم جو لاؤنج سے گزرتے کچن کی طرف ہی جا رہی تھیں انہوں نے اکثم کی آواز پر حیرت سے اسے دیکھا۔۔ اکثم اتنا بدتمیز کب سے ہو گیا تھا؟؟ وہ حیرت سے ایک نظر آبان خان کو دیکھتے اکثم کو دیکھ رہی تھیں ! ! جو دروازے میں کھڑا خود بھی آبان کی پشت کو گھور رہا تھا۔۔ ! ! ! "کیا تمیز لحاظ بھول گئے ہو اکثم؟؟ یہ کونسا طریقہ ہے بڑے بھائی سے بات کرنے کا؟ حیرت ہے آبان پر ایک لگایا کیوں نہیں اس نے تمھیں؟؟" عزرا بیگم نے اکثم کو سختی سے ڈانٹا۔۔ جنہیں نے اسے کبھی یہ نہیں سکھایا تھا کہ وہ بڑے بھائی سے اس طرح بات کرے ! ! وہ واقعی میں بہت برا لہجہ اپنا گیا تھا۔۔ ! ! مجھے کیوں بول رہی ہیں آپ؟ ! اپنے اس لاڈلے سے پوچھیں ! ! میری مرضی کے خلاف رشتہ پکا ہو رہا ہے یہاں ! ! نہیں پاگل سمجھا ہوا ہے کیا مجھے آپ سب نے؟؟ وہ خود ہی رشتہ طے کر کے بیٹھے ہیں ! ! میں کیوں کروں ان کی پسند سے شادی؟؟ کیوں دھونس جمائی جا رہی ہے میرے اوپر ! ! ! یہ ہر مرتبہ میر۔۔۔۔" اس وقت اکثم خان غصے میں تھا۔۔۔ وہ عزرا بیگم پر بھی چیخ پڑا تھا۔۔ لیکن اس کے حملے ادھورے ہی تھے کہ آبان خان تیزی سے

واپس اس کی طرف آتے ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر مار چکا تھا۔۔ وہ زیادہ بدتمیزی کر رہا تھا۔۔ اس کا تو چلو قصور تھا۔۔ لیکن عزرا بیگم کا کیا قصور تھا جو وہ ان پر چیخا تھا؟؟ آبان خان کو تو آگ ہی لگ گئی تھی ! ! ! مقابل زیادہ ہی اوور ریاکٹ کر رہا تھا اس کی نظریں ! ! ! اکثم خان نے ان 8 اپنے گال پر ہاتھ رکھتے زمین پر نظریں جمائی۔۔ اس کی آنکھیں تیزی سے سرخ پڑ چکی ، واتھیں ! ! ! ایک آخری چیز جس کی اسے اُمید نہیں تھی وہ یہی تھی ! ! آبان خان اسے تھپڑ مار چکا تھا۔۔ کاش کہ وہ اس سے چھوٹا نا ہوتا۔۔۔۔ "تمیز ختم ہو گئی ہے تیرے اندر؟؟ خود کو سمجھ کیا رہا ہے تو ! ! آئندہ ماما کے سامنے آواز اٹھانے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچنا۔۔۔ میں چمڑی اُدھیڑ دوں گا تیری ! ! "۔ آبان خان نے اُنگلی اٹھاتے نہایت سپاٹ اور سخت لہجے میں اسے تنبیہ کی ! ! وہ خونخوار نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔۔۔ عزرا بیگم پریشانی سے انہی دونوں کے پاس آتے کھڑی ہوئیں ! ! انہیں نہیں پتہ تھا کہ معاملہ اتنا سنگین ہے ! ! شور کی آواز پر دادا جان خود ہی کمرے سے باہر آ چکے تھے ! ! آبان خان کی بلانے کی ضرورت ہی نہیں پڑی تھی ! ! ! "کچھ بھی کر لیں آپ۔۔ چاہیں تو جان سے مار دیں شادی میں پھر بھی نہیں کروں گا۔۔۔ آپ کا اب سے کوئی حکم نہیں مانوں گا۔۔۔ میں غلام نہیں ہوں آپ کا۔۔۔" گال سے ہاتھ ہٹاتے اکثم نے اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں سختی سے

بھینچی ! ! وہ اسی کی طرح سپاٹ سے لہجے میں صاف انکار کر گیا تھا۔۔ اس تھپڑ کے لیے وہ ساری زندگی آبان سے بات نا کرتا۔۔۔ اس کے لہجے سے بغاوت کی بو آرہی تھی ! ! ! تیرا باپ بھی کرے گا شادی ! میں دیکھتا ہوں اب کیسے روکتا ہے تو ! ! جتنی مجھ سے ضد لگائے گا اتنے ہی نقصان میں رہے گا یاد رکھنا۔۔ ! ! آبان خان بھی ضد پر آ چکا تھا۔۔ اب تو وہ کسی صورت بھی شادی کرواتا۔۔۔۔ تاریخ گواہ تھی کہ آبان خان سے ضد لگانے والا ہمیشہ ہی خسارے میں رہا تھا۔۔ ! ! "باپ کی ہی کروا دیں پھر شادی ! ! میں تو کبھی نہیں کروں گا۔۔۔" دو بدو ہی جواب آیا۔۔ وہ زندگی میں پہلی مرتبہ آبان کے سامنے کھڑا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اتنی بدتمیزی کر رہا تھا۔۔۔ عزرا بیگم نے اکثم کو گھورتے اس کے بازو پر تھپڑ رسید کیا۔۔ وہ دونوں اپنا لڑتے بیچ میں ان کے شوہر کو گھسیٹ کر ان کی شادی کیوں کروا رہے تھے ! ! انہیں دونوں پر غصّہ آرہا تھا۔۔ "کیوں اس وقت کتوں کی طرح لڑ رہے ہو تم دونوں؟؟ کیا مسئلہ ہے آخر؟ بیٹھ کر بات کرو ! ! "آبان خان ابھی کوئی جواب دیتا کہ دا جان نے ناگواری سے ان دونوں کو دیکھتے ٹوکا۔۔ صبح صبح گھر کا ماحول خراب کر کے رکھ دیا تھا ان لڑکوں نے ! ! ! "میں بھی تو یہی کہہ رہا تھا اسے ! ! ابھی ایک بات کی ہے میں نے اور بھڑک اٹھا ہے یہ ! ! دا جان آپ بتائیں میں نے زبان دے دی ہے حدائق کو ! ! میں کیسے انکار کروں اب

اسے؟؟ وہ لڑکی والا ہو کر خود بات کر کے گیا ہے میرے سے ! ! ہماری اپنی سری بچیاں وہیں بیاہی ہوئی ہیں ! ! آپ بتائیں کیا عزت رہ جائے گی ان کی اور ہماری اگر میں انکار کر دوں تو ! ! کسی کی عزت رکھنا بھی کوئی بات ہوتی ہے اکثم ! ! میں جانتا ہوں تُجھے شادی والی بات سے زیادہ اس بات کی آگ ہے کہ میں تجھے اس شادی کے لیے فورس کر رہا ہوں ! ! میں صرف یہ چاہ رہا ہوں کہ حدائق کا مان قائم رہے ! ! اس نے خود بات کی تھی مجھ سے ! کسی صورت ہمیں زیب نہیں دیتا انکار کرنا۔۔ اور پھر لڑکی میں کوئی کمی تو نہیں ہے ! ! تو بھی کسی کو پسند نہیں کرتا۔۔ پھر مسئلہ کہاں پر ہے آخر؟؟؟ شروع میں دا جان سے کہتے آخر میں آبان خان پھر سے اکثم سے مخاطب تھا۔۔۔وہ سمجھ نہیں رہا تھا اس کی بات کو ! ! ! ماورا، اشنا اور مدحا جو ابھی ہی شاپنگ کر کے اندر آئی تھیں وہ تینوں بھی اسی تماشے کی طرف متوجہ ہو چکی تھیں۔۔ ان تینوں کے ہاتھ میں ڈھیروں شاپنگ بیگز تھے جو ملازمہ ان سے لے کر اندر رکھ رہی تھیں ! ! "دوسروں کی خوشی کی خاطر بھائی کی قربانی دے رہے ہیں آپ ! ! بھائی جائے بھاڑ میں دوسرے خوش رہیں بس۔۔ اسے ساری دنیا میں اپنی بہن کے لیے میں ہی نظر آیا تھا؟؟؟ اکثم خان مسلسل بحث میں پڑتے چیخ رہا تھا۔۔۔ نارمل آواز تو تھی ہی نہیں اس شخص کی ! ! پہلی مرتبہ اتنا زیادہ غصّہ آیا تھا اسے ! ! دوسرے نہیں ہیں وہ ! !۔۔ دوسرے ہرگز بھی نہیں ہیں۔۔۔ ہر

مشکل ، دکھ ، سکھ میں ساتھ کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگ ! ! ! آج تیرے لیے دوسرے ہو گئے ہونگے لیکن میرے لیے بھائیوں کی طرح ہی ہیں۔۔۔ اور اگر اس نے اپنی بہن کے لیے تُجھے سوچا ہے تو تیرے میں کچھ دیکھ کر ہی سوچا ہوگا۔۔ اتنا غرور اچھا نہیں ہوتا۔۔ ! ! آبان خان نے سنجیدگی سے اس کی تصیح کی۔۔۔ حیرت تھی کہ اکثم حدائق کو بھی پرایا کر سکتا تھا؟؟ "میں۔۔ اکثم خان پھر سے کچھ بولتا کہ دا جان کی بات نے اسے رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔ وہ حیرت اور بے بسی سے دا جان کی بات سن رہا تھا۔ ! ! ! "مجھے خود کو اس رشتے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔۔ ہیر سے شادی کر لو اکثم۔۔۔ وہ بچی خود میں رہنے والی ہے کسی سے کوئی بات بھی نہیں کرتی۔۔ خوش رہو گے تم اس کے ساتھ ! ! اور میں اب کوئی بحث نہیں سنوں گا۔۔ شادی ہوگی تمہاری تو ہیر سے ہی ہوگی ! ! اگر نہیں کرنی تو اٹھاؤ بوریا بستر اور نکلو یہاں سے ! ! گھر کا ماحول خراب ہوا تو دونوں کو جان سے مار دوں گا میں ! ! عجیب تماشہ ہے ! ! ! دا جان سنجیدگی سے اکثم خان کی طرف دیکھ کر کہتے بات ہی ختم کر چکے تھے ! ! ان کے لہجے میں رعب و جلال بول رہا تھا جیسے اگر کسی نے ان کے فصلے میں خلاف ورزی کی تو وہ واقعی میں اسے اٹھا کے گھر سے باہر پھینک دے گیں ! ! انداز نہایت حتمی تھا کہ کوئی بھی بات ماننے پر مجبور ہو جائے ! ! ! "میں اسے پسند ہی نہ۔۔ اکثم خان کو بولنے کا موقع دیا ہی نہیں جا رہا

تھا۔۔ دا جان پھر سے اس کی بات کاٹ چکے تھے ! ! وہ شخص بے بسی کی تصویر بنا نظر آرہا تھا۔۔۔" میں نے کہہ دیا شادی وہیں ہوگی تمہاری تو بس ! ! بحث کر رہے ہو تم مجھ سے؟ دا جان اسے سختی سے گھورتے ہوئے چیخے ! ! یہی ایک طریقہ تھا اُن نکموں کو سیدھا کرنے کا۔۔۔ ! ! اکثم خان نے سختی سے اپنے جبڑے بھینچے آبان خان کو دیکھا جو اسے خود کی طرف تکتا پا کر سمائل پاس کر چکا تھا۔۔ آخر اس کی بات مانی گئی تھی ! ! جبکہ اکثم خان بے بسی کی مورت بنا نظر آرہا تھا۔۔۔ وہ اپنے حلتے سلگتے دل پر قابو پاتے واپس سے دا جان کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔ "کروانی ہی ہے شادی تو آج ہی ہوگی ! ! میں بھی آج ہی کروں گا شادی ! ! ابھی جانا ہے نہ شاہ ولا۔۔۔ کہہ دیں ان لوگوں سے کہ مولوی ساتھ لے کر آئے گیں ہم لوگ ! ! اتنی ہی ان لوگوں کو جلدی ہے بہن بیاہنے کی تو آج ہی شروع کریں پھر ! ! !" سنجیدہ انداز میں وہ ان لوگوں کی بازی انہی پر پلٹ چکا تھا۔۔ آبان خان جو کھڑا مسکرا رہا تھا وہ سیدھا ہوتے واپس سے سنجیدہ ہوا۔۔ کیوں تو یہ منہوس مان ہی نہیں رہا تھا اور اب حامی بھری تھی تو اسے آگ بھی ساتھ ہی لگ گئی تھی ! ! ! ! بے ساختہ ہی دل میں سوچتے اس نے سختی سے جبڑے بھینچے ! ! آخر اسی کا بھائی تھا۔۔۔ کچھ تو چالاک ہونا ہی تھا۔۔ ! ! "کیا پاگل ہو گئے ہو تم؟؟ نا کوئی تیاری نا کچھ ایسے ہی شادی کر لیں کیا؟ ! دماغ خراب ہے کیا تمہارا؟؟ دا جان کی خود کی یہ

کیفیت تھی کہ اکثم کو اٹھ کر دو لگا دیں ! ! یہ اچھی بات کہی تھی اس نے کہ ایک ہی بات میں ان لوگوں کا میٹر شارٹ کر دیا تھا۔۔ ! ! "میں کہہ رہا ہوں دا جان۔۔ نکاح ہوگا تو آج ہی ہوگا۔۔ ورنہ میں اکثم خان اپنے باپ کی قسم اٹھاتا ہوں کہ آج نا ہوا تو کبھی اس لڑکی سے نکاح نہیں کروں گا۔۔ پھر بیشک آپ جان سے ہی مار دیں مجھے ! ! فرق نہیں پڑتا۔۔ ! ! نکاح کروانا ہے تو بتا دیجیے گا شام میں ! ! ورنہ میں اپنے رہنے کا بندوبست کہیں باہر کر لیتا ہوں ! ! آپ چاہے جائیداد سے آزاد کریں پھر یا گھر سے ! ! میں نے نہیں ماننی آپ کی بات ! ! نہایت سنجیدگی سے کہتے اکثم خان تیز تیز قدموں سے واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ اس کا لہجہ بلکل حتمی تھا۔۔ اب اس کی سربراہی دردی نہیں تھی ! ! اسے یقین تھا اتنی جلدی کچھ نہیں ہونے والا۔۔ شکر تھا کہ سہی وقت پر اس کا دماغ چل گیا تھا۔۔ ! ! البتہ غصّہ اس کا ابھی بھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔۔ سب سے زیادہ تو اسے تپ آبان خان پر تھی جو بلا فضول میں صبح صبح آکر اس کا میٹر شارٹ کر گیا تھا۔۔۔ تھوڑا بہت گلٹ بھی تھا سب پر چیخنے پر ! ! لیکن خیر۔۔۔ وہ لوگ بھی تو اس کی نہیں سن رہے تھے۔۔۔۔ کاش کہ ہیر کی جگہ اس آئس بلیو آنکھوں والی کا رشتہ ہوتا۔۔ اکثم خان نے تو خوشی خوشی ابھی ہی مولوی بلوا کر نکاح کروانے بیٹھا دینا تھا۔۔۔ لیکن جو نصیب میں بی نا ہو پھر کیا کہہ سکتے ہیں ! ! کاش کہ وہ ایک مرتبہ اس کا

چہرہ دیکھ لیتا۔۔ تو آج شاید اسے ڈھونڈنے میں آسانی ہو جاتی ! ! لیکن خیر ! ! ! یہی دنیا ہے ! ! ! بعض لوگ محض ایک جھلک میں ہمیں اپنے دیوانے بنا کر کہیں غائب ہو جاتے ہیں ! ! جیسے وہ ہو گئی تھی۔۔ اس شخص کو اپنے سحر میں جکڑ کر وہ کہیں دور چلی گئی تھی ! ! !

آبان خان نے اس کی پشت کو دیکھتے بری طرح اپنے جبڑے بھینچے ! ! ! منہوس انسان انہیں مشکل میں ڈال کر چلا گیا تھا۔۔ لیکن خیر چھوڑتا تو وہ بھی نہیں ! ! وہ ابھی دونوں دا جان کی آپس میں بات کروا سکتا تھا۔۔پتہ نہیں آخر ان کی قسمت میں کیا لکھا تھا۔۔۔

اس وقت دن کے ایک بجے کا وقت تھا جب راحیل خان تھکا ہارا آفس سے گھر کے اندر داخل ہوا۔۔۔ آبان خان کو تو جیسے فری کا نوکر مل گیا تھا۔۔سارے کام کا برڈن راحیل پر ڈالے وہ اس سے سہی بدلے لے رہا تھا۔۔ خیر اب تو راحیل خان بھی ہر کام آسانی سے کر دیتا تھا۔۔۔ باہر اس وقت ہلکی ہلکی سی دھوپ نکل رہی تھی ! ! کچھ سردی بھی تھی آج ! ! وقفے وقفے سے بادل سورج کے سامنے آتے موسم کو خوشگوار بنا رہے

تھے ! ! راحیل خان اس وقت گرے کلر کے تھری پیس سوٹ میں ملبوس ہمیشہ کی طرح غضب ڈھا رہا تھا۔۔یہ شخص کچھ بھی پہن لے شہزادہ ہی لگتا تھا۔۔ غضب کا حسن تھا اس انسان کے پاس ! ! ! اس کے چہرے پر اس وقت تھکن کے اثر بہت نمایاں تھے ! ! صبح سات بھی سے میٹنگز اٹینڈ کر کر کے ذلیل ہوا پڑا تھا وہ ! ! باہر سے ہی وہ ابھی ظہر کی نماز پڑھ کر ہی آیا تھا۔۔ سردیوں کے دن تھے تو اذانیں بھی جلدی ہو جاتی تھیں۔۔ وہ شخص پانچوں ٹائم کی نماز ضروری پڑھتا تھا۔۔یہ اس کی ڈیلی روٹین کا حصہ بن گیا تھا۔۔

گھر کے اندر داخل ہوتے لاؤنج میں طرف آتے راحیل خان نے ایک گہری سانس بھرتے اِدھر اُدھر دیکھا۔۔ پورا لاؤنج سناٹے میں ڈوبا تھا۔۔ کچھ آج کا دن تو جیسے گزرنے کا ہی نام نہیں لے رہا تھا۔۔ شام میں ان سب کو شاہ ولا جانا تھا۔۔ راحیل خان نے لاونج میں کسی کو نہ پاتے شکر ادا کیا۔۔ ایسے ہی سب کے ساتھ بیٹھنا پڑ جاتا۔۔ اور وہ ابھی بہت تھکا ہوا تھا۔۔ شکر ادا کیے وہ اوپر اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھا چکا تھا۔۔ اس کی بھوری آنکھوں میں سرخ رنگ کے ملکے سے ڈورے نظر آرہے تھے ! ! کاش کہ اس کی بیوی اوپر ہی ہوتی ! ! ایک تو مدحا سارا دن گھر میں پھرتی تھی ! ! اسے

کوئی اور جگہ نہیں ملتی تھی تو باہر پول میں ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ جاتی تھی ! ! راحیل خان کو ڈھونڈنا پڑتا تھا اس لڑکی کو پورے گھر میں ! ! کاش کہ وہ آج آرام سے ٹک کر کمرے میں بیٹھی ہوتی ! ! وہ اس وقت جن کپڑوں میں ملبوس تھا یہ تک مدحا نے خود ہی دھوئے تھے اور خود ہی استری کیے تھے ! ! مجال تھی جو وہ لڑکی اس شخص کا کوئی بھی کام کسی اور کو کرنے دے ! ! وہ ہر طرح کا اس کا کام خود کرتی تھی ! ! راحیل خان اسے ہزاروں مرتبہ منع کر چکا تھا۔۔ مگر اس ایک چیز کے معاملے میں وہ کبھی اس کی نہیں سنتی تھی ! ! ! شاید یہ بھی اُس کا محبت جتانے کا ایک طریقہ تھا۔۔۔ یا پھر اسے شروع سے کام کرنے کی عادت تھی شاید اس لیے ! لیکن جو بھی تھا راحیل خان کو اس لڑکی کی ہر ادا اچھی لگتی تھی ! ! ! اوپر اپنے کمرے کی طرف جاتے راحیل خان نے ایک گہری سانس بھری ! کاش کہ مدحا کمرے میں مل جائے ! ! اسے ڈھونڈنا نا پڑے مدحا کو۔۔ دل میں دعا کرتے وہ دروازہ کھولے اندر داخل ہو چکا تھا۔۔ کمرے کے اندر بڑھتے ہی بنا دروازہ بند کیے اس نے بے چینی سے اِرد گرد دیکھا۔۔۔ پہلے ذرا وہ اپنی تسلی کر لیتا پھر کچھ اور کرتا۔۔ اور اس کی تسلی ہو بھی گئی تھی ! ! سامنے ہی جائے نماز بچھائے مدحا دعا مانگ رہی تھی۔۔ وہ ابھی ہی نماز پڑھ کر بیٹھی تھی ! ! شکر ! ! سرگوشی نما آواز میں شکر ادا کرتے راحیل خان نے کمرے کا دروازہ لاک کیا۔۔۔ واپس سے مڑتے وہ مسکراتے

ہوئے مدحا کی پشت کو دیکھتا اسی کی طرف بڑھا۔۔ ! ! مدحا ابھی ہی نماز پڑھ کر بیٹھی تھی۔۔ وہ دعا مانگ رہی تھی۔۔ شاپنگ سے آکر وہ جھگڑے کے بعد کچھ دیر نیچے لاؤنج میں بیٹھی رہی اور خت ابھی کچھ دیر پہلے ہی نماز پڑھنے وہ کمرے میں آئی تھی۔۔۔ اس کے بعد اس کا اِرادہ ضیغم کے کمرے میں جانے کا تھا۔۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اس ! ! !کا شوہر نامدار گھر آچکا ہے جو اب اسے کمرے سے بھی نہ نکلنے دے

وہ انہماک سے اپنی دعا میں گم تھی کہ راحیل خان مسکراتے ہوئے اس کی طرف بڑھتے " اس کے ساتھ ہی نیچے فرش پر بیٹھا۔۔ وہ ایک نظر اسے دیکھتے بلکل خاموشی سے اس کی گود میں سر رکھتے نیچے ہی لیٹ گیا تھا۔۔ انداز وہی بچوں کا سا تھا۔۔ وہ اس کی کمر کے گرد دونوں بازو حائل کیے اس کے پیٹ میں منہ چھپا چکا تھا۔۔ ! ! مدحا جی نماز کی صورت میں بیٹھی دعا مانگ رہی تھی اس نے مقابل کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔۔ اسے دیکھنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔۔ وہ اس شخص کی خوشبو سے ہی اسے پہچان سکتی تھی ! ! جب بھی یہ شخص قریب آتا تھا اس کے اِرد گِرد تتلیاں سی اڑنے لگتی تھیں۔۔ وہ ان تتلیوں سے پہچان جاتی تھی کہ اس کا دل کا مکیں آیا ہے ! ! تبھی اسے اگنور کرتے وہ اپنی دعا میں ہی مصروف رہی ! ! ایک مرتبہ دعا ختم ہو جاتی پھر وہ اسے بتاتی ذرا۔ ! !

راحیل خان خاموشی سے اس کے پیٹ میں منہ گھسائے اپنی آنکھیں موند چکا تھا۔۔ آخر کیوں اس اس لڑکی میں سارے جہاں کا سکون ملتا تھا؟؟ آخر کیوں؟؟ اس کی سمجھ سے باہر تھا یہ سب کچھ ! ! شاید یہ نکاح کا اثر تھا۔۔ ! ! ! ! "کچھ لمحوں بعد مدحا نے اپنی دعا کو مکمل کرتے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔۔۔وہ کچھ پڑھتے ہوئے راحیل خان کے بالوں میں ہاتھ الجھائے اس کا چہرہ خود سے تھوڑا پیچھے کر چکی تھی ! ! راحیل خان آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ مدحا نے کوئی دعا مکمل کرتے نرمی سے اس کے چہرے پر پھونک ماری ! ! ! ! ! اس نے شاید مقابل کی حفاظت کے لیے کچھ پڑھا تھا۔۔یہ کوئی نئی بات نہیں تھی

میں جب بھی دعا مانگتی ہوں یہ کیا آپ گود میں آکر لیٹ جاتے ہیں میری؟؟ مدحا نے " اس کے چہرے کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے استفسار کیا۔۔ اکثر ایسے ہی ہوتا تھا۔۔ زیادہ تر عشاء کی نماز میں ! وہ خود نماز پڑھ کر آتا تھا اور عین اس وقت آتا تھا جب مدحا دعا مانگ رہی ہو ! ! وہ ایسے ہی آکر اس کی گود میں لیٹ جاتا تھا۔۔ وہ آج پوچھ ہی بیٹھی تھی ! ! ! پتہ نہیں کیا ملتا تھا اسے یہاں پر ! ! ! "تمھیں بتاتا ہوں میری جان کہ جب اللہ نے تمہیں اتنا حسین و جمیل شوہر دے دیا ہے تو مزید کیا ہی مانگتی ہو تم؟؟ میں مل گیا ہوں نہ؟ اب بس شکر ادا کیا کرو ! ! تم تو جتنا شکر ادا کرو اتنا کم ہے ! ! مسکرا کر کہتے آخر

میں راحیل خان نے بتیس کے بتیس دانت باہر نکالے ! ! ! تف تھی اس شخص پر ! ! !

جبکہ مدحا نے بھی اس کی بات پر بری طرح دانت کچکچائے۔۔۔ بڑا منہوس سیلف آبسیسڈ بندہ ملا تھا اسے جو بجائے اس کی خوبصورتی کی تعریف کرنے کے خود کے حسن کا ہی فلیکس جھاڑتا رہتا تھا۔۔۔ جبکہ ایسا نہیں تھا۔۔ راحیل خان بہت مرتبہ مدحا کی بھی تعریف کرتا ہی رہتا تھا۔۔ ! ! "اٹھیں میری گود سے مجھے ضیغم کے پاس جانا ہے ! ! مدحا نے اس کا سر اپنی گود سے ہٹانے کی کوشش کرتے سامنے وال کلاک پر نظریں جمائے کہا۔۔ اسے ضیغم کو ٹیوشن بھیجنا تھا۔۔ ورنہ وہ عموماً اس وقت سو جاتا تھا۔۔ ! ! ! راحیل خان جو مسکرا رہا تھا اس کا چہرہ اچانک ہی جیسے سنجیدہ سا ہوا۔ زہر سے زیادہ بری لگی تھی اسے مقابل کی یہ حرکت۔۔ وہ کیوں آخر اس کے پاس ہونے پر دوسروں کی فکر کرتی تھی۔۔۔ پتہ نہیں کیوں لیکن یہ چیز راحیل کی برداشت سے باہر تھی۔۔ وہ چاہتا تھا دن رات بس مدحا اسی کے ساتھ رہے ! ! اتنے گھنٹے وہ اس لڑکی کے بنا آفس میں گزار لیتا تھا کیا کافی نہیں تھا؟؟ جب بھی وہ گھر ہو یہ لڑکی اسے خیالی اور ظاہری طور پر ہر صورت بس اپنے پاس چاہیے تھی۔۔ اور مقابل اتنا ہی اس پر دھیان نہیں دیتی تھی ! ! ایسا اسے لگتا تھا۔۔ ! ! "تم صرف میرے پاس رہو مدحا۔۔ یہ میرا وقت ہے ! ! جب میں قریب ہوتا ہوں تو کیوں کسی اور کو سوچ کر میرے دل کو ٹھیس

پہنچاتی ہو؟؟ تم پھر سے اس دنیا کو اوپر کر گئی ہو میرے سے ! ! تم صرف میری ہو ! ! !

راحیل خان نے نہایت سنجیدگی سے کھل کر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔۔ اسے غصّہ آتا تھا پھر اس طرح کی باتوں پر ! ! وہ حد سے زیادہ پوزیزو رہتا تھا کیونکہ وہ مدحا کو کھونے سے ڈرتا تھا۔۔ اس لڑکی کو کھو کر وہ مرنا نہیں چاہتا تھا۔۔ ! ! ! "مدحا نے ایک نظر اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے تھوک نگلا۔۔ ایک تو اس انسان کا بھی پتہ نہیں تھا کہ کب سیریس ہو جائے ! ! وہ تو بس ایسے ہی کہہ رہی تھی ! ! اسے اندازہ تھا کہ یہ شخص اس کے لیے کتنا پوسیسو ہے ! ! ! خاموشی سے ایک گہری سانس بھرتے اس نے راحیل خان کے بالوں میں ہاتھ الجھایا۔۔ وہ نرمی سے یہاں اپنی اُنگلیاں چلاتے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی ! ! "سوری"۔۔ محض ایک لفظ بولتے مدحا نے تھوڑا نیچے کو جھکتے اس کے ماتھے پر محبت سے لب رکھے ! ! ! اس کا دل کر گیا تھا یہ کرنے کو ! ! یا شاید وہ اس کا غصّہ کم کرنا چاہ رہی تھی ! ! یا شاید وہ محبت جتا رہی تھی ! ! خیر جو بھی تھا وہ اب یہ کر چکی تھی ! ! راحیل خان نے اس کے لبوں کے لمس پر کہیں اندر تک سکون پاتے بے ساختہ ہی آنکھیں موندی ! ! کسی کے پاس آکر اتنا سکون کیسے مل سکتا تھا آخر؟؟ چینج کر لیں آپ ! ! تھوڑا پیچھے کو ہوتے مدحا نے اس کی بند آنکھوں کے دیکھتے کہا۔۔ مقابل ایسے ہی نیچے لیٹا ہوا تھا۔۔۔ ! ! تھوڑی دیر بعد قبرستان جانا ہے ! ! تب ایک ہی مرتبہ

جاتے ہوئے چینج کر لوں گا۔۔ راحیل خان نے بند آنکھوں کے ساتھ ہی جواب دیا۔۔ وہ اس کی چلتی اُنگلیاں اپنے بالوں میں محسوس کر رہا تھا۔۔!! ہمم!! کس کس کی قبر پر جاتے ہیں آپ؟؟ نجانے کیا سوچتے وہ یہ سوال پوچھ بیٹھی تھی۔۔۔ وہ سادگی سے یہ سوال کرتے راحیل خان کو آنکھیں کھولنے پر مجبور کر گئی تھی!! وہ دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے!! شاید راحیل خان اس سوال کے پیچھے چھپا مقصد جان گیا تھا۔۔ مگر جو بھی تھا وہ جھوٹ نہیں بول سکتا تھا۔۔!! ماما، مہرماہ ان دونوں کی قبر پر تو لازمی!! اور کبھی کبھی باقی سب کی قبروں پر بھی چلا جاتا ہوں!! لیکن جو بھی کچھ پڑھتا ہوں عام روٹین میں بھی وہ اسی نیت سے پڑھتا ہوں کہ اس کا ثواب انہی سب کو چلا جائے۔۔۔۔باقی جو خدا کو منظور!! سنجیدگی سے جواب دیا گیا۔۔ وہ مدحا کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہا تھا۔۔ جو سچ تھا اس نے بتا دیا تھا۔۔ جھوٹ بول کر بھی کیا ہی ملتا آخر!! وہ ہفتے میں دو چکر تو لازمی ٹائم نکال کر قبرستان کے لگا لیتا تھا۔۔!! مدحا نے سنجیدگی سے ہاں کی صورت میں سر ہلایا۔۔ وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی۔۔ کیونکہ وہ اپنا بولنے کا حق نہیں سمجھتی تھی!! مہرماہ نے اس کے ساتھ جو کچھ کیا وہ بھول تو چکی تھی!! یاد رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔!!! اسے بھلانا ہی تھا۔۔۔!! راحیل خان نے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے اس کے دوسرے ہاتھ کو پکڑتے نرمی سے اس کی

پشت پر لب رکھے ! ! ! وہ اسی ہاتھ کو محبت اور عقیدت سے اپنی آنکھوں تک لے گیا تھا۔۔ مدحا نارمل چہرے کے ساتھ ہی اس کی حرکت کو ملاحظہ فرما رہی تھی ! ! ! راحیل خان نے اپنی آنکھوں پر اس کے ہاتھ کو لگاتے واپس سے اس پر اپنے لب رکھے ! ! تم سے ایک بات پوچھوں؟؟ کچھ سوچتے وہ اس کے ہاتھ پر نظریں جمائے سوال گو تھا۔۔

اسے ہی قبر کے ذکر پر اسے یہ بات یاد آگئی تھی۔۔ ! "جی؟؟ مدحا نے فوراً ہی حامی بھری ! ! وہاں کبھی مہرماہ سے تمہاری بات ہوئی تھی؟؟ مطلب تھی تو ایک ہی جگہ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ تم اس سے ملی نا ہو؟؟؟ اس کے چہرے کو دیکھتے وہ نجانے کیا سوچتے سوال گو تھا۔۔ جبکہ کوٹھے کی جگہ اس نے وہاں کا لفظ استعمال کیا تھا۔۔۔ کوٹھا وہ بول نہیں سکتا تھا۔۔ کیونکہ ساتھ میں مدحا کا ذکر بھی آرہا تھا۔۔ ! ! مدحا کا سنجیدہ چہرہ مزید سنجیدہ ہوا۔۔ آخر کیوں وہ ایسا سوال کر رہا تھا۔۔ حالانکہ مدحا اچھے سے جانتی تھی کہ راحیل خان بچہ نہیں ہے ! ! ! اسے مقابل کے یہ سوال کرنے کا مقصد سمجھ میں نہیں آیا تھا۔۔ ! ! ! پتہ نہیں۔۔ سنجیدگی سے درمیان کا جواب دیا گیا۔۔ وہ نہ جھوٹ ہول سکتی تھی اور نہ ہی سچ ! ! اسی لیے درمیانہ راستہ چننا زیادہ آسان لگا۔۔ ! ! راحیل خان کی فوراً ہی جانچتی نظریں اس کے چہرے کا طواف کرنے لگی تھیں۔۔ یہ پتہ نہیں کیسا جواب تھا بھلا؟؟ "میں بچہ نہیں ہوں ! ! ! " سنجیدگی سے اس پر باور کروایا گیا۔۔ مقابل

اسے بتا بھی سکتی تھی ! ! ! "تو پوچھ کیوں رہے ہیں پھر ؟؟ اتنا تو مجھے بھی پتہ ہے کہ آپ بچے نہیں ہیں ! ! دو بدو ہی مدحا کی طرف سے جواب آیا۔۔ بہت عجیب لگ رہا تھا اسے اس وقت راحیل خان ! ! ! راحیل خان نے اس سے نظریں پھیرتے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی ! ! مجھے اندازہ تھا کہ کہیں نہ کہیں تمہارے ساتھ جو ہوا اس میں مہرماہ کا ہاتھ ہوگا۔۔ وہ مجھے اس دن اسی لیے جانے سے منع کر رہی تھی۔۔ اس سے پہل۔۔۔۔ راحیل خان جو دوسری طرف دیکھتے سنجیدگی سے بول رہا تھا کہ مدحا نے فوری طور پر اس کے ہونٹوں پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔ وہ کیا کہتی آخر اس شخص کو ! ! راحیل خان نے پھر سے نظریں پھیرتے اسے دیکھا۔۔ ! ! "مرنے والوں کے عیبوں کا تذکرہ نہیں کرتے راحیل۔۔ جو ہو گیا سو ہو گیا۔۔ جتنا ہو سکے بھلانے کی کوشش کریں اور جیسے اس کے لیے مغفرت کی دعائیں کر رہے ہیں ایسے ہی کیا کریں ! ! میں نے اسے معاف کر دیا پیچھے جو بچے گا وہ اس کے اور خدا کے معاملات ہیں ! ! " اس کی آنکھوں میں دیکھتے وہ نرمی سے اسے سمجھا رہی تھی۔۔ اسی لیے اس نے پہلے پتہ نہیں کا جواب دیا تھا۔۔ وہ اس ٹاپک پر کبھی بات ہی نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔ وہ تو بس آج ایسے ہی راحیل نے بات شروع کی تھی تو اس نے بھی جواب دے دیا۔۔۔ ! ! راحیل نے خاموشی سے اسے دیکھا۔۔ اسے ایک مرتبہ وہ نیکی تو یاد آجاتی جس کے بدلے میں اسے مدحا ملی تھی ! !

اسے سمجھ نہیں آتی تھی وہ اتنا خوش قسمت کیسے ہو سکتا ہے ! ! ! تم بھی دعا کیا کرو اس کے لیے ! ! مجھے لگتا ہے میرے سے زیادہ تمہاری دعائیں لگے گی اسے ! ! ایک وقت میں وہ بہت اچھی بھی رہی ہے میرے ساتھ ! ! اس کی یہی اچھائی ہی ہے جو مجھے اب تک گھسیٹ کر اس کی قبر کے پاس لے جاتی ہے ! ! دوست کبھی غلط راستے پر بھٹک جائے تو اسے چھوڑا نہیں جاتا۔۔ اس کی اصلاح کی جاتی ہے ! ! مہرماہ کے پاس وقت تھوڑا تھا۔۔ لیکن خیر اب ہم دعائیں کرتے ہیں نہ ! ! اللہ اس کی مغفرت فرمائے ! ! راحیل خان نے اُداس سا مسکراتے دھیمے سے کہا۔۔ جو بھی تھا یہ بھی شاید مہرماہ کی ہی کوئی نیکی تھی کہ خدا نے راحیل کے دل میں اس کے لیے بغض نہیں ڈالا تھا۔۔ وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اسے معاف کر گیا تھا۔۔ ابھی بھی ویسے ہی وہ اس کے لیے مغفرت کی دعائیں کرتا تھا۔۔ ہر نماز میں اپنی ماں، مہرماہ اور باقی سب کے لیے اس کی یہ دعائیں لازمی ہوتی تھیں ! ! "آمین۔۔ مدحا نے دھیرے سے مسکراتے ہوئے آمین بولا۔۔ پہلے وہ مہرماہ کے لیے دعا نہیں کرتی تھی ! اس کا کبھی دھیان ہی نہیں گیا تھا مہرماہ کی طرف ! ! لیکن اب وہ ضرور کرتی۔۔ کیا پتہ واقعی میں اس کی دعائیں اسے لگ جاتی ! ! ! اس کا دل صاف تھا۔۔ اس کا ماننا تھا کہ مرنے والوں کے لیے دلوں میں بغض نہیں رکھے جاتے ! ! ! انہیں بس معاف کیا جاتا ہے ! ! اُن کی غلطیوں کو بھلایا جاتا ہے ! !

بھلایا نا جائے تو نظر انداز کیا جاتا ہے ! ! تاکہ کل کو اگر ہم مرے تو کوئی ہمارے لیے بھی یہ کر سکے ! ! راحیل خان نے مسکرا کر اسے دیکھتے واپس سے اس کے پیٹ میں چہرہ چھپایا۔۔۔ اسے رہ رہ کر مدحا پر پیار آرہا تھا۔۔۔ لیکن وہ جائے نماز پر بیٹھی تھی ! اتنا خیال تھا اسے ! ! ! مدحا خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلا رہی تھی ! ! ! وہ راحیل خان کی گرم سانسیں اپنے پیٹ پر بخوبی محسوس کر رہی تھی ! ! ! مدحا؟؟ کچھ دیر کے توقف کے بعد راحیل خان کی آواز اُبھری ! ! جی؟؟ فوراً ہی محبت سے پوچھا گیا تھا۔۔ اسے سمجھ نہیں آتی تھی آخر اسے راحیل سے اس قدر عشق کیوں ہے؟؟ وہ اس کے آگے بچھنے کو بھی تیار رہتی تھی ! ! ! "کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتی؟؟ بنا اس کی طرف دیکھے سوال پوچھا گیا۔۔ پتہ نہیں اب اسے کس چیز کی معافی چاہیے تھی ! ! ! مدحا کے خود کے چہرے پر بھی نا سمجھی کے اثرات تھے ! ! وہ آخر کس چیز کی معافی مانگ رہا تھا؟؟ "کس لیے؟؟ نا سمجھی سے پوچھا گیا۔۔ وہ اس کی پیٹھ کو دیکھ رہی تھی ! ! "میرے ماضی کے لیے؟ تم سب کو معاف کر دیتی ہو کیا مجھے نہیں کر سکتی؟؟ اس کا لہجہ تھوڑا اُداس اور کھویا کھویا سا تھا۔۔۔ کہیں مقابل انکار ہی نا کر دے ! ! ! وہ تو اب تک اسی اُمید پر زندہ تھا کہ مدحا اسے کبھی نہ کبھی معاف کر ہی دے گی ! ! "مدحا کے چہرے کی سنجیدگی مزید بڑھی ! ! اس کی آنکھوں کے کنارے تیزی سے بھیگنے لگے تھے۔۔ آخر کیوں

مقابل نے اسے پھر سے یہ بات یاد دلائی تھی؟؟ وہ جتنا بھولنے کی کوشش کرتی تھی یہ شخص خود ہی اتنا ہی ذکر چھیڑ دیتا تھا۔۔ اس کے دل میں چبھن سی اٹھنے لگی تھی۔۔ آسان تو نہیں تھا اپنے محبوب کے اسے ماضی کو برداشت کرنا۔۔ "میں کیا سمجھوں؟؟" اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ راحیل خان نے تھوڑا پیچھے ہوتے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔ وہ ان میں موجود نمی کو بھانپ گیا تھا۔۔ مدحا بھی شکوہ کناں نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! ! "آپ نے ماضی میں جو کیا اس کے لیے معافی دینے والی میں کوئی نہیں ہوتی۔۔۔ نا تو آپ نے میرے ساتھ کچھ کیا تھا اور نہ ہی میں سزا اور جزا دینے کا حق رکھتی ہوں۔۔ یہ سب آپ کے اور خدا کے معاملات ہیں ! ! آپ نے معافی بھی مانگ لی اور میں جانتی ہوں آپ کو ابھی بھی ندامت ہوتی ہے ! ! ! آگے خدا کی مرضی ہے وہ آپ کو معاف کرے یا نہیں ! ! مجھ سے نہیں مت مانگا کریں آپ۔۔ میرے کہیں سے بھی قصور وار نہیں ہیں آپ ! ! ہاں لیکن ایک بات ہے کہ میں آپ کے ماضی کو بھلانے کی بہت کوشش کرتی ہوں ! ! جب خدا سب کچھ بھلا کر معاف کر دیتا ہے تو ہم انسانوں کی کیا اوقات ہے کہ کسی کے عیبوں کو یاد رکھیں ! ! ! میں ٹھیک تھی۔۔ آج آپ نے خود ہی اس بات کا ذکر کر کے پھر سے مجھے وہ باتیں یاد دلا دیں۔۔۔ آپ سے ایک ریکویسٹ ہے کہ آئندہ ماضی کا ذکر مت کیجئے گا۔۔۔ اپنے ماضی کا تو بلکل بھی

نہیں ! ! میرا عشق کہتا ہے کہ محبوب کو اس کی تمام غلطیوں سمیت قبول کرنا پڑتا ہے ! ! میں نے بھی کر لیا۔۔۔ پرانی باتوں کو پکڑ کر بیٹھنے سے آپ اور میں ہی صرف تکلیف میں رہے گیں کسی تیسرے کو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔۔۔ اس لیے بہتر ہے کہ ہم سب کچھ بھلا کر اپنی زندگی جیے ! ! اور ایک نئی شروعات کریں ! ! ! اتنی محبت تو کرتی ہی ہوں آپ سے کہ ساری زندگی آپ کی وفادار رہ سکتی ہوں ! ! میں نے آپ کا ماضی بھلا دیا، آپ کی کبھی حق تلفی نہیں کروں گی، ساری زندگی بس آپ کی ہر بات مانوں گی، ایک اچھی بیوی ہونے کے جو بھی فرائض ہیں میں سارے انجام دوں گی۔۔ ایک عشق کی خاطر میں اتنا ہی کر سکتی ہوں ! ! ! بدلے میں صرف میرے لیے اتنا کر لیجئے گا کہ بس میرے رہیے گا اب ! ! ضروری نہیں ہے ہر مرتبہ ظرف دکھایا جائے ! ! آنکھوں میں آنسوں لیے وہ صاف گوئی سے کام لیتے اسے سب کچھ بتا گئی تھی ! ! اس نے واقعی میں بھلا دیا تھا سب کچھ ! ! زندگی اسی کا نام ہے ! ! ماضی کو بھلا کر آگے بڑھنے کا۔۔۔ وہ بھی آگے بڑھ گئی تھی۔۔ اسے اب بس راحیل سے غرض تھی۔۔ راحیل نے ماضی میں جو کیا یہ اس کا اور خدا کا معاملہ تھا۔۔ وہ بس اپنا آج سنوارنا چاہتی تھی۔۔ راحیل خان کے ساتھ ایک اچھی زندگی گزارنا چاہتی تھی۔۔ ! ! راحیل خان ہلکا سا مسکراتے اداسی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ وہ آج بھی یہی سوچتا تھا کہ کونسی نیکی خدا کو پسند آئی

ہوگی؟؟ یہ لڑکی اپنی باتوں سے اس کے دل میں اپنی محبت مزید گہری کرتی جا رہی تھی ! ! ! راحیل خان کو لگتا تھا کہ اسے اشنا سے اتنی محبت نہیں ہوئی جتنی مدحا سے ہو رہی تھی ! ! اتنا ہی فرق ہوتا ہے ایک محرم اور نا محرم میں ! ! ! "اٹھنا ایک مرتبہ۔۔ راحیل نے آرام سے اس کی گود سے سر اٹھایا۔۔۔ پہلے تو وہ اسے جائے نماز سے اٹھا دیتا تاکہ کھل کر بے باکی دکھا سکتا۔۔ اسے تھوڑا عجیب لگ رہا تھا اسے ! ! وہ خود کھڑا اس کے آگے اپنا ہاتھ کر چکا تھا۔۔ تاکہ اسے بھی زمین سے اٹھا سکے ! ! ! مدحا نے اپنے آنسوں صاف کرتے اسے دیکھتے بری طرح دانت پیسے ! ! بڑا منہوس انسان تھا یہ ! ! کیا یہ جواب تھا اس کی اتنی خوبصورت باتوں کا؟؟؟ خود تو اظہار کرنے سے رہا اور اگر وہ کرتی تھی تو محبت سے کوئی جواب بھی نہیں پاتا تھا۔۔ مدحا کلس کر رہ گئی تھی ! ! ! "اٹھو بھی تمھارا ہی ہوں بعد میں دیکھ لینا"۔۔۔ اسے محض خود کی طرف تکتا پا کر راحیل نے شرارت سے اسے چھیڑا۔۔۔ شاید وہ سمجھ گیا تھا اس کے دل میں چلتی باتوں کو ! ! مدحا نے ناک سکوڑتے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔ وہ اس کے ہاتھ کے سہارے زمین سے کھڑی ہو چکی تھی ! ! راحیل خان نے ایک لمحے کے لیے اس کا ہاتھ چھوڑتے زمین سے جائے نماز اٹھاتے اسے فولڈ کیا۔۔ وہ ایک ہی جست میں صوفے تک پہنچتے اسے صوفے پر رکھ چکا تھا۔۔ مدحا کھڑی عجیب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ کیونکہ اس

شخص کی حرکت عجیب لگی تھی اسے ! ! ! راحیل خان نے جائے نماز کو رکھتے واپس اس کی طرف قدم لیے ! ! وہ تیزی سے اس کی طرف آتے شدت سے اسے اپنے سینے سے لگا چکا تھا۔۔ وہ اس سختی سے خود میں بھینچے اس کے سر پر اپنی ٹھوڑی ٹکا چکا تھا۔۔ مقابل بمشکل ہی اس کے کندھے تک آتی تھی۔۔۔ اس کے سینے میں منہ دیے مدحا کی حیرت میں اضافہ ہوا۔۔۔ دونوں کے دل ایک ہی لے پر دھڑک رہے تھے ! ! وہ اپنے ہاتھ نیچے ہی لٹکائے ہوئے تھی ! ! اسے حیرت ہو رہی تھی ! ! کیا اس لیے مقابل نے اسے اتنی جلدی میں نیچے سے کھڑا کیا تھا؟؟ "اس دن تم کچھ پوچھنا چاہ رہی تھی؟؟ میں تب مذاق کے موڈ میں تھا۔۔ کیا میں آج جواب دوں؟؟" راحیل خان نے نرمی سے اس کے چہرے کو اپنے سینے سے نکالتے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا۔۔ وہ معاذ شاہ کی بارات والے دن کی بات کر رہا تھا۔۔ وہ آ ہی گیا تھا اس ٹاپک پر ! ! مدحا نے بے ساختہ ہی اپنے خشک حلق کو تر کیا۔۔ ابھی مقابل نے کچھ کہا تھا نہیں اور پہلے ہی اس کا دل باہر آنے کو تھا۔۔ اسے لگ رہا تھا اگر راحیل نے اظہار کر دیا تو وہ تو اسی خوشی میں فوت ہو جائے گی ! ! وہ اس کی بات کا اشارہ احھے سے سمجھ گئی تھی۔۔ تبھی اس کا دل باہر آنے کو تھا۔۔ وہ تھپک تھپک کر دل کو تسلیاں سے رہی تھی ! ! "دل کو سمبھالو میری جان، یہ بے قابو ہو کر مجھے تمہاری کیفیت بتا رہا ہے ! ! میں نے تو کچھ کہا ہی نہیں

ابھی ! ! " مقابل کا دل اس قدر شدت سے دھڑک اٹھا تھا کہ راحیل خان کو بخوبی آواز آرہی تھی۔۔ اس نے تھوڑا جھکتے مدحا کے کان میں سرگوشی کی ! ! وہ مزے لے رہا تھا اس لڑکی کی حالت کے ! ! ! "رہنے دیں آپ پلیز۔۔۔ کچھ مت کہیں میں ایسے ہی ٹھیک ہوں ! ! مدحا نے منہ بناتے شرمندگی سے اس کے سینے میں منہ چھپایا۔۔ ایک تو پتہ نہیں اس کے دل کو کیا مصیبت پڑ جاتی تھی۔۔ سننے کے لیے بھی بے چین تھا اور اب مقابل بول رہا تھا تو خود ہی باہر آنے کو بھی تھا۔۔ ! ! شرمندہ کر کے رکھ دیا تھا راحیل کے سامنے ! ! ! راحیل خان کی ہنسی بے ساختہ تھی۔۔ کیا کرتا وہ آخر اس لڑکی کا۔۔ "کیا تم واقعی میری کبھی حق تلفی نہیں کرو گی؟؟ ایک اور بات یاد آتے راحیل نے اسے پھر سے چھیڑنا چاہا۔۔ یہ بات تو خود اس لڑکی نے ہی کی تھی ! ! "مدحا نے اس کے سینے میں منہ دیے ہی بری طرح اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا۔۔ وہ بولتے وقت آخر کیوں بھول گئی تھی کہ راحیل خان ایک بے شرم انسان ہے؟؟ لیکن خیر واقعی یہ حقیقت تھی کہ وہ اس بات کو جانتی تھی شوہر کی حق تلفی کرنے پر کیسے فرشتوں کی لعنت برستی ہے ! ! اسے لعنتیں نہیں کھانی تھیں ! ! ! تبھی مزید اپنا چہرہ اس کے سینے میں گھساتے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔۔ وہ اپنے ہاتھ اٹھائے اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں بھینچ چکی تھی ! ! "اہمم کب دے رہی ہو پھر مجھے میرا حق؟؟" دھڑکتے دل کے ساتھ استفسار

کیا گیا۔۔ اس مرتبہ مذاق نہیں تھا۔۔ وہ سیریس تھا۔۔ البتہ پہلے وہ خود کے دل کو بھی سنبھال لیتا ذرا۔۔۔۔ کیا مصیبت تھی آخر؟؟ دونوں کے ساتھ کوئی مسئلہ تھا شاید!!!

"آ۔۔آپ کک۔۔۔کی مر۔۔ضی۔۔ہے!!!" لرزتی سی آواز میں جواب آیا۔۔ مقابل خود لیتا تو وہ کبھی انکار نا کرتی!! یہ کیا بات ہوئی بھلا کب دے رہی ہو میرا حق!! اسے !!!راحیل کی عقل پر افسوس ہوا تھا۔۔ پاگل تھا وہ بلکل

تھینک یو۔۔۔ ہر چیز کے لیے!! تم نہیں جانتی کہ میں خدا کا کتنا شکر ادا کرتا ہوں " تمہارے ہونے پر!! تم بہت عزیز ہو مجھے مدحا۔۔ جب تم کچھ نہیں لگتی تھی تب بھی تھی!! اب سب کچھ لگتی ہو تو اب پہلے سے زیادہ ہو گئی ہو!! میں تمہارے بنا جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔۔ بولنے دو آج!! میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں!! شاید پہلے سے کرتا تھا۔۔۔ یا شاید جب میں پہلی مرتبہ تمہارے نقوش دیکھ کر کھویا تھا تب ہوئی تھی۔۔ یا شاید اس کے بعد!! لیکن خیر اس محبت کی پہچان مجھے تب ہوئی جب میں تم سے نکاح کرنے کو انکار نا کر سکا۔۔۔ آبان نے ایک مرتبہ کہا اور میرا دل اسے پلٹ گیا تھا جیسے میرے بس میں ہو ہی نہ!! میں جانتا تھا آبان کبھی کسی بے قصور کی جان نہیں لے گا۔۔ سو فیصد یقین تھا مجھے!! میں چاہتا تو تمہیں بھی تسلی دے سکتا تھا۔۔ لیکن

میرے دل نے بغاوت کر دی۔۔۔ اور میں نے بھی تمھیں تسلی دینے کی بجائے خود ہی حامی بھر دی ! ! کیونکہ میں واقعی میں چاہتا تھا تم سے نکاح کرنا۔۔۔ تم عزیز شروع سے رہی ہو مجھے ! ! مجھے کبھی زندگی میں تمہارے قریب کوئی اور برداشت نہیں ہوا۔۔ پھر وہ کوئی عورت ہی کیوں نہ آجائے۔۔ تم صرف میری ہو۔۔ صرف میرے لیے بنائی گئی ہو ! ! میرا بس حلے تو اس دنیا میں کہیں دور تمھیں لے کر چلا جاؤں ! ! جہاں دن رات بس میں اور تم ہونگے ! ! تم میرے سامنے سے ہلو بھی مت ! ! ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے رہو ! ! میں اشنا کے معاملے میں صابر اور تمہارے معاملے میں جنوبی ثابت ہوا ہوں ! ! شاید ایسی ہی ہوتی ہے دوسری محبت ! ! دوسرا عشق ! ! میں بہت شرمسار ہوں کہ تم میری پہلی محبت نا ہو سکی۔۔ کاش کہ تم پہلے مل جاتی۔۔ لیکن میں اتنا وعدہ کرتا ہوں ہمیشہ تمھارا وفادار رہوں گا۔۔ ساری زندگی تمھیں کبھی میری طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی ! ! کوئی دوسری تیسری عورت میری زندگی میں اب نہیں ہے ! ! ! صرف تم ہو ! ! اور اب واحد محبت بھی ہو۔۔ میں اشنا کی محبت بہت پہلے سے ہی دل میں کہیں دفنا چکا تھا۔۔ سب صرف تم ہی تم ہو ! بڑے حق سے پورے دل پر قبضہ کیے بیٹھی ہو تم ! ! ! میری مدحا۔۔۔ صرف میری ! !"۔۔ اس کے دونوں گالوں پر ہاتھ رکھے نہایت محبت سے وہ دل کی باتیں بتا گیا تھا۔۔۔ مدحا آنکھوں میں نمی لیے اسے

دیکھ رہی تھی ! ! مقابل کے لفظوں سے اسے سچائی کی بو آرہی تھی۔۔ کتنا چاہا تھا اس نے اس شخص کو کہ اس کی محبت کی آنچ اس تک پہنچ ہی گئی تھی ! ! اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسوں جمع ہونے لگے تھے ! ! دل تھا کہ ایسا لگتا تھا بلکل رک گیا ہو ! ! پتہ نہیں کیوں اسے شدید رونا آرہا تھا۔۔ راحیل اس سے محبت کرتا ہے یہ خبر ہی اسے رلا رہی تھی۔۔ حد تھی ! ! رونا کس لیے ہے میرا بچہ؟ میں نے اظہار ہی تو کیا ہے؟ راحیل خان نے نرمی سے اس کی گرے آنکھوں پر لب رکھے ! ! یہ آنکھیں بھی بے حد حسین تھیں۔۔ ! ! "آپ بہت بدتمیز ہیں راحیل۔۔ میں نے منع کیا تھا۔۔ مدحا نے ہچکی سی بھرتے نظریں جھکائے کہا۔۔۔ وہ اپنی کیفیت خود ہی سمجھنے سے قاصر تھی ! ! ! ہاہاہاہا۔۔ میری جان رونا بند کرو ! ! صرف اظہار ہی تو کیا ہے ! ! راحیل خان نے قہقہہ لگاتے اس کی ناک کے ساتھ اپنی ناک مس کی ! ! وہ اس کی کمر کے گرد ہاتھ لپیٹے نرمی سے اس کی کمر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔۔ ! ! ! میں نے پھ۔۔۔ مدحا روتے ہوئے کچھ بولتی کہ راحیل خان پہلے ہی اس کے لبوں سے لپٹتے سختی سے انہیں الٰہی گرفت میں لے چکا تھا۔۔ اس کے الفاظ حلق میں ہی کہیں دب گئے تھے ! ! جبکہ چہرہ بے ساختہ ہی سرخ پڑ چکا تھا۔۔ وہ رونا بھلائے رک رک کر چلتے دل کو سنبھال رہی تھی ! ! مقابل واقعی میں بہت بے شرم تھا۔۔ اس نے بے ساختہ ہی راحیل کی شرٹ پر اپنے ہاتھوں

کو گرفت مضبوط کی۔۔ راحیل خان نے اسے مزید خود کے نزدیک کیے بے باکی سے اسے آنکھ ونک کرتے اس کے منہ میں اپنی زبان رول کی ! ! مدحا شرم سے لال سرخ چہرے کے ساتھ اپنی آنکھیں موند چکی تھی ! ! اس شخص کی آنکھوں میں دیکھنے سے بہتر تھا وہ آنکھیں بند ہی کر لیتی ! ! راحیل خان نے نرمی سے اس کی زبان کو سک کرتے اسے جھٹکے سے اپنی گود میں اٹھایا۔۔ وہ اس کی کمر کے نیچے ہاتھ رکھے اسے گود میں لیے بیڈ کی طرف قدم بڑھا چکا تھا۔۔۔ مدحا نے گرنے کے ڈر سے اپنی ٹانگیں اس کی کمر کے گرد لپیٹی ! ! شرم سے وہ مرنے والی تھی ! ! کتنا بے باک انسان تھا یہ ! ! راحیل خان بیڈ کی طرف جاتے ایک لمحے کے لیے اس کے لبوں کو چھوڑتے اسے نرمی سے بیڈ پر لٹا چکا تھا۔۔ وہ کھڑا بے باک نظروں سے اسے دیکھتے اپنے کوٹ کو اُتار رہا تھا۔۔ مدحا لال بھبوکا چہرے کے ساتھ خاموشی سے کروٹ بدل چکی تھی ! ! وہ اپنی سانسوں پر قابو پا رہی تھی جو کہ اس شخص کی مہربانی پر بری طرح پھول چکی تھیں ! ! ! راحیل خان مسکراتے ہوئے اپنی شرٹ بھی اُتارتے سائڈ پر پھینکتے اس پر حاوی ہوا۔۔ وہ اپنا پہاڑ جیسا وزن اس پر ڈالے اسے بازو سے پکڑتے سیدھا کر چکا تھا۔۔ مدحا اس کے نیچے بلکل دب کر رہ گئی تھی ! ! بار بار اس کے گلے میں گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہو رہی تھی ! ! اس نے پہلی مرتبہ بس ایک جھلک مقابل کے سکس پیکس اور ایبز دیکھے تھے ! ! اس کا

شوہر شرٹ اُتار کر زیادہ حسین اور ہینڈسم دکھ رہا تھا۔۔ابھی تو اس نے ایک چیز نہیں دیکھی تھی اور وہ تھا راحیل خان کی بیک پر بنتا تتلی کا نشان ! ! ! یہ نشان صرف اس کو اور بالاج کو بنتا تھا۔۔یہ ان کی سالوں کی محنت تھی ! ! آخر کتنے طریقے تھے اس منہوس کے پاس مدحا کی جان نکالنے کے ! ! "تم بہت خوبصورت ہو لڑکی ! ! حد سے زیادہ ! ! "۔۔ راحیل خان نے مسکراتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی ! ! وہ اس کے لال سرخ چہرے کو بخوبی دیکھ رہا تھا۔۔جبکہ وہ بے باکی سے اپنے سینے کو زور دیتے اس کی دھڑکنوں پر دباؤ دے رہا تھا۔۔ مدحا خاموشی سے تھوک نگلتے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑ چکی تھی ! ! ! وہ دیکھ بھی نہیں رہی تھی اسے ! ! "اب تم اسے کرو گی؟ تم دیکھ نہیں رہی مجھے؟ تم پھر اگنور کر رہی ہو ! ! " اسے کوئی رسپانس نا دیتے دیکھ راحیل خان نے بچوں کی طرح شکوہ کیا۔۔ ذرا سا اس لڑکی کا اگنور کرنا برداشت نہیں کر سکتا تھا وہ ! ! ! مدحا نے ایک گہری سانس بھرتے فوراً سے نظریں پھیرتے اسے دیکھا۔۔۔ وہ مجبور تھی ! ! ! اس شخص کی محبت مجبور کر دیتی تھی ! ! خاص کر جب وہ اس طرح کے شکوے کرتا تھا تو مدحا کا بس نہیں چلتا تھا ساری دنیا کو بھاڑ میں جھونک کر بس اسے دیکھتی رہے ! ! وہ خود اپنی اس کیفیت سے تنگ تھی ! ! "تمہاری یہ فرمانبرداری کسی دن راحیل کی جان لے لے گی ! ! میں بچپن سے محبتوں کو ترستا انسان۔۔خدا نے ایک ہی

مرتبہ جیسے ساری دنیا مجھے سونپ دی ! ! ہمیشہ ایسی ہی رہنا پلیز ! ! تم مجھے اپنا غلام بنا کر چھوڑو گی ! ! ! راحیل خان نے محبت سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس کے کان کی لو پر نرمی سے زبان پھیری ! ! "تھ۔۔ تھوڑا سا او۔۔ اُوپر ہو جائیں پلیز۔۔۔" سوال گندم جواب چنا کے برابر تھا۔۔ جس طرح یہ شخص اس کی دھڑکنوں پر دباؤ ڈال رہا تھا اسے درد ہونے لگا تھا۔۔ یہ شخص اسے مارنے کے درپر تھا۔۔ "کیوں کہیں درد ہونے لگا ہے کیا؟؟ ہے شرمی سے سرگوشیانہ انداز میں استفسار کیا گیا۔۔ وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ مدحا نے دانت پستے ہلکا سا اس کے کندھے پر مکا جڑا۔۔ یہاں وہ درد میں تھی اور اس کی بے شرمی ختم نہیں ہو رہی تھی ! ! راحیل خان نے ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلاتے تھوڑا اوپر کو ہوتے جھٹکے سے اس کا دوپٹہ اُتارتے سائڈ پر پھینکا۔۔ مقابل سادہ سے شلوار قمیض میں ملبوس تھی ! ! راحیل خان نے نرمی سے اس کی گردن کے پاس جھکتے یہاں اپنے لب رکھنے شروع کیے ! ! وہ بے حد نرمی سے یہاں اپنے لب رکھتے آنکھیں موند چکا تھا۔۔ مدحا خود بھی خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے آنکھیں بند کر چکی تھی ! ! اس کے ہاتھ سرکتے مقابل کے بالوں تک آ گئے تھے ! ! بے حد پسند تھے اسے اس شخص کے سلکی بال۔۔۔ ! ! کمرے میں اس کی بھاری ہوتی سانسوں کا رقص گونج رہا تھا۔۔ راحیل اس کی پوری گردن کو محض اپنے

لبوں کے لمس سے مہکاتے آنکھیں کھولتے تھوڑا نیچے کو جھکا۔۔ وہ اس کے چہرے کی طرف دیکھتے اس کے فرنٹ سے گلے کو تھوڑا نیچے کرتے یہاں نرمی سے اپنی زبان پھیر رہا تھا۔۔ مدحا نے بے ساختہ ہی ایک گہری سانس بھرتے تھوڑی سی کمر اوپر کو اٹھائی۔۔ پتہ نہیں اسے کیا ہو رہا تھا۔۔ پہلی مرتبہ کوئی مرد اس حد تک اتنے نزدیک آرہا تھا۔۔ اس کی سانسیں بری طرح بے ترتیب ہو رہی تھیں ! ! پورے جسم میں جیسے کرنٹ سا دوڑ رہا تھا۔۔ ! ! راحیل نے ہلکا سا مسکراتے اس کی دھڑکنوں کو ایک نظر دیکھتے ان پر اپنے ہاتھ کا لمس چھوڑا۔۔ ! ! مدحا کے پورے جسم میں سنسناہٹ سی دوڑ اٹھی تھی ! ! راحیل خان نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلاتے تھوڑا جھکتے ہلکے سے یہاں پر اپنے لب رکھے ! ! وہ مقابل کی کیفیت بہت اچھے سے سمجھ رہا تھا۔۔ ! ! تبھی محض ایک مرتبہ دونوں مقام پر اپنے لب رکھتے وہ واپس سے اوپر کو آیا۔۔" میرے کپڑے نکال دو میں شاور لینے جا رہا ہوں ! ! قبرستان جانا ہے اور پھر شاہ ولا ! ! تم سے تفصیلی ملاقات کسی اور دن کرے گیں ! ! مسکراتے ہوئے سرگوشی نما آواز میں کہتے راحیل خان اس کے اوپر سے اٹھا۔۔ وہ ڈھکے چھپے لفظوں میں اسے اپنی بات سمجھا گیا تھا۔۔ ! ! مدحا نے بے ساختہ ہی شکر ادا کیا۔۔ اس کا سانس رک رہا تھا بار بار ! ! ! وہ بھی اس کے ساتھ ہی اٹھ کے بیٹھ چکی تھی ! ! میرا معصوم سا بچہ ! ! ایک آخری مرتبہ

اس کے ہونٹوں پر ایک زوردار بوسا دیتے راحیل خان مسکراتے ہوئے کچھ دل کے ساتھ اس سے پیچھے کو ہوتے واشروم کی طرف بڑھا۔۔ ابھی سہی وقت نہیں تھا۔۔ وہ واشروم کی طرف جاتے اندر بند ہو چکا تھا۔۔ ! ! مدحا نے تھوڑا آگے کو ہوتے پہلے اچھی طرح اپنی تسلی کی ! ! وہ اسے جاتے دیکھ مسکراتے ہوئے اپنے لبوں پر زبان پھیر رہی تھی ! ! اس کے ہونٹ ابھی تک مقابل کے لمس سے دہک رہے تھے ! ! مسکراتے ہوئے اس نے اپنے گلے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑتے تھوڑا اوپر کو کرتے اس کی خوشبو کو انہیل کیا۔۔ راحیل خان کی خوشبو آرہی تھی ! ! ! وہ مسکراتے ہوئے خود ہی شرم سے لال پڑتے سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی تھی ! ! "دوبارہ آجاؤں کیا؟؟ "راحیل خان جو دروازے میں کھڑا اس کی حرکتوں کو ملاحظہ فرما رہا تھا اس نے ہنستے ہوئے شرارت سے پوچھا۔۔ بلکل پاگل تھی یہ لڑکی ! ! وہ کپڑوں کا کہنے آیا تھا اسے ! ! ! "مدحا نے شرمندگی سے اپنے گلے کو چھوڑتے نظریں جھکائے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔۔ اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ راحیل کھڑا اسے دیکھ رہا ہوگا۔۔ کیا عزت رہ گئی بھلا اس کی ! ! ! زبان بھی اندر جا چکی تھی۔۔ "نہیں نہیں آجاتا ہوں۔۔ ابھی تو قمیض سے میری خوشبو آرہی ہے۔۔ پھر تمہاری روح سے بھی میری ہی خوشبو آئے گی ! ! آجاؤں؟ " راحیل نے شرارت سے اسے مزید چھیڑا۔۔۔ کتنے حسین لمحات تھے یہ ! ! ! مدحا نے

تھوک نگلتے کانوں کی لو تک سرخ پڑتے اپنے ہاتھوں میں چہرہ چھپایا۔۔۔وہ تو نظریں ملانے کے بھی قابل نہیں رہی تھی ! ! کمرے میں گونجتا راحیل خان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔ ! ! کپڑے نکال دو میرے لیٹ ہو رہا ہوں ! ! بہت جلد کرتے ہیں یہ کام بھی ! ! کتنی پسند ہے تمھیں میری خوشبو اور میرا لمس میں دیکھ چکا ہوں ! ! ! جاتے جاتے بھی اسے تنگ کرتے وہ واپس سے واشروم میں بند ہوا۔۔ اب مقابل خود ہی اسے یہاں کپڑے لا کر دیتی ! ! ! مدحا نے اسے جاتے دیکھ شکر کا سانس بحال کیا۔۔ "کیا ضرورت تھی مدحا اتنی جلدبازی دکھانے کی ! !" اللہ اب بس بھول جائیں وہ اس بات کو ! ! ! خود کو کوستے ہوئے وہ بیڈ سے کھڑی ہوئی ! ! شرمندہ ہو کر رہ گئی تھی وہ تو ! ! ڈریسنگ روم کی طرف جاتے وہ راحیل خان کے کپڑے نکال رہی تھی ! ! کوئی حال ! ! ! نہیں تھا اس کا بھی

100/2

یہ شام کا وقت تھا جب شاہ ولا میں چلتی رونق اس وقت عروج پر تھی ! ! خان ولا کے بھی تمام لوگ اِدھر ہی موجود تھے ! ! وہ لوگ کچھ دیر پہلے ہی اِدھر آئے تھے۔۔۔ اس

وقت تقریباً مغرب ہونے ہی والی تھی۔۔ موسم بھی کافی اچھا ہو چکا تھا۔۔۔ دن میں جو بادل آرہے تھے وہ اب مستقل آسمان پر ڈیرہ جمائے ہوئے تھے ! ! ایسا لگتا تھا کسی بھی وقت میں بارش ہو جائے ! ! اسے میں کچھ لوگ لان میں سٹھے تھے تو کچھ لوگ لاؤنج میں جمع تھے ! ! سب اپنی مرضی کے مطابق جہاں مرضی سٹھے تھے۔۔۔ مغرب کے بعد کچھ دیر تک سب مل کر کھانا کھاتے !۔۔۔ خان ولا سے سارے لوگ یہاں موجود تھے ! ! عدیل شاہ اور رائنا بھی آ چکے تھے۔۔۔ جبکہ فائزہ شاہ اور حدائق شاہ تو دن میں ہی واپس آگئے تھے ! ! دائم صبح سے ہی ہسپتال سے گے واپس ہی نہیں آیا تھا۔۔۔وہ کال بھی نہیں اُٹھا رہا تھا۔۔ فائزہ ہسپتال میں کہہ کر آئی تھی جب بھی دائم آئے تب ہی کال کر کے اسے اطلاع دی جائے ! اس نے ثبوت دیکھنا تھا۔۔ جس کو ڈھونڈنے کی خاطر اریبی صبح سے غائب تھا۔۔ ابھی تک تو کوئی کال نہیں آئی تھی ! ! جب بھی آتی ! ! ! اسے اور حدائق شاہ کو فوراً ہی ہسپتال جانا پڑتا۔۔

آبان خان اس وقت لان میں کھڑا ہاتھ میں چائے کا کپ تھامے ہوئے تھا۔۔ تقریباً سب لوگ ہی چائے پی رہے تھے جو کہ فائزہ اور ہیر شاہ نے مل کر بنائی تھی۔۔ ویسے تو باقی سب لڑکیاں بھی ساتھ ہی کھڑی تھیں۔۔ لیکن یہ بنائی ان دونوں نے ہی تھی ! ! !

آبان خان کے ساتھ ہی حدائق شاہ کھڑا تھا۔۔ اس کے ہاتھ میں کافی تھی۔ وہ چائے کم ہی پیتا تھا۔۔ ! ! ! وہ دونوں ایک طرف کھڑے شاید کسی اہم مسئلے پر بات کر رہے تھے ! ! آبان خان بنا کسی جھجھک کے اسے صبح ہوئی اکثم خان کے ساتھ جھڑپ کے متعلق بتا رہا تھا۔۔ اکثم بھی آیا تھا ان سب کے ساتھ ! وہ ایک طرف ضیغم کے ساتھ بیٹھا اپنے فون میں مگن تھا۔۔

آبان خان نے صبح ہوئی ساری بات حدائق شاہ کے گوش گزار کی ! ! اکثم نے حتمی " فیصلہ سنا دیا تھا اپنا۔۔ اس کا کہنا تھا کہ نکاح ہوگا تو آج کی تاریخ میں ہی ہوگا ورنہ بعد میں کوئی جان سے بھی مار دے وہ تب بھی شادی نہیں کرے گا۔۔ اس کی بات کا اتنا مسئلہ نہیں تھا۔۔ مسئلہ یہ تھا کہ اُس نے قسم بھی اٹھا لی تھی ! ! اب تو پکا وہ یہی کرتا۔۔ اور اسی بات کی آبان کو فکر تھی ! ! ! "میں نے تو شادی کے لیے ہیر کو اتنی مشکل سے منایا تھا اب وہ اتنی جلدی نکاح تو کسی صورت نہیں کرے گی ! ! اور باقی سب گھر والے کیسے اتنی جلدی مانے گیں؟ ماما کا تو پتہ ہی ہے تجھے ! ! ! حدائق شاہ نے پریشانی سے سارے مسئلے اس کے سامنے رکھے ! ! اسے اکثم سے اتنی بیغیرتی کی اُمید نہیں تھی۔۔ کاش کہ خان ولا میں اس کے علاوہ کوئی اور بچ رہا ہوتا۔۔ ! ! یار میں نے ساری مسئلے

تیرے سامنے رکھ دئے ہیں ! ! آگے تیری مرضی ! ! آبان خان نے کہتے کندھے اچکائے ! ! اب وہ کیا کہتا بھلا۔۔ اکثم تو اس مرتبہ اس کی بھی نہیں سن رہا تھا۔۔ ! ! "یار آبان ہیر مینٹلی طور پر بہت الگ ہے باقی لڑکیوں سے ! ! آج صبح صبح جیسے اس نے میرے ساتھ بحث کی تو نہیں جانتا میں خود الفاظ ڈھونڈ رہا تھا اس کی ہر دلیل کو رد کرنے کے لیے ! ! اس کی ہر بات اتنی سچی اور کھری تھی کہ آخر میں مجھے ہی ہار ماننی پڑی یہ کہہ کر کے میں سپورٹ کروں گا اُسے ! ! ہم سب کی عورتیں تھپڑ بھی برداشت کر لے گیں اور بے عزت ہونا بھی ! ! وہ سب سہہ کر ہمارے ایک مرتبہ معافی مانگنے پر پہلے جیسی ہو جائے گیں ! ! آج مجھے پتہ چلا ہے کہ ہیر ایسی لڑکیوں میں سے نہیں ہے ! ! ہیر میں برداشت نہیں ہے ! ! اس کا خوف مرد سے پڑنے والا تھپڑ ہے۔۔۔ میں نے اسے بہت سمجھایا لیکن پھر وہ کہتی ہے اس نے تقریباً ہر مرد کو ہی ہاتھ اٹھاتے دیکھا ہے ! ! وہ کوئی حور پری تو نہیں ہے کہ یہ کہ شوہر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔۔۔ جب سے اس کی ایسی باتیں سنی ہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے ! ! پہلے اکثم کے ساتھ کرنے کی وجہ محض عام سی تھی ! ! مگر اب ضروری ہے کہ اس کی شادی کسی اپنوں میں ہی ہو ! ! ! جیسے کہ تم لوگ ! ! اکثم سے ہوگی تو ہم سب کو تسلی ہوگی۔۔۔ ایسے ہوگا جیسے گھر میں ہی ہے بچی ! ! ہر معاملہ دونوں گھروں کا آپس میں ہی ہوتا ہے ! ! وہ کہیں باہر گئی تو ہم سب کو

ایک ہی خوف رہے گا۔۔ پھر باہر کسی کو ہم اسے جانتے بھی نہیں جیسے اکثم کو جانتے ہیں ! ! تو پلیز کچھ کر ! ! میں ہیر کی شادی شدہ زندگی پر رسک نہیں لے سکتا۔۔ میں چاہتا ہوں وہ خوش رہے بس ! ! حدائق شاہ نے سنجیدگی سے زمین پر نظریں جمائے ہر طرح کی سچویشن سے اسے آگاہ کیا۔۔ وہ پریشان ہو کر رہ گیا تھا۔۔ آخر بہن تھی اس کی ! ! ! اوپر سے اکثم نے بیغیرتی دکھائی ہوئی تھی ! ! ! ! آبان خان نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلاتے ایک گہری سانس بھری۔۔ اتنا تو خیر اسے اکثم پر یقین تھا کہ وہ کبھی عورت ذات پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا۔۔ لیکن وہ شادی کے معاملے میں بلکل ایک الگ اکثم بن چکا تھا۔۔۔ آبان کو خود سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اب وہ کیا کرے ! ! "اچھا تو پریشان مت ہو تو اپنے دادے سے بات کر میں اپنے دادے سے کرتا ہوں ! ! ان دونوں کو منا لیا سمجھو آدھی عوام مان گئی ! ! رہ گئے تیری ماما اور بہن ! ! تو اپنی ماما کو تو خود دیکھ اور ماہ دیر کو بول ہیر کو سمجھانے کی کوشش کریں ! ! کچھ دیر میں ہم لوگ مولوی کو بلا لے گیں ! ! اکثم بیغیرت ہے تو میں بھی اسی کا بھائی ہوں ! اب تو نکاح آج ہی ہوگا۔۔ آبان خان نے سنجیدگی سے اسے سارے پلان سے آگاہ کیا۔۔ اب تو انہیں ہی کچھ کرنا تھا۔۔ گھر کے دونوں آخری آخری پیس بچے تھے ! ! حدائق اور آبان دل سے چاہتے تھے کہ وہ دونوں ایک ہو جائیں ! ! اور پھر سب سے بڑی بات حدائق اور ہیر شاہ کا ڈر تھا۔۔

اچھا تھا کہ ہیر بھی وہیں جاتی جہاں گھر کی باقی ساری لڑکیاں تھیں۔۔ دیکھ لے کچھ غلط نہ ہو جائے ! ! پتہ حلے ہم دونوں بات کریں اور دونوں دا جان گھر سے ہی باہر پھینک دیں ! ! اتنی جلدی شادی کون کرتا ہے یار؟؟ حدائق شاہ نے ہونٹ کاٹتے اپنے خدشہ ظاہر کیا۔۔ وہ ہر طرح سے سوچ رہا تھا۔۔ ! ! ! اب کچھ نہیں ہوتا۔۔ زندگی میں ایک مرتبہ تو رسک سب ہی لیتے ہیں ! ! ہم بھی لے لے گیں ! تھوڑا سا بس ایڑی چوٹی کا زور لگانا ہے اور کام ختم ! ! جلدی کر پھر رات بھی ہونے والی ہے ! ! آبان خان نے اسے تسلی دیتے تھوڑا آگے کو دھکا دیا۔۔ وہ اپنے سے پہلے اسے گھسیٹ رہا تھا۔۔ بات تو دونوں نے ہی کرنی تھی۔۔۔ حدائق شاہ آسمان کی طرف دیکھ کر منت زدہ نظروں سے اوپر دیکھتے آگے اندر کی طرف بڑھا۔۔ دا جان لوگ سب اندر بیٹھے تھے ! ! اسے اندر جا کر ہی بات کرنی تھی ! ! اسی لیے بنا پیچھے دیکھے وہ آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ اب جو ہوتا وہ دیکھی جاتی ! ! آئے وہ لوگ دعوت پر تھے لیکن یہاں تو ایک نیا مشن ہی چل پڑا تھا۔ ! ! آبان خان اسے جاتے دیکھ خود ایک نظر اکثم کو دیکھتے اس کی طرف بڑھا۔۔ مقابل اس سے پنگا لینے چلا تھا۔۔ اب تو اسے آبان خان بتاتا ذرا۔۔ وہ پہلے اکثم کو خبردار کرتا ذرا پھر اندر دا جان کے پاس جاتا۔۔ ماہ دیر شاہ کو کہہ کر ہیر شاہ کو بھی راضی کروانا تھا۔۔ ! ! ! آگے بڑھتے اکثم کے سامنے کھڑے ہوتے اس کے قدم رکے ! !

اکثم خان جو اپنے موبائل میں مصروف تھا کہ آبان خان کے جوتوں کو دیکھتے اس نے سنجیدگی سے نظریں اٹھائی۔۔ اب اس شخص کو کیا کام پڑ گیا تھا اس سے ! ! وہ سنجیدہ سپاٹ نظروں سے آبان کو دیکھ رہا تھا جس کی خود کی نظریں بھی کچھ ایسی ہی تھیں۔۔ ! ! ! تیاری کر لے شادی کی ! ! اصل باپ کی اولاد ہے تو زبان سے مکرنا مت ! ! آج رات بارہ بجے سے پہلے پہلے تیرا نکاح کروا کے رہوں گا۔۔ تُجھے بھی آخر پتہ چلے کہ تو نے پنگا کس سے لیا ہے؟؟" سنجیدگی سے لفظ چباتے آبان خان بنا اس کا کوئی جواب سنے اندر کی طرف قدم لے چکا تھا۔۔ اس کا مقصد محض مقابل کے طوطے اڑانا تھا اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو چکا تھا۔۔ اکثم خان ہکا بکا چہرے کے ساتھ اسے دیکھتے فوراً ہی کرسی سے کھڑا ہوا۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔۔ اس نے تو یہ بات اس لیے کی تھی کیونکہ اسے یقین تھا ایسا کچھ نہیں ہونے والا۔۔ لیکن وہ شاید بھول گیا تھا کہ آگے آبان خان اور حدائق شاہ تھے جو نا ممکن کو ممکن بنانا بہت اچھے سے جانتے تھے ! ! ! اپنے منہ پر ہاتھ پھیرتے وہ پریشانی کے عالم میں بے بسی سے کھڑا تھا۔۔۔ اگر زبان سے مکرتا تو باپ پر بات آتی اور اگر یہاں سے بھاگتا تو مردانگی پر ! ! وہ دونوں کام ہی نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ آخر کیا ضرورت تھی اسے یہ مصیبت کھڑی کرنے کی ! ! شٹ ! ! مارے غصے اور فرسٹیشن کے اس نے اپنے ہی ہاتھ بے دردی سے ٹیبل پر مارا۔۔۔

اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ کیا جائے ! ! ایک مرتبہ یہ ہیر نامی بلا ہاتھ لگے ذرا۔۔۔ میں جان سے مار دوں گا اُسے ! ! دونوں ہاتھ ٹیبل پر ٹکائے شاید یہ کوئی عزم کیا گیا تھا۔۔ اس کی پہلی محبت بھی ادھُوری رہنے والی تھی ! اسے بے ساختہ ہی وہ آئس بلیو آنکھوں والی یاد آنے لگی تھی۔۔ کاش کہ قسمت اس کے ساتھ اتنا ظلم نا کرتی ! ! اکثم بھائی کچھ نہیں ہوتا صرف نکاح ہی تو کرنا ہے کر لیجئے گا۔۔ ضیغم جو اس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا اس نے ساری بات پر غور کرتے اکثم کے بازو کو پکڑتے اپنی سمجھ کے مطابق اسے حوصلہ دینا چاہا۔۔۔ اکثم نے بے ساختہ ہی گردن جھکائے ضیغم کو دیکھا۔۔ جو صرف نکاح تو اسے کہہ رہا تھا جیسے یہ نکاح کوئی گڈے گڑیا کا کھیل ہو ! ! پتہ نہیں وہ ابھی یہ زمیداری اٹھانے کے قابل تھا بھی یا نہیں۔ ! ! اس کی سمجھ سے باہر تھا سب کچھ ! ! اُداس سا مسکراتے اس نے اکثم کو دونوں طرف کے کندھے سے پکڑا۔۔ ! ! مسئلہ شادی نہیں ہے ضیغم۔۔ مسئلہ وہ ہے جو ملتی نہیں ہے ! ! دو مہینے گزر گئے اسے ڈھونڈھتے ہوئے ! ! ابھی تک وہ اس جنگل میں واپس بھی نہیں آئی۔۔ پتہ نہیں وہ آئے گی بھی یا نہیں؟؟ خود جانا تھا تو چلی جاتی۔ میرا دل تو ساتھ نا لے کر جاتی ! ! مجھے ڈر لگ رہا ہے کہ کہیں میں آنے والی کے ساتھ وفادار نا رہ پایا تو؟؟ بھائی اس بات کو سمجھ نہیں رہے۔۔۔ میری بھی کوئی پسند ہے ! ! کیا ہو اگر میں اسے نا بھلا پایا تو؟؟ ہیر شاہ کی زندگی

برباد نہ ہو اسی لیے منع کر رہا تھا میں ! ! بھائی کبھی سمجھ ہی نہیں سکتے کسی کو۔۔ انہیں بس یہ پتہ ہے کہ انہوں نے کچھ سوچ لیا تو سب کچھ انہی کی سوچ کے مطابق ہونا چاہیے ! ! ! وہ آخر مجھے میری زندگی کیوں نہیں جینے دے رہے؟؟ اگر میری شادی شدہ زندگی کامیاب نہ رہی تو ان کا کچھ نہیں جائے گا۔۔ مگر میری ساری زندگی اس ریگریٹ میں ضرور رہ جائے گی کہ میں نے ایک لڑکی کی زندگی برباد کر دی ! ! میں اس لڑکی کے متعلق ہی سوچ رہا تھا۔۔بیوی پر پسندیدہ کرتے بننے میں فرق ہوتا ہے ! ! اگر آپ کی بیوی ہی آپ کی پسندیدہ عورت ہے تو گھر چل جاتے ہیں ! ! لیکن اگر یہ دونوں ہی الگ الگ ہونگے تو گھر کیسے حلے گا؟؟ پھر تو بس آئے دن لڑائی جھگڑے چک چک ہی ہوگی۔۔ اور آخر میں یا تو ہم دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے گا یا پھر دونوں الگ ہو جائے گیں ! ! ! جب دل ہی راغب نا ہو تو یہ تو اگلی کی زندگی برباد کرنے والی بات ہوگی نا؟؟ ! ! !یہی بات بھائی نہیں سمجھتے کیونکہ وہ نہیں جانتے کہ میں کسی اور کو پسند کرتا ہوں

کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے وہ کھوئے کھوئے سے لہجے میں اپنے دل میں پلتی ساری بات اسے بتا رہا تھا جسے اس کی باتیں سمجھ میں بھی نہیں آئی تھیں ! ! ساری باتیں ضیغم کے سر پر سے گزری تھیں اور وہ کھڑا اُبا سی لیتے اسے دیکھ رہا تھا۔ ! ! ! آپ کی

باتیں میری سمجھ سے باہر ہیں؟ میں جاؤں؟ آپی کے پاس؟ ضیغم نے اپنے اوپر امڈتی نیند پر قابو پاتے سنجیدگی سے اجازت چاہی ! ! کیا مصیبت تھی کہ اکثم کی باتوں سے اسے نیند آنے لگی تھی ! ! اکثم خان اس کی طرف دیکھتے پھر سے اُداسی سے مسکرایا۔ وہ بھی پاگل تھا جو ضیغم سے ایسی باتیں کرنے بیٹھ گیا تھا۔۔ بھاگ جا۔۔ اس کے کندھوں کو چھوڑتے اجازت دی گئی ! ! ضیغم نے بھی فوراً ہی یہاں سے بھاگنے والی کی ! ! وہ جا چکا تھا۔۔ جبل اکثم خان پھر سے کرسی پر بیٹھتے پریشانی سے کچھ سوچ رہا تھا۔۔ ہونا تو وہی تھا جو اس کے نصیب میں تھا۔۔ بیشک وہ بیٹھا کتنا ہی سوچتا رہتا۔۔ پتہ نہیں آگے کیا ہونا تھا۔۔۔۔

ہیر شاہ اس وقت ڈرائنگ روم میں ایک طرف بیٹھی حفصہ شاہ کے ساتھ کھیل رہی تھی کہ ماہ دیر شاہ اس کر پاس جاتے آہستہ سے اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھا۔۔ نائرہ کمرے میں آرام کر رہی تھی۔۔ اسے کچھ دنوں کے لیے نیچے والا کمرہ ہی دیا گیا تھا۔۔ اس کی نیند بھی پوری نہیں ہوئی تھی اسی لیے سب مہمانوں کے باوجود ماہ دیر شاہ نے

اسے کمرے میں لٹاتے سکون سے سلایا ہوا تھا۔۔ حفصہ بھی کب سے باہر ہی سب کے ہاتھوں میں کھیل رہی تھی ! ! ایک چیز تھی اس معصوم سی گڑیا میں کہ وہ زیادہ روتی نہیں تھی ! ! نا زیادہ تنگ کرتی تھی ! ! وہ سب کے ساتھ کھیل لیتی تھی ! ! اسی لیے نائرہ اور ماہ دیر کم از کم دن کے وقت کچھ ہے فکر تھے ! !

ہیر شاہ نے ماہ دیر کو اپنے ساتھ بیٹھتے دیکھ مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔۔ اس کا موڈ اچھا لگ رہا تھا۔۔ حفصہ شاہ کو جو بھی گود میں لیتا تھا اس کا موڈ اچھا ہی رہتا تھا۔۔۔ وہ تھی ہی اتنی پیاری ! ! ہیر اسے دو منٹ درفشاں کو دو ! ! درفشاں حفصہ کو لے کر جانا یہاں سے ! ! ماہ دیر شاہ نے نرمی سے ہیر شاہ کو کہتے آخر میں سامنے بیٹھی درفشاں جو مخاطب کیا۔۔ وہ ہیر سے اکیلے میں بات کر سکتا تھا۔۔ درفشاں خان خاموشی سے موبائل سائڈ پر صوفے سے کھڑی ہوئی ! اسے کچھ کچھ معاملے کی سمجھ آگئی تھی کیونکہ اسے صبح ہی آبان خان نے سب کچھ بتا دیا تھا۔۔ خاموشی سے ہیر شاہ کی طرف بڑھتے وہ نرمی سے اس کے ہاتھ سے حفصہ کو پکڑ چکی تھی ! ! ہیر نے بھی خاموشی سے حفصہ کو اسے پکڑاتے سوالیہ نظروں سے ماہ دیر شاہ کو دیکھا۔۔ ایسی بھی کیا بات تھی جو وہ اکیلے میں ہونا چاہتا تھا۔۔ اسے تجسس ہو رہا تھا جاننے کا۔۔۔ ماہ دیر شاہ نے درفشاں کو

جاتے دیکھ دروازے سے نظریں پھیرتے ہیر شاہ کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔وہ ایک گہری سانس بھرتے خود کو بولنے کے لیے تیار کر رہا تھا۔۔!! بولیں بھی بھائی؟ ایسی کونسی بات ہے جس کے لیے آپ کو اتنا سوچنا پڑ رہا ہے؟؟ اس تھوڑا سوحتے دیکھ ہیر شاہ نے مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔۔ ماہ دیر تو کم از کم اس سے کوئی بھی بات کر لیتا تھا۔۔۔ ہاں اگر حدائق ہوتا تو وہ کچھ نہ بولتی!!! ماہ دیر شاہ نے اس کی طرف مڑتے نرمی سے اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا۔۔ اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ صبح ہی ہیر کی باتیں سننے کے باوجود و سب یہ بات کیسے کرے اس سے!! اسے خود آبان نے ابھی ہی بتایا تھا۔۔ پہلے تو اس نے اعتراض کھڑا کیا لیکن پھر سچویشن کو سمجھتے وہ بھی راضی ہو ہی گیا تھا۔۔ اکثم کو بھی کیا ہی بولتے وہ لوگ!! اگر ان لوگوں کو اپنی بہن کے نصیبوں سے ڈر نہ لگتا تو وہ باہر سے کسی بھی اچھے لڑکے کو دیکھ کر شادی کروا دیتے!! لیکن وہی بات کہ کتنا ہی اچھا لڑکا کیوں نہ ہو!! ایک نا ایک دن اصلیت دکھا ہی دیتا !!! ہے!! اسی لیے ان سب کو سب سے بہتر آپشن اکثم ہی لگ رہا تھا۔۔

ہیر بیٹے کیا تمھیں ہمارے اوپر اعتبار ہے؟؟ ماہ دیر شاہ نے اس کے ہاتھ پر نظریں جمائے استفسار کیا۔۔ وہ جیسے بات شروع کرنے کے لیے تمہید باندھ رہا تھا۔۔!!

"ظاہر ہے بھائی آپ پر اعتبار نہیں ہوگا تو کس پر ہوگا؟؟ سیدھی سیدھی بات بولیں؟؟ ہیر شاہ نے فوراً ہی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔۔ ابھی تک تو اس کے وہم و گمان میں بھی کوئی بات نہیں تھی ! ! ! اگر میں کہوں ابھی اسی وقت تمھارا نکاح ہے تو کیا تم میرے بھروسے حامی بھر دو گی؟؟ ماہ دیر شاہ سوال گو تھا۔۔ وہ اس کے ہاتھوں پر ہی نظریں جمائے ہوئے تھا۔۔ ! ! البتہ ہیر شاہ کی شکل اچانک ہی ایسے ہو گئی تھی جیسے اسے کسی سانپ نے ڈس لیا ہو ! ! مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی اور اسے لگ رہا تھا جیسے اس سے سننے میں کوئی غلطی ہوئی ہے ! ! ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟؟ "بھائی مذاق مت کریں پلیز۔۔ آپ لوگوں نے صبح زبردستی میرے سے شادی کے لیے حامی بھروالی اب پلیز مزید مذاق مت کریں میرے ساتھ ! ! جھٹکے سے اپنے ہاتھوں کو چھڑواتے سنجیدگی سے جواب دیا گیا۔۔ اسے لگ رہا تھا ماہ دیر نے مذاق کیا ہوگا۔۔ لیکن کچھ تھا اس کے اندر جو بول رہا تھا کہ یہ مذاق نہیں ہے ! ! ایسی باتیں مذاق میں نہیں بولی جاتی ! ! خاص کر ماہ دیر شاہ اس سے اس طرح کا مذاق نہیں کر سکتا۔۔ ! ! "مذاق نہیں ہے بیٹے ! ! اکثم نے کہا ہے کہ وہ آج ہی نکاح کر۔۔۔۔ ماہ دیر شاہ کی بات مکمل نہیں ہوئی تھی جب وہ اس کی بات کاٹ گئی تھی ! ! ! اگر اکثم نے کہا ہے تو میں کیا کروں؟؟ بھائی آپ لوگ کیوں اس کی بات مان رہے ہیں؟ خدانخواستہ مجھ میں کوئی عیب تو نہیں ہے جو ضروری

ہو گیا کہ اسی ایک سے شادی کرنی ہے ! ! بھائی میرے ساتھ اس طرح مت کیجئے گا پلیز۔۔۔ ٹھیک ہے میں نے کبھی شادی کو لے کر کوئی خواب نہیں سجائے لیکن اس کا ہر گز بھی یہ مطلب نہیں کہ مٹھے بٹھائے ہی نکاح کر لوں ! صاف انکار کر دیں آپ پلیز۔۔ بھاڑ میں جائے ایسا ترسا ہوا انسان۔۔۔" ہیر شاہ نے سنجیدگی سے ماہ دیر کی طرف دیکھتا صاف انکار کیا۔۔ یہ کیا بات ہوئی بھلا کہ مٹھے بٹھائے کسی سے بھی نکاح کر لو ! ! اسے اکثم پر غصّہ آرہا تھا۔۔ کتنا کوئی منہوس انسان ہوگا وہ ! ! "بات زبانوں پر آگئی ہے ہیر۔۔۔ یہاں حدائق نے دا جان کو منا لیا ہے اور وہاں آبان نے اپنے دا جان کو ! ! تمہاری حامی رہتی ہے بس ! ! نکاح ہی تو کرنا ہے آج بھی ہوگا اور کل بھی ہوگا۔۔ تو آج ہی کرنے میں کیسی قباحت ؟؟ ماہ دیر شاہ اس کی طرف دیکھتے نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ اسے تو خود یہ بات کرتے ہوئے بہت عجیب لگ رہا تھا لیکن اب کیا کہا جا سکتا تھا بھلا ؟؟ "ہاں بات زبانوں پر آگئی ہے ہیر کی قربانی دے دو ! بھائی آپ لوگ زیادتی کر رہے ہیں میرے ساتھ۔۔۔ سب کو منا لیا لیکن مجھ سے نہ پوچھا آپ لوگوں نے ! ! میں اسے پہلے تھوڑا جاننا چاہتی تھی بھائی۔۔ اتنا میں بھی جانتی ہوں کہ شادی کے بعد طلاق کا دھبہ کیسا ہوتا ہے ! ! "۔۔

فار گاڈ سیک ہیر تم اچھا کیوں نہیں سوچتی؟؟ ماہ دیر شاہ نے تاسف سے اسے دیکھتے ٹوکا۔۔ وہ طلاق کی بجائے ایک اچھا رشتہ حلنے کا بھی گمان کر سکتی تھی ! ! "آپ سب ہیں نہ جو اچھا سوچ رہے ہیں ! ! میں یہ پہلو دیکھ رہی ہوں جس کے لیے ہمارے معاشرے میں عورت کو تیار ہی نہیں کیا جاتا۔۔ میں تو ٹھہری ایک نادان لڑکی ! ! اگر کل کو طلاق ہو جاتی ہے تو کیسے سروائو کرنا ہے یہ کون بتائے گا مجھے؟؟ اگر کبھی شوہر مر گیا تو سسرال میں کیسے رہنا ہے یہ کون بتائے گا مجھے؟ ہم ہمیشہ اچھا گمان رکھتے ہیں اور اپنے ساتھ ہونے والے کسی حادثے کے لیے تیار ہی نہیں کرتے خود کو ! ! یہی وجہ ہے کہ طلاق کے بعد نجانے کتنی ہی عورتیں خودکشی کر لیتی ہیں ! ! اسی لیے اچھا آپ لوگ سوچیں ! ! کسی کی تو سوچ آپ سب سے مختلف ہونی چاہیے ! ! ہیر شاہ نہایت سنجیدہ تھی ! ! البتہ اس زیادتی پر وہ جیسے اپنے آنسوں روک رہی تھی اب یہ تو وہی جانتی تھی۔۔ ! ! ! ! "ماہ دیر شاہ نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔۔ آخر کس سے بحث کرنے کا سوچ رہا تھا وہ ! ! اسے تو اب شک ہو رہا تھا کہ ہیر انہی لوگوں کی بہن ہے نہ ! ! چھوڑو سب کچھ۔۔ جاؤ کوئی اچھا سا ڈریس چینج کرو اور نکاح کی تیاری کرو۔۔ ماہ دیر شاہ نے اس کی طرف دیکھتے نرمی سے حکم دیا۔۔ اسے اُمید تھی وہ مان گئی ہوگی ! ! "کیوں؟ بھائی میں نے ایک مرتبہ کہہ دیا مجھے نہیں کرنا نکاح تو کیوں نہیں سن رہے آپ لوگ

میری؟ اس اکثم کو ایک مرتبہ میرے سامنے لے آئیں ذرا پھر میں بتاتی ہوں کہ کیسے اتنی جلدی نکاح ہوتا ہے ! ! بھائی میں تیار نہیں ہوں ابھی ! ! مجھے مینٹلی طور پر تیار ہونے میں ابھی بہت وقت لگے گا۔۔۔ ابھی جو میرا خوف ہے مجھے اُسے خود ہی ختم کرنا ہے صبح میں اپنے ہی گھر میں دیکھ چکی ہوں ! ! toxicity بھائی ! ! کیونکہ اس معاشرے کی آنسوں آنکھوں کے کناروں سے نکلتے گالوں پر لڑھکنے لگے تھے ! ! وہ آگے کیا ہی اسے خوش رکھتا جو اسے نکاح سے پہلے ہی رلا رہا تھا۔۔۔ ! ! "تم کہنا چاہتی ہو کہ ہم سب toxic ہیں؟؟ ماہ دیر شاہ نے سنجیدگی سے اس کی بات کی وضاحت چاہی۔۔یہ کیا بات ہوئی تھی بھلا؟؟ "ہاں آپ سب ہیں ! اور پلیز بھائی اب مجھے فورس مت کریں میں نے شادی ہی نہیں کرنی ! ! بوجھ اُتار رہے ہیں آپ سب ! ! ثابت کر رہے ہیں آپ لوگ کہ بیٹیاں واقعی میں بوجھ ہوتی ہیں ! ! ہیر شاہ مسلسل روتے ہوئے انکار کر رہی تھی ! ! آخر کیوں کوئی نہیں سمجھ پاتا تھا اسے؟؟ "بات بوجھ کی نہیں ہے ہیر۔۔دنیا کی ہر لڑکی شادی کرتی ہے ! ! تو کیا ہر لڑکی اپنے گھر والوں پر بوجھ ہوتی ہے؟؟ یہ رواج ہے بیٹے ! ! یہی اصول ہے اور یہی سنت ہے ! ! بیٹیوں کی شادی سب کرتے ہیں ! ! تمہاری عمر کی کتنی ہی لڑکیوں کے بچے بھی ہوتے ہیں ! ! اچھے لڑکے بار بار نہیں ملتے ! ! بہتر ہے نکاح کر لو۔۔ ایک مرتبہ بھائی کی بات مان کر دیکھ لو ! ! وہ مسلسل نرمی سے اسے سمجھا رہا

تھا۔۔۔ہیر شاہ کے ساتھ بحث کرنا بھی تو کسی جنگ لڑنے سے کم نہیں تھا۔۔ اس بات کا اندازہ ان سب کو صبح ہی ہو گیا تھا۔۔ ! ! ! بھائی مت کریں میرے ساتھ یہ سب پلیز۔۔ اچانک آکر شادی کا بم پھوڑ دیا میرے سر پر۔۔ بھائی آپ نہیں جانتے شادی کا نام سن کر ہی میرے دل کی کیفیت کیا ہوتی ہے ! ! سارے اُلٹے سیدھے خیالات آنا شروع ہو جاتے ہیں ! ! مجھے بہت خوف آتا ہے بھائی شادی سے ! ! اگر وہ مارپیٹ کرنے والا مرد ہوا تو؟ میری کتنی ہی بہنیں اس گھر میں ہو۔۔۔ کیا وہ مجھے بند کمرے میں پڑنے والے تھپڑ سے بچا سکتی ہیں؟ بلکل نہیں ! ! بھائی آج کے دور میں کسی مرد کا ہاتھ نہیں رکتا۔۔ اس لیے مجھے شادی ہی نہیں کرنی پلیز ! ! ! وہ روتے روتے پھر سے صبح والی بحث پر آگئی تھی۔۔ ایک مرتبہ پھر اسے شادی نام سے نفرت ہونے لگی تھی ! ! ! ماہ دیر شاہ نے پھر سے ایک لمبی سی ضبط بھری سانس بحال کی ! ! ہیر سے کوئی اسی کے جیسا یعنی کہ حدائق شاہ ہی نبٹ سکتا تھا۔۔ اس کی سمجھ سے باہر تھا سب کچھ ! ! صبح اتنا سمجھانے کے بعد بھی اس لڑکی کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔۔ ! ! ہر مرد عورت پر ہاتھ نہیں اٹھاتا ہیر ! ! اللہ پر یقین رکھو بس وہ تمہارے نصیب بہت اچھے کرے گا ہم سب کو یقین ہے ! ! اچھا گمان رکھو۔۔ جتنا ہو سکے پازیٹیو رہو ! ! جتنا پازیٹیو رہو گی زندگی کے میدان میں اتنی ہی آگے جاؤ گی۔۔ اور پھر صبح ہی تو ہم نے کہا

ہے کہ ذرا بھی عزت میں کمی آتی نظر آئے تو سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آجانا۔۔ تمہارے بھائی ہیں سنبھال لے گیں سب کچھ ! ! اپنے بھائیوں پر اعتبار رکھو پلیز۔۔ ماہ دیر شاہ نے ہاتھ آگے بڑھاتے نرمی سے اسے اپنی طرف کھینچتے اپنے سینے سے لگایا۔۔وہ زیادہ رونے لگی تھی ! ! بھائی میں نے دن میں ہی ایک نیوز سنی کہ لڑکی کو سسرال والوں نے زہر دے کر مار دیا۔۔ صرف اس لیے کیونکہ وہ جہیز کم لے کر گئی تھی ! ! بھائی لوگ اتنے ظالم کیوں ہوتے ہیں؟؟ کیا قصور ہوتا ہے آخر بیٹیوں کا؟؟ اب تو ایسے مرد سے بھی خوف آتا ہے جو صرف اپنی ماں اور بہنوں کے اشاروں پر چلتا ہو ! ! عورت ہی عورت کا گھر خراب کرتی ہے ! ! ہیر شاہ نے روتے ہوئے کہتے اس کے سینے میں منہ چھپایا۔۔ جو کچھ وہ دیکھتی اور سنتی آئی تھی سب کچھ اس کے دماغ میں نقش تھا۔۔یہی چیزیں اسے خوف کھانے پر مجبور کرتی تھیں ! ! ! "عورت ہی عورت کا گھر خراب کرتی ہے یہ بلکل ٹھیک کہا تم نے ! لیکن کیا تم جانتی ہو کہ اس میں ایک کردار اس بزدل مرد کا بھی ہوتا ہے جو بہن اور ماں کی شکایتوں پر آکر بیوی سے لڑنے بیٹھ جاتا ہے ! ! ایسے مرد تمھیں کہیں دکھیں تو فوراً سے اپنا راستہ بدلنا ہیر ! ! اسلام میں سب کے الگ الگ حقوق ہیں۔۔۔ ایک اچھا مرد وہی ہوتا ہے جو زمانے سے لڑتا ہے بیوی کے لیے ! ! نا کہ بیوی سے ہی لڑنے بیٹھ جائے ! ! بہت مرتبہ ہو جاتا ہے میں بھی نائرہ کو تھوڑا کمپرومائز کرنے کو بول

دیتا ہوں ! کیونکہ ماما کی عادت ہے بولنے کی ! ! لیکن ہمارے درمیان کبھی بھی اس بات پر لڑائی نہیں ہوئی ! ! کیونکہ میں نے ماما کی شکایتوں پر کبھی نائرہ سے کوئی سوال نہیں کیا۔۔ آج ہم خوش بھی ہیں ! ! مرد کو مرد کی طرح ہونا چاہئیے ! اسے اگر ایک درجہ اوپر رکھا گیا ہے عورت سے تو اس لیے نہیں رکھا گیا کہ وہ ہاتھ اٹھائے ! ! بلکہ اس لیے رکھا گیا ہے کیونکہ وہ محافظ ہوتا ہے، اس میں عورت سے زیادہ عقل پائی جاتی ہے ! ! یہ میں تمھیں ایک مرتبہ پھر کہہ رہا ہوں مت کرنا کمپرومائز ! ! کوئی ایک مرتبہ ہاتھ اٹھائے تو تم اس وقت خاموش ہو جانا۔۔ وقت کی نزاکت کو سمجھنا کیونکہ ایک مرد عورت سے زیادہ طاقت رکھتا ہے ! ! اور جیسے ہی موقع ملے کچھ بھی بھاری چیز اٹھا کر اس کے سر میں مار کر چلی آنا گھر ! ! وکیل تمھارا اپنا بھائی ہے ! ! کیس ہم خود دیکھ لے گیں ! ! ! شروع میں سمجھانے والے انداز میں کہتے آخر میں اس نے شرارت سے کہا۔۔ آخری بات بلکل سیریس نہیں تھی۔۔ وہ محض مذاق کر رہا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ کی ہنسی بے ساختہ تھی ! ! وہ روتے روتے ہی ہنس پڑی تھی ! ! ! "بھائی اُن لڑکیوں کا کیا ہوتا ہوگا جن کے پاس یہ آپشن نہیں ہوتا؟؟ جن کے بھائی نہیں ہوتے؟؟ مجھے بہت برا لگتا ہے اپنی دوستوں کے لیے جو آئے دن اپنے سسرال والوں کے ظلم مجھے بتا رہی ہوتی ہیں۔۔ بھائی کیا ان لوگوں کے سینے میں دل نہیں ہوتا؟؟ کیا روح نہیں کانپتی ان لوگوں کی کسی کی بیٹی پر ہاتھ اٹھاتے

وقت؟؟ ان کی اپنی بھی تو بیٹیاں بہنیں ہوتی ہونگی نا۔۔ اور سب سے بڑی بات بھائی کتوں کی طرح مرد ایک عورت کو مار پیٹ کرے تو دوسری عورت ہی اسے آکر بول رہی ہوتی ہے کہ کمپرومائز کرو ! ایک تھپڑ پر کیا رونا لگایا ہوا ہے؟؟ ہم نے تو اس سے بھی زیادہ مار کھائی ہے ! ! بچوں کی خاطر سب کچھ برداشت کرنا پڑتا ہے ! ! گھر بسانے کے لیے سسرال والوں کو برداشت کرو ! ! ہم تو سارا دن تندور کے آگے جلتے تھے اور یہاں میڈم سے چولہے کے آگے نہیں بیٹھا جاتا۔ ! ! شوہر ہی تو ہے اگر مار بھی دیا تو کیا ہو گیا۔۔ عورت ہو برداشت پیدا کرو اپنے اندر ! ! تمھارا تو دماغ ہی بہت اونچا ہے ! ! آگے جا کر مار کھاتی ہیں ایسی عورتیں۔ ! ! ساس اور نندوں کی خدمت کرو ! ! آج اگر برداشت کرو گی تو کل کو سکھی رہو گی ! ! کیا فائدہ ایسے سکھ کا بھائی جو آپ کی عمر کا ایک حصہ کھا کر ملا ہو؟؟ اگر کسی کی شادی بیس سال میں بھی ہوتی ہے اور اولاد کے جوان ہونے تک وہ مار ہی کھاتی آئی ہے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر سسرال والوں کے طعنے ہی سنے ہیں، اپنی زندگی بلکل ختم کر کے بس شوہر اور بچوں پر سب کچھ لٹا دیا تو کیا فائدہ بڑھاپے میں آئے ایسے سکھ کا؟؟ جوانی تو برباد ہو گئی نہ بھائی؟؟ جہاں سکون ہی نہ ملے وہاں کیسا کمپرومائز؟؟ یہ بہت ساری باتیں میں نے ایک عورت کے منہ سے سنی ہیں بھائی ! ! یہ باتیں مرد نہیں بولتا بلکہ عورت ہی عورت کو بولتی ہے ! ! اور افسوس کے ساتھ ہمارے معاشرے میں

نوے فیصد عورتیں اسی طرح کی پائی جاتی ہیں ! ! جو خود تو مرد کی مار کھا کر برداشت کرتی ہیں اور یہی برداشت اپنی آنے والی نسلوں میں منتقل کرتی رہتی ہیں ! ! یہ ظلم ہے بھائی۔۔ ظلم برداشت نہیں کیا جاتا۔۔ بلکہ اس پر آواز اٹھائی جاتی ہے ! ! کوئی آواز دبانے کی خاطر آپ کے منہ پر ہاتھ رکھے تو اس کا وہی ہاتھ توڑ دو ! ! لیکن نہیں عورت ہی اس بات کو بھی نہیں سمجھتی ! ! مجھے لگتا ہے جیسے عورت لفظ کا مطلب ہی مجبوری ہے ! ! کوئی ایسے نا ہونے کی وجہ سے ظلم سہتی ہے، کوئی بچوں کی خاطر ظلم سہتی ہے، کوئی معاشرے کی باتوں سے بچنے کے لیے ظلم سہتی ہے، اور سب سے بیوقوف عورت تو وہ ہوتی ہے جو شوہر کی محبت میں اس کا ظلم سہتی ہے، کوئی اس لیے ظلم سہتی ہے کیونکہ وہ اکیلی ہوتی ہے، اسے کوئی سپورٹ کرنے والا نہیں ہوتا، کوئی خوف کے مارے ظلم سہتی ہے ! ! جو بھی ہو جائے عورت نام ہی مجبوری کا ہے ! ! جیسے ابھی آپ لوگ مجبور کر رہے ہیں مجھے نکاح کے لیے ! ! ! جائیں بول دے اسے کر لے نکاح۔۔ حق مہر میں پیسوں کی جگہ بس اتنا لکھوا دیجئے گا کہ ساری زندگی عزت دے دے، کبھی میرے اوپر ہاتھ نہ اٹھائے ! ! کبھی ماں اور بہنوں کی خاطر آکر مجھ سے نہ لڑے ! ! عزت دے اور عزت لے ! ! ! کسی سے اگر میرے خلاف کوئی بات سنے تو مجھ پر چیخنے چلانے سے پہلے میرے سے آکر پہلے کنفرم کرے ! ! ایک مرد کی طرح رہے ! ! نامردوں

کی طرح چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑنے نا بیٹھ جائے ! ! ! مرد کی طرح بہادر ہو جو میری حفاظت کر سکے ! ! نا کہ معاشرے کی خاطر مجھے ہی ایک گھر میں قید کر کے رکھ دے ! ! اس کی ذات میں اتنا تو رعب ہونا چاہئے کہ وہ ڈنکے کی چوٹ پر ساری دنیا کو بتا سکے کہ یہ میری بیوی ہے ! ! بزدل نہ ہو ! ! وہ یہ چیزیں بھی کر دے گا میرے لیے تو ساری زندگی اس کی وفادار رہوں گی میں ! !" سنجیدگی سے سامنے کی طرف دیکھ کر کہتے وہ ماہ دیر شاہ سے پیچھے کو ہوئی ! ! وہ حامی بھر گئی تھی۔۔ کیونکہ وہ جانتی تھی کہ دا جان مان گئے ہیں تو اس کے انکار کو کسی کھاتے میں نہیں لیا جائے گا۔۔ ! ! یہ آخری کے الفاظ محض کسی کو سنانے کے لیے بولے گئے تھے ! ! نہیں ماہ دیر نہیں شاید وہی جو دروازے میں کھڑا تھا۔۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔۔ ہیر شاہ کی آخر میں ہی نظر اس پر پڑی تھی۔۔ وہ "اکثم خان" تھا جو یہاں ماہ دیر سے بات کرنے آیا تھا لیکن اندر ہوتی گفتگو نے اسے رکنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔ وہ کھڑا ہیر شاہ پر نظریں جمائے اسے ہی سن رہا تھا۔۔ ! ! "ماہ دیر شاہ سنجیدگی سے ہاں کی صورت میں سر ہلاتے صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ پتہ نہیں کیوں اس لڑکی کی باتیں اسے بھی گلٹ میں مبتلا کر دیتی تھیں۔۔ اس نے ایک مرتبہ ہی نائرہ پر ہاتھ اٹھایا تھا اور اس کے بعد معافی بھی مانگ لی تھی۔۔ لیکن اب یہ باتیں سن کر وہ ایک مرتبہ پھر نائرہ سے معافی مانگنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔۔ ! ! "اللہ تمہارے نصیب اچھے

کرے۔۔ اور ایسا ہی مرد دے جیسا تم چاہتی ہو۔۔ مجھے یقین ہے میرا بیٹا بہت خوش رہے گا۔۔ انشاء اللہ ! ! ہلکا سا مسکرا کر اس کے بالوں پر لب رکھتے ماہ دیر شاہ واپس کی طرف بڑھا۔۔ اسے یقین تھا مولوی کا انتظام حدائق وغیرہ نے کر لیا ہوگا۔۔ ! ! وہ واپسی کی طرف مڑتے باہر نکل رہا تھا۔۔ دروازے میں کھڑا وہ شخص جا چکا تھا۔۔ وہ اس سے انکار کی خاطر بات کرنے آیا تھا لیکن پتہ نہیں کیوں وہ بنا بات کیے ہی چلا گیا تھا۔ اس نے ان دونوں میں ہوئی ہر بات سنی تھی ! ! ماہ دیر شاہ بھی ڈرائنگ روم سے نکل چکا تھا۔ ! ! ! پیچھے ہیر شاہ نے اپنے آنسوں صاف کرتے بھیگی نظریں چھت پر جمائے صوفے سے ٹیک لگائی ! ! اس کا خوف اس کے اعصاب بھاری کر رہا تھا۔۔ نکاح کوئی چھوٹی چیز تو نہیں تھی۔۔ اور جتنا ٹاکسک معاشرہ اس نے دیکھا تھا اس طرح کے معاشرے میں تو بلکل بھی نہیں ! ! پتہ نہیں اس کے نصیبوں میں کیا لکھا تھا؟؟

باہر لاؤنج میں نکاح کی چھوٹی موٹی تیاریاں چل رہی تھیں۔۔ حدائق شاہ اور راحیل خان مولوی کو لینے گئے تھے ! ! اندر زارا خان اور معاذ شاہ کچن میں کھڑے تھے ! زارا کھانا

دیکھ رہی تھی اور معاذ شاہ اسے ! ! ان دونوں میں تقریباً نارمل ہو ہی گیا تھا سب کچھ ! ! معاذ نے کل رات ہی معافی مانگی تھی اور زارا کا غصّہ تو اگلے دن صبح ہی ختم ہو گیا تھا۔۔ وہ دونوں ہی نارمل تھے بلکل ! ! باقی سب بھی کسی نہ کسی کام میں ہی لگے ہوئے تھے ! ! درفشاں، مدحا کر ماور ابیر شاہ کو ہلکا پھلکا سا تیار کرنے گئی ہوئی تھیں۔۔آخر اس کا نکاح تھا۔۔ سب کو ہی خوشی تھی سوائے اُن دونوں کے جن کا نکاح ہو رہا تھا۔۔ اکثم خان کا چہرہ دیکھا جاتا تو وہ بھی بلکل بے تاثر جر سنجیدہ تھا جبکہ ہیر شاہ کا بھی یہی حال تھا۔۔۔ وہ کسی مورت کی طرح ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی اپنے آنسوں روکے بیٹھی تھی۔۔ وہ جانتی تھی کہ اکثم نے اس کی ساری باتیں سنی ! ! !ہیں ! ! جس کے باوجود بھی بنا تو وہی تھا جو اس کے نصیب میں لکھا تھا۔۔

حدائق اور آبان خان نے جیسے تیسے دا جان کو راضی کر ہی لیا تھا۔۔۔ آج صرف سادگی سے نکاح ہی کیا جا رہا تھا۔۔ رخصتی پھر کبھی ہوتی ! ! ان سب کا تو یہی پلان تھا۔۔ آگے جو قسمت کو منظور ! ! حدائق شاہ مولوی کو لیتے آچکا تھا۔۔ اکثم خان اور باقی سارے مرد لاؤنج میں ہی بیٹھے تھے ! ! خواتین ساری ایک طرف کھڑی تھیں۔۔ اکثم خان اس وقت سفید رنگ کے کرتا شلوار میں ملبوس تھا۔۔اس کی سیاہ آنکھیں کسی غیر

مرئی نقطے پر جمی تھیں۔۔ جبکہ وجیہہ نقوش بلکل سپاٹ تھے ! ! ! وہ پہلا دلہا تھا جس کے چہرے پر ڈھونڈنے سے بھی کوئی خوشی کے آثار نہیں مل رہے تھے ! ! مولوی صاحب آتے اکثم خان کے ساتھ ہی بیٹھے ! ! سارے مرد اِرد گرد صوفوں پر بیٹھے تھے ! خواتین بھی ! ! ! لاؤنج سے تھوڑا سا پیچھے بنے ایک طرف کرسیوں پر بیٹھی انہی کو دیکھ رہی تھیں

بیٹا لے آؤ ہیر کو ! ! نکاح شروع کرتے ہیں۔۔۔ دا جان نے خواتین کی طرف دیکھتے کہا۔۔ جب سے خان ولا کے لوگ آئے تھے سائرہ بیگم اپنے کمرے میں بند تھیں۔۔ اچھا تھا ان کے نکلنے سے پہلے ہی نکاح ہو جاتا۔۔ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا۔۔ خان ولا کے لوگ گھر آتے تھے اور سائرہ بیگم ان لوگوں کی شکل بھی نہ دیکھنے کی خاطر کمرے میں ہی بند رہتی تھیں ! ! درفشاں اور مدحا کمرے میں ہی تھیں ! ! ! وہ ہیر شاہ کو تیار کروا رہی تھی ! ! ماورا اٹھتے اندر کی طرف بڑھی تاکہ ان تینوں کو بلا کر لا سکے ! ! وہ ابھی دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ پہلے ہی دروازہ کھل چکا تھا۔۔ مدحا اور درفشاں ہیر شاہ کو تھامے باہر کی طرف آرہی تھیں ! ! ہیر شاہ سفید رنگ کے شلوار قمیض میں ملبوس اوپر سرخ رنگ کا دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھی ! ! اتنی جلدی میں اپنی مرضی سے اس کے ہائی سوٹ پہن لیا تھا۔۔ جب دل ہی خوش نہ ہو تو وہ سجنے سنورنے کے جتن کیوں کرتی بھلا؟؟ یہ بھی تھوڑا

بہت میک اپ ان دونوں نے زبردستی ہی کر دیا تھا۔۔ ! ! دل میں ایک ڈر سنجے گاڑے ابھی تک بیٹھا تھا۔۔ ! ! در فشاں اور ماورا اسے لیے آگے کو بڑھیں ! ! مدحا پیچھے ہو چکی تھی ! ! ! وہ تینوں صوفے کے پاس جاتے رک چکی تھیں کہ ماہ دیر شاہ نے آگے کو بڑھتے نرمی سے اسے کے گرد حصار بنائے اسے آگے لے جاتے صوفے پر بٹھایا۔۔۔ اسے اکثم خان کے ساتھ ہی ایک فاصلے پر بٹھایا گیا تھا۔۔ اکثم خان کی نظریں ابھی تک زمین پر ہی تھیں۔۔ اس نے ایک مرتبہ بھی نظر اٹھا کر دیکھنا گوارہ بھی نہیں کیا تھا۔۔ کیا کرتا وہ دیکھ کر؟ وہ تو خود اپنے دل کو تھپک تھپک کر بٹھا رہا تھا۔۔۔ وہ مان چکا تھا کہ وہ آئس بلیو آنکھوں والی اس کی قسمت میں نہیں ہے ! ! ہیر شاہ کی آنکھوں کا کلر ہیزل نٹ تھا۔۔ معاذ شاہ جیسا ! ! وہ آئس بلیو آنکھوں والی جو بھی تھی وہ اکثم خان کی زندگی میں نہیں تھی ! !

" نکاح شروع کریں مولوی صاحب ! ! دا جان نے مولوی کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔۔ جو بھی تھا یہ دونوں ایک ساتھ سٹھے نہایت حسین جوڑا لگ رہا تھا۔۔ مولوی صاحب نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے نکاح شروع کیا۔۔ "اکثم خان ول۔۔۔۔ مولوی صاحب ابھی نکاح پڑھا ہی رہے تھے کہ سامنے سے اُبھرنے والی آواز نے انہیں

رکنے پر مجبور کر دیا گیا۔۔ حدائق شاہ اور باقی سب نے بے ساختہ ہی اپنی آنکھیں مچتے ! !کھولی ! ! جس کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔۔ سائرہ بیگم کھڑی تھیں سامنے

سائرہ بیگم جو گھر میں ہوتی خاموشی سے یہ اندازہ لگا کر باہر نکلی تھیں کہ سب حلے گیں ہونگے وہ باہر آکر حیرانی اور بے یقینی سے سامنے سب کی دیکھ رہی تھیں، ! ! اتنی تو بچی وہ تھی نہیں۔۔ انہیں بہت اچھے سے اندازہ ہو گیا تھا کہ یہاں کیا ہو رہا ہے ! ! تبھی آگے کو آئی وہ حیرت اور بے یقینی سے چیخ پڑی تھیں ! ! "ایک منٹ ! !" مولوی صاحب کو روکتے وہ تیزی سے آگے کو بڑھیں۔۔ سب کی نظریں بے ساختہ ہی ان کی طرف اٹھی تھیں جو اکثم اور ہیر کو طرف متوجہ تھیں۔۔ چہرے پر ڈھیروں بے یقینی سجی تھی۔۔ ! ! سب لوگ رکے انہی کو دیکھ رہے تھے ! ! سب کو اندازہ تھا کہ اب کوئی نہ کوئی تماشہ ضرور لگے گا۔۔ ! ! اکثم خان ایک نظر سائرہ بیگم کو دیکھتا صوفے پر پیچھے ہوتے بیٹھا۔۔ ان کا یہ میلو ڈرامہ کچھ دیر تک حلے گا اسے اندازہ تھا۔۔ تبھی آرام سے ریلیکس ہو کر بیٹھ چکا تھا وہ ! ! جبکہ ہیر شاہ برستی آنکھوں کے ساتھ اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی جنہیں کوئی کسی کھاتے میں ہی نہیں لیتا تھا۔ ! ! ! تم۔۔ تم اس کے ساتھ کیوں مٹھے ہو کھڑے ہو یہاں سے ! ! آگے کو بڑھتے انہوں نے اُنگلی اٹھاتے اکثم کو مخاطب کیا۔۔

باقی سب سے تو وہ بعد میں پوچھتی ذرا پہلے وہ اس اکثم کو دیکھ لیتی جو ان کی بیٹی کے ساتھ بیٹھا نکاح کر رہا تھا۔۔ وہ بھی بنا ان کے علم میں لائے ! ! انہیں تو حیرت ہو رہی تھی کہ کیسے ان کے اپنے گھر والے ان کی ناک کے نیچے فیصلے بھی کر کرتے ہیں اور انہیں خبر ہی نہیں ہونے دیتے ! ! وہ اگر چالاک تھیں تو ان کے گھر والے ان سے چار ہاتھ آگے تھے ! ! حدائق شاہ انہیں مزید آگے اکثم کی طرف بڑھتے دیکھ صوفے سے اٹھ کر کھڑا ہوا۔۔ وہ فوری طور پر انہیں بازو سے تھامتے روک چکا تھا۔۔ ! ! اکثم خان ابھی تک اسی طرح بیٹھا سنجیدگی سے ان لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔۔ اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا کسی بھی چیز سے ! ! نکاح ہوتا یا نہ ہوتا اس کے لیے دونوں ہی برابر تھے ! ! "ماما بات سن لیں پلیز۔۔۔ سب ہیں تماشہ مت کیجئے گا کوئی پلیز۔۔ حدائق شاہ نے انہیں بازو سے تھامتے اپنی طرف کھینچا۔۔ وہ صوفے سے کھڑا ہوتا سائڈ پر کر رہا تھا انہیں ! ! "ہاتھ چھوڑو میرا۔۔ تم بات مت کیا کرو مجھ سے۔۔۔یہ بھی تمہارا ہی فیصلہ ہوگا۔۔ میری بیٹی ہے یہ۔۔ میری اولاد ہے۔۔ تم کیوں میری اولاد پر اپنے فصلے تھوپتے ہو؟؟" سائرہ بیگم اس سے اپنا بازو چھڑانے کی کوشش کرتے زہر بھری نظروں سے اسے دیکھتے چیخی ! ! انہیں یقین تھا کہ اس میں بھی لازمی حدائق شاہ کا ہی ہاتھ ہوگا۔۔ ! ! وہ مسلسل ان سے اپنا ہاتھ چھڑوا رہی تھیں لیکن حدائق شاہ کی گرفت مضبوط تھی ! ! "یہ

اس کا نہیں میرا فیصلہ ہے بہو۔۔کیوں تماشہ لگا رہی ہو سب کے سامنے ! ! نکاح میں شامل ہونا ہے تو ہو جاؤ ورنہ چلی جاؤیہاں سے ! ! دا جان سائرہ بیگم کو دیکھتے سختی سے مخاطب ہوئے ! ! کاش کہ یہ صرف پانچ منٹ اور کمرے سے باہر نہ نکلتی ! ! "کیوں آپ کا فیصلہ ہے۔۔ آپ نے کیوں میرے بچوں کی زندگی کا فیصلہ لیا ہے؟؟ دیکھیں وہ کتنا رو رہی ہے ! ! کیا خاک خوش ہے وہ ! ! " سائرہ بیگم بھی جواباً چیخ پڑی تھیں۔۔ اب تو وہ دا جان کا بھی لحاظ نہیں کرتی تھیں۔۔ ! ! یہ تو حدائق نے روکا ہوا تھا ورنہ وہ آگے بڑھ کر ایک تھپڑ اکثم کو لازمی لگا دیتی ! ! "خوش ہی ہے وہ۔۔ پوچھ لو بیشک اس سے اس کی مرضی سے ہی نکاح ہو رہا ہے ! ! بچوں کی زبردستی شادی کروائی ہے آج تک ہم نے جو اس کی کرواتے؟؟ دا جان اپنا ضبط ختم ہوتے دیکھ اپنے ہاتھ میں موجود لاٹھی پر گرفت مضبوط کرتے چیخے ! ! سائرہ بیگم اگلے بندے کو مجبور کرتی تھیں کہ وہ تمام لحاظ بالائے طاق رکھ دے ! ! ایک یہی تھیں پورے گھر میں جو ان کا بھی لحاظ نہیں کرتی تھیں۔۔ ! ! ! "سائرہ بیگم نے بے یقینی سے ہیر کو دیکھا۔۔ بیٹے تو بیٹے ان کی تو بیٹی بھی ہاتھوں سے نکل گئی تھی۔۔ وہ کھڑی جبڑے بھینچے ہیر شاہ کو دیکھ رہی تھیں۔ اگر تو اس کی بھی رضامندی ہوتی تو وہ ساری ہی اولاد سے ہاتھ دھو بیٹھتی ! ! ایسا انہیں لگتا تھا۔۔ ! ! "میں اپنی مرضی سے شادی کر رہی ہوں ماما۔۔ پلیز سب کے سامنے تماشہ

مت کریں ! ! " ہیر شاہ نے اپنے آنسوں صاف کرتے سنجیدگی سے دا جان کی بات سے اتفاق کیا۔۔ پوچھا تو گیا تھا کم ازکم اس سے ! ! وہ ماں کو چھوڑ کر بھائیوں کی مان رہی تھی۔۔ حدائق شاہ نے سکون کا سانس لیا۔۔ شکر تھا کہ ہیر کا دماغ ٹھکانے پر تھا۔۔ وہ بیچارہ تو اچھائی کر کے بھی تھا ہی سب سے برا۔۔۔ ! ! سائرہ بیگم نے ہونٹ بھینچے جھٹکے سے حدائق سے اپنا بازو چھڑوایا۔۔ ان کی ساری اولاد ہی گندی تھی ! ! "مرو تم سب۔۔ انہی دشمنوں میں جاؤ سب تاکہ کل کو جینا حرام کریں تمھارا۔۔۔ تم روتی ہوئی آؤ گی میرے پاس یاد رکھنا۔۔ جب یہ استعمال کر کے گھر سے نکالے گا تب تمھیں ماں یاد آئے گی ! ! تم سب کو ایک دن ضرور ماں کی قدر ہوگی یاد رکھنا۔۔ ! ! ! اُنگلی اٹھائے وہ چیختے ہوئے ہیر شاہ کو دیکھتے ایک نفرت بھری نظر اکثم پر ڈالتے واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھیں۔۔ خدا ایسی اولاد کسی کو نہ دیتا جیسی انہیں ملی تھی۔۔ ان کے دل میں یہی ! ! چل رہا تھا۔۔ جبکہ دل تھا کہ سب کچھ تہس نہس کر دیں ! ! خاص کر اس اکثم کو۔۔

اکثم خان ابھی اتنا کمزور نہیں ہوا کہ اپنی عورت کو استعمال کر کے گھر سے نکالے ! ! یہ " سب کچھ بزدل مردوں کو شبہ دیتا ہے اور میں بزدل نہیں ہوں تبھی آپ کی بیٹی سے نکاح کرنے کے لیے بیٹھا ہوں۔۔ آپ کی یہ بات ساری زندگی محض خالی بات ہی رہے گی

وعدہ ہے میرا۔۔""سائرہ بیگم کی پشت کو دیکھتے اکثم خان نے سنجیدگی سے انہیں بتانا ضروری سمجھا۔۔ وہ اس پر سوال اٹھانے والی کوئی نہیں ہوتی تھیں۔۔!! ہیر شاہ نے بے ساختہ ہی نظریں اُٹھاتے اپنے ساتھ بیٹھے اس شخص کو دیکھا جو اس کی طرف متوجہ ہی نہیں تھا۔۔ وہ سامنے سائرہ بیگم کو دیکھ رہا تھا۔۔!! جبکہ اس کی بات پر سائرہ بیگم کے آگے بڑھتے قدم رکے!۔ وہ پیچھے کو مڑتے نفرت بھری نظروں سے اکثم خان کو دیکھ رہی تھیں۔!!! "آدھی پاگل ہے یہ!! دیکھتی ہوں کب تک برداشت کرتے ہو تم اسے !! میں بھی دیکھتی ہوں خان ولا کے لوگوں میں کتنی برداشت ہے!! تم خود اسے اس گھر میں نہ چھوڑ کر گئے تو میرا نام بدل دینا۔۔ برباد ہو جاؤ گے تم سب کے سب انشاء اللہ!! نہایت زہریلے لہجے میں پھنکارتی وہ تیز تیز قدموں سے واپس اپنے کمرے کی طرف بڑھ چکی تھی!! ہیر شاہ بے یقینی سے اپنی ماں کی پشت کو دیکھ رہی تھی۔۔ کیا وہ اسے کہہ کر گئی تھیں؟؟ لیکن وہ بلکل ٹھیک تھی!! خود میں رہنے والا انسان پاگل نہیں ہوتا۔۔ وہ بس لوگوں سے بیزار ہوتا ہے۔۔۔ اس کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔ وہ پاگل ہرگز بھی نہیں تھی۔!! "دل پر مت لو ہیر۔۔۔ان کی عادت کا تمھیں پتہ ہے!! حدائق شاہ نے ہیر کے چہرے پر غم کے آثار دیکھتے اسے نرمی سے تنبیہ کی۔۔ جانتا تھا وہ اپنی بہن کی نیچر سے!! ہیر شاہ سر جھٹکتے اپنے آنسوں صاف کیے خاموش ہو چکی تھی۔۔

آنکھوں سے چھلکے آنسوں پھر بھی برس ہی رہے تھے ! ! مولوی صاحب نکاح شروع کریں ! ! دا جان نے بھی سر جھٹکتے پھر سے مولوی صاحب کو حکم دیا۔۔ عجیب تماشہ تھا کہ چار لوگوں میں ان کی کوئی عزت بھی نہیں رہتی تھی۔۔ ! ! سب کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی سائرہ بیگم سے بہت تنگ تھے ! ! مولوی صاحب نے ایک نظر اکثم کو دیکھتے پھر سے نکاح شروع کیا۔۔ حدائق شاہ بھی صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔۔۔

اکثم خان ولد امجد خان آپ کا نکاح ہیر شاہ ولد بشارت شاہ کے ساتھ پچاس لاکھ " روپے حق مہر سکہ رائج الوقت کیا جاتا ہے کیا آپ کو یہ نکاح قبول ہے؟؟" مولوی صاحب نے سنجیدگی سے اکثم خان کی طرف دیکھتے استفسار کیا۔۔ ! ! "اکثم خان نے ان کے الفاظ پر ایک گہری سانس بھری۔۔ نہایت بھجتے تڑتے دل کے ساتھ وہ اپنے ذہن سے اس آئس بلیو آنکھوں والی کے خیال کو جھٹک گیا تھا۔۔ اسے وفادار رہنا تھا۔۔۔ جو نصیب میں نہ ہو اسے بھلانا ہی بہتر ہوگا ہے۔۔ وہ ڈبل مائنڈڈ نہیں ہو سکتا تھا۔۔ اس لڑکی کو بھلانا اس کے لیے تھوڑا مشکل تھا لیکن نا ممکن تو کچھ نہیں ہوتا۔۔ کیا پتہ نکاح ہی اپنا اثر دکھا دیتا۔۔ "قبول ہے ! ! " دھیمی سی آواز میں وہ ایک ایسی عورت کو اپنے لیے قبول کر رہا تھا جسے وہ جانتا بھی نہیں تھا۔۔ ! ! مولوی صاحب نے پھر سے

اپنے الفاظ دہرائے۔۔۔ "قبول ہے"۔۔ دوسری مرتبہ بھی قبول کر لیا گیا تھا۔۔ وہ قبول ہے بولتا جا رہا تھا اور اپنے دل کے ساتھ ایک جنگ لڑتا جا رہا تھا۔۔ چہرہ نہایت سنجیدہ تھا۔۔۔ ! ! تینوں مرتبہ قبول ہے کرواتے مولوی صاحب نے نکاح کے کاغذات کو اس کے سامنے کیے ! ! وہ ساتھ پین بھی اس کے ہاتھ میں تھما گئے تھے ! ! اکثم خان نے ایک گہری سانس بھرتے سنجیدگی سے نکاح نامے پر اپنے سائن کیے ! ! دن کے آغاز کے وقت اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ دن کے اختتام پر وہ ایک سے دو ہو جائے گا۔۔ اس کے ساتھ ایک نازک وجود کو باندھ دیا جائے گا جسے وہ جانتا بھی نہیں تھا۔۔ خیر اس کے بس سے باہر تھا سب کچھ ! ! اب تو وہ آئس بلیو آنکھوں والی بھی اس کی نہیں رہی تھی۔۔ وہ کسی اور کو اپنا چکا تھا۔۔ وہی جو اس کے نصیب میں تھی ! ! ہیر شاہ۔۔۔

مولوی صاحب اس کی طرف سے نکاح کا مرحلہ طے پاتے دیکھ ہیر شاہ کی طرف متوجہ ہوئے جو کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے شد و مد سے آنسوں بہا رہی تھی۔۔ اسے سائرہ بیگم کی باتوں نے تکلیف میں مبتلا کیا تھا۔۔ جس رشتے کا آغاز ہی بدّدعاؤں سے ہو رہا تھا اس کا اختتام کیا ہی اچھا ہوتا۔۔ مولوی صاحب کے الفاظ اپنے کانوں میں پڑتے

محسوس کرتے اس نے بھیگی نظروں سے ایک نظر اکثم خان کو دیکھا جس نے ابھی بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔۔ وہ اس کی طرف متوجہ ہی نہیں تھا۔۔ وہ تو بجائے خوش ہونے کے اپنی ناکام اور خاموش محبت کا سوگ منا رہا تھا۔۔!! "اپنے آنسوں صاف کرتے اس نے اکثم سے اپنی نظریں پھیری۔۔!! "قبول ہے۔۔ دھیمی سی آواز میں وہ اس شخص کو خود کے لیے قبول کر گئی تھی۔۔ جبکہ اس کے ساتھ ہی دل میں دعا اٹھی تھی کہ یہ شخص کبھی اس پر ہاتھ نا اٹھائے!! دوسری مرتبہ پھر سے مولوی صاحب نے اپنے الفاظ دہرائے!! "قبول ہے۔۔ "پھر سے قبول کر لیا گیا تھا۔۔ اس مرتبہ دل نے دعا کی تھی کہ یہ شخص عزت دے سکے!! بلکل ویسے جیسے وہ چاہتی ہے!! تیسری اور آخری مرتبہ مولوی نے پھر سے اپنے الفاظ دہرائے!! "قبول ہے!! "سنجیدگی سے وہ مکمل طور پر اپنا آپ اس شخص کو سونپ چکی تھی۔۔ نکاح مکمل ہو گیا تھا۔۔ مولوی نے اس کے سامنے نکاح کے کاغذات کیے!! جن پر ہیر شاہ نے لرزتے ہاتھوں کے ساتھ سائن کیا۔۔ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے!! وہ بار بار آنکھوں سے آنسوں صاف کر رہی تھی لیکن آنکھیں تھیں کہ سوکھنے میں ہی نہیں آرہی تھیں۔۔ نکاح مکمل ہو چکا تھا۔۔ سب لوگ مسکراتے ہے انہیں دیکھ رہے تھے!! ہیر شاہ اب ہیر اکثم خان بن چکی تھی۔!! اس کی پہچان اس کا نام سب کچھ بدل گیا تھا۔۔!!! سب لوگ دعا مانگ

رہے تھے ! ! اکثم بھی ہاتھوں کو اٹھائے محض آمین ہی بول رہا تھا۔۔ مانگنے کو کچھ تھا ہی نہیں ! ! جو چاہیے تھی اس کا تو چہرہ بھی دیکھنا نصیب نہیں ہوا تھا۔۔ خیر قسمت کے آگے وہ کچھ نہیں بول سکتا تھا۔۔ ! ! دعا کو ختم کرتے مولوی صاحب صوفے سے کھڑے ہوئے۔۔ اکثم بھی اٹھ چکا تھا۔۔ رسم دنیا تو نبھانے ہی تھے ! ! مولوی صاحب آگے بڑھتے اس سے بغل گیر ہوئے ! ! سب لوگ اُن دونوں کو مبارک باد دے رہے تھے ! ! اشنا شاہ اور در فشاں کچن کی طرف جاتے مٹھائی کا رہی تھیں۔۔ ! ! ! حدائق شاہ صوفے سے اٹھتے ہیر کی طرف بڑھا۔۔ جو نظریں جھکائے روئے چلی جا رہی تھی ! ! ! ہیر شاہ کی طرف بڑھے وہ اسے بازو سے پکڑتے صوفے سے کھڑا کر چکا تھا۔۔ وہ جانتا تھا کہ یہ کیوں اتنا رو رہی ہے ! ! "میرا بیٹا روتے نہیں۔۔ تم تو بہت بہادر ہو۔۔۔ کبھی بھی بھائی کی ضرورت پڑے تو دھڑلے سے حکم کرنا۔۔ ہم تینوں تمہاری ایک آواز پر بھاگے آئے گیں ! ! "حدائق شاہ نے اسے نرمی سے اپنے سینے سے لگاتے اسے چپ کروانا چاہا۔۔ ماہ دیر شاہ اور معاذ شاہ بھی اکثم سے ملتے اسی کے ساتھ کھڑے تھے ! ! "اوئے رونا بند کر شاباش ! ! بہت بری لگ رہی ہے ! ! " معاذ شاہ نے آگے آتے اسے بازو سے پکڑتے اپنی طرف کیا۔۔ وہ اس کے آنسوں صاف کرتے شرارت سے اسے چھیڑ رہا تھا۔۔ "بھائی۔۔۔ ہیر شاہ نے چڑتے ہوئے اس کے کندھے پر مکا

جڑا۔۔ سارے بھائیوں میں ایک نون سیریس بھائی کا ہونا لازمی ہوتا ہے کیا؟؟ یہاں وہ رو رہی تھی اور معاذ اسے مزید تنگ کر رہا تھا۔۔۔"ہاہاہا۔۔ بھائی کی جان مذاق کر رہا تھا۔۔۔چپ کرو نکاح ہوا ہے تمھارا ہنسی خوشی نئی زندگی کا آغاز کرو ! !" تمہارے سیاں ساتھ ہی کھڑے دیکھ رہے ہیں تمھیں ! ! معاذ شاہ نے مسکراتے ہوئے کہتے آخر میں اسے اکثم کے نام پر چھیڑا۔۔ اس کی اچانک نظر اکثم پر گئی تھی جو ہیر کو دیکھ رہا تھا۔۔ اکثم خان نے معاذ کی بات پر فوراً سے اپنی نظریں پھیری۔۔ اس کی غیر ارادی طور پر نظر ہیر پر چلی گئی تھی۔۔ ان لوگوں کو تو بس موقع چاہیے کسی کو تنگ کرنے کا۔۔ جبکہ ہیر شاہ نے اس کی بات کو اگنور کرتے اپنے آنسوں صاف کیے ! ! تین تین بھائی ساتھ کھڑے تھے ! ! وہ رونا بند کر رہی تھی ! ! معاذ شاہ کے بعد ماہ دیر شاہ نے نرمی سے ہیر کو اپنے سینے سے لگاتے اسے ڈھیروں دعائیں دی ! ! ان تینوں کی ساری دعائیں ہی اپنی بہن کے اچھے نصیبوں کے لیے تھیں ! ! ! جبکہ اکثم خان آبان کے علاوہ سب سے ملتے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔۔ آبان خان اس کے سامنے کھڑا منہ نیچے کرتے اُداسی سے مسکرایا۔۔۔وہ اسی سے ملنے آیا تھا لیکن مقابل اسے اگنور کرتے صوفے پر بیٹھ چکا تھا۔۔ اندازہ تھا اسے کہ کچھ ایسا ہی ہوگا۔۔۔اسی لیے ایک گہری سانس بھرتے وہ خود بھی واپس صوفے پر بیٹھا۔۔ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا وہ کسی کو ! ! مولوی صاحب بھی جا

حکے تھے ! ! ! وہ سب واپس سے صوفوں پر بیٹھے تھے ! ! ! "میرا خیال ہے کھانا کھا لیتے ہیں ! ! ٹھنڈا ہو رہا ہے پھر ! ! حدائق شاہ نے مسکراتے ہوئے سب کی توجہ کھانے کی طرف کروائی ! ! ! سب ہی حامی بھرتے کھڑے ہو حکے تھے ! ! خواتین پہلے ہی ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگا رہی تھیں۔۔ مرد حضرات بھی سب اسی طرف بڑھے ! ! ! اکثم خان سنجیدگی سے بجائے ڈائننگ ٹیبل کی طرف جانے کے لان کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ اسے بھوک نہیں تھی ہاں لیکن سیگریٹ کی طلب ضرور ہو رہی تھی۔۔ وہ اسی لیے باہر کے طرف بڑھ گیا تھا۔۔ باقی سب لوگ کھانے کی غرض سے ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھتے کھانا کھا رہے تھے ! !

101/1

سب لوگ خوشگوار ماحول میں کھانا کھا رہے تھے کہ اشنا شاہ اپنا کھانا ختم کرتے کرسی سے کھڑی ہوئی ! ! وہ جب سے یہاں آئی تھی اس نے ایک مرتبہ بھی زاویار شاہ کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔۔ پہلے تو اس نے آنا ہی نہیں تھا لیکن پھر دا جان اور باقی سب کے کہنے پر اسے آنا ہی پڑا۔۔ وہ کیا کہتی بھلا کسی کو ! ! حالانکہ جب سے وہ

لوگ اِدھر آئے تھے تب سے ہی وقفے وقفے سے وہ زاویار شاہ کی اٹھتی نظریں خود پر بخوبی محسوس کر رہی تھی۔۔ ! ! مگر مجال تھی جو اس لڑکی نے اس شخص کو دیکھا ہو۔۔ پتہ نہیں وہ آخر چاہتی کیا تھی ! ! ڈائننگ ٹیبل پر سب ہی موجود تھے سوائے اکثم اور زاویار شاہ کے ! ! اُن دونوں نے ہی کھانا نہیں کھایا تھا۔۔ شاید وہ دونوں لان میں تھے ! ! اشنا شاہ کرسی سے اٹھتی کچن کی طرف بڑھی ! باقی سب ابھی کھا رہے تھے۔۔ ویسے بھی اسے زیادہ بھوک نہیں تھی ! ! کچھ کی طرف بڑھتے وہ اپنے دھیان میں ہی گم تھی۔۔ دل کے کسی کونے میں زاویار شاہ کی فکر بھی چل رہی تھی کیونکہ اس نے کھانا نہیں کھایا تھا۔۔ پتہ نہیں اس کے جانے کے بعد سے اب تک اس نے کیا کچھ کیا ہوگا۔۔۔ اح انہی خیالوں میں گم کچن کی طرف جاتے ابھی دروازے میں ہی تھی کہ کسی نے اسے بازو سے پکڑتے جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا۔۔ اشنا کے ہاتھ سے پلیٹ چھوٹنے ہی لگی تھی کہ وہ شخص بروقت ہی پلیٹ کو تھامتے دیوار کے ساتھ پڑے شوپیس ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔۔ اشنا شاہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی ! ! چھوڑیں مجھے ! ! اپنا بازو چھڑوانے کی کوشش کرتے اس نے دھیمی سی آواز میں کہا۔۔ مقابل زاویار شاہ تھا جو پتہ نہیں یہاں کب آیا تھا۔۔ "تمہارے منہ سے آواز نکلی تو میں منہ توڑ دوں گا تمہارا۔۔ "چپ کر کے چلو میرے ساتھ ! ! ! " اسے چیخنے کی تیاری پکڑتے دیکھ زاویار

شاہ اس کا کان میں سختی سے غرایا۔۔ وہ اسے بازو سے پکڑے آگے بڑھ رہا تھا۔۔ پہلے تو اسے موقع نہیں ملا تھا۔۔ ہاں لیکن اب وہ ضرور اس لڑکی کا دماغ ٹھکانے پر لگاتا۔۔ سختی سے اسے بازو سے جکڑے وہ سیڑھیوں کی طرف جاتے شاید اسے اپنے کمرے میں لے کر جا رہا تھا۔۔ اس کی سرگوشی پر اشنا کی آنکھوں میں بے ساختہ ہی نمی سی اکٹھی ہوئی ! ! وہ اب اس سے ایسے بات کر رہا تھا۔۔ وہ بھیگی نظروں سے اس کی پشت کو دیکھتے اس کے ساتھ گھسیٹتے ہوئے آگے بڑھ رہی تھی ! ! اشنا شاہ اس وقت سکن کلر کے پھول دار خوبصورت سے سوٹ میں ملبوس تھی جبکہ زاویار شاہ شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔۔ آج تقریباً سارے لڑکے ہی شلوار قمیض میں ملبوس تھے ! ! اشنا بلکل خاموش ہو چکی تھی۔۔ ایک مرتبہ سختی سے کہنا ہی کافی تھا اسے ! ! وہ چپ کر کے اس کی پشت کو دیکھتے اپنے آنسوں روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔۔ گزارا نہیں تھا اس کا بھی زاویار شاہ کے بغیر مگر وہ پاگل تھی جو اس دنیا کی باتوں میں آکر خود ہی اپنا گھر چھوڑ چکی تھی ! ! قصور اس کا بھی نہیں تھا۔۔ وہ زاویار کے لیے ہی سوچ رہی تھی کہ اسے اولاد مل جائے ! ! زاویار شاہ اشنا کو لیے تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ وہ کمرے کا دروازہ کھولے اندر داخل ہوتے واپس سے دروازے کو لاک کر چکا تھا۔۔ اشنا شاہ نے ! ! ! ابھی تک اس سے نظریں نہیں پھیری تھیں۔۔ کیوں تھا آخر یہ شخص اتنا ضدی؟؟

زاویار شاہ دروازے کو لاک کرتے سنجیدگی سے اس کی طرف مڑا۔۔ جب سے اشنا آئی تھی وہ تب سے ہی اس موقع کے انتظار میں تھا کہ اسے اکیلے میں مل سکے ! ! بلآخر اب موقع مل ہی گیا تھا۔۔ ! ! آگے کو بڑھتے زاویار نے اسے بازو سے پکڑتے اپنی طرف کھینچتے شدت سے اپنے ساتھ لپٹایا۔۔ ایک دن بھی رہنا محال تھا اس عورت کے بغیر۔۔ وہ اس کے گرد دونوں بازو باندھے اسے خود میں بھینچتا ہی جا رہا تھا۔۔ اشنا شاہ روتے ہوئے اس سے دور ہٹنے کی کوشش کر رہی تھی ! ! اسے مزید رونا آرہا تھا اس ! ! ! انسان کی ایسی حرکتوں پر

کیوں چھوڑ کر گئی تم مجھے؟ ہاں؟ میرے پیار میں کوئی کمی تھی کیا اشنا جو تم نے سب " کے سامنے مجھے ٹھکرایا؟؟" اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے زاویار شاہ نے اس کے جبڑے کو سختی سے اپنی آہنی گرفت میں لیا۔۔ وہ اپنی سرخ آنکھیں اس کی آنکھوں میں گاڑے سوال گو تھا۔۔ کتنا کمزور لمحہ تھا جب مقابل اس کے پیار کو ٹھکرا کر کتنی آسانی سے کہہ گئی تھی کہ ہاں دوسری شادی کر لو ! ! ! کیا یہی اوقات تھی اس عورت کی نظروں میں اس کی محبت کی؟ "اشنا نے درد کی شدت سے ہچکی سی بھری۔۔ اب وہ اسے تکلیف دے رہا تھا۔۔" میں نے نہیں۔۔ نہیں ٹھکرایا کسی کو بھی ! ! میرے تو خود

میں ایک نا قابل برداشت عیب ہے۔۔ میں بھلا کسی کو کیوں ٹھکرائوں گی؟؟" بھیگی سی آواز میں جواب دیتے اشنا نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔ یہ محض ایک اشارہ تھا کہ اسے تکلیف ہو رہی ہے ! ! "بکواس نہ کرنا کوئی بھی۔۔ کوئی عیب نہیں ہے تم میں ! ! کتنی مرتبہ بول چکا ہوں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔ کیا تمھیں مجھ سے بھی زیادہ یہ دنیا عزیز ہے؟؟ کیوں سنی کل تم نے چچی کی بات ! ! ڈنکے کی چوٹ پر جواب دینا چاہیے تھا اور میرا ساتھ بھی۔۔۔ لیکن نہیں تمھیں تو مجھے چھوڑنا ہی بہتر لگا۔۔ ! ! کرب سے کہتے زاویار شاہ نے اسے دونوں بازو سے پکڑتے خود سے دور جھٹکا۔۔ کتنا غصّہ تھا اسے اشنا پر وہ بتا بھی نہیں سکتا تھا۔۔ ! ! اشنا شاہ روتے ہوئے دو قدم بری طرح پیچھے کو لڑکھڑائی ! ! وہ گری نہیں تھی بچ گئی تھی ! ! زاویار شاہ ہونٹ بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! اگر ہیر کی باتیں اس کے ذہن میں نہ ہوتی تو وہ اس لڑکی کو ایک لگا بھی دیتا۔۔ اس حد تک تکلیف دی تھی اسے مقابل نے ! ! وہ سب کے سامنے اس کا ساتھ دینے سے مکر گئی تھی ! ! ! "تو اور کیا کرتی میں؟ بھری محفل میں جب کوئی آپ کے اندر موجود عیب کا راز فاش کرتا ہے تب کیسا محسوس ہوتا ہے یہ آپ کبھی نہیں سمجھ سکتے ! ! میں نے اپنے گھر بھی کسی کو نہیں بتایا تھا کیونکہ مجھے احساس کمتری ہوتا ہے ! ! اور آپ کی چچی نے سارے معاشرے میں بتا دیا۔۔ میں شادی کی اجازت نہ دیتی تب بھی بری تھی

کہ شوہر کا حق مار رہی ہے اور اب اجازت دے دی تب بھی بری ہی ہوں کہ شوہر کو چھوڑ کر چلی گئی۔۔ میں کہاں جاؤں آخر؟؟ اشنا شاہ روتے ہوئے شدت گریہ سے چیخی۔۔ اگر مقابل تکلیف میں تھا تو وہ بھی کم تکلیف میں نہیں تھی ! ! اپنا شوہر اپنی محبت چھوڑنا، سب کی باتیں سننا آسان تو نہیں ہوتا نہ؟؟ اس کے لیے بھی نہیں تھا۔۔ خاص کر تب جب کمی بھی اس میں خود میں ہی تھی ! ! ! وہ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بری طرح رونے لگی تھی ! ! زاویار شاہ نے ایک گہری سانس بھرتے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔۔۔ وہ کیا کرتا آخر۔۔۔ مقابل دھیان بھی تو سب کی باتوں پر دیتی تھی ! ! کیا ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ اشنا کے لیے صرف اس کی محبت کی کافی رہے ! ! نفی میں سر ہلاتے وہ آگے اس کی طرف بڑھا۔۔ رونا بھی تو نہیں دیکھا جاتا تھا اس عورت کا۔۔۔ عورت کے پاس ایک آنسوں ہی تو ہوتے ہیں جنہیں وہ ہتھیار کے طور پر استعمال کرتی ہے ! ! اس کے پاس جاتے زاویار شاہ نے تھوڑا جھکتے جھٹکے سے اسے اپنی گود میں اٹھایا۔۔ اسے ہی جھکنا تھا۔۔ کیا پتہ وہ پیار سے اسے سمجھاتا تو مقابل سمجھ جاتی ! ! "چھوڑ دیں ابھی بھی کھڑے ہو کے دھکے دیں آپ بس مجھے ! ! اشنا شاہ روتے ہوئے اس کی گود سے اُترنے کی کوشش کرتے پھر سے چیخی ! ! "ہاں اور تم سب کے سامنے چھوڑ دو پھر سے مجھے ! ! زاویار شاہ نے منہ بناتے دو بدو ہی جواب دیا۔۔ وہ اسے لیے بیڈ کی طرف

بڑھتے اسے لیے ہی بیڈ پر لیٹ چکا تھا۔ اشنا اس کے اُوپر روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ کیسے طعنہ مارا تھا اس شخص نے ! ! "سوری۔۔۔ دھیمی سی آواز میں کہتے زاویار شاہ نے چہرہ اوپر کرتے اس کے ہونٹوں پر ایک بوسا دیا۔۔ وہ مقابل کی آنکھوں میں موجود شکوہ پڑھ گیا تھا۔۔ اسی لیے یہ معافی مانگی گئی تھی ! ! "بات مت کریں مجھ سے ! ! اور چھوڑیں مجھے سب ڈھونڈ رہے ہونگے ! ! اس کے سینے پر ہاتھ جمائے اشنا نے پھر سے اس کے اوپر سے اٹھنا چاہا۔۔ مقابل اسے سختی سے اپنے شکنجے میں جکڑے ہوئے تھا۔۔۔ زاویار شاہ نے ایک سنجیدہ نظر اس پر ڈالتے جھٹکے سے اسے اپنے نیچے کیا۔۔ اشنا اس کے نیچے تھی جبکہ زاویار شاہ اس پر حاوی سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ ابھی بھی اس لڑکی کو بس دوسروں کی پڑی تھی ! ! "کوئی تمھیں نہیں ڈھونڈے گا سوائے میرے۔۔۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم ساری دنیا کو بھاڑ میں جھونک کر صرف میرے اوپر دھیان دو؟ تم کیوں سب کی باتیں سن رہی ہو جب تمھارا شوہر تم سے اتنی محبت کرتا ہے؟؟ مجھے بس تم سے غرض ہے اشنا۔۔ مجھے نہیں چاہیے ایسی اولاد جو مجھے تم سے دور کر دے ! ! مجھے صرف دن رات تم چاہیے ہو۔۔ پوری دنیا میں صرف تم ! ! ! " زاویار شاہ نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے کان کی لو کو سختی سے اپنے دانتوں سے کترا۔۔ اشنا کی سسکی بے ساختہ تھی ! ! مقابل سمجھ ہی نہیں رہا تھا۔۔ اس کے لیے

کافی ہو سکتی تھی وہ لیکن اس دنیا کو یہ اسے قبول نہیں تھی ! ! باتیں تو سب کی اسے سننی پڑتی تھی نہ؟؟ ! ! سب بہت بولتے ہیں زاوی۔۔ آنٹی کی وجہ سے سب مجھے غلط سمجھ رہے ہونگے ! ! میں خود بھی بہت محبت کرتی ہوں آپ سے ! ! کسی اور سے آپ کو باٹنا میرے لیے سوہان روح ہے ! ! لیکن میری مجبوری ہے کہ مجھے دنیا کی باتوں سے فرق پڑتا ہے ! ! کیونکہ کمی میرے اندر ہے ! ! " روتے ہوئے نظریں جھکائے اس نے دھیرے سے کہا۔۔ وہ سچ بتا گئی تھی اسے ! ! ! "کوئی نہیں بولتا میری جان۔۔ تم کیوں سب کو ہوا بنا کر اپنے سر پر سوار کرتی ہو؟؟ بس اتنا یاد رکھا کرو کہ میں ہوں صرف میں ! ! میری جان جب ہم دونوں ہی ایک دوسرے کے بنا نہیں رہ سکتے تو کیوں دوسروں کو دیکھنا ہے؟؟ تم بس مجھ میں گم رہو ! ! کوئی کچھ بولے تو منہ توڑ جواب دو اور کہہ دو کہ جب تمھارا شوہر تمہارے ساتھ ہے تو لوگوں کو کیوں مرچیں لگ رہی ہیں؟ آگے میں خود تمھارا ساتھ دوں گا۔۔ احساس کمتری کر کے تم خدا کی بھی نا شکری کر رہی ہو ! اس کی کوئی مصلحت ہی ہوگی اس کام میں ! ! ہر حال میں شکر ادا کرنا سیکھو ! ! لوگوں کا کیا ہے وہ تو باتیں ہی بناتے ہیں بس ! ! لوگوں کا تو کام ہے بولنا۔۔ تم سب کو بھاڑ میں جھونکو اور بس ایک اچھی بیوی کی طرح میرے فرائض سرانجام دو ! ! ! زاویار شاہ نے نرمی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔۔ وہ پہلے بھی ہمیشہ یہی بولتا آیا تھا۔۔ پتہ نہیں آخر یہ لڑکی

سمجھتی کیوں نہیں تھی ! ! "تو کیا ہم دونوں ساری زندگی اولاد کے بغیر رہے گیں ؟ ؟ "اشنا نے کرب سے سوال داغا۔۔ اس کا لہجہ بہت تکلیف دہ تھا۔۔ ایک عورت کے لیے اولاد کتنی ضروری ہوتی ہے اسے اب سمجھ میں آتا تھا۔۔ ! ! ہم اڈاپٹ کر لے گیں ! ! لیکن ایک وقت آنے پر ! ! ابھی مجھے بس تمہارے ساتھ رہنا ہے ! ! زاویار شاہ نے چٹکیوں میں حل نکالا۔۔ بس مقابل اس کے ساتھ رہتی ! ! اس کے لیے اگر اسے بچہ اڈاپٹ بھی کرنا پڑتا تو وہ کر لیتا۔۔ ! ! "کل پتہ کریں۔۔۔ اشنا شاہ نے روتے ہوئے استفسار کیا۔۔۔ اسے بے صبری سے انتظار تھا۔۔ ! ! کیا پتہ اسے وہ سب کی باتوں سے بچ جاتی ! !پیدا کرنے والے سے زیادہ بڑا پالنے والا ہوتا ہے ! ! اسے کوئی اعتراض نہیں تھا، زاویار شاہ بھی راضی تھا۔۔ پھر بھلا وہ لوگ کیوں دیر کرتے ! ! یہ اڈاپٹ کرنے والا آئیڈیا تو اس کے ذہن میں آیا ہی نہیں تھا۔۔۔ وہی پاگل تھی جو زاویار کی دوسری شادی کرانے چلی تھی ! ! "میں نے ساتھ میں یہ بھی کہا ہے ایک وقت آنے پر ! ! ابھی تو ڈیڑھ دو سال ہوئے ہیں بس ہماری شادی کو ! ! ایک اور مرتبہ ہنی مون منا کر پھر دیکھتے ہیں ! ! زاویار شاہ نے نچلا لب دانتوں تلے دباتے اسے چھیڑا۔۔ وہ چاہ رہا تھا کہ کچھ دنوں کے لیے مقابل کو اس ماحول سے بلکل دور لے جائے ! ! تاکہ اس کا بھی دماغ ٹھیک ہو اور وہ آئندہ کبھی اسے چھوڑنے کی کوشش نہ کرے ! ! یہ دونوں کے لیے بہت

بہتر تھا۔۔۔ اشنا نے نروٹھے سے انداز میں اس کے کندھے پر مکا جڑا۔۔ بھی بدتمیز تھا یہ انسان ! ! ! "مجھے چھوڑو گی تو نہیں نہ اشنا؟ پھر سے کبھی مجھ سے دور تو نہیں جاؤ گی نہ؟ یقین کرو جب سے تم گئی ہو ایک نوالا بھی حلق سے نیچے اترا ہو تو حرام ہے ! ! کل کی ساری رات کھڑے کھڑے گزر گئی ! ! تم کیا گئی تھی ساری رونقیں اپنے ساتھ لے گئی تھی ! ! مجھے کبھی اڈاپٹڈ بچوں میں انٹرسٹ ہی نہیں رہا۔۔ نا میں نے ایسا کبھی سوچا تھا۔۔ بس تمہاری خاطر میں یہ کر رہا ہوں ! ! تاکہ تم بس میرے پاس رہو ! ! میری اپنی سگی اولاد بھی ہوتی مجھے تب بھی تم ہی زیادہ عزیز رہتی ! ! مجھے بس تم سے مطلب ہے ! ! زاویار شاہ نے محبت سے کہتے اس کے ہونٹوں پر پھر سے ایک زوردار بوسا دیا۔۔ وہ سچ کہہ رہا تھا۔۔ ! ! "بہت شکریہ زاوی ! ! اس مشکل وقت میں بجائے دوسرے مردوں کی طرح مجھے چھوڑنے یا پھر دوسری شادی کرنے کے، میرے ساتھ کھڑے رہنے کے لیے ! ! میرے جیسی ہر عورت کو اگر آپ جیسا شوہر ملے تو کتنی ہی تبدیلی آجائے ہمارے معاشرے میں ! !" اشنا شاہ نے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے بھیگی سی آواز میں کہا۔۔ وہ واقعی دل سے اس کی شکر گزار تھی ! ! "بس میرے پاس رہو میرے ساتھ رہو ! ! اور کچھ نہیں چاہیے مجھے ! ! سرگوشی نما آواز میں کہتے زاویار نے اس کی گردن میں منہ چھپایا۔۔۔ تھوڑی مشکل سے ہی سہی لیکن وہ اسے سمجھا چکا

تھا۔۔ مقابل مان گئی تھی اس کے لیے یہی بہت تھا۔۔ باقی بچے کے متعلق بھی وہ بعد میں کبھی دیکھ لیتا۔۔ اب بیوی کو ساتھ رکھنا تھا تو اسے یہ بھی کرنا ہی تھا۔۔ ! ! زاوی ہم دو بچے اڈاپٹ کرے گیں ! !" اس نے ابھی سہی سے سکون کا سانس بھی نہیں بھرا تھا کہ اشنا شاہ کی پھر سے آواز اُبھری ! ! شرط یہ ہے تم ساری زندگی کبھی میرے پیار میں کمی نہیں آنے دو گی ! ! تم کبھی مجھے نہیں چھوڑو گی ! ! ہمیشہ ایسے ہی ہمارا عشق لا علاج بن کر قائم رہے گا۔۔۔ کبھی آئندہ رنجشیں آئی بھی تو چھوڑنے کی بجائے ساتھ کھڑی رہو گی ! ! وعدہ کرو۔۔ اس کی گردن سے چہرہ نکالے زاویار شاہ نے محبت سے کہتے اس سے وعدہ چاہا۔۔ وہ اس کی ساری باتیں مان لیتا بس بدلے میں یہ عورت ساری زندگی اس کی ہی رہتی ! ! ! "وعدہ ہے میرا ہمارا یہ لا علاج عشق ہمیشہ قائم رہے گا۔۔ ایک مرتبہ غلطی کر دی بہت شکریہ آپ کا میری تصیح کرنے کے لیے ! ! میں آئندہ کہیں نہیں جاؤں گی اپنا گھر اور آپ کو چھوڑ کر ! ! ہمیشہ ایسے ہی لا علاج رہے گا ہمارا عشق ! ! مسکرا کر کہتے وہ اس سے وعدہ کر گئی تھی۔۔ ! ! وہ سچے دل سے یہ وعدہ کر رہے تھے ! ! ! زاویار شاہ نے مسکراتے ہوئے تھوڑا جھکتے اس کی ناک کے ساتھ اپنی ناک مس کی ! ! چل لیں نیچے اب ! ! سب انتظار کر رہے ہونگے ! ! گھر بھی تو جانا ہے ! ! اشنا شاہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔۔ اسے ابھی ہی خیال آیا تھا نیچے جانے کا۔۔ اس

کے اندازے کے مطابق سب لوگ گھر جا رہے ہونگے ! ! "تو تم نے تھوڑی جانا ہے؟ ! زاویار شاہ نے ایبرو اُچکاتے استفسار کیا۔۔یہ کیا بات ہوئی تھی بھلا؟؟ "تو میرے ہسبنڈ جی میں نے نہیں جانا باقی سب نے تو جانا ہے نہ؟؟ سب کہیں گیں دونوں میاں بیوی غائب ہو گئے ! ! چل لیتے ہیں دونوں پھر آجائے گیں واپس ! ! " اشنا شاہ نے اس کے گال پر اُنگلی ٹریس کرتے مسکراتے ہوئے ایک ادا سے کہا۔۔یہ ایسے ہی اسے تنگ کرنے کے لیے تھا۔۔ ! ! ! ہمم تو واپس آکر کیا کرے گیں؟؟ زاویار شاہ اسے اپنی گود میں اٹھاتے کھڑا ہوا۔۔ اسے خود بھی احساس تھا۔۔ البتہ وہ اس سے بے باکی سے کچھ پوچھ رہا تھا۔۔ ! ! واپس آکر میں حفصہ کو یہاں لے آؤں گی اور پھر دونوں اس کے ساتھ کھیلے گیں ! ! اس کی گود سے اترتے وہ جیسے زاویار شاہ کے سارے پلان پر پانی پھیر چکی تھی ! ! اسے حفصہ سے بھی بہت پیار تھا۔۔۔ ! زاویار نے بے ساختہ ہی منہ کے زاویے بگاڑے ! ! بڑی ہی کوئی ان رومینٹک ہو تم ! ! خیر کر لینا جو مرضی۔۔ بس میرے پاس رہنا۔۔ ! ! اسے نرمی سے اپنے حصار میں لے کر کہتے زاویار شاہ نے باہر کی طرف قدم لیے ! ! "میں ان رومینٹک ہی ٹھیک ہوں آپ ہیں نا سارا رومانس جھاڑنے کے لئے ! ! اور ہاں آتے ہوئے کھانا ساتھ لے کر آئے گیں میں نے بھی کھانا ! ! ہے ! ! اشنا شاہ مسکرا کر کہتی وہ دونوں ایک ساتھ ہی کمرے سے باہر نکلے ! ! ڈن

ہنستے مسکراتے ایک دوسرے کے سنگ چلتے وہ دونوں زندگی کی مشکلات کو کہیں پیچھے
چھوڑے آگے بڑھ رہے تھے ! ! سنگ چلتے تب ہی سفر خوبصورت تھا۔۔ محبوب کو
اس کے عیبوں سمیت قبول کرنا بھی ایک آرٹ ہے ! ! جو ہر کسی کے ظرف کی بات
نہیں ! ! مگر زاویار شاہ کا لا علاج عشق اس سے یہ بھی کروا گیا تھا۔۔" آپ ساتھ دینے کا
ارادہ کریں اور راہیں ہموار پھر خدا کرتا ہے ! ! "

نیچے سب گھر جانے کی ہی تیاری کر رہے تھے ! ! سب لوگ کھانے اسے فارغ ہو چکے
تھے۔۔۔ اکثم خان بھی اندر واپس آ چکا تھا۔۔ اس کا چہرہ اب تک ویسے ہی تھا بلکل
سپاٹ ! ! بنا کسی تاثر کے۔۔ جیسے اسے کسی بھی چیز سے کوئی فرق ہی نہ پڑتا ہو ! ! ہیر
شاہ خود صوفے پر ایک طرف بیٹھی کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں جمائے کچھ سوچنے میں
مصروف تھی ! ! پتہ نہیں اس لڑکی کے دماغ میں کیا چل رہا تھا۔۔ سائرہ بیگم دوبارہ
کمرے سے نہیں نکلی تھیں ! ! زاویار شاہ اور اشنا بھی باہر آ چکے تھے ! ! نوین بیگم
مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہی تھیں ! ! شاید وہ غلط تھیں ! ! شادی شدہ زندگی

میں اولاد ہی سب کچھ نہیں ہوتی ! !پیار، محبت، خلوص اور عشق نامی بھی کچھ چیزیں ہوتی ہیں جن کے سہارے زندگی بسر کی جا سکتی ہے ! ! اشنا جیسی لڑکیوں کو طلاق دلوا کر گھر بٹھانے سے بہتر شوہر کے ساتھ ایک محبت بھری زندگی جینے کا آرٹ ہمارے معاشرے کو سکھانا چاہیے ! ! اور افسوس کہ ہم اسی چیز پر غور نہیں کرتے ! ! خیر اب لوگ جس وقت لاؤنج میں جمع جانے کی تیاریوں میں تھے ! ! رائنا شاہ اور عدیل شاہ نے بھی بس نکلنا تھا۔۔ حدائق اور فائزہ بھی گھر جانے کی ہی تیاریوں میں ہی تھے ! ! جبکہ خان ولا کے لوگ بھی اسی لیے کھڑے تھے ! ! ایک ساتھ مل بیٹھ کر سب کو واقعی میں بہت مزا آیا تھا۔۔ ! ! "ملتے ہیں پھر کبھی انشاء اللہ ! ! دا جان آگے بڑھتے شاہوں کے دا جان سے بغل گیر ہوئے ! ! باقی سب بھی ایک دوسرے سے ملتے جانے ہی لگے تھے ! ! جبکہ لڑکیاں تو حفصہ کے ساتھ چپکی ہوئی تھیں۔۔ اس بیچاری کا آج تو پورا منہ لال ہو گیا تھا۔۔ جبکہ وہ رونے بھی لگی تھیں۔۔ اس طرح کا پیار تھا ان سب کا۔۔ ایک طرف تو وہ پڑی تھی ہی نہیں ! ! مسلسل وہ بچی کسی نہ کسی کے ہاتھ میں تھی ! ! نائرہ شاہ کو تو فیڈ کے علاوہ اس کی کسی چیز کی فکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی ! ! اس کی بیٹی تھی ہی اتنی پیاری کہ جو بھی دیکھے وہ اسے گود میں لینے پر مجبور ہو جائے ! ! اس وقت سارے شوہروں کی اپنی اپنی بیویوں سے ایسی ہی ایک چھوٹی سی گڑیا کی فرمائش

چل رہی تھی ! ! خدا جائے نوازے ! ! ہمسفر، رزق اور اولاد یہ تینوں کی قدرتی معاملات ہیں ! ! ان پر انسان کا کوئی اختیار نہیں ! ! خدا چاہے یہ حسے دے اور جس مرضی سے چھین لے ! !

وہ سب لوگ ابھی آگے بڑھنے ہی لگے تھے کہ اکثم خان جو کب سے کچھ نوٹ کر رہا تھا اس کے قدم رکے ! ! وہ سنجیدگی سے ایک نظر سب کو دیکھتے صوفے پر ایک کونے میں بیٹھی ہیر شاہ کو دیکھ رہا تھا۔۔ سب لوگ کھڑے ہی تھے ! ! وہ انہیں سی آف کر رہے تھے ! ! ! "کیا ہو گیا بیٹا؟ کوئی بات ہے کیا؟؟ اسے رکتے دیکھ مظہر شاہ نے مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔۔۔ وہ اس کے ساتھ ہی کھڑے تھے ! ! ! جبکہ ابھی باہر کوئی بھی نہیں نکلا تھا۔۔ سب لاؤنج میں ہی تھے ! ! "ہاں یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟؟ جانا نہیں ہے کیا؟؟" اپنے سینے پر ہاتھ باندھ کر مڑتے اکثم نے سنجیدگی سے ہیر شاہ کی طرف دیکھتے ان سے استفسار کیا۔۔ قبول ہے کے علاوہ یہ پہلی بات تھی جو وہ کر رہا تھا۔۔ ورنہ وہ پورے ٹائم میں خاموش ہی رہا تھا۔۔ اس وقت رات کے تقریباً دس بج رہے تھے ! ! حدائق شاہ جو فائزہ سے بات کرتے ہوئے آگے بڑھ رہ تھا کہ اکثم خان کی بات پر ٹھٹھک

کر رکا۔۔ باقی سب کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔ جبکہ ہیر شاہ خود اس کی طرف نظریں پھیرے نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی ! ! وہ اسے کیوں بول رہا تھا؟؟۔۔

کیا مطلب ہے بیٹے؟ اس کا اپنا گھر ہے اس نے کہاں جانا ہے بھلا؟؟ دا جان نے آگے کو آتے نرمی سے پوچھا۔۔ کچھ کو اکثم کی بات کی سمجھ لگ گئی تھی اور کچھ کو نہیں لگی تھی ! ! وہ سب ہی رکے محض اس ایک شخص کی طرف متوجہ تھے ! ! " تصیح کریں دا جان۔۔ اب اس کے شوہر کا گھر اس کا گھر ہے۔۔ چلیں محترمہ ! ! ! گھر نہیں جانا کیا؟؟ شروع میں دا جان کو کہتے اکثم خان آخر میں ہاتھ سے چٹکی بجاتے ہیر شاہ کی طرف متوجہ ہوا۔۔ اسے تو لگا تھا کہ جتنی جلدی ان سب نے نکاح کی مچائی ہے اسے یہ رخصتی بھی ساتھ ہی کر دے گیں ! مگر یہاں تو محترمہ آرام سے صوفے پر بیٹھی تھیں ! ! ! وہ کب سے نوٹ کرتا عین ٹائم پر بول ہی پڑا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ کے چہرے کے جیسے اچانک ہی سیٹ رنگ اڑے ! ! کیا مطلب تھا اس شخص کی بات کا؟؟ کیا وہ رخصتی مانگ رہا تھا ابھی؟؟ لیکن اسے تو محض نکاح کا کہا گیا تھا؟؟ رنگت اڑے چہرے کے ساتھ اس نے ایک نظر اکثم کو دیکھتے سوالیہ نظروں سے ماہ دیر شاہ کی طرف دیکھا۔۔ وہ اتنا بڑا دھوکہ کسی صورت برداشت نہ کرتی ! ! ماہ دیر شاہ سمیت ان کے چہرے بھی کچھ ہیر جیسے ہی

تھے ! ! وہ سب آبان کو دیکھ رہے تھے کہ آخر یہاں چل کیا رہا تھا۔۔ کیا اس نے اکثم کو نہیں بتایا تھا کہ رخصتی ابھی نہیں ہے؟؟ ! ! میڈم آپ سے مخاطب ہوں میں ! ! اٹھیں پلیز دیر ہو رہی ہے ہمیں ! ! اسے خود کی طرف متوجہ نا پاتے اکثم خان نے پھر سے چٹکی بجاتے اسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔۔ حد تھی وہ یہاں بول رہا تھا کچھ اور یہ لڑکی موٹے موٹے آنسوں آنکھوں میں لیے اپنے بھائی کو دیکھ رہی تھی ! ! ! "اکثم رخصتی ابھی نہیں ہے۔۔ یہ بات پہلے ہی ہمارے درمیان ہوئی تھی ! ! صرف نکاح کرنا تھا وہ بھی تیرے ہی کہنے پر جلدی ہوا ہے ! ! اب چپ کر کے گھر چل ! ! آبان خان نے آگے کو آتے سنجیدگی سے اکثم خان کو بازو سے تھامتے سختی سے تنبیہ کی ! ! یہ شخص اب کچھ زیادہ ہی بدتمیزی کر رہا تھا۔۔ اسے غصّہ آرہا تھا اکثم پر ! ! اکثم خان نے ایک نظر نہایت سنجیدگی سے اس پر ڈالتے جھٹکے سے اس سے اپنا بازو چھڑوایا۔۔ "زندگی میری، شادی میری، نکاح ہوا میرا، بیوی میری ! ! تو یہ کہاں رہے گی اور کہاں نہیں اس بات کا فیصلہ بھی میں ہی کروں گا۔۔ آپ اور آپ۔۔۔)دوسرا اشارہ حدائق شاہ کی طرف تھا(۔۔ آپ دونوں ہوتے کون ہیں میری بیوی کی فیصلے لینے والے؟؟ رخصتی کی بات پہلے نہیں ہوئی تھی ٹھیک ہے میں اب کر دیتا ہوں ! ! سنجیدگی سے کہتا وہ ہیر شاہ کی طرف متوجہ ہوا۔۔ "مسز اکثم خان اٹھیں اور دوپٹہ سہی کریں۔۔ ابھی اسی وقت آپ

کے شوہر کی طرف سے رخصتی کا علان کیا گیا ہے ! ! اٹھیں شاباش ! ! مجھے آپ خالی ہاتھ بھی قبول ہیں ! ! اللہ کا دیا سب کچھ ہے ہمارے پاس ! !" ہیر شاہ کی ہیزل نٹ آنکھوں میں جھانکے سیدھا سیدھا حکم دیا گیا۔۔ جب نکاح ہو گیا تھا تو رخصتی بھی وہ تو ساتھ ہی لیتا۔۔ اسے یہاں شاہ ولا میں رکھ کر محض سائرہ بیگم کی جلی کٹی شکل دیکھنا اسے گوارہ نہیں تھا۔۔ ایک مرتبہ بیر کو لے جا کر وہ کبھی اس گھر کا رخ بھی نہ کرتا۔۔ ! ! "اکثم وہ ابھی تیار نہیں ہے اس سب کے لیے۔۔ اور ویسے بھی اتنی جلدی رخصتی کیسے ہوگی۔۔ ہزار تیاریاں کرنی ہوتی ہیں ! ! کوئی کھیل ہے یہ سب کچھ؟ دا جان نے آگے کو آتے کچھ پریشانی سے اسے سمجھانا چاہا۔۔ پہلے کیا زندگی میں تماشہ لگانے والے کم تھے جو انہیں داماد بھی ایسا ہی مل گیا تھا۔۔ ! ! "جب وہ نکاح کے لیے تیار تھی تو رخصتی کے لیے بھی ہو جائے گی ! میں نے کہا نہ مجھے کچھ نہیں چاہیے ! ! ایسے ہی چل لے میرے ساتھ ! ! اپنے پیروں پر اتنا تو میں کھڑا ہوں کہ اس کی تمام ضروریات پوری کر سکتا ہوں ! ! آپ اٹھ جائیں گی آج کی صدی میں؟؟ سنجیدگی سے دا جان کو کہتے وہ آخر میں پھر سے ہیر شاہ کی طرف متوجہ ہوا۔۔ آخر کیوں یہ لڑکی اس کی نہیں سن رہی تھی؟؟ "بھائی۔۔۔ ہیر شاہ نے صوفے سے کھڑے ہوتے ماہ دیر کو مخاطب کیا جو اسے تسلی آمیز نظروں سے دیکھتے اسی کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ وہ اسے آنکھوں سے ہی ریلکس کرنے کی

کوشش کرنا چاہ رہا تھا۔۔ مگر اس کی بہن ٹھہری صدا کی سینسیٹو لڑکی ! ! اسے ہیر شاہ کی طرف جانا ہی پڑا تھا۔۔ ! ! ! "اتنی بھی بے غیرتی مت دکھا اکثم۔۔ ہمیں مجبور مت کر کہ ہمیں اپنے فیصلے پر شرمندہ ہونا پڑے ! ! میں نے اپنی بہن کے سکون کی خاطر اسے تجھے سونپا ہے ! ! اور تو اسے پہلے دن ہی ایسے رلا رہا ہے ! ! " حدائق شاہ نے خود بھی آگے ہیر کی طرف بڑھتے سنجیدگی سے افسردہ انداز میں اکثم کو دیکھا۔۔ اسے اندازہ نہیں تھا اکثم ایسے کرے گا۔۔ ! ! " کسی کی زندگی میں زبردستی کسی کو بھی گھسا دینا بے غیرتی نہیں ہے؟؟ ہاں لیکن میں نے اپنی ہی بیوی کی رخصتی مانگ لی تو میں بے غیرت ہو گیا واہ ! ! آپ اپنی بہن کا سکون دیکھ رہے ہیں اور میں ہم دونوں کا۔ بہتر ہے اسے سمجھائیں کہ میرے ساتھ چلے ! ! ورنہ بٹھا کر رکھیں پھر ساری زندگی میرے نام پر اسے اس گھر میں ہی ! ! آج میرے ساتھ چلتی ہے تو ٹھیک ہے ! ! ورنہ میں پھر ساری زندگی اسے لینے نہیں آؤں گا۔۔ ! ! " اپنے ہاتھوں کو پیچھے کمر پر باندھے وہ شخص اب حد کر گیا تھا۔۔ ہیر شاہ نے ماہ دیر کے سینے سے منہ نکالتے بھیگی نظروں سے اسے دیکھا۔۔ کہیں اس نے اپنے بھائیوں کی مان کر غلطی تو نہیں کر دی تھی؟؟ بے ساختہ ہی یہ بات سوچتے اس کا دل شدت سے دھڑک اٹھا تھا۔۔ خدا نہ کرے کہ کبھی اس کا خوف سچ ثابت ہوتا۔۔ مگر یہاں آثار اسے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہے تھے ! ! ! اکثم خان نے ایک نظر

اس کی بھیگی آنکھوں میں دیکھتے پھر سے اپنی نظریں پھیری ! مقابل آخر کیوں اسے اسے دیکھ رہی تھی؟؟ وہ جب بھی اس سے نظریں ملا رہا تھا تب ہی اسے کچھ نہ کچھ لازمی کھٹک رہا تھا۔۔۔ لیکن خیر ابھی وہ ان باتوں پر دھیان نہیں دے سکتا تھا۔۔ اسے پہلے اس خاندان سے لڑنا تھا۔۔ ! ! "اکثم اب بہت زیادہ ہو رہا ہے ! ! میں منہ توڑ دوں گا تمہارا۔۔ یہ تربیت کی ہے ہم نے تمہاری؟؟ اکثم خان کی اس بات پر دلشاد خان اسے گھورتے ہوئے غرائے۔۔۔ اکثم اتنا بدتمیز کبھی نہیں تھا۔۔ آج وہ سب ہی اس کا ایک الگ روپ دیکھ رہے تھے ! ! شاید وہ سہی کہتا تھا۔۔ وہ اپنی زندگی کے فیصلے خود کرنے کے قابل تھا۔۔ ! ! ! "پانچ منٹ ہیں سمجھا دیں انہیں کہ ساتھ چلے گیں یہ میرے ! ! ورنہ میں زبردستی بھی کر سکتا ہوں۔۔ شرعی اور قانونی حق ہے یہ میرا۔۔۔ جیسے جلدی میں نکاح کروایا ہے ایسے ہی جلدی میں رخصتی کے لیے بھی راضی کریں انہیں ! ! دلشاد خان کو سرے سے ہی اگنور کرتے اکثم خان نے ماہ دیر شاہ کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے کہا۔۔ وہ کر کے پیچھے ہاتھ باندھے اسی سنجیدگی کے ساتھ کھڑا تھا۔۔ سب لوگ افسوس سے اکثم کو دیکھ رہے تھے ! ! اب پچھتانا کیسا جب چڑیا چگ گئی کھیت ! ! ! "نکاح تو ہو ہی گیا تھا۔۔ ! ! ! "بھائی میں کسی صورت رخصتی نہیں کروں گی۔۔ آپ اچھے سے جانتے ہیں سب کچھ ! ! "ماہ دیر شاہ کی نظریں خود پر محسوس کرتے

ہیر شاہ دبی دبی آواز میں چیخی ! ! یہ کیا تماشہ تھا آخر ! ! اسے لگ رہا تھا جیسے سب کا دماغ خراب ہو گیا ہے اور اب وہ اسے بھی پاگل کر رہے تھے ! ! " کچھ نہیں جانتے وہ مسز۔۔ بے فکر رہیں حق مہر میں آپ کی بتائی ہوئی ساری چیزیں پیسوں سمیت جمع کی ہیں میں نے ! ! میرے ساتھ چلیں۔۔ خسارے میں نہیں رہے گیں آپ ! ! " ابھی ماہ دیر کچھ بولتا کہ اکثم خان اس کے حسین چہرے کی طرف دیکھتے اسے ابھی ہی یہ بات بتانے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔ وہ ایک مرد تھا۔۔ با وقار مرد۔۔۔ ہنسی مذاق اپنی جگہ لیکن عورت پر ہاتھ اٹھانا اسے زیب نہیں دیتا تھا۔۔ مقابل کی بولی گئی ایک ایک بات ابھی بھی اس کے دل و دماغ میں نقش تھیں ! ! " ہیر شاہ نے تھم کر اسے دیکھا۔۔ وہ جو رو رہی تھی ایک لمحے کے لیے رونا بھولے اسے دیکھنے پر مجبور ہو گئی تھی ! ! ماہ دیر شاہ کی بھی کچھ ایسی ہی کیفیت تھی ! ! کچھ دیر پہلے ہوتا پچھتاوا اچانک ہی تھم سا گیا تھا۔۔۔ وہ دونوں اکثم خان کو دیکھ رہے تھے ! ! جبکہ اکثم خان کی نظریں ہیر شاہ پر تھیں۔۔ وہ اسے چھوڑ کر جانے پر رضامند ہی نہیں تھا۔۔ ! ! چلیں؟ اسے خود کی طرف تکتا پا کر ابرو اُچکاتے استفسار کیا گیا۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ آنکھوں سے ہی کوئی منتر پڑھ کر پھونک رہا ہو۔۔ ہیر شاہ اسے دیکھنے پر مجبور ہو رہی تھی ! ! ! کچھ اس کی حق مہر والی بات دل کو چھو گئی تھی ! ! کیا واقعی کوئی بھی مرد ایسی باتیں اتنی آسانی سے مان سکتا تھا؟؟ "ماہ دیر شاہ نے

اکثم سے نظریں پھیرتے ایک گہری سانس بھری۔۔ اسے ہی ہیر کو راضی کرنا تھا۔۔ نکاح جیسا معاملہ اتنا سنگین ہو گیا تھا کہ ان لوگوں کو جھکنا ہی تھا۔۔ "ہیر بیٹے ایک آخری مرتبہ بس ! ! کچھ شرمندگی سے ماہ دیر شاہ نے اس کے بالوں پر لب رکھتے منت زدہ سے لہجے میں کہا۔۔ وہ خود ہیر کے آگے شرمندہ ہو کر رہ گیا تھا۔۔ ! ! ! "ہیر شاہ نے ایک بھیگی نظر ماہ دیر پر ڈالتے خاموشی سے اس سے تھوڑا فاصلے بنایا۔۔ پتہ نہیں اس لڑکی کے دل میں کیا چل رہا تھا۔۔۔ "دوسری مرتبہ کمپرومائز کر رہی ہوں بھائی۔ صرف آپ کے کہنے پر ! ! یقین کریں دو سے تیسری مرتبہ نہیں کروں گی۔۔ پھر چاہے پوری دنیا ہی کیوں نہ کہنے بیٹھ جائے ! ! "۔۔ اپنے آنسوں صاف کرتے سنجیدگی سے کہتے اس نے اپنے گلے میں موجود دوپٹے کو سہی کرتے سر پر سیٹ کیا۔۔ وہ مان گئی تھی۔ یا پھر اسے ماننے پر مجبور کیا گیا تھا تو یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا۔۔ نہیں ماہ دیر شاہ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کے اپنے شوہر کی ایک بات کی وجہ سے ! ! ایک مرتبہ پھر وہ معصوم اپنی قسمت آزمانے چلی تھی ! ! ! ماہ دیر شاہ نے شکر کا سانس بحال کرتے پھر سے اسے اپنے سینے سے لگایا۔۔ وہ جتنا ہیر کے متعلق سوچ رہے تھے یہ لڑکی اتنی ہی صابر ثابت ہوئی تھی ! ! "خدا تمہارے نصیب اچھے کرے۔۔ ڈھیروں خوشیاں دے تمھیں ! ! خوش رہنا ہمیشہ ! ! ! " ماہ دیر شاہ نے نرمی سے اسے ڈھیروں دعائیں دی۔۔ معاذ شاہ اور دا جان

بھی اسی کی طرف بڑھ رہے تھے ! ! پہلی رخصتی تھی جو اتنی پھیکی اور اتنی سادگی سے ہو رہی تھی ! ! لیکن خیر سارا قصور ہی اکثم کا تھا۔۔۔اگر وہ ضد نہیں کرتا تو یہ لوگ یقیناً ایک سال تک رخصتی کرتے ! ! ! "ماما کو بتا دیجیے گا بھائی اگر ان کی بددعا قبول ہوئی تو ہیر کو کھو دیں گی وہ۔۔۔بہت تکلیف دی ہے اُن کے لفظوں نے مجھے ! ! " سب سے ملتے ہیر شاہ نے بھیگی سی آواز میں ماہ دیر شاہ سے کہا۔۔ وہ سائرہ بیگم سے مل کر بھی جانے والی نہیں تھی ! ! ماں ان کی اپنی تھی لیکن اتنے ہی لفظوں اور باتوں سے وہ ان سب کے دل سے اُترتی جا رہی تھیں ! ! کوئی کتنا ہی سمجھاتا آخر انہیں؟؟ یہ سب تو تھک گئے تھے بول بول کر ! ! "چھوڑو بس خوش رہا کرو۔۔۔کچھ دنوں تک چکر لگا لینا۔ ماما کا موڈ ٹھیک ہو جائے گا تب تک ! ! بغض مت رکھنا ہیر۔۔ ماما ہیں وہ ہماری ! ! ماہ دیر شاہ مسکراتے ہوئے اسے ہدایت کرتے اپنے حصار میں لیے آگے کی طرف بڑھا۔۔ اسے اپنی ماں سے بھر لگاؤ تھا۔۔ حالانکہ اس کی اپنی بیٹی کو بھی ابھی تک اس کی ماں نے دیکھا تک نہیں تھا۔۔ وہ لے کر گیا تھا حفصہ کو اُن کے پاس۔۔ لیکن پھر بھی سائرہ بیگم اسے دیکھنے سے صاف انکار کر گئی تھیں ! ! پھر بھی ماہ دیر شاہ کو وہ بے حد عزیز تھیں۔۔ ماں باپ جیسے بھی ہو ماں باپ ہی ہوتے ہیں ! ! ان سا عزیز دنیا میں کوئی نہیں ہوتا۔۔ ایک اچھی اولاد ہونے کے ناطے ہونا بھی یہی چاہئے کہ ماں باپ چاہے جیسے بھی ہو پھر

بھی ان کی خدمت کی جائے، اُن سے محبت کی جائے ! ! ایک وقت میں انہوں نے پال پوس کر ہمیں بڑا کیا ہے جس کی قیمت ہم اپنی جان کی قربانی دے کر بھی ادا نہیں کر سکتے ! ! اس کے باقی بہن بھائی یہ باتیں نہیں سمجھتے تھے خاص کر حدائق۔۔ اور اب ہیر بھی کچھ ایسی ہی جذباتی طبیعت کی لڑکی ثابت ہوئی تھی ! ! وہ اور معاذ شاہ تھوڑے الگ تھے ! ! کچھ بھی ہو جائے وہ اپنی ماں کی عزت بھی ویسے ہی کرتے تھے اور ان سے محبت بھی ! ! لیکن خیر ! ! ! ماہ دیر شاہ ہیر کو اپنے ساتھ لیے باہر کی طرف بڑھا۔۔ ہیر شاہ باقی سب سے مل چکی تھی۔۔ کوئی کچھ بول ہی نہیں رہا تھا۔۔ کچھ بولنے کو بچا ہی نہیں تھا کسی کے پاس ! ! "وہ دونوں ابھی دروازے تک ہی پہنچے تھے کہ اکثم خان نے آگے بڑھتے ہیر شاہ کے آگے اپنا ہاتھ کیا۔۔ اس کا دوسرا گڑھ پیچھے کمر پر ہی تھا ج میں سنجیدہ نظریں ہیر شاہ کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں ! ! ! ہیر نے ایک گہری سانس بھرتے ایک نظر اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔۔ وہ خاموشی سے روتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں تھما چکی تھی ! ! پتہ نہیں کیوں اسے بے حد رونا آرہا تھا۔۔ ! ! اکثم خان کے بھاری بڑے ہاتھ میں اس کا چھوٹا سا ہاتھ کہیں چھپ کر رہ گیا تھا۔۔ ! ! اکثم نے ہلکا سا محض ہلکا سا اُداس سا مسکراتے اپنے ہاتھ کو بند کرتے آگے کی طرف قدم بڑھائے ! ! پتہ نہیں وہ مسکرایا کیوں تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ بھیگی نظروں سے اس کی پشت کو

دیکھتے خاموشی سے اس کے پیچھے چل رہی تھی ! ! دونوں کے محض ہاتھ ملے تھے ! ! باقی سب بھی باہر کو آتے اپنی اپنی گاڑیوں کی طرف بڑھے ! ! زاویار شاہ اور اشنا مسکراتے ہوئے ان سب کو دیکھ رہے تھے ! ! انہیں لگ رہا تھا کہ کسی نے انہیں نوٹ نہیں کیا۔۔ دراصل میں وہ سب ہی انہیں اگنور کر گئے تھے ! ! سب نے اوپر جاتے دیکھا تھا اُن دونوں کو ! ! وہ سمجھ گئے تھے کہ میاں بیوی میں سب کچھ ٹھیک ہو گیا ہوگا اب اشنا کو لے کر جانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔ ! ! "اکثم خان نے آگے کو بڑھتے ہیر کے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا۔۔ وہ ایک نظر اسے دیکھتے خاموشی سے گاڑی میں بیٹھ چکی تھی ! ! باقی سب لوگ بھی اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھتے باہر کی طرف بڑھ رہے تھے ! ! اکثم خان اپنی طرف آتے خود بھی گاڑی میں بیٹھا۔۔ کتنی مشکل سے وہ خود کو سنبھال کر اگلی کا خیال کر رہا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔۔۔ لیکن خیر نکاح کیا تھا تو عزت بھی دینی ہی تھی۔۔ ! ! ایک ساتھ ہی کئی گاڑیاں شاہ ولا کے گیٹ کو عبور کرتی اپنی اپنی منزل کی طرف روانہ تھیں ! !

حدائق شاہ اور فائزہ ہسپتال کی طرف جا رہے تھے ! ! فائزہ شاہ کو ابھی ہی کال آئی تھی کہ اریبی ہسپتال میں آیا ہے ! ! وہ دونوں اسی سے ملنے کی غرض سے ہسپتال جا رہے

تھے ! ! جبکہ عدیل شاہ اور رائنا بھی اپنے گھر کی طرف بڑھ چکے تھے ! ! شاہ ولا ایک مرتبہ پھر سے سناٹے میں ڈوب چکا تھا۔۔۔

یہ رات کے تقریباً گیارہ بجے کا وقت تھا جب دائم حسین سنجیدگی سے ہسپتال کے کاریڈور سے گزرتا مشال لغاری کے وارڈ کی طرف روانہ تھی ! ! اس کے چہرے پر ایک نا معلوم سی سنجیدگی تھی۔۔ جبکہ آنکھیں لہو چھلکا رہی تھیں ! ! وہ صبح سے اسی سوٹ میں ملبوس تھا جس پر اس لڑکی کا خون لگا تھا۔۔ ! ! اس کی حالت کچھ اجڑی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔۔ فائزہ شاہ کے کہنے پر وہ واقعی میں ثبوت ڈھونڈنے گیا تھا۔۔پتہ نہیں اسے کیا ملا تھا جو اس کی یہ حالت تھی ! ! وہ صبح کا غائب اب واپس آیا تھا۔۔پتہ نہیں وہ ایسا کہاں گیا تھا۔۔ اس کا حلیہ ہی اس کے دل کی حالت کو بیان کر رہا تھا ! ! سب سے بڑا نقصان تو آج اسنے ہی ہاتھوں اپنی ہی اولاد کا ہوا تھا۔۔ کیسا شخص تھا وہ جو اسنے ہی ہاتھوں سے اپنی ہی ہونے والی اولاد کو قتل کر گیا تھا۔۔ اس کے دل میں پلتی بدلے کی آگ صبح سے کچھ نظر نہیں آرہی تھی۔۔ نقصان کروا کر وہ بھی سکون سے

ایک طرف بیٹھ چکی تھی۔۔ بدلہ تھا یا شیطان کچھ نہیں کہہ سکتے تھے ! ! ! لیکن خیر وہ خسارے میں رہا تھا۔۔ اب اپنی باتیں اور حرکتیں وہ یاد کر رہا تھا تو اسے خود سے گھن آرہی تھی ! ! وہ اتنا ظالم تھا نہیں جتنا وہ مشال کے ساتھ بن گیا تھا۔۔ ! ! ! اس کی آنکھیں بری طرح اس کے دل کی حالت بتا رہی تھیں۔۔ شاید اسے کچھ اچھا سننے کو نہیں ملا تھا۔۔ ! ! ٹوٹی پھوٹی حالت میں آگے کو بڑھتے مشال لغاری کے وارڈ کے باہر جاتے اس کے قدم ایک لمحے کے لیے رکے ! ! ایک گہری سانس بھرتے دائم نے اپنی سرخ آنکھیں انگوٹھے اور اُنگلی کے پوروں سے صاف کی۔۔ پتہ نہیں کیوں اس کی آنکھوں میں شدید جلن ہو رہی تھی ! ! اپنے اندر ہمت جمع کرتے وہ بہت آہستہ سے دروازے کو کھولتے وارڈ کے اندر داخل ہوا۔۔ ایک نظر سامنے کی طرف دیکھتے وہ واپس سے دروازہ بند کر چکا تھا۔۔ چہرہ ابھی تک بلکل سنجیدہ تھا۔۔ ڈھونڈنے سے بھی کوئی تاثر دکھ ہی ! ! نہیں رہا تھا۔۔

مشال لغاری اس وقت ہوش و خرد سے بیگانہ نیند کی وادیوں میں گم تھی۔۔ اسے دن میں ہوش آیا تھا اور تب سے ہی جب بھی وہ اٹھ رہی تھی تب ہی چیخ و پکار چل رہی تھی ! ! وہ حد سے زیادہ ڈری ہوئی تھی۔۔ پتہ نہیں اتنا کس چیز کا خوف تھا اس لڑکی

کو۔۔ بھر مشکلوں سے ابھی بھی نرسز نے اسے نیند کا انجکشن لگایا تھا۔۔ ایک اس کی حالت بہت بری تھی اوپر سے وہ اسٹریس بھی بہت لے رہی تھی۔۔ اس کی جان کو خطرہ تھا۔۔ اس کے سامنے ہی بچے والی بات بھی ڈاکٹر کے منہ سے نکل گئی تھی۔۔ خیر اسے شاید سمجھ نہیں آئی تھی یا وہ واقف ہی نہیں تھی۔۔ اسی لیے زیادہ رسپانس نہیں تھا آیا اس کا۔۔ ! ! اس کے ماتھے پر پٹی بندھی تھی۔ کانچ کے کچھ ٹکڑے ماتھے پر اندر تک گئے تھے جنہیں ڈاکٹرز نکال چکے تھے ! ! دونوں ہاتھوں پر ڈرپ لگی تھیں۔۔ اسے خون کی بھی بہت کمی تھی۔۔ چہرہ تھپڑوں سے نیل و نیل ہوا پڑا تھا۔۔ ہونٹ کے کنارے پھٹ چکے تھے۔۔ کیا تھی وہ اور آخر کیا بن گئی تھی ! ! کوئی بھی اسے اس بستر پر ایسے پڑا ہوا دیکھ لیتا تو یقیناً اس پر ترس ضرور کھاتا۔۔ جیسی بھی سہی تھی تو وہ آخر ایک انسان ہی ! ! !

دائم حسین دھیرے دھیرے قدموں سے چلتے اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ اس کی نظریں سامنے بیڈ کی طرف ہی تھیں جہاں وہ پٹیوں میں جکڑی پڑی تھی ! ! کہیں بینڈیج کہیں ڈرپس، وہ لگ ہی نہیں رہی تھی مشال۔۔ یہ تو کوئی صدیوں کی بیمار تھی۔۔۔ یا پھر کسی کے تشدد کا نشانہ بنی عورت ! ! ! دائم حسین کے بیڈ کے بلکل پاس جاتے قدم رکے ! !

وہ بنا کسی تاثر کے اس کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔۔ پلکیں جھکنے کو راضی نہیں تھیں۔۔۔ جبکہ یہ بھی بلکل سپاٹ تھیں۔۔ پتہ نہیں اس کے دل میں کیا چل رہا تھا لیکن وہ تکلیف میں تھا۔۔ پتہ نہیں کیسے آج دل نے چپکے سے سرگوشی کر ہی دی تھی کہ یہ لڑکی غلط نہیں بول رہی تھی۔۔ وہ واقعی میں حنان جیسا ہی تھا۔۔ یا شاید اس سے بھی زیادہ ظالم ! ! ! حنان نے کم از کم نکاح میں آئی عورت کے ساتھ کچھ نہیں کیا۔۔۔ اس نے تو نکاح میں آئی عورت کے ساتھ یہ سلوک کیا تھا۔۔ ! ! دائم نے سر جھٹکتے ایک نظر اس کے پیٹ کی جانب دیکھا۔۔ کیا واقعی اولاد اتنی عزیز ہوتی ہے کہ اس کے آنے کی خبر ہی ایک سیکنڈ میں انسان کے دل کی کیفیت بدل سکتی ہے؟؟ ہاں شاید۔۔ اپنی اولاد سب کو ہی عزیز ہوتی ہے ! ! اسنے لرزتے سے ہاتھ کو آگے بڑھاتے اس نے بہت نرمی سے مشال کے پیٹ پر رکھا۔۔ کاش کہ اسے ایک مرتبہ علم ہو جاتا بس ! ! وہ کبھی اس عورت کو تکلیف دینے کا نہ سوچتا۔۔۔ کچھ جو اب پتہ چلا تھا وہ دل کو زیادہ بھاری کر رہا تھا۔۔ وہ عائشہ کے پاس گیا تھا۔۔ ایک وہی عورت بچی تھی جو اسے ساری سچائی بتا سکتی تھی ! ! بھلے ہی وہ اِسی کی ماں تھی لیکن پھر بھی کچھ ایسا تھا کہ اسے عائشہ پر اعتبار تھا۔۔ تھی کوئی ایسی قسم جو عائشہ اٹھالے تو وہ اس کی کسی بھی بات پر اعتبار کر سکتا تھا۔۔۔ وہ عائشہ کے پاس ہی گیا تھا۔۔ اسے راحیل نے رہائش یہاں سے تھوڑی دور

دی ہوئی تھی ! ! وہ اکیلی ہی رہتی تھی اور اب تو مکمل علاج پر کافی حد تک ٹھیک بھی ہو رہی تھی ! ! یہ سب کچھ راحیل کی وجہ سے تھا۔۔ وہ صبح سے اسی کے پاس اس سے ساری سچائی پوچھ کے آیا تھا۔۔ سچائی جاننے کے بعد وہ یہ بھی بتا چکا تھا اسے کہ اس مشال اسی کے پاس ہے ! ! وہ اس سے ملنے کے لیے بہت اسرار تو کر رہی تھی لیکن اریبی کو مزید کسی شخص کی گالیاں اور بددعائیں نہیں سننی تھیں۔۔ پہلے ہی وہ خود سے ایک جنگ لڑ رہا تھا۔۔۔ مزید کسی کی باتیں برداشت کرتا تو یقیناً مر جاتا۔۔۔ اتنا بڑا خسارہ جو ہاتھ لگ گیا تھا اس کے ! ! اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھتے اس کے دل میں کوئی حسرت سی جاگی تھی کہ کاش کچھ محسوس ہو جائے ! لیکن اب ایسا ممکن نہیں تھا۔۔ اب پچھتانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔ وہ کھڑا اس کے پیٹ پر مسلسل ہاتھ رکھ رہا تھا کہ اچانک ہی بلکل چپکے سے اس کی آنکھ سے ایک آنسوں نکلتے مشال کے ڈرپ لگے ہاتھ پر گرا۔۔ پتہ نہیں یہ کیسے نکل گیا تھا۔۔ اس کی خود کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ فوراً سے پیچھے کو ہوتے سے نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا۔۔ ہاتھ رکھنے اور پتہ چلا تھا کہ اس کی دونوں آنکھیں آنسوؤں سے بھری پڑی تھی ! ! وہ اس وقت خود سے بھی بلکل بے پرواہ تھا۔۔۔ ! ! ایک بدلے کی خاطر اس نے اپنے ساتھ ساتھ مزید دو جانوں کا نقصان بھی کر دیا تھا۔۔ بدلہ؟؟ لیکن کونسا بدلہ؟؟ وہ تو کہیں سے بھی اس کی قصوروار تھی ہی

نہیں ! ! وہ گنہگار تھی لیکن اس کے گناہوں کی سزا اسے دینے والا اریبی کوئی نہیں ہوتا تھا۔۔ گناہ بھی وہ جو ایک تو سارے اس کے ماضی کے اور پھر دور دور تک جن کی سزا کے متعلق انسانوں کا سوال بنتا ہی نہیں ! ! ایک گہری سانس بھرتے اس نے بے بسی سے اوپر چھت کی طرف دیکھا۔۔ سب کچھ سمجھ سے باہر تھا۔۔ اس کی زندگی کہاں سے کہاں آگئی تھی اسے کچھ سمجھ ہی نہیں لگ رہی تھی ! ! اپنی آنکھیں صاف کرتے وہ واپس سے آگے مشال کی طرف بڑھا۔۔ اس کے چہرے کے پاس جاتے وہ بہت نرمی سے جھکتے اس کے ماتھے پر لب رکھ گیا تھا۔۔ پتہ نہیں اپنے دشمن کے ساتھ یہ حرکت اس نے کس لیے کی تھی ! ! نرمی تھی اس کے لمس میں ! ! وہ ابھی پیچھے ہٹنے ہی لگا تھا کہ اچانک ہی مشال لغاری نے جھٹکے سے اپنی آنکھیں وا کی ! ! اریبی کو جیسے پیچھے ہٹنے کا موقع نہیں مل پایا تھا۔۔۔ وہ دیکھ چکی تھی اسے ! ! مشال کو شاید ابھی ہی ہوش آیا تھا یا وہ کافی دیر پہلے کی ہوش میں تھی کچھ کہہ نہیں سکتے تھے ! ! ! دائم نے ایک نظر اس کی آنکھوں کے دیکھتے ہلکے سے اپنے لب اس سے دور کیے ! ! وہ خاموشی سے اس سے نظریں چراتے تھوڑا پیچھے ہو چکا تھا۔۔ البتہ سیدھا وہ اب بھی نہیں ہوا تھا۔۔ ! ! "مشال نے آنکھیں کھولتے ایک لمحے کے لیے بے تاثر نظروں سے اسے دیکھا۔۔ وہ شاید تب حواس میں نہیں تھی۔۔ لیکن جلد ہی یہ حواس بحال بھی ہو چکے تھے ! ! ایک لمحے کی

اجنبیت کے بعد شناسائی کی رمک اترتے فوراً سے آنکھوں میں خوف پھیل چکا تھا۔۔ وہ اس شخص کو بھولے ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟ آنکھوں میں ڈھیروں خوف لیے وہ پوری طرح اپنی آنکھوں کو کھولے اپنے نہایت قریب اس بے رحم کو دیکھ رہی تھی جس کی وجہ سے وہ آج اس حالت میں تھی ! ! دائم حسین بھی اس کی آنکھوں میں اترتے ایک ایک رنگ کو بخوبی پہچان رہا تھا۔۔۔ جتنی بے رحمی اس نے دکھائی تھی یہ خوف بنتا ! ! تھا۔۔ وہ اس چیز کے لیے بلکل تیار تھا۔۔ اندازہ تھا اسے اس بات کا۔۔

مم۔۔میں۔۔۔ن۔۔۔ے۔۔۔ مشال لغاری مارے خوف کے گھٹی گھٹی آواز میں " کچھ بولتی کہ دائم پہلے ہی اس کے ہونٹوں پر اُنگلی رکھ چکا تھا۔۔ وہ جانتا تھا یہ کیا بولے گی ! ! مگر جو مقابل بولنا چاہتی تھی وہ سن کر اس کا دل پھٹ جاتا۔۔ تبھی وہ اسے روک گیا تھا۔۔ ! ! ! شش۔۔۔ کچھ نہیں ہوا۔۔ کچھ مت بولو پلیز ! ! دائم نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے نرمی سے جیسے منت سی کی ! ! وہ ابھی تک اس پر جھکا ہوا تھا۔۔ جبکہ آنکھیں شدید لال انگارا ہو رہی تھیں ! ! جیسے وہ اپنے اندر مچتی جنگ پر قابو پا رہا ہو۔۔ ! ! ! "مشال نے اپنا سانس روکتے کچھ حیرت سے اسے دیکھا۔۔ کہیں وہ ابھی تک بیہوشی میں خواب تو نہیں دیکھ رہی تھی؟؟ نہیں ایسا حقیقت میں کبھی نہیں ہو سکتا

تھا ! ! ! دائم حسین اور اس سے نرمی سے بات کر رہا تھا۔۔یہ تو کوئی قیامت کی نشانی تھی ! ! اس شخص کے لہجے میں منت سماجت کا عنصر کیسے آسکتا تھا؟؟ وہ تو اسے اپنا غلام سمجھ کر بس حکم چلاتا تھا۔۔ آج شاید سورج کسی اور طرف سے نکلا تھا۔۔ کم از کم اسے تو یہی لگا تھا۔۔۔ مشال کی آنکھوں میں بے ساختہ ہی ڈھیروں آنسوں سے جمع ہوئے ! ! آنکھوں کے کنارے بھگنے لگے تھے۔۔۔پتہ نہیں کتنے دنوں بعد اس نے کسی کی نرم آواز سنی تھی ! ! اسے اپنے سر میں شدید درد کی ٹیسیں اٹھتی محسوس ہو رہی تھیں ! ! کچھ وہ رونے لگی تھی تو درد اور بڑھ گیا تھا۔۔ جبکہ پیٹ کی طرف بھی اسے کچھ محسوس ہو رہا تھا۔۔ وہ اس سے لاعلم تھی ! ! اسے ابھی تک کچھ نہیں پتہ تھا۔۔ ! ! بھاری ہوتے اعصاب کے ساتھ اس نے دھیرے سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ وہ اگر اس شخص کا حکم ٹالتی تو مزید مار پڑنی تھی ! ! اسے یاد آرہا تھا کیسے کیسے اس بے رحم نے صبح اسے مارا تھا۔۔ اور پھر وہ بیہوش ہو گئی تھی ! ! اسے سب کچھ یاد آگیا تھا۔۔ ! ! دائم نے سنجیدہ چہرے کے ساتھ ایک نظر اس کی فرمانبرداری دیکھتے تھوڑا مزید جھکتے نرمی سے اس کے ماتھے پر لب رکھے ! ! یہ دوسرا نرم لمس تھا۔۔ لیکن برا ہوا۔ یہاں مشال کی چیخ بے ساختہ تھی ! ! وہ جانے انجانے میں تھوڑی زور سے اس کے پیٹ پر ہاتھ رکھ چکا تھا۔۔ مشال لغاری ڈرپ لگا ہاتھ اپنے پیٹ پر رکھتے بری طرح

چیخ پڑی تھی ! ! ! دائم کچھ ہڑبڑاتے ہوئے فوراً اس سے دور ہوا۔۔ اس کا ایسا کوئی اِرادہ نہیں تھا۔۔۔ وہ پریشانی سے ایک نظر اس کےپیٹ کو دیکھتے اس کی طرف متوجہ ہو جو چیختے ہوئے بری طرح رونے لگی تھی ! ! ! "سو۔۔ سوری۔۔ مُجھ۔۔ مجھے اندازہ نہیں تھا۔۔" شاید ہی دائم حسین پوری زندگی میں پہلی مرتبہ لڑکھڑایا تھا۔۔ وہ نہایت پریشان چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! مشال بری طرح رو ہی رہی تھی کہ جھٹکے سے وارڈ کا دروازہ کھلا۔۔ وہاں فائزہ شاہ تھی جو اسی طرف مشال کا چیک اپ کرنے آئی تھی ! ! لیکن اندر سے آتی چیخوں کی آواز پر اسے تیزی سے اندر بڑھنا ہی پڑا تھا۔۔ ! ! مشال رو رہی تھی اور دائم بوکھلاہٹ کا شکار ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔۔ وہ اسے تسلی بھی نہیں دے پا رہا تھا۔۔ فائزہ شاہ نے تیزی سے آگے بڑھتے مشال کو نرمی سے تھاما۔۔ وہ اپنے ہاتھ سے ڈرپ اُتارنے کی کوشش کر رہی تھی ! ! فائزہ نے تیزی سے اس کے ہاتھوں کو پکڑتے نرمی سے اسے خود کے ساتھ لگایا۔۔ دائم کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! ! "چپ کرو تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے چیخو مت اتنا۔۔۔ کوئی نہیں ہے چپ کرو پلیز ! ! فائزہ شاہ نے سختی سے اس کے دونوں ہاتھ تھامتے نرمی سے کہا۔۔ وہ دائم کو اگنور کرتے اسے چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی ! ! ! "مشال جو چیخ رہی تھی کہ فائزہ کو دیکھتے اسے لگ رہا تھا جیسے کوئی محافظ مل گیا ہو ! ! اس نے بے ساختہ ہی

فائزہ کے بازو کو زور سے تھاما۔۔ وہ خوفزدہ نظروں سے دائم کو دیکھ رہی تھی ! ! !

"اس۔۔۔اس سے۔۔۔ بچا لو پلیز۔۔۔ روتے ہوئے مشال نے فائزہ سے جیسے التجا کی۔۔ اس کی آنکھوں میں بے حد خوف ٹھہرا تھا۔۔ ! ! دائم کے دل میں مجھے کیوں بے ساختہ ہی ایک ٹیس سی اٹھی ! ! سب اسی کا قصور تھا۔۔ وہ آج اپنا کیا خود ہی بھگت رہا تھا۔۔ کبھی سکون ملتا تھا اس خوف کو دیکھ کر، آج تکلیف ہو رہی تھی ! ! "شکل کیا دیکھ رہے ہیں جائیں یہاں سے۔۔۔ دکھ نہیں رہا اس کی حالت پھر سے خراب ہو رہی ہے ! ! اس شخص کو جم کے یہاں کھڑے دیکھ فائزہ شاہ شدت سے چیخی ! ! مشال کو چیختے چیختے بری طرح کھانسی شروع ہو چکی تھی۔۔ وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھے درد سے کراہتے ہوئے بری طرح کھانس رہی تھی ! ! "میں۔۔۔میں نے کچھ نہیں۔۔۔ اریبی ابھی اپنی صفائی دیتا کہ فائزہ پہلے ہی اسے ٹوک چکی تھی۔۔" کتنا ڈھیٹ تھا یہ انسان۔۔ نفرت تھی اس لڑکی کو عورت پر ہاتھ اٹھانے والے ہر مرد سے ! ! شدید نفرت ! ! "سنائی نہیں دے رہا ہے جائیں یہاں سے ! ! پہلے کیا کم تکلیف دی ہے اسے جو اب مزید اذیت دے رہے ہیں؟ فائزہ شاہ نے اس پر چیختے مشال کو بیڈ پر لٹایا۔۔ وہ پینک ہو رہی تھی ! ! وہ اس کے ہاتھ سے نرمی سے ڈرپ اُتارنے لگی تھی ! ! کھینچا تانی میں بلڈ آنے لگا تھا ہاتھ سے ! ! دائم حسین ایک نظر خاموشی سے مشال کو دیکھتے تیز تیز قدموں سے کمرے سے باہر

نکلا۔۔ اس نے دوبارہ پیچھے مڑ کر دیکھنے کا تکلف نہیں کیا تھا۔۔۔ وہ بس آگے کو حلتے سیدھ میں باہر نکل چکا تھا۔ ایک ہاتھ آنکھوں پر تھا تو دوسرا سینے پر!! اس کے سینے میں کہیں درد سا اٹھ رہا تھا۔ مقابل نے پچھلے ڈیڑھ مہینہ تکلیف سہی تھی اور اب وہ اس ڈیڑھ مہینے کا حساب نجانے کتنے عرصے تک چکاتا۔۔۔تیزی سے باہر کو نکلتے وہ واپس سے دروازے کو بند کیے آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔پتہ نہیں اس بوجھ اور تکلیف کے ساتھ اب اس کا کہاں جانے کا ارادہ تھا۔۔۔

شش۔۔۔ چلا گیا ہے وہ چپ کرو۔۔ کوئی کچھ نہیں کہے گا اب تمھیں!! یہ میرا وعدہ ہے!!" فائزہ نے اسے ابھی بھی روتے کانپتے دیکھ اس کے بالوں پر ہاتھ رکھتے جیسے اسے ریلکس کرنا چاہا۔۔ مقابل کی خود کی نظریں دروازے پر تھیں۔۔ وہ اسے جاتا ہوا خود بھی دیکھ چکی تھی!! لیکن پھر بھی ایک خوف ایک ڈر تھا جو دل میں ہر وقت نیچے گاڑے رہتا تھا۔۔ وہ بھی فائزہ کی طرح ہی ہو گئی تھی۔۔ ہر آہٹ پر چونکنے والی!!! مشال نے اپنی بھیگی نظریں دروازے سے پھیرتے گردن موڑے فائزہ شاہ پر گاڑی!! وہ اسے پہچان گئی تھی۔۔ بھلا اس لڑکی کو وہ کیسے بھول سکتی تھی جس کی تکلیف کا اندازہ اس نے پچھلے ڈیڑھ مہینے میں پل پل لگایا تھا؟؟ خود پر سہتی تھی تو اسے فائزہ کی

تکلیف اور چیخیں یاد آتی تھیں جنہیں ایک وقت میں اس نے بہت انجوائے کیا تھا۔۔!! وہ اب چیخنا بند کر چکی تھی۔۔۔ صرف آنکھوں میں ڈھیروں ندامت لیے وہ روتے ہوئے اپنے ہاتھ کی بینڈیج کرتی فائزہ کو دیکھ رہی تھی!! فائزہ شاہ مصروف سے انداز میں اس کے ہاتھ کی طرف متوجہ ہو چکی تھی!!! یہ لڑکی تو ٹھیک ہو گئی تھی۔۔ خدا نے اسے اس کے صبر کا انجام دے دیا تھا۔۔۔ لیکن اسے تکلیف پہنچانے والوں کا امتحان تھا اب!! مکافات عمل مذاق نہیں ہوتا۔۔یہ ہو کر رہتا ہے اسی دنیا میں!! ففا۔۔۔فائزہ؟؟ نام جاننے کے باوجود مشال نے روتے ہوئے استفسار کیا۔۔ وہ جیسے کنفرم کرنا چاہ رہی تھی!! فائزہ شاہ نے نظریں اٹھاتے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔۔ تعجب کی بات تھی کہ اس لڑکی کو اب تک اس کا نام بھی یاد تھا۔۔!! "ہمم فائزہ۔۔ہاتھ کو زیادہ حرکت مت دینا اب!! کچھ دنوں تک انشاء اللہ تم بلکل ٹھیک ہو جاؤ گی!! فائزہ مسکرا کر حامی بھرنے کے ساتھ ساتھ اسے ہدایات بھی دیتی پیچھے ہوئی!! اس کے ہاتھ کی بینڈیج کر چکی تھی وہ!! مشال نے اسے پیچھے ہوتے دیکھ روتے ہوئے واپس سے اس کے بازو کو تھاما۔۔!! وہ شدید روتے ہوئے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی!! " یہیں ہوں میں آج رات کی ہی ڈیوٹی ہے میری!! تم پریشان مت ہو!!" فائزہ کو لگا تھا وہ اسے روک رہی ہے اسی لیے مسکرا کر جواب دیتے وہ اس کے پاس ہی بیڈ پر

بیٹھی ! ! اتنا تو وہ سمجھ چکی تھی کہ اسے دائم کا نے حد خوف ہے ! ! "مشال نے ہچکی سی بھرتے نفی میں سر ہلایا۔۔"مجھے معاف کر دو فائزہ۔۔ خدا کے لیے معاف کر دو مجھے ! ! ! " اس کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑے وہ نہایت شرمندگی سے معافی مانگ رہی تھی۔۔ اسے اگر زندگی میں سب سے زیادہ کسی کے سامنے شرمندگی تھی تو وہ فائزہ ہی تھی ! ! وہ شرمسار تھی اپنے گناہوں پر ! ! فائزہ نے اپنے سامنے جڑے اس کے ہاتھوں کو پکڑتے نیچے کیا۔۔ بھلا وہ کون ہوتی تھی کسی کو معاف کرنے والی ! ! ! "کچھ نہیں کیا تم نے۔۔ آرام کرو اور ٹینشن سے دور رہو۔۔ میرے دل میں کسی کے لیے بھی کوئی بغض نہیں ہے ! ! جو میرا اصل گنہگار تھا اس سے میرے شوہر نے میرا بدلہ لے لیا ہے ! ! اب میں بلکل ٹھیک ہوں ! ! " مسکراتے ہے وہ بڑے ظرف کا مظاہرہ کر رہی تھی !۔ لیکن یہ سچ تھا اس کے دل میں واقعی کوئی بھی بغض نہیں تھا۔۔ وہ سب کو معاف کر چکی تھی ! ! جب انسان خدا سے یہ اُمید رکھے کہ وہ ہمیں معاف کر دے گا تو ہمیں بھی انسانوں کی غلطیوں پر انہیں معاف کرنے کی صلاحیت خود میں رکھنی چاہیے ! ! ! "میں نے بہت برا۔۔۔ مشال روتے ہوئے مزید بولتی کہ فائزہ اس کی بات کاٹ چکی تھی ! ! اس لڑکی کو آرام کی ضرورت تھی اور فائزہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ اسٹریس لے ! ! "کچھ برا نہیں کیا تم نے کچھ بھی نہیں ہوا۔۔ ریلکس رہو اور ماضی کو

بھول کر آگے بڑھو۔۔ تم نے اپنا بچہ کھویا ہے۔۔ تمھیں بے حد آرام کی ضرورت ہے ! ! اور یہاں مشال روتے روتے اچانک ہی ساکت ہو گئی تھی ! ! کونسا بچہ ؟؟ کیا وہ پریگنینٹ تھی؟ اسی لیے اسے پچھلے کافی دنوں سے کچھ الگ محسوس ہو رہا تھا۔۔ اسے اپنی کیفیت کی وجہ اب سمجھ میں آئی تھی ! ! خبر ملی بھی تھی تو کس وقت جب بچہ رہا ہی نہیں تھا۔۔۔ خیر کیا کرتی وہ اس شخص کے بچے کو پال کر؟ جس کا ایک مرتبہ ہاتھ اٹھ جائے پھر کبھی نہیں رکتا۔۔ وہ اس پر ہاتھ اٹھاتا تھا تو بچے کو بھی جان سے ہی مار دیتا۔۔ بلکہ مار ہی تو دیا تھا؟؟ ہاں اسی نے ہی تو مارا تھا اپنے ہونے والے بچے کو ! ! شاید وہ غلط سوچ رہی تھی ! اسے اندازہ نہیں تھا کہ دائم بھی انجان ہوگا۔۔ فائزہ سے پہلے بھی ایک نرس نے اسے بتائی تھی یہ بات ! ! لیکن اسے تب زیادہ سمجھ نہیں لگی تھی ! ! اسے تو تب اپنا بھی ہوش نہیں تھا۔۔ ! ! "ٹینشن نہیں لینی زیادہ۔۔ اس دن پر یقین رکھو جس دن اریبی جیسے ہر مرد کا حساب ہوگا۔۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔۔۔ آرام کرو تم مجھے باقی پیشنٹس کو دیکھنا ہے ! ! مسکرا کر کہتی اسے تسلی دیتے فائزہ بیڈ سے کھڑی ہوئی ! اگر اسے جلدی نہ ہوتی تو وہ ضرور مشال کے پاس بیٹھتی ! ! ! "تم نے دل سے مجھے معاف کر دیا نا؟؟ نجانے کس خدشے کے تحت مشال کی طرف سے سوال کیا گیا تھا۔۔ وہ ابھی تک رو رہی تھی۔۔ ! ! ! "لڑکی تم پریشان مت ہو۔۔ میں نے

معاف کر دیا بس؟؟ لیٹو شاباش اور سو جاؤ ! ! پرسوتک تمھیں ڈسچارج کر دے گیں اس کے بعد یاد رکھنا میں ہر دم تمھارے ساتھ ہوں ! ! مزید ظلم سہہ کر خود کی جان ہلکان مت کرنا پلیز ! ! ! ظلم کے خلاف آواز اٹھائی جاتی ہے ! ! میرا شوہر وکیل ہے جیسے تم چاہو گی ویسے ہی ہوگا۔۔ اب اریبی کچھ نہیں کہے گا تمھیں۔۔ اور اگر کہے تو اسے عدالت دیکھ لے گی ! ! آگے تمہاری مرضی ! ! نرمی سے اسے ہدایات دیتے فائزہ نے اپنے قدم باہر کی جانب لیے ! ! اس کے کیبن میں ہی حدائق بھی بیٹھا تھا۔۔وہ اسے دو یا تین بجے تک ! ! ! ساتھ لے کر ہی گھر جاتا۔۔

پیچھے مشال لغاری ایک نظر دروازے کو دیکھتے خاموشی سے بیڈ پر لیٹی ! ! وہ چھت پر نظریں جمائے پتہ نہیں کیا سوچتے ہوئے رو رہی تھی ! ! اب تو جیسے رونا ہی رہ گیا تھا زندگی میں ! ! اریبی جیسے ظالم انسان کا عدالت بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتی ! ! ایسا اسے لگتا تھا۔۔ اس بے رحم سے اسے شدید قسم کی نفرت محسوس ہو رہی تھی ! ! پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی اسے اریبی سے نفرت۔۔ ہاں لیکن آج بچے کا غم بھی مارپیٹ کے غم میں جمع ہو گیا تھا تو اسے واقعی وہ شخص درندہ لگ رہا تھا۔۔ اسے ہو گئی تھی نفرت ! !

پہلی شادی تھی جس میں وقت کے ساتھ ساتھ محبت کی بجائے نفرت گہری ہو گئی

"! ! تھی ! ! ! خدا ہی رحم کرتا ان پر

101/2

یہ ایک خوشگوار دن تھا جب موسم بھی حد سے زیادہ خوشگوار ہوا پڑا تھا۔۔ ہر شخص اپنے اپنے کاموں میں مصروف دن بھر کی تھکان کے بعد اپنے گھر واپس جانے کو تھا۔۔ اس وقت شام کے چھ بج رہے تھے ! ! کچھ دیر پہلے ہی مغرب کی اذان بھی ہو چکی تھی ! اب آسمان پر رات کی سیاہی پھوٹنے لگی تھی ! ! ! ایسے میں خان ولا میں اس وقت کچھ سناٹا سا چھایا تھا۔۔ سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں تھے ! ! آبان خان اور راحیل کچھ دیر پہلے ہی آفس سے واپس آئے تھے جبکہ بالاج خان بھی فائٹنگ کلب میں تھا۔۔ اس کا آج میچ تھا وہ اسی سلسلے میں وہاں گیا ہوا تھا۔۔ جبکہ اکثم خان کل رات سے گھر سے غائب تھا۔۔ ش کل ہیر شاہ کو باہر سے ہی گھر چھوڑے پتہ نہیں کہاں چلا گیا تھا۔۔ اسے اپنے دل کو قابو کرنے میں کچھ وقت درکار تھا۔۔ کچھ اکیلا رہ کر وہ اس حقیقت کو قبول کرنا چاہتا تھا تبھی کل ساری رات اور آج سارا دن بھی وہ اکیلا فارم

ہاؤس میں پڑا تھا۔۔ نا تو اس لڑکے کو گھر سے آتی سب کی ڈھیروں کالز کی فکر تھی اور نہ ہی کھانے پینے کی ! ! وہ کل دن سے بھوکا تھا۔۔ کچھ کھانے کو دل ہی نہیں تھا جیسے ! ! !

ہیر شاہ کو در فشاں اور باقی خواتین نے مل کر کل رات بہلا پھسلا تو دیا تھا لیکن پھر بھی اس نے بھی بہت شدت سے یہ بات نوٹ کی تھی کہ اکثم کا موڈ کچھ ٹھیک نہیں تھا۔۔ اسے وہم آرہے تھے کہ اکثم کو زبردستی شادی کے لیے راضی کیا گیا ہے ! ! یا پھر وہ کسی اور کو پسند کرتا ہے ! ! اس لڑکی کے تو وہم بھی ٹھیک تھے لیکن وہ نہیں جانتی تھی ! ! !

وہ کل رات سے اکثم کے کمرے میں ہی تھی ! ! صبح اور دن میں سب گھر والوں کے ساتھ خاموشی سے بیٹھی بھی تھی ! ! وہ لوگ ہی کوئی بات کرتے تھے تو وہ جواب دے دیتی تھی ورنہ نئے لوگوں نے وہ کیا ہی بولتی۔۔۔ وہ تو اپنے گھر والوں سے نشی بولتی تھی یہ تو پھر غیر تھے ! ! ! اس وقت بھی ہیر شاہ اکثم کے کمرے میں موجود بیڈ پر بیٹھی اپنے موبائل میں مصروف تھی ! ! کل رات سے اس شخص نے اپنی ایک جھلک بھی نہیں دکھائی تھی ! ! ہیر سوچ رہی تھی کہ اس نے اگر یہی کچھ کرنا تھا تو وہ اسے لاتا ہی نا ! ! ! مقابل نے اسے یہاں لا کر اکیلے بٹھا دیا تھا اور خود پتہ نہیں کہاں غائب تھا۔۔ اس کے پاس تو اکثم کا نمبر بھی نہیں تھا جو وہ اسے کال ہی کر لیتی ! ! کسی اور سے اس کا بلکل دل نہیں تھا نمبر مانگنے کا۔۔ وہ کسی سے بات کرنے کو راضی ہی نہیں تھی ! ! ! موبائل

میں ریلز سکرال کرتے کرتے اس نے بیزاریت سے اچانک ہی موبائل سائڈ پر پھینکا۔۔
وہ شدید بور ہو رہی تھی ! ! پہلے ناولز پڑھ لیتی تھی یا پھر دوستوں سے بات بھی کر لیتی تھی۔۔ اب تو وہ بھی کرنے کا دل نہیں تھا۔۔پتہ نہیں اسے کیا ہوتا جا رہا تھا۔۔ ایک گہری سانس بھرتے اس نے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے اپنی آنکھیں موندی ! ! پتہ نہیں آج بھی اکثم ہے واپس آنا تھا یا نہیں۔۔۔ ایک تو سب کچھ اس کی سمجھ سے باہر ہو رہا تھا۔ پتہ نہیں کیوں اب اسے احساس ہوتا تھا کہ اس نے ماہ دیر اور حدائق کی بات مان کر غلطی کر دی۔۔ کل جو تھوڑی بہت تسلی ہوئی تھی وہ رات میں اور اب کے مقابل کے رویے کی وجہ سے ختم ہو چکی ہے ! ! اسے پھر سے لگ رہا تھا کہ کہیں نہ کہیں اس نے زندگی میں غلط فیصلہ لے لیا ہے ! ! ! مقابل یا تو رخصتی ہی نہ کرواتا اور اگر کروا ہی لی تھی تو کم از کم اسے اکیلا تو نہ چھوڑتا۔۔۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی ! !بیڈ کراؤن سے ! !ٹیک لگائے وہ مسلسل کچھ نہ کچھ سوچ رہی تھی جس میں اکثر سوچیں نیگیٹیو ہی تھیں

اسے ایسے ہی بیٹھے کچھ ہی لمحے گزرے تھے کہ اچانک ہی کلک کی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا۔۔ آواز سنتے ہیر شاہ فوراً ہی سیدھی ہو بیٹھی تھی ! ! اس وقت کون آگیا تھا کمرے میں؟؟ اس کی نظر بے ساختہ ہی دروازے کی طرف اٹھی جہاں سے اکثم خان سنجیدگی

سے اندر کمرے میں داخل ہوتے دروازہ بند کر رہا تھا۔۔ شاید وہ ابھی ہی گھر آیا تھا۔۔
اکثم اس وقت کل والے کپڑوں میں ہی ملبوس تھا جو کہ اب شکن زدہ ہو چکے تھے ! !
اس کے بال سارے ماتھے پر بکھرے تھے جبکہ قمیض کے بازو کہنیوں تک فولڈ تھے ! !
وہ اس حلیے میں بھی غضب ڈھا رہا تھا۔۔ ! ! ! ہیر شاہ اسے اندر داخل ہوتے دیکھ
سیدھی ہوتے بیٹھی ! ! ابھی بھی کیا ضرورت تھی آنے کی ابھی بھی باہر ہی رہتا۔۔" وہ
دانت پیستے اسے دیکھتے سوچ رہی تھی ! ! اکثم خان نے اندر داخل ہوتے ایک نظر بیڈ پر
بیٹھی ہیر شاہ کو دیکھا۔۔ وہ اس چیز کے لیے بلکل تیار تھا۔۔ ! ! "السلام و علیکم ! !
ایک نظر اسے دیکھتے سلام کرتے وہ بنا جواب سنے آگے کی طرف بڑھا۔۔ وہ فریش
ہونے کے لیے واشروم جا رہا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ نے اس کی پیٹھ کو دیکھتے زیر لب اس
کے سلام کا جواب دیا۔۔ مقابل کونسا اسے سننے کے لیے رکا تھا جو وہ اونچی آواز میں
جواب دیتی ! ! سر جھٹکتے وہ وہ واپس سے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا چکی تھی ! ! پتہ نہیں
کیوں اسے ہر چیز سے فرق پڑ رہا تھا۔۔۔ ظاہر ہے وہ اس گھر میں ایک اسی شخص کے
آسرے پر تھی ! ! اسے فرق پڑنا بھی چاہیے تھا۔۔۔ بیزاریت سے اس کی نظریں
واشروم کے بند دروازے پر ہی تھیں ! ! پتہ نہیں وہ یہاں ٹھہرنے والا بھی تھا یا نہیں ! !
کہیں اُس نے باہر ہی نہ جانا ہو دوبارہ۔۔ یعنی وہ ایک مرتبہ پھر اس گھر میں اکیلی ہونے

والی تھی ! ! اس کے دماغ میں وسوسے سے آرہے تھے ! ! کاش کہ وہ اس وقت اپنے گھر میں ہوتی ! ! انسان ساری دنیا میں چاہے کہیں بھی چلا جائے لیکن جو سکون اور مسرت اپنے گھر میں ہوتی ہے وہ کہیں بھی نہیں ہوتی ! ! ! اس کے ساتھ بھی کچھ یہی ہو رہا تھا۔۔ ! ! تقریباً پندرہ منٹ بعد اکثم خان واشروم کا دروازہ کھولے باہر نکلا۔۔ وہ کپڑے چینج کرتے رف سے ٹراؤزر شرٹ میں ملبوس تھا۔۔ گیلے بال پھر سے ماتھے پر بکھرے تھے جنہیں وہ تولیے سے خشک کر رہا تھا۔۔ اس کا چہرہ بھی کچھ گیلا تھا۔۔ وہ شاور لے کر آیا تھا۔۔ ! ! سنجیدگی سے اپنے کام میں مصروف اکثم خان آگے کو بڑھتے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے جاتے کھڑا ہوا۔۔ اس نے بس اب سونا تھا۔۔۔ کل بھی ساری رات جاگ کر ہی گزر گئی تھی ! ! کچھ حد تک دل خاموش تھا۔۔۔ وہ نصیب کے ساتھ سمجھوتا کرنے والا انسان تھا۔۔ لیکن پھر بھی دل کے کسی کونے میں وہ آئس بلیو آنکھیں ابھی بھی نقش تھیں ! ! لیکن نصیب کے آگے کس کی چلی ہے بھلا ؟؟ وہ خاموش ہو چکا تھا۔۔۔ جنگل کے پاس سے وہ اپنے گارڈز کو بھی ہٹوا چکا تھا۔۔ اب اس کی زندگی میں آگئی تھی کوئی ! اگر اب وہ یہ حرکت کرتا تو یہ بیوفائی کہلاتی۔۔۔ حرام سے زیادہ حلال کی فکر کرنی چاہیے ! ! ! وہ اسی لیے خاموشی سے بس اپنا راستہ علیحدہ کرتے دل کی تاریں ہیر شاہ سے جوڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ محبت میں نہ سہی کم از کم نکاح جیسے

مقدس رشتے میں تو وہ وفادار رہتا۔۔ ! ! آئینے کے سامنے کھڑا وہ بالوں کو خشک کر رہا تھا۔۔ گیلے بالوں میں اسے شروع سے ہی الجھن ہوتی تھی ! ! "ہیر شاہ آنکھیں کھولے سنجیدگی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ وہ سوچ رہی تھی شاید اسے شوہر بھی اسی کے جیسا ملا ہے ! ! نا اسے کچھ بولنا آتا تھا اور نہ ہی مقابل کچھ بول رہا تھا۔۔ کمرے میں اس وقت مکمل خاموشی چھائی تھی ! ! ! "کہاں تھے آپ کل سے؟؟ ہیر نے اپنے اندر ہمت جمع کرتے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھتے سوال داغا۔۔ بڑی ہمت جتائی تھی اس لڑکی نے ! ! اکثم خان جو اپنے میں ہی مصروف تھا کہ اس کی بات سنتے اس نے جھٹکے سے اپنا چہرہ موڑتے اسے دیکھا۔۔ پہلے کیا آبان کم تھا جو ایک اور آگئی تھی ! ! یہ سارے اس سے ہی سوال کیوں پوچھتے تھے؟؟ یا شاید سب کی ہی بیویاں ایسے پوچھتی ہونگی ! ! پتہ نہیں اسے ایکسپیرینس تھوڑی تھا۔۔ ! ! گردن موڑتے اسے دیکھتا وہ یہی کچھ سوچ رہا تھا۔۔ ! ! ! ہیر نے اسے خود کی طرف تکتا پا کر کندھے اچکائے۔۔ مطلب یہ تھا کہ کیا کر دیکھ رہے ہو؟؟ "دوستوں کے ساتھ تھا۔۔ ! ! نارمل سے انداز میں جواب دیتے وہ واپس سے سیدھا ہو چکا تھا۔۔۔ البتہ یہ جھوٹ بولا گیا تھا۔۔ وہ فارم ہاؤس میں اکیلا تھا۔۔ اس نے جواب دے دیا تھا یہی بہت تھا۔۔ ! ! ! ہیر شاہ کے ابرو آپس میں سکڑے۔۔۔ کیا مطلب دوستوں کے ساتھ تھا؟؟ وہ اسے یہاں چھوڑ کر محض

دوستوں کے پاس چلا گیا تھا؟؟ کتنی غلط حرکت تھی اس شخص کی ! ! شاید وہ سہی ہی سوچتی تھی مرد ذات کے متعلق ! ! ! "دوستوں کے ساتھ ساری زندگی گزاری ہے آپ نے۔۔ میرا کل اس گھر میں پہلا دن تھا۔۔ آپ کو اندازہ ہے میں کتنی کنفیوز ہو رہی تھی؟ آپ یا تو مجھے لاتے ہی نہیں اور اگر لے ہی آئے ہیں تو ایسے سلوک تو مت کریں ! ! ہیر شاہ سنجیدگی سے اسے دیکھتے دل میں پلتی بات کہہ گئی تھی۔۔ اسے احساس دلانا ضروری تھا۔۔ کیا پتہ ایسے سمجھ میں آجاتی ! !" اکثم خان نے تولیے کو ایک سائڈ پر پھینکتے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔۔ شاید اس سے ہی غلطی ہو گئی تھی ! ! پیچھے کو مڑتے وہ اسے دیکھتے ہوئے بیڈ کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ ! ! "دیکھیں ہیر اسے اچانک شادی اور ایسے اچانک سب کچھ ! ! مجھے خود کو اس حقیقت کو سمجھنے کے لیے کچھ وقت درکار تھا۔۔ مجھے لگا تھا آپ کو بھی کچھ ٹائم لگے گا سیٹ ہونے میں اسی لیے یہ ایک طرح سے ہم دونوں کے لیے ہی پرائیویسی تھی ! ! آپ آئیں اِدھر میرے کمرے میں رہ رہی ہیں حالانکہ مجھے اپنے ساتھ بیٹھا شخص بھی گوارہ نہیں ہوتا۔۔ کچھ اسپیس لینی ضروری تھی مجھے ! ! آئی ہوپ آپ سمجھ جائیں گی۔۔ ! !" بیڈ کی طرف جاتے اس کے سامنے کھڑے ہوتے اکثم خان سنجیدگی سے جواب دیتے آخر میں ہلکا سا مسکرایا۔۔ وہ ایک طرح سے سچ ہی کہہ رہا تھا۔۔۔ دور جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی ! ! "آپ کی شادی

زبردستی ہوئی ہے نہ؟؟ سچ سچ بتائیں آپ مجھے پسند نہیں کرتے ہیں نہ؟؟ کس نے فورس کیا تھا آپ کو اس شادی کے لیے؟؟ ہیر کو جتنی اس شخص کی بات سمجھ میں آئی تھی وہ اتنا ہی جواب بھی دے چکی تھی ! ! وہ اس سے سوال گو تھی۔۔۔ دل دھڑک رہا تھا کہ کہیں واقعی میں ایسا تو نہیں؟ وہ کہیں اس کے سر پر مسلط تو نہیں کی گئی؟؟ اگر ایسا تھا تو وہ منٹ نا لگاتی مقابل کو چھوڑنے میں ! ! کتنی غلط بات تھی زبردستی کسی کی بھی زندگی میں گھس جانا۔۔ ! ! اکثم خان بیڈ کے دوسری طرف جاتے ہلکا سا مسکرایا۔۔۔ اگر ایسا تھا بھی تو وہ کونسا اسے بتانے والا تھا۔۔ یہ غلط بات تھی ! ! اس طرح ان کے رشتے پر ہی اثر پڑتا۔۔ اور اس نے نکاح کیا تھا تو نبھانا بھی تھا ! ! ! "مرد کبھی مجبور نہیں ہوتا مسز اکثم۔۔ مجھے کسی نے مجبور نہیں کیا یہ ایک طرح سے میرے لیے ارینج میرج ہے جیسے آپ کے لیے ! ! بس اور تو کوئی بات نہیں ہے ! ! مجھے کوئی مجبور کرے تو میں اس کا منہ نہ توڑ دوں ! !)سوائے آبان کے(۔۔۔بیڈ پر بیٹھتے نارمل سے لہجے میں جواب دیتے اس نے آخری لفظ دھیمے سے بڑبڑائے کہ ہیر نے بلکل نہیں سنے تھے ! ! ایک آبان کے ہی ہاتھ لگ جاتا تھا وہ ! ! باقی تو اسے اپنے باپ کا بھی اتنا ڈر نہیں تھا۔۔ صرف آبان نے سہی اسے کھینچ کر رکھا ہوا تھا۔۔ لیکن افسوس وہ کل صبح اسی سے اتنی بدتمیزی کر گیا تھا۔۔ لیکن اب کیا ہی کر سکتے تھے ! ! ! "پھر آپ اتنے اکھڑے اکھڑے کیوں ہیں؟

میں نے کیا بگاڑا ہے آپ کا؟ ہیر شاہ نے منہ بناتے سوال داغا۔۔ وہ جو محسوس کر رہی تھی وہ بلا جھجھک اس شخص کو بتا رہی تھی ! ! اب اس کے پیچھے کیا وجہ تھی وہ تو اسے بھی نہیں پتہ تھا۔۔ ! ! اکثم نے پیچھے بیڈ پر گرتے ایک لمبی سی سانس بھری ! ! کتنا بولتی ہے یہ لڑکی ! ! وہ بے ساختہ ہی سوچتے محض آنکھیں گھما کر رہ گیا تھا۔۔ "میں نے آپ کو کچھ نہیں کہا مسز۔۔۔ آپ بلا وجہ زیادہ سوچ رہی ہیں ! ! اس کی طرف رخ کرتے اکثم زبردستی مسکرایا۔۔ کیا کہتا وہ اب اسے ! ! ! "ہیر نام ہے میرا۔۔ ایک اور شکوہ آگیا تھا۔۔ مقابل جب سے مسز مسز کر رہا تھا اسے کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا۔۔ یہ سب بلکل نیا تھا اس کے لیے ! ! "اور میرا را نجھا۔۔" اکثم خان جواب دیتے خود ہی قہقہہ لگا اٹھا تھا۔۔ ہیر نے اس کے جواب پر منہ بسورا۔۔۔ جبکہ اکثم خان ہنستے ہے دوبارہ سے اس کی طرف متوجہ ہوا۔۔ ! ! "مذاق کر رہا تھا۔۔ آپ کا نام لیتے ہوئے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے ! ! اسی لیے مسز بول رہا ہوں۔۔ اس میں برا ماننے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔۔ آپ ہیں ہی جب میری مسز تو پھر؟؟ مسکرا کر جواب دیتے وہ واپس سے سیدھا ہوتے لیٹا۔۔ اسے نیند بھی آرہی تھی ! ! ! لیکن کیا کرتا وہ اس لڑکی کا۔۔ ! ! "آپ یہیں پر سوئے گیں؟ ہیر شاہ کو نجانے آج کیا ہو گیا تھا۔۔ وہ بہت عجیب لگ رہی تھی ! ! حالانکہ وہ ایسی تھی نہیں ! ! "اکثم خان نے ضبط سے منہ میں زبان رول

کی۔۔ کیوں؟؟ آخر اس کے ساتھ ہی کیوں؟ اس نے شاید سہی سنا تھا لڑکیاں بہت بولتی ہیں ! ! مقابل اتنی بحث کرنے کی بجائے اسے آرام کرنے دے سکتی تھی ! ! "نہیں آسمان سے اترنے لیے کوئی تخت منگواؤں گا اور پھر اس پر لیٹ کر اپنی نیند پوری کروں گا۔۔ آپ بتائیں اگر آپ کو بھی چاہیے تو؟؟ دانت پیستے اکثم خان نے الٹا ہی جواب دیا۔۔ اسے بھی مقابل کی طرح ہی بہت عجیب محسوس ہو رہا تھا۔۔ ! ! ! "آپ شروع سے ہی اتنے بدتمیز ہیں یا پھر میرے ساتھ ہو رہے ہیں؟ " دانت پیستے اسی کے انداز میں کلس کر پوچھا گیا۔۔ عجیب بدتمیزی تھی۔۔ کیا چیز تھا آخر یہ انسان۔۔ وہ سیدھا جواب بھی دے سکتا تھا۔۔ ! ! اکثم خان نے اس کے انداز اور سوال پر ابرو اچکائی۔۔ بہت بدتمیز بیوی ملی تھی اسے ! ! وہ تو اسے کوئی دبو سی لڑکی سمجھ رہا تھا۔۔ لیکن ابھی کچھ منٹوں میں وہ اس کی غلط فہمی دور کر چکی تھی ! ! ! "نا تو میں نے آپ کے سر پر کوئی چیز اٹھا کر ماری ہے اور نہ ہی چیخا ہوں جو آپ مجھے بدتمیز بول رہی ہیں۔۔ انفیکٹ آپ بول ہول کر میرا سر کھا رہی ہیں پھر بھی میں تمیز سے جواب دے رہا ہوں۔۔ آپ ایسے نہیں بول سکتیں مجھے ! ! ظاہر ہے میرا کمرہ ہے تو میں نے اپنے بیڈ پر ہی سونا تھا۔۔ یہ بے تکا سا سوال آپ نے کیا ہے ! ! ! اکثم نے اس کی طرف دیکھتے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔ وہ بھی پاگل تھا جو اس سے بحث کر رہا تھا۔۔ لیکن جواب

دینا بھی تو ضروری تھا۔۔ ! ! ہیر نے اس کے جواب پر آنکھیں گھمائی۔۔ وہ اس کی بات کے مطلب کی سمجھا نہیں تھا اور اب خود بول رہا تھا۔ کیا کرتی وہ آخر اس شخص کا۔۔ وہی تنگ آگئی تھی ! ! "فائن سو جائیں آپ میں ہی پاگل ہوں جو آپ سے بحث کر رہی ہوں۔۔ غلطی ہو گئی معذرت کے ساتھ ! ! سو جائیں آنکھیں کیوں کھلی ہیں ابھی تک؟ سو جائیں جلدی پلیز اور میری جان چھوڑیں ! ! دانت پیستے جواب دیتے وہ جھٹکے سے بیڈ پر لیٹی ! ! پاؤں سے کمبل کو اوپر کیے وہ سر تک تان چکی تھی ! ! اس سے تو اچھا تھا کہ یہ شخص واپس ہی نہیں آتا۔۔۔ آتے ہی اس کا دماغ خراب کر دیا تھا اس نے ! ! اکثم نے ایک نظر اسے گھورتے ہاتھ آگے کو بڑھاتے جھٹکے سے اس پر سے کمبل اُتارا۔۔۔ ہیر شاہ کچھ ہڑبڑاتے ہے اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔۔ بڑا بدتمیز تھا یہ شخص ! ! ! "مسز نخرے کم دکھائیں ذرا۔۔ میری مرضی جب مرضی سو جاؤں گا۔۔۔ کوئی زبردستی ہے؟؟ اور یہ کمبل بھی میرا ہے۔۔ جائیں دوسرا لیں آپ شاباش ! ! اور اب اگر مجھے آپ کی آواز آئی تو میں کمرے سے ابھی پھینک دوں گا آپ کو ! ! بہتر ہے میرے سے بنگے مت لیں پلیز۔۔ سونا ہے مجھے ! ! آنکھیں گھماتے اترا کر کہتے اکثم نے کمبل اپنی طرف کھینچتے اسے سر تک تانا۔۔ پتہ نہیں دونوں کو آخر ہو کیا گیا تھا۔۔ وہ پہلے دن ہی لڑ رہے تھے آگے ساری زندگی تو پھر ان کا اللہ ہی حافظ تھا۔۔۔ ! ! ہیر نے ایک سنجیدہ

نظر اس کے کمبل میں غروب وجود پر ڈالی ! ! ! وہ خاموشی سے نظریں پھیرتے اس کی طرف سے کروٹ بدل چکی تھی ! ! پتہ نہیں کیوں یہ کمرے سے نکالنے والی بات وہ سیریس لے گئی تھی ! ! ایسی ہی تھی وہ۔۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کو پک کرنے والی ! ! اس کے ساتھ انسان مذاق بھی سوچ سمجھ کر کرتا۔۔ وہ بہت جلدی باتوں کو سیریس لے کر ٹینشن لینے بیٹھ جاتی تھی ! ! ! اس کے دماغ میں اب ایک یہی بات چل رہی تھی ! ! کمرے میں ہیٹرز جل رہے تھے لیکن پھر بھی سردی تھی ! ! اس سے بنا کمبل کے بھی نہیں لیٹا جا رہا تھا۔۔ لیکن اب اسے مزید بحث نہیں کرنی تھی۔۔۔ باہر موسم بھی دھند کے باعث سرد ہوتا جا رہا تھا۔۔۔ جیسے جیسے رات گہری ہو رہی تھی ویسے ویسے دھند بھی بڑھتی ہی جا رہی تھی ! ! ! اکثم خان جو اس سے کسی جواب کی توقع کر رہا تھا اس نے خاموشی پاتے ہلکا سا کمبل خود پر سے ہٹاتے اسے دیکھا۔۔۔ اچانک خاموش ہونے والی کیا بات تھی بھلا؟؟ وہ جواب دے سکتی تھی ! ! تف تھی اس لڑکے پر کہ جب وہ بول رہی تھی وہ چاہتا تھا کہ یہ چپ کر جائے ! ! اور اب چپ ہو گئی تھی تو وہ سوچ رہا تھا جواب ہی دے دیتی ! ! ! اس کا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔۔ ! ! ایک نظر خاموشی سے اس کی پشت کو دیکھتے اس نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔۔ کہیں یہ برا تو نہیں مان گئی تھی؟؟ اس کے دماغ میں بے ساختہ ہی یہ بات آئی ! ! اسنے ہونٹ کاٹتے

اس نے کمبل کا ایک سرا خود پر سیٹ کرتے دوسرا سرا اس کے اوپر پھینکا۔۔ اسے لگا تھا شاید کمبل پر برا منایا ہے اس لڑکی نے ! ! "یہ لیں سہی سے۔۔۔بیمار ہو جائے گی ورنہ آپ ! ! نرمی سے کہتے اکثم نے خود بھی ہاتھ سے اس پر کمبل سہی سے سیٹ کیا۔۔

وہ اسی چکر میں بیچ میں آچکا تھا جس کا دونوں کو ہی احساس نہیں تھا۔۔ ! ! ہیر نے خاموشی سے پاؤں سے کمبل کو کھینچتے خود پر سیٹ کیا۔۔ اسے اب کوئی بات نہیں کرنی تھی ! ! جبکہ اکثم خان بھی ایک نظر اسے دیکھتے واپس سے لیٹ چکا تھا۔۔۔کیا کہتا وہ اب اسے ! ! ویسے بھی اسے خود کو بہت نیند آئی تھی ! ! بہتر تھا وہ دونوں سو ہی جاتے ! ! ایک نظر پھر سے اس کی پشت پر ڈالتے اکثم نے اپنی آنکھیں موندی ! ! ! وہ دونوں ایک کمبل میں غروب گزرتی رات کے ساتھ نیند کی وادیوں میں گم ہوتی چلے جا رہے تھے ! !

! !ماورا/بالاج نائٹ اسپیشل

یہ رات کے نو بھی کا وقت تھا جب بالاج خان اپنے میچ سے فارغ ہوتے تھکا ہارا گھر کے اندر داخل ہوا۔۔ وہ اس وقت نیوی بلیو کلر کے ٹریک سوٹ میں ملبوس تھا۔۔ اس کے چہرے پر آنکھوں کے پاس بڑا سا ایک نیل پڑا تھا۔۔ جبکہ ہونٹ بھی کنارے سے پھٹا ہوا تھا۔۔ جسم میں بری طرح درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔۔ اس شخص کو جلنے میں بھی کچھ دشواری آرہی تھی۔۔ لیکن اس سب کے باوجود بھی وہ جیت کر ہی آیا تھا۔۔ اس کے ایک ہاتھ میں اپنا بیگ جبکہ دوسرے ہاتھ میں ٹرافی تھی ! ! اکثر ایسے چوٹیں لگتی تو نہیں تھیں کبھی۔۔ وہ آسانی سے جیت جاتا تھا۔ لیکن اس مرتبہ اس کا میچ کسی سینئیر کے ساتھ تھا۔۔ لیکن پھر بھی وہ جیت گیا تھا۔۔ وہ کبھی ہار مان ہی نہیں سکتا تھا۔۔ ریسلنگ اس کا شوق ہی نہیں بلکہ اس کا جنون بھی تھا۔۔ پھر بیشک اس جنون کی خاطر جان ہی کیوں نہ چلی جاتی ! ! سیڑھیوں کی طرف جاتے بالاج خان نے ایک لمحے کے لیے رکتے اپنی گردن کو دائیں بائیں کی طرف مروڑا۔۔ تھکاوٹ بہت تھی اسے ! ! جبکہ وہ جانتا تھا کہ اس وقت لاؤنج میں کوئی نہیں ہوگا۔۔ کسی سے سامنا ہو بھی نہیں اسی لیے وہ کچھ دیر حسن کے ساتھ پھرتی اب گھر آیا تھا۔۔ بینڈیج بھی نہیں کروائی تھی اس شخص نے ! ! کوئی کیا ہی کہتا اب اسے ! ! ایک گہری سانس بھرتے وہ اوپر اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ ماورا خان کے سامنے اس حالت میں جانا تو مجبوری

تھی ! ! وہ اس کی بیوی تھی۔۔ لیکن اگر عظمیٰ بیگم اسے اس حالت میں دیکھ لیتی تو یقیناً رو رو کر حشر کر لیتی اپنا۔۔ جبکہ برہان خان نے تو الٹا اسے اور مارنا شروع کر دینا تھا۔۔۔ مقابل خود ہی اپنی زندگی عذاب کیے ہوئے تھا۔۔ سب ہی اسے منع کرتے تھے ! ! !

اپنے کمرے کی طرف جاتے بالاج خان نے ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود گھڑی میں وقت دیکھا۔۔ کی بج کے بیس منٹ ہو رہے تھے ! ! وہ اگر آوارہ گردی نا کرتا تو جلدی گھر آجاتا۔ لیکن خیر ! ! باہر بارش بھی شروع ہو چکی تھی ! ! سردیوں کے موسم میں ٹھنڈی بارش ماحول کو یخ بناتے لوگوں کو کپکپانے پر مجبور کر رہی تھی ! ! بہر حال یہ بے حد حسین موسم تھا۔۔ دروازے کو کھولتے بالاج خان کمرے کے اندر داخل ہوا۔۔ وہ اندر جاتے ساتھ ہی پیچھے کو مڑتے دروازہ لاک کر چکا تھا۔۔ چہرے پر اس وقت ڈھیروں سنجیدگی جمع تھی ! ! جبکہ آنکھیں بھی لال ہو رہی تھیں ! ! کچھ آنکھ کے پاس موجود زخم۔۔ یہ تو شکر تھا کہ اس کی آنکھ بچ گئی تھی ! ! دروازے کو لاک کرتے اس نے مڑتے سامنے کی طرف دیکھا جہاں ماورا خان ڈریسنگ مرر کے آگے کھڑی اپنی نائٹ روٹین سکن کیئر کر رہی تھی ! ! اس لڑکی کو اپنے فیشن پر ذرا کمپرومائز پسند نہیں تھا۔۔

ماورا اس وقت بلڈ ریڈ کلر کی سلک کی نائٹی گاؤن میں ملبوس تھی ! ! وہ اکثر رات کو نائیٹی میں ہی سوتی تھی ! ! اور بالاج خان اس کے شعلہ جوالہ بدن کو دیکھتے دیکھتے ساری رات ترستا رہتا تھا۔۔ جب بھی مقابل نائیٹی پہنتی تھی اس کی رات جاگ کر ہی گزرتی تھی ! ! ! ایک نظر اسے دیکھتے بالاج خان نے سر جھٹکا۔۔ ابھی اس کی حالت بلکل ٹھیک نہیں تھی ! ! اندر داخل ہوتے ساتھ ہی وہ بیگ کو ایک سائڈ پر پھینک چکا تھا۔۔ ! ! ! ایک نظر اپنے ہاتھ میں موجود ٹرافی کو دیکھتے وہ ہلکا سا مسکراتے ہوئے ماورا کی طرف بڑھا۔۔ اپنی جیت وہ اسے دکھائے بغیر کسی رہ سکتا تھا آخر؟؟

ماورا خان آئینے کے سامنے کھڑی خود میں ہی مگن تھی ! ! وہ بنا دیکھے بھی محسوس کر چکی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا ہے اور بالاج اندر داخل ہوا ہے ! ! لیکن اسے دیکھنے کی زحمت کون کرے بھلا؟؟ وہ اسے مکمل طور پر اگنور کیے اپنے کام میں ہی مصروف تھی ! ! ایک جھلک بھی نہیں دیکھی تھی اس نے بالاج کی۔۔ ابھی کل ہی تو دونوں کی لڑائی ہوئی تھی ! ! بالاج خان اور اس کی محض منہ ماری ہوئی تھی تب سے ہی وہ اسے اس سے منہ پھلائے ہوئے تھی ! ! ! ان دونوں کا چوبیس گھنٹے بس ایک ہی کام تھا اور وہ تھا لڑائی کرنا۔۔ دونوں ہی کوشش کرتے تھے کہ اس چیز سے بچ کر رہیں لیکن پھر بھی

کچھ نہ کچھ ایسا ہو ہی جاتا تھا کہ ان دونوں کی ہی زبانیں نہیں رکتی تھیں ! ! یہ شکر تھا کہ ماورا خان اب اپنے ہاتھوں پیروں کو کنٹرول میں کیے ہوئے تھی۔۔ اب ان دونوں کی محض زبانی لڑائی ہوتی تھی ! ! ! جس میں زیادہ تر قصور اور لڑائی ماورا کی طرف سے ہی ہوتی تھی ! ! اور اسے بڑھاوا بالاج خان جلتی پر تیل چھڑک کر دیتا تھا۔۔ وہ دونوں ہی ایک جیسے تھے ! !

بالاج خان نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف جاتے گولڈ کی ٹرافی اس کے سامنے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھی ! ! وہ مسلسل مسکرا رہا تھا۔۔ اسے یقین تھا کہ ماورا کو بھی خوشی ہوگی ! ! وہ تو لڑائی کے پانچ منٹ بعد ہی بھول جاتا تھا کہ ان لوگوں میں کچھ ہوا بھی تھا یا نہیں ! ! یہ ماورا ہی تھی جو بات کو پکڑ کر بیٹھ جاتی تھی ! ! ماورا جو اپنے ہاتھوں پر کچھ لگا رہی تھی سامنے موجود ٹرافی کو دیکھتے ایک لمحے کے لیے اس کے ہاتھ رکے ! ! اس نے ابھی تک بالاج خان کی شکل نہیں دیکھی تھی ! ! کیا ہے یہ؟؟ واپس سے اپنے ہاتھوں کی طرف متوجہ ہوتے سنجیدگی سے سوال داغا گیا۔۔ حالانکہ وہ جانتی تھی کہ آج اس کا میچ تھا۔۔ پھر بھی وہ ویسے ہی پوچھ بیٹھی تھی ! ! "یہ میری محنت ہے جو کہ اب تمہاری ہوئی ! ! افف کیا بتاؤں میں تمھیں ماورا اتنا طاقتور انسان تھا وہ ! ! یو نو واٹ اس کی

ہسٹری میں پہلی مرتبہ اسے میں نے ہرایا ہے ! ! تم ایمیجن بھی نہیں کر سکتی اس شخص کی شکل دیکھنے والی تھی ! ! اور آخر میں۔۔۔ بالاج خان سائڈ پر کھڑا جوش سے اسے ساری بات بتاتا کہ ماورا اسے ٹوک چکی تھی ! ! اسے سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ یہ ساری باتیں آخر اسے کیوں بتا رہا ہے ! ! اسے کوئی انٹرسٹ نہیں تھا ان باتوں میں ! ! "تو میں کیا کروں؟ اٹھاؤ یہ ٹرافی اور پھینک دو میری بلا سے جہاں مرضی ! ! مجھے نہیں چاہیے ! ! اور تم یہ کی۔۔۔ ماورا خان بولتے بولتے اس کے چہرے کی طرف متوجہ ہوئی ہی تھی کہ اس کے الفاظ حلق میں ہی گھٹ حکے تھے ! ! بالاج خان نہایت سنجیدہ ہوتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔۔۔ "یہ کیا ہوا۔۔۔ افف اللہ"۔۔ ماورا حیرت سے اس کے چہرے کی طرف دیکھتے آگے کو بڑھی ! ! کیا وہ اتنی مار کھا کر یہ ٹرافی جیت کر لایا تھا؟؟ اسے بلکل اندازہ نہیں تھا۔۔ وہ حیرت سے آگے کو بڑھتے بالاج خان کو دیکھ رہی تھی ! ! اس کے چہرے پر لگی چوٹوں کو دیکھتے نجانے کیوں اس کے خود کے دل میں تکلیف ہو رہی تھی ! ! اس کے ہاتھ سے لوشن چھوٹتے ٹیبل پر ہی گر چکا تھا۔۔ جبکہ وہ مکمل طور پر بالاج خان کی طرف ہی متوجہ تھی ! ! بالاج اس کا ایک ہاتھ خود کی بڑھتا پا کے دو قدم پیچھے ہٹا۔۔ یہی اوقات تھی مقابل کی نظروں میں اس کی کامیابی اور اس کی محنت کی۔۔ وہ ہمیشہ ایسے ہی کرتی تھی ! ! لیکن آج پتہ نہیں کیوں اسے بہت برا لگا

تھا۔۔ ضروری نہیں ہے ہر مرتبہ برداشت کیا جائے ! ! یا پھر شاید اس مرتبہ محنت زیادہ تھی اسی لیے اسے ماورا کے رویے سے فرق پڑا تھا۔۔ ! ! "دیکھنے تو دو مجھے۔۔۔ تم بیٹھو میں بینڈیج کرتی ہوں اتنی زیادہ چوٹ لگی ہے تمھیں ! ! ماورا نے اس کی حرکت کو اگنور کرتے پھر سے پریشانی سے آگے بڑھنا چاہا۔۔ اسے سمجھ آرہی تھی کہ مقابل کو اس کی حرکت بری لگی ہے۔۔ لیکن یہ سچ تھا کہ اسے بلکل بھی اندازہ نہیں تھا۔۔ وہ تو اسے ہی بس اپنی ناراضگی کے چکر میں ایسے بول پڑی تھی ! ! ناراضگی بھی وہ جو اس کے چہرے کو دیکھتے ہی ختم ہو گئی تھی۔۔۔ وہ پریشانی سے مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ تھی۔۔ سنگدل نہیں تھی وہ ! ! ! بالاج خان نے مزید دو قدم پیچھے کو سرکتے اپنا ہاتھ اٹھاتے اسے آگے بڑھنے سے روکا۔۔ اسے نہیں چاہیے تھیں یہ نام کی ہمدردیاں۔۔ اگر قدر ہوتی ہی تو اس کی محنت کی ہوتی ! ! "ٹھیک ہوں میں۔ تمھیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ! ! "نہایت سپاٹ سے انداز میں کہتے بالاج خان آگے ڈریسنگ ٹیبل کی طرف بڑھا۔۔ اس کا چہرہ بھی بلکل سنجیدہ سپاٹ تھا۔۔ شاید اسے زیادہ ہی بری لگی تھی بات ! ! کتنی خوشی سے وہ اسے دکھا رہا تھا۔۔ اور اس لڑکی نے ساری خوشی ہی برباد کر کے رکھ دی تھی ! ! "ایسے کیسے فکر نہ کروں چوٹ لگی ہے تمھیں۔۔ بیٹھو پلیز بالاج۔۔ نخرے بعد میں دکھا لینا۔۔۔"ماورا نے پھر اس سے کے پاس ہوتے پریشانی

سے اس کا بازو تھاما۔۔ اتنی اسے خود اپنی چوٹوں کو فکر نہیں تھی جتنی ماورا کو ہو گئی تھی ! ! "نخرے نہیں دکھا رہا میں۔۔۔ دور رہو مجھ سے ! جب میں برداشت ہی نہیں ہوتا تم سے تو کیوں فکر کر رہی ہو اب میری؟؟ سو جاؤ جا کر ! ! بالاج خان جبڑے بھینچے اس کے چہرے کو دیکھتے چیخا۔۔ وہ شاید زیادہ ہی غصے میں تھا۔۔ وہ جھٹکے سے اپنا بازو بھی اس کی گرفت سے آزاد کروا چکا تھا۔۔ ! ! "اسے کیسے سو جاؤں؟ تمھیں چوٹ لگی ہے۔۔ میرے اوپر چیخنے سے بہتر ہے تم انہیں درست کرو ! ! فضول کا غصّہ میرے اوپر اُتارنے کی ضرورت نہیں ہے ! ! "دوبارہ سے اس کا بازو تھامتے ماورا اس سے زیادہ چیخ اٹھی تھی ! ! وہ کم تو نہیں تھی۔۔ اسے بھی مقابل کے رویے پر غصّہ آرہا تھا۔۔ ایک تو وہ یہاں فکر کر رہی تھی اوپر سے باتیں بھی یہی سنتی واہ ! ! "بالاج نے اس لڑکی کی ڈھٹائی پر سختی سے اپنے جبڑے ایک دوسرے میں پیوست کیے ! ! "میرا دماغ خراب مت کرو ! ! سختی سے کہتے بالاج خان نے ٹرافی کو ہاتھ میں اٹھایا۔۔ ! ! اسے بات ہی نہیں کرنی تھی مقابل سے ! ! اچھا ٹھیک ہے نہیں کرتی۔۔ اِدھر زخم دکھاؤ اپنے شاباش ! ! ماورا نے ایک گہری سانس بھرتے تھوڑا مزید آگے کو ہوتے نرمی سے اس کے گال پر ہاتھ رکھا۔۔ وہ اسی چکر میں اس کے نہایت نزدیک آچکی تھی ! ! "تم پیچھے ہٹ رہی ہو یا نہیں؟ میں چاہے مروں یا جیوں تمھیں کیوں اتنی فکر ہو رہی ہے؟؟ بالاج

نے برہمی سے اس کا ہاتھ اپنے گال سے جھٹکا۔۔پتہ نہیں کیوں وہ اتنی سی بات پر اتنا ریاکٹ کر رہا تھا۔۔۔ اسے خود کو بھی سمجھ نہیں آرہی تھی ! ! بس اسے ابھی غصہ آیا ہوا تھا۔۔ ! ! بالاج میں منہ توڑ دوں گی تمہارا۔۔ تم بار بار میرا ہاتھ جھٹک رہے ہو ! ! بیوی ہوں میں تمہاری۔۔ ماورا آگے کو ہوتے اس کے گریبان کو تھامے شدت سے چیخی۔۔ اس کا پارہ ہائی ہو رہا تھا اور یہاں اس شخص کے نخرے ختم ہونے میں نہیں آرہے تھے ! ! اس کا بس نہیں تھا دو لگائے بالاج کو جو اب زیادہ ہی اترا رہا تھا۔۔ ! ! بالاج خان نے ایک نظر اپنے گریبان کو دیکھتے اپنے ہاتھ میں موجود ٹرافی کو اچانک ہی پوری شدت سے زمین پر مارا۔۔ اپنا غصّہ وہ اپنی اس پسندیدہ چیز پر تو اُتار ہی سکتا تھا۔ وہ اب اس پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا۔۔ ! ! ماورا حیرت سے زمین پر پڑی ٹرافی کو دیکھتے اس سے دو قدم پیچھے کو ہوئی ! ! کیا اس کی محض ایک بات مقابل کو اتنی بری لگ گئی تھی؟؟ لیکن پہلے بھی تو اکثر وہ ایسے ہی بولتی رہتی تھی تب تو کبھی کچھ نہیں ہوا تھا۔۔ یہ ابھی ہی بالاج خان اس کی بات کو زیادہ ہی سیریس لے گیا تھا۔۔ بالاج نے آگے کو بڑھتے اس کے جبڑے کو سختی سے اپنی گرفت میں لیا۔۔ "بڑی جلدی یاد آیا ہے تمھیں کہ تم میری بیوی ہو؟ اگر تمہارے جیسی بیویاں ہوتی ہیں تو میں کنوارا ہی ٹھیک تھا۔۔ کتنی خوشی سے تمہارے لیے جیت کر لائی گئی چیز میں نے تمہارے حوالے کی کہ تمہیں دیکھ کر

خوشی ہوگی۔۔ مگر وہی بات تمھیں عزت راس نہیں ہے ! ! پڑی ہے یہ پیروں میں ! ! میری بلا سے آگ لگا دینا اسے ! ! غصے سے اس کے چہرے پر غراتے ہوئے بالاج نے جھٹکے سے اس کا جبڑا چھوڑا۔۔ وہ اسے ایک گھوری سے نوازتے پیچھے کی طرف مڑ چکا تھا۔۔ ماورا بے ساختہ ہی دو قدم پیچھے کو ہوئی۔۔ گرنے سے بچ گئی تھی وہ ! ! ایک ہاتھ سے اپنے جبڑے پر ہاتھ رکھتے اس نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔۔ وہ سہی سوچ رہی تھی۔۔ مقابل کو اس کی بات بہت بری لگی تھی تبھی ایسا رویہ رکھ رہا تھا۔۔ ! ! ماورا نے ایک گہری سانس بھرتے تھوڑا جھکتے نیچے سے ٹرافی کو ہاتھ میں اٹھایا۔۔ وہ ٹوٹی نہیں تھی ! ! نا ہی وہ گولڈ کی ٹرافی ایسے ٹوٹ سکتی تھی ! ! بس ایک طرف سے وہ تھوڑی خراب ہو گئی تھی ! ! بالاج خان سنجیدگی سے اپنی واچ ، والیٹ اور باقی چیزیں نکالتے سائڈ ٹیبل پر رکھ رہا تھا۔۔ دوبارہ اس عورت کو دیکھا بھی نہیں تھا اس نے ! ! جبکہ اسے اپنے پورے جسم میں شدید درد محسوس ہو رہا تھا۔۔ آج پہلی بار وہ شخص طاقت میں اپنے سے ڈبل انسان سے لڑ کر آیا تھا۔۔ لیکن پھر بھی جیت اسی کی ہوئی تھی؟؟ اسے بس تسلی یہی تھی کہ نام نہیں ڈوبا تھا۔۔ ! ! ماورا نے ٹرافی کو واپس سے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے اپنے قدم اسی کی جانب لیے ! ! اس پہلے تھوڑا سا سوچنا چاہیے تھا۔۔ مقابل اتنے پیار سے اپنی محنت سے کمائی ہوئی ٹرافی اس کے حوالے کر رہا تھا۔۔ وہ بولنے سے پہلے

ایک مرتبہ سوچ لیتی تو شاید یہ جھگڑا ہوتا ہی نہیں۔۔ لیکن خیر اب تو خیال آ ہی گیا تھا اسے ! ! دھیرے دھیرے قدم اٹھاتے وہ بالاج خان کے پیچھے جاتے کھڑی ہوئی ! ! ایک تو سمجھ نہیں آتی تھی کہ اب بالاج کو منائے کیسے۔۔۔ اسے تو یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ بالاج خان کا غصّہ کب تک ختم ہوتا ہے ! ! اس کے پیچھے جاتے ماورا نے خاموشی سے اس کی کمر سے ہاتھ گزارتے آگے سینے پر رکھے ! ! وہ اپنا سر اس کے سینے اور ٹکا گئی تھی ! ! شاید ہی زندگی میں پہلی مرتبہ وہ اس شخص کو ٹھنڈے دماغ سے منا رہی تھی ! ! وجہ ایک تو اس شخص کے چہرے پر لگی چوٹ تھی اور دوسری یہ کہ واقعی اس نے بہت بری طرح جھڑک دیا تھا اسے ! ! اسے احساس تھا۔۔ ! ! بالاج خان جو سنجیدگی سے اپنے کام میں مصروف تھا کہ اپنے سینے پر موجود ماورا کے ہاتھوں کو دیکھتے اس نے سختی سے اپنی مٹھیاں بھینچی ! ! چاہتی کیا تھی آخر یہ لڑکی اس سے؟؟ پیچھے ہٹو ! ! سنجیدگی سے حکم دیا گیا۔۔ وہ نہیں چاہتا تھا مزید لڑائی ہو۔۔ اور اس کا غصّہ بھی اتنا ہی بڑھا ہوا تھا۔۔ ! ! "کیوں؟ اپنے شوہر کے قریب آنے کے لیے مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے ! ! ! میری مرضی۔۔ ! !" ماورا سنجیدگی سے کہتے مزید تھوڑا آگے کو ہوتے اس کی پشت کے ساتھ چپکی ! ! پتہ نہیں وہ اسے منا رہی تھی یا پھر مزید ناراض کر رہی تھی ! ! "بالاج خان نے اپنے سینے پر موجود اس کے ہاتھ کو پکڑتے اسے جھٹکے سے آگے

اپنی طرف کھینچا۔۔ اس کے چہرے پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ رقصاں تھی جو کہ ابھی ہی آئی تھی ! ! وہ اسے آگے اپنی طرف کیے اتنے نہایت نزدیک کر چکا تھا۔۔ ! ! "بڑی جلدی یاد آگیا تمھیں کہ میں شوہر ہوں تمہارا؟ تم مجھے قریب آنے دیتی ہو جو میں آنے دوں؟؟ یو نو واٹ مطلبی عورت ہو تم ! ! دوبارہ میرے قریب مت آنا ورنہ وہ حشر کروں گا کہ مہینہ بیڈ پر پڑی رہو گی ! ! پھر تمہیں پتہ چلے گا اصل میں نزدیک آتے کیسے ہیں ! ! " اس کے بالوں کو گدی سے جکڑتے اس کے چہرے کو تھوڑا پیچھے کیے بالاج خان سختی سے غرایا۔۔ وہ کہتے ساتھ اپنا چہرہ جھکاتے اس کی گردن میں ابھرتی گلٹی پر اتنے دانت گاڑ چکا تھا۔۔ ماورا کی سسکی بے ساختہ تھی ! ! بڑا منحوس انسان تھا یہ جسے عزت راس ہی نہیں آرہی تھی۔۔ لیکن خیر وہ ہار نہیں مان سکتی تھی ! ! "سوچ لو آفر ٹھکرا رہے ہو تم ! ! یہ موقع بار بار نہیں ملتا۔۔" اس کے چہرے پر ایک ادا سے اُنگلی پھیرتے ماورا نے مسکراتے ہوئے کہتے سوالیہ ابرو اچکائی ! ! ! وہ چہرہ واپس سے اس کے مقابل کر چکی تھی۔۔ بالاج اس کے بال چھوڑ چکا تھا۔۔ ! ! بالاج خان نے ہوا ہوتے غصے کے ساتھ جانچتی نظروں سے اس کے چہرے کو دیکھا۔۔ کیا ماورا اس کے ساتھ مذاق کر رہی تھی؟؟ یا پھر واقعی میں اس کی ناراضگی اپنا اثر دکھا گئی تھی۔۔ اسے ماورا پر رتی برابر بھی بھروسہ نہیں تھا۔۔ وہ لڑکی اس کے جذبات میں آگ لگا کر عین ٹائم پر کچھ بھی کر

سکتی تھی۔۔ بہت مرتبہ ہو چکا تھا ایسا اس کے ساتھ ! ! اگر اب ہوتا تو وہ اس کا منہ توڑ دیتا۔۔ آخر کس حد تک اپنے جذبات پر بندھ لگاتا وہ؟؟ تھا تو وہ بھی ایک مرد ! ! پہلو میں جوان جہان حسین بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی راتیں اکیلے کیسے گزرتی تھی یہ تو وہی جانتا تھا۔۔ ! ! ! "اعتبار نہیں ہے مجھے تم پر۔۔۔" تھوڑا آگے کو چہرہ کرتے اس کے کان میں سرگوشی کی گئی ! ! ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کا غصّہ بیٹھ رہا ہو۔۔ ہاں تو وہ پاگل نہیں تھا جو اس کی اتنی اچھی آفر کو غصے کی آڑ میں ٹھکرا دیتا۔۔ پہلے ہی بہت ہو گئی تھی ! ! ! ماورا کے ہونٹوں پر سائڈ مسکراہٹ نمودار ہوئی ! ! اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ بالاج خان کا غصّہ کس حد تک ہے ! ! محض اس کے ایک سیڈیوزو حملے کی مار تھا یہ شخص ! ! "تو اعتبار کر کے دیکھ لو کیا پتہ اس مرتبہ کامیاب ہو جاؤ؟" تھوڑا آگے کو ہوتے اسی کے انداز میں کان میں سرگوشی کی گئی ! ! وہ اپنے ہونٹوں کو بلکل اس کے کان کے پاس جوڑے ہوئے تھی ! ! "تم نے کہا تھا پیروں میں ناک رگڑ کر معافی مانگنی پڑے گی ! ! میں ناک نہیں رگڑ سکتا۔۔ اتنا رن مرید نہیں بن سکتا میں ! ! بالاج خان نے طنزیہ سا مسکراتے اسے جھٹکے سے خود سے دور کیا۔۔ وہ اس سے نظریں پھیرتے پیچھے قدم لے چکا تھا۔۔ مقابل کی پچھلی مرتبہ میں کہی گئی بات یاد تھی اسے ! ! پیروں کو چومنے یا چھونے کی حد تک اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔۔ سارا مسئلہ پیروں میں گر کر ناک رگڑنے

سے تھا۔۔ جو کہ بالاج خان کے بس کی بات نہیں تھی ! ! ماورا خان ہونٹ بھینچے آگے کی بڑھتے پھر سے اس کے سامنے کھڑی ہوئی ! ! سمجھتا کیا تھا آخر یہ شخص خود کو؟؟ بالاج خان خود بھی اپنے قدم روک چکا تھا۔۔ یہ لڑکی آج اپنے لیے خود گڑھا کھود رہی تھی ! ! "تم میں اس حد تک انا ہے بالاج کہ تمہیں یہ رن مریدی لگ رہی ہے ! کیسی محبت ہے تمہاری؟؟ ہاں؟ محبت پیروں میں جھکا دیتی ہے ! ! مان لو تمھیں بس اٹریکشن ہوگی مجھ سے ! ! " اس کے مقابل جاتے ماورا غصے سے دبی دبی آواز میں چیخی ! ! کیوں تھا آخر یہ شخص ایسا؟؟۔۔ "مجھے اپنے عشق کو لفظوں میں ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں ہے ! ! تم جیسی بے حس عورت کے سامنے تو بلکل بھی نہیں ! ! یہ تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ تمہیں بھی محبت نہیں بس ضد ہے ! ! سچی محبت پیروں میں نہیں جھکنے دیتی سر کا تاج بنا کر رکھتی ہے ! ! محبت کی فلاسفی مجھے نہیں تمھیں سمجھنے کی ضرورت ہے ! ! اب میرا دماغ مت خراب کرنا۔۔ پہلے ہی بہت غصّہ آرہا ہے مجھے ! ! بالاج خان نے نہایت سنجیدگی سے کہتے اسے بازو سے پکڑتے خود سے دور کرنا چاہا۔۔ مگر ماورا اس کے گریبان کو تھام چکی تھی ! ! "تم ایک مرتبہ حامی بھر کر تو دیکھتے۔۔ خدا کی قسم میں تمھیں اپنا آپ بھی سونپ دیتی اور سر کا تاج بنا کر بھی رکھتی ! ! کس کمبخت نے کہا ہے کہ میں تمہیں پیروں میں جھکنے دے سکتی ہوں؟ یہ محض تمہاری محبت کا ایک امتحان تھا جس میں تم

بری طرح فیل ہوئے ہو بالاج خان یاد رکھنا۔۔ سختی سے کہتے ماورا نے پیچھے کو ہوتے اپنی آنکھوں میں موجود نمی کو صاف کیا۔۔ وہ شاید سہی ہی کہہ رہی تھی ! ! اسے رونا آرہا تھا کیونکہ اس شخص نے بات ہی ایسی کر دی تھی ! ! "تم ایک مرتبہ انکار کر کے تو دیکھتی میں خود تمہارے پیروں میں جھک جاتا۔۔ ضد اور انا تم نے لگائی۔۔ ہمارے رشتے میں ہمیشہ ہر لڑائی میں دونوں کا قصور رہا تھا لیکن برا صرف میں بنوں گا۔۔ آج بھی تم سارا الزام اس طرح مجھ پر ڈال کر خود بری الزمہ نہیں ہو سکتی ! ! تم نے بات ہی اس طرح کی تھی کہ کوئی بھی مذاق یا جھوٹ سمجھ ہی نہیں سکتا تھا۔۔" بالاج خان نے اسے بازو سے پکڑتے پھر سے خود کے نزدیک کیا۔۔ پتہ نہیں وہ شخص آخر چاہتا کیا تھا۔۔ ! ! ٹھیک ہے نہیں ڈالتی سارا الزام تمہارے اوپر۔۔۔ لیکن تم نے میرے کردار پر سوال اٹھائے اس کے لیے تم نے بعد میں معافی بھی نہیں مانگی ! ! باقی چیزوں میں چلو میں بھی قصور وار تھی میں مانتی ہوں۔۔ لیکن تمھیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا اس طرح میری کردار کشی کرنے کا۔۔ تم بے حس ہو جاتے ہو بالاج ! ! پیروں میں بھی تم سے جھکا نہیں جاتا تو آخر کس نام کے عاشق ہو تم ؟؟ محض لڑائی جھگڑے ہوئے ہیں آج تک ہمارے درمیان ! ! میں نے زندگی میں کبھی نہیں سوچا تھا کہ میری شادی شدہ زندگی اس طرح کی گزرے گی۔۔ تم نے میرے سارے خواب تباہ کر دیے ! ! اب بتاؤ کون زیادہ قصور وار

ہے؟؟!! بھیگی سی نظریں اس کی آنکھوں میں گاڑے وہ جیسے شکوہ کر رہی تھی۔۔ ماورا اس کی شرٹ کو دونوں ہاتھوں سے مٹھیوں میں جکڑ چکی تھی!! "لڑائی میں نے کبھی شروع نہیں کی۔۔ یہ تم کرتی ہوں مجھے ڈسرسپیکٹ کر کے!! تم نے کبھی میری عزت نہیں کی جیسی میں ڈیزرو کرتا ہوں۔۔ جیسی ہر ایک شوہر کرتا ہے!! میں پھر بھی اپنی میل ایگو کو سائڈ پر رکھتے تمہارے ساتھ اچھا رہتا ہوں یہ ماضی میں کی گئی غلطیوں کا ازالہ ہی ہے!! تم نے ایسی زندگی نہیں سوچی تھی تو یہ تمھیں چاہیے تھا کہ معافی مانگنے پر معاف کرو مجھے اور نکاح ہونے کے بعد ایک نئی زندگی کا آغاز کرو!! باتوں کو پکڑ کر رکھو گی تو یہی ہوگا۔۔ ایک اچھی زندگی اسی طرح گزرتی ہے کہ معاف کیا جائے!! یہ مت کہنا کہ میں نے آج تک معافی نہیں مانگی!! تمہارے سامنے ہاتھ تک جوڑے ہیں میں نے!! یہ تم تھی جس نے معاف نہیں کیا۔۔ اور اس کا الزام بھی تم میرے اوپر ڈال رہی ہو؟؟ صرف ایک کردار کشی کے علاوہ یہاں بھی تم برابر کی قصوروار نکلی ہو!! رہی تمہارے کردار پر بات کرنا تو میں پھر سے معافی مانگتا ہوں۔۔ لیکن پیروں میں ناک نہیں رگڑوں گا۔۔ یہ ناک صرف ایک خدا کے آگے زمین پر رگڑی جاتی ہے اور مرتے دم تک صرف واحد اُسی کے آگے رہے گی!! کسی اور کے آگے ناک رگڑنا میرے ایمان کی توہین ہے!! میں یہ نہیں کر سکتا پھر چاہے تم ساری زندگی معاف نا کرو!! مرضی ہے

تمہاری ! !" نہایت سنجیدگی سے ایک ایک لفظ چباتے بالاج خان اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔۔ اس کا ایک ایک لفظ سچا تھا۔ ! ! ! ماورا نے اس سے اپنی نظریں پھیرتے اپنے گالوں پر بہتے آنسوں صاف کیے ! ! "تمہاری فکر کرنا ہی بیکار ہے ! !" کوئی اور جواب نا بنتے دیکھ وہ اسی بات پر آگئی تھی ! ! مقابل کی باتیں کچھ حد تک ٹھیک تھیں۔۔ جس بات پر اس نے واویلا کرنا تھا وہ اس بات کے دوران میں دین کو لے آیا تھا۔۔ ! ! وہ کچھ نہیں بول سکتی تھی اب ! ! "کرو بینڈیج۔۔۔ بالاج خان نے سنجیدگی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے حکم دیا۔۔ مقابل کے آنسوں دیکھتے اسے پگھلنا ہی پڑا تھا۔۔۔ بڑے دنوں بعد رو رہی تھی یہ لڑکی اس کے سامنے ! ! خود کر لو ! ! ماورا نے خفگی سے کہتے اس کے کندھے پر مکا جڑا۔۔ ! ! اچھا سوری کرو مہن پٹی شاباش۔۔ فائدہ نہیں ہوتا ان لڑائی جھگڑوں کا میری جان۔۔۔ میاں بیوی کے رشتے میں تیسرا شیطان ہوتا ہے ! ! نکاح سے پہلے کی ساری باتیں ایک طرف لیکن تمھیں بھی تھوڑا سمجھنا چاہئے کہ ہمیں ایک دوسرے کی غلطیوں کو معاف کر کے آگے بڑھنا چاہیے ! ! میں معافی مانگ مانگ کے تھک گیا لیکن تمھیں میرے اوپر ترس نہیں آیا۔۔ اب دیکھو آخر میں آکر بھی تم رو ہی رہی ہو ! ! کیا فائدہ اس جھگڑے کا؟؟ صرف ہم دونوں ہی اذیت کاٹ رہے ہیں نہ؟؟ کوئی تیسرا نہ آکر ہمیں دیکھ رہا ہے اور نہ ہی کسی کو فرق پڑتا ہے ! ! یہ ہمارے

مسئلے ہیں جو ہمیں چاہیے کہ لڑائی کی ختم کر کے سولو کریں ! ! یہ زندگی کے حسین دن واپس نہیں آتے ! ! ! پانچ مہینے برباد ہو گئے ہیں ہمارے بہتر ہے مزید نا ہو ! ! سوچو اس متعلق کچھ ! ! بالاج خان نے سمجھانے کے انداز میں کہتے اس کے ماتھے پر نرمی سے لب رکھے ! ! وہ تو ہر مرتبہ اسے ایسے ہی سمجھا سمجھا کر تھک گیا تھا۔۔ لیکن مجال تھی جو یہ لڑکی اس کی سن لے ! ! ! وہ اسے کمر سے جکڑے اپنے نزدیک کر چکا تھا۔۔ ! ! "تم نے بھی تو حد کر دی تھی ظلم کی۔۔ میں کیسے معاف کرتی میری انا کو ٹھیس پہنچائی تھی تم نے ! ! ! " ماورا نے روتے ہوئے نروٹھے سے انداز میں کہا۔۔ ایک تو پتہ نہیں اسے رونا کیوں آرہا تھا۔۔ اچھا بھلا وہ اتنے عرصے سے اپنے رونے پر کنٹرول کر چکی تھی۔۔ مگر کیا کرتی ان آنکھوں کا جو نا چاہتے ہوئے بھی آج برس ہی پڑی تھیں ! ! ! غلطیاں سب سے ہوتی ہیں میں نے بھی کر دی۔۔ میں تو چلو تھا ہی بیغیرت ! ! تم ہی معافی مانگنے پر معاف کر دیتی مجھے ! ! میرے پرپوز کرنے پر تم نے بھی تو تھپڑ کے ساتھ اتنا کچھ بولا تھا۔۔ تم نے تو معافی بھی نہیں مانگی اور میں نے پھر بھی معاف کر دیا۔۔ یہ ہوتا ہے ظرف محرم کو معاف کرنے کا۔۔ تم نے یہ نوٹ کیوں نہیں کیا کہ میں نے کبھی بھی نکاح کے بعد سے تمہارے کریکٹر پر بات نہیں کی۔۔ کیونکہ ریلائز ہو چکا تھا مجھے تب تک کہ میں غلط ہوں۔۔ کسی بھی عورت کے کپڑوں سے اس کے کیریکٹر کو جج کرنے کا مجھے کوئی حق

نہیں پہنچتا۔۔ اگر میں معافی کے بعد بھی وہی حرکت کرتا تب تو تمھارا بنتا بھی تھا کہ مجھے معاف نہ کرتی۔۔ لیکن جب میں سدھر گیا دوبارہ وہ گھٹیا حرکت دہرائی ہی نہیں تب بھی معاف نہ کر کے تم نے زیادتی کی ہے ! ! اب تو خیر سے آدھا سال گزر گیا ہماری شادی کو ! ! تمھیں چاہیے کہ پرانی باتوں کو پس پشت ڈال کر ہماری اس نئی زندگی پر دھیان دو۔۔ اب اگر میں کوئی ایسی حرکت دہراتا ہوں تو پھر یہ بات تو میں بھی کہتا ہوں کہ میں سزا کا حقدار ہوں پھر ! ! ! آگے تمہاری مرضی ! ! بالاج خان نرمی سے مسلسل اسے سمجھا رہا تھا۔۔ وہ خود تنگ تھا اس چک چک سے ! ! اچھا تھا کاش کہ یہ لڑکی اس کی بات سمجھ جاتی ! ! ! ماورا نے پھر سے اپنے آنسوں صاف کیے۔۔ کیا کرتی وہ آخر سب کچھ اس کی سمجھ سے بلکل باہر تھا۔۔ ! ! "زخم خشک ہو رہے ہیں۔۔ درد ہو رہا ہوگا تمھیں۔۔ بینڈیج کروا لو ! ! اس سے پیچھے کو ہوتے ماورا نے سنجیدگی سے کہا۔۔ کوئی اور جواب نا بنتے دیکھ وہ پھر سے اس کے زخموں کی طرف متوجہ ہو چکی تھی ! ! "زخم سے زیادہ دل میں درد ہوتا ہے جب تم اس طرح کرتی ہو۔۔ چھوڑ دو یہ ناراضگی ! ! تمھیں ہماری ضدی محبت کی قسم۔۔" بالاج خان نے اسے بازو سے پکڑتے پھر سے اپنے سینے میں بھینچا۔۔ سردی کی وجہ سے زیادہ ہی اس کے زخموں میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں لیکن پھر بھی اسے مقابل کی ضرورت زیادہ تھی ! ! آنکھیں اب تک سرخ تھیں۔۔ ! !

میری یہی ہرٹ ہوئی تھی بالاج۔۔" ماورا نے روتے ہوئے اسے حقیقت بتائی۔۔ وہ کیا کرتی آخر۔ اوپر سے اس شخص نے محبت کی قسم بھی دے دی تھی ! ! ایگو نہیں غور سے دیکھو وہ صرف شیطان ہوگا جو تمھیں بہکا رہا ہے ! ! ایگو کو بدلہ لے کر سکون مل جاتا ہے ! ! سوری نا۔۔ معافی بھی تو مانگی ہے اتنی مرتبہ ! ! کر دو پلیز۔۔ تمہارے ساتھ ایک اچھی زندگی تو میری حسرت ہی رہ گئی ہے ! ! بالاج خان نے منت سی کرتے اس کی گردن میں چہرہ چھپایا۔۔ وہ اسے شدت سے اپنے سینے میں بھینچے جا رہا تھا۔۔ ! ! "کامیابی مبارک ہو تمھیں۔۔ مجھے ریسلنگ اتنی پسند تو نہیں ہے لیکن تم جب بھی جیتتے ہو خوشی ہوتی ہے مجھے۔۔ میں نے کبھی ظاہر نہیں کی وہ الگ بات ہے ! ! تمہاری یہ ٹرافی بہت خوبصورت ہے جسے تم نے اپنے ہی غصے کی وجہ سے خراب بھی کر دیا۔۔ ! ! سوال گندم جواب چنا کے برابر تھا۔۔ لیکن خیر وہ اسے اس کی کامیابی پر مبارک باد دے رہی تھی ! ! "سب کچھ تمہارے دم سے ہی ہے ! ! مجھے تمہیں یہ ٹرافی دینی تھی اسی لیے کسی بھی حال میں جیت لایا۔۔" بالاج خان نے بھی ایک گہری سانس بھرتے اسی کی بات کو جاری رکھا۔۔ وہ اب کیا کہتا بھلا اسے ! ! "ہمم۔۔ تھینکس ! آؤ اِدھر درد ہو رہا ہوگا تمھیں ! ! ماورا نے ہلکا سا مسکرا کر کہتے اس کے ہاتھ کو تھاما۔۔ وہ اسے لئے بیڈ کی طرف جا رہی تھی ! ! "کہیں اور بھی درد ہے بہت۔۔ اس کا علاج بھی کر دو اگر ممکن ہے

تو؟؟" بالاج خان نے معنی خیز سرگوشی اس کے کان میں کرتے اس کی لوئر بیلی پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔ ! ! وہ موقع پر چوکا مارنے والا انسان تھا۔۔ ماورا جو اس کی بات کا مطلب بہت احھے سے سمجھ گئی تھی کہ اس نے بیڈ پر بیٹھتے سنجیدگی سے اسے گھوری سے نوازا۔۔ مقابل فری ہو رہا تھا اب ! ! بالاج خان ہونٹ کاٹتے معنی خیز نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ وہ خود بھی بیڈ پر اسی کے سامنے بیٹھا تھا۔۔ ! ! "زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے ! !" سنجیدگی سے کہتے ماورا بیڈ کی سائڈ ٹیبل کی طرف جھکی تاکہ یہاں سے میڈیکل باکس اٹھا سکے ! ! وہ خود ہی نہیں جانتی تھی کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے ! ! اسے تو وہ کیا ہی جواب دیتی ! ! بالاج خان اس کے جواب پر ہونٹ کاٹتے ایک ہی جست میں آگے کو ہوتے اس کے قریب ہوا۔۔ پھر سے اس کے جواں جذبات جیسے اچانک ہی بھڑک اٹھے تھے ! ! مقابل کی طلب پورے جسم میں خون کی طرح دوڑ رہی تھی ! ! ! کتنی ظالم عورت تھی یہ ! ! "پلیز نہ۔۔ چھوڑو ان زخموں کو۔۔ تم بس میری خواہشیں میری طلب کو پورا کر دو۔۔ تمہاری کتنی ضرورت ہے مجھے یہ تمھیں خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔" اس کے کان میں سرگوشی کرتے بالاج خان نے اچانک ہی ماورا کا ہاتھ پکڑتے اپنے ٹراؤزر پر رکھا۔۔ چند لمحے لگے تھے اور وہ سوچتے ہی مکمل طور پر بہک چکا تھا۔۔ ! ! ماورا خان جسے اس سے ایسی حرکت کی کبھی اُمید ہی نہیں تھی اس نے فوری طور پر سیدھے

ہوتے میڈیکل باکس کو بیڈ پر پھینکا۔۔۔وہ ہونٹ بھینچے اس کی گرفت سے اپنا ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی ! ! "بالاج میں منہ توڑ دوں گی تمہارا۔۔" جھٹکے سے اپنے ہاتھ کو چھڑواتے ماورا خان شدت سے چیخی۔۔ حد سے زیادہ بے شرم اور بے باک انسان تھا یہ ! ! "تو دے دو اجازت۔۔ کیا مصیبت ہے کہاں جاؤں میں؟ کوٹھے پر چلا جاؤں پھر اچھی رہ جاؤ گی تم؟ تمہاری قربت ضروری ہے میرے لیے ! ! میری ڈیزائرز ہیں مجھے کسی عورت کی ضرورت ہے ! ! "بالاج خان منہ بناتے چیختے ہوئے اس کے مزید نزدیک ہوا۔۔ کوٹھے والی بات تو محض اسے عقل دلانے کے لیے کی گئی تھی ! ! اصل میں وہ ماورا کے علاوہ کسی اور کو سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔ جب ساری ڈیزائرز ہی اس عورت کو دیکھ کر پیدا ہوتی تھیں تو قربت بھی بس اسی کی چاہیے تھی ! ! وہ بس اسے عقل دلانا چاہتا تھا۔۔ ! ! ماورا نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔۔ کیا واقعی میں وہ ایسا کر سکتا تھا؟؟ کیا اتنی حیثیت تھی بس اس کی؟؟ غصے سے پاگل ہوتے وہ تقریباً اس کی گود میں چڑھتے اس کے جبڑے کو پکڑ چکی تھی ! ! "منہ توڑ دوں گی تمہارا۔۔ ایک مرتبہ تم اس بارے میں سوچو بھی اور پھر میں نے تمہیں مرد بھی نہیں رہنے دینا یاد رکھنا تم ! ! بیٹھ کے کرتے رہنا پھر کوٹھے پر جو مرضی ! ! ! " غصے سے پاگل ہوتے وہ جو منہ میں آیا وہی دھمکی دے گئی تھی۔۔ لیکن اس کی دھمکی اٹل تھی۔۔ جیسے واقعی وہ یہ کر بھی دے گی ! !

اسے غصّہ آرہا تھا۔۔ مقابل نے اپنی ایک ہی بات سے اس کا دماغ خراب کر دیا تھا۔۔ ! ! "بالاج خان ڈرا نہیں تھا بلکل بھی۔۔ لیکن دھمکی ایسی تھی جو کسی بھی مرد کو تھوک نگلنے پر مجبور کر سکتی تھی ! ! حالانکہ طاقت میں اس سے کمزور عورت کچھ نہیں کر سکتی تھی ! ! لیکن پھر بھی اگر سوتے میں کچھ ہو جاتا تو؟؟ اسے رتی برابر بھروسہ نہیں تھا ماورا پر ! ! اس دن لات مارنے کے بعد سے تو بلکل بھی نہیں ! ! وہ بیچارہ اُس دن ساری رات درد میں سسکتا رہا تھا۔ اتنی ظالم عورت تھی یہ ! ! ! "خدا کی قسم کبھی نہیں جاؤں گا۔۔ لیکن تم کچھ دو تو دھیان بھی نہیں جائے گا اس طرف ! ! تم میری پیاس بجھا دو اور میں تمہارا۔۔ ! ! فوراً ہی حامی سی بھرتے اس نے ساتھ شرط بھی رکھی ! ! اچھا ہی تھا دھمکی کا اس پر اثر پڑ رہا تھا تو وہ اپنی بات منوا بھی سکتا تھا۔۔ ! ! "آواز نا آئے اب تمہاری۔ چپ کر کے دوا لگواؤ ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔ ! ! سنجیدگی غصے سے کہتے ماورا نے اس سے دور ہونا چاہا۔۔ آگے یہ شخص قسم نا اٹھاتا تو وہ اس کا منہ تو لازمی توڑ دیتی ! ! جبکہ اس کی شرط کو وہ سرے سے ہی اگنور کر گئی تھی ! ! وہ ابھی اس کے اوپر سے اٹھتی کہ بالاج خان نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے مزید اپنی گود میں آگے کو کیا۔۔ وہ اس کی دونوں ٹانگوں کو کھولتے اسنے اِرد گرد کرتے معصومیت سے اس کی گھورتی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔۔ اسے کچھ نہ بولتے دیکھ بالاج خان سرکتے ہوئے بیڈ

کراؤن کی طرف ہوا۔۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے واپس سے اسے اپنی گود میں اسے ہی ایڈجسٹ کر چکا تھا۔۔ ماورا گھورتے ہوئے اس شخص کی حرکتیں ملاحظہ فرما رہی تھی ! ! "اسے ہی کر دو نے بینڈیج۔۔ شوہر بیمار ہے پلیز تھوڑا تو خیال کرو ! ! اس کی گھورتی آنکھوں میں دیکھتے پلکیں جھکتے بالاج نے معصومیت کے تمام ریکارڈ توڑے ! ! وہ اس وقت اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ ماورا کا بس نہیں تھا اس کا پورا منہ چوم ڈالے ! ! اسے بے ساختہ ہی بالاج پر ڈھیروں پیار آیا تھا۔۔ لیکن وہ اسے فری نہیں کر سکتی تھی۔۔ تبھی چہرے کو سنجیدہ اور نقوش کو غصے والے ہی رکھے ! ! ! ایک گہری سانس بھرتے وہ سائڈ سے میڈیکل باکس اٹھا چکی تھی۔۔ اب وہ کیا ہی کہتی اسے ! ! بالاج خان نے اپنا مقصد پورا ہوتے دیکھ مسکراتے ہوئے اس کی تھائیز پر اپنے ہاتھ رکھے ! ! وہ ایک طرقے سے اپنے ہاتھوں کو اس کی تھائیز پر رب کر رہا تھا۔۔ ! ! ماورا خان نے خاموشی سے اس کی ہر حرکت کو اگنور کیے ٹیوب کو نکالتے کاٹن کو بھی ساتھ ہی نکالا۔۔ اسے تو بس چہرے کے زخم نظر آرہے تھے ! ! ! وہ سنجیدگی سے اس کے بالوں میں ایک ہاتھ رکھتے دوسرے سے ٹیوب کو اس کی آنکھ کے پاس زخم پر لگا رہی تھی ! ! یہ زخم زیادہ گہرا تھا۔۔ وہ نرمی سے پھونک مارتے ہوئے اس زخم پر مرہم لگا رہی تھی ! ! "یہاں اپنے لبوں کا لمس چھوڑنا بلکل نہیں بھولنا۔۔ اس کے بغیر یہ دوائیاں کچھ کام نہیں

کرے گیں ! ! " بالاج خان نے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اس کے کان کی لو پر اپنی زبان پھیری ! ! اس کے ہاتھ بے باکی سے اوپر کی طرف سرکنے لگے تھے ! ! جبکہ وہ مسلسل اپنے ہونٹوں کو اس کے گال کے پاس محض پھیر رہا تھا۔۔ ماورا ٹیوب ہاتھ میں پکڑے بیٹھی تھی کہ کب اس کے تماشے ختم ہو اور کب وہ اسے ٹیوب لگا سکے ! ! بہت بڑا ڈرامے باز انسان تھا یہ ! ! "تم پہلے دوا لگوا لو گے؟؟" ایک گہری سانس بھرتے سنجیدگی سے پوچھا گیا۔۔ ! ! چھوڑو ویسے بھی مٹ ہی جانی ہے ! تم بس خود کو میرے حوالے کر دو۔۔۔ آنکھیں بند کیے ہی سرگوشی نما آواز میں کہا گیا۔ ! ! وہ اپنے ہاتھوں کو اوپر سرکاتے اس کی نائیٹی کے اندر لے گیا تھا۔۔ ماورا صرف اس کی مرہم پٹی کی خاطر چپ کر کے بیٹھی تھی ! ! "دوا لگا دی ہے بس اسے پھیلانے دو۔۔ جذب ہو جائے گی وہ فوراً ہی پھر نہیں مٹے گی دو شاباش ! ! !" اسے نہ مانتے دیکھ ماورا نے اس کا چہرہ خود پکڑتے اپنے مقابل کیا۔۔۔ وہ اسے نرمی سے بہلا کر دوائی لگانا چاہتی تھی بس ! مقابل کو درد ہو رہا ہوگا اسے فکر ہو رہی تھی ! ! "تم بھی ساتھ ہی چاہیے ہو ! ! بالاج نے دھیمے سے ڈیپ آواز میں کہتے اپنے ہاتھ کو نرمی سے اس کے نرم و نازک گوشوں پر پھیرا۔۔۔ وہ باتوں باتوں میں یہاں تک رسائی حاصل کر ہی چکا تھا۔۔۔ ! ! "ماورا نے بے ساختہ ہی اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔۔ مقابل اپنے

ساتھ ساتھ اسے بھی مدہوش کرنا جانتا تھا۔۔ ! ! خود پر کنٹرول کرتے اس نے نرمی سے بالاج کے زخم پر مرہم لگانی شروع کی۔۔ جبکہ اس کی سانسیں مقابل کے ہاتھ کی حرکت کے حساب سے بھاری ہو رہی تھیں ! ! ! بالاج خان سرخ آنکھوں سے اس کے نقوش کو دیکھتے نرمی سے اس کی نازک گہرائیوں پر اوپر سے اپنے ہاتھ سے بے باکی دکھا رہا تھا۔۔ وہ اس کی بھاری ہوتی سانسیں بھی بخوبی محسوس کر رہا تھا۔۔ ! ! "ماورا نے ایک منٹ میں ہی دوا لگاتے ٹیوب کو سائڈ پر رکھا۔۔ وہ خاموشی سے ہونٹ کاٹتے ایک نظر اسے دیکھتے تھوڑا جھک کر اس کے زخم پر لب رکھ چکی تھی ! ! یہ بالاج کے مطابق اُس کے لیے ضروری تھا۔۔ ! ! چھوڑو جھگڑے صلح میں دیکھو کتنا سکون ہے ! ! تم بھی دن رات مزے میں اور میں بھی ! ! " بالاج خان نے سرگوشی نما آواز میں کہتے دوسرے ہاتھ سے بے باکی سے اس کی دھڑکنوں کو پکڑتے انہیں محسوس کیا۔۔ اس کا یہ عمل بھی جارحانہ تھا کہ ماورا سسک پڑی تھی ! ! "تم نے سوچ لیا ہے پھر آج؟" بھاری سانسوں کے دوران پوچھتے ماورا نے اس کے گلے میں بانہیں حائل کی ! ! پتہ نہیں وہ پوچھ کیوں رہی تھی ! ! "ہاں اگر تم اجازت دیتی ہو تو ! ! " ورنہ میں کیا کر سکتا ہوں۔۔ جیسے ساری ساری رات پہلے سیگریٹ پھونکتا تھا آج بھی یہی کر لوں گا۔۔" سادگی سے جواب دیا گیا۔۔ وہ مسلسل اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے نازک حصوں پر گرفت جمائے

ہوئے تھا۔۔ ! ! ماورا خان اس کے گال پر لب رکھتے گہرا مسکرائی ! ! محبوب شوہر کی منتوں پر اسے جسم سونپنے میں بھلا کیسی شرم؟؟ وہ شاید راضی لگ رہی تھی ! ! وہ راضی نہ بھی ہوتی تو مقابل اس کا موڈ بنانا بہت اچھے سے جانتا تھا۔۔ ! ! اس شخص کو پہلا اور آخری ایک موقع دے سکتی تھی وہ ! ! اپنی اور اس کی خوشی کی خاطر۔ ! !

اگر اس مرتبہ کوئی آیا تو میں نے تمہاری جان لے لینی ہے ! ! یاد رکھنا۔۔ ! !" بالاج کے " کان میں سرگوشی کرتے ماورا مزید اس کے نزدیک ہوئی ! ! وہ اس کے گال پر جگہ جگہ لب رکھ رہی تھی ! ! بالاج خان کچھ حیرت اور خوشی سے اسے دیکھتے سرشاری سے مسکرایا۔۔ کہیں وہ کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہی تھی؟؟ کیا واقعی اجازت مل گئی تھی؟؟ بے ساختہ ہی مسکراتے اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔۔ ! ! تیزی سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیتے بالاج خان نے جھٹکے سے اسے نیچے کیا۔۔ وہ ایک لمحے کے لیے اپنے ہاتھ ہٹا چکا تھا۔۔ ! ! ! اس کے اوپر حاوی ہوتے بالاج خان سختی سے اس کے لبوں سے لپٹا ہاتھ کو دوبارہ سے اس کی گہرائیوں تک لے گیا تھا۔۔ ماورا اس کے گلے میں بانہیں ڈالے اس کی شدت میں مکمل طور پر اس کا ساتھ دے رہی تھی ! ! وہ دونوں ہی ایک دوسرے کے لبوں کی نمی چرانے کے درپر تھے ! ! لمحے سرکتے رہے،

سانسیں ختم ہوتی گئی لیکن وہ دونوں ہی پیچھے ہٹنے کو راضی نہیں تھے ! ! ماورا بے چینی سے اپنی کمر کو اوپر اٹھاتے اس کے ہاتھ کی بے باکی اپنی نازک گہرائیوں پر محسوس کر رہی تھی ! ! اپنی ہمت بلکل ختم ہوتے دیکھ وہ پیروں کی اُنگلیاں مروڑتے اچانک ہی اس کے لبوں کو چھوڑتے نیچے تکیے پر لیٹی ! ! بالاج خان جانتا تھا اس کی حالت تبھی آسانی سے اس کے لبوں کو چھوڑ چکا تھا۔۔۔وہ تکیے پر لیٹی گہرے گہرے سانس بھر رہی تھی ! ! ! آنکھوں میں سرخ ڈورے سے بندھنے لگے تھے جو مکمل طور پر مدہوش ہونے کی گواہی تھے ! ! ! بالاج خان اس کے چہرے کو دیکھتے گہرا مسکرایا۔۔ ! !

"بس۔۔با۔۔۔بالاج۔۔۔" اپنی بلکل ہمت ختم ہوتے دیکھ اس نے فوراً سے بالاج کے ہاتھ کو تھاما۔۔ اسے اپنے پورے جسم میں چونٹیاں سی رینگتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔ دل کی دھڑکن شدت سے تیز ہوئی پڑی تھی ! ! "بالاج خان نے خاموشی سے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ ہٹاتے ایک نظر اپنے ہاتھ کو دیکھا۔۔ وہ مسکراتے ہوئے سر جھٹکتے اس کی گردن پر جھک چکا تھا۔۔ ماورا گہری گہری سانسیں بھرتے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے اس کا جارحانہ لمس اپنی گردن پر برداشت کر رہی تھی ! ! مقابل جنونی انداز میں اس کی گردن پر جھکا یہاں اپنے دانتوں کا لمس بکھیرتے نشانات بنا رہا تھا۔۔ ! ! ماورا نے اس کے چہرے کو اپنے مقابل کرتے اس کے لبوں کو پھر سے اپنی

گرفت میں لیا۔۔۔ وہ مسکراتے ہوئے بالاج کی آنکھوں میں دیکھتے اسے آنکھ ونک کرتے جھٹکے سے اسے بیڈ پر گراتے خود اُوپر آچکی تھی ! ! جبکہ لبوں کو ابھی بھی نہیں چھوڑا تھا۔۔ ! ! بالاج خان کی مسکراہٹ اس کے لبوں میں ہی کہیں دب چکی تھی ! ! مقابل بڑی شدت سے اس کے لبوں پر انہیں سک کر رہی تھی ! ! بالاج خان نے اس کا ساتھ دیتے اپنے ہاتھوں کو اس کی نائیٹی کی ڈوریوں میں الجھایا۔۔ ! ! وہ انہیں تیزی سے دونوں طرف سے کھولتے ساتھ ساتھ اس کا ساتھ دے رہا تھا۔۔ مقابل اپنا پورا وزن اس پر ڈالے ہوئے تھی ! ! ماورا نے اس کی زبان تک پہنچتے شدت سے اس کی زبان کو سک کیا۔۔ بالاج خان اس کا مکمل ساتھ دے رہا تھا۔۔ وہ دونوں ڈیپ پیشنیٹ کس کر رہے تھے ! ! ! بالاج خان نے تمام ڈوریوں کو کھولتے بے صبری سے اس کی نائیٹی کو اُتارتے سائڈ پر پھینکا۔۔ مقابل بس ایک نائیٹی میں ہی ملبوس تھی جو کہ اس کے پیروں تک جاتی تھی ! ! یہ بالاج خان ہی لایا تھا اس کے لیے ! ! ماورا اس کی شرٹ میں اپنے ہاتھ الجھاتے ایک لمحے کے لیے اس سے پیچھے کو ہوئی ! ! وہ مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھتے جھٹکے سے اس کی شرٹ کو اوپر کر چکی تھی ! ! بالاج خان جو بے باکی سے اس کے جسم کو دیکھ رہا تھا کہ اس کے ایک نظر مقابل کے چہرے کو دیکھتے اس کی مدد سے شرٹ اتارتے سائڈ پر پھینکی ! ! وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے ساتھ ہی اسے واپس

سے نیچے کر چکا تھا۔۔۔ "میری سوچ سے زیادہ حسین ہو تم۔۔ تمھارا یہ جسم میری امیجنیشن سے زیادہ خوبصورت ہے ! ! تم حسن کی ملکہ ہو" خاص کر تمھاری یہ جلوہ افروز گہرائیاں ! ! ! " اس کے کان میں سرگوشی کرتے بالاج خان تھوڑا نیچے کو جھکا۔۔ وہ اسے تھوڑا سائڈ کروٹ پر کرتے اس کی کمر پر نرمی سے اپنے لب رکھ رہا تھا۔۔ ماورا مسکراتے ہوئے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑے آنکھیں موندے اس کا لمس محسوس کر رہی تھی ! ! اسے یہ لمس ہر چیز سے زیادہ عزیز تھا۔۔ وہ الگ بات تھی کہ آج تک یہ بات بھی دل میں ہی تھی ! ! بالاج خان نے اس کی پوری کمر پر جگہ جگہ نرمی سے اپنے لب رکھتے تھوڑا اوپر کو آتے اس کے بال سارے سائڈ پر کیے ! ! وہ اس کی پچھلی گردن پر لب رکھتے اس کے پورے جسم کو اپنے لبوں سے محسوس کرنا چاہتا تھا۔۔ آنکھوں میں پلتا خمار ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اسے دنیا بھلائے مزید بہکاتا جا رہا تھا۔۔ آنکھیں مزید سرخی مائل ہوتے خون چھلکا رہی تھیں ! ! جبکہ اس کی خود کی سانسیں جذبات کے بوجھ سے اُتھل پتھل ہو رہی تھیں ! ! اس کے پورے جسم میں چونٹیاں سی رینگ رہی تھیں ! ! مقابل کی طلب سر چڑھ کر بول رہی تھی ! ! ماورا نے سیدھے کو ہوتے اس کے گال پر اپنے ہاتھ رکھے ! ! اس کی خود کی آنکھیں مدہوشی سے بھرپور تھیں ! ! دل تھا کہ بری طرح دھڑک دھڑک کر پاگل ہو رہا تھا۔۔ "میں جو تمہیں معاف نہ کروں تو کہاں

جاؤ تم؟؟" اس کے گالوں پر ہاتھ رکھتے اتنے نازک حالات میں بھی وہ اسے تنگ کرنے سے باز نہیں آئی تھی ! ! پتہ نہیں اس وقت اسے کیا شرارت سوجھی تھی ! ! بالاج خان چہرہ نیچے کرتے دھیمے سے مسکرایا۔۔۔وہ اس کی بات کو سیریس ضرور لے لیتا اگر مقابل کی خود کی حالت اس کی آنکھوں کے سامنے نہ ہوتی تو ! ! وہ دیکھ رہا تھا کہ اس لڑکی کے جسم میں بھی اس کی طلب پیدا ہو رہی تھی ! ! اس مرتبہ یہ شخص سمجھ گیا تھا کہ محض اسے تنگ کیا جا رہا ہے ! ! خاموشی سے مسکراتے ہوئے بالاج خان نے بنا کوئی جواب دیے اس کے اوپر حاوی ہوتے خود کو ہر پردے سے آزاد کیا۔۔ وہ مصروف سے انداز میں خود کو ہر پردے سے آزاد کرتے واپس سے اس کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔۔ ماورا سائڈ مسکراہٹ چہرے پر سجائے اسی کے جواب کے انتظار میں تھی ! ! وہ جانتی تھی کہ جواب تو لازمی آئے گا۔۔ ! ! ! بالاج خان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے خود کو اس پر سہی سے ایڈجسٹ کیا۔۔۔ اب وہ اس لڑکی کو بتاتا کہ تڑپنا کسے کہتے ہیں ! ! خود کے جسم کو اس کے ساتھ جوڑے وہ معصومیت سے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! ماورا نے بے ساختہ ہی اپنا خشک حلق تر کرتے اس کی کمر کے گرد اپنے ہاتھوں کا حصار بنایا۔۔ وہ جواب کو بھاڑ میں جھونکے گہرے گہرے سانس بھرنے لگی تھی ! ! "سوچ رہا ہوں تم نے معاف تو کیا نہیں۔۔ہٹ ہی جاتا ہوں پیچھے ! !" اس کی

انتظار کرتی نظریں خود پر محسوس کرتے بالاج خان نے اپنے چہرے کے ایکسپریشنز نارمل کرتے سنجیدگی سے کہا۔۔ اس کا چہرہ اچانک ہی ایسے ہو گیا تھا جیسے وہ بلکل سیریس ہو ! ! ماورا کی مسکراہٹ اچانک ہی سمٹی۔۔ کیا مطلب تھا آخر اس کی بات کا؟؟ وہ اسے اس نہج پر آکر ایسے ہی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔۔ یہ دوسری مرتبہ اس کے ساتھ ظلم ہوتا۔۔ ! ! "کیا بکواس ہے؟ میں نے کچھ کہا تو نہیں تمھیں؟؟" ماورا نے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے دھڑکتے دل کے ساتھ سوال داغا۔۔ مقابل کے جسم کی سختی وہ اپنے نازک حصے پر بخوبی محسوس کر رہی تھی ! ! "کچھ کہا نہیں لیکن معاف بھی تو نہیں کیا نا؟ فائدہ نہیں ہے اس سب کا جب دل ہی صاف نہ ہو ! ! سو جاؤ۔۔ میرا کیا ہے پانچ دس منٹ میں جذبات کو لگام ڈال لوں گا۔۔ تم خوش رہو بس ! ! سنجیدگی سے کہتے بالاج نے اس کا ہاتھ اپنے گال سے ہٹایا۔۔ مقابل اس کی مرضی کے الفاظ نہیں بول رہی تھی ! ! اس کی خود کی بس ہوئی پڑی تھی ! ! اب تو لگتا تھا جیسے کچھ اور دیر صبر کیا تو وہ مر جائے گا۔۔ لیکن پھر بھی اسے تنگ کرنے کی غرض سے وہ ابھی اس کے اوپر سے ہٹتا کہ ماورا نے اس کی گردن میں ناخن گاڑتے اسے پکڑتے روکا۔۔ وہ رونے کو ہو رہی تھی ! ! چہرہ سرخ ہوتا جا رہا تھا۔۔ ! ! "بھاڑ میں جاؤ تم"۔۔ اسے گھورتے ہوئے کہتے ماورا نے اپنے ایک پاؤں کو اس کے اوپر کرتے اپنے نچلے جسم کو سختی سے آگے کو کیا۔۔ وہ اپنے

مقصد میں ایک فیصد ہی کامیاب ہوتے خود ہی چیخ پڑی تھی ! ! بالاج خان جو ایک فیصد بھی اس چیز کے لیے بلکل تیار نہیں تھا اس نے حیرت سے ماورا کے چہرے کو دیکھا۔۔ سچویشن کی ایسی تھی کہ اس کا خود کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔۔ جبکہ حالات سمجھ سے باہر تھے ! ! ماورا چیختے ہوئے آنکھوں میں ڈھیروں آنسوں لیے اسے دیکھ رہی تھی ! ! "تم پاگل عورت ہو قسم سے ! !" ایک منٹ تک خود پر قابو پاتے بالاج خان نے دانت پیستے سہی سے خود کو اس پر ایڈجسٹ کیا۔۔۔وہ ایک لمحے کے لیے پیچھے کو ہوتے واپس سے اس میں داخل ہوتے پھر سے اس کی چیخ اُبھر وا گیا تھا۔۔ بالاج نے بے ساختہ ہی سکون کے ساتھ اپنی آنکھیں موندی ! ! بے حد جذباتی تھی اس کی بیوی ! ! اسے شرم آرہی تھی سوچ سوچ کر۔۔ لیکن کیا کرتا وہ اس عورت کا۔۔۔ مسکراتے ہوئے سر جھٹکتے اس نے آنکھیں کھولتے نرمی سے ماورا کے ماتھے پر لب رکھے ! ! "رونا۔۔۔بند کرو میری جان۔۔۔ تمھیں ہی جلدی تھی ! !" مسکرا کر کہتے بالاج خان نے آخری حد تک خود کو اس میں پیوست کیا۔۔ وہ پھولتی سانسوں کے ساتھ سکون کی وادیوں میں کھویا اس کی روح پر حاوی تھا۔۔ ماورا بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑے اپنا سر تکیے پر ٹکے بری طرح سسکتے ہوئے رو رہی تھی ! ! کونسی منحوس گھڑی تھی جب وہ جذبات میں بہک گئی تھی ! ! وہ یہی سوچ رہی تھی ! ! اسے شدید قسم کا درد ہو رہا تھا

لیکن وہ جانتی تھی کہ اب بالاج پیچھے نہیں ہٹے گا۔۔ اسی لیے منتیں کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔ ! ! وہ خاموشی سے ہونٹ کاٹتے آنسوں بہاتے اسے خود میں گھلتا ہوا محسوس کر رہی تھی ! ! "بالاج خان نے اس کی حالت دیکھتے ایک لمحے کے لیے خود کو روکا۔۔ اس کی سانسیں برج طرح پھول رہی تھیں۔۔ چہرہ اور آنکھیں خون چھلکا رہے تھے ! ! "ریلکس ہو جاؤ میری جان کے ٹوٹے۔۔ کچھ دیر کا درد ہے بس ہو جاؤ گی ٹھیک ! ! ریلکس ہو جاؤ میری پیارا سا بچہ ! ! ! " اس کے لبوں پر ہلکا سا بوسہ دیتے بالاج خان نے مسکراتے ہوئے نرمی سے کہا۔۔ وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے اسے تھوڑا اوپر کو اٹھاتے شدت سے اپنے سینے میں بھینچ چکا تھا۔۔ ہاتھ اس کی کمر پر تھے جبکہ اس کے ہونٹ عقیدت سے مقابل کے کندھوں کو چھو رہے تھے ! ! ماورا اس کی گردن میں منہ دیے خود کی حالت پر قابو پا رہی تھی ! ! مقابل پیچھے ہٹا ہی نہیں تھا۔۔ وہ ابھی بھی اسے خود میں محسوس کر رہی تھی ! ! البتہ اب وہ پہلے سے تھوڑا ریلکس تھی ! ! "نارمل رہو تم بہت بہادر ہو ! ! مجھے تمہاری پرفارمنس چاہیے تھی۔۔ جیسے کچھ دیر پہلے دکھائی ہے ! ! تم تو یہاں رونے بیٹھ گئی ہو"۔۔ اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے بالاج خان نے مسکرا کر کہتے نرمی سے اس کے گال پر لب رکھے ! ! ! "سب کچھ تمہاری وجہ سے ہو رہا ہے ! ! " اپنے آنسوں صاف کرتے ماورا نے اس کے کندھے پر مکا جڑا۔۔ وہ ریلکس ہو گئی تھی

تو اب سمجھ میں آرہا تھا کہ آخر اس نے کیا کیا تھا۔ ! ! "بلکل سب میری ہی غلطی ہے میری جان ! ! میری شیرنی ! ! محبت سے کہتے بالاج خان نے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیتے واپس سے بیڈ پر لٹایا۔۔ ماورا اس کے بالوں میں ہاتھ چلائے خاموشی سے پھر سے اس کا ساتھ دینے لگی تھی ! ! بالاج نے اس کی دھڑکنوں پر ہاتھوں کا دباؤ بڑھاتے اس میں حرکت شروع کی۔۔ وہ آخری حد تک اس میں داخل تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔۔ حتنے اس وقت جذبات پیک پر پہنچے ہوئے تھے وہ نرمی دکھا ہی نہیں سکتا تھا۔۔ ! ! ماورا نے اس کی شدت اور جنونیت کی تاب نہ لاتے اس کے لبوں کو دانتوں سے کترا۔۔ اس کی آنکھوں میں پھر سے آنسوں جمع ہونے لگے تھے ! ! مقابل اپنی پوری شدت سے اس کے جسم میں اسٹروکس دیتے اس کے لبوں کو کھانے کے درپر تھا۔۔ وہ جنونی ہو رہا تھا۔۔ ماورا نے جھٹکے سے اس سے اپنے لبوں کو چھڑواتے ایک لمبی سی سسکی بھری ! ! "آ۔۔۔آہ۔۔۔بالا۔۔بالاج۔۔۔آہ۔۔۔" بری طرح کراہتے ہوئے وہ اسے کندھوں سے جکڑے روکنے کی کوشش کر رہی تھی ! ! وہ بری طرح اس کے جسم میں اسٹروکس دے رہا تھا۔۔ بالاج خان کے ماتھے سے پسینہ اس کے گال پر گر رہا تھا۔۔ باہر حسین موسم میں ٹھنڈ کا سماں تھا تو اندر ماحول پسینے نکلوا گیا تھا۔۔ بالاج خان کی شدتوں سے ماورا کے ساتھ بیڈ بھی بری طرح لرز اٹھا تھا۔۔ سسکیوں اور ان

کے ملن کی آوازیں ایک معنی خیز ماحول پیدا کیے ہوئے تھیں ! !

"اور۔۔۔۔کرو۔۔اؤ۔۔۔انتظار۔۔۔" مسکرا کر پھولتی سانسوں کے ساتھ نہایت بھاری ڈیپ آواز میں بولتے بالاج خان نے تھوڑا جھکتے اس کی لہروں کی مانند ڈولتی دھڑکنوں پر اپنے دانت گاڑے ! ! وہ ان کے سرخ اُبھری ساخت کو اپنے لبوں میں دبائے سسک کرنے لگا تھا۔۔ ماورا اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے بری طرح آہیں سسکیاں بھر رہی تھی۔۔ اس کی آنکھوں سے آنسوں ٹوٹ ٹوٹ کر برس رہے تھے ! ! ! جبکہ مقابل کی شدتوں سے ٹانگیں تک لرزنے لگی تھیں ! ! کچھ دیر اسے اپنی شدتوں سے روشناس کراتے بالاج خان جھٹکے سے اس پر آتے گرا۔۔ وہ ہانپتے ہوئے پھولتی سانسوں کے ساتھ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ پورا وجود پسینے سے تر تھا۔۔ جبکہ ماورا کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا۔۔ وہ اپنے آنسوں صاف کرتے گھورتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی ! ! کچھ سکون جا سانس لیا تھا اس نے بھی ! ! ورنہ تو اسے لگ رہا تھا جیسے آج وہ مر ہی جائے گی ! !

"Now it's your turn۔۔۔"

مسکرا کر کہتے بالاج خان نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالا۔۔ سانسیں ابھی تک بے ترتیب تھیں لیکن ابھی تو ایک فیصد بھی اس کے جذبات میں لگی آگ نہیں بجھی تھی ! ! اب سے ہر رات اس لڑکی کی بالاج خان کے نام ! ! ! ماورا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔ کیا مطلب تھا اس بات کا؟؟ وہ ابھی کچھ سمجھ بھی نہیں سکی تھی کہ بالاج خان اسے اپنی گود میں اٹھا چکا تھا۔۔ ! ! ماورا نے بے ساختہ ہی اس کے ارادے سمجھتے اسے سخت گھوری سے نوازا۔۔ کتنا منہوس تھا یہ شخص ! ! قربت کے ان حسین لمحات میں بھی وہ دونوں ایک دوسرے سے ننگے لینا باز نہیں آئے تھے ! ایسا لگتا تھا جیسے کبھی بھی ان کی لڑائی ہو جائے ! !

اسے نہ مجھے تم دیکھو سینے سے لگا لوں گا،"

"تم کو میں چرا لوں گا تم سے ، دل میں بسا لوں گا۔۔

اس کی گھورتی آنکھوں پر باری باری لب رکھتے بالاج خان نے مسکراتے ہوئے گانا گنگنایا۔۔ اسے اچانک ہی یاد آگیا تھا یہ گانا۔۔ ! ! ماورا نے ہونٹ دانتوں تلے دبائے اپنی ہنسی روکی ! ! بہت بدتمیز تھا اس کا شوہر ! ! بالاج خان مسکراتے ہوئے اسے لیے بیڈ سے کھڑا ہو چکا تھا۔۔ بالاج خان خود بیڈ پر نیچے کو ہوتے اسے اپنی گود میں بٹھا چکا

تھا۔۔ وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے ہوئے تھا۔۔ ! ! "پیچھے ہو جاؤ تھک گئی ہوں میں۔۔" ماورا نے اس کے ارادے بھانپتے اسے تنگ سا کرنا چاہا۔۔ یہ تو وہ جانتی تھی کہ یہ شخص اب اتنی آسانی سے جان نہیں چھوڑنے والا۔۔ ! ! "ہاں ضرور سو جاؤ اسے ہی ! ! کیونکہ اب سے تمہاری نیندیں اسے ہی حرام ہونے والی ہیں ہر رات ! ! مسکرا کر کہتے بالاج خان پھر سے پوری قوت کے ساتھ اس میں داخل ہوا۔۔ ! ! اس میں شمولیت اختیار کرتے وہ بے باکی سے آنکھوں سے اشارہ کر رہا تھا۔۔ ! ! ماورا نے دانت پیستے اس کی گردن میں بانہیں حائل کی ! ! مقابل وہاں آکر اس سے ڈیمانڈ کر رہا تھا جہاں اس کے بس میں کچھ تھا ہی نہیں ! ! وہ تھوڑا آگے کو ہوتے اس کے لبوں سے لپٹتے دھیرے سے اپنے جسم کو حرکت دینے لگی تھی ! ! بالاج خان کی مسکراہٹ اس کے لبوں میں ہی کہیں دبی۔۔ وہ اس کی دھڑکنوں پر اپنے ہاتھوں کا لمس چھوڑتے خود بھی تھوڑا اپنے جسم کو حرکت دے رہا تھا۔۔ مقابل کی سپیڈ بہت سلو تھی اور اس سے برداشت نہیں ہو رہا تھا۔۔ ! ! "بس مہربانی تمہاری۔۔ خود ہی کر لوں گا۔۔۔" اس کے لبوں کو آزاد کرتے بالاج خان نے مسکرا کر کہتے اسے فرنٹ گردن سے پکڑتے آگے کو کھینچا۔۔ وہ اس کی کمر کو جکڑے خود سے اس کے آخری حد تک شامل حرکت کرنے لگا تھا۔۔ ! ! ماورا نے اس کے کندھے پر اپنی پوری شدت سے دانت گاڑے ! ! عزت

راس ہی نہیں تھی اس انسان کو ! ! بالاج خان نے مسکراتے ہوئے ایک لمحے کے لیے کچھ آہستہ ہوتے اسے اپنے مقابل کیا۔۔ اسے کچھ یاد آیا تھا۔۔۔" معاف کر دیا مجھے؟ پلیز اب تو کر دو اللہ کا واسطہ ! ! میں مزید نہیں سہہ سکتا یہ لڑائی جھگڑے ! ! تم میرا پہلا اور آخری عشق ہو قسم سے ! ! تم اس دنیا کی سب سے حسین اور پاک عورت ہو ! ! میں بالاج خان حلفیہ یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میری بیوی کا کردار اس کی ذات سب سے پاک ہے ! ! میں غلط تھا، میں برا تھا۔۔ تم سا پاک کردار کسی کا نہیں ہو سکتا۔۔ لباس پر کسی کو جج کرنا مجھے شبہ نہیں دیتا تھا لیکن میں نے یہ کیا ہے تو میں تم سے بہت شرمندہ ہوں ! ! تمھیں ہماری آنے والی چھوٹی سی باربی کی قسم معاف کر دو پلیز ! ! میں ساری زندگی تم سے ایسے ہی عشق کروں گا کہ جیسے زخم ایک عرصے تک رہ کر لا علاج ہو جاتا ہے اسی طرح یہ عشق بھی لا علاج ہو جائے ! ! ہمارے لا علاج عشق کے قصے پوری دنیا سنے ! ! "آئی لو یو سو مچ میری حسین بیوی ! ! " مسکرا کر اس کے گال پر ہاتھ رکھتے وہ نہایت محبت سے اسے عزت اور مان بخش رہا تھا۔۔ اس کا ہر لفظ سچا تھا۔۔ جبکہ لگ بھی رہا تھا جیسے ہر بات دل سے کہی گئی ہے ! ! ماورا اس کی باتوں پر چہرہ نیچے کرتے دھیرے سے مسکرائی۔۔۔پہلی ہی رات میں اس شخص کو باربی کی بھی پڑ گئی تھی ! ! "میں ماورا بالاج خان اپنی بیٹی کے صدقے تمھیں معاف کرتی ہوں ! ! یا پھر شاید یہ میرا لا

علاج عشق ہی ہے جو میں اپنی انا اور ایگو کو ایک سائڈ پر رکھتے خود بھی تم سے معافی مانگتی ہوں جو جو میں نے تمہارے ساتھ زبان درازی کی اور کچھ بھی ! ! وعدہ ہے اب سے ایک نئی زندگی کی شروعات کر کے لا علاج عشق کی ایک نئی تاریخ رقم کرے گیں ! ! تاکہ دنیا ہمارے قصے سنے ! ! " آنکھوں نے نمی لیے مسکرا کر کہتے ماورا شدت سے اس کے سینے سے لگی ! ! پکا وعدہ ! ! " بالاج خان نے شدت سے اسے خود میں بھینچتے پھر سے حرکت شروع کی ! ! وہ اس میں سماتے مسکراتے ہوئے سرشاری سے اس کے جسم میں خود کو گھول رہا تھا۔۔ ماورا مسکراتے ہوئے اس کی محبت کے رنگ میں رنگتی ! ! نکھرتی ہی جا رہی تھی

تمام رنجشیں لڑائیاں مٹ چکی تھیں ! ! چھوٹی موٹی باتوں کو انا کا مسئلہ بنا کر اگر انہیں پکڑ کر ساری زندگی بیٹھا جائے تو ایسے گھر نہیں چلتے ! ! بہت سی چھوٹی موٹی اور خاص کر نکاح سے پہلے کی باتوں کو نظر انداز کرنا آنا چاہیے ! ! اس صورت میں جب وہ شخص سدھر بھی جائے ! ! ہاں لیکن اگر ایک ہی غلطی کو بار بار دہرایا جا رہا ہو پھر احتجاج فرض ہو جاتا ہے ! ! یہاں بالاج نے اپنی غلطی کو سدھارا تھا اور نیت بھی سچی تھی ! ! تبھی

آج قسمت ان دونوں پر بھی مہربان ہو ہی گئی تھی ! ! ان دونوں کا لا علاج عشق نوک جھونک کے ساتھ مرتے دم تک قائم رہنے والا تھا۔۔

102/1

یہ دن کا وقت تھا جب کراچی کے ایک بڑے سے ہسپتال میں معمول کے مطابق چہل پہل جاری تھی ! ! اس وقت دن کے دو بج رہے تھے ! ! کل رات کی بارش کے بعد موسم اب کافی حد تک اچھا تھا۔۔ صبح گیارہ بجے تک آسمان پر محض دھند چھائی ہوئی تھی۔۔ ابھی ہی موسم کچھ سہی ہوا تھا۔۔ ہسپتال میں معمول کے مطابق لوگوں کا آنا جانا لگا تھا۔۔ کوئی بیماری کا علاج کروانے آرہا تھا تو کوئی اپنے عزیز کو دیکھنے ! ! یہ سب ! ! ! زندگی کے معمول کی بات تھی

ایسے میں مشال لغاری اس وقت ہسپتال کے ایک وارڈ میں موجود بیڈ پر لیٹی چھت پر نظریں مرکوز کیے ہوئے تھی۔۔ اسے ہسپتال میں آج دوسرا دن تھا۔۔ کل صبح وہ اِدھر لائی گئی تھی اور اب تو وہ پہلے سے کچھ بہتر بھی تھا۔۔ لیکن فائزہ کے کہنے پر اسے چھٹی نہیں دی گئی تھی ! ! فائزہ چاہتی تھی کہ ایک دن ہی سہی کم از کم مشال یہاں رہ کر آرام

تو کرے ! ! فائزہ شاہ خود بھی اسی ہسپتال میں موجود اپنی ڈیوٹی پر تھی ! ! وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی پھر سے اس کا چیک اپ کر کے گئی تھی ! ! کبھی دن تو کبھی رات ! ! اس کی شفٹیں بھی ہسپتال والوں کے حساب سے ہی چلتی تھیں۔۔ اور یہ تو اچھا تھا کہ حدائق شاہ اسے پوری طرح سے سپورٹ کرتا تھا۔۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کی بیوی مفت میں ہی سب کا علاج کرے تاکہ کچھ غریب عوام کا بھلا ہو ! ! فائزہ شاہ اس کی خواہش کے مطابق کر بھی ایسا ہی رہی تھی ! ! !

مشال لغاری اس وقت بیڈ پر پڑی چھت پر نظریں جمائے کچھ سوچنے میں مگن تھی ! ! اب تو رو رو کر بھی آنکھیں سوکھ چکی تھیں ! ! اس کے چہرے پر موجود سوجن جو کہ تھپڑوں کی وجہ سے تھی دوا لگانے سے اب کچھ کم ہو چکی تھی ! ! جبکہ ڈرپ وغیرہ بھی سب کچھ ہٹ چکا تھا۔۔ صرف اسے کچھ سٹیچز میں درد تھا جو کہ فائزہ نے کہا تھا کہ ٹھنڈ کی وجہ سے بلکل نارمل ہے ! ! وہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی اسے دوا دے کر گئی تھی ! ! مشال کی آنکھوں میں بھی اب سوجن تھوڑی کم تھی ! ! وہ کافی حد تک پہلے سے ٹھیک نظر آرہی تھی ! ! وجہ صرف یہی تھی کہ وہ شخص اس کے ساتھ نہیں تھا۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اریبی کے پاس جا کر مرجھا سی گئی تھی ! ! اور یہی حقیقت بھی تھی۔۔ اب

اس کے چہرے پر وہ حسن دیکھنے کو نہیں ملتا تھا۔۔ عورت اگر کم ظرف مرد کے ہاتھ لگ جائے تو سب سے پہلے اس کے حسن میں کمی آتی ہے ! ! اور یہی عورت اگر کسی با وقار مرد کے ہاتھ لگ جائے تو سانولی کو بھی دنیا ملکہ سمجھنے لگتی ہے ! ! ! یہ سب کچھ عورت کو ملنے والی عزت اور ذلت پر ڈپینڈ کرتا ہے ! ! اس کے ساتھ جو سلوک دائم نے رکھا تھا اس کے حساب سے یہ سب کچھ بہت نارمل تھا۔۔ ! ! اس کے ماتھے پر بھی اب تک بینڈیج موجود تھی ! ! زخم تھوڑا گہرا تھا یہاں۔۔ چوٹ ٹھیک بھی ہو جاتی تو اپنا نشان پھر بھی لازمی چھوڑتی ! ! کل رات کے بعد سے دائم اب تک اس کے پاس واپس نہیں آیا تھا۔۔ یا اگر یہ کہا جائے کہ اسے آنے نہیں دیا گیا تھا تو یہ زیادہ بہتر ہوگا۔۔ وہ کل سے ہسپتال میں ہی تھا۔۔ اس نے مشال سے ملنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن یہ ممکن نہ ہو سکا۔۔ فائزہ شاہ نے سختی سے اسے منع کر دیا تھا۔۔ وہ چاہتی تھی کہ کچھ دیر مشال سکون سے رہے ! ! فائزہ نے یہ قدم بھی مشال کی خاطر اُس کے کہنے پر ہی اٹھایا تھا۔ ! ! پتہ نہیں دائم فائزہ شاہ کی ہر بات مان لیتا تھا۔۔ اس لڑکی کو کوئی انکار نہیں کر سکتا تھا۔۔ دائم کے لیے فائزہ بھی آیت کی طرح ہی تھی ! ! وہ اسے بلکل اپنی چھوٹی بہنوں کی طرح دیکھتا تھا اور کچھ ایسے ہی اس کی عزت بھی بہت کرتا تھا۔۔ ! ! مشال کی بے گناہی کے عائشہ سے ملے ثبوت بھی وہ خاموشی اور شرمندگی سے اس کے حوالے

کر چکا تھا۔۔یہ کالج کے ٹائم کی اور آیت کے مرنے کے بعد کی مشال اور آیت کی کچھ تصاویریں تھیں جو کہ ثبوت کے لیے کافی تھیں ! ! فائزہ نے خاموشی سے وہ پکڑ تو چکی تھی مگر ابھی تک اسے کچھ کہا نہیں تھا۔۔ ! ! پتہ نہیں فائزہ کے دماغ میں بھی کیا چل رہا تھا۔۔ ! !

اسی وارڈ کے باہر اگر دیکھا جاتا تو دائم حسین اس وقت بلیک کلر کے شلوار قمیض میں ملبوس دیوار سے ٹیک لگائے دروازے کے بلکل سامنے کھڑا تھا۔۔ وہ آنکھیں بند کیے اپنے سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے تھا۔۔ وہ کل مشال سے ملنے کے بعد گھر چلا گیا تھا۔۔ لیکن پھر چینج کر کے فوراً واپس بھی آگیا تھا۔۔ اس کے چہرے پر موجود سنجیدگی اور شرمساری ہی جیسے اس کی ہار کا پتہ دیتی تھی ! ! مشال سامنے نہیں تھی پھر بھی چہرے سے یہ شرمندگی کا عنصر جانے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔۔ ! ! وہ اس کے نا ہونے کے باوجود خود سے ہی بہت شرمندہ تھا۔۔ خود سے نظریں نہیں ملا پاتا تھا وہ ! ! اس وقت وہ شخص اندرونی طور پر جتنی توڑ پھوڑ کا شکار تھا شاید ہی کوئی اور ہوتا۔۔ اوپر سے اسے مشال سے ملنے بھی نہیں دیا جا رہا تھا۔۔ فائزہ نا ہوتی تو دوسری ڈاکٹر روک دیتی تھی ! ! آخر کہاں جاتا وہ کس طرح دل کے اس بوجھ اس تکلیف سے چھٹکارا پاتا سب کچھ اس

کی سمجھ سے بلکل باہر تھا۔۔ ! ! اس کی آنکھیں ہر وقت جیسے سرخ خون آشام رہنے لگی تھیں۔۔ کل صبح سے یہی حال تھا۔۔ نا ہو اس نے کل صبح سے کچھ کھایا پیا تھا اور نہ ہی ایک سیکنڈ کے لیے بھی وہ بیٹھا تھا۔۔ اسے کسی چیز کا ہوش ہوتا تو وہ کرتا۔۔ دل میں جلتی بدلے کی آگ اسے برباد کر کے بڑے سکون سے بُجھ چکی تھی ! ! باقی بچا تھا تو صرف پچھتاوا جس کا اب کوئی فائدہ ہی نہیں تھا۔۔۔

دائم حسین کو کاریڈور میں کھڑے کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ تقریباً دو گھنٹوں بعد فائزہ شاہ اپنے مخصوص لباس میں موجود گلے میں اسٹیتھوسکوپ لٹکائے سنجیدگی سے چلتی ہوئی سامنے سے نمودار ہوئی ! ! وہ دو گھنٹے بعد ابھی ہی ایک ڈیلیوری سے فارغ ہوتے مشال کو دیکھنے کے لیے جا رہی تھی ! ! اُس لڑکی نے ٹینشن لے لے کر اپنی مینٹل ہیلتھ بلکل بگاڑ رکھی تھی ! ! اسی لیے فائزہ کو بار بار چیک کرنا پڑتا تھا اس کا بی پی لیول اور بھی بہت کچھ ! ! ! سنجیدگی سے چلتی ہوئی وہ آگے کو بڑھتے ابھی وارڈ کا دروازے تک ہی پہنچی تھی کہ سامنے کھڑے دائم کو دیکھتے اس قدم رکے ! ! وہ خود بھی نوٹ کر رہی تھی کہ یہ شخص کل سے کتنی شکستہ حالت میں ہے ! ! یہ بھی شکر تھا کہ خدا نے دل میں احساس ڈال دیا تھا۔۔ اگر دل پر مہر لگ جاتی تو وہ ابھی تک مشال کے اوپر ظلم ڈھا رہا ہوتا۔۔

پچھتاوے کی توفیق بھی سب کو نہیں ملتی۔۔۔ کچھ قسمت کے دھنی لوگ ہوتے ہیں جن کو اُن کے گناہوں کا احساس دلایا جاتا ہے اور پھر وہ معافی بھی مانگتے ہیں ! ! دائم بھی انہی خوش قسمت لوگوں میں پایا گیا تھا۔۔ ورنہ یہاں لوگ مرتے دم تک کسی کا جینا حرام کرتے ہیں اور انہیں احساس بھی نہیں ہوتا۔۔ ! ! فائزہ شاہ ایک نظر دائم کو دیکھتی کچھ سوچتے ہوئے دروازے سے پیچھے ہٹی ! ! مشال کو ہسپتال سے چھٹی بھی مل چکی تھی۔۔ یہ فائزہ کے کہنے پر اسے مزید کچھ دیر کے لیے رکھا گیا تھا۔۔ ورنہ اب تو مشال کو جب مرضی گھر لے جایا جا سکتا تھا۔۔ ! ! دروازے سے ہاتھ ہٹاتے وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھائے سامنے موجود دائم کی طرف بڑھی ! ! بہتر تھا وہ اس سے ابھی ہی دو ٹوک بات کر لیتی ! ! اسے بس مشال کی سیفٹی چاہیے تھی ! ! ساری زندگی تو اسے ہسپتال میں نہیں رکھا جا سکتا نا؟؟ وہ اسی سلسلے میں دائم سے کچھ بات کرنا چاہ رہی تھی ! ! !

"دائم حسین جو دیوار پر سر کو ٹکائے اپنی دکھتی آنکھیں بند کیے ہوئے تھا کہ اچانک ہی اسنے پاس کوئی آہٹ محسوس کرتے اس نے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولی ! ! اسے اندازہ نہیں تھا کہ کوئی ہوگا مگر سامنے ہی فائزہ شاہ کو دیکھتے وہ فوراً سے سیدھا کھڑا ہوا۔۔ ! ! اس کے سر میں شدید قسم کے درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی رگ ابھی پھٹ جائے گی ! ! دل میں تکلیف الگ تھی اور ضمیر کے کوڑوں کی طرح لگتے طعنے الگ

تھے ! ! وہ شخص اس وقت دگنی تکلیف میں تھا۔۔ کیسے چھٹکارا پاتا وہ آخر اس چیز سے ! ! سب کچھ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ معافی بھی مانگتا تو آخر کس طرح مانگتا۔۔ ! ! فائزہ شاہ سنجیدگی سے اس کے مقابل جاتے کھڑی ہوئی ! ! وہ سنجیدگی اور کچھ جانچتی نظروں سے خاموشی سے اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی ! ! دائم نے سیدھے ہوتے ایک اپنے دونوں ہاتھ کمر کے پیچھے باندھے ! ! وہ انتظار میں تھا کہ فائزہ نے کیا بات کرنی ہے ! ! البتہ اس کا اپنا دماغ پھٹنے کو تھا۔۔ اندازہ تھا اسے کہ سننی تو باتیں ہی ہیں۔۔ وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا اس معاملے میں ! ! دنیا میں جو کوئی بھی مشال کی حالت دیکھتا وہ اسے ایسے ہی باتیں سناتا۔۔۔ دونوں کے درمیان خاموشی چھائی تھی ! ! فائزہ شاہ اس کے چہرے کو دیکھتے سوچ رہی تھی کہ وہ کہاں سے بات شروع کرے؟؟ سب کچھ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ جبکہ دائم انتظار میں تھا کہ وہ خود بولے گی ! ! خاموشی کے وقفے کو کچھ زیادہ ہی لمبا ہوتے دیکھ دائم نے ایک گہری سانس بھرتے نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ فائزہ کو بات شروع کرنی نہیں آرہی ! ! "کیسی ہے وہ؟" ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھتے دائم نے واپس سے نظریں زمین پر گاڑے پوچھا۔۔ اس کی آواز زکام زدہ سی معلوم ہو رہی تھی ! ! ! جیسے کوئی ہفتوں کا بیمار انسان آج بول پڑا ہو ! ! "فائزہ شاہ کے چہرے پر موجود سنجیدگی مزید

بڑھی۔۔ کیا یہ سوال کرنا بنتا تھا اس شخص کا؟؟ وہ خود بھی دیکھ سکتا تھا۔۔ لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس کے جانے کے بعد بھی دائم کو مشال سے ملنے نہیں دیا گیا۔۔ جس ڈاکٹر نے مشال کا علاج کیا تھا وہ تو جیسے دائم کی سب سے بڑی دشمن ہوئی پڑی تھی ! ! "ویسی ہی ہے جیسی ایک عورت قید سے نکلنے کے بعد ہو سکتی ہے ! !" سنجیدگی کے ساتھ سینے پر ہاتھ باندھے جواب دیا گیا۔۔ وہ دائم کے بلکل سامنے کھڑی تھی ! ! دائم حسین اسے شاید اس سے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی لیکن پھر بھی وہ اس کی حاضر جوابی پر منہ نیچے کرتے دھیرے سے مسکرایا۔۔ وہ جیسے خود پر ہنسا تھا۔۔ سہی ہی تو کہہ رہی تھی یہ لڑکی ! ! اس کا گھر، اس کی قربت سب کچھ قید ہی تو تھا مشال کے لیے ! ! سزا کا طریقہ بھی اپنایا تھا تو کیا کہ وہ شخص اپنی ہی قربت سے اسے مارنے کی کوشش کرتا تھا۔۔ یہ ایک قید تھی جس میں مشال کے ساتھ ڈومیسٹک وائلنس ہو رہا تھا۔۔ ! ! ہر قید سے ایک دن آزادی مل جاتی ہے ! ! کبھی زندہ تو کبھی مردہ ! ! ! لیکن آزادی ضروری ہوتی ہے۔۔ شکر تھا کہ وہ لڑکی زندہ بچ گئی تھی ! ! ! "چھٹی ہو گئی ہے اسے۔۔ میں اسے لے۔۔۔۔۔" اسے خاموش دیکھتے فائزہ ابھی پھر سے کھ بولتی کہ دائم اس کی بات کاٹ چکا تھا۔۔ یہاں آکر وہ فائزہ کی ایک نہ سنتا۔۔ ! ! اسے اندازہ تھا کہ آگے فائزہ نے کیا بولنا ہے ! ! "وہ میرے ساتھ جائے گی۔۔ میں اسے کسی کے پاس بھی نہیں چھوڑ سکتا

وہ میری زمیداری ہے ! ! آپ پلیز کوئی بھی غلط بات مت کیجئے گا۔۔ مشال کو میں کسی کے پاس بھی برداشت نہیں کروں گا۔۔" سنجیدگی سے دائم حسین نے حتمی انداز میں کہتے بات ہی ختم کر دی تھی ! ! سب لڑائی جھگڑے ایک طرف لیکن وہ اپنی بیوی کو اس طرح کسی کے پاس نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔ اسے مشال اپنے پاس ہی چاہیے تھی ! ! "فائزہ کے چہرے پر موجود سنجیدگی مزید بڑھی۔۔ بڑی جلدی یاد آگیا تھا اس شخص کو کہ مشال اس کی بیوی ہے ! ! "کیا زبردستی کریں گیں آپ پھر سے ؟؟ کیونکہ وہ تو آپ کے ساتھ جانے پر راضی ہی نہیں ہے ! ! سنجیدگی سے جتایا گیا۔۔ جب بھی وہ کمرے میں جاتی تھی مشال کی ایک یہی ضد تھی ! ! یہی تو سارا مسئلہ تھا کہ مشال اس کے ساتھ جانے پر تو دور اس کی شکل دیکھنے پر بھی راضی نہیں تھی ! ! ورنہ فائزہ کبھی اس طرح نہ کرتی ! ! "مجھے ایک مرتبہ اُس سے بات کرنے دی جائے گی تو کے اسے راضی کروں گا۔۔ آپ سب جانے ہی نہیں دے رہے اندر میں کیا کروں پھر؟ ایک مرتبہ بات کرنے دیں مجھے اس سے ! ! میں۔۔ میں معافی مانگ لوں گا اس سے ! ! مجھے یقین ہے وہ معاف کر دے گی مجھے ! ! "۔۔ وہ یہ بات بھی اس کے گوش گذار کر ہی گیا تھا۔۔ واقعی ایک مرتبہ اسے ملنے تو دیا جاتا۔ ! ! "معافی مانگے گیں یا پھر سے مار پیٹ کرے گیں؟ جس مرد کا ایک مرتبہ ہاتھ اٹھ جائے اس پر دوبارہ اعتبار کرنا بیوقوفی کے سوا کچھ نہیں

ہے ! !" دو بدو ہی جواب آیا۔۔اس کی بات کچھ حد ٹھیک تھی ! ! وہ اتنا سچ بول گئی تھی کہ دائم کے دل میں بے ساختہ ہی چبھن سی اٹھی۔۔ وہ کبھی ایسا مرد بننا ہی نہیں چاہتا تھا۔۔پتہ نہیں بدلے نے اسے ایسا بننے پر مجبور کیوں کر دیا تھا؟؟ شاید بدلے کی آگ سب کو ایسے ہی اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے ! ! لیکن پھر جب آنکھیں واپس ملتی ہیں تب تک انسان کے پاس کچھ بھی نہیں بچتا۔۔ اپنا آپ بھی نہیں ! ! جیسے اس کے پاس نہیں بچا تھا۔۔ وہ خسارے میں رہا تھا۔۔ ساری دنیا کے سامنے شرمندہ الگ ہونا پڑا تھا۔۔ اولاد بھی چلی گئی تھی۔۔ سب کچھ ختم ہو گیا تھا۔۔ اب تو پچھتاوے کا بھی کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔ ! ! ! "ایک موقع تو سب کو ملتا ہے؟ مجھے کیوں نہیں پھر؟"۔۔ کرب سے سوال داغا گیا۔۔ اس کے چہرے سے ہی پتہ چل رہا تھا کہ وہ بہت تکلیف میں ہے ! ! "غلطیاں معاف کی جاتی ہیں ذلت کے تماچے نہیں ! ! ایسے تو میں بھی پھر حنان کو دوسرا موقع دیتی۔۔ ایسے تو پھر آپ جیسے ہر مرد کو ایک اور موقع ملے اور اگلی مرتبہ آپ لوگوں کی درندگی کی بھینٹ پھر سے کوئی معصوم چڑھے ! ! آج آپ نے مشال سے بدلہ لینا تھا کل کو آپ کسی اور سے لے گیں ! ! فطرت کبھی نہیں بدلتی ! ! اٹھتا ہاتھ کوئی نہیں روک سکتا۔۔ غصے میں تو انسان خود بھی نہیں ! !"۔۔ نہایت سپاٹ سے انداز میں وہ اسے آئینہ دکھا رہی تھی ! ! حیرت تھی کہ وہ ایک دشمن کے لیے اتنا لڑ رہی

تھی ! ! "میں وعدہ کرتا ہوں آئندہ کبھی مشال پر ہاتھ نہیں اُٹھاؤں گا۔۔یہ میرا وعدہ ہے آپ سے ! ! ایک مرتبہ بات تو کر کے دیکھنے دیں مجھے ! ! " دائم نے اپنے دکھتے سر اور دل پر قابو اس مرتبہ منت سی کی ! ! وہ وعدہ کر چکا تھا۔۔۔یہ حقیقت تھی کہ وہ اب مشال پر ہاتھ اٹھانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔ ! ! پہلے کا پچھتاوا اور شرمندگی ہی نہیں سمبھالی جا رہی تھی ! ! وہ مزید کیا ہی کرتا۔۔ ! ! فائزہ نے جانچنے کے انداز میں ایک نظر اسے دیکھتے اس سے اپنی نظریں پھیری ! ! اچھا تھا ایک مرتبہ وہ بات کر ہی لیتا۔۔ البتہ اسے وعدے پر تھوڑی تسلی ضرور ہو گئی تھی ! ! ویسے بھی اب اگر وہ ہاتھ اٹھاتا تو اسے تو جیل بھجوانے کا فائزہ کا پورا پورا عزم تھا۔۔ مشال کے علاوہ کوئی اور لڑکی ہوتی تب بھی فائزہ یہی کچھ کرتی ! ! "دیکھ لیں مان جاتی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر میں اسے کہیں بھی اپارٹمنٹ میں رکھوا دوں گی۔۔ بلکہ میں کیوں رکھوائوں گی؟؟ آپ کے پاس ہے نہ اس کے باپ اور بھائی کی ساری جائیداد؟؟ آپ اس کی ساری جائیداد اس کے حوالے کرے گیں ! ! اس کے آگے سے سائڈ پر ہوتے فائزہ شاہ نے سنجیدگی کے ساتھ کہا۔۔ حنان اور اس کے باپ کی ساری جائیداد اس وقت اریبی کے ہی پاس تھی ! ! اس بات سے تو اب واقف تھے ! ! دائم خود بھی اس بات سے انکاری نہیں تھا۔۔ لیکن یہ سچ تھا کہ اس نے اب تک اس جائیداد میں سے ایک روپیہ بھی خرچ

نہیں کیا تھا سوائے اسی کے فارم ہاؤس میں رہنے کے ! ! ایک بس گھر ہی استعمال کر رہا تھا وہ ! ! "آپ کے کہنے کی ضرورت نہیں تھی ! ! میں پہلے ہی ساری جائیداد مشال کے نام کروا چکا ہوں۔۔ کل ہی یہ کر چکا ہوں میں ! ! " ایک نظر اسے دیکھتے پسماندہ سی حالت میں کہتے دائم نے دھیرے دھیرے اپنے قدم آگے کی جانب بڑھائے ! ! وہ خود کو دل میں تیار کر رہا تھا کہ مشال سے بات کر سکے ! ! یہ بھی اب تو محاذ لڑنے کے برابر تھا۔۔ کس منہ سے وہ اپنے کیے کنافی مانگتا اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ لیکن بات تو کرنی ہی تھی ! ! وہ مشال کو ایسے ہی نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔ اس لڑکی کی ایک عادت سی لگ گئی تھی اسے ! ! وہ اتنی آسانی سے اسے نہیں چھوڑ سکتا تھا۔۔ ! ! فائزہ شاہ ایک نظر اس کی پشت کو دیکھتے سر جھٹکتے ہوئے آگے کی طرف بڑھی ! ! اب کیا ہی کر سکتی تھی وہ بھلا ! ! اسے اور بھی پیشنٹس کو دیکھنا تھا۔۔ البتہ تھوڑی دیر بعد تک اس کا واپس یہاں ! ! چکر لگانے کا اِرادہ تھا۔۔ دائم پر سہی سے اعتبار وہ اب بھی نہیں کر سکی تھی

دائم حسین آہستہ سے کمرے کا دروازہ کھولے اندر داخل ہوا۔۔ کمرے میں مکمل طور پر خاموشی چھائی تھی۔۔ جبکہ کھڑکی کے تمام پردے گرے ہوئے تھے ! ! روشنی بھی تقریباً ہلکی پھلکی ہی تھی۔۔ یہ مشال نے خود ہی کروائے تھے ! ! اسے روشنی سے چبھن

سی ہو رہی تھی۔۔ جب زندگی میں ہی اندھیرے ہو تو ظاہری روشنی بھی چبھنے ہی لگتی ہے ! ! وہ آنکھیں بند کر چکی تھی ! ! شاید وہ سونے کی تیاریوں میں تھی جب دروازے کے کھلنے کی آواز پر وہ سامنے کی طرف متوجہ ہوئی ! ! اسے لگا تھا فائزہ آئی ہوگی۔۔ ایک وہی تو آتی تھی بس اس سے ملنے ! ! اپنی سوچوں کے سمندر سے نکلے وہ سامنے کی طرف متوجہ ہو چکی تھی ! !

دائم نے اندر داخل ہوتے اپنے پی ہے سے دروازہ بند کیا۔۔ دروازہ کھولنے پر جو تھوڑی بہت روشنی ہوئی تھی یہ بھی مدھم پڑ چکی تھی ! ! محض قریب سے ہی ایک دوسرے کو دیکھا جا سکتا تھا۔۔ ایک نظر بیڈ پر پڑے نازک وجود کی طرف دیکھتے وہ آگے کی طرف بڑھا۔۔۔ اب تو ایک ایک قدم من من بھاری لگ رہا تھا۔۔ اس کی آنکھیں یہاں آتے ہی نجانے کیوں جلنے لگی تھیں ! ! جبکہ وہ سامنے دیکھتے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔۔ ! ! مشال جو سمجھ رہی تھی کہ فائزہ ہوگی اپنے قریب سے قریب تر کسی دیو ہیکل وجود والے مرد کو آتے دیکھ اس کی آنکھوں میں بے ساختہ ہی خوف اُبھرا۔۔ اس کا سب سے پہلا خیال گیا ہی اسی ایک شخص کی طرف تھا۔۔ اور کسی کو وہ یہاں سوچ بھی نہیں سکتی تھی ! ! اس کے ہاتھ بیڈ شیٹ کی طرف جاتے کپڑے کو سختی سے دونوں طرف سے جکڑ حکے

تھے ! ! حیرت تھی کہ وہ شکل دیکھے بغیر بھی کمرے میں پھیلتی اس شخص کی خوشبو سے اسے پہچان گئی تھی ! ! پچھلے اتنے عرصے میں دن رات اس نے یہی خوشبو تو سونگھی تھی ! ! اسے تو اپنے جسم سے بھی محض اس بے رحم کی خوشبو آنے لگی تھی ! ! بنا پلکیں جھپکے اپنے قریب بیڈ کے پاس کھڑے اس شخص کو دیکھتے وہ دونوں ہاتھوں سے بیڈ پر زور دیئے تھوڑا سا اٹھ کر بیٹھی ! ! زبان جیسے تالو سے چپک چکی تھی ! ! خوف ہی اتنا تھا وہ کیا ہی بولتی آخر؟؟ وہ تھوڑا اٹھ کر بیٹھی بنا پلکیں جھپکے اس شخص کو دیکھ رہی تھی ! ! ! کیا وہ اسے پھر سے مارنے آیا تھا؟؟ لیکن اب تو اس نے کچھ کیا بھی نہیں تھا۔ ! ! ! دائم حسین آگے کو بڑھتے اس کے پاس ہی آتے رکا۔۔وہ بیڈ کے بلکل قریب رکھی کرسی کو پیچھے کرتے اس پر بیٹھ چکا تھا۔۔ مشال کی نظریں وہ خود پر بخوبی محسوس کر رہا تھا۔۔ جبکہ اس کا اپنا چہرہ ایسے تھا جیسے وہ بہت مشکل سے خود کو رونے سے باز رکھ رہا ہو ! ! اس کی آنکھیں شدید جلتی جا رہی تھیں ! ! دل کی تکلیف تھی کہ اس کے زخم دکھ کر مزید بڑھ رہی تھی ! ! پتہ نہیں کیوں اب اسے اتنا فرق پڑ رہا تھا۔۔پتہ نہیں کیوں مقابل کے چہرے پر لگے زخم اسے تکلیف اذیت دے رہا تھا۔۔ شاید یہ صرف پچھتاوا تھا۔۔ یا پھر کچھ اور ! !

کیسی ہو؟ اس کے ہاتھوں کو نرمی سے اپنی گرفت میں لیتے دائم نے زکام زدہ سی ایک "
سانس کھینچتے پوچھا۔۔ اسے شاید ٹھنڈ لگ گئی تھی ! ! طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس کی ! !
وہ مشال کے ہاتھوں پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔۔۔چہرے کی طرف دیکھنے کی ہمت
تھی ہی نہیں اس کے اندر ! ! وہ اس وقت خود کو بے حد بے بس محسوس کر رہا
تھا۔۔ ! ! مشال جو مارے خوف کے اسے دیکھ رہی تھی کہ اس کے لہجے اور بات پر
اس کی آنکھوں میں ڈھیروں حیرت اُبھری ! ! مقابل کے ہاتھ اتنے نرم کب سے ہو گئے
تھے؟؟ وہ بے حد نرمی سے اس کے ہاتھوں کو پکڑے ہوئے تھا۔۔ جبکہ لہجہ اتنا نرم تھا
کہ مشال کو یقین نہیں آرہا تھا یہ وہی دائم ہے جس نے اسے موت کے دہانے پر کھڑا کر
دیا تھا؟؟ لگ ہی نہیں رہا تھا یہ وہی دائم ہے ! ! یہ تو کوئی اور تھا۔۔ شرمندگی کے ڈھیر
تلے دبا کوئی پسماندہ سا انسان جو اپنے سے ایک معمولی سی لڑکی سے معافی کا طلبگار
تھا۔۔ ! ! "مم۔۔میں۔۔ن۔۔۔ے۔۔اب۔۔تت۔۔تو کچھ نہ۔۔نہیں کیا۔۔" ! !
مشال نے آنکھوں میں ڈھیروں آنسوں لیے جیسے اپنی صفائی سی دینی چاہی ! ! کتنا ہی
نرم ہو جائے یہ انسان ! ! لیکن اس کا خوف کبھی نہیں مٹ سکتا تھا۔۔ ! ! جتنے برے
اور ظالمانہ طریقے سے اس شخص نے پچھلے ڈیڑھ مہینے اسے رکھا تھا مشال کو سب سے
زیادہ خوف ہی مرد ذات سے آنے لگا تھا۔۔ ! ! ! دائم کے دل میں مزید ایک تیر پیوست

ہوا۔۔ وہ اس کے ہاتھوں پر نظریں جمائے سنجیدہ چہرے کے ساتھ بہت بری حالت میں بیٹھا تھا۔۔ ! ! اس کی بات پر اس نے ایک گہری سانس بھرتے اس کے ہاتھ کو خاموشی سے اپنی طرف کیا۔۔ اسے جیسے ایک ہاتھ کا ہی سہارا بہت تھا۔۔ خاموشی کے ساتھ بنا اس کی طرف دیکھے وہ تھوڑا نیچے کو جھکتے اس کے ہاتھ پر اپنا سر ٹکا چکا تھا۔۔ کچھ سکون چاہیے تھا اسے ! ! کچھ دیر کے لیے وہ سب کچھ بھولنا چاہتا تھا۔۔ تکلیف حد سے سوا ہو رہی تھی ! ! آنکھیں مزید ضبط کرنے سے انکار کر چکی تھیں ! ! مشال حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی ! ! آخر اس شخص کو ہوا کیا تھا؟؟ دائم نے بلکل خاموشی سے اس کے ہاتھ پر اپنا سر ٹکاتے آنکھیں موندی ! ! کیا پتہ کچھ دیر کے لیے وہ واقعی میں سب کچھ بھول جاتا۔۔ کیا پتہ ضمیر کی ملامت کرتی آواز اسے کچھ دیر کے لیے سکون لینے دے دیتی ! ! کیا پتہ کچھ تو ہو جاتا۔۔ وہ اس اذیت سے تو باہر نکل آتا جو اور کے دل کو کاٹ رہی تھی ! ! اسے اپنے پورے جسم میں برچھیاں سی چلتی محسوس ہو رہی تھیں ! ! آنکھیں موندے وہ ضبط کی آخری حدود کو چھو رہا تھا۔۔ ! ! مشال کی آنکھیں اسی کے بالوں پر جمی تھیں ! ! چہرہ وہ نہیں دیکھ سکتی تھی اس کا۔۔ مقابل اسی کے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھا۔۔ اس کی خود کی آنکھوں سے آنسوں برس رہے تھے ! ! جب جب یہ انسان سامنے آتا تھا اسے عالمی تمام خسارے یاد آتے تھے ! ! ہسپتال میں ہوئی مشین کی

خرابی کی وجہ سے اس کے کچھ ٹیسٹ لیٹ ہو گئے تھے ! ! اسے اور دائم کو آج صبح ہی پتہ چلا تھا کہ وہ اب کبھی ماں نہیں بن سکتی ! ! یہ مسکیرج اسے بہت بھاری پڑا تھا۔۔ مشال کا تو اس خبر پر اتنا زیادہ ریکشن نہیں تھا جتنا دائم کا تھا۔۔ یہ سب کچھ آخر اس کی خود کی وجہ سے ہی تو ہو رہا تھا۔۔ نا وہ بدلے کی آگ میں اتنا ظلم ڈھاتا اور نہ ہی یہ سب کچھ ہوتا۔۔ صرف مشال کا ہی نہیں اس کا خود کا بھی بہت نقصان ہوا تھا۔۔ ! ! "مشال میری ایک بات مانو گی؟؟" کچھ لمحے بعد دائم کی دھیمی سی آواز اُبھری ! ! اس کی آواز ایسی تھی جیسے وہ بہت سے آنسوں حلق میں اُتار کر بول رہا ہو۔۔ اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔۔ جبکہ چہرہ ابھی تک مقابل کے ہاتھ پر ہی تھا۔۔ مشال تو آج جتنا حیران ہوتی اتنا کم تھا۔۔ یہ آخر ہو کیا رہا تھا اس شخص کو؟؟ کیا واقعی اسے شرمندگی تھی؟؟ کیا اس کی حالت اسی لیے خراب تھی؟؟ مشال کے دل میں مختلف سوال اٹھ رہے تھے ! ! وہ خاموش تھی؟؟ ہمم، ہاں کے بھی جواب دینے کے قابل نہیں تھی وہ ! ! وہ بس خاموشی سے اس کی طرف دیکھتے آنسوں بہائے جا رہی تھی ! ! ! دائم حسین جو اس کی طرف سے جواب کا امیدوار تھا کہ آگے سے مکمل خاموشی کو محسوس کرتے وہ اُداسی سے دھیما سا مسکرایا۔۔۔ بھلا کیوں اس کی پکار کا جواب ملنے لگا؟؟ یہ سب اسے مقابل کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کرنے سے پہلے سوچنا چاہیئے تھا۔۔ مسکراتے مسکراتے کب

آنکھیں بھیگی اسے معلوم ہی نہیں ہو سکا تھا۔۔ کہ حلق سے آنسوں آتے اس کی آنکھوں کے کناروں کو بھگونے لگے وہ سمجھ ہی نہیں سکا تھا۔۔ جب سمجھ لگی تب وقت گزر چکا تھا۔۔ اب ان پر بندھ لگاتا تو یقیناً اس کا دل پھٹ جاتا۔۔ اس کے ہاتھ پر اپنا چہرہ ٹکائے وہ ضبط کھوتے رو پڑا تھا۔۔ یہ آنسوں بلا وجہ خود بخود نکل رہے تھے ! دل میں اٹھتا درد برداشت سے باہر ہو گیا تھا۔۔ ان آنسوؤں کا نکلنا ضروری تھا۔۔ یہ نہ آتے تو وہ واقعی میں مر جاتا۔۔ اب خاموش رہنا اس کے بس میں بلکل نہیں تھا۔۔ اس کی ہلکی سی محض آواز اُبھری تھی ! ! اور پھر۔۔۔ پھر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔۔ وہ مشال کے ہاتھ پر سر کو ٹکائے بری طرح سسک پڑا تھا۔۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک ریلا سا چل پڑا تھا جو مشال کے ہاتھ کو بھی بھگو رہا تھا۔۔ اتنا ہی بوجھ تھا اس کے دل پر ! ! وہ اتنا ہی شرمسار تھا۔۔ اتنا ہی اس کا ضمیر اسے کچوکے لگا رہا تھا۔۔ اتنی ہی اس اب مقابل کے سامنے جاتے ہوئے بھی شرمندگی ہوتی تھی ! ! وہ جوان جہان مرد اتنے ہی ہاتھوں سے خود کو برباد کیے بری طرح رو رہا تھا۔۔ اس نے اپنا نقصان خود ہی کیا تھا۔۔ کاش کہ وہ ایک مرتبہ پہلے اس سب کے متعلق سوچ لیتا۔۔ ! ! ! ! مشال مارے شاک کے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ کیا یہ دائم ہی تھا؟؟ خدارا کوئی اسے بتاتا کہ یہ وہی دائم ہے جس کے خوف اور دہشت سے ہی وہ تھر تھر کانپنے لگتی تھی ! ! وہ آج رو

رہا تھا۔۔ وہ زندگی میں پہلی مرتبہ دائم کو روتا ہوا دیکھ رہی تھی ! ! یہ اس کے لیے کسی شاک سے کم نہیں تھا۔۔ اس کی آنکھیں ایسے تھی جیسے ابھی تک وہ اس بات پر یقین ہی نہ کر سکی ہو ! ! اس کا ہاتھ مکمل طور پر بھیگ چکا تھا۔۔ مقابل اتنی شدت سے رو رہا تھا کہ اس کی گھٹی گھٹی سسکیاں اسے سنائی دے رہی تھیں ! ! وہ آواز کے ساتھ رو رہا تھا مگر آواز دبا رکھی تھی اس شخص نے ! ! وہ کھل کر رو بھی نہیں پا رہا تھا۔۔ ! ! مشال نے اپنی حیرت پر قابو پاتے روتے ہوئے اپنا لرزتا سا ہاتھ اس کی طرف سے کھنچنا چاہا۔۔ پتہ نہیں کیوں اس کا دل بھی ہول اٹھا تھا۔۔ کیا کوئی مرد بھی رو سکتا ہے؟؟ وہ بھی دائم جیسا مرد؟؟ یقیناً نہیں ! ! لیکن وہ تو رو رہا تھا؟؟ کیا پتہ ناٹک کر رہا ہو۔۔ جھوٹے آنسوں نکالنے مشکل تھوڑی ہوتے ہیں؟؟ لیکن یہ جھوٹ نہیں لگ رہا۔۔۔ جھوٹے آنسوں نکالنے آسان ہیں ہچکیاں نہیں ! ! اس کا دل اور دماغ آپس میں خود ہی باتیں کر رہے تھے ! ! وہ بے یقینی سے دائم کو دیکھتے اپنا ہاتھ کھینچنے کی کوشش کر رہی تھی ! ! دائم ایسے ہی پڑا بری طرح سسک رہا تھا۔۔ آنسوں تھے کہ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے ! ! لیکن ایک بات تھی کہ آنسوں نکلے تھے تو آنکھوں میں ہوتی جلن کافی حد تک ختم بھی ہو گئی تھی ! ! جسے تقریباً دس سے پندرہ منٹ ایسے ہی گزر چکے تھے ! ! نا وہ رونا بند کر رہا تھا اور نہ ہی اس کے آنسوں ختم ہو رہے تھے ! ! ! وہ بس بری طرح سسک رہا

تھا۔۔مشال مسلسل اپنے ہاتھ کو کھینچ رہی تھی لیکن وہ ہمیشہ کی طرح اس شخص کی گرفت سے خود کو نہیں چھڑوا پا رہی تھی ! ! اب تو اسے کمزوری بھی بہت ہو گئی تھی ! !

"چھ۔۔چھوڑ۔۔۔دیں پلیز۔۔می۔۔میر۔۔میرے ہاتھ۔۔میں درد ہو۔۔رہا۔۔ہے ! !" مشال نے روتے ہوئے دوسرے ہاتھ کو اس کے بالوں میں رکھتے اسے پیچھے کو کرنا چاہا۔۔ لیکن وہ ابھی بھی ناکام ہی رہی تھی ! ! کل سے ڈرپس بھی اسی ہاتھ میں لگ رہی تھیں ! ! وہ پہلے ہی تکلیف میں تھی ! ! اوپر سے یہ شخص اتنی دیر سے اپنا سر رکھے بیٹھا تھا۔۔ اسے تکلیف ہونے لگی تھی ! ! دائم نے اس کی بات پر فوراً سے سیدھی ہوتے اس کے ہاتھ کو نرمی سے تھاما۔۔ مشال کی آنکھیں کہیں اس کے چہرے پر ہی مرکوز ہو کر رہ گئی تھیں ! ! مقابل کا پورا چہرہ لال سرخ ہوتے آنسوؤں سے بھرا پڑا تھا۔۔ اس کی آنکھیں خون چھلکاتے اتنی سی دیر میں سوجی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں ! ! جہاں اس نے سر رکھا تھا وہاں سے بیڈ شیٹ بھی ساری بھیگ گئی تھی ! ! اتنی شدت سے رو رہا تھا وہ ! ! مشال کی خود کی آنکھوں سے آنسوں برس رہے تھے ! ! لیکن وہ اتنی تکلیف میں نہیں تھی جتنی تکلیف میں مقابل لگ رہا تھا۔۔ ! ! "کہ۔۔کہاں درد ہے۔۔ سو۔۔سوری مجھے نہیں پتہ تھا۔۔" دائم نے تڑپتے ہوئے اس کے ہاتھ کو تھامتے

بوکھلاہٹ سے استفسار کیا۔۔ وہ اس کے ہاتھ کو پکڑے رب کر رہا تھا۔۔ مقابل کے چہرے کو اب بھی نہیں دیکھا تھا اس نے ! ! وہ زندگی میں کبھی جس کی زبان نہیں اٹکی تھی آج وہ شخص بولتے ہوئے لڑکھڑاہٹ کا شکار تھا۔۔ کچھ ایسے ہی بدلہ انسان کو خود کو برباد کرتا ہے ! ! حالانکہ نقصان پھر بھی سارا مشال کا ہی ہوا تھا۔۔ لیکن بھگت وہ رہا تھا۔۔ دل میں لگے زخم ظاہری زخموں سے زیادہ تکلیف دہ ہوتے ہیں ! ! اس کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی تھا۔۔ ! ! "مشال نے روتے ہوئے اسے دیکھتے جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کی نرم گرفت سے آزاد کروایا۔۔ وہ اپنے ہاتھ کو پیچھے کیے نفرت سے اسے دیکھ رہی تھی ! ! کیا مقصد تھا آخر اس شخص کا ہمدردی دکھانے کے پیچھے؟؟ وہ اپنے اصل روپ میں کیوں نہیں آرہا تھا؟؟ وہ کیوں اتنی نرمی اور محبت دکھا رہا تھا؟؟ ایک منٹ۔۔۔ محبت؟؟ یہ کہاں سے آگئی تھی ان دونوں کے بیچ میں؟؟ آخر کیوں مشال نے اس کے لہجے میں نرمی کے ساتھ محبت بھی محسوس کی تھی؟؟ کیوں آخر؟؟ پتہ نہیں۔۔ اس کا جواب تو وہ دونوں شاید خود بھی نہیں جانتے تھے ! ! ! دائم نے ایک سانس بھرتے اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا۔۔ اس کے سامنے کا منظر پھر سے دھندلا ہونے لگا تھا۔۔ پتہ نہیں ایک تو یہ آنسوں ختم ہونے کا نام کیوں نہیں لیتے؟؟ ! ! ایک نظر مقابل کے چہرے کو دیکھتے دائم نے بے بسی سے اس کے آگے اپنے دونوں ہاتھ جوڑے ! ! اتنا کر سکتا تھا

وہ ! ! معافی مانگنے کے لیے اسے کچھ بھی کرنا پڑتا تو وہ کر جاتا۔۔ دائم حسین ایک ظالم جابر انسان جس نے کسی کے سامنے جھکنا سیکھا ہی نہیں تھا۔۔ وہ نوکری بھی کرتا تھا تو بڑے ٹھاٹ اور اپنی مرضی سے کرتا تھا۔۔ کسی کے آگے جھکنا اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔۔ خاص کر مقصد اور بدلہ پورا ہونے کے بعد وہ اپنے اصل روپ میں ہی پھرتا تھا۔۔دکھاوا کرنا ہی نہیں پڑتا تھا اسے ! ! آج وہ ایک معمولی سی عورت کے آگے ہاتھ جوڑے بیٹھا تھا۔۔ وہ بہت ٹوٹا ہوا اور ہارا ہوا لگ رہا تھا۔۔۔بہت بری حالت تھی اس شخص کی ! ! ! "مجھے معاف کر دو مشال۔۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دو ! ! میں نے بہت بڑی زیادتی کر دی تمہارے ساتھ ! ! خدا کے لیے معاف کر دو مجھے ! !" روتے ہوئے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے وہ شخص معافی کا طلبگار تھا۔۔ اس کا چہرہ جھکا ہوا تھا۔۔ کندھے ڈھلکے ہوئے تھے ! ! جب ظلم کیا جائے تو اسے معافی مانگنے کی بھی صلاحیت ہونی چاہیے انسان میں ! ! شکر تھا کہ اس کے اندر تھی ! ! "آج کے دور کے ظالموں میں نہیں ہوتی ! !"۔۔ مشال کے رونے میں مزید اضافہ ہوا۔۔وہ اپنی ہچکی کو روکنے کی خاطر اپنے منہ پر سختی سے ہاتھ جما گئی تھی ! ! اب کیا فائدہ تھا معافی مانگنے کا؟؟ اب تو ہر طرح کا سلوک کر لیا تھا اس نے ! ! اب تو اس نے بچہ بھی کھو دیا تھا اور بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت بھی ! ! اب تو کچھ بچا ہی نہیں تھا اس کے پاس ! ! بہت دیر کر

دی تھی اس شخص نے معافی مانگنے میں ! ! "یہاں سے چلے جائیں خدا کے لیے یہاں سے چلے جائیں ! آپ کو دینے کے لئے کچھ نہیں ہے میرے پاس ! ! معافی بھی نہیں۔۔ کچھ اذیتیں کبھی نہیں بھلائی جاتی۔۔ مجھے آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنی ! ! ! " مشال تھوڑا سا پیچھے کو سرکتے شدت سے چیخی ! ! وہ کیوں اس طرح معافی مانگ رہا تھا؟؟ اب معافی کا کوئی فائدہ ہی نہیں تھا۔۔ ! ! "یہ مت کہو مشال۔۔ میں۔۔ میں اس بوجھ کے ساتھ مر جاؤں گا۔۔ میرے بس میں کچھ نہیں ہے۔۔ میں خود کو برتر سمجھ کر ظلم کرنے بیٹھ گیا تھا۔۔ مجھے معاف کر دو خدا کے لیے ! ! تم۔۔ تم جو کہو گی میں وہ کروں گا۔۔ تم۔۔ میرے ساتھ چلو پلیز۔۔ جیسے تم کہو گی ویسے ہی ہوگا۔۔ ایک موقع دے دو پلیز ! ! ! " دائم نے اس کے چہرے کو دیکھتے اس کے ہاتھ کو اپنی گرفت میں لیا۔۔ وہ جوان جہان مرد بری طرح روتے ہوئے اس سے معافی مانگ رہا تھا۔۔ وہ ایک موقع کی آس میں اس کے پاس آیا تھا۔۔۔ کیا پتہ اس لڑکی کو رحم آجاتا۔۔ ! ! مشال نے روتے ہوئے پھر سے جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس سے چھڑوایا۔۔ گھن آرہی تھی اسے مقابل کے لمس سے ! ! آخر کیوں وہ اس طرح اس کا ہاتھ تھام رہا تھا؟؟ مشال شدت سے روتے ہوئے اس شخص سے کہیں دور جانا چاہ رہی تھی جہاں اس کی پرچھائی بھی نہ ملتی ! ! ! "میں جو کہوں گی وہی کرے گیں آپ؟؟" آنسوں صاف کرتے سنجیدگی کے ساتھ پوچھا

گیا۔۔ اس کے دل میں ابھی ہی ایک بات آئی تھی جس پر وہ فوراً ہی عمل بھی کر چکی تھی ! ! "ہاں۔۔ہاں وعدہ ہے میرا جو تم کہو گی جیسے تم کہو گی وہی ہوگا۔۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دو ! ! میں پہلے ہی بہت تکلیف میں ہوں مشال۔ ! ! " اریبی نے بھی اپنے آنسوں صاف کرتے فوراً ہی حامی بھری ! ! وہ بیوقوف جذباتی ہوتے فوراً ہی وعدہ بھی کر چکا تھا۔۔ ! ! مشال نے ایک سسکی سی بھرتے پھر سے اپنے آنسوں صاف کیے ! ! یقین نہیں آتا تھا کہ یہ دن بھی آگیا تھا۔۔بیشک ہر ظالم کو ایک دن سزا مل کر رہتی ہے ! ! "مجھے۔۔۔مجھے طلاق چاہیے ! ! "مجھے تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنی آگے ساری زندگی۔۔مجھے چھوڑ دو دائم۔۔۔ میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتی ! ! " اور یہاں روتے ہوئے اس لڑکی نے دائم کے سر پر جیسے بم پھوڑا تھا۔۔ آخر بات جو دائم کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی وہ یہی تھی ! ! وہ کبھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ مشال اس سے طلاق کا دعویٰ کرے گی ! ! وہ اسے چھوڑ دیتا تو خود کہاں جاتا؟؟ یہ تو مقابل نے ایک طرح سے اس کی جان ہی مانگ لی تھی ! ! پتہ نہیں اسے کیوں اتنا فرق پڑ رہا تھا۔۔ لیکن اس کا چہرہ ایسے ہوا پڑا تھا جیسے کسی سانپ نے ڈس لیا ہو ! ! وہ سن ہوا مشال کو دیکھ رہا تھا۔۔ آنسوں رواں تھے لیکن ایک لمحے کے لیے جسم میں حرکت تک رک گئی تھی ! ! چہرے پر بے یقینی ہی بے یقینی تھی ! ! وہ اس سے اس کی جان مانگ لیتی دائم

خوشی خوشی دے دیتا۔۔ لیکن اس نے تو طلاق مانگ لی تھی ! ! آخر پہلے کیوں اس کے دماغ میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ یہ لڑکی اس سے طلاق بھی مانگ سکتی ہے ! ! وہ وعدہ کر چکا تھا۔۔ ! ! "اسے کیا دیکھ رہے ہیں اب؟؟ نفرت تھی نہ آپ کو مجھ سے؟؟ میری شکل، میرا وجود برداشت نہیں تھا نہ آپ سے؟؟ آپ کا بدلہ بھی تو پورا ہو گیا۔۔ برباد ہو گئی مشال ! ! زندہ لاش بنا دیا ہے آپ نے مجھے ! ! اب میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتی ہوں کہ مزید ظلم مت کریں پلیز۔۔۔ طلاق دیں مجھے تاکہ میری بھی اس عذاب سے جان چھٹے ! ! مشال اب مرنے کے در پر ہے ! ! کچھ نہیں بچا مجھ میں کہ آپ اپنا بدلہ بھی جاری رکھیں ! ! اتنے ہی آپ معافی کے طلبگار ہیں تو مجھے طلاق دے دیں۔۔" مشال نے شدید روتے ہوئے اس سے پھر سے طلاق کا مطالبہ کیا۔۔ کاش کہ ایسا ہو جاتا۔۔ وہ مزید دائم کی شکل نہیں دیکھ سکتی تھی ! ! اسے پہلی مرتبہ دائم سے نفرت سی محسوس ہونے لگی تھی ! ! "دائم نے تھوڑا پیچھے کو ہوتے اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرے ! ! اسے جو وہ طلاق دے دیتا تو خود کہاں جاتا؟؟ وہ تو اس کے بنا نہیں رہ سکتا تھا۔۔ پہلی مرتبہ مشال کو کھونے کے احساس سے اس کا دل شدت سے دھڑک رہا تھا۔۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا ایسا۔۔ یہ بات تو سوچتے ہی اس کے دل میں تکلیف اٹھ رہی تھی ! ! ایک عادت سی تھی اسے اس لڑکی کی ! ! اب اس سب کے پیچھے وجہ کیا تھی وہ خود

نہیں جانتا تھا۔۔ ! ! ! کچھ سوچتے وہ واپس سے آگے ہوتے بیٹھا۔۔ اپنے بازو سے وہ اپنی آنکھیں صاف کر چکا تھا۔۔۔ آنسوں اب بھی آرہے تھے لیکن اب نمی کی صورت میں آنکھوں تک ہی محدود تھے ! ! ! "دو دن صرف دو دن میرے ساتھ رہ کر دیکھ لو۔۔ خدا کی قسم اگر تمھیں کہیں پر بھی لگے کہ آئندہ میں تمہارے ساتھ زیادتی کروں گا تو میں۔۔میں۔۔ چھ۔۔ چھوڑ۔۔ دوں گا تمہ۔۔۔ تمھیں ! ! " صفائی سے بولتے وہ آخر میں چھوڑنے والی بات پر پھر اٹک گیا تھا۔۔ صرف آواز ہی نہیں بلکہ اس کی سانس بھی کچھ اسی طرح اٹکی تھی ! ! اس سے تو بولا بھی نہیں جا رہا تھا اگر وہ اسے چھوڑ دیتا تو کہاں جاتا؟؟۔۔ "ہر گز نہیں۔۔ دوبارہ آپ کے ساتھ اس گھر میں جا کر مزید اذیت نہیں سہنی میں نے ! ! اور چلیں اگر دو دن ٹھیک رہ بھی لیتے ہیں آپ؟؟ تو کیا یہ اُس تکلیف کا ازالہ کر دے گیں جو آپ نے مجھے دی ہے؟؟ کیا آگے دی گئی عزت اس ذلالت کا خمیازہ بھگت دے گی جو آپ نے اپنی قربت کے دوران میری کی ہے؟؟ کیا میں ساری زندگی بھول پاؤں گی وہ تھپڑ اور گالیاں جو ہمیشہ آپ کی قربت میں مجھے سننے اور سہنے پڑے ہیں ! ! ارے لوگ تو اپنی بیویوں کو قربت کے لمحات میں چومتے ہیں انہیں ریلکس کرتے ہیں ! ! آپ نے کیا کیا؟؟ بدلے کی خاطر جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا میرے ساتھ کہ مجھے خود سے بھی گھن آنے لگتی تھی ! ! گالیاں اور تھپڑوں سے اپنی قربت بخش کر خود

سکون سے سو جاتے تھے اور میں ساری رات سسکتے ہوئے گزار دیتی تھی ! ! سارا دن جانوروں کی طرح آپ کے گھر کا کام کیا ہے میں نے ! ! کوئی ایک انسانوں والا سلوک کیا ہے آپ نے میرے ساتھ جو میں آپ کو ایک اور موقع دوں؟؟ مجھ سے چھوڑیں خود سے پوچھیں کیا آپ اس قابل ہیں؟؟ میرے احساسات میرے جذبات میری نسوانیت سب کچھ پیروں تلے روند دیا آپ نے ! ! ارے عورت ہونے کا نہ سہی کم از کم ایک انسان ہونے کا ہی خیال کر لیتے۔۔ میں ایک انسان تھی ! ! جانور نہیں تھی میں ! ! پہلی رات میں سب کچھ جاننے کے باوجود درندوں سے بدتر سلوک کیا تم نے میرے ساتھ ! ! کیا ازالہ کر پاؤ گے اس تکلیف کا ہو اس رات مجھے ہوئی تھی؟؟ بیلٹ۔۔۔) ہچکی (بیلٹ سے کتوں کی طرح مارا مجھے۔۔۔۔۔۔"جملہ مکمل نہیں ہوا تھا اس سے ! ! ہزیانی انداز میں چیختے ہوئے آخر میں وہ ایک مرتبہ پھر سے وہ دردناک لمحے یاد کرتے بری طرح چیختے ہوئے رونے لگی تھی ! ! جب بھی وہ یہ بت ناک لمحے یاد آتے تھے اس کے دل سے دائم کے لیے بددعائیں نکلتی تھیں ! ! وہ اتنی گنہگار نہیں تھی جتنی اسے سزا ملی تھی ! ! دائم اس کے سامنے بیٹھا خود بھی پھر سے رونے لگا تھا۔۔ کیوں ہو گیا تھا وہ آخر ایسا؟؟ کیا چیز تھی جس نے اسے انسان بھی نہیں رہنے دیا تھا؟؟)بدلہ("جواب میں خود ہی ضمیر نے چپکے سے سرگوشی کر دی تھی"۔۔۔ بدلہ ہی تو تھا جس کی

اب جھلک بھی نظر نہیں آرہی تھی جسم میں ! ! اسے برباد کر کے وہ اکیلا چھوڑ کر چلا گیا تھا۔۔ "میں۔۔میں آئندہ کبھی نہیں کروں گا۔۔" ایک اور کوشش سی کرنی چاہی ! ! وہ پھر سے شرمندگی کے مارے اس سے نظریں بھی نہیں ملا پا رہا تھا۔۔ ! ! "شرم کریں آپ۔۔ ڈوب کے مر جائیں جو اس سب کے باوجود پھر سے یہ لفظ کہہ رہے ہیں ! ! حلے جائیں یہاں سے۔۔۔ میں اب چپ نہیں رہوں گی ! ! آپ نے طلاق نا دی تو میں عدالت سے خلع لوں گی۔۔ میرے پاس ثبوت بھی ہیں اور گواہ بھی ! ! آپ کے لیے بہتر ہوگا کہ عزت کے ساتھ خود ہی چھوڑ دیں مجھے ! ! ! اپنے آنسوں صاف کرتے سپاٹ سے انداز میں اس کی ایک ہی رٹ تھی ! ! اب وہ برداشت نہیں کرنے والی تھی ! ! ! دائم ایک گہری سانس بھرتے اپنے آنسوں صاف کرتے کرسی سے کھڑا ہوا۔۔ ! ! ایسا نہیں تھا کہ وہ اس کی دھمکی سے ڈر گیا۔۔ بلکہ اسے اپنے دل میں شدید تکلیف اٹھتی محسوس ہو رہی تھی ! ! اب یہاں بیٹھنا اس کے بس سے باہر تھا۔۔ ! ! مشال نظریں اٹھائے شدید نفرت آنکھوں میں لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! اسے کوئی بدلہ، کوئی معافی نہیں چاہیے تھی۔۔ اسے بس اس شخص سے آزادی چاہیے تھی ! ! وہ چاہتی تھی کہ دائم سے اتنی دور چلی جائے کہ پھر وہ ساری زندگی اس کی شکل بھی نہ دیکھ سکے ! ! ! "فائزہ کے ساتھ اس کے اپارٹمنٹ میں چلی جانا۔۔ کل طلاق کے پیپرز مل جائے گیں

تمھیں ! ! "۔۔ بنا اس کی طرف دیکھتے چٹکیوں میں ایک فیصلہ کرتے وہ بنا مزید کوئی نظر اس پر ڈالے تیز تیز قدموں سے باہر کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ لیکن جاتے جاتے وہ مشال کو ساکت کر گیا تھا۔۔ مشال بے یقینی اور کچھ حیرت سے اس کی دور ہوتی پشت کو دیکھ رہی تھی ! ! کیا اس نے سہی سنا تھا؟؟ کیا یہ شخص واقعی میں اسے طلاق دے رہا تھا؟؟ کیا وہ واقعی میں آزاد ہو سکتی تھی؟؟ سامنے سے نظریں پھیرتے اس نے ایک تشکّر بھری نظر اوپر چھت پر ڈالی ! ! یہ اس کی زندگی میں ہونے والی سب سے اچھی بات تھی ! ! اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔۔۔ بلکہ وہ تو خود یہی چاہتی تھی ! ! اس کے دل میں دائم کے لیے کوئی ایک فیصد بھی جذبہ نہیں تھا سوائے نفرت کے ! ! اچھا ہی تھا کہ اس کی جان چھوٹ رہی تھی ! ! لیکن پھر بھی پتہ نہیں کیوں تکیے سے سر کو ٹکائے اس کی آنکھوں سے قطار در قطار آنسوں برس رہے تھے ! !

دائم تیز تیز قدموں سے دروازے کو پار کرتے باہر نکلا۔۔ وہ تیزی سے واپس سے دروازے کو بند کیے یہی کھڑا ہو چکا تھا۔۔ اس کی آنکھیں بار بار سامنے کا منظر دھندلا کر رہی تھیں ! ! دل میں شدید قسم کی تکلیف اٹھ رہی تھی ! ! ضمیر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اس نے بلکل سہی فیصلہ کیا۔۔ وہ ڈیسرو ہی نہیں کرتا تھا اس عورت کو ! ! جبکہ دل بری

طرح تڑپ رہا تھا۔۔ خود میں ہی وہ ایک جنگ لڑ رہا تھا۔۔ ! ! اپنے بازو سے پھر سے وہ اپنی آنکھیں صاف کرتے آگے بڑھتا کہ فائزہ شاہ آتے اس کے سامنے کھڑی ہوئی ! ! وہ انہیں ہی دیکھنے آئی تھی کہ دائم کی حالت دیکھتے وہ ایک لمحے کے لیے ٹھٹھک کر رکنے پر مجبور ہی گئی تھی ! ! دائم نے بھی پھر سے آنکھیں صاف کرتے فائزہ کو دیکھا۔۔ ! ! "طلاق۔۔ طلاق مانگ رہی ہے وہ ! ! اسے اپنے ساتھ رکھ لیجئے گا۔۔ کل پراپرٹی اور طلاق کے پیپرز اس تک پہنچ جائے گیں ! ! اسے کہیے گا اس سے بدتر سزا میں اپنے لیے منتخب نہیں کر سکتا تھا۔۔ اسی لیے خود کو سزا خود ہی دے دی ! ! اسے کہنا معاف کر دے مجھے ! ! دائم حسین کے دل میں وہ ساری زندگی ملکہ بن کے رہے گی ! ! اسے چھوڑنے کے بعد زندہ بچا بھی تو خدا کی قسم ساری زندگی اس کے نام ! ! ! " بھیگی سی آواز میں فائزہ کو کہتے اسے ہکا بکا چھوڑے وہ آگے کی طرف بڑھ چکا تھا۔۔ اس کے قدموں میں اتنی تیزی تھی کہ جیسے کوئی اس کے پیچھے پڑا ہو ! ! وہ ٹوٹ رہا تھا۔۔ ٹوٹ کر بکھر رہا تھا۔۔ دل میں بری طرح تکلیف اٹھ رہی تھی ! ! لیکن اب کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔۔ ! ! اب تو بس سزا بھگتنے کا وقت تھا۔۔ ! ! فائزہ نے ایک نظر اس کی پشت کو دیکھتے ایک گہری سانس بھرتے کندھے اچکائے ! ! اس کی نظر میں تو ہر کام ظرف مرد کا کچھ ایسا ہی انجام ہونا چاہیے ! ! تھوڑی بہت اسے دائم کی حالت دیکھ کر اس سے

ہمدردی ہو رہی تھی لیکن اب فائدہ نہیں تھا کسی بھی چیز کا۔۔ دائم اپنا بویا اب خود ہی کاٹ رہا تھا۔۔ ! ! "خدا ان کے حق میں بہتر کرے ! !" زیرِ لب ان دونوں کے لیے دعا کرتے وہ آگے کو بڑھی ! ! اس کا اِرادہ حدائق کو کال کرنے کا تھا تاکہ وہ ان دونوں کو آ کے لے جا سکے ! ! اس کو ڈیوٹی کی ٹائمنگ بھی ختم ہو گئی تھی اور مشال کو بھی چھٹی مل گئی تھی ! ! فائزہ کا اِرادہ اسے اپنے ساتھ ہی گھر لے کر جانے کا تھا۔۔ اندر کی طرف بڑھتے ! ! ! اب وہ مشال کو دیکھنے والی تھی

جب ظلم حد سے بڑھ جائے تو آواز اٹھانا انسان پر فرض ہو جاتا ہے ! ! برداشت ("
کرنے والی باتوں پر برداشت بھی کی جاتی ہے ! ! معاف کرنے والی باتوں پر معاف بھی
کیا جاتا ہے ! ! مگر جہاں بات عزت نفس، نسوانیت ، کیریکٹر اور حق پر آجائے وہاں ظلم
برداشت کر کے خود پر ظلم کرنے والی بات ہے ! ! ! خدا ہمارے معاشرے میں سے
)" ! ! پہلے جیسے دائم جیسے مردوں کا خاتمہ کرے

102/2

! ! معاذ شاہ/زارا سپیشل نائٹ

یہ تقریباً شام کا وقت تھا جب موسم ہر طرف بہار بکھیرے ہوئے تھا۔۔ کہیں نہ کہیں ہلکی پھلکی بارش بھی ہو رہی تھی ! ! سردیوں کے دن تھے اور پچھلے ہفتے سے بارشیں بہت زیادہ ہو رہی تھیں ! ! دسمبر کی سردیاں عروج پر چڑھتے لوگوں کو ٹھٹھرنے اور کمبل میں دبک کر سونے پر مجبور کر رہی تھیں ! ! کچھ لوگ ان دنوں کو انجوائے کر رہے تھے تو کچھ لوگ سردی سے بیمار ہوئے گھر میں پڑے تھے ! ! سب ہی اپنی طبیعت کے حساب سے موسم کو انجوائے کر پاتے ہیں ! !

اسی طرح کی ایک خوشگوار شام تھی جب معاذ شاہ اس وقت اپنے کمرے میں ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا شاید کہیں جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔۔ معاذ شاہ اور اس کے شادی کے بعد سے ڈنر ہی ختم نہیں ہو رہے تھے ! ! آئے دن ہی معاذ شاہ کا کوئی نہ کوئی دوست گھر پر انہیں دعوت کے لیئے بلا لیتا تھا۔۔ اسی سب میں زارا کی بھی بہت اچھی دوستیں بن گئی تھیں۔۔ آخر وہ ان سب کی بیویوں کے ساتھ ہی ہوتی تھی ! ! وہ دونوں آئے دن ہی کہیں نا کہیں جا رہے ہوتے تھے ! ! ابھی تو چار سے پانچ دن ہی گزرے تھے ان دونوں کی شادی کو ! !

معاذ شاہ اس وقت بلیک کلر کے تھری پیس ڈنر سوٹ میں ملبوس اپنے بالوں کو جیل سے سیٹ کر رہا تھا۔۔ آج کسی دوست کے ہاں تو دعوت نہیں تھی۔۔ لیکن خیر آج یہ دونوں خود ہی ڈنر پر جا رہے تھے ! ! زارا کا فیورٹ موسم تھا ایسا۔۔ اس طرح کے موسم میں وہ باہر نہ نکلے ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟ وہ دونوں زارا کی ضد پر ہی آئوٹ ڈور ڈنر کے لیے جا رہے تھے ! ! معاذ شاہ اپنی تمام تر وجاہت کے ساتھ بلکل تیار کھڑا تھا۔۔۔ بس زارا کا ہی انتظار تھا اسے جو ڈریسنگ روم میں تیار ہونے گئی تھی۔۔ آدھا گھنٹہ ہو گیا تھا اس لڑکی کو مگر مجال تھی جو اس کی تیاری ختم ہوئی ہو ! ! وہ لڑکی آرام سے تیار ہونے والوں میں سے تھی ! ! ! معاذ شاہ نے مکمل طور پر تیار ہوتے ایک مسکراتی نظر آئینے میں خود پر ڈالی ! ! اس نے سنا تھا کہ شادی کے بعد عورت نکھرتی ہے لیکن یہاں تو اسے خود پر نکھار محسوس ہو رہا تھا۔۔ تف تھی اس شخص پر ! ! بہرحال وہ واقعی میں بہت حسین لگ رہا تھا۔۔ چہرے پر اب تو ہمہ وقت ایک مسکراہٹ رہتی تھی جو گواہ تھی کہ وہ شخص اپنی شادی کو لے کر بے حد خوش ہے ! ! یہ سچ بھی تھا زارا خان اور اس کی بہت اچھی انڈر سٹینڈنگ ہو چکی تھی ! ! وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے ہر بات شئیر کرتے، ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق، خوش باش زندگی گزار رہے تھے ! ! زارا خان خود بھی اس شخص کے ساتھ بہت خوش تھی ! ! پہلی رات ہوئی

لڑائی کے بعد سے اب تک ان کے کوئی لڑائی بھی نہیں ہوئی تھی ! ! وہ دونوں راضی اور خوش تھے ! !

"زارا آجاؤ میرا بچہ اور کتنی دیر کرنی ہے؟؟" معاذ شاہ نے سائڈ سے اپنے جوتے اُٹھاتے ساتھ ہی ڈریسنگ روم میں موجود زارا خان کو آواز بھی لگائی۔۔ وہ خود بیڈ کے کنارے پر بیٹھا جوتے پہن رہا تھا۔۔ ! ! "آرہی ہوں دو منٹ صبر کر لیں ! ! میرا ایئر رنگ نہیں مل رہا تھا۔۔ اب مل گیا ہے بس آئی"۔۔۔ دو بدو ہی اندر سے زارا کا جواب آیا۔۔ اس کے کان باہر معاذ کی طرف ہی تھے ! ! تبھی ایک آواز میں ہی اس نے بخوبی سن لیا تھا۔۔ ! ! ! "جلدی آجاؤ"۔۔۔ معاذ شاہ کہتے اپنے بوٹ پہنتے کھڑا ہوا۔۔ وہ اب مکمل طور پر تیار تھا۔۔ بس زارا ہی لیٹ کروا رہی تھی ! ! اس وقت شام کے پانچ بجنے لگے تھے ! ! سردیوں کی وجہ سے کچھ ہی دن میں مغرب بھی ہو جاتی ! ! ! معاذ نے زارا کے لیے ایک ہوٹل بک کروایا تھا جو کہ اس کے سننے میں آیا تھا کہ زارا کی پسندیدہ جگہ ہے ! ! بس اسی لیے اس نے پورا ہوٹل ہو بک کروایا لیا تھا۔۔ آج کا دن وہ خاص طور پر صرف زارا کے ساتھ گزارنا چاہتا تھا۔۔ ! ! !

معاذ شاہ کو کھڑے ابھی دو منٹ مزید ہی گزرے تھے کہ ڈریسنگ روم کا دروازہ کھولتے زارا خان اپنے دوپٹے کے ساتھ جھنجھلاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی ! ! اس کا پورا دھیان محض اپنے دوپٹے کی طرف ہی تھا۔۔ ! ! معاذ شاہ جو کھڑا سامنے کی طرف ہی متوجہ تھا کہ سامنے سے اس پری پیکر کو آتے دیکھ وہ ایک لمحے کے لیے بلکل مبہوت رہ گیا تھا۔۔ وہ حیرت سے سامنے دیکھ رہا تھا جہاں سے زارا خان بلیک کلر کی میکسی میں ملبوس جو کہ اس کے پیروں کو چھو رہی تھی پریوں کو بھی مات دیتے اسی کی طرف آرہی تھی ! ! اس نے اپنے لمحے گھنے بالوں کو کرل ڈال کر کھلا چھوڑا تھا۔۔ جبکہ کانوں میں نہ زیادہ ہیوی اور نہ زیادہ لائٹ بلکل نارمل جھمکے پہنے تھے۔۔ گلے میں بھی اسی طرح کا ڈائمنڈ نیکلس تھا۔۔۔ یہ پورا سیٹ اسے معاذ شاہ نے ہی گفٹ کیا تھا۔۔ ! ! چہرے پر اس نے آنکھوں پر سموکی میک اپ کیا ہوا تھا۔۔ ہونٹوں پر بلڈ ریڈ کلر کی لپسٹک لگائی تھی ! ! وہ عموماً طور پر اب تھوڑی شادی شدہ اور کچھ بڑی لگتی تھی ! ! شاید یہ شادی کا ہی اثر تھا۔۔ وہ خود بھی پہلے سے زیادہ حسین ترین ہو چکی تھی ! ! اس کے چہرے پر معاذ شاہ کی محبت کے رنگ بہت واضح تھے ! ! وہ بہت خوش تھی معاذ کے ساتھ ! ! گھر میں بھی وہ اب صرف راحیل کو یاد کرتی تھی ورنہ کسی اور کو یاد کرنے کا ٹائم ہی نہیں ہوتا ! ! تھا۔۔ معاذ شاہ نے مکمل طور پر اس لڑکی کو اپنی ذات میں گم کر ہی لیا تھا۔۔

زارا خان حلتے حلتے معاذ کے قریب آتے کھڑی ہوئی۔۔ مقابل بنا پلکیں جھپکے اس حسن کی ملکہ کو دیکھ رہا تھا۔۔ آس پاس کا جیسے ہوش ہی نہیں تھا اسے ! ! "معاذیہ ٹھیک کریں خود ہی مجھ سے نہیں ہو رہا۔۔" زارا خان نے جھنجھلاتے ہوئے اپنے دوپٹے کو چھوڑتے اس کے حوالے کیا۔۔۔ یہ تھوڑا بڑا دوپٹہ تھا جو اس سے سنبھلنے میں ہی نہیں آرہا تھا۔۔ پتہ نہیں مقابل کو یہی میکسی کیوں پسند آئی تھی ! ! وہ اس وقت ساری چیزیں معاذ شاہ کی پسند کی پہنے ہوئے تھی ! ! معاذ شاہ جو مکمل طور پر اس کے حسن میں ہی کھویا تھا کہ اپنے ہاتھ میں آتے اس کے دوپٹے کو محسوس کرتے وہ جیسے ہوش میں آیا۔۔ وہ نیچے نظریں کیے ہاتھ میں موجود دوپٹے کو دیکھ رہا تھا۔؛ ! ! "دیکھ کیا رہے ہیں کریں نا۔۔۔" زارا خان نے اسے بے حس و حرکت کھڑے دیکھ روہانسی ہوتے پھر سے کہا۔۔ وہ اب رو دینے کو تھی ! ! ایک تو دوپٹہ نہیں سنبھل رہا تھا اوپر سے یہ انسان سن ہی نہیں رہا تھا اس کی ! ! ! معاذ شاہ نے ایک نظر اسے دیکھتے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا۔۔ وہ عادی ہو گیا تھا اب تو اس لڑکی کے چائلڈش بیہویور کا۔۔ مقابل ایسے ہی چھوٹی چھوٹی باتوں پر نخرے دکھاتے روہانسی ہو کر بیٹھ جاتی تھی ! ! وہ اتنا میچور تھا نہیں جتنا اب وہ شادی کے بعد بن چکا تھا۔۔ چائلڈش بیہویور ایک عورت پر ہو جچتا ہے اور اسے اس بات کا احساس بہت اچھے سے تھا۔۔ وہ تبھی اب باقیوں کی طرح بہت حد تک میچور ہو چکا

تھا۔۔ اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ زارا خان واقعی میں قسمت کی دھنی ثابت ہوئی تھی جو اسے معاذ ملا تھا۔۔ اس بات کا اقرار تو وہ خود بھی اپنے منہ سے کر دیتی تھی ! ! ! معاذ شاہ سر جھٹکتے دوپٹے کو ہاتھ میں پکڑے قدم قدم چلتے مزید اس کے نزدیک ہوا۔۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! "بے بی ڈول روتے نہیں اتنی اتنی باتوں پر ! ! ایک تو تم اتنی حسین لگ رہی ہو سارا میک اپ خراب ہو جائے گا میری جان کا۔۔ ! ! "نرمی سے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے معاذ نے محبت سے کہا۔۔ مقابل رونے کی تیاری پکڑے ہوئے تھی ! ! اسے غصّہ آرہا تھا دوپٹے پر ! ! ! "کر دیں نا پھر آپ ٹھیک؟؟ پھر نہیں روگی میں۔۔" زارا خان نے زبردستی مسکراتے دو بدو ہی جواب دیا۔۔ اس کی بس اس دوپٹے سے جان چھوٹ جاتی ! ! "جو حکم جان۔۔"تابعداری کی تمام حدود توڑتے معاذ نے اپنے ہاتھ میں موجود دوپٹے کو نرمی سے اس کے کندھے پر رکھا۔۔ زارا کے دوسرے ہاتھ میں کچھ سیفٹی پنز بھی تھیں جو وہ ساتھ ہی اس دوپٹے کے لیے ہی لائی تھی ! ! وہ اپنی بند مٹھی کو کھولتے پنز اس کے سامنے کر چکی تھی ! ! "چاند کا ٹکڑا لگ رہی ہو۔۔ میری زارا۔۔" معاذ نے محبت سے کہتے اس کے ماتھے پر لب رکھے ! ! وہ اکثر ہی اس طرح اس کے ماتھے کو یہ شرف بخشتا رہتا تھا۔۔ یہ اس کی دن رات کی عادت تھی ! ! زارا نے ہلکا سا مسکراتے نظریں جھکائیں ! ! اسے بہت عزیز ہو

چکا تھا یہ لمس ! ! شوہر کی طرف سے عزت بھی مل جائے تو بہت بڑی بات ہوتی ہے ! !

اسے تو عزت اور محبت دونوں مل رہی تھیں۔۔ وہ بہت خوش تھی اس شخص کے ساتھ ! ! معاذ نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ سے پن کو اٹھاتے نرمی اور احتیاط سے اس کا دوپٹہ کندھے پر سیٹ کرنا شروع کیا۔۔ پہلے دو مرتبہ وہ یہ کام کر چکا تھا۔۔ اسی لیے اب تھوڑا بہت اندازہ بھی تھا۔۔ ! ! اس نے خود ہی زارا کے لیے جتنے بھی سوٹ لیے تھے سب کے دوپٹے اسی طرح بڑے بڑے تھے ! ! پتہ نہیں کیوں بس اسے اچھا لگتا تھا ایسا دوپٹہ جو کم از کم عورت کو سہی سے ڈھانپ تو دے ! ! ایک کندھے پر سیٹ کرتے وہ دوپٹے کو ساتھ ہی اس کے سر پر اوڑھاتے دوسرے کندھے کی طرف لایا۔۔ وہ بہت مہارت سے اس کے دوپٹے کی طرف متوجہ اسے سیٹ کر رہا تھا۔۔ زارا خان مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی ! ! کوئی بھی رشتہ آجائے زندگی میں ! ! کوئی بھلے کتنی ہی محبت دے دے ! ! شوہر کی کمی صرف شوہر ہی پوری کرتا ہے ! ! کوئی بھی ایسا پیار نہیں کر سکتا جیسا ایک شوہر اور سچا مرد کر سکتا ہے ! ! عورت کا نکھرنا اور بکھرنا پھر ایک اسی مرد کے ہاتھ میں چلا جاتا ہے ! ! ! "ہو گیا۔۔" کچھ دیر بعد دوپٹے سے اسے اچھی طرح کور کرتے معاذ شاہ نے ہلکا سا اس کے گال کو تھپکا۔۔ مقابل اب پوری طرح تیار ہو چکی تھی ! ! اس کے بال بھی دوپٹے کی آڑ میں چھپ چکے تھے ! ! یہ محض راستے کے

لیے تھا۔۔ وہ وہاں جا کر اسے اُتار دیتی کیونکہ اسے اندازہ تھا کہ معاذ شاہ نے کیا کیا ہے ! ! اس نے تھوڑے سے معاذ کے موبائل سے میسج پڑھ لیے تھے جو اس نے آرڈر دینے کے لئے ہوٹل کے آنر کو کیے تھے ! ! یہ بات معاذ شاہ کو بلکل پتہ نہیں تھی ! ! "آپ بھی بہت اچھے لگ رہے ہیں ! ! ۔" اپنے دوپٹے کی فکر سے آزاد ہوتے زارا خان نے ایک نظر اوپر سے نیچے تک اسے دیکھتے سچے دل سے اس کی تعریف کی ! ! وہ دونوں ایک ساتھ کھڑے چاند سورج کی جوڑی معلوم ہو رہے تھے ! ! کیا کسی اور کا کپل اتنا حسین ہو سکتا تھا جتنا ان کا تھا؟؟ "اہن تھینک یو سو مچ ! ! اس سے پہلے بارش شروع ہو ہمیں چل لینا چاہیے ! ! میں آج کا دن بارش کی نظر ہوتا نہیں دیکھ سکتا۔۔ معاذ شاہ نے مسکراتے ہوئے زارا کے گرد نرمی سے حصار بنایا۔۔ باہر موسم کے تیور بگڑتے ہی جا رہے تھے ! ! اور اسے فکر لاحق ہو رہی تھی کہ کہیں ان کا پروگرام کینسل نہ ہو جائے ! ! "چلیں میں نے منع تو نہیں کیا۔۔ میں تو بلکل تیار ہوں ! ! "ہنستے ہوئے کہتے زارا خان اسی کے ہمراہ آگے کو بڑھ چکی تھی ! ! یہ دونوں مسکراتے ہوئے آگے کو بڑھتے اپنی زندگی کے ایک نئے سفر پر نکل رہے تھے ! ! معاذ شاہ بلا جھجھک اس کے گرد حصار بنائے ہوئے تھا۔۔ جب وہ اکیلے میں اپنی بیوی کے ساتھ پیار جتا سکتا تھا تو سب کے سامنے بھی اسے عزت

دینے میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی تھی ! ! اس معاملے میں وہ حدائق شاہ کی کاپی تھا۔۔
! ! وہ دونوں کمرے سے نکلتے نیچے کی طرف بڑھ رہے تھے

لاؤنج میں اس وقت مکمل سناٹا چھایا تھا۔۔ سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں تھے ! !
معاذ شاہ اور زارا سیڑھیوں سے اترتے آگے کی طرف بڑھ رہے تھے ! ! وہ دونوں شاید
کوئی بات کر رہے تھے کہ اپنے پیچھے سے آئی سائرہ بیگم کی آواز پر دونوں کے ہی قدم
رکے ! ! معاذ شاہ فوراً سے کرتے پیچھے مڑ چکا تھا۔۔ "کہاں جا رہے ہو تم دونوں؟۔۔
سائرہ بیگم جو ابھی ہی کچن سے نکلتی اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی کہ ان دونوں کو
باہر جاتے دیکھ انہوں نے سنجیدگی سے انہیں روکا۔۔ ہیر شاہ کے جانے کے بعد یہ پہلی
بات تھی جو وہ اس گھر میں کسی سے کر رہی تھیں ! ! ورنہ تو وہ بلکل خاموشی سے سب
سے ناراض نظر آتی تھیں ! ! "ماما ہم ڈنر کے جا رہے ہیں۔۔ آجائے گیں صبح تک"۔۔
معاذ نے مسکرا کر کہتے انہی کی طرف قدم لیے ! ! زارا خان کھڑی سنجیدگی سے دونوں کو
دیکھ رہی تھی۔۔۔ اسے تو یہ عورت خیر سے کبھی پسند رہی ہی نہیں تھی ! ! معاذ کی
بات پر سائرہ بیگم کے ایبرو آپس میں سکڑے ! ! صبح آنے کا کیا مقصد تھا بھلا؟؟ "ڈنر کیا
صبح تک چلے گا تم دونوں کا؟ کوئی ضرورت نہیں ہے بیٹھ جاؤ آرام سے ! ! جب سے

شادی ہوئی ہے یہی دیکھ رہی ہوں میں کہ تم دونوں کے گھر میں پیر ٹکتے ہی نہیں ہیں۔۔ بیٹا جی شادی صرف پھرنے کا نہیں زمیداریوں کا نام ہے ! یہاں تو جیسے آزادی مل گئی ہے سب کو ! ! " سنجیدگی سے شروع میں معاذ کی طرف دیکھتے وہ آخر میں زارا سے مخاطب تھیں ! ! ان کا لہجہ نہایت سنجیدہ تھا۔۔ ! ! زارا نے ان کی بات پر سپاٹ سی نظریں اٹھاتے معاذ کو دیکھا جو اپنی ماں کی طرف گیا ہونٹ کاٹتے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ کسے خبر تھی کہ ایسے سائرہ بیگم آجائے گیں ! ! "میں گاڑی میں انتظار کر رہی ہوں آجائیے گا آپ"۔۔ دانت پیس کر معاذ شاہ کی طرف دیکھ کر کہتے زارا نے اپنے قدم باہر کی جانب لیے ! ! سائرہ بیگم کو وہ سرے سے ہی اگنور کر گئی تھی۔۔ جو عورت اپنی اولاد کی سگی نہیں وہ اس کی کیا ہو سکتی تھی بھلا۔۔ وہ تو ان سے دور ہی ٹھیک تھی ! ! پیچھے معاذ شاہ نے اسے جاتے دیکھ منہ میں زبان رول کی ! ! ماں اور بیوی کے درمیان میں بولتے کیسے ہیں اسے تو یہ بھی اندازہ نہیں تھا۔۔ وہ اسی لیے خاموش کھڑا تھا۔۔ جبکہ زارا کو جاتے دیکھ سائرہ بیگم نے کلس کر معاذ کی جانب دیکھا۔ ان کی ساری اولاد اور ساری بہوئیں ایک جیسی ثابت ہوئی تھیں ! ! جس ایک کو تھوڑا بہت سہی سمجھا تھا وہ باقیوں سے چار ہاتھ آگے لگ رہی تھی۔۔ ! ! "ماما دن ہیں ہمارے گھومنے پھرنے کے۔۔ آگے ساری زندگی ذمے داریاں ہی تو ہیں۔۔ پلیز تھوڑا بات کو سمجھ جائیں ! ! " معاذ شاہ نے سائرہ بیگم

کی گھورتی نظریں خود پر محسوس کرتے نرمی سے انہیں سمجھانا چاہا۔۔ وہ کسی کو بھی ناراض نہیں کر سکتا تھا۔۔ دونوں کا ہی اس کے دل میں اپنا اپنا مقام تھا۔۔ یہ دونوں عورتیں تو اس کا سب کچھ تھیں ! ! "بھاڑ میں جاؤ تم سب۔۔ حدائق کے نقشِ قدم پر چل رہے ہو تم سب میں اچھے سے سمجھ رہی ہوں سب ! ! تم سب کے سب ایک دن آؤ گے برباد ہو کر اپنی ماں کے پاس یاد رکھنا۔۔ جب یہ ساری لڑکیاں تم لوگوں کو نوچ نوچ کر کھائے گیں تب تمھیں ماں کی یاد آئے گی ! ! " اسے گھورتے ہوئے دبی دبی آواز میں چیختے سائرہ بیگم نے اپنے قدم کمرے کی جانب لیے ! ! اب تو سب کے لیے دل میں پلتی نفرت جیسے بچے گاڑ چکی تھی ! ! ان کا بس نہیں چلتا تھا ایک ایک کو کھڑا کر کے گولی مار دیں ! ! پتہ نہیں ان کے ساتھ کیا بننا تھا۔۔ ! ! معاذ شاہ نے انہیں جاتے دیکھ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی۔۔ کیا کرتے وہ لوگ آخر ان کا۔۔ حالات کے ساتھ کوئی ٹھیک ہوتا ہے وہ مزید بگڑتی جا رہی تھیں ! ! یہ سب ہی بہت پریشان تھے کیونکہ انہیں اپنی ماں بے حد عزیز تھی ! ! سر جھٹکتے معاذ شاہ آگے جاتے باہر کی طرف بڑھا۔۔ اب وہ اور کیا کرتا بھلا۔۔ باہر زارا اس کا انتظار کر رہی تھی ! ! اسے اب اپنا وعدہ بھی تو پورا کرنا ہی تھا۔۔ ! ! آگے کی طرف بڑھتے وہ ساری سوچوں کو جھٹکتے پھر سے مسکراتے

ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔۔ اتنے خوبصورت لمحات اُداسی کی نظر نہیں کرنے تھے اس نے!!

معاذ شاہ باہر جاتے ایک نظر شیشے سے گاڑی میں بیٹھی زارا کو دیکھتے اپنی طرف کی سیٹ پر جاتے بیٹھا۔۔ زارا اس سے مزین پھیرے اب تک باہر ہی دیکھ رہی تھی!! اسے لگ رہا تھا شاید ڈانٹ پڑے گی۔۔ وہ اسی لیے معاذ کی طرف دیکھ ہی نہیں رہی تھی!! "محترمہ اس سیٹ سے زیادہ میری گود کمفرٹیبل ہے!! پلیز میری گود کو یہ شرف بخش دیں کہ آپ یہاں آکر بیٹھیں۔۔ ورنہ مجھ سے ڈرائیونگ نہیں ہوگی!!" معاذ نے گاڑی میں بیٹھتے مسکراتے ہوئے ہلکے پھلکے سے انداز میں بے باکی سے اسے چھیڑا۔۔ اسے اندازہ تھا کہ زارا اپسیٹ ہوگی!! زارا جو اسنے سے ہی کچھ بھی سوچ رہی تھی کہ اس کی بات پر گلالیاں بکھیرتے چہرے کے ساتھ اس نے دھیرے سے نفی میں سر ہلایا۔۔ بہت بے شرم انسان تھا یہ!! وہ اکثر ہی اسے ایسے چھیڑتا رہتا تھا۔۔ اب تو عادت ہو گئی تھی ان باتوں کی!! "آجاؤ اتنا شرمانا کس بات کا ہے؟ مجھ سے نہیں ہوتی پھر ڈرائیونگ!! ایک تو تم لگا آفت رہی ہو!! اُوپر سے بیٹھی پہلو میں ہو۔۔ مجھ شریف کی نیت بہک جائے تو پہلے ہی معذرت!!"۔۔۔ مسکرا کر کہتے معاذ نے اسے بازو سے پکڑتے اپنی

طرف کھینچا۔۔ اس نے ہر ایک چیز ٹرائے کرنی تھی ! ! ایسے ہی تھوڑی اس نے شادی کے خواب سجائے ہوئے تھے ! ! "معاذ پلیز۔۔" زارا نے سرخ چہرے کے ساتھ کچھ جھجھکتے ہوئے انکار کرنا چاہا۔۔ وہ بے حد کنفیوز ہو رہی تھی ! ! "شش۔۔ جب میں تمہاری ہر بات مانتا ہوں تو اپنی باتوں میں بھی انکار نہیں سنوں گا میں ! انکار کرنے سے پہلے آئندہ یاد رکھنا یہ بات ! !" اس کے ہونٹوں پر اُنگلی رکھتے دھیمی سی آواز میں کہتے وہ اسے پہلے ہی وارن کر گیا تھا۔۔ اب بیوی بھی دور دور بھاگے تو بندہ پھر نزدیک کس کے جائے؟؟ وہ تو ایک نا سنتا ان معاملات میں زارا کی ! ! زارا نے اس کی وارننگ پر خاموشی سے نظریں جھکائی ! ! وہ چپ ہو گئی تھی۔۔ بولنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔ کیونکہ اتنا تو اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا معاذ ہر معاملے میں اس کی سن سکتا ہے لیکن یہاں نہیں ! ! وہ اسی لیے خاموش ہو گئی تھی ! ! معاذ شاہ نے واپس سے مسکراتے نرمی سے اسے دونوں بازو سے پکڑے اپنی طرف کیا۔۔ وہ اسے اپنی گود میں ٹرانسفر کرتے اسے سیٹ کیے نرمی سے اس کے ماتھے پر لب رکھ چکا تھا۔۔ زارا نے اپنی ٹانگیں دوسری طرف سیدھی کرتے اس کے گلے میں بانہیں حائل کی ! ! اور وہ کیا کرتی بھلا؟؟ "میرے جگر کے ٹکڑے ناراض نہیں ہوتے ! ! شوہر ہی ہوں تمھارا ابھی تو کچھ کیا ہی نہیں میں نے ! ! اگر تم سے اپنی تھکان اُتارنے پر آگیا تو کہاں جاؤ گی تم؟؟" معاذ نے اس کے

سرخ چہرے کو دیکھتے مسکراتے ہوئے اس کے کان میں سرگوشی کی ! ! اسے آج بھی یاد تھی مقابل کی ایک ایک بات جو کہ اب بے ساختہ ہی زبان پر آگئی تھی ! ! زارا نے شرم سے لال پیلی ہوتے اس کے کندھے پر مکا جڑا۔۔پتہ نہیں وہ کیسی ہو گئی تھی یونی میں ! اب تو اپنی حرکتوں پر سوچ سوچ کر شرمندگی ہوتی تھی ! ! لیکن اب کیا کر سکتے تھے بھلا؟ ! اب تو جو ہونا تھا وہ ہو گیا تھا۔۔ ! ! وہ خاموشی سے اس کی گردن میں منہ چھپا چکی تھی ! ! معاذ نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکتے گاڑی سٹارٹ کی ! ! جو بھی تھا اس کے لیے بہت حسین دن تھے وہ بھی ! ! زارا ساتھ ہو اور اس کا دن حسین نا ہو ایسا کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟ اسے شدت سے اپنے ساتھ لپٹائے وہ گاڑی کو آگے بڑھاتے گیٹ سے باہر نکال چکا تھا۔۔ زارا اس کی گردن میں منہ چھپائے آنکھیں موند چکی تھی ! ! اب منزل آنے پر ہی وہ آنکھیں کھولتی ! ! ان کی گاڑی کراچی کے راستوں پر ڈولتی ہوئی اپنی منزل کی طرف روانہ تھی ! !

معاذ شاہ کی گاڑی ایک جھٹکے سے کراچی کے ایک مشہور ہوٹل کے باہر آتے رکی ! !

سارے راستے وہ دونوں خاموشی سے آئے تھے ! ! زارا تقریباً آدھی نیند میں ہی تھی جبکہ معاذ شاہ کچھ سائرہ بیگم تو کچھ زارا کے متعلق سوچتا ہوا آیا تھا۔۔ کچھ تھا ہی نہیں دونوں کے پاس بولنے کو۔۔ خاموشی سے پندرہ منٹ کا راستہ بھی کٹ ہی گیا تھا۔۔ معاذ شاہ گاڑی روکتا اپنی گود میں موجود کسی بچی کی طرح سوئی زارا کی طرف متوجہ ہوا۔۔ وہ شاید نیند میں تھی معاذ نے تو یہی اندازہ لگایا تھا۔۔ یہ بھی سہی تھا کہ کہیں بھی سو جاؤ ! ! "اٹھ جائیں بے بی ڈول ! ! ہوٹل آگیا ہے ! !" اس نے محبت سے زارا کے کان میں سرگوشی کی ! ! وہ محبت سے اس کے بالوں کو دوپٹے کے اندر کر رہا تھا۔۔ زارا نے اس کی آواز پر فوراً سے اپنی آنکھیں کھولی ! ! وہ ایسے ہی غنودگی میں تھی کچھ ! ! گاڑی رکتی تو اس نے بھی محسوس کی تھی ! ! آنکھیں نہیں کھولی تھیں وہ ایک الگ بات تھی ! ! اس کی لپسٹک کچھ معاذ شاہ کی گردن پر بھی لگ چکی تھی ! ! حالانکہ ایسا کچھ ہوا نہیں تھا لیکن پھر بھی مقابل کی گردن پر اس کے پورے ہونٹوں کا نشان چھپ گیا تھا۔۔ یہ بلکل غیر اِرادی طور پر ہوا تھا۔۔ زارا نے ایک نظر اس نشان کو دیکھتے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے کچلا۔۔ سیدھے ہوتے اس کی پہلی نظر ہی اس نشان پر گئی تھی ! ! "کیا دیکھ رہی ہو؟ کچھ لگا ہے کیا؟؟" معاذ نے ایبرو آپس میں سکیڑتے پوچھا۔۔ مقابل ابھی جواب دیتی کہ

وہ پہلے سامنے لگے شیشے کا رخ نیچے کرتے اپنے گردن کو سائڈ پر کرتے وہ نشان دیکھ چکا تھا۔۔ زارا خاموشی سے اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! اس نے کونسا جان کر کیا تھا۔۔ یہ تو غلطی سے خود ہی لگا تھا۔۔ اس نشان کو دیکھتے معاذ شاہ کے ہونٹوں پر موجود مسکراہٹ گہری ہوئی ! ! وہ جانتا تھا کہ یہ غلطی سے ہوا ہوگا۔۔ ورنہ اس کی اتنی اچھی قسمت کہاں؟؟ "فورمل ہونے والی کیا بات ہے اس میں؟ ہو جاتا ہے میری زندگی ! ! بلکہ میں تو کہتا ہوں ایسے حادثات روز ہو جائے تو کیا ہی بات ہے ! ! میرے تو وارے نیارے ہو جائے گیں ! ! سر جھٹکتے معاذ نے نرمی سے اس کے گال پر لب رکھے ! ! وہ اسے ریلکس کر رہا تھا جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسے ہی خود سے کچھ بھی سوچ کر پریشان ہو جاتی تھی ! ! زارا نے نظریں جھکاتے ایک شکر کا سانس بحال کیا۔۔ پتہ نہیں وہ معاذ کے ساتھ ایسی کیوں ہوتی جا رہی تھی ! ! ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز اسے بری طرح افیکٹ کرتی تھی ! ! خدا جانے اس کے پیچھے وجہ کیا تھی ! ! اُترو شاباش۔۔ میں تم پر کبھی کسی چیز کے لیے غصّہ نہیں کر سکتا یاد رکھنا۔۔ اتنی مشکلوں سے تو ملی ہو ! ! معاذ شاہ نے جان نثار لہجے میں کہتے اسے نرمی کے ساتھ اپنی گود سے دوسری سیٹ پر ٹرانسفر کیا۔۔ اس مقابل کے لپسٹک سے لبریز لب بری طرح اپنی طرف اٹریکٹ کر رہے تھے ! ! لیکن ابھی وقت نہیں تھا اس کی لپسٹک خراب کرنے کا۔ اسے ڈنر کے بعد تک کا انتظار

کرنا تھا۔۔ اسی لیے فوراً سے اسے دوسری سیٹ پر ٹرانسفر کرتے اس نے اپنی طرف کا دروازہ کھولا۔۔ زارا بھی خاموشی سے اپنی میکسی سنبھالتے گاڑی سے باہر نکل چکی تھی ! ! بلا شبہ یہ ایک بہت خوبصورت ہوٹل تھا۔۔ ! ! باہر موسم بھی بگڑتا جا رہا تھا۔۔ سردی شدت پکڑتے جا رہی تھی ! ! ٹھنڈی یخ ہوائیں چل رہی تھیں ! ! کبھی بھی بارش کا امکان تھا۔۔ ! ! بہت سے شہری سڑکوں پر پھرتے اس موسم کو انجوائے کر رہے تھے ! !

معاذ شاہ نے آگے بڑھتے زارا کی طرف آتے اس کے سامنے اپنا بازو کیا۔۔ اشارہ صاف تھا کہ مقابل اس کے بازو میں اپنا ہاتھ ڈالے ! ! وہ دونوں ایک ساتھ مسکراتے ہوئے بے حد خوبصورت لگ رہے تھے ! ! زارا نے اس کے بازو میں اپنا ہاتھ ڈالتے آگے کی طرف قدم لیے ! دوسرے ہاتھ سے وہ اپنی میکسی کو تھامے ہوئے تھی ! ! پیروں میں موجود ہیلز کی وجہ سے وہ کچھ ہائٹ میں لمبی لگ رہی تھی ! ! لیکن پھر بھی وہ معاذ کے کندھے سے بھی نیچے تک ہی پہنچ سکی تھی ! ! اچھا خاصا فرق تھا ان دونوں کی ہائٹ میں ! ! زارا کی تو لڑکیوں کے حساب سے بلکل ٹھیک تھی ! ! یہ معاذ کی ہی زیادہ لمبی تھی ہائٹ ! ! آگے کی طرف بڑھتے وہ دونوں ہوٹل کے اندر جا رہے تھے ! ! یہاں آج کوئی

ایک شخص بھی نظر نہیں آرہا تھا سوائے ان دونوں کے اور اندر موجود اسٹاف کے ! !
معاذ نے پورا ہوٹل بک کروایا تھا۔۔ ! ! آگے آتے دو میمبرز نے ملتے ہوٹل کے بڑا سا
دروازہ ان دونوں کے لیے وا کیا۔۔ "ویلکم سر۔۔" ایک نوجوان ان کے پاس آتے
مسکراتے ہوئے ان کا استقبال کر رہا تھا۔۔ وہ شاید یہاں کا مینجر تھا۔۔ زارا خان
مسکراتے ہوئے آگے اتنے حسین ہوٹل کو دیکھ رہی تھی ! ! یہ بہت اعلیٰ تھا۔۔ ! ! معاذ
شاہ سر کو خم دیتے اسے اپنے ساتھ لیے آگے کی طرف بڑھا۔۔ مینیجر بھی ساتھ ہی چلتے
انہیں گائیڈ کر رہا تھا۔۔ ! ! یہاں تو فلحال ڈائننگ ایریا ہی چل رہا تھا۔۔ کمرے سارے
اوپر والے فلور پر تھے ! ! یہ ایک بہت بڑا ہوٹل تھا۔۔ ! ! معاذ شاہ آگے کو بڑھتے لفٹ
کی طرف آیا۔ یہاں نہیں اس نے سارا انتظام اوپر روف ٹاپ پر کروایا تھا۔۔ اسی لیے
اس کے دل میں دعائیں چل رہی تھیں کہ بارش نا ہو ! ! ورنہ اس کا سارا پلان خراب ہو
جاتا۔۔ ہاں بارش ہو جاتی لیکن ڈنر کے بعد ! ! زارا بھی اس کے ساتھ ہی لفٹ کے اندر
داخل ہوئی ! ! ہاتھ ابھی تک دونوں کے ایک ساتھ جڑے تھے ! ! جب دل جڑ چکے تھے
تو ہاتھوں کو کیا کہا جاتا بھلا؟؟ وہ دونوں لفٹ میں بند ہوتے اوپر کی طرف جا رہے تھے ! !
"میرا فیورٹ ریسٹورینٹ ہے یہ ! !" زارا نے معاذ کی طرف دیکھتے ایکسائٹڈ سے انداز میں
اسے بتانا ضروری سمجھا۔۔ لیکن وہ آئی آج تک صرف دو بار تھی یہاں۔۔ راحیل اسے

جب بھی لے کر جاتا تھا کسی اور ہی ریسٹورینٹ میں لے کر جاتا تھا۔۔یہ ہوٹل کپلز کے لیے زیادہ تھا اس وجہ سے ! ! بہت کم ہی کوئی اکیلا آتا تھا۔۔ ورنہ زیادہ تر کپل ہی ہوتے تھے ! ! دو مرتبہ بھی وہ عائشہ اور حرا کے ساتھ آئی تھی ! ! "اور میری فیورٹ تم ہو ! ! تم ساتھ ہو تو ڈھابے کی چائے بھی عالیشان محل میں بیٹھ کر پی گئی کافی کے برابر لگے ! ! بس تمھارا ساتھ ہونا میٹر کرتا ہے ! !" نہایت سادگی اور محبت سے جواب دیتے وہ اسے خود کی طرف دیکھنے پر مجبور کر گیا تھا۔۔ اس کی نظریں سامنے ہی تھیں جبکہ وہ بخوبی محسوس کر رہا تھا کہ زارا اسے ہی دیکھ رہی ہے ! ! زارا خان آنکھوں میں ہلکا سا نمی کا عنصر لیے محبت سے اسے دیکھ رہی تھی ! ! ایسے ہی وہ معاذ شاہ کو اتنا غلط سمجھتی تھی ! ! یہ شخص تو محبتیں بکھیرنے والا تھا۔۔ اگر اسے معاذ نہ ملتا تو اسے نہیں لگتا تھا کہ کوئی اس سے سچی محبت کر سکتا ہے ! ! "نظر نہ لگا دینا بس ! ! باقی خیر ہے ! !" اسے مسلسل خود کی طرف دیکھتا پا کر معاذ نے ہونٹ دانتوں تلے دبائے اسے چھیڑا۔۔ وہ دونوں لفٹ سے باہر نکلتے ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے ! ! زارا نے فوراً ہی اس سے نظریں پھیرتے بری طرح دانت کچکچائے ! ! تھوڑا بدتمیز بھی تھا۔۔ لیکن خیر ! ! جیسا بھی تھا اسے یہ شخص دل و جان سے قبول تھا۔۔ ! ! اِرد گرد دیکھتے وہ اچانک ہی سامنے کی طرف متوجہ ہوئی ! ! اور اس کی نظریں کہیں سامنے ہی اٹک گئی تھیں ! ! اس سائڈ پر وہ پہلی مرتبہ آئی

تھی ! ! معاذ شاہ اس کی کمر کے گرد حصار بنائے خود بھی سامنے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ جہاں بہت خوصورت سی ڈیکوریشن ہوئی تھی ! ! لائٹنگ اور کچھ موسم نے اس سجاوٹ میں چار چاند لگا دئیے تھے ! ! سامنے محض ایک ٹیبل لگی تھی جس کے آمنے سامنے دو کرسیاں رکھی تھیں ! ! یہ اتنی ٹاپ پر تھا کہ بیٹھنے سے دور کہیں کراچی کا سارا منظر نظر آرہا تھا۔۔ خاص کر کچھ ہی فاصلے پر موجود سمندر ! ! بلا شبہ یہ ایک نہایت حسین منظر تھا۔۔ ریسٹورینٹ میں ہی یہاں سے زارا کو ایک چھوٹی سی آبشار بھی نظر آرہی تھی ! ! اسے یونہی نہیں یہ ہوٹل پسند تھا۔۔ وہ آنکھوں میں ڈھیروں ستائش لیے ایک ایک چیز کو نوٹ کر رہی تھی ! ! ٹیبل پر اور اس کے پیروں کے پاس سے چلتی ایک پھولوں کی روش موجود تھی ! ! "چلیں بے بی ڈول؟؟" معاذ شاہ نے مسکراتے ہوئے استفسار کیا۔۔ وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے نہایت محبت سے پوچھ رہا تھا۔۔ لہجہ ایسا تھا جیسے شہد ٹپک رہا ہو ! ! "یہ بہت حسین ہے معاذ"۔ تھینک یو سو مچ ! !" زارا نے سامنے سے نظریں پھیرتے معاذ شاہ کی طرف دیکھا۔۔ اسے بہت پسند آیا تھا یہ ایریا۔۔ ! ! "میری جان سے زیادہ پیارہ کچھ نہیں ہو سکتا۔۔ اس سے پہلے بارش آئے پلیز چل لو۔۔ میری چھٹی حس کوئی اچھے سگنلز نہیں دے رہی ! ! شروع میں محبت سے کہتے وہ آخر میں ڈرامے کرنے پر اُتر آیا تھا۔۔۔ لیکن ایک طرح سے اس کی بات ٹھیک

بھی تھی ! ! زارا مسکراتے ہوئے سر جھٹکتے اس کے ساتھ ہی پھولوں کی روش پر سے حلتے آگے کو بڑھی ! ! معاذ شاہ اس کا ہاتھ تھامے اسے لیے آگے کو بڑھ رہا تھا۔ ! ! ان کے آتے ساتھ ہی کھانا اور باقی لوازمات سے ٹیبل بھر دی گئی تھی ! ! سارا انتظام ابھی ہی کیا گیا تھا۔۔ اوپر سے تمام ویٹرز بھی جا چکے تھے ! ! اسی چھت پر اگر دائیں طرف دیکھا جاتا تو یہاں ایک دروازہ تھا۔۔ اس چھت پر ٹوٹل تین کمرے تھے ! ! انہی میں سے ایک معاذ شاہ نے بک کروایا تھا۔۔ آج رات وہ دونوں اسی کمرے میں رہنے والے تھے ! ! آگے ٹیبل کی طرف جاتے معاذ نے کرسی کے پاس جاتے زارا کے لیے کرسی کو پیچھے کی طرف سرکایا۔۔ وہ آنکھوں سے اسے بیٹھنے کا اشارہ کر رہا تھا۔۔ "تھینک یو"۔۔ ہنس کر کہتی زارا خان کرسی پر بیٹھی ! ! "یو نو واٹ زارا۔۔ تم میں اور مجھ میں یونی کے بعد سے بہت چینج آیا ہے ! ! مجھے امید نہیں تھی کہ زارا بھی سوری اور تھینک یو جیسے الفاظ بولتی ہوگی ! ! لیکن تم میری سوچ سے بہت مختلف نکلی ہو ! ! " معاذ شاہ بولتے بولتے دوسری طرف آتے کرسی پر بیٹھ چکا تھا۔۔ اس نے دل کی بات آج بول ہی دی تھی ! ! زارا نے ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔۔ تھوڑا بہت ایٹیٹیوڈ تھا اس میں یونی کے دنوں میں۔۔ اور وہ اس بات کو مانتی بھی تھی ! ! کیا دن تھے وہ بھی ! ! اسے سب بہت یاد آتے تھے ! ! "آپ بھی بہت بدلے ہیں۔۔ یونی میں جیسے کھڑوس بن جاتے تھے۔۔۔

اور ہاں تین مرتبہ کلاس سے باہر نکالا ہے آپ نے مجھے ! ! کیسے ذلیل کر دیتے تھے آپ ساری کلاس کے سامنے ! !" زارا کو بے ساختہ ہی یہ بات آئی تھی ! ! آخر میں منہ بسورے اس نے کرسی سے ٹیک لگائی۔۔ کتنا منہوس تھا یہ انسان محبت سے پہلے ! ! ہمیشہ اسے تنگ کرنے کے بہانے ڈھونڈتا تھا۔۔ ! ! معاذ شاہ کا ہلکا سا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔ اب ہنسی آتی تھی پرانی باتیں یاد کر کے ! ! "تو اب اپنی جان سے اتنا ہی پیار بھی تو کر رہا ہوں نہ؟ مجھ غلام کو تو خرید ہی لیا تم نے۔۔ دیکھو میں کیا تھا اور کیا ہو گیا۔۔" مسکراتے ہوئے کہتے معاذ شاہ نے اپنی جیب میں سے ایک گلاب کا پھول نکالا۔۔ ابھی تک بہت پیاری ہوا چل رہی تھی ! ! زارا نے ناک سکوڑتے اس سے نظریں پھیری ! ! یہ بات تو ٹھیک تھی کہ مقابل اب بہت اچھا بھی ہو گیا تھا۔۔ ! "میرے پھول کے لیے چھوٹا سا پھول"۔۔ معاذ شاہ نے ہاتھ آگے بڑھاتے پھول کو اس کے سامنے کیا۔۔ "مسکے لگانا تو کوئی آپ سے سیکھے۔۔ خیر پھول بہت حسین ہے ! !" ہاں ہاں مجھے پتہ ہے اب آپ کہے گیں کہ میں زیادہ حسین ہوں تو مجھے پتہ ہے یہ بات ! !" ہاتھ آگے بڑھاتے جلدی سے پھول کو پکڑتے وہ اب اترا کر دکھا رہی تھی ! ! لیکن یہ سچ بھی تھا۔۔ معاذ ہر بات میں ایسے ہی کہہ دیتا تھا۔۔ اور محض یہی بات سننے کے لیے زارا ہر چیز کو ہی حسین بول دیتی تھی ! ! اسے اچھی لگتی تھی معاذ کی یہ عادت ! ! "معاذ شاہ نے مسکراتے

ہوئے سر جھٹکا۔۔ زندگی اس عورت کے ساتھ بہت فنی اور حسین ہو گئی تھی ! ! اسے بیوی بھی اسی کے مطلب کی ملی تھی ! ! زندہ دل !

"Let's have a dinner"

مسکرا کر کہتے معاذ شاہ نے اپنے سامنے موجود رومال کو اٹھاتے اپنے آگے کی طرف لگایا۔۔ زارا بھی اسی کے انداز میں رومال رکھ چکی تھی ! ! ہاتھوں کو حرکت دینے سے اس کی چوڑیوں کی کھنک پوری چھت پر گونج رہی تھی ! ! ہنستے مسکراتے خوشگوار ماحول میں وہ دونوں ہی کھانا شروع کر چکے تھے ! ! جب وہ دونوں راستے میں تھے تب ہی مغرب کا وقت گزر چکا تھا۔۔ موسم مزید گھٹنے لگا تھا۔۔ جبکہ آسمان پر اب کچھ حد تک اندھیرا بھی چھا رہا تھا۔۔ پورے شہر کی روشنیاں جلنی شروع ہو رہی تھیں جو کہ منظر یہاں سے مزید حسین لگ رہا تھا۔۔ کوئی اگر ایک مرتبہ ان روشنیوں کو دیکھ لیتا تو پھر دیکھتا ہی رہتا۔۔ اس قدر آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا منظر تھا یہ ! ! زارا خان کی کھانا کھاتے ہوئے نظر مسلسل اسی طرف تھی ! ! یہ منظر یہ روشنیاں اسے ایسے مبہوت ہونے پر مجبور کر رہی تھیں ! ! معاذ شاہ کھا کم رہا تھا اور وہ اسے زیادہ دیکھ رہا تھا۔۔ جب اتنی خوبصورت لڑکی سامنے بیٹھی ہو تو کچھ اور دیکھنا اپنا ہی خسارہ کروانے کے برابر تھا۔۔

وہ تو بس اسے ہی دیکھ دیکھ کر جی سکتا تھا۔۔پتہ نہیں کب اسے اتنی محبت ہوئی تھی زارا سے ! ! پتہ بھی نہیں چلا تھا اور یہ محبت اس قدر زور پکڑ گئی تھی کہ ان دونوں کا ہی ایک دوسرے کے بغیر رہنا محال تھا۔۔۔ زندگی صرف سنگ خوبصورت تھی ! !

تقریباً پندرہ منٹ میں ہی ہلکا پھلکا سا کھاتے زارا نے اپنے سامنے سے پلیٹ کو پیچھے سرکایا۔۔ اس کی بس ہو گئی تھی ! ! "معاذ میں قریب سے دیکھ لوں یہ پلیز؟؟" زارا نے تقریباً کرسی سے اٹھتے اس سے اجازت چاہی۔۔ وہ آگے جا کر مزید قریب سے اس منظر کو دیکھنا چاہتی تھی ! ! ٹھنڈ اسے لگ رہی تھی لیکن ابھی ہوش کہاں تھی بھلا؟؟ معاذ شاہ نے ایک نظر اسے دیکھتے رومال اُتارتے واپس سے ٹیبل پر رکھا۔۔ اس کا بھی پیٹ بھر ہی گیا تھا۔۔ ! ! "میرے ساتھ ! آگے ریلنگ بہت چھوٹی ہے ! !" سنجیدگی سے کہتے وہ کرسی سے کھڑا ہو چکا تھا۔۔ وہ رسک نہیں لے سکتا تھا۔۔یہ لڑکی تو تھی بھی بیوقوف ! ! زارا نے خاموشی سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔۔ معاذ شاہ نے اس کی طرف جاتے اس کی کمر کے گرد حصار بناتے آگے کی طرف قدم لیے ! ! ہر گزرتے لمحے کے ساتھ مکمل طور پر رات ہوتی جا رہی تھی ! ! لیکن آسمان پھر بھی گدلا سا تھا۔۔ بارش شروع ہو سکتی تھی کبھی بھی ! ! لیکن اب معاذ کو کوئی

ٹینشن نہیں تھی کیونکہ زارا نے کھانا بھی کھا لیا تھا اور اس ویو کو بھی انجوائے کر لیا تھا۔۔ ! ! بس وہ یہی چاہتا تھا۔۔ آگے کی طرف بڑھتے وہ دونوں ریلنگ کے کچھ پاس ہی کھڑے تھے ! ! زارا خان مبہوت ہوئی معاذ ہے سینے پر ہاتھ رکھے سامنے دیکھ رہی تھی ! ! یہ منظر جتنا دیکھو اتنا کم تھا۔۔ آج تو اس کا دل بھرنے ہی نہیں والا تھا۔۔ ! !

"کیا خیال ہے بیڈ یہیں لگوا لوں؟ ہماری فرسٹ نائٹ یہیں ہو جائے گی؟؟" معاذ نے تھوڑا چہرہ جھکاتے بے شرمی سے اس کے کان میں سرگوشی کی ! ! وہ مذاق کر رہا تھا۔۔

"ہاں نا۔۔۔" زارا خان نے کھوئے کھوئے انداز میں جواب دیا۔۔ لیکن جلد ہی وہ ہوش میں بھی آچکی تھی۔۔ "بلکل بھی نہیں"۔۔ مطلب نہیں۔۔۔ہاں نہیں۔ ! !" گڑبڑاتے ہوئے اس نے فوراً ہی نفی کی۔۔ لیکن انکار بھی سہی سے نہیں ہوا تھا۔۔ وہ بری طرح شرمندہ ہو کر رہ گئی تھی ! ! معاذ شاہ کا قہقہہ گونجا۔۔ اس حد تک بے خبر تھی اس کی بیوی ! ! زارا شرمندگی سے ہونٹ کاٹتے نظریں جھکا چکی تھی ! ! بھاڑ میں جائے یہ منظر جس نے اسے شرمندہ کر کے رکھ دیا تھا۔۔ وہ بلکل کھو گئی تھی اس میں ! ! "تم بہت پیاری ہو بے بی ڈول۔۔ میری زندگی ہو تم ! !" تم م۔۔۔" معاذ شاہ محبت سے ابھی اسے مزید کچھ کہتا کہ اچانک ہی آسمان پر بادل برسنے لگے تھے ! ! پہلے دو تین بوندیں گری تھیں اور جلد ہی یہ کچھ بوندیں بارش کی شکل اختیار کر چکی تھیں ! ! زارا نے بے

ساختہ ہی آگے کو ہوتے معاذ کے گرد حصار بنایا۔۔ اسے اردو لگ رہی تھی ! ! اچانک ہی بہت تیز بارش آئی تھی ! ! "کیا خیال ہے پھر؟" معاذ شاہ نے ایکسائٹڈ سے انداز میں اسے خود سے تھوڑا دور کرتے پوچھا۔۔ وہ ابھی تک ہلا بھی نہیں تھا۔۔ دونوں بھگتے جا رہے تھے ! ! "زارا کے چہرے پر نا سمجھی سی پھیلی۔۔ کیا مطلب تھا آخر اس بات کا؟؟ "آؤ بتاتا ہوں۔۔" معاذ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے اس کے ہاتھ کو پکڑتے آگے کی طرف قدم لیے ! ! وہ چھت کے بیچ وبیچ جاتے کھڑا جو چکا تھا۔ دونوں آدھے سے زیادہ بھیگ حکے تھے ! ! بارش اپنے زوروں سے برس رہی تھی ! ! بار بار بجلی بھی چمک رہی تھی ! ! معاذ شاہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کھولتے چہرہ اوپر آسمان کی طرف کیا۔۔ "آئی لو یو سو مچ زارا معاذ شاہ" تم صرف میری ہو"۔۔ اوپر آسمان کی طرف دیکھتے وہ اس کے سامنے کھڑا مسکراتے ہوئے چیخ اٹھا تھا۔۔ زارا نے بے ساختہ ہی ہنستے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔۔ کتنا خوبصورت منظر تھا یہ کہ اس کی آنکھوں میں نمی جمع ہونے لگی تھی ! ! وہ جیسے ساری دنیا کو بتانا چاہتا تھا کہ اس کی محبت زارا صرف اس کی ہے ! ! زارا کی آنکھوں میں تیزی سے نمی جمع ہوئی ! ! کب سوچا تھا کہ کوئی اتنی محبت بھی کرے گا؟؟ وہ ایک نظر خود کو تکتے معاذ کی طرف دیکھتے تقریباً بھاگتے ہوئے آگے کو بڑھی ! معاذ شاہ اپنے دونوں بازو پھر سے اس کے لیے کھول چکا تھا۔۔ زارا آگے کو بڑھتے شدت سے اس

کے سینے سے لگی اس کے گرد حصار بنائے اس کے سینے میں منہ چھپا چکی تھی ! ! معاذ نے اپنے ہاتھوں کو سختی سے اس کے گرد لپٹتے بے ساختہ ہی ڈھیروں سکون کے ساتھ اپنی انکھیں موندی ! ! دنیا کا سب سے زیادہ سکون محبوب کی بانہوں میں ہی تھا۔۔ ! ! "آئی لو یو سو مچ۔۔ میری زندگی قربان تم پر ! ! میں قربان اپنی چھوٹی سی شہزادی پر ! !" شدت سے اسے خود میں بھینچتے معاذ شاہ نے آنکھیں بند کیے محبت سے اس کے کان میں سرگوشی کی ! ! بارش کے قطرے تڑاتڑ ان دونوں پر برس رہے تھے ! ! وہ ایک دوسرے کے گلے سے لگے مکمل طور پر بھیگ چکے تھے ! ! بارش بھی زیادہ ہی تیز ہونے لگی تھی ! ! "تھینک یو"۔۔۔ آپ بہت اچھے ہیں معاذ ! ! میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ آپ مجھ سے اس حد تک محبت کرتے ہونگے ! ! زارا نے دھیرے سے جواب دیتے مزید اس کے سینے میں منہ گھسایا۔۔ اسے سردی لگ رہی تھی ! ! بارش بھی تو ہو رہی تھی ! ! "سردی لگ رہی ہے میری جان کو؟"۔۔۔ اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے معاذ شاہ نے محبت سے استفسار کیا۔۔ جبکہ اس لڑکی کا چہرہ دیکھتے اس کا اپنا دل بے ساختہ ہی ہے قابو ہو چکا تھا۔۔ خاص کر مقابل کے ہونٹوں پر ٹھہری وہ بارش کو بوند ! ! زارا کا جسم ہلکا ہلکا سا لرزنے لگا تھا۔۔ ایک نظر اسے دیکھتے زارا نے ہاں کی صورت میں سر ہلایا۔ اگر کچھ دیر وہ دونوں مزید کھڑے ہوتے تو یقیناً وہ بیمہ پڑ جاتی ! ! زارا؟؟ معاذ شاہ نے اسے

دیکھتے دھیمے سے اسے پکارا۔۔ وہ بنا پلکیں جھپکے اس ایک بوند کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ پلک جھپکے اور کہیں وہ بوند غائب ہی نہ ہو جائے ! ! "ج۔۔جی؟؟" اس کی نظروں سے کنفیوز ہوتے کچھ سردی کی وجہ سے لرزتے ہوئے پوچھا گیا۔۔ مقابل اسے اسے کیوں دیکھ رہا تھا آخر؟؟ وہ اس کو گرد حصار تنگ کرتے اس میں مکمل طور پر سمانے کی کوشش کر رہی تھی ! ! تاکہ بس کسی طرح ٹھنڈ سے بچ جائے ! !

"تم بہت حسین ہو ! ! خاص کر تمھاری یہ قاتلانہ ہونٹ جو کسی کو بھی اٹریکٹ کر کے اسے ساری دنیا بھلا سکتے ہیں ! ! کسی کام کا نہیں چھوڑو گی تم مجھے ! !" اس کے کان میں سرگوشی کرتے معاذ شاہ نے بنا کوئی جواب سنے سختی سے جھکتے اس کے لبوں پر قفل لگایا۔۔ وہ سیدھا اس بوند پر زبان پھیرتے پہلے اسے چن گیا تھا۔۔ بری طرح رقابت محسوس ہو رہی تھی اسے اس بوند سے ! ! مقابل کے ہونٹوں پر صرف اس کے اپنے لب ہی سوٹ کرتے تھے ! ! زارا نے اس کے شرٹ کو دونوں ہاتھوں سے مٹھیوں میں جکڑا۔۔ دن رات یہی کام ہوگا تھا اس انسان کا۔۔ ! ! اب تو وہ اس پر احتجاج بھی نہیں کرتی تھی ! ! معاذ شاہ نے اسے سردی سے مزید ٹھٹھرتے دیکھ جھٹکے سے اسے اپنی گود میں اٹھایا۔۔ البتہ وہ اس کے لبوں سے لپٹا انہیں سک کر رہا تھا۔۔ بارش اب تک

دونوں پر برس رہی تھی ! ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بارش بھی تیز ہوتی جا رہی تھی ! ! زارا نے اس کے گلے اپنی بانہیں حائل کی ! مقابل نے ہونٹ ابھی تک نہیں چھوڑے تھے ! ! وہ اسے لیے سامنے موجود کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ زارا کے ہونٹوں پر لگی لپسٹک دونوں کے اِرد گرد منہ پر پھیل چکی تھی ! ! "منہ کھولو ! ! ایک لمحے کے لیے اس سے پیچھے کو ہوتے معاذ نے پھولتی سانسوں کے ساتھ حکم دیا۔۔ ایک تو یہ لڑکی ہونٹ بہت جلدی بھینچ لیتی تھی ! ! دونوں کی سانسیں بے ترتیب ہوئی پڑی تھیں ! ! زارا نے خاموشی سے نظریں جھکائے دھیرے سے اپنا منہ کھولا۔ اس نے ابھی تھوڑا سا ہی کھولا تھا کہ پہلے ہی معاذ شاہ نیچے کو جھکتے اس کی زبان تک رسائی حاصل کر چکا تھا۔۔ ساتھ ساتھ قدم پھر سے چلنے لگے تھے ! ! معاذ نے اس کی زبان کے ساتھ اپنی زبان لڑاتے شدت سے اس کی نمی چننی شروع کی ! ! وہ بہت بے باکی سے اسے کس کر رہا تھا۔۔۔ زارا اس کی شرٹ کو مٹھیوں میں جکڑے اس کی شدت کو چپ کر کے برداشت کر رہی تھی ! ! کمرے کے پاس پہنچتے معاذ شاہ نے بنا دیکھے ہی پاؤں کی ٹھوکر سے دروازہ کھولا۔۔ زارا نے بھی سکون کی سن بھری ! ! سردی سے وہ جیسے مرنے والی ہو رہی تھی ! ! معاذ شاہ اسے لیے کمرے کے اندر داخل ہوتے واپس سے دروازہ بند کر چکا تھا۔۔ وہ دونوں ابھی تک تو مکمل طور پر ایک دوسرے میں گم تھے ! ! کمرے پر نظر گئی ہی

نہیں تھی ان کی جو بے حد خوبصورتی سے سجا ہوا تھا۔۔ معاذ نے بھی نہیں دیکھا تھا ابھی تک ! حالانکہ یہ سب اس نے خود ہی کروایا تھا۔۔ کمرہ بند ہو چکا تھا۔۔ ! ! معاذ شاہ زارا کو لیے اس کے لبوں اور زبان سے لپٹا بیڈ کی طرف بڑھا۔۔ ابھی کمرہ دیکھنے کا وقت نہیں تھا اس کے پاس ! ! زارا خان اس کے گلے میں بانہیں ڈالے آنکھیں بند کیے اس کی شدت سہہ رہی تھی ! ! وہ ابھی تک لرز رہی تھی ! ! معاذ شاہ نے بیڈ کی طرف جاتے اس کے لبوں کو چھوڑتے نرمی سے اسے بیڈ پر پٹخا۔۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے اپنے لبوں پر زبان پھیر رہا تھا۔۔ زارا خان آنکھیں کھولے اس سے نظریں پھیرتے کمرے کو دیکھ رہی تھی جس کی روشنی نے ہی اسے پورا کمرہ دیکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔۔ وہ بیڈ پر گری تھی تو ایسا لگا تھا جیسے مخمل کر کپڑے میں وہ اندر تک دھنس رہی ہو ! ! اس قدر نرم و ملائم گدا تھا۔۔ پورے بیڈ پر سفید رنگ کی بیڈ شیٹ، کمبل اور تکیے تک سفید رنگ کے تھے ! ! یہ ایک ہال سائز کمرہ تھا جو کہ نہایت حسین تھا۔۔ نیچے معاذ پھولوں پر سے چل کر آتے پھولوں کو خراب کر چکا تھا۔۔ پورے کمرے میں گولڈن لائٹس لگی تھیں ! ! جگہ جگہ پھولوں کے ساتھ کینڈلز رکھی گئی تھیں ! ! بیڈ کے سامنے صوفے سے آگے کارپیٹ بچھا تھا جس پر پھولوں سے دل بنا تھا۔۔ یہ بہت خوبصورت ڈیکوریشن تھی ! ! "کیسا لگا سب کچھ ؟؟" اپنے کوٹ کو اُتارتے معاذ شاہ نے مسکراتے

ہوئے استفسار کیا۔۔ ان دونوں کے ہی سارے کپڑے بھیگ چکے تھے ! ! "بہت حسین"۔۔ زارا نے کسی ٹرانس کی کیفیت میں اِدھر اُدھر دیکھتے جواب دیا۔۔ وہ تو دیکھ ہی کرے کو رہی تھی ! ! "تم سے کم۔۔" میری زارا ہر چیز، ہر انسان سے زیادہ حسین ہے ! ! " کوٹ کو سائڈ پر پھینکے وہ اپنا ہمیشہ والا جملہ بولتے بیڈ پر بیٹھ چکا تھا۔۔ سردی تو تھوڑی بہت اسے بھی لگ رہی تھی ! ! کمرے میں گرمائی تھی ! ! الیکٹرک ہیٹر چل رہے تھے ! ! لیکن وہ لوگ ابھی باہر سے آئے تھے تو انہیں زیادہ سردی لگ رہی تھی ! ! زارا نے ایک مسکراتی نظر اس پر ڈالتے نظریں جھکائی ! ! اب اسے شرم آرہی تھی ! ! کتنا بدتمیز تھا یہ انسان ! ! معاذ نے اس کی طرف سرکتے نرمی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے اپنی گود میں بٹھایا۔۔ وہ اپنے جوتے اتارتے اوپر ہو چکا تھا۔۔ مقابل ٹھٹھر رہی تھی گیلے کپڑوں میں ! ! زارا نے اس کے گلے میں بانہیں ڈالتے اس کے کندھے پر سر ٹکایا۔۔ کاش کہ وہ بارش شروع ہوتے ہی اندر آجاتی ! ! "میری جان کو سردی لگ رہی ہے؟" معاذ شاہ نے اس کی کمر میں ہاتھ پھیرتے محبت سے پوچھا۔۔ وہ اسے بلکل کسی چھوٹی سی بچی کی طرح ٹریٹ کر رہا تھا۔۔ "جی"۔۔ آنکھیں موندے محض یک لفظی جواب آیا۔۔ مقابل بچوں کی طرح ٹریٹ کرتا تھا تو وہ بھی بلکل بچی ہی بن جاتی تھی ! ! "کیسے دور کریں میرے بچے کی سردی؟"۔۔ نہایت محبت سے دوبارہ پوچھا گیا۔۔ وہ اس

کے بالوں میں ہاتھ چلانے لگا تھا۔۔ ! ! "پتہ نہیں"۔۔ دھیرے سے معصومیت سے جواب آیا۔۔ وہ کیا کہتی اب ! ! "ایک ہی طریقہ ہے تمہاری سردی بھگانے کا؟؟" معاذ شاہ نے شرارت سے کہتے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔۔۔ وہ بے شرمی پر اُتر آیا تھا۔۔ مقابل کے خدوخال اس کے سینے سے ٹچ ہو رہے تھے ! ! اور اس کے جذبات میں آگ بھڑک رہی تھی ! ! زارا نے اس کی بات پر بے ساختہ ہی تھوک نگلا۔ ! ! بہت بے شرم تھا یہ ! ! وہ بچی بن ضرور رہی تھی لیکن وہ بچی تھی نہیں ! ! اچھے سے سمجھ گئی تھی وہ اس کی بات کا مطلب ! ! اتنی عقل تھی اس میں ! ! لیکن پھر بھی خود کو شریف ظاہر کروانے کی خاطر اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔۔ ورنہ مقابل کیا سوچتا کہ زارا تو لیجنڈ ہے ! ! وہ اپنی امیج خراب نہیں کر سکتی تھی ! ! "کونسا؟؟ "لہجے میں نا سمجھی کا عنصر ڈالتے پوچھا گیا۔۔ بہت بڑی ڈرامے باز تھی یہ لڑکی ! ! "یہی جی تھکان اُتارنے والا تھا۔۔ ایک مرتبہ حکم کرو بس تم ! ! اس دسمبر کی گرمی میں بھی تمہارے پسینے چھڑوا دوں گا۔۔"۔۔ دو بدو ہی جواب دیتے وہ بے باکی کی حد کر رہا تھا۔۔ زارا کو سیدھا کرتے وہ اس کا چہرہ سامنے کر چکا تھا۔۔ ! ! زارا کا چہرہ بے ساختہ ہی تانبے کی مانند سرخ پڑا۔۔ اس مرتبہ وہ خود پر کنٹرول نہیں کر سکی تھی ! ! اس کے چہرے کے رنگ بتا رہے تھے کہ وہ اچھے سے سمجھ گئی ہے ! ! اس سے نظریں بھی نہیں ملا پا رہی تھی وہ ! ! "بس کرو

کتنا بلش کرو گی؟؟ تمھیں میں آج لایا ہی یہاں اسی لیے ہوں ! ! بہت ہوئے آزادی کے دن۔۔ چلو شاباش اب میرا حق میرے حوالے کرو۔۔ میں پہلے ہی بڑا ترس ترس کے زندگی گزار رہا تھا۔۔ اب اور انتظار نہیں ہوتا۔۔ ! ! " معاذ نے شروع میں ہنس کر کہتے آخر میں اس کے کان کے پاس جھکتے سرگوشی کی ! ! وہ سچ کہہ رہا تھا۔۔ اس شخص کے ارادے خطرناک تھے ! ! زارا کی ریڑھ کی ہڈی بری طرح سنسنا اٹھی تھی ! ! آج یعنی اس کی خیر نہیں تھی ! ! بنا کوئی جواب دیے وہ نظریں جھکائے ہونٹ کاٹ رہی تھی ! ! کیا جواب دیتی وہ بھلا ! ! معاذ شاہ نے اسے خاموش دیکھتے اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھتے اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا۔۔ وہ جواب کا منتظر تھا۔۔ اب انتظار محال ہو رہا تھا۔۔ اسے مقابل پوری کی پوری چاہیے تھی ! ! "دو گی نہ میرا حق؟ آج ہی ابھی اسی وقت؟۔۔ تمہاری اجازت کا طلبگار ہوں میں"۔۔ معاذ شاہ نے پر اُمید نظروں سے اسے دیکھتے پوچھا۔۔ اسے یقین تھا مقابل اس کے حق میں زیادتی نہیں کرے گی ! ! زارا خان نے شرم سے پاگل ہوتے تھوڑا آگے کو سرکتے اس کے سینے میں منہ چھپایا۔۔ مقابل نے حق لینا تھا تو وہ لے لیتا لیکن اس سے نہ پوچھتا بس ! ! اسے اجازت دینی نہیں آتی تھی ! ! اجازت دیتی تو شرم سے ہی مرجاتی ! ! ! معاذ نے مسکراتے ہوئے چہرہ جھکاتے اس کے کندھے پر لب رکھے ! ! منہ سے نہ سہی لیکن وہ اس کی آنکھوں میں لکھی تحریر کو

پڑھ چکا تھا۔۔ ابھی لیکن اسے سردی کہ علاج کرنا تھا۔۔یہ زیادہ ترگیلے کپڑوں کی وجہ سے لگ رہی تھی ! ! "کپڑے گیلے ہیں زارا۔۔ انہیں ریموو کرو گی تو تمہاری کپکپاہٹ دور ہوگی۔۔ سردی بھی انہی کے وجہ سے لگ رہی ہے ! ! " معاذ شاہ نے نرمی سے سرگوشی نما آواز میں کہتے اس کی بیک سے زپ میں ہاتھ الجھایا۔۔ زارا خاموشی سے مزید اس کے سینے میں گھس رہی تھی ! ! کچھ بولنے کی ہمت ہی نہیں تھی اس کے اندر ! ! وہ مزاحمت بھی نہیں کرپا رہی تھی ! ! معاذ شاہ نے نرمی سے اس کی زپ کو نیچے کی طرف کھسکایا۔۔

! ! بقیہ مزید 102/2

م۔۔معاذ۔۔۔پل۔۔پلیز۔۔" زارا نے اس میں گھسنے کی کوشش کرتے مزاحمت سی " کرنی چاہی ! ! وہ پہلے سے زیادہ کانپنے لگی تھی ! ! جبکہ شرم سے وہ جیسے مرنے والی ہو رہی تھی ! ! "شش۔۔۔ مزاحمت برداشت نہیں کروں گا میں ! بیشک چپ رہو کوئی مسئلہ نہیں ! ! جہاں منع کرو گی مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔ ! ! " معاذ شاہ نے سختی سے اسے پہلے ہی ٹوکا۔۔ وہ بلکل بھی برداشت کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔۔جتنا وہ اچھا تھا اتنا ہی برا بھی بن سکتا تھا۔۔ ! ! اسے اپنا حق چاہیے تھا بس آج تو چاہیے تھا۔۔ ضد میں تو وہ بلکل سائرہ بیگم پر تھا۔۔ ! ! زارا خان نے روہانسی ہوتے اس کے کندھے پر مکا

جڑا۔۔ ! ! وہ سہی ہی اسے بدتمیز کہتی تھی ! ! "میرے جگر کے ٹکڑے نہیں کرنی تھی نہ مزاحمت۔۔ میں شوہر ہوں تمہارا۔۔ کبھی نہ کبھی تو یہ ہونا ہی تھا نہ؟؟ تو آج ہی کیوں نہیں؟؟" معاذ نے فوراً ہی نارمل ہوتے اس کے کندھے سے قمیض نیچے کو سرکائی ! ! وہ اسے خود سے تھوڑا سا دور کرتے اس کی چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! زارا نے کندھے پر فوراً سے دوپٹہ ڈھکا۔۔ وہ اس سے شاید ناراض ہو گئی تھی ! ! ایک نظر اسے دیکھتے وہ روٹھے سے انداز میں نظریں پھیر چکی تھی ! ! ڈانٹ لیتا وہ پہلے اسے ! ! "اچھا سوری ! ! کیا چاہتی ہو تم؟ ابھی خود ہی میں نے تمہاری آنکھوں میں اجازت دیکھی ہے ! ! پھر کیا مسئلہ ہے؟؟" معاذ شاہ نے نرمی سے اس کے لبوں پر ایک بوسا دیتے پیار سے استفسار کیا۔۔۔ اتنا تو وہ جانتا تھا کہ زارا صرف پیار اور محبت کی زبان سمجھتی ہے ! ! ابھی پتہ نہیں اسے کیا ہو گیا تھا۔۔ "آپ ڈانٹ رہے ہیں"۔۔۔ منہ بنا کر کہتے وہ پھر سے اس کے کندھے پر مکا جڑ چکی تھی ! مقابل اگر ضدی تھا تو اسے بھی شاید اس شخص کا جینا حرام کرنے کے لیے ہی بنایا گیا تھا۔۔ ! ! معاذ نے تاسف سے نفی میں سر ہلاتے ایک گہری سانس بھری ! ! اسی کی غلطی تھی ! ! "سوری میرے چاند بس؟" معافی مانگتے وہ باقاعدہ کانوں کو ہاتھ لگا چکا تھا۔۔ ! ! اس کی توبہ جو اب وہ ذرا بھی سخت ہو جائے ! ! زارا نے منہ کے زاویے بگاڑتے احسان کرنے والے انداز میں اسے مسکرا کر دیکھا۔۔

اب ٹھیک تھا۔۔!! وہ واپس سے آگے کو ہوتے اس کے سینے پر سر ٹکا چکی تھی!! وہ اس کے عین دل کے مقام پر کان لگائے اس کی منتشر ہوتی دھڑکنوں کی آواز بخوبی سن رہی تھی!! معاذ شاہ نے مسکراتے ہوئے اس کے دوپٹے کو ہاتھ میں پکڑتے جھٹکے سے اسے اُتارتے سائڈ پر پھینکا۔۔ پن کی وجہ سے وہ کچھ پھٹ بھی گی تھا۔۔ شکر تھا کہ زارا کو نہیں لگی تھی پن!! اسے تو یاد ہی نہیں تھا کہ پن بھی لگائی ہے!! زارا آنکھیں موندے اس کی ایک ایک حرکت کو نوٹ کر رہی تھی!! معاذ نے اس کی قمیض کو واپس سے دونوں طرف سے کندھوں سے نیچے کی طرف سرکایا۔۔ اس کے کپڑوں سے اب تک پانی ٹپکتے بیڈ شیٹ گیلی کر رہا تھا۔۔ "میچنگ اچھی کرتی ہو تم!! آئندہ میں تمھیں بتاؤں گا خت مزید احھے سے کرنا۔۔!!" اس کے کندھوں پر موجود بلیک کلر کی ہی سٹریپ کو دیکھتے معاذ شاہ نے بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی کی!! اس کے دودھیا سراپے پر بلیک رنگ بے حد چمک رہا تھا۔۔ زارا نے شرم سے پاگل ہوتے اس کے سینے میں منہ گھسایا۔۔ وہ اپنے پاگل ہوتے دل کو سنبھالتی یا پھر اس شخص کی بے شرم باتوں کا جواب دیتی!! اس کا دل دھڑک دھڑک کر باہر آنے کو تھا۔۔!! معاذ شاہ نے نرمی سے اس کے دونوں کندھوں پر لب رکھتے اس کی میکسی کو مزید نیچے کی طرف سرکایا۔۔ وہ ساری ایک زپ اور ڈوری پر ہی ٹکی تھی! یہ دونوں کھلنے کی دیر تھیں کہ میکسی اس کے

جسم سے ڈھلکتی کافی نیچے تک چلی گئی تھی ! ! یہ بھی شکر تھا کہ وہ ابھی بیٹھی تھی ! ! معاذ شاہ کے گلے میں گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہوئی ! ! وہ ٹھیک نگلتے اس کے حسن کو دیکھ رہا تھا۔۔ وہ اسے بازو سے پکڑتے خود سے دور کر چکا تھا۔۔ زارا خان اس کی نظریں اپنے نشیب و فراز پر محسوس کرتے زمین میں دھنسنے والی ہو رہی تھی ! ! مقابل جیسے نظروں سے ہی انہیں ماپ رہا تھا۔۔ ! ! وہ نظریں جھکائے شدید کانپ رہی تھی ! ! معاذ شاہ نے خود پر تھوڑا کنٹرول پاتے اسے بازو سے پکڑتے نرمی سے سائڈ پر لٹایا۔۔ وہ زندگی میں پہلی مرتبہ اس طرح کسی عورت کے جسم کو دیکھ رہا تھا۔۔ اور اس وقت اس کی جو حالت تھی وہ بیان نہیں کر سکتا تھا۔۔ ! ! زارا خان شرم سے لال سرخ ہوتے آنکھیں بند کرتے بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑ چکی تھی ! ! اس کی تو زبان ہی تالو سے چپکی ہوئی تھی ! ! معاذ نے تھوڑا آگے کو ہوتے اپنی شرٹ اتارتے سائڈ پر پھینکی ! ! وہ اپنی سینڈو بھی اتار چکا تھا۔ گیلے کپڑوں میں اسے بہت الجھن ہو رہی تھی ! ! ایک نظر زارا کو دیکھتے وہ سرشاری سے مسکراتے ہوئے اس کے اوپر حاوی ہوا۔۔ "آنکھیں کھولو؟"۔۔ نرمی سے اس کے کان کے پاس جھکتے حکم پیش کیا گیا۔۔ وہ اس کے اوپر حاوی اپنا وزن اس پر ڈالے لیٹا تھا۔۔ ! ! زارا نے آنکھیں بند کیے ہی نفی میں سر ہلایا۔۔ وہ جو آنکھیں کھولتی تو مر ہی جاتی ! ! "اتنا مت شرماؤ۔۔ ابھی تک تو میں نے کچھ دیکھا بھی نہیں ! !

اپنے ہاتھ کا لمس چھوڑنا تو بہت دور ہے ! ! تم ابھی سے اتنا شرما رہی ہو؟؟ پاگل لڑکی ! ! معاذ نے مسکرا کر کہتے تھوڑا نیچے کو ہاتھ کرتے اس کی میکسی کو پوری طرح سے اُتارتے سائڈ پر پھینکا۔۔ مقابل محض ایک تنگ پجامے اور اوپر کے پردے میں اس کے سامنے تھی ! ! معاذ شاہ مسکراتے ہوئے خمار بھری نظروں سے اس کے پورے سراپے کو دیکھ رہا تھا جو کہ لرزاہٹ کا شکار تھا۔۔

کوئی اتنا پیارا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"اور پھر سارے کا سارا کیسے ہو سکتا ہے؟

معاذ شاہ نے واپس سے اوپر کو آتے اس کے کان میں سرگوشی کی ! ! وہ اس کی کان کی لو پر زبان پھیرتے اس کے پیٹ پر اپنے ٹھنڈے ہاتھ کا لمس چھوڑ رہا تھا۔۔ زارا کپکپاہٹ کا شکار ہوئی بیڈ شیٹ کو مزید سختی سے اپنی مٹھیوں میں جکڑ چکی تھی ! ! "کانپنا بند کرو بے بی ڈول ! ! ایسے تو کام نہیں چلے گا"۔۔۔ وہ اس کے کان میں سرگوشی کرتے اسے ہدایات دے رہا تھا۔۔۔ "لا۔۔ لائٹ آف۔۔ کر۔۔د۔۔دیں۔۔ مم۔۔میں۔۔مر۔۔جا۔۔وں۔۔گی ! ! "زارا نے روہانسی سی آواز میں منت سی کی ! ! وہ سہن نہیں کر پا رہی تھی ! ! "میں نے تو کچھ کیا ہی نہیں ابھی؟

دیکھنے تو دو سب کچھ ! !" معاذ شاہ بے باکی کی حد کرتے اس کے کانوں سے دھوے نکلوا چکا تھا۔۔ زارا خان کانوں کی لو تک سرخ پڑتے آنکھیں مزید سختی سے میچ چکی تھی ! ! وہی ہمیشہ والی بات ! ! بہت بدتمیز تھا یہ انسان ! ! اس کے لبوں کو واپسی سے اپنی گرفت میں لیتے معاذ شاہ نے اس کے بلیک کلر کے پردے کو تھوڑا نیچے کی طرف کھسکایا۔۔ وہ اس مرتبہ نرمی سے اس کے لبوں پر اپنی زبان کا لمس چھوڑ رہا تھا۔۔ جبکہ ہاتھ بے شرمی سے اس کے نشیب و فراز پر لگا پردے کو نیچے کی طرف کر چکے تھے ! ! ! "تمہارے یہ ہاتھ بیڈ شیٹ پر نا جائیں دوبارہ۔۔ میں ہوں نہ؟؟ اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑتے اپنے گلے میں بانہیں ڈالتے معاذ شاہ نے نرمی سے اسے تنبیہ کی ! ! وہ پھر سے اسے وارننگ دے رہا تھا۔۔ معاذ کو خود کو آج پتہ چلا تھا کہ وہ کچھ معاملات میں ضدی اور جنونی بھی ہے ! ! زارا نے خاموشی سے تھوک نگلتے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ وہ واپس سے آنکھیں بند کر چکی تھی ! ! معاذ شاہ نے تھوڑا نیچے کو جھکتے اس کی گردن میں چہرہ چھپائے یہاں اپنی محبت کی سوغاتیں چھوڑنی شروع کی ! ! زارا کے ہاتھ بے ساختہ ہی گردن سے بالوں میں حلے گئے تھے ! ! وہ اس کے بالوں میں نرمی سے اُنگلیاں چلانے لگی تھی ! ! معاذ اس کی گردن کی سکن کو جگہ جگہ سے سک کرتے سرخ رنگ کے نشانات چھوڑ رہا تھا۔۔۔ زارا کی سسکیاں کمرے میں گونجنے لگی تھی ! ! اسے جلن سی ہو رہی

تھی لیکن کیا کہتی وہ اس شخص کو اب ! ! معاذ شاہ نے اس کی پوری گردن کو داغدار کرتے تھوڑا مزید نیچے کو جھکتے اس کی دھڑکنوں پر ایک مرتبہ زبان پھیری ! ! زارا نے بے ساختہ ہی گہری سانس ہوا کے سپرد کی ! ! اس کی سانسیں بری طرح بے ترتیب ہوئی پڑی تھیں ! ! جسم کی کپکپاہٹ تھوڑی کم تھی لیکن ختم نہیں ہوئی تھی ! ! وہ آنکھیں موندے اس کے بالوں میں ہاتھ چلا رہی تھی ! ! معاذ نے اس کی دھڑکنوں پر اپنے ہاتھوں اور لبوں کا لمس چھوڑنا شروع کیا۔۔ وہ انہیں ہاتھوں میں بھر کر محسوس کرتے نرمی سے ان پر اپنے لب رکھ رہا تھا۔۔ زارا کی بری طرح سسکیاں گونجنے لگی تھی ! ! اسے اپنے پورے جسم میں سنسناہٹ سی محسوس ہو رہی تھی ! ! وہ بار بار اپنے پیروں کی انگلیوں کو مروڑتے بے چین ہو رہی تھی ! ! معاذ شاہ نے اس کی دھڑکنوں کے سرخ حصے پر زبان پھیرتے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو اس کے پیٹ سے لے کر نیچے کی طرف سرکانا شروع کیا۔۔ زارا خان کی جان ہوا ہوئی ! اس کی سانسیں حلق میں ہی اٹک رہی تھیں ! ! سسکتے ہوئے وہ جگہ جگہ اپنے جسم پر اس کی حکمرانی برداشت کر رہی تھی ! ! پہلی مرتبہ کوئی مرد اس حد تک نزدیک آرہا تھا۔۔ اس کی گھبراہٹ بہت عام سی بات تھی ! ! معاذ کا ہاتھ مزید نیچے کی طرف سرکنے لگا تھا۔۔ وہ بہت نرمی سے اپنی انگلیوں کو ٹچ کرتے اس کی ناف میں سے بھی نیچے لے جا چکا تھا۔۔ زارا نے اس کے ہاتھوں کو حد سے بڑھتے دیکھ

تھوڑی سی کمر اوپر کو اٹھائی ! پہلے کیا دھڑکنوں پر اس شخص کا لمس وہ برداشت کر رہی تھی تھوڑا تھا کیا؟؟ معاذ نے مسکراتے ہوئے تھوڑا مزید نیچے کو ہوتے اس کے پیٹ پر جگہ جگہ لب رکھنے شروع کیے ! ! وہ اس کے جسم کو پہلی مرتبہ اپنے لبوں اور ہاتھوں سے محسوس کر رہا تھا۔۔ ! ! زارا خان نے اس کے بالوں میں چلتا ہاتھ روکتے واپس سے بیڈ شیٹ کو پکڑا۔۔ اس کی ہمت جواب دے رہی تھی اور مقابل اس بات کو سمجھ نہیں رہا تھا۔۔ اس کی سانسیں بری طرح پھول رہی تھیں ! جسم ویسے ہی دوبارہ کپکپانے لگا تھا۔۔ ! ! معاذ شاہ نے اس کی ناف کے پاس آتے یہاں سختی سے اپنی زبان پھیری ! ! زارا کی سسکی بے ساختہ تھی ! ! مقابل خود میں گم اس کی طرف دھیان ہی نہیں دے رہا تھا۔۔ کمرے کا ماحول گرم ہو رہا تھا۔۔۔ باہر بارش بھی ویسے ہی جاری تھی ! ! اس کی بس ہوتی محسوس کرتے معاذ شاہ واپس سے اوپر کو آیا۔۔ ہاتھ پھر سے دھڑکنوں پر آکر رک گئے تھے ! ! "ریلکس میرے جگر کے ٹکڑے ! ! کچھ نہیں ہوا۔۔ صرف میں ہی تو ہوں ! ! مجھے پکڑو اور بلکل ریلکس رہو ! ! پینک نہیں ہونا۔۔" اس کے کان میں سرگوشی کرتے معاذ نے پھر سے اس کے ہاتھ پکڑتے اپنے گلے میں ڈالے ! ! اس کی محض آواز ہی اتنی خمار سے بھرپور تھی کہ زارا کو خوف سے تھوک نگلنے پر مجبور کر گئی تھی ! ! مقابل کی آنکھیں بھی بری طرح سرخ ہوئی پڑی تھیں ! ! خمار پوری طرح سے حاوی تھا

اس پر ! ! واپس سے اس کے لبوں سے لپٹتے معاذ شاہ نے نرمی سے اسے اور خود کو ہر طرح کے پردے سے آزاد کیا۔۔یہ سب اس نے اتنی تیزی سے کیا تھا کہ زارا ابھی کچھ نہیں سمجھ سکی تھی ! ! "پل۔۔پلیز۔۔لائٹ آف کر دیں۔۔۔" اس شخص کی بے شرمی سے پاگل ہوتے زارا خان اب رو دینے کو تھی ! ! آج بند کر دی تو ساری زندگی کرنی پڑے گی ! ! کچھ نہیں ہوتا محسوس کرو بس مجھے ! !" مسکرا کر سرگوشی نما آواز میں کہتے معاذ شاہ نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے تھوڑا سہی کیا۔۔ وہ اس پر حاوی خود کو اس پر ایڈجسٹ کر رہا تھا۔۔ زارا خان دانت پیستے خاموش ہو چکی تھی ! ! وہ سوچ رہی تھی آخر کیوں اسے اس قدر بے شرم شوہر ملا ہے؟؟ معاذ نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ایک ہاتھ کو گرفت میں لیتے اوپر تکیے سے پن کیا۔۔ وہ مسکراتے ہوئے اس لمحے کو محسوس کر رہا تھا جس کے لیے اس نے بے تحاشہ انتظار کیا تھا۔۔ ! ! "اجازت ہے جاناں؟؟" اتنا نازک لمحات پر بھی وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا اجازت کا طلبگار تھا۔۔ حالانکہ اس کی برداشت سے باہر ہو رہا تھا سب کچھ ! ! لیکن پھر بھی وہ ایک مرتبہ اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔۔ آنکھوں سے دو اجازت پر اس کی تسلی نہیں ہوئی تھی ! ! ! زارا خان کو بے ساختہ ہی اس پر ڈھیروں پیار آیا۔۔ مقابل اتنی محبت سے اجازت مانگ رہا تھا وہ بھی ان لمحات میں ! یہ اس کے لیے بہت بڑی بات تھی ! ! اتنا بھی برا اور

بدتمیز نہیں ہے ! ! اسنے دماغ میں سوچتے وہ محبت سے اسے دیکھ رہی تھی ! یہ سچ تھا کہ ایک لمحے کے لیے وہ سب کچھ بھول گئی تھی ! ! "بولو نا جان۔۔۔ میں بیچارہ مرنے کو ہو رہا ہوں ! !"۔۔ اسے خاموش دیکھتے معاذ شاہ نے بے چینی سے استفسار کیا۔۔ وہ پاگل ہونے کو تھا۔۔ ! ! زارا نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے تھوک نگلتے آہستہ سے اسنے سر کو خم دیا۔۔ منہ سے اجازت دیتی تو وہ تو شرم سے ہی مرجاتی ! ! معاذ شاہ سرشاری سے مسکراتے ہوئے خود کو اس کے جسم میں دھکیل چکا تھا۔۔ زارا کی فلک شگاف چیخ بے ساختہ تھی ! ! اس نے بے ساختہ معاذ شاہ نے کندھے پر اپنی پوری قوت سے دانت گاڑے ! ! اس کی جان نکل گئی تھی ایک لمحے کے لیے ! ! معاذ شاہ نے بوکھلاتے ہوئے اس کے چہرے کو اسنے ہاتھوں میں بھرا۔۔ وہ اتنی شدت سے چیخی تھی کہ وہ گھبرا کر پیچھے ہی ہٹ گیا تھا۔۔ وہ سوچ رہا تھا کہیں اس سے کوئی غلطی تو نہیں ہوئی ! ! "ہئے میری جان رونا بند کرو میری زِندگی۔۔" ہوا کیا ہے؟؟ اسے بے تحاشہ روتے دیکھ معاذ شاہ نے فکرمندی سے اس کے چہرے کو پکڑتے پوچھا۔۔ ایک لمحے کے لیے وہ خود ڈر گیا تھا۔۔ شاید عقل گھر چھوڑ کر گیا تھا وہ ! ! یا پھر اسے مقابل کی کچھ زیادہ ہی فکر تھی ! ! زارا نے شدید روتے ہوئے اس کے سینے میں منہ چھپایا۔۔ اسے تکلیف بھی ہو رہی تھی لیکن ساتھ ہی وہ جیسے اس کی فکر میں گھل رہا تھا اسے معاذ شاہ پر بے تحاشہ پیار آرہا

تھا۔۔ کیوں کرتا تھا وہ شخص آخر اس سے اتنی محبت؟؟ معاذ شاہ نے ایک نظر اسے دیکھتے ایک گہری سانس بھرتے اپنی عقل پر ہزار مرتبہ لعنت بھیجی ! ! بندہ عشق میں اتنا بھی پاگل نا ہو ! ! اسے خیال آگیا تھا شاید ! ! واپس سے اس کے اوپر آتے وہ بہت نرمی سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔۔ زارا کے ہاتھوں کو واپس سے پکڑتے وہ شدت سے اس میں دوبارہ داخل ہوا۔۔ زارا خان کی سسکی اس مرتبہ اس کے لبوں میں ہی کہیں دب کر رہ گئی تھی ! ! وہ لرزتے جسم کے ساتھ اسے خود میں گھلتا ہوا محسوس کر رہی تھی ! ! اس کی آنکھوں سے قطار در قطار آنسوں بہتے تکیے میں جذب ہو رہے تھے ! ! معاذ شاہ اس کے جسم میں آخری حد تک خود کو پیوست کرتے سکون اور لذت کی آخری انتہا پر تھا۔۔ بلآخر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئی تھیں ! ! زارا خان سسکتے ہوئے اسے برداشت کر رہی تھی ! ! اس کی سسکیاں اور ان کے ملن کی آوازیں پورے کمرے میں گونج رہی تھیں ! ! "آہ بے بی ڈول۔۔۔۔تم۔۔۔بہت حسین ہو۔۔۔ ! ! یہ۔۔ میری۔۔ زندگی۔۔۔کی۔۔ سب۔۔۔سے حسین رات۔۔۔۔ہے ! ! معاذ شاہ سرشاری سے ہنستے ہوئے کہتے اس کی دھڑکنوں کو بھنچتے مزید شدت سے اس میں داخل ہوا۔۔ ! ! "آہ نہ۔۔ نہیں۔۔ پلیز۔۔۔" زارا نے بری طرح سسکتے ہوئے اسے روکنا چاہا۔۔ اس کی جان لبوں پر لے آیا تھا یہ شخص ! ! "تم میرا لا علاج عشق ہو جاناں۔۔

میری زندگی میرا عشق زارا معاذ شاہ۔۔۔ ! ! " معاذ نے ہنستے ہوئے کہتے اسے تھوڑا اوپر کو اٹھاتے شدت سے اپنے سینے میں بھینچا۔۔ وہ اپنی ضرورت پوری کرتے پھولتی سانسوں کے ساتھ کچھ دیر کے لیے رک گیا تھا۔ ! ! زارا نڈھال ہوئی اس کے سینے میں منہ دیے اپنی سانسیں نارمل کر رہی تھی ! ! پہلے اسے سردی لگ رہی تھی اور اب وہ ساری پسینے سے بھیگ چکی تھی ! !

" دل تم ہو، جان تم ہو، سب کچھ تم ہو، تم ہو تو معاذ ہے تم نہیں تو معاذ بھی کچھ نہیں"۔۔ مسکراتے ہوئے وہ اس کے کان میں محبت سے سرگوشی کر رہا تھا۔۔ کیا اتنا خوش کوئی اور ہو سکتا تھا جتنا وہ تھا؟؟ زارا خان سکون کے ساتھ اس کے سینے پر سر ٹکائے گہرا مسکرائی ! ! ! کبھی وہ بھی اپنے اندر ہمت جمع کر کے یہی الفاظ اس شخص کو بولتی ! !

کھڑکی کے پار موجود چاند بھی ان کے ملن کو دیکھتے شرما کر بادلوں کی اوٹ میں چھپ چکا تھا۔۔ ایک دوسرے سے لپٹے وہ معاذ کی محبت کی بارش میں پھر سے بھیگنے لگی تھی ! ! باہر موسم ابھی تک خراب تھا۔۔ اندر وہ دونوں اپنی محبت کو تلاش کرتے سکون کی آخری حدود پر تھے ! ! ان کا لا علاج عشق مکمل ہو چکا تھا۔۔ ! !

103/1

یہ رات کے سات بجے کا وقت تھا جب اکثم خان سنجیدگی کے ساتھ گھر میں داخل ہوتے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ باہر بارش ہو رہی تھی ! ! سب لوگ اپنے اپنے کمروں میں بند تھے ! ! کچھ کپلز باہر بارش کا موسم انجوائے کرنے گئے ہوئے تھے ! ! تو کچھ لوگ گھر میں ہی تھے ! ! باہر بارش کی شدت بڑھتی ہی جا رہی تھی ! ! اکثم خان کچھ دیر پہلے ہی دوستوں کے ساتھ باہر گیا تھا لیکن اب بارش ہی اتنی زیادہ ہو گئی تھی کہ اسے واپس آنا پڑا۔۔ اس کے دوستوں کے گھر بھی پھر دور تھے اسی لیے موسم کے ارادے دیکھتے وہ سب ہی گھروں کو لوٹ گئے تھے ! ! اکثم خان اس وقت بلو کلر کی جینز پر وائٹ کلر کی اون کی بنا کیپ کے ہوڈی پہنے ہوئے بہت حسین لگ رہا تھا۔۔ بازو کو اوپر کرتے کہنیوں تک فولڈ کیا گیا تھا جبکہ پیروں میں جوگرز پہنے ہوئے تھے ! ! بلاشبہ وہ غضب ڈھا رہا تھا۔۔ اپنے موبائل میں گم وہ آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ اندازہ تھا اسے کہ ابھی لاؤنج میں کوئی بھی نہیں ہوگا۔۔ تبھی وہ اپنے ہی دھیان میں گم خود میں ہی مست تھا۔۔ اس کی شادی کو آج چوتھا دن تھا۔۔ ہیر شاہ تو اس دن کے بعد سے خاموش ہی تھی ! !

دونوں کوئی بات کرتے ہی نہیں تھے ! ! اکثم خان بھی اپنی مرضی سے گھر آتا تھا اور اپنی مرضی سے جاتا تھا۔۔ وہ کچھ بولتی ہی نہیں تھی ! ! نا تو اکثم اسے ذرا بھی کچھ بتاتا تھا۔۔ وہ بولتا ہی نہیں تھا۔۔ ایک انجان لڑکی سے کیا ہی بولتا وہ آخر؟؟

کمرے کی طرف جاتے اپنے موبائل میں گم اکثم خان مصروف سے انداز میں دروازہ کھولتے اندر داخل ہوا۔۔ یونی تو وہ جاتا نہیں تھا۔۔ اب سارا دن یا تو وہ تھا یا پھر موبائل ! ! ایک اچھا کام کیا تھا اس نے کہ درفشاں سے کہہ کر ہیر کے کپڑے آنلاین آرڈر کروا دیے تھے ! ! ایسے سارے اس کے اکاؤنٹ سے ہی گئے تھے ! ! جو اس نے کہا تھا وہ پورا بھی کر رہا تھا۔۔ بے خبر نہیں تھا وہ اس لڑکی سے ! ! بس بات نہیں کرتا تھا۔۔ باقی سارا نوٹ کر رہا تھا وہ اسے ! ! ایک ایک حرکت اس لڑکی کی اس کی آنکھوں کے سامنے ہوتی تھی ! ! اب تک بہت سی چیزیں اسے ہیر شاہ کے متعلق پتہ چل چکی تھیں ! ! اندر داخل ہوتے اس نے پاؤں کی ٹھوکر سے واپس سے دروازہ بند کیا۔۔ ایک گہری سانس بھرتے وہ موبائل کو واپس سے جیب میں رکھ چکا تھا۔۔ ویسے بھی وہ ! ! دوست سے ہی بات کر رہا تھا۔۔

ہیر شاہ جو گلاس ونڈو کے پاس بیٹھی باہر لان میں برستی بارش دیکھ رہی تھی کہ دروازہ کھلتے اور اس کی شخص کو اندر داخل ہوتے وہ سیدھی ہوتے بیٹھی ! ! اسے شروع سے ہی بارش کا کریز تھا۔۔ اپنے گھر میں ہوتی تو وہ باہر بھی چلی جاتی ! ! لیکن یہاں اسے تھوڑا عجیب لگ رہا تھا۔۔ اسی لیے اپنے دل کو مارتے وہ کب سے ایسے ہی یہاں کرسی پر بیٹھی باہر دیکھتے چپس کھا رہی تھی ! ! اور کرنے کو کچھ تھا ہی نہیں ! ! وہ سارا دن ایسے ! ! ہی بور ہوتی رہتی تھی

ہیلو"۔۔ اکثم خان اس کی طرف متوجہ ہوتے دھیمے سے مسکرایا۔۔ وہ پتہ نہیں کیا" سوچتے اسی کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔ چہرے پر دھیمی سی نرم مسکراہٹ تھی ! ! ہیر شاہ نے ایک نظر اسے دیکھتے سنجیدگی سے نظریں پھیرتے واپس سے باہر دیکھا۔۔ وہ صرف سیدھی ہوتے سہی سے بیٹھ گئی تھی ! ! باہر دیکھتے وہ اکثم کو مکمل طور پر اگنور کیے پھر سے چپس کھانے میں مگن تھی ! ! جب وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا تھا تو وہ بھی پاگل نہیں تھی جو اس کے ایک ہیلو پر پگھل کر اس کے قدموں میں بچھ جاتی ! ! جیسا رویہ اس کے ساتھ رکھا جا رہا تھا وہ بھی پھر ویسے ہی رہتی تھی ! ! اکثم خان نے اس لڑکی کے ایٹیٹیوڈ پر ایبرو اچکائی ! ! یہ کی بات ہوئی تھی بھلا؟ اس نے کچھ نہیں کہا تھا اس لڑکی کو جو وہ

اسے نخرے دکھا رہی تھی ! ! اس کی طرف گلاس ونڈو کے پاس جاتے اکثم کے قدم ! ! رکے ! ! ہیر شاہ ابھی بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھی

"کیا ہو رہا ہے؟ کیا کر رہی ہیں آپ؟"۔۔ اپنا ہاتھ آگے کو بڑھاتے اس نے اچانک ہی ہیر کے ہاتھ سے چپس کا پیکٹ پکڑا۔۔ وہ اس سے ہلکے پھلکے انداز میں استفسار کرتے خود وہ چپس کھانے لگا تھا۔۔ یہ محض اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کا ایک طریقہ تھا۔۔ البتہ چپس مزے کی تھی ! ! وہ تبھی ہی کھائے جا رہا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ نے ایک نظر اسے دیکھتے بری طرح اپنے دانت پیسے ! ! پتہ نہیں عجیب تھا بہت یہ انسان ! ! وہ اسے سمجھ نہیں پاتی تھی ! ! اب خود ہی بات کر رہا تھا۔۔ ! ! ایک گہری سانس بھرتے وہ اسی کی طرف متوجہ تھی ! ! "بارش دیکھ رہی تھی باہر۔۔" دھیمی سی آواز میں جواب دیا گیا۔۔ البتہ وہ اس کے چہرے کو دیکھ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ اکثم خان تھا تو واقعی میں بہت پیارا۔۔ اس کے دل نے اعتراف کیا تھا اس بات پر ! ! وہ چپس کھاتے ہوئے اتنا پیارا لگ رہا تھا کہ ہیر شاہ اس سے نظریں چرانے پر مجبور ہو گئی تھی ! ! "یہاں سے کیوں دیکھ رہی ہیں پھر؟ آئیں باہر دیکھتے ہیں۔۔ شادی کا کوئی تو فائدہ ہو ! !"۔۔ مسکرا کر کہتے وہ اس کے ساتھ ہی دھپ سے صوفے پر بیٹھا۔۔ وہ شاید

بڑے چل موڈ میں تھا تبھی اس سے ایسے بات کر رہا تھا۔۔ ! ! اسے بٹھتے دیکھ ہیر شاہ بے ساختہ ہی تھوڑا پیچھے کو کھسکی ! ! ان میں تو ابھی ذرا انڈر سٹینڈنگ بھی نہیں بن پائی تھی ! ! "نہیں میں اِدھر ہی ٹھیک ہوں۔۔ آپ جائیں جانا ہے تو" ! ! ہیر شاہ نے فوراً سے انکار کرتے پھر سے ایک نظر باہر دیکھا۔۔ اسے عجیب لگ رہا تھا ایک ہی مرتبہ میں منہ پھاڑ کے حامی بھر دینا۔۔ مقابل دو سے تین مرتبہ پوچھتا پھر وہ حامی بھرتی ! ! وہ اب اس کے دوسری مرتبہ میں پوچھنے کے انتظار میں تھی ! ! "اوکے مرضی آپ کی۔۔ اور بتائیں سارا دن اس کمرے میں رہ کے بور نہیں ہوتی آپ؟ اپنی دوستوں کے ساتھ گھومنے چلی جایا کریں ! ویسے مجھے نہیں لگتا آپ کی تو دوستیں بھی ہونگی ! !" شروع میں کندھے اچکاتے اس نے آخر میں کہتے دانت نکالے ! ! وہ ہیر کی نیچر کی وجہ سے ایسے ہی اسے تنگ کر رہا تھا۔۔ جبکہ وہ ہیر کی امیدوں پر پانی پھیر چکا تھا۔۔ ! ! "ہیر شاہ نے ایک ضبط بھری سانس بحال کی۔۔ یہ شخص بات نہیں کرتا تھا وہی ٹھیک تھا۔ کیونکہ جب جب وہ بولتا تھا تب تب اس کا دماغ خراب کر دیتا تھا۔۔ پتہ نہیں کیا سمجھتا تھا مقابل اسے ! ! "کیوں میں ایسی کیا ہوں جو میری دوستیں نہیں ہونگی؟" منہ بناتے اس نے اکثم کی اس بات کا مقصد جاننا چاہا۔۔ اسے کریوسٹی ہو رہی تھی اب جاننے کی ! ! "اکثم خان چپس کو ختم کرتے اس کا ریپر سائڈ پر پھنکتے دھیرے سے مسکرایا۔۔ اتنی ساری چپس کچھ ہی

منٹ میں ختم کر دی تھی اس شخص نے ! ! "مطلب یہ کہ آپ تھوڑی ڈرپوک ٹائپ سی لگتی ہیں ! ! میں نے تو یہی سنا ہے کہ ایسے لوگوں کے دوست نہیں ہوتے ! !" اس کے دوٹے سے اپنی گندی اُنگلیاں صاف کرتے اکثم خان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔۔ ! ! وہ سچ کہہ رہا تھا۔ اسے تو ہیر ایسی ہی لگتی تھی ! ! ہیر شاہ کی نظریں اپنے دوٹے پر جبکہ کان اس کی بات کی طرف تھے ! ! ٹشو اٹھانے کی زحمت نہیں ہوئی تھی اس شخص سے ! ! وہ ایسا تھا نہیں۔۔پتہ نہیں اکثم کو آج ہو کیا گیا تھا جو ایسی حرکتیں کر رہا تھا۔۔ ہیر کا تو اِرادہ ہی اب دوپٹہ بدلنے کا تھا۔۔ کہیں آنکھوں میں لگ جاتا تو مرچیں آنکھوں میں آتی ! ! "آپ کو کیسے لگا کہ میں ڈرپوک ہوں؟"۔۔ دوٹے کو اگنور کرتے اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔ اسے بھی تو پتہ لگتا آخر ! ! ! "ایسے ہی جیسے ہم کسی کو جج کرتے ہیں میں نے بھی آپ کو کیا تھا۔۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ میں غلط ہوں ! !" مسکرا کے ہلکے پھلکے سے انداز میں کہتے وہ صوفے پر مزید پھیل چکا تھا۔۔ جبکہ نظریں کلائی میں موجود گھڑی پر تھیں ! ! "بہت غلط جج کیا ہے آپ نے۔۔ میں ڈرپوک نہیں ہوں۔۔ یاد رکھیے گا۔۔" ہیر شاہ نے نہایت سنجیدگی سے اس پر باور کروایا۔۔ مقابل اسے جج بھی کرتا ہے اسے اندازہ نہیں تھا۔۔ ! وہ اسے پھسلتے دیکھ صوفے سے ہی کھڑی ہو چکی تھی ! ! بہت برا لگ رہا تھا اسے یہ انسان ! ! "اکثم خان نے اس کی بات پر ہونٹوں کو

گولائی کی صورت میں باہر نکالا۔۔ یعنی وہ غلط ثابت ہوا تھا۔۔ ابھی بتاتا ذرا وہ اسے ! !

اسے آگے بڑھتے دیکھ اس نے ایبرو اچکائی ! ! "چوہا۔۔" اچانک ہی چیختے وہ خود بھی ڈرنے کی ایکٹنگ کر بیٹھا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ جو آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک ہی اس کی آواز سنتے اس کی چیخ بہت بے ساختہ تھی ! ! واپس سے پیچھے کو مڑتے وہ چیختے ہوئے صوفے کی طرف بڑھی ! ! خوف اور ہڑبڑاہٹ اتنی تھی کہ اس کا پاؤں بری طرح کارپیٹ میں اڑا۔۔ وہ بے ساختہ ہی چیختے ہوئے سیدھا اکثم خان کی گود میں آتے گری تھی ! ! اکثم جو اس کی حالت دیکھتے قہقہے لگا رہا تھا کہ اچانک ہی اسے بے ترتیبی سے اپنی گود میں آتے گرتے دیکھ اس کا چہرہ فوراً ہی سنجیدہ ہوا۔۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسا کچھ ہوگا۔۔ مقابل اس کی گود میں گری شاید چوہے کے ڈر سے اب تک آگے کو ہوتے اس کے سینے میں منہ چھپا چکی تھی ! ! وہ چیخ رہی تھی اب تک ! ! بچپن سے ہی اسے چوہوں سے بہت ڈر لگتا تھا۔۔ اور اب اکثم نے بھی ہے دھیانی میں انہی کا نام لے دیا تھا۔۔ ! ! اکثم خان نے دھڑکتے دل کے ساتھ اس کے بالوں کو دیکھتے نرمی سے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے اسے سہی کیا۔۔ وہ بہت برے طریقے سے اس کی گود میں گری اس کے سینے میں گھسنے کی کوشش کر رہی تھی ! ! اکثم اسے سیدھا کر چکا تھا۔۔۔ ہیر شاہ کو شاید اب تک ہوش نہیں تھا۔۔ وہ ابھی تک ڈر رہی تھی ! ! اکثم نے ایک نظر پھر

سے اسے دیکھتے بے بسی سے تھوک نگلتے اپنے لبوں پر زبان پھیری ! ! وہ تو بول کر پچھتایا تھا۔۔ البتہ اس کا دل تھا کہ دو سو کی سپیڈ سے دھڑک اٹھا تھا۔۔پتہ نہیں اس دل کو کیا مصیبت آگئی تھی ! ! مقابل کو تو کوئی ہوش نہیں تھی لیکن وہ پورے ہوش میں تھا۔۔ وہ جس احھے سے محسوس کر رہا تھا۔۔ مقابل پوری اس کی گود میں تھی ! ! ایک گہری سانس بھرتے اس نے ہاتھ آگے بڑھاتے کچھ جھجھکتے ہوئے نرمی سے اس کے بالوں پر پھیرا۔۔۔ ڈرایا تھا تو اسے ریلکس بھی خود ہی کرنا تھا۔۔ "چپ ہو جائیں ہیر۔۔ کوئی نہیں ہے وہاں۔۔ میں مذاق کر رہا تھا"۔۔۔ اس کے بالوں میں نرمی سے ہاتھ چلاتے اکثم خان نے نرمی سے اسے خاموش کروانے چاہا۔۔ وہ شاید بے بسی کے مارے رونے لگی تھی ! ! پتہ نہیں اسے کیا سوجھی تھی مذاق کرنے کی ! ! خود ہی اپنے دل کو بند کروانے لگا تھا وہ ! ! واقعی اس کا دل دھڑک دھڑک کر بند ہونے کو تھا۔۔ وہ خود بھی کنفیوز نظر آرہا تھا۔۔ ! ! "کوئی نہیں ہے مسز۔۔ دیکھیں ایک مرتبہ ! ! میں مذاق کر رہا تھا۔۔ ! ! " اکثم نے نرمی سے اس کا چہرہ اپنے سینے سے نکالتے پھر سے اسے ریلکس کرنا چاہا۔۔ اس کا بلکل یہ مقصد نہیں تھا کہ مقابل رونے لگ جائے ! ! "نن۔۔ نہیں آپ نے کہا چوہا ہے وہاں چوہا ہوگا۔۔" ہیر شاہ بھیگی سی آواز میں کہتے مزید اس کے نزدیک ہوئی ! ! اسے شدید ڈر لگ رہا تھا۔۔پیروں کو تو نیچے کرنے پر وہ راضی ہی

نہیں تھی ! ! "اکثم نے بے بسی سے تھوک نگلتے پھر سے ایک گہری سانس بھری۔۔ اپنی زبان پر ہزار مرتبہ لعنت بھیجنا وہ بلکل نہیں بھولا تھا۔۔ کچھ سوچتے اس نے ہیر شاہ کا چہرہ نرمی سے پکڑتے زبردستی اسنے سینے سے نکالا۔۔ اس کی شرٹ بھی مقابل کے آنسوؤں سے گیلی ہوئی پڑی تھی ! ! "میری طرف دیکھیں۔۔ ابھی تو آپ کہہ رہی تھیں کہ آپ کسی سے نہیں ڈرتی؟؟ میرا یق۔۔۔۔ اکثم خان ابھی بول ہی رہا تھا کہ ہیر شاہ نے بھیگی سی نظریں اٹھاتے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔ ایک لمحے کے اکثم بات کو بیچ میں ادھورا چھوڑے رکنے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔ اس کی آنکھیں مقابل کی آنکھوں میں ہی کہیں اٹک کر رہ گئی تھی ! ! ہیر بھی اس کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہی تھی ! ! وہ کیوں اس طرح اچانک بات ادھُوری چھوڑتے ساکت ہو گیا تھا؟؟ اس کی سمجھ سے باہر تھا یہ ! ! اکثم خان کو کچھ جھلک دکھی تھی ! ! کسی عزیز کی، کسی بہت پیارے کی، کسی محبوب کی ! ! ایک لمحے کے لیے پتہ نہیں کیوں ہیر شاہ کی آنکھیں اسے اس آئس بلیو والی میں ملی تھیں ! ! لیکن ایسا ممکن نہیں تھا۔۔ کیونکہ دونوں کا کلر چینج تھا۔۔ یہ شاید معاذ شاہ ! !کا وہم تھا۔۔ حیرت تھی اب اسے ہیر میں بھی وہی لڑکی نظر آنے لگی تھی

پک۔۔پکا نہیں ہے نہ؟؟" ہیر شاہ نے اس کی نظروں سے کنفیوز ہوتے پیچھے کی طرف " زمین پر دیکھا۔۔ وہ اپنی تسلی کر کے اس کی گود سے اٹھتی ! ! البتہ اسے اب احساس ہوا تھا کہ وہ کیسے اس کی گود میں بیٹھی تھی ! ! اکثم خان نے ایک گہری سانس بھرتے سر جھٹکا۔۔ ایک تو وہ اپنی اس حالت سے بہت تنگ تھا۔۔ کبھی کبھی تو بس نہیں چلتا تھا کہ دل کو نکال کر باہر پھینک دے ! ! پتہ نہیں آئس بلیو آنکھوں نے کب اس کی جان چھوڑنی تھی ! ! "نہیں ہے قسم سے۔۔ مذاق تھا بس آپ ایسے ہی اتنا ڈر رہی ہیں ! ! "۔۔ اکثم نے اس کے حسین چہرے کی طرف دیکھتے دھیمے سے انکار کیا۔۔ وہ مسلسل اس کے نقوش کو دیکھ رہا تھا۔۔ "شکر ! ! ہیر شاہ تشکر بھری سانس بھرتے اس کے اوپر سے اٹھتی کہ اکثم خان پہلے ہی اسے بازو سے پکڑتے واپس سے مزید اپنے نزدیک کر چکا تھا۔۔پتہ نہیں یہ اس نے کس لیے کیا تھا لیکن بس بے ساختہ ہی وہ اسے روکنے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ نے دھڑکتے دل کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے اس کے کندھوں کو تھاما۔۔ ! ! اس کا دل بے ساختہ ہی دو سو کی سپیڈ سے دھڑکتے باہر آنے کو تھا۔۔ مقابل کی آنکھیں اسے بہت عجیب لگ رہی تھیں اس وقت ! ! اکثم خان اسے بازو سے پکڑے خود کے نزدیک کیے مبہوت ہوا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! وہ جیسے اپنے حواس میں نہیں تھا۔۔ ! ! "چ۔۔۔چھوڑیں۔۔" دھڑکتے دل کے ساتھ ہیر

نے تھوڑا پیچھے کو ہونا چاہا۔۔!! اکثم خان نے اسے تھوڑا آگے کو کرتے کسی ٹرانس کی کیفیت میں اس کے ماتھے پر اپنی زندگی کا پہلا لمس چھوڑا۔۔ وہ آنکھیں بند کیے نہایت نرمی سے اس کے ماتھے کو اپنے لبوں کا لمس بخش گیا تھا۔۔ ہیر شاہ تھم چکی تھی!! اس کا دل ایک لمحے کے لیے بلکل رک گیا تھا۔۔ جبکہ کچھ بولنے کو بچا ہی نہیں تھا۔۔ پہلی مرتبہ کسی مرد کا لمس یہاں محسوس کرتے وہ ساکت ہونے پر مجبور ہو گئی تھی!! تقریباً دو منٹ بعد اکثم خان اپنے لب ہٹاتے تھوڑا سا پیچھے کو ہوا۔۔ وہ آنکھیں کھولے اس کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں گالوں پر سرخ رنگ بکھرا تھا۔۔ مقابل اس کے لمس کو دل سے محسوس کرتے بلش کر رہی تھی!! "پوچھا کریں مجھ سے کہ کہاں تھا میں!! میرے اوپر حق رکھتی ہیں آپ!! شوہر کی ڈور اگر کھلی چھوڑی جائے تو وہ ایک فاصلے پر جا کر اس ڈور کو کاٹ کر کسی اور کے ساتھ جوڑ لیتا ہے!! آپ کا حق ہے تو حق جمایا بھی کریں!! ایسے بے خبر ہو جانے سے، یا پھر منہ بنا کر مٹھے رہنے سے آپ مجھے صرف خود سے دور کرے گیں۔۔ شادی شدہ ہیں تو تھوڑا شادی شدہ عورتوں کی طرح بیہیو کریں!! اُمید ہے جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ آپ سمجھ گئی ہونگی!!" اکثم خان نے اس کے کان کے پاس آتے سرگوشی نما آواز میں کہا۔۔ پتہ نہیں وہ اسے کیا سمجھانا چاہتا تھا۔۔ لیکن جو بھی تھا وہ مقابل کے رویے کے حساب سے بلکل ٹھیک کہہ رہا تھا۔۔

ایسے تو وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے انجان رہتے اور ایک دن یقیناً الگ ہو جاتے ! !
ان دونوں کو اپنے رشتے پر نظر ثانی کرنے کی اشد ضرورت تھی ! ! شکر تھا کہ اکثم کو ہی عقل آگئی تھی ! ! ! ہیر شاہ نے اس کی بات پر غور کرتے دھیرے سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ اسے سہی لگی تھی مقابل کی بات تبھی خاموشی سے مان گئی تھی ! ! واقعی میں وہ بلکل بے خبر تھی ! ! "اکثم نے تھوڑا آگے کو ہوتے پھر سے اس کے گال پر لب رکھتے اسے نرمی سے اپنی گود سے اُتارتے سائڈ پر بٹھایا۔۔ وہ پتہ نہیں کیوں اسے اپنے لمس سے بخش رہا تھا یہ وہ خود نہیں سمجھ پا رہا تھا۔۔ ! ! بس کچھ تھا۔ ! ! "میں چینج کر لوں پھر باہر چل کر بارش دیکھتے ہیں ! ! اسے لگ رہا ہے جیسے آپ کو پسند ہے بارش؟؟" اسے اُنگلیاں چٹخاتے پھر سے باہر کی طرف دیکھتا پا کر اکثم نے نرمی سے استفسار کیا۔۔ اسے پہلے بھی ایسا لگ تھا لیکن پہلے وہ خود چل موڈ میں تھا اسی لیے پوچھا نہیں تھا۔۔ ! ! "جی بہت۔۔ میں گھر میں بھی جب کبھی بارش ہوتی تھی تو پاگل ہو جاتی تھی ! " ہیر شاہ نے مسکراتے ہوئے اسے حقیقت بتائی ! ! گھر میں سب کو اس کی بارش سے محبت کا پتہ تھا۔۔ ! ! "چلیں یہ تو اچھی بات ہے۔۔ لیکن میں بارش میں جب بھی نکلتا ہوں بیمار ہو جاتا ہوں ! ! بارش میرے لیے کبھی اچھی رہی ہی نہیں ! ! کبھی ظاہری بیماری لگتی تو کبھی دل کی ! ! " شروع میں مسکرا کے کہتے آخری جملے اکثم خان نے منہ ہی منہ میں

بڑبڑائے ! ! ! وہ بھی تو بارش میں ہی ملي تھی ! ! اور آج بھی بارش ہی ہو رہی تھی ! ! پتہ نہیں یہ اس کے ساتھ کیا سین تھا۔۔ ! "یہ حقیقت ہے کہ بارش سب کے لیے رحمت نہیں ہوتی ! ! کسی کسی کے لیے زحمت بھی بن جاتی ہے ! ! لیکن اللہ کا شکر ہے کہ میرے لیے ہمیشہ بارش رحمت ہی رہی ہے ! ! جب بھی بارش آئے تب کچھ نہ کچھ اچھا ضرور ہوتا ہے میرے ساتھ ! ! کچھ ایسا جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا"۔۔۔ ہیر شاہ کی نظریں باہر ہی تھیں جہاں اب تک بارش برس رہی تھی ! ! آج پھر بادل جم کے برس رہے تھے ! ! البتہ وہ اپنے متعلق اسے سچ بتا رہی تھی ! ! اکثم خان نے امپریسیو نظروں سے اسے دیکھا۔۔ یعنی اس کی بیوی لکی تھی ! ! "پھر آج کیا اچھا ہوا آپ کے ساتھ؟ بتائیں مجھے بھی پتہ چلے؟" بے ساختہ ہی دل میں سوال آتے وہ فوراً ہی پوچھ بیٹھا تھا۔۔ اس کے کان مقابل کی طرف ہی متوجہ تھے ! ! ہیر شاہ نے اس کے سوال پر غیر اِرادی طور پر بارش سے نظریں پھیرتے اس کے مردانا وجاہت سے بھرپور نقوش کو دیکھا۔۔ کیا اچھا ہوا تھا آج اس کے ساتھ؟؟ پتہ نہیں ! ! ! لیکن کیا میں تمہیں بتاؤں کہ اُسے پتہ تھا۔۔ ہاں وہ بتانا نہیں چاہتی تھی وہ الگ بات تھی ! ! "پتہ نہیں۔۔ جو بھی ہوا ہوگا اس کا اندازہ بعد میں ہو جائے گا۔۔" کندھے اچکاتے بڑی سادگی سے جھوٹ بولا گیا۔۔ وہ مسلسل اس سوال کے بعد سے اکثم کو ہی دیکھ رہی تھی ! !

"چلیں جب بھی ہو جائے تو لازمی بتا دیجیے گا۔۔ آئیں باہر چلتے ہیں بعد میں چینج کر لوں گا میں ! ! " مسکرا کے کہتے اکثم صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ اس نے بھی زیادہ اسرار کرنا ضروری نہیں سمجھا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ اس کے ساتھ ہی صوفے سے کھڑی ہوئی ! ! آجائیں ! ! اکثم خان نے مسکراتے ہوئے اس کے آگے اپنا ہاتھ کیا۔۔ وہ اس کے شوق اسی طرح پورے کروا سکتا تھا۔۔ مقابل کے ساتھ وفادار رہنے کے لیے اگر اسے اپنی جان بھی دینی پڑتی تو ش ضرور دیتا۔۔ حلال رشتوں میں بے وفائی پر گنہگار ہوتا ہے انسان ! ! نا کہ حرام پر ! ! محبت کی بے وفائی پر اسے کوئی فکر کوئی گناہ نہیں تھا۔ ہاں لیکن اب تو ہیر شاہ کے حقوق میں کمی کرتا یا اس کے ساتھ ذرا بھی ہیر پھیر کرتا تو پھر وہ گنہگار تھا۔۔ ! ! اور اس بات کو وہ سمجھتا تھا۔۔ تبھی وفادار رہنے کی ہمیشہ کوشش کرتا تھا۔۔ آج پتہ نہیں کتنے دنوں بعد اسے وہ لڑکی یاد آئی تھی ! ! اور آج ہی وہ رشتے میں تھوڑی ایفرٹس دکھانے لگا تھا۔۔ ! ! "ہیر شاہ نے کچھ جھجھکتے ہوئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا۔۔ اکثم خان اسے مضبوطی سے تھام چکا تھا۔۔ جیسے ساری زندگی نہ ! ! ! چھوڑنے کا عزم رکھتا ہو ! ! مسکراتے ہوئے وہ دونوں باہر کی طرف بڑھے

ہیر شاہ مسکراتے ہوئے خود سے آگے حلتے اکثم کو دیکھ رہی تھی ! ! یہی کچھ تو چاہیے تھا اسے ! ! یہی عزت تو چاہیے تھی ! ! وہ نوٹ کرتی تھی کہ اس شخص نے اب تک اس سے تو یا تم کر کے بھی بات نہیں کرتا تھا۔۔ اسے بہت اچھی لگتی تھی اکثم کی یہ بات ! ! وہ جیسے عزت چاہ رہی تھی اسے مل رہی تھی ! ! اسے اور کچھ نہیں چاہیے تھا۔۔ خدا ان دونوں کے لیے آسانی کرتا۔۔

بقیہ۔۔ 103/1

! ! کچھ دنوں بعد

یہ ایک خوشگوار دن تھا جب لندن کے ایک خوبصورت سے علاقے میں جہاں ہر طرف ہریالی ہی ہریالی تھی معمول کی چہل پہل جاری تھی ! ! یہاں کل ہو ایک خوبصورت سا جوڑا اپنی زندگی کی نئی شروعات کرتے یہاں دنیا اور لوگوں سے دور کچھ دن محض ایک دوسرے کے ساتھ گزارنے آیا تھا۔۔ ہونے چاہیے میاں بیوی کی زندگی میں کچھ اس طرح کے دن جنہیں ایک شوہر بنا کسی جاب کی فکر اور عورت بنا کسی بچوں اور گھر کی فکر کی محض ایک دوسرے کے ساتھ گزاریں ! ! ایک دوسرے کے لیے ! ! وہ دونوں بھی

یہی سوچتے ٹینشن، تکلیفیں، پریشانیاں سب کچھ کہیں پیچھے چھوڑے کل ہی یہاں آئے تھے ! ! ہاں وہ دونوں وہی تھے جنہیں ایک عرصے تک دکھ ملنے کے بعد بلآخر خوشیاں نصیب ہوئی تھیں ! ! وہ دونوں بلا شبہ ایک دوسرے کو پا کر بے حد خوش اور مطمئن تھے ! ! ایسا لگتا تھا جیسے زندگی بے حد حسین ہو گئی ہو ! ! ایک دوسرے کی سنگت نے دن رات ہنستے ہوئے ہی گزرتے تھے ! ! ہاں یہ دونوں وہی تھے ! ! "راحیل خان اور مدحا ! ! ! راحیل خان"

راحیل خان کل ہی مدحا کو اپنے ساتھ لیے یہاں آیا تھا۔۔ وہ دونوں ایں دوسرے کے ساتھ اکیلے ٹائم سپینڈ کرنا چاہتے تھے اسی لیے یہاں آئے ہوئے تھے ! ! 'یہ ایک بہت خوبصورت علاقہ تھا جسے ان لوگوں کو ماورا کے پرنٹس نے پریفر کیا تھا۔۔ اب تو جمیل صاحب اور سبینا بیگم کی بھی ماورا سے بات ہوتی تھی ! ! وہ دونوں مطمئن تھے کہ ماورا اپنے گھر میں خوش ہے ! ! بہت جلد وہ دونوں پاکستان چکر بھی لگانے والے تھے ! ! لندن کے ایک مشہور شہر میں موجود یہ جگہ تھوڑی جنگل کی سائڈ پر کر کے تھی ! ! آس پاس زیادہ تر درخت تھے ! ! لیکن یہاں سکون بہت تھا۔۔ جہاں وہ دونوں رہ رہے تھے وہ محض ایک لڑکی کا چھوٹا سا بہت دلکش کاٹیج تھا۔ جس کے سامنے آنکھوں کو خیرہ کر

دنے والی آبشار بہتے نیچے دریا بہہ رہا تھا۔۔ اِرد گرد پھولوں کے بے تحاشہ خوبصورت پودے لگے تھے جو اِرد گرد ہر جگہ خوشبو بکھیر رہے تھے ! ! اِن پودوں پر رنگ برنگی تتلیوں کی بھرمار بہت عام سی بات تھی ! ! زیادہ روشنی بھی نہیں تھی یہاں کیونکہ اس والے حصے کو بڑے بڑے درختوں نے اپنی چھاؤں کرتے ڈھانپا ہوا تھا۔۔ کچھ کچھ فاصلے پر دو تین اور بھی کاٹیج تھے یہاں پر ! ! لیکن شاید ان میں کوئی رہتا نہیں تھا۔۔۔ تھوڑا آگے جانے پر ہی سڑک نکلتی تھی ! ! یہ ایک دلکش نظارہ تھا جو کہ یہاں آنے والے کو یہیں کا ! ! ہو کر رہنے پر مجبور کر دیتا تھا۔

مدحا تو کل رات سے پتہ نہیں کتنی ہی مرتبہ کاٹیج سے باہر آتے اس منظر کو دیکھتی ہی جا رہی تھی ! ! اس کا دل بھرنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔۔ ابھی بھی وہ باہر ہی کھڑی تیلیوں کو پکڑنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ایک بھی اس کے ہاتھ نہیں لگ رہی تھی ! ! وہ دونوں تن تنہا یہاں ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش تھے ! ! لیکن یہاں راحیل خان کو تیلیوں سے بھی رقابت محسوس ہو رہی تھی ! ! اس کی بیوی تو تتلیوں کی دیوانی ہوئی پھر رہی تھی ! ! اسی چکر میں وہ راحیل کو بھول ہی چکی تھی ! ! کل رات میں بھی وہ اسے زبردستی اندر لے کر گیا تھا۔۔ اور اب بھی مدحا اندر جانے کو تیار ہی نہیں

تھی ! ! یا تو وہ آبشار کے پاس تھی یا پھر پھولوں اور تتلیوں کے پاس ! ! تف تھی اس ! ! لڑکی پر

یہ بھی تقریباً شام کا وقت تھا جب مدحا راحیل خان اس وقت دریا کے پاس بیٹھی اس میں اپنے پاؤں ڈالے ہوئے تھی ! ! شام ہوتے ہی یہاں جگنو سے چمکنے لگتے تھے ! ! اس نے تو زندگی میں پہلی مرتبہ جگنو بھی یہاں آکر ہی دیکھے تھے ! ! یہ چھوٹے چھوٹے روشنی بکھیرتے اسے بہت پیارے لگ رہے تھے ! ! اوپر کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھتے وہ اس منظر میں بلکل گم تھی ! ! مدحا اس وقت ریڈ کلر کی پٹھانی فراک میں ملبوس خود بھی کوئی پٹھانی ہی لگ رہی تھی ! ! یہ اسے راحیل نے پہننے کے لیے دی تھی ! ! جہاں سے راحیل خان کی ماں تھی وہاں خان برادری میں اس طرح کا لباس بہت عام پایا جاتا تھا۔۔یہ تو اب مختلف شہروں میں رہتے سب نے ہی اپنے اپنے طور طریقے اپنا لیے تھے ! ! مگر راحیل کو بہت پسند تھے پٹھانی فراک جن پر شیشوں کا کام ہو ! ! پہلے اپنی ماں ! ! پر اور اب مدحا پر۔۔ وہ ان دونوں کو اس لباس میں دیکھتے صدقے واری جاتا تھا۔

اپنے تمام تر حسن سمیت مدحا اس منظر میں مکمل طور پر کھوئی مسکراتے ہوئے یہ قدرتی نظارے دیکھ رہی تھی کہ راحیل خان سنجیدگی کے ساتھ کاٹیج سے باہر نکلتے سامنے اس کی

طرف بڑھا۔۔ پچھلے تین گھنٹے سے وہ بیٹھا اس کے اندر آنے کے انتظار میں تھا۔۔ مگر مجال تھی جو یہ لڑکی اب ذرا اس پر دھیان دے ! ! راحیل تو اب اس جگہ آنے پر پچھتاتا تھا۔۔ ! ! مقابل کی توجہ اس سے ہٹ کر کہیں غائب ہو گئی تھی ! ! وہ تو بلکل برداشت نا کرتا یہ ! ! اسے مدحا کی ساری توجہ اس کی ساری محبت بس خود کے لیے چاہیے تھی ! ! نہایت سنجیدہ چہرے کے ساتھ اس کی طرف راحیل خان کے قدم رکے ! ! وہ چل کر آیا تھا لیکن پھر بھی یہ لڑکی اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی ! ! وہ دانت پیسے نہایت غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! "تمھیں شوہر نظر نہیں آرہا کیا؟"۔۔ اس کے پیچھے کھڑے ہوتے سینے پر ہاتھ باندھتے پوچھا گیا۔ وہ بلآخر غصے میں ہی سہی لیکن شکوہ کر گیا تھا۔۔ اسے مقابل بس اپنے پاس اپنے سینے پر چاہیے تھی ! ! تب ہی اس کی بے چین ہڈی کو کچھ سکون مل سکتا تھا۔ ! ! مدحا جو پوری طرح سے اس منظر میں ہی گم تھی کہ راحیل کی آواز سنتے اس نے مسکراتے ہوئے گردن موڑتے اسے دیکھا۔۔ وہ اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ اس کے لہجے میں ناراضی کا عنصر بھی محسوس نہیں کر سکی تھی ! ! البتہ اسے یہ ضرور پتہ تھا کہ جب سے وہ دونوں یہاں آئے ہیں تب سے وہ غصے میں تھا۔۔ وہ اس کھڑوس کا کچھ نہیں کر سکتی تھی ! ! مقابل چوبیس گھنٹوں میں سے بیس گھنٹے تو غصے میں ہی نکال دیتا تھا۔۔ یہ کوئی نئی بات نہیں تھی ! ! شروع سے اسی طرح دیکھتے اب تو مدحا

کو اس کے ایسے موڈ کی عادت سی ہو گئی تھی ! ! اب کچھ نہیں کہہ سکتی تھی وہ اسے ! ! اسے لگ رہا تھا راحیل بے وجہ غصّہ ہے ! ! "آئیں بیٹھیں آپ بھی؟؟ مسکراتے ہوئے اپنے ساتھ زمین پر ہاتھ مارتے اس نے دانت نکالتے خوشدلی سے راحیل کو بیٹھنے کو کہا۔۔ جو بھی ہو اس کا موڈ تو بہت اچھا تھا۔۔ وہ اس کھڑوس کی طرح اتنی حسین جگہ پر منہ بنا کر نہیں بیٹھ سکتی تھی ! ! "کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے بیٹھنے کی ! ! تم اٹھ رہی ہو یا میں تمھیں چھوڑ کر چلا جاؤں؟"۔۔ نہایت سنجیدگی سے دوبارہ پوچھا گیا۔۔ وہ واقعی غصے میں لگ رہا تھا۔۔ ! ! مدحا نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔۔ وہ ابھی کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ راحیل پہلے ہی اسے بازو سے سختی سے تھام چکا تھا۔۔ مدحا نے حیرت سے اسے دیکھا۔۔ ہو کیا رہا تھا آخر راحیل کو جو وہ اتنا چڑچڑا ہو رہا تھا۔۔ اس کی سمجھ سے باہر تھا یہ شخص ! ! "میں نے ایک لگانی ہے تمھیں۔۔ میرے ہیں یہ کیا مصیبت ہے آخر؟" اسے بازو سے پکڑے جھٹکے سے زمین سے کھڑا کرتے راحیل خان نے سختی سے اس کے ہونٹ دانتوں سے آزاد کروائے ! ! وہ جتنا چڑ رہا تھا مقابل اتنا ہی اور اسے غصّہ دلا رہی تھی ! ! مدحا کی آنکھوں میں فوراً نمی سی جمع ہوئی۔۔ کیا وہ اسے ایک لگا سکتا تھا؟؟ وہ بھی اتنی سی بات پر؟ اسے یہ رویہ دیکھتے رونا آرہا تھا۔۔ ! ! راحیل خان نے سختی سے ایک نظر اسے گھورتے واپس سے اندر کی جانب قدم لیے ! ! خود ہی سب کچھ کر کے

مقابل خود ہی رونے کھڑی ہو گئی تھی ! ! ابھی وہ خود تڑپ رہا تھا اس کے لیے مر رہا تھا لیکن جب مقابل کو ہی فرق نہیں پڑتا تھا تو بہتر تھا وہ مر ہی جاتا۔۔ ! ! مدحا نے بھیگی سی نظر اس کی پشت پر ڈالتے اپنے آنسوں صاف کیے ! ! وہ اسے روتا ہوا ہی چھوڑ گیا تھا۔۔ کیا اب وہ اتنی چھپنے لگی تھی اسے؟؟ روتے ہوئے اس نے پیر پٹختے خود بھی اندر کی جانب قدم بڑھائے ! ! پوچھتی تو سہی وہ اس سے آخر مسئلہ کیا ہے ! وہ یہاں موڈ خراب کرنے اور رونے نہیں آئے تھے ! ! جب تک بات کا ہی پتہ نہ چلتا تب تک وہ کیسے اسے منا سکتی تھی؟؟ اتنا تو وہ جانتی تھی کہ راحیل کا غصّہ بلاوجہ نہیں ہے ! ! اور بات ! ! کوئی بڑی بھی نہیں ہوگی۔۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسے ہی کرتا تھا۔۔

اندر کی طرف بڑھتے مدحا نے گھر کے اندر داخل ہوتے واپس سے گولائی کی صورت میں موجود لکڑی کے دروازے کو بند کیا۔۔ دروازے کے اِرد گرد درختوں کی بیل لگی ہوئی تھی جن میں کچھ پھول بھی لگے تھے ! ! یہ ایک کمرے پر موجود چھوٹا سا کاٹیج تھا جو کہ ان دونوں کے لیے ایک بہت پیاری جگہ تھی ! ! صرف ایک کمرہ، اوپن کچن، ٹی وی لاؤنج اور ایک واشروم پر مشتمل یہ گھر کسی بھی رہنے والوں کو یہیں کا کرنے کا ہنر رکھتا تھا۔۔ جو ایک مرتبہ آجائے یہاں اس کا پھر جانے کا دل نہ کرے ! ! زیادہ تر کیونکہ یہاں ہر چیز کی

قدرتی تھی ! ! ایسا لگتا جیسے اس حصے کو قدرت نے خاص طور پر سجایا ہو ! ! ہر چیز تھی یہاں پر ! ! ! "مدحا نے دروازے کو بند کرتے ایک نظر سامنے کی طرف دیکھا جہاں راحیل خان نہایت سنجیدہ چہرے کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہا تھا۔۔ اس کے اندر آنے پر بھی مقابل کے منہ پر نو رسپانس کا بورڈ لگا تھا۔۔ وہ شاید زیادہ ہی ناراض تھا اس سے ! ! "مدحا جس کا ہونٹ پھر دانتوں تلے جا رہا تھا کہ وہ بروقت ہی خود کو روک چکی تھی ! ! ایک ڈانٹ کافی تھی اس کے لیے ! ! اُنگلیاں چٹخاتے ہوئے وہ آگے اسی کی طرف بڑھی۔۔ جتنا حسین تھا اتنا ہی غصّہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا اس انسان میں ! ! وہ پھر کم کرتی تھی لیکن اس بندے کا تو چوبیس گھنٹے کا کام تھا۔۔ ! ! آگے کی طرف جاتے مدحا نے گلا کھنکھارا۔۔ یہ جیسے اپنے سب سے محبوب شخص کو خود کی طرف متوجہ کروانے کی ایک کوشش تھی ! ! "جواب ندارد ! ! "۔۔ وہ جواب دینے پر راضی ہی نہیں تھا۔۔ نظریں بھی اب تک ٹی وی پر ہی تھیں ! البتہ وہ محسوس کر چکا تھا کہ ساتھ اس کی جان حیات کھڑی ہے ! ! لیکن وہ جو مان جاتا تو نخرے کوں دکھاتا پھر ؟؟ پہلے مدحا اسے منہ نہیں لگا رہی تھی اب اس نے نہیں لگانا تھا۔۔ البتہ اس کا دل بری طرح تڑپ رہا تھا۔۔ بس نہیں تھا کہ کھینچ کر اسے سختی سے اپنے سینے میں بھینچ لے ! ! صبح سے وہ اس کے ہاتھ لگی ہی کب تھی ؟؟ تبھی یہ تڑپ مزید بڑھی ہوئی تھی ! ! دل میں آگ سی لگ

رہی تھی ! ! "بات سنیں۔۔" اسے کوئی جواب نہ دیتے دیکھ مدحا نے آگے بڑھتے اس کے بازو کو ہلکا سا ہلایا۔۔ راحیل خان بنا اس کی طرف دیکھے فوراً ہی اپنا بازو پیچھے کر چکا تھا۔۔۔ یہ نہیں کہ خود آکر گود میں بیٹھ جائے وہ پاگلوں کی طرح پاس کھڑی اسے منا رہی تھی ! ! اسے تو وہ کبھی نہ مانتا۔۔ آخر تھا تو وہ بھی راحیل۔۔ اپنے نام کا ایک ! ! "اب آپ اسے اگنور کر رہے ہیں۔۔ میں کروں تو پھر آپ کے نخرے ختم نہیں ہوتے۔۔"۔ مدحا بے بسی سے کہتے اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھی ! ! وہ رو دینے کو تھی ! ! راحیل خان اسے ساتھ بیٹھتے دیکھ تھوڑا سا سرکتے پیچھے ہو چکا تھا۔۔ البتہ اس کی نظریں مقابل کو سخت گھوری سے نوازتے واپس بھی آچکی تھیں ! ! بڑی ہی کوئی ان رومینٹک تھی اس کی بیوی ! ! "مدحا نے اسے پیچھے سرکتے دیکھ حیرت سے منہ کھولا۔۔ وہ اس سے دور جا رہا تھا؟؟ اس سے؟؟ وہ اب واقعی میں رو پڑتی ! ! اسے غصّہ آنے لگا تھا۔۔ ! ! واپس سے آگے کو ہوتے وہ راحیل خان کے ساتھ بلکل چپک کر بیٹھی ! ! اس مرتبہ بازو بھی اپنے دونوں ہاتھوں کی گرفت میں لے چکی تھی وہ تاکہ یہ شخص ہل نہ سکے ! ! لیکن اسے اندازہ نہیں تھا کہ راحیل خان اسی بازو کے سہارے اسے بھی اوپر اٹھا سکتا تھا۔۔ وہ راحیل کی باڈی کو ہلکے میں لے رہی تھی ! ! "کیا مسئلہ ہے تمھیں؟ نخرے ہیں نہ میرے تو کیوں منہ لگ رہی ہو؟ جاؤ یہاں سے اپنی اُن تتلیوں کے

پاس۔۔ اسی لیے تو لایا تھا میں تمھیں یہاں۔۔ ! ! اسے گھورتے راحیل خان نے کرخت لہجے میں کہتے اس سے اپنا بازو چھڑوایا۔۔ اسے مزید غصّہ آرہا تھا۔۔ ! ! اس کے لہجے میں تتلیوں کے لیے بھی جلن اور حسد بول رہا تھا۔۔ جبکہ وہ باتوں باتوں کے اسے وجہ بہت اچھے سے سمجھا چکا تھا۔۔ ! ! مدحا کو بے ساختہ ہی اس پر ڈھیروں پیار آیا۔۔ مقابل اسی طرح جنونی تھا اس کے لیے ! ! اور جب جب یہ جنون سامنے آتا تھا وہ بجائے اس پر افسوس کرنے کے مزید اس کی دیوانی ہو جاتی تھی ! ! وہ دونوں ہی پاگل تھے ! ! اپنی مسکراہٹ روکتے وہ مزید راحیل خان کے قریب ہوتے اس کی گود میں چڑھی ! وہ جیسے بن کہے بھی اس کی یہ خواہش جان گئی تھی ! ! مسکراتے ہوئے ایک نظر اسے دیکھتے اس نے راحیل کو بچکارنے جیسی شکل بناتے اس کی گردن میں اپنی بانہیں حائل کی ! ! "تتلیوں سے کون جیلس ہوتا ہے راحیل؟ آپ ہی تو سب کچھ ہیں میرا۔۔ !" اس کی گردن میں چہرہ چھپائے نہایت محبت سے اسے منانے کی ناکام سی کوشش کی گئی ! ! وہ اتنا ہی کر سکتی تھی ! ! شرم کو ابھی ایک سائڈ پر رکھنا بہت ضروری تھا۔ ! ! راحیل خان جس کا دل اچانک سے جھوم ہی اٹھا تھا لیکن پھر بھی چہرے کو ویسے ہی رکھا۔۔ اتنے میں من نہیں بھرا تھا اس کا ! ! دل مزید اور کی فرمائش کر رہا تھا۔۔ ! ! "اٹھو میرے اوپر سے ! ! کوئی نہیں ہوں میں تمھارا راحیل۔۔ یہ فالتو کی

محبت نہ جتایا کرو۔۔ اتنی تمھیں محبت ہوتی تو دن رات میرے پاس رہتی بس ! ! تمھیں مجھ سے زیادہ یہ دنیا اور یہاں کی چیزیں عزیز ہیں ! ! انہی کے پاس جاؤ اب تم۔۔ میرا کیا ہے زیادہ سے زیادہ مر جاؤں گا۔۔"۔۔ سنجیدگی سے بولتے راحیل خان نے اسے بازو سے پکڑتے خود سے دور کرنا چاہا۔۔ وہ اب شکووں پر اُتر آیا تھا۔ ! ! مدحا نے اس کی آخری بات پر فوراً سے تڑپتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر ہاتھ رکھا۔۔ "اللہ نا کرے آپ کو کچھ ہو ! ! "۔۔ آنکھوں میں ڈھیروں نمی لیے تڑپتے ہوئے وہ بول ہی پڑی تھی۔۔ کتنا بے حس انسان تھا یہ؟؟ اپنی تو اپنی وہ اس کی بھی فکر نہیں کرتا تھا۔۔ راحیل کو کچھ ہوتا تو مدحا بھی ساتھ ہی مرتی ! ! اتنی محبت کرتی تھی وہ اس سے ! ! راحیل خان نے ایک نظر اس ہے آنسوں دیکھتے اپنی نظریں پھیری۔۔ کچھ اور نہیں تو وہ رونے بیٹھ جاتی تھی تاکہ اسنے ساتھ ساتھ اس کا دل بھی سڑاتی رہے ! ! "سوری نا۔۔ میں باہر ہی نہیں جاتی اب۔۔ بس آپ کے پاس رہوں گی پکا۔۔ ایسے تو نہ کریں ! ! " مدحا نے روتے ہوئے اس کی بیئرڈ پر ہاتھ رکھتے اس کا چہرہ واپس سے اپنی طرف موڑا۔۔ وہ زیادہ رونے لگی تھی ! ! اتنی ہی حساس تھی وہ ! ! وہ بلکل کسی بچی کی طرح ہونٹ باہر نکالے اسے دیکھتے ہوئے منا رہی تھی ! ! بلا شبہ راحیل خان کو ایک ہی مرتبہ چھپر پھاڑ کر دیا گیا تھا۔ ! ! بے تحاشہ تکلیفوں کا صلہ اور اجر تھی یہ عورت ! ! "راحیل خان نے اسے زیادہ روتے

دیکھ نرمی سے اس کی کمر کے گرد حصار بناتے اسے شدت سے اپنے سینے سے لگایا۔۔ وہ اس کی ٹانگیں پکڑتے اپنے اِرد گرد کر چکا تھا۔۔ ! ! دونوں کے جلتے تڑپتے دل پر جیسے اچانک ہی ٹھنڈی پھوار سی برس پڑی تھی ! ! راحیل خان نے بے ساختہ ہی ڈھیروں سکون پاتے اپنی آنکھیں موندی ! ! ایک اس سکون کی خاطر اس کا دل صبح سے ترس رہا تھا۔۔ بلآخر مل ہی گیا تھا یہ سکون ! ! مدحا خود بھی روتے ہوئے اس کی گردن میں چہرہ چھپاتے آنکھیں موند چکی تھی ! ! وہ اس کی گردن میں بانہیں ڈالے اس کے بالوں میں نرمی سے اُنگلیاں چلا رہی تھی ! ! زندگی بھر بھی اسے یہاں ایسے رہنا پڑتا تو وہ آرام سے رہ لیتی ! ! دونوں کے درمیان خاموشی کے لمحے سرک رہے تھے ! ! وہ بس ایک دوسرے کو محسوس کر رہے تھے ! ! راحیل خان کی گرفت اس کی کمر کے گرد ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتی ہی جا رہی تھی ! ! وہ جیسے اسے خود میں سمانا چاہتا تھا۔۔ اس قدر جنونی تھا وہ اس عورت کے لیے کہ کبھی کبھی تو اسے خود کو بھی اپنے جنون سے خوف آتا تھا۔۔ وہ کہیں کبھی اپنے چکروں میں اسے نقصان نا پہنچا دے ! ! لیکن خیر وہ ایسا کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔۔ "جن میں جان بستی ہو ان کی جانوں کو تکلیف نہیں دی جاتی ! ! اُنہیں تو کسی پھول کی مانند رکھا جاتا ہے ! ! نہایت پیار اور عقیدت سے ! ! یہی محبت ہے ! ! " راحیل خان نے آنکھیں کھولتے اس کے کندھے پر نرمی سے لب

رکھے ! ! "کس کی ہو؟"۔۔ وہ سرخ آنکھیں سامنے گاڑے اپنا ہمیشہ والا سوال دہرا رہا تھا۔۔ اسے دن میں یہ سے بغیر چین نہیں ملتا تھا۔۔ ! ! "آپ کی صرف اپنے راحیل کی ! !" سرگوشی نما آواز میں محبت سے مسکرا کر جواب دیتے مدحا نے تھوڑا چہرہ پیچھے کرتے اس کے گال پر لب رکھے ! ! وہ لب رکھے خود ہی اس کی گردن میں چہرہ چھپا چکی تھی ! ! راحیل خان کے چہرے پر ایک دلکش مُسکراہٹ رینگی ! ! یہ اس کے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں تھا۔۔ ! ! "میری زندگی اب خبردار جو تم ان تتلیوں کے پاس گئی تو ! ! ایک ایک کو پکڑ کر مار دینا ہے میں نے ! پھر روتی رہنا۔۔ میری مدحا کی توجہ میرے پر سے ہٹانے والی وہ ہوتی کون ہیں بھلا؟؟ تم بس مجھے دیکھا کرو ! ! میرے پاس میری گود میں میرے سینے پر رہا کرو بس ! ! میں چوبیس گھنٹے تمھیں چومتا رہوں یہی ہے میرا جنون اور میری محبت ! ! بھاڑ میں جائے ساری دنیا اور یہاں کے کام۔۔ تم بس میرے پاس رہو ! ! صرف راحیل کی جان۔۔ راحیل تمھیں خود میں سمانے کے لیے بے حد بے تاب ہے ! !" وہ سرگوشی نما آواز میں کہتے اسے شدت سے خود کے ساتھ لپٹائے جا رہا تھا۔۔ مدحا کی سانس گھٹنے لگی تھی ! مقابل بہت شدت سے اسے خود میں بھینچ رہا تھا۔۔ وہ جیسے واقعی میں اسے خود میں سمانا چاہتا تھا۔۔ ! ! "را۔۔راحیل ! !" مدحا نے اس کے جنون سے گھبراتے ہوئے تھوک نگلتے اسے ہوش دلانی چاہی ! ! "کیا راحیل؟ خبردار

جو اب میرے سے ایک انچ کے فاصلے پر بھی دور ہوئی تو تم۔۔ میرے پاس رہو بس ! !
مزاحمت مت کرو۔۔ تم میری جان ہو میری زندگی ہو ! ! دور نہ جایا کرو مجھ سے ! ! پہلے
میں پاکستان آفس میں پتہ نہیں تمہارے بنا کیسے رہ لیتا ہوں ! ! یہاں تم بس میری ہو !
چوبیس گھنٹے ایسے ہی رہیں گیں ! پہلے ہی بہت وقت ضائع کر دیا تم نے ! !" جھٹکے سے
اسے خود کے ساتھ ہی صوفے پر لٹاتے راحیل خان نے اس کے کان میں سرگوشی کی !
وہ اسے بری طرح خود کے ساتھ لپٹائے صوفے پر ہی لیٹ چکا تھا۔۔ مدحا کے جسم کا
کوئی ایسا حصہ نہیں تھا جو اس وقت مقابل کے ساتھ ٹچ نا ہو رہا ہو ! ! اس حد تک شدت
پسند ہو رہا تھا وہ ! ! "آپ کی ہی ہوں راحیل۔۔ آپ پھر سے جنونی ہو رہے ہیں ! ! مدحا
نے نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے اسے ہوش دلانی چاہی ! ! اس کی دھڑکنیں
مقابل کے چوڑے سینے کے نیچے بری طرح دب رہی تھیں ! اسے تکلیف ہونے لگی
تھی ! ! "تو؟ تمھارا قصور ہے سارا۔۔ کیوں مجھ سے دور گئی تم؟ اب بھگتو مجھے سکون
نہیں مل رہا۔۔ مجھے تمہاری روح کو بھی اپنانا ہے ! ! مجھے تم مکمل چاہیے ہو ! بتاؤ کرو گی نہ
میری خواہش آج رات پوری؟؟" اس کے لبوں پر سختی سے اپنی زبان پھیرتے وہ مدحا
کی جان لبوں پر لے آیا تھا۔۔ ایک مرتبہ جب اس نے کہہ دیا تھا تو بار بار پوچھ کر یہ شخص
اسے شرم سے ہی مار دیتا۔۔ وہ خاموش ہو چکی تھی ! ! ایک بار حامی بھر دی تھی تو اب

بار بار کی ہمت نہیں تھی اس کے اندر ! ! مقابل بیشک ابھی اسی وقت اپنا حق لے لیتا اسے کبھی کوئی اعتراض رہا ہی نہیں تھا۔ ! ! ! راحیل خان نے بے چینی سے اس کا چہرہ واپس سے اپنی طرف موڑا۔۔ اس کا دل بری طرح بے چینی سے دھڑک رہا تھا۔۔ اسے صرف مدحا کی قربت چاہیے تھی ! ! "بولو نا زندگی میری دھڑکن۔۔ مر رہا ہوں میں یہاں تم نہیں جانتی میری کیفیت ! ! جلدی بولو پلیز مجھے اسنے حسن کی گہرائیوں پر راج کرنے دو گی نہ؟؟ یہ سب کچھ میرا ہے۔۔ پلیز مجھے خود میں سما کر ہماری جان ایک کرنے دو ! ! تم ہر طرف سے ہر طرح سے پوری چاہیے ہو مجھے ! !" راحیل خان نے بے چینی سے کہتے اس کے منہ کو کھولتے اس کی زبان پر اپنی زبان پھیری ! ! "سکون تو یہاں ہے ! کاش تم پہلے ملتی مدحا۔۔ اب تک ہمارے دس بارہ بچے ہو جانے تھے ! !" اس کی زبان کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے راحیل خان نے ہلکا سا مسکراتے ہوئے کہا۔۔ وہ اسے ڈرانا نہیں چاہتا تھا اور جانتا بھی تھا کہ اس کی شدت پسندی دیکھتے مقابل ڈر رہی ہے ! لیکن وہ بھی کیا کرتا آخر ! ! اسے خود پر ضبط نہیں تھا۔۔ مدحا کے معاملے میں اس کی نرمی تو کہیں کھو جاتی تھی۔۔ صرف جنون اور محبت سر چڑھ کر بولتے تھے ! ! مدحا نے نرمی سے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے اس کے ماتھے پر شدت سے لب رکھے ! ! وہ قربان تھی اس حسن کے مجسمے پر ! ! ! "آپ کے لیے جان قربان۔۔ یہ تو پھر جسم

ہے ! ! آپ کا ہے جیسے مرضی جب مرضی حق جتائیں ۔۔ مجھ سے ایک مرتبہ پوچھا آپ نے میرے لیے یہی بہت بڑی بات ہے ! ! اس دن بھی کہا تھا اور آج بھی کہہ رہی ہوں سب کچھ آپکا ہے ! ! مدحا کی سانسیں، میرا دل، میرا جسم، میرا دماغ، میری دھڑکن، میری زندگی سب آپ ہیں ! ! مدحا آپ کے بغیر کچھ بھی نہیں ! ! "۔۔ اس کے پورے چہرے کو اپنے لمس سے مہکاتے وہ اسے معتبر کر رہی تھی ! ! کچھ اسے ریلکس کرنے کے لیے بھی تھا ۔۔ اسے راحیل کی جنونیت سے ڈر ضرور لگتا تھا لیکن وہ یہ بھی جانتی تھی کہ یہ سب کچھ اس کے ایک لمس کی مار ہے ! ! مقابل خود اس کے قدموں میں بچھ جاتا تھا ۔۔ ! ! وہ اس کے پورے چہرے پر جگہ جگہ لب رکھ رہی تھی ! ! راحیل خان آنکھیں موندے سکون کی آخری گہرائیوں پر تھا ۔۔ وہ یہاں آکر بری طرح پگھل جاتا تھا ۔۔ ! ! "میرے جگر کے ٹکڑے ۔۔ میری زندگی میری سانسیں تم پر قربان ۔۔ ! ! " شدت سے کہتے راحیل خان نے اس کی ٹانگوں کے درمیان ہاتھ رکھتے اسے تھوڑا اوپر کو اٹھایا ۔۔ وہ خود تھوڑا سہی سے ایڈجسٹ ہوتے اپنے ایک ٹانگ اس کی ٹانگوں کے درمیان میں رکھ چکا تھا ۔۔ مدحا کی ٹانگیں بھی ایسے ہی تھی ۔۔ ایک اس کے اُوپر اور دوسری اس کے نیچے ! ! "میرا بچہ ۔۔ "۔۔ راحیل خان نے محبت سے کہتے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا ۔۔ اس کے ہاتھ مقابل کی دھڑکنوں پر جاتے رک

گئے تھے ! ! وہ بری طرح اس کے لبوں سے لپٹا اس کی سانسیں چرا رہا تھا۔۔ مدحا اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتے مسلسل اسے ریلکس کر رہی تھی ! ! آئندہ تو اس کی توبہ جو وہ راحیل کے علاوہ کسی چیز کی طرف بھی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھے ! ! اسے اس کا راحیل ہو کافی تھا۔۔ بھاڑ میں جائے دنیا۔۔ ! ! راحیل خان نے سختی سے اس کی دھڑکنوں کو بھنچتے اس کے زبان کو سک کرنا شروع کیا۔۔ وہ پھر جنونی ہو رہا تھا۔۔پتہ نہیں یہ شخص آخر چاہتا کیا تھا۔۔ مارے تکلیف کے مدحا کی سسکی اس کے لبوں میں ہی کہیں دبی ! ! اسے سمجھ نہیں آرہی تھی ہوا کیا ہے آج راحیل کو؟؟ آج اس کا جنون اس کا قہر پہلے سے زیادہ تھا۔۔ ! ! درد برداشت سے باہر ہوتے دیکھ مدحا نے اپنی دھڑکنوں پر موجود اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔یہاں تکلیف دے رہا تھا یہ شخص ! ! "ہاتھ ہٹاؤ۔۔ روکو مت۔۔ تمہاری برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دے سکتا میں تمھیں ! ! میرے بس سے باہر ہے اس وقت سب کچھ ! ! سوری مائی لائف ! !" پہلے ہی اس سے معذرت کرتے راحیل خان نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے نرمی سے پیچھے کیا۔۔ اس کی آواز بے حد بھاری ہو رہی تھی ! ! جذبات کا خمار سر چڑھ کر بول رہا تھا۔۔ جبکہ وہ واپس سے اس کے لبوں سے لپٹ چکا تھا۔۔ وہ جنونی انداز میں اس کے لبوں کی ساری نمی چننا چاہتا تھا۔۔ مسلسل اس کے منہ میں اپنی زبان رول کرتے راحیل خان بری طرح

اس کی سانسوں کا دشمن بنا ہوا تھا۔۔ ! ! جبکہ ہاتھ دھڑکنوں پر اپنا پہرہ جمائے انہیں مسلسل بھنچتے مدحا کو تکلیف دے رہے تھے ! ! مدحا نے آنکھوں میں ڈھیروں آنسوں لیے اسے دیکھا۔۔۔ آج وہ بھی نہیں روک پا رہی تھی اسے ! ! اب سہی معائنوں میں اسے راحیل سے خوف آرہا تھا۔۔ مقابل ابھی سے اتنا جنونی تھا آگے تو پھر اس کی جان ہی نکال دیتا۔۔ ! ! "کیوں رو رہا ہے میری جان کا ٹوٹا؟"۔۔ راحیل خان نے اس کی آنکھوں میں آنسوں دیکھتے فوراً ہی اس کے لبوں کو چھوڑتے محبت سے پوچھا۔۔ وہ اسے پوچھ رہا تھا جیسے خود کو پتہ ہی نہیں ہو ! ! خود کو اسے مدحا کے سوٹ میں موجود شیشے چبھ رہے تھے لیکن یہاں پرواہ کسے تھی بھلا؟؟ وہ تو مدہوش ہوا پڑا تھا۔۔ ! ! مدحا نے ایک شکوہ کناں نظر اس پر ڈالتے اپنی نظریں پھیری ! ! کیا فائدہ تھا اسے بتانے کا جب اس شخص نے کرنی ہی اپنے والی تھی؟؟ وہ اس کی سنتا تو مدحا کچھ بولتی ! ! "ارے میری زندگی یہاں درد ہو رہا ہے؟ شرٹ اتارو ابھی درد بھگا دیتا ہوں۔۔"۔۔ کچھ حد تک خود پر ضبط کرتے راحیل نے بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی کی ! ! ہاتھ اب تک نہیں ہٹائے تھے اس بدتمیز انسان نے ! ! "کچھ میری بھی سن لیا کریں راحیل۔۔ درد ہو رہا تھا مجھے ! !"۔۔ مدحا نے اس کی طرف دیکھتے روتے ہوئے شکوہ سا کیا۔۔ اس کے ہاتھ تک اس شخص کے پاس تھے وہ آنسوں بھی صاف نہیں کر سکتی تھی ! !

"ارے میرا پیارا سا بچہ ! ! تمہاری ہی تو سنتا ہوں۔۔ اپنی زندگی کی نہیں سنوں گا تو اور کس کی سنوں گا؟؟ میرے جگر کے ٹکڑے ابھی درد غائب ہو جائے گا دیکھنا جب یہ ہاتھوں سے میرے لبوں میں جائے گیں ! ! سارے درد بھول جاؤ گی تم ! کچھ اتنے راحیل کو برداشت بھی کر لو۔۔ ابھی تو میں نے کہیں اور بھی حکمرانی کرنی ہے ! ! تم ابھی سے گھبرا گئی؟؟"۔۔ مسکراتے ہوئے بے شرمی کی تمام حدیں کراس کرتے راحیل خان نے اس کی شرٹ میں اپنا ہاتھ پھنسایا۔۔ اسے تھوڑا سا اوپر ہونا پڑا تھا۔۔ ! ! "مدحا نے لال سرخ چہرے کے ساتھ خاموشی سے نظریں جھکائی ! ! وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی اسے ! ! سارا کچھ اس کا خود کا کیا دھرا تھا۔۔ نا وہ اس سے توجہ ہٹاتی اور نہ ہی راحیل خان اتنا زیادہ جنونی ہوتا۔۔ ! ! "جان میری طرف دیکھتی رہو بس ! ! کچھ نہیں رکھا اس صوفے میں ! ! " راحیل خان نے اس کی نظریں صوفے پر جاتے دیکھ منہ بناتے اس کی توجہ پھر اپنی طرف کروائی۔۔ پاگل ہو رہا تھا وہ انسان اس کے لیے ! ! مدحا نے اس کی طرف دیکھتے ایک گہری سانس بھری ! ! "راحیل تھوڑا سا ہوش سے کام لیں پلیز۔۔ مجھے اگر ذرا بھی تکلیف ہوئی میں ساری زندگی آپ سے بات نہیں کروں گی ! ! اپنی جان کی خاطر ہی تھوڑا سا ہوش سے کام لیں پلیز ! ! آپ کی ہی ہوں میں آپ کے ساتھ ہی ہوں ! ! آپ تو جان ہیں ! ! کچھ نہیں رکھا صوفے میں۔۔۔ کیونکہ میرا

راحیل تو یہاں ہے ! ! "۔۔ نہایت نرمی محبت سے کہتے مدحا اسے پھر سے ریلکس کر رہی تھی۔۔ یہ اس کے خود کے لیے بہتر تھا۔۔ ورنہ آج تو جان ہی نکل جاتی اس کی ! ! "ہاں نا میرے جگر کے ٹکڑے۔۔۔ تم بہت حسین ہو ! سب سے زیادہ۔۔ راحیل کی مدحا۔۔ صرف راحیل کی ! ! خود کی بھی نہیں صرف میری ! ! میرا جنون میرا عشق ! ! "

اسی محبت کے ساتھ جواب دیتے راحیل خان مسکراتے ہوئے تھوڑا سا اوپر کو ہوا۔۔۔ وہ اس کی قمیض میں ہاتھ پھنسائے اسے ایک ہی جست میں اتارتے سائڈ پر پھینک چکا تھا۔۔ اب اسے خود کو بھی سکون آیا تھا۔۔۔ بہت بری طرح شیشے جھبے تھے اسے ! ! ! مدحا نے شرم سے لال سرخ پڑتے اس کے سینے میں منہ چھپایا۔۔ اس کا دل باہر آنے کو تھا۔۔ جبکہ بس نہیں تھا اس کا کہ زمین کی سب سے نچلی سطح میں جا کر چھپ جائے ! ! اس شخص کی بے باک نظروں سے کہیں دور ! ! راحیل خان نے خمار سے بھری سرخ آنکھیں اس کی دھڑکنوں پر گاڑی۔۔ جو تیز تیز سانس لینے کی وجہ سے بل کھاتے سمندر کی لہروں کا منظر پیش کر رہی تھی ! ! وہ سرخ پردے میں نہایت حسین لگ رہی تھیں ! ! راحیل کے جذبات میں بے ساختہ ہی آگ سی لگ پڑی تھی۔۔ پورا جسم مقابل کو خود میں سمانے کے لیے بے تاب تھا۔۔ یہ لڑکی واقعی میں کوئی حسن کی ملکہ تھی ! ! اس کا جسم اس سے بھی زیادہ پیارا تھا۔۔ ! ! راحیل خان نے اتھل پتھل ہوتی

سانسوں کے ساتھ چہرہ نیچے کو کرتے بہت نرمی سے اس کے دھڑکن پر لب رکھے ! ! "یہ بہت حسین ہیں۔۔ میری زندگی سب سے حسین ہے ! ! میں اگر یہاں جنون دکھا دوں تو رونا مت ! بس چپ کر کے اپنی طرف کھینچ کر میرے لبوں سے لپٹ جانا۔۔۔ اسے ہی کنٹرول میں رکھ سکتی ہو تم مجھے ! ! آج بھی اور ہمیشہ ! ! تمہارے لبوں کا پیاسا راحیل خان ساری زندگی رہے گا۔۔۔" ! ! مسکراتے ہوئے کہتے راحیل خان نے اپنے ہاتھ کو اس کے پردے میں الجھایا۔۔ یہ آگے کسی ڈوریوں والا تھا۔۔ آگے سے ڈوری کھولنے پر ہی پردہ آزاد ہو جاتا۔۔ یہ ساری مہربانیاں راحیل کی طرف سے ہی تھیں ! ! وہی تھا بے شرم جو اس کے کپڑے تک خود خریدتا تھا۔۔ ! ! جو وہ دیتا تھا مدحا چپ کر کے پہن لیتی تھی ! ! یہی حال راحیل کا بھی تھا۔۔ وہ بھی چپ کر کے مقابل کے نکالے ہوئے کپڑے پہن لیتا تھا۔۔۔ اب تو اپنی پسند سے پہننے کو بھی دل نہیں کرتا تھا۔۔ جو مدحا دے دے ! پھر چاہے وہ جیسا مرضی ہو ! ! راحیل خان نے مسکراتے ہوئے ایک ہاتھ سے جھٹکے سے اس ڈوری کو آزاد کیا۔۔ جب وہ تھا یہاں تو اس پردے کی ضرورت نہیں تھی ! !

مدحا شرم سے لال سرخ پڑتے اس کے بالوں میں ہاتھ چلا رہی تھی ! ! اس کی سانسیں بری طرح بے ترتیب ہوئی پڑی تھیں ! ! راحیل خان نے تھوڑا جھکتے اس کی دھڑکنوں پر اپنی زبان پھیری ! ! پردہ اٹھاتے وہ سائڈ پر پھینک چکا تھا۔۔ ! ! ایک کو اپنے ہاتھوں میں بھرتے وہ پھر سے اسی حرکت پر اُتر آیا تھا۔۔ جبکہ دوسری کو وہ اپنے لبوں سے جگہ جگہ سے سک کرتے ان پر نشانات چھوڑ رہا تھا۔۔ ! ! مدحا کی سسکیاں نکلوا دی تھی اس شخص نے ! ! اسے جلن ہونے لگی تھی لیکن کیا کرتی وہ اس شخص کا آخر؟؟ اسی لیے خاموشی سے بس اسے برداشت کر رہی تھی ! ! راحیل اس کی دھڑکن کے سرخ حصے کو اپنے انگوٹھے اور اُنگلی سے مسلتے بری طرح مقابل کو کمر اٹھانے پر مجبور کر گیا تھا۔۔ وہ مسکراتے ہے ان پر پہرہ جمائے ان پر اپنی محبت جنون کی مانند نچھاور کر رہا تھا۔۔ ! ! "سس۔۔آہ۔۔را۔۔راحیل۔۔"۔۔ مدحا نے بری طرح سسکتے ہوئے اس کے ہاتھ کو پکڑا۔۔اس کے پورے جسم میں چونٹیاں سی رینگنے لگی تھی ! ! پتہ نہیں مقابل نے کیا کیا تھا۔۔ ! ! ! "چپ کر کے محسوس کرو بس۔۔ دونوں کو لذت کی انتہاؤں پر پہنچا دوں گا۔۔ اور اگر نہیں برداشت ہو رہا تو میں نے جو کہا ہے وہ کر لینا۔۔"۔۔ مصروف سے انداز نے کہتے راحیل خان نے اس کی دھڑکنوں کو اپنے لبوں میں بھرتے بری طرح اسے سک کیا۔۔ وہ یہاں نشانات بناتا ہی جا رہا تھا۔۔ ! ! مدحا بے بسی سے اسے دیکھتے

خاموش ہو چکی تھی ! پہلے کبھی اس کی سنی گئی تھی جو آج سنی جاتی؟؟ راحیل خان نے اس کی پوری دھڑکنوں کو لال سرخ کرتے مسکراتے ہوئے اپنے آرٹ کو دیکھا۔۔۔ جگہ جگہ نشانات بھر دیے تھے اس نے ! ! "یہ مٹنے نہیں چاہیے آئندہ ساری زندگی ! ! پتہ تو چلے کہ یہ بھی صرف میرے ہیں ! ! " مسکرا کر کہتے راحیل خان اس سے تھوڑا مزید نیچے کو آیا۔۔ وہ اس کے پیٹ کو اپنے لبوں کے لمس سے مہکا رہا تھا۔۔ ! ! مدحا تیز تیز سانسیں بھرتے صوفے کے متھے کو سختی سے جکڑ چکی تھی ! ! اس کی سانسیں ایسا لگتا تھا جیسے ابھی ختم ہو جائے گیں ! ! راحیل نے بہت نرمی سے اس کی ناف کے پاس آتے یہاں اپنی زبان گولائی کی صورت میں گھمائی ! ! وہ مدحا کو پھر سے کمر اٹھانے پر مجبور کر گیا تھا۔۔ مقابل مچل کے رہ گئی تھی ! ! "سس۔۔راحیل۔۔نہ۔۔نہیں۔۔۔" بری طرح مچلتے ہوئے مدحا نے اس کے چہرے کو پیچھے کرنا چاہا۔۔یہ شخص اسے بے بس کر رہا تھا۔۔ ! ! راحیل نے اسے دونوں اطراف میں کمر سے تھامتے اسے ہلنے سے باز رکھا۔۔ وہ اس کی مزاحمت کو کسی خاطر میں نہ لاتے مسلسل اس کی ناف پر اپنی زبان کا لمس پھیر رہا تھا۔۔ ! ! وہ جانتا تھا کہ اسے کیا ہو رہا ہے تبھی آرام سے اپنے کام میں مصروف تھا۔۔ مدحا نے اپنی بس ہوتے دیکھ بے بسی سے اس کے گریبان کو تھامتے جھٹکے سے اسے اوپر کی طرف کھینچا۔۔ وہ اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی تھی ! ! اس سے

بری طرح لٹتے وہ راحیل کے کہے کے مطابق اس کے لبوں کو اپنی سخت گرفت میں لے چکی تھی ! ! مقابل نے اسے تڑپا کر رکھ دیا تھا۔۔۔ ! ! راحیل خان نے اس کے لبوں میں ہی گہرا مسکرایا۔۔ بس اتنی سی تو بات تھی ! ! وہ یہی چاہتا تھا۔۔ وہ آنکھیں موندے سکون کے ساتھ اپنے لبوں پر مقابل کے موتیے جیسے دانتوں کی چبھن برداشت کر رہا تھا۔۔ کتنا سکون تھا آخر یہاں پر کوئی اس سے پوچھتا۔۔ ! ! مدحا نے روہانسی ہوتے ایک نظر اس کی بے شرم آنکھوں میں دیکھتے شدت سے اس کے کندھے پر مکا جڑا۔۔۔ وہ جتنی ان چیزوں سے دور تھی اسے اتنا ہی بے شرم اور بے باک بندہ ملا تھا۔۔ ! ! "ایک منٹ ! !" راحیل خان نے کچھ لمحوں کے لیے اس سے اپنے لبوں کو چھڑا کر کہتے جھٹکے سے اپنی شرٹ کو اُتارتے سائڈ پر پھینکا۔۔ وہ واپس سے لٹتے مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھتے دونوں کے جسموں پر موجود پردوں کے ساتھ چھیڑ خانی کر رہا تھا۔۔ مدحا نے کانوں کی لو تک سرخ پڑتے اس کی گردن میں چہرہ چھپایا۔۔ راحیل کا قہقہہ بہت بے ساختہ تھا۔۔ "آہ میری زندگی کیوں اتنا شرما رہی ہو؟ میں ہی تو ہوں بس ! ! میرے سے کیسا شرمانا؟؟ یہ سب کچھ میرا ہی تو ہے ! !" محبت سے ہنستے ہوئے اسے کہتے راحیل خان نے اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کیا۔۔ وہ مسکراتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔۔ ! مدحا نے تھوک نگلتے نظریں جھکائی۔۔ وہ لال ٹماٹر

بنی ہوئی تھی ! ! مقابل اگر خود ایک لڑکی ہوتا تو اسے پتہ چلتا کہ کتنی شرم آتی ہے ! ! ایک نظر اسے دیکھتے راحیل آہستہ سے اسے چھوڑتے صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ پتہ نہیں وہ کیا کرنے والا تھا۔۔ مدحا خاموشی سے نظریں جھکائے ہوئے ہلکا ہلکا لرز رہی تھی ! ! کاٹیج میں اس وقت مکمل خاموشی کا راج تھا۔ ! ! راحیل خان اس کے پیروں کی طرف جاتے نرمی سے ایک نظر اسے دیکھتے نیچے کارپیٹ پر بیٹھا۔۔ مدحا کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ کیا کرنے والا ہے ! ! اور یہاں راحیل نے وہ کیا تھا جو وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی ! ! راحیل خان تھوڑا جھکتے نرمی سے اس کے پیر کے نچلے حصے پر لب رکھ چکا تھا۔۔ وہ اس کے پیروں کو پکڑے یہ کر رہا تھا۔۔ ! ! "راحیل۔۔ مدحا اسے پکارتے فوراً ہی اپنا پاؤں پیچھے کرتے اٹھ کر بیٹھی ! ! یہ شخص پیروں میں جھکنے لائق نہیں تھا۔۔ اسے تو سر کا تاج بنا کر رکھتی وہ ! ! وہ آگے کو ہوتے آنکھوں میں نمی لیے اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی ! ! "کچھ نہیں ہوتا واپس سے لیٹو پلیز مجھے یہ کرنا ہے ! ! " راحیل نے تھوڑا اوپر کو ہوتے اس کے بالوں کو نرمی سے پیچھے کرتے مسکراتے ہوئے کہا۔۔ اسے تو کوئی قباحت نظر نہیں آرہی تھی اس کام میں ! ! وہ جہاں اس کے پورے جسم کو چوم سکتا تھا تو پیروں کو کیوں نہیں؟ کیا پیر جسم کا حصہ نہیں؟؟ "ایک لگاؤں گی دوبارہ یہ کیا تو۔۔ آپ کے ہونٹوں کی جگہ پورے جسم پر ہو سکتی ہے مگر یہاں نہیں ! پلیز

میری محبت کی توہین مت کریں ! !" مدحا نے اپنے آنسوں صاف کرتے اسی کے انداز میں اسے ڈانٹا۔۔ مقابل نے بھی تو کچھ دیر پہلے ایسے ہو ڈانٹا تھا۔۔ ! ! راحیل خان نے اس کی دھمکی پر مسکراتے ہوئے ایبرو اچکائی ! ! وہ اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے میری بلی اور مجھی کو میاؤں؟؟"۔۔ "آجائیں پلیز ضد نہ کیا کریں ! !"مدحا نے ریکویسٹ کرنے والے انداز میں کہتے اس کے لیے دونوں بانہیں وا کی ! ! وہ پھر س اس شخص کی محبت کے آگے کچھ دیر کے لیے سب کچھ بھول گئی تھی ! ! حرکتیں ہی ایسی تھیں اس لڑکے کی ! ! کتنی ہی سخت لڑکی کیوں نہ ہو اس کے آگے پگھل سکتی تھی ! !" راحیل خان اسی کے انداز میں اپنی دونوں بانہیں پھیلاتے اوپر اٹھتے اس کے گلے سے لگا۔۔ وہ اسے لیے اپنے ساتھ ہی صوفے پر لیٹ چکا تھا۔۔ دونوں کی کھلکھلاہٹ کمرے میں گونجتی بے ساختہ تھی ! ! یہ بچوں والی حرکت کی تھی ان دونوں نے ! !

اجازت ہے میرے بچے کی؟" منہ سے بولو۔۔ راحیل خان نے محبت سے اسے دیکھتے " اس کے ماتھے پر لب رکھے ! ! کیا کچھ نہیں تھا اس ایک لمس میں ! ! مدحا کو سب سے عزیز تھا اس شخص کے لبوں کا لمس ! ! مدحا نے ایک ہاتھ اس کے گال پر بیئرڈ پر رکھتے تھوڑا اوپر کو ہوتے اس کے گال پر پھر سے لب رکھے ! ! کیوں تھا یہ شخص اتنا

حسین؟؟ راحیل سوتا تھا تب وہ اکثر ہی اس کے گال پر لب رکھ کر اپنی محبت ظاہر کر پاتی تھی ! ! وہ دیوانی تھی اس شخص کی ! ! ! "اجازت ہے آپ کی مدحا کی ! !"۔۔۔ نظریں جھکا کر کہتے اس نے راحیل کی گردن میں ہاتھ ڈالے ! ! وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹے مسلسل ایک دوسرے کی ذات میں کھوئے ہوئے تھے ! ! "میری جان، میری زندگی، میرا وعدہ ہے ساری زندگی یہ غلام صرف تمھارا رہے گا۔۔ میری نظریں صرف تمھیں دیکھے گیں، میری دھڑکنیں صرف تمہارے نام کی مالا جھپے گی، میری سانسیں تمہارے پاس ہونے پر حلے گیں، میری زندگی میری ذات تم پر قربان ! ! آئی لو یو سو مچ۔۔" اس کی آنکھوں میں دیکھتے پورے دل سے ہر وعدہ کرتے راحیل خان دھیرے دھیرے سے اس میں داخل ہوا۔۔ وہ اچھے سے جانتا تھا مقابل کتنی نازک ہے ! ! "آ۔۔ مدحا ابھی چیخنے ہی لگی تھی کہ راحیل اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیتے اس کی چیخ روک چکا تھا۔۔ مدحا کی آنکھوں سے آنسوں ٹوٹتے اس کے گالوں پر بہے ! ! مارے تکلیف کے اس کا چہرہ مزید سرخ ہوا پڑا تھا۔۔ پاؤں بری طرح لرزنے لگے تھے ! ! پہلی مرتبہ میں نرمی بھی کہاں برداشت کر سکتی تھی وہ؟؟ "راحیل خان نے اس کی لرزتی تھائیز پر اپنے ہاتھ رکھتے انہیں کنٹرول کرتے اس کے جسم میں نرمی سے حرکت شروع کی ! ! وہ اسے پھولوں کی طرح ٹریٹ کر رہا تھا لیکن پھر بھی مقابل کی حالت ہو گئی تھی ! ! وہ سارا

بدلہ اس کے لبوں کو بے دردی سے کاٹ کر اُتار رہی تھی ! ! راحیل خان نرم آنکھوں سے اسے دیکھتے خاموشی سے اس کے وار سہہ رہا تھا۔۔ اسے اپنے منہ میں خون کا ذائقہ گھلتا محسوس ہو رہا تھا۔۔ لیکن یہاں پر وہ خود بے بس تھا۔۔ ! ! تبھی کچھ بولنے کی بجائے اپنے ہونٹ اس کے سپرد کر گیا تھا۔۔ ! ! نرمی سے اس کے جسم میں خود کو گھولتے راحیل ضبط اور لذت کی انتہاؤں پر تھا۔۔ یہ نرمی صرف مقابل کی وجہ سے تھی ! ! مدحا نے اپنی بس ہوتے دیکھ روتے ہوئے اس سے اپنے ہونٹ آزاد کروائے ! ! وہ صوفے پر سر رکھے بری طرح لرزتے ہے رو رہی تھی ! ! راحیل نے انگوٹھے سے اپنے ہونٹ سے نکلتا خون مسکراتے ہوئے صاف کیا۔۔ اسے تو یہ بھی قبول تھا۔۔ ! ! "ریلکس کچھ نہیں ہوا دیکھو اِدھر میری طرف ! !" میری زندگی آپ کا راحیل آپ کے پاس ہی ہے۔۔ کچھ دیر کا درد ہے بس ! ! رونا بند کرو اور مجھے پکڑ لو سختی سے بس ! !"۔۔ راحیل نے تھوڑا جھکتے اس کے کان میں میٹھی سی سرگوشی کی ! ! وہ اسے اتنی نرمی سے ٹریٹ کر کے خود کا چہرہ لال سرخ کر چکا تھا۔۔ اس کے بس سے باہر ہو رہا تھا۔۔ لیکن پہلے اس لڑکی کو ریلکس کرنا ضروری تھا۔۔ ! !

"ای۔۔ ایک۔۔ منٹ۔۔ کک۔۔ کے۔۔ لیے۔۔ پی۔۔ پیچھے ہو جائیں پلیز۔۔" مدحا نے روتے ہوئے اس سے التجا سی کی ! ! اسے بہت زیادہ درد ہو رہا تھا۔۔ وہ سہن نہیں

کر پا رہی تھی اس شخص کو ! ! راحیل خان ہونٹ بھینچتے نرمی سے اس سے پیچھے کو ہوا۔۔ وہ اس کی کمر میں ہاتھ ڈالتے خود صوفے سے ٹیک لگا چکا تھا۔۔ مدحا اس کی گود میں تھی ! ! وہ تھوڑا بہت سکون میں آتی اس کے سینے میں منہ چھپا چکی تھی ! ! وہ جانتی تھی یہ اس شخص کے ساتھ زیادتی ہے ! ! لیکن وہ اپنی حالت کا بھی کیا ہی کرتی ! ! اس کی ٹانگیں ابھی تک لرز رہی تھیں ! ! "ریلکس ہو جاؤ میرے جگر کے ٹکڑے۔۔ میری برداشت بہت تھوڑی ہے ! ! ایسا نہ ہو نرمی بھی کہیں دور ہو جائے ! !" راحیل نے اس کے کندھے پر لب رکھتے محبت سے اسے وارننگ سی دی ! ! کیا کرتا وہ آخر اس لڑکی کا۔۔ اس کا جنون کہہ رہا تھا نہ سنے اس کی۔۔ جبکہ دل بری طرح مقابل کی فکر میں گھل رہا تھا۔۔ اور ابھی وہ دل کی ہی سن رہا تھا۔۔ ! ! مدحا نے اس کے سینے سے منہ نکالتے محبت سے اسے دیکھتے اس کے کندھے سے اپنے آنسوں صاف کیے ! ! "ہو گئی ہوں ریلکس ! !"۔۔ بہت دھیمی سی آواز میں کہتے وہ اس کے کندھے میں ہی منہ چھپا چکی تھی ! ! مقابل نے دو تین منٹ اسے ریلکس کر دیا تھا اس کے لیے یہی بہت تھا۔۔ ! ! ! "سوچ لو میری انرجی ڈرنک ! ! میں انرجی میں آگیا تو تمہاری جان لبوں پر آجائے گی۔۔ اچھے سے بتا دو ہو گئی ہو نہ ریلکس؟؟" راحیل نے مسکرا کر اسے اپنی گود میں اٹھاتے صوفے سے کھڑے ہوتے پوچھا۔۔ وہ اکثر ہی اب اسے میری انرجی ڈرنک

بولتا رہتا تھا۔۔ ! ! "مدحا نے ناک سکوڑتے ہاں کی صورت میں سر ہلایا۔۔ کیا ہی کر لیتا یہ انسان آخر؟؟ لیکن اسے اچھے سے پتہ چلنے لگا تھا کہ کیا ہی کر لیتا وہ انسان ! ! ! راحیل نے نرمی سے اسے صوفے کے متھے پر بٹھاتے اس کے خشک لبوں پر زبان پھیری ! ! مدحا نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی ! یہاں اتنی سی جگہ پر کیوں بٹھایا تھا آخر اس نے اسے؟؟ راحیل نے ایک مسکراتی نظر اس پر ڈالتے نرمی سے اس کی ٹانگوں کے گرد فاصلہ بنایا۔۔ اب اس کی باری تھی ! ! وہ ایک ٹانگ اس کی اپنے کندھے پر رکھتے جبکہ دوسری ٹانگ کو وائلڈ اوپن کرتے آگے سرک آیا تھا۔۔ "را۔۔ راحیل نہیں۔۔" مدحا نے واپس سے ٹانگیں کلوز کرنے کی کوشش کرتے گھبراتے ہوئے اسے پکارا۔ لیکن افسوس یہ شخص آگے آچکا تھا۔۔ وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی ! ! "تمھارا یہ پاؤں دوبارہ اِدھر آیا تو میرے سے برا کوئی نہیں ہوگا۔" راحیل نے اسے ڈٹتے دوبارہ سے اس کی ٹانگ سائڈ پر کی ! ! مدحا بے بسی سے اسے دیکھتے صوفے کو سختی سے جکڑے ہوئے تھی ! ! اب اسے کوئی نہیں بچا سکتا تھا۔۔ وہ گردن تک لال ٹماٹر ہوئی پڑی تھی ! ! ایک نظر اس کی آنکھوں میں دیکھتے راحیل خان اس کی پچھلی گردن کو پکڑتے شدت سے اس میں داخل ہوا۔۔ یہ اس کی مرضی کے مطابق تھا۔۔ "آہ۔۔۔ را۔۔ راحیل پل۔۔ یز۔۔۔ جنو۔۔ نی۔۔۔ مت ہو۔۔۔"... مدحا نے روتے ہوئے اس سے التجا سی کی ! ! جو تھوڑا بہت وہ ریلکس

ہوئی تھی اب پھر سے ساری ہوا نکل گئی تھی ! ! "اب۔۔برداشت کرو چپ کر کے۔۔ ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے بس ! ! " مسکراتے ہوئے کہتے راحیل خان شدت سے اس میں آخری حد تک داخل بری طرح اسٹروکس دے رہا تھا۔۔ مدحا کی ایک ٹانگ اس کے کندھے پر تھی ! ! وہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ پھر سے کانپ رہی ہے ! ! مگر اب مزید وہ ضبط کرتا تو خود پر ظلم کرتا۔۔ ! ! شدت کے ساتھ اس میں داخل وہ خود کو آخری حد تک پیوست کر رہا تھا۔۔ مدحا بری طرح لرزتے ہوئے سسکیاں بھرتے صوفے کو پکڑے ہوئے تھی ! ! اگر راحیل نے اسے پچھلی گردن سے نہ پکڑا ہوتا تو وہ یقیناً گر جاتی ! ! "راحیل پل۔۔یز۔۔۔" مدحا نے روتے ہوئے پھر سے منت سی کرنی چاہی ! ! مقابل چوم بھی نہیں رہا تھا اسے جو وہ تھوڑا ریلکس ہی ہو جاتی ! ! اسے بری طرح رونا آرہا تھا اس کی سفاکی پر۔۔ ! ! "بس بس میری جان کے ٹوٹے۔۔ ساری۔۔۔زندگی۔۔۔ اسے ہی بردا۔۔شت کرنا۔۔ ہے۔۔ ابھی سے عادت ڈالو ! ! "۔۔ پھولتی سانسوں کے ساتھ کچھ اٹک کر کہتے راحیل خان نے اسے تھوڑا آگے کو کرتے بری طرح مشینی انداز میں اس کے جسم میں اسٹروکس دئے ! ! مدحا کی چیخ بے ساختہ تھی ! ! وہ بری طرح رونے لگی تھی ! ! ان کے ملن کی آوازیں اور مدحا کی سسکیاں پورے کاٹیج میں گونج رہی تھیں ! ! "میرا جگر۔۔ ! ! مسکراتے ہوئے سرشاری سے کہتے راحیل خان نے تھوڑا

جھکتے پھر سے اس کے خشک لبوں پر زبان پھیری ! ! اس کی خود کی سانسیں بے حد پھول رہی تھیں جبکہ ماتھے سے پسینہ مدحا کے اوپر ٹپکنے لگا تھا۔۔ وہ ابھی اس سے پھر سے پیچھے ہونے ہی لگا تھا کہ مدحا نے روتے ہوئے اس کے گلے میں بانہیں ڈالتے اس کے لبوں کو سختی سے اپنی گرفت میں لیا۔۔ اسے ضرورت تھی اس کی اور مقابل سمجھ نہیں رہا تھا۔۔ ! ! "دو منٹ بس میرا جگر میں ایسے نہیں رہ سکتا۔۔" راحیل نے اس سے اپنے لب چھڑاتے ریکویسٹ سی کی ! ! وہ اچھے سے سمجھ رہا تھا سب کچھ ! ! مگر ابھی وہ خود بے بس تھا۔۔ ! ! وہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ جنونی انداز میں اس کے جسم میں داخل ہوتے آخری حد تک خود کو پیوست کرتے بری طرح اسٹروکس دے رہا تھا۔ ! ! مدحا ایک نروٹھی سی نظر اس پر ڈالتے نظریں پھیر چکی تھی ! ! اس کی کمر میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں ! ! جبکہ آنکھوں سے آنسوں مسلسل برس رہے تھے ! ! مگر اس بے رحم کو رحم نہیں آرہا تھا۔۔ وہ سہی ہی اس کے جنون سے ڈرتی تھی ! ! کافی دیر تک اس کے جسم سے راحت حاصل کرتے راحیل خان نے اپنی ضرورت پوری کرتے سرشاری اور لذت سے مسکراتے ہوئے آگے ہوتے صوفے پر ہاتھ ٹکایا۔۔ وہ اس سے الگ ہوتے اپنی بری طرح بکھری سانسیں بحال کر رہا تھا۔۔ پورا جسم دونوں کا پسینے سے شرابور تھا۔۔ مدحا اپنے ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بری طرح رو رہی تھی ! ! اسے

شکل بھی نہیں دیکھنی تھی راحیل کی ! ! کیسے بے رحمی دکھائی تھی اس شخص نے اس کی کمر ٹوٹنے کو تھی ! وہ قہر کی مانند برسا رہا اس پر ! ! ! "کچھ حد تک خود پر کنٹرول کرتے راحیل خان نے ایک نظر اسے دیکھا جو ہاتھوں میں منہ چھپائے رو رہی تھی۔۔ اسے پتہ نہیں کیوں ہنسی آرہی تھی ! ! اس نے تو پہلے ہی وارن کر دیا تھا۔۔ ! ! مدحا کے معاملے میں کوئی نرمی نہیں تھی ! ! یہاں اس کا جنون سر چڑھ کر بولتا تھا۔۔ چاہے پھر کوئی بھی معاملہ آجائے ! ! وہ اس کے لیے جان دے بھی سکتا تھا اور جان لے بھی سکتا تھا۔۔ ! ! "روتے نہیں مائی لائف"۔۔ راحیل نے اس کی طرف بڑھتے نرمی سے اسے بچکارنا چاہا۔۔ اس نے ابھی ہاتھ ہی پکڑا تھا کہ مدحا فوراً ہی اس کا ہاتھ جھٹک چکی تھی ! ! راحیل کا مسکراتا چہرہ اچانک ہی شدید سنجیدہ ہوا۔۔ یہ کیا بدتمیزی تھی آخر؟؟ وہ اسے کیسے جھٹک سکتی تھی؟ اسے؟؟ "دوبارہ یہ حرکت کی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔" سختی سے کہتے راحیل نے آگے کو بڑھتے اسے نرمی سے اپنی گود میں اٹھایا۔۔ ! ! اس میں رونے والی کیا بات تھی بھلا؟؟ وہ بھی تو نارمل کھڑا تھا۔ ! ! "آپ سے برا کوئی ہو بھی نہیں سکتا۔۔" مدحا اس کی طرف دیکھتے غصے سے چیخی ! ! کتنا ظالم انسان ہے یہ اسے اندازہ ہو گیا تھا۔۔ وہ تو ابھی بھی پیچھے نہ ہٹتا تو مدحا نے تو اللہ کو ہی پیارا ہو جانا تھا۔۔ ! ! راحیل خان نے اسے اپنے ساتھ لیے آگے کو بڑھتے ہونٹ دانتوں

تلے دبائے اپنی ہنسی روکی ! ! یہ تو ہونا ہی تھا۔۔ وہ اسے لیے باہر آبشار کے پاس جا رہا تھا۔۔ رات ہو گئی تھی۔۔ یہاں اب دور دور تک ان دونوں کے سوا کوئی نہیں آ سکتا تھا۔ ! ! "میری زندگی، میری جان؟؟" اسے ابھی بھی روتے دیکھ راحیل نے نرمی اور محبت سے اسے پکارا۔۔ وہ اسے ریلکس کرنے کی بجائے خود ہنسے جا رہا تھا۔۔ ! ! اب ہنسی آ رہی تھی اسے وہ کیا کرتا۔۔ ! ! "کوئی نہیں ہوں میں آپ کی جان۔۔ جھوٹ بولتے ہیں آپ۔۔ میری کمر ٹوٹ گئی ہے یقیناً۔۔" مدحا نے سوں سوں کر کے کہتے اس کے کندھے پر سختی بے رحمی سے اپنے دانت گاڑے ! ! یہ جیسے بدلہ لیا گیا تھا۔۔ ! ! "میرے بچے کو درد ہوا؟"۔۔ راحیل نے اس کا چہرہ اپنے مقابل کرتے بچکارتے ہوئے پوچھا۔۔ وہ اسے لیے باہر آتے دریا کے پاس رک چکا تھا۔۔ ڈھیروں جگنو اب تک یہاں روشنی بکھیرے ہوئے تھے ! ! ! راحیل نے اسے نرمی سے یہاں ٹھنڈی اور گیلی مٹی پر لٹایا۔۔ وہ خود اس پر حاوی محبت سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! مدحا نے اس کے سوال پر بچوں کی طرح ہاں میں سر ہلایا۔۔ جان نکل گئی تھی اس کی ! ! " البتہ اس ماحول کو دیکھتے وہ رونا بھول چکی تھی ! ! نیچے ٹھنڈی زمین اسے سکون دے رہی تھی ! ! "میری جان۔۔ میں انرجی ڈرنک۔۔ اب آرام سے کروں گا پکا۔۔ اب بیشک کھا جاؤ تم میرے ہونٹوں کو ! ! تب جاناں سب کچھ میرے بس سے باہر تھا۔ ! ! " نرمی سے کہتے راحیل

نے پھر سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیا۔۔ چاند کی روشنی میں وہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹے بہت حسین منظر دے رہے تھے ! ! مدحا نے آنکھیں کھولتے گھور کر اسے دیکھا۔۔ پتہ نہیں اس کی جان کب چھوٹنی تھی ! ! لیکن جو بھی تھا سکون بھی صرف اسی انسان کے پاس تھا۔۔ ! ! اس کے لبوں کی اچھی طرح نمی کو پیتے راحیل خان نے تھوڑا پیچھے کو ہوتے نیچے کو طرف آیا۔۔ وہ اس کی گردن سے زبان پھیرتے نیچے دھڑکنوں اور پھر پیٹ تک لے آیا تھا۔۔ مدحا اس کے بالوں میں ہاتھ الجھائے ہوئے تھی ! ! راحیل نے نیچے کو آتے شرارت سے اس کے پیٹ پر اپنی مونچھیں رب کی ! ! مدحا کی ہنسی کی چھنکار بے ساختہ تھی ! ! اسے گد گدی ہو رہی تھی ! ! راحیل خان نے اسے ہنستے دیکھ پھر سے اپنی مونچھوں کو یہاں نرمی سے رب کیا۔۔ وہ یہ کرتا جا رہا تھا اور خاموش جنگل میں مدحا کے کھلکھلاہٹ گونج رہی تھی ! ! وہ بچوں کی طرح ہنستے ہوئے اسے پیچھے کرنے کی کوشش کر رہی تھی ! ! مقابل کیے ہی جا رہا تھا۔۔ اسے زیادہ گد گدی ہو رہی تھی ! ! ! راحیل خان نے اس کے ساتھ ہی ہنستے ہوئے ایک آخری مرتبہ اپنی مونچھوں کو رب کرتے اس کی ہنسی کی چھنکار سنی ! ! اس کے کانوں کو راحت پہنچنے لگی تھی ! ! کتنی خوشی ہوتی ہے جب آپ کا محبوب مسکراتا ہے ! ! ہنستے ہوئے سر جھٹکتے وہ اوپر کو آیا۔۔ مدحا نے ہنستے ہنستے نڈھال ہوتے اس کے گلے میں بانہیں حائل

کی ! ! وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی ! ! "کس کی ہو؟" راحیل خان نے محبت سے اس کے بالوں کو پیچھے کرتے پھر سے پوچھا۔۔یہ سنے بغیر تو اسے چین ہی نہیں ملتا تھا۔۔ ! ! "صرف اپنے راحیل کی۔۔ صرف اپنے عشق کی ! ! اور عشق بھی لا علاج ! ! جس کا کوئی توڑ نہیں ! ! " مسکرا کر اسے معتبر کرتے مدحا نے پھر سے اوپر کو ہوتے اس کے گال پر لب رکھے ! ! مقابل یہ سوال کرتے کرتے نہیں تھکتا تھا اور وہ جواب دیتے دیتے نہیں تھک سکتی تھی ! ! "میری جند، میری جان۔ میری مدحا۔۔۔" صرف میری"۔۔۔ نہایت محبت سے کہتے راحیل خان پھر سے اس میں داخل ہوا۔۔ مدحا اب پہلے سے ریلکس اس کے گلے میں بانہیں حائل کیے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیتے خاموشی سے اسے برداشت کر رہی تھی ! ! اب راحیل بھی کچھ نرم پڑ گیا تھا۔۔ بادلوں میں موجود چاند بھی ان کے ملن پر مسکرا کے چھپ چکا تھا۔۔ ایک دوسرے کے جسموں س لپٹے وہ آج تمام مصیبتوں کو جھیلے بلآخر ایک ہو چکے تھے ! ! راحیل نے اسی طرح اب اسے اپنے پیار کی بارش میں بھگونا تھا اور مدحا اس کی محبت ! ! میں مزید نکھر رہی تھی ! ! بلآخر ایک اور لا علاج عشق مکمل ہو چکا تھا۔۔

زندگی میں آئی مصیبتوں کی وجہ سے بہت مرتبہ انسان دل برداشتہ ہو کر غلط کاموں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ! ! جیسے راحیل ہو گیا تھا۔۔ لیکن پھر صبر کے صلے بھی ضائع نہیں جاتے ! ! وہ خوش قسمت ثابت ہوا تھا کہ اسے ہدایت بھی دی گئی تھی اور اس کے دل میں رحم بھی ڈالا گیا تھا۔۔ ہر کسی کو توبہ کی توفیق نہیں ملتی ! ! راحیل خوش نصیب ثابت ہوا تھا۔۔ اسے ایک ایسی عورت سے نوازا گیا تھا جو ہر قسم کے گناہوں سے پاک تھی ! ! یہ شاید کبھی تکلیفوں پر کیے گئے صبر کا ہی صلہ تھا۔۔ جنہوں نے اس کے ساتھ زیادتی کی تھی وہ آج بے سکون تھے اور وہ خود سکون کے ساتھ اپنی زندگی اپنی شریک حیات کے ساتھ انجوائے کر رہا تھا۔۔ اسی کا نام ہے مکافات عمل ! ! آج جو کرے گیں کل سہنے کے لیے بھی تیار رہیں ! ! کیونکہ صبر کرنے والوں کو ان کا صلہ مل کر رہتا ہیں ! ! نفس سب کے ساتھ ہے ! ! گناہ سب کرتے ہیں ! ! لیکن اصل انسان اور مُسلم وہی ہوتا ہے جو گناہ کے بعد احساس ہونے پر سچے دل سے معافی مانگے ! ! جیسے ! ! راحیل نے مانگی تھی ! ! اور خدا دلوں کی نیت کو جان کر معاف بھی کر دیتا ہے

اس وقت تقریباً دن کا ایک بج رہا تھا جب کراچی میں موجود ایک بڑے سے فارم ہاؤس میں مشال لغاری اپنی ماں کے ساتھ موجود تھی ! ! یہ حدائق شاہ کا فارم ہاؤس تھا جہاں مشال اور عائشہ کو اس نے فائزہ کے کہنے پر پناہ دی تھی ! ! جب مشال کو یہ ہسپتال سے گھر لے کر جا رہی تھی تب اس کے کہنے پر ہی وہ دونوں عائشہ کے گھر چلی گئی تھی ! ! عائشہ کے گھر کا پتہ فائزہ نے راحیل کو میسج کر کے اُس سے لیا تھا۔۔ وہ دونوں اس سے ملتے عائشہ کو یہیں مشال کے ساتھ ہی لے آئی تھی ! ! مشال کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔۔ اس کا اکیلا رہنا سیف نہیں تھا۔۔ اسی لیے فائزہ کو بھی یہی سب سے بہتر آپشن لگا۔۔ ! ! تین دن گزر گئے تھے مشال کو ہسپتال سے گھر آئے ! ! اس بے رحم نے تو مڑ کے بھی نہیں دیکھا تھا اسے ! !

مشال اور عائشہ کی آج شام کی ہی سپین کی فلائٹ تھی ! ! مشال کے باپ کا آدھا بزنس وہیں پر تھا جو کہ اُن کے دوست ہی سنبھال رہے تھے ! ! جبکہ یہاں موجود ساری جائیداد کے پیپرز بھی ان دونوں کو مل چکے تھے ! ! دائم حسین کی طرف سے طلاق کے تو نہیں ہاں لیکن جائیداد کے پیپرز ضرور آگئے تھے ! ! جو کہ ساری ہی مشال کے نام پر تھی ! ! ایک روپیہ بھی کچھ نہیں رکھا تھا اس نے ! ! ہر چیز مشال کے نام پر کرتے وہ پتہ نہیں

کہاں غائب ہو گیا تھا۔۔ مشال اس شخص سے ہی کہیں دور جانا چاہتی تھی ! ! وہ پاکستان میں ہی نہیں رہ سکتی تھی ! ! بہت تکلیفیں ملی تھیں یہاں پر ! ! سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اچھا تھا وہ دونوں ماں بیٹی باہر ملک جا کے ایک نئی زندگی کی شروعات کرتی ! ! پیسہ تھا اب تو سب کچھ تھا۔۔ کسی ظالم کی حکمرانی بھی نہیں تھی ان دونوں پر ! ! وہ اب اپنی مرضی سے زندگی جی سکتی تھیں ! ! اسنے کیے کی سزا وہ دونوں ہی بھگت چکی تھیں ! ! پھر بھی ظرف تھا اُن لوگوں کا جن کے ساتھ ان دونوں نے برا کیا تھا۔۔ انہوں نے نا صرف ان دونوں کو معاف کر دیا تھا بلکہ وہ ہر طرح سے ان لوگوں کی مدد بھی کر رہے تھے ! ! یہ سب کے ظرف کی بات نہیں ہوتی ! ! مشال کی ضد پر حدائق نے کل ہی ان دونوں کی ٹکٹس کنفرم کروائیں تھیں ! ! آج شام میں ان دونوں نے سپین کے لیے نکلنا تھا۔۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ! ! وہ اس سرزمین اس ظالم کو چھوڑ کر جانے کا پکا ارادہ کر چکی تھی ! ! اگر اس کے جانے تک طلاق کے پیپرز اس تک نا پہنچتے تو وہ خلع کے پیپرز لازمی بھجوا دیتی دائم کو ! ! وہ ایک سیکنڈ بھی اس شخص کے ساتھ نہیں رہ سکتی تھی ! ! کسی دوسرے شخص سے تو شادی کے وہ قابل نہیں رہی تھی ! ! نا وہ کسی مرد پر دوبارہ بھروسہ کر سکتی تھی ! ساری زندگی اکیلے گزار سکتی تھی وہ ! ! بہت دنیا اکیلے جی کر بھی پل جاتی ہے ! ! وہ بھی جی ہی لیتی ! ! عائشہ بھی اس کے فصلے میں اس کے ساتھ ہی

تھی ! ! مشال نے بتایا تھا اسے ایک ایک بات ! ! وہ اپنے دکھ سارے اپنی ماں سے ہی ! ! شیئر کر سکتی تھی ! ! تین دن سے وہ دونوں ساتھ ہی تھیں

مشال لغاری ابھی لاؤنج میں بیٹھی ٹی وی دیکھتے ہوئے لیز کھانے میں مگن تھی ! ! اس کی ساری پیکنگ ہو گئی تھی اور عائشہ کی بھی ! ! ویسے بھی ان دونوں کا زیادہ سامان نہیں تھا۔۔ عائشہ اندر کمرے میں آرام کر رہی تھی ! ! اس کی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی ! ! بڑھاپے ،ٹینشنز اور پچھتاوے نے اُسے جیسے ختم کر دیا تھا۔۔ ابھی ہی کچھ دیر پہلے مشال اسے دوا دے کر سلا کے آئی تھی ! ! ابھی فلائٹ میں تقریباً چھ سے سات گھنٹے تھے ! ! مشال ابھی بیٹھی ٹی وی میں ہی مگن تھی کہ ان کے اندر گھر کی بیل بجی ! ! باہر دروازے پر کوئی گارڈ نہیں تھا۔۔ مین گیٹ کھول کر وہ لوگ یہاں اندر والا گیٹ بند کر لیتے تھے ! ! آج ہی تو حلے جانا تھا۔۔ وہ دونوں کیا ہی گارڈ کا انتظام کرتی؟؟ ویسے بھی حدائق اور فائزہ کا گھر بھی یہاں سے باہر نکلتے کچھ قدموں کے فاصلے پر ہی تھا۔۔۔ دن میں تو وہ دونوں ہی اپنی اپنی جاب پر ہوتے تھے ! ! ! مشال جو پوری طرح ٹی وی میں مگن تھی کہ ڈور بیل کی آواز سنتے اس نے سامنے ٹیبل سے ریموٹ اُٹھایا۔۔ وہ ٹی وی کی آواز کو آہستہ کر رہی تھی ! ! ایک نظر دروازے کو دیکھتے وہ سنجیدگی کے ساتھ صوفے سے

کھڑی ہوئی ! ! لیز وہیں ٹیبل پر پڑا رہ گیا تھا۔۔ ! ! اسے ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ کون ہوگا۔۔ لیکن پھر بھی اب جو کوئی بھی آیا تھا دروازہ تو کھولنا ہی تھا۔۔ عائشہ کمرے میں ہی تھی ! !بیل کی آواز کمرے میں نہیں جا سکتی تھی ! ! مشال لغاری سنجیدگی سے آگے بڑھتے دروازے کے پاس کھڑی ہوئی ! ! وہ کشمش میں تھی کہ دروازہ کھولے یا نہیں ! ! کون ہے دروازے کے پار یہ بھی تو نہیں پتہ تھا۔۔ ! ! "کون؟"۔۔ سنجیدگی کے ساتھ پوچھا گیا۔۔ وہ دروازہ کھولنے سے پہلے اپنی تسلی کروا لیتی ذرا۔۔ ! ! جواب ندارد ! ! ہاں البتہ باہر موجود شخص نے دوبارہ بیل ضرور بجا دی تھی ! ! "کون ہے بتائیں پھر ہی دروازہ کھولوں گی ! !" مشال نے ناگواری سے ایک مرتبہ دروازہ کو دیکھتے پھر سے پوچھا۔۔ اس کی چوٹیں بھی ابھی مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوئی تھیں ! ! ماتھے پر بینڈیج تو ہٹ گئی تھی لیکن زخم کا بڑا سا نشان اب تک تھا۔۔پیٹ پر لگے اسٹیچز بھی کچھ حد تک ہی ٹھیک تھے ! ! وہ پہلے سے کچھ بہتر تھی لیکن مکمل ٹھیک نہیں تھی ! ! مشال لغاری اس وقت گرین کلر کے سادے سے جوڑے میں ملبوس پہلے سے کافی تازہ دم اور خوبصورت دکھ رہی تھی ! ! کم از کم ماں سے ملنے کے بعد چہرے پر موجود رونق کچھ حد تک واپس آگئی تھی ! ! ورنہ تو وہ بلکل ہی مرجھا گئی تھی ! ! باہر سے پھر سے جواب کی بجائے بیل بجائی گئی۔۔ مشال نے کچھ سوچتے ہوئے ایک گہری سانس بھرتے دروازہ

کھولنے کا فیصلہ کیا۔۔ کیا پتہ باہر والے کو آواز نا جا رہی ہو؟ یا پھر فائزہ ہو جو اسے تنگ کر رہی ہو ! ! اسے تو کم از کم یہی لگا تھا۔۔ ! ! ہاتھ آگے بڑھاتے اس نے لاک کھولتے دروازہ کھولے باہر کی طرف دیکھا۔۔ مشال جو سنجیدگی سے باہر دیکھ رہی تھی کہ سامنے موجود شخص کو دیکھتے بے ساختہ ہی ایک سیکنڈ کے اندر اس کے چہرے کا رنگ بدلا۔۔ اسے ایڈریس کس نے بتایا تھا۔۔ آج بھی اس شخص کا وہی خوف اس کے دل میں بیٹھا ہوا تھا۔۔ ! ! اس چہرے کو وہ کیسے بھول سکتی تھی؟؟ اس سے تو دنیا میں سب سے زیادہ نفرت تھی ! ! ہاں باہر وہی تھا۔۔ جس نے اسے ایک عرصے تک ظلم کے زیرِ اثر رکھا تھا۔۔ پتہ نہیں دائم کو اس کے یہاں کا ایڈریس کس نے دیا تھا۔۔ بہرحال وہ آج تین دنوں بعد پھر سے مشال کے سامنے کھڑا تھا۔۔ حالت ایسے تھی جیسے وہ کوئی سوالی بن کر آیا ہو ! ! اب اس کے چہرے پر کہیں سے بھی مشال کو دیکھ کر وحشت نہیں ٹپکتی تھی ! ! وہ ٹوٹی پھوٹی حالت میں کھڑا ہاتھ میں کچھ فائلز تھامے مشال کو دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! مشال کی آنکھوں میں خوف تھا تو اس کی آنکھوں میں منت ! ! وہ اسی لیے نہیں بولا تھا کیونکہ اسے شک تھا کہ مشال اس کا نام سن کر دروازہ ہی نہ کھولے ! ! تبھی وہ چپ کر کے کھڑا تھا۔۔ اب دروازہ کھلا تھا تو اس لڑکی کا دیدار کرتے دل میں بڑی ٹھنڈ سی پڑ گئی تھی ! ! پتہ نہیں ان دونوں کے معاملے میں دائم کا دل کیوں ٹانگ اڑا رہا تھا۔۔

شاید دل کا معاملہ چل پڑا تھا یہاں۔۔ تبھی دل کو تکلیف بھی ہو رہی تھی اور اس لڑکی کے رویے سے فرق بھی پڑ رہا تھا۔۔ اسے اپنی پسند اور محبت کا پتہ بھی تب چلا تھا جب سب کچھ ہاتھ سے نکل گیا تھا۔۔ ظاہر ہے بدلے کا بھوت اُترا تھا تو اب اسے کچھ اور سمجھ میں آرہا تھا۔۔ لیکن اب کوئی فائدہ نہیں تھا۔۔ ! ! اب محض خسارے ہاتھ لگ سکتے تھے ! ! کچھ اور نہ سہی اسے ایک عورت سے بدلہ لیتے وقت یہ سب کچھ سوچنا چائیے تھا۔۔ مشال کا اچھا خاصا نقصان کروایا تھا اس شخص نے ! ! خیر اب کچھ نہیں کر سکتے تھے ! !

"کیا میں اندر آسکتا ہوں؟؟ منت زدہ سے لہجے میں پوچھا گیا۔۔ وہ یہاں پتہ نہیں کس لیے آیا تھا۔ ! ! کونسی دھاڑیں؟؟ کونسی چیخیں؟ کہاں کی گالیاں؟ کہاں کے تھپڑ؟؟ اب تو لہجے میں بھی منت بولتی تھی ! ! ! ایک حادثہ اسے کہاں سے کہاں لے آیا تھا۔۔ ! ! "مشال نے اس کی بات سکتے فوراً ہی دروازے کے ایک طرف اپنا ہاتھ رکھا۔۔ یہ احتیاطی تدبیر تھی کہ کہیں یہ شخص اندر نا آجائے ! ! اسے شکل بھی نہیں دیکھنی تھی دائم کی ! ! اس شخص کے آنکھوں کے سامنے آتے ہی اس کے مندمل ہوئے زخم بھی دکھنے لگے تھے ! ! تمام تکلیفیں، اذیت سب کچھ ایک ساتھ ہی یاد آنے لگا تھا۔۔ ! !

"کیا کرنے آئے ہیں آپ یہاں؟ چلے جائیں یہاں سے ورنہ میں ابھی پولیس کو کال کروں گی۔۔ کوئی رشتہ نہیں ہے آپ کا ہم سے"!! مشال لغاری اپنے خوف کو دباتے نفرت آمیز نظروں سے اسے دیکھتے چیخی!! کسی صورت بھی وہ اس شخص کو گھر کے اندر نہیں آنے دے سکتی تھی!! دائم نے اس کے چیخنے پر بے بسی سے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی!! وہ یہاں مقابل کے فائدے کے لیے ہی آیا تھا۔۔ ورنہ وہ اسے تنگ کرنے کا کبھی نہ سوچتا۔۔ یہ جو تین دن وہ غائب تھا اسی لیے تھا۔۔ اسے کچھ وقت چاہئے تھا۔۔ کچھ ہمت جمع کرنی تھی یہ کام کرنے کے لیے!! اگر مشال اسے ابھی بھی ہاتھ لگا کے دیکھتی تو وہ شخص آگ کی بھٹی کی مانِند سلگ رہا تھا۔۔ یہی حالت تھی اس کی پچھلے تین دنوں سے!! کوئی دیکھنے والا نہیں تھا اسے!! اپنا کیا وہ سہی سے بھگت رہا تھا۔!! آج بھی اسے خبر ملی تھی کہ مشال سپین جا رہی ہے!! وہ بس آخری مرتبہ اسے دیکھنے آگیا تھا۔۔ روک نہیں سکتا تھا وہ اسے!! اپنی سزا وہ پوری طرح بھگتنا چاہتا تھا۔۔!! "میں نے بات کرنی۔۔۔ دائم نرمی سے ابھی کچھ کہتا کہ مشال اس کی بات کاٹ چکی تھی!! وہ کیوں سنتی آخر اس انسان کو؟؟ "مجھے کوئی بات نہیں سننی آپ کی۔۔ بہتر ہے چلے جائیں یہاں سے!! نفرت ہے مجھے آپ سے شدید نفرت!! جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے آپ نے میرا بدلہ خدا لے گا آپ سے!!"۔۔ مشال اس کی بات

کاٹتے پھر سے چیخ اٹھی تھی۔۔ اس کی آنکھوں میں نمی سی جمع ہونے لگی تھی ! ! ہر ظلم یاد آتا تھا اس شخص کا۔۔ وہ ڈیڑھ مہینہ اس کے لیے کسی صدی سے کم نہیں تھا۔۔ قیامت گزری تھی اس پر ! ! دائم نے بے بسی سے اسے دیکھتے ہاتھ سے اپنی سرخ آنکھیں مسلی۔۔ برباد ہو تو گیا تھا وہ ! ! اور کتنا ہی برباد ہوتا؟ وہ تو یہاں اپنے ہی تابوت میں آخری کیل ٹھوکنے آیا تھا۔۔ مقابل کا بنتا تھا ایسی بددعائیں دینا۔۔۔ اس نے بھی ظلم کی انتہا کر دی تھی ! ! مشال کی آنکھوں میں آنسوں آنے لگے تھے ! ! وہ کھڑی رو رہی تھی ! ! کچھ نہیں بچا تھا اس کے پاس ! ! سب کچھ اس بے حس انسان نے اپنی درندگی کی بھینٹ چڑھا کر ختم کر دیا تھا۔۔ ! ! دائم نے ایک ترستی نظر اس کے آنسوؤں پر ڈالتے زکام زدہ سی سانس بحال کی ! ! کاش کہ وہ دونوں ملے ہی نہ ہوتے ! ! خاموشی سے وہ اپنے لرزتے سے ہاتھ کو اوپر کو کرتے اس کے سامنے کر چکا تھا۔۔ یہ وہی ہاتھ تھا جس میں فائلز تھیں ! ! اس کی آنکھیں اور چہرہ بخار کی حدت سے بے حد سرخ تھا۔۔ ! ! آج وہ واقعی میں مرنے کے در پر تھا۔۔ ! ! "یہ کیا ہیں؟ مشال نے اپنے آنسوں صاف کرتے سپاٹ سے لہجے میں پوچھا۔۔ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ ان فائلز میں کیا ہوگا۔۔ ! ! "طلاق کے پیپرز ہیں۔۔ دستخط چاہیے تمہارے ! ! "۔۔ غمزدہ سے لہجے میں رکتی سانسوں کے ساتھ کہتے وہ مسلسل اس کے

چہرے کا دیدار کر رہا تھا۔۔ ! ! پھر پتہ نہیں کب نصیب ہوتا۔۔ البتہ جس طرح وہ یہاں کھڑا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔۔ زندگی میں پہلی مرتبہ اس جوان جہان مرد کو اپنے قدموں پر کھڑے رہنا مشکل لگ رہا تھا۔۔ ابھی تک اس نے خود دستخط نہیں کیے تھے ! ! ہمت ہی نہیں تھی ! ! "مشال نے بے یقینی سے ایک نظر پیپرز کو اور پھر اسے دیکھا۔۔ دائم اتنا شریف کب سے ہو گیا تھا؟؟ اسے یقین کرنے میں کچھ وقت درکار تھا کہ واقعی دائم اسے اتنی شرافت کے ساتھ چھوڑ رہا ہے ! ! خیر جو بھی تھا یہ اس کے لیے ہی اچھا تھا۔۔ ! ! تھوڑا آگے کو ہوتے اس نے جھٹنے کے انداز میں دائم کے ہاتھ سے پیپرز پکڑے ! ! وہ ایک منٹ نا لگاتی اس شخص کے نکاح سے آزادی حاصل کرنے کے لیے ! ! "پین؟ سنجیدگی کے ساتھ ہاتھ آگے کو کرتے پین مانگا گیا۔۔ البتہ وہ پیپرز کو کھولتے انہیں پڑھتے اپنی تسلی کر رہی تھی ! ! یہ واقعی میں طلاق کے پیپرز تھے ! ! دائم نے اس کے ہاتھ کو دیکھتے کندھے اچکائے ! ! اس کے پاس کوئی پین نہیں تھا۔۔ ! ! مشال نے سنجیدگی سے ایک سانس بھرتے ایک نظر لاؤنج کی طرف دیکھا۔۔ وہاں پین پڑا تھا۔۔ ! ! "اعتبار نہیں ہے ویسے آپ پر ! لیکن پھر بھی آجائیں اندر۔۔ میرے سامنے ہی دستخط کر کے جائے گیں آپ بھی ! ! کیونکہ مجھے ایک فیصد بھی بھروسہ نہیں ہے آپ پر ! ! ! مکمل آزادی چاہیے مجھے آپ سے ! ! "نہایت سنجیدگی سے کہتے مشال پیپرز

ہاتھ میں تھامے اندر کی طرف بڑھی ! ! وہ ان پر دیکھ چکی تھی کہ دائم نے ابھی تک دستخط نہیں کیے ! ! ہو سکتا تھا کہ یہ شخص کبھی نا کرتا ؟؟ اسے تو ذرا بھی یقین نہیں تھا۔۔ اسی لیے اب اندر بلاتے وہ اپنے سامنے اس سے دستخط کروانے والی تھی ! ! اتنی تو عقل وہ خود بھی رکھتی ہی تھی ! ! دائم ایک نظر اُداس مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھتے اندر داخل ہوا۔۔ مقابل کا اعتبار کرنا بنتا بھی نہیں تھا۔۔ کیا پتہ اب اس کے اندر ہمت آجاتی ! ! ورنہ یہ سچ تھا کہ وہ کبھی ان پیپرز پر سائن نہیں کر سکتا تھا۔۔ اس میں ہمت ہی نہیں تھی ! ! اندر کی طرف بڑھتے وہ اُداس مسکراہٹ کے ساتھ اس کی پشت کو دیکھ رہا تھا۔۔ ! پتہ نہیں وہ اس نازک جان پر اتنا سخت کیوں ہو گیا تھا ؟؟ ایک بدلے نے اسے برباد کر دیا تھا۔۔ ! ! ایسا ہی ہوتا ہے بدلے کا جنون ! ! انسان کو انسان نہیں رہنے دیتا وہ ! ! بعد میں ایسے ہی خسارے ہاتھ لگتے ہیں ! ! ایک بدلہ اور حسد انسان کی دنیا ! ! اور آخرت دونوں برباد کرنے کا ہنر رکھتے ہیں

مشال لغاری لاؤنج کی طرف جاتے ٹیبل پر سے پین اٹھاتے سنجیدگی کے ساتھ صوفے پر بیٹھی ! ! اس کے دل میں کوئی دور دور تک بھی چھوٹا سا بھی مقابل کے لیے کوئی جذبہ نہیں تھا۔۔ دور دور تک محض نفرت تھی ! ! وہ بس آزادی چاہتی تھی اس نام سے ! !

اب تو سوچ کر بھی گھٹن ہوتی تھی کہ وہ دائم کے نکاح میں ہے ! ! مسئلہ پیسوں کا یا حیثیت کا نہیں تھا۔۔ دائم اب اس سے زیادہ امیر تھا۔۔ نا اس نے کبھی یہ سوچا تھا۔۔ نکاح میں آتے وقت بھی اس کے دل میں کوئی ایسی بات نہیں تھی ! ! مسئلہ سارا عزت کا تھا۔۔ مقابل اگر اسے عزت دیتا تو وہ بھی اس کے ساتھ خوش رہتی ! ! لیکن اس شخص نے درندگی کی حد کر دی تھی۔۔ سارا مسئلہ ہی اسی چیز کا تھا۔۔ سب سے پہلے اس نے آبان کی قید میں بہت کچھ سیکھا تھا۔ سدھر تو وہ اسی دن چکی تھی جب اسے اپنے گھر والے بھی اِرد گرد نظر نہیں آرہے تھے اور اوپر صرف اللہ نظر آیا تھا۔۔ خوف اسے اُسی دن اوپر والے سے شدید آیا تھا۔۔ آبان کی قید میں اس نے بہت کچھ سیکھا تھا۔۔ لیکن وہاں کم از کم اسے دن رات گالیاں نہیں پڑتی تھیں ! ! کوئی ہاتھ اٹھانے والا نہیں تھا۔۔ حالانکہ اس نے آبان خان کو گولیاں ماری تھیں ! ! وہ چاہتا تو ہر طرح سے اس سے بدلے نکال سکتا تھا۔۔ لیکن اس میں بدلے کی چاہ نہیں تھی ! ! وہ سب کو معاف کر چکا تھا۔۔ جس نے برا کیا تھا خدا انہیں خود ہی دکھا رہا تھا۔۔ اور دائم کی قید میں تو خیر اس نے ایک مرد کی وحشت دیکھی تھی ! ! مرد کی انتہائی غلاظت بکتی زبان دیکھی تھی ! ! اس سے وہاں سے بدلہ لیا گیا تھا جہاں اس نے کسی کا کچھ بگاڑا بھی نہیں تھا۔۔ ! ! جس کا بگاڑا تھا وہ تو سب ہی معاف کر چکے تھے ! ! فائزہ بھی اور آبان

بھی ! ! وہی دونوں تو تھے بس۔۔ اور کسی سے کبھی زبانی بدتمیزی کے علاوہ اس نے کسی کا کچھ نہیں بگاڑا تھا۔۔ ! ! لیکن یہاں تو پتہ نہیں دائم نے کس کس چیز کا بدلہ نکالا تھا ! ! اس سے

دائم بھی اس کے پاس آتے اس کے ساتھ رکھے صوفے پر ہی بیٹھا۔۔ وہ بے بسی سے اسے دیکھتے پیپرز کو دیکھ رہا تھا۔۔ مشال کی نظریں بھی پیپرز پر ہی تھیں ! ! "میں سائن کر رہی ہوں فوراً ہی آپ بھی کر کے جائے گیں ! !".. مشال نے سنجیدگی کے ساتھ ایک نظر اسے دیکھتے پھر سے تنبیہ کی ! ! اسے یقین نہیں تھا اس شخص پر ! ! دائم نے نظریں جھکائے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ اس کا دل بند ہونے کو تھا۔۔ کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ آخر کیا کرے ! ! اپنی غلطی وہ خود بھی مان رہا تھا تبھی ہی یہاں خاموشی سے بیٹھا تھا۔۔ ! ! مشال نے پین کو کھولتے پیپرز کو دیکھتے اپنے سائن کرنے والی جگہ دیکھی ! ! وہ سامنے ٹیبل کو تھوڑا آگے کو سرکاتے اس پر پیپرز رکھ چکی تھی ! ! وہاں وہ سہی سے سائن نہیں کر سکتی تھی ! ! تھوڑا آگے کو جھکتے دھڑکتے دل کے ساتھ وہ ابھی ان پر سائن کرتی کہ دائم نے تیزی سے آگے کو ہوتے ان پیپرز پر اپنا ہاتھ رکھا۔۔ اس کا دل بند ہو جاتا۔۔ بے ساختہ ہی اسے سانس لینے میں مشکل پیش آنے لگی تھی ! ! اپنے

دل کی حالت سے وہ بہت اچھے سے واقف تھا۔۔ اس میں تو اتنی بھی ہمت نہیں بچی تھی کہ وہ اس لڑکی کو بھی دستخط کرتے ہوئے دیکھ لیتا۔۔ جدائی کے کاغذات بنوا کر پچھتا رہا تھا وہ ! ! اب برداشت سے باہر تھا سب کچھ ! ! اس کی آنکھیں شدید سرخ ہوتے ان میں پانی سا جمع ہونے لگا تھا۔۔ وہ آج واقعی میں مرجاتا۔۔ ! ! مشال نے اس کے ہاتھ کو ایک نظر دیکھتے سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔ اب کیا مسئلہ تھا آخر اس شخص کو؟؟

! ! اِک دم بچھڑنا ممکن نہیں ہے اے ہمنشیں"

میری مانو تو جدائی کی کچھ قسطیں بنا لیتے ہیں"۔۔

بے بسی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے دائم نے کرب سے یہ شعر پڑھا۔۔ اس کے لہجے میں کرب بول رہا تھا۔۔ وہ بلکل کھوکھلا ہوا پڑا تھا اندر سے ! ! ہاتھ اب تک پیپرز پر ہی تھا۔۔ ! ! جبکہ آنکھوں کی نمی گہری ہونے لگی تھی ! ! "کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں آپ آخر؟؟ خود ہی ہر طرح کا ظلم ڈھا کر خود ہی مظلوم بن رہے ہیں ! ! میرا قصور کیا ہے جو آپ نے میری زندگی حرام کر دی ہے ! ! ہاتھ ہٹائیں مسٹر دائم حسین۔۔ میں مزید آپ کے تماشے برداشت نہیں کر سکتی ! ! " دبی دبی آواز میں چیختے ہوئے کہتے وہ خود بھی

رونے لگی تھی ! آخر میں لہجہ بلکل سپاٹ ہو گیا تھا۔۔ وہ اس کی آنکھوں میں آنسوں اور اس کی حالت بخوبی دیکھ رہی تھی ! ! مگر اب اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کسی بھی چیز سے ! ! کبھی اس پر رحم نہیں کیا گیا تھا آج وہ بے حس ہو گئی تھی ! ! "معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے؟" دائم نے برستی آنکھوں کے ساتھ بہت اُمید سے سوال داغا۔۔ وہ زندگی میں دوسری مرتبہ رو رہا تھا۔۔ اور دوسری مرتبہ بھی وجہ عورت ہی تھی ! ! پہلے کبھی وہ آیت کے لیے رویا تھا۔۔ اب وہ مشال کے لیے روتا تھا۔۔ ! ! ہاتھ اب تک پیپرز پر ہی تھے ! ! "نہیں ہرگز نہیں۔۔ آپ نے کیا تھا معاف؟ یاد ہے اسے درندگی دکھاتے تھے آپ دن رات؟؟ اپنی گالیاں اور الفاظ آپ کو یاد نہیں ہونگے لیکن مجھے یاد ہیں ! ! میر۔۔۔ میرے جسم پر آپ کی درندگی کے نشانات اب تک ہیں۔۔ کیا معاف کیا جا سکتا ہے آپ جیسے شخص کو؟؟ خود سوچیں ایک مرتبہ ! ! جب آپ سب حنان کو معاف نہیں کر سکتے تھے تو مجھ سے بھی معافی کی اُمید مت رکھیں ! ! آپ جیسے اور حنان جیسے لوگ معافی کے قابل نہیں ہوتے ! ! آیت کے لیے آج تک آپ کے دل سے حنان کی نفرت نہیں مٹی ہوگی ! ! ایک مرتبہ مجھے رکھ کر سوچیں اس کی جگہ ! ! کس منہ سے معافی مانگ رہے ہیں آپ؟؟" مشال لغاری روتے ہوئے پھٹ پڑی تھی ! ! کس منہ سے معافی مانگ رہا تھا یہ انسان آخر اس سے؟؟ وہ ساری زندگی بھی اسے معاف نہ کرتی ! ! وہ شدید

روئے لگی تھی ! ! پتہ نہیں کیوں اسے رونا آرہا تھا۔۔ ! ! "دائم اپنی آنکھیں مسلتے انہیں صاف کرتے صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ وہ ایک قدم چل کر اس کے پاس آتے اس کے ساتھ ہی بیٹھ چکا تھا۔۔ مشال روتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ پیچھے نہیں ہوئی تھی وہ ! ! وہ دیکھنا چاہتی تھی یہ انسان کیا کرے گا۔۔ ! ! دائم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے اس کے گھٹنوں سے نیچے پاؤں پر رکھا۔۔ وہ یہ بھی کرنے کو تیار تھا۔۔ کونسی انا؟ ! کہاں کی عزت؟ سب کچھ سو گیا تھا کہیں۔۔ اور قسمت بھی ایک سائڈ پر کھڑی مسکرا رہی تھی ! ! "میں پاؤں پکڑ کر معافی مانگتا ہوں تمہارے ! ! خدا کے لیے معاف کر دو مجھے ! ! غلطیاں سب سے ہوتی ہیں۔۔ مجھے۔۔ مجھے چین نہیں ملتا۔۔ تمھیں خدا کا واسطہ ہے مشال میرے اوپر یہ ظلم مت کرو ! ! ایک موقع دے کر دیکھ لو بس ! ! ! میں بدلے کی آگ میں اندھا ہو گیا تھا۔۔ ! دائم نے نظریں جھکائے آنسوؤں سے روتے ہوئے پھر سے اپنے کیے کی معافی مانگی ! وہ نہایت شرمسار تھا۔۔ اور لگ بھی رہا تھا۔۔ ! ! وہ اس کے پیر پکڑے معافی مانگ رہا تھا۔۔ برداشت سے باہر ہو رہا تھا سب کچھ ! ! "مشال نے شدید روتے ہوئے جھٹکے سے اپنے پیر کو سائڈ پر کرتے ایک ہچکی سی بھری ! ! کبھی سوچا نہیں تھا اس نے کہ یہ دن بھی دیکھنے کو ملے گا۔۔۔ صبر ضائع نہیں گیا تھا اس کا۔۔ ! ! اپنے آنسوں صاف کرتے وہ واپس سے پین کو اپنے ہاتھ میں پکڑتے

پیپرز کو اس کی پہنچ سے دور کر گئی تھی ! ! آنکھوں سے شدید آنسوں روانہ تھے ! ! "جائیں کیا معاف ! ! مسٹر دائم حسین میں نے آپ کی ہر زیادتی کے لیے آپ کو معاف کیا۔۔ لیکن پھر بھی میں آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی ! ! آج آپ آئے بھی ہیں تو محض اپنے ہی چین کے لیے ! ! میرے معاف کرنے سے اگر آپ کو چین ملتا ہے تو جائیں کر دیا معاف میں نے ! ! آزمائے ہوئے کو آزمانا بیوقوفی ہے ! ! میں طلاق تو پھر بھی لوں گی۔۔ کیونکہ غلطیاں معاف کی جا سکتی ہیں ذلت کے تماچے نہیں ! ! آپ کی اور میری منزل جدا ہے ! ! میں پھر بھی آپ کو معاف کر رہی ہوں تو صرف خدا کی رضا کے لیے ! ! اچھا ہوگا آج کے بعد ہمارے راستے کبھی نا ملیں ! ! " اپنے آنسوں صاف کرتے سپاٹ سے انداز میں کہتے اس نے پیپرز کو پکڑتے ایک ہی جست میں جھٹکے سے ان پر سائن کیے ! ! یہ اس نے اتنی جلدی کیا تھا کہ دائم روک بھی نہیں سکا تھا۔۔ ! ! دائم بے بسی سے بھیگی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ معافی تو مل گئی تھی لیکن وہ اس لڑکی کو ہار گیا تھا۔۔ ! ! اس کا دل بند ہونے کو تھا۔ وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھا بس ! ! مشال نے پیپرز کو اس کے سامنے کرتے پین بھی اس کے آگے کیا۔ ! ! "سائن کریں ان پر اور آزاد کریں مجھے ! ! میری فلائٹ کا ٹائم ہو رہا ہے نکلنا ہے مجھے ! ! آپ جیسے شخص کے نام پر تو عدت کرنے کا بھی دل نہیں کر رہا۔۔ لیکن بے فکر رہیں ! ! سپین جا کر عدت کی

مدت پوری تو کرنی ہی ہے ! ! اس سے پہلے میرے بس میں نہیں ہے ! ! "۔۔ اس کے آگے پین کو کرتے سپاٹ سے انداز میں کہا گیا۔۔ ابھی تو نکلنا تھا۔۔ لیکن عدت بھی تو کرنی ہی تھی ! ! وہ مجبوری کے تحت سپین جا کر ہی کرتی ! ! "تم جاؤ۔۔ میں کر دوں گا سائن۔۔۔ ! ! دائم نے اپنی آنکھیں صاف کرتے اسے ٹالنا چاہا۔۔ وہ ابھی مرنا نہیں چاہتا تھا۔۔ یہ اس کے لیے موت کے برابر ہی تھا۔۔ ! ! "پاگل سمجھا ہوا ہے کیا مجھے؟ ایک عرصہ گزارا ہے آپ کے ساتھ مسٹر دائم ! ! آپ کی رگ رگ سے واقف ہوں میں ! ! ابھی میری آنکھوں کے سامنے سائن کرے گیں آپ ! ! پکڑیں اسے ! ! " سنجیدگی کے ساتھ اس کے ارادوں پر پانی پھیرتے مشال نے زبردستی اس کے ہاتھ میں پین تھمایا۔۔ بے عقل یا بچی نہیں تھی وہ ! ! شعور تھا اس میں ! ! یہ جانتی تھی کہ اگر وہ آج ایسے ہی چھوڑ دیتی تو ساری زندگی اسی کے نکاح میں رہتی ! ! "مشال مجھے ایک موقع دے دو پلیز ! ! میں وعدہ کرتا ہوں اب کبھی تمہارے ساتھ کچھ برا نہیں کروں گا۔۔ تم۔۔ تم جیسے کہو گی میں ویسے بن جاؤں گا۔۔ تم ایک موقع دے کر تو دیکھو ! ! " بے بسی سے دائم اس کے ہاتھ کو پکڑتے منت سماجت کر رہا تھا۔۔ وہ نہیں چھوڑ سکتا تھا اسے ! ! وہ آخر کیوں آگیا تھا ادھر ! ! اسے پچھتاوا ہو رہا تھا۔۔ لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔۔ ! ! "آپ کو معاف کر دیا ہے کافی ہے میرے لیے ! ! بہتر ہے اب سائن

کریں۔۔ آپ کی سزا ہے یہ کہ ساری زندگی میں آئندہ کبھی آپ کو میسر نا رہوں ! ! آپ صرف میرا وقت ضائع کر رہے ہیں ! ! جلدی سائن کریں ! !" وہی سپاٹ انداز۔۔ معاف کر دیا تھا یہی بہت تھا۔۔ لیکن وہ اس کے پہلے کیے گئے ظلم کبھی نہیں بھول سکتی تھی ! ! وہ اٹھی ہوئی گردن کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی ! ! دائم نے ایک نظر اسنے ہاتھ میں موجود پین کو دیکھا۔۔ مقابل ماننے والی نہیں ہے اب اسے اندازہ تھا۔۔ ! ! ایک آخری محبت بھری نظر اس پر ڈالتے وہ لرزتے ہاتھوں سے پیپرز کو اسنے ہاتھ میں پکڑ چکا تھا۔۔ وہ دستخط کر دیتا۔۔ پھر چاہے جان ہی کیوں نہ چلی جاتی ! ! جدائی کے یہ کاغذات اسے اُٹھانے میں بھی بہت بھاری لگ رہے تھے ! ! "ایک آخری مرتبہ تمہارے ماتھے پر محبت بھرا لمس چھوڑ سکتا ہوں میں؟ پلیز انکار مت کرنا۔۔ آخری مرتبہ اتنا احسان کر دو مجھ پر ! ! !" سائن کرنے سے پہلے منت کی گئی ! پتہ نہیں اب اسے کیا سوجی تھی۔۔ لیکن وہ واقعی میں اسے محسوس کرنا چاہتا تھا۔۔ پھر تو زندگی میں کبھی موقع نا ملتا۔۔ ! ! "آپ کو لگتا ہے عزت راس نہیں ہے۔۔ جس لمس کو آپ محبت سے بھرپور کہہ رہے ہیں وہ میرے لیے کسی سانپ کے ڈسنے کے برابر ہے ! ! سائن کریں اور جائیں یہاں سے ! ! میں کبھی زندگی میں اب آپ کا لمس برداشت نہ کروں ! ! پہلے ہی آپ کی وحشت نے میری روح تک پر گہرا اثر چھوڑا ہے ! !" نفرت سے اسے

دیکھتے وہ اب بے رحم ہو رہی تھی۔۔ مقابل کے آنسوؤں پر بھی رحم نہیں آرہا تھا اسے ! ! کیا وہ شخص رحم کھانے کے قابل تھا؟؟ "دائم نے ایک بے بسی بھری نظر اس پر ڈالتے لرزتے ہاتھوں کے ساتھ دھیمے سے اپنے سائن کرنے شروع کئے ! ! دل پھٹنے کو تھا۔۔ آنسوؤں سے طلاق نامہ بھیگ رہا تھا۔۔ ہاتھ لرز رہے تھے ! ! کیا اتنا مشکل ہے جدا ہونا کہ وہ ایک لمبا چوڑا مرد بھی رو پڑا تھا؟؟ خود کو کمزور محسوس کر رہا تھا۔۔ ! ! کبھی اس نے رحم نہیں کھایا تھا۔۔ آج اس پر رحم نہیں کیا جا رہا تھا۔۔ مقابل کے ماتھے پر آخری مرتبہ لب رکھنے کی حسرت بھی وہ دل میں ہی کہیں دبا چکا تھا۔۔ طلاق ہو چکی تھی ! ! دائم کے دستخط ہو گئے تھےپیپرز پر ! ! اس کے سائن ایسے تھے جیسے کسی چھوٹی بچے سے زبردستی ہاتھ پکڑ کر کچھ لکھوایا گیا ہو ! ! اپنی جیب سے چند نوٹ نکالتے وہ ان پیپرز کے ساتھ ہی سامنے موجود ٹیبل پر رکھ چکا تھا۔۔ ! ! پہلے حق مہر دینے کا خیال نہیں آیا تھا اسے ! ! ہاں لیکن اب وہ زیادہ ہی ایسے سامنے ٹیبل پر رکھ گیا تھا۔۔ ! ! ! مشال نے ایک بھیگی سی نظر اس پر ڈالتے اپنی نظریں پھیری ! ! ایک کا دل بند ہو گیا تھا تو دوسری کا بے ساختہ ہی سکون میں آگیا تھا۔۔ ! ! جان چھٹی تھی اس کی دائم نامی شخص سے ! ! ساری زندگی دوبارہ کسی مرد کو اپنی زندگی میں نا لانے کا پکا عزم تھا اس کا۔۔ ایک حادثہ ہی کافی تھا زندگی کے لیے ! ! ویسے بھی وہ اب کسی کو اولاد تو

دے نہیں سکتی تھی ! ! کوئی بھی مرد ایسی عورت کو قبول کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔۔
اسے خود کو بھی اب کسی کی زندگی میں نہیں جانا تھا۔۔ وہ اپنا اکیلے جی سکتی تھی ! !
"خوش رہو ہمیشہ ! ! میری کہیں بھی ضرورت پڑے بلا جھجھک ایک آواز دے لینا
بس ! ! تمھیں یہ غلام اپنے پاس ملے گا۔۔ زندگی میں نہیں رہی تو کوئی نہیں ! ! اس دل کی
پہلی مسند پر تم ہو اور آئندہ زندگی بھی تم ہی رہو گی ! ! تمھیں کبھی نہیں بھول سکتا
میں ! ! دیر سے ہی سہی لیکن احساس ہوا ہے کہ بے شمار محبت ہے تم سے ! ! ساری
زندگی تمہارے نام ! ! ہو سکتا ہے آخرت میں معافی مل جائے مجھے اور پھر سے مجھے
تمہیں سونپ دیا جائے ! ! میں موت کا انتظار کر سکتا ہوں ! ! بلکہ میں قیامت کا انتظار کر
سکتا ہوں ! ! اس جہان میں نہ سہی اگلے جہاں میں ہی سہی ! !" سامنے دیکھ کر اپنے سینے
کو رب کرتے دائم صوفے سے کھڑا ہوا۔۔ اس کی آنکھوں سے شدت کے ساتھ آنسوں
برس رہے تھے ! ! اسے اپنے دل والی سائڈ پر شدید قسم کا درد اٹھتا محسوس ہو رہا تھا۔۔
اگر کچھ دیر اور رکتا تو یہی جان کی بازی ہار جاتا۔۔ ویسے بھی اب تو زندہ رہنے کا بھی کوئی
فائدہ نہیں تھا۔۔ بنا اس کی طرف دیکھے وہ آگے کی طرف بڑھ رہا تھا کہ مشال کی آواز سنتے
وہ ایک مرتبہ پھر رک چکا تھا۔۔ ! ! بات ہی ایسی کر دی تھی اس لڑکی نے ! ! "میری
دعا ہے کہ اب کبھی آخرت میں بھی ہمارا سامنا نہ ہو ! ! دنیا میں ایک مرتبہ بھگت چکی

ہوں آپ کو ! ! مجھے یقین ہے آخرت میں بھی میرے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے گی ! ! خدا معاف کرنے والا ہے۔۔ میں نے بھی کر دیا آپ کو۔۔ لیکن یہاں کی یا آخرت کی زندگی میں دوبارہ کبھی میں آپ کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی ! ! "۔۔ نہایت سنجیدگی سے کہتے ایک بھیگی سی نظر اس کی پشت اور ڈالتے وہ صوفے سے اٹھتے تیز تیز قدموں سے اندر کی طرف بڑھی ! ! اب ہمت ختم ہو رہی تھی۔۔ اب ایسا لگتا تھا وہ رکی تو یہیں دھاڑیں مار کر رو دے گی ! ! وجہ طلاق نہیں تھی۔۔ وجہ وہ ظلم تھے جو اسے ایک ایک یاد آرہا تھا۔۔ وجہ نازک گال پر پڑنے والا تھپڑ تھا جس کی گونج اب بھی اسے اپنے کانوں میں گونجتی محسوس ہوتی تھی۔۔ وجہ وہ گالیاں تھیں جو آج تک اسے خود سے گھن کھانے پر مجبور کر دیتی تھیں ! ! ایک ایک گالی یاد تھی اسے ! ! وجہ ذلت، دھتکار تھی جس سے اسے چھٹکارا تو مل گیا تھا لیکن اس کی روح تک گھائل ہو گئی تھی ! ! ہر عورت کو اتنا مضبوط تو ہونا چاہیے کہ جہاں آپکی عزت نہ ہو وہاں سے چھٹکارا حاصل کر سکیں ! ! ہر عورت کو اس قابل لازمی ہونا چاہیے ! ! "پیچھے دائم ایک نظر اس کی پشت کو دیکھتے روتے ہوئے اپنے سینے کو رب کرتے تیز تیز قدموں سے باہر کی طرف بڑھا۔۔ راستے جدا ہو گئے تھے ! ! اسے شدید تکلیف ہو رہی تھی ! ! ایسا لگتا تھا کسی بھی وقت جان نکل جائے گی ! ! اس سے غلطی ہوئی تھی جس کی معافی بھی مل گئی تھی۔۔ لیکن پھر آپ کی

عزت نفس یہی کہتی ہے کہ دوبارہ ایسے شخص کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں ! ! یہی مشال نے کیا تھا۔۔ اب راستے جدا تھے تو جدا ہی سہی ! ! باہر کو پہنچتے دائم کے قدم اپنی گاڑی کے پاس جاتے رکے ! ! وہ جیسے چل پا رہا تھا یہ تو وہی جانتا تھا۔۔ بخار کی حدت بڑھتی جا رہی تھی۔۔ دل پھٹنے کو تھا۔۔ ! ! ایک بے بسی بھری نظر آسمان پر ڈالتے اس نے چیختے ہوئے اپنا ہاتھ بے دردی سے سامنے موجود گاڑی پر مارا۔۔ تھی ہاتھ کبھی بلا جھجھک بنا کسی پچھتاوے کے عورت ذات پر اٹھ جاتا تھا۔۔ آج وہ اسی ہاتھ کو بڑی بے رحمی سے گاڑی پر مارتا ہی جا رہا تھا۔۔ اتنی ہی اذیت میں تھا وہ ! ! اس کے ہاتھ سے خون رسنے لگا تھا۔۔ لیکن ہوش ہی کہاں تھی اب؟؟ اب بھگتنے کا وقت تھا۔۔ جو کہ وہ بہت اچھے سے بھگت بھی رہا تھا۔۔ ! ! اب تو خدا ہی اس پر رحم ! ! کرتا۔۔

غلطیاں معاف کی جاتی ہیں۔۔ ذلت کے تماچے نہیں۔۔ دھتکار، اذیت، نکاح جیسے " مقدس رشتے میں آئے شخص کا ظلم، مردوں کی غلاظت بکتی زبانیں، حقارت بھرا لمس، روح کو گھائل کرنے والی دن رات کی قربت، کوڑوں کی طرح برستی مرد کی بے رحم قربت، نکاح میں آنے کے باوجود اگر آپ کو یہ سب کچھ مل رہا ہے تو ایسے انسان کے

ساتھ رہ کر یہ خود پر ظلم کے سوا اور کچھ نہیں ! ! عزت نفس سے بڑھ کر کچھ نہیں ہوتا۔۔ معاف کریں اور آگے بڑھیں۔۔اس شخص کے ساتھ نہیں۔۔ بلکہ اُسے چھوڑ کر ! ! یہی اس کی سزا ہے کہ وہ ہیرا گنوا کر ساری زندگی ترستا رہے ! ! جو لوگ خود کو خدا سمجھ کر خود ہی دوسروں کو اُن کے گناہوں کی سزا دینے بیٹھ جاتے ہیں اُن کا پھر ایسا ہی انجام ہوتا ہے ! ! یہی مکافات عمل ہے ! ! خدا ہم سب کو دائم حیسے مردوں سے محفوظ رکھے ! ! بعد میں پچھتاوے کسی کام کے نہیں ہوتے ! نقصان عورت کا ہو چکا ہوتا ہے ! ! عورت جیسی بھی ہو نکاح میں آنے کے بعد عزت کے قابل ہوتی ہے ! ! ہم کوئی نہیں ہوتے کسی کو اس کے ماضی پر جج کرنے والے ! ! خدا اپنے گنہگاروں سے خود ہی سوال کرنے والا ہے ! ! بہتر ہے دوسروں کو اُن کے گناہوں کی سزا دینے سے پہلے خود ! ! کے گریبان میں جھانکا جائے

104/2

یہ ایک خوشگوار دن تھا جب ہر طرف آج پھر بارش ہو رہی تھی ! ! کراچی میں دسمبر کی بارشوں کا نیا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔۔ آئے دن ہی اب تو ایسے ہی بارشیں جم کر برستی

تھیں ! ! اسے میں خان ولا کی بھی در و دیوار بارش سے بھیگی ایک خوبصورت منظر دے رہی تھیں ! ! درختوں سے پانی ٹپکتے ایستھیٹک قسم کی وائب دے رہا تھا۔۔ پورا لان بارش میں بھیگا تھا۔۔ یہ وقت بھی قریباً مغرب کے پاس کا تھا۔ ! ! لیکن موسم اور شدید کالی گھٹاؤں کی وجہ سے ایسا لگتا تھا جیسے ابھی رات ہو رہی ہو ! ! آئے دن ہی اب تو اسے ہی ہوتا تھا۔۔ ! ! گھر میں بہت تھوڑے لوگ ہی تھے اس ٹائم ! ! دا جان کے کسی قریبی رشتے دار کے ہاں فوتگی ہو گئی تھی تو دا جان اور باقی بزرگ وہیں پر گئے تھے ! ! راحیل اور مدحا لندن میں ہی تھے ! ! ان کا اِرادہ اگلے ہفتے تک واپس آنے کا تھا۔۔ ! ! بالاج خان اور ماورا بھی باہر برستی بارش کو انجوائے کرتا کچھ کھانے پینے گئے تھے ! ! گھر میں صرف اس وقت آبان خان ، درفشاں اور ہیر شاہ ہی موجود تھے ! ! درفشاں کی طبیعت بہت نازک حالت پر تھی۔۔ اسی لیے اب آبان کو گھر پر ہی رکنا پڑتا تھا۔۔ ! ! کسی بھی وقت ایک ننھا سا مہمان یہاں بھی آسکتا تھا۔۔ ! ! سب کو ہی اس کا شدت سے انتظار تھا۔۔ ! ! ان سب نے تو لڑکی یا لڑکا آنے کی صورت میں نام بھی سوچ کر رکھا ہوا تھا۔ اکثر ہی جب سارے مل کر بیٹھتے تو ٹاپک آبان کا بیٹا یا بیٹی ہی ہوتے تھے ! ! سب بہت ایکسائٹڈ تھے ! ! اس وقت بھی درفشاں اور آبان دونوں اپنے کمرے میں ہی تھے ! !

جبکہ ہیر شاہ نیچے اپنے کمرے میں بیٹھی بوریت سے پھر سے باہر بارش کو دیکھ رہی تھی ! !
اکثم ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر سے پتہ نہیں کیا لینے نکلا تھا۔۔ ورنہ وہ بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ اس وقت سفید رنگ کے خوبصورت سے فراک جو اس کے پیروں کو چھو رہا تھا اس میں ملبوس نیچے چوڑی دار پجاما پہنے ہوئے تھی ! ! پیچھے گلے پر ڈوریاں لگی تھیں ! ! یہ فل صرف وائٹ کلر کا ہی بے حد سادہ اور خوبصورت سا فراک تھا۔۔ ! ! اُوپر دوپٹے کو سلیقے سے گلے میں ڈالے وہ واقعی میں آج قیامت ڈھا رہی تھی۔۔ جب سے اکثم نے کچھ سمجھانا شروع کیا تھا وہ تب سے ہی اس کے کہے کے مطابق خود کو بن سنوار کر رکھتی تھی تاکہ لگے بھی کچھ کہ وہ شادی شدہ ہے ! ! شادی شدہ زندگی میں ساری ایفرٹس صرف مرد کی نہیں ہوتی۔۔ عورت کا بھی کچھ ہاتھ ہوتا ہے ! ! اکثم اپنے مطابق اور وہ اپنے دونوں ہی اس رشتے کو نبھانے کی کوشش کر رہے تھے ! ! اور یہ اس کوشش بھی کامیاب بھی ٹھہرے تھے ! ! بھگت حد تک اب دونوں میں ایک اٹیچمنٹ سی ہونے لگی تھی ! ! اکثم خان شام میں آتا تھا اور وہ دونوں ہی چھت پر جا کر ڈھیروں باتیں کرتے تھے ! ! ہیر اس کے لیے کچن میں بھی جانے لگی تھی ! ! وہ لڑکی جو کسی سے بولتی نہیں تھی جسے کسی سے کوئی غرض ہی نہیں تھی آج وہ ایک لڑکے کی زندگی میں خود کو ایڈجسٹ کرنے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی ! ! جب اسے وہ عزت مل رہی

تھی جیسی وہ چاہتی تھی تو پھر کیوں ہی وہ واویلا کرتی؟؟ عزت کی خاطر مر مٹ جانے والی لڑکی تھی وہ!! وہی مل رہی تھی تو اب کسی اور چیز کی غرض ہی نہیں رہی تھی!! !! اب اسے صرف اپنی شادی شدہ زندگی کو ایک اچھا موڑ دینا تھا۔۔ اکثم کے ساتھ مسلسل باہر بارش کو دیکھتے وہ دماغ میں کچھ سوچتے مسکراتے ہوئے صوفے سے اٹھی۔۔ کوئی بھی گھر نہیں تھا۔۔ اکثم بھی چلا گیا تھا۔۔ درفشاں اور آبان اپنے کمرے میں ہی تھے!! یہ سب سے بہترین موقع تھا جب وہ پتہ نہیں کتنے ہی عرصے بعد اپنا خواب پورا کر سکتی تھی!! مسکراتے ہوئے اٹھتی جوتے پاؤں میں پہنتے باہر کی طرف بڑھی! اپنے گھر میں تو جب بھی بارش آتی تھی تب ہی اس کا یہی کام ہوتا تھا۔۔ لیکن آج پہلی مرتبہ وہ یہاں یہ کام کرنے والی تھی! اتنی ہمت صرف اس وجہ سے آئی تھی کہ گھر پر کوئی نہیں تھا۔۔ مسکراتے ہوئے اپنے کمرے کا دروازہ کھولتے وہ باہر کی طرف بڑھی!! پتہ نہیں اب اس لڑکی کو کیا سوجی تھی!! لیکن یہ تھا کہ جو بھی سوچا تھا وہ خوش ضرور ہو گئی تھی۔۔ بوریت مٹانے کا ایک طریقہ مل گیا تھا اسے!! ایک نظر پورے لاؤنج میں دوڑاتے وہ دبے قدموں باہر لان کی طرف چلی۔۔ بارش زور پکڑ چکی تھی!! سردی بھی شدید تھی مگر یہاں فکر کسے تھی بھلا؟؟ یہ سب اس کے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی!!

مسکراتے ہوئے تیزی سے لان کی طرف جاتے اس نے بے ساختہ ہی ایک جھرجھری سی لی۔۔یہاں ٹھنڈ اس کی سوچ سے زیادہ تھا۔۔ حالانکہ ابھی وہ بارش میں بھی نہیں گئی تھی ! ! "یا اللہ پلیز کچھ دیر کے لیے کوئی بھی گھر میں نہ آئے ! ! " ایکسائٹڈ سے انداز میں اوپر کی طرف دیکھتے دعا کرتے وہ آگے کی طرف بڑھی ! ! وہ دیکھ بھال کر لان کے اس طرف جا رہی تھی جہاں نہ تو آبان کی بالکنی سے کچھ نظر آئے اور نہ ہی گارڈز کی طرف سے ! ! اب اتنی تو احتیاط بنتی ہی تھی ! ! ہاں لیکن کوئی بھی گھر میں داخل ہوتا تو اُس نے گاڑی اندر جاتے وقت پہلے یہیں سے گزرنا تھا۔۔ اسی لیے اس نے دعا کی تھی کہ کوئی نہ آئے ! ! ورنہ سب کیا سوچتے اس کے بارے میں؟؟ آگے کی طرف بڑھتے اس نے ایک نظر آسمان کی طرف دیکھتے مسکراتے ہوئے اپنی بانہیں پھیلائی ! ! ہاں اسے بہت شوق تھا بارش میں ڈانس کرنے کا۔۔ ! ! وہ عام سا ڈانس نہیں کرتی تھی۔۔ اس کے باقاعدہ کلاسز لی تھیں ڈانس پریکٹس کی ! ! وہ بہت مہارت رکھتی تھی اس چیز میں ! ! اور بھی بہت سی چیزوں کا شوق تھا اسے جن میں گن چلانا بھی انہی میں شامل تھا۔۔ اس لڑکی کو گن بھی بہت اچھے سے چلانا آتی تھی ! ! نشانہ چوکتا نہیں تھا اس کا۔۔ اور یہ شوق گھر والوں سے چھپ کر پورا کیا جاتا تھا۔۔۔ حدائق کو پتہ تھا اور وہ دوسروں کو ہر اُلٹے کام میں سپورٹ نا کرے ایسے کیسے ہو سکتا تھا بھلا؟؟ حدائق کی شّے پر ہی اس نے

گن چلانا سیکھی تھی ! ! جہاں حدائق تھوڑا کڑوا ہو جاتا تھا وہاں اس سے اچھا بھی کوئی نہیں تھا۔۔ لیکن خیر اس کا فیورٹ بھائی تو پھر بھی ماہ دیر ہی تھا۔۔ وجہ ماہ دیر کی نرم مزاجی تھی۔۔ اور کچھ وہ سب سے بڑا بھی تھا تو اس وجہ سے ! ! کچھ ہی منٹوں میں کھڑی وہ پوری کی پوری بھیگ چکی تھی ! ! یہ تو شکر تھا کہ اس کے ہاتھ میں موجود موبائل واٹر پروف تھا۔۔ ! ! بارش اپنے عروج پر تھی ! ! بجلی بھی شدت سے کڑک رہی تھی۔۔۔ لیکن وہ پرواہ کرنے والوں میں سے نہیں تھی ! ! ٹھنڈ سے ٹھٹھرتے ہوئے اس نے اپنے فون کو سامنے کرتے اپنے پلے لسٹ سے ایک گانا نکالتے اسے پلے کیا۔۔ گانے کے بنا بھلا کیسے وہ ڈانس کر سکتی تھی؟ کتنی ہی سردی ہو اسے فرق نہیں پڑ سکتا تھا۔۔ اس کی فراک ساری بھیگ چکی تھی ! ! گانے کو چلاتے اس نے آگے بڑھتے موبائل کو ایک بڑے سے پودے جس کے اوپر گولائی کی صورت میں کٹنگ کی گئی تھی اس پر رکھا۔۔ کم از کم ایک موبائل جتنا تک وزن وہ سہہ ہی سکتی تھی ! ! گانا شروع ہو چکا تھا۔۔ وہ سامنے کھڑی مسکراتے ہوئے اسٹیپ کرنے لگی تھی ! !

زلفوں سے باندھ لے بادل۔۔"

سینے پر سے اڑنے لگی آنچل۔

مجھ سے نینا ملا کے۔۔۔

"موسم ہونے لگے پاگل۔۔

گانا چل رہا تھا اور وہ بڑی مہارت سے مسکراتے ہوئے بھگتے جسم کے ساتھ اسٹیپ کر رہی تھی ! ! اس کا ڈانس کوئی دیکھ لیتا تو یقیناً اِدھر ہی اس پر فنا ہو جاتا۔۔ بڑی مہارت سے اس کے ہاتھ اور پیر چل رہے تھے ! !

سب سے ہو کے بے فکر۔۔۔"

میں ناچوں آج چھم چھم چھم۔۔

"چھم چھم چھم چھم چھم۔۔

ہیر شاہ نے گانے کے ساتھ لیپسنگ کرتے اپنے سر کے دونوں اطراف میں ہاتھ رکھتے ان پر اسٹیپ کیا۔۔ اس کے ہاتھوں میں موجود چوڑیوں کی کھنک بارش کی آواز کے ساتھ لان میں گونج رہی تھی ! ! وہ اس وقت بلکل کسی جنگل میں موجود سفید مورنی کی طرح ناچتے ہوئے بلکل خود میں مگن تھی ! ! اسے نہیں ہوش تھا اِرد گرد کا بلکل بھی ! ! حسن

بکھیرتے وہ کسی ابھی ہی اندر آئے شخص کو خود کا گرویدہ بنا چکی تھی ! ! وہ شخص ٹھٹھک کر رکتے خود بھی بھگتے ہوئے اسے دیکھنے پر مجبور ہو گیا تھا۔۔

ہاں وہ وہی تھا اکثم خان۔۔ جو اسے کہہ کر گیا تھا کہ وہ تھوڑی دیر میں ہی واپس آرہا ہے ! ! اس کے کسی دوست کی گاڑی خراب ہو گئی تھی۔۔وہ اسے ابھی اپنی گاڑی دے کر واپس پیدل آیا تھا۔ اس کے گھر کے پاس ہی تھا وہ دوست ! ! وہ خود بھی مکمل طور پر بھیگا ہوا تھا۔۔ ظاہر ہے پیدل واپس آیا تھا تو بھیگنا ہی تھا۔۔ ! ! اندر کی طرف آتے وہ لان سے گزرتے گھر کی طرف جا ہی رہا تھا کہ اسنے کانوں میں بجتی گانے کی آواز پر وہ بے ساختہ ہی اِرد گِرد دیکھتے اس حسن کی ملکہ کی طرف متوجہ ہوا۔۔ اس نے تو سرسری سی نظر ڈالنی تھی لیکن وہ نظر خود ہی رک گئی تھی ! ! یہ منظر قطعی بھی اس کے لیے نیا نہیں تھا۔۔ وہ اس سے پہلے کہیں اور بھی یہی منظر دیکھ چکا تھا۔۔ اور یہی بات اس کے لیے سب سے زیادہ حیران کن تھی ! ! اس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔۔ جبکہ جو بات دل میں آرہی تھی وہ دل کو بند کرنے کے لیے کافی تھی ! ! وہ خیرہ کرتی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ حیرانی تھی کہ بڑھتی ہی جا رہی تھی ! ! یہ بلکل ویسے تھا۔۔ جیسے ایک مرتبہ پہلے بھی اس نے دیکھا تھا۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟؟ کیسے آخر کوئی اتنا کسی

سے مل سکتا تھا۔۔ اس وقت ایک لمحے کے لیے اکثم کی آنکھوں میں وہی آئس بلیو آنکھوں والی گھوم رہی تھی ! ! ہیر شاہ بہت ملتی تھی اس میں ! ! اس کے دل نے اعتراف کیا تھا اس بات سے ! ! حیرانی سے اپنی تمام تر سوچوں کو جھٹکتے وہ حیرت کے مارے آگے کی طرف بڑھا۔۔ ! ! وہ آہستہ آہستہ اسی کی طرف قدم لے رہا تھا۔۔ بارش اپنے عروج پر انہیں مکمل طور پر بھگو چکی تھی ! ! اس آئس بلیو آنکھوں والی کو وہ ایک مرتبہ پھر اپنے ذہن سے جھٹک گیا تھا۔۔ اس کی سوچوں پر صرف ہیر شاہ کا حق تھا۔۔بیوفا نہیں تھا وہ ! ! نا ہی نکاح جیسے مقدس رشتے میں وہ بیوفا بننا چاہتا تھا۔۔ کل کو اسے خدا کو جواب دینا تھا۔۔ بولتی رہے دنیا جو بولتی ہے ! ! وہ تو حلال کی طرف ہی رجوع کرنے والا تھا۔۔ ! ! ! اور قسمت نے بھی پھر اس کی بہت مدد کی تھی۔۔۔ اس نے آج قدم لیا تھا تو اس کے لیئے آگے مزید آسانیاں پیدا کر دی گئی تھیں۔۔ ہیر شاہ سے باتیں کرتے اس کے ساتھ وہ بلکل ہی سب کو بھول جاتا تھا۔۔ آئس بلیو آنکھوں والی کا تو وہ خیال بھی نہیں آنے دیتا تھا۔۔ ! !

اس کے پاس جاتے اکثم خان نے تھوڑے فاصلے پر رکتے اپنے قدم روکے ! ! پانی " آنکھوں کو چھو کر جا رہا تھا لیکن پھر بھی وہ پلکیں جھپکنے کو تیار ہی نہیں تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ

مکمل طور پر خود میں مست تھی ! ! وہ اس سے رخ موڑتے کھڑی گانا چینج کیے ابھی تک ڈانس ہی کر رہی تھی ! ! سردی سے اس کے ہونٹ بری طرح کپکپانے لگے تھے ! ! مگر اپنے شوق اور جنون کے آگے کچھ نہیں دیکھا جاتا۔۔ ! ! اکثم خان کو بھی نہیں دیکھا تھا اس لڑکی نے ! ! نا ہی اسے کوئی آہٹ محسوس ہوئی تھی ! ! بادلوں کا اور گانے کا شور ہی بہت تھا۔۔ ! ! "اکثم خان نے کسی ٹرانس کی کیفیت میں اس کے پیچھے کھڑے ہوتے دھیمے سے ہاتھ آگے بڑھاتے اس کے کندھے پر رکھا۔۔ وہ کھوئے کھوئے انداز میں اسے دیکھ رہا تھا۔۔ کوئی اتنا حسین آخر کیسے ہو سکتا ہے؟؟ "ہیر شاہ جو اپنے میں ہی مصروف تھی کہ اپنے کندھے پر کسی کا ہاتھ محسوس کرتے ایک لمحے کے لیے وہ بلکل تھمی۔۔ جس اسٹیپ پر وہ تھی وہ بلکل ویسے ہی رک چکی تھی ! ! سانس ایک دم ہی جیسے رک سی گئی تھی ! ! گھر میں تو آبان اور درفشاں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔۔ اس کے دل میں بے ساختہ ہی دعائیں چل پڑی تھیں کہ بس آبان نہ ہو ! ! درفشاں کی خیر تھی ! ! بچپن سے ساتھ ہی بڑے ہوئے تھے ! اُسے اس کے پاگل پن کا پتہ تھا۔۔ ! ! لیکن اگر آبان ساتھ ہوتا تو اس کی کیا ہی عزت رہ جاتی؟؟ ابھی تک رخ موڑے کھڑی وہ جیسے زمین میں دھنسنے کو تھی ! ! خود سے ہی کچھ بھی سوچ لیتی تھی وہ ! ! ! گانے کی آواز بلکل ویسے ہی آرہی تھی ! ! جبکہ ہیر شاہ کا ساکت کھڑی تھی ! ! اب تھوڑا دھیان بٹا تھا

تو سردی بھی شدید لگ رہی تھی ! ! وہ کانپنے لگی تھی ! ! دسمبر کی سردیوں میں پاگل تھی وہ جو نہانے چلی آئی تھی ! ! "اسے کوئی رسپانس نا دیتے دیکھ اکثم خان نے ایک سیکنڈ میں معاملہ سمجھتے مسکراتے ہوئے اسے بازو سے تھاما۔۔ وہ بھانپ گیا تھا کہ یہ لڑکی اچانک ایسے ہی ساکت کیوں ہوئی ہے ! ! ظاہر ہے بچہ نہیں تھا وہ ! ! سب غلط یا اُدھر اُدھر کے خیالات بھی وہ اپنے دماغ سے نکال چکا تھا۔۔ اب صرف مقابل تھی یا وہ خود تھا۔ ! ! ! "اکیلے اکیلے ڈانس کر رہی ہیں آپ ؟؟ اسے بازو سے تھام کر اپنی طرف کھینچتے مسکراتے ہوئے پوچھا۔۔ وہ اس کا رخ اپنی طرف موڑتے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال چکا تھا۔۔ موڈ اچھا تھا شاید اس کا بھی ! ! "ہیر شاہ جو خود سے ہی پتہ نہیں کیا کیا سوچ رہی تھی کہ اکثم کی آواز سنتے اس نے بے ساختہ ہی ایک شکر کی سانس بھری ! ! اس کی خیر تھی ! ! یہ تو شوہر ہی تھا۔۔ اصل مسئلہ کسی بھی اور کا تھا۔۔ البتہ یہاں بھی تھوڑی بہت جھجھک لازمی آرہی تھی ! ! لیکن خیر جس طرح کے حلیے میں وہ کھڑی تھی یہ ایک بلکل عام سی بات تھی ! ! وہ ایک نظر اکثم کو دیکھتے خاموشی سے اپنی نظریں جھکا چکی تھی ! ! اکثم خان مسکراتے ہوئے اس کی کمر میں ہاتھ ڈالے کھڑا اس کے لرزتے جسم کو بخوبی محسوس کر رہا تھا۔۔ لیکن ابھی اس کی توجہ کہیں اور تھی ! ! کوئی بات کچھ نہیں بول رہا تھا وہ شخص ! ! وہ بس چپ تھا۔۔ ! ! اور لبوں پر ایک نرم مسکراہٹ

تھی ! ! ! ہیر شاہ اس کے حصار میں اس کے سینے پر ہاتھ جمائے نظریں جھکائے کھڑی تھی ! ! وہ کیا بولتی آخر مقابل کچھ پوچھ ہی نہیں رہا تھا؟؟ "میرے ساتھ۔۔" جس پر وہ دھیان دے رہا تھا گانے کے وہی بول آتے دیکھ اس نے مسکراتے ہوئے ہیر شاہ کے آگے اپنا ہاتھ کیا۔۔ اگر مقابل کو شوق تھا تو وہ کسی کے شوق مارنے والوں میں سے نہیں تھا۔۔ ! ! ہیر جو اس سے کوئی سخت بات یا تھوڑی سی ڈانٹ ایکسپکٹ کر رہی تھی کہ اس کی بات پر اس نے جھٹکے سے سر اٹھاتے بے یقینی سے اکثم کو دیکھا۔۔ ! ! کیا اس نے سہی سنا تھا؟؟ وہ واقعی بارش میں اس کے ساتھ ڈانس کرنے والا تھا؟؟ "جلدی کرو لیریکس آگے جا رہے ہیں ! !" اسے حیرانی سے خود کی طرف تکتا پا کر اکثم نے اس کی توجہ پھر سے اپنے ہاتھ کی طرف کروائی ! ! اس نے انہی لریکس کے لیے انتظار کیا تھا۔۔ ! ! "ہاں۔۔ہاں۔۔۔ ہیر شاہ نے ہوش میں آتے اپنا کانپتا ہوا ہاتھ اٹھاتے اس کے ہاتھ میں رکھا۔۔۔ اسے شدید سردی لگ رہی تھی ! ! دانت بھی بجنے لگے تھے ! ! لیکن اب مقابل نے کہہ دیا تھا تو وہ انکار کرتی اچھی نا لگتی ! ! اسی لیے ہلکا سا ہنستے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھا۔۔ ! !

محبت برسا دینا تو، ساون آیا ہے۔۔"

"تیرے اور میرے ملنے کا موسم آیا ہے۔

گانا شاید موسم کے حساب سے بلکل ٹھیک چلا تھا۔۔ اکثم خان نے اس کی ہتھیلی کے ساتھ اپنی ہتھیلی جوڑتے ہاتھ کو آخری حد تک کھولتے اوپر سے نیچے تک گھمایا۔۔ دونوں طرف ایسے ہی کیا گیا تھا۔۔ ہیر شاہ اس کا ساتھ دے رہی تھی ! ! اسے ہر اسٹیپ آتا ! ! تھا۔۔ ! ! وہ دونوں مسکراتے ہوئے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھ رہے تھے

سب سے چھپا کے تجھے سینے سے لگانا ہے۔۔"

پیار میں تیرے حد سے گزر جانا ہے۔۔

" ! ! اتنا پیار کسی پر پہلی بار آیا ہے

گانے کے ساتھ ہی اکثم خان نے لفظ دہراتے اسے اُنگلی سے پکڑتے گول گول گھمایا۔۔ گھومتے ہی ہیر شاہ کھلکھلاتے ہوئے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اس کے بازو پر تھوڑا جھکتے گرنے کے انداز میں لیٹ چکی تھی ! ! اکثم خان مسکراتے ہوئے اسے دیکھتے کمر سے اسے سنبھالے ہوئے تھا۔۔ بہت ہلکی سی تھی یہ لڑکی ! ! ہیر شاہ کی کھلکھلاہٹ بارش کی آواز کے ساتھ گونج رہی تھی ! ! وہ دونوں ہی ہنس رہے تھے ! ! دور کہیں بالکنی میں کھڑا آبان خان دانت پیسے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔ وہ یہاں سے صرف اکثم کو ہی

دیکھ سکتا تھا۔۔ لیکن اندازہ اسے ہو گیا تھا کہ کیا ہو رہا ہے ! ! "سالہ)گالی(کیسے فساد مچایا تھا شادی پر ! ! اب عاشقی لڑاتے ہوئے کچھ نہیں ہو رہا ان دونوں کو؟؟ بڑی بے اعتبار دنیا ہے بھئی ! ! لڑکی دیکھ کر سب کا ایمان بدل جاتا ہے ! !"چلو ماشاء اللہ ! ! اللہ کرے ایسے ہی رہیں دونوں ہمیشہ ! !" منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے شروع میں اکثم کو گالیاں نکالے وہ آخر میں ان کے لیے دعا کرنا بلکل نہیں بھولا تھا۔۔ سر جھٹکتے وہ ان سے نظریں پھیرتے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ در فشاں سو گئی تھی ! اب اس کا اِرادہ باہر جانے کا تھا۔۔ ! ! ! دائم کو سنبھالنے کے لیے بھی کسی نہ کسی کی ضرورت تھی ! ! ! ! وہ اسی کے پاس جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔۔

اکثم خان نے مسکراتے ہوئے ہیر شاہ کو سیدھا کیا۔۔ وہ اسے سردی سے بری طرح " ٹھٹھرتے دیکھ اپنے بازو میں بھر چکا تھا۔۔ نرمی سے اسے اپنے سینے سے لگائے اس نے بے ساختہ ہی سکون کے ساتھ اپنی آنکھیں موندی ! ! بارش ان دونوں پر برس رہی تھی ! ! ہیر شاہ اس کے سینے پر سر ٹکائے خاموشی سے اس کی دھڑکنیں سن رہی تھی جو کہ معمول سے زیادہ تھیں ! ! یا پھر شاید کچھ لوگوں کا دل ہمیشہ اسی رفتار کے ساتھ دھڑکتا ہے ! ! جو بھی تھا خیر اسے کیا۔۔ البتہ وہ بہت خوش تھی ! ! جتنی وہ انسیکور تھی اتنی

ہی جلدی چھوٹی چھوٹی باتوں پر خوش بھی ہو جاتی تھی ! ! اتنی ہی سادگی اور معصومیت تھی اس کے اندر ! ! یہ مقابل کی دی گئی عزت ہی تھی جو اس کے دل کے کسی کونے میں بھی اکثم خان کے لیے جذبات پیدا ہونے لگے تھے ! ! اور اب تو جیسے اسے بہت اچھا لگ رہا تھا اکثم ! ! بارش میں ساتھ ڈانس کوئی نہیں کرتا۔۔ بلکہ وہ آپ کو بھی کرتے دیکھ فضول کے شوق بول کر اندر بھگا دیتا ہے ! ! لیکن اس کے ساتھ کیا تھا اس کے لیے یہ بات بہت بڑی تھی ! ! "سردی لگ رہی ہے ! !"۔۔ ہیر شاہ نے اپنی بس ہوتے دیکھ اس میں مزید گھسنے کی کوشش کرتے بری طرح کانپتے ہوئے اسے ہوش دلانی چاہی ! ! بارش اور سردی کی شدت ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتی ہی جا رہی تھی ! ! "اکثم خان جو مکمل طور پر اس میں کھویا سکون کے ساتھ آنکھیں موندے ہوئے تھا اس کی آواز اور کچھ اور بھی محسوس کرتے اس نے جھٹکے سے اپنی آنکھیں کھولی ! ! ہیر شاہ اس میں سمانے کی کوشش کر رہی تھی ! ! بے دھیانی میں اس کی دھڑکنیں بری طرح اکثم خان کے چوڑے سینے سے ٹچ ہو رہی تھیں ! ! اس نے تو محسوس نہیں کیا تھا لیکن اکثم نے احھے سے محسوس کر لیا تھا۔۔ ! ! اس نے کچھ جھجھکتے ہوئے ہیر شاہ کو بازو سے پکڑتے تھوڑا سا خود سے پیچھے کیا۔ اس کے گلے میں گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہو رہی تھی ! ! کچھ بھی ہو تھا تک وہ ایک مرد ہی ! ! اوپر سے حلال رشتے کا احساس رگ و پے

میں دوڑتا انسان سے کچھ بھی کروا سکتا تھا۔۔ وہ احتیاطی طور پر اسے ہلکا سا پیچھے کر گیا تھا۔۔ ! ! "ہیر شاہ نے اس کی حرکت پر نظریں اٹھاتے اسے دیکھا۔۔ لیکن افسوس وہ دیکھ نہیں سکی تھی ! ! اس کی آنکھوں میں چہرہ اوپر کرنے اسے شاید کوئی پانی کا قطرہ چلا گیا تھا۔۔ ! ! ہیر نے فوراً سے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھتے چہرہ نیچے کو جھکایا۔۔ اس کی ہلکی سی سسکی بے ساختہ تھی ! ! شاید پانی کے ساتھ کچھ اور بھی گیا تھا۔۔ ! ! "کیا ہوا آپ ٹھیک ہیں؟؟" اکثم نے تیزی سے اس کے ہاتھ کو پکڑتے استفسار کیا۔۔ اس کی ہی غلطی تھی جو وہ پہلے اسے اندر کیوں نہیں لے گیا تھا۔۔ ! ! وہ اس کے ہاتھ کو پکڑے آنکھوں سے ہٹانے کی کوشش کرتے پریشانی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! "کچھ۔۔ کچھ چلا گیا ہے شاید ! ! مجھے سردی۔۔"۔۔ کانپتے ہوئے اسے بتاتے ہیر شاہ آخر میں بے بسی سے رونے لگی تھی ! ! اس کی آنکھ میں شدید قسم کی جلن ہو رہی تھی ! ! تکلیف میں تھی وہ ! ! "اِدھر مجھے دکھائیں آپ ہاتھ تو ہٹا لیں میں دیکھ لیتا ہوں ! !"۔۔ اکثم خان نے اسے نرمی سے واپس خود سے لگاتے ریلکس کرنا چاہا۔۔ وہ اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑتے نرمی سے پیچھے کر گیا تھا۔۔ ہیر شاہ بری طرح روتے لرزتے ہوئے آنکھیں میچے ہوئی تھی ! ! "آنکھیں کھولیں مسز۔۔ اسے کیسے دیکھوں گا میں؟؟" اسے ابھی بھی آنکھیں بند کیے دیکھ اکثم نے پریشانی سے نرمی سے کہا۔۔ وہ خود پریشان ہو کر رہ گیا تھا۔۔ اللہ

جانے کیا گیا تھا اس کی آنکھ میں ! ! "ہیر شاہ نے اپنی آنکھ کو مسلتے دھیرے سے اسے کھولا۔۔ سردی سے جان نکل رہی تھی اس کی ! ! "اکثم خان اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی رہا تھا کہ اچانک ہی اس کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کھلی ! ! چہرہ پریشانی بھی چھوڑتے اچانک ہی سنجیدہ ہو چکا تھا۔۔ جو اس نے دیکھا تھا وہ دیکھ کر بھی یقین کرنے لائق نہیں تھا۔۔ ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔۔ معجزہ اور وہ بھی اس کے ساتھ؟؟ ایسا کیسے ہو سکتا تھا؟؟ "ہیر شاہ نے جب آنکھ مسلی تھی تب سے ہی اس کا لینز تھوڑا اِدھر اُدھر ہو گیا تھا۔۔ ! ! ہیزل نٹ آنکھیں اصلی نہیں تھیں ! ! یہ سراسر دھوکہ تھا ! ! یہ ہیزل نٹ کلر کے لینز تھے جو کہ وہ تب سے لگا رہی تھی جب وہ کلاس ففتھ میں تھی ! ! یہ نظر کے لینز تھے ! پر مینینٹ نہیں تھے لیکن تھے نظر کے ہی ! ! اس کی نظر تھوڑی ویک تھی ! ! بچپن میں زیادہ تھی لیکن اب آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہی تھی ! ! لیکن اب اسے عادت لگ گئی تھی ان لینز کی ! ! اب کسی اور کلر میں آنکھیں چہرے پر جچتی ہی نہیں تھیں ! ! اب تو یہی کلر اچھا تھا۔۔ ! ! اور پھر معاذ کی آنکھوں کی ضد میں اس نے جان کر اسے ہی لینز لیے تھے تاکہ دونوں بہن بھائی کی آنکھیں ایک جیسی دکھیں ! ! کبھی اتارتی نہیں تھی وہ انہیں ! ! آج زیادہ ہی زور سے آنکھوں میں مسل دیا تھا تو وہ تھوڑے سے اپنی جگہ سے ہل گئے تھے ! ! وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھتے مارے جلن کے انہیں واپس سے بند کرتی کہ

اکثم خان نے فوراً سے اس کے دونوں ہاتھ تھامے ! ! وہ بے یقینی اور ڈھیروں حیرت کے ساتھ صرف اس لڑکی کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! ! یہ وہی تھی۔۔ وہ قسم اُٹھانے کو تیار تھا کہ یہ وہی جنگل والی لڑکی ہے ! ! وہ اسے کیسے بھول سکتا تھا؟؟ اس لڑکی کو پتہ نہیں کہاں کہاں ڈھونڈا تھا اس نے ! ! کیا وہ اسی کے گھر میں اس کی بیوی بن کر رہ رہی تھی؟؟ وہ بے یقین تھا۔۔ قسمت نے جہاں ملوانا ہو تو وہ ایسے بھی ملوا دیتی ہے ! ! اب اسے سمجھ میں آئی تھی کہ کیوں وہ ٹھٹھکتا تھا ہر مرتبہ ! ! لیکن پھر وہ ہر بار ہی کلر پر آکر رک جاتا تھا۔۔ ! ! وہ بے خبر نہیں تھا۔۔ اس کا دل بتا دیتا تھا۔۔ ایک وہی پاگل تھا جو سمجھ نہیں پاتا تھا۔۔ ! ! "ہاں وہ وہی تھی آئس بلیو آنکھوں والی ! ! اس نے شکوہ نہیں کیا تھا اللہ سے کوئی ! ! اسے اپنا نصیب بہتر لگا تھا۔۔ لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ اُس کے نصیب میں وہی ہے جس کی محبت کو وہ دل میں دفنا چکا تھا۔ وہ ہر طرح سے بے یقین تھا۔۔ ! ! پھر تو اس نے ایسے ہی ہنگامہ کیا تھا۔۔ ایسے ہی وہ اتنے دنوں سے گھر والوں کے ساتھ منہ پھلائے گھوم رہا تھا۔۔ انہوں نے تو اچھا ہی کیا تھا اس نے ساتھ ! ! اکثم خان کا دل بری طرح دھڑکتے باہر آنے کو تھا۔۔ اسے سمجھ ہی نہیں آرہی تھی کہ کیا کیا جائے ! ! "ہیر شاہ بری حالت میں واپس سے آنکھوں پر آنکھوں پر ہاتھ رکھتے چیخی ! ! یہاں وہ تڑپ رہی تھی کہ مقابل سن کھڑا حیرت بھری نظروں سے

اسے دیکھ رہا تھا۔ ! ! ذرا احساس نہیں تھا اس میں ! ! "اِدھر دیکھو افف۔۔ ! ! " ایک مرتبہ اپنے ماتھے پر آئے بالوں کو پیچھے کرتے اکثم نے مسکراتے ہوئے نرمی سے اس کی ٹھوڑی کو پکڑتے اس کا چہرہ اپنے مقابل کیا۔۔ اس کا لہجہ یک دم ہی بدل گیا تھا۔۔ جیسے اجنبی سے اچانک کوئی اپنا ہی مل گیا ہو ! ! البتہ وہ اپنی حیرت بے یقینی پر کافی حد تک قابو پا چکا تھا۔۔ شاید ہی آج پہلی مرتبہ بارش اس کے لیے اچھی ثابت ہوئی تھی ! ! نرمی سے اس کی ٹھوڑی کو پکڑ کر اوپر کرتے اکثم خان نے پھر سے اس کے ہاتھوں کو پیچھے کیا۔۔ وہ پہلے سے زیادہ کانپنے لگی تھی ! ! اس کی حالت ایسے ہو رہی تھی جیسے ابھی گر جائے گی ! ! بہت نرمی سے وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے سب سے پہلے یہ لینز اُتار کے سائڈ پر پھینک چکا تھا۔۔ ایک لینز نے کتنا تڑپایا تھا اسے ! ! سب سے لڑائی بھی کروا دی تھی۔۔ اور تو اور وہ شادی بھی سہی سے نہیں کر پایا تھا۔۔ اب اسے سارے خسارے یاد کر کے پچھتاوا ہو رہا تھا۔۔ بچپن کا بھی اسے کوئی ایک سین بھی ہیر کو دیکھا ہوا یاد نہیں آتا تھا۔۔ ورنہ وہ وہیں سے یاد کر لیتا۔۔ ! ! لیکن جو بھی تھا یہ لڑکی اس کی چاہت، اس کی پہلی محبت اسی کے پاس تھی اس کا دل جھوم اٹھا تھا۔۔ ! ! اس کی آنکھ کو ہاتھ سے کھولتے اکثم خان نے بہت نرمی سے اس میں پھونک ماری ! ! اتنا حسین کلر تھا آئس بلیو ! ! پتہ نہیں ہیر شاہ نے کیوں اتنی پیاری آنکھیں چھپا رکھی تھیں ! ! وہ اس سے

ایک ایک چیز کے متعلق پوچھتا۔۔ ابھی پہلے اس کی آنکھ ضروری تھی ! !
محبت۔۔۔ہاں ابھی تو محبت کا بھی اظہار کرنا تھا۔۔ افف خدایا وہ پاگل ہو رہا تھا۔۔
خوشی کے مارے کہیں مر ہی نہ جاتا۔۔ ! ! "مجھے جلن ہو رہی ہے ! !" ہیر شاہ نے روتے
ہوئے بند ہوتی آنکھوں کے ساتھ جیسے اسے مطلع کیا۔۔ اس کی آنکھیں بند ہو رہی
تھیں ! ! ایسا لگتا تھا جیسے وہ ٹھنڈ کو برداشت نہ کرتے بیہوش ہونے والی ہو ! ! "اوہ
شٹ ! ! " اسے اپنے بازو میں ہی جھولتے دیکھ اکثم خان نے بے ساختہ ہی چیختے ہوئے
اس پکڑا۔۔ توبہ کتنا پاگل ہو گیا تھا وہ ! ! اسے یہ بھی خیال نہیں رہا تھا کہ مقابل پچھلے
آدھے گھنٹے سے اس بارش میں کھڑی ہے ! ! اُسے ٹھنڈ لگ گئی تھی یقیناً۔۔ اس کے
ہونٹ نیلے پڑ رہے تھے ! ! "مئے مسز؟؟ " اس کے گال کو تھپتھپاتے اکثم نے اسے تیزی
سے اپنی گود میں اٹھایا۔۔ اسے جہاں ایک طرف مقابل کی فکر ہو رہی تھی وہیں ہنسی
بھی آرہی تھی ! ! کتنا بیوقوف انسان تھا وہ ! ! خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا اس کے ! !
اسے اپنی گود میں اٹھائے وہ تیزی سے اندر کی طرف بڑھا۔۔ وہ شدت سے اسے اپنے
سینے میں بھینچے ہوئے تھا۔۔ اب تو سب کچھ جائز تھا۔۔ پہلے بھی وہ ایسا تھا۔۔ لیکن
پہلے ایک اجنبیت اور جھجھک آرہی تھی بیچ میں ! ! اب وہ ختم ہو گئی تھی ! ! حالانکہ کچھ

فرق نہیں پڑا تھا۔۔ لیکن پھر بھی بس محبت ! ! انجان شخص بھی برسوں کا شناسا لگتا ہے ! ! حیسے اسے لگنے لگا تھا۔۔ ! !

تیزی سے اندر کی طرف بڑھتے وہ گھر کے اندر داخل ہوا۔۔ ! ! دروازے کو واپس سے پاؤں کی ٹھوکر سے بند کرتے وہ ابھی تیز تیز قدموں سے آگے بڑھتا کہ اس کو دائیں طرف سیڑھیوں سے آبان خان اُترتا نظر آیا۔۔ آبان خان بھی ابھی ہی نیچے آیا تھا۔۔ ! ! وہ ان دونوں پر ایک سرسری سی نظر ڈالتے فوراً سے اپنی نظریں پھیر چکا تھا۔۔ ہیر شاہ سہی حالت میں نہیں تھی ! ! وہ وہیں قدم روکے نظریں پھیرتے اُن کے اندر جانے کے انتظار میں تھا۔۔ ! ! "اکثم خان نے خود بھی رخ موڑتے بھاگنے کے انداز میں اندر کی طرف قدم لیے ! ! اس سے غلطی ہوئی تھی۔۔ پریشانی اور خوشی میں ہوش ہی نہیں تھا کسی چیز کا۔۔ مقابل کے کپڑے جسم کے ساتھ چپکے ہوئے تھا۔۔ ! ! وہ پہچان چکا تھا آبان نے اسی لیے رخ موڑا ہے ! ! اتنا تو وہ بھی اپنے بھائیوں کو جانتا تھا۔۔ ! ! تیزی سے اندر داخل ہوتے اس نے پہلے ہیر شاہ کو دیوار کی طرف کیا۔۔ ! ! دروازے کو پوری طرح سے بند کیے وہ محض اپنی گردن بھی نکالے سامنے آبان کو دیکھ رہا تھا جو سنجیدگی سے نیچے اُتر رہا تھا۔۔ ! ! "بھائی ایک منٹ ! !" چیختے ہوئے اسے روکتے اکثم نے پاؤں

کی ٹھوکر سے دروازہ بند کیا۔۔ وہ جانتا تھا اب آبان رک جائے گا۔۔ اور یہی ہوا تھا۔۔ آبان خان رکتے دل سے اسے گالیوں سے نواز رہا تھا جس نے اسے پتہ نہیں کتنے دنوں بعد مخاطب کیا تھا۔۔ ! ! جبکہ اکثم آگے کو بڑھتے ہیر شاہ کو بیڈ پر لٹا رہا تھا۔۔ کمرے میں ہیٹ پہلے سے تھی ! ! ہیٹرز چل رہے تھے ! ! مقابل کے لب تیزی سے نیلے پڑ رہے تھے ! ! اب سہی معائنوں میں اس کی حالت بگڑی تھی ! ! وہ بیہوشی میں بھی کانپ رہی تھی ! ! اکثم نے اس پر کمبل اچھے سے سیٹ کرتے تیزی سے سیدھے ہوتے باہر کی طرف قدم لیے ! ! اسے ڈاکٹر کو بھی کال کرنی تھی ! ! وہ کوئی رسک نہیں لے سکتا تھا اس لڑکی پر ! ! اس پر ایک خراش بھی برداشت نہ کرتا وہ ! ! پیچھے ہیر شاہ کمبل میں دبکی بیہوشی میں بھی ٹھٹھر رہی تھی ! !

باہر کی طرف جاتے اکثم نے مسکراتے ہوئے آبان خان کی طرف اپنے قدم لیے ! ! وہ تیزی سے دو تین جمپس میں ہی اس تک پہنچتے شدت سے اس سے لپٹ چکا تھا۔۔ وہ خود تو سارا گیلا تھا ہی ساتھ میں سارا لاؤنج اور آبان کو بھی گیلا کر چکا تھا۔۔ ! ! "جاہل پیچھے ہٹ۔۔ ! ! " آبان خان نے اسے بازو سے پکڑتے خود سے پیچھے کرنا چاہا۔ اسے اکثم کی دماغی حالت پر شک ہو رہا تھا۔۔ اللہ ہی خیر کرتا آج تو ! ! منہوس اتنی زور سے آکر لگا

تھا اس سے کہ وہ دو قدم پیچھے کو سرک گیا تھا۔۔ ہوا کیا تھا آخر!! "بھائی آئی لو یو سو مچ!! آپ اس دنیا کے سب سے اچھے بھائی ہو!!" مارے خوشی اور جوش کے کہتے اس نے تھوڑا پیچھے ہوتے آبان کے گال پر لب رکھے!! یہ اب زیادہ ہو گیا تھا۔۔!! آبان خان کی شکل بے ساختہ ہی ایسے ہوئی جیسے اسے اکثم نے نہیں کسی کتے نے کس کر لی ہو!! اس کی بلکل ایسے ہی شکل ہو چکی تھی!! "سالے کمینے بیوی سے دل نہیں بھر رہا کیا؟ پیچھے ہو میرے سے!! میرے سارے کپڑے خراب کر دیے!! منہوس کوئی دیکھ لے گا تو کیا سوچے گا؟؟" آبان خان نے سختی سے کہتے اسے پھر سے دور کرنا چاہا۔۔ اس کی سمجھ سے باہر تھا اکثم کا ایسا رویہ!! "کوئی کچھ نہیں کہتا بھائی۔۔ راحیل بھائی کی مرتبہ میں آپ کو کچھ نہیں ہوتا۔۔ حالانکہ میں آپ کا سگا بھائی ہوں!!"۔۔ اس سے ہلکا سا دور ہوتے اکثم نے شکوہ سا کیا۔۔ خیر یہ بات وہ ہمیشہ ہی نوٹ کرتا تھا کہ آبان اس سے زیادہ راحیل کا سگا ہے!! "تیرے جیسا نہیں ہے راحیل جو منٹ میں اوقات دکھا دے!! بلکہ راحیل جیسا کوئی نہیں ہو سکتا۔۔ چھوٹے بھائی پہلی اولاد کی طرح عزیز ہوتے ہیں۔۔ اور تو نے کیا کیا ہمارے ساتھ؟؟ پیچھے ہو ایسا نہ ہو میں ایک اور لگا دوں تُجھے!! جس سے وفا کرو ہمیں تو سب ہی ایسا صلہ دیتے ہیں جیسا تو دے رہا ہے!! بچپن سے اب تک اسی دن کے لیے سب سے بڑھ کر تیرا کیا تھا۔۔!!" سنجیدگی کے ساتھ

کہتے اکثم نے اسے بازو سے پکڑتے جھٹکے سے خود سے دور کیا۔ اکثم کے رویے نے اسے جتنی تکلیف دی تھی وہ درفشاں اور اس کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا تھا۔۔!! سب کچھ درفشاں کو ہی بتایا تھا آبان نے!! اکثم نے اس کے شکووں پر بری طرح اپنا نچلا لب دانتوں تلے کچلا!! واقعی وہ بہت بدتمیز ہو گیا تھا۔۔ سب کو پریشان کر دیا تھا اس نے!! "بھائی سوری نا۔۔"۔۔ اسے آگے بڑھتے دیکھ اکثم نے اسے بازو سے تھامتے روکا۔۔!! وہ اپنے کان بھی پکڑ چکا تھا۔۔ جیسے ہمیشہ ہی بچپن میں وہ اس سے کسی غلطی پر ایسے ہی معافی مانگتا تھا۔!! "آبان خان ایک نظر اس کی مسکین سی شکل پر ڈالتے آنکھیں گھماتے اس کے قریب ہوا۔۔ وہ اسے بازو سے پکڑے خود کے گلے سے لگا چکا تھا۔۔پتہ نہیں ایک تو چھوٹے بہن بھائیوں سے اتنی محبت کیوں ہوتی ہے؟؟ کتنا ہی لڑ لو۔۔ مگر اُن کے بغیر زندگی کا گزارہ بھی نہیں ہوتا۔۔!! یہی ہوتی ہے بہن بھائیوں کی محبت!! "بھائی سوری۔۔ ہیر بہت اچھی ہے!! میری جان بستی ہے اس عورت میں!! آپ کا بہت شکریہ مجھ ناچیز کے لیے اسے منتخب کرنے کا۔۔ ٹھیک کہتے ہیں سب کہ آپ کے فیصلے کبھی غلط ثابت نہیں ہوتے!! میں ایسے ہی پاگل ہو گیا تھا۔۔!!" اکثم نے دھیرے سے اس سے سچے دل سے معافی مانگی!! وہ واقعی میں شرمندہ تھا۔۔!! "آئندہ بحث مت کرنا اکثم۔۔ ماما آجائیں تو ان سے معافی ضرور

مانگنا۔۔۔مجھے بہت برا لگا تھا جب تو اس دن اُن پر چیخا تھا۔۔ انہوں نے ہمیں پال پوس کر بڑا کیا ہے ! ! ہمارے جوان ہونے پر وہ ہماری شفقت محبت ڈیزرو کرتی ہیں نہ کہ ہماری بدتمیزیاں ! ! آئندہ خیال رکھنا لازمی ! ! نکاح ہو جائے تو سچے اور نیک دلوں میں خدا محبت خود ڈالتا ہے ! ! لیکن صرف سچے اور مخلص دلوں میں ! ! نکاح کے بعد سب کو محبت نہیں ہوتی ! ! " خوش رہ ! ! " اس سے الگ ہو کر سنجیدگی سے اسے سمجھاتے آبان خان نے آخر میں اس کی پیٹھ کو تھپکا۔ ! ! اسے جانا تھا۔۔ ! ! "ہمم۔۔ بھائی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے ! ! ٹھنڈ لگ گئی ہے شاید ! ! کسی ڈاکٹر کا نمبر دے دیں ! ! مجھے آج سے پہلے کبھی ضرورت نہیں پڑی تو کسی لیڈی ڈاکٹر کا نمبر ہے بھی نہیں میرے پاس ! ! " اکثم نے ہونٹ کاٹتے اسے ہیر شاہ کی طبیعت کے متعلق بتایا۔۔ ایک وجہ یہ بھی تھی اسے روکنے کی کہ اسے آبان سے نمبر لینا تھا۔۔ ! ! "ٹھنڈ لگ گئی؟؟" آبان خان نے منہ میں زبان رول کرتے دوبارہ سے اس سے استفسار کیا۔۔ اکثم اتنا شریف ہوگا اسے اندازہ نہیں تھا۔۔ ! ! اکثم خان نے زور و شور سے ہاں میں سر ہلایا۔۔ اس کے دماغ میں تو کچھ نہیں آرہا تھا۔۔ ! ! ! بلکہ پریشانی اور بڑھتی ہی جا رہی تھی ! ! "تو اس میں کسی ڈاکٹر کی کیا ضرورت ! ! تو ہی کافی ہے دفعہ ہو بیوقوف انسان۔۔ ! ! " سر جھٹک کر بے شرمی سے ڈھکے چھپے لفظوں میں کہتے آبان خان نے آگے کی طرف قدم لیے ! !

اس سے زیادہ وہ اسے کچھ نہیں بتا سکتا تھا۔۔ چھوٹا بھائی تھا مقابل اس کا۔۔ راحیل ہوتا تو ایسی باتیں عام تھیں ! ! سگے اور چھوٹے بھائی سے کرتے ہوئے تھوڑی جھجھک سی آرہی تھی ! ! "پیچھے اکثم خان کو پہلے تو کچھ سمجھ ہی نہیں آیا تھا۔۔ ! ! "استغفِرُاللہ۔۔" لیکن جب سمجھ میں آیا تو اس کی کچھ ایسی آواز بے ساختہ تھی ! ! یہ آبان تھا؟؟ یہ اسے واقعی میں اس کا بڑا بھائی کہہ کر گیا تھا؟؟ بچہ نہیں تھا وہ۔۔ سب سمجھتا تھا۔ ہاں لیکن فکر کے چکروں میں اس کے دماغ میں یہ بات نہیں آئی وہ الگ بات تھی ! ! آبان تو سیدھا اسے بتا کے ہی چلا گیا تھا۔۔ ! ! آبان خان جو آگے بڑھ رہا تھا اس کی آواز سنتے اس کے چہرے پر ایک کمینی سی مسکراہٹ اُبھری ! ! "تیری اپنی بیوی کے پاس جانے کو کہا ہے ! ! کسی اور کی بیوی کا نہیں کہہ دیا جو ایسے بول رہا ہے ! ! انجوائے کر۔۔۔ کیونکہ ہوش میں رہ کر بہت ترساتی ہیں یہ لڑکیاں ! ! "نہایت بے شرمی سے ہنستے ہوئے کہتے آبان خان نے تیز تیز قدم باہر کی طرف لیے ! ! پتہ نہیں اسے کیا پڑی تھی اکثم کو چھیڑنے کی ! ! البتہ وہ اپنے دکھڑے بتانا آج بھی نہیں بھولتا تھا۔۔ وہ ترسا تھا تو اسے لگتا تھا سب ہی ترساتی ہونگی ! ! "پیچھے اکثم خان نے دھواں دھار چہرے کے ساتھ ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کی ! ! ایسا بھی ہوتا تھا؟؟ وہ تو بلکل برداشت نا کرتا۔۔ بھلا اپنے ہی حق کے لیے بھی ترسے انسان؟؟ یہ تو پھر زیادتی تھی ! ! لیکن خیر وہ

آبان کی بات پر غور ضرور کر رہا تھا۔ ! ! "ہیر شاہ کو دماغ میں لاتے اس نے ایک نظر اپنی شرٹ کی جانب دیکھا جہاں سینے سے مقابل کی دھڑکنیں ٹچ ہو رہی تھیں ! ! منٹوں میں جیسے اس کا دل باہر آنے کو تھا۔۔ ! ! ایک برا خیال ہی کافی تھا۔ ! ! کچھ سوچتے وہ اپنے نچلے لب کو دانتوں تلے دبائے اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔۔ اندر جا کر وہ سچویشن ! ! ! کے حساب سے ہی کچھ کرتا۔۔

105/1

اکثم خان دروازہ کھولتے کمرے کے اندر داخل ہوا۔۔ وہ سوچتا ہی جا رہا تھا آبان کی باتیں۔۔ ! ! دل کہہ رہا تھا کہ وہ نتیجے پر پہنچ گیا ہے ! لیکن کچھ تھا جو اسے ایسا سوچنے سے بھی روک رہا تھا۔۔ اسے ہیر کی ناراضگی سے فرق پڑتا تھا اسی لیے ! ! ابھی ابھی اسے سمجھ میں آئی تھی کہ آبان نے ترسنے والی بات کیوں کی ہے ! ! یہ صرف اس لیے تھی کیونکہ مرد محبت میں خود ترسنا اپنے نصیب میں لکھتا ہے ! ! ورنہ جب خدا اجازت دے دے تو پھر عورت کی اجازت معنی نہیں رکھتی ! ! جہاں محبت ہو صرف وہیں یہ والی عزت دی جاتی ہے ! ! "اکثم خان آگے کی طرف جاتے اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھا۔۔ حالانکہ سردی اسے خود کو بھی لگ رہی تھی ! ! لیکن ابھی مقابل کی ٹینشن زیادہ تھی ! !

کمرے میں چلتا الیکٹرک ہیٹر کچھ دیر کے لیے ان کی سردی کو بھگانے کے لیے ناکام تھا۔۔ خاص کر تب تک جب تک انہوں نے یہ گیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے ! ! "مسز آپ تو دل کی ملکہ نکلی۔۔ آپ کے لیے تو اکثم قربان ! !"۔۔ اس کے کان کے پاس جھکتے اکثم خان نے محبت سے سرگوشی کی ! ! مقابل کے لب ابھی تک نیلے پڑتے جا رہے تھے ! ! وہ ویسے ہی کپکپاہٹ کا شکار تھی ! ! اکثم خان نے ایک گہری سانس بھرتے اپنے دماغ سے تمام سوچیں جھٹکتے آہستہ سے اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے شروع کیے ! ! مقابل جہاں لیٹی تھی وہ جگہ بھی ساری گیلی ہو چکی تھی ! ! اکثم کو تو اب محسوس ہو رہا تھا جیسے پتہ نہیں کتنے سال پرانی شادی ہو ! ! وہ جھجھک وہ لاعلمی سب کچھ فنا سا ہو گیا تھا۔۔ کیا اتنا اہم ہوتا ہے دلوں کا رشتہ؟؟ ہاں شاید ! ! محبت اور فکرمندی سے اس کے چہرے کو دیکھتے اکثم نے اپنی شرٹ کو اُتارتے سائڈ پر پھینکا۔۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اسے ان آئس بلیو آنکھوں سے کتنی محبت تھی ! ! یہ بھی شکر تھا کہ مقابل کا یہی نیچرل کلر تھا۔۔ اگر یہ لینز بھی ہوتے تو اکثم خان تو انہیں پرمننٹ ہی کر دیتا۔۔ وہ دیوانہ تھا آئس بلیو آنکھوں کا۔۔ ! ! اپنی سینڈو کو اُتار کے بھی سائڈ پر پھینکتے اکثم تھوڑا آگے کو سرکتے مزید اس کے نزدیک ہوا۔۔وہ سہی سے بیٹھتے بے حد نرمی سے اسے دونوں بازو سے اٹھاتے اپنے اوپر ٹرانسفر کر چکا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ ہوش گنوائے کسی بے جان چیز کی

طرح اس کے ہاتھوں میں آتی چلی گئی تھی ! ! اکثم نے اسے شدت سے اپنے سینے میں بھینچتے اس پر اچھی طرح سے کمبل سیٹ کیا۔۔ وہ کمبل کا ایک کونا پکڑتے دونوں کے سروں پر ڈال چکا تھا۔۔ وہ دونوں کمبل میں غروب ہو چکے تھے ! ! اکثم نے اسے سختی سے خود کے ساتھ لپٹائے اس کے گال پر بہت نرمی سے لب رکھے ! ! وہ پہلے تھوڑی ایسے ہی کوشش کرنا چاہتا تھا۔۔ وہ نہیں چاہتا تھا بعد میں کبھی یہ لڑکی اس سے ناراض ہو ! ! اسے کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن پھر بھی ! ! کیا پتہ مقابل ابھی اس چیز کے لیے تیار نا ہوتی ! ! اسے ہر طرح سے سوچنا پڑ رہا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ کا جسم جیسے وائبریٹنگ پر لگا ہوا تھا۔۔ کوئی اس شخص کو بتاتا کہ یہ گیلے کپڑوں کا اثر ہے ! ! وہ دھیان ہی نہیں دے رہا تھا۔۔ ! ! "میری جان اٹھ جائیں ! ! ابھی تو میں نے ایک ایک بات بتانی تھی آپ کو ! ! ابھی تو آپ کو بتانا تھا کہ میں بہت پاگل ہوں آپ کے پیچھے ! ! ابھی تو آپ کو بتانا تھا کہ یار میں مخلص رہنے لگا تھا آپ کے ساتھ ! ! توبہ میں آپ کے ساتھ مخلص رہنے کے لیے آپ کی ہی محبت کو بھلا رہا تھا۔۔ افف اکثم تم سے بڑا پاگل نہیں ہوگا کوئی ! ! یار میں نے کیوں نہیں سنی اس دل کی؟؟ مہینہ برباد کر دیا میں نے اتنا حسین شادی کہ لمحہ بھی برباد ہو گیا۔۔ اللہ جی تھوڑی تو عقل آجاتی مجھے ! ! " شروع میں محبت سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے آخر میں وہ اپنے ہی رونے رونے بیٹھ گیا تھا۔۔ ! ! ہائے کاش

اسے پہلے پتہ ہوتا۔۔ لیکن خیر!! اسے پانچ منٹ تک بھی بلکل فرق نا پڑتے دیکھ اکثم کو اب سہی معائنوں میں پریشانی ہونے لگی تھی!! "اٹھ جائیں نا مسز۔۔ بعد میں آپ ناراض ہوئی تو میرے سے برا کوئی نہیں ہوگا۔۔!! وہ جانتا تھا کہ مقابل نہیں سن رہی ہوگی۔۔ پھر بھی پاگلوں کی طرح اس کے کان میں سرگوشیاں کرتے وہ اسے دھمکی تک لگا چکا تھا۔۔!! اگر ہیر شاہ ہوش میں ہوتی تو یقیناً اکثم کا ایسا روپ دیکھ کر غش کھا کر ہی مرجاتی!! کوئی بھی رسپانس نا دیکھتے اکثم نے ایک گہری سانس بھرتے چٹکیوں میں ایک فیصلہ کیا۔۔ ناراضگی مٹانے کے لیے ساری زندگی پڑی تھی!! لیکن جان بچانے کے لیے اسے ابھی ہی کچھ کرنا تھا۔۔ ہسپتال نہیں لے کر جا سکتا تھا وہ!! نا ہی گھر میں کسی کو بلا سکتا تھا۔۔ جب وہ میسر تھا تو وہ کیوں کسی اور کو دیکھتا؟؟ آبان خان کی بات ٹھیک تھی!! ایک محبت بھری نظر اس پر ڈالتے اکثم بے حد نرمی سے اسے واپس سے بیڈ پر لٹاتے اس پر حاوی ہوا۔۔ اسے تو یہ بھی اندازہ نہیں تھا کہ کہاں سے شروع کرے!! وہ اس کے آگے ڈمب ثابت ہوا تھا۔۔ حالانکہ وہ بلکل شریف نہیں تھا۔۔ جیسے اس کے دوست تھے وہ شریف ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔۔ یہ تو آبان کی نظر تھی پیچھے جو وہ آج سیدھی راہ پر تھا۔۔ ورنہ اس نے بھی کئی کئی راتیں کوٹھوں پر گزارنی تھیں!! دوست چیز ہی ایسے ہوتے ہیں!! کمپنی اچھی ملے تو جنت تک لے جائیں!!

اور یہی کمپنی بری مل جائے تو جہنم کا راستہ بھی کچھ دور نہیں ! ! اس کی صحبت تھوڑی خراب تھی لیکن یہ شکر تھا کہ آبان کے ذریعے وہ بچا ہوا تھا۔۔ ! ! اور اس بات کے لیے وہ خود بھی پہلے اللہ کا اور پھر آبان کا بہت شکر گزار تھا۔۔ ! ! "کچھ سوچتے اس نے ہیر کو تھوڑا سا اوپر کرتے اس کی میکسی کی ڈوریوں میں ہاتھ الجھایا۔۔ دیر سے ہی سہی لیکن اسے خیال آگیا تھا کہ کپڑے گیلے ہیں ! !۔۔ بہت نرمی سے اس کے کندھے پر جگہ جگہ لب رکھے وہ ڈوریوں کو کھول چکا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ بے جان وجود کے ساتھ نے حس و حرکت پڑی تھی ! ! ہونٹ نیلے کانچ کی طرح ہی رہے تھے ! ! اکثم نے ایک تو قسم اٹھائی تھی کہ آئندہ کبھی اس لڑکی کو اس طرح بارش میں نہیں جانے دینا۔۔ اسے اپنی محبوب بیوی بہت عزیز تھی ! ! "مجھے معاف کر دیجئے گا میری جان۔۔ یہ مجبوری ہے اب ! ! "آپ کے شوہر کو اس علاج کے علاوہ اور کچھ نہیں آتا۔ ! ! "مسکرا کر پھر سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اکثم خان نے بہت نرمی سے اس کے جسم سے اس میکسی کو آزاد کیا۔۔ اس نے بھی بہت نوٹ کیا تھا کہ یہ لڑکی اس کی مان کے ہی اب سج سنور کے رہنے لگی تھی ! ! اس نے تو ایک دن اسے ہی کہہ دیا تھا کہ شوہر کو خود کی طرف ایٹریکٹ کرنا پڑتا ہے ! ! اگلے دن سے یہ خود ہی ہو رہا تھا۔۔ وہ آتا تھا اور مقابل تیار ملتی تھی ! ! لیکن افسوس ہو رہا تھا اسے خود پر خ وہ ایک مرتبہ بھی اس کی تعریف نہیں

کر پاتا تھا۔۔ کبھی دھیان ہی نہیں گیا اس طرف ! ! لیکن آج شدید پچھتاوا ہو رہا تھا اسے ! ! "چلو ایک مہینہ ضائع کیا اب ساری زندگی شہزادی بنا کر رکھوں گا اپنی زندگی کو ! ! "پورے عزم کے ساتھ سوچتے اکثم خان نے اس کی میکسی کی مکمل اس کے تن سے آزاد کرتے سائڈ پر پھینکا۔۔ کمبل کے اندر مکمل اندھیرے میں کچھ نظر بھی نہیں آرہا تھا۔۔ اوپر سے کمرے میں بھی صرف ایک ڈم لائٹ جلی تھی ! ! یہ اس لڑکی کو ہی شوق تھا اندھیروں کا۔۔ اس کے شوق اکثم کی سمجھ سے باہر تھے ایک تو ! ! اسے ہر عجیب چیز کا شوق تھا۔۔ ! ! "آپ کی شادی کا یہ حسین ایک مہینہ برباد کرنے کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔۔ لیکن وعدہ ہے اس غلام کا کہ اب سے ہر دن ہر رات آپ کے نام ! !" اس کے کان میں نرمی سے سرگوشی کرتے اکثم نے اس کی آنکھوں تک آتے باری باری ان پر لب رکھے ! ! کیا قسمت تھی کہ وہ سہی سے انہیں دیکھ بھی نہیں پایا تھا۔۔ جیسے ہی دیدار ہوا تھا فوراً ہی تو یہ لڑکی بیہوش ہو گئی تھی ! ! وہ اسے مزید تڑپا کر خود چین کی نیند سو گئی تھی ! ! لیکن خیر اب ان پر ساری زندگی اکثم کا ہی تو حق تھا۔۔ ایک اسی لیے وہ کچھ تسلی میں تھا۔۔ ! ! شدت سے محبت بھرا لمس اس کی آنکھوں پر چھوڑتے وہ تھوڑا نیچے کو آیا۔۔ اس کے ماتھے، ناک اور پھر یہ لب سرکتے گالوں تک آ چکے تھے ! ! اس کے پھولے پھولے ٹماٹر کی مانند نرم گالوں پر ہونٹ رکھتے اکثم گہرا مسکرایا۔۔ یہ بہت

پیارے تھے ! ! اس کی بیوی پوری کی پوری ہی پیاری تھی ! ! ظاہری بھی اور دل کی بھی ! ! گالوں سے لبوں کو ان پر رکھے ہی حرکت دیتے وہ اس کے لبوں تک آتے رکا۔ ! ! پہلی مرتبہ کسی کا ایسا لمس محسوس کرتے اس کے جسم میں بے ساختہ ہی ایک کرنٹ سا دوڑا۔۔ ! ! ایک نظر اوپر اس کے چہرے کو دیکھتے وہ بے چینی سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لے چکا تھا۔۔ مقابل پوری ٹھنڈی یخ ہوئی پڑی تھی ! ! اس کے لبوں سے لپٹتے اکثم نے پریشانی سے اس کی سائڈ پر ڈھلکتی گردن کو دیکھا۔۔ وہ دیر کر رہا تھا۔۔ مقابل مرنے کو تھی ! ! تیزی سے اس سے تھوڑا پیچھے کو ہوتے اس نے بہت نرمی سے اسے اور خود کو ہر پردے سے آزاد کرنا شروع کیا۔۔بیڈ کی یہ سائڈ بھی گیلی ہو چکی تھی ! ! سب سے پہلے ان گیلے کپڑوں کو سائڈ پر کرنا ہے حد ضروری تھا۔۔ ! ! "میرا بچہ تھوڑی تو ہمت دکھائیں ! !" سرگوشی نما آواز میں پریشانی سے کہتے اکثم نے جھٹکے سے اسے اور خود کو ہر طرح کے پردے سے آزاد کیا۔۔ ! ! وہ اسے تھوڑا سائڈ پر سوکھی ہوئی جگہ پر کرتے پھر سے اس پر حاوی ہو چکا تھا۔۔ ! ! کمبل دونوں پر سیٹ کرتے اکثم تیزی سے اس کے یاقوتی لبوں پر جھکا۔۔ سانسیں چل رہی تھیں ! ! لیکن بہت کم تھیں ! ! وہ بجائے اس کی سانسیں کھینچنے کے خود ہی اسے سانس فراہم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ پر تو جیسے کوئی اثر ہی نہیں پڑ رہا تھا۔۔ اس کا جسم یخ ہوا پڑا

تھا۔۔ اندازہ نہیں تھا کسی کو بھی کہ اتنی بری حالت ہو جائے گی ! ! اسے تو لگا تھا کہ پہلے جیسے تھوڑی بہت دیر وہ ڈانس کرتی تھی آج بھی کر لے گی ! ! یہ دیر صرف آج اکثم کی وجہ سے ہوئی تھی ! ! اور آج ہی وہ مرنے کے در پر تھی ! ! یہ شکر تھا کہ اکثم کا سٹیمنا بھر مضبوط تھا۔۔ اتنی سردی وہ آرام سے برداشت کر سکتا تھا۔ ! ! اس کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیے اکثم نے تیزی سے انہیں رب کرنا شروع کیا۔۔ ابھی پریشانی اتنی تھی کہ وہ کچھ اور سوچ ہی نہیں پا رہا تھا۔۔ البتہ دل میں اندر کچھ تھا جو اسے بہت کچھ بول رہا تھا۔ ! ! لیکن وہ دھیان نہیں تھا دے رہا کسی بھی چیز پر ! ! ابھی صرف اس لڑکی کی طبیعت عزیز تھی ! ! اس کے ہاتھوں کو کافی دیر تک رو کرتے اکثم کمبل کو خود سے سائڈ پر کرتے اس کے پیروں کی طرف بڑھا۔۔ اس سارے وقت میں وہ مسلسل اپنے لبوں سے اس کے اندر سانسیں انڈیلتا رہا تھا۔۔ ! ! اس کے ہونٹ پہلے سے تھوڑے کم نیلے تھے اب ! ! کمرے میں موجود ہیٹرز کی ہیٹ بھی بڑھتی ہی جا رہی تھی ! ! اس کے پیروں کی طرف جاتے اکثم نے تیزی سے انہیں رب کرنا شروع کیا۔۔ اس نے دیکھا تھا کہ یہ کرنے سے کچھ فیصد بہتر ہوئی تھی وہ ! ! اسی لیے پریشانی اور فکرمندی سے اسے دیکھتے وہ اس کے پاؤں کو پکڑتے ساتھ ساتھ ان پر اپنے لب رکھتے نچلے حصے کو رب کرتا ہی جا رہا تھا۔۔ اتنی دیر ہو گئی تھی اور وہ شخص اب تک اسے نہیں سنبھال پا رہا تھا۔۔ جو کرنا

چاہیے تھا اس کا سوچ کر کچھ عجیب لگ رہا تھا۔۔ پہلی مرتبہ میں ہی جب ہیر ہی ہوش میں نا ہو پھر کوئی فائدہ بھی نہیں تھا۔۔ بہت عجیب تھا وہ!! کبھی مان جاتا تھا اور کبھی انکار کر دیتا تھا۔۔!!! اب بھی وہ کوشش اپنی طرف سے پوری ہی کر رہا تھا کہ اُس کے بنا ہی ہوش آجائے بس!! اسی طرح کافی دیر تک اس کے پیروں کو رب کرتے اکثم پھر سے اوپر کی طرف آیا۔۔!! وہ اسے کمر سے جکڑے شدت سے اپنے ساتھ لپٹائے اس کے لبوں سے لپٹ چکا تھا۔۔!! اس مرتبہ لمس میں بھرپور شدت تھی!! وہ اس کے لبوں کو سک کر رہا تھا۔۔ اب کوئی اور راستہ نہیں بچا تھا۔۔ وہ پاگل انسان پھر سے مان گیا تھا۔۔!! اس کے پیٹ پر اپنے کچھ گرم ہاتھ کا لمس چھوڑتے اکثم خود سہی سے اس پر ایڈجسٹ ہوتے حاوی ہوا۔۔!! "خدارا ناراض مت ہونا۔۔ یہ صرف آپ کے لیے ہی ہے!! میں وعدہ کرتا ہوں اس کا ازالہ بھی ساری زندگی کرتا رہوں گا۔۔!" پھر سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے اکثم نے اپنے چہرہ نیچے کرتے اس کی گردن پر بوسوں کی بوچھاڑ شروع کی۔۔ اب سوچنے کا وقت نہیں تھا۔۔ وہ ساری سوچیں سارے وہم دماغ سے جھٹلائے اس کی گردن پر جگہ جگہ اپنے لبوں کا لمس چھوڑ رہا تھا۔۔!! جبکہ ہاتھ مسلسل مقابل کے پیٹ پر گھومتے اسے گرمائش دینے کی کوشش کر رہے تھے!! وہ اس پر مکمل طور پر حاوی اپنا پورا وزن اس کے سینے پر ڈالے ہوئے

تھا۔۔!! ہیر کی کپکپاہٹ کافی حد تک کم تھی!! وہ ہوش میں تو نہیں آئی تھی مگر اکثم محسوس کر رہا تھا کہ وہ کچھ کچھ نارمل ہو رہی تھی!! باڈی کا ٹمپریچر تھوڑا سا نارمل کی طرف آرہا تھا۔۔!!! اس کی پوری گردن کو اپنے لبوں کے لمس سے مہکاتے اکثم خان مزید نیچے کو جھکا۔۔!! یہاں آتے ہی نجانے کیوں اس کے گلے میں گلٹی سی اُبھرتے معدوم ہوئی!! اب دیکھا تھا اس نے مقابل کا جسم جو صاف شفاف بنا کسی داغ کے چاندی کی مانند دمکتا ہوا لگ رہا تھا۔۔!! دودھیا رنگت کا یہ جسم اکثم خان کو آج پاگل کرنے کا ہنر رکھتا تھا۔۔!! اس کے سمندروں کی لہروں کی مانند ڈوبتے نشیب و فراز اسے دنیا بھلانے پر مجبور کر سکتے تھے!! اکثم خان نے تھوک نگلتے نرمی سے اس کی دھڑکنوں پر جھکتے ان پر اپنے لب رکھے!! ہیر شاہ کا جسم اور حسن اس کی سوچ سے زیادہ تھا۔۔ وہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ اتنی قیامت برپا کرتی جوانی ہوگی اس کی بیوی کی!! مقابل بے حد حسین تھی!! اس کی دھڑکنوں پر جھکتے وہ جگہ جگہ ان کو اپنے لبوں سے چومتے واپس سے اوپر کی طرف آیا۔۔!! ایک نظر اس کی آنکھوں کی طرف دیکھتے وہ اس کے کان کے پاس جھک چکا تھا۔۔!! "آپ پہلی عورت ہیں جس نے میرے دل میں اپنا مقام بنایا۔۔ بنا چہرہ دیکھے مجھے آپ کی آنکھوں سے ہی محض بے شمار محبت ہوئی!! پھر آپ میری محرم بن گئی اور میں نے پہلے والی ہیر کو بھلانا شروع کر دیا۔۔

میں دنیا کا سب سے خوش قسمت انسان ہوں کہ آپ ہی میری بیوی بنی ہیں ! ! آپ کو اندازہ نہیں ہے آپ پہلا عشق ہیں میرا۔۔ ! ! اس دن جنگل میں آپ کیسے گئی کیسے نہیں۔۔ میں نہیں جانتا۔۔ مجھے جاننا بھی نہیں ہے ! ! ماضی کو چھوڑ کر آج آپ میرے ساتھ ہیں میرے لیے یہ بہت بڑی بات ہے ! ! اُمید ہے آپ بھی ماضی کو چھوڑ کر ایک نئی شروعات کی گیں میرے ساتھ ! ! "۔۔ سرگوشی کرتے اکثم خان نے اس کے لبوں کو اپنے لبوں میں دبایا۔۔ وہ ساتھ ہی بہت نرمی سے خود کو دھکیل چکا تھا۔ ! ! اسے بس ہیر شاہ عزیز تھی ! ! ہیر شاہ کے بیہوش وجود میں کچھ ہلچل سی ہوئی۔۔ اس کی سسکی اکثم کے ہونٹوں میں ہی کہیں دب کر رہ گئی تھی ! ! البتہ وہ جیسے غنودگی میں تھی ابھی ! ! اکثم خان سرشاری کے ساتھ گہرا مسکرایا۔۔ حیرت تھی کہ یہ لڑکی اب تک نہیں اٹھی تھی ! ! حالانکہ یہ کا باڈی ٹمپریچر نارمل ہو چکا تھا۔۔ اکثم خان بہت نرمی سے اس میں حرکت کرتے ساتھ وقفے وقفے سے کبھی اس کے لبوں تو کبھی اس کی دھڑکنوں پر لب رکھ رہا تھا۔۔۔ ابھی اس نے کہیں پر بھی ذرا سختی نہیں دکھائی تھی ! ! وہ دکھانا بھی نہیں چاہتا تھا۔۔ پھولوں سے بدن پر سختی دکھانے کا دل ہی نہیں تھا۔۔ ! ! البتہ کچھ وجہ مقابل کی بیہوشی بھی تھی ! ! "آپ بہت حسین ہیں مسز اکثم۔۔ آپ اس دنیا کی سب سے حسین لڑکیوں میں سے ایک ہیں ! کیونکہ آپ اکثم خان کے دل پر راج کرتی ہیں۔۔

میں قربان آپ پر۔۔ میرا دل قربان۔۔ ! !" نہایت نرمی سے اس کے جسم میں حرکت کرتے اکثم مسلسل اس کے کان میں محبت بھری سرگوشیاں کر رہا تھا۔۔۔ ! ! وہ اس پر ہر طرح سے حاوی کچھ حد تک اسے نارمل کر چکا تھا۔۔ ! !

تقریباً پانچ سے دس منٹ تک یہی سلسلہ چلتا رہا تھا کہ ہیر شاہ نے اچانک ہی سسکتے ہوئے اپنی مندی مندی آنکھیں کھولی ! اس کا باڈی ٹیمپریچر بلکل ٹھیک تھا۔۔ ہونٹ بھی واپس سے اپنی اصلی شکل میں آ چکے تھے ! ! وہ حیرت اور بے یقینی سے آنکھیں کھولے اپنے اوپر جھکے اکثم خان کو دیکھ رہی تھی ! ! جبکہ جسم میں چلتے اس کے لمس کو وہ بہت اچھے سے محسوس کر چکی تھی ! ! ایک سیکنڈ کے اندر دماغ ایک ایک چیز پک کر رہا تھا۔ ! ! "اسے ہوش میں آتے دیکھ اکثم نے اچانک سے خود پر سے ضبط کھوتے اسے تھوڑا سا اوپر کو اٹھاتے شدت سے اپنے سینے میں بھینچا۔۔ وہ اسے کمر سے جکڑے مزید آخری حد تک خود کو اس میں پیوست کرتا جا رہا تھا۔۔ ! ! ہیر کی سسکی بے ساختہ تھی ! ! وہ اسے ہوش میں آتے دیکھ بجائے رکنے کے مزید شدت پسند ہو چکا تھا۔۔ غصّہ جیسے اچانک ہی ہیر شاہ پر حاوی ہو چکا تھا۔۔ ! ! کیا وہ اتنا بے حس انسان تھا کہ اس سے کچھ پوچھنا تو دور اس کے ہوش میں آنے کا بھی انتظار نہیں کیا؟؟ کیا اکثم میں صرف اس

کے جسم کی حوس تھی؟؟ اور اتنی کہ وہ اس کے بیہوش ہونے کے ہی انتظار میں تھا۔ ! ! مقابل چلو پوچھتا نا ایک مرتبہ بتا تو دیتا۔۔ یا پھر اس کے ہوش میں آنے کا ہی انتظار کر لیتا۔ مان توڑ دیا تھا اس کا اکثم نے ! ! وہ یقین نہیں کر پا رہی تھی یہ سب کچھ جو ہو رہا تھا۔ ! ! "ٹینشن۔۔ نہیں۔۔ لیں میری جان۔۔ سب کچھ بتاتا ہوں۔۔ بس۔۔ بس پانچ منٹ ! !"۔۔ اس کی آنکھوں میں نمی دیکھتے اکثم خان نے پھولتی سانسوں کے ساتھ اپنے لبوں کے ساتھ نرمی سے اس کے آنسوں چنے ! ! وہ اسے روتا نہیں دیکھنا چاہتا تھا اب ! ! اس غلطی کے لیے وہ ساری زندگی اس کے قدموں میں بیٹھا رہتا۔۔ بس مقابل روئے نا۔۔ ! ! ہیر شاہ ہونٹ بھینچے لال سرخ چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہی تھی ! ! یہ شخص کیا چیز تھا آخر؟؟ وہ اسے ایسے پہلی مرتبہ پکار رہا تھا۔۔ اور آج ہی ہیر شاہ اس سے بے حد بدگمان ہو رہی تھی ! ! لیکن پھر بھی اس کا دل دھڑکا ضرور تھا اکثم کی اس محبت بھری سرگوشی پر ! ! "میری جان۔۔" اکثم خان نے اس کے لبوں پر ایک آخری بوسا دیتے آخری مرتبہ شدت سے خود کو اس میں پیوست کیا۔۔ مقابل کو کچھ ہو نہ ہو اس کا پورا جسم پسینے سے شرابور ہو چکا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ نے بری طرح ایک سسکی بھرتے اس کے کندھے پر اپنی پوری شدت سے دانت گاڑے ! ! وہ رونے لگی تھی ! ! بے بسی سے آنکھوں سے آنسوں برس رہے تھے۔۔۔ کبھی سوچا

نہیں تھا اس نے کہ اکثم ایسا ہوگا۔۔ ! ! "اکثم خان اپنی ضرورت کو پوری کرتے نرمی سے اس سے الگ ہوا۔۔ ! ! وہ اس کی گردن میں چہرہ چھپائے گہرے گہرے سانس بھر رہا تھا۔۔ نشہ تھا اس لڑکی میں ! ! ابھی بھی جسم سے طلب مٹی نہیں تھی ! ! ابھی بھی آنکھیں لال ہی ہو رہی تھی ! ! اسے ایک مرتبہ پھر مقابل کی ضرورت تھی ! ! مگر وہ پہلے اسے دیکھ لیتا ذرا جو ہاتھوں میں چہرہ چھپائے بری طرح رونے لگی تھی ! ! وہ ہر طرح کے ریکشن کے لیے بلکل تیار تھا۔۔ اسے اندازہ تھا کہ ایسا ہی کچھ ہوگا۔۔ ! ! تبھی بجائے پینک ہونے کے پہلے اپنی سانسوں کو معمول پر لانا بے حد ضروری تھا۔۔ اس کے لیے آج کی رات کسی چاند رات سے کم نہیں تھی ! ! اپنے چاند کی حاصل کر کیا تھا اس نے ! ! "ہیر شاہ ہاتھوں کو چہرے پر رکھے بری طرح سسکنے لگی تھی ! ! وجہ جسم میں اٹھتا درد نہیں بلکہ وجہ اکثم خان تھا۔۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اکثم ایسے نکلے گا۔۔ ابھی ہی مان محبت سب کچھ ننے لگا تھا۔۔ مقابل نے خود ہی اپنے اس عمل سے سب کچھ خراب کر دیا تھا۔۔ اسے بس یہ چبھن تھی کہ وہ اس کے ہوش میں آنے کا انتظار کر لیتا۔۔ ان دونوں میں کبھی ایسی کوئی بات ہوئی ہی نہیں تھی جو وہ انکار یا اقرار کا کوئی ارادہ رکھتی ! ! یہ سب حالات اور وقت پر منحصر کرتا تھا۔۔ لیکن افسوس کہ اس شخص نے تو اسے کسی چیز کا حق ہی نہیں دیا۔۔ ! ! "اکثم خان نے ایک مسکراتی

نظر اپنی جذباتی بیوی پر ڈالی۔۔ اسے پورا یقین تھا کہ وہ منا لے گا مقابل کو ! ! خود پر نہ سہی تو اسے اپنی محبت پر پورا یقین تھا۔۔ ! ! نرمی سے اس کے ہاتھوں کو چہرے سے ہٹاتے اکثم نے انہیں اپنے ایک ہاتھ کی گرفت میں لیتے بیڈ سے پن کیا۔۔ وہ دلکش مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! مقابل کی ایک آنکھ ہیزل نٹ تھی تو دوسری آئس بلیو۔۔ ایک لینز اکثم نے اُتار کر پھینک دیا تھا اس لیے ! ! وہ دوسرا اُتارنے کا بھی اِرادہ رکھتا تھا۔۔ اب مقابل اس کی مرضی کی آنکھیں رکھتی ! ! "چھوڑیں میرے ہاتھ ! ! کر لی ہے نہ اپنی حوس پوری آپ نے؟ اب اٹھیں میری اوپر سے۔۔۔ میں۔۔۔ ! ! ہیر شاہ مارے غصے اور بے بسی کے شدت سے اس پر چیخی ! ! وہ ہچکیوں کے ساتھ روتے ہوئے بول رہی تھی کہ اکثم اس کی آدھی ادھوری بات پر ہی اس کے لبوں پر قفل لگاتے بیچ میں ہی اسے روک چکا تھا۔۔ ! ! شدت سے ایک مرتبہ اس کے لبوں پر دانت گاڑتے اکثم خان تھوڑا سا پیچھے کو ہوا۔۔ بڑی عجیب سوچ تھی اس لڑکی کی ! ! اسے غصّہ آیا تھا جسے وہ فوراً ہی پی بھی گیا تھا۔۔۔ ابھی غلطی اس کی تھی ! ! ابھی غصّہ کرنے کا حق اس لڑکی کا تھا۔۔ وہ غصّہ کرنے بیٹھ جاتا تو یہ ہیر کے ساتھ زیادتی ہوتی ! ! "ہیر شاہ نے ایک شکوہ کناں نظر اس پر ڈالتے اپنے ہونٹ پر ہاتھ رکھا۔۔ بہت بے رحم قسم کا انسان تھا یہ ! ! "آپ بیہوش تھی یارا۔۔ اتنے طوفان میں کہاں لے کر

جاتا میں آپ کو؟؟ آپ کو ٹھنڈ لگی تھی ہونٹ نیلے پڑ رہے تھے ! ! مجھے یہی راستہ نظر آیا بس ! ! ورنہ آپ خود سوچیں آج سے پہلے ہوش میں اس طرح کی کوئی حرکت نہیں کی میں نے ! ! میں نے تو آپ کے لبوں کا جام پہلی مرتبہ پیا ہے ! ! لفظوں کو سوچ سمجھ کر بولا کریں۔۔ میں مرد ہوں حوس دکھانے بیٹھا ہوتا تو آپ کی زبان نا چل رہی ہوتی ! ! بلکہ پورے جسم پر میری درندگی کے نشانات ہوتے ! ! کہاں ہیں نشان دیکھیں ایک لو بائٹ بھی دکھا دیں چلیں؟؟" سنجیدگی سے ساتھ لہجے میں محبت کا عنصر ڈالے اکثم خان اسے سمجھانے کے ایک ناکام سی کوشش کر رہا تھا۔۔ ! ! وہ اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔ خود کے لیے حوس جیسا لفظ اسے بہت برا لگا تھا۔۔ خیر کوئی بات نہیں ! ! یہ سچ تھا کہ اس نے مقابل کے پورے جسم کو محض لبوں سے چھوا تھا۔۔ اسی لیے اس نے ایک نشان بھی نہیں چھوڑا تھا۔۔ ! ! "ہیر شاہ نے اپنے آنسوں صاف کرتے سنجیدگی کے ساتھ اسے دیکھا۔۔ اس نے کہا اور ہیر نے مان لیا؟؟ اتنی پاگل نہیں تھی وہ ! ! "اٹھیں میرے اوپر سے اور ہاتھ چھوڑیں میرے ! ! میں اگر مر رہی تھی تو مرنے دیتے ! ! یہ حرکت کرنے کی ضرورت نہیں تھی آپ کو ! ! خیر لے لیا آپ نے اپنا حق؟؟ اب جانے دیں مجھے ! ! "۔۔ اس سے نظریں پھیرتے سپاٹ سے انداز میں مزید خفگی دکھائی گئی ! ! وہ اس کی جھوٹی کہانی پر یقین کر ہی نہ لیتی ! ! اکثم خان نے تاسف سے اسے

دیکھتے ایک گہری سانس بھری ! ! پاگل نہیں تھا وہ جو اسے ایسے ہی چھوڑ دیتا۔۔ ! !
"خدا کی قسم جھوٹ نہیں بول رہا بس؟ آپ کی طبیعت واقعی میں بہت بگڑ رہی تھی۔۔
آپ تو جان ہیں آپ کے ساتھ جھوٹ بولوں تو لعنت ہے پھر اکثم پر ! ! اِدھر دیکھیں
میری طرف ! !" نرمی سے کہتے اکثم نے اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔ ! ! ہیر شاہ نروٹھی
سی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی ! ! اس پر تو نہیں ہاں لیکن قسم پر اس نے ضرور
یقین کر لیا تھا۔۔ ! ! اسے نہیں لگتا تھا اکثم جھوٹی قسم اٹھا سکتا ہے ! ! اکثم خان ایک
نظر اس کی خفگی بھری نظروں پر ڈالتے تھوڑا سا سائڈ پر ہوا۔۔ وہ اسے بازو سے پکڑے
اپنے ساتھ لپٹا چکا تھا۔۔ ہیر شاہ اس سے دور ہونے کی کوششوں میں تھی لیکن اب یہ
ممکن نہیں تھا شاید ! ! وہ اسے سختی سے جکڑتے اس کے ہاتھ خود ہی اپنی کمر پر باندھ چکا
تھا۔۔ ! ! ."اس دن جنگل میں یاد ہے آپ کو چند لڑکوں نے دیکھا تھا ڈانس کرتے
ہوئے؟؟" سامنے کی طرف دیکھتے اکثم نے سنجیدگی کے ساتھ پوچھا۔۔ اسے تو اب خیال
آیا تھا کہ ساتھ میں اس کے دوست بھی تھے ! ! اتنا تو طے تھا کہ آج کے بعد وہ اُن
دوستوں سے کبھی نہیں ملنے والا تھا۔۔بیغیرت نہیں تھا وہ ! ! ہیر جو مزاحمت کر رہی
تھی کہ اس کے سوال پر حیرت سے اسے دیکھتے وہ اچانک ہی تھمی۔۔ اکثم کو کیسے پتہ
تھا؟؟ وہ دن یہ لڑکی کیسے بھول سکتی تھی آخر؟؟ اس کی تو جان نکل گئی تھی اس دن ! !

اوپر سے اس کی دوستیں بلکل چل تھیں۔۔ انہیں تو کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا۔۔ مگر اسے پڑتا تھا۔۔ شکر تھا کہ وہ اس دن بچ گئی تھی ! ! وہ تھم کر حیرت سے آنکھیں پھاڑے اکثم کے چہرے کو دیکھ رہی تھی ! ! مقابل کیسے جانتا تھا آخر؟؟ کہیں وہ اسے کوئی ایسی ویسی لڑکی سمجھ کے چھوڑ ہی نہ دے ! ! کہیں کسی نے تو بتایا تو نہیں اکثم کو؟؟ وہ پاگل لڑکی ہمیشہ کی طرح برا ہی سوچ رہی تھی ! ! اچھی سوچیں تو جیسے اس کے دماغ نے بنانا ہی بند کر دی تھیں ! ! "میں بھی تھا وہیں پر۔۔ انہی میں سے ایک۔۔ اس دن بھی آپ نے لینز نہیں تھے لگائے ! ! میں اُن آنکھوں کا دیوانہ ہو گیا تھا ایک ہی نظر میں ! ! میں نے بہت ڈھونڈا۔۔ دوبارہ آپ کے جنگل میں آنے کا انتظار بھی بہت کیا۔۔۔ محض ایک دیدار کے لیے ! ایک کشش ہے آپ کی آنکھوں میں جو مجھے آپ کی طرف کھینچتی ہے ! ! ! آپ نہیں ملی۔۔ نہیں جنگل میں واپس آئی آپ اور نہ ہی مجھے کہیں بھی ملی ! ! میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں ہوگا کہ آپ تھیں وہ ہیر ! ! میں نے کبھی آپ پر غور کیا ہی نہیں تھا۔۔ ! ! پھر ایک دن اچانک سے میرے سر پر آپ سے شادی کرنے کا فیصلہ مسلط کیا گیا۔۔ آپ پوچھ رہی تھیں نا کہ کسی نے زبردستی کی ہے؟؟ تو ہاں انہوں نے ہی کی تھی۔۔ میں نے بھی پھر غصے میں جلدی نکاح کا بول دیا۔۔ آبان بھائی کی ایک بہت گندی عادت ہے جب کوئی انہیں ضد لگا دے تو وہ اس

ضد میں جیت کر رہتے ہیں ! ! یہی میرے ساتھ ہوا۔۔ انہوں نے کسی بھی طرح سب کو منا ہی لیا۔۔ گھر کے بڑے بیٹوں کو بات منوانے میں کبھی مشکل پیش نہیں آتی ! ! سب مان گئے لیکن پھر میں نے اس دن آپ کی باتیں سنی۔۔ یقین کریں اگر میں نہیں سنتا تو آج آپ اپنے گھر پر ہوتی ! ! "۔۔۔بولتے بولتے وہ ایک گہری سانس بھرنے کے لئے رکا۔۔ ہیر شاہ دم سادھے اسے سن رہی تھی۔۔ اس کی سوئی ایک جگہ اٹکی تھی کہ کیا واقعی اکثم اس کی آنکھوں کا دیوانہ ہے؟؟ کیا وہ بھی کسی کی پسندیدہ ہو سکتی تھی؟ وہ بھی آج کی جنریشن میں ! ! یقین تھوڑا مشکل تھا۔۔ ! ! "پھر نکاح بھی ہو گیا اور میرا فیصلہ تھا کہ آپ کو اپنے ساتھ لے جا کر بتانا پڑے گا کہ سب مرد ایک جیسے نہیں ہوتے ! ! چلیں مان لیا آٹے میں نمک کے برابر ہی سہی۔۔ لیکن اچھے لوگ ہیں تو سہی نہ اس دنیا میں؟؟ آپ سب کو ایک جیسا بول رہی تھیں ! ! میں نے تو کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا۔۔ اور اگر کبھی یہ غلطی کر بھی دوں تو سامنے ڈریسنگ ٹیبل کی لیفٹ ڈرار میں ایک پوکٹ نائف پڑی ہے ! ! بڑی تیز ہے وہ۔۔ اٹھا کر بس سیدھا میرے ہاتھ میں مارنی ہے ! ! کھلی اجازت ہے آپ کو ! ! جب مرد ہاتھ اٹھا سکتا ہے تو عورت کیوں نہیں؟؟ رونے سے کچھ نہیں ہوتا۔۔ سیلف ڈیفنس کرنا سیکھیں ! ! خیر میں تھا نکاح پر ! ! وہ پھر سے اپنے سر کو جھٹکتے ٹاپک کی طرف آیا۔۔ ہیر شاہ بڑی دلچسپی سے مسکراتے ہوئے اسے سن رہی

تھی ! ! ہونٹوں کی مسکراہٹ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ گہری ہوتی جا رہی تھی ! ! وہ باتیں ہی ایسی کر رہا تھا۔۔ ! ! "پھر رخصتی ہوئی اور میں نے اس آئس بلیو آنکھوں والی کو بھولنا شروع کیا۔۔ نکاح نامے پر دستخط کرتے وقت یہ پکا عزم کیا تھا کہ کبھی ساری زندگی آپ سے بیوفائی نہیں کروں گا۔۔ اسی لیے میں آپ کو اکثر ہی بول کر سمجھاتا رہتا تھا۔۔ کیونکہ میرا دل میرا نہیں تھا۔۔ آپ کو خود ہی میری طرف رجوع کرنا تھا.. ! ! لیکن ایسا نہیں تھا کہ پھر وہ یاد تھی ! ! اکثر بس آپ کو دیکھ کر آپ کی ہی یاد آجاتی تھی ! ! " خود ہی بات کرتے وہ دونوں ملکے سے ہنسے ! ! یہ سیدھا سیدھا ایک عجیب چیز ہوئی تھی ان دونوں کے ساتھ ! ! "پھر آج یہ لینز نامی فساد کی جڑ نظر آگئے ! ! یہ دوسرا بھی اُتار کر پھینک دیں زہر لگ رہا ہے مجھے ! ! میرے اتنے حسین مومینٹس میری محبت میرے عشق کے ساتھ برباد کر دیے انہوں نے ! ! ویسے آپ کو بتانا چاہئے تھا مجھے؟؟" مسکراتے ہوئے کہتے آخر میں اس نے ایک شکوہ سا کیا۔۔ وہ سب بلا جھجھک اس کے سامنے کھول کر رکھ چکا تھا۔۔ ! ! کچھ چھپانے کا فائدہ بھی نہیں تھا۔۔ کمبل میں ایک دوسرے کے جسم کے ساتھ لپٹے وہ اپنی حالت کو سرے سے ہی نظر انداز کیے ہوئے تھے ! ! " کبھی ہمارے درمیان اس طرح کی کوئی بات ہی نہیں ہوئی جو میں بتاتی ! ! نا کبھی آنکھوں کے اوپر ٹاپک چھڑا۔۔ ویسے بہت چھپے رستم ہیں آپ ! ! آگے اُس دن

میری جگہ کوئی اور ہوتی تو؟؟" ہیر شاہ نے مسکرا کر کہتے آخر میں ابرو اچکائی ! ! اس کے اندر جیسے اچانک ہی بیویوں والی روح آگئی تھی ! ! یہ انداز خالصتاً بیویوں والا تھا۔۔ ! ! اکثم ایک نظر اسے دیکھتے گہرا مسکرایا۔ اسے یقین تھا وہ ہیر کو منا لے گا۔۔ اور اس کا یقین قائم رہا تھا۔۔ ! ! "دل جس پر آنا ہو اُسی پر آتا ہے ! ! ایسے تو میں نے زندگی میں بہت ساری لڑکیاں دیکھی ہیں ! ! ہو سکتا ہے آپ کی جگہ کوئی اور ہوتی اس دن تو میں ریس بھی نہ ہارتا۔۔ ! ! یہ دل بنایا ہی آپ کے لیے گیا ہے تو آپ نے ہی ہونا تھا اس میں ! ! " محبت سے کہتے اکثم نے اس کے خشک لبوں پر ہلکی سی زبان پھیری ! ! اس کے ہاتھ بے باکی سے ہیر کی کمر کے نیچے گھوم رہے تھے ! ! "میرے ہوش میں آنے کا اِنتظار کرنا چاہئیے تھا آپ کو"۔۔ ہیر شاہ کی سوئی پھر سے ایک نقطے پر آتے اٹکی ! ! وہ کچھ جھجھکتے ہوئے اس کے ہاتھ کو پیچھے کرنے کی کوشش کر رہی تھی ! ! "کوئی بات نہیں۔ پہلے سے زیادہ اچھی پرفارمنس اب دکھا دیتا ہوں ! ! کوئی مسئلہ نہیں ہے ! ! " ڈھیٹ بنے سے اکثم نے بتیس کے بتیس دانت باہر نکالے ! ! یہ تو شکر تھا کہ ہیر نے اس کی باتوں پر اعتبار کر لیا تھا۔۔ ! ہیر شاہ نے شرم سے لال سرخ پڑتے اس کے بازو میں چہرہ چھپایا۔۔ اکثم تو اچانک ہی اتنا بے شرم ہو گیا تھا۔۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ اس لڑکے کو ایسی باتیں بھی آتی ہونگی ! ! بہت غلط تھی وہ اکثم کو لے کر کہ وہ شریف ہے ! اسے اچھے

سے اندازہ ہو گیا تھا۔۔ ! ! "یہ لینز اُتار کر پھینک دیں مسز۔۔۔ میری خاطر کرے گیں نا آپ یہ ! ! میری خاطر ان آئس بلیو آنکھوں کا کلر آئندہ تبدیل مت کیجئے گا پلیز۔۔ میں پاگل ہوں ان کے پیچھے ! ! "۔۔ اکثم خان نے اس کی ٹھوڑی کو پکڑتے نرمی سے استفسار کیا۔۔ اس کے لہجے میں کچھ منت بھی تھی۔۔ کیونکہ اس کا بس نہیں تھا کہ خود ہی اُتار کے پھینک دے اس لینز کو ! ! لیکن ایسے اس لڑکی کو تکلیف ہوتی پھر ! ! وہ اس سے محبت سے خود ہی اتروا دیا۔۔ ! ! "ہیر شاہ نے ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھتے خاموشی سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ آج تک اس نے کسی کے کہنے پر یہ نہیں ہٹوائے تھے ! ! ! سب ہی گھر میں اسے بہت مرتبہ بولتے تھے ! ! مگر عجیب بات تھی کہ اس شخص کے ایک مرتبہ کہنے پر اس کے ہاتھ خوبخود لینز پر تھے ! ! وہ آرام سے آنکھوں سے یہ اتار رہی تھی ! ! شاید یہی فرق ہوتا ہے شوہر اور باقی ساری دنیا میں ! ! اسی لیے لڑکیوں کو سب سے عزیز اب کا شوہر ہوتا ہے ! ! وہ عزت دے تو لڑکیاں بچھ جایا کرتی ہیں ! ! کتنی ہی لڑکیاں ایسی ہیں جو پیسے سے بھی اوپر عزت اور محبت کو رکھتی ہیں۔۔ یہی کامیاب اور اصل عورت کی نشانی ہے ! ! ہیر شاہ بھی انہی لڑکیوں میں سے تھی ! ! کوئی بھوکا نہیں سوتا۔۔ خدا کسی نہ کسی طرح کھانے کو روٹی دے دیتا ہے ! لیکن جب شوہر پیسے کے ساتھ عزت ہی نہ دے سکے تو کوئی فائدہ نہیں ایسے پیسے کا۔۔ ! ! ایک بات

تھی کہ اس کی دعائیں قبول ہوئی تھیں۔۔ اس نے اپنے لیے کوئی ایسا ہی مزاج کا ٹھنڈا، نرم دل اور عزت کرنے والا انسان مانگا تھا۔۔ جو باقی سب کی طرح نہ رکھے اسے ! ! اس کے بھائیوں اور ماں باپ کی طرح بھی نہیں ! ! بہت سی جگہوں پر وہ سب بھی زیادتی کر جاتے تھے ! ! کچھ الگ طریقے سے ! ! بہرحال اس کی خواہش پوری ہو گئی تھی کیونکہ اسے ایک اصل مرد مل گیا تھا۔۔ اگر اچھے مرد سو میں سے ایک ہیں تو اسے وہی ایک مل گیا تھا۔۔ وہ خوش نصیب تھی ! ! ! "لینز کو اُتارتے اس نے اکثم کی اُنگلی پر رکھا۔۔ وہ اسی کے بازو سے اپنی آنکھیں رگڑ رہی تھی ! ! "بہت شکریہ میری جان۔۔" مسکرا کر کہتے اکثم نے اس لینز کو سائڈ پر پھینکا۔۔ بس نہیں تھا اس کا آگ لگا دے انہیں ! ! واپس سے ہیر شاہ کی طرف متوجہ ہوتے وہ اسے سیدھا کیے پھر سے اس کے اوپر آیا۔۔ ! ! ہیر شاہ اب خاموشی سے نظریں جھکائے ہوئے تھی ! ! ناراضگی بھول گئی تھی وہ ! ! مقابل نے باتیں ہی ایسی سنائی تھیں ! ! ایسی ہی تھی وہ۔۔۔ اپنے عزیز لوگوں کے منہ سے محبت بھرے ایک جملے پر پگھل جانے والی ! ! حساس لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں ! !بہت مختلف تھی وہ سب سے ! ! "آئی لو یو سو مچ مسز۔۔ آپ بہت حسین ہیں۔۔ آپ کی آنکھوں میں کوئی نشہ ہے جو اکثم خان کی پاگل کر کے چھوڑے گا۔۔"۔۔ محبت سے کہتے اکثم نے تھوڑا جھکتے اس کی آنکھوں پر شدت سے لب

رکھے ! پتہ نہیں کیوں وہ پاگل تھا ان کے پیچھے ! ! "جاناں آپ کہیں تو شادی دوبارہ کریں؟ آپ کے کتنے ہی خواب ہونگے جو میں نے دفنا دیے ! ۔۔ سو سوری ۔۔" کچھ یاد آنے اکثم نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا ۔۔ اس کی خود کی بھی تھوڑی خواہش تھی کہ شادی دھوم دھام سے ہو ! ! لیکن اب مجبوری ! ! "ہیر شاہ نے ایک نظر اسے دیکھتے نفی میں سر ہلایا ۔۔ اس کے تو کوئی خواب نہیں تھے ! ! شادی جیسے رشتے کے خواب دیکھنے والی لڑکی نہیں تھی وہ ! ! بھلے کوئی دو کپڑوں میں لے جاتا ۔۔ وہ سب سے زیادہ عزت کی بھوکی تھی ! ! "میں نے ہمیشہ سے چاہا تھا کہ سادگی سے نکھا ہو بس گھر گھر والوں کے درمیان ! ! زیادہ گیدرنگز مجھے نہیں پسند ! ! میری خواہش کے مطابق تو بلکل ٹھیک شادی ہوئی ہے ! ! اسلام میں بھی یہی طریقہ ہے ! ! یہ ڈھول ڈھمکا اور ناچ گانے ساری فضول رسومات ہیں جو ہمارے یہاں کے لوگوں نے عام بنائی ہوئی ہیں ! ! اصل طریقہ شادی کا تو سارے جیسے بھول ہی گئے ہیں ! ! ہاں ایک ولیمہ ضروری ہوتا ہے ! ! اب وہ آپ کی مرضی ! ! باقی میری طرف سے بارات رخصتی سب کچھ میری مرضی کے مطابق ہی ہوا ہے ! ! کیونکہ میں زیادہ مہنگے خواب نہیں دیکھتی ! ! " سادگی سے جواب دیتے وہ اکثم خان کو محبت سے خود کی طرف تکنے پر مجبور کر گئی تھی ! ! اسے بے ساختہ ہی اس لڑکی پر ڈھیروں پیار آیا ۔۔ جسے وہ جارحانہ طریقے سے اس کے لبوں پر بوسا دیتے اُتار بھی

چکا تھا۔۔ ! ! "میں خوش نصیب ہوں پھر تو۔۔ جو مجھے آپ جیسی بیوی ملی ! ! انشاء اللہ بہت جلد آپ کو بھی مجھ سے ایسی ہی محبت ہوگی۔۔ میری محبت کی آنچ ایک دن لازمی آپ تک پہنچ جائے گی ! ! " مسکرا کر کہتے اکثم خان شدت سے اس کے لبوں پر جھکا۔۔ ہیر خاموشی سے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھاتے ایک نظر باہر برستی بارش کو دیکھ رہی تھی ! ! وہ اسے بتا نا سکی کچھ ! ! خیر وہ منہ سے بتانے والوں میں سے تھی بھی نہیں ! ! اس کے کچھ اصول تھے ! ! وہ اپنی حرکتوں سے اسے بتاتی کہ اکثم اس کی زندگی میں کیا حیثیت رکھتا ہے ! ! نکاح ہوتے ہی سچے اور نیک دلوں کی کیفیت لازمی بدلتی ہے ! ! اتنا مقدس رشتہ ہے نکاح ! ! ایک مرتبہ پھر بارش اس کے لیے ایک نئی زندگی کی امید لے کر آئی تھی ! ! سر جھٹکتے وہ اکثم کی طرف متوجہ ہوئی جو اس کی زبان کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے شدت سے اسے سک کر رہا تھا۔۔ ! ! ہیر اس کا لمس خاموشی سے برداشت کر رہی تھی ! ! جتنی بھی سانسیں اس نے دی تھیں وہ اب انہیں سود سمیت واپس لے رہا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ سرخ چہرے کے ساتھ پڑی اپنی سانسیں تیزی سے ختم ہوتی محسوس کر رہی تھی ! ! کچھ مزید لمحات تک اسی طرح اس کے لبوں کو مہکاتے اکثم خان اس سے تھوڑا پیچھے کو ہوا۔۔ ! ! ہیر شاہ تکیے پر لیٹی اپنی بکھری سانسیں بحال کر رہی تھی ! ! "بابا سے بات کرتا ہوں ولیمہ تو لازمی کرے گیں ہم ! ! ۔۔ اب بتائیں

اجازت ہے؟"۔۔ اس کے گال پر اپنی زبان لک کرتے مسکراتے ہوئے پوچھا گیا۔۔ وہ پاگل انسان پہلے کی کسر اب نکال رہا تھا۔۔ ! ! ہیر شاہ نے اس کے آخری سوال پر دانت کچکچائے ! ! وہ سمجھ گئی تھی کس چیز کی اجازت مانگی جا رہی ہے ! ! مقابل خود کو اس پر ایڈجسٹ کر رہا تھا۔۔۔ ! ! "اب کیا فائدہ پوچھنے کا؟؟۔" ایسے ہی اسے جج کرنے کی خاطر ہیر شاہ نے دھیمی سی آواز میں پوچھا۔۔ واقعی اب کیا فائدہ تھا۔۔ ! ! "چلیں پہلے نہیں پوچھا تھا تو آپ ناراض ہو رہی تھیں اسی لیے اب پوچھ لیا۔۔ پہلے آپ ہوش میں بھی نہیں تھیں نا۔۔ سارے مزے تو بس میں نے لیے ہیں ! !"۔۔ نہایت بے شرمی سے اس کے کان میں سرگوشی کی گئی ! ! ہیر شاہ کے کانوں سے بھی دھواں نکلوا دیا تھا اس شخص نے ! ! اس نے لہو چھلکاتے چہرے کے ساتھ دانت پستے اکثم کے کندھے پر مکا جڑا۔۔ یہ تو حد سے زیادہ بے شرم نکلا تھا۔۔ ! ! "اجازت دے دیں نا؟؟"۔۔ پھر سے نڈھال سے انداز میں پوچھا گیا۔۔ اب اس سے اور انتظار نہیں ہو رہا تھا۔۔ برداشت کی بھی ایک حد تھی ! ! "پہلے وعدہ کریں ساری زندگی ایسے ہی رہے گیں؟، میں غلطی پر ہوئی تو میری تصیح کرے گیں تذلیل نہیں، میرے ہر خواب کو پورا کرنے میں میرا ساتھ دے گیں نا کہ یہ کہے گیں کہ یہ سب فضول کے شوق ہیں، ایسے ہی عزت دے گیں مجھے سب کے سامنے بھی اور بند کمرے میں بھی، کبھی مجھ پر ہاتھ مت

اٹھائیے گا۔۔ ایک مرتبہ ہاتھ اٹھائے گیں تو خدا کی قسم ایک تھپڑ کی بنا پر ہی طلاق لے کر چلی جاؤں گی اس گھر سے ! ! میرے اندر جہاں اتنی برداشت ہے کہ میں ساری دنیا کے ظلم سہہ سکتی ہوں وہیں میں شوہر کے معاملے میں ایسی ہوں کہ اس کا ایک تھپڑ بھی برداشت نہیں کروں گی ! ! شوہر بس عزت دیتے اچھے لگتے ہیں ! ! وعدہ کریں جہاں بات میرے کردار پر آئے گی آپ جان دے دی گیں لیکن کبھی دنیا والوں پر بھروسہ نہیں کرے گیں ! ! ایک مرتبہ آکر میرے سے پوچھ لیجئے گا لازمی ! ! اگر میں غلط ہوئی تو خدا کی قسم خود آپ کے قدموں میں بیٹھ جاؤں گی ! ! وعدہ کریں زندگی کا کوئی موڑ بھی آجائے چاہے وہ دکھ یا تکلیف ہو چاہے وہ خوشی یا مسرت ہو۔۔ آپ ہر دم میرے ساتھ کھڑے رہے گیں ! ! میرے ساتھ نرم رہیے گا۔۔بیویاں سختی کے لائق نہیں ہوتیں ! ! وعدہ کریں کبھی زمانے میں مجھے رسوا نہیں کرے گیں ، میرے گھر والوں کی بلکل ایسے ہی عزت کرے گیں جیسے میں آپ کے گھر والوں کی ! ! میری عزت کی خاطر جان دے دیں گے لیکن میری عزت پر بات کرنے والوں میں شامل نہیں ہونگے۔۔ وعدہ کریں جو بھی میرے کردار پر کبھی بات کرے گا آپ اس کا منہ توڑ دے گیں نا کہ آکر میرے سے ہی لڑنے بیٹھ جائیں ! ! وعدہ کریں میرے ساتھ ایک مرد بن کر رہے گیں۔۔ مردوں کے روپ میں بھیڑیے میں نے بہت دیکھے ہیں ! اگر مزید ایک اور دیکھ لیا تو محشر

میں جا کر خدا سے آپ سب کی شکایت ضرور کروں گی ! ! مرد بن کر رہیے گا۔۔ مجھے بھی انسان سمجھیے گا نہ کہ صرف کام کرنے والی یا پھر بچے پیدا کرنے والی مشین ! ! عورت کو روٹی ، کپڑا ، مکان ان سب سے زیادہ عزت اور محبت کی ضرورت ہوتی ہے ! ! اگر یہی نا ملے تو پھر وہ محض زندہ لاش بن کر اُس مرد کے بچے پیدا کرتی ہے اور سارا دن سسرال والوں کی باتیں سن کر کتوں کی طرح گھر کے کام کرتی ہے ! ! ایسی عورتیں ہمارے معاشرے میں ہر گھر میں پائی جاتی ہیں جو صرف زندگی گزار رہی ہیں ! ! زندگی جینے کا حق ان کے شوہر ان کے خدا بن کر اُن سے چھین چکے ہیں ! ! خدا کے لیے میرے ساتھ ایسے مت بنیے گا۔۔ میرے خوف کو حقیقت میں مت بدلیے گا۔۔ صرف یہ کر دیں میرے لیے ! ! میں ساری زندگی آپ کی وفادار رہوں گی یہ ہیر شاہ حلف دیتی ہے آپ کو ! ! کبھی میرے ماضی کی بنا پر مجھے جج مت کیجئے گا۔۔ میں آج جو کرتی ہوں آپ کو اس سے مسئلہ ہونا چاہئے ! ! میں جب تک آپ کی زندگی میں ہوں تب تب جو کرتی ہوں آپ اسے دیکھیں ! ! میرا ماضی میرا یا پھر خدا کا معاملہ ہوگا۔۔ آپ میرے خدا بن کر مجھے سزا دینے مت بیٹھ جائیے گا کہ تم نے تو ماضی میں ایسے کیا ایسے کیا۔۔ مجھے کبھی طعنہ مت دیجئے گا۔۔ عورت کو طعنے اندر سے کھوکھلا کر دیتے ہیں ! ! میرے ساتھ شفیق رہیں گیں آپ ! ! مرد کی شفقت کے بنا بیوی اور بچے ایسے ہوتے ہیں جیسے دیمک لگی سوکھی

لکڑی ! ! آپ صرف محبت، عزت ،پیار، شفقت یہ چار چیزیں دے دیجئے گا۔۔ ہیر شاہ کی جان بھی آپ پر قربان ! ! ! میں ایسی ہی لڑکی ہوں ! ! مجھے محض انہی چیزوں سے کنٹرول کیا جا سکتا ہے ! ! وعدہ؟؟" تمام باتوں کو ایک مرتبہ پھر اس کے سامنے رکھتے وہ اپنا ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے تھی ! ! وہ بہت اُمید سے اکثم خان سے وعدہ مانگ رہی تھی ! ! اسے یقین تھا یہ شخص وعدہ کرلے گا۔۔ ! ! اور اس کا یقین ٹوٹا نہیں تھا۔۔ اکثم نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا۔۔ جیسے مقابل بتا رہی تھی اسے لگتا تھا کہ وہ ایسے ہی ہے ! ! پتہ نہیں کونسے نامرد ہوتے ہونگے جو بیوی کے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں ! ! اسے تو اپنی بیوی سب سے زیادہ عزیز تھی ! ! "میں پہلے ہی حق مہر میں یہ سب چیزیں لکھوا چکا تھا۔۔ ساری زندگی کے لیے ! ! لیکن پھر بھی وعدہ ہے اس ناچیز کا کہ زندگی میں کبھی آپ کو مایوس نہیں کروں گا۔۔ ! !" مسکرا کر کہتے وہ اس پر ایک اور راز آشکار کر گیا تھا۔۔ رخصتی کے وقت بھی اس نے یہ بات کہی تھی لیکن ہیر کو اندازہ نہیں تھا کہ واقعی میں اس نے پیسوں کے ساتھ یہ باتیں لکھوائی ہونگی ! ! ! افف خدایا کتنا شکر ادا کرتی وہ ! ! اجازت ہے؟" اسے خاموش دیکھتے محبت سے اس کے بال پیچھے کرتے پوچھا گیا۔۔ ! ہیر شاہ نے اس کے بالوں میں ہاتھ الجھاتے مسکراتے ہوئے اس کے گال پر لب رکھے ! ! یہ جیسے اجازت دینے کا ایک طریقہ تھا۔۔ ہلکا سا ہاں میں

سر ہلاتے وہ سکون کے ساتھ اس کی گردن میں منہ چھپا چکی تھی ! ! اکثم خان مسکراتے ہوئے شدت کے ساتھ دوبارہ سے اس میں داخل ہوا۔۔ اس کی دھڑکنوں پر مسلسل اپنے ہاتھوں اور لبوں کا لمس چھوڑتے وہ اس کے جسم میں اسٹروکس دے رہا تھا۔۔

باہر برستی بارش کے ساتھ ہیر شاہ خاموشی سے اسے برداشت کر رہی تھی ! ! یہ بارش ان دونوں کے لیے سب سے حسین ثابت ہوئی تھی ! ! گزرتی رات کے ساتھ اکثم خان کی شدتیں اور ہیر شاہ کی سسکیاں اس بات کی گواہ تھیں کہ ایک اور لا علاج عشق کی کہانی ! ! مکمل ہو چکی تھی۔۔

عورت کے ساتھ نرم رہنا ہمارے نبی کی سنت ہے ! ! خدارا عورتوں کو انسان سمجھ کر انہیں معاشرے میں چلنا سکھایا جائے ! ! بچے پیدا تو جانور بھی کر لیتا ہے ! ! کام تو سارے جانور بھی کر لیتے ہیں ! ! لیکن اصل مرد وہ ہوتا ہے جو عورت کے ساتھ مل کے زندگی کو جیے ! ! اس کے ساتھ نرم رہے ! ! آفس سے آتے ہی بجائے یہ کہنے کے کہ مجھے بھوک لگی ہے کھانا لگا دو۔۔ آپ اگر اس کے ساتھ ہی کچن میں چلے جائیں گیں تو یقین کریں آپ کی عزت میں کمی نہیں آئے گی ! ! عورت نے کام نہیں کروانا ہوتا۔۔ وہ بس آپ کو اپنے ساتھ کچن میں کھڑا دیکھ اور پوچھنے پر ہی خوش ہو جاتی ہے ! ! یقین کریں وہ

خود اپنے دوپٹے سے آپکا پسینہ صاف کر کے آپ کو کچن سے باہر بھیجے گی ! لیکن آپ کے اس ایک عمل سے اسے خوشی ضرور محسوس ہوگی ! ! رشتوں میں سب سے بڑی چیز احساس ہوتا ہے ! ! آپ کو کچھ نہیں بھی پسند آیا پھر بھی اگلے کی محنت دیکھ کے تعریف کرنا انسانیت کہلاتی ہے جھوٹ نہیں ! ! اگر آپ کی وجہ سے آپ کے ہی ہمسفر کے چہرے پر ایک حسین مسکراہٹ آرہی ہے تو کوشش کریں اسے بڑھائیں ! ! نا کہ اسے گھٹائیں ! ! عورت کو سنوارنا اور بگاڑنا اس کے شوہر کے ہاتھ میں ہوتا ہے ! ! اصل مرد وہی ہے جس کے ساتھ رہ کر عورت نکھرے ! ! نا کہ وہ جس کے ساتھ رہ کر وہ مرجھا جائے ! ! کوشش کریں ایک مرد بنیں۔۔ معاشرے میں نا مردوں کی کمی نہیں ہے ! ! خدا ہر بیٹی کے نصیب اچھے کرے ! !)آمین(۔۔

105/2

! ! ! ایک/ڈیڑھ سال بعد

یہ ایک خوشگوار دن تھا جب سورج پورے آب و تاب سے چمک رہا تھا۔۔ اس وقت صبح کے گیارہ بج رہے تھے جب خان ولا اور شاہ ولا کے تمام لوگ اس وقت ہسپتال

میں موجود تھے ! ! کوئی اپنے بچوں کے ساتھ تو کوئی اپنی پریگنینٹ بیوی کے ساتھ ! ! !
بہرحال وہ سب اس وقت جس چیز کے لیے جمع تھے وہ تھی راحیل خان کی اولاد ! ! مدحا
اندر لیبر روم میں تھی ! ! راحیل خان اس کے ساتھ ہی اندر موجود تھا۔۔ فائزہ شاہ
! ! آپریشن کر رہی تھی ! ! سب لوگ بھی کاریڈور میں جمع اس کسی دعائیں کر رہے تھے

درفشاں خان کو اللہ نے ایک بیٹے سے نوازا تھا جو کہ ان دونوں میاں بیوی کا نہیں بلکہ
راحیل اور مدحا کا زیادہ سگا تھا۔۔ اس کا نام تھا "زیام آبان خان"۔۔ وہ ابھی صرف
ڈیڑھ سال کا تھا اور اس کا بس نہیں چلتا تھا اپنے باپ کو بیچ دے کہیں ! ! وہ آبان کی
بلکل نہیں سنتا تھا۔۔ اور راحیل کی بس ایک آواز کی دیر ہوتی تھی ! ! بہت شرارتی تھا
زیام ! ! "بالاج خان کو اللہ نے ایک بیٹی سے نوازا تھا جو کہ ابھی نو ماہ کی تھی ! ! وہ
تھوڑی شرارتی تھی لیکن گھر میں زیام کا سکہ چلتا تھا تو کوئی بھی بچہ اس کے آگے ٹک
نہیں پاتا تھا۔۔ ذیام اس معاملے میں دوسرا آبان ثابت ہوا تھا۔۔ سب پر اپنی دھاک
بٹھا رکھی تھی اس لڑکے نے ! ! وہ بچوں میں سب سے بڑا بھی تھا تو سب کا بے حد لاڈلا
بھی تھا۔۔ بالاج خان کی بیٹی کا نام تھا "ماہ جبین"۔۔ اسے سب ماہی ماہی کہتے تھے ! !
"وہ بھی بہت پیاری اور گول مٹول سی تھی ! ! "راحیل خان کی بیوی ابھی اندر ہی

تھی۔۔ ! ! "جبکہ اکثم خان کی بیوی کے ہاں بھی ایک بیٹا ہوا تھا جو ابھی صرف پانچ ماہ کا تھا۔۔ اس کا نام ان دونوں نے "شیام اکثم خان" رکھا تھا۔۔ یہ ہیر شاہ کی پسند تھی ! ! وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بے حد خوش تھے ! ! جہاں زبانیں پکی اور وعدے نبھانے والے لوگ ہو وہاں ایسے ہی خوش رہتے ہیں سب ! ! جیسے وہ دونوں صرف ! ! اپنے اپنے وعدوں پر عمل کر رہے تھے اور ایک اچھی زندگی ان کا مقدر بن چکی تھی

شاہ ولا میں حفصہ ماہ دیر شاہ دو سال کی ہو چکی تھی ! ! سائرہ بیگم کا ابھی پچھلے سال ہی انتقال ہو چکا تھا۔۔ اُن کا ایک گاڑی سے بری طرح ایکسڈنٹ ہوا تھا جس میں ان کا سر بہت بری طرح کچلا گیا تھا کہ لاش بھی پہنچاننے لائق تھی ! ! یہ بلکل غیر متوقع طور پر تھا۔۔ شاہ ولا کے لوگوں پر تو جیسے اچانک ہی ان کی موت کی خبر قیامت بن کر ٹوٹی تھی ! ! جو بھی تھا لیکن سائرہ بیگم کو اتنی بھی مہلت نہیں مل سکی تھی کہ وہ کسی سے اپنے کیے کی معافی ہی مانگ لیتی ! ! وہ ایسے ہی بہت برے طریقے سے اس دنیا سے جا چکی تھیں ! ! ایسے لوگوں کا انجام ایسا ہی ہوتا ہے ! ! جو دوسروں کا جینا حرام کرتے ہیں پھر اُن کو موت بھی سکون کی نصیب نہیں ہوتی ! ! ان کا چہرہ مکمل طور پر مسخ ہو چکا تھا۔۔ لواحقین نے کچھ نشانیوں سے ان کی تصدیق کی تھی ! ! خیر انہیں سپرد خاک کر دیا

گیا تھا۔۔ لیکن ان کے بیٹوں کے دلوں میں آج بھی وہ زندہ تھیں ! ! کسی سے بھی معافی تلافی تک نہیں ہو سکی تھی اُن کی ! ! جو ناراض تھا اسے ناراض چھوڑے ہی مر گئی تھیں ! ! وہ

حدائق شاہ بھی گھر میں واپس سے شفٹ ہو چکا تھا۔۔ سائرہ بیگم کی وفات کے دن ہو اسے دا جان سے واپس جانے نہیں دیا تھا۔۔ وہ بھی پھر فائزہ کے کہنے پر خاموشی سے سب کے ساتھ ہی رہنے لگا تھا۔۔ ! ! حدائق شاہ کے ہاں بھی ایک بیٹی تھی اور فائزہ پریگنینٹ بھی ! ! اس کی بیٹی کا نام "مشعل حدائق شاہ" تھا۔۔ جو کہ حدائق نے ہی رکھا تھا۔۔ وہ ابھی صرف ایک سال کی ہی تھی ! ! حفصہ اور اس کی بہت زیادہ بنتی تھی ! ! حفصہ ماہ دیر شاہ کیئرنگ بہت تھی ! ! وہ اتنی سی عمر میں بھی سب کا دھیان رکھ لیتی تھی ! ! جتنا اس نے پیار پایا تھا بجائے ضدی اور بدتمیز ہونے کے وہ بھی اتنی ہی پیار بانٹنے والی تھی ! ! جبکہ مشعل تھوڑی چڑچڑی طبیعت کی مالک تھی ! وہ موڈی تھی ! ! "ماہ دیر شاہ کو بھی پھر سے اللہ نے بیٹے سے نوازا تھا جو کہ ابھی صرف چار ماہ کا تھا۔۔ ! ! زاویار شاہ کے ہاں ابھی تک تو کوئی اولاد نہیں تھی ! ! اشنا شاہ گھر کے بچوں میں ہی اتنی مگن ہو گئی تھی کہ پھر ان دونوں نے اڈوپٹ کرنے کا ارادہ کینسل کر دیا

تھا۔۔ ! ! ولسے بھی زاویار شاہ نے اسے سمجھا بجھا کر خود میں مگن کر ہی لیا تھا۔۔ گھر میں اتنے سارے بچے تھے۔۔ وہ دونوں ان سب کے ساتھ بہت خوش تھے ! ! "عدیل شاہ کو اللہ نے ایک بیٹے سے نوازا تھا جو کہ ابھی ایک سال کا تھا۔۔ اس کا نام انہوں نے "صائم عدیل شاہ" رکھا گیا تھا جو کہ پاکیزہ بیگم نے رکھا تھا۔۔ وہ جب بھی شاہ ولا جاتا تھا ان سب کی شرارتیں عروج پر ہوتی تھیں۔۔ بہت شرارتی تھا یہ لڑکا۔۔۔ ! ! "معاذ شاہ کی بیوی ابھی پریگننٹ تھی ! ! وہ اتنی سی عمر میں اسے تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔۔ اسی لیے ایک آدھا سال رک کر پھر انھوں نے پلان کیا تھا۔۔ اسے ابھی آٹھواں مہینہ ! ! ! تھا۔۔

راحیل خان اس وقت لیبر روم میں موجود مدحا کے ساتھ اسے پکڑے ہوئے بیٹھا تھا۔۔ اسے اللہ نے دو ٹونز سے نوازا تھا جو کہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی تھی ! ! ذیام مسلسل باہر آبان کی گود میں اندر اس کے پاس جانے کی ضد کرتے رو رہا تھا۔۔ لیکن ابھی فائزہ نے منع کیا تھا اسی لیے زیام باہر ہی تھا۔۔ ! ! راحیل خان مسکراتے ہوئے اپنی بیوی کو

دیکھ رہا تھا جو کہ نڈھال سی بستر پر پڑی اپنی سانسیں بحال کر رہی تھی ! ! وہ پوری ڈیلیوری کے وقت اس کے ساتھ ہی بیٹھا اس پر مختلف دعائیں پڑھ کر پھونکتا رہا تھا۔ ! ! یہ شکر تھا کہ نارمل ڈیلیوری تھی ! ! زیادہ مشکلات بھی نہیں تھی ! ! بچے اور ماں دونوں ہی صحت مند تھے جو کہ سراسر راحیل کی کیئر کا نتیجہ تھا۔۔ ! ! بچوں کو نرس لے کر گئی تھی ! ! کچھ ابتدائی عمل کے لیے ! ! ! جبکہ فائزہ بھی مسکراتے ہوئے ایک نظر ان پر ڈالتے باہر کی طرف بڑھ چکی تھی ! ! اس کی اپنی طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تھی لیکن فرض بھی نبھانا ہی تھا۔۔ حدائق شاہ نے اسے سختی سے کہا تھا کہ یہ آخری ڈیلیوری ہے ! ! اس کے بعد اس کی بیوی کچھ نہیں کرے گی جب تک اس کی اولاد دنیا میں نہیں آجاتی ! ! فائزہ کی بھی یہی سوچ تھی ! ! ان دونوں کو کمرے میں اکیلا چھوڑے وہ باہر کی طرف بڑھ چکی تھی ! !

راحیل خان نے مسکراتے ہوئے ایک نظر مدحا کو دیکھا۔۔ کیسے شکر ادا کرتا وہ اس " ذات کا اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ اس کا اِرادہ کچھ دیر تک شکرانے کے نوافل پڑھنے کا بھی تھا جو کہ اس نے بیٹی کے لیے مدحا کی پریگننسی کی خبر سنتے ہی مانگے تھے ! ! اسے بس بیٹی کا شوق تھا۔۔ اسی لیے بنا سوچے سمجھے اس نے نیت کر لی تھی ! ! لیکن اس کے

وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اللہ اسے رحمت اور نعمت دونوں سے نوازے گا۔۔!!! وہ پہلے خدا اور پھر مدحا کا بہت شکر گزار تھا۔!! "نرم آنکھوں میں ڈھیروں محبت اور پیار سموئے وہ مدحا کو دیکھتے تھوڑا اس کی طرف جھکا۔۔!! "تھینک یو سو مچ میری جان کے ٹوٹے"۔۔ تم نے خرید لیا ہے اس غلام کو اتنا حسین تحفہ دے کر".!!! اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہتے اس نے مدحا کے خشک ہونٹوں پر شدت سے اپنی زبان لک کی!! مقابل کے خشک ہونٹ اسے ایک آنکھ نہیں بھاتے تھے!! بس نہیں تھا اس کا کہ دن رات انہیں اپنے لمس سے گیلا کرتا رہے!! "تھک گیا ہے میرا بچہ؟؟"۔۔ اس کے گال پر ہاتھ رکھتے وہ اپنے چہرہ بلکل اس پر جھکائے ہوئے تھا۔۔ مدحا کے ایک ہاتھ میں ڈرپ لگی تھی!! "مدحا نے نڈھال سے انداز میں اپنے آنسوں صاف کرتے ہاں کی صورت میں سر ہلایا۔۔ اتنی تکلیف اور اسے بے حد رونا آرہا تھا۔۔!! یہ تو راحیل ساتھ تب تھوڑی ہمت تھی۔۔ ورنہ وہ یقیناً مر جاتی!! "میرے جگر کے ٹکڑے!! میری جند تمہارے ساتھ میں ہوں نہ!! رونا نہیں شاباش!! بس ہمیں کافی ہے اولاد!! اور تکلیف نہیں دوں گا تمھیں پکا۔۔!! "نرمی سے مسکرا کر کہتے راحیل خان نے پہلے اس کے ماتھے پر لب رکھے!! وہ ساتھ ہی ایک نظر اس کے چہرے کو دیکھتے اس کے لبوں پر جھک چکا تھا۔۔!! بہت نرمی تھی اس کے لمس

میں ! ! مقابل پہلے ہی تکلیف میں تھی ! ! اس کا مقصد صرف اسے ریلکس کرنا تھا۔۔ مدحا نے اپنے دوسرے ہاتھ کو اٹھاتے اس کے گال پر رکھا۔۔ وہ بہت نرمی اور آرام سے اس کے لبوں کو اپنی گرفت میں لیتے ان کی نمی پی رہی تھی ! ! اسے لمحات میں پسندیدہ مرد کا لمس اس کے لیے ہر چیز سے زیادہ عزیز تھا۔۔ ! ! ! جبکہ اس کی آنکھوں سے آنسوں بھی بے شمار جاری تھے ! ! کہاں سوچا تھا کہ اللہ اس طرح دو دو بچوں سے نواز دے گا۔۔ ! ! راحیل خان مکمل آگے کو ہوتے اس پر جھکا اسے جیسے اپنے ہونٹ پلیٹ میں رکھ کر پیش کر چکا تھا۔۔ مقابل خود ہی اس کے لبوں کی ساری نمی چرا رہی تھی ! ! وہ محبت بھری نظروں سے اس کے نڈھال چہرے کو دیکھ رہا تھا۔۔ ! ! کافی دیر تک اس کی سانسیں کھنچتے تھکتے ہوئے مدحا نے اس سے تھوڑا سا فاصلہ بنایا۔۔ "میری انرجی ڈرنک"۔۔ خود میں تھوڑی سی انرجی پیدا کرو ! ! میرا بچہ اسے نڈھال پڑی مجھے تکلیف دے رہی ہو تم ! !" نرمی سے اس کے ماتھے سے بالوں کو پیچھے کرتے محبت سے کہا گیا۔۔ وہ کرسی سے کھڑا ہوا مکمل طور پر اس پر جھکا ہوا تھا۔۔ ! ! مدحا نے خاموشی سے اچھا کی صورت میں سر ہلایا۔۔ ابھی راحیل پھر سے کچھ بولتا کہ باہر سے دروازہ ناک ہونے پر وہ فوراً سے ہی سیدھا ہوا۔۔ اسے اندازہ تھا کہ کون ہوگا۔۔ ! ! مدحا بھی دروازے کی طرف ہی دیکھ رہی تھی ! ! ان کی پہلی اولاد ہوگی وہ جانتی تھی ! !

پوری ڈیلیوری کے وقت اس کی چیخوں سے زیادہ زیام کے رونے کی آواز آرہی تھی ! !
ایک منٹ ہو اس لڑکے کا راحیل کے بنا گزر جائے ! ! کچھ وہ مدحا کی چیخوں پر زیادہ
تڑپ رہا تھا۔۔ آخر دوسری ماں تھی اس کی ! ! چاچی چاچو والا تو کوئی رشتہ تھا ہی
نہیں ! ! "آجاؤ۔۔ راحیل خان نے مسکراتے ہوئے باہر والے کو اندر آنے کی اجازت
دی ! ! حالانکہ اپنی اولاد کو اس نے اب تک گود میں بھی نہیں لیا تھا۔۔ ! ! باہر آبان
خان تھا۔۔ جو کہ اب اندر داخل ہو چکا تھا۔۔ ! ! "منہوس انسان تیری وجہ سے آج یہ
دن دیکھنے پڑ رہے ہیں ! ایک کام کر اپنی اولاد مجھے دے دے اور اس آفت کو تو رکھ
لے ! ! پتہ نہیں کیسی گندی اولاد ہے ! ! "آبان خان اندر داخل ہوتے ہی راحیل پر پھٹ
پڑا تھا۔۔ یہی شخص تھا زیام کو اپنی گندی عادت ڈلوانے والا۔۔ ! ! پتہ نہیں کونسے جنم
کا بدلا نکالا تھا اس نے آبان سے ! ! راحیل خان کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔۔ جبکہ مدحا بھی
ہنس پڑی تھی ! ! یہ نوک جھونک روز کی تھی ! ! زیام نے موٹی موٹے آنسوں آنکھوں
میں لیتے راحیل خان کو دیکھا۔۔ وہ آبان کی گود میں تھا۔۔ لیکن راحیل کے پاس جانے
کی خاطر وہ اپنے دونوں ہاتھ آگے کر چکا تھا۔۔ معصوم آنکھوں میں بے تحاشہ موٹے
موٹے آنسوں تھے جو کسی بھی ٹائم نکلنے کو تیار تھے ! ! "میرا بیٹا۔۔ چاچو کی جان۔۔ ! !"
راحیل خان اس کی آنکھوں میں آنسوں دیکھتے بے تحاشا محبت سے اسے پکارتے ہوئے

آگے کی طرف بڑھا۔۔ مدحا مسکراتے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی ! ! زیام کو دیکھتے ہی تو سب کے چہرے کھل اٹھتے تھے ! ! راحیل خان نے اس کی طرف جاتے زیام کو اپنی گود میں پکڑا۔۔ وہ جلنے لگ گیا تھا۔۔ اب بنا لڑکھڑائے آرام سے چل لیتا تھا۔۔ کچھ حد تک بول بھی بلکل ٹھیک لیتا تھا وہ ! ! ") چاتو۔۔بابا نے مالا۔۔۔ہے۔۔(" اپنی زبان کے مطابق وہ راحیل خان کی گود میں آتے ہی اسے آبان کی شکایت لگا رہا تھا۔۔ آنکھوں سے آنسوں ٹپکتے گالوں پر بہہ رہے تھے ! ! "آبان خان نے ان دونوں کو دیکھتے سڑتے ہوئے دانت پیسے ! ! اب تو اس کی دعا تھی کہ بیٹی ہو اسے ! ! زیام نے بہت ذلیل کر دیا تھا۔۔ ! ! البتہ جتنی ان باپ بیٹے میں لڑائی چلتی تھی اتنی ہی محبت بھی تھی ! ! یہ محبت صرف تب ظاہر ہوتی تھی جب کوئی مشکل ہو یا لہر کوئی بیمار ہو ! ! یا پھر جب درفشاں کی بس ہو جائے ان دونوں کو سہتے سہتے اور وہ خونخوار نظروں سے ان دونوں کو گھورے ! ! ان کس گرفت بس تبھی ظاہر ہوتی تھی ! ! پھر یہ دونوں باپ بیٹے ایسے مسنے بن جاتے تھے جیسے ان سے زیادہ پیار کسی میں ہے ہی نہیں ! ! "میرے بیٹے کو مارا ہے بابا کی جان نکال دے گیں ہم ! ! چل اوئے بھاگ جا یہاں سے ! میرا بیٹا میرے پاس ہے بس ! ! " شروع میں پھر سے زیام کو کہتے آخر میں راحیل خان نے آبان کو دیکھتے آنکھیں گھمائی ! ! اسنے ازلی انداز میں راحیل اور زیام نے آبان

سے آنکھیں گھماتے رخ موڑا۔۔ وہ دونوں ایسے ہی تھے ! ! اولاد تو اولاد راحیل بھی اس کا سگا نہیں رہا تھا۔۔ ! ! "بھاڑ میں جاؤ دونوں ! ! ان کی پشت کو دیکھ کر جلتے کڑھتے آبان خان واپس سے کمرے سے باہر نکلا۔ ! ! اس کا دن رات ایسے ہی جلتے کڑھتے نکلتے ! ! تھے ! ! ! باہر جاتے وقت وہ واپس سے دروازہ بند کر گیا تھا۔۔

راحیل خان زیام کو لیے مدحا کی طرف بڑھا۔۔ وہ ایک ہاتھ سے نرمی سے اس کے " آنسوں صاف کر رہا تھا۔۔ ! ! "میرا بیٹا چاچو کی جان۔۔ رویا نہ کر میرے شیر ! ! چھوٹے بابا کے دل کو کچھ ہوتا ہے ! ! " محبت سے اسے کہتے راحیل خان نے اپنے قدم مدحا کی طرف لیے ! ! اگر اس کی اپنی مجبوری نا ہوتی تو وہ کبھی زیام کو ایسے رونے نا ! ! دیتا۔۔

بابا تہہ۔۔لہے۔۔تھے۔۔جیام۔۔ (" مل۔۔رہا۔۔ہے۔۔ تحیل۔۔تے۔۔پاس۔۔دانے۔۔تے۔۔لیے"(" ۔۔ زیام نے اس کی گردن میں چہرہ چھپاتے آبان کی شکایت لگائی ! ! اسے باپ سے زیادہ یہاں اس گود میں سکون ملتا تھا۔۔ ! ! "میرا بیٹا بابا سے ننگے نہیں لیتے ! ! میں چھوٹی ماما کے پاس تھا نہ کیونکہ تیری بیوی پیدا ہوئی ہے ! ! چل کیا یاد کرے گا تیری تربیت میری بیوی کر رہی

ہے صرف اسی بنا پر میری بیٹی تیری ! ! میرا پیارا سا بیٹا۔۔"۔۔ مسکرا کر کہتے راحیل خان کرسی پر بیٹھا۔۔ وہ پاگل ہو گیا تھا۔۔ مدحا ہنستے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی ! ! اسے تو دل و جان سے قبول تھا زیام۔۔ ! !)"چھوتی ۔ماما۔۔تیسی۔۔ہیں۔۔آپ۔۔جیام۔۔لو۔۔لہا۔۔تھا۔۔۔آپ۔۔۔تیک۔۔۔ہیں)"۔۔نا؟؟

")"چھوٹی ماما کیسی ہیں آپ؟؟ زیام رو رہا تھا آپ ٹھیک ہیں نہ؟؟(

راحیل کی بات اس معصوم کے ملے نہیں پڑی تھی۔۔ تبھی ہی مدحا کی طرف دیکھتے وہ اس سے استفسار کر رہا تھا۔۔ ! ! اسے مدحا سے بھی بہت پیار لگاؤ تھا۔۔ ! ! "میں بلکل ٹھیک ہوں۔۔ اپنے بیٹے کو دیکھ لیا اب اور ٹھیک ہو گئی ! ! میرا بچہ" ! ! مدحا نے محبت سے جواب دیتے راحیل کے اسے آگے کرنے پر شدت سے اس کے ماتھے پر لب رکھے ! ! جو بھی ہو اسے زیام بہت عزیز تھا۔۔ ! ! وہ سب ابھی باتوں میں ہی مگن تھی کہ کمرے کا پھر سے دروازہ کھلا۔۔۔ ! ! راحیل خان زیام کو لیے سیدھا ہو چکا تھا۔۔ وہ سب دروازے کی طرف متوجہ تھے جہاں سے سارے گھر والے ہنٹ مسکراتے ان کی طرف آرہے تھے ! ! راحیل کی بیٹی آبان کے ہاتھ میں تھی جبکہ بیٹا اشنا کے پاس

تھا۔۔ ! ! باقی سب ترستے ہوئے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے جو انہیں چھوڑنے کے لیے تیار ہی نہیں تھے ! ! وہ دونوں بہت پیارے تھے ! حد سے زیادہ۔۔ بیٹی کے نقوش راحیل میں ملتے تھے جبکہ بیٹے کے کچھ مدحا اور کچھ راحیل دونوں پر تھے ! ! خیر وہ دونوں بے حد حسین تھے ! ! "زیام ایک منٹ کے لیے اترو گے بیٹا۔۔ ایک منٹ سب کے ساتھ باہر جاؤ چھوٹے بابا ابھی آرہے ہیں ! !" راحیل خان نے ایک نظر سب کو دیکھتے بنا کسی سے بھی کوئی بات کیے خاموشی سے آبان کو آنکھوں سے اشارہ کیا۔۔ ساتھ ہی وہ زیام کو بھی گود سے نیچے اتار چکا تھا۔۔ یہ سب جلدی اندر آگئے تھے ! ! ابھی اسے مدحا سے کچھ بات کرنی تھی ! ! "صرف پانچ منٹ۔۔ میں نے کچھ بات کرنی ہے پھر آجائیے گا آپ سب ! ! راحیل خان نے ایک نظر سب کی طرف دیکھتے معذرت سی کی ! ! زیام اس کی گود سے اترتے بیڈ پر چڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ وہ تو نہیں جانے والا تھا یہاں سے باہر ! ! سب لوگ اچھا کی صورت میں سر ہلاتے واپس سے باہر کی طرف بڑھے ! ! بچے بھی انہی کے پاس تھے ! پتہ نہیں اس شخص نے ایسی کیا بات کرنی تھی کہ اس نے اپنی اولاد کو بھی نہیں دیکھا تھا۔۔ وہ انہی سمیت سب کو باہر بھیج چکا تھا۔۔ ! ! ! مدحا تاسف سے اسے دیکھ رہی تھی ! ! پہلے یاد نہیں آیا تھا اس شخص کو بات کرنا؟؟ اس طرح سب کو باہر بھیج کر اسے شرمندگی ہو رہی تھی ! ! لیکن خیر اسے تجسس بھی ہو رہا

تھا۔۔پتہ نہیں کیا بات کرنی تھی اس نے ! ! "بیٹا تیرا کچھ نہیں ہو سکتا۔۔ ! !" سب کو جاتے دیکھ راحیل خان واپس سے زیام کی طرف متوجہ ہوا جو بیڈ کے اوپر چڑھنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہا تھا۔۔ ! ! سب کو کنٹرول کیا جا سکتا تھا لیکن زیام آبان خان کو کنٹرول کرنے کی کسی کے باپ میں بھی ہمت نہیں تھی ! ! وہ سب کا باپ تھا۔۔ ! ! نفی میں سر ہلاتے راحیل خان اسے اپنی گود میں اٹھاتے واپس سے کرسی پر بیٹھا۔۔ ! ! اچانک ہی اس کے دل میں ایک بات آئی تھی۔۔ وہی مشورہ کرنے کی خاطر وہ مدحا کے پاس بیٹھا تھا۔۔ ! ! بہت ضروری بات تھی ! ! مدحا کی سوالیہ نظریں اسی پر گڑھی ! ! تھیں ! ! جبکہ زیام اس کی گود میں بیٹھا کھیلنے لگا تھا۔۔

مدحا میں ایک بات سوچ رہا تھا۔۔ ابھی آئی ہے میرے دل میں ! تمہاری اجازت " چاہیے بس ! !" راحیل خان نے سنجیدگی سے ایک نظر مدحا کو دیکھتے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے بات کا آغاز کیا۔۔ وہ کچھ جھجھک بھی رہا تھا۔۔ دل بھی کچھ کہہ رہا تھا۔۔ لیکن ابھی کے اسے ایک فیصلہ لازمی کرنا تھا۔۔ اگر خدا نے اسے یہ توفیق دی تھی تو وہ لازمی کرتا۔۔ ! ! مدحا نے محبت سے اسے دیکھتے اس کے ہاتھ کی پشت کو اپنے لبوں سے لگایا۔۔ مقابل بس حکم کرتے اچھا لگتا تھا۔۔"حکم کریں۔۔ ایسی کیا بات ہے؟"۔۔

محبت سے اسے دیکھتے تجسس سے پوچھا گیا۔۔ اس کی سمجھ میں تو کچھ نہیں آیا تھا۔۔ ! !

"میں سوچ رہا تھا کہ اپنے بیٹے کو ہم اشنا کو دے دیتے۔۔ہیں۔۔ آگے تمھیں کوئی اعتراض نہ ہو تو۔۔ ! ! "راحیل خان نے بلکل دھیمی سی آواز میں اس سے جیسے اجازت چاہی ! ! اشنا کے ہاتھ میں الجھے بیٹے کو دیکھ کر اچانک ہی اس کے دل میں یہ بات آئی تھی ! ! کیا پتہ قدرتی طور پر اس کے دل میں یہ بات ڈالی گئی ہو؟؟ مدحا کی مسکراہٹ اچانک ہی غائب ہوئی ! بات ہی ایسی کر دی تھی اس شخص نے ! ! وہ سنجیدگی سے راحیل کو دیکھ رہی تھی ! آنکھوں میں نمی سی جمع ہونے لگی تھی ! کیا وہ آج بھی اشنا سے محبت کرتا ہے؟؟ اس کے دل میں بے ساختہ ہی یہ بات چلی تھی ! ! یہ صلہ مل رہا تھا اس کی بے لوث محبت کا۔۔ ! ! "خدا کی قسم میرے دل میں کچھ نہیں بچا اس کے لیے ! ! تم اتنی بے اعتباری دکھا کے مجھے میری ہی نظروں میں مت گراؤ ! ! یہ صرف میں نے ایسے ہی ایک بات کہی ہے ! ! اگر اشنا کی جگہ ہماری فیملی میں کوئی اور ہوتی میں اس کے لیے بھی یہی کرتا۔۔ اللہ نے کیا پتہ اسی لیے دو دو اولاد سے نوازا ہے ہمیں؟؟" اس کی آنکھوں میں لکھی تحریر پڑھتے راحیل خان نے فوراً ہی صفائی دی ! ! اسے تکلیف ہوئی تھی کہ مدحا اس پر آج تک اعتبار نا کر سکی ! ! تبھی وہ قسم اٹھا گیا تھا۔۔ ! ! وہ ابھی واپس سے پیچھے کو ہوتا کہ مدحا نے اس کے گال پر ہاتھ رکھتے اسے

روکا۔۔ وہ اپنی سوچ پر شرمندہ تھی ! ! بس کبھی کبھی شیطان بہکا دیتا تھا۔۔ ! ! ویسے اسے راحیل پر اندھا اعتبار تھا۔۔۔ ! ! "سوری۔۔"۔۔ اس کے بالوں کو ماتھے سے پیچھے کرتے دھیمے سے معافی مانگی گئی ! ! وہ بڑی آسانی سے مان لیتی تھی اپنی غلطی ! ! "نا نا میری جان ! ! پاگل ہو آئندہ معافی نا مانگنا۔۔ ! ! اچھا چھوڑو ! ! بتاؤ مجھے؟؟ ہمارا کیا ہے مدحا؟؟ ہمیں تو پھر سے اللہ بیٹے سے نوازے گا۔۔ اشنا میں اب قدرتی کمی ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے ! ! ہاں لیکن اس کی مدد تو کر ہی سکتے ہے ! ! اس ضرورت ہوگی اولاد کی ! ! سوچو ایک مرتبہ ! ! میں صرف تمھیں ایک مشورہ دے رہا ہوں ! ! اپنا فیصلہ مسلط نہیں کر رہا تمہارے اوپر ! ! تمہاری اولاد ہے جو مرضی فیصلہ کرو آگے تمہاری مرضی۔۔ میں نے صرف ایک بات کہی ہے ! ! کوئی زبردستی نہیں ہے تمہارے اوپر ! ! میں پھر کہہ رہا ہوں یہ تمہاری اولاد ہے دونوں جو مرضی کرو۔۔ کوئی بھی فیصلہ کرنا ہو تو مجھے بلکل مت دیکھنا۔۔ ! ! "نرمی سے اسے کہتے ساتھ میں راحیل خان سارا فصلے کا حق بھی اسے ہی دے گیا تھا۔۔ بعد میں کبھی یہ نا ہوتا کہ مدحا اپنے بیٹے کو لے کر شکوہ کرتی ! ! "مدحا نے اس کی بات پر اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ ! ! جو کہ فوراً ہی راحیل خان اسے گھورتے ہوئے انگوٹھے سے آزاد کروا چکا تھا۔۔ اب تک یہ گندی عادت نہیں گئی تھی اس لڑکی کی ! ! زیام ٹکر ٹکر ان دونوں کو دیکھتے ان کی باتیں سننے کی کوششوں میں تھا۔۔

لیکن دونوں اتنی آہستہ بول رہے تھے کہ اس تک آواز آئی ہی نہیں تھی ! ! وہ دونوں اس کی موجودگی کا اچھا خاصا دھیان رکھ رہے تھے ! ! "بیٹی دے دیتے ہیں۔۔ مجھے بیٹے کا انتظار تھا راحیل۔۔ ! !" مدحا نے ہلکا سا مسکراتے اپنی طرف سے کھلے دل کا مظاہرہ کیا۔۔ چلو بیٹی پر تو وہ مان گئی تھی ! ! راحیل خان نے دھیما سا ہنستے نفی میں سر ہلایا۔۔۔ جو وہ سوچ رہا تھا وہ یہ لڑکی نہیں سوچ رہی تھی ! ! مسئلہ بیٹی کا بھی نہیں تھا۔۔ لیکن اس کے دل میں ایک بات تھی ! ! "رہنے دو ! ! کوئی بات نہیں اللہ ان دونوں کے لیے آسانیاں کرنے والا ہے ! ! میرا بچہ خوش رہو ! !".. مسکراتے ہوئے اس شخص کو اب پتہ نہیں کیا ہوا تھا جو وہ سرے سے ہی انکار کر گیا تھا۔۔ ! ! پتہ نہیں کیا چل رہا تھا اس کے دل میں ! ! مدحا نے ابرو آپس میں سکڑے ! ! اب اس نے کہہ دعا تھا تو اب کیا مسئلہ تھا؟؟ بیٹی دے تو رہی تھی وہ؟؟ ایک تو راحیل بھی اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔۔ ! ! "کیا ہوا ہے؟ کہہ تو رہی ہوں بیٹی دے دیں؟؟" یا چھوڑیں آپ بیٹا ہی دے دیں۔۔ اللہ ہمیں پھر سے دے دے گا۔۔ ! !" اس کے گال پر ہاتھ رکھے وہ پتہ نہیں کیا سوچتے بیٹے تک بھی مان ہی گئی تھی ! ! اس میں کوئی کمی نہیں تھی۔۔ اس کا تو دوبارہ بھی بیٹا ہو جاتا۔۔ وہ بس یہی سوچتے مان گئی تھی ! ! تھوڑا انتظار ہی کرنا تھا بس بیٹے کے لیے ! ! وہ تب تک زیام کے ساتھ خوش تھی ! ! پہلے بھی تو اس کے ساتھ گزر

ہی رہی تھی ! ! "میں نے صرف بیٹا اس لیے کہا تھا کیونکہ یار بیٹیاں پرائی ہوتی ہیں ! کل کو وہ دونوں اس کی شادی کر دے گیں اور بڑھاپے میں پھر سے اکیلے ! ! بیٹا ہوگا تو ساری زندگی ساتھ رہ کر ان کی خدمت تو کر دے گا۔۔ ! ! پیدا کرنے والے سے زیادہ بڑا پالنے والا ہوتا ہے ! ! ہم اس بچے کو ساری زندگی پتہ ہی نہیں چلنے دے گیں کہ وہ کس کی اولاد ہے ! ! اور تم بھی اگر دیتی ہو تو دوبارہ اسے بیٹے کی نظر سے مت دیکھنا۔۔ کچھ دے رہی ہو تو بھول جانا دے کر بس ! ! پھر تم اسے گود میں لیتے وقت ایسے ہی سمجھو گی جیسے باقی بچے ہیں گھر کے ! ! اپنی اولاد ہماری بس ایک ہی ہوگی ! ! اتنا حوصلہ ہو تب بیٹا دینا۔۔ ورنہ مت دینا کوئی زبردستی نہیں ہے تمہارے اوپر ! ! میرے لیے تو ویسے بھی صرف تم سب سے عزیز ہو ! ! " راحیل خان اپنے دل میں بات نرمی سے اس کے کانوں میں ڈال گیا تھا۔۔ یہی کچھ تھا اس کے دل میں ! ! وہ ساتھ میں یہ بھی کہہ رہا تھا کہ آگے مدحا کی مرضی ! ! یعنی وہ اپنا فیصلہ اس پر تھوپنا نہیں چاہتا تھا۔ ! ! اسے بس مدحا اُداس نہیں چاہیے تھی ! ! اگر وہ دے سکتی تھی تو دیتی ورنہ راحیل خان خوشی خوشی دونوں بچے پالتا۔۔ اسے تو کوئی مسئلہ نہیں تھا۔۔ ! ! بس اسے زاویار اور اشنا ایسے اکیلے اچھے نہیں لگتے تھے ! ! "مدحا نے اس کی بات پر ایک گہری سانس بھری ! ! وہ راحیل کو چھوڑے زیام کی طرف متوجہ ہو چکی تھی ! ! "بیٹے سب کو بلا کے لاؤ

اندر ! ! "۔۔ مسکراتے ہوئے اس نے زیام سے کہا۔۔ جو کہ اس کے حکم پر فوراً سے راحیل کی گود سے نیچے اُتر چکا تھا۔۔ درفشاں سے زیادہ یہاں کی بات مانی جاتی تھی ! ! ! راحیل خان نے ایک نظر اسے دیکھتے ہونٹ کاٹے ! ! اس نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ یعنی وہ نہیں مانی تھی ! ! خیر۔۔ اس کا کام تھا صرف کہنا۔۔ آگے مرضی اس لڑکی کی ہی تھی ! ! وہ جیسے چاہتی راحیل خان کو منظور تھا۔۔ ! ! تبھی وہ واپس سے مسکراتے ہوئے اس کے ماتھے پر بوسا دیتے پیچھے کو ہوا۔۔ زیام باہر جا چکا تھا۔۔ ! ! مدحا سنجیدگی کے ساتھ چھت پر نظریں ٹکائے کچھ سوچ رہی تھی ! ! جبکہ راحیل خان نے ایک نظر اسے دیکھتے اپنی جیب سے کچھ نکالا۔۔ مقابل کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے کچھ تھا اس کے پاس ! ! اپنی جیب سے ایک باکس نکالے وہ کرسی سے کھڑا ہو چکا تھا۔۔ ! ! ! "تھوڑا اٹھ کے بیٹھو میں نے ایک چیز دکھانی ہے تمھیں ! ! "۔۔ مسکراتے ہوئے محبت سے کہتے راحیل خان نے آگے کو ہوتے نرمی سے اسے دونوں طرف سے تھاما۔۔ وہ اس کے پیچھے تکیہ رکھتے اس کی ٹیک لگوا رہا تھا۔۔ مدحا بھی نا سمجھی سے اسے دیکھتے اسی کے سہارے تھوڑا اٹھ کے بیٹھی ! ! اب کیا دکھانا تھا اس شخص نے ! ! وہ سوالیہ نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی ! ! راحیل خان نے مسکراتے ہوئے باکس اس کے ہاتھ میں تھمایا۔۔ یہ ایک چھوٹی سی ڈبی تھی جس کے اندر شاید کوئی لاکٹ تھا۔ ! ! بہت

پہلے آج کے دن کے لیے خاص راحیل نے اسے ان دونوں کے لیے لے کے رکھا تھا۔۔ ! ! اور آج وہ دن آ ہی گیا تھا جب وہ مدحا کو یہ دے چکا تھا۔۔ ! ! مدحا نے ایک مسکراتی نظر اس پر ڈالتے اس باکس کو اوپن کیا۔۔ اندر کی طرف دیکھتے اس کی آنکھوں میں بے ساختہ ہی ڈھیروں ستائش اُبھری ! ! یہ دو لاکٹ تھے ! ! ایک گرلز کا اور ایک ۔۔ ! ! یہ الٹا تھا "R" لڑکے کا۔۔ لڑکے والی پر الفابیٹ ایم لکھا تھا جبکہ لڑکی والے پر لیکن راحیل نے خود ہی جان کر اس طرح بنوایا تھا۔۔ ! ! "یہ بہت پیارے ہیں راحیل ! ! مدحا نے ستائش سے انہیں دیکھتے انہیں آہستہ سے انہیں باہر نکالے ! ! لڑکی والا لاکٹ ڈائمنڈ کا تھا جبکہ لڑکے والا سلور کا۔۔ ! ! راحیل خان ڈائمنڈ یا گولڈ نہیں پہنتا تھا اسی لیے اس نے اپنے لیے سلور کا ہی بنوانا بہتر سمجھا۔۔ ! ! "میں پہناؤں؟؟"نرمی سے اس کے ہاتھ سے ایک لیتے اجازت چاہی ! ! "جی کیوں نہیں"۔۔ مسکرا کر جواب دیتی مدحا اپنے بالوں کو ایک طرف کر گئی تھی۔۔ راحیل خان نے اِس کے پیچھے کی طرف جاتے نرمی سے اس کے گلے نے یہ لاکٹ پہنایا۔۔ اس نے جان کر مدحا کے لیے تھوڑا بڑا بنوایا تھا۔۔ وجہ آگے مدحا اچھے سے دیکھ رہی تھی ! ! "مجھے پسند ہے تمہاری دھڑکنوں پر حکومت کرنا۔۔ اسی لیے ایسا بنوایا کہ دن رات تمہارے ان نشیب و فراز کے درمیان میں بھٹکتا رہوں ! ! ! " بے باکی سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے

راحیل نے اس کا چہرہ لال سرخ کروایا۔۔ مدحا تو اس بے شرم انسان کو بول بول کر تھک گئی تھی۔۔ وہ بے شرمی چھوڑنے والوں میں سے نہیں تھا۔۔ ! ! آگے کی طرف آتے اس نے شرٹ پر سے لاکٹ کو پکڑتے اندر کی طرف کیا۔۔ ساتھ میں بے دردی سے وہ انہیں بھینچنا بلکل نہیں بھولا تھا۔۔ ! ! مدحا کی سسکی بے ساختہ تھی ! ! دن رات یہاں اس شخص کا جنون دیکھنے کے بعد اب تو عادت سی ہو گئی تھی ! ! وہ پاگل تھا ان کے پیچھے ! ! "ٹھیک ہو جانا جلدی سے پلیز ! ! چالیس دن گزار لو سکون کے ! ! اس کے بعد دن رات میرے ! ! "دوبارہ سے اس کے کان میں سرگوشی کرتے وہ پیچھے کو ہوا۔۔ اتنا بہت تھا اس کے لیے ! ! مقابل لال ٹماٹر ہو گئی تھی ! ! وہ دونوں ابھی آپس میں مگن تھے کہ ایک مرتبہ پھر سے سب لوگ دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئے ! ! بچے ابھی تک ویسے ہی انہی لوگوں کے ہاتھ میں تھے ! ! باقی سب لوگ مسکراتے ہوئے آگے بڑھتے انہیں مبارک باد دے رہے تھے ! ! راحیل خان اور مدحا ایک ساتھ بیٹھے مسکراتے ہوئے سب کی مبارک باد قبول کر رہے تھے ! ! سب لوگ بہت خوش تھے ! ! "آبان بھائی دکھائیں ! ! "۔۔ مدحا نے آبان کے ہاتھ میں اپنی بیٹی کو دیکھتے اپنے دونوں ہاتھ آگے کو کیے ! ! ان دونوں نے تو اب تک اپنی اولاد کو دیکھا بھی نہیں تھا۔۔ راحیل خان کھڑا رفیق خان سے مبارک باد وصول کر رہا تھا۔۔ ! ! ان دونوں میں کچھ

حد تک ٹھیک تھا سب ! ! وہ بہت بوڑھے ہو رہے تھے اسی لیے راحیل نے انہیں معاف کر ہی دیا تھا۔ ! ! ویسے بھی تھا تو آخر باپ ! ! ایک نا ایک دن دل پگھل ہی جانا تھا۔ ! !

آبان خان نے اچھا کی صورت میں سر ہلاتے آگے کو بڑھتے مدحا کے ہاتھ میں نرمی سے بچی کو پکڑایا۔۔ یہ بہت پیاری تھی ! ! راحیل خان بھی اس کے ساتھ ہی آکر بیٹھ چکا تھا۔۔ ! ! "اشنا خان ان دونوں کو ایک نظر دیکھتے زاویار کے کہنے پر مسکراتے ہوئے آگے کو بڑھی ! ! وہ بچے کو ان کے ہاتھ میں تھمانے جا رہی تھی ! ! اسے بہت پیارا لگا تھا یہ بچہ ! ! لیکن خیر ! !

یہ لو تمھارا بیٹا بھی ! ! مدحا کی طرف جاتے اس نے مسکراتے ہوئے اس کے ہاتھ میں" بچے کو تھمانا چاہا۔۔ ! ! مدحا نے خود تو پکڑا نہیں تھا اور راحیل خان جو ہاتھ آگے بڑھا رہا تھا وہ اس کے ہاتھ کو بھی پکڑتے روک چکی تھی ! ! کیا وہ راضی تھی؟؟ ہاں شاید ! ! "تمھارا بیٹا ہے ہمیں کیوں دے رہی ہو؟؟ اب سے یہ تمہارا۔۔ ! ! ہے نہ راحیل؟؟ ہماری صرف بیٹی ہے ! ! "۔۔ مسکراتے ہوئے کہتے اس نے آخر میں راحیل سے استفسار کیا۔۔ ! ! کمرے میں اچانک ہی خاموشی سی چھا گئی تھی ! ! جبکہ راحیل کے

چہرے پر فوراً ہی ایک مسکراہٹ سی رینگی ! ! وہ جانتا تھا اپنی بیوی کو ! اپنی مدحا کو وہ بہت اچھے سے جانتا تھا۔۔ اسے اندازہ تھا کچھ ایسا ہی ہوگا۔۔ ! ! "ہاں بھئی اپنے شوہر کو دو ! ! ہماری بیٹی ہے صرف ! ! یہ تو تمھارا بیٹا ہے ! ! جاؤ خوش رہو ! !" راحیل خان نے مسکرا کر کہتے مدحا کے گرد حصار بنایا۔۔ وہ دونوں اسے اپنی بیٹی کی طرف متوجہ ہو چکے تھے جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ! ! جبکہ سب حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے ! ! کون دیتا ہے آج کے دور میں کسی کو بیٹا؟؟ وہ دونوں ہی انوکھے تھے جو بیٹی رکھ کر بیٹا دے رہے تھے ! ! "اشنا شاہ کی آنکھوں میں فوراً سے ڈھیروں نمی جمع ہوئی ! ! ترستی تو وہ آج بھی دن رات ہی تھی ! ! جبکہ اسے دیکھ کر زاویار شاہ کی بھی آنکھیں کچھ ایسے ہی نم ہو چکی تھیں ! ! اولاد کی کمی اسے بھی تھی ! ! لیکن ایسے کسی اور کی اولاد لے کر وہ کسی بھی ماں کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔۔ بس اسی لیے وہ اب تک رکا ہوا تھا۔۔ ! ! وہ اکیلا ہی ٹھیک تھا اپنی بیوی کے ساتھ ! ! خاموشی سے آگے کو بڑھتے زاویار شاہ نے نرمی سے اشنا کے ہاتھ سے بچے کو تھاما۔۔ اسے نہیں چاہیے تھا۔۔ ! ! اشنا شاہ بھیگی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی ! ! بچہ دیتے وقت اس کی گرفت تھوڑی مضبوط تھی ! ! زاویار نے اس سے نظریں چراتے تقریباً کھینچا تھا اس کے ہاتھ سے بچے کو ! ! "پاگل مت بنو ! ! یہ تیرا بچہ ہے ! ! تو رکھ ! ! ہمیں اللہ نے دینا ہوا تو خود ہی ہو جائے گا۔۔ ! !"

راحیل خان کے آگے بچے کو کرتے اس نے صاف انکار کیا۔۔ وہ جانتا تھا ماں کے لیے اولاد کیا ہوتی ہے ! ! وہ اپنی بیوی کی خاطر مدحا کو دکھ نہیں دے سکتا تھا ! ! "زاویار بھائی پلیز۔۔ اپنی ہی اولاد کو ایسے نہیں ٹھکراتے ! ! پکڑو اشنا کیسی ماں ہو تم؟؟ " مدحا نے زاویار سے افسردہ سے انداز میں کہتے آخر میں اشنا کو مخاطب کیا جو کھڑی بری طرح رو رہی تھی ! ! "سالے پہلے یہ بتا تُجھے دے کون رہا ہے؟؟ ہم نے تو اشنا کو دیا ہے ! ! وہ ماں ہے اس کی ! ! چھوڑ اور واپس کر بچہ اسے ! ! " راحیل نے بھی زاویار کو دیکھتے اسے لتاڑا۔۔۔ اس شخص کو اپنی بیوی کی تکلیف نظر نہیں آتی تھی کیا؟؟ "زاویار رکھ لو۔۔ کیا پتہ اللہ نے تمہارے لیے ہی بھیجا ہو اسے ! ! " زاویار شاہ ابھی کچھ بولتا کہ دا جان آگے کو آتے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے روک چکے تھے ! ! ان سب کو راحیل اور مدحا پر فخر تھا۔۔ اچھا تھا کہ ایسے زاویار کی بھی اولاد ہو جاتی ! ! انہیں راحیل کا فیصلہ پسند آیا تھا۔۔ ! ! جب ان دونوں کو ہی مسئلہ نہیں تھا تو باقی سب کیوں ہی مسئلہ کھڑا کرتے؟؟ "دا جان لیکن۔۔۔۔ زاویار شاہ ابھی کچھ بولتا کہ سب ہی اسے ٹوک چکے تھے ! ! انہیں اب زاویار پر غصّہ آرہا تھا۔۔ ! ! "اللہ ایک نعمت دے رہا ہے تو اترانا بند اور چپ کر کے پال لے اسے ! ! ایک مرتبہ دیکھ اشنا کو کیسے روتی ہے یہ ! ! میرے اگر دو ہوتے تو میں بھی یہی کرتا۔۔ رکھ لے منحوس انسان.. مت رلایا کر اسے اتنا۔۔ ! ! "

آبان خان نے آگے آتے زاویار شاہ کے سر پر چت لگائی ! ! زیادہ شوخا ہو رہا تھا اب وہ جو انکار کر رہا تھا۔۔ ! ! جبکہ سب حیرت سے آبان کو دیکھ رہے تھے ! ! وہ اور اشنا کی حمایت؟؟ اللہ خیر کرے ! ! "آبان خان نے ایک نظر سب کی حیرانی آنکھوں میں دیکھتے کندھے اچکائے ! ! اتنا برا بھی نہیں تھا اب وہ ! ! "ایسے کیوں دیکھ رہے ہیں آپ سب؟؟ بہن ہے میری ! ! پہلے تو ایسے ہی تنگ کرتا تھا میں اسے ! ! "کندھے اچکاتے اپنی صفائی دیتے آبان خان نے اس کے ہاتھ سے بچے کو تھاما۔۔ وہ اسے لیے آگے کو بڑھتے پھر سے اشنا کے ہاتھ میں تھما چکا تھا۔۔ ! ! "مبارک ہو تمھارا بیٹا بھی ہو گیا۔۔" اس کے سر پر ہاتھ رکھتے نرمی سے مسکرا کر کہا گیا۔۔ زاویار کو وہ لوگ کسی کھاتے میں ہی نہیں لے رہے تھے ! ! اشنا نے ایک نظر زاویار کی طرف دیکھا۔۔ اس کی آنکھوں میں منت بول رہی تھی ! ! اب آہی رہی تھی نعمت تو اسے تو قبول تھی ! ! زاویار شاہ نے ایک گہری سانس ہوا کے سپرد کرتے راحیل کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔ کیا کہتا آخر وہ ان سب کو ! ! لیکن خیر وہ سچے دل سے راحیل کا شکر گزار تھا۔۔ ! ! ! راحیل کو کندھے سے تھامتے اسے اٹھاتے زاویار شاہ شدت سے اس کے گلے لگ چکا تھا۔ ! ! کس منہ سے وہ اس شخص کا شکریہ ادا کرتا اس کی سمجھ سے باہر تھا۔۔ اولاد کی ضرورت اور چاہت سب کو ہوتی ہے ! ! اسے بھی تھی ! ! لیکن بس کسی اور کو تکلیف دے کر نہیں ! ! اب

تک خیر خوشی سے وہ دونوں دے رہے تھے انہیں ! ! ! "چل بس کر۔۔ مٹھائی کھلا دینا شرافت سے ! ! بلکہ نہیں رات کو تیار رہنا جہاں چاہے ہم سب ٹریٹ لے گیں ! ! بھئی آخر بیٹا ہوا ہے تیرا۔۔ پورے خاندان کو دعوت دے ! ! " راحیل خان نے مسکرا کر کہتے اس کی پیٹھ کو تھپکا۔۔ ! ! ساتھ میں وہ شام میں اس کا اچھا خاصا مٹھائی کا خرچہ کروانے کا اِرادہ رکھتا تھا۔۔ ! ! "ڈن۔۔شام میں میری طرف سے سب کو دعوت ! ! " زاویار شاہ نے مسکرا کر کہتے سب کی طرف دیکھا۔۔ اب سب آتے اسے مبارک باد دے رہے تھے ! ! !

ہنستے مسکراتے ایک گھرانے کا لا علاج عشق مکمل ہو چکا تھا ! ! ان سب کے ہنستے چہرے گواہ تھے کہ لا علاج عشق کا سفر مکمل ہو چکا ہے۔۔ ! ! کمرے میں وقفے وقفے سے قہقہے گونج رہے تھے ! ! تمام مصیبتوں سے لڑتے اب خوشیاں ان کی منتظر تھیں ! ! !

ختم شد ! ! ! !

نوٹ ! !

لا علاج عشق ایک افسانوی کہانی ہے لہٰذا اس کے تمام کردار کو افسانوی سمجھ

! ! کر ہی پڑھا جائے